اردو ترجمہ

# مکتوبات امام ربانی

مکمل سیٹ

حضرت مجدد الف ثانی الشیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ

تصحیح و حواشی و ترجمہ

مولانا محمد سعید احمد صاحب نقشبندی

خطیب و امام مسجد حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لاہور

ناشر

حفیظ بک ڈپو اردو بازار دہلی ۶

صُحُفٌ مُّطَهَّرَةٌ فِیۡهَا كُتُبٌ قَیِّمَةٌ

لِلّٰہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر میخواست
آخر آمد زِ پسِ پردۂ تقدیر پدید

یعنی

اُردو ترجمہ

# مکتوبات امام ربانیؒ

## حضرت مجدد الف ثانی الشیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ

دفتر اوّل ــــــــ حصہ اوّل

تصحیح و حواشی و ترجمہ

مولانا محمد سعید احمد صاحب نقشبندی
خطیب و امام مسجد حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لاہور

ناشر

حفیظ بک ڈپو اردو بازار دہلی ۶

Marfat.com

۵۔ مرکز الاویس
فون ۔۔۔ 7112065

(جملہ حقوق ترجمہ بحق ناشر محفوظ ہیں)

طبع اوّل ـــــ آفسٹ ایڈیشن ـــــ سنہ ۱۹۷۱ء

کتاب ـــــ مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی جلد اول حصہ سوم

مترجم ـــــ مولانا محمد سعید احمد نقشبندی۔ لاہور

مطبع ـــــ جوہر آفسٹ پریس دہلی

تعداد ـــــ دو ہزار (۲۰۰۰)

قیمت ـــــ حصہ اوّل۔ دوئم۔ سوئم

Marfat.com

# فہرست کتاب مستطاب مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ حصہ اول از دفتر اول


| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| مقدمہ | ۲۱ |
| خطبہ کتاب مستطاب | ۴۲ |
| مکتوب نمبر (۱) | ۴۳ |
| اپنے پیر بزرگوار کی طرف۔ ان حالات کے بیان میں جو اسم الظاہر سے مناسبت رکھتے ہیں۔ | ۴۳ |
| تمام اشیاء کے اندر تجلی اسم الظاہر میں حق کا ظہور۔ خصوصاً عورتوں کے لباس میں بلکہ ان کے اجزاء میں۔ | ۴۳ |
| پرتکلف اور لذیذ کھانے میں حسن و لطافت کا مشاہدہ۔ | ۴۳ |
| باطن کا ان تجلیات کی طرف متوجہ نہ ہونا۔ | ۴۳ |
| اس تجلی کا نسبت تنزیہی کے مخالف نہ ہونا۔ | ۴۴ |
| ان تجلیات کا روپوشس ہوجانا۔ | ۴۴ |
| ایک خاص فنا کا رونما ہونا اور آثار اسلام کا ظہور اور شرک خفی کے نشانات کا مٹنا۔ | ۴۴ |
| مُحدّد یعنی عرش عظیم کے اوپر عروج۔ | ۴۴ |
| مرتبہ اوّل۔ | ۴۴ |
| مرتبہ دوم۔ | ۴۴ |
| مشائخ و ائمہ اہل بیت اور حضور علیہ السلام کے مقام خاص اور دیگر انبیاء کرام و ملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقامات کا مشاہدہ۔ | ۴۴ |
| عرش سے اوپر عروج کی مقدار کا بیان اور مشائخ اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقامات کا بیان۔ | ۴۵ |
| میں جب چاہتا ہوں عروج واقع ہوجاتا ہے | ۴۵ |
| ملا قاسم علی کا حال۔ | ۴۵ |
| دوسرے دوستوں کے احوال۔ | ۴۵ |
| مکتوب نمبر (۲) | ۴۵ |
| اپنے پیر بزرگوار ہی کی طرف ترقیات کے حصول کے بیان میں۔ | ۴۵ |
| استخارہ کا حکم۔ | ۴۶ |
| عنایات خدا تعالیٰ۔ | ۴۶ |
| عالم صحو کی ابتداء اور بقا ربیع الآخر کے اخیر سے ہے۔ | ۴۶ |
| حضرت شیخ محی الدین قدس سرہٗ کی تجلی ذاتی کی ابتداء۔ | ۴۶ |
| عجیب و غریب علوم اور عروج و نزول۔ | ۴۶ |
| جس قدر بقا اکمل ہوگی صحو زیادہ ہوگا۔ | ۴۶ |
| کمال صحو انبیاء کرام کا حصہ ہے۔ اور ان کے معارف شرائع اور عقائد کہلاتے ہیں۔ | ۴۷ |
| حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ کے معارف معارف شرعیہ کی تفصیل ہے۔ | ۴۷ |
| مکتوب نمبر (۳) | ۴۷ |
| اپنے پیر بزرگوار ہی کی طرف دوستوں کے مقام خاص میں محبوس اور بند ہوجانے کے بیان میں۔ | ۴۷ |
| حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے خویشوں میں سے ایک شخص کے حال کے بیان میں۔ | ۴۷ |
| میر سید شاہ حسین نے اپنی مشغولیت میں یوں دیکھا الخ۔ | ۴۷ |
| مکتوب نمبر (۴) | ۴۷ |
| اپنے پیر بزرگوار ہی کی طرف ماہ عظیم القدر۔ | |


Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| رمضان المبارک اور حقیقت محمدی کے بیان میں۔ | ۴۷ |
| اس ماہ مبارک کی قرآن مجید کے ساتھ خاص مناسبت ہے اور قابلیت اولیٰ قرآن کا ظل ہے۔ | ۴۸ |
| رمضان شریف میں نزول قرآن کا سبب۔ | ۴۸ |
| اس ماہ مبارک کے تمام خیرات و برکات کے جامع ہونے کی وجہ۔ | ۴۸ |
| جس کسی کو بھی جو خیر و برکت پہنچتی ہے وہ اس ماہ مبارک کی برکات کے دریا کا ایک قطرہ ہے۔ | ۴۸ |
| اس ماہ میں جمعیت کا حصول تمام سال جمعیت کے حصول کا ذریعہ ہے اور اس ماہ میں تفرقہ سارے سال کے تفرقے کا باعث ہے۔ | ۴۸ |
| اس میں ختم قرآن کی سنت کی وجہ۔ | ۴۸ |
| اس ماہ میں افطاری میں تعجیل اور سحری میں تاخیر کی وجہ۔ | ۴۸ |
| قابلیت اُولیٰ کا بیان۔ | ۴۸ |
| محمدی المشرب جماعت کے حقائق۔ | ۴۸ |
| قابلیت محمدیہ کی برزخیت۔ | ۴۸ |
| اس طرح کے علوم جن کا منشا اصالت کی اور ظلیت کی جامعیت ہے بہت وارد ہوتے ہیں۔ | ۴۹ |
| قطبیت کا مقام مقام ظلیت کے دقیق علوم کا منشا ہے۔ اور فردیت کا مرتبہ دائرہ اصل کے معارف کے ورود کا واسطہ ہے۔ | ۴۹ |
| وہ رسالہ جس کے لکھنے کا حکم ہوا تھا اس کے لکھنے کی توفیق نہ مل سکی۔ | ۴۹ |
| **مکتوب نمبر (۵)** | ۴۹ |
| اپنے پیر بزرگوار ہی کی طرف خواجہ برھان کی سفارش کے سلسلے میں۔ | ۴۹ |
| ایک رسالہ سلسلۃ الاحرار نظر پڑا الخ۔ | ۵۰ |
| خواجہ برھان نے اس عرصہ میں خوب کام کیا ہے اور تیسری سیر سے حصہ پالیا ہے۔ | ۵۰ |
| **مکتوب نمبر (۶)** | ۵۰ |
| نیز اپنے پیر بزرگوار کی طرف جذبہ اور سلوک کے حصول اور جمال و جلال دونوں صفتوں کے ساتھ تربیت پانے اور فنا و بقا اور نسبت نقشبندیہ کی فوقیت کے بیان میں۔ | ۵۰ |
| جذبہ اور سلوک اور جمال و جلال کے ساتھ تربیت پانا اور دونوں کا ایک دوسرے کے عین ہونے کا بیان۔ | ۵۰ |
| محبت ذاتی فنا کی علامت ہے۔ | ۵۰ |
| فنا کے وجود کے وقت کا بیان۔ | ۵۱ |
| اس کے باوجود اگر علم ہو تو وہ بھی اپنے میں ہے اور اگر شہود ہے تو وہ بھی اپنے میں۔ | ۵۱ |
| حضرت خواجہ بزرگ فرماتے ہیں کہ اہل اللہ الخ | ۵۱ |
| جب تک ان تین میں سے کسی ایک سے بھی باہر ہے فنا سے حصہ نہیں پا سکتا۔ | ۵۱ |
| اگرچہ اس سلسلہ کے اکابر سے بہت صدیوں کے بعد الخ | ۵۱ |
| یہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی کی نسبت ہے۔ اس کو مکمل اور تمام کرنے والے حضرت خواجہ بہاؤالدین قدس سرہٗ ہیں۔ | ۵۲ |
| عجب معاملہ ہے پہلے ہر بلا و مصیبت جو واقع ہوتی تھی سرور و فرحت کا باعث تھی۔ مگر اب جبکہ عالم اسباب کی طرف نیچے لائے ہیں الخ۔ | ۵۲ |
| اسی طرح اگر دعا کرتا تھا تو اس سے مقصود رفع بلا نہیں ہوتا تھا۔ لیکن اب دعا سے مقصود بلا اور مصائب کا رفع کرنا ہے۔ | ۵۲ |




Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعا کس قبیلہ میں سے ہے۔ | ۵۲ |
| **مکتوب نمبر (۷)** | ۵۲ |
| اپنے پیر بزرگوار کی طرف اپنے بعض احوال غریبہ کے بیان میں اپنے کچھ استفسارات کے ساتھ | |
| جو مقام (محمدی) عرش سے اوپر تھا اپنی روح کو عروج کے طور پر اس مقام میں پایا۔ | ۵۲ |
| اس مقام میں یوں متخیل ہوا کہ یہ سارا جہان الخ | ۵۳ |
| مختصر یہ کہ جو حالت پہلے کبھی کبھی نصیب ہوتی تھی اب ہر وقت حاصل ہے | ۵۳ |
| اس کے بعد ایک بلند محل تھا۔ | ۵۳ |
| تحیۃ الوضو کی نماز ادا کرنا۔ | ۵۳ |
| ایک نہایت ہی بلند مقام ظاہر ہوا چار اکابر نقشبند کو اس مقام میں دیکھا۔ | ۵۳ |
| اپنے آپ کو اول اس مقام سے دور پایا پھر آخر کو اس کے مناسب پایا۔ | ۵۳ |
| اس مقام تک پہنچنا اس واقعہ کے نتائج سے ہے کہ حضرت امیر کو دیکھا تھا۔ | ۵۳ |
| پھر اس طرح ظاہر ہوا کہ برے اخلاق بڑھ کر الگ ہو رہے ہیں۔ | ۵۳ |
| دوسری عرض۔ | ۵۳ |
| تیسری عرض۔ | ۵۴ |
| چوتھی عرض۔ | ۵۴ |
| پانچویں عرض۔ | ۵۴ |
| **مکتوب نمبر (۸)** | ۵۴ |
| نیز اپنے پیر بزرگوار کی طرف ان حالات کے بیان میں جو صحو اور بقا سے تعلق رکھتے ہیں۔ | ۵۴ |
| وحدت الوجود اور اس کے توابع سے منزہ کرنا | ۵۵ |
| استطاعت مع الفعل کا منکشف ہونا۔ | ۵۵ |
| اس مقام میں اپنے آپ کو حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کے قدم پر پاتا ہے۔ | ۵۵ |
| کام علاج معالجہ سے گزر چکا ہے۔ اب اس کی بزرگی ہی حجاب ہے۔ | ۵۶ |
| علمائے کے عقائد کی درستی کی صوفیہ کے ریاضات و مجاہدات پر فضیلت۔ | ۵۶ |
| علماء اور طلبۃ العلوم کے ساتھ محبت کا اظہار اور توضیح تلویح کے مطالعہ کی حاجت۔ | ۵۶ |
| حق سبحانہ وتعالیٰ کو جہان کا نہ عین جانتا ہے۔ اور نہ اس سے متصل اور نہ منفصل۔ | ۵۶ |
| مخلوق کی ذوات اور ان کے افعال وصفات کو حق تعالیٰ کا مخلوق جانتا ہے۔ | ۵۶ |
| بندے کی قدرت کس معنی سے ہے۔ | ۵۶ |
| قضاء و قدر کے مسئلے کو علم کے طور پر جاننا۔ | ۵۶ |
| قابلیت اور استعداد کو کچھ دخل نہیں دیتا۔ کہ یہ ایجاب تک لے جاتی ہے۔ | ۵۷ |
| **مکتوب نمبر (۹)** | ۵۷ |
| اپنے پیر بزرگوار کی طرف ان حالات کے بیان میں جو نیچے آنے کے مقام سے مناسبت رکھتے ہیں۔ | ۵۷ |
| اپنی ذلت، کوتاہی اور انکساری کے دیکھنے کے بیان میں۔ اور اعمال میں کوتاہ ہونے کے بیان میں۔ | ۵۷ |
| شر خیر کا آئینہ ہے۔ | ۵۸ |
| عجیب کاروبار ہے اس ذلت نے شرع کے معنی پیدا کر دیے۔ | ۵۸ |
| مقام عبدیت تمام مقامات سے اوپر ہے | ۵۸ |
| بندگی سے لذت گیر ہونا محبوبوں کا خاصہ ہے۔ | ۵۸ |




Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| محبوں کو مشاہدہ محبوب سے انس ہوتا ہے۔ | ۵۹ |
| میدان محبوبیت اور بندگی کے شہسوار سردار دین و دنیا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ | ۵۹ |
| کمال شر و نقص سے مراد اس کا علم ذوقی ہے الخ۔ | ۵۹ |
| جب تک اس طرح اپنے آپ کو زمین پر نہ ڈالے اپنے مولا کے کمالات سے بے نصیب رہتا ہے۔ | ۵۹ |
| ہر جذبہ میں محبوبیت کے کچھ معنی پائے جاتے ہیں۔ یہ بات نہیں کہ ہر شخص جس کا جذبہ سلوک پر مقدم ہے وہ ضرور محبوبوں میں سے ہے۔ | ۵۹ |
| **مکتوب نمبر (۱۰)** | ۶۰ |
| اپنے پیر بزرگوار کی طرف۔ قرب و بُعد کے حصول کے بیان میں اور فرق وصل کے غیر مشہور معنی۔ | ۶۰ |
| نہایت بُعد کا نام قرب رکھا ہُوا ہے۔ | ۶۰ |
| مراد کو بھی مرید بننا پڑتا ہے۔ | |
| وہ دین و دنیا کے سردار مرادیت کے باوجود مریدین میں سے تھے۔ | |
| **مکتوب نمبر (۱۱)** | ۶۱ |
| اپنے پیر بزرگوار کی طرف بعض کشفوں اور اپنے اعمال کو کم دیکھنے اور اعمال و اقوال میں اپنے آپ کو عیب ناک جاننے کے بیان میں۔ | ۶۱ |
| بے مناسبتی دو قسم پر ہے۔ ایک تو طریقوں میں سے کسی طریقے کے ظاہر نہ ہونے کے باعث ہوتی ہے۔ اور دوسری مطلق بے مناسبتی ہے۔ | ۶۲ |
| وہ راستے جو اس مقام تک پہنچاتے ہیں دو ہیں ایک اپنی کوتاہیوں کو دیکھنا اور دوسرا شیخ کی صحبت۔ | ۶۲ |
| پیر دستگیر کی عنایت کے طفیل بقدر استعداد طریق اوّل کا حصول۔ | ۶۲ |
| کوئی بھی نیک عمل وقوع پذیر نہیں ہو سکتا جب تک بندہ اس میں اپنے آپ کو متہم اور کوتاہ تصور نہ کرے۔ | ۶۲ |
| جو کچھ بھی جہان میں ہے حتیٰ کہ کافر فرنگ ملحد زندیق بندہ اپنے آپ سے اسے کئی طریقے بہتر جانتا ہے۔ | ۶۲ |
| خواجہ احرار کی گفتگو کی مراد کا بیان۔ | ۶۳ |
| ان مقامات کا ظہور جو ایک دوسرے سے اوپر ہیں۔ | ۶۳ |
| حضرت ذی النورین رضی اللہ عنہ کے مقام کا مشاہدہ۔ | ۶۳ |
| حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے مقام کا مشاہدہ۔ | ۶۳ |
| حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقام کا مشاہدہ۔ | ۶۳ |
| حضرت خواجہ نقش بند قدس سرہٗ کا ہر مقام میں ہمراہ ہونا۔ | ۶۳ |
| حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقام سے اوپر کوئی مقام معلوم نہیں ہوتا سوائے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام کے۔ | ۶۳ |
| حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقام کے بالمقابل ایک عجیب نورانی مقام تھا کہ ہرگز اس طرح کا مقام دیکھنے میں نہیں آیا۔ اپنے آپ کو بھی اس مقام کے عکس کے طور پر رنگین اور منقش پایا۔ | ۶۳ |




Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
| --- | --- |
| حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقام میں ہونا۔ | ٦٣ |
| ایک دوسری عرض اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں۔ | ٦٣ |
| شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ کے اس قول کی تشریح کہ عین باقی نہیں رہتا اثر کہاں باقی رہے۔ | ٦٤ |
| اس بات کے راز کا انکشاف اور اس کا دوام۔ | ٦٤ |
| دوسری عرض کہ کوئی کتاب دیکھنے کو دل نہیں چاہتا سوائے اکابر کے اقدام کے ذکر کے۔ | ٦٤ |
| رفع امراض کے لیے توجہ کے اثر کا ظہور۔ | ٦٥ |
| اور برزخ میں بعض مُردوں کے حالات دریافت کرنا۔ | ٦٥ |
| آپ کی اور آپ کے متعلقین کی طبائع عالیہ کا بعض لوگوں کی طرف سے تکالیف پہنچانے کے باوجود مکدر نہ ہونا۔ | ٦٥ |
| بعض دوستوں کے حالات پیر بزرگوار کی خدمت میں عرض کرنا۔ | ٦٥ |
| شیخ نور کے حالات کا بیان۔ | ٦٦ |
| سید شاہ حسین کے حالات کا بیان۔ | ٦٦ |
| میاں جعفر کے حالات کا بیان۔ | ٦٦ |
| میاں شیخن، شیخ عیسیٰ، شیخ کمال اور شیخ ناگوری کے حال کا بیان۔ | ٦٦ |
| خواجہ ضیاء الدین کے حال کا بیان۔ | ٦٦ |
| مولانا شیر محمد کے لڑکے کا ذکر۔ | ٦٦ |
| ایک خاص کیفیت کے ظہور اور فنائے ارادہ کا بیان۔ | ٦٧ |

| مضمون | صفحہ |
| --- | --- |
| وحدت سے ماوراء ایک نظر اور اس کی تمثیل اصل صفات کا برطرف ہونا۔ اور احدیت کا غلبہ اور کان اللہ ولم یکن معہ شئی کا حال کے مطابق ہونا۔ | ٦٧ |
| مولانا قاسم علی اور دوسرے دوستوں کو تکمیل کے مقام سے حصہ ہے۔ | ٦٧ |
| **مکتوب نمبر (١٢)** | ٦٨ |
| اپنے پیر بزرگوار کی طرف فنا اور بقا کے حصول۔ اور وجہ خاص کے ظہور کے حصول۔ اور سیر فی اللہ اور تجلی ذاتی برقی وغیرہ کی حقیقت کے بیان میں۔ | ٦٨ |
| ان علوم کا انکشاف جو مقام فنا فی اللہ اور بقاء باللہ سے تعلق رکھتے ہیں | ٦٨ |
| ہر شے کی وجہ خاص کا ظہور اور سیر فی اللہ کا معنی۔ اور تجلی ذاتی برقی کی حقیقت اور یہ کہ محمدی المشرب کون ہوتا ہے۔ | ٦٨ |
| ہر مقام کے لوازمات اور ضروریات کا ظہور اور اولیاء اللہ کے معلومات و مشاہدات پر اطلاع۔ | ٦٨ |
| اشیاء کی ذوات اور ان کی قابلیات کو خدا تعالیٰ کی مخلوق جاننا۔ | ٦٨ |
| وہ سبحانہ وتعالیٰ استعداد اور قابلیت کے تابع نہیں ہے۔ | ٦٨ |
| **مکتوب نمبر ١٣** | ٦٨ |
| اپنے پیر بزرگوار کو لکھا۔ اس راہ کی بے بضاعتی علوم حقیقت کی علوم شریعت کے ساتھ مطابقت کے بیان میں۔ | ٦٨ |
| مشائخ کے اس قول کے بیان میں کہ | |




Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| سیرالی اللہ بچاس ہزار سالہ راہ ہے۔ اور اشیاء میں سیر کے واقع ہونے۔ اور طالب ارشاد لوگوں کے غلو کرنے اور ان کے کام میں شروع ہونے کے بیان میں۔ | ۶۵ |
| ہمہ از دست کا بہ مقولہ ہمہ اوست سے بھاری جاننا۔ | ۶۵ |
| تمام کشفیات کا ظاہر شریعت کے مطابق ہونا۔ | ۶۵ |
| صوفیا کے بعض کشوف کا خلاف شرع ہونا یا سہو کی بنا پر ہے یا سکر کے باعث اور یہ دونوں درمیان راہ کی باتیں ہیں۔ انتہا راہ کی نہیں۔ | ۶۹ |
| علماء اور صوفیہ کے درمیان فرق کا بیان۔ | ۶۹ |
| **مکتوبات نمبر ۱۴** | ۷۰ |
| اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا۔ ان واقعات کے حصول کے بیان میں جو دوران راہ پیش آئے۔ اور بعض مسترشدین کے حالات کے بیان میں۔ | ۷۰ |
| مرتبہ وجوب کا ظہور بہ صورت سیاہ رنگ عورت کی صورت میں۔ اور مرتبہ احدیت کا ظہور دراز قامت مرد کی صورت میں۔ | ۷۰ |
| موت کی آرزو کا پیدا ہونا۔ اور نظر میں ایسا محسوس ہوا کہ گویا میں ایک ایسا شخص ہوں۔ جو دریائے محیط کے کنارے کھڑا ہو۔ اس ارادے سے کہ اپنے آپ کو اس میں گرا دے۔ | ۷۰ |
| ایک خاص کیفیت کا ظاہر ہونا اس میں ذوق سے یوں محسوس کرنا کہ دل کو غیر حق کی چاہت نہیں رہی۔ | ۷۱ |
| اس وقت نہ عرش رہا اور نہ فرش۔ | ۷۱ |
| صفات کلیہ وجوبیہ کا نظر آنا۔ | ۷۱ |
| اپنے یقین کا پرانے کپڑے کے رنگ میں نظر آنا | ۷۱ |
| ایک واقعہ کی تعبیر۔ | ۷۲ |
| جو چیز دائماً حاصل ہے وہ حیرت و اجنبیت ہے۔ | ۷۲ |
| بعض وقائع کی تعبیر سے عاجز رہنا۔ | ۷۲ |
| اس طریقہ علیہ سے شیخ ملّا فرزند شیخ عبداللہ نیازی کا جو مشاہیر مشائخ سرہند میں سے ہیں۔ اظہار جذبہ عنایت بعض دوستوں کا بطریق رابطہ راہ فقر میں جانا۔ | ۷۲ |
| ملّا قاسم، ملّا مودود محمد و عبدالرحمٰن، شیخ نور اور ملّا عبدالرحمٰن کا نقطہ فوق تک پہنچنا۔ | ۷۲ |
| ملّا عبدالباری نے اس میں استغراقی پیدا کرلیا ہے۔ اور وہ مطلق منزہ ذات کو اشیاء میں صفت تنزیہی سے دیکھتا ہے۔ | ۷۲ |
| پیر دستگیر کی دولت ہے جو طالبوں تک پہنچتی ہے۔ | ۷۳ |
| اس کمینہ کا اس فیض رسانی میں کچھ حصہ نہیں | ۷۳ |
| حضرت پیر دستگیر کے حضرت مجدد صاحب میں معنی محبوبیت ثابت کرنے کے بیان میں۔ | ۷۳ |
| **مکتوب نمبر ۱۵** | ۷۳ |
| یہ خط بھی اپنے مرشد بزرگوار کو لکھا۔ ان احوال کے بیان میں جو ہبوط و نزول کے مقامات سے متعلق رکھتے ہیں۔ نیز بعض پوشیدہ اسرار کا بیان۔ | ۷۳ |
| مدت تک اسے تلاش کرتا رہا لیکن اپنے آپ کو ہی پاتا رہا۔ بعد کو اس کا کام اس جگہ جا پہنچا کہ اگر اپنے آپ کو پایا تو بھی اسے ہی پایا۔ | ۷۳ |




Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| عین بقا میں فانی ہے۔ اور عین فنا میں باقی۔ لیکن الخ | ۷۳ |
| روح و نفس دونوں جہتوں کی جامعیت کے بیان میں۔ | ۷۴ |
| اوپر سے فائدہ حاصل کرنا اور نیچے والوں کو فائدہ پہنچانا۔ اس برزخیت کے واسطہ سے عطا کیا گیا ہے۔ | ۷۴ |
| بائیں ہاتھ سے مراد کے بیان میں۔ | ۷۴ |
| مقلب قلوب تک پہنچنا سلوک سے وابستہ ہے | ۷۴ |
| کسی شخص کے ساتھ مقام کے تعلق کے معنی | |
| ایک رکے ہوئے عزیز کے حال کا بیان۔ | ۷۴ |
| مقامات جذبہ و سلوک کے درمیان منافات اور عدم منافات کا بیان۔ | ۷۵ |
| **مکتوبات نمبر ۱۶** | ۷۵ |
| یہ مکتوب بھی اپنے پیر بزرگوار کو لکھا۔ عروج و نزول وغیرہ کے حالات کے بیان میں۔ | ۷۵ |
| اس رسالہ کے بیان میں جو بعض دوستوں کی فرمائش سے میسر آیا۔ اور حضرت خاتمیت رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کی بارگاہ میں اس کی مقبولیت۔ | ۷۶ |
| مجلس میں لوگوں کا شیر ببر کی طرح نظر آنا۔ | |
| مدارج قرب میں عروج اور مشائخ کرام کی روحانیت اور عنایات خداوندی کے طفیل تمام مشائخ کے مقامات پر سے گزارنا۔ اور وجوہ ولایت کا ظہور اور مقام قلب تک نزول۔ | ۷۶ |
| مراد ہونے کے باوجود اس قدر زیادہ منازل طے کرنا ہوتی ہیں کہ مرید ساری عمر میں بھی معلوم نہیں کر طے کر سکیں۔ | ۷۶ |

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| افراد کے نہایت عروج کا بیان۔ | ۷۷ |
| اہل اللہ کے بارے میں بدگمانی رکھنے سے ضرر و نقصان کا احتمال غالب ہے۔ | ۷۷ |
| غیرت خداوندی سے ڈرنا چاہیے۔ | ۷۷ |
| فرق و جمع کا معنی۔ | ۷۷ |
| فرق و جمع کے معنی میں اہل سکر کو خاطی قرار دینا | ۷۷ |
| **مکتوب نمبر ۱۷** | ۷۸ |
| یہ خط بھی اپنے مرشد بزرگوار کو لکھا۔ بعض ایسے احوال کے بیان میں جو عروج و نزول کے تعلق رکھتے ہیں۔ | ۷۸ |
| **مکتوب نمبر ۱۸** | ۷۸ |
| یہ مکتوب بھی اپنے مرشد بزرگوار کو لکھا اس تمکین کے بیان میں جو تلوین کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ | ۷۸ |
| جب حق سبحانہ وتعالیٰ نے بہ برکت تسبیحات علیہ احوال کی رقیت سے آزادی عطا کی۔ تو حیرت و پریشانی کے سوا کچھ ہاتھ میں نہ رہا۔ | ۷۹ |
| حق الیقین سے مشرف کرنا۔ اور علم و عین کا ایک دوسرے کے لیے حجاب و پردہ نہ ہونا۔ | ۷۹ |
| ولایت، شہادت اور صدیقیت کے مقامات میں فرق۔ | ۷۹ |
| اس امر کی تحقیق کہ صدیقیت اور نبوت کے درمیان ایک مقام ہے جس کو قربت کہتے ہیں | ۸۰ |
| یہ مقام برزخیت کی لیاقت رکھتا ہے یا نہیں | |
| مقام قربت کی بلندی اور اس مقام میں وجود کا ذات پر زائد ہونا۔ | |
| مقام صدیقیت مقام بقا میں سے ہے۔ | ۸۰ |
| سلوک سے کیا مقصود ہے۔ | ۸۱ |




Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| مسئلہ قضا و قدر پر آگاہ ہونا - اور اصول شریعت کے ساتھ اس کی عدم مخالفت علوم و معارف کا بارش کی طرح برسانا اور افاضہ علوم کے مقصد کا بیان ۔ | ۸۱ |
| اللہ تعالیٰ کے قول لیس کمثلہ شیء وہو السمیع البصیر کا معنیٰ ۔ | ۸۲ |
| ذوات مخلوقات کا جماد ہونا ۔ | ۸۲ |
| مخلوقات کی صفات کا جماد ہونا ۔ | ۸۳ |
| مخلوقات کے افعال کا جماد ہونا ۔ | ۸۳ |
| بندوں کے اعمال پر ثواب و عقاب کے مسئلے پر ایک سوال اور اس کا جواب ۔ | ۸۳ |
| گفتگو کے دراز ہو جانے پر اپنے پیر و مرشد سے عذر خواہی ۔ | ۸۴ |
| میاں شاہ حسین کے حال کا بیان ۔ | ۸۵ |
| حضرت شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے اور شیخ نور اور اپنے ایک رشتہ جوان کا حال ۔ | ۸۵ |
| **مکتوب نمبر ۱۹** | ۸۵ |
| یہ مکتوب بھی اپنے پیر و مرشد کو لکھا ۔ | ۸۵ |
| بعض صاحب حاجت لوگوں کی سفارش کے سلسلہ میں ۔ | ۸۵ |
| **مکتوب نمبر ۲۰** | ۸۶ |
| یہ مکتوب بھی بعض صاحبِ حاجت لوگوں کی سفارش کے سلسلہ میں اپنے پیر دستگیر کی خدمت میں لکھا ۔ | ۸۶ |
| **مکتوب نمبر ۲۱** | ۸۶ |
| شیخ محمد مکی کی طرف ۔ درجات ولایت خصوصاً ولایت محمدی اور نسبت نقشبندیہ کی | |

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| بلندی اور ان کے دوام حضور کے بیان میں ۔ | ۸۶ |
| فنا اور موت کے بغیر جو موت جسمانی سے قبل ہے جناب قدس جل وعلا تک رسائی میسر نہیں آسکتی اور نہ باطل المعبود سے نجات مل سکتی ہے ۔ اور نہ حقیقت اسلام اور کمال ایمان نصیب ہو سکتا ہے ۔ اور یہ فنا ولایت میں قدم اوّل ہے ۔ | ۸۶ |
| ولایت کے کئی درجے ہیں ۔ اور ہر نبی کے قدم پر ایک مخصوص ولایت ہے ۔ | ۸۷ |
| اعلیٰ ترین ولایت وہ ہے جو ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم پر ہے ۔ | ۸۷ |
| بلا اعتبار شے دیگر تجلی ذات نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت کے ساتھ مخصوص ہے ۔ اور تمام حجابات کا اٹھنا اور وصل عریان اور دید تحقیقی یہاں متحقق ہے اور اس نادر الوجود مقام سے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کامل پیروی والوں کو حصہ وافر حاصل ہے ۔ یہ تجلی ذاتی اکثر مشائخ کے نزدیک برقی ہے الخ | ۸۷ |
| مشائخ نقشبندیہ کے نزدیک تجلی ذاتی کا دائمی حضور ان بزرگوں کے نزدیک ابتداء انتہا میں درج ہے ۔ | ۸۷ |
| اس معاملہ میں ان بزرگوں کی اقتداء صحابہ کرام سے ہے ۔ جس طرح ولایت محمدی تمام انبیاء کرام کی ولایتوں سے فوقیت رکھتی ہے ۔ | |
| اسی طرح ان اکابر کی ولایت تمام اولیاء کی ولایتوں سے فائق اور اعلیٰ ہے ۔ | ۸۸ |
| دوسرے سلسلے والوں کے بعض اکابر کو | |




Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| یہ ولایت حاصل ہوتی ہے۔ لیکن ولایت صاحبقیہ سے اخذ کرکے۔ | ۸۸ |
| اس طریقہ علیہ کے بعض کمالات کے اظہار کی غرض و غایت۔ | ۸۸ |
| **مکتوب نمبر ۲۲** | ۸۸ |
| شیخ عبدالجید کی طرف۔ | ۸۸ |
| روح اور نفس کے تعلق اور عروج و نزول اور فنا و بقا روحی و جسدی اور مقام دعوت کے بیان میں اور فانی اور مخلوق کی طرف لوٹائے گئے۔ | ۸۸ |
| اولیاء کرام کے درمیان فرق اور خداتعالیٰ کے نور کو ظلمت اور لامکانی کو مکانی کے ساتھ جمع کرنے کا بیان۔ اور ان دونوں کے درمیان دوستی کا پیدا کرنا اور اس کا نتیجہ۔ | ۸۹ |
| اس نور کا اپنے مقام اصلی کو بھول جانا اور اس کا نتیجہ۔ | ۸۹ |
| اس نور کا اپنے مقام اصلی کی طرف رجوع کرنا اور اس کا ثمرہ۔ اور ظلمت کا اس نور کے تابع ہونا۔ | ۸۹ |
| اس نور کا مطلوب حقیقی میں مستغرق ہونے کے بعد اپنے ظلمانی متعلق کو بھول جانا۔ | ۸۹ |
| فنا کے بعد بقا کے حصول اور اسم ولایت کے اطلاق و استعمال کے جواز کی صورت میں یا تو استغراق تام ہوتا ہے۔ یا دعوت و ارشاد کے لیے مخلوق کی طرف رجوع ہوتا ہے۔ | ۹۰ |
| روح کے لیے نہ دایاں ہے اور نہ بایاں۔ | |
| لیکن دایاں اس کے حال کے زیادہ لائق اور انسب ہے | |
| نور و ظلمت سے مراد۔ | ۹۰ |
| سوال باوجود بقا و شعور اور توجہ اور اختلاط الخ | ۹۰ |

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| اس بات کا بیان کہ نفس مجمل ہے۔ اور حواس وغیرہ اس کی تفصیل ہیں۔ | ۹۰ |
| جاننا چاہیے کہ مستغرقین ارباب سکر سے ہیں الخ | ۹۱ |
| **مکتوب نمبر ۲۳** | ۹۱ |
| خان خاناں کی طرف۔ | ۹۱ |
| شیخ ناقص سے اخذ طریقہ سے منع کرنے کے بیان میں۔ | ۹۱ |
| خداوند تعالیٰ حال سے خالی قال اور عمل سے خالی علم سے نجات عطا کرے۔ | ۹۲ |
| اے برادر دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ | ۹۲ |
| جاننا چاہیے کہ بیج کا ضائع کرنا دو طرح ہے الخ | ۹۳ |
| تو شیخ کامل اس طالب کی تربیت کرنے کے وقت الخ | ۹۳ |
| صحبت کامل کبریت احمر ہے۔ اس کی نظر دوا اور اس کا کلمہ شفا ہے۔ | ۹۳ |
| تتمہ۔ کفریہ لقب رکھنے سے روکنے کے بیان میں۔ | ۹۳ |
| مسلمانوں کو اہل کفر سے دشمنی رکھنے کا حکم ہے۔ | ۹۴ |
| بعض مشائخ کی عبارات میں غلبہ سکر کے باعث مدح کفر میں جو کچھ وارد ہوا ہے۔ وہ ظاہر پر محمول نہیں۔ | ۹۴ |
| کفر حقیقت نقص ہے۔ | ۹۴ |
| ہوش والوں کو مستوں کی تقلید روا نہیں | |
| ہر چیز کا ایک موسم اور وقت ہے کہ اسی موسم میں وہ چیز موزوں ہوتی ہے۔ | ۹۴ |
| لقب کفریہ کے تبدیل کرنے کا حکم۔ | ۹۴ |
| مواضع تہمت سے بچنے کا حکم۔ | ۹۴ |




Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| **مکتوب نمبر ۲۴** | ۹۴ |
| محمد قلیج خان کی طرف - اس بیان میں کہ صوفی کائن و بائن ہوتا ہے۔ | ۹۴ |
| اور اس امر کے بیان میں کہ دل ایک سے زیادہ اشیاء سے تعلق نہیں رکھ سکتا۔ | ۹۴ |
| اور یہ کہ محبت ذاتی کا ظہور الخ۔ | ۹۴ |
| مقربین و ابرار کی عبادت کے درمیان فرق اس امر کی تشریح اور اثبات۔ | ۹۵ |
| بندہ اور رب تعالیٰ کے درمیان حجاب صرف نفس ہے۔ | ۹۵ |
| محبت ذاتی موجود ہونے کی صورت میں محبوب کا انعام اور اس کی طرف سے تکلیف دونوں برابر ہو جاتے ہیں۔ | ۹۵ |
| ابرار حق تعالیٰ کی عبادت، خوف عذاب اور طمع ثواب کے لیے کرتے ہیں۔ | ۹۶ |
| ابرار کی نیکیاں مقربین کی نسبت سیئات میں داخل ہیں۔ | ۹۶ |
| بعض مقربین بھی عبادت خوف عذاب اور امید ثواب کے لیے کرتے ہیں لیکن الخ | ۹۶ |
| ایسے لوگوں کو کمالات نبوت سے بھی حصہ حاصل ہے۔ | ۹۶ |
| **مکتوب نمبر ۲۵** | ۹۶ |
| خواجہ جہان کو لکھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفاء راشدین کی متابعت کی ترغیب کے بیان میں | ۹۶ |
| تمام کمالات روح و سر وغیرہ حضور کی متابعت سے وابستہ ہیں۔ | ۹۷ |
| شیخ سلطان کے دو لڑکوں کے لیے سفارش۔ | ۹۷ |
| **مکتوب نمبر ۲۶** | ۹۷ |
| حاجی محمد لاہوری کی طرف - اس بیان میں کہ شوق ابرار کو ہوتا ہے۔ مقربین کو نہیں ہوتا۔ | ۹۷ |
| حدیث قدسی الاطال شوق الابرار کا معنی۔ | ۹۷ |
| ابرار سے کون لوگ مراد ہیں۔ | ۹۸ |
| حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اس قول کا معنی ھٰکذا کنا ولکن قست قلوبنا | ۹۸ |
| اپنے شیخ قدس سرہٗ کے اس قول کا نقل کرنا کہ واصل منتہی کو بھی گزشتہ شوق کی تمنی ہوتی ہے۔ | ۹۸ |
| رفع شوق کا دوسرا مقام۔ | ۹۸ |
| واصل کے شوق کی طرف رجوع نہ کرنے پر سوال اور اس کا جواب۔ | ۹۸ |
| سیر تفصیلی کی نہایت کسی کے لیے متصور نہیں۔ | ۹۹ |
| بیان عدم تصور توقع در حق منتہی واصل جس نے ان مراتب کو اجمالی طور پر طے کیا ہے۔ | ۹۹ |
| سالک لوگ سیر تفصیلی میں ہمیشہ تجلیات صفاتیہ میں بند رہتے ہیں۔ | ۹۹ |
| حق تعالیٰ کی طرف مشتاق ہونے سے کیا مراد ہے۔ اس کا جواب۔ | ۹۹ |
| **مکتوب نمبر ۲۷** | ۱۰۰ |
| خواجہ جنک کو لکھا۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی مدح و ثنا میں۔ | ۱۰۰ |
| اس سلسلہ کے اکابر کے اس قول سے مراد کہ ہماری نسبت تمام کی نسبت سے فائق ہے۔ | ۱۰۰ |
| یادداشت کے معنی۔ تجلی ذاتی کا معنی اور حضور بے غیبت کے معنی۔ | ۱۰۰ |
| یہ نسبت نہایت ہی نایاب ہے۔ | ۱۰۱ |




Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| **مکتوب نمبر ۲۸** | ۱۰۱ |
| خواجہ تمک کی طرف صادر فرمایا۔ | ۱۰۱ |
| حال کی بلندی کے بیان میں ایسے الفاظ سے جو تنزل و تبعد کا وہم ڈالتے ہیں۔ | ۱۰۲ |
| **مکتوب نمبر ۲۹** | ۱۰۲ |
| شیخ نظام تھانیسری کی طرف۔ | ۱۰۲ |
| ادائے فرائض کی ترغیب اور سنن مستحبات کی رعایت اور اس امر کے بیان میں کہ فرائض کے سامنے ادائے نوافل کو کم اہمیت دی جائے اور رات کے نصف اخیر میں نماز عشاء ادا کرنے سے روکنے اور وضو کا مستعمل پانی پینے سے روکنے اور مریدوں کے پیروں کو سجدہ کرنے سے روکنے وغیرہ کے بیان میں۔ | ۱۰۲ |
| ادائے فرائض میں سنت و مستحب کی رعایت کرنا ہزار سالہ نوافل سے بہتر ہے۔ | ۱۰۲ |
| منقول ہے کہ ایک روز حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فجر کی نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد نمازیوں کو دیکھا ایک شخص کو نماز میں نہ پایا الخ۔ | ۱۰۳ |
| آداب کی رعایت اور مکروہات سے بچنا اگرچہ تنزیہی ہی ہو ذکر و فکر اور مراقبہ و توجہ سے کئی مرتبہ بہتر ہے۔ | ۱۰۳ |
| بطور زکوٰۃ ایک ٹکہ صدقہ کرنا پہاڑوں برابر صدقہ کرنے سے کئی درجے زیادہ بہتر ہے۔ | ۱۰۳ |
| نماز عشاء نصف شب اخیر میں ادا کرنا اور اسے نماز تہجد کا ذریعہ بنانا بہت ناپسندیدہ ہے حنفیہ کے نزدیک نماز عشاء رات کے نصف اخیر میں ادا کرنا مکروہ تحریمہ ہے۔ | ۱۰۳ |
| شوافع کے نزدیک رات کے نصف آخر میں ادا کرنا جائز ہی نہیں۔ | ۱۰۳ |
| صرف وتر کی تاخیر سے بھی قیام لیل اور بیداری وقت سحر میسر آسکتی ہے۔ | ۱۰۳ |
| عشاء کی جو نمازیں رات کے نصف اخیر میں ادا کی ہیں انہیں قضا کر لیں۔ | ۱۰۳ |
| امام اعظم کوفی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مستحب رہ جانے کی بنا پر چالیس سال کی نمازیں قضا کیں | ۱۰۴ |
| وضو کا مستعمل پانی امام اعظم کوفی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نجس غلیظ ہے۔ فقہاء کرام نے اس کے پینے سے منع کیا ہے۔ | ۱۰۴ |
| وضو کے بچے ہوئے پانی کو شفا کہا گیا ہے وہ اگر کسی کو دیا جائے تو جائز ہے۔ | ۱۰۴ |
| بعض دوستوں نے واقعہ میں دیکھا کہ حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ کے وضو کا مستعمل پانی ضرور پئیں ورنہ ضرر عظیم لاحق ہو گا الخ۔ | ۱۰۴ |
| مریدوں کے اپنے پیروں کو سجدہ کرنے کی مذمت و شناعت۔ اور اس سے سختی سے روکنا۔ | ۱۰۴ |
| صوفیاء کے علوم احوال ہیں۔ اور احوال اعمال کے نتائج و ثمرات ہیں۔ اعمال کی درستی کے بغیر احوال کا حصہ نہیں مل سکتا الخ | ۱۰۴ |
| جس طرح مجالس اہل سلسلہ میں کتب تصوف پڑھی جاتی ہیں کتب فقہ بھی پڑھی جانی چاہئیں۔ | ۱۰۴ |
| تصوف جبکہ احوال سے تعلق رکھتا ہے اور قال میں نہیں آسکتا اگر اس کی کتابوں کا مطالعہ نہ بھی کیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ | ۱۰۴ |




Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| **مکتوب نمبر ۳۰** | ۱۰۵ |
| شیخ نظام تھانیسری کو لکھا ۔ شہود آفاقی اور انفسی وغیرہ کے بیان میں ۔ | ۱۰۵ |
| اس کی جناب کبریا اس سے بلند تر ہے کہ مجھ جیسا اس کا کچھ بیان کر سکے ۔ چون بے چوں کے متعلق کیا اظہار خیال کر سکتا ہے ۔ | ۱۰۵ |
| حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے اہل اللہ فنا اور بقا کے بعد جو کچھ دیکھتے ہیں اپنے اندر دیکھتے ہیں ۔ | ۱۰۶ |
| تجلی صوری جیسی بھی ہو سیر آفاقی میں داخل ہے الخ | ۱۰۶ |
| وجود عدم کی تعریف اکابر نقشبندیہ کے نزدیک وہ بقا جو فنا اتم کے بعد ہے ۔ زوال اور خلل سے محفوظ ہے ۔ | ۱۰۷ |
| وہ فنا اور بقا جو زوال پذیر ہے احوال اور تلوینات میں سے ہے ۔ | ۱۰۷ |
| انسان کی پیدائش سے مقصود بندگی کے وظائف ادا کرنا ہے ۔ | ۱۰۷ |
| عشق و محبت بھی مقاصد میں سے نہیں ہیں | ۱۰۷ |
| مراتب ولایت کی نہایت مقام عبدیت ہے ۔ اس کے اوپر کوئی مقام نہیں الخ | ۱۰۸ |
| حضرت خواجہ نقشبند کا اس شخص کو جواب دینا جس نے دریافت کیا تھا کہ سلوک سے کیا مقصود ہے ۔ | ۱۰۹ |
| بعض زائد امور دوران راہ سامنے آتے ہیں نہایت پر پہنچ کر وہ سب غبار کی طرح اڑ جاتے ہیں ۔ | ۱۰۹ |
| جس طرح نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ علوم وحی سے اخذ کیے اولیاء کرام نے وہی علوم بذریعہ الہام اخذ کیے ۔ | ۱۰۹ |
| علماء دین نے یہ علوم شرائع سے بطریق اجمال اخذ کیے ہیں ۔ | ۱۰۹ |
| **مکتوب نمبر ۳۱** | ۱۰۹ |
| شیخ صوفی کی طرف لکھا ۔ توحید وجودی کی حقیقت کے ظہور اور قرب و معیت ذاتی کے بیان میں اور بعض سوالات و جوابات کے بیان میں جو اس مقام سے تعلق رکھتے ہیں ۔ | ۱۰۹ |
| مسئلہ توحید وجودی کی تحقیق ۔ | ۱۱۰ |
| فقیر اس توحید کے مشرب سے از روئے علم حصہ وافر اور لذت عظیم رکھتا تھا ۔ | ۱۱۰ |
| حضرت شیخ مجدد قدس سرہ کا حضرت خواجہ محمد الباقی کی خدمت میں حاضر ہونا ۔ | ۱۱۰ |
| حضرت شیخ قدس سرہ پر از روئے حال اس توحید کا منکشف ہونا اور اس مقام کے علوم و معارف و دقائق کا ظہور ۔ | ۱۱۰ |
| شیخ محی الدین عربی کے دقائق معارف کو ظاہر کرنا ۔ الخ | ۱۱۰ |
| اس توحید میں سکر وقت اور غلبہ حال کا بیان یہ حال مدت دراز تک رہا ۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس حال سے نکالا اور ترقی عطا کی ۔ | ۱۱۰ |
| نسبت احاطہ اور سریان اور قرب و معیت ذاتی کا پوشیدہ ہو جانا ۔ | ۱۱۱ |
| حق سبحانہ و تعالیٰ کسی شے سے اتحاد نہیں رکھتا ۔ | ۱۱۱ |
| انقلاب حقائق عقلاً اور شرعاً محال ہے ۔ | ۱۱۱ |
| تعجب ہے کہ شیخ محی الدین اور ان کے | |




Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| متبعین ذات واجب تعالیٰ کو مجہول مطلق کہتے ہیں الخ | ۱۱۱ |
| توحید وجودی کے منافی علوم ومعارف کے ظہور کے وقت فقیر کو اضطراب تام لاحق تھا الخ | ۱۱۱ |
| اس مبحث کو ایک مثال سے واضح کرنا۔ | ۱۱۱ |
| توحید وجودی کے قول کے اسباب وجوہ۔ | ۱۱۱ |
| سبب اوّل وثانی کا بیان۔ | ۱۱۲ |
| تیسرے سبب کا بیان۔ | ۱۱۲ |
| توحید کی قسم ثالث کا بیان جو پہلی دونوں سے اعلیٰ ہے۔ | ۱۱۲ |
| خطائے کشفی خطائے اجتہادی کا حکم رکھتی ہے۔ اس خطا پر کوئی عتاب وملامت نہیں۔ بلکہ ایک درجہ ثواب ہے۔ | ۱۱۲ |
| مجتہد کی تقلید کرنے والے مجتہد کے حکم میں ہیں۔ اور خطا کی صورت میں ایک درجہ ثواب پاتے ہیں۔ اور اہل کشف کی تقلید کرنے والے معذور ہیں اور خطا کی صورت میں ثواب سے محروم ہیں۔ | ۱۱۳ |
| الہام دوسرے کے حق میں حجت نہیں لیکن مجتہد کا قول دوسرے پر حجت ہے۔ | ۱۱۳ |
| اہل کشف کی تقلید خطا کی صورت میں جائز نہیں اور مجتہد کی تقلید خطا کی صورت میں بھی جائز بلکہ واجب ہے۔ | ۱۱۳ |
| کائنات کے آئینوں میں بعض سالکوں کا شہود الخ | ۱۱۳ |
| کثرت میں وحدت کے شہود اور احدیت کے کثرت میں شہود کا بیان۔ | ۱۱۳ |
| لامکانی کو مکان سے باہر تلاش کرنا چاہیے | ۱۱۳ |
| جو کچھ آفاق اور انفس میں دکھائی دیتا ہے وہ اس کے نشانات ہیں۔ | ۱۱۳ |

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| مشائخ نقشبندیہ وغیر نقشبندیہ کی ان عبارات کا جواب جو وحدت وجود اور قرب ومعیت ذاتی میں صریح ہیں۔ | ۱۱۳ |
| سوال۔ جب نفس الامر میں وجود متعدد ہیں۔ الخ | ۱۱۳ |
| سوال مذکور کا جواب اور اس کی وضاحت وحدت الوجود کا قبول کرنا کشف کی بنا پر تھا اور اگر اس کا انکار ہے تو وہ الہام کی بنا پر ہے۔ | ۱۱۴ |
| سوال مذکور کا ایک دوسرا جواب۔ | ۱۱۴ |
| **مکتوب نمبر ۳۲** | ۱۱۵ |
| مرزا حسام الدین کی طرف لکھا۔ اس کمال کے بیان میں جو صحابہؓ کے ساتھ مخصوص ہے۔ | ۱۱۵ |
| اور اولیاء کرام میں سے کم ہی لوگ اس کمال سے مشرف ہوئے ہیں اور حضرت امام مہدی میں یہ کمال بروجہ اتم ظہور کرے گا۔ | ۱۱۵ |
| اس بات کا بیان کہ فن کا کمال بہت سے افکار کے ملنے سے ہوتا ہے۔ | ۱۱۵ |
| پیر کی نسبت اگر ایک ہی حال پر رہے تو موجب نقصان ہے۔ دانش مند مرید کو چاہیے کہ اسے کامل کرے۔ | ۱۱۵ |
| آپ نے پیر دستگیر کی نسبت کے دریافت نہ ہونے کے متعلق پوچھا تھا الخ۔ | ۱۱۵ |
| ہر مقام الگ اپنے علوم ومعارف رکھتا ہے۔ | ۱۱۶ |
| صحابہ کرام کا مقام ہر دو جہت سے الگ تھا | ۱۱۶ |
| ابتداء میں اس نسبت کا ظہور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کی برکت کے ساتھ مخصوص تھا۔ | ۱۱۷ |
| عام دوستوں کی لغزشوں سے عموماً اور شیخ الہداد کی لغزشوں سے خصوصاً درگزر کرنا۔ | ۱۱۷ |




Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
| --- | --- |
| عارضی باتوں سے جمع ہونے کی نسبت اور علاقۂ محبت ٹوٹ نہیں جاتا۔ | ۱۱۷ |
| معافی اور درگزر اس صورت میں ہے کہ وہ جماعت ان چیزوں کو خود بھی بُرا جانے۔ | ۱۱۷ |
| شیخ الہداد کو خلافت اور جانشین بنانے کا بیان اور اس کی تفصیل۔ | ۱۱۸ |
| اس تبلیغ کا بیان جو سفارت محض کی جنس سے ہے الخ | ۱۱۸ |
| فن کی تکمیل بہت سے افکار جمع ہونے سے ہوتی ہے۔ | ۱۱۸ |
| وہ نسبت خاص جو حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ رکھتے ہیں، حضرت خواجہ عبدالخالق کے زمانہ میں نہیں تھی۔ واقعات پر کوئی اعتماد نہ کریں۔ کیونکہ یہ محض خیالات ہیں۔ | ۱۱۸ |
| بعض اہل نسبت کی نسبت سلب کرنے کا بیان۔ | ۱۱۸ |
| **مکتوب نمبر ۲۳** | ۱۱۹ |
| ملا حاجی محمد لاہوری کو لکھا۔ | ۱۱۹ |
| علماء سوء کی مذمت کے بیان میں جو محبت دنیا میں گرفتار ہیں اور جنہوں نے علم کے حصول کو دنیا کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ اور علماء زہاد کی مدح میں جو دنیا سے بے رغبت ہیں۔ | ۱۱۹ |
| دین کی تائید و تقویت بعض اوقات اہل فجور اور ارباب فتور سے بھی ہو جاتی ہے۔ | ۱۱۹ |
| یہ علم ان کے حق مضر ہے جنہوں نے اس کو کمینی دنیا کے حصول کا ذریعہ بنا لیا ہے | ۱۲۰ |
| دنیا حق تعالیٰ کے نزدیک ذلیل و خوار ہے۔ | ۱۲۰ |
| ایک بزرگ نے شیطان لعین کو فارغ بیٹھا تو اس کا راز دریافت کیا۔ الخ | ۱۲۰ |
| بلاشبہ اس زمانہ میں جو سستی اور مداہنت امور دین میں ہو رہی ہے۔ وہ علماء سوء کی وجہ سے ہے۔ | ۱۲۰ |
| وہ علماء جو دنیا سے بے رغبت ہیں وہی علماء آخرت اور وارث انبیاء ہیں۔ | ۱۲۱ |
| کل قیامت کے روز ان کی سیاہی کا خون شہداء کے مقابلے میں وزن کریں گے تو ان کے خون سے ان کی سیاہی زیادہ وزن رکھے گی۔ | ۱۲۱ |
| "علماء کا سونا بھی عبادت ہے" یہ علماء آخرت کے حق میں ہے اگر دنیا عزیز ہے تو آخرت خوار ہے الخ | ۱۲۱ |
| مشائخ کی ایک جماعت نے حقانی نیتوں کے تحت اہل دنیا کی بظاہر صورت اختیار کر رکھی ہے۔ لیکن حقیقت میں دنیا سے فارغ اور آزاد ہیں۔ | ۱۲۱ |
| حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا بازار منیٰ میں ایک تاجر کو دیکھنا۔ الخ | ۱۲۱ |
| **مکتوب نمبر ۲۴** | ۱۲۲ |
| یہ مکتوب بھی حاجی محمد لاہوری کو لکھا۔ | ۱۲۲ |
| ممکن حد تک عالم امر کے جواہر خمسہ کا تفصیلی بیان۔ | ۱۲۲ |
| فلسفی کو شریعت سے بے بہرہ ہے عالم امر کی حقیقت سے بالکل نابینا ہے۔ وہ جو جواہر خمسہ ثابت کرتا ہے عالم خلق سے تعلق رکھتے ہیں۔ | ۱۲۲ |
| عقل اور نفس کا حال جسے فلاسفہ مجردات میں شمار کرتے ہیں۔ | ۱۲۲ |
| عالم امر کی ابتداء مرتبہ قلب سے ہے اور | |




Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| اس کی انتہا مقام اخفیٰ پر ہے الخ | ۱۲۳ |
| ان جواہر خمسہ سے واقف ہونا اور ان کے حقائق سے مطلع ہونا حضور علیہ السلام کے کامل تابعین کو نصیب ہوتا ہے۔ | ۱۲۳ |
| عالم صغیر یعنی انسان میں ان تمام چیزوں کا نمونہ موجود ہے جو عالم کبیر میں پائی جاتی ہیں۔ | ۱۲۳ |
| عالم کبیر کے ان جواہر کا مبدء عرش مجید ہے جس طرح انسان کا دل ہے اسی لیے دل کو عرش اللہ کہتے ہیں۔ | ۱۲۳ |
| عالم کبیر میں عالم خلق اور عالم امر کے درمیان عرش برزخ ہے۔ | ۱۲۳ |
| عالم صغیر میں قلب دونوں عالموں کے درمیان برزخ ہے۔ | ۱۲۳ |
| ان جواہر خمسہ سے واقفیت کامل اولیاء اللہ کو حاصل ہے۔ | ۱۲۳ |
| جس شخص کی نظر مرتبہ وجوب تک پہنچ جاتی ہے اسے ان جواہر خمسہ کے اصول بھی نظر آ جاتے ہیں۔ | ۱۲۳ |
| عالم امر کے حقائق ظاہر کرنے سے منع کرنے کا سبب جواہر خمسہ مقدسہ کا کچھ قدرے بیان۔ | ۱۲۴ |
| ان بلند جواہر کی ابتداء صفات اضافیہ سے ہوتی ہے۔ اور قلب کا ان کے ساتھ تعلق ہے۔ ان سے اوپر صفات حقیقیہ ہیں اور وہ دائرہ ذات میں داخل ہیں۔ | ۱۲۴ |
| تجلیات ذاتیہ کی تعریف۔ | ۱۲۴ |
| **مکتوب نمبر ۳۵** | ۱۲۴ |
| یہ مکتوب بھی حاجی محمد لاہوری کو لکھا۔ | ۱۲۴ |
| محبت ذاتی کے بیان میں۔ اس مقام میں انعام و ایلام برابر ہے۔ | ۱۲۴ |
| سیر و سلوک سے مقصود نفس امارہ کا تزکیہ ہے تاکہ آلہۂ باطلہ کی عبادت سے نجات میسر آئے۔ | ۱۲۴ |
| مقربین تعذیب سے بھی اسی طرح لذت گیر ہوتے ہیں جس طرح انعام سے۔ اگر بہشت کی طلب ہے تو اس وجہ سے کہ وہ محل رضا ہے۔ | ۱۲۴ |
| جو چیز محبوب کی طرف سے آتی ہے وہ ان بزرگوں کو دل و جان سے مرغوب ہے اور عین مطلوب۔ اخلاص کی حقیقت اس مقام پر میسر آتی ہے۔ | ۱۲۵ |
| محبت ذاتی کا بیان جس کے بغیر معاملہ خرابی میں ہے۔ | ۱۲۵ |
| **مکتوب نمبر ۳۶** | ۱۲۵ |
| یہ مکتوب بھی حاجی محمد لاہوری کو لکھا۔ | ۱۲۵ |
| اس بیان میں کہ شریعت تمام اخروی اور دنیوی سعادتوں کی کفیل ہے۔ | ۱۲۵ |
| شریعت کے تین جزو ہیں۔ علم، عمل، اخلاص جب تک یہ موجود نہ ہوں شریعت کا وجود نہیں ہو سکتا۔ | ۱۲۶ |
| طریقت اور حقیقت جس کے ساتھ صوفیاء ممتاز ہیں دونوں شریعت کی خادم ہیں۔ | ۱۲۶ |
| تینوں قسم کی تجلیات سے گزار کر ہزاروں میں سے ایک کو اخلاص اور رضا کے مقام تک پہنچاتے ہیں۔ | ۱۲۶ |
| کوتہ اندیش لوگ احوال و مواجید کو مقاصد خیال کرتے ہیں۔ اور کمالات شریعت سے محروم رہتے ہیں۔ الخ | ۱۲۶ |




Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| مکتوب نمبر ۳۷ | ۱۲۷ |
| شیخ محمد چتری کو لکھا۔ | ۱۲۷ |
| اتباع سنت سنیہ کی تحریص و ترغیب کے بیان میں۔ | ۱۲۷ |
| ان بزرگوں کا طریقہ کبریت احمر ہے۔ | ۱۲۷ |
| مدت دراز تک علوم و معارف اور احوال و مقامات بارش کی مانند برستے رہے الخ | ۱۲۷ |
| اب سنتوں میں سے کسی ایک سنت کے احیا اور زندہ کرنے کی ہی صرف آرزو ہے۔ | ۱۲۸ |
| اپنے باطن کو خواجگان نقشبند کی نسبت سے معمور رکھنا چاہیے۔ اور اپنے ظاہر کو سنن ظاہرہ کی متابعت سے آراستہ رکھنا چاہیے۔ | ۱۲۷ |
| پانچوں نمازیں اول وقت میں ادا کریں۔ سوائے موسم سرما کی عشاء کے۔ | ۱۲۸ |
| مکتوب نمبر ۳۸ | ۱۲۸ |
| یہ مکتوب بھی شیخ محمد چتری کو لکھا۔ | ۱۲۸ |
| واجب تعالیٰ کی ذات بحت میں گرفتاری کے بیان میں جو اسماء و صفات کے اعتبارات اور شیون و اعتبارات سے منزہ ہے۔ | ۱۲۸ |
| اور نارسیدہ جماعت کی مذمت میں متکلمین کے قول لاہو ولا غیرہ کا معنی اس ذات کو سلوب کے علاوہ کسی اور طرح تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ | ۱۲۸ |
| فارسی زبان میں خدا تعالیٰ کے قول لیس کمثلہ شئ کا ترجمہ۔ | ۱۲۸ |
| علم، شہود اور معرفت کے لیے اس ذات سبحانہ کی طرف کوئی راہ نہیں۔ | ۱۲۸ |
| جو کچھ بھی لوگ جانتے یا دیکھتے یا پہچانتے ہیں وہ سب غیر خدا ہے اس کی نفی لازم ہے۔ | |

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| یہ نفی اولاً تقلیداً اور آخر میں جا کر تحقیقاً۔ | ۱۲۹ |
| جن ارباب سلوک نے نہایت کار تک نہ پہنچنے کے باعث چوں کو بے چوں تصور کر لیا ہے ارباب تقلید کئی مرتبے ان سے بہتر ہیں۔ ان کا مقتدا غیر صحیح کشف ہے۔ | ۱۲۹ |
| یہ جماعت فی الحقیقت ذات کی منکر ہے۔ | ۱۲۹ |
| امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول ماعبدناک حق عبادتک ولکن عرفناک حق معرفتک کا معنی | ۱۲۹ |
| عام و خاص اور مبتدی اور منتہی کے درمیان فرق۔ | ۱۳۰ |
| معرفت میں منتہی لوگوں کے قدموں کی ایک دوسرے پر فضیلت۔ | ۱۳۰ |
| میں چاہتا تھا کہ اپنی بے حاصلی اور نامرادی اور بے استقامتی کو لکھوں۔ | ۱۳۰ |
| بلند ہمت اس کی اجازت نہیں دیتی کہ سفلی مرتبوں کی طرف توجہ کرے۔ | ۱۳۰ |
| بندہ اگر کچھ کہتا ہے تو اسی کی طرف سے کہتا ہے۔ اگرچہ کچھ نہیں کہتا۔ | ۱۳۰ |
| شہود ذاتی جو بعض اکابر کی عبارات میں واقع ہوا ہے۔ نارسیدہ لوگوں کے لیے اس کا سمجھنا محال ہے۔ | ۱۳۰ |
| الفاظ ہوالظاہر ہوالباطن سے توحید وجودی نہ سمجھنے کا بیان۔ اور اس معنی میں علماء کے ساتھ موافقت۔ | ۱۳۱ |
| جو کچھ ان لوگوں پر لازم و ضروری ہے یہ ہے کہ اوامر و نواہی کی بجا آوری میں کوشاں رہیں۔ | ۱۳۱ |




Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
| --- | --- |
| فنا اور محبت ذاتی کے بغیر اخلاص میسر نہیں آسکتا۔ | ۱۳۱ |
| مقامات عشرہ کو حاصل کرنا چاہیئے۔ | ۱۳۱ |
| فنا وہبی چیز ہے مگر اس کے مقدمات اور مبادی کسب سے تعلق رکھتے ہیں۔ | ۱۳۱ |
| بعض حضرات کو ریاضات و مجاہدات اور کسب مقدمات کے بغیر بھی حقیقت فنا سے مشرف کر دیا جاتا ہے۔ پھر نہایۃ النہایات پر روک دیتے ہیں یا تکمیل کی خاطر عالم کی طرف واپس کرتے ہیں۔ | ۹ / ۱۳۲ |
| کیا وہ علماء اور صلحاء جو فنا سے مشرف نہیں ترک اخلاص سے گناہ گار ہونگے۔ اس شبہ کا جواب۔ | ۱۳۲ |
| **مکتوب نمبر ۳۹** | ۱۳۲ |
| یہ مکتوب بھی شیخ چتری کو لکھا۔ کام کا دارومدار قلب کی اصلاح پر ہے۔ صوری اعمال اور رسمی عبادات سے حقیقت معاملہ منکشف نہیں ہوتی۔ | ۱۳۲ |
| دل کی سلامتی اور اعمال صالحہ دونوں درکار ہیں | ۱۳۲ |
| تجلی احوال اعمال صالحہ کے بغیر میسر نہیں آسکتے۔ بغیر اعمال صالحہ دل کی درستی کا دعوی ملحد لوگ کرتے ہیں۔ | ۱۳۲ |
| **مکتوب نمبر ۴۰** | ۱۳۳ |
| یہ مکتوب بھی شیخ محمد چتری کو لکھا۔ | ۱۳۳ |
| مقام اخلاص کے حاصل کرنے کے بیان میں منازل جذبہ و سلوک طے کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس سیر و سلوک سے مقصود مقام اخلاص کا حاصل کرنا ہے۔ | ۱۳۳ |
| شریعت کے تین اجزاء ہیں۔ علم، عمل اور اخلاص۔ طریقت و حقیقت تیسرے جزو کی تکمیل میں شریعت کے خادم ہیں اصل بات یہی ہے لیکن ہر ایک کی سمجھ یہاں نہیں پہنچتی اکثر لوگ خواب و خیال میں آرام کر رہے ہیں۔ کمالات شریعت کو کیا جانیں۔ | ۱۳۳ |
| وصلی اللہ تعالی علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔ آمین۔ | |




Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# مقدمہ

از حکیم محمد موسیٰ امرتسری

امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی نقشبندی، سرہندی قدس سرہ السامی (متوفی ۱۰۳۴ھ) کے مکتوبات شریف، کتب تصوف میں نہایت بلند درجہ رکھتے ہیں۔ حضرت شیخ نے ان کو مجددانہ شان اور مجتہدانہ انداز میں تحریر فرمایا ہے۔ اور ان میں بیان فرمودہ اسرار و معارف کو ملاحظہ کرکے یہ یقین ہو جاتا ہے کہ حضرت شیخ اس فن میں درجۂ امامت و مقام اجتہاد پر فائز ہیں۔

مکتوبات قدسیہ میں زیادہ تعداد ایسے مکاتیب کی ہے جو مسائل شریعت و طریقت اور حقیقت و معرفت پر مشتمل ہیں۔ اور بعض میں مصلحانہ اور مجددانہ انداز میں جادۂ شریعت سے ہٹے ہوئے صوفیۂ خام کی غلط روش اور ان کے ناپسندیدہ افعال پر تنقید کی گئی ہے۔ علماء سو کی جاہ پسندی سے اسلام کو جو نقصان عظیم پہنچ رہا تھا، اس پر اظہار تاسف کیا گیا ہے۔ اکبر بادشاہ اور اس کے ملحد امراء کے کفریہ عقائد کی وجہ سے دین مبین پر جو مصیبتیں نازل ہو رہی تھیں، ان کے دفعیہ کے لیے امراء، علماء اور صوفیہ کو متوجہ کیا گیا ہے۔ ہندوؤں کے میل جول سے مسلمانوں میں جو قبیح رسوم رائج ہو گئی تھیں، ان سے اجتناب اور بدعت کو محو کرکے سنت کو زندہ کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ غیر مقلد شیخ مبارک کے بیٹوں ابوالفضل اور فیضی کے ملحدانہ خیالات اور ناپاک عزائم کے اثرات بد، روافض، خوارج، نواصب و دیگر فرق باطلہ کے برے عقائد کے مفاسد و مفاسد کے استیصال کی کوشش کی گئی ہے۔ تفضیلیہ کو اہل سنت وجماعت سے خارج بتایا گیا ہے۔ عقائد اہل سنت پر پختگی سے کاربند رہتے ہوئے حضرات اہل بیت، شیخین ختنین اور جملہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی محبت و احترام کا سبق دیا گیا ہے۔ غرض کہ سیکڑوں مسائل شریعت و طریقت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور ہر مکتوب کا لب لباب یہی ہے کہ اسلام کو زندگی کے ہر شعبہ پر مکمل طور پر نافذ کیا جائے۔ شریعت کو طریقت پر مقدم رکھا جائے۔ جو طریقت مخالف شریعت ہے وہ الحاد و زندقہ ہے۔[1]

[1] مسائل تصوف میں [2] حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے تجدیدی کارناموں کی اہمیت و عظمت اھب



Marfat.com

حضرت شیخ مجدد علیہ الرحمۃ والغفران کی تصانیف اور علوم و معارف کے مختلف مدارج ہیں ۔ اور مکتوبات شریف میں بھی یہ مدارج موجود ہیں ، جو مکاتیب تبلیغی اور دعوتی ہیں ، وہ عام فہم ہیں اور جو مسائل تصوف پر لکھے گئے ہیں ، ان میں سے بعض بہت زیادہ دقیق ہیں ——— اس سلسلے میں شیخ بدرالدین سرہندیؒ [۵۳] رحمہ اللہ کا تبصرہ نہایت بصیرت افروز ہے وھو ہذا :

" واضح ہو کہ مبداء فیاض سے باطن شریف آنجناب پر جو کچھ معارف و اسرارِ مخصوصہ وارد ہوتے تھے ، ان کی چند قسمیں ہیں :-

——— ایک قسم ایسی ہے کہ آنجناب قدس سرہٗ کبھی ان کو زبان فیض ترجمان پر نہ لائے ، اور رمز و اشارہ سے بھی کبھی ظاہر نہ کیا ۔ مثلاً تاویل مقطعات و متشابہات قرآنی کہ آنجناب پر منکشف ہوئے تھے

——— دوسری قسم وہ ہے کہ اُن کا اظہار صرف اپنے صاحبزادوں سے خاص طور پر فرمایا ، دوسرے اشخاص کو اس میں شریک نہیں فرمایا ، اور نہ ہی وہ معرض تحریر میں لائے گئے ۔

تیسری قسم کے وہ معارف ہیں ، جن کو آپ نے اپنے ان مریدوں سے جو محرمانِ راز و کاملین اصحاب تھے ، بیان کیا ۔ اور ان کے اظہار کے وقت خلوتِ خاص ہوتی تھی اور دروازے بند کر لیے جاتے تھے ، اور اگر اتفاقاً کوئی اور شخص آجاتا تو سکوت اختیار فرماتے اور روئے سخن بدل دیتے اور بقیہ اسرار کو اور کسی وقت بیان فرماتے تھے ۔ یہ معارف حتی الامکان تحریر نہیں کیے جاتے تھے ۔ مگر جب کوئی محرم راز التماس کرتا تو بہ لحاظ اجابت سوال ایسے طریقے سے تحریر فرماتے کہ ہر کوئی شخص اس کا ادراک نہ کر سکے ۔

چوتھی قسم یہ ہے کہ بہ التماس سائل یا بہ نیت افادۂ طالبان عموماً و شمولاً تحریر کیے گئے ۔ رسائل و مکاتیب دفاتر ثلثہ وافر البرکات ان ہی اسرارِ قسم چہارم پر مشتمل ہیں اور ہر معرفت دل کے

ہی پورے طور پر واضح ہو سکتی ہے ، جبکہ اکبری دور کے ملحدانہ عقائد اور ماحول سے کماحقہٗ واقفیت حاصل کر لی جائے اس موضوع پر محب محترم پروفیسر محمد اسلم صاحب استاذ شعبۂ تاریخ پنجاب یونیورسٹی کی تحقیقی کتاب " دین الٰہی اور اس کا پس منظر " جو حال ہی میں دہلی اور لاہور سے شائع ہوئی ہے کا مطالعہ از حد ضروری ہے ۔ فاضل مؤلف نے اس دور کے متجددین بالخصوص شیخ محمد اکرم کے مجدد صاحب پر اعتراضات کے شافی جوابات دے دیے ہیں ۔ پروفیسر محمد اسلم صاحب نے یہ کتاب لکھ کر تاریخ اور دین اسلام کی بڑی خدمت کی ہے جزاہ اللہ ۔ ۱۲

۵۳ شیخ بدرالدین سرہندی خلیفہ حضرت شیخ مجدد کے حالات کے لیے (۱) حضرات القدس دفتر دوم اور روضۃ القیوم ملاحظہ ہو ۔



Marfat.com

بیماروں کے لیے شفا اور مہجوروں کے لیے وصال ہے۔"[54]

ذرا آگے چل کر لکھتے ہیں:-

نیز آپ کے رسائل مثل "مبداء و معاد" اور "معارف لدنیہ" کہ آپ کے احوال و مقامات خاصہ کو متضمن ہیں ——— اور رسالہ "مکاشفات غیبیہ"، رسالہ "اثبات النبوت" رسالہ "آداب المریدین" "شرح رباعیات حضرت خواجہ"، "تعلیقات عوارف" اور "رسالہ ردِّ شیعہ" وغیرہ بھی اسرارِ قسم چہارم میں سے ہیں"

اس کے بعد قسم چہارم کی پُرمعارف تصانیف، جن میں مکاتیب قدسیہ بھی شامل ہیں، کے علو شان اور ان کی جامعیت کو اس طرح بیان کیا ہے:-

"بہ لحاظ مطالب کی باریکیوں اور عبارتوں کے دقائق اور اسرار کی تحقیق اور حالات و اشارات کی تدقیق کے، آں جناب قدس سرہ کے علو شان اور رفعت مکان و بلندی مراتب پر کرامت ساطعہ اور آیۂ قاطعہ ہیں۔ کشف حقائق الٰہی میں جو کچھ باریکیاں اور نازک بیانیاں آں جناب قدس سرہ نے کی ہیں۔ اکابر علماء و مشائخ اس کے شیفتہ ہیں۔ اور جو کچھ دقائق متعلق بہ حضرات خمس اور توحید وجودی و شہودی اور مشاہدہ و مکاشفہ اور ایقان و ایمان، غیب و بیان، اطوار سبعہ و ظہور انوار مختلفہ و تجلیات متکیفہ و غیر متکیفہ و جمع بین التشبیہ والتنزیہ، و تنزیہ صرف اور خفایائی اطلاق و ظلال تعینات و تجلی برقی و دوامی و معاملہ وراء تجلی، سکر و صحو و علوم وراثت و غیر وراثت اور ولایت کی قسموں کی تحقیق یعنی صغریٰ و کبریٰ و علیا و مقام نبوت و رسالت و صدیقیت و قربت و تدلّی و تدنّی و محبت و خلت اور درجات سبعہ متابعت و حد صباحت و ملاحت و جمع درمیان ہر دو اور سیر آفاقی و انفسی اور سیر ماوراء آفاق و انفس میں آنجناب نے بیان فرماتے ہیں وہ فضل منزل پر ظاہر و ہویدا ہیں۔ صرف یہی علوم و معارف جو تحریر فرمائے گئے، وہ علو مقال، فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے مرتبہ اعجاز میں داخل ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ ابنائے روزگار اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہیں ——— اور جب خلوت میں زبان الہام ترجمان سے بیان کرتے تھے، تو وہ ہی حال وارد ہوتا تھا۔ گویا مرقومات "قال" ہیں۔ اور ملفوظات "حال" و بیان معرفت ہیں اور یہ اتقاء نسبت و اعطاء نعمت ہیں۔"[55]

---

54. حضرات القدس مترجم اردو دفتر دوم ص ۱۰۸۔

55. حضرات القدس دفتر دوم۔ ص ۱۰۹۔



Marfat.com

شیخ بدرالدینؒ کے بیان بالا کے مطابق خواجہ محمد ہاشم کشمی نے بھی مکتوبات کو قسم چہارم کے اسرار و معارف میں شمار کیا ہے[۵۶] ۔۔۔۔ حقیقت یہ ہے ولایت کے بلند درجات "بقاباللہ" اور "ظہور من اللہ" پر فائز شخص جس کی پرواز ہمیشہ بلند رہتی ہو۔ اور ہر آن اس پر حقائق الٰہیہ منکشف رہتے ہوں، وہ اپنے مقام سے ارادۃً خواہ کتنا بھی نزول کر کے اسرار و رموز بیان کرے، وہ پھر بھی علماء ظاہر اور ابتدائی مدارج کے صوفیہ کے فہم و ادراک سے بالا ہوں گے۔ اگرچہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ مکتوبات اسرار قسم چہارم میں سے ہیں۔ لیکن ان میں بیشتر وہ مکاتیب بھی شامل ہیں، جن میں تیسری قسم کے اسرار و معارف مندرج ہیں۔ جیسا کہ تیسری قسم کے معارف کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

"مگر جب کوئی محرم راز التماس کرتا تو بلحاظ اجابتِ سوال ایسے طریقے سے تحریر فرماتے کہ ہر کوئی شخص اس کا ادراک نہ کر سکے"۔

اس قسم کے دقیق اور عسیر الفہم مکاتیب کے بارے میں حضرت شاہ احمد سعید مجددی رحمۃ اللہ تعالیٰ (متوفی ۱۲۷۷ھ) فرماتے ہیں:۔

"فہمیدن تدقیقات حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نہایت مشکل است کسیکہ در علوم ظاہر ید طولیٰ داشتہ باشد و سلوک و مقامات مخصوصۂ آں جناب ہم بوجہ لائق نمودہ، البتہ او را مناسبتے بر فہم آں معارف پیدا خواہد شد و الا فلا ۔۔۔۔ ایں فقیر مکتوبات قدسی آیات ایشاں را از جناب شاہ صاحب قبلہ (شاہ غلام علی دہلویؒ متوفی ۱۲۴۰ھ) خواندہ و سال ہا در خدمت ایشاں حلِّ مواضع مغلقۂ آں نمودہ و شنیدہ و بعد وفاتِ ایشاں تا ایں دم کہ قریب چہل سال شدہ گاہے درس و مطالعہ آں موقوف نہ داشتہ، فی الجملہ قدرت در حلِّ آں بدست آوردہ است از دیگراں چہ گویدؔ"[۵۷]

# مکتوبات کی تعداد اور ترتیب و تدوین کی کیفیت

پہلا دفتر "درالمعرفت" (۱۰۲۵) کے تاریخی نام سے موسوم ہے، اس میں ۳۱۳ مکتوبات ہیں۔ اس دفتر کو خواجہ یار محمد جدید[۵۸] بدخشی طالقانی رحمۃ اللہ مرید حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے ۱۰۲۵ھ میں

---

[۵۶] زبدۃ المقامات فارسی مطبوعہ نولکشور۔ ص ۱۲۲۔

[۵۷] مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ لشاہ محمد مظہر مجددی مطبوعہ ۱۲۸۲ھ در اکمل المطابع دہلی ص ۳۶۔

[۵۸] ان کے نام کے ساتھ "جدید" اس لیے لکھتے ہیں کہ ان کے ہم نام ایک اور بزرگ ان سے قبل حضرت



Marfat.com

جمع کیا۔ مکتوب ۳۱۳ میں حضرت شیخ مجدد کا ارشاد نقل ہے کہ اس دفتر کو اسی مکتوب پر ختم کریں اور ۳۱۳ کے عدد کی رعایت کریں، کیونکہ پیغمبرانِ مرسل، صحابۂ اہلِ بدر کی تعداد کے مطابق ہے۔ اور دفترِ دوم کے دیباچے میں تحریر ہے:۔

"چوں جلد اوّل مکتوبات بہ عددِ سہ صد و سیزدہ مکتوب رسید حضرت ایشاں سَلَّمَہُ اللہُ تعالیٰ فرمودند کہ بر ہمیں عدد ختم کنند کہ موافق عددِ پیغمبرانِ مرسل است صَلَوٰتُ اللہِ تَعَالیٰ عَلیٰ نَبِیِّنَا وَعَلَیْھِمْ و نیز موافقِ عددِ اہلِ بدر است رِضْوَانُ اللہِ تَعَالیٰ عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْنَ تبرکاً و تیمناً برآں عدد ختم نمودہ آمد"

مکتوب ۳۱۳ میں جو خواجہ محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ کے نام ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ اس کے بعد صاحبزادہ محمد صادق علیہ الرحمۃ (متوفّٰی ۱۰۲۵ھ فرزند اکبر حضرت مجدد قدس سرہٗ) کے وہ تین عریضے جو انہوں نے حضرت مجدد کی خدمت عالیہ میں لکھے تھے، وہ بھی شامل کر دیے جائیں۔ تاکہ ان عرائض کے پڑھنے والے صاحب زادہ محمد صادق کے حق میں دعائے خیر کریں۔ حضرت کے ارشادِ گرامی کے مطابق دفتر اوّل کے آخر میں یہ تین عریضے بھی شامل کر دیے گئے۔

دوسرا دفتر جس کا تاریخی نام "نور الخلائق" ۱۰۲۸ ہے۔ اس میں اسماءِ حسنیٰ کے مطابق کل ۹۹ مکتوبات ہیں۔ اس دفتر کے جامع خواجہ عبدالحی ابن خواجہ چاکر حصاری (رحمہما اللہ) ہیں جناب مرتب دیباچۂ دفتر دوم میں لکھتے ہیں کہ اس دفتر کی تدوین و ترتیب کا کام میں نے حضرت خواجہ محمد معصوم (متوفّٰی ۱۰۷۹ھ) کے حکم سے کیا ہے ــــــ دفتر سوم کے دیباچے میں لکھا ہے:

"چوں آں جلد بہ نود و نہ ۹۹ مکتوب رسید کہ مطابق اسماءِ حسنیٰ است برہماں ختم شد در سالے (سال) کہ تاریخ آں از "نور الخلائق" ۱۰۲۸ ہویدا است"

تیسرا دفتر "معرفت الحقائق" کے نام سے موسوم ہے۔ اس کے جامع خواجہ محمد ہاشم کشمی برہان پوری رحمہ اللہ مرید حضرت امام ربانی قدس سرہٗ ہیں۔ انہوں نے اس دفتر کو حضرت امام ربانی کی خدمت میں رہ کر مدون کیا۔ اس کے دیباچے میں لکھا ہے کہ مطابق عددِ سُوَرِ قرآنی ۱۱۴ مکتوبات ہیں سالِ اتمام جلد ثالث لفظ "ثالث" ۱۰۳۱ سے برآمد کیا ہے۔ مگر واقعتہً اس دفتر میں ۱۲۴ مکاتیب ہیں۔ اور بعض نسخوں میں کم بھی مطبع نولکشور ۱؎ کے چھٹے ایڈیشن میں صرف ۱۲۲ ہیں۔ اور ایک میں ۱۲۳۔

---

شیخ کے مرید ہو چکے تھے۔ فرق و امتیاز کی خاطر مرید سابق کو "قدیم" اور ان کو "جدید" لکھتے ہیں طالقان ایران کے ایک شہر کا نام ہے۔



Marfat.com

اس دفتر کے مکتوب ۱۱۵ کے حاشیہ میں حضرت مولانا نور احمد مرحوم محشّی مکتوبات لکھتے ہیں:۔

"بداں کہ در خطبۂ ایں جلد مصرح ست کہ جملہ مکاتیب ایں جلد یک صد و چہاردہ اند مطابق عدد سُوَرِ قرآنی، پس ایں ہر دو مکاتیب اخیرہ ایں جلد شاید بعد ازاں بعرض تسوید آمدہ باشد و ملحق شدہ فافہم واللہ اعلم"[9]

پھر مکتوب ۱۲۴ کے حاشیہ میں یہ لکھا ہے:۔

"بداں کہ ایں مکتوب در بعضے نسخ خطیہ یافتہ شد فالحقناہ وجعلناہ خاتمۃ المکاتیب و حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ نسبت بایں مکتوب فرمودہ اند کہ آں مکتوب داخل جلد ہائے مکتوبات قدسی آیات نہ شدہ"[10]

حضرت شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مکتوب ۱۲۴ حقیقتِ کعبہ کے اسرار کے بیان میں ہے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ نے بھی اسی مضمون کا ایک خط مرزا امان اللہ برہان پوری کے نام لکھا ہے۔ اس میں اپنے والد گرامی کے مذکورہ بالا مکتوب کا حوالہ دیتے ہوئے یہ تحریر کیا ہے:۔

"حضرت ایشانِ ما۔ قَدَّسَنَا اللّٰہُ سُبْحٰنَہٗ بِسِرِّہِ الْاَقْدَسِ۔ در مکتوبیکہ داخل سہ جلد مکتوبات نیست نوشتہ اند . . . "[11]

حضرت مولانا نور احمدؒ نے حضرت خواجہ کے اس ارشاد سے یہ اخذ کیا ہے کہ یہی مکتوب خاتمۃ المکاتیب ہے جو شامل ہونے سے رہ گیا تھا۔ لیکن سمجھنا یہ چاہیے کہ دفتر سوم کے جو ۱۱۴ مکتوبات ہیں ان میں یہ شامل نہیں۔

دفتر سوم کے ساتھ ملحق ہونے والے مکاتیب کے بارے میں دفتر سوم کے جامع خواجہ محمد ہاشم کشمی رحمہ اللہ کا بیان بہت واضح ہے۔ وھو ہذا

"بعد از اتمامے جلد ثالث و مہجوری[12] بندہ از آستان بعضے مکاتیب دیگر کہ شروع دفتر چہارم بود بظہور آمدہ بود و ہنوز بہ چہاردہ مکتوب نہ رسیدہ کہ آں ماہ چہاردہ آسمانِ قطبیت رو در نقاب مغرب تراب کشیدہ قَدَّسَ اللّٰہُ تَعَالٰی سِرَّہُ الْاَقْدَسَ وَنَوَّرَ مَضْجَعَہٗ

---

[9] دفتر سوم (معرفۃ الحقائق) حصہ نہم مکتوب ۱۱۵۔ ص ۱۰۴ طبع امرت سر۔

[10] دفتر سوم (معرفۃ الحقائق) حصہ نہم مکتوب ۱۲۴۔ ص ۱۴۶ طبع امرت سر۔

[11] مکتوبات خواجہ محمد معصوم مطبوعہ ۱۸۸۶ء در مطبع نظامی کانپور مکتوب ۲۲۔ ص ۴۱۔

[12] دفتر سوم کی تکمیل کے بعد یہ سرہند شریف سے چلے گئے تھے



Marfat.com

المعطر بحرمۃ سید البشر والصلوۃ والسلام علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجابتہ الی یوم المحشر ناچار آں مکتوب را داخل جلد ثالث نمودہ شد"[13]

خواجہ محمد ہاشم کے مندرجہ بالا بیان کی روشنی میں یہ سمجھنا چاہیے کہ تین مکتوب اور بھی ہیں، جو مکتوبات کے اکثر خطی نسخوں میں شامل نہیں ہو سکے واللہ اعلم بالصواب ——— اور یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ جس اہتمام کے ساتھ حضرت شیخ کی زندگی میں مکتوبات کے تین دفتروں کو محفوظ کیا گیا۔ بعد میں معرض تسوید میں آنے والے مکاتیب کو اُس اہتمام کے ساتھ جملہ خطی نسخوں کے آخر میں شامل نہیں کرایا جا سکا ورنہ کسی نسخہ میں کم اور کسی میں زیادہ کا معاملہ نظر نہ آتا۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ اور صاحبِ "روضۃ القیومیہ" خواجہ کمال الدین محمد احسان اللہ کے بیانات جو آیندہ اوراق پر نقل ہوں گے۔ ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خاتمۃ المکاتیب وہ مکتوب ہے جو امرت سر والے ایڈیشن اور پیش نظر ترجمہ میں نمبر ۱۲۳ بنام نور محمد تہاری ہے۔ مگر مولانا نور احمدؒ نے مکتوب ۱۲۴ کو جو انہیں بعد میں ملا خاتمۃ المکاتیب قرار دیا ہے۔ یہ تقدم و تاخر بے اہتمامی کی دلیل ہے۔

ہر سہ دفتر مکتوبات شریف کی کل تعداد ۵۳۶ ہے۔ پہلے دفتر کے بیس مکتوبات وہ ہیں جو حضرت شیخ مجددؒ نے اپنے مرشد خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۱۲ھ) کی خدمت میں ارسال کیے دو مکتوب حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کے نام ہیں۔ اور ان کے بیٹے مولانا نور الحق کے نام ایک طویل مکتوب ہے۔ ایک جہانگیر بادشاہ کے نام لکھا ہوا ہے۔ دو مکتوب کسی معتقد خاتون اور ایک ہردے رام ہندو کے نام ہے۔ جہانگیر کے دربار کے ممتاز اُمرا و اراکین کے نام بہت زیادہ خطوط ہیں، جن میں سے خانِ خاناں، خانِ اعظم، خانِ جہاں، مرزا داراب خاں، قلیچ خاں، خواجہ جہان، لالہ بیگ اور سید فرید بخاری گورنر لاہور کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ امراء میں سے سب سے زیادہ خطوط نواب سید فرید بخاریؒ کے نام ہیں۔ بقیہ اپنے فرزندانِ گرامی قدر، مریدین و معتقدین، معاصر علماء اور مشائخ کو لکھے ہوئے ہیں۔

مکتوبات مختصر مضامین پر مشتمل بھی ہیں اور اکثر بے حد طویل مباحث کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ یہ طویل مکتوبات رسائل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور حضرت مجددؒ کے انداز تحریر اور زور بیان کا یہ عالم ہے کہ فیضان نسبتِ فاروقی کے دھارے بہ رہے ہیں۔ ہر ایک سطر سے عیاں ہوتا ہے کہ رگِ فاروقی جنبش میں اور غیرتِ ایمانی جوش میں ہے۔

[13] زبدۃ المقامات مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ص ۲۴۱۔



Marfat.com

# استدراک

جناب ملک حسن علی صاحب، بی - اے جامعی نے لکھا ہے :-

"آخری مکتوب ۱۲۳ جو نور محمد بخاری کے نام ہے، بعض مبصرین[۱۳] اسے جعلی اور مصنوعی قرار دیتے ہیں - کیونکہ اس مضمون اور مکتوب کی بعض باتیں خلاف شرع اور خلاف مشرب حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ ہیں"[۱۴]

ملک صاحب جو علامہ ابن تیمیہ کی تعلیمات کے عاشق صادق ہیں، نے محض اپنے ذاتی خیالات و معتقدات کی بنا پر اس پُر حقائق و معارف مکتوب کو جعلی اور خلاف شریعت لکھ دیا ہے - ملک صاحب کو یہ مکتوب اس لیے خلاف شریعت نظر آیا کہ اس میں مدارج ولایت بیان کرتے ہوئے حضرات ائمہ اثنا عشر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو قطبیت کے درجۂ خاص پر فائز تسلیم کیا گیا ہے - اور بتایا گیا ہے کہ ان حضرات کے بعد حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کو یہ مقام و منصب عطا ہوا - اور تا ایں دم تمام واصلین و کاملین کو ان ہی کے ذریعے فیض پہنچتا ہے - اور شیخ مجدد رحمہ اللہ، حضرت شاہِ جیلان قدس سرہٗ کے نائب مناب ہیں - یہ حقائق حضرت غوثِ اعظم رحمہ اللہ علیہ کی بیت

أَفَلَتْ شُمُوسُ الْأَوَّلِينَ وَشَمْسُنَا

أَبَدًا عَلَى أُفُقِ الْعُلَى لَا تَغْرُبُ

(ترجمہ: پہلوں کے آفتاب غروب ہو گئے اور ہمارا آفتاب انتہائی بلندیوں پر ہے - اور کبھی غروب نہ ہوگا -)

کی تشریح کرتے ہوئے بیان کیے ہیں - علامہ ابن تیمیہ کے "نظریہ مخدومیت"[۱۵] اور "توحید خالص" کے

---

[۱۳] راقم نے ملک صاحب کو خط لکھ کر دریافت کیا کہ اُن "مبصرین" کے نام بتائیے جنھوں نے اس مکتوب کو جعلی اور خلاف شریعت قرار دیا ہے ؟ ملک صاحب نے جواب میں لکھا کہ "مولانا کریم بخش صاحب پروفیسر عربی گورنمنٹ کالج لاہور نے اپنی کتاب تعلیمات امام اہل سنت میں یہ تحقیق پیش کی ہے" —— ایک مولوی کریم بخش "مبصرین" ہو گئے یا للعجب!

[۱۴] تعلیمات مجددیہ - ص ۸۰ -

[۱۵] شیخ ابن تیمیہ حرانی کے "نظریہ مخدومیت" پر علامہ مناظر احسن گیلانی نے خوب تبصرہ کیا ہے - ملاحظہ ہو "مقالات احسانی" مطبوعہ کراچی - اس نظریہ کے تحت حضرت شیخ مجدد کے اکثر وہ نظریات جن کی بنیاد کشف و



Marfat.com

قائل شخص کو ایسی باتیں ضرور خلاف شرع نظر آئیں گی۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس مسئلے کو جملہ سلاسل کے اولیاء اللہ اور علماء اہل سنت نے تسلیم کیا ہے۔ اور تمام مشائخ سلسلۂ مجددیہ نے شیخ مجدد قدس سرہ کے اس کلام کو دل وجان سے مانا ہے۔ اور کسی نے بھی حضرت کے اس خط کو جعلی اور خلاف شریعت قرار نہیں دیا صاحب "روضۃ القیومیہ" اور حضرت خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ نے اس مکتوب کے ظہور میں آنے کا سبب بتایا ہے۔ پہلے "روضۃ القیومیہ" کی تصریح ملاحظہ ہو:۔

"ایام مرض (وفات) میں ایک روز آں حضرت نے فرمایا کہ آج حضرت غوث الاعظم تشریف فرما ہو کر فرماتے ہیں کہ لوگ میرے اس شعر؛

أَفَلَتْ شُمُوسُ الْأَوَّلِيْنَ وَشَمْسُنَا
أَبَدًا عَلٰى أُفُقِ الْعُلٰى لَا تَغْرُبُ

کے معنوں کی بابت حیران ہیں ——— اگر آپ اس کا حال لکھیں تو آپ کو اس مرض سے صحت ہو جائے گی۔ چونکہ حضرت قیوم اول رضی اللہ عنہ کو لقائے پروردگار کا شوق بہت تھا۔ اس لیے بکثرت شوق آپ آب دیدہ ہوئے۔ اور یہ دعا اَللّٰهُمَّ الرَّفِيْقَ الْاَعْلٰى بار بار پڑھتے اور فرماتے کہ طبیب کہہ دے کہ تم لاعلاج ہو تو میں بہت سا روپیہ راہ خدا میں صرف کر دوں۔ مرض موت میں آں حضرت نے قیوم ثانی معصوم زمانی کو وصیت فرمائی کہ مذکورہ بالا شعر کا حل ضرور لکھنا اور خود زبان مبارک سے اس کی تشریح کر دی۔ حضرت قیوم ثانی رضی اللہ عنہ نے آنجناب کی اس وصیت کو آپ کی عزاداری کے دنوں میں پورا کیا اور مکتوبات کی تیسری جلد میں داخل کر دیا

---

مشاہدے پر ہے، غلط شہرتے ہیں۔ اور ان کی کرامات و خوارق عادات جو ان کے خلفاء نے بیان کی ہیں وہ بے حقیقت ہو کر رہ جاتی ہیں۔ اور دیگر تحقیقات بھی علامہ کی "نکھری ہوئی توحید" کے معیار پر ہرگز پوری نہیں اترتیں۔ چنانچہ علامہ مسعود عالم ندوی نے جرأت رندانہ سے کام لیتے ہوئے صاف لکھا ہے:۔

"تصوف وسلوک و تزکیہ کے بارے میں عاجز نے مطالعہ کے بعد اور انشراح صدر کے ساتھ ایک مسلک اختیار کیا ہے۔ اپنی طبیعت ومزاج کے لحاظ سے صرف امام ابن تیمیہ (ف ۷۲۸ھ) کی نکھری ہوئی توحید دل کو لگتی ہے اور تو اور ابن قیم (ف ۷۵۱ھ) کے ہاں بھی کمزوری محسوس ہوتی ہے" (دیباچہ مکاتیب سید سلیمان ندوی بنام مسعود عالم ندوی مطبوعہ لاہور ص ۱۲) حق یہ ہے کہ مسعود عالم ندوی صاحب نے جملہ مقلدان ابن تیمیہ کے ضمیر کی ترجمانی کر دی ہے۔ اور جب یہ معیار قائم کر لیا گیا ہے تو حضرت مجدد کا نام کیوں لیا جاتا ہے؟

یہ بہر نگے کہ خواہی جامہ می پوش ⁂ من انداز قدت را می شناسم۔



Marfat.com

چنانچہ اس جلد کے اخیر میں درج ہے ۔ جو مکتوب شیخ نور محمد تہاری کے نام ہے ———
اس کے بعد آں حضرت کو چند روز کے لیے صحت ظاہری نصیب ہوئی جو صحت میں بھی حاصل نہ تھی"۔[۱۶]

اب حضرت خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ کے اپنے بیان پر غور کیا جائے ۔ وھو ہذا :-

"در ایام نقاہت مرض پیشین می فرمودند کہ من مستغرق کمالات اہل بیت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم و دراں ضعفا با کمال استبشار بیان می فرمودند کہ مرا در باغ اہل بیت سر دادہ اند و بہ عجائب و غرائب آں موطن مشرف می سازند و شطری ازاں در معرض اظہار نیز آوردند و بعضے خصائص و کمالات حضرت امیر راکرم اللہ تعالیٰ وجہہ کہ دیدۂ فکر و وہم اندیشہ ازاں خیرہ و درراہ است، مشروح ساختند و ہم چنیں کمالات حضرت فاطمہ زہرا و حضرات حسنین را رضی اللہ تعالیٰ عنہم بیان نمودند، علیٰ ہذا القیاس کمالات سائر دوازدہ ائمہ را فرمودند، بدیں تقریب کمالات و خصائص حضرات شیخین و حضرت ذی النورین را بیان نمودند و نسبت و منزلت ہر کدام ازیں خلفائے اربعہ و اہل بیت را باں سرور علیہ و علیٰ آلہ و صحبہ الصلوٰۃ والسلام مشروح ساختند و بعضے از خدمات شائستہ خود راکہ بوقوع آمدہ نیز درمیان آوردند و قدرے از کمالات حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی راہم بیان کردند، چنانچہ در مرض اخیر ایں ذرہ حقیر را وصیت بہ نوشتن بعضے ازیں اسرار کہ قابل اظہار بود، نمودند چنانچہ ایں فقیر بہ مقتضائے وصیت در ایام عزای آں حضرت بحسب فہم قاصر خویش با چشم گریاں و دل ریش متوجہ روضۂ منورہ شدہ آں رہائے ناسفتہ را در سلک نظم (یعنی ترتیب دادہ) کشید و داخل مکتوبات قدسی آیات آں حضرت گردانید۔ چنانچہ ختم مکتوبات بہ ہماں مرقومات مقرر گشت"۔[۱۷]

روضۃ القیومیہ کی صراحت اور خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ کی شہادت سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا ہے کہ اس مکتوب شریف کے معارف حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے بیان فرمودہ ہیں اور خواجہ محمد معصوم نے حسب وصیت ان کو مرتب کر کے مکتوبات کے آخر میں شامل کر دیا تھا ۔ اس حقیقت کے واضح ہو جانے کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت کا یہ مکتوب بالکل آخری ہے ۔ لہٰذا اسے سب سے آخر میں درج ہونا چاہیے اور حضرت شیخ قدس سرہٗ کا یہ کلام اس وقت کا ہے جبکہ آپ کے مدارج علیا

---

۱۶ہ روضۃ القیومیہ ۔

۱۷ہ مکتوبات خواجہ محمد معصوم مکتوب ۱۹۲ ۔ ص ۲۷۷ ۔ ۳ (مطبوعہ مطبع نظامی کانپور)



Marfat.com

یعنی نقطۂ عروج پر تھے ———— اس خط کو جو نور محمد تہاریؒ[۱۸] کے نام لکھا گیا ہے۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ انہوں نے کبھی حضرت غوث اعظم کی مذکورہ صدر بیت کے معنی دریافت کیے ہوں گے۔ لھذا ان ہی کو مکتوب الیہ قرار دے دیا گیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت نے کسی اور جگہ ان معارف کو بیان کیا ہے یا نہیں؟

"مکاشفات غیبیہ[۱۹]" مجدد الف ثانی رحمہ اللہ مرتبہ خواجہ محمد ہاشم کشمی، جس کے شروع میں جامع نے لکھا ہے کہ "معارف آں اوراق از علوم سابقہ اند" ———— اس کے مکاشفہ ۱۶ کے اندر مشروح ہے:

"باید دانست کہ واصلانِ ذات ازیں بزرگواران کہ بہ "افراد" ملقب اند نیز اقل قلیل اند و اکابر صحابہ و ائمۂ اثنا عشر از اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بایں دولت فائض اند و از اکابر اولیاء اللہ قطب غوث الثقلین قطب ربانی محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی است قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ الاقدس بایں دولت ممتاز اند و دریں مقام شانِ خاص دارند کہ اولیاء دیگر ازاں خصوصیت قلیل النصیب اند ہمیں امتیاز فضلے باعثِ علوشان ایشان شدہ است۔ فرمودہ اند قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ ———— اگرچہ دیگراں راہم فضائل و کرامات بسیار است اما قرب ایشاں بآں خصوصیت از ہمہ زیادہ تر است، در عروج بآں کیفیت کسے بہ ایشاں نمی رسد، با اصحاب و ائمۂ اثنا عشر دریں باب مشارک اند۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ، وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ[۲۰]۔

حضرت شیخ مجدد رضی اللہ عنہ کے اس مکاشفہ کے نقل کیے جانے کے بعد مزید کسی وضاحت کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ تاہم اس مسئلے میں چند اور بزرگوں کے حوالے اور آراء نقل کی جاتی ہیں۔ تاکہ

[۱۸] شیخ نور محمد کے حالات روضۃ القیومیہ میں بایں الفاظ مرقوم ہیں: "آپ آنحضرت رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہیں، سلوک باطنی حاصل کر کے خلافت پائی۔ تیسری جلد کا آخری مکتوب آپ کے نام لکھا گیا ہے، جس میں مرض موت کے وقت حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شعر کی جو شرح بیان فرمائی، مندرج ہے" (ص ۳۲۹)۔ بعض مکتوبات میں آپ کے نام کے ساتھ "تہاری" لکھا ہے۔ مگر روضۃ القیومیہ مترجم اور بعض دوسری کتابوں میں "بہاری" تحریر ہے۔ بہاری صحیح معلوم ہوتا ہے۔

[۱۹] سب کتابوں میں "مکاشفات غیبیہ" نام لکھا ہے۔ مگر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ صاحب کا خیال ہے "عینیہ" صحیح ہے۔

[۲۰] مکاشفات غیبیہ (عینیہ) شائع کردہ ادارہ مجددیہ کراچی۔ ص ۴۰۔



Marfat.com

ثابت ہو جائے کہ یہ اجماعی مسئلہ ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے نامور خلیفہ اور بانی سلسلہ آدمیہ حضرت سید آدم بنوری رحمۃ اللہ (متوفی ۱۰۵۳ھ) نے اپنی تصنیف "خلاصۃ المعارف" میں وہی کچھ لکھا ہے، جو اُن کے مُرشد نے ارشاد فرمایا ہے[21]

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۷۶ھ) نے "المقالۃ الوضیہ فی النصیحۃ والوصیہ" میں اپنے مشاہدے کو اسی طرح بیان کیا ہے۔ اور حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہُ اللہ (متوفی ۱۲۲۵ھ) نے حضرت شاہ صاحب کے کلام کی تائید و تشریح اس طرح کی ہے:۔

"آں چہ حضرت شیخ در قطبیت ائمۂ اثنا عشر نوشتہ ایں مضمون را حضرت امام ربانی قطب صمدانی حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ در شرح بیت حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ نوشتہ این ست بیت:

أَفَلَتْ شُمُوسُ الْأَوَّلِيْنَ وَشَمْسُنَا
أَبَدًا عَلَى أُفُقِ الْعُلٰى لَا تَغْرُبُ

و فقیر آں را در "شمشیر برہنہ" (تصنیف قاضی صاحب) نوشتہ"[22]

سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے عظیم پیشوا شاہ غلام علی دہلوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۴۰ھ) نے حضرت شیخ مجدد کے اس مکتوب کا خلاصہ شیخ مجدد کے حوالے سے بیان کیا ہے[23]

عارف باللہ شاہ فقیر اللہ علوی نقشبندی شکارپوری رحمہُ اللہ (متوفی ۱۱۹۵ھ) کے مکاتیب

---

[21] خلاصۃ المعارف بحوالہ مکتوبات شاہ فقیر اللہ نقشبندی شکارپوری۔ ص ۲۰۵ ——— خلاصۃ المعارف ابھی تک طبع نہیں ہوئی۔ اس کے مخطوطات بھی کم یاب ہیں۔ اس کی پہلی قسم (جلد) میرے ذاتی کتب خانے میں موجود ہے، جس کے ۱۶۴ اوراق ہیں۔ محولہ بالا مضمون دوسری قسم (جلد) میں مسطور ہے۔ جیسا کہ پہلی قسم کے ورق ۱۳۲ پر لکھا ہے:۔

"بیان ایں چہار ولایت در باب دوم در فصل دوم در قول ثانی از قسم ثانی ایں کتاب واضح و مفصل شدہ است"

خلاصۃ المعارف کا ایک قلمی نسخہ ذخیرہ شیرانی دانش گاہ پنجاب ۳۲۱۲ ف، ۲۰۰م میں بھی موجود ہے۔ مگر میں یہ نسخہ اس وقت دیکھ نہیں سکا۔

[22] مجموعہ وصایا اربعہ مرتبہ محترم پروفیسر محمد ایوب قادری ایم۔اے شائع کردہ شاہ ولی اللہ اکیڈمی



Marfat.com

میں مکتوب ہفتم ہشتم وچہل ونہم اسی مسئلے پر ہیں اور ہر مکتوب ایک رسالے کی حیثیت رکھتا ہے[۲۴]۔ حاجی فضل اللہ نقشبندی قندھاری قدس سرہ الباری (متوفی ۱۲۳۵ھ) نے اپنی تالیف "عمدۃ المقامات" (فارسی) میں حضرت شیخ مجدد کے زیر بحث مکتوب کی عبارت نقل کر کے اس مسئلے کو مؤکد کیا ہے[۲۵]۔ اس مسئلے پر نقشبندی صوفیہ کی متعدد تحریریں اس وقت میرے پیش نظر ہیں جن کے حوالے طوالت کا باعث ہوں گے۔ لہٰذا ذیل میں حضرت مرزا مظہر جان جاناں اور حضرت شاہ عبدالعزیز کے ارشادات نقل کر دینے کافی سمجھتا ہوں۔

حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۱۹۵ھ) فرماتے ہیں:-

"صوفیۂ اہل سنت بر تفضیلت دوازدہ امام صلوٰۃ اللہ علیہم متفق اند"[۲۶]

یہ ملحوظ رہے کہ جس طرح اہل رفض نے حضرت علی اور حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حالات اور تعلیمات کو اپنی کتابوں میں بالکل غلط انداز میں پیش کیا ہے۔ اسی طرح انھوں نے ائمۂ اثنا عشر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعلیمات کو تبدیل کر دیا ہوا ہے۔ اور لاتعداد من گھڑت روایتیں ان کی طرف منسوب کر دی ہوئی ہیں۔ مگر اہل سنت وجماعت ان کے دعوائی حب اہل بیت اور ان کی وضعی روایات کے پس منظر سے پورے طور پر واقف ہونے کی بنا پر ان پر کان نہیں دھرتے اور اہل بیت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اولاد علی رضی اللہ عنہم کی محبت کا دم بھرتے ہیں ——— یہ بھی واضح رہے کہ صوفیہ کے عقائد پر تاریخ اثر انداز نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ اپنے مشاہدات ومکاشفات کو نظر انداز نہیں کر سکتے اور حصول فیض اور وصول مقام قرب ان کے مدنظر رہتا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۳۹ھ) کا محدثانہ وصوفیانہ ارشاد ملاحظہ ہو:-

"نیز ائمۂ بیسین مثل حضرت سجاد و باقر وصادق وکاظم ورضا ہمہ مقتدایان وپیشوایان اہل سنت

---

۲۳ھ در المعارف فارسی (ملفوظات شاہ غلام علی) مرتبہ شاہ رؤف احمد شائع کردہ مکتبہ اسلامیہ گجرات ضلع مظفر گڑھ صفحہ ۲۳۱۔ اور شاہ صاحب نے اسی مکتوب کا خلاصہ رسائل سبع سیارہ میں اپنے قلم سے نقل کیا ہے۔

۲۴ھ مکتوبات شاہ نقیر اللہ مطبوعہ اسلامیہ سٹیم پریس لاہور

۲۵ھ عمدۃ المقامات شائع کردہ خانقاہ مجددیہ ٹنڈو سائیں داد (حیدر آباد) مطبوعہ ۱۳۵۵ھ صفحہ ۱۴۰۔

۲۶ھ مقامات مظہری مؤلفہ شاہ غلام علی دہلوی۔ مطبوعہ مطبع احمدی دہلی ۱۲۶۹ھ صفحہ ۱۲۷



Marfat.com

بودہ اند کہ علماء ایشاں مثل زہری و امام ابوحنیفہ و امام مالک تلمذ از انجناب کردہ اند و صوفیہ آں وقت مثل معروف کرخی وغیرہ از انجناب فیض اندوختہ و مشائخ طریقت سلسلۂ آنحضرات را سلسلۃ الذہب نامیدہ و محدثین اہل سنت زاں بزرگواراں در ہر فن خصوصاً در تفسیر و سلوک دفتر، دفتر احادیث روایت کردہ ..... "[27]

مندرجہ بالا ارشادات اولیاء و علماء جملہ اہل سنت کا عقیدہ ہیں۔ البتہ نواصب کے لیئے ضرور خلافِ شریعت ہیں۔

# مکتوبات کی مقبولیت

فارسی زبان میں تصوف کی سب سے پہلی مستند کتاب حضرت شیخ علی ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش لاہوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفیٰ قریب بہ[28] ۴۹۰ھ) کی "کشف المحجوب" ہے اور اس کو جو مقبولیت و شہرت حاصل ہوئی، وہ اظہر من الشمس ہے۔ اس کے ۵۳۵ سال بعد منصہ شہود پر جلوہ گر ہونیوالی کتاب مجموعہ مکاتیب حضرت مجدد الف ثانی نور اللہ مرقدہ کو وہی مقبولیت و شہرت حاصل ہوئی۔ اوّل الذکر تصنیفِ منیف پاک و ہند کے اولین مبلغ و داعی اسلام پر وارد شدہ رموز و اسرار طریقت و حقیقت و معرفت کا بیش بہا گنجینہ ہے تو ثانی الذکر یہاں کے مجدد اسلام کے بیان فرمودہ حقائقِ شریعت و طریقت کا بہترین مجموعہ اور دقائق و غوامض حقیقت و معرفت کا نہایت اعلیٰ خزینہ ہے ——— پاک و ہند ماوراء النہر، اور دیار عرب کے علماء و فضلاء اور اصفیاء و عرفا نے اسے مرشد طریق قرار دیا۔ قریباً پونے تین سو سال تک طالبانِ حق اس کے خطی نسخوں سے مستفید و مستفیض ہوتے رہے اور دلدادگانِ تصوف و معرفت اور سالکانِ ہویت بحت اپنی عمر عزیز کے قیمتی اوقات اس کی نقول لینے میں صرف کرتے رہے۔ چنانچہ اس کے خطی نسخے بہت جلد عالم اسلام میں پھیل گئے تھے۔

مطابع وجود میں آگئے تو مکتوبات قدسیہ کو متعدد مطابع نے طبع کر کے شائع کیا۔ اور سب سے بہتر طریق پر حضرت مولانا الحاج نور احمد نقشبندی مجددی امرتسری علیہ الرحمۃ (متوفیٰ ۱۳۴۸ھ)،

---

[27] تحفہ اثنا عشریہ مطبوعہ مطبع حسنی دہلی ۱۲۷۱ھ۔ ص ۱۸۴۔

[28] حضرت داتا گنج بخشؒ کا سال وصال عام طور پر ۴۶۵ھ مشہور ہے لیکن کشف المحجوب کی عبارتیں اس کے خلاف شہادتیں پیش کرتی ہیں۔ اس مسئلے میں عبدالحی حبیبی نے بڑی عمدہ تحقیق کی ہے۔ ملاحظہ ہو مقدمہ طبقات صوفیہ امالی خواجہ عبداللہ انصاریؒ مطبوعہ افغانستان۔



Marfat.com

مرید و مجاز شیخ العرفا حضرت شاہ ابوالخیر مجددی دہلوی قدس سرہ (متوفی ۱۳۴۱ھ) نے نہایت تصحیح اور بلیغ تحشیہ کے ساتھ نو حصوں میں منقسم کر کے ۱۳۲۷ھ تا ۱۳۳۴ھ میں امرتسر سے طبع و شائع کیا۔ حق یہ ہے کہ مولانا مرحوم نے یہ عظیم کارنامہ سرانجام دے کر حضرت امام ربانی سے اپنی سچی عقیدت اور روحانی تعلق کا حق ادا کر دیا ہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزا۔[29]

مکاتیب کی افادیت و اہمیت کے پیش نظر عربی میں اس کے کئی ترجمے ہوئے۔ کتب خانہ اوقاف بغداد شریف میں دو عربی ترجموں کے خطی نسخے موجود ہیں:

۱۔ تعریب المکتوبات الصوفیہ۔ لاحمد النقشبندی الفاروقی ۹۰۰۰ = ۲۱ × ۱۲ ۱۱ س مؤلفہ الشیخ یونس النقشبندی۔

مجلد ــــ ابتداء: ــــ

الحمد للہ رب العالمین ..... وبعد فیقول اسیر الذنوب سمی صاحب الحوت ..... طالما کنت اطلب مجلدات رسائل غوث المحققین ..... احمد النقشبندی ..... ولما ظفرت وبعد مدۃ .....[30]

۲۔ مکاتیب الشیخ احمد النقشبندی ۴۷۵۲ - ۲۸ × ۱۸ س۔

انشأھا الشیخ احمد النقشبندی الاحراری۔

رسائل بعث بھا الی بعض الصوفیہ۔ اولھا مکتوب فی بیان احوال تناسب اسم الظاھر والظھور وقسم خاص من التوحید وبیان درجات وقعت ..... کتبہ الی مرشدہ الکبیر ..... الشیخ محمد بن الباقی النقشبندی الاحراری[31]

(۳) تیسرا ترجمہ علامہ محمد مراد مکی کا ہے۔ اس ترجمے کی قبولیت اور اس کے اثرات پر علامہ مناظر احسن گیلانی صاحب کا تبصرہ ملاحظہ ہو:۔

---

[29] مولانا نور احمد کے صحح و محشی یہ مکتوبات ۱۹۶۳ء میں دوبارہ نور کمپنی انارکلی لاہور نے چھاپ دیئے ہیں اس کے شروع میں مولانا کے حالات زندگی و خدمات علمی کا اجمالی تعارف، میرا لکھا ہوا ہے۔ میں نے مولانا کے حالات پر ایک کتاب بھی لکھی ہے جو ان مرحوم کے فرزند مخدومی مولانا محمد سلیمان کی عدم توجہ کی بنا پر حلیہ طبع سے آراستہ نہیں ہو سکی۔

[30] الکشاف عن مخطوطات خزائن الاوقاف، صفحہ ۱۳۲۔ تالیف محمد اسعد طلس مطبوعہ مطبعۃ العانی بغداد ۲، ۱۲/ ۱۹۵۳ منشورات مدیریۃ الاوقاف العامۃ بغداد

[31] ایضاً ص ۱۴۸، ۱۴۹۔



Marfat.com

"سلسلہ مجددیہ کی ایک بڑی شاخ خالدیہ سلسلہ کے نام سے عراق وشام عرب خصوصاً ترکی ممالک میں بہت زیادہ مقبول ہوئی اور ہے۔ نیز آپ کے "مکاتیب طیبہ" خود براہ راست اُن ممالک میں بکثرت پڑھے گئے اور پڑھے جاتے ہیں، جہاں کے باشندے فارسی زبان سمجھتے ہیں اور جو اس زبان سے ناواقف ہیں۔ ان تک آپ کے مکتوبات عربی اور اُردو زبانوں میں پہنچائے گئے۔ غالباً روس کے رہنے والے ملّا مراد جو مہاجر ہوکر بالآخر مکہ معظمہ میں رہ پڑے تھے، انہوں نے مکاتیب کا ترجمہ عربی میں کیا۔ اور مصری ٹائپ میں چھپ کر سارے عربی ممالک پھیل گیا۔ یہ خداداد بات تھی کہ اس کے بعد حدیث وتفسیر میں جتنی اچھی کتابیں لکھی گئیں ان میں ایسی معتدبہ کتابیں مل سکتی ہیں، جن میں "مکتوبات" کے مضامین نقل کیے گئے ہیں خصوصاً عصر جدید کی مشہور تفسیر "روح المعانی" جو سلطان عبدالحمید خاں مرحوم خلیفۂ ترکی کے عہد میں لکھی گئی، اس میں علّامہ شہاب محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے گویا اس کا التزام کر رکھا ہے۔ کہ جہاں بھی ذکر کا موقع میسر آئے، وہاں "قال المجدد الفاروقی رحمۃ اللہ علیہ" کے نام سے وہ آپ کے خاص خاص نظریات اور جدید تعبیرات کو پیش کرتے ہیں اور بڑے افتخار و ناز سے پیش کرتے ہیں، اہم مسائل کے تصفیہ میں سند کے طور پر پیش کرتے ہیں۔"[۳۴]

پھر اُردو تراجم کا سلسلہ شروع ہوا۔ اُردو ترجمہ پیش کرنے کی ایک کوشش مولوی محمد حسین ابن مولوی قادر بخش ساکن احمد آباد ضلع جہلم نے کی، اس ترجمے کا پہلا حصّہ "الطاف رحمانی ترجمہ اُردو مکتوبات امام ربانی" کے نام سے مولوی امام الدین تاجر کتب راولپنڈی نے ۱۳۱۴ھ میں طبع کیا، جو صرف پہلے بیس مکتوبات کا ترجمہ ہے۔ اس کے اگلے حصّے کبھی دیکھنے میں نہیں آئے۔

مولوی عبدالرحیم نائب مدیر اخبار وکیل امرتسر نے مکتوبات کے ترجمے کا کام شروع کیا تھا، پہلا حصّہ خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ کے نام لکھے گئے مکتوبات کو چھوڑ کر آگے کے ۱۷ مکتوبات کے ترجمہ اور تشریحی حواشی پر مشتمل تھا، جو روز بازار اسٹیم پریس امرتسر میں ۱۳۳۰ھ میں طبع ہوا مگر یہ سلسلہ جاری نہ رہ سکا ——— "گنجینہ انوار رحمانی اُردو ترجمہ مکتوبات امام ربانی" کے نام سے ابتدائی چالیس مکتوبات کا ترجمہ اسلامی دکان کشمیری بازار لاہور نے ۱۳۳۲ھ میں چھاپا تھا۔ مگر یہ کام بھی یہیں رُک گیا ——— مکمل

[۳۴] مضمون "ہزارہ دوم یا الف ثانی کا تجدیدی کارنامہ" مشمولہ تذکرہ مجدد الف ثانی مرتبہ محمد منظور نعمانی مطبوعہ کتب خانہ الفرقان لکھنؤ ۱۹۵۹ء ص ۲۸۔



Marfat.com

مکتوبات شریف کا اُردو ترجمہ پیش کرنے کی سعادت مولانا عالم دین نقشبندی مجددی کے حصے میں آئی۔ ان کے مترجمہ مکتوبات اللہ والے کی قومی دکان لاہور سے دو بار شائع ہو کر نایاب ہو چکے ہیں۔

کئی حضرات نے مکتوبات قدسیہ کے فارسی اُردو انتخاب اور خلاصے شائع کیے۔ اس انداز کا سب سے اچھا کام شاہ ہدایت علی نقشبندی مجددی مرحوم (متوفی سنہ ۱۳۷۱ھ) کا ہے۔ انہوں نے "دُرّ الثانی" کے نام سے مکمل مکتوبات کی اُردو تلخیص کی جسے "اعلیٰ کتاب خانہ" کراچی نے "انتخاب مکتوبات" کے نام سے ۱۹۶۱ء میں دوبارہ شائع کیا۔ بغرض کہ علماء اور صوفیہ نے مکتوبات پر بہت زیادہ کام کیا ہے۔

مکتوبات کی ایک غیر مطبوعہ فارسی شرح "ضیاء المقدمات فی توضیح المکتوبات" در دو جلد از مولوی ضیاء الدین اچکزئی (متوفی شصت سال قبل) شارح کے فرزند مولوی محمد ساکن قصبہ نوزاد ضلع قندھار کے پاس محفوظ ہے[۳۳] ——— مولانا شمس الدین[۳۴] رحمۃ اللہ علیہ (متوفی سنہ ۱۳۸۰ھ) تاجر کتب نادرہ لاہور کے ذاتی کتب خانے میں، دو ایسی کتابیں میں نے دیکھی تھیں، جن میں مکتوبات قدسی آیات کی روایات کی تخریج کی گئی ہے۔ ان دو میں سے ایک کا نام "تشئید المبانی فی تخریج احادیث مکتوبات امام ربانی" حافظے میں محفوظ رہ گیا ہے۔ بایں ہمہ ابھی مزید کام کی ضرورت ہے۔ حضرت شیخ مجدد کے کشوف اور متشابہہ کلام پر اعتراضات کے سلسلے میں خاص طور پر تحقیقی کام کی ضرورت ہے۔ اس موضوع پر نقشبندی بزرگوں نے اگرچہ بہت کچھ لکھا ہے مگر تحقیق سے زیادہ عقیدت سے کام لیا گیا ہے[۳۵]۔ عزیزی محمد اقبال مجددی سلمہ اللہ مکتوب الیہم حضرات کے حالات زندگی جمع کرنے میں مصروف ہیں۔ خدا کرے کہ وہ جلد از جلد اپنی اس تحقیقی کتاب کو منظر عام پر لا سکیں

---

[۳۳] مکتوب حاجی عبدالغنی قندھاری بنام راقم الحروف۔

[۳۴] مولانا شمس الدین نور اللہ مرقدہ کو حضرت شیخ مجدد قدس سرہٗ کی تعلیمات سے عشق تھا۔ انہوں نے تصوف اور بالخصوص سلسلہ مجددیہ کی نادر و نایاب کتابوں کو بڑے شوق سے جمع کیا تھا۔ اگر مولانا اس وقت زندہ ہوتے تو میں ان کے کتب خانے سے کما حقہٗ فائدہ اُٹھاتا۔ وَکَمْ حَسَرَاتٍ فِیْ بُطُوْنِ الْمَقَابِرِ۔

[۳۵] چند مکتوبات کی بعض عبارتوں پر اعتراضات کے سلسلے میں تذکرہ نگاروں نے جو کچھ لکھا ہے اس کو ناکافی سمجھ کر براہ راست معترضین کی کتب کو دیکھنے کی کوشش کی۔ معارج الولایت (قلمی) مخزونہ دانش گاہ پنجاب نسخہ ذخیرہ آذر ورق ۵۸۶ ب، جس میں معاندانہ اور گستاخانہ انداز میں جو کچھ جمع کیا گیا ہے، وہ دیکھا۔ اور فہرست مخطوطات کتب خانہ آصفیہ کے ذریعے سید محمد برزنجی اور ابو علی حسن بن علی عجمی مکی کے رسائل کے بے ہودہ مضامین سے آگاہی حاصل کی تو اندازہ ہوا کہ اس موضوع پر سیکڑوں صفحات لکھنے کی ضرورت ہے۔ اور یہ مقدمہ ان مباحث کی طوالت کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ توفیق ایزدی شامل حال رہی تو اس موضوع پر پھر کبھی لکھا جائے گا۔ اس موقع پر برزنجی



Marfat.com

ان کی پیشکش خاصے کو بھی ہو گی۔ ان شاء اللہ ـــــــ حضرت مجدد الف ثانی نے بڑی فراخ دلی سے اپنی بعض ابتدائی تحقیقات سے رجوع فرمایا ہے۔ مثلاً دفتر اوّل حصہ سوم کے مکتوب ۲۰۹ میں مبداء و معاد کی ایک عبارت سے رجوع کا اعلان کیا ہے[۳۵]۔ اسی طرح اور مکاتیب میں بھی بعض کشفی تحقیقات سے رجوع فرمایا ہے۔ ان رجوع نمودہ عبارات کی نشان دہی کی ضرورت ہے۔ اور بعض کشفی مشاہدات آخر عمر میں ابتدائی مشاہدات سے قدرے مختلف یا واضح ہو گئے ہیں، اس پر بھی کام ہونا ضروری ہے اور یہ تبدیلیٔ خیالات اُن کے مدارج عالیہ میں ہر دم عروج و ترقی کی بنا پر ہے۔

کی تحریرات کی حقیقت واضح کرنے کے لیے فہرست مذکور میں درج ملخص رسالہ کی ایک عبارت نقل کی جاتی ہے:۔

"در سال یک ہزار و نود و سہ ہجری در شہر جمادی الآخر از ہندوستان . . . . خیالات شیخ احمد سرہندی بطور استفتاء در دیار عرب رسید کہ او دعویٰ رسالت کردہ است" (فہرست مشروح بعض کتب نفیسہ قلمیہ حصہ دوم مخزونہ کتب خانہ آصفیہ سرکار عالی مطبوعہ دار المطابع سرکار عالی حیدر آباد ۱۳۷۵ھ ص ۱۳۶۴/۱۳۶۳)

**نوٹ**: یہ فہرست فارسی میں لکھی گئی ہے۔

بعض تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ برزنجی کے رسالے کا رد علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی نے "الکلام المنجی فی ایراد البرزنجی" کے نام سے لکھا تھا۔ برزنجی نے ایک نہیں، دس رسالے لکھے تھے۔ اور یہ علامہ کی وفات کے بعد لکھے گئے۔ برزنجی کے آخری دو رسائل ۱۰۹۳ھ میں معرض تسوید میں آئے اور علامہ ۱۰۶۷ھ میں وفات پا چکے تھے۔

حضرت شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت شیخ مجدد سے عارضی طور پر کچھ اختلافات پیدا ہو گئے تھے۔ جو جلد ہی رفع ہو گئے۔ اس پر بھی مفصل گفتگو کی ضرورت ہے اس لیے کہ بعد متجددین شیخ عبدالحقؒ کے عقیدت مند ہونے کے باوجود اس مخلصانہ اور برادرانہ "اختلاف" کو "خلاف" بنا کر پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ شیخ اور مجدد صاحب ہم عقیدہ اور پیر بھائی تھے۔ اس مقام پر یہ عرض کرنا بھی ضروری ہے کہ پروفیسر خلیق احمد نظامی صاحب نے "حیات شیخ عبدالحق" میں شیخ کا وہ رسالہ جس میں مجدد صاحب پر تنقید کی گئی ہے۔ معارج الولایت سے لے کر شامل کیا ہے۔ اس کا متن مخدوش ہے۔ محققین کو شیخ عبدالحق کا وہ رسالہ تلاش کرنا چاہیے جو اغلاط سے پاک ہو۔

۳۶ھ رجوع کی قوت صرف عظیم انسانوں میں ہوتی ہے۔ چھوٹے آدمی رجوع کو کسر شان سمجھتے ہیں۔ حضرت



Marfat.com

# اُردو ترجمے کی ضرورت

حضرت مولانا نور احمد مرحوم کے محشّٰی مکتوبات کی اشاعتِ ثانی سے عربی اور فارسی کے ماہرین کے ذوق کی تسکین کا سامان تو ہو گیا ہے۔ مگر اُردو ترجمے کی نایابی کی بنا پر فارسی سے ناواقف لوگ حضرت امام ربانی کے فیوض و برکاتِ علمیہ اور معارفِ لدنیہ سے بہرہ یاب ہونے سے محروم ہیں۔

اکبری دَور کی پیدا کردہ بد اعتقادیوں اور بداعمالیوں اور ہمارے زمانے کے دینی اور اعتقادی فتنوں میں زیادہ مماثلت پائی جاتی ہے۔ اس زمانے کے "لصوصِ دین"[۳۷] اکبری دَور کے "لصوص دین" کے زلّہ ربا اور خوشہ چین ہیں۔ اُس وقت اگر تارکِ تقلید ملا مبارک اور اس کے ملحد و زندیق بیٹے ابو الفضل اور فیضی دین اسلام کی بنیادیں کھوکھلی کرنے میں مصروف تھے تو آج ان کے شاگردان رشید دین کے نام پر دین میں تحریفات کرنے میں کوشاں ہیں۔ مسٹر غلام احمد پرویز، ڈاکٹر فضل الرحمٰن اور کانگریسی ملاؤں کے ممدوح و مربی مسٹر مسعود سابق ناظم محکمہ اوقاف کی کردہ تحریروں اور کارروائیوں سے اہل حق کے دل مجروح ہیں اور اِسی قبیل کے لصوص دین کا ایک بہت بڑا گروہ پیدا ہو چکا ہے۔ شیخ محمد اکرام جو سر سید کے مکتبۂ فکر سے متعلق ہیں، نے بھی اپنی کتابوں کے ذریعے اہل حق کو بدنام کرنے کی پوری پوری سعی کی ہے۔[۳۸]

گر بگویم شرح ایں بیحد شود

مکتوبات قدسی آیات میں ہر دور اور ہر ملک کے مسلمانوں کے ہر طبقے کے لیے تعلیمات و ہدایات موجود ہیں۔ جس دَور میں یہ لکھے گئے تھے وہ چونکہ ہمارے دَور سے بہت زیادہ ملتا جلتا ہے۔ اس لیے ان میں خاص طور پر ہمارے لیے فوز و فلاح کی تعلیم موجود ہے۔ اس بے دینی والحاد کے دَور میں جب کہ بد اعتقاد لوگ گمراہ کن لٹریچر بکثرت پھیلا چکے اور پھیلا رہے ہیں ـــــ مجدد اعظم کی تحریریں بلاشبہ تریاق کا حکم

---

شیخ مجدد کا رجوع کرنا جہانگیر سے ٹکر لینے سے زیادہ ہمت کا کام ہے۔

۳۷ لصوص لص کی جمع ہے۔ جس کے معنی ڈاکو اور چور کے ہیں۔ مجدد صاحب فرماتے ہیں ـــــ "طالب علمان بے باک (کہ از دخیال علماء) از ہر فرقہ کہ باشند لصوص دین اند، اجتناب از صحبت ایں ہا نیز از ضروریات دین است" (دفتر اول مکتوب ۲۱۲) بد دینوں سے اجتناب کرنے والوں کو تنگ نظر کہنے والے حضرت شیخ مجدد کے اس ارشاد پر غور کریں۔

۳۸ ان ہی لوگوں میں سے ایک پروفیسر محمد حبیب ہیں جو ہندوستان میں ان کی نیابت کا حق ادا کر رہے ہیں۔



Marfat.com

رکھتی ہیں۔

مقام صد شکر ہے کہ ہمارے فاضل دوست حضرت مولانا محمد سعید احمد نقشبندی مجددی زید علمہ و مجدہ نے فارسی سے ناواقف لوگوں کو حضرت شیخ مجدد کی تعلیمات سے آگاہ کرنے کے لیے مکمل مکتوبات شریف کا ترجمہ کرنے کی طرف توجہ مبذول کی ہے۔

فاضل مترجم نے حضرت سید نور الحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۷۲ھ) ساکن حضرت کیلیانوالہ خلیفہ ارشد شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۱۳۴۸ھ) سے روحانی فیض پایا ہے۔ ظاہری علوم کے بھی ماہر ہیں۔ دار العلوم نعمانیہ لاہور میں صدر مدرس رہ چکے ہیں۔ چھ سات سال سے دار العلوم حزب الاحناف لاہور میں صدر مدرس کے منصب پر فائز ہیں۔ اولیاء کرام کی ان پر خصوصی توجہ ہے۔ کئی برس تک مسجد شاہ محمد غوث قادری لاہوری قدس سرہٗ میں خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے ہیں۔ اب حضرت داتا گنج بخش رضی اللہ عنہ کی مسجد مبارک میں امامت و خطابت کے فرائض باحسن وجوہ انجام دے رہے ہیں۔

سلسلہ نقشبندیہ سے انہیں والہانہ عقیدت ہے۔ تعلیمات صوفیہ علیہ بالخصوص افادات مجددیہ کی اشاعت میں کوشاں رہتے ہیں۔ مولانا نور احمد کے محشی مکتوبات دوبارہ ان ہی کی تحریک و مساعی سے زیور طباعت سے آراستہ ہوئے ہیں۔ انہوں نے بڑی محنت و جانفشانی سے ان کی کاپیاں اور پروف پڑھے اور پلیٹیں بھی دیکھیں ——— حضرت امام غزالی قدس سرہٗ کی تصانیف بدایۃ الہدایہ اور منہاج العابدین کے انہوں نے ترجمے کیے ہیں، جو طبع ہو کر شائع ہو چکے ہیں۔ ان کا قابل ذکر ایک کارنامہ یہ بھی ہے کہ جناب ملک حسن علی صاحب جامعی کی کتاب "تعلیمات مجددیہ" کے جواب میں "مسلک امام ربانی" لکھی جو بے حد مقبول ہوئی۔ دو ہزار کا ایڈیشن چند مہینوں میں ختم ہو گیا۔ اب یہ کتاب دوبارہ مع اضافات کے آرہی ہے[۳۹]۔

جناب فاضل مترجم کی علمی کاوشوں اور روحانی نسبتوں کے ذکر کی ضرورت یوں محسوس کی گئی کہ قارئین کرام کو اطمینان ہو جائے کہ مترجم حضرت امام ربانی اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ سے قوی نسبت رکھنے کی وجہ سے کلام مجدد کو سمجھنے کی استعداد رکھتے ہیں۔ ایسی کتابوں کا ترجمہ کرنے کے لیے علم اور نسبت دونوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ بفضلہ تعالیٰ جناب مترجم ان دونوں نعمتوں سے سرفراز ہیں۔

اس عظیم و قیم کتاب کی طباعت کے لیے بھی کسی بہت اچھے ادارے کی ضرورت تھی۔ یہ فضل ایزدی

---

۳۹ ملک صاحب مسلکاً غیر مقلد ہیں۔ انہوں نے مجدد صاحبؒ کے نام پر علامہ ابن تیمیہ کا پروپیگنڈا کرنے کے لیے "تعلیمات مجددیہ" لکھی ہے۔



Marfat.com

یہ مسئلہ بھی از خود حل ہو گیا۔ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی جو بہترین کتابوں کو خوبصورتی اور نفاست سے چھاپنے میں گوئے سبقت لے گئی ہے، کے مالک محترم حکیم محمد تقی صاحب اشرفی اس کو بہ صد ذوق و شوق چھاپ رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جناب مترجم کی یہ کوشش مقبولیت دوام کا درجہ حاصل کرے اور قارئین کو عمل کی توفیق ملے۔ جناب ناشر بھی جزائے خیر سے نوازے جائیں۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

یہاں عزیزی محمد اقبال مجددی سلمہ اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے۔ آں عزیز نے کئی نایاب کتابیں اپنے کتب خانے سے لا کر مجھے دیں۔ اور بعض حوالے تلاش کرنے میں میری مدد کی — جزاہ اللہ خیر الجزاء۔

محمد موسیٰ عفی عنہ

لاہور

یکم محرم الحرام ۱۳۹۰ھ



Marfat.com

# بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ ربّ العالمین، اضعاف ما حمدہٗ جمیع خلقہ کما یحبّ ربّنا ویرضی، والصّلوٰۃ والسلام علیٰ من ارسلہٗ رحمۃً للعالمین، کلما ذکرہ الذاکرون وکلما غفل عن ذکرہ الغافلون کما ینبغی لہ ویحری وعلیٰ اٰلہ واصحابہ البررۃ التقی والنُّقی۔

تمام تعریفیں اللہ ربّ العالمین کے لیے ان تمام تعریفوں سے دُگنی جو اس کی سب مخلوق نے کی ہیں۔ ایسی تعریفیں جو ہمارے ربّ تعالیٰ کو پسند اور محبوب ہیں اور درود و سلام اس ہستی پر جسے اس نے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا جب تک ذکر کرنے والے اس کے ذکر میں مصروف رہیں اور جب تک غافل لوگ اس کے ذکر سے غافل رہیں۔ ایسا درود و سلام جو آپ کی ذات کے لائق و مناسب ہے۔ اور آپ کی آل و اصحاب پر جو نیک اور متقی اور پاک ہیں۔

---

حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ یہ حضرت امام ربانی کے مکتوبات قدسی آیات کا دفتر اول ہے۔ وہ امام ربانی جو محققین کے غوث، عارفین کے قطب، ولایت محمدیہ کی برہان، شریعت مصطفوی کی دلیل و حجت، اسلام اور مسلمانوں کے شیخ ہیں۔ یعنی ہمارے شیخ اور امام الشیخ احمد فاروقی نقشبندی اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت اور قائم رکھے۔ جسے یہ حقیر قلیل البضاعۃ اس درگاہ کے خاک نشینوں میں سے کمترین خاک نشین یار محمد جدید بدخشی طالقانی جمع کر کے اس امید پر احاطہ تحریر میں لایا کہ اس سے طالبان حق جل وعلا کو نفع پہنچے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سے حفاظت اور توفیق کی درخواست ہے۔

---



Marfat.com

# مکتوبِ اوّل

ان حالات کے بیان میں جو اسم مبارک اَلظَّاہِرُ سے مناسبت رکھتے ہیں۔ اور توحید کی قسم خاص کے ظہور اور اُن عروجات کے بیان میں جو مُحَدَّد (عرش) سے اوپر واقع ہوئے۔ اور بہشت کے درجات کے انکشاف اور بعض اہل اللہ کے مراتب کے ظہور کے بیان میں اپنے پیر و مرشد کو لکھا جو بزرگ کامل کامل کرنے والے، درجات ولایت تک پہنچانے والے، اس طریقے کی ہدایت کرنے والے جس میں ابتدا، انتہا میں درج ہے، پسندیدہ دین کی تائید کرنے والے ہمارے شیخ و امام الشیخ محمد الباقی نقشبندی احراری قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس۔ اور اللہ انہیں ان کی آرزو کے اقصیٰ مقام تک پہنچائے۔

عرضداشت۔ کمترین بندگان احمد حضور کی خدمت میں عرض اور حسب حکم مبارک گستاخی کرتا ہے اور اپنے احوال پریشان بیان کرتا ہے کہ دوران راہ وہ ذات اسم الظاہر میں اس قدر متجلی ہوئی کہ خاص خاص تجلی میں علیحدہ علیحدہ ظہور فرمایا۔ خصوصاً عورتوں کے لباس میں، بلکہ ان کے الگ الگ اجزا میں ظہور فرمایا۔ اور اس وقت میں اس گروہ مستورات کا اس قدر مطیع و منقاد ہوا کہ کیا عرض کروں۔ اور میں اس انقیاد و اطاعت میں بے اختیار تھا۔ وہ ظہور جو عورتوں کے لباس میں ہوا وہ کسی اور جگہ نہیں تھا۔ خصوصی لطائف اور حسن و جمال کے عجیب و غریب نظارے جو اس لباس میں ظاہر ہوئے کسی اور مظہر میں ظاہر نہ ہوئے۔ میں ان کے آگے اپنے آپ کو پانی کی طرح پگھلا ہوا محسوس کرتا تھا۔ اسی طرح کھانے اور پینے کی ہر چیز میں علیحدہ علیحدہ ظہور ہوا۔ وہ لطافت اور حسن جو لذیذ اور پُر تکلف کھانے میں تھی اس کے ماسوا میں نہ تھی۔ اور میٹھے پانی اور غیر میٹھے پانی میں بھی ایسا ہی فرق تھا۔ بلکہ ہر لذیذ اور شیریں چیز میں اپنے اپنے درجات کے مطابق خصوصی کمال کا ظہور تھا۔ اس تجلی کی خصوصیات کو تحریر میں نہیں لا سکتا۔ اور اگر حاضر خدمت ہوتا تو شاید عرض کرتا۔ لیکن ان تجلیات کے دوران رفیق اعلیٰ (محبوب حقیقی) کی آرزو رکھتا تھا۔ اور ان تجلیات کی طرف اپنی وسعت کے مطابق توجہ نہیں کرتا تھا۔ لیکن غلبہ حال کی وجہ سے کوئی چارہ نہیں پاتا تھا۔ اس اثناء میں معلوم ہوا کہ یہ تجلی خدا تعالیٰ کی نسبت تنزیہی سے کوئی مخالفت نہیں رکھتی۔ اور یہ کہ باطن اسی طرح اس نسبت تنزیہی کا گرفتار ہے۔ ظاہر کی طرف بالکل متوجہ نہیں۔ اور میرے ظاہر کو بھی جو اس نسبت سے خالی اور معطل تھا، اس تجلی سے مشرف فرمایا۔ میں نے بالیقین ایسا پایا کہ باطن بالکل کج نظری میں مبتلا نہیں ہے۔ بلکہ تمام معلومات اور ظہورات



Marfat.com

سے اعراض کیے ہوئے ہے۔ اور ظاہر جو کثرت اور دوئی کی طرف متوجہ تھا وہ بھی ان تجلیات سے بہرہ ور ہوا ہے۔ کچھ وقت کے بعد یہ تجلیات ختفا اور پوشیدگی میں چلی گئیں۔ اور وہی حیرت و نادانی کی حالت قائم اور موجود رہی۔ اور وہ تجلیات اس طرح معدوم ہوگئیں گویا وہ کبھی مذکور بھی نہیں ہوئی تھیں۔ اس کے بعد ایک خاص فنا رونما ہوئی۔ اور غالب گمان ہے کہ وہ یقین علمی جو تعین کے عود کرنے کے بعد پیدا ہوا وہ اس فنا میں گم ہوگیا۔ اور نفسانیت و انانیت کے گمان کا کچھ اثر باقی نہ رہا۔ اس وقت اسلام کے نشانات ظاہر ہونا اور شرک خفی کے نشانات مٹنا شروع ہوئے۔ اسی طرح اپنے اعمال کی کوتاہی اور اپنی نیتوں اور خیالات کو لائق ملامت جاننے کا احساس شدت سے ظاہر ہوا۔ بالجملہ کچھ نشانات عبودیت اور نیستی کے چہرطائر رونما ہوئے۔ خدا سبحانہٗ وتعالیٰ آپ کی توجہ کی برکت سے بندگی کی حقیقت تک پہنچائے۔

عرش پر بہت سے عروجات واقع ہوئے:

**مرتبہ اوّل:** مسافت طے کرنے کے بعد جب عرش پر پہنچا تو یہ ایسا عروج تھا جہاں دارِ خلد (جنت) نیچے محسوس ہوتی تھی۔ اس دوران دل میں آیا کہ اس جگہ بعض لوگوں کے مقامات دیکھوں۔ جب اس طرف متوجہ ہوا تو ان کے مقامات نظر پڑے اور ان اشخاص کو بھی ان کے تفاوت درجات کے مطابق ان مقامات میں پایا۔

**مرتبہ دوم:** پھر ایک اور عروج واقع ہوا جس میں مشائخ عظام، ائمۂ اہل بیت، خلفاء راشدین کے مقامات اور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقام خاص اسی طرح اپنے اپنے درجات کے مطابق تمام باقی انبیاء و رُسُل اور فرشتوں کے بلند ترین گروہ کے مقامات عرش سے اوپر مشہود ہوئے۔

اور عرش سے اوپر اس مقدار میں عروج واقع ہوا کہ مرکز خاک سے عرش تک یا اس سے کچھ نیچے۔ اور حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس کے مقام تک منتہی ہوا۔ اور اس مقام سے اوپر کچھ مشائخ تھے بلکہ اسی مقام میں یا ذرا اوپر جیسے شیخ معروف کرخی اور شیخ ابو سعید خراز۔ اور باقی کچھ مشائخ کے مقامات کچھ نیچے اور بعض وہی مقامات رکھتے تھے۔ نیچے تو شیخ علاؤ الدولہ اور شیخ نجم الدین کبریٰ جیسے مشائخ تھے اور ان سے اوپر ائمہ اہل بیت تھے، اور ان سے اوپر خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ اور باقی انبیاء علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقامات ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام سے الگ ایک طرف تھے۔ اسی طرح بلند ترین گروہ ملائکہ کے مقامات بھی علیحدہ ایک طرف کو تھے علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام۔ لیکن حضور سرور کائنات علیہ السلام کے مقام کو سب پر فوقیت اور سرداری حاصل تھی۔ واللہ سبحانہٗ اعلم بحقائق الامور کلھا (اللہ تعالیٰ ہی تمام امور کے حقائق کو بہتر جانتا ہے)۔



Marfat.com

اور میں جب بھی چاہتا ہوں عروج واقع ہو جاتا ہے۔ اور بعض اوقات چاہنے کے بغیر بھی واقع ہوتا ہے۔ اور بعض دوسری چیزیں بھی دکھائی جاتی ہیں اور بعض عروجوں پر اثرات بھی مرتب ہوتے ہیں۔ اور بہت سی باتیں بھول جاتی ہیں اور میں بہت کوشش کرتا ہوں کہ بعض حالات لکھوں اور کوشش کرتا ہوں کہ آپ کی خدمت میں عرضداشت کے وقت یاد آئیں لیکن یاد نہیں آتے۔ اس لیے کہ یہ بات حقیر محسوس ہوتی ہے۔ یہ تو استغفار کا موقع ہے کچھ لکھنے کا نہیں۔ اس عریضہ کی تحریر کے دوران بعض باتیں یاد تھیں آخر حافظے نے وفا نہ کی اور کچھ نہ لکھ سکا۔ زیادہ گستاخی کی جرأت نہیں۔

ملا قاسم علی کا حال بہتر ہے۔ استہلاک و استغراق کا غلبہ ہے اور تمام مقامات جذبہ سے اوپر قدم رکھ چکا ہے۔ پہلے صفات کو اصل دیکھتا تھا، اب باوجود صفات کے اپنے سے جدا دیکھتا ہے اور اپنے کو خالی محض پاتا ہے۔ بلکہ وہ نور جس سے صفات قائم ہیں اسے اپنے سے جدا دیکھتا ہے اور خود کو اس نور سے الگ ایک طرف پاتا ہے۔ دوسرے دوستوں کے حالات بھی روز بروز بہتر ہو رہے ہیں۔ دوسری عرضداشت میں ان شاء اللہ تعالیٰ تفصیل سے عرض کیا جائے گا۔

# مکتوب نمبر (۲)

ترقیوں کے حصول اور عنایات خداوندی جل سلطانہ پر فخر کرنے کے بیان میں۔

یہ مکتوب بھی اپنے پیر بزرگوار قدس سرہٗ کو لکھا۔

عرضداشت۔ کمترین بندگان احمد بلند بارگاہ کی خدمت میں عرض کرتا ہے۔ ماہ رمضان مبارک کے متصل استخارہ کا حکم مولانا شاہ محمد نے پہنچایا۔ ماہ رمضان تک اتنی فرصت نہ مل سکی کہ اپنے آپ کو آستانہ بوسی کے شرف سے مشرف کر سکتا۔ لاچار اس مدت کے گزر جانے سے اپنے آپ کو تسلی دی۔ آپ کی بلند توجہات کی برکت سے مسلسل اور متواتر جو عنایات خداوندی اس ناچیز پر فائض اور وارد ہو رہی ہیں ان کے متعلق کیا عرض کرے ؎

من آں خاکم کہ ابر نوبہاری    کند از لطف بر من قطرہ باری
اگر بر روید از تن صد زبانم    چو سبزہ شکر لطفش کے توانم

میں وہ خاک ہوں کہ موسم بہار کا بادل اپنے لطف و کرم سے مجھ پر برس رہا ہے۔ سبزے کی طرح میرے جسم پر اگر سو زبانیں بھی اگ آئیں پھر بھی میں اس کی مہربانیوں کا شکر ادا نہیں کر سکتا۔



Marfat.com

اگرچہ اس قسم کے حالات کا اظہار گستاخی کا وہم ڈالتا ہے' اور اس سے فخر و مباحات کا احساس ہوتا ہے ۔

ولے چوں شاہ مرا برداشت از خاک سزد گر بگذرانم سر ز افلاک

لیکن جب شاہ مجھے خاک سے اوپر اٹھائے تو لائق ہے کہ میں اپنا سر افلاک سے بھی اوپر لے جاؤں۔

عالم صحو و بقا کی ابتداء اواخر ماہ ربیع الآخر سے شروع ہے اور اس وقت تک بقاء خاص سے ہر لحہ مشرف کر رہے ہیں۔ حضرت شیخ محی الدین قدس سرہٗ کی تجلی ذاتی کی ابتداء ہو چکی ہے۔ مجھے صحو میں لاتے ہیں اور پھر سکر کی طرف لے جاتے ہیں۔ اور اس عروج و نزول میں علوم غریبہ اور معارف عجیبہ فائض کر رہے ہیں۔ اور ہر مرتبہ میں خاص احسان و شہود سے جو اس مقام بقا کے مناسب ہے مشرف کر رہے ہیں۔ ماہِ رمضان مبارک کی چھ تاریخ کو ایک ایسے بقا اور احسان سے مشرف فرمایا گیا ہے جس کے متعلق بندہ کیا عرض کرے۔ معلوم ہوتا ہے کہ نہایت استعداد اسی مقام تک تھی۔ اور وہ وصل جو اس مقام کے مناسب تھا اس سے بھی مشرف فرمایا گیا۔ جذبہ کی جہت اب تمام ہو چکی ہے اور سیر فی اللہ جو اس مقام جذبہ کے مناسب ہے' اس کے آغاز کا وقوع ہو چکا ہے۔ جس قدر فنا اکمل ہوگی اس پر بقا بھی ویسی ہی مرتب ہوگی۔ اور جس قدر بقا اکمل ہوگی' حالت صحو بھی زیادہ حاصل ہوگی۔ اور جس قدر حالت صحو زیادہ ہوگی' اسی قدر علوم کا افاضہ بھی شریعت غرا کے مطابق زیادہ ہوگا۔ کیونکہ کامل صحو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا حصہ ہے۔ اور وہ علوم جو ان سے صادر ہوتے ہیں وہ سراسر شریعت اور عقائد ہیں' جو ذات و صفات کے بیان میں ہیں۔ اور ان علوم کے ظاہر کی مخالفت بقیہ سکر سے واقع ہوتی ہے۔ اس وقت جو معارف اس کمینہ پر فائض و وارد ہوتے ہیں اکثر معارف شرعیہ پر مشتمل ہیں۔ اور ان میں انہی کا بیان ہے اور علم استدلالی کشفی اور بدیہی اور مجمل مفصل ہو جاتا ہے۔ ع

گر بگویم شرح ایں بیحد شود

یعنی اگر ان کی شرح کی جائے تو بے حد ہو جائے۔ میں ڈرتا ہوں کہ مبادا معاملہ گستاخی تک پہنچ جائے گا

بندہ باید کہ حد خود داند

بندے کو چاہیے کہ حد کے اندر رہے



Marfat.com

# مکتوب نمبر (۳)

بعض دوستوں کے مقام مخصوص میں بند ہو جانے اور بعض کے ترقی کر کے تجلی ذاتی کے مقامات تک پہنچنے کے بیان میں اپنے پیر بزرگوار کو لکھا:

عرضداشت ۔ جو دوست یہاں ہیں نیز وہ دوست جو وہاں ہیں ایک مقام میں محبوس و بند ہو چکے ہیں۔ ان کے ان مقامات سے نکلنے کا راستہ مشکل ہو چکا ہے۔ وہ قوت قدرت جو اس مقام کے مناسب ہے بندہ اپنے اندر نہیں پاتا۔ حق سبحانہٗ و تعالیٰ آپ کی توجہات عالیہ کی برکت سے ترقی عطا کرے۔ اس کمینہ کے خویشوں میں سے ایک شخص اس مقام سے گزر چکا ہے اور تجلیات ذاتی کی ابتدا تک پہنچ گیا ہے۔ اس کا حال بہت اچھا ہے۔ اس حقیر کے قدم پہ قدم رکھ رہا ہے۔ دوسروں کے متعلق بھی پر امید ہے۔ وہاں کے کچھ دوست مقربین کے راستہ سے مناسبت نہیں رکھتے۔ ان کے موافق حال طریقہ ابرار ہے۔ تاہم جس قدر ان کو دولت یقین حاصل ہو چکی ہے وہی غنیمت ہے۔ اسی طریقہ پر ان کو حکم فرمانا چاہیے۔ ع

ہر کسے را بہر کارے ساختند

ہر ایک کو اس کے مناسب حال کام کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔

ان کے نام ظاہر کرنے کی گستاخی نہیں کی۔ آپ سے وہ مخفی نہیں ہوں گے۔ زیادہ گستاخی کی جرأت نہ کی۔

اس عرضداشت کی تحریر کے دن میر سید شاہ حسین نے اپنی مشغولی باطن میں یوں دیکھا گویا بڑے دروازہ تک پہنچ گئے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ دروازہ حیرت ہے۔ اور کہتے ہیں کہ اس دروازے کے اندر نگاہ ڈالتا ہوں تو اندر آپ کو اور مجھے (حضرت مجدد قدس سرہٗ کو) دیکھتا ہوں۔ ہر چند کوشش کرتا ہوں کہ اندر قدم رکھوں لیکن پاؤں میری موافقت نہیں کرتے۔

# مکتوب نمبر (۴)

عظیم القدر ماہ مبارک رمضان شریف کے فضائل اور حقیقت محمدیہ علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان میں ——— یہ مکتوب بھی اپنے پیر بزرگوار کو لکھا۔

حقیر ترین خادم کی عرضداشت یہ ہے کہ ایک مدت سے بذریعہ خط مبارک اُس بلند آستانہ کے خادموں



Marfat.com

کے متعلق بندہ کچھ اطلاع اور واقفیت نہیں رکھتا۔ ہر وقت منتظر ہے۔

ماہ رمضان مبارک کی آمد آمد ہے۔ اس ماہ مبارک کی قرآن مجید کے ساتھ جو تمام کمالات ذاتی اور شیونی کا جامع ہے، اور دائرۂ اصل میں اس طرح داخل ہے کہ ذرہ برابر ظلیت اس کی طرف راہ نہیں پا سکتی۔ اور حقیقت محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کا ظل اول ہے، مکمل مناسبت رکھتا ہے۔ اسی مناسبت کی بنا پر اس مقدس کتاب کا نزول اس ماہ مبارک میں واقع ہوا۔

| | |
|---|---|
| شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ۔ | رمضان المبارک وہ مہینہ ہے کہ اس میں قرآن حکیم کا نزول ہوا۔ |

اس بات کا مصداق ہے۔ اور اسی مناسبت کی وجہ سے یہ مہینہ تمام خیرات و برکات کا جامع ہے۔ ہر طرح کی خیر و برکت تمام سال میں جس کسی کو پہنچتی ہے جس راہ سے بھی پہنچتی ہے، اس عظیم القدر ماہ مبارک کی بے نہایت برکات کا ایک قطرہ ہے۔ اگر اس ماہ مبارک میں جمعیت نصیب رہی تو سارا سال جمعیت حاصل رہے گی۔ اور اگر اس ماہ مبارک میں پراگندگی رہی تو سارا سال پراگندگی پیچھا نہیں چھوڑے گی۔ تو کتنا مبارک ہے وہ شخص جس کے پاس یہ مہینہ آیا اور اس سے راضی اور خوش گیا۔ اور خرابی ہے اس شخص کے لیے جس سے یہ مہینہ ناراض گیا اور اس کی برکات و خیرات سے محروم رہا۔ اور اس ماہ مبارک میں قرآن مجید کے ختم کی سنت بھی اسی تعلق کی بنا پر معلوم ہوتی ہے تاکہ تمام اصلی کمالات اور ظلی برکات میسر ہوں۔ تو جس نے ان دونوں کو جمع کر لیا، امید ہے کہ وہ اس کی برکات سے محروم نہیں رہے گا اور اس کی خیرات سے روکا نہیں جائے گا۔

وہ برکات جو اس مبارک مہینہ کے ایام سے متعلق ہیں اور ہیں، اور وہ خیرات جو اس کی راتوں سے وابستہ ہیں کچھ اور ہیں۔ اسی راز کے باعث شاید یہ بات ہے کہ جلدی روزہ افطار کرنے کا حکم ہے اور سحری میں تاخیر کرنے کے متعلق وارد ہوا ہے۔ تاکہ دن رات کے دونوں وقتوں کے اجزا میں امتیاز و فرق حاصل ہو۔ قابلیت اولیٰ جس کا اوپر ذکر ہوا، اور حقیقت محمدیہ علیٰ مظہرہا الصلوات والتسلیمات کہ اس سے عبارت ہے وہ قابلیت ذات نہیں جو صفات سے متصف ہے جیسا کہ بعض لوگوں نے کہا ہے۔ بلکہ عز سلطانہٗ کی ذات کی قابلیت مراد ہے جو اعتبار علمی کے ساتھ ملحوظ ہے اور جو تمام کمالات ذاتی اور شیونی سے متعلق ہے۔ یہی حقیقت قرآن مجید کو حاصل ہے۔ باقی رہی انصاف کی قابلیت جو خانہ صفات سے تعلق رکھتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کے درمیان برزخ اور پردہ ہے۔ یہ دوسرے انبیاء کرام علیٰ نبینا و علیہم الصلوات والتسلیمات کی حقیقت ہے۔ یہی قابلیت بعض اعتبارات کے لحاظ سے جو اس میں پائے جاتے ہیں متعدد حقیقتوں کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ حقیقت محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی گو ظلیت رکھتی ہے تاہم صفات کا رنگ اس بے آمیزش



Marfat.com

نہیں رکھتا اور کوئی واسطہ درمیان میں حائل نہیں۔ اور محمدی المشرب جماعت کی حقیقتیں ذات عزّ شانہٗ کی قابلیات ہیں اعتبار علمی کے ساتھ جو بعض ان کمالات سے متعلق ہے۔ اور محمدی قابلیت ذات واجب تعالیٰ اور ان قابلیات متعددہ کے درمیان برزخ و پردہ ہے۔ اور ان بعض کا حکم اس واسطہ سے ہے کہ ان کا قدم خانہ صفات میں ہے اور بس۔ اور اس خانہ صفات کا نہایت عروج اس قابلیت تک ہے۔ تو ضروری طور پر اس کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی گئی ہے۔ اور چونکہ یہ قابلیت اتصاف ہرگز مرتفع نہیں ہو سکتی۔ تو ان بعض نے بھی یہ حکم لگا دیا کہ قابلیت محمدی علیٰ مظہرہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ ہمیشہ حائل رہتی ہے۔ ورنہ قابلیت محمدیہ کو علیٰ مظہرہا الصلوٰۃ والسلام جو صرف ایک اعتبار ہے اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی ذات میں نظر سے ارتفاع ممکن ہے بلکہ اس کا وقوع بھی ہو چکا ہے۔ اور اتصاف کی قابلیت بھی اگرچہ ایک اعتبار ہے۔ لیکن برزخیت کی وجہ سے صفات کا رنگ اختیار کر چکا ہے جو خارج میں زائد وجود کے ساتھ موجود ہیں اور جن کا ارتفاع غیر ممکن ہو چکا ہے۔ لہٰذا ضروری طور پر یہ اتصاف دائمی بیچ میں حائل رہتا ہے۔

اس قسم کے علوم جن کا منشا اصالت اور ظلیت کی جامعیت ہے، بہت وارد اور فائض ہوتے ہیں۔ ان میں سے اکثر کاغذ پر لکھ لیے جاتے ہیں قطبیت کا مقام جو دقیق علوم کا منشا ہے ظلی مقام ہے اور فردیت کا مقام دائرۂ اصل کے معارف کے مدد کا واسطہ ہے۔ ان دو دولتوں (مقام قطبیت اور مقام فردیت) کے حصول کے بغیر ظل اور اصل کے درمیان فرق و امتیاز نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا بعض مشائخ قابلیتِ اُولیٰ کو جسے تعین اول بھی کہتے ہیں ذات سے زائد نہیں مانتے۔ اور اس قابلیت کے شہود کو ہی تجلی ذاتی خیال کرتے ہیں لیکن حق بات وہی ہے جو میں نے بیان کی اور جس کی میں نے وضاحت کر دی ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ حق کو حق ظاہر کرتا ہے اور وہی سیدھے راستے کا ہادی ہے۔

جس رسالے کی تحریر کا بندہ کو حکم ہوا تھا اس کے مکمل کرنے کی توفیق میسر نہیں آسکی اور جتنی لکھ چکا تھا اتنی ہی تحریرات پڑی ہیں۔ پتہ نہیں اس توقف میں خدا تعالیٰ جل سلطانہٗ کی کیا حکمت پوشیدہ ہے۔ زیادہ گستاخی ادب سے دور ہے۔

# مکتوب نمبر (۵)

خواجہ برہان الدین کی سفارش کے سلسلہ میں جو آپ کے مخلصوں میں سے تھے اور کچھ دوسرے حالات کے بیان میں ——— یہ مکتوب بھی اپنے پیر بزرگوار کو لکھا۔

کمترین خادم کی عرضداشت یہ ہے کہ حضرات خواجگان (نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم) کی طریقت



Marfat.com

کے بارے میں لکھ کر ارسال خدمت کیا ہے آپ کی نظر مبارک سے گزرے گا۔ ابھی مسودہ ہے خواجہ برہان آپ کی طرف جلد ہی چل پڑے نقل مسودہ کی فرصت نہ مل سکی۔ اس امر کا احتمال ہے بعض دوسرے علوم بھی اس سے لاحق کر دیے جائیں۔ ایک روز رسالہ سلسلۃ الاحرار نظر سے گزرا اور اس کے مطالعہ سے میرے دل شکستہ میں گزرا کہ حضرت کی خدمت میں عرض کروں آپ خود اس رسالہ کے علوم کے بارے میں کچھ تحریر فرمائیں یا اس فقیر کو حکم دیں' تاکہ بندہ اس سلسلہ میں کچھ لکھ سکے۔ یہ خیال کافی قوت پکڑ گیا تو اس کے ساتھ ہی اس مسودہ سے متعلق بعض مزید علوم کا فیضان و ورود ہوا۔ بہرحال اس رسالہ کے بعض علوم کی وضاحت ہو سکی۔ اگر اس مسودہ کو تکملہ تصور کر لیں تو اس کی بھی گنجائش ہے۔ اور اگر بعض مناسب کو منتخب کر کے اس رسالہ سے ملحق کر دیں تو یہ صورت بھی ٹھیک ہے۔ زیادہ جرأت ادب سے دور ہے۔

خواجہ برہان نے اس مدت میں خوب کام کیا ہے اور تیسری سیر سے جو مقام جذبہ سے تعلق رکھتی ہے اس سے بھی ان کو حصہ مل چکا ہے۔ صوبہ مالوہ میں معاش کے لحاظ سے ان کا وقت پراگندہ اور مشوش ہو گیا ہے۔ ملازمت کے لیے حاضر ہو رہے ہیں۔ آپ جو حکم بھی فرمائیں گے مبارک ہو گا۔

## مکتوب نمبر (۶)

جذبہ اور سلوک کے حصول کے بیان میں' اور جمال و جلال دونوں صفتوں کے ساتھ تربیت پانے اور فنا و بقا اور ان کے متعلقات اور نسبت نقشبندیہ کے فائق اور اعلیٰ ہونے کے بیان میں ـــــ یہ مکتوب بھی اپنے پیر بزرگوار کو لکھا۔

کمترین غلام' احمد کی عرضداشت یہ ہے کہ مرشد علی الاطلاق (اللہ تعالیٰ) جل شانہ' نے آپ کی توجہ کی برکت سے جذبہ اور سلوک دونوں طرح پر (اس ناچیز کی) تربیت فرمائی ہے اور جمال و جلال دونوں صفتوں کی تربیت کے ساتھ نوازا ہے۔ اب جمال عین جلال اور جلال عین جمال ہے۔ رسالہ قدسیہ (مصنفہ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ) کے بعض حواشی کی اس عبارت کو اپنے مفہوم صریح سے بدل دیا گیا ہے۔ اور ایک موہوم معنی پر حمل کر لیا گیا ہے۔ حالانکہ وہ عبارت اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے' اس میں تاویل و انحراف کی گنجائش نہیں۔ اور اس تربیت کی علامت یہ ہے کہ مجھے محبت ذاتی سے متحقق کر دیا گیا ہے۔ محبت ذاتی کے ساتھ موصوف ہونے سے قبل اس کا کوئی امکان نہیں ہوتا۔ اور محبت ذاتی فنا کی علامت ہے۔ اور فنا ماسوی اللہ کو بھول جانے کا نام ہے۔ تو جب تک تمام علوم سینہ سے دور نہ ہو جائیں اور انسان جہل مطلق



Marfat.com

تے موصوف نہ ہو جائے فنا سے حصہ نہیں پا سکتا۔ اور یہ حیرت اور جہل دائمی ہے' اس کے زوال کا امکان نہیں۔ اور نہ یہ بات ہے کہ کبھی زائل ہو جائے اور حاصل ہو جائے۔ غایۃ درجہ یہ بات ہے کہ بقا سے پہلے محض جہالت ہوتی ہے اور بقا کے بعد جہالت اور علم دونوں جمع ہو جاتے ہیں۔ عین نادانی میں شعور ہوتا ہے اور عین حیرت میں شہود حاصل ہوا ہوتا ہے۔ اور یہ حق الیقین کا مقام ہے' جہاں علم اور عین ایک دوسرے کے لیے حجاب نہیں ہیں۔ اور وہ علم جو اس جہالت سے پہلے حاصل ہوا ہوتا ہے وہ درجۂ اعتبار سے ساقط ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے اگر علم ہے تو اپنے میں ہے۔ اگر شہود ہے تو وہ بھی اپنے اندر ہے۔ اور اگر معرفت یا حیرت ہے تو وہ بھی اپنے ہی اندر ہے۔ جب تک نظر باہر ہے بے نتیجہ ہے۔ اگرچہ اپنے اندر ہی نظر ہو اِدھر اُدھر سے نظر کو بالکل منقطع کرنا ضروری ہے۔ حضرت خواجہ بزرگ (خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہٗ) فرماتے ہیں کہ اہل اللہ فنا اور بقا کے بعد جو کچھ دیکھتے ہیں اپنے اندر دیکھتے اور جو کچھ پہچانتے ہیں اپنے اندر پہچانتے ہیں۔ ان کو اپنے وجود میں حیرت ہوتی ہے۔ اس سے بھی صریحاً معلوم ہوتا ہے کہ شہود' معرفت اور حیرت' یہ سب چیزیں صرف نفس میں ہیں' باہر کہیں بھی نہیں ہیں۔ جب تک ان تینوں سے باہر ہے چاہے اپنے اندر ہی ہو فنا سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا' تو بقا سے کیسے حصہ پا سکتا ہے۔ فنا اور بقا کا نہایت مرتبہ یہی ہے۔ اور یہ فنا مطلق ہے اور مطلق فنا عام ہے۔ بقا فنا کے اندازے کے مطابق ہوتی ہے۔ لہٰذا بعض اہل اللہ فنا اور بقا سے موصوف ہونے کے باوجود باہر کا بھی مشاہدہ کرتے ہیں لیکن ان حضرات نقشبندیہ قدس سرہم کی نسبت تمام نسبتوں سے فائق ہے ؎

نہ ہر کہ آئینہ دارد سکندری داند  نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

ہر آئینہ رکھنے والا سکندری کے اسرار و رموز سے واقف نہیں ہوتا۔ اور نہ ہر سر تراشنے والا قلندری ہی جانتا ہے۔

جب اس سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے اکابرین سے صدیوں کے بعد صرف ایک یا دو کو اس نسبت سے مشرف کرتے ہیں تو دوسرے سلاسل میں تو اس نسبت کے حصول کا تناسب بہت ہی کم ہے یہ نسبت دراصل حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ کی نسبت ہے۔ اور نسبت کو تمام و کمال تک پہنچانے والے خواجہ خواجگان حضرت خواجہ بہاؤالدین المعروف نقشبند قدس سرہم ہیں۔ اور آپ کے خلفاء میں سے حضرت خواجہ علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ اس دولت سے مشرف ہوئے ہیں ؎

ایں کار دولت است کنوں تا کرا دہند

یہ ایک عظیم دولت ہے۔ اب دیکھیے یہ کسے عطا ہوتی ہے



Marfat.com

عجیب بات ہے' پہلے ہر بلا و مصیبت جو واقع ہوتی تھی فرحت و سرور کا باعث تھی۔ اور یہ ناچیز مزید کا مطالبہ کرتا تھا۔ اور جس قدر سامان دنیوی کم ہوتا تھا اس سے خوشی ہوتی تھی اور اسی طرح کی آرزو رکھتا تھا۔ لیکن اب جب کہ پھر عالم اسباب کی طرف لایا گیا ہے' تو نظر اپنے عجز اور اپنی محتاجی پر پڑی۔ اگر تھوڑا سا ضرر لاحق ہوتا ہے تو فوراً ہی ایک درجہ غم و حزن محسوس ہوتا ہے' اگرچہ وہ جلد زائل بھی ہوتا ہے اور اس کا کچھ اثر باقی نہیں رہتا۔ اسی طرح پہلے جب بارگاہِ الٰہی میں دفع بلا و مصیبت کے لیے دعا کرتا تھا تو اس سے مقصود اس کا رفع اور ازالہ نہیں ہوتا تھا' بلکہ خدا تعالیٰ کے حکم اُدْعُوْنِیْ کی بجا آوری مقصود ہوتی تھی۔ لیکن اب دعا سے مصائب و بلیات کا رفع مقصود ہوتا ہے اور وہ خوف و غم جو زائل ہو چکا تھا واپس لوٹ آیا ہے۔ اور معلوم ہوا ہے کہ یہ سب کچھ سُکر کی وجہ سے تھا۔ حالت صحو میں جس طرح عوام الناس کو خوف، غم، عجز، محتاجی اور خوشی کے عوارض لاحق ہوتے ہیں اسی طرح اس بندہ خدا کو بھی ہوتے ہیں۔ ابتداء میں بھی جب دعا سے مقصود دفع بلا و مصیبت نہیں تھی' دل کو یہ بات اچھی نہیں لگتی تھی۔ لیکن غلبہ حال کے باعث دل میں یہ بات گزرتی تھی کہ انبیاء کرام کی دعائیں بھی حصول مراد کے لیے نہیں ہوتی تھیں۔ اب جبکہ اس حالت سے مشرف کیا گیا ہے اور معاملہ کی اصل حقیقت واضح کر دی گئی ہے تو پتہ چلا ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعائیں عجز و محتاجی' خوف و غم کے تحت تھیں' صرف حکم کی بجا آوری مقصود نہ تھی۔

بعض باتیں جو وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتی رہتی ہیں ان کے پیش خدمت کرنے کی گستاخی کرتا ہوں۔

## مکتوب نمبر (۷)

اپنے بعض عجیب و غریب حالات اور ضروری امور کے استفسار کے بیان میں یہ مکتوب بھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا۔

کمترین غلام' احمد کی عرضداشت یہ ہے کہ وہ مقام جو عرش سے اوپر تھا' یہ ناچیز اپنی روح کو بطریق عروج اس مقام میں پاتا تھا۔ اور وہ مقام حضرت خواجہ بزرگ (خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہٗ) کے ساتھ خاص تھا۔ ایک زمانہ کے بعد اپنے بدن عنصری کو بھی اسی مقام میں پایا۔ اور اس وقت خیال میں یوں گزرا کہ تمام عالم عنصریات و فلکیات نیچے کو چلا گیا ہے اور اس کا کوئی نام و نشان باقی نہیں رہا۔ اور جب کہ اس مقام میں صرف بعض اکابر اولیاء تھے۔ اب تمام عالم کو اپنے سمیت اس مقام میں پا کر حیرت ہوتی ہے کہ



Marfat.com

مکمل بیگانگی کے باوجود اپنے آپ کو ان کے ساتھ پاتا ہے۔ الغرض وہ حالت جو کبھی کبھی رونما ہوتی تھی اور اس میں بندہ نہ اپنے آپ کو دیکھتا تھا نہ جہان کو۔ نہ نظر سے کچھ دیکھتا تھا اور نہ علم میں کوئی چیز تھی۔ وہ حالت اب دائمی ہو چکی ہے' اور خلقت عالم کا وجود دید و دانش سے باہر ہو چکا ہے۔

اس کے بعد اس مقام میں ایک بلند محل ظاہر ہوا کہ اس کو سیڑھیاں لگی ہوئی ہیں۔ بندہ ان سیڑھیوں سے باہر آیا۔ اس کے بعد وہ مقام بھی باقی جہان کی مانند آہستہ آہستہ لمحہ بہ لمحہ نیچے چلا گیا' اور فقیر نے اپنے آپ کو بلندی پر پایا۔ بندہ اتفاق سے تحیۃ الوضو کے نفل ادا کر رہا تھا کہ ایک بہت ہی اونچا مقام نمایاں ہوا اور چار اکابر نقشبندیہ کو اس مقام میں دیکھا۔ اور دوسرے مشائخ بھی جیسے سید الطائفہ جنید بغدادی وغیرہ کو اس مقام میں پایا۔ اور بعض دوسرے مشائخ اس سے اوپر کے مقام میں ہیں۔ لیکن ان کے پائے پکڑے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور بعض نیچے ہیں اپنے اپنے درجات کے مطابق۔ اور اپنے آپ کو ان سے بہت دور پایا۔ بلکہ ان سے کچھ نسبت ہی نہ دیکھی۔ اس واقعہ سے سخت پریشانی اور اضطراب ہوا۔ قریب تھا کہ دیوانہ ہو جاؤں۔ اور غم و غصہ کی زیادتی سے جسم کو ہی خالی کر دے۔ کچھ وقت ایسے ہی گزرا۔ آخر آپ کی توجہات سے اپنے آپ کو بھی اس مقام کے مناسب پایا۔ پہلے میرا سر اس مقام کے برابر ہوا۔ پھر بتدریج اوپر بلند ہوتا گیا اور اس مقام بلند میں بیٹھ گیا۔ توجہ کے بعد یوں دل میں گزرا کہ وہ مقام تکمیل تام کا مقام ہے۔ کہ تمام سلوک طے کرنے کے بعد اس مقام پر پہنچتے ہیں۔ سلوک پورا نہ کرنے والے مجذوب سالک کو اس مقام سے حصہ نہیں مل سکتا۔ اور اس وقت یہ بھی خیال میں گزرا کہ اس مقام پر پہنچنا اس واقعہ کے نتائج سے ہے جو حضور کی خدمت میں رہنے کے زمانہ میں دیکھا تھا۔ اور خدمت اقدس میں عرض بھی کیا تھا کہ حضرت امیر (علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ) تشریف لائے اور فرمایا کہ میں تجھے آسمانوں کا علم سکھانے آیا ہوں۔ جب خوب توجہ سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ تمام خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے یہ مقام حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خاص ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

دوسری بات یہ ظاہر ہوئی کہ بُرے اخلاق و عادات ہر گھڑی مجھ سے الگ ہو رہے ہیں۔ بعض اوقات یوں خیال گزرتا ہے کہ سب الگ ہو گئے ہیں۔ اور دوسرے وقت ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کوئی اور شے ظاہر ہوئی ہے اور وہ بھی الگ ہو گئی ہے۔

دوسری گذارش یہ ہے کہ بعض امراض اور شدائد کو دور کرنے کی غرض سے توجہ کرنے کے لیے کیا یہ شرط ہے کہ مرضی خدا تعالیٰ معلوم ہو کہ اس معاملہ میں توجہ چاہیے یا نہ چاہیے یا یہ شرط نہیں، رشحات کی ظاہر عبارت سے جو حضرت خواجہ عبید اللہ الاحرار سے نقل کی ہے معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشگی جاننا شرط



Marfat.com

نہیں۔ لہٰذا اس مسئلہ میں آپ کا کیا ارشاد ہے۔ حالانکہ مجھے توجہ کرنا اچھا بھی نہیں لگتا۔

تیسری گزارش یہ ہے کہ طالبوں کو حضور میسر آجانے کے بعد ذکر سے روک دینا اور حضور کی نگہداشت کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اور پھر وہ کونسا مرتبہ حضور ہے جس میں ذکر نہیں کرتے۔ لیکن بعض ایسے بھی ہیں جو اول سے آخر تک ذکر میں مصروف رہتے ہیں اور انہیں ذکر سے کسی وقت بھی نہیں روکا گیا۔ اور اپنا کام نہایت کے قریب پہنچا چکے ہیں۔ اصل حقیقت کیا ہے؟ اس بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟

چوتھی گزارش یہ ہے کہ حضرت خواجہ (عبید اللہ احرار قدس سرہٗ) نے اپنے ملفوظات میں فرمایا ہے کہ آخر میں بھی ذکر کا حکم دیا جاتا ہے۔ کیونکہ بعض مقاصد ایسے ہیں کہ وہ اس کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے۔ ان مقاصد کا تعین فرمایا جائے۔

خدمت اقدس میں پانچویں گزارش یہ ہے کہ بعض طالب طریقہ نقشبندیہ کی تعلیم کی طلب کا اظہار کرتے ہیں لیکن غذا میں احتیاط سے کام نہیں لیتے۔ لیکن اس بے احتیاطی کے باوجود حضور قلب اور قدرے استغراق پیدا کر لیتے ہیں۔ اور غذا کے متعلق تاکید سے کام لیا جائے تو سستی اور کاہلی کے باعث بالکلیہ طریقہ ہی چھوڑ دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں کیا حکم ہے؟ اور کچھ ایسے بھی ہیں جو ارادت کے ساتھ اس سلسلہ سے صرف اتصال چاہتے ہیں، ذکر کی تعلیم نہیں چاہتے۔ کیا اس قسم کا اتصال جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو اس کا کیا طریقہ ہے؟ اس سے زیادہ طویل سلسلۂ کلام گستاخی اور بے ادبی ہے۔

# مکتوب نمبر (۸)

ان حالات کے بیان میں جو بقا اور صحو سے تعلق رکھتے ہیں ـــــ یہ مکتوب بھی اپنے پیر بزرگوار کو لکھا۔

کمترین غلام، احمد کی عرضداشت یہ ہے کہ جب سے مجھے صحو میں لائے ہیں اور بقا سے نوازا ہے علوم غریبہ اور معارف نادرہ غیر متعارفہ مسلسل اور لگاتار فائض اور وارد ہو رہے ہیں۔ ان میں سے اکثر کے بیان اور ان کی مستعمل اصطلاح سے موافقت نہیں رکھتے۔ جو کچھ مسئلہ وحدت وجود اور اس کے متعلقات کے بارے میں کہا گیا ہے، مجھے اول حال ہی میں اس سے مشرف کر دیا گیا ہے۔ اور کثرت میں وحدت کا مشاہدہ میسر آچکا ہے۔ پھر اس مقام سے کئی درجے بلند مجھے ترقی عطا فرمائی گئی ہے۔ اور اس ضمن میں انواع و اقسام کے علوم عطا فرمائے گئے ہیں۔ ان مقامات و معارف کی صریحاً تصدیق قوم کے



Marfat.com

کلام میں نہیں پائی جاتی۔ اجمالی اشارات و رموز بعض بزرگوں کے کلام مبارک میں پائے جاتے ہیں لیکن ان علوم و معارف کی صحت کا گواہ حال یہ ہے کہ علوم و معارف ظاہر شریعت، اجماع علماء اہل سنت کے بالکل موافق و مطابق ہیں، روش شریعت کے ظاہر سے ذرہ بھی مخالفت نہیں رکھتے، اور حکماء اور اصول عقلیہ سے کوئی مناسبت نہیں رکھتے۔ بلکہ علماء اسلام میں وہ جماعت جو اصول اسلام میں مخالفت رکھتی ہے ان کے اصولوں سے بھی ان علوم کی کوئی موافقت نہیں۔

یہ بھی انکشاف ہوا ہے کہ استطاعت فعل کے ساتھ ہوتی ہے۔ فعل سے قبل انسان قدرت نہیں رکھتا قدرت فعل کے ساتھ بخشتے ہیں اور احکام شریعت کی تکلیف اسباب اور اعضاء کی سلامتی پر دیتے ہیں جیسا کہ علماء اہل السنۃ نے اس کی تحقیق کی ہے۔ اور فقیر اس مقام میں اپنے آپ کو حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ کے قدم مبارک پر پاتا ہے۔ آپ اسی مقام میں تھے۔ اور حضرت علاء الدین رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اس مقام سے حصہ ملا ہے۔ اس سلسلہ عالیہ کے بزرگوں میں سے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس اللہ سرہ الاقدس اور پہلے مشائخ میں سے حضرت معروف کرخی، امام داؤد طائی، حضرت خواجہ حسن بصری اور حضرت حبیب عجمی قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم المقدسہ بھی اسی مقام میں تھے۔

ان سب مقامات اور علوم و معارف کا حاصل و خلاصہ بعد اور بیگانگی ہے۔ علاج معالجہ سے کام گزر چکا ہے۔ جب تک پردے لٹکے ہوئے تھے انہیں اٹھانے کے لیے سعی اور اہتمام کی گنجائش تھی۔ اس وقت تو اس کی بزرگی اس کا حجاب ہے

فَلَا طَبِیْبَ لَهَا وَلَا رَاقِیْ !

اب نہ تو اس کا کوئی معالج ہے اور نہ جھاڑ پھونک کرنے والا۔

مگر نہایت ہی عجیب معاملہ ہے کہ کمال بے مناسبتی اور بیگانگی کا نام وصل و اتصال رکھا ہوا ہے۔ وہی کتاب یوسف زلیخا کا ایک بیت مناسب حال ہے ؎

در افگندہ دف ایں آوازہ از دوست

کزو بر دست دف کو ہاں بود پوست

دف نے دوست کی طرف سے آواز بلند کر رکھی ہے مگر اس دوست کی طرف سے دف بجانے والوں کے ہاتھوں میں سوائے ہاتھ کے پوست اور چمڑے کے اور کوئی شئے نہیں۔

شہود کہاں ہے، شاہد کون ہے، اور مشہود کیا ہے ؎ ع

"خلق را روے کے نماید او" (وہ مخلوق کو کب چہرہ دکھاتا ہے)



Marfat.com

ما للتراب ورب الارباب یعنی "چہ نسبت خاک را با عالم پاک"

فقیر خود کو بندۂ مخلوق بے قدرت تصور کرتا ہے اور اسی طرح تمام جہان کو۔ خالق اور قادر اللہ تعالیٰ ہی کو جانتا اور مانتا ہے۔ اس کے سوا اور کوئی نسبت ثابت نہیں کرتا۔ ماسوا اللہ کو اس کا عین اور مرآۃ بننے کی کہاں گنجائش ہے ع

درکدام آئینہ درآید او
وہ کس آئینہ میں آسکتا ہے

فرقہ صحیحہ اہل سنت وجماعت کے علماء ظاہر اگر بعض اعمال میں کوتاہی کر جاتے ہیں لیکن ذات وصفات سے متعلق ان کے عقائد کی درستی کا جمال اس قدر نورانیت رکھتا ہے کہ ان کی کوتاہی اس نورانیت کے آگے مضمحل اور ناچیز ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس بعض صوفی ریاضات ومجاہدات کے باوجود چونکہ ذات وصفات سے متعلقہ عقائد میں وہ درستی نہیں رکھتے تو علماء ظاہر جیسا جمال ونورانیت بھی نہیں رکھتے۔ علماء کرام اور دینی طلبہ کے ساتھ بہت محبت پیدا ہو چکی ہے۔ ان کی روش بہت اچھی لگتی ہے۔ فقیر آرزو کرتا ہے کہ علماء اور طلبہ علوم کے گروہ میں بیٹھا ہو اور (اصول فقہ کی آخری اور مشہور کتاب) تلویح کے مقدمات اربعہ کا کسی طالب سے تکرار کر رہا ہو۔ نیز (فقہ حنفی کی مشہور کتاب) ہدایہ کا تکرار بھی شروع کر رکھا ہو۔ اور یہ فقیر معیت اور احاطہ علمی کے مسئلہ میں علماء کے ساتھ شریک ہے۔

اسی طرح یہ فقیر حق سبحانہٗ وتعالیٰ کو نہ عین عالم جانتا ہے اور نہ عالم سے متصل' نہ عالم سے منفصل اور نہ عالم کے ساتھ اور نہ اس سے جدا' اور نہ محیط اور نہ سرایت کیے ہوئے ہے۔ اور تمام ممکن اشیاء یا ان کی صفات اور ان کے افعال کو مخلوق جانتا ہے اور یہ اعتقاد نہیں رکھتا کہ ممکنات کی صفات اس کی صفات ہیں' اور ان کے افعال اس کے افعال ہیں۔ بلکہ ہر شے کے افعال میں اسی ذات واحد کی قدرت کو مؤثر جانتا ہے ممکنات کی قدرت میں فی الحقیقۃ اثر نہیں جانتا۔ جیسا کہ حکماء اور متکلمین کا مذہب ہے۔

اسی طرح سات صفات حقیقیہ واجب تعالیٰ کو موجود جانتا ہے' اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ کو ہر شے کا ارادہ کرنے والا جانتا ہے۔ اور قدرت بمعنی صحت فعل اور ترک فعل بالیقین تصور کرتا ہے۔ قدرت بمعنی

ان شاء فعل وان لم یشاء لم یفعل اگر چاہے کرے' اگر نہ چاہے نہ کرے

نہیں مانتا۔ کیونکہ جملہ شرطیہ ثانیہ ممتنع ہے۔ جیسا کہ بعض حکماء اور صوفیہ مانتے ہیں۔ کیونکہ اس معنی سے واجب تعالیٰ پر وجوب لازم آتا ہے۔ اور یہ لزوم تسلیم کرنا حکماء کے اصولوں کے موافق ہے۔ اور قضاء وقدر کے مسئلے کو علماء کے طور پر مانتا ہے۔ تو مالک کو اس بات کا کامل اختیار ہے کہ اپنی ملک میں جس طرح



Marfat.com

چاہے تصرف کرے۔ اور قابلیت اور استعداد کا کچھ دخل نہیں مانتا۔ کیونکہ اس سے بھی وجوب لازم آتا ہے۔ اور وہ سبحانہٗ وتعالیٰ مختار ہے، جیسا چاہے کرے۔ اسی طرح اور سب باتیں۔ چونکہ ان حالات کا عرض کرنا ضروری امور میں سے ہے، اس لیے ان کے عرض کرنے کی جرأت اور گستاخی کی ہے۔ ع

بندہ باید کہ حدِ خود داند

بندے کو چاہیے کہ اپنی حد کے اندر رہے

# مکتوب نمبر (۹)

ان حالات کے بیان میں جو نیچے آنے کے مقام سے تعلق رکھتے ہیں۔

یہ مکتوب بھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا۔

بد قسمت، سیاہ رُو، کوتاہی میں مبتلا، بدخو، وقت و حال کے مغرور اور وصل و کمال کے فریب خوردہ کی عرضداشت، جس کا ہر کام مولا کریم کی نافرمانی ہے۔ اور اس کا سارا عمل عزیمت اور اولیٰ کا ترک ہے، اپنے ظاہر کو آراستہ کر رکھا ہے اور خدا تعالیٰ کی نظارہ گاہ باطن کو خراب اور ویران کر رکھا ہے۔ اس کی ہمت نے ظاہر آرائی پر ہی کفایت کر رکھی ہے اور باطن ہمیشہ اس راستے سے رسوائی میں مبتلا ہے۔ اس کا قال حال کے منافی ہے، اور حال خواب و خیال پر مبنی ہے۔ اس خواب و خیال سے کیا حاصل ہو سکتا ہے اور ایسے قال و حال سے کیا عقدہ کشائی ہو سکتی ہے۔ بے نصیبی اور خسارہ نقدِ وقت ہے۔ جنایت و ضلالت ہاتھ میں ہے فساد و شرارت کا مبدا، اور ظلم و معصیت کا منشا ہے۔ مختصر یہ کہ مجسمۂ عیوب اور مجمع ذنوب ہے۔ اس کی نیکیاں لعنت و رد اور اس کی حسنات طعن و دفع کر دینے کے لائق ہیں۔

رُبَّ تَالٍ لِلْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ يَلْعَنُهٗ — بہت سے قرآن پڑھنے والے ایسے ہوتے ہیں کہ قرآن ان پر لعنت کرتا ہے۔

حدیث کا یہ مضمون اس کے حق میں گواہ عادل ہے۔

وکم من صائم لیس له من صیامه الا الظماء والجوع۔ — کتنے ہی روزہ دار ایسے ہیں جنہیں روزہ سے سوا پیاس اور بھوک کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

اس حدیث کا مضمون بھی اس کے حال پر شاہد صادق ہے۔ تو اس شخص پر افسوس جس کا یہ حال ہو اور یہ مرتبہ اور یہ کمال اور یہ درجہ ہو۔ اس کا استغفار کرنا بھی اس کے گناہوں کی طرح گناہ ہے، بلکہ ان سے بدتر ہے اور



Marfat.com

اس کی توبہ اس کے دوسرے معاصی کی طرح سراسر معصیت ہے۔ بلکہ ان سے قبیح تر قبیح جو فعل کرتا ہے وہ بھی قبیح ہوتا ہے۔ ناچیز اس کا مصداق بن چکا ہے۔ ع

زگندم جو زجو گندم نیاید

گندم سے جو اور جو سے گندم حاصل نہیں ہو سکتی

اس ناکارہ کا مرض ذاتی ہے' علاج پذیر نہیں' اور اس کی بیماری اصلی (پختہ) ہے۔ علاج کو قبول نہیں کرتی۔ جو چیز خلقت اور ذات میں داخل ہو وہ اس سے جدا نہیں ہو سکتی۔ ع

سیاہی از حبشی کے رود کہ خود رنگ است

حبشی سے سیاہی دور نہیں ہو سکتی' کیونکہ یہ اس کا طبعی رنگ ہے

کیا کیا جائے۔ اللہ کسی پر ظلم نہیں کرتا بلکہ لوگ خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔

ان سب خرابیوں کے باوجود اتنی بات ضرور ہے کہ خیر محض کے ساتھ ساتھ شر محض بھی چاہیے' تاکہ خیر کی حقیقت واضح ہو سکے۔ اشیاء ضد سے پہچانی جاتی ہیں۔ خیر و کمال کے ساتھ شر و نقص بھی چاہیے حسن و جمال کے لیے آئینہ درکار ہے' اور آئینہ شے کے مقابل ہوتا ہے۔ لہذا خیر کے لیے شر اور کمال کے لیے نقص کا آئینہ ضروری ہے۔ تو ہر وہ شے جس میں نقص و شرارت زیادہ ہو گی وہ خیر و کمال کی نمائندگی بھی زیادہ کرے گی۔ عجیب کاروبار ہے کہ ذم نے مدح کے معنی پیدا کر دیے اور یہ شرارت و نقصان خیر و کمال کا محل بن گیا۔ اسی وجہ سے مقام عبدیت تمام مقامات سے بلند ہے۔ کیونکہ یہ معنی مقام عبدیت میں اتم و اکمل ہے۔ محبوبوں کو ہی اس مقام سے مشرف کرتے ہیں' اور محب ذوق شہود سے لذت لیتے ہیں۔ بندگی میں لذت اور اس سے اُنس محبوبوں کے ساتھ خاص ہے۔ محبّوں کا اُنس محبوب کے مشاہدہ سے ہے' مگر محبوبوں کو محبوب کی بندگی میں انس نصیب ہوتا ہے۔ اس اُنس میں سے اُس دولت (دید تصور) تک پہنچاتے ہیں اور اس نعمت سے سرفراز فرماتے ہیں۔ اس میدان میں یکہ دوڑانے والے شہسوار سرور دنیا و دین اور سید اولین و آخرین حبیب رب العالمین ہیں علیہ من الصلوات اتمہا ومن التحیات اکملہا۔ آپ کے علاوہ جسے چاہتے ہیں کہ اپنے فضل سے نوازیں تو اسے یہ دولت حضور کی کمال متابعت کی برکت سے عطا کرتے ہیں۔ اس کمال سے اسے موصوف کر دیتے ہیں اور اس متابعت کے ذریعہ بلند مقام تک پہنچا دیتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ افضل عظیم کا مالک ہے۔ (صوفی میں کمال شر کے پائے جانے سے مراد) شر و نقص کا علم ذوقی ہے۔ یہ مراد نہیں کہ وہ شر و نقص سے متصف بھی ہوتا ہے۔ اس علم والا متخلق باخلاق اللہ ہوتا ہے۔ یہ علم ذوقی بھی اُس



Marfat.com

تخلق کے ثمرات میں سے ہے۔ ورنہ شرارت ونقص کی وہاں کیا گنجائش ہے۔ اس سے صرف علمی تعلق ہوتا ہے۔ یہ علم خیر محض کے شہود تام کے واسطے سے ہے۔ جو اس تمام خیر کے پہلو میں شر محض دکھائی دیتا ہے۔ اور یہ نفس مطمئنہ کے اپنے مقام پر نیچے اتر آنے کے بعد ہوتا ہے' اسے یاد رکھو۔ ایسا شخص جب تک اپنے آپ کو زمین پر نہیں مارے گا اور اس کا کام یہاں تک نہیں پہنچے گا۔ اپنے مالک و مولیٰ جل شانہٗ کے کمال سے بے نصیب رہے گا۔ تو وہ شخص کیونکر بے نصیب نہیں رہے گا جو اپنے آپ کو عین مولیٰ خیال کرے اور اپنی صفات کو اس کی صفات تصور کرے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے۔ یہ تو اسماء و صفات واجب تعالیٰ میں کج روی کا رستہ ہے۔ اس عقیدہ کے لوگ

وذروا الذین یلحدون فی اسمائہ — ان لوگوں سے الگ رہو جو اس کے ناموں میں الحاد کی راہ چلتے ہیں۔

میں داخل ہیں۔ یہ بات نہیں ہے کہ ہر وہ شخص جس کا جذبہ اس کے سلوک سے مقدم ہے وہ محبوبوں میں سے ہے۔ ہاں اتنی بات ہے کہ محبوبیت کے لیے جذبے کا مقدم ہونا شرط ہے۔ اور یہ بات بھی ہے کہ ہر جذبہ میں محبوبیت کے کچھ معنی پائے جاتے ہیں۔ کیونکہ جذب محبوبیت کے بغیر نہیں ہو سکتا لیکن اس قسم کی محبوبیت عارضی ہے' ذاتی نہیں۔ محبوبیت ذاتی بلا علت ہے۔ جس طرح ہر منتہی کو آخر کار جذبہ میسر آجاتا ہے۔ لیکن یہ محبوں کے زمرہ میں ہی رہتا ہے (محبوبین کے زمرہ میں شامل نہیں ہو سکتا عارضی طور پر اس میں محبوبیت کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور محبوبیت ذاتی کے لیے یہ معنی کافی نہیں۔ اور وہ معنی عارضی تزکیہ اور تصفیہ ہے۔ بعض مبتدی حضرات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع کے باعث اگرچہ بعض امور میں ہی اتباع ہو کسی حد تک اس معنی کو حاصل کر لیتے ہیں۔ بلکہ منتہی میں بھی اتباع ہی کا ہونا ضروری ہے اور بس۔ محبوبوں میں اس معنی (محبوبیت ذاتی فضلی) کا ظہور بھی آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی اتباع سے وابستہ ہے۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ وہ معنی ذاتی بھی آپ کے ساتھ مناسبت ذاتی اور اس اسم کی بنا پر ہے جو اس کا رب ہے۔ اور اس اسم کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسم کے ساتھ مناسبت کی بنا پر ہے جو آپ کا رب ہے۔ اس وجہ سے یہ خصوصیت اس میں پیدا ہوئی ہے۔ اور وہاں سے یہ سعادت حاصل کی ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

واللہ یحق الحق وھو یھدی السبیل۔

---



Marfat.com

# مکتوب نمبر (۱۰)

قرب و بُعد کے حصول اور فرق و وصل بعض غیر مشہور اور اس سے مناسب بعض علوم کے بیان میں ــــــ یہ خط بھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا۔

حقیر ترین خادم کی عرضداشت یہ ہے کہ ایک مدت سے اس بلند آستانہ کے خادموں کے حالات سے کوئی اطلاع نہیں رکھتا۔ منتظر ہے ؎

عجبے نیست اگر زندہ شود جان عزیز
چوں ازاں یار جدا ماندہ پیامے برسد

کوئی عجب نہیں کہ اگر جان عزیز زندہ ہو جائے جب اس جدا شدہ دوست کا پیغام پہنچے۔

بندہ جانتا ہے کہ حاضر درگاہ ہونے کی دولت ونعمت کے لائق نہیں۔ ع

ایں بسکہ رسد ز دور بانگ جرسم
یہ کافی ہے کہ دور ہی سے جرس (گھنٹی) کی آواز آتی رہے

عجیب کاروبار ہے۔ نہایت بُعد کا نام قرب رکھا ہوا ہے اور غایت فراق کو وصل وملاقات کہا جاتا ہے۔ گویا فی الحقیقت اس کے ضمن میں قرب ووصال کی نفی کی طرف اشارہ ہے ؎

کیف الوصول الی سعاد و دونھا
قلل الجبال و دونھن خیوف

سعاد (معشوقہ) کا وصل کیسے نصیب ہو سکتا ہے۔ حالانکہ میرے اور اس کے درمیان پہاڑوں کی بلند چوٹیاں اور ان چوٹیوں تک پہنچنے سے پہلے دشوار گزار نشیب و فراز واقع ہیں۔ تو حزن ابدی اور فکر دائمی دامنگیر ہو چکا ہے۔

مراد کو بھی آخر الامر مرید کے ارادہ سے مرید ہونا پڑتا ہے۔ اور محبوب کو بھی محب کی محبت میں محب بننا پڑتا ہے۔ دین ودنیا کے سردار علیہ من الصلوات اکملہا ومن التحیات افضلہا مرادیت اور محبوبیت کے مقام کے باوجود محبین اور مریدین میں سے تھے۔ اسی لیے آپ کے حال کی یوں خبر آئی ہے کہ:

| | |
|---|---|
| کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متواصل الحزن دائم الفکر | حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ غمگین اور متفکر رہتے تھے۔ |



Marfat.com

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود فرمایا:

مَا اُوْذِیَ نَبِیٌّ مِثْلَ مَا اُوْذِیْتُ — کسی نبی کو اتنی اذیت نہیں پہنچائی گئی جتنی مجھے پہنچائی گئی ہے۔

محب لوگ تو محبت کا بوجھ اُٹھا سکتے ہیں۔ محبوبوں کے لیے اس بوجھ کا اٹھانا دشوار ہے۔ یہ قصہ بڑا دراز ہے۔ ع

قِصَّۃُ الْعِشْقِ لَا انْفِصَامَ لَھَا

قصہ عشق ختم نہیں ہو سکتا

اس عرضداشت کا حاصل و خلاصہ یہ ہے کہ شیخ اللہ بخش قدرے جذب و محبت رکھتا ہے۔ مجبور کرکے یہ چند کلمات آپ کے خادموں کی طرف لکھواتے ہیں۔ غرض یہ ہے کہ ملازمت کا شوق ظاہر کرکے ان حدود کی طرف متوجہ ہوا ہے۔ اول کچھ مخصوص ارادوں کا اظہار کیا مگر میری طرف سے ان کے متعلق عدم دلچسپی محسوس کرکے اب صرف ملاقات پر راضی ہو گیا ہے۔ اور یہ چند کلمات لکھوائے۔ زیادہ گستاخی ادب سے دور ہے۔

# مکتوب نمبر (۱۱)

بعض مکاشفات، اپنے قصور دیکھنے کے مقام کے حصول اور تمام اعمال و اقوال میں اپنے آپ کو عیب ناک جاننے اور شیخ ابو سعید ابوالخیر کے اس کلام "عین نمی ماند اثر کجا ماند" کے راز کے ظاہر ہونے اور بعض دوستوں کے حالات کے بیان میں —— یہ مکتوب بھی اپنے پیر بزرگوار کو لکھا۔

کمترین غلام، احمد کی عرضداشت یہ ہے کہ جس مقام میں ناچیز نے اپنے آپ کو پہلے دیکھا تھا آپ کے حکم عالی کے مطابق جب دوبارہ اس کا ملاحظہ کیا تو خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عبور اس مقام میں دکھائی دیا۔ مگر چونکہ اس مقام میں قیام و استقرار نہ تھا اس وجہ سے پہلی دفعہ نظر نہ پڑے۔ جس طرح ائمہ اہل بیت میں سے سوائے امامین کریمین اور امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اس میں استقرار نہ رکھتے تھے۔

اور وہ جو پہلی دفعہ اپنے آپ کو اس مقام کے مناسب نہ پایا، یہ بے مناسبتی دو طرح کی ہے۔

ایک تو یہ کہ طریقوں میں سے کسی طریقہ کے ظاہر نہ ہونے کی وجہ سے بے مناسبتی طاری ہوتی ہے۔



Marfat.com

جب اس طرف راستہ دکھا دیتے ہیں تو وہ بے مناسبتی ایک طرف کو ہٹ جاتی ہے۔
دوسری قسم وہ ہے جسے بے مناسبتی مطلق کہتے ہیں۔ یہ کسی طرح بھی قابل زوال نہیں ہے۔ اور وہ راستے جو اس مقام تک پہنچاتے ہیں صرف دو ہیں۔ تیسرا کوئی راستہ نہیں۔ یعنی نظر میں ان دو طریقوں کے علاوہ اور کوئی طریقہ ظاہر نہیں ہوتا۔

ایک تو اپنے نقص اور قصور کو دیکھنا اور خیرات اور نیک کاموں میں اپنے آپ کو متہم اور عیب ناک تصور کرنا ہے۔

دوسرا اس شیخ کامل مکمل مجذوب کی صحبت ہے جس نے سلوک مکمل کر لیا ہو۔

حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے آپ کی عنایت و مہربانی کی طفیل پہلا راستہ بقدر استعداد عنایت فرما دیا ہے۔ چنانچہ کوئی عمل اعمال خیر میں سے واقع نہیں ہوتا مگر ناچیز اپنے آپ کو اس میں متہم اور عیب ناک تصور کرتا ہے۔ جب تک کسی طرح سے اپنے آپ پر تہمت اور عیب نہیں رکھتا بے قرار اور بے آرام رہتا ہے۔ اپنے خیال میں یہ جانتا ہے کہ اپنے سے کوئی بھی ایسا عمل صادر نہیں ہوتا جو نیکیاں لکھنے والے فرشتوں کے لکھنے کے قابل ہو۔ اور ایسا جانتا ہے کہ نیکیوں کا اعمال نامہ اعمال خیر سے خالی ہے اور انہیں لکھنے والے کراماً کاتبین معطل اور بے کار ہیں۔ خدائے جل وعلا کے لائق ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور جو کچھ جہان میں ہے، حتیٰ کہ کافر فرنگ اور ملحد زندیق، سب کو اپنے سے کئی اعتبار سے بہتر جانتا ہے اور ان سب سے بدترین خیال کرتا ہے۔ اور جذبے کی جہت سے اگرچہ سیر الی اللہ مکمل اور تمام ہو چکی ہے لیکن اس کے بعض لوازم اور توابع باقی تھے جو اس فنا کے ضمن میں جو سیر فی اللہ کے مرکز کے مقام میں واقع ہوئی ہے تمام اور مکمل ہو گئے ہیں۔ اور اس فنا کے حالات اس سے پہلی عرضداشت میں تفصیلاً لکھ دیے ہیں۔ اور ہو سکتا ہے کہ حضرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ نے اس فنا کو نہایت کام جو کہا ہے اس سے مراد وہی فنا ہو جو تجلی ذات اور سیر فی اللہ کے تحقق و وجود کے بعد متحقق ہوتی ہے۔ اور ارادے کی فنا بھی اسی فنا کے شعبوں میں سے ہو سے

ہیچکس را تا نگردد او فنا نیست رہ در بارگاہ کبریا

کوئی شخص بھی جب تک فنا نہ ہو بارگاہ خداوندی کی طرف اسے راستہ نہیں مل سکتا۔

اور اس مقام سے مناسبت نہ رکھنے والے دو گروہ بھی نظر میں ہیں:

ایک جماعت اس مقام کی طرف متوجہ اور وصول کے راستے کی متلاشی ہے۔ اور ایک گروہ اس مقام کی طرف کچھ التفات اور توجہ نہیں رکھتا۔ اس مقام تک وصول کے طریقوں میں سے طریقہ دوم

Marfat.com

آپ کی توجہ سے زیادہ ظاہر ہوتا ہے اور مناسبت بھی اسی طریقہ سے محسوس کرتا ہے۔ چونکہ آپ کی جانب سے مامور تھا اس لیے تعمیل حکم کے طور پر بعض امور کے بیان میں جرأت و گستاخی کی ہے۔ ورنہ ع

من ہماں احمد پارینہ کہ ہستم ہستم

میں وہی پرانا احمد ہوں جو تھا۔

دوسری عرض یہ ہے کہ اس مقام کو دوبارہ ملاحظہ کرنے سے کچھ اور مقامات اوپر نیچے ظاہر ہوئے۔ عاجزی اور شکستگی کے ساتھ توجہ کرنے کے بعد جب اس مقام پر جو مقام سابق سے فوق اور اوپر تھا پہنچا تو معلوم ہوا کہ یہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام ہے۔ اور دوسرے خلفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی اس مقام سے عبور حاصل ہو چکا ہے۔ اور یہ مقام بھی تکمیل و ارشاد کا مقام ہے اسی طرح اوپر دو اور مقام بھی جن کا ابھی ذکر ہوگا۔ اور اس مقام سے اوپر ایک مقام دکھائی دیا۔ جب اس مقام پر پہنچا تو معلوم ہوا کہ یہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کا مقام ہے۔ اور دوسرے خلفاء کو بھی اس مقام سے عبور حاصل ہو چکا ہے۔ اور اس مقام سے بھی اوپر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام ظاہر ہوا۔ اس مقام تک بھی پہنچنا نصیب ہوا۔ اور مشائخ میں سے حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس کو ہر مقام میں اپنے ساتھ پایا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دوسرے خلفاء کو بھی اس مقام سے عبور واقع ہو چکا ہے۔ فرق صرف عبور اور قیام اور گذرنے اور ٹھہرنے کا ہے۔ اور اس سے اوپر کوئی مقام محسوس نہیں ہوتا سوائے حضرت رسالت خاتمیت کے مقام کے علیہ من الصلوات اتمہا ومن التحیات اکملہا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام کے بالکل مقابل ایک اور مقام ظاہر ہوا جو نہایت ہی نورانی تھا۔ ایسا نورانی مقام کبھی دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام سے کچھ بلند تھا۔ جس طرح چبوترے کو زمین سے قدرے بلند بناتے ہیں۔ اور معلوم ہوا کہ وہ مقام مقام محبوبیت ہے۔ اور یہ مقام رنگین اور منقش تھا۔ میں نے اس کے پرتو سے اپنے آپ کو بھی رنگین اور منقش پایا۔

اس کے بعد اسی کیفیت میں اپنے آپ کو لطیف پایا اور ہوا کی طرح یا قطعہ بادل کی طرح آفاق میں منتشر دیکھا اور بعض کناروں کو گھیرے ہوئے پایا۔ اور حضرت خواجہ بزرگ (شاہ نقشبند بخاری قدس سرہ) صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام میں اپنے آپ کو ان کے مقام کے مقابل پاتے ہیں۔ اس کیفیت کے مطابق جو عرض کی گئی ہے۔

دوسری عرض یہ ہے کہ تلقین و ارشاد کو ترک کر دینا اچھا نہیں لگتا۔ اور یہ بات ابھی بھی کیسے لگ سکتی



Marfat.com

ہے جس طرح سارا عالم گرداب ضلالت وگمراہی میں غرق ہو رہا ہو۔ ایک شخص اگر اپنے اندر انہیں نکالنے کی قوت وطاقت رکھتا ہو تو کیسے بری الذمہ تصور کر سکتا ہے۔ اگرچہ دوسرے کاموں کی بھی مشغولیت ہے مگر وعظ وارشاد میں مشغول رہنا بھی ضروری اور پسندیدہ ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ دورانِ عمل جو وساوس و خطرات پیش آتے ہیں ان سے توبہ واستغفار لازم رکھے۔ اس شرط کے ملحوظ رکھنے سے رضا کے دائرہ میں داخل ہو سکتا ہے۔ اس شرط کو ملحوظ نہ رکھنے کی صورت میں رضا میں داخل نہیں ہو سکتا بلکہ نیچے تہ میں ہی کھڑا رہتا ہے۔ لیکن حضرت خواجہ نقشبند اور حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار قدس اللہ تعالیٰ اسرارہما کے بارے میں اس شرط کے لحاظ کے بغیر ہی پسندیدگی ہے۔ اور اس (مجدد صاحب) کم درجہ حال کا عمل اس شرط کے لحاظ کے بغیر داخل ہوتا ہے اور کبھی نیچے تہ میں کھڑا رہتا ہے۔

ایک اور عرض یہ ہے کہ کتاب نفحات الانس (مصنفہ مولانا جامی قدس سرہٗ) میں حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں آیا ہے کہ "عین نمی ماند اثر کجا ماند" (عین باقی نہیں رہتی تو اثر کیسے باقی رہ سکتا ہے) لَا تُبْقِیْ وَلَا تَذَرْ۔ آتش عشق کسی شے کو باقی نہیں چھوڑتی۔ یہ بات پہلی نظر میں تو مشکل محسوس ہوئی۔ کیونکہ حضرت شیخ محی الدین اور ان کے متبعین اس بات پر ہیں کہ کسی معلوم چیز کا اللہ تعالیٰ کے معلومات میں سے زائل ہو جانا محال ہے۔ ورنہ واجب تعالیٰ کے لیے علم کے بجائے جہل لازم آئے گا۔ اور ذات ہی زائل نہ ہو تو اثر کہاں جائے گا۔ اسی طور پر یہ بات ذہن میں بیٹھی ہوئی تھی۔ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر رضی اللہ عنہ کے کلام کے مفہوم کا عقدہ حل نہیں ہو رہا۔ لیکن کامل توجہ کے بعد حق تعالیٰ نے اس کلام کا راز بھی منکشف کر دیا اور یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ نہ ذات رہتی ہے اور نہ اثر۔ اور میں نے اپنے اندر بھی یہی معنی پایا اور کوئی مشکل باقی نہیں رہی۔ اس معرفت کا مقام بھی دکھائی دیا۔

یہ نہایت ہی بلند مقام ہے جو حضرت شیخ اور ان کے متبعین کے بیان سے بھی اونچا ہے۔ یہ دو باتیں باہم مختلف اور متناقض نہیں بلکہ دونوں الگ الگ جگہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان کو تفصیل سے بیان کرنا طوالت اور رنج وملال کا باعث ہے۔

اور حضرت شیخ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کے دوام اور ہمیشگی کے متعلق جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس کا بھی پتہ چلا کہ بات سے کیا مراد ہے اور دوام سے کیا مراد ہے۔ اور اپنے اندر بھی یہ کیفیت دائماً محسوس کرتا ہے۔ اگرچہ یہ بات نوادرات سے ہے۔

ایک گزارش یہ ہے کہ کتاب دیکھنے کو طبیعت بالکل نہیں چاہتی۔ ہاں اکابر کے مقامات ومراتب



Marfat.com

عالیہ اگر کسی جگہ درج ہوں تو انہیں دیکھنے سے طبیعت بہت خوش ہوتی ہے۔ مشائخ متقدمین کے حالات بڑے مرغوب ہیں۔ حقائق و معارف سے متعلق کتابیں علی الخصوص توحید اور تنزلات مراتب سے متعلق مضامین کا مطالعہ نہیں کر سکتا۔ بندہ اپنے آپ کو اس باب میں حضرت شیخ علاؤ الدولہ رحمۃ اللہ علیہ سے بہت مناسبت پاتا ہے۔ اور اس مسئلہ میں ذوق و حال کے اندر شیخ مذکور علیہ الرحمۃ سے متفق ہے لیکن اس سلسلہ میں سابق علم اس کام کی طرف اور اس بارہ میں شدت کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔

دوسری گزارش یہ ہے کہ بعض امراض کے دفع کرنے کی توجہ کی گئی اور اس کا اثر بھی ظاہر ہوا۔ اسی طرح بعض فوت شدگان جو عالم برزخ سے تعلق رکھتے ہیں کے حالات بھی ظاہر ہوتے۔ ان کے عالم برزخ کے آلام و شداید کے رفع کرنے کے لیے توجہ کی گئی۔ لیکن اب توجہ پر قدرت نہیں۔ صورت حال یہ ہے کہ آج کل میں کسی ایک کام پر بھی اپنے آپ کو جمع اور حاضر نہیں کر سکتا۔ لوگوں کی کچھ سختیاں فقیر پر گزری ہیں اور مجھے اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا ہے۔ اور مجھ سے تعلق رکھنے والے بہت سے لوگوں کو ناحق خرابی و بربادی میں ڈالا ہے اور جلاوطن کیا ہے۔ اس کے باوجود دل پر اس سے ذرا سا غبار یا بے چینی تک محسوس نہیں ہوئی۔ دل میں ان کے متعلق برائی کا گزرنا تو بہت دور ہے۔

بعض دوستوں نے اس مقام جذبہ سے شہود و معرفت حاصل کی ہے لیکن اب تک انہوں نے سلوک میں قدم نہیں رکھا۔ ان کے کچھ حالات بھی عرض خدمت کیے ہیں۔ امید ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ جذبہ کے پہلو کی تکمیل کے بعد انہیں دولت سلوک سے بھی مشرف کرے گا۔

شیخ نور اسی مقام میں بند ہے۔ نقطۂ فوق تک جو مقام جذبہ سے تعلق رکھتا ہے ابھی تک نہیں پہنچا۔ حرکات و سکنات سے آزار دیتا ہے۔ خرابی اور قباحت کو محسوس نہیں کرتا تو بے اختیار اس کا کام توقف اور رکاوٹ کا شکار رہتا ہے۔ اسی طرح اور بہت سے دوست بھی جو آداب کی رعایت ملحوظ نہیں رکھتے ان کا کام بھی توقف میں پڑا رہتا ہے۔ اس بارے میں حیران ہے کہ میری طرف سے کوئی ارادۂ توقف نہیں، بلکہ ان کی ترقی کا ارادہ ہے۔ بے اختیار کام میں رکاوٹ واقع ہو جاتی ہے۔ ورنہ قرب کا راستہ بہت قریب ہے۔

مولانا معود نیچے کے نقطے تک نیچے پہنچ چکے ہیں۔ جذبہ کے کام کو انجام تک پہنچا دیا ہے، اور اس مقام کی بلندیت تک پہنچ گئے ہیں، اور فرق کو بھی من درجہ نہایت تک لے گئے ہیں۔ پہلے تو صفات کو بلکہ اس نور کو جس کے ساتھ صفات قائم ہیں اپنے سے جدا محسوس کیا اور اپنے آپ کو شیخ فانی پایا۔ پھر صفات کو ذات سے جدا دیکھا اور واحدیت کی اس دید کے ذریعے مقام پر پہنچے۔ اب میرے حال اور



Marfat.com

# مکتوب نمبر (۱۲)

مقام فنا و بقا کے حصول اور ہر شے کے وجہ خاص کے ساتھ حصول اور سیر فی اللہ کی حقیقت اور تجلی ذاتی برقی وغیرہ کے بیان میں ——— یہ مکتوب بھی اپنے مرشد بزرگوار کو لکھا۔

کمترین غلام احمد درگاہ عالی میں عرض کرتا ہے کہ اپنی تقصیرات کیا عرض کرے۔ جو اللہ نے چاہا وہ ہوا اور جو نہ چاہا نہ ہوا۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

وہ علوم جو مقام فنا اور بقا باللہ سے تعلق رکھتے تھے حق سبحانہ کی مہربانی سے منکشف ہو چکے ہیں۔ اسی طرح یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ہر شے کی وجہ خاص کیا ہے۔ اور سیر فی اللہ کس معنی میں ہے۔ اور تجلی ذاتی برقی کسے کہتے ہیں۔ اور محمدی المشرب کون ہوتا ہے۔ اور اسی طرح کے اور علوم۔ اور ہر مقام میں اس کے لوازم وضروریات بھی دکھلاتے ہیں۔ اور کم ہی ایسی شے باقی رہی ہے جس کا اولیاء اللہ نے نشان بتلایا ہے اور جو انہیں راہ میں پیش آتی ہے مجھے نہ دکھائی گئی ہو۔ جو مقبول ہوتا ہے بلا علت اور بلا سبب ہی مقبول ہوتا ہے۔ اور جس طرح ذوات اشیاء کو مجعول ومخلوق جانتا ہے ان کی اصل قابلیتوں اور استعدادوں کو بھی مصنوع ومخلوق ہی جانتا ہے۔ خدا تعالیٰ قابلیت کے تابع نہیں۔ اور ایسا نہیں ہو سکتا کہ کوئی شے اس پر حاکم ہو۔ زیادہ گستاخی نہ کی۔ ع

بندہ باید کہ حد خود داند

بندے کو چاہیے کہ اپنی حد میں رہے

# مکتوب نمبر (۱۳)

راہ عرفان کی بے نہایتی اور علوم حقیقت کے علوم شریعت کے مطابق ہونے کے بیان میں ——— یہ مکتوب بھی اپنے پیر بزرگوار کو لکھا۔

کمترین غلام احمد عرض کرتا ہے اس راہ کی بے نہایتی پر آہ ہزار آہ۔ اس جلدی سے سیر اور اس قدر واردات اور عنایات! نہایت ہی حیرانی کی بات ہے۔ یہی وہ مقام ہے جس کے متعلق



Marfat.com

مشائخ عظام نے فرمایا ہے کہ سیر الی اللہ پچاس ہزار سال کا راستہ ہے۔

تعرج الملٰٓئکۃ والروح الیہ فی یوم کان مقدارہ خمسین الف سنۃ
چڑھتے ہیں ملائکہ اور روح اس کی طرف ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے۔

اس آیت میں شاید اسی طرف اشارہ ہے۔ جب کام ناامیدی کو پہنچا اور تمام امیدیں منقطع ہو گئیں تو:

ھو الذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا وینشر رحمتہٗ
وہی ذات ہے جو ناامیدی کے بعد بارش برساتی ہے اور اپنی رحمت بکھیر دیتی ہے۔

تو اس نے کام بنا دیا۔

چند روز ہوئے ہیں کہ اشیاء میں سیر واقع ہوئی ہے۔ رشد و ہدایت کے طالبوں نے پھر غلو اور زور دینا شروع کر دیا ہے۔ لہٰذا قدرے ان کا کام شروع کر دیا گیا ہے۔ لیکن اس وقت تک اپنے آپ کو رشد و تکمیل کے قابل نہیں پاتا۔ لیکن لوگوں کے اصرار کے باعث بتقاضائے مروت وحیا کچھ نہیں کہتا۔ مسئلہ توحید وجودی میں جیسا کہ سابقاً متوقف و متردد تھا جیسا کہ مکرر عرض کیا جا چکا ہے اور افعال و صفات کو اصل سے ملاتا تھا۔ جب حقیقت حال معلوم ہو گئی وہ توقف اور تردد اب ختم ہو گیا ہے اور ہمہ از وست کا پلہ بھاری ہو چکا ہے۔ یافت اور کمال کو اس میں بہت پایا ہے۔ مقولہ ہمہ اوست اور افعال و صفات کو اور رنگ میں معلوم کیا ہے۔ ہر ایک سے گزار کر آگے اوپر کی طرف لے گئے ہیں۔ اور ہر طرح کا شبہ بالکلیہ زائل ہو گیا ہے۔ تمام مکاشفات ظاہر شریعت کے مطابق ہو چکے ہیں۔ بال برابر ظاہر شریعت سے مخالفت نہیں رکھتے۔ بعض صوفیہ جو خلاف ظاہر شریعت مکاشفے بیان کرتے ہیں یہ بات یا تو سہو و فراموشی کے باعث ہے یا سکر کی بنا پر۔ ورنہ باطن ظاہر کے ہرگز مخالف نہیں۔ راستے کے دوران مخالفت محسوس ہوتی ہے اور جمع اور توجیہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ حقیقۃً انتہاء کو پانے والا باطن کو ظاہر شریعت کے مطابق پاتا ہے۔

علماء اور ان بزرگواروں کے درمیان صرف اسی قدر فرق و تفاوت ہے کہ علماء دلیل اور علم سے جانتے ہیں اور یہ بزرگ اسی شے کو کشف و ذوق سے پا لیتے ہیں۔ اور ان کے صحت حال پر اس مطابقت سے بڑی اور کوئی دلیل نہیں ہو سکتی:

یَضِیقُ صَدْرِیْ وَلَا یَنْطَلِقُ لِسَانِیْ
میرا سینہ تنگی محسوس کرتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی۔



Marfat.com

نقد وقت ہے۔ میں نہیں جانتا کہ کیا عرض کروں۔ بعض احوال کو لکھ کر رکھنے کی توفیق نہیں پاتا اور آپ کی خدمت میں عرض کرنے کی گنجائش بھی نہیں ہے۔ شاید اس میں کوئی حکمت ہو۔ اس محروم جدا ماندہ کو غریب پروری کی توجہ سے محروم نہ رکھیں اور راہ میں ہی نہ چھوڑ دیں ؎

ایں سخن را چوں تو مبدء بودۂ    گر فزوں گردد تو اش افزودۂ

اس بات کا محل آغاز آپ ہی بنے ہیں۔ لہٰذا یہ اگر دراز ہو جائے تو اس کے دراز کرنے والے آپ ہی ہیں

زیادہ گستاخی نہ کی۔ ع

بندہ باید کہ حد خود داند

بندے کو چاہیے کہ اپنی حد کو پہچانے

# مکتوب نمبر (۱۴)

ان واقعات کے حاصل ہونے میں جو دوران راہ پیش آئے ہیں، اور بعض طالبوں کے حالات کے بیان میں ـــــ یہ مکتوب بھی اپنے مرشد بزرگوار کو لکھا۔

کمترین غلام، احمد کی عرضداشت یہ ہے کہ وہ تجلیات جو مخلوقات کے مراتب میں ظاہر ہوئی تھیں ان کا کچھ حصہ گزشتہ عرضداشت میں عرض کیا جا چکا ہے۔ اس کے بعد مرتبہ وجوب جو تمام صفات کا جامع ہے، ظاہر ہوا اور بد صورت سیاہ رنگ عورت کی شکل میں سامنے آیا۔ اس کے بعد مرتبہ احدیت دراز قدمرد کی شکل میں نمودار ہوا، جو کشادہ اور چھوٹی دیوار پر کھڑا ہو۔ اور یہ دونوں تجلیات حقانیت کے عنوان میں ظاہر ہوئیں بخلاف پہلی تجلیات کے، کہ وہ دوسرے عنوان میں ظاہر ہوئیں۔

اسی اثنا میں موت کی آرزو پیدا ہوئی اور یوں نظر میں آیا کہ گویا میں ایک شخص ہوں جو تمام زمین کا احاطہ کیے ہوئے دریا کے کنارے کھڑا ہے، اس ارادے سے کہ اپنے آپ کو اس میں پھینک دے۔ لیکن ایسا بھی محسوس کیا کہ اسے پیچھے سے مضبوط رسی سے باندھا ہوا ہے کہ دریا میں گر نہیں سکتا۔ اور وہ رسیاں بدن عنصری کے ساتھ تعلق سے عبارت ہے۔ اور میں نے آرزو کی کہ رسیاں ٹوٹ جائیں اور ایک خاص کیفیت بھی رونما ہوئی کہ اس وقت ذوق کے طور پر جانا کہ سوائے حق سبحانہٗ کے کوئی موجود نہیں رہی۔ اس کے بعد صفات کلیہ وجوبیہ جو اپنے جائے نزول اور مظاہر خصوصیات کے اعتبار سے ظاہر نہیں نظر پڑیں۔



Marfat.com

اس کے بعد وہ تمام خصوصیات نیچے چلی گئیں اور الکلیۃ الوجوبیہ کے عنوان کے سوا کچھ باقی نہ رہا۔ اور ان کے خصوصیات سے خالی ہونے کی حالت بھی دکھائی دی۔ اور اس وقت معلوم ہوا کہ اب درحقیقت صفات کو اصل کے ساتھ ملایا گیا ہے۔ اور خصوصیات سے خالی ہونے سے پہلے صفات کو اصل کے ساتھ ملانے کا کچھ معنی نہیں تھا مگر مجازی طور پر جس طرح کہ تجلی صوری والوں کا حال ہے۔ اور حقیقی فنا اس وقت متحقق ہوئی۔

اس حالت کے موجود ہونے کے بعد اپنے اور دوسروں میں پائی جانے والی صفات سب کو ایک ہی طرح پر پایا اور مقامات کا امتیاز اٹھ گیا۔ اس وقت شرک خفی کے بعض باریک اور دقیق اقسام سے بھی خلاصی اور نجات میسر آگئی۔ اس وقت نہ عرش رہا نہ فرش۔ نہ زمان رہا نہ مکان' اور نہ ہی جہات اور حدود۔ اگر سالہا سال غور کرتا رہوں تو بھی یہ بات ہرگز علم میں نہیں آتی کہ عالم کا ایک ذرہ بھی پیدا اور مخلوق ہوا ہے۔

اس کے بعد اپنا تعین نظر آیا اور اپنی وجہ خاص بھی نظر آئی۔ اپنا تعین تو بوسیدہ اور پارہ پارہ کپڑے کی شکل میں جسے کسی شخص نے پہن رکھا ہو دکھائی دیا۔ اور میں نے اس شخص کو وجہ خاص جانا۔ لیکن یہ حقانیت کے عنوان سے متصور نہ ہوا۔

اس کے بعد اس شخص کے نزدیک ہی باریک چمڑا نظر آیا۔ میں نے اپنے آپ کو عین وہ چمڑا محسوس کیا اور اس تعین کے کپڑے کو اپنے سے الگ دیکھا۔ اور وہ نور جو اس چمڑے میں تھا نظر آیا۔ ایک گھڑی بعد وہ نور نظر سے غائب ہو گیا اور یہ پوست اور کپڑا بھی نظر سے اوجھل ہو گئے۔ اور وہی پہلی جہالت ہی باقی رہ گئی۔

اس واقعہ مذکورہ کی صورت جو علم میں آئی عرض کرتا ہے تاکہ اس کی صحت و سقم معلوم ہو جائے۔ اور وہ یہ ہے کہ یہ صورت مذکورہ صورت علمیہ ہے۔ جس طرح وجوب اور امکان کے درمیان واسطہ کہ اس کی ہر طرف ایک دوسری سے الگ ہے اور درمیان میں مکمل اور پورا فرق موجود ہے۔ اور وہ پوست (چمڑا) جو اس پرانے کپڑے اور نور کے درمیان واقع ہے وہ عدم اور وجود کے درمیان واسطہ ہے۔ میں نے اپنے آپ کو اس پوست کے آخر پر جو دیکھا تو اس سے اس برزخ (واسطے) تک پہنچ جانے کی طرف اشارہ ہے۔ اور اس سے پہلے میں نے اپنے آپ کو واقعات میں عدم اور وجود کے درمیان برزخ اور واسطہ محسوس کیا۔ لیکن ظاہر اور آفاق کی نظر سے تھا اور یہ انفس کی نظر سے۔ اور اس وقت ایک فرق اور بھی ظاہر ہوا تھا بوقت تحریر یاد نہ رہا۔ اسے ذہن میں رکھیں۔



Marfat.com

جو کچھ دائماً اور ہمیشہ حاصل ہے وہ تو حیرت اور نادانی ہے۔ ہاں کبھی کبھی اس طرح کے شعبدے ظاہر ہوتے ہیں اور پھر ختم ہو جاتے ہیں' اور ان کی صرف معرفت باقی رہ جاتی ہے۔ اور بعض واقعات کے بیان سے عاجز ہے۔ اگر کوئی چیز علم میں آتی ہے تو اس پر اعتماد نہیں کرتا۔ اسی مناسبت سے عرضداشتوں میں گستاخی کر بیٹھتا ہے۔ ممکن ہے آپ کے بتانے سے کسی امر کا یقین حاصل ہو جائے۔ اس بات کا امیدوار ہے کہ آپ کی بلند توجہات سے کمینے اور فضول تعلقات کی گرفتاری سے نجات حاصل ہو جائے۔ ورنہ کام بہت مشکل ہے ؎

بے عنایت حق و خاصان حق ! گر ملک باشد سیاہ ہستش ورق

اللہ تعالیٰ اور اس کے بندگان خاص کی عنایات کے بغیر اگر کوئی فرشتہ سرشت بھی ہو تو اس کا نامۂ عمل سیاہ ہی ہے۔

شیخ عبداللہ نیازی کا بیٹا شیخ طٰہٰ جو سرہند کے مشہور مشائخ میں سے ہے اور حاجی عبدالعزیز بھی اس سے پوری واقفیت رکھتا ہے۔ قدم بوسی اور نیازمندی عرض کرتا ہے۔ اور اسے بھی اس بلند اور شریف طریقہ کی طرف رجوع اور تقاضا پیدا ہو چکا ہے۔ صدق و نیاز سے التجا کرتا ہے۔ میں نے اسے استخارہ کرنے کو کہا ہے۔ ویسے ظاہراً وہ اس طریقہ سے مناسبت رکھتا ہے۔ اور وہ دوست جنہوں نے یہاں سے ذکر کی تعلیم حاصل کی ہے' ان میں سے اکثر رابطہ کے طریقہ پر مشغول ہیں۔ ان میں سے بعض تو واقعات میں دیکھ کر رابطہ اختیار کر چکے ہیں اور ساتھ ساتھ آتے ہیں۔ اور بعض دہلی سے آنے سے پیشتر رابطہ کا تعلق رکھتے تھے اور پہلے سے حضور و استغراق کے ساتھ چل رہے ہیں۔ ان میں سے بعض صفات کو اصل سے دیکھتے ہیں اور بعض اصل سے نہیں دیکھتے۔ لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ ان میں سے کوئی بھی توحید وجودی کے انوار و مکاشفات کے راستے پر نہیں چل رہا۔

ملا قاسم علی' ملا مودود محمد اور عبدالمومن مقام جذبہ سے بظاہر نقطہ فوق تک پہنچ چکے ہیں' لیکن ملا قاسم علی ارشاد و تکمیل کے لیے مخلوق کی طرف توجہ رکھتا ہے۔ دوسرے دو کے متعلق معلوم نہیں کہ اس طرف توجہ ہے یا نہیں۔

شیخ نور ابھی نقطہ تک پہنچا نہیں' اس کے نزدیک ہے۔ ملا عبدالرحمٰن بھی نقطہ کے نزدیک ہے تھوڑی سی مسافت درمیان میں باقی ہے۔

ملا عبدالہادی نے حضور میں استغراق پیدا کر لیا ہے' اور وہ یہ بھی کہتا ہے کہ ذات مطلق جل شانہٗ کو میں اشیاء کے اندر صفت تنزیہ کے ساتھ دیکھتا ہوں اور افعال کو بھی اس ذات مقدس کی طرف سے جانتا



Marfat.com

ہوں۔ یہ آپ کے گھر کی دولت ہے جو طالبوں اور سعادت مندوں پر فائض اور وارد ہو رہی ہے۔

اور اس کمینے کا اس فیض رسانی میں کچھ حصہ نہیں ع

من ہماں احمد پارینہ کہ ہستم ہستم

میں تو وہی پرانا احمد ہوں جو کہ تھا

آپ نے ایک روز واقعات میں سے ایک واقعہ کے درمیان فرمایا تھا کہ اگر اس (مجدد صاحب قدس سرہٗ) میں محبوبیت کے معنی نہ ہوتے تو مقصد تک پہنچنے میں بہت دیر لگتی۔ اور اس (مجدد صاحب قدس سرہٗ) کی محبوبیت بھی اپنی عنایت و مہربانی سے بیان کی تھی۔ اس بات سے پوری اُمید ہے۔ اور یہ جرأت اور گستاخی اسی بنا پر ہے۔

# مکتوب نمبر (۱۵)

ان حالات کے بیان میں جو ہبوط اور نزول سے مناسبت رکھتے ہیں۔ نیز بعض مخفی اسرار کے بیان میں ـــــ یہ مکتوب بھی اپنے مرشد بزرگوار کو لکھا۔

اس بندے کی عرضداشت جو حاضر بھی ہے اور غائب بھی، جو پانے والا بھی ہے اور نہ پانے والا بھی اور رجوع کرنے والا بھی ہے اور اعراض کرنے والا بھی۔

عرض یہ ہے کہ مدت دراز تک وہ مطلوب حقیقی کی تلاش کرتا رہا مگر اس کے باوجود اس نے اپنے آپ ہی کو پایا۔ اس کے بعد اس کا کام اس مقام کو پہنچا کہ اگر اس نے اپنی تلاش کی تو پھر بھی بجائے اپنے مطلوب حقیقی کو ہی پایا۔ اب اس کو گم کر چکا ہے اور اپنے آپ ہی کو پاتا ہے۔ اور اس کو گم کرتے کے باوجود اس کا متلاشی نہیں رہا۔ اور مطلوب حقیقی کے فقدان کے باوجود اس کا خواہاں نہیں۔ علم کے لحاظ سے حاضر، پانے والا اور رجوع کرنے والا ہے، اور ذوق کے لحاظ سے غائب۔ گم کرنے والا اور اعراض والا ہے۔ اس کا ظاہر بقا ہے اور اس کا باطن فنا۔ عین بقا میں فانی ہے اور عین فنا میں باقی۔ لیکن فنا علمی ہے اور بقا ذوقی۔

اس کا کاروبار ہبوط و نزول (نیچے کے مقام میں) قرار پا چکا ہے۔ اور عروج و بلندی سے رہ چکا ہے۔ اور جس طرح اسے دل سے دلوں کے پھیرنے والے (حق جل وعلا) کی طرف لے گئے تھے۔ اب دلوں کے پھیرنے والا (حق تعالیٰ) سے پھر مقام قلب کی طرف نیچے لے آئے ہیں۔



Marfat.com

اس کا رو بار ہبوط و نزول (نیچے کے مقام میں) قرار پا چکا ہے اور عروج و بلندی سے رہ چکا ہے۔ اور جس طرح اسے دل سے دلوں کے پھیرنے والے (حق جل وعلا) کی طرف لے گئے تھے اب دلوں کے پھیرنے والے (حق تعالیٰ) سے پھر مقام قلب کی طرف نیچے لے آئے ہیں۔

روح کے نفس سے نجات پا جانے اور اطمینان کے بعد نفس کے نکل جانے کے باوجود غالب آنے والے انوار سے اس کی روح کو روح و نفس دونوں جہتوں کا جامع کر دیا گیا ہے اور ان دونوں کی برزخیت اور واسطے سے مشرف کر دیا گیا ہے۔ اوپر کی طرف سے فائدہ حاصل کرنے اور نیچے والوں کو فائدہ پہنچانے والا۔ اس واسطہ برزخیت کے حصول کی وجہ سے مجھے اوپر سے فیض لینے اور نیچے والوں کو فائدہ پہنچانے کا مرتبہ بھی عطا کر دیا گیا ہے۔ عین فائدہ حاصل کرنے کی حالت میں فائدہ پہنچا بھی رہا ہے۔ اور عین فائدہ پہنچانے کی حالت میں استفادہ بھی کر رہا ہے ؎

گر بگویم شرح ایں بیحد شود — ور نویسم بس قلمہا بشکند

اگر میں اس کی شرح کروں تو بہت دراز ہو جائے۔ اور اگر لکھنے لگوں تو کتنی ہی قلمیں ٹوٹ جائیں

بعد ازیں عرض کرتا ہے کہ دست چپ مقام قلب سے عبارت ہے۔ جو مقلب قلب یعنی واجب تعالیٰ تک عروج کرنے سے پہلے حاصل ہے۔ اوپر سے نزول کے بعد جب مقام قلب پر آتے ہیں یہ دوسرا مقام ہے جو چپ و راست کے درمیان برزخ واسطہ ہے جیسا کہ اس کے واقف کار لوگوں پر ظاہر و واضح ہے۔ اور سلوک نامکمل کردہ مجذوب اصحاب قلب ہیں۔ مقلب قلوب (حق تعالیٰ) تک پہنچنا سلوک سے وابستہ ہے۔ اور کسی شخص کے ساتھ مقام کا تعلق اس کے اس مقام میں شان خاص حاصل ہونے سے کنایہ ہے۔ اور اس مقام کے اصحاب میں اس کی امتیازی اور علیحدہ حیثیت کی طرف اشارہ ہے۔ اور اس کی امتیازی حیثیتوں میں ہماری اس بحث میں انجذاب کی سبقت اور بقا خاص ہے۔ جو اس مقام کے مناسب علوم و معارف کا منشا ہے۔ مقام قلب کے علوم اور جذبہ، سلوک، فنا و بقا وغیرہ کی حقیقت اس رسالہ میں تفصیل سے لکھ دی گئی ہے جس کا وعدہ ہو چکا ہے۔

میر سید شاہ حسین پریشانی کے عالم میں روانہ ہو گئے۔ ان علوم و حقائق کے نقل کرنے کی فرصت نہ ملی۔ ان شاء اللہ جلد ہی ان کے مطالعہ کا شرف حاصل ہو گا۔

ایک عزیز جو مقام فوق میں رکا ہوا تھا نیچے مقام جذبہ میں آ چکا ہے۔ لیکن عالم (جہان) کی طرف اس کی کوئی توجہ نہیں۔ فوق کی طرف ہی توجہ رکھتا ہے۔ چونکہ اوپر کی طرف عروج بے اختیار رکھتا



Marfat.com

اس لیئے وہ ابتدائی مقام جذبہ سے مناسبت رکھتا تھا۔ اوپر سے نیچے آنے کے وقت اپنے ساتھ بہت کم چیزیں لایا ہے۔ اس نسبت کا سرمایہ جو توجہ بلا اختیار اور اس کے عروج کا اثر تھا اب بھی باقی ہے۔ جذبہ کی نسبت میں جسم میں روح اور ظلمت میں نور کی طرح ہے۔ لیکن یہ جذبہ حال حضرات خواجگان قدس اسرارہم کے جذبہ سے علاوہ ہے۔ بلکہ یہ وہ جذبہ ہے جو حضرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے آباء کرام کی طرف سے ملا ہے اور اس میں انہیں خاص شان حاصل ہے۔ اور ایک واقعہ میں بعض طالبوں کو جو دکھائی دیا کہ حضرت خواجہ احرار اس طرح دکھائی دیے کہ اس عزیز متوقف (رکے ہوئے) نے کھالیا ہے، اس کا اثر اس مقام میں ظاہر ہوا ہے۔ یہ جذبہ مقام افادہ سے مناسبت نہیں رکھتا۔ اس مقام میں رُخ ہمیشہ فوق کی طرف ہے اور سکر دائمی ہمیشہ اس کو لازم ہے۔

جذبہ کے بعض مقامات ان میں داخل ہونے کے بعد سلوک کے منافی ہیں۔ اور کچھ دوسرے مقامات سلوک کے منافی نہیں۔ بلکہ ان میں داخل ہونے کے بعد سلوک کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ یہ جذبہ ایسا ہے کہ ان میں داخلے کے بعد منافی سلوک ہے۔

اس عریضہ کی تحریر کے دوران بارہ اس مقام کی طرف متوجہ ہوا تو اس کے بعض دقائق ظاہر ہوئے۔ جب تک کوئی سبب پیش نہ آئے توجہ میسر نہیں آتی۔ واللہ سبحانہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

چند ماہ ہوئے کہ وہ عزیز نیچے آچکا ہے۔ البتہ مکمل طور پر مقام جذبہ مذکورہ میں داخل نہیں ہوا۔ اس مقام کی شان کا علم نہ ہونا اور توجہات کا منتشر ہونا اس کا مانع ہے۔ امید ہے کہ ان بے جوڑ اور بے ربط کلمات کے مطالعہ کے وقت اس مقام میں مکمل دخول میسر آجائے گا۔ اس کے بعد حضرت خواجہ کو وہ عزیز مکمل طور پر نیچے لے آئے گا۔

## مکتوب نمبر (۱۶)

عروج و نزول وغیرہ کے حالات کے بیان میں ——— یہ مکتوب بھی اپنے مرشد بزرگوار کو لکھا۔

احقر الطلبہ کی عرضداشت یہ ہے کہ مولانا علاؤ الدین نے آپ کے نوازش نامے پہنچائے۔



Marfat.com

# مکتوب نمبر (۲۰)

یہ خط بھی بعض حاجت مندوں کی سفارش کے سلسلہ میں اپنے مرشد بزرگوار کو لکھا۔

احقر ترین خادم کی عرضداشت حبیب اللہ سرہندی کی والدہ اور اس کی زوجہ منکوحہ اور دوسرے خادموں کے وظائف کے بارے میں۔ تحریر کردہ عریضہ کے اندر اس بلند درگاہ کے خادموں کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ اگر ان کے وظائف کی رقم دہلی میں آچکی ہو تو مولانا علی کو فرمادیں کہ ان کی تسلی کر دیں۔ ان میں سے بعض وکالۃً اور اصالۃً آچکے ہیں۔ اگر صلغات نہ آئے ہوں تو بھی چونکہ مذکورہ حضرات زندہ اور قائم موجود ہیں' ان کے پروانجات کی تصحیح فرمادیں۔۔۔ زیادہ گستاخی ہے۔

# مکتوب نمبر (۲۱)

درجات ولایت خاصکر ولایت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے بارے میں۔ نیز طریقہ نقشبندیہ علیہ قدس سرہم کی مدح وثنا اور ان کی نسبت کی بلندی اور دوسرے تمام سلاسل سے افضل ہونے اور اس بیان میں کہ ان کا حضور دائمی ہے شیخ محمد مکی ولد حاجی قاری موسیٰ لاہوری کی طرف لکھا گیا۔

آپ کا مکتوب شریف ولطیف اس عبد ضعیف ونحیف کو پہنچا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اجر وثواب کو عظیم کرے، تمہارے کام آسان کرے، تمہیں شرح صدر نصیب فرمائے اور تمہارے عذر قبول کرے بحرمت سید البشر جو بصر کی کجی سے پاک ومطہر ہیں۔ علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا۔

میرے بھائی! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جب تک وہ موت جو حتی موت سے پہلے ہے جسے اہل اللہ کے ہاں فنا سے تعبیر کرتے ہیں حاصل نہ ہو اس پاک جناب تک وصول میسر نہیں آسکتا۔ بلکہ آفاق سے تعلق رکھنے والے معبودان باطلہ اور نفسانی خواہشات کے الٰہوں کی عبادت سے نجات حاصل نہیں ہو سکتی اور نہ اس وقت تک حقیقت اسلام اور کمال ایمان میسر آسکتا ہے۔ تو مقبول بندوں کے گروہ اولیا کے درجے میں بندہ کیسے داخل ہو سکتا ہے۔ حالانکہ اطوار ولایت میں یہ فنا پہلا قدم ہے جو رکھا جاتا ہے



Marfat.com

اور یہ سب سے پہلا کمال ہے جو ابتدا میں حاصل ہوتا ہے۔ اول ولایت سے اس کے آخر کا حال اس کی ابتدا سے اس کی انتہا کو قیاس کرنا چاہیے۔ فارسی میں کیا ہی اچھا کہا گیا ہے ؏

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

میرے باغ کی رعنائی سے میری بہار کا اندازہ کر لو

اور فارسی میں یوں بھی کہا گیا ہے ؎

سالے کہ نکوست از بہارش پیداست

سال کی خوبی اس کی بہار کی خوبی کی وجہ سے ہے

اوپر نیچے ولایت کے بہت سے درجات ہیں۔ کیونکہ ہر نبی کے قدم پر ایک ولایت ہے جو اس سے خاص ہے۔ اور سب سے اعلیٰ درجے کی ولایت وہ ہے جو ہمارے نبی علیہ وعلیٰ جمیع اخوانہ من الصلوات انمہا ومن التحیات ایمنہا۔ اس لیے کہ تجلی ذاتی جس میں اسماء صفات شیون واعتبارات کا نہ بطور ایجاب اور نہ بطور سلب کوئی اعتبار نہیں۔ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور علم و عین ہر لحاظ سے تمام وجودی اور اعتباری حجابات کا اٹھ جانا اسی مقام میں حاصل ہوتا ہے۔ اس وقت وصل پوری طرح نصیب ہوتا ہے اور وجود درجہ گمان میں نہیں بلکہ حقیقتاً حاصل ہو جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع کرنے والوں میں سے کاملین کو نصیب کامل اور حصہ وافر اس نادر الوجود مقام سے عطا ہوتا ہے۔

تو اگر تم لوگ اس بلند درجہ دولت اور اس درجہ علیا کے حصول کی توجہ رکھتے ہو تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع و پیروی کو مضبوط پکڑو۔

اور اکثر مشائخ رحمہم اللہ کے نزدیک یہ تجلی برقی ہے یعنی حضرت ذات جل سلطانہٗ سے تمام حجابات کا اٹھ جانا۔ بجلی کی طرح تھوڑے سے وقت کے لیے ہوتا ہے پھر اسماء وصفات کے پردے لٹکا دیے جاتے ہیں اور انوار ذات کی شعاعیں پھر پوشیدہ ہو جاتی ہیں۔ تو حضور ذاتی بجلی کی مانند ایک لمحہ کے لیے ہوتا ہے۔ اور اکثر اوقات غیبت ذاتی ہی رہتی ہے۔ اور ان مشائخ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے نزدیک حضور ذاتی دائمی کا اعتبار ہے۔ زائل ہونے اور غیبت سے بدل جانے والے حضور کا کوئی اعتبار نہیں۔ لہٰذا ان اکابر کا کمال تمام کمالات سے بڑھ کر ہے اور ان کی نسبت تمام نسبتوں سے فوقیت رکھتی ہے جیسا کہ ان کی عبارات میں واقع ہو چکا ہے کہ ہماری نسبت تمام نسبتوں سے اوپر ہے۔ اور نسبت سے ان کی مراد حضور ذاتی دائمی ہے۔



Marfat.com

اور زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ ان کاملین کے طریقہ میں ابتداء انتہا میں درج ہے۔ اور اس معاملہ میں ان کی اقتداء حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام کے ساتھ ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کی پہلی صحبت میں وہ کچھ پا گئے جو دوسروں کو نہایت میں جا کر میسر آتا ہے۔ اور نہایت کے بدایت میں درج ہونے سے ہوتا ہے۔ تو جس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولایت تمام انبیاء و رسل علیہم الصلوات والتسلیمات کی ولایتوں سے فائق و اعلیٰ ہے اسی طرح ان اکابر کی ولایت تمام اولیاء قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی ولایتوں سے فائق و اعلیٰ ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو، حالانکہ ان اکابر نقشبندیہ قدس اسرارہم کی ولایت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ہے۔

ہاں دوسرے سلاسل کے بعض کاملین کو بھی یہ نسبت نصیب ہوتی ہے۔ لیکن وہ بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولایت سے اخذ کر کے۔ جیسا کہ حضرت ابو سعید خراز نے اس نسبت کے دوام حصول کی خبر دی ہے۔ کیونکہ اس شیخ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جبہ شریف پہنچا تھا۔ جیسا کہ صاحب نفحات (مولانا جامی قدس سرہٗ) نے نقل کیا ہے۔

اس طریقہ نقشبندیہ عالیہ کے ان بعض کمالات کے اظہار سے مقصود طالبان فقر کو اس طریقہ کی طرف رغبت دلانا ہے۔ ورنہ میں اس سلسلہ کے کمالات کی شرح کہاں کر سکتا ہوں۔ مولوی معنوی مثنوی شریف میں فرماتے ہیں ؎

شرح او حیف است با اہلِ جہاں ہمچوں رازِ عشق باید در نہاں
لیک گفتم وصفِ او تا رہ برند پیش ازاں کز فوت او حسرت خورند

اس کی شرح اہل جہان کے سامنے کرنا ظلم و ستم ہے۔ جس طرح رازِ عشق پوشیدہ ہی رہے تو بہتر ہے۔ لیکن اس کی صفت اس لیے بیان کر دی ہے تاکہ لوگ اس راہ کو اختیار کریں۔ اس سے قبل کہ اس کے فوت اور ہاتھ سے نکل جانے کے بعد حسرت اور افسوس کریں۔

آپ کو سلام علیکم اور ان تمام کو جو ہدایت کے پیروکار ہیں۔

## مکتوب نمبر (۲۲)

روح اور نفس کے درمیان وجہ تعلق اور ان کے عروج و نزول اور فنا جسدی و روحی اور ان دونوں کے بقا اور مقام دعوت اور اولیاء کرام میں سے ذات حق میں ہی مستہلک اور مستغرق شدہ اور



Marfat.com

دعوت کی طرف رجوع کرنے والے اولیاء کرام کے درمیان فرق کے بیان میں ـــ شیخ عبدالمجید بن شیخ محمد مفتی لاہوری کی طرف لکھا۔

وہ ذات پاک ہے جس نے نور و ظلمت کو جمع کر دیا۔ اور لامکانی جہت سے مبرا کو ممکن شئے کے ساتھ جو جہت میں موجود ہے ملا دیا تو نور کے لیے ظلمت کو محبوب بنا دیا، اور نور کو ظلمت پر عاشق کر دیا۔ نور کا ظلمت کے ساتھ کمال محبت کے ساتھ تعلق اور ربط قائم کر دیا "تاکہ اس طرح نور کی جلا میں مزید نورانیت پیدا ہو جائے۔ اور ظلمت کے ساتھ پڑوس کے باعث نور کی صفائی درجہ کمال کو پہنچ جائے جس طرح آئینہ کو جب خوب صاف اور صیقل کرنا اور اس کی لطافت کا اظہار کرنا چاہتے ہیں تو اوّلاً شیشہ پر مٹی ڈالتے ہیں۔ تاکہ مٹی کی ظلمت اس کے ساتھ لگنے سے اس کی خوب صفائی ہو۔ اور کثافت طبعی کے تعلق سے اس کی رونق دوبالا ہو۔

تو اس نور کو پہلے جو شہود قدسی حاصل تھا یہ اس کو بھول گیا۔ بلکہ اپنے معشوق ظلمانی میں استغراق اور ہیکل جسمانی کے ساتھ تعلق کی وجہ سے یہ نور اپنی ذات اور توابع وجود کو بھی فراموش کر گیا۔ اور اس کے ساتھ صحبت اور ہم نشینی کے باعث اصحاب مشئمہ میں سے ہو گیا۔ اور اس کی مجاورت اور پڑوس کی وجہ سے اصحاب میمنہ کی کرامات کو بھی ضائع کر گیا۔ تو اگر اسی استغراق کی تنگی میں پڑا رہا، اور فضاء اطلاق کی طرف نہ نکلا تو اس پر افسوس اور بہت افسوس، کیونکہ اسے مقصود میسر نہ آسکا اور اپنی استعداد کا جوہر ضائع کر دیا۔ تو دور کی گمراہی میں جا پڑا۔ اور اگر نیکی اس کی طرف سبقت کر کے آگئی۔ اور اعلیٰ درجے کی عنایت اس کے شامل حال ہو گئی۔ اور اس نے سر اٹھایا۔ اور جس کو گم کر چکا تھا پا لیا اور یہ کہتے ہوئے الٹے پاؤں لوٹ آیا ؎

الیک یا منیتی حجی و معتمری ان حج قوم الی ترب و احجار

اے میری آرزو! میرا حج اور عمرہ تیری ہی طرف ہے۔ اگرچہ دوسرے لوگ خاک اور پتھروں کی عمارت کی طرف حج کو جاتے ہیں۔

اور اگر احسن طریقہ پر مطلوب مقدس کے مشاہدہ میں دوبارہ استغراق حاصل ہو گیا۔ تو اس وقت ظلمت نور کے تابع ہو جاتی ہے۔ اور نور کے غالب انوار میں درج ہو جاتی ہے۔ جب یہ استغراق اس حد کو پہنچتا ہے کہ اپنے ظلمانی متعلق کو بالکل فراموش کر دیتی ہے اور ایسا شخص اپنے نفس اور اس کے توابع وجود سے بھی کلیۃً بے خبر ہو جاتا ہے۔ اور نور الانوار کے مشاہدہ میں ہلاک ہو جاتا ہے، اور پردوں کے پیچھے کے مطلوب کا حضور نصیب ہو جاتا ہے تو فنا جسمانی اور روحانی سے مشرف ہو جاتا ہے۔



Marfat.com

اور اگر اسے فنا کے بعد اس شہود کے ساتھ بقا بھی حاصل ہو جاتی ہے تو اس کے لیے فنا و بقا کی دو جہتیں حاصل ہو جاتی ہیں اور اس وقت ہر ولایت کا اطلاق درست ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس کا حال دو باتوں سے خالی نہیں ہوتا۔ یا تو بالکلیہ دائماً شہود میں استغراق و استہلاک ہو جاتا ہے، یا مخلوق کو خدا کی طرف دعوت دینے میں مصروف ہو جاتا ہے۔ اس طرح کہ اس کا باطن تو خدا کے ساتھ ہوتا ہے اور اس کا ظاہر مخلوق کے ساتھ۔ اس وقت نور اس میں پائی جانے والی ظلمت سے خلاصی پا جاتا ہے اور مطلوب کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ اور اس خلاصی کے باعث وہ اصحاب یمین میں سے ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کے ہاں اگرچہ یمین و شمال کچھ بھی فی الحقیقۃ نہیں ہے۔ پھر بھی یمین اس کے حال و کمال کے زیادہ مناسب و اولیٰ ہوتا ہے کیونکہ یہ جہت خیر کا جامع ہے۔ ویسے اللہ تعالیٰ کے یمین و شمال یمن و برکت دونوں میں مشترک ہیں۔ جیساکہ واجب تعالیٰ عز شانہٗ کی شان میں واقع ہو چکا ہے کہ اس کے دونوں ہاتھ یمین ہیں۔ اور یہ ظلمت اس نور سے مقام عبادت اور ادائے طاعت کے مقام میں اتر آتی ہے اور نور لامکانی سے ہماری مراد روح ہے بلکہ اس کا خلاصہ اور ظلمت جو جہت سے مقید ہے اس سے نفس مراد ہے۔ اسی طرح باطن سے روح اور ظاہر سے نفس مراد ہے۔

اگر کوئی یہ شبہ پیش کرے کہ اولیاء مستہلکین (ذات حق میں مستغرق) کو بھی اس عالم کا شعور ہوتا ہے اور ان کی بھی اس جہان کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ اور وہ بھی اپنے بنی نوع سے خلط ملط اور میل جول رکھتے ہیں تو پھر استہلاک اور عالم قدس کی طرف دائماً بالکلیۃ توجہ رہنے کے کیا معنی ہیں اور ان اولیاء مستہلکین اور دعوت وارشاد کے لیے رجوع کردہ اولیاء کرام کے درمیان کیا فرق ہوا؟

تو ہم اس شبہ کے جواب میں کہتے ہیں کہ استہلاک اور بالکلیۃ توجہ نفس کے انوار روح میں درج ہونے کے بعد نفس اور روح کی دونوں توجہ سے عبارت ہے، جیساکہ اس کی طرف اشارہ گزر چکا ہے۔ اور جہان اور اس جیسی چیزوں کا شعور حواس، قویٰ اور جوارح سے ہوتا ہے جو نفس کے لیے بمنزلہ تفصیل ہیں تو ان اولیاء مستہلکین کا مجمل اور خلاصہ یافتہ باطنی حصہ تو مطالعہ شہود کے اندر انوار روح کے ضمن میں مستہلک و فانی ہوتا ہے اور ان کی تفصیل شعور سابق پر ہی باقی رہتی ہے۔ اس میں کوئی فتور لاحق نہیں ہوتا۔ بخلاف ان اولیاء کرام کے جو دعوت وارشاد کی خاطر جہان کی طرف رجوع کیے ہوئے ہیں۔ کہ ان کا نفس مطمئنہ ہونے کے بعد دعوت کے لیے انوار روح سے نکل آتا ہے اور اسے اس وقت اس عالم سے مناسبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اس مناسبت کے سبب اس کی دعوت مقام اجابت میں آجاتی ہے۔ لیکن یہ بات کہ نفس درجہ اجمال میں ہے اور حواس وغیرہ درجہ تفصیل میں، تو اس کی وجہ



Marfat.com

یہ ہے کہ نفس کا تعلق قلب صنوبری سے ہے۔ اور حقیقت جامعہ قلبیہ کے واسطے سے روح کا تعلق اس سے ہے۔ اور روح کی طرف سے وارد ہونے والے فیوض اوّلاً نفس پر وارد ہوتے ہیں۔ پھر اس سے تفصیل کے ساتھ قویٰ اور جوارح تک پہنچتے ہیں۔ تو ان حواس و قُویٰ کا اجمالی طور پر خلاصہ نفس ہی موجود ہوتا ہے لہٰذا اس تحقیق سے دونوں قسم کے اولیاء کرام کے درمیان فرق ظاہر و واضح ہو گیا۔

اور یہ بات بھی جاننے کے لائق ہے کہ پہلا گروہ ارباب سُکر میں سے ہے اور دوسرا اصحاب صحو میں سے۔ شرافت پہلے کو حاصل ہے اور فضیلت دوسرے کو۔ پہلا مقام ولایت کے مناسب حال ہے اور دوسرا نبوت کے مناسب حال۔ اللہ تعالیٰ ہمیں کرامات اولیاء سے مشرف کرے، اور کمال متابعت انبیاء صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہٗ علیٰ نبینا وعلیھم وعلیٰ جمیع اخوانہ من الملٰئکۃ المقربین والعباد الصالحین الیٰ یوم الدین پر ثابت قدمی نصیب کرے۔ آمین۔

کاتب الحروف اگرچہ عجمی ہونے کی وجہ سے عربی جیسی چاہیے نہیں جانتا۔ لیکن چونکہ آپ کا مکتوب شریف عربی میں تھا، تو اس طرف سے بھی آپ کے طریقہ املاء پر ہی تحریر کر دیا گیا۔ سلام ہے حُسن کلام۔

# مکتوب نمبر (۲۳)

پیرانہ سالی سے طریقہ اخذ کرنے سے رکنے اور اس کے نقصان و ضرر اور اہل کفر سے مشابہ القاب سے منع کرنے کے بیان میں ـــــ عبدالرحیم الشہیر بخان خاناں کے خط کے جواب میں اس کی طرف ارسال کیا گیا۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہمیں اور تمہیں ایسی قیل وقال سے نجات دے جو حال سے خالی ہے۔ اور اس علم سے بھی نجات عطا فرمائے جو عمل سے محروم ہے۔ بحرمت سید البشر جو ہر کالے اور گورے کی طرف مبعوث ہوئے ہیں۔ علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوات افضلھا ومن التسلیمات اکملھا ـــــ اور اللہ تعالیٰ اس بندے پر بھی رحم فرمائے جو اس پر آمین کہے۔

باسعادت و باصداقت برادر نے تمہارا خط پہنچایا۔ اور زبان ترجمان سے تمہاری جناب کا حال نقل کیا جو نقل کیا۔ تو میں نے یہ شعر پڑھا ؎

اھلا لسعدیٰ والرسول وحبذا ❊ وجہ الرسول لحب وجہ المرسل



Marfat.com

ترجمہ: اے سُعدیٰ (معشوقہ) اور اے اس کے قاصد! تم اپنے اہل ہی تشریف لائے ہو۔ اور تمہاری طرف سے آنے والے قاصد کا چہرا کس قدر حسین ہے۔ کیونکہ روانہ کرنے والے کا چہرہ بڑا محبوب ہے۔

اے ظہور کمالات کے لائق برادر عزیز! اللہ تعالیٰ تمہیں قوت سے فعل کی طرف لائے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ تو اس شخص پر افسوس جس نے اس میں کچھ نہ بویا اور زمین استعداد کو خالی رکھا اور تخم اعمال کو ضائع کر دیا۔

اور یہ بھی جاننا چاہیے کہ زمین کو ضائع کرنا اور خالی رکھنا دو طرح پر ہے۔ ایک یہ کہ اس میں کچھ نہ بوئے۔ دوسرا یہ کہ اس میں خبیث اور ردی تخم ڈالے۔ بیج ضائع کرنے کی یہ دوسری قسم ضرر و فساد میں پہلی قسم سے بہت زیادہ ہے، جیسا کہ مخفی اور پوشیدہ نہیں۔ اور بیج کی خرابی اور فساد یہ ہے کہ انسان پیر ناقص سے اخذ طریقہ کرے اور اس کے راستہ پر چلے۔ کیونکہ پیر ناقص اپنی خواہش نفس کا تابع اور پیرو کار ہوتا ہے۔ اور جس چیز میں خواہش اور ہوائے نفسانی کی آمیزش ہو وہ مؤثر نہیں ہو سکتی۔ اور اگر اثر کرے گی بھی تو خواہش نفس کی ہی معاونت کرے گی۔ تو اس طرح تاریکی پر تاریکی میں اضافہ ہو گا۔

دوسری خرابی یہ ہے کہ پیر ناقص اللہ سبحانہ' و تعالیٰ تک پہنچانے والے راستوں اور نہ پہنچانے والے راستوں میں تمیز و فرق نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ خود اب تک غیر واصل ہے۔ نیز یہ پیر ناقص طالبوں کی مختلف استعدادوں میں تمیز نہیں کر سکتا۔ اور جب طریق جذبہ (سیر انفسی) اور طریق سلوک (سیر آفاقی) میں تمیز نہیں کر سکتا تو عین ممکن ہے کہ ایک طالب کی استعداد طریق جذبہ سے مناسبت رکھتی ہو، اور ابتدائے حال میں طریق سلوک سے مناسبت نہ ہو۔ اور پیر ناقص طرق مختلفہ اور استعدادات مختلفہ میں تمیز نہ کر سکنے کی وجہ سے ابتداء سے طریقہ سلوک پر چلا دے، تو طالب کو بھی گمراہی میں ڈال دے۔ جس طرح خود گمراہی میں پڑا ہوا ہے۔

پس شیخ کامل، اکمال کرنے والا جب اس طالب کی تربیت کا ارادہ کرے گا، اور اسے راہ عرفان پر چلانا چاہے گا، تو اوّلاً اسے پیر ناقص کی پیدا کردہ خرابی اور پیر ناقص کے سبب پیدا شدہ فساد کی اصلاح کی ضرورت پڑے گی۔ اس کے بعد اس کی زمین استعداد کے مطابق صالح اور مناسب بیج ڈالیگا تب جا کر اچھے پودے اُگیں گے۔

مَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ خبیث و ردی کلمہ مثال خبیث اور ردی درخت



Marfat.com

اِجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ۔ — کی طرح ہے جو زمین کے اوپر ہی سے اکھیڑ لیا گیا ہو اس کے لیے کوئی قرار و استحکام نہ ہو۔

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ — اور اچھے کلمے کا حال اچھے درخت کی طرح ہے جس کی جڑ زمین میں مضبوط اور ثابت ہو اور اس کی شاخیں آسمان میں ہوں۔

پس کامل، کامل بنانے والے شیخ کی صحبت کبریت احمر (سُرخ گندھک) ہے۔ اس کی نظر دوا اور اس کی باتیں شفا ہیں۔ اور اس کے بغیر تو خاردار درخت پر ہاتھ پھیرنے والی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے طریقہ پر قائم اور ثابت رکھے۔ کیونکہ متابعت شریعت ہی اصل کار اور مدار نجات، مناط سعادت ہے۔ فارسی میں کیا ہی اچھا کہا گیا ہے ؎

محمد عربی کابروئے ہر دو سرا ست
کسیکہ خاک درش نیست خاک بر سراو

محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو دنیا اور آخرت دونوں کے سردار ہیں جو شخص آپ کے دروازے کی خاک نہیں بنا چاہتا اس کے سر پہ خاک پڑے (وہ ذلیل و نامراد ہو)

ہم اس مقالے کو حضور سید المرسلین کی صلوات پر ختم کرتے ہیں۔ آپ پر تسلیمات، تحیات، اور برکات کا نزول ہوتا رہے۔

## التتمہ:

کمال تعجب کی بات یہ ہے کہ برادر باسعادت نے نقل کیا ہے کہ اس کے ہمنشینوں میں سے بعض ایسے فاضل شعراء ہیں جنہوں نے اشعار میں اپنا لقب کفری رکھا ہوا ہے۔ حالانکہ یہ شاعر سادات عظام اور نقبائے (بہتر) کرام میں سے ہے۔ کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ اسے اس بین الشناعۃ بُرے اسم پر کس چیز نے برانگیختہ کیا ہے۔ مسلمان کے لیے مناسب ہے کہ اس بُرے نام سے شیر سے بھی زیادہ بھاگے اور اس سے پوری طرح نفرت و کراہت کرے۔ کیونکہ یہ اسم اور اس کا مسمّیٰ دونوں اللہ سبحانہٗ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاں ناپسند و مبغوض ہیں۔ مسلمانوں کو تو حکم ہے کہ اہلِ کفر سے عداوت رکھیں اور ان پر سختی کریں۔ لہٰذا ایسے بُرے اسم سے احتراز و پرہیز ضروری اور واجب ہے۔

اور بعض مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی عبارات میں غلبہ سکر میں جو کفر کی مدح اور زنار



Marfat.com

وغیرہ باندھنے کی ترغیب واقع ہوئی ہے اس کے ظاہری معنی مراد نہیں ہیں اور ان کی تاویل کی گئی ہے۔ کیونکہ مستوں کا کلام ٹھیک معنی پر محمول کیا جاتا ہے۔ اور ظاہری اور قریب الفہم معنی پر محمول نہیں کیا جاتا۔ کیونکہ وہ غلبہ سکر کے باعث ان ممنوعات کے ارتکاب میں معذور ہیں۔ کیونکہ ان بزرگوں کے نزدیک کفر حقیقت اسلام حقیقی کی نسبت سراسر نقص اور خراب ہے۔ اور غیرمست اور غیر مغلوب الحال لوگ ان کی تقلید کرنے میں ان کے نزدیک اور اہل شرع کے نزدیک بھی قطعاً غیر معذور ہیں کیونکہ ہر شے کا ایک موسم اور وقت خاص ہوتا ہے۔ کہ اس وقت میں وہ شے اچھی اور گوارا ہوتی ہے۔ اور دوسرے وقت میں وہی شے قبیح ہو جاتی ہے۔ اور عقلمند ایک وقت کو دوسرے وقت پر قیاس نہیں کرتا۔ لہٰذا میری طرف سے انہیں کہیں کہ وہ اس لقب کو بدل کر کوئی اچھا اور اسلامی لقب اختیار کریں۔ کیونکہ مسلمان کے حال وقال کے موافق کوئی اسلامی لقب ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول معظم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پسندیدہ دین کی طرف منسوب کرنا چاہیے۔ اور تہمت اور برائی کے مقامات سے اجتناب کرنا چاہیے۔ جیسا کہ ہمیں اس کا حکم ہے:

اِتَّقُوْا مِنْ مَّوَاضِعِ التُّهَمِ — تہمت کے مقامات سے بچو۔

نہایت سچا اور بے غبار کلام اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ۔ — مومن غلام مشرک آزاد سے بہتر ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى — ہر متبع ہدایت پر سلامتی کا نزول ہو۔

# مکتوب نمبر (۲۴)

اس امر کے بیان میں کہ صوفی کائن ہے اور بائن ہے۔ اور دل کا تعلق ایک سے زیادہ کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ اور محبت ذاتی کا ظہور محبوب کی طرف سے آنے والے رنج و انعام کو برابر کر دیتا ہے۔ اور مقربین اور ابرار کی عبادت کے فرق اور اولیاء مستہلکین اور دعوت و ارشاد پر مامور اولیاء کرام کے درمیان فرق و امتیاز کے بیان میں ـــــ محمد قلیچ خان کی طرف ارسال فرمایا

بحرمت حضور سید المرسلین علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات اللہ سبحانہ وتعالیٰ تمہیں سلامت رکھے اور خیر و عافیت عطا فرمائے۔

انسان اس کے ساتھ ہوتا ہے جس کے ساتھ اس کی محبت ہوتی ہے۔ تو وہ شخص بہت ہی مبارک



Marfat.com

ہے جس نے اپنے قلب میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے علاوہ کسی کی محبت باقی نہیں رکھی۔ اور جس کی مراد اور مقصود وہ بلند و مقدس ذات ہو چکی ہے۔

تو ایسا شخص فی الحقیقۃ خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے، اگرچہ بظاہر مخلوق کے ساتھ ہو اور صورتاً مخلوق کے ساتھ مشغول و مصروف ہو۔ یہی کائن بائن صوفی کی شان ہے۔ کائن یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہونے والا۔ بائن یعنی حقیقۃً مخلوق سے جدا اور الگ ہونے والا۔ یا کائن سے مراد ہے صورتاً مخلوق کے ساتھ ہونے والا، اور بائن یعنی فی الحقیقۃ ان سے الگ اور جدا۔ اور قلب کی محبت ایک سے زیادہ اشیاء کے ساتھ نہیں ہو سکتی۔ تو جب تک اس کا تعلق حبی اس ایک کے ساتھ رہے گا اس کے ماسوا کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔

اور یہ جو انسان کی بہت مرادیں اور کثیر اشیاء مثلاً مال، اولاد، سرداری، مدح، لوگوں کے سامنے بلندی رتبہ کے ساتھ تعلق محبت محسوس ہوتا ہے، تو یہاں بھی فی الواقع اس کا محبوب ایک ہی شے ہے، اور وہ اس کا نفس ہے۔ اور ان سب کے ساتھ محبت اپنے نفس کے ساتھ محبت کی فروعات ہیں۔ کیونکہ ان اشیاء کی چاہت اپنے نفس کے لیے ہوتی ہے، نہ کہ بذات خود ان اشیاء کے ساتھ۔ تو جب اس کی اپنے نفس سے محبت ختم ہو گئی تو بالتبع ان اشیاء کے ساتھ محبت بھی ختم ہو گئی۔ اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ بندے اور رب کے درمیان انسان کا اپنا نفس ہی حجاب ہے۔ دوسری کائنات حجاب نہیں ہے۔ کیونکہ یہ کائنات بندے کی مراد و مطلوب نہیں تاکہ حجاب بنے۔ بلکہ بندے کی مراد اور اس کا مطلوب خود اس کا اپنا نفس ہے۔ لہٰذا فی الواقع وہی حجاب بھی ہے۔ تو جو شخص اپنے نفس کی چاہتوں سے بالکلیہ خالی نہ ہو رب تعالیٰ کو اپنا مطلوب و مراد نہیں بنا سکتا۔ اور نہ اس کے دل میں حق تعالیٰ کی محبت کی گنجائش ہو سکتی ہے۔ اور یہ اعلیٰ درجہ کی دولت فنا مطلق کے ساتھ ہی متحقق و موجود ہو سکتی ہے۔ اور یہ فنا مطلق تجلی ذاتی سے وابستہ ہے کیونکہ ظلمات اور تاریکیوں کا مکمل طور پر اٹھنا اسی وقت متصور ہو سکتا ہے جب سورج پورے طور پر طلوع ہو کر چمکنا شروع کر دے۔ تو جب یہ محبت جسے محبت ذاتی سے تعبیر کرتے ہیں، حاصل ہو جاتی ہے تو محب کے نزدیک محبوب کی طرف سے ہونے والے انعامات اور اس کی طرف سے آنے والے مصائب و آلام برابر حیثیت اختیار کر جاتے ہیں اور اس وقت اخلاص کی نعمت حاصل ہوتی ہے۔ اب وہ خدا تعالیٰ کی عبادت و بندگی صرف اس کی رضا کے لیے کرتا ہے، طلب انعام یا دفع آلام کے لیے نہیں کرتا۔ کیونکہ یہ دونوں چیزیں اس کے نزدیک برابر ہو چکی ہیں۔ یہ مقربین کا مرتبہ ہے۔ کیونکہ ابرار تو اس کی عبادت طمع اور خوف کی بنا پر کرتے ہیں۔ اور طمع اور



Marfat.com

خوف کا تعلق اور واسطہ خود ان کی اپنی ذوات سے ہوتا ہے۔ اور یہ کوتاہی اس بنا پر ہے کہ انہیں محبت ذاتی کی سعادت نصیب نہیں ہوتی۔

اس تحقیق سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ ابرار کی نیکیاں مقربین کے لیے برائیوں کا حکم رکھتی ہیں۔ تو ابرار کی حسنات ایک لحاظ سے حسنات ہیں اور ایک لحاظ سے سیئات۔ اور مقربین کی حسنات من کل الوجوہ حسنات ہیں۔

ہاں کچھ مقربین ایسے ہیں جو خدا تعالیٰ کی عبادت و بندگی طمع اور خوف کے تحت کرتے ہیں۔ بقاء اکمل اور عالم اسباب کی طرف نزول کرنے کے بعد۔ لیکن ان کے خوف و طمع کا تعلق ان کی اپنی ذوات کے ساتھ نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے طمع اور اس کی ناراضگی کے خوف سے عبادت و بندگی کرتے ہیں۔ اسی طرح اگر وہ جنت طلب کرتے ہیں تو اپنے حظوظ نفسانی کے لیے نہیں بلکہ اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا مقام ہے۔ اور اگر دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں تو اپنے نفوس سے دفع عذاب الم کے لیے نہیں، بلکہ اس لیے کہ وہ حق تعالیٰ کی ناراضگی کا مقام ہے۔ کیونکہ یہ اکابر اپنے نفسوں کی غلامی سے آزاد ہو چکے ہیں اور خالص اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے ہو چکے ہیں۔ اور مقربین میں سب سے اعلیٰ مرتبہ اور اس مرتبہ والے کو مرتبہ ولایت خاصہ کے حصول کے بعد مقام نبوت کے کمالات سے پورا حصہ ملتا ہے۔ اور ان مقربین میں سے جو اولیاء ارشاد و دعوت کی غرض سے عالم اسباب کی طرف نزول نہیں فرماتے وہ اولیاء مستہلکین میں ہیں (یعنی ذات ہی میں منہمک و مستغرق)۔ ان کو مقام نبوت کے کمالات سے کچھ حصہ نہیں ملتا۔ اور یہ تکمیل کے اہل بھی نہیں ہوتے، بخلاف پہلے گروہ کے۔ کہ وہ تکمیل کی اہلیت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان اکابر کی محبت و عقیدت عطا کرے۔ بحرمتہ سید البشر علیہ و علیٰ آلہ و اتباعہ من الصلوات افضلہا و من التسلیمات اکملہا۔ کیونکہ انسان اس کے ساتھ شمار ہوتا ہے جس سے محبت رکھتا ہے۔ اول و آخر سلام

# مکتوب نمبر (۲۵)

حضور سید المرسلین اور آپ کے خلفاء راشدین علیہ وعلیہم من الصلوات اکملہا ومن التسلیمات اتمہا کی متابعت کی ترغیب و تحریص کے بیان میں ـــــ خواجہ جہاں کو لکھا گیا۔

اللہ تعالیٰ تمہارے دل کو سلامتی عطا کرے۔ تمہارے سینہ کو کشادہ کرے۔ تمہارے نفس کو



Marfat.com

پاکیزگی عطا کرے اور تمہارے پوست بدن کو نرم کرے۔ یہ سب کچھ بلکہ روح، سر، خفی اور اخفی کے تمام کمالات کا حصول حضور سید المرسلین علیہ وعلی آلہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا کی متابعت اور پیروی کے ساتھ وابستہ ہیں۔ لہٰذا تم پر حضور سرور کائنات اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء راشدین جو ہدایت دینے والے اور ہدایت یافتہ ہیں، کی متابعت لازم وضروری ہے کیونکہ خلفاء راشدین ہدایت کے ستارے اور ولایت کے آفتاب ہیں۔ تو جس کو ان کی پیروی کا شرف نصیب ہو گیا وہ عظیم کامیابی سے ہمکنار ہو گیا۔ اور جس کی سرشت میں ان کی مخالفت ڈال دی وہ دور کی گمراہی میں جا پڑا۔

بقیہ مقصود یہ ہے کہ مرحوم الشیخ سلطان کے دونوں بیٹے پریشانی اور تنگی معاش میں مبتلا ہیں۔ آپ سے التماس ہے کہ ان کی مدد و اعانت فرمائیں۔ ان کی امداد آپ کے شایان شان ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام لوگوں کی حاجت برآری کی توفیق بخشی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی توفیق میں مزید اضافہ کرے۔ اور خیر و بھلائی کو آپ کا رفیق و ساتھی بنائے۔ آپ کو اور ہر متبع ہدایت کو سلام۔

# مکتوب نمبر (۲۶)

اس امر کے بیان میں کہ شوق ابرار کو ہوتا ہے۔ مقربین کو نہیں ہوتا۔ اور اس مقام کے مناسب علوم کے بیان میں ——— دانش مند شیخ مولانا حاجی محمد لاہوری کو لکھا گیا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے طریقہ پر قائم و ثابت رکھے۔

حدیث قدسی میں وارد ہوا ہے کہ ابرار کو میری ملاقات کا شوق عرصہ دراز سے دامنگیر ہے اور میں ان کی ملاقات کا شوق ان سے بھی زیادہ رکھتا ہوں۔ اللہ سبحانہ، نے اس کلام میں ابرار کے لیے شوق ثابت کیا ہے۔ کیونکہ مقربین واصلین کو کوئی شوق نہیں ہوتا۔ کیونکہ شوق کسی شے کے گم ہونے کا متقاضی ہے۔ اور گم ہونا مقربین کے حق میں مفقود ہے۔ دیکھتے نہیں کہ انسان اپنی ذات کا مشتاق نہیں ہوتا۔ حالانکہ اسے اپنی ذات سے انتہا درجہ کی محبت ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ انسان کی اپنی ذات مفقود نہیں۔ تو مقرب واصل کا حال جو حق تعالیٰ کے ساتھ باقی اور اپنے نفس سے فانی ہو چکا ہے۔ حق تعالیٰ کے ساتھ بالکل اسی طرح ہوتا ہے جس طرح انسان کا اپنی ذات کے ساتھ تعلق



Marfat.com

ہے۔ لہٰذا مشتاق صرف ابرار ہی ہیں۔ کیونکہ یہی لوگ محب فاقد گم کردگان مطلوب ہیں۔ اور ابرار سے مراد غیر واصل اور غیر مقرب ہیں۔ خواہ وہ ابتداء میں ہوں یا درمیان میں اگرچہ وسط سے ایک رائی کے دانہ برابر کچھ ہی باقی ہو۔ فارسی میں کیا ہی اچھا کہا گیا ہے ؎

فراق دوست اگر اندک است اندک نیست

درونِ دیدہ اگر نیم موست بسیار است

دوست کا فراق اگر تھوڑا بھی ہو تو وہ تھوڑا نہیں ہے۔ آنکھ میں آدھا بال بھی پڑ جائے تو وہ بہت ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ قرآن مجید پڑھتا ہے اور روتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ ہم لوگ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ لیکن اب ہمارے دل سخت ہو چکے ہیں۔ آپ کا یہ ارشاد مدح مشابہ ذم کے قبیل سے ہے۔ میں نے اپنے شیخ (خواجہ محمد الباقی) قدس سرہٗ سے سنا آپ فرماتے تھے منتہی واصل بہت دفعہ اس شوق اور طلب کی آرزو کرتا ہے جو اسے ابتدا میں حاصل تھی۔

اور اس شوق کے زائل ہو جانے کا مقام اور ہے، جو اول سے اکمل اور اتم ہے۔ اور وہ ادراک سے عاجز اور ناامید ہونے کا مقام ہے۔ کیونکہ شوق متوقع چیز کا ہوتا ہے۔ جب کسی شے کی توقع اور امید نہ ہو تو اس کا شوق بھی نہیں ہوتا۔

تو جب یہ کامل جو نہایت کمال کو پہنچ چکا ہوتا ہے اس عالم کی طرف رجوع قہقری کرتا ہے تو رجوع کی وجہ سے مطلوب کے مفقود ہونے کے باوجود وہ شوق عود نہیں کرتا۔ کیونکہ شوق کا زوال مطلوب کے گم ہونے کی بنا پر نہیں تھا، بلکہ اس کا زوال یاس اور ناامیدی کے حصول کی بنا پر تھا۔ اور وہ رجوع الی الخلق کے بعد بھی موجود ہے۔ لیکن اس کے برعکس کامل اول کا شوق عالم کی طرف رجوع کرنے سے واپس عود کر آتا ہے۔ کیونکہ وہی مطلوب کی گمشدگی پھر اسے حاصل ہو جاتی ہے جو پہلے زائل ہو چکی تھی۔ تو جب رجوع کے باعث مطلوب کا فقدان پایا گیا تو وہ شوق پھر حاصل ہو جاتا ہے جو اس کے زوال کے باعث زائل ہو چکا تھا۔

یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ وصول کے مراتب تو کبھی ختم نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا وصول کے بعض مراتب کی توقع اور امید تو رہتی ہی ہے۔ اس وجہ سے واصل مقرب کے لیے بھی شوق مذکور متصور ہو سکتا ہے۔ اس لیے کہ ہم اس اعتراض کے جواب میں کہتے ہیں کہ مراتب وصول کا منقطع نہ ہونا سیر تفصیلی پر مبنی ہے۔



Marfat.com

جس کا تعلق اسماء، صفات، شیون اور اعتبارات سے ہے۔ اور سیر تفصیلی طے کرنے والے سالک کے لیے انتہا متصور نہیں ہو سکتی، اور شوق مذکور کبھی بھی اس سے زائل نہیں ہو سکتا۔ اور جس واصل کامل کے متعلق ہم گفتگو کر رہے ہیں اس سے استاد کو پہنچ جانے والا وہ واصل مراد ہے جو مراتب کو بطریق اجمال طے کر چکا ہے۔ اور اس مقام تک پہنچ چکا ہے جسے نہ تو کسی عبارت سے تعبیر کیا جا سکتا ہے اور نہ اس کی طرف اشارہ کیا جا سکتا ہے، اور نہ اس مقام پر کسی قسم کی توقع باقی ہے۔ لہٰذا اس سے کلیتہً شوق وطلب زائل ہو جاتے ہیں اور یہ خواص اولیاء کرام کا حال ہے۔ کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جو صفات کی تنگی سے نکل چکے ہیں اور ذات تعالیٰ و تقدس کی بارگاہ تک وصول حاصل کر چکے ہیں۔ بخلاف ان سالکین کے کہ صفات میں تفصیلاً اور شیونات میں ترتیب سے سیر کرنے والے ہیں۔ کیونکہ یہ حضرات تجلیات صفاتیہ ہیں ہی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محبوس و مقید رہتے ہیں۔ اور ان کے حق میں مراتب وصول سے مراد یہی ہے کہ وہ صفات تک ہی پہنچتے ہیں۔ اور حضرت ذات واجب تعالیٰ تک عروج صفات اور اعتبارات میں سیر اجمالی کے بغیر متصور نہیں۔ اور جس شخص کی سیر اسماء میں تفصیلی ہوتی ہے وہ صفات اور اعتبارات ہی میں محبوس رہتا ہے اور اس سے شوق و طلب زائل نہیں ہوتا۔ اور نہ وجد و تواجد ان سے جدا اور الگ ہوتا ہے۔ لہٰذا ارباب شوق و تواجد تجلیات صفاتیہ والے ہی ہیں۔ اور جب تک یہ لوگ شوق و وجد میں رہتے ہیں انہیں تجلیات ذاتیہ سے کچھ حصہ نہیں ملتا۔

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ خدا تعالیٰ کے شائق ہونے کا کیا مطلب ہے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی شے بھی مفقود نہیں ہو سکتی۔ تو میں اس سوال کے جواب میں کہتا ہوں کہ ممکن ہے شوق کا ذکر صنعت مشاکلت کے طور پر ہو۔ اور اس میں شدت کا ذکر اس وجہ سے ہو کہ جو شے عزیز و جبار ذات کی طرف منسوب ہوتی ہے وہ بھی شدید و غالب ہوتی ہے۔ جس طرح عبد ضعیف کی طرف جو شے منسوب ہوتی ہے وہ بھی ضعیف اور مغلوب ہوتی ہے۔ یہ جواب طریقہ علماء کے مطابق ہے۔ اور اس عبد ضعیف کے پاس اور بھی بہت سے جوابات ہیں جو طریقہ صوفیہ سے مناسبت رکھتے ہیں۔ وہ جوابات کچھ سکر چاہتے ہیں سکر کے بغیر وہ جوابات مستحسن نہیں۔ بلکہ جائز ہی نہیں۔ کیونکہ مست لوگ معذور ہیں۔ مگر ارباب صحو سے باز پرس ہو سکتی ہے۔ اور میرا حال اس وقت خالص صحو ہے لہٰذا ان جوابات کا ذکر میرے حال کے لائق و مناسب نہیں۔ اسے ذہن نشین کر لو۔ الحمد للہ اولاً و آخراً۔ والصلوٰۃ والسلام علی نبیہ دائماً و سرمداً۔

---



Marfat.com

# مکتوب نمبر (۲۷)

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی مدح وثنا اور ان بزرگوں قدس سرہم کی نسبت کی بلندی کے بیان میں ——— خواجہ عمک کی طرف صادر فرمایا۔

الحمد للّٰہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔

مرحمت نامہ گرامی جوازرُوئے کرم اس مخلص کے نام لکھا تھا، یہ حقیر اس کے ورود سے مسرور اور خوش ہوا۔ آپ سلامت رہیں۔ بندہ آپ کے دردِسر کا باعث نہیں بننا چاہتا۔ صرف سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی مدح وثنا میں لکھتا ہے۔

مخدوم ومحترم! اس سلسلہ عالیہ کے اکابر قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی عبارات میں جو واقع ہوا ہے کہ ہماری نسبت تمام نسبتوں سے فائق ہے۔ اس سے مراد حضور وآگاہی کی نسبت ہے جو حضور ان کے ہاں معتبر ہے وہ حضور بے غیبت ہے جس کو انہوں نے "یادداشت" سے تعبیر کیا ہے۔ لہٰذا ان عزیزوں کی نسبت یادداشت سے عبارت ہے۔ اور یادداشت جو اس فقیر کے فہم قاصر میں قرار پا چکی ہے وہ اسی تفصیل پر مبنی ہے۔

اور تجلی ذاتی حضرت ذات تعالیٰ وتقدس کے ظہور نیز حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے اسماء، صفات، شیون اور اعتبارات کے ملاحظہ کے بغیر حضور ذات سے عبارت ہے۔ اور اسی تجلی کو تجلی برقی کہتے ہیں۔ یعنی لمحہ بھر کے لیے شیون واعتبارات اُٹھ جاتے ہیں۔ پھر شیون واعتبارات کے پردہ میں وہ ذات پوشیدہ ہوجاتی ہے۔

اس تقریر وبیان کے مطابق حضور بے غیبت متصور نہیں ہوسکتا۔ بلکہ لمحہ بھر کے لیے حضور نصیب ہوتا ہے۔ اور اغلب واکثر اوقات غَیبت رہتی ہے۔ اس طرح کی وقتی نسبت ان بزرگوں کے ہاں کوئی اعتبار نہیں رکھتی۔ ہاں جب یہ حضور دوام اختیار کرلے اور پوشیدہ ہونے کو بالکل قبول نہ کرے اور ہمیشہ اسماء، صفات، شیون اور اعتبارات کے پردہ کے بغیر ہی ظاہر اور متجلی رہے۔ تو یہ حضور بے غیبت کہلائے گا۔ تو ان اکابر نقشبندیہ قدس سرہم کی نسبت کو دوسروں کی نسبتوں پر قیاس کرکے موازنہ کرنا چاہیے۔ اور بے تکلف تمام نسبتوں سے فائق واعلیٰ جاننا چاہیے۔

اس قسم کا حضور اگرچہ اکثر لوگوں کے نزدیک بعید امر ہے۔ لیکن سے



Marfat.com

هَنِيئًا لِأَرْبَابِ النَّعِيمِ نَعِيمُهَا
وَلِلْعَاشِقِ الْمِسْكِينِ مَا يَتَجَرَّعُ

یعنی ارباب نعمت کو نعمتیں گوارا رہیں۔ عاشق مسکین کے لیے صرف وہی ہے جو گھونٹ گھونٹ پی رہا ہے۔

یہ بلند نسبت اس حد تک اور اس طور پر ندرت و قلت اختیار کر چکی ہے کہ اگر بالفرض اس بزرگ سلسلہ کے لوگوں کے سامنے بیان کی جائے تو احتمال ہے کہ اکثر اس کا انکار ہی کر جائیں۔ اور یقین نہ کریں۔ وہ نسبت جو آج کل اس بزرگ خانوادہ کے اصحاب میں مشہور و متعارف ہے وہ حق تعالیٰ کے اس شہود سے عبارت ہے۔ جو شاہدی اور مشہودی کے وصف سے پاک و منزہ ہے۔ اور وہ ایک توجہ ہے جو چھ جہات متعارفہ سے خالی اور معرا ہے۔ اگرچہ جہت فوق کا وہم پڑتا ہے۔ اور بظاہر دائمی ہوتی ہے۔ اور جہت صرف مقام جذبہ میں پائی جاتی ہے۔ اور اس جہت کی فوقیت کی کوئی وجہ ظاہر ہے۔ بخلاف یادداشت کے جو بمعنی سابق ہے۔ کیونکہ اس کا حصول جہت جذبہ اور مقامات سلوک کے بعد ہے اور اس کے درجے کی بلندی کسی بھی شخص پر مخفی نہیں ہے۔ اور خفا ہے تو وہ صرف اس کے حصول میں ہے۔ حاسد اگر حسد کی وجہ سے اس کا انکار کرے۔ اور ناقص رہنے کے باعث نہ مانے تو معذور ہے ؎

قاصرے گر کند ایں طائفہ را طعن قصور ۔۔۔ حاش للہ کہ برآرم بزباں ایں گلہ را
ہمہ شیران جہاں بستہ بایں سلسلہ اند ۔۔۔ روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

کوئی قاصر شخص اس طائفہ پر قصور وار ہونے کا عیب رکھے۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ کہ میں اس گلہ کو زبان پر لاؤں۔ تمام جہان کے شیر اس سلسلہ کے ساتھ بندھے ہوئے ہیں۔ لومڑی حیلہ بہانہ کے ذریعہ اس سلسلہ کو کس طرح توڑ سکتی ہے۔

# مکتوب نمبر (۲۸)

بلندی حال کے بیان میں مگر ایسی عبارت سے جس سے تنزل اور دوری کا وہم ہوتا ہے ـــــ یہ مکتوب بھی خواجہ عمک کو لکھا۔

رحمت نامہ گرامی جو ازروئے کرم اس مخلص کے نام لکھا تھا، بندہ اس کے ورود مسعود سے مسرور ہوا، اور اس کے مطالعہ سے مشرف ہوا ـــــ کیا ہی عمدہ نعمت ہے کہ آزادوں گرفتاروں کو



Marfat.com

یاد کریں۔ اور کیسی ہی اعلیٰ درجہ کی دولت ہے کہ پہنچے ہوئے لوگ ہجر میں پڑے ہوئے لوگوں کی غمخواری کریں۔

جدائی اور ہجر میں پڑے ہوئے نے جب اپنے آپ کو وصال کے قابل نہ پایا تو گم نامی کی حالت میں ہجر کے گوشے میں جا بیٹھا اور قرب سے بھاگ کر بُعد اور دوری کے ساتھ آرام جا پکڑا، اور اتصال کے بجائے انفصال کے ساتھ قرار پکڑ لیا۔ اور جب آزادی کے اختیار کرنے میں گرفتاری دیکھی تو گرفتاری کے احسان کے نیچے آگیا ؎

چوں طمع خواہد زمن سلطان دیں　　　خاک بر فرق قناعت بعد ازیں

دین کا سلطان جب مجھ سے طمع کا طالب ہے، تو اس کے بعد قناعت کے سر پر خاک پڑے۔

غیر مربوط عبارتوں اور پراگندہ اشاروں کے ساتھ اس سے زیادہ کیا دردسری کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں حضور سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہٖ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا کی متابعت پر ثابت اور قائم رکھے۔

# مکتوب نمبر (۲۹)

ادائے فرض کی ترغیب، سنن وآداب کی رعایت، فرائض کے سامنے ادائے نوافل کی کم پرواہ کرنے، اور رات کے نصف اخیر میں نماز عشاء ادا کرنے سے روکنے، اور مستعمل پانی کے پینے کو جائز رکھنے سے منع کرنے اور مریدوں کو سجدہ کرنے سے منع کرنے کے بیان میں ——— شیخ نظام تھانیسری کی طرف لکھا۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہمیں اور تمہیں طرف داری کرنے اور بے راہ روی اختیار کرنے سے بچائے اور ہمیں اور تمہیں افسوس اور غم کھانے سے نجات دے، بحرمۃ سید البشر جو نظر کی کجی سے پاک تھے علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوات اتمہا ومن التسلیمات اکملہا۔

حق تعالیٰ کی طرف قریب کرنے والے اعمال یا فرائض ہیں یا نوافل۔ نوافل کی فرائض کے سامنے کچھ حیثیت نہیں۔ کسی وقت میں فرائض میں سے ایک فرض کو ادا کرنا ہزار سال نوافل ادا کرنے سے بہتر ہے۔ اگرچہ نفل عبادت نیت خالص سے ادا کی جائے۔ جو بھی نفل عبادت ہو، جیسے نماز، زکوٰۃ، روزہ، اور ذکر و فکر وغیرہ۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ ادائے فرائض کے دوران ایک سنت کی رعایت اور مستحبات



Marfat.com

ین سے ایک مستحب کی نگہداشت کا بھی یہی حکم ہے۔

منقول ہے کہ ایک روز امیر المومنین حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز فجر با جماعت ادا فرمائی۔ نماز سے فارغ ہو کر قوم پر نگاہ ڈالی۔ اپنے اصحاب میں سے ایک صاحب کو نہ پایا۔ دریافت فرمایا کہ فلاں شخص جماعت میں حاضر نہیں۔ حاضرین نے عرض کیا کہ وہ شخص رات کا اکثر حصہ بیدار رہتا ہے۔ شاید اس وقت سو یا ہوا ہو۔ آپ نے فرمایا اگر وہ ساری رات سویا رہتا اور فجر کی نماز جماعت سے ادا کرتا تو وہ بہتر تھا۔

لہٰذا ایک مستحب کی رعایت اور مکروہ سے بچنا اگرچہ تنزیہی ہی ہو اور مکروہ تحریمی تو بطریق اولیٰ کئی مرتبے ذکر فکر اور مراقبہ و توجہ سے بہتر ہے۔ ہاں ہاں اگر یہ امور اس رعایت اور اس اجتناب کے ساتھ جمع ہوں تو عظیم کامیابی حاصل کر لی۔ اس کے بغیر خار دار درخت پر ہاتھ پھیرنے والی بات ہے۔

مثلاً ایک دو پیسے زکوٰۃ کے ادا کرنا بطریق نفل پہاڑوں جتنا سونا صدقہ کرنے سے کئی مرتبے بہتر ہے۔ تو نماز عشاء رات کے نصف اخیر میں ادا کرنا اور اسے نوافل تہجد کی ادائیگی کی تائید کا وسیلہ بنانا بہت برا ہے۔ اس لیے حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک نماز عشاء نصف اخیر میں ادا کرنا مکروہ ہے (کذافی بحر الرائق)۔ ظاہر اس سے ان کی مراد کراہت تحریمیہ ہے۔ اس لیے کہ فقہائے حنفیہ نے نماز عشاء کو نصف رات تک ادا کرنے کو مباح رکھا ہے اور اس سے آگے مکروہ کہا ہے۔ لہٰذا جو مکروہ مباح کے مقابلے میں آتا ہے وہ مکروہ تحریمی ہے۔ اور فقہاء شافعیہ کے نزدیک تو نصف اخیر میں نماز عشاء ادا کرنا جائز ہی نہیں۔ تو ادائے تہجد اور ذوق و جمعیت کے حصول کے لیے اس وقت میں اس امر کا مرتکب ہونا بہت ناپسندیدہ ہے۔ اس غرض کے لیے وتر کی ادائیگی میں تاخیر کرنا کافی ہے۔ اور یہ تاخیر مستحب ہے۔ وتر اچھے وقت میں ادا بھی ہو جائیں گے اور سحری کے وقت بیدار ہونے اور تہجد ادا کرنے کی غرض بھی حاصل ہو جائے گی۔ لہٰذا یہ کام چھوڑ دینا چاہیے اور گزشتہ نمازوں کی قضا کرنی چاہیے۔

امام اعظم کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وضو کے مستحبات میں سے ایک مستحب چھوٹ جانے سے چالیس سال کی نمازیں قضا کیں۔

لہٰذا وہ پانی جس سے ازالہ حدث کیا گیا ہو یا بہ نیت عبادت و ثواب وضو کے لیے استعمال کیا گیا ہو لوگوں کے لیے اس کا پینا جائز نہ قرار دیں۔ کیونکہ یہ پانی سیدنا حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک نجاست غلیظہ کا حکم رکھتا ہے۔ اور فقہاء نے اس پانی کے پینے سے منع کیا ہے اور اس کا پینا مکروہ قرار دیا ہے۔ ہاں وضو سے بچے ہوئے پانی کو انہوں نے شفا کہا ہے۔ اگر عقیدت کے طور پر



Marfat.com

کوئی طلب کرے تو وضو سے بچے ہوئے پانی میں سے دیں۔

اس فقیر کو اس دفعہ دہلی میں یہ آزمائش پیش آگئی۔ بعض دوستوں کو واقعہ میں دکھایا گیا کہ وہ فقیر کے وضو کا مستعمل پانی پئیں۔ ورنہ ضرر عظیم لاحق ہوگا۔ ہر چند اسے اس سے باز رہنے کی کوشش کی لیکن کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ کتب فقہ کی طرف رجوع کیا تو خلاصی کی ایک صورت ممکن آئی۔ کہ اگر تین بار اعضاء دھو لینے کے بعد چوتھی بار بغیر نیت عبادت اعضاء پر پانی پھیر دیں تو وہ مستعمل نہ ہوگا۔ اس حیلہ سے بے نیت قربت اعضاء پر پانی چلا کر اسے پینے کے لیے دیا۔

نیز بعض معتمد لوگوں نے نقل کیا ہے کہ آپ کے بعض خلفاء کے مرید خلفاء کو سجدہ کرتے ہیں اور زمین بوسی پر کفایت نہیں کرتے۔ اس فعل کی برائی اظہر من الشمس ہے۔ انہیں اس سے سختی سے منع کیجیے اس قسم کے افعال سے سب کو پرہیز کرنا چاہیے۔ اور ان لوگوں کو خاص کر جو مخلوق کی پیشوائی کے لیے نمایاں ہو چکے ہیں۔

ایسے افعال سے ان لوگوں کے لیے اجتناب کرنا اشد ضروری ہے کیونکہ پیروکار لوگ ان کے افعال کی اقتداء کیا کریں گے اور فتنے میں مبتلا ہوں گے۔

نیز اس گروہ صوفیہ کے علوم، علوم احوال ہیں۔ اور احوال اعمال کے نتائج و ثمرات ہیں۔ اور علوم احوال اسے عطا ہوتے ہیں جس کے اعمال درست ہوں اور اعمال کا حق ادا کیا ہو۔ اور اعمال کی درستی اس وقت میسر آتی ہے جبکہ اعمال کو پہچانے اور ہر عمل کی کیفیت سے واقف ہو۔ اور اعمال کو جاننا اور ان کی کیفیت سے واقف ہونا احکام شرعیہ کا علم ہے۔ جیسے نماز، روزہ اور باقی فرائض اور معاملات کا علم اور نکاح و طلاق اور بیع و شراء کا علم۔ اور ہر اس شے کا علم جو اللہ تعالیٰ نے بندے پر واجب کی ہے۔ اور جس کی بندے کو دعوت دی ہے۔ اور یہ علوم کسب و سعی سے حاصل ہوتے ہیں ان کے سیکھنے کے بغیر چارہ نہیں۔

اور علم دو مجاہدوں کے درمیان واقع ہے۔ ایک اس کے حصول سے پہلے اس کی طلب کا مجاہدہ، دوسرا حاصل کر لینے کے بعد اس پر عمل کرنے کا مجاہدہ۔ لہٰذا یوں چاہیے کہ جس طرح آپ کی مجلس شریف میں کتب تصوف کا ذکر و مطالعہ ہوتا ہے اسی طرح کتب فقہ کا بھی ذکر و مطالعہ ہو۔ اور زبان فارسی میں فقہ کی بے شمار کتابیں موجود ہیں۔ جیسے مجموعہ خانی، عمدۃ الاسلام اور کنز فارسی۔ بلکہ اگر آپ کی مجلس شریف میں کتب تصوف کا ذکر و مطالعہ نہ بھی ہو تو کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ تصوف کا احوال سے تعلق ہے۔ وہ قال میں نہیں آسکتا۔ لیکن کتب فقہ کے زیر مطالعہ نہ ہونے سے ضرر و نقصان کا احتمال ہے۔ بات زیادہ لمبی



Marfat.com

کیا کرے۔ تھوڑی چیز زیادہ پر دلالت کرتی ہے ۔

اندکے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

تیرے سامنے میں نے بہت تھوڑا غم دل بیان کیا ہے۔ مجھے ڈر محسوس ہوا کہ تو دل آزردہ ہوگا۔ ورنہ باتیں بہت ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں اپنے حبیب پاک علیہ علی آلہ الصلوات والتسلیمات کی کامل اتباع نصیب فرمائے۔

# مکتوب نمبر (۳۰)

شہود آفاقی اور انفسی، اور تجلی صوری اور شہود انفسی کے درمیان فرق۔ اور مقام عبدیت کے شان کی بلندی، اور اس مقام کے علوم کی علوم شریعہ کے ساتھ مطابقت اور دیگر اس سے مناسبت رکھنے والے امور کے بیان میں ——— ملا محمد صدیق صاحب جو اس درگاہ مجددیہ کے قدیم خادموں میں سے ہیں وہ فرماتے تھے کہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ مکتوب بھی شیخ نظام تھانیسری کو لکھا۔

اللہ تعالیٰ تمہیں کامل اتباع محمدی سے مشرف کرے اور بلند مصطفوی لباس سے مزین کرے علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوات افضلہا ومن التحیات اکملہا۔

میں نہیں جانتا کہ کیا لکھوں۔ اگر اپنے مولائے پاک کی جناب کی بات زبان پر لاؤں تو وہ میرا محض کذب و افترا ہوگا۔ اس کی جناب کبریائی اس سے بلند تر ہے کہ میرے جیسے بیہودہ گو کی زبان اس کے لائق ہو۔ مثل رکھنے والی شے (ممکن) بے مثل ذات کے متعلق کیا کہہ سکتی ہے۔ اور حادث قدیم کو کیا تلاش کر سکتا ہے۔ اور مکانی شے لامکانی ذات تک کب تک دوڑ سکتی ہے۔ بیچارے کے پاس اپنے سے باہر کوئی شے نہیں، اور اپنی بساط سے اوپر اس کا گزر نہیں ہو سکتا ۔

ذرہ گر بس نیک ور بس بد بود!
گرچہ عمرے تگ زند در خود بود

ذرہ کتنا ہی اچھا یا کتنا ہی برا ہو۔ ساری عمر دوڑتا رہے تو اپنی بساط کے اندر ہی رہے گا۔



Marfat.com

یہ معنی بھی سیر انفسی میں جو نہایت پر جا کر میسر آتی ہے، میسر ہے۔ حضرت خواجہ بزرگ خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس نے فرمایا ہے" اہل اللہ فنا اور بقا کے بعد جو دیکھتے ہیں اپنے اندر دیکھتے ہیں، اور جو کچھ پہچانتے ہیں اپنے اندر ہی پہچانتے ہیں۔ ان کی حیرت اپنے وجود میں ہی ہوتی ہے:

وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ۔ یعنی تمہاری اپنی ذات میں بھی نشانات موجود ہیں۔ کیا تم دیکھتے نہیں۔

اس سے قبل جو سیر بھی ہے وہ سیر آفاقی میں داخل ہے کہ اس کا حاصل و نتیجہ بے حاصل ہے۔ بے حاصل کے لفظ کا اطلاق اصل مطلوب کے حصول کی نسبت سے ہے۔ ورنہ وہ بھی شرائط و معدات (آمادہ کرنے والی اشیاء) میں سے ہے۔

شہود انفسی سے کوئی وہم میں نہ پڑے۔ اور اسے شہود تجلی صوری کی مانند جو متجلی لہٗ کی ذات میں ہوتی ہے خیال نہ کرے۔ حاشا و کلا تجلی صوری جس قسم کی بھی ہو سیر آفاقی میں داخل ہے۔ اور اس کا حصول علم الیقین کے مرتبہ میں ہے۔ اور حق الیقین کا مرتبہ شہود انفسی میں داخل ہے جو مراتب کمال کی نہایت ہے۔ اور لفظ شہود کا اطلاق و استعمال میدان عبارت کی تنگی کے باعث ہے۔ ورنہ جس طرح ان کا مطلوب و مقصود بے مثل و بے نمونہ ہے۔ اس مطلب سے ان کی نسبت بھی بے مثل و بے نمونہ ہے۔ چوں (ممکن) کے لیے بے چون کی طرف کوئی راہ نہیں ؎

اتصالے بے تکیف و بے قیاس ہست رب الناس را با جان ناس
لیک گفتم ناس را نسناس نہ ناس غیر از جان جاں اشناس نہ

لوگوں کے رب کا لوگوں کے ساتھ بے کیف اور عقل و قیاس میں نہ آنے والا اتصال و تعلق ہے لیکن میں نے لوگوں کے ساتھ اتصال کا ذکر کیا ہے، حیوان کے ساتھ نہیں۔ ناس یعنی کاملین و عارفین اور واصلین تو صرف جان جاں (محبوب حقیقی) کے ساتھ ہی آشنائی رکھتے ہیں۔

شہود صوری کے ساتھ شہود انفسی کے اتحاد کے وہم کا منشا ہر دو مقام میں شخص کے بقا کا حصول ہے۔ کیونکہ تجلی صوری متجلی لہٗ (جس پر تجلی پڑے) کو فنا نہیں کرتی۔ اگرچہ کچھ نہ کچھ قیود کو اٹھا دیتی ہے لیکن فنا کی حد تک نہیں پہنچا سکتی۔ اس لیے سالک کا بقیہ وجود اس تجلی میں موجود رہتا ہے۔ اس کے برعکس سیر انفسی فنا اتم اور بقائے اکمل کے بعد ہے۔ تو اس بنا پر قلت معرفت کی وجہ سے ان دو قسم کی بقا میں فرق کرنا مشکل ہوتا ہے۔ لہٰذا ان دونوں کو ایک ہی سمجھ لیا جاتا ہے۔ اگر یہ جان لیں کہ بقائے ثانی جسے بقا باللہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس کے وجود کو حق تعالیٰ کا عطا کردہ وجود کہتے ہیں۔ تو



Marfat.com

شاید اس وہم سے نجات پا جائیں

یہاں کوئی شخص یہ سوال نہ کرے کہ بقاء باللہ تو اپنے آپ کو حق تعالیٰ و تقدس کا عین دیکھنا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ اگر یہ معنی اس قوم (صوفیہ) کی بعض عبارات سے سمجھے جاتے ہیں تو ہم اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ بقاء جذبہ کے مقام میں بعض کو فنا اور نیست ہونے کے بعد جو فنائے اتم کے مشابہ ہے۔ حاصل ہوتی ہے۔ اکابر نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم اسے وجود عدم سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور یہ فنا سے پہلے ہے۔ اس کا زوال متصور ہے۔ بلکہ واقع بھی ہے۔ کبھی تو اس سے لے لیتے ہیں اور کبھی واپس دے دیتے ہیں۔ لیکن وہ بقا جو اتم و اکمل ہے۔ وہ زوال اور خلل سے محفوظ ہے۔ ان اکابر کی فنا دائمی ہے۔ عین بقا میں فانی ہے اور عین فنا میں باقی۔ وہ فنا و بقا جو زوال پذیر ہیں احوال تلوینات کے قبیلہ سے ہیں، اور جس میں ہم بحث کر رہے ہیں وہ اس طرح نہیں۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ فرماتے ہیں کہ وجود عدم وجود بشریت کی طرف لوٹ آتا ہے۔ لیکن وجود فنا (اتم) وجود بشریت کی طرف عود نہیں کرتا۔ لہٰذا ان کا وقت دائمی اور ان کا حال سرمدی (ہمیشہ) ہے۔ ان کا کوئی مخصوص وقت اور حال نہیں۔ ان کا کام تو وقت مقرر کرنے والے (حق تعالیٰ) کے ساتھ ہے۔ اور ان کا معاملہ تو حالات کو بدلنے والے کے ساتھ ہے۔ لہٰذا زوال کا آنا وقت و حال کے ساتھ خاص ہے۔ اور جو حال اور وقت سے گزر چکا ہے وہ زوال سے محفوظ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فضل عظیم والا ہے

کوئی شخص یہ گمان نہ کرے کہ دوام وقت کا اطلاق و استعمال اس وقت کے اثر یعنی تعین وغیرہ کی بقا کے اعتبار سے ہے۔ یہ بات نہیں۔ بلکہ دوام عین وقت کی وجہ سے ہے۔ اور استمرار نفس حال کی وجہ سے۔ ظن حق کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ بعض ظن گناہ ہیں۔

بات لمبی ہو گئی، ہم اصل بات کی طرف آتے ہیں کہ حق تعالیٰ جل شانہٗ کی فضلائے قدس میں مجال سخن نہیں تو ہمیں اپنے مقام بندگی اور ذلت و انکسار کی بات کرنی چاہیے۔

پیدائش انسانی سے مقصود وظائف بندگی کا ادا کرنا ہے۔ اور اگر ابتداء اور درمیان راہ میں عشق و محبت عطا کر دیا گیا ہے۔ تو اس سے مقصود یہ ہے کہ بندہ جناب قدس جل سلطانہ کے ماسوائے ہر طرح کا تعلق قطع کرلے۔ عشق و محبت بھی مقاصد میں سے نہیں ہیں بلکہ عبودیت کے مقام کے حصول کے لیے ہیں۔ انسان خدا تعالیٰ کا بندہ اس وقت کہلانے کا مستحق ہوتا ہے جب غرض کی بندگی و گرفتاری سے پوری طرح نجات پا جائے۔ اور عشق و محبت کی حیثیت قطع تعلقات ماسوا سے



Marfat.com

زیادہ نہیں۔ لہٰذا مراتب ولایت کی انتہا مقام عبدیت ہے۔ ولایت کے درجات میں مقام عبدیت سے اوپر کوئی مقام نہیں۔ بندہ اس مقام پر پہنچ کر اپنے مولیٰ تعالیٰ کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں پاتا۔ سوائے اس کے کہ وہ اپنے آپ کو اس کا محتاج پاتا ہے۔ اور واجب تعالیٰ و تقدس کی جانب سے ذات اور صفت کے لحاظ سے مکمل استغنا ہوتا ہے۔ یہ بات بھی نہیں ہوتی کہ اپنی ذات کی اس سبحانہ و تعالیٰ کی ذات کے ساتھ اور اپنی صفات کی اس ذات عز سلطانہ کی صفات کے ساتھ اور اپنے افعال کی اس حق سبحانہ کے افعال کے ساتھ کسی وجہ کی مناسبت محسوس کرتا ہے۔ ظلیّت کا اطلاق بھی مناسبات میں سے ہے۔ وہ اس سے بھی منزہ ہونے کا اظہار کرتے ہیں۔ وہ اس سبحانہٗ و تعالیٰ کو خالق اور اپنے آپ کو مخلوق جانتے ہیں۔ اس سے زیادہ کسی طرح کی جرأت نہیں کرتے۔

توحید فعلی جو بعض بزرگوں کو راستے میں حاصل ہوتی ہے۔ حق تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی کو فاعل نہیں جانتے۔ نقشبندی سلسلہ کے بزرگ تو جانتے ہیں کہ ان افعال کا خالق ایک ہی ہے۔ ہاں وہ ان افعال کا کاسب و مباشر نہیں۔ کیونکہ یہ قول بھی زندقہ اور الحاد کے قریب پہنچا دیتا ہے۔

ہم اسے ایک مثال سے واضح کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک شعبدہ باز پردہ کے پیچھے بیٹھ کر پتھر کی چند صورتوں کو حرکت دے۔ اور عجیب و غریب کے افعال ان میں ایجاد کر دے۔ دوربین لوگ جان لیں گے کہ ان جمادی صورتوں کے افعال کا موجد وہ پردہ نشین شخص ہے لیکن صورتوں کے افعال کی کاسب خود وہ صورتیں ہیں۔ لہٰذا کہتے یہ ہیں کہ صورت متحرک ہے۔ یہ نہیں کہتے کہ وہ شعبدہ باز متحرک ہے۔

فی الواقع اس حکم میں وہ سچے ہیں۔ انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کی شریعتیں بھی یہی کہتی ہیں۔ وحدت فعل کا حکم لگانا سکریات میں سے ہے۔ حق صریح یہ ہے کہ فاعل متعدد ہیں اور خالق افعال صرف ایک ذات ہے۔ اسی قسم کا کلام لوگوں نے توحید وجودی کے بیان میں بھی کیا ہے۔ اس کی بنیاد بھی سکر وقت اور غلبۂ حال ہے۔

علوم لدنیہ کی درستی وصحت کی علامت یہ ہے کہ وہ علوم شرعیہ کے ساتھ صریح مطابقت و موافقت رکھتے ہوں۔ اس سے اگر بال برابر بھی تجاوز ہے تو وہ سکر کی وجہ سے ہے اور حق وہی ہے جو علمائے اہل سنت و جماعت نے کہا ہے۔ اس کے ماسوا یا زندقہ و الحاد ہے اور یا سکر وقت اور غلبۂ حال ہے۔ اور یہ مطابقت پوری طرح مقام عبدیت میں میسر آتی ہے۔ اس کے سوا کچھ نہ کچھ سکر



Marfat.com

موجود رہتا ہے۔ ع

گر بگویم شرح ایں بے حد شود

اگر میں اس کی شرح کروں تو بے حد ہی ہو جائے

ایک شخص نے حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس سے سوال کیا کہ سلوک سے کیا مقصود ہے؟ آپ نے جواب دیا تاکہ اجمالی معرفت تفصیل کے درجے کو پہنچ جائے۔ اور استدلالی معرفت کشف کے درجے کو پہنچ جائے۔ آپ نے یہ نہ فرمایا تاکہ معارف شرعیہ سے زائد کچھ حاصل کرے۔ اگرچہ راہ میں علوم شرعیہ سے زائد کچھ امور سامنے آتے ہیں۔ لیکن اگر کسی کو نہایت کام تک پہنچا دیں تو وہ تمام زائد امور بکھرے ہوئے ذرات کی طرح ختم ہو جاتے ہیں اور وہی معارف شرعیہ تفصیل کے رنگ میں علم و دانش میں باقی اور محفوظ رہتے ہیں۔ اور استدلال کے تنگ مقام سے نکل کر کشف کی فراخ اور کشادہ فضا میں آجاتے ہیں۔ یعنی جس طرح حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ان علوم شرعیہ کو وحی سے حاصل کرتے تھے، یہ بزرگوار انہی علوم کو الہام کے طریقہ سے حق تعالیٰ سے اخذ کرتے ہیں۔ علماء نے یہ علوم بطریق اجمال شرائع انبیاء کرام علیہم السلام سے اخذ کیے ہیں۔ وہی علوم جو انبیائے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کو تفصیلاً اور کشفاً ہوئے تھے ان کو بھی اسی طور پر حاصل ہوتے ہیں۔ لیکن اصل اور تابع ہونے کی حیثیت درمیان میں موجود ہے۔ اس قسم کے کمال کے لیے کاملین اولیاء کرام میں سے بعض کو بڑی صدیوں اور ازمنۂ دراز کے بعد منتخب کرتے ہیں۔

دل میں تھا کہ ایک اجمالی استدلالی مسئلہ کو مفصل لکھوں مگر کاغذ کم تھا۔ شاید خداوند جل سلطانہٗ کی حکمت اسی میں ہو۔ والسلام۔

# مکتوب نمبر (۳۱)

توحید وجودی کی حقیقت کے ظہور اور خدا تعالیٰ و تقدس کے قرب اور معیت ذاتی اور اس مقام سے آگے گزر جانے اور بعض سوالات و جوابات کے بیان میں جو اس مقام کی تحقیق سے تعلق رکھتے ہیں۔

شیخ صوفی کو لکھا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ وعلیہم وعلیٰ آلہم من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا کی متابعت پر قائم و ثابت رکھے۔



Marfat.com

وہ شخص جو آپ کی مجلس میں تھا اس نے بتایا ہے کہ یہاں شیخ نظام تھانیسری کے کسی درویش نے اس مجلس میں میرا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ (مجدد صاحب) وحدت وجود کا منکر ہے۔

اس ناقل نے مجھ سے التماس کیا ہے کہ اس باب میں جو حقیقت ہے شیخ صوفی کے خدام کو لکھ بھیجوں تاکہ لوگ اس نقل سے کچھ اخذ کریں اور بدگمانی میں نہ پڑیں۔ کیونکہ بعض ظن گناہ ہیں۔ ان کے اس مطالبے کے جواب میں آپ کی سر دردی کرتا ہے۔

مخدوم و مکرم! کم عمری کے زمانہ میں فقیر کا اعتقاد بھی توحید وجودی والوں کے مشرب جیسا تھا۔ فقیر کے والد صاحب قدس سرہ بھی بظاہر اسی مشرب پر تھے۔ اور باطن کی پوری نگرانی کے باوجود جو بے کیفی کے مرتبہ کی طرف رکھتے تھے ہمیشہ اسی طریقہ کے مطابق مشغول رہے۔ اور فقیہ کا بیٹا بھی نصف فقیہ کے مطابق فقیر بھی اس مشرب سے از روئے علم حظ وافر اور لذت عظیم رکھتا تھا۔ یہاں تک کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے ارشاد پناہ حقائق و معارف آگاہ پسندیدہ دین کے مؤید ہمارے شیخ و مولی اور قبلہ محمد الباقی قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہ کی خدمت میں پہنچا دیا۔ آپ نے فقیر کو طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی تعلیم فرمائی اور اس فقیر کے حال کی طرف توجہ بلیغ مبذول فرمائی۔

اس طریقہ عالیہ میں محنت کرنے کے بعد تھوڑی مدت کے بعد ہی توحید وجودی منکشف ہوگئی اور اس کشف میں غلو پیدا ہوگیا، اور اس مقام کے علوم و معارف کثرت سے ظاہر فرمائے گئے، اور اس مرتبے کی باریکیوں میں سے کوئی کم ہی باریکی ہوگی جو منکشف نہ کی گئی ہو۔ شیخ محی الدین ابن العربی کے معارف کے دقائق پورے طور پر ظاہر واضح کیے گئے۔ اور تجلی ذاتی جسے صاحب فصوص نے بیان فرمایا ہے اور نہایت عروج اسی کو قرار دیا ہے۔ اور اس تجلی کی شان میں فرماتے ہیں:

وما بعد هذا الا العدم المحض — اور اس کے بعد صرف عدم محض ہے۔

مجھے اس تجلی ذاتی سے بھی مشرف فرمایا۔ اور اس تجلی ذاتی کے علوم و معارف جنہیں شیخ نے خاتم الولایۃ کے ساتھ مخصوص کیا ہے، وہ تفصیل سے معلوم ہوئے۔ اور سکر وقت اور غلبہ حال اس توحید وجودی میں اس حد تک پہنچ گیا کہ بعض خطوط میں جو حضرت خواجہ کی خدمت میں لکھے گئے، یہ دو بیت بھی جو سراسر سکر ہیں لکھ ڈالے

| | |
|---|---|
| اے دریغا کیں شریعت ملت اعمائی است | ملت ما کافری و ملت ترسائی است |
| کفر و ایمان زلف و روئے آں پری زیبائی است | کفر و ایمان ہر دو اندر راہ ما یکتائی است |
| افسوس! یہ شریعت نابینوں کی شریعت ہے | ہماری ملت تو کفر اور عیسائیت کی ملت ہے |
| کفر و ایمان اس زیبا شکل پری کی زلف و چہرہ ہیں | کفر اور ایمان دونوں ہمارے راہ میں برابر ہیں |



Marfat.com

یہ حال مدت دراز تک رہا، اور مہینوں سے سالوں تک پہنچ گیا۔ اچانک حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی عنایت بے نہایت غیب کی کھڑکی سے ظہور کے میدان میں آئی اور بے چون و بے چگون کی روپوشی کے پردہ کو اٹھا دیا۔ پہلے علوم جو اتحاد اور وحدت وجود کی خبر دیتے تھے زائل ہونا شروع ہو گئے۔ اور احاطہ اور ذاتِ حق کا قلب مومن میں سما جانا اور قرب و معیت ذاتی یہ سب کچھ جو اس مقام میں منکشف ہوئے تھے پوشیدہ ہو گئے۔ اور پورے یقین سے معلوم ہو گیا کہ صانع عالم جل شانہٗ کے لیے عالم کے ساتھ ان مذکورہ نسبتوں میں سے کوئی نسبت بھی ثابت نہیں۔ ذات حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا احاطہ اور قرب ذاتی نہیں بلکہ علمی ہے، جیسا کہ اہل حق شکر اللہ سعیہم کے ہاں قرار پا چکا ہے۔ اور وہ سبحانہٗ وتعالیٰ کسی چیز کے ساتھ متحد نہیں۔ اور خدا خدا ہے اور عالم عالم ہے۔ وہ سبحانہٗ وتعالیٰ بے مثل و بے مثال ہے اور عالم سارے کا سارا مثل و مثال کے داغ سے داغدار ہے۔ بے مثل و بے کیف ذات کو ذی مثل و ذی کیف کا عین نہیں کہا جا سکتا۔ واجب تعالیٰ کو ممکن کا عین نہیں کہہ سکتے اور قدیم حادث کا عین ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ممتنع العدم ذات جائز العدم کا عین نہیں ہو سکتی۔ انقلاب حقائق عقلاً اور شرعاً محال ہے۔ ایک کا حمل دوسرے پر بالکل ممتنع ہے۔

تعجب ہے کہ شیخ محی الدین اور اس کے پیروکار ذات واجب تعالیٰ کو مجہول مطلق کہتے ہیں۔ اور اس کے لیے کسی حکم کا ثبوت بھی نہیں کرتے۔ اس کے باوجود اس کے لیے احاطہ اور قرب اور معیت ذاتی بھی ثابت کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ بھی تو ذات واجب تعالیٰ کے لیے حکم ہی کا ثبوت ہے۔ تو درست اور صواب وہی ہے جو علما اہل سنت نے کہا ہے کہ قرب اور احاطہ علمی ہے۔

اور جس وقت توحید وجودی کے مشرب کے خلاف علوم و معارف حاصل ہوتے تھے۔ تو فقیر کو بڑا اضطراب اور بے چینی لاحق ہوتی تھی۔ کیونکہ اس وقت یہ فقیر اس توحید وجودی سے بلند تر کچھ نہیں جانتا تھا۔ اور بڑے عجز و زاری کے ساتھ دعا کرتا تھا کہ یہ معرفت کہیں زائل نہ ہو۔ یہاں تک کہ معاملہ کے چہرے سے تمام حجابات دور ہو گئے اور حقیقت جس طرح کہ چاہیے تھی منکشف اور ظاہر ہو گئی اور معلوم ہو گیا کہ عالم اگرچہ کمالات صفاتی کے آئینے اور اسما کے ظہور کی جلوہ گاہ ہے لیکن مظہر عین ظاہر نہیں۔ اور ظل عین اصل نہیں۔ جس طرح توحید وجودی والوں کا مذہب ہے۔ یہ بحث ایک مثال سے واضح ہو جاتی ہے۔

مثلاً ایک ماہر عالم نے چاہا کہ اپنے گوناگوں کمالات کو میدان ظہور میں جلوہ گر کرے اور اپنے پسندیدہ مخفی امور کو معرض وضاحت میں لائے۔ اس نے حروف اور آوازوں کو ایجاد کیا اور حروف



Marfat.com

اصوات کے آئینوں میں ان مخفی کمالات کو ظاہر کر دیا۔ اس صورت میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ حروف اور آوازیں جو ان مخفی کمالات کی جلوہ گاہ اور آئینے ہیں وہ اس کے کمالات کا عین ہیں یا بالذات اس کے کمالات کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ یا بالذات اس کے قریب ہیں یا معیت ذاتی رکھتے ہیں۔ بلکہ ان دونوں کے درمیان دالیت اور مدلولیت والی نسبت ہے۔ حروف اور آوازیں صرف ان کمالات پہ دلالت کرتے ہیں۔ اور وہ کمالات خالص مطلق حالت پہ موجود ہیں۔ عینیت، اتحاد اور احاطہ وغیرہ کی جو نسبتیں پیدا ہوئی ہیں وہ اوہام اور خیالات کی بنا پر ہیں۔ فی الحقیقت ان نسبتوں میں سے کوئی نسبت بھی ثابت نہیں۔ لیکن چونکہ ان کمالات اور ان حروف و اصوات کے درمیان ظاہریت اور مظہریت اور مدلولیت اور دالیت متحقق ہے۔ اسی مناسبت کے باعث بعض لوگوں کو بعض عوارض کے باعث وہ وہمی نسبتیں حاصل ہو جاتی ہیں۔ حالانکہ نفس الامر میں وہ کمالات ان تمام نسبتوں سے معرّا اور مبرا ہیں۔ اور جس نسبت میں ہم گفتگو کر رہے ہیں یعنی خالق اور مخلوق کے درمیان نسبت۔ تو یہاں دالیت اور مدلولیت و ظاہریت و مظہریت کے سوا اور کوئی علاقہ نہیں۔ عالم اپنے صانع تعالیٰ و تقدس کے وجود کی علامت ہے اور اس کے کمالات اسمائی اور صفاتی کے ظہور کا مظہر ہے۔ اور یہی تعلق بعض لوگوں کے لیے بعض عوارض کے واسطے بعضے احکام وہمیہ کا باعث بن جاتا ہے۔

بعض لوگوں کو توحید سے متعلق کثرت مراقبات ان احکام کی طرف کھینچ لاتے ہیں۔ کیونکہ ان مراقبات کی صورت قوت خیالیہ میں نقش ہو جاتی ہے۔ اور کچھ دوسرے لوگوں کو علم توحید اور اس کا تکرار ان احکام کا کسی قدر ذوق عطا کر دیتا ہے۔ لیکن توحید کی یہ دونوں صورتیں ضعیف ہیں اور دائرہ علم میں داخل ہیں۔ حال سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ اور بعض اور لوگوں کے لیے ان احکام کا منشا غلبہ محبت ہے۔ کہ محبوب کے غلبہ محبت کی وجہ سے محب کی نظر سے غیر محبوب ہٹ جاتا ہے۔ اور محبوب کے سوا کچھ نہیں دیکھتا۔ یہ بات نہیں کہ نفس الامر میں محبوب کے سوا کچھ ہے ہی نہیں۔ کیونکہ یہ بات حس، عقل اور شرع کے خلاف ہے۔ اور بعض اوقات یہی محبت اور قرب ذاتی کے حکم لگانے کا باعث بن جاتی ہے یہ توحید پہلی دونوں قسموں سے اعلیٰ ہے اور دائرۂ حال میں داخل ہے۔ اگرچہ نفس الامر اور شریعت کے مطابق و موافق نہیں۔ اور اس کی شریعت اور نفس الامر کے ساتھ مطابقت کرنا محض تکلف ہے۔ جس طرح دوسرے بہت سے بیکار فلسفی تکلفات ہیں جن کے متعلق فلاسفہ اسلام چاہتے ہیں کہ اپنے فاسد اصولوں کو قوانین شرعیہ کے مطابق کر لیں۔ "اخوان الصفا" اور اس طرح کی کتابیں اسی طرح کی ہیں۔



Marfat.com

اس باب میں آخری بات اتنی ہے کہ خطاء کشفی خطائے اجتہادی کا حکم رکھتی ہے۔ کہ اس پر ملامت وعتاب نہیں ہے۔ بلکہ درجات صواب میں سے ایک درجہ صواب کا ثابت ہے۔ صرف اتنا فرق ہے کہ مجتہدین کے مقلد مجتہد کا حکم رکھتے ہیں اور خطا کی صورت میں بھی درجات صواب میں ایک درجہ صواب کا پاتے ہیں۔ بخلاف ان لوگوں کے جو اہل کشف کی تقلید کرتے ہیں۔ کہ یہ معذور قرار نہیں پاتے اور خطا کی صورت میں درجہ صواب سے محروم رہتے ہیں۔ کیونکہ کشف والہام دوسرے کے لیے حجت نہیں ہو سکتا لیکن مجتہد کا قول دوسرے کے لیے حجت اور دلیل ہے۔ لہٰذا اہل کشف کی تقلید احتمال خطا کی صورت میں جائز نہیں ہے اور مجتہد کی تقلید احتمال خطا کی صورت میں بھی جائز اور درست ہے۔ بلکہ واجب ولازم ہے۔

اور بعض سالکوں کا شہود جو تعینات کونیہ کے آئینوں میں ہوتا ہے وہ بھی گذشتہ احکام کے قبیل میں سے ہے۔ اور اس شہود کو شہود وحدت در کثرت یا شہود احدیت در کثرت کا نام دیتے ہیں کیونکہ واجب تعالیٰ وتقدس جو بے مثل و بے مثال ہے، صاحب مثل اشیاء کے آئینوں میں نہیں سما سکتا اور کیفیات ممکنہ رکھنے والی اشیاء میں جلوہ گر نہیں ہو سکتا۔ لا مکانی ذات مکان میں نہیں آسکتی۔

بے چون ذات کو چون کے دائرہ سے باہر تلاش کرنا چاہیے اور لا مکانی ذات کو مکان سے ماوراء میں طلب کرنا چاہیے۔ آفاق وانفس میں جو کچھ دکھائی دیتا ہے وہ اس سبحانہٗ وتعالیٰ کے نشانات ہیں۔ دائرہ ولایت کے قطب یعنی حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس نے فرمایا ہے:

"جو کچھ دیکھا یا سنا یا جانا گیا ہے وہ خدا تعالیٰ کا غیر ہے۔ کلمہ لا کی حقیقت سے اس کی نفی کرنی چاہیے۔" ؎

در تنگنائے صورت معنی چگونہ گنجد ۔۔۔ در کلبۂ گدایاں سلطاں چہ کار دارد

صورت پرست غافل معنی چہ داند آخر ۔۔۔ کو با جمال جاناں پنہاں چہ کار دارد

صورت کے تنگ مقام میں معنی کیسے آسکتا ہے؟ اور گداؤں کے حجرہ میں بادشاہ کا کیا کام ہے؟

صورت پرست غافل شخص معنی کو کیا جان سکتا ہے؟ یہ معشوق کے جمال پوشیدہ سے کیا تعلق قائم کر سکتا ہے؟

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اکثر مشائخ طریقت کی عبارات میں چاہے وہ نقشبندی ہوں یا غیر نقشبندی صریح طور پر وحدت وجود اور احاطہ اور قرب ومعیت ذاتی اور شہود وحدت در کثرت اور احدیت در کثرت وارد اور موجود ہے۔ میں اس کا جواب یہ دیتا ہوں کہ یہ شہود احوال راستے کے وسط میں ان کے سامنے آتے ہیں۔ اس کے بعد انہیں اس مقام سے آگے گزار دیا گیا جیسا کہ فقیر نے گذشتہ صفحات میں اپنے حالات کا



Marfat.com

ذکر کیا ہے۔اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ کچھ حضرات کو احدیت صرف کی جانب باطن میں پوری نگرانی کے باوجود ان کے ظاہر کو جو کثرت بین ہے، ان احکام اور اس شہود کے ساتھ مشرف کرتے ہیں، باطن میں احدیت کے نگران رہتے ہیں اور ظاہر کے لحاظ سے کثرت میں مطلوب کا مشاہدہ کرتے ہیں، جیسا کہ اس فقیر نے اس مکتوب کے ابتدا میں اپنے حال کی خبر دی ہے۔ اور اس جواب کی تحقیق تفصیل کے ساتھ اس رسالہ میں جو وحدت وجود کے مراتب میں لکھا گیا ہے لکھ دی گئی ہے۔ یہ مقام اس مذکورہ گفتگو کی گنجائش نہیں رکھتا۔

یہ نہ کہا جائے کہ جب نفس الامر میں متعدد وجود ہیں اور قرب و احاطہ ذاتی نہیں ہے۔ نیز وحدت کا شہود کثرت میں مطابق واقع نہیں ہے۔ لہٰذا ان بزرگواروں کا حکم کذب پر مشتمل ہوگا۔ کیونکہ نفس الامر اور واقع کے مطابق نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ ان بزرگوں نے اپنے اندازے کے مطابق حکم لگایا ہے۔ جس طرح ایک شخص یہ بات کہے کہ میں نے آئینے میں زید کی صورت دیکھی ہے۔ یہ حکم بھی واقع کے مطابق نہیں ہے۔ کیونکہ آئینے میں اس کی صورت کو نہیں دیکھا۔ کیونکہ آئینے میں کوئی صورت اصلاً ہے ہی نہیں جسے دیکھا جا سکے۔ اس شخص کو بھی عرف میں کاذب نہیں کہتے۔ اگرچہ اس کی یہ بات نفس الامر کے مطابق نہیں ہے۔ کیونکہ وہ یہ حکم لگانے میں معذور ہے۔ جھوٹ بولنے کی ملامت کا وہ مستحق نہیں ہے، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

۔ جن احوال کو پوشیدہ رکھنا چاہیے ان کے ظاہر کرنے سے مقصود یہ ہے کہ اگر اس فقیر نے وحدت وجود کو قبول کیا تھا تو وہ کشف کی بنا پر تھا، تقلید کی بنا پر نہیں تھا۔ اب اگر اس کا انکار کر رہا ہوں تو وہ بھی الہام کے باعث۔ اور الہام انکار کی گنجائش نہیں رکھتا۔ اگرچہ دوسرے کے لیے حجت بھی نہیں ہے۔

جھوٹ کا شبہ دور کرنے کا دوسرا جواب یہ ہے کہ عالم کے افراد بعض باتوں میں ایک دوسرے کے ساتھ مشترک ہیں اور بعض باتوں میں ایک دوسرے سے ممتاز اور جدا ہیں۔ بعض امور عرفیہ میں ممکن کا واجب تعالیٰ و تقدس کے ساتھ بھی اس قسم کا اشتراک ہے۔ اگرچہ ممکن و واجب ذات کے اعتبار سے ایک دوسرے سے ممتاز ہیں۔ غلبہ محبت کی بنا پر مابہ الامتیاز چیز نظر سے پوشیدہ ہو جاتی ہے اور مابہ الاشتراک نظر کے سامنے رہتی ہے۔ لہٰذا اس صورت میں ایک دوسرے کے عین ہونے کا حکم لگا دیں تو یہ واقع کے مطابق ہے۔ اس میں کذب کی بالکل کوئی مجال و گنجائش نہیں۔ اور احاطہ ذاتی وغیرہ کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیے۔ والسلام۔



Marfat.com

# مکتوب نمبر (۳۲)

اس کمال کے بیان میں جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور اولیاء میں سے کم ہی کسی کو اس کمال سے مشرف بنایا گیا ہے۔ اور حضرت امام مھدی میں اتم طریقہ سے اس کا ظہور ہوگا۔ اور وہ کمال نسبت جذبہ، سلوک سے فائق ہے۔ اور اس بات کے بیان میں کہ پیشہ اور کار کا کمال ایک دوسرے کے افکار کے آپس میں ملنے سے ہوتا ہے اور اس میں زیادتی اور اضافہ مسلسل نظر و فکر سے ہوتا ہے۔ پیر کی نسبت اگر اسی صرافت پر رہے تو موجب نقصان ہے۔ لائق مرید کو چاہیے کہ اسے کمال تک لے جائے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں ــــــ مرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا

آپ کا التفات نامہ گرامی وارد ہوا۔ اللہ کی حمد اور اس کا احسان کہ دور افتادہ لوگ یاد سے اوجھل نہیں ہوئے اور کسی نہ کسی وقت ان کا ذکر ہو جاتا ہے۔ ع

بارے بہیچ خاطر خود شادی کنم

پیر دستگیر علیہ الرحمۃ کی نسبت خاصہ کے حاصل نہ ہونے کے متعلق آپ نے لکھا تھا اور اس کا سبب دریافت کیا تھا۔

مخدوم گرامی! اس قسم کی باتوں کی شرح بطور تحریر بلکہ بطور تقریر اور زبانی بیان بھی مناسب معلوم نہیں ہوتی تاکہ کسی فہم میں کچھ اور نہ آجائے اور کچھ اور ہی مطلب نہ اخذ کرے۔ حسن ظن کے ساتھ پیر کی خدمت میں حاضری یا صحبت دراز جس طرح بھی ہو درکار ہے۔ اس کے بغیر رنج و محنت اٹھانے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہے

آسودہ شبے باید و خوش مہتابے ــــــ تا با تو حکایت کنم از ہر بابے

آرام دہ رات ہو اور خوش طبع چاند جیسا معشوق تاکہ تجھ سے ہر باب کی حکایت بیان کروں۔

لیکن سوال کا جواب چاہنے کے مطابق فقیر اتنی بات عرض کرتا ہے کہ ہر مقام کے علوم و معارف جداگانہ ہیں اور احوال و مواجید بھی الگ ہیں۔ ایک مقام کے مناسب ذکر اور توجہ ہے اور دوسرے مقام کے مطابق کتاب اللہ شریف کی تلاوت اور نماز ہے۔ ایک مقام نسبت جذبہ سے مخصوص ہے اور دوسرا سلوک سے۔ اور ایک مقام میں ان دونوں دولتوں کی آمیزش ہے۔ اور ایک وہ مقام ہے



Marfat.com

جو جہت جذبہ اور سلوک دونوں سے جدا ہے نہ جذبے کا اس سے کوئی تعلق ہے اور نہ سلوک کا اس سے کوئی علاقہ۔ یہ مقام نہایت ہی اعلیٰ ہے۔ حضور نبی کریم علیہ وعلیٰ آلہ وعلیہم من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا اسی مقام کے ساتھ ممتاز ہیں اور اسی دولت عظمیٰ سے مشرف ہیں۔ دوسرے مقامات والوں سے اس مقام والا مکمل امتیاز رکھتا ہے۔ اور اس مقام کے لوگ ایک دوسرے کے ساتھ بہت کم مشابہت رکھتے ہیں۔ اس کے خلاف دوسرے مقامات والے حضرات ایک دوسرے سے مشابہت رکھتے ہیں اگرچہ کسی وجہ کی مشابہت ہو۔ یہ نسبت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد حضرت امام مہدی علیہ السلام میں ان شاء اللہ تعالیٰ اتم طریقہ پر ظاہر ہوگی۔

مختلف سلاسل کے مشائخ رحمہم اللہ سبحانہ میں سے کسی نے کم ہی اس کی خبر دی ہے۔ تو اس مقام کے علوم و معارف کے متعلق کیا گفتگو کر سکتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

اس باب میں انتہائی بات یہ ہے کہ صحابہ کرام کے لیے یہ نادر الوجود نسبت اول قدم میں ہی ظاہر ہوگئی اور ایک مدت گزرنے پر کمال کو پہنچ گئی۔ اور دوسرے کسی کو اگر اس دولت سے مشرف کرتے ہیں اور صحابہ کرام کے قدم کی نسبت پر تربیت کرتے ہیں تو جذبہ اور سلوک کی منزلیں قطع کرنے اور منازل کے علوم و معارف طے کرنے کے بعد سعادت مند کرتے ہیں۔

ابتدا میں ہی اس نسبت کا ظہور صحبت خیر البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتحیات والبرکات والتسلیمات کی برکت سے ہے۔ لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ حضور علیہ السلام کے پیروکاروں میں سے بھی کسی کو مشرف کردیں یہاں تک کہ اس کی صحبت سے بھی ابتدا میں ہی اس بلند نسبت کا ظہور ہو جائے۔ ؎

فیض روح القدس از باز مدد فرماید
دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا می کرد

روح القدس (جبریل علیہ السلام) اگر پھر مدد کرے تو دوسرے بھی وہ کام کر سکتے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کرتے تھے۔

اس وقت اس نسبت میں ابتدا کا انتہا میں اندراج حاصل ہو جاتا ہے جس طرح جذبہ کے سلوک پر مقدم ہونے کی صورت میں ہو جاتا ہے۔ اس سے زیادہ بیان کی گنجائش نہیں ؎

ومن بعد ھذا ما یدق صفاتہ
وما کتمہ احظی لدیہ واجمل



Marfat.com

(ترجمہ) اس کے بعد وہ چیز ہے جس کا بیان نہایت دقیق اور لطیف ہے۔ اور وہ چیز ہے جس کا چھپانا نہایت ہی لذیذ ہے اور اس کا پوشیدہ رکھنا بہت ہی بہتر ہے۔

اس کے بعد اگر ملاقات ہوئی اور سامعین کی طرف سے خیال سے سننے کا گمان ہوا تو اس مقام کا کچھ حصہ معرض ظہور میں لایا جائے گا۔ اور توفیق عنایت کرنے والا وہی اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہے۔

بعض دوستوں کے بارے میں آپ نے کچھ لکھا ہے۔ فقیر نے ان کی لغزشیں معاف کر دی ہیں اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ ارحم الراحمین ہے۔ وہ بھی معاف فرمائے گا۔ لیکن دوستوں کو نصیحت کر دیں کہ موجودگی اور عدم موجودگی میں تکلیف دینے اور آزار پہنچانے کے مقام میں نہ رہیں اور اپنے حالات کو تبدیل نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کسی قوم کے حالات نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے آپ کو نہ بدلیں۔ اور جب اللہ کسی قوم کے متعلق برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے کوئی دور نہیں کر سکتا۔ اور اس کے سوا کوئی ان کا کارساز نہیں ہوتا۔

میاں شیخ الٰہ داد کے بارے میں آپ نے خاص طور پر لکھا تھا۔ فقیر کو کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن خود اسے اپنی تبدیلی وضع پر ندامت ہونی چاہیے۔ ندامت بھی توبہ ہے۔ شفاعت چاہنا ندامت کی فرع ہے۔ بہرحال فقیر اپنی طرف سے معاف کر چکا ہے، دوسری طرف کو وہ جانیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ سرہند کو اپنی منزل تصور کریں۔ ہم پیر ہونے کا تعلق محبت ونسبت ایسا نہیں ہے کہ ایسی عارضی باتوں سے ٹوٹ جائے۔ زیادہ کیا لکھے۔ والسلام

مخدوم زادے! اور باقی اہل خانہ کے لیے خصوصی دعا کی جاتی ہے۔ یہ رقعہ لکھنے کے بعد دل میں آیا کہ دوستوں کی لغزشوں اور انہیں معاف کر دینے کے بارے میں زیادہ وضاحت سے لکھے۔ کیونکہ اجمال میں ابہام ہوتا ہے اور خطرہ ہوتا ہے کہ کوئی کچھ اور سمجھ لے۔

مخدوم گرامی! عفو و درگزر اس صورت میں مطلوب و متصور ہے کہ وہ جماعت بھی اپنے حالات کو برا جانے اور ندامت و پشیمانی محسوس کریں، ورنہ درگزر کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ پیر دستگیر قدس سرہٗ نے خلافت کے مقام کو ایک جماعت کے روبرو شیخ الٰہ داد کے سپرد کیا تھا۔ اس بات کی وضاحت ہونی چاہیے۔ اگر سپرد کرنے سے یہ مراد ہے کہ فقراء اور آنے جانے والوں کی خدمت کریں اور ان کے کھانے پینے کی خبر رکھیں، تو یہ بات تسلیم کرنے کے قابل ہے۔ اور اگر اس سے یہ مراد ہے کہ طالبوں کی تربیت کریں اور شیخیت کے مقام میں بیٹھیں تو یہ بات ماننے کے لائق نہیں۔

آخری بار کی ملاقات میں پیر دستگیر قدس سرہٗ نے فقیر کو فرمایا تھا کہ انہیں اس امر کی تجویز کرنی چاہیے کہ



Marfat.com

شیخ الہ داد ہماری طرف سے جا کر بعض طالبوں کو مشغول و مصروف رہنے کی تلقین کرے اور بعض کے حالات ہم تک پہنچائے۔ کیونکہ ہم کو انہیں اپنے روبرو طلب کرنے اور شغل باطن کی تلقین کرنے اور ان کے حالات دریافت کرنے کی طاقت نہیں۔

فقیر اس بارے میں متوقف تھا جب ضرورت محسوس ہوئی تو فقیر نے بھی اتنا اندازہ اس بات کو تجویز کر لیا۔ اس قسم کی تبلیغ سفارت محض کی جنس سے ہے۔ خاصکر جب کہ ضرورت پر مبنی ہو اور ضرورت کی چیز باندازہ ضرورت اختیار کی جاتی ہے۔ لہٰذا وہ سفارت بھی حضرت قبلہ پیرومرشد قدس سرہٗ کے زمانہ حیات ظاہری کے ساتھ خاص تھی۔ آپ کی رحلت کے بعد مشغولی باطن کا سبق دینا اور طالبوں کے حالات دریافت کرنا خیانت میں داخل ہے۔

آپ نے دریافت کیا تھا کہ پیر دستگیر قدس سرہٗ کی نسبت باقی ہے۔ یعنی زیادتی اور نقصان کو قبول نہیں کرتی۔

مخدوم گرامی! علم و معرفت کی تکمیل مختلف افکار کے باہم ملنے سے ہوتی ہے۔ وہ قواعد نحو جنہیں سیبویہ نے مقرر کیا تھا، متاخرین کے افکار نے اسے کس قدر زیادہ کر دیا۔ اسی حالت میں رہنا نقص تھا۔ وہ نسبت جو حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ رکھتے تھے۔ وہ حضرت خواجہ عبدالخالق قدس سرہٗ کے زمانہ میں نہیں۔ اسی پر دوسروں کو بھی قیاس کرو۔

ہمارے خواجہ تو خاصکر اس نسبت کی تکمیل کے درپے تھے۔ اور وہ نسبت جو حاصل ہو چکی تھی اسے کامل خیال نہیں کرتے تھے۔ اور زندگی وفا کرتی تو بارادہ خداوندی جل سلطانہ اس نسبت کو کہاں تک لے جاتے یہ سعی وکوشش کرنا کہ اس میں زیادتی اور اضافہ نہ ہو، مناسب نہیں۔ فقیر نہیں جانتا کہ یہ نسبت کہاں تک باقی رہے گی۔ آپ خود ایک علیحدہ نسبت رکھتے ہیں۔ پیرومرشد علیہ الرحمۃ کی نسبت سے آپ کی نسبت کا کوئی تعلق نہیں۔ اور یہ بات بار بار آپ کے سامنے کہی گئی تھی۔

بے چارہ شیخ الہ داد نسبت کو کیا جانے کہ کیا ہے۔ اسے صرف ایک گونہ حضور قلبی حاصل ہے۔ دوسروں کو بھی معلوم ہے کہ ان کی کیا حالت ہے۔ اس نسبت کو سنبھالنے اور قائم رکھنے والا کون ہے؛ ظاہر کریں، تاکہ فقیر بھی اس کی مدد کرے۔ واقعات کا اعتبار نہ کریں، یہ محض خیالات ہیں، ان میں صداقت کچھ نہیں۔ شیطان بڑا طاقتور دشمن ہے۔ اس کی فریب کاریوں سے بچنا مشکل ہے۔ وہی شخص بچ سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ بچائے۔

حاصل کردہ نسبتوں کے سلب ہونے کے بارے میں آپ نے لکھا تھا۔ مخدوم گرامی! وہ سلب کرنا



Marfat.com

اختیاری طور پر نہ تھا، جیسا کہ بوقت حاضری ذکر کیا تھا۔ اب تک وہ سلب اپنے حال پر ہے۔ زائل نہیں ہوا۔ اسے زائل تصور کرنا خیال ہے۔ وہ آواز جو آپ اپنے دل سے سنتے ہیں، حالت باطن کا اس سے کوئی کام نہیں۔ اگر آگ کے انگارے کو سرد کریں اور بجھا دیں، پھر اس پر پانی ڈالیں تو اس سے آواز نکلتی ہے اس آواز کی بنا پر یہ نہیں کہہ سکتے کہ ابھی تک اس میں آگ موجود ہے۔ یاد رکھیے واقعات کا کچھ اعتبار نہیں۔ یہ بات اگر پوشیدہ ہے تو انتظار میں رہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ کل اس کی حقیقت ظاہر ہو جائے گی۔

چونکہ آپ نے بطور مبالغہ لکھا تھا۔ اس بنا پر اس کے جواب میں چند باتیں لکھ دی ہیں۔ ورنہ بلا ضرورت بات کرنے کا موقع ہی نہیں۔

# مکتوب نمبر (۳۳)

علماء سوء کی مذمت کے بیان میں جو محبت دنیا میں گرفتار ہیں اور علم کو حصول دنیا کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ اور زاہد علماء کی مدح و ثنا کے بیان میں جو دنیا سے بے رغبت ہو چکے ہیں ملا حاجی محمد لاہوری کی طرف لکھا۔

گروہ علماء کے لیے دنیا کی محبت اور اس کی طرف رغبت کرنا ان کے چہرۂ جمال پر بدنما داغ ہے۔ مخلوق کو اگرچہ ان سے فائدے پہنچتے ہیں لیکن خود ان کی ذات کے لیے ان کا علم کچھ بھی نفع مند نہیں ہے۔ اگرچہ شریعت کی تائید اور ملت کی تقویت ان پر مبنی اور مرتب ہوتی ہے لیکن کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ یہ تائید و تقویت فتور اور فجور والے لوگوں سے بھی ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ سید الانبیاء علیہ وعلیہم وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات نے ایک فاجر شخص کی تائید کی خبر دیتے ہوئے فرمایا:

| | |
|---|---|
| ان اللہ لیؤید ھٰذا الدین بالرجل الفاجر | بیشک اللہ تعالیٰ اس دین کی تائید فاجر شخص سے بھی کر لیتا ہے۔ |

علماء سوء پارس کے پتھر کی طرح ہیں کہ لوہا اور تانبا وغیرہ جو بھی اس کے ساتھ ملتا ہے سونا بن جاتا ہے مگر وہ خود پتھر کا پتھر ہی رہتا ہے۔ اسی طرح وہ آگ جو پتھر اور بانس میں پوشیدہ ہوتی ہے جہان کو اس سے منافع حاصل ہوتے ہیں لیکن خود وہ پتھر اور بانس اپنی اندرونی آگ سے بے نصیب رہتے ہیں۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ یہ علم ان کے لیے مضر اور نقصان دہ ہے کہ ان کے علم نے ان پر حجت مکمل کر دی۔

| | |
|---|---|
| ان اشد الناس عذابا یوم القیٰمۃ | سب سے زیادہ عذاب قیامت کے روز اس شخص کو ہوگا |



Marfat.com

عالم لم ینفعہ اللہ بعلمہ — جسے اللہ نے اس کے علم سے نفع نہ دیا۔

ان کا علم ان کے لیے کیوں مفید اور نقصان دہ نہ ہو حالانکہ وہ علم جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذی عزت چیز اور موجودات میں اشرف شے ہے۔ اسے انہوں نے کمینی دنیا اور مال وجاہ اور سرداری حاصل کرنے کا ذریعہ اور وسیلہ بنا لیا ہے۔ حالانکہ دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذلیل وخوار اور ساری مخلوق سے بدترین شے ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت والی شے کو ذلیل کرنا اور جو چیز اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذلیل ہے اسے عزت دینا نہایت ہی برا ہے۔ اور فی الحقیقۃ حق سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ مقابلہ ہے۔ درس وتدریس اور فتویٰ دینا اس وقت نفع مند ہے جبکہ خالص اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا کے لیے ہو اور جاہ وسرداری اور حصول مال وزر اور بلندی چاہنے کے شائبہ سے خالی ہو۔ اور اس کی علامت ونشانی یہ ہے کہ دنیا کی چیزوں میں زہد اختیار کرے اور دنیا ومافیہا سے بے رغبت رہے۔ وہ علماء جو اس بلا میں مبتلا ہیں اور اس کمینی دنیا کی محبت میں گرفتار ہیں، دنیا دار علماء ہیں۔ یہی لوگ علماء سوء سب لوگوں سے برے اور دین کے چور ہیں۔ حالانکہ یہ لوگ اپنے آپ کو دین کا مقتدا اور سب مخلوق سے بہترین خیال کرتے ہیں:

| | |
|---|---|
| وَیَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ عَلٰی شَیْءٍ ، اَلَآ | وہ گمان رکھتے ہیں کہ کسی قابل قدر چیز پر ہیں۔ |
| اِنَّھُمْ ھُمُ الْکٰذِبُوْنَ ۔ اِسْتَحْوَذَ | سن لو، یہی جھوٹے ہیں۔ ابلیس ان پر غالب |
| عَلَیْھِمُ الشَّیْطٰنُ فَاَنْسٰھُمْ ذِکْرَ | آگیا ہے۔ اس نے انہیں اللہ کی یاد بھلا دی |
| اللّٰہِ ، اُولٰٓئِکَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ ، اَلَآ | ہے۔ یہی ابلیس کا گروہ ہے۔ سن لو، ابلیس |
| اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۔ | کا گروہ ہی خسارے میں ہے۔ |

اکابرین میں سے کسی نے دیکھا کہ ابلیس لعین فارغ بیٹھا ہے اور گمراہ کرنے اور دلوں کو بہکانے سے بے فکر ہے۔ اس بزرگ نے اس لعین سے اس کا راز دریافت کیا تو شیطان نے جواب دیا کہ علماء سوء اس وقت میرے اس کام میں میری زبردست مدد کر رہے ہیں اور انہوں نے مجھے اس مہم سے فارغ کر دیا ہے۔

حق بات یہ ہے کہ اس زمانہ میں ہر سستی اور مداہنت جو امور شرعیہ میں واقع ہو چکی ہے۔ اور ہر فتور جو دین وملت کی ترویج واشاعت میں پیدا ہو چکا ہے سب علماء سوء کی شومی کے باعث ہے اور ان کی نیتوں کے فساد کی وجہ سے ہے۔ ہاں وہ علماء جو دنیا سے بے رغبت اور جاہ وریاست اور مال کی محبت سے آزاد ہیں وہی علمائے آخرت اور انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کے وارث ہیں۔



Marfat.com

یہی لوگ بہترین مخلوق ہیں۔ کل قیامت کے دن ان کی سیاہی کو اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں کے خون کے ساتھ وزن کریں گے اور ان کی سیاہی کا پلہ بھاری ہوگا۔ اور نوم العلماء عبادۃ یعنی علماء کا سونا بھی عبادت ہے انہیں کی شان میں وارد ہے۔ یہی وہ علماء ہیں کہ آخرت کا جمال ان کی نظروں میں اچھا لگتا ہے۔ دنیا کی قباحت اور برائی کا انھیں مشاہدہ ہو چکا ہے۔ انہوں نے آخرت کو بقا کی نظر سے دیکھا ہے اور دنیا کو زوال اور فنا کے داغ سے داغ دار پایا ہے۔ اس لیے انہوں نے اپنے آپ کو باقی رہنے والی آخرت کے حوالے کر دیا ہے اور فانی دنیا سے الگ ہو گئے ہیں۔ آخرت کی عظمت کا مشاہدہ خدائے لایزال کی عظمت کے مشاہدے کا ثمرہ اور نتیجہ ہے۔ اور دنیا و مافیہا کو ذلیل و خوار جاننا آخرت کی عظمت کے مشاہدے کے لوازمات میں سے ہے۔

| | |
|---|---|
| لان الدنیا والاخرۃ ضرتان ان | کیونکہ دنیا اور آخرت دو سوکنیں ہیں۔ اگر ایک راضی |
| رضیت احداھما سخطت الاخریٰ | ہوتی ہے تو دوسری ناراض ہو جاتی ہے۔ |

اگر دنیا عزیز ہے تو آخرت خوار ہے۔ اور اگر دنیا خوار ہے تو آخرت عزیز ہے۔ ان دونوں کا جمع ہونا اضداد کے جمع ہونے کے قبیل میں سے ہے۔ ع

ما احسن الدین والدنیا لو اجتمعا

کیا ہی اچھا ہوتا اگر دین و دنیا دونوں جمع ہو جاتے۔

ہاں مشائخ کرام میں سے ایک گروہ نے جو اپنے آپ اور اپنے ارادہ سے پوری طرح باہر آ چکے ہیں بعض حقانی نیتوں کے باعث اہل دنیا کی صورت اختیار کر رکھی ہے اور بظاہر دنیا کی طرف راغب نظر آتے ہیں لیکن فی الحقیقت انہیں اس سے کوئی تعلق نہیں۔ اور سب سے فارغ اور آزاد ہیں:

| | |
|---|---|
| رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ | ایسے مردان حق ہیں جنہیں سوداگری اور خرید |
| عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ | و فروخت اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں کر سکتی |

تجارت اور بیع و شراء وغیرہ ان کے لیے ذکر حق سے مانع نہیں ہے۔ ان امور دنیا کے ساتھ عین تعلق کے اندر بھی بے تعلق ہیں۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس نے فرمایا ہے کہ میں نے منیٰ کے بازار میں ایک تاجر دیکھا جو کم و بیش پچاس ہزار دینار کی خرید و فروخت کر رہا تھا۔ مگر اس کا دل ایک لحظہ کے لیے بھی یاد حق سے غافل نہ تھا۔



Marfat.com

# مکتوب نمبر (۳۴)

حسب گنجائش بسط و تفصیل کے طریقہ پر عالم امر کے جواہر خمسہ کے بیان میں۔

یہ مکتوب بھی ملا حاجی محمد لاہوری کی طرف لکھا۔

سعادت دارین کا ہاتھ آنا سید کونین علیہ و علی آلہ من الصلوات افضلہا و من التسلیمات اکملہا کی اتباع کے ساتھ وابستہ ہے۔ فلسفی جس کی بصیرت کی آنکھ صاحب شریعت علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ و السلام والتحیہ کی متابعت کے سرمہ سے محروم ہے عالم امر کی حقیقت سے نابینا ہے۔ چہ جائیکہ اسے مرتبہ وجوب تعالیٰ و تقدس کا شعور ہو۔ اس کی کوتاہ نظر عالم خلق پر ہی رکی ہوئی ہے اور اس میں بھی ناتمام ہے۔

فلاسفہ نے جو جواہر خمسہ ثابت کیے ہیں سب عالم خلق میں ہیں۔ نفس اور عقل کو جو مادہ سے مجرد شمار کرتے ہیں یہ ان کی نادانی کے باعث ہے۔ نفس ناطقہ تو یہی نفس امارہ ہے جو جزئیہ کا محتاج ہے اس کی توجہ اور ہمت بالذات کمینگی اور پستی کی طرف ہے۔ اسے عالم امر سے کیا نسبت، اور مادہ سے مجرد ہونے کے ساتھ اسے کیا مناسبت ہے؟

رہی عقل، تو معقولات میں سے بھی صرف ان امور کا ادراک کر سکتی ہے جو محسوسات سے مناسبت رکھتے ہیں۔ بلکہ جو محسوسات کے حکم میں ہیں۔ لیکن وہ چیز جو محسوسات سے مناسبت نہیں رکھتی اور مشاہدہ میں آنے والی اشیاء ہیں سے جن کا کوئی شبہ اور مثال نہیں وہ عقل کے ادراک میں نہیں آسکتیں۔ اور ان کا بند عقل کی چابی سے نہیں کھل سکتا۔ لہٰذا عقل کی نظر بے مثال اشیاء کے احکام سے کوتاہ ہے۔ اور غیب کے میدان میں تو بالکل گمراہ ہے۔ اور یہ اس کے عالم خلق میں سے ہونے کی علامت ہے۔ عالم امر کا رخ بے چونی اور اس کی توجہ بے چگونگی کی طرف ہے۔ عالم امر کی ابتداء مرتبہ قلب سے ہے۔ قلب سے اوپر روح ہے، روح سے اوپر سر اور سر سے اوپر خفی ہے اور خفی سے اوپر اخفیٰ۔ عالم امر کے ان پانچ امور کو اگر جواہر خمسہ کہیں تو اس کی گنجائش ہے۔ کوتاہ نظری کے باعث چند خذف ریزوں کو اکٹھا کر کے جواہر خمسہ گمان کر لیا ہے۔

عالم امر کے ان جواہر خمسہ کا ادراک اور ان کے حقائق پر اطلاع حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کامل اتباع کرنے والوں کو نصیب ہوتی ہے۔ جس طرح عالم صغیر یعنی انسان میں جو ان تمام چیزوں کا



Marfat.com

نمونہ ہے جو عالم کبیر میں پائی جاتی ہیں۔ اسی طرح عالم کبیر میں بھی ان جواہر خمسہ کے اصول موجود و ثابت ہیں۔ عرش مجید عالم کبیر کے جوہر کا مبدأ ہے۔ جس طرح انسان کے دل کی انسان میں یہ حیثیت ہے اور اس مناسبت کی بنا پر قلب کو عرش اللہ کہہ دیتے ہیں۔ اور جواہر خمسہ کے باقی مراتب عرش سے اوپر ہیں۔

عالم کبیر میں عرش عالم خلق اور عالم امر کے درمیان برزخ و واسطہ ہے۔ جس طرح عالم صغیر یعنی انسان میں قلب انسان عالم خلق اور عالم امر کے درمیان برزخ و واسطہ ہے۔ قلب اور عرش اگرچہ عالم خلق میں سے ہیں لیکن عالم امر کی بے چونی اور بے چگونی کا حصہ بھی رکھتے ہیں۔ ان جواہر خمسہ کی حقیقت پر آگاہ اور مطلع ہونا اولیائے کرام میں سے کامل افراد کے لیے تسلیم کیا گیا ہے۔ جو مراتب سلوک تفصیل سے طے کر کے نہایت کی نہایت تک پہنچ چکے ہیں ؎

ہر گدائے مرد میداں کے شود　　　پشہ آخر سلیماں کے شود

ہر گدا مرد میدان کب ہو سکتا ہے　　　پھر سلیمان کی ہمنوائی کب کر سکتا ہے

اور اگر محض فضل خداوندی سے کسی صاحب دولت کی نظر بصیرت کے لیے حق الامکان مرتبہ وجوب تفصیل کے ساتھ ظاہر کر دیں تو وہ اس مقام میں ان جواہر کے اصول کا مطالعہ کر لیتا ہے اور ان چھوٹے اور بڑے جواہر کو اس حقیقت کے جواہر کے ظل و سایہ کی مانند معلوم کرتا ہے۔ ع

ایں کار دولت ست کنوں تا کرا دہند

یہ دولت عظمیٰ کا معاملہ ہے۔ دیکھیے اب یہ کسے عطا کرتے ہیں

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

عالم امر کے حقائق کا اظہار اس بنا پر ممنوع ہے کیونکہ اس کے معانی و مطالب پوشیدہ نہایت دقیق اور باریک ہیں۔ تاکہ ہر کوتاہ نظر شخص کچھ اور ہی نہ سمجھ لے۔ علم میں راسخ لوگ جو:

وَمَآ أُوتِيتُم مِّنَ ٱلْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا　　　نہیں تھوڑا سا علم دیا گیا ہے۔

کے شرف سے مشرف ہیں وہ اس ماجرا سے آگاہ ہیں۔ ع

هَنِيئًا لِأَرْبَابِ النَّعِيمِ نَعِيمُهَا

نعمت والوں کو نعمتیں مبارک اور خوشگوار ہیں ؎

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز　　　ورنہ در محفل رنداں خبرے نیست کہ نیست

یہ مصلحت کے خلاف ہے کہ راز پردے سے باہر آئے۔ ورنہ رندوں کی محفل میں کوئی ایسی خبر نہیں جس کی



Marfat.com

ان کو خبر نہ ہو۔

آپ کو السلام علیکم اور ان سب کو جو ہدایت کی پیروی کریں اور مصطفیٰ علیہ وعلیہم من الصلوات والتسلیمات اتمہا و ادومہا کی متابعت اپنے اوپر لازم کریں۔

دل میں آیا کہ ان بلند اور مقدس جواہر کا تھوڑا سا حال تحریر میں لایا جائے۔

جاننا چاہیے کہ ان جواہر کی ابتداء صفات اضافیہ سے ہے جو وجوب اور امکان کے درمیان برزخ و واسطہ کی مانند ہیں' اور ان سے اوپر صفات حقیقیہ ہیں' کہ روح سے ان کو حصہ ملتا ہے۔ اور قلب صفات اضافیہ سے تعلق رکھتا ہے' اور ان کی تجلیات سے مشرف ہوتا ہے۔ او۔ باقی ماندہ بلند جواہر جو صفات حقیقیہ سے بھی اوپر ہیں' حضرت ذات اقدس تعالیٰ و تقدس کے دائرہ میں داخل ہیں اس لیے ان تین (سر' خفی' اخفیٰ) کی تجلیات کو تجلیات ذاتیہ کہتے ہیں۔ بات کو اس سے آگے چلانا مصلحت نہیں ہے۔ ع

قلم اینجا رسید و سر بشکست
قلم یہاں پہنچا اور ٹوٹ گیا

# مکتوب نمبر (۳۵)

محبت ذاتی کے بیان میں جس میں انعام و تکلیف دونوں برابر ہیں ——— یہ مکتوب بھی میاں حاجی محمد لاہوری کو لکھا۔

اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ ہمیں اور تمہیں بحرمۃ سید البشر علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات نظر کی کجی سے نجات عطا کرے۔

سیر و سلوک سے مقصود نفس امارہ کا تزکیہ اور تطہیر ہے' تاکہ باطل الہوں کی عبادت سے جو خواہشات نفسانی سے وجود میں آتی ہے نجات میسر آجائے۔ اور حقیقت میں سوائے ایک معبود برحق تعالیٰ و تقدس کے اور کچھ بھی قبلہ توجہ نہ رہے۔ اور دینی و دنیاوی مقاصد میں سے کسی بھی مقصد کو اس ذات کی عبادت کے سوا اختیار نہ کرے۔

دینی مقاصد اگرچہ حسنات میں سے ہیں لیکن ان کا تعلق بھی ابرار کے کام سے ہے۔ مقربین انہیں بھی برائیوں میں سے ہی جانتے ہیں۔ اور ایک ذات کے سوا کسی چیز کو مقصود نہیں گردانتے۔ یہ دولت



Marfat.com

حصول فنا سے وابستہ ہے اور محبت ذاتی پیدا ہو جانے کے بعد ہے جہاں انعام و تکلیف دونوں مساوی ہیں تکلیف و رنج سے بھی ایسے ہی لذت گیر ہوتے ہیں جیسے نعمتوں سے۔ اگر بہشت چاہتے ہیں تو اس لیے چاہتے ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کی رضا کا مقام و محل ہے اور اسے طلب کرنے میں اس کی رضا اور خوشنودی ہے اور اگر دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں تو اس لیے کہ وہ خدا تعالیٰ کی ناراضی کا مقام ہے۔ نہ بہشت سے حظ نفس مطلوب ہے اور نہ دوزخ سے فرار اختیار کرنا اور پناہ مانگنا رنج اور محنت کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ محبوب کی طرف سے جو چیز بھی آتی ہے وہ ان بزرگوں کو مرغوب اور پسندیدہ عین مطلوب ہے۔

كل ما يفعله المحبوب محبوب۔ محبوب جو کچھ بھی کرتا ہے وہ محبوب و پسندیدہ ہی ہوتا ہے۔

اخلاص کی حقیقت اس جگہ ہاتھ آتی ہے اور باطل الٰہوں سے نجات بھی اسی جگہ حاصل ہوتی ہے اور کلمہ توحید بھی اس وقت ہی درست ہوتا ہے۔ اس کے سوا محض رنج و تکلیف اٹھانے کی بات ہے محبت ذاتی کے بغیر جو اسماء اور صفات اور محبوب کے انعام و تکلیف کے ذریعہ کے بغیر ہے رکھنے اور عیب والی بات ہے۔ فنا مطلق اس شرکت سوز محبت کے بغیر ہاتھ میں آتی ہے

عشق آں شعلہ است کو چوں برفروخت — ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت
تیغ لا در قتل غیر حق براند — در نگر زاں پس کہ بعد از لا چہ ماند
ماند الا اللہ باقی جملہ رفت — شاد باش اے عشق شرکت سوز رفت

عشق وہ شعلہ ہے کہ جب روشن ہو جاتا ہے تو معشوق کے سوا ہر شے کو جلا کر راکھ کر دیتا ہے۔

غیر حق پر لا کی تلوار چلا دیتا ہے۔ یہ تلوار چلنے کے بعد پھر دیکھ کہ لا کے بعد کیا ہے۔

صرف اللہ رہتا ہے باقی سب کچھ ختم ہو جاتا ہے۔ اے شرکت کو پوری طرح جلا دینے والے عشق تو شاد اور خوش رہ۔

# مکتوب نمبر (۳۶)

اس بیان میں کہ شریعت تمام دنیوی اور اخروی سعادتوں کی ضامن و کفیل ہے اور کوئی مطلب و مقصود ایسا نہیں جس کے حصول کیلئے شریعت کے ماسوا کسی اور چیز کی طرف انسان محتاج ہو۔ طریقت و حقیقت اسی شریعت کی خادم ہیں اور اس کے مناسب باتوں کے بیان میں ۔۔۔ یہ خط ملا



Marfat.com

ملا حاجی محمد لاہوری کو لکھا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کی حقیقت سے متصف کرے۔ اور اللہ تعالیٰ اس بندے پر بھی رحم کرے جو آمین کہے۔

شریعت کے تین جزو ہیں: علم۔ عمل۔ اخلاص۔ جب تک یہ تینوں جزو نہ پائے جائیں شریعت متحقق نہیں پاتی۔ اور جب شریعت متحقق ہوگئی تو حق تعالیٰ سبحانہ کی رضا جو تمام دنیوی و اخروی سعادتوں سے فائق و اعلیٰ ہے، بھی متحقق ہوگئی:

وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ۔ اللہ تعالیٰ کی تھوڑی رضامندی بھی بہت ہے

اس لیے شریعت تمام دنیوی و اخروی سعادتوں کی ضامن و کفیل ہے۔ اور کوئی ایسا مطلب و مقصود نہیں جو شریعت سے الگ ہو اور انسان کو اس کی محتاجی ہو۔ طریقت و حقیقت جس کے ساتھ صوفیہ کرام ممتاز ہیں دونوں شریعت کی خادم ہیں۔ ان دونوں سے شریعت کے تیسرے جزو یعنی اخلاص کی تکمیل ہوتی ہے۔ لہٰذا ان دونوں سے مقصود بھی شریعت کی تکمیل ہے، نہ کوئی اور امر جو شریعت کے علاوہ ہو۔

احوال، مواجید اور علوم و معارف جو صوفیہ کو راستے میں ہاتھ آتے ہیں وہ مقاصد نہیں ہیں بلکہ اوہام و خیالات ہیں، جن سے اطفال طریقت کی تربیت مطلوب ہوتی ہے ان تمام سے گزر کر مقام رضا میں پہنچنا چاہیے جو جذبہ اور سلوک کے مقامات کی انتہا ہے۔ کیونکہ طریقت و حقیقت کے منازل طے کرنے سے اخلاص کا حاصل کرنا مقصود ہے جو رضا کو مستلزم ہے۔ تینوں قسم کی تجلیات اور عارفانہ مشاہدات سے گزر کر ہزاروں میں سے کسی ایک کو اخلاص کی دولت اور رضا کے مقام تک پہنچاتے ہیں۔ کوتاہ اندیش لوگ احوال و مواجید کو مقاصد اور مشاہدات و تجلیات کو مطالب شمار کرتے ہیں۔ اس لیے وہم و خیال کے زندان خانہ میں گرفتار رہتے ہیں اور شریعت کے کمالات سے محروم رہتے ہیں:

كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ۔ مشرکین کو وہ بات بڑی ناگوار ہے جس کی طرف تو ان کو بلاتا ہے۔

اَللّٰهُ يَجْتَبِىْ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِىْ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ اللہ تعالیٰ منتخب کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے ہی اپنی طرف ہدایت دیتا ہے جو رجوع کرتا ہے۔

ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اخلاص کا مقام حاصل کرنے اور رضا کے مرتبہ تک پہنچنے کے لیے ان احوال و مواجید کا طے کرنا ضروری ہے اور ان علوم و معارف کے ساتھ وابستہ ہے۔



Marfat.com

پس یہ امور مطلوب کے اسباب و وسائل اور مقصود کے مقدمات ہیں۔

اس معنی کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے حبیب پاک علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کے صدقہ سے پورے دس سال بعد اس فقیر پر منکشف و واضح ہوئی ہے اور معشوق شرع پوری طرح جلوہ گر ہوا ہے۔ اگرچہ ابتداء میں بھی یہ فقیر احوال و مواجید میں گرفتار نہیں تھا۔ اور شریعت کی حقیقت کے تحقق و ثبوت کے سوا میری نظر میں کوئی اور مطلوب و مقصود نہ تھا۔ لیکن اس امر کی حقیقت پورے دس سال بعد کامل طور پر ظاہر ہوئی ہے۔ الحمد للہ علی ذلک حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ مبارکاً علیہ۔

میاں شیخ جمال مرحوم و مغفور کی وفات تمام اہل اسلام کے لیے حزن و پراگندگی کا باعث ہے۔ ان کے مخدوم زادوں کو میری طرف سے صبر و تحمل کی تلقین کریں۔ اور فاتحہ خوانی کریں۔ والسلام

# مکتوب نمبر (۳۷)

بلند سنت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی اتباع پر ابھارنے اور اکابر نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی نسبت کے حصول کی طرف راغب کرنے کے بیان میں ——————

شیخ محمد چتری کو لکھا۔

مراسلہ شریفہ اور مکاتبہ لطیفہ جو از روئے کرم و مہربانی صادر فرمایا تھا، بندہ اس کے مطالعہ سے مسرور اور خوش ہوا۔ اس طریقہ عالیہ نقشبندیہ پر اپنی استقامت و پختگی کا آپ نے لکھا۔ الحمد للہ سبحانہ علی ذلک۔ اللہ تعالیٰ اس طریقہ عالیہ کے اکابر کی برکت سے آپ کو بے انتہا ترقیاں عطا فرمائے۔ ان کا طریقہ کبریت احمر (سرخ گندھک یعنی اکسیر) ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی اتباع سنت پر مبنی ہے۔

فقیر کو اس وقت تک جو کچھ ہاتھ آیا ہے اس کے متعلق لکھتا ہے کہ مدت دراز تک اس ناچیز پر علوم و معارف اور احوال و مقامات موسلا دھار بارش کی طرح برساتے رہے۔ اور جو کام کرنا چاہیے تھا۔ اللہ سبحانہ کی عنایت سے کر دیا گیا۔ اب کوئی آرزو باقی نہیں رہی۔ سوائے اس کے کہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنتوں میں سے کسی ایک سنت کا احیاء (زندہ کرنا) ہو جائے۔ اور احوال و مواجید ارباب ذوق کے حوالے ہو جائیں۔

چاہیے یہ کہ باطن خواجگان نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی نسبت سے معمور ہو۔ اور



Marfat.com

ظاہر کو کلی طور پر سنن ظاہرہ کے ساتھ مزین اور آراستہ رکھیں۔ ع

کار این است غیر ایں ہمہ ہیچ

اصل کام یہی ہے اس کے علاوہ سب ہیچ ہے

موسم سرما کی عشا کے سوا باقی تمام نمازیں اول وقت میں ادا کریں۔ سردیوں کی عشا میں تیسرے حصے رات تک تاخیر مستحب ہے۔ اس بارے میں فقیر بے اختیار رہے۔ نہیں چاہتا کہ بال برابر بھی ادائے نماز میں تاخیر واقع ہو۔ ہاں بشری عوارض مستثنیٰ ہیں۔

# مکتوب نمبر (۳۸)

ذات بحت تعالیٰ و تقدس کی محبت میں گرفتار ہونے کے بیان میں جو اسماء صفات اور شیون و اعتبارات سے منزہ اور پاک ہے۔ اور منزل مقصود تک نہ پہنچنے والی جماعت کی مذمت میں جو چون کو بے چون تصور کر کے اسی کے گرفتار ہو گئے ہیں۔ اور اہل فنا کے اقدام کے فرق کے بیان میں۔ اور اسی تفاوت پر علوم و معارف وغیرہ مرتب ہوتے ہیں ——— یہ مکتوب بھی شیخ محمد چتری کی طرف لکھا۔

آپ کا مکتوب شریف ملا۔ فرحت و خوشی کا موجب ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھے اور ایک لحظہ کے لیے بھی غیر کے سپرد نہ کرے۔

جو کچھ ذات بحت سبحانہ و تعالیٰ کے سوا ہے اس کو غیر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اگرچہ اسماء و صفات ہی ہوں۔ اور متکلمین نے جو صفات کو لا ھو و لا غیرہ کہا ہے اس کا معنی کچھ اور ہے۔ انہوں نے غیر سے غیر اصطلاحی مراد لیا ہے اور اس معنی کے مطابق نفی کی ہے۔ غیر بمعنی مطلق مراد نہیں لیا۔ اور خاص کی نفی عام کی نفی کو مستلزم نہیں ہے۔ اور اس ذات عز سلطانہ کو نفی کے سوا کسی طریقہ سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ مرتبہ ذات میں جو کچھ ثابت کیا جائے گا وہ صراط مستقیم سے انحراف ہو گا۔ اور بہترین تعبیر اور جامع ترین عبارت یہ ہے:

لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ — اس کی مثل کوئی شے نہیں۔

فارسی میں اس کا ترجمہ بے چون و بے چگون ہے۔ اور علم، شہود اور معرفت کو اس ذات سبحانہ کی طرف راستہ نہیں مل سکتا۔ جو کچھ لوگ دیکھتے ہیں یا جانتے ہیں یا پہچانتے ہیں سب اس ذات مقدس کا غیر



Marfat.com

ہے۔ اس میں گرفتاری غیر میں گرفتاری ہے لہٰذا اس کی نفی کرنا لازم ہے اور کلمہ لَآ اِلٰہَ کے پیچھے لا کر اس بے چون و بے چگون ذات کا اثبات کلمہ اِلَّا اللہ سے کرنا چاہیے۔ یہ اثبات ابتدا میں تقلیداً ہوتا ہے اور آخر میں تحقیقاً۔

بعض ارباب سلوک سے جو نہایت کار تک نہ پہنچنے کے باعث چون کو بے چون تصور کر بیٹھے ہیں اور شہود و معرفت کا اس کی طرف راستہ نکالتے ہیں ارباب تقلید ان سے بدرجہا بہتر ہیں۔ کیونکہ ان کی تقلید نور نبوت علیٰ اصاحبہا الصلوات والتسلیمات سے حاصل ہوئی ہے کہ سہو و خطا کو اس طرف راستہ نہیں مل سکتا۔ اس نہ پہنچنے والی جماعت کا مقتدا اور پیشوا غیر صحیح کشف ہے ع

بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

دیکھ لے ایک راستے کا دوسرے راستے سے کتنا فرق ہے

فی الحقیقت یہ جماعت ذات کی منکر ہے۔ اگرچہ ذات کے مشاہدے کا اثبات کرتے ہیں لیکن نہیں جانتے کہ یہی اثبات عین انکار ہے۔ امام مسلمین امام اعظم کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

| | |
|---|---|
| سبحٰنک ما عبدناک حق عبادتک ولٰکن عرفناک حق معرفتک۔ | تیری ذات پاک ہے۔ جیسا تیری عبادت کا حق ہے۔ ہم اس طرح تیری عبادت کا حق ادا نہیں کر سکے لیکن جیسا تجھے پہچاننے کا حق ہے اس طرح ہمیں تیری معرفت حاصل ہو چکی ہے۔ |

عبادت کا حق ادا نہ کرنا تو ظاہر ہے۔ لیکن پوری معرفت کا حصول اس بنا پر ہے کہ اس ذات تعالیٰ شانہٗ کی نہایت معرفت صرف یہ ہے کہ اس ذات کو بے چونی اور بے چگونی کے ساتھ پہچان لیں۔

کوئی نادان یہ گمان نہ کرے کہ عام و خاص اور مبتدی و منتہی معرفت میں مساوی اور برابر ہیں۔ میں کہتا ہوں یہ نادان علم و معرفت میں فرق نہیں کر سکا۔ مبتدی کو علم ہے اور منتہی کو معرفت۔ اور معرفت فنا کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی اور یہ دولت فانی کے سوا کسی کو میسر نہیں آتی۔ مولوی روم مثنوی میں فرماتے ہیں ؎

ہیچ کس را تا نگردد او فنا — نیست رہ در بارگاہِ کبریا

کوئی شخص بھی جب تک فنا نہ ہو — بارگاہ کبریا تک راہ نہیں پا سکتا

تو یہ معرفت علم کے علاوہ ہے۔

جاننا چاہیے کہ علم متعارف سے اوپر ایک شے ہے۔ جسے معرفت سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور



Marfat.com

اسے ادراک بسیط بھی کہتے ہیں ؎

فریاد حافظ ایں ہمہ آخر بہرزہ نیست
ہم قصہ غریب و حدیث عجیب ہست

حافظ کی یہ سب فریاد بیہودہ نہیں، بلکہ قصہ بھی غریب اور بات بھی عجیب ہے

اتصالِ بے تکیف و بے قیاس ہست رب الناس را با جانِ ناس
لیک گفتم ناس را نسناس نہ ناس غیر از جان جان اشناس نہ

رب تعالیٰ کا لوگوں کی جان کے ساتھ عقل میں نہ آنے والا اور بے کیف اتصال و تعلق ہے۔

لیکن میں نے لوگوں کے ساتھ اتصال کا ذکر کیا ہے حیوان کے ساتھ نہیں۔ ناس یعنی کاملین عارفین تو صرف جان جاں (محبوب حقیقی) کے ساتھ ہی آشنائی رکھتے ہیں۔

اور چونکہ فنا میں لوگوں کے قدم متفاوت ہیں تو ضرور منتہی لوگوں کے لیے معرفت میں بھی ایک دوسرے پر فضیلت حاصل ہے جس کی فنا اتم ہے اس کی معرفت بھی اکمل ہے۔ اور جو فنا میں کم درجہ ہے اس کی معرفت بھی کم درجے کی ہے۔ اسی طرح اور مراتب بھی۔

سبحان اللہ! بات کہاں پہنچ گئی۔ مجھے تو چاہیے تھا کہ اپنی بے حاصلی، نامرادی، بے استقامتی، اور بے ثباتی کا تذکرہ کرتا اور دوستوں سے مدد و اعانت طلب کرتا۔ مجھے اس قسم کی باتوں سے کیا مناسبت ہے ؎

اگر از خویشتن چو نیست جنیں چہ خبر دارد از چنان و چنیں

ماں کے شکم میں پڑا ہوا بچہ جب اپنی ذات سے بھی واقف نہیں تو ادھر اُدھر کی کیا خبر رکھے گا۔

لیکن بلند پایہ ہمت اور سرمایہ والی فطرت اجازت نہیں دیتی کہ انسان ادنیٰ قسم کی چیزوں اور سفلی قسم کے سرمایہ کی طرف اُتر آئے۔ بلکہ اس طرف توجہ اور التفات بھی کرے۔ بلند پایہ ہمت انسان اگر بات کرتا ہے تو اسی کی بات کرتا ہے، اگرچہ وہ بھی اس ذات حق کی شان کے سامنے کچھ نہیں ہوتی۔ اور اگر تلاش کرتا ہے تو اسی کو تلاش کرتا ہے، اگرچہ کچھ بھی نہیں پاتا۔ اگر کچھ حاصل کرتا ہے تو اسی کو حاصل کرتا ہے اگرچہ کچھ بھی حاصل نہیں کرتا۔ اور اگر اسے وصال نصیب ہوتا ہے تو اسی کا وصال نصیب ہوتا ہے، اگرچہ پھر بھی بے حاصل ہی رہتا ہے۔

لیکن اکابر قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم العالیہ کی بعض عبارات میں شہود ذاتی کا جو ذکر واقع ہوا ہے اس کے معنی ارباب کمال کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ نارسیدہ لوگوں کے لیے اس معنی کا سمجھنا محال اور



Marfat.com

وتا ممکن ہے ۔

در نیابد حال پختہ ہیچ خام! پس سخن کوتاہ باید والسلام

پختہ آدمی کے حال تک خام آدمی نہیں پہنچ سکتا، لہٰذا بات مختصر ہی کرنی چاہیے والسلام۔

آپ نے مکتوب کا عنوان ھوالظاھر ھوالباطن کے کلمہ سے مزین و آراستہ کیا تھا مخدوم گرامی ھوالظاھر ھوالباطن بالکل درست ہے۔ لیکن کچھ عرصہ سے فقیر اس عبارت سے توحید کے معنی نہیں سمجھتا۔ اور اس معنی کے سمجھنے میں علماء کے ساتھ موافق ہے۔ اور علماء کے معنی کی درستی ارباب توحید کے معنی کی درستی سے فوقیت رکھتی ہے:

کل میسر لما خلق لہ — ہر شخص کو وہی چیز میسر ہے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے

ع ہر کسے را بہر کارے ساختند

کارکنان قضا وقدر نے ہر کسی کو کسی کام کے لیے پیدا کیا ہے۔

جو چیز فقیر پر لازم و ضروری ہے اور جس کا وہ مکلف ہے وہ اوامر کی بجا آوری اور ممنوعات سے بچنا ہے

مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا وَاتَّقُوا اللّٰہَ — جو چیز رسول تمہیں دے وہ لے لو اور جس چیز سے روکے اس سے رک جاؤ، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔

اور چونکہ انسان کو اخلاص پیدا کرنے کا حکم ہے۔ اور وہ فنا اور محبت ذاتی کے بغیر متصور نہیں اس لیے فنا کے مقدمات کا حاصل کرنا جنہیں مقامات عشرہ کہتے ہیں ضروری ہے۔ فنا اگرچہ محض خدا تعالیٰ کی عطا ہے لیکن اس کے مقدمات اور مبادی کسب سے تعلق رکھتے ہیں اگرچہ بعض کو کسب مقدمات اور ریاضات و مجاہدات کے ذریعہ مصفا کرنے کے بغیر ہی فنا کی حقیقت سے مشرف کردیتے ہیں۔ اس صورت میں اس کا حال دو صورتوں سے خالی نہیں۔ یا تو اسے معرفت کے آخری مقام پر ہی کھڑا کردیتے ہیں۔ یا ناقص لوگوں کی تکمیل کے لیے اسے جہان کی طرف واپس کردیتے ہیں۔ تقدیر اول پر اسے مقامات عشرہ مذکورہ کی سیر حاصل نہیں ہوتی۔ اور اسماء اور صفات کی تجلیات کی تفصیلات سے بے خبر رہتا ہے۔ اور دوسری تقدیر پر جب اسے جہان کی طرف واپس کرتے ہیں تو اسے مقامات عشرہ مذکورہ کی سیر تفصیل سے حاصل ہوتی ہے اور بے انتہا تجلیات سے اسے مشرف کرتے ہیں۔ صورت تو مجاہدہ کی ہوتی ہے لیکن حقیقت میں کمال ذوق ولذت میں ہوتا



Marfat.com

ہے۔ ع

ایں کار دولت است کنوں تا کرا دہند

یہ دولت عظمیٰ کا معاملہ ہے۔ دیکھیے اب یہ دولت کسے عطا کرتے ہیں

یہ نہ کہا جائے کہ جب اخلاص ان مامورات میں سے ہے جن کا بجا لانا واجب اور ضروری ہے اور اس کی حقیقت فنا کے بغیر میسر نہیں آسکتی۔ تو علماء نکوکار اور صالحین نیک اطوار جو حقیقت فنا سے مشرف نہیں ہیں اخلاص حاصل نہ کرنے پر عاصی اور گنہ گار متصور ہوں گے۔ کیونکہ میں اس کا جواب یہ دیتا ہوں کہ نفس اخلاص انہیں بھی حاصل ہے، اگرچہ اخلاص کے بعض افراد کے ضمن میں ہو۔ اور فنا کے بعد کمال اخلاص حاصل ہو جاتا ہے۔ اور اس کے تمام افراد کو شامل ہو جاتا ہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ فنا کے بغیر حقیقت اخلاص کے حاصل ہونے کی کوئی صورت نہیں۔ یہ نہیں کہا کہ نفس اخلاص بھی فنا کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔

# مکتوب نمبر (۳۹)

اس بیان میں کہ کام کا دار و مدار قلب پر ہے۔ صرف اعمال کی صورتوں اور رسمی عبادتوں سے کچھ نہیں ہوتا۔ اور اسی طرح کی اور باتوں میں ــــــ یہ مکتوب بھی شیخ محمد چتری کو لکھا۔

حق سبحانہٗ و تعالیٰ حضور سید البشر علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی حرمت کے طفیل جو نظر کی کجی سے آزاد تھے اپنے ماسوا سے روگردانی اور جناب قدس کی طرف توجہ نصیب فرمائے۔ کام کا دار و مدار دل پر ہے۔ اگر دل حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے غیر کے ساتھ گرفتار ہے تو خراب اور ابتر ہے صرف ظاہری اعمال اور رسمی عبادتوں سے کام مکمل نہیں بن سکتا۔ دل کو غیر حق تعالیٰ کی طرف توجہ سے سالم و محفوظ رکھنا اور اعمال صالحہ جو بدن سے تعلق رکھتے ہیں اور جن کے ادا کرنے کا شرعاً حکم ہے، دونوں درکار ہیں۔ اعمال صالحہ بدنیہ کی بجا آوری کے بغیر دل کی سلامتی کا دعویٰ باطل ہے جس طرح اس جہان میں بدن کے بغیر روح غیر متصور ہے، قلبی احوال کا حصول بھی بدنی اعمال صالحہ کے بغیر محال ہے۔

اس وقت کے بہت سے ملحد اور بے دین اس قسم کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے صدقے ان کے اعتقادات سے نجات دے۔



Marfat.com

# مکتوب نمبر (۴۰)

مقام اخلاص کے حاصل کرنے کے بیان میں جو شریعت کے تین اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔ اور اس جزو کے کامل کرنے میں طریقت اور حقیقت دونوں شریعت حقہ کی خادم ہیں اور اسی طرح کے دوسرے مسائل میں ـــــــ شیخ محمد چتری کی طرف لکھا۔

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی نَبِیِّہٖ وَنُسَلِّمُ۔

مخدوم گرامی! منازل سلوک اور مقامات جذبہ کے طے کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس سیر و سلوک سے مقصود مقام اخلاص کا حاصل کرنا ہے۔ جو بیرونی اور اندرونی خداؤں کے فنا ہونے سے وابستہ ہے۔ اور یہ اخلاص شریعت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔ کیونکہ شریعت حقہ کے تین جزو ہیں۔ عِلْم ـ عَمَل ـ اخلاص ـ

تو طریقت اور حقیقت دونوں اس جزو اخلاص کو کمال تک پہنچانے میں شریعت کی خادم ہیں۔ اصل بات یہی ہے لیکن ہر شخص کا فہم و ادراک یہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ اکثر مخلوق خواب و خیال میں آرام کر رہی ہے اور اخروٹ و ناریل (معمولی چیزوں) پر کفایت کر چکی ہے۔ شریعت کے کمالات کو کیا جانے طریقت و حقیقت کی ماہیت کو کیا پائے؟ اکثر لوگ شریعت کو پوست اور حقیقت کو مغز خیال کرتے ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ اصل معاملہ کیا ہے۔ صوفیوں کی سکر و مستی میں نکلی ہوئی باتوں کے دھوکے میں آ چکے ہیں اور احوال و مقامات سے فتنہ میں پڑ چکے ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ انہیں راہ راست پر چلنے کی ہدایت دے۔ ہم پر اور تمام صالحین پر سلامتی کا نزول ہو۔

اللہ تعالیٰ کی مدد اور اس کے حسن توفیق سے دفتر اول کے حصہ اول کا ترجمہ اختتام کو پہنچا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین وعلینا معہم

برحمتہ وھو ارحم الراحمین



Marfat.com

# قطعۂ تاریخِ طباعت

## اردو ترجمہ مکتوبات قدسی آیات حصّہ اوّل دفتر اوّل

### نتیجۂ فکر

جنابِ مولانا سید شریف احمد صاحب شرافت نوشاہی مدظلّہ سجادہ نشین ساہن پال شریف ضلع گجرات

بحمد اللہ از لطفِ پاکِ خدا — بپایاں شد ایں نسخۂ باصفا

ز تصنیفِ آں قطبُ الاقطاب — جنابِ مجدد ولایت مآب

کہ در انکشافِ علومِ شہود — باقرانِ خود مثلِ وے کس نبود

بسعیِ مبارک محمد سعید — کہ در عہدِ خود ہست مردِ فرید

بعلم و عمل مشتہر در جہاں — بیانش نمودہ باُردو زباں

چو شد چاپ ایں حصۂ اوّلیں — مکاتیبِ فخرِ زمان و زمیں

شدہ از شرافت سنِ او ظہور

کلامِ تصوّف، شرابِ طہور

۱۳ — ھ — ۹۰

کتبہٗ محمد یوسف خوشنویس ساکن حضرت کیلیانوالہ ضلع گوجرانوالہ ۲۰ اپریل سنہ ۱۹۷۰ء



Marfat.com

صُحُفٌ مُّطَهَّرَةٌ فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر میخواست
آخر آمد ز پس پردۂ تقدیر پدید

یعنی

( اُردُو ترجمہ )

# مکتُوباتِ امامِ ربّانیؒ

## حضرت مجدد الف ثانی الشیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ

دفترِ اوّل —— حصۂ دوم

( تصحیح و حواشی و ترجمہ )

مولانا محمد سعید احمد صاحب نقشبندی
خطیب و امام مسجد حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لاہور

( ناشر )

حفیظ بک ڈپو اردو بازار دہلی ۶

Marfat.com

(جملہ حقوق ترجمہ بحق ناشر محفوظ ہیں)

طبع اوّل ـــــــ آفسٹ طباعت ـــــــ سنہ ۱۹۷۱ء

مطبع جوہر آفسٹ پریس دہلی

کاتب محمد یوسف خوشنویس گوجرانوالہ

قیمت حصہ اوّل۔ دوئم۔ سوئم |

Marfat.com

# فہرست مضامین اُردو ترجمہ مکتوبات دفتر اول حصہ دوم


| مضمون | نمبر صفحہ |
|---|---|
| مکتوب نمبر ۳۱ : | ۲۵ |
| سنت کی متابعت کی ترغیب اور اس بیان میں کہ طریقت وحقیقت شریعت کو مکمل کرنے والی ہیں اور مقام صدیقیت میں پہنچ کر علوم شرعیہ اور علوم صوفیہ میں کوئی مخالفت نہیں رہتی۔ | ۲۵ |
| محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رب العالمین کے محبوب ہیں، جو چیز اچھی اور مرغوب ہوتی ہے وہ مطلوب ومحبوب کو عطا کرتے ہیں۔ اسی لیے آپ کی ملت کو صراط مستقیم فرمایا اور باقی کو مختلف راستے قرار دیا۔ آپ نے فرمایا بہترین سیرت محمد کی سیرت ہے۔ نیز آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے ادب سکھایا، پس بہت ہی اچھا ادب سکھایا۔ | ۲۶ |
| مثال کی روشنی میں شریعت، طریقت اور حقیقت کے معنی کا بیان۔ سلوک کے راستے کے دوران جو خلاف شریعت امور ظاہر ہوتے ہیں وہ سکر وقت کی بنا پر ہوتے ہیں۔ جب اس مقام سے گزار کر آگے لاتے ہیں اور مقام صحو میں لاتے ہیں تو وہ مخالفت زائل ہو جاتی ہے۔ صوفیہ کی ایک جماعت سکر کے باعث احاطہ ذاتی کی قائل ہوتی ہے۔ علماء احاطہ علمی کے قائل ہیں۔ علماء کی رائے صواب کے قریب ہے۔ | ۲۶ |
| بلاشبہ اس کی ذات بے کیف وبے مثال ہے اس پر کوئی حکم نہیں لگ سکتا۔ وہاں حیرت اور نادانی ہے تعین اول جو وحدت سے عبارت ہے تمام ممکنات میں پایا جاتا ہے۔ جاننا چاہیے کہ اس کی ذات تعالیٰ وتقدس علمائے اہل حق کے نزدیک بے کیف اور بے مثال ہے۔ اس کے ماسوا جو کچھ ہے زائد ہے۔ | ۲۷ |
| مقام صدیقیت میں جو ولایت کا سب سے اونچا مقام ہے علوم باطن کی علوم شرعیہ کے ساتھ پوری طرح موافقت ہو جاتی ہے۔ | ۲۷ |
| مقام نبوت مقام صدیقیت سے اوپر ہے نبی کے علوم اور صدیق کے علوم میں وحی اور الہام کا فرق ہے۔ | ۲۷ |
| صدیقیت کے نیچے جتنے بھی مقامات ہیں ان میں قدرے سکر موجود رہتا ہے۔ | ۲۷ |
| نبی اور صدیق کے علوم میں دوسرا فرق قطعی اور ظنی کا ہے۔ نفس کے مطمئنہ ہو جانے کے باوجود نفس کی صفات باقی رکھنے میں بہت سے فوائد پنہاں ہیں۔ | ۲۸ |
| حدیث رجعنا من الجهاد الاصغر الی الجهاد الاکبر۔ | ۲۸ |
| ترک اولیٰ کے ارادے سے بھی اس قدر | |




Marfat.com

| مضمون | نمبر صفحہ |
| --- | --- |
| پشیمانی اور ندامت لاحق ہوتی ہے کہ ایک سال کا کام ایک گھڑی میں میسر آجاتا ہے۔ | ۲۸ |
| جس چیز میں بھی محبوب کے اخلاق پائے جائیں وہ بھی محبوب کے تابع ہونے کی وجہ سے محبوب قرار پائے گی۔ | ۲۸ |
| **مکتوب نمبر ۴۲:** | ۲۹ |
| اس بیان میں کہ دل کو غیر حق کی محبت سے صاف کرنے کا بہترین آلہ اتباع سنت ہے۔ | ۲۹ |
| انسان جب تک پراگندہ تعلقات سے آلودہ رہتا ہے محروم اور مقصد سے دور جدا رہتا ہے۔ الخ | ۲۹ |
| **مکتوب نمبر ۴۳:** | ۳۰ |
| توحید شہودی اور توحید وجودی کے بیان میں۔ اور توحید شہودی کا عقل و شرع کے خلاف نہ ہونا۔ اور مشائخ کے اقوال کو توحید شہودی پر محمول کرنا۔ اور توحید شہودی کا عین الیقین کے مرتبہ میں ہونا۔ توحید شہودی اور وجودی کے درمیان فرق اور ہر ایک کے معنی کا بیان، اور مثال سے دونوں کی وضاحت۔ | ۳۱ |
| حسین بن منصور کے قول انا الحق اور ابو یزید بسطامی کے قول سبحانی الخ کا معنی | ۳۱ |
| سوال و جواب | ۳۱ |
| اس زمانہ میں بہت سے صوفیوں کا لباس پہننے والے توحید وجودی کو شائع کرنے میں مصروف | |

| مضمون | نمبر صفحہ |
| --- | --- |
| ہیں اور صرف اسی کو کمال جانتے ہیں۔ مشائخ کے ان اقوال کو جو توحید وجودی میں صریح ہیں ان کے ابتدائے حال پر محمول کرنا چاہیے اور ایسے کلمات انہوں نے علم الیقین کے مقام میں کہے ہیں | ۳۲ |
| سوال و جواب | ۳۲ |
| توحید وجودی والا عین الیقین کے مقام سے بہرہ ور نہیں ہوتا۔ ایک مثال سے اس کی وضاحت | ۳۳ |
| اکثر اہل زمانہ نے توحید وجودی کا دامن پکڑا ہوا ہے۔ بعض نے تقلیداً، بعض نے صرف علمی طور پر، بعض نے علم اور ذوق دونوں لحاظ سے اور بعض نے الحاد و زندقہ کے طور پر۔ | ۳۳ |
| طریقت اور شریعت ایک دوسرے کا عین ہیں۔ صرف اجمال و تفصیل اور کشف و استدلال کا فرق ہے۔ | ۳۳ |
| ہمارے خواجہ قدس سرہٗ کا مشرب ایک عرصہ تک توحید وجودی رہا۔ آخرکار اس مقام سے آپ کو آگے گزار لیا گیا۔ | ۳۴ |
| میاں عبدالحق کی نقل سے اس آگے گزرنے کی تصدیق۔ اس حقیر کا مشرب بھی ایک عرصہ تک توحید وجودی ہی رہا۔ | ۳۴ |
| **مکتوب نمبر ۴۴:** | ۳۴ |
| خیر البشر علیہ السلام کی مدح میں اور اس امر کے بیان میں کہ آپ کی شریعت کی تصدیق کرنے والے خیر الامم ہیں اور اس کی تکذیب کرنے والے | |




Marfat.com

| مضمون | نمبر صفحہ |
| --- | --- |
| بدترین بنی آدم ہیں۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کی متابعت کی ترغیب میں۔ | ۳۴ |
| احادیث مدحیہ کا اردو ترجمہ | ۳۵ |
| لولاہ لما خلق اللہ سبحانہ الخلق الخ | ۳۶ |
| آج عمل قلیل کو جو دین کی حقیقت کے ساتھ ہے عمل کثیر کی طرح قبول فرماتے ہیں۔ | ۳۶ |
| اصحاب کہف نے یہ تمام درجات ایک نیکی یعنی ہجرت سے حاصل کیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار آپ کی متابعت کی برکت سے مرتبہ محبوبیت تک پہنچتے ہیں۔ اگر ہجرت ظاہری میسر نہ ہو تو ہجرت باطنی ہی کامل طریقہ پر حاصل کرنی چاہیے۔ ظاہراً اللہ کے بندوں سے دور رہنے کے باوجود رابطہ قلبی کے طور پر ان کے ساتھ رہنا چاہیے۔ | ۳۶، ۳۷ |
| **مکتوب نمبر ۴۵:** | ۳۷ |
| اس بیان میں کہ انسان کی جامعیت جس طرح اس کے کمال کا سبب ہے اسی طرح اس کے نقصان کا باعث بھی ہے۔ اور رمضان شریف کے فضائل کے بیان میں۔ | ۳۷ |
| خداتعالیٰ کے دوست ابدان کے ساتھ ہوتے ہیں۔ بدن کے ساتھ تعلق بھی حق تعالیٰ کی معیت میں ایک طرح کی رکاوٹ ہے۔ اس ڈھانچے سے جدا ہونے کے بعد قرب ہی قرب اور اتصال ہی اتصال ہے۔ | ۳۸ |
| آدمی کو جس طرح جمعیت باطنی کی ضرورت ہے جمعیت ظاہری کی بھی ضرورت ہے۔ | ۳۸ |
| بہترین مخلوقات بھی انسان ہے اور بدترین مخلوق بھی انسان ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی نوع انسان میں سے ہیں اور ابوجہل لعین بھی انسان ہی میں سے ہی ہے۔ | ۳۹ |
| ماہ رمضان المبارک کے فضائل۔ | ۳۹ |
| **مکتوب نمبر ۴۶:** | ۴۱ |
| اس بیان میں کہ باری تعالیٰ کا وجود اس کی وحدت، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت بلکہ جو کچھ نبی کریم علیہ السلام لے کر آئے سب بدیہی ہے لیکن اس وقت جبکہ قوت مدرکہ باطنی امراض سے محفوظ ہو۔ | ۴۱ |
| نظر و فکر کی طرف وہ محتاجی جو کسی مرض کے باعث ہو بداہت کے مخالف نہیں۔ ایمان یقینی کے حاصل کرنے میں مرض قلبی کے ازالے کی فکر ضروری ہے۔ تزکیے کے بغیر یقین کا حاصل ہونا مشکل ہے۔ | ۴۱ |
| شریعت وملت کا منکر مصری کی مٹھاس کے منکر کی طرح ہے۔ | ۴۱ |
| سیر و سلوک اور تزکیہ وتصفیہ سے مقصود آفات نفسیہ اور امراض قلبیہ کا ازالہ ہے۔ | ۴۲ |
| آفات وامراض کے باوجود اگر ایمان ہے تو صرف ظاہری ہے۔ | ۴۲ |
| **مکتوب نمبر ۴۷:** | ۴۳ |
| گذشتہ صدی کے کفار کی شکایت کے بیان | |




Marfat.com

| مضمون | نمبر صفحہ |
|---|---|
| میں۔ جو غلبہ حاصل کر چکے ہیں اور اہل اسلام کو خوار اور بے اعتبار رکھتے ہیں۔ اور ابتدائے بادشاہت کے وقت ہی ترویج دین کی ترغیب میں۔ | ۴۳ |
| بادشاہ جہان کے لیے اس طرح ہے جس طرح دل بدن کے لیے۔ بادشاہ کی صلاح اور درستی میں جہان کی درستی اور اس کے خراب ہونے میں جہان کی خرابی ہے۔ | ۴۳ |
| آج جبکہ بادشاہِ اسلام کے تخت نشین ہونے کی بشارت خاص و عام کے کانوں تک پہنچ چکی ہے سب اہل اسلام پر اس کی مدد و اعانت لازم ہے اور بہترین مدد مسائل شرعیہ کی وضاحت اور عقائد کلامیہ کا اظہار ہے۔ | ۴۴ |
| اس قسم کی مدد علماءِ اہل حق کے ساتھ مخصوص ہے۔ | ۴۴ |
| علمائے دنیا کی صحبت زہر قاتل ہے اور ان کا فساد متعدی ہے۔ گزشتہ صدی میں دین پر جو بلا و مصیبت بھی ٹوٹی اس جماعت علماء دنیا کی شومی اور بدی سے ہی ٹوٹی۔ | ۴۴ |
| اس زمانہ کے اکثر جہلاءِ صوفی نما علماءِ سوء کا حکم رکھتے ہیں۔ | ۴۴ |
| اپنے آپ کو اس بڑھیا کی طرح تصور کریں جو سوت کی اٹی لے کر حضرت یوسف علیہ السلام کے خریداروں میں جا شامل ہوئی۔ | ۴۴ |
| مکتوب الیہ کو ترویج شریعت پر ابھارنا۔ | ۴۵ |
| **مکتوب نمبر ۴۸ :** | ۴۵ |
| علماء اور طلبہ علوم کی تعظیم کی ترغیب کے بیان میں۔ | ۴۵ |
| کل قیامت کو شریعت کے متعلق سوال ہوگا، تصوف کے متعلق نہیں ہوگا۔ | ۴۶ |
| جنت میں داخلہ اور دوزخ سے نجات شریعت کی بجا آوری سے وابستہ ہے۔ انبیاء علیہم السلام نے شرائع کی دعوت دی ہے۔ | ۴۶ |
| اعلیٰ ترین نیکی شریعت کی ترویج میں کوشش اور اس کے احکام میں سے کسی کا زندہ اور جاری کرنا ہے۔ | ۴۶ |
| راہ خدا میں کروڑہا روپے خرچ کرنا اتنا ثواب نہیں رکھتا جتنا مسائل شرعیہ میں سے ایک مسئلے کو رواج دینے کا ثواب ہے۔ | ۴۶ |
| وہ مال جو تائیدِ شریعت میں خرچ کیا جائے بہت اونچا درجہ رکھتا ہے۔ اور اس نیت سے ایک ٹکہ خرچ کرنا لاکھوں روپے خرچ کرنے کے برابر ہے۔ | ۴۶ |
| نفس میں گرفتار طالب علم کی فضیلت نجات یافتہ صوفی پر اور اس پر استدلال | ۴۷ |
| دعوت و ارشاد کے لیے مخلوق کی طرف لوٹائے گئے صوفی کو نبوت کے فیضان سے حصہ ملتا ہے اور وہ بھی علمائے شریعت میں داخل ہے | ۴۷ |
| **مکتوب نمبر ۴۹ :** | ۴۷ |




Marfat.com

| مضمون | نمبر صفحہ |
|---|---|
| دو قسم کی دولت جمع کرنے کی ترغیب میں یعنی ظاہر کو احکام شرعیہ کے ساتھ آراستہ کرنا اور باطن کو غیر حق سبحانہ کی گرفتاری سے آزاد کرنا۔ | ۴۷ |
| **مکتوب نمبر ۵۰:** | ۴۸ |
| کمینی دنیا کی مذمت کے بیان میں۔ | ۴۸ |
| اگر کسی نے وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد میرا مال زمانے میں سب سے عقلمند انسان کو دینا تو وہ زاہد کو دینا چاہیے۔ | ۴۸ |
| **مکتوب نمبر ۵۱:** | ۴۹ |
| ترویج شریعت کی ترغیب میں | ۴۹ |
| **مکتوب نمبر ۵۲:** | ۵۰ |
| نفس امارہ کی مذمت اور اس کے مرض ذاتی اور اس کے ازالے کے علاج کے بیان میں۔ | ۵۰ |
| نفس امارہ کے دعوی الوہیت اور شرکت کا بیان اور اس بے سعادت نفس کا شرکت پر راضی نہ ہونا۔ | ۵۰ |
| حدیث قدسی عاد نفسک الخ | ۵۰ |
| نفس کی پرورش دراصل خدا کے دشمن کی پرورش ہے۔ | ۵۰ |
| حدیث قدسی الکبریاء الخ | ۵۰ |
| دنیا کے ملعون ہونے کا راز | ۵۱ |
| فقر کو فخر محمدی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ | |
| اس کی وجہ انبیاء کی بعثت سے مقصود اور تکالیف شرعیہ میں حکمت نفس امارہ کو عاجز کرنا اور اسے ویران | |

| مضمون | نمبر صفحہ |
|---|---|
| کرنا ہے۔ | ۵۱ |
| احکام شرعیہ میں سے ایک حکم کی بجا آوری خواہشات نفسانی کے مٹانے میں اپنی طرف سے ہزار سالہ ریاضات ومجاہدات سے بہتر ہے۔ | ۵۱ |
| برہمنوں اور جوگیوں نے ریاضات کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی لیکن بے فائدہ ہے۔ | ۵۱ |
| حکم شرع کے مطابق بطور زکوٰۃ ایک درہم ادا کرنا نفس کی ویرانی میں اپنی طرف سے ہزار دینار صرف کرنے سے بہتر ہے۔ | ۵۱ |
| شریعت کے حکم کے مطابق عید فطر کے روز کھانا کھانا اپنی طرف سے ہزارہا سال کے روزوں سے بہتر ہے۔ | ۵۱ |
| فجر کی دو رکعت نماز با جماعت ادا کرنا اس سے بہتر ہے کہ انسان ساری رات نفل میں گزارے اور نماز بے جماعت ادا کرے | ۵۱ |
| جب تک نفس پاک نہ ہو اپنے بہتر ہونے کے مالیخولیا سے آزاد نہیں ہو سکتا۔ | ۵۱ |
| تزکیہ نفس میں کلمہ طیبہ نافع ترین شے ہے | ۵۲ |
| جب نفس سرکشی کے مقام میں اتر آئے تو کلمہ طیبہ کے تکرار سے اپنے ایمان کی تجدید کرنی چاہیے۔ | ۵۲ |
| **مکتوب نمبر ۵۳:** | ۵۲ |
| اس بیان میں کہ علماء سوء کا اختلاف فساد عالم کا موجب ہے۔ | ۵۲ |




Marfat.com

| مضمون | نمبر صفحہ |
|---|---|
| دیندار علماء بہت ہی قلیل ہیں | ۵۳ |
| گزشتہ صدی میں علماء کا اختلاف جہان کو بلاو مصیبت میں گرفتار کرچکا ہے۔ | ۵۳ |
| جس طرح جہان کی نجات اور صلاح علماء سے وابستہ ہے، جہان کا فساد بھی انہی سے تعلق رکھتا ہے۔ | ۵۳ |
| ایک بزرگ نے ابلیس کو فارغ بیٹھا دیکھا تو اس کا راز دریافت کیا۔ اس نے جواب دیا میرا کام اس وقت کے علماء کر رہے ہیں۔ | ۵۳ |
| **مکتوب نمبر ۵۴ :** | ۵۴ |
| اس بیان میں کہ مبتدع کی صحبت سے بچنا ضروری ہے، اور بدترین بدعتی فرقہ شیعہ شنیعہ ہے۔ | ۵۴ |
| بدعتیوں کی صحبت کا فساد کافر کی صحبت سے زیادہ ہے | ۵۵ |
| تمام بدعتی فرقوں میں بدترین وہ جماعت ہے جو اصحاب پیغمبر سے بغض رکھتی ہے | ۵۵ |
| صحابہ کرام سے بغض رکھنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کافر کہا ہے | ۵۵ |
| صحابہ کرام پر اعتراض قرآن و شریعت پر اعتراض ہے | ۵۵ |
| حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کا مخالف خطا پر تھا۔ | ۵۶ |
| یزید بے دولت اصحاب میں سے نہیں ہے | ۵۶ |

| مضمون | نمبر صفحہ |
|---|---|
| اس کی بدبختی میں کسے کلام ہے | ۵۶ |
| یزید پر لعنت میں توقف کی وجہ | ۵۶ |
| قطب زمان حضرت مخدوم جہانیاں کی کتابوں کے مطالعہ کی ترغیب میں۔ | ۵۶ |
| **مکتوب نمبر ۵۵ :** | ۵۶ |
| اپنے بعض دوستوں کے ساتھ اظہار محبت کے بیان میں | ۵۶ |
| حدیث من احب اخاہ فلیعلم اباہ | ۵۶ |
| اس محبت کے باعث جو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقرباء کے ساتھ پیدا ہوچکی ہے | ۵۶ |
| بندہ کو بہت امید ہاتھ میں آچکی ہے | ۵۷ |
| **مکتوب نمبر ۵۶ :** | ۵۷ |
| ایک سید صاحب کی سفارش کے سلسلے میں | ۵۷ |
| **مکتوب نمبر ۵۷ :** | ۵۸ |
| نصیحت کے بیان میں | ۵۸ |
| حقیقت اور طریقت حقیقت شریعت سے عبارت ہے اور اس حقیقت کا راستہ | ۵۸ |
| **مکتوب نمبر ۵۸ :** | ۵۸ |
| اس بیان میں کہ یہ سارا راستہ کل سات قدم ہے۔ اور مشائخ نقشبندیہ نے عالم امر سے ابتدا اختیار کی ہے۔ اور ان بزرگوں کا طریقہ صحابہ کرام کا طریقہ ہے | ۵۸ |
| ہمارا راستہ صرف سات قدم ہے دو قدم عالم خلق میں اور پانچ عالم امر میں۔ ان سات | |




Marfat.com

| مضمون | نمبر صفحہ |
|---|---|
| قدموں میں سے ہر قدم میں دس ہزار حجابات راستے سے ہٹتے ہیں۔ | ۵۹ |
| اول قدم میں افعال کی تجلی رونما ہوتی ہے دوسرے میں تجلی صفات اور تیسرے قدم میں تجلیات ذاتیہ کا آغاز ہو جاتا ہے | ۵۹ |
| دوسروں کی نہایت ان کی ابتداء میں درج ہے | ۵۹ |
| صحابہ کرام کو خیر البشر علیہ السلام کی پہلی صحبت میں ہی وہ کچھ میسر آگیا جو کامل اولیاء کو نہایت پر پہنچ کر بھی کم ہی نصیب ہوتا ہے | ۵۹ |
| ابن مبارک سے لوگوں نے پوچھا معاویہ افضل ہیں یا ابن عبدالعزیز؟ آپ نے فرمایا حضور کی معیت میں حضرت معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں جو غبار داخل ہوئی وہ کئی مرتبے عمر بن عبدالعزیز سے افضل ہے۔ | ۶۰ |
| **مکتوب نمبر ۵۹:** | ۶۰ |
| اس بیان میں کہ انسان کے لیے نجات ابدی حاصل کرنے کے لیے تین چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ اور اہل سنت کی اتباع کے بغیر نجات محال ہے۔ اور علم و عمل شریعت سے مستفاد ہیں اور اخلاص کا حصول طریقہ صوفیہ کے طریق پر چلنے سے حاصل ہوتا ہے۔ | ۶۰ |
| اگر اہل سنت کی اتباع سے بال برابر بھی مخالفت ہے تو خطرہ ہی خطرہ ہے۔ | ۶۱ |

| مضمون | نمبر صفحہ |
|---|---|
| اہل سنت کے مخالف دیدار باری تعالیٰ اور شفاعت کے منکر ہیں۔ یہ لوگ صحبت کی فضیلت سے بے خبر ہیں۔ اور اہل بیت رسول علیہ السلام کی محبت سے محروم ہیں | ۶۲ |
| صحابہ کرام کا ابوبکر پر متفق ہونا، اور انہیں آسمان کے نیچے ابوبکر سے بہتر کوئی شخص نہ ملنا۔ | |
| اہل بیت حضرت نوح کی کشتی کی طرح ہیں اور صحابہ ستاروں کی مانند ہیں اور اس راز کا بیان | ۶۲ |
| بعض صحابہ کا انکار تمام صحابہ کا انکار ہے | ۶۲ |
| پیغمبر علیہ السلام کی صحبت کی فضیلت تمام فضائل سے اوپر ہے۔ | ۶۲ |
| اویس قرنی ادنیٰ درجہ صحابی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکے۔ | ۶۲ |
| صحابہ کا ایمان شہودی تھا۔ | ۶۲ |
| صحابہ کرام کے آپس میں جھگڑے اور اختلافات صحیح توجیہات پر محمول ہیں اور ان کی خطا اجتہادی خطا تھی۔ | ۶۳ |
| اہل سنت کا طریقہ افراط و تفریط سے محفوظ ہے علم و عمل تو شریعت سے مستفاد ہے اور ان دونوں میں اخلاص طریق صوفیہ سے وابستہ ہے۔ | ۶۳ ۶۳ |
| سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ کے حصول کے بغیر بندہ حقیقت اخلاص سے دور رہتا ہے یعنی تمام اعمال و اقوال میں اخلاص نصیب نہیں ہوتا۔ | ۶۳ |
| اولیاء اللہ جو کچھ کرتے ہیں صرف حق جل علا | |




Marfat.com

| مضمون | نمبر صفحہ |
|---|---|
| کے لیے کرتے ہیں۔ | ۶۳ |
| مخلَص اور مخلِص کے درمیان فرق | ۶۴ |
| علوم صوفیہ سے نفع کا بیان | ۶۴ |
| مکتوب نمبر ۶۰: | ۶۴ |
| نفی خواطر اور رفع وساوس کے بیان میں۔ | ۶۴ |
| دفع وساوس طریقہ حضرات نقشبندیہ میں مکمل طور پر حاصل ہے | ۶۴ |
| بعض مشائخ نے دفع خواطر کے لیے چلہ کشی کی ہے۔ | ۶۴ |
| خواجہ احرار قدس سرہ کے کلام میں خواطر سے مراد | ۶۴ |
| اس سلسلہ کے مخلصوں میں سے ایک درویش اپنا حال یوں بیان کرتا ہے کہ بالفرض اگر عمر نوح بھی اسے مل جائے تو ساری عمر میں کوئی دوسرا دل پر سے نہیں گزر سکتا۔ بلکہ دوسرا دل میں لانے کے لیے اگر سالہا سال تکلف بھی کرے تو نہیں آسکتا | ۶۴ |
| وساوس کو دس دن یا چالیس دن کے چلے کے ذریعے بتکلف روکنے سے مطلوب کی طرف دوام توجہ محال ہے | ۶۵ |
| دائمی حفاظت جو اس سلسلہ کے منتہیوں کو میسر آتی ہے وہ ایک دوسری شے ہے | ۶۵ |
| دوام توجہ جسے ہم بیان کر رہے ہیں اس سے مراد یادداشت ہے جو مرتبہ کمال کی نہایت ہے۔ | ۶۵ |

| مضمون | نمبر صفحہ |
|---|---|
| مکتوب نمبر ۶۱: | ۶۶ |
| شیخ کامل کی صحبت اختیار کرنے اور ناقص کی صحبت سے اجتناب کرنے کے بیان میں | ۶۶ |
| طلب کا ہونا حصول مطلوب کی بشارت دیتا ہے | ۶۶ |
| دولت طلب کو نعمت عظمیٰ تصور کرتے ہوئے ہر مخالف امر سے بچنا چاہیے | ۶۶ |
| اگر حقیقت التجا میسر نہ ہو تو اس کی صورت کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔ | ۶۷ |
| شیخ کامل کی ذات تک وصول کے بعد تمام مرادیں اس کے سپرد کرنی چاہییں جس طرح میت غسال کے ہاتھ میں آتا ہے۔ | ۶۷ |
| فنا اول فنا فی الشیخ ہے۔ | ۶۷ |
| ابتداءً طالب کمال خست اور کمینگی کی حالت میں ہوتا ہے۔ جناب قدس خداوندی سے کچھ مناسبت نہیں رکھتا۔ لہٰذا دو طرف تعلق رکھنے والا واسطہ درمیان میں چاہیے۔ اور وہ واسطہ شیخ کامل کرنے والا ہے | ۶۷ |
| طلب میں سب سے زیادہ فتور ڈالنے والی چیز یہ ہے کہ طالب شیخ ناقص کی طرف رجوع کرے جس نے ابھی کام مکمل نہ کیا ہو اور مسند شیخی پر بیٹھ جائے۔ اس کی صحبت زہر قاتل ہے۔ | ۶۷ |
| راستے کا دارومدار صحبت پر ہے گفت وشنید سے کام نہیں بنتا۔ | ۶۸ |
| مکتوب نمبر ۶۲: | ۶۸ |
| اس بیان میں کہ جو جذبہ سلوک سے پہلے | |




Marfat.com

| مضمون | نمبر صفحہ |
|---|---|
| ہوتا ہے وہ مقاصد میں سے نہیں ہے بلکہ جو جذبہ | |
| سلوک کے بعد ہے مقاصد میں سے وہ ہے | ۶۸ |
| نہایت کے بدایت میں درج ہونے سے مراد | ۶۹ |
| **مکتوب نمبر ۶۳ :** | ۶۹ |
| اس بیان میں کہ انبیاء علیہم السلام اصول میں | |
| متفق ہیں اور ان کے بعض متفق کلمات کا بیان | ۶۹ |
| انبیاء کرام علیہم السلام سراسر رحمت ہیں۔ | |
| اگر ان کا وجود شریف نہ ہوتا تو حق سبحانہ جہان کو | |
| اپنی ذات و صفات سے واقف نہ کرتا۔ | ۶۹ |
| یہ بزرگ گروہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات | |
| حشر و نشر، ارسال رسل، فرشتہ کے نزول اور جنت | |
| و دوزخ میں اتفاق رکھتا ہے۔ صرف بعض فروع | |
| میں مختلف ہے۔ | ۷۰ |
| احکام شرعیہ میں نسخ و تبدیلی حق تعالیٰ کی حکمتوں | |
| اور مصالح میں سے ہے۔ انبیاء علیہم السلام اور کفار | |
| بدکردار کے سرداروں میں فرق | ۷۰ |
| **مکتوب نمبر ۶۴ :** | ۷۲ |
| جسمانی اور روحانی لذت و الم کے بیان | |
| میں اور جسمانی آلام و مصائب کے برداشت کرنے | |
| کی ترغیب میں۔ | ۷۲ |
| ہر چیز جو ہیں جسم کے لیے لذت ہے روح | |
| کے لیے اس میں الم اور تکلیف ہے۔ وبالعکس | ۷۲ |
| اس عالم دنیا میں عوام کالانعام کی روح | |
| بھی جسم کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ افسوس ہزار | ۷۲ |

| مضمون | نمبر صفحہ |
|---|---|
| افسوس اگر روح اس گرفتاری سے آزاد ہو کر اپنے | |
| وطن اصلی کی طرف رجوع نہ کرے۔ | ۷۳ |
| اگر دنیا میں درد و الم نہ ہوتا تو جو برابر اس | |
| کی قیمت نہ ہوتی | ۷۳ |
| حوادث زمانہ کی تلخی کڑوی دوا کی طرح نافع ہے | ۷۳ |
| عام دعوتوں میں لوگ جو کھانا بے خلوص | |
| پکاتے ہیں اور کھانے والوں کا طعام کے متعلق شکوہ | |
| شکایت صاحب طعام کی شکستہ دلی کا سبب | |
| بنتا ہے۔ یہی شکستہ دلی طعام کی اس ظلمت کو | |
| زائل کر دیتی ہے۔ اور وہ کھانا قبولیت کے | |
| مقام میں پہنچ جاتا ہے۔ | ۷۳ |
| عبادت تذلل اور انکسار کا نام ہے۔ | ۷۴ |
| پیدائش انسانی سے مقصود اس کی خواری | |
| اور اظہار عجز ہے۔ خاص کر اہل اسلام | ۷۴ |
| **مکتوب نمبر ۶۵ :** | ۷۴ |
| اسلام کے کمزور ہونے پر افسوس کرنے اور | |
| تقویت اسلام اور اجراء احکام کی ترغیب کے | |
| بیان میں۔ | ۷۴ |
| حدیث الاسلام بدء غریبا الخ | ۷۴ |
| اسلام کی بے کسی اس حد تک پہنچ چکی ہے | |
| کہ کفار اعلانیہ اسلام پر نکتہ چینی کرتے ہیں۔ اور | |
| مسلمانوں کو اسلامی احکام کے اجراء سے روک | |
| دیا گیا ہے۔ | ۷۵ |
| حدیث میں وارد ہے لن یؤمن احدکم | |




Marfat.com

| مضمون | نمبر صفحہ |
|---|---|
| حتی یقال مجنون | ۷۵ |
| اصحاب کہف سے سوائے ہجرت کے اور کوئی نمایاں عمل صادر نہیں ہوا | ۷۵ |
| قولی جہاد | ۷۶ |
| حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کا قول کہ اگر میں پیری مریدی کروں تو کسی پیر کو جہان میں مرید نہ ملے لیکن ہمارے ذمہ ایک اور کام لگایا گیا ہے اور وہ شریعت کی ترویج ہے | ۷۶ |
| حدیث من احب اخاہ فلیعلم ایاہ | ۷۷ |
| **مکتوب نمبر ۶۶:** | ۷۷ |
| طریقہ نقشبندیہ کی مدح اور دوسروں پر اس کی افضلیت کے بیان میں | ۷۷ |
| حضرات خواجگان کا طریقہ نہایت کے بدایت میں درج ہونے پر مبنی ہے | ۷۷ |
| یہ طریقہ بعینہٖ صحابہ کرام کا طریقہ ہے | ۷۷ |
| اصحاب کرام کو خیر البشر علیہ السلام کی اول صحبت میں وہ کچھ میسر آگیا کہ دوسرے اولیائے امت کو نہایۃ النہایہ پر پہنچ کر بھی اس کا ایک شمہ نصیب ہوتا ہے | ۷۷ |
| حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل صحبت خیر البشر علیہ السلام کے سبب اویس قرنی سے افضل ہے | ۷۸ |
| خیر القرون زمانہ اصحاب کرام کا زمانہ ہے | ۷۸ |
| حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھوڑے کی ناک کا غبار عمر بن عبدالعزیز سے کئی مرتبے بہتر ہے | ۷۸ |
| حضرات خواجگان کا سلسلہ سلسلۃ الذہب ہے | ۷۸ |
| ان بزرگوں کے طریقہ کی فضیلت دوسرے طریقوں پر اس طرح ہے جس طرح صحابہ کرام کے زمانہ کی فضیلت دوسرے زمانوں پر ہے | ۷۸ |
| حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہمارا کام اللہ کے فضل سے وابستہ ہے | ۷۹ |
| **مکتوب نمبر ۶۷:** | ۷۹ |
| ایک محتاج کی سفارش کے سلسلہ میں | ۷۹ |
| اظہار حق میں ایک طرح کی تلخی ہوتی ہے | ۷۹ |
| احوال کے تلوینات امکان کے لوازم میں سے ہیں۔ بے چارہ ممکن کبھی جلال کا مغلوب ہوتا ہے اور کبھی اس پر جمال کی حکمرانی ہوتی ہے | ۷۹ |
| قلب المؤمن بین اصبعین من اصابع الرحمٰن الخ | ۷۹ |
| **مکتوب نمبر ۶۸:** | ۸۰ |
| اس بیان میں کہ تواضع ارباب غنا کو زیب دیتی ہے اور استغناء ارباب فقر کو | ۸۰ |
| انقیادات تکلف اور بناوٹ سے بری ہیں | ۸۰ |
| التکبر مع المتکبر صدقۃ | ۸۰ |
| خواجہ نقشبند کو ایک شخص نے کہا کہ آپ متکبر ہیں۔ آپ نے فرمایا میرا تکبر رب تعالیٰ کی کبریائی کی وجہ سے ہے | ۸۰ |




Marfat.com

| مضمون | نمبر صفحہ |
| --- | --- |
| حدیث ذہب اشعث | ۸۰ |
| فقرا سے آشنائی سے مقصود اپنے پوشیدہ عیوب سے واقفیت اور ان میں موجود برائیوں کا تصور | ۸۱ |
| **مکتوب نمبر ۶۹:** | ۸۱ |
| تواضع کے بیان میں جو موجب رفعت ہے اور اس بیان میں کہ نجات اہل سنت کی متابعت سے وابستہ ہے | ۸۱ |
| **مکتوب نمبر ۷۰:** | ۸۳ |
| اس بیان میں کہ آدمی کی جامعیت جس طرح اس کی دوری کا سبب ہے اسی طرح اس کے قرب کا سبب بھی ہے | ۸۳ |
| حدیث لایسعنی ارضی ولا سمائی | ۸۳ |
| بہترین موجودات بھی انسان ہے اور بدترین موجودات بھی وہی ہے | ۸۴ |
| اموال نامیہ اور چرنے والے مویشیوں کی زکوٰۃ ادا کرنا | ۸۴ |
| لذیذ کھانا کس نیت سے کھانا درست ہے اور نفیس لباس کس ارادے کے تحت پہننا چاہیئے | ۸۴ |
| اگر حقیقت نیت میسر نہ آسکے تو تکلف کے ساتھ اس نیت پر اپنے آپ کو لانا چاہیے | ۸۴ |
| حدیث فان لم تبکوا فتباکوا | ۸۴ |
| تمام امور میں علمائے دیندار کے فتووں کے مطابق زندگی بسر کرنا چاہیے | ۸۵ |
| **مکتوب نمبر ۷۱:** | ۸۵ |

| مضمون | نمبر صفحہ |
| --- | --- |
| اس بیان میں کہ نعمت عطا کرنے والے کا شکر نعمت والے پر لازم و ضروری ہے | ۸۵ |
| اغنیاء پر فقرا کی نسبت کئی گنا زیادہ شکر ضروری ہے | ۸۵ |
| اس امت کے فقرا اغنیاء کی نسبت پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے | ۸۵ |
| منعم تعالیٰ کا شکر اولاً تصحیح عقائد اہل سنت کی آراء کے مطابق ضروری ہے۔ اور ثانیاً احکام شرعیہ کی بجاآوری کی صورت میں اور ثالثاً سلوک صوفیہ کے طریق کے مطابق تزکیہ نفس کے ساتھ | ۸۶ |
| آخری رکن کا وجوب استحسانی ہے، مگر پہلے دو ارکان کا وجوب استحسانی نہیں۔ ہر وہ عمل جو ان تین طریقوں کے خلاف ہے معصیت اور نافرمانی میں داخل ہے۔ | ۸۶ |
| ہندوستان کے برہمنوں اور یونان کے فلاسفہ کی ریاضتیں کچھ قدر و قیمت نہیں رکھتیں۔ | ۸۶ |
| **مکتوب نمبر ۷۲:** | ۸۶ |
| دین کے ساتھ دنیا کا جمع کرنا مشکل ہے اگر حقیقتاً ترک دنیا میسر نہ آئے تو حکماً ہی ترک کرنا چاہیے۔ اگر ترک حکمی بھی میسر نہ ہو تو ایسا شخص منافق کے حکم میں ہے | ۸۶ |
| **مکتوب نمبر ۷۳:** | ۸۸ |
| دنیا اور اہل دنیا کی مذمت اور غیر نافع علوم کی تحصیل کی مذمت اور فضول مباحات | |




Marfat.com

| مضامین | نمبر صفحہ |
|---|---|
| سے بچنے اور نیک کاموں پر ابھارنے کے بیان میں | ۸۸ |
| دنیا فی الحقیقت شکر چڑھا ہوا مردار اور کیڑوں اور مکھیوں سے بھری ہوئی روڑی ہے | ۸۸ |
| حدیث ما الدنیا والآخرۃ الا ضرتان | ۸۸ |
| وہ علوم جو آخرت میں کام نہیں آئیں گے دنیا میں داخل ہیں | ۸۹ |
| علم نجوم منطق و فلسفہ اور ان کے مناسب علوم کے حاصل کرنے کا حکم | ۸۹ |
| فضول مباحات سے بچنا چاہیے | ۸۹ |
| مشائخ نقشبندیہ نے عزیمت پر عمل کرنا اختیار کیا ہے اور رخصت سے اجتناب کیا ہے | ۹۰ |
| پاؤں دائرۂ مباحات سے باہر نہیں رکھنا چاہیے اور محرمات و مشتبہات تک نہیں جانا چاہیے | ۹۰ |
| اس کے برابر اور کون سی عیش ہو سکتی ہے کہ بندے کا رب اس کے اعمال و کردار سے راضی ہو۔ اور اس سے زیادہ اور کیا برائی ہو سکتی ہے کہ بندے کا آقا اس کے اعمال سے ناراض ہو۔ | ۹۰ |
| والدین کا وجود اللہ تعالیٰ کے انعامات میں سے ہے | ۹۱ |
| جوانی کے وقت تھوڑے عمل کی وہ قدر و قیمت ہے کہ بڑھاپے میں اس سے کئی گنا زیادہ کی بھی وہ قدر و قیمت نہیں | ۹۱ |
| وہ عبادت جس کا شرع محمدی نے حکم دیا ہے اور اس سے مقصود بھی بندوں ہی کا نفع ہے۔ حق تعالیٰ کی طرف اس کا نفع نہیں لوٹتا | ۹۱ |
| اگر دنیا داروں میں سے کوئی اپنے ماتحت کو کسی کام کا حکم کرے اور کوئی خدمت ذمے لگائے تو وہ ماتحت کس قدر پھرتی اور چستی سے وہ خدمت بجا لاتا ہے۔ کتنی بری بات ہے کہ رب تعالیٰ کی عظمت اس دنیا دار کی عظمت سے بھی نظر میں کم محسوس ہو۔ ایسی روش سے شرم کرنی چاہیے | ۹۲ |
| از سر نو ایمان کی تجدید کرنی چاہیے | ۹۳ |
| ادائے زکوٰۃ کا آسان طریقہ | ۹۳ |
| نفس بالذات سخت کنجوس ہے | ۹۳ |
| بندوں کے حقوق کی ادائیگی میں پوری کوشش کرنی چاہیے | ۹۴ |
| احکام شرعیہ علمائے آخرت سے معلوم کرنے چاہییں۔ | ۹۴ |
| علمائے دنیا سے جنہوں نے علم کو مال و جاہ کا وسیلہ بنایا ہوا ہے دور رہنا چاہیے | ۹۴ |
| مقصود عمل ہے نہ کہ صرف علم | ۹۴ |
| حدیث اشد الناس عذابا یوم القیمۃ الخ | ۹۴ |
| اس گروہ کی محبت کا رشتہ ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیے | ۹۵ |
| مکتوب نمبر ۴۷: | ۹۵ |
| فقراء کی محبت پر ابھارنے اور اتباع شریعت کی نصیحت کے بیان میں | ۹۵ |
| لانهم جلساء الله الخ | ۹۶ |
| کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یستغفر الخ | ۹۶ |




Marfat.com

| مضمون | نمبر صفحہ |
|---|---|
| قال صلی اللہ علیہ وسلم رب اشعث الخ | ٩٦ |
| ان زلزلۃ الساعۃ شیء عظیم | ٩٧ |
| دلاں روز کہ فصل پرستند الخ | ٩٧ |
| دنیا رب تعالیٰ کو ناپسند ہے اور بے قدر | ٩٧ |
| **مکتوب نمبر ٧٥:** | ٩٨ |
| سید کونین کی متابعت پر اُبھارنے کے بیان میں۔ اولاً تصحیح عقائد کی صورت میں، دوم احکام شرعیہ اور علم حلال و حرام، فرض و واجب اور سنت کے حاصل کرنے کے ساتھ۔ اس کے بعد عالم قدس کی طرف پرواز نصیب ہو سکتی ہے | ٩٨ |
| قبلہ توجہ متعدد نہیں ہونا چاہیے | ٩٨ |
| **مکتوب نمبر ٧٦:** | ٩٩ |
| اس بیان میں کہ ترقی تقویٰ سے وابستہ ہے اور فضول مباحات کے ترک پر ابھارنے اور اس بیان میں کہ حرام سے بچنا دو قسم ہے | ٩٩ |
| مدارِ نجات دو باتوں پر ہے: اوامر کو بجا لانا اور ممنوعات سے بچنا۔ اور ورع کا بیان | ٩٩ |
| فرشتے پر انسان کی فضیلت کا سبب | |
| مباحات میں کھلی آزادی مشتبہات تک اور شبہ حرام تک پہنچا دیتا ہے۔ پس کمال ورع و تقویٰ کے حصول کے لیے مباحات میں بھی بقدرِ ضرورت پر اکتفا کرنا چاہیے۔ | ١٠٠ |
| حرام سے اجتناب کو لازم جانتے ہوئے فضول مباحات کا دائرہ بھی تنگ رکھنا چاہیے | ١٠٠ |
| انکسار العاصین احب الی من صولۃ المطیعین | ١٠١ |
| حرام سے بچنا دو قسم ہے۔ ایک قسم حقوق اللہ سے تعلق رکھتی ہے اور دوسری قسم حقوق العباد سے | ١٠١ |
| حدیث من کانت لہ مظلمۃ لاخیہ من عرضہ الخ | ١٠١ |
| حدیث لایزال طائفۃ من اُمتی ظاہرین الخ | ١٠٢ |
| **مکتوب نمبر ٧٧:** | ١٠٣ |
| اس بیان میں کہ بے کیف اور بے مثال خدا تعالیٰ کی عبادت کب میسر آتی ہے۔ | ١٠٣ |
| وہ عبادت جو رغبت و خوف کے تحت ہے فی الحقیقت اپنی عبادت ہے | ١٠٣ |
| ولایت میں رُخ حق تعالیٰ کی طرف ہوتا ہے۔ اور نبوت کے ساتھ نیچے لاتے ہیں۔ اور اس کمال کو خلق کی طرف توجہ کے ساتھ جمع کر دیتے ہیں | ١٠٣ |
| بعض نے کہا ہے نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے | ١٠٤ |
| ہر پیغمبر کی شریعت اس کی نبوت کے مناسب ہوتی ہے | ١٠٤ |
| سوال و جواب | ١٠٤ |
| **مکتوب نمبر ٧٨:** | ١٠٥ |
| سفر در وطن اور سیر آفاقی اور انفسی کے بیان میں اور اس بیان میں کہ اس دولت کا حصول صاحب | |




Marfat.com

| مضامین | نمبر صفحہ |
|---|---|
| سے بچنے اور نیک کاموں پر اُبھارنے کے بیان میں | ۸۸ |
| دنیا فی الحقیقت شکر چڑھا ہوا مردار اور کیڑوں اور مکھیوں سے بھری ہوئی رزری ہے | ۸۸ |
| حدیث ما الدنیا والآخرۃ الا ضرتان | ۸۸ |
| وہ علوم جو آخرت میں کام نہیں آئیں گے دنیا میں داخل ہیں | ۸۹ |
| علم نجوم، منطق و فلسفہ اور ان کے مناسب علوم کے حاصل کرنے کا حکم | ۸۹ |
| فضول مباحات سے بچنا چاہیے | ۸۹ |
| مشائخ نقشبندیہ نے عزیمت پر عمل کرنا اختیار کیا ہے اور رخصت سے اجتناب کیا ہے | ۹۰ |
| پاؤں دائرہ مباحات سے باہر نہیں رکھنا چاہیے اور محرمات و مشتبہات تک نہیں جانا چاہیے | ۹۰ |
| اس کے برابر اور کون سی عیش ہو سکتی ہے کہ بندے کا رب اس کے اعمال و کردار سے راضی ہو۔ اور اس سے زیادہ اور کیا بُرائی ہو سکتی ہے کہ بندے کا آقا اس کے اعمال سے ناراض ہو۔ | ۹۰ |
| والدین کا وجود اللہ تعالیٰ کے انعامات میں سے ہے | ۹۱ |
| جوانی کے وقت تھوڑے عمل کی وہ قدر و قیمت ہے کہ بڑھاپے میں اس سے کئی گنا زیادہ کی بھی وہ قدر و قیمت نہیں | ۹۱ |
| وہ عبادت جس کا شرع محمدی نے حکم دیا ہے اور اس سے مقصود بھی بندوں ہی کا نفع ہے۔ حق تعالیٰ کی طرف اس کا نفع نہیں لوٹتا | ۹۱ |
| اگر دنیا داروں میں سے کوئی اپنے ماتحت کو کسی کام کا حکم کرے اور کوئی خدمت ذمے لگائے تو وہ ماتحت کس قدر پھرتی اور چستی سے وہ خدمت بجالاتا ہے کتنی بری بات ہے کہ رب تعالیٰ کی عظمت اس دنیا دار کی عظمت سے بھی نظر میں کم محسوس ہو۔ ایسی روش سے شرم کرنی چاہیے | ۹۲ |
| از سر نو ایمان کی تجدید کرنی چاہیے | ۹۳ |
| ادائے زکوٰۃ کا آسان طریقہ | ۹۳ |
| نفس بالذات سخت کنجوس ہے | ۹۳ |
| بندوں کے حقوق کی ادائیگی میں پوری کوشش کرنی چاہیے | ۹۴ |
| احکام شرعیہ علمائے آخرت سے معلوم کرنے چاہییں۔ | ۹۴ |
| علمائے دنیا سے جنہوں نے علم کو مال و جاہ کا وسیلہ بنایا ہوا ہے دور رہنا چاہیے | ۹۴ |
| مقصود عمل ہے نہ کہ صرف علم | ۹۴ |
| حدیث اشد الناس عذابا یوم القیمۃ الخ | ۹۴ |
| اس گروہ کی محبت کا رشتہ ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیے | ۹۵ |
| مکتوب نمبر ۴۷ : | ۹۵ |
| فقراء کی محبت پر اُبھارنے اور اتباع شریعت کی نصیحت کے بیان میں | ۹۵ |
| لا نہم جلساء اللہ الخ | ۹۶ |
| کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یستفتح الخ | ۹۶ |




Marfat.com

| مضمون | نمبر صفحہ |
|---|---|
| اور صحابہ کی اتباع کی مخالفت کرنا، ایسا دعویٰ بالکل باطل ہے | ۱۱۱ |
| اس میں شک نہیں صحابہ کرام کی اتباع کو لازم جاننے والے صرف اہل سنت وجماعت ہیں | ۱۱۱ |
| شیعہ اور خوارج اتباع صحابہ سے محروم ہیں | ۱۱۱ |
| فرقہ معتزلہ کا مذہب نیا ایجاد شدہ مذہب ہے | ۱۱۱ |
| صحابہ کرام پر نکتہ چینی نبی کریم علیہ السلام پر نکتہ چینی ہے۔ شرعی احکام جو قرآن وحدیث کے راستے ہم تک پہنچے ہیں صحابہ کرام کے واسطہ سے پہنچے ہیں۔ اگر وہ مطعون ہیں تو ان کی نقل کی ہوئی چیز بھی مطعون ہوگی۔ | ۱۱۲ |
| صحابہ کرام پر نکتہ چینی کرنے والوں کی طرف سے سوال اور اس کا جواب | ۱۱۲ |
| اسد اللہ کی ذات میں تقیہ کا احتمال ماننا کم عقلی ہے | ۱۱۲ |
| وہ عزت وتوقیر جو پیغمبر علیہ السلام اصحاب ثلاثہ کی کرتے تھے اس کا جواب یہ لوگ کیا دیں گے | ۱۱۳ |
| قرآن مجید حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جمع فرمایا ہے۔ | ۱۱۴ |
| ایک شخص کا شیعہ مجتہد سے سوال کرنا اور اس کا جواب | ۱۱۴ |
| حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحلت کے دن تینتیس ہزار صحابہ کرام مدینہ منورہ میں موجود تھے اور ان سب نے برضا ورغبت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی | ۱۱۵ |
| حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کے ابتدا میں بیعت کرنے میں توقف کی وجہ | ۱۱۵ |
| صحابہ کرام کے درمیان واقع ہونے والے اختلافات خواہش نفسانی کے تحت نہیں تھے بلکہ وہ اجتہاد پر مبنی تھے۔ | ۱۱۵ |
| امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد | ۱۱۶ |
| **مکتوب نمبر ۸۱ :** | ۱۱۶ |
| ترویج اسلام کی ترغیب اور اسلام اور مسلمانوں کے ضعف وبے کسی کے بیان میں | ۱۱۶ |
| گائے کی قربانی ہندوستان میں اسلام کے اعظم شعائر میں سے ہے | ۱۱۶ |
| **مکتوب نمبر ۸۲ :** | ۱۱۷ |
| اس بیان میں کہ دل کی سلامتی خدا تعالیٰ کے ماسوا کے نسیان کے بغیر ممکن نہیں | ۱۱۷ |
| **مکتوب نمبر ۸۳ :** | ۱۱۸ |
| شریعت وحقیقت کے ذریعے جمعیت ظاہر و باطن کے جمع کرنے کی ترغیب کے بیان میں | ۱۱۸ |
| **مکتوب نمبر ۸۴ :** | ۱۱۸ |
| اس بیان میں کہ شریعت وحقیقت ایک دوسرے کا عین ہیں الخ | ۱۱۸ |
| مقصود کی بات یہ ہے کہ شریعت وحقیقت ایک دوسرے سے جدا نہیں۔ فرق اجمال وتفصیل کا ہے۔ | ۱۱۹ |




Marfat.com

| مضمون | نمبر صفحہ |
| --- | --- |
| حق الیقین کی حقیقت تک دوسروں کی علامت کہ | ۱۱۹ |
| علم وعمل میں شریعت کے خلاف جس سے بھی | |
| کوئی بات صادر ہو سکر کے باعث ہے۔ | ۱۱۹ |
| بعض مشائخ کی عبارت میں رنگ ہے کہ شریعت | |
| حقیقت کا پوست ہے الخ | ۱۱۹ |
| ایک سائل نے حضرت خواجہ سے سوال کیا کہ | |
| سیر و سلوک سے کیا مقصود ہے؟ اس کا جواب | ۱۲۰ |
| مکتوب نمبر ۸۵ : | ۱۲۰ |
| اعمال صالحہ بجالانے کی ترغیب کے | |
| بیان میں | ۱۲۰ |
| آدمی کے لیے جس طرح درستی عقیدہ ضروری | |
| ہے اعمال صالحہ کی بجاآوری بھی ضروری ہے۔ | ۱۲۰ |
| جامع ترین عبادت نماز ہے | ۱۲۰ |
| حدیث عبادۃ فی الهرج کهجرۃ الیّ | ۱۲۱ |
| دولت و نعمت والوں کی صحبت زہر قاتل ہے | ۱۲۱ |
| حدیث من تواضع لغنی لغناہ الخ | ۱۲۲ |
| مکتوب نمبر ۸۶ : | ۱۲۲ |
| دل کو ماسوائے حق تبارک وتعالیٰ سے سالم | |
| ومحفوظ رکھنے کے بیان میں | ۱۲۲ |
| مکتوب نمبر ۸۷ : | ۱۲۳ |
| اس بیان میں کہ یہ کتنی بڑی سعادت ہے کہ | |
| خداتعالیٰ کے دوست کسی کو قبول کریں۔ | ۱۲۳ |
| هم قوم لا یشقی جلیسهم الخ | ۱۲۳ |
| مکتوب نمبر ۸۸ : | ۱۲۳ |

| مضمون | نمبر صفحہ |
| --- | --- |
| اس بیان میں کہ یہ کس قدر عظیم نعمت ہے کہ | |
| بندے کے بال ایمان اور نیکی کی حالت میں سفید | |
| ہوں اور جوانی میں خوف کو غالب پائے اور بڑھاپے | |
| میں امید کو | ۱۲۳ |
| حدیث من شاب شیبۃ فی الاسلام | |
| غفر له | ۱۲۳ |
| مکتوب نمبر ۸۹ : | ۱۲۴ |
| ماتم پرستی میں | ۱۲۴ |
| انسان کے لیے مطابق حکم کل نفس ذائقة | |
| الموت موت سے چارہ نہیں | ۱۲۴ |
| حدیث المیت کالغریق المتغوث | ۱۲۵ |
| دوسروں کی موت سے عبرت پکڑنی چاہیے | ۱۲۵ |
| دنیوی ساز و سامان کی اگر کچھ بھی قیمت ہوتی | |
| تو کفار بدکردار کو ایک بال برابر بھی نہ ملتا۔ | ۱۲۵ |
| مکتوب نمبر ۹۰ : | ۱۲۵ |
| اس امر کی ترغیب میں کہ کلیۃً حق سبحانہ کی طرف | |
| متوجہ رہنا چاہیے۔ آج اس دولت کا حصول اس | |
| بلند مرتبہ طبقہ نقشبندیہ کی توجہ سے وابستہ ہے | |
| ان بزرگوں کے طریقہ میں نہایت بدایت میں درج ہے | ۱۲۶ |
| مکتوب | ۱۲۶ |
| اس بیان میں کہ تصحیح عقائد اور اعمال صالحہ | |
| کی بجاآوری عالم قدس کی طرف پرواز کرنے کے | |
| دو پر ہیں۔ | ۱۲۶ |
| اعمال صالحہ سے مقصود تزکیہ نفس ہے۔ | ۱۲۷ |




Marfat.com

| مضامین | نمبر صفحہ |
|---|---|
| مکتوب نمبر ۹۲ : | ۱۲۷ |
| اس بیان میں کہ اطمینان قلب ذکر سے ہوتا ہے۔ استدلال سے نہیں ہوتا | ۱۲۷ |
| ذکر سے خدا تعالیٰ کے ساتھ مناسبت پیدا کی جاتی ہے۔ اگرچہ کچھ بھی مناسبت نہیں | ۱۲۷ |
| مکتوب نمبر ۹۳ : | ۱۲۸ |
| اس بیان میں کہ ہر وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہنا چاہیے | ۱۲۸ |
| مکتوب نمبر ۹۴ : | ۱۲۸ |
| اس بیان میں کہ بندے پر تصحیح عقائد اور اعمال صالحہ کی بجا آوری لازم ہے | ۱۲۸ |
| مکتوب نمبر ۹۵ : | ۱۲۹ |
| اس بیان میں کہ انسان ایک جامع نسخہ ہے اور اس کا قلب بھی اسی جامعیت پر پیدا ہوا ہے اور بعض مشائخ کے اقوال جو وسعت قلب کے بارے میں واقع ہوئے ہیں حالت سکر میں واقع ہوئے ہیں اور ان کی مناسب توجیہات اور یہ کہ صحو سکر سے افضل ہے۔ | ۱۲۹ |
| حدیث ان اللہ خلق آدم علی صورتہ | ۱۳۰ |
| بعض مشائخ کا قول کہ اگر عرش کو عارف کے دل کے ایک کونے میں ڈال دیا جائے تو اس کا کچھ پتہ نہ چلے گا کیونکہ الخ | ۱۳۰ |
| لیکن مشائخ میں سے ارباب صحو جانتے ہیں کہ یہ حکم سکر پر مبنی ہے۔ | ۱۳۱ |
| وسعت قلب کے بارے میں ارباب سکر کی غلطی کا منشا | ۱۳۱ |
| یہ قول بھی غلبہ سکر کے باعث ہے کہ محمدی جمع اللہ کی جمع سے زیادہ جامع ہے | ۱۳۱ |
| معلوم ہونا چاہیے کہ جو کچھ سکر میں سے ہے وہ مقام نبوت میں سے ہے | ۱۳۲ |
| بایزید بسطامی کے پیروکار سکر کو صحو پر فضیلت دیتے ہیں۔ چنانچہ شیخ بسطام فرماتے ہیں لوائی ارفع من لواء محمد۔ | ۱۳۲ |
| اس فقیر کے نزدیک اس طرح کی باتیں دوراز کار ہیں۔ | ۱۳۲ |
| نبوت بہر صورت ولایت سے افضل ہے | ۱۳۳ |
| علوم شرعیہ سراسر صحو ہیں۔ اور جو کچھ بھی ان کے خلاف ہے سکر میں داخل ہے | ۱۳۳ |
| معنی حدیث لا یسعنی ارضی ولاسمائی الخ | ۱۳۳ |
| مکتوب نمبر ۹۶ : | ۱۳۳ |
| نیک کام میں تاخیر اور ٹال مٹول سے منع اور زجر اور متابعت شریعت پر ابھارنے کے بیان میں۔ | ۱۳۳ |
| حرام اور مشتبہ امور سے اجتناب کرنا چاہیے | ۱۳۴ |
| نصاب مکمل ہونے کی صورت میں زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہے | ۱۳۴ |
| جوانی میں تھوڑے عمل کو زیادہ عمل کی طرح قبول فرماتے ہیں | ۱۳۴ |




Marfat.com

| مضمون | نمبر صفحہ |
|---|---|
| آج شیطان خدا کے عفو وکرم کے عذر میں مبتلا کرکے مداہنت اور معاصی میں ڈالتا ہے۔ | ١٣٤ |
| دنیا کا گھر آزمائش کا مقام ہے۔ یہاں پر دوست و دشمن خلط ملط ہیں۔ روز قیامت الخ | ١٣٤ |
| مکتوب نمبر ٩٧ : | ١٣٥ |
| اس بیان میں کہ عبادات شرعیہ سے مقصود یقین کا حاصل کرنا ہے | ١٣٥ |
| فنا اور بقا سے یقین ہی مقصود ہے یعنی فنا اور بقا میں ابراہیم بن شیبان کا قول | ١٣٦ |
| مکتوب نمبر ٩٨ : | ١٣٧ |
| احادیث شریفہ لاکر نرمی کی ترغیب اور سختی سے روکنے کے بیان میں | ١٣٧ |
| دنیا کی بقا چند روزہ ہے۔ اور آخرت کا عذاب شدید ہے۔ | ١٤١ |
| مخبر صادق علیہ السلام نے جو کچھ فرمایا ہے نفس الامر کے عین مطابق ہے۔ لاف وگذاف نہیں ہے | ١٤٢ |
| خواب خرگوش میں کب تک | ١٤٢ |
| مکتوب نمبر ٩٩ : | ١٤٢ |
| ایک استفسار کے جواب میں۔ | ١٤٢ |
| جواب اشکال کے لیے تمہید مقدمہ | ١٤٣ |
| حق سبحانہ وتعالیٰ نے اس جوہر نورانی کو اس تاریک ہیکل کے ساتھ جمع کر دیا ہے | ١٤٣ |
| جب تک نفس و روح کا اجتماع مربوط ہے الخ | ١٤٤ |

| مضمون | نمبر صفحہ |
|---|---|
| مبتدی اور منتہی مرجع برائے دعوت میں فرق | ١٤٤ |
| مقام دعوت کی تعیین میں مشائخ کے اقوال | ١٤٥ |
| حدیث تنام عینای ولا ینام قلبی الخ | ١٤٥ |
| حدیث لی مع اللہ وقت الخ | ١٤٥ |
| مکتوب نمبر ١٠٠ : | ١٤٦ |
| شیخ عبدالکبیر یمنی کے قول کہ خدا تعالیٰ غیب کا عالم نہیں" پر سوال اور اس کا جواب | ١٤٦ |
| ہمیں کلام محمدی درکار ہے الخ | ١٤٧ |
| خدا تعالیٰ سے غیب کی نفی کرنا فی الحقیقت رب تعالیٰ کے حکم کی تکذیب ہے | ١٤٧ |
| منصور اگر انا الحق اور بسطامی سبحانی کا غلبات احوال میں نعرہ لگائیں تو معذور ہیں | ١٤٧ |
| اگر اس کلام کے متکلم نے خلق کی ملامت اور ان سے نفرت مراد لی ہے تو بھی قبیح ہے | ١٤٧ |
| شیخ عبدالکبیر یمنی کے قول کی توجیہ اول | ١٤٨ |
| دوسری توجیہ اور اس پر دو اشکال کا وارد کرنا۔ | ١٤٨ |
| تیسری توجیہ اور اس پر اعتراض | ١٤٨ |
| مکتوب نمبر ١٠١ : | ١٤٩ |
| اس جماعت کے رد میں جو کاملوں کو ناقص تصور کرتی ہے۔ | ١٤٩ |
| بسا اوقات جاہل نفس مطمئنہ کو نفس امارہ خیال کرکے اس پر الخ | ١٤٩ |




Marfat.com

| مضامین | نمبر صفحہ |
|---|---|
| کفار انبیاء کرام کو دوسرے انسانوں کی طرح جان کر ان کے کمالات کے منکر ہوتے ہیں | ١٤٩ |
| مکتوب نمبر ١٠٢ : | ١٥٠ |
| اس بیان میں کہ سودی قرضے میں اصل اور سود دونوں حرام ہو جاتے ہیں۔ صرف سود حرام نہیں۔ | ١٥٠ |
| کتب فقہ کی طرف رجوع کرنے کے بعد ظاہر ہوا کہ ہر عقد جس میں زیادتی ہے اس میں ربا بھی ہے۔ | ١٥٠ |
| سود کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے | ١٥٠ |
| قنیہ کی بہت سی روایات اعتماد کے لائق نہیں ہیں۔ | ١٥١ |
| اور اگر محتاج سے ماتر لیا جائے | ١٥١ |
| عموم احتیاج کو تسلیم کرتے ہوئے میں کہتا ہوں الخ | ١٥١ |
| میت کے ترکے میں میت کی محتاجی کو کفن میں منحصر کیا ہے۔ | ١٥١ |
| ایصال ثواب کے طور پر کھانا پکانے کو احتیاجی میں داخل نہیں کیا۔ | ١٥١ |
| حلال کو حلال جاننا اور حرام کو حرام جاننا حلال وحرام میں قطعی ہے۔ | ١٥٢ |
| اہل ورع رخصت کی اجازت نہیں دیتے بلکہ عزیمت کی تاکید کرتے ہیں | ١٥٢ |
| لاہور کے مفتیوں نے احتیاج کا دخل تسلیم کر کے حلت کا حکم دیا ہے | ١٥٣ |
| بہرحال قنیہ کی روایات سودی قرض کی حلت کو ظاہر کرتی ہیں | ١٥٣ |
| مکتوب نمبر ١٠٣ : | ١٥٣ |
| عافیت کے معنی کے بیان میں | ٥٣ |
| مکتوب نمبر ١٠٤ : | ١٥٤ |
| ماتم پرسی کے بیان میں | ١٥٤ |
| یہاں رہنے کے لیے نہیں لایا گیا بلکہ کام کرنے کے لیے لایا گیا ہے۔ لہذا کام کرنا چاہیے | ١٥٤ |
| الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب | ١٥٤ |
| مُردوں کی دُعا، استغفار اور صدقہ کے ذریعہ مدد کریں | ١٥٤ |
| حدیث ما المیت فی القبر الخ | ١٥٤ |
| مکتوب نمبر ١٠٥ : | ١٥٥ |
| اس بیان میں کہ مریض جب تک مرض سے نجات نہ پائے اسے کوئی غذا فائدہ نہیں دیتی | ١٥٥ |
| آدمی جب تک مرض قلبی میں مبتلا ہے کوئی عبادت اسے نفع نہیں دیتی، بلکہ مضر پڑتی ہے | ١٥٥ |
| حدیث رُبَّ تالِ القرآن الخ | ١٥٥ |
| حدیث رب صائم لیس لہ الخ | ١٥٦ |
| مرض قلبی غیر حق کے ساتھ گرفتاری کا نام ہے | ١٥٦ |
| ہر شخص جو کچھ چاہتا ہے اپنے لیے چاہتا ہے الخ۔ | ١٥٦ |




Marfat.com

| مضمون | نمبر صفحہ |
|---|---|
| **مکتوب نمبر ۱۰۶:** | ۱۵۶ |
| اس بیان میں کہ اس گروہ کی محبت خدا تعالیٰ | |
| کی اجل نعمتوں میں سے ہے۔ | ۱۵۷ |
| شیخ الاسلام ہروی فرماتے ہیں | ۱۵۷ |
| اس گروہ سے بغض رکھنا زہر قاتل ہے | ۱۵۷ |
| شیخ الاسلام ہروی فرماتے ہیں: "الٰہی! | |
| تو جسے برباد کرنا چاہتا ہے اسے ہم سے اُلجھا | |
| دیتا ہے۔ | ۱۵۷ |
| **مکتوب نمبر ۱۰۷:** | ۱۵۷ |
| سوالات و جوابات میں۔ | ۱۵۷ |
| پہلا سوال: اس کا کیا سبب ہے کہ اولیاء | |
| متقدمین سے کرامات کا صدور کثرت سے ہوا | |
| بخلاف اس زمانہ کے بزرگوں کے؟ | ۱۵۷ |
| جواب: اگر اس سوال سے مقصود الخ | ۱۵۷ |
| خوارق نہ تو ارکان ولایت میں سے ہیں الخ | ۱۵۷ |
| خوارق کی کثرت فضیلت پر دلالت نہیں | |
| کرتی۔ | ۱۵۸ |
| ہو سکتا ہے کہ ولی اقرب سے کرامات کا | |
| صدور کم ہو | ۱۵۸ |
| وہ خوارق جن کا صدور اولیاء اللہ سے ہوا الخ | ۱۵۸ |
| ظہور خوارق پر نظر کرنا نظری ہے | ۱۵۸ |
| نبوت و ولایت کے فیوض کے لائق الخ | ۱۵۸ |
| اکثر متقدمین سے ساری عمر میں صرف پانچ | |
| چھ کرامات سے زیادہ کا صدور نہیں ہوا | ۱۵۸ |

| مضمون | نمبر صفحہ |
|---|---|
| خدا تعالیٰ نے حضرت کلیم کے بارے میں یوں | |
| خبر دی لَقَدْ آتَيْنَا الخ | ۱۵۹ |
| اولیاء اللہ سے پاپے متقدم ہو یا متاخر | |
| ہر وقت ظہور خوارق ہوتا ہے۔ | ۱۵۹ |
| دوسرا سوال: کشف میں القاء شیطانی | |
| کا دخل ہو سکتا ہے یا نہیں الخ | ۱۵۹ |
| دوسرے سوال کا تفصیلی جواب | ۱۵۹ |
| کوئی بھی القاء شیطانی سے محفوظ نہیں لیکن | |
| انبیاء کو اس القاء پر تنبیہ کر دیا جاتا ہے۔ اولیاء | |
| کے لیے یہ لازم نہیں۔ ولی نبی کے خلاف جو کچھ | |
| پائے گا اسے رد کر دیا جائے گا۔ | ۱۵۹ |
| غلط کشف القاء شیطانی ہی میں منحصر نہیں الخ | ۱۵۹ |
| علماء کا مختار مذہب یہ ہے کہ شیطان | |
| خیر البشر علیہ السلام کی صورت نہیں بن سکتا۔ | ۱۶۰ |
| تیسرا سوال: جب کرامات کا تصرف | |
| اور تاثیرات کا استدراج دیکھنے میں برابر معلوم | |
| ہوتے ہیں تو مبتدی الخ | ۱۶۰ |
| اس سوال کا جواب پوری تفصیل سے | ۱۶۰ |
| تخلق باخلاق اللہ کے معنی کا تفصیلی بیان الخ | ۱۶۰ |
| خوارق و کرامات زندہ کرنے اور مارنے میں | |
| منحصر نہیں ہیں۔ | ۱۶۱ |
| علوم الہامیہ کی صحت کی علامت | ۱۶۲ |
| حضرت خواجہ باقی باللہ کا قول حضرت امام | |
| ربانی مجدد الف ثانی کے علوم سب صحیح ہیں۔ | ۱۶۲ |




Marfat.com

| مضمون | نمبر صفحہ |
|---|---|
| ہر برائی کے ساتھ ایک خوبی بھی لگی ہوئی ہے | ۱۶۲ |
| **مکتوب نمبر ۱۰۸:** | ۱۶۳ |
| اس بیان میں کہ نبوت ولایت سے افضل ہے | ۱۶۳ |
| **مکتوب نمبر ۱۰۹:** | ۱۶۴ |
| سلامتی قلب اور اس کے ماسوائے حق تعالےٰ کو بھلا دینے کے بیان میں | ۱۶۴ |
| اہل اللہ امراض قلبیہ کے اطباء ہیں | ۱۶۴ |
| ھم قوم لا یشقی جلیسھم | ۱۶۴ |
| ھم جلساء اللہ | ۱۶۴ |
| بھم یمطرون وبھم یرزقون | ۱۶۴ |
| باطنی امراض میں سب سے بڑا مرض غیر حق تعالیٰ کے ساتھ دل کی گرفتاری ہے | ۱۶۴ |
| غیر حق کی محبت کا غالب ہونا نہایت بیحیائی کی بات ہے۔ | ۱۶۴ |
| الحیاء شعبة من الایمان سے مراد دل کے غیر حق سے گرفتاری سے آزادی کی علامت الخ | ۱۶۴ |
| **مکتوب نمبر ۱۱۰:** | ۱۶۵ |
| اس بیان میں کہ پیدائش انسانی سے مقصود وظائف بندگی کا ادا کرنا ہے الخ | ۱۶۵ |
| الدنیا ملعونة وملعون ما فیھا الا ذکر اللہ الخ | ۱۶۶ |
| **مکتوب نمبر ۱۱۱:** | ۱۶۶ |
| اس بیان میں کہ توحید دل کا غیر حق سے نجات پانے کا نام ہے جب تک دل غیر حق کی گرفتاری میں مبتلا ہے اہل توحید میں سے نہیں ہے | ۱۶۶ |
| ایک جاننا جو ایمان میں معتبر ہے دوسرے معنی میں ہے | ۱۶۶ |
| تصدیق بیانی اور تصدیق وجدانی میں فرق | ۱۶۶ |
| مشائخ کی ایک جماعت نے جو اس بارے میں باتیں کہی ہیں دو حال سے خالی نہیں | ۱۶۶ |
| **مکتوب نمبر ۱۱۲:** | ۱۶۷ |
| اس بیان میں کہ اصل کام یہ ہے کہ ہم اہل سنت کے عقائد سے آراستہ ہوں | ۱۶۷ |
| اگر اہل سنت کے اعتقادات نصیب نہ ہوں تو احوال وغیرہ سب استدراج ہیں | ۱۶۷ |
| غلبۂ حال میں بعض مشائخ سے آرائے اہل سنت کے خلاف کچھ باتیں صادر ہوئی ہیں الخ | ۱۶۸ |
| کشف والہام کی صورت کی علامت الخ | ۱۶۹ |
| **مکتوب نمبر ۱۱۳:** | ۱۶۹ |
| مبتدی اور منتہی کے جذبہ میں فرق کے بیان میں | ۱۶۹ |
| ان اللہ خلق آدم علی صورتہ | ۱۶۹ |
| حق کا شہود فنائے مطلق کے بغیر متصور نہیں ہے | ۱۶۹ |
| دو شہودوں کے درمیان فرق | ۱۶۹ |
| **مکتوب نمبر ۱۱۴:** | ۱۶۹ |
| سید المرسلین کی متابعت پر ابھارنے کے بیان میں | ۱۶۹ |
| فضیلت متابعت سنت سے وابستہ ہے | ۱۶۹ |
| اہل ضلالت اور اہل ہدایت کی مثال | ۱۷۰ |




Marfat.com

| مضمون | نمبر صفحہ |
| --- | --- |
| **مکتوب نمبر ۱۱۵ :** | ۱۷۱ |
| اس بیان میں کہ یہ راستہ صرف سات قدم ہے دو عالم خلق میں اور پانچ عالم امر میں | ۱۷۱ |
| **مکتوب نمبر ۱۱۶ :** | ۱۷۱ |
| اس بیان میں کہ دل کی سلامتی ماسوائے حق کو بھلانے پر موقوف ہے | ۱۷۱ |
| دولت مندوں کی صدر نشینی سے درویشوں کی جاروب کشی کئی مرتبہ بہتر ہے | ۱۷۲ |
| ساری ہمت اس پر مرکوز کرنی چاہیے کہ یہ چند روزہ زندگی فقر و نامرادی میں گزرے | ۱۷۲ |
| **مکتوب نمبر ۱۱۷ :** | ۱۷۳ |
| اس بیان میں کہ ابتداء میں قلب حس کے تابع ہوتا ہے | ۱۷۳ |
| من لم یملك عینه فلیس القلب عنده | ۱۷۳ |
| انتہا پر پہنچ کر قلب حس کے تابع نہیں رہتا | ۱۷۳ |
| مشائخ طریقت نے مبتدی اور متوسط کے لیے شیخ کامل کی صحبت سے جدا ہونے کو جائز نہیں رکھا۔ | ۱۷۳ |
| ناجنس کی صحبت سے اجتناب سخت ضروری ہے۔ | ۱۷۳ |
| **مکتوب نمبر ۱۱۸ :** | ۱۷۳ |
| اس جماعت کے خسارہ کے بیان میں جو اہل اللہ پر اعتراض کرتے ہیں۔ | ۱۷۳ |
| خواجہ عبداللہ انصاری فرماتے ہیں الخ | ۱۷۴ |
| **مکتوب نمبر ۱۱۹ :** | ۱۷۴ |
| شیخ مقتدا کی صحبت کی ترغیب کے بیان میں الخ | ۱۷۴ |
| حدیث لن یؤمن احدکم حتی یقال انه مجنون ۔ | ۱۷۴ |
| اس گروہ کی جمعیت عام لوگوں کی جمعیت سے الگ ہے ۔ | ۱۷۴ |
| مشائخ طریقت نے طریقہ تمام ہونے سے پہلے بھی بعض مریدوں کو تعلیم طریقت کی اجازت دی ہے | ۱۷۵ |
| **مکتوب نمبر ۱۲۰ :** | ۱۷۷ |
| ارباب جمعیت کی صحبت کی ترغیب کے بیان میں الخ | ۱۷۷ |
| بیان فضیلت صحبت ۔ | ۱۷۷ |
| **مکتوب نمبر ۱۲۱ :** | ۱۷۸ |
| اس بیان میں کہ یہ راستہ سات قدم ہے | ۱۷۸ |
| **مکتوب نمبر ۱۲۲ :** | ۱۷۸ |
| بلند ہمتی کی ترغیب اور جو کچھ ہاتھ میں آجائے اس کی طرف توجہ نہ کرنے کے بیان میں | ۱۷۸ |
| واقعات پر چنداں اعتبار نہ کریں تاویل کا میدان بڑا وسیع ہے | ۱۷۹ |
| خواب و خیال سے ہرگز مغرور نہ ہوں۔ | ۱۷۹ |
| وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ ۔ | ۱۸۰ |




Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اُردو ترجمہ

# مکتوبات امام ربّانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

## جلد اوّل ——— حصہ دوم

## مکتوب نمبر (۴۱)

شیخ درویش کے نام صادر فرمایا:

بلند مرتبہ سنت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی متابعت کی ترغیب کے بیان میں اور اس امر کے بیان میں کہ طریقت و حقیقت شریعت کو مکمل کرنے والی ہیں۔ نیز اس امر کے بیان میں کہ علوم شرعیہ اور صوفیہ کے ان علوم کے درمیان جو مقام صدیقیت میں جو ولایت کا اعلیٰ ترین مرتبہ ہے، فائض اور وارد ہوتے ہیں آپس میں بالکل مخالف نہیں ہیں۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

حق سبحانہ و تعالیٰ ظاہر و باطن کو بلند مرتبہ سنت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ سے بطفیل حضور نبی کریم اور آپ کی بزرگ اولاد علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات سے آراستہ اور مزین فرمائے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رب العالمین کے محبوب ہیں۔ جو چیز پسندیدہ اور مرغوب ہے وہ مطلوب اور محبوب کے لیے ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ اپنے کلام مجید میں فرماتا ہے:

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ — یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تم خلق عظیم کے مالک ہو

نیز اللہ تعالیٰ اور تقدس فرماتا ہے:

اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ — اے نبی! آپ رسولوں میں سے ہیں اور سیدھے راستے پر قائم ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے:



Marfat.com

اِنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ۔ بیشک یہی میرا سیدھا راستہ ہے تو اسی کی پیروی کرو۔ اس کے علاوہ دوسرے مختلف راستے اختیار نہ کرو۔

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملت کو صراط مستقیم فرمایا۔ آپ کی ملت کے سوا دوسرے تمام راستوں کو سُبُل (مختلف راستے) قرار دیا۔ اور ان کی اتباع اور پیروی سے منع فرمایا۔ اور خود حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اظہارِ شکر اور مخلوق کو بتانے اور ان کی ہدایت کے لیے فرمایا:

خَیْرُ الْهَدْیِ هَدْیُ مُحَمَّدٍ بہترین سیرت محمد کی سیرت ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا:

اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَادِیْبِیْ مجھے میرے رب نے ادب سکھایا اور بہت ہی اچھا سکھایا۔

اور یاد رکھو کہ باطن ظاہر کو تمام و کمال تک پہنچانے والا ہے۔ ظاہر و باطن آپس میں بال برابر بھی ایک دوسرے کے ساتھ مخالفت نہیں رکھتے۔ مثلاً زبان سے جھوٹ نہ بولنا شریعت ہے۔ اور دل سے جھوٹ کا خیال دور رکھنا طریقت اور حقیقت ہے۔ اگر دل سے یہ نفی تکلف اور مشقت سے ہے تو طریقت ہے۔ اور اگر بے تکلف میسر ہے تو حقیقت ہے۔ تو فی الحقیقت باطن جسے طریقت اور حقیقت سے تعبیر کرتے ہیں، ظاہر کو ہی جو شریعت ہے تمام و کمال تک پہنچانے والا ہے۔ تو طریقت و حقیقت کے راستوں پر چلنے والوں کو اگر دورانِ راہ ایسے امور پیش آئیں اور سامنے لائے جائیں جو بظاہر شریعت کے مخالف ہوں تو وہ امور سکر وقت اور غلبۂ حال پر مبنی ہیں۔ اگر اس مقام سے گزر کر آگے سے جائیں اور صحو و ہوش میں لے آئیں تو مخالفت بالکلیہ زائل ہو جاتی ہے اور وہ مخالفِ شریعت علوم غبار کی طرح اُڑ جاتے ہیں۔

مثلاً: ایک جماعت سکر کے باعث احاطہ ذاتی کی قائل ہوئی ہے، اور ذات حق تعالیٰ و تقدس کو عالم کا محیط جانتی ہے۔ یہ حکم علماء اہل حق کی آراء کے خلاف ہے۔ علماء حق احاطہ علمی کے قائل ہیں فی الحقیقت علماء کی آراء صواب کے زیادہ قریب ہیں جبکہ یہی صوفیہ اس امر کے قائل ہیں کہ ذات حق تعالیٰ و تقدس پر کوئی حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ اور کسی بھی علم کے ذریعہ وہ ذات معلوم نہیں ہو سکتی۔ تو پھر اس کی ذات کے بارے میں یہ حکم لگانا کہ وہ ذات سے کائنات کا احاطہ اور اشیاء میں سرایت



Marfat.com

کیے ہوئے ہے خود ان کے اپنے قول کے خلاف ہے۔ حق یہی ہے کہ اس کی ذات بے چون بیچگون ہے۔ اس ذات تک کسی بھی حکم کو راستہ نہیں مل سکتا۔ وہاں تو صرف حیرت و نادانی ہے۔ اور اس مقام میں صرف جہل ہی جہل اور سرگردانی کی حالت ہے۔ احاطہ ذاتی اور سرایت و حلول کا اس بلند و پاکیزہ ذات سے کیا تعلق۔

ہاں ان صوفیہ کی طرف سے جو احاطہ ذاتی وغیرہ کے قائل ہیں یہ عذر پیش کیا جا سکتا ہے کہ ذات سے ان کی مراد تعین اول ہے۔ اور جب وہ اسے متعین کرنے والی ذات (واجب تعالیٰ) سے زائد نہیں مانتے بلکہ تعین اول کو عین ذات کہتے ہیں۔ اور وہ تعین اول جسے "وحدت" سے تعبیر کیا جاتا ہے تمام ممکنات میں سرایت کیے ہوئے ہے۔ تو اس لحاظ سے احاطہ ذاتی کا حکم درست ہو جاتا ہے۔

یہاں ایک باریک بات ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ رب تعالیٰ و تقدس کی ذات علماء اہل حق کے نزدیک بے چون و بے چگون ہے۔ اس کے سوا جو کچھ ہے اس سے زائد ہے۔ وہ تعین اول بھی اگر ان کے ہاں ثابت تسلیم کیا جائے تو وہ بھی زائد ہی ہوگا۔ اور ذات کے دائرہ بے چون سے بھی اس کو باہر ہی مانیں گے۔ لہٰذا اس احاطہ کو ذات کا احاطہ نہیں کہہ سکتے۔

پس علماء حق کی نظر ان صوفیہ کی نظر سے بلند ہے۔ اور جو چیز صوفیہ کے نزدیک ذات حق ہے وہ ان علماء کے نزدیک ماسوی اللہ میں داخل ہے۔ قرب و معیت ذاتی بھی اسی قیاس پر ہے۔ اور معارف باطن کی شرع کے ظاہر علوم کے ساتھ اس حد تک کامل و مکمل موافقت کہ حقیر و معمولی درجہ کی مخالفت بھی باقی نہ رہے، مقام صدیقیت میں جا کر ہوتی ہے جو مقامات ولایت کا بلند ترین مقام ہے۔ اور مقام صدیقیت سے اوپر مقام نبوت ہے۔ وہ علوم جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی کے ذریعہ حاصل ہوئے صدیق پر بطریقہ الہام منکشف ہوئے ہیں۔ ان دونوں علوم کے درمیان وحی اور الہام کے سوا کچھ فرق نہیں۔ تو پھر دونوں علموں میں مخالفت کی گنجائش کہاں ہو سکتی ہے۔ اور مقام صدیقیت سے نیچے جو مقام بھی ہے اس میں قدرے سکر موجود رہتا ہے۔ ہوش اور صحو تمام تر مقام صدیقیت میں ہے اور بس۔

ان دونوں علموں کے درمیان دوسرا فرق یہ ہے کہ وحی قطعی اور یقینی چیز ہے اور الہام ظنی۔ کیونکہ وحی فرشتہ کے واسطہ سے ہوتی ہے۔ اور ملائکہ معصوم ہیں۔ ان میں احتمال خطا نہیں ہو سکتا۔ اور الہام کا محل و مقام اگرچہ بلند ہے، اور وہ دل ہے۔ اور دل عالم امر سے ہے لیکن اس کا تعلق عقل اور نفس سے بھی کچھ قدرے ہے۔ اور نفس اگرچہ مطمئنہ ہو چکا ہوتا ہے لیکن سے



Marfat.com

ہر چند کہ مطمئنہ گردد ہرگز زصفاتِ خود نگردد

یعنی نفس اگرچہ مطمئنہ ہو جاتا ہے لیکن اپنی صفات سے ہرگز باز نہیں آتا۔

لہٰذا خطا اور غلطی کی اس مقام میں گنجائش اور مجال ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ مطمئنہ ہو جانے کے باوجود نفس کو اس کی صفات پر باقی رکھنے میں بہت سے فوائد ومنافع ہیں۔ نفس اگر بالکل اپنی صفات کے ظہور سے روک دیا جائے تو اس کی ترقی کا راستہ بند ہو جاتا ہے۔ اس طرح روح فرشتے کے مانند ہو جاتی ہے اور اپنے مقام میں بند ہو کر رہ جاتی ہے۔ روح کی ترقی نفس کی مخالفت کے باعث ہے۔ اگر نفس میں مخالفت نہ رہے تو ترقی کیسے ہو۔

حضور سرورِ کائنات علیہ من التحیات انتہاء من التسلیمات اکملہا ایک دفعہ جہاد کفار سے واپس تشریف لائے تو فرمایا:

رجعنا من الجھاد الاصغر الی الجھاد الاکبر۔ ہم لوگ چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ کر آئے ہیں۔

اس ارشاد مبارک میں آپ نے جہاد بالنفس کو جہاد اکبر فرمایا۔

مطمئنہ کی صفت اختیار کر لینے کے بعد اس کی مخالفت یہ ہوتی ہے کہ وہ ترک عزیمت اور ترک اولیٰ کا مرتکب ہونا چاہتا ہے۔ بلکہ اس مقام میں ترک اولیٰ کا ارادہ بھی مخالفت میں شمار ہوتا ہے۔ لیکن حتی الامکان ترک اولیٰ کا وجود اس سے متصور نہیں ہوتا۔ اور صرف ترک اولیٰ کے ارادے پر اس قدر ندامت وپشیمانی اور بارگاہ قدس خداوندی میں التجاء وزاری ظہور میں آتی ہے کہ ایک سال کا کام ایک ساعت میں میسر آ جاتا ہے۔

ہم پھر اصل بات کی طرف آتے ہیں ——— یہ طے شدہ بات ہے کہ ہر وہ چیز جس میں محبوب کے اخلاق وعادات پائے جاتے ہوں، محبوب کے ساتھ وابستگی اور اس کے تابع ہونے کی وجہ سے محبوب اور پیاری ہو جاتی ہے۔ اس بیان کی طرف اشارہ اس آیۃ کریمہ میں ہے:

فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ۔ تم لوگ میری پیروی اختیار کرو، اللہ تمہیں اپنا محبوب بنائے گا۔

لہٰذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت اور پیروی میں کوشش کرنا بندے کو مقام محبوبیت تک لے جاتا ہے، تو ہر عقلمند اور دانش مند پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع میں ظاہراً اور باطناً پوری سعی اور کوشش کرے۔



Marfat.com

بات لمبی ہوگئی۔ مجھے معذور سمجھیں۔ کلام کا جمال چونکہ جمیل مطلق (رب تعالیٰ) کی طرف سے ہے۔ اس لیے سلسلۂ گفتگو جس قدر دراز ہو خوب اور زیبا ہی ہے۔

لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَن تَنفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا۔

اگر میرے پروردگار کی باتیں لکھنے کے لیے سمندر سیاہی بن جائے تو سمندر ختم ہو جائے گا اس سے پہلے کہ میرے رب کی باتیں ختم ہوں۔ اگرچہ ہم لے آئیں اس سمندر کی مانند اور سمندر بھی مدد کے طور پر۔

اب دوسری طرف بات لے جانی چاہیے:

اس دعائیہ رقعہ کے حامل مولانا محمد حافظ اہل علم ہیں اور کثیر العیال ہیں۔ اسباب معیشت کی قلت کی بنا پر فوج کی (ملازمت کی) طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ اگر سرکار نصرت آثار سیادت و نقابت دستگاہ شیخ جیو سے کچھ وظیفہ یا امداد مولانا موصوف کے لیے حاصل اور جاری کرا دیں تو یہ آپ کا عین کرم ہوگا آپ کی زیادہ دردسری ختم کرتا ہوں۔

# مکتوب نمبر (۴۲)

شیخ درویش کی طرف صادر فرمایا۔

اس امر کے بیان میں کہ حقیقت جامعہ قلبیہ سے غیر حق سبحانہٗ کی محبت دور اور پاک کرنے کا بہترین آلہ متابعتِ سنت ہے۔ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام۔

حق تعالیٰ و سبحانہٗ تمہیں سلامت اور باقی رکھے۔

آدمی جب تک پراگندہ تعلقات کی میل کچیل سے ملوث ہے مطلوب سے محروم اور دور ہے۔ حقیقت جامع (قلب) کے آئینے کو اس ذات عزوجل کے غیر کی محبت کے زنگ سے صاف کرنا ضروری ہے۔ اور اس زنگ کو دور کرنے کا بہترین آلہ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی روشن سنت کی متابعت ہے۔ کیونکہ اس میل کو دور کرنے کا دارومدار عاداتِ نفسانی کے اٹھنے اور رسوم ظلمانی کے دفع ہونے پر ہے۔

فَطُوْبٰى لِمَنْ تَشَرَّفَ بِهٰذِهِ النِّعْمَةِ الْعُظْمٰى وَوَيْلٌ لِّمَنْ

تو کتنا ہی خوشحال ہے وہ شخص جو اس نعمت عظیمہ سے مشرف ہو گیا۔ اور افسوس اس شخص پر جو اس



Marfat.com

حُرِمَ مِنْ هٰذِهِ الدَّوْلَةِ الْقُصْوٰى بلند درجہ دولت سے محروم رہا۔

دوسری ضروری بات یہ ہے کہ جناب اخوی اعزی میاں نصیر ولد شیخ گھورن مرحوم اشراف اور بزرگ زادہ لوگوں میں سے ہے۔ جماعت (عیال) کثیر اس سے وابستہ ہے۔ رحم و شفقت کا مستحق ہے۔ آپ کی زیادہ درد سری کیا کرے۔ والسلام علیکم وعلیٰ من اتبع الھدیٰ۔

# مکتوب نمبر (۴۳)

سیادت پناہ، خوبیوں کے مالک شیخ فرید بخاری کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ توحید دو قسم ہے۔ شہودی اور وجودی۔ اور جو ضروری ہے وہ توحید شہودی ہے کیونکہ اس سے متعلق ہے۔ نیز توحید شہودی عقل و شرع کے خلاف نہیں بخلاف توحید وجودی کے۔ اور مشائخ کے وہ اقوال جو توحید کے بارہ میں ہیں انہیں توحید شہودی پر محمول کرنا چاہیے تاکہ مخالفت کی گنجائش نہ رہے۔ اور توحید شہودی مرتبہ عین الیقین میں ہے، جو مقام حیرت ہے۔ اور جب اس مقام سے گزار دیتے ہیں اور حق الیقین تک پہنچاتے ہیں تو انسان اس طرح کے حالات سے ایک طرف ہو جاتا ہے۔ اور اس کے مناسب سوالات و جوابات اور واضح کرنے والی تمثیلات کے بیان میں۔

سلمکم اللہ تعالیٰ وسبحانہ وعصمکم عما یصمکم وصانکم عما شانکم (اللہ سبحانہ وتعالیٰ تمہیں سلامت اور داغدار کرنے والی چیزوں سے محفوظ رکھے اور تمہیں عیب کی باتوں سے بچائے)

وہ توحید جو اس بلند گروہ صوفیہ کو راہ سلوک و فقر میں میسر آتی ہے دو قسم ہے: توحید شہودی اور توحید وجودی۔

توحید شہودی ایک ذات کو دیکھنا ہے یعنی سالک کا شہود صرف ایک ہی ذات ہو۔ اور توحید وجودی ایک ذات کو موجود جاننا ہے اور اس کے غیر کو معدوم خیال کرنا۔ اور معدوم خیال کرنے کے باوجود کائنات کے آئینوں اور مظاہر کو ایک جاننا۔ پس توحید وجودی علم الیقین کے قبیلہ سے ہے اور توحید شہودی عین الیقین کی قسم سے۔ توحید شہودی اس راہ کے ضروری امور میں سے ہے۔ کیونکہ بغیر اس کے فنا متحقق نہیں ہوتی۔ اور عین الیقین کی (دولت) بھی اس کے بغیر میسر نہیں آتی۔ کیونکہ ایک ذات کے غلبے کے باعث صرف اسے ہی دیکھنا اس کے ماسوا کو نہ دیکھنے کو مستلزم ہے۔ بخلاف توحید وجودی کے کہ وہ اس طرح نہیں یعنی ضروری نہیں ہے کیونکہ علم الیقین توحید وجودی کی معرفت



Marfat.com

کے بغیر بھی حاصل ہے۔ کیونکہ علم الیقین اس ذات کے ماسوا کی نفی کو مستلزم نہیں۔ نہایت درجہ یہ ہے کہ اس کے ماسوا کے علم کی نفی کو مستلزم ہے۔ جبکہ اس ایک کے علم کا غلبہ اور زور ہو۔

مثلاً ایک شخص کو وجودِ آفتاب کا یقین ہو۔ اس یقین کا غلبہ اس امر کو مستلزم نہیں کہ ستاروں کو اس وقت منتفی اور معدوم جانے۔ لیکن جب آفتاب کو دیکھا تو ستاروں کو نہیں دیکھے گا۔ اور اس کے مشاہدہ میں صرف ایک آفتاب ہی ہوگا۔ لیکن اس وقت کہ ستاروں کو نہیں دیکھ رہا، یہ ضرور جانتا ہے کہ ستارے معدوم نہیں ہیں۔ بلکہ یہ جانتا ہے کہ موجود تو ہیں مگر پوشیدہ ہیں اور نورِ آفتاب کے پرتو کے آگے مغلوب ہیں۔ یہ شخص اس جماعت کے ساتھ جو اس وقت ستاروں کے وجود کی نفی کر رہی ہے، مقام انکار میں ہے اور جانتا ہے کہ ستاروں کے وجود کی نفی کرنا غیر واقعی بات ہے۔ تو توحید وجودی جو ایک ذاتِ تعالیٰ و تقدس کے ماسوا کی نفی پر مبنی ہے عقل و شرع کے خلاف ہے۔ بخلاف توحید شہودی کے کہ ایک ذات دیکھنے میں کچھ مخالفت نہیں۔ مثال کے طور پر طلوعِ آفتاب کے وقت ستاروں کے وجود کی نفی کرنا اور معدوم جاننا خلاف واقع ہے۔ لیکن ستاروں کو اس وقت نہ دیکھنے میں کچھ مخالفت نہیں۔ بلکہ ستاروں کو نہ دیکھنا نورِ آفتاب کے ظہور کے غلبہ کے واسطہ سے دیکھنے والے کے ضعفِ بصارت کی بنا پر ہے۔ اگر دیکھنے والے کی آنکھ اسی آفتاب کے نور سے سرمگیں ہو جائے، اور اپنے اندر قوت و استعداد پیدا کرلے تو عین اسی وقت ستاروں کو بھی آفتاب سے جدا دیکھے گی۔ اور یہ دید حق الیقین کے مرتبہ پر ہے۔

پس بعض مشائخ کے اقوال جو بظاہر شریعت حقہ کے مخالف معلوم ہوتے ہیں اور بعض لوگ انہیں توحید وجودی پر محمول کرتے ہیں۔ جیسے ابن منصور الحلاج کا قول انا الحق اور ابو یزید البسطامی کا سبحانی کہنا اور اس طرح کے اور اقوال۔ اولیٰ اور انسب یہ ہے کہ انہیں توحید شہودی پر محمول کیا جائے اور عقل و شرع کے ساتھ مخالفت کو دور کیا جائے۔ چونکہ غلبۂ حال میں ماسوائے حق سبحانہٗ کے ہر شے ان کی نظر سے پوشیدہ تھی تو ایسے الفاظ ان سے صادر ہوگئے۔ اور انہوں نے حق سبحانہٗ کے سوا اور کسی شے کو ثابت و موجود نہ مانا۔ انا الحق کا معنی ہے "حق ہے، میں نہیں ہوں"۔ جبکہ وہ اپنے آپ میں بھی نہیں دیکھتے تو اپنے آپ کو ثابت نہیں کرتے۔ یہ مطلب نہیں کہ یہ بزرگ اپنے آپ کو دیکھتا ہے اور خود اپنے کو حق کہتا ہے۔ یہ مفہوم تو صریح کفر ہے۔

یہاں کوئی یہ سوال نہ کرے۔ غیر حق کا اثبات نہ کرنا نفی کی طرف ہی لے جاتا ہے۔ اور وہ بعینہٖ توحید وجودی ہے۔ کیونکہ ہم کہیں گے کہ ثابت نہ کرنے سے نفی لازم نہیں آتی۔ بلکہ اس مقام میں حیرت



Marfat.com

ہی حیرت ہے۔ تمام احکام وہاں ساقط ہو چکے ہیں۔ اور لفظ سُبحَانی میں بھی حق تعالیٰ کی تنزیہ ہے نہ کہ اپنی تنزیہ۔ کیونکہ وہ تو مکمل طور پر اس کی نظر سے اُٹھ چکی ہے۔ کوئی حکم اس سے تعلق نہیں ہو سکتا۔ اور اس قسم کی باتیں عین الیقین کے مقام میں جو مقام حیرت ہے بعض کو رونما ہوتی ہیں۔ اور جب ان حضرات کو اس مقام سے آگے گزار دیتے ہیں اور حق الیقین تک پہنچا دیتے ہیں تو پھر ایسے کلمات سے اجتناب کرتے ہیں اور حد اعتدال سے تجاوز نہیں کرتے۔

ہمارے زمانہ میں اس گروہ کے بہت سے لوگ جو صوفیاء کے لباس میں اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہیں توحید وجودی کو عام کرنے میں مصروف ہیں اور اس عام کرنے کو ہی کمال تصور کرتے ہیں۔ اور عین الیقین کے بجائے علم میں ہی رُکے ہوئے ہیں۔ اور مشائخ کے ان اقوال مذکورہ کو اپنے خیالی معانی پر چسپاں کر رہے ہیں اور اپنے آپ کو مقتداء زمانہ بنائے بیٹھے ہیں اور اپنے بے رونق بازار کو ان تخیلات کے ذریعہ سے چمکا رہے ہیں۔

اور اگر بالفرض مذکورہ بعض مشائخ کی عبارتوں میں ایسے الفاظ بھی ہوں جو توحید وجودی پر صراحتاً دلالت کرتے ہوں تو ان الفاظ کو ابتدائی زمانہ اور علم الیقین کے مقام پر محمول کرنا چاہیے۔ اور یہ تصور کرنا چاہیے کہ یہ کلمات ان سے اس وقت صادر ہوتے ہیں۔ آخر کار ان کو اس مقام سے آگے گزار لیا گیا اور علم سے عین تک پہنچا دیے گئے ہیں۔

یہاں کوئی شخص یہ سوال نہ کرے کہ توحید وجودی والے بھی جس طرح ایک جانتے ہیں ایک ہی دیکھتے بھی ہیں۔ لہٰذا وہ بھی عین الیقین سے کچھ حصہ رکھتے ہیں۔ کیونکہ ہم جواب میں کہیں گے کہ اس توحید والوں نے توحید شہودی کی مثالی صورت کو دیکھا۔ اس توحید شہودی سے متصف نہیں ہوئے۔ توحید شہودی کو اپنی اس صورت مثالی کے ساتھ فی الحقیقت کچھ مناسبت نہیں۔ کیونکہ توحید شہودی کے حصول کے وقت صرف حیرت ہی موجود ہوتی ہے۔ اس مقام میں کسی قسم کا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ اور توحید وجودی والا توحید شہودی کی صورت مثالی کے مشاہدے کے باوجود ارباب علم میں سے ہے کیونکہ وہ ماسوا کے وجود کی نفی کر رہا ہے۔ اور نفی جنس احکام میں سے ایک حکم ہے۔ حیرت اور علم ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔
پس اس تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ توحید وجودی والا عین الیقین کے مقام سے کچھ حصہ نہیں رکھتا۔ ہاں توحید شہودی والے کو مقام حیرت کے بعد اگر ترقی واقع ہو تو مقام معرفت میں جو حق الیقین کا مقام ہے پہنچا دیتے ہیں اور اس جگہ علم اور حیرت دونوں جمع ہو جاتے ہیں۔ اور وہ علم جو حیرت کے بغیر ہے اور حیرت سے پہلے ہے علم الیقین ہے۔



Marfat.com

یہ جواب ایک مثال سے واضح ہو جاتا ہے۔ مثلاً ایک شخص خواب میں اس مناسبت کے واسطے سے جو وہ بادشاہت سے رکھتا ہے۔ اپنے آپ کو بادشاہ دیکھا۔ اور بادشاہت کے لوازمات اپنے اندر دیکھے۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ وہ شخص بادشاہ نہیں بن گیا ہے۔ بلکہ بادشاہت کی مثالی صورت کو اپنے اندر دیکھا ہے۔ اور فی الحقیقت بادشاہت کو اس مثالی صورت کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں ہاں یہ شہود اگرچہ مثالی صورت میں ہے لیکن اس شخص کے اس صورت کی حقیقت کے ساتھ متصف ہونے کی استعداد کی خبر ضرور دیتا ہے۔ اگر شفقت کرے اور عنایت خداوندی جل سلطانہ اس کے شامل ہو جائے تو وہ بادشاہت کے مقام تک پہنچ سکتا ہے۔ قوت سے فعل تک بڑا فرق ہے۔ بہت سے لوہے شیشہ بننے کی قابلیت رکھتے ہیں لیکن جب تک آئینہ بن نہیں جاتے بادشاہوں کے ہاتھ میں نہیں پہنچ سکتے اور ان کے جمال سے بہرہ ور نہیں ہوتے۔

میں کس طرف چلا گیا۔ مگر ان دقیق علوم کی تحریر کا باعث اور سبب یہ ہے کہ اس وقت کے بہت سے لوگ بعض تقلیداً، بعض علم کے باعث اور بعض علم اور کچھ قدرے ذوق کی بنا پر اور بعض الحاد اور زندقہ کے باعث اس توحید وجودی کے دامن سے چمٹے ہوئے ہیں اور سب کو حق کی طرف سے جانتے ہیں بلکہ حق جانتے ہیں۔ اور اپنی گردنوں کو تکلیف شرعی کی رسی سے اس بہانے کے ساتھ باہر نکال رہے ہیں اور احکام شرعیہ میں سستیوں کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اور اس حالت پر خوش وقت اور مسرور ہیں اور شرعی احکام کی بجا آوری کا اگر اعتراف بھی کرتے ہیں تو اسے طفیلی جانتے ہیں مقصود اصلی شریعت کے علاوہ کسی اور شے کو خیال کرتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| حَاشَا وَكَلَّا ثُمَّ حَاشَا وَكَلَّا نَعُوْذُ بِاللّٰهِ سُبْحَانَهٗ مِنْ هٰذَا الْاِعْتِقَادِ السُّوْءِ۔ | خدا کی پناہ پھر خدا کی پناہ ہم اللہ سبحانہ کے پاس پناہ لیتے ہیں اس برے اعتقاد سے۔ |

طریقت اور شریعت ایک دوسرے کا عین ہیں، ان کے درمیان بال برابر بھی مخالفت نہیں۔ فرق صرف اجمال وتفصیل اور استدلال اور کشف کا ہے۔ جو چیز بھی شریعت کے خلاف ہے مردود ہے۔

| | |
|---|---|
| كل حقيقة ردته الشريعة فهو زندقة | ہر حقیقت جسے شریعت رد کر دے مردود اور باطل ہے۔ |

شریعت کو قائم رکھتے ہوئے حقیقت کو طلب کرنا مردوں کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ سبحانہ، ہمیں اور تمہیں سید البشر علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات والتحیات کی ظاہر و باطن میں متابعت



Marfat.com

پر استقامت نصیب فرمائے۔

معرفت پناہ قبلہ گاہ ہمارے خواجہ (حضرت باقی باللہ صاحب) قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ کچھ عرصہ تک توحید وجودی کا مشرب ہی رکھتے تھے۔ اور اپنے رسائل و مکتوبات میں خود اس کا اظہار فرماتے تھے۔ لیکن آخر کار اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت سے انہیں اس مقام سے ترقی عطا فرمائی۔ اور اس توحید وجودی کی معرفت کی تنگی سے کھلی شاہراہ پر ڈال دیا۔

میاں عبدالحق نے جو حضرت خواجہ کے مخلصین میں سے ہیں نقل کیا ہے کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے اپنی مرض موت سے ایک ہفتہ پہلے فرمایا کہ مجھے عین الیقین کے ساتھ معلوم ہو گیا ہے کہ توحید وجودی تنگ کوچہ ہے شاہراہ دوسری ہے۔ اس سے پہلے میں بھی یہی جانتا تھا لیکن اب ایک اور یقین حاصل ہو گیا ہے۔ اور یہ حقیر بھی کچھ عرصہ تک حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں یہی توحید وجودی کا مشرب رکھتا تھا۔ اور اس توحید کی تائید میں بہت سے کشفی مقدمات ظاہر ہوتے تھے۔ لیکن خداوند تعالیٰ جل سلطانہٗ کی عنایت و مہربانی نے اس مقام سے گذار کر جس مقام سے چاہا مشرف کر دیا۔ اس سے زیادہ گفتگو طوالت کا موجب ہے۔

میاں شیخ زکریا اپنے ضلع سے بار بار لکھتے ہیں اور آپ کے بلند آستانہ سے نسبت نیازمندی کا اظہار کرتے ہیں۔ اور تحصیلداروں کے عہدہ سے خائف اور ہراساں ہیں۔ عالم اسباب میں آپ سے ہی التجاء اور وابستگی رکھتے ہیں۔ آپ کی توجہ عالی کے سوا بظاہر کوئی جائے پناہ نہیں رکھتے۔ وہ امیدوار ہیں کہ جس طرح آپ نے ان کو نوازا، آخر تک ان کی دستگیری فرماتے رہیں گے اور حوادث زمانہ کے تھپیڑوں سے محفوظ رکھیں گے۔ کمال ادب کے باعث آپ کی خدمت میں عرض کرنے کی جرأت نہیں کرتے۔ اس لیے سفارش کے لیے فقیر کی طرف رجوع کیا ہے اور اپنے حالات کا اظہار کرنا چاہا ہے۔ امید ہے کہ ان کی درخواست شرف قبولیت سے ہمکنار ہوگی۔

# مکتوب نمبر ۴۴

یہ مکتوب بھی سیادت و بزرگی کے مالک شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا۔

حضور نبی کریم خیر البشر علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی مدح و ثنا اور اس امر کے بیان میں کہ آپ کی شریعت کو ماننے والے اور اس کی تصدیق کرنے والے سب امتوں سے بہتر امت ہیں اور

Marfat.com

آپ کی شریعت کی تکذیب کرنے والے بدترین بنی آدم ہیں۔ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روشن سنت کی پیروی کی ترغیب کے بیان میں۔

آپ کا عالی مرتبہ گرامی نامہ عزیز ترین اوقات میں تشریف لایا۔ بندہ اس کے مطالعہ سے مشرف ہوا۔ اللہ سبحانہ کی حمد و ثنا اور اس کا احسان ہے کہ آپ کو فقر محمدی علیہ علیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی میراث ہاتھ آچکی ہے۔ فقراء سے محبت اور ان کے ساتھ تعلق اور ارتباط اسی کا نتیجہ ہے۔ نہیں جانتا کہ یہ قصوروار بے سروسامان اس کے جواب میں کیا لکھے مگر یہ کہ احادیث و کتب سیر سے چند نقل شدہ عربی فقرے جو آپ کے جد بزرگوار اور خیر العرب ہیں کے فضائل و مناقب میں لکھے۔ علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوات اتمہا و من التحیات اکملہا۔ اور اس سعادت نامے کو اپنی نجات اُخروی کا وسیلہ بنائے۔ یہ مقصد نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ کی مدح و ثنا کرے۔ بلکہ اپنے کلام کو آپ کے ذکر شریف سے مزین و آراستہ کرے۔

ما ان مدحت محمدا بمقالتی
لکن مدحت مقالتی بمحمد

میں اپنے کلام سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدح و ثنا نہیں کرتا۔ بلکہ اپنے کلام کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر سے آراستہ کرتا ہوں۔

تو میں کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے حفاظت و توفیق کا طالب ہوں کہ بیشک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں، تمام اولادِ آدم کے سردار ہیں۔ قیامت کے روز سب سے زیادہ پیروکار آپ ہی کے ہوں گے۔ آپ بارگاہِ ایزدی میں سب پہلوں اور پچھلوں سے اکرم و بزرگ ہیں۔ آپ ہی سب سے پہلے قبر سے باہر تشریف لائیں گے، آپ ہی سب سے پہلے شفاعت کریں گے اور آپ ہی کی شفاعت سب سے پہلے مقبول ہوگی، اور آپ ہی سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کے لیے دروازہ بہشت کھول دے گا۔ قیامت کے روز لواء حمد آپ ہی اُٹھائے ہوں گے۔ حضرت آدم اور ان کے ماسوا سب اس جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ آپ ہی وہ ذات ہیں کہ خود آپ نے فرمایا کہ ہم دنیا میں آمد کے لحاظ سے سب سے پیچھے ہیں مگر قیامت کے روز سب سے آگے اور پہلے ہوں گے۔ اور آپ نے فرمایا میں بغیر فخر کے کہتا ہوں کہ میں ہی اللہ کا حبیب ہوں، اور میں ہی تمام انبیاء کا پیشوا ہوں اور میں ہی سلسلہ نبوت کو ختم کرنے والا ہوں، اور محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے ان سے بہتر مخلوق میں رکھا۔ پھر اللہ نے انسانوں کے دو گروہ کیے تو مجھے بہتر



Marfat.com

گروہ میں کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو مختلف قبائل میں تقسیم کیا تو مجھے ان میں سے بہتر قبیلے میں کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو مختلف گھروں میں تقسیم کیا تو مجھے سب سے بہتر گھر میں پیدا کیا۔ تو میں ذات میں سب سے بہتر ہوں اور گھر کے لحاظ سے سب سے بہتر ہوں۔ اور محشر میں جب لوگ اٹھیں گے تو میں سب سے پہلے اٹھوں گا۔ اور جب لوگ بارگاہ خداوندی کی طرف چلیں گے تو میں ان کا قائد ہوں گا۔ اور جب لوگ خاموش ہوں گے تو میں ان کو خطبہ دوں گا۔ اور جب وہ روک لیے جائیں گے تو میں ان کی شفاعت طلب کروں گا۔ اور جب وہ مایوس ہوں گے تو میں ان کو بشارت دوں گا۔ بزرگی اور ہر چیز کی چابیاں اس روز میرے ہاتھ میں ہوں گی۔ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں تمام اولاد آدم سے اکرم واشرف ہوں۔ میرے اردگرد میری خدمت اور خاطر داری کے لیے ایک ہزار خادم گھومتا ہو گا جو حسن وجمال میں پوشیدہ رکھے ہوئے انڈوں کی طرح ہو گا۔ اور جب قیامت کا دن ہو گا تو میں امام الانبیاء اور ان کا خطیب ہوں گا۔ اور میں ان کا صاحب شفاعت ہوں گا اور کوئی فخر نہیں۔

اگر حضور کے دنیا میں جلوہ فرما نہ ہونا ہوتا تو اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا نہ کرتا اور نہ اپنی ربوبیت ظاہر کرتا۔ اور آپ اس وقت نبی تھے جب حضرت آدم ابھی پانی اور مٹی میں تھے ؎

نماند بعصیاں کسے درگرو　　　که دارد چنیں سید پیشرو

کوئی شخص بھی گناہوں کی وجہ سے گرو نہیں رہے گا جبکہ وہ آپ جیسا سردار پیشوا رکھتا ہے۔

پس یہ بات ضروری ہے کہ ایسے پیغمبر سید البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق کرنے والے خیر الامم ہوں۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ　　　تم بہترین امت ہو جو ظاہر کیے گئے ہو۔

ان کا نقد وقت ہے۔ اور آپ کے مکذب بدترین بنی آدم ہوں۔

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّ نِفَاقًا۔　　　دیہاتی لوگ کفر ونفاق میں بہت سخت ہیں۔

ان کے حال کا نشان ہے۔ دیکھیے کس صاحب قسمت کو آپ کی روشن سنت کی پیروی سے نوازتے ہیں اور آپ کی پسندیدہ شریعت کی تابعت سے سرفراز کرتے ہیں۔ آج تھوڑے سے عمل کو جو آپکے دین کو حق جاننے کی تصدیق سے ملا ہوا ہے عمل کثیر کے مقابلے میں قبول کرتے ہیں۔ اصحاب کہف نے جو اس قدر درجات پائے صرف ایک نیکی کے واسطہ سے پا لیے۔ اور وہ ہجرت کی نیکی تھی جو انہوں نے ذرا بیابانی کے ساتھ غلبہ کفار کے وقت اختیار کی۔ مثلاً سپاہی دشمنوں اور مخالفوں کے غلبہ کے وقت اگر تھوڑا سا تردد بھی کریں تو ان کا وہ قدر اور وہ لحاظ ہوتا ہے جو امن کی حالت میں اس سے کئی گنا



Marfat.com

زیادہ پر بھی نہیں ہوتا۔

نیز چونکہ سرورِ دو عالم محبوب رب العالمین ہیں تو آپ کی متابعت کرنے والے بھی آپ کی متابعت کے واسطہ سے مرتبہ محبوبیت تک پہنچ جاتے ہیں کیونکہ محبت جس جس میں بھی اپنے محبوب کے شمائل اور عادات و اخلاق پاتا ہے انہیں بھی اپنا محبوب بنا لیتا ہے۔ اس سے مخالفین کی برائی کا قیاس بھی کرلینا چاہیے ؎

محمد عربی کابروے ہر دو سراست　　　کسیکہ خاک درش نیست خاک برسراد

محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) جو دونوں جہاں کی آبرو ہیں جو شخص آپ کے دروازے کی خاک نہیں بنتا اس کے سر پر خاک پڑے۔

اگر ظاہری ہجرت میسر نہ آئے تو ہجرت باطنی ہی کی کامل طور پر رعایت کرنی چاہیے۔ ظاہراً لوگوں کے ساتھ رہتے ہوئے باطناً ان سے الگ رہنا چاہیے۔ شاید اس کے بعد اللہ تعالیٰ کوئی صورت نکال دے۔

نوروز کا موسم آچکا ہے اور معلوم ہے کہ یہ ایام وہاں کے رہنے والوں کے معاملے کو پراگندگی اور تفرقے میں ڈال دیتے ہیں۔ ہنگامے کے ان ایام کے گزر جانے کے بعد اگر ارادۂ خداوندی جل سلطانہ نے مدد فرمائی تو اس امر کا امیدوار ہے کہ ملاقاتِ گرامی کے شرف سے مشرف ہوگا۔

گفتگو کو زیادہ دراز کرنا موجب پریشانی ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ آپ کو آپ کے آباد کرام کے راستے پر ثابت رکھے۔ والسلام علیکم وعلیہم الی یوم القیام۔

# مکتوب نمبر (۴۵)

یہ مکتوب بھی سیادت و بزرگی والے شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا۔

یہ مکتوب آپ نے اپنے پیر دستگیر قدس سرہ کے اس عالم فانی سے رحلت فرمانے کے بعد لکھا۔

چونکہ خانقاہ کے فقراء کی ظاہری تعزیت جناب سیادت پناہ کی طرف منسوب تھی اس لیے اس مکتوب میں اظہار شکر کیا ہے۔ اور انسان کی جامعیت جس طرح اس کے کمال کا سبب ہے اسی طرح اس کے نقصان کا بھی سبب ہے۔ اس کا تذکرہ بھی اس خط میں کیا ہے۔ اور ماہ رمضان شریف کے فضائل اور دیگر مناسب امور بیان کیے ہیں۔



Marfat.com

اللہ سبحانہٗ آپ کو آپ کے آباء کرام کے طریقہ پر ثابت و قائم رکھے۔ اور زندگی کے مہینوں اور ایام میں آپ کو صدمات اور غم کے اسباب سے سالم اور محفوظ رکھے۔

خدائے عزوجل کے دوست مطابق حدیث المرء مع من احب (مرد اس کے ساتھ ہوتا ہے جس کے ساتھ اسے محبت ہو) خدائے تعالیٰ وتقدس کے ساتھ ہیں۔ بدن کا ساتھ ہونا اس معیت و اتصال میں قدرے مانع ہے۔ اس مادی صورت اور تاریکی سے لبریز شکل سے مفارقت اور جدائی کے بعد سب قرب ہی قرب اور اتصال ہی اتصال ہے۔

الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب۔ موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔

اس عبارت میں اسی معنی کا بیان ہے۔ اور آیہ کریمہ:

مَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا ارادہ رکھتا ہے تو جان لے کہ اللہ کا وعدہ آنے والا ہے۔

میں مشتاق لوگوں کے لیے تسلی بھی ہے اور بیان سابق کی طرف اشارہ بھی فرماتی ہے لیکن ہم پیچھے رہ جانے والوں کا سارا بزرگوں کی حاضری کی دولت کے بغیر خراب و ابتر ہے۔

اکابر قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی روحانیات سے فیض و برکت حاصل کرنا بہت سے شرائط کے ساتھ مشروط ہے جن کے پورا کرنے کی ہر کسی کو مجال اور ہمت نہیں۔ لیکن صاحب انعام رب تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ اس ہولناک حادثے (پیر و مرشد کی رحلت) اور وحشتناک واقع کے باوجود ان بے سروپا فقراء کا مربی اور مددگار دین و دنیا کے سردار علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کے اہل بیت میں سے ہی بن گیا ہے۔ جو اس بلند سلسلے کے انتظام کا سبب اور نسبت نقشبندیہ کی جمعیت کا واسطہ اور ذریعہ ہو چکا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ ان بلاد میں یہ نسبت بہت ہی نادر و غریب ہے۔ اور اس نسبت والے ان ممالک میں بہت ہی کم ہیں۔ کیونکہ یہ اہل بیت کی نسبت ہے تو اس کا مربی اور اس کو تقویت دینے والا بھی اہل بیت سے ہی ہونا چاہیے۔ تاکہ اس دولت عظمیٰ کی تکمیل کسی اور کے ذمے نہ پڑے۔ تو جس طرح نسبت نقشبندیہ کی نعمت قصویٰ کا شکر فقراء پر لازم ہے۔ اس دولت کا شکر بھی ان پر ضروری ہے۔ انسان جس طرح جمعیت باطن کا محتاج ہے اسی طرح ظاہری جمعیت کا بھی محتاج ہے۔ بلکہ یہ محتاجی مقدم ہے۔ بلکہ انسان تمام مخلوق سے زیادہ محتاج ہے۔ اور اس کی یہ شدید محتاجی اس کی جامعیت کی بنا پر ہے۔ جو ضروریات ساری مخلوقات کو فرداً فرداً درکار ہیں تنہا انسان کو



Marfat.com

درکار ہیں۔ اور انسان جس جس شے کا محتاج ہے اس کے ساتھ اس کا تعلق بھی ضروری ہے۔ اس لحاظ سے اس کے تعلقات سب سے زیادہ ہیں۔ اور یہ تعلق جناب قدس خداوندی جل سلطانہ سے روگردانی کا سبب ہے۔ اس بنا پر تمام مخلوقات سے محروم ترین شے انسان ہی ہے ؎

پایہ آخر آدم است و آدمی! گشت محروم از مقام محرمی
گر نہ گردد باز مسکیں زیں سفر نیست از وے ہیچکس محروم تر

آخری مرتبہ انسان ہی کا ہے۔ لیکن آدمی حق تعالیٰ کے محرم راز ہونے کے مقام سے محروم ہو چکا ہے۔
یہ مسکین اگر سفر سے واپس نہ لوٹا اور محرم ہونے کے مقام کو نہ پایا تو پھر اس سے زیادہ کوئی محروم اور بدقسمت نہیں۔

حالانکہ تمام مخلوقات سے افضل ہونے کی علت بھی انسان کی یہی وصف جامعیت ہے۔ اسی بنا پر اس کا آئینہ سب سے زیادہ مکمل ہے۔ اور جو کچھ کائنات کے شیشوں میں فرداً فرداً ظاہر ہے وہ سب کچھ صرف ایک انسان کے آئینہ میں ظاہر ہے۔ تو اس لحاظ سے بہترین خلائق بھی انسان ہی ہے اور گزشتہ اعتبار سے بدترین مخلوق بھی انسان ہی ہے۔ اس لیے کہ نوع انسان سے حضرت محمد مصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات بھی ہیں اور ابوجہل علیہ اللعنۃ بھی۔ اور اس بات میں کچھ شک نہیں کہ توفیق خداوندی عز وجل سے ان فقراء کی جمعیت ظاہری کے کفیل آپ ہی ہیں۔ اور الولد سر لابیہ (بیٹا اپنے باپ کا راز ہوتا ہے) کے مطابق باطنی جمعیت کے کفیل ہونے کی مکمل امیدواری بھی آپ سے ہی ہے۔

اور چونکہ آپ کا صحیفۂ گرامی اور بلند مرتبہ عنایت نامہ ماہ رمضان المبارک میں وصول ہوا، دل سے میں گزرا کہ اس عظیم القدر مہینے کے فضائل و مناقب احاطہ تحریر میں لائے۔

جاننا چاہیے کہ ماہ رمضان شریف بہت فضیلت والا مہینہ ہے۔ نفلی عبادات، نماز، ذکر، صدقہ وغیرہ جو اس ماہ میں ادا ہوں دوسرے ایام کے فرائض کے برابر ہیں۔ اور اس مہینہ میں ایک فرض ادا کرنا دوسرے مہینوں میں ستر فرض ادا کرنے کے برابر ہے۔ جو شخص اس مہینہ میں کسی کا روزہ افطار کرائے اسے بخش دیا جاتا ہے اور اس کی گردن کو آتش دوزخ سے آزادی مل جاتی ہے اور اسے اس روزہ دار کا اجر و ثواب عطا ہوتا ہے، بغیر اس کے کہ خود اس روزہ دار کا ثواب کم ہو۔

اسی طرح جو شخص اس ماہ میں اپنے غلاموں اور نوکروں سے کام لینے میں تخفیف دے، اللہ



Marfat.com

سبحانہ وتعالیٰ اس کو بخش دیتا ہے اور اسے آتش دوزخ سے آزاد کر دیتا ہے۔ اور رمضان شریف کے مہینے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ ہر قیدی کو آزاد کر دیتے تھے اور جو چیز بھی کوئی آپ سے مانگتا اور سوال کرتا آپ اسے دیتے تھے۔ اگر کسی کو اس ماہ میں خیرات اور اعمال صالحہ کی توفیق مل گئی تو تمام سال اسے یہ توفیق ملی رہے گی۔ اور اگر یہ مہینہ تفرقہ اور پراگندگی میں گزرا تو سارا سال وہ تفرقے کا ہی شکار رہے گا۔ حتی المقدور جس قدر میسر آسکے اس ماہ میں جمعیت کے ساتھ کوشش کرنی چاہیے اور اس مہینہ کو غنیمت جاننا چاہیے۔

اس ماہ کی ہر رات میں ہزار شخص کو جو دوزخ کا مستحق ہوتا ہے آزادی ملتی ہے۔ اس مہینہ میں بہشت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیروں میں جکڑ کر ڈال دیتے ہیں اور رحمت کے دروازے کھول دیتے ہیں۔

افطار میں جلدی اور سحری کھانے میں دیر کرنا سنت ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس میں مبالغہ کرتے تھے اور اس پر زور دیتے تھے۔ شاید سحری میں تاخیر اور افطار میں جلدی کرنے میں اپنے عجز و محتاجی کا اظہار ہے جو مقام بندگی کے مناسب ہے۔

روزہ کھجور سے افطار کرنا سنت ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام افطار کے وقت یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

| | |
|---|---|
| ذَهَبَ الظَّمَاءُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ | پیاس چلی گئی، رگیں تر ہوگئیں اور اجر و ثواب |
| وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی | ان شاء اللہ تعالیٰ ثابت ہوگیا۔ |

ادائے تراویح اور ختم قرآن اس ماہ میں مؤکدہ سنتوں میں سے ہے اور بے شمار اچھے نتائج لاتا ہے۔ اللہ سبحانہ اپنے حبیب علیہ و علی آلہ الصلوات والتسلیمات و التحیات کی حرمت کے صدقے توفیق بخشے۔

آپ کی دردسری کے لیے دوسری بات یہ ہے کہ آپ کا عنایت نامہ عین رمضان شریف میں پہنچا۔ ورنہ حکم کی بجا آوری میں اپنے آپ کو معاف نہ کرتا۔ اس ماہ مذکور کے بعد بات کرنا غیب پر حکم لگانا ہے اور درازی امید سے خبر دیتا ہے۔ بالجملہ جو کچھ جناب کی مرضی ہو فقیر اس میں اپنے آپ کو معاف نہیں رکھے گا۔ کیونکہ آپ کے ظاہری اور باطنی حقوق ان فقراء پر ثابت ہیں۔ حضرت قبلہ گاہی (پیر و مرشد) قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ "شیخ جیو (شیخ فرید) کے حقوق تمام پر ثابت اور مقرر ہیں۔ اس جمعیت کے باعث وہی ہیں۔" حق سبحانہ وتعالیٰ ہمیشہ پسندیدہ اعمال کی توفیق سے سرفراز رکھے۔ نبی کریم اور آپ کی



Marfat.com

آل علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کی حرمت کے صدقے۔

اس سے زیادہ سراسر دردسری ہے۔

# مکتوب نمبر (۴۶)

یہ مکتوب بھی سیادت و بزرگی کے مالک شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ باری تعالیٰ و تقدس کا وجود یوں ہی اس کی وحدت، بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت، بلکہ وہ تمام چیزیں جنہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے پاس سے لے کر آئے سب کی سب بدیہی ہیں۔ دلیل اور فکر کی محتاج نہیں۔ علماء کرام نے ان مذکورہ معتقدات کے بدیہی ہونے پر بہت کچھ لکھا ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ آپ کو آپ کے آبائے کرام کے طریقہ پر قائم رکھے۔ آپ کے سب سے پہلے اور افضل باپ جناب نبی کریم پر اولاً اور باقی پر ثانیاً صلوٰۃ وسلام کا نزول ہو۔

باری تعالیٰ و تقدس کا وجود اسی طرح اس ذات سبحانہ کی وحدت بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت بلکہ وہ تمام چیزیں جو آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے سب بدیہی ہیں قوت مدرکہ کی آفات ردیہ اور امراض معنویہ سے محفوظ ہونے کی صورت میں کسی فکر و دلیل کی طرف محتاج نہیں۔ ان میں نظر و فکر کی ضرورت وجود مرض اور ثبوت آفت کے زمانہ تک ہے۔ مرض قلبی سے نجات اور پردہ بصری کے اٹھ جانے کے بعد یہ سب چیزیں بدیہی ہو جاتی ہیں جس طرح سفراوی مرض والا شخص جب تک مرض صفرا میں گرفتار رہے گا اور مصری کا میٹھا ہونا اس کے نزدیک محتاج دلیل ہے۔ لیکن اس مرض سے خلاصی پالینے کے بعد وہ دلیل کا کچھ محتاج نہیں رہتا۔ وہ احتیاج جس کا منشا وجود مرض ہے اس کی بداہت سے کوئی کلام نہیں۔ بھینگا بے چارہ جسے ایک شخص دو نظر آتے ہیں اور وہ ایک کو ایک نہیں جانتا متعذر ہے۔ بھینگے آدمی میں مرض کا پایا جانا وحدت شخص کو بداہت سے نہیں نکالتا۔ اور نظر و فکر کا محتاج نہیں بنا دیتا۔

اور یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ استدلال کی جولانگاہ بہت ہی تنگ ہے اور دلیل کے ذریعے یقین کا حاصل ہونا بہت دشوار ہے۔ لہٰذا ایمان سے تعلق رکھنے والے یقین کو حاصل کرنے کے لیے مرض قلبی کے ازالے کی فکر کرنا ضروری ہے۔ مرض صفرا میں مبتلا آدمی کے لیے مصری کے



Marfat.com

میٹھا ہونے پر دلیل قائم کرنے کی نسبت اس کے مٹھاس کا یقین حاصل کرنے کے لیے مرض صفراء کا ازالہ زیادہ ضروری ہے۔ دلیل سے کیا یقین حاصل ہوگا جبکہ اس کا وجدان اور ذوق مرض صفراء کے باعث مصری کے کڑوا ہونے کا فیصلہ کر رہا ہے۔

اسی طرح ہمارے اس مسئلہ میں نفس امارہ اپنی ذات کے لحاظ سے احکام شرعیہ کا منکر ہے اور اپنی آفت اور طبع کے باعث ان کی مخالفت پر کمربستہ ہے۔ لہذا دلیل پیش کرنے والے کے وجدان کے انکار کے ہوتے ہوئے ان احکام صادقہ شرعیہ کے بارے میں یقین کا حاصل ہو جانا بہت مشکل ہے۔ اس لیے سب سے پہلے نفس کا تزکیہ کرنا ضروری ہے۔ بغیر تزکیہ نفس دولت یقین کا میسر آنا دشوار ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا۔ — بیشک فلاح پا گیا وہ جس نے تزکیہ نفس کر لیا، اور نامراد ہو گیا وہ جس نے نفس کو برائیوں میں چھپا دیا۔

اس بحث سے واضح ہو گیا کہ اس عالب شریعت اور اس ظاہر و طاہر ملت کا منکر ویسا ہی ہے جیسا مصری کے مٹھاس کا منکر۔ ع

خورشید نہ مجرم ار کسے بینا نیست

سورج کا کیا جرم ہے اگر کوئی خود ہی نابینا ہو

تو سیر و سلوک اور تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب سے مقصود آفات معنوی اور امراض قلبی کا ازالہ ہے۔ جس کی طرف آیۃ کریمہ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ (ان کے دلوں میں مرض ہے) اشارہ کر رہی ہے۔ اصل بات یہی ہے کہ ازالہ امراض کے بعد ہی انسان حقیقت ایمان سے موصوف ہوتا ہے۔ آفات و امراض کی موجودگی میں جو ایمان ہے وہ صرف ظاہری ایمان ہے کیونکہ نفس امارہ کا وجدان و ذوق ایمان کے خلاف اور حقیقت کفر پر مُصر رہتا ہے۔ اس قسم کا ایمان اور اس قسم کی تصدیق محض ظاہری ہے اور مرض صفراء میں مبتلا شخص کی طرح ہے۔ جو قند و نبات کی حلاوت کا اقرار تو کرتا ہے لیکن اس کا وجدان اس کے اقرار کے خلاف ہوتا ہے۔ شکر کی حلاوت کا حقیقی یقین مرض صفراء کے زائل ہونے کے بعد ہی میسر آسکتا ہے۔ اس لیے نفس کے مطمئنہ ہو جانے اور تزکیہ کے بعد ہی حقیقت ایمان اپنی صورت دکھلاتی ہے اور اس وقت ہی ایمان وجدانی کیفیت کے سانچے میں ڈھلتا ہے۔ اور اس قسم کا ایمان زوال کے خطرہ سے محفوظ ہوتا ہے۔ اور آیت:



Marfat.com

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ سُن لو کہ جو اللہ کے ولی ہیں انہیں نہ کسی طرح کا خوف ہے اور نہ غم۔

انہیں کی شان پر صادق آتی ہے۔

اللہ سبحانہ ہمیں اس کامل اور حقیقی ایمان سے بحرمت نبی امی قرشی علیہ وعلی آلہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا مشرف ہوئے۔

# مکتوب نمبر (۴۷)

یہ مکتوب بھی سیادت پناہ شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا۔

پہلے زمانے کی شکایت کے سلسلے میں جب کہ کفار نے غلبہ حاصل کر لیا تھا اور اہل اسلام خوار اور بے اعتبار ہو چکے تھے۔ اور اس بات کی ترغیب میں کہ ابتدائے حکومت میں ہی اگر دین کی ترویج و اشاعت میسر آجائے تو بہتر ہے تاکہ ایسا نہ ہو جائے کہ کوئی گمراہ اور گمراہ کنندہ درمیان میں آکودے اور کارخانہ اہل اسلام کو درہم برہم کردے۔ جیسا کہ اس سے قبل ہو چکا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے آبائے کرام کے طریقہ پر ثابت رکھے۔ ان آبائے کرام میں سب سے افضل سردار دو جہان پر پہلے اور باقی پر بعد میں صلوٰۃ وسلام اور تحیہ کا نزول دوروں ہوتا رہے۔

بادشاہ جہان کے لیے اس طرح ہے جس طرح دل بدن کے لیے۔ اگر دل ٹھیک ہے تو بدن ٹھیک ہے۔ اور اگر دل خراب ہے تو سارا بدن خرابی کا شکار ہوگا۔ بادشاہ کی درستی جہان کی درستی ہے اور بادشاہ کا خراب ہونا ملک کو خرابی میں ڈال دیتا ہے۔

آپ جانتے ہوں گے کہ گزشتہ زمانے میں اہل اسلام کے سروں پر کیا کچھ گزر چکا ہے۔ ابتدائے اسلام کے وقت جب کہ مسلمان تعداد میں بہت تھوڑے تھے اس وقت بھی اہل اسلام کی کس مپرسی اس حد کو نہیں پہنچی تھی۔ کیونکہ مسلمان اپنے دین پر قائم تھے اور کفار اپنے طریقہ پر۔ آیت کریمہ:

لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝ تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین۔

اسی معنی کو بیان کرتی ہے۔

اس سے قبل کفار علانیہ غلبہ اور زبردستی کے ساتھ دار اسلام میں کفر کے احکام جاری کرتے رہے ہیں۔ اور مسلمان اسلامی احکام کے اظہار سے عاجز اور بے بس تھے۔ اگر مسلمان ایسا کرنے کی جرأت کرتے



Marfat.com

تھے تو قتل کر دیے جاتے۔

ہائے ہلاکت! ہائے مصیبت!! ہائے افسوس اور غم، محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جو رب العالمین کے محبوب ہیں ان کے ماننے والے تو ذلیل وخوار ہوں لیکن آپ کے منکروں کی عزت اور ان کا لحاظ ہو۔

مسلمان زخمی دلوں کے ساتھ اسلام کے ماتم میں تھے۔ اور معاند اور مخالف لوگ تمسخر اور استہزاء کے ذریعہ ان کے زخموں پر نمک پاشی کرتے تھے۔ ہدایت کا آفتاب گمراہی کے پردوں میں روپوش ہو چکا تھا، اور حق کا نور باطل کے حجابات میں ایک طرف الگ ہو کر رہ گیا تھا۔

آج جبکہ دولت ونعمت اسلام کے آگے رکاوٹوں کے زوال کی خوشخبری اور اسلامی بادشاہ کے بیٹھنے کی بشارت خاص وعام کے کانوں تک پہنچ چکی ہے، اہل اسلام اپنے اوپر لازم کریں کہ بادشاہ کے ممد ومعاون بنیں۔ اور ترویج شریعت اور تقویت دولت اسلام کی طرف رہنمائی کریں۔ یہ امداد وتقویت خواہ زبان سے میسر آئے خواہ ہاتھ سے۔ نعمت اسلام کی سب سے اولیں مدد یہ ہے کہ مسائل شرعیہ کی وضاحت کی جائے۔ اور کتاب وسنت اور اجماع کے عقائد کلامی کا اظہار کیا جائے تاکہ کوئی بدعتی اور گمراہ درمیان میں پڑ کر راستہ نہ روک دے اور کام کو خرابی اور فساد میں نہ ڈال دے۔ اس قسم کی امداد علمائے حق کے ساتھ مخصوص ہے جن کا رجحان آخرت کی طرف ہے۔ دنیا پرست علماء جن کا مقصود کمینی دنیا ہے ان کی صحبت زہر قاتل ہے اور ان کی بدی کا فساد دوسروں کو بھی لپیٹ میں لیے ہوئے ہے ؎

عالم کہ کامرانی وتن پروری کند　　او خود گم است کرا رہبری کند

جو عالم اپنے مقصود کی پوجا اور تن پروری میں مصروف ہو وہ خود گم کردہ راہ ہے۔
دوسرے کی کیا راہبری کرے گا۔

زمانہ ماضی میں جو بلا وآفت بھی اسلام کے سر پر ٹوٹی وہ انہیں علماء سوء کی شومی کی بدولت تھی۔ بادشاہوں کو یہی علماء سوء راہ راست سے بھٹکاتے ہیں۔ بہتر فرقے جو گمراہی کی راہ اختیار کر چکے ہیں ان کے مقتدا یہی علماء سوء ہیں۔ علماء کے ماسوا گمراہوں کی گمراہی دوسروں تک کم ہی تجاوز کرتی ہے۔ ظاہری لحاظ سے ہر قسم کی مدد کی استطاعت رکھنے کے باوجود جو شخص خدمت اسلام میں کوتاہی کرے اور اس کوتاہی کے سبب کارخانہ اسلام میں فتور اور خلل واقع ہو تو ایسا شخص لائق عتاب ہے۔ اسی بنا پر یہ حقیر کم مایہ بھی چاہتا ہے کہ اپنے آپ کو اسلام کی معاونت کرنے والی جماعت میں شامل دے



Marfat.com

اور حسب استطاعت اپنے ہاتھ پاؤں کو حرکت دے۔ اور مطابق:

مَنْ كَثَّرَ سَوَادَ قَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ۔ جو شخص کسی جماعت کے زیادہ ہونے کا باعث بنتا ہے وہ انہیں میں شمار ہوتا ہے۔

احتمال ہے کہ اس بے استطاعت کو بھی اس عزت والی جماعت میں داخل کریں۔ اپنے آپ کو اس بڑھیا کی طرح تصور کرتا ہے جو سوت کی چند تاریں تیار کر کے لائی اور اپنے آپ کو حضرت یوسف علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خریداروں میں شامل کر لیا تھا۔

امید ہے کہ اس نزدیکی میں ان شاء اللہ العزیز شرف حضور سے مشرف ہوگا۔ آپ کی بزرگ جناب سے توقع ہے کہ جب آپ کو مکمل طور پر بادشاہ کا قرب اور اس کی استطاعت میسر ہے تو خلوت و جلوت میں شریعت محمدی علیہ و علیٰ آلہ من الصلوات افضلہا و من التسلیمات اکملہا کی پوری کوشش کریں گے اور مسلمانوں کو ذلت و خواری سے باہر نکالیں گے۔

اس رقعہ نیاز کا حامل مولانا حامد کا سرکار اقبال آثار سے وظیفہ مقرر ہے۔ گزشتہ سال اس نے حاضر ہو کر حاصل کر لیا تھا۔ اس سال بھی امید لے کر آیا ہے۔ حقیقی اور مجازی دولت میسر اور نصیب ہو۔

# مکتوب نمبر (۴۸)

یہ مکتوب بھی سیادت و بزرگی کے مالک شیخ فرید بخاری کی طرف صادر فرمایا

علماء کرام اور دینی طلبہ کی عظمت نگاہ رکھنے کی ترغیب کے بیان میں جو شریعت کے حامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ سبحانہ آپ کو بحرمت سید انبیاء علیہ علیہم الصلوات والتسلیمات دشمنوں پر غلبہ و نصرت عطا فرمائے۔

مرحمت نامہ گرامی جس سے فقراء کو نوازا تھا فقیر اس کے مطالعہ سے مشرف ہوا۔ آپ نے مولانا محمد قلیچ موفق کے خط میں لکھا تھا کہ کچھ خرچ طالب علموں اور صوفیوں کے لیے روانہ کر دیا گیا ہے۔ آپ نے جو دینی طلبہ کا ذکر خط میں صوفیوں سے پہلے کیا نظر ہمت میں بہت ہی اچھا لگا۔ مطابق الظاهر عنوان الباطن (ظاہر باطن کا عنوان ہے) امید ہے کہ آپ کے باطن شریف میں بھی اس بزرگ جماعت کی تقدیم



Marfat.com

پیدا ہو چکی ہو گی۔

کل اناء یترشح بما فیہ۔ ہر برتن سے وہی کچھ نمودار ہوتا ہے جو اس میں موجود ہوتا ہے۔

ع از کوزہ ہماں تراود کہ دروست

کوزے سے وہی چیز ٹپکتی ہے جو اس میں ہوتی ہے۔

طالب علموں کو مقدم کرنے میں شریعت کی ترویج ہے یہی لوگ شریعت کے حامل ہیں۔ ملت مصطفویہ علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات ان ہی سے قائم ہے۔ کل قیامت کو شریعت کے بارے میں سوال کریں گے تصوف کے متعلق نہیں پوچھیں گے۔ جنت میں داخلہ اور دوزخ سے بچنا شریعت پر عمل کرنے سے ہوگا۔ انبیاء کرام صلوات اللہ تعالیٰ وتسلیماتہ علیہم جو افضل اور بہترین کائنات ہیں انہوں نے شریعت کی ہی لوگوں کو دعوت دی ہے۔ اور نجات بھی اس شریعت پر ہی موقوف ہے۔ اور ان اکابر انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کی بعثت اور تشریف آوری سے مقصود بھی تبلیغ شرائع ہے۔ لہٰذا اعلیٰ ترین نیکی یہ ہے کہ شریعت کی ترویج میں سعی اور کوشش کی جائے۔ اور احکام شرع میں ایک حکم کو جاری اور زندہ کرنا خصوصاً ایسے وقت میں جبکہ اسلامی شعائر مٹائے جا رہے ہوں، خدائے تعالیٰ عزوجل کے راہ میں کروڑہا روپیہ خیرات کر دینا بھی اس کے برابر نہیں جس طرح مسائل شرعیہ میں سے ایک مسئلے کو رواج دینا۔ کیونکہ اس فعل میں انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کی اقتداء ہے جو تمام مخلوقات سے افضل واعلیٰ ہیں۔ اور یہ بات طے شدہ ہے کہ اعلیٰ درجہ کی نیکیاں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو نصیب ہوتی ہیں۔ اور کروڑوں روپے خرچ کرنا تو غیر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی میسر آ جاتا ہے۔ پھر شریعت مطہرہ کی پیروی میں نفس کی پوری مخالفت ہے۔ اور نفس کی سرشت شرع شریف کی مخالفت پر ہے۔ اور مال خرچ کرنے میں بعض اوقات نفس موافق بھی ہوتا ہے۔ ہاں مال خرچ کرنا تائید و تقویت شرع اور ترویج ملت اسلام کی خاطر ہونا چاہیے۔ اور یہ بلند ترین درجہ ہے۔ اور ایک کوڑی اس نیت سے خرچ کرنا اس کے ماسوا میں لاکھوں روپے خرچ کرنے کے برابر ہے۔

یہاں کوئی شخص یہ سوال نہ کرے کہ غیر حق تعالیٰ میں گرفتار طالب علم اس صوفی سے کیسے بہتر ہو سکتا ہے جو غیر حق کی گرفتاری سے آزاد ہو چکا ہے۔ کیونکہ ہم اس کا جواب یہ دیں گے کہ سائل بات کی تہ تک نہیں پہنچا۔ طالب علم غیر حق میں گرفتاری کے باوجود مخلوقات کی نجات کا سبب اور ذریعہ ہے کیونکہ



Marfat.com

احکام شرع کی تبلیغ اسے میسر ہے۔ اگرچہ خود اس سے فائدہ نہیں اٹھا رہا۔ اور صوفی اپنے آپ کو عجب خوش سے آزاد کر لینے کے باوجود خوارق کی نجات سے کوئی سروکار نہیں رکھتا۔ وہ شخص جو نیت سے لوگوں کی نجات اور خلاصی کا سبب ہو اس کا اس شخص سے بہتر اور افضل ہونا بالکل واضح ہے۔ جو صرف اپنی نجات کے سامان میں ہی مصروف ہو۔

ہاں وہ صوفی جس کو فنا اور بقا اور سیر عن اللہ اور سیر باللہ کے بعد عالم کی طرف لایا گیا ہو اور مخلوق کو راہ راست کی طرف لانے کا فریضہ اسے تفویض کیا گیا ہو وہ مقام نبوت سے حصہ پا چکا ہے۔ ایسا صوفی مبلغین شریعت میں داخل ہے اور علماء شریعت کا ہی حکم رکھتا ہے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ
یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

# مکتوب نمبر (۴۹)

یہ مکتوب بھی سیادت پناہ شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا۔
ان دو نعمتوں کو جمع کرنے میں کہ ظاہر کو احکام شرع سے آراستہ کیا جائے۔ اور باطن کو حق سبحانہٗ کے ماسوا سے آزاد کیا جائے۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ دولت ظاہری اور سعادت معنوی سے سرفراز فرمائے۔

ظاہری دولت درحقیقت یہ ہے کہ انسان کا ظاہر احکام شرعیہ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ سے آراستہ ہو۔ اور معنوی سعادت یہ ہے کہ بندے کا باطن حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے ماسوا کی گرفتاری سے نجات یافتہ ہو۔ دیکھیے کس صاحب نصیب کو ان دونوں نعمتوں سے سرفراز کرتے ہیں۔ ع

کار این ست وغیر ایں ہمہ ہیچ
اصل کام یہی ہے۔ اس کے سوا سب کچھ ہیچ ہے۔

زیادہ گفتگو دردسری ہے۔ والسلام۔



Marfat.com

# مکتوب نمبر (۵۰)

یہ مکتوب بھی سیادت پناہ شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا۔
دنیا کمینی کی مذمت کے بیان میں۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ اپنے ماسوٰی کی گرفتاری سے آزادی عطا کرے اور مکمل طور پر اپنی ذات کا گرفتار بنائے، اس سید بشر نبی کی حرمت سے جو غیر حق کی طرف نظر اٹھانے کی کجی سے آزاد تھے علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات۔

دنیا بظاہر شیریں ہے اور صورت میں تر و تازہ دکھائی دیتی ہے لیکن حقیقت میں زہر قاتل اور بے کار سامان ہے اور اس میں گرفتاری بے فائدہ بات ہے۔ دنیا کی نظر میں مقبول درحقیقت خوار ہے اور اس پر فریفتہ ہونے والا دیوانہ ہے۔ یہ سونا چڑھائی ہوئی نجاست کی طرح اور شکر ملے ہوئے زہر کی مانند ہے۔ عقلمند وہ ہے جو اس بے رونق سامان پر فریفتہ نہ ہو اور اس خراب سامان میں گرفتار نہ ہو۔ علماء فرماتے ہیں کہ اگر ایک شخص وصیت کر گیا کہ میرا مال صاحب عقل کو دینا، تو اس وقت کے زاہد کو دینا چاہیے جو دنیا سے بے رغبت ہے۔ اس کی یہ بے رغبتی اس کی کمال زیرکی کے باعث ہے۔ اس سے زیادہ فضول گوئی میں داخل ہے۔

دوسری تکلیف یہ دی جاتی ہے کہ فضائل مآب شیخ زکریا اس عمر اور اس سال میں ملازمت تحصیلداری میں گرفتار ہے۔ اس گرفتاری کے باوجود ہر وقت دنیوی محاسبے کو بہ نسبت اُخروی محاسبے کے بہت آسان جانتا ہے اور اُخروی محاسبے سے ہر وقت ہراساں رہتا ہے۔ اس عالم اسباب میں وسیلہ عظمیٰ آپ کی توجہ شریف کو ہی جانتا ہے اور اس بات کا امیدوار ہے کہ نئے کاغذات میں بھی اس کا نام درج کر لیا جائے گا۔ کیونکہ شیخ مذکور آپ کی درگاہ عالی کے خادموں میں سے ہے۔ ؎

تو مرا دل دہ و دلیری بیں	روبہ خویشتن خوان و شیری بیں

آپ مجھے دل عطا کریں پھر دلیری دیکھیں۔ مجھے اپنی لومڑی کہہ کر پکاریں اور پھر بہادری شیری دیکھیں

بحرمت نبی امی اور بحرمت آپ کی آل بزرگ کے علیہ وعلیہم من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا آپ کو ظاہری و باطنی دولت و نعمت حاصل ہو۔



Marfat.com

# مکتوب نمبر (۵۱)

یہ مکتوب بھی سیادت پناہ شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا۔

روشن شریعت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی ترویج و اشاعت کی ترغیب کے بیان میں

حق سبحانہ وتعالیٰ سے درخواست ہے کہ خلاصہ بزرگان عظام کے وجود مبارک کے وسیلہ سے روشن شریعت کے ارکان اور پرنور ملت اسلام کے احکام قوت پکڑیں اور رواج پذیر ہوں۔ ع

کار این ست وغیر ایں ہمہ ہیچ

اصل کام یہی ہے۔ اس کے سوا سب کچھ ہیچ ہے۔

آج غرباء اہل اسلام کو اس طرح کے گرداب ضلالت میں نجات کی امید بھی اہل بیت خیر البشر علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوات اتمہا ومن التحیات والتسلیمات اکملہا کے سفینہ سے ہی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

| | |
|---|---|
| مَثَلُ اَهْلِ بَيْتِي كَمَثَلِ سَفِيْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا هَلَكَ۔[1] | میرے اہل بیت کا حال کشتی نوح کی طرح ہے۔ جو شخص اس میں آگیا نجات پاگیا اور جو اس سے پیچھے ہٹ گیا ہلاک ہوگیا۔ |

اپنی بلند ہمت کو مکمل طور پر اس بات پر لگادیں کہ اس سعادت عظمیٰ کو حاصل کرلیں۔ اللہ سبحانہ کی عنایت و مہربانی سے جاہ و جلال عظمت و شوکت سب کچھ آپ کو حاصل ہے۔ ذاتی شرافت کے ساتھ ترویج شریعت کی سعادت بھی اگر مل جائے تو سبقت کا گیند سعادت کی چوگان کے ساتھ آپ سب سے آگے لے جاسکتے ہیں۔ یہ حقیر تائید و ترویج شریعت حقہ کی خاطر اس طرح کی باتیں ظاہر کرنے کے ارادے سے آپ کی خدمت شریف کی طرف متوجہ ہوا ہے۔

رمضان شریف کا چاند دہلی میں دیکھا۔ حضرت والدہ بزرگوار کی مرضی یوں محسوس کی کہ میں رک جاؤں۔ اس ضرورت کے تحت پورا قرآن مجید سن لینے تک رک جانے کا پروگرام بنانا پڑا۔ ہر کام اللہ سبحانہ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ آپ کو سعادت دارین نصیب ہو۔

---

[1] مشکوٰۃ، بروایت ابو ذر غفاری۔ و مسند احمد و بزار بروایت ابن عباس و ابن الزبیر۔ اور حاکم از ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔



Marfat.com

# مکتوب نمبر (۵۲)

یہ مکتوب بھی سیادت پناہ شیخ فرید کی طرف صادر ہوا۔

نفس امارہ کی مذمت اور اس کی مرض ذاتی اور اس مرض کے ازالے کے علاج کے بیان میں

آپ کا رحمت نامہ گرامی جس سے از روئے شفقت و مہربانی آپ نے اس مخلص دعا گو کو ممتاز و مشرف فرمایا تھا بندہ اس کے مضمون کے مطالعہ سے مشرف ہوا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کے اجر و ثواب کو عظیم کرے۔ آپ کی قدر و منزلت بلند کرے، آپ کو شرح صدر نصیب فرمائے، اور آپ کے کام آسان کرے آپ کے جد امجد کی حرمت سے علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا۔ اللہم سب کو ظاہراً باطناً ان کی متابعت پر ثابت وقائم رکھے۔ اور اس دعا پر آمین کہنے والے پر رحم فرمائے۔

دوسری بات یہ ہے کہ بُرے دوست اور بد خو ہمنشین (نفس) کی شکایت کے طور پر چند فقرے لکھ کر روانہ کیے جا رہے ہیں۔ امید ہے کہ قبول کر لینے والے کانوں سے ان کو سنیں گے۔

مخدوما مکرما! انسان کا نفس امارہ جاہ اور سرداری کی محبت پر پیدا کیا گیا ہے اس کا ارادہ ہمیشہ یہ ہوتا ہے کہ اپنے اقران اور ہمعصر لوگوں پر بلندی اور فوقیت حاصل کرے۔ اور اس کی ذات کا تقاضا یہ ہے کہ ساری مخلوق اس کی محتاج ہو اور اس کے احکام کی اطاعت اور پیروی کرے، اور وہ خود کسی کا محتاج نہ ہو اور نہ اس پر کوئی حکم چلائے۔ یہ دراصل اس کی طرف سے دعویٰ خدائی ہے، اور وحدہٗ لا شریک ذات جل سلطانہٗ کے ساتھ دعویٰ ہمسری ہے۔ بلکہ یہ بے سعادت نفس شرکت پر بھی راضی نہیں۔ یہ چاہتا ہے کہ صرف وہی حاکم ہو اور باقی سب اس کے محکوم و تابع ہوں۔ حدیث قدسی[1] میں آچکا ہے:

عَادِ نَفْسَكَ فَإِنَّهَا انْتَصَبَتْ بِمُعَادَاتِي — اپنے نفس سے عداوت رکھ، کیونکہ یہ میری دشمنی پر کمر بستہ ہے۔

تو اپنے نفس کی پرورش کرنا، اس کی مرادیں حاصل کرنا، مرتبہ، سرداری، بڑائی اور تکبر وغیرہ فراہم کرنا، دراصل اللہ تعالیٰ کے دشمن کی امداد کرنا اور اس کو تقویت پہنچانا ہے۔ اس کی قباحت اور برائی اچھی طرح محسوس کرنی چاہیے۔ حدیث قدسی میں وارد ہے:

اَلْكِبْرِيَاءُ رِدَائِيْ وَالْعَظَمَةُ إِزَارِيْ — بڑائی میری چادر ہے، اور عظمت اور بلند قدری

[1] یہ الفاظ دراصل حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلمات قدسیہ میں سے ہیں۔



Marfat.com

فَمَنْ نَازَعَنِیْ فِیْ شَیْءٍ مِّنْهُمَا اَدْخَلْتُهٗ فِی النَّارِ وَلَا اُبَالِیْ۔[۱] میری شہود ہے۔ تو جو شخص ان دونوں میں سے کسی کے بارے میں بھی مجھ سے جھگڑے گا (لینے کی کوشش کرے گا) میں اسے آگ میں داخل کروں گا اور مجھے کچھ پرواہ نہیں

کمینی اور خسیس دنیا حق سبحانہ کے نزدیک اس بنا پر ملعون اور مبغوض ہے کہ دنیا کا حصول نفس کی مرادیں حاصل ہونے میں اس کا ممد و معاون ہے۔ تو جو دشمن خدا کی مدد کرے وہ لعنت کا سزاوار ہے اور فقر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فخر ہے کیونکہ فقر میں نفس کی بے نامرادی ہے اور یہ اسے عاجز و بے بس کرتا ہے۔

انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کو بھیجنے سے مقصود اور احکام شرعیہ کا مکلف بنانے میں حکمت اس نفس امارہ کو عاجز اور خراب کرنا ہے۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شریعتیں نفسانی خواہشات کو دور اور زائل کرنے کے لیے وارد ہوئی ہیں جس قدر شریعت کے تقاضوں کے مطابق عمل ہو گا اسی قدر نفسانی خواہشات زوال پذیر ہوں گی۔ لہٰذا احکام شرعیہ میں سے ایک حکم کو بجا لانا خواہش نفسانی کو زائل کرنے میں ان ہزار سالہ ریاضتوں اور مجاہدوں سے بہتر ہے جو اپنے طور پر کیے جائیں۔ بلکہ یہ ریاضتیں اور مجاہدے جو روشن شرع کے مطابق واقع نہیں ہوئے نفسانی خواہشات کے موید بنتے ہیں اور ان کو تقویت پہنچاتے ہیں۔ برہمنوں اور جوگیوں نے بھی ریاضتوں اور مجاہدوں میں کمی اور کوتاہی نہیں کی لیکن یہ سب کچھ ان کے لیے کچھ بھی سود مند ثابت نہ ہوا۔ اور نہیں ان سے نفس کی تقویت و تربیت کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔

مثال کے طور پر ایک دام ادائے زکوٰۃ کے طور پر جس کا شریعت نے حکم دیا ہے نفس کی خواہشات کی ویرانی میں بے حکم شرع ہزار دینار صرف کرنے سے زیادہ فائدہ مند ہے۔ اور شریعت کے حکم کے مطابق عید الفطر کے دن کھانا کھانا خواہش نفس کو زائل کرنے میں اپنے طور پر کئی سال روزے رکھنے سے زیادہ نفع دیتا ہے۔ اور فجر کی دو رکعت فرض نماز باجماعت ادا کرنا جو سنت ہے اس سے کئی مراتب بہتر ہے کہ انسان ساری رات نفل پڑھنے میں گزارے اور فجر کی نماز جماعت سے ادا نہ کرے۔

مختصر یہ کہ جب تک نفس کا تزکیہ نہ ہو وہ اپنے آپ کو بزرگ جاننے کے مالیخولیا کی خباثت سے نکل نہیں سکتا۔ اور ایسی صورت میں نجات ناممکن ہے۔ اس مرض کے ازالے کی فکر بہت ضروری

[۱] مشکوٰۃ شریف بحوالہ مسلم۔



Marfat.com

ہے تاکہ ایسا نہ ہو جائے کہ یہ مرض موت ابدی (آخرت میں نجات سے محرومی) کی نیند سلا دے۔

کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ جو اندرونی اور بیرونی خداؤں کی نفی اور انہیں مٹانے کے لیے وضع کیا گیا ہے نفس کے تزکیے اور اس کی تطہیر کے لیے بہت ہی نافع اور مناسب ہے۔ اکابر طریقت قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم نے تزکیہ نفس کے لیے اسی کلمہ طیبہ کو اختیار فرمایا ہے ؎

تا بجاروب لا نروبی راہ          نرسی در سرائے اِلَّا اللّٰہ

یعنی جب تک تم لا کے جھاڑو سے راستہ صاف نہیں کرو گے اِلَّا اللّٰہ کی سرا میں قدم نہیں رکھ سکتے۔

چونکہ نفس سرکشی کے مقام میں رہتا ہے اور عہد توڑنے میں چست ہے اس لیے اس کلمہ طیبہ کے بار بار تکرار سے ایمان کی تجدید کرتے رہنا چاہیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

جَدِّدُوْا اِیْمَانَکُمْ بِقَوْلِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ[1]          کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سے اپنے ایمان کی تجدید کرتے رہو۔

بلکہ ہر وقت اس کلمہ طیبہ کا تکرار رہنا چاہیے۔ کیونکہ نفس امارہ ہر وقت خباثت کرنے پر تلا رہتا ہے حدیث شریف[2] میں اس کلمہ مبارکہ کے فضائل میں وارد ہوا ہے کہ اگر تمام آسمانوں اور تمام زمینوں کو ایک پلہ میں رکھیں اور اس کلمہ کو دوسرے پلہ میں تو اس کا پلہ دوسرے پلہ پر غالب رہے گا۔

سلامتی کا نزول ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اور حضرت محمد مصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی متابعت کو اپنا شعار بنائے اور اپنے اوپر لازم جانے۔

# مکتوب نمبر (۵۳)

یہ مکتوب بھی سیادت انتساب شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا

اس بیان میں کہ علمائے سوء کا اختلاف جہان کی بربادی کا باعث ہے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے آباء کرام کے راستہ پر قائم اور ثابت رکھے۔

---

[1] احمد و طبرانی بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

[2] یہ حدیث ابن حبان اور نسائی میں بروایت حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مسند بزار میں بروایت حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما موجود ہے۔



Marfat.com

یہ بات سننے میں آئی ہے کہ بادشاہِ اسلام نے دینداری اور فطرت کی خوبی کے باعث جو ان میں پائی جاتی ہے آپ کو حکم دیا ہے کہ چار دیندار علماء مہیا کریں، جو ہر وقت دربار شاہی میں حاضر رہیں، اور احکام شرعی بیان کرتے رہیں، تاکہ کوئی امر خلاف شرع واقع نہ ہو۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سُبْحَانَہٗ عَلٰی ذٰلِکَ ۔ مسلمانوں کے لیے اس سے بہتر کیا خوشخبری ہو سکتی ہے، اور ماتم زدوں کو اس سے اچھی کیا بشارت ہو سکتی ہے۔ لیکن چونکہ یہ حقیر اسی غرض کے لیے آپ کی خدمت عالی کی طرف متوجہ ہے، جیسا کہ اس کا متعدد بار اظہار کر چکا ہے۔ ضرورت کے مطابق اس بارے میں بھی کچھ کہنے اور لکھنے میں اپنے آپ کو کوتاہی میں نہیں ڈالے گا۔ امید ہے کہ بوجھ محسوس نہیں کریں گے۔

غرض مند دیوانہ ہوتا ہے، چنانچہ عرض کرتا ہے کہ دیندار علماء بلاشبہ بہت کم ہیں جن کے دلوں سے مرتبہ اور سرداری کی محبت نکل چکی ہو، اور جن کا مطلب و مدعا اس کے سوا کچھ نہ ہو کہ شریعت کی ترویج اور ملتِ اسلام کی تائید و تقویت ہو۔ طلب جاہ کی صورت میں ان علماء میں سے ہر ایک الگ الگ پہلو اختیار کرے گا اور اپنی فضیلت اور بزرگی کا اظہار کرے گا۔ اور اختلافی باتیں درمیان میں لائے گا، اور اس روش کو بادشاہ کی نزدیکی کا ذریعہ بنائے گا۔ اس صورت میں تبلیغ دین کی مہم ابتری اور خرابی کا شکار ہو گی۔ گزشتہ زمانے میں بھی علماء کے اختلافات عالم اسلام کو بلا اور فتنے میں مبتلا کر چکے ہیں۔ ایسی ہی صورت اب بھی درپیش آ سکتی ہے۔ اس طرح دین کی ترویج کیا ہو گی، اُلٹی دین کی تخریب ہو گی۔ اللہ سبحانہٗ کی اس سے پناہ، اور علماءِ سوء کے فتنے سے بھی خدا کی پناہ۔ اس غرض کے لیے اگر ایک عالم کو منتخب کریں تو بہتر ہو گا۔ اگر علمائے آخرت میں سے کوئی میسر آ جائے تو یہ کتنی بڑی سعادت ہو گی کیونکہ ایسے عالم کی صحبت کبریتِ احمر ہے۔ اور اگر ایسا نیک پرہیزگار عالم نہ مل سکے تو صحیح سوچ بچار کے بعد اسی جنس میں سے سب سے بہتر کا انتخاب کر لیں۔ اگر ایک چیز مکمل طور پر میسر نہ آ سکے تو اسے بالکل ہی ترک نہیں چھوڑ دینا چاہیے۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا لکھوں۔ جس طرح لوگوں کی نجات علماء کے وجود سے وابستہ ہے، لوگوں کی بربادی کا باعث بھی یہی علماء ہی ہیں۔ بہترین مخلوق بھی علماء ہی ہیں اور بدترین مخلوق بھی علماء ہی ہیں۔ لوگوں کی ہدایت اور ان کی گمراہی انہیں سے وابستہ ہے۔

کسی بزرگ نے ابلیس لعین کو دیکھا کہ فارغ اور بے کار بیٹھا ہے۔ اس کا راز دریافت کیا، تو ابلیس نے بتایا کہ اس وقت کے علماء ہمارے کام کو انجام دے رہے ہیں اور بہکانے اور گمراہ کرنے کے لیے کافی ہیں۔ (مجھے تگ و دو کرنے کی ضرورت نہیں) ۔



Marfat.com

عالمے کہ کامرانی و تن پروری کند
او خویشتن گم است کرا رہبری کند

جو عالم غرض پرستی اور تن پروری کرے، وہ خود ہی گم کردہ راہ ہے، دوسرے کی رہبری کیا کرے گا؟

غرض یہ ہے کہ اس معاملہ میں فکر صحیح اور سچے غور کو ملحوظ رکھ کر اقدام کریں۔ جب بات ہاتھ سے نکل جاتی ہے تو پھر اس کا کچھ علاج نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ آپ جیسے دانا اور زیرک لوگوں کے سامنے ایسی باتوں کے اظہار میں شرم بھی آتی ہے لیکن اس مقصد کو اپنی سعادت کا ذریعہ اور موجب خیال کرتے ہوئے آپ کو تکلیف دینے کا باعث بنا ہے۔

# مکتوب نمبر (۵۴)

یہ مکتوب بھی سیادت و بزرگی کے مالک شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا

اس بیان میں کہ بدعتی کی صحبت سے بچنا لازم و ضروری ہے۔ بدعتی کی صحبت کا نقصان کافر کی صحبت کے نقصان سے بھی زیادہ ہے۔ اور بدعتی فرقوں میں سب سے بدترین فرقہ شیعہ شنیعہ ہے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

اللہ تعالیٰ تمہیں اجر عظیم عطا کرے۔ تمہاری قدر اور منزلت بلند کرے اور تمہارے کام آسان کرے، بحرمت سید البشر، جو نظر کی کجی سے پاک و منزہ تھے۔ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُهَا۔

مَنْ لَا یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ۔[1] جو شخص لوگوں کا شکر گزار نہیں ہوتا وہ خدا تعالیٰ کا شکر بھی نہیں کرتا۔

تو ہم فقیروں پر آپ کے احسانات کا شکر لازم ہے۔ اول اول ہمارے خواجہ حضرت پیر دستگیر خواجہ محمد الباقی قدس سرہٗ کی ظاہر دل جمعی کا سبب آپ ہی بنے تھے۔ آپ کے طفیل اس جمعیت میں ہم لوگ حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی طلب میں مصروف رہے اور اس کا وافر حصہ ہم لوگوں نے حاصل کر لیا۔

---

[1] ترمذی شریف، ابواب البر والصلۃ، بروایت سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہ حدیث درجہ حسن میں ہے۔



Marfat.com

پھر دوبارہ مطابق کُبِّرْتُ بِمَوْتِ الْکُبَرَاءِ (بڑوں کے فوت ہوجانے کے باعث مجھے بڑا بنا دیا گیا) جب نوبت اس طبقہ تک آپہنچی تو فقراء کے جمع ہونے کا ذریعہ اور طالبان حق کے انتظام کا باعث بھی آپ ہی ہیں۔ جزاکم اللہ سبحانہ عنا خیر الجزاء ؎

گر بر تنِ من زباں شود ہر موی      یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد

اگر میرے جسم کا ہر بال زبان بن جائے تو میں ہزار میں سے آپ کا ایک شکر بھی ادا نہیں کر سکتا۔

میری یہ آرزو ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ آپ کو دنیا و آخرت میں آپ کے جد مکرم سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ وعلیہم من الصلوات والتسلیمات کے طفیل ہر نامناسب بات سے محفوظ رکھے۔

یہ فقیر آپ کی صحبت گرامی سے دور پڑا ہوا ہے۔ مجھے علم نہیں کہ آپ کی مجلس شریف میں کس قسم کے لوگ آتے جاتے ہیں۔ اور خلوت وجلوت میں آپ کے مونس کیسے لوگ ہیں ؎

خوابم بشد از دیدہ دریں فکر جگر سوز

کآغوش کہ شد منزل و آسائش خوابت

جگر کو جلا دینے والے اس فکر سے میری آنکھوں سے نیند اڑ گئی ہے۔ کہ کس شخص کی آغوش آپ کی منزل اور آپ کی نیند کی آرام گاہ بنی ہوئی ہے۔

اس بات پر یقین رکھیں کہ بدعتی کی صحبت کی خرابی کافر کی صحبت کی خرابی اور نقصان سے زیادہ ہے۔ اور تمام بدعتی فرقوں میں سے بدترین وہ گروہ ہے جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بغض وعناد رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں خود اس گروہ کو کفار کے نام سے یاد کرتا ہے:

لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ۔      اللہ تعالیٰ غصے میں مبتلا کرتا ہے صحابہ کرام کو دیکھنے سے کفار کو۔

قرآن مجید اور شریعت مطہرہ کی تبلیغ واشاعت صحابہ کرام نے کی ہے۔ اس صحابہ کے گروہ پر طعن و اعتراض لازم آتا ہے۔ قرآن حکیم کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمع کیا ہے۔ اگر حضرت عثمان مطعون وقابل اعتراض ٹھیریں تو قرآن کو بھی غلط کہنا پڑے گا۔ (اللہ تعالیٰ ہمیں بددین لوگوں کے عقائد سے پناہ میں رکھے)۔

وہ اختلافات اور جھگڑے جو صحابہ کرام علیہم الرضوان میں واقع ہوئے، خواہش نفسانی کے باعث ہرگز نہیں تھے۔ یہ حضرات خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت پاک میں تزکیہ کے مقام میں پہنچ چکے



Marfat.com

تھے اور اما رگی سے انہیں آزادی مل گئی تھی۔

میں اس قدر جانتا ہوں کہ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ اس بلب میں حق پر تھے اور ان کے مخالف خطا پر تھے۔ لیکن ان کی یہ خطا خطاء اجتہادی ہے، جو حد فسق تک نہیں پہنچاتی۔ بلکہ اس طرح کی خطا میں ملامت کی بھی گنجائش نہیں۔ کیونکہ خطا اجتہادی میں مخطی کے لیے بھی ایک درجہ ثواب ہے۔ اور یزید بد قسمت صحابہ کرام میں سے نہیں۔ اس کی بدبختی میں کسے کلام ہو سکتا ہے۔ اس بدبخت نے جو کام کیا وہ کوئی کافر فرنگ بھی نہیں کر سکتا۔

بعض علمائے اہل سنت نے اس پر لعنت کرنے میں جو توقف کیا ہے، اس پر راضی ہونے کی بنا پر نہیں کیا بلکہ رجوع اور توبہ کے احتمال کی رعایت کے باعث کیا ہے۔

آپ کی مجلس شریف میں قطب زمان بندگی مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ کی معتبر کتابوں میں سے ہر روز کچھ نہ کچھ حصہ پڑھا جانا چاہیے۔ تاکہ یہ معلوم ہو کہ انہوں نے صحابہ پیغمبر علیہ وعلیہم الصلوۃ والسلام کی کس طرح صفت وثنا کی ہے اور کیسے ادب سے ان کو یاد کیا ہے تاکہ مخالف لوگ شرمندہ اور ذلیل ہوں۔

آج کل اس بد خواہ گروہ نے بہت غلو کرنا شروع کر رکھا ہے اور ملک کے اطراف وجوانب میں پھیل چکے ہیں۔ اسی بنا پر اس بارے میں چند کلمات لکھے گئے ہیں، تاکہ آپ کی صحبت اور مجلس شریف میں اس طرح کے بدخواہوں کو جگہ نہ مل سکے۔ ثبتکم اللہ تعالیٰ علی الطریقۃ المرضیۃ اللہ تعالیٰ آپ کو پسندیدہ طریقہ پر قائم رکھے۔

# مکتوب نمبر (۵۵)

اظہار محبت میں سیادت پناہ شیخ عبدالوہاب بخاری کی طرف صادر فرمایا

کچھ عرصہ سے، پہلے ربط وتعلق کے علاوہ دل کو آپ سے مزید محبت پیدا ہو چکی ہے۔ اس بنا پر فقیر آپ کے لیے غائبانہ دعا میں مشغول ومصروف ہے۔ اور جب کہ سرور کائنات، مفخر موجودات علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات نے فرمایا ہے:

من احب اخاہ فیعلمہ ایاہ[1]۔ (جو مسلمان بھائی سے دوستی رکھتا ہو تو چاہیے کہ اسے اس سے واقف کر دے)

[1] مسند احمد، بخاری ادب مفرد، ترمذی، ابن حبان وحاکم۔



Marfat.com

آپ سے اپنی محبت کا اظہار کرنا مناسب اور بہتر خیال کیا۔ اور اس محبت کے سبب جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اقرباء (سادات کرام) سے پیدا ہو چکی ہے' امیدواری کا رشتہ پورے طور پر ہاتھ میں لا چکا ہے۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ ان (سادات کرام) کی محبت پر استقامت نصیب فرمائے، بحرمۃ سید البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام۔

# مکتوب نمبر (۵۶)

ایک سید صاحب کی سفارش کے سلسلے میں یہ مکتوب بھی شیخ عبدالوہاب بخاری کی طرف صادر فرمایا۔

سادات کرام کی ذوات جو کثیر البرکات ہیں، سرور دین و دنیا سے جزئیت (نسبی تعلق) کی بنا پر اس سے بلند تر ہیں کہ یہ فقیر زبان قاصر کے ساتھ ان کی فضیلت اور صفت و ثنا کرے۔ صرف اپنی سعادت کا ذریعہ جانتے ہوئے اس باب میں جرأت کرتا ہے۔ بلکہ اس وسیلہ سے اپنی ستائش کرتا ہے۔ اور ان کے ساتھ دوستی کا اظہار کرتا ہے جس کا مامور ہے۔

اے اللہ، ہمیں بطفیل حضور سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام سادات کرام کے ساتھ محبت کرنے والوں میں سے کر۔

اس عریضہ نیاز کا حامل میر سید احمد سادات سامانہ[1] میں سے ہے۔ اور طالب علم اور نیک آدمی ہے۔ اسباب معاش کی تنگی کا شکار ہے۔ اسی بنا پر اس نے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا ہے۔ اگر سرکار عالی میں گنجائش ہو تو شخص مذکور اس کا اہل ہے۔ اور اگر آپ کے گنجائش نہ ہو تو اپنے مخلصین میں سے کسی کو سفارش کریں تاکہ یہ شخص تنگی معاش کے اسباب سے بے فکر ہو جائے۔ جبکہ یقین تھا کہ خود آنجناب فقراء اور محتاج لوگوں کی طرف پوری توجہ رکھتے ہیں۔ خاصکر سادات عظام کی امداد کی طرف زیادہ توجہ فرماتے ہیں تو یہ چند کلمے لکھنے کی جرأت کی۔ روانگی کے وقت یہ شخص اگرچہ رخصت کی سعادت سے سعادتمند نہیں ہوا تاہم مخلصین کے گروہ میں شامل ہے۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ سادات کرام کی محبت اور اخلاص پر استقامت عطا فرمائے۔ زیادہ گستاخی کی جرأت نہیں کرتا۔

---

[1] سامانہ ہندوستان میں سرہند شریف کے قریب ایک شہر ہے۔

Marfat.com

# مکتوب نمبر (۵۷)

نصیحت کے متعلق شیخ محمد یوسف کی طرف صادر فرمایا۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ بطفیل حضرت سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ وعلیہم من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا آپ کو آپ کے آباء کرام کے طریقہ مستقیمہ پر استقامت عطا فرمائے۔

آپ کے خاندان میں بزرگی موروثی شے ہے۔ ایسے طریقہ پر زندگی گزاریں کہ یہ وراثت میسر آجائے۔ ظاہر کو ظاہر شریعت کے ساتھ اور باطن کو باطن شریعت کے ساتھ جو حقیقت سے عبارت ہے آراستہ اور مزین رکھیں۔ کیونکہ حقیقت وطریقت حقیقتِ شریعت اور اس حقیقت کے راستے سے عبارت ہیں۔ یہ بات نہیں کہ شریعت اور چیز ہے اور طریقت وحقیقت امر دیگر ہے۔ کیونکہ یہ تو الحاد اور زندقہ ہے۔ آپ کے متعلق فقیر کا گمان بہت نیک ہے۔ بعض واقعات کو بھی اس معنی کا گواہ پاتا ہے۔ اور اس ماجرے کا کچھ قدر سے بیان آپ کے والد بزرگوار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے بھی کیا تھا۔

دوسری ضروری بات یہ ہے کہ شیخ عبدالغنی درستی سے آراستہ اور نیک فطرت ہے۔ اگر آپ کی بلند خدمت میں کسی کام کے سلسلے میں رجوع کرے تو ضرور اس کی طرف التفات اور توجہ فرمائیں۔ والسلام والاکرام۔

# مکتوب نمبر (۵۸)

سیادت مآب سید محمود کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ جس راہ کے طے کرنے کے ہم درپے ہیں وہ سارے کا سارا سات قدم ہے۔ اور اس امر کے بیان میں کہ دوسرے سلاسل کے مشائخ کے بخلاف مشائخ نقشبندیہ نے سیر کی ابتداء عالم امر سے کی ہے۔ اور اس بیان میں کہ ان بزرگوں کا طریقہ صحابہ کرام کا طریقہ ہے۔ اور جو اس کے مناسب باتیں ہیں۔



Marfat.com

التفات نامہ گرامی وارد ہوا چونکہ اس سے بلند گروہ (نقشبندیہ) کی باتیں سننے کا شوق معلوم ہوتا تھا، اس بنا پر سوال کا جواب دینے اور مطلوب و مدعا کی طرف رغبت دلانے کے لیے ناچار چند باتیں تحریر میں لائی ہیں۔

مخدوم گرامی! جس راستے کو ہم طے کرنے کے درپے ہیں وہ سارا سات قدم ہے جس طرح انسان کے سات لطیفے ہیں۔ دو قدم تو عالم خلق میں ہیں جو قالب (بدن) اور نفس سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور پانچ قدم عالم امر میں ہیں، جو قلب، روح، سر، خفی اور اخفی سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ان سات قدموں میں سے ہر قدم میں دس ہزار حجابات اُٹھاتے ہیں۔ یہ حجابات نورانی ہوں یا ظلماتی (سیاہ):

اِنَّ لِلّٰہِ سبعین الف حجاب من نورٍ وظلمۃ۔ — بیشک اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ستر ہزار پردے ہیں نور اور ظلمت کے۔

اول قدم میں جو عالم امر میں رکھتے ہیں تجلی افعال ظاہر ہوتی ہے۔ دوسرے قدم میں تجلی صفات، تیسرے قدم میں تجلیات ذاتیہ کا آغاز ہو جاتا ہے۔ پھر تجلیات کے فرق کے مطابق آگے ترقی کرتا چلا جاتا ہے، جیسا کہ اہل معرفت سے پوشیدہ نہیں۔ اور ان سات قدموں میں سے ہر قدم میں بندہ اپنے سے دور اور حق سبحانہ کے نزدیک ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ان قدموں کے مکمل ہونے کے ساتھ قرب الٰہی بھی مکمل ہو جاتا ہے۔ اس وقت وہ فنا اور بقا سے مشرف کر دیے جاتے ہیں اور ولایت خاصہ کے درجے تک پہنچا دیے جاتے ہیں۔

طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے مشائخ نے اس سیر کی ابتداء عالم امر سے اختیار کی ہے اور عالم خلق کو بھی اس سیر کے ضمن میں طے کر لیتے ہیں۔ بخلاف دوسرے سلسلوں کے مشائخ قدس سرہم کے۔ لہٰذا طریقہ نقشبندیہ وصول کے لیے دوسرے سب طریقوں سے زیادہ قریب ہے۔ تو ضروری طور پر دوسروں کی انتہا ان کی ابتدا میں درج ہے۔ ع

قیاس کن ز گلستانِ من بہارِ مرا

میرے گلستان سے میری بہار کا اندازہ کر لو۔

ان بزرگوں کا طریقہ بعینہٖ صحابہ کرام کا طریقہ ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ کیونکہ ان بزرگوں (صحابہ کرام) کو حضور خیر البشر علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی پہلی صحبت میں ہی

لہ مشکوۃ شریف۔



Marfat.com

بطریق اندراج نہایت در بدایت وہ کچھ میسر آگیا جو کامل اولیاء امت کو نہایت پر پہنچ کر بھی بہت کم ہی میسر آتا ہے۔ لہٰذا وحشی[1] علیہ الرحمۃ قاتل سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو صرف ایک بار صحبت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام میں پہنچا، حضرت اویس[2] قرنی سے جو خیر التابعین ہیں، افضل قرار پایا۔

حضرت عبداللہ بن مبارک[3] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا حضرت معاویہ افضل ہیں، یا حضرت عمر[4] بن عبدالعزیز؟ تو آپ نے جواب دیا "وہ غبار جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ حضرت معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں داخل ہوا وہ کئی درجے عمر بن عبدالعزیز سے افضل ہے۔

تو سوچنا چاہیے کہ جس گروہ کی ابتداء میں دوسروں کی نہایت درج ہے' ان کی نہایت کیسی ہو گی، اور دوسروں کے علم میں ان کی نہایت کیسے آسکتی ہے؟

وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلَّا هُوَ۔ — اللہ کے لشکروں کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

ؔ قاصرے گر کند ایں طائفہ راطعن قصور — حاش للہ کہ برآرم بزباں ایں گلہ را
ہمہ شیران جہاں بستہ ایں سلسلہ اند — روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

اگر کوئی کوتاہ نظر اس گروہ کو قصور وار ٹھیرائے، تو حاشا للہ کہ میں زبان پہ اس گلہ کو لاؤں۔
جہان کے سارے شیر اس سلسلہ سے منسلک ہیں۔ لومڑی حیلے بہانے سے اس سلسلے کو کس طرح توڑ سکتی ہے۔

---

[1] وحشی بن حرب۔ آپ حضرت جبیر بن مطعم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ آپ نے بحالت کفر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غزوہ احد میں شہید کیا۔ لیکن بعد میں حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ اور خلافت صدیقی کے زمانہ میں آپ نے مسیلمہ کذاب مدعی نبوت کو قتل کر کے واصل جہنم کیا۔

[2] حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا آپ فرماتے تھے تابعین میں سے بہتر ایک مرد ہے جس کو اویس کہتے ہیں الخ۔ مشکوٰۃ۔

[3] حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ دین کے سرداروں اور فقہاء امت میں سے ہیں۔ آپ کی ذات مجمع خیرات اور مصدر برکات تھی۔

[4] عمر بن عبدالعزیز بن مروان بن حکم بن ابی العاص۔ آپ خاندان اموی سے ہیں اور امیر المومنین ہیں اور اپنے وقت کے قطب ہوئے ہیں۔ آپ کے فضائل و مناقب کتب تاریخ میں مذکور ہیں۔ عدل و انصاف اور زہد و تقویٰ کی وجہ سے آپ کو عمر ثانی کہا جاتا ہے۔



Marfat.com

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں اس نادر الوجود گروہ کی محبت نصیب فرمائے۔
کاغذ پر لکھی ہوئی یہ تحریر اگرچہ مختصر ہے لیکن اس میں بلند معارف اور اعلیٰ درجے کے حقائق درج ہیں۔ امید ہے کہ ان کو عزت وعظمت سے رکھیں گے۔ والسلام۔

# مکتوب نمبر (۵۹)

یہ مکتوب بھی سید محمود کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ نجات ابدی میسر آنے کے لیے تین چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ اور اس بیان میں کہ اہل سنت وجماعت کی اتباع کے بغیر نجات متصور نہیں۔ اور اس بیان میں کہ علم وعمل تو شریعت سے مستفاد ہیں اور اخلاص کا حصول طریق صوفیہ کے سلوک پر موقوف ہے۔ نیز اس بیان میں کہ اخلاص عمل اولیائے کرام کے لیے تمام اعمال، افعال اور حرکات وسکنات میں حاصل ہے۔

حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کی شاہراہ پر استقامت عطا فرمائے اور کلی طور پر اپنی جناب قدس کی گرفتاری نصیب فرمائے۔
آپ کا مکتوب شریف اور مراسلہ لطیف وارد ہو کر موجب فرحت ہوا اور فقراء سے محبت کے اسباب اور اس بلند درجہ گروہ کے ساتھ آپ کا اخلاص وعقیدت وضاحت کو پہنچا۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ (اے اللہ، اس محبت اور اخلاص میں زیادتی کر)
آپ نے مفید اور نصیحت کی باتوں کا مطالبہ کیا ہے۔ مخدوم گرامی! آدمی کے لیے تین چیزوں سے چارہ نہیں، تاکہ نجات ابدی میسر آئے۔ علم، عمل اور اخلاص۔
پھر علم دو قسم ہے۔ ایک وہ علم جس سے عمل مقصود ہے۔ اس علم کے بیان کی کفیل فقہ ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جس سے مقصود صرف اعتقاد اور یقین قلبی ہے۔ اس علم کی تفصیل مطابق آرائے صائبہ اہل سنت وجماعت علم کلام میں آچکی ہے اور اہل سنت ہی ناجی فرقہ ہے۔ ان بزرگوں کی اتباع کے بغیر نجات[1] متصور نہیں۔ اگر بال برابر بھی مخالفت ہے تو خطرہ ہی خطرہ ہے۔ یہ بات کشف صحیح اور الہام صریح سے یقین کے درجہ تک پہنچ چکی ہے۔ اس میں غلطی کا احتمال نہیں۔

[1] مسلمانوں کو چاہیے کہ حضرت شیخ مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد پر عمل کرتے ہوئے سنی متعقائد پر قائم وثابت رہیں۔ اور دوسرے گمراہ فرقوں کی طمع سازیوں کا شکار ہو کر اپنی آخرت برباد نہ کریں۔



Marfat.com

تو کس قدر مبارک ہے وہ شخص جسے ان کی متابعت کی توفیق مل گئی اور ان کی تقلید کا شرف حاصل ہو گیا۔ اور خرابی ان کے لیے جو ان کی مخالف راہ چلے۔ اور ان سے الگ ہو گئے اور ان کے اصول چھوڑ گئے اور ان کے گروہ سے نکل گئے تو خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہی کے راستے پر ڈالا۔ اور رویت حق تعالیٰ اور شفاعت کے منکر ہوئے۔ اور ان پر صحبت کی فضیلت اور صحابہ کے فضائل پوشیدہ رہے۔ اور اہل بیت کی محبت اور حضرت فاطمہ الزہرا، رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد پاک سے دوستی سے محروم رہ کر ان بے شمار بھلائیوں کے حصول سے روک دیے گئے جو اہل سنت وجماعت کو حاصل ہوئی ہیں۔

اور تمام صحابہ کرام کا اتفاق ہے کہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام صحابہ کرامؓ سے افضل ہیں۔ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حالات صحابہ کے بہت بڑے جاننے والے ہیں، فرماتے ہیں کہ "لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال شریف کے بعد مجبور ہوئے۔ تو انہیں اس نیلے آسمان کے نیچے ابوبکر صدیق سے بہتر کوئی شخص نہ ملا تو انہوں نے اپنی گردنوں کا والی انہیں بنایا"۔ یہ امام شافعی کی طرف سے تصریح ہے کہ تمام صحابہ کرام افضلیت صدیق پر متفق تھے۔ تو یہ صدر اول (دور صحابہ) کا صدیق اکبر کی افضلیت پر اجماع ہے۔ لہٰذا یہ افضلیت کا مسئلہ قطعی ہے، جس کے انکار کی گنجائش نہیں۔

اور اہل بیت رسول علیہ السلام کا حال حضرت نوح کی کشتی کی طرح ہے۔ جو اس پر سوار ہوا نجات پا گیا، اور جو اس سے دور رہا ہلاک ہو گیا۔

بعض عارفین کا قول ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ارشاد میں صحابہ کرام کو ستارے قرار دیا۔ اور ستاروں سے لوگ راستہ پاتے ہیں۔ اور اہل بیت کو سفینہ نوح سے تشبیہ دی۔ اس طرف اشارہ کرنے کے لیے کہ کشتی پر سوار ہونے والے کے لیے ستاروں کی رعایت ضروری ہے تاکہ ہلاکت سے بچا رہے۔ ستاروں کا لحاظ کیے بغیر اس کے لیے نجات ممتنع اور ناممکن ہوتی ہے۔

اور ضابطے کی جو بات ذہن میں ہونی چاہیے، یہ ہے کہ بعض صحابہ کرام کا انکار کل انکار ہے کیونکہ خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کی فضیلت میں یہ سب حضرات مشترک ہیں۔ اور صحبت کی فضیلت سب فضائل و کمالات سے فائق اور بلند ہے۔ اسی بنا پر حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو خیر التابعین ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی کے ادنیٰ مرتبہ تک بھی نہیں پہنچ سکے۔ لہٰذا صحبت کی فضیلت کا کوئی شے بھی مقابلہ نہیں کر سکتی۔ کیونکہ ان صحابہ کا ایمان صحبت اور نزول وحی کی برکت



Marfat.com

سے شہودی ہو چکا ہے۔ اور ایمان کا یہ رتبہ صحابہ کرام کے بعد کسی کو بھی نصیب نہیں۔ اور اعمال ایمان پر متفرع ہوتے ہیں۔ اعمال کا کمال ایمان کے کمال کے مطابق ہے۔

اور لڑائیاں جھگڑے جو ان کے درمیان واقع ہوتے وہ نیک مرادوں اور بلیغ حکمتوں پر محمول ہیں۔ وہ جہالت یا خواہش نفسانی کے تحت نہیں تھے۔ بلکہ اجتہاد اور علم کی بنا پر تھے۔ اگرچہ بعض کے اجتہاد میں غلطی واقع ہوگئی۔ ایسے خطا کار کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں ثواب کا ایک درجہ ہے۔ یہی افراط اور تفریط کے درمیان راہ ہے جس کو اہل سنت وجماعت نے اختیار کیا ہے، اور یہی محفوظ اور مضبوط تر راستہ ہے۔

مختصر یہ کہ علم وعمل تو شرع سے حاصل ہوتا ہے۔ اور اخلاص جو علم وعمل کے لیے روح کی مانند ہے اس کا حصول طریقۂ صوفیہ کے سلوک سے وابستہ ہے۔ جب تک سیر الی اللہ قطع نہ کرے اور سیر فی اللہ سے موصوف نہ ہو اخلاص کی حقیقت دور رہتی ہے اور مخلص لوگوں کے کمالات سے انسان الگ رہتا ہے۔ ہاں عام مومنوں کو بھی تکلف ومشقت سے بعض اعمال میں اگرچہ کچھ قدرے ہی ہو اخلاص میسر آجاتا ہے۔

لیکن وہ اخلاص جس کا ہم بیان کر رہے ہیں وہ تمام اقوال وافعال اور حرکات وسکنات میں بے تکلف اور بے مشقت اخلاص ہے۔ اور اس اخلاص کا حصول آفاقی اور انفسی الٰہوں کی نفی سے وابستہ ہے اور فنا اور بقا پر موقوف ہے۔ اور ولایت خاصہ تک وصول سے میسر آتا ہے۔ وہ اخلاص جو تکلف اور کوشش کا محتاج ہے ہمیشہ نہیں رہتا۔ حصول دوام کے لیے بے تکلف میسر آنا درکار ہے۔ اور یہ مرتبہ حق الیقین میں جا کر نصیب ہوتا ہے۔ پس اولیاء اللہ جو کچھ کرتے ہیں صرف حق عز وجل کے لیے کرتے ہیں، اپنے نفس کے لیے کچھ نہیں کرتے۔ کیونکہ ان حضرات کے نفس حق تعالیٰ کی ذات پر فدا ہو چکے ہیں۔ حصول اخلاص کے لیے انہیں نیت درست کرنے کی حاجت نہیں۔ یعنی ان کی نیتیں خود بخود ہی درست رہتی ہیں، کیونکہ ان کی نیت فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے باعث درست ہو چکی ہے۔

مثلاً جو شخص اپنے نفس کا گرفتار ہے۔ وہ جو کچھ کرے اپنے نفس کے لیے ہی کرتا ہے۔ چاہے نیت کرے یا نہ کرے۔ اور جب اس کی یہ گرفتاری دور ہو جائے اور حق تعالیٰ کی گرفتاری نصیب ہو جائے تو ایسی جگہ پر پہنچ جاتا ہے کہ جو کچھ کرتا ہے ناچار حق تعالیٰ کے لیے ہی کرتا ہے۔ نیت حاضر ہو یا نہ ہو۔ نیت اس کام میں درکار رہتی ہے جو درجہ احتمال میں ہو اور جو چیز متعین ہو نیت کے ذریعہ



Marfat.com

اس کی تعیین کی ضرورت نہیں۔ اور اس مقام کا حصول اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔ دوام اخلاص والا شخص مُخلص کہلاتا ہے۔ اور جس شخص کا اخلاص دائمی نہیں، بلکہ کسب اخلاص کا محتاج ہے وہ مُخلِص بکسر لام ہے۔ اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ اور طریقہ صوفیہ اختیار کرنے سے علم و عمل کو جو نفع پہنچتا ہے' یہ ہے کہ علوم کلامیہ استدلالیہ کشفیہ ہو جاتے ہیں۔ اور تمام اعمال کی ادائیگی میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور وہ سستی جو نفس اور شیطان کی طرف سے طاری ہوتی ہے زائل اور معدوم ہو جاتی ہے۔ ع

ایں کار دولت است کنوں تا کرا رسد

# مکتوب نمبر (۶۰)

یہ مکتوب بھی سیادت پناہ سید محمود کی طرف صادر فرمایا۔

خطرات اور وساوس کے بالکلیۃ دفع اور دور ہو جانے اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ اپنی ذات قدس کے ساتھ دوام گرفتاری کی نعمت سے مشرف فرمائے کیونکہ حقیقی آزادی اسی گرفتاری میں ہے۔ خطرات نفسانی کا رُک جانا اور وسوسوں کا دور ہو جانا حضرات خواجگان نقشبندیہ قدس سرہم کے طریقہ میں مکمل طور پر حاصل ہے۔ حتیٰ کہ اس بزرگ خانوادہ کے بعض مشائخ نے خطرات نفسانی کا چلہ کاٹا ہے اور اس پورے چلے میں اپنے باطن کو خطروں اور وسوسوں کے آنے سے دور رکھا ہے۔ حضرت خواجہ احرار قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ نے اس مقام میں فرمایا ہے کہ خطروں اور وسوسوں کے دور ہونے سے وہ خطرے اور وسوسے مراد ہیں جو مطلوب کی طرف دوام توجہ میں مانع اور رکاوٹ بنیں۔ مطلق دفع خواطر مراد نہیں۔

اور اس بلند سلسلے کا ایک درویش واما بنعمۃ ربك فحدث (اپنے رب کی نعمت کا چرچا کرو) کے مطابق اپنے حال کی یوں خبر دیتا ہے کہ:

"دل سے خواطر اور وسوسے اس حد تک دور ہو چکے ہیں کہ اگر بالفرض عمر نوح علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اس صاحب قلب کو دیدیں، تو بھی ہرگز اس کے دل پر کسی



Marfat.com

خطرے کا گزر نہیں ہو سکتا۔"

یہ نہیں کہ اسے ان خواطر و وساوس کے دور کرنے میں تکلف کی ضرورت پڑے۔ کیونکہ جو شے تکلف سے وجود میں آتی ہے وقتی اور عارضی ہوتی ہے، ہمیشہ اور دائمی نہیں ہوتی۔ بلکہ اس درویش کی حالت تو یہ ہے کہ اگر سالہا سال خواطر اور وسوسوں کو دل میں لانے کی کوشش کرتا رہے تو بھی وسوسوں کا گزر اس کے دل پر نہیں ہو سکتا۔ صرف چالیس دن کے چلے کی تعیین تکلف اور تصنع کی خبر دیتی ہے۔ تعمل اور تکلف مرتبہ طریقت میں ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ تکلف اور تصنع سے چھوٹ جائے۔ یادکردلہ مرتبہ طریقت میں ہے اور یادداشت درجہ حقیقت میں۔

پس یہ بات ثابت ہو گئی کہ خواطر اور وساوس کو تکلف سے روکنا وقتی شے ہے۔ جس طرح انہیں روکنے کے لیے دس روز یا چالیس روز کا چلہ اس طرح سے مطلوب کی طرف دوام توجہ محال ہے کیونکہ تکلف مرتبہ طریقت میں ہے۔ اور طریقت میں دوام متصور نہیں۔ اور یہ دوام جو مرتبہ حقیقت میں نصیب ہوتا ہے اس بنا پر ہے کہ مقام حقیقت میں تکلف محال ہے۔ پس مرتبہ تکلف میں خطرے کا آنا دوام توجہ سے مانع ہے۔ اور اس بلند سلسلہ کے مبتدیوں کو جو دوام نگرانی نصیب ہوتی ہے وہ ایک امر دیگر ہے۔ اور وہ دوام توجہ جسے ہم بیان کر رہے ہیں وہ یادداشت سے عبارت ہے اور نہایت مرتبہ کمال ہے۔ حضرت خواجہ عبدالخالق[۱] غجدوانی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ نے فرمایا ہے کہ یادداشت سے اوپر پنداشت[۲] ہے۔ یعنی اور کوئی مرتبہ نہیں۔

---

[۱] آپ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہٗ کے چار خلفاء میں سے ایک ہیں۔ آپ سلسلہ خواجگان نقشبندیہ قدس سرہم کے سردار ہیں۔ آپ کا مقام ولادت اور مزار شریف قصبہ غجدوان میں ہے جو شہر بخارا شریف سے ۶ فرسنگ پر واقع ہے۔ آپ کے والد ماجد کا اسم مبارک عبدالجمیل ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں۔ آپ نے ابتدائی علوم شہر بخارا میں حاصل کیے۔ بوقت وصال شریف آپ نے چار حضرات کو خلافت عطا فرما کر دعوت ارشاد کا کام ان کے ذمہ کیا اور اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔ آپ راہ صدق و صفا، متابعت شرع اور سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کوشاں رہے۔ بدعات و خواہشات سے دور رہتے تھے۔ اپنی روش و طریقہ لوگوں سے پوشیدہ رکھتے تھے۔ رشحات ملخص۔ [۲] پنداشت یعنی محض وہم و گمان اور خیال ہے۔ یعنی کوئی چیز نہیں ۱۲

[لہ] سالک جب تک طریقت و تصنع کے مقام میں رہتا ہے اور حقیقت اور ملکہ حضور تک نہیں پہنچتا یادکرد کے مقام میں ہوتا ہے۔ اور جب حضور اور دوام تک پہنچ جاتا ہے اور یادکرد کے مقام سے نکل جاتا ہے اور یہ حضور ملکہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے کہ دور کرنے سے دور نہ ہو تو یہ یادداشت کا مقام ہے۔



Marfat.com

اس قسم کے احوال کے اظہار سے مقصود اس بلند طریقہ کے طالبوں کو مزید رغبت دلانا ہے۔ اگرچہ منکر لوگوں کے انکار میں ہی اضافہ ہوگا:

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيرًا — اللہ تعالیٰ اس سے بہت کو گمراہ کرتا ہے اور بہت کو ہدایت کرتا ہے۔

مثنوی:۔

ہر کس افسانہ بخواند افسانہ است — وانکہ دیدش نقد خود مردانہ است

آب نیل است وبقبطی خوں بود — قوم موسیٰ را نہ خوں بود آب بود

یعنی جو شخص اس کو افسانہ اور بے اصل کہتا ہے وہ خود بے اصل اور غیر معتمد ہے۔ اور جس نے اس کو اپنا نقد سرمایہ قرار دیا وہ مرد ہے۔ دریائے نیل پانی ہے مگر قبطیوں (فرعونیوں) کے لیے خون تھا لیکن قوم موسیٰ کے لیے خون نہیں تھا بلکہ پانی تھا۔

والسلام والاکرام۔

# مکتوب نمبر (۶۱)

یہ مکتوب بھی سیادت مآب سید محمود کی طرف صادر فرمایا۔

کامل اور کامل کرنے والے شیخ کی صحبت اختیار کرنے کی ترغیب اور ناقص کی صحبت سے اجتناب کرنے اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

اللہ تعالیٰ نظر کی کجی سے آزاد اور تمام انسانوں کے سردار نبی اکرم علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کے طفیل اپنی ذات کی طلب میں زیادتی اور اضافہ نصیب فرمائے۔ اور جو چیزیں مطلب ومقصد تک پہنچنے میں رکاوٹ اور منافی ہیں ان سے کامل اجتناب عطا فرمائے۔

التفات نامہ گرامی نے اپنی آمد سے مشرف کیا۔ چونکہ آپ کے مکتوب گرامی سے طلب وشوق اور درد و پیاس کا اظہار ہوتا تھا اس لیے نظر کو بہت اچھا لگا۔ کیونکہ یہ چیز حصول مطلوب کی بشارت دیتی ہے۔ اور درد مقصود کو پانے کا مقدمہ اور سبب ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں "اگر اللہ تعالیٰ نے کچھ نہ دینا ہوتا تو وہ چاہت اور طلب عطا نہ کرتا۔

دولت طلب کے حصول کو نعمت عظمیٰ جانتے ہوئے جو کچھ اس کے مخالف ہے اس سے پرہیز



Marfat.com

کرنا چاہیے۔ تاکہ اس طلب میں سستی راہ نہ پائے۔ اور اس حرارت میں ٹھنڈک اثر نہ کر جائے۔ اور اس طلب کی حفاظت کے اسباب میں سب سے بڑا اس دولت کے حصول کے شکر کے ساتھ قائم ہونا ہے۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ۔ اگر تم شکر کرو گے تو تمہیں ضرور اور زیادہ عطا کرونگا۔

اور جناب قدس خداوندی جل سلطانہ میں ہر وقت التجا اور تضرع ہے تاکہ اللہ تعالیٰ اس کے چہرۂ طلب کو اپنے کعبۂ جمال لازوال سے پھیر نہ دے۔ اور اگر حقیقت التجا و تضرع میسر نہ آئے تو صورت التجا و تضرع کو ہاتھ سے نہیں کھونا چاہیے۔

وَإِنْ لَمْ تَبْكُوْا فَتَبَاكَوْا۔ اگر رونا نہ آئے تو رونے کی صورت ہی بناؤ۔

میں اسی معنی و مطلب کا بیان ہے۔

شوق و درد کی یہ حفاظت شیخ کامل مکمل کی خدمت میں پہنچنے کے وقت تک ہے۔ اس کی خدمت اقدس میں پہنچ جانے کے بعد اپنی تمام مرادیں اس کے حوالے کر دے جس طرح میت غسال کے ہاتھ میں فناء اول فنا فی الشیخ ہے۔ پھر یہی فنا فنا فی اللہ کا ذریعہ اور وسیلہ بن جاتی ہے ؎

زاں روی کہ چشم تست احول  معبود تو پیر تست اول

چونکہ تیری نظر اول میں احول (ایک کو دو دیکھنے والی ہے) اس لیے اولاً تیرا قبلہ گاہ تیرا پیر و مرشد ہے۔

کیونکہ افادے اور استفادے کا راستہ طرفین کی مناسبت پر مبنی ہے۔ ابتداء میں طالب کو اس کی کمال پستی اور کمینگی کے باعث جناب اقدس عز سلطانہ کے ساتھ مناسبت نہیں ہوتی۔ اس وقت درمیان میں دو جہتوں والا واسطہ اور برزخ درکار ہے۔ اور وہ شیخ کامل و مکمل کی ذات ہے۔

اور سستی اور خرابی کا قوی ترین سبب شیخ ناقص کی طرف طلب و رجوع ہے جس نے ابھی سلوک و جذبہ کا کام مکمل نہیں کیا اور اپنے آپ کو مسند شیخی کی طرف کھینچ لایا ہے۔ طالب کے لیے اس کی صحبت زہر قاتل ہے اور اس کی طرف رجوع مہلک مرض ہے۔ طالب کی بلند استعداد کو اس طرح کی صحبت پستی کی طرف لے آتی ہے اور بلندی سے نیچے گرا دیتی ہے۔ مثلاً وہ مریض جو طبیب ناقص سے علاج کرائے وہ درحقیقت اپنے مرض میں زیادتی کی کوشش کر رہا ہے اور اپنی ازالۂ مرض کی قابلیت و استعداد کو ضائع کر رہا ہے۔ اگرچہ اس کی دوا ابتدائے مرض میں قدرے تخفیف پیدا کرتی ہے مگر فی الحقیقت وہ عین نقصان اور ضرر ہے۔ بالفرض یہ مریض اگر طبیب حاذق تک پہنچ جائے تو طبیب حاذق پہلے

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف میں شرح السنۃ سے بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ مذکور ہے۔



Marfat.com

طبیب ناقص کی دوا کے اثرات زائل کرنے کی فکر کرے گا اور مسہلات کے ساتھ اس کا علاج کرے گا۔ اس کے اثرات کے ازالے کے بعد مرض کے دور کرنے کی طرف توجہ کرے گا۔

ان بزرگان نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے طریقے کا دارو مدار صحبت پر ہے کہنے سننے سے کام نہیں بنتا بلکہ یہ چیز طلب میں سستی پیدا کر دیتی ہے۔ احتمال ہے کہ چند روز تک دہلی اور آگرہ کی طرف میرا جانا ہوگا۔ اگر آپ اکیلے ادھر آجائیں اور روبرو ہو کر جلدی سے کچھ اخذ کر لیں تو اس کی گنجائش ہے۔ اس سے زیادہ گفتگو تکلیف دہ امر ہے۔

باقی سوالات جو پوچھے گئے تھے' ان کا جواب یہ ہے کہ جناب مشیخت پناہ' معارف دستگاہ شیخ تاج کا وجود اس صوبہ میں غنیمت ہے۔ وہ بزرگ شخصیت ہے لیکن آپ کی استعداد کو ان کے طریقہ سے مناسبت کم ہے۔ رابطہ کے حصول کے بغیر مطلوب کا حصول مشکل و دشوار ہے۔ آگے آپ مختار ہیں۔ اگر کبھی کبھی اپنے حالات لکھ بھیجا کریں' تاکہ اس طرح اس طرف سے بھی کچھ لکھ بھیج دیا جایا کرے تو مناسب ہے۔ کیونکہ اس طرح اخلاص و عقیدت کا سلسلہ ہر وقت حرکت میں رہتا ہے۔ والسلام۔

# مکتوب نمبر (۶۲)

جناب مرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ جو جذبہ سلوک سے پہلے ہے وہ مقاصد میں سے نہیں' بلکہ وہ آسانی کے ساتھ منازل سلوک طے کرنے کا ذریعہ ہے۔ اور جو جذبہ سلوک کے بعد نصیب ہوتا ہے وہ مقاصد میں ہے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔

حق تعالیٰ تک وصول کے راستے کے دو جزو ہیں: جذبہ اور سلوک۔ یا تصفیہ اور تزکیہ۔ وہ جذبہ جو سلوک سے پیشتر ہے مقاصد میں سے نہیں ہے۔ اور وہ تصفیہ جو تزکیہ سے پہلے نصیب ہوتا ہے وہ بھی مطالب میں سے نہیں ہے۔ ہاں وہ جذبہ جو سلوک کو مکمل کرنے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ اور وہ تصفیہ جو تزکیہ کے حصول کے بعد میسر آتا ہے اور سیر فی اللہ[1] سے تعلق رکھتا ہے

---

[1] سیر فی اللہ اور سیر الی اللہ نیز سیر عن اللہ باللہ اور سیر فی الاشیاء کے معانی (باقی حاشیہ برصفحہ آئندہ)



Marfat.com

ـ وہ الغنۃ مقاصد مطلوبہ میں سے ہے۔ وہ جذبہ اور تصفیہ جو سلوک سے پہلے ہے وہ سلوک کے راستوں پر آسانی سے چلنے کے لیے ہے۔ سلوک کے بغیر کام نہیں بنتا۔ اور منازل طے کرنے کے بغیر مطلوب کا جمال سامنے نہیں آتا پہلا جذبہ دوسرے جذبے کے لیے صورت کی مانند ہے۔ فی الحقیقت ایک کو دوسرے سے کوئی مناسبت نہیں۔ پس نہایت کے بدایت میں اندراج سے مراد جو اس بلند سلسلہ کے مشائخ کی عبارات میں واقع ہے یہ ہے کہ نہایت کی صورت بدایت میں درج ہے۔ ورنہ حقیقت نہایت بدایت میں سما نہیں سکتی۔ نہایت کی بدایت سے کوئی مناسبت نہیں۔ اس بحث کی تحقیق اس رسالہ میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہو چکی ہے جو حقیقت جذبہ و سلوک وغیرہ میں تحریر کیا گیا ہے۔

الغرض صورت سے حقیقت کی طرف عبور کرنا ضروری ہے۔ اور حقیقت کی طرف بڑھنے کے بجائے صورت پر ہی اکتفا کرنا دور رہنے کی بات ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالی نبی مختار اور آپ کی نیک اولاد علیہ وعلیہم من الصلوات اکملہا ومن التحیات افضلہا کے طفیل ہم سب کو حقیقت حقہ سے موصوف فرمائے اور صورت باطلہ سے بچائے۔

# مکتوب نمبر (۶۳)

یہ مکتوب سیادت و بزرگی کے مالک شیخ فرید کی خدمت میں صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ تمام انبیاء کرام صلوات اللہ تعالی وتسلیماتہ علیہم اصول دین میں متفق ہیں۔

ان بزرگوں کا آپس میں اختلاف صرف فروع میں ہے۔ اور ان کے کچھ متفقہ کلمات کے بیان میں۔

اللہ سبحانہ وتعالی ہمیں اور تم سب کو آپ کے آباء کرام کے طریقہ پر ثابت رکھے۔ آپ کے آباء کرام میں سب سے افضل نبی کریم پر اصالۃً اور باقی پر ماتحت ہونے کے طور پر صلوٰۃ وسلام کا نزول ہوتا رہے۔

انبیاء کرام (ان سب پر عموماً اور ان سب سے افضل پر خصوصاً اللہ تعالی کی رحمتیں اور سلامتی اور تحفے اور برکتیں نازل ہوتی رہیں) کائنات کے لیے رحمت ہیں۔ انہی بزرگوں کے ذریعہ جہان کو نجات ابدی کی سعادت نصیب ہوتی ہے اور غیر حق سے گرفتاری سے خلاصی حاصل ہوتی ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) حضرت شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے جلد اول مکتوب نمبر ۲۸۴ میں تفصیل سے بیان فرمائے ہیں۔
یہ مکتوب آپ نے حافظ محمود لاہوری کی طرف صادر فرمایا ہے۔



Marfat.com

اگر ان کا وجود شریف نہ ہوتا تو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ جو غنی مطلق ہے اپنی ذات اور صفات تعالیٰ وتقدس سے واقف نہ کرتا، اور اپنے تک راستہ نہ دکھاتا۔ اور کوئی بھی اس ذات کو نہ پہچان سکتا۔ اور شرع شریف کے اوامر ونواہی جن کا اس نے محض اپنے فضل وکرم اور بندوں کے نفع کے لیے مکلف کیا ہے، مکلف نہ کرتا اور اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ باتیں غیر پسندیدہ سے ممتاز اور جدا نہ ہوتیں۔

تو اس نعمت عظمیٰ کا شکر کس زبان سے ادا ہو سکتا ہے اور کس کی مجال ہے کہ شکر کی اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکے۔ اس ذات کی حمد وثنا جس نے ہمیں اپنے انعامات سے نوازا اور اسلام کی دولت عطا فرمائی۔ اور ہمیں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق کرنے والوں میں سے کیا۔

یہ سب بزرگ احوال دین میں متفق ہیں اور حق تعالیٰ وتقدس کی ذات وصفات، حشر ونشر، انبیاء کے بھیجنے، نزول ملائکہ، وحی کے وارد ہونے اور جنت کی نعمتیں اور دوزخ کے دائمی اور ابدی عذاب کے بارے میں ایک ہی بات کہتے ہیں۔ ان کا آپس میں بعض احکام میں اختلاف فروع سے تعلق رکھتا ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ہر زمانہ میں ہر اولوا العزم پیغمبر پر اس زمانے کے لوگوں کے لیے بعض خاص احکام نازل فرمائے اور مخصوص احکام سے مکلف کیا۔ احکام شرعیہ میں نسخ وتبدیلی حق تعالیٰ کی حکمتوں اور مصلحتوں کے تحت ہے۔ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک ہی صاحب شریعت نبی پر مختلف اوقات میں متضاد احکام نسخ وتبدیلی کے طور پر وارد ونازل ہوتے ہیں۔

جن بعض کلمات میں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا یہ بزرگ گروہ متفق ہے ان میں سے بعض یہ ہیں:

غیر حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی عبادت کی نفی۔ اس ذات تعالیٰ وتقدس کے ساتھ شرک کی ممانعت اور مخلوق کے لیے حق تعالیٰ کی ذات پاک کو چھوڑ کر ایک دوسرے کو رب اور الٰہ بنالینے کا عدم جواز۔

یہ حکم اور یہ تعلیم انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خاص ہے۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پیروکاروں کے علاوہ کوئی بھی اس دولت ونعمت سے مشرف نہیں ہوا، اور انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ کسی نے بھی ایسی گفتگو نہیں فرمائی۔

منکرین نبوت اگرچہ خدا تعالیٰ کو ایک کہتے ہیں مگر ان کا معاملہ دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو اہل اسلام کی تقلید کے طور پر ایسا کہتے ہیں، اور یا واجب الوجود ہونے میں تو اس کو ایک تسلیم کرتے ہیں مگر استحقاق عبادت میں وحدہٗ لاشریک نہیں مانتے۔ اور اہل اسلام کے نزدیک اللہ تعالیٰ وجوب وجود اور استحقاق عبادت دونوں میں وحدہٗ لاشریک ہے۔ کلمہ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سے مراد باطل الٰہوں کی



Marfat.com

عبادت کی نفی اور حق سبحانہ وتعالیٰ کی معبودیت کا اثبات ہے۔

دوسری بات جو ان بزرگوں کے ساتھ خاص ہے یہ ہے کہ یہ حضرات دوسرے لوگوں کی طرح اپنے آپ کو بشر ہی کہتے ہیں۔ الٰہ اور معبود حق سبحانہٗ کی ذات کو ہی مانتے ہیں اور ذات کی طرف ہی دعوت دیتے ہیں۔ اور اس ذات سبحانہٗ کو حلول واتحاد سے منزہ جانتے ہیں۔

لیکن منکرینِ نبوت کی یہ حالت نہیں۔ بلکہ منکرین کے سرداروں نے تو الوہیت اور خدائی کا دعویٰ کیا ہے۔ حق سبحانہٗ کا اپنے اندر حلول مانتے ہیں۔ اور استحقاق عبادت اور الوہیت کا نام اپنے آپ پر استعمال کرنے سے پرہیز نہیں کرتے۔ تو لا محالہ اس وجہ سے انہوں نے اس کی بندگی سے پاؤں باہر نکال لیے ہیں، اور بُرے افعال اور قبیح اعمال میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ اس طرح ان پر اباحت اشیاء کا راستہ کھل جاتا ہے اور گمان کر لیتے ہیں کہ ان خداؤں کے لیے کوئی چیز ممنوع نہیں۔ یہ جو کچھ کہتے ہیں ٹھیک کہتے ہیں اور جو کچھ کرتے ہیں سب درست اور مباح ہے۔ تو خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ تو افسوس ہے ان پر اور ان کے متبعین اور ان کے پیروکاروں پر۔

دوسری بات جس پر انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات متفق ہیں اور ان کے منکرین اس سے بے نصیب ہیں، یہ ہے کہ یہ بزرگ گروہ نزول ملائکہ کا جو معصوم مطلق ہیں اور کچھ تعلق اور آلودگی نہیں رکھتے، قائل ہے، اور وحی کے امین اور کلام ربانی کے حامل ہیں پس یہ بزرگ گروہ جو کچھ کہتا ہے حق تعالیٰ وتقدس کی طرف سے کہتا ہے۔ اور جو کچھ پہنچاتا ہے خدا کی طرف سے پہنچاتا ہے اور ان کے اجتہادی احکام بھی وحی سے موید ہیں۔ اگر بالفرض ان سے کچھ لغزش ہو جائے تو خدائے سبحانہ وتعالیٰ فوراً وحی قطعی سے اس کا تدارک کر دیتا ہے۔

اور منکرین کے سردار اور رئیس جو اپنے لیے دعویٰ خدائی کیے ہوئے ہیں، جو کچھ کہتے ہیں اپنے پاس سے کہتے ہیں۔ اور اپنے زعم الوہیت کی بنا پر اسی کو ٹھیک اور درست قرار دیتے ہیں۔

تو انصاف سے کام لینا چاہیے کہ جو شخص کمال بے عقلی کے باعث اپنے آپ کو الٰہ کہے اور مستحق عبادت جانے۔ اور اس فاسد اور غلط گمان کے تحت ناشائستہ افعال کا ارتکاب کرے، اس کی باتوں کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے؟ اور اس کی اتباع اور پیروی پر کونسی بھلائی موقوف ہو سکتی ہے؟ ع

سالیکہ نکوست از بہارش پیداست

سال کی خوبی اس کے موسم بہار کے دم قدم سے ہے۔



Marfat.com

اس قسم کی باتوں کا اظہار مزید وضاحت کے لیے ہے۔ ورنہ حق باطل سے بالکل جدا اور ممتاز ہے۔ اور نور ظلمت کے مقابلے میں بالکل نمایاں ہے:

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۔ حق آیا اور باطل مٹ گیا۔ بیشک باطل مٹنے
اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۔ ہی والی چیز ہے۔

اے اللہ! ہم کو ان اکابر انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی متابعت پر ثابت قدم رکھ۔

بقیۃ المقصود یہ بات ہے کہ سیادت پناہ میاں پیر کمال کو آپ بہتر جانتے ہیں۔ اس بارے میں کچھ لکھنے کی کیا حاجت ہے۔ اتنی بات ہے کہ یہ حقیر ان کی آشنائی سے کچھ عرصہ سے محظوظ ہے۔ مدت کی بات ہے کہ انہوں نے آستانہ بوسی کا اشتیاق ظاہر کیا تھا۔ لیکن اس دوران ان پر ضعف طاری ہو گیا اور ایک عرصہ تک صاحب فراش رہے ہیں۔ فراغت وصحت کے بعد آپ کی خدمت میں حاضری کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ آپ کی مہربانی کے امیدوار ہیں۔

# مکتوب نمبر (۶۴)

سرداری اور بزرگی کی پناہ شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا:

جسمانی اور روحانی لذت اور جسمانی آلام ومصائب برداشت کرنے کی ترغیب اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ تمہیں دارین میں بحرمت سید ثقلین علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات دارین میں سلامتی اور عافیت نصیب فرمائے۔

دنیا کی لذت اور اس کا الم دو قسم ہے: روحانی اور جسمانی۔ ہر وہ چیز جس میں جسم کے لیے لذت ہے، روح کے لیے اس میں تکلیف ہے۔ اور جس سے بدن کو تکلیف پہنچے روح کو اس سے لذت حاصل ہوتی ہے۔ روح اور جسم ایک دوسرے کی نقیض ہیں۔ اور اس جہان میں کہ روح جسم کے مقام میں نزول کر چکا ہے، اور جسم وجسمانیات کا گرفتار ہو چکا ہے، جسم کے حکم میں ہو چکا ہے جسم کی لذت سے یہ بھی لذت اٹھاتا ہے اور جسم کو تکلیف پہنچنے سے اس کو بھی تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ یہ مرتبہ عوام کالانعام کا ہے۔ آیۂ کریمہ:

ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۔ پھر ہم نے اس کو سب نیچوں سے نیچے کر دیا۔



لے آگے صفحہ پر ملاحظہ ہو۔

Marfat.com

انہی عوام کے حال پر صادق آتی ہے۔

ہزار بار افسوس اگر رُوح اس گرفتاری سے نجات حاصل کر کے اپنے وطن اصلی کی طرف رجوع نہ کرے ؎

بار یہ آخر آدم است و آدمی گشت محروم از مقام محرمی

گر نہ گردد باز مسکیں زیں سفر نیست از وے ہیچ کس محروم تر

آخری مرتبہ آدم کا ہے، اور آدمی محرم راز ہونے کے مقام سے محروم ہو چکا ہے۔ یہ مسکین انسان اگر اس سفر (مشغولی مخلوقات) سے واپس نہ لوٹا تو اس زیادہ محروم اور کوئی نہیں۔

یہ روح کا مرض ہے کہ وہ اپنی تکلیف کو لذت گمان کرتا ہے اور لذت کو درد و الم تصور کرتا ہے۔ جس طرح صفراوی مزاج انسان مرض صفراء کے باعث شیریں چیز کو کڑوا محسوس کرتا ہے۔ تو اہلِ عقل پر اوّلاً اس مرض کا ازالہ ضروری ہے۔ تاکہ جسمانی آلام و مصائب کے باوجود اپنی خوش و خرم بسر کریں ؎

از پئے ایں عیش و عشرت ساختن صد ہزاراں جاں بباید باختن

اس عیش و عشرت (رنج و غم دنیوی میں بھی خوش رہنا) کو حاصل کرنے کے لیے ہزاروں جانیں قربان کرنا پڑتی ہیں۔

اگر اچھی طرح حالاتِ دنیا کا ملاحظہ کیا جائے تو یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ اگر دنیا میں رنج و مصیبت نہ ہوتی تو اس کی جَو برابر بھی قیمت نہ ہوتی۔ دنیا کی تاریکیوں کو واقعات و حوادث آکر زائل کر دیتے ہیں۔ حوادث زمانہ کی تلخی کڑوی دوا کی طرح نافع ہے جس سے مرض زائل ہوتا ہے۔

فقیر کو اس طرح محسوس ہوا ہے کہ لوگ جو ایک دوسرے کی عام کھانے کی دعوتیں کرتے ہیں اور اس میں خلوصِ نیت ملحوظ نہیں رکھتے۔ اور دعوت کھانے والوں میں سے بعض لوگ شکوے اور شکایت کی زبان کھولتے ہیں اور طعام و صاحب طعام کا عیب نکالتے ہیں۔ اور دعوت کرنے والاان کے اس رویئے سے دل شکستہ ہوتا ہے۔ اور یہی شکستہ دلی صاحب دعوت کی اس ظلمت (نیت کی خرابی) کو جو دعوتِ طعام میں پائی جاتی ہے، قبولیت کے مقام میں لے آتی ہے۔ اگر وہ جماعت شکوہ شکایت نہ کرتی، اور اس سے صاحب طعام کو شکستہ دلی لاحق نہ ہوتی تو وہ طعام ظلمت و کدورت سے پُر ہوتا۔ اس صورت میں اس طعام کی قبولیت کے احتمال کی کوئی گنجائش نہ ہوتی۔ پس کام کا مدار شکستگی اور آوارہ دلی

---

ؔ یعنی جب انسان نے کفر اختیار کیا اور اپنی فطرت سلیمہ کو ضائع کر دیا۔ (سورۃ تین۔ پارہ ۳۰)



Marfat.com

پر ہے۔ اور ہم ناز پروردہ اور عیش و نعمت کے دلدادگان کے لیے کام بڑا مشکل ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ — میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔

نص قطعی ہے۔ اور عبادت تذلل اور شکستگی سے عبارت ہے۔ تو انسان کی پیدائش سے مقصود اس کی عاجزی اور انکساری ہے۔ خاصکر مسلمانوں اور دینداروں کی پیدائش و خلقت کہ ان کے لیے تو دنیا ہے ہی قید خانہ[1]۔ اور قید خانہ میں عیش و آرام تلاش کرنا عقل سے بعید بات ہے۔ پس آدمی کے لیے محنت و کوشش اور جدوجہد کے بغیر چارہ نہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہم بے طاقتوں کو اس معنی و حقیقت پر استقامت نصیب کرے۔ آپ کے جد امجد کی حرمت سے علیہ و علی آلہ من الصلوات اتمہا و من التحیات اکملہا۔

# مکتوب نمبر (۶۵)

خان اعظم کی طرف صادر فرمایا

مسلمانوں کی بے چارگی اور ضعف اسلام پر غم کھانے اور اہل اسلام کی تقویت اور شرعی احکام کے اجراء پر ابھارنے اور ترغیب دینے کے بیان میں۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ آپ کی تائید فرمائے اور اسلامی احکام کی بلندی میں آپ کو دشمنان اسلام پر فتح و نصرت عطا فرمائے۔

مخبر صادق حضور نبی کریم علیہ و علی آلہ من الصلوات افضلہا و من التسلیمات اکملہا نے فرمایا ہے:

اَلْإِسْلَامُ بَدَأَ غَرِيْبًا وَسَيَعُوْدُ كَمَا بَدَأَ فَطُوْبٰى لِلْغُرَبَاءِ ۔ — اسلام مسافر کی طرح ظاہر ہوا۔ (یعنی اسے بہت کم لوگوں نے پہچانا) اور عنقریب اپنی ابتدائی غربت کی طرف لوٹ جائے گا۔ پس خوشحالی ہے غرباء کے لیے۔ یعنی اس کی مدد کرنے

[1] صحیح حدیث کی طرف اشارہ ہے جو اس باب میں وارد ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں الدنیا سجن المؤمن وجنۃ الکافر" دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے"۔ مسلم شریف بروایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ مترجم عفی عنہ۔



Marfat.com

والوں کے لیے۔ (صحیح مسلم شریف، ابن ماجہ، طبرانی بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

غربت اسلام اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ کفار علانیہ اسلام پر اعتراضات اور مسلمانوں کی مذمت کرتے ہیں۔ اور بے تحاشا کفر کے احکام کا اجراء اور کوچہ و بازار میں کفار کی مدح و ثناء کرتے پھر رہے ہیں۔ اور مسلمانوں کو اسلامی احکام کے اجراء سے روک دیا گیا ہے اور احکام شریعت کے بجالانے میں ان کی مذمت اور ان پر طعن و تشنیع کی جاتی ہے ؎

پری نہفتہ رُخ و دیو در کرشمہ و ناز
بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

پری تو اپنا منہ چھپائے رکھے اور شیطان کرشمہ و ناز دکھائے۔ حیرت سے عقل جل جاتی ہے کہ یہ کیا عجیب معاملہ ہے۔

سبحان اللہ وبحمدہٖ، مقولہ ہے کہ الشرع تحت السیف (شرع تلوار کے نیچے ہے) اور شرع شریف کی رونق بادشاہانِ اسلام سے وابستہ ہے۔ یہ جملہ اُلٹ ہو چکا ہے اور معاملے میں انقلاب آچکا ہے۔ واحسرتا، واندامتا، واویلا۔ (ہائے حسرت، ہائے ندامت، ہائے افسوس)۔

آج ہم آپ کے وجود شریف کو ہی غنیمت جانتے ہیں۔ اور اس کمزور اور شکست خوردہ معرکہ میں مردِ میدان صرف آپ کی ذات کو ہی تصور کرتے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ بحرمت نبی کریم اور آپ کی بزرگ اولاد کے آپ کا مؤید اور مددگار ہو۔ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والتحیات والبرکات۔ ایک حدیث میں وارد ہے:

لَنْ يُّؤْمِنَ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُقَالَ اِنَّهٗ مَجْنُوْنٌ۔ تم میں سے ہرگز کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک اسے دیوانہ نہ کہا جائے۔

آج وہ جنون جس کا مبنیٰ اسلامی غیرت ہے آپ کی طبیعت میں محسوس ہو رہا ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ یہ وہ دن ہے کہ بالکل تھوڑے عمل کو عظیم ثواب اور پوری اہمیت کے ساتھ قبول فرماتے ہیں۔ ہجرت کے سوا اصحاب کہف کا کوئی عمل نمایاں نہیں۔ مگر دیکھو کہ اس کا کس قدر اعتبار اور لحاظ کیا گیا ہے۔ سپاہی دشمنوں کے غلبے کے وقت تھوڑا سا تردد کریں تو اس کی دشمنوں

ؒ؎ حصن حصین، ابن حبان، احمد، ابو یعلیٰ و ابن سنی بروایت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ باختلاف یسیر ۱۲ مترجم عفی عنہ



Marfat.com

کے سکون اور امن کے وقت کی نسبت بہت زیادہ قدر ہوتی ہے۔ اور یہ قولی جہاد جو اس وقت آپ کو میسر ہے جہادِ اکبر ہے، اس کو غنیمت جانیں۔ اور ھَل مِن مَزِید کا نعرہ لگائیں اور زبان کے اس جہاد کو جہادِ قتل سے بہتر جانیں۔ ہمارے جیسے بے دست و پا فقراء اس دولت سے محروم ہیں ؎

هنيئًا لارباب النعيم نعيمها ۔۔۔ وللعاشق المسكين ما يتجرع

نعمت والوں کو نعمتیں گوارا ہیں۔ اور عاشق مسکین کے حصے وہی ہے جو وہ غم واندوہ کے گھونٹ گلے سے اتار رہا ہے۔

دادیم ترا ز گنج مقصود نشاں ۔۔۔ گر ما نرسیدیم تو شاید برسی

ہم نے تجھے مقصود کے خزانے کا نشان بتا دیا ہے۔ اگر ہم نہیں پہنچ سکے تو شاید تو ہی اس تک پہنچ سکے۔

حضرت خواجہ احرار قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ فرمایا کرتے تھے: اگر میں پیری مریدی کروں تو کسی بھی پیر اور شیخ کو جہان میں مرید نہ ملے۔ سب کو میں ہی اپنی طرف کھینچ لوں۔ مگر میرے ذمے ایک دوسرا کام لگایا گیا ہے۔ اور وہ شریعت کی ترویج اور ملت اسلام کی تائید و تقویت ہے۔" اسی بنا پر آپ سلاطین وقت کے پاس تشریف لے جاتے اور اپنے تصرف[1] سے ان کو اپنا مطیع بناتے اور اس ذریعہ سے شریعتِ حقہ کی ترویج فرماتے۔

آپ سے التماس ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بزرگ خانوادہ (مشائخ نقشبندیہ) قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے ساتھ محبت و عقیدت کی برکت سے آپ کی باتوں میں اثر بخشا ہے اور آپ کی عظمت مسلمانی کو آپ کے ہمعصر لوگوں پر نمایاں اور ظاہر کر دیا ہے تو سعی اور کوشش کریں کہ اہلِ کفر کی بڑی بڑی کافرانہ باتیں جو اہلِ اسلام میں پھیل چکی ہیں ویرانی کا شکار ہو جائیں اور مٹ جائیں اور اہلِ اسلام خلاف شرع امور سے محفوظ ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری اور تمام مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

اس سے پہلی بادشاہی میں تردینِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ عناد اور مخالفت صریح محسوس ہوتی تھی۔ اس بادشاہی میں ظاہراً وہ عناد محسوس نہیں ہوتا۔ اگر ہے بھی تو عدم علم کے باعث ہے۔ لیکن اس بات کا ڈر ہے کہ اب بھی معاملہ عناد تک نہ پہنچ جائے اور مسلمانوں کا معاملہ زیادہ

[1] اولیاء اللہ کے تصرف کے منکر ان الفاظ پر غور فرمائیں۔ مترجم عفی عنہ۔



Marfat.com

تنگ ہو جائے۔ ع

چون بید بر سر ایمان خویش می لرزم

میں اپنے ایمان کے بارے میں درخت بید کی طرح کانپ رہا ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں حضور سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی متابعت و پیروی پر ثابت قدم رکھے۔

فقیر ایک تقریب کے سلسلے میں یہاں آیا تھا۔ آپ کو اپنی آمد سے بے خبر رکھنا مناسب خیال نہ کیا، اور یہ بھی مناسب نہ جانا کہ بعض مفید اور نافع باتیں آپ کو نہ لکھے۔ اور طبعی محبت سے جو بندہ کو فطری مناسبت کے طور پر آپ سے ہے واقف نہ کرے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

مَنْ اَحَبَّ اَخَاهُ فَلْيُعْلِمْهُ اِيَّاهُ۔[1] — جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے محبت رکھتا ہو تو چاہیے کہ اسے بتا دے۔

آپ پر اور تمام متبعین ہدایت پر سلامتی کا نزول ہو۔

# مکتوب نمبر ۶۶

یہ مکتوب بھی خان اعظم کی طرف صادر فرمایا۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی مدح وثنا اور اس طریقہ کی طریقہ صحابہ کرام (ان کے صاحب اور ان پر صلوٰۃ و سلام) کے ساتھ مناسبت اور صحابہ کرام کی باقی تمام دوسروں پر افضلیت کے بیان میں، اگرچہ وہ اویس قرنی یا عمر بن عبدالعزیز مروانی ہی کیوں نہ ہو۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى۔

حضرت خواجگان نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ سرہم کا طریقہ نہایت کے ابتداء میں اندراج پر مبنی ہے۔ اور یہ طریقہ بعینہٖ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا طریقہ ہے۔ کیونکہ ان بزرگوں (صحابہ کرام) کو حضور سرور عالم علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کی پہلی ہی صحبت میں وہ کچھ میسر آگیا کہ اولیاء امت کو نہایۃ النہایۃ میں جا کر اس کمال کا تھوڑا سا حصہ نصیب ہوتا ہے۔ لہٰذا

[1] مسند احمد، ادب المفرد للبخاری، ترمذی، ابن حبان و حاکم۔



Marfat.com

وحشی رحمۃ اللہ علیہ قاتل حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جسے ایک ہی مرتبہ ابتدائے اسلام میں صحبت سید اولین و آخرین علیہ و علی آلہ الصلوات والتسلیمات کا شرف نصیب ہوا۔ اویس قرنی سے جو خیر التابعین ہے افضل قرار پایا۔ اور وحشی کو حضور خیر البشر علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی اول صحبت میں جو کچھ میسر آیا، اویس قرنی کو اپنی خصوصیات کے باوجود انتہا میں میسر نہ ہوا۔ تو لازمی طور پر زمانوں میں بہترین زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے۔ کلمہ ثُمَّ نے دوسروں کو پیچھے ڈال دیا ہے۔ اور ان کے درجے کی دوری کی طرف اشارہ کرتا ہے[1]۔

ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مبارک قدس سرہ سے سوال کیا: "امیر معاویہ افضل ہیں یا حضرت عمر بن عبدالعزیز"؟ تو آپ نے جواب دیا "وہ غبار جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معیت میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھوڑے کی ناک میں داخل ہوا وہ کئی مرتبے عمر بن عبدالعزیز سے افضل و بہتر ہے۔ تو ناچار ان حضرات کا سلسلہ سلسلۃ الذہب قرار پایا۔ اور اس طریقہ (نقشبندیہ) عالی کی فضیلت و بزرگی دوسرے تمام سلسلوں پر صحابہ کرام کے زمانے کی دوسروں کے زمانہ پر فضیلت کی طرح مضبوط دلائل سے ثابت ہو چکی ہے۔

وہ جماعت جسے آغاز ہی میں کمال فضل سے حصہ عطا کر دیا گیا ہو ان کے کمالات کی حقیقت پر دوسروں کا مطلع اور آگاہ ہونا مشکل ہے۔ ان کی نہایت تمام دوسروں کی نہایت سے فائق و اعلیٰ ہے۔ ع

قیاس کن زگلستانِ من بہار مرا

میرے باغ کی رعنائی سے میری بہار کی اچھائی کا اندازہ کر لو

---

[1] عن عمران بن حصین قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر امتی قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عمران بن حصین سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین امت میرے صحابہ ہیں۔ ان کے بعد بہترین وہ لوگ ہیں جن کا زمانہ ان سے ملا ہے پھر ان کے بعد بہترین وہ لوگ ہیں جن کا زمانہ ان سے متصل ہے۔

نیز کلمہ ثُمَّ نے جو اس حدیث میں وارد ہوا ہے دوسروں کے کام کو پیچھے ڈال دیا ہے۔ کیونکہ یہ کلمہ جس طرح تراخی زمانہ کے لیے آتا ہے تراخی مرتبہ کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔



Marfat.com

ع - سالے کہ نکوست از بہارش پیداست

یعنی سال کی خوبی اس کی بہار کے باعث ہے ۔

یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ فضل عظیم والا ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند فرماتے تھے ہمارا سب کام اللہ تعالیٰ کے فضل سے وابستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ بحرمت نبی قرشی علیہ وعلی آلہ من الصلوات افضلہا ومن التحیات اکملہا ہمیں اور تمہیں ان اکابر سے دوستی رکھنے والوں اور ان کے نقش قدم کی پیروی کرنے والوں میں سے کرے۔

# مکتوب نمبر (۶۷)

ایک محتاج آدمی کی سفارش کے بارے میں خان خاناں کی طرف صادر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں ظاہراً باطناً حضور سید المرسلین علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات کی متابعت پر ثابت وقائم رکھے۔ اور اس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے جو اس پر آمین کہے۔

دو ضروری اور اہم کام بے اختیار آپ کو تکلیف دینے کا باعث بنے ہیں۔ ایک رنج و آزار کا گمان رفع کرنے کا اظہار۔ بلکہ آپ سے دوستی اور اخلاص کا ہونا۔ اور دوسرا ایک محتاج آدمی کی محتاجی کی طرف اشارہ جو خوبیات اور نیکی سے آراستہ ہے اور معرفت وشہود سے مزین ہے۔ جو نسب کے لحاظ سے کریم اور حسب کے اعتبار سے شریف ہے۔

مخدوم گرامی! اظہار حق میں قدرے تلخی ضرور ہوتی ہے۔ اگرچہ یہ تلخی زیادتی اور کمی کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے بہت ہی بلند حوصلے والا سعادت مند ہونا چاہیے جو اس تلخی کو شہد کی طرح پی جائے اور ھل من مزید کہتا ہوا آگے بڑھے۔ حالات کا اختلاف امکان کی صفت کے لوازمات میں سے ہے۔ وہ جماعت جو تمکین واطمینان کے مقام تک پہنچی ہے دراصل تلوین واختلاف اس کی طبیعت وسرشت میں بھی ہوتا ہے۔ ممکن بے چارہ کبھی صفات جلالیہ کے غلبے کے نیچے مغلوب ہوتا ہے اور کبھی اس پر صفات جمالیہ کا حکم نافذ ہوتا ہے۔ نیز یہ ممکن کبھی قبض کا محل ہوتا ہے اور کبھی بسط کے مقام میں ہوتا ہے۔ اور ہر موسم ووقت کے احکام وتقاضے جدا ہوتے ہیں۔ کل وہ تھا، آج یہ ہے۔ حدیث میں ہے:

قلب المؤمن بین اصبعین من — مومن کا دل خدائے رحمٰن کی دو انگلیوں کے درمیان

Marfat.com

اصابع الرحمٰن یقلبہا کیف یشاء۔ ہے۔ اسے جیسے چاہتا ہے پھیرتا ہے۔

والسلام۔

# مکتوب نمبر (۶۸)

یہ مکتوب بھی خان خاناں کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ دولت مندوں کو تواضع اور انکساری زیب دیتی ہے اور فقراء کو بے نیازی

الخیر فیما صنع اللہ سبحانہٗ۔ بہتری اور خیر اسی میں ہے جو اللہ سبحانہٗ کرے۔

مخدوم گرامی!

من آنچہ شرط بلاغ است با تو میگویم
تو خواہ از سخنم پند گیر و خواہ ملال!

تبلیغ کی شرط کے تحت جو کچھ ہے وہ میں نے تجھے کہہ دیا ہے۔ آگے میری باتوں سے نصیحت حاصل ہو یا رنج و ملال۔ (وہ تو جانے)

آپ کے تینوں خطوط سے بے نیازی ہی ٹپکتی تھی۔ اگرچہ آپ کا مقصود تواضع تھا مثلاً آخری خط میں یوں تحریر تھا:

"بعد الحمد والصلوٰۃ عرض ہے کہ اس عبارت میں اچھی طرح غور کریں کہ اسے کہاں لکھا جائے"۔

یہ ٹھیک ہے کہ آپ نے فقراء کی خدمت بہت کی ہے۔ لیکن ساتھ ہی فقراء کے آداب کا لحاظ بھی ضروری ہے تاکہ اس پر ثمرہ اور نتیجہ برآمد ہو۔ اور اس کے بغیر تو خار دار درخت پر ہاتھ پھیرنے والی بات ہے۔ یعنی کچھ فائدہ نہیں۔ ہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کے متقی لوگ تکلف سے بری ہیں۔ لیکن متکبروں کے ساتھ تکبر کرنا بھی ایک قسم کا صدقہ اور نیکی ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ کو ایک شخص نے متکبر کہا۔ آپ نے فرمایا میرا تکبر خدا کے لیے ہے اس گروہ فقراء کو ذلیل خوار خیال نہ کریں۔ کیونکہ حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے:

رُبَّ اَشْعَثَ مَدْ فُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ بہت سے پراگندہ بال گرد آلود دھتکارے ہوئے دروازوں سے

لہ مشکوٰۃ شریف بحوالہ مسلم۔



Marfat.com

لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ ۔ دھکیلے جانے والے رباطن میں ایسا بلند مقام رکھتے ہیں، کہ اگر خدا پر قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ضرور ان کی قسم پوری کرتا ہے ۔

شعر
اندکے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

میں نے تیرے سامنے اپنا غم دل بہت تھوڑا بیان کیا ہے ۔ میں ڈرتا ہوں کہ تو دل آزردہ ہو گا ورنہ باتیں بہت ہیں ۔

آپ کے عزیز دوستوں اور مخلصوں کو چاہیے کہ سچائی اور حقیقت معاملہ کو سامنے رکھیں ۔ اور جو کچھ آپ تک پہنچائیں صحیح اور درست پہنچائیں ۔ اور جو مشورہ بھی آپ کو دیں اس میں آپ کی بھلائی کو مدنظر رکھیں، اپنی اغراض اور مصلحتوں کو سامنے نہ رکھیں کہ یہ سراسر خیانت ہے ۔

بعض منافع اس سفر کے آپ کے لیے علت غائی کی حیثیت رکھتے تھے (مگر کیا کیا جائے ۔) اس عالم اسباب میں آپ کے "دوستوں اور مخلصوں" نے آپ کو نہ چھوڑا (تاکہ وہ منافع آپ تک پہنچتے) اس طرف سے کوتاہی کا خیال نہ کریں ۔ اگرچہ یہ مقدمات (باتیں تلخ نما ہیں ۔ لیکن آپ کی خوشامد و چاپلوسی کرنے والے بہت ہیں، آپ اسی پر اکتفا کریں ۔ فقراء سے آشنائی اور ملاقات سے مقصود یہ ہے کہ انسان اپنے پوشیدہ عیوب اور مخفی کمینی حرکات سے واقف اور مطلع ہو ۔ یہ بات ذہن میں رکھیں کہ اس قسم کی باتوں سے آزار اور تکلیف دینا مقصود نہیں، بلکہ یہ باتیں خیر خواہی اور دلسوزی کے طور پر ہیں ۔ آپ یقین کریں ۔

خواجہ محمد صدیق اگر ایک روز پہلے آجاتا تو احتمال تھا کہ بندہ اپنے آپ کو آپ کی خدمت میں لے آتا مگر وہ تو سرہند کے راستے میں ملا ۔ لہٰذا معذور جانیں ۔

اَلْخَیْرُ فِیْمَا صَنَعَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ ۔ بہتری اسی میں ہے جو خدا تعالیٰ کرے ۔

# مکتوب نمبر (۶۹)

اس بیان میں کہ تواضع دارین کی بلندی کا باعث ہے ۔ نیز اس بیان میں کہ نجات فرقہ ناجیہ اہل سنت وجماعت کی متابعت سے وابستہ ہے ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ۔



Marfat.com

التفات نامہ گرامی جو آپ نے برادر عزیز مولانا محمد صدیق کے ہمراہ روانہ کیا تھا، موصول ہوا۔ آپ نے کرم فرمایا۔ جزاکم اللہ سبحانہ عنا خیر الجزاء۔

چونکہ آپ نے فقراء کے آداب کا لحاظ رکھا ہے اور باتوں میں تواضع اختیار کی ہے۔ اس کے مطابق

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ ؎۱ جو اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ اسے بلندی و رفعت عطا کرتا ہے۔

امید ہے کہ آپ کا یہ عجز و تواضع آپ کی دینی و دنیوی رفعت کا سبب بنے۔ بلکہ بن چکا ہے۔ آپ کو بشارت ہو ؎۲۔ چونکہ آپ درمیان میں رجوع اور انابت کے الفاظ لے آئے ہیں اس لیے یوں تصور کریں کہ آپ کا یہ رجوع درویشوں میں سے کسی درویش کے ہاتھ پر واقع ہو چکا ہے۔ لہٰذا اچھے نتائج و ثمرات کے منتظر رہیں۔ لیکن حتی الامکان درویشوں کے حقوق و آداب کا لحاظ ضرور رکھیں۔

وصیتوں اور نصیحتوں میں سے کیا لکھے۔ اور علوم و معارف کا کیا اظہار کرے۔ علماء مجتہدین اور صوفیہ محققین شکر اللہ تعالیٰ سعیہم نے بسط و تفصیل کے ساتھ سب کچھ لکھ دیا ہے۔ کوئی کمی باقی نہیں چھوڑی۔ اور اس کم مایہ بندے کی تحریرات کا کچھ حصہ بھی ظاہراً آپ کے دوستوں نے آپ کی خدمت میں پہنچا دیا ہے۔ آپ کی نظر شریف سے گزر چکا ہو گا۔

مختصر یہ کہ نجات کا راستہ اہل سنت و جماعت کی متابعت ہے۔ (اللہ تعالیٰ اس گروہ کو اور زیادہ کرے)۔ اقوال میں بھی، افعال میں بھی، اور اصول و فروع میں بھی۔ کیونکہ نجات پانے والا فرقہ صرف یہی ہے ؎۳۔ باقی تمام فرقے زوال اور ہلاکت کے کنارے کھڑے ہیں۔ آج کسی کے علم میں یہ بات آئے یا نہ آئے۔ لیکن کل (قیامت) کو ہر ایک جان لے گا۔ مگر اس وقت جاننا بے سود ہو گا۔

اے اللہ! اس سے قبل کہ موت آ کر ہمیں جگائے اور ہوشیار کرے اس وقت بیداری اور ہوشیاری کی نعمت نصیب فرما۔

سیادت مآب سید ابراہیم آپ کے بلند آستانہ سے قدیمی تعلق و نسبت رکھتا ہے اور آپ کے

---

؎۱ ابو نعیم نے حلیہ میں اسناد حسن کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

؎۲ "لوح محفوظ است پیش اولیاء"۔ مترجم عفی عنہ۔

؎۳ آج فتنہ اور گمراہی کے تاریک دور میں اہل اسلام پر لازم ہے کہ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے مسلک حقہ اہل سنت و جماعت پر قائم و ثابت رہیں۔ نجات یافتہ گروہ صرف یہی ہے۔ دوسرے تمام فرقے اس نعمت و سعادت سے محروم ہیں۔ مترجم عفی عنہ۔



Marfat.com

دعا گویاں میں شامل ہے۔ آپ کے ذمہ کرم پر لازم ہے کہ اس کی دستگیری فرمائیں۔ کہ اس فقر اور بڑھاپے کے وقت اپنے اہل وعیال میں فراغت وسکون سے اپنا وقت گزاریں اور آپ کے ہے دونوں جہان کی سلامتی کی دعا میں مشغول رہیں۔ والسلام۔

# مکتوب نمبر (۷۰)

اس بیان میں کہ انسان کی جامعیت راہِ راست سے اس کی دوری کا سبب بن جاتی ہے جس طرح یہی جامعیت اس کے قرب کا سبب ہے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

یہ مکتوب بھی خان خاناں کی طرف صادر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ آپ کو شریعت حقہ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے طریقہ پر قائم و ثابت رکھے۔ اللہ تعالیٰ اس بندے پر بھی رحم فرمائے جو اس پر آمین کہے

انسان کے لیے اس کی جامعیت جس طرح قرب حق، بزرگی اور فضیلت کا موجب ہے اسی طرح اسے گمراہ اور جاہل رکھنے کا سبب بھی ہے۔ قرب کا سبب تو اس طرح ہے کہ انسان کا شیشۂ فطرت سب مخلوق کی نسبت کامل تر ہے۔ اور تمام اسماء و صفات بلکہ تجلیات ذاتیہ کے ظہور کی قابلیت بھی اس میں ہے۔ حدیث قدسی[1]:

لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَآئِیْ وَلٰکِنْ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنِ۔ میری وسعت نہیں رکھتے نہ میری زمین اور نہ میرا آسمان، بلکہ میری وسعت و گنجائش میرے بندہ مومن کا دل رکھتا ہے۔

میں اسی بیان کی طرف اشارہ ہے۔

اور راہِ راست سے اس کی دوری کا سبب جہان کی ہر شے کی طرف اس کا احتیاج ہے۔ کیونکہ انسان کے لیے ہر چیز درکار ہے۔

خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا۔ اللہ تعالیٰ نے زمین میں سب کچھ تمہارے لیے پیدا کیا ہے۔

---

[1] احیاء العلوم، طبرانی، دیلمی در مسند الفردوس بروایت انس رضی اللہ عنہ۔ و امام احمد از وہب بن منبہ بالفاظ مختلفہ۔



Marfat.com

اس احتیاج کے سبب اسے ہر شے میں گرفتار ہونا پڑتا ہے۔ اور یہی گرفتاری اس کے بُعد اور اسے گمراہ کرنے کا باعث بن جاتی ہے ؎

پایہ آخر آدم است و آدمی گشت محروم از مقام محرمی
گرنہ گردد باز مسکیں زیں سفر نیست از وے ہیچکس محروم تر

انسان بلندی کے سب سے آخری مرتبہ پر ہے۔ لیکن انسان محرم راز ہونے کے مقام سے محروم ہو چکا ہے۔ اگر یہ مسکین اس (گرفتاری اشیاء) کے سفر سے واپس نہ لوٹا تو پھر اس سے زیادہ کوئی بھی محروم نہیں۔ پس تمام موجودات میں بہترین بھی انسان ہی ہے۔ اسی نوع انسانی میں سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہیں جو رب العالمین کے حبیب ہیں۔ اور آسمانوں اور زمینوں کے رب کا دشمن ابوجہل لعین بھی اسی نوع میں سے ہوا ہے۔ تو لازمی بات ہے کہ جب تک انسان کو تمام گرفتاریوں سے نجات میسر نہ آئے سب عیوب و نقائص سے منزہ ذات بحت حق تعالیٰ کی گرفتاری اور اس سے وابستگی حاصل نہیں ہو سکتی۔ غیر حق میں گرفتاری خرابی ہی خرابی ہے۔ لیکن بتقاضائے ما لا یدرك كله لا يترك كله (جو چیز پوری طرح حاصل نہ ہو سکے اسے بالکل ہی ترک نہیں کرنا چاہیے) چند روزہ زندگی صاحب شریعت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتحیۃ کی اتباع کے موافق بسر کرنا چاہیے۔ کیونکہ عذاب آخرت سے نجات اور دائمی نعمتوں (جنت) کا حصول اسی اتباع کی سعادت سے وابستہ ہے۔

پس بڑھنے والے مال اور چرکر پیٹ بھرنے والے مویشیوں کی زکوٰۃ کما حقہٗ ادا کرتے رہیں۔ اور اس ادائے زکوٰۃ کو اموال اور مویشیوں میں دل نہ لگانے کا وسیلہ بنانا چاہیے۔ اور لذیذ کھانوں اور نفیس ملبوسات میں حظ نفس ملحوظ خاطر نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ کھانے پینے کی اشیاء میں ادائے طاعات کی نیت کے سوا اور کچھ نیت نہیں ہونی چاہیے۔ اور نفیس لباس مطلق آیۃ

خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ[1] یعنی اختیار کرو اپنی زینت ہر مسجد یعنی ہر نماز کے وقت۔
اَیْ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوۃٍ۔

حکم ربی کی زینت کے تحت پہننا روا ہے۔ اور کوئی نیت نہیں ہونی چاہیے۔ اور اگر حقیقت میسر نہ آئے تو تکلف سے یہ نیت دل میں لانی چاہیے:

فَاِنْ لَّمْ تَبْكُوْا فَتَبَاكَوْا[2] اگر رونا نہ آئے تو رونے کی شکل ہی بنا لو۔

---

[1] پارہ ولو اننا (۸) سورۃ اعراف۔

[2] شرح السنہ بروایت حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔



Marfat.com

اور ہمیشہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا اور تضرع کرتے رہنا چاہیے تاکہ حقیقت نیت نصیب ہو اور تکلف سے نجات ملے۔ ؎

می تواند کہ دہد اشک مرا حسن قبول! آنکہ دُر ساختہ است قطرۂ بارانی را

ممکن ہے کہ وہ ذات میرے آنسوؤں کو حسن قبول کے شرف سے نواز دے جس نے بارش کے قطرے کو موتی کی صورت عطا کر دی ہے۔

اسی طرح تمام کاموں میں ان دیندار علماء کرام کے فتویٰ کے مطابق جنہوں نے عزیمت کا راستہ اختیار کر رکھا ہے اور رخصت سے اجتناب کرتے ہیں زندگی بسر کرنا چاہیے۔ اور اس کو نجات اُخروی ابدی کا وسیلہ قرار دینا چاہیے:

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ[1] — اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب کیوں دے گا جبکہ تم لوگ شکر گذار اور مومن بنو۔

# مکتوب نمبر (۷۱)

یہ مکتوب مرزا داراب ابن خان خاناں کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ نعمتوں سے مالا مال انسان پر نعمت فرمانے والے رب تعالیٰ کا شکر ادا کرنا واجب و ضروری ہے۔ اور شکر کی ادائیگی صرف احکام شریعت کی بجا آوری کی صورت میں ہے۔

اللہ تعالیٰ تمہاری تائید و نصرت فرمائے۔

نعمت والے پر نعمت عطا کرنے والے رب تعالیٰ کا شکر از روئے عقل و شرع ضروری ہے۔ اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ شکر کا وجوب نعمتوں کی مقدار کے مطابق ہوتا ہے۔ پس جس قدر نعمتیں زیادہ ہوں گی شکر کا وجوب بھی زیادہ ہوگا۔ تو دولت مندوں پر ان کے درجات کے مطابق فقراء کی نسبت کئی درجے شکر کی ادائیگی ضروری ہے۔ لہٰذا اس اُمّت کے فقراء اغنیاء کی نسبت پانچ سو سال پہلے جنت میں چلے جائیں گے۔

اور نعمتیں عطا کرنے والے رب تعالیٰ کے ادائے شکر کا پہلا درجہ یہ ہے کہ بندہ اپنے عقائد فرقہ

[1] پارہ والمحصنت (۵) سورۂ نساء۔



Marfat.com

ناجیہ اہل سنت وجماعت کی آراء کے مطابق صحیح اور درست رکھے۔

دوسرا درجہ یہ ہے کہ اس بلند مرتبہ گروہ کے مجتہدین کی آراء کے مطابق احکام شرعیہ بجالاتا رہے۔

تیسرا درجہ یہ ہے کہ بلند درجہ گروہ صوفیہ کے سلوک کے موافق اپنے نفس کا تصفیہ اور تزکیہ کرے۔

اس آخری رکن کا وجوب درجہ استحسان میں ہے۔ بخلاف پہلے دو رکنوں کے۔ کیونکہ اصل اسلام پہلے دو رکنوں کے ساتھ وابستہ ہے، اور کمال اسلام تیسرے رکن سے متعلق ہے۔ اور وہ عمل جو ان تین ارکان کے خلاف ہے، اگرچہ ریاضات شاقہ اور مجاہدات شدیدہ کی جنس سے ہو معصیت، نافرمانی اور حق تعالی کی ناشکری میں داخل ہے۔

ہندو برہمنوں اور فلاسفۂ یونان نے کیا کم ریاضتیں اور مجاہدے کیے ہیں؟ لیکن چونکہ ان کی ریاضتیں انبیاء کرام (ان میں سب سے افضل نبی پر خصوصاً اور باقی پر عموماً اللہ تعالی کی رحمتوں اور سلامتیوں کا نزول ہو) کی شریعتوں کے مطابق واقع نہیں ہوئیں، اس لیے سب مردود ہیں۔ اور یہ لوگ نجات اخروی سے محروم ہیں۔

تو تم پر ہمارے سردار و مولیٰ اور ہمارے گناہ بخشوانے والے اور ہمارے دلوں کے طبیب حضرت جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ وسلم اور حضور کے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کی متابعت اور پیروی لازم وضروری ہے۔

# مکتوب نمبر ۲۷

خواجہ جہاں کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ دین و دنیا دونوں کا جمع کرنا دشوار و مشکل ہے۔ پس طالب آخرت کے لیے ترک دنیا کے بغیر چارہ نہیں۔ اور اگر ترک حقیقی میسر نہ آئے تو کم از کم ترک حکمی تو ضرور ہونا چاہیے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

اللہ سبحانہ وتعالی آپ کو سلامت رکھے اور عافیت عطا فرمائے۔

مَا اَحْسَنَ الدِّیْنَ وَالدُّنْیَا لَوِ اجْتَمَعَا — کیا ہی اچھا ہوتا اگر دین و دنیا دونوں اکٹھی ہو سکتیں

دین و دنیا دونوں کو جمع کرنا دو ضدوں کے جمع کرنے کے قبیلہ میں سے ہے۔ پس طالب آخرت کے لیے دنیا کو چھوڑنا ضروری ہے۔ اور جب اس وقت حقیقۃً ترک دنیا میسر نہیں بلکہ مشکل ہے۔ تو کم از کم ترک حکمی وصوری تو ضرور ہونا چاہیے۔



Marfat.com

اور ترک حکمی سے یہ مراد ہے کہ دنیوی امور میں بندہ روشن شرع کے تقاضوں کے مطابق اس کے احکام کی پابندی کرے۔ اور کھانے پینے اور لباس وغیرہ میں حدود شرعیہ کی رعایت ملحوظ رکھے اور ان حدود سے تجاوز کرنے کو روا اور جائز نہ رکھے۔ اور سونے چاندی اور مال تجارت وغیرہ اور مویشیوں میں نصاب مکمل ہونے کی صورت میں فریضہ زکوٰۃ ادا کرے۔ جب احکام شرعیہ کی ادائیگی کے ساتھ انسان مزین و آراستہ ہوگیا تو دنیا کی مضرتوں سے نجات حاصل ہوگئی۔ اور دنیا آخرت کے ساتھ جمع ہوگئی۔ اور اگر اس طرح کا ترک حکمی بھی میسر نہ آئے تو ایسا شخص بحث سے خارج ہے اور منافق کے حکم میں ہے، جو صرف صورت ایمان رکھتا ہے۔ اور منافق کا ایمان آخرت میں کچھ نفع نہیں دے گا۔ ایسے آدمی کے ایمان کا نتیجہ اور ثمرہ صرف اس قدر ہے کہ دنیا میں اس کے مال اور اس کی جان کا تحفظ ہوجاتا ہے ؎

من آنچہ شرط بلاغ است با تو میگو یم
تو خواہ از سخنم پند گیر و خواہ ملال!

شرط تبلیغ کے تحت جو کچھ میرے ذمے تھا وہ میں نے تجھ سے کہہ دیا ہے۔ آگے میری باتوں سے تجھے چاہے نصیحت حاصل ہو چاہے رنج و ملال۔

دیکھیے! کون صاحب دولت ایسا نکلتا ہے جو اس دنیوی کر و فر اور ان نوکروں چاکروں اور ان لذیذ و چرب کھانوں اور لباسہائے فاخرہ امیرانہ کے باوجود کلمۂ حق قبول کر لینے والے کانوں کے ساتھ سنتا ہے ؎

گوشش از بار دُرگراں شدہ است نشنود نالۂ و فغان مرا

اس کے کان موتیوں کے بوجھ سے بھاری ہو چکے ہیں۔ لہٰذا میرے نالہ و فغاں کو کہاں سن سکتے ہیں

اللہ تعالیٰ ہمیں اور نہیں سب کو شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی متابعت کی توفیق عطا کرے۔

باقی ایک لائق گزارش بات یہ ہے کہ میاں شیخ زکریا جو پہلے عہدہ تحصیلداری پر فائز تھا آج کل محبوس اور بند ہے۔ شومی اعمال کے باعث مدت سے قید خانہ میں بند ہے۔ ضعف پیری تنگی معاش اور قید خانہ میں عرصے سے پڑا رہنے کی وجہ سے بالکل تنگ اور پریشان ہے۔ اس نے مجھے لکھا تھا کہ لشکر میں آکر میری رہائی کی کوشش کریں۔ راستے کی لمبی مسافت وہاں تک آنے میں مانع ہوئی۔ برادر عزیز خواجہ محمد صادق آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہے تھے۔ ضرورت کے ان چند کلمات کی تکلیف دی ہے۔



Marfat.com

امید ہے کہ اس بوڑھے اور ضعیف شخص کے بارہ میں توجہ عالی کریں گے۔ کیونکہ وہ عالم بھی ہے۔ اور اسے ضعف پیری بھی لاحق ہے ——— والسلام اوّلاً و آخراً۔

# مکتوب نمبر (۷۳)

دنیا اور اہل دنیا کی مذمت اور غیر نفع مند علوم کو حاصل کرنے کی برائی اور فضول مباحات سے بچنے اور خاص کر عنفوان جوانی میں خیرات اور اعمال صالحہ کی ترغیب و تحریص میں۔

قلیج اللہ بن قلیج خاں کی طرف صادر فرمایا۔

حق سبحانہ' وتعالیٰ روشن شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات والتحیات الابدیہ و السرمدیہ کے طریقہ پر استقامت نصیب فرمائے۔

اے فرزند! دنیا آزمائش اور ابتلا کا مقام ہے۔ اس کے ظاہر کو مختلف ملمع سازیوں اور زینتوں سے آراستہ اور مزین کیا گیا ہے۔ اس کی صورت کو موہوم خال وخط اور زلف و رخسار سے خوبصورت کیا گیا ہے۔ دیکھنے میں شیریں اور طراوت و تازگی کا خیال آتا ہے لیکن حقیقت میں عطر لگا ہوا مردار اور مکھیوں اور کیڑوں سے بھرا ہوا ٹٹی خانہ اور آب نمایت اور زہر سے لبریز شکر ہے۔ اس کا باطن سراسر خراب اور ابتر ہے۔ اس کا معاملہ اپنے طالبوں کے ساتھ اس گندگی اور غلاظت کے ساتھ جس قدر تم برا خیال کر سکتے ہو اس سے بھی بدتر ہے۔ اس دنیا پر فریفتہ ہونے والا دیوانہ اور مسحور (جادو کیا ہوا) ہے۔ اس کا گرفتار مجنون اور فریب خوردہ ہے۔ جو اس کے ظاہر پر فریفتہ ہو گیا اور نقصان ابدی کے ساتھ داغدار ہو گیا۔ جس نے بھی اس کی حلاوت و طراوت پر نظر کی دائمی ندامت و شرمندگی اس کے حصہ میں آگئی۔ سرور کائنات حبیب رب العالمین علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والتحیات نے فرمایا ہے:

| | |
|---|---|
| مَا الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃُ اِلَّا ضَرَّتَانِ | یعنی دنیا اور آخرت دو سوکنوں کی طرح ہیں۔ |
| اِنْ رَضِیَتْ اِحْدٰھُمَا سَخِطَتِ الْاُخْرٰی | اگر ایک راضی ہوتی ہے تو دوسری ناراض ہوتی ہے۔ |

تو جس نے دنیا کو راضی کیا اس سے آخرت ناراض ہو گئی۔ اور آخرت کی نعمتوں سے بے نصیب ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں دنیا اور اہل دنیا کی محبت سے پناہ میں رکھے۔

[1] احمد، حاکم، طبرانی اور ابن حبان بالفاظ مختلفہ۔



Marfat.com

اے بیٹے! تو کچھ جانتا ہے کہ دنیا کیا چیز ہے؟ دنیا وہ چیز ہے جو تجھے خدا تعالیٰ سے دور کر دیتی ہے۔ لہٰذا بیوی، اولاد، مال و جاہ، سرداری اور لہو ولعب اور لایعنی چیزوں میں اشتغال سب دنیا میں داخل ہے (اگر خدا سے دور کر دے)۔ وہ علوم جو آخرت میں کام نہیں آئیں گے، وہ بھی دنیا میں داخل ہیں۔ اگر علم نجوم، منطق، ہندسہ اور حساب وغیرہ بے فائدہ علوم کا حاصل کرنا کارآمد چیز ہوتی تو فلاسفہ اہل نجات میں سے ہوتے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

| | |
|---|---|
| علامة اعراضه تعالیٰ عن العبد | اللہ تعالیٰ کے بندے سے اعراض کرنے کی علامت |
| اشتغاله بما لا یعنیه۔ | یہ ہے کہ بندہ لایعنی کاموں میں مشغول ہو جائے |

؎
ہر چہ جز عشق خدائے احسن است
گر شکر خوردن بود جاں کندن است

خدائے احسن کے عشق و محبت کے سوا جو کچھ بھی ہے چاہے شکر ہی کیوں نہ کھائی جائے اس میں بھی جان کی ہلاکت ہی ہے۔

اور وہ جو کہا گیا ہے کہ نماز کے اوقات معلوم کرنے کے لیے علم نجوم درکار ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس علم کے بغیر اوقات نماز کی پہچان نہیں ہو سکتی بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اوقات نماز پہچاننے کے طریقوں میں سے ایک طریقہ یہ علم بھی ہے۔ ایسے بہت لوگ ہیں جو علم نجوم بالکل نہیں جانتے لیکن نماز کے اوقات ماہرین نجوم سے بھی بہتر جانتے ہیں۔ اسی کے قریب وہ وجہ ہے کہ جو علم منطق اور حساب وغیرہ جن کی بعض علوم شرعیہ میں ضرورت پڑتی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ بہت سے تکلفات اور تمحلات اختیار کر کے ان علوم میں مشغول ہونے کا جواز نکلتا ہے۔ ان علوم کے پڑھنے اور حاصل کرنے سے اگر مقصود صرف احکام شرعیہ کی معرفت اور علم کلام کی دلیلوں کی تقویت ہو تو صرف اس قصد کے تحت ان علوم کے حصول کا جواز ہے۔ ورنہ ان کی تحصیل اور ان کا پڑھنا پڑھانا جائز ہی نہیں۔ انصاف کرنا چاہیے کہ اگر ایک امر مباح کا ارتکاب بہت سے واجب امور کے فوت ہو جانے کا باعث بنتا ہو وہ حد جواز سے خارج ہو جائے گا یا نہیں یعنی ضرور

---

لہ عارف رومی فرماتے ہیں: چیست دنیا از خدا غافل شدن۔

لہ ملا متقی نے جوامع الکلم میں اور ابن حجر نے شرح اربعین میں اور ترمذی و ابن ماجہ نے بالفاظ مختلفہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔



Marfat.com

خارج ہو جائے گا۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ان علوم میں مشغولیت بہت سے ضروری شرعی علوم کے حصول و اشتغال کو فوت کر دیتی ہے۔

اے فرزند! حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے محض اپنی عنایت بے غایت سے تجھے ابتدائے جوانی میں ہی توبہ کی توفیق نصیب فرمائی تھی۔ اور اس سلسلہ عالیہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے درویشوں میں سے ایک درویش کے ساتھ رجوع کی نعمت عطا فرمائی تھی۔ میں نہیں جانتا کہ نفس و شیطان نے تجھے اس توبہ پہ قائم و ثابت رہنے دیا یا نہیں۔ توبہ پر استقامت مشکل ہی نظر آتی ہے۔ آپ کا آغازِ جوانی کا وقت ہے۔ تمام دنیوی اسباب و وسائل مہیا ہیں۔ اور نامناسب و ناپسندیدہ ہمنشین اور ساتھی بھی آپ کے ارد گرد جمع ہیں ؎

ہمہ اندرز من بتو این است　　　　که تو طفلی و خانہ رنگین ست

(میری طرف سے تجھے ساری نصیحت یہی ہے کہ تو بچہ ہے اور مکان بڑا رنگین اور خوشنما ہے (کہیں اس کے نقش و نگار میں کھو کر مقصد کو ہی نہ بھول جائے)

اے فرزند! کرنے کا کام یہی ہے کہ انسان فضول مباحات سے بھی بچے اور مباحات میں سے صرف قدر ضرورت پر اکتفا کرے۔ وہ بھی اس نیت سے کہ وظائف بندگی ادا کرنے کی ہمت و طاقت بحال اور موجود رہے۔ مثلاً خوراک سے مقصود ادائے طاعات کی قوت ہے۔ اور لباس سے ستر شرمگاہ اور گرمی و سردی کا دفاع ہے۔ اسی قیاس پر باقی مباحات ضروریہ ہیں۔ اکابر نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم نے عزیمت کو اپنا معمول بنایا ہے اور رخصت سے حتی الامکان اجتناب کیا ہے۔ اور یہ بھی عزیمت میں داخل ہے کہ بقدر ضرورت پر اکتفا کی جائے۔ اور اگر عزیمت کی یہ دولت میسر نہ ہو تو مباحات کے دائرہ سے قدم باہر نہیں رکھنا چاہیے۔ اور حرام اور مشتبہ امور کا مرتکب نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مباحات کے اندر ہی اعلیٰ سے اعلیٰ نعمتوں کو اتم و اکمل طور پہ جائز قرار دے دیا ہے اور اسی دائرہ کو بہت وسیع کر دیا ہے۔ تمام تنعمات سے قطع نظر کونسی آسائش اس کے برابر ہو سکتی ہے کہ اس کا مولیٰ اس کے اعمال پر راضی اور خوش ہو جائے۔ اور کونسی سختی اس کے برابر ہو سکتی ہے کہ انسان کا آقا اس کے اعمال سے ناراض اور ناخوش ہو۔ خدا تعالیٰ کی رضا جنت میں جنت سے بہتر ہے، اور دوزخ میں اللہ کی ناراضگی نار دوزخ سے بُری ہے۔

یہ انسان بندہ محکوم ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری کا پابند ہے۔ اسے شتر بے مہار کی طرح



Marfat.com

کھلا نہیں چھوڑا گیا کہ جو دل میں آئے کرے۔ غور و فکر سے کام لینا چاہیے۔ اور عقل دوراندیش سے سوچنا چاہیے۔ ورنہ کل قیامت کو سوائے ندامت اور خسارہ کے کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ کام کرنے کا وقت یہی جوانی کا موسم ہے۔ جوانمرد وہی ہے جو اپنا وقت ضائع نہ کرے۔ اور فرصت کے لمحات کو غنیمت جانے۔ ممکن ہے کارکنان قضا و قدر اسے بڑھاپے تک دنیا میں نہ رہنے دیں۔ اور اگر بڑھاپے تک عمر وفا بھی کرے تو شاید اس وقت دل جمعی اور سکون نصیب نہ ہو۔ اور اگر اس وقت سکون میسر بھی ہو تو وہ ضعف اور پیری کا وقت ہے۔ کام کچھ نہیں ہو سکے گا۔ اس وقت جبکہ دل جمعی اور سکون کے اسباب مہیا ہیں، اور والدین کا وجود بھی اللہ تعالیٰ کے انعامات میں ہے کہ فکر معاش ان کے سر ہے۔ اور فرصت کا موسم ہے اور قوت و استطاعت کا زمانہ ہے۔ تو پھر کس عذر کے تحت آج کا کام کل پر ڈالا جاتے۔ اور "اچھا کل کرلیں گے" پر عمل کیا جائے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:

هَلَكَ الْمُسَوِّفُوْنَ [1] — ہلاک ہو گئے وہ لوگ جو کہتے ہیں عنقریب ہم یہ کام کرلیں گے۔ یعنی آج کا کام کل پر ڈالنے والے۔

ہاں، اگر کمینی دنیا کے کام کل پر ڈالیں اور آخرت کے کاموں کو آج سرانجام دیں تو یہ بہت ہی بہتر ہے جس طرح اس کا الٹ نہایت قبیح ہے۔ اس آغاز جوانی کے وقت میں کہ دشمنوں یعنی نفس اور شیطان کا غلبہ ہے تھوڑے عمل کا اس قدر اعتبار اور اس قدر و قعت ہے کہ دشمنوں کے غلبہ نہ ہونے کے وقت کئی گنا زیادہ عمل کا بھی اتنا اعتبار اور اتنی قدر و قیمت نہیں۔ فوجی قاعدہ اور دستور کے مطابق دشمنوں کے غلبہ کے وقت سپاہیوں کی کارگزاری کی بڑی قدر ہوتی ہے اور ان کا تھوڑا سا تردد بھی بڑی وقعت اور نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ اور دشمنوں سے امن و امان کے وقت وہ قدر و قیمت نہیں ہوتی۔

اے فرزند! پیدائش انسانی سے مقصود جو خلاصۂ کائنات ہے، لہو و لعب اور کھانا اور سونا نہیں۔ بلکہ انسانی خلقت و پیدائش سے مقصود یہ ہے کہ بندہ وظائف بندگی ادا کرے۔ اور ذل و انکسار، عجز و محتاجی اور ہمیشہ جناب قدس خداوندی جل سلطانہٗ میں التجاء اور تضرع کا تعلق قائم رکھے۔

وہ عبادات جو شرع محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان کی ہیں۔ اور ان عبادات سے مقصود بھی

[1] دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہ روایت بالفاظ التسویف شعار الشیطان یلقیہ فی قلب المؤمن اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بالفاظ ایاک والتسویف بالتوبۃ نقل کی۔ اور امام بخاری نے تاریخ میں حضرت عکرمہ سے بطریق ارسال روایت کی۔ اور خطیب نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بالفاظ لعن اللہ المسوفات۔ روایت کی۔ مترجم عفی عنہ



Marfat.com

بندوں کے منافع اور مصالح ہیں۔ اور جناب قدس خداوندی عز شانہٗ کی طرف کوئی نفع عائد نہیں ہوتا۔ ان سب کو جان و دل سے ممنون ہو کر ادا کرنا چاہیے اور پوری تسلیم و اطاعت سے تمام ماموروں کی فرمانبرداری اور تمام ممنوعات سے رکنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے کامل بے نیازی کے باوجود اپنے بندوں کو ماموروں اور ممنوعات سے سرفراز فرمایا ہے۔ ہم محتاجوں کو اتم طریقہ پر اس نعمت کا شکر ادا کرنا چاہیے اور پوری احسان مندی کے ساتھ احکام کی فرماں برداری میں کوشاں رہنا چاہیے۔

وہ فرزند جانتا ہے کہ اگر اہل دنیا میں سے ظاہری شوکت و رتبے والا شخص اپنے ماتحت متعلقین میں سے کسی کو کسی خدمت کے ساتھ سرفراز کرے اور اس خدمت میں خدمت سپرد کرنیوالے صاحب شوکت شخص کا نفع بھی ہو تو یہ ماتحت انسان اس کے حکم کو کس قدر عزیز خیال کرتا ہے۔ اور جانتا ہے کہ ایک عظیم القدر شخص نے اسے اس خدمت پر مامور کیا ہے۔ تو یہ ماتحت انسان پوری احسان مندی کے ساتھ اس خدمت کو بجا لائیگا۔ تو بڑے تعجب اور افسوس کی بات ہے کہ خداوند تعالیٰ جل سلطانہ کی عظمت اس دنیادار شخص کی عظمت سے بھی نظر میں کم محسوس ہو کر خدا تعالیٰ کے احکام اور اس کے وظائف بندگی کی ادائیگی میں کوشش نہ کی جائے۔ شرم آنی چاہیے۔ اور خواب خرگوش سے بیدار ہونا چاہیے۔

خدا تعالیٰ جل سلطانہ کے احکام بجا نہ لانا دو وجہ سے ہوتا ہے۔ یا تو اس بنا پر کہ اخبارات شرعیہ کو جھوٹا خیال کیا جائے۔ اور ان پر یقین نہ ہو اور یا اس بنا پر کہ اللہ تعالیٰ و تقدس کے حکم و فرمان کو دنیاداروں کے حکم سے بھی حقیر اور کم تر خیال کیا جائے۔ اس صورت حال کی شناعت اور برائی آپ خود ملاحظہ کریں۔

اے فرزند! جس شخص کے جھوٹ کا بارہا تجربہ ہو چکا ہو وہ اگر یہ اطلاع دے کہ فلاں قوم پر ان کے دشمن فلاں رات شب خون ماریں گے۔ تو اس قوم کے عقل مند لوگ اپنی حفاظت کے لیے چارہ جوئی کریں گے اور مصیبت کے دفاع کی فکر کریں گے۔ باوجودیکہ جانتے ہیں کہ اطلاع دینے والا شخص جھوٹ بولنے کا عادی ہے۔ لیکن پھر بھی کہتے ہیں کہ عقلمندی یہی ہے کہ خطرے کے وہم سے بھی پرہیز کرنا اور بچنا ضروری ہے۔

(اس بات پر قیاس کرتے ہوئے جاننا چاہیے کہ) مخبر صادق جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ نے پورے مبالغے کے ساتھ عذاب اُخروی کے بارے میں خبر دی ہے۔ لیکن آپ کی باتوں سے بالکل متاثر نہیں ہوتے کیونکہ اگر متاثر ہوتے تو اس کے ازالے کی فکر کرتے۔ حالانکہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس کا علاج بھی معلوم کر چکے ہیں۔ تو یہ کیا ایمان ہوا کہ مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خبر کو جھوٹے آدمی کی خبر جتنی



Marfat.com

اہمیت بھی نہ دی جائے۔ اسلام کی صرف رسمی صورت نجات کے لیے کافی نہیں یقین درکار ہے۔ اور یقین کہاں ہے بلکہ وہم بھی نہیں۔ کیونکہ عقلمند لوگ خطرے کے مقامات میں وہم کو بھی اہمیت دیتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کلام مجید میں فرماتا ہے۔

وَاللّٰہُ بَصِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ [1] — اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو خوب دیکھ رہا ہے۔

اس ارشاد خداوندی کے باوجود لوگ اعمال قبیحہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اگر یہ جانتے ہوں کہ ایک ادنیٰ اور حقیر شخص ان کے اعمال قبیحہ سے باخبر ہے تو ہرگز یہ بُرے اعمال اس کے سامنے نہ کریں۔

ایسے لوگوں کا حال دو حالتوں سے خالی نہیں۔ یا تو اللہ تعالیٰ کے علم کا ان کو یقین نہیں۔ یا اللہ تعالیٰ کے مطلع ہونے کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ تو ایسا کردار ایمان میں داخل ہے یا کفر سے تعلق رکھتا ہے۔ تو اس فرزند پر لازم ہے کہ نئے سرے سے ایمان کی تجدید کرے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

جَدِّدُوْا اِیْمَانَکُمْ بِقَوْلِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ [2] — کلمہ لا الٰہ الا اللہ سے اپنے ایمان کو تازہ کرو۔

اور اعمال ناپسندیدہ سے توبہ خالص کا اعادہ کرنا چاہیے۔ دوام ورجن سے روکا گیا ہے اور جو شرع میں حرام ہیں ان سے اجتناب کرنا چاہیے۔ پانچ وقت کی نمازیں باجماعت ادا کریں۔ اگر قیام لیل اور نماز تہجد بھی میسر آئے تو زہے سعادت۔

مال زکوٰۃ ادا کرنا بھی ارکان اسلام میں سے ہے۔ اسے بھی ضرور ادا کیا جائے۔ ادائیگی زکوٰۃ کا آسان طریقہ یہ ہے کہ سال کے اندر فنڈ زکوٰۃ کے طور پر جو حصہ فقراء کا بنتا ہے اسے باقی مال سے الگ کر لے۔ اور خزمن میں رکھے۔ اور سارا سال مصارف زکوٰۃ میں ادا کرتا رہے۔ اس طرح ہر بار دیتے وقت نئی نیت کی ضرورت نہیں۔ جدا کرتے وقت جو نیت کی تھی وہی کفایت کرے گی۔ اور اس کا اندازہ تو آپ کو ہوگا ہی کہ سارا سال فقراء اور مستحقین پر آپ کتنا خرچ کرتے ہیں۔ لیکن جو مال بہ نیت زکوٰۃ ادا نہ کیا جائے وہ زکوٰۃ میں شمار نہیں ہو سکتا۔ لیکن ہماری بیان کردہ صورت میں زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے اور کافی مقدار میں مال زکوٰۃ نکالنے سے خلاصی ہو جاتی ہے۔ اور بالفرض متفرق طور پر زکوٰۃ کا مال سارے سال میں ادا نہ ہو تو بچا ہوا زکوٰۃ کا روپیہ الگ رکھیں اور ادا کریں۔ اسی طرح ہر سال کرتے رہیں۔ فقراء کے لیے مال زکوٰۃ جو الگ کیا گیا اگر اس وقت اس کی ادائیگی نہ ہو سکے ممکن ہے کل ہو جائے۔

اے فرزند! جبکہ نفس فطرتاً سخت بخیل اور کنجوس ہے، اور احکام خداوندی جل سلطانہ کی ادائیگی

---

[1] سورۃ حجرات پارہ حٰم (۲۶)

[2] احمد و طبرانی بالفاظ مختلفہ۔



Marfat.com

میں سرکشی واقع ہوا ہے۔ اس لیے تاکید و مبالغہ کے طور پر یہ الفاظ لکھے گئے ہیں۔ ورنہ فی الحقیقت تمام اموال واملاک کا مالک حق سبحانہٗ و تعالیٰ ہے۔ کس کی مجال ہے کہ ادائیگی میں دیر کرسکے۔ لہٰذا پوری اللہ تعالیٰ کی پوری احسان مندی کے ساتھ زکوٰۃ ادا کیا کریں۔ اسی طرح باقی تمام عبادات میں کسی طور پر بھی اپنے آپ کو معاف اور مستثنیٰ قرار نہ دیں اور حق العباد کی ادائیگی میں تو بہت زیادہ توجہ مبذول کرنی چاہیے اور پوری کوشش کرنی چاہیے کہ کسی کا حق اپنے ذمہ نہ رہے۔ دنیا میں اس حق کی ادائیگی آسان ہے۔ نرمی اور چاپلوسی سے بھی دوسرے کا حق رفع ہو سکتا ہے (کہ اس کی منت خوشامد کرلی جائے)۔ آخرت میں مشکل ہے وہاں ادائیگی کا کچھ علاج نہ ہو سکے گا۔

احکام شرعیہ کی صحیح نوعیت علمائے آخرت سے معلوم کیا کریں۔ ان کے کلام میں ایک تاثیر ہے۔ شاید ان کے مبارک کلمات کی برکت سے عمل کی توفیق بھی مل جائے۔

علمائے دنیا سے جنہوں نے علم کو مال وجاہ کے حصول کا ذریعہ بنا رکھا ہے دور رہنا چاہیے۔ مگر جبکہ متقی اور پرہیزگار عالم نہ ملے تو ضرورت کے تحت بقدر ضرورت علمائے دنیا کی طرف رجوع کیا جائے۔ وہاں آپ کے پاس حاجی محمد اترہ دیندار علماء میں سے ہیں۔ اور یہاں شیخ علی اترہ سے تو آپ کی شناسائی بھی ہے غرضیکہ یہ دونوں حضرات ان علاقوں میں غنیمت ہیں۔ مسائل شرعیہ کی تفتیش میں ان کی طرف رجوع کرنا بہت مناسب ہے۔

اے فرزند! ہم فقراء کو ابنائے دنیا سے کیا تعلق و مناسبت کہ ان کی اچھی و بری بات زبان پر لائیں اس باب میں نصائح شرعیہ اتم و اکمل طریقہ پر وارد ہو چکی ہیں۔ فللہ الحجۃ البالغۃ (اللہ ہی کے لیے مکمل حجت ہے۔

لیکن اُس فرزند یعنی تم نے فقراء کی طرف رجوع کیا تھا۔ اس مناسبت کے باعث اکثر اوقات دل کی توجہ اُس فرزند کی طرف مبذول رہتی ہے۔ اور وہی توجہ اس گفتگو کا بھی باعث اور سبب ہے میرا یقین ہے کہ ان نصائح اور رسائل میں سے اکثر تمہارے کان تک پہنچ چکی ہیں۔ لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ مقصود عمل ہے، صرف علم مقصود نہیں۔

بیمار اگر اپنے مرض کا علاج جانتا ہو جب تک دوا استعمال نہیں کرے گا صحت نہیں ہوگی۔ دوا کا صرف علم کچھ فائدہ نہ دے گا۔ یہ سب تاکید و مبالغہ ترغیب عمل کے لیے ہے۔ علم ان پر حجت مکمل کر دیتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

ان اشد الناس عذابا یوم القیمۃ — قیامت کے روز سب لوگوں سے زیادہ عذاب



Marfat.com

عالم لم ینفعه الله بعلمه۔ اس عالم کو ہوگا جسے اللہ نے اس کے علم سے نفع نہ دیا۔

وہ فرزند جانتا ہے کہ سابقہ رجوع نے اہل اللہ کی صحبت کم نصیب ہونے کے باعث کوئی نتیجہ نہیں نکالا۔ لیکن اس فرزند کے جوہر استعداد کی نفاست سے ضرور خبردار کرتی ہے۔ امید ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ اس رجوع کی برکت سے اپنے پسندیدہ کاموں کی توفیق بخشے گا اور اہل نجات میں سے کرے گا۔

بہرحال اس گروہ اہل اللہ سے اپنا رشتہ محبت نہ توڑے اور ان پاک لوگوں کے حضور میں التجا اور عاجزی کو اپنا شعار اور دستور بنا رکھے۔ اور منتظر رہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ اس گروہ اہل اللہ کی محبت وعقیدت کے وسیلہ سے اپنی محبت سے مشرف فرمائے اور پوری طرح اپنی طرف کھینچ لے۔ اور ان دنیوی تعلقات کے خرخشوں سے پورے طور پر نجات عطا کرے۔ ؎

عشق آں شعلہ است کو چوں برفروخت ہرچہ جز معشوق باقی جملہ سوخت
تیغ لا در قتل غیر حق براند در نگر زاں پس کہ بعد لا چہ ماند
ماند الا اللہ باقی جملہ سوخت شاد باش اے عشق شرکت سوز زفت

عشق وہ شعلہ ہے کہ جب روشن ہوا تو اس نے معشوق کی ہستی کے سوا باقی سب کچھ جلا کر رکھ دیا۔ غیر حق کو قتل کرنے کے لیے اس عشق نے تلوار چلائی تو دیکھو کہ لا کے بعد کیا باقی رہا۔ صرف الا اللہ باقی رہا اس ذات کے علاوہ سب کچھ ختم ہو گیا۔ اے مضبوط طریقہ پر شرکت کو جلا دینے والے عشق، تو ہمیشہ خوش رہ۔

# مکتوب نمبر (۷۴)

فقرا (اہل اللہ) کی محبت پر ابھارنے، ان کی طرف متوجہ رہنے اور صاحب شریعت علیہ

---

۱؎ ابن عساکر از ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور طبرانی نے صغیر میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابن عدی اور حاکم نے مستدرک میں اس حدیث کو نقل کیا۔ بالفاظ مختلفہ۔ (مترجم عفی عنہ)

۲؎ جو لوگ یہ اعتقاد رکھتے ہیں اور اس کا پرچار کرتے ہیں کہ بزرگوں سے عقیدت ومحبت اور ان کا وسیلہ کوئی چیز نہیں ان کو حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ پر غور کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ صحیح عقیدہ کی نعمت عطا فرمائے۔

(مترجم عفی عنہ)



Marfat.com

وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع و پیروی کی نصیحت کے بیان میں۔

میرزا بدیع الزمان کی طرف صادر فرمایا۔

آپ کا مراسلہ شریفہ اور مقاوضہ لطیفہ وارد ہوا۔ حَمْدًا لِلّٰہِ سُبْحَانَہٗ۔ کہ اس کے مضمون و معانی سے فقراء سے محبت اور درویشوں کے ساتھ عقیدت و توجہ ظاہر ہو رہی تھی جو تمام سعادتوں کا سرمایہ ہے

| | |
|---|---|
| اِنَّھُمْ جُلَسَاءُ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ۔ وَھُمْ قَوْمٌ لَا یَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ۔ | بیشک اللہ تعالیٰ کے بندے اللہ کے ہمنشین ہیں یہ ایسے بابرکت لوگ ہیں کہ ان کا ہمنشین بدبخت نہیں۔ |
| وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَسْتَفْتِحُ بِصَعَالِیْکِ الْمُھَاجِرِیْنَ | اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ وسلم فقراء مہاجرین کے طفیل اور وسیلہ سے کفار پر نصرت و کامیابی طلب کرتے تھے۔ |
| وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ فِیْ شَانِھِمْ رُبَّ اَشْعَثَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ۔ ۵ | حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اہل اللہ کی شان میں فرمایا: بہت سے پراگندہ بال دروازوں سے دھکیلے جانے والے اگر اللہ پر کسی کام کی قسم کھالیں تو وہ ان کی قسم پوری کرتا ہے۔ |

اے سعادت آثار آپ کے مکتوب گرامی میں میرے متعلق ایک فقرہ یہ تھا خدیو نشأتین یعنی مالک دو جہان۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ صفت ذات حضرت واجب الوجود کے ساتھ خاص ہے جل سلطانہٗ۔ بندہ مملوک جو کسی شئے پر قادر نہیں۔ اس کے لیے کہاں گنجائش ہے کہ کسی بھی وجہ سے اپنے خداوند جل سلطانہٗ کے ساتھ مشارکت ڈھونڈے اور اپنے خدا ہونے کے راستے پر دوڑ پڑے۔ خاص کر

---

۱ یہ فقرہ بخاری و مسلم کی اس حدیث سے ماخوذ ہے وانا معہ اذا ذکرنی "اور جب میرا بندہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں" اور اللہ کا بندہ کسی وقت بھی یاد حق سے غافل نہیں ہوتا۔

۲ بخاری و مسلم بالفاظ متفاوتہ۔ ۳ مشکوٰۃ بحوالہ شرح السنۃ۔

۴ مسلم شریف بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۵ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے یہ احادیث یہاں نقل فرما کر دراصل اس مسئلے کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اولیاء کرام کو وسیلہ جاننے کا عقیدہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل سے ثابت ہے۔ اور اس عقیدہ کو شرک و بدعت قرار دینا گمراہی ہے۔ منکرین وسیلہ غور فرمائیں۔ (مترجم عفی عنہ)



Marfat.com

آخرت کے جہان میں جہاں مالکیت اور ملکیت کیا حقیقی اور کیا مجازی ذات مالک یوم الدین کے ساتھ خاص ہوگی۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ندا فرمائے گا۔ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ یعنی آج سلطنت کس کی ہے؟ اور خود ہی جواب میں فرمائے گا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ یعنی صرف اللہ واحد قہار کے لیے ہے۔ اس روز بندوں کے لیے دہشت اور خوف کے سوا کچھ ثابت نہیں ہوگا اور حسرت و ندامت کے سوا کچھ منصور نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنے قرآن مجید میں اس روز کی شدت و سختی اور اس دن کے مخلوق کے انتہائی اضطراب سے خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے:

| | |
|---|---|
| اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ۔ | بیشک قیامت کے دن کا زلزلہ عظیم شے ہے |
| يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ | اس روز تم دیکھو گے کہ ہر دودھ پلانے والی |
| عَمَّا اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ | اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور |
| حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ | ہر حاملہ عورت اپنا حمل گرا دے گی اور تم لوگ |
| سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ | کو بیہوشی کی حالت میں دیکھو گے حالانکہ فی الحقیقت |
| عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ۔ | بیہوش نہیں ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب |
| (پ۱۷۔ سورہ حج) | بڑا سخت ہے۔ |

؎ دراں روز کز فعل پرسند و قول اولوا العزم را دل بلرزد ز ہول
بجائیکہ دہشت برد انبیاء تو عذر گنہ را چہ داری بیا

اس روز جبکہ قول و فعل سے باز پرس ہوگی، اولوا العزم انبیاء کرام کا دل بھی خوف سے لرز رہا ہوگا۔ وہ جگہ جہاں انبیاء پر بھی دہشت طاری ہوگی تو بتا اپنے گناہوں کا کیا عذر پیش کرے گا۔

ایک ضروری نصیحت یہ ہے کہ صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کی اتباع اپنے اوپر لازم پکڑو۔ اس کے بغیر نجات محال ہے۔ اور دنیا کی زیبائش و آرائش کی طرف مطلقاً التفات اور توجہ نہ کرو۔ اور اس کے ہونے نہ ہونے کو کچھ اہمیت نہ دو۔ کیونکہ دنیا اللہ سبحانہ کی نظر میں مبغوض و مردود ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی کچھ قدر و منزلت نہیں۔ لہٰذا بندوں کو چاہیے کہ دنیا کے ہونے کی نسبت نہ ہونے کو بہتر جانیں۔ اور دنیا کی بے وفائی اور اس کے جلد فنا ہو جانے کا قصہ مشہور بارہا مشاہدے میں آچکا ہے۔ تم دنیا چاہنے والے ان لوگوں کے حال سے عبرت پکڑو جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کی توفیق عطا کرے۔

---



Marfat.com

# مکتوب نمبر (۷۵)

یہ مکتوب بھی میرزا بدیع الزمان کی طرف صادر فرمایا۔

حضور سید کونین علیہ علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی پر ابھارنے کے بیان میں۔ اولاً تصحیح عقائد کے ساتھ اور ثانیاً فقہ کے ضروری احکام کے ساتھ۔ اور اس بات کے بیان میں کہ حق سُبحانہٗ وتعالیٰ سے اس کی ذات کو بوسیلہ یا بے وسیلہ طلب کرنا چاہیے۔

اللہ سُبحانہٗ وتعالیٰ تمہیں سلامتی اور عافیت عطا کرے۔

سعادت دارین کی دولت سید کونین علیہ علیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات اتمہا واکملہا کی اس متابعت پر موقوف ہے جس کی وضاحت اور جو طریقہ علمائے اہل سنت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم نے بیان کیا ہے۔ سب سے پہلے ان اہل سنت بزرگوں کی آراء کے مطابق اپنے عقائد کی درستی ہے۔ دوسرے نمبر پر حلال وحرام، فرض وواجب، سنت ومستحب اور مباح ومشتبہ کا علم حاصل کرنا چاہیے۔ اور اس علم کے تقاضے کے مطابق عمل بھی درکار ہے۔

یہ دو اعتقادی اور عملی بازو حاصل کر لینے کے بعد اگر سعادت ازلی مدد فرمائے تو عالم قدس کی طرف پرواز میسر آسکتی ہے۔ اور اس کے بغیر خار دار درخت پر ہاتھ پھیرنے والی بات ہے۔ کمینی دنیا اس لائق نہیں کہ اسے اپنا مطلوب بنالیں۔ اور نہ مال وجاہ کو یہ حیثیت حاصل ہے کہ اسے اپنے مقاصد قرار دے لیا جائے بلند ہمت ہونا چاہیے اور حق تعالیٰ کی ذات سے بے وسیلہ یا با وسیلہ اسی کی ذات کو طلب کرنا چاہیے۔ ع

کار این ست وغیر ایں ہمہ ہیچ

اصل کام یہی ہے اس کے سوا سب ہیچ ہے۔

جب تم نے پوری توجہ اور اخلاص کے ساتھ ہم سے دعا کی درخواست کی ہے تو آپ کو بشارت ہو کہ آپ باسلامت اور غنیمت کے ساتھ واپس لوٹیں گے۔ لیکن ایک شرط خاص طور پر ملحوظ رکھیں کہ قبلہ توجہ صرف ایک ذات ہونی چاہیے (اپنا مرشد کامل)۔ اپنے قبلہ توجہ متعدد افراد کو قرار دینا اپنے آپ کو تفرقے اور انتشار کا شکار کرنا ہے۔ مشہور مثل ہے:

"ہر کہ یک جا ہمہ جا وہر کہ ہمہ جا ہیچ جا"

یعنی جو ایک جگہ قائم ہے ہر جگہ ہے اور جو ہر جگہ ہے ایک جگہ بھی نہیں



Marfat.com

حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی راہ پر استقامت عطا فرمائے۔ ان تمام پر جو تتبع ہدایت ہیں اور مصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتحیات کی متابعت کو لازم جانتے ہیں، سلامتی کا نزول ہوتا رہے۔

# مکتوب نمبر (۷۶)

قلیج خاں کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ ترقی ورع اور تقویٰ سے وابستہ ہے۔ اور فضول مباحات کو ترک کرنے کی ترغیب میں۔ اور اگر یہ میسر نہ ہو تو حرام چیزوں سے بچتے ہوئے فضول مباحات کے دائرے کو تنگ تر رکھنا چاہیے۔ اور اس امر کے بیان میں کہ حرام اشیاء سے بچنا دو قسم ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ وَبِهٖ نَسْتَعِيْنُ۔ ہم اللہ تعالیٰ ہی کے نام سے شروع کرتے ہیں اور اسی سے مدد کے طلبگار ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو ہر عیب سے بچائے اور ہر داغدار کرنے والی شے سے محفوظ رکھے بطفیل حرمت سید بشر جن سے کجی نظر کی نفی ہو چکی ہے۔ علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوات اکملہا ومن التسلیمات افضلہا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

| | |
|---|---|
| مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا | جو چیز تمہیں رسول دے اسے لے لو اور جس چیز سے منع کرے اس سے رک جاؤ۔ |

نجات کا دارومدار دو چیزوں پر ہے۔ اوامر کی بجا آوری اور ممنوعات سے باز رہنا۔ اور ان دو میں جزا خیر کو زیادہ اہمیت وعظمت حاصل ہے جسے ورع اور تقویٰ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حدیث میں وارد ہے:

| | |
|---|---|
| ذکر رجل عند رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم بعبادۃ و اجتہاد و ذکر آخر بورعہ فقال | حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی خدمت میں ایک ایسے شخص کا ذکر کیا گیا جو عبادت گزار تھا اور اوراد و وظائف میں بہت کوشش |

لہ سورہ حشر۔ پارہ قد سمع اللہ (۲۸)۔
ٹہ ترمذی شریف بروایت حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ باسناد حسن۔



Marfat.com

النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم لا تعدل بالرعۃ شیئا یعنی الورع۔ کرتا تھا۔ اور ایک دوسرے کا ذکر کیا گیا جو ورع سے موصوف تھا یعنی خلاف شرع امور سے بچتا تھا۔ تو آپ نے فرمایا ورع کے برابر کسی شے کو نہ سمجھو۔

اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ بھی ارشاد ہے:

مِلَاکُ دِیْنِکُمُ الْوَرَعُ[1] تمہارے دین کا دار و مدار ورع و تقویٰ پر ہے۔

اور انسان کو فرشتے پر فضیلت اس ورع و تقویٰ کے سبب ہے اور مدارج قرب کی طرف ترقی بھی اس دوسرے جزء ورع و تقویٰ کے باعث ہے۔ کیونکہ ملائکہ جزء اوّل (عبادت) میں انسان کے ساتھ شریک ہیں۔ مگر ان میں ترقی مفقود ہے۔ پس ورع و تقویٰ کے جزء کی رعایت اسلام میں سب سے اعلیٰ ترین مقاصد میں سے ہے اور دین کے نہایت ضروری امور میں داخل ہے۔ اور اس جزء کی رعایت جس کا مدار حرام چیزوں سے بچنے پر ہے، کامل طور پر اسی وقت میسر آسکتی ہے جبکہ فضول مباحات سے بھی اجتناب کیا جائے اور مباحات میں سے بقدر ضرورت پر کفایت کی جائے۔ کیونکہ ارتکاب مباحات میں باگ کا ڈھیلا کرنا مشتبہ امور کے ارتکاب تک پہنچا دیتا ہے، اور شبہ سے تجاوز کر کے انسان حرام تک جا پہنچتا ہے۔

مَنْ حَامَ حَوْلَ الْحِمٰی یُوْشِكُ اَنْ یَقَعَ فِیْہِ۔[2] جو چراگاہ کے گرد گھومتا ہے قریب ہے کہ ایک روز چراگاہ میں گھس جائے۔

پس کامل ورع و تقویٰ کے حصول کے لیے مباحات میں سے بھی بقدر ضرورت پر کفایت کرنا ضروری ہے۔ اور مباح بقدر ضرورت بھی اس وقت مثمر نتائج ہے جبکہ وظائف بندگی کی ادائیگی کی نیت سے ہو ورنہ بقدر ضرورت مقدار بھی وبال ہے۔ اور بامقصد تھوڑی مقدار میں مباح کا استعمال بھی زیادہ کے حکم میں داخل ہے۔

اور جب فضول مباحات سے بالکلیہ اجتناب خصوصاً آج کل بہت کمیاب ہے۔ تو حرام چیزوں سے اجتناب کرتے ہوئے بقدر طاقت فضول مباحات کے ارتکاب کو تنگ کرنا چاہیے۔ اور اس ارتکاب مباحات میں ہمیشہ شرمندہ اور استغفار کرتے رہنا چاہیے۔ اور فضول مباحات کے ارتکاب کو محرمات میں داخلے کی کھڑکی تصور کرتے ہوئے ہمیشہ حق سبحانہ سے التجا اور زاری میں مشغول رہنا چاہیے۔ ممکن ہے یہ ندامت و استغفار اور التجا و تضرع اس اجتناب کا کام دے سکے جو فضول مباحات سے تعلق رکھتی ہے،

[1] مشکوٰۃ شریف۔
[2] بخاری و مسلم بروایت حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔



Marfat.com

اور اس طرح بندہ فضول مباحات کے ارتکاب کی آفت سے محفوظ و مامون رہ سکے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں گنہگاروں کی عاجزی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اطاعت گزار لوگوں کی جدوجہد سے زیادہ محبوب ہے۔

اور محرمات سے بچنا بھی دو قسم پر ہے۔ ایک قسم وہ ہے جس کا تعلق اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے حقوق کے ساتھ ہے۔ اور دوسری قسم وہ ہے جس کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔

دوسری قسم کی رعایت زیادہ اہم ہے۔ کیونکہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ غنی مطلق ذات ہے، اور ارحم الراحمین ہے۔ اور بندے فقیر اور محتاج اور فطرتاً بخیل اور کنجوس ہیں۔ لہٰذا ان کے حقوق کی ادائیگی زیادہ ضروری ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلِمَةٌ[۱] لِأَخِيهِ مِنْ عِرْضِهِ أَوْ شَيْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْهُ فِيهِ الْيَوْمَ قَبْلَ أَنْ لَا يَكُونَ دِينَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ إِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ أُخِذَ بِقَدْرِ مَظْلِمَتِهِ وَإِنْ لَمْ تَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهِ فَحُمِلَ عَلَيْهِ۔

جس شخص کے ذمے اس کے بھائی کا کوئی حق از قسم بے آبروئی وغیرہ ہو تو اسے چاہیے کہ آج ہی اس کو معاف کروا لے اس سے پہلے کہ اس کے پاس نہ کوئی دینار رہے اور نہ درہم۔ کیونکہ قیامت کے روز اس حق کے بدلے اس کی نیکیاں لی جائیں گی اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہیں ہوں گی تو حق والے کی بدیاں لے کر اس پر ڈال دی جائیں گی۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے:

أَتَدْرُونَ[۲] مَا الْمُفْلِسُ؟ قَالُوا الْمُفْلِسُ فِينَا مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهُ وَلَا مَتَاعَ۔ فَقَالَ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ أُمَّتِي مَنْ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ وَصِيَامٍ وَزَكَاةٍ وَيَأْتِي قَدْ شَتَمَ هَذَا وَقَذَفَ هَذَا وَأَكَلَ مَالَ هَذَا وَسَفَكَ دَمَ هَذَا وَضَرَبَ

جانتے ہو مفلس اور قلاش کون شخص ہے؟ لوگوں نے کہا ہم میں مفلس وہ شخص ہوتا ہے جس کے پاس نہ درہم ہو نہ سامان۔ آپ نے فرمایا میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے روز نماز، روزہ زکوٰۃ لے کر آئے گا۔ لیکن اس کے ساتھ اس نے کسی کو گالی دی ہوگی۔ کسی پر تہمت لگائی ہوگی کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا۔ اور کسی کو مارا پیٹا ہوگا۔ تو اس شخص کی نیکیاں

۱؎ بخاری شریف بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۲؎ مسلم شریف بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔



Marfat.com

| | |
|---|---|
| هٰذَا اُعْطِيَ هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ فَاِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ اَنْ يُّقْضٰى مَا عَلَيْهِ اُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِى النَّارِ | لےکران کو دے دی جائیں گی۔ پھر اگر اس کی نیکیاں اس کے ذمے حقوق کی ادائیگی سے پہلے ختم ہوگئیں تو ان حقداروں کی برائیاں لے کر اس پر ڈال دی جائیں گی اور پھر اس شخص کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ |

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے بالکل سچ اور حق فرمایا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ بندہ ان حضرات کی حمد و ستائش اور شکر گزاری کرتا ہے کہ ان کے قدم سے بلدہ معظمہ لاہور میں اس گئے گزرے زمانہ میں احکام شرعی رواج پذیر ہیں اور اس جگہ دین کی تقویت اور ملت کی ترویج حاصل ہے۔ فقیر کے نزدیک یہ شہر لاہور تمام ہندوستان کے شہروں میں قطب ارشاد کی طرح ہے۔ اس شہر کی خیر و برکت تمام بلاد ہندوستان میں پھیلی ہوئی ہے۔ اگر اس شہر میں دین رواج پذیر ہوگا تو باقی علاقوں میں بھی دینی شعائر کا رواج متحقق رہے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کا مؤید و ناصر ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

| | |
|---|---|
| لَا يَزَالُ طَائِفَةٌ[1] مِّنْ اُمَّتِىْ ظَاهِرِيْنَ عَلَى الْحَقِّ لَا يَضُرُّهُمْ مَّنْ خَذَلَهُمْ حَتّٰى يَاْتِىَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ۔ | میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ مخالفین اسلام پر غالب اور دین حق پر قائم رہیگا۔ ان کی امداد کرنے والے انہیں کچھ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے یہاں تک کہ قیامت آجائے اور وہ اپنے حال پر قائم ہوں گے۔ |

چونکہ آپ کو میرے پیر و مرشد معرفت پناہ قبلہ گاہ سے رشتہ محبت کی دولت نصیب ہے اس بنا پر وہی رابطہ محبت ان چند کلمات کے لکھنے کا محرک ہوا ہے۔ اس سے زیادہ اطناب ونا مناسب ہے۔ آپ کو یہ رقعہ پہنچانے والا دعاگو، نیک اور صلحاء اور شریف زادوں میں سے ہے۔ ایک حاجت آپ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا ہے۔ امید ہے کہ اس بارہ میں توجہ شریف مبذول کر کے اس کی حاجت روائی کریں گے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کی بزرگ آل کی حرمت اور طفیل آپ کو دولت حقیقی اور سعادت سرمدی حاصل ہو۔ سیادت مآب میر سید جمال الدین کو میری طرف سے دعوات غریبانہ پہنچا دیں۔

---

[1] حاکم نے حضرت عمر و نیز حاکم اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نیز ابن ماجہ نے مغیرہ بن شعبہ اور ابو داؤد نے عمران بن حصین سے بالفاظ مختلفہ یہ حدیث روایت کی۔



Marfat.com

# مکتوب نمبر (۷۷)

جباری خان کی طرف صادر فرمایا۔

اس امر کے بیان میں کہ خدائے بے مثل و بے کیف کی صحیح عبادت و بندگی کب میسر آتی ہے اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى۔

بعد از خدائے ہر چہ پرستند ہیچ نیست
بے دولت است آنکہ بہیچ اختیار کرد

خدا تعالیٰ کے سوا جس شے کی بھی پرستش کی جائے بالکل ہیچ ہے۔ وہ شخص بے نصیب ہے جو بے کار کام کو پسند کرتا ہے۔

بے مثل و بے کیف خدائے جل سلطانہ کی عبادت اس وقت میسر آتی ہے جبکہ ماسوی اللہ کی بندگی سے آزاد ہو کر صرف ذات احد کو قبلۂ توجہ بنا لیا جائے۔ اور اس توجہ کی نشانی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہونے والی نعمت یا تکلیف دونوں برابر ایک سے محسوس ہوں۔ بلکہ اس مقام کے ابتدائے حصول کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی تکلیف انعام کی نسبت زیادہ مرغوب و پسندیدہ محسوس ہوتی ہے۔ اگرچہ آخر کار معاملہ تفویض (سب کچھ اللہ کے حوالے کرنا) تک جا پہنچتا ہے۔ اور انعام و تکلیف جو کچھ ملتا ہے بہتر اور بہت مناسب معلوم ہوتا ہے۔ وہ عبادت جو رغبت جنت یا خوف دوزخ کے تحت ہوتی ہے۔ فی الحقیقت یہ عبادت اپنی عبادت ہے۔ اس سے مقصود اپنی نجات اور اپنا سرور ہے ؎

تا تو دربند خویشتن باشی عشق گوئی دروغ زن باشی

جب تک تو اپنی اغراض کی بندش میں ہے۔ تیرا دعویٰ عشق دروغ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔

اس دولت کا حصول فنائے مطلق سے وابستہ ہے۔ اور صرف ذات احدیت کی طرف توجہ محبت ذاتی کا نتیجہ اور ثمرہ ہے۔ اور ولایت خاصہ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے ظہور کا مقدمہ ہے۔ اس ولایت خاصہ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی نعمت عظمیٰ کا حصول نبی اکرم علیہ من الصلوات اتمہا ومن التحیات اکملہا کی کمال اتباع پر موقوف ہے۔ کیونکہ ہر نبی علیہم الصلوات و التسلیمات کی شریعت بجاز راہ نبوت اس کو عطا کی جاتی ہے اس کی ولایت کے مناسب ہوتی ہے۔



Marfat.com

کیونکہ ولایت میں کلیۃً رُخ حق سبحانہ کی طرف ہوتا ہے۔ اور جب اسے نبوت کے ساتھ دعوت وارشاد کے لیے نیچے لاتے ہیں تو وہ اسی نور کے ساتھ نیچے تشریف لاتا ہے اور اسی کمال کو مخلوق کی توجہ کے ساتھ جمع کرتا ہے۔ اور مقام نبوت کے کمالات کے حصول کا سبب بھی وہی نور ہوتا ہے۔ اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ "نبی کی ولایت[1] اس کی نبوت سے افضل ہے"۔

اس گفتگو سے بہرحال یہ بات ثابت ہوگئی کہ ہر نبی کی شریعت اس کی ولایت کے مناسب ہوتی ہے۔ اور اس شریعت کی اتباع و پیروی اس نبی کی ولایت تک پہنچا دیتی ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے بعض پیروکاروں کو آپ کی ولایت سے کوئی حصہ نہیں ملتا۔ بلکہ وہ دوسرے انبیاء کرام کے قدموں پر ہوتے ہیں اور ان کی ولایت سے حصہ پاتے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت تمام انبیاء کرام کی شریعتوں کی جامع ہے۔ اور جو کتاب (قرآن مجید) آپ پر نازل ہوئی ہے وہ تمام آسمانی کتابوں کو شامل ہے پس اس شریعت کی اتباع تمام پہلی شریعتوں کی اتباع ہے۔ تو اپنی استعداد کی مناسبت کے اندازہ کے مطابق جو بعض انبیاء کے ساتھ ہوتی ہے، بعض حضرات ان انبیاء سے ولایت اخذ کرتے ہیں اور اس میں کچھ حرج نہیں۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت بھی تمام انبیاء کی ولایتوں کو حاوی ہے علیہم الصلوات والتسلیمات۔

تو ان ولایتوں تک پہنچنا درحقیقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خصوصیت رکھنے والی ولایت کے اجزاء میں سے ایک جزو تک پہنچنا ہے۔ اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت تک نہ پہنچنے کا سبب آپ کی کمال متابعت میں کمی کے سبب ہوتا ہے۔ اور اس کمی کے بہت سے درجات ہیں۔ اس لیے ولایت کے درجات میں بھی فرق و تفاوت ہوتا ہے۔ اور اگر آپ کا کمال اتباع میسر آجاتا تو آپ کی ولایت تک وصول ممکن ہو جاتا۔ یہ اعتراض اس وقت واقع ہوتا ہے جبکہ دوسرے انبیاء کرام کی شریعتوں کے پیروکاروں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت خاصہ حاصل ہو جائے۔ علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات والتحیات۔ اور جب یہ بات نہیں تو اعتراض بھی وارد نہیں ہوتا۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے جس نے ہم پر انعام فرمایا، ہمیں صراط مستقیم اور دین قویم کی طرف ہدایت و رہنمائی فرمائی۔ صراط مستقیم دین کے مضبوط راستے اور روشن شریعت سے عبارت ہے:

---

[1] جاننا چاہیے کہ یہ اہل سکر کا مقولہ ہے جیسا کہ امام ربانی قدس سرہٗ نے متعدد مکاتیب میں تصریح کی ہے۔



Marfat.com

إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ آپ رسولوں میں سے ہیں، اور صراط مستقیم پر ہیں۔

اس معنی و مضمون کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت حقہ کی کامل اتباع آپ کے کامل متبعین اور معظم اولیاء کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے طفیل نصیب فرمائے۔
اس رقعۂ دعا کو آپ کے پاس لانے والا چونکہ آپ کی طرف جا رہا تھا تو سلسلۂ محبت ان چند کلمات کے لکھنے کا محرک بن گیا۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ سبحانہ لدیکم۔

# مکتوب نمبر (۷۸)

یہ مکتوب بھی جباری خاں کی طرف صادر فرمایا۔

سفر در وطن کے معنی اور سیر آفاقی و انفسی اور اس بیان میں کہ اس دولت کا حصول صاحب شریعت علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی اتباع کے ساتھ وابستہ ہے۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ شریعت حقہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے طریقہ اور راستہ پر استقامت نصیب فرمائے۔

چند روز کی بات ہے کہ بندہ دہلی اور آگرہ کے سفر سے واپس لوٹا ہے اور اپنے وطن مالوف میں آرام پذیر ہوا ہے۔ اس وقت حُبّ الوطن من الایمان نقد وقت ہے۔ وطن مالوف میں آنے کے بعد اگر سفر ہے تو اپنے وطن ہی میں ہے "سفر در وطن" اس خانوادہ عالیہ نقشبندیہ کے اکابر کے اصول مقررہ میں سے ہے۔ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم۔
اس طریقہ میں اس سفر کی چاشنی ابتداء ہی میسر آجاتی ہے اور نہایت کے ہدایت میں درج ہونے کے طور پر حاصل ہوتی ہے۔ کارکنان قضا و قدر اگر چاہتے ہیں تو اس گروہ کی ایک جماعت کو مجذوب سالک بناتے ہیں اور بیرونی سیر میں ڈال دیتے ہیں۔ اس سیر آفاقی کے مکمل ہونے کے بعد سیر انفسی، میں جو سفر در وطن سے عبارت ہے آرام عطا کرتے ہیں۔ ع

ایں کار دولت است کنون تا کرا دہند

یہ عام دولت ہے۔ دیکھیے اب یہ کسے عطا کرتے ہیں۔

ع هَنِيئًا لِأَرْبَابِ النَّعِيمِ نَعِيمُهَا



Marfat.com

ترجمہ: نعمت والوں کو نعمتیں خوشگوار رہیں۔

اس نعمت عظمیٰ تک وصول سید اولین و آخرین علیہ و علیٰ آلہ من الصلوات افضلہا و من التحیات اکملہا کی اتباع سے وابستہ ہے۔ بندہ جب تک اپنے آپ کو پورے طور پر شریعت میں گم نہ کر دے۔ اور اوامر کی بجاآوری اور ممنوعات سے رُکنے کے ساتھ مزین و آراستہ نہ کرے۔ اس دولت و نعمت کی خوشبو بندے کی روح سونگھ نہیں سکتی۔ شریعت کی مخالفت کے باوجود اگرچہ بال برابر ہی ہو اگر احوال و مواجید حاصل ہوں تو وہ استدراج میں داخل ہیں۔ آخر اسے رسوا اور ذلیل کریں گے۔ محبوب رب العالمین علیہ علیٰ آلہ من الصلوات افضلہا و من التسلیمات اکملہا کی اتباع اور پیروی کے بغیر عذاب اُخروی سے خلاصی اور نجات ناممکن ہے۔ چند روزہ زندگی کو حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے پسندیدہ کاموں میں صرف کرنا چاہیے وہ کیا زندگی اور کیا عیش ہے اگر بندے کا مالک و مولیٰ اس کے اعمال و افعال کی بنا پر اس سے ناراض ہو۔ حق سبحانہٗ و تعالیٰ بندے کے جُزی اور کُلی حالات سے واقف و آگاہ ہے اور حاضر و ناظر ہے۔ ایسی عظیم و برتر ہستی کے سامنے افعال قبیحہ کا مرتکب ہونا بڑے شرم کی بات ہے۔

مثال کے طور پر لوگوں کو اگر یہ معلوم ہو کہ کوئی شخص ان کے عیوب و ناپسندیدہ افعال پر مطلع ہو جائیگا تو ایسی صورت میں کوئی ناشائستہ حرکت کرنے کو ہرگز تیار نہیں ہوتے اور نہیں چاہتے کہ وہ ان کے بُرے اعمال سے آگاہ ہو۔ تو کیا مصیبت ہے کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے علم و اطلاع کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ یہ کیا اسلام ہے کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ کا اس بندے کے برابر بھی لحاظ اور اعتبار نہیں کرتے۔ نعوذ باللّٰہ سبحانہ من شرور انفسنا و من سیات اعمالنا "ہم اللہ سبحانہٗ کے پاس پناہ لیتے ہیں اپنے نفس کی شرارتوں اور اپنے بُرے اعمال سے۔ بمطابق حدیث مبارک:

جَدِّدُوْا اِیْمَانَکُمْ بِقَوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ — اپنے ایمان کو کلمہ لا الٰہ الا اللہ سے تازہ کرتے رہو۔

اس کلمہ عظیم الشان کے ساتھ ہر آن تجدید ایمان کرتے رہنا چاہیے۔ اور حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی بارگاہ میں تمام ناپسندیدہ افعال سے توبہ اور رجوع کرتے رہنا چاہیے۔ شاید دوسرے وقت تک توبہ کی فرصت و مہلت نہ دیں۔

هَلَكَ الْمُسَوِّفُوْنَ۔ — یعنی "ابھی کریں گے" کہنے والے ہلاک ہو چکے ہیں۔

حدیث نبوی علیہ و علیٰ آلہ الصلوات و التسلیمات یعنی نیک کام میں تاخیر کرنے والے ہلاکت کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ فرصت کو غنیمت جاننا چاہیے اور حق تعالیٰ کی مرضی کے کاموں میں اپنے لمحاتِ زندگی



Marfat.com

صرف کرنے چاہییں۔ توبہ کی توفیق حق سبحانہ وتعالیٰ کی عنایات میں سے ہے۔ حق سبحانہ تعالیٰ سے ہمیشہ اس بات کے خواہاں رہیں۔ اور وہ درویش جن کا قدم شریعت میں راسخ اور پختہ ہے اور جو عالمِ حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں ان کی دعا وہمت و توجہ کا طالب رہنا چاہیے۔ اور ان سے مددلے طلب کرنی چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ کی عنایت و مہربانی ان کی مدد و دعا کی کھڑکی سے ظاہر ہو کر جناب قدس خداوند تعالیٰ کی طرف کھینچ لے۔ اور اس میں مخالفت کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔ جب تک ایک بال برابر بھی شریعت سے مخالفت کی راہ کھلی ہے بدستور خطرے کا محل موجود ہے۔ مخالفت کے تمام راستے بند اور مسدود ہونے ضروری ہیں ؎

محال است سعدی کہ راہِ صفا　　　　تواں رفت جز در پئے مصطفےٰ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں کو چھوڑ کر صفائی اور ہدایت کے راستے پر اے سعدی چلنا محال اور ناممکن ہے۔

اہل اللہ پر اعتراض کرنا خصوصاً جہاں درمیان میں پیری مریدی کا تعلق ہو اور درمیان میں راہِ افادہ کھلا ہوا ہو ہرگز ہرگز نہ چاہیے۔ اعتراض اور نکتہ چینی کو زہرِ قاتل تصور کرنا چاہیے۔ اس سے زیادہ گفتگو بے مقصد اور اطناب میں داخل ہے۔

یہ چند حروف رابطۂ محبت و اخلاص کی بنا پر لکھے گئے ہیں۔ امید ہے کہ ملال کا باعث نہیں بنیں گے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ملا عمر اور شاہ حسن شریف زادے ہیں۔ ملازمت و نوکری کے طلبگار ہیں امید ہے کہ انہیں اپنے خاص ملازمین میں داخل کرلیں گے۔ اسماعیل بھی یہی ارادہ لے کر حاضر خدمت ہوا ہے۔ اگرچہ پیادہ ہے مگر امید رکھتا ہے کہ اپنے حال کے مطابق ضرور حصہ پائے گا۔ زیادہ دردِ سری ٹھیک نہیں۔ والسلام والاکرام۔

## مکتوب نمبر (۷۹)

یہ مکتوب بھی جباری خاں کی طرف صادر فرمایا۔

---

لے معلوم ہوا کہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ بھی اولیاء اللہ سے مدد طلب کرنے کا عقیدہ رکھتے اور دوسروں کو بھی اس کی تاکید کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ عقیدہ شرک کا نہ کیسے ہو سکتا ہے؟ (مترجم)



Marfat.com

اس بیان میں کہ یہ روشن شریعت تمام پہلی شریعتوں کی جامع ہے۔ اس شریعت پر عمل کرنا تمام پہلی شریعتوں پر عمل کرنے کے مترادف ہے، اور اس کے مناسب امور کے بیان میں

اللہ تعالیٰ شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے طریقہ اور راستہ پر ثبات و استقامت عطا فرما کر مکمل طور پر اپنی جناب قدس کی طرف کھینچ لے۔

جبکہ یہ بات طے شدہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ علیٰ آلہ وسلم تمام اسمائی اور صفاتی کمالات کے جامع ہیں۔ اور وہ کتاب جو آپ پر نازل ہوئی ہے بطریقہ اعتدال تمام آسمانی کتابوں کی جو تمام انبیاء کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوات والتسلیمات پر نازل ہوئی ہیں، بطور خلاصہ ان کی جامع اور اسمائی وصفاتی کمالات کی مظہر ہے۔ نیز وہ شریعت جو سرور دین ودنیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمائی گئی ہے تمام پہلی شریعتوں کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔ اور وہ اعمال جو اس شریعت حقہ کے مطابق ادا ہوں تمام سابق شریعتوں کا انتخاب ہیں بلکہ اعمال ملائکہ کا بھی انتخاب ہیں۔ کیونکہ بعض ملائکہ حالت رکوع میں رہنے پر مامور ہیں، بعض کو سجود میں رہنے کا حکم ہے، اور بعض قیام میں ہیں۔ اسی طرح پہلی امتوں پر بعض پر نماز فجر فرض تھی اور بعض دوسری امتوں پر دوسری نماز[1]۔ اس شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ میں امم سابقہ اور ملائکہ مقربین کے اعمال کا خلاصہ اور نچوڑ نکال کر ان کی ادائیگی کا حکم دیا

[1] حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبید اللہ بن محمد سے، انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ جب فجر کے وقت حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توبہ قبول ہوئی تو آپ نے فجر کی دو رکعت ادا کیں۔ اس طرح نماز فجر کا آغاز ہوا۔ اور بوقت ظہر جب حضرت اسحاق صحیح حضرت اسماعیل کا مینڈھے کی شکل میں ذبح قبول ہوا تو آپ نے ظہر کی چار رکعت ادا کیں، اس طرح نماز ظہر کی ابتدا ہوئی۔ اور جب حضرت عزیر علیہ السلام سو سال کے بعد دوبارہ زندہ ہوئے تو ان سے کہا گیا کَمْ لَبِثْتَ یعنی تم کتنی دیر یہاں پڑے رہے۔ آپ نے کہا ایک روز۔ تو آپ نے سورج دیکھا تو فرمایا ایک دن یا دن کا بعض حصہ۔ تو آپ نے چار رکعت عصر کی پڑھیں، تو اس طرح نماز عصر شروع ہوئی۔ اور حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مغفرت بوقت مغرب ہوئی۔ تو آپ چار رکعت ادا کرنے کے لیے کھڑے ہوئے تین رکعت پڑھ کر شدت غم اور رونے کے باعث تھک گئے۔ تو اس طرح مغرب کی نماز تین رکعت قرار پائی۔ اور عشاء کی نماز سب سے پہلے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وسلم نے ادا فرمائی۔ پہلی امتوں میں نماز عشاء نہیں تھی۔



Marfat.com

گیا ہے۔ لہٰذا اس شریعت کی تصدیق اور اس کے مطابق اعمال صالحہ کا بجالانا درحقیقت تمام شریعتوں کی تصدیق اور تمام شریعتوں کے مطابق اعمال کا بجالانا ہے۔ اسی بنا پر اس شریعت کی تصدیق کرنے والے خیر الامم کہلائے۔

اسی طرح اس شریعت کی تکذیب کرنا اور اس کے مطابق اعمال بجانہ لانا تمام پہلی شریعتوں کی تکذیب ہے۔ اور تمام پہلی شریعتوں کے مطابق عمل نہ کرنا ہے۔ اسی طرح حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار تمام اسمائی اور صفاتی کمالات کا انکار ہے۔ اور آپ کی تصدیق ان سب کی تصدیق ہے۔ تو لازمی طور پر آپ کے منکر اور اس شریعت کے منکر بدترین امم ہیں۔ اسی وجہ سے قرآن مجید میں فرمایا گیا:

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّ نِفَاقًا ۔ گنوار لوگ کفر و نفاق میں بہت سخت ہیں۔

محمد عربی کابروئے ہر دو سراست
کسیکہ خاک درش نیست خاک بر سر او

محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جو دو جہاں کی عزت و آبرو ہیں جو شخص آپ کے در کی خاک نہیں بنتا اس کے سر پہ خاک پڑے یعنی وہ ذلیل و خوار ہو۔

اللہ صاحب انعام اور صاحب احسان ہی کی حمد و ثنا ہے کہ اس شریعت اور صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے متعلق آپ کو حسن اعتقاد اور کمال یقین آپ پر ثابت ہو چکا تھا۔ اور آپ کو اپنے نامناسب حالات پر ہمیشہ ندامت دامنگیر رہتی تھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اس کیفیت میں مزید اضافہ فرمائے۔

دوسرا التماس یہ ہے کہ اس رقعہ دعا کا حامل میاں شیخ مصطفےٰ قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ کی نسل سے ہے۔ ہندوستان میں ان کے بزرگ بزرگوں کی حیثیت میں تشریف لائے۔ ان کے بزرگوں کے ذرائع معاش اور بہت سے وظائف مقرر تھے شیخ مصطفےٰ مذکور بے معاشی کے سبب فوج کی ملازمت کی طرف متوجہ ہوئے ہیں اور اپنی اسناد اور متعلقہ احکام اپنے ہمراہ لائے ہیں۔ انہیں امید ہے کہ آپ کے توسل سے ان کو دلجمعی اور سکون نصیب ہو جائے گا شخص مذکور کے لیے بڑے افسروں کی خدمت میں اس طرح سفارش فرمائیں کہ مؤثر ثابت ہو۔ اور معاشی پریشانیوں کے ستائے ہوئے افراد کے لیے سکون قلب کا سبب ہو۔ والسلام والاکرام۔



Marfat.com

# مکتوب نمبر (۸۰)

میرزا فتح اللہ حکیم کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ تہتر فرقوں میں سے صاحب نجات فرقہ صرف اہل سنت وجماعت ہیں۔

اور بدعتی فرقوں کی مذمت اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

حق سبحانہ وتعالیٰ شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے راستہ اور طریقہ پر قائم رکھے

ع کار این ست غیر ایں ہمہ ہیچ

اصل کام یہی ہے۔ باقی سب کام ہیچ ہیں۔

تہتر فرقوں میں سے ہر فرقہ اتباع شریعت کا مدعی اور اپنی نجات پر یقین رکھتا ہے:

كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ۔ ہر گروہ اپنے شرب وطریقہ پر خوش ہے۔

سب کا نقد وقت ہے۔ لیکن جو دلیل پیغمبر صادق علیہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا نے فرقہ ناجیہ (نجات پانے والا) کی تمیز کے لیے بیان فرمائی ہے، یہ ہے:

اَلَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی مَآ اَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِیْ یعنی فرقوں میں سے صرف ایک فرقہ جو نجات پائے گا وہ ہے جو اس طریقے پر قائم ہے جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ۔

اس مقام پر صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کافی ہونے کے باوجود صحابہ کرام کا ذکر ممکن ہے یہ ظاہر کرنے کے لیے ہو کہ میرا طریقہ وہی ہے جو میرے صحابہ کا ہے۔ اور نجات کا طریقہ صرف ان کی اتباع کے طریقہ سے وابستہ ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے:

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے درحقیقت خدا تعالیٰ کی اطاعت کی۔ (سورۂ نساء۔ پارہ ۵)

پس رسول کی اطاعت عین خدا تعالیٰ کی اطاعت ہے اور رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت کے خلاف چلنا عین خدا تعالیٰ کی معصیت ونافرمانی ہے جن لوگوں نے خدا تعالیٰ کی اطاعت کو رسول کی اطاعت کے خلاف اور الگ کوئی چیز تصور کیا ہوا ہے اللہ تعالیٰ ان کے حال کی قرآن مجید میں خبر دیتا ہے اور ان پر حکم کفر لگاتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:



Marfat.com

وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ، وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۔

بے ایمان لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق ڈالیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان لاتے ہیں اور بعض سے کفر کرتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ اس کے درمیان کا راستہ اختیار کریں ایسے ہی لوگ درحقیقت پکے کافر ہیں۔

پس ہمارے زیر بحث مسئلے میں گزشتہ بیان سے واضح ہو گیا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے طریقے کی پیروی سے مخالفت کرتے ہوئے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع و پیروی کا دعویٰ کرنا سراسر باطل دعویٰ ہے۔ بلکہ ایسی اتباع درحقیقت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عین معصیت اور نافرمانی ہے۔ لہٰذا صحابہ کرام سے مخالف طریقہ اختیار کرکے نجات کی مجال و گنجائش اور نجات کا امکان کہاں ہے۔

يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ ۔ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۔

ان گمراہوں کا گمان ہے کہ وہ بھی کسی (صحیح) شے (مسلک) پر ہیں۔ سن لو! بیشک یہی لوگ جھوٹے ہیں

اور اس میں ذرہ بھر شک نہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی اتباع کا پابند صرف اہل سنت وجماعت کا گروہ ہے۔ شکر اللہ تعالیٰ سعیہم۔ لہٰذا نجات پانے والا بھی یہی فرقہ ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر طعن و تشنیع کرنے والے فرقے صحابہ کرام کی اتباع سے محروم ہیں۔ جیسے شیعہ، خارجی اور معتزلہ۔ یہ سب نو پیدا شدہ فرقے ہیں۔

ان کا رئیس و سردار واصل بن عطا امام اہل سنت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے

---

۱؎ سورہ نساء۔ پارہ لایحب اللہ (۶) ۲؎ سورہ مجادلہ۔ پارہ قد سمع اللہ (۲۸)

۳؎ یہ شخص ۸۰ہجری میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوا اور ۱۳۱ہجری میں مر گیا۔ اس شخص کی کچھ تصانیف بھی ہیں جیسے کتاب اصناف المرجئۃ۔ کتاب التوبہ، کتاب معانی القرآن۔ یہ شخص واقعہ جمل میں شرکت کرنے والے لوگوں کے عادل ہونے میں توقف کرتا تھا۔

۴؎ آپ طبقہ ثالثہ کے سردار ہیں ۱۱۰ہجری میں آپ نے وصال فرمایا۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک ستر سال کے قریب تھی۔ علامہ ابن حجر نے ان کی یوں تعریف کی ہے۔ آپ فقیہ ہیں، فاضل ہیں اور شہرت دوام کے مالک ہیں کتابوں کے اوراق اور تمام ممالک اسلامیہ میں آپ کے مناقب جلیلہ اور محامد جمیلہ ثبت ہیں۔ آپ کے تذکروں سے کتب سیر و رجال بھری پڑی ہیں۔ آپ صوفیہ صافیہ کے سردار اور رئیس اور ان کے پیشرو ہیں اور صوفیہ کے سلسلے آپ پر منتہی ہوتے ہیں۔ مترجم۔



Marfat.com

ہے۔ ایمان اور کفر کے درمیان واسطہ ثابت کرنے کی بنا پر امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے الگ ہوگیا۔ آپ نے اس کے متعلق فرمایا اِعْتَزَلَ عَنَّا "یہ شخص ہم سے جدا ہوگیا"۔ اسی طرح باقی فرقے بھی اہل سنت سے الگ مسلک وعقیدہ رکھتے ہیں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں عیب نکالنا درحقیقت پیغمبر خدا جل وعلا کی ذات میں عیب نکالنے کے مترادف ہے:

ما آمن برسول اللہ من لم یؤقر اصحابہ۔ — اس شخص کا رسول خدا پر بھی کوئی ایمان نہیں جو صحابہ کرام کی تعظیم وتوقیر کا منکر ہے۔

کیونکہ صحابہ کرام میں خبث وخرابی کا پایا جانا درحقیقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات میں خبث وخرابی ہونے کا باعث ہے نعوذ باللہ سبحانہ من ھذا الاعتقاد السوء "ہم ایسے برے اعتقاد سے اللہ تعالیٰ کے پاس پناہ لیتے ہیں۔

نیز قرآن واحادیث کے احکام شرعیہ جو ہم تک پہنچے ہیں صحابہ کرام کی نقل وروایت اور واسطہ سے پہنچے ہیں جب صحابہ کرام مطعون ہوں گے تو ان کی نقل وروایت بھی مطعون متصور ہوگی۔ اور احکام شرعیہ کی نقل وروایت چند صحابہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ تمام صحابہ کرام عدالت، صدق اور تبلیغ دین میں برابر ہیں۔ پس کسی ایک صحابی میں طعن وعیب دین میں طعن وعیب تسلیم کرنے کو مستلزم ہے۔ والعیاذ باللہ سبحانہ وتعالیٰ۔

اور اگر صحابہ کرام پر نکتہ چینی کرنے والے یہ لوگ یہ کہیں کہ ہم بھی صحابہ کرام کی متابعت کرتے ہیں۔ اور یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم تمام کی متابعت وپیروی کریں۔ بلکہ سب کی متابعت ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ جبکہ مسائل میں صحابہ کرام کی آپس میں آرا مختلف اور متناقض ہیں اور الگ مشرب رکھتے ہیں۔

اس کا جواب ہم یہ دیتے ہیں کہ بعض کی متابعت اس وقت سود مند ہو سکتی ہے جبکہ اس کے ساتھ بعض دوسرے صحابہ کرام کا انکار نہ ہو بعض کے انکار کی صورت میں بعض دوسروں کی متابعت کا وجود متصور نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ حضرت امیر علی کرم اللہ وجہہ نے خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعظیم وتوقیر کی ہے۔ اور انہیں اپنا مقتدا اور پیشوا بننے کا اہل تصور کرتے ہوئے ان کے ہاتھ پر بیعت کی ہے پس خلفائے ثلاثہ کے انکار کے ساتھ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کی متابعت کا دعویٰ کرنا محض افترا ہے۔ بلکہ خلفائے ثلاثہ کا یہ انکار حقیقت میں حضرت امیر کا انکار ہے اور حضرت امیر کے اقوال وافعال کا صریح رد ہے۔



Marfat.com

شیر خدا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات میں تقیہ کا احتمال ماننا بھی کم عقلی کے باعث ہے۔ عقل صحیح اس بات کو ہرگز جائز نہیں رکھتی کہ حضرت شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کمال معرفت و شجاعت کے باوجود تیس سال تک خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بغض اپنے سینے میں چھپائے رکھا اور اپنے ضمیر کے خلاف ظاہر کرتے رہے' اور اتنا عرصہ نفاق کے ساتھ ان کی صحبت و مجلس قائم رکھی۔ اہل اسلام میں سے ادنیٰ مسلمان سے بھی ایسا نفاق متصور نہیں ہو سکتا۔ اس فعل کی بدی اور شناعت کا تصور کرنا چاہیے کہ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف ایسی بے بسی' ایسے فریب اور ایسے نفاق سے موصوف تھے۔

اور اگر بفرض محال یہ تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعظیم و توقیر تقیہ کے تحت از روئے نفاق کرتے تھے۔ تو حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اول سے آخر تک تعظیم و توقیر کرتے تھے اور انہیں بزرگ جانتے تھے۔ اس کا کیا جواب ہوگا؟ آپ کی ذات کی طرف تو تقیہ کی نسبت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ حق کی تبلیغ و اشاعت پیغمبر پر واجب و ضروری ہوتی ہے۔ آپ کے لیے تقیہ جائز جاننا زندقہ اور بے دینی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

| | |
|---|---|
| یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔ | اے رسول! جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے اسے لوگوں تک پہنچا دیں اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے خدا کی رسالت کی تبلیغ نہیں کی۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچائیگا |

کفار کہا کرتے تھے کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) وحی میں سے جو اس کے موافق ہوتا ہے اسے ظاہر کرتا ہے اور جو اس کے موافق نہیں ہوتا اسے ظاہر نہیں کرتا بلکہ اسے چھپائے رکھتا ہے۔ اور یہ امر طے شدہ ہے کہ نبی کا خطا پر قائم رہنا ناجائز اور ناممکن ہے۔ ورنہ اس کی شریعت میں خلل اور نقص لازم آئے گا۔ تو جب خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعظیم و توقیر کے خلاف نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے کچھ بھی ظاہر نہیں ہوا۔ تو قطعی طور پہ ثابت ہوگیا کہ ان کی تعظیم و توقیر کرنا خطا سے محفوظ اور زوال سے مامون ہے۔

اب ہم پھر اصل بات کی طرف رخ کرتے ہیں اور ان کے اعتراض کے جواب کو مزید منقح اور صاف کرتے ہیں۔ کہ اصول میں تمام صحابہ کرام کی متابعت ضروری ہے اور ان کا آپس میں اصول کے اندر قطعاً

---

ے پارہ لایحب اللہ (۲) سورۃ مائدہ۔



Marfat.com

کوئی اختلاف نہ تھا۔ ان کا آپس کا اختلاف صرف فروع سے تعلق رکھتا ہے۔ اور دو شخص جو بعض صحابہ میں عیب نکالتا ہے سب کی متابعت سے محروم ہے۔

بلاشبہ تمام صحابہ کرام اصول میں باہم بالکل متفق تھے۔ لیکن ان اکابر دین کے انکار کی نحوست انسان کو اختلاف میں مبتلا کر دیتی ہے۔ اور اتفاق سے دور پھینک دیتی ہے۔ بلکہ قائل کا انکار اس کی بات کے انکار تک پہنچا دیتا ہے۔

نیز شریعت حقہ کے مبلغ تمام صحابہ کرام ہیں۔ جیسا کہ پیچھے مذکور ہوا کیونکہ تمام صحابہ عادل ہیں۔ ہر ایک کی نقل و روایت کے ذریعے شریعت کا کچھ نہ کچھ حصہ ہم تک پہنچا ہے۔ اسی طرح ہر ایک سے قرآن مجید کی ایک ایک یا زیادہ آیات جمع کی گئی ہیں۔ تو صحابہ کرام کے انکار سے ان سے نقل شدہ اس آیت یا آیات کا انکار ہے۔ لہٰذا منکر کے لیے پوری شریعت پر عمل پیرا ہونا ناممکن ہے۔ تو نجات اور فلاح کیسے نصیب ہو سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

| | |
|---|---|
| اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَ | تو کیا تم لوگ کتاب کے کچھ حصے پر ایمان رکھتے ہو |
| تَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ | اور بعض کا انکار کرتے ہو؟ تو تم میں سے ایسا کرنے |
| مَنْ یَّفْعَلُ ذٰلِکَ مِنْکُمْ اِلَّا خِزْیٌ | والے کی سزا اس کے سوا کچھ نہیں کہ اسے دنیا کی |
| فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ | زندگی میں بھی ذلت پہنچے اور آخرت میں ایسے |
| یُرَدُّوْنَ اِلٰٓی اَشَدِّ الْعَذَابِ۔ | لوگ سخت عذاب کی طرف دھکیلے جائیں گے۔ |

ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ موجودہ قرآن حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جمع کیا ہوا ہے بلکہ فی الحقیقت قرآن کے جامع حضرت صدیق و حضرت فاروق ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ نے کوئی اور قرآن جمع کیا ہو گا (بزعم شیعہ) تو سوچنا چاہیے کہ ان اکابر کا انکار فی الحقیقت قرآن کا انکار ہے۔ عیاذاً باللہ سبحانہ۔

کسی نے اہل تشیع کے ایک مجتہد سے سوال کیا کہ یہ قرآن تو حضرت عثمان کا جمع کیا ہوا ہے۔ آپ کا اس قرآن کے متعلق کیا عقیدہ ہے؟ تو اس مجتہد نے جواب دیا کہ انکار میں کوئی مصلحت ہم کو نظر نہیں آتی۔ کیونکہ اس کے انکار سے تمام دین کا معاملہ درہم برہم ہو جائے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ کوئی عقلمند انسان اس بات کو ہرگز جائز قرار نہیں دے سکتا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی رحلت کے روز تمام صحابہ کرام ایک امر باطل پر جمع تھے۔ اور یہ ثابت شدہ

---

سلہ پارہ اول سورہ بقرہ۔



Marfat.com

امر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحلت کے وقت تینتیس ہزار صحابہ کرام مدینہ شریف میں حاضر اور موجود تھے۔ اور سب نے خوشی و رغبت سے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی۔ ان تمام صحابہ کرام کا گمراہی و ضلالت (بیعت صدیق بزعم شیعہ) پر جمع ہونا محالات میں سے ہے۔ حالانکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَةِ[1] — میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔

اور ابتدا میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کرنے میں جو دیر ہوئی وہ اس بنا پر تھی کہ آپ کو مشورہ خلافت میں طلب نہیں کیا گیا تھا۔ اس سلسلے میں خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے:

مَا غَضِبْنَا اِلَّا لِتَاَخَّرْنَا عَنِ الْمَشُوْرَةِ[2] وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ خَيْرٌ مِّنَّا۔ — ہمیں کسی بات سے رنج نہیں پہنچا مگر اس بات سے کہ ہمیں مشورہ میں نہیں بلایا گیا۔ اور بیشک ہمارا یقین ہے کہ ابو بکر صدیق ہم سب سے بہتر ہیں۔

اور صحابہ کرام کا آپ کو مشورہ خلافت میں نہ بلانا ایک مصلحت پر مبنی تھا۔ اور وہ یہ تھی کہ آپ اہل بیت میں موجود رہ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال مبارک کے حادثہ اور مصیبت میں صدمہ اولیٰ کے وقت ان کو تسلی اور صبر جمیل کی تلقین میں مصروف تھے۔ و غیر ذالک۔

اور وہ اختلافات جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام میں واقع ہوئے ہرگز خواہش نفس کے تحت نہیں تھے۔ کیونکہ اُن بزرگوں کے نفوس تزکیہ حاصل کر چکے تھے اور امارگی سے نکل کر اطمینان کے مقام پر فائز ہو چکے تھے۔ ان کی خواہشات شریعت کے تابع ہو چکی تھیں۔ بلکہ وہ اختلاف اجتہاد اور حق کی سربلندی پر مبنی تھا۔ لہٰذا جو خطا پر تھے ان کے لیے ایک درجہ ثواب ہے۔ اور جو حق پر تھے انہیں دو درجہ ثواب حاصل ہوگا۔ اس لیے زبان کو ان کی شان کے خلاف کچھ کہنے سے روکنا چاہیے اور سب کو اچھائی سے یاد کرنا چاہیے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "یہ ایسے خون ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا۔ تو ہمیں اپنی زبانیں بھی ان سے پاک رکھنی چاہییں"۔

امام شافعی ہی ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

[1] مشکوٰۃ شریف بحوالہ ترمذی شریف بروایت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

[2] تاریخ الخلفاء۔



Marfat.com

"لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال شریف کے بعد مجبور اور پریشان ہوئے تو انہیں اس آسمان کے نیچے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بہتر کوئی شخص نہ ملا تو انھوں نے اپنی گردنوں کا والی ان کو بنا لیا۔"

امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ قول اس امر کی تصریح ہے کہ وہاں کوئی تقیہ نہیں تھا اور حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت صدیق کی بیعت پر راضی اور خوش تھے۔

باقی ماندہ ایک مقصودی بات یہ ہے کہ میاں سیدن ولد میاں شیخ ابوالخیر بزرگ زادہ لوگوں میں سے ہے۔ سفر دکن میں وہ آپ کے ساتھ گیا تھا۔ آپ کی عنایت والتفات کا امیدوار ہے۔ مولانا محمد عارف بھی طالب علم اور بزرگ زادہ ہے۔ اس کا باپ کا ایک عالم دین شخص تھا۔ معاشی مدد کے سلسلے میں آپ کی توجہ کا امیدوار ہے۔ والسلام والاکرام۔

# مکتوب نمبر (۸۱)

لالہ بیگ کی طرف صادر فرمایا۔

اسلام کی ترویج پر ابھارنے اور اسلام اور مسلمانوں کی پستی اور ضعف اور ذلیل کفار کے غلبہ کے بیان میں۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہماری اور تمہاری غیرت اسلامی میں اضافہ کرے۔ قریباً ایک صدی سے اسلام کی غربت اور پستی اس حد تک کو پہنچ چکی ہے کہ بلاد اسلام میں کفار صرف احکام کفر کے اجراء پر راضی نہیں ہوتے بلکہ یہ چاہتے ہیں کہ اسلامی احکام بالکل مٹ جائیں اور مسلمانوں اور مسلمانی کا کوئی اثر باقی نہ رہے۔ اور ان کی جرأت و بے باکی یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ اگر کوئی مسلمان شعار اسلام کے اظہار کی دلیری کرتا ہے تو قتل کر دیا جاتا ہے۔ ذبیحہ گاؤ جو ہندوستان میں اسلام کے اعظم شعائر میں سے ہے۔ اب صورت حال یہ ہے کہ کفار شاید جزیہ ادا کرنے پر راضی ہو جائیں مگر ذبح گائے پر کبھی راضی ہونے کو تیار نہیں۔

ابتدائے بادشاہت ہی میں اگر مسلمانی رواج پذیر ہو گئی اور مسلمانوں نے کچھ حیثیت پیدا کر لی تو فبہا اور اگر عیاذاً باللہ سبحانہ معاملہ سستی اور توقف میں پڑ گیا تو مسلمانوں پر سخت برے دن آ جائیں گے۔ الغیاث الغیاث ثم الغیاث الغیاث۔ اللہ کی بارگاہ میں فریاد۔ فریاد۔ پھر



Marfat.com

فریاد۔ فریاد"۔ دیکھیے، کون صاحب قسمت اس دولت (ترویج اسلام) سے سرفراز ہوتا ہے۔ اور کس شہباز کا ہاتھ اس دولت تک پہنچتا ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ بڑے فضل والا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں حضور سید المرسلین علیہ و علیٰ آلہ من الصلوات افضلہا و من التسلیمات اکملہا کی متابعت پر ثابت قدم رکھے۔ والسلام۔

# مکتوب نمبر (۸۲)

سکندر خاں لودھی کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ دل کی سلامتی ماسوائے حق کے بھلانے کے بغیر میسر نہیں آ سکتی۔ اور ماسوا کے بھلانے کا نام ہی فنا ہے۔

اللہ تعالیٰ نظر کی کجی سے پاک، سید بشر علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کے طفیل ہمیشہ اپنے ساتھ رکھے اور غیر کے حوالے نہ کرے۔

وہ چیز جو ہم اور تم سب پر لازم ہے، یہ ہے کہ غیر حق سبحانہٗ و تعالیٰ سے اپنے دل کو محفوظ رکھا جائے۔ اور یہ سلامتی اس وقت میسر آتی ہے جبکہ غیر حق تعالیٰ کا دل پر گزر نہ رہے۔ اور غیر حق کا دل پر نہ گزرنا غیر حق کے نسیان اور بھول جانے پر مبنی ہے، جسے فنا سے تعبیر کرتے ہیں۔

اس بلند گروہ کے نزدیک غیر حق کا خیال بالفرض تکلف سے بھی دل میں لانا چاہیں تو ہرگز ہرگز نہیں گزر سکتا۔ کام جب تک یہاں تک نہ پہنچے سلامتی محال اور ناممکن ہے۔ آج یہ نسبت کوہ قاف کے عنقا کی طرح نایاب ہے، بلکہ وجود تو کجا، اگر اس نسبت کا تذکرہ بھی کیا جائے تو لوگوں کو یقین نہ آئے ؎

هَنِيئًا لِأَرْبَابِ النَّعِيمِ نَعِيمُهَا ۔۔۔ وَلِلْعَاشِقِ الْمِسْكِينِ مَا يَتَجَرَّعُ

ارباب نعمت کو جنت کی نعمتیں دل پسند رہیں۔ عاشق مسکین کے لیے وہی ہے جو وہ گھونٹ گھونٹ رنج و الم کی شراب پی رہا ہے۔

اس سے زیادہ کیا لکھا جائے۔ والسلام اولاً و آخراً



Marfat.com

# مکتوب نمبر (۸۳)

بہادر خاں کی طرف صادر فرمایا۔

شریعت و حقیقت اپنے ظاہر و باطن کی جمعیت کو شریعت و حقیقت کے ساتھ جمع کرنے پر ابھارنے میں

حق سبحانہ و تعالیٰ متفرق تعلقات سے نجات عطا کرکے مکمل طور پر اپنی جناب قدس کا گرفتار کرے۔ بحرمۃ سید المرسلین علیہ و علیٰ آلہ من الصلوات افضلہا و من التسلیمات اکملہا۔

ہر چہ جز عشق خدائے احسن ست
گر شکر خوردن بود جاں کندن ست

خدائے احسن کے عشق کے سوا جو کچھ بھی ہے اگر چہ شکر ہی کھانا ہو در حقیقت جان کو ہلاک کرنے والی بات ہے۔

ظاہر کو ظاہر شریعت غرّا (روشن) سے آراستہ کرنا اور باطن کو ہمیشہ حق تعالیٰ کے ساتھ رکھنا بہت بڑا کام ہے۔ دیکھیے کس صاحب قسمت کو ان دونوں عظیم نعمتوں سے مشرف کرتے ہیں۔ آج ان دو نسبتوں کا جمع ہونا بلکہ صرف ظاہر شریعت پر استقامت نہایت ہی نادر بات ہے۔ یہ چیز کبریت احمر سے بھی زیادہ نایاب ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کمال کرم سے ظاہراً باطناً حضور سید اولین و آخرین کی متابعت پر استقامت نصیب فرمائے۔ علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات۔

# مکتوب نمبر (۸۴)

سید احمد قادری کی طرف صادر فرمایا۔

اس امر کے بیان میں کہ شریعت و حقیقت ایک دوسرے کا بالکل عین ہیں۔ اور حق الیقین تک پہنچنے کی علامت یہ ہے کہ اس مقام کے علوم و معارف علوم و معارف شرعیہ کے مطابق ہو جائیں اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

حق سبحانہ و تعالیٰ راہ شریعت پر استقامت عطا کرکے اور مکمل طور پر اپنی جناب قدس کی طرف ہماری توجہ مبذول کراتے ہوئے ہمیں ہمارے وجود بشری سے آزادی عطا کرے۔ اور غیر حق سے بالکلیہ اعراض اور



Marfat.com

۔ روگردانی میسر فرمائے بطفیل کجی نظر سے پاک سید البشر علیہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا۔ ع

از ہر چہ می رود سخن دوست خوشتر ست

دوست کی بات جس طرف سے بھی ہو بہت ہی اچھی ہے

اگرچہ دوست کے متعلق جو کچھ کہا جائے وہ دوست کے مقام سے بہت ہی نیچے ہے لیکن ایسی گفتگو کو جناب حق تعالیٰ وتقدس کے ساتھ قدرے مناسبت ہوتی ہے۔ اس معنی کو غنیمت شمار کرتے ہوئے اس باب میں جرأت و دلیری کرتا ہے۔

اصل اور بامقصد بات یہ ہے کہ شریعت وحقیقت ایک دوسرے کا بالکل عین ہیں اور حقیقت میں ایک دوسرے سے الگ اور جدا نہیں ہیں۔ فرق صرف اجمال و تفصیل، کشف واستدلال، غیبت وشہادت اور تکلف اور عدم تکلف کا ہے۔

وہ علوم واحکام جو روشن شریعت کے مطابق علم میں آئے ہوئے ہیں حق الیقین کی حقیقت سے موصوف ہونے کے بعد بھی وہی احکام وعلوم تفصیل سے منکشف ہوتے ہیں اور غیبت سے شہادت کی طرف لے آتے ہیں۔ اور کسب کی مشقت اور تکلف کے ساتھ عمل کی دقت رفع ہو جاتی ہے۔ اور حق الیقین کی حقیقت تک وصول کی علامت یہ ہے کہ اس مقام کے علوم ومعارف شرعی علوم ومعارف کے بالکل مطابق ہو جاتے ہیں جب تک ایک بال برابر بھی مخالفت باقی ہے۔ تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ابھی تک حقیقت الحقائق تک وصول حاصل نہیں ہوا۔ اور شریعت کے خلاف علم وعمل مشائخ طریقت میں سے جس سے بھی واقع ہو وہ سکر وقت پر مبنی ہے۔ اور سکر وقت دوران راہ کی بات ہے۔ نہایۃ النہایۃ تک پہنچ جانے والے ارباب صحو ہیں۔ وقت ان کے آگے مغلوب ہے۔ حال اور مقام ان کی شان کے تابع ہیں ۔

صوفی ابن الوقت آمد در مثال ليک صافی فارغ است از وقت وحال

صوفی تو حال و وقت کا تابع ہوتا ہے مگر صافی (حق الیقین تک پہنچ جانے والا بزرگ) وقت و حال سے فارغ ہو چکا ہوتا ہے۔

تو ثابت ہو گیا کہ شریعت کی مخالفت حقیقت کا رنگ عدم وصول کی علامت ہے۔

بعض مشائخ کی عبارات میں یوں واقع ہوا ہے کہ شریعت حقیقت کا پوست اور چھلکا ہے۔ اور حقیقت شریعت کا مغز ہے۔ یہ عبارت اگرچہ متکلم کی بے استقامتی کی خبر دیتی ہے۔ لیکن ممکن ہے اس کی مراد یہ ہو کہ مجمل مفصل کے سامنے پوست کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور کشف کے سامنے استدلال چھلکے کا حکم رکھتا ہے۔ لیکن مستقیم الاحوال اکابر اس قسم کی موہم عبارات کا لانا جائز نہیں رکھتے ۔ اور



Marfat.com

اجمال، تفصیل اور کشف واستدلال کے سوا کچھ فرق بیان نہیں کرتے۔

ایک سائل نے حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس سے سوال کیا کہ سیر وسلوک سے کیا چیز مقصود ہے؟ آپ نے جواب دیا "تاکہ اجمالی معرفت تفصیل کی شکل اختیار کرے، اور استدلال کشف کی صورت میں بدل جائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو علم وعمل میں شریعت پر ثبات واستقامت عطا فرمائے۔ صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیٰ صاحبہا۔

ایک تکلیف آنجناب کو یہ دی جاتی ہے کہ حامل رقعہ دعا میاں شیخ مصطفےٰ شریحی قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں۔ ان کے آباء واجداد معاش کے بہت ذرائع اور وسائل رکھتے تھے اور ان کے وظائف مقرر تھے۔ شخص مذکور اسباب معاش کے فقدان کے باعث پریشان ہے۔ متعلقہ اسناد اور احکام اپنے ساتھ لے کر لشکر کی ملازمت کے لیے متوجہ ہوا ہے۔ التفات ومہربانی فرما کر اس طرح توجہ فرمائیں کہ سکون قلبی حاصل ہو جائے اور اضطراب و پراگندگی سے نجات پا جائے۔ زیادہ دردسری ٹھیک نہیں۔

# مکتوب نمبر (۸۵)

میرزا فتح اللہ حکیم کی طرف صادر فرمایا۔

اعمال صالحہ کے بجالانے خصوصاً سب نمازیں باجماعت ادا کرنے کی ترغیب اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی پسندیدہ باتوں کے بجالانے کی توفیق عنایت کرے۔

آدمی کے لیے جس طرح درستی عقائد ضروری ہے۔ اعمال صالحہ کا بجالانا بھی ضروری ہے۔ اور تمام عبادتوں میں جامع تر اور طاعات میں سب سے زیادہ خدا کے قریب کرنے والی طاعت نماز کا ادا کرنا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:

اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ فَمَنْ اَقَامَھَا فَقَدْ اَقَامَ الدِّیْنَ وَمَنْ تَرَکَھَا فَقَدْ ھَدَمَ الدِّیْنَ۔ نماز دین کا ستون ہے۔ تو جس نے اسے قائم کیا اس نے اپنے دین کو قائم کر لیا۔ اور جس نے اس کو چھوڑ دیا اس نے دین کی عمارت کو گرا دیا۔

---

لہ دیلمی نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے اور بیہقی نے شعب الایمان میں مرفوعاً روایت کی۔



Marfat.com

اور جس شخص کو ہمیشہ پابندی سے نماز ادا کرنے کی توفیق عطا کر دیتے ہیں اسے فحشاء اور منکر سے بھی بچالیتے ہیں۔ آیۂ کریمہ:

| | |
|---|---|
| اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ | بیشک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔ |

اس بات کی تائید کرتی ہے۔ اور وہ نماز جو فحشاء اور منکرات سے نہیں روکتی، صرف صورت نماز ہے اور حقیقتِ نماز سے خالی ہے۔ لیکن حقیقت کے ہاتھ آنے تک صورت کو ہاتھ سے نہیں دینا چاہیے جو مکمل طور پر حاصل نہ ہو سکے اسے مکمل طور پر ہی ترک نہیں کرنا چاہیے۔ خدائے اکرم الاکرمین اگر صورت کو ہی حقیقت کا درجہ دیدے تو کوئی بعید نہیں۔ لہٰذا تم پر لازم ہے کہ پورے خشوع و خضوع کے ساتھ باجماعت پوری نمازیں ہمیشہ پابندی وقت کے ساتھ ادا کرتے رہو۔ کیونکہ نماز فلاح اور نجات کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

| | |
|---|---|
| قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ہ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلٰوتِھِمْ خَاشِعُوْنَ ۔[1] | بیشک فلاح پا گئے وہ ایمان دار جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔ |

کام وہی ہے جو خطرے کے وقت بھی جاری رکھا جائے۔ سپاہی غلبہ دشمن کے وقت اگر تھوڑا سا تردد بھی کریں تو اس کی بہت قدر و قیمت ہوتی ہے۔

جوانوں کی خوبی اس وجہ سے ہے کہ شہوت نفسانی کے غلبہ کے باوجود اپنے آپ کو درستی پر قائم رکھیں۔ اصحاب کہف نے یہ سب فضیلت و بزرگی مخالفِ دین لوگوں کے پاس سے ہجرت کر جانے کے سبب حاصل کی۔ حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں وارد ہے:

| | |
|---|---|
| عِبَادَۃٌ فِی الْھَرَجِ کَھِجْرَۃٍ اِلَیَّ ۔[2] | فتنہ کے وقت عبادت میں مصروف رہنا میری طرف ہجرت کرنے کا ثواب رکھتی ہے۔ |

پس عبادت سے روکنے والے اسباب درحقیقت عبادت پر راغب کرنے والے اسباب ہیں اس سے زیادہ کیا لکھا جائے۔

فرزند شیخ بہاؤ الدین کو فقراء کی صحبت سے کوئی رغبت نہیں۔ دولت مندوں اور اہل نعمت کی طرف مائل اور کشش رکھتا ہے۔ نہیں جانتا کہ ان کی صحبت زہر قاتل ہے اور ان کا لقمہ ظلمت اور

[1] پارہ ۱۸۔ سورۂ مؤمنون۔

[2] مسلم و ترمذی و ابن ماجہ بروایت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔



Marfat.com

سیاہی میں زیادتی اور اضافہ کرتا ہے۔ اَلْحَذَر اَلْحَذَر ثُمَّ الْحَذَر "ڈرو، ڈرو، پھر ڈرو اور ڈرو"۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث صحیح میں وارد ہے۔

مَنْ تَوَاضَعَ لِغَنِيٍّ لِغِنَاهُ ذَهَبَ ثُلُثَا دِيْنِهِ — جو شخص کسی دولت مند کی اس کی دولت کی وجہ سے تواضع کرتا ہے اس کا دو تہائی دین تباہ ہو جاتا ہے۔

تو اس شخص پر افسوس جو دولت کی بنا پر دولت مندوں کی تواضع کرتا ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہی توفیق خیر عطا کرنے والا ہے۔

# مکتوب نمبر (۸۶)

ضلع جرک کے ایک حاکم کی طرف صادر فرمایا:

غیر حق سبحانہ سے اپنے قلب کو سالم رکھنے کے بیان میں۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ بطفیل حضور سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ وعلیہم من الصلوات افضلھا ومن التحیات والتسلیمات اکملھا حد اعتدال اور مرکز عدالت پر استقامت کی توفیق عنایت کرے۔

جو چیز ہم اور تم سب پر لازم ہے یہ ہے کہ دل کو غیر حق کے خیالات سے پاک اور سالم کر لیں۔ اور اس طرح سلامتی اس کی ہونی چاہیے کہ غیر حق کا دل پر بالکل گزر نہ رہے۔ اگر ہزار سال بھی زندگی وفا کرے تب بھی غیر حق کا خیال دل پر نہ گزرے۔ اس نسیان کے باعث جو غیر حق سے حاصل ہو چکا ہو۔ ع

کار این ست غیر ایں ہمہ ہیچ

اصل کام یہی ہے۔ اس کے سوا سب ہیچ ہے۔

آپ نے ملاقات کے وقت از روئے کرم نوازی فرمایا تھا کہ اگر کسی مہم اور کام میں رجوع کی ضرورت پڑے تو ہمیں لکھنا۔ اس بنا پر بندہ ایک تکلیف دیتا ہے کہ شیخ عبداللہ صوفی نیک لوگوں میں سے ہے۔ بعض حاجات کی بنا پر قرضدار ہو چکا ہے۔ امید ہے کہ اسے قرض سے نجات دلانے میں مدد فرمائیں گے والسلام۔

---

[1] امام بیہقی نے شعب الایمان میں اور خطیب نے بروایت ابن مسعود اور دیلمی نے بروایت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل کی۔ امام سیوطی فرماتے ہیں ابن جوزی کا اسے موضوعات میں داخل کرنا درست نہیں۔



Marfat.com

# مکتوب نمبر (۸۷)

پہلوان محمود کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ کس قدر سعادت کی بات ہے کہ خدائے جل وعلا کے دوست کسی کو قبول فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ تمہیں سلامت رکھے اور راہِ شریعت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ پر ثابت و قائم رکھے۔

آپ کے خاندان کے لیے سب سے پہلی بشارت یہ ہے کہ یہاں شیخ مزمل تمہارے پاس تشریف لائے ہیں۔ بندہ ان کی صحبت کی برکات کی کیا شرح کرے۔

کس قدر سعادت ہے کہ خدائے جل وعلا کے دوست کسی کو قبول فرمائیں۔ چہ جائیکہ اُسے اپنی قربت و محبت سے ممتاز کریں اور نوازیں:

هُمْ قَوْمٌ لَا يَشْقَىٰ جَلِيْسُهُمْ۔ یہ ایسی قوم ہے کہ ان کے ہمنشین بدبختی سے محفوظ ہیں

مختصر یہ کہ ان کی صحبت کو غنیمت شمار کریں اور صحبت کے آداب کی رعایت ملحوظ رکھیں تاکہ مؤثر ثابت ہو۔ زیادہ کیا لکھے۔ والسلام اوّلاً و آخراً۔

# مکتوب نمبر (۸۸)

یہ مکتوب بھی پہلوان محمود کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ کس قدر نعمت ہے کہ بندہ ایمان اور نیکی میں اپنے سیاہ بال سفید کرے۔ اور جوانی میں خوف غالب رہے اور بڑھاپے میں رجا۔

حق سبحانہ وتعالیٰ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھے۔ خدا تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے کہ بندہ ایمان اور نیکی میں اپنے جوانی کے سیاہ بال سفید کرلے۔ حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں وارد ہے:

مَنْ شَابَ شَيْبَةً[1] فِي الْإِسْلَامِ جو شخص اسلام کی پابندی میں بڑھا ہوا اُس کی

---

[1] ابوداؤد بروایت عمرو بن شعیب اور ترمذی ونسائی بروایت کعب بن مرہ بالفاظ مختلفہ۔



Marfat.com

غُفِرَ لَہٗ ۔ مغفرت ہو جائے گی ۔

جانب امید کو ترجیح دیں اور مغفرت کا ظن غالب رکھیں ۔ کیونکہ جوانی میں خوف زیادہ درکار ہے اور بڑھاپے میں رجا اور امید کا غلبہ زیادہ ہونا چاہیے ۔ والسلام اوّلاً و آخراً ۔

# مکتوب نمبر ۸۹

ماتم پرسی کے متعلق میرزا علی خاں کی طرف صادر فرمایا ۔

حق سبحانہٗ و تعالیٰ راہِ شریعت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ پر استقامت نصیب فرمائے ۔ انسان کے لیے مطابق فرمانِ خداوندی :

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۔[۱] ہر جان نے موت کا مزا چکھنا ہے ۔

موت سے چارہ نہیں ۔

طُوْبٰی لِمَنْ طَالَ عُمْرُہٗ وَكَثُرَ عَمَلُہٗ[۲] تو مبارک ہے وہ شخص جس کی عمر زیادہ ہو اور نیک اعمال بھی زیادہ ہوں ۔

یہ موت ہی ہے جو مشتاق لوگوں کو تسلی دیتی ہے ، اور دوست کو دوست سے ملنے کا ذریعہ بنتی ہے ۔

مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ۔[۳] جو شخص خدا تعالیٰ سے ملاقات کا امیدوار ہو تو بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ ملاقات ضرور آنے والا ہے ۔

ہاں پس ماندگان اور حضور کی دولت سے محروم غیر حق تعالیٰ میں گرفتار لوگوں کا حال موت کے ذریعہ اپنے مطلوب تک پہنچ جانے والوں اور قید دنیا سے رہائی پانے والوں کے مقابلہ میں بہت ہی خراب اور ابتر ہے ۔ آپ کی ولی نعمت مرحومہ کا وجود اس زمانے میں بسا غنیمت تھا ۔ اب تم پر لازم ہے کہ احسان کا بدلہ احسان سے دو اور دعا و صدقہ کے ذریعہ ہر آن مدد کرتے رہو ۔

---

[۱] سورۂ آل عمران ، پارہ ۴ ۔

[۲] ابو داؤد ، مشکوٰۃ ۔ احمد و ترمذی ۔

[۳] سورۂ عنکبوت ، پارہ ۲۰ ۔



Marfat.com

فَاِنَّ الْمَيِّتَ كَالْغَرِيْقِ يَنْتَظِرُ دَعْوَةً تَلْحَقُهُ مِنْ اَبٍ اَوْ اُمٍّ اَوْ اَخٍ اَوْ صَدِيْقٍ۔ — بیشک میت ڈوبتے ہوئے انسان کی طرح ہے وہ ہر وقت دعا کا منتظر رہتا ہے جو ماں باپ یا بھائی یا دوست کی طرف سے پہنچتی ہے۔

نیز یہ بھی چاہیے کہ ان کی موت سے اپنے مرنے کی عبرت پکڑیں۔ اور اپنے آپ کو مکمل طور پر حق تعالیٰ کی رضا کے کاموں کے حوالے کر دیں اور دنیا کی زندگی کو سامان غرور کے ماسوا کچھ شمار نہ کریں۔ اگر دنیوی ساز و سامان کی کچھ بھی قدر و قیمت ہوتی تو کفار بدکردار کو ایک بال برابر بھی دنیا کی کوئی چیز نہ دی جاتی۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہمیں اور تمہیں ماسوا اللہ تعالیٰ سے اعراض اور اپنی جناب قدس کی طرف توجہ کی سعادت نصیب فرمائے۔ بحرمت سید المرسلین علیہ وعلی آلہ وعلیہم من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا۔ والسلام والاکرام۔

# مکتوب نمبر (۹۰)

خواجہ قاسم کی طرف صادر فرمایا۔

اس امر کی ترغیب میں کہ مکمل طور پر حق سبحانہٗ کی طرف متوجہ رہنا چاہیے۔ اور آج اس دولت کا حصول اس طبقہ علیہ نقشبندیہ کے ساتھ اخلاص اور ان کی طرف توجہ اور رجوع کے ساتھ وابستہ ہے۔ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم۔

حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ اس کمینی دنیا کو آپ کی نظر میں خوار و بے اعتبار کر دے اور آخرت کے حسن و جمال کو آئینہ باطن میں آراستہ اور مزین کر دے۔ بحرمت سید البشر جو نظر کی کجی سے پاک و طاہر تھے علیہ وعلی آلہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا۔

آپ کا التفات نامہ گرامی معذرتوں کے ساتھ موصول ہوا۔ آپ نے کرم نوازی فرمائی۔ جزاکم اللہ سبحانہٗ خیر الجزاء۔

جو نصیحت محبوں اور مخلصوں کو کی جاتی ہے سب کی سب یہی ہے کہ مکمل طور پر پوری توجہ

---

لے یہ قول اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جو مشکوٰۃ میں بیہقی سے بروایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ معلوم ہوا کہ مردوں کو ایصال ثواب کا عقیدہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ نیز تمام اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کما فی الہدایہ۔



Marfat.com

اور رجوع جناب قدس خداوندی عز شانہ کی طرف میسر آنا چاہیے اور غیر حق تعالیٰ سے اعراض حاصل ہونا چاہیے ع

کار این ست غیر ایں ہمہ ہیچ

کرنے کا کام یہی ہے۔ اس کے سوا سب ہیچ ہے

آج اس دولت عظمیٰ کا حصول اس بلند طبقہ نقشبندیہ کے ساتھ کامل اخلاص اور اس کی طرف توجہ اور رجوع کے ساتھ وابستہ ہے۔ ریاضات شاقہ اور مجاہدات شدیدہ سے بھی وہ چیز میسر نہیں آسکتی جو ان بزرگوں کی ایک صحبت سے میسر آجاتی ہے۔ کیونکہ ان بزرگوں کے طریقے میں نہایت ہدایت میں درج ہے۔ یہ بزرگ پہلی صحبت میں وہ کچھ عطا کر دیتے ہیں جو منتہیوں کو انتہاء پر جا کر میسر آتی ہے۔ ان بزرگوں کا طریقہ صحابہ کرام کا طریقہ ہے۔ کہ صحابہ کرام کو خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کی اول صحبت میں وہ کمالات میسر آگئے جو اولیا امت کو نہایت پر پہنچ کر بھی شاید ہی میسر ہوں اور یہ چیز نہایت کے ہدایت میں درج ہونے کے طور پر ہے۔ تو تم پر ان اکابر کے ساتھ محبت وعقیدت رکھنا لازم ہے۔ کیونکہ اس محبت پر ہی معاملے کا دار ومدار ہے۔ آپ پر اور تمام ہدایت کے پیروکاروں اور مصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کرنے والوں پر رحمت وسلامتی کا نزول ہوتا رہے۔

# مکتوب نمبر (۹۱)

شیخ کبیر کی طرف صادر فرمایا۔

اس امر کے بیان میں کہ عالم قدس کی طرف پرواز کرنے کے لیے دو پر ضروری ہیں۔ ایک تصحیح عقائد اور دوسرا اعمال صالحہ کی بجا آوری۔ اور اعمال شریعت اور احوال حقیقت سے مقصود تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں اور تمہیں روشن سنت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی متابعت پر استقامت نصیب فرمائے۔

کرنے والا ضروری کام یہ ہے کہ اولاً علمائے اہل سنت وجماعت کی آراء کے مطابق عقائد درست کیے جائیں۔ کیونکہ فرقہ ناجیہ (نجات پانے والا) یہی گروہ ہے۔ پھر اس کے بعد احکام فقہیہ کے مطابق علم وعمل کو اپنے پر لازم کر لینا چاہیے۔ ان دو اعتقادی اور عملی پروں کے حاصل ہونے کے بعد



Marfat.com

عالم قدس کی طرف پرواز کرنا چاہیے۔ ع

کار این ست وغیر ایں ہمہ ہیچ

کرنے کا کام یہی ہے اس کے سوا سب ہیچ ہے

اعمال شریعت اور احوال طریقت وحقیقت سے مقصود اور غرض وغایت تزکیہ نفس و تصفیہ قلب ہے جب تک نفس تزکیہ پذیر نہیں ہوگا اور قلب کو سلامتی نصیب نہیں ہوگی۔ ایمان حقیقی جس پر نجات کا انحصار ہے میسر نہیں آسکتا۔ سلامتی قلب اس وقت وجود میں آتی ہے جبکہ دل پر غیر خدا تعالیٰ کے خیالات کا گزرنا بالکل بند ہو جائے۔ اگر ہزار برس بھی گزر جائیں دل میں غیر خدا کا گزر نہ ہو کیونکہ اسی وقت ہی دل کو غیر خدا کا نسیان پورے طور پر میسر آتا ہے۔ اور اس کی نشانی یہ ہے کہ اگر غیر خدا کو تکلف اور کوشش سے بھی دل میں لانا چاہیں تو نہ آسکے۔ اس حالت کو لفظ فنا سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ اس راستے میں پہلا قدم ہے۔ اس کے بغیر خار دار درخت پر ہاتھ پھیرنے والی بات ہے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

# مکتوب نمبر (۹۲)

یہ مکتوب بھی شیخ کبیر کی طرف صادر فرمایا۔

اس امر کے بیان میں کہ اطمینان قلب ذکر سے نصیب ہوتا ہے۔ نظر و استدلال سے حاصل نہیں ہوتا۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ پر ثابت و قائم رکھے

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۔ سن لو اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ (پارہ ۱۳۔ سورہ رعد)

اطمینان قلب کا راستہ اللہ سبحانہ کا ذکر ہے۔ نظر و استدلال اس کا راستہ نہیں ہے

پائے استدلالیاں چوبیں بود پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

اپنے مسلک کی بنیاد صرف دلائل پر رکھنے والوں کے پاؤں لکڑی کے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ لکڑی کے پاؤں بالکل کمزور ہوتے ہیں۔

کیونکہ ذکر کے ذریعے جناب قدس خداوندی کے ساتھ ایک گونہ مناسبت پیدا ہوتی ہے۔ اگرچہ وہ کچھ بھی مناسبت نہیں۔ ع



Marfat.com

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

تاہم ذکر کے ذریعہ ذاکر اور مذکور کے درمیان ایک قسم کا تعلق پیدا ہو جاتا ہے جو محبت کا موجب بنتا ہے اور جب محبت کا غلبہ ہو جاتا ہے تو دل سے اطمینان کے سوا سب کچھ نکل جاتا ہے۔ اور جب معاملہ اطمینانِ قلب کے حصول تک پہنچ گیا تو ایسے شخص کو دولتِ ابدی حاصل ہو گئی ؎

ذکر گو ذکر تا ترا جان ست    پاکیِ دل ز ذکرِ یزدان ست

جب تک تم میں جان ہے اس کے ذکر میں مصروف رہو۔ دل کی طہارت اللہ کے ذکر ہی سے نصیب ہوتی ہے۔

والسلام اولاً و آخراً۔

# مکتوب نمبر (۹۳)

یہ مکتوب سکندر خاں لودھی کی طرف صادر فرمایا۔

اس امر کے بیان میں کہ تمام اوقات ذکر الٰہی جل شانہٗ میں مصروف رہنا چاہیے۔

پانچوں نماز با جماعت ادا کرنے اور مستحب اوقات میں سنن موکدہ ادا کرنے کے بعد اپنے تمام اوقات کو ذکرِ الٰہی جل شانہٗ میں مصروف رہنا چاہیے۔ کھانے، سونے، آنے اور جانے غرض تمام اوقات میں ذکر سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔

ذکر کا طریقہ تمہیں بتا دیا گیا ہے اس کے مطابق ذکر کرتے رہیں۔ اگر ذکر اور جمعیت میں فتور اور خلل محسوس کریں تو اول اس فتور کا سبب معلوم کرنا چاہیے۔ پھر بارگاہِ خداوندی میں التجا اور زاری کے ذریعے اس کوتاہی کی تلافی کرنی چاہیے۔ اور اس ظلمت اور تاریکی کو دور کرنے کی کوشش اور سعی کرنا چاہیے۔ اور اس میں شیخ اور پیر و مرشد کو وسیلہ بنانا چاہیے جس سے ذکر کی تعلیم حاصل کی ہو۔ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ ہی تمام مشکل امور کو آسان کرنے والا ہے۔ والسلام۔

# مکتوب نمبر (۹۴)

خضر خاں لودھی کی طرف صادر فرمایا:



Marfat.com

اس امر کے بیان میں کہ انسان کے لیے عقائد کی درستی اور اعمال صالحہ کا بجالانا بہت ضروری ہے. تاکہ ان دو بازوؤں کے ساتھ عالم حقیقت کی طرف پرواز کر سکے۔

حق سبحانہ وتعالیٰ شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے راستے پر استقامت نصیب فرمائے۔

وہ چیز جو ضروری ہے اور جس کے بغیر چارہ کار نہیں، یہ ہے کہ اولاً مطابق آرائے صحیحہ اہل سنت وجماعت جو فرقہ ناجیہ ہے، اپنے عقائد درست کرنے چاہییں. پھر احکام فقہ کے موافق فرائض سنتیں، واجبات، مستحبات، حلال وحرام اور مکروہ و مشتبہ سب ضروری احکام کا علم حاصل کرنے کے بعد ان پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔ جب یہ دونوں اعتقادی اور عملی بازو میسر آجائیں تو پھر اگر توفیق خداوندی جل سلطانہٗ دستگیری کرے۔ تو ممکن ہے عالم حقیقت کی طرف پرواز نصیب ہو جائے۔ ان دو بازوؤں کے مہیا ہوئے بغیر عالم حقیقت کی طرف پرواز ناممکن اور محال ہے ؎

محال ست سعدی کہ راہِ صفا　　　　تواں رفت جز در پئے مصطفےٰ

اے سعدی! یہ بات ناممکن ہے کہ صفائی اور ہدایت کا راستہ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم پہ چلے بغیر نصیب ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی اتباع نصیب فرمائے۔

# مکتوب نمبر (۹۵)

سید احمد بجواڑہ کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ انسان ایک نسخہ جامعہ ہے. اور انسان کا قلب بھی صفت جامعیت پر پیدا ہوا ہے. اور بعض مشائخ کے اقوال جو وسعت قلب وغیرہ کے بارے میں حال سکر میں صادر ہوئے ہیں انہیں صحیح توجیہات پر محمول کیا جائے. اور اس امر کے بیان میں کہ صحو سکر سے افضل ہے اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

انسان ایک نسخہ جامع ہے. جو کچھ ساری موجودات میں ہے وہ سب کا سب تنہا انسان میں موجود ہے. لیکن عالم امکان کی اشیاء اس میں بطورِ حقیقت موجود ہیں اور مرتبہ وجوب بطور صورت۔



Marfat.com

اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا

اور اسی جامعیت پر انسان کے دل کو پیدا کیا گیا ہے۔ کہ جو کچھ پورے انسان میں ہے تنہا دل میں موجود ہے۔ لہٰذا قلب انسانی کو حقیقتِ جامعہ کہتے ہیں۔ قلب کی اسی وسعت و کشادگی کے متعلق بعض مشائخ نے جامعیت و وسعتِ قلب کے متعلق یوں خبر دی ہے کہ:

"اگر عرش اور جو کچھ اس میں ہے قلب عارف کے ایک کونے میں ڈال دیں تو کچھ محسوس نہ ہو"

کیونکہ قلب اربعہ عناصر افلاک، عرش، کرسی، عقل، نفس اور مکانی اور لامکانی اشیاء سب کا جامع ہے۔

---

لہ یہ دراصل بخاری اور مسلم شریف میں مذکور طویل حدیث کا ایک جملہ ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلق اللہ

ادم علی صورتہ طولہ ستون ذراعًا الخ

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں: علماء کا اس حدیث کے معنی میں اختلاف ہے۔ بعض علماء تو اس حدیث کی کوئی تاویل بیان نہیں کرتے۔ اور کہتے ہیں یہ حدیث احادیث صفات میں سے ہے لہٰذا اس کی تاویل سے باز رہنا چاہیے۔ کیونکہ اس طرح کے متشابہات میں سلف کا یہی مذہب ہے۔

بعض دوسرے علماء اس کی تاویل کرتے ہیں۔ اور اس کی مشہور تاویل یہ ہے کہ لفظ صورت سے مراد صفت ہے۔ جس طرح عام محاورات میں کہا جاتا ہے "اس مسئلے کی صورت یہ ہے"۔ اور "فلاں معاملے کی صورتِ حال یہ ہے"۔ اب حدیث پاک کا معنی یہ ہوگا "خدا تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صفت پر پیدا فرمایا"۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ان صفات کا موصوف بنایا جو اس کی صفات کا پرتو ہیں۔ تو اسے حی، عالم، قادر، متکلم، سمیع، بصیر پیدا فرمایا۔

حدیث کی دوسری تاویل یہ ہے کہ اضافت شرافت و بزرگی کے اظہار کے لیے ہے۔ جیسے بیت اللہ، روح اللہ یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو جمیل و لطیف صورت پر پیدا فرمایا اور آپ کی ذات کو منبع اسرار و لطائف بنایا۔

تیسری تاویل یہ ہے کہ ضمیر ہٗ سے مراد حضرت آدم ہی ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بشر کے بالکل ابتدائی حال پر بالکل ٹھیک اور متناسب الاعضاء پیدا فرمایا کہ آپ کا طول ساٹھ گز تھا۔ دوسرے انسانوں کی طرح کہ وہ پہلے نطفہ پھر مضغہ پھر جنین ہوتا ہے پیدا نہیں فرمایا۔

چوتھی تاویل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ایک صورت خاصہ پر پیدا فرمایا جو تمام مخلوقات کا نسخہ جامع ہے۔ کیونکہ کائنات میں ایسی کوئی مخلوق نہیں جس کی مثال صورت آدم میں نہ ہو۔ اسی لیے انسان کو عالم صغیر کہا جاتا ہے۔ (باقی برصفحہ آئندہ)



Marfat.com

- تو چونکہ قلب لامکانی امور پر بھی مشتمل ہے، لہٰذا عرش اور جو کچھ اس میں ہے قلب میں اس کی کچھ مقدار نہ ہوگی۔ کیونکہ عرش اور جو کچھ اس میں ہے باوجود وسعت و کشادگی کے دائرہ مکان میں داخل ہے اور مکانی چیز اپنی جگہ چاہے کتنی ہی وسیع کیوں نہ ہو لامکانی کے سامنے تنگ ہی ہے اور کوئی قدر نہیں رکھتی۔ لیکن مشائخ قدس اللہ اسرارہم میں سے ارباب صحو جانتے ہیں کہ یہ حکم (قلب کا عرش سے بھی وسیع ہونا) سکر پر مبنی ہے۔ اور شے کی حقیقت اور اس کے نمونے میں عدم امتیاز کے باعث ہے۔

عرش مجید جو ظہور تام کا محل و مقام ہے، اس سے بہت بلند ہے کہ قلب تنگ میں اس کی گنجائش ہو قلب کے اندر عرش کا جو کچھ نظر آتا ہے وہ عرش کا نمونہ ہے حقیقت عرش نہیں۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ قلب کے آگے عرش کے نمونے کی کچھ حیثیت نہیں۔ کیونکہ قلب بے انتہا اشیاء کے نمونوں کا جامع ہے۔ آئینہ جس میں آسمان اپنی تمام بڑائی اور اس میں موجود تمام اشیاء کے ساتھ دکھائی دیتا ہے یہ نہیں کہہ سکتے کہ آئینہ آسمان سے وسیع ہے۔ ہاں آسمان کی مثال اور اس کا عکس جو آئینے میں دکھائی دیتا ہے وہ آئینہ کے سامنے چھوٹا ہے لیکن حقیقت آسمان آئینے سے بہت بڑی ہے۔ اس بحث کی ایک مثال سے وضاحت ہو جاتی ہے۔

مثلاً انسان میں کرۂ خاک کا عنصر پوشیدہ ہے۔ انسان کی جامعیت کا خیال کرتے ہوئے یہ نہیں کہہ سکتے کہ انسان کرہ ارض سے وسیع ہے۔ بلکہ وجود انسان کی کرہ خاک کے سامنے کچھ مقدار نہیں بلکہ اس کے سامنے انسان ایک چھوٹی سی چیز ہے۔ دراصل ایک چھوٹی چیز میں موجود نمونے کو حقیقت جانتے ہوئے یہ حکم لگا دیا جاتا ہے۔

اسی قبیلہ سے ہے بعض مشائخ کا وہ کلام جو غلبہ سکر میں ان سے صادر ہوا ہے کہ جمع محمدی خدا تعالیٰ

---

(بقیہ صفحہ سابقہ) پانچویں تاویل یہ ہے کہ صورت سے مراد شان اور امر ہے کہ آپ مسجود ملائکہ ہیں اور تمام کائنات کو مسخر کرنے والے اور ان میں تصرف کرنے والے ہیں۔

بعض جاہل صوفی اس حدیث کے یہ معنی کرتے ہیں کہ انسان اللہ تعالیٰ کی صورت پر پیدا کیا گیا ہے اور اللہ کی یہی صورت ہے جو انسان کی ہے۔ اس معنی کے مطابق اللہ تعالیٰ کا ذی صورت اور جسم ہونا لازم آتا ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کا حدوث لازم آتا ہے۔ نیز یہ معنی آیہ کریمہ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ اور وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۔ کے بالکل خلاف ہے اس لیے اس حدیث کا یہ معنی ہرگز نہیں اور یہ معنی گمراہی اور کفر پر مشتمل ہے۔ محققین علماء کے نزدیک مذکورہ احادیث کی صحیح تاویلات میں سے جو چند ایک یہاں بیان کی گئی ہیں انہی پر اعتماد کیا جائے۔ وَاللّٰہُ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۔ وَاللّٰہُ تَعَالیٰ اَعْلَمُ۔ (مترجم عفی عنہ)



Marfat.com

جل سلطانہ کی جمع سے زیادہ جامع ہے۔ ان مشائخ نے جب دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حقیقت امکان اور مرتبہ وجوب کے جامع ہیں، تو انہوں نے یہ حکم لگا دیا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جامعیت اللہ تعالیٰ شانہ کی جامعیت سے زیادہ ہے۔ یہاں بھی انہوں نے صورت کو حقیقت تصور کرتے ہوئے ایسا حکم لگا دیا۔ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مرتبہ وجوب کی صورت کے جامع ہیں، حقیقت وجوب کے جامع نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ و تقدس واجب الوجود حقیقی ہے۔ یہ حضرات اگر صورت وجوب اور حقیقت وجوب میں فرق کرتے تو ایسا حکم ہرگز نہ لگاتے۔ اللہ تعالیٰ اس طرح کے احکام سکریہ سے منزہ اور مبرا ہے۔ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بندے ہیں اور محدود و متناہی ہیں، اور اللہ تعالیٰ و تقدس غیر محدود اور غیر متناہی ہے۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ جو چیز احکام سکر سے تعلق رکھتی ہے وہ مقام ولایت میں سے ہے۔ اور جو شے صحو سے تعلق رکھتی ہے وہ مقام نبوت سے ہے۔ انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کے کامل اتباع کرنے والوں کو بواسطہ صحو انبیاء کرام کے متبع ہونے کے طور پر اس مقام سے حصہ ملتا ہے۔ شیخ ابو یزید بسطامی کے پیرو کار سکر کو صحو سے افضل قرار دیتے ہیں۔ اسی لیے شیخ ابو یزید بسطامی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

لوائی ارفع من لواء محمد

میرا جھنڈا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جھنڈے سے زیادہ بلند ہے

یہ بزرگ اپنے جھنڈے کو ولایت کا جھنڈا قرار دیتے ہیں اور حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے جھنڈے کو نبوت کا جھنڈا۔ پھر لوائے ولایت کو جس کا رُخ سکر کی طرف ہے اسے لوائے نبوت پر جس کا تعلق صحو سے ہے ترجیح دیتے ہیں۔

اسی قبیلہ سے ہے یہ جملہ جو بعض سے صادر ہوا ہے:

اَلْوَلَایَۃُ اَفْضَلُ مِنَ النُّبُوَّۃِ۔ ولایت نبوت سے افضل ہے۔

یہ بات کہنے والوں کا خیال ہے کہ ولایت کا رُخ خدا تعالیٰ کی طرف ہے اور نبوت کا مخلوق کی طرف اور اس میں شک نہیں کہ خالق کی طرف رُخ مخلوق کی طرف رُخ ہونے سے افضل ہے۔

اور بعض نے اس جملے کی یوں توجیہ کی ہے کہ نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے لیکن اس فقیر کے نزدیک اس طرح کی باتیں دور از کار ہیں۔ کیونکہ نبوت میں رُخ صرف مخلوق کی طرف نہیں، بلکہ مخلوق کی طرف توجہ کے باوجود حق تعالیٰ کی طرف بھی توجہ موجود رہتی ہے۔ نبی کا باطن خدا تعالیٰ کے ساتھ



Marfat.com

ہوتا ہے اور ظاہر مخلوق کے ساتھ۔ اور جس کی کل توجہ مخلوق کی طرف ہی ہو اور خالق سے بالکل بے خبر متعلق ہو ایسا شخص بد قسمت ہوتا ہے۔ انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات تمام موجودات سے افضل ہیں۔ لہٰذا بہترین دولت و نعمت بھی انہی کا حصہ ہے۔ ولایت نبوت کا جزو ہے اور نبوت کل ہے۔ لہٰذا نبوت ہی افضل ہے، خواہ نبی کی ولایت ہو یا ولی کی ولایت۔ تو ثابت ہوا کہ صحو سکر سے افضل ہے کیونکہ سکر صحو میں مندرج ہے جس طرح ولایت نبوت میں مندرج ہے۔ وہ صحو اور ہوش جو عوام الناس کو حاصل ہے خارج از بحث ہے۔ اس صحو پر سکر کو ترجیح دینا ایک بے معنی امر ہے لیکن وہ صحو جو سکر کو متضمن ہے البتہ سکر سے افضل ہے۔

علوم شرعیہ جن کا مصدر و منبع مرتبہ نبوت ہے سراسر صحو ہے اور علوم شرعیہ کے مخالف جو کچھ ہے سُکر سے ہے۔ صاحب سکر معذور ہوتا ہے۔ تقلید کے لائق صحو کے علوم ہیں۔ سکر کے علوم لائق تقلید نہیں ہیں ـــــ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہمیں علوم شرعیہ کی تقلید پر ثابت رکھے۔ ان علوم کے سرچشمہ اور مصدر پر صلوٰۃ وسلام اور تحیات کا نزول ہوتا رہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر بھی رحم فرمائے جو آمین کہے۔

اور رہ وہ جو حدیث قدسی میں وارد ہے:

لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ وَلٰکِنْ — میں اپنی زمین اور اپنے آسمان میں نہیں سما سکتا۔

یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنِ — ہاں میں اپنے بندۂ مومن کے دل میں سما سکتا ہوں۔

تو اس گنجائش سے مراد مرتبہ وجوب کی صورت کی گنجائش ہے۔ حقیقت رب کا سمانا مراد نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے کسی شے میں حلول کرنا محال ہے۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

پس ثابت ہو گیا کہ قلب کا لامکانی ذات کو شامل ہونا لامکانی کے صورت کے اعتبار سے ہے نہ حقیقت کے لحاظ سے۔ حقیقت کے لحاظ سے عرش اور جو کچھ اس میں ہے اس کی ذات واجب کے سامنے کچھ مقدار اور حیثیت نہیں۔ یہ حکم لامکانی ذات کی حقیقت کے ساتھ مخصوص ہے۔

# مکتوب نمبر (۹۶)

محمد شریف کی طرف صادر فرمایا۔

نیک کام میں ٹال مٹول اور تاخیر کرنے سے روکنے اور ڈانٹنے میں۔ اور متابعت شریعت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ پر ابھارنے اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔



Marfat.com

اے فرزند! آج جبکہ فرصت کا وقت ہے، اور سکون و دل جمعی کے تمام اسباب میسر ہیں، ٹال مٹول اور تاخیر کی کوئی گنجائش نہیں۔ زندگی کے بہترین اوقات کو جو کہ جوانی کا زمانہ ہے، بہترین اعمال یعنی اپنے مالک و مولیٰ تعالیٰ و تقدس کی طاعت و عبادت میں صرف کرنا چاہیے۔

اور نصاب موجود ہونے کی صورت میں زکوٰۃ ادا کرنا بھی ضروریات اسلام میں سے ہے۔ اسے بھی رغبت بلکہ خدا کا احسان جانتے ہوئے ادا کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کمال کرم سے پورے دن رات میں صرف پانچ وقت عبادت کے لیے مقرر کیے ہیں اور بڑھنے والے مال اور چرنے والے مویشیوں میں صرف چالیسواں حصہ تحقیقاً یا تقریباً فقراء کے لیے معین فرمایا ہے۔ اور مباحات کے استعمال کے میدان کو فراخ کر دیا ہے۔ بہت ہی بے انصافی ہے کہ دن رات کی ساٹھ گھڑیوں میں دو گھڑی بھی حق سبحانہ و تعالیٰ کی طاعت میں صرف نہ کیا جائے۔ اور چالیس حصوں میں سے صرف ایک حصہ بھی فقراء کو نہ دیا جائے۔ اور مباحات کے وسیع دائرہ سے پاؤں باہر نکال کر حرام اور مشتبہ چیزوں تک لے جایا جائے۔

موسم جوانی میں جو نفس امارہ کی سلطانی کا زمانہ ہے اور شیطان لعین کے غلبے کا وقت ہے، تھوڑے عمل کو زیادہ ثواب کے ساتھ قبول فرماتے ہیں۔ اور کل جب ارذل عمر تک پہنچا دیں گے، اور حواس اور قویٰ سست ہو چکے ہوں گے، اور سکون و دل جمعی کے اسباب منتشر ہو جائیں گے، حسرت و پشیمانی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اور بہت ممکن ہے کہ کل بڑھاپے کے وقت تک فرصت نہ دیں۔ اور ندامت و پشیمانی کی فرصت جو ایک طرح کی توجہ ہے میسر نہ آئے، اور ابدی عذاب اور دائمی سزا جس کے متعلق پیغمبر صادق علیہ من الصلوات افضلہا و من التسلیمات اکملہا نے خبر دی ہے۔ اور نافرمان لوگوں کو ڈرایا ہے اور درپیش ہے۔ اس سے ضرور دوچار ہونا پڑے گا۔ آج شیطان مردود خدا تعالیٰ جل سلطانہ کے کرم کا دھوکا دے کر مداہنت میں ڈالتا ہے، اور خدائے سبحانہ کے عفو کا بہانہ کر کے گناہوں کا ارتکاب کراتا ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ اس دنیا میں جو آزمائش و ابتلا کا مقام ہے، دوست و دشمن کو رلا ملا دیا گیا ہے اور دونوں کو رحمت میں شامل کیا گیا ہے۔ آیہ کریمہ:

وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ      میری رحمت ہر شے کو وسیع ہے۔

اس مضمون کو ظاہر کرتی ہے۔ اور قیامت کے دن دشمن کو دوست سے جدا کر دیں گے۔ آیہ کریمہ:

وَامْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ۔      اے مجرمو! آج تم الگ ہو جاؤ۔

اسی بات کی خبر دیتی ہے۔ اس وقت رحمت کا قرعہ دوستوں کے نام نکلے گا۔ اور دشمنوں کو محروم مطلق اور



Marfat.com

واضح طور پر ملعون قرار دیں گے۔ اور آیہ کریمہ:

فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ۔

میں اپنی رحمت عنقریب ان لوگوں کے لیے لکھ دوں گا جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں۔

اس معنی کی شاہد وگواہ ہے یعنی میں اپنی رحمت ثابت کر دوں گا ان لوگوں کے لیے جو کفر و معاصی سے پرہیز کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے کرم و رحمت کو آخرت میں ابرار اور نیک کردار اہل اسلام کے لیے مخصوص کر دیا ہے۔ ہاں مطلق اہل اسلام کے لیے بھی اگر خاتمہ اچھا ہوا تو رحمت سے حصہ ملے گا۔ اگرچہ زمانہ دراز کے بعد عذاب دوزخ سے نجات پائیں گے لیکن گناہوں کی تاریکی اور آسمان سے نازل شدہ احکام خداوندی سے لاپرواہی کرنے والا کیسے کہہ سکتا ہے کہ وہ دنیا سے نور ایمان سلامتی کے ساتھ لے جائے گا۔ علمائے دین نے فرمایا ہے کہ گناہ صغیرہ پر اصرار گناہ کبیرہ تک پہنچا دیتا ہے اور گناہ کبیرہ پر اصرار کفر تک لے جاتا ہے۔ حیاذاً باللہ سبحانہ۔ ؎

اندکے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم      کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

میں نے تیرے سامنے تھوڑا سا غم دل بیان کیا ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ تو دل آزردہ ہوگا۔ ورنہ باتیں بہت ہیں۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ بحرمت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے پسندیدہ کاموں کی توفیق نصیب کرے۔

دوسری مقصودی بات یہ ہے کہ حامل رقیمہ مولانا اسحاق فقیر کا آشنا اور مخلص ہے اور قدیم زمانہ سے ہمسائیگی کا حق بھی رکھتا ہے۔ اگر آپ سے مدد و اعانت طلب کرے تو اس کی طرف خصوصی توجہ فرمائیں۔ موصوف فن کتابت و انشاء سے بھی بقدر ضرورت واقفیت رکھتا ہے۔ والسلام۔

# مکتوب نمبر (۹۷)

شیخ درویش کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ عبادت خداوندی سے مقصود یقین کا حاصل کرنا ہے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔



Marfat.com

حق سبحانہ و تعالیٰ ہم مفلسوں کو حقیقت ایمان سے مشرف فرمائے بحرمت سید المرسلین علیہ و علیٰ آلہ و علیہم من الصلوات اتمہا و من التسلیمات اکملہا۔

جس طرح پیدائش انسانی سے مقصود عبادات شرعیہ کا بجالانا ہے اسی طرح ادائے عبادت سے مقصود دولت یقین کا حاصل کرنا ہے جو حقیقت ایمان ہے۔ ممکن ہے کہ آیہ کریمہ:

| | |
|---|---|
| وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ۔ | رب تعالیٰ کی عبادت کرتے رہو یہاں تک کہ یقین کے مقام تک پہنچ جاؤ۔ |

میں اسی طرف اشارہ ہو۔ اس لیے کہ کلمہ حَتّٰی جس طرح غایت کے معنی کے لیے آتا ہے معنی علیت کے لیے بھی آتا ہے۔ علیت کے لیے ہونے کی صورت میں تقدیر عبارت یوں ہوگی: ای لِاَجْلِ اَنْ يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ یعنی تاکہ تم کو یقین حاصل ہو جائے۔ گویا وہ ایمان جو ادائے عبادات سے پہلے ہوتا ہے وہ صورت ایمان ہے نہ کہ حقیقت ایمان۔ جسے یہاں یقین سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ عز شانہٗ فرماتا ہے:

| | |
|---|---|
| يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا ای | اے ایمان والو! ایمان لاؤ۔ یعنی اے صورۃ |
| الذين اٰمنو صورة اٰمنوا حقيقة | ایمان لانے والو! عبادات ماموره کی ذمہ داری |
| باداء وظائف العبادات المامورة | کو ادا کر کے حقیقۃً ایمان لاؤ۔ |

فنا اور بقا سے مقصود کہ ولایت اسی دولت کے حاصل کرنے سے عبارت ہے' یہی یقین ہے اور بس۔ اور اگر فنا فی اللہ اور بقا باللہ سے کوئی اور معنی مراد لیں جس سے حق تعالیٰ کے مخلوق میں حلول کا وہم پڑے تو یہ بلاشبہ الحاد اور بے دینی ہے۔ غلبہ حال اور سکر کے وقت میں ایسی چیزیں ظاہر ہو جاتی ہیں جن سے آخر کار آگے گزرنا چاہیے اور استغفار کرنا چاہیے۔

ابراہیم بن شیبان جو مشائخ طبقات (طبقہ رابعہ) میں سے ہیں (قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم) فرماتے ہیں:

"فنا اور بقا کا علم اخلاص وحدانیت اور صحت عبودیت کے گرد گھومتا ہے۔ اس کے ماسوا سب مغالطے اور بے دینی کی باتیں ہیں"۔

اس بزرگ نے بالکل درست فرمایا ہے۔ ان کا یہ کلام ان کی استقامت کی خبر دیتا ہے۔ فنا فی اللہ سے مراد یہ ہے کہ بندہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی رضا کے کاموں میں فنا ہو جائے۔ اسی طرح سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ وغیرہ کے معنی ہیں۔

فقیر دوسری تکلیف آپ کو یہ دیتا ہے کہ درستی کے نشانات والے میاں شیخ اللہ بخش صلاح



Marfat.com

تقویٰ اور فضیلت سے آراستہ ہیں۔ جماعت کثیر ان سے وابستہ ہے۔ کسی بارے میں اگر جناب سے مدد طلب کریں تو امید ہے کہ توجہ شریف ان کے حال کی طرف مبذول فرمائیں گے۔

آپ پر اور ہر متبع ہدایت پر سلامتی کا نزول ہو۔

# مکتوب نمبر (۹۸)

شیخ زکریا کے بیٹے عبدالقادر کی طرف صادر فرمایا۔

احادیث نبویہ علی مصدرہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کی روشنی میں نرمی اختیار کرنے کی ترغیب اور سختی ترک کر دینے کے بیان میں۔

حق سبحانہ وتعالیٰ مرکز عدالت پر استقامت عطا فرمائے۔

حضور نبی اکرم علیہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا کی چند احادیث جو وعظ و تذکیر اور نصیحت سے متعلق ہیں، لکھی جاتی ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کے مطابق عمل کی توفیق عطا کرے۔

(۱) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

انّ اللہ رفیقٌ یحبّ الرفقَ ویُعطی علی الرفقِ مَا لَا یُعْطِی عَلَی العُنف وما لا یعطی علی ما سواہ۔ (رواہ مسلم)

بیشک اللہ تعالیٰ لطف و نرمی فرمانے والا ہے۔ نرمی کو دوست رکھتا ہے اور نرمی کرنے پر وہ کچھ عطا کرتا ہے جو سختی کرنے پر عطا نہیں کرتا۔ اور نہ نرمی کے ماسوا کسی اور چیز پر عطا کرتا ہے۔

(۲) ایک روایت میں آپ نے حضرت عائشہ سے فرمایا:

علیكِ بالرفقِ وایاكِ بالعُنفِ وَالفُحشَ انّ الرفقَ لا یکون فی شیءٍ الا زَانَهٗ ولا ینزع من شیءٍ الا شَانَهٗ۔ (رواہ مسلم)

اے عائشہ! نرمی کو ہاتھ سے نہ جانے دینا اور سختی اور زبان درازی سے بچنا۔ کیونکہ رفق و نرمی سے شے میں زیبائش ہے۔ اور جب کسی شے سے رفق و نرمی کو نکال لیا جائے تو وہ شے داغدار ہو جاتی ہے۔

(۳) حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا:

مَنْ یُحْرَمِ الرِّفْقَ یُحْرَمِ الخَیْرَ۔

جو کوئی لطف و نرمی کی اچھی عادت سے محروم



Marfat.com

وہ نیکی سے محروم ہے۔

اور حضور نبی کریم علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام والتحیہ نے یہ بھی فرمایا:

(۴) اِنَّ مِنْ اَحَبِّكُمْ اِلَیَّ اَحْسَنُكُمْ اَخْلَاقًا۔

تم سب میں سے مجھے زیادہ محبوب وہ ہے جو اخلاق کے اعتبار سے زیادہ اچھا ہے۔

(۵) آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

مَنْ اُعْطِیَ حَظَّهٗ مِنَ الرِّفْقِ اُعْطِیَ حَظَّهٗ مِنَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ (شرح سنۃ)

جسے لطف و نرمی سے حصہ عطا کیا گیا اسے دنیا اور آخرت کی نیکی میں سے حصہ عطا کیا گیا۔

حضور علیہ السلام کا یہ بھی ارشاد ہے:

(۶) اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ وَالْاِیْمَانُ مِنَ الْجَنَّةِ وَالْبَذَاءُ مِنَ الْجَفَاءِ وَالْجَفَاءُ مِنَ النَّارِ۔ (مسند احمد)

حیا ایمان سے ہے اور ایمان جنت کی چیز ہے اور بیہودہ گوئی برائی سے ہے، اور برائی دوزخ میں جانے والی چیز ہے۔

(۷) اِنَّ اللّٰهَ یُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِیَّ۔ (ترمذی)

بے شک اللہ تعالیٰ دشمن رکھتا ہے حد سے بڑھنے والے بیہودہ گو کو۔

(۸) اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِمَنْ یَحْرُمُ عَلَی النَّارِ وَبِمَنْ تَحْرُمُ النَّارُ عَلَیْهِ عَلٰی كُلِّ هَیِّنٍ لَیِّنٍ قَرِیْبٍ سَهْلٍ۔ (ترمذی شریف)

کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ کون آتش دوزخ پر حرام ہے اور کس پر آتش دوزخ حرام ہے؟ ہر آسان روی اختیار کرنے والے، نرم طبع، لوگوں سے نزدیک نرم خو آدمی پر۔

(۹) اَلْمُؤْمِنُوْنَ هَیِّنُوْنَ لَیِّنُوْنَ كَالْجَمَلِ الْاَنِفِ اِنْ قِیْدَ انْقَادَ وَاِنِ اسْتُنِیْخَ عَلٰی صَخْرَةٍ اسْتَنَاخَ (ترمذی شریف)

مومن نرم طبع اور مطیع فرمان ہوتے ہیں جس طرح مہار پڑا ہوا اونٹ، اگر اسے کھینچا جائے تو اطاعت کے لیے گردن رکھ دیتا ہے اور اگر کسی پتھر پر بٹھایا جائے تو بیٹھ جاتا ہے۔

(۱۰) مَنْ كَظَمَ غَیْظًا وَهُوَ یَقْدِرُ عَلٰی اَنْ یُّنْفِذَهٗ دَعَاهُ اللّٰهُ عَلٰی رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ حَتّٰی یُخَیِّرَهٗ فِیْ اَیِّ الْحُوْرِ شَاءَ۔ (ترمذی)

جو شخص اپنا غصہ پی گیا حالانکہ وہ اسے جاری کرنے پر قادر تھا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز تمام لوگوں کے سامنے اسے بلائے گا یہاں تک کہ وہ جو حور منتخب کرنی چاہے گا اللہ کی طرف سے اسے اختیار ہوگا۔



Marfat.com

(۱۱) إِنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ أَوْصِنِي قَالَ لَا تَغْضَبْ فَرَدَّدَ مِرَارًا قَالَ لَا تَغْضَبْ۔ (بخاری شریف)

ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے وصیت کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا غصہ نہ کرنا اس نے بار بار وصیت کی درخواست کی آپ نے ہر بار اسے یہی فرمایا غصہ نہ کیا کر

(۱۲) أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ الْجَنَّةِ؟ كُلُّ ضَعِيفٍ مُتَضَعَّفٍ۔ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ۔ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ؟ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُتَكَبِّرٍ۔ (متفق علیہ)

کیا میں تمہیں بہشت میں جانے والے لوگ بتاؤں۔ وہ ہر ایسا شخص ہے جسے لوگ کمزور اور حقیر جانیں لیکن اگر وہ خدا تعالیٰ پر کسی کام کی قسم کھائے تو اللہ اس کی قسم پوری کرے۔ کیا میں دوزخ میں جانے والوں کی خبر نہ دوں؟ وہ ہر ایسا شخص ہے جو تلخ مزاج، سخت گو، جھگڑالو اور تکبر کرنے والا ہے۔

(۱۳) إِذَا غَضِبَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ قَائِمٌ فَلْيَجْلِسْ فَإِنْ ذَهَبَ عَنْهُ الْغَضَبُ وَإِلَّا فَلْيَضْطَجِعْ۔ (احمد و ترمذی شریف)

جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے اور وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے۔ ایسا کرنے سے اگر غصہ ختم ہو جائے تو فبہا، ورنہ لیٹ جائے۔

(۱۴) إِنَّ الْغَضَبَ لَيُفْسِدُ الْإِيمَانَ كَمَا يُفْسِدُ الصَّبِرُ الْعَسَلَ۔ (بیہقی شریف)

بے شک غصہ ایمان کو اس طرح تباہ کرتا ہے جس طرح ایلوا شہد کو تباہ کرتا ہے

(۱۵) مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِي نَفْسِهِ صَغِيرٌ وَفِي أَعْيُنِ النَّاسِ عَظِيمٌ۔ وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِي أَعْيُنِ النَّاسِ صَغِيرٌ وَفِي نَفْسِهِ كَبِيرٌ حَتَّى لَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِمْ مِنْ كَلْبٍ أَوْ خِنْزِيرٍ۔ (بیہقی شریف)

جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ اسے رفعت و بلندی عطا کرتا ہے۔ وہ اپنی ذات کو حقیر جانتا ہے مگر لوگوں کی نظروں میں وہ بزرگ ہوتا ہے۔ اور جو تکبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے نیچا کرتا ہے، تو وہ لوگوں کی نظروں میں حقیر ہوتا ہے، لیکن خود اپنے آپ کو بڑا خیال کرتا ہے۔ ایسا شخص لوگوں کی نگاہوں میں کتے اور خنزیر سے بھی حقیر اور خوار ہوتا ہے۔

(۱۶) قَالَ مُوسَى بْنُ عِمْرَانَ عَلَى نَبِيِّنَا وَ

حضرت موسیٰ بن عمران علیٰ نبینا وعلیہ الصلوات



Marfat.com

عَلَيْهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيمَاتُ يَا رَبِّ مَنْ اَعَزُّ عِبَادِكَ قَالَ مَنْ اِذَا قَدَرَ غَفَرَ۔ (بیہقی شریف)

والتسلیمات نے عرض کیا اے رب تیرے نزدیک تیرے بندوں میں زیادہ باعزت کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو قدرت رکھنے کے باوجود بخش دے

حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا:

(۱۷) مَنْ خَزَنَ لِسَانَهٗ سَتَرَ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ وَمَنْ كَفَّ غَضَبَهٗ كَفَّ اللّٰهُ عَنْهُ عَذَابَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمَنِ اعْتَذَرَ اِلَى اللّٰهِ قَبِلَ اللّٰهُ عُذْرَهٗ۔ (بیہقی شریف)

جو شخص اپنی زبان کی نگہداشت کریگا' اللہ تعالیٰ اس کے عیب پوشیدہ رکھے گا۔ اور جو اپنے غصے کو روکے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس سے عذاب روک لے گا۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عذر خواہی کرے گا اللہ اس کے عذر کو قبول فرمائیگا۔

آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

(۱۸) مَنْ كَانَتْ لَهٗ مَظْلِمَةٌ لِاَخِيْهِ مِنْ عِرْضِهٖ اَوْ شَيْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ اَنْ لَّا يَكُوْنَ دِيْنَارٌ وَّلَا دِرْهَمٌ اِنْ كَانَ لَهٗ عَمَلٌ صَالِحٌ اُخِذَ بِقَدْرِ مَظْلِمَتِهٖ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ حَسَنَاتٌ اُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهٖ فَحُمِلَ عَلَيْهِ (بخاری شریف)

جس شخص پر اس کے مومن بھائی کا کوئی حق ہو یعنی ظلماً اس سے کوئی چیز لی ہو چاہیے کہ اس سے آج ہی معاف کروالے اس سے پہلے کہ اس کے پاس نہ دینار رہے اور نہ درہم۔ اگر اس کے پاس نیکیاں ہوں گی تو وہ اس سے باندازہ ظلم اس سے لے لی جائیں گی۔ اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہیں ہوں گی تو مظلوم کی برائیاں لے کر اس پر ڈال دی جائیں گی۔

نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا:

(۱۹) اَتَدْرُوْنَ مَا الْمُفْلِسُ قَالُوا الْمُفْلِسُ فِيْنَا مَنْ لَّا دِرْهَمَ لَهٗ وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ الْمُفْلِسُ مِنْ اُمَّتِيْ مَنْ يَّاْتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِصَلٰوةٍ وَّصِيَامٍ وَّزَكٰوةٍ وَّيَاْتِيْ قَدْ شَتَمَ هٰذَا وَقَذَفَ هٰذَا وَاَكَلَ مَالَ هٰذَا وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا فَيُعْطٰى

جانتے ہو مفلس اور تنگدست کون ہے؟ لوگوں نے عرض کی ہم میں مفلس وہ ہوتا ہے جس کے پاس درہم اور سامان نہ ہو۔ آپ نے فرمایا میری امت میں سے بڑا مفلس اور تنگدست وہ شخص ہے جو قیامت کے روز نماز' روزے اور زکوٰۃ کے ساتھ بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوگا۔ لیکن اس کے ساتھ اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی،



Marfat.com

| | |
|---|---|
| هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ وَ هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ فَاِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ اَنْ يُّقْضٰى مَا عَلَيْهِ اُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِى النَّارِ (مسلم شریف) | کسی کا مال کھایا ہوگا کسی کو قتل کیا ہوگا اور کسی کو مارا پیٹا ہوگا۔ تو ایک حقدار کو بھی اس کی نیکیاں دی جائیں گی اور دوسرے کو بھی۔ پھر اگر اس کی نیکیاں اس کے ذمے حقوق کی ادائیگی سے پہلے ہی ختم ہو جائیں گی تو اہل حقوق کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیے جائیں گے اور پھر اسے دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ |

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لکھا کہ مجھے کوئی ایسا خط لکھیں جس میں مختصر وصیت درج ہو۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں لکھا:

| | |
|---|---|
| (۲۰) سَلَامٌ عَلَيْكُمْ۔ اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنِ الْتَمَسَ رِضَى اللّٰهِ بِسَخَطِ النَّاسِ كَفَاهُ اللّٰهُ مُؤْنَةَ النَّاسِ وَمَنِ الْتَمَسَ رِضَى النَّاسِ بِسَخَطِ اللّٰهِ وَكَلَهُ اللّٰهُ اِلَى النَّاسِ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ۔ | السلام علیکم کے بعد واضح ہو کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو شخص لوگوں کی ناراضگی کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اللہ کی رضا کا طالب رہتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کے لیے لوگوں کے بوجھ اور گرانی سے کافی ہوگا۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو نظر انداز کرے گا اور لوگوں کو راضی کرے گا اللہ اسے لوگوں کے سپرد کر دے گا۔ یعنی اس کی حفاظت کی ذمہ داری نہیں لے گا۔ والسّلام علیک |

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم وبارک نے سچ فرمایا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں اور تمہیں مخبر صادق علیہ السلام کے ارشادات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

یہ احادیث اگرچہ بلا ترجمہ لکھی گئی ہیں تاہم آپ حضرت شیخ جیو کی طرف رجوع کریں اور ان کے معانی سمجھنے کی کوشش کریں تاکہ ان کے مطابق عمل نصیب ہو۔ دنیا کا قیام بہت تھوڑے عرصہ کے لیے ہے۔ اور عذاب آخرت بہت سخت اور دائمی ہے۔ عقل دور اندیش کو کام میں لانا چاہیے اور الغرض دنیا کی بے حلاوت تر و تازگی سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے۔ اگر دنیا داری کی وجہ سے کسی کی عزت و آبرو ہوتی تو کفار دنیا دار سب سے زیادہ صاحب عزت ہوتے۔ ظاہر دنیا پر فریفتہ ہونا بے عقلی ہے۔



Marfat.com

چند روزہ فرصت کو غنیمت جاننا چاہیے اور رب تعالیٰ کی خوشنودی کے کاموں میں کوشش کرنی چاہیے اور خلق خدا کے ساتھ نیک سلوک کرنا چاہیے۔

اَلتَّعْظِیْمُ لِاَمْرِ اللّٰهِ وَالشَّفَقَةُ عَلٰی خَلْقِ اللّٰهِ یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعظیم اور مخلوقِ خدا پر شفقت و مہربانی نجاتِ اُخروی کی دو عظیم بنیادیں ہیں۔ مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ فرمایا ہے نفس الامر کے عین مطابق ہے۔ معاذ اللہ مسخراپن اور بیہودگی کا اس میں قطعاً کوئی شائبہ نہیں۔ خواب خرگوش کب تک۔ آخر سخت ذلت و رسوائی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ (پارہ ۱۸، سورہ مومنون میں فرماتا ہے:

| | |
|---|---|
| اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۞ | کیا تمہارا گمان یہ ہے کہ ہم نے تمہیں بے مقصد پیدا کیا ہے اور تم ہماری بارگاہ میں لوٹ کر نہیں آؤ گے۔ |

فقیر کو اگرچہ اس بات کا احساس ہے کہ آپ کا وقت اس طرح کی باتیں سننا گوارا نہیں کرتا۔ جوانی کا آغاز ہے۔ دنیوی نعمتیں میسر ہیں۔ لوگوں پر حکومت و غلبہ بھی حاصل ہے۔ (ایسے حالات میں نصیحت کی بات سننا بڑا مشکل ہے) لیکن تمہارے حالات پر شفقت کے طور پر یہ باتیں کر رہا ہے۔ ابھی کچھ نہیں بگڑا توجہ اور رجوع الی اللہ کا وقت موجود ہے۔ اطلاع کرنا شرط ہے۔ ع

در خانہ اگر کس ست یک حرف بس ست

اگر گھر میں کوئی موجود ہے تو ایک ہی حرف کافی ہے

# مکتوب نمبر (۹۹)

ملا حسن کشمیری کی طرف صادر فرمایا:

اس استفسار کے جواب میں جو انہوں نے دوام آگاہی کی کیفیت اور اس کا حالت نیند کے ساتھ جمع ہونا جو سراسر غفلت اور تعطیل ہے کے متعلق کیا تھا۔

آپ کے التفات نامہ گرامی نے مشرف فرمایا۔ آپ نے دوام آگاہی کی کیفیت اور اس کا حالت نیند کے ساتھ جمع ہونا جو سراسر غفلت اور بے کاری ہے۔ اس دولت کے حصول کے متعلق اس سلسلہ کے بعض اکابر نے خبر دی ہے۔



Marfat.com

مخدوم گرامی! اس اشکال کا حل ایک مقدمہ پہ مبنی ہے جس کا بیان ضروری ہے۔ میں کہتا ہوں کہ روح انسانی کے اس پیکر جسمانی کے ساتھ تعلق قائم ہونے سے پہلے ترقی و عروج کی راہ بند تھی۔ اور

وَمَا مِنَّا اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ — ہم میں سے ہر ایک کا ایک مقام مقرر ہے۔

کے پنجرے میں محبوس و مقید تھی۔ لیکن اس جوہر نفیس کی فطرت و سرشت میں جسم میں آنے کے بعد عروج کی استعداد موجود تھی۔ اور اس استعداد کی بنا پر ہی انسان کی فضیلت فرشتہ پر ثابت ہوئی ہے۔ حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے اپنے کمال کرم سے اس نورانی جوہر کو اس جسم کے ظلمانی پیکر کے ساتھ جمع کر دیا۔ تو پاک ہے وہ ذات جس نے نور اور ظلمت اور امر اور خلق کو ایک جگہ جمع کر دیا۔ اور جب کہ یہ دونوں چیزیں حقیقت میں ایک دوسرے کی نقیض واقع ہوئی تھیں تو حکیم مطلق جل سلطانہٗ نے اس اجتماع کو برقرار رکھنے کے لیے اور اس انتظام کو موجود رکھنے کے لیے روح کی نفس کے ساتھ عشق و گرفتاری کی نسبت قائم کر دی۔ اور اس گرفتاری کو اس انتظام کا سبب بنا دیا۔ اور آیہ کریمہ:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ — بیشک ہم نے انسان کو بہترین صورت پر پیدا

ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ۔ — کیا۔ پھر ہم نے اسے سب نیچوں سے نیچے کر دیا

(سورۃ تین۔ پارہ عم ۳۰)

میں اسی بیان کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور روح کا یہ تنزل و گرفتاری حقیقت میں مدح بما یشبہ الذم کے قبیلہ سے ہے۔ تو اس نسبت حبی کے باعث روح نے اپنے آپ کو مکمل طور پر عالم نفس میں ڈال دیا۔ اور اپنے آپ کو اس کا تابع کر دیا۔ بلکہ اپنے آپ کو بھی بھلا دیا اور اپنے آپ کو نفس امارہ کے ساتھ تعبیر کرنا شروع کر دیا۔ روح میں یہ ایک دوسری لطافت ہے جو اس کی فطرت میں رکھ دی گئی ہے۔ اس لطافت کے کمال کے باعث روح جس طرف بھی رُخ کرتی ہے اسی کا حکم اختیار کر لیتی ہے۔ تو جب اپنے آپ کو فراموش کر دیتی ہے۔ تو اپنی سابقہ آگاہی کی نسبت جو وجوب تعالیٰ و تقدس کے مرتبہ میں ہے اسے بھی فراموش کر دیتی ہے۔ اور اپنے آپ کو پورے طور پر غفلت کے سپرد کر دیتی ہے۔ اور ظلمت کا حکم اختیار کر لیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کمال مہربانی اور بندہ نوازی سے انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کو مبعوث فرمایا۔ اور ان اکابر کے توسل سے اپنی طرف لوگوں کو بلایا۔ اور روح کو نفس کی مخالفت کا جو روح کا معشوق ہے حکم دیا۔ پس جو شخص واپس لوٹ آیا تو اس نے عظیم کامیابی حاصل کر لی۔ اور جس نے اپنا سر اوپر نہ اٹھایا اور زمین کے ساتھ چمٹ رہنا ہی پسند کیا تو دور کی گمراہی میں جا گرا۔

اب ہم اس اشکال کا جواب بیان کرتے ہیں:



Marfat.com

اس تقدیر سے معلوم ہوا کہ روح کا نفس سے اجتماع ہو جاتا ہے۔ بلکہ روح نفس میں فنا اور اس کے ساتھ بقا حاصل کر لیتی ہے۔ پس لازماً جب تک یہ اجتماع اور انتظام موجود ہے، ظاہر کی غفلت عین باطن کی غفلت ہے۔ اور جب یہ انتظام خلل پذیر ہوتا ہے، اور باطن ظاہر کی محبت سے اعراض کر کے اپنا منہ ابطن بطون (حق تعالیٰ) کی طرف کر لیتا ہے اور فانی کے ساتھ پیدا شدہ فنا و بقا رو بزوال ہو کر باقی حقیقی ذات تعالیٰ و تقدس کے ساتھ فنا و بقا حاصل کر لیتا ہے، اس وقت ظاہر کی غفلت باطنی حضور پر کچھ اثر انداز نہیں ہوتی۔ غفلت ظاہر باطن پر کیسے اثر انداز ہو سکتی ہے جبکہ باطن نے ظاہر کی طرف پوری طرح پشت کر لی ہے۔ اور ظاہر سے باطن کی طرف کوئی شے گھس نہیں سکتی۔ پس جائز ہے کہ ظاہر غافل ہو اور باطن آگاہ۔ اور اس میں استحالہ نہیں۔

مثلاً روغن بادام جب تک پھوک کے ساتھ مخلوط ہے دونوں کا ایک حکم ہے۔ اور جب روغن پھوک سے الگ ہوا دونوں کا حکم الگ ہو گیا۔ تو اب ایک کا حکم دوسرے پر جاری نہیں ہو گا۔

اس طرح کے صاحب دولت کو اگر چاہتے ہیں، جہان کی طرف واپس لے آتے ہیں اور عالم کو اس کے وجود شریف کے توسط سے نفسانی تاریکیوں سے نجات عطا کرتے ہیں۔ اس صاحب دولت کو بطور سیر عن اللہ باللہ عالم کی طرف نیچے لاتے ہیں۔ اس کا پورا رُخ خلق کی طرف ہو جاتا ہے بغیر اس کے کہ مخلوق میں گرفتار ہو کیونکہ وہ اپنی سابقہ گرفتاری پر ہی قائم ہے۔ اسے اس کے اختیار کے بغیر اس عالم میں لائے ہیں۔

پس یہ منتہی جناب قدس خداوندی تعالیٰ و تقدس سے روگردانی اور مخلوق کی طرف رُخ کرنے میں تمام مبتدیوں کے ساتھ صورۃً شریک ہے لیکن حقیقت میں ان کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں رکھتا۔ ایک گرفتاری سے دوسری گرفتاری تک بڑا فرق اور فاصلہ ہے۔

نیز مخلوق کی جانب رُخ کرنے میں یہ منتہی بے اختیار ہے۔ اسے اس میں کچھ رغبت نہیں۔ بلکہ مخلوق کی طرف اس توجہ میں بھی اسے حق تعالیٰ کی رضا مقصود ہے، اور مبتدی میں مخلوق کی طرف یہ توجہ ذاتی اور طبعی اور رغبت و چاہت سے ہے، اور خدا تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہے۔

ہم مبتدی اور منتہی کے درمیان ایک اور فرق بیان کرتے ہیں:

مبتدی کو یہ بات میسر ہے کہ عالم سے روگردانی کر کے اپنا رُخ حق تعالیٰ و تقدس کی طرف کر لے۔ لیکن منتہی کے لیے خلق سے اعراض محال ہے۔ ہر وقت مخلوق کی طرف رُخ اور توجہ اس کے مقام کو لازم ہے۔ ہاں مگر جبکہ اس کی دعوت کا کام مکمل کر لیا ہوا سے دار فنا سے دار بقا کی طرف منتقل کر دیتے ہیں۔ اس وقت ندائے اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی اس کا نقد سرمایہ ہوتا ہے۔



Marfat.com

مشائخ طریقت قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم نے مقام دعوت میں مختلف باتیں ارشاد فرمائی ہیں۔ ایک جماعت نے اس مقام کو جمع توجہ بین الحق والخلق سے تعبیر کیا ہے۔ یہ اختلاف احوال و مقامات کے اختلاف پر مبنی ہے۔ ہرایک نے اپنے مقام سے خبر دی ہے۔ صحیح علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔

اور وہ جو سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے النھایۃ ھی الرجوع الی البدایۃ کہ نہایت ابتداء کی طرف رجوع کرنے کا نام ہے۔ یہ اس مقام دعوت کے موافق ہے جو اس مسودہ میں تحریر ہوا ہے۔ کیونکہ ابتدا میں پورا رُخ مخلوق کی طرف ہوتا ہے۔ حدیث مبارک:

تَنَامُ عَیْنَایَ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ۔ میری صرف آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا

جو آپ نے تحریر فرمائی تھی اس میں دوام آگاہی کی طرف اشارہ نہیں بلکہ اس میں آپ نے اپنے اور اپنی امت کے حالات کے جاری رہنے سے عدم غفلت کی خبر دی ہے۔ اسی بنا پر نیند آپ کے وضو کو نہیں توڑتی تھی۔ اور جب کہ نبی اپنی امت کی محافظت میں بکریوں کے ریوڑ کے پاسبان اور نگہبان کی طرح ہے۔ لہٰذا غفلت اس کے منصب نبوت کے شایان شان نہیں۔

اور حدیث شریف:

لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ۔ مجھے اللہ کے ساتھ ایک وقت نصیب ہوتا ہے جس میں میرے ساتھ نہ تو فرشتہ مقرب شریک ہوسکتا ہے اور نہ کوئی مرسل نبی

---

ؔ؎۱ یہ حدیث مسند ابوداؤد میں ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس کی راوی ہیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام اپنی امت کے حالات سے ہر وقت آگاہ ہیں۔ اور حالات امت سے بے خبری منصب نبوت کے خلاف ہے حضرت امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم شریف کے متعلق بھی یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ مذکورہ حدیث کی روشنی میں حضرت امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان کردہ اس عقیدہ کے مطابق یہ بھی ثابت ہوا کہ جو لوگ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وسعت علم کے منکر ہیں اور اس پر معترض ہیں وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منصب نبوت کو نہیں مانتے۔ یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسعت علم پہ بے شمار آیات و احادیث صحیحہ دلالت کرتی ہیں۔ اس سلسلے میں مزید معلومات کے لیے "خالص الاعتقاد"، "انباء المصطفیٰ بحال سر واخفیٰ"، "الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ" وغیرہ تصنیفات اعلیحضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ آپ نے ان کتابوں میں ہر طرح کے اعتراضات کے جوابات بھی دیے ہیں۔

ؔ؎۲ موضوعات ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ و رسالہ قشیریہ۔



Marfat.com

صحیح ہونے کی صورت میں تجلی ذاتی برقی کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے۔ اور وہ تجلی بھی جناب قدس خداوندی جل سلطانہ کی طرف رُخ کرنے کو مستلزم نہیں۔ بلکہ یہ تجلی اس جانب سے ہے۔ متجلیٰ لہٗ کا اس میں کچھ دخل نہیں۔ یہ تجلی معشوق کے عاشق میں سیر کرنے کی مانند ہے۔ عاشق تو سیر کرنے سے سیر ہو چکا ہے۔ ع

آئینہ صورت از سفر دور است کاں پذیرائے صورت از نور است

صورت کا آئینہ سفر کے اعتبار سے دور ہے۔ لیکن اپنی نورانیت کی وجہ سے صورت کو قبول کرتا اور اپنی طرف کھینچتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ خلق کی طرف رجوع کرنے کی صورت میں زائل شدہ حجابات پھر واپس عود نہیں کرتے۔ بے پردگی کے باوجود اسے مخلوق کے ساتھ مشغول کیا گیا ہے اور مخلوقات کی فلاح و نجات اس کے ساتھ مربوط کر دی گئی ہے۔ ان بزرگوں کی مثال اس شخص کی سی ہے جو بادشاہ سے کمال قرب رکھتا ہو اور بادشاہ اور اس کے درمیان کوئی معنوی اور صوری حجاب حائل نہ ہو۔ اس کے باوجود اسے صاحب حاجت لوگوں کی خدمات پر مامور کیا گیا ہو۔ یہ مبتدی اور منتہی مرجوع (مخلوق کی طرف لوٹائے گئے) کے درمیان ایک اور فرق ہے۔ کیونکہ مبتدی صاحب حجابات ہے لیکن منتہی کے آگے سے سب حجابات اُٹھ چکے ہیں۔

آپ پر اور تمام متبعین ہدایت پر سلامتی کا نزول ہو۔

# مکتوب نمبر (۱۰۰)

مُلا حسن کشمیری کی طرف صادر فرمایا۔

ان کے اس سوال کے جواب میں جو انہوں نے کہا تھا کہ شیخ عبدالکبیر یمنی نے فرمایا ہے کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ عالم الغیب نہیں ہے۔

آپ کے التفات نامہ گرامی نے مشرف فرمایا۔ جو آپ نے کرم نوازی کے طور پر تحریر فرمایا تھا۔ آپ نے لکھا تھا کہ شیخ عبدالکبیر یمنی نے کہا ہے کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ عالم الغیب نہیں ہے۔

مخدوم گرامی! فقیر اس طرح کی باتیں سننے کی تاب نہیں رکھتا۔ میری رگ فاروقی بے اختیار حرکت میں آتی ہے۔ اور اس طرح کی باتوں کی تاویل و توجیہ کی فرصت نہیں دیتی۔ چاہے ایسی باتوں کا قائل



Marfat.com

یشیخ عبدالکبیر یمنی ہو یا شیخ اکبر شامی - محمد عربی علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کا کلام درکار ہے نہ کہ محی الدین عربی اور صدر الدین قونوی یا عبدالرزاق کاشی کا کلام - ہمیں نص کے ساتھ کام ہے فص کے ساتھ نہیں - فتوحات مدنیہ نے ہمیں فتوحات مکیہ سے بے نیاز کر دیا ہے -

اللہ تعالیٰ اپنے کلام مجید میں علم غیب کے ساتھ اپنی صفت کرتا ہے اور اپنے آپ کو عالم الغیب فرماتا ہے - اس ذات سبحانہٗ سے علم غیب کی نفی کرنا بہت قبیح اور بُرا ہے - اور فی الحقیقت حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی تکذیب ہے - غیب کا کوئی اور معنی کرنا بھی اس بُرائی سے نہیں نکال سکتا -

كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ان کے مونہوں سے بہت ناگوار کلمہ نکل رہا ہے -

کاش، میں سمجھتا کہ انہیں اس طرح کے صریح خلاف شریعت کلمات زبان پر لانے پر کون سی چیز ابھار رہی ہے -

منصور اگر انا الحق کہے اور بسطامی سُبحانہٗ کا نعرہ لگائے تو یہ حضرات معذور ہیں اور غلبہ احوال کے تحت مغلوب ہیں - لیکن اس طرح کا کلام احوال میں سے نہیں، علم سے تعلق رکھتا ہے اور تاویل کا متقاضی ہے - اس طرح کی باتوں کو معذوری پر محمول نہیں کیا جا سکتا - اور یہاں کوئی تاویل بھی قابل قبول نہیں ہو سکتی کیونکہ صرف اہل سکر کا کلام کسی تاویل پر محمول کیا جاتا اور ظاہر معنی سے پھیرا جاتا ہے - اور اگر اس کلام کے متکلم کا اس طرح کے کلام کے اظہار سے مقصود خلق کی ملامت اور ان کی نفرت ہے تو یہ بھی برا اور قبیح ہے مخلوق کی ملامت حاصل کرنے کے اور بہت سے راستے ہیں - کیا ضرورت ہے کہ انسان اپنی ملامت کے لیے اپنے آپ کو کفر کی حد تک پہنچائے - اور جب کہ آپ نے اس کلام کی تاویل کے متعلق کہا اور استفسار فرمایا ہے تو "سوال کا جواب ملنا چاہیے" کے مطابق مجبوراً اس باب میں کچھ عرض کرتا ہے - اور غیب کا علم اللہ سبحانہٗ ہی کو ہے -

اس کی ایک تاویل تو یہ کی گئی ہے کہ غیب معدوم ہے، اور علم معدوم کے ساتھ متعلق نہیں ہو سکتا - یعنی جب کہ غیب حق سبحانہٗ کی نسبت سے معدوم مطلق اور لاشئے محض ہے تو علم کے اس کے ساتھ متعلق ہونے کے کوئی معنی نہیں - کیونکہ صرف معلومیت اسے مطلق علومیت ولاشیئیۃ محض سے باہر نہیں نکال سکتی - جس طرح یہ کہنا درست نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے شریک کا عالم ہے - کیونکہ اس ذات تعالیٰ وتقدس کا شریک اصلاً موجود نہیں اور لاشئے محض ہے - ہاں مفہوم غیب اور مفہوم شریک کا تصور ہو سکتا ہے لیکن ہمارا یہ کلام شریک اور غیب کے مصداق میں ہے، نہ ان کے مفہوم میں -

اور یہی حال ہے ان تمام محالات کا جن کا مفہوم تو ممکن التصور ہے اور ان کے مصداق ممتنع التصو



Marfat.com

ہیں۔ کیونکہ معلومیت انہیں استحالہ سے باہر لے آتی ہے۔ اور کم از کم وجود ذہنی تو ان کو عطا کر دیتی ہے۔

اور جو اعتراض آپ نے مولانا محمد روجی[1] کی توجیہ پر کیا ہے درست ہے۔ مرتبہ احدیت مجردہ میں نسبت علیت کی نفی مطلق علم کی نفی کو مستلزم ہے۔ علم غیب کی نفی کی تخصیص کی کوئی وجہ نہیں۔

مولانا محمد روجی رحمۃ اللہ علیہ کی توجیہ پر آپ کے اعتراض کے علاوہ ایک اور اعتراض وارد ہوتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگرچہ مرتبہ احدیت مجردہ میں نسبت علیت منتفی ہے۔ تاہم اللہ تعالیٰ کی عالمیت اپنے حال پر برقرار ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ذات سے عالم ہے۔ صفت سے عالم نہیں کیونکہ صفت تو وہاں سے ہی منتفی۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کو منتفی جاننے والے بھی حق سبحانہ کے عالم ہونے کے قائل ہیں۔ حالانکہ صفت علم کو اس ذات سے مسلوب قرار دیتے ہیں۔ اور جو انکشاف علمی صفت پر مرتب ہوتا ہے وہ اسے ذات پر مرتب مانتے ہیں۔ تو اسی طرح یہ بھی۔

اور وہ توجیہ جو آپ نے خود کی ہے۔ اور غیب سے مراد غیب ذات واجب تعالیٰ مراد لیا ہے اور علم کے تعلق کو اس کے ساتھ جائز قرار نہیں دیا۔ اگرچہ واجب تعالیٰ و تقدس کا علم ہی ہو۔ یہ سب توجیہات سے اقرب توجیہ ہے۔ لیکن فقیر کو واجب تعالیٰ کے اس کی ذات بحت کے ساتھ علم کا تعلق نہ ہونے میں بحث ہے۔ کیونکہ عدم جواز کی جو وجہ آپ نے بیان کی ہے وہ احاطہ معلوم کے لیے حقیقت علم کا تقاضا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات مطلق عدم احاطہ کی متقاضی ہے۔ لہٰذا اس تعلق سے دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔

اس جگہ ایک اور خدشہ ہے۔ کیونکہ یہ چیز علم حصولی میں درکار ہے۔ جہاں قوت علیہ میں معلوم کی صورت کا حصول ہوتا ہے۔ لیکن علم حضوری میں یہ چیز کچھ درکار نہیں۔ اور ہماری بحث علم حضوری میں ہے حصولی میں نہیں۔ لہٰذا اس میں کوئی خرابی نہیں کہ واجب سبحانہٗ و تعالیٰ کا علم اس کی ذات کے ساتھ بطریق حضور ہو نہ بطریق حصول۔ واللہ سبحانہٗ اعلم بحقیقۃ الحال وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد وآلہ الطاہرین وسلم وبارک۔ والسلام اولاً و آخراً۔

---

[1] مولانا شمس الدین محمد روجی رحمۃ اللہ علیہ مولانا سعد الدین کے صاحبوں میں سے ہیں۔ مولانا روجی علیہ الرحمۃ سالہا سال جامع مسجد ہرات میں طالبان حق کو راہ حق کی دعوت دیتے رہے۔ آپ کی ولادت بستی روج میں ہوئی جو شہر ہرات سے ۲۰ فرسخ جانب قبلہ میں واقع ہے۔ آپ ۸۶۲ھ ماہ شعبان المبارک کی شب برات کو پیدا ہوئے۔ حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کی والدہ ماجدہ کو خواب میں مولانا کی ولادت کی بشارت دی تھی۔ (رشحات)



Marfat.com

# مکتوب نمبر (۱۰۱)

ملا حسن کشمیری کی طرف صادر فرمایا۔

اس گروہ کے رشتہ(نیں) جو کاملین کو ناقص جہاں کرکے ان پر زبان اعتراض دراز کرتا ہے۔

احسن اللہ سبحانہ حالکم واصلح بالکم۔ (اللہ تعالیٰ آپ کے حال کو حسن عطا کرے اور آپ کے دل کی اصلاح فرمائے۔

مولانا محمد صدیق نے آپ کا مکتوب شریف آکر دیا۔ الحمد للہ سبحانہ کہ آپ نے ہم دور افتادہ لوگوں کو فراموش نہیں کیا۔ بحسب ظاہر آپ نے نفس انسانی پر جو اعتراضات وارد کیے ہیں وضاحت سے فقیر کے ذہن میں آئے۔ ہاں اتنی بات تو ٹھیک ہے نفس کے زمانہ امارگی میں اس پر اعتراض کیا جائے لیکن اس کے مطمئنہ ہو جانے کے بعد اس پر اعتراض کی گنجائش نہیں۔ کیونکہ اطمینان کے مقام پر پہنچ کر نفس حق سبحانہ سے راضی ہو جاتا ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس سے راضی۔ پس وہ خدا تعالیٰ کا پسندیدہ اور مقبول ہو جاتا ہے اور مقبول خدا پر اعتراض روا نہیں۔ اور نفس مطمئنہ کی مراد حق کی مراد ہو جاتی ہے۔ اس لیے کہ اس دولت کا حصول تخلق باخلاق اللہ کے وقت ہوتا ہے۔ اس کا قدسی صحن ہم پست فطرت لوگوں کے اعتراض سے بلند و برتر ہے۔ ہم جو کچھ کہتے ہیں وہ ہماری طرف لوٹتا ہے۔ ع

آگہ از خویشتن چو نیست جنیں | چہ خبر دارد از چناں وچنیں

بیٹ میں پڑا ہوا بچہ جب اپنے آپ سے واقف نہیں تو وہ ادھر اُدھر کی کیا خبر رکھے گا۔

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جاہل لوگ اپنے کمال جہل کے باعث نفس مطمئنہ کو نفس امارہ تصور کرلیتے ہیں۔ اور امارگی کے احکام مطمئنہ پر جاری کردیتے ہیں جس طرح کفار نے انبیاء کرام علیہم الصلوٰت والتسلیمات کو دوسرے لوگوں کی طرح سمجھتے ہوئے ان کی نبوت ورسالت کا انکار(۱) کیا ہے۔ اللہ سبحانہ

(۱) عارف رومی فرماتے ہیں ؎

(۱) اشقیا را دیدۂ بینا نبود | نیک و بد در چشم شاں یکساں نمود

(۲) ہمسری با انبیاء برداشتند | اولیا را ہمچو خود پنداشتند

(۳) گفتہ اینک ما بشر ایشاں بشر | ما و ایشاں بستۂ خوابیم و خور (باقی بر صفحہ)



Marfat.com

و تعالیٰ ہمیں ان اکابر اور ان کے متبعین علیہم الصلوات والتسلیمات کے انکار سے پناہ میں رکھے۔

# مکتوب نمبر (۱۰۲)

ملا مظفر کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ سودی قرضہ میں مجموعی رقم حرام ہے۔ صرف زیادتی حرام نہیں۔ مثلاً ایک شخص نے دس ٹکے دو ٹکے کے حساب سے سود پر قرض لیے' تو پورے بارہ ٹکے حرام قرار پائینگے نہ کہ سود کے صرف دو ٹکے۔ اور اس کے متعلقات کے بیان میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ (اللہ کے لیے حمد ہے۔ اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام)

آپ نے اس روز کہا تھا کہ سودی قرض میں ربا صرف زیادتی ہے' اور بس۔ اور دس ٹکے قرض بحساب دو ٹکے سود میں صرف دو ٹکے سود کے ہی حرام ہیں' دس ٹکے حرام نہیں۔

جب بعض کتب فقیہہ کی طرف رجوع کیا گیا تو ظاہر ہوا کہ شریعت میں ہر ایسا عقد جس میں زیادتی کی شرط ہو ربو اور سود ہے۔ لہٰذا اس طرح کا سودی قرضہ بھی حرام قرار پائے گا۔ اور جو چیز بذریعہ حرام حاصل کی جائے وہ بھی حرام ہوتی ہے بپس وہ دس ٹکے بھی ربٰو اور حرام ہوں گے۔

کتاب "جامع الرموز" اور ابراہیم شاہی کی کتاب کی روایات کے ارسال کرنے سے مقصود تعیین یہ مسئلہ سمجھانا تھا۔ باقی رہی محتاجی کی صورت۔ تو میرے مخدوم! سود کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے۔ جو محتاج اور غیر محتاج سب کو شامل ہے۔ محتاج کو اس حکم قطعی سے خارج اور مستثنیٰ

(بقیہ ص۱۴۹)۔ (۴) ایں ندانستند ایشاں از عمی ہست فرقے درمیاں بے انتہا

(۱) بدبختوں کو چشم بینا نصیب نہیں تھی۔ اس لیے اچھا اور برا ان کی نگاہ میں یکساں تھا۔

(۲) ان بدبختوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ ہمسری اور برابری کا دعویٰ کیا اور اولیاء اللہ کو اپنی طرح گمان کیا۔

(۳) اور یوں کہا کہ ہم بھی بشر ہیں اور یہ بھی بشر ہیں۔ ہم اور یہ انبیاء و اولیاء سونے اور کھانے کے پابند ہیں۔

(۴) اندھاپن کے باعث ان بدبختوں نے یہ جانا کہ ہم میں اور ان میں بے انتہا فرق ہے۔

معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام رحمہم اللہ کو اپنی طرح جاننا شقاوت و بدبختی ہے اور گمراہی اور ان کے کمالات کے انکار کا پیش خیمہ ہے۔



Marfat.com

قرار دیا حکم قطعی کو منسوخ کرنا ہے۔ قنیہ کی روایت یہ درجہ نہیں رکھتی کہ حکم قطعی کو منسوخ کر سکے۔ حالانکہ مولانا جمال لاہوری جو اعلم علماء لاہور ہیں، فرماتے تھے کہ قنیہ کی بہت سی روایات لائق اعتبار نہیں اور کتب معتبرہ کی روایات کے خلاف ہیں۔ اور اگر قنیہ کی اس روایت کو درست بھی تسلیم کر لیا جائے تو اسے اضطرار و مخمصے کی حالت پر محمول کرنا چاہیے۔ تاکہ اس حکم قطعی کا مخصص آیہ کریمہ فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ کو قرار دیا جائے۔ کیونکہ قوت میں اس کی طرح ہے۔ ع

کہ رستم را کشد ہم رخش رستم

رستم پہلوان کو رستم جیسا ہی پچھاڑ سکتا ہے۔

نیز اگر محتاج سے عام محتاج مراد لے لیا جائے تو پھر ربٰو کی حرمت کے لیے کوئی موقع اور محل باقی نہیں رہے گا۔ کیونکہ جو شخص بھی سود کی زیادتی دینا قبول کرے گا۔ آخر کسی نہ کسی ضرورت اور محتاجی کے تحت ہی قبول کرے گا۔ کوئی بھی بلا احتیاج و ضرورت اپنے نقصان کا اقدام نہیں کرتا۔ تو اس طرح کے توہم کے باعث حکیم و حمید ذات کی طرف سے اس کی کتاب عزیز میں نازل شدہ اس حکم کا کوئی فائدہ باقی نہیں رہے گا۔

اور اگر بفرض محال عام محتاجی ہی تسلیم کر لی جائے تو ہم کہیں گے محتاجی ضروریات میں سے ہے اور ضروری شے کو باندازۂ ضرورت اختیار کیا جاتا ہے۔ پس سودی روپے سے کھانا پکا کر لوگوں کو کھلانا ضرورت میں داخل نہیں اور اس کے ساتھ کوئی ضرورت متعلق نہیں۔ اسی لیے ترکہ میت میں سے میت کی ضرورت کی چیزیں مستثنٰی ہیں۔ اور اس ضرورت کو اس کے کفن دفن میں منحصر کیا ہے۔ اس کے ایصال ثواب کے لیے کھانا پکانا شرعاً احتیاج و ضرورت میں داخل نہیں۔ حالانکہ میت صدقہ و خیرات کا بہت محتاج ہوتا ہے۔

پس متنازع فیہ صورت میں اچھی طرح غور کریں کہ قرض لینے والے محتاج ہیں یا نہیں۔ اور احتیاج و ضرورت کی صورت میں سودی روپے سے جو کھانا تیار ہوگا اسے کھانے والوں کے لیے

---

لہ کشف الظنون میں ہے۔ قنیہ المنیہ علی مذہب ابی حنیفہ بشیخ امام ابوالرجاء نجم الدین مختار بن محمود الزاہدی حنفی المتوفی ۶۵۸ھ کی تصنیف ہے۔ کتاب کی ابتداء ان الفاظ سے ہوتی ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الذی اوضح معالم العلوم۔ علامہ برکلی نے فرمایا ہے کہ کتاب قنیہ اگرچہ غیر معتبر کتب سے ہے۔ اور بعض علماء نے اپنی کتابوں میں اس کے حوالے نقل کیے ہیں۔ لیکن علماء کے ہاں وہ ضعف روایت کے ساتھ مشہور ہے۔ اور یہ کہ اس کا مصنف معتزلی ہے۔



Marfat.com

اس کا کھانا حلال ہے یا نہیں؟

عیال داری اور فوجی ملازمت کو ضرورت واحتیاج کا بہانہ بنانا اور اس وجہ سے سودی قرض لینا اور اسے جائز اور حلال جاننا دینداری سے دور ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اپنا شیوہ اور دستور بناتے ہوئے جو لوگ اس بلا میں گرفتار ہیں انہیں منع کرنا چاہیے اور اس حیلے کے نادرست ہونے سے انہیں آگاہ کریں۔ ایسا کام کیوں جائے جو آخر کار اس طرح کے ممنوع اور ناجائز کام کے ارتکاب میں مبتلا کر دے۔ معاش کے ذرائع اور بہت ہیں۔ فوجی ملازمت میں ہی منحصر نہیں ہیں۔ جب آپ اہل صلاح و تقویٰ میں سے ہیں تو حلال و طیب خوراک کی تاکید آپ کو کی جا رہی ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ اس زمانہ میں بغیر شبہ کی غذا کا میسر آنا مشکل ہے۔ یہ بات درست ہے تاہم حتی الامکان شبہ کی چیز سے بچنا چاہیے۔ بے طہارت کھیتی باڑی کی روزی جس کو آپ نے غیر طیب جانا ہے، ہندوستان میں اس سے بچنا ممکن نہیں:

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا۔ اللہ تعالیٰ نہیں تکلیف دیتا کسی جان کو مگر اس کی طاقت و وسعت کے مطابق۔

لیکن سودی کھانے کو ترک کرنا بہت آسان ہے۔ حلال کو حلال اور حرام کو حرام جاننا قطعی اور یقینی ہے کہ اس کا انکار کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ ظنی امور میں یہ بات نہیں۔ حنفی کے نزدیک بہت سے امور مباح ہیں مگر شافعی کے نزدیک وہ مباح نہیں۔ اور اس کے برعکس۔

پس ہمارے اس زیر بحث معاملے میں مشکوک ضرورت مند کے لیے سودی قرض کے حلال ہونے میں جو بظاہر نص قطعی کے حکم کے خلاف ہے' توقف کرے تو اسے گمراہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اور اسے اس کی حلیت کا معتقد ہونے پر زور نہیں دینا چاہیے۔ بلکہ اس کے درست موقف کو ترجیح بلکہ یقین کا درجہ حاصل ہے۔ اور اس کا مخالف خطرے میں ہے۔

آپ کے بعض دوستوں نے نقل کیا ہے کہ ایک دن مولانا عبدالفتاح نے آپ کی خدمت میں کہا کہ اگر بلا سود قرض میسر آ جائے تو بہتر ہے۔ کسی کو سودی قرضہ لینے کی کیا ضرورت ہے۔ تو آپ نے مولانا موصوف کو ڈانٹا اور کہا کہ تم حلال شے کا انکار کرتے ہو؟

مخدوم گرامی! ایسی باتیں حلال قطعی میں گنجائش رکھتی ہیں۔ اور اگر یہ حلال بھی ہو تو اس میں کوئی شک نہیں کہ خلاف اولیٰ ضرور ہے۔ اہلِ ورع رخصت پر عمل کا حکم نہیں دیتے، بلکہ عزیمت پر عمل کی



Marfat.com

دلالت کرتے ہیں۔

لاہور کے مفتیوں نے احتیاج و ضرورت کو سبب قرار دے کر حلال ہونے کا حکم دیا ہے۔ احتیاج و ضرورت کا دامن بڑا فراخ ہے۔ اگر فراخ کریں گے تو کوئی چیز بھی سود نہیں رہے گی اور سود کے حرام ہونے کے بارے میں نص قطعی کا حکم بے فائدہ اور عبث ہو جائے گا۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے آپ کو یہ بات تو خوب لاحظہ کرنی چاہیے کہ سود پر قرض لینے والے کے لیے دوسروں کو کھانا کھلانا کون سی ضرورت میں داخل ہے ؟ قنیہ کی روایت بہرحال زیادہ سے زیادہ ضرورت مند کے لیے سودی قرض لینے کو جائز قرار دیتی ہے۔ دوسروں کے لیے اس سے جواز ثابت نہیں ہوتا۔

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ شاید اس طرح کے کھانا پکانے والے کو کفارہ قسم یا کفارہ ظہار یا روزے کا کفارہ ادا کرنے کی ضرورت ہو۔ اور اس میں شک نہیں کہ وہ یہ کفارہ ادا کرنے میں محتاج اور ضرورتمند ہے۔ تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ اس کفارے والا اگر کھانا کھلانے کی طاقت نہیں رکھتا، تو کفارے کے طور پر روزے رکھے۔ نہ یہ کہ سود پر قرض لے۔ اور اگر اس طرح کی اور ضرورتیں اور احتیاج درپیش آئیں تو تھوڑی سی توجہ سے تقوی کی برکت سے دور ہو سکتی ہیں۔

| | |
|---|---|
| وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا | جو شخص اللہ کا تقوی اختیار کرے اللہ اس کے |
| وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔ | لیے راستہ نکال دیتا ہے اور اسے رزق عطا کرتا |
| (سورۂ طلاق۔ پارہ ۲۸) | ہے اس مقام سے جہاں سے اسے گمان نہیں ہوتا |

آپ پر اور ہر متبع ہدایت پر سلامتی کا نزول ہو۔

# مکتوب نمبر ۱۰۳

سیادت و بزرگی کی پناہ شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا:

لفظ عافیت کے معنی اور سربلند کے لیے فاضل طلب کرنے کے بیان میں۔

حق سبحانہ و تعالیٰ آپ کو عافیت سے رکھے۔

آپ کے لیے اس عافیت کی دعا کی جاتی ہے جس عافیت کی ہمیشہ ایک بزرگ اپنے لیے دعا اور صرف ایک دن کے لیے ہی اس عافیت کی آرزو کی تھی۔ ایک شخص نے اس بزرگ سے سوال کیا کہ جس طرح سے آپ کی زندگی گزر رہی ہے کیا یہ عافیت نہیں ؟ اس بزرگ نے



Marfat.com

فرمایا "میں یہ چاہتا ہوں کہ صبح سے لے کر شام تک کسی وقت بھی مجھ سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی معصیت ونافرمانی کا صدور نہ ہو۔

مدت سے سرہند میں کوئی قاضی شرع نہیں۔ اور بعض احکام شرعیہ کے جاری کرنے میں بے بسی اور رکاوٹ لاحق ہوتی ہے۔ مثلاً ہمارا ایک یتیم برادر زادہ ہے۔ اس کی کچھ وراثت ہے۔ لیکن اس کا کوئی وصی نہیں۔ فقیر اس کے اس مال میں بلا اجازت شرعی تصرف نہیں کر سکتا۔ اگر قاضی شرع موجود ہو تو اس کی اجازت سے کام ٹھیک ہو سکتا ہے۔ اسی طرح اور بہت سے کام ہیں جو قاضی نہ ہونے کے باعث التواء میں پڑے ہوئے ہیں۔

# مکتوب نمبر ۱۰۴

ماتم پرسی میں ضلع مستنکن کے قاضیوں کی طرف صادر فرمایا:

اگرچہ مغفرت پناہ کی وفات سے جو مصیبت لاحق ہوئی ہے وہ بہت شدید اور بہت سخت ہے لیکن ہم اور تم خدا تعالیٰ کے بندے ہیں۔ ہمارے لیے اپنے مولیٰ تعالیٰ وتقدس کے فعل پر راضی ہونے کے سوا چارہ نہیں۔ کارکنان قضاء وقدر یہاں رہنے کے لیے نہیں لائے۔ کام کرنے کے لیے لائے ہیں۔ کام کرنا چاہیے۔ اگر یہاں سے کام کر کے گئے تو کوئی ڈر نہیں بلکہ ایسا شخص بادشاہ ہے۔

| | |
|---|---|
| الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب | موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔ |

یہ فقرہ اس کی شان میں موجود ہے۔ جانے میں مصیبت نہیں بلکہ حبیب کی طرف جانے والے کے حال میں مصیبت ہے کہ اس سے کیا سلوک کرتے ہیں۔ دعا اور استغفار اور صدقہ وخیرات سے اس کی امداد کرنی چاہیے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا ہے:

| | |
|---|---|
| ما المیت فی القبر الا کالغریق المغوث ینتظر دعوۃ تلحقہ من اب او ام او اخ او صدیق فاذا لحقتہ کان احب الیہ من الدنیا وما فیہا وان اللہ لیدخل | میت قبر میں ڈوبنے والے فریادرس کے لیے پکارنے والے کی طرح ہے۔ چنانچہ میت منتظر رہتا ہے دعا کا جو اسے باپ یا ماں یا بھائی یا دوست کی طرف سے پہنچتی ہے۔ جب ان کی طرف سے دعا پہنچتی ہے تو وہ اس کے نزدیک دنیا |



Marfat.com

علی اھل القبور من دعاء اھل الارض امثال الجبال من الرحمۃ وان ھدیۃ الاحیاء الی الاموات الاستغفار لھم۔

(مشکوۃ شریف)

دعا انہیں سے زیادہ محبوب ہوتی ہے اور بیشک رب تعالیٰ اہلِ زمین کی دعا سے اہل قبور پہ پہاڑوں کی مانند رحمت داخل کرتا ہے۔ اور زندوں کا مردوں کو یہ ہدیہ ہے کہ وہ ان کے لیے استغفار اور بخشش طلب کریں۔

آپ کا التفات نامہ موصول ہوا۔ فقراء پر موسم سرما کی ہوا بڑی سخت ہے۔ ورنہ اپنے آپ کو معاف نہ کرتا (بلکہ فوراً جواب دیتا)۔ سفارش تاکید سے لکھ دی گئی ہے۔ ان شاء اللہ سودمند ثابت ہوگی۔ زیادہ گفتگو درد سری ہے۔

محبت شعار قاضی حسن اور باقی اعزہ بہت بہت دعاؤں سے مستفید ہوں۔ اور تمام کاموں میں راضی اور شکر گزار رہیں۔

# مکتوب نمبر ۱۰۵

حکیم عبدالقادر کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ بیمار جب تک تندرست نہ ہو اسے کوئی غذا بھی فائدہ نہیں دیتی۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

چونکہ اطباء کے نزدیک یہ بات طے شدہ ہے کہ بیمار جب تک تندرست نہ ہو کوئی غذا بھی اسے فائدہ نہیں دیتی چاہے مرغ مسمن ہی کیوں نہ ہو۔ بلکہ ایسی غذا اس کے مرض کو اور بڑھا دیتی ہے

ع ہرچہ گیرد علتی علت شود

جس چیز کو بیمار اختیار کرے گا وہ بھی بیمار ہو جائے گی۔

لہٰذا پہلے بیمار کے مرض کا ازالہ کرتے ہیں۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ مناسب غذاؤں کے ذریعہ اسے اصلی قوت وطاقت کی طرف لاتے ہیں۔ پس انسان جب تک مرض قلبی میں مبتلا ہے فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ (ان کے دلوں میں مرض ہے) کوئی عبادت وطاعت اس کے لیے نفع مند نہیں بلکہ مضر ہے

رُبَّ تَالٍ لِّلْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ يَلْعَنُهٗ

بہت سے قرآن کی تلاوت کرنے والے ہیں حالانکہ قرآن ان پر لعنت کرتا ہے۔



Marfat.com

حدیث مشہور ہے۔ اور:

رُبَّ صَائِمٍ لَيْسَ لَهٗ مِنْ صِيَامِهٖ إِلَّا الْجُوْعُ وَالظَّمَاءُ — بہت سے روزے دار ایسے ہیں جنہیں روزے سے سوا بھوک اور پیاس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا

حدیث صحیح ہے۔ قلبی امراض کے حکیم (مشائخ کرام) بھی پہلے مرض کے ازالے کا حکم دیتے ہیں۔ اور مرض قلبی دل کے غیر خدا کے ساتھ گرفتار ہونے کا نام ہے۔ بلکہ غیر حق کے ساتھ گرفتاری اپنی ذات کے ساتھ گرفتاری ہے۔ کیونکہ ہر شخص جو کچھ چاہتا ہے اپنی ذات کے لیے چاہتا ہے۔ اگر اولاد سے دوستی کرتا ہے تو اپنی ذات کے لیے دوستی کرتا ہے۔ اسی طرح مال و دولت اور سرداری اور مرتبے کی محبت سب کچھ اپنی ذات کے لیے ہے۔ پس فی الحقیقت اس کا معبود اس کی خواہش نفس ہے جب تک اس گرفتاری سے خلاصی نصیب نہ ہو۔ نجات کی امید بہت دور کی بات ہے۔ اس لیے عقلمند علماء اور صاحب دانش حکماء پر اس مرض کے ازالے کی فکر کرنا ضروری ہے۔ ع

در خانہ اگر کس ست یک حرف بس ست

اگر گھر میں کوئی ہے تو ایک ہی کلمہ کافی ہے۔

# مکتوب نمبر ۱۰۶

محمد صادق کشمیری کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ اس گروہ اولیاء اللہ کی محبت جو ان کی معرفت و پہچان پر مرتب ہوتی ہے خداوند تعالیٰ جل شانہٗ کی عظیم نعمتوں میں سے ہے۔

آپ کا مکتوب مرغوب جس سے فرط محبت اور کمال دوستی کا اظہار ہوتا تھا موصول ہوا۔ لِلّٰہِ سُبْحَانَہُ الْحَمْدُ وَالْمِنَّۃُ عَلٰی ذٰلِکَ (اس حالت کے نصیب ہونے پر اللہ سبحانہٗ کی حمد اور اس کا احسان۔

اس گروہ کی محبت جو ان کی پہچان پر مرتب ہوتی ہے، خداوند تعالیٰ جل سلطانہٗ کی عظیم نعمتوں میں سے ہے۔ دیکھیں کس صاحب قسمت کو اس نعمت سے مشرف فرماتے ہیں شیخ الاسلام ہروی فرماتے ہیں:

"الٰہی! تو نے اپنے دوستوں کو کیا کر دیا ہے۔ کہ جس نے انہیں شناخت کر لیا تجھے پایا'



Marfat.com

اور جب تک تجھے شناخت نہ کر سکا انہیں بھی نہ پا سکا"

اس گروہ کے ساتھ بغض و عناد زہر قاتل ہے اور ان پر اعتراض اور نکتہ چینی ابدی محرومی کا موجب ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمیں اور تمہیں اس ابتلاء و آزمائش سے نجات دے۔ شیخ الاسلام مذکور نے فرمایا ہے
"الٰہی! تو جسے مردود بارگاہ کرنا چاہتا ہے اسے ہم سے الجھا دیتا ہے"۔ ؎

بے عنایات حق و خاصان حق ۔۔۔ گر ملک باشد سیاہ ہستش ورق

حق تعالیٰ اور خاصان حق تعالیٰ کی عنایات اور مہربانیوں کے بغیر کوئی فرشتہ صفت بھی ہو تو اس کا نامۂ اعمال سیاہ ہی رہے گا۔

یہ رجوع اور انابت جو حق سبحانہ و تعالیٰ نے از سر نو تمہیں عطا فرمائی ہے اسے نعمت عظمیٰ تصور کریں۔ اور حق سبحانہ سے اس پر استقامت طلب کریں ـــــ ہر متبع ہدایت اور مصطفیٰ علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی متابعت کی پابندی کرنے والے پر سلامتی کا نزول ہوتا رہے۔

# مکتوب نمبر ۱۰۷

یہ مکتوب بھی محمد صادق کشمیری کی طرف فرمایا۔

ان چند جوابات سوالات میں جن سے بدگوئی کی بو آتی ہے ۔ یہ مکتوب ان فوائد ضروریہ پر مشتمل ہے جو اس بلند مرتبہ گروہ اولیاء اللہ پر ایمان رکھنے میں نفع مند ہیں۔

حق سبحانہ و تعالیٰ اس بلند گروہ کی تصدیق اور ان پر ایمان رکھنے کی سعادت سے بہرہ ور کرے چند سوالات پر مشتمل جو مکتوب آپ نے ارسال کیا تھا موصول ہوا۔ اگرچہ وہ سوالات جو بدگوئی اور تعصب سے آلودہ ہوں جواب کے مستحق نہیں۔ اس کے باوجود بطور تنزل ان کے جوابات عرض کئے جاتے ہیں۔ اگر ایک کو نفع نہ ہو تو شاید دوسرے کو نفع حاصل ہو جائے۔

پہلا سوال یہ تھا کہ اس کا کیا سبب ہے کہ متقدمین اولیاء سے بہت کرامات و خوارق کا ظہور ہوتا تھا لیکن اس وقت کے اولیاء سے کم ظاہر ہوتی ہیں؟

اگر اس سوال سے مقصود اس زمانہ کے بزرگوں کا انکار ہے کیونکہ ان سے خوارق و کرامات کا ظہور کم ہوا ہے جیسا کہ مضمون عبارت سے ظاہر ہوتا ہے تو شیطان کی فریب کاریوں سے اللہ سبحانہ کی پناہ۔ خوارق و کرامات کا ظہور نہ تو ولایت کے ارکان میں سے ہے اور نہ اس کے شرائط میں سے بخلاف



Marfat.com

نبی علیہ السلام کے لیے اس کا معجزہ، کہ اس کا اظہار مقام نبوت کے شرائط میں سے ہے۔ لیکن اولیاء اللہ سے خوارق کا ظہور عام اور شائع ہے۔ ایسا کم ہی ہوا ہے کہ کسی ولی سے ان کا ظہور نہ ہوا ہو۔ ہاں کثرت سے ظہورِ خوارق افضلیت پر دلالت نہیں کرتا۔ وہاں ایک دوسرے پر فضیلت قرب الٰہی جل سلطانہٗ کے درجات کے اعتبار سے ہے۔ ہو سکتا ہے کہ زیادہ قرب الٰہی رکھنے والے بزرگ سے خوارق کا ظہور بہت کم ہوا اور کم قرب رکھنے والے سے ان کا ظہور زیادہ ہو۔ وہ خوارق جو اس اُمت کے بعض اولیاء سے ظاہر ہوئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اس کا دسواں حصہ بھی ظاہر نہیں ہوئے۔ حالانکہ سب سے افضل ولی ادنیٰ صحابی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔

خوارق کے ظہور پر نظر رکھنا کوتاہ نظری ہے اور استعداد تقلیدی کے کم ہونے کی دلیل ہے۔ نبوت و ولایت کے فیوض قبول کرنے کے لائق وہ جماعت ہے جن میں قوت نظری کی نسبت تقلیدی استعداد غالب ہو۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ استعداد تقلیدی کی قوت کی بنا پر حضور نبی کریم علیہ علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق کرنے میں بالکل کسی دلیل کے محتاج نہ ہوئے۔ اس کے برعکس ابو جہل لعین اس استعداد میں کمی کے باعث روشن نشانات اور غالب معجزات کے کثرت کے ساتھ ظہور کے باوجود تصدیق نبوت کی دولت سے مشرف نہ ہوا۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ ان بدنصیبوں کے بارے میں فرماتا ہے:

| | |
|---|---|
| وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۔ | یہ کفار جو آیت و نشانی بھی دیکھیں گے اس پر ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ جب آپ کے پاس پہنچتے ہیں تو آپ سے جھگڑتے ہیں۔ کافر لوگ کہتے ہیں یہ قرآن تو محض پرانے لوگوں کے قصے کہانیوں کا مجموعہ ہے۔ |

میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اکثر متقدمین سے بھی ساری عمر میں پانچ چھ خوارق سے زیادہ کا ظہور منقول نہیں حضرت جنید جو اس گروہ کے سردار ہیں، معلوم نہیں کہ ان سے دس کرامات کا ظہور بھی منقول ہوا ہو۔ اور خداوند تعالیٰ اپنے کلیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے حال سے یوں خبر دیتا ہے،

| | |
|---|---|
| وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ | بے شک ہم نے موسیٰ کو نو روشن معجزے عطا کیے۔ |

اور اس وقت کے مشائخ کے بارے میں کہاں سے پتہ چلا ہے کہ اتنی بھی مقدار خوارق کا ظہور



Marfat.com

نہیں ہوتا۔ بلکہ تمام اولیاء اللہ سے چاہے پہلے ہوں یا پچھلے ہر گھڑی خوارق کا ظہور ہوتا رہتا ہے مدعی کو معلوم ہوں یا نہ ہوں۔ ع

خورشید نہ مجرم ار کسے بینا نیست

اگر کوئی خود اندھا ہے تو اس میں سورج کا کیا قصور ہے

دوسرا سوال یہ تھا کہ طالبانِ صادق کے کشف و شہود میں القاء شیطانی ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اگر ہو سکتا ہے تو اس میں کشف شیطانی کی کیفیت کی وضاحت کس طرح ہے؟ اور اگر نہیں ہو سکتا تو الہامی امور میں بعض غلطیوں کا پایا جانا کس سبب سے ہوتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے (واللہ سبحانہ اعلم بالصواب) کہ کوئی بھی القاء شیطانی سے محفوظ نہیں۔ جبکہ یہ دخل انبیاء کرام کے لیے بھی تصور ہو سکتا ہے، بلکہ متحقق ہے تو اولیاء میں بطریق اولیٰ ہوگا۔ طالب صادق کیا چیز ہے۔

غایۃ مافی الباب یہ ہے کہ انبیاء کو اس القاء پر تنبیہ کر دیتے ہیں اور باطل کو حق سے جدا کر دیتے ہیں۔ آیہ کریمہ:

| | |
|---|---|
| فَيَنسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّهُ آيَاتِهِ ۔ | اللہ تعالیٰ القاء شیطانی کو مٹا دیتا ہے اور اپنی آیات کو مضبوط کرتا ہے۔ |

اس معنی پر دلالت کرتی ہے۔ اولیاء اللہ کے لیے یہ تنبیہ ضروری نہیں۔ کیونکہ ولی نبی کے تابع ہے جو کچھ نبی کے خلاف ہوگا مردود شمار ہوگا اور باطل تصور ہوگا۔ ہاں وہ صورت جس میں نبی کی شریعت اس سے خاموش ہو اور نفی یا اثبات کا فیصلہ نہ کرے تو یہاں یقین کے ساتھ درجہ میں حق و باطل کے درمیان امتیاز دشوار ہے۔ کیونکہ الہام ظنی شے ہے۔ لیکن اس عدم امتیاز کے باعث ولایت میں کچھ نقص واقع نہیں ہوتا۔ کیونکہ شریعت کی بجاآوری اور نبی کی متابعت نجات آخرت کی ضامن ہے۔ اور جن امور کے بارے میں شریعت نے سکوت اختیار فرمایا ہے وہ شریعت سے زائد ہیں۔ اور ہم ان امور کے مکلف نہیں ہیں۔

جاننا چاہیے کہ کشف میں غلطی کا واقع ہونا القاء شیطانی پر منحصر نہیں۔ بسا اوقات قوت متخیلہ میں احکام غیر صادقہ ایک صورت پیدا کر لیتے ہیں جن میں القاء شیطانی کا کچھ دخل نہیں ہوتا۔ اسی قبیلہ سے ہے وہ جو بعض لوگ خواب حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھتے ہیں اور آپ سے بعض احکام اخذ کرتے ہیں حالانکہ فی الحقیقت ان کے خلاف پایا جاتا ہے۔ اس صورت میں القاء شیطانی



Marfat.com

متصور نہیں کیونکہ علماء کا مختار مذہب یہ ہے کہ ابلیس صورت خیر البشر علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام میں متمثل نہیں ہو سکتا جیسی بھی صورت ہیں ہو۔ تو اس صورت میں صرف قوت متخیلہ کے تصرف کا دخل ہے۔ جس نے غیر واقع کو واقع سمجھ لیا ہے۔

تیسرا سوال یہ تھا کہ جب کرامات کے طور پر تصرف اور استدراج کی صورت میں تاثیر دونوں ظاہر کے اعتبار سے برابر ہیں تو مبتدی کس طرح شناخت کرے گا کہ یہ صاحب کرامات ولی اور یہ صاحب استدراج مدعی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے (واللہ سبحانہٗ اعلم بالصواب) کہ طالب مبتدی کے لیے دونوں میں فرق وامتیاز کے لیے ایک واضح دلیل موجود ہے۔ اور وہ اس کا صحیح وجدان ہے کہ اگر وہ اس کی صحبت میں اپنے دل کو رب تعالیٰ کے ساتھ جمع پائے تو جان لے گا کہ یہ صاحب کرامات ولی ہے۔ اور اگر اس کے خلاف پائیگا تو معلوم کرلے گا یہ صاحب استدراج مدعی اور جھوٹا انسان ہے۔ اور اگر اس معنی میں خفا اور پوشیدگی ہے تو وہ عوام الانعام کو ہے، راہ حق کے طالبوں کو نہیں۔ اور عوام کا خفا خواص کے نزدیک کچھ اعتبار نہیں رکھتا۔ کیونکہ عوام کے خفا کا منشا انکار مرض قلبی اور آنکھوں کا پردہ ہے۔ عوام سے بہت سی ایسی چیزیں مخفی ہیں جن کا جاننا اس فرق کے جاننے سے بھی زیادہ ضروری ہے۔

اب ہم اس مکتوب کو بعض معارف کے ساتھ ختم کرتے ہیں جو ان شکوک وشبہات کے ازالے میں تمہارے لیے نفع مند ہیں۔

جاننا چاہیے کہ تخلق باخلاق اللہ کے معنی جو ولایت میں ماخوذ و معتبر ہیں یہ ہیں کہ اولیاء اللہ کو ایسی صفات حاصل ہوجائیں جو واجب تعالیٰ کی صفات کے مناسب ہوں۔ لیکن وہ مناسبت صرف اسم میں ہوگی اور عموم صفات میں مشارکت ہوگی۔ خواص معانی میں مناسبت نہیں ہو سکتی کہ وہ محال ہے۔ اور قلب حقائق کو مستلزم ہے۔

تحقیقات میں خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ تخلقوا باخلاق اللہ کے بیان معنی کے مقام میں فرماتے ہیں:

---

لہ بخاری ومسلم شریف میں بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے:

| | |
|---|---|
| ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم | کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے |
| قال من رانی فی المنام فقد رانی۔ | خواب میں مجھے دیکھا تو اس نے مجھے دیکھا کیونکہ |
| فان الشیطان لا یتمثل بی | شیطان میری صورت نہیں بن سکتا۔ |



Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت مَالِکْ ہے۔ اور ملک کے معنی سب پر تصرف کرنے والے کے ہیں جب راہِ خدا کا سالک اپنے نفس پر متصرف ہوتا ہے اور اسے مغلوب کر کے رکھتا ہے اور اس کا تصرف مخلوق کے دلوں میں نافذ ہوتا ہے[1] تو اس صفت سے موصوف ہو جاتا ہے۔

اور ایک صفت سَمِیْع ہے۔ اور اس کے معنی سننے والے کے ہیں۔ جب راہِ حق پر چلنے والا ہر کسی سے حق تعالیٰ کی باتیں گرانی اور بوجھ کے بغیر سن کر قبول کرتا ہے اور غیبی اسرار و حقائق روح کے کان سے سنتا ہے تو اس صفت سے موصوف ہو جاتا ہے۔

اور ایک صفت بَصِیْر ہے۔ بصیر کے معنی دیکھنے والے کے ہیں۔ جب سالک راہِ حق کی بصیرت کی آنکھ بینا ہو جاتی ہے اور وہ نورِ فراست سے اپنے تمام عیب دیکھتا ہے، اور تمام دوسرے لوگوں کے اچھے حال کو اپنے سے بہتر دیکھتا ہے۔ نیز حق کا دیکھنا اس کا منظورِ نظر ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ جو کچھ کرتا ہے حق تعالیٰ کا پسندیدہ فعل ہی کرتا ہے تو اس وقت اس صفت سے موصوف قرار پاتا ہے۔

اور حق تعالیٰ کی ایک صفت مُحْیِیْ ہے۔ اس کے معنی زندہ کرنے والے کے ہیں۔ جب سالک راہ چھوڑ دی گئی سنت کو زندہ اور قائم کرتا ہے تو اس صفت سے موصوف ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت مُمِیْت ہے یعنی مارنے والا۔ جب سالک ان بدعتوں سے جنہیں لوگوں نے سنت کی جگہ اختیار کیا ہوتا ہے روکتا اور منع کرتا ہے، تو اس صفت سے موصوف ہو جاتا ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس۔

عوام نے تخلق کے معنی کچھ سمجھے ہیں اور خواہ مخواہ گمراہی کے جنگل میں جا گرے ہیں۔ وہ یہ خیال کرتے ہیں ولی کے لیے احیاءِ جسم ضروری ہے اور اس پر اکثر اشیاءِ غیبی کا انکشاف ہونا چاہیے وغیرہ[2] ذالک۔ حالانکہ یہ باتیں ظنونِ فاسدہ میں سے ہیں۔ اور بعض گمان گناہ ہیں۔

نیز خوارق صرف کسی کو زندہ کرنے اور مارنے میں ہی منحصر نہیں۔ الہامی علوم و معارف بھی اعظم

---

[1] معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کے لوگوں پر تصرف کرنے کا عقیدہ درست ہے۔

[2] یعنی ولی کے ولی بننے کے لیے مردے کا زندہ کرنا اور غیب کی خبریں دینا وغیرہ کوئی شرط نہیں کہ اگر یہ افعال اس سے صادر نہ ہوں تو وہ ولی ہی نہ ہو۔ امام ربانی کے اس ارشاد کا یہ مطلب نہیں کہ ولی مردے زندہ نہیں کر سکتا۔ اور غیب کی باتیں نہیں جانتا۔ کیونکہ مکتوبات شریف میں آپ نے ایک دوسرے مقام پر تصریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اولیاء کو ان امور کی طاقت و قدرت بھی عطا کرتا ہے۔ فافہم



Marfat.com

نشانات اور بلند درجہ خوارق میں سے ہیں۔ اسی لیے قرآن کا معجزہ تمام باقی معجزات سے اقویٰ اور باقی رہنے والا تسلیم کیا گیا ہے۔ آنکھ کھول کر دیکھیں کہ یہ علوم و معارف جو موسلا دھار بارش کی طرح برس رہے ہیں، کہاں سے آرہے ہیں۔ پھر یہ سب علوم اس کثرت کے باوجود پورے طور پر علوم شریعہ کے مطابق و موافق ہیں، ایک بال برابر بھی مخالفت کی گنجائش نہیں۔ یہ خصوصیت صحت علوم کی علامت ہے۔

ہمارے خواجہ قدس سرہٗ نے لکھا تھا کہ تمہارے (مجدد صاحب قدس سرہٗ کے) سب علوم درست اور مطابق شرع ہیں لیکن حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی بات نقل کرنے کا کیا فائدہ جبکہ حضرت خواجہ کا قول آپ کے لیے حجت نہیں۔ اگرچہ آپ بھی اپنے آپ کو تابع فرمان شیخ خیال کرتے ہیں۔ زیادہ کیا لکھے۔

آپ کے یہ سوالات پہلے طبیعت پر گراں گزرے۔ لیکن جب یہی سوالات ان مذکورہ علوم و معارف کے ظہور میں آنے کا باعث بن گئے اور ان سوالات کے جوابات کے طور پر یہ سب باتیں دائرۂ تحریر میں آگئیں تو ٹھیک اور بہتر ہوگیا ؎

ہیچ زشتے نیست کورا خوبی ہمراہ نیست
زنگی شب رنگ را دنداں چوں درو گوہر ست

کوئی بھی بُری شے نہیں مگر کوئی نہ کوئی خوبی بھی اس کے ہمراہ ہوتی ہے۔ جیسے رات کی طرح سیاہ رنگ والے حبشی کے دانت موتیوں کی طرح چمکتے ہیں۔

عجب کام ہے کہ آپ نے پہلے خط میں بڑے اخلاص کا اظہار کیا تھا اور اس کا سبب پے در پے دو واقعے کے ظہور کو قرار دے کر آپ نے لکھا تھا کہ ان کا اثر حالت ہوش میں بھی محسوس ہوا اور اس حد تک تم کو ندامت و پشیمانی لاحق ہوئی تھی کہ سابقہ طور طریقے سے توبہ اور رجوع نصیب ہوا، اور تم تجدید ایمان سے مشرف ہوئے۔ اب پھر ایک ماہ بھی نہیں گزرا کہ تمہاری وضع و حالت میں تبدیلی معلوم ہوتی ہے اور پچھلے پاؤں واپس ہوکر پھر تم اپنی پہلی وضع کی طرف منتقل ہو گئے ہو یہاں تک کہ تم اس کے درپے ہوئے کہ ان دو واقعات کو تم نے القاءِ شیطانی یا غلط کشف کہنا شروع کر دیا۔ وہ کیا حالت تھی اور یہ کیا حالت ہے ؎

بگفتا فلانے چہ بدی می کند  نہ مامن کہ با نفس خود می کند

کسی نے کہا فلاں بُرا کر رہا ہے (ٹھیک ہے کرتا رہے) کیونکہ میرے ساتھ نہیں بلکہ اپنی ذات کے ساتھ برا کر رہا ہے ـــــ ہر متبع ہدایت اور مصطفیٰ علیہ الصلوات والتحیات والتسلیمات کی متابعت کے پابند انسان پر سلامتی کا نزول ہوتا رہے۔



Marfat.com

# مکتوب نمبر ۱۰۸

میاں سید احمد بجواری کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ نبوت ولایت سے افضل ہے۔ اس کے برعکس جو بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے۔

اللہ سبحانہٗ ہم سب کو اور تم کو اور تمام مسلمانوں کو حضور سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ وعلیہم من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا کی متابعت پر ثابت وقائم رکھے۔

بعض مشائخ نے سکر وقت میں کہا ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے۔ اور بعض دوسرے مشائخ نے اس ولایت سے نبی کی ولایت مراد لی ہے تاکہ ولی کے نبی پر افضل ہونے کے وہم کو رفع کیا جائے لیکن حقیقت میں معاملہ برعکس ہے۔ کیونکہ نبی کی نبوت بھی اس کی ولایت سے افضل ہے۔ ولایت میں تو تنگی سینہ کے باعث رُخ مخلوق کی طرف نہیں کیا جا سکتا لیکن نبوت میں کمال انشراح صدر کی بنا پر نہ تو حق سبحانہٗ کی طرف توجہ سے مانع ہوتی ہے اور نہ خلق کی طرف توجہ حق سبحانہٗ کی طرف توجہ سے مانع ہوتی ہے۔ نبوت میں صرف مخلوق کی طرف ہی رُخ نہیں ہوتا تاکہ ولایت کو جس میں رخ حق کی طرف ہوتا ہے، نبوت پر ترجیح دیں۔ عیاذاً باللہ سبحانہٗ۔

صرف مخلوق کی طرف رُخ رکھنا عوام کالانعام کا مرتبہ ہے۔ شان نبوت بہت بلند و برتر ہے۔ اس معنی کا سمجھنا ارباب سکر پر دشوار ہے۔ مستقیم الاحوال اکابر ہی اس معرفت کے ساتھ ممتاز ہیں۔ ع

هنیئاً لارباب النعیم نعیمها

ارباب نعمت کو نعمتیں گوارا ہوں۔

دوسری مقصودی بات یہ ہے کہ میاں شاہ عبداللہ ولد میاں شیخ عبدالرحیم ان فقراء (مجدد صاحب اور ان کا خاندان) کے ساتھ تعلق قرابت رکھتا ہے۔ ان کے والد مدت تک بہادر خان کے ملازم رہے ہیں اور صاحب مرتبہ۔ اب نابینا ہو چکے ہیں۔ انہوں نے اپنے لڑکے کو بھیجا ہے کہ بہادر خاں کے پاس جا کر ملازمت کرے۔ اس بارے میں اگر آپ کی طرف سے بھی کچھ اشارہ ہو جائے تو فائدہ مند رہے گا۔ والسلام۔



Marfat.com

# مکتوب نمبر ۱۰۹

حکیم صدرا کی طرف صادر فرمایا:

سلامتی قلب اور اس کے غیر حق سبحانہ کو بھلا دینے کے بیان میں۔

اہل اللہ قلبی امراض کے طبیب ہیں۔ باطنی امراض کا ازالہ ان بزرگوں کی توجہ سے وابستہ ہے۔ ان کا کلام دوا اور ان کی نظر شفا ہے۔ حدیث پاک میں وارد ہے:

هُمْ قَوْمٌ لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ (بخاری و مسلم) یعنی یہ ایسی قوم ہے جن کا ہمنشین بدنصیب نہیں۔

وَهُمْ جُلَسَاءُ اللّٰهِ۔ یعنی یہ لوگ اللہ کے ہمنشین ہیں۔

بِهِمْ يُمْطَرُوْنَ وَبِهِمْ يُرْزَقُوْنَ (بخاری شریف) انہی کی برکت سے بارش ہوتی ہے اور انہی کی برکت سے رزق ملتا ہے۔

امراض باطنی اور علل معنوی میں سب سے بڑی بیماری دل کی غیر حق تعالیٰ کے ساتھ گرفتاری ہے۔ جب تک اس گرفتاری سے پورے طور پر نجات حاصل نہ ہو سلامتی قلب کا نصیب ہونا محال ہے۔ کیونکہ اس ذات اقدس جل سلطانہ کے لیے کسی اور کی شرکت کا قطعاً کوئی دخل نہیں۔

اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ (سورہ زمر) سن لو خالص دین صرف اللہ ہی کے لیے ہے

یہ کیسے روا ہو سکتا ہے کہ شریک کو غالب کر دیا جائے۔ نہایت بے حیائی کی بات ہے کہ غیر حق سبحانہٗ کی محبت کو حق تعالیٰ کی محبت پر اس طرح غالب کر دیا جائے کہ حق تعالیٰ کی محبت اس کے آگے بالکل معدوم ہو کر رہ جائے یا مغلوب ہو جائے۔ اور حدیث:

اَلْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِيْمَانِ حیا ایمان کا ایک شعبہ ہے۔ (بخاری و مسلم)

میں شاید اسی حیا کا بیان ہے۔

اور قلب کے غیر حق کے ساتھ گرفتار نہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ قلب ماسوا کو کلیتہً بھول جائے اور اشیاء کو پورے طور پر اس طرح فراموش کر دے کہ اگر تکلف سے بھی اشیاء کو یاد کرنا چاہے تو یاد نہ آئیں۔ تو اشیاء کے ساتھ گرفتاری کی اس مقام میں کیا گنجائش۔ یہ حالت اہل اللہ کے نزدیک فنا سے تعبیر ہوتی ہے۔ اور یہ فنا اس راہ میں قدم اول ہے اور یہ مقام انوار قدم کے ظہور کا مبدأ ہے اور



Marfat.com

معارف و حِکَم کے ورود کا منشا ہے۔ اور اس حالت کے بغیر خاردار درخت پر ہاتھ پھیرنے والی بات ہے

ہیچ کس را تا نگردد او فنا ۔ نیست راہ در بارگاہِ کبریا

کوئی شخص جب تک فنا کا مقام حاصل نہ کرے۔ بارگاہ کبریا تک راستہ نہیں پا سکتا۔

# مکتوب نمبر ۱۱۰

شیخ صدر الدین کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ پیدائش انسانی سے مقصود وظائف بندگی کا ادا کرنا اور پورے طور پر جناب حق تعالیٰ کی طرف توجہ کرنا ہے۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ ارباب کمال کی تمناؤں کی انتہا تک عروج عطا کرے۔

پیدائش انسانی سے مقصود وظائف بندگی کا ادا کرنا اور جناب حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف دوام توجہ ہے۔ اور یہ معنی سید اولین و آخرین علیہ من الصلوات اتمہا ومن التحیات ایمنہا کی کامل اتباع کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قولاً، فعلاً، ظاہراً، باطناً، عملاً اور اعتقاداً کامل اتباع نصیب کرے۔ آمین یارب العالمین ؎

بعد از خدائے ہر چہ پرستند ہیچ نیست

بیدولت است آنکہ بہیچ اختیار کرد

خدا تعالیٰ کی ذات کو چھوڑ کر جس شے کی بھی پرستش کی جائے کچھ نہیں۔ وہ بدنصیب ہے جو ہیچ چیز کو اختیار کرتا ہے۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے سوا اگر کوئی چیز مقصود ہے تو وہی معبود ہے۔ غیر حق تعالیٰ کی عبادت سے اس وقت نجات نصیب ہوگی جبکہ خداوند جل وعلا کے سوا کوئی چیز مقصود نہ رہے۔ اگرچہ وہ مقاصد اُخروی اور بہشتی نعمتوں میں سے ہی کیوں نہ ہو۔ اگرچہ یہ مقاصد حسنات میں سے ہیں لیکن مقربین کے نزدیک سیئات میں داخل ہیں۔ جبکہ اُخروی امور کو مقاصد قرار دینے کی نوعیت یہ ہے تو امور دنیویہ کو مقاصد قرار دینے کی کیا گنجائش ہو سکتی ہے کیونکہ دنیا کو سخت ناپسند ہے۔ اور جب سے اللہ نے اسے پیدا کیا ہے ایک بار بھی اس کی طرف نگاہ نہیں فرمائی۔ اور اس کی محبت گناہوں کی جڑ ہے۔ اور اس کے چاہنے والے لعنت ورد کے مستحق کے ہیں۔



Marfat.com

الدنیا ملعونۃ وملعون ما فیھا الا ذکر اللہ تعالیٰ۔ (ترمذی و ابن ماجہ)

دنیا ملعون ہے اور اللہ کے ذکر کے سوا جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے حبیب پاک سید الاولین والآخرین حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام آلہ الکرام کے طفیل اس دنیا کے شر اور جو کچھ اس میں ہے اس کے شر سے نجات عطا کرے۔

# مکتوب نمبر ۱۱۱

شیخ حمید سنبلی کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ توحید قلب کو غیر حق سبحانہ سے آزاد کرنے کا نام ہے۔ اور اس کے مناسب اُمور کے بیان میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔

توحید دل کو ماسوائے حق سبحانہٗ کی توجہ سے خالی کرنے کا نام ہے۔ جب تک دل ماسوا کی گرفتاری میں مبتلا ہے۔ اگرچہ تھوڑی سی گرفتاری ہی کیوں نہ ہو بندہ ارباب توحید سے نہیں ہو سکتا۔ اس دولت کے حصول کے بغیر واحد کہنا اور واحد جاننا ارباب حصول کے نزدیک فضولیات میں سے ہے۔ ہاں، واحد کہنا اور واحد جاننا جو تصدیق ایمانی میں معتبر ہے، وہ ضروری ہے لیکن وہ دوسرے معنی میں ہے۔ لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللہ اور لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللہ کے درمیان فرق بالکل واضح ہے۔ ایمانی تصدیق قبیلہ علم سے ہے اور وجدانی ادراک قبیلہ حال سے ہے۔ حال کے حاصل ہونے سے قبل حال کے متعلق گفتگو کرنا منع ہے۔

مشائخ کی ایک جماعت نے اس باب میں اگر کچھ باتیں کی ہیں تو وہ دو حال سے خالی نہیں:

(۱) یا تو معذوری اور غلبہ حال میں لپٹے ہوئے کہی ہیں۔

(۲) یا لکھنے اور حال ظاہر کرنے سے ان کا یہ مقصود تھا کہ دوسروں کے حال کی کسوٹی اور ان کی استقامت کا باعث بنیں نیز تاکہ دوسرے اپنے حالات کی کمی کو ان کے حالات کے ترازو پر تول سکیں۔

ان دو صورتوں کے بغیر افشاء اسرار ممنوع ہے۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ارباب کمال کے احوال کا تھوڑا سا حصہ ہم بے نصیب لوگوں کو بھی عطا کرے اور بلند مرتبہ سنت مصطفویہ علی مصدرہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کی متابعت نصیب فرمائے۔ بحرمۃ النبی



Marfat.com

و آلہ الامجاد علیہ و علیہم الصلوات و التسلیمات۔

ایک دوسری تکلیف آپ کو یہ دی جاتی ہے کہ میاں شیخ عبدالفتاح حافظ ذی عزت لوگوں میں سے اور آدمی زادہ ہیں کثیر العیال اور بہت سی لڑکیوں کے باپ ہیں۔ اسباب معاش کی قلت نے ان کو اس امر پر مجبور کیا ہے کہ کریم اور سخی لوگوں کے آستانے تک پہنچیں۔ امید ہے کہ ان کا مقصود پورا ہوگا۔ زیادہ گفتگو دردسری ہے۔

# مکتوب نمبر ۱۱۲

شیخ عبدالجلیل تھانیسری ثم جونپوری کی طرف صادر ہوا۔

اس بیان میں کہ اصل کام یہ ہے کہ ہم اپنے آپکو عقائد اہل سنت و جماعت کے ساتھ مزین آراستہ کریں۔ اس دولت کی موجودگی میں اگر احوال و مواجید بھی عطا کر دیں تو ہم احسان مند ہوں گے۔ ورنہ اسی دولت کو کافی جانیں گے۔ کیونکہ جب یہ ہے تو سب کچھ ہے۔

حق سبحانہ و تعالیٰ ہم مفلسوں کو اہل حق یعنی اہل سنت و جماعت کے معتقدات حقہ کی حقیقت سے موصوف کرے اور پسندیدہ اعمال کی توفیق کو ہمارا نقد وقت بنائے۔ اور وہ احوال جو ان اعمال کے ثمرات ہیں ان سے بہرہ ور فرمائے۔ اور مکمل طور پر اپنی جناب قدس جل سلطانہ کی طرف کھینچ لے۔ ع

کار این ست وغیر ایں ہمہ ہیچ

اصل کام یہی ہے، باقی سب ہیچ ہے۔

کیونکہ وجد و حال کی وہ کیفیتیں جو فرقہ ناجیہ اہل سنت کے معتقدات کی حقیقت حاصل ہوئے بغیر ہیں سراسر استدراج ہیں۔ ان کی کچھ قدر و قیمت نہیں۔ اور ان کیفیات کو سوائے خرابی کے اور کچھ خیال نہیں کرتے۔ فرقہ ناجیہ کی اتباع کے ساتھ جو کچھ مزید عطا فرمائیں ہم اس پر احسان مند ہیں اور شکر بجا لائیں گے۔ اور اگر صرف عقائد حقہ کی نعمت ہی عطا فرمائیں اور وجد و حال کی کیفیات میں سے کچھ عطا نہ کریں تو ہمیں کچھ ڈر نہیں اور ہم راضی اور خوش ہیں۔

اور بعض مشائخ کرام قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم سے غلبہ حال اور سکر وقت کے وقت اہل حق کی درست اور صحیح آراء کے خلاف بعض علوم و معارف کا ظہور ہوا ہے چونکہ ان کی بنیاد کشف ہے اس لیے وہ معذور



Marfat.com

ہیں۔ امید ہے کہ کل قیامت کے روز اس بنا پر ان کا مواخذہ نہیں ہوگا۔ یہ لوگ خطا کرنے والے مجتہد کے حکم میں ہیں جسے خطا کی صورت میں بھی ایک ثواب ملتا ہے۔ حق علمائے اہل حق شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کی جانب ہے۔ کیونکہ علماء کے علوم مشکوٰۃ نبوت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ سے اخذ کیے گئے ہیں جن کی تائید وحی قطعی سے ہو چکی ہے۔ اور صوفیہ کے ان معارف کا متعدد کشف والہام ہے، جس میں خطا کی گنجائش ہے۔ اور کشف والہام کی صحت کی علامت علمائے اہل سنت کے علوم کے ساتھ مطابقت ہے۔ اگر کشف والہام میں بال برابر بھی مخالفت ہے تو درستی اور ثواب کے دائرہ سے باہر ہے۔ یہی صحیح علم اور صریح حق ہے۔ اس کے سوا ضلالت وگمراہی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوات اکملہا ومن التسلیمات افضلہا کی ظاہر و باطن اور عمل و اعتقاد متابعت و پیروی پر استقامت عطا کرے۔

آپ پر اور ہر متبع ہدایت پر سلامتی کا نزول ہوتا رہے۔

# مکتوب نمبر ۱۱۳

جمال الدین حسین کولابی کی طرف صادر ہوا۔

مبتدی کے جذبہ اور منتہی کے جذبہ کے درمیان فرق کے بیان میں۔ اور اس امر کے بیان میں کہ مجذوبوں کو اولاً صرف روح کا شہود نصیب ہوتا ہے۔ جو قالب سے اوپر ہے۔ اور وہ روح کے اس شہود کو حق جل شانہٗ کا شہود خیال کر لیتے ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔

جذب وکشش صرف مقام فوق تک ہوتی ہے۔ فوق فوق تک نہیں ہوتی۔ اور یہی صورت حال شہود وغیرہ میں ہے۔ پس سلوک طے نہ کیے ہوئے مجذوب جو مقام قلب میں ہیں ان کا انجذاب صرف مقام روح تک ہے جو قلب سے اوپر مقام ہے۔ ذات حق تک کشش وانجذاب منتہی لوگوں کا جذبہ ہے۔ جس سے اوپر کوئی مقام نہیں۔ اور ابتدائی جذبہ میں صرف انسانی روح کا شہود ہوتا ہے۔ اور چونکہ روح اپنی اصل صورت میں موجود ہے:

اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ[1] — اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا۔

---

[1] اس حدیث کی شرح مکتوب نمبر ۹۵ کے حاشیہ میں گزر چکی ہے۔ وہاں ملاحظہ کریں۔



Marfat.com

لہٰذا رُوح کے شہود کو حق تعالیٰ و تقدس کا شہود سمجھ لیتے ہیں۔ اور جب کہ روح کے لیے عالمِ اجسام کے ساتھ ایک گونہ مناسبت ثابت ہے تو کبھی اس شہود کو شہودِ احدیت در کثرت کہتے ہیں اور کبھی معیت کے قائل ہوتے ہیں۔ حق جل و علا کا شہود فنائے مطلق کے حصول کے بغیر جو انتہائے سلوک پر متحقق ہوتی ہے متصور نہیں ہے

ہیچ کس را تا نگردد او فنا　　　نیست رہ در بارگاہِ کبریا

بندہ سے کہ جب تک فنا حاصل نہ ہو، بارگاہ کبریا تک راستہ نہیں پا سکتا

اور اس شہود کا عالم کے ساتھ کچھ تعلق نہیں۔ دونوں شہودوں میں فرق یہ ہے کہ اگر عالم کے ساتھ کسی نہ کسی وجہ سے مناسبت رکھتا ہو تو وہ شہودِ حق تعالیٰ نہیں۔ اور اگر بے مناسبت ہے تو شہودِ الٰہی ہے جل و علا شہود کا اطلاق تنگیِ عبارت کے باعث ہے۔ ورنہ اس کی طرف نسبت بھی اس کی ذات پاک کی طرح بے کیف و بے مثل ہے۔ ع

بیچون را بہ بے چوں راہ نیست

مثل کہ بے مثل ذات کی طرف راستہ نہیں مل سکتا

بادشاہ کی عطاؤں کو اسی کی سواریاں اٹھا سکتی ہیں۔

# مکتوب نمبر ۱۱۴

صوفی قربان کی طرف لکھا گیا:

حضور سید المرسلین علیہ علیہم وآلہ الصلوات والتسلیمات کی متابعت پر جانے کے بیان میں

حق سبحانہٗ و تعالیٰ ہم بے سروسامان مفلسوں کو سیدِ اولین و آخرین کی اتباع کی دولت سے سرفراز فرمائے اور اس پر استقامت نصیب کرے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وہ بلند ہستی ہیں کہ آپ کی دوستی کے طفیل رب تعالیٰ اپنے اسمائی اور صفاتی کمالات کو میدانِ ظہور میں لایا اور آپ کو بہترین تمام کائنات قرار دیا، علیہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا۔ آپ کی اتباع کا ایک ذرہ تمام دنیوی لذتوں اور اُخروی نعمتوں سے کئی درجے بہتر ہے۔ فضیلت روشن سنت کی متابعت کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور بزرگی آپ کی شریعت کی بجاآوری کے ساتھ مربوط ہے علیہ علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام والتحیہ۔



Marfat.com

مثلاً دوپہر کا قیلولہ جو متابعت سنت کی نیت سے ہو کروڑہا راتوں کے نوافل سے اولیٰ اور افضل ہے جو بے نیت متابعت ہوں۔ اسی طرح عید فطر کے روز روزہ نہ رکھنا جس کا شریعت مصطفوی نے حکم دیا ہے ابدالاباد (ہمیشہ) کے روزوں سے جو شرع سے ماخوذ نہیں بہتر ہے۔ شارع علیہ السلام کے حکم سے ایک پیسہ خرچ کرنا اپنی طرف سے سونے کا پہاڑ خرچ کرنے سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک روز فجر کی نماز باجماعت ادا کر کے اپنے اصحاب پر نگاہ ڈالی، ایک شخص کو جماعت میں موجود نہ پایا۔ اس کے متعلق دریافت فرمایا۔ صحابہ نے عرض کیا وہ شخص ساری رات عبادت میں مصروف رہتا ہے، شاید اس وقت سو گیا ہو۔ امیر المومنین نے فرمایا اگر وہ شخص ساری رات سوتا اور صبح کی نماز باجماعت ادا کرتا تو اس سے بہتر تھا۔

گمراہ لوگوں نے بھی ریاضتیں اور مجاہدے بہت کیے ہیں لیکن شریعت حقہ کے مطابق نہیں، لہٰذا خوار اور بے اعتبار ہیں۔ اگر ان گمراہوں کے ان اعمال شاقہ پر کچھ اجر و ثواب بھی ملا تو وہ بعض دنیوی منافع ہی کی صورت میں ہوگا اور اجر و ثواب کے طور پر ساری دنیا کا مل جانا بھی کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔ بعض دنیوی منافع کے حاصل ہونے کا کیا اعتبار ہے۔ گمراہوں کے مجاہدات اور اعمال شاقہ کی مثال جاروب کش کی ہے۔ جس کی کوشش و محنت سب سے زیادہ ہے۔ مگر اس کی مزدوری سب سے کم ہوتی ہے۔ اور شریعت کی پیروی کرنے والوں کی مثال اس جماعت کی طرح ہے جو اعلیٰ درجہ کے موتیوں اور ہیروں کے ساتھ کام میں مصروف ہو۔ ان کا کام تو بہت تھوڑا ہوتا ہے۔ لیکن ان کی اجرت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ ایک گھڑی کا عمل ہزار سال کے اجر کے برابر ہو سکتا ہے۔ اس کا راز یہ ہے کہ جو عمل موافق شریعت واقع ہوتا ہے وہ حق تعالیٰ کو پسند ہوتا ہے اور خلاف شریعت عمل رب تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ پس ناپسندیدہ عمل پر ثواب کے کیا معنی بلکہ عذاب کی توقع ہے۔ اس مضمون کے عالم مجاز میں بہت سے شواہد موجود ہیں، ادنیٰ توجہ سے سامنے آسکتے ہیں ؎

ہر چہ گیرد علتی علت شود کفر گیرد کاملے ملت شود

بیمار جس شے سے بھی تعلق قائم کرے گا وہ بھی بیمار ہو جائے گی۔ اور کامل شخص کفر کی طرف رخ کرے گا تو اسے ملت حقہ کی شکل دیدے گا۔

پس تمام سعادتوں کا سرمایہ سنت کی متابعت ہے، اور تمام فسادات کا مادہ شریعت کی مخالفت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم اور تم کو سید المرسلین علیہ وعلیہم وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی متابعت پر ثابت و قائم رکھے۔ والسلام



Marfat.com

# مکتوب نمبر ۱۱۵

ملا عبدالحق دہلوی کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ جس راہ کو طے کرنے کے ہم در پے ہیں وہ صرف سات قدم ہے۔

مصرع: ——— از ہر چہ می رود سخن دوست خوشتر است

دوست کی بات جس طرف سے بھی کان میں پہنچے اچھی ہے۔

یہ راستہ جس کے طے کرنے کے ہم درپے ہیں صرف سات قدم ہے۔ دو قدم عالم خلق میں ہیں اور پانچ عالم امر میں۔

عالم امر میں پہلا قدم رکھنے پر تجلی افعال ظاہر ہوتی ہے اور دوسرے قدم پر تجلی صفات اور تیسرے قدم میں تجلیات ذاتیہ کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

پھر ارباب کمال کے درجات کے تفاوت کے مطابق تجلیات ذاتیہ میں بندہ ترقی کرتا چلا جاتا ہے۔ مگر یہ سب کچھ حضور سید الاولین والآخرین علیہ من الصلوات اکملہا ومن التسلیمات افضلہا کی متابعت سے وابستہ ہے۔ اور جن بزرگوں نے اس راستے کو دو قدم قرار دیا ہے انہوں نے اجمال کے طور پر اس سے عالم خلق اور عالم امر مراد لیے ہیں، طالبان حق پر معاملہ آسان کرنے کے لیے۔ لیکن اصل بات وہی ہے جو میں نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے بیان کی ہے اسے ذہن نشین کرنا چاہیے۔

# مکتوب نمبر ۱۱۶

ملا عبدالواحد[1] لاہوری کی طرف صادر فرمایا:

[1] آپ ان خوش قسمت حضرات میں سے ہیں جنہیں حضرت خواجہ محمد الباقی قدس سرہ نے امام ربانی قدس سرہ کی خدمت میں برائے تربیت بھیجا۔ آپ کثیر المراقبہ اور کثیر العبادۃ تھے۔ ایک روز آپ نے ذوق وکیف کی حالت میں اپنے ایک پیر بھائی سے دریافت کیا کہ جنت میں نماز ہوگی؟ اس نے جواب میں کہا وہاں نماز نہیں کیونکہ وہ دار جزا ہے دار عمل نہیں۔ آپ نے آہ نکالی اور رو پڑے۔ اور فرمایا جہاں اس بے نیاز ذات کی عبادت و بندگی نہیں وہاں زندگی کس طرح گزرے گی۔ ملا عبدالواحد کا بیان ہے کہ جن ایام میں حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ (باقی برصفحہ ۱۰۲)



Marfat.com

اس بیان میں کہ قلب کی سلامتی اس کے ماسوا کو بھول جانے پر موقوف ہے۔ اور دنیوی امور میں زیادہ مصروف ہونے سے روکتے ہیں تاکہ دنیا کے ساتھ الفت و رغبت پیدا نہ ہو۔

عزیز بھائی کا مکتوب مرغوب موصول ہوا۔ اور سلامتی قلب کے متعلق جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا تھا اس سے بھی آگاہی ہوئی۔ ہاں ہاں، دل کی سلامتی ماسوائے حق تعالیٰ کے ہر شے کو بھول جانے پر موقوف ہے۔ اس حد تک کہ اگر غیر حق کا خیال تکلف و کوشش سے بھی لانا چاہیں تو نہ آئے۔ اس صورت میں غیر خدا کا گزر دل پر نہیں ہو سکتا۔ اس حالت کو نسیانِ قلبی سے تحریر کرتے ہیں۔ اور یہ اس راہ میں قدم اول ہے۔ اور اس سے درجات استعداد کے مطابق مراتب ولایت کے کمالات کی بشارت ملتی ہے۔ ہمت بلند رکھیں۔ اخروٹ و منقیٰ یعنی معمولی اشیاء پر قناعت نہ کریں۔

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ مَعَالِيَ الْهِمَمِ[1] — اللہ تعالیٰ بلند ہمت والوں کو دوست رکھتا ہے۔

دنیوی امور میں زیادہ رغبت سے خطرہ ہے کہ اس کمینی دنیا کے کاموں میں ہی نہ کہیں الجھ جاؤ۔ دل کی موجودہ سلامتی سے دھوکا نہ کھا جائیں۔ کیونکہ اس حالت کے چھن جانے کا امکان ہے۔ اور دنیوی اشتغال کی طرف حتی المقدور رُخ نہ کریں تاکہ دنیا سے ہی لگاؤ پیدا نہ ہو جائے۔ اور یہ بات نقصان میں ڈال دے (اعاذنا اللہ سبحانہ) فقر میں جاروب کشی دولت مندوں کی صدر نشینی سے بہتر ہے۔ ساری ہمت اس طرف مبذول کرنی چاہیے کہ فقر و نامرادی ہی میں زندگی گزر جائے جس قدر شیر سے بھاگتے ہو اس سے زیادہ دولت اور ارباب دولت سے دور بھاگو۔ والسلام۔

# مکتوب نمبر ۱۱۷

ملا یار محمد قدیم بدخشی کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ ابتداء قلب جس کے تابع ہوتا ہے۔ اور انتہا میں بارہا یہ تبعیت باقی نہیں رہتی

امید ہے کہ مولانا یار محمد نے ہمیں فراموش نہیں کیا ہوگا۔ ایک عرصہ تک چونکہ قلب جس کے

(بقیہ صفحہ ۱۰۱) لاہور تشریف لائے ہوئے تھے۔ ایک سبزی فروش بڈھا آپ کی زیارت کے لیے حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے اس کی بڑی عزت کی جس سے دوسروں کو حیرانی ہوئی جب حضرت امام ربانی قدس سرہٗ سے اس عزت افزائی کا راز دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ شخص ابدال میں سے ہے۔ (زبدۃ المقامات)

[1] الجامع الکبیر للسیوطی بروایت ابن حبان، طبرانی، خرائطی، ابن عساکر، ضیا مقدسی بروایت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ

[2] صفحہ نمبر ۳۰۱ پر ملاحظہ فرمائیں۔



Marfat.com

تابع رہتا ہے۔ اس لیے جو چیز حس سے دور ہوتی ہے قلب بھی اسے دور محسوس کرتا ہے۔ حدیث مبارک

من لم یملك عینه فلیس القلب عنده۔ — جو شخص اپنی آنکھ کی حفاظت نہیں کرتا اس کا دل اس کے قابو میں نہیں ہوتا۔

میں اسی مرتبہ کی طرف اشارہ ہے۔ اور نہایت کا یہ چونکہ قلب حس کے تابع نہیں رہتا، اس بنا پر حس سے دوری قرب قلبی پر اثر انداز نہیں ہوتی۔ اسی لیے مشائخ طریقت نے مبتدی اور متوسط کے لیے شیخ کامل مکمل کی صحبت سے دور رہنے کو جائز نہیں رکھا۔

الغرض "جو چیز پوری طرح حاصل نہ ہو سکے اسے بالکل ترک نہیں کرنا چاہیے" کے مطابق اسی طریقہ پر قائم رہیں اور ناجنس لوگوں کی صحبت سے پوری طرح اجتناب کریں۔

میاں شیخ مزمل کی تشریف آوری کو سعادت کا پیش خیمہ خیال کرتے ہوئے ان کی صحبت کو غنیمت جانیں اور زیادہ وقت ان کی صحبت میں گزاریں کیونکہ شیخ مزمل بے نظیر شخصیت ہیں۔

والسلام۔

# مکتوب نمبر ۱۱۸

ملا قاسم علی چشتی کی طرف صادر فرمایا۔

اس جماعت کی نامرادی اور خسارے کے بیان میں جو اہل اللہ پر اعتراض کرتی ہے۔

محبت کے نشانات والے مولانا قاسم علی نے جو خط ارسال کیا تھا موصول ہوا۔ اس کے مضمون سے بھی واقفیت حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ؕ وَمَنْ — جو شخص نیک کام کرے گا اپنے ہی نفع کے لیے کریگا

؎۲ (حاشیہ صفحہ سابقہ) انہیں یار محمد قدیم اس لیے کہتے ہیں کہ ان کے بعد ایک اور یار محمد حضرت کے آستانہ شریف پر پہنچے۔ بعد میں آنے والے جدید کہلائے۔ دفتر اول کے مکاتیب کے جامع یہی یار محمد جدید ہیں۔ حضرت مولانا یار محمد قدیم حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے قدیم اصحاب میں سے تھے۔ آپ قائم اللیل اور صائم النہار تھے سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگوں کا حضور اور ان کی نسبت آپ میں نمایاں تھی۔ کثیر السکوت اور کثیر المراقبہ تھے۔ ولایت بدخشاں آپ کا وطن مالوف تھا۔ تلاش حق میں نکلے اور عنایت ربانی نے آپ کو سرہند شریف میں حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے منبع برکات و خیرات آستانہ عالیہ تک پہنچا دیا۔



Marfat.com

اَسَاءَ فَعَلَيْهَا ۔ اور جو برائی کرے گا تو اس کا وبال اس کی اپنی ہی جان پہ آکر رہے گا۔

خواجہ عبداللہ انصاری فرماتے ہیں: "الٰہی! تو جسے برباد کرنا چاہتا ہے اسے ہمارے طعن و تشنیع میں مبتلا کر دیتا ہے۔" ؎

ترسم آں قوم کہ بر دردکشاں می خندند ۔۔۔ بر سرِ کارِ خرابات کنند ایماں را

مجھے ڈر ہے کہ وہ لوگ جو مے نوشوں پر ہنستے ہیں، شراب خانہ میں کہیں اپنا ایمان ہی نہ ضائع کر بیٹھیں

حق سبحانہ وتعالیٰ تمام اہل اسلام کو فقراء (اولیاء اللہ) کے انکار اور ان پر اعتراض سے بچائے بحرمتہ سید البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات۔

# مکتوب نمبر ۱۱۹

میر محمد نعمان بدخشی کی طرف صادر فرمایا:

شیخ مقتدا کی صحبت کی ترغیب اور اس امر کے بیان میں کہ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کامل حضرات اپنے بعض ناقص مریدوں کو بعض اچھی نیتوں کے تحت تعلیم طریقت کی اجازت دے دیتے ہیں۔

جناب میر صاحب کا مکتوب شریف موصول ہوا۔ یہ راستہ دیوانگی چاہتا ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ:

لَنْ يُّؤْمِنَ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُقَالَ اِنَّهٗ مَجْنُوْنٌ ۔ تم میں سے اس وقت تک ہرگز کوئی بھی مومن نہیں ہوگا جب تک لوگ اسے دیوانہ نہ کہیں

اور جب دیوانگی آئی تو بندہ زن و فرزند کی تدبیر سے فارغ ہو گیا اور ادھر اُدھر کے تفکرات سے نجات حاصل ہو گئی۔ یہ دیوانگی آپ کی طبیعت و سرشت میں موجود ہے۔ لیکن بے فائدہ عوارض کی خس و خاشاک میں آپ نے اسے چھپا رکھا ہے۔ کیا کیا جائے۔ اس ظاہری جدائی کے باعث آپ میں کچھ زیادہ ہی بے مناسبتی محسوس ہو رہی ہے۔ اس کا جلد تدارک کریں۔ اور بے استطاعتی کو عین استطاعت جانتے ہوئے اس ظاہری دوری کو دور کریں۔ اس گروہ صوفیاء کی جمعیت (دل جمعی)، باقی مخلوق کی دل جمعی کے علاوہ ہے۔ جو اسباب دوسروں کے لیے سکون کا باعث ہیں وہ ان کے لیے تفرقے اور بے چینی کا



Marfat.com

معیب ہیں۔ مخلوق کی پراگندگی کے اسباب اختیار کرنے چاہییں تاکہ جمعیت حاصل ہو۔ اور اگر بفرض محال مخلوق کی جمعیت کے اسباب ہیں ہی اس گروہ کو بھی جمعیت عطا کر دیں تو ایسی جمعیت سے ڈرنا چاہیے اور جناب حق سبحانہ میں التجا کرنی چاہیے تاکہ یہ جمعیت بلائے جان نہ بن جائے۔ اور دوسروں کے حالات پر قیاس نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ یہ سب کچھ اختلاف درجات کے مطابق تمام مراتب نقص دور ہونے سے پہلے ہے۔ ع

فراق دوست اگر اندک است اندک نیست

دوست کی جدائی اگر تھوڑی بھی ہو تو تھوڑی نہیں

مشائخ طریقت نے بعض مریدوں کو ان کے تمام مراتب سلوک طے ہونے سے پہلے بھی تعلیم طریقت کی اجازت دی ہے[1]۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ نے حضرت مولانا یعقوب[2] چرخی کو تعلیم طریقت اور بعض منازل سلوک طے کرانے کے بعد فرمایا "اے یعقوب! جو کچھ ہم سے تجھے ملا ہے اسے مخلوق تک پہنچا دے۔ حالانکہ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے ان کو یہ بھی فرمایا کہ میرے بعد مولانا علاؤ الدین کی خدمت میں رہنا۔ چنانچہ آپ نے زیادہ کام حضرت علاء الدین ہی کی خدمت میں انجام دیا۔ یہاں تک کہ مولانا عبدالرحمٰن[3] جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب نفحات الانس میں آپ کو پہلے خواجہ علاء الدین عطار

---

[1] تو مرید کو ایسی اجازت ملنے سے غرور میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے اور اپنے آپ کو کامل نہیں سمجھ لینا چاہیے

[2] مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہٗ کے اونچے درجے کے مریدین میں سے ہیں۔ آپ ظاہری و باطنی علوم کے جامع تھے۔ آپ کا اصل وطن علاقہ غزنیں میں قصبہ چرخ ہے۔ آپ عرصہ دراز تک حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں رہے ہیں۔ آپ کا مزار مبارک قصبہ بلفتو علاقہ حصار میں ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حدیث شریف میں وارد ہے:

| | |
|---|---|
| اذا جالستم اھل الصدق فاجلسوھم بالصدق فانھم جواسیس القلوب یدخلون فی قلوبکم وینظرون الی ھممکم | جب اہل صدق کی مجلس میں بیٹھو تو صاف دل سے بیٹھو کیونکہ اہل اللہ دلوں کے جاسوس ہیں جو تمہارے دلوں میں داخل ہوتے ہیں اور تمہارے ارادوں کو دیکھتے ہیں۔ (رشحات صفحہ ۷۰) |

[3] حضرت مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اصل لقب عماد الدین ہے (ربانی ہرمۃ)



Marfat.com

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مریدین میں شمار کیا ہے۔ اور دوسرے درجے پر آپ کی نسبت حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف کی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس تفرقہ اور پراگندگی کا علاج ارباب جمعیت کی صحبت ہے۔ بار بار اور بڑی تاکید سے یہ مضمون آپ کو لکھا گیا ہے۔

سنا ہے کہ مولانا محمد صدیق نے نوکری اختیار کر لی ہے۔ اور فقراء کی وضع اور ان کے طور طریقے کو چھوڑ دیا ہے۔ افسوس ہزار افسوس کہ کسی کو اعلیٰ علیین سے اسفل سافلین میں ڈال دیں۔ اب اس شخص کا معاملہ دو حال سے خالی نہیں۔ یا نوکری میں اسے جمعیت نصیب ہوگی یا نہیں ہوگی۔ اگر

(بقیہ صفحہ ۱۷۴) لیکن نور الدین کے لقب سے زیادہ مشہور ہیں۔ آپ ۸۱۷ھ شعبان المعظم کی ۲۳ تاریخ بوقت عشاء قصبہ جام میں پیدا ہوئے۔ آپ امام الائمہ کاشف الغمہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشہور شاگرد حضرت امام محمد شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں۔ آپ کے اجداد کرام پہلے اصفہان کے محلہ دشت میں رہتے تھے۔ حوادث زمانہ کے باعث ترک وطن کر کے ولایت جام میں اقامت پذیر ہوگئے۔ آپ ابھی بچے ہی تھے کہ اپنے والد ماجد کے ساتھ ہرات آئے اور مدرسہ نظامیہ میں داخلہ لے کر مولانا جنید اصولی کے درس میں شریک ہوئے۔ اور ان سے شرح مفتاح اور مطول وغیرہ کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد حضرت میر سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ کے نہایت مدقق و محقق شاگرد مولانا خواجہ علی سمرقندی سے استفادہ کیا۔ اس کے بعد مولانا سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تلامذہ میں سے ایک عالم مولانا شہاب الدین محمد جاجرمی سے استفادہ کیا اور ان سے توزیع اور مطول کے کچھ مقامات پڑھے۔ پھر آپ سمرقند میں محقق وقت قاضی زادہ روم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ قاضی روم نے آپ کی جودت طبع اور قوت تصرف کی بڑی تعریف کی۔ پہلے آپ نے مولانا سعد الدین کاشغری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر باطنی علوم اور اسرار و معارف کا استفادہ کیا۔ پھر حضرت خواجہ عبید اللہ احرار سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہی سے سلسلہ نقشبندیہ کے مطابق علم باطن کی تکمیل کی۔ حضرت مولانا صاحب کرامات بزرگ تھے۔ آپ کی تصنیفات کی تعداد ۴۵ ہے جو نہایت بلند پایہ ہیں۔ آپ کے شاگرد رشید حضرت مولانا عبد الغفور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حاشیہ نفحات الانس میں آپ کی وفات کا حال بیان کیا ہے جو مختصراً یہ ہے کہ:

حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بروز اتوار ۱۳ محرم الحرام ۸۹۸ھ میں بیمار ہوئے۔ اس سے چھٹے روز بعد جمعہ مبارک کے دن علی الصبح آپ کی نبض چلنا بند ہوئی اور عین نماز صبح کے وقت آپ کی روح پرفتوح قفس عنصری سے پرواز کر گئی اور آپ دار فنا سے دار بقا کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ کی تاریخ وفات آیہ کریمہ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا سے نکلتی ہے۔ (رشحات باختصار)



Marfat.com

حاصل ہوگی تو بھی بُری ہے، اور اگر حاصل نہیں ہوگی تو بدتر۔

اے اللہ! ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما بیشک تو ہی بے اندازہ عطا فرمانے والا ہے۔ والسلام۔

# مکتوب نمبر ۱۲۰

یہ مکتوب بھی میر محمد نعمان بدخشی کی طرف صادر فرمایا۔

ارباب جمعیت کی صحبت کی ترغیب اور اس کے مناسب امور کے بیان میں

شاید حضرت میر صاحب نے ہم کو فراموش کر دیا ہے کہ کبھی سلام و پیام سے یاد نہیں فرمایا۔ فرصت بہت کم ہے، اسے نہایت اہم کام ہی میں صرف کرنا چاہیے۔ اور وہ ارباب جمعیت کی صحبت ہے۔ صحبت کے برابر کسی شے کو نہ جانو۔ چاہے کوئی ہی چیز ہو۔ آپ کو معلوم نہیں کہ صحابہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ علیہم وسلم وبارک کو انبیاء علیہم السلام کے علاوہ باقی سب لوگوں پر صحبت کی بنا پر ہی فضیلت حاصل ہوئی۔ حتیٰ کہ صحابہ کرام اویس قرنی اور عمر مروانی سے افضل تھے۔ باوجودیکہ یہ دونوں بزرگ صحبت رسول علیہ السلام کے علاوہ باقی تمام درجات کی نہایت اور تمام کمالات کی غایت تک پہنچ چکے تھے۔ اسی صحبت کی فضیلت کی بنا پر ہی حضرت امیر معاویہ کی خطا ان دونوں کے صواب سے بہتر اور عمرو بن العاص کی سہو و بھول ان دونوں کی ہوش و بیداری سے افضل تھی۔ کیونکہ ان بزرگ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ایمان رسول پاک علیہ السلام کی زیارت، فرشتوں کے نزول و حضور، مشاہدہ وحی اور معائنہ معجزات کی وجہ سے شہودی ہو چکا تھا۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سوا اور کسی کو بھی یہ کمالات نصیب نہیں ہو سکے جو باقی تمام کمالات کی جڑ اور اصل ہیں۔ اگر حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحبت کی یہ فضیلت اس خاصیت کے ساتھ جان لیتے تو انہیں صحبت کی اس فضیلت کے پانے سے کوئی چیز نہ روکتی۔ اور نہ ہی وہ صحبت کی اس فضیلت پر کسی اور شے کو ترجیح دیتے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہتا ہے خاص کرتا ہے۔ اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

سکندر را نمی بخشند آبے　　　بزور و زر میسر نیست این کار

سکندر کو آب حیات عطا نہیں کرتے۔ زور و زر سے یہ کام حاصل نہیں ہوتا

اے اللہ! اگرچہ تو نے اس دنیا میں ہمیں طبقہ صحابہ سے پیدا نہیں فرمایا۔ مگر آخرت میں بحرمت



Marfat.com

سید المرسلین علیہ و علیہم الصلوات والتحیات والتسلیمات ہمیں گروہ صحابہ میں اٹھانا۔ (آمین) والسلام

# مکتوب نمبر ۱۲۱

یہ مکتوب بھی میر محمد نعمان کی طرف صادر ہوا۔

اس بیان میں کہ یہ راستہ سات قدم قرار پا چکا ہے اور بعض دوست چھ قدم میں اپنی منزل مقصود تک پہنچے ہیں۔

حضرت میر صاحب کے ہر وقت بے شمار دعائیں شامل حال ہوں۔ مدت ہوئی ہے کہ آپ نے اپنے حالات کے متعلق اطلاع نہیں دی۔ اور یہاں کے فقراء کی خبر گیری نہیں فرمائی۔ الحمد للہ سبحانہ والمنۃ (اللہ سبحانہ کی حمد اور اس کا احسان ہے) کہ فقراء خوش حال ہیں۔ اجمالی کے طور پر تھوڑی سی بات بیان کرتا ہے:

اے محبت کے نشانات والے! یہ سلوک کا راستہ سات قدم قرار پا چکا ہے۔ دوستوں کی ایک جماعت نے چھ قدم ہی میں اپنے کام کو انجام تک پہنچا دیا ہے، اور ایک گروہ نے پانچ قدم میں۔ اور ایک گروہ نے چار قدم اور ایک نے اپنے درجات کے فرق کے مطابق تین قدم ہی میں منزل مقصود کو پا لیا ہے۔ تین قدم والا بھی لوگوں کو اس راستہ کی تعلیم دے سکتا ہے، تو وہ جماعت بطریق اولیٰ اس راستہ کی تعلیم دے سکتی ہے جو کئی قدم آگے جا چکی ہے۔ بلند ہمتی درکار ہے۔ حقیر و معمولی اشیاء پر کفایت کرنا ٹھیک نہیں۔ اس سے زیادہ لکھنے کی گنجائش نہیں تھی۔ والسلام۔

# مکتوب نمبر ۱۲۲

ملا طاہر بدخشی[1] کی طرف صادر فرمایا۔

بلند ہمت بننے کی ترغیب اور جو کچھ ہاتھ آ جائے اس کی طرف توجہ نہ کرنے کے بیان میں۔

---

[1] آپ ابتداءً فوج میں ملازم تھے۔ ایک دفعہ جبکہ فوج کسی قلعہ سر کرنے کی طرف متوجہ ہو چکی تھی آپ کو خواب میں حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام، صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے خلفاء کرام اور صحابہ کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو فرمایا یہ سفر ختم ہونے کے بعد تم فوج سے (باقی برصفحہ ۱۹)



Marfat.com

مولانا محمد طاہر خط کا جواب دیر سے دینے میں ہمیں معذور رجانیں۔ مولانا یار محمد ہماری نقل وحرکت کی وجہ بتادیں گے۔

جب آپ ہندوستان کے سفر کا پختہ ارادہ رکھتے ہیں تو چلے جائیں اور اہل وعیال کی خبر گیری کریں۔ والباقی عند التلاقی۔ باقی ملاقات کے وقت۔ مثل مشہور ہے۔

دل کی دائمی حضوری اور اغیار کے میل جول سے پرہیز ضروری ہے۔ ہمت بلند رکھنی چاہیے۔ اور جو کچھ ہاتھ آجائے اس پر کفایت نہیں کرنی چاہیے۔ ؎

ما از پئے نورے کہ بود مشرق انوار
از مغربی و کوکب و مشکوٰۃ گزشتیم

ہم اس نور کی خاطر جو مشرق انوار بنا ہوا ہے، جانب مغرب ستاروں اور فراخ و کشادہ طاق سے آگے گزر گئے ہیں۔

اس زمانہ کے اکثر فقراء سیراب ہو جانے اور کفایت کے میدان میں مقیم ہو چکے ہیں۔ ان کی صحبت ومجالست زہر قاتل ہے۔ ان سے اس طرح دور بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو۔ اسی طریقہ پر کاربند رہیں اور واقعات کو کچھ اہمیت نہ دیں۔ کیونکہ تاویل کی گنجائش کا میدان بڑا وسیع ہے۔ خواب وخیال کے مکر وفریب میں نہ آئیں۔ ؎

کیف الوصول الیٰ سعاد ودونہا
قلل الجبال ودونہن خیوف

(بقیہ صفحہ نمبر ۱۰۸) چلے جانا اور فقر وتجرید کا راستہ اختیار کرنا۔ اس سفر سے واپسی پر آپ نے ایسا ہی کیا اور کسی بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس بزرگ نے آپ کو فرمایا تمہارا حصہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں معلوم ہوتا ہے۔ اور دہلی یا لاہور کی طرف جانے کا اشارہ فرمایا۔ آپ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں پہنچے چند روز کے بعد حضرت خواجہ قدس سرہٗ کا وصال ہوگیا۔ تو آپ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ السامی کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور آپ کے آستانہ شریف کے ہو کر رہ گئے۔ اور اس آستانہ سے اپنے فقر وعرفان کا حصہ پالیا۔ آپ کو یہ سعادت حاصل تھی کہ آپ خلوت وجلوت میں عالم بیداری میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت وملاقات سے مشرف ہوتے تھے اور مدت تک دیدار حبیب کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ حضرت امام ربانی علیہ الرحمۃ نے آپ کو تعلیم طریقت کی اجازت دے کر جونپور کی طرف روانہ فرمایا۔

(زبدۃ المقامات)



Marfat.com

(ترجمہ) سعاد (معشوقہ) تک پہنچنا آسان نہیں. کیونکہ اس کے اور میرے درمیان
پہاڑوں کی بلند چوٹیاں اور خوفناک نشیب و فراز حائل ہیں۔
والسلام۔

اللہ تعالیٰ کی مدد اور اس کی حسن توفیق سے حصہ دوم دفتر اول کا اُردو ترجمہ اختتام پذیر ہوا
وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ ونور عرشہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ
اجمعین وعلینا معھم برحمتك یا ارحم الراحمین۔



Marfat.com

صُحُفٌ مُّطَهَّرَةٌ فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست
آخر آمد زپس پردۂ تقدیر پدید

یعنی

(اردو ترجمہ)

# مکتوباتِ امام ربانی

## حضرت مجدد الف ثانی الشیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ

دفتر اوّل ـــــ حصہ سوم

(تصحیح و حواشی و ترجمہ)

مولانا محمد سعید احمد صاحب نقشبندی
خطیب و امام مسجد حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لاہور

(ناشر)
حفیظ بک ڈپو اردو بازار دہلی ۶

Marfat.com

(جملہ حقوق ترجمہ بحق ناشر محفوظ ہیں)

طبع اوّل ——— آفسٹ ایڈیشن ——— ۱۹۷۰ء

مطبع : ——— جوہر آفسٹ پریس دہلی

کاتب : ——— محمد یوسف خوشنویس گوجرانوالہ

تعداد : ——— دو ہزار (۲۰۰۰)

قیمت : ——— حصہ اوّل۔ دوئم۔ سوئم

Marfat.com

# فہرست مکتوبات امام ربانی (اردو) حصہ سوم دفتر اول


| مضمون | صفحہ |
| --- | --- |
| مکتوب نمبر ۱۲۳ | ۲۳ |
| اس بیان میں کہ ادائے نفل اگرچہ حج بیت اللہ ہی ہو۔ اگر فرائض میں سے کسی فرض کے فوت ہونے کا باعث ہو تو وہ لایعنی میں داخل ہے۔ | ۲۳ |
| اپنے احوال کی تفتیش کرتے رہنا چاہیے کہ نفل عبادت میں مصروف ہو یا فرض میں۔ | ۲۳ |
| ایک نفل حج کے لیے اتنے ممنوعات کا مرتکب ہونا ٹھیک نہیں۔ | ۲۳ |
| مکتوب نمبر ۱۲۴ | ۲۴ |
| اس بیان میں کہ استطاعت راہ وجوب حج کی شرط ہے۔ استطاعت نہ ہونے کی صورت میں حج کی ادائیگی حصول مطلوب کی نسبت تضییع اوقات میں داخل ہے۔ | ۲۴ |
| فقراء (اولیاء اللہ) کی محبت میں عدم فتور عظیم سعادت کی نشانی ہے۔ | ۲۴ |
| اہم کام کو چھوڑ کر غیر اہم میں مشغول ہونا غیر مناسب ہے۔ | ۲۴ |
| مکتوب نمبر ۱۲۵ | ۲۴ |
| اس بیان میں کہ عالم صغیر (انسان) اور عالم کبیر (جہان) صفات اور اسمائے الٰہیہ کے مظاہر ہیں۔ عالم کو صانع کے ساتھ مظہریت اور مخلوقیت کے سوا کچھ مناسبت نہیں۔ | ۲۴ |
| اللہ تعالیٰ ایک پوشیدہ خزانہ تھا۔ اس نے چاہا کہ پوشیدگی سے عالم ظہور میں جلوہ گر ہو۔ | ۲۵ |
| جہان اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا ہے اور اس کے شیونات پر دلالت کرنے والا ہے۔ | ۲۵ |
| اس بات کا بیان کہ اتحاد و عینیت اور احاطہ و معیت اور سریان ذاتی کا حکم سکر میں سے ہے۔ | ۲۵ |
| کشف صحیح والے حضرات حق تعالیٰ کو بسیط حقیقی جانتے ہیں۔ ایک مثال سے اس کی وضاحت | ۲۵ |
| ایک ذات موجود تسلیم کرنا اور اس کے ماسوا کو اوہام و خیالات قرار دینا سوفسطائیہ کا مذہب ہے | ۲۶ |
| مکتوب نمبر ۱۲۶ | ۲۷ |
| اس بیان میں کہ طالب کو چاہیے کہ تمام انفسی اور آفاقی آلہہ کی نفی کرے۔ | |
| جو کچھ فہم و وہم کے حوصلہ میں آئے اس کی نفی لا کے تحت لا کر کرنی چاہیے۔ وجود کی بھی وہاں گنجائش نہیں۔ اس ذات کو وجود کے ماوراء میں تلاش کرنا چاہیے۔ | ۲۷ |
| وجود واجب زائد علی الذات ہے۔ | ۲۷ |
| وجود کو عین ذات کہنا کوتاہ نظری کے باعث ہے شیخ علاء الدولہ کے قول کی نقل | ۲۷ |
| اس درویش کو مرتبہ وجود سے اوپر گزار کر لے گئے۔ وجود کو راہ ہی میں چھوڑ گیا۔ | ۲۷ |




Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| الغرض جو مسئلہ ممکن میں جو کچھ آتا ہے وہ بطریق اولیٰ ممکن ہی ہوتا ہے۔ | ۲۸ |
| فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے حصول سے کوئی یہ گمان نہ کرے کہ ممکن واجب بن جاتا ہے۔ | ۲۸ |
| بلند ہمتی اسی طرح کے مطلب کو چاہتی ہے کہ اس ذات سے کچھ بھی ہاتھ میں نہ آئے اور اس کا کچھ نشان بھی معلوم نہ ہو۔ | ۲۸ |
| مکتوب نمبر ۱۲۷ | ۲۸ |
| اس بیان میں کہ والدین کی خدمت اگرچہ حسنات میں سے ہے لیکن مطلب حقیقی تک وصول کے سامنے محض بیکاری میں داخل ہے۔ | ۲۸ |
| اللہ کا حق تمام خلائق کے حقوق پر مقدم ہے | ۲۹ |
| مخلوق کے حقوق کی ادائیگی خدا تعالیٰ کے حکم کی فرماں برداری کی وجہ سے ہے۔ | ۲۹ |
| مکتوب نمبر ۱۲۸ | ۳۰ |
| بلند ہمتی کی ترغیب اور مطلب بے چونی کے سوا کسی شے پر کفایت نہ کرنے کے بیان میں۔ | ۳۰ |
| المرء مع من احب | ۳۰ |
| مطلب کو وراء الوراء میں تلاش کرنا چاہیے۔ | ۳۰ |
| اس معنیٰ کا حصول شیخ مقتدا کی توجہ سے وابستہ ہے اور اس کی توجہ مرید کے اخلاص اور محبت کے اندازے کے مطابق ہے۔ | ۳۰ |
| مکتوب نمبر ۱۲۹ | ۳۰ |
| اس بیان میں کہ انسان کی جامعیت اس کے تفرقے اور جامعیت کا باعث ہے۔ | ۳۰ |
| بہترین مخلوقات بھی انسان اور بدترین مخلوقات بھی یہی ہے۔ | ۳۱ |
| تعلقات کی میل کچیل سے مکمل آزادی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے۔ آپ کے بعد انبیائے کرام اور دوسرے اولیاء ہیں۔ | ۳۱ |
| مکتوب نمبر ۱۳۰ | ۳۱ |
| اس بیان میں کہ تلوینات احوال کا کچھ اعتبار نہیں | ۳۱ |
| مکتوب نمبر ۱۳۱ | ۳۲ |
| حضرات خواجگان کے طریقہ کی شان کی بلندی کے بیان میں۔ | ۳۲ |
| یہ جان لیں کہ حضرات خواجگان کا طریقہ مطلوب تک پہنچانے میں تمام دوسرے طریقوں سے زیادہ قریب ہے۔ دوسروں کی نہایت ان کی ابتدا میں درج ہے یہ سب کچھ سنت کی پابندی اور بدعت سے بچنے کی وجہ سے ہے۔ احوال و مواجید کو احکام شرعیہ کے تابع کیا گیا ہے۔ | ۳۲ |
| بعض متاخرین خلفاء نے اس طریقہ میں بہت سی نئی باتیں رائج کر دی ہیں۔ | ۳۳ |
| مثلاً نماز تہجد کو جماعت اور پوری جمعیت کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ عمل مکروہ ہے۔ | ۳۴ |
| نماز تہجد میں ایک دوسری بدعت کا بیان۔ | ۳۳ |
| مکتوب نمبر ۱۳۲ | ۳۴ |
| دولت مندوں کی صحبت سے اجتناب اور فقرا | |




Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
| --- | --- |
| کی محبت کی ترغیب کے بیان میں۔ | ۳۴ |
| فقراء کی جاروب کشی اغنیاء کی صدر نشینی سے بہتر ہے۔ | ۳۴ |
| ان من ازواجکم واولادکم عدوا لکم فاحذروھم۔ | ۳۴ |
| مکتوب نمبر ۱۳۳ | ۳۵ |
| اس بیان میں کہ فرصت کو غنیمت جاننا چاہیے۔ اور وقت کی قدر کرنی چاہیے۔ | ۳۵ |
| رسوم وعادات سے کچھ کام نہیں بنتا۔ | ۳۵ |
| ھلک المسوفون | ۳۵ |
| مکتوب نمبر ۱۳۴ | ۳۶ |
| تسویف (تھوڑی دیر کو یہ کام کر لوں گا) اور تاخیر سے روکنے کے بیان میں۔ | ۳۶ |
| مکتوب نمبر ۱۳۵ | ۳۶ |
| ولایت عامہ اور خاصہ کے بیان میں۔ | ۳۶ |
| ولایت خاصہ محمدیہ عروج ونزول کے دونوں پہلوؤں کے اعتبار سے تمام مراتب ولایت سے ممتاز ہے۔ | ۳۶ |
| آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی ہوا۔ اور آپ رویت بصری سے مشرف ہوئے۔ آپ کے کامل متبعین کو بھی اس سے حصہ ملتا ہے۔ | ۳۷ |
| مکتوب نمبر ۱۳۶ | ۳۷ |
| مطلوب حقیقی کے حاصل کرنے میں تسویف اور تاخیر سے روکنے کے بیان میں۔ | ۳۷ |

| مضمون | صفحہ |
| --- | --- |
| درویشی میں طول امل کفر ہے۔ | ۳۸ |
| مکتوب نمبر ۱۳۷ | ۳۸ |
| نماز کی شان کی بلندی کے بیان میں | ۳۸ |
| عبادات میں لذت اور ان کی ادائیگی میں کلفت کا دور ہو جانا خصوصاً ادائے نماز میں اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ہے۔ وہ لذت جو نماز میں نصیب ہوتی ہے اس میں نفس کا کچھ حصہ نہیں۔ | ۳۸ |
| مکتوب نمبر ۱۳۸ | ۳۹ |
| کمینی دنیا کی مذمت اور برائی میں اور ارباب دولت سے دور رہنے کے بیان میں۔ | ۳۹ |
| دنیا اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔ | ۳۹ |
| ان من ازواجکم واولادکم عدوا لکم فاحذروھم۔ | ۴۰ |
| دنیاداروں کی صحبت ومجلس زہر قاتل ہے۔ | ۴۰ |
| حدیث من تواضع لغنی لغناہ ذھب ثلثا دینہ۔ | ۴۰ |
| مکتوب نمبر ۱۳۹ | ۴۱ |
| اس بیان میں کہ اس بدنصیب گروہ کی مذمت کرنا جائز ہے جو اہل اللہ پر اعتراض کرتا ہے۔ | ۴۱ |
| مخلوق کی طرف سے ایذا اور ملامت عشق کے تحفوں میں سے ہے۔ | ۴۱ |
| مکتوب نمبر ۱۴۰ | ۴۱ |
| اس بیان میں کہ رنج ومحنت محبت کے لوازمات میں سے ہے۔ | ۴۱ |




Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| مکتوب نمبر ۱۴۱ | ۴۲ |
| اس بیان میں کہ اس کام (راہ معرفت) میں عمدہ | |
| کام اخلاص و محبت ہے۔ | ۴۲ |
| مکتوب نمبر ۱۴۲ | ۴۲ |
| اس بیان میں کہ ان بزرگوں کی نسبت اگر تھوڑی | |
| سی بھی نصیب ہو جائے تو وہ تھوڑی نہیں۔ | ۴۲ |
| مکتوب نمبر ۱۴۳ | ۴۳ |
| اس بیان میں کہ موسم جوانی کو غنیمت جاننا چاہیے | |
| اور لہو و لعب میں صرف نہیں کرنا چاہیے۔ | ۴۳ |
| مکتوب نمبر ۱۴۴ | ۴۵ |
| سیر و سلوک کے معنی کے بیان میں اور سیر الی اللہ | |
| اور سیر فی اللہ اور دو اور سیروں کا بیان | ۴۴ |
| سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ ولایت کے حاصل | |
| کرنے کے لیے ہیں، اور تیسری اور چوتھی سیر مقام دعوت | |
| کے حصول کے لیے ہے۔ | ۴۵ |
| مکتوب نمبر ۱۴۵ | ۴۷ |
| اس بیان میں کہ نقشبندی مشائخ نے سیر کی | |
| ابتداء عالم امر سے اختیار کی ہے۔ اور اس بات کے بیان | |
| میں کہ اس طریقہ کے بعض مبتدی غیر متاثر کیوں ہوتے | |
| ہیں۔ | ۴۷ |
| مکتوب نمبر ۱۴۶ | ۴۸ |
| سبق کے تکرار کی نصیحت کے بیان میں۔ | ۴۸ |
| ایسا نہ ہو کہ دنیا کی گردش طالب کو جگہ | |
| سے ہلا دے۔ | ۴۸ |

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| مکتوب نمبر ۱۴۷ | ۴۸ |
| اس بیان میں کہ گسستن پیوستن پر مقدم تھا معاملہ | |
| اس کے برعکس ہے۔ | ۴۸ |
| اس بارے میں مشائخ کے تین گروہ ہیں | ۴۸ |
| مکتوب نمبر ۱۴۸ | ۴۹ |
| اس بیان میں کہ سیر الی اللہ کا اظہار کرنے والا | |
| بے حاصل ہے۔ اور اس بیان میں کہ مشائخ کی | |
| روحانیات کے توسل کے فریب میں نہیں آنا چاہیے | |
| کیونکہ مشائخ کی وہ صورتیں درحقیقت اپنے شیخ مقتدا | |
| کے لطائف ہوتے ہیں۔ | ۴۹ |
| مکتوب نمبر ۱۴۹ | ۵۰ |
| اس بیان میں کہ نظر کسی معین سبب پر نہیں گاڑھ | |
| دینی چاہیے۔ | ۵۰ |
| لوگوں کی گفت و شنید سے دلگیر نہیں ہونا چاہیے | ۵۰ |
| مکتوب نمبر ۱۵۰ | ۵۱ |
| اس بیان کہ مطلوبیت کے شایان شان صرف | |
| ذات حق سبحانہٗ ہے۔ | ۵۱ |
| مکتوب نمبر ۱۵۱ | ۵۱ |
| طریقہ حضرات خواجگان کی بزرگی کے بیان | |
| میں۔ اور "یادداشت" کا وہ معنی جو ان اکابر کے | |
| ساتھ مخصوص ہے۔ | ۵۱ |
| مکتوب نمبر ۱۵۲ | ۵۲ |
| اس بیان میں کہ رسول کی اطاعت عین حق تعالیٰ | |
| کی اطاعت ہے۔ | ۵۲ |




Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
| --- | --- |
| بعض مشائخ نے حالتِ سکر میں ایسی باتیں کہی ہیں جو دو اطاعتوں کے درمیان فرق کی خبر دیتی ہیں۔ | ۵۲ |
| **مکتوب نمبر ۱۵۳** | ۵۴ |
| اس بیان میں کہ ماسوا کی غلامی سے مکمل آزادی فنا مطلق سے وابستہ ہے۔ | ۵۴ |
| احوال و مقامات میں گرفتار غیر میں گرفتار ہے | ۵۴ |
| **مکتوب نمبر ۱۵۴** | ۵۴ |
| اس بیان میں کہ اپنے آپ سے گزرنا چاہیے اور اپنے اندر آنا چاہیے۔ | ۵۴ |
| دَعْ نَفْسَكَ وَتَعَالْ۔ جو کچھ ہے تیری گودڑی کے نیچے ہے۔ | ۵۵ |
| سیر آفاقی دوری ہی دوری پر مشتمل ہے اور سیر انفسی قرب در قرب ہے۔ جو شخص اس سے حلول یا اتحاد سمجھے وہ احمق اور گمراہ ہے۔ اس مقام کے حاصل ہونے سے قبل اس پر غور و فکر کرنا ممنوع ہے۔ | ۵۵ |
| **مکتوب نمبر ۱۵۵** | ۵۶ |
| اپنے اصل کی طرف رجوع کی ترغیب کے بیان میں | ۵۶ |
| حُبّ الوطن من الایمان صحیح حدیث ہے | ۵۶ |
| بے چارہ کہاں جائے، اس کی پیشانی تو اس کے ہاتھ میں ہے۔ | ۵۶ |
| **مکتوب نمبر ۱۵۶** | ۵۷ |
| اہل اللہ کی صحبت و مجلس کی ترغیب کے بیان میں | |
| المرء مع من احب | ۵۷ |
| بہر صورت چند روزہ زندگی فقراء کے ساتھ بسر کرنی چاہیے۔ | ۵۷ |
| **مکتوب نمبر ۱۵۷** | ۵۸ |
| اس بیان میں کہ جب کوئی درویشوں کی خدمت میں جائے تو چاہیے کہ اپنے آپ کو خالی تصور کرے تاکہ پر ہو کر واپس آئے۔ اور اس بیان میں کہ سب سے پہلے عقائد درست کرنے چاہییں۔ | ۵۸ |
| حضرت خواجہ نقشبند نے فرمایا ہے کہ اول خستگی اور عاجزی درکار ہے۔ پھر کسی شکستہ دل کی توجہ مبذول ہوگی۔ | ۵۸ |
| جو کچھ لازم اور ضروری ہے اول یہ ہے کہ عقائد درست کیے جائیں۔ دوم احکام شرعیہ کا علم حاصل کرنا۔ سوم اس علم کے مطابق عمل کرنا۔ چہارم تصفیہ اور تزکیہ کا راستہ اختیار کرنا۔ | ۵۸ |
| **مکتوب نمبر ۱۵۸** | ۶۱ |
| اس بیان میں کہ مراتب کمال میں فرق استعدادوں کے فرق کے مطابق ہے۔ | ۶۱ |
| **مکتوب نمبر ۱۵۹** | ۶۲ |
| ماتم پرسی کے بیان میں۔ | ۶۲ |
| آلام اور مصائب بظاہر تلخ ہیں لیکن باطن میں شیریں ہیں | ۶۲ |
| حدیث ما المیت الا کالغریق المتغوث ینتظر دعوۃ الخ | ۶۲ |
| **مکتوب نمبر ۱۶۰** | ۶۴ |




Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
| --- | --- |
| اس بیان میں کہ مشائخ طریقت تین گروہ ہیں اور ہر گروہ کے حال کی شرح ۔ | ۶۳ |
| پہلا گروہ اس امر کا قائل ہے کہ عالم حق تعالیٰ کی ایجاد سے خارج میں موجود ہے۔ اور جو کچھ اس میں ہے حق تعالیٰ کی ایجاد سے ہے۔ | ۶۳ |
| دوسرا گروہ عالم کو حق تعالیٰ کا ظل قرار دیتا ہے اور بطریق ظلیت عالم کو خارج میں مانتا ہے۔ | ۶۴ |
| تیسرا گروہ وحدت وجود کا قائل ہے یعنی خارج میں صرف ایک ذات موجود ہے اور بس الخ | ۶۴ |
| الاعیان ماشمت رائحة الوجود | ۶۴ |
| تیسرا گروہ بھی اگرچہ واصل اور کامل ہے مگر اس کی باتوں نے مخلوق کو ضلالت اور بے دینی تک پہنچایا ہے | ۶۵ |
| پہلا گروہ سب سے کامل، سب سے زیادہ محفوظ اور کتاب و سنت کے ساتھ سب سے زیادہ موافق ہے اور اس کا بیان۔ | ۶۵ |
| اس بلند گروہ کو مقام عبدیت سے جو نہایت مقامات ہے مکمل حصہ ہے۔ | ۶۵ |
| یہ درویش بھی پہلے توحید وجودی کا معتقد تھا الخ | ۶۶ |
| **مکتوب نمبر ۱۶۱** | ۶۸ |
| اس بیان میں کہ منازل سلوک طے کرنے سے مقصود ایمان حقیقی کا حصول ہے جو اطمینان سے وابستہ ہے۔ | ۶۸ |
| اس امر کا بیان کہ اطمینان نفس کب میسر آتا ہے | ۶۸ |

| مضمون | صفحہ |
| --- | --- |
| سلامتی قلب کی نشانی | ۶۸ |
| **مکتوب نمبر ۱۶۲** | ۶۹ |
| ماہ رمضان مبارک کی فضیلت کے بیان میں اور قرآن مجید کے ساتھ اس کی مناسبت کا بیان اور کھجور کی جامعیت کا بیان | ۶۹ |
| حدیث اکرموا عمتکم النخلة الخ | ۶۹ |
| حدیث نعم سحور المؤمن التمر | ۶۹ |
| **مکتوب نمبر ۱۶۳** | ۷۱ |
| اس بیان میں کہ ایمان اور کفر ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ | ۷۱ |
| کفار سے جہاد اور ان پر سختی خلق عظیم میں داخل ہے۔ | ۷۲ |
| اسلام کی عزت کفر اور اہل کفر کی خواری میں ہے جس نے اہل کفر کی عزت کی اس نے اہل اسلام کو خوار کیا۔ | ۷۲ |
| کفار کو اپنی مجالس میں جگہ دینا اور ان کے ساتھ ہمنشینی کرنا انہیں عزت دینے میں داخل ہے | ۷۲ |
| انہیں کتوں کی طرح جاننا چاہیے | ۷۲ |
| کفار سے دوستی کے نقصان کا بیان | ۷۲ |
| جزیہ لینے سے مقصود کا بیان | ۷۳ |
| اسلام کے حصول کی علامت کفار کے ساتھ بغض و عناد رکھنا ہے۔ | ۷۳ |
| کفار سے دعا نہیں طلب کرنی چاہیے۔ | ۷۳ |
| جس طرح اسلام کفر کی ضد ہے اسی طرح آخرت | |




Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| دنیا کی ضد ہے۔ | ۷۳ |
| ترک دنیا دو طرح پر ہے۔ | ۷۳ |
| سونے چاندی اور ریشم کے استعمال سے پرہیز کرنا چاہیے۔ | ۷۳ |
| مباح امور کے دائرے کو بہت وسیع کر دیا گیا ہے۔ حل و حرمت کے بارے میں ہمیشہ دیندار علماء کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ | ۷۳ |
| مکتوب نمبر ۱۶۴ | ۷۵ |
| اس بیان میں کہ حق سبحانہ کا فیض خاص و عام پر ہر وقت ہمیشہ وارد ہوتا رہتا ہے۔ اس کے قبول کرنے یا نہ قبول کرنے کا فرق مخلوق کی طرف سے ہے۔ | ۷۴ |
| حق تعالیٰ سے منہ پھیرنے کی صورت میں دنیا اور اس کی نعمتیں مین خرابی ہیں۔ | ۷۴ |
| مکتوب نمبر ۱۶۵ | ۷۶ |
| صاحب شریعت کی متابعت اور اس کی شریعت سے بغض و عداوت کرنے والوں کے بیان میں۔ | ۷۶ |
| کمال محبت کی علامت یہ ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کے دشمنوں سے کامل بغض رکھا جائے۔ | ۷ |
| اہل ہوا اور بدعت کو خوار رکھنا چاہیے | ۷۶ |
| حدیث من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علیٰ ہدم الاسلام۔ | ۷۶ |
| مکتوب نمبر ۱۶۶ | ۷۸ |
| اس بیان میں کہ چند روزہ زندگی پر دار و مدار نہیں رکھنا چاہیے۔ اور ذکر کثیر کے ذریعہ مرض قلبی کا ازالہ کرنا چاہیے۔ | ۷۷ |
| وہ دل جو غیر حق میں گرفتار ہو اس سے خیر کی کیا توقع ہو سکتی ہے۔ وہ روح جو حقیر اشیاء کی طرف مائل ہو نفس امارہ اس سے بہتر ہے۔ | ۷۷ |
| حضرت مجدد قدس سرہٗ کا اپنے کرتے کے پہننے کا حکم دینا اور اس سے نتائج کا منتظر رہنا، کیونکہ وہ کرتہ مبارک کثیر البرکت ہے۔ | ۷۸ |
| مکتوب نمبر ۱۶۷ | ۷۹ |
| پروردگار عالم کی بندگی کی ترغیب اور باطل الٰہوں کی پرستش سے بچنے کے بیان میں۔ | ۷۹ |
| اللہ تعالیٰ کی صفت کہ وہ بے کیف و بے مثال ہے اور وہ باپ اور فرزند سے پاک ہے۔ اور رام کرشن کے الٰہ ہونے کی صلاحیت نہ رکھنا اور ہندوؤں کے خداؤں اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں فرق | ۷۹ |
| مکتوب نمبر ۱۶۸ | ۸۱ |
| سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی بلندی شان کے بیان میں اور اس جماعت کے حال کی شکایت کے بیان میں جنہوں نے اس طریقہ میں نئی نئی چیزیں رائج کر دی ہیں۔ | ۸۱ |
| مکتوب نمبر ۱۶۹ | ۸۳ |
| اس مرید کے سوال کے جواب میں جس نے اپنے پیر سے کہا تھا کہ اگر تو بھی میرے خاص وقت میں مداخلت کرے گا تو تیرا سر تن سے جدا کر دوں گا | |




Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| پیر نے اس کی بات کو پسند کیا۔ | ۸۲ |
| ابتدا اور درمیان میں مطلوب کو پیر کے آئینہ کے بغیر نہیں دیکھا جا سکتا۔ | ۸۳ |
| **مکتوب نمبر ۱۷۰** | ۸۴ |
| اس بیان میں کہ آدمی کے لیے جس طرح اوامر و نواہی کی بجا آوری کے بغیر چارہ نہیں حقوق مخلوق کی ادائیگی کی رعایت کے بغیر بھی چارہ نہیں۔ | ۸۴ |
| **مکتوب نمبر ۱۷۱** | ۸۵ |
| اس بیان میں کہ جو کچھ فقرا پر لازم ہے یہ ہے کہ ہمیشہ اپنے کو ذلیل جانیں اور محتاج خیال کریں۔ اور وظائف عبودیت بجا لاتے رہیں، اور حدود شرعیہ کی حفاظت کریں، اور متابعت سنت کو لازم پکڑیں، اور اپنے گناہوں کے غلبے کا مشاہدہ کرتے رہیں۔ اور علام الغیوب کے انتقام کا خوف رکھیں | ۸۵ |
| حدیث ان اللہ لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر۔ | ۸۵ |
| وہ مرید جو طلب کے ارادہ سے آئے اور مشغولی کا ارادہ ظاہر کرے اسے شیر اور ببر کی طرح خیال کرنا چاہیے۔ | ۸۵ |
| اگر فرضاً کسی مرید کے آنے سے فرحت محسوس کریں تو اسے کفر اور شرک جانیں۔ | ۸۵ |
| مرید کے مال میں طمع اور اس سے دنیوی منافع کی امید نہیں رکھنی چاہیے | ۸۵ |
| حدیث حب الدنیا راس کل خطیئۃ | ۸۶ |
| **مکتوب نمبر ۱۷۲** | ۸۷ |
| بعض ان اسرار خاص کے بیان میں جو نہایت ہی کم اولیاء اللہ کے حصے آتے ہیں۔ اور اس بیان میں کہ اس مقام میں عارف اپنے آپ کو دائرہ شریعت سے باہر پاتا ہے۔ اس کے سبب کا بیان اور اس کی ظاہر شریعت سے مطابقت | ۸۶ |
| شریعت کی ایک صورت ہے اور ایک حقیقت اس کی صورت تو وہ ہے جو علماء ظاہر بیان کرتے ہیں۔ اور حقیقت وہ ہے جس کے ساتھ صوفیہ عالیہ ممتاز ہیں۔ | ۸۶ |
| جاننا چاہیے کہ تکلیفات شرعیہ قالب اور قلب دونوں کے ساتھ مخصوص ہیں۔ | ۸۷ |
| سوال و جواب | ۸۷ |
| **مکتوب نمبر ۱۷۳** | ۸۹ |
| میر محمد نعمان کی طرف، اس سوال کے جواب میں جو انہوں نے کیا تھا۔ اور بعض اسرار عزیزہ کا بیان جو نفی و اثبات سے تعلق رکھتے ہیں۔ | ۸۸ |
| معنی کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کا بیان کہ اس کے دو مقام ہیں اور ہر ایک مقام کے دو اعتبار ہیں۔ | ۸۸ |
| **مکتوب نمبر ۱۷۴** | ۹۱ |
| اس بیان میں کہ اس راہ کے دیوانے اس ہیئت سے تسلی نہیں پکڑتے۔ اور اس بُعد و قرب نما سے تسکین نہیں پاتے۔ اور اس بیان میں کہ جو واقعہ | |




Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
| --- | --- |
| لکھا تھا وہ جن کا ظہور تھا | ۹۰ |
| مکتوب نمبر ۱۷۵ | ۹۳ |
| تلوینات احوال کے بیان میں اور تمکین کا حصول اور حدیث لی مع اللہ وقت کے معنی کا بیان | ۹۳ |
| مکتوب نمبر ۱۷۶ | ۹۴ |
| اس بیان میں کہ وقت کی حفاظت اس راہ کی ضروریات میں سے ہے شعر خوانی اور قصہ پردازی کو دشمنوں کا حصہ قرار دیتے ہوئے خاموشی اور باطنی نسبت کی حفاظت میں مشغول رہنا چاہیے۔ | ۹۴ |
| ایسی زندگی بسر کرنا چاہیے کہ صحبت میں رہنے والوں کو جمعیتِ قلب نصیب ہو یہ نہ ہو کہ وہ پراگندگی کا شکار ہو جائیں۔ | ۹۴ |
| مکتوب نمبر ۱۷۷ | ۹۵ |
| آرائے اہل سنت وجماعت کے مطابق عقائد کی تصحیح کی ترغیب کے بیان میں۔ | ۹۵ |
| مکتوب نمبر ۱۷۸ | ۹۵ |
| ایک شخص کی سفارش اور سرور عالمیان کی متابعت کی ترغیب میں | ۹۵ |
| احسان کرنا ہر جگہ اچھا ہے لیکن قرب وجوار والوں کے ساتھ احسان کرنا خاص کر زیادہ اچھا ہے۔ اور سرور عالمیان علیہ السلام کا اہل جوار کے حقوق کی ادائیگی میں بار بار تاکید فرمانا | ۹۵ |
| مکتوب نمبر ۱۷۹ | ۹۶ |
| نسبت اور وقت جوانی کو غنیمت جاننے او | |

| مضمون | صفحہ |
| --- | --- |
| علوم شرعیہ کی تحصیل کی ترغیب میں | ۹۵ |
| مکتوب نمبر ۱۸۰ | ۹۷ |
| مخدوم زادہ امکنگی کی طرف پیروں کے بعض اسماء کے استفسار میں جن میں تردد اور شک تھا۔ | ۹۷ |
| خواجہ خاوند سے ملاقات کا ذکر اور حضرت خواجہ خاوند کے کلام کے نقل کرنے اور خواجہ صاحب مذکور کے حال کی شکایت کے بیان میں | ۹۷ |
| مکتوب نمبر ۱۸۱ | ۹۹ |
| اپنے فرزند ارجمند خواجہ محمد صادق کی طرف۔ ان کے اس استفسار کے جواب میں کہ اس کا کیا سبب ہے کہ میں مشائخ کی ایک جماعت دیکھتا ہوں کہ قرب الٰہی کے مراتب میں ادنیٰ درجہ رکھتی ہے۔ حالاں کہ مقامات زہد و توکل وغیرہ میں بلند درجات پر فائز ہے اور ایک دوسری جماعت کو دیکھتا ہوں جو مراتب قرب میں تو فوقیت رکھتی ہے مگر مقامات مذکورہ میں نیچے ہے۔ | ۹۹ |
| صاحب رجوع کے باوجود اکمل ہونے کے اس کے کمالات کو پوشیدہ رکھا گیا ہے اور اس کے ظاہر کو عوام الناس کی طرح ظاہر پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ | ۹۹ |
| حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اطمینان قلب کرنے کے راز کے بیان میں۔ | ۹۹ |
| حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے قول مبارک لو کشف الغطاء ما ازددت یقیناً کے راز کے بیان میں۔ | ۹۹ |




Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| مکتوب نمبر ۱۸۲ | ۱۰۱ |
| حدیث نبوی ذٰلك من كمال الايمان کے بیان میں | ۱۰۱ |
| مکتوب نمبر ۱۸۳ | ۱۰۲ |
| نصیحت اور استقامت و جمعیت اور تعلقات پراگندہ کے چھوڑنے کی ترغیب کے بیان میں | ۱۰۲ |
| مکتوب نمبر ۱۸۴ | ۱۰۲ |
| متابعت سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ و السلام کی ترغیب کے بیان میں۔ | ۱۰۲ |
| حضرت جنید کو ان کے فوت ہونے کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا اور ان کا حال پوچھا آپ نے جواب دیا طاحت العبارات الخ | ۱۰۳ |
| مکتوب نمبر ۱۸۵ | ۱۰۳ |
| ایک شخص کی سفارش میں۔ | ۱۰۳ |
| جو چیز لازم و ضروری ہے وہ ماسوائے حق تعالیٰ کی گرفتاری سے قلب کی سلامتی ہے۔ | ۱۰۳ |
| اگر ہزار سال بھی زندگی مل جائے دل پر غیر کا گزر نہیں ہو سکتا۔ | ۱۰۳ |
| مکتوب نمبر ۱۸۶ | ۱۰۴ |
| متابعت سنت پر ابھارنے اور بدعت سے بچنے اور اس بیان میں کہ ہر بدعت ضلالت ہے۔ | ۱۰۴ |
| مطلقاً ہر بدعت میں نفی حسن کا بیان | ۱۰۴ |
| یہ فقیر کسی بدعت میں بھی حسن اور نورانیت کا مشاہدہ نہیں کرتا | ۱۰۴ |

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| بعض بدعات کا بیان مثلاً کفن میں عمامہ کا زیادہ کرنا اور شملہ بائیں جانب چھوڑنا اور نماز کی نیت زبان سے کرنا۔ | ۱۰۷ |
| قیاس اور اجتہاد بدعت نہیں ہیں۔ | ۱۰۷ |
| مکتوب نمبر ۱۸۷ | ۱۰۹ |
| اس بیان میں کہ طریقہ رابطہ (تصور شیخ) تمام طریقوں سے مطلوب تک پہنچانے میں زیادہ قریب راستہ ہے اور مرید کے لیے ذکر سے بھی زیادہ نافع ہے | ۱۰۹ |
| حضرت خواجہ احرار کا قول مبارک کہ رہبر کا سایہ ذکر حق سے بہتر ہے۔ | ۱۰۹ |
| مکتوب نمبر ۱۸۸ | ۱۱۰ |
| بعض مسائل کے حل میں۔ | ۱۱۰ |
| جب ظاہر باطن کا رنگ اور باطن ظاہر کا رنگ اختیار کرلے تو پھر دونوں ایک دوسرے کے احکام اخذ کرلیتے ہیں۔ | ۱۱۰ |
| مکتوب نمبر ۱۸۹ | ۱۱۰ |
| اس بیان میں کہ تعلقات دنیوی میں گرفتاری کے باوجود دل میں فقراء کی یاد کا ہونا فقراء کے ساتھ شدید مناسبت کی نشانی ہے۔ اور یہ کہ دنیا کی تر و تازگی پر فریفتہ نہ ہونا چاہیے اور باطنی سبق کو عزیز جاننا چاہیے۔ اور احکام شریعت سے سرتابی نہیں کرنی چاہیے | ۱۱۰ |
| مکتوب نمبر ۱۹۰ | ۱۱۱ |
| ہمیشہ ذکر الٰہی کرنے کی ترغیب اور طریقہ | |




Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
| --- | --- |
| نقشبندیہ اختیار کرنے اور ذکر کرنے کے طریقہ کے بیان میں۔ | ۱۱۰ |
| اگر ذکر کے دوران بے تکلف پیر کی صورت ظاہر ہو تو اسے بھی دل میں لے جائے۔ | ۱۱۱ |
| جانتے ہو پیر کون ہے؟ پیر وہ ہے جس سے حق تعالیٰ تک پہنچنے کے راستے میں تو استفادہ کرتا ہے | ۱۱۱ |
| صرف کلاہ اور دامنی اور شجرہ پیری مریدی کی حقیقت سے خارج ہے | ۱۱۲ |
| مکتوب نمبر ۱۹۱ | ۱۱۳ |
| انبیاء کرام کی متابعت کی ترغیب میں اور اس بیان میں کہ احکام شرعیہ میں پوری آسانی کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ | ۱۱۳ |
| ہزار سالہ ریاضتیں اور مجاہدے بھی اگر متابعت انبیاء کے نور سے منور نہ ہوں تو ان کی ایک جو جتنی قیمت نہیں ہے۔ اور دوپہر کے قیلولے کے برابر جو انبیائے کرام کے حکم کے مطابق ہے ان ریاضات کی قدر نہیں۔ | ۱۱۳ |
| نماز اور زکوٰۃ اور کھانے پینے اور لباس وغیرہ میں آسانی کا بیان | ۱۱۳ |
| اگر ان آسانیوں کے باوجود کوئی شخص احکام شرعیہ کو مشکل جانے تو وہ مرض قلبی میں مبتلا ہے۔ | ۱۱۴ |
| مرض قلبی یقین کا فقدان ہے۔ ایسے لوگ جو تصدیق رکھتے ہیں وہ صورت تصدیق ہے، حقیقت تصدیق نہیں۔ | ۱۱۴ |

| مضمون | صفحہ |
| --- | --- |
| مکتوب نمبر ۱۹۲ | ۱۱۵ |
| جلد اول کے مکتوب نمبر ۱۱ کے متعلق ایک استفسار کے جواب میں۔ | ۱۱۵ |
| شہداء کرام میں وہ فضیلتیں ہیں جو انبیاء میں نہیں ہیں حالانکہ فضیلت کلی انبیاء کو حاصل ہے۔ | ۱۱۵ |
| مکتوب نمبر ۱۹۳ | ۱۱۷ |
| عقائد کی درستی کی ترغیب اور احکام فقہیہ حلال و حرام وغیرہ کے سیکھنے پر ابھارنے اور اسلام کی غربت کے بیان میں اور دین کی ترویج کی ترغیب میں۔ | ۱۱۷ |
| گوبند کافر لعین اور اس کی اولاد کے قتل کرنے کا کام بہت خوب ہے۔ اور مردود ہندوؤں کی شکست عظیم کا باعث ہوا۔ | ۱۱۸ |
| جزیہ لینے سے مقصود کفار کی ذلت و خواری ہے | ۱۱۸ |
| کفار سے جہاد اور ان پر سختی ضروریات دین میں سے ہے۔ | ۱۱۸ |
| احکام شرعی کی تبلیغ کے لیے اظہار کرامت و خوارق کی کچھ ضرورت نہیں۔ | ۱۱۸ |
| ما اوذی نبی مثل ما اوذیت | ۱۱۵ |
| مکتوب نمبر ۱۹۴ | ۱۲۰ |
| ترویج ملت اور تائید دین پر ابھارنے کے بیان میں | ۱۲۰ |
| علماء سوء دین کے چور ہیں اور بہترین علماء بہترین خلق ہیں۔ | ۱۲۰ |
| مکتوب نمبر ۱۹۵ | ۱۲۲ |




Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| ترویج شریعت پر اُبھارنے اور ضعف و کمزوری اسلام پر رنج و افسوس کے اظہار کے بیان میں | ۱۲۰ |
| جبلت الخلائق علی حب من احسن الیھا۔ | ۱۲۰ |
| الناس علی دین ملوکھم | ۱۲۰ |
| شعائر اسلام میں سے ایک یہ ہے کہ اسلامی شہروں میں قاضی مقرر کیے جائیں | ۱۲۱ |
| مکتوب نمبر ۱۹۶ | ۱۲۲ |
| جس راہ کے طے کرنے کے ہم درپے ہیں وہ سات قدم ہے اور ان قدموں کی تفصیل | ۱۲۲ |
| مکتوب نمبر ۱۹۷ | ۱۲۳ |
| اس بیان میں کہ وہ شخص سعادت مند ہے جس کا دل دنیا سے سرد پڑ چکا ہو۔ | ۱۲۳ |
| الدنیا ملعونة وملعون ما فیھا الا ذکر اللہ۔ | ۱۲۴ |
| دنیا وہ چیز ہے جو دل کو حق تعالیٰ سے پھیرے | ۱۲۴ |
| اہل دنیا دنیا میں ہمیشہ پراگندگی کا شکار رہتے ہیں اور آخرت میں اہل ندامت میں سے ہوں گے | ۱۲۴ |
| اہل کرم کا شیوہ ایثار و قربانی ہے۔ | ۱۲۴ |
| مکتوب نمبر ۱۹۸ | ۱۲۵ |
| اس بیان میں کہ اس زمانہ میں فقرا کا اغنیاء کے ساتھ آشنائی قائم کرنا بہت مشکل ہے | ۱۲۵ |
| تواضع اور حسن خلق فقر کے لوازمات سے ہے۔ | ۱۲۵ |
| استغناء بھی لوازم فقر سے ہے | ۱۲۵ |

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| عرفت ربی بجمع الاضداد | ۱۲۵ |
| مکتوب نمبر ۱۹۹ | ۱۲۵ |
| مکتوب الیہ نے جو ورد و شغل کی طلب کی تھی اس کے قبول کرنے کے بیان میں۔ | ۱۲۵ |
| مکتوب نمبر ۲۰۰ | ۱۲۶ |
| نفحات کی عبارت کے حل میں جو اغلاق رکھتی تھی | ۱۲۶ |
| اجتباء کا راستہ انابت سے مشروط نہیں اور محبوبوں کا راستہ ہے۔ | ۱۲۷ |
| اکابر نقشبندیہ نے یہی نا سلوک راستہ اختیار کیا ہے اور ان کے راستہ کے لیے وصول لازم ہے | ۱۲۹ |
| حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا قول کہ میں نے حق تعالیٰ سے ایک ایسے راستے کی درخواست کی جو البتہ موصل ہو۔ | ۱۲۹ |
| مکتوب نمبر ۲۰۱ | ۱۳۰ |
| اس شخص کے جواب میں جو یہ کہتا ہے کہ سارے علوم دو تین حرفوں میں مدرج ہیں۔ | ۱۳۰ |
| مکتوب نمبر ۲۰۲ | ۱۳۰ |
| اس جماعت کے حال پر افسوس کے بیان میں جس نے اپنے آپ کو ان اکابر کی عقیدت و ارادت کی لڑی میں پرو دیا اور پھر بلا وجہ ان سے قطع تعلق ہی کر لی۔ | ۱۳۰ |
| جاننا چاہیے کہ ہمارا طریقہ وحدت اسماء کا طریقہ نہیں۔ اکابرین نے ان اسماء کے مسمیٰ پر استہلاک کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ ابتداء میں ہی ان کی توجہ متعلق | |




Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| صرف کی طرف ہوتی ہے۔ | ۱۳۰ |
| جو شخص اپنے آپ کو حضرت صدیق اکبر سے افضل جانے وہ یا زندیق محض ہے یا نرا جاہل۔ | ۱۳۰ |
| وحشی قاتل حمزہ صحبت خیر البشر کے سبب اویس قرنی سے جو خیر التابعین ہے بہتر ہے۔ | ۱۳۱ |
| **مکتوب نمبر ۲۰۳** | ۱۳۲ |
| اس گروہ اولیاء کی محبت پیا بھارنے کے بیان میں اور اس بیان میں ان کا ہمنشین شقاوت سے محفوظ ہے۔ | ۱۳۲ |
| اللھم مع من احب | ۱۳۲ |
| ایک حدیث کا بیان کہ کاتب اعمال فرشتوں کے علاوہ بھی حق تعالیٰ کے ایسے فرشتے ہیں جو راستوں اور گزرگاہوں میں اہل ذکر تلاش میں گھومتے رہتے ہیں۔ | ۱۳۳ |
| پس لازم آیا کہ اس گروہ اولیاء کے محب ان کے ساتھ ہوں۔ اور جو ان کے ساتھ ہے بدبخت نہیں ہو سکتا۔ | ۱۳۴ |
| اسم مبارک اللہ کے ذکر کا طریقہ | ۱۳۴ |
| **مکتوب نمبر ۲۰۴** | ۱۳۴ |
| اس بیان میں کہ بدقماش لوگوں کی چھیڑ چھاڑ کی محنت میں نہیں پڑنا چاہیے اور اپنے کام میں مشغول رہنا چاہیے | ۱۳۴ |
| **مکتوب نمبر ۲۰۵** | ۱۳۵ |
| اس بیان میں کہ کام کا مدار صاحب شریعت کی متابعت پر ہے۔ | ۱۳۵ |
| **مکتوب نمبر ۲۰۶** | ۱۳۶ |
| دنیا کی مذمت اور اس کی نعمتوں میں گرفتاری کی برائی کے بیان میں۔ | ۱۳۶ |
| دنیا میں پرتعیش کھانوں، خوبصورت لباس اور لہو لعب کے لیے پیدا نہیں کیا گیا۔ انسان کی پیدائش سے مقصود ذلت وانکساری ہے۔ | ۱۳۶ |
| اہل باطل کے مجاہدے اور ریاضتیں جو مخالف شریعت ہیں خسارے اور خواری کے سوا کچھ عطا نہیں کرتے۔ | ۱۳۶ |
| ذکر کثیر میں مصروف رہنا چاہیے اور جو کچھ اس کے منافی ہو اسے دشمن جاننا چاہیے۔ | ۱۳۶ |
| خرچی کہ تا جو اچھے اوقات میں کر رہنا گیا ہے ارسال کر دیا گیا ہے، اسے بھیں | ۱۳۷ |
| **مکتوب نمبر ۲۰۷** | ۱۳۷ |
| اس بیان میں کہ قرب ابدان کو قرب میں بڑی تاثیر ہے اور وجد و حال کہ جب تک میزان شرع پر پورا نہ تلے نصف دام پر بھی نہیں خریدتے | ۱۳۷ |
| اویس قرنی اس قدر رفعت شان کے باوجود ادنیٰ صحابی کے درجہ کو بھی نہیں پہنچتے۔ | ۱۳۸ |
| عبداللہ بن مبارک کا قول اس شخص کے جواب میں جس نے دریافت کیا تھا کہ معاویہ افضل ہیں یا عمر بن عبدالعزیز؟ والغبار الذی دخل انف الخ | ۱۳۸ |




Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
| --- | --- |
| صوفیہ کی طمع آمیز باتوں سے کچھ نہیں کھلتا اور ان کے احوال سے کسی شے میں اضافہ نہیں ہوتا | ۱۳۷ |
| خدا تعالیٰ کے دیدار کا وعدہ آخرت میں ہے دنیا میں اس کا وقوع نہیں ہو سکتا۔ | ۱۳۷ |
| وہ مشاہدات اور تجلیات جن پر صوفیہ خوش ہیں درحقیقت یہ ظلال اور شبیہ اور مثال سے آرام پکڑنا ہے۔ وہ بلند ذات وراء الوراء ہے | ۱۳۷ |
| اگر یہ فقیر صوفیہ کے مشاہدات اور ان کی تجلیات کی حقیقت بیان کرے تو ڈر ہے کہ طالبوں کی طلب میں فتور نہ پڑ جائے۔ اور اگر حقیقت بیان نہ کرے تو باطل کے حق کے ساتھ خلط ملط ہونے کا خدشہ ہے۔ | ۱۳۷ |
| **مکتوب نمبر ۲۰۸** | ۱۳۹ |
| حضرت میاں محمد صادق کے سوال کے جواب میں کہ سالک کبھی اپنے آپ کو انبیاء کے مقامات میں پاتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات یوں پاتا ہے کہ ان سے بلند چلا گیا ہے۔ | ۱۳۹ |
| اولیاء اللہ جو کچھ پاتے ہیں انبیاء کے طفیل پاتے ہیں حضرت ذات کو اسماء کے واسطہ کے بغیر عالم کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں۔ | ۱۳۹ |
| ایک مثال کی روشنی میں جواب کی وضاحت | ۱۳۹ |
| بعض اوقات ظل کا اصل سے اشتباہ ہو جاتا ہے | ۱۴۰ |
| **مکتوب نمبر ۲۰۹** | ۱۴۱ |
| رسالہ مبدء و معاد کی عبارات کے حل میں۔ | ۱۴۱ |

| مضمون | صفحہ |
| --- | --- |
| حقیقت محمدی کے انتقال کا بیان اور ہزار سال کے بعد اس کا حقیقت کعبہ سے اتحاد اور حضرت عیسیٰ کا نزول۔ | ۱۴۰ |
| حضرت ذات کی نسبت سے اسم الٰہی میں مراتب مختلفہ کا بیان | ۱۴۱ |
| حقیقت شخص سے مراد کا بیان اور حقیقت محمدی واحدی سے مراد آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عالم خلق اور امر سے ترکیب | ۱۴۲ |
| اس نبوت کا بیان جو حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے تھی۔ | ۱۴۲ |
| آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کی بشارت کے لیے حضرت عیسیٰ کی تخصیص | ۱۴۲ |
| آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کی اتیت کا بیان جو نشاۃ عنصری سے متعلق ہے | ۱۴۳ |
| تاکیداً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشریت کے اظہار کی وجہ | ۱۴۳ |
| آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے وقت پہلے کی نسبت اصحاب کے دلوں میں تفرق پڑ جانا۔ | ۱۴۴ |
| جب حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نزول فرمائیں گے الخ | ۱۴۵ |
| پہلی شریعتوں میں پیغمبر اولوالعزم کے وصال کے ہزار سال بعد اس پیغمبر کی ملت کی تائید کے لیے انبیاء کرام مبعوث ہوتے تھے۔ اس شریعت میں علماء امت | |




Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| انبیاء کا حکم دیا گیا ہے۔ | ۱۴۵ |
| حضرت مہدی پیغمبر علیہ السلام کے ہزار سال کے بعد ظہور فرمائیں گے۔ | ۱۴۵ |
| اس طبقہ کے اولیاء کے کمالات اصحاب کرام کے کمالات کے مشابہ ہیں۔ | ۱۴۵ |
| قال صلی اللہ علیہ وسلم لا یدری اولہم خیر ام آخرھم | ۱۴۶ |
| اگر پوچھیں کہ اصحاب کے زمانہ کے بعد الخ تو میں جواب دوں گا الخ | ۱۴۶ |
| اگر کہیں کہ کعبہ آپ کی اُمت کے اولیاء کا طواف کرنے آتا ہے اور ان سے برکت چاہتا ہے الخ میں اس کا جواب دوں گا الخ | ۱۴۷ |
| بعض کشفوں سے رجوع کرنا جو انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی افضلیت سے متعلق تھے | ۱۴۷ |
| تعلیم طریقت میں رعایت شرائط کی تاکید اور استخارے کرنے کا امر فرمانا | ۱۴۸ |
| دکان فراغ کرنا مقصود نہیں۔ | ۱۴۸ |
| **مکتوبات نمبر ۲۱** | ۱۴۹ |
| نفحات کی عبارات کے حل اور بعض ضروری نصائح کے بیان میں | ۱۴۹ |
| حکایت کے معاملہ کی حقیقت کے بیان میں جو نفحات میں مذکور ہے کہ ابن السکینہ کے مرید نے ایک مدت دریائے دجلہ میں غوطہ لگایا جب سر باہر نکالا الخ | ۱۴۹ |
| شب معراج میں واپسی تک بستر خواب کی | |

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| گرمی اور کوزے کے پانی کی حرکت کا باقی رہنا۔ | ۱۴۹ |
| اس حکایت کی وجہ اشکال اور اس کی حقیقت کا واضح کرنا۔ | ۱۴۹ |
| اس قول کی شرح جسد کا مربی روح ہے اور قالب کا مربی قلب | ۱۴۹ |
| حسب طلب مکتوب الیہ کو نصیحتیں کرنے کے بیان میں | ۱۴۹ |
| اولاً معتقدات کی درستی چاہیے۔ دوسرے درجے پر جو ضروری مسائل فقہ میں بیان ہوئے ہیں ان کا علم اور ان پر عمل کرنا چاہیے اور تیسرے درجہ میں طریق صوفیہ پر چلنے کی ضرورت ہے۔ | ۱۵۰ |
| طریقہ صوفیہ میں سلوک سے غرض غیبی صور و اشکال حسی صورتوں اور انوار کے دیکھنے میں کیا نقصان ہے۔ | ۱۵۰ |
| سلوک سے مقصود زیادتی یقین کا حاصل کرنا ہے۔ | ۱۵۰ |
| صوفیہ کا طریقہ علوم شرعیہ کا خادم ہے۔ | ۱۵۱ |
| حضرت خواجہ احرار کا ارشاد کہ احوال و مواجید کا حصول بدون اعتقاد اہل سنت سوائے خرابی کے کچھ نہیں۔ | ۱۵۱ |
| اس راستے میں اول قدم کے اندر ہی وہ کچھ پا لیتے ہیں جو دوسروں کو نہایت میں جا کر نصیب ہوتا ہے۔ | ۱۵۱ |
| اور بس قرنی وحشی قاتل حمزہ کے رتبے تک | |




Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
| --- | --- |
| نہیں پہنچ سکتے۔ | ۱۵۱ |
| صحابہ کرام کا ایک سیر جَو خرچ کرنا دوسروں کے پہاڑ برابر سونا خرچ کرنے سے بہتر ہے | ۱۵۱ |
| ہر صحابی سے کچھ نہ کچھ قرآن مجید لے کر ایک جگہ جمع کیا گیا ہے۔ لہٰذا صحابی میں عیب نکالنا قرآن میں عیب نکالنے کے مترادف ہے۔ | ۱۵۱ |
| صحابہ کرام کے باہمی منازعات کی نیک توجیہات کرنی چاہییں | ۱۵۲ |
| اس باب میں حضرت امام شافعی اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما کا قول | ۱۵۲ |
| مکتوب نمبر ۲۱۱ | ۱۵۳ |
| موروی کے مقولہ کے بارے میں ایک سوال کا جواب اور مقام تکمیل و ارشاد کی ضروری شرائط کے بیان میں | ۱۵۳ |
| مولانا رومی کے مقولہ "وہ نازنین جو میری آغوش میں تھا وہ حق تعالیٰ تھا" کی مراد کا بیان | ۱۵۳ |
| خواجہ ہمدانی کے قول تلك خیالات تربی بها اطفال الطریقة | ۱۵۳ |
| اس بات کا خیال رکھیں کہ جب کوئی طالب ارادت کے ساتھ تمہارے پاس آئے تو اس کی تعلیم طریقت میں بہت تامل اور سوچ و بچار کرنی چاہیے | ۱۵۳ |
| ایک بزرگ فوت ہوئے تو انہیں آواز آئی کہ یہ ہے جس نے میرے بندوں پر میرے دین میں تنگی رکھی تھی الخ | ۱۵۳ |
| مکتوب نمبر ۲۱۲ | ۱۵۴ |
| بعض سوالات کے جواب اور ایک واقعہ کے حل کے بیان میں۔ | ۱۵۴ |
| پیر صاحب تصرف اپنے مرید کو ان بلند مراتب پر لے جا سکتا ہے جو اس کی استعداد سے باہر ہوں۔ | ۱۵۴ |
| سوال: وہ کونسا مقام ہے جہاں لطیفہ اخفیٰ نفس اماره کا حکم رکھتا ہے اور اس کا جواب | ۱۵۴ |
| خواب میں پانی دیکھنا علم کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور اس میں ہاتھ ڈالنا علم میں حصول قدرت کی طرف اشارہ ہے۔ | ۱۵۴ |
| مکتوب نمبر ۲۱۳ | ۱۵۵ |
| مواعظ اور نصائح اور علمائے اہل سنت کی متابعت اور علمائے سوء کی صحبت سے اجتناب کے بیان میں۔ | ۱۵۵ |
| بے باک طالب علم چاہے جس فرقے سے ہی ہوں دین کے چور ہیں۔ | ۱۵۵ |
| کسی شخص نے ابلیس لعین کو آسودہ حال اور فارغ البال دیکھا تو اس کا راز دریافت کیا۔ اس نے جواب دیا اس وقت کے علماء سوء میرے کام کے لیے کافی ہو چکے ہیں۔ | ۱۵۵ |
| مکتوب نمبر ۲۱۴ | ۱۵۶ |
| اس بیان میں کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ اور اس مشہور سوال کے جواب میں کہ کفار کو کفر موقت پہ دائمی عذاب کیوں ہوگا؟ | ۱۵۶ |




Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
| --- | --- |
| ایک شخص کی سفارش میں۔ | ۱۵۹ |
| جو شخص یہ چاہے کہ تمام احکام شرعیہ اس کی عقل کے مطابق ہوں اور عقل دلائل پر برابر بیٹھیں وہ طور نبوت کا منکر ہے۔ ایسے آدمی سے گفتگو کرنا بے عقلی ہے۔ | ۱۵۹ |
| مکتوب نمبر ۲۱۵ | ۱۵۰ |
| دنیا کی مذمت کے بیان میں | ۱۵۹ |
| اگر کسی شخص نے وصیت کی کہ میرا مال سب سے زیادہ عقلمند کو دینا تو زاہد زمانہ کو دینا چاہیے۔ | ۱۵۹ |
| مکتوب نمبر ۲۱۶ | ۱۶۰ |
| اس راز کے بیان میں کہ بعض اولیاء اللہ سے زیادہ کرامات کیوں ظاہر ہوئیں اور بعض دوسروں سے کم کیوں، اور مقام تکمیل و ارشاد کی اہمیت کے بیان میں۔ | ۱۶۰ |
| ولایت اس فنا اور بقا سے عبارت ہے جس کے لوازمات سے خوارق اور کشف ہے۔ | ۱۶۰ |
| کثرت سے ظہور خوارق کے مدار کا بیان | ۱۶۰ |
| حضرت سید محی الدین جیلانی سے دوسرے اولیائے کرام کی نسبت زیادہ خوارق کے ظہور کی وجہ۔ | ۱۶۱ |
| خواجہ حسن بصری اور حبیب عجمی قدس سرہما کے دریا عبور کرنے کے بارے میں ایک حکایت کا بیان | ۱۶۱ |
| حضرت رسالت خاتمیت بوقت عروج سب سے اوپر چلے گئے اور نزول کے وقت سب سے نیچے تشریف لائے۔ | ۱۶۱ |
| منتہی غیر مرجوع اولیاء کی نسبت اس راہ کے متوسط اولیاء سے زیادہ فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ | ۱۶۲ |
| ولی کے لیے اپنی ولایت اور خوارق کے متعلق علم ہونا حصول ولایت کی شرط نہیں | ۱۶۲ |
| اولیاء اللہ کی مثالی صورتوں کو متعدد مقامات میں ظاہر کر دیتے ہیں۔ اس بارہ میں حضرت خواجہ محمد باقی قدس سرہ کا قول | ۱۶۲ |
| مکتوب نمبر ۲۱۷ | ۱۶۳ |
| اس بیان میں کہ باطنی نسبت جس قدر جہالت اور حیرت تک لے جائے بہت زیبا ہے۔ | ۱۶۳ |
| بعض اولیاء اللہ کے کشفوں میں غلطی واقع ہونے کا سبب | ۱۶۳ |
| قضاء معلق اور مبرم میں فرق اور ہر ایک کا حکم، اور جو تعلق ہے اور کتاب و سنت کے اعتقاد کے موافق ہے اور اس بیان میں کہ تعلیم طریقت کی اجازت مل جانا کمال و تکمیل کی علامت نہیں۔ | ۱۶۳ |
| کرنی کشفوں کے ہونے اور نہ ہونے کو برابر جاننا چاہیے۔ | ۱۶۳ |
| منقول ہے کہ ایک روز حضرت جبرئیل حاضر ہوئے اور خبر دی کہ فلاں جوان علی الصبح فوت ہو جائے گا الخ | ۱۶۴ |
| تبلیغ سے متعلق وحی خطاء سے محفوظ و معصوم ہے۔ لیکن وہ علم جو لوح محفوظ سے مستفاد ہو جو | |




Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| محو و اثبات کا محل ہے اس میں خطا کی گنجائش ہے | ۱۶۳ |
| حضرت سید محی الدین جیلانی قدس سرہٗ نے اپنے بعض رسائل میں لکھا ہے کہ میں اگر چاہوں تو قضاء مبرم میں بھی تصرف کرسکتا ہوں، اور اس قول کی شرح۔ اور حضرت مجدد قدس سرہٗ کا قضائے مبرم میں تصرف کرنا۔ اور یہ کہ قضائے مبرم دو قسم ہے۔ | ۱۶۴ |
| اعتماد کے لائق کتاب و سنت ہے۔ اجماع اور قیاس بھی دونوں کتاب و سنت کی طرف راجع ہیں۔ اور ان چار کے علاوہ جو کچھ ہے اگر ان چار اصولوں کے مطابق ہے تو مقبول ہے ورنہ مردود ہے۔ | ۱۶۵ |
| طریق صوفیہ میں سلوک سے مقصود زیادتی یقین اور احکام شرعیہ کی ادائیگی میں آسانی کا حصول ہے | ۱۶۵ |
| دیدار خداوندی کا وعدہ آخرت میں ہے اور صوفیاء کے مشاہدات اور تجلیات ظلال اور شبہ اور مثال کے قبیلہ سے ہیں۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ وراء الوراء ہے۔ | ۱۶۶ |
| میں ڈرتا ہوں کہ اگر مشاہدات کی پوری حقیقت ظاہر کروں تو اس راہ کے مبتدیوں کی طلب میں فتور واقع ہوگا۔ اگر نہ کروں تو حق و باطل میں التباس کو روا رکھوں گا۔ اس ضرورت کے طور پر اس قدر اظہار کرتا ہوں کہ مشاہدات کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کسوٹی پر پرکھنا چاہیے۔ | ۱۶۶ |
| خاتم الانبیاء علیہ السلام کو دنیا میں رویت باری تعالیٰ میسر آئی۔ | ۱۶۶ |
| مکتوب نمبر ۲۱۸ | ۱۶۷ |
| پیر طریقت کے آداب کی رعایت میں | ۱۶۷ |
| مکتوب نمبر ۲۱۹ | ۱۶۸ |
| اس بیان میں کہ آدمی نادانی کے باعث اپنے ظاہری مرض کے ازالہ کی فکر میں ہے۔ اور باطنی مرض سے جو گرفتاری دل سے عبارت ہے اس سے غافل ہے۔ | ۱۶۸ |
| اس امر کا بیان کہ عقل دو قسم ہے عقل معاش اور عقل معاد۔ اول اغنیاء کی پسندیدہ اور دوم انبیاء کی۔ اور عقل معاد پیدا کرنے والے اسباب، موت اور آخرت کی یاد اور ان لوگوں کی مجالست ہے جو یاد آخرت میں مشغول ہیں۔ | ۱۶۸ |
| مکتوب نمبر ۲۲۰ | ۱۷۰ |
| صوفیہ کے بعض اغلاط اور ان کے منشا کے بیان میں۔ | ۱۷۰ |
| صوفیہ کے بعض اغلاط تو یہ ہیں کہ کسی وقت سالک مقامات عروج میں اپنے آپ کو دوسروں سے اوپر پاتا ہے جن کی افضلیت اجماع سے ثابت ہو چکی ہوتی ہے۔ کبھی یہ اشتباہ انبیاء کے متعلق بھی واقع ہو جاتا ہے۔ اور اس غلطی کے منشا کا بیان | ۱۷۰ |
| کبھی ایسا پڑتا ہے کہ عارف مقامات عروج میں برزخیت کبریٰ کو حائل نہیں پاتا اور اس کے واسطہ | |




Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## اُردو ترجمہ

# مکتوبات امام ربّانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ

## جلد اوّل ——— حصہ سوم

# مکتوب نمبر ۱۲۳

یہ مکتوب بھی مُلا طاہر بدخشی کی طرف صادر فرمایا۔ اس امر کے بیان میں کہ اداۓ نوافل اگرچہ حج ہی ہو اگر کسی فرض کے فوت ہونے کا سبب بنتا ہو تو وہ بھی لایعنی اور بے فائدہ امور میں داخل ہے:

اخوی ارشدی (اپنے نام کی طرح ہمیشہ تعلقات کی میل کچیل سے پاک رہے) کا مکتوب موصول ہوا۔

اے برادر حدیث میں وارد ہے:۔

| | |
|---|---|
| عَلامتہ[1] اعراضہ تعالیٰ عن العبد | اللہ تعالیٰ کے بندے سے اعراض کی علامت یہ ہے |
| اشتغالہ بمالایعنیہ۔ | کہ بندہ لایعنی کاموں میں مشغول و مصروف ہو جائے۔ |

فرائض میں سے کسی بھی فرض سے اعراض کر کے نوافل میں سے کسی نفل عبادت میں مشغول ہونا لایعنی اور بے فائدہ ہے۔ لہذا اپنے احوال و افعال کی تفتیش کرتے رہنا ضروری ہے۔ تاکہ اس بات کا پتہ رہے کہ میں کن کاموں میں مشغول ہوں نوافل میں یا فرائض میں۔ ایک نفلی حج کی خاطر اتنے ممنوعات کا مرتکب ہونا اچھا نہیں: اچھی طرح ملاحظہ کریں۔

| | |
|---|---|
| وَالعاقل تکفیہ الاشارۃ | عقلمند کو اشارہ کافی ہے |

والسلام علیکم و علی رفقاء کم

---

[1] ابن حجر نے شرح اربعین میں اسے امام حسنؓ کا قول قرار دیا اور امام ترمذیؒ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ مرفوعاً روایت کی من حسن اسلام المرء ترکہ مالایعنیہ۔ اس حدیث کو ابن ماجہ نے بھی روایت کیا اور امام نووی نے اسے حسن کہا۔ اور ابن عبد اللہ نے صحیح کہا۔ امام علی متقی رضی اللہ نے جوامع الکلم میں بالفاظ حضرت مجدد رضی اللہ عنہ مرفوعاً ذکر کیا۔ ۱۲۔ مترجم عفی عنہ



Marfat.com

# مکتوب نمبر ۱۲۴

یہ مکتوب بھی مُلا طاہر بدخشی کی طرف صادر فرمایا۔ اس امر کے بیان میں کہ راستے کی استطاعت فرضیتِ حج کے لئے شرط ہے۔ استطاعت نہ ہونے کے باوجود حج کو جانا اپنے ضروری مطلب کے حصول کے مقابلے میں تضیع اوقات میں داخل ہے۔

اخوی خواجہ محمد طاہر بدخشی کا مکتوب شریف موصول ہُوا اللہ سبحانہ الحمد والمنۃ۔ اللہ سبحانہٗ کی حمد اور اس کا احسان ہے، کہ آپ کے ہم سے کافی عرصہ سے جدا ہونے کے باوجود فقراء سے محبت و عقیدت اور اخلاص میں سستی راہ نہیں پا سکی۔ یہ عظیم سعادت کی علامت ہے۔

اے محبت کے نشانات والے جب تم نے رخصت طلب کی اور جانے کا عزم صمیم کر لیا تھا۔ تو تمہارے وداع ہونے کے وقت اس قدر ذکر ہُوا تھا کہ شاید ہم بھی اس سفر میں تمہارے ساتھ مل جائیں۔ اس سفر کی روانگی کے سلسلے میں جس قدر بھی استخارے کئے گئے کوئی بھی موافق نہ آیا۔ اور اس باب میں اجازت معلوم نہ ہو سکی۔ مجبوراً سفر کا ارادہ ملتوی کرنا پڑا۔ ابتدا میں فقیر کی مرضی بھی نہیں تھی کہ تم جاؤ۔ لیکن تمہارے شوق کو دیکھ کر صراحۃً منع نہ کیا۔

استطاعت یعنی سفرِ حج کے مصارف کا موجود ہونا فرضیتِ حج کے لئے شرط ہے۔ بغیر استطاعت حج کے لئے نکل کھڑا ہونا تضیع اوقات ہے۔ ضروری کام چھوڑ کر غیر ضروری کام میں مصروف ہونا مناسب نہیں ہے بہت سے خطوط میں یہ مضمون تم کو لکھا گیا ہے۔ تم تک پہنچا ہو یا نہ پہنچا ہو۔ اصل بات یہی ہے آگے آپ مختار ہیں۔ والسلام

# مکتوب نمبر ۱۲۵

میر صالح نیشاپوری کی طرف صادر فرمایا:۔

اس امر کے بیان میں کہ عالم چاہے چھوٹا ہو (انسان) چاہے بڑا (ساری کائنات) سب کا سب اللہ تعالےٰ شانہٗ کے اسماء اور اس کی صفات کا مظہر ہے۔ اور عالم کی اپنے صانع کے ساتھ مخلوقیت اور مظہریت کی مناسبت کے سوا اور کوئی مناسبت نہیں۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔



Marfat.com

اَللّٰهُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْيَاءِ كَمَا هِيَ۔ — اے اللہ ہم کو اشیاء کی حقیقتیں جیسی کہ فی الواقع ہیں دکھا۔

عالم چاہے چھوٹا ہو چاہے بڑا سب اللہ تعالیٰ شانہٗ کے اسماء اور اس کی صفات کے مظاہر ہیں اور اس کے شیون وکمالاتِ ذاتیہ کے آئینے ہیں۔ حق سبحانہ وتعالیٰ عز سلطانہ ایک مخفی خزانہ اور پوشیدہ راز تھا۔ اس نے چاہا کہ اپنے کمالات پردۂ خفا سے ظہور میں لائے۔ اور اجمال کو تفصیل کے رنگ میں پیش کرے۔ کائنات کو ایسے طریقہ پر پیدا فرمایا کہ ممکنات کی ذوات اور صفات اس کی ذات وصفات پر دلالت کریں اور نشان بنیں۔

پس عالم کو اپنے صانع کے ساتھ مخلوقیت کے رشتہ اور مناسبت کے سوا اور کوئی مناسبت اور تعلق نہیں اور یہ کائنات اس کے اسماء اور شیونات پر دلالت کرنے والے امور کا مجموعہ ہے۔ خالق اور مخلوق کے درمیان اتحاد وعینیت یا خالق کا اپنی ذات کے ساتھ مخلوق کا احاطہ یا اس کی ذات کا مخلوق میں سرایت کئے ہوئے ہونا یا مخلوق کے ساتھ رب تعالیٰ کی معیت ذاتی وغیرہ تصورات، سب کے سب غلبۂ حال اور سکر وقت کی بناء پر ہیں۔ جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ مستقیم الاحوال اکابر جنہوں نے صحو کے پیالے سے حصہ پایا ہے۔ عالم کی اپنے صانع کے ساتھ مخلوقیت اور مظہریت کی نسبت کے علاوہ اور کوئی نسبت ثابت نہیں کرتے۔ اور احاطہ اور سریان رسرایت کئے ہوئے ہونا، اور معیت علمی کے قائل ہیں۔ جیسا کہ علماء حق کا مسلک ومشرب ہے۔ شکر اللہ تعالیٰ سعیہم۔

تعجب ہے کہ صوفیاء کی ایک جماعت ایک طرف بعض ذاتی نسبتوں کو ثابت کرتی ہے جیسے احاطہ اور معیت اور دوسری طرف یہی جماعت اس امر کی معترف ہے کہ ذات حق تعالیٰ سے تمام نسبتیں مسلوب ہیں۔ حتیٰ کہ صفاتِ ذاتیہ کو بھی اس سے سلب کرتے ہیں۔ یہ صریح تناقض ہے۔ اور اس تناقض کو دور کرنے کے لئے ذات میں مراتب ثابت کرنا تدقیقات فلسفیہ کی طرح محض تکلف ہے۔ کشف صحیح والے حضرات اس ذات کو بسیط حقیقی کے سوا اور کچھ نہیں جانتے۔ اور اس بسیط ذات کے سوا جو کچھ ہے اسے اسماء میں شمار کرتے ہیں۔ فرد

فراق دوست اگر اندک است اندک نیست — دوست کی تھوڑی سی جدائی بھی تھوڑی نہیں ہے
درون دیدہ اگر نیم موست بسیار است — آنکھ میں آدھا بال بھی پڑا ہو تو وہ بھی بہت ہے

ہم اس بحث کی تحقیق کے لئے ایک مثال بیان کرتے ہیں۔ ایک ذوفنون ماہر عالم اگر اپنے پوشیدہ کمالات کو ظہور میں لانا چاہے تو وہ حروف اور اصوات کو ایجاد کرتا ہے۔ تاکہ ان حروف واصوات کے پردے میں ان کمالات کو ظاہر کرے۔ اب اس صورت میں ان حروف اور دلالت کرنے والی ان آوازوں کو اس ماہر عالم کے ذہن



Marfat.com

میں موجود معانی کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں الایہ کہ یہ حروف اور آوازیں اُن مخفی معانی کے مظاہر ہیں۔ اور ان کمالاتِ مخزونہ کے آئینے ہیں۔ ان حروف و اصوات کو ان معانی مخفیہ کا عین قرار دینا بے معنی ہے۔ اسی طرح احاطہ اور معیت بھی اس صورت میں واقع نہیں۔ معانی اپنی اصل صرافت پر ہی موجود اور قائم ہیں۔ کسی قسم کا تغیر ان معانی کی ذات و صفات میں راہ نہیں پا سکا۔ لیکن چونکہ ان معانی اور ان حروف و اصوات میں جو معانی پر دلالت کرتے ہیں۔ دالیت اور مدلولیت کی ایک گونہ مناسبت پائی جاتی ہے۔ اس بناء پر بعض زائد معانی تخیل میں آجاتے ہیں۔ ورنہ فی الحقیقت وہ معانی مخزونہ ان معانی زائدہ سے منزہ اور مبرا ہیں۔ اس مسئلہ میں جو کچھ ہمارا اعتقاد ہے یہی ہے جو ذکر دیا ہے۔ مخلوق کے ذات واجب کا مظہر اور آئینہ ہونے کے علاوہ زائد امور اتحاد، عینیت اور احاطہ و معیت کا اثبات منکر ہے۔ وہ بلند ذات فی الحقیقت تمام نسبتوں اور مناسبتوں سے مُعَرّا اور مُبَرّا ہے۔ "چہ نسبت خاک را با عالم پاک" اس قدر مناسبتِ ظاہریت (رب تعالیٰ کا ظاہر ہونا اور مظہریت (مخلوق کا مظہر ہونا) کے ساتھ وحدت وجود کہیں یا نہ کہیں۔ فی الواقع وجود متعدد ہیں۔ لیکن اصالت اور ظلیت اور ظاہریت اور مظہریت کے اعتبار سے۔ ایسا نہیں کہ موجود صرف ایک ہے اور باقی سب کچھ اوہام اور خیالات ہیں۔ یہ مذہب بعینہٖ سوفسطائیہ[1] کا مذہب ہے۔

عالم کی حقیقت کا اثبات اوہام و خیالات کی صورت میں عالم کو اس طرف نہیں لے جا سکتا جو سوفسطائی کا مقصود ہے۔ **مثنوی**

| | |
|---|---|
| چوں بدانستی تو او را از نخست | سوئے آنحضرت نسب کردی درست |
| وانگہ دانستی کہ ظلِ کیستی | فارغی گر مردی وگر زیستی |

ترجمہ اشعار: جب تو نے اس ذات کو پہلے جان لیا۔ تو اس ذات کے لئے تو نے نسبتوں کو بھی درست ثابت کیا۔ اور جب تُو نے جان لیا کہ تُو کس کا ظل اور سایہ ہے۔ تُو تُو فارغ ہو گیا یعنی تُو نے اپنے مطلوب و مقصود کو پا لیا۔ اب چاہے تُو موت کی آغوش میں چلا جائے چاہے زندہ رہے۔

---

[1] سوفسطائیہ وہ لوگ ہیں جن کے مذہب کی بنیاد وہم پر ہے۔ حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ نے سوفسطائیہ اور صوفیہ کے مذہب کی تحقیق زیادہ وضاحت کیساتھ جلد ثانی مکتوب اوّل اور مکتوب ۲۸ میں کی ہے اور وہی تحقیق لائق اعتماد و اعتبار ہے۔ آپ کی یہ گفتگو پہلے کی ہے۔ مترجم عفی عنہٗ



Marfat.com

# مکتوب نمبر ۱۲۶

یہ مکتوب بھی میر صالح نیشاپوری کی طرف صادر فرمایا۔

اس امر کے بیان میں کہ باطل الٰہوں کی نفی کا اہتمام کرنا چاہیئے۔ وہ باطل آلہہ چاہے آفاقی ہوں چاہے انفسی۔ اور معبود بحق جل سلطانہ کی جانب جو کچھ حوصلہ فہم اور احاطہ ادراک میں آئے اسے نفی کے نیچے لاکر صرف موجودیت پر کفایت کرنی چاہیئے۔ اگرچہ وجود کے اثبات کی بھی وہاں گنجائش نہیں۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

سیادت اور بزرگی والے میر صالح! طالب کو چاہیئے کہ آلہہ باطلہ کی نفی کا اہتمام کرے۔ وہ چاہے آفاقی ہوں یا انفسی۔ اور معبود بحق جل سلطانہ کی جانب میں جو کچھ حوصلہ فہم اور احاطہ وہم میں آئے۔ نفی کے نیچے داخل کرے۔ اور مطلوب کی موجودیت پر کفایت کرے۔ مصرع

جیش از یں پے نہ بردہ اند کہ ہست  بارگاہ الست سے دُور ہیں

اس کا اس سے زیادہ سُراغ نہیں لگا سکے کہ ہے۔ اگرچہ وجود کی بھی اس مقام میں گنجائش نہیں۔ وجود سے بھی اُوپر ذات کو طلب کرنا چاہیئے۔ علماء اہل سنت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم نے خوب فرمایا ہے کہ واجب تعالیٰ کا وجود اس کی ذات سے زائد ہے۔ وجود کو عین ذات قرار دینا اور وجود سے اُوپر کچھ ثابت نہ کرنا کوتاہ نظری ہے۔ شیخ علاؤ الدولہ[1] فرماتے ہیں:

فَوْقَ عَالَمِ الْوُجُوْدِ عَالَمُ الْمَلِكِ الْوَدُوْدِ۔  یعنی عالم وجود سے اُوپر ملک ودود یعنی رب تعالیٰ کا عالم ہے۔

اس درویش کو جب مرتبہ وجود سے اُوپر لے گئے تو جب تک مغلوب الحال رہا ذوق و وجدان کی بناء پر اپنے آپ کو ارباب تعطیل میں سے پاتا تھا۔ اور واجب جل شانہ کے وجود کا حکم نہیں لگاتا تھا۔ کیونکہ وجود کو راستے میں چھوڑ آیا تھا۔ اور مرتبہ ذات میں وجود کی گنجائش نہیں۔ اُس وقت اس درویش کا اسلام تحقیقی نہیں بلکہ تقلیدی تھا۔

---

[1] یعنی شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی قدس سرہ۔ آپ کی کنیت شمس الدین ابوالکارم ہے۔ اور آپ کا نام مبارک احمد بن محمد ہے۔ آپ شاہان سمنان میں سے ہیں۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی نورالدین عبدالرحمٰن ہے۔ آپ کی ولادت ۶۵۹ھ اور وفات ۷۳۶ھ شب جمعہ رجب المرجب میں ہوئی۔



Marfat.com

مختصر یہ کہ جو کچھ ممکن کے حوصلہ میں آتا ہے۔ وہ بہر صورت ممکن ہی ہوسکتا ہے۔

فسبحان من لم یجعل للخلق الیہ سبیلا الا بالعجز عن معرفتہ
تو پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی طرف مخلوق کے لئے کوئی راستہ نہیں رکھا۔ مگر اس کی معرفت سے عاجز ہونے کا راستہ۔

فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے حصول سے کوئی یہ گمان نہ کرے کہ ممکن واجب بن جاتا ہے کیونکہ یہ محال ہے اور اس طرح قلب حقائق لازم آتا ہے جو ناممکن ہے۔ تو جب ممکن واجب نہیں بن سکتا تو پھر ممکن کا حصہ سوا اس کے اور کچھ نہیں کہ ممکن واجب جل شانہ کے ادراک سے عاجز رہتا ہے۔ فرد

عنقا شکار کس نشود دام باز چین کاینجا ہمیشہ باد بدست است دام را

ترجمہ: عنقا کسی کے شکار میں نہیں آسکتا۔ لہٰذا دام سمیٹ لو۔ کیونکہ یہاں دام اور جال کے ہاتھ میں ہوا کے سوا کچھ نہیں آتا۔

بلند ہمتی اسی طرح کے مطلب کو چاہتی ہے۔ کہ اس کی کوئی چیز بھی ہاتھ میں نہ آئے۔ اور اس کا کچھ نام ونشان پیدا نہ ہو۔

ایک جماعت وہ ہے جو ایسا مطلب چاہتی ہے جسے وہ اپنا عین پاتی ہے۔ اور قرب ومعیت اس کے ساتھ پیدا کرتی ہے۔ مصرع: آں ایشانند من چنینم یارب۔ وہ تو وہ ہیں لیکن یارب میں تو اس طرح ہوں۔

والسلام اولاً وآخراً

# مکتوب نمبر ۱۲۷

مُلا صفر احمد رُومی کی طرف صادر فرمایا۔

اس امر کے بیان میں کہ خدمت والدین اگرچہ حسنات میں سے ہے۔ لیکن مطلب حقیقی تک وصول کے سامنے محض بیکاری اور خالص بے روزگاری ہے۔ بلکہ برائی میں داخل ہے۔ حسنات الابرار سیئات المقربین (ابرار کی نیکیاں مقربین کی برائیاں ہیں) اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

مکتوب مرغوب موصول ہوا۔ بسلسلہ رکاوٹ جو عذر آپ نے بیان کیا ہے۔ صحیح اور درست ہے۔ اس سے بھی زیادہ جو کچھ وتورع میں آسکے کرنا چاہیئے۔ اور اپنے آپ کو قصوروار ٹھہرانا چاہیئے۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسَانًا اور ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ نیک سلوک



Marfat.com

حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا۔ کرنے کی تاکید کی ہے۔ اس کی ماں نے اسے تکلیف کیساتھ اُٹھائے رکھا اور تکلیف کیساتھ جنا۔

دُوسرے مقام پر اللہ سبحانہٗ فرماتا ہے :

اَنِ اشْكُرْ لِىْ وَلِوَالِدَيْكَ کہ مے شکر گزار ہو اور اپنے والدین کے۔

اس کے باوجود اعتقاد یہ ہونا چاہیئے کہ مطلوب حقیقی تک وصول کے مقابلے میں سب کچھ محض بے کاری ہے۔ بلکہ جس طرح منازل سلوک طے کرنا چاہیئے اس کے سامنے محض معطل رہنا ہے آپ نے حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِيْنَ (ابرار کی نیکیاں مقربین کی بُرائیاں ہیں) سُنا ہوگا۔ بیت

ہرچہ جز عشق خدائے احسن است گر شکر خوردن بود جان کندن است

خدائے احسن کے عشق کے سوا جو کچھ بھی ہے چاہے شکر کھانے کا کام ہی کیوں نہ ہو اپنی جان کے ہلاک کرنے کے مترادف ہے۔

اللہ کا حق تمام مخلوق کے حقوق پر مقدم ہے۔ مخلوق کے حقوق ادا کرنا اللہ تعالیٰ کے حکم کی بنا پر ہے۔ ورنہ کس کی مجال ہے کہ اس کی خدمت چھوڑ کر دُوسروں کی خدمت میں مشغول ہو تو مخلوقات کی خدمات انجام دینا اس اعتبار سے حق تعالیٰ کی خدمات میں داخل ہے۔ لیکن ایک خدمت سے دُوسری خدمت تک بڑا فرق ہے۔ مزارع اور ہل چلانے والے بھی بادشاہوں کے خادم ہی شمار ہوتے ہیں لیکن خاص مقربوں کی خدمت کچھ اور ہی چیز ہے۔ وہاں زراعت اور ہل چلانے کا نام لینا بھی سراسر معصیت ہے۔ اور ہر کام کی مزدوری کام کے اندازہ کے مطابق ہوتی ہے۔ ہل چلانے والے کو دن بھر محنت شاقہ کرنے کے باوجود دن کی مزدوری صرف ایک ٹکہ ملتی ہے۔ اور مقرب لوگ ایک گھڑی کی خدمت سے لاکھوں روپے کے مستحق بن جاتے ہیں۔ لیکن لاکھوں روپوں کے مستحق ہونے کے باوجود انہیں ان روپوں سے کچھ تعلق نہیں ہوتا۔ وہ بادشاہ کے قرب میں گرفتار ہیں۔ انہیں اور کسی شے سے تعلق نہیں ہوتا۔ ہل چلانے والے خدمتگار اور بادشاہ کے مقرب دونوں کی خدمتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

فرخ حسین کو کافی توفیق نصیب ہو چکی ہے۔ اس کی طرف سے مطمئن رہیں۔ اس سے زیادہ کیا لکھوں۔

والسلام



Marfat.com

# مکتوب نمبر ۱۲۸

خواجہ مقیم کی طرف صادر فرمایا

بلند ہمت بننے کی ترغیب اور بے مثل ذات کو مطلوب قرار دینے کے بغیر کسی شے پر اکتفا نہ کرنے کے بیان میں۔

محترم خواجہ محمد مقیم ہم دُور افتادوں کو فراموش نہ کریں بلکہ دُور نہ جانیں۔ المرء مع من احب[1] آدمی اس کے ساتھ شمار ہوتا ہے جس سے محبت رکھتا ہے۔ مقصد کی بات یہ ہے کہ راستہ نہایت طویل ہے۔ اور مطلوب کمال بلندی پر ہے اور ہم نہایت پست اور کوتاہ ہیں اور درمیانی منازل مطالب مثل سراب کی طرح ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اس سے پناہ کہ بندہ وسط کو نہایت خیال کرکے غیر مقصد کو مقصد قرار دے لے۔ اور چون کو بے چون تصور کرلے۔ اور مطلب حقیقی تک وصول سے رہ جائے۔ ہمت کو بلند کرنا چاہیے۔ اور کسی بھی حاصل ہو جانے والی شے پر کفایت نہیں کرنی چاہیئے بلکہ اپنے مطلب کو نہایت بلندیوں میں تلاش کرنا چاہیئے۔ اس طرح کی ہمت کا حصول شیخ مقتدا کی توجہ سے وابستہ ہے۔ اور شیخ کی توجہ مرید مقتدی کی محبت اور اخلاص کے مطابق ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ جسے چاہے عطا کرے۔ اور اللہ تعالیٰ فضل عظیم والا ہے۔

# مکتوب نمبر ۱۲۹

سید نظام کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ انسان کی جامعیت اس کے تفرقے کا باعث ہے۔ اور یہی جامعیت اس کی جمعیت کا سبب ہے۔ جس طرح دریائے نیل کا پانی دوستوں کے لئے پانی اور دشمنوں کے لئے مصیبت ہے۔

آپ کا مکتوب شریف ملا۔ آدمی چونکہ تمام موجودات میں جامع ترین ہستی ہے۔ اور اس کے اجزاء میں سے ہر جزو کے تعلق کے اعتبار سے کثیر موجودات کیساتھ گرفتاری پائی جاتی ہے۔ پس فی الحقیقت اس کی جامعیت اس کی جناب قدس خداوندی جل سلطانہ سے سب سے زیادہ دُوری کا باعث ہو چکی ہے۔ اور متعدد تعلقات بھی

---

[1] مشکوٰۃ بحوالہ بخاری و مسلم بروایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ



Marfat.com

اس کی دُوری کا باعث بن چکے ہیں۔ اور اگر بہ توفیق خداوندی سے اپنے آپ کو ان پراگندہ تعلقات سے الگ کرلے۔ اور اپنے اصل کی طرف رجوع کرے۔ تو اس نے عظیم کامیابی حاصل کرلی۔ ورنہ دُوری کی گمراہی میں جا گرا۔ اپنی جامعیت کے سبب، جس طرح انسان بہترین موجودات ہے۔ اسی جامعیت کے باعث بدترین ہونا بھی یقینی ہے۔ اس کا آئینہ بواسطہ جامعیت سب سے اتم اور اکمل ہے۔ یہ انسان اگر اپنا رُخ کائنات ہی کی طرف رکھے۔ تو جتنا زیادہ اسے میلا کچیلا کہیں ٹھیک ہے۔ اور اگر اس کا رُخ حق تعالیٰ کی طرف ہو تو پھر عقل اور نہایت لطیف تر ہے۔ ان تعلقات کی میل کچیل سے مکمل آزادی حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے۔ آپ کے بعد دوسرے انبیاء کرام اور اولیاء عظام اپنے اپنے درجات کے مطابق صلوات اللہ تعالیٰ وتسلیماتہ علیٰ جمیعہم وعلیہم وعلیٰ اتباعہم اجمعین الیٰ یوم الدین۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں بحرمت النبی المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان تعلقات سے نجات عطا کرے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وہ مقدس ذات ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں مدح فرمائی۔ مازاغ البصر وما طغیٰ۔ یعنی حضورؐ کی نظر مبارک نہ تو کج ہوئی اور نہ ہی اُس نے حد سے تجاوز کی۔ اس سے زیادہ گفتگو موجب ملال ہے۔ والسلام مع الاکرام

# مکتوب نمبر ۱۳۰

جمال الدین کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ تلوینات احوال کا چنداں اعتبار نہیں۔ بے کیف اور بے مثال مقصد کا حصول ہونا چاہیئے۔

تلوینات کا چنداں اعتبار نہیں۔ ان میں گرفتار نہیں ہونا چاہیئے۔ کہ کیا آیا اور کیا گیا اور کیا کہا اور کیا سنا مقصود دُوسری چیز ہے۔ جو گفت وشنید اور دید وشہود سے منزہ اور مبرا ہے۔ سلوک کے بچوں کو اخروٹ وانگور جیسی اشیاء سے تسلی دیتے ہیں۔ ہمت بلند ہونی چاہیئے۔ کرنے والا کام دُوسرا ہے۔ یہ سب خواب وخیال ہے۔ خواب میں کوئی شخص اگر اپنے آپ کو بادشاہ دیکھے تو وہ نفس الامر میں بادشاہ نہیں۔ لیکن اس طرح کے خواب سے بلند مراتب کے حصول کی امیدواری مترشح ہوتی ہے۔ طریقہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرار اکابرہم میں وقائع کا کوئی اعتبار نہیں کرتے۔ انہوں نے یہ بیت اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ بیت

چوں غلام آفتابم ہم از آفتاب گویم      نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

جب آفتاب کا غلام ہوں ہر بات آفتاب کے متعلق ہی کہوں گا۔ میں نہ رات ہوں اور نہ رات کا پرستار ہوں کہ خواب کی



Marfat.com

اگر کوئی وارد ہو اور پھر چلا جائے۔ تو خوشی اور غمی کی کوئی ضرورت نہیں۔ بے کیف اور بے مثال مقصود کے حصول کا منتظر رہنا چاہیئے۔ والسلام

# مکتوب نمبر ۱۳۱

خواجہ محمد اشرف کابلی کی طرف صادر فرمایا:

طریقہ خواجگان نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی بلندی شان۔ اور اس جماعت کے حال کی شکایت کے بیان میں جنہوں نے اس طریقہ میں بہت سی نئی باتیں نکال لی ہیں۔ اور انہیں اس طریقہ کی تکمیل قرار دے رکھا ہے۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وآلہ الطاہرین۔

اخوی ارشدی خواجہ محمد اشرف کو اللہ تعالےٰ اپنے دوستوں کی بزرگیوں سے نوازے اور مشرف فرمائے، معلوم ہونا چاہیئے کہ خواجگان نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کا طریقہ حق تعالیٰ تک پہنچانے والے طریقوں میں سب سے زیادہ قریب ہے۔ اور دوسروں کی نہایت ان بزرگواروں کی ہدایت میں درج ہے۔ اور ان کی نسبت تمام نسبتوں سے بلند ہے۔ یہ سب کچھ اس بنا پر ہے کہ اس طریقہ میں التزام سنت اور بدعت سے اجتناب ہے۔ یہ بزرگ حتی الامکان رخصت پر عمل کرنا جائز نہیں رکھتے۔ اگرچہ بظاہر باطنی طور پر اسے نفع مند ہی پائیں۔ اور عزیمت پر عمل کرنے کو ہاتھ سے نہیں دیتے۔ اگرچہ صورت کے لحاظ سے سیرت اور طریقہ میں نقصان وہ ہی محسوس کریں۔ ان بزرگوں نے احوال و مواجید کو احکام شرعیہ کے تابع کیا ہے۔ اور اذواق و معارف کو علوم شرعیہ کا خادم تصوّر کیا ہے۔ شرع شریف کے نفیس موتیوں کو بچوں کی طرح وجد وحال کے اخروٹ اور انگوروں کے عوض نہیں لیتے۔ اور صوفیہ کی بے اصل باتوں سے مغرور اور فتنہ میں نہیں پڑتے۔ نصوص شرعیہ کے مقابلہ میں فصوص الحکم کی باتوں کو اختیار نہیں کرتے اور فتوحات مدنیہ کو چھوڑ فتوحات مکیہ (ابن عربی کی کتاب) کی طرف التفات نہیں کرتے۔ ان کا حال دائمی ہے اور ان کا وقت پائیدار ہے۔ وہ تجلی ذاتی جو دوسروں کو بجلی کی چمک کی طرح نصیب ہوتی ہے۔ ان بزرگواروں کو دائمی طور پر نصیب ہے۔ وہ حضور جو تھوڑی دیر بعد باقی نہ رہے ان کے اس اعتبار سے ساقط ہے۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ۔ وہ ایسے لوگ ہیں جنہیں تجارت اور سوداگری اللہ کی یاد سے غافل نہیں کر سکتی۔

لیکن ہر ایک کا فہم ان کے مذاق تک نہیں پہنچ سکتا۔ بلکہ ممکن ہے کہ اس طریقہ علیہ کے کوتاہ اندیش لوگ ان کے



Marfat.com

کمالات کا انکار ہی کر بیٹھیں۔ بیت

قاصرے گر کند ایں طائفہ را طعن قصور — حاش للہ کہ برآرم بزبان ایں گلہ را

اگر کوئی کوتاہ ہمت اس گروہ نقشبندیہ قدس سرہم پر اعتراض کرے تو وہ جانے اللہ کی پناہ کہ اس گلے کو میں زبان پہ لاؤں۔

ہاں اس طریقۂ علیہ کے متاخرین بزرگوں کے کچھ خلفاء نے اس طریقہ میں کچھ نئی چیزیں داخل کر دی ہیں اور اس سلسلہ کے اکابر کی روش کو ترک کر دیا ہے۔ ان لوگوں کے مریدوں کی ایک جماعت یہ عقیدہ رکھتی ہے۔ کہ ان محدثات سے انہوں نے اس طریقہ کی تکمیل کی ہے۔ حاشا وکلا پناہ بخدا۔ کَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ بہت بڑی بات ان کے مونہوں سے نکل رہی ہے۔ جن لوگوں نے اس سلسلہ میں بعض نئی اور بے اصل باتیں داخل کی ہیں۔ ان سے اس سلسلے کی تکمیل نہیں بلکہ اس میں سلسلے کی تخریب اور اسے ضائع کرنا ہے۔ افسوس ہزار افسوس بعض وہ بدعات جن کا دوسرے سلسلوں میں وجود تک نہیں۔ انہیں اس سلسلہ میں جاری کر دیا گیا ہے۔ مثلاً اس سلسلہ کے بعض لوگ نماز تہجد جماعت سے ادا کرتے ہیں۔ اردگرد سے لوگ تہجد کے وقت جمع ہوتے ہیں اور پھر یہ لوگ پوری جمعیت کے ساتھ یہ نماز باجماعت ادا کرتے ہیں۔ ان کا یہ عمل مکروہ تحریمہ ہے۔ جن فقہاء نے اس جماعت کی کراہت کے لئے تداعی (لوگوں کو بلانا) کو شرط قرار دیا ہے۔ انہوں نے بھی ایک گوشۂ مسجد میں اسے جائز کہا ہے۔ وہ بھی اس صورت میں کہ تین افراد سے زیادہ نہ ہوں۔ تین سے زیادہ افراد کا مل کر یہ نماز جماعت سے ادا کرنا فقہاء کے نزدیک بالاتفاق مکروہ ہے۔ نیز اس طرح نماز تہجد ادا کرنے میں تیرہ رکعت تصور کرتے ہیں۔ بارہ رکعات کھڑے ہو کر ادا کرتے ہیں۔ اور دو رکعت بیٹھ کر۔ اور ان دو کو ایک رکعت تصور کرتے ہیں اور اس طرح تیرہ رکعت تصور کرتے ہیں۔ حالانکہ بات یوں نہیں۔ ہمارے نبی کریم علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات نے جو بعض دفعہ تیرہ رکعات ادا فرمائی ہیں اور بعض دفعہ گیارہ رکعات اور بعض دفعہ نو رکعات تو وہ وتر دو کو ساتھ ملا کر جفت رکعات کے بجائے طاق رکعات قرار دی ہیں یوں نہیں کہ دو رکعات نفل کو جو بیٹھ کر ادا کی ہوں ایک تصور کیا ہے۔ اس قسم کے علم و عمل کا منشاء روشن سنت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی عدم تحقیق ہے۔ تعجب ہے کہ ان شہروں میں جو علماء مجتہدین کا مسکن و ماویٰ ہیں اس طرح کی بدعات رواج پذیر ہو چکی ہیں حالانکہ ہم فقراء اسلامی علوم کا استفاضہ ان بزرگوں کی برکات سے کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی درست بات کا الہام فرمانے والا ہے۔ فرد

اندکے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم — کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

میں نے غم دل تھوڑا سا بیان کیا ہے۔ میں ڈر گیا ہوں کہ تو دل آزردہ ہو گا ورنہ باتیں بہت ہیں۔ والسلام



Marfat.com

# مکتوب نمبر ۱۳۲

خواجہ محمد صدیق بدخشی کی طرف صادر فرمایا:

درویشوں کی مجلس سے اجتناب اور اغنیاء کی صحبت کی ترغیب کے بیان میں۔

کیونکہ فقراء کے آستانے کی جاروب کشی اغنیاء کے ہاں صدر نشینی سے بہتر ہے۔

| | |
|---|---|
| رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا | اے اللہ! ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر |
| وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ | اس کے بعد کہ تو نے ہدایت بخشی اور ہمیں اپنے |
| اَنْتَ الْوَهَّابُ ۔ | پاس سے رحمت عطا فرما۔ بیشک تو ہی بہت عطا |
| | فرمانے والا ہے۔ |

اے برادر! آپ نے ظاہر طور پر فقراء کی صحبت و ہم نشینی سے کنارہ کشی کر کے اور دل تنگ ہو کر اغنیاء کی مجلس اختیار کی ہے۔ آپ نے بہت برا کیا ہے۔ آج اگر تمہاری چشم بصیرت بند ہے تو کل کھول دی جائے گی۔ مگر اس وقت ندامت اور شرمندگی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ بتا دینا شرط ہے۔ اے دیوانگی کے مارے ہوئے تیرا معاملہ دو حال سے خالی نہیں۔ اغنیاء کی مجلس و صحبت میں تجھے جمعیت خاطر نصیب ہوگی یا نہ ہوگی۔ اگر ہوگی تو وہ بھی بری ہے۔ اور نہ ہوئی تو یہ بہت ہی بری بات ہے۔ ان کی مجلس میں اگر جمعیت خاطر نصیب ہوگی تو وہ جمعیت نہیں بلکہ فی الحقیقت استدراج اور کچھ وقت کے لئے مہلت ہے۔ اس صورت حال سے اللہ تعالیٰ کی پناہ۔ اور اگر جمعیت خاطر نصیب ہی نہ ہو خسر الدنیا والآخرہ۔ دنیا اور آخرت کا خسارہ اس کا نشان حال ہے۔ یاد رکھ فقراء کے آستانے کی جاروب کشی اغنیاء کی صدر نشینی سے بہتر ہے۔ آج اس بات کی سمجھ آئے یا نہ آئے۔ آخر کار سمجھ آ جائے گی مگر اس وقت کچھ فائدہ نہ ہو گا۔ لذیذ طعام اور اچھے اور فاخرہ لباس کی آرزو نے تجھے اس بلا میں ڈال دیا ہے۔ اب بھی کچھ نہیں گیا۔ اپنے اصلی مقصد کی فکر کرو۔ جو کچھ حق سبحانہ تعالیٰ سے رکاوٹ کا باعث ہے۔ اس سے دور ہٹاؤ۔ اور بچو!

| | |
|---|---|
| اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ | بیشک تمہاری کچھ بیویاں اور اولاد تمہاری |
| عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۔ | دشمن ہے ان سے بچو۔ |

نص قطعی ہے۔ صحبت کے حقوق نے مجھے اس بات پر مجبور کیا کہ تمہیں نصیحت کر دوں۔ آگے اس پر عمل کرو یا نہ کرو یہ تمہاری مرضی۔ شعر



Marfat.com

وَقَدْ كَانَ مَا خِفْتُ اَنْ يَّكُوْنَا    اِنَّا اِلَى اللّٰهِ رَاجِعُوْنَا

یعنی بے شک وہ بات ہو کر رہی جس کا مجھے ڈر تھا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

ان سب لوگوں پر سلامتی کا نزول ہو جو ہدایت کے پیروکار اور حضرت محمد مصطفےٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والتحیات اتمہا واکملہا کی سُنّت کے پابند ہیں۔ مجھے تمہاری فطرت اور استعداد سے کچھ اور ہی توقع تھی۔ تم نے اپنی استعداد کے جوہر نفیس کو پانی میں پھینک دیا ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

# مکتوب نمبر ۱۲۳

یہ مکتوب بھی ملا محمد صدیق کی طرف صادر فرمایا۔ اس بیان میں کہ فرصت کے لمحات کو غنیمت جاننا چاہیئے۔ اور اپنے قیمتی وقت کی قدر کرنی چاہیئے۔

قاصد کے ہاتھ آپ نے جو مکتوب ارسال کیا تھا مل گیا ہے۔ فرصت کے لمحات کو غنیمت جانو۔ اور اپنے وقت عزیز کی قدر کرو۔ رسوم و عادات سے کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ اور حیلوں بہانوں سے خسارے اور محرومی میں ہی اضافہ ہوتا ہے۔ مخبر صادق حضور نبی کریم علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوات اتمہا ومن التسلیمات اکملہا نے فرمایا ہے:

هَلَكَ الْمُسَوِّفُوْن۔    یعنی "یہ کام کل کر لوں گا" کہنے والے ہلاک ہو گئے۔

ایام زندگی کو موہوم مقاصد میں صرف کرنا اور موہوم مقاصد (اموال اور منافع دنیوی) کو عمر موجود کے لئے نگاہ رکھنا بہت بُرا ہے۔ چاہیئے یہ کہ نقد وقت کو اہم اور ضروری کام میں صرف کیا جائے۔ اور غیر نقد (آنے والی زندگی جو ایک وہمی امر ہے، کو بے فائدہ آسائش و آرائش کے لئے ذخیرہ بنانا چاہیئے۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ اپنی طلب میں بے آرامی کا ذرہ ہی عطا کرے۔ تاکہ ماسوائے حق کے ساتھ آرام حاصل کرنے سے نجات میسر آ جائے۔ گفتگو بے فائدہ ہے۔ سلامتی قلب طلب کرنی چاہیئے۔ اصل مقصد کی فکر میں رہنا چاہیئے اور لایعنی امور سے مکمل طور پر گریز کرنا چاہیئے۔ بیت

ہرچہ جز عشق خدائے احسن است    گر شکر خوردن بود جاں کندن است

خدائے احسن کے عشق و محبت کے سوا جو کچھ ہے۔ اگرچہ شکر کھانے کا فعل ہی کیوں نہ ہو دراصل اپنی جان کو ہلاک کرنے کی ہی بات ہے۔

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغ    رسُولوں پر صرف بات کا پہنچا دینا ہے۔



Marfat.com

# مکتوب نمبر ۱۳۴

یہ مکتوب بھی مُلا محمد صدیق کی طرف لکھا۔ "تھوڑی دیر تک کر لوں گا" سے روکنے کے بیان میں۔

حق سبحانہ وتعالیٰ مدارج قرب میں بے اندازہ عروج عطا فرمائے۔ بحرمت سید المرسلین علیہ وعلیہم وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات اتمہا۔

اے محبت کے نشانات والے وقت انسان کی زندگی کو کاٹنے والی تلوار ہے۔ معلوم نہیں کل فرصت نصیب ہو یا نہ ہو۔ اہم اور ضروری کام آج ہی کرنا چاہیے۔ اور غیر ضروری کام کل پر ڈالنا چاہیے۔ عقل معاد کا یہی تقاضا ہے۔ جہاں عقل معاش اس تقاضا سے خالی ہے۔ اس سے زیادہ کیا لکھے۔ والسلام

# مکتوب نمبر ۱۳۵

یہ مکتوب مخلص دوست محمد صدیق کی طرف صادر فرمایا:

ولایت کے مراتب کے بیان میں چاہے ولایت عامہ ہو یا خاصہ۔ نیز ولایت خاصہ کی بعض خصوصیات کے بیان میں۔

معلوم ہونا چاہیے کہ ولایت فنا اور بقا کا نام ہے۔ اور یہ ولایت یا عام ہو گی یا خاص۔ اور عامہ سے ہماری مراد مطلق ولایت ہے۔ اور خاصہ سے ولایت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ مراد ہے۔ ولایت محمدیہ میں فنا اتم اور بقا اکمل حاصل ہوتی ہے۔ تو جو نیک بخت اس نعمت عظمیٰ سے مشرف کیا گیا۔ اس کا جسم طاعت کیلئے نرم ہو گیا۔ اس کا سینہ اسلام کے لئے کھل گیا۔ اور اس کا نفس مطمئنہ ہو گیا۔ تو اس کا نفس اپنے مولا سے راضی ہو گیا۔ اور اس کا مولا اس سے راضی ہو گیا۔ اور اس کا دل رب تعالیٰ کی ذات کے لئے ہی خالص ہو گیا۔ اور اس کی روح پورے طور پر صفات لاہوت کے مکاشفے کے لئے آزاد ہو گئی۔ اور اس کا ستر شیون اور اعتبارات کے ملاحظہ کیساتھ مشرف ہو گیا۔ اور اس مقام میں تجلیات ذاتیہ برقیہ سے مشرف ہو گیا۔ اور اس کا لطیفہ خفی رب تعالیٰ کے کمال تنزہ اور تقدس کبریا کے سامنے دریائے حیرت میں ڈوب گیا۔ اس کا لطیفہ اخفیٰ اس ذات کے ساتھ بے کیف اور بے مثال طریقہ پر اتصال پذیر ہو گیا۔ مصرعہ

هنيئا لارباب النعم نعيمها ارباب نعمت کو نعمتیں مبارک ہوں۔



Marfat.com

اور ایک بات جو ذہن میں رکھنی چاہیئے یہ ہے کہ ولایتِ خاصہ محمدیہ علی صاجبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ عروج و نزول کے تمام طریقوں میں دوسرے تمام مراتب و ولایت سے ممتاز اور الگ ہے۔ جنابِ عروج میں تو اس طرح کہ لطیفہ اخفیٰ کی فنا اور اس کی بقاء اسی ولایتِ خاصہ کیساتھ مختص میں ہے۔ باقی تمام ولایتوں کا عروج اپنے درجات کے فرق کے مطابق صرف لطیفہ خفی تک ہے۔ یعنی بعض اربابِ ولایت کا عروج مقامِ روح تک ہے۔ اور بعض کا عروج سِرّ تک۔ اور کچھ دوسروں کا عروج لطیفہ خفی تک ہے۔ اور یہ ولایت عامہ کے درجات کی آخری حد ہے۔ اور جانب نزول میں اس طرح کہ ولایت محمدیہ علی صاجبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے اولیا کے اجسام عابرہ کو بھی اس ولایت کے درجاتِ کمالات سے حصّہ ملتا ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو شبِ معراج جہاں تک خدا تعالےٰ نے چاہا جسدِ عنصری کیساتھ عروج حاصل ہوا۔ اور آپ پر جنت اور دوزخ پیش کیے گئے۔ اور اللہ تعالےٰ نے جن علوم کی وحی آپ پر نازل کرنی تھی نازل کی۔ اور وہاں آپ حق تعالیٰ کی رویت بصری سے مشرف کیے گئے۔ اور اس طرح کی معراج حضور سید الصلوٰۃ والسلام کے لئے خاص ہے۔ اور وہ اولیاء جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کمال متابعت سے موصوف ہیں اور آپ کے قدم مبارک کے نیچے چلتے ہیں انہیں بھی اسی مرتبہ مخصوصہ سے حصّہ ملتا ہے۔ مصرعہ: وللارض من کاسِ الکرام نصیبُ۔ کریم لوگوں کے پیالے میں زمین کا بھی حصّہ ہے۔ اس باب میں آخری بات یہ ہے کہ دُنیا میں رویت کا وقوع حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خاص ہے۔ اور جو اولیاءِ کرام آپ کے قدم کے نیچے ہیں انہیں جو حالت نصیب ہوتی ہے وہ رویت کی حالت نہیں۔ اور رویت اور اس حالت میں فرق اصل اور فرع اور شخص اور اس کے سایہ کا فرق ہے۔ رویت اور یہ حالت ایک دوسرے کا عین نہیں۔

# مکتوب نمبر ۱۳۶

یہ مکتوب بھی مُلّا محمد صدیق کی طرف صادر فرمایا:

تسویف یعنی نیک کام میں ٹال مٹول، اور مطلوبِ حقیقی کے حصول میں تاخیر سے روکنے کے بیان میں۔

آپ کا مکتوب مرغوب موصول ہُوا۔ چونکہ قاصد رمضان المبارک کے آخری عشرہ متبرکہ میں پہنچا۔ اس لئے اس ہفتہ کے گذرنے کے بعد جواب کا پروگرام بنایا۔ خانخاناں کے خط کا جواب اور خواجہ عبداللہ کے خط کا جواب ارسال کر دیا ہے۔ اسے ملاحظہ کرلیں۔ اس دفعہ تمہارا فوج میں جانا فقیر کے نزدیک غیر معقول نظر آتا ہے معلوم



Marfat.com

نہیں اس میں کیا حکمت ہے ۔حقیقت معاملہ کا علم اللہ سبحانہ کو ہی ہے ۔آپ کو یومیہ روزی عطا فرمائی ہوئی ہے ۔ اسے غنیمت جانتے ہوئے اپنے کام کی فکر کرنی چاہیئے ۔ اسے مزید روزی حاصل کرنے کا ذریعہ نہیں بنانا چاہیئے ۔کیونکہ یہ طریقہ لامتناہی سلسلے کی شکل اختیار کر جائے گا ۔ درویشی میں لمبی اُمیدیں رکھنا کفر ہے ۔ اور قرض سے نجات حاصل کرنے کا طریقہ اور معاملہ غیر معلوم ہے کہ خواجہ صاحب سے شاید اس کی صورت بن سکے ۔ اگر اس بارے میں اشتباہ ہو تو خواجہ صاحب کی طرف یہ بات صاف اور صریح طور پر لکھیں ۔ اگر وہ بھی جواب میں واضح طور پہ نہیں اور ان کی طرف سے پختہ وعدہ محسوس ہو ۔ اس نیت کے تحت جا سکتے ہیں ۔لیکن تسویف (نیک کام میں ٹال مٹول) اور تاخیر کا کیا علاج ۔آپ جو کچھ کرنا چاہتے ہیں جلد کر لیں فرصت کے لمحات نہایت غنیمت ہیں ۔

# مکتوب نمبر ۱۲۷

حاجی خضر خان افغان[1] کی طرف صادر فرمایا ۔

ادائے نماز کی بلندی شان میں جس کا کمال نہایت النہایۃ کیساتھ وابستہ ہے ۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں ۔

آپ کا مکتوب مرغوب موصول ہوا ۔مضمون وضاحت سے ذہن میں آیا ۔عبادت میں لذت اور اس کے ادا کرنے میں رنج و تکلیف کا رفع ہونا حق سبحانہ و تعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ہے ۔ خاص کر ادائے نماز میں جو غیر منتہی کو میسر نہیں ۔ علی الخصوص فرض نماز کے ادا میں ۔کیونکہ ابتداء میں نفل نماز کے ادا کرنے میں لذت نصیب ہوتی ہے ۔اور نہایت النہایۃ میں پہنچ کر لذت کی یہ نسبت ادائے فرض کے ساتھ وابستہ ہو جاتی ہے ۔ اور

---

[1] حاجی خضر خان مرحوم حضرت امام ربانی رحمتہ اللہ علیہ کے منظور نظر لوگوں میں سے ہیں ۔آپ کو حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کی طرف سے تعلیم طریقہ کی اجازت بھی مرحمت ہوئی ۔بے شمار مخلوق آپ کے فیض سے مستفید ہوئی ۔ آپ رات کا اکثر حصہ گریہ و زاری میں بسر کرتے ۔مسکنت ،تواضع ،صفائی قلب اور حضور کے اوصاف سے موصوف تھے ۔ اور آپ کے اوقات تلاوت قرآن مجید ،اذکار و نوافل اور اوراد و وظائف سے معمور تھے ۔آپ سرہند شریف کے مضافات میں قصبہ بہلول میں سکونت رکھتے تھے ۔حاجی صاحب مرحوم اوّلاً حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے والد بزرگوار رحمتہ اللہ علیہ کی محفل جنت نشان میں حاضر ہوتے ۔ اور سرمایہ سعادت جمع کرتے رہے ۔بعد میں آپ نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں سلوک کی تکمیل کی ۔آپ نے ۱۰۲۵ھ میں وفات پائی ۔ آپکا مزار شریف قصبہ بہلول پور میں ہے ۔ نزہۃ الخواطر ۔



Marfat.com

بندہ اداے نوافل میں اپنے آپ کو بے کار تصور کرتا ہے۔ اور اس کے نزدیک اداے فرض ہی کار عظیم قرار پاتا ہے۔ مصرعہ: ایں کارِ دولت است کنوں تا کرا دہند۔ یہ دولت اور سعادت کا کام ہے۔ دیکھئے اب یہ نعمت کسے نصیب ہوتی ہے۔

یہ بات علم میں ہونی چاہیئے۔ کہ نماز ادا کرتے وقت جو لذت نصیب ہوتی ہے۔ نفس کے لئے اس میں کوئی حصہ نہیں۔ بلکہ وہ اس لذت کی حالت میں نالہ و فغان کر رہا ہوتا ہے۔ سبحانہ اللہ کیا بلند مرتبہ ہے۔ مصرعہ هنیئاً لارباب النعیم نعیمها۔ اربابِ نعمت کو نعمتیں گوارا ہوں۔ ہم جیسے دیوانوں کے لئے اس طرح کی گفتگو ہی غنیمت ہے۔ مصرع: بارے بہ ہیچ خاطرِ خرد شاد مے کنم۔ کسی طرح ہی مجھے دل کی خوشی نصیب ہو جائے۔ یہ بات بھی جان لیں کہ دُنیا میں رُتبہ نماز آخرت میں رتبہ رویت کی طرح ہے۔ دنیا میں نہایت قرب نماز میں حاصل ہوتا ہے۔ اور آخرت میں نہایتِ قرب دیدارِ خداوندی کے وقت ہوگا۔

اور یہ بات بھی ذہن میں رکھیں باقی عبادات نماز کے وسائل اور ذرائع ہیں۔ اور نماز مقاصد میں سے ہے۔

والسلام والاکرام

# مکتوب نمبر ۱۳۸

شیخ بہاء الدین سرہندی کی طرف صادر فرمایا:

کمینی دُنیا کی مذمت اور دنیاداروں کی صحبت و مجالست سے پرہیز کرنے کے بیان میں۔

فرزند ارشد اس کمینی اور مبغوض دُنیا پر خوش نہ ہو۔ جناب قدس خداوندی جل سلطانہٗ کی طرف دائمی توجہ کے سرمایہ کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔ اور اس بات کا خیال کرے کہ کیا چیز فروخت کر رہا ہے۔ اور کیا خرید رہا ہے۔ آخرت کو دنیا کے بدلے میں دے دینا اور مخلوق میں اُلجھ کر حق سبحانہ سے کٹ جانا بے وقوفی اور بے عقلی ہے۔ دنیا اور آخرت کا جمع ہونا ضدوں کے جمع ہونے کی مانند ہے۔

مَا اَحْسَنَ الدِّیْنَ وَالدُّنْیَا لَوِ اجْتَمَعَا — کیا ہی اچھا ہوتا اگر دین اور دنیا دونوں جمع ہو جاتے

ان دو ضدوں میں جس کو چاہیں اختیار کریں۔ اور جس کے عوض چاہیں اپنے آپ کو فروخت کر دیں۔ آخرت کا عذاب ابدی اور دائمی ہے۔ اور دُنیا کا سازو سامان بالکل تھوڑا ہے۔ خدا تعالےٰ سبحانہٗ دُنیا کو اپنا دشمن قرار دیتا ہے۔ اور آخرت اللہ تعالےٰ و تقدس کی پسندیدہ شے ہے۔ ن

عِشْ مَاشِئْتَ فَاِنَّكَ مَیِّتٌ — وَالْزَمْ مَاشِئْتَ فَاِنَّكَ مُفَارِقُہٗ



Marfat.com

جتنا بھی عرصہ زندہ رہو آخر تم نے مرنا ہے۔ اور جس شے سے بھی چمٹو آخر تمہیں اسے چھوڑنا پڑے گا۔ آخر کار زن و فرزند کو چھوڑنا پڑے گا۔ لہٰذا ان کی تدابیر کو حق سبحانہ کے حوالے کرنا چاہیئے۔ اور آج اپنے آپ کو مُردہ تصور کرنا چاہیئے۔ اور ان کی مہمات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا چاہیئے۔

اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِکُمْ وَاَوْلَادِکُمْ عَدُوًّا لَّکُمْ فَاحْذَرُوْھُمْ۔ بیشک تمہاری کچھ بیویاں اور اولاد تمہاری دشمن ہے۔ ان سے ڈرنا چاہیئے۔

نص قطعی ہے۔ بار بار تاکید ہے۔ خواب خرگوش میں کب تک پڑے رہو گے۔ آخر آنکھ کھولنی چاہیئے اہل دنیا کی صحبت اور ان سے میل جول زہر قاتل ہے۔ اس زہر کا کشتہ دائمی موت میں گرفتار ہے۔ عقلمند کو تو اشارہ ہی کافی ہے۔ چہ جائیکہ صراحتہ بار بار تاکید اور مبالغے کیساتھ کہا جائے۔ بادشاہوں کے درباروں کا لقمۂ چرب و شیریں مرض قلبی میں اضافہ کرتا ہے۔ تو ایسی صورت میں نجات اور فلاح کس طرح نصیب ہو سکتی ہے۔ ڈرو، ڈرو، ڈرو ست

من آنچہ شرط بلاغست با تو میگویم تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال

میں نے شرطِ تبلیغ پوری کر دی ہے۔ تو میری باتوں سے خواہ نصیحت حاصل کر خواہ ملال

شیر سے بھی زیادہ ان کی صحبت سے دُور بھاگو۔ کیونکہ شیر صرف دنیوی موت کا سبب بنتا ہے۔ اور اس سے آخرت برباد نہیں ہوتی۔ لیکن حکام و سلاطین سے میل جول ہلاکِ ابدی اور خسارہ دائمی کا سبب بن جاتا ہے لہٰذا ان کی صحبت سے بچو، ان کے لقمہ سے بچو، ان کی دوستی اور محبت سے بچو اور ان کو دیکھنے سے بھی گریز کرو۔ حدیث صحیح میں وارد ہو چکا ہے۔

مَنْ تَوَاضَعَ غَنِیًّا لِغِنَاہُ ذَھَبَ ثُلُثَا دِیْنِہٖ۔ جو کسی غنی کی اس کی دولت کی وجہ سے تواضع کرتا ہے اس کا دو حصے دین ضائع ہو جاتا ہے۔

آپ کو احساس ہونا چاہیئے۔ کہ یہ سب تواضع اور چاپلوسی ان کی دولت کی وجہ سے ہے۔ اور اس کا نتیجہ دو حصے اپنا دین برباد کرنے کی صورت میں برآمد ہوتا ہے۔ تو تمہارا اسلام سے کیا تعلق اور تم نجات کیسے پا سکتے ہو۔ یہ سب مبالغہ اور تاکید اس لئے ہے کہ فقیر جانتا ہے کہ نا جنس لوگوں کی صحبت اور ان کے لقمہ چرب و شیریں نے اس فرزند کو نصیحت قبول کرنے اور عقلمندی اختیار کرنے سے دُور کر دیا ہے۔ اور سرسری کلمہ و کلام سے متاثر ہونے سے امید کم ہے۔ تو میں بار بار کہتا ہوں کہ ان کی صحبت سے بچ۔ اور ان کی شکل سے بھی گریز کر۔

اللہ سبحانہٗ ہی توفیق عطا کرنے والا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمیں اور تمہیں ان باتوں سے نجات دے جو ہمارے بلند شان والے رب تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔ بحرمتہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو سید البشر ہیں اور جن کی



Marfat.com

مدح میں مازاغ البصر وارد ہوا ہے۔ وعلی آلہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا۔

# مکتوب نمبر ۱۳۹

جعفر بیگ نہانی کی طرف صادر فرمایا:

اس بدبخت جماعت کے بیان میں جو اہل اللہ پر اعتراض کرتی ہے۔ اس جماعت کی ہجو و مذمت جائز بلکہ مستحسن ہے۔

آپ کے التفات نامہ گرامی نے مشرف فرمایا۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ آپ کو سلامت رکھے۔ آپ فقراء کے حالات کی خبر گیری رکھتے ہیں۔ اور موجودگی اور عدم موجودگی کو یکساں حیثیت دیتے ہیں۔

مخدوم گرامی! کفار قریش نے جب اپنی کمال بدبختی کی بناء پر اہلِ اسلام کی بُرائی اور مذمت میں بہت مبالغہ کیا تو حضرت رسالت مآب علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام نے بعض اسلامی شعراء کو حکم دیا کہ نالائق کفار کی مذمت و بُرائی اشعار میں کریں۔ وہ شاعر حضرت رسالت مآب علیہ وعلی آلہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا کے سامنے منبر پر بیٹھتا اور کفار کی مذمت میں اعلانیہ اشعار کہتا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے جتنا وقت یہ کفار کی مذمت میں مصروف رہتا ہے۔ رُوح القدس (جبریل) اس کے ساتھ رہتا ہے۔ مخلوق کی طرف سے ایذا اور تکلیف کا پہنچنا عشق کی غنیمتوں میں سے ہے۔ اے اللہ ہمیں ان عشاق میں داخل کرے۔ بحرمت سید المرسلین علیہ وعلیہم وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات۔

# مکتوب نمبر ۱۴۰

ملا محمد معصوم کابلی کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ رنج و محنت محبت کے لوازمات میں سے ہے۔

اے محبت کے نشانات والے رنج و محنت محبت کے لوازمات میں سے ہے۔ فقراء کے لئے درد و غم کا ہونا لازمی بات ہے۔ بیت

غرض از عشق تو ام چاشنی درد و غم است ۔۔۔ ورنہ زیرِ فلک اسباب تنعم چہ کم است

تیرے ساتھ عشق لگانے سے میری غرض وغایت درد و غم کی چاشنی ہے۔ ورنہ آسمان کے نیچے ناز و نعمت کے اسباب کیا



Marfat.com

دوست آوارگی چاہتا ہے۔ تاکہ اس کے غیر سے بالکلیہ قطع تعلق ہو جائے۔ آرام بے آرامی میں ہے۔ اور لذت و خوشی سوز ہی ہے۔ قرار بے قراری میں اور راحت زخم خوردہ ہونے میں ہے۔ اس مقام میں فراغت تلاش کرنا اپنے آپ کو محنت میں ڈالنا ہے۔ اپنے آپ کو مکمل طور پر محبوب کے سپرد کرنا چاہیئے۔ اس کی طرف سے جو کچھ آئے پوری رضا اور خوشی سے قبول کرنا چاہیئے۔ اور اپنے ابرو نہیں پھیرنے چاہئیں۔ زندگی گزارنے کا طریقہ اسی روش میں ہے۔ جہاں تک ہو سکے استقامت اختیار کرو۔ ورنہ سستی تمہارے پیچھے تعاقب کر رہی ہے تمہاری مشغولیت بہت اچھی ہو چکی تھی۔ لیکن قوت سے پیشتر ہی ضعف کا شکار ہو گئی اگر تھوڑا سا بھی ان تردّدات اور شکوک اور بے اطمینانی سے اپنے وقت کو ضائع نہ کریں تو اس طرح پہلے سے بھی بہتر ہو جائے گا۔ چاہیئے کہ ان بے چینی کے اسباب کو عین جمعیت کے اسباب قرار دیں۔ تب ہی کوئی کام انجام دیا جا سکتا ہے۔ والسلام۔

# مکتوب نمبر ۱۴۱

مُلّا محمد قلیج کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ سلوک کے اس کام میں عمدہ چیز محبت و اخلاص ہے۔

حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ بحرمت حضرت سید المرسلین علیہ و علیہم و علی آلہ الصلوات والتسلیمات بیش از بیش ترقیات عطا فرمائے۔ قلبی احوال کے بارے میں آپ کبھی کچھ نہیں لکھتے کہ کیا صورت حال ہے۔ اس سلسلے میں ضرور کچھ نہ کچھ لکھا کریں کہ یہ بات غائبانہ توجہ کا موجب ہے۔ اس کام میں عمدہ بات محبت و اخلاص ہے۔ اگر اس وقت ترقی محسوس نہیں ہو رہی تو غم کرنے کی ضرورت نہیں۔ جب اخلاص پر استقامت حاصل ہے۔ تو سالوں کا کام چند گھڑیوں میں میسر آ سکتا ہے۔ والسلام۔

# مکتوب نمبر ۱۴۲

مُلّا عبد الغفور سمرقندی کی طرف صادر فرمایا:

اس امر کے بیان میں کہ ان بزرگوں کی اگر تھوڑی سی نسبت بھی ہاتھ آ جائے تو تھوڑی نہیں۔

آپ کا مکتوب مبارک جو التفات و توجہ سے آپ نے ارسال کیا تھا موصول ہوا۔ فقراء سے محبت اور اس گروہ کی طرف توجہ و نیاز خداوند تعالیٰ اجل سلطانہٗ کی عظیم نعمتوں میں سے ہے۔ حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی طرف سے



Marfat.com

اس پر استقامت کی درخواست اور امید ہے۔

وہ نیاز[1] جو آپ نے درویشوں کے لئے مردانہ کی تھی موصول ہو گئی۔ اس پر فاتحہ سلامتی پڑھی گئی ہے۔

جو طریقہ آپ نے اخذ کیا تھا اور جو نسبت آپ کو وصال سے نصیب ہوئی تھی۔ اس کے متعلق آپ نے کچھ تحریر نہیں فرمایا۔ معاذ اللہ کہ اس میں سستی اور فتور واقع ہو جائے۔ بیت

یک چشم زدن خیال پیش نظر  بہتر ز وصال خوبرو میان ہمہ عمر

ایک لمحہ کے لئے محبوب حقیقی کا خیال سامنے لانا ساری عمر حسینوں کے وصال سے لطف اندوز ہونے سے بہتر ہے

ان بزرگوں کی نسبت اگر تھوڑی بھی نصیب ہو جائے تو اس کو تھوڑی خیال نہ کرو۔ کیونکہ دوسروں کی نہایت ان بزرگوں کی ابتداء میں درج ہے۔ مصرعہ۔ قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔ میرے باغ کی رعنائی سے میری بہار کا اندازہ کر لو۔ لیکن اس نسبت میں فتور اور خلل سے غم نہیں کرنا چاہیئے۔ جبکہ ان بزرگوں کیساتھ محبت کا رشتہ قوی اور مضبوط ہے۔ وہ قبا[2] جو کئی دفعہ پہنی گئی ہے۔ آپ کو ارسال کر دی گئی ہے۔ اسے کبھی کبھی پہنا کریں۔ اور ادب سے محفوظ رکھیں۔ اس سے بے شمار فوائد کی توقع ہے۔ جب بھی اس قبا کو پہنیں باوضو پہنیں۔ اور اپنے سبق کا تکرار جاری رکھیں۔ امید ہے کہ جمعیت تمام نصیب ہو گی۔

جب بھی کوئی بات میری طرف تحریر کریں پہلے اپنے باطنی کوائف و حالات تحریر کیا کریں۔ ظاہری حالات باطنی احوال کے بغیر کچھ اعتبار نہیں رکھتے۔ مصرعہ۔ از ہرچہ میرود سخن دوست خوشتر است۔ دوست کی بات جس طرف

---

[1] بزرگانِ دین کی خدمت میں نیاز پیش کرنے کے منکر لوگ حضرت امام ربانی رحمتہ اللہ علیہ کے ان الفاظ پر غور فرمائیں۔

[2] حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کا اپنا قبا شریف اپنے مرید کو ارسال کرنا اسے پہننے کے متعلق فرمانا اور اسے باادب رکھنے کا حکم دینا اور یہ فرمانا کہ اس قبا سے بہت فائدے حاصل ہوں گے۔ آپ کے حسن اعتقاد کی بین دلیل ہے۔ آپ کا یہ طرز عمل صاف ظاہر کرتا ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ بھی وہی عقیدہ رکھتے تھے جو جمہور اہل سنت و جماعت کا ہے۔ جمہور اہل سنت و جماعت بزرگانِ دین کے تبرکات سے فیض و برکت حاصل کرتے ہیں۔ ان کا ادب کرتے ہیں۔ اور ان سے نفع اور فائدہ کے حصول کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ لیکن اہل سنت کے اس عقیدہ کے برعکس بے ادب۔ . . . . . . . . لوگ جس طرح بزرگانِ دین کے اس طرح کے تبرکات کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اور ایسے عقیدے کو شرک و بدعت قرار دیتے ہیں۔ اور اوہام و خیالات کہتے ہیں۔ وہ ان مخالفین کے رسائل انکی کتابوں اور ان کی روزمرہ کی تقاریر و بیانات سے بالکل واضح ہے۔ حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ کے اس عقیدے کو جان لینے والوں پر یہ حقیقت بھی پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ملک حسن علی غیر مقلد ساکن قصبہ شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ



Marfat.com

سے بھی کان میں پڑے بہت ہی اچھی لگتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں حضرت سید البشر نظر کی کجی سے پاک علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام ظاہر او باطن کی متابعت پر ثبات و دوام عطا فرمائے۔ مصرعہ: کار اینست وغیر این ہمہ ہیچ۔ اصل کام یہی ہے۔ باقی سب بے فائدہ باتیں ہیں۔

# مکتوب نمبر ۱۴۳

مُلّا شمس کی طرف صادر فرمایا:

اس امر کے بیان میں کہ موسم جوانی کو غنیمت جانتے ہوئے اُسے لہو ولعب میں صرف نہیں کرنا چاہیئے۔

فقراء سے محبت رکھنے والے مولانا شمس کو نیک کاموں کی توفیق نصیب ہو۔ کہ موسم جوانی کو غنیمت جانتے ہوئے لہو ولعب میں صرف نہ کرے۔ اور اخروٹ ومنقا (معمولی چیزوں) کے عوض نہ دے ڈالے۔ کیونکہ ایسی صورت میں آخر کار ندامت و پشیمانی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ بتا دینا شرط ہے۔ پانچ وقت کی نماز باجماعت ادا کیا کریں۔ اور حلال وحرام میں تمیز کریں۔ نجاتِ اخروی کا طریقہ صاحبِ شریعت کی متابعت ہے۔ علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات۔ فانی لذتوں اور ہلاک ہو جانے والی نعمتوں کو اپنا منظورِ نظر نہ بنائیں۔

واللہ سبحانہ الموفق للخیرات

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ ) پاکستان نے اپنی تصنیف "تعلیماتِ مجددیہ" میں جو عقائد حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کئے ہیں۔ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کا اُن عقائد سے دُور کا بھی تعلق نہیں۔ بلکہ ملک صاحب نے محض فریب عوام کے لئے یہ سب کچھ کیا ہے۔ اور بزرگوں پر بہتان تراشی کر کے اپنی عاقبت مزید خراب کی ہے۔ حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ اور اہلِ سنت وجماعت کا تبرکات کے متعلق یہ عقیدہ قرآن وسنت سے بھی صاف ثابت ہے۔ قرآنِ حکیم میں وارد ہے کہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا۔ یعنی میری یہ قمیض لے جاؤ اور اسے میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو۔ اس طرح ان کی گئی ہوئی بینائی واپس آجائے گی۔ قرآنِ حکیم میں ایک اور مقام پر وارد ہے اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ یعنی اے بنی اسرائیل تمہارے پاس ایک صندوق آئے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے سکون اور ان تبرکات



Marfat.com

# مکتوب نمبر ۱۴۴

حافظ محمود لاہوری کی طرف صادر فرمایا:

سیر و سلوک کے معنی اور سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ کے بیان میں کہ دو طرح کی اس سیر کے علاوہ دو طرح کی سیر اور بھی ہے جو ان دو کے بعد حاصل ہوتی ہے۔

سبحانہٗ وتعالیٰ بحرمتہ سید البشر اور کجی نظر سے پاک ذات علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات مدارج کمالات میں بے اندازہ ترقیات عطا فرمائے۔ مصرعہ: از ہر چہ میرود سخن دوست خوشتر است۔ یعنی جس طرف سے بھی دوست کی بات کان میں پڑے بہت ہی اچھی ہے۔ سیر و سلوک علم میں حرکت سے عبارت ہے۔ جو مقولہ کیف[1] میں سے ہے۔ حرکت اینی[2] کی یہاں گنجائش نہیں۔ پس سیر الی اللہ حرکت علمیہ سے عبارت ہے۔ جو علم اسفل سے علم اعلیٰ کی طرف ہوتی ہے۔ اور اس سے اور اوپر پھر اور اوپر یہاں تک کہ بندہ تمام ممکنات کے علوم طے کرنے اور ان کے مکمل طور پر

---

[1] کیف دراصل اس عرض کا نام ہے۔ جس کا تصور و تعقل غیر کے تصور و تعقل پر موقوف نہ ہو۔ اور جو اقتضاء اولی کے لحاظ سے تقسیم یا عدم تقسیم کی متقاضی نہیں۔ پھر آگے اس کے کئی اقسام ہیں جیسے کیفیت راسخہ اور غیر راسخہ اور کیفیات نفسانیہ۔ اور علم صحیح مذہب کے مطابق مقولہ کیف سے ہے۔ کما اشار الیہ مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ۔

[2] حرکت اینی یعنی انتقال مکانی یعنی یہاں سیر و سلوک سے مراد یہ نہیں کہ سالک ایک مکان سے منتقل ہو کر دوسرے مکان میں جا پہنچتا ہے۔ کیونکہ اس طرح کی سیر کی یہاں گنجائش نہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶۰) کا باقی ماندہ ذخیرہ ہوگا جسے آل موسیٰ اور آل ہارون پیچھے چھوڑ گئے۔ بخاری شریف میں ہے کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جبہ شریف کا ایک ٹکڑا تھا جب کوئی لاعلاج مریض آپ کے پاس آتا تو آپ وہ ٹکڑا پانی میں بھگوتیں اور اس کا پانی بیمار کو پلاتیں اسے شفا ہو جاتی۔ اللہ تعالیٰ کے ایک مقدس رسول حضرت یوسف علیہ السلام اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ مطہرہ کا عقیدہ معاذ اللہ ہرگز مشرکانہ نہیں ہو سکتا۔ واللہ تعالیٰ الموفق للہدایۃ الصواب والیہ المرجع والمآب ونسأل اللہ تعالیٰ ان یرزقنا علی الحق والہدایۃ الثبات والسداد وجنبنا عن جمیع اصناف الکفر والالحاد۔

(مترجم عفی عنہ)



Marfat.com

فنا ہو جانے کے بعد علم واجب تک جا پہنچتا ہے۔ اور اس حالت کو فنا سے تعبیر کرتے ہیں۔

اور سیر فی اللہ اس حرکت علمیہ سے عبارت ہے جو مراتب وجوب یعنی اسماء صفات شیون، اعتبارات، تقدیسات اور تنزیہات ہی میں ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ اس مرتبہ تک جا پہنچتی ہے۔ جسے کسی عبارت سے بیان کرنا ممکن ہے۔ اور نہ اس کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے۔ اور نہ اسے کسی نام سے موسوم کیا جا سکتا ہے۔ اور نہ بطور کنایہ اسکا اظہار ہو سکتا ہے۔ اور نہ اسے کوئی عالم جان سکتا ہے اور نہ کوئی ادراک کرنے والا اس کا ادراک کر سکتا ہے۔ اس سیر کا نام بقا ہے۔

اور سیر عن اللہ باللہ بھی جو تیسری سیر ہے۔ حرکت علمی ہی سے عبارت ہے۔ جو علم اعلیٰ سے علم اسفل تک ہوتی ہے۔ اور اس سے اور نیچے پھر اور نیچے۔ یہاں تک کہ عارف پیچھے کی طرف چل کر پھر ممکنات تک آ پہنچتا ہے اور تمام مراتب وجوب کے علوم سے نیچے اتر آتا ہے۔ یہ وہ عارف ہے جو اللہ سے وابستگی کے باعث سب کچھ طاق نسیان میں رکھ دیتا ہے۔ اور اللہ سے اللہ کے ساتھ رجوع کرتا ہے۔ یہی واجد (پانے والا) اور فاقد (نہ پانے والا) ہوتا ہے۔ اور یہی واصل اور ہجر میں مبتلا عارف ہے۔ اور یہی قریب اور بعید عارف ہے۔

اور چوتھی سیر جو اشیاء میں سیر ہے۔ یہ بھی سیر اول میں اشیاء کے علوم کے زوال کے بعد پھر آہستہ آہستہ اشیاء کے علوم کے حصول سے عبارت ہے۔ تو جیسا کہ تم جانتے ہو چوتھی سیر اوّل کے مقابل ہے۔ اور تیسری سیر دوسری کے مقابل ہے۔

اور سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ نفس ولایت کے حاصل کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ اور نفس ولایت فناء اور بقا سے عبارت ہے۔ اور تیسری اور چوتھی سیر مقام دعوت کے حصول کے لئے ہے جو انبیاء کرام رُسل عظام کے ساتھ مخصوص ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور تسلیمات ان سب پر عموماً اور ان سب سے افضل پر خصوصاً ہوتی رہیں۔

اور اس بزرگ گروہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی کامل متابعت کرنے والوں کو بھی اس مقام سے حصہ ملتا ہے۔ جیسا کہ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ۔ — آپ فرمادیں یہی میرا راستہ ہے۔ میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں میں اور میرے پیروکار بصیرت پر ہیں۔

یہ ہے ابتداء و انتہاء کی بات جس کے ذکر سے مقصد اس کی بلندی شان کا اظہار اور طالبان حق کو شوق دلانا ہے سے

برشکر غلطید اے صفرائیاں — از برائے کوری سودائیاں

اے صفراوی مزاج لوگو تم شکر پر خوب لوٹو۔ کیونکہ سوداوی مزاج تو نابینگی کا شکار ہیں۔



Marfat.com

ان لوگوں پر سلامتی کا نزول ہوتا رہے۔ جو ہدایت کے پیروکار اور حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی اطاعت پر کاربند ہوں۔

# مکتوب نمبر ۱۴۵

مُلّا عبدالرحمٰن مفتی کی طرف صادر فرمایا:

اس امر کے بیان میں کہ طریقہ نقشبندیہ کے مشائخ قدس سرہم نے ابتدائے سیر عالم امر سے اختیار کی ہے۔ اور اس راز کے بیان میں کہ اس طریقہ کے بعض مبتدی جلد متاثر کیوں نہیں ہوتے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے راستہ پر ثابت رکھے۔ اللہ اس بندے پر بھی رحم فرمائے جو آمین کہے۔

طریقہ نقشبندیہ کے مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم نے اپنی سیر کی ابتداء امر عالم سے اختیار کی ہے۔ اور عالم خلق کو اسی کے ضمن میں طے کیا ہے۔ بخلاف دوسرے سلاسل کے مشائخ کہ ان کی سیر کی ابتداء عالم خلق سے ہوتی ہے۔ عالم خلق طے کرنے کے بعد عالم امر میں قدم رکھتے ہیں اور مقام جذبہ تک پہنچتے ہیں۔ لہذا طریقہ نقشبندیہ وصول میں تمام طریقوں سے زیادہ قریب ہے۔ اور دوسروں کی انتہاء ان کی ابتداء میں درج ہے شعر:

قیاس کن زگلستان من بہار مرا — میرے باغ کی رعنائی سے میری بہار کا اندازہ کرلو

اس بلند طریقہ کے کچھ طالب ایسے ہوتے ہیں کہ باوجودیکہ ان کی سیر کی ابتداء عالم امر سے ہوتی ہے۔ تاہم وہ جلد اثر پذیر نہیں ہوتے۔ اور لذت وحلاوت جو جذبہ اور کشش کا ہراول دستہ ہے اپنے اندر جلدی پیدا نہیں کرتے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں عالم امر، عالم خلق کی نسبت کمزور ہوتا ہے۔ اور یہی ضعف وکمزوری جلد اثر پذیری میں رکاوٹ اور سد راہ ہوتی ہے۔ اثر پذیر ہونے میں یہ تاخیر اور دیر اس وقت تک موجود رہتی ہے جبتک ان میں عالم امر عالم خلق پر غلبہ اور قوت حاصل نہ کرلے۔ اور معاملہ برعکس نہ ہوجائے۔ اس ضعف کا علاج اس طریقہ کے مناسب یہ ہے کہ مکمل تصرف والا مرشد پورے تصرف سے کام لے۔ اور دوسرے طریقوں کے مناسب اس مرض کا علاج یہ ہے کہ پہلے تزکیہ نفس کیا جائے اور ریاضات ومجاہدات شاقہ موافق شریعت اختیار کئے جائیں۔ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ۔ یہ بات بھی معلوم ہونی چاہیئے کہ دیر سے اثر پذیر ہونا استعداد کے ناقص ہونے کی علامت نہیں بلکہ مکمل استعداد والے گروہ کے متعلق بھی یہ ممکن ہے کہ اس بلا میں مبتلا اور گرفتار ہو۔

والسلام



Marfat.com

# مکتوب نمبر ۱۴۶

سبق کے تکرار کی نصیحت میں شرف الدین حسین بدخشی کی طرف تحریر فرمایا:

فرزندی شرف الدین حسین کا مکتوب موصول ہوا۔ اللہ سبحانہ کی حمد اور اس کا احسان کہ تم فقراء کی یاد کی سعادت سے بہرہ ور ہو۔ وہ سبق جو آپ نے سیکھا ہوا ہے۔ اس کے تکرار سے اپنے وقت کو معمور اور آباد رکھیں۔ اور فرصت کے لمحات سے پورا فائدہ اٹھائیں۔ ایسا نہ ہو کہ فانی کی دوفر راہ راست سے دور کر دے۔ اور زائل ہو جانے والی چیزوں کی شان و شوکت بے حلاوت کر دے۔ بیت

همه اند رز من بتو ایں است      که تو طفلی و خانہ همہ رنگین است

تجھے میری ساری نصیحت یہی ہے۔ کہ تو بچہ ہے۔ اور گھر سارا بڑا رنگین ہے

کیا ہی عظیم نعمت ہے کہ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ اٹھتی ہوئی جوانی میں ہی توبہ کی توفیق عطا کر دے۔ اور پھر اس پر استقامت بھی دیدے۔ یہ کہنا بالکل درست ہے کہ دنیا کی تمام نعمتیں اس ایک نعمت کے سامنے گہرے دریا کے آگے شبنم کا درجہ رکھتی ہیں۔ کیونکہ یہ خدا تعالیٰ کی رضا کا موجب ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا تمام دنیوی اور اخروی نعمتوں سے فائق اور اعلیٰ ہے۔ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ۔ اللہ تعالیٰ کی رضا بہت بڑی چیز ہے۔ اور سلامتی کا نزول ہر اس شخص پر ہوتا ہے جو ہدایت کا پیروکار اور متابعت مصطفےٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات اتمہا واکملہا پر کاربند ہو۔

# مکتوب نمبر ۱۴۷

خواجہ محمد اشرف کابلی کی طرف صادر فرمایا:

اس امر کے بیان میں کہ مخلوق سے الگ ہونا رب تعالیٰ سے وابستگی پر مقدم ہے۔ یا حق تعالیٰ سے وابستگی مخلوق سے علیحدگی پر مقدم ہے۔

حق سبحانہ و تعالیٰ بحرمت حضرت سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات اتمہا مدارج کمال میں ترقیات عطا فرمائے۔

مشائخ قدس سرہم کی ایک جماعت نے گسستن دمخلوق سے کٹنے، کو پیوستن رحق کے ساتھ وابستگی، پر مقدم



Marfat.com

رکھا ہے۔ اور دوسری جماعت نے پیوستن کو گسستن پر مقدم قرار دیا ہے۔ اور تیسرے گروہ نے اس بارے میں توقف اختیار کیا ہے۔ شیخ ابوسعید خراز قدس سرہٗ فرماتے ہیں جبتک مخلوق سے نہیں چھوٹتے مطلوب کو نہیں پا سکتے۔ اور جب تک مطلوب کو نہیں پا سکتے۔ مخلوق سے نہیں چھوٹ سکتے۔ اور میں نہیں جانتا کہ ان دونوں میں پہلے کونسی چیز ہے۔ ان سطور کا راقم کہتا ہے۔ کہ گسستن اور پیوستن دونوں ایک ہی وقت میں متحقق ہوتے ہیں یہ جائز نہیں کہ گسستن پیوستن سے جدا ہو یا پیوستن گسستن کے بغیر رونما ہو سکے۔ غایۃ ما فی الباب یہ ہے کہ خفا تقدم ذاتی اور دونوں کے ایک دوسرے کی علت ہونے کے تعین میں ہے۔ شیخ الاسلام ہروی قدس سرہٗ مذہب ثانی کو اختیار کرتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ کی طرف سے سبقت کا ہونا بہتر ہے۔ ہاں وہ جماعت جو گسستن کو مقدم جانتی ہے۔ اس سبقت کا انکار نہیں کرتی۔ پیوستن سے ان کی مراد ظہور تام ہے۔ اور وہ ظہور مطلق پر سبقت کے منافی نہیں مطلق ظہور گسستن پر تقدم ہے۔ اور ظہور تام اس سے مؤخر ہے۔ اس تحقیق کے مطابق یہ نزاع لفظی بن جاتی ہے۔ لیکن پہلے گروہ کی نظر بلند ہے۔ کیونکہ وہ قلیل کا اعتبار نہیں کرتے۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ اس توجیہ کے مطابق تقدم زمانی بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ خوب سمجھ لو واللہ سبحانہٗ الملہم للصواب۔ بہرحال گسستن اور پیوستن کا مظہر بننا چاہیئے۔ کیونکہ مرتبہ ولایت ان دو مرتبوں کیساتھ وابستہ ہے۔ اور ان دونوں کے حصول کے بغیر خاردار درخت پر ہاتھ پھیرنے کی بات ہے۔ پہلا مرتبہ سیر الی اللہ کے ساتھ مربوط ہے۔ اور مرتبہ ثانی سیر فی اللہ سے۔ اور ان دونوں کے جمع ہونے سے بندہ مرتبہ ولایت اور کمال تک پہنچتا ہے۔ اپنے درجات کے مطابق۔ اور دوسری دو سیریں تکمیل حاصل کرنے اور درجہ دعوت تک پہنچنے کے لئے ہیں۔ ع

بانگ دو کردم اگر در دہ کس است — میں نے دو دفعہ آواز کر دی ہے۔ گاؤں میں اگر کوئی ہوگا سن لے گا۔

# مکتوب نمبر ۱۴۸

ملا صادق کابلی کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ سیرابی کا اظہار کرنے والا خالی ہوتا ہے۔ اور مشائخ کرام کی روحانیات اور ان کی امداد سے مغرور نہیں ہوں۔ کیونکہ مشائخ کی صورتیں درحقیقت شیخ مقتدا کے لطائف ہیں۔

آپ کے دو مکتوب پے در پے موصول ہوئے۔ اول میں حصول اور سیری کا اظہار تھا۔ اور دوسرا تشنگی اور بے حاصلگی کی خبر دے رہا تھا۔ الحمد للہ سبحانہٗ کہ اعتبار آخری بات کا ہوتا ہے۔ سیرابی کا اظہار کرنے والا



Marfat.com

خالی ہوتا ہے۔ اور جو شخص اپنے آپ کو بے حاصل اور خالی تصور کرتا ہے وہ واصل ہوتا ہے۔

تمہیں بار بار کہا گیا ہے کہ مشائخ کی رُوحانیات اور ان کی امداد پر مغرور نہ ہوں۔ کیونکہ مشائخ کی وہ صورتیں فی الحقیقت شیخ مقتدا کے لطائف ہیں۔ جو مشائخ کی صورتوں میں نمودار ہوتے ہیں۔ قبلۂ توجہ کا ایک ہونا شرط ہے۔ توجہ کو پراگندہ کرنا عیاذاً باللہ سبحانہٗ خسارے اور نقصان کا موجب ہے۔

دُوسری بات یہ ہے کہ تمہیں بار بار اور تاکید سے کہا گیا ہے۔ کہ کام کاج کے سلسلے کو مختصر کریں۔ تاکہ مقصود اصلی جلد انجام کو پہنچے۔ ضروری کام چھوڑ کر بے فائدہ کام میں مصروف ہونا عقل دُور اندیش کے نزدیک بہت نامناسب بات ہے لیکن آپ تو اپنی رائے پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ دُوسرے کی بات تم پر کم اثر کرتی ہے۔ اس روش کے نتیجے کے آپ خود ذمہ دار ہیں۔ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ۔ رسُولؐ کے ذمے صرف تبلیغ ہے۔

# مکتوب نمبر ۱۴۹

یہ مکتوب بھی مُلّا صادق کابلی کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ اگرچہ مسبب الاسباب رب تعالیٰ نے اشیاء کو اسباب پر مرتب فرمایا ہے۔ لیکن یہ کیا ضروری ہے کہ نظر کسی معین سبب پر ہی لگائی جائے۔

اخوی مولانا محمد صادق عجب آدمی ہے۔ کہ اس نے اپنے آپ کو مکمل طور پر اسباب کے سہارے پر ڈال رکھا ہے۔ اگرچہ مسبب الاسباب رب تعالیٰ و تقدس نے اشیاء کو اسباب پر مرتب فرمایا ہے۔ لیکن اس کی کیا ضرورت کہ نظر معین سبب پر ہی جمائی جائے۔ مصرع

گر درے بستہ شد ایدل دگر بکشاید — اے دل اگر ایک دروازہ بند ہو گیا تو دوسرے کو کھول دیگے

اس قسم کی کوتاہ نظری اہل اللہ کے ساتھ بہت ہی بے تعلقی ظاہر کرتی ہے۔ آپ جیسے لوگوں سے ایسا ہونا بہت ہی بُرا ہے۔ ایک گھڑی کے لئے اپنے گریبان میں مُنہ ڈالنا چاہیئے اور اس طور طریقے کی بُرائی کا تصور کرنا چاہیئے۔ فقراء کے لباس میں ہو کر اپنا سب کچھ کمینی اور خدا تعالیٰ کی دشمن دُنیا جمع کرنے میں لگا دینا بہت ہی بُرا ہے۔ نہایت تعجب ہے کہ یہ برائی آپ کی نظر میں کس قدر اچھی اور خوشنما معلوم ہوتی ہے۔ دنیوی ضروریات کے حاصل کرنے میں بقدر ضرورت ہی کوشش کرنی چاہیئے۔ اپنی ساری ہمت اسی میں صرف کر دینا اور عمر عزیز کو اسی کے لئے گزارنا محض حماقت ہے۔ فرصت بڑی غنیمت ہے۔ ہزار افسوس اگر کوئی شخص اس سے بے فائدہ کاموں میں صرف کرے۔ بتانا شرط ہے۔ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ۔ رسُولؐ کے ذمے صرف تبلیغ ہے۔



Marfat.com

لوگوں کی باتوں سے دل تنگ نہ ہوں۔ جو باتیں آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ اگر آپ میں نہیں تو غم کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ کتنی اچھی بات ہے کہ لوگ ایک شخص کو برا خیال کریں۔ اور وہ فی الحقیقت نیک ہو۔ ہاں اگر اس کا الٹ ہو تو وہ ضرور خطرے کا مقام ہے۔ والسلام۔

# مکتوب نمبر ۱۵۰

اس بیان میں کہ مطلوب و مقصود قرار دینے کے لائق صرف واجب الوجود تعالیٰ و تقدس کی ذات ہے۔ خواجہ قاسم کی طرف صادر فرمایا:

برادرم خواجہ محمد قاسم کا التفات نامہ موصول ہو کر موجب فرحت ہوا۔ دنیوی حالات کی پراگندگی اور ظاہری احوال کے انتشار سے دل تنگ نہ ہوں۔ وہ اس لائق نہیں کہ انسان ان پر دلتنگ ہو۔ کیونکہ یہ جہان فنا کے مقام میں ہے۔ حق تعالیٰ کے پسندیدہ کاموں میں اپنی زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ اس کے ضمن میں تنگی پیش آئے یا آسانی۔ مطلوبیت کے لائق صرف واجب الوجود جل شانہٗ کی ذات ہے۔ خاص کر آپ جیسے عزیز دوستوں کے لئے۔ اس کے باوجود اگر کسی طرح کی خدمت یا کام کے متعلق اشارہ فرمائیں گے تو بندہ اسے احسان جانتے ہوئے اس کی انجام دہی کی پوری کوشش کرے گا۔ والسلام۔

# مکتوب نمبر ۱۵۱

میر مومن بلخی کی طرف صادر فرمایا:

طریقہ خواجگان نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی فضیلت و بزرگی۔ اور "یادداشت" کے معنی کے بیان میں جو ان بزرگوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ مصرع

از ہر چہ میرود سخن دوست خوشتر است — دوست کی بات جس طرف سے بھی کان میں پڑے بہت اچھی ہے۔

* یادداشت، حضرات خواجگان قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے طریقہ میں حضور بے غیبت سے عبارت ہے یعنی شیونی اور اعتباراتی حجابات کے درمیان میں حائل ہوئے بغیر حضرت ذات تعالیٰ و تقدس کے دائمی حضور کو یادداشت کہتے ہیں۔ اور اگر کبھی حضور ہو اور کبھی غیبت یعنی کسی وقت حجابات پوری طرح اٹھ جائیں اور کبھی درمیان میں حائل ہو جائیں جس طرح تجلی ذاتی برقی میں ہوتا ہے۔ کہ بجلی کی طرح حضرت ذات تعالیٰ و تقدس کے آگے سے ہٹ جاتے ہیں



Marfat.com

اور پھر جلد ہی وہ ذات پردہ شیون واعتبارات میں روپوش ہو جاتی ہے۔ تو اس طرح کے وقتی اور عارضی حضور کا ان اکابر کے ہاں کوئی اعتبار نہیں۔

پس بے غیبت حضور کا حاصل یہ ہے کہ تجلی ذاتی برقی جو حضرت ذات کے بے واسطہ شیون واعتبارات کے ظہور سے عبارت ہے۔ اور جو اس راہ کی نہایت میں جا کر میسر آتی ہے۔ اور فنائے اکمل کو اس مقام میں جا کر ثابت کرتے ہیں دائمی ہو جائے اور حجابات ہرگز رجوع نہ کریں۔ اور اگر حجابات پھر رجوع کر آئیں تو حضور غیبت سے تبدیل ہو جائے گا۔ اور اسے ان خواجگان قدس سرہم کی اصطلاح میں یادداشت نہیں کہیں گے۔ تو ثابت ہو گیا کہ ان اکابر کا حضور اتم اور اکمل ہے اور فنا کی اکملیت اور بقا کی اتمیت مشہود کی اتمیت اور اکملیت کے اندازہ کے مطابق ہے۔ ع

قیاس کن زگلستان من بہار مرا | میرے باغ کی رعنائی سے میری بہار کا اندازہ کرلو

# مکتوب نمبر ۱۵۲

سیادت وبزرگی کی پناہ شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ رسول کی اطاعت عین خدائے سبحانہٗ کی اطاعت ہے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتا ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔ [1] جس نے رسول کی اطاعت کی بیشک اُس نے اللہ کی اطاعت کی۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے رسول کی اطاعت کو عین اپنی اطاعت قرار دیا۔ تو اللہ عزوجل کی وہ اطاعت جو اطاعت رسول کی شکل میں نہیں اللہ سبحانہٗ کی اطاعت نہیں۔ اس مضمون کی تاکید وتحقیق کے لئے قد تاکیدیہ لایا گیا تاکہ کوئی نادان واحمق ان دو اطاعتوں کے درمیان فرق نہ کرے۔ اور ایک کو دوسری جگہ اختیار نہ کرے۔ دوسرے مقام پر حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ اس جماعت کی شکایت کرتا ہے۔ جو اللہ اور رسول کی اطاعت میں فرق کرتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا:

[1] سورۃ نساء پارہ والمحصنات



Marfat.com

يُرِيدُونَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ يَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّ يُرِيدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا۔

یعنی کفار چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق کریں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان لائیں گے اور بعض سے کفر کریں گے۔ اور یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اس سے درمیان راستہ اختیار کریں۔ یہی لوگ پکے کافر ہیں۔

ہاں بعض مشائخ کبار قدس اللہ تعالےٰ اسرارہم نے سکر وقت اور غلبہ حال کے باعث ایسی باتیں کہی ہیں جن سے ان دو اطاعتوں میں فرق کا اظہار ہوتا ہے۔ اور ایک کے مقابلے میں دوسرے کی محبت کی پسندیدگی مترشح ہوتی ہے۔

منقول ہے کہ سلطان محمود غزنوی اپنی بادشاہت کے ایام میں خرقان کے قریب فروکش تھا۔ اس نے وہاں سے اپنے وکلاء کو شیخ ابوالحسن خرقانی کی خدمت میں بھیجا۔ اور التماس کی کہ حضرت شیخ بادشاہ کی ملاقات کے لئے تشریف لائیں۔ اور اپنے وکلاء سے کہہ دیا کہ اگر شیخ کی طرف سے آنے میں توقف محسوس کریں تو آیہ کریمہ

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ۔

اللہ کی اطاعت بجالاؤ اور اس کے رسول اور اپنے حکمرانوں کی اطاعت بھی کرو۔

پڑھیں۔ جب وکلاء نے شیخ کی طرف سے ملاقات کے لئے جانے میں توقف محسوس کیا تو مذکورہ آیۂ کریمہ کی تلاوت کی۔ شیخ نے جواب میں فرمایا میں اَطِيْعُوا اللّٰهَ میں اس قدر گرفتار ہوں کہ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ کی اطاعت سے شرمندہ ہوں۔ اولی الامر کی اطاعت کی تو کوئی صورت ہی نہیں۔

حضرت شیخ نے حق سبحانہٗ کی اطاعت کو رسول کی اطاعت کا غیر تصور کیا۔ یہ بات استقامت سے دور ہے مستقیم الاحوال مشائخ اس طرح کے کلمات زبان پر نہیں لاتے اور شریعت طریقت اور حقیقت کے تمام مراتب میں حق تعالیٰ کی اطاعت اس کے رسول کی اطاعت میں جانتے ہیں۔ حق تعالےٰ کی اطاعت اس کے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ

---

لہ سورہ نساء پارہ لایحب اللہ۔

لہ آپ کا نام مبارک علی بن جعفر ہے۔ آپ یگانہ روزگار اور غوث وقت اور مرجع خلائق تھے۔ لوگ آپ کے زمانے میں آپ ہی کی خدمت میں جاتے تھے۔ تصوف میں آپ سلطان العارفین شیخ ابویزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے فیض یافتہ ہیں۔ سلوک میں آپ کی تربیت حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت سے ہوئی۔ آپ حضرت بایزید بسطامیؒ کی وفات کے بہت عرصہ بعد پیدا ہوئے۔ ۴۲۵ھ بروز منگل عاشورا کے روز وفات پائی۔ مثنوی شریف کے دفتر چہارم میں مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت



Marfat.com

والسلام کی صورت میں نہیں۔ اسے عین گمراہی قرار دیتے ہیں۔

یہ قصہ بھی منقول ہے کہ شیخ مہنہ شیخ ابوسعید ابوالخیر ایک مجلس میں تشریف فرما تھے۔ اور سادات خراسان میں سے ایک بہت بڑے سید بزرگ بھی آپؒ کی مجلس میں تشریف فرما تھے۔ اتفاقاً اس دوران ایک مغلوب الحال مجذوب نمودار ہوا۔ حضرت شیخؒ نے اس بڑے سید بزرگ پر اس کو ترجیح دی۔ سید صاحب کو یہ بات اچھی نہ لگی۔ شیخؒ نے سید صاحب سے فرمایا آپ کی تعظیم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے ہے۔ اور اس مجذوب کی تعظیم رب تعالیٰ کی محبت کی بنا پر ہے۔ اس قسم کی تفرقہ آمیز باتوں کو مستقیم الاحوال اکابر جائز نہیں رکھتے۔ رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر اللہ تعالیٰ کی محبت کا غلبہ سکر حال کی بنا پر قرار دیتے ہیں۔ اور اسے ایک فضول بات سے زیادہ کچھ حیثیت نہیں دیتے۔ ہاں اس قدر ضرور ہے کہ مقام کمال میں جو مرتبہ ولایت ہے۔ حق سبحانہ کی محبت غالب ہوتی ہے۔ اور مقام تکمیل میں جو مقام نبوت کا ایک حصہ ہے رسولؐ کی محبت کا غلبہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اطاعتِ رسولؐ پر جو عین اللہ سبحانہٗ کی اطاعت ہے۔ قائم و ثابت رکھے۔

# مکتوب نمبر ۱۵۳

میاں شیخ مزمل کی طرف صادر فرمایا:

غیر حق کی غلامی سے مکمل خلاصی کے بیان میں جو فنا مطلق سے وابستہ ہے۔

آپ کا ارسال کردہ مکتوب موصول ہوا۔ الحمد للہ ذی الانعام والمِنَّۃُ اللہ صاحبِ انعام کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ طالبوں کو طلب میں بے قرار اور بے آرام رکھتا ہے۔ اور اس بے آرامی میں غیر کے ساتھ آرام پکڑنے سے نجات عطا کرتا ہے۔ لیکن غیر کی غلامی سے مکمل نجات اور خلاصی اس وقت میسر آتی ہے۔ جب بندہ فنا مطلق سے مشرف ہوتا ہے۔ اور ماسوائے حق کے نقوش آئینہ دل سے مٹا دیتا ہے۔ اور اس کا علمی اور حبی تعلق کسی شے سے باقی نہیں رہتا۔ اور حق سبحانہ و تعالیٰ کے سوا کوئی شے اس کا مقصود اور مراد نہیں رہتی۔ یہ مقام حاصل ہونے کے بغیر غیر حق کی غلامی سے مکمل نجات کا خیال خاردار درخت پر ہاتھ پھیرنے والی بات ہے۔ اگرچہ اسے بے تعلقی کا گمان ہوتا ہے۔ لیکن

إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا گمان حق کی جگہ کچھ نفع نہیں دے سکتا

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۳) اور کمالات کے متعلق پیشگوئی کا قصہ بڑے پرکیف انداز میں بیان کیا ہے۔



Marfat.com

مصراع : ایں کار دولت است کنوں تاکرا رسید۔ یہ دولت و سعادت کا کام دیکھئے اب کسے عطا ہوتا ہے
احوال اور مقامات میں پھنسا ہوا انسان بھی درحقیقت غیر حق تعالےٰ میں گرفتار ہے۔ دوسری چیزوں میں گرفتاری کا کیا کہنا ہے

بہر چہ از دوست دامانی چہ کفر آں حرف وچہ ایمان
بہر چہ از راہ دور انتی چہ زشت آں نقش وچہ زیبا

(جس چیز کے باعث تم دوست سے دور ہو جاؤ کیا حرف کفر ہو کیا ایمان (اس سے دور بھاگو) اور جس کام میں الجھ کر تم راستے سے دور ہو جاؤ وہ بری شے ہو یا اچھی (اس کے بھی قریب نہ جاؤ)۔

تمہارے سفر نے طوالت اختیار کر لی فرصت غنیمت ہے۔ دوست اگر رخصت کے اہل ہیں تو ان سے رخصت اور اجازت لینے میں کیا رکاوٹ ہے۔ اور اگر رخصت کے اہل ہی نہیں تو ان سے رخصت لینے کی کیا ضرورت ہے۔ حق سبحانہ وتعالےٰ کی رضامندی کا خیال کرنا چاہیئے۔ مخلوق راضی ہو یا نہ ہو۔ لوگوں کی ناراضگی کا کیا اعتبار ہے۔ ع طفیل دوست باشد ہرچہ باشد۔ جو کچھ ہے سب دوست کے طفیل ہے۔ مقصود صرف خدا تعالیٰ کی ذات کو ہی قرار دینا چاہیئے۔ اس مقصود کے ساتھ کچھ اور بھی حاصل ہو جائے تو ہو جائے۔ ورنہ اگر حاصل نہ ہو تو نہ ہو۔ ع رخسار من اینجا و تو در گل نگری۔ میرا رخسار تیرے سامنے ہے مگر افسوس تو اسے نہیں دیکھتا بلکہ تیری نگاہ پھول کی طرف ہے۔ والسلام۔

# مکتوب نمبر ۱۵۴

یہ مکتوب بھی میاں مزمل کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ اپنے آپ سے گزر جانا چاہیئے۔ اور اپنے اندر جانا چاہیئے۔
حق سبحانہ وتعالےٰ اپنے ساتھ رکھے۔ اور ایک لحظہ کے لئے بھی غیر کے حوالے نہ کرے۔

| | |
|---|---|
| اَللّٰھُمَّ لَا تَکِلْنَا اِلٰی اَنْفُسِنَا طَرْفَۃَ عَیْنٍ فَنَعْطَبَ وَلَا اَقَلَّ مِنْھَا فَنَضِیْعَ۔ | اے اللہ ہم کو ایک لمحہ کے لئے بھی ہمارے نفسوں کے حوالے نہ کرنا کہ ہم ہلاک نہ ہوں اور نہ اس سے کم وقت کے لئے بھی تاکہ ہم ضائع نہ ہوں۔ |

جو بلا اور مصیبت بھی آتی ہے وہ اپنے ساتھ گرفتاری کے باعث آتی ہے۔ جب انسان اپنے آپ سے نجات پا گیا تو حق سبحانہ وتعالےٰ کے غیر کے ساتھ گرفتاری سے بھی نجات پا گیا۔ کوئی اگر بت پرستی کر رہا ہے تو



Marfat.com

فی الحقیقت وہ اپنی ہی پرستش کر رہا ہے۔ جیسا کہ قرآنِ حکیم میں وارد ہے۔

اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ۔ کیا تو نے اسے دیکھا ہے جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنایا ہوا ہے۔

مصراع: از خود چو گذشتی ہمہ عیش است و خوشی۔ جب تُو اپنے آپ سے گزر گیا (چھوٹ گیا) تو پھر سب عیش اور خوشی ہی خوشی ہے۔

دَعْ نَفْسَكَ وَتَعَالَ۔ اپنے نفس کو چھوڑ دو اور آجاؤ۔

جس طرح اپنے آپ سے گزرنا ضروری ہے۔ اپنے اندر جانا اور سفر کرنا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ مقصود کی یافت یہیں ہے۔ اپنے سے باہر مقصود کی یافت نہیں ہے۔ ؎

باتو در زیر گلیم است ہر چہ ہست ہمچو نابینا مبر ہر سوئے دست

جو کچھ ہے تیری گودڑی کے نیچے ہی ہے لہٰذا اندھوں کی طرح ادھر اُدھر ہاتھ نہ مار۔

سیرِ آفاقی میں دُوری ہی دُوری ہے۔ اور سیرِ انفسی میں قرب ہی قرب ہے۔ اگر شہود ہے اپنے آپ میں اگر معرفت ہے وہ بھی اپنے اندر ہی ہے۔ اگر حیرت ہے وہ بھی اپنے میں ہی ہے۔ اپنے سے باہر قدم رکھنے کی جگہ نہیں۔ بات کدھر چلی گئی۔ کوئی بے عقل یہاں سے حلول اور اتحاد نہ سمجھنا شروع کر دے۔ اور گمراہی کے بھنور میں گر پڑے۔ ؏ این جا حلول کفر بود اتحاد ہم۔ یعنی یہاں حلول و اتحاد کا اعتقاد کفر ہے۔ اس مقام تک پہنچنے سے قبل اس میں غور و فکر کرنا ممنوع ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں اور تمہیں سنت کے پسندیدہ طریقے علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ پر استقامت عطا کرے۔ اپنے حالات بھی لکھا کریں۔ کیونکہ اصلاح اور توجہ میں اس کا بڑا دخل ہے۔ ظاہری رکاوٹوں سے آزاد رہیں۔ اور ان رکاوٹوں کے ہونے اور نہ ہونے کو برابر خیال کریں۔ والسلام والاکرام

# مکتوب نمبر ۱۵۵

اپنے اصل مقصد کی طرف رجوع کرنے کے بارے میں یہ مکتوب بھی میاں شیخ مزمل کی طرف صادر فرمایا:



Marfat.com

حق سبحانہ وتعالےٰ اپنے ساتھ رکھے ؎

بعد از خدای ہر چہ پرستند ہیچ نیست — بیدولت است آنکہ ہیچ اختیار کرد

خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر جس کو بھی پوجیں وہ ہیچ سے بھی کم ہے۔ وہ بدنصیب ہے، جو ہیچ اور ادنیٰ شے کو اختیار کرتا ہے

ماہ جمادی الاوّل کے شروع میں جمعہ کے روز بندہ دہلی شہر کی زیارت سے مشرف ہوا۔ محمد صادق بھی ساتھ ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کا ارادہ موافق ہوا تو چند روز بندہ یہاں گزار کر جلد ہی وطن اصلی کو روانہ ہو جائے گا۔

حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ ۔ — وطن کی محبت ایمان میں داخل ہے۔

صحیح حدیث ہے۔ بندہ بے چارہ کہاں جا سکتا ہے۔ اس کی پیشانی تو قادرِ مطلق کے قبضہ میں ہے۔

مَامِنْ دَابَّۃٍ اِلَّاھُوَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِھَا — کوئی چلنے والی شے نہیں۔ مگر اسکی پیشانی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۔ — بیشک میرا رب سیدھی راہ پر ہے۔

بھاگ کر کدھر جائیں۔ مگر یہ کہ ففروا الی اللہ (اللہ کی طرف دوڑو) کہتے ہوئے اس کی ذات میں اسی کی طرف دوڑیں۔ بہرحال اصل کو اصل جانتے ہوئے فرع کو اس کا طفیلی قرار دے کر اصل کی طرف توجہ کرنا چاہیئے۔

؎ ہر چہ جز عشق خدائے احسن است — گر شکر خوردن بود جان کندن است

خدائے احسن کے عشق کے سوا جو کچھ بھی ہے۔ اگرچہ شکر ہی کھانا کیوں نہ ہو دراصل جان کو ہلاک ہی کرنا ہے۔

# مکتوب نمبر ۱۵۶

اہل اللہ کی صحبت کی ترغیب میں یہ مکتوب بھی میاں مزمل کو لکھا:

جو خط آپ نے جالندھر کے قاضی زادہ کے ہاتھ روانہ کیا تھا، دہلی میں موصول ہو گیا۔ الحمد للہ والمنۃ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ فقراء کی محبت کا نقد سرمایہ آپ کے ہاتھ موجود ہے۔ اور مطابق بیان حدیث

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ — آدمی اپنے محبوب کے ساتھ ہوتا ہے۔

آپ بھی فقراء کے ساتھ ہیں۔ اگرچہ وقت اور زمانے کے لحاظ سے ماہ رجب نزدیک ہے۔ لیکن حقیقت میں بہت دور ہے ؎

فراق دوست اگر اندک است اندک نیست — درون دیدہ اگر نیم مو است بسیار است

دوست کی جدائی اگر تھوڑے سے وقت کیلئے بھی ہو تو وہ تھوڑی نہیں۔ آنکھ میں اگر آدھا بال بھی پڑ جائے تو بہت ہے۔



Marfat.com

چونکہ اربابِ حقوق کے حقوق کی رعایت کی بنا پر آپ نے وہاں اقامت اختیار کی ہوئی ہے۔ تو ایسا ہی کریں۔ فقیر بھی ماہ رجب تک شاید یہیں رہے۔ واللہ سبحانہٗ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب
بہرحال چند روزہ زندگی کو فقراء کے ساتھ گزاریں۔

| | |
|---|---|
| وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ۔[1] | یعنی اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روک کر رکھو جو صبح و شام اپنے رب کی عبادت میں مصروف ہیں۔ صرف اسی کی ذات کے طالب بن کر۔ |

نص قطعی ہے کہ حق سبحانہٗ و تعالےٰ نے اپنے حبیب پاک علیہ من الصلوٰت اتمہا و من التسلیمات اکملہا کو اس بات کا حکم دیا۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ خداوندا وہ کیا ہے جو تو نے اپنے دوستوں کو عطا کیا ہے۔ کہ جس نے انہیں شناخت کر لیا تجھے پا لیا۔ اور جب تک تجھے نہ پایا ان کی شناخت بھی نہ کر سکا۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اور تمہیں اس بلند مرتبہ اور شریف گروہ کی محبت عطا فرمائے۔

# مکتوب نمبر ۱۵۷

حکیم عبدالوہاب کی طرف صادر فرمایا :

اس بیان میں کہ جب کوئی درویشوں کی خدمت میں جائے تو چاہیئے کہ اپنے آپ کو خالی کر کے جائے تاکہ پُر ہو کے واپس آئے۔ اور اس امر کے بیان میں کہ سب سے پہلے عقائد درست کرنے چاہئیں

آپ دو دفعہ تشریف لائے۔ لیکن جلدی ہی اُٹھ کر چلے آئے۔ اتنی فرصت نہ مل سکی کہ صحبت کے کچھ حقوق ادا کئے جاتے۔ ملاقات سے مقصود یا افادہ (فائدہ پہنچانا) ہوتا ہے یا استفادہ (فائدہ حاصل کرنا) اور جب مجلس ان دونوں باتوں سے خالی ہو تو بے کار اور بے اعتبار ہے۔

اس گروہ اہل اللہ کی خدمت میں خالی ہو کر آنا چاہیئے۔ تاکہ پُر ہو کر واپس لوٹے۔ اور اپنے افلاس اور محتاجی کا اظہار کرنا چاہیئے۔ تاکہ وہ اس پر شفقت اور مہربانی فرمائیں۔ اور فیض پہنچانے کا راستہ کھلے۔ سیر ہو کر آنا اور سیر ہو کر ہی چلے جانا بے مزہ ہے۔ اپنے پُر ہونے کا خیال مرض کے باعث ہے۔ اور بے نیازی سرکشی میں ڈال دیتی ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالےٰ سرہٗ فرماتے ہیں۔ پہلے نیاز مندی اور خستہ دلی درکار ہے پھر دل شکستہ

[1] سورہ کہف



Marfat.com

کی طرف توجہ مبذول ہوتی ہے۔ لہذا بندگانِ حق کی توجہ کے لئے نیاز مندی شرط ہے۔ تاہم ان اوقات میں جب ایک طالب علم یہاں آیا اور آپ کی خدمت میں سفارش کی طلب کا اظہار کیا۔ تو دل میں آیا کہ آپ کے صرف تشریف لانے کا بھی حق ہے۔ لہذا اپنی طرف سے ممکن حد تک حق ادا کرنا چاہیئے۔ اس بنا پر بذریعہ قلم گذشتہ کے تدارک اور تلافی کے طور پر چند کلمات وقت اور حال کے تقاضا کے مطابق لکھ کر آپ کی خدمت میں ارسال کئے گئے ہیں۔

واللہ الملھم للصواب والموفق للسداد۔

اے سعادت کے نشان والے جو کچھ ہم اور تم پر لازم و ضروری ہے وہ علماء حق شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کے طریقہ کے مطابق کتاب وسنت کے تقاضے کے موافق عقائد کی تصحیح ہے۔ اور اپنے آپ کو ان عقائد پر قائم رکھنا ہے۔ جو علمائے اہل سنت نے قرآن وسنت سے اخذ کئے ہیں۔ کیونکہ ہمارا اور تمہارا قرآن وسنت کے کسی معنی کو سمجھنا کچھ اعتبار نہیں رکھتا۔ اگر ان بزرگوں کی آراء کے مطابق نہیں۔ کیونکہ ہر بدعتی اور گمراہ اپنے احکام باطلہ کو قرآن وسنت سے ہی سمجھنے کا دعویدار ہے۔ اور یہیں سے اخذ کرتا ہے۔ حالانکہ ان کا گمان حق کے مقام پر کچھ نفع نہیں دیسکتا۔

---

لہ حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ نے اس مسئلہ کو دفتر اوّل مکتوب نمبر ۱۹۳ میں زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ مکتوب نمبر ۱۹۳ کی عبارت بھی ملاحظہ فرمائیں۔

نخستین ضروریات بر ارباب تکلیف تصحیح عقائد است بر وفق آراء علماء اہلسنت وجماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کہ نجاتِ اخروی وابستہ باتباع آراء صواب نمائی این بزرگواران است و فرقہ ناجیہ ہم ایشانند و ایشانند کہ بر طریق سرور و اصحاب سرور اند صلوات اللہ وتسلیماتہ علیہ وعلیہم اجمعین۔

ترجمہ: ہر عاقل و بالغ پر سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ اپنے عقیدے علماء اہل سنت وجماعت کے بیان کردہ عقائد کے مطابق و موافق کرے۔ (اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو قبول فرمائے) کیونکہ آخرت میں نجات الٰہی بزرگوں کے بیان کردہ عقائد کی پیروی میں مضمر ہے۔ اس روز نجات صرف ان بزرگوں کے پیروکاروں کو نصیب ہوگی۔ اور صرف اہل سنت وجماعت ہی وہ گروہ ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقہ مستقیمہ پر قائم ہے۔

واز علومیکہ از کتاب وسنت مستفاد اند ہماں معتبر اند کہ ایں بزرگواراں از کتاب وسنت اخذ کردہ اند و فہمیدہ، زیرا کہ ہر مبتدع و ضال عقائد فاسدہ خود را از کتاب وسنت اخذ میکند پس ہر معنی از معانی مفہومہ ازیں ہا معتبر نباشد۔

ترجمہ: اور قرآن وحدیث سے اخذ کردہ صرف وہی مطالب اور علوم اور عقائد قابلِ اعتبار و اعتماد ہیں۔ جو ان



Marfat.com

دوسرے نمبر پر احکام شرعیہ حلال و حرام و فرض و واجب کا علم حاصل کرنا تیسرے اس علم کے مطابق عمل کرنا۔ اور چوتھے تصفیہ اور تزکیہ کا طریقہ اختیار کرنا، جو صوفیائے کرام قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے ساتھ مخصوص ہے، تو جب تک عقاید درست نہ کریں، احکام شرعیہ کا علم کچھ فائدہ نہیں دیتا۔ اور جب تک یہ دونوں (تصحیح عقائد اور احکام شرعیہ کا علم) حاصل نہ ہوں عمل نفع نہیں دیتا۔ اور جب تک یہ تینوں متحقق نہ ہوں، تزکیہ اور تصفیہ کا حصول محال ہے۔

جس طرح سنتیں فرائض کو مکمل کرنے والی ہیں اسی طرح ان چار رکنوں کے اپنے متممات اور مکملات کے بعد جو کچھ ہے سب فضول ہے اور لایعنی میں داخل ہے۔

وَمِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ وَاشْتِغَالُهُ بِمَا يَعْنِيهِ۔

بندے کے حسن اسلام کی علامت یہ ہے کہ وہ لایعنی باتوں کو چھوڑ کر بامقصد باتوں میں مشغول ہو جائے۔

ہر اس شخص پر سلامتی کا نزول ہو جو ہدایت کا پیروکار اور متابعت مصطفےٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات پر کاربند ہو۔

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۹) علمائے حق نے بیان کیے اور سمجھے ہیں۔ کیونکہ ہر بدعقیدہ اور گمراہ شخص بھی اپنے عقائد فاسدہ قرآن مجید اور حدیث نبوی ہی سے ثابت کرتا ہے۔ لہٰذا ہر شخص کے بیان کردہ معنی لائق اعتبار نہیں ہو سکتے۔
صاحب تفسیر مدارک فرماتے ہیں:

اس کا فائدہ ایک تو تاکید ہے۔ اور دوسرے اس بات کا اظہار ہے۔ کہ سیدھے راستے کی تفسیر مومنوں کا راستہ ہے۔ تاکہ یہ مسلمانوں کے راستے کے سیدھا ہونے کی کامل اور موکد طریقہ پر گواہی بن جائے۔ اور وہ مومنوں اور انبیاء کرام علیہم السلام کا راستہ ہے۔
امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کی تفسیر کے تحت فرماتے ہیں:

یہ امر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مرید کے مقامات ہدایت و مکاشفہ تک پہنچنے کی سوائے اس کے کوئی صورت نہیں کہ وہ ایسے شیخ مقتدا رہنما کی اقتداء کرے جو اسے سیدھے راستے پر چلائے۔ اور گمراہیوں اور غلطیوں کے مواقع سے بچائے۔ اور یہ اس بنا پر ضروری ہے کہ اکثر مخلوق پر نقص اور کوتاہی غالب ہے اور ان کے



Marfat.com

# مکتوب نمبر ۱۵۸

شیخ حمید بنگالی کی طرف صادر فرمایا:

استعدادوں میں فرق کے مطابق مراتب کمال میں فرق اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

یہ بات ذہن میں رکھیں کہ استعدادوں میں تفاوت کے موافق مراتب کمال میں بھی فرق اور تفاوت ہوتا ہے۔ اور کمال میں تفاوت کبھی کمیت کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ اور کبھی کیفیت کے اعتبار سے اور کبھی بیک وقت دونوں اعتبار سے۔ تو بعض کا کمال مثلاً تجلی صفاتی سے ہوتا ہے۔ اور بعض کا تجلی ذاتی سے۔ اگرچہ ان دونوں تجلیوں اور تجلیوں والوں کے درمیان بڑا فرق ہوتا ہے۔ تو بعض کا کمال قلب کی سلامتی اور روح کے نجات پانے میں ہے۔

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷۶) عقول دا زہان حق تک پہنچنے اور صواب کو غلط سے تمیز کرنے میں پورے نہیں اُترتے۔

مختصر یہ کہ عقائد کی صحت و درستی اعمال کے لئے شرط لازم ہے۔ عقیدہ بنیاد اور اساس ہے۔ اور اعمال اسکی فرع اور شاخیں ہیں۔ عقیدہ ٹھیک نہ ہو تو اعمال حسنہ چاہے کتنے ہی زیادہ اور کیسے ہی اخلاص کے ساتھ ادا کئے جائیں نہ ان کی قبولیت ہے اور نہ ان کی کوئی قدر و قیمت ہے۔ اور نہ ان کا ثواب ملتا ہے۔ یہودیوں کے درویش، اور عیسائیوں کے راہب چونکہ درستی عقیدہ سے محروم ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت آپکے فضائل و کمالات چھپاتے۔ اور تحریف سے کام لیتے ہیں۔ لہٰذا دُوسرے کفار و مشرکین کی طرح آتش دوزخ میں ہمیشہ جلتے رہیں گے۔

موجودہ دَور کے فرقے بھی بیشمار اعتقادی گمراہیوں میں مبتلا ہیں۔ اور عام مسلمانوں کو بھی گمراہ کرنے میں مصروف ہیں۔ چنانچہ ایک فرقہ حدیث نبوی کا منکر ہے۔ ایک ختم نبوت کا منکر ہے۔ ایک فرقہ فقہ اور تقلید ائمہ دین کا منکر ہے۔ اور تقلید و استنباط کو شرک و بدعت کہتا ہے۔ ایک اور گروہ صحابہ کرام کی شان و تعظیم کا منکر ہے۔ اور معاذ اللہ اکابر صحابہؓ اور خلفاء راشدینؓ کو بُرا بھلا کہتا ہے۔ اور انہیں بیدین و منافق قرار دیتا ہے۔ ایک گروہ یزید پلید علیہ ما علیہ کی مدح و ثنا میں رطب اللسان ہے۔ اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی توہین و بے ادبی میں خوشی محسوس کرتا ہے۔ اور ایک فرقہ وہ ہے جو بزرگان دین کے تصرفات ان سے مدد و استعانت ان کے وسیلے کا منکر ہے۔ وغیرہ ذالک۔ پھر ہر ایک اپنی صداقت اور حقانیت کے لئے قرآن و حدیث سے دلائل پیش کرتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حق و نجات کے راستے پر صرف اہل سنت و جماعت قائم ہیں۔ جیسا کہ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح فرمائی ہے۔ واللہ الملہم للحق والصواب۔



Marfat.com

اور بعض کا کمال ان دونوں کے ساتھ ساتھ شہود سری کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اور ایک تیسرا گروہ ہے جس کا کمال ان تینوں کے علاوہ لطیفہ خفی کی طرف منسوب حیرت سے ہوتا ہے۔ اور ایک چوتھے شخص کا کمال ان چار چیزوں کے ساتھ اور لطیفہ اخفی کی طرف منسوب اتصال سے ہوتا ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا کرے اور اللہ فضل عظیم والا ہے۔ ان مراتب مذکورہ میں سے کسی مرتبے میں کمال کے بعد یا تو مخلوق کی طرف پچھلے پاؤں رجوع واقع ہوتا ہے۔ یا اسی مقام میں قرار اور قیام ہو جاتا ہے۔ اول مقام تکمیل و ارشاد اور دعوت کے لئے حق سے خلق کی طرف رجوع ہے۔ دوسرا استہلاک و عزلت اور گوشہ نشینی کا مقام ہے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

# مکتوب نمبر ۱۵۹

شرف الدین حسین کی طرف صادر فرمایا۔ ماتم پرسی میں۔

اگرچہ آلام و مصائب بظاہر تلخ ہیں۔ اور جسم کو تکلیف پہنچانے والے ہیں۔ لیکن باطن میں شیریں اور روح کو لذت عطا کرتے ہیں۔ کیونکہ جسم اور روح آپس میں گویا نقیض ہیں۔ ایک کا رنج دوسرے کے لئے لذت کا باعث ہے۔ وہ پست فطرت جو ان دو متضاد چیزوں کے لوازمات میں تمیز نہیں کر سکتا بحث سے خارج ہے۔ اور گفتگو کے قابل ہی نہیں۔ اولئک کالانعام بل ھم اضل۔ یہ لوگ چوپاؤں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بدتر ہیں ؎

آگہ از خویشتن چو نیست جنین　　　چہ خبر دارد از چنان و چنین

پیٹ میں موجود بچہ جب کہ اپنے آپ سے بھی آگاہ نہیں تو وہ اِدھر اُدھر کی کیا خبر رکھے گا۔

جس شخص کی روح تنزل کر کے مرتبہ جسم میں قرار پذیر ہو چکی ہے اور جس کا عالم امر عالم خلق کے تابع ہو چکا ہو وہ اس معا کا راز کیا پا سکتا ہے۔ جب تک روح اپنے مقام اصلی کی طرف واپس نہ لوٹے اور امر خلق سے جُدا نہ ہو اس وقت تک معرفت کا جمال جلوہ گر نہیں ہو سکتا۔ اس دولت کا حصول اس موت کے ساتھ وابستہ ہے۔ جو موت حسی اور صوری سے پہلے حاصل ہوتی ہے۔ اور مشائخ طریقت قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم نے اس کو فنا سے تعبیر کیا ہے۔

؎ خاک شو خاک تا بروید گل　　　کہ بجز خاک نیست مظہر گل

خاک ہو خاک تاکہ پھول اُگ سکیں۔ کیونکہ خاک ہی پھولوں کی جائے ظہور ہے۔

اور وہ شخص جو مرنے سے پہلے مرا نہیں دراصل وہ مصیبت میں گرفتار ہے۔ اور وہ ماتم پرسی کے لائق ہے۔



Marfat.com

آپ کے والد مرحوم کی رحلت کی خبر جو نیک نامی میں شہرت رکھتے تھے۔ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی خوب رعایت کرتے تھے، مسلمانوں کے لئے موجب غم اور باعث رنج بنی ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ (ہم اللہ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں) وہ فرزند صبر کے شیوے کو اختیار کرتے ہوئے۔ فوت شدگان کا صدقہ اور دعا اور استغفار کے ذریعہ ممد و معاون بنا رہے۔ کیونکہ مُردوں کو زندوں کی مدد کی شدید محتاجی ہے۔ حدیث نبوی علیہ و آلہ الصلوات والتسلیمات میں آیا ہے۔

| | |
|---|---|
| ما المیت الا کالغریق المتغوث ینتظر دعوۃ تلحقہ من اب او ام او اخ او صدیق فاذا لحقتہ کان احب الیہ من الدنیا و ما فیہا و ان اللہ لیدخل علی اھل القبور من دعاء اھل الارض امثال الجبال من الرحمۃ و ان ھدیۃ الاحیاء الی الاموات الاستغفار لھم۔[۱] | میت کی مثال ڈوبنے والے اور زیاد کے لئے پکارنے والے کی طرح ہے۔ میت ہر وقت دعا کا منتظر رہتا ہے۔ جو اسے باپ یا ماں یا بھائی یا دوست کی طرف سے پہنچتی ہے۔ جب اسے ان میں سے کسی کی طرف سے پہنچتی ہے تو وہ اسے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہوتی ہے۔ اور بیشک اللہ تعالےٰ زمین والوں کی دعا سے اہل قبور پر پہاڑوں کی مانند رحمت داخل کرتا ہے۔ اور بیشک زندوں کی طرف سے اموات کے لئے تحفہ اور ہدیہ انکے لئے استغفار ہے۔ |

باقی نصیحت کی بات یہ ہے کہ ہر وقت ذکر و فکر میں رہو۔ کیونکہ فرصت نہایت ہی تھوڑی ہے۔ اسے نہایت ہی ضروری کاموں میں صرف کرنا چاہیئے۔ والسلام۔

---

[۱] مشکوٰۃ شریف باب الاستغفار

[۲] اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مُردوں کو ثواب پہنچانا اور ایصال ثواب کے طور پر صدقہ و خیرات کرنا جائز بلکہ ضروری ہے۔ نماز جنازہ بھی ایصال ثواب ہے۔ حضرت سعدؓ نے اپنی ماں کے ایصال ثواب کے لئے کنواں جاری کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کی وفات پر بطور ایصال ثواب بہت سے اونٹ ذبح کئے۔ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو عموماً ہر سال ایک بکری ذبح کرکے ایصال ثواب کرتے تھے۔ فقہائے کرام کا ایصال ثواب کے جواز پر اجماع ہے۔ ختم قرآن، گیارہویں، چہلم وغیرہ ایصال ثواب کی مختلف صورتیں ہیں جیسا کہ حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہاجر مکی



Marfat.com

# مکتوب نمبر ۱۶۰

یہ مکتوب آپ نے اپنے کمترین بندے، غلام کی طرف صادر فرمایا۔ یعنی یار محمد الجدید البدخشی الطالقانی کی طرف۔

اس بیان میں کہ مشائخ طریقت تین گروہ ہیں قدس اللہ تعالے اسرارہم۔ اور ان میں سے ہر ایک کے حالات کی شرح۔ اور ان میں سے ہر ایک گروہ کے کمال اور نقصان کے بیان میں۔

مشائخ طریقت قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم تین گروہ ہیں۔ پہلا گروہ، اس امر کا قائل ہے کہ کائنات عالم حق سبحانہٗ کی ایجاد سے خارج میں موجود ہے۔ اور جو کچھ اس میں اوصاف و کمالات ہیں سب حق سبحانہٗ کی ایجاد سے ہیں۔ اور اپنے آپ کو صرف شبح اور مثال کے درجہ میں جانتے ہیں۔ بلکہ اس شبحیت کو بھی حق سبحانہٗ کے ہاتھ کا کرشمہ قرار دیتے ہیں۔ یہ حضرات نیستی کے سمندر میں اس طرح گم ہیں کہ نہ انہیں عالم کی خبر ہے اور نہ اپنی۔ برہنہ جسم آدمی کی طرح جس نے کسی سے عاریت کے طور پر کپڑا لے کر پہنا ہوا ور وہ یہ یقین رکھتا ہے کہ یہ کپڑا عاریتہ میرے پاس ہے۔ اور کپڑے کی عاریت کا تصور اسقدر اس پر غالب ہو کہ اسے پہنے ہوئے ہونے کے باوجود اس کے اصل مالک کے ہاتھ میں ہی تصور کرے اور اپنے آپ کو برہنہ ہی محسوس کرے۔ اور اگر ایسے شخص کو بے شعوری اور سکر کی حالت سے نکال کر شعور اور صحو کی طرف لائیں اور بقا بعد الفنا سے مشرف کریں۔ تو وہ اگرچہ کپڑے کو اپنے بدن پر پہنا ہوا دیکھے گا۔ مگر اس کا یقین یہی ہوگا کہ یہ میرا نہیں دوسرے کا ہے۔ کیونکہ وہ فنا اب درجہ علم میں ہے۔ اور گرفتاری اور تعلق جو اس کپڑے کے ساتھ تھا بالکل معدوم ہو جاتا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح اس شخص کا حال ہے جو اپنے اوصاف و کمالات کو کسی سے عاریتہً لئے ہوئے کپڑے کی طرح جانتا ہے۔ صرف اتنا جانتا ہے کہ درجہ وہم میں یہ کپڑا میرے پاس موجود ہے۔ خارج میں میرے پاس کوئی کپڑا نہیں بلکہ میں برہنہ ہوں۔ یہ دید اس حد تک غالب آتی ہے کہ وہ اس وہمی لباس کو پورے طور پر اُتار پھینکتا ہے۔ اور اپنے آپ کو برہنہ محسوس کرتا ہے۔ اس حالت سے افاقے اور صحو کے بعد اس وہمی کپڑے کو اپنے ساتھ پاتا ہے۔ لیکن شخص اول کی فنا اتم ہے۔ اور اس پر مرتب ہونے والی بقا بھی اکمل

(بقیہ حاشیہ صفحہ ) نے فرمایا ہے۔ ایصالِ ثواب کی ان مختلف صورتوں کا انکار دراصل ایصالِ ثواب کا انکار ہے۔ جو گمراہ فرقے معتزلہ کا عقیدہ ہے۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ السامی نے مکتوبات میں اور بھی جا بجا اس مسئلے کے جواز کی تصریح کی ہے۔ مترجم عفی عنہ۔



Marfat.com

ہوگی۔ جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب اس کا ذکر آئے گا۔

اور یہ بزرگ گروہ ان تمام معتقدات کلامیہ میں جو کتاب وسنت اور اجماع کے موافق ثابت ہیں علمائے اہلسنت وجماعت کیساتھ اتفاق رکھتا ہے۔ اور ان میں اور متکلمین میں صرف اتنا فرق ہے کہ متکلمین اس معنی کو علماً اور استدلالاً جانتے ہیں۔ اور یہ بزرگ کشف اور ذوق کے طور پر۔ نیز ان بزرگوں کا گروہ عالم کی حق سبحانہ وتعالیٰ کے نہایت منزہ ہونے کے باعث قطعاً کوئی نسبت ثابت نہیں کرتا۔ اور تمام نسبتوں کو سلب کرتا ہے۔ تو عالم کے واجب تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ عینیت اور جزئیت کے کیسے قائل ہو سکتے ہیں۔ صرف اس قدر نسبت ثابت مانتے ہیں کہ وہ مولیٰ ہے اور کائنات اس کی عبودیت کی صفت سے موصوف اور وہ صانع ہے اور کائنات اس کی مصنوع ہے۔ بلکہ غلبہ حال میں اس نسبت کو بھی گم کر دیتے ہیں۔ اس وقت فنائے حقیقی سے مشرف ہو کر تجلیات ذاتیہ کو قبول کرتے ہیں۔ اور بے انتہا تجلیات کا مظہر بن جاتے ہیں۔

دوسرا گروہ عالم کو حق سبحانہ کا ظل جانتا ہے۔ مگر اس امر کا قائل ہے کہ عالم خارج میں موجود ہے۔ لیکن اصالت کے طریق پر نہیں بلکہ ظلیت کے طور پر۔ اور یہ کہ عالم کا وجود حق سبحانہٗ کے وجود کیساتھ قائم ہے۔ جس طرح ظل اصل کے ساتھ قائم ہوتا ہے۔ مثلاً ایک شخص کا سایہ کافی دراز جگہ پر پھیل جائے۔ اور وہ شخص اپنی کمال قدرت سے اپنی صفات علم، قدرت، ارادہ وغیرہ حتیٰ کہ لذت وتکلیف کو بھی اس سایہ میں منعکس کر دے۔ پس بالفرض وہ سایہ اگر آگ پر گرے اور اس سے تکلیف محسوس کرے تو عقلاً اور عرفاً یہ نہیں کہیں گے کہ اس شخص نے بھی تکلیف محسوس کی ہے۔ جیسا کہ تیسرا گروہ اس امر کا قائل ہے۔ اسی طرح تمام برے افعال جو مخلوقات سے صادر ہوتے ہیں یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ حق تعالیٰ کے افعال ہیں۔ جس طرح اگر سایہ اپنے ارادہ سے حرکت کرے تو یہ نہیں کہتے کہ وہ شخص متحرک ہے۔ ہاں صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ یہ اس کی قدرت اور اس کے ارادے کا اثر ہے۔ یعنی اس کا مخلوق ہے۔ اور یہ بات طے شدہ ہے کہ قبیح شے کا پیدا کرنا قبیح نہیں۔ بلکہ قبیح کا فعل اور کسب قبیح ہے۔

تیسرا گروہ وحدت وجود کا قائل ہے۔ یعنی خارج میں صرف ایک ہی ذات موجود ہے۔ اور بس۔ اور حق سبحانہٗ کی ذات اور عالم کا خارج میں اصلاً تحقق نہیں بلکہ صرف علمی ثبوت رکھتے ہیں۔ یہ گروہ یوں کہتا ہے۔

الاعیان ماشمت رائحۃ الوجود۔ اشیاء نے وجود کی خوشبو بھی نہیں سونگھی۔

اگرچہ یہ جماعت بھی عالم کو حق سبحانہٗ کا ظل ہی کہتی ہے۔ لیکن ساتھ یہ بھی کہتی ہے ان کا وجود صرف مرتبہ حس میں ہے۔ بنفس الامر اور خارج میں عدم محض ہے۔ البتہ یہ لوگ خدائے عزوجل کو صفات وجوبیہ اور امکانیہ کے ساتھ متصف مانتے ہیں۔ اور مراتب تنزلات ثابت کرتے ہیں اور ہر مرتبہ میں اسی ذات احد کو اس مرتبہ کے لائق احکام کیساتھ متصف کرتے ہیں۔ اور لذت حاصل کرنے اور تکلیف اٹھانے والی بھی خدائے عز شانہٗ ہی کی ذات کو قرار



Marfat.com

دیتے ہیں۔ لیکن ان وہمی اور محسوس ظلال کے پردہ میں۔

ان کے اس مسلک پر عقلاً اور شرعاً بے شمار اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔ جن کے جواب ان کو مختلف حیلے اور تکلفات اختیار کرنے پڑتے ہیں۔

اگرچہ یہ تیسرا گروہ اپنے درجات وصل و کمال میں مختلف و تفاوت ہونے کے باوجود واصل اور کامل ہے۔ لیکن مخلوق کو ان کی ایسی باتوں نے گمراہی اور الحاد میں ڈالا ہے اور زندقہ و بیدینی تک پہنچایا ہے۔ پہلا گروہ سب سے اکمل اور اتم ہے۔ اور زیادہ محفوظ۔ اور کتاب و سنت کے زیادہ موافق ہے اس پہلے گروہ کا زیادہ محفوظ اور زیادہ موافق ہونا تو ظاہر ہے۔ باقی ان کا اکمل اور اتم ہونا اس بنا پر ہے۔ کہ وجود انسانی کے بعض مراتب اپنی نہایت لطافت اور تجرد کی بناء پر اپنے مبداء و رحق تعالیٰ) سے پوری مشابہت اور مناسبت رکھتے ہیں جیسے لطیفہ خفی اور اخفیٰ۔ پس وہ جماعت جو فنائے بشری کے باوجود ان مراتب کو مبداء سے جدا نہیں کر سکتی۔ تاکہ لا کے نیچے لا کر ان کی بھی نفی کرے۔ بلکہ مبداء ان کے نزدیک ان لطائف سے ملا اور مشابہ رہا اور اپنے آپ کو عین حق سمجھ لیا تو کہنا شروع کر دیا کہ خارج میں صرف حق سبحانہٗ ہی موجود ہے۔ اور خارج میں ہمارا بالکل وجود نہیں۔ لیکن چونکہ بہت سے آثار خارجیہ پائے جاتے تھے تو مجبوراً ثبوت علمی کے قائل ہوئے۔ اسی بنا پر وہ اعیان کو وجود اور عدم کے درمیان برزخ قرار دیتے ہیں، یہ لوگ جبکہ مخلوقات کے وجود کے بعض مراتب (خفی اور اخفیٰ) کو مبداء سے جُدا نہ کر سکے تو ان کے واجب الوجود ہونے کے قائل تو نہ ہوئے البتہ ان کے برزخ ہونے کے قائل ہو گئے۔ اور وجوب کا رنگ ممکن میں ثابت کر دیا۔ اور یہ نہ جانا کہ یہ رنگ بھی ممکن ہی کا رنگ ہے جو واجب کے مشابہ ہے۔ اگرچہ صورت اور نام میں ہی ہو۔ اور اگر وہ اس رنگ کو جُدا کرتے۔ اور تمام مراتب ممکن کو واجب سے جدا کرتے تو اپنے آپ کو ہرگز خدا نہ دیکھتے بلکہ عالم کو حق سے جُدا کرتے اور صرف ایک ہی وجود کے قائل نہ ہوتے۔ اور جب تک اس شخص (قائل وحدت وجود) کا اثر اور نشان باقی ہے۔ اپنے آپ کو حق تعالیٰ نہیں جانتا۔ اگرچہ کہتا یہی ہے کہ میرا کوئی نشان باقی نہیں رہا۔ لیکن اس کا یہ قول بھی کوتاہ نظری کے باعث ہے۔

دوسرے گروہ نے اگرچہ مراتب کو مبداء سے جدا قرار دیا ہے۔ اور کلمہ لا کے نیچے لا کر اس کی نفی بھی کی ہے۔ لیکن ظلیت اور اصالت کے واسطہ سے ایک چیز ان کے بقایا وجود سے ثابت رہی ہے۔ کیونکہ رتبہ ظل کا اصل کے ساتھ تعلق کا رشتہ بڑا قوی ہے۔ یہ نسبت ان کی نظر سے محو نہیں ہو سکی۔

لیکن پہلے گروہ نے حضرت رسالت خاتمیت علیہ من الصلوات اتمہا و من التحیات اکملہا کیساتھ مناسبت اور آپ کی کمال متابعت کی بنا پر ممکن کے تمام مراتب کو واجب سے جُدا قرار دیا ہے۔ اور سب کی کلمہ لا کے نیچے لا کر نفی کر دی ہے۔ اور انہوں نے ممکن کی واجب کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں دیکھی۔ اور اس کی طرف کسی نسبت



Marfat.com

کا اثبات نہیں کیا۔ اور اپنے آپ کو اس کا عبد مخلوق بے قدرت کے سوا کچھ نہیں سمجھا۔ اور اس اللہ عز شانہ کو اپنا خالق و مولیٰ جانا ہے۔ اپنے آپ کو مولیٰ سمجھنا یا اس کا فعل قرار دینا ان بزرگوں کے نزدیک سخت گراں اور دشوار ہے چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ یہ بزرگ اس واسطے سے کہ اشیاء خدا تعالیٰ کی مخلوق ہیں اشیاء سے دوستی رکھتے ہیں۔ اور اس بنا پر اشیاء ان کی نظر میں محبوب ہیں۔ اور اسی بنا پر کہ اشیاء اس کی مصنوع اور ان کے افعال بھی اس ذات جل شانہ کے پیدا کردہ ہیں، پورے طور اشیاء کے مطیع بنتے ہیں۔ اور انہیں تسلیم کرتے ہیں۔ اور افعال پر انکار نہیں کرتے۔ ہاں جہاں شریعت انکار کرے۔

جس طرح توحید وجودی والوں کو اشیاء کے حق تعالیٰ کا مظہر بلکہ اس کا عین کے لحاظ سے اس قسم کی محبت اور ان کی اطاعت نصیب ہوتی ہے۔ پہلے گروہ کو اشیاء کے صرف اللہ تعالیٰ کی مصنوعات اور مخلوق ہونے کے لحاظ سے اشیاء کے ساتھ دوستی حاصل ہوتی ہے۔ ببیں تفاوت راہ از کجا ست تا بکجا۔ دیکھو ایک راہ سے دوسری راہ تک کتنا فرق ہے۔

عین محبوب کے ساتھ تو تھوڑی سی محبت کے باعث بھی دوستی روا ہے۔ لیکن مصنوعات، مخلوقات اور اس کے بندے جب تک محبوب (حقیقی) کے ساتھ پوری دوستی پیدا نہ کریں دوستی روا نہیں ہے۔ اور محبوب قرار نہیں دیے سکتے اس بلند گروہ کو مقام عبدیت سے جو تمام مقامات ولایت کی انتہا ہے مکمل حصہ مل چکا ہے۔ اور ان برگزیدہ حضرات کے صحت حال پر اس سے بڑی اور مکمل دلیل اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ ان کا ہر کشف کتاب و سنت اور ظاہر شریعت کے موافق ہے۔ ایک بال برابر بھی ظاہر شریعت سے مخالفت ان کی طرف راہ نہیں پا سکی۔ اے اللہ ہمیں بحرمت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم دوبارہ کہ اس گروہ کے محبوں اور پیروکاروں میں کر۔

یہ درویش جس سے ان سطور کا استفادہ ہوا ہے۔ اول توحید وجودی کا معتقد تھا۔ بچپن سے ہی اس توحید کا علم اور اس پر پورا یقین رکھتا تھا۔ اگرچہ حال نہیں رکھتا تھا۔ اور جب اس راہ میں آیا تو اول توحید کا راستہ منکشف ہوا۔ اور مدت دراز تک اس مقام کے مراتب میں گھومتا رہا۔ اور بہت سے علوم جو اس مقام کے مناسب تھے۔ فائض ہوتے رہے۔ اور وہ مشکلات وواردات جو ارباب توحید پر وارد ہوتی ہیں سب کی سب کشوف اور علوم والکشفہ کے ذریعہ حل ہو گئیں۔ ایک مدت کے بعد اس درویش پر ایک اور نسبت غالب ہوئی۔ اور اس کے غلبہ میں توحید وجودی میں توقف پیدا ہوا۔ لیکن یہ توقف توحید وجودی والوں کے ساتھ حسن ظن کی بنا پر پیدا ہوا۔ انکار کی بنا پر پیدا نہ ہوا۔ ایک مدت تک اس بارے میں متوقف رہا۔ آخر الامر معاملہ اس کے انکار تک پہنچا۔ اور مجھے دکھایا گیا کہ یہ مرتبہ سب سے پست مرتبہ ہے۔ یہاں سے ظلیت کے مقام پر پہنچا۔ لیکن اس کا انکار بے اختیار تھا۔ نہیں چاہتا تھا کہ اس مقام سے باہر آئے۔ اس لئے کہ بہت سے مشائخ عظام اس مقام میں اقامت پذیر تھے۔



Marfat.com

اور جب ظلیت کے مقام میں پہنچا اور خود کو اور عالم کو ظل محسوس کیا۔ جیسا کہ دوسرا گروہ اس کا قائل ہے۔ تو اس امر کی آرزو پیدا ہوئی کہ کاش اس مقام سے باہر نہ نکالیں کیونکہ یہ درویش کمال وحدت وجود میں پاتا تھا۔ اور یہ مقام ظلیت اس سے کچھ قدرے مناسبت رکھتا ہے۔ اتفاقاً کمال عنایت اور غریب نوازی سے اس مقام سے بھی اوپر لے گئے۔ اور مقام عبدیت تک پہنچا دیا۔ اس وقت اس مقام کا کمال دکھائی دیا۔ اور اس کی بلندی واضح ہوئی۔ اور گزشتہ مقامات سے تائب ہوا اور استغفار کیا۔ اگر اس درویش کو اس راستے سے نہ لے جاتے اور بعض مراتب کی بعض پر فوقیت نہ دکھاتے تو اس مقام عبدیت میں اپنا منزل جانتا۔ کیونکہ اس درویش کے نزدیک توحید وجودی سے اوپر کوئی مقام نہ تھا۔ واللّٰہ یحق الحق وھو یھدی السبیل۔ اللہ ہی حق کو حق ثابت کرتا ہے اور راہ راست کی ہدایت بخشتا ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ اس درویش کے مکتوبات ورسائل میں بلکہ ہر سالک کے علوم و معارف میں تفاوت اور فرق کا منشا یہی مقامات متفاوتہ کا حصول[1] ہے۔

ہر مقام کے علوم و معارف الگ ہیں۔ اور ہر حال کا قال علیحدہ ہے۔ پس فی الحقیقت علوم میں تعارض اور تناقض نہیں۔ جس طرح احکام شرعیہ کے نسخ کا معاملہ ہے۔

فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ۔ تو شک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد وآلہ وسلم

# مکتوب نمبر ۱۶۱

ملا صالح کولابی بدخشی کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ منازل سلوک کے طے کرنے سے مقصود ایمان حقیقی کا حصول ہے۔ جو اطمینان نفس کے ساتھ وابستہ ہے۔

منازل سلوک کے طے کرنے سے مقصود ایمان حقیقی کا حصول ہے۔ جو اطمینان نفس سے وابستہ ہے۔ جب تک نفس مطمئنہ نہ بنے نجات متصور نہیں۔ نفس اس وقت تک مرتبہ اطمینان تک نہیں پہنچتا جب تک قلب کی سیاست اس پر مسلط نہ کریں۔ اور دل کی سیاست اس وقت میسر آتی ہے جبکہ قلب پہلے کاموں سے فارغ ہو۔ اور غیر حق کی

[1] لہٰذا امام ربانی قدس سرہٗ کے کلام میں کوئی تعارض اور تناقض نہیں۔ کیونکہ مختلف تحقیقات مختلف مقامات سے تعلق رکھتی ہیں۔



Marfat.com

گرفتاری سے سلامتی حاصل کرے۔ اور غیر حق کے ساتھ گرفتاری سے نجات پانے کی علامت یہ ہے۔ کہ ما سوائے حق سبحانہٗ و تعالیٰ کو بھول جائے۔ جب تک بال برابر بھی غیر حق سے آشنائی ہے۔ سلامتی سے دور ہے۔ تو کتنا مبارک ہے وہ شخص جس نے اپنا قلب اپنے رب کے سپرد کر دیا۔ کوشش کرنا ضروری ہے۔ تاکہ سلامتی قلب سے مشرف ہو۔ اور نفس اطمینان کے مقام تک پہنچے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا کرے۔ اور اللہ فضل عظیم والا ہے۔ والسلام۔

# مکتوب نمبر ۱۶۲

خواجہ محمد صدیق بدخشی کی طرف صادر فرمایا:

ماہ رمضان مبارک کی فضیلت اور اس ماہ کی قرآن مجید کے ساتھ مناسبت کے بیان میں جس کی بنا پر اس کا نزول اس ماہ مبارک میں ہوا۔ اور کھجور کی جامعیت کے بیان میں کہ اس کے ساتھ روزہ افطار کرنا مستحب ہے۔ اور اس کے منفعات کے بیان میں۔

باسمہ سبحانہٗ۔ کلام کی شان جو شیونات ذاتیہ میں سے ہے تمام ذاتی کمالات اور صفاتی شیونات کا جامع ہے۔ جیسا کہ گزشتہ علوم میں مذکور ہوا۔ اور ماہ رمضان مبارک تمام خیرات و برکات کا جامع ہے۔ جو بھی خیر و برکت ہے اس کا فیضان حضرت ذات تعالیٰ و تقدس کی طرف سے ہوتا ہے۔ اور ذات سبحانہٗ کے شیونات کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ ہر شر و نقص جو صفحہ وجود پر آتا ہے۔ اس کا منشا فانی ذات و صفات ہیں۔

| | |
|---|---|
| مَا اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَا اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ۔ | تجھے جو بھلائی اور خیر پہنچتی ہے اللہ کی طرف سے ہے۔ اور جو برائی پہنچتی ہے۔ وہ تیرے نفس کی طرف سے ہے |

نص قطعی ہے۔ پس اس ماہ مبارک کی تمام خیرات و برکات ان کمالات ذاتیہ کا نتیجہ ہے کہ شان کلام الٰہی ان سب کا جامع ہے۔ قرآن مجید اس جامع شان کی حقیقت کا خلاصہ ہے اور اس ماہ مبارک کی قرآن مجید کے ساتھ پوری مناسبت ہے۔ کیونکہ قرآن تمام کمالات کا جامع ہے۔ اور یہ مبارک مہینہ ان تمام خیرات و برکات کا جامع ہے جو ان کمالات ذاتی کے نتائج ہیں اور یہی مناسبت قرآن حکیم کے اس ماہ مبارک میں نزول کا باعث بنی۔

| | |
|---|---|
| شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ۔[1] | رمضان وہ مبارک مہینہ ہے جس میں قرآن حکیم کا نزول ہوا |

---

[1] پارہ دوم سورۃ بقرہ



Marfat.com

اور اس میں آنے والی شب قدر اس ماہ کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔ یہ رات مغز ہے اور یہ ماہ مبارک اس کے لئے چھلکے کی مانند ہے۔ تو جو شخص اس ماہ مبارک کو جمعیت وسکون سے گزارتا ہے اور اس کی خیرات و برکات سے بہرہ ور ہوتا ہے تمام سال جمعیت وسکون سے گزارتا ہے۔ اور خیر و برکت سے پُر رہتا ہے۔ اللہ سبحانہٗ ہمیں اس مبارک مہینے کی خیرات و برکات حاصل کرنے کی توفیق عطا کرے۔ اور عظیم حصہ نصیب فرمائے۔ حضرت رسالت خاتمیت علیہ الصلوٰۃ والسلام التحیۃ نے فرمایا ہے ؛

اِذَا اَفْطَرَ اَحَدُكُمْ فَلْيُفْطِرْ عَلٰى تَمْرٍ فَاِنَّهٗ بَرَكَةٌ۔ — جب تم میں سے کوئی شخص روزہ افطار کرے تو کھجور سے کرے کیونکہ وہ سراسر برکت ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم روزہ مبارک کھجور سے افطار کرتے تھے۔ اور کھجور میں برکت یہ ہے کہ اس کا درخت نخلہ کہلاتا ہے۔ اور نخلہ یعنی کھجور کا درخت جامعیت اور صفت اعدلیت پر مخلوق ہے جس طرح انسان۔ اسی لئے حضرت رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کھجور کو انسانوں کی پھوپھی کہا ہے کیونکہ اس کو پیدائش طینت آدم سے پیدا کیا گیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے :

اَكْرِمُوْا عَمَّتَكُمْ النخلة فَاِنَّهَا خُلِقَتْ مِنْ بَقِيَّةِ طِيْنَةِ آدَمَ۔ — اپنی پھوپھی کھجور کی عزت کرو۔ کیونکہ یہ حضرت آدم کے جسم سے باقی ماندہ مٹی سے پیدا کی گئی ہے۔

اور کھجور کو برکت فرمانا اسی جامعیت کی بنا پر ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اس کے پھل کھجور سے افطار صاحب افطار کی جز بن جاتا اور کھجور کی حقیقت جامعہ اس جزئیت کے اعتبار سے اسے کھانے والے کی حقیقت کا جزو بن جاتا ہے۔ اور اسے کھانے والا اُس اعتبار سے ان کمالات بے نہایت کا جامع بن جاتا ہے۔ جو کھجور کی حقیقت جامع میں درج ہیں۔ اور یہ معنی اگرچہ مطلق کھانے میں بھی موجود ہے۔ تاہم افطار کے وقت کہ روزہ دار کے شہوات مانعہ اور لذات فانیہ سے خالی ہونے کا وقت ہے۔ زیادہ تاثیر کرتا ہے۔ اور وہ معنی اُتم اور اکمل طریقہ پر ظاہر ہوتا ہے۔ اور وہ جو حضور علیہ من الصلوات اتمہا و من التحیات اکملہا نے فرمایا ہے کہ

نِعْمَ سَحُوْرُ الْمُؤْمِنِ التَّمْرُ۔ — مومن کی بہترین سحری کھجور ہے۔

اس اعتبار سے ہو سکتا ہے۔ کہ اس غذا میں جو صاحب غذا کا جزو بن جاتا ہے اس کی حقیقت کی تکمیل ہے۔ نہ کہ اس غذا کی حقیقت۔ اور جب کہ یہ معنی روزہ میں مفقود ہیں اس کی تلافی کے لئے سحری کے وقت اس کے کھانے کی ترغیب دی کہ گویا اس کا کھانا تمام ماکولات کے کھانے کا فائدہ دیتا ہے۔ اور اس کی برکت جامعیت کے

---

ف مشکوٰۃ شریف۔



Marfat.com

اعتبار سے وقت افطار تک رہتی ہے۔ اور غذا کا یہ فائدہ اس وقت مرتب ہوتا ہے۔ جبکہ غذا تجویز شرعی کے مطابق واقع ہو۔ اور بال برابر حدود شرعیہ سے تجاوز نہ ہو۔ نیز اس فائدہ کی حقیقت اس وقت میسر آتی ہے۔ کہ اس کا کھانے والا صورت سے گزر کر حقیقت سے ہمکنار ہو چکا ہو۔ اور ظاہر سے ترقی کر کے باطن سے آرام پذیر ہو چکا ہو۔ غذا کا ظاہر اس کے ظاہر کا مددگار ہوتا ہے۔ اور غذا کا باطن اس کے باطن کی تکمیل کرتا ہے۔ ورنہ صرف ظاہری امداد پر ہی ترکار ہتا ہے۔ اور اس کا کھانے والا بھی عین کوتاہی کا شکار رہتا ہے ؎

سعی کن تا لقمہ را سازی گہر ۔۔۔ بعد ازاں چنداں کہ مے خواہی بخور

کوشش کرو تاکہ لقمے کو موتی بناؤ۔ ۔۔۔ اس کے بعد جتنا چاہو کھاؤ

اور صاحب غذا کے لئے افطار میں جلدی اور سحری میں تاخیر میں غذا کی تکمیل کا یہی راز ہے۔

# مکتوب نمبر ۱۶۳

سیادت اور بزرگی کی پناہ شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ اسلام اور کفر ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ان دو ضدوں کے جمع ہونے کا احتمال محال ہے۔ اور ایک کو عزت عطا کرنا دوسرے کو ذلیل و خوار کرنے کا موجب ہے۔ تک جو آپ نے اللہ تعالیٰ آپ کو سالم اور محفوظ رکھے کفار کی تذلیل اور ان سے میل جول کے بارے میں اور اس میل جول کے نقصان اور ضرر کے متعلق فرمایا۔ اور اس امر کے بیان میں کہ دنیا و آخرت بھی ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

الحمد للہ الذی انعم علینا وھدانا الی الاسلام وجعلنا من امۃ محمد علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ والسلام تمام تعریفیں اس اللہ رب العزت کے لئے جس نے ہم پر انعام فرمایا اور ہمیں دین اسلام اختیار کرنے کی ہدایت عطا فرمائی اور ہمیں حضرت محمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ والسلام کی اُمت میں سے کیا۔ دنیا و آخرت کی سعادت صرف سید کونین علیہ وعلی آلہ من الصلوٰۃ افضلہا ومن التسلیمات اکملہا کی اتباع سے وابستہ ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت احکام اسلامیہ کی بجا آوری اور رسوم کفر کے دور کرنے میں ہے۔ کیونکہ اسلام اور کفر ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ایک کا ثابت کرنا دوسرے کے اٹھانے کا موجب ہے۔ ان دو ضدوں کا جمع ہونا محال ہے۔ ایک کو عزت دینا دوسرے کو ذلیل و خوار کرنے کا باعث ہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ اپنے حبیب



Marfat.com

پاک علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ کو فرماتا ہے۔

يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۔ — اے نبی کفار اور منافقین سے جہاد کریں اور ان پر سختی کریں۔

پس اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو خلق عظیم سے موصوف ہیں کفار سے جہاد اور ان پر سختی کرنے کا حکم دیا۔ تو اس سے معلوم ہُوا کہ کفار سے سخت رویہ اختیار کرنا بھی خلق عظیم میں داخل ہے۔ ثابت ہُوا کہ اسلام کی عزت کفر اور اہل کفر کی خواری اور ذلت میں ہے۔ جس نے کفار کو عزت دی اس نے اسلام کو ذلیل کیا۔ عزت دینے سے یہ مراد نہیں کہ ان کی خواہ مخواہ تعظیم ہی کی جائے اور انہیں اونچی جگہ بٹھایا جائے۔ بلکہ انہیں اپنی مجالس میں جگہ دینا۔ ان کے ساتھ بیٹھنا اٹھنا ان سے گفتگو کرنا بھی ان کے اعزاز میں شامل ہے۔ انہیں کتوں کی طرح دُور رکھنا چاہیئے۔ اگر کوئی دنیوی غرض اور کام ان سے متعلق ہو اور ان کے سوا کسی سے حاصل نہ ہو سکے تو انہیں بے قدر جانتے ہوئے بقدر ضرورت ان سے معاملہ کرنا چاہیئے۔ اور کمال اسلام تو یہ ہے کہ دنیوی غرض کے لئے بھی ان سے رابطہ قائم نہ کیا جائے۔ اور ان سے میل جول نہ رکھا جائے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں انہیں اپنا اور اپنے پیغمبر علیہ السلام کا دشمن قرار دیا ہے۔ خدا اور اس کے رسول علیہ السلام کے ان دشمنوں سے میل جول اور اُنس و محبت بہت بڑی تقصیروں میں شامل ہے۔ ان دشمنوں کے ساتھ دوستی اور اُنس کا کم از کم ضرر و نقصان یہ ہے کہ احکام شرعی کے اجراء کی قدرت اور کفر کے نشانات اٹھانے کی قوت مغلوب اور کمزور ہو جاتی ہے۔ اور ان سے تعلق دوستی کا حیا اس میں مانع ہو جاتا ہے۔ اور یہ بہت بڑا ضرر و نقصان ہے۔ دشمنانِ خدائے عزوجل سے دوستی دالفت خدا تعالیٰ کے ساتھ دشمنی کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے اور اس کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ دشمنی پیدا ہونے کا سبب بن جاتی ہے۔ انسان گمان کرتا ہے کہ وہ اہل اسلام سے ہے۔ اور خدا رسول کی تصدیق اور ان پر ایمان رکھتا ہے۔ لیکن وہ نہیں جانتا کہ اس طرح کے بُرے اعمال اس کی دولت اسلام کو بالکلیہ مٹا کر رکھ دیتے ہیں۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا (ہم اپنے نفسوں کی شرارتوں اور اپنے اعمال کی بُرائیوں سے اللہ کے پاس پناہ لیتے ہیں) ؎

خواجہ پندارد کہ مرد واصل است — حاصل خواجہ بجز پندار نیست

خواجہ صاحب کا گمان ہے کہ وہ مرد واصل ہیں۔ لیکن فی الحقیقت خواجہ صاحب کو صرف یہ گمان ہی حاصل ہے۔

ان نالائقوں کا کام ہی یہ ہے کہ اسلام اور اہل اسلام کا تمسخر اڑاتے ہیں۔ اور اس بات کے منتظر رہتے ہیں کہ اگر قابو پائیں تو مسلمانوں کو ہلاک کر دیں یا سب کو قتل کر دیں یا کفر کی طرف پھیر کر لے جائیں تو اہل اسلام کو بھی شرم کرنا چاہیئے کیونکہ ایمان باحیا بننے کا تقاضا کرتا ہے۔ مسلمانی کے ننگ و شرم کا پاس کرنا ضروری ہے۔



Marfat.com

ہمیشہ ان کی ذلت و خواری کے درپے رہنا چاہیئے۔ ہندوستان میں اہلِ کفر سے جزیہ کا موقوف ہونا ان ملاقوں کے سلاطین و حکمرانوں کے ساتھ دوستی کی شومی کے باعث ہے۔ ان سے جزیہ لینے کا اصل مقصد ان کی ذلت و خواری ہے اور یہ ذلت و خواری اس حد تک ہے کہ جزیے کے خوف سے اچھے کپڑے نہیں پہن سکتے۔ اور اپنا ٹھاٹھ نہیں کر سکتے۔ اور ان کے اموال سے لینے کے خوف سے ہمیشہ ڈرتے اور لرزتے رہتے ہیں۔ بادشاہوں کو یہ کیا حق حاصل ہے کہ جزیہ لینے سے روکیں۔ اللہ تعالیٰ نے جزیہ وضع ہی ان کی ذلت و خواری کے لئے کیا ہے مقصود ان کی رسوائی اور اہلِ اسلام کی عزت اور غلبہ ہے۔ خ جہود بکہ بشود کشتہ سود اسلام است۔ جو غیر مسلم بھی قتل ہو اس میں اسلام کا نفع ہے۔ دولتِ اسلام کے حصول کی علامت اہلِ کفر کیسا تھ بغض و عناد رکھنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں ان کو نجس و ناپاک کہا ہے۔ پس اہلِ اسلام کی نظر میں بھی اہلِ کفر نجس و پلید ہی ہونے چاہئیں۔ اور جب ان کو اس طرح ذلیل و خوار دیکھیں اور جانیں گے تو ضرور ان کی صحبت سے پرہیز اور ان کی ہمنشینی کو برا تصور کریں گے۔ ان سے باتیں پوچھنا اور پھر ان کے مطابق عمل کرنا ان دشمنوں کا کمال اعزاز ہے۔ جو سراسر منع ہے۔ جو شخص ان کی توجہ کا طالب اور ان کے توسط سے مانگے اسے کیا حاصل ہوگا۔ یعنی کچھ بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

| | |
|---|---|
| وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلَالٍ۔ | کفار کی دعا بے کار اور ضائع ہے۔ |

ان دشمنانِ اسلام کی دعا باطل اور بے نتیجہ ہے۔ اس کی قبولیت کا احتمال ہی نہیں۔ ہاں ان سے طالبِ دعا ہونے میں ان کے اعزاز و اکرام میں اضافہ ضرور ہوتا ہے۔ کفار اگر دعا کریں گے تو اپنے بتوں کو ضرور دعا میں وسیلہ بنائیں گے خیال کرنا چاہیئے کہ معاملہ کہاں تک پہنچتا ہے۔ اور مسلمانی کی بو بھی باقی نہیں رہتی۔ ایک بزرگ کا ارشاد ہے جب تک تم سے کوئی دیوانہ نہ ہو مسلمانی تک نہیں پہنچ سکتا۔ دیوانگی بلندیٔ اسلام کی خاطر اپنے نفع نقصان سے آگے گزر جانے سے عبارت ہے۔ مسلمانی کی موجودگی میں جو حاصل ہو جائے ٹھیک ہے۔ اور اگر کچھ بھی حاصل نہ ہو تو نہ ہو۔ یعنی دونوں حالتیں برابر ہوں اور دولتِ اسلام موجود رہے۔ جو حاصل ہے تو خدائے عزوجل اور اس کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رضا اور خوشنودی بھی حاصل ہے۔ رضائے مولا سے عظیم تر اور کوئی دولت و نعمت نہیں۔

| | |
|---|---|
| رَضِيْنَا بِاللّٰہِ سُبْحَانَہٗ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ | ہم اللہ سبحانہ کے رب ہونے اور اسلام کے |
| دِيْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ عَلَيْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ | دین ہونے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے |
| نَبِيًّا وَّ رَسُوْلًا۔ | نبی و رسول ہونے پر راضی ہیں۔ |

مصرع: ہم بریں بودیم یارب۔ یارب مجھے اسی پر قائم رکھنا۔ بحرمتِ سید المرسلین علیہ وآلہ



Marfat.com

من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا والسلام واولاد آخراً۔

وقت کی جلدی کے باعث جو کچھ ضروری اور اہم محسوس کیا وہ اجمال کے طور پر لکھ کر بھیج دیا ہے۔ اس کے بعد اگر توفیق ایزدی نے ساتھ دیا تو اس سے زیادہ مفصل لکھ کر ارسال کیا جائے گا۔

جس طرح اسلام کفر کی ضد ہے۔ آخرت دنیا کی ضد ہے۔ دنیا اور آخرت ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔ باقی ترک دنیا دو طرح پر ہے۔ ایک نوع تو یہ ہے کہ بقدر ضرورت سے زائد تمام مباحات ترک کر دیئے جائیں۔ یہ ترک دنیا کی اعلیٰ قسم ہے۔ دوسری قسم یہ ہے کہ حرام اور مشتبہ چیزوں سے اجتناب کیا جائے۔ یہ قسم بھی خصوصاً اس زمانہ میں بہت ہی قلیل اور نادر ہے۔

؎ آسمان نسبت بعرش آمد فرود ورنہ بس عالیست پیش خاک تود

آسمان عرش کی نسبت نیچے ہے۔ ورنہ خاک کے تودے سے تو بہت بلندی پر ہے

پس سونا چاندی اور ریشمی لباس[1] وغیرہ جنہیں شریعت مصطفویہ علی مصدرھا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ نے حرام قرار دیا ہے ان کے استعمال سے پرہیز لازمی ہے۔ سونے چاندی کے برتنوں کو زینت و آرائش کے طور پر اگر رکھیں تو قدرے گنجائش ہے۔ لیکن ان کا استعمال قطعاً حرام ہے۔ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا خوشبو ڈالنا سرمہ دان وغیرہ بنانا سب منع ہے۔ مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مباح امور کا دائرہ بہت ہی وسیع کیا ہوا ہے۔ مباح امور کو نعمت کے طور پر استعمال کرنا اور ان سے نفع اندوز ہونا عیش و لذت میں حرام چیزوں سے بڑھ کر ہے۔ مباحات میں حق سبحانہ کی رضا ہے۔ اور حرام اشیاء میں خدا تعالیٰ کی رضا نہیں۔ عقل سلیم ہرگز اس بات کو جائز نہیں رکھتی کہ کوئی شخص چند روزہ لذت کے لئے اپنے مولیٰ کی ناراضگی مول لے۔ خاصکر جبکہ اس حرام لذت کے عوض کئی طرح کی جائز لذتیں تجویز ہو چکی ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں صاحب شریعت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتحیہ کی متابعت پر استقامت عطا فرمائے۔

حلال و حرام کے معاملہ میں ہمیشہ دیندار علماء کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ اور انہیں سے دریافت کرنا چاہیئے۔ اور ان کے فتویٰ کے مطابق عمل کرنا چاہیئے کیونکہ یہی نجات کا راستہ ہے۔ شریعت کے علاوہ جو کچھ ہے باطل ہے اور

---

[1] ریشمی لباس پہننے کی حرمت صرف مردوں کے لئے ہے۔ عورتوں کے لئے ریشمی لباس جائز ہے۔ یوں ہی زیور کی شکل میں سونے کا استعمال مردوں کو منع ہے۔ عورتوں کے لئے جائز ہے۔ ہاں سونے چاندی کے برتنوں کے استعمال کی مرد و عورت دونوں کے لئے ممانعت ہے۔ کذا فی رد المختار والدر المختار والفتاویٰ الخانیہ۔



Marfat.com

بے اعتبار ہے۔

فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلَالُ [1] — حق کے ماسوا سب ضلالت و گمراہی ہے۔

والسلام اولاً و آخراً۔

# مکتوب نمبر ۱۶۴

حافظ بہاء الدین سرہندی کی طرف لکھا گیا۔

اس بیان میں کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کا فیض ہر وقت اور ہمیشہ خواص وعوام پر وارد ہو رہا ہے۔ آگے اس کے قبول کرنے یا نہ قبول کرنے کا فرق اس طرف سے ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے احسان وکرم سے راہ شریعت پر استقامت نصیب فرمائے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ کا فیض ہمیشہ اور ہر وقت از قسم مال، اولاد اور ہدایت ورہنمائی بغیر تخصیص کے نازل و وارد ہوتا رہتا ہے۔ بعض فیوض کے قبول کرنے اور بعض کے قبول نہ کرنے میں فرق اس طرف سے ہے۔

وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ۔ — اللہ نے ان پر کوئی ظلم نہ کیا بلکہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

موسم گرما کا سورج دھوبی اور کپڑے دونوں پر یکساں چمکتا ہے۔ لیکن اس سے دھوبی کا منہ سیاہ ہوتا ہے اور اس کا کپڑا سفید۔

اللہ تعالیٰ کے فیض کا قبول نہ ہونا جناب قدس خداوندی جل سلطانہ سے اعراض اور روگردانی کے باعث ہے۔ روگردانی کرنے والے کے لئے ذلت لازم اور نعمت سے محرومی ضروری امر ہے۔ یہاں کوئی شخص یہ اعتراض نہ کرے کہ بہت سے حق تعالیٰ سے روگردان لوگ دنیوی نعمتوں سے سرفراز ہیں۔ اور ان کی روگردانی اس کی محرومی کا سبب نہیں بنی۔ کیونکہ یہ نعمت نہیں بلکہ نعمت کی صورت میں نقمت وعذاب ہے، اس کی خرابی اور بربادی کے لئے بطریق استدراج ظاہر کیا گیا ہے۔ تاکہ ایسا شخص روگردانی اور گمراہی میں منہمک رہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:

اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرَاتِ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ [2] — کیا ان لوگوں کا گمان یہ ہے کہ ہم جو مال واولاد کی شکل میں ان کی مدد فرما رہے ہیں انہیں اچھی چیزیں عطا

---

[1] پارہ گیارہ سورۃ یونس — [2] قد افلح سورۃ مومنون



Marfat.com

کرنے میں جلدی کر رہے ہیں۔ بلکہ یہ لوگ نہیں جانتے
کہ اصل معاملہ کیا ہے۔

پس حق تعالیٰ سے روگردانی کے باوجود دنیا اور اس کے ساز و سامان کا منا عین خرابی ہے۔ تو ایسی صورت حال سے بچو بچو بچو۔ والسلام۔

# مکتوب نمبر ۱۶۵

سیادت و بزرگی کی پناہ شیخ فرید کی طرف لکھا گیا۔

صاحب شریعت علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی متابعت کی ترغیب اور آپ کی شریعت کے مخالفوں کے ساتھ عداوت و بغض رکھنے اور ان پر سختی کرنے کے بیان میں۔

اللہ سبحانہٗ آپ کو نبی اُمی ہاشمی قرشی علیہ و علیٰ آلہ من الصلوات افضلہا و من التسلیمات اکملہا کی باطنی میراث کی بزرگی سے مشرف فرمائے۔ جس طرح اس نے آپ کو ظاہری بزرگی سے مشرف فرمایا ہے۔ اور اللہ اس بندے پر رحم فرمائے جو آمین کہے۔

آنسرور علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات کی میراث صوری عالم خلق سے تعلق رکھتی ہے۔ اور میراث معنوی عالم امر سے۔ وہاں سب ایمان معرفت اور رشد و ہدایت ہے۔ میراث صوری کی نعمت عظمیٰ کا شکریہ ہے کہ میراث معنوی اور باطنی سے مزین و آراستہ ہوں۔ اور میراث معنوی سے آراستگی کامل اتباع مصطفوی علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے بغیر میسر نہیں آسکتی۔ تو آپ پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آپ کے اوامر و نواہی میں، اتباع و اطاعت لازم و ضروری ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کمال متابعت آپ کے ساتھ کمال محبت کی فرع ہے۔ مصرع۔

اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ هَوَاهُ مُطِيْعٌ۔ محب اپنے محبوب کا پورا مطیع ہوتا ہے۔

اور آپ سے کامل محبت کی علامت و نشانی آپ کے دشمنوں کے ساتھ کامل بغض و عداوت رکھنا ہے محبت میں سستی کی کوئی گنجائش نہیں۔ محب محبوب کا دیوانہ ہوتا ہے۔ اس کی مخالفت کی تاب نہیں رکھتا۔ اور محبوب کے مخالفوں کے ساتھ کسی طرح بھی صلح و آشتی نہیں کر سکتا۔ دو مختلف محبتیں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔ جمع ضدین کو محال و ناممکن کہا گیا ہے۔ ایک کے ساتھ محبت دوسرے کی عداوت کو مستلزم ہے۔ اچھی طرح غور کرنا چاہیئے ابھی معاملہ ہاتھ سے نہیں نکلا۔ گذشتہ کا تدارک کرنا چاہیئے۔ کل جب معاملہ ہاتھ سے نکل جائے گا۔ ندامت و شرمندگی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔



Marfat.com

بوقتِ صبح شود ہمچو روز معلومت — کہ باکہ باختۂ عشق در شبِ دیجور

تجھے صبح روزِ روشن کی طرح معلوم ہو جائے گا کہ تو نے تاریک رات میں کس سے عشق لگا رکھا تھا

دنیا کا سامان دھوکہ ہی دھوکا ہے۔ اور معاملہ اُخروی پر ابدی جزا مرتب ہوگی۔ چند روز زندگی اگر سید الاولین والآخرین علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات کی متابعت میں بسر ہو تو نجاتِ ابدی کی امید ہے۔ ورنہ کوئی بھی ہر اور کیسا ہی اچھا عمل کیوں نہ ہو سب ہیچ اور بے کار ہے۔

محمد عربی کہ کابروئے ہر دو سرا است — کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سرِ او

محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم جو دونوں جہاں کی عزت و آبرو ہیں جو آپ کے دروازے کی خاک نہیں بنتا اُس کے سر پر خاک پڑے۔

اگر مثال کے طور پر فرض زکوٰۃ ادا کر دی جائے تو نقصان نہ پہنچنے میں وہ بھی کلیتہً ترک کا حکم رکھتی ہے۔ کیونکہ متابعت کی دولتِ عظمیٰ کا حصول کامل طور پر ترکِ دنیا پر موقوف نہیں۔ زکوٰۃ ادا کر دینے کی صورت میں مال پاک ہو جاتا ہے۔ اور دینی پر اس کا کچھ ضرر و نقصان باقی نہیں رہتا۔ پس مال دنیاوی کے ضرر کے دفاع کا علاج مال کی زکوٰۃ نکالنا ہے۔ اگرچہ کلیتہً ترکِ دنیا اولیٰ اور افضل ہے۔ لیکن زکوٰۃ بھی اس ترکِ کلی کا کام کر جاتی ہے۔

آسمان نسبت بعرش آمد فرود — ورنہ بس عالی است پیشِ خاک تود

آسمان عرش کی نسبت نیچے ہے۔ — لیکن تودہ خاک سے پھر بھی بہت بلند ہے

تو لازم و ضروری ہے کہ ساری ہمت احکامِ شرعیہ کی بجا آوری میں صرف کی جائے۔ اور اہلِ شریعت یعنی علماء و صلحاء کی تعظیم و توقیر کرنی چاہیئے۔ اور شریعت کو رواج دینے میں کوشاں رہنا چاہیئے۔ اور گمراہ فرقوں اور اہلِ بدعت کو ذلیل و خوار رکھنا چاہیئے۔

مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَۃٍ فَقَدْ اَعَانَ — جس نے بدعتی کی تعظیم کی اس نے اسلام کو

عَلٰی ھَدْمِ الْاِسْلَامِ۔ — گرانے میں مدد کی۔

اور کفار کیساتھ جو خدائے عزوجل اور اس کے رسول پاک علیہ وعلی الصلوات والتسلیمات کے دشمن ہیں دشمنی رکھنی چاہیئے اور ان کو ذلیل و خوار رکھنے میں کوشش کرنی چاہیئے اور کسی طرح بھی ان کو عزت کا مقام نہیں دینا چاہیئے۔ ان بدبختوں کو اپنی مجلس میں جگہ نہیں دینی چاہیئے۔ اور ان کے ساتھ کوئی اُنس و پیار نہیں کرنا چاہیئے۔ . . . . . . .

. . . . . . . . اور حتی الامکان کسی معاملے میں بھی ان کی طرف رجوع نہیں کرنا چاہیئے۔ اور فرضاً ضرورت پڑ ہی جائے تو تقاضائے حاجت انسانی کی طرح ناپسندیدگی اور مجبوری کی صورت میں ان سے حاجت برآری کرنی چاہیئے۔ یہ وہ راستہ جو آپ کے جد بزرگوار علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات کی جناب قدس تک پہنچاتا ہے یہی ہے۔ اگر اس



Marfat.com

راہ پر نہ چلا جائے تو اس جناب قدس تک پہنچنا دشوار ہے۔ اور بہت بعید ہے ؎

کیف الوصول الی سعاد و دونہا قلل الجبال و دونہن خیوف

سعاد معشوقہ کی ملاقات کیسے نصیب ہو سکتی ہے۔ جبکہ میرے اور اس کے درمیان پہاڑوں کی بلند چوٹیاں اور نشیب و فراز حائل ہیں۔

زیادہ کیا پریشان کرے ؎

اندکے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

میں نے تیرے آگے تھوڑا سا غم دل بیان کیا ہے ڈرتا ہوں کہ تو دل آزردہ ہوگا ورنہ باتیں بہت ہیں۔

# مکتوب نمبر ۱۶۶

محمد امین کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ چند روزہ ناپائدار زندگی پر اعتماد نہیں کرنا چاہیئے۔ اور اس تھوڑی سی فرصت میں ذکر کثیر کے ساتھ جو نہایت ضروری اور اہم ہے۔ مرض قلبی کے ازالہ کی فکر کرنی چاہیئے۔

مخدوم گرامی کب تک اپنے منافع نفس کی خاطر ان کے حصول میں سرگرمی دکھاؤ گے۔ اور کب تک اپنے اوپر غم و غصہ کا اظہار کرو گے۔ اپنے آپ کو اور تمام دوسروں کو مردہ اور بے جان خیال کرنا چاہیئے۔ اور بے حس و حرکت گمان کرنا چاہیئے۔

اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّ اِنَّہُمْ مَّیِّتُوْنَ۔ بیشک آپ بھی موت کی آغوش میں جانے والے ہیں اور یہ لوگ بھی مرنے والے ہیں۔

نص قاطع ہے۔ اس تھوڑی فرصت میں ذکر کثیر کے ساتھ جو نہایت اہم اور ضروری ہے، مرض قلبی کے ازالہ کا فکر مند ہونا چاہیئے۔ اور باطنی مرض کا علاج رب جلیل کی یاد کے ساتھ اس تھوڑی سی مہلت میں اعظم مقاصد میں سے ہے۔ وہ دل جو غیر حق میں گرفتار ہے اس سے خیر کی توقع کیا ہو سکتی ہے۔ وہ روح جو کمینی اور حقیر دنیا کی طرف مائل ہے نفس امارہ اس سے بہتر ہے۔ اس طرف سے سراسر سلامتی قلب۔ خلاصی روح کا مطالبہ اور تقاضا ہے۔ اور ہم کوتاہ اندیش پورے طور پر روح و قلب کی گرفتاری کے اسباب حاصل کرنے کی فکر میں ہیں، معاملہ بہت دور جا چکا ہے۔ کیا کیا جائے۔

وَمَا ظَلَمَہُمُ اللّٰہُ وَلٰکِنْ کَانُوْٓا اَنْفُسَہُمْ اللہ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی اپنی



Marfat.com

یَظْلِمُوْنَ۔ جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ظاہری ضعف و کمزوری کا کچھ فکر و اندیشہ نہ کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ ضعف صحت و عافیت سے تبدیل ہو جائے گا۔ راقم کو اس کا اطمینان ہے۔ فقراء ِ محمد زماں صاحب رضی اللہ عنہ کے پہنے ہوئے کپڑے کا آپ نے مطالبہ کیا تھا۔ پیراہن بھیج دیا گیا ہے۔ اسے پہنیں اور نتائج و ثمرات کے منتظر رہیں کہ یہ پیراہن کثیر البرکت ہے۔

ہر کس افسانہ بخواند افسانہ است
وانکہ دیدش نقد خود مردانہ است

جس نے اس بات کو بے اصل حکایت قرار دیا وہ خود بے کار ہے اور جس نے اسے حقیقت جانا وہ مرد ہے

ہر متبع ہدایت اور حضرت مصطفےٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات کی متابعت کے پابند پر رحمت و سلامتی کا نزول ہوتا رہے۔

# مکتوب نمبر ۱۶۷

ہروی رام ہندو کی طرف صادر فرمایا جس نے اس بلند مرتبہ گروہ کے ساتھ اخلاص کا اظہار کیا تھا۔

تمام جہانوں کے پروردگار کی عبادت کی ترغیب میں جو بے مثال و بے کیف ہے۔ اور ہندوؤں کے باطل خداؤں کی عبادت سے اجتناب کرنے کے بیان میں۔

آپ کے دونوں خط ملے۔ دونوں سے فقراء کی محبت اور اس بلند مرتبہ گروہ کی خدمت میں التجا کا اظہار ہوتا تھا۔ یہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ کسی کو اس دولت سے نوازیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ

من آنچہ شرط بلاغ است، با تو میگویم
تو خواہ از سخنم پند گیر و خواہ ملال

میں نے شرط تبلیغ پوری کر دی ہے۔ آگے میری باتوں سے تو نصیحت پکڑے یا ملال محسوس کرے تیری مرضی

اچھی طرح جان اور آگاہ رہ کہ ہمارا اور تمہارا بلکہ تمام جہانوں کا آسمان ہوں یا زمینیں، علیین رملائکہ ، ہوں یا سفلیین زحیوانات ، سب کا پروردگار ایک ہے۔ اور بے کیف و بے مثل ہے۔ وہ شبہ اور مانند سے منزہ ہے۔ شکل و مثال سے پاک و مبرا ہے۔ کسی کا باپ یا فرزند ہونا اس ذات پاک کے لئے محال ہے۔ اس کی ہمتائی اور اس جیسا ہونا اس بات کی اس بارگاہ میں کچھ گنجائش نہیں۔ مخلوق کے ساتھ اتحاد یا اس میں حلول اس ذات سبحانہ کی شان کیلئے عیب اور نقص ہے۔ اس جناب قدس کے لئے کسی شئے میں پوشیدہ ہونا اور کسی شئے میں ظاہر ہونا قبیح ہے۔ وہ زمانہ میں نہیں کیونکہ زمانہ اس کی مخلوق ہے۔ اور وہ کسی مکان میں بھی نہیں۔ کیونکہ مکان بھی اسی کا پیدا کیا ہوا ہے۔



Marfat.com

اس کے وجود کا آغاز نہیں۔ اور اس کی بقا کی نہایت نہیں۔ جو کچھ بھی خیر و کمال ہے۔ اس ذات سبحانہ کے لئے حاصل ہے۔ اور جو کچھ بھی نقص و زوال ہے وہ اس بلند ذات سے مسلوب اور دور ہے۔ پس مستحق عبادت صرف وہی بلند ذات ہے۔ اور لائق پرستش بھی وہی سبحانہ وتعالیٰ ہے۔

رام اور کرشن اور ان کی مانند اور جو ہندوؤں کے معبود ہیں سب ادنیٰ مخلوق ہیں اور انہیں ماں باپ نے جنا ہے۔ رام جسرت کا بیٹا ہے۔ اور لچھمن کا بھائی۔ اور سیتا عورت کا شوہر ہے۔

جب رام اپنی بیوی کی نگہداشت نہ کرسکا اور راون اس سے چھین کر لے گیا۔ تو وہ دوسرے کی کیا مدد کرے گا۔ عقل دور اندیش سے کام لینا چاہیئے۔ ان کی تقلید نہیں کرنی چاہیئے۔ ہزاروں درجے شرم و عار کی بات ہے کہ کوئی تمام جہانوں کے پروردگار کو رام یا کرشن کے نام سے یاد کرے۔ یہ تو اس طرح ہے کہ کوئی عظیم الشان بادشاہ کو کمترین خاکروب کے نام سے یاد کرے۔ رام اور رحمٰن کو ایک خیال کرنا نہایت ہی بے عقلی کی بات ہے۔ خالق اور مخلوق ایک نہیں ہو سکتے۔ اور بے مثل ذات ممکن کے ساتھ متحد نہیں ہو سکتی۔ رام اور کرشن کی پیدائش سے قبل پروردگار عالم کو رام و کرشن نہیں کہتے تھے۔ ان کے پیدا ہونے کے بعد کیا ہوا کہ رام اور کرشن کا نام اس ذات سبحانہ وتعالیٰ پر بولتے ہیں۔ اور رام اور کرشن کی یاد کو پروردگار کی یاد قرار دیتے ہیں۔ حاشا و کلا ثم حاشا و کلا (خدا کی پناہ پھر خدا کی پناہ)۔

ہمارے پیغمبر علیہم الصلوات والسلام قریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار گزرے ہیں۔ انہوں نے مخلوق کو خالق کی عبادت کی ترغیب دی ہے۔ اور غیر اللہ کی عبادت سے منع کیا ہے۔ اور اپنے آپ کو اس کا بندہ عاجز سمجھا ہے۔ اور وہ اس ذات تعالیٰ کی ہیبت و عظمت سے ڈرتے اور لرزتے رہے ہیں۔ اور ہندوؤں کے خداؤں نے مخلوقات کو اپنی عبادت کی ترغیب دی ہے۔ اور اپنے آپ کو الہ جانا ہے۔ اور اگرچہ وہ پروردگار کے قائل ہوئے ہیں لیکن اس کا اپنے اندر حلول و اتحاد بھی ثابت کیا ہے۔ اور اسی بنا پر مخلوق کو اپنی عبادت کی ترغیب دی ہے۔ اور اپنے آپ کو معبود گردانا ہے۔ اور بے تحاشا حرام چیزوں کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اس گمان میں کہ الٰہ و معبود کے لئے کوئی شئے ممنوع نہیں۔ اپنی مخلوق میں جس طرح چاہیئے تصرف کرے۔ یہ لوگ اس قسم کے بے شمار تخیلات فاسدہ رکھتے ہیں۔ یہ لوگ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ بخلاف ہمارے پیغمبر علیہ الصلوات والتسلیمات کہ جس چیز سے انہوں نے مخلوق کو روکا ہے اس سے خود بھی اکمل و اتم طریقہ پر باز رہے ہیں۔ انہوں نے عجز و تواضع کے تحت اپنے آپ کو بھی دوسرے لوگوں کی طرح انسان ہی کہا ہے۔ مصراع

ببیں تفاوت رہ کز کجاست تا بکجا — دیکھو راستے میں کس قدر فرق ہے۔



Marfat.com

# مکتوب نمبر ۱۶۸

مخدوم زادہ املکنکی یعنی خواجہ[1] محمد قاسم کی طرف صادر فرمایا:

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بلند مرتبہ ہونے اور اس جماعت کے حال کی شکایت کے بیان میں جنہوں نے اس طریقہ شریفہ کے ساتھ کئی طرح کی محدثات اور مخترعات لاحق کر دی ہیں اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

الحمد للہ رب العالمین والسلام علیٰ سید المرسلین و آلہ الطاہرین اجمعین۔ بعد دعوات کثیرہ اور تحیات نامحصورہ بعالی جناب خلاصہ مشائخ کرام نتیجہ اولیاء عظام حضرت مخدوم زادہ راہ حق پر مستقیم اللہ تعالیٰ اسے سلامتی اور عمر دراز عطا کرے اشتیاق و آرزومندی کا اظہار کرتا ہے۔ شعر

کیف الوصول الی سعاد و دونہا  قلل الجبال و دونہن خیوف

سعاد معشوقہ کا وصال کس طرح ممکن ہے۔ جبکہ میرے اور اس کے درمیان پہاڑوں کی اونچی چوٹیاں اور نشیب و فراز حائل ہیں۔

حضرت مخدوم زادہ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اس بلند طریقہ کی بلندی اور طبقہ نقشبندی کی رفعت التزام سنت اور بدعت سے اجتناب کے باعث ہے۔ اس لئے اس بلند طریقہ کے اکابر نے ذکر جہر سے اجتناب فرمایا ہے۔ اور ذکر قلبی کی تلقین کی ہے۔ اور سماع، رقص، وجد و تواجد سے جو آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفائے راشدین علیہم الرضوان کے زمانہ میں نہیں تھا، منع کیا ہے اور خلوت نشینی اور چلہ کشی جو زمانہ صحابہ میں نہیں تھی اس کے بجائے خلوت در انجمن کو اختیار کیا ہے۔ تو لازماً اس التزام و پابندی پر نتائج عظیمہ مرتب ہوئے ہیں۔ اور بدعت سے بچنے پر ثمرات کثیرہ حاصل ہوتے ہیں۔ اسی بنا پر یہ بات ہے کہ دوسروں کی نہایت ان کی بدایت میں درج ہے۔ اور ان کی نسبت دوسروں کی نسبتوں سے فائق و اعلیٰ ہے۔ ان کا کلام امراض قلبیہ کے لئے دوا اور ان کی نظر علل معنویہ سے شفا بخشتی ہے۔ اور ان کی اعلیٰ توجہ طالبوں کو کونین کی گرفتاری سے نجات عطا کرتی ہے۔ اور ان کی بلند ہمت مریدوں کو پستی امکان سے بلندی وجوب تک پہنچاتی ہے۔

---

[1] آپ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ محمد باقی رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد حضرت خواجہ املکنکی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے ہیں۔



Marfat.com

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارانند　　　کہ برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را
از دل سالک رہ جاذبہ صحبت شان　　　برد وسوسہ خلوت و فکر چلہ را

نقشبندی بزرگ عجب قافلہ سالار ہیں جو پوشیدہ راستے سے قافلے کو حرم تک پہنچا دیتے ہیں۔ سالک راہ کے دل سے ان کی صحبت کا جاذبہ وسوسہ خلوت اور فکر چلہ کو مٹا دیتا ہے۔

لیکن اس زمانہ میں کہ یہ نسبت شریفہ عنقائے نایاب کی طرح ہو چکی ہے۔ اور اپنا چہرہ پوشیدگی میں چھپا چکی ہے اسی طبقہ کی ایک جماعت نے اس دولت عظمیٰ اور نعمت قصوری کے حاصل نہ ہونے کی وجہ سے ہر طرف ہاتھ پاؤں مارے ہیں اور ان نفیس موتیوں کے عوض چند ٹھیکریوں پر خوش ہو چکے ہیں۔ اور بچوں کی طرح اخروٹ و منقا کے ساتھ آرام پذیر ہو چکے ہیں۔ انتہائی اضطراب و حیرانی کے باعث اکابر کا طریقہ چھوڑ کر کبھی ذکر جہر سے تعلق پکڑتے ہیں اور کبھی سماع و رقص سے آرام حاصل کرتے ہیں۔ اور انجمن میں ان کو خلوت میسر نہیں آئی تو انہوں نے چالیس روزہ خلوت کے چلے اختیار کئے۔ عجب تر بات یہ ہے کہ ان بدعات کو اس نسبت شریفہ کا متمم و مکمل گمان کرتے ہیں۔ اور اس تخریب کو عین تعمیر شمار کرتے ہیں۔ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ ان کو انصاف کی توفیق عنایت کرے۔ اور ان کے کمالات کا ایک شمہ ہی ان کی جانوں کے دماغ تک پہنچائے۔ ن اور ص کی برکت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور انکی آل پاک کی حرمت کے صدقہ سے اور چونکہ ان بدعات و محدثات نے جو اس علاقہ میں پھیل چکی ہیں۔ اس حد تک اکابر کے اصل طریقہ کو پوشیدہ کر دیا ہے۔ اور وہاں کے ہر شریف و کمینہ نے نئی اور جدید وضع اختیار کر لی ہے۔ اور وہ اصل اور قدیم راستہ سے روگرداں ہو چکے ہیں۔ دل میں گزرا کہ اس کا کچھ تھوڑا ماجرا اس بلند آستانہ کے خادموں کی خدمت میں اظہار کرے۔ اور اس وسیلہ و بہانہ سے اپنے درد دل کو باہر پھینکے۔ مجھے معلوم نہیں کہ مخدوم زادہ کی مجلس میں کونسا گروہ ہوتا ہے۔ اور مونس محفل کون سا فرقہ ہے ؂

خوابم بشد از دیدہ دریں فکر جگر سوز　　　کاغوش کہ شد منزل و آسائش خوابت

اس جگر سوز فکر میں میری نیند اُڑ گئی ہے کہ تیری منزل اور تیری آسائش بھری نیند کا مقام کس کی آغوش میں ہے۔

اللہ سبحانہ سے التجا ہے کہ وہ آپ کی جناب قدس کو اس ہر جگہ پھیلی ہوئی وبا سے محفوظ رکھے۔ اور اس ابتلاو آزمائش سے متاثر ہونے سے آپ کے آستانہ شریف کو بچائے۔

ہمارے مخدوم و مکرم! لوگوں نے اس طریقہ عالیہ میں نئی نئی باتوں کو اس قدر رواج دے دیا ہے۔ کہ اگر مخالف لوگ یہ کہیں کہ اس طریقہ میں تو بدعت کی پابندی اور سنت سے اجتناب ہے۔ تو انہیں یہ کہنے کی گنجائش ہے۔ نماز تہجد کو جمعیت کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ اور اس بدعت کو سنت تراویح کی طرح مساجد میں ادا کرتے ہیں اور رونق



Marfat.com

بخشتے ہیں۔ اور اس عمل کو نیک خیال کرتے ہیں۔ اور دوسرے لوگوں کو اس کی ترغیب دیتے ہیں۔ حالانکہ فقہاء شکر اللہ تعالیٰ سعیہم نے اسے مکروہ تحریمہ کہا ہے۔ اور جن فقہانے کراہت کے لئے تداعی کو شرط قرار دیا ہے۔ وہ بھی اس نفل نماز کی جماعت کے جواز کو ایک گوشہ مسجد کے ساتھ مقید کرتے ہیں۔ اور تین سے زیادہ افراد کے اجتماع کو فقہانے بالاتفاق مکروہ کہا ہے۔ نیز اس طرح نماز تہجد کو تیرہ رکعت شمار کرتے ہیں کہ بارہ رکعت کھڑے ہو کر ادا کرتے ہیں اور دو رکعت بیٹھ کر اور ان دو کو ایک کا حکم دیتے ہیں۔ یہ بات انہوں نے اس سے نکالی ہے کہ بیٹھ کر پڑھنے والے کو کھڑے ہو کر پڑھنے والے سے نصف ثواب ملتا ہے۔ لیکن یہ علم وعمل بھی سنت کے خلاف ہے۔ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ۔ حضرت پیغمبر نے جو تیرہ رکعت ادا فرمائی ہیں وہ وتر کے ساتھ ادا فرمائی ہیں اور رکعات تہجد کا طاق ہونا وتروں کی رکعات کے طاق ہونے سے پیدا ہوا ہے۔ اس طرح نہیں جو ان لوگوں کا گمان ہے ؎

اندکے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم　　　که دل آزرده شوی ورنه سخن بسیار است

ترجمہ: میں نے تھوڑا سا غم دل تیرے آگے بیان کیا ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ تو دل آزردہ ہو گا ورنہ باتیں بہت ہیں۔

عجب ہے کہ ماوراء النہر کے شہروں میں جو علماء حق کا مرکز ہیں اس قسم کی بدعات رواج پا چکی ہیں اور اس طرح کی نئی نئی باتیں شائع اور عام ہو چکی ہیں۔ حالانکہ ہم فقیروں نے علوم شرعیہ کو ان ہی علماء کی برکات سے استفادہ کیا ہے۔ اور کرتے ہیں اور اللہ سبحانہ درست بات دل میں ڈالنے والا ہے۔ اللہ سبحانہ ہمیں اور تمہیں شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے راستے پر ثابت رکھے اور جو بندہ اس پر آمین کہے اسے بھی اللہ اپنی رحمت سے نوازے۔

# مکتوب نمبر ۱۶۹

شیخ عبدالصمد سلطان پوری کی طرف صادر ہوا۔

ایک مرید کے حال کے متعلق اس کے ایک سوال کے جواب میں۔ جس مرید نے اپنے پیر سے کہا تھا کہ اگر میرے خاص وقت میں جو مجھے حق سبحانہ کے ساتھ نصیب ہوتا ہے تو بھی اگر درمیان میں آئے تو سر تن سے جدا کر دوں۔ پیر نے اس کی اس بات کو پسند کیا اور اپنے معانقے میں لے لیا۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین محمد و آلہ الطاہرین اجمعین۔ آپ کا مراسلہ شریفہ اور لطف و مہربانی سے بھرپور گرامی نامہ جو کرم نوازی کے طور پر آپ نے



Marfat.com

بھیجا تھا موصول ہُوا اور فرحت و خوشی کا موجب ہوا ایک بات آپ نے پوچھی تھی۔ مخدوم گرامی مقصد اعلیٰ اور بلند مطلب جناب قدس خداوندی جل سلطانہ کی جناب تک پہنچنا ہے لیکن جبکہ طالب ابتداء میں ادھر اُدھر کے مختلف تعلقات کے باعث کامل میل کچیل اور پستی میں ہے اور اس ذات تبارک و تعالیٰ کی جناب قدس نہایت پاکیزگی اور بلندی میں اور وہ مناسبت جو فیض دینے اور فیض لینے کا سبب ہے طالب و مطلوب کے درمیان مفقود ہے تو ضروری طور پر راہ جاننے والے اور راہ دیکھنے والے پیر و مرشد کے بغیر چارہ نہیں جو بیچ میں واسطے کا کام دے اور دونوں طرف سے وافر حصّہ رکھتا ہو۔ تاکہ طالب کے مطلوب تک پہنچنے کا ذریعہ بنے اور جس قدر طالب کو مطلوب کے ساتھ مناسبت پیدا ہو جاتی ہے۔ پیر مکمل طور پر اپنے آپ کو درمیان سے نکال لیتا ہے۔ اور طالب کو مطلوب کے ساتھ اپنے واسطہ کے بغیر واصل کر دیتا ہے۔ پس ابتداء اور درمیان میں مطلوب کو پیر کے آئینہ کے بغیر نہیں دیکھا جا سکتا اور انتہا میں آئینہ پیر کے واسطے کے بغیر ہی مطلوب کا جمال جلوہ گر ہو جاتا ہے۔ اور بالکل برہنہ وصل حاصل ہو جاتا ہے۔ اور اُس نے جو یہ کہا کہ پیر بھی اگر حاضر ہو تو سر تن سے جُدا کر دوں سُکر کے باعث کہا۔ ارباب استقامت ایسی بات نہیں کہتے اور بے ادبی کے راستے پر نہیں دوڑتے اور مُرادوں کو پیر کی برکات سے تلاش کرتے ہیں۔

والسلام

# مکتوب نمبر ۱۷۰

شیخ نوری کی طرف لکھا گیا۔

اس بیان میں کہ جس طرح آدمی کے لئے حق جل و علیٰ کے اوامر و نواہی کی فرماں برداری ضروری ہے اسی طرح مخلوق کے حقوق ادا کرنا اور اُن کی ہمدردی کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

الحمد للہ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اے برادر ارشد آدمی کے لئے جس طرح حق جل و علا کے احکام کی فرماں برداری اور جن باتوں سے اُس نے روکا ہے۔ اسے ترک کرنا ضروری ہے اسی طرح مخلوق کے حقوق کی ادائیگی اور اُن سے ہمدردی کا سلوک کرنا بھی ضروری ہے۔

التعظیم لامر اللہ والشفقۃ علیٰ خلق اللہ۔ ؎ — اللہ کے احکام کی تعظیم (یعنی ان کی بجا آوری) اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ مہربانی اور شفقت کا سلوک

؎ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ۔ مُلا علی قاری۔



Marfat.com

یہ حدیث ان ہی دو حقوق کی ادائیگی کا بیان اور دین کے دونوں پہلوؤں پہ دلالت کرتی ہے۔ پس دین کے دو پہلوؤں میں سے ایک پر کفایت کرنا کوتاہی ہے اور کُل کو چھوڑ کر ایک جز پہ اکتفا کرنا کمال فرمان برداری سے دُور ہے لہذا مخلوق کے حقوق کی ادائیگی کا بوجھ اٹھانا ضروری ہے۔ اور ان کے ساتھ حسن معاشرت اختیار کرنا بھی لازمی ہے لاپرواہی نامناسب ہے اور بے اتفاقی ٹھیک نہیں ہے

ہر کہ عاشق شد اگرچہ نازنین عالم است    نازکی کے راست آید بار می باید کشید

ترجمہ: جو شخص عاشق بن گیا اگرچہ سارے جہان کا نازنین ہو عاشق بننے کے بعد اس کا نازنین رہنا درست نہیں۔ بلکہ اُسے بوجھ اٹھانا پڑے گا۔

جبکہ مدت دراز تک آپ میری صحبت میں رہے اور مجھ سے بہت سے مواعظ اور نصیحت کی باتیں سن چکے ہیں بات لمبا کرنے سے میں نے اعراض کیا اور چند مختصر فقروں پر کفایت کی اللہ سبحانہ ہمیں اور تمہیں شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے راستے پہ ثابت اور قائم رکھے۔

# مکتوب نمبر ۱۷۱

ملا طاہر بدخشی کی طرف لکھا گیا:

اس بیان میں کہ جو چیز فقراء پر لازم ہے یہ ہے کہ ہمیشہ ذلت، محتاجی وظائف عبودیت کی ادائیگی حدود شرعیہ کی حفاظت اور روشن سنت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی متابعت اور اپنے گناہوں کی کثرت کا مشاہدہ اور علام الغیوب ذات کے انتقام کا خوف پیش نظر رہے اور اس کے مناسب امور کے بیان میں:۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وآلہ الطاہرین۔ جو چیز ہم فقراء پر لازم و ضروری ہے یہ ہے کہ اپنے آپ کو ہمیشہ بارگاہِ خداوندی میں خوار رکھیں۔ اس کے محتاج رہیں۔ اس کے حضور میں انکساری، عاجزی اور التجا کرتے رہیں۔ وظائف عبودیت کی ادائیگی، حدود شرعیہ کی محافظت اور روشن سنت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کی متابعت میں فرق نہ آنے دیں۔ اور نیک کام انجام دینے میں نیت درست رکھیں۔ باطن کو غیر حق کے خیالات سے آزاد کریں۔ اپنے ظاہر کو طاعات کے سپرد کر دیں۔ اپنے عیوب کو دیکھتے رہیں۔ اور اپنے گناہوں کے غلبے کا مشاہدہ کرتے رہیں۔ اور اس علام الغیوب رب تعالیٰ کے انتقام کا خوف دل میں بٹھائیں۔ اور اپنی نیکیوں کو اگرچہ زیادہ ہی ہوں کم خیال کریں۔ اور اپنے گناہوں کو اگرچہ وہ کم ہی ہوں زیادہ تصور کریں۔ اور شہرت اور قبولیت خلق سے ڈرتے اور لرزتے رہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم



Marfat.com

کی حدیث پاک ہے :

| | |
|---|---|
| بِحَسْبِ اَمْرِءٍ مِنَ الشَّرِّ اَنْ یُشَارَ اِلَیْہِ بِالْاَصَابِعِ فِیْ دِیْنٍ اَوْ دُنْیَا اِلَّا مَنْ عَصَمَہُ اللّٰہ۔ | انسان کی بدی کے لئے یہ کافی ہے کہ لوگ دین یا دُنیا کے بارے میں اس کی طرف اپنی انگلیوں سے اشارے کریں۔ مگر جسے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ |

اور اپنے افعال اور اپنی نیتوں کو عیب ناک جاننا اگرچہ وہ صبح کی طرح صاف اور روشن ہوں اور اپنے احوال اور وجد کی کیفیات کا اگرچہ وہ صحیح اور مطابق ہوں کچھ اعتبار نہ کرنا۔ اور صرف دین کی تائید اور ملت کی تقویت اور شریعت کی ترویج اور مخلوق کو حق جل سلا کی طرف دعوت دینا ان باتوں کا کچھ اعتبار نہ کیا جائے۔ اور نہ انہیں مستحسن سمجھا جائے۔ جب تک اپنا عمل درست نہ ہو کیونکہ اس طرح کی تائید کبھی کافر اور فاسق و فاجر سے بھی وجود میں آسکتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

| | |
|---|---|
| ۱؎ اِنَّ اللّٰہَ لَیُؤَیِّدُ ھٰذَا الدِّیْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ۔ | بیشک اللہ تعالیٰ اس دین کی تائید فاسق و فاجر انسان سے بھی کرا لیتا ہے۔ |

وہ مرید جو طالب بن کر آئے اور سلوک میں مشغول ہونے کا ارادہ ظاہر کرے اُسے ببر اور شیر کی طرح خطرناک جاننا چاہیئے۔ اور ڈرنا چاہیئے۔ کہ کہیں اس طرح سے وہ اس کی خرابی نہ چاہتے ہوں۔ اور اس کے فتنے میں پڑنے کا باعث نہ بن جائیں۔ اور اگر بالفرض کسی مُرید کے آنے سے اپنے میں فرحت اور سرور محسوس کریں تو اُسے کفر و شرک کی طرح بُرا جانیں اور اس کا تدارک ندامت اور استغفار کے ذریعہ اس حد تک کریں کہ اس سرور کا بالکل نشان نہ رہے۔ بلکہ اس فرحت کی جگہ غم اور خوف بیٹھ جائے۔ اور اپنے خلفاء کو اچھی طرح تاکید کریں کہ مُرید کے مال میں طمع اور اس سے دنیوی منافع کی امید پیدا نہ ہو۔ کیونکہ یہ بات مرید کی ہدایت میں رکاوٹ ہے اور پیر کی خرابی کا باعث ہے۔ کیونکہ اللہ کی طرف سے سب دین خالص کا مطالبہ ہے۔

| | |
|---|---|
| ۲؎ اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ۔ | سُن لو خالص دین اللہ ہی کے لئے ہے۔ |

شرک کی اُس بارگاہ میں کسی طرح بھی کوئی گنجائش نہیں اور اس بات کو بھی ذہن میں رکھیں کہ ہر تاریکی اور میل جو دل پر طاری ہوتی ہے اس کا ازالہ توبہ استغفار ندامت اور التجا سے بآسانی میسر آسکتا ہے۔ مگر وہ تاریکی اور میل جو کمینی دنیا کی محبت کے راستے سے دل پر چڑھے جو زندگی کو تلخ اور دل کو پلید کر دیتی ہے اُس کے ازالے میں سخت

---

۱؎ بخاری و مسلم بروایت ابوہریرۃؓ و انس ابن مالکؓ مختصراً

۲؎ سورۂ زمر پارہ ۲۳



Marfat.com

دشواری اور مشکل پیش آتی ہے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بالکل سچ فرمایا ہے۔

ؔ حُبُّ الدُّنیَا رَاسُ کُلِّ خَطِیئَۃٍ          یعنی دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں اور تمہیں دُنیا اور دُنیا کے چاہنے والوں کی محبت اور ان سے میل جول اور اُن کی دوستی سے نجات عطا فرمائے کیونکہ دنیا کی محبت زہر قاتل اور ہلاک کرنے والا مرض اور بلائے عظیم اور عام پھیلنے والی بیماری ہے۔

اخوی ارشدی شیخ حمید اچھے طریقہ سے آپ کی طرف روانہ ہو چکے ہیں اُن کی نئی اور تازہ باتوں کو غور سے سُنیں اور غنیمت جانیں باقی باتیں ملاقات کے وقت ہوں گی۔

# مکتوب نمبر ۱۷۲

شیخ بدیع الدین کی طرف صادر فرمایا:

بعض اُن اسرارِ خاص کے بیان میں جو خاص میں سے بھی بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتے ہیں۔ اور اس بیان میں کہ اس مقام میں عارف اپنے آپ کو دائرہ شریعت سے باہر پاتا ہے۔ اور اس کے سبب کا بیان اور اس کی روشن شریعت کے ظاہر سے مطابقت اور دیگر اس سے متعلقہ مسائل کے بیان میں۔

بعد الحمد والصلوٰۃ۔ میرے عزیز بھائی کو معلوم ہونا چاہیے۔ کہ شریعت کی ایک صورت ہے اور ایک حقیقت اس کی صورت وہ ہے جس کے بیان کے علماء ظاہر کفیل وضامن ہیں۔ اور اس کی حقیقت وہ ہے جس کے بیان کے ساتھ بلند گروہ صوفیہ ممتاز ہے صورت شریعت کے عروج کی نہایت سلسلہ ممکنات کی نہایت تک ہے۔ اس کے بعد اگر مراتب وجوب میں سیر واقع ہو تو وہ حقیقت کے ساتھ ملی ہوئی ہوگی۔ اور آمیزش کا یہ معاملہ شان العلم کے عروج تک ہے جو سید البشر علیہ وعلی آلہ الصلوٰت والتسلیمات کا مبدا تعین ہے۔ اس کے بعد اگر ترقی واقع ہو تو صورت وحقیقت دونوں الگ ہو جاتی ہیں۔ اور عارف کا معاملہ شان الحیات تک جا پہنچتا ہے۔ اس عظیم مرتبہ شان کی عالم کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں۔ یہ شیونات حقیقیہ میں سے ہے۔ کہ اضافت کی گرد اس تک نہیں پہنچی۔ تاکہ عالم کے ساتھ اس کا تعلق پیدا ہو۔ اور یہ شان مقصود کا دروازہ ہے اور مطلوب کا مقدمہ۔ اس مقام میں عارف اپنے آپ کو دائرہ شریعت سے باہر پاتا ہے۔ لیکن چونکہ محفوظ ہوتا ہے اس لئے دقائق شریعت سے ایک دقیقہ بھی نہیں چھوڑتا

ؔ مشکوٰۃ شریف بحوالہ رزین اور بیہقی شریف بروایت حسن مرسل ہے۔



Marfat.com

وہ جماعت جو اس دولتِ عظمیٰ سے مشرف ہوتی ہے۔ اس کی تعداد بہت ہی کم ہے۔ اگر اس کی تعداد بیان کی جائے تو شاید نہایت ہی قلیل لوگ اسے تسلیم اور قبول کریں۔ اور صوفیہ کی ایک کثیر جماعت اس مقام عالی کے سایہ تک پہنچی ہے۔ کیونکہ ہر بلند مقام کا اس کے نیچے اس کا ایک سایہ ہے۔ سایہ اور ظل میں پہنچنے والی جماعت کا گمان ہوتا ہے کہ انہوں نے دائرہ شریعت سے قدم باہر رکھ لیا ہے۔ اور پوست سے ترقی کر کے مغز تک پہنچ گئے ہیں یہ مقام صوفیہ کے قدموں کی لغزش کی جگہ ہے۔ ناقصوں کا ایک گروہ اس راستہ سے الحاد و زندقہ تک پہنچا ہے۔ اور انہوں نے اپنا سر شریعت کی رسّی سے باہر نکالا ہے۔ یہ لوگ خود بھی گمراہ ہوئے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا ہے۔

اور کاملوں کی ایک جماعت جو درجات ولایت میں سے ایک درجہ سے مشرف ہوئی ہے۔ اور اس معرفت کو اس بلند مقام کے ظلال (سایوں) میں سے کسی ظل کو حاصل کیا ہے۔ اگرچہ اس مقام کے اصل تک نہیں پہنچے لیکن وہ بھٹکنے سے محفوظ رہے ہیں۔ اور آداب شریعت میں سے کسی ایک ادب اور مستحب امر کو بھی ترک کرنا جائز نہیں رکھا۔ اگرچہ اس معرفت کے راز کو نہیں جانتے۔ اور حقیقتِ معاملہ کو نہیں سمجھتے۔

اور جب اس فقیر پر اللہ سبحانہٗ کی عنایت و مہربانی اور اس کے حبیب پاک علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ سے اس معما کا راز منکشف ہوا ہے۔ اور حقیقتِ معاملہ جیسی کہ چاہیئے ظاہر ہو چکی ہے۔ تو اس سرگذشت کا تھوڑا سا حصہ معرض تحریر میں لاتا ہے۔ ممکن ہے میری یہ تحریر ناقصوں کو راہِ راست کی طرف لائے۔ اور حقیقت معاملہ کی وضاحت کرے۔

جاننا چاہیئے کہ تکلیفات شرعیہ بدن اور دل سے مخصوص ہیں۔ کیونکہ نفس کا تزکیہ انہی پر متفرع ہوتا ہے۔ اور لطائف میں سے جو لطیفے دائرہ شریعت سے قدم باہر رکھتے ہیں۔ وہ ان کے علاوہ ہیں۔ پس جو لطیفہ احکام شرعیہ کا مکلف ہے ہمیشہ مکلف ہے۔ اور جو لطیفہ مکلف نہیں وہ کبھی بھی مکلف نہیں ہوا۔ اس بات میں انتہائی اور آخری جوبات ہے یہ ہے کہ سلوک سے قبل لطائف آپس میں مخلوط تھے۔ قلب سے جُدا نہیں تھے۔ جب سیر سلوک نے ہر ایک کو ایک دوسرے سے جُدا کر دیا۔ اور ہر ایک کو اپنے مقام اصلی میں پہنچا دیا۔ تو اس وقت معلوم ہوا کہ مکلف کون تھا اور کون مکلف نہیں تھا۔

سوال: اگر یہ کہا جائے کہ اس مقام میں عارف اپنے بدن اور دل کو بھی دائرہ شریعت سے باہر پاتا ہے اس کی کیا وجہ ہے۔ تو اس کا جواب ہم یہ دیں گے۔ کہ یہ یافت تحقیقی نہیں ہے بلکہ تخیلی ہے۔ اور اس تخیل کا منشا دراصل لطیف ترین لطیفوں جنہوں نے تکالیف شرعیہ سے قدم باہر رکھے ہوئے ہیں کے رنگ میں رنگین ہونا ہے۔ اگر یہ سوال کریں کہ صورت شریعت کی تکلیفات قلب اور قالب سے مخصوص ہیں۔ لیکن حقیقت شریعت کی



Marfat.com

قلب کے ماسوا میں بھی گنجائش ہے پس مطلق شریعت سے قدم باہر رکھنے کے کیا معنی ہیں۔ اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ حقیقت شریعت بھی روح اور سر سے آگے نہیں گزرتی۔ اور لطیفہ خفی اور اخفیٰ تک نہیں پہنچتی اور شریعت سے باہر قدم رکھنے والے فی الحقیقت خفی اور اخفیٰ ہی ہیں۔ واللہ سبحانہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو حضرت سید المرسلین علیہ وعلیہم وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات اتمہا واکملہا کی متابعت پر ثابت رکھے

# مکتوب نمبر ۱۷۳

میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا:

ایک سوال کے جواب میں جو انہوں نے اٹھایا تھا۔ اور بعض عجیب اسرار کے بیان میں جو کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی نفی اور اثبات سے تعلق رکھتے ہیں

حمد و صلوٰۃ کے بعد جناب سیادت پناہ کو معلوم ہونا چاہیے۔ آپ نے دریافت کیا تھا۔ کہ جو کچھ دید و دانش میں آتا ہے اس کو کلمہ لا کے نیچے لاکر نفی کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ مثبت مطلوب (ذات حق) دیدہ و دانش سے بلند و بالا ہے۔ تو اس سے لازم آتا ہے کہ مشہور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی نفی کے لائق ہو اور مطلوب مثبت اس کے ماسوا میں پایا جائے۔

اے برادر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی بلندی شان کے باوجود بشر تھے۔ اور داغ حدوث و امکان سے متصف تھے۔ بشر خالق بشر کو کتنا پا سکتا ہے۔ اور ممکن واجب سے کیا اخذ کر سکتا ہے۔ اور حادث قدیم ذات جلت عظمتہ کا کس طرح احاطہ کر سکتا ہے۔

لَا یُحِیْطُوْنَ بِہٖ عِلْمًا۔ لوگ علم سے اس کا احاطہ نہیں کر سکتے۔

نص قاطع ہے۔ حضرت شیخ عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

نمی بینی کہ شاہے چوں پیمبر　　نیافت او فقر کل تو رنج کم بر

تو نہیں دیکھتا کہ حضرت پیغمبر علیہ السلام جیسے بادشاہ بھی فقر کل نہ پا سکے لہٰذا اس معاملے میں نہیں رنج کم کرنا چاہیے۔

اے عزیز مقام تفصیل چاہتا ہے۔ ہوش کے کانوں سے بات سننی چاہیے۔

جاننا چاہیئے کہ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کے دو مقام ہیں۔ نفی اور اثبات۔ پھر نفی اور اثبات۔ ہر ایک کے دو اعتبار ہیں۔ اعتبار اول یہ ہے کہ آلہہ باطلہ کے مستحق عبادت ہونے کی نفی کی جاتے۔ اور معبود بحق کی عبادت کے



Marfat.com

استغفاق کا اثبات کیا جائے۔ اور دُوسرا اعتبار یہ ہے کہ نفی غیر مقصودی باتوں سے بھی تعلق پذیر ہو۔ اور غیر مطلوبہ تعلقات کی بھی نفی کی جائے۔ اور جانب اثبات میں مطلوب حقیقی کے سوا کچھ ثابت نہ کیا جائے۔ اور مقصود اصلی کے سوا کسی طرف رُخ نہ کیا جائے۔ اور اعتبار اوّل میں ابتداء میں یہ کمال ہے کہ جو کچھ معلوم مشہود ہو چکا ہے۔ سب لَا کے تحت داخل ہوتا ہے۔ اور جانب اثبات میں کلمہ مستثنیٰ اِلَّا اللہ کے سوا کوئی چیز ملحوظ نہیں ہوتی۔ کچھ عرصہ بعد جب بصیرت تیز ہو جاتی ہے۔ اور راہ مطلوب کی خاک کے سُرمہ سے سُرمگین ہو جاتی ہے تو مستثنیٰ اللہ بھی مستثنیٰ منہ کی طرح سامنے آ جاتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود سالک اپنے آپ کو اُس مشہود ذات کے ماسوا میں گرفتار پاتا ہے۔ اور مطلوب کو اس کے باہر تلاش کرتا ہے۔ کیونکہ اس کمال کے ابتداء میں جو کچھ لَا کے تحت داخل ہُوا تھا سب کا سب دائرہ ممکنات میں سے تھا۔ جو عبادت کا استحقاق نہیں رکھتا تھا۔ اور اس کلمہ طیبہ کے تکرار کی برکت سے اس معبود سے جو مستحق ہے جُدا ہو چکا ہے۔ لیکن ضعفِ بصیرت کے سبب مرتبہ وجوب کو جو شایانِ عبادت ہے۔ کلمہ اِلَّا کے ساتھ ثابت کر کے نہیں دیکھتا تھا۔ اور کلمہ مستثنیٰ اللہ کو زبان سے ادا کرنے کے سوا کچھ نہیں حصہ رکھتا تھا۔ لیکن قوتِ بصیرت کے بعد مستثنیٰ بھی مستثنیٰ منہ کی طرح مشہود اور ظاہر ہو گیا۔ اور جبکہ مرتبہ وجوب تمام اسماء وصفات ذات الٰہی جل سلطانہٗ کا جامع ہے۔ اور سالک کی ہمت کا تعلق بھی احدیت مجردہ سے ہے۔ کہ اس مقام میں استغفاق عبادت عدم استغفاق عبادت کی طرح راستے ہی میں رہ چکا ہے۔ تو ضرور اپنے مقصود کو اسماء اور صفات کے ماسوا میں تلاش کرتا ہے۔ اور غیر حق کے ساتھ گرفتار ہونے سے پناہ لیتا ہے ؎

| | |
|---|---|
| چو دل با دلبرے آرام گیرد | بوصل دیگرے کے کام گیرد |
| نہی صد دستہ ریحاں پیش بلبل | نخواہد خاطرش جز نکہتِ گل |
| ز مہر آتش چو در نیلوفر افتند | تماشائے مہش کے درخور افتند |
| چوں خواہد تشنہ جانے شربتِ آب | نیفتد سود مندش شکر ناب |

ترجمہ اشعار: (۱) جب دل دلبر کے ساتھ آرام پذیر ہو جائے تو اسے کسی اور کے وصل کے ساتھ کچھ سروکار نہیں رہتا۔

(۲) اگر تم ریحان (ایک طرح کا پھُول) کا سو دستہ بھی بلبل کے آگے رکھو تو اس کا دل پھر بھی پھُول کی مہک اور خوشبو ہی کو چاہے گا۔

(۳) نیلوفر میں جب سُورج سے آگ بھڑک اُٹھتی ہے۔ تو اسے چاند کے تماشے سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔

(۴) جب کوئی تشنہ جان ایک بار پانی پینے کا خواہش مند ہو تو اسے خالص شکر بھی نفع مند نہیں ہوتی۔ یعنی اسے پانی کی ہی طلب ہوتی ہے۔



Marfat.com

اور اعتبار ثانی میں کمال جس سے مقصود غیر مقصود باتوں کی نفی ہوتی ہے۔ یہ ہے کہ مرتبہ وجوب کا شہود بھی مراتب امکان کے شہود کی طرح لا کے تحت داخل ہو۔ اور جانب اثبات میں سوا کلمہ مستثنیٰ کے زبان سے ادا کرنے کے اور کوئی چیز ملحوظ نہ ہوئے

چہ گویم با تو از مرغے نشانہ — کہ با عنقا بود ہم آشیانہ
زعنقا ہست نامی پیش مردم — ز مرغ من بود آن نام ہم گم

میں تجھے اس پرندے کا کیا نشان بتاؤں۔ جو عنقا کے ساتھ ہم آشیانہ ہو۔ عنقا کا نام تو لوگوں کے سامنے ہے۔ میرے پرندے کا تو نام بھی گم ہے۔

حق بات یہ ہے کہ فطرت بلند اور اعلیٰ درجہ کی ہمت ایسے مطلب کی خواہاں ہوتی ہے۔ جس کا کچھ بھی ہاتھ میں نہ آئے۔ بلکہ جس کے دامن ادراک تک گرد بھی نہ پہنچ سکے۔ آخرت میں دیدار الٰہی حق ہے۔ لیکن میں اس کی کیفیت کا تصور ہرگز نہیں کر سکتا۔ لوگ رویت اُخروی کے وعدہ پر مسرور اور محظوظ ہیں۔ لیکن میری گرفتاری تو صرف غیب الغیب ذات کے ساتھ ہے۔ میری ساری ہمت اسی کی خواہاں ہے۔ کہ ایک بال برابر بھی مطلوب غیب سے شہادت کی طرف رُخ نہیں کرتی۔ اور گوش سے آغوش تک نہیں پہنچتی۔ اور سامان علم سے عین کی طرف نہیں لاتی۔ کیا کیا جائے مجھے پیدا ہی اس طرح کیا گیا ہے ؎

ہر کسے را بہر کارے ساختند — ہر کسی کو کسی کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

میں اگرچہ اس مقام میں دیوانگی کی بہت سی باتیں رکھتا ہوں لیکن ادب کے باعث لب کشائی نہیں کر سکتا۔

؎ جُنُوْنِیْ مِنْ حَبِیْبٍ ذِیْ فُنُوْنٍ۔ — میرا جنون ناز و ادا والے محبوب کی وجہ سے ہے۔

عمر بگذشت و حدیث درد ما آخر نشد — شب بآخر شد کنوں کوتاہ کنم افسانہ را

عمر ختم ہوگئی مگر ہمارے درد کی داستان ختم نہ ہوئی۔ رات اختتام پذیر ہوگئی لہذا میں اپنے افسانے کو مختصر کرتا ہوں۔

ہر تبع ہدایت اور مصطفےٰ علیہ و علی آلہ الصلوات والتسلیمات اتمہا و اکملہا کی متابعت کی پابند کرنے والے پر رحمت و سلامتی کا نزول جاری رہے۔

# مکتوب نمبر ۱۷۴

خواجہ اشرف کابلی کی طرف صادر فرمایا:



Marfat.com

اس بیان میں کہ اس راہ کے دیوانوں کو چاہیئے کہ وہ اتنی سی معیت خداوندی پر مطمئن نہ ہو جائیں۔ اور اس قربِ نما بُعد سے تسکین حاصل نہ کریں۔ بلکہ بُعد نما قرب اور ہجر کی طرح کا وصل تلاش کریں اور اس کے بیان میں۔ کہ جو واقعہ اُنہوں نے لکھا تھا وہ جن کا ظہور اور اس کا باطل تصرف تھا۔

میرے برادر عزیز کا مکتوب موصول ہوا۔ چونکہ وہ فقراء کے ساتھ محبت سے خبر دیتا تھا۔ اور اس سے اس بلند مرتبہ گروہ کے حضور میں التجاء ظاہر ہوتی تھی اس لیئے خوشی اور فرحت کا موجب ہوا۔

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ ۔ انسان اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہو۔[1]

کو نقد وقت جانیں۔ لیکن یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ اس راہ کے دیوانے صرف اتنی سی معیت پر ہی مطمئن ہو کر نہیں بیٹھ جاتے۔ اور قرب نما بُعد سے تسکین نہیں پاتے۔ بلکہ وہ اُس قُرب کو چاہتے ہیں جو بُعد نما ہو۔ اور ایسے وصل کے طالب ہوتے ہیں جو ہجر کی مانند ہو۔ ٹال مٹول اور تاخیر کرنے کو جائز نہیں رکھتے۔ اور بے کاری اور دیر لگانے کو بُرا جانتے ہیں۔ اپنے قیمتی وقت کو بے ہودہ بناوٹوں میں صرف نہ کریں۔ اور سرمایہ عمر کو بے فائدہ ملمع سازیوں میں ضائع نہ کریں۔ اعلیٰ چیز کو چھوڑ کر ردی شے کی طرف مائل نہ ہوں۔ اور پسندیدہ شے کو ترک کر کے بُری چیز کی طرف متوجہ نہ ہوں۔ اور چرب و شیریں لقموں کے عوض اپنے آپ کو فروخت نہ کریں۔ اور باریک و خوشنما کپڑوں کے ساتھ بندگی کی لذت میسر نہیں آتی۔ شرم کرنا چاہیئے کہ تختِ شاہی کو نجاستوں سے آلودہ کریں۔ اور اس بات کو ننگ و عار جانیں کہ خدا تعالیٰ جل سلطانہ کی ملک میں لات و عزیٰ کو شریک کریں۔ اے برادر یہاں بارگاہِ خداوندی میں دین خالص کی ضرورت ہے۔ الا للہ الدین الخالص ریعنی لو اللہ ہی کے لیئے خالص دین ہے) اس بارگاہ میں شرک کے غبار کی بھی کوئی گنجائش نہیں۔

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ ۔ اگر تم بھی شرک کروگے تو تمہارے عمل بھی ضائع ہو جائیں گے۔[2]

ایک گھڑی کے لیئے اپنے اندر جھانک کر دیکھیں اگر دین خالص میسر ہے تو تمہیں بشارت ہے۔ ورنہ اس حادثے کا علاج ہونا چاہیئے۔ جو واقعہ آپ نے لکھا تھا وہ جن کا ظہور اور اس کا باطل تصرف تھا۔ اس قسم کا ظہور اور تصرف طالبوں پر اکثر طور پر وارد ہوتا رہتا ہے۔ غم نہیں کرنا چاہیئے۔

اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيْفًا

---

[1] بخاری و مسلم شریف  [2] سورہ زمر پارہ من اظلم



Marfat.com

اگر پھر اس قسم کا ظہور ہو تو کلمہ تجید لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کے تکرار کے ساتھ اس خرابی کو دُور کریں۔

ہر تبع ہدایت اور حضرت محمد مصطفٰے علیہ وعلیٰ آلہٖ الصلوات والتسلیمات انمہا واکملہا کی متابعت اور پابندی کرنے والے پر سلامتی کا نزول ہوتا رہے۔

# مکتوب نمبر ۱۷۵

**حافظ محمود کی طرف صادر فرمایا:**

احوال کی تلونیات اور تمکین کے حصول اور حدیث لی مع اللہ وقت کے معنی کے بیان میں۔

برادر عزیز کا مکتوب شریف موصول ہُوا۔ آپ نے اپنی تلونیاتِ احوال کا تھوڑا سا ذکر کیا ہے۔ یہ بات آپ کے علم میں ہونی چاہیئے کہ سالکوں کے لئے ابتداء وانتہا دونوں اوقات میں تلونیاتِ احوال کے بغیر چارہ نہیں۔ اس باب میں انتہائی بات یہ ہے کہ، اگر تلوین دل پر وارد ہو رہی ہے تو وہ سالک ارباب قلوب میں سے ہے۔ اور ابن الوقت کے نام سے موسوم ہے۔ اور اگر قلب تلوین سے آگے نکل چکا ہے۔ اور احوال کی بندگی سے آزاد ہو چکا ہے۔ اور مقام تمکین میں پہنچ چکا ہے۔ تو اس وقت احوال متلونہ نفس پر وارد ہونگے جو قلب کے مقام پر اس کی جانشینی کے طور پر بیٹھا ہُوا ہے۔ یہ تلوین تمکین کے حصول کے بعد ہے۔ اور اس تلوین والے کو اگر ابوالوقت کہیں تو گنجائش ہے۔ اور اگر محض فضل خداوندی جل سلطانہ سے نفس بھی اس تلوین سے گزر چکا ہے۔ اور مقام تمکین واطمینان تک پہنچ چکا ہے۔ تو اس وقت تلونیات کا ورود بدن پر ہے جو اربعہ عناصر سے مرکب ہے۔ یہ تلوین دائمی ہے۔ کیونکہ قالب ربدن اکے لئے تمکین غیر متصور ہے۔ اگرچہ وہ الطف لطائف کے رنگ سے رنگین ہو چکا ہو۔ کیونکہ وہ تمکین جو اس رنگت کے راستے سے آتی ہے۔ وہ تابع ہو کر آتی ہے۔ اور احوال متلونہ کا ورود بالاصالتہ ہوتا ہے۔ اور اعتبار اصل کا ہوتا ہے تابع کا نہیں ہوتا۔ اور اس مقام والا اخص خواص میں سے ہوتا ہے۔ اور فی الحقیقت ابوالوقت بھی وہی ہو سکتا ہے۔

اور سرورِ کائنات علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات کی حدیث مبارک لی مع اللہ وقت جو آپ نے نقل کی ہے۔ ایک جماعت نے اس وقت سے دائمی وقت مراد لیا ہے۔ اور ایک دُوسری جماعت نے غیر دائمی اور اس کا رجوع اس بیان کی طرف ہے۔ کیونکہ بعض لطائف کی نسبت وقت کا استمرار ہوتا ہے۔ اور بعض کی نسبت غیر استمرار۔ لہٰذا دونوں میں کوئی تعارض اور مخالفت نہیں۔ مختصر یہ کہ ظاہر کو روشن شریعت کے ساتھ آراستہ رکھتے ہوئے باطنی سبق کے تکرار میں ہمیشہ مصروف رہیں ؎



Marfat.com

اندریں بحرِ بے کرانہ چوں غوک | دست و پائے بزن چہ دانی بوک

اس بے کنارہ سمندر میں مینڈک کی طرح ہاتھ پاؤں مار۔ شاید اپنی منزل مقصود کو پالے۔

میرے برادر عزیز مولانا محمد صدیقؒ آگرہ میں ہیں۔ ان کی ملاقات کو غنیمت جانیں۔

# مکتوب نمبر ۱۷۶

ملا محمد صدیق کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ اوقات کی محافظت اس راہ کی ضروریات میں سے ہے۔ بے کار کاموں میں اوقات کو ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔

الحمد للہ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

حدیث میں آیا ہے:

مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ اِشْتِغَالُهٗ بِمَا يَعْنِيْهِ وَ اِعْرَاضُهٗ عَمَّا لَا يَعْنِيْهِ۔ | انسان کے حسنِ اسلام کی علامت یہ ہے کہ وہ بامقصد کاموں میں مشغول ہو۔ اور بے مقصد کاموں سے اعراض کرے۔[1]

لہٰذا اوقات کی محافظت کے بغیر چارہ نہیں۔ بے فائدہ کاموں میں وقت ہرگز ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔ شعر خوانی اور قصہ گوئی کو دشمن کا حصّہ قرار دے کر خاموشی اور باطنی نسبت کی حفاظت میں مشغول رہنا چاہیئے۔ اس راستے میں دوستوں کا اجتماع باطن کی جمعیت کے لئے ہوتا ہے۔ دل کو پراگندہ کرنے کے لئے جمع نہیں ہونا چاہیئے۔ اس لئے انہوں نے خلوت پر انجمن کو ترجیح دی ہے۔ اور جمعیت کو اجتماع میں تلاش کیا ہے۔ وہ اجتماع جو تفرقے اور پراگندگی کا باعث ہو اس سے اجتناب ضروری ہے۔ باطن کی جمعیت کے ساتھ جو جمع ہو جائے مبارک ہے۔ اور جو میسر نہ آئے تو وہ بُرا اور نامبارک ہے۔ ایسی زندگی گزارنی چاہیئے کہ پاس بیٹھنے والی جماعت کو صحبت و مجلس سے جمعیت حاصل ہو۔ ایسی مجلس و صحبت نہیں ہونی چاہیئے۔ جو تفرقے اور پراگندگی کا باعث ہو اس سے اجتناب ضروری ہے۔ باطن سے جمعیت کے ساتھ جو جمع ہو جائے۔ اور گفتگو ترک کر کے سکوت و خاموشی کا راستہ اختیار کرنا چاہیئے۔ یہ زندگی آپس میں شعر گوئی کا وقت نہیں اور نہ باہمی بات چیت کا وقت ہے کہ

---

[1] موطا امام مالکؒ، مسند احمد، ابن ماجہ، ترمذی، بیہقی ۱۲



Marfat.com

چہ وقت مدرسہ و بحثِ کشف و کشاف است　　　یہ مدرسہ اور کشف اور تفسیر کشاف کی بحثوں کا وقت نہیں۔

والسلام

# مکتوب نمبر ۱۷۷

جمال الدین حسین بدخشی کی طرف صادر فرمایا:

اہل سنت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کی صائب اور درست رائوں کے مطابق عقائد درست کرنے کی ترغیب میں۔

خواجہ جمال الدین حسین کو چاہیے کہ اپنی اُٹھتی جوانی کو غنیمت جانیں۔ اور حتی الامکان اسے حق تعالیٰ جل وعلا کی رضا کے کاموں میں صرف کریں۔ یعنی سب سے پہلے آرائے صحیحہ اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کے تقاضا کے مطابق اپنے عقائد درست کریں دُوسرے نمبر پہ احکام شرعیہ فقہیہ کے مطابق عمل کریں اور تیسرے نمبر پہ بلند مرتبہ گروہ صوفیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے طریقہ سلوک کو اختیار کریں۔ جس کو اس بات کی توفیق مل گئی۔ اُس نے عظیم کامیابی حاصل کر لی۔ اور جو اس سے رہ گیا تو وہ بالکل بیّن اور کھلے ہوئے خسارے میں پڑ گیا۔

خواجہ محمد صالح کے فرزندوں کی خدمتگاری کو سعادتِ عظمیٰ جانیں۔ کیونکہ وہ فی الحقیقت خواجہ صاحب کی ہی مدد و اعانت ہے۔ کیونکہ خواجہ صاحب صاحبِ اقبال لوگوں میں سے ہے۔ مصراع

مادیم ترا ز گنج مقصود نشان　　　ہم نے تجھے خزانہ مقصود کا نشان بتا دیا

والسلام

# مکتوب نمبر ۱۷۸

مرزا مظفر کی طرف صادر فرمایا:

ایک شخص کی سفارش اور سید عالمیان اور خلاصہ آدمیان علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی متابعت کی ترغیب میں۔

اللہ تعالیٰ تمہیں اجرِ عظیم عطا کرے۔ تمہاری شان بلند کرے۔ تمہارے کام آسان کرے اور تمہارا



Marfat.com

سینہ فراخ کرے۔ بحرمت سید المرسلین علیہ وعلی آلہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام۔ اخلاق نبوی سے موصوف حضرات کو اس کی کیا ضرورت ہے کہ کوئی انہیں احسان اور حسنِ معاشرت کی تلقین کرے۔ بلکہ نزدیک ہے کہ انہیں ایسی تلقین سوءِ ادب میں داخل ہو۔ غایۃ مافی الباب یہ ہے کہ انسان محتاجی اور ضرورت کے وقت ہر چیز اور معمولی شئے کو تھامنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور کمزور و لاغر چیز سے تسلی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس بنا پر فقیر محتاجوں کی دستگیری کرنے کے لئے آپ کی دردسری کا باعث بنا ہے۔

مخدوم و مکرم! احسان کرنا ہر جگہ قابلِ ستائش چیز ہے۔ خاص کر ان پر احسان کرنا تو بہت ہی اچھا ہے جو پڑوس کا قرب رکھتے ہیں۔ حضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات نے پڑوسیوں کے حقوق کی ادائیگی کی اسقدر تاکید فرمائی کہ صحابہ کرام کو گمان گزرا کہ شاید پڑوسی کو وراثت میں بھی حصہ بنا دیا جائے گا۔

مثنوی: چوں چنیں بایکدگر ہمسایہ ایم　　　تو چو خورشیدی ما چوں سایہ ایم

چہ بود اے مایۂ بے مائیگان　　　گر نگاہ داری حق ہمسائیگان

ترجمہ: جب ہم ایک دوسرے کے اس قدر نزدیکی ہمسائے ہیں۔ تو آفتاب کی طرح اور ہم سایہ کی طرح ہیں تو اے بے مایہ لوگوں کے مایہ اور تو بھی کونسی بات ہے اگر تو ہمسایوں کے حق کی نگہداشت کرے۔

والسلام

# مکتوب نمبر ۱۷۹

نصیحت میں میر عبداللہ بن میر محمد نعمان کی طرف صادر ہوا:

میرے عزیز فرزند ہمیشہ اپنے نام کی طرح توفیق یافتہ رہے۔ موسم جوانی کو غنیمت جانتے ہوئے علوم شرعیہ کی تحصیل اور ان کے مطابق عمل میں مشغول رہیں۔ اور اس بات کا اہتمام کریں کہ یہ قیمتی عمر بے فائدہ اور لایعنی کام میں صرف نہ ہو۔ اور لہو ولعب میں ضائع نہ ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ تمہارے والد بزرگوار چند روز تک تمہارے پاس پہنچ آئیں گے۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔ ان کے آنے کے متعلق ان کے متعلقین کو خبر دینا ہوگا۔ مصرع

پدر خویش باش اگر مردی　　　اگر مرد ہے تو اپنے باپ بن یعنی خود کفیل بنو۔

والسلام



Marfat.com

# مکتوب نمبر ۱۸۰

مخدوم زادہ امکنگی یعنی خواجہ ابوالقاسم کی طرف صادر فرمایا :

سلسلہ کے پیروں کے بعض اسمائے گرامی کے استفسار میں جن میں تردد پیدا ہوا تھا۔

مخدوم و مکرم! جو کچھ ہمارے حضرت خواجہ یعنی حضرت خواجہ محمد باقی علیہ الرحمۃ سے ہمارے ان پیروں کے اسمائے گرامی کی تحقیق کے بارے میں حضرت خواجگی امکنگی اور حضرت خواجہ احرار کے درمیان گزرے ہیں پہنچا ہے یہ ہے کہ ان دو حضرات کے درمیان دو بزرگ گزرے ہیں۔ ایک حضرت خواجہ امکنگی کے والد بزرگوار حضرت مولانا درویش محمد[1] ہیں۔ اور دوسرے بزرگ حضرت مولانا محمد زاہد[2] ہیں۔ جو حضرت مولانا درویش محمد کے ماموں ہیں۔ چند روز کی بات ہے کہ مشیخت پناہ خواجہ خاوند محمود[3] ہمارے اس علاقہ میں تشریف لائے تھے۔ انہوں نے پہلی ملاقات میں ہی مولانا خواجہ درویش محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر شروع کر دیا اور کہا کہ مولانا کو کسی سے اجازت نہیں تھی۔

---

[1] مولانا درویش محمد ظاہری و باطنی علوم کے جامع اور صوری و معنوی رموز و اسرار سے واقف تھے۔ جذبہ و استغراق کے اوصاف سے موصوف اور سخاوت و عطا میں معروف تھے۔ آپ نے پندرہ برس زہد و ریاضت میں گزارے۔ اور تجرید و تفرید کی حالت میں ویرانوں میں بسر کیے۔ اور حضرت خضر علیہ السلام کی رہنمائی سے خواجہ محمد زاہد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچ کر باطن کی تکمیل کی۔ ۹۷۰ھ میں وصال فرمایا۔

[2] مولانا محمد زاہد فقر و تجرید و تفرید اور ورع و تقویٰ زہد و عبادت اور اتباع سنت میں بلند مقامات پر فائز تھے۔ حضرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ اقدس میں پہنچنے سے چند برس پیشتر ریاضت و مجاہدہ میں اس قدر مصروف رہے کہ اپنی آنکھ کو نیند سے آشنا نہ ہونے دیا۔ اور اشارہ غیبی کے تحت حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایک ہی صحبت میں تکمیل ہو گئی اور خرقہ خلافت لے کر واپس وطن تشریف لے آئے۔

(حواشی ہدیہ مجددیہ)

[3] خواجہ خاوند محمود رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ نسب میں چند واسطہ سے خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ سے جا ملتے ہیں۔ آپ نے باطنی نسبت خواجہ اسحاق دہبیدی سے حاصل کی تھی۔ اس کے بعد آپ نے سیاحت اختیار کی اور کشمیر میں اقامت گزیں ہوئے اور وہاں ایک خانقاہ تعمیر کی اور ترویج طریقت میں مصروف ہوئے۔ اس کے بعد آپ نے سیاحت اختیار [فرمائی؟] لاہور تشریف لائے۔ اور یہیں وصال فرمایا۔ آپ کا مزار پرانوار لاہور میں انجینئرنگ یونیورسٹی کے جانب شمال محلہ بیگم پورہ میں



Marfat.com

اسی بنا پر ابتداء میں کسی کو مرید نہیں کرتے تھے۔ اور آخر میں جا کر پیری مریدی کا سلسلہ شروع کیا۔ انہیں کہا گیا کہ مولانا صاحب بزرگ تھے اور تمام ماوراء النہر کا علاقہ اُن کی بزرگی کا قائل ہے۔ وہ ہرگز ایسا نہیں کر سکتے تھے کہ بلا اجازت ابتداء عمر یا آخر عمر میں پیری مریدی کا سلسلہ شروع کرتے۔ ایسا کرنا خیانت میں داخل ہے جس کا ایک ادنیٰ مسلمان سے بھی گمان نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ اکابر دین ایسا کریں۔ اس کے بعد خواجہ خاوند محمود نے کہا کہ ایک روز مولانا درویش محمد صاحب خواجہ کلان دہ بیدی کی خدمت میں حاضر تھے۔ خواجہ کلاں دہ بیدی خربوزہ تناول فرما رہے تھے۔ مولانا نے خربوزہ کھانے کی طلب کا اظہار فرمایا تو خواجہ دہ بیدی نے فرمایا تمہارا خربوزہ مکمل ہو چکا ہے ریختہ ہو چکا ہے۔ مولانا نے فرمایا آپ گواہی دیتے ہیں کہ ہمارا خربوزہ درجہ کمال کو پہنچ چکا ہے۔ خواجہ کلان دہ بیدی نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کا خربوزہ درجہ تمام و کمال کو پہنچ چکا ہے۔ اس وقت سے مولانا نے مرید کرنا شروع کیا۔ خواجہ خاوند محمود کی یہ نقل و روایت بھی بہت بعید معلوم ہوتی ہے۔ یہ بات نہیں ہو سکتی کہ مولانا صرف اتنی سی بات سے اپنے آپ کو شیخ تصور کر لیں اور لوگوں کو مرید بنانے کے درپے ہو جائیں۔ اس کے بعد حضرت خواجہ خاوند محمود نے فرمایا کہ ان دو بزرگوں کا نام جو حضرت مولانا اور خواجہ احرار کے درمیان نقل کیا جاتا ہے۔ اور دو نام بتائے جاتے ہیں درست نہیں ہیں۔ اور انہوں نے دو اور نام بتائے۔ آپ نے یہ بھی کہا کہ سلوک میں مولانا درویش محمد کی نسبت اپنے ماموں سے نہیں۔ بلکہ کسی دوسرے شخص سے نسبت ہے۔ ان کی ان باتوں سے بڑا تعجب ہوا۔ اس ضرورت کے تحت آپ کو تکلیف دی جاتی ہے کہ ان دو بزرگوں کے نام تحقیق کر کے لکھ بھیجیں تاکہ کسی کو گفتگو کی مجال نہ رہے۔ اور اجازت کی بات لکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ ان کی بزرگی ہی اس کا ثقہ اور معتبر گواہ ہے۔ تاہم اگر اجازت کے بارے میں بھی لکھ بھیجیں تو بہتر ہے تاکہ معترضین کی زبان بند ہو جائے۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ حضرت خواجہ خاوند محمود کا مقصود ان پریشان باتوں سے کیا تھا۔ اگر ان کا مقصود ان باتوں سے ہم بے سرمایہ فقراء کی تردید ارطریقہ سے نفی تھی کیونکہ پیر کی نفی مرید کی نفی کو بلاشبہ مستلزم ہے۔ تو ہم بے سرمایہ لوگوں کی نفی کے بہت طریقے ہیں۔ کیا ضرورت تھی کہ اس غرض کے لئے بزرگوں کی نفی کی جائے۔ اور اگر ان کا مقصود

---

بقیہ حاشیہ صفحہ واقع ہے۔ اس وقت یعنی ۱۳۹۰ھ میں محکمہ اوقاف مغربی پاکستان کے زیر تحویل ہے۔ مزار مبارک کا گنبد پہلے بہت خستہ ہو چکا تھا اب محکمہ نے دوبارہ اس کی مرمت کروائی ہے۔ اس کی دیکھ بھال کے لئے عملہ مقرر کیا ہے۔ محکمہ اوقاف کی تحویل میں آنے سے قبل مزار شریف سے ملحقہ مسجد بھی کس مپرسی کی حالت میں تھی۔ خطیب و امام کا باقاعدہ انتظام نہیں تھا۔ محکمہ نے اس خامی کو بھی دور کر دیا ہے۔ اب پانچ وقت پابندی سے جماعت کی نماز ہوتی ہے۔ اور رونق میں اضافہ ہو چکا ہے۔ محمد سعید احمد مترجم عفی عنہ



Marfat.com

کچھ اور تھا اور صرف ان دو بزرگوں کی نفی مطلوب تھی تو یہ بھی غیر مستحسن ہے۔ جیساکہ یہ بات ہر اس شخص پر پوشیدہ نہیں جو تھوڑی سمجھ بھی رکھتا ہے۔ اے اللہ ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر۔ اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما۔ بیشک تو ہی بہت عطا فرمانے والا ہے۔ بحرمت سید المرسلین علیہ وعلیہم و علی آلہ الصلوات والتسلیمات۔ اور ہر متبع ہدایت پر سلامتی کا نزول ہو۔

# مکتوب نمبر ۱۸۱

حضرت مخدوم زادہ یعنی میاں خواجہ محمد صادق (اللہ اسے سلامت رکھے اور محبوں کے سروں پر تادیر اسے قائم رکھے) کی طرف صادر فرمایا:

ان کے اس استفسار کے جواب میں کہ اس کا سبب کیا ہے کہ میں مشائخ کی ایک جماعت کو دیکھتا ہوں کہ قرب الٰہی جل شانہٗ کے مراتب میں کم درجہ رکھتے ہیں حالانکہ مقاماتِ زہد وتقویٰ وغیرہ میں بلند درجات پر فائز ہیں۔ اور مشائخ کرام کی ایک دُوسری جماعت دیکھتا ہوں جو مراتب قرب میں فوقیت رکھتی ہے حالانکہ مقامات مذکورہ میں نیچے ہے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

میرے فرزند ارشد محمد صادق نے دریافت کیا ہے کہ اس کا کیا سبب ہے کہ مَیں مشائخ کی ایک جماعت کو دیکھتا ہوں کہ قرب الٰہی جل سلطانہٗ کے مراتب میں ادنیٰ درجہ رکھتی ہے۔ حالانکہ مقامات زہد توکل، صبر و رضا میں ان کے درجات بلند معلوم ہوتے ہیں۔ اور مشائخ کی ایک دُوسری جماعت کو دیکھتا ہوں کہ مراتب قرب میں درجہ بلند رکھتی ہے۔ اور مقامات زہد و توکل وغیرہ میں نیچے ہے۔ اور یہ بات طے شدہ ہے کہ ان مقامات کی اکملیت یقین کے زیادہ اتم ہونے کے اعتبار سے ہے۔ اور یقین کا اتم ہونا جناب قدس خداوندی جل شانہٗ میں زیادہ نزدیکی کے سبب سے ہے۔ پس یہ بات چند امور سے خالی نہیں یا تو ہماری کشفی نظر خطا کرتی ہے۔ کہ قریب کو بعید جانتی ہے۔ اور بعید کو قریب۔ یا ان مقامات کی اکملیت کا سبب یقین کے علاوہ کوئی چیز ہے۔ یقین پر مرتب نہیں ہوتا۔ بلکہ کسی دُوسرے امر پر ہوتا ہے ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں یقین پر ہی مرتب ہوتا ہے۔ جس قدر قرب زیادہ ہوگا یقین زیادہ ہوگا۔ اور ان مقامات پر اکملیت کا سبب بھی یقین کا اتم ہونا ہے۔ کوئی اور امر نہیں اور نظر کشفی بھی صحیح ہے۔ غایۃ مافی الباب یہ بات ہے کہ قرب کا حصول لطائف میں سے سب سے زیادہ لطیف کا کام ہے۔ پس یقین بھی انہی کا حصہ ہوگا۔ اور ان مقامات کی اکملیت چونکہ یقین کے اتم ہونے پر مرتب ہوتی ہے۔ اس وجہ سے وہ بھی انہی کو حاصل ہوگی۔ تو ہو سکتا ہے کہ کوئی بزرگ قلتِ قرب کے باوجود لطیف ترین لطیفوں کے مقامات



Marfat.com

میں اقامت گزین ہو۔ اور سب سے ظاہر ترین لطیفے (قالب) کی طرف رجوع نہ کیا ہو۔ اور دُوسرے کی بزرگی سے جو زیادہ قرب رکھتا ہے، مقاماتِ مذکورہ میں اس سے اکمل ہو اور لطائف میں سے ظاہر ترین لطیفہ قالب کی طرف رجوع کیا ہو۔ کیونکہ لطیفہ قالب جب اس قرب سے محروم ہے۔ تو یقین بھی اس کا حصّہ نہیں ہے۔ تو ان مقامات کی اکملیت کیسے پیدا ہو سکتی ہے۔ اور وہ بزرگ جس کا رجوع اس لطیفہ کی طرف ہے اُس نے بھی اس لطیفہ کا حکم اختیار کر لیا ہے۔ اور دُوسرے لطائف کے یقینیات جو پہلے حاصل ہو چکے تھے پوشیدہ ہو چکے ہوں۔ بخلاف اس بزرگ کے جس کا رجوع قالب کی طرف نہیں ہُوا۔ اس کا حکم لطیف تر ین لطیفہ کا حکم ہے۔ قرب و یقین اس کے حق میں مضبوط و مستحکم ہو چکا ہے۔ اور روپوش نہیں ہُوا۔ پس لازمی طور پر وہ مقاماتِ مذکورہ میں اتم اور اکمل ہوگا۔ لیکن جاننا چاہیئے کہ صاحبِ رجوع جس طرح قرب و یقین میں اکمل ہے۔ مقامات میں بھی اکمل ہے۔ لیکن اس کے ان کمالات کو پوشیدہ رکھا گیا ہے۔ اور دعوتِ خلق کی خاطر اور مخلوق کے ساتھ حصول مناسبت کے لئے جو فائدہ دینے اور فائدہ حاصل کرنے کا سبب ہے، اس کے ظاہر کو عوام الناس کے ظاہر کی طرح کر دیا گیا ہے۔ اصل کے اعتبار سے یہ مقام انبیاء مرسل کا ہے۔ علیہم الصلوات والتسلیمات۔ اس لئے حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علٰے نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اطمینان قلب طلب کیا۔ اور یقین کے حصول میں عوام الناس کی طرح آنکھ سے دیکھنے کے محتاج ہوئے۔ اور حضرت عزیز علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِہِ اللّٰہُ بَعْدَ مَوْتِهَا[1] — اللہ تعالیٰ اس بستی کو دوبارہ کیسے زندگی عطا کریگا

اور جس نے رجوع نہیں کیا اُس نے اپنے یقین سے یوں کہا کہ اگر پردہ اٹھ جائے[2] تو بھی میرے یقین میں مزید اضافہ نہیں ہو سکتا۔ اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ یہ حضرت امیر کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا کلام ہے تو اس پر محمول کرنا چاہیئے کہ یہ آپ کا رجوع الی الخلق سے پہلے کا کلام ہے۔ کیونکہ رجوع کے بعد صاحبِ رجوع عامۃ الناس کی طرح حصولِ یقین میں دلائل و براہین کا محتاج ہوتا ہے۔ اس درویش کے لئے رجوع سے قبل علم کلام کے تمام معتقدات بدیہی ہو چکے تھے۔ اور محسوسات سے زیادہ ان کا یقین تھا۔ لیکن رجوع کے بعد وہ یقین روپوش ہو گیا تھا۔ اور عامۃ الناس کی طرح دلائل و براہین کا محتاج ہو گیا۔ ؎

چنانکہ پرورشم مید ہند میرویم — میری جس طرح پرورش کرتے ہیں میں اسی طرح بڑھتا اور نمودار ہوتا ہوں۔

والسلام

---

[1] سورہ بقر پارہ تلک الرسل

[2] یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا ارشاد ہے۔



Marfat.com

# مکتوب نمبر ۱۸۲

مُلّا صالح کولابی کی طرف صادر فرمایا:

حضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث پاک کے بیان میں کہ آپ نے اپنے بعض صحابہ کرام کو جنہوں نے بُرے خیالات اور وسوسے آنے کی شکایت کی تھی، فرمایا ذالک من الایمان (یہ چیز ایمان میں سے ہے) اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

درویشوں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی کہ طالبوں کے وسوسوں اور خطرات کی بات چل پڑی۔ اس ضمن میں ایک حدیث ذکر ہوئی کہ خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کے بعض اصحاب نے آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بُرے خیالات اور وسوسوں کی شکایت کی۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا۔ ذالک من کمال الایمان۔ یہ چیز کمال ایمان سے ہے۔ اس وقت اس فقیر کے دل میں حدیث پاک کے یہ معنی آئے۔ واللہ سبحانہٗ اعلم بحقیقۃ الحال۔ کمالِ ایمان کمالِ یقین سے عبارت ہے۔ اور کمالِ یقین کمالِ قرب پر مرتب ہوتا ہے۔ اور جس قدر قلب اور اس سے اُوپر کے لطائف کو قرب الٰہی جل شانہٗ زیادہ حاصل ہوگا۔ ایمان ویقین میں بھی اضافہ ہوگا۔ اور قالب سے اس کی بے تعلقی اور بڑھ جائے گی۔ اس وقت دل میں خطرات زیادہ مقدار میں ظہور پذیر ہوں گے۔ اور نامناسب وسوسے آئیں گے۔ لہٰذا بُرے خطرات کا سبب کمال ایمان ہے۔ تو نہایۃ النہایہ کے منتہی حضرات کو جس قدر بُرے خطرات زیادہ تر اور نامناسب ہوں گے ایمان کی اکملیت بھی زیادہ ہوگی۔ کیونکہ کمال ایمان الطف لطائف کی لطیفۂ قلب کے ساتھ مکمل بے مناسبتی کا تقاضا کرتا ہے۔ اور یہ بے مناسبتی جس قدر زیادہ ہوگی قالب زیادہ خالی ہوگا۔ اور ظلمت وکدورت کے زیادہ نزدیک ہوگا۔ اور اس میں وساوس وخطرات کا ورود زیادہ ہوگا۔ لیکن مبتدی اور متوسط کا یہ حال نہیں اس لئے اس طرح کے وساوس زہر قاتل ہیں اور اس کے باطنی مرض کو زیادہ کرنے والے ہیں۔ لہٰذا بات سمجھنے میں کوتاہی کرنے والوں میں سے نہ بنو۔ یہ معرفت اس درویش کے دقیق معارف میں سے ہے۔ اور ہر متبع ہدایت اور متابعت مصطفےٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی پابندی کرنے والے پر سلامتی کا نزول ہو۔

ع

---

لے صحیح مسلم شریف۔ بروایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ۔



Marfat.com

# مکتوب نمبر ۱۸۳

ملا معصوم کابلی کی طرف صادر فرمایا:

نصیحت کی باتوں میں۔

حق سبحانہ وتعالیٰ شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے راستے پر استقامت عطا فرما کر کلیتًہ اپنی جناب قدس کا گرفتار بنائے۔ اُمید ہے کہ مختلف تعلقات اور پراگندہ توجہات جنہوں نے ظاہر پر غلبہ حاصل کیا ہوا ہے باطنی نسبت میں مانع نہیں ہوں گی۔ اس کے باوجود سعی و کوشش کریں کہ ظاہری پراگندگی میں بھی تخفیف ہو۔ ایسا نہ ہو کہ باطن تک بھی سرایت کر جائے۔ اور مطلب تک پہنچنے میں رکاوٹ بن جائے عیاذًا باللہ سبحانہ من ذالك (اس سے اللہ سبحانہ کی پناہ) اور دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس لائق نہیں کہ اپنی قیمتی عمر صرف کر کے اس کو حاصل کرے۔ بتانا شرط ہے۔ خواب خرگوش میں کب تک رہو گے ؎

اے سرائے وباغ تو زندان تو　　　　خان ومان تو بلائے جان تو

اے شخص تیری سرائے اور تیرا باغ تیرے لئے قید خانہ ہے (تو اس کی محبت میں گرفتار ہے) تیرا مال ومتاع تیرے لئے وبال جان ہے۔

موت سے پہلے اگر کام کر لیا تو فبہا ورنہ خرابی ہی خرابی ہے۔ باطنی سبق کو عزیز جاننا چاہیئے۔ اور جو کچھ اس کے منافی ہے اسے دشمن سمجھنا چاہیئے ؎

ہر چہ جز عشق خدائے احسن است　　　　گر شکر خوردن بود جان کندن است

خدائے احسن کے عشق ومحبت کے سوا جو کچھ ہے چاہے شکر کھانے کا فعل ہی کیوں نہ ہو جان کو ہلاک ہی کرنا ہے۔

ما علی الرسول الا البلاغ　　　　قاصد پر صرف پیغام پہنچانا ضروری ہے۔

والسلام

# مکتوب نمبر ۱۸۴

تلیح اللہ کی طرف صادر فرمایا:

حضور سید المرسلین علیہ وعلی آلہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کی متابعت کی ترغیب میں۔



Marfat.com

میرے فرزند عزیز کا مکتوب مرغوب جو محبت و اخلاص سے تحریر فرمایا تھا۔ میر سید خواجہ نے پہنچایا۔ فرحت کا موجب ہوا۔ حق سبحانہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ کاموں کے کرنے کی توفیق عطا کرے۔ بحرمت النبی اور بحرمت آپ کی بزرگ آل کے علیہ وعلیہم الصلوٰت والتسلیمات اتمہا۔

اے فرزند جو کچھ کل کام آئے گا وہ صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کی متابعت ہے۔ احوال ومواجید، علوم ومعارف، اشارات و رموز اگر اس متابعت کے ساتھ جمع ہو جائیں تو فبہا۔ اور بہت اچھے ہیں۔ ورنہ استدراج اور خرابی کے سوا کچھ نہیں۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی کو وصال کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا۔ اور اُن کا حال پوچھا۔ حضرت جنید نے اس کے جواب میں کہا۔ حقائق ومعارف کے بیان میں سب عبارتیں بے کار گئیں۔ اشارات فنا ہو گئے۔ اور نصف رات کے وقت جو رکعات ہم پڑھتے تھے ان کے سوا کسی شے نے ہم کو نفع نہ دیا۔ تو تم پر حضوؐر اور آپؐ کے خلفائے راشدین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت اختیار کرنا لازم ہے۔ اور قولاً عملاً اعتقاداً حضوؐر کی شریعت کی مخالفت سے بچنا۔ کیونکہ آپؐ کی متابعت سراسر برکت ہے۔ اور آپؐ کی مخالفت نحوست اور بربادی ہے۔

جو رسالہ آپ نے ارسال فرمایا تھا موصول ہوا۔ بعض مقامات سے اس کا مطالعہ کیا بہت پسند آیا۔ لیکن ایک اور کام تصنیف وتالیف سے بھی زیادہ اہم اور ضروری ہے۔ اس میں مشغول ومصروف ہونا زیادہ مناسب اور زیادہ اولیٰ ہے۔ والسلام

# مکتوب نمبر ۱۸۵

ایک شخص کی سفارش کے سلسلے میں منصور عرب کی طرف صادر فرمایا:

حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے راستے پر استقامت عطا فرمائے۔ اور تمہاری ساری ہمت اپنی ذات قدس کی طرف پھیر لے۔ جو کچھ ہم اور تم پر لازم ہے غیر حق تعالیٰ کی گرفتاری سے دل کو سالم اور محفوظ رکھنا ہے۔ اور یہ سلامتی اس صورت میں میسر آتی ہے کہ غیر حق کے خیال کا گزر دل پر ہرگز نہ رہے۔ اگر فرضاً ہزار برس زندگی وفا کرے تو بھی دل میں غیر حق کا خیال نہ گزرے۔ اس نسیان کے باعث جو دل کو حق تعالےٰ کے ماسوا سے حاصل ہو چکا ہے۔ ع کار اینست وغیر این ہمہ ہیچ۔ اصل کام یہی ہے اس کے سوا سب ہیچ ہے۔ دوسری لائق بیان بات یہ ہے کہ مولانا فاضل سرہندی جو آپ کی خدمت علیہ میں حاضر ہے۔ اس کا باپ سرہند میں ہے اس کی یہ آرزو ہے کہ اپنے بڑھاپے اور ضعف



Marfat.com

لاغری کے ایام میں اپنے بیٹے کی ملاقات سے مسرور اور خوش ہو۔ اس بنا پر اُس نے اس سلسلہ میں آپ کو تکلیف دینے کے لیے فقیر کو وسیلہ بنایا ہے۔ معاملہ آپ کے قبضہ میں ہے بلکہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

والسلام

# مکتوب نمبر ۱۸۶

خواجہ عبدالرحمٰن مفتی کابلی کی طرف صادر فرمایا:

متابعت سنت پر اُبھارنے اور بدعت سے بچنے اور اس بیان میں کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

(بندہ عاجز) حق سبحانہ وتعالیٰ سے تضرع، زاری، التجا، محتاجی، ذلت، انکساری کے ساتھ پوشیدہ اور ظاہر طور پر سوال کرتا ہے کہ جو کچھ دین میں نیا پیدا ہوا ہے۔ اور نیا ایجاد ہوا ہے۔ جو زمانہ خیر البشر اور آپ کے خلفائے راشدین علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کے زمانہ میں نہیں تھا۔ اگرچہ وہ چیز روشنی اور چمک دمک میں سپیدۂ صبح کی طرح ہو اس ضعیف بندے کو اس گروہ کے ساتھ جس نے اس کو اختیار کر لیا ہے اس نئے عمل کا گرفتار نہ کرے۔ اور اس نئی ایجاد شدہ چیز کے حسن پر فریفتہ نہ کرے۔ بحرمت سید المختار وآلہ الابرار علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام۔

کہنے والوں نے کہا ہے کہ بدعت دو قسم ہے۔ حسنہ اور سیئہ۔ حسنہ اس نیک عمل کا نام رکھتے ہیں جو حضور اور آپ کے خلفائے راشدین علیہ وعلیہم الصلوات اتمہا ومن التحیات اکملہا کے زمانہ کے بعد پیدا ہوئی ہے اور کسی سنت کو اٹھانے اور دُور کرنے والی نہ ہو۔ اور سیئہ اس کو کہتے ہیں جو سنت کو مٹانے اور دُور کرنے والی ہو۔

یہ فقیر ان بدعتوں میں سے کسی بدعت کے اندر حسن[ل] و نورانیت کا مشاہدہ نہیں کرتا۔ اور ظلمت و کدورت

---

ل حضرت امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مکتوبات میں "بدعت" سے بچنے اور اس سے دُور رہنے کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ اور بدعت اور بدعتی لوگوں کی مذمت کی ہے۔ آپ نے جو لکھا ہے بالکل حق اور صحیح لکھا ہے۔ لیکن مخالفینِ اہلِ سنت اپنے مخصوص نظریات کے تحت حضرت شیخ مجدد رضی اللہ عنہ کے موقف و مسلک کو غلط رنگ دینے کی کوشش کرتے ہیں اور بدعت سے متعلق اپنے مسلک کی تائید وحمایت میں حضرت شیخ قدس سرہٗ کی عبارات کو پیش کر کے سادہ لوح مسلمانوں کو بہکاتے ہیں۔ لہٰذا آپ کے مسلک و موقف کی وضاحت



Marfat.com

کے سوا کسی شے کا احساس نہیں ہوتا۔ اگر فرضاً آج مبتدع کے عمل کو ضعف بصارت کے باعث طراوت و تازگی کی شکل میں دیکھتے ہیں تو کل جب کہ نظر تیز کر دیں گے تو پتہ چل جائے گا کہ خسارے اور ندامت کے سوا اس کا کچھ نتیجہ نہیں تھا۔ بیت

بروقت صبح شود ہمچو روز معلومت — کہ باکہ باختہ عشق در شب دیجور

صبح کے وقت روز روشن کی طرح تجھے معلوم ہو جائے گا کہ تُو نے شبِ تاریک میں کس کے ساتھ رشتۂ عشق جوڑ رکھا تھا۔

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰۱) ضروری ہے۔ اس سلسلے میں علماء کرام نے جو کچھ لکھا ہے مختصراً یہاں درج کیا جاتا ہے۔ قارئین کرام سے درخواست ہے کہ دیانت و انصاف کی نگاہ سے اس کا مطالعہ فرمائیں۔ علامہ محمد مراد مکی محشی مکتوبات شریف اس مقام پر حاشیہ میں لکھتے ہیں:

(۱) ولا یخالف قوله فی ذالك قول العلماء الاسلاف رحمهم الله حیث قسموا البدعة علی حسنة وسیئة واراد وا بالحسنة ما یکون له اصل فی الصدر الاول ولو اشارة کبناء المنائر والمدارس والرباطات وتدوین الکتب وترتیب الدلائل ونحو ذالك وبالسیئة مالیس له اصل فیه اصلاً۔ فالامام قدس سرہٗ لا یطلق اسم البدعة علی القسم الاول لوجود اصله فی الصدر الاول فلا یکون مبتدعاً ومحدثاً بل یخصه بالقسم الثانی فقط لکونه مبتدعاً ومحدثاً حقیقة ولقوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کل بدعة ضلالة فالنزاع بینهما لفظی اعنی فی اطلاق اسم البدعة علی القسم الاول وعدم اطلاقه۔

(ترجمہ) اور اس بارے میں آپ کا قول علمائے اسلاف رحمہم اللہ کے اس قول کے مخالف نہیں کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں حسنہ اور سیئہ۔ وہ بدعت حسنہ سے ایسی شے مراد لیتے ہیں جس کی صدر اول میں اصل موجود ہو اگرچہ اشارۃً ہی ہو جیسے مسجدوں کے مناروں، مدارس اور مسافر خانوں کی تعمیر، اور کتابوں کی تدوین اور دلائل کی ترتیب اور اسی طرح کی اور چیزیں۔ اور بدعت سیئہ سے ایسی چیز مراد لیتے ہیں جس کی صدر اول میں بالکل اصل موجود نہ ہو تو امام ربانی قدس سرہٗ قسم اول پر بدعت کے نام کا اطلاق نہیں کرتے۔ کیونکہ اس کی اصل صدر اول میں موجود ہوتی ہے۔ لہٰذا وہ چیز بدعت اور محدث نہیں۔ بلکہ آپ بدعت صرف قسم ثانی کو قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ وہی درحقیقت بدعت اور محدث ہے۔ اور حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ تو



Marfat.com

حضور سید البشر علیہ وآلہ الصلوات والتسلیمات فرماتے ہیں:

مَنْ اَحْدَثَ فِی اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ۔ (بخاری ومسلم)

جس نے ہمارے اس دین میں وہ چیز نکالی جو اس میں نہ ہو تو وہ شے مردود ہے۔

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۵) علمائے اسلاف اور حضرت شیخ مجدد علیہ الرحمۃ کے درمیان نزاع لفظی سے ہے کہ قسم اول پر بدعت کا اطلاق ہوتا ہے یا نہیں۔

(۲) حضرت شیخ محمد مظہر دہلوی قدس سرہٗ مقامات سعیدیہ میں فرماتے ہیں:

البدعۃ الحسنۃ عند الامام الربانی قدس سرہٗ داخلۃ فی السنۃ ولا یطلق علیہا اسم البدعۃ بموجب کل بدعۃ ضلالۃ والنزاع لفظی بینہٗ وبین العلماء القائلین بوجود الحسن فی البدعۃ۔

(ترجمہ) بدعت حسنہ امام ربانی قدس سرہٗ کے نزدیک سنت میں داخل ہے اور آپ موجب حدیث کل بدعۃ ضلالۃ اس پر بدعت کا اطلاق نہیں فرماتے۔ تو اس بارے میں آپ اور دوسرے علمائے کرام کے درمیان جو بدعت حسنہ کے قائل ہیں نزاع لفظی ہے۔

(۳) فکل بدعۃ لم تخالف السنۃ وھی البدعۃ الحسنۃ عند العلماء داخلۃ عند الامام الربانی قدس سرہٗ فی السنۃ۔

(ترجمہ) تو ہر بدعت جو مخالف سنت نہ ہو اور علماء کے نزدیک وہی بدعت حسنہ ہے۔ اور امام ربانی کے نزدیک وہ سنت میں داخل ہے۔

(۴) شاہ عبدالغنی محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ انجاح الحاجۃ حاشیہ ابن ماجہ میں حدیث من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ الخ کے تحت فرماتے ہیں:

ای مالیس من وسائلہ فان الوسیلۃ داخلۃ فیہ ولھذا قال الشیخ المجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ان العلوم التی وسائل لامر الدین کالصرف والنحو داخلۃ فی السنۃ ولا یطلق علیہا اسم البدعۃ عندہ رضی اللہ عنہٗ لیس منہا حسن البتۃ۔

(ترجمہ) یعنی وہ چیز جو دین کے وسائل میں سے نہ ہو۔ کیونکہ شے کا وسیلہ اور ذریعہ اس میں داخل ہوتا ہے۔ اسی لئے شیخ مجدد رضی اللہ عنہٗ کے نزدیک وہ علوم جو دین کے وسائل ہیں جیسے صرف ونحو سنت میں داخل ہیں اور آپ اس پر بدعت کا اطلاق نہیں کرتے۔ کیونکہ امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بدعت میں کوئی حسن اور خوبی نہیں۔



Marfat.com

جو چیز مردود ہو اُس میں حُسن کہاں سے آسکتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔

| | |
|---|---|
| امابعد فان خیر الحدیث کتاب اللہ و خیر الھدیٰ۔ ھدی محمد وشر الامور محدثاتھا وکل بدعۃ ضلالۃ۔ | بعد حمد و صلوٰۃ پس بیشک بہتر بات کتاب اللہ ہے اور سب سے بہتر سیرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے۔ اور چیزوں میں سب سے بد تر نئی باتیں ہیں اور ہر نئی چیز گمراہی ہے۔ |

دُوسری جگہ آپؐ نے فرمایا:

| | |
|---|---|
| اوصیکم بتقوی اللہ والسمع والطاعۃ وان کان عبدا حبشیاً فانہ من یعش منکم بعدی فسیری اختلافاً کثیراً فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجد۔ وایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ۔ | اے لوگو میں تمہیں اللہ سے ڈرنے، اس کی بات سننے اور اس کی طاعت و فرمانبرداری کی تلقین کرتا ہوں۔ اگرچہ تمہارا حاکم حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا وہ عنقریب بہت اختلاف دیکھے گا تو تم میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔ اور اسے مضبوطی سے تھامو۔ اور اسے اپنی ڈاڑھوں سے سختی سے پکڑو۔ اور نئے نئے امور سے بچنا پس بیشک ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی و ضلالت ہے۔ |

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۶) نیز معمولات اہلسنت کے مطابق حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ اپنے پیرو مرشد کی مجلس عرس شریف میں شریک ہوتے تھے۔ حضرات القدس جلد دوم ص ۲۹ پر ہے کہ آپ بتقریب عرس حضرت خواجہ قدس سرہٗ دہلی تشریف لائے۔ آپ نے خود اپنے مکتوبات شریف کے دفتر اوّل جلد دوم ص ۲۳۳ میں فرمایا ہے۔

| | |
|---|---|
| در ایام عرس حضرت خواجہ جیو قدس سرہٗ بحضرت دہلی رسیدہ بخاطر داشت کہ در ملازمت علیہ نیز برسد دریں اثنا خبر کوچ منتشر گشت بضرورت توقف نمودہ۔ | حضرت خواجہ جیو قدس سرہٗ کے عرس مبارک کے ایام میں فقیر دہلی آیا۔ ارادہ تھا کہ حضرت (شیخ فرید) کی خدمت عالی میں بھی حاضر ہو۔ آنے کی تیاری میں تھا کہ آپ کے تشریف لے جانے کی خبر مشہور ہوگئی تو ارادہ ملتوی کرنا پڑا۔ |



Marfat.com

تو جب دین میں ہر نئی چیز بدعت ہے اور بدعت ضلالت و گمراہی ہے۔ تو بدعت میں اچھائی کے ہونے کے کیا معنی۔ نیز احادیث سے جو کچھ سمجھ میں آتا ہے یہ ہے کہ ہر بدعت رافع سنت ہے۔ لہٰذا بعض بدعات سے تخصیص کی کوئی گنجائش نہیں۔ پس ہر بدعت سیئہ ہی ہوگی۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

مَا اَحْدَثَ قَوْمٌ بِدْعَةً اِلَّا رُفِعَ مِثْلُهَا مِنَ السُّنَّةِ فَتَمَسُّكٌ بِسُنَّةٍ خَيْرٌ مِنْ اِحْدَاثِ بِدْعَةٍ۔

کوئی قوم بدعت جاری نہیں کرتی مگر اس کی مثل سنت اٹھالی جاتی ہے۔ تو سنت کو مضبوطی سے تھامنا بدعت جاری کرنے سے بہتر ہے۔

(مسند احمد)

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

مَا ابْتَدَعَ قَوْمٌ بِدْعَةً فِیْ دِیْنِهِمْ اِلَّا نَزَعَ اللّٰهُ مِنْ سُنَّتِهِمْ مِثْلَهَا ثُمَّ لَا يُعِيْدُهَا اِلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

کوئی قوم اپنے دین میں بدعت جاری نہیں کرتی مگر اللہ تعالےٰ اس کی مثل سُنتوں سے چھین لیتا ہے پھر قیامت تک وہ سنت انہیں واپس عطا نہیں کرتا۔

(دارمی شریف)

جاننا چاہیئے کہ بعض بدعات جنہیں علماء اور مشائخ بدعت حسنہ کہتے ہیں جب ان کا خوب مطالعہ کیا جائے۔ تو معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ بھی رافع سنت ہیں۔ مثلاً میت کے کفن میں عمامے کو انہوں نے بدعت حسنہ کہا ہے حالانکہ

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۷) (۶) فوت شدگان کی فاتحہ دلاتے تھے۔ اور ایصال ثواب کرتے تھے۔ مکتوبات شریف میں آپ کے اس عمل کی تصریح موجود ہے۔

(۷) مزارات بزرگان پر تشریف لے جاتے تھے اور قبر پڑے ہوئے اُچھاڑ کر تبرک جانتے تھے اور عقیدت کیساتھ قبول کرتے تھے۔

حضرات القدس جلد ۲ صفحہ ۶۹

(۸) حضرت امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تصور شیخ، استمداد اولیاء کرام کے قائل ہیں جیسا کہ مکتوبات شریف میں آپ نے جابجا ان مسائل کو وضاحت سے لکھا ہے۔ ان مختلف فیہ مسائل میں حضرت مجدد قدس سرہٗ کے مسلک و موقف کے متعلق پورے طور پر واقف ہونے کے لئے بندہ کی تالیف "مسلک امام ربانی" کا مطالعہ فرمائیں۔

علماء کرام کی مذکورہ تحقیقات اور حوالہ جات سے روز روشن کی طرح یہ بات واضح ہو گئی کہ حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ کا مسلک اہل سنت کے مسلک کے عین مطابق ہے اور مخالفین آپ کا مسلک غلط رنگ میں پیش کرتے ہیں۔ مترجم عفی عنہ



Marfat.com

یہ بدعت بھی رافع سنت ہے۔ کیونکہ اس سے کفن کے تین کپڑوں میں تین کے عدد کا نسخ ہے۔ اور نسخ عین رفع ہے یوں ہی مشائخ نے دستار کے شملے کو دائیں جانب چھوڑنے کو مستحسن کہا ہے۔ حالانکہ اس بارے میں سنت یہ ہے کہ پشت پر دونوں کاندھوں کے درمیان ہو۔ تو ظاہر ہے کہ یہ بدعت بھی رافع سنت ہے۔ نیز علماء نے جو نیت نماز میں کہا ہے کہ دل سے نیت کے باوجود زبان سے نیت کرنا بھی مستحسن ہے۔ حالانکہ زبان سے نیت کرنا حضور علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام سے نہ صحیح روایت سے ثابت ہے اور نہ ضعیف روایت سے اور نہ صحابہ کرام اور تابعین عظام سے یہ ثابت ہے کہ وہ زبان سے بھی نیت کرتے تھے۔ بلکہ دستور یہ تھا کہ جب اقامت ہوتی تھی تو ساتھ ہی وہ تکبیر تحریمہ کہتے تھے۔ تو زبان سے نیت کرنا بھی بدعت ہے۔ اور علماء نے اس بدعت کو بھی حسنہ کہا ہے۔ اور یہ فقیر جانتا ہے کہ یہ بدعت سنت تو کجا فرض کے خاتمے کا بھی باعث ہے۔ کیونکہ زبان سے نیت کے جائز ہونے کی صورت میں اکثر لوگ زبان سے نیت پر ہی کفایت کر بیٹھیں گے۔ اور دل کی غفلت کی کچھ پرواہ نہ کریں گے۔ پس اس ضمن میں نماز کے فرائض میں سے ایک فرض نیت قلبی بھی چھوٹ جاتی ہے۔ اور اس سے نماز ہی فاسد ہو جاتی ہے۔ یہی حال باقی بدعات اور محدثات کا ہے۔ کہ یہ سب کسی نہ کسی طرح سنت پر زیادتی ہے۔ اور زیادتی نسخ ہے اور نسخ رفع ہے۔ لہٰذا تم پر لازم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کی سنت کی متابعت کے ہی پابند رہو۔ اور آپ کے صحابہ کرام کی اقتدا پر ہی کفایت کرو۔ کیونکہ صحابہ کرام ہدایت کے ستارے ہیں۔ تم ان میں سے جس کی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ باقی رہا قیاس اور اجتہاد فقہی تو وہ بالکل بدعت نہیں بلکہ وہ نصوص کے معنی کو ظاہر و واضح کرتا ہے کسی نئی چیز یا زائد چیز کو ثابت نہیں کرتا۔ تو اے اصحاب بصیرت عبرت پکڑو۔ اور ہر متبع ہدایت اور حضرت مصطفےٰ علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات کی متابعت کی پابندی کرنے والے پر سلامتی کا نزول ہوتا رہے۔

# مکتوب نمبر ۱۸۷

خواجہ محمد اشرف کابلی کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں طریق رابطہ (تصور شیخ) مقصود تک پہنچانے والے راستوں میں سب سے زیادہ قریب ہے۔ اور اس بیان میں کہ رابطہ (تصور شیخ) مرید کے لئے ذکر الٰہی کرنے سے بھی زیادہ نافع ہے۔

جو مکتوب آپ نے دوستوں کو لکھا تھا، نظر پڑا اور تحریر شدہ حالات سے واقفیت ہوئی۔

جاننا چاہیئے کہ بناوٹ اور تکلف کے بغیر شیخ سے رابطے کا حصول پیر و مرید کے درمیان مناسبت تام کی نشانی



Marfat.com

ہے۔ جو افادے اور استفادے کا سبب ہے۔ اور کوئی راستہ بھی طریق رابطہ (تصور شیخ) سے زیادہ قریب نہیں۔ دیکھیں یہ دولت کس سعادتمند کو عطا کرتے ہیں۔ حضرت خواجہ احرار قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں ع سایۂ رہبر بہ است ذکرِ حق۔ رہبر کا سایہ ذکرِ حق کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔ زیادہ بہتر کہنا نفع کے اعتبار سے ہے۔ یعنی مرید کے لئے رہبر کا سایہ اس کے ذکرِ حق کرنے سے زیادہ نفع مند ہے۔ کیونکہ مرید کو اس وقت مذکور (یعنی اللہ جل وعلا) کے ساتھ کامل مناسبت حاصل نہیں ہوتی تاکہ براستہ ذکر اسے مکمل نفع حاصل ہو۔ والسلام اولاً و آخراً۔

# مکتوب نمبر ۱۸۸

خواجہ محمد صدیق بدخشی کی طرف صادر ہوا:

ان مسائل کے حل میں جو اس نے دریافت کئے تھے۔

میرے برادرِ عزیز کا مکتوب مرغوب موصول ہوا۔ آپ نے تین امور کے متعلق دریافت کیا ہے۔ اے محبت کے نشانات والے۔ مرتبہ قلب میں بعض لطائف کا پوشیدہ رہنا صرف ان لطائف پر ہی بند ہے جن کا قلب متضمن ہے وہ لطائف اس میں پوشیدہ نہیں ہیں جو قلب سے ماوراء ہیں۔ کیونکہ ان کے قلب میں پوشیدہ ہونے کے کچھ معنی نہیں دوسری بات یہ ہے کہ وہ شخص جس کی استعداد مرتبہ قلب یا روح تک ہے۔ پیرِ صاحب تصرف کا تصرف اسے مراتب فوق تک لے جاسکتا ہے۔ لیکن یہاں ایک باریک بات ہے کہ جو روبرو بات چیت سے تعلق رکھتی ہے۔ تحریراً اس کا بیان کرنا مشکل ہے۔ نیز ایک بات یہ ہے کہ جب ظاہر باطن کا رنگ اختیار کرے اور باطن ظاہر کے رنگ سے رنگین ہو جائے۔ تو کیا مشکل ہے کہ ظاہر کے احکام باطن میں اور باطن کے احکام ظاہر میں نمایاں اور پیدا ہو جائیں۔

والسلام

# مکتوب نمبر ۱۸۹

شرف الدین حسین بدخشی کی طرف صادر ہوا:

اس بیان میں کہ بے فائدہ تعلقات میں گرفتار ہونے کے باوجود فقراء کی یاد ان کے ساتھ شدید مناسبت اور تعلق کا اظہار کرتی ہے۔ اور کمینی دنیا پر فریفتہ نہیں ہونا چاہیے۔ اور باطنی سبق



Marfat.com

کہ تمام کاموں سے عزیز رکھنا چاہیئے۔ اور اس بیان میں کہ احکام شریعت سے سرتابی نہیں کرنی چاہیئے
بلکہ پورے احسان اور عجز وزاری سے انہیں قبول کرنا چاہیئے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

الحمد للہ رب العالمین والسلام علی سید المرسلین وآلہ الطاہرین اجمعین۔

عزیز وارشد فرزندار جمند۔ شرف الدین حسین کا مکتوب شریف موصول ہو کر موجب فرحت وتازگی ہوا۔ یہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ بے فائدہ گرفتاریوں اور مصروفیتوں کے باوجود فقراء دور دراز کار کی یاد ذہن سے محو نہیں ہوتی۔ اس یاد سے شدت مناسبت کا اظہار ہوتا ہے۔ اور یہی چیز افادہ اور استفادہ کا سبب ہے۔ بعض واقعات جو آپ نے درج کیے تھے۔ اچھے اور عمدہ ہیں اور باطنی ارتباط پر قوی دلیل ہیں۔

اے فرزند کمینی دنیا کی طراوت وتازگی پر فریفتہ نہ ہونا۔ اور اس کے بے معنی کروفر پہ عاشق نہ ہونا۔ کیونکہ یہ بے حقیقت اور بے اعتبار ہے۔ آج اگر یہ معنی ذہن میں نہیں آتا کل ضرور آ جائے گا۔ لیکن اس وقت کچھ فائدہ نہ ہوگا۔

گوشش از بار دُرگراں شدہ است      نشنود نالہ و فغانِ مرا

اس کے کان موتیوں کے زیور سے بھاری ہوئے ہوئے ہیں۔ اس لئے وہ میرے نالے اور فغان کو نہیں سنتے

چاہیئے کہ باطنی سبق کو خداوند تعالیٰ جل شانہٗ کی عظیم نعمتوں سے جانتے ہوئے اس کے تکرار پہ فریفتہ اور حریص رہیں۔ اور پانچ وقت کی نماز سستی اور کوتاہی کے بغیر باجماعت ادا کرتے رہیں۔ اور چالیس روپے میں سے اللہ کا احسان جانتے ہوئے فقراء اور مساکین کو دیں۔ اور حرام اور مشتبہ چیزوں سے اجتناب اور پرہیز کریں۔ اور مخلوقات پر مشفق اور مہربان رہیں۔ نجات اور رستگاری کا طریقہ یہی ہے۔ والسلام

# مکتوب نمبر ۱۹۰

میر محمد نعمان بدخشی کے بیٹوں میں سے ایک بیٹے کی طرف صادر ہوا:

ذکر الٰہی جل سلطانہٗ کے دوام پر ابھارنے اور بلند مرتبہ طریقہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم اور طرز وطریقہ ذکر اور دوسرے مناسب امور کے بیان میں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علٰے سید المرسلین وآلہ الطاہرین اجمعین۔

تو اس بات کو جان اور آگاہ رہ کہ تیری سعادت بلکہ تمام انسانوں کی سعادت اور سب کی فلاح ونجات



Marfat.com

اپنے مولیٰ جل سلطانہٗ کے ذکر میں ہے۔ جہاں تک ممکن ہوسکے تمام اوقات کو ذکر الٰہی جل شانہٗ میں مستغرق اور مصروف رکھنا چاہیئے۔ اور ایک لحظہ کے لئے بھی غفلت کو جائز نہیں سمجھنا چاہیئے۔ اللہ سبحانہٗ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ دوام ذکر طریقہ حضرات خواجگان (نقشبندیہ) قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم میں ابتداء میں ہی میسر آجاتا ہے۔ اور "نہایت ابتداء میں درج ہے" کے طریقہ پر حاصل ہوجاتا ہے۔ لہٰذا طالب کے لئے اس بلند مرتبہ طریقہ کو اختیار کرنا زیادہ بہتر اور مناسب ہے۔ بلکہ لازم و واجب ہے۔ پس تجھ پر لازم ہے کہ قبلہ توجہ کو ہر طرف سے ہٹا کر کلیۃً اس طریقہ علیہ کے بلند مرتبہ اکابر کی طرف کرے۔ اور ان کے باطن سے ہمت اور توجہ طلب کرے۔ ابتداء میں ذکر کرنے سے چارہ نہیں۔ چاہیئے کہ قلب صنوبری کی طرف متوجہ ہو۔ کیونکہ دل کے گوشت کا ٹکڑا قلب حقیقی کے لئے حجرے اور گھر کی مانند ہے۔ اور اسم مبارک "اللہ" کو اس قلب پر گزارے۔ اور اس وقت قصداً کسی عضو کو بھی حرکت نہ دے۔ کلیۃً قلب کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ جائے۔ اور خیال میں بھی قلب صنوبری کو جگہ نہ دے۔ اور اس طرف متوجہ نہ ہو۔ کیونکہ مقصود قلب کی طرف توجہ ہے۔ نہ کہ اس کی صورت کا تصور۔ اور لفظ مبارک اللہ کے معنی کو بے مثال اور بے کیف ملاحظہ کرے اور کسی صفت کو بھی اس کے ساتھ نہ ملائے اور اس کے حاضر و ناظر ہونے کو بھی لحاظ و خیال میں نہ لائے۔ تاکہ حضرت ذات تعالیٰ و تقدس کی بلندی سے صفات کی پستی کی طرف نہ آئے۔ اور اس سے شہود وحدت کثرت میں نہ پڑے۔ اور بے کیف ذات کی گرفتاری سے چون اور کیف والی شے کیساتھ آرام نہ پکڑے۔ کیونکہ جو..... چون اور کیفیت رکھنے والی شے میں نمایاں ہوگا وہ بے کیف نہیں ہوسکتا۔ اور جو کچھ کثرت میں نمودار ہوتا ہے۔ واحدِ حقیقی نہیں ہوسکتا۔ بے چون ذات کو چون کے دائرہ سے باہر تلاش کرنا چاہیئے۔ بسیط حقیقی کو احاطہ کثرت سے باہر طلب کرنا چاہیئے۔

اور اگر بوقت ذکر الٰہی بے تکلف پیر کی صورت ظاہر ہو تو اسے بھی دل میں لے جائے۔ اور دل میں بٹھا کر ذکر کرے۔

تم جانتے ہو پیر کیسی ہستی ہے۔ پیر وہ ذات ہے کہ جناب قدس خداوندی جل شانہٗ تک پہنچنے کے راستے

---

لہ معلوم ہوا کہ تصورِ شیخ جائز اور درست ہے۔ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ اس کے قائل ہیں۔ لیکن جن حضرات کو ہر چیز میں شرک ہی نظر آتا ہے۔ وہ اسے بھی شرک ہی کہتے ہیں۔ چنانچہ مولوی اسماعیل دہلوی مصنف تقویۃ الایمان کے پیر سید احمد صاحب رائے بریلوی نے شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی قدس سرہٗ کو کہا تھا کہ تصورِ شیخ صریح شرک ہے۔ ملاحظہ ہو سید احمد شہید مؤلفہ غلام رسول مہر۔



Marfat.com

میں اس سے استفادہ کرتے ہو۔ اور اس سے اس راہ میں طرح طرح کی مدد و اعانت[1] حاصل کرتے ہو۔ خاں کلاہ اور چادر اور شجرہ جو مروج ہو چکا ہے پیری مریدی کی حقیقت سے خارج ہے۔ اور عادات و رسوم میں داخل ہے۔ ہاں یہ بات درست ہے کہ شیخ کامل مکمل کا کرتا بطور تبرک[2] اپنے پاس رکھے۔ اور اس کے ساتھ اعتقاد و اخلاص سے زندگی گزارے۔ شیخ کے کرتے کو پاس رکھنے میں ثمرات و نتائج کا قوی احتمال ہے۔

تمہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ خوابیں اور واقعات اعتماد و اعتبار کے لائق نہیں۔ کوئی شخص اگر اپنے آپ کو خواب یا واقعہ میں بادشاہ یا قطب وقت دیکھے تو حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ ہاں خواب اور واقعہ سے باہر عالم حقیقت اور نفس الامر میں اگر بادشاہ یا قطب بن جائے تو ماننے کے لائق ہے۔ لہذا بیداری میں اگر احوال و مواجید ظاہر ہوں تو ان پر اعتماد کی گنجائش ہے ورنہ نہیں۔ اور تم جانتے ہو کہ ذکر کا نفع اور اس پر آثار و نتائج کا مرتب ہونا شریعت کی بجا آوری سے وابستہ ہے۔ اس لئے فرائض اور سنتوں کی ادائیگی اور حرام اور مشتبہ چیزوں سے اجتناب میں پوری احتیاط کرنی چاہیئے۔ اور چھوٹی بڑی بات میں علماء کی طرف رجوع کرنا چاہیئے اور ان کے فتویٰ کے تقاضا کے مطابق زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ والسلام

# مکتوب نمبر ۱۹۱

**خانخاناں کی طرف لکھا گیا:**

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کی ترغیب اور اس بیان میں کہ تکالیف شرعیہ میں آسانی اور سہولت کی پوری رعایت کی گئی ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں اس راستے کی ہدایت دی اور ہمیں ہدایت نصیب نہیں ہو سکتی تھی اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ دیتا۔ بیشک ہمارے رب تعالیٰ کے رسول حق کے ساتھ

---

[1] اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العالی پیر و مرشد سے مدد و اعانت حاصل کرنے کے قائل و معتقد ہیں۔ اور یہ چیز شرک و بدعت نہیں۔

[2] معلوم ہوا کہ حضرت شیخ مجدد رضی اللہ عنہ بزرگوں کے تبرکات کے بھی قائل و معتقد ہیں۔ جیسا کہ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے۔



Marfat.com

تشریف لائے۔

سعادت ابدی اور نجات سرمدی انبیاء کرام کی (اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور اس کی سلامتی ان سب پر عموماً اور ان سب سے افضل پر خصوصاً نازل ہوتی رہیں۔ کی متابعت کے ساتھ وابستہ ہے۔ فرضاً اگر ہزار سال بھی عبادت کی جائے۔ اور ریاضت شاقہ اور مجاہدات شدیدہ کو بروئے کار لایا جائے تو بھی اگر ان بزرگوں (انبیاء کرام) کی متابعت کے نور سے منور اور روشن نہ ہوں بارگاہِ ایزدی میں ان کی ایک جَو برابر قیمت نہیں۔ اور دوپہر کے سونے کے ساتھ جو سراسر غفلت اور بے کاری ہے لیکن ان بزرگوں (انبیاء کرام) کے حکم کے مطابق ہو وہ مجاہدات اس نیند کے برابر نہیں ہیں۔ بلکہ یہ مجاہدات چٹیل اور خالی میدان کی طرح بے فائدہ سمجھے جائیں گے۔ یہ خداوند جل شانہٗ کی کمال مہربانی ہے کہ تمام شرعی تکالیف اور دینی امور میں نہایت ہی آسانی اور سہولت کو مدنظر رکھا گیا ہے۔

مثلاً رات دن کے آٹھ پہر میں صرف سترہ رکعت (فرض) نماز ادا کرنے کی تکلیف دی گئی ہے۔ اور ان کے ادا کرنے میں سارا ایک گھنٹہ بھی صرف نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں نماز میں قرأت جس قدر میسّر آسکے اسی پر کفایت کی اجازت دی گئی ہے۔ اور اگر قیام مشکل ہو تو بیٹھ کر ادا کرنے کی اجازت ہے۔ اور اگر بیٹھ کر ادا کرنا مشکل ہو تو لیٹ کر ادا کرنے کی اجازت ہے۔ اور جب رکوع و سجود مشکل ہوا شارے سے ادا کرنے کا حکم ہے۔ اور وضو میں اگر پانی استعمال کرنے پر قدرت نہ ہو تو تیمم کو اس کی جگہ مقرر کیا ہے۔ اور زکوٰۃ میں چالیس حصّوں میں سے صرف ایک حِصّہ فقراء و مساکین کے لئے مقرر فرمایا گیا ہے۔ اور اسے بھی بڑھنے والے مالوں اور چرنے والے مویشیوں پر منحصر کیا ہے۔ اور تمام عمر میں صرف ایک حج فرض کیا ہے۔ اور اس کے لئے بھی راستے کے خرچ، سواری اور راستے میں خطرہ نہ ہونے کے ساتھ مشروط فرمایا ہے۔ اور دائرہ مباح کو وسیع اور کشادہ کر دیا ہے۔ چار آزاد عورتیں نکاح کے ساتھ اور زر خرید لونڈیں جس قدر چاہیں مباح فرمائی ہیں۔ اور طلاق کو نکاح کی تبدیلی کا ذریعہ بنایا گیا ہے۔ اور کھانے پینے اور پہننے کی چیزوں میں زیادہ مباح اور کم حرام کی ہیں وہ بھی بندوں کی بہتری اور ان کے فائدے کی خاطر۔

مثلاً ایک بدمزہ ضرر و نقصان سے لبریز شراب کو حرام کیا ہے۔ اور اس کے عوض بے شمار فائدے مند اور خوش ذائقہ اور خوشبودار شربتوں کو جائز اور مباح فرمایا ہے۔ عرق لونگ اور عرق دار چینی میں ان کے خوش مزہ اور خوشبودار ہونے کے باوجود اس قدر فائدے اور منافع ہیں جو بیان میں نہیں آسکتے۔ کڑوی، بدمزہ بدبو بدخو ہوش و حواس کھونے والی اور پُر خطر (شراب) کو خوشبودار اور خوشگوار چیز سے کیا نسبت ہو سکتی ہے۔ ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ اس کے علاوہ ان دونوں میں حلال و حرام کے اعتبار سے جو فرق ہے وہ الگ ہے اور وہ فرق و تمیز جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور نارضامندی کی وجہ سے ہے الگ ہے۔



Marfat.com

یوں ہی اگر بعض ریشمی کپڑوں کو حرام کیا ہے تو کیا ڈر ہے۔ جبکہ کئی طرح کے قیمتی اور دیدہ زیب کپڑے ان کے عوض حلال کر دیئے ہیں۔ اور پشمینہ اور صوف کا لباس جو عام طور پہ مباح ہے۔ ریشمی لباس سے کئی درجے بہتر ہے۔ پھر ریشمی لباس بھی صرف مردوں کے لئے حرام ہے عورتوں کے لئے حلال اور جائز ہے۔ اور اس کے منافع بھی مردوں کو ہی پہنچتے ہیں۔ اور یہی سونے چاندی کا حال ہے۔ کہ ان سے عورتوں کے زیورات درحقیقت مردوں ہی کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ اگر کوئی بے انصاف اس آسانی اور سہولت کے باوجود اسلام پہ چلنا مشکل اور دشوار جانے تو مرض قلبی میں مبتلا اور باطنی بیماری میں گرفتار ہے۔ بہت سے کام ایسے ہیں جنکا کرنا تندرست لوگوں کے لئے آسان ہوتا ہے۔ لیکن کمزور لوگوں کے لئے ان کی انجام دہی نہایت ہی مشکل ہوتی ہے۔ اور مرض قلبی سے مراد آسمان سے نازل شدہ خدا تعالیٰ کے احکام پہ دل یقین کا نہ ہونا ہے۔ ایسے لوگوں کو اس وقت جو تصدیق حاصل ہے وہ صرف صورت تصدیق ہے۔ نہ کہ حقیقت تصدیق۔ حقیقت تصدیق کے حصول کی علامت احکام الٰہیہ کی بجا آوری میں آسانی کا پایا جانا ہے۔ ورنہ بے فائدہ رنج اٹھانے کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ۔[1]

مشرکوں پر وہ بات بھاری ہے جس کی طرف تو ان کو بلاتا ہے۔ اللہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے برگزیدہ کرتا ہے۔ اور اپنی طرف اسے ہی ہدایت دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔

ہر متبع ہدایت اور مصطفٰے علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات اتمہا واکملہا کی متابعت کی پابندی کرنے والے پر سلامتی کا نزول ہوتا رہے۔

# مکتوب نمبر ۱۹۲

شیخ بدیع الدین سہارنپوری کی طرف صادر فرمایا :

میرے عزیز اور رشد و ہدایت والے بھائی نے استفسار کیا تھا کہ " گیارہویں عرضداشت میں جو حضرت خواجہ ربانی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف لکھی گئی تھی واقع ہوا ہے کہ ایک رنگین مقام میں راس فقیر کا گزر ہوا

[1] پارہ الیہ یرد سورۃ شوریٰ ۱۲



Marfat.com

جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقام سے بلند تر ہے" اس کلام کے کیا معنی ہیں؟ اللہ تعالیٰ تجھے رشد و ہدایت عطا کرے تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ عبارت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر فضیلت کو مستلزم نہیں۔ خاص کر جب کہ لفظ "ہم" بھی موجود ہے جس کے معنی "بھی" کے ہیں (جس سے صرف ایک طرح کی شرکت ظاہر ہوتی ہے) اور اگر تسلیم بھی کرلیں کہ یہ عبارت فضیلت کو مستلزم ہے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ یہ کلمات اور اس طرح کے دوسرے کلمات جو اس عرضداشت میں واقع ہوئے ہیں، ان واقعات میں سے ہیں جو اپنے پیر و مرشد کی طرف تحریر کئے گئے ہیں۔ اور اس گروہ صوفیہ میں یہ بات طے شدہ ہے کہ واقعات میں سے جو کچھ پیش آئے صحیح ہو یا غیر صحیح بے تکلف اپنے پیر کے سامنے ظاہر کرتے ہیں۔ کیونکہ غیر صحیح میں بھی تاویل و تعبیر کا احتمال ہے۔ لہٰذا ان کے اظہار سے چارہ نہیں اور جس بات کو ہم بیان کر رہے ہیں اس میں اپنے معنی کے لحاظ سے کچھ خرابی نہیں۔

علماء کرام نے اس کا ایک اور حل بھی تجویز کیا ہے۔ کہ جزئیات میں سے ایک جزئی میں غیر نبی کو اگر نبی پر فضیلت لازم آجائے تو کچھ حرج نہیں۔ بلکہ ایسی فضیلت کا وقوع بھی ہو چکا ہے۔ جیسا کہ شہداء کے بارے میں وہ فضیلت کی باتیں وارد ہو چکی ہیں جو انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کے متعلق وارد نہیں۔ اس کے باوجود فضل کلی نبی کی ذات کے لئے ہی ہے۔ علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات۔ لہٰذا ایسی صورت میں غیر نبی کو اس جزئی کے کمالات میں سیر واقع ہو اور اپنے آپ کو اس مقام بلند تر پائے تو اس کی گنجائش ہے۔ اگرچہ وہ مقام بھی اسے نبی کی متابعت سے ہی نصیب ہوا ہے۔ اور نبی کے لئے بھی مطابق حدیث۔

| | |
|---|---|
| مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا۔ | جو شخص نیک طریقہ جاری کرے۔ تو اس کے جاری کرنے اور جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے سب کا ثواب اسے ملے گا۔ |

مکمل حصہ ملتا ہے۔ تو جب غیر نبی کو نبی پر فضیلت جزئی جائز ہے۔ تو غیر نبی پر بطریق اولیٰ فضیلت جزئی ثابت

---

لہ چنانچہ مکتوبات ۱۱ کی عبارت جس میں یہ مضمون واقع ہوا ہے۔ یوں ہے۔ "خود را ہم بانعکاس آن مقام رنگین و منقش یافت" یعنی میں نے اپنے آپ کو بھی اس مقام کے پَرتَو سے رنگین اور منقش پایا۔ اور ہم کے لفظ سے صرف ایک طرح کی شرکت مفہوم ہوتی ہے۔ اس سے تو مساوات بھی ثابت نہیں ہوتی چہ جائیکہ ان الفاظ سے فضیلت ثابت کی جائے باقی معاند کے عناد کا کچھ علاج نہیں۔ ۱۲

سہ کیونکہ واقعات اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں عرض کرنے سے قبل نہ تو ظاہر پر مبنی ہوتے ہیں اور صحت کو مستلزم ہوتے ہیں بلکہ بین بین ہوتے ہیں۔ سہ افضلیت کا مدار فضیلت کلی پر ہے۔ نہ کہ فضیلت جزئی پر۔



Marfat.com

ہو سکتی ہے۔ لہذا ہمارے اس کلام میں بالکل کوئی اشکال نہیں۔ والسلام

# مکتوب نمبر ۱۹۳

فرقہ اہل سنت وجماعت کی راؤں کے موافق عقاید کو درست کرنے اور احکام فقہیہ یعنی حلال وحرام وفرض وواجب وسنت ومندوب ومکروہ جن کا علم فقہ ذمہ دار ہے اکے سیکھنے کی ترغیب میں۔ اور اسلام کی غربت اور اُس کی تائید وترقی کے لیے برانگیختہ کرنے کے بیان میں سیادت پناہ شیخ فرید کی طرف لکھا ہے:۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰہُ تَعَالٰی نَاصِرُکُمْ وَمُعِیْنُکُمْ عَلٰی کُلِّ مَا یَعِیْبُکُمْ وَیَشِیْنُکُمْ حق تعالےٰ اُس چیز پر جو آپ کو عیب دار اور داغ دار کرے آپ کا مددگار اور معاون رہے۔

ارباب تکلیف پر پہلے نہایت ضروری ہے کہ علمائے اہل سنت وجماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کی راؤں کے موافق اپنے عقاید کو درست کریں۔ کیونکہ عاقبت کی نجات انہی بزرگواروں کی بے خطا راؤں کی تابعداری پر موقوف ہے۔ اور فرقہ ناجیہ بھی یہی لوگ اور ان کے تابعدار حضرات ہیں۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے طریق پر ہیں۔ اور ان علوم سے جو کتاب وسنت سے حاصل ہوئے ہیں وہی معتبر ہیں جو ان بزرگواروں نے کتاب وسنت سے اخذ کئے ہیں اور سمجھے ہیں۔ کیونکہ ہر بدعتی وگمراہ بھی اپنے فاسد عقاید کو اپنے خیال فاسد میں کتاب وسنت ہی سے اخذ کرتا ہے۔ پس ان کے اخذ کردہ معانی میں سے کسی معنی پر اعتبار نہ کرنا چاہیئے[1]۔ اور ان عقاید حقہ کی درستی کے لئے امام اجل تورپشتی کا رسالہ بہت مناسب اور عام فہم ہے۔ اپنی مجلس شریف میں اس کا ذکر کرتے رہا کریں۔ لیکن رسالہ مذکورہ چونکہ استدلال پر مشتمل ہے اور اس میں طول وبسط بہت ہے۔ اس لئے کوئی ایسا رسالہ جو صرف مسائل ہی کو شامل ہو۔ بہتر اور مناسب ہے۔ اسی اثناء میں فقیر کے دل میں گذرا کہ اس بارہ میں ایک ایسا رسالہ لکھے جو اہل سنت وجماعت کے عقائد پر مشتمل ہو۔ اور سہل ماخذ ہو۔ اگر ہو سکا تو جلدی ہی لکھ کر خدمت میں بھیجا جاوے گا۔

---

[1] معلوم ہوا کہ قرآن وحدیث کے صرف معنی قابل اعتبار ہیں جو علمائے اہل سنت اور بزرگان دین نے بیان کئے ہیں۔ یہ ایسا ضابطہ ہے کہ اسے اختیار کرنے سے انسان گمراہ فرقوں کے اثر سے محفوظ رہتا ہے۔



Marfat.com

ان عقائد کے درست کرنے کے بعد حلال و حرام و فرض و واجب و سنت و مندوب و مکروہ جن کا علم فقہ متکفل ہے، ان کا سیکھنا اور اس علم کے مطابق عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ بعض طالبوں کو فرمائیں کہ فقہ کی کتاب جو فارسی عبارت میں ہو۔ جیسے مجموعہ خوانی اور عمدۃ الاسلام مجلس میں پڑھتے رہا کریں۔ اور اگر نعوذ باللہ ضروری اعتقادی مسئلوں میں سے کسی مسئلہ میں خلل پڑ گیا۔ تو نجات آخرت کی دولت سے محروم ہوگیا۔ اور اگر عملیات میں سستی واقع ہو جائے تو ہو سکتا ہے کہ توبہ ہی سے معاف کر دیں۔ اور اگر مواخذہ بھی کریں گے تو پھر بھی نجات تو ہو ہی جائے گی۔ تو عمدہ کام عقائد کا درست کرنا ہے۔

حضرت خواجہ احرار قدس سرہ سے منقول ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر تمام احوال و مواجید کو ہمیں دیدیں اور ہماری حقیقت کو اہل سنت و جماعت کے عقائد کے ساتھ آراستہ نہ کریں تو سوائے خرابی کے ہم کچھ نہیں جانتے۔ اور اگر تمام خرابیوں کو ہم پر جمع کر دیں۔ لیکن ہماری حقیقت کو اہل سنت و جماعت کے عقائد سے نواز دیں۔ تو پھر کچھ خوف نہیں۔

ثَبَّتَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَاِیَّاکُمْ عَلٰی طَرِیْقَتِہِمُ الْمَرْضِیَّۃِ بِحُرْمَۃِ سَیِّدِ الْبَشَرِ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُھَا وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُھَا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو سید البشر علیہ وآلہ الصلوات والسلام کی طفیل طریقہ پسندیدہ پر ثابت قدم رکھے۔

ایک درویش لاہور کی طرف سے آیا ہوا تھا۔ اس نے بیان کیا کہ شیخ جیو پرانی منڈی کی جامع مسجد میں نماز جمعہ کے لئے حاضر ہوئے تھے۔ اور میاں رفیع الدین نے ان کی التفات کے اظہار کے بعد کہا کہ نواب شیخ جیو نے اپنی حویلی میں جامع مسجد بنائی ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ حق تعالیٰ ان کو زیادہ توفیق عنایت فرمائے۔ مخلصوں اور یاروں کی اس قسم کی باتیں سن کر بہت ہی خوشی حاصل ہوتی ہے۔

میرے سیادت پناہ مکرم! آج اسلام بہت غریب ہو رہا ہے۔ آج اس کی تقویت میں ایک جیتل کا صرف کرنا کروڑہا روپیوں کے بدلے قبول کرتے ہیں۔ دیکھیں کون سے بہادر کو اس دولت عظمیٰ سے مشرف فرماتے ہیں۔ دین کی ترقی اور مذہب کی تقویت ہر وقت خواہ کسی سے وقوع میں آئے بہتر اور زیبا ہے۔ لیکن اس وقت میں کہ اسلام غریب ہوتا جاتا ہے۔ اہل بیت کے آپ جیسے جوانمردوں سے نہایت ہی زیبا اور خوب ہے۔ کیونکہ یہ دولت آپ جیسے بزرگوں کے خاندان کی خانہ زاد ہے۔ اس کا تعلق آپ سے ذاتی ہے اور دوسروں سے عارضی۔ حقیقت میں نبی علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کی وراثت اسی عظیم القدر امر کے حاصل کرنے میں ہے۔ حضرت پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم ایسے زمانہ میں موجود ہوئے ہو کہ اگر اوامر و نواہی میں سے دسویں حصہ کو ترک کرو تو ہلاک ہو جاؤ۔ اور تمہارے بعد ایسے لوگ آئیں گے کہ اگر



Marfat.com

اوامر و نواہی میں سے دوسرے حصّہ کو بجا لائیں گے۔ اب یہ وہی وقت ہے اور یہ لوگ وہی ہیں ؎

گوئے توفیق و سعادت درمیاں افگندہ اند　　　کس بمیداں در نمے آید سواراں را چہ شد

ترجمہ:۔ توفیق و سعادت کا گیند میدان میں پڑا ہے سواروں کو کیا ہو گیا ہے کہ اسے اٹھانے کے لیے کوئی آگے نہیں بڑھتا۔

کافر لعین گوبند اور اس کی اولاد کا مارا جانا بہت خوب ہوا۔ اور ہنود مردود کی بڑی شکست کا باعث ہوا۔ خواہ کسی نیت سے اُس کو قتل کیا ہو۔ اور خواہ کسی غرض سے اُس کو ہلاک کیا ہو۔ بہر حال اس میں کفار کی خواری اور اہل اسلام کی ترقی ہے۔

اس فقیر نے اس کافر کے قتل ہونے سے پہلے خواب میں دیکھا تھا کہ بادشاہ وقت نے شرک کے سر کی کھوپڑی کو توڑا ہے۔ واقعی وہ بہت بُت پرست اہلِ شرک کا رئیس اور اہل کفر کا امام تھا۔ خَذَلَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی اللہ تعالیٰ اُنہیں خوار کرے۔

اور دین و دنیا کے سردار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی بعض دعاؤں میں اہل شرک کو اس عبارت میں لعنت و نفرین فرمائی ہے:۔

اَللّٰهُمَّ شَتِّتْ شَمْلَهُمْ وَفَرِّقْ جَمْعَهُمْ وَخَرِّبْ بُنْيَانَهُمْ وَخُذْهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ

یا اللہ تو ان کی جمعیت کو پراگندہ کر اور ان کی جماعت میں تفرقہ ڈال اور ان کے گھروں کو ویران کر اور ان کو ایسا پکڑ جیسے غالب طاقتور پکڑتا ہے۔

اسلام اور اہلِ اسلام کی عزت، کفر اور اہل کفر کی خواری میں ہے۔ جزیہ سے مقصود کفار کی خواری اور اُن کی اہانت ہے۔ جس قدر اہلِ کفر کی عزت ہو، اسی قدر اسلام کی ذلّت ہے۔ اس سررشتہ کو اچھی طرح نگاہ رکھنا چاہیئے۔ اکثر لوگوں نے اس سررشتہ کو گم کر دیا ہے۔ اور بدبختی سے دین کو برباد کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يَآ اَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ اے نبی کفار اور منافقین سے جہاد کر اور ان کے ساتھ سختی سے معاملہ کر۔

کفار کے ساتھ جہاد کرنا اور ان پر سختی کرنا دین کی ضروریات میں سے ہے۔ کفر کی باقی رسمیں جو پہلے زمانہ میں پیدا نہ ہوئی تھیں۔ اس وقت کہ بادشاہ اسلام کو اہلِ کفر کے ساتھ وہ توجہ نہیں رہی۔ مسلمانوں کے دل اس سے بہت پشیمان ہیں۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ بادشاہ اسلام کو ان بدمذہبوں کی رسموں کی بُرائی سے مطلع کریں۔ اور ان کے دُور کرنے میں کوشش کریں۔ شاید بادشاہ کو ان بقایا رسوم کی برائی کا علم نہ ہو۔ اور اگر وقت کے لحاظ سے مناسب سمجھیں تو بعض علمائے اہل اسلام کو اطلاع دیں تاکہ وہ آ کر اہل کفر کی برائی ظاہر کریں۔ کیونکہ احکام شرعی کی تبلیغ کے لیے خوارق و کرامات کا اظہار کرنا کچھ درکار نہیں۔ قیامت کے دن کوئی عذر نہ سنیں گے کہ تصرف کے بغیر احکام



Marfat.com

کے بغیر احکام شرعی کی تبلیغ نہیں کی

انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام جو بہترین موجودات سے ہیں جب احکام شرعی کی تبلیغ کرتے تھے۔ اور امت کے لوگ معجزہ طلب کرتے تھے۔ تو فرماتے تھے کہ معجزات خدا کی طرف سے ہیں۔ ہم پر احکام کا پہنچانا ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ اس وقت شاید حق تعالیٰ ایسا امر ظاہر کر دے جو ان لوگوں کے حق ہونے کے اعتقاد کا باعث ہو جائے۔ بہر حال مسائل شرعیہ کی حقیقت سے اطلاع دینا ضروری ہے۔ جب تک یہ واقع نہ ہو۔ اس امر کی ذمہ داری علما اور بادشاہ کی بارگاہ کے مقرب لوگوں پر ہے۔ یہ کس قدر بڑی سعادت ہے کہ اس گفتگو میں کسی جماعت کو تکلیف پہنچے۔

انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام نے احکام کی تبلیغ میں کونسی تکلیفیں ہیں جو برداشت نہیں کیں۔ اور کیسی کیسی مصیبتیں ہیں جو ان کے پیش نہیں آئیں۔

انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام میں بہتر و مہتر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ مَا اُوْذِیَ نَبِیٌّ مِثْلَ مَا اُوْذِیْتُ کسی نبی کو ایسی ایذا نہیں پہنچی جیسی کہ مجھے ایذا پہنچی ہے ؎

عمر بگذشت و حدیث عشق ما آخر نہ شد   شب بآخر شد کنوں کوتاہ کنم افسانہ را

ترجمہ: عمر گزر گئی لیکن ہمارے عشق کی داستان ختم نہ ہوئی۔ رات گزر گئی اس لئے میں افسانے کو مختصر کرتا ہوں

# مکتوب نمبر ۱۹۴

ملت کی ترقی اور دین کی تائید کی ترغیب میں اور اس سے متعلق بیان میں صدر جہاں کی طرف لکھا:

سَلَّمَکُمُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَعَافَاکُمْ حق تعالیٰ آپ کو سلامت و عافیت سے رکھے۔ احکام شرعیہ کے جاری ہونے اور مذہب مصطفوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے دشمنوں کی خواری کی باتیں سن کر ماتم زدہ مسلمانوں کے دل کو خوشی اور روح کو تازگی حاصل ہوئی۔ اس بات پر اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے۔ اور اللہ مالک قدیر سے سوال ہے کہ اپنے نبی بشیر و نذیر علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کی طفیل اس بڑے کام میں ترقی بخشے مجھے یقین ہے کہ اسلام کے مقتدا یعنی سادات عظام اور علمائے کرام خلوت و جلوت میں اس دین متین کی ترقی اور اس صراط مستقیم کی تکمیل کے درپے ہوں گے۔ بھلا کوئی بے سروسامان اس بارہ میں کیا دم مارے۔ آپ نے سنا ہوگا کہ بادشاہ اسلام اسلامی استعداد کی خوبی سے علماء کا خواہاں ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

آپ کو معلوم ہے کہ زمانہ سابق میں جو فساد پیدا ہوا تھا۔ وہ علماء کی ہی کم بختی سے ظہور میں آیا تھا۔ اس بارہ میں



Marfat.com

اُمید ہے کہ پورا پورا تتبع مدنظر رکھ کر علمائے دیندار کے انتخاب کرنے میں پیش دستی کریں گے۔ علمائے بد دین کے چور ہیں۔ ان کا مقصود ہمہ تن یہ ہے کہ خلق کے نزدیک مرتبہ و ریاست و بزرگی حاصل ہو جائے۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ فِتْنَتِہِمْ۔ اللہ تعالیٰ ان کے فتنہ سے بچائے۔ ہاں ان میں سے جو بہتر ہیں۔ وہ سب خلقت سے اچھے ہیں کل قیامت کے دن ان کی سیاہی کو فی سبیل اللہ شہیدوں کے خون کے ساتھ تولیں گے۔ اور ان کی سیاہی کا پلہ بھاری ہو جائے گا۔ شَرُّ النَّاسِ شَرُّ الْعُلَمَاءِ وَخَیْرُ النَّاسِ خَیْرُ الْعُلَمَاءِ۔ سب لوگوں میں سے بُرے بُرے عالم ہیں۔ اور سب خلقت سے اچھے اچھے عالم ہیں۔

دُوسری التماس یہ ہے کہ بعض نیتیں آمادہ کرتی ہیں کہ اپنے آپ کو لشکر میں پہنچائے۔ لیکن ماہ مبارک رمضان کے نزدیک آنے کے باعث حضرت دہلی میں ٹھہرنے کا اتفاق ہو گیا ہے۔ انشاء اللہ اس مبارک مہینے کے گزرنے کے بعد ان عزیزوں کی خدمت میں حاضر ہو جائے گا۔ والسلام۔

# مکتوب نمبر ۱۹۵

شریعت کی ترقی پر ترغیب دینے اور اسلام اور اہلِ اسلام کی کمزوری پر افسوس ظاہر کرنے کے بیان میں

صدر جہاں کی طرف صادر فرمایا:

سَلَّمَکُمُ اللّٰہُ وَ اَبْقَاکُمْ حق تعالیٰ آپ کو سلامت اور باقی رکھے۔ بادشاہوں کا احسان چونکہ تمام خلقت پر ہے اس لئے مخلوقات کے دل اس مضمون کے موافق کہ جُبِلَتِ الْخَلَائِقُ عَلٰی حُبِّ مَنْ اَحْسَنَ اِلَیْہِمْ مخلوقات اپنے محسن کی محبت پر پیدا کی گئی ہے۔ اپنے محسنوں کی طرف مائل ہے۔ پس بادشاہوں کا جس قدر احسان عام لوگوں پر ہوتا ہے۔ اس ارتباط اور تعلق کے باعث اتنا ہی بادشاہوں کے نیک اور برے اخلاق اور برے اور بھلے عادات لوگوں میں اثر کرتے جاتے ہیں۔ اسی بنا پر کہا جاتا ہے کہ اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِہِمْ لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہیں۔ گذشتہ زمانہ کے حالات اس بات کے مصداق ہیں۔

اب جب کہ سلطنتوں میں انقلاب آ گیا ہے۔ اور دشمنی اور فساد نے اہلِ مذہب کو بگاڑ دیا ہے۔ اسلام کے پیشواؤں یعنی بڑے وزیروں اور امیروں اور بزرگ عالموں پر لازم ہے کہ اپنی تمام ہمت کو روشن شریعت کی ترقی میں لگائیں۔ اور سب سے اوّل اسلام کے گرے ہوئے ارکان کو قائم کریں۔ کیونکہ تاخیر میں خیریت ظاہر نہیں ہوتی۔ اور غریبوں کے دل اس تاخیر سے نہایت بے قرار ہیں۔ گذشتہ زمانہ کی سختیاں ابھی تک مسلمانوں کے دلوں میں برقرار ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ ان کا تدارک نہ ہو سکے اور اسلام کی غربت اس سے بھی زیادہ ہو جائے۔ جب



Marfat.com

پادشاہ سنتِ سنیہ مصطفیٰ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی ترقی میں سرگرم نہ ہوں اور پادشاہ کے مقرب بھی اس بارہ میں اپنے آپ کو الگ رکھیں۔ اور چند روزہ زندگانی کو عزیز سمجھیں تو پھر اہل اسلام بیچاروں پر زمانہ بہت ہی تنگ ہو جائے گا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎

آنچہ از من گم شدہ گر از سلیماں گم شدے ہم سلیماں ہم پری ہم اہرمن بگریستے

ترجمہ: جو چیز مجھ سے گم ہوئی ہے وہ اگر سلیمان سے بھی گم ہو جاتی۔ تو سلیمان اور پریاں اور جن سب روتے۔

؎ صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبُ لَوْ اَنَّھَا صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیَا

ترجمہ: مجھ پر ایسے مصائب ٹوٹے ہیں کہ اگر وہ مصائب دنوں پر ٹوٹتے تو وہ دن راتوں میں تبدیل ہو جاتے۔

اسلامی نشانوں میں سے ایک نشان اسلامی شہروں میں قاضیوں کا مقرر کرنا ہے۔ جو گذشتہ زمانہ میں محو ہو گیا تھا۔ سرہند میں جو اہل اسلام کے بڑے شہروں میں سے ہے کئی سال سے کوئی قاضی نہیں۔

حامل رقیمہ ہذا قاضی یوسف کے باپ دادا جب سے سرہند آباد ہوتے ہیں۔ قاضی ہوتے چلے آئے ہیں۔ چنانچہ پادشاہوں کے بہت اسناد ان کے پاس ہیں۔ اور صلاح و تقویٰ سے بھی آراستہ ہے۔ اگر بہتر سمجھیں تو اس عظیم الشان کام کو اس کے حوالہ فرمائیں۔

ثَبَّتَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی وَ اِیَّاکُمْ عَلٰی جَادَّۃِ الشَّرِیْعَۃِ الْحَقَّۃِ عَلٰی مَصْدَرِھَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّۃُ۔ اللہ تعالےٰ ہم کو اور آپ کو شریعت حقہ علےٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے سیدھے راستے پر ثابت قدم رکھے۔

# مکتوب نمبر ۱۹۶

منصور عرب کے نام صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ وہ راستہ جس کو ہم طے کرنے کے درپے ہیں۔ سب سات قدم ہے۔ اور ہر قدم پر سالک اپنے آپ سے دُور اور حق سبحانہٗ کے نزدیک ہوتا جاتا ہے۔

آپ کا مرحمت نامہ بڑے نیک وقت میں پہنچا۔ اللہ تعالےٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ خاص لوگ عام لوگوں کی یاد سے فارغ نہیں ہیں۔ اور بزرگ لوگ غریبوں کی غمخواری سے خالی نہیں ہیں۔ جَزَاکُمُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَنَّا خَیْرَ الْجَزَاءِ حق تعالےٰ آپ کو ہماری طرف سے جزائے خیر عطا کرے۔

میرے مخدوم! ؏



Marfat.com

از ہر چہ میرود سخن دوست خوشتر است — دوست کی بات جس طرف سے بھی ہو بہت اچھی ہے

یہ راہ جس کے طے کرنے کے ہم درپے ہیں۔ سب سات قدم ہے۔ دو قدم عالم خلق سے تعلق رکھتے ہیں اور پانچ عالم امر سے۔

پہلے قدم پر جو سالک عالم امر میں رکھتا ہے تجلی افعال ظاہر ہوتی ہے۔ اور دوسرے قدم پر تجلی صفات۔ اور تیسرے قدم پر تجلیاتِ ذاتیہ کا ظہور شروع ہونے لگتا ہے۔ پھر اس کے بعد درجہ بدرجہ ترقی ہوتی جاتی ہے۔ جیسے کہ اس حال کے جاننے والوں پر پوشیدہ نہیں لیکن یہ سب کچھ حضرت سیدِ اوّلین و آخرین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت پر منحصر ہے۔ اور یہ جو بعض نے کہا ہے کہ یہ راہ صرف دو قدم ہے۔ اس سے ان کی مراد مختصر طور پر عالم خلق اور عالم امر ہے۔ تاکہ طالبوں کی نظر میں یہ کام آسان دکھائی دے۔

ان سات قدموں میں سے ہر ایک قدم پر سالک اپنے آپ سے دُور ہوتا جاتا ہے۔ اور حق تعالےٰ کے نزدیک ہوتا جاتا ہے۔ اور ان قدموں کے طے کرنے کے بعد فنائے اتم ہے۔ جس پر بقا اکمل مترتب ہے۔ اور ولایت خاصہ محمدیہ علے صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا حاصل ہونا اس فنا و بقا پر موقوف ہے۔ ع

ایں کار دولت است کنوں تا کرا دہند — یہ دولت مندی کا کام ہے دیکھیں اب یہ کسے عطا کرتے ہیں۔

ہم نامراد فقیروں کو اس قسم کی باتوں سے کیا مناسبت ہے۔ سوائے اس کے کہ اہل کمال کے صاف پانی سے اپنے کام و دہاں کو سیراب و شیریں کریں۔

گر ندارم از شکر جز نام بہر — زیں بسے خوشتر کہ اندر کام زہر
آسماں نسبت بعرش آمد فرود — ورنہ بس عالی است پیشِ خاکِ تود

ترجمہ: اگرچہ شکر سے مجھے صرف اس کا نام ہی حاصل ہے لیکن یہ اس سے بہتر ہے کہ میرے منہ میں زہر ہو۔ آسمان عرش کی نسبت نیچے ہے مگر خاک کے تودے سے بہت ہی بلند ہے۔

والسلام اوّلاً و آخراً

# مکتوب نمبر ۱۹۷

پہلوان محمود کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ سعادت مند وہ ہے جس کا دل دنیا سے سرد پڑ چکا ہو۔ اور حق سبحانہ وتعالیٰ



Marfat.com

کی محبت کی حرارت سے گرم ہو۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو راہِ شریعت پر قائم رکھے۔ سعادتمند وہ ہے جس کا دل دُنیا سے سرد اور حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی محبت سے گرم ہو۔ دُنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ اور اسے چھوڑ دینا تمام عبادتوں کا سر ہے۔ دُنیا حق تعالیٰ کو بہت ہی ناپسند ہے۔ جب سے اُس نے اسے پیدا کیا ہے ایک بار بہ نظرِ شفقت اس کی طرف نہیں دیکھا۔ اور دنیا کے طالب دُور کر دینے اور نفرت کے لائق ہیں۔ اور اس نفرت و دُوری کے داغ سے داغدار ہیں۔ حدیث میں ہے۔

اَلدُّنْیَا مَلْعُوْنَۃٌ وَّمَلْعُوْنٌ مَّا فِیْھَا اِلَّا ذِکْرُ اللّٰہِ (ترمذی و ابن ماجہ) دنیا معلون ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے۔ مگر اللہ کا ذکر۔

جب کہ ذاکر لوگ بلکہ ان کے ذراتِ وجود کا ہر ذرہ اللہ سبحانہٗ کے ذکر سے پُر ہے تو حق تعالیٰ کا ذکر کرنے والے اس وعید و ڈانٹ سے خارج ہیں اور اہلِ دنیا میں شمار نہیں ہوتے۔ اس لیے کہ دنیا اس چیز کا نام ہے جو دل کو حق سبحانہٗ سے روکے اور اس کے غیر سے مشغول کرے۔ وہ چیز مال و اسباب کے قبیلہ سے ہو خواہ مرتبہ اور سرداری کی طلب۔ اور خواہ ننگ و ناموس ہو۔

فَاَعْرِضْ عَمَّنْ تَوَلّٰی عَنْ ذِکْرِنَا۔ اس شخص سے روگردانی کرو جو ہمارے ذکر سے پھر چکا ہو۔

نص قطعی ہے۔ دُنیا کی ہر چیز بلائے جان ہے۔ دنیا دار دنیا میں تو ہمیشہ تفرقہ اور پراگندگی کا شکار رہتے ہیں اور آخرت میں ندامت اور حسرت کرنے والے گروہ میں ہوں گے۔ دُنیا کے ترک کی حقیقت اس کی طرف رغبت کو ترک کرنا ہے۔ اور ترکِ رغبت اس وقت حاصل ہوتا ہے۔ جبکہ دُنیا کا ہونا نہ ہونا برابر ہو جائے۔ اور اس معنی کا حصول اربابِ جمعیت (اولیاء کرام) کی صحبت کے بغیر مشکل اور دشوار ہے۔ ان بزرگوں کی صحبت اگر میسر ہو تو اسے غنیمت جاننا چاہیئے اور اپنے آپ کو ان کے حوالے کر دینا چاہیئے۔

اور میاں شیخ مزمل کی صحبت اگرچہ تمہارے لئے غنیمت ہے۔ اور ایسے نادر الوجود بزرگ سُرخ گندھک سے بھی زیادہ نایاب ہیں۔ تاہم اہلِ کرم کا شیوہ ایثار ہے۔ یعنی دوسرے کی حاجت کو اپنی حاجت و ضرورت پر فوقیت دیتے ہیں۔ چند روز کے لئے اگر میاں شیخ مزمل کو رخصت دیں تو بڑی برمحل بات ہے۔ کام سے فارغ ہونے کے بعد انشاء اللہ العزیز واپس آجائیں گے۔ اور غائبانہ اخلاص تمہارے لئے حاضر و موجودگی کی طرح کام کرتا ہے۔ زیادہ گفتگو دردسری ہے۔ اللہ سبحانہٗ ہمیں اور تمہیں حضور سید بشر علیہ و علی آلہٖ من الصلوات انتہاہا و من التحیات اکملہا کی متابعت پر استقامت عطا کرے۔ والسلام والاکرام



Marfat.com

# مکتوب نمبر ۱۹۸

خانخاناں کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ اس زمانہ میں فقراء کی دولتمندوں کے ساتھ آشنائی بڑی دشوار بات ہے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

دُعا ہے کہ فتوحاتِ مکیّہ (صوفیائے کرام کے کلمات قدسیہ کا مطالعہ) فتوحاتِ مدنیہ (اتباع شریعت مطہرہ) کی چابی اور موجب بنے۔ بحرمۃ النبی وآلہ الامجاد علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات۔ آپ کا التفات نامہ گرامی جو فقراء کے نام لکھا تھا موصول ہو کر زیادتی محبت کا باعث ہوا۔ تمہیں بشارت ہو، پھر بشارت ہو۔

مخدوم گرامی اس زمانہ میں فقراء کے لئے دولتمندوں کے ساتھ آشنائی اور تعارف پیدا کرنا بہت مشکل ہے۔ اگر فقراء لکھنے اور کہنے میں تواضع اور حسنِ خلق اختیار کریں۔ جو فقر کے لوازمات میں سے ہے۔ تو کوتاہ اندیش لوگ بدظنی کے تحت یہ گمان کرتے ہیں کہ فقراء لوگ لالچی اور محتاج ہیں۔ اس بدظنی میں اپنی دنیا اور آخرت کا نقصان کر بیٹھتے ہیں۔ اور ان بزرگوں کے کمالات سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اور اگر فقراء لوگ بے نیازی کا سلوک کرتے ہیں جبکہ وہ بھی لوازماتِ فقر سے ہے تو کم فہم لوگ اپنے اوپر قیاس کر کے اسے بدخلقی قرار دیتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں فقیر اور درویش بھی متکبر اور بدخلق ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ استغنا اور بے نیازی بھی فقر کے لوازمات میں سے ہے۔ کیونکہ ضدین کا جمع ہونا اس جگہ محال نہیں رہا۔ ابوسعید خراز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں نے اپنے رب کو جمع اضداد سے پہچانا۔ اگرچہ مدعیانِ عقل و فکر اس مقدمے کو تسلیم نہیں کرتے۔ اور محال قرار دیتے ہیں۔ لیکن ان کا تسلیم نہ کرنا کچھ غم کی بات نہیں۔ کیونکہ ولایت کا مقام ان کی عقل و نظر سے بلند تر ہے۔ باقی حالات میر صاحب اور مولانا صاحب تفصیل سے عرض کر دیں گے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔ اور ہر متبع ہدایت پر سلامتی کا نزول ہوتا رہے۔

# مکتوب نمبر ۱۹۹

ملّا محمد امین کابلی کی طرف صادر فرمایا:

ورد و وظیفہ مشغولی کے قبول فرمانے میں جس کا انہوں نے اظہار کیا تھا۔



Marfat.com

مُبارک خط جو محبت و اخلاص کی زیادتی سے بھرا ہُوا اور دوستی و خلوص پر مشتمل تھا۔ پہنچا اور خوشی کا باعث ہُوا۔ حق تعالےٰ آپ کو عافیت بخشے۔ آپ نے چونکہ کسی ورد کی طلب ظاہر کی تھی۔ اس لیئے برادر سعادتمند مولانا محمد صدیق کو بھیجا گیا ہے۔ تاکہ اس طریقہ علیہ کے ذکر میں آپ کو مشغول کریں۔ اور جو کچھ فرمائیں اس کے بجالانے میں بڑی کوشش کریں۔ اُمید ہے کہ بہت فائدے حاصل ہوں گے۔ چونکہ ذکر کا تلقین کرنا صرف لکھنے ہی سے کافی نہ تھا اور حضور اور صحبت سے تعلق رکھتا تھا۔ اس لئے برادر مذکور کو بھیجنے کی تکلیف دی گئی ہے۔ والسلام

# مکتوب نمبر ۲۰۰

مُلا شکیبی اصفہانی کی طرف صادر فرمایا:

نفحات کی مشکل عبارتوں کے حل کرنے میں جو کی تشریح طلب کی گئی تھی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّاھِرِیْنَ

تمام تعریفیں اللہ رب العلمین کے لئے ہیں اور حضور سید المرسلین اور اُن کی آل پاک پر صلوٰۃ وسلام کا نزول ہوتا رہے۔

آپ نے فرمایا تھا کہ نفحات کی وہ عبارات جو مغلق اور مشکل ہیں کی شرح کی جائے اس بنا پر چند کلمے لکھنے کی جرأت کی ہے۔

میرے مخدوم و مکرم! عین القضاۃ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ[1] ان لوگوں کا حال بیان کرتے ہوئے جو بغیر کسی رہبر کے نہ چلے ہوئے راستے پر چلے، فرماتے ہیں کہ " ان میں سے بعض کو مغلوبی نے اپنی پناہ میں نگاہ رکھا اور مستی ان کے سر کی سائبان ہو گئی اور جو باتمیز تھا اس کے سر کو قطع کر دیا"۔

راہ سلوک (جاری) سے مُراد واللہ اعلم سلوک کا راستہ اور دس مشہور مقامات کا ترتیب وار اور مفصل طور پر طے کرنا ہے۔ اور اس راستے میں نفس کا تزکیہ قلب کے تصفیہ پر مقدم ہے۔ اور اس میں انابت و توبہ ہدایت کی شرط ہے۔ اور راہ نا سلوک سے مُراد جذبہ اور محبت کا راستہ ہے۔ اور اس میں تصفیہ قلب تزکیہ نفس

---

[1] آپ کی کنیت ابوالفضائل اور نام عبداللہ بن محمد المیانجی ہے لقب عین القضاۃ ہے آپ شیخ محمد بن حمویہ اور شیخ احمد غزالی کی صحبت میں رہے ہیں۔ آپ کے صوری اور معنوی کمالات و فضائل آپ کی تصنیفات سے ظاہر ہیں جسقدر کشف حقائق آپ نے کیا ہے کم ہی کسی اور بزرگ نے کیا ہوگا۔ آپ صاحب کرامات بزرگ تھے۔ (نفحات الانس)



Marfat.com

پر مقدم ہے۔ اور یہ اجتبا کا راستہ ہے جس میں انابت و توبہ کی شرط نہیں۔ اور یہ راستہ محبوبوں اور مُرادوں کا راستہ ہے برخلاف پہلے راستے کے کہ وہ محبّوں اور مُریدوں کا راستہ ہے۔

تو ان میں سے بعض جو قوت جذبہ اور محبت کا غلبہ (کہ مغلوبی اور مستی سے یہی مُراد ہے) رکھتے تھے۔ آفاقی اور انفسی یعنی ظاہری اور باطنی شیطانوں کی شرارت سے محفوظ رہے۔ اور ان کے بہکانے اور گمراہ کرنے سے بچے رہے۔ اگرچہ ان کا کوئی رہبر نہ تھا۔ لیکن فضل ایزدی نے ان کی رہبری کی اور ان کو مطلوب حقیقی تک پہنچا دیا۔ اور ان میں سے جو باتمیز تھا یعنی جذبہ کی قوت نہ رکھتا تھا۔ اور محبت کا غلبہ اس کے حق میں مفقود تھا۔ چونکہ کوئی اس کا رہبر نہ تھا اس لئے دین کے دشمنوں نے اس کو رستہ سے بہکا دیا۔ اور اس کو ہلاک کر دیا۔ اور اسے دائمی موت میں گرفتار کر دیا۔

اور منجملہ مغلوبوں کے وہ دو ترک تھے جن کی نسبت حسین قصاب نے رمز و اشارہ سے حکایت کی ہے کہ "میں ایک بڑے قافلہ کے ساتھ ایک راستہ میں جا رہا تھا کہ اچانک اس قافلہ سے دو ترک باہر نکل گئے اور نا سلوک رستہ کو اختیار کیا۔ غرض وہ رستہ جس پر بڑا قافلہ جا رہا تھا۔ وہ راہِ سلوک ہے جو دس مشہور مقامات کو مفصل اور ترتیب وار قطع کرنے سے طے ہوتا ہے۔ کیونکہ اکثر مشائخ خاص کر متقدمین اسی راستے سے اپنے مقصد تک پہنچے ہیں۔ اور غیر جاری راستہ جو اُن دونوں ترکوں نے اختیار کیا۔ اور حسین قصاب نے اس راہ میں ان کی متابعت کی۔ وہ جذبہ اور محبت کا راستہ ہے جو اس مشہور اور جاری راہ کی نسبت وصُول الی اللہ کے بہت نزدیک ہے۔ اور اس راہ کا مقدمہ لذت اور آرام پانا ہے۔ جو حس سے بے حس ہونے اور شعور سے بے شعور ہونے کا باعث ہے۔ اور اس حالت سے لات مُرادلی ہے۔ اور جب خلق سے یہ بے حس اور بے شعور ہونا حق تعالےٰ کے حضور اور شعور کو شامل ہے۔ تو اس حضور اور شعور کو چاند کے لفظ سے بیان فرمایا۔

یہ مقام کچھ شرح چاہتا ہے گوش ہوش سے سُننا چاہیئے کہ جسد کا مدبر رُوح ہے۔ اور قالب کا مربی قلب ہے۔ قوائے جسدی قوتِ رُوحانی سے حاصل ہوتے ہیں۔ اور جسمانی حواس قلب کی نورانیت سے مستفاد ہیں۔ پس ناچار حق تعالیٰ کی پاک جناب کی طرف قلب اور رُوح کو توجہ کرنے کے وقت جو طریق جذبہ میں لازم ہے۔ ابتدائے حال میں کہ کمی اور نقص کا وقت ہے جسد کی تدبیر اور قالب کی تربیت میں فتور پڑ جاتا ہے۔ جو حس کے بیکار ہونے اور شعور سے بیخبر ہونے کا باعث ہو جاتا ہے۔ اور قوئے اور اعضا کی سستی تک پہنچا دیتا۔ اور بے اختیار زمین پر سُلا دیتا ہے۔

اس حالت کو شیخ اجل شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ نے فتوحات مکیہ میں سماع قُدسی سے تعبیر کیا ہے۔ اور وہ سماع جس میں حرکت وجدی اور رقص ہے اس کو طبعی سماع کہا ہے۔ اور اس سے منع کرنے



Marfat.com

ثَبَّتَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَلٰی طَرِیْقَۃِ ھٰٓؤُلَآءِ الْاَکَابِرِ اللہ تعالیٰ ہم کو ان بزرگواروں کے طریقہ پر ثابت قدم رکھے۔

# مکتوب نمبر ۲۰۱

ایک استفسار کے جواب میں کوچک بیگ حصاری کی طرف لکھا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔ جناب کوچک بیگ حصاری نے پوچھا ہے کہ ایک شخص کہتا ہے کہ علوم سب کے سب دو تین حرفوں میں مندرج ہیں۔ اس بات کا یقین کریں یا نہ کریں؟ اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ ظاہراً اس شخص نے علم و سماع اور کتابوں کے مطالعہ کی رُو سے کہا ہوگا۔ کیونکہ متقدمین بزرگوں سے اس قسم کی باتیں سرزد ہوئی ہیں۔

حضرت امیر کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ تمام علوم بسم اللہ کی با میں مندرج ہیں۔ بلکہ اس با کے نقطہ میں۔ اور اگر وہ شخص اس بات میں کشف کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کا امر دو حال سے خالی نہیں۔ اگر وہ یہ کہے کہ مجھ پر ظاہر کیا گیا ہے کہ تمام علوم دو تین حرفوں میں عام طور پر مندرج ہیں۔ خواہ ان دو تین حرفوں کو اس کے معلوم کے ساتھ مخصوص کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ تو صدق کا احتمال رکھتا ہے۔ اور اگر کہے کہ سب علوم کو دو تین حرفوں کے ضمن میں مجھ پر منکشف کیا ہے۔ اور ان دو تین حرفوں کے صفحہ میں تمام علوم کا مطالعہ کرتا ہوں۔ تو وہ جھوٹا مدعی ہے۔ اس بات کا یقین نہ کرنا چاہیئے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّھَا وَاَکْمَلُھَا اور سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت کی اتباع کی اور حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

# مکتوب نمبر ۲۰۲

میرزا فتح اللہ خاں کی طرف صادر فرمایا:

ان لوگوں کے حال پر افسوس کرنے میں جنہوں نے اپنے آپ کو ان بزرگوں کی عقیدت کی لڑی میں پرویا اور پھر بلا وجہ ان بزرگواروں سے قطع تعلق کر لیا۔

ثَبَّتَنَا اللّٰہُ وَاِیَّاکُمْ عَلَی الطَّرِیْقَۃِ الْمُسْتَقِیْمَۃِ الْمَرْضِیَّۃِ الْمُصْطَفَوِیَّۃِ عَلٰی صَاحِبِھَا



Marfat.com

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّۃُ۔ حق تعالیٰ ہم کو اور آپ کو حضرت مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پسندیدہ اور سیدھے راستہ پر ثابت قدم رکھے۔

ایک دن مشائخ نقشبندیہ قدس سرہم کی غیرت کی نسبت گفتگو ہو رہی تھی کہ اس اثنا میں اس بات کا بھی ذکر درمیان آیا کہ اُن لوگوں کا کیا حال ہوگا، جنہوں نے اپنے آپ کو ان بزرگواروں کی جماعت میں داخل کیا ہے یا اُن کے ضمن میں اپنے آپ کو لائے ہیں۔ اور انہوں نے قبول فرمایا ہے۔ اور پھر بلاوجہ و بے سبب ان بزرگواروں سے تعلق کاٹ لیا۔ اور ظن و گمان سے دوسرے کے دامن کو جا پکڑا ہے۔ اس ضمن میں آپ کا اور قاضی سنام کا بھی ذکر ہُوا تھا۔ یہ بات ٹھیک معلوم نہیں شاید ایک لمحہ تک ہوتی رہی ہوگی۔ اور وہ بھی خاص موقع پر مبنی تھی۔ بعد ازاں خدا نہ کرے کہ فقیر نے کسی مسلمان کو تکلیف دینے کا ارادہ کیا ہو یا دل میں کینہ چھپا رکھا ہو۔ اپنی خاطر شریف کو اس بات سے جمع رکھیں۔

آپ کو معلوم ہوگا کہ ہمارا طریق دعوت اسماء کا طریق نہیں ہے۔ اس طریقہ کے بزرگواروں نے ان اسماء کے مسمّیٰ میں فنا ہونا اختیار کیا ہے۔ اور ابتداء ہی سے ان کی توجہ احدیت صرف کی طرف ہے۔ اور اسم و صفت سے سوائے ذات کے اور کچھ نہیں چاہتے۔ یہی وجہ ہے کہ اوروں کی نہایت ان کی ہدایت میں مندرج ہے۔ ع

قیاس کن زگلستانِ من بہارِ مرا — میرے باغ سے میری بہار کا اندازہ کرلو

اب چونکہ اس تذکرہ نے بیشمار نقلوں کی وجہ سے ایک نئی صورت پیدا کرلی ہے۔ اور یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے کہ اس طرف سے کئی قسم کی وہمی باتیں پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس لئے ان کے دفع کرنے کے لئے یہ چند کلمے لکھنے کی جرأت کی۔ آپ کی آشنائی سے کچھ زیادہ نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی آپ کی ناآشنائی سے کچھ نقصان پہنچتا ہے۔ صرف آپ کی خیر خواہی ملحوظ و منظور تھی۔ لیکن اَلرَّاضِیْ بِالضَّرَرِ لَا یَسْتَحِقُّ النَّظَرَ (جو اپنے ضرر پر آپ راضی ہو وہ شفقت و مہربانی کا مستحق نہیں ہوتا) مثل مشہور ہے۔ یقیناً جان لیں کہ اس فقیر نے آپ کے ضرر کا ارادہ نہیں کیا۔ اور نہ ہی انشاء اللہ تعالیٰ کرے گا۔ وہ تو صرف ایک بات تھی جو ازروئے غیرت کے جو درویشوں کو ہونی چاہیئے۔ مناسب موقع پر کہی گئی تھی۔ دل میں کسی قسم کے فکر کو دخل نہ دیں۔

دوسرے یہ کہ وہ شخص جو اپنے آپ کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل جانے اس کا امر دو حال سے خالی نہیں ہے یا وہ زندیق محض ہے یا جاہل صرف۔ چند سال ہوئے کہ اس فقیر نے اس سے پہلے بھی فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت کے بارہ میں ایک مکتوب آپ کی طرف لکھا تھا پھر تعجب کی بات ہے کہ اس کے مطالعہ کے بعد بھی آپ اس قسم کی باتیں پسند کرتے ہیں۔ وہ شخص جو حضرت امیر رضی اللہ عنہ کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل کہے۔ اہل سنت و جماعت کے گروہ سے نکل جاتا ہے تو پھر اس شخص کا کیا حال ہے جو اپنے



Marfat.com

آپ کو افضل جانے۔ اور اس گروہ میں یہ بات مقرر ہے کہ اگر کوئی سالک اپنے آپ کو خسیس کتے سے بہتر جانے تو وہ ان بزرگوں کے کمالات سے محروم ہے۔

سلف کا اجماع اس بات پر منعقد ہو چکا ہے کہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد حضرت صدیق رضی اللہ عنہ تمام انسانوں سے افضل ہیں۔ وہ بڑا ہی احمق ہے جو اس اجماع کے برخلاف کرے۔

اس فقیر نے اپنی کتابوں اور رسالوں میں لکھا ہے کہ امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا قاتل وحشی جو ایک مرتبہ خیر البشر علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کو پہنچا۔ اویس قرنی سے جو خیر التابعین ہیں کئی درجے بہتر ہے۔

پس ایسے شخص کے حق میں اس قسم کی باتوں کا خیال کرنا عقل دُور اندیش سے دُور ہے جس عبارت سے لوگوں کے دلوں میں یہ وہم پیدا ہوا ہے۔ اس کو غور سے دیکھنا چاہیئے۔ اور اصل معاملہ کو سمجھنا چاہیئے۔ صرف حاسدوں کی تقلید کرنی مناسب نہیں۔ حالانکہ مشائخ نے غلبۂ سکر میں بہت نامناسب باتیں کہی ہیں۔ چنانچہ شیخ بسطامی فرماتے ہیں لِوَائِیْ اَرْفَعُ مِنْ لِوَاءِ مُحَمَّدٍ میرا جھنڈا محمد کے جھنڈے سے بلند ہے۔ تو ایسی باتوں سے افضل ہونے کا گمان نہیں کر سکتے کہ یہ عین بے دینی ہے۔ اور فقیر کی کلام میں تو اس قسم کی باتوں کا ذکر تک بھی نہیں ہے۔ والسلام۔

# مکتوب نمبر ۲۰۳

ملا حسینی کی طرف صادر فرمایا:

اس بزرگ گروہ کی محبت کی ترغیب میں اور اس بیان میں کہ ان کا ہمنشین بدبختی سے محفوظ ہے اور اس کے مناسب بیان میں۔

اَحْسَنَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَحْوَالَكُمْ وَ اَصْلَحَ اَعْمَالَكُمْ وَ اٰمَالَكُمْ۔ اللہ تعالےٰ آپ کے احوال کو اچھا کرے۔ اور آپ کے اعمال اور اُمیدوں کو نیک کرے۔

آپ کا مکتوب شریف جو فقرا کی محبت سے خبر دے رہا تھا اس کے پہنچنے سے بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ حق تعالےٰ اس بلند گروہ کی محبت کو دن بدن زیادہ کرے۔ اور ان کی نسبت نیازمندی کو سرمایہ روزگار بنائے اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ کے بموجب ان کا محب انہی کے ساتھ ہے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جن کا ہمنشین بدبخت

---

لہ مسلم و بخاری شریف ۱۲



Marfat.com

نہیں ہوتا۔

حدیث نبوی[1] علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہے کہ اعمال لکھنے والے فرشتوں کے سوا خدائے تعالیٰ کے چند ایسے فرشتے ہیں جو راستوں اور بازاروں میں اہل ذکر کی تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ جب وہ ذاکروں کے گروہ کو کہیں ذکر کرتے ہوئے پاتے ہیں تو ایک دوسرے کو پکارتے ہیں کہ آؤ تمہارا مطلب حاصل ہوگیا۔ پس جمع ہوکر اپنے پروں سے ان کو ڈھانپ لیتے ہیں۔ جب وہ ذکر سے فارغ ہوتے ہیں تو فرشتے آسمان پر جاتے ہیں۔ پس حق تعالیٰ حالانکہ اپنے بندوں کے حال کو بخوبی جانتا ہے۔ فرشتوں سے پوچھتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کیسے دیکھا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ خدایا تیری حمد و ثنا کرتے تھے۔ اور تجھ کو بزرگی سے یاد کرتے تھے اور تجھ کو تمام عیوب اور نقصان سے پاک بیان کرتے تھے۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے فرشتے عرض کرتے ہیں کہ نہیں دیکھا ہے۔ پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو پھر ان کا کیا حال ہو۔ ملائکہ عرض کرتے ہیں کہ پھر اس سے زیادہ بزرگی اور پاکیزگی سے یاد کریں۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ مجھ سے کیا طلب کرتے تھے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ بہشت مانگتے تھے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کیا انہوں نے بہشت کو دیکھا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں کہ نہیں دیکھا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ بہشت کو دیکھ لیں تو پھر ان کا کیا حال ہو۔ فرشتے عرض کرتے ہیں پھر اس سے زیادہ اس کی طلب اور حرص کریں۔ پھر حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ وہ کس چیز سے ڈرتے ہیں۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ دوزخ سے ڈرتے تھے۔ اور تجھ سے پناہ مانگتے تھے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ پھر اس سے زیادہ پناہ مانگیں۔ اور اس سے زیادہ ڈریں اور بھاگیں۔ پھر حق تعالیٰ فرماتا ہے فرشتوں کو کہ تم گواہ رہو میں نے سب کو بخش دیا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں یارب اس ذکر کی مجلس میں فلاں آدمی ذکر کے لئے نہیں آیا تھا۔ بلکہ کسی دنیاوی حاجت کے لئے آیا تھا اور ان میں بیٹھ گیا تھا۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ[2] (میں اس کا ہمنشیں ہوں جس نے میرا ذکر کیا) کے بموجب میرے ایسے ہمنشیں ہیں۔ ان کا ہمنشین[3] بدبخت نہیں ہوتا۔

---

[1] بخاری و مسلم شریف بروایت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲ [2] بخاری شریف بروایت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ ۱۲

[3] حضور غوث الثقلین الشیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ شعر

انا من رجال لا یخاف جلیسھم ریب الزمان ولا یری ما یرھب

ترجمہ: میں ان لوگوں میں سے ہوں جن کے ہمنشین کو زمانے کے حوادث کا کوئی ڈر نہیں۔ اور نہ وہ کوئی ڈر کی چیز دیکھے گا۔



Marfat.com

اس حدیث اور پہلی حدیث اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ سے لازم آتا ہے کہ ان کے محب ان کے ساتھ ہیں اور جو کوئی ان کے ساتھ ہے وہ بدبخت نہیں ہوتا۔

ثَبَّتَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَ اِیَّاکُمْ عَلٰی مَحَبَّۃِ ھٰٓؤُلَآءِ الْکِرَامِ بِحُرْمَۃِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الْھَاشِمِیِّ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوَاتُ وَ التَّسْلِیْمَاتُ وَ التَّحِیَّاتُ کُلَّمَا ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَکُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم کو ان بزرگوں کی محبت پر ثابت قدم رکھے بحرمت النبی الامی الہاشمی علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام جب تک ذکر کرنے والے اس کا ذکر کریں اور غافل اس کے ذکر سے غافل رہیں۔

اور جو آپ نے اپنے احوال کی نسبت شیخ الہ داد کے مکتوب میں لکھا تھا۔ اس قسم کی نیستی اور گم ہونا بہت طالبوں پر ظاہر ہوتا ہے۔ اپنی ہمت بلند رکھیں اور جو کچھ حاصل ہو۔ اس پر قناعت نہ کریں۔

بس بیرنگ است یار دلخواہ اے دل　　　قانع نشوی برنگ ناگاہ اے دل

ترجمہ: دل کو چاہنے والا یار بہت بے رنگ ہے۔ اے دل اچانک کسی رنگ پر قناعت نہ کر لینا ۱۲

اس گروہ کی محبت نہایت ضروری ہے حق تعالیٰ ان لوگوں کی صحبت میں داخل کرے۔

گرد مستاں گرد گر مے کم رسد بوئے رسد　　　گرچہ بوئے ہم نباشد رویت ایشاں بس است

ترجمہ: مستوں کے گرد گھومتے رہو اگر ان سے شراب نہیں ملے گی بو تو ضرور پہنچے گی۔ اور اگر بو بھی نہ پہنچے تو ان کو دیکھ لینا ہی کافی ہے۔

اسی طریق پر جو حضرت قبلہ گاہی خواجہ عبدالباقی قدس سرہٗ سے اخذ کیا ہے۔ اللہ کے اسم مبارک کو کامل توجہ کے بعد بیچونی اور بیچونگی کے معنے سے دل میں گذاریں۔ اور حاضر و ناظر کے معنی کا تصور نہ کریں۔ بلکہ کسی صفت کو ملحوظ نہ رکھیں۔ اسی اسم مبارک کو اچھی توجہ کے بعد ہمیشہ دل میں حاضر رکھیں بعض ضروری باتیں حضور و صحبت پر منحصر ہیں۔ اگر ملاقات میسر ہوئی تو بیان کی جائیں گی۔ ملاقات کے وقت تک تازہ احوال لکھتے رہیں۔ کیونکہ ان کا مطالعہ غائبانہ توجہ کا باعث ہوتا ہے۔ والسلام۔

# مکتوب نمبر ۲۰۴

میر محمد نعمان بدخشی کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ اہل خسران کے طعنوں سے رنج محسوس نہ کریں اور جو کام در پیش ہے اس میں مشغول رہیں اور دوستوں کی جمعیت اور ترتیبوں کے حاصل ہونے میں کوشش جاری رکھیں۔



Marfat.com

جناب میر نعمان اہل خسران کی پریشان باتوں سے رنج نہ اُٹھائیں۔ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ کہ ہر ایک اپنی طرز پہ کام کرتا ہے۔ آپ کو لائق ہے کہ ان کے بارے اور مکافات کے در پے نہ ہوں دروغ کو کبھی فروغ نہیں ہے۔ ان کی متناقض باتیں ہی ان کے بازار کی رونق کو کم کر دیں گی۔ مَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ[1] جس کے لئے اللہ نے کوئی نور نہیں بنایا اس کے لئے کوئی نور نہیں۔ وہ شغل جو در پیش ہے اس میں کوشش کریں۔ اور اس کے غیر سے آنکھ بند کر لیں۔ قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ کہ اللہ کہہ چھوڑ دے ان کو تا کہ اپنی بیہودہ باتوں میں لگے رہیں۔

اخی محمد صادق وقت پہ آپہنچے۔ عشرہ اعتکاف اتفاق سے بجا لائے۔ اور فتوحات اور واردات تازہ سے مشرف ہوئے۔ الحمد للہ کہ تمام دوستوں کے اوقات جمعیت سے گزرتے ہیں۔ اور پے در پے ترقیاں حاصل ہو رہی ہیں۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ

# مکتوب نمبر ۲۰۵

خواجہ محمد اشرف کابلی کی طرف لکھا:

اس بیان میں کہ اصلی مقصود صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو حضرت محمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کمال متابعت سے مشرف فرمائے۔ کیونکہ سعادتمندوں کی اصل غرض اور مقصود یہی ہے۔ اور اس کے سوا سب کچھ جھگڑے وہم اور بیہودہ خیالات ہیں۔ حق تعالیٰ آپ کو اور ہم کو ان سے بچائے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ دَائِمًا۔ اور سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت کی پیروی کی اور حضرت مصطفےٰ علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کو ہمیشہ لازم پکڑا۔

---

[1] پارہ ۱۸ سورہ نور ۱۲



Marfat.com

# مکتوب نمبر ۲۰۶

ملا عبدالغفور سمرقندی کی طرف لکھا:

دنیا اور اس کے ناز و نعمت میں گرفتار ہونے کی برائی میں۔

اَللّٰهُمَّ نَبِّهْنَا قَبْلَ اَنْ يُنَبِّهَنَا الْمَوْتُ بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَعَلَيْهِمُ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ وَاَتَمُّهَا وَاَفْضَلُهَا یا اللہ تو ہم کو سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل آگاہ کر دے پیشتر اس کے کہ ہم کو موت آگاہ کرے۔

آپ کا شریف اور لطیف خط جو اس دور افتادہ حقیر کے نام لکھا ہوا تھا پہنچ کر بڑی خوشی کا باعث ہوا۔ جَزَاكُمُ اللّٰهُ عَنَّا خَيْرَ الْجَزَاءِ اللہ تعالےٰ آپ کو ہماری طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

اے بھائی! آدمی کو چرب اور لذیذ کھانوں اور نفیس اور دیدہ زیب کپڑوں کے لئے دنیا میں نہیں لائے۔ اور عیش و عشرت اور کھیل کود کے لئے پیدا نہیں کیا بلکہ انسان کے پیدا کرنے سے مقصود اس کی ذلت و انکسار اور عجز و محتاجی ہے جو بندگی کی حقیقت ہے۔ لیکن وہ انکسار اور احتیاج جس کا شریعت مصطفویہ علےٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے حکم فرمایا ہے۔ کیونکہ باطل لوگوں کی وہ ریاضتیں اور مجاہدے جو شریعت روشن کے موافق نہیں ہیں۔ سوائے خسارہ کے کچھ فائدہ نہیں دیتیں۔ اور ان سے سوائے حسرت اور ندامت کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ چاہیئے کہ اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالےٰ سعیہم کے عقائد کے موافق احکام شرعیہ سے عملی اور اعتقادی طور پر اپنے ظاہر کو آراستہ اور پیراستہ کرنے کے بعد اپنے باطن کو ذکر الٰہی سے آباد رکھیں۔ اور وہ سبق جو طریقہ عَلیہ نقشبندیہ قدس سرہم سے اخذ کیا ہے۔ اس کا تکرار کریں۔ کیونکہ ان بزرگواروں کے طریق میں انتہا ابتدا میں مندرج ہے۔ اور ان کی نسبت سب نسبتوں سے اعلیٰ ہے۔ کوتاہ اندیش ان باتوں کا یقین کریں یا نہ کریں۔ فقیر کا مقصود دوستوں کو رغبت اور شوق دلانا ہے۔ مخالف اس بحث سے خارج ہیں ؎

ہر کہ افسانہ بخواند افسانہ ایست ہر کہ نقدش دید خود مردانہ ایست

ترجمہ: جس نے اسے افسانہ قرار دیا وہ خود افسانہ ہے یعنی بے حقیقت ہے اور جس نے اسے اپنا مقصد قرار دیا وہ مرد ہے۔

غرض یہ کہ عاقبت کی بہتری ذکر پر وابستہ ہے۔ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ [1] اس مطلب

---

[1] سورہ جمعہ۔ یعنی اللہ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ فلاح اور نجات پاؤ۔ ۱۲



Marfat.com

گواہ ہے۔ پس ذکر کثیر کو برقرار رکھنا چاہیئے۔ اور جو کچھ اس دولت کے نامناسب ہے۔ اس کو دشمن جاننا چاہیئے۔ نجات کا علاج یہی ہے ؎

ذکر گو ذکر تا ترا جان است ۔۔۔ پاکئ دل ز ذکر رحمان است

ترجمہ: جب تک تم میں جان باقی ہے ذکر اور یاد الٰہی میں لگے رہو۔ کیونکہ دل کی پاکیزگی ذکرِ رحمان پر منحصر ہے ۱۲

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ قاصد کا کام حکم پہنچا دینا ہے۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ[1] سُن لو اللہ کے ذکر سے دل کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ نص قاطع ہے۔ حق تعالےٰ کی بارگاہ میں التجا ہے کہ اس پر ثابت اور برقرار رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ کیونکہ اصل مقصود یہی ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ الصَّلَوٰتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اَتَمُّهَا وَاَكْمَلُهَا اور سلام ہو اُس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی اور حضرت مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

جامہ فرجی یعنی قبا جو نیک وقتوں میں کئی دفعہ پہنا گیا ہے۔ ارسال کیا گیا ہے۔ اس کو پہن لیں۔ حق تعالیٰ اپنے نبی اور ان کی آل پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل تمام کاموں کا انجام بخیر کرے۔

# مکتوب نمبر ۲۰۷

مرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ ظاہری اور جسمانی قرب کو دلوں کے قرب میں بڑی تاثیر ہے۔ اور اس بیان میں کہ وجد و حال کو جب تک شرع کے میزان پر نہ تولیں نیم دام سے کبھی نہیں خریدتے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى۔ تمام حمد و ثنا اللہ تعالےٰ کے لئے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

مدت گزری ہے کہ جناب کی اور حضرات مخدوم زادوں کی اور فرزندی میاں جمال الدین حسین اور باقی عزیزوں اور بزرگوں اور بلند بارگاہ کے خادموں بالخصوص میاں شیخ الہ داد اور میاں الہ دیا کی خیریت کی خبر نہیں پہنچی۔ اس کا مانع سوائے اس امر کے کچھ نہ ہوگا کہ شاید جناب نے اس دور افتادہ کو بھلا دیا ہوگا۔ ہاں

[1] پارہ ۱۳ سورہ رعد ۱۲



Marfat.com

بدنوں کے قرب کو دلوں کے قرب میں بڑی تاثیر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی ولی صحابہؓ کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا۔ خواجہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ باوجود اس قدر بلند مرتبہ ہونے کے چونکہ خیر البشر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں حاضر نہیں ہوئے ادنیٰ صحابی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتے۔

کسی شخص نے عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالےٰ سے پوچھا کہ معاویہؓ افضل ہے یا عمرو بن عبدالعزیزؒ۔ تو آپ نے جواب دیا کہ وہ غبار جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ معاویہ کے گھوڑے کے ناک میں داخل ہوا۔ عمرو بن عبدالعزیزؒ سے کئی درجے بہتر ہے۔

اس طرف کے احوال و اوضاع مع متعلقین اور تابعداروں کے بخیر و عافیت ہیں اس بات پر بلکہ تمام نعمتوں پر اور خاص کر اسلام اور حضرت سید الانام صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کی نعمت پر اللہ تعالےٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے۔ کیونکہ اصل مقصود یہی ہے۔ اور نجات کا مدار اسی پر ہے۔ اور دنیا و آخرت کی سعادت کا پانا اسی پر وابستہ ہے۔

ثَبَّتَنَا اللّٰہُ وَ اِیَّاکُمْ عَلٰی ذٰلِکَ بِحُرْمَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَعَلَیْہِمُ الصَّلٰوٰتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّھَا وَ اَکْمَلُھَا۔ اللہ تعالےٰ ہم کو اور آپ کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل اس متابعت پر ثابت قدم رکھے۔ ع

کار این است غیر ازیں ہمہ ہیچ اصل کام یہی ہے باقی سب ہیچ ہے

صوفیوں کی بیہودہ باتوں سے کیا حاصل ہوتا ہے اور ان کے احوال سے کیا بڑھتا ہے۔ وہاں وجد و حال کو جب تک شرع کی میزان پر نہ تولیں نیم درم سے نہیں خریدتے۔ اور کشف اور الہاموں کو جب تک کتاب و سنت کی کسوٹی پر نہ پرکھ لیں نیم جو کے برابر بھی پسند نہیں کرتے۔

طریق صوفیہ پر سلوک کرنے سے مقصود یہ ہے کہ معتقدات شرعیہ کا جو ایمان کی حقیقت ہیں زیادہ یقین حاصل ہو جائے۔ اور فقیہہ احکام کے ادا کرنے میں آسانی میسر ہو۔ نہ کہ اس کے سوا کچھ اور امر۔ کیونکہ رویت کا وعدہ آخرت میں ہے اور دنیا میں البتہ واقع نہیں ہے۔ وہ مشاہدات اور تجلیات جن کے ساتھ صوفیہ خوش ہیں، وہ صرف ظلال سے آرام پانا اور شبہ و مثال سے تسلی حاصل کرنا ہے۔ حق تعالےٰ وراء الوراء ہے۔

عجب کاروبار ہے کہ اگر ان کے مشاہدات اور تجلیات کی حقیقت پوری پوری بیان کی جائے تو یہ ڈر لگتا ہے کہ اس راہ کے مبتدیوں کی طلب میں فتور اور ان کے شوق میں قصور پڑ جائے گا۔ اور ساتھ ہی اس بات کا بھی ڈر ہے کہ اگر باوجود علم کے کچھ بھی نہ کہے۔ تو حق باطل کے ساتھ ملا رہے گا۔ یَا دَلِیْلَ الْمُتَحَیِّرِیْنَ دُلَّنِیْ بِحُرْمَۃِ مَنْ جَعَلْتَہٗ رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلٰوٰتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اے سرگشتہ اور



Marfat.com

حیرانوں کے راہ دکھانے والے ہم کو اُس وجودِ پاک کی حرمت سے سیدھی راہ کی ہدایت کر جس کو تو نے رحمۃ للعالمین بنایا ہے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

کبھی کبھی اپنے احوال کی کیفیات سے اطلاع دیتے رہیں کیونکہ یہ امر محبت کے زیادہ ہونے کا موجب ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ وَالتَّحِیَّاتُ اَفْضَلُھَا وَاَکْمَلُھَا اور سلام ہو اُس شخص پر جس نے ہدایت کی راہ اختیار کی اور حضرت مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

# مکتوب نمبر ۲۰۸

حضرت مخدوم زادہ یعنی محمد صادق[1] کی طرف صادر فرمایا (اللہ تعالیٰ اسے تا دیر عقیدتمندوں کے سروں پر قائم رکھے)۔

اس سوال کے جواب میں کہ اس طریق کا سالک کبھی اپنے آپ کو انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقامات میں پاتا ہے بلکہ بعض اوقات دیکھتا ہے کہ اس سے بھی اُوپر چلا گیا ہے۔ اس میں کیا راز ہے۔

میرے فرزند نے پوچھا تھا کہ اس راہ کا سالک مقامات عروج میں کبھی اپنے آپ کو انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقامات میں پاتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات یوں محسوس کرتا ہے کہ ان مقامات سے بھی بلند چلا گیا ہے۔ اس معنے کا راز کیا ہے۔ حالانکہ سب کا اس بات پر اتفاق اور اجماع ہے کہ فضیلت انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے ہے۔ اولیا جو کچھ حاصل کرتے ہیں۔ یا ولایت کے مقامات تک پہنچتے ہیں۔ انہی کی متابعت سے پہنچتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وہ مقامات اُن مقامات عروج کی نہایت نہیں ہیں۔ بلکہ ان بزرگواروں کا عروج ان مقامات سے کئی مرتبہ بلند ہے۔ کیونکہ وہ مقامات اسمائے الٰہی جلشانہ سے مراد ہیں جو ان کے تعینات کے مبادی اور حضرت حق تعالےٰ کی طرف سے فیوض کے وسیلے ہیں۔ کیونکہ حضرت ذات کو اسمائے وسیلے کے بغیر عالم کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں ہے۔ اور غنا کے سوا کوئی نسبت حاصل نہیں ہے۔ آیت کریمہ اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ[2] (اللہ جہان والوں سے غنی ہے) اس معنی پر گواہ ہے۔ اور

[1] حضرت خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۰۰۰ھ میں ہوئی اور ۱۰۲۵ھ نو ربیع الاوّل بروز پیر وصال فرمایا۔

[2] پارہ ۲۰، سورہ عنکبوت



Marfat.com

جب یہ بزرگ وار مراتب عروج سے نزول فرماتے ہیں اور اُوپر کے انوار کو اپنے ساتھ لے کر نیچے آتے ہیں تو ان اسماء میں ان کے مرتبوں کے اختلاف کے بموجب جو ان کے طبعی مقامات کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں، اقامت فرماتے ہیں اور وطن بنا لیتے ہیں۔ پس اگر کوئی ان کو قرار پذیر ہونے کے بعد ڈھونڈے تو ان کو انہی اسماء میں پائے گا۔ پس وہ بلند استعداد والا جو حضرت ذات کی طرف متوجہ ہے ناچار عروج کے وقت ان اسماء میں پہنچیگا اور اس جگہ اُوپر کو گزر جائے گا۔ اِلّا مَاشاء اللہ لیکن جب وہ سالک اُوپر سے نیچے آئے گا۔ اور اس اسم میں جو اس کے وجودی تعین کا مبدء ہے نزول کرے گا۔ تو وہ اسم ذات ان اسموں سے جو انبیائے کرام علیہم الصلوٰة والسلام کے مقامات ہیں بہت نیچے ہوگا۔ اور اس جگہ مقامات کا فرق ظاہر ہو جائے گا کیونکہ افضلیت کا مدار اس بات پر ہے کہ جس کا مقام بلند ہے وہی افضل ہے۔ اور جب تک سالک اپنے اسم میں واپس نہ آئے اور اپنے اسم کو ان اسموں سے نیچے معلوم نہ کرے ان بزرگواروں کی افضلیت کو ذوق و حال کے طور پر معلوم نہیں کر سکتا۔ بلکہ تقلید کے طور پر ان کو افضل کہتا ہے۔ اور پہلے یقین پر ان کی اولیت کا حکم کرتا ہے۔ لیکن اس کا وجدان و ذوق اس کے حکم کا مکذب ہوتا ہے۔ ایسے وقت میں بارگاہِ الٰہی میں التجا اور بزاری اور عجز و نیاز کرنا ضروری ہے تاکہ اصل حقیقت ظاہر ہو جائے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں سالکوں کے قدم پھسل جاتے ہیں۔ اس جواب کو ہم ایک مثال سے واضح کرتے ہیں۔

معقولی یعنی اہلِ فلسفہ نے کہا ہے کہ دھواں خاکی اور آتشی اجزا سے مرکب ہے۔ جس وقت دھواں اُوپر کو جاتا ہے تو خاکی اجزا آتشی اجزا کے ہمراہ اُوپر چلے جاتے ہیں۔ اور قاسر کا قسر حاصل ہونے سے عروج کر جاتے ہیں۔ اور انہوں نے کہا ہے کہ اگر دھواں قوی ہو۔ تو وہ کرۂ نار تک چڑھ جاتا ہے۔ اس وقت اجزائے خاکی اجزائے آبی اور اجزائے ہوائی کے مقامات میں جو بالطبع فوقیت رکھتے ہیں پہنچ جائیں گے۔ اور وہاں سے عروج کر کے اوپر چڑھ جائیں گے۔ اس صورت میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ اجزائے خاکی کا مرتبہ اجزائے ہوائی کے رتبہ سے بلند تر ہے۔ کیونکہ وہ فوقیت باعتبار قاسر کے ہے نہ باعتبار ذات کے۔ اور کرۂ نار تک پہنچنے کے بعد جب وہ اجزائے خاکی نیچے گریں گے اور اپنے اصلی مرکز پر پہنچیں گے۔ تو بیشک ان کا مقام آب و ہوا کے مقام سے نیچے ہوگا۔

پس بحث مذکورہ میں اس سالک کا عروج بھی ان مقامات سے باعتبار قاسر کے ہے اور وہ قاسر گرمی محبت کی زیادتی اور جذبۂ عشق کی قوت ہے۔ اور ذات کے اعتبار سے اس کا مقام ان مقامات سے بہت پیچھے ہے۔

یہ جواب جو کہا گیا ہے منتہی کے حال کے مناسب ہے۔ لیکن اگر ابتدا میں یہ وہم پیدا ہو جائے اور اپنے



Marfat.com

آپ کو بزرگوں کے مقامات میں معلوم کرے۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ابتداء اور توسط میں ہر مقام کا ظل اور مثال ہے اور مبتدی اور متوسط جب ان کے ظلال میں پہنچتے ہیں تو خیال کرتے ہیں کہ ان مقامات کی حقیقت تک پہنچ گئے ہیں۔ اور ظلال اور حقائق کے درمیان فرق نہیں کرسکتے۔ اور ایسے ہی بزرگوں کے شبہ اور مثال کو جب اپنے مقامات کے ظلال میں پاتے ہیں تو خیال کرتے ہیں کہ ان مقامات میں بزرگوں کے ساتھ مشترک ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ یہاں شے کے ظل کا نفس شے کے مانند ہونا لازم آتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْيَاءِ كَمَا هِيَ وَجَنِّبْنَا عَنِ الْاِشْتِغَالِ بِالْمَلَاهِيْ بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اَتَمُّهَا وَاَكْمَلُهَا يَا اَللّٰهُ

تو ہم کو حضرت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل اشیاء کی اصل حقیقت سے پورا پورا آگاہ کر اور لہو ولعب کے ساتھ مشغول ہونے سے بچا۔

# مکتوب نمبر ۲۰۹

میر محمد نعمان بدخشی کی طرف صادر فرمایا:

رسالہ مبدء ومعاد کی بعض مشکل عبارتوں کے حل کرنے میں اور بعض عبارتوں کے بیان میں جو اس کی تائید میں لکھی گئی ہیں۔ اور ایک مکتوب کے جواب میں جو اس طریق کی ضروری باتوں پر مشتمل ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاٰلِهِ الطَّاهِرِيْنَ اَجْمَعِيْنَ تمام تعریفیں اللہ رب العلمین کے لئے ہیں اور سید المرسلین اور ان کی آل پاک پر صلوٰۃ وسلام ہو۔

میرے سیادت پناہ عزیز بھائی میر محمد نعمان جمعیت سے رہیں۔ اس طرف کے احوال حمد کے لائق ہیں۔ سرائے فرخ میں رخصت ہونے کے وقت آپ نے اور برادرم محمد اشرف نے اس عبارت کے معنی جو رسالہ مبدء ومعاد میں واقع ہے پوچھے تھے چونکہ وقت نے یاوری نہ کی۔ اس لئے رکاوٹ واقع ہوگئی۔ اب دل میں آیا کہ اس عبارت کے حل میں کچھ لکھا جائے تاکہ دوستوں کی تسلی اور تشفی کا موجب ہو۔ رسالہ کی عبارت یہ ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رحلت فرمانے سے ہزار اور چند سال کے بعد ایک ایسا زمانہ آرہا ہے کہ حقیقت محمدی اپنے مقام سے عروج فرماتی ہے اور حقیقت کعبہ کے مقام سے متحد ہو جائیگی اور اس وقت حقیقت محمدی کا نام حقیقت احمدی ہو جائیگا۔ اور ذات احد جل سلطانہ کا مظہر



Marfat.com

بن جائے گی۔ اور دونوں اسم مبارک اپنے مسمّی کے ساتھ متحقق ہو جائیں گے۔ اور پہلا مقام حقیقت محمدی سے خالی رہے گا۔ یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علےٰ نبیّنا وعلیہ الصّلوٰۃ والسّلام نزول فرمائیں اور شریعت محمدی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے موافق عمل کریں گے۔ اس وقت حقیقت عیسوی اپنے مقام سے عروج فرما کر حقیقت محمدی کے مقام میں جو خالی رہا تھا۔ قرار پڑے گی۔

جاننا چاہیئے کہ شخص کی حقیقت اس کے تعین وجوبی سے مراد ہے کہ اس شخص کا تعین امکانی اس تعین کا ظل ہے۔ اور وہ تعین وجوبی اسمائے الٰہی مثل علیم و قدیر و مرید و متکلم وغیرہ میں سے ایک اسم ہے اور وہ اسم الٰہی اس شخص کا رب اور اس کے وجودی فیوض کا مبدء ہے۔ اور اس اسم کی نسبت حضرت ذات کے ساتھ مختلف مراتب میں ہے۔ مرتبہ صفت میں اور توابع وجودی کہ اس کا وجود ذات کے وجود پر زائد ہے۔ یہی اسم اطلاق پاتا ہے۔ اور مرتبہ شان میں بھی کہ اس کی زیادتی ذات پر مجرد اعتبار سے ہے۔ یہی اسم صادق آتا ہے۔ اور صفت و شان کے درمیان فرق۔ اس مکتوب میں جو سلوک اور جذبہ کے بیان میں لکھا گیا تھا مفصل ذکر پا چکا ہے۔ اگر معلوم نہ ہو تو اس مکتوب کی طرف رجوع کریں۔ اور شک نہیں ہے کہ شان کا حاصل ہونا بھی اگرچہ مجرد اعتبار ہے۔ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس سے اوپر اس کے شان کے مناسب اور زائد معنی ہوں جو اس کے وجود اعتباری کا مبدء ہوں۔ پس اس اسم کو اس مرتبہ سے بھی نصیب حاصل ہے اور اس معنے زائدہ کے فوق میں بھی یہ احتمال جاری ہے۔ لیکن قوتِ بشری اس کے ضبط کرنے سے عاجز ہے۔ اس فقیر بے بضاعت نے ایک اور مرتبہ کو بھی عبور کیا ہے۔ لیکن اس مرتبہ کے فوق میں سوائے استغراق اور نیستی کے کچھ حاصل نہیں ہے وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ[1] ہر صاحب علم کے اوپر علم والا ہے ؎

هَنِيئًا لِأَرْبَابِ النَّعِيمِ نَعِيمُهَا
وَلِلْعَاشِقِ الْمِسْكِينِ مَا يَتَجَرَّعُ

ترجمہ: ارباب نعمت کو نعمتیں گوارا ہوں اور عاشق مسکین کے لئے وہی دردو غم ہے جسے وہ گھونٹ گھونٹ پی رہا ہے۔

اہل اللہ کی ایک دوسرے پر فضیلت اپنی اپنی استعداد اور قابلیت کے موافق ان مختلف مراتب کے طے کرنے کے اعتبار سے ہے۔ اور اس اسم سے واصل اولیا بہت تھوڑے ہیں۔ کیونکہ اکثر ان میں سے سلوک اور سیر تفصیلی کے طریق پر تمام مراتب امکانیہ سے عروج کرنے کے بعد اس اسم کے ظلال میں سے کسی ظل

[1] سورہ یوسف پارہ ۱۳ - ۱۲



Marfat.com

تک واصل ہیں۔ اور صرف جذبہ کے طریق سے بھی اس اسم تک واصل ہونے کا وہم کیا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ بے اعتبار اور بے اعتماد ہے۔ اور وہ لوگ جنہوں نے اس اسم سے عروج کیا ہے۔ اور مراتب متفاوتہ کو کم و بیش طے کیا ہے، وہ بہت ہی تھوڑے ہیں۔

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شخص کی حقیقت جیسے کہ تعین وجوبی کو کہتے ہیں تعین امکانی کو بھی کہتے ہیں۔ جب یہ مقدمات معلوم ہو گئے۔ تو میں کہتا ہوں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام مخلوقات کی طرح عالم خلق اور عالم امر سے مرکب ہیں۔ اور وہ اسم الٰہی جو ان کے عالم خلق کی تربیت کرنے والا ہے۔ شان العلیم ہے۔ اور وہ جو ان کے عالم امر کی تربیت فرماتا ہے وہ معنے ہے جو اس شان کے وجود اعتباری کا مبدء ہے۔ جیسے کہ گزر چکا۔ اور حقیقت محمدی شان العلیم سے مراد ہے۔ اور حقیقت احمدی اس معنے سے کنایہ ہے جو اس شان کا مبدء ہے اور حقیقت کعبہ ربانی بھی اسی معنے سے مراد ہے۔ اور وہ نبوت جو حضرت آدم علےٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش سے پہلے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل تھی۔ اور اس مرتبہ کی نسبت خبر دی ہے اور فرمایا ہے کہ کُنْتُ نَبِيًّا وَّ اٰدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ میں نبی تھا جبکہ آدم ابھی پانی اور کیچڑ میں تھا۔ وہ باعتبار حقیقت احمدی کے تھی جس کا تعلق عالم امر سے ہے۔ اور اس اعتبار سے حضرت عیسیٰ علےٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کلمۃ اللہ تھے اور عالم امر سے زیادہ مناسبت رکھتے تھے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کی خوشخبری اسم احمد سے دی ہے اور فرمایا ہے مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ اَحْمَدُ خوشخبری دینے والا ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا اور اُس کا نام احمد ہے۔ اور وہ نبوت جو عنصری پیدائش سے تعلق رکھتی ہے۔ وہ صرف حقیقت محمدی کے اعتبار سے نہیں ہے۔ بلکہ دونوں حقیقتوں کے اعتبار سے ہے۔ اور اس مرتبہ میں آپ کی تربیت کرنے والی وہ شان اور اس شان کا مبدء ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس مرتبہ کی دعوت پہلے مرتبہ کی دعوت کی نسبت زیادہ اتم ہے۔ کیونکہ

---

لہ ترمذی شریف بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بالفاظ

قالوا متی وجبت لک النبوۃ قال آدم بین الروح والجسد

شرح السنۃ میں یہ روایت بایں الفاظ مروی ہے

انی عند اللہ مکتوب خاتم النبیین و آدم لمنجدل فی طینتہ

لہ پارہ ۲۸ سورہ صف

مترجم



Marfat.com

۲ اُس مرتبہ میں آپ کی دعوت عالمِ امر سے مخصوص تھی۔ اور آپ کی تربیت نُورانیوں پر منحصر تھی۔ اور اس مرتبہ میں آپ کی دعوت خلق وامر دونوں کو شامل ہے۔ اور آپ کی تربیت اجساد وارواح پر مشتمل ہے۔
حاصل کلام یہ کہ اس جہان میں آپ کی عنصری پیدائش کو آپ کی مَلَکی پیدائش پر غالب کیا ہوا تھا تاکہ مخلوقات کے ساتھ جن میں بشریت زیادہ غالب ہے۔ وہ مناسبت جو افادہ اور استفادہ کا سبب ہے زیادہ پیدا ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ حق تعالےٰ نے اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی بشریت کے ظاہر کرنے کے لئے بڑی تاکید سے امر فرمایا ہے کہ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحٰى اِلَيَّ کہ میں بھی تمہاری طرح بشر ہوں میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ لفظ مِثْلُكُمْ کا لانا تاکید بشریت کے لئے ہے۔ اور وجودِ عنصری سے رحلت کر جانے کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانیت کی جانب غالب ہوگئی اور بشریت کی مناسبت کم ہوگئی۔ اور دعوت کی نورانیت میں تفاوت پیدا ہوگیا۔

---

۱ معلوم ہُوا کہ عالم امر اور عالم ارواح میں بھی سب کی تربیت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کی اور آپ اجساد اور ارواح دونوں کے مربی ہیں۔

۲ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت یا آپ کے نُور ہونے کے متعلق حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ کے مسلک وعقیدہ کی وضاحت آپ کی درج ذیل عبارات سے ہو جاتی ہے۔

(۱) دفتر سوم مکتوب ۱۰۰ میں حضرت شیخ مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

باید دانست کہ خلق محمدی در رنگ خلق سائرِ افرادِ انسانی نیست۔ بلکہ بخلق ہیچ فردے از افراد عالم مناسبت ندارد کہ او صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم باوجود نشاء عنصری از نور حق جل وعلا مخلوق گشتہ۔ کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام خُلِقْتُ مِنْ نُّوْرِ اللّٰہِ ودیگراں را ایں دولت میسر نشدہ است۔

ترجمہ: جاننا چاہیئے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش دُوسرے افراد انسانی کی پیدائش کی طرح نہیں ہے بلکہ جہان کے تمام افراد میں سے کسی فرد کے ساتھ آپ کی پیدائش اور آپ کا وجود نور مناسبت و مشابہت نہیں رکھتا کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام باوجود جسم عنصری رکھنے کے نورِ حق تعالےٰ سے پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے "میں اللہ کے نُور سے پیدا ہوا ہوں" اور دُوسرے کسی کو یہ دولت نصیب نہیں ہوئی۔

(۲) اسی مکتوب میں چند سطر بعد فرماتے ہیں:

وبکشف صریح معلوم گشتہ است کہ خلقت آنسرور علیہ السلام ناشی از امکان است کہ بصفات اضافیہ



Marfat.com

بعض اصحاب کرامؓ نے فرمایا ہے کہ ابھی ہم آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دفن سے فارغ نہ ہوئے کہ ہم نے اپنے دلوں میں فرق محسوس کیا۔ ہاں ایمان شہودی ایمان غیبی سے بدل گیا۔ اور معاملہ آغوش سے گوش تک آ پہنچا۔ اور دیکھنے سے سُننے تک نوبت آ گئی۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے جب ہزار سال گزرے جو بڑی لمبی مدت اور بڑا دراز زمانہ ہے۔ تو روحانیت کی طرف اس طرح غالب ہوئی کہ بشریت کی تمام جانب کو اپنے رنگ میں رنگ دیا۔ حتیٰ کہ عالم خلق نے عالم امر کا رنگ اختیار کیا۔ پس ناچار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عالم خلق سے جس چیز نے اپنی حقیقت کی طرف رجوع کی تھی۔ یعنی حقیقت محمدیؐ عروج کر کے حقیقت احمدیؐ سے لاحق ہو گئی اور حقیقت محمدی حقیقت احمدیؐ سے متحد ہو گئی۔

---

(حاشیہ صفحہ ۴۴۳)

تعلق دارد بآں امکانیکہ در سائر ممکنات عالم کائن است۔

ترجمہ: اور کشف صریح سے معلوم ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُس امکان سے پیدا ہوئے ہیں جو صفات اضافیہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس امکان سے پیدا نہیں ہوئے جو باقی کائنات عالم میں پایا جاتا ہے۔

اسی مکتوب میں فرماتے ہیں:

نوریست کہ در نشاءِ عنصری بعد از انتساب از اصلاب بارحام منتقل شدہ بمقتضائے حکم و مصالح بصورت انسانی کہ احسن تقویم است ظہور نمودہ است و مسمی بمحمد و احمد شدہ۔

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نور ہیں جو عالم اجسام میں پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتے رہے ہیں اور پھر آخرکار مختلف رحموں سے منتقل ہوتے ہوئے حکمتوں اور مصلحتوں کے پیش نظر بصورت انسان جو بہترین صورت ہے ظہور فرمایا، اور محمد و احمد کے نام سے موسوم ہوئے۔"

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ مذکورہ عبارات واضح کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نورِ حق تعالیٰ سے پیدا ہوئے ہیں اور حکم و مصالح کے تحت انسانی صورت میں عالم اجسام میں جلوہ فرما ہوئے ہیں۔

مزید اسی مکتوب میں فرماتے ہیں:

(۴) و ہر چند بدقت نظر صحیفہ ممکنات عالم را مطالعہ نمودہ مے آید وجود آنسرور علیہ السلام در آنجا مشہود نمیگردد و چوں وجود آنسرور علیہ السلام از عالم ممکنات نباشد بلکہ فوق ایں عالم باشد ناچار او را سایہ نبود۔ و نیز در عالم شہادت سایہ شخص از شخص لطیف است و چوں لطیف تر از وے در عالم نباشد او را سایہ چہ صورت دارد علیہ الصلوٰۃ والسلام

ترجمہ: اور کتنی ہی باریک نظر سے صحیفہ ممکنات کا مطالعہ کیا جائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود انور اس میں سے معلوم نہیں ہوتا اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم ممکنات میں سے نہیں ہیں بلکہ اس سے بلند وارفع امکان



Marfat.com

اس جگہ حقیقت محمّدی اور حقیقت احمدی سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ کے خلق و امر کا تعین امکانی ہے۔ نہ تعین وجوبی کہ تعین امکانی اس کا ظل ہے۔ کیونکہ تعین وجوبی کے عروج کے کچھ معنے نہیں اور اس تعین کے ساتھ متحد ہونا معقول نہیں ہے۔

جب حضرت عیسےٰ علےٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نزول فرمائیں گے۔ تو حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کی متابعت کریں گے۔ اور اپنے مقام سے عروج فرما کر تبعیت کے طور پر حقیقت محمّدی کے مقام میں پہنچیں گے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین کی تقویت کریں گے۔ گذشتہ شریعتوں کا بھی یہی حال تھا کہ اولوالعزم پیغمبروں کے رحلت فرما جانے سے ہزار سال کے بعد انبیائے کرام اور رسل عظام مبعوث ہوتے تھے۔ جو ان پیغمبروں کی شریعت کو تقویت دیتے تھے۔ اور ان کے کلمہ کو بلند کرتے تھے۔ اور جب پیغمبر اولوالعزم کی دعوت و شریعت کا دورہ تمام ہو جاتا تھا تو دوسرا اولوالعزم پیغمبر مبعوث ہو جاتا تھا۔ اور نئے سرے سے اپنی شریعت ظاہر کرتا تھا۔ اور چونکہ حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت نسخ و تبدیل سے محفوظ ہے۔ اس لئے حضورؐ کی اُمت کے علماء کو انبیا کا مرتبہ عطا فرما کر شریعت کی تقویت اور ملت کی تائید کا کام ان کے سپرد فرمایا ہے۔ بلکہ ایک اولوالعزم پیغمبر کو حضورؐ کا تابعدار بنا کر حضورؐ کی شریعت کو ترقی بخشی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ہم ہی نے قرآن مجید کو نازل کیا۔ اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

اور جاننا چاہیئے کہ حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رحلت کر جانے سے ہزار سال بعد حضورؐ کی اُمت کے اولیا جو ظاہر ہوں گے۔ اگرچہ وہ قلیل ہوں گے مگر اکمل ہوں گے۔ تاکہ اس شریعت کی تقویت پورے طور پر کر سکیں۔

حضرت مہدی جن کی تشریف آوری کی نسبت حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بشارت فرمائی ہے۔ ہزار سال کے بعد پیدا ہوں گے۔ اور حضرت عیسےٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام خود بھی ہزار سال کے بعد نزول فرمائیں گے۔

خلاصہ یہ کہ اس طبقہ کے اولیا کے کمالات اصحاب کرام رضوان اللہ عنہم کے کمالات کی مانند ہیں۔ اگرچہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد فضیلت و بزرگی اصحاب کرام کے لئے ہے۔ لیکن یہ ایک ایسا مقام ہے کہ

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۶۵) سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس بنا پر آپ کے جسم شریف کا سایہ نہیں تھا۔ اور نیز اس عالم شہادت میں شے کا سایہ شے سے لطیف تر ہوتا ہے۔ اور جب حضور علیہ السلام سے زیادہ لطیف کوئی چیز جہان میں نہیں ہے تو آپ کے جسم مبارک کے لئے سایہ کس طرح متصوّر ہو سکتا ہے۔



Marfat.com

کمال مشابہت کے باعث ایک کو دُوسرے پر فضیلت نہیں دے سکتے۔

اور ہو سکتا ہے کہ اسی وجہ سے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا[1] ہو کہ لَا يُدْرٰى اَوَّلُهُمْ خَيْرٌ اَمْ اٰخِرُهُمْ نہیں معلوم ان میں سے اوّل زمانہ کے بہتر ہیں یا آخر زمانہ کے۔ اور یہ نہیں فرمایا کہ لَا اَدْرِیْ اَوَّلُهُمْ خَيْرٌ اَمْ اٰخِرُهُمْ میں نہیں جانتا کہ ان میں سے اوّل کے بہتر ہیں یا آخر کے۔ کیونکہ فریقین میں سے ہر ایک کا حال آپ کو معلوم تھا۔ اسی واسطے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ سب زمانوں سے بہتر میرا زمانہ ہے۔ لیکن چونکہ کمال مشابہت کے باعث تردد کا مقام تھا۔ اس لئے لَا يُدْرٰى فرمایا۔

اگر کوئی سوال کرے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اصحاب کے زمانہ کے بعد تابعین کے زمانہ کو اور تابعین کے زمانہ کے بعد تبع تابعین کے زمانہ کو بہتر فرمایا ہے۔ تو یہ دونوں قرن بھی یقیناً اس گروہ سے بہتر ہوں گے پھر یہ طبقہ کمالات میں اصحاب کرام کے ساتھ کیسے مشابہ ہوگا۔ تو اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ ہو سکتا ہے کہ اس قرن کا اس طبقہ سے بہتر ہونا اس اعتبار سے ہو کہ اولیاء اللہ کا ظہور کثرت سے ہوگا۔ اور بدعتیوں اور بدکاروں اور گنہگاروں کا وجود کم ہوگا۔ اور یہ امر ہرگز اس بات کے منافی نہیں کہ اس طبقہ کے اولیاء اللہ میں سے بعض افراد ان دونوں قرنوں کے اولیاء سے بہتر ہوں جیسے کہ حضرت مہدی ؎

فیضِ رُوح القدس ار باز مدد فرماید  دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد

رُوح القدس کا فیض اگر دوبارہ مدد فرمائے تو دُوسرے بھی وہ کام کر سکتے ہیں جو حضرت مسیح کرتے تھے

لیکن اصحاب کا زمانہ ہر لحاظ سے بہتر ہے۔ اس کی نسبت گفتگو کرنا فضول ہے۔ سابق سابق ہی ہیں اور جنت نعیم میں مقرب ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ دُوسروں کا پہاڑ جتنا سونا خرچ کرنا ان کے ایک سیر جَو خرچ کرنے کے برابر نہیں ہے۔ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ پہلے بیان سے اس عبارت کے معنے واضح ہو گئے۔ جو رسالہ مبدء و معاد میں اس عبارت کے اُوپر لکھی گئی ہے کہ کعبۂ ربانی کی حقیقت حقیقتِ محمدی کی مسجود ہوگئی۔ کیونکہ کعبہ ربّانی کی حقیقت بعینہٖ حقیقت احمدی ہے کہ حقیقت محمدی دراصل اس کا ظل ہے۔ پس ناچار حقیقت محمدی کی مسجود ہوگی۔ اگر سوال کریں کہ

---

[1] پُوری حدیث اس طرح ہے۔ مثل امتی مثل المطر لا یدری اولہ خیر ام آخرہ۔ ترمذی شریف یعنی میری اُمت کا حال بارش کی طرح ہے نہیں معلوم ہو سکتا کہ بارش کا پہلا حصّہ بہتر ہے یا آخری حصّہ یعنی ساری اُمت بہتر ہے جس طرح ساری بارش نافع اور خیر ہے۔ یہ حدیث الفاظ کے کچھ تغیر کے ساتھ بروایت عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہ ابن عساکر میں بھی موجود ہے۔ ۱۲



Marfat.com

کعبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اولیائے اُمت کے طواف کے لئے آتا ہے۔ اور ان سے برکات حاصل کرتا ہے۔ حالانکہ اس کی حقیقت حقیقتِ محمدی پر متقدم ہے تو پھر یہ بات کس طرح جائز ہوگی؟

مَیں جواب میں کہتا ہوں کہ حقیقت محمدی تنزیہ اور تقدیس کی بلندی سے محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزول کرنے کے مقامات کی نہایت ہے۔ اور کعبہ کی حقیقت عروج کعبہ کے مقامات کی نہایت ہے۔ اور حقیقت محمدی کے واسطے مرتبہ تنزیہ پر عروج کرنے کے لئے پہلا مرتبہ حقیقتِ کعبہ ہے۔ اور حقیقت محمدی کے عروج کی نہایت کو سوائے خدا تعالےٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ اور جب حضورؐ کی اُمت میں سے کامل اولیاء کو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عروجات سے پُورا پُورا حصّہ حاصل ہے تو پھر اگر کعبہ ان بزرگواروں سے برکات حاصل کرے تو کیا تعجب ہے۔[ل] ؎

زمیں زادہ بر آسمان تافتہ  زمین وزمان راپس انداختہ

ترجمہ: خاک سے پیدا شدہ آسمان پر جا پہنچا اور زمین و زمان کو پیچھے چھوڑ گیا

اور دُوسری عبارت بھی جو اس رسالہ سے اس مقام میں لکھی گئی تھی حل ہوگئی۔ اور وہ عبارت یہ ہے کہ کعبہ کی صُورت جس طرح کہ اشیا کی صورتوں کی مسجُود ہے۔ اسی طرح کعبہ کی حقیقت بھی ان اشیاء کی حقیقتوں کی مسجود ہے۔ کیونکہ مقدمات سابقہ سے معلوم ہوا ہے کہ حقائق اشیا اُن اسمائے الٰہی سے مراد ہے جو ان کے وجود اور ان کے وجود کے متعلقات کے فیوض کا مبدء ہے۔ اور حقیقت کعبہ ان اسماء کے فوق ہے۔ پس بیشک حقیقت کعبہ حقائق اشیاء کی متبوع ہوگی۔ ہاں اگر اولیاء میں سے اکمل کو حقیقت کعبہ سے بالاتر سیر واقع ہوجائے۔ اور بالاتر انوار کو حاصل کرکے اپنے حقائق کے مراتب میں جو مراتب عروج میں اشیاء کے طبعی مقامات کی مانند ہیں، نیچے اُتر آئیں۔ تو کعبہ ان کی برکات سے توقع رکھے گا جیسے کہ پہلے گزر چکا۔

اور نیز رسالہ مبدء معاد میں چند فقرے انبیائے اولوالعزم کے ایک دُوسرے سے افضل ہونے میں لکھے گئے تھے۔ ان کے ایک دُوسرے کے افضل ہونے کے معنی چونکہ کشف و الہام پر مبنی ہیں جو ظنی ہیں اس لئے اس کے لکھنے اور فضیلت میں تفرقہ کرنے سے ندامت اور توبہ کرتا ہے کیونکہ قطعی دلیل کے سوا اس بارہ میں گفتگو کرنا جائز نہیں أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَ أَتُوبُ إِلَيْهِ مِنْ جَمِيعِ مَا كَرِهَ اللّٰهُ قَوْلاً وَّ فِعْلاً میں اُن تمام اقوال و افعال سے جو اللہ کو ناپسند ہیں توبہ کرتا ہوں اور بخشش مانگتا ہوں۔

آپؐ نے اپنے مکتوب میں یہ بھی لکھا تھا کہ :۔

---

[ل] سبحان اللہ اولیاء کرام کی کتنی عظیم شان ہے کہ کعبہ بھی ان کے طواف کو آتا ہے۔



Marfat.com

میں نے سراۓ فرخ میں پوچھا تھا کہ طالبوں کو طریقت سکھانا میرے حال کے مناسب ہے یا نہیں اور تم نے جواب میں لکھا تھا کہ نہیں۔

فقیر کو یاد نہیں رہا کہ عام طور پر نفی کی ہو۔ بلکہ یہ کہا ہوگا۔ کہ شرائط پر مشروط ہے۔ بے شرائط ہرگز مناسب نہیں۔ اور اب بھی اسی طرح جانیں۔ چاہیئے کہ شرائط کو مدنظر رکھنے میں بڑی احتیاط کریں اور رہرگز سستی نہ کریں۔ اور جب تک استخاروں کے ساتھ اس بات کا یقین نہ ہو جائے کہ طریقہ سکھانا چاہیئے۔ تب تک کسی کو نہ سکھائیں۔ اور برادرم مولانا یار محمد قدیم کو بھی اس بات کی طرف رہنمائی کریں اور بڑی تاکید سے کہیں کہ طریقت چلانے میں جلدی نہ کرے۔ کیونکہ مقصود دکان کھولنا نہیں ہے۔ بلکہ حق تعالیٰ کی مرضی کو مدنظر رکھنا چاہیئے۔ اطلاع دینا شرط ہے۔

دُوسرے یہ کہ آپ نے اپنے مریدوں کی نسبت گلہ کیا تھا۔ گلہ تو آپ کو اپنی وضع کی نسبت کرنا چاہیئے تھا۔ کیونکہ آپ اس جماعت سے اس طرح زندگی بسر کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ آزار و تکلیف ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ پیر کو چاہیئے کہ مریدوں کی نظر میں اپنے آپ کو آراستہ اور شان و شوکت سے رکھے نہ یہ کہ ان کے ساتھ اختلاط کا دروازہ کھول دے اور ان سے ہمنشینوں کی طرح سلوک کرے۔ اور حکایت و گفتگو سے مجلس گرم رکھے۔ والسلام

# مکتوب نمبر ۲۱۰

نفحات کی عبارت کے حل کرنے اور بعض ضروری نصیحتوں کے ذکر میں ملا شکیبی اصفہانی کی طرف لکھا:

آپ کا شریف و لطیف خط جو از روئے شفقت و مہربانی اس حقیر بے سامان کے نام لکھا ہوا تھا شرف صدور لایا۔ اور اس کے مطالعہ سے بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ آپ سلامت رہیں اور سلامت ہی جائیں۔ اور جب تک رہیں فقراء کی محبت پر رہیں۔ اور جب جائیں ان کی محبت کا سرمایہ لے کر جائیں۔ اور جب اُٹھیں اُن کی محبت میں اُٹھیں۔ بحرمت اُس وجود پاک کے جس نے فقر پر فخر کیا اور اس کو دولتمندی پر اختیار کیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

آپ نے از روئے کرم کے لکھا تھا کہ اُس حکایت کا اصل معاملہ کیا ہے جو نفحات میں شیخ ابن السکینہ قدس سرہ کے مُرید کی نسبت مذکور ہے کہ ایک دن دریائے دجلہ میں غسل کے موقع پر غوطہ لگایا اور سر دریائے نیل سے جا نکالا اور مصر میں چلا گیا۔ اور وہاں شادی کی اور اس کے ہاں بیٹے پیدا ہوئے۔ اور سات سال تک مصر میں مقیم رہا۔ اتفاقاً پھر ایک دن غسل کے لئے دریائے نیل میں غوطہ لگایا۔ اور سر دریائے دجلہ میں جا نکالا۔ دیکھا کہ اس کے کپڑے جو دریائے دجلہ کے کنارے پر رکھے تھے۔ بدستور موجود ہیں۔ ان کپڑوں کو پہن کر گھر آیا۔ اس کی بیوی نے کہا کہ مہمانوں کے لئے کھانا جو آپ نے فرمایا تھا تیار ہے۔ الی آخرہ۔



Marfat.com

میرے مخدوم! اس حکایت کا اشکال اس وجہ سے نہیں ہے کہ برسوں کا کام ایک گھڑی میں کیسے میسر ہوگیا۔ کیونکہ اس قسم کا معاملہ بہت واقع ہوتا ہے۔

حضرت رسالت خاتمیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شب معراج میں عروج کے مرتبے طے کرنے اور وہاں کی منزلیں قطع کرنے کے بعد جو کئی ہزار برسوں میں میسر ہوسکیں۔ جب اپنے دولت خانہ میں واپس آئے تو دیکھا کہ بستر خواب ابھی گرم ہے۔ اور کوزہ میں وضو کا پانی ابھی حرکت میں ہے۔

اس کی وجہ وہی ہے جو اس حکایت کے نقل کرنے کے بعد نفحات میں مذکور ہے کہ یہ بات بسط زمان کی قسم سے ہے۔ بلکہ اس حکایت کا اشکال اس سبب سے ہے کہ بغداد میں جو وقت ہو وہی مصر میں ہو۔ حالانکہ عرصہ سات سال کا درمیان پیدا ہو۔ مثلاً اہل بغداد اس وقت سن تین سو ساٹھ ہجری میں ہوں۔ اور اہل مصر اس وقت تین سو ستاسٹھ ہجری میں۔ عقل و نقل اس بات کو پسند نہیں کرتی۔ یہ معاملہ ایک یا دو شخصوں کی نسبت ہو تو جائز ہے لیکن شہروں اور متعدد مکانوں کی نسبت محال ہے۔ جو کچھ اس فقیر کی خاطر دفاتر میں گزرتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ حکایت حالت بیداری سے نہیں ہے۔ بلکہ خواب و واقعات کی قسم سے ہے کہ سننے والے کے لئے خواب رویت سے مشتبہ ہوگئی ہے۔ اور نیند سے بیداری کا وہم گزرا ہے۔ اس قسم کے اشتباہ بہت واقع ہوتے ہیں۔ بلکہ اسی اشتباہ کے ظن سے ہے کہ خواب میں دیکھا ہے اور خواب میں اپنے پیر سے کہا ہے۔ اور فرزندوں کو لایا ہے وغیرہ وغیرہ اور وہ حکایت بھی جو اس حکایت کے بعد شیخ محی الدین بن عربی قدس سرہٗ سے نقل کرتے ہیں اسی قسم سے ہے واللّٰہُ اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْاُمُوْرِ کُلِّھَا۔ اور تمام امور کی اصلی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ اس عبارت کی شرح لکھنی چاہیئے کہ جسد کا مربی روح ہے اور قالب کا مربی قلب۔

میرے مخدوم! ان دونوں عبارتوں کا مطلب ایک ہی ہے اور وہ انسان کے عالم خلق کو اس کے عالم امر سے تربیت کرنا ہے۔ اور چونکہ جسد کا لفظ روح کے لفظ کے ساتھ اکثر استعمال واقع ہوتا ہے اور قالب قلب کے درمیان لفظی مناسبت ہے۔ اس واسطے ہر ایک کو اپنے مناسب لفظ کے ساتھ جمع کرکے عبارت کا اختلاف اختیار کیا گیا ہے۔ آپ نے نصیحتوں کی طلب ظاہر فرمائی ہے۔

میرے مشفق مخدوم! شرم آتی ہے کہ باوجود اس خرابی اور گرفتاری اور بے سامانی اور بے حاصلی کے اس بارہ میں کچھ لکھے۔ اور صریح طور پر یا اشارہ کے طور پر اس قسم کی کلام کرے۔ لیکن اس بات کا بھی ڈر ہے کہ اگر قول معروف سے اپنے آپ کو معاف رکھے تو اس سے خست اور کمینہ پن ظاہر ہوتا ہے اور بخل و کنجوسی کی نوبت پہنچتی ہے۔ اس لئے چند باتیں لکھنے کی جرأت کرتا ہے۔



Marfat.com

میرے مخدوم! دُنیا کے بقا کی مُدت بہت قلیل ہے۔ اور اس قلیل سے بھی اکثر تلف ہو گئی ہے اور بہت کم باقی رہ گئی ہے۔ اور بقائے آخرت کی مدت خلود اور دوام ہے۔ اور معاملہ خلود کو بقائے چند روزہ کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔ بعد ازاں یا دائمی راحت ہے یا دائمی عذاب۔

مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو خبر دی ہے وہ حق ہے اس میں خلاف کا احتمال نہیں ہے۔ اپنی عقل دُور اندیش سے کام لینا چاہیئے۔

میرے مخدوم! عمر کا بہتر اور قیمتی حصّہ لہو و لعب میں گزر گیا۔ اور خدا تعالےٰ کے دشمنوں کی رضامندی میں بسر ہُوا۔ اور عمر کا تھوڑا حصّہ باقی رہ گیا ہے۔ اگر آج ہم اس کو خدائے تعالےٰ کی رضامندی میں حاصل کرنے میں صرف نہ کریں۔ اور اشرف کی تلافی ارذل سے نہ کریں اور تھوڑی محنت کو ہمیشہ کے آرام کا وسیلہ نہ بنائیں۔ اور تھوڑی نیکیوں سے بہت سی بُرائیوں کا کفارہ نہ کریں۔ کل کونسا مُنہ لے کر ہم خدائے تعالےٰ کے سامنے جائیں گے۔ اور کیا حیلہ پیش کریں گے۔ یہ خواب خرگوش کب تک رہے گی۔ اور غفلت کی روئی کب تک کانوں میں پڑی رہے گی۔ آخر ایک دن بینائی سے پردے اُٹھا دیں گے۔ اور غفلت کی روئی کانوں سے دُور کر دیں گے۔ لیکن پھر کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اور سوائے حسرت و ندامت کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ موت کے آنے سے پہلے ہی اپنا کام بنا لینا چاہیئے۔ اور واشوقا کہتے ہوئے مرنا چاہیئے۔ اوّل عقاید کا درست کرنا ضروری ہے۔ اور اس امر کی تصدیق سے جو تواتر و ضرورت کے طور پر دین سے معلوم ہُوا ہے چارہ نہیں ہے۔ دُوسرے ان باتوں کا علم و عمل ضروری ہے جن کا متکفل علم فقہ ہے۔ اور تیسرے طریقہ صوفیہ کا سلوک بھی درکار ہے۔ نہ اس غرض کے لئے کہ غیبی صورتیں اور شکلیں مشاہدہ کریں۔ اور نوروں اور رنگوں کا معائنہ کریں۔ حسّی صورتیں اور انوار کیا کم ہیں کہ کوئی ان کو چھوڑ کر ریاضتوں اور مجاہدوں سے غیبی صورتوں اور انوار کی ہوس کرے۔ حالانکہ یہ حسّی صورتیں اور انوار اور وہ غیبی صورتیں اور انوار دونوں حق تعالےٰ کی مخلوق ہیں۔ اور حق تعالےٰ کے صانع ہونے پر روشن دلیلیں ہیں۔ چاند و سورج کا نور جو عالمِ شہادت سے ہے اُن انوار سے جو عالمِ مثال میں دیکھیں، کئی گنا زیادہ ہے۔ لیکن چونکہ یہ دید دائمی ہے اور خاص و عام اس میں شریک ہیں اس لئے اس کو نظر اعتبار میں نہ لا کر انوار غیبی کی ہوس کرتے ہیں۔ ہاں ع

آبے کہ سرود پیش درت تیرہ نماید

ترجمہ:۔ جو پانی تیرے دروازے کے سامنے سے گذرتا ہے وہ تجھے کالا نظر آتا ہے۔

طریق صوفیہ کے سلوک سے مقصود یہ ہے کہ معتقدات شرعیہ میں یقین زیادہ حاصل ہو جائے۔ تاکہ استدلال کی تنگی سے کشف کے میدان میں آ جائیں۔

مثلاً واجب الوجود تعالےٰ و تقدس کا وجود جو اوّل استدلال یا تقلید کے طور پر معلوم ہُوا تھا۔ اور



Marfat.com

اس کے اندازہ کے موافق یقین حاصل ہوا تھا۔ جب طریق صوفیہ کا سلوک میسر ہو تو یہ استدلال و تقلید کشف شہود سے بدل جاتا ہے اور یقین اکمل حاصل ہو جاتا ہے۔ سب اعتقادی امور میں یہی قیاس ہے۔ اور نیز طریق صوفیہ کے سلوک سے یہ مقصود ہے کہ احکام فقہیہ کے ادا کرنے میں آسانی حاصل ہو جائے اور وہ مشکل دور ہو جائے جو نفس کی امارگی سے پیدا ہوتی ہے۔ اور اس فقیر کو یہ یقین ہے کہ طریق صوفیہ حقیقت میں علوم شرعیہ کا خادم ہے۔ نہ شریعت کے مخالف کچھ اور امر۔ اور اپنی کتابوں اور رسالوں میں اس معنی کی تحقیق کی ہے۔ اور اس غرض کے حاصل ہونے کے لیے تمام طریقوں میں سے طریقہ علیہ نقشبندیہ کا اختیار کرنا بہت مناسب اور بہتر ہے کیونکہ ان بزرگواروں نے سنت کی متابعت کو لازم پکڑا ہے اور بدعت سے کنارہ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر متابعت کی دولت ان کو حاصل ہو اور احوال کچھ نہ رکھتے ہوں تو خوش ہیں۔ اور اگر باوجود احوال کے متابعت میں قصور معلوم کریں تو ان احوال کو پسند نہیں کرتے

حضرت خواجہ احرار قدس سرہ نے فرمایا کہ اگر تمام احوال و مواجید ہمیں دے دیں اور ہماری حقیقت کو اہل سنت وجماعت کے اعتقاد سے نہ نوازیں تو سوائے خرابی کے ہم کچھ نہیں جانتے۔ اور اگر اہل سنت وجماعت کا اعتقاد ہم کو دے دیں اور احوال کچھ نہ دیں تو پھر کچھ غم نہیں ہے۔ اور نیز اس طریق میں نہایت بدایت میں مندرج ہے۔ پس یہ بزرگ پہلے قدم میں وہ کچھ حاصل کر لیتے ہیں جو دوسروں کو نہایت میں جا کر حاصل ہوتا ہے۔ اگر فرق ہے تو صرف اجمال و تفصیل اور شمول و عدم شمول کا ہے۔ یہ نسبت بعینہ اصحاب کرام علیہم الرضوان کی نسبت ہے۔ کیونکہ اصحاب حضرت خیر البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی صحبت میں وہ کچھ حاصل کر لیتے تھے جو اولیائے امت کو نہایت میں بھی شاید ہی حاصل ہو۔ یہی وجہ ہے کہ خواجہ اویس قرنی قدس سرہ جو خیر التابعین ہے، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل وحشی کے مرتبہ کو نہیں پہنچا۔ جس کو صرف ایک ہی دفعہ خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی۔ کیونکہ صحبت کی بزرگی تمام فضیلتوں اور کمالوں سے بڑھ کر ہے۔ اس لیے کہ ان کا ایمان شہودی ہے۔ اور دوسروں کو یہ دولت ہرگز نصیب نہیں ہوئی۔ ع

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

یہی وجہ ہے کہ ان کا ایک سیر جو خرچ کرنا دوسروں کے پہاڑ جتنا سونا خرچ کرنے سے بہتر ہے۔ اور تمام اصحاب اس فضیلت میں برابر ہیں۔ پس سب کو بزرگ جاننا چاہیے اور نیکی سے یاد کرنا چاہیے۔ کیونکہ اصحاب سب کے سب عادل ہیں اور روایت اور تبلیغ احکام میں سب برابر ہیں۔ ایک کی روایت کو دوسرے کی روایت پر کوئی فوقیت نہیں ہے۔ قرآن مجید کے اٹھانے والے یہی لوگ ہیں۔ اور آیات متفرقہ کو ان کے عادل ہونے کے بھروسہ پر ہر ایک سے دو آیتیں یا تین آیتیں یا کم و بیش اخذ کر کے جمع کیا ہے۔ اگر اصحاب میں سے کسی ایک پر طعن کریں تو وہ طعن قرآن مجید کے طعن تک



Marfat.com

پہنچا دیتا ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ بعض آیات کا حال دہی ہو۔ اور ان مخالفتوں اور جھگڑوں کو نیک نیتی پر محمول کرنا چاہیے اور ہوا و تعصب سے اپنے آپ کو بچانا چاہیئے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جو صحابہ کے احوال کو بخوبی جانتے ہیں' فرمایا ہے کہ:

تِلْكَ دِمَاءٌ طَهَّرَ اللّٰهُ عَنْهَا أَيْدِيَنَا فَنُطَهِّرُ عَنْهَا أَلْسِنَتَنَا۔ یہ وہ خون ہیں جن سے ہمارے ہاتھوں کو اللہ تعالیٰ نے پاک کیا پس ہمیں چاہیے کہ اپنی زبانوں کو بھی ان سے پاک رکھیں

اور اسی قسم کا مقولہ امام اجل حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی منقول ہے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

# مکتوب نمبر ۲۱۱

مولانا یار محمد قدیم بدخشی کی طرف صادر فرمایا۔

ایک سوال کے جواب میں جو مولوی علیہ الرحمۃ کے مقولہ کے بارہ میں کیا گیا تھا۔ اور مقام تکمیل و ارشاد کی ضروری شرطوں کے بیان میں۔

میرے عزیز بھائی مولانا یار محمد قدیم کا مکتوب مرغوب پہنچ کر فرحت کا موجب ہوا۔ حضرت حق تعالیٰ بحرمت النبی و آلہ الامجاد صلی اللہ علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام، کمال اور تکمیل کی بلندی تک پہنچائے۔

مولوی علیہ الرحمۃ کے مقولہ کی نسبت پوچھا تھا کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ وہ نازنین جو میری بغل میں تھا وہ حق تعالیٰ تھا۔" آیا اس قسم کی باتیں کہنی جائز ہیں یا نہیں۔ تو جاننا چاہیے کہ اس قسم کی باتیں اس راہ میں بہت واقع ہوتی ہیں اور زبان پر آتی ہیں۔ اس قسم کا معاملہ تجلی صوری کا ہے کہ صاحب معاملہ اس صورت تجلی کو حق تعالیٰ خیال کرتا ہے۔ ورنہ بات دراصل وہی ہے جو شیخ بزرگ امام ربانی خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہ نے فرمائی ہے۔

تِلْكَ خَيَالَاتٌ تُرَبِّيْ بِهَا أَطْفَالُ الطَّرِيْقَةِ۔ یہ وہ خیال ہیں جن سے طریقت کے بچوں کی تربیت کی جاتی ہے۔

دوسرے یہ کہ چونکہ آپ کو طریقہ سکھانے کی ایک قسم کی اجازت دی گئی ہے۔ اس لیے اس بارہ میں چند فقرے لکھے جاتے ہیں۔ گوش ہوش سے سن کر ان پر عمل کریں۔

جاننا چاہیے کہ جب کوئی طالب آپ کے پاس ارادت سے آئے۔ اس کے طریقہ سکھانے میں بڑا تامل کریں۔ شاید اس امر میں آپ کا استدراج مطلوب ہو اور خرابی منظور ہو۔ خاص کر جب کسی مرید کے آنے میں خوشی و سرور پیدا



Marfat.com

ہو۔ تو چاہیے کہ اس بارہ میں التجاو تضرع کا طریق اختیار کر کے بہت سے استخارے کریں تاکہ یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ اس کو طریقہ سکھانا چاہیے۔ اور استدراج و خرابی مراد نہیں۔ کیونکہ حق تعالیٰ کے بندوں میں تصرف کرنا اور اپنے وقت کو ان کے پیچھے ضائع کرنا خدائے تعالیٰ کے اذن کے بغیر جائز نہیں۔ آیت کریمہ:

لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ۔ تاکہ تو لوگوں کو اندھیرے سے نور کی طرف نکالے اللہ کے اذن سے۔

اسی مطلب پر دلالت کرتی ہے۔

ایک بزرگ فوت ہو گیا۔ اس کو خطاب ہوا کہ تو وہی ہے کہ جس نے میرے دین میں میرے بندوں پر رہ پیٹی تھی؟ اس نے کہا ہاں۔ فرمایا کہ تو نے میری خلق کو میری طرف کیوں نہ چھوڑا اور دل کو کیوں نہ میری طرف متوجہ کیا؟

اور وہ اجازت جو آپ کو اور دوسروں کو دی گئی ہے چند شرائط سے مشروط ہے۔ اور حق تعالیٰ کی رضا مندی کا علم حاصل کرنے پر وابستہ ہے۔ ابھی وقت نہیں آیا کہ مطلق اجازت دی جائے۔ اس وقت کے آنے تک شرائط کو اچھی طرح مدنظر رکھیں۔ اطلاع دینا شرط ہے۔ اور میر نعمان کی طرف بھی یہی لکھا گیا ہے۔ وہاں سے معلوم کر لیں۔ غرض کوشش کریں تاکہ وہ وقت آ جائے اور شرائط کی تنگی سے چھوٹ جائیں۔ والسلام

# مکتوب نمبر ۲۱۲

مولانا محمد صدیق بدخشی کی طرف صادر فرمایا۔

اس کے بعض سوالوں کے جواب میں جو اس نے پوچھے تھے۔ اور اس واقعہ کے حل میں جو اس نے دیکھا اور لکھا تھا۔

آپ کے دو مکتوب مرغوب پے در پے پہنچ کر بڑی خوشی کا موجب ہوئے۔ حضرت حق تعالیٰ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل بے شمار ترقیاں عطا فرمائے۔

آپ نے پوچھا تھا کہ صاحب تصرف پیر اپنے تصرف سے مستعد مریدکو ان مرتبوں میں جو اس کی استعداد سے بڑھ کر ہیں پہنچا سکتا ہے یا نہیں؟ ہاں پہنچا سکتا ہے۔ لیکن ان بلند مرتبوں میں جو اس کی استعداد کے مناسب ہیں۔ نہ ان مراتب میں جو اس کی استعداد کے مخالف ہیں۔ مثلاً وہ مرید جو ولایت موسوی کی استعداد رکھتا ہے۔ اور اس کی استعداد کی نہایت قوت اس ولایت کے نصف راہ تک پہنچنے کی ہے۔ تو صاحب تصرف پیر اس کو اس ولایت کے نہایت درجات تک پہنچا سکتا ہے۔ لیکن یہ کہ اس کو ولایت موسوی سے ولایت محمدی میں لائے اور اس



Marfat.com

ولایت میں اس ترقی بخشتے۔ معلوم الوقوع نہیں ہے۔

اور نیز آپ نے پوچھا تھا کہ وہ کونسا مرتبہ ہے جس میں خفی جو انسانی لطائف میں سے زیادہ لطیف ہے نفس اور وہ حکم رکھتا ہے۔ اور دناءت و خساست میں اس کے ساتھ مشابہت پیدا کرتا ہے۔

میرے بھائی کو معلوم ہو کہ اخفی اگرچہ لطائف میں سے لطیف ہے۔ لیکن دائرۂ امکان میں داخل ہے اور حدوث کے داغ سے داغدار ہے۔ جب سالک دائرۂ امکان سے پاؤں باہر رکھتا ہے اور مرتبہ وجوب میں سیر فرماتا ہے۔ اور ظلال وجوب سے ان کے اصلوں میں پہنچتا ہے اور صفت و شان کی قید سے چھوٹ جاتا ہے۔ ناچار ممکن اس کو خوار و بے اعتبار نظر آتا ہے۔ اور اس کے احسن و الطف کو دناءت و خساست میں برابر دیکھتا ہے اور نفس و اخفی کو اس مقام میں یکساں خیال کرتا ہے۔

اور آپ نے لکھا تھا کہ بالواسطہ یا بلاواسطہ ہم نے سنا ہے کہ عبادت کے وقت حق تعالیٰ کو حاضر و ناظر دیکھ کر عبادت کرنا حق تعالیٰ کے تنزل کا موجب ہے۔ بندہ کی طرح عبادت کرنی چاہیے۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ کو حاضر سمجھ کر عبادت کرنی بے ادبی میں داخل ہے۔

اے محبت کے نشان والے! مجھے معلوم نہیں کہ اس فقیر سے اس قسم کی بات سرزد ہوئی ہو۔ کہیں اور جگہ سے دیکھی ہوگی۔

اور وہ واقعہ جو آپ نے لکھا تھا۔ اور اس واقعہ میں حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تھا بہت نیک اور اصل ہے۔ پانی سے مراد علم ہے۔ اور اس میں ہاتھ ڈالنا علم میں قدرت کا حاصل ہونا ہے۔ اور اس بارہ میں حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مشارکت اس کے حاصل ہونے کی مؤکد و مؤید ہے۔ کیونکہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت رحمٰن کے شاگرد ہیں:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا۔ سکھائے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام چیزوں کے نام۔

حاصل کلام یہ کہ اس واقعہ میں علم سے مراد علم باطن ہے۔ بلکہ علم باطن کی وہ قسم جو اہل بیت علیہم الرضوان کی نسبت سے مناسبت رکھتی ہے۔ والباقی عند التلاقی۔ والسلام۔

# مکتوب نمبر ۲۱۳

سیادت پناہ شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا:



Marfat.com

پند و نصائح کے بیان میں اور فرقہ ناجیہ یعنی علمائے اہل سنت و جماعت کی تابعداری کرنے اور بُرے علماء کی صحبت سے جنہوں نے علم کو دنیاوی اسباب حاصل کرنے کا وسیلہ بنایا ہے، بچنے کی ترغیب میں۔

عَصَمَکُمُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَمَّا لَا یَلِیْقُ بِجَنَابِکُمْ بِحُرْمَۃِ جَدِّکُمُ الْاَمْجَدِ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ

حق تعالیٰ آپ کو آپ کے جد بزرگوار علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام کی طفیل ان باتوں سے بچائے جو آپ کی جناب کے لائق نہیں ہیں۔

حق تعالیٰ فرماتا ہے:

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ۔ احسان کا بدلہ احسان ہے۔

فقیر نہیں جانتا کہ آپ کے احسان کا بدلہ کس احسان سے ادا کرے۔ سوائے اس بات کے کہ نیک وقتوں میں سلامتی دارین کی دُعا سے تر زبان رہے۔ اللہ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ یہ بات بے تکلف حاصل ہے۔ اور دوسرا احسان جو مکافات کے لائق ہے وہ پند و نصیحت ہے۔ اگر قبول ہو جائے تو زہے سعادت۔

اے شرافت و نجابت کے مرتبہ والے! تمام نصیحتوں کا خلاصہ دینداروں اور شریعت کے پابند لوگوں کے ساتھ میل جول رکھنا ہے۔ اور دین و شریعت کا پابند ہونا تمام اسلامی فرقوں میں سے فرقہ ناجیہ یعنی اہل سنت و جماعت کے طریقہ حقہ کے سلوک پر وابستہ ہے۔ ان بزرگواروں کی متابعت کے بغیر نجات محال ہے، اور ان کے عقاید کی اتباع کے بغیر خلاصی دشوار ہے۔ تمام عقلی، نقلی اور کشفی دلیلیں اس بات پر شاہد ہیں۔ ان میں سے کسی میں خلاف کا احتمال نہیں ہے۔ اگر معلوم ہو جائے کہ کوئی شخص ان بزرگواروں کے سیدھے راستہ سے ایک رائی کے برابر بھی الگ ہو گیا، تو اس کی صحبت کو زہر قاتل جاننا چاہیے اور اس کی ہمنشینی کو زہر مار خیال کرنا چاہیے۔ بیباک طالب علم خواہ کسی فرقہ کے ہوں، دین کے چور ہیں۔ ان کی صحبت سے بھی بچنا ضروری ہے۔ یہ سب فتنہ و فساد جو دین میں پیدا ہوا ہے، انہی لوگوں کی کم بختی سے ہے کہ انہوں نے دنیاوی اسباب کی خاطر اپنی آخرت کو برباد کر دیا ہے۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَۃَ بِالْهُدٰی فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا کَانُوْا مُهْتَدِیْنَ۔

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خرید لی پس ان کی اس تجارت نے ان کو نفع نہ دیا اور نہ ہی انہوں نے ہدایت پائی۔

کسی شخص نے ابلیس لعین کو دیکھا کہ آسودہ اور فارغ بیٹھا ہے۔ اور گمراہ کرنے اور بہکانے سے ہاتھ کوتاہ کیا ہوا ہے۔ اس نے اس کا سبب پوچھا۔ لعین نے کہا اس وقت کے بُرے علماء میرا کام کر رہے ہیں اور گمراہ کرنے اور بہکانے کے ذمہ دار بن چکے ہیں۔



Marfat.com

وہاں کے طالبوں سے مولانا عمر بہت نیک طبع آدمی ہے۔ بشرطیکہ آپ اس کو حوصلہ دیں اور حق کے اظہار پر دلیر کریں۔ اور حافظ امام بھی اسلام کا جنون رکھتا ہے۔ کیونکہ اسلام میں اس قسم کا جنون ضرور ہونا چاہیے:

لَنْ یُؤْمِنَ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُقَالَ اِنَّہٗ مَجْنُوْنٌ — تم میں سے کوئی ایمان دار نہ ہوگا جب تک اس کو دیوانہ نہ کہا جائے۔

آپ کو معلوم ہے کہ اس فقیر نے تقریراً و تحریراً نیک صحبت کی ترغیب میں کوتاہی نہیں کی اور بُری صحبت سے بچنے کے لیے مبالغہ کرنے میں اپنے آپ کو معاف نہیں رکھا۔ کیونکہ فقیر اسی کو اصل عظیم جانتا ہے۔ آگے قبول کرنا آپ کے اختیار میں ہے۔ بلکہ سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے:

فَطُوْبٰی لِمَنْ جَعَلَہُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ مَظْہَرَ الْخَیْرِ — پس اس شخص کے لیے مبارک ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے خیر کا مظہر بنایا۔

آپ کے احسانوں کی یاد اس گفتگو پر آمادہ کرتی ہے اور رنج و ملال کے ملاحظہ کو درمیان سے اٹھا دیتی ہے۔ والسلام۔

# مکتوب نمبر ۲۱۴

خانخاناں کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ اور اس سوال مشہور کے جواب میں کہ کفار کو کفر موقت کے باعث دائمی عذاب کیوں ہوگا۔ اور ایک حاجت مند کی سفارش میں۔

طُوْبٰی لِمَنْ جَعَلَہُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ مَظْہَرَ الْخَیْرِ — مبارک ہے وہ شخص جس کو خدائے تعالیٰ نے نیکی کا مظہر بنایا۔

حق تعالیٰ نے دنیا کو آخرت کی کھیتی بنایا ہے۔ وہ شخص بڑا ہی بدنصیب ہے جو سب کا سب بیج کھا جائے اور استعداد کی زمین میں نہ ڈالے اور ایک دانہ سے سات سو دانہ نہ بنائے اور اس دن کے لیے کہ بھائی بھائی سے بھاگے گا اور ماں بیٹے کی خبر نہ لے گی کچھ ذخیرہ نہ کرے۔ ایسے شخص کو دنیا و آخرت کا خسارہ حاصل ہے۔ اور سوائے حسرت و ندامت کے کچھ فائدہ نہیں۔ نیک بخت لوگ دنیا کی فرصت کو غنیمت جانتے ہیں۔ نہ اس غرض کے لیے کہ دنیا کی لذتوں اور نعمتوں سے عیش و عشرت حاصل کریں۔ جو باوجود اس قدر سختیوں اور تکلیفوں کے ناپائیدار اور بے ثبات ہیں۔ بلکہ اس غرض کے لیے کہ اس فرصت میں کاشتکاری کریں۔ اور نیک عمل کے ایک دانہ



Marfat.com

سے وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ کے بموجب بے نہایت ثمرات حاصل کریں۔ یہی وجہ ہے کہ چند روزہ اعمال صالحہ کی جزا ہمیشہ کا آرام مقرر فرمایا ہے:

وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ۔ اللہ بڑے فضل والا ہے۔

اگر تو کہے کہ حسنات میں احرکئی گنا ہے اور برائیوں میں ان کے مثل جزا ہے تو پھر کفار کو چند روزہ برائیوں کے عوض ہمیشہ کا عذاب کیوں ہوگا؟ میں کہتا ہوں کہ عمل کے بدلے جزا کا ہم مثل ہونا واجب تعالیٰ کے علم پر موقوف ہے جس کے سمجھنے سے ممکن کا علم قاصر ہے۔

مثلاً قذف محصنات یعنی نیک بیاہی عورتوں کو زنا کی تہمت لگانے میں اس کے ہم مثل جزا اسّی کوڑے فرمائی ہے۔ اور چوری کی حد میں چور کا دایاں ہاتھ کاٹ ڈالنا اس کی جزا ہے۔ اور زنا کی حد میں کنوارے کا کنوارے کے ساتھ زنا کرنے کی صورت میں سو کوڑے یا ایک سال کی جلاوطنی مقرر کی ہے۔ اور شادی شدہ آدمی کا شادی شدہ عورت کے ساتھ زنا کی صورت میں رجم یعنی سنگسار کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ ان حدود اور تقدیرات کا علم انسان کی طاقت سے خارج ہے:

ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۔ یہ خدائے عزیز و علیم کا اندازہ ہے۔

پس کفار کے بارہ میں حق تعالیٰ نے کفر موقت کے موافق ہمیشہ کا عذاب جزا فرمائی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ کفر موقت کی ہم مثل جزا یہی ہمیشہ کا عذاب ہے۔ اور وہ شخص جو تمام احکام شرعیہ کو اپنی عقل کے مطابق کرنا چاہے اور عقلی دلائل کے برابر کرنا چاہے وہ شان نبوت کا منکر ہے۔ اس کے ساتھ کلام کرنا بیوقوفی ہے

شعر

زاں کس کہ بقرآں و خبر زو نہ رہی
آن ست جوابش کہ جوابش نہ دہی

وہ جو قرآن و حدیث پر ایمان نہیں رکھتا اس کا جواب یہ ہے کہ تو اس کو جواب ہی نہ دے۔

باقی مطلب یہ ہے کہ حامل رقیمہ ہذا میاں شیخ احمد مغفرت پناہ شیخ سلطان تھانیسری کا بیٹا ہے آپ کی ان مہربانیوں اور احسانوں کو یاد کر کے جو آپ نے اس کے والد بزرگوار کی نسبت کیے تھے، اس فقیر کو وسیلہ بنا کر آپ کی خدمت عُلیہ میں حاضر ہوتا ہے۔ اور آپ کی مہربانیوں میں سے ایک مہربانی یہ تھی کہ ایک موضع جو پرگنہ اندری میں انعام فرمایا ہوا تھا۔ آگے آپ کا اختیار ہے۔ بلکہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ۔ اور سلام ہو آپ پر اور ان لوگوں پر جو ہدایت کے راستہ پر چلے اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔



Marfat.com

# مکتوب نمبر ۲۱۵

دنیا کی مذمت میں میرزا دارا ب کی طرف لکھا۔

مکتوب شریف جو طبعی استعداد کی خوبی سے بڑی عاجزی کے ساتھ ان بے سامان فقراء کی طرف ارسال کیا تھا پہنچا۔ حق تعالیٰ آپ کو اپنے حبیب علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے جزائے خیر عطا کرے

اے فرزند! دنیا دار اور دولت مند بڑی بلا میں گرفتار ہیں اور ابتلائے عظیم میں مبتلا ہیں۔ کیونکہ دنیا کو جو حق تعالیٰ کی مبغوضہ ہے اور تمام نجاستوں سے زیادہ مردار ہے ان کی نظروں میں آراستہ اور پیراستہ ظاہر کیا ہے جس طرح کہ نجاست کو سونے سے ملمع کریں اور زہر کو شکر میں ملا دیں۔ حالانکہ عقل دور اندیش کو اس کمینی کی برائی سے آگاہ کر دیا ہے اور اس ناپسندیدہ کی قباحت پر ہدایت و دلالت فرمائی ہے۔ اسی واسطے علماء نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص وصیت کرے کہ میرا مال زمانہ کے عقلمند کو دیں تو زاہد کو دینا چاہیے جو دنیا سے بے رغبت ہے۔ اور اس کی وہ بے رغبتی اس کی کمال عقل سے ہے۔ اس کے علاوہ صرف عقل کے ایک گواہ پر کفایت نہیں کی، نقل کا دوسرا گواہ بھی اس کے ساتھ شامل کر دیا ہے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے جو اہل جہان کے لیے سراسر رحمت ہیں اس کھوٹے اسباب کی حقیقت پر اطلاع بخشی ہے اور اس فاحشہ مکار کی محبت و تعلق سے بہت منع فرمایا ہے۔

ان دو عادل گواہوں کے موجود ہوتے بھی اگر کوئی شکر موہوم کی طمع پر زہر کھا لے اور خیالی سونے کی امید پر نجاست اختیار کرے تو وہ شخص بڑا ہی بیوقوف اور احمق ہے۔ بلکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اخبار کا منکر ہے۔ ایسا شخص منافق کا حکم رکھتا ہے کہ اس کا ظاہری ایمان آخرت میں اس کو کچھ فائدہ نہ دے گا۔ اور اس کا نتیجہ دنیاوی خون اور مال کے بچاؤ کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔ آج غفلت کی روئی کانوں سے نکالنی چاہیے۔ ورنہ کل حسرت و ندامت کے سوا کچھ سرمایہ حاصل نہ ہوگا ——— خبر کرنا ضروری ہے۔

ہمہ۔ اندرزمن بتو این است
کہ تو طفلی وخانہ رنگین است

میری طرف سے تجھے پوری نصیحت یہ ہے کہ تو بچہ ہے اور گھر بڑا رنگین اور خوبصورت ہے۔



Marfat.com

# مکتوب نمبر ۲۱۶

میرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا۔

اس بات کے بھید میں کہ بعض اولیاء اللہ سے خوارق بکثرت ظہور میں آتے ہیں اور بعض اولیاء اللہ سے کم۔ اور مقام ارشاد و تکمیل کے اتم ہونے اور اس کے مناسب بیان میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِهِ الطَّاهِرِیْنَ اَجْمَعِیْنَ

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں۔ اور سید المرسلین اور آپ کی آل پاک پر صلوٰۃ و سلام ہو۔

دل نشست میں آتا ہے کہ جب دوستوں کے درمیان بُعد صوری حاصل ہے اور ظاہری ملاقات عنقا ہو گئی ہے، تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کبھی بعض علوم و معارف یاروں کی طرف لکھے جائیں۔ اس واسطے کبھی کبھی اس قسم کی باتیں لکھتا رہتا ہے۔ امید ہے کہ ملال کا باعث نہ ہوں گی۔

میرے مخدوم! چونکہ ولایت کی بحث درمیان ہے اور عوام کی نظر خوارق کے ظاہر ہونے پر لگی ہے اس لیے اس قسم کی بعض باتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ذرا غور سے سنیے گا۔

ولایت فنا و بقا سے عبارت ہے کہ خوارق اور کشف خواہ کم ہوں یا زیادہ اس کے لوازم سے ہیں۔ لیکن یہ نہیں کہ جس سے خوارق زیادہ ظاہر ہوں اس کی ولایت بھی اتم ہو۔ بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ خوارق بہت کم ظاہر ہوتے ہیں مگر ولایت اکمل ہوتی ہے۔

خوارق کے بکثرت ظاہر ہونے کا مدار دو چیزوں پر ہے۔ عروج کے وقت زیادہ بلند جانا، اور نزول کے وقت بہت کم نیچے اترنا۔ بلکہ کثرت خوارق کے ظہور میں اصل عظیم قلت نزول یعنی بہت کم نزول کرنا ہے عروج کی جانب خواہ کسی کیفیت سے ہو۔ کیونکہ صاحب نزول عالم اسباب میں اُتر آتا ہے۔ اور اشیاء کے وجود کو اسباب سے وابستہ معلوم کرتا ہے اور مسبب الاسباب کے فعل کو اسباب کے پردے کے نیچے دیکھتا ہے۔ اور وہ شخص کہ جس نے نزول نہیں کیا یا نزول کر کے اسباب تک نہیں پہنچا اس کی نظر صرف مسبب الاسباب کے فعل پر ہے۔ کیونکہ مسبب الاسباب کے فعل پر اس کی نظر ہونے کے باعث تمام اسباب اس کی نظر سے مرتفع ہو گئے ہیں۔ پس حق تعالیٰ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ اس کے ظن کے موافق علیحدہ علیحدہ معاملہ کرتا ہے۔ اسباب کو دیکھنے والے کا کام اسباب پر ڈال دیتا ہے۔ اور وہ جو اسباب کو نہیں دیکھتا اس کا کام اسباب کے وسیلہ کے بغیر



Marfat.com

مہیا کر دیتا ہے۔ حدیث قدسی

اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ[1]

اس مطلب کی گواہ ہے۔

بہت مدت تک دل میں کھٹکا رہا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ اس امت میں اکمل اولیا بہت گزرے ہیں مگر جس قدر خوارق حضرت سید محی الدین جیلانی قدس سرہٗ سے ظاہر ہوئے ہیں۔ ویسے خوارق ان میں سے کسی سے ظاہر نہیں ہوئے۔ آخر کار حق تعالیٰ نے اس معاملہ کا بھید ظاہر کر دیا اور جتلا دیا کہ ان کا عروج اکثر اولیاء اللہ سے بلند تر واقع ہوا ہے۔ اور نزول کی جانب میں مقام روح تک نیچے اترے ہیں جو عالم اسباب سے بلند تر ہے۔

خواجہ حسن بصری اور حبیب عجمی قدس سرہما کی حکایت اسی مقام کے مناسب ہے۔

منقول ہے کہ ایک دن حسن بصری دریا کے کنارے پر کھڑے ہوئے کشتی کا انتظار کر رہے تھے کہ دریا سے پار ہوں۔ اسی اثنا میں خواجہ حبیب عجمی بھی آ نکلے۔ پوچھا آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں؟ عرض کیا کہ کشتی کا انتظار کر رہا ہوں۔ حبیب عجمی نے فرمایا کہ کشتی کی کیا حاجت ہے، کیا آپ یقین نہیں رکھتے؟ خواجہ حسن بصری نے کہا کہ آپ علم نہیں رکھتے۔ غرض خواجہ حبیب عجمی کشتی کی مدد کے بغیر دریا گزر گئے اور خواجہ حسن بصری کشتی کے انتظار میں کھڑے رہے۔

خواجہ حسن بصری نے چونکہ عالم اسباب میں نزول کیا ہوا تھا اس لیے اس کے ساتھ اسباب کے وسیلہ سے معاملہ کرتے تھے۔ اور حبیب عجمی نے چونکہ پورے طور پر اسباب کو نظر سے دور کر دیا ہوا تھا اس کے ساتھ اسباب کے وسیلہ کے بغیر زندگانی بسر کرتے تھے۔ لیکن فضیلت حضرت خواجہ حسن بصری کے لیے ہے جو صاحب علم ہیں اور جنہوں نے عین الیقین کو علم الیقین کے ساتھ جمع کیا ہے اور اشیاء کو جیسی کہ وہ ہیں جانا ہے۔ کیونکہ قدرت کی اصل حقیقت کو حکمت کے پیچھے پوشیدہ کیا ہے۔ اور حبیب عجمی صاحب سکر ہیں اور فاعل حقیقی پر یقین رکھتے ہیں بغیر اس بات کے کہ اسباب کا درمیان میں دخل ہو۔

یہ دید نفس امر کے مطابق نہیں ہے۔ کیونکہ اسباب کا وسیلہ واقع کے اعتبار سے ثابت و کائن ہے۔

لیکن تکمیل و ارشاد کا معاملہ ظہور خوارق کے معاملہ کے برعکس ہے۔ کیونکہ مقام ارشاد میں جس کا نزول جس قدر زیادہ تر ہوگا اسی قدر وہ زیادہ کامل ہوگا۔ کیونکہ ارشاد کے لیے مرشد و مسترشد کے درمیان اس مناسبت کا حاصل ہونا ضروری ہے جو نزول پر وابستہ ہے۔

اور جاننا چاہیے کہ جس قدر کوئی اوپر جاتا ہے اسی قدر نیچے آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت رسالت

[1] بخاری، مسلم و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ۔



Marfat.com

خاتمیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ اوپر گئے اور نزول کے وقت سب سے نیچے آ گئے۔ اسی واسطے آپ کی دعوت اتم ہوئی اور آپ تمام خلق کی طرف بھیجے گئے۔ کیونکہ نہایت نزول کے باعث سب کے ساتھ مناسبت پیدا کی اور افادہ کا رستہ کامل تر ہو گیا۔ اور بسا اوقات اس راہ کے متوسطوں سے اس قدر طالبوں کا فائدہ وقوع میں آتا ہے جو غیر مرجوع منتہیوں سے میسر نہیں ہوتا۔ کیونکہ متوسط غیر مرجوع منتہیوں کی نسبت مبتدیوں کے ساتھ زیادہ مناسبت رکھتے ہیں۔

اسی سبب سے شیخ الاسلام ہروی قدس سرہ نے کہا ہے کہ اگر خرقانی اور محمد قصاب موجود ہوتے تو میں تم کو محمد قصاب کے پاس بھیجتا اور خرقانی کی طرف نہ جانے دیتا۔ کیونکہ وہ خرقانی کی نسبت تمہارے لیے زیادہ فائدہ مند ہوتا۔ یعنی خرقانی منتہی تھے۔ مرید آپ سے بہت کم فائدہ حاصل کرتے تھے یعنی منتہی غیر مرجوع تھے نہ کہ مطلق منتہی۔ کیونکہ کامل افادہ کا نہ ہونا اس کے حق میں غیر واقع ہے۔ کیونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ منتہی تھے۔ حالانکہ آپ کا افادہ سب سے زیادہ تھا۔ پس افادہ کے کم یا زیادہ ہونے کا مدار رجوع اور عدم رجوع پر ہے نہ کہ انتہا اور عدم انتہا پر۔

یہاں ایک نکتہ ہے جس کا جاننا نہایت ضروری ہے۔ وہ یہ کہ جس طرح نفس ولایت کے حاصل ہونے میں ولی کو اپنی ولایت کا علم ہونا شرط نہیں ہے جیسے کہ مشہور ہے۔ اسی طرح اس کو اپنے خوارق کے وجود کا علم ہونا بھی شرط نہیں ہے بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ لوگ کسی ولی سے خوارق نقل کرتے ہیں۔ اور اس کو ان خوارق کی نسبت بالکل اطلاع نہیں ہوتی۔ اور وہ اولیاء جو صاحب علم اور کشف ہیں ان کے لیے جائز ہے کہ اپنے بعض خوارق پر اس کو اطلاع دے دیں۔ بلکہ ان کی مثالیہ صورتوں کو متعدد مکانوں میں ظاہر کریں اور دور دراز جگہوں میں ان صورتوں سے ایسے عجیب و غریب کام ظہور میں لائیں جن کی اس صورتوں والے کو ہرگز اطلاع نہیں ہے۔ ع

از ما و شما بہانہ ساختہ اند

ہمارا اور تمہارا تو صرف بہانہ ہے۔ اصل فاعل اللہ تعالیٰ ہے۔

حضرت مخدوم قبلہ گاہی قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک بزرگ کہتا تھا کہ عجیب کاروبار ہے کہ لوگ اطراف و جوانب سے آتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں ہم نے آپ کو مکہ معظمہ میں دیکھا ہے اور موسم حج میں حاضر پایا ہے اور ہم نے آپ سے مل کر حج کیا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ہم نے آپ کو بغداد میں دیکھا ہے۔ اور اپنی دوستی کا اظہار کرتے ہیں۔ اور میں ہرگز اپنے گھر سے باہر نہیں نکلا ہوں۔ اور نہ ہی کبھی اس قسم کے آدمیوں کو دیکھا ہے کتنی بڑی تہمت ہے جو ناحق مجھ پر لگاتے ہیں:



Marfat.com

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْاُمُوْرِ کُلِّھَا۔ سب کاموں کی اصل حقیقت کو اللہ ہی جانتا ہے۔

اس سے زیادہ لکھنا طول کلامی ہے۔ ہاں اگر آپ کی طلب اور پیاس زیادہ معلوم کی تو بہت جلدی اس سے زیادہ کچھ لکھا جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

# مکتوب نمبر ۲۱۷

ملا طاہر بدخشی کی طرف لکھا:

اس بیان میں کہ باطنی نسبت جس قدر حیرت و جہالت کی طرف جائے اسی قدر بہتر ہے۔

اور اس بیان میں کہ کیا باعث ہے کہ اولیاء اللہ کے بعض کشف غلط واقع ہوتے ہیں اور ان کے خلاف ظاہر ہوتا ہے۔ اور قضائے معلق اور قضائے مبرم کے درمیانی فرق اور ان میں سے ہر ایک کے حکم میں۔ اور اس بیان میں کہ جو کچھ قطعی اور اعتبار کے لائق ہے وہ کتاب و سنت ہے۔ اور اس بیان میں کہ بعض طالبوں کو طریقہ سکھانے کی اجازت دینا ان کے کمال اور تکمیل کی علامت نہیں ہے اور اس کے متعلق امور میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّاھِرِیْنَ اَجْمَعِیْنَ۔

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں۔ اور سید المرسلین اور آپ کی آل پاک پر صلوٰۃ و سلام ہو۔

مدت گزری ہے کہ اپنے اوضاع سے آپ نے اطلاع نہیں دی۔ ہر حال میں استقامت مطلوب ہے۔ کوشش کریں کہ از روئے عمل اور اعتقاد کے سر مو خلاف شریعت سرزد نہ ہو۔ اور باطنی نسبت کی حفاظت نہایت ہی ضروری ہے۔ اور باطنی نسبت جس قدر جہالت کی طرف جائے اسی قدر زیبا ہے اور جس قدر حیرت تک پہنچے اسی قدر بہتر ہے۔ کیونکہ کشوف الٰہی اور ظہورات اسمائی سب راستہ کے درمیان ہیں۔ وصول کے بعد یہ سب کم ہو جاتے ہیں۔ اور جہالت اور مطلوب کے نہ پانے کے سوا کچھ نہیں رہتا۔ کشوف کونی کی نسبت کیا لکھا جائے۔ کیونکہ ان میں خطا کی مجال بہت ہے اور غلطی کا گمان غالب ہے۔ ان کے عدم و وجود کو یکساں جاننا چاہیے۔ اگر پوچھیں کہ کیا سبب ہے کہ بعض کونی کشوف میں جو اولیاء اللہ سے صادر ہوتے ہیں غلطی واقع ہو جاتی ہے اور ان کے برخلاف ظہور میں آتا ہے۔

مثلاً خبر دی کہ فلاں آدمی ایک ماہ کے بعد مر جائے گا۔ یا سفر سے واپس وطن میں آئے گا۔ اتفاقاً ایک ماہ کے بعد ان دونوں باتوں میں سے کوئی بھی وقوع میں نہ آئی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ چیز جس کا کشف ہوا ہے



Marfat.com

اور اس کی خبر دی گئی ہے اس کا حاصل ہونا شرائط پر مشروط تھا کہ صاحب کشف نے اس وقت ان شرائط سے مفصل طور پر اطلاع نہیں پائی۔ اور مطلق طور پر اس شے کے حاصل ہونے کا کیا حکم ہے۔ یا یہ وجہ ہے کہ لوح محفوظ کے احکام میں سے کوئی حکم عارف پر ظاہر ہوا ہے کہ وہ حکم فی نفسہ محو و اثبات کے قابل ہے۔ اور قضائے معلق کی قسم سے ہے۔ لیکن اس عارف کو اس حکم کے محو و اثبات کی تعلیق اور قابلیت سے کچھ خبر نہیں ہے۔ اس صورت میں اگر اپنے علم کے موافق حکم کرے گا تو اس میں ضروری خلاف کا احتمال ہو گا۔

لکھا ہے کہ ایک دن حضرت جبرئیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک شخص کے حق میں یہ خبر دی کہ یہ جوان کل صبح ہوتے ہی مر جائے گا۔ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس جوان کے حال پر رحم آیا۔ اس سے پوچھا کہ تو دنیا سے کیا آرزو رکھتا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ دو چیزیں۔ ایک کنواری بیوی دوسرے حلوا۔ حضور نے دونوں چیزیں مہیا کرنے کا حکم فرمایا۔ وہ جوان اپنی بیوی کے ساتھ خلوت میں بیٹھا ہوا تھا۔ اور وہ حلوے کا طبق ان کے آگے رکھا تھا کہ اسی اثنا میں ایک سائل محتاج نے دروازہ پر آ کر اپنی حاجت کو ظاہر کیا۔ اس جوان نے وہ حلوے کا طبق اٹھا کر اس فقیر کو دے دیا۔ جب صبح ہوئی حضرت پیغمبر علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام اس جوان کے مرنے کی خبر کا انتظار کرنے لگے۔ جب دیر ہو گئی تو فرمایا کہ اس جوان کی خبر لاؤ کہ کیا حال ہے؟ معلوم ہوا کہ خوش و خرم ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حیران رہ گئے۔ اسی اثنا میں حضرت جبرئیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اس حلوے کے صدقہ نے اس جوان کی بلا کو دفع کیا۔ جب اس کے بستر کو دیکھا تو اس کے نیچے ایک بڑا سانپ مردہ پایا اور اس کے پیٹ میں اس قدر حلوا پڑا ہوا دیکھا کہ حلوے کی زیادتی سے جان دے دی۔

لیکن یہ فقیر اس نقل کو پسند نہیں کرتا اور جبرئیل علیہ السلام پر خطا تجویز نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ وحی قطعی کا حامل ہے اور وحی کے حامل پر خطا کا احتمال تجویز کرنا بُرا جانتا ہے۔ ہاں اگر یہ کہیں کہ اس کی عصمت و امانت اور خطا کا احتمال نہ ہونا اس وحی سے مخصوص ہے جو حق تعالیٰ کی طرف سے صرف تبلیغ پر موقوف ہے۔ اور اس خبر میں اس قسم کی وحی نہیں ہے۔ بلکہ علمی اخبار ہے اور لوح محفوظ سے مستفاد ہے جو محو و اثبات کا محل ہے۔ تو اس خبر میں خطا کی مجال ہو سکتی ہے۔ برخلاف وحی کے جو مجرد تبلیغ ہے۔ پس دونوں میں فرق ظاہر ہو گیا۔ جیسے کہ شہادت اور اخبار کے درمیان فرق ہے۔ کیونکہ اول شرع میں معتبر ہے اور دوسرا غیر معتبر۔

اے میرے سعادت مند بھائی! آپ کو معلوم کرنا چاہیے کہ قضا دو قسم پر ہے:

(۱) قضائے معلق (۲) قضائے مبرم۔

قضائے معلق میں تغیر و تبدل کا احتمال ہے اور قضائے مبرم میں تغیر و تبدل کی مجال نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ



Marfat.com

فرماتا ہے:

مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ۔ میرا قول کبھی تبدیل نہیں ہوتا۔

یہ قضائے مبرم کے بارہ میں ہے۔ اور قضائے معلق کے بارہ میں فرماتا ہے:

يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗ أُمُّ الْكِتَابِ۔ جسے چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جسے چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے۔ اور اس کے پاس اُمّ الکتاب ہے۔

میرے حضرت قبلہ گاہی قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت سید محی الدین جیلانی قدس سرہٗ نے اپنے بعض رسالوں میں لکھا ہے کہ قضائے مبرم میں کسی کو تبدیلی کی مجال نہیں ہے مگر مجھے ہے۔ اگر چاہوں تو میں اس میں بھی تصرف کروں"۔ اس بات سے بہت تعجب کیا کرتے تھے اور بعید از فہم فرماتے تھے۔

یہ نقل بہت مدت تک اس فقیر کے ذہن میں رہی۔ یہاں تک کہ حضرت حق تعالیٰ نے اس دولت سے مشرف فرمایا۔ ایک دن ایک بلیہ کے دفع کرنے کے درپے ہوا جو کسی دوست کے حق میں مقرر ہو چکی تھی۔ اس وقت بڑی التجا اور عاجزی اور نیاز و خشوع کی، تو معلوم ہوا کہ لوح محفوظ میں اس امر کی قضا کسی امر سے معلق اور کسی شرط پر مشروط نہیں ہے۔ اس بات سے بڑی یاس و ناامیدی حاصل ہوئی اور حضرت سید محی الدین قدس سرہٗ کی بات یاد آئی۔ دوبارہ پھر ملتجی اور متضرع ہوا۔ اور بڑی عجز و نیاز سے متوجہ ہوا۔ تب محض فضل و کرم سے اس فقیر پر ظاہر کیا گیا کہ قضائے معلق دو طرح پر ہے۔ ایک وہ قضا ہے جس کا معلق ہونا لوح محفوظ میں ظاہر ہوا ہے اور فرشتوں کو اس پر اطلاع دی ہے۔ اور دوسری وہ قضا ہے جس کا معلق ہونا صرف خدا تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ اور لوح محفوظ میں قضائے مبرم کی صورت رکھتی ہے۔ اور قضائے معلق کی اس دوسری قسم میں بھی پہلی قسم کی طرح تبدیلی کا احتمال ہے۔

پھر معلوم ہوا کہ حضرت سید قدس سرہٗ کی بات بھی اسی اخیر قسم پر موقوف ہے جو قضائے مبرم کی صورت رکھتی ہے۔ نہ اس قضا پر جو حقیقت میں مبرم ہے۔ کیونکہ اس میں تصرف و تبدیلی عقلی اور شرعی طور پر محال ہے اور حق یہ ہے کہ جب کسی کو اس قضا کی حقیقت پر اطلاع ہی نہیں ہے، تو پھر اس میں تصرف کیسے کر سکے، اور اس آفت و مصیبت کو جو اس دوست پر پڑی تھی قسم اخیر میں پایا۔ اور معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ نے اس بلیہ کو دفع فرما دیا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا عَلَيْهِ كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضٰى وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِيَّةُ

اس بات پر اللہ تعالیٰ کی حمد ہے ایسی حمد کثیر اور طیب اور مبارک جیسے کہ ہمارا رب چاہتا اور پسند کرتا ہے اور اولین و آخرین کے سردار اور انبیا و مرسلین کے



Marfat.com

| | |
|---|---|
| عَلٰی سَیِّدِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ خَاتَمِ | ختم کرنے والے پر جس کو اللہ تعالیٰ نے اہل جہان کے |
| الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ الَّذِیْ اَرْسَلَہٗ رَحْمَۃً | لیے رحمت بنا کر بھیجا اور ان کی آل و اصحاب اور آپ |
| لِّلْعٰلَمِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَعَلٰی جَمِیْعِ | تمام بھائیوں یعنی نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں |
| اِخْوَانِہٖ مِنَ النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ | اور نیکوں اور تمام مقرب فرشتوں پر صلوٰۃ و سلام |
| وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ | و تحیۃ ہو۔ یا اللہ تو ہم کو ان بزرگواروں کی برکت سے |
| الْمُقَرَّبِیْنَ اَجْمَعِیْنَ۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ | ان سب کا محب اور ان کے افعال کا تابعدار بنا۔ |
| مُّحِبِّیْھِمْ وَمُتَابِعِیْ اٰثَارِھِمْ بِبَرَکَۃِ ھٰٓؤُلَآءِ | اور اللہ تعالیٰ رحم کرے اس بندے پر جس نے |
| الْکُبَرَآءِ وَیَرْحَمُ اللّٰہُ عَبْدًا قَالَ اٰمِیْنًا۔ | آمین کہا۔ |

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بعض اوقات بعض علوم الہامی میں بھی جو خطا ہو جاتی ہے اس کا سبب یہ ہے کہ بعض مسلمہ مقدمات جو صاحب الہام کے نزدیک ثابت اور حقیقت میں کاذب ہیں علوم الہامی کے کے ساتھ اس طرح مل جاتے ہیں کہ صاحب الہام تمیز نہیں کر سکتا بلکہ تمام علوم کو الہامی خیال کرتا ہے۔ پس ان علوم کے بعض اجزا میں خطا ہونے کے باعث مجموع علوم میں خطا واقع ہو جاتی ہے۔ اور نیز کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کشف اور واقعات میں امر غیبی کو دیکھتا اور خیال کرتا ہے کہ ظاہر پر محمول ہیں اور صورت پر منحصر ہیں۔ تو اس خیال کے موافق حکم کرتا ہے اور خطا واقع ہو جاتی ہے۔ اور نہیں جانتا کہ وہ امور ظاہر کی طرف سے پھرے ہوئے ہیں اور تاویل و تعبیر پر محمول ہیں۔ اس مقام پر تمام کشف غلط واقع ہوتے ہیں۔

غرض جو کچھ قطعی اور اعتبار کے لائق ہے وہ صرف کتاب و سنت ہے جو وحی قطعی سے ثابت ہوئے ہیں اور فرشتہ کے نازل ہونے سے مقرر ہوئے ہیں۔ اور علماء کا اجماع اور مجتہدین کا اجتہاد بھی انہی دو اصلوں کی طرف راجع ہے۔ ان چار شرعی اصول کے سوا اور جو کچھ ہو خواہ صوفیہ کے علوم و معارف ہوں اور خواہ ان کے کشوف و الہام اگر ان اصول کے موافق ہیں تو مقبول ہیں ورنہ مردود۔ وہاں وجد و حال کو جب تک شرع کی میزان پر نہ تول لیں نیم جو سے بھی نہیں خریدتے۔ اور کشوف و الہام کو جب تک کتاب و سنت کی کسوٹی پر نہ پرکھ لیں نیم دام کے برابر بھی پسند نہیں کرتے۔

طریق صوفیہ کے سلوک سے مقصود یہ ہے کہ معتقدات شرعیہ کی حقیقت پر جو ایمان کی حقیقت ہیں یقین زیادہ ہو جائے اور احکام شرعیہ کے ادا کرنے میں آسانی حاصل ہو نہ کچھ اور امر اس کے سوا۔ کیونکہ رویت کا وعدہ آخرت کو ہے اور دنیا میں ثابت نہیں ہے۔

اور وہ مشاہدات اور تجلیات جن پر صوفیہ خوش ہیں، وہ ظلال سے آرام اور شبہ و مثال کے ساتھ



Marfat.com

تسلی کیے بیٹھے ہیں۔ حق تعالیٰ وراء الوراء ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ اگر ان مشاہدوں اور تجلیوں کی پوری پوری حقیقت بیان کروں تو اس راہ کے مبتدیوں کی طلب میں فتور پڑ جائے گا اور ان کے شوق میں قصور واقع ہو جائے گا۔ اور اس سے بھی ڈرتا ہوں کہ اگر باوجود علم کے کچھ نہ کہوں تو حق باطل سے ملا رہے گا۔ البتہ اس قدر ضرور ظاہر کرتا ہوں کہ اس راہ کی تجلیات و مشاہدات کو موسیٰ کلیم اللہ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ و السلام کے پہاڑ کی تجلی و شہود کی کسوٹی پر پرکھنا چاہیے۔ اگر درست نہ ہوں تو ناچار ظلال اور شبہ و مثال پر محمول کرنے چاہییں۔ تو پھر شاید درست ہوں۔ کیونکہ تجلی سے مقصود دک دفک یعنی پارہ پارہ ہونا ہے، اور دنیا میں اس سے چارہ نہیں ہے۔ خواہ باطن پر متجلی ہوں خواہ ظاہر پر، دک دفک نہ درست۔

لیکن خاتم الانبیاء علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام اس داغ سے پاک ہیں۔ آپ کو دنیا میں رویت میسر ہوئی اور سر مو اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ اور آپ کے کامل تابعداروں کو جو اس مقام سے حصہ رکھتے ہیں وہ رویت ظلال میں سے کسی ظل کے پردہ کے بغیر نہ ہوگی، صاحب تجلی سمجھے یا نہ سمجھے۔ جب کلیم اللہ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام اس حال کے مشاہدے سے بغیر اس بات کے کہ تجلی ہو، بیہوش ہو گئے تو پھر اوروں کا کیا حال ہے؟

دوسرے یہ ہے کہ جاننا چاہیے کہ بعض مخلصوں کو اجازت دینے سے مقصود یہ تھا کہ اس وجہ سے لوگوں کو گمراہی کے بھنور سے حق تعالیٰ کے راستہ کی طرف رہنمائی کریں۔ اور آپ بھی ان طالبوں کے ساتھ مل کر مشغول رہیں اور ترقیات حاصل کریں۔ اور اس سر رشتہ کو نگاہ رکھ کر کوشش کریں کہ ان کی اپنی بقیہ بری خصلتیں دور ہو جائیں اور مرید و مسترشد بھی اس دولت سے مشرف ہو جائیں۔ نہ یہ کہ اجازت کمال و تکمیل کے وہم میں ڈال دے اور مقصود سے ہٹا رکھے۔

وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ قاصد کا کام حکم پہنچانا ہے۔ والسلام

# مکتوب نمبر ۲۱۸

پیر طریقت کے آداب کو مدنظر رکھنے کے بیان میں مُلا داؤد کی طرف لکھا ہے۔

بہت عزیز بھائی! مولانا داؤد کا مکتوب شریف پہنچ کر خوشی کا موجب ہوا۔ حق تعالیٰ اپنے نبی اور ان کی آل پاک علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام کے طفیل آپ کے ظاہر و باطن کو اپنی مرضیات سے آراستہ و پیراستہ کرے۔

باطنی سبق کے تکرار کرنے اور خواجگان قدس سرہم کے طریقہ پر استقامت کرنے میں ایسا نہ ہو کہ پراگندہ



Marfat.com

توجہوں سے فتور پڑ جائے۔ اور اگر بالفرض کچھ ظلمت و کدورت طاری ہو جائے۔ تو اس کا علاج یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ میں التجا اور زاری اور نیاز و شکستگی بجا لائیں اور اپنے مربی یعنی پیر کی طرف جو اس دولت کے حاصل ہونے کا وسیلہ ہے۔ پورے طور پر متوجہ ہوں اور حضور و غیبت میں اس بڑی دولت کے وسیلوں یعنی پیروں کے آداب کو اچھی طرح مدنظر رکھیں اور ان بزرگواروں کی رضا کو حق تعالیٰ کی رضامندی کا وسیلہ بنائیں۔ نجات و خلاصی کا طریقہ یہی ہے۔ والسلام۔

# مکتوب نمبر ۲۱۹

میرزا ایرج کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ آدمی اپنی نادانی سے اپنی ظاہری مرض کے دور کرنے کی فکر میں لگا ہے اور باطنی مرض سے جو دل کی گرفتاری سے مراد ہے، غافل پڑا ہے۔ اور اس کے مناسب بیان میں۔

عَصَمَکُمُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَمَّا یَصِمُکُمْ وَ صَانَکُمْ عَمَّا شَانَکُمْ بِحُرْمَۃِ سَیِّدِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ اَجْمَعِیْنَ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَتَمُّھَا وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُھَا۔

سید الاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے طفیل آپ کو اس چیز سے بچائے جو آپ کو داغدار کرے۔ اور چیز سے محفوظ رکھے جو آپ کو عیب لگائے۔

اے سعادت و شرافت کے نشان والے! آدمی کو جب کوئی ظاہری مرض لگ جاتا ہے اور اس کے کسی عضو کو آفت پہنچتی ہے، تو بہت کوشش اور مبالغہ کرتا ہے تاکہ وہ مرض دفع ہو جائے، اور وہ آفت دور ہو جائے۔ لیکن مرض قلبی نے جو ماسوائے حق کی گرفتاری سے مراد ہے، اس پر اس طرح غلبہ پایا ہوا ہے جو نزدیک ہے کہ اس کو ہمیشہ کی موت تک پہنچا دے، اور ہمیشہ کے عذاب میں اس کو گرفتار کر دے۔ اس کے دور کرنے کا فکر نہیں کرتا، اور اس کے دفع کرنے میں کوشش نہیں کرتا۔ اور اگر اس گرفتاری کو مرض نہیں جانتا تو پرلے درجے کا احمق ہے۔ اور اگر جانتا ہے اور پھر فکر نہیں کرتا تو بڑا ہی بلید ہے۔

اس میں شک نہیں کہ اس مرض کے سمجھنے کے لیے عقل معاد درکار ہے۔ کیونکہ عقل معاش اپنی کوتاہ اندیشی سے ظاہر بینی پر لگی ہوئی ہے۔ اور عقل معاش جس طرح باطنی امراض کو فانی عیش و عشرت کے باعث مرض خیال نہیں کرتی۔ اسی طرح عقل معاد بھی ظاہری امراض کو عاقبت کے ثوابوں کی وجہ سے مرض نہیں جانتی، عقل معاش



Marfat.com

کی نظر کوتاہ ہے اور عقل معاد کی نظر تیز۔

عقل معاد انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نصیب ہے اور عقل معاش دولت مندوں اور دنیاداروں کا حصہ ہے۔ اور ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ اور وہ اسباب جو عقل معاد کو برانگیختہ کرنے والے ہیں، موت کا ذکر، آخرت کے احوال کا یاد کرنا اور ان لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا ہے جو دار آخرت کی دولت سے مشرف ہوئے ہیں ؎

وادیم ترا ز گنج مقصود نشانے ما اگر نہ رسیدیم تو شاید برسی

ہم نے تجھے گنج مقصود کا نشان بتا دیا ہے۔ اگر ہم اس تک نہیں پہنچ سکے تو شاید تو پہنچ جائے

جاننا چاہیے کہ جس طرح ظاہری مرض احکام شرعیہ کے بمشکل ادا ہونے کا باعث ہے، باطنی مرض بھی اسی دشواری کو مستلزم ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ۔ مشرکوں پر وہ بات جس کی طرف تو ان کو بلاتا ہے بہت بھاری ہے۔

اور فرماتا ہے:

وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ۔ بے شک نماز بھاری ہے مگر خاشعین پر۔

ظاہری مرض میں قویٰ اور اعضا کی کمزوری اس دشواری کو مستلزم۔ اور مرض باطنی میں یقین کا ضعف اور ایمان کی کمی اس دشواری کا موجب ہے۔ ورنہ تکالیف شرعی میں سراسر آسانی اور سہولت ہے۔ آیت کریمہ:

يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے اور تنگی نہیں چاہتا

اور آیت کریمہ:

يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا۔ اللہ تم سے تخفیف کرنا چاہتا ہے اور انسان ضعیف پیدا کیا گیا ہے۔

دونوں اس مطلب پر گواہ ہیں۔ ع

خورشید نہ مجرم ار کسے بینا نیست

سورج کا کچھ گناہ نہیں اگر کوئی خود ہی نابینا ہے

پس اس مرض کے دور کرنے کا فکر ضروری ہے اور حاذق طبیبوں کی طرف التجا کرنا فرض عین ہے۔

مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ۔ قاصدوں کا کام حکم پہنچا دینا ہے۔

والسلام



Marfat.com

# مکتوب نمبر ۲۲

صوفیوں کی بعض غلطیوں اور ان غلطیوں کے منشا کے بیان میں شیخ حمید بنگالی کی طرف صادر فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ۔ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَعَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ۔

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں۔ اور حضرت سید المرسلین اور ان کی سب آل و اصحاب پر صلوٰۃ و سلام ہو۔

اس طرف کے فقرا کے احوال و اوضاع دن بدن شکر کی زیادتی کا موجب ہیں۔ اور دور افتادہ دوستوں کے بارہ میں بھی یہی امید رکھتا ہے۔

اے عزیز! اس عجب الغیب یعنی اندھا دھند رستہ میں سالکوں کے قدم بہت پھسلتے ہیں۔ آپ اعتقادات اور عملیات میں شریعت کو مدنظر رکھ کر زندگانی بسر کریں۔ حضور و غیبت میں فقیر کی یہی نصیحت ہے۔ اس میں غفلت نہ ہونے پائے۔

فقیر اس راستہ کی بعض غلطیوں کو لکھتا ہے اور اس غلطی کا منشا ظاہر کرتا ہے۔ امید ہے کہ اعتبار کی نظر سے ملاحظہ فرمائیں گے اور ان مذکورہ جزئیات کے ما سوا ان کے اندازہ کے موافق کام کریں گے۔

جان لیں کہ صوفیہ کی بعض غلطی یہ ہے کہ کبھی سالک مقامات عروج میں اپنے آپ کو دوسروں سے بلند پاتا ہے جن کی افضلیت علماء کے اجماع سے ثابت ہو چکی ہے۔ حالانکہ یقیناً اس سالک کا مقام ان بزرگواروں کے مقامات سے نیچے ہے۔ بلکہ یہ اشتباہ کبھی کبھی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نسبت بھی جو قطعی طور پر بہترین خلائق ہیں واقع ہو جاتا ہے۔ عِیَاذًا بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ " اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے"۔

اس باب میں بعض کی غلطی کا منشا یہ ہے کہ انبیاء و اولیاء میں سے ہر ایک کا عروج پہلے ان اسماء تک ہے جو ان کے وجودی تعینات کے مبدء ہیں۔ اور اس عروج سے ولایت کا اسم متحقق ہوتا ہے۔ دوسرے عروج ان اسماء میں اور ان اسماء سے الیٰ ماشاء اللہ۔ لیکن باوجود اس عروج کے ان میں سے ہر ایک کا مقام و منزل وہی اسم ہے جو اس کے وجودی تعین کا مبدء ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مقامات عروج میں جو کوئی ان کو ڈھونڈتا ہے۔ اکثر انہی اسماء میں پاتا ہے۔ کیونکہ ان بزرگواروں کے طبعی مکان مراتب عروج میں وہی اسماء ہیں۔ اور ان اسماء سے عروج و ہبوط کرنا عوارض کے سبب سے ہے۔ پس جب بلند فطرت سالک کا سیر ان اسماء سے بلند تر واقع ہوا تو ضرور



Marfat.com

ان اسماء سے بھی بالاتر جائے گا۔ اور اس کو یہ وہم پیدا ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس بات سے بچائے کہ یہ وہم اس پہلے یقین کو دور کر دے، اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے افضل ہونے اور اولیاء کے اولیٰ بشر ہونے میں جو اجماع کے ساتھ افضل ہیں اشتباہ پیدا کرے۔ یہ مقام سالکوں کے قدم پھسلنے کا مقام ہے۔ اس وقت سالک نہیں جانتا کہ ان بزرگواروں نے ان اسماء سے بے نہایت عروج فرمائے ہیں اور فوق الفوق میں پہنچے ہوئے ہیں۔ اور نیز جاننا چاہیے کہ وہ اسماء ان کے عروج کے طبعی مکان ہیں۔ اور اس کا بھی اس جگہ طبعی مکان ہے جو ان اسماء سے بہت نیچے اور پست ہے۔ کیونکہ ہر شخص کا افضل ہونا اس کے اقدم ہونے کے اعتبار سے ہے جو اس کے تعین کا مبدء ہوا ہے۔

اسی قسم سے ہے یہ بات جو بعض مشائخ نے کہی ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ عارف کو مقامات عروج میں برزخیت کبریٰ حائل نہیں ہوتی، اور اس کے وسیلہ کے بغیر ترقی کرتا ہے۔

ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ رابعہؒ بھی اسی جماعت سے ہے۔ یہ لوگ چونکہ عروج کے وقت اس اسم سے جو برزخیت کبریٰ کے تعین کا مبدء ہے اوپر گزرے ہیں اس لیے ان کو وہم ہوا ہے کہ برزخیت کبریٰ درمیان میں حائل نہیں رہی۔ اور برزخیت کبریٰ سے ان کی مراد حضرت رسالت خاتمیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت ہے۔ اور اس معاملہ وہی ہے جو اوپر گزرا۔

اور بعض دوسروں کی اس غلطی کا منشاء یہ ہے کہ جب سالک کا سیر اس اسم میں واقع ہوتا ہے جو اس کے تعین کا مبدء ہے۔ اور وہ اسم مجمل طور پر تمام اسماء کا جامع ہے۔ کیونکہ انسان کی جامعیت اسی قسم کی جامعیت کے باعث ہے۔ پس ناچار اس ضمن میں وہ اسماء بھی جو دوسرے مشائخ کے تعینات کے مبدء ہیں مجمل طور پر اس سیر میں قطع کرے گا، اور ہر ایک سے گزر کر اس اسم کے منتہا تک پہنچ جائے گا، اور اپنی فوقیت کا وہم پیدا کرے گا۔ اور نہیں جانتا کہ مقامات مشائخ سے جو کچھ اس نے دیکھا ہے اور ان سے گزر گیا ہے، ان کے مقامات کا نمونہ ہے، نہ کہ ان مقامات کی حقیقت۔ اور جب اس مقام میں اپنے آپ کو جامع معلوم کرتا ہے اور دوسروں کو اپنے اجزاء خیال کرتا ہے تو اپنے اولیٰ ہونے کا وہم پیدا کرتا ہے۔ اسی مقام میں شیخ بسطام قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ:

لِوَائِیْ اَرْفَعُ مِنْ لِوَاءِ مُحَمَّدٍ     میرا جھنڈا محمد کے جھنڈے سے زیادہ بلند ہے۔

غلبۂ سکر کے باعث نہیں جانتا کہ اس کے جھنڈے کی بلندی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھنڈے سے نہیں ہے بلکہ ان کے جھنڈے کے نمونہ سے ہے، جو ان کے اسم کی حقیقت کے ضمن میں مشہود ہوا ہے۔ اور اسی قسم سے ہے وہ بات جو انہوں نے اپنے قلب کی وسعت کے بارہ میں کہی ہے کہ اگر عرش اور مافیہ کو عارف کے قلب کے گوشہ میں



Marfat.com

رکھ دیں تو محسوس نہ ہو۔ یہاں بھی نمونہ کا حقیقت سے اشتباہ ہے۔ ورنہ عرش کے مقابلہ میں جس کو حق تعالےٰ عظیم فرماتا ہے۔ عارف کے قلب کا کیا اعتبار اور مقدار ہے۔ وہ ظہور جو عرش میں ہے اس کا نواں حصہ بھی قلب میں نہیں ہے۔ اگرچہ عارف کا قلب ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ رویت اخروی عرش کے ظہور پر متحقق ہوگی یہ بات اگرچہ آج بعض صوفیہ کو ناگوار گزرے گی۔ لیکن آخر کار ایک دن ان کی سمجھ میں آجائے گی۔

اس بات کو ہم ایک مثال سے روشن کرتے ہیں کہ انسان چونکہ عناصر و افلاک کا جامع ہے۔ جب اس کی نظر اپنی جامعیت پر پڑتی ہے تو عناصر و افلاک کو اپنے اجزا دیکھتا ہے۔ اور جب یہ دید غالب آجائے تو کچھ دور نہیں کہ اگر وہ یہ بات کہہ دے کہ میں کرہ زمین سے بڑا ہوں، اور آسمان سے فراخ تر ہوں۔ اس وقت عاقل لوگ سمجھتے ہیں کہ اس کی عظمت و بڑائی اس کے اپنے اجزا سے ہے۔ اور کرہ زمین اور آسمان حقیقت میں اس کے اجزا نہیں ہیں۔ بلکہ اس کے ان اجزا کا نمونہ بنے ہوئے ہیں۔ اور اس کی بزرگی ان نمونوں سے ہے جو اس کے اجزا ہیں، نہ کہ کرۂ ارضی و سماوی کی حقیقت سے۔ اور اسی وجہ سے کہ کسی شے کا نمونہ اس کی حقیقت کے متشابہ ہوتا ہے۔

فتوحات مکیہ والے نے کہا ہے کہ جمع محمدی جمع الٰہی سے اجمع ہے۔ کیونکہ جمع محمدی کونی اور الٰہی حقائق پر مشتمل ہے پس اجمع ہوگی۔ اور نہیں جانتا کہ یہ اشتمال مرتبہ الوہیت کے ظلال میں سے ایک ظل سے ہے۔ اور اس کے نمونوں میں سے ایک نمونہ پر ہے۔ نہ کہ وہ اشتمال اس مرتبہ مقدسہ کی حقیقت پر۔ بلکہ اس مرتبہ کے پہلو میں کہ عظمت و کبریائی اس کے لوازم سے ہے۔ جمع محمدی کا کچھ مقدار نہیں ہے۔ مَا لِلتُّرَابِ وَرَبِّ الْاَرْبَابِ

ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اور نیز اس مقام میں جب کہ سالک کی سیر اس اسم میں جو اس کا رب ہے واقع ہوتی ہے تو بسا اوقات یہ خیال کرتا ہے کہ بعض بزرگوار جو یقیناً اس سے افضل ہیں، اس کے وسیلہ سے بلند مقامات میں پہنچے ہیں اور اس کے وسیلہ سے ترقی کی ہے۔ یہاں بھی سالکوں کے پھسلنے کا مقام ہے۔ اللہ پناہ دے کہ اس کمال سے کوئی اپنے آپ کو افضل جانے اور ہمیشہ کا خسارہ حاصل کرے۔

اچھا، اگر بادشاہ عظیم الشان کسی زمیندار کی مدد سے جو اسی کی سلطنت میں داخل ہے، جائے اور اس زمیندار کے وسیلہ سے بعض مقامات میں پہنچے۔ اور اس کے ذریعے سے بعض جگہوں کو فتح کرے تو اس میں کونسی تعجب کی بات ہے۔ اور اس میں کیا فضیلت ہے؟

حاصل کلام یہ کہ یہاں جزئی فضیلت کا احتمال ہے، جو بحث سے خارج ہے۔ کیونکہ ہر ایک حجام اور جلاہا اپنی کسی خاص وجہ کے باعث ہر عالم ذوفنون اور حکیم بوقلموں پر فضیلت رکھتا ہے۔ لیکن یہ فضیلت اعتبار سے خارج ہے۔ اور وہ جو معتبر ہے وہ فضیلت کلی ہے، جو عالم و حکیم کے لیے ثابت ہے۔



Marfat.com

اس درویش کو بھی اس قسم کے اشتباہ بہت واقع ہوئے تھے اور اس قسم کی خیالی باتیں بہت پیدا ہوتی تھیں اور مدتوں تک یہ حالت رہی۔ لیکن باوجود اس کے فضل خداوندی شامل حال رہا کہ پہلے دائمی یقین میں تذبذب پیدا نہ ہوا اور متفق علیہ اعتقاد میں فتور واقع نہ ہوا:

لِلّٰہِ سُبْحَانَہٗ اَلْحَمْدُ وَالْمِنَّۃُ عَلٰی ذٰلِکَ وَعَلٰی جَمِیْعِ نَعْمَائِہٖ۔ اس نعمت پر اور تمام نعمتوں پر اللہ کی حمد اور اس کا احسان ہے۔

اور جو کچھ مجمع علیہ کے خلاف ظاہر ہوتا تھا اس کا کچھ اعتبار نہ کرتا تھا، اور اس کو نیک توجیہ کی طرف پھیرتا تھا۔ اور مجمل طور پر یہ جانتا تھا کہ اس کشف کے صحیح ہونے پر بھی یہ زیادتی جزئی فضیلت پر ہوگی۔ اگرچہ یہ وسوسہ بھی پیش آتا تھا کہ فضیلت کا مدار قرب الٰہی پر ہے۔ اور یہ زیادتی اسی قرب میں ہے۔ پھر جزئی کیوں ہوگی؟ لیکن پہلے یقین کے مقابلہ میں یہ وسوسہ گرد کی طرح اڑ جاتا تھا اور کچھ اعتبار نہ رکھتا تھا، بلکہ توبہ و استغفار و انابت سے التجا کرتا تھا اور عاجزی اور زاری سے دعا کرتا تھا کہ اس قسم کے کشف ظاہر نہ ہوں۔ اور اہل سنت و جماعت کے معتقدات کے خلاف سر مو منکشف نہ ہو۔

ایک دن یہ خوف غالب ہوا کہ مبادا ان کشفوں پر مواخذہ کریں، اور ان وہمی باتوں کی نسبت پوچھیں۔ اس خوف کے غلبہ نے بڑا بے قرار اور بے آرام کیا۔ اور بارگاہِ الٰہی میں بڑی التجا اور زاری کا باعث ہوا۔ یہ حالت بہت مدت تک رہی۔ اتفاقاً اسی حالت میں ایک بزرگ کے مزار پر گزر ہوا[1] اور اس معاملہ میں اس عزیز کو اپنا مددگار بنایا۔ اسی اثنا میں خداوند تعالیٰ کی عنایت شامل حال ہوئی اور معاملہ کی حقیقت کما حقہٗ ظاہر کر دی گئی، اور حضرت رسالت خاتمیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو رحمت عالمیاں ہیں، ان کی روح مبارک نے حضور فرمایا اور غمناک دل کی تسلی کی۔ اور معلوم ہوا کہ بیشک قرب الٰہی ہی فضل کلی کا موجب ہے۔ لیکن یہ قرب جو تجھے حاصل ہوا ہے، الوہیت کے ان مراتب کے ظلال میں سے ایک ظل کا قرب ہے، جو اس اسم سے مخصوص ہیں جو تیرا رب ہے۔ پس فضل کلی کا موجب نہ ہوگا۔ اور اس مقام کی مثالی صورت کو اس طرح پر منکشف کیا کہ کوئی شک و شبہ نہ رہا، اور اس اشتباہ کا محل بالکل دور ہو گیا۔ اور بعض وہ علوم جو اشتباہ کا محل رکھتے ہیں اور ان میں تاویل و توجیہ کی گنجائش ہے۔ اور اپنی کتابوں اور رسالوں میں لکھی تھی، زیادہ منکشف ہوئی۔

اس فقیر نے چاہا کہ ان علوم کے اغلاط کا منشا جو محض فضل خداوندی جل شانہٗ سے ظاہر ہوا ہے لکھے اور شائع کر دے۔ کیونکہ گناہ مشتہر کے لیے توبہ کا اشتہار ضروری ہے تاکہ لوگ ان علوم سے خلاف شریعت نہ سمجھ لیں۔ اور تقلید کر کے گمراہی میں نہ پڑ جائیں۔ یا تکلف و تعصب سے گمراہی و جہالت نہ اختیار کریں۔ کیونکہ اس

[1] استعانت از صاحب مزار۔



Marfat.com

اندھا دھند رستہ میں اس قسم کی عجیب باتیں بہت ظاہر ہوتی ہیں جو بعض کو ہدایت کی طرف لے جاتی ہیں اور بعض کو گمراہی میں ڈال دیتی ہیں۔

اس فقیر نے اپنے والد بزرگوار قدس سرہ سے سنا ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ بہتر گروہوں میں سے اکثر جو گمراہ ہیں اور سیدھے راستہ سے بھٹک گئے ہیں ان کا باعث طریق صوفیہ میں داخل ہونا ہے کہ انہوں نے کام کو انجام تک نہ پہنچا کر غلط راہ اختیار کیا اور گمراہ ہو گئے۔

والسلام

اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مدد و نصرت سے دفتر اول حصہ سوم کا ترجمہ ختم ہوا۔ مولیٰ کریم اسے قبول عام کا شرف بخشے اور مترجم کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے ——— آمین

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ و نور عرشہ محمد و آلہ و اصحابہ وسلم

خاکسار

محمد سعید احمد

عفی عنہ



Marfat.com

صُحُفًا مُّطَهَّرَةً فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست
آخر آمد ز پس پردہ تقدیر پدید

یعنی

(اردو ترجمہ)

# مکتوبات امام ربانی

## حضرت مجدد الف ثانی الشیخ احمد سرہندی قدس سرہ

دفتر اوّل ــــــ حصہ چہارم

(تصحیح و حواشی و ترجمہ)


مولانا محمد سعید احمد صاحب نقشبندی
خطیب و امام مسجد حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لاہور



(ناشر)

حفیظ بک ڈپو اردو بازار دہلی ۶


Marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

آفسٹ طباعت ــــــــــ ۱۹۷۱ء

نام کتاب ــــ مکتوبات امام ربانی

مترجم ــــ محمد سعید احمد نقشبندی خطیب جامع حضرت داتا گنج بخش۔ لاہور

طابع ــــ جوہر آفسٹ پریس دہلی

ناشر ــــ

تعداد ــــ دو ہزار (۲۰۰۰)

قیمت ــــ

Marfat.com

# فہرست مضامین مکتوبات امام ربّانی رحمۃ اللہ علیہ اُردو ترجمہ دفتر اوّل حصہ چہارم


| مضامین | صفحہ |
| --- | --- |
| **مکتوب نمبر ۲۲۱** | |
| خصائص و کمالات طریقہ نقشبندیہ کے بیان میں۔ | ۲۱ |
| اس طرح کے بلند معارف کے اظہار کا سبب ان کے بعید ہونے کے باوجود۔ | ۲۲ |
| اس طریقہ کے سرحلقہ حضرت صدیق اکبر ہیں۔ | ۲۲ |
| ابتداء کے انتہاء میں درج ہونے کے متعلق دو سوال اور ان کا جواب۔ اور وصل عریان کے مرادی معنی۔ | ۲۲ |
| ذاتی و صفاتی اور اسمائی تجلیات کے غیر متناہی ہونے کے متعلق دو اعتراض اور ان دونوں کا جواب۔ | ۲۳ |
| تجلی کے معنی کا بیان۔ | ۲۴ |
| اگر سوال کریں کہ ان تجلیات کو ذاتی کس اعتبار سے کہتے ہیں، اس کا جواب الخ۔ | " |
| جاننا چاہیئے کہ اس مقام میں وصل مطلوب بھی بے کیف و بے مثال ہے، اس نہایت تک پہنچنے والے اس طریقہ اور دوسرے طریقوں سے بہت ہی کم ہیں۔ | " |
| سفر در وطن اور خلوت در انجمن کے معنی۔ | ۲۵ |
| تفرقہ اور عدم تفرقہ منتہی کے حق میں مطلقاً برابر نہیں، لیکن اس کی نفس جمعیت میں برابر ہے۔ | ۲۵ |
| بعض اوقات تفرقہ ظاہر کے بغیر چارہ نہیں۔ | " |
| بندوں کے تین حصے خالصۃً اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ | " |
| مشائخ طریقت کی بعض عبارات کے بارے میں سوال و جواب۔ | ۲۶ |
| یہ طریقہ تمام باقی طریقوں سے اقرب ہے۔ | " |
| اس طریقہ میں ابتداء میں حلاوت اور وجدان ہے اور انتہاء میں بے مزگی، اور فقدان ہے بخلاف دوسرے طریقوں کے۔ | ۲۷ |
| اور اس طریقہ میں ابتداء میں قرب و شہود ہے۔ اور انتہاء میں بعد و حرمان ہے۔ اور اس معنی کا راز۔ | " |
| اس طریقہ کے اکابر نے احوال و مواجید کو احکام شرعیہ کے تابع کیا ہے۔ اور اذواق اور معارف کو علوم شرعیہ کا خادم گردانا ہے۔ | " |
| یہ بزرگ سماع اور رقص کو جائز نہیں رکھتے اور ذکر جہر کی طرف رُخ نہیں کرتے۔ | " |
| وہ تجلی ذاتی جو دوسروں کے لیے بجلی کی طرح تھوڑے سے وقت کے لیے نمودار ہوتی ہے ان بزرگوں ہمیشہ کے لیے | ۲۸ |




Marfat.com

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حاصل ہے ۔ | ۲۸ |
| اس طریقہ میں پیری اور مُریدی طریقوں کے سکھانے اور سیکھنے سے ہے ۔ کلاہ اور شجرہ سے نہیں ۔ | 〃 |
| متعدد پیر پکڑنے کے جواز کا بیان، اور اس بارے میں علمائے بخارا شریف کا فتویٰ معنی پیر کا بیان ۔ | 〃 |
| اس طریقہ میں نفس امارہ کے مجاہدات و ریاضات، احکام شرعیہ بجالانے اور روشن سنت کی پیروی کا التزام کرنے میں ہیں ۔ | 〃 |
| اس طریق نقشبندیہ میں طالب کو چلانا شیخ مقتدا کے تصرف سے وابستہ ہے ۔ اس کے تصرف کے بغیر کام نہیں بنتا ۔ | ۲۹ |
| یہ بزرگ جس طرح نسبت عطا کرنے میں قدرت رکھتے ہیں، اسے چھین لینے کی بھی قدرت رکھتے ہیں ۔ | 〃 |
| اس طریقہ نقشبندیہ میں زیادہ تر افادہ اور استفادہ خاموشی میں ہے ۔ | 〃 |
| **مکتوب نمبر ۲۲۲** | |
| خرابی احوال اور اپنے اعمال کو کم دیکھنے کے بیان میں ۔ | ۳۰ |
| ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ مرید صادق وہ ہے کہ بیس سال تک بُرائیاں لکھنے والا فرشتہ اس سے کوئی برائی صادر نہ دیکھے، جسے وہ لکھے | 〃 |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| یہ فقیر اپنے ذوق سے محسوس کرتا ہے کہ کافر فرنگ بھی اس سے کئی مرتبے بہتر ہے، اور اگر اس کی کوئی شخص دلیل طلب کرے تو یہ فقیر دلیل پیش کرنے سے عاجز نہیں ہوگا ۔ | ۳۰ |
| اس مضمون سے متعلق سوال و جواب پیر سے غائب ہونے کی صورت میں پیر سے رابطہ عظیم نعمت ہے ۔ | ۳۱ |
| قرب قلوب کے باوجود قرب ابدان کو بھی نہیں کھونا چاہیے ۔ | ۳۱ |
| **مکتوب نمبر ۲۲۳** | |
| اظہار احوال اور اپنے پیر کی خدمت میں واقعات پیش کرنے پر ابھارنے کے بیان میں ۔ | ۳۲ |
| **مکتوب نمبر ۲۲۴** | |
| رعایت آداب اور نصائح ضروریہ کے بیان میں ۔ | 〃 |
| بزرگوں نے فرمایا ہے جب دشمن لعین نیکی اور نصیحت کی راہ سے آئے تو اس کا دفع کرنا مشکل ہوتا ہے ۔ | ۳۳ |
| فقر اور نامرادی اس گروہ کا جمال ہے اور عین سید کونین علیہ السلام کی اقتدا ہے ۔ | 〃 |
| حق تعالیٰ اپنے کمال کرم سے بندوں کے رزق کا کفیل بن چکا ہے، اور ہمیں اور تمہیں اس فکر سے فارغ کر دیا ہے ۔ تو اپنے متعلقین | ۳۳ |




Marfat.com

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| کا غم بھی اسی کے حوالے کرنا چاہیے ۔ | ۳۳ |
| الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ | ۳۴ |
| اکابر طریقت نے بعض مریدوں کو بعض مصلحتوں کے پیش نظر مقام پیری تک پہنچنے سے قبل ایک قسم کی اجازت دی ہے۔ | ۳۴ |
| مکتوب نمبر ۲۲۵ | ۳۵ |
| اس بیان میں کہ اس طریقہ کے ابتداء میں ہی وہ حالات میسر آجاتے ہیں جو دوسروں کو نہایت میں جا کر میسر آتے ہیں اور احوال کا ظہور اس شخص کے کمال کو مستلزم نہیں ۔ | |
| مکتوب نمبر ۲۲۶ | ۳۶ |
| اس بیان میں کہ فرصت بہت تھوڑی ہے اور ہمیشہ کا عذاب اس پر مرتب ہونے والا ہے | ″ |
| اہل اللہ سرہند شریف میں جمع ہونے کا بیان اور حضرت شیخ مجدد قدس سرہٗ کی خدمت میں ان کی جمعیت ۔ | ۳۷ |
| اہل وعیال کی رضاجوئی کے لیے اپنے آپ کو بلا اور مصیبت میں ڈالنا ۔ | ″ |
| عقل دور اندیش سے بہت بعید بات ہے ۔ | |
| دنیا بے وفائی میں مشہور ہے اور اہل دنیا خست و کمینگی میں مشہور ہیں ۔ | ″ |
| مکتوب نمبر ۲۲۷ | ۳۷ |
| ان نصائح اور مواعظ کے بیان میں جو تمام | |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| پیری سے تعلق رکھتے ہیں ۔ | ۳۷ |
| عارفین کا ریا مریدین کے اخلاص سے بہتر ہے ۔ اور اس کے راز کا بیان اور اس سے دفع وہم کا بیان ۔ | ۳۷ |
| مکتوب نمبر ۲۲۸ | ۳۹ |
| ان نصائح کے بیان میں جو مقام تکمیل اور تعلیم طریقت سے تعلق رکھتے ہیں ۔ | ″ |
| اس طریقہ کا مدار دو اصول پر ہے ۔ ایک شریعت پر استقامت ۔ دوم شیخ طریقت کی نسبت | ″ |
| میں پختگی اور استحکام ۔ | ″ |
| اپنے کام کی فکر کرنی چاہیے تاکہ بوقت موت سلامتی ایمان نصیب ہو ۔ اس وقت اجازت نامے اور مریدین کچھ کام نہیں آئیں گے ۔ | ۴۰ |
| مکتوب نمبر ۲۲۹ | ″ |
| اس بیان میں کہ ہمارا طریقہ حضرت خواجہ کا ہی طریقہ ہے ۔ اور ہماری نسبت بھی وہی نسبت ہے ۔ لیکن اتنی بات ہے کہ نسبت کی تکمیل بہت سے افکار جمع ہونے سے ہوتی ہے ۔ | ″ |
| شیخ علاء الدولہ نے فرمایا ہے جس قدر واسطے زیادہ ہوں گے راستہ زیادہ نزدیک ہوتا جائے گا ۔ | ۴۱ |
| مکتوب نمبر ۲۳۰ | ۴۲ |
| ہمت بلند رکھنے ۔ اور جو کچھ حاصل ہو چکا | |




Marfat.com

| مضامین | صفحہ |
| --- | --- |
| ہو، اس پر کفایت نہ کرنے کے بیان میں۔ | ۴۲ |
| خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو کچھ دیکھا گیا یا سنا گیا یا جانا گیا وہ سب غیر خدا ہے، وہ ذات تعالیٰ اس سب سے وراء الوراء ہے۔ | ۴۳ |
| مکتوب نمبر ۲۳۱ | ″ |
| درج ذیل سوالات کے جوابات میں: | ″ |
| (۱) حصول اور وصول کے درمیان کیا فرق ہے؟ | ″ |
| (۲) وہ اسماء جو انبیاء کے مبادی کے تعینات ہیں۔ کیا وہی اولیاء کے مبادی کے بھی تعینات ہیں یا نہیں؟ | ″ |
| (۳) ذکر جہر سے کیوں منع کیا جاتا ہے، حالانکہ یہ شوق و ذوق پیدا ہونے کا باعث ہے؟ | ″ |
| حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمل مبارک دو قسم ہے، ایک بطور عبادت، دوسرا بطریقہ عرف و عادت اول کی مخالفت بدعت ہے۔ دوسرے کی مخالفت بدعت نہیں۔ | ۴۴ |
| مکتوب نمبر ۲۳۲ | ۴۵ |
| کمینی دنیا کی حقیقت اور اس کی روی طمع سازیوں کی قباحت کے بیان میں، اور اس کمینی دنیا کی محبت کا علاج۔ | ″ |
| مکتوب نمبر ۲۳۳ | ۴۶ |
| بعض نصائح کے بیان میں۔ | ″ |
| حضرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا | ۴۷ |

| مضامین | صفحہ |
| --- | --- |
| ہے کہ اگرچہ یہ بات کفر ہے کہ کوئی اپنے آپ کو اتنا اونچا تصور کرنے لگے کہ اگر وہ برہم اور ناراض ہو تو سارا جہان درہم برہم ہو جائے لیکن کیا کیا جائے ہمیں تو ہمارے ارادے کے بغیر ہی اونچا بنا دیا گیا ہے۔ | ۴۷ |
| مکتوب نمبر ۲۳۴ | ۴۸ |
| اس بیان میں کہ واجب تعالیٰ کی حقیقت وجود محض ہے، اور تجلی ذاتی کا بیان اور من عرف نفسہٗ فقد عرف ربہٗ کا معنی اور آیہ کریمہ اللہ نور السمٰوٰت والارض کا معنی۔ | ″ |
| صاحب فصوص کے نزدیک اعیان ثابتہ کا بیان اور حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے نزدیک حقائق ممکنات۔ | ۵۰ |
| حضرت امام ربانی علیہ الرحمۃ اور اعیانِ ثابتہ۔ | ۵۱ |
| تام المعرفت عارف جب حضرت وجود تک ترقی کرنے کے بعد عدم صرف کے مقام میں نزول فرماتا ہے الخ | ″ |
| پس ناچار اس عارف کا شیطان بھی حسن اسلام پیدا کر لیتا ہے۔ اور اس کا نفسِ امارہ نفسِ مطمئنہ بن کر اپنے مولیٰ تعالیٰ سے راضی ہو جاتا ہے۔ | ۵۲ |
| یہی وہ مقام ہے جس کے متعلق حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا | ″ |




Marfat.com

| مضامین | صفحہ |
| --- | --- |
| اَسْلَمَ شیطانی ۔ | ۵۲ |
| یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ ان معارف سے حصہ وافر حضرت امام مہدی کو حاصل ہوگا۔ | " |
| ممکنات بالذات شر و فساد کا محل ہیں اور ان میں کمال حضرت ذات واجب تعالیٰ کی طرف سے عاریتہً آیا ہوا ہے۔ | " |
| عدم صرف کے وجود صرف کے ساتھ رنگین ہونے کے متعلق سوال وجواب۔ اور ایک اور سوال و جواب متعلق باتصاف عدم کہ معقول ثانی ہے، وجود خارجی کے ساتھ۔ | ۵۳ |
| ایک اور سوال وجواب جو صفات حقیقیہ کے مرتبہ ظلال میں ہونے سے متعلق ہے، اور مرتبہ اصل میں ان کے وجود کا نہ ہونا۔ | ۵۴ |
| من عرف نفسہٗ فقد عرف ربہ اور آیہ کریمہ اللہ نور السموٰت والارض کا معنی | " |
| من فسّر القراٰن برایہ فقد کفر | ۵۵ |
| ممکنات کے اصول و ذوات عدمات محض ہیں۔ اور ممکنات کے نقائص ان عدمات کے مقتضی۔ | " |
| حسن و قبح کے مصداق کا بیان، اور نکاح میں لائی جانے والی خوبصورت عورتوں اور لونڈیوں کے لیے آرائش و زیبائش کے جواز کا سبب۔ | " |
| ایاکم والمدفان فیہم لونا کلون اللہ | " |
| ما الدنیا والاٰخرۃ الا ضرتان۔ | ۵۶ |
| کمینی کی مذمت۔ | ۵۶ |
| شیخ محی الدین عربی کے نزدیک حقائق ممکنات | ۵۷ |
| یہ علوم و معارف کہ کسی بھی اہل اللہ نے ان کے متعلق لب کشائی نہیں فرمائی۔ اشرف معارف اور اکمل علوم میں سے ہیں۔ جو ہزار سال کے بعد منصہ شہود پر ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ | ۵۸ |
| ہر سو سال کے بعد اس امت کے علماء میں سے کسی کو مجدد مقرر کرتے ہیں خاص کر ہزار سال گزرنے کے بعد۔ | " |
| عارف تام المعرفت جب عروج و نزول کے مراتب طے کرنے کے بعد عدم صرف میں نزول فرماتا ہے۔ تو تمام کمالات اس میں ظاہر ہو جاتے ہیں۔ | ۶۰ |
| عدم کے وجود کا آئینہ ہونے سے متعلق ایک سوال وجواب۔ | " |
| ان الہامات کے وساوس شیطانی میں سے نہ ہونے بلکہ علوم ربانی میں سے ہونے کی دلیل۔ اور ان علوم کے اظہار کی وجہ۔ | " |
| **مکتوب نمبر ۲۲۵** | ۶۱ |
| اس بیان میں کہ اس گروہ کی محبت دینوی اور اُخروی سعادتوں کا سرمایہ ہے۔ | " |
| اگر جہاں بھر کی تاریکیاں باطن میں ڈال دیں | " |
| لیکن اس محبت کو قائم اور ثابت رکھیں تو کوئی غم نہیں کرنا چاہیے۔ اور اگر پہاڑوں کی مقدار میں | |




Marfat.com

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| انوار واحوال دل میں ڈالیں لیکن ایک بال برابر اس | |
| صحبت میں فرق ڈال دیں تو یہ سراسر خرابی ہے۔ | ۶۱ |
| **مکتوب نمبر ۲۳۶** | ۶۲ |
| بعض اسرار کے بیان میں۔ | ″ |
| تمہیں ولایت موسوی میں پایا اور وہاں سے | |
| کھینچ کر ولایت محمدیہ خاصہ کے دائرہ میں داخل | |
| کیا۔ اب بیس روز سے زیادہ دن ہو رہے ہیں | |
| کہ تمہیں اپنی گود میں رکھ کر پرورش کر رہا ہے۔ | ″ |
| **مکتوب نمبر ۲۳۷** | ۶۳ |
| روشن سنت کی متابعت اور طریقہ | |
| نقشبندیہ کی مدح کے بیان میں۔ | ″ |
| اس طریقہ کے اکابر کو اگر سنت کی پابندی | |
| کے ساتھ احوال و مواجید سے مشرف فرماتے | |
| ہیں تو یہ اُسے عظیم نعمت جانتے ہیں۔ اور اگر اس پابندی | |
| میں فتور پاتے ہیں تو احوال کو پسند نہیں کرتے۔ | ″ |
| ہندوستان کے برہمن اور جوگی اور یونان | |
| کے فلاسفہ تجلیات صوری اور علوم توحیدی کا کافی | |
| حصہ رکھتے ہیں۔ لیکن خرابی کے سوا نہیں کچھ حاصل | |
| نہیں۔ | ″ |
| اس طریقہ سے منسلک رہنے والے پر | |
| اولاً موافق آرائے اہل سنت و جماعت عقائد | |
| کی درستی لازم ہے۔ دوسرے فرض، واجب، | |
| سنت اور مستحب کا علم۔ تیسرے درجے میں | |
| علوم صوفیہ کی نوبت آتی ہے۔ | ″ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| **مکتوب نمبر ۲۳۸** | ۶۴ |
| اس میں کہ دینی بھائیوں کی تعداد زیادہ بنانے | |
| میں بہت سی امیدیں ہیں۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ مریدوں | |
| کے احوال پیروں کی رکاوٹ کا باعث بن جائیں | |
| اور عجب اور خودستائی میں مبتلا کر دیں۔ مریدوں | |
| کے احوال پیروں کی ترقی کا باعث بنتے ہیں نہ کہ | |
| تنزل کا۔ | ″ |
| یہ بھی چاہیے کہ مثلاً طریقہ قادریہ اور نقشبندیہ | |
| میں خلط ملط نہ ہو۔ | ۶۵ |
| **مکتوب نمبر ۲۳۹** | |
| ان استفسارات کے جواب میں جو مکتوب الیہ | |
| نے کیے تھے۔ | ۶۶ |
| احوال سے مقصود محول احوال (خدا تعالیٰ) | |
| کے ساتھ گرفتاری ہے۔ | |
| مخلص لوگوں کی لغزشیں معاف ہیں۔ | ″ |
| جو طلب مقبول ہوتا ہے بلا علت اور بلا علت ہی | ″ |
| ہوتا ہے۔ | ″ |
| ہر کام میں استخارہ کرنا مسنون ہے اور | |
| استخاروں کی تعداد اور ان کے نتیجہ کا بیان۔ | ″ |
| اسی قبیل سے ہیں وہ امدادیں جو روحانیت | |
| اکابر سے افعال اجسام کی طرح ظہور پذیر ہوتی ہیں | |
| جیسے دشمنوں کو ہلاک کرنا اور دوستوں کی مدد کرنا۔ | ۶۷ |
| **مکتوب نمبر ۲۴۰** | ″ |
| اس راہ کی بے نہایتی اور کلمہ طیبہ کے بعض | ″ |




Marfat.com

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| فوائد کے بیان میں۔ | ٦٧ |
| جو کچھ دیدہ دانش میں آئے نفی کرنے کے قابل ہے۔ | ٦٨ |
| دوسری نصیحت یہ ہے کہ شریعت پر استقامت ہو اور اپنے احوال کو اصول شرعیہ کے ساتھ مطابق لکھا جائے۔ | // |
| **مکتوب نمبر ٢٤١** | |
| بعض دوستوں کی ترقی کے بیان میں۔ | ٦٩ |
| **مکتوب نمبر ٢٤٢** | |
| بعض سوالات کے جواب میں۔ | // |
| اس بات کا جواب کہ اسم ذات کے ساتھ شغل کب تک ہوتا ہے۔ اور اس سے کتنی مقدار میں حجاب دور ہوتے ہیں اور نفی و اثبات کس حد تک ہیں، اور اس کلمہ سے کتنی مقدار میں حجاب دور ہوتے ہیں۔ | // |
| **مکتوب نمبر ٢٤٣** | |
| طریقہ نقشبندیہ اختیار کرنے کی ترغیب میں اور اس بیان میں کہ خدا کے بغیر اخلاص میسر نہیں آتا | ٧٠ |
| اس بلند طریقہ کے اکابر کی عادات کا بیان۔ | ٧١ |
| ماسوا اللہ کے نقوش ان اکابر کے باطن سے اس طرح زائل ہو جاتے ہیں کہ اگر ہزار سال بھی تکلف کے ساتھ حاضر کرنا چاہیں تو حاضر نہیں ہوتے اور ان اکابر کے لیے تجلی ذاتی دائمی ہے | // |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| **مکتوب نمبر ٢٤٤** | |
| اس خط کے جواب میں جو مکتوب الیہ نے اپنی خرابی احوال کے بارے میں تحریر کیا تھا۔ | ٧٢ |
| **مکتوب نمبر ٢٤٥** | |
| ان استفسارات کے جواب میں جو مکتوب الیہ نے کیے تھے۔ | ٧٣ |
| ذکر اللسان لقلقہ و ذکر القلب وسوسہ و ذکر الروح شرک و ذکر السر کفر۔ | ٧٤ |
| حضرت امام غزالی بو علی سینا کی تکفیر کے قائل ہیں۔ | // |
| **مکتوب نمبر ٢٤٦** | |
| اس مقام کے حصول کے بیان میں جس کا میر نعمان امیدوار اور منتظر تھا۔ | ٧٥ |
| **مکتوب نمبر ٢٤٧** | |
| اس بیان میں کہ حق تعالیٰ کے وجود پر دلیل بھی خود اس کا اپنا وجود ہے۔ | ٧٦ |
| عرفت ربی بفسخ العزائم لا بل عرفت فسخ العزائم بربی | // |
| **مکتوب نمبر ٢٤٨** | ٧٧ |
| اس بیان میں کہ انبیاء کی متابعت کرنے والے کاملین کو انبیاء کے تمام کمالات سے حصہ ملتا ہے۔ اور کوئی ولی کسی نبی کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور اس بات کی تحقیق کہ تجلی ذاتی جو آنحضرت علیہ السلام کے ساتھ مخصوص ہے کس | // |




Marfat.com

| مضامین | صفحہ |
| --- | --- |
| معنی سے ہے۔ | ۷۷ |
| **مکتوب نمبر ۲۴۹** | |
| سیدالاوّلین والآخرین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل کے بیان میں۔ | |
| **مکتوب نمبر ۲۵۰** | |
| استفسارات کے جواب میں۔ | |
| نسبت اگرچہ جہالت اور حیرت تک لی جاتی ہے۔ لیکن اچھی ہے۔ | ۸۱ |
| زاد وراحلہ کی موجودگی میں اس زمانہ میں حج کے لیے جانا فرض ہے یا نہیں؟ اور اس کا جواب۔ | ″ |
| **مکتوب نمبر ۲۵۱** | ″ |
| خلفائے راشدین کے فضائل اور حضرات شیخین اور مسائل اور حضرت امیر کے بعض خصائص اور تمام صحابہ کرام کی تعظیم کے بیان میں۔ اور ان کی باہمی لڑائیوں کی صحیح توجیہات کے بیان میں۔ | ″ |
| حضرات شیخین انبیاء سابقین کے درمیان حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں اور ذوالنورین حضرت نوح کے ساتھ اور حضرت علی حضرت عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں۔ | ۸۲ |
| خلفاء اربعہ کے تعینات کے مبادی بصفۃ السلم ہے۔ | ″ |
| اور یہ صفت حضرت محمد حضرت ابراہیم حضرت نوح علیہم السلام کا رب ہے۔ | ۸۲ |
| حضرات شیخین نبوت کے بوجھ کے حامل ہیں اور حضرت علی ولایت کے بوجھ کے اور حضرت ذوالنورین دونوں طرف کے بوجھ کے حامل ہیں۔ | ۸۳ |
| اس وجہ کے بیان میں کہ حضور علیہ السلام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت کی متابعت کا حکم کیوں دیا گیا۔ | ″ |
| اکثر سلاسل صوفیہ کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طرف منسوب ہونے کی وجہ۔ | ″ |
| حضرات شیخین کے ان کمالات کا بیان جو کمالات نبوت کے مشابہ ہیں۔ | ″ |
| حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اسم مبارک دروازہ جنت پر ثبت ہے۔ | ۸۴ |
| جنت میں داخلہ حضرات شیخین کی رائے اور تجویز سے ہوگا۔ | ″ |
| حضرت مہدی موعود بھی نسبت نقشبندیہ پر ہوں گے۔ اور اس نسبت کی تکمیل کریں گے | ۸۶ |
| مقام اقطاب، ابدال اور اولاد کی تربیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امداد کے سپرد کی گئی ہے۔ | ″ |
| قطب الاقطاب کا سر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قدم مبارک کے نیچے ہے۔ | ۸۷ |




Marfat.com

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بزرگی اور شان کا بیان۔ | ۸۷ |
| حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑنے والے خطا پر تھے۔ | ” |
| کسی بھی صحابی کو گالی دینے والے کا حکم۔ | ۸۸ |
| لفظ جور کی تاویل جو بعض فقہا سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق واقع ہوا ہے۔ | ۸۹ |
| حضرت امیر معاویہ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں کیا اعتقاد رکھنا چاہیے۔ | ” |
| **مکتوب نمبر ۲۵۲** | |
| استفسارات کے جواب میں۔ | ۹۳ |
| **مکتوب نمبر ۲۵۳** | |
| سوالات کے جواب اور اس راہ کی بے نہایتی کے بیان میں۔ | ” |
| شیخ ادریس کے اس قول کا جواب کہ میں اگر جانب زمین کی طرف دیکھتا ہوں تو زمین مجھے نظر نہیں آتی۔ اور اسی طرح آسمان، عرش اور کرسی الخ کو بھی نہیں پاتا۔ اور اسلام، رضا اور اطمینان کے مقام کا بیان۔ نیز ایک سالک کے قول کا بیان کہ میں تیس سال روح کی پرستش کرتا رہا۔ | ۹۴ |
| **مکتوب نمبر ۲۵۴** | |
| رسالہ مبدء و معاد کی عبارت کے متعلق بعض سوالات کا جواب۔ | ۹۵ |
| **مکتوب نمبر ۲۵۵** | |
| روشن سنت کے زندہ کرنے کے بیان میں۔ | ۹۶ |
| حضرت امام مہدی مدینہ کے ایک عالم کے قتل کا حکم صادر فرمائیں گے جو آپ کے بارے میں زبان طعن دراز کرے گا۔ | ۹۷ |
| **مکتوب نمبر ۲۵۶** | |
| قطب، قطب الاقطاب، غوث اور خلیفہ کے معنی کا بیان۔ اور اس حدیث کی تحقیق لو اتزن ایمان ابی بکر مع ایمان امتی لرجح | ” |
| صاحب فتوحات مکیہ فرماتے ہیں ما من قریۃ مومنۃ او کافرۃ الا وفیہا قطب | ۹۸ |
| عارف کا معاملہ اس مقام کو پہنچ جاتا ہے کہ آنکھ جھپکنے میں تمام گزشتہ کمالات حاصل کر لیتا ہے اور فقیر کے نزدیک ایک لمحہ میں سابقہ کمالات سے زیادہ کمالات حاصل کر لیتا ہے۔ | ۹۹ |
| فرعون مردود کے ہاتھ سے قتل ہونے والے تمام بچوں کی استعداد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منتقل کر دی گئی اور اس کے راز کا بیان۔ | ” |
| مرید بھی پیروں کے کمالات کا ذریعہ بنتے ہیں۔ | ” |
| وفات کے بعد ولایت کے سلب ہو جانے | ۱۰۰ |




Marfat.com

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| کا بیان جیسا کہ نفحات میں مذکور ہے مگر چار اشخاص سے ۔ | ۱۰۰ |
| مستورات کی بیعت کا حکم اور نحوست ایام کا بیان ۔ اور الایام ایام اللہ کی تحقیق ۔ | ״ |
| مکتوب نمبر ۲۵۷ | |
| طریقے کا بطریقہ اجمال بیان ۔ | ۱۰۱ |
| مکتوب نمبر ۲۵۸ | |
| حق تعالیٰ کی اقربیت کے بیان میں ۔ | ۱۰۳ |
| مکتوب نمبر ۲۵۹ | |
| ارسال رُسل کرام اور پہاڑ کی چوٹی پر رہنے والے کے خصوصی حکم اور زمانہ فترت کے مشرکین اور دار الحرب میں اطفال مشرکین کا بیان اور سرزمین ہندوستان میں بعثت انبیاء اور دیگر تحقیقات کا بیان ۔ | ۱۰۴ |
| پہاڑ کی چوٹی میں عمر گزارنے والے اس شخص کے بارے میں جس کو دعوت انبیاء نہ پہنچی ہو ماتریدیہ اور اشاعرہ اور صاحب فتوحات اور خاص حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے مذہب کا بیان ۔ | ۱۰۵ |
| مکتوب نمبر ۲۶۰ | |
| حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے طریقہ کے بیان میں جس کے ساتھ آپ ممتاز ہیں اور ولایت صغریٰ اور ولایت کبریٰ اور ولایت علیا کے بیان میں اور نبوت کی ولایت پر افضلیت اور لطائف | |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| عشرہ انسانی اور عالم خلق کے عالم امر پر فضیلت کے بیان میں ۔ اور عنصر خاک کے کمالات اور ہر مقام کے مناسب علوم غریبہ کے بیان میں ۔ | ۱۰۹ |
| فھو سبحانہ وراء الوراء ثم وراء الوراء ۔ | ۱۱۵ |
| اس مقام میں ایک سالک نے کہا ہے کہ میں تیس سال روح کو خدا تصور کر کے اس کی پرستش کرتا رہا ۔ | ۱۱۷ |
| تو اس قول کا کچھ معنی نہیں کہ اولیاء کی ابتداء انبیاء کی نہایت ہے ۔ | ۱۲۳ |
| خام صوفی اور بے مقصد عالم فرائض کو ضائع کرتے ہیں اور نوافل کو رواج دینے میں کوشش کرتے ہیں ۔ نہیں جانتے کہ ایک فرض کا ادا کرنا ہزاروں چلوں سے بہتر ہے ۔ | ۱۲۴ |
| اگرچہ تمام فرائض قرب اصلی عطا کرتے ہیں لیکن ان سب میں افضل نماز ہے | ״ |
| فضائل نماز اور عالم خلق کی عالم امر کی فضیلت کا بیان ۔ | ۱۲۵ |
| جس عارف کو بھی عالم امر سے مناسبت زیادہ ہوگی اس کا قدم کمالات ولایت میں زیادہ آگے بڑھا ہوگا ۔ اور جسے عالم خلق سے مناسبت زیادہ ہوگی اس کا قدم کمالات نبوت میں آگے ہوگا ۔ | ״ |
| شرح صدر حاصل ہونے کے بعد نفس مطمئنہ | ۱۲۶ |




Marfat.com

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| کے کمالات کا بیان۔ | ۱۲۶ |
| نبوت کے کمالات طبقہ صحابہ میں زیادہ پائے جاتے تھے اور تابعین اور تبع تابعین میں قلیل مقدار میں۔ ان کے بعد کمالات نبوت روپوش ہو گئے، اور ایک ہزار سال گزرنے کے بعد یہ دولت از سرِ نو تازہ ہوئی۔ | ۱۲۷ |
| ان علوم کا بیان جو کمالات نبوت سے مناسبت رکھتے ہیں اور ان علوم کا بیان جو کمالات ولایت کے مناسب ہیں۔ | ۱۲۸ |
| اس بلند طریقہ نقشبندیہ کا بیج بخارا شریف اور سمرقند سے لایا گیا۔ اور سرزمین ہندوستان میں یثرب و بطحا کی خاک سے لا کر بویا گیا۔ | ۱۲۹ |
| اس راہ میں چلنا ان ان صفات والے شیخ مقتدا کی محبت و عقیدت کے ساتھ مربوط ہے۔ | 〃 |
| اس طریقہ نقشبندیہ میں زندے مردے بچے، بوڑھے، جوان اور ادھیڑ عمر والے سب برابر ہیں۔ | ۱۳۰ |
| اس سلسلے کا نور ہدایت اس کے مریدین میں بے واسطہ اور بالواسطہ اور کئی واسطوں سے اس وقت تک جاری رہے گا۔ جب تک اس مخصوص طریقہ میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہو۔ | ۱۳۱ |
| احکام اجتہادیہ امور محدثہ نہیں ہیں بلکہ دین کے اصول میں سے ہیں۔ | ۱۳۲ |
| وہ قطب ارشاد جو کمالات فردیت کا بھی جامع ہو نہایت ہی نادر الوجود ہے۔ زمانہائے دراز گزرنے کے بعد ایسا موتی ظہور فرماتا ہے اور ایمان اور رشد و معرفت اس کے راستہ سے آتی ہے۔ | ۱۳۲ |
| اس بات کی تفصیل کہ کون اس سے فیض یاب ہوتا ہے اور کون اس کے فیض سے محروم رہتا ہے۔ | ۱۳۳ |
| **مکتوب نمبر ۲۶۱** | |
| فضائل نماز اور اس کے ضمن میں اس کے کمالات مخصوصہ کے بیان میں۔ | ۱۳۳ |
| یہ وہ کمال ہے جو ہزار برس کے بعد منصۂ وجود میں تشریف لایا ہے: اور وہ آخر ہے۔ جو اولیت کے رنگ میں برآمد ہوا ہے۔ | ۱۳۵ |
| طریقت اور حقیقت شریعت کی خادم ہیں اور نبوت ولایت سے بہرحال افضل ہے اگرچہ اس نبی کی ولایت ہی ہو۔ | ۱۳۷ |
| **مکتوب نمبر ۲۶۲** | |
| اس بیان میں کہ ہمارا ارتباط جیبی ہے اور ہماری نسبت انعکاسی۔ اس میں قرب و بعد سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ | ۱۳۸ |
| **مکتوب نمبر ۲۶۳** | |
| نماز کے فضائل اور ان معارف کے بیان میں جو کعبہ ربانی سے تعلق رکھتے ہیں۔ | 〃 |




Marfat.com

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حقائق الٰہی سے مراد اس کی عظمت وکبریائی کے پردے ہیں، اور حقائق الٰہی کا کچھ حصہ آخرت کے حصے سے کچھ نصیب ہوتا ہے۔ | ۱۳۹ |
| **مکتوب نمبر ۲۶۴** | |
| اس بیان میں کہ اپنے معاملے کو حیرت اور جہالت تک لے جانا چاہیے۔ اور بعض مشائخ کے ایک واقع کا بیان اور اس کی تعبیر۔ | ۱۴۰ |
| **مکتوب نمبر ۲۶۵** | |
| اس بیان میں کہ عزلت اور خلوت نشینی کی صورت میں مسلمانوں کے حقوق پامال نہیں ہونے چاہییں۔ اور حقوق کا بیان۔ | ۱۴۲ |
| دعا کی قبولیت کے شرائط۔ | ۱۴۳ |
| خلوت اغیار سے چاہیے نہ کہ دوستوں سے۔ | ″ |
| خلوت نشینی کے لیے نیت درست ہونی چاہیے اور جمعیت باطن کو اپنا مقصود قرار دینا چاہیے۔ | ″ |
| **مکتوب نمبر ۲۶۶** | |
| آرا سے اہل سنت کے موافق بعض عقائد اور رد فلاسفہ اور طریقہ نقشبندیہ کے کمالات کے بیان میں۔ | ۱۴۴ |
| اس فقیر نے اس طریقہ میں الف و با اور اس راہ کے حروف تہجی کا سبق اور نہایت کے بدایت میں مندرج ہونے کی دولت اور سفر وطن | |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے سیکھا اور حاصل کیا۔ آپ نے تھوڑے عرصہ میں اس ناقابل کو نسبت نقشبندیہ تک پہنچا دیا۔ | ۱۴۵ |
| عقلمندوں پر فرض اولین عقائد کی درستی ہے | ۱۴۶ |
| عقیدہ (۱) اللہ تعالیٰ اپنی ذات مقدس کے ساتھ موجود ہے۔ اور تمام اشیاء اس کی ایجاد سے وجود میں آئی۔ | ″ |
| صفۃ العلم کا بیان۔ | ۱۴۷ |
| صفۃ الکلام اور صفۃ التکوین کا بیان۔ | ۱۴۸ |
| عقیدہ (۲) وہ ذات تعالیٰ کسی شے میں حلول نہیں کر سکتی اور نہ کوئی شے اس میں حلول کر سکتی ہے۔ | ۱۵۰ |
| عقیدہ (۳) احاطہ اور قرب اور معیت حق تعالیٰ کا بیان۔ احاطہ اور قرب علمی کا قائل ہونا متشابہات کی تاویل میں داخل ہے اور ہم ان کی تاویل کے قائل نہیں۔ | ″ |
| اذا تم الفقر فھو اللہ کا معنی | ۱۵۱ |
| قول انا الحق سے کیا مراد ہے۔ | ″ |
| عقیدہ (۴) اس کی ذات اور صفات میں تغیر و تبدل کی کچھ گنجائش نہیں۔ | ″ |
| عقیدہ (۵) وہ ذات غنی مطلق ہے ذات میں بھی اور صفات میں بھی اور افعال میں بھی۔ | ″ |
| عقیدہ (۶) وہ ذات تعالیٰ تمام صفات | ۱۵۲ |




Marfat.com

| مضامین | صفحہ |
| --- | --- |
| نقص اور حدوث کے نشانات سے منزہ ہے | ۱۵۲ |
| صفات کی عینیت اور غیریت کا بیان | |
| اور اس مسئلہ میں تفصیل مذاہب۔ | ״ |
| عقیدہ (۷) اللہ تعالیٰ قدیم اور ازلی ہے | |
| اور اس کے غیر کو قدم اور ازلیت حاصل نہیں۔ | |
| در شیخ ابن العربی ارواح کاملین کے قدم کا قائل ہے | ״ |
| عقیدہ (۸) اللہ تعالیٰ قادر مختار ہے۔ | |
| شائبہ ایجاب و بے بسی سے منزہ ہے۔ اور | |
| فلاسفہ کے مذہب کا رد۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام | |
| کی بعثت کے وقت افلاطون کا قول۔ | ۱۵۳ |
| شیخ محی الدین ابن العربی کی عبارات ایجاب | |
| کو ظاہر کرتی ہیں۔ | ۱۵۵ |
| شیخ محی الدین ابن عربی کے متعلق حضرت | |
| امام ربانی قدس سرہٗ کا عقیدہ۔ | ״ |
| عقیدہ (۹) تمام ممکنات، جواہر ہوں | |
| یا اعراض عقول ہوں یا نفوس، افلاک ہوں یا | |
| عناصر سب قادر مختار ذات کی ایجاد سے عدم | |
| سے وجود میں آئے ہیں۔ اور اپنے وجود اور | |
| بقا میں اس ذات سبحانہٗ کے محتاج ہیں۔ | ۱۵۶ |
| انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات اسباب | |
| کی رعایت فرماتے ہیں۔ اور ہر کام کو اللہ تعالیٰ | |
| کے سپرد کرتے ہیں۔ | ۱۵۷ |
| اسباب کا اختیار کرنا توکل کے منافی نہیں | |
| جس طرح کہ ناقص لوگوں کا گمان ہے۔ | ״ |

| مضامین | صفحہ |
| --- | --- |
| عقیدہ (۱۰) اللہ تعالیٰ خیر و شر دونوں کا | |
| ارادہ فرماتا ہے۔ اور دونوں کا خالق ہے۔ | |
| لیکن خیر سے راضی اور شر سے راضی نہیں۔ | |
| اور معتزلہ کے مذہب کا بیان اور کسب اور | |
| خلق کے درمیان فرق۔ | ۱۵۸ |
| ایک معین وقت تک کے اعمال پر ہمیشہ | |
| کی جزا بالکل موافق و مطابق جزا ہے۔ اور اسکی | |
| وجہ کا بیان۔ | ۱۵۹ |
| بہشت میں داخل ہونا ایمان پر موقوف | |
| ہے۔ اور ایمان اس کا فضل ہے اور دوزخ | |
| میں جانا کفر کی وجہ سے ہوگا۔ اور کفر خواہش | |
| نفسانی سے پیدا ہوتا ہے۔ | ״ |
| عقیدہ (۱۱) آخرت میں مومنوں کو اللہ تعالیٰ | |
| کی رویت بے جہت اور بے کیف حاصل ہوگی | ۱۶۰ |
| مسئلہ رویت میں شیخ محی الدین ابن العربی | |
| کا مذہب۔ | ״ |
| عقیدہ (۱۲) بعثت انبیاء اہل جہاں | |
| کے لیے رحمت ہے۔ | ״ |
| اس مسئلہ سے متعلق سوال و جواب | |
| اور بعثت انبیاء کے فوائد کا بیان۔ | ״ |
| عقول انسانی احکام شرعیہ کی شناخت | |
| اور اشیاء کے حسن و قبح کے دریافت کرنے | |
| میں تصفیہ اور تزکیہ کے باوجود کافی نہیں ہیں۔ | ״ |
| ملحد اور بے دین لوگوں کا رد جو تکلیفات | |




Marfat.com

| مضامین | صفحہ |
| --- | --- |
| شرعیہ کے منکر ہیں۔ ان پر معترض ہیں۔ | ۱۶۲ |
| انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے لیے اجتہاد کو جائز قرار دینا اور اس میں خطا اجتہادی پر قائم رہنے بغیر خطا اجتہادی کو جائز رکھنا۔ | ۱۶۳ |
| عقیدہ (۱۳-۱۴) کافروں اور کچھ نافرمان مومنوں کے لیے عذاب قبر حق ہے۔ اور قبر میں منکر ونکیر کا سوال کرنا بھی برحق ہے۔ | 〃 |
| عقیدہ (۱۵) قیامت کا اپنی تمام تفصیلات کے ساتھ آنا برحق ہے۔ | ۱۶۵ |
| عقیدہ (۱۶) حساب، میزان اور پل صراط حق ہے۔ | ۱۶۶ |
| عقیدہ (۱۷) بہشت اور دوزخ اس وقت موجود ہیں۔ قیامت کے روز حساب کے بعد ایک گروہ کو بہشت میں اور ایک کو دوزخ میں لے جائیں گے۔ | 〃 |
| صاحب فصوص کہتا ہے انجام کار سب کو اللہ کی رحمت شامل ہو جائے گی اور اس کے قول کا رد۔ | 〃 |
| عقیدہ (۱۸) ملائکہ خدا تعالیٰ کے بندے ہیں اور گناہوں سے معصوم۔ | ۱۶۸ |
| عقیدہ (۱۹) دین اس چیز سے متعلق تصدیق قلبی سے عبارت ہے جو بداہت اور تواتر کے ساتھ پہنچی ہے | ۱۷۰ |
| اس تصدیق کی علامت کفر اور کافری اور | |

| مضامین | صفحہ |
| --- | --- |
| کفر کے خصائص ولوازمات سے اظہار بیزاری ہے۔ | ۱۷۰ |
| اس اظہار بیزاری کا ادنیٰ اور اعلیٰ درجہ فرقہ شیعہ کا اس تبری کے معنی میں غلطی کھا جانا کوئی عقلمند اس بات کو جائز تسلیم نہیں کر سکتا کہ حضور کے صحابہ کرام حضور کے اہلبیت کے دشمن ہوں۔ | 〃 |
| حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو بزرگی اور شان پائی اس کا سبب یہی تھا۔ کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے بیزاری کا اعلان فرمایا۔ اور ان سے کنارہ کشی اختیار کی | 〃 |
| اس فقیر کی نظر میں رضائے کے حصول کے لیے اس بیزاری کے برابر کوئی کام نہیں۔ | 〃 |
| حق تعالیٰ کو کفر و کافری سے ذاتی عداوت ہے لہٰذا آخرت میں کافروں کو رحمت سے کچھ حصہ نصیب نہیں ہوگا۔ | 〃 |
| حدیث سبقت رحمتی غضبی کا معنی۔ اس مسئلہ سے متعلق سوال وجواب۔ | ۱۷۲ |
| ایک شخص کے حال کا بیان جو قریب المرگ تھا اور حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی اس کے حال پر توجہ۔ | ۱۷۳ |
| ان مسلمانوں کی نماز جنازہ کا جواز جو ایمان کے باوجود اہل کفر کی رسوم کے مرتکب ہوتے ہیں۔ | |
| فقیر کے نزدیک دوزخ کا عذاب چاہیے، | ۱۷۴ |




Marfat.com

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| کچھ وقت کے لیے ہو چاہے ہمیشہ کے لیے کفر اور صفات کفر اور اہل کبائر کے ساتھ مخصوص ہے۔ | ١٧٤ |
| اس مسئلہ سے متعلق سوال وجواب اور مسلمان کو عمداً قتل کرنے والے کا حکم۔ | " |
| ایمان کے زیادہ اور کم ہونے کی تحقیق، اور مسلمان عمداً قتل کرنے والے کا حکم۔ | " |
| ایمان کے زیادہ اور کم ہونے کی تحقیق اور اس مسئلہ میں مذاہب علماء کی تفصیل۔ اور اس مسئلہ میں امام اعظم کوفی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر جو اعتراضات کیے گئے ہیں ان کا رد۔ | ١٧٥ |
| امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں انا مومن حقًا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں انا مومن ان شاء اللہ تعالیٰ فی الحقیقت ان دونوں بزرگوں میں نزاع لفظی ہے۔ | ١٧٦ |
| عقیدہ (٢٠) اولیاء اللہ کی کرامات حق ہیں معجزہ اور کرامت کے درمیان فرق۔ | " |
| عقیدہ (٢١) خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں افضلیت کی ترتیب ان کی خلافت کی ترتیب سے ہے۔ | " |
| شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی افضلیت صحابہ اور تابعین کے اجماع سے ثابت ہو چکی ہے۔ | ١٧٧ |
| لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر فضیلت تو اکثر علمائے اہلسنت اس پر ہیں کہ شیخین کے بعد فضیلت میں پہلے حضرت عثمان ہیں۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہما۔ | ١٧٨ |
| حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے قول من علامات السنۃ تفضیل الشیخین و محبۃ الختنین کی مراد کا بیان۔ | " |
| اس مذکورہ ترتیب سے افضلیت کے منکر کا حکم۔ | ١٧٩ |
| حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو تکلیف خلفائے راشدین کی بے ادبی کے ذریعہ پہنچتی ہے وہ اسی طرح کی ہے جو آپ کو حضرت امام حسن و امام حسین کی بے ادبی کے ذریعہ پہنچتی ہے | " |
| یہاں افضلیت سے مراد خدا تعالیٰ کے ہاں کثرت ثواب کے اعتبار سے ہے۔ نہ کہ فضائل و مناقب کے ظہور کی کثرت کے معنی سے۔ | ١٨٠ |
| امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے فضائل کے متعلق روایات جس قدر حضرت علی کے متعلق آئی ہیں، کسی صحابی کے متعلق نہیں آئیں۔ | " |
| وہ شخص احمق ہے جو تمام خلفائے راشدین کو مرتبے میں برابر جانے۔ | " |
| صاحب فتوحات مکیہ کے اس قول کی مراد کا بیان کہ خلفائے راشدین کی ترتیب خلافت کا سبب ان کی عمریں تھیں۔ | " |
| علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے | " |




Marfat.com

| مضامین | صفحہ |
| --- | --- |
| کہ صحابہ کرام میں جو جھگڑے واقع ہوئے وہ خلافت میں نزاع کے باعث نہیں تھے بلکہ خطا اجتہادی کی بنا پر تھے۔ | ۱۸۰ |
| ہماری حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے والوں سے کوئی آشنائی نہیں بلکہ یہ وہ مقام ہے۔ جہاں ہم کو رنج محسوس ہوتا ہے لیکن چونکہ جنگ کرنے والے بھی حضور کے صحابہ ہیں الخ | ۱۸۱ |
| حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور ان کے مخالف خطا پر اس سے زیادہ کچھ کہنا نامناسب ہے۔ | " |
| درستی عقائد کے بعد احکام فقہیہ کے سیکھنے سے بھی چارہ نہیں نیز اس علم کے مطابق عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ | ۱۸۲ |
| فضائل نماز سب سے اول وضو نہایت درستی اور کامل طریقہ پر کرنا چاہیے۔ | " |
| کسی بھی مستحب امر کو معمولی خیال نہ کریں۔ | " |
| اگر تمام دنیا کے مقابلہ میں ایسا فعل معلوم ہو جو خدا تعالیٰ کو پسند ہے اور اس کے مطابق عمل نصیب ہو جائے تو یہ غنیمت ہے۔ | " |
| اس کا اہتمام ہونا چاہیے کہ کوئی بھی فرض نماز بے جماعت ادا نہ ہو۔ بلکہ امام کے ساتھ تکبیر اولیٰ بھی فوت نہیں ہونی چاہیے۔ | " |
| رکوع اور سجدہ میں اطمینان کو ملحوظ رکھنا یا فرض ہے یا واجب۔ اور قومہ میں سیدھا کھڑا ہونے کی شکل میں طمانیت کی ادائیگی جو فرض یا واجب یا سنت ہے۔ اور اسی طرح جلسہ میں۔ | ۱۸۲ |
| نماز میں بندہ نظر کہاں رکھے اور اس کے فوائد کا بیان۔ | ۱۸۳ |
| ان دو اعتقادی اور عملی پروں کو حاصل کرنے کے بعد طریقہ صوفیہ میں سلوک اختیار کرے۔ کسی زائد چیز کو حاصل کرنے کے لیے نہیں، بلکہ اس یقین کو حاصل کرنے کے لیے جو تشکیک مشکک سے زائل نہ ہو۔ | " |
| طریقہ صوفیہ میں سلوک سے مقصود یہ نہیں کہ غیبی صورتوں اور شکلوں کا مشاہدہ کیا جائے۔ کیونکہ لہو ولعب میں داخل ہے حسی صورتوں اور انوار کے مشاہدہ میں کیا نقصان ہے کہ کوئی الخ | ۱۸۴ |
| صوفیہ کے طریقوں میں سے طریقہ نقشبندیہ کو اختیار کرنا بہت اچھا اور بہتر ہے اور اس بہتری کی وجہ۔ | " |
| حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کا شیخ کمال کو ڈانٹنا جس نے کھانا شروع کرتے وقت بلند آواز سے بسم اللہ کہی تھی۔ | " |
| حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ علماء | |




Marfat.com

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| بخارا کو جمع کر کے حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں لے گئے تاکہ انہیں ذکر جہر سے منع کریں۔ | ۱۸۴ |
| وہ احوال و مواجید جو خلاف شرع کاموں پر مرتب ہوں فقیر کے نزدیک استدراج میں داخل ہیں۔ اہل استدراج کو احوال و مواجید میسر آتے ہیں۔ یونان کے حکما اور ہندوستان برہمن اور جوگی بھی اس معنی میں شریک ہیں۔ | " |
| صدق احوال کی علامت یہ ہے کہ ایک تو وہ علوم شرعیہ کے موافق ہوں۔ دوسرے صاحب احوال امور محرمہ کے ارتکاب سے بچتا ہو۔ | ۱۸۵ |
| اس بات کو جان لیں کہ سماع اور رقص فی الحقیقت لہو و لعب میں داخل ہیں۔ | " |
| اس امر کا بیان کہ خدا تعالیٰ کے ارشاد ومن الناس من یشتری لہو الحدیث سے مراد صحابہ کرام تابعین عظام اور فقہا ذوی الاحترام کی نقل کے مطابق گانا بجانا ہے۔ | " |
| حل و حرمت کے بارہ میں صوفیہ کا عمل حجت نہیں۔ اس مقام پر امام ابو حنیفہ امام ابو یوسف اور امام محمدؒ کا قول درکار ہے۔ نہ کہ ابوبکر شبلی اور ابو الحسن نوری کا عمل۔ | ۱۸۶ |
| اس وقت کے خام صوفیوں نے اپنے پیروں کے عمل کو بہانہ بنا کر رقص و سرود کو دین و ملت قرار دے لیا ہے۔ | |
| **مکتوب نمبر ۲۶۷** | ۱۸۷ |
| اس بیان میں کہ اللہ تعالیٰ نے جن اسرار و دقائق کے ساتھ حضرت امام ربانی قدس سرہ کو نوازا ہے اس کا تھوڑا سا حصہ بھی ظاہر نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ رمز و اشارہ سے بھی اس بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اور یہ اسرار و معارف سینہ نبوت سے اخذ کیے گئے ہیں۔ اور بلند شان والے ملائکہ بھی اس دولت میں شریک ہیں۔ | ۱۸۷ |
| ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے دو قسم کے علم حاصل کیے الخ | ۱۸۸ |
| طریقت کی برکات اس وقت تک فائض ہوتی رہتی ہیں۔ جب تک اس میں کوئی بدعت پیدا نہ ہو۔ | " |
| **مکتوب نمبر ۲۶۸** | ۱۸۹ |
| اس بیان میں کہ وہ علم جو وراثت انبیاء ہے کون سا ہے۔ اور حدیث علماء اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل میں علما سے کون سے علماء مراد ہیں۔ اور اس بیان میں کہ علم اسرار جو وراثت کے طور پر ابھی باقی ہے وہ ان اسرار کے علاوہ جن کو اولیاء اُمت نے بیان کیا ہے۔ | " |
| عالم وارث وہ ہے، جسے دونوں قسم | " |



Marfat.com

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| کے علوم سے حصہ ملا ہو۔ نہ کہ وہ عالم جس کو ایک نوع سے تو حصہ ملا ہو اگر دوسری نوع سے نہ ملا ہو۔ | ۱۸۹ |
| ایک جماعت نے کمالات نبوت تک نارسائی کے باعث کہا ہے۔ الولایۃ افضل من النبوۃ اور ایک دوسری جماعت نے اس کی توجیہہ یوں کی ہے کہ نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے۔ ان دونوں گروہوں نے حقیقت نبوت سے ناواقفیت کی بناء پر غائب پر حکم لگایا ہے۔ | ۱۹۰ |
| صحو کو سکر پر ترجیح بخلاف بعض مشائخ کے | " |
| کفر اور جہل مقام ولایت کے مناسب ہے اور اسلام و معرفت مرتبہ نبوت سے مناسبت رکھتا ہے۔ | ۱۹۱ |
| منصور حلاج کا قول کفرت بدین اللہ والکفر واجب۔ الخ | " |
| سوال وجواب۔ | " |
| انبیاء کرام نے یہ تمام بزرگی اور بلندی شان جو پائی ہے راہ نبوت سے پائی ہے نہ راہ ولایت سے۔ تمت بالخیر۔ | " |
| وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ و نور عرشہ سیدنا و مولانا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین۔ | ۱۹۲ |




Marfat.com

# اُردو ترجمہ مکتوبات حصہ چہارم

# دفتر اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# مکتوب نمبر ۲۲۱

سید حسین مانک پوری کی طرف صادر فرمایا:

طریقۂ علیہ نقشبندیہ کی خصوصیتوں اور کمالات کے بیان میں یعنی اس طریق کے افضل ہونے اور دوسروں کی انتہا اس کی ابتدا میں مندرج ہونے اور اس طریق کے انتہا کے بیان میں۔ اور سفر در وطن اور خلوت در انجمن اور سلوک پر جذبہ کے مقدم ہونے کے بیان میں۔ اور اس بیان میں کہ اس طریق میں سیر کی ابتدا عالم امر سے ہے۔ اور یہ طریقہ موصل الی اللہ طریقوں میں سب سے اقرب ہے اور یہ طریقہ ایسا ہے کہ اس کی ابتداء میں حلاوت اور وجدان ہے۔ اور انتہا میں بےمزگی اور فقدان جو نااُمیدی کے لوازم سے ہے۔ اور ایسے ہی اس طریق کے ابتداء میں قرب و شہود ہے اور انتہا میں بُعد و حرمان اور اس طریقہ کے بزرگواروں نے احوال و مواجید کو احکام شرعی کے تابع کیا ہے۔ اور ذوق و معرفتوں کو علوم دینی کا خادم قرار دیا ہے اور اس طریق میں پیری و مُریدی طریقت کے سیکھنے اور سکھانے پر ہے نہ صرف کلاہ و شجرہ پر۔ اور اس طریق میں نفس امّارہ کے ساتھ ریاضتیں اور مجاہدے احکام شرعی کے بجالانے اور سنت سنیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے لازم پکڑنے سے ہیں۔ اور اس طریق میں سالک کا سلوک شیخ مقتدا کے تصرف پر منحصر ہے اور جس طرح یہ بزرگوار نسبت کے عطا کرنے میں کامل طاقت رکھتے ہیں۔ اسی طرح اس نسبت کے سلب کرنے میں بھی پوری پوری طاقت رکھتے ہیں اور اس طریق میں زیادہ تر افادہ اور استفادہ خاموشی میں ہے۔ اور خاموشی اس طریق کے لوازمات سے ہے اور اس کے مناسب امور کے بیان میں ہیں۔



Marfat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِہِ الطَّاھِرِیْنَ وَعَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْنَ۔

میرے عزیز بھائی! سیادت پناہ میر سید حسین نے دور پڑے ہوؤں کو فراموش نہ کیا ہوگا۔ اور اس طریقہ علیہ کے آداب کی رعایت کو جو مشائخ کرام کے تمام طریقوں سے کئی وجہ سے ممتاز ہے۔ ہاتھ سے نہ دیا ہوگا چونکہ آپ کو ملاقات کی فرصت کم ملی۔ اس لیے مطلب کو مد نظر رکھ کر اس طریقۂ علیہ کی بعض خصوصیتوں اور کمالات کو علوم بلند و معارف ارجمند کے ضمن میں لکھتا ہے۔

اگرچہ معلوم ہے کہ اس قسم کے علوم و معارف کا سمجھنا بالفعل سننے والوں کے فہموں سے بعید ہے لیکن ایسے معارف اختیار کرنا دو وجہ سے ہے۔ ایک یہ کہ سننے والے کو ان علوم کی استعداد ہے اگرچہ اس کو بالفعل دور دکھائی دیتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اگرچہ ظاہر میں مخاطب معین ہے۔ لیکن حقیقت میں مخاطب وہ شخص ہے جو اس معاملہ سے واقف ہے۔ اَلسَّیْفُ لِلضَّارِبِ (تلوار مارنے والے کے لیے ہے) مثل مشہور ہے۔

اے برادر! اس بلند طریق کے سر حلقہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تحقیقی طور پر تمام بنی آدم سے افضل ہیں۔ اور اسی اعتبار سے اس طریق کے بزرگواروں کی عبارتوں میں آیا ہے کہ ہماری نسبت تمام نسبتوں سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ ان کی نسبت جس سے مراد خاص حضور اور آگاہی ہے بعینہٖ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت اور حضور ہے۔ جو تمام آگاہیوں سے بڑھ کر ہے۔ اور اس طریق میں نہایت اس کے ابتدا میں مندرج ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ ہم نہایت کو ابتدا میں درج کرتے ہیں ؏

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

میرے باغ کی رعنائی سے میری بہار کا اندازہ کرلو۔

اور اگر کوئی پوچھے کہ جب دوسروں کی انتہا ان کے ابتداء میں مندرج ہوئی تو پھر ان کی انتہا کیا ہوگی۔ نیز جب دوسروں کی نہایت وصول بحق ہے۔ تو پھر ان کو حق سے آگے کہاں تک سیر میسر ہوگا۔ حالاں کہ لَیْسَ وَرَاءَ الْعَبَّادَانِ قَرْیَۃٌ (جزیرہ عبادان کے آگے اور کوئی گاؤں نہیں ہے) مثل مشہور ہے۔ تو میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ:۔

اس طریقہ علیہ کی نہایت اگر میسر ہو جائے وصل عریانی ہے۔ جس کے حاصل ہونے کی علامت مطلوب کے حاصل ہونے سے ناامیدی کا حاصل ہونا ہے۔ پس اسے سمجھ لے۔ کیونکہ ہمارا کلام وہ اشارات ہیں جن کو خواص بلکہ خص میں سے بہت تھوڑے سمجھتے ہیں۔ اس اعلیٰ دولت کے حاصل ہونے کی علامت اس واسطے بیان کی ہے کہ



Marfat.com

اس گروہ میں سے بعض نے وصل عریانی کا دم مارا ہے۔ اور بعض مطلوب کے حاصل ہونے سے ناامیدی کے قائل ہوئے ہیں۔ لیکن اگر دونوں دولتوں کا جمع ہونا ان کے پیش کیا جائے تو نزدیک ہے ان کے جمع ہونے کو جمع ضدین خیال کریں۔ اور محالات کی قسم سے جانیں۔ وہ جماعت جو وصل کا دعوےٰ کرتی ہے یاس کو حرمان جانتی ہے۔ اور وہ گروہ جو یاس کے مدعی ہے وصل کو عین نفس خیال کرتا ہے۔ یہ سب کچھ اس بلند مرتبہ تک نہ پہنچنے کی علامت ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اس عالی مقام کا ایک پرتو ان کے باطن پر چمکا ہے۔ جس کو بعض نے وصل خیال کیا ہے اور بعض نے یاس۔ اور یہ تفاوت ہر ایک گروہ کی استعداد سے پیدا ہوتی ہے۔ ایک گروہ کی استعداد کے مناسب وصل ہے اور دوسرے گروہ کی استعداد کے مناسب یاس۔

اس حقیر کے نزدیک وصل کی استعداد سے یاس کی استعداد بہت اچھی ہے۔ اگرچہ وصل و یاس ایک دوسرے کے لازم و ملزوم ہیں۔ اس جواب سے دوسرے اعتراض کا جواب بھی روشن ہو گیا۔ کیونکہ وصل مطلق اور ہے اور وصل عریاں اور۔ ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ اور وصل عریانی سے ہماری مراد یہ ہے کہ حجاب سب کے سب اٹھ جائیں۔ اور تمام رکاوٹیں دور ہو جائیں اور چونکہ ہر قسم کی تجلیات اور مختلف قسم کے ظہورات بہت بڑے اور قوی حجاب ہیں۔ اس لیے ان سب تجلیات و ظہورات سے گزر جانا اور آگے بڑھنا ضروری ہے۔ خواہ یہ تجلی و ظہور امکانی آئینوں میں ہو۔ خواہ وجوبی منظہروں میں۔ کیونکہ اصل حجابوں کے حاصل ہونے میں دونوں برابر ہیں۔ اور اگر کچھ فرق ہے تو شرف اور رتبہ میں ہے۔ اور وہ طالب کی نظر سے خارج ہیں۔

اگر پوچھیں کہ اس بیان سے لازم آتا ہے کہ تجلیات کی نہایت ہے۔ حالانکہ مشائخ طریقت نے تصریح کی ہے کہ تجلیات کی نہایت نہیں ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ تجلیات کا بے نہایت ہونا اس لحاظ سے ہے کہ اسماء و صفات میں سیر مفصل طور پر واقع ہو۔ اس تقدیر پر حضرت ذات تک پہنچنا میسر نہیں ہے۔ اور وصل عریانی حاصل نہیں۔ بلکہ حضرت ذات تک پہنچنا اسماء و صفات کو مجمل طور پر طے کرنے سے وابستہ ہے۔ پس اس وجہ سے تجلیات کی نہایت ہو گی۔ اور اگر کہا جائے کہ تجلیات ذاتیہ کو بھی بے نہایت کہا ہے۔ چنانچہ مولوی جامی قدس سرہٗ نے شرح لمعات میں اس کی تصریح کی ہے۔ پس تجلیات کی نہایت کہنا کس وجہ سے درست ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ تجلیات ذاتیہ بھی شیون و اعتبارات کے ملاحظہ کے بغیر نہیں ہے کیونکہ اس ملاحظہ کے بغیر تجلی کا ہونا ممکن نہیں اور جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں۔ وہ ایک ایسا امر ہے جو تجلیات کے ماوراء ہے۔ خواہ وہ تجلیات صفاتی ہوں خواہ ذاتی۔ کیونکہ اس مقام میں تجلی کا اطلاق جائز نہیں۔ اس لیے تجلی پر تجلی کا ہونا مراد ہے۔ شے کے ظہور سے جو دوسرے یا تیسرے یا چوتھے



Marfat.com

مرتبہ میں ہو۔ جہاں تک کہ اللہ تعالیٰ چاہے۔ اور یہاں سب مراتب ساقط ہو گئے ہیں اور تمام مسافت طے ہو چکی ہے۔

اور اگر یہ پوچھیں کہ ان تجلّیات کو ذاتی کس اعتبار سے کہا جاتا ہے۔ تو میں کہتا ہوں کہ تجلّیات اگر معانی زائدہ کے ملاحظہ سے ہیں، تو تجلیاتِ صفات ہیں۔ اور اگر غیر زائدہ معانی کے ملاحظہ سے ہیں۔ تو تجلیاتِ ذات ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وحدت کے ظہور کو جو تعین اوّل ہے۔ اور ذات پر زائد نہیں ہے۔ بزرگوں نے تجلّی ذات کہا ہے۔ اور ہمارا مطلب حضرت ذات تعالیٰ و تقدس ہے جہاں معانی کے ملاحظہ کو ہرگز گنجائش نہیں ہے۔ خواہ وہ معانی زائد ہوں یا غیر زائد۔ کیونکہ معانی سب کے سب مجمل طور پر طے ہو کر حضرت ذات تعالیٰ تک وصول میسر ہوا ہے۔

اور جاننا چاہیے کہ وصل اس مقام میں مطلب کی طرح بیچگون ہے۔ اور وہ اتصال جس کو عقل سمجھ سکے وہ بحث سے خارج ہے اور اس جناب پاک کے لائق نہیں ہے۔ کیونکہ چون کو بیچون کی طرف کوئی راہ نہیں ہے لَا یَحْمِلُ عَطَایَا الْمَلِكِ اِلَّا مَطَایَاہُ "بادشاہ کے عطیوں کو اُسی کے اونٹ اٹھا سکتے ہیں" ؎

اتصالے بے تکیف بے قیاس ہست رب الناس را با جان ناس

اللہ تعالیٰ کو لوگوں کی جان سے بے کیف اور بے قیاس اتصال ہے۔

اس طریقہ عَلیہ کے مشائخ میں سے کسی نے اپنی نہایت کی خبر نہیں دی ہے۔ بلکہ اپنے طریق کے ابتدائی نسبت کہا ہے کہ نہایت اسی میں مندرج ہے۔ جب ان کی ابتدا میں دوسروں کی انتہا ملی ہوئی ہو۔ تو ان کی نہایت بھی اسی بدایت کے مناسب ہونی چاہیے۔ اور وہی ہے۔ جس کے ظاہر کرنے سے اس فقیر نے امتیاز حاصل کیا ہے ؎

اگر بادشاہ بر در پیرزن بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن

اے خواجہ اگر بڑھیا کے دروازہ پر بادشاہ تشریف لائے تو تجھے غصے میں آ کر اپنی ڈاڑھی نہیں نوچنی چاہیے۔

لِلّٰہِ سُبْحَانَہُ الْحَمْدُ وَالْمِنَّۃُ عَلٰی ذٰلِكَ۔ اس بات پر اللہ کی حمد اور اس کا احسان ہے۔

اے برادر! اس طریق سے اور دوسرے طریقوں سے اس نہایت کے واصل بہت ہی تھوڑے ہیں۔ اگر ان کے افراد کی تعداد ظاہر کریں، تو نزدیک ہے کہ نزدیک لوگ دوری اختیار کریں اور بعیدوں کے انکار سے تو کچھ تعجب ہی نہیں۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ سے نہایت النہایت تک کمال وصول کے سبب سے ہے۔



Marfat.com

اور اس طریقہ علیہ کی خصوصیتوں میں سے ایک سفر در وطن ہے۔ جو سیر انفسی سے مراد ہے۔ اگرچہ سیر انفسی مشائخ کے تمام طریقوں میں ثابت ہے۔ لیکن وہ سیر سیر آفاقی کے قطع کرنے کے بعد نہایت میں میسر ہوتا ہے۔ اور اس طریق میں ابتدا اس سیر سے ہے۔ اور سیر آفاقی اسی کے ضمن میں قطع ہو جاتا ہے۔ پس اس سیر کا منشا جو ابتدا میں حاصل ہوتا ہے۔ ابتدا میں انتہا کا مندرج ہونا ہے اور دوسرا خاصہ خلوت در انجمن ہے۔ جو سفر در وطن پر متفرع و مترتب ہے۔ جب سفر در وطن میسر ہو جائے۔ خلوت در انجمن اس کے ضمن میں میسر ہو جائے گا۔ پس انجمن کا تفرقہ سفر در وطن کے خلوت خانہ میں تفرقہ نہیں ڈالتا۔ اور آفاق کا تفرقہ انفس کے حجرہ میں راہ نہیں پاتا۔ یہ خلوت در انجمن اگرچہ دوسرے طریقوں کے منتہیوں کو حاصل ہے لیکن اس طریق میں چونکہ ابتدا ہی میں میسر ہو جاتی ہے اس لیے اس طریق کے خاصوں میں سے ہے۔

اور جاننا چاہیے کہ خلوت در انجمن اس تقدیر پر ہے کہ وطن کے خلوت خانہ کے دروازوں کو بند کیا ہو اور تمام سوراخوں کو مسدود کر دیا ہو۔ یعنی انجمن تفرقہ میں کسی کی طرف متوجہ نہ ہو۔ اور متکلم و مخاطب نہ ہو نہ یہ کہ آنکھ کو ڈھانپے اور حواس کو تکلف کے ساتھ بیکار کرے۔ کیونکہ یہ بات اس طریق کے منافی ہے۔

اے برادر! یہ سب حیلہ و تکلف ابتدا اور وسط ہی میں ہے۔ اور انتہا میں اس قسم کا حیلہ و تکلف درکار نہیں ہے۔ عین تفرقہ میں جمعیت ہے۔ اور نفس غفلت میں حاضر ہے۔ اس سے کوئی یہ گمان نہ کرے کہ منتہی میں تفرقہ و عدم تفرقہ مطلق طور پر مساوی ہیں۔ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ تفرقہ و عدم تفرقہ اس کے باطن کے نفس جمعیت میں برابر ہیں۔ اس کے علاوہ اگر ظاہر کو باطن کے ساتھ جمع کر لے اور ظاہر سے بھی تفرقہ کو دفع کر دے تو پھر بہت ہی بہتر اور مناسب ہو گا۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امر کرتا ہوا فرماتا ہے۔ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا[1] اپنے رب کا نام یاد کر اور سب سے توڑ کر اس سے جوڑ۔

جاننا چاہیے کہ بعض اوقات ظاہر کے تفرقہ سے چارہ نہیں ہوتا۔ تاکہ خلق کے حقوق ادا ہوں۔ پس تفرقہ ظاہر بھی بعض اوقات اچھا ہے۔ لیکن تفرقہ باطن کسی وقت میں جائز نہیں کیونکہ وہ خالص حق تعالیٰ کے لیے ہے۔

پس مسلمان بندوں سے تین حصے خدائے تعالیٰ کے لیے مقرر ہوئے۔ باطن سب کا سب اور ظاہر سے ایک نصف۔ اور ظاہر کا دوسرا نصف خلق کے حقوق ادا کرنے کے لیے باقی رہا۔ لیکن ان حقوق کے ادا کرنے میں چونکہ حق تعالیٰ کے امر کی بجا آوری ہے اس لیے وہ دوسرا نصف بھی حق تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔

---

[1] سورہ مزمل، پارہ تبارک الذی ۱۲



Marfat.com

اِلَیْهِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَ تَوَكَّلْ عَلَیْهِ وَ مَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۔

سب کام اسی کی طرف لوٹتا ہے۔ پس اسی کی عبادت کر اور اسی پر توکّل کر اور تیرا رب اس سے جو تم کرتے ہو غافل نہیں اور اس طریق میں جذبہ سلوک پر مقدم ہے اور سیر کی ابتدا عالم امر سے ہے۔ برخلاف اکثر دوسرے طریقوں کے کہ ان کے سیر کی ابتدا عالم خلق سے ہے۔ اور اس طریق میں سلوک کی منزلیں جذبہ کے مراتب طے کرنے کے ضمن میں قطع ہو جاتی ہیں۔ اور عالم خلق کا سیر عالم امر کے سیر میں میسر ہو جاتا ہے۔ پس اگر اس اعتبار سے بھی کہیں کہ اس طریق میں انتہا ابتدا میں درج ہے تو گنجائش رکھتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ابتدا کا سیر اس طریق میں انتہا کے سیر میں مندرج ہے نہ یہ کہ انتہا سے ابتدا کی سیر کے لیے اُتر آتے ہیں۔ اور نہایت کا سیر تمام کرنے کے بعد بدایت کا سیر کرتے ہیں۔

اس مضمون سے اس شخص کا خیال باطل ہو گیا جو یہ کہتا ہے کہ اس طریق کی انتہا دوسرے مشائخ کے طریقوں کی ابتدا ہے۔

اور اگر کوئی کہے کہ اس طریقہ کے بعض مشائخ کی عبارتوں میں واقع ہے کہ اسماء و صفات میں ان کا سیر ان کی نسبت کے تمام ہونے کے بعد واقع ہوتا ہے۔ پس درست ہوا کہ ان کی نہایت دوسروں کی بدایت ہے کیونکہ اسماء و صفات کا سیر تجلیات ذاتیہ کے سیر کی نسبت عین ابتدا ہے۔ تو ہم جواب میں کہتے ہیں کہ ان کا سیر اسماء و صفات میں تجلیات ذاتیہ کے سیر کے بعد نہیں ہے۔ بلکہ اسی سیر کے ضمن میں وہ سیر بھی واقع ہو جاتا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جب سیر اسمائی و صفاتی کسی عارضہ کے پیش آنے کے باعث ظہور کرتا ہے۔ اور تجلیات ذاتی کا سیر پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ تو خیال میں آتا ہے کہ اس سیر کو تمام کر کے عارضہ کے باعث تجلیات اسمائی و صفاتی میں داخل ہو گیا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ ہاں ولایت کے مدارج میں سیر پورا کرنے کے بعد خلق کو حق تعالیٰ کی طرف دعوت کرنے کے لیے عالم کی طرف جو رجوع واقع ہوتا ہے اگر اس رجوع کو ان کی نہایت سمجھ کر اپنی بدایت تصوّر کیا ہو۔ تو بعید نہیں۔ لیکن فقیر کیا کہے۔ جب کہ اس کے مشائخ نہایت میں ہی رجوع رکھتے ہیں۔ اور نیز نہایت و بدایت سے مراد ولایت کا نہایت و بدایت ہے۔ اور یہ رجوع کا سیر ولایت سے تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ مرتبۂ دعوت و تبلیغ کا ایک حصہ ہے۔ اور یہ طریق سب طریقوں سے اقرب ہے۔ اور بیشک مقصود تک پہنچانے والا ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ ہمارا طریقہ سب طریقوں سے اقرب ہے۔ اور فرمایا

---

لے سورۂ ہود، پارہ ۱۲۔



Marfat.com

۔ حق تعالیٰ سے میں نے ایسا طریق طلب کیا ہے جو بے شک موصل ہے ۔ اور آپ کی یہ التجا قبول ہو گئی ہوئی ہے ۔

چنانچہ رشحات میں حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ سے منقول ہے کہ یہ طریقہ کیونکر اقرب اور موصل نہ ہو جب کہ انتہا اس کے ابتدا میں مندرج ہے وہ شخص بہت ہی بدقسمت ہے جو اس طریق میں داخل ہو اور استقامت اختیار نہ کرے اور بے نصیب چلا جائے ؎

خورشید نہ مجرم ار کسے بینا نیست

سُورج کا کیا قصور اگر کوئی خود ہی نابینا ہو ۔

ہاں اگر کوئی طالب کسی ناقص کے ہاتھ پڑ جائے تو طریق کا کیا گناہ ہے اور طالب کا کیا قصور ۔ کیونکر حقیقت میں اس طریق کا رہبر موصل ہے نہ نفس طریق ۔ اور اس راہ میں ابتدا میں حلاوت و وجدان ہے اور انتہا میں بے مزگی اور فقدان، جو نا اُمیدی کے لوازمات میں سے ہے ۔ برخلاف دوسرے طریقوں کے کہ ابتدا میں بے مزگی اور فقدان رکھتے ہیں اور انتہا میں حلاوت و وجدان اور ایسے ہی اس طریق کے ابتدا میں قرب و شہود ہے اور انتہا میں بُعد و حرمان ۔ برخلاف دوسرے مشائخ کرام کے طریقوں کے ۔

پس اس مضمون سے طریقوں کے فرق کو قیاس کرنا چاہیئے ۔ اور اس بلند طریق کی بزرگی کو معلوم کرنا چاہیئے کیونکر قرب و شہود اور حلاوت و وجدان دوری اور مہجوری سے خبر دیتے ہیں ۔ اور بُعد و حرمان اور بیحلاوتی اور فقدان نہایت قرب سے خبر دیتے ہیں ۔ عقلمند لوگ اس بات کو سمجھتے ہیں ۔

اس بھید کی شرح میں اس قدر بیان کیا جاتا ہے کہ کسی شخص کے لیے اپنے نفس سے زیادہ تر اپنے نزدیک کوئی چیز نہیں ہے ۔ اور قرب و شہود اور حلاوت و وجدان اس کے لیے اپنے نفس کے حق میں مفقود ہیں اور اپنے غیر کی نسبت جس سے بیگانگی رکھتا ہے ۔ یہ سب نسبتیں موجود ہیں ۔ وَالْعَاقِلُ تَكْفِيْهِ الْإِشَارَةُ پس عقلمند کے لیے ایک ہی اشارہ کافی ہے ۔

اور اس طریقہ عُلیہ کے بزرگواروں نے احوال و مواجید کو احکام شرعیہ کے تابع کیا ہے اور اذواق و معارف کو علوم دینیہ کا خادم بنایا ہے ۔

احکام شرعیہ کے قیمتی موتیوں کو بچوں کی طرح وجد و حال کے اخروٹ و منقہ کے عوض ہاتھ سے نہیں دیتے ۔ اور صوفیہ کے کلمات سکریہ پر مغرور و مفتون نہیں ہوتے ۔ اور ان کے احوال کو جو شرعی ممنوعات اور سنت سنیہ کے خلاف اختیار کرنے سے حاصل ہوں ۔ قبول نہیں کرتے ۔ اور نہ ہی انہیں چاہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ سماع و رقص کو پسند نہیں کرتے ۔ اور ذکر جہر کی طرف توجہ نہیں کرتے ۔ ان کا حال دائمی ہے



Marfat.com

اور ان کا وقت استمراری - وہ تجلی ذاتی جو دوسروں کو برق خاطف کی طرح ہے - ان کے لیے دائمی ہے - اور وہ حضور جس کے پیچھے غیبت ہو - ان بزرگواروں کے نزدیک بے اعتبار ہے - بلکہ ان کا معاملہ حضور و تجلی سے برتر ہے - جیسے کہ اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے -

حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ اس طریقہ علیہ کے خواجگان قدس سرہم ہر ادنیٰ داعلیٰ کے ساتھ نسبت نہیں رکھتے، ان کا کام اس سے بلند تر ہے - اور اس طریق میں پیری و مریدی طریقہ کے تعلم و تعلیم پر موقوف ہے نہ صرف کلاہ و شجرہ پر جو مشائخ کے اکثر طریقوں میں مروج ہے - حتیٰ کہ ان میں سے متاخرین نے پیری و مریدی کو کلاہ و شجرہ پر منحصر کر دیا ہے - یہی وجہ ہے کہ پیر کا تعدد تجویز نہیں کرتے اور طریق سکھانے والے کو مرشد کہتے ہیں پیر نہیں جانتے - اور آداب پیری کے اس کے حق میں مدنظر نہیں رکھتے - یہ ان کی بڑی جہالت اور نادانی ہے - نہیں جانتے کہ ان کے مشائخ نے پیر تعلیم اور پیر صحبت کو بھی پیر کہا ہے - اور پیر کا تعدد تجویز فرمایا ہے - بلکہ پیر اول کی عین حیات میں اگر طالب اپنی ہدایت کسی اور جگہ دیکھے تو اس کو جائز ہے کہ پہلے پیر کے انکار کے بغیر دوسرے پیر کو اختیار کرے -

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے اس بات کی تجویز کے لیے علمائے بخارا سے اس بات کا فتویٰ لے درست فرمایا تھا - ہاں اگر ایک پیر سے خرقہ ارادت لیا ہو تو پھر دوسرے سے خرقہ ارادت نہ لے - اور اگر لے تو تبرک کا خرقہ لے - مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسرا پیر ہرگز نہ پکڑے - بلکہ روا ہے کہ خرقہ ارادت ایک سے لے - اور طریقت کی تعلیم دوسرے سے اور صحبت تیسرے کے ساتھ رکھے - اور اگر یہ تینوں دولتیں ایک ہی سے میسر ہو جائیں، تو زہے قسمت و نعمت اور جائز ہے کہ مشائخ متعددہ سے تعلیم و صحبت کا استفادہ کرے -

جاننا چاہیے کہ پیر وہ ہے جو مرید کو حق سبحانہٗ کی طرف رہنمائی کرے - یہ بات تعلیم طریقت میں زیادہ ملحوظ اور واضح ہے - کیونکہ پیر تعلیم شریعت کا استاد بھی ہے اور طریقت کا رہنما بھی ہے - برخلاف پیر خرقہ کے - پس پیر تعلیم کے آداب کی زیادہ تر رعایت کرنی چاہیے - اور پیر بننے اور رکھلانے کا زیادہ مستحق یہی ہے - اور اس طریق میں ریاضتیں اور مجاہدے نفس امارہ کے ساتھ احکام شرعی کے بجالانے اور سنت سنیہ علےٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کو لازم پکڑنے سے ہیں - کیونکہ پیغمبروں کے بھیجنے اور کتابوں کے نازل کرنے سے نفس امارہ کی خواہشوں کو دُور کرنا مقصود ہے جو اپنے مولانے جل شانہٗ کی دشمنی میں قائم ہے - پس نفسانی خواہشوں کا دُور ہونا احکام شرعی کے بجالانے پر وابستہ ہے - جس قدر شریعت میں راسخ اور ثابت قدم ہوگا - اُسی قدر خواہش نفس سے دُور تر ہوگا کیونکہ نفس پر شریعت کے اوامر و نواہی کے بجالانے سے زیادہ دشوار کوئی چیز نہیں ہے - اور صاحب شریعت کی پیروی کے سوا کسی چیز میں اس کی خرابی متصور



Marfat.com

نہیں ہے۔ وہ ریاضتیں اور مجاہدے جو سنت کی تقلید کے سوا اختیار کریں وہ معتبر نہیں ہیں۔ کیونکہ جوگی اور ہندو اور برہمن اور یونان کے فلسفی اس امر میں شریک ہیں اور وہ ریاضتیں ان کے حق میں گمراہی کے سوا کچھ زیادہ نہیں کرتیں اور سوائے خسارہ کے کچھ فائدہ نہیں دیتیں۔ اور اس طریقہ میں طالب کا سلوک شیخ مقتدا کی تقلید پر منحصر ہے۔ اس کے تصرف[1] کے بغیر کچھ کام نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ابتدا میں نہایت کا درج ہونا اسی کی شریف توجہ کا اثر ہے اور بیخودی اور بیخبری کا حاصل ہونا اسی کے کمال تصرف کا نتیجہ ہے۔ بے خودی کی وہ کیفیت جس کے لیے اُنھوں نے مختص راستہ اختیار کیا ہے اس کا حاصل ہونا مبتدی کے اختیار میں نہیں ہے۔ اور وہ توجہ جو شش جہت سے معرا ہے۔ اس کا وجود طالب کے حوصلہ سے باہر ہے ؎

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار انند

کہ برند از رہِ پنہاں بحرم قافلہ را

نقشبندی بزرگ عجیب قافلہ سالار ہیں کہ پوشیدہ قافلے کو حرم تک پہنچا دیتے ہیں۔

یہ بزرگوار جس طرح نسبت کے عطا کرنے پر کامل طاقت رکھتے ہیں اور تھوڑے سے وقت میں طالب صادق کو حضور و آگاہی بخش دیتے ہیں۔ اسی طرح نسبت کے سلب کرنے میں بھی پوری طاقت رکھتے ہیں اور ایک ہی بے التفاتی سے صاحب نسبت کو مفلس کر دیتے ہیں۔ ہاں سچ ہے جو دیتے ہیں وہ لے بھی لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے غضب اور اپنے اولیائے کرام کے غضب سے بچائے[2]۔

اور اس طریقہ میں زیادہ تر افادہ اور استفادہ خاموشی میں ہے۔ ان بزرگواروں نے فرمایا ہے کہ جس کو ہماری خاموشی سے نفع حاصل نہ ہوا۔ وہ ہمارے کلام سے کیا نفع حاصل کرے گا۔ اور اس خاموشی کو انھوں نے تکلف کے ساتھ اختیار نہیں کیا ہے۔ بلکہ ان کے طریق کے لوازم اور ضروریات سے ہے۔ کیونکہ ان بزرگواروں کی توجہ ابتدا ہی سے احدیت مجردہ کی طرف ہے۔ اور اسم و صفت سے سوائے ذات کے کچھ نہیں چاہتے اور معلوم ہے کہ اس توجہ کے مناسب اور اس مقام کے موافق خاموشی اور گنگا ہونا ہے۔ مَنْ عَرَفَ اللّٰہَ[3] کَلَّ لِسَانُہٗ (جس نے اللہ کو پہچانا اس کی زبان گنگ ہو گئی) اس بات کی مصداق ہے۔

اب ہم اس گفتگو کو اللہ کی حمد اور اس کے حبیب کی صلوٰۃ پر ختم کرتے ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِہِ الطَّاہِرِیْنَ وَعَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ ــــــــــ

---

ف۱ معلوم ہوا ولی اللہ کا تصرف کرنا برحق ہے ۱۲

ف۲ اولیاء اللہ کی قدرت و طاقت کے منکر امام ربانی کے ان کلمات کا غور سے مطالعہ کریں۔

ف۳ یہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقولہ ہے۔



Marfat.com

"تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں، اور حضرت سید المرسلین اور آپ کی آل پاک پر صلوٰۃ و سلام ہو"

# مکتوب نمبر ۲۲۲

خواجہ محمد اشرف کابلی کی طرف صادر فرمایا:

احوال کی خرابی اور اپنے حسنات کو کم دیکھنا اور متہم رکھنا اور اس دید قصور کا ولایت کے کمالات کے ساتھ جمع ہونے بلکہ اس دید کا ان کمالات کا اثر ہونے اور اس کے مناسب بیان میں۔

اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَرْضَاتِكَ وَثَبِّتْنَا عَلٰى طَاعَتِكَ بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ۔

یا اللہ تو ہم کو اپنی رضامندی کی توفیق بخش۔ اور حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل اپنی طاعت پر ثابت قدم رکھ۔

ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ مرید صادق وہ ہے کہ بیس سال تک اس کی بائیں طرف کے عمل لکھنے والے فرشتے اس کے عمل نامہ میں کچھ لکھنے نہ پائیں، اور یہ فقیر پر تقصیر ذوق سے اپنے حق میں معلوم کرتا ہے کہ کاتب یمین معلوم نہیں کہ بیس سال کی مدت میں بھی کوئی ایسی نیکی پائے جو اس کے عمل نامہ میں درج کرے خدائے تعالیٰ جانتا ہے کہ فقیر اس بات کو بناوٹ اور تکلف سے نہیں کہتا۔ اور نیز از روئے ذوق کے معلوم کرتا ہے کہ کافر فرنگ اس سے کئی درجے بہتر ہے، اور اس کا باعث پوچھیں تو جواب سے عاجز نہیں ہے۔ اور نیز ذوق کے طریق پر اپنے آپ کو برائیوں کا احاطہ کیے ہوئے جانتا ہے۔ اور گناہوں کو شامل کیے ہوئے خیال کرتا ہے۔ اور وہ نیکیاں جو سرزد ہوتی ہیں۔ اپنے کاتب شمال کو ان کے لکھنے کا زیادہ مستحق پاتا ہے۔ اور معلوم کرتا ہے کہ اس کا کاتب شمال ہمیشہ اپنے کام میں مصروف ہے۔ اور کاتب یمین معطل و بیکار ہے اور دائیں طرف کے عمل نامے کو خالی اور سفید اور بائیں طرف کے عمل نامہ کو بھرا ہوا اور سیاہ جانتا ہے۔ رحمت کے سوا اسے کوئی امید نہیں اور مغفرت کے سوا کوئی وسیلہ نہیں جانتا۔

اَللّٰهُمَّ مَغْفِرَتُكَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِيْ وَرَحْمَتُكَ اَرْجٰى عِنْدِيْ مِنْ عَمَلِيْ۔

یا اللہ تیری بخشش میرے گناہوں سے زیادہ وسیع ہے۔ اور مجھے اپنے عمل کی نسبت تیری رحمت پر زیادہ امید ہے۔

اس کے حال کے موافق ہے۔

عجب معاملہ ہے کہ حق تعالیٰ کے فیوض و واردات جو ہمیشہ کمال اور تکمیل کے درجوں میں فائض اور



Marfat.com

وارد ہیں وہ اس دید قصور کی تائید کرتے ہیں۔ اور اس عیب بینی کو تقویت دیتے ہیں۔ اور بجائے غرور کے منقصت زیادہ کرتے ہیں۔ اور بجائے رفعت وتکبر کے تواضع اور فروتنی کو بڑھاتے ہیں۔ اور ایک ہی وقت میں کمالات ولایت سے بھی مشرف ہے اور دید قصور سے بھی موصوف ہے۔ یہ فقیر جس قدر بلند جاتا ہے۔ اُسی قدر زیادہ نیچے اپنے آپ کو دیکھتا ہے۔ بلکہ وہی اوپر جانا زیادہ نیچے دیکھنے کا سبب ہُوا ہے۔ دانا اس بات کا یقین کریں یا نہ کریں۔ اور اگر اس بات کا بھید معلوم کریں۔ تو پھر شاید یقین کرلیں۔

سوال:۔ ان دو متنافی باتوں کے جمع ہونے کا کیا سِر ہے۔ اور ایک متنافی کا وجود دوسرے متنافی کے وجود کا کیوں سبب ہے؟

جواب:۔ دونوں متنافی چیزوں کا جمع ہونا اس شرط پر محال ہے جب کہ محل دونوں کا واحد ہو اور جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں اس میں محل متعدد ہیں۔ انسان کامل سے اوپر جانے والے اس کے عالم امر کے لطائف ہیں۔ اور نیچے آنے والے عالم خلق کے لطائف جس قدر بلند جاتے ہیں۔ اسی قدر عالم خلق سے زیادہ بے مناسب ہوتے جاتے ہیں۔ اور یہی بے مناسبتی عالم خلق کے زیادہ نیچے آنے کا سبب ہے۔ اور عالم خلق جس قدر زیادہ نیچے آتا ہے۔ اُسی قدر سالک کو زیادہ بے مزہ کرتا ہے۔ اور عیوب وقصور کی دید زیادہ ہوتی جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ منتہی مرجوع اس لذت وحلاوت کی آرزو کرتے ہیں جو ابتدا میں ان کو حاصل ہوئی تھی۔ اور انتہا میں ہاتھ سے جاتی رہی اور اس کی جگہ بے مزگی آگئی اور یہی وجہ ہے کہ عارف اپنے آپ سے کافر فرنگ کو بہتر جانتا ہے۔ کیونکہ کافر میں اس کے عالم امر کے عالم خلق میں ملنے کے سبب سے نور الٰہی ظاہر ہے۔ اور عارف میں یہ ملاوٹ دُور ہو چکی ہے۔ عالم خلق تنہا جس کے باعث عارف سے فاسد ہوتا ہے، جدا رہ گیا ہے۔ جو سراسر ظلمت وکدورت سے پُر ہے۔ اور عالم امر کے لطائف خواہ کتنے ہی نیچے آئیں۔ عالم خلق کے ساتھ کوئی اختلاط نہیں رکھتے اور کچھ ملاوٹ حاصل نہیں کرتے۔ جیسے کہ ابتدا میں رکھتے تھے۔

وہ مکتوب جو برادرم خواجہ محمد طاہر کے ہاتھ آپ نے بھیجا تھا۔ پہنچا۔ رابطہ[1] کا حاصل ہونا جو پوری مناسبت پر مبنی ہے۔ غیبت کے زمانہ میں بڑی نعمت سمجھیں اور موانع کے دُور ہونے تک دلوں کے قرب پر کفایت کریں۔ اور اس قرب کے باوجود بدنوں کے قرب کی خواہش کو ہاتھ سے نہ دیں کیونکہ پوری نعمت اسی قرب پر موقوف ہے۔

خواجہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کو باوجود قرب قلبی کے چونکہ قرب بدنی حاصل نہ ہوا۔ اس لئے ان

[1] تصور شیخ کامل۔



Marfat.com

لوگوں میں سے ادنیٰ آدمی کے درجے کو بھی نہیں پہنچا جن کو قربِ بدنی حاصل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا سونے کا پہاڑ خرچ کرنا ان کے ایک سیر بھر جَو خرچ کرنے کے برابر نہیں ہوتا۔ پس صحبت کے برابر کوئی چیز نہیں ہے۔ والسّلام

# مکتوب نمبر ۲۲۳

احوال و واقعات کو شیخ بزرگوار کی خدمت میں ظاہر کرنے کی ترغیب میں خواجہ جمال الدین حسین کولابی کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

برادرم خواجہ جمال الدین حسین نے مدت سے اپنے احوال کی کیفیت سے اطلاع نہیں دی۔ آپ نے نہیں سُنا کہ مشائخ کبر و یہ، اُس مرید کو جو تین روز تک اپنے احوال و واقعات کو اپنے شیخ کی خدمت میں عرض نہ کرے۔ کفِ پا، فرماتے ہیں۔ خیر جو کچھ ہُوا ہُوا۔ پھر ایسا نہ کریں۔ اور جو کچھ ظاہر ہوتا رہے، لکھتے رہا کریں۔ میرے بزرگ بھائی کا مبارک آنا غنیمت سمجھیں اور ان کی خدمت و دلجوئی میں کوشش کریں۔ اور ان کی بزرگ صحبت کو بڑا عزیز جانیں۔ ع

دادیم ترا ز گنجِ مقصود نشاں

ہم نے تجھے مقصود کے خزانے کا نشان بتا دیا ہے۔ والسّلام

# مکتوب نمبر ۲۲۴

آداب کی رعایت کرنے اور آثار کے ظن کو دُور کرنے میں جس کا وہم ہُوا تھا۔ اور احتیاط کا امر کرنے اور تعلیم طریقت کے بارہ میں تاکید کرنے۔ اور فقر کی سختی اور نامرادی برداشت کرنے۔ اور بعض ان نصیحتوں اور تنبیہوں کے بیان میں جو اُس مکتوب کی پشت پر مُلا یار محمد قدیم کی طرف لکھی تھیں میر محمد نعمان بدخشی کی طرف لکھا:۔

میرے سعادت مند بھائی یعنی سیادت پناہ میر محمد نعمان کا مکتوب شریف وصول ہُوا۔ ان مقدمات کا مضمون جو آپ نے ترتیب دیے تھے۔ اور ان شکوک کا مطلب جو آپ نے لکھے تھے۔ واضح ہُوا لوگ آپ کو زمانہ کا عاقل کہتے ہیں۔ پھر اس قسم کی باتیں اُس شخص کے ساتھ جس سے چارہ نہیں ہے درمیان لائی گیا



Marfat.com

مناسب ہیں۔ جب کہ اس سے قطع نہیں کر سکتے اور مفارقت نہیں حاصل کر سکتے۔ باوجود ان باتوں کے خیال نہ کریں کہ اس قسم کی باتوں سے فقیر کے دل میں کسی قسم کا غبار آیا ہو جس کا انجام آزار ہو۔ چہ جائے کہ بیزاری کی نوبت پہنچے۔ آپ کی خوبیاں نظر کے سامنے ہیں اور آپ کی لغزشیں اعتبار سے ساقط ہیں۔ کسی طرح اپنے دل کو پریشان نہ رکھیں۔ اور کسی وجہ سے اس طرف کا آزار تصور نہ کریں۔ کیونکہ کسی وجہ سے آزار واقع نہیں ہے۔ اور آزار کیسے متصور ہو۔ جب کہ آزار کا موجب منتفی ہے۔ وہ امور جو بشریت کے لحاظ سے بھول چوک سے سرزد ہوں مواخذہ کے لائق نہیں ہیں۔ آزار کا وہم دل سے دور کر کے طریقت کی تعلیم دینے اور طالبوں کے فائدہ پہنچانے میں سرگرم رہیں۔ اور استخاروں کا حکم اس امر کی تاکید کے لیے ہے نہ کہ اس امر کی نفی کے لیے۔ کیونکہ جب شیطان لعین اور نفس بدترین اس مسکین کی گھات میں لگے ہوئے ہیں۔ تو پھر بڑی احتیاط اور تاکید سے کام لینا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ مکر و حیلہ سے پھسلا دیں اور اپنے ڈھکوسلوں اور فریبوں سے بُرائیوں کو نیکیوں کی صورت میں ظاہر کریں۔

اور بزرگواروں نے فرمایا ہے کہ دشمن لعین جب طاعت و نصیحت کے رستہ سے آئے تو اُس کا دفع کرنا بہت مشکل ہے۔ پس ہمیشہ روتے اور التجا کرتے رہیں۔ اور بڑی عاجزی و زاری کے ساتھ حق تعالیٰ سے دُعا مانگتے رہیں کہ اس راہ سے آپ کی خرابی اور استدراج مطلوب نہ ہو۔ استقامت کا طریق یہی ہے جو سعادت ابدی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

دوسرے یہ امر ہے کہ فقر و نامرادی اس گروہ کا جمال اور حضرت سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتدا ہے۔ حضرت حق تعالیٰ اپنے کمال کرم سے اپنے بندوں کی روزی کا ذمہ دار ہُوا ہے اور ہم کو اور آپ کو اس فکر و تردد سے فارغ کر دیا ہے۔ جس قدر آدمی زیادہ ہوں گے اسی قدر رزق زیادہ ہوگا۔ آپ جمعیت کے ساتھ حق تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے میں متوجہ ہوں۔ اور متعلقین کا غم حق تعالیٰ کے کرم کے حوالہ کر دیں باقی ملاقات کے وقت۔

بعض یاروں نے جو اس طرف آئے تھے ظاہر کیا کہ ابھی تک آزار کا وہم میر کے دل میں متمکن ہے اس لیے تاکید اور مبالغہ سے لکھا گیا ہے کہ آزار کے وہم کو دُور کر دیں۔

دوسرے یہ کہ ایک خط مُلا یار محمد قدیم کی طرف لکھا تھا، جو پند و نصیحتوں پر مشتمل تھا۔ ظاہر یہی ہوتا ہے کہ اس خط کا مضمون اس کی طبیعت کے موافق نہیں آیا۔ کیونکہ اس کا جواب نہیں دیا۔ اور دعا تک نہیں کی اُسے پسند نہ آئے تو نہ آئے۔ وہ لوگ جو اس فقیر کے ساتھ نسبت رکھتے ہیں۔ اگر اُن کی غلطی اور خطا کو انہیں نہ جتلائے اور حق کو باطل سے جُدا نہ کرے تو اپنے ذمہ سے کس طرح بری ہوگا اور آخرت میں کیا منہ



Marfat.com

دکھائے گا۔ آپ اس سے کہہ دیں ؎

من آنچہ شرط بلاغ است با تو میگویم
تو خواہ از سخنم پند گیر و خواہ ملال

میں شرطِ تبلیغ کے تحت ـــ یہ کہہ رہا ہوں تو خواہ میری باتوں سے نصیحت گیر ہو خواہ ملال کر۔

جاننا چاہیے کہ شیخ بننے اور حق کی طرف خلق کو دعوت کرنے کا مقام بہت ہی عالی ہے آپ نے سُنا ہوگا کہ اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِہٖ کَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِہٖ "شیخ اپنی قوم میں ایسا ہے جیسے نبی اپنی اُمت میں"۔ ہر بے سر و سامان کو اس بلند مرتبہ سے کیا مناسبت ہے ؎

ہر گدائے مرد میدان کے شود
پشّۂ آخر سلیمان کے شود

ہر گدا اگر مرد میدان نہیں ہوسکتا۔ مچھر آخر سلیمان کیسے بن سکتا ہے۔

احوال و مقامات کا مفصّل علم ہونا اور مشاہدات و تجلیات کی حقیقت کا پہچاننا۔ اور کشوف و الہامات کا حاصل ہونا۔ اور واقعات کی تعبیر کا ظاہر ہونا۔ اس بلند مقام کے لوازمات سے ہے۔ وَبِدُوْنِہَا خَرْطُ الْقَتَادِ "اور ان کے بغیر بے فائدہ رنج و تکلیف ہے"۔

حاصل کلام یہ ہے کہ طریقت کے بزرگوار قدس سرہم بعض مُریدوں کو پیشتر اس کے کہ وہ مقام شیخی تک پہنچیں، کسی مصلحت اور بہتری کے لیے ایک قسم کی اجازت دے دیتے ہیں۔ اور ایک طرح تجویز فرماتے ہیں کہ طالبوں کو طریقہ دکھائیں تاکہ احوال و واقعات پر اطلاع پائیں۔

اس قسم کی تجویز میں شیخ مقتدا کو لازم ہے کہ اس مُرید مُجاز کو اس کام میں بڑی احتیاط سے کام کرنے کا حکم کرے، اور تاکید کے ساتھ غلطی کے مواد کو ظاہر کر دے۔ اور بار بار ان کے نقص پر اطلاع دے۔ اور مبالغہ کے ساتھ ان کا ناقص ہونا ظاہر کر دے۔ اس صورت میں اگر شیخ حق کے ظاہر کرنے میں سستی کرے تو خیانت ہے۔ اور اگر مرید کو وہ باتیں بُری معلوم ہوں تو بدقسمتی ہے۔ کیا نہیں جانتا کہ حق تعالیٰ کی رضامندی[۲] شیخ کی رضامندی سے وابستہ ہے۔ اور حق تعالیٰ کا غضب شیخ کے غضب پر موقوف ہے۔ اس پر

---

[۱] امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے الدرر والمنتثرہ میں فرمایا کہ اس روایت کو دیلمی نے ابورافع سے باسند روایت کیا نیز امام سیوطی نے جامع صغیر میں ان الفاظ سے ذکر کیا۔ الشیخ فی اہلہ کالنبی فی امتہ اور ابن النجار نے ابورافع سے بایں الفاظ نقل کیا الشیخ فی بیتہ کالنبی فی امتہ یاد رہے کہ اس حدیث کو زیادہ سے زیادہ ضعیف کہا جاسکتا موضوعات میں شمار کرنا درست نہیں ۱۲

[۲] خدا تعالیٰ کی رضامندی مرشد کامل کی رضامندی سے وابستہ ہے اور خدا تعالیٰ کی ناراضگی شیخ کامل کی (باقی بر صفحہ آئندہ)



Marfat.com

کیا بلا آپڑی وہ نہیں سمجھتا کہ ہم سے قطع کرنا اس کو کہاں تک پہنچا دے گا۔ اور اگر ہم سے قطع کرے گا تو اور کس سے جا ملے گا۔ اور اگر نعوذ باللہ اس قسم کا کوئی امر اس کے دل میں راہ پا گیا ہو۔ تو بے توقف اس کو کہہ دیں کہ توبہ و استغفار کریں اور حق تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی اور زاری کرے کہ اس ابتلاء و فتنہ عظیم میں اس کو مبتلا نہ کرے اور اس خطرناک بلا و آزمائش میں اس کو گرفتار نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ یاروں کی اس بے پروائی اور اضطراب سے کسی قسم کا غبار اور آزار فقیر کے دل میں داخل نہیں ہوا۔ اس سبب سے امیدوار ہے کہ تمام کاموں کا انجام بخیر ہوگا۔ اور باقی احوال و اوضاع کو برادر سعادت مند مولانا صالح محمد مفصل بیان کریں گے اور آپ بعض شبہوں کے مقام کو ان سے دریافت کرلیں گے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّهَا وَاَکْمَلُهَا اور سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت کا راستہ اختیار کیا اور حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

# مکتوب نمبر ۲۲۵

ملا طاہر لاہوری کی طرف صادر فرمایا:-

اس بیان میں کہ وہ احوال جو دوسروں کو نہایت میں میسر ہوتے ہیں۔ اس طریقہ علیہ کے ابتدا میں میسر ہو جاتے ہیں۔ لیکن بدایت میں نہایت مندرج ہونے کے طریق پر جو اس طریقہ علیہ کے لوازم سے ہے اور اس قسم کے احوال کا ابتدا میں ظاہر ہونا اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ ایسے احوال والے کو کامل مکمل کہیں اور طریقت کے کرنے کی اجازت دے دیں۔ اور اس کے مناسب بیان میں۔

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی نَبِیِّهٖ وَنُسَلِّمُ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الْکِرَامِ۔ ہم اللہ کی حمد کرتے ہیں اور اس کے نبی اور آپ کی آل بزرگوار پر صلوٰۃ و سلام بھیجتے ہیں۔

آپ کے شریف خط پے در پے پہنچے۔ طالبوں کی ترقی اور ان کی اشتداد اور جمعیت کا حال پڑھ کر بہت ہی خوشی حاصل ہوئی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ چونکہ اس طریق میں نہایت ابتدا میں مندرج ہے۔ اس لیے اس طریقہ علیہ کے مبتدیوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) نارمائی پر موقوف ہے۔ جو لوگ شیخ کامل کو بے بس اور بے اختیار جانتے ہیں انہیں اپنے اس اعتقاد کی اصلاح کرنی چاہیے۔



Marfat.com

کو ابتدا میں اس قسم کے احوال ظاہر ہوتے ہیں، جو منتہیوں کے احوال کے ساتھ یہاں تک مشابہ ہوتے ہیں کہ ان دونوں قسم کے احوال کے درمیان سوائے عارف کے جس کی نظر بصیرت تیز ہو کوئی فرق نہیں کر سکتا۔ پس اس لحاظ سے احوال کے حاصل ہونے کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ ایسے احوال والے کو طریقہ سکھانے کی اجازت نہ دینی چاہیے۔ کیونکہ اس صورت میں طالبوں کے ضرر کی نسبت اس کا اپنا بڑا ضرر ہے۔ ممکن ہے کمال کا خیال کر کے ترقی سے رُک جائے۔ یا جاہ وریاست کے حاصل ہونے سے جو مقام ارشاد کے لیے ضروری ہے فتنہ میں پڑ جائے۔ کیونکہ اس کا نفس امارہ بھی اپنے کفر کی حالت پر ہے۔ اور اس کا تزکیہ نہیں ہوا ہے خیر جو کچھ ہوا سو ہُوا۔ جن لوگوں کو آپ نے اجازت دی ہے انہیں نرمی اور محبت سے سمجھا دیں کہ اس قسم کی اجازت کمال پر مبنی نہیں ہے۔ ابھی بہت کام در پیش ہے اس قسم کے احوال جو ابتدا میں ظاہر ہوتے ہیں۔ بدایت میں نہایت مندرج ہونے کی قسم سے ہیں۔ اور جو نصیحتیں مناسب جانیں عمل میں لائیں۔ اور ان کے نقص پر ان کو اطلاع بخشیں۔ اور چونکہ آپ نے ان کو اجازت دے دی ہے اس لیے طریقہ سکھانے سے ان کو منع نہ کریں۔ شاید آپ کی توجہ کی برکت سے مقام ارشاد کی حقیقت تک پہنچ جائیں۔

دوسرے یہ ہے کہ جب آپ نے اس عظیم القدر کام کو شروع کیا ہے تو مبارک ہے۔ اس کام میں بڑی سعی و کوشش بجا لائیں۔ اور بڑے سرگرم رہیں تاکہ طالبوں کی زیادہ سے زیادہ ترقی کا باعث ہو۔ وَالسَّلَامُ۔

# مکتوب نمبر ۲۲۶

اس بیان میں کہ زندگی کی فرصت بہت کم ہے اور ہمیشہ کا عذاب اس پر مترتب ہے اور اس کے مناسب امور کے بیان اپنے حقیقی بھائی میاں شیخ محمد مودود کی طرف لکھا ہے:۔

میرے عزیز بھائی! کا خط پہنچ کر خوشی کا موجب ہُوا۔ اے بھائی اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو توفیق دے۔ زندگی کی فرصت بہت تھوڑی ہے۔ اور ہمیشہ کا عذاب اس پر آنے والا ہے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ کوئی اس فرصت کو بیہودہ امور کے حاصل کرنے میں صرف کرے اور ہمیشہ کا رنج و الم خریدے۔

اے بھائی! لوگ دُور دُور سے دنیاوی اسباب کو چھوڑ کر مور و ملخ کی طرح آ رہے ہیں۔ اور تم اپنے گھر کی دولت کی قدر نہ جان کر دنیا کمینی کی طلب میں بڑے مزے سے باہر دوڑ رہے ہو اور بڑے شوق



Marfat.com

سے اس کے حاصل کرنے کے خواہاں ہو :

اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ ۔ حیا ایمان کی شاخ ہے ۔

حدیث نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے[1] ۔

اے بھائی ! اہل اللہ کا اس طرح اکٹھا ہونا ۔ اور اس طرح للہ فی اللہ کی جمعیت جو آج سرہند میں میسر ہے ۔ اگر تمام جہان کے گرد پھرو تو بھی معلوم نہیں کہ اس دولت کا سوواں حصہ بھی کہیں پا سکو ۔ اور اس ماجرا و کیفیت کا کچھ حصہ حاصل کر سکو ۔ تم نے اس دولت کو مفت ہاتھ سے کھو دیا اور قیمتی موتیوں کو چھوڑ کر بچوں کی طرح اخروٹ و منقہ پر کفایت کی ع

شرمت بادا ہزار شرمت بادا

تمہیں ہزار بار شرم کرنی چاہیے ۔

اے بھائی ! آیندہ وقت تک شاید فرصت نہ دیں ۔ اور اگر دیں بھی ۔ تو اس قسم کے اجتماع کو قائم نہ رہنے دیں ۔ تو پھر کیا علاج ہوگا ۔ اور کس طرح مبارک ہو سکے گا ۔ اور کس چیز سے تلافی حاصل ہوگی ۔ تم نے خطا کی ہے اور غلط سمجھے ہو ۔ چرب و شیریں لقموں پر فریفتہ نہ ہو جاؤ اور قیمتی اور آراستہ کپڑوں پر دھوکا نہ کھا جاؤ ۔ ان کا نتیجہ دنیا و آخرت میں حسرت و ندامت کے سوا کچھ نہیں ۔ اہل و عیال کی خاطر کے لیے اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالنا اور آخرت کا عذاب اختیار کرنا ، عقل دور اندیش سے دور ہے ۔ حق تعالیٰ تم کو عقل دے اور آگاہ کر دے ۔

اے بھائی ! دنیا بے وفائی میں ضرب المثل ہے ۔ اور اہل دنیا خست اور کمینہ پن میں مشہور ہیں ۔ پھر بڑے افسوس کی بات ہے کہ انسان اپنی قیمتی عمر کو اس بے وفا اور کمینی کے لیے خرچ کرے :

مَا عَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ ۔ قاصد کا کام حکم پہنچا دینا ہے ۔ والسلام

# مکتوب نمبر ۲۲۷

بعض ان پند و نصائح کے بیان میں جو مقام شیخی اور تکمیل سے تعلق رکھتے ہیں ۔ ملا طاہر لاہوری کی طرف لکھا ہے : ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اور اس کے برگزیدہ

[1] بخاری و مسلم شریف بروایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔



Marfat.com

بندوں پر سلام ہو۔ آپ کا مکتوب شریف پہنچا۔ خوشی کا موجب ہوا۔ اور یاروں کے التذاذ اور حلاوت کا حال پڑھ کر نہایت ہی فرحت حاصل ہوئی۔

اے بھائی! حق تعالیٰ نے آپ کو یہ منصب عطا فرمایا ہے اس نعمت کا شکر پوری طرح ادا کریں اور محافظت کریں کہ کوئی ایسا امر صادر نہ ہو جو مخلوقات کی نفرت کا باعث ہو۔ کیونکہ اس میں بڑی خرابی ہے۔ خلق کی نفرت اس ملامتی گروہ کے حال کے مناسب ہے جن کا دعوت اور شیخی سے کچھ واسطہ نہیں ہے بلکہ ملامت کا مقام شیخی کے مقام کے برخلاف ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ان دونوں مقام کو آپس میں ملا دیں اور عین شیخی میں ملامت کی آرزو کریں کہ یہ بڑے ظلم کی بات ہے۔ اور مریدوں کی نظر میں اپنے آپ کو تجمل یعنی رعب و داب سے آراستہ پیراستہ رکھیں۔ اور مریدوں کے ساتھ کثرت سے میل جول اور انس اختیار نہ کریں کہ خفت اور سبکی کا موجب ہے اور افادہ اور استفادہ کے منافی ہے۔ اور حدود شرعیہ کی اچھی طرح محافظت کریں۔ اور جہاں تک ہو سکے رخصت پر عمل کریں کہ یہ بھی اس طریقہ علیہ کے منافی اور سنت سنیہ کی تابعداری کے دعوے کے مخالف ہے۔

ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ رِیَاءُ الْعَارِفِیْنَ خَیْرٌ مِّنْ اِخْلَاصِ الْمُرِیْدِیْنَ۔ "عارفوں کا ریا مریدوں کے اخلاص سے بہتر ہے۔" کیونکہ عارفوں کا ریا طالبوں کے دلوں کو حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کی طرف کھینچنے کے لیے ہوتا ہے۔ پس ضرور مریدوں کے اخلاص سے بہتر ہو گا۔ اور نیز عارفوں کے اعمال طالبوں کے لیے اعمال بجا لانے میں موجب تقلید ہیں۔ اگر عارف خود عمل نہ کریں تو طالب محروم رہیں گے۔ پس عارف اس واسطے ریا کرتے ہیں تاکہ طالب ان کی اقتدا کریں۔ یہ ریا عین اخلاص ہے۔ بلکہ اس اخلاص سے بہتر ہے جو اپنے نفع کے لیے ہو۔

اس بات سے کوئی شخص یہ گمان نہ کرے کہ عارفوں کے عمل محض طالبوں کی تقلید کے لیے ہیں۔ اور عارفوں کو عمل کی حاجت نہیں ہے۔ نعوذ باللہ منہا یہ الحاد و زندقہ ہے۔ بلکہ عارف اعمال کے بجالانے میں عام طالبوں کے ساتھ برابر ہیں۔ اور اعمال کے بجالانے سے کسی کو چارہ نہیں ہے۔
حاصل کلام یہ ہے کہ بسا اوقات عارفوں کے اعمال میں طالبوں کا نفع مدنظر ہوتا ہے جو تقلید پر وابستہ ہے۔ اس اعتبار سے اس کو ریا کہتے ہیں۔

غرض قول و فعل میں بڑی محافظت کریں کیونکہ اس زمانہ میں اکثر لوگ فساد و ہنگامہ کے در پے ہیں۔ کوئی ایسا کام سرزد نہ ہونے پائے جو اس مقام کے منافی ہو۔ اور جاہل لوگوں کو بزرگوں کے طعن کا موقع مل جائے۔ اور حضرت حق تعالیٰ سے استقامت طلب کرتے رہا کریں۔



Marfat.com

دوسرے یہ ہے کہ آپ نے مشائخ کی نسبتوں کے حاصل ہونے کے بارہ میں لکھا تھا۔ اس کی وجہ کئی دفعہ رُوبرو آپ سے بیان ہو چکی ہے۔ اس کے سوا اور کچھ نہ سمجھیں کہ اس میں خیریت نہیں ہے اس سے زیادہ کیا لکھا جائے۔ والسلام

# مکتوب نمبر ۲۲۸

بعض نصیحتوں کے بیان میں جو مقام تکمیل اور تعلیم طریقت سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور ان کے مناسب امور کے بیان میں میر نعمان کی طرف لکھا۔

میرے بھائی سیادت پناہ کا مکتوب پہنچا۔ خوشی کا باعث ہوا۔ اے بھائی کئی دفعہ آپ کو کہا گیا۔ ہے کہ اس طریق کا مدار دو اصولوں پر ہے۔

ایک شریعت پر اس حد تک استقامت اختیار کرنی کہ اس کے چھوٹے چھوٹے آداب کے ترک پر بھی راضی نہ ہوں۔

دوسرے شیخ طریقت کی محبت اور اخلاص پر اس طرح راسخ اور ثابت قدم ہوں کہ اس پر کسی قسم کا اعتراض نہ کریں۔ بلکہ اس کے تمام حرکات و سکنات مرید کی نظر میں زیبا اور محبوب دکھائی دیں۔ خدا محفوظ رکھے کہ ان امور میں سے جو ان دو اصلوں کے متعلق ہیں کسی امر میں خلل واقع نہ ہو اور اگر اللہ کی مہربانی سے یہ دو اصل درست ہو گئے۔ تو دنیا و آخرت کی سعادت نقد وقت ہے۔ اور بھی بہت سی نصیحتیں اور وصیتیں آپ کے کانوں تک پہنچ چکی ہیں۔ ان کو مدنظر رکھنے میں بڑی احتیاط کریں اور بڑی عاجزی اور زاری سے پہلی کوتاہیوں کا تدارک کریں۔ اور رمضان شریف کے اخیر عشرہ کا اعتکاف جو ایک دفعہ آپ سے ترک ہو گیا تھا۔ اس کی قضا کی نیت پر اس ذی الحج کے عشرہ میں اعتکاف بیٹھیں تاکہ اس نیت سے سنت پر عمل کر سکیں۔ اور اس عشرۂ اعتکاف میں گریہ و زاری اور عجز و نیاز سے اپنی تقصیروں اور کوتاہیوں کی عذر خواہی کریں۔ فقیر بھی ان شاء اللہ اس عشرہ میں آپ کی مدد کرے گا۔

اجازت نامہ کے لکھنے میں جو آپ اس قدر مبالغہ اور کوشش کر رہے ہیں۔ اس سے آپ کا مقصود کیا ہے۔ طریقہ تعلیم کرنے کی اجازت جو آپ کو دی گئی ہے، اگر وہ کافی نہیں ہے تو اجازت نامہ کیا کرے گا۔ یہ لازم نہیں کہ جو کچھ دل میں گزرے اسی کے واسطے کوشش کرنے لگ جائیں۔ کئی ایسی باتیں دل میں گزرتی ہیں جن کا ترک کرنا بہتر اور مناسب ہوتا ہے۔ نفس بڑا انصاری ہے۔ جس امر کو اختیار کرنا ہے



Marfat.com

اس کے پورا کرنے کے پیچھے پڑ جاتا ہے اور اس کے حق و باطل ہونے کا لحاظ نہیں کرتا۔ یہ چند باتیں آپ کی خاطر لکھی گئی ہیں، حق تعالیٰ آپ کو نفع دے۔ شجاعی صاحب اپنے کام کا فکر کرنا چاہیے تاکہ جہان سے ایمان سلامت لے جائیں۔ اجازت نامہ اور مُرید کچھ کام نہیں آئیں گے۔ ہاں اپنے کام کے ضمن میں اگر کوئی شخص سچی طلب سے آجائے تو اس کو طریقہ سکھا دیں نہ یہ کہ طریقت کی تعلیم کو اپنے کام کا اصل خیال کریں اور اپنے معاملہ کو اس کے تابع بنا دیں کہ اس میں سراسر ضرر اور خسارہ ہے۔

# مکتوب نمبر ۲۲۹

میرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ ہمارا طریق بعینہ حضرت ایشاں قدس سرہٗ کا طریق ہے اور ہماری نسبت وہی نسبت ہے۔ لیکن صناعت کا کامل ہونا اور نسبت کا تمام ہونا بہت سے فکروں کے ملنے اور بہت سی نظروں کے پے در پے آنے پر موقوف ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آپ کے مکتوب شریف جو اپنے مخلص مشتاق کے نام لکھے ہوئے تھے پے در پے پہنچ کر بڑی خوشی اور زیادہ محبت کا باعث ہوئے۔ جَزَاکُمُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَنَّا خَیْرَ الْجَزَآءِ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے جزائے خیر دے"۔

مجمل طور پر بعض شبہات و تردیدات جو آپ نے لکھے تھے۔ اُن کا جواب یہ ہے کہ ہمارا طریق وہی حضرت ایشاں یعنی حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کا طریق ہے۔ اور ہماری نسبت آنحضرت ہی کی شریف نسبت ہے۔ اس طریق سے بڑھ کر عالی اور کونسا طریق ہے۔ اور اس نسبت سے زیادہ بہتر اور مناسب اور کونسی نسبت ہے کہ کوئی اس کو اختیار کرے۔

اصل بات یہ ہے کہ ہر صناعت کی تکمیل اور ہر نسبت کی تتمیم مختلف فکروں کے ملنے اور بہت سی نظروں کے پے در پے آنے پر منحصر ہے۔ مثلاً وہ نحو جو سیبویہ کے زمانہ میں تھی۔ وہ اب متاخرین کے فکروں کے ملنے سے دو چند زیادہ ہو گئی ہے۔ اور یہ علم بہت کامل اور صاف ہو گیا ہے۔ حالاں کہ یہ وہی سیبویہ کی نحو ہے جس کو متاخرین کے فکروں نے پہلے کی نسبت زیادہ آراستہ پیراستہ



Marfat.com

کر دیا ہے۔

شیخ علاء الدولہ قدس سرہٗ کا مقولہ آپ کے مبارک کانوں تک پہنچا ہوگا۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ واسطے اور وسیلے جس قدر زیادہ ہوں اُسی قدر رستہ زیادہ نزدیک اور روشن ہوگا۔

اس نسبت عُلیہ پر اس قسم کی زیادتی نے جو آراستگی اور پیراستگی کے طور پر پیدا ہوگئی ہے بہت لوگوں کو تخیلات میں ڈال رکھا ہے۔ اصل معاملہ یہی ہے جس میں تکلف اور بناوٹ کو دخل نہیں۔

آپ اس فقیر کے مکتوبات اور رسالوں کو دیکھیں کہ اس طریق کو اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کا طریق ثابت کیا ہے۔ اور اس نسبت کو سب نسبتوں سے بڑھ کر مدلل بیان کیا ہے۔ اور اس طریق عالی اور اس طریق کے بزرگواروں کی تعریف اور مدح اس طرح پر کی ہے کہ اس بزرگ خاندان کے خلفا میں سے کسی کو اس کا سواں حصہ بیان کرنے کی توفیق حاصل نہیں ہوئی اور نیز یہ فقیر روزمرہ اور نشست و برخاست میں اس طریق کے آداب و لوازم کی رعایت پورے طور پر کرتا ہے۔ اور سر مو مخالفت اور نئی بات کو پسند نہیں کرتا بڑے تعجب کی بات ہے کہ آپ نے یہ سب امر نظر انداز کر دیے ہیں اور اگر بالفرض آزار کے دنوں میں بعض یاروں کی نسبت کلمہ و کلام میں کوئی نامناسب بات کہی گئی ہو اور آپ کی نظر میں آئی ہو۔ تو پھر بھی تعجب ہے کہ آپ اس قسم کی باتوں کا یقین کر لیتے ہیں اور صرف سُن کر آپے سے باہر ہو جاتے ہیں اگر حُسنِ ظن ہے تو کیا اسی جماعت سے مخصوص ہے یا شاید ہم ہی حُسنِ ظن کے قابل نہیں ہوں۔

الغرض اگر گفت و شنود پر ہی مدار ہے۔ تو پھر چغلخوروں کے ہاتھ سے خلاصی ناممکن ہے اور اخلاص کی کوئی توقع نہیں ہے۔ آپ گفت و شنید سے درگزر کریں اور گزشتہ امور کو یاد میں نہ لائیں۔ تاکہ اخلاص متصور ہو، اور پُرانی کلفت رفع ہو جائے۔

آپ نے لکھا تھا کہ حضرات پیرزادوں کی تربیت کا وقت آگیا ہے۔ اور حضرت ایشاں قدس سرہٗ کی وصیت کو یاد دلایا تھا۔

اے میرے مخدوم و مکرم! اس میں خادموں کی سعادت ہے کہ اپنے مخدوم زادوں کی خدمت سے کامیاب ہوں۔ لیکن اس مُدت میں معلومہ رکاوٹوں کے باعث ظاہری خدمت سے دُور رہا۔ اور وصیت کے وقت کے آنے کا انتظار کرتا رہا۔ اور اب اگر آپ جانتے ہیں کہ کوئی مانع نہیں ہے، اور گفت و شنود کا رستہ بند ہو گیا ہے۔ تو فرمائیں تاکہ بندہ چند روز آکر اس خدمت میں مشغول رہے اور اگر اچھی طرح ملاحظہ کرتا ہے تو جانتا ہے کہ اس کام میں صرف وصیت کا حکم بجا لانا مقصود ہے ورنہ آپ کی ظاہری باطنی تربیت اُن کے لیے کافی ہے کسی اور کی حاجت نہیں۔



Marfat.com

دوسرے یہ ہے کہ برادرم مولانا عبداللطیف فرماتے تھے کہ میاں محمد فلیح نے بڑے مخدوم زادہ کی ظاہری تعلیم و تربیت کو اپنے ذمے لے لیا ہے۔ اور آپ نے بھی اس بات کو پسند فرمایا ہے۔ اس بات کو سن کر بہت تعجب ہوا۔ اور اگر وہ اپنی نارسائی کے باعث اس بارہ میں کچھ خیال کرے تو خیر۔ مگر آپ کیسے تجویز کرتے ہیں۔ مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ ایسا نہ ہو کہیں محمد فلیح کا آزار کسی اور جگہ سرایت کر جائے۔

# مکتوب نمبر ۲۳

شیخ یوسف برکی کی طرف صادر فرمایا:

ہمت بلند رکھنے اور اس چیز پر جو حاصل ہو کفایت نہ کرنے میں بلکہ جو کچھ معلوم و مشہود ہو اس کی نفی کرنے اور معبود بیچون و بیچگون کے ثابت کرنے میں جو دید و دانش سے باہر ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آپ کے بزرگ احوال میاں بابو نے آپ کے کہنے کے مطابق بتائے اور ان کی حقیقت دریافت فرمائی اس لیے چند کلمے لکھے جاتے ہیں۔

میرے مخدوم! اس قسم کے احوال ابتدائی مراتب میں اس راہ کے مبتدیوں کو بہت حاصل ہوتے ہیں۔ لیکن ان کا کچھ اعتبار نہیں کرتے۔ بلکہ ان کی نفی کرتے ہیں۔ وصل کجا اور نہایت کونسی۔ شعر:

کَیْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰی سُعَادَ وَ دُوْنَھَا
قُلَلُ الْجِبَالِ وَدُوْنَھُنَّ حُیُوْفٌ

سعاد معشوقہ تک پہنچنا کس طرح ممکن ہے جب کہ اس کے اور میرے درمیان پہاڑوں کی بلند چوٹیاں اور ان کے درمیان نشیب و فراز واقع ہیں۔

اللہ تعالیٰ بے کیف اور بے مثل ہے۔ اور جو کچھ دید و دانش اور شہود و مکاشفہ میں آئے اس کا غیر ہے وہ حق سبحانہ و تعالیٰ اس سے وراء الوراء ہے۔ آپ اس راہ کے جوز و مویز (معمولی چیزوں) پر بچوں کی طرح ہرگز فریفتہ نہ ہو جائیں۔ اور نہایت کو پا لینے پر مغرور نہ ہوں۔ اور احوال و واقعات کو ناقص مشائخ کے پاس ظاہر نہ کریں۔ کیونکہ یہ اپنی سمجھ کے موافق تھوڑے کو بہت خیال کرتے ہیں اور بدایت کو نہایت شمار کرتے ہیں پس طالب مستعد اپنے کمال کے خیال میں پڑ جاتا ہے۔ اور اس کی طلب میں فتور آ جاتا ہے۔



Marfat.com

شیخ کامل کی تلاش کرنی چاہیے۔ اور اپنے باطنی امراض کا علاج اس سے کرانا چاہیے۔ اور جب تک شیخ کامل نہ ملے چاہیئے کہ ان احوال کو لا کے نیچے لاکر نفی کریں اور معبود برحق کا جو بیچون و بیچگون ہے اثبات کریں۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ جو کچھ دیکھا گیا اور سُنا گیا اور جانا گیا یہ سب اس کا غیر ہے کلمہ لا سے اس کی نفی کرنی چاہیے۔ آئندہ جو کچھ ظاہر ہو، اس کی نفی بھی کریں کہ وہ حق تعالیٰ وراء الوراء ہے۔ اور اثبات کی جانب میں کلمہ مستثنٰے کے تکلم کے سوا کچھ ہاتھ میں نہ ہو۔ اس طریقت کے بزرگوار لوں کا طریق یہی ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوٰتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّهَا وَاَکْمَلُهَا۔

سلام ہو اُس شخص پر جو ہدایت کی راہ پر چلا اور حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

# مکتوب نمبر ۲۳۱

میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا:

چند سوالوں کے جواب میں جو آپ سے کیے گئے تھے اور جن میں پوچھا گیا تھا کہ وصول اور حصول کے درمیان کیا فرق ہے۔ اور وہ اسما جو انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تعینات کے مبادی ہیں۔ اولیا کے تعینات کے مبادی بھی وہی اسم ہیں یا نہیں۔ اور اگر ہیں تو کیا فرق ہے۔ اور آپ نے پوچھا گیا تھا کہ مشائخ نقشبندیہ ذکر جہر سے منع کرتے ہیں کہ یہ بدعت ہے حالاں کہ ذوق و شوق بخشتا ہے۔ اور چیزوں سے جو آنحضرت کے زمانہ میں نہ تھیں۔ مثلاً لباس فرجی اور شال اور سراویل سے کیوں منع نہیں کرتے۔

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی نَبِیِّہٖ وَنُسَلِّمُ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِہِ الْکِرَامِ۔

ہم اللہ کی حمد کرتے ہیں اور نبی اور اُس کی آل بزرگوار پر صلوٰۃ والسلام بھیجتے ہیں۔

آپ کے دو مکتوب شریف پے در پے پہنچے۔ پہلا مکتوب تو سوزش اور اضطراب کی خبر دیتا تھا۔ لیکن دوسرا مکتوب اس سے ملائم اور شوق و سرگرمی سے بھرا ہوا تھا۔

میرے دوست آپ نے اس وقت جب کہ میر سعد الدین روانہ ہوئے خط کا جواب طلب کیا بندہ اس وقت یہاں تک بے دماغ اور مقبوض تھا کہ اپنے ہاتھ سے خط نہ لکھ سکتا تھا۔ مولانا یار محمد جدید کو لکھنے کے لیے کہا۔ بے دماغی کے وقت اگر کوئی نامناسب کلمہ لکھا گیا ہو تو معاف فرمائیں آپ کو چاہیے



Marfat.com

کہ تھوڑی سی بات سے نہ بگڑ جائیں اور معاملہ کو درہم برہم نہ کریں۔ خدا نہ کرے کہ کسی قسم کا آزار درمیان ہو یا رنجش و رُوگردانی کے باعث کچھ لکھا جائے۔ ہاں اگر نصیحت کے طور پر کچھ لکھا جائے تو خوش حال ہونا چاہیئے۔

آپ کے دوسرے خط نے بہت ہی خوش کیا۔ حرارت ہر کام میں درکار ہے۔ پژمردگی اور افسردگی دشمنوں کے نصیب ہو۔

آپ نے لکھا تھا کہ حصُول اور وصول کے درمیان جو فرق ہے وہ سمجھ میں نہیں آتا۔

اے بھائی! حصُول باوجود بُعد کے متصوّر ہے اور وصُول متعذر و دشوار ہے۔ عنقا کو جب ہم صورت مخصوصہ سے تصور کرتے ہیں تو کہہ سکتے ہیں کہ عنقا ہماری قوت مدرکہ میں حاصل ہے۔ لیکن عنقا تک وصول ثابت نہیں ہے۔ کیوں کہ ظلّیت جو مرتبہ ثانی میں اُس شے کے ظہُور سے مراد ہے۔ اس شے کے حصُول کی منافی نہیں ہے۔ لیکن شے کا وصُول ظلّیت کی تاب نہیں لاسکتا۔ پس دونوں کے درمیان فرق معلوم ہوگیا۔

اور نیز آپ نے پوچھا تھا کہ وہ اسما جو انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تعیّنات کا مبدء ہیں، وہی اسما اولیا کے تعیّنات کا بھی مبدء ہیں یا نہیں اور اگر ہیں تو کیا فرق ہے۔

اے عزیز! انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تعیّنات کے مبادی ان اسما کے کلّیات ہیں اور اولیا کے تعیّنات کے مبادی ان اسما کی جزئیات ہیں جو ان کلیات کے تحت میں مندرج ہیں۔ اور ان اسما کی جزئیات سے مراد وہی اسما ہیں جو قیود میں سے کسی قید کے ساتھ ماخوذ ہیں۔ جیسے کہ کسی شے کیساتھ ارادہ بے قید اور ارادہ مقیّد ہوتا ہے۔ اور چونکہ اولیا کو انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے باعث ترقی واقع ہوتی ہے۔ اس لیے اس قید کو دُور کر کے مطلق کے ساتھ مل جائے گا۔ فقیر نے اس فرق کو اپنے بعض مکتوبات میں مفصّل ذکر کیا ہے۔ وہاں سے ملاحظہ کرلیں۔

نیز آپ نے پوچھا تھا کہ ذکر جہر سے منع کرتے ہیں کہ بدعت ہے حالاں کہ ذوق و شوق بخشتا ہے۔ اور اُور چیزوں سے جو آنحضرت علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں نہ تھیں مثل لباس فرجی اور شال اور سراویل سے کیوں منع نہیں کرتے۔

میرے مخدوم! آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل دو طرح پر ہے۔ ایک عبادت کے طریق پر دوسرا عرف اور عادت کے طور پر۔ وہ عمل جو عبادت کے طریق پر ہے۔ اس کے خلاف کرنا بدعت منکرہ جانتا ہوں، اور اس کے منع کرنے میں بہت مبالغہ کرتا ہوں کہ یہ دین میں نئی بات ہے اور وہ مردود ہے



Marfat.com

اور وہ عمل جو عرف و عادت کے طور پر ہے اس کے خلاف کو بدعت منکرہ نہیں جانتا۔ اور نہ ہی اس کے منع کرنے میں مبالغہ کرتا ہوں کیونکہ وہ دین سے تعلق نہیں رکھتا۔ اس کا ہونا یا نہ ہونا عرف و عادت پر مبنی ہے نہ کہ دین و مذہب پر، کیونکہ بعض شہروں کا عرف بعض دوسرے شہروں کے عرف کے برخلاف ہے۔ اور ایسے ہی ایک شہر میں زمانوں کے تفاوت کے اعتبار سے عرف میں تفاوت ظاہر ہے۔ البتہ عادی سنّت کو مدِنظر رکھنا بھی بہت سے فائدوں اور سعادتوں کا موجب ہے۔

ثَبَّتَنَا اللّٰهُ وَإِيَّاكُمْ عَلٰى مُتَابَعَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَعَلٰى تَابِعِيْ كُلٍّ مِّنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِيْمَاتِ اَكْمَلُهَا۔

اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو حضرت سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت پر ثابت قدم رکھے۔

# مکتوب نمبر ۲۳۲

دنیا کمینی کی حقیقت اور اس کی ردّی زیبائش کی بُرائی اور اس کمینی دنیا کی محبت کے دُور کرنے کے علاج اور مناسب امور کے بیان میں خان خاناں کی طرف صادر فرمایا:

حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طفیل ناپسندیدہ کمینی دنیا کی حقیقت اور اس کی ردّی زیب و زینت اور سج دھج کو آپ کی نظرِ بصیرت میں منکشف کر کے آخرت کے حسن و جمال کو بہشتوں اور ان کی نہروں کی تروتازگی اور ان میں پروردگار جل شانہٗ کے دیدار کی زیادتی کے ساتھ جلوہ گر کرے۔ تاکہ اس جلدی دُور ہو جانے والی بُری دنیا کی طرف سے بے رغبتی حاصل ہو جائے اور پورے طور پر عالم بقا کی طرف جو مولیٰ جل شانہٗ کی رضا کا مقام ہے، توجہ میسر ہو جائے۔ اور جب تک اس کمینی کی بُرائی واضح نہ ہو، اس کی قید سے نکلنا مشکل ہے۔ جب تک اس کی قید سے خلاصی نہ ہو، تب تک آخرت کی نجات اور بچاؤ دشوار ہے:

حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ[1] دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے۔

مشہور اور مانی ہوئی بات ہے۔ اور چونکہ علاج ضد سے ہوتا ہے اس لیے اس کمینی دنیا کی محبت دور کرنے کا علاج امورِ آخرت میں رغبت کرنے اور شریعت روشن کے احکام کے موافق اعمالِ صالحہ بجا لانے پر وابستہ ہے۔ حق تعالیٰ نے دنیا کی زندگی کو پانچ بلکہ چار چیزوں پر منحصر کیا ہے اور فرمایا ہے:

---

[1] رزین اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کی۔ مشکوٰۃ شریف۔



Marfat.com

اِنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِیْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَیْنَکُمْ وَتَکَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۔ دنیا کی زندگی کھیل کود اور زینت اور باہم فخر کرنا اور مال و اولاد میں زیادتی کرنا ہے ۔

پس جب عمل صالحہ میں مشغول ہوں، تو جزو اعظم لعب و لہو ہی کم ہونے لگتا ہے ۔ اور ریشم اور چاندی سونے کے استعمال سے جن پر عمدہ اور اعلیٰ زیب و زینت کا مدار ہے پرہیز کرنے لگتے ہیں اور دوسرا جزو جو زینت ہے، زائل ہونے لگتا ہے اور جب یقین ہو جائے کہ اللہ کے نزدیک فضیلت و بزرگی پرہیز گاری اور تقویٰ سے ہے نہ کہ حسب و نسب سے ۔ تو فخر کرنے سے باز آتے ہیں ۔ اور جب جانیں کہ مال و اولاد حق تعالیٰ کے ذکر سے مانع ہیں اور اس کی بارگاہ سے روکتے ہیں ۔ تو ان کے زیادہ زیادہ حاصل کرنے سے کوتاہی کرتے ہیں اور ان کے بڑھانے کو معیوب جانتے ہیں ۔ غرض :

مَا اٰتٰىکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا کَیْلَا یَضُرَّکُمْ شَیْءٌ ۔ جو کچھ رسول تمہارے پاس لایا اس کو پکڑ لو اور جس سے اس نے منع کیا ہے، ہٹ جاؤ تاکہ تمہیں کوئی چیز ضرر نہ دے ۔

ے دادیم ترا ز گنج مقصود نشان
ما اگر نہ رسیدیم تو شاید برسی

ہم نے تجھے خزانہ مقصود کا نشان بتا دیا ہے ۔ اگر ہم نہیں پہنچ سکے تو شاید تو ہی پہنچ جائے

باقی مقصود یہ ہے کہ میاں شیخ عبدالمومن بزرگ زادہ ہیں اور تحصیل علوم سے فارغ ہو کر طریقہ صوفیہ کا سلوک فرماتے ہیں، اور سلوک کے ضمن میں عجیب و غریب احوال مشاہدہ کرتے ہیں ۔ ضرورت انسانی از قسم اہل و عیال ان کو حیران و بے اختیار ناچار کر دیتی ہے ۔ اس فقیر نے اس ناچارگی اور پریشانی کو دور کرنے کے لیے آپ کی جناب کی طرف ان کی رہنمائی کی ہے :

مَنْ دَقَّ بَابَ الْکَرِیْمِ انْفَتَحَ ۔ جس نے کریم کا دروازہ کھٹکھٹایا وہ کشادہ حال ہو گیا ۔ والسلام

# مکتوب نمبر ۲۳۳

بعض عمدہ عمدہ نصیحتوں کے بیان میں عالی جناب شیخ فرید کی طرف لکھا :

---

لے سورۂ حدید پارہ ۲۷ ۔ ۲ے سورۂ حشر پارہ ۲۸ ۔



Marfat.com

ثَبَّتَ اللّٰہُ وَ اِیَّاکُمْ عَلٰی مَا جَآءَ بِہٖ جَدُّکُمُ الْاَمْجَدُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُھَا وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُھَا۔

اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اس چیز پر جس کو آپ کے جد بزرگوار صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم لائے ہیں ثابت قدم رکھے۔

حضرت خواجہ قدس سرہ کے عرس شریف[1] کے دنوں میں دہلی حاضر ہو کر ارادہ تھا کہ آپ کی خدمت عالی میں بھی پہنچے کہ اسی اثنا میں کوچ کی خبر پھیل گئی۔ اس لیے توقف کر کے چند ٹوٹے پھوٹے کلموں سے آپ کو تکلیف دی گئی ہے۔ فقیر خواہ حضور میں ہو خواہ غیبت میں ہر دم آپ کے لیے دعا گو ہے، کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہر نامناسب اور نالائق امر سے سلامت رکھے۔ بعض اوقات خیر خواہی کا غلبہ اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ لشکر ان کی خدمت کو اختیار کر کے ان چیزوں سے جو آپ کی بلند درگاہ کے لائق نہیں تاکید و مبالغہ کے ساتھ آپ کو ان سے منع کرے اور مجلس شریف میں نا اہلوں کو نہ رہنے دے۔ لیکن جانتا ہے کہ سب امیدیں حاصل نہیں ہوتیں ناچار آپ کے حق میں غائبانہ دعا سے تر زبان رہتا ہے۔ شاید قبول ہو جائے۔

حضرت خواجہ احرار قدس سرہ اپنی بزرگی اور کلاں کی نسبت فرمایا کرتے تھے کہ ہر چند یہ کفر ہے کہ کوئی ایسا بڑا ہو جائے کہ اگر وہ برہم ہو جائے تو تمام جہان برہم ہو جائے۔ لیکن کیا کیا جائے کہ ہم کو ہماری مصلحت کے بغیر بڑا بنایا ہے۔

آج اس قسم کی بزرگی اور کلانی نزدیک ہے کہ آپ کی جناب کے بارہ میں صادق آئے۔ کیونکہ آپ مخلوقات کے آرام میں ہیں اور مخلوقات آپ کے آرام میں۔ یہی وجہ ہے کہ لوگوں کی طرف سے آپ کے لیے دعائے خیر بارش کی طرح برس رہی ہے۔ جو عام مخلوقات کو فائدہ مند ہے۔ پھر افسوس ہے کہ باوجود اس قدر کلانی اور بزرگی کے دانہ خشخاش کے برابر خالی جگہ رہ جائے۔ اور یہ دانہ خشخاش دوستوں اور خیر خواہوں کے دل پر بڑا بھاری بوجھ ہے۔ مہربانی فرما کر ان کو اس بوجھ سے ہلکا کریں۔ مدت ہوئی ہے کہ اس خیر خواہ نے اس بات کی نسبت کچھ نہیں لکھا کہ ایسا نہ ہو کہ تکرار و مبالغہ گراں معلوم ہو۔ ؎

یار نازک بدن ز بار ہوا مے رنجد
ہمچو گل برگ ز آسیب صبا مے رنجد

میرا یار نازک بدن ہے ہوا کے بوجھ سے بھی رنجیدہ ہوتا ہے۔ جس طرح پھول کا پتہ باد صبا کے آسیب سے رنجیدہ ہوتا ہے۔

---

[1] اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ مجلس عرس میں شرکت کرتے تھے اور سرہند شریف سے دہلی آتے تھے۔ اگر یہ سفر اور اس طرح کی مجلس میں شریک ہونا بدعت ہوتا تو آپ ہرگز ایسا نہ کرتے۔ مانعین عرس غور فرمائیں۔ یاد رہے کہ عرس کی اصل حدیث سے بھی ثابت ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام ہر سال شہدائے احد کی قبور پر تشریف (باقی بر صفحہ آئندہ)



Marfat.com

محسوس کرتا ہے۔

لیکن دوستی سے دور معلوم ہوا کہ آپ کے دل کے ناراض ہونے کا لحاظ کر کے خاموش رہے ۔ع

حافظ وظیفہ تو دعا گفتن است و بس

در بند آں مباش کہ نشنید یا شنید

اے حافظ تیرا وظیفہ صرف یہ ہے کہ دعا کرتا رہے۔ اس فکر میں نہ پڑ کہ سنتا ہے یا نہیں سنتا۔

کچھ مدت سے حرمین شریفین (کہ خدائے تعالیٰ ان کو آفات سے محفوظ رکھے) کی زیارت کا ارادہ و شوق پیدا ہوا۔ اور اس سفر کا باعث یہی خواہش ہے۔ اور چونکہ یہ ارادہ آپ کے صلاح مشورے اور رضامندی پر وابستہ تھا۔ اس لیے کوچ کی خبر سن کر وہ ارادہ ملتوی ہو گیا:

اَلْخَیْرُ فِیْ مَا صَنَعَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ۔ بہتری اسی بات میں ہے جو اللہ تعالیٰ کرے۔

والسلام۔

# مکتوب نمبر ۲۳۴

حقائق کو جاننے والے معارف کے پہچاننے والے عالم ربانی عارف سبحانی مخدوم زادہ کلاں یعنی شیخ محمد صادق (خدا ان کو سلامت اور باقی رکھے اور اعلیٰ مقصود تک پہنچائے) کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ واجب الوجود کی حقیقت وجود محض ہے جو ہر خیر و کمال کا منشا ہے۔ اور ممکنات کی حقیقتیں عدمات ہیں جو ہر شر و نقص کا مبدء ہیں۔ اور مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ کے معنی میں اور تجلی ذاتی کے بیان میں جو تمام نسبتوں اور اعتباروں سے بلند ہے۔ اور آیت کریمہ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے تاویلی معنوں اور اس کے مناسب بیان میں مع ان سوالات و جوابات کے جو اس مقام کی توضیح کے متعلق ہیں۔ اور مع تنبیہات کے جو اس مطلب کی تلخیص کے لائق ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خدائے بیچون کی حمد اور پیغمبر رہنما کے درود کے بعد میرے فرزند کو معلوم ہو کہ حق سبحانہ کی حقیقت وجود محض ہے کہ اور کوئی امر اس کے ساتھ ملا ہوا نہیں ہے۔ اور وہ وجود تعالیٰ ہر خیر و کمال کا منشا اور ہر حسن و جمال کا مبدء ہے۔ اور وجود حقیقی اور بسیط ہے جس کی طرف ترکیب کو ہرگز راہ نہیں ہے نہ ذہنی طور پر نہ خارجی طور پر۔ اور حقیقت کے اعتبار سے اس کا تصور میں آنا محال ہے۔ اور وجود ذات تعالیٰ پر زائد نہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) سے جاتے اور فاتحہ شریف پڑھتے اور خلفائے راشدین کا بھی یہی معمول رہا کما فی التفسیر الکبیر للرازی۔



Marfat.com

مواطات کے محمول ہے نہ از روئے اشتقاق کے۔ اگرچہ حمل کی نسبت کو بھی اس مقام میں فی الحقیقت کچھ گنجائش نہیں ہے کیونکہ تمام نسبتیں وہاں ساقط ہو گئی ہوئی ہیں اور وہ وجود جو عام و مشترک ہے۔ وہ اس وجود خاص کے ظلوں میں سے ایک ظل ہے۔ اور یہ ظل ذات تعالیٰ وتقدس پر محمول ہے۔ اور اشیاء پر تشکیک کے طور پر از روئے اشتقاق کے نہ از روئے مُواطات کے۔ اور اس ظل سے مراد تنزلات کے مرتبوں میں حضرت وجود تعالیٰ وتقدس کا ظہور ہے۔ اور اس ظل کے افراد میں سے اولیٰ واقدم و اشرف وہ فرد ہے جو ذات تعالیٰ پر از روئے اشتقاق کے محمول ہے۔ پس اصالت کے ہر مرتبہ میں اَللّٰہُ تَعَالیٰ وَجُوْدٌ کہہ سکتے ہیں، نہ کہ اَللّٰہُ تَعَالیٰ مَوْجُوْدٌ۔ اور اس ظل کے مرتبہ میں اَللّٰہُ تَعَالیٰ مَوْجُوْدٌ صادق ہے نہ اَللّٰہُ تَعَالیٰ وَجُوْدٌ۔ اور چونکہ حکما اور صوفیہ کے ایک گروہ نے جو وجود کی عینیت کے قائل ہیں اور اس فرق کی حقیقت سے واقف نہیں ہوئے۔ اور ظل کو اصل سے جُدا نہیں کیا۔ حمل اشتقاق اور حمل مواطات دونوں کو ایک ہی مرتبہ میں ثابت کیا ہے۔ اور حمل اشتقاق کے صحیح کرنے میں بے جا تکلف اور حیلہ کے محتاج ہوئے ہیں۔ اور حق وہی ہے جو میں نے اللہ تعالیٰ کے الہام سے ثابت و تحقیق کیا ہے۔ اور یہ اصالت و ظلیت تمام حقیقی صفات کی اصالت و ظلیت کی طرح ہے۔ کیونکہ ہر مرتبہ اصالت میں جو اجمال اور غیب الغیب کا مقام ہے۔ ان صفات کا حمل کرنا مواطات کے طریق پر ہے نہ اشتقاق کے طریق پر۔ پس اَللّٰہُ تَعَالیٰ عِلْمٌ کہہ سکتے ہیں اور اَللّٰہُ تَعَالیٰ عَالِمٌ نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ حمل اشتقاق میں مغائرت کا ہونا ضروری ہے، اگرچہ بالاعتبار ہی ہو۔ اور وہ یہاں بالکل مفقود ہے کیونکہ مغائرت ظلیت کے مرتبوں میں ہوتی ہے۔ اور اس جگہ کوئی ظلیت نہیں۔ کیونکہ وہ تعین اوّل سے کئی درجے برتر ہے۔ اس لیے کہ نسبتیں اس تعین میں اجمالی طور پر ملحوظ ہیں اور اس مقام میں اشیا میں سے کسی شے کا کسی طرح کا ملاحظہ نہیں ہے اور مرتبہ ظل میں جو اس اجمال کی تفصیل ہے۔ حمل اشتقاق صادق ہے نہ حمل مواطات۔ لیکن ان صفات کی عینیت اس مرتبہ میں وجود تعالیٰ کی عینیت کی فرع ہے جو ہر خیر و کمال کا مبدء اور حسن و جمال کا منشاء ہے۔ اور اس فقیر نے اپنی کتابوں اور رسالوں میں جس جگہ وجود کی عینیت کی نفی کی ہے۔ اس سے وجود ظلی مراد رکھنا چاہیے۔ جو حمل اشتقاق کا صحیح کرنے والا ہے اور یہ وجود ظلی بھی آثار خارجیہ کا مبدء ہے پس وہ ماہیتیں جو مراتب موجودات میں سے ہر مرتبہ میں اس وجود کے ساتھ متصف ہوں خارجیہ ہوں گی

فَافْہَمْ فَاِنَّہٗ یَنْفَعُکَ فِیْ کَثِیْرٍ مِّنَ الْمَوَاقِعِ پس سمجھ لے کیونکہ یہ بہت جگہ تجھے نفع دے گا

پس صفات حقیقیہ بھی موجودات خارجیہ ہوں گی اور ممکنات بھی خارج میں موجود ہوں گی۔

اے فرزند! اس پوشیدہ سر کو سن کہ کمالات ذاتیہ حضرت ذات تعالیٰ کے مرتبہ میں حضرت ذات کا



Marfat.com

عین ہیں۔ مثلاً علم کی صفت اس مقام میں حضرت ذات کا عین ہے۔ اور ایسے ہی قدرت اور ارادہ اور تمام صفات کا حال ہے۔ اور نیز اس مقام میں حضرت ذات بتمامہ علم ہے اور ایسے ہی بتمامہ قدرت ہے نہ یہ کہ حضرت ذات کا بعض علم ہے اور بعض قدرت۔ کیونکہ وہاں بعض ہونا اور جزو بننا محال ہے اور ان کمالات نے جو گویا حضرت ذات سے منتزع اور الگ ہیں۔ حضرت علم کے مرتبہ میں تفصیل پائی ہے اور تمیز پیدا کی ہے۔ اور حضرت ذات تعالیٰ و تقدس اپنی وحدانیت کی اسی اجمالی صرافت پر باقی ہے بعد از ان اس مقام میں کوئی ایسی چیز نہیں رہی جو اس تفصیل میں داخل نہ ہوئی ہو۔ اور متمیز نہ ہوئی ہو۔ بلکہ تمام وہ کمالات جن میں سے ہر ایک ذات تعالیٰ کا عین ہے مرتبہ علم میں آگئی ہیں۔ اور ان مفصلہ کمالات نے دوسرے مرتبہ میں وجود ظلی پیدا کر کے صفات نام حاصل کیا ہے۔ اور حضرت ذات کے ساتھ جو ان کا اصل ہے قیام پیدا کیا ہے۔ اور اعیان ثابتہ صاحب فصوص علیہ الرحمۃ کے نزدیک انہی مفصلہ کمالات سے مراد ہے۔ جنہوں نے خانۂ علم میں وجود علمی حاصل کیا ہے۔ اور فقیر کے نزدیک ممکنات کی حقائق عدم محض ہیں۔ جو جمیع ان کمالات کے جوان میں منعکس ہوتے ہیں۔ ہر شر و نقص کا مبدء و ماوے ہیں۔

یہ بات تفصیل چاہتی ہے گوش ہوش سے سننا چاہیے۔ خدا تجھے ہدایت دے۔

جان لے کہ عدم وجود کے مقابل ہے اور اس کی نقیض ہے۔ پس عدم بالذات ہر شر و نقص کا منشا بلکہ ہر شر و فساد کا عین ہوگا۔ جس نے وجود مرتبۂ اجمال میں ہر خیر و کمال کا عین ہے۔ اور جس طرح حضرت وجود اصل الاصل مقام میں ذات تعالیٰ پر اشتقاق کے طریق پر محمول نہیں ہے اسی طرح عدم بھی جو اس وجود کے مقابل ہے ماہیت عدمیہ پر اشتقاق کے طور پر محمول نہیں ہے۔ اس مرتبہ میں اس ماہیت کو معدوم نہیں کر سکتے بلکہ وہ عدم محض ہے۔ اور تفصیل علمی کے مرتبوں میں کہ جس کے ساتھ ماہیت عدمیہ نے تعلق پایا ہے اس ماہیت کی جزئیات عدم سے متصف ہو جاتی ہیں اور حمل اشتقاق ان میں درست آتا ہے۔ اور عدم کا مفہوم گویا اس اجمالیہ عدمیہ ماہیت سے منتزع اور الگ ہے اور اس ماہیت عدمیہ کے لیے ظل کی مانند ہے۔ اس ماہیت عدمیہ کے تمام مفصلہ افراد پر اشتقاق کے طریق پر حمل پاتا ہے جیسے کہ آگے آئے گا اور چونکہ وہ عدم مرتبہ اجمال شر و فساد کا عین تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کے علم میں ہر شر دوسرے شر سے جدا اور ہر فساد دوسرے فساد سے الگ ہو گیا۔ جیسے کہ وجود کی جانب میں اجمال کے مرتبہ میں حضرت وجود ہر خیر و کمال کا عین تھا۔ اور تفصیل علمی کے مرتبہ میں ہر کمال سے الگ اور ہر خیر دوسرے خیر سے جدا ہو گیا۔ پس ان وجود یہ کمالات میں سے ہر ایک کمال ان نقائص عدمیہ میں سے ہر ایک نقص میں جو اس کے مقابل ہے، خانۂ علم میں منعکس ہوا ہے اور ایک دوسرے کی علیحدہ صورتیں باہم مل جل گئی ہیں۔ اور وہ عدمات جو شر و نقائص



Marfat.com

سے مراد ہیں مع اُن کمالات منعکسہ کے ممکنات کی ماہیتیں ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ وہ عدمات ان ماہیتوں کے اصول و مواد ہیں۔ اور وہ کمالات ان میں حلول کی ہوئی صورتوں کی مانند ہیں۔

پس اعیانِ ثابتہ اس فقیر کے نزدیک ان عدمات اور کمالات سے مراد ہے جو ایک دوسرے کے ساتھ باہم مل جل گئے ہیں۔ اور جب قادر مختار جلّ شانہٗ نے چاہا ان عدمیہ ماہیات کو مع اُن کے لوازم اور وجودیہ ظلال کے کمالات کے جو ان میں حضرت علم میں منعکس ہو کر ممکنات کی ماہیات نام پایا ہے۔ اس وجودِ ظلی کے رنگ میں کہ موجودات خارجیہ بنایا اور آثار خارجیہ کا مبدء کر دیا۔

جاننا چاہیے کہ صورِ علمیہ کا جو ممکنات کے اعیان ثابتہ اور ان کی ماہیات سے مراد ہیں۔ رنگ دار کرنا ان معنوں میں نہیں ہے کہ صورِ علمیہ نے خانہ علم سے نکل کر وجود خارجی پیدا کیا ہے۔ کیونکہ یہ محال ہے اور جہل کو مستلزم ہے:

تَعَالَى اللّٰهُ عَنْ ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيْرًا۔ اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے۔

بلکہ ان معنوں میں ہے کہ ممکنات نے خارج میں ان صورِ علمیہ کے مطابق وجود پیدا کیا ہے اور وجود علمی کے سوائے اس وجود علمی کے موافق وجود خارجی حاصل کیا ہے۔ جیسے کہ کاریگر نجار تخت کی صورت کو ذہن میں تصور کر کے خارج میں اس کا اختراع کرتا ہے۔ اس صورت میں تخت کی وہ ذہنیہ صورت جو حقیقت میں اس تخت کی ماہیت ہے۔ اس نجار کے خانہ علم سے باہر نہیں نکلی۔ بلکہ خارج میں اس تخت نے اس صورت ذہنیہ کے مطابق وجود پیدا کیا ہے، فافہم۔

جاننا چاہیے کہ ہر عدم نے کمالات وجودیہ کے ظلال میں سے ایک ظل کے ساتھ جو اس کے مقابل ہے اور اس میں منعکس اور منصبغ ہے۔ خارج میں وجود ذہنی پیدا کیا ہے۔ بخلاف عدم صرف کے کہ وہ ان ظلال سے متاثرہ نہیں ہوا۔ اور ان کا رنگ نہیں پکڑا۔ اور وہ کیسے رنگ پکڑے جب کہ وہ ان ظلال کے مقابل نہیں ہے۔ اگر مقابلہ رکھتا ہے تو حضرت وجود سے صرف رکھتا ہے۔

پس عارف تام المعرفت جب حضرت وجود سے ترقی کر کے عدم صرف کے مقام میں نزول کرتا ہے تو اس کے وسیلہ سے یہ عدم بھی اس حضرت سے انصباغ پیدا کر کے مزین و مستحسن ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس عارف کے تمام عدم کے مراتب نے جو فی الحقیقت اس کی تمام اجمالی اور تفصیلی مراتب ذاتیہ ہیں۔ حسن و خیریت پیدا کی ہے۔ اور کمال حاصل کیا ہے۔ اور یہ خیریت جو تمام ذاتیہ میں سرایت کرتی ہے اس قسم کے عارف سے مخصوص ہے۔ اور اس کے غیر کے لیے اگر خیریت نے سرایت کی ہے۔ تو وہ اس کے اعدام ذاتیہ کے بعض تفصیلیہ مراتب تک ہی منحصر ہے بالملاحظہ اختلاف درجات کے اس کے تمام تفصیلی مراتب میں پھیلی ہوئی



Marfat.com

ہے۔ اور یہ قسم اخیر بھی نادر الوجود ہے۔ لیکن عدم کے مرتبہ اجمال میں جو شر و نقص کا عین ہے اس عارف کے سوا اور کسی نے خیریت کی بُو نہیں پائی اور نہ ہی حسن کا کچھ بھی رنگ پیدا کیا ہے۔

پس ناچار ایسے عارف کا جو خیریت نام سے متصف ہے، شیطان بھی حسن اسلام پیدا کر لیتا ہے اور اس کا نفس امارہ مطمئنہ ہو کر اپنے مولیٰ سے راضی ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سید المرسلین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات نے فرمایا ہے کہ:

اَسْلَمَ شَیْطَانِیْ۔ [1] میرا شیطان بھی مسلمان ہو گیا ہے۔

پس کوئی غازی غزا میں اس سے سبقت نہیں کرتا۔ اور شیطان جیسے کو خیر کی طرف دلالت نہیں کرتا۔

سُبحان اللہ! وہ معارف جو اس فقیر حقیر سے بے ارادہ و بے تکلف ظاہر ہو رہے ہیں۔ اگر بہت سے لوگ جمع ہو کر ان کی تصویر میں کوشش کریں تو معلوم نہیں کہ میسّر ہو سکے۔ فقیر کا یقین ہے کہ ان معارف کا بہت سا حصہ حضرت مہدی موعود علیہ الرضوان کے نصیب ہو گا ؎

اگر پادشاہ بر درِ پیر زن
بیاید تو اے خواجہ سُبلت مکن

اگر بادشاہ بڑھیا کے دروازے پر آجائے تو اے خواجہ تو حسد سے اس کی مونچھ اپنی داڑھی نہ نوچ

فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

پس کیا ہی بزرگ اور بابرکت ہے وہ اللہ تعالیٰ جو بہتر پیدا کرنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ ذواتِ ممکنات عدمات ہیں کہ وجودی کمالات کے ظلال نے ان میں منعکس ہو کر ان کو مزین کر دیا ہے۔ پس ناچار ممکنات بالذات ہر شر و فساد کا مادہ اور ہر شر و نقص کی جائے پناہ ہوئیں۔ اور ہر خیر و کمال جو ان میں آراستہ اور پوشیدہ فرمایا ہے وہ عارتی ہے جو حضرت وجود سے جو خیر محض ہے فائز ہوا ہے:

مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ۔ [2]

جو تجھے بھلائی پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو تجھے برائی پہنچے وہ تیرے نفس سے ہے۔

---

[1] مسلم شریف بروایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲

[2] پارہ ۵ سورۃ النساء ۱۲۔



Marfat.com

اس مضمون کی شاہد ہے۔ اور جب خداوند تعالیٰ کے فضل سے یہ دید غلبہ پا جاتی ہے۔ اور اپنے کمالات کو ٹھیک اسی طرف دیکھتا ہے۔ تو اپنے آپ کو شر محض معلوم کرتا ہے اور خالص نقص جانتا ہے۔ اور کوئی کمال اپنے آپ میں مشاہدہ نہیں کرتا۔ اگرچہ انعکاس کے طریق پر ہو۔ اُس شخص کی طرح جو کہ ننگا ہو اور اُس نے عاریت کا لباس پہنا ہو۔ اور یہ دید عاریت اس پر اس قدر غالب آجائے کہ وہ اپنے خیال میں اپنا سارا لباس اس لباس کے مالک کا سمجھے۔ تو بالضرور وہ شخص اپنے آپ کو ذوق میں ننگا معلوم کرے گا۔ اگرچہ عاریت درمیان واسطہ ہے اس دید کا صاحب مقام عبدیت سے مشرف ہوتا ہے جو تمام کمالات ولایت سے برتر ہے۔

تنبیہ یہ خیر و شر اور نقص و کمال کا اجتماع جو درحقیقت وجود و عدم کا اجتماع ہے۔ جمع نقیضین کی قسم سے ہے کہ تو اس کو محال جانے کیونکہ وجود صرف کی نقیض عدم صرف ہے۔ اور ان ظلی مراتب نے جس طرح وجود کی جانب میں اصل کی بلندی سے تنزلات کی پستی میں نزول فرمایا ہے۔ اسی طرح عدم کی جانب میں بھی ان ظلی مراتب نے عدم صرف کی پستی سے اُوپر کی طرف عروج کیا ہے۔ ان کا اجتماع عناصر متضادہ کے اجتماع کی طرح ہے کہ ہر ایک کے ضد یہ غلبہ اور تیزی کو توڑ کر ان کو جمع فرمایا ہے:

| | |
|---|---|
| سُبْحَانَ مَنْ جَمَعَ بَيْنَ الظُّلْمَةِ وَالنُّوْرِ ۔ | پس پاک ہے وہ ذات جس نے اندھیرے اور نور کو جمع کر دیا۔ |

اگر کہا جائے کہ تو نے اوپر، عدم صرف کے لیے بھی وجود صرف کے ساتھ جو اس کی ضد ہے منصبغ اور رنگ دار ہونے کا حکم کیا ہے۔ پس اجتماع نقیضین پیدا ہوا۔

اس کے جواب میں مَیں کہتا ہوں کہ دو نقیضوں کا جمع ہونا ایک محل میں محال ہے۔ لیکن ایک نقیض کا دوسرے نقیض کے ساتھ قیام کرنا اور ایک دوسرے سے منصف ہونا محال نہیں ہے جیسے کہ معقول والوں نے کہا ہے کہ وجود کے کہ وجود معدوم ہے اور وجود کا عدم کے ساتھ متصف ہونا محال نہیں ہے پس اگر عدم موجود ہو۔ اور وجود کے ساتھ رنگا جائے۔ تو یوں محال ہوگا۔ تو اس کے جواب میں مَیں کہتا ہوں کہ عدم کے مفہوم کو معقولات ثانیہ سے کہا ہے۔ لیکن اگر عدم کے افراد میں سے کوئی فرد وجود سے متصف ہو جائے تو کیا فساد ہے۔ جس طرح معقول والوں نے وجود کے بارہ میں اشکال کے طریق پر کہا ہے کہ وجود کو چاہیے کہ واجب الوجود تعالیٰ کی ذات کا عین نہ ہو۔ کیوں کہ وجود معقولات ثانیہ سے ہے جو وجود خارجی نہیں رکھتا۔ اور واجب الوجود کی ذات خارج میں موجود ہے پس عین نہ ہوگا اور اس کے جواب میں انہوں نے کہا ہے کہ وجود کا مفہوم معقولات ثانیہ سے ہے نہ کہ اس کی جزئیات۔ پس اس کی جزئیات میں سے جزئی وجود خارجی کے منافی نہ ہوگی۔ اور ہو سکتا ہے کہ خارج میں موجود ہو۔



Marfat.com

سوال :

پہلی تحقیق سے معلوم ہوا کہ صفات حقیقیہ کا وجود ظلال کے مرتبوں میں ہے اور مرتبہ اصل میں ان کا کوئی وجود حاصل نہیں ہے۔ یہ بات اہل حق شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کی رائے کے مخالف ہے۔ کیونکہ وہ صفات کو کسی وقت ذات مقدس سے جدا نہیں جانتے اور ممتنع الانفکاک، یعنی ان کا ذات سے جدا ہونا محال تصور کرتے ہیں۔

جواب :۔ اس کا یہ ہے کہ اس بیان سے انفکاک کا جواز لازم نہیں آتا۔ کیونکہ یہ ظل اس اصل کے لازم ہے۔ پس انفکاک نہ رہا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ وہ عارف جس کی توجہ کا قبلہ احدیت ذات ہے۔ اور اسما و صفات میں سے کچھ اس کے مدنظر نہیں ہے۔ اس مقام میں ذات تعالیٰ ہی کو پاتا ہے۔ اور صفات سے کچھ ملحوظ نہیں ہوتا نہ یہ کہ صفات اس وقت حاصل نہیں ہیں۔ پس حضرت ذات تعالیٰ و تقدس سے صفات کا الگ ہونا نہ ہی عارف کے ملاحظہ کے اعتبار سے ثابت ہوا۔ اور نہ ہی حقیقت امر کے اعتبار سے تا کہ اہل سنت و جماعت کے مخالف ہو۔ فافہم

اس بیان سے :

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ۔ جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے رب کو پہچان لیا

کے معنے بھی ظاہر ہو گئے۔ کیونکہ جس نے اپنی حقیقت کو شرارت و نقص کے ساتھ پہچان لیا۔ اور جان لیا کہ ہر خیر و کمال جو اس میں پوشیدہ کیا گیا ہے۔ وہ حضرت واجب الوجود کی طرف سے عاریت کے طور پر ہے۔ پس وہ ضرور ہی حق سبحانہٗ کو خیر و کمال و حسن و جمال سے پہچان لے گا۔ اس تحقیقات سے آیت کریمہ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے تاویلی معنے بھی واضح ہو گئے۔ کیونکہ جب ظاہر ہو چکا کہ ممکنات سب کے سب عدمات ہیں۔ جو سراسر ظلمت و شرارت ہیں۔ اور ان میں خیر و کمال اور حسن و جمال حضرت وجود کی طرف سے ہے جو نفس ذات تعالیٰ ہے اور ہر خیر و کمال اور حسن و جمال کا عین ہے۔ تو بالضرور آسمانوں اور زمینوں کا نور حضرت وجود ہی ہو گا جو واجب تعالیٰ و تقدس کی حقیقت ہے اور چونکہ یہ نور آسمانوں اور زمین میں ظلال کے واسطہ سے ہے اس لیے ان وہم کرنے والوں کے وہم کو دور کرنے کے لیے جو بیواسطہ سمجھتے ہیں۔ اس نور کے لیے مثال بیان کی اور اس طرح فرمایا :

---

۵۱ سخاوی فرماتے ہیں یہ یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے ابن حجر نے کہا یہ حضرت کا کلام ہے۔ لیکن کتاب ماوردی میں ہے کہ حضرت عائشہ سے مرفوعاً حضورؐ کا ارشاد بیان فرمایا ہے۔



Marfat.com

مَثَلُ نُوْرِہٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ۔

الی آخر الآیۃ الکریمہ تاکہ واسطوں کا ثبوت ہو جائے۔ اور اس آیت کریمہ کے تاویلی معنے مفصل طور پر ان شاء اللہ تعالیٰ کسی جگہ پر لکھے جائیں گے۔ کیونکہ اس میں سخن کی بہت مجال ہے۔ اور یہ مکتوب اس کی تفصیل کی گنجائش نہیں رکھتا اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ آیت کریمہ کے یہ تاویلی معنے ہیں۔ اس لیے کہا ہے کہ تفسیری معنے نقل و سماع پر مشروط ہیں:

مَنْ فَسَّرَ الْقُرْاٰنَ بِرَأْيِهٖ فَقَدْ كَفَرَ۔ — جس نے قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کی وہ کافر ہو گیا۔

تم نے سنا ہو گا۔ اور تاویل میں صرف احتمال کافی ہے۔ بشرطیکہ کتاب و سنت کے مخالف نہ ہو۔ پس ثابت ہوا کہ ممکنات کے ذوات و اصول عدمات ہیں۔ اور ان کی ناقص اور رذیل صفات ان عدمات کی مقتضا ہیں جو قادر مختار جل سلطانہ کے ایجاد سے وجود میں آئی ہیں۔ اور صفات کاملہ ان میں حضرت وجود تعالیٰ کے کمالات کے ظل سے عاریت کے طور پر ہیں جو انعکاس کے طریق پر ظہور پا کر قادر مختار جل شانہ کی ایجاد سے موجود ہوئی ہیں۔ اور اشیا کے حسن و قبح کا مصداق یہ ہے کہ جو چیز آخرت سے تعلق رکھتی ہے اور دنیا کے لیے ذریعہ و وسیلہ ہے۔ وہ حسن ہے اگرچہ بظاہر اچھی دکھائی نہ دے۔ اور جو چیز دنیا سے تعلق رکھتی ہے اور دنیا کے لیے وسیلہ و ذریعہ ہے وہ قبیح ہے اگرچہ بظاہر حسن و خوب دکھائی دے۔ اور حلاوت و طراوت سے ظاہر ہو۔ دنیا کی مزخرفات یعنی بے ہودہ زیب و زینت کا یہی حال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت مصطفوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ میں امردوں یعنی بے ریشوں اور بیگانی عورتوں کے حسن اور دنیاوی زیب و زینت کی طرف رغبت و خواہش سے نظر کرنا منع فرمایا گیا ہے۔ کیونکہ یہ حسن و طراوت مقتضیات عدم سے ہے جو ہر فساد کا محل ہے۔ اور اگر حسن و جمال کا منشا کمالات وجودیہ ہوتے تو اس سے منع نہ فرماتے۔ مگر اس سبب سے کہ اصل کے ہوتے ظل کی طرف توجہ کرنا برا ہے۔ یہ منع منع استحبابی ہے۔ نہ وجوبی برخلاف پہلی منع کے۔ پس وہ حسن جو دنیا کے مظاہر جمیلہ میں ظاہر ہے۔ وہ اس ذات تعالیٰ کے حسن ظلال سے نہیں ہے

---

۱؎ سورہ نور، پارہ ۱۸۔

۲؎ اس مضمون کی احادیث ترمذی، ابو داؤد، مسند الفردوس بروایت حضرت ابو ہریرہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ میں موجود ہیں۔

۳؎ ردّ المحتار میں ہے قال فی الہندیۃ والغلام اذا بلغ مبلغ الرجال ولم یکن صبیحا فحکمہ حکم الرجال وان کان صبیحا فحکمہ حکم النساء وھو عورۃ من قرنہ الی قدمہ لایحل النظر الیہ عن شہوۃ۔" یعنی بچہ جب مردوں کے مقام کو پہنچ جائے اور خوبصورت بھی نہ ہو تو اس کا حکم مردوں کا ہے اور اگر صبیح اور خوبصورت ہو تو وہ عورتوں کے حکم میں ہے اور سر سے لیکر پاؤں تک اس کے کسی بھی حصہ جسم کو شہوت سے دیکھنا حرام ہے۔



Marfat.com

بلکہ لوازم عدم سے ہے جس نے حسن کی مجاورت کے باعث ظاہر میں حسن پیدا کر لیا ہے اور حقیقت میں قبیح و ناقص ہے۔ جس طرح زہر کو شکر کے غلاف میں رکھیں۔ اور نجاست کو زر سے منڈھیں۔ اور یہ جو منکوحہ خوبصورت عورتوں اور لونڈیوں سے تمتع حاصل کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ وہ اولاد کے حاصل کرنے اور نسل کے باقی رکھنے کے لیے ہے جو انتظام عالم کے باقی رکھنے کے لیے مطلوب ہے۔

پس بعض صوفیہ جو مظاہر جمیلہ اور عمدہ عمدہ نغموں میں اس خیال سے گرفتار ہیں کہ یہ حسن و جمال حضرت واجب الوجود تعالیٰ کے کمالات سے مستعار ہے جو ان مظاہر میں ظاہر ہوا ہے۔ اور اس گرفتاری اور تعلق کو نیک اور بہتر سمجھتے ہیں۔ بلکہ راہ وصول تصور کرتے ہیں۔ اس فقیر کے نزدیک ان کے برخلاف صادق و ثابت ہوا ہے۔ چنانچہ اس قسم کا تھوڑا سا مضمون اوپر مذکور ہو چکا ہے۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ ان میں سے بعض اپنے مطلب کے لیے اس قول کو بطور سند پیش کرتے ہیں، جو کہا گیا ہے کہ:

إِيَّاكُمْ وَالْمُرْدَ فَإِنَّ فِيهِمْ لَوْنًا كَلَوْنِ اللهِ۔ — تم بے ریشوں سے بچو کیونکہ ان میں رنگ ہے، اللہ تعالیٰ کے رنگ کی طرح۔

کلمہ "کَلَوْنِ اللهِ" ان کو شبہ میں ڈال دیتا ہے اور نہیں جانتے کہ یہ قول ان کی طلب کے منافی ہے اور اس فقیر کی معرفت کی تائید کرتا ہے۔ کیونکہ کلمہ تحذیر لایا گیا ہے۔ جس سے ان کی طرف توجہ کرنے سے ان کو منع کیا گیا ہے۔ اور اس غلط فہمی کا منشا بیان فرمایا ہے کہ ان کا حسن حق سبحانہٗ کے حسن و جمال کے مشابہ اور ماخوذ ہے نہ کہ بعینہ اُس کا حسن۔ تاکہ غلطی میں نہ پڑ جائیں۔

آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:

مَا الدُّنْيَا وَالْآخِرَةُ إِلَّا ضَرَّتَانِ إِنْ رَضِيَتْ إِحْدٰهُمَا سَخِطَتِ الْأُخْرٰى۔ — دنیا اور آخرت دو سوکنیں ہیں یعنی دو عورتیں جو ایک مرد کے نکاح میں ہوں اگر ایک راضی ہو تو دوسری ناراض

اس حدیث میں بھی اس امر کی تصریح ہے کہ دنیا و آخرت کا حسن و جمال ایک دوسرے کا نقیض اور ضد ہے اور متفرق ہے کہ دنیاوی حُسن ناپسند ہے اور حُسن اخروی پسند۔ پس شر دنیاوی حُسن کے لازم ہوگا۔ اور خیر حُسن آخرت کے لازم۔ پس ناچار اوّل کا منشا عدم ہوگا اور دوسرے کا منشا وجود۔ ہاں بعض چیزیں ایسی ہیں جو ایک وجہ سے دنیا کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں اور ایک وجہ سے آخرت کے ساتھ۔ پس یہ اشیا پہلی وجہ کے لحاظ سے قبیح ہیں۔ اور دوسری وجہ کے اعتبار سے حَسَن۔ اور ان ہر دو وجہ کے درمیان اور ہر ایک کے حسن و قبح کے درمیان تمیز کرنا علم شریعت پر موقوف ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:



Marfat.com

مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا
جو کچھ رسول تمہارے پاس لائے اس کو پکڑ لو۔ اور جس سے منع کرے اس سے ہٹ جاؤ۔

حدیث میں آیا ہے کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے حضرت حق سبحانہ نے اس پر نظر نہیں کی اور اس پر حق تعالیٰ کا غضب ہے۔

یہ سب کچھ اس کی قباحت اور شرارت اور فساد کے باعث ہے جو عدم کے مقتضیات سے ہے۔ جو ہر شر و فساد کا مادہ ہے۔ دنیاوی حسن و جمال اور اس کی حلاوت و طراوت رستہ میں پھینکے ہوئے کوڑے کرکٹ کی طرح ہیں۔ اور منظورِ نظر نہیں ہیں۔ وہ آخرت کا جمال ہی ہے، جو نظر کے لائق اور حق تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہے۔

اللہ تعالیٰ دنیا داروں کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

یُرِیْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْیَا وَاللّٰہُ یُرِیْدُ الْاٰخِرَۃَ
وہ دنیا کا مال و اسباب چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ آخرت چاہتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَغِّرِ الدُّنْیَا بِاَعْیُنِنَا وَکَبِّرِ الْاٰخِرَۃَ فِیْ قُلُوْبِنَا بِحُرْمَۃِ مَنِ افْتَخَرَ بِالْفَقْرِ وَتَجَنَّبَ عَنِ الْغِنَا عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہِ الصَّلَوٰتُ اَتَمُّھَا وَاَکْمَلُھَا۔
یا اللہ تو دنیا کو ہماری آنکھوں میں حقیر کر دے اور آخرت کو ہمارے دلوں میں بزرگ بنا اس رسول کی طفیل جس نے فقر کے ساتھ فخر کیا۔ اور دولت مندی سے الگ رہا اس پر اس کی آل پر اتم و اکمل صلوٰۃ و سلام ہو

اور چونکہ شیخ اجل شیخ محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی شرارت اور نقص اور فساد کی حقیقت پر نظر نہیں ڈالی۔ اور ممکنات کے حقائق کو حق جل و علا کی علمیہ صورتیں مقرر کی ہیں۔ کیونکہ ان کی صورتوں نے حضرت تعالیٰ و تقدس کے آئینہ میں کہ خارج میں اس کے سوا کچھ موجود نہیں جانتا۔ انعکاس پیدا کر کے خارجی نمود و ظہور حاصل کیا ہے۔ اور ان علمیہ صورتوں کو واجب تعالیٰ کی صفات اور شیون کی صورتوں کے غیر نہیں سمجھا ہے اس لیے وحدت وجود کا حکم کیا ہے۔ اور ممکنات کے وجود کو واجب تعالیٰ و تقدس کے وجود کا عین کہا ہے اور شر و نقص کو اضافی اور نسبتی کہہ کر شرارت مطلق اور نقص محض کی نفی کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی چیز کو فی نفسہ قبیح نہیں جانتا حتیٰ کہ کفر و ضلالت کو ایمان و ہدایت کی نسبت برا جانتا ہے نہ اپنی ذات کی نسبت سے کہ اس کو عین صلاح وغیرہ سمجھتا ہے۔ اور اباب کفر کی نسبت ان کے لیے استقامت کا حکم کرتا ہے۔ اور آیت کریمہ

وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ اِلَّا ھُوَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِھَا
کوئی زمین پر چلنے والا نہیں جس کو وہ اس کی پیشانی سے

---

لہ سورہ حشر پارہ ۲۸۔ ۵ سورہ ہود پارہ ۱۲



Marfat.com

إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ پکڑنے والا نہیں ہے۔ بیشک میرا رب صراط مستقیم پر ہے

کو ان معنے پر شاہد لاتا ہے۔ ہاں جو کوئی وحدت وجود کے سوا حکم نہ پائے۔ وہ اس قسم کی باتوں سے کیوں کنارہ کرے۔

اور جو کچھ اس فقیر پر ظاہر کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ممکنات کی ماہیتیں بمع اُن کے کمالات وجودیہ کے جو ان میں منعکس ہو کر ان سے مل گئی ہیں، عدمات ہیں جیسے کہ مفصل طور پر گزر چکا:

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ يُحِقُّ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ۔ اللہ تعالیٰ ہی حق ظاہر کرتا اور وہی راہ راست کی ہدایت دیتا ہے۔

اے فرزند! یہ علوم و معارف جن کی نسبت کسی اہل اللہ نے نہ ہی صراحت سے اور نہ ہی اشارہ سے گفتگو کی ہے۔ بڑے اعلیٰ معارف اور اکمل علوم ہیں۔ جو ہزار سال کے بعد ظہور میں آئے ہیں اور واجب تعالیٰ و ممکنات کی حقیقت کو جیسے کہ ممکن اور لائق ہے، بیان فرمایا۔ اور جو نہ ہی کتاب و سنت کی مخالفت رکھتے ہیں اور نہ ہی اہل حق کے اقوال کے مخالف ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دعا میں جو آپ نے گویا تعلیم کے لیے فرمائی ہے اَللّٰهُمَّ أَرِنَا حَقَائِقَ الْأَشْيَاءِ كَمَا هِيَ[1] یا اللہ تو اشیا کی حقیقتیں کما حقہ دکھا۔

حقائق سے مراد یہی حقائق ہیں جو ان علوم کے ضمن میں بیان ہوئے ہیں۔ اور جو کہ مقام عبودیت کے مناسب ہیں۔ اور جو کہ نفس و ذلت و انکسار پر جو بندگی کے حال کے مناسب ہے دلالت کرتی ہیں۔ بندہ عاجز جو اپنے آپ کو اپنے مولا کے قادر کا عین جانے، کمال بے ادبی ہے۔

اے فرزند! یہ وہ وقت ہے جب کہ پہلی امتوں میں سے ایسی ظلمت سے بھرے ہوئے وقت میں اُولوالعزم پیغمبر مبعوث ہوتا تھا۔ اور نئی شریعت کو زندہ کرتا تھا۔ اور اس امت میں جو خیر الامم ہے اور اس امت کا پیغمبر خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اس کے علماء کو انبیائے بنی اسرائیل کا مرتبہ[2] دیا ہے۔ اور علما کے وجود کے ساتھ انبیا کے وجود سے کفایت کی ہے۔ اسی واسطے ہر صدی کے بعد اس اُمت کے علما میں سے ایک مجدد[3] مقرر کرتے ہیں۔ تاکہ شریعت کو زندہ کرے۔ خاص کر ہزار سال کے بعد جو کہ اولوالعزم پیغمبر کے پیدا ہونے کا وقت ہے اور ہر پیغمبر پر اس وقت کفایت نہیں کی ہے۔ اسی

[1] اس روایت کو امام غزالی نے علق مضنون اور حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوت میں ذکر کیا ہے

[2] بخاری شریف میں ہے العلماء ورثة الانبیاء اور شرحات میں ہے ان علماء هذه الامة کانبیاء بنی اسرائیل۔

[3] ابو داؤد شریف بروایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ مشکوٰۃ ۳۶ ر



Marfat.com

طرح اُس وقت ایک تام المعرفت عالم و عارف درکار ہے جو گزشتہ امتوں کے اولوالعزم پیغمبر کے قائم مقام ہو۔ ۵

فیض رُوح القدس ار باز مدد فرماید
دیگراں نیز کنند آنچہ مسیحا می کرد !

رُوح القدس کا فیض اگر اب بھی مدد کرے تو دوسرے بھی وہ کام کر سکتے ہیں جو حضرت مسیح علیہ السلام کرتے تھے

اے فرزند! وجودِ صرف عدمِ صرف کے مقابل ہے۔ اور اوپر گزر چکا کہ وجودِ صرف واجب الوجود تعالےٰ وتقدس کی حقیقت اور ہر خیر و کمال کا عین ہے۔ اگرچہ یہ عینیت بھی خواہ اجمال کے طور پر ہی ہو اس مقام میں گنجائش نہیں رکھتی۔ کیونکہ ظلیت کی آمیزش رکھتی ہے۔ اور عدم جو صرف اس وجود کے مقابل ہے وہ عدم ہے جس کی طرف کسی نسبت اور اضافت نے راہ نہیں پایا۔ اور وہ ہر شر و نقص کا عین ہے۔ اگرچہ یہ عینیت بھی وہاں گنجائش نہیں رکھتی۔ کیونکہ اضافت کی بُو رکھتی ہے۔

اور معلوم ہے کہ کسی شے کا ظہور پُورے طور پر اس شے کے حقیقی مقابل میں ظاہر ہوتا ہے:

وَبِضِدِّهَا تَتَبَيَّنُ الْأَشْيَاءُ اشیاء اپنی ضد سے ظاہر ہوتی ہیں۔

پس بالضرور وجودِ صرف کا ظہور پُورے طور پر عدمِ صرف کے آئینہ میں حاصل ہوگا۔ اور مقرر ہے کہ نزول عروج کے اندازہ سے ہے۔ پس جس کا عروج اللہ تعالیٰ کی عنایت سے وجودِ صرف تک ثابت ہو۔ ناچار اس کا نزول عدمِ صرف میں ہوگا۔ جو اس کے مقابل ہے۔ لیکن عروج کے وقت وہاں عارف کا استہلاک ہے جس کو جہل لازم ہے۔ اور نزول کے وقت صحو سے متحقق ہے جو علم و معرفت کا مقام ہے۔ اس وقت اس کے صحو کو اس تجلی ذاتی سے جو ظلیت کی آمیزش سے منزہ اور شائبہ شیون و اعتبارات کے ملاحظہ سے مُبرا ہے مشرف کرتے ہیں۔ اور اس کو جتلا دیتے ہیں کہ اس سے پہلے جو تجلی حاصل ہوئی تھی۔ وہ اسماء وصفات و شیون و اعتبارات کے ظلال میں کسی ظل کے پردہ میں تھی۔ اگرچہ عارف اس کو اسماء و شیون کے ملاحظہ کے بغیر جانتا ہے۔ اور حضرت وجودِ صرف کی تجلی گنتا ہے۔ سُبحان اللہ! اس عدم نے جو ہر شر و نقص کا مادہ ہے۔ حضرت وجود تعالیٰ کے ظہورِ تام کے باعث حسن کے معنے پیدا کیے۔ اور وہ کچھ پایا جو کسی نے نہ پایا۔ اور جو فی نفسہٖ قبیح تھا۔ حسن عارضی کے سبب مستحسن ہوگیا۔ نفس امارۂ انسانی جو بالذات شرارت کی طرف مائل ہے۔ اس عدم کے ساتھ سب سے زیادہ کامل مناسبت رکھتا ہے۔ اسی واسطے تجلی خاص میں سب سے فائق ہوگیا۔ اور سب پر ترقی پا گیا ع

کہ مستحق کرامت گنہگار انند ۵

۵ کیونکہ گنہگار ہی عزت افزائی کے مستحق ہیں۔



Marfat.com

جاننا چاہیے کہ تمام المعرفت عارف جب عروج کے مقامات اور نزول کے مراتب کو مفصل طور پر طے کرنے کے بعد عالم صرف میں نزول فرمائے گا اور حضرت وجود کی آئینہ داری کرے گا۔ تو اس وقت تمام اسمائی وصفاتی کمالات اس میں ظہور پائیں گے۔ اور مفصل طور پر سب کو ایسے لطائف کے ساتھ ظاہر کرے گا کہ مقام اجمال جن کا متضمن ہے اور یہ دولت اس کے سوا کسی دوسرے کو میسّر نہیں ہے اور یہ آئینہ داری ایک قیمتی لباس ہے جو اس کے قد پر سِیا ہوا ہے۔ اس تفصیل نے اگرچہ حضرت علم کے خزینہ میں صورت حاصل کی ہے۔ لیکن وہ آئینہ داری مرتبۂ علم میں ہے۔ اور اس عارف کا آئینہ مرتبہ خارج میں ہے جس نے خارج میں تمام کمالات کو ظاہر کیا ہے۔

**سوال :** ۔ مرآتیتِ عدم کے کیا معنے ہیں۔ اور عدم کو جو لاشے محض ہے کس اعتبار سے وجود کا آئینہ کہا ہے ؟

**جواب :** ۔ عدم باعتبار خارج کے لاشے محض ہے۔ لیکن اس نے علم میں امتیاز پیدا کی ہے بلکہ وجود ذہنی کے ثابت کرنے والوں کے نزدیک اس نے وجود علمی بھی حاصل کیا ہے۔ اور اس کو وجود کا آئینہ اس اعتبار سے کہا ہے کہ مرتبۂ عدم میں ہر نقص و شرارت جو وجود سے جو اس کی نقیض ہے ثابت ہو۔ ضرور مسلوب ہوگا۔ اور ہر کمال جو مرتبہ عدم میں مسلوب ہو۔ وہ حضرت وجود میں مُثبت ہوگا۔ پس ناچار عدم کمالات وجودی کے ظہور کا سبب ہُوا۔ اور آئینہ ہونے کے یہی معنے ہیں اس کے سوا اور معنے کچھ نہیں :

فَافْهَمْ فَاِنَّهٗ دَقِيْقٌ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ الْمُلْهِمُ۔ — پس سمجھ لے کیونکہ باریک مطلب ہے اور اللہ تعالیٰ الہام کرنے والا ہے۔

اے فرزند ! یہ جو معارف لکھے گئے ہیں امید ہے کہ رحمانی الہامات سے ہوں گے جن میں ہرگز شیطانی وسوسوں کی آمیزش نہیں ہے۔ اور اس مطلب پر دلیل یہ ہے کہ جب فقیر ان علوم کے لکھنے کے درپے ہُوا اور اللہ تعالیٰ کی پاک بارگاہ میں التجا کی تو دیکھا کہ گویا ملائکہ کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام اس مقام کے گرد و نواح سے شیطان کو دفع کرتے ہیں۔ اور اس مکان کے گرد نہیں آنے دیتے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْحَالِ اور چونکہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمتوں کا ظاہر کرنا بڑی اعلیٰ درجہ کی شکر گزاری ہے۔ اس لیے اس نعمت عظمیٰ کے ظاہر کرنے کی دلیری کی۔ اُمید ہے کہ یہ بات عُجب اور خود بینی کے گمان سے پاک ہوگی۔ اور خود بینی کی گنجائش کیسے ہو سکے جب کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اپنا ذاتی نقص و شرارت ہر وقت اپنی آنکھوں کے سامنے ہے۔ اور کمالات سب اللہ تعالیٰ ہی کی طرف منسوب ہیں :

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا — اوّل آخر میں اللہ رب العالمین کی حمد ہے اور



Marfat.com

وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ دَائِمًا وَّ سَرْمَدًا وَّعَلٰی اٰلِہِ الْکِرَامِ وَاَصْحَابِہِ الْعِظَامِ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّھَا وَاَکْمَلُھَا۔

اس کے رسول اور اُس کی آل بزرگوار اور اصحاب عظام پر ہمیشہ صلوٰۃ و سلام ہو۔ اور سلام ہو اُن سب پر جو ہدایت کے رستہ پر چلے۔ اور حضرت مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

# مکتوب نمبر ۲۳۵

اس بیان میں کہ اس طائفہ کی محبت دنیا و آخرت کی سعادت کا سرمایہ ہے اور احکام شرعیہ کے بجا لانے اور باطنی جمعیت کے حاصل کرنے کی توفیق اس محبت کا ثمرہ ہے۔ اور اس کے مناسب بیان میں ملا عبدالغفور سمرقندی اور حاجی بیگ ذکتی اور خواجہ محمد اشرف کابلی کی طرف صادر فرمایا ہے :۔

حمد و صلوٰت اور دعوات کے بعد دوستانِ حقیقی اور مشتاقانِ تحقیقی کو معلوم شریف ہو، کہ آپ کے مکتوبات شریفہ جو فرط محبت اور کمال اشتیاق سے بھرے ہوئے تھے، ان کے پہنچنے سے بہت خوشی حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اسی محبت پر ثابت قدم رکھے۔ اس محبت کو دنیا اور آخرت کی سعادت کا سرمایہ جان کر حق سبحانہ وتعالیٰ سے اس پر ثابت اور قائم رہنے کی دعا مانگتے رہا کریں۔ اور احکام شرعیہ کے بجالانے کی توفیق اسی محبت کا نتیجہ ہے۔ اور باطنی جمعیت کا حاصل ہونا اسی دوستی کا ثمرہ ہے۔ اگر تمام جہان جتنی ظلمتیں اور کدورتیں باطن میں گرا دیں لیکن اس محبت کو قائم رکھیں تو کچھ غم نہ کرنا چاہیئے۔ بلکہ اُمیدوار رہنا چاہیے۔ اور اگر تمام پہاڑوں کے برابر انوار و احوال کو باطن میں زیادہ کر دیں لیکن اس محبت سے بال کے برابر بھی دور کر دیں۔ تو سوائے خرابی کے کچھ نہ جاننا چاہیئے۔ اور اس کو استدراج شمار کرنا چاہیے۔ اس سر رشتہ کو مضبوط پکڑ کر اپنے کام میں متوجہ رہیں اور قیمتی عمر کو بے فائدہ کاموں میں ضائع نہ کریں ؎

ہمہ اندرز من بتو این است
کہ تو طفلی و خانہ رنگین است

میری ساری نصیحت یہی ہے کہ تو بچہ ہے اور مکان رنگین اور خوشنما ہے

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ مِنَ الصَّلَوٰاتِ اَفْضَلُھَا وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُھَا۔

اور سلام ہو آپ پر اور اُن سب پر جو ہدایت کے راہ پر چلے اور حضرت مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔



Marfat.com

# مکتوب نمبر ۲۳۶

بعض اسرار کے بیان میں مخدوم زادہ میاں شیخ محمد صادق سلمہٗ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا :-

حمد و صلوٰۃ کے بعد میرے فرزند ارشد کو معلوم ہو کہ تمہارے خط سے جو تم نے احوال کی شرح میں لکھا ہوا تھا۔ ایسا مفہوم ہوا تھا کہ تم کو ولایت خاصہ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مناسبت پیدا ہوگئی ہے۔ اس بات سے خداوند جل سلطانہ کا شکر بجالایا کہ بہت مدت سے یہ آرزو تھی کہ یہ دولت تمہیں حاصل ہو جائے۔ اب اُمیدوار ہو کر اس طرف متوجہ ہوتا ہے کہ تم کو اس دولت کی طرف جذب کرے۔ اتفاقاً اس جستجو میں تم کو ولایتِ موسوی علےٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام میں داخل پایا۔ اور وہاں سے کھینچ کر دائرہ ولایت خاصہ میں داخل کیا۔ لِلّٰہِ سُبْحَانَہُ الْحَمْدُ وَالْمِنَّۃُ عَلٰی ذَالِکَ۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے۔ اور جب تم کو قسر و جبر سے اس ولایت میں لائے ہیں۔ اس لیے بیس روز سے زیادہ ہوئے ہیں کہ تم کو اپنی بغل میں نگاہ رکھ کر پرورش کرتا ہے۔ معلوم نہیں کہ اس نسبت کے ضعف سے تمہیں معلوم ہوا ہوگا۔ اور اب چونکہ یہ نسبت قوی ہوگئی ہے امید ہے کہ تم کو بھی معلوم ہو جائے گا۔ اور حضرت حق سبحانہٗ کے انعامات کی نسبت جو پے در پے اس عاصی کے حق میں پہنچ رہے ہیں۔ کیا لکھے ؎

من آں خاکم کہ ابرِ نوبہاری کند از لطف بر من قطرہ باری
اگر بر روید از تن صد زبانم چو سبزہ شکر لطفش کے توانم

میں وہ خاک ہوں کہ نو بہار کا بادل لطف و مہربانی سے مجھ پر برس رہا ہے۔
اگر میرے تن پر سو زبانیں بھی اُگ آئیں تو پھر بھی میں سبزے کی طرح اس کی مہربانی کا شکر کیسے ادا کر سکتا ہوں۔

دوسرے یہ کہ ہے کہ فرزند عزیز محمد سعید نے جو اپنے مکتوب میں اپنے احوال کو ظاہر کیا تھا، بہت ٹھیک ہیں۔ اور اس خصوصیت کے ساتھ یاروں میں سے کم کسی کو حاصل ہوئے ہیں۔ اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بھی ولایت خاصہ سے مشرف فرمائے گا۔ اور فرزندی محمد معصوم بالذات اس دولت کے قابل ہے۔ حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے قوت سے فعل میں لائے۔

---



Marfat.com

# مکتوب نمبر ۲۳۷

سنت سنیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی تابعداری پر ترغیب دینے اور طریقہ علیہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی مدح میں محمد طالب بیانی کی طرف صادر فرمایا :-

| | |
|---|---|
| ثَبَّتَنَا اللّٰہُ وَاِیَّاکُمْ عَلٰی جَادَّۃِ الشَّرِیْعَۃِ الْحَقَّۃِ الْمُصْطَفَوِیَّۃِ عَلٰی صَاحِبِھَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّۃُ وَاٰلِہِ الْکِرَامِ وَاَصْحَابِہِ الْعِظَامِ۔ | اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی شریعت حقہ کے سیدھے راستہ پر ثابت قدم رکھے۔ |

میرے سعادت مند بھائی! طریقہ علیہ نقشبندیہ قدس سرہم کے بزرگواروں نے سنت سنیہ کو لازم پکڑا ہے اور عزیمت پر عمل اختیار کیا ہے۔ اگر اس التزام اور اختیار کے ساتھ ان کو احوال و مواجید سے مشرف کر دیں تو ان کو نعمت عظیم جانتے ہیں۔ اور اگر احوال و مواجید تو ان کو بخشیں۔ مگر اس التزام اور اختیار میں فتور معلوم کریں تو ان احوال کو پسند نہیں کرتے۔ اور ان مواجید کو نہیں چاہتے۔ اور اس فتور میں اپنی سراسر خرابی جانتے ہیں۔ کیونکہ برہمنوں اور ہندو جوگیوں اور یونانی فلاسفہ کو علم توحید کی بہت قسم کی تجلیات صوری اور مکاشفات مثالی ہوتی ہیں۔ لیکن سوائے خرابی اور رسوائی کے ان سے کچھ نتیجہ حاصل نہ ہوا۔ اور سوائے بُعد و حرمان کے ان کے ہاتھ کچھ نہ آیا۔

اے بھائی! جب آپ نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان بزرگواروں کی ارادات کے سلک میں داخل کیا ہے تو چاہیئے کہ ان کی متابعت کو لازم پکڑیں اور سرمو ان کی مخالفت نہ کریں۔ تاکہ ان کے کمالات سے فائدہ مند اور برخوردار ہوں۔ اوّل اپنے عقاید کو اہل سنت و جماعت کثرہم اللہ تعالیٰ کے عقاید کے موافق درست کریں۔

دوسرے فرض و سنت و واجب و مندوب و حلال و حرام و مکروہ و مشتبہ کا علم جو فقہ میں مذکور ہے حاصل کریں اور اس علم کے موافق عمل درست کریں۔

تیسرے درجے پر علوم صوفیہ کی نوبت پہنچتی ہے جب تک وہ دو پَر درست نہ کر لیں عالم قدس میں اڑنا محال ہے۔ اور اگر ان دو کاموں کے حاصل ہونے کے بغیر احوال و مواجید میسر ہوں تو ان میں اپنی سراسر خرابی جاننی چاہیئے۔ اور ایسے احوال و مواجید سے پناہ مانگنی چاہیئے۔ ع

کار این است غیر این ہمہ ہیچ![۱]

۱؎ اصل کام یہی ہے باقی سب ہیچ ہے۔



Marfat.com

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغ — رسول کا کام حکم پہنچا دینا ہے۔

برادرم میاں شیخ داؤد وہاں آئے ہوئے ہیں۔ ان کی صحبت کو غنیمت جانیں اور جو نصیحت اور دلالت کریں بجالائیں ۔ کیونکہ وہ ان بزرگواروں کے مُریدوں کی صحبت میں بہت مدت رہے ہیں۔ اور انہیں ان کا راہ وروش معلوم ہو چکا ہے۔ اُس جگہ کے اُن یاروں کو جو میر نعمان کے ذریعے اس طریقہ علیہ میں داخل ہوئے ہیں۔ چاہیے کہ مشارٌ الیہ (شیخ داؤد) کی صحبت کو غنیمت جانیں۔ اور حلقہ میں ایک ہی جگہ بیٹھیں۔ اور ایک دوسرے میں فانی ہوں تاکہ جمعیت حاصل ہو۔ اور معاملہ ترقی پائے۔ اور مکتوب کا مطالعہ کیا کریں کہ بہت فائدہ مند ہے ع

دادیم ترا ز گنج مقصود نشان

ہم نے تجھے گنج مقصود کا نشان بتا دیا ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوٰتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اَتَمُّهَا وَاَكْمَلُهَا۔ — اور سلام ہر اُس شخص پر جو ہدایت کی راہ پر چلا اور حضرت مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

# مکتوب نمبر ۲۳۸

میر نعمان کی طرف صادر فرمایا :-

اس بیان میں کہ بھائیوں یعنی دوستوں کے زیادہ ہونے میں بہت سی امیدیں ہیں۔ اور اس امر کی تنبیہ میں کہ ایسا نہ ہو کہ مریدوں کے احوال و معارف پیروں کے توقف اور عُجب کا موجب بن جائیں اور اس بیان میں کہ مُریدوں کے احوال حیا کا موجب بننے چاہیں۔ تاکہ ترقیات پر راغب کریں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ اَجْمَعِيْنَ۔ — اللہ رب العالمین کی حمد ہے۔ اور سید المرسلین اور ان کی آلِ پاک و طاہر پر صلوٰۃ و سلام ہو۔

آپ کا مکتوب شریف جو خواجہ رحمی کی خدمتگار کے ہمراہ ارسال کیا تھا ، پہنچ کر نہایت ہی خوشی کا باعث ہُوا اور چونکہ آپ کے مریدوں کے احوال مفصل طور پر درج تھے۔ اس لیے خوشی پر خوشی حاصل ہوئی۔ کیونکہ بھائیوں کے زیادہ ہونے میں :



Marfat.com

اَکْثِرُوْا اِخْوَانَکُمْ فِی الدِّیْنِ۔ اپنے دینی بھائیوں کو زیادہ بناؤ۔

کے بموجب بہت بہت امیدیں ہیں۔ اور آیت کریمہ:

سَنَشُدُّ عَضُدَکَ بِاَخِیْکَ۔[1] تیرے بازو کو تیرے بھائی سے قوی کریں گے

بھی اسی مضمون کی مؤید ہے۔ لیکن چاہیئے کہ اپنے احوال و اعمال منظور نظر ہوں اور اپنی حرکت و سکون ملحوظ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ مُریدوں کی ترقیاں پیروں کے توقف کا باعث بن جائیں۔ اور مسترشدوں اور مریدوں کی گرمجوشی مُرشدوں کے گھر میں سردی ڈال دے۔ اس بات سے بہت ڈرتے رہنا چاہیئے۔ اور مریدوں کے احوال و مقامات کو شیر و ببر کی طرح جاننا چاہیئے۔ اور اُن پر فخر و مباحات نہ کرنا چاہیئے۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ اس وجہ سے عجب و غرور کا دروازہ کھل جائے۔ بلکہ چاہیئے کہ:

اَلْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ۔[2] حیا ایمان کی جزو ہے۔

کے موافق مریدوں کی ترقیاں شرمندگی و خجالت کا باعث ہوں۔ اور طالبوں کی گرمی عبرت و غیرت کا موجب بنے۔ اور چاہیئے کہ اپنے اعمال کو قاصر اور اپنی نیت کو کوتاہ سمجھیں۔ اور حال و قال کی زبان کلمہ سے تر رہے۔ اگرچہ آپ کے پسندیدہ اطوار سے امید ہے کہ آپ اس طرح معاملہ کریں گے۔ لیکن دینی دشمنوں یعنی نفس امارہ اور شیطان لعین کا خیال کرتے ہوئے تاکید کے طور پر مبالغہ کیا گیا ہے۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ طالبوں کی توجہ کی سرگرمی میں سردی پڑ جائے۔ کیونکہ مقصود ان دونوں حالتوں کا جمع کرنا ہے۔ صرف ایک ہی کے فکر میں لگا رہنا قصور میں داخل ہے۔

خواجہ رحمی و سید احمد کو آپ کی خدمت میں حاضر رہنا چاہیئے۔ اور آپ ان کے حال پر پورے طور سے توجہ فرماتے ہیں۔ میر عبداللطیف نے بھی اگر توجہ کی توفیق پائی ہو۔ تو اس کی بھی مدد کریں۔ تاکہ استقامت حاصل کرلے۔

آپ نے لکھا تھا کہ بعض طالب طریقہ قادریہ کی التماس کرتے ہیں۔ چاہیئے کہ طریقہ نقشبندیہ کے سوا اور کوئی طریقہ کسی کو نہ سکھائیں۔ تاکہ دو طریقے باہم مل نہ جائیں۔ ہاں اگر کلاہ و شجرہ طلب کریں۔ اور استخارہ کی اجازت دیں تو مرید بنالیں۔

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی سَائِرِ اَصْحَابِکُمْ وَاَحْبَابِکُمْ وَعَلٰی سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ

آپ پر اور آپ کے تمام دوستوں پر سلام ہو۔ اور نیز ان تمام پر جو ہدایت کے راستہ پر چلے۔ اور حضرت مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

[1] پارہ امن خلق، سورہ قصص ۱۲ [2] بخاری و مسلم مشکوٰۃ شریف



Marfat.com

تَتِمَّهَا وَاَكْمَلُهَا۔ کی متابعت کو لازم پکڑا۔

# مکتوب نمبر ۲۳۹

ملا احمد برکی کی طرف اُس کے اس خط کے جواب میں جو اُس نے لکھا تھا اور اس میں چند سوال استفسار کیے تھے، لکھا :۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهِ الطَّاهِرِيْنَ اَجْمَعِيْنَ۔ اللہ رب العالمین کے لیے حمد ہے۔ اور سید المرسلین اور ان کی آل و اصحاب پاک پر صلوٰۃ و سلام ہو۔

آپ کا مکتوب گرامی جو از روئے شفقت و مہربانی ارسال کیا تھا۔ اس کے مضمون کا مطالعہ کرکے بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ آپ نے لکھا تھا کہ احوال کا عرض کرنا احوال کے اندازہ پر ہے الخ۔

میرے مخدوم! احوال کے حاصل ہونے سے مقصود یہ ہے کہ محوّل احوال یعنی احوال کے پھیرنے والے (اللہ) کے ساتھ گرفتاری اور تعلق حاصل ہو جائے۔ جب یہ گرفتاری حاصل ہو تو پھر اگر احوال حاصل ہوں یا نہ ہوں کچھ پروا نہیں۔

آپ نے لکھا تھا کہ حضور میں مذکور ہوا تھا کہ آپ کے حق میں ہم نے بہت تخم ریزی کی الخ

میرے مخدوم! واقعی اسی طرح ہے۔ لیکن ثمرات کا ظہور زندگی اور مرنے کے بعد بے شمار زمانوں کے گزرنے پر موقوف ہے۔ اَبْشِرْ وَلَا تَعْجَلْ بِهٖ ۔ (خوش ہو اور جلدی نہ کر)۔

مولانا محمد صالح کے مقولہ کی نسبت آپ نے لکھا تھا۔ چونکہ مولانا مذکور رحانہ نہ تھے تاکہ ان کی مراد سمجھی جاتی اس لیے اس مقولہ سے متعرض نہ ہوا۔ لیکن خیر ہے کسی طرح کا فکر دل میں نہ لائیں، اور بے ادبی کی نسبت جو آپ نے لکھا تھا، سہو و دستوں کی خطائیں معاف ہیں دل میں کچھ فکر اندیشہ نہ کریں۔

آپ نے اپنے احوال کی نسبت تفتیش کی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ آپ مقبولوں میں سے ہیں۔

قُبِلَ مَنْ قُبِلَ بِلَا عِلَّةٍ۔ جو قبول کیا گیا وہ بلا علت قبول کیا گیا۔

آپ نے لکھا تھا کہ دو شیخ زادے آئے تھے تاکہ ذکر کی تلقین حاصل کریں الخ

میرے مخدوم! استخارہ ہر کام میں مسنون و مبارک ہے۔ لیکن ضروری نہیں ہے ممکن ہے کہ استخارہ



Marfat.com

کے بعد خواب یا واقعہ یا بیداری میں ایسا امر ظاہر ہو۔ جو اس کام کے کرنے یا نہ کرنے پر دلالت کرے۔ بلکہ استخارہ کے بعد دل کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ اگر اس کام کی طرف پہلے سے زیادہ توجہ ہے تو اس کام کے کرنے پر دلالت رکھتا ہے۔ اور اگر توجہ اسی قدر ہے جس قدر کہ پہلے تھی اور کچھ کم نہیں ہوئی۔ تب بھی منع نہیں ہے اس صورت میں استخارہ کو دوبارہ سہ بارہ کرے تاکہ توجہ کی زیادتی مفہوم ہو جائے۔ استخارہ کے تکرار کی نہایت سات مرتبہ تک ہے۔ اور اگر استخارہ کے ادا کرنے کے بعد پہلی توجہ میں نقصان مفہوم ہو۔ تو منع پر دلالت ہے اس صورت میں بھی اگر استخارہ کرے گنجائش ہے۔ بلکہ ہر تقدیر پر استخارہ کو مکرر کرنا بہت بہتر اور مناسب ہے۔ اور اس امر کے کرنے یا نہ کرنے میں احتیاط ہے۔

رسالہ مبدء و معاد کی اس عبارت کے معنے جو اس جسد کے بیان میں لکھی گئی ہے۔ جو روح سے مکتسب ہے آپ نے پوچھی تھی۔

میرے مخدوم! روح کا ایسے افعال کا اختیار کرنا اور کر گزرنا جو اجسام کے افعال کے مناسب ہیں جیسے کہ دشمنوں کا ہلاک کرنا اور دوستوں کی مدد کرنا[1] وغیرہ وغیرہ اسی قسم سے ہے۔

ظالموں کے فتنہ سے آپ نے امن طلب کیا تھا حق تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کے اہل بیت کو بلکہ آپ کی جگہ کو ان ظالموں کی شرارت سے محفوظ رکھا ہے۔ خاطر جمع ہو کر حق تعالیٰ کی پاک جناب کی طرف متوجہ رہیں اور امید ہے کہ اس حفظ کو کسی خاص وقت تک معین نہیں کریں گے:

إِنَّ[2] رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ۔ — تیرا رب بڑی بخشش والا ہے۔

لیکن اس جگہ کے رہنے والوں کو نصیحت کریں کہ مسلمانوں کی بہتری اور خیر خواہی کی وضع کو نہ بدلیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِهِمْ۔[3] — اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ اپنی حالت کو خود نہ بدلائیں۔

# مکتوب نمبر ۲۴

شیخ یوسف برکی کی طرف صادر فرمایا:

[1] معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کی روحیں مدد کرتی ہیں ۱۲
[2] سورۃ والنجم، پارہ قال فما خطبکم۔
[3] سورہ رعد، پارہ ۱۳۔



Marfat.com

اس راستہ کی بے نہایتی اور کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے بعض فائدوں کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی — اللہ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو

وہ رسالہ جو آپ کے خیریت کے انجام والے احوال پر شامل تھا، پہنچا اور اس کا مطالعہ خوشی کا باعث ہوا

ع
درعشق چنیں بو العجبیہا باشد

عشق میں اس طرح کے بہت سے تعجب انگیز کام ہوتے ہیں

لیکن چاہیے کہ احوال سے گزر کر محول احوال یعنی احوال کے پلٹانے والے (اللہ) تک پہنچنا چاہیے کہ وہاں سراسر جہالت و نادانی ہے۔ بعد ازاں اگر معرفت سے مشرف فرمائیں تو زہے دولت و سعادت۔ غرض جو کچھ دید و دانش میں آئے نفی کے قابل ہے۔ خواہ کثرت میں وحدت کا مشاہدہ ہی ہو۔ کیونکہ اس وحدت کی کثرت میں گنجائش نہیں ہے۔ جو کچھ دکھائی دیتا ہے اس وحدت کا شبح و مثال ہے نہ بذات خود وحدت پس اس وقت آپ کے حال کے مناسب کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ذکر اور تکرار ہے۔ اس حد تک دید و دانش میں کچھ نہ چھوڑے اور حیرت و جہالت میں ڈال دے۔ اور معاملہ کو فنا تک پہنچا دے۔ جب تک جہل و حیرت میں نہ پہنچیں۔ فنا نصیب نہیں ہوتی۔ جس کو آپ نے فنا تصور کیا ہے۔ اس فنا کو عدم سے تعبیر کرتے ہیں۔ نہ فنا سے۔ اور جب جہل تک پہنچنے کے بعد فنا حاصل ہوگی۔ تب پہلا قدم اس راہ میں رکھا جائے گا۔ وصل کہاں اور اتصال کس کے لیے ؎

کَیْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰی سُعَادَ وَدُوْنَہَا
قُلَلُ الْجِبَالِ وَدُوْنَہُنَّ حُیُوْفُ

سعاد معشوق تک پہنچنا کس طرح ممکن ہے جب کہ اس کے اور میرے درمیان پہاڑوں کی بلند چوٹیاں اور نشیب فراز واقع ہیں۔

آپ کے احوال درست ہیں لیکن ان سے گزرنا لازم ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ وَالتَّسْلِیْمَاتِ — اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کے راہ پر چلا اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

دوسری نصیحت یہ ہے کہ آپ شریعت پر استقامت اختیار کریں اور اپنے احوال کو علوم و اصول شرعیہ کے مطابق درست کریں۔ اگر عیاذاً باللہ کسی قول و فعل میں شریعت کا خلاف پیدا ہو تو اس میں اپنی خرابی سمجھنی چاہیے۔ استقامت والوں کا یہی طریق ہے۔ والسلام



Marfat.com

# مکتوب نمبر ۲۴۱

بعض یاروں کی ترقی کے بیان میں مولانا محمد صالح کی طرف لکھا:

میرے سعادت مند بھائی کو حمد و صلوٰۃ کے بعد معلوم ہو کہ ان حدود کے احوال حمد کے لائق ہیں اور اس جگہ کے سب یار خوش و خرم ہیں۔ بالخصوص مولانا محمد صدیق ان دنوں اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ولایت خاصہ کے ساتھ مشرف ہوئے۔ اور اسم جزئی سے اسم کلی کے ساتھ ملحق ہوئے باوجود اس کے نظر فوق کی جانب رکھتے ہیں۔ وہاں سے نصیب وافر حاصل کر کے شاید رجوع کی طرف میلان کریں:

وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے۔ (پ۔ سورہ بقرہ)

کبھی کبھی اپنے اور ان دوستوں کے احوال جو طریقہ میں داخل ہوئے ہیں اور ہوتے ہیں۔ لکھتے رہا کریں۔ اور چند روز اسی جگہ استقامت اختیار کریں۔ والسلام

# مکتوب نمبر ۲۴۲

بعض سوالوں کے جواب میں ملا بدیع الدین کی طرف صادر فرمایا:۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد میرے عزیز بھائی کو معلوم ہو کہ درویش کمال نے آپ کا مکتوب شریف پہنچایا۔ بڑی خوشی کا موجب ہوا۔ آپ نے جو اپنے اعمال کو قاصر اور نیتوں کو کوتاہ سمجھنے کے بارہ میں لکھا ہوا تھا۔ واضح ہوا۔ حق تعالیٰ سے التجا ہے کہ اس دید کو زیادہ کرے۔ اور اس الہام کو کمال تک پہنچائے۔ کیونکہ اس راہ میں یہ دونوں دولتیں اصل مقصود میں سے ہیں۔

آپ نے لکھا اور دریافت کیا تھا کہ اسم ذات کا شغل کہاں تک ہے۔ اور اس مبارک شغل کی مداومت سے کس قدر پردے دور ہوتے ہیں۔ اور نفی و اثبات کی نہایت کہاں تک ہے۔ اور اس کلمہ متبرکہ سے کیا وسعت حاصل ہوتی ہے اور کس قدر حجاب دور ہوتے ہیں۔

جاننا چاہیے کہ ذکر سے مراد غفلت کا دور کرنا ہے۔ اور چونکہ ظاہر کو غفلت سے چارہ نہیں ہے۔ خواہ ابتدا میں ہو خواہ انتہا میں۔ اس لیے ظاہر ہر وقت ذکر کا محتاج ہے۔

ؔ پارہ الم، سورہ بقرہ۔



Marfat.com

حاصل کلام یہ ہے کہ بعض اوقات ذکر اسم ذات نفع دیتا ہے اور بعض اوقات ذکر نفی و اثبات مناسب ہوتا ہے ۔ باقی رہا معاملہ باطن کا ۔ وہاں بھی جب تک بالکل غفلت دُور نہ ہو جائے ۔ تب تک ذکر کرنے سے چارہ نہیں ہاں اس قدر ہے کہ ابتدا میں یہ دونوں ذکر متعین ہیں اور توسط و انتہا میں یہ دونوں ذکر متعین نہیں ہیں ۔ اگر قرآن مجید کی تلاوت اور نماز کے ادا کرنے سے غفلت دُور ہو جائے تو ہو سکتا ہے ۔ لیکن قرآن مجید کی تلاوت متوسط کے حال کے مناسب ہے ۔ اور نماز نوافل کا ادا کرنا منتہی کے حال کے مناسب ہے ۔

جاننا چاہیے کہ حضرت ذات کا وہ حضور جو اسماء و صفات کے ملاحظہ سے ہو ۔ اگرچہ دائمی ہو ۔ احدیت مجردہ کی طرف توجہ کرنے والوں کے نزدیک غفلت میں داخل ہے ۔ اس غفلت کو بھی دُور کرنا چاہیے اور وراء الوراء کی طرف جانا چاہیے ؎

فراق دوست اگر اندک است اندک نیست
درون دیدہ اگر نیم موست بسیار است

دوست کا فراق اگر تھوڑا سا بھی ہو تو تھوڑا نہیں ہے ۔ آنکھ میں اگر آدھا بال بھی پڑ جائے تو بہت ہے

آپ نے ان واقعات کی نسبت جو ظاہر ہوتے ہیں لکھا تھا ۔ اس سے پہلے بھی جواب میں یہی لکھا تھا کہ یہ مبشرات ہیں ابھی ان کے ظہور کا وقت نہیں آیا ۔ منتظر رہیں اور کام کرتے جائیں ؎

كَيْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰى سُعَادَ وَ دُوْنَهَا
قُلَلُ الْجِبَالِ وَ دُوْنَهُنَّ خُيُوْفُ

سعاد معشوق تک پہنچنا کس طرح ممکن ہے جب کہ اس کے اور میرے درمیان پہاڑوں کی بلند چوٹیاں اور نشیب و فراز واقع ہیں ۔ والسلام

# مکتوب نمبر ۲۴۳

طریقہ علیہ نقشبندیہ رضی کی ترغیب میں مُلا ایوب محتسب کی طرف صادر فرمایا :

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد میرے معزز بھائی کو معلوم ہو کہ کئی دفعہ آپ نے اپنے متعدد خطوط میں نصیحتیں طلب فرمائی تھیں ۔ لیکن جب بار بار یہی طلب آپ کی طرف سے ظہور میں آئی ۔ اس بنا پر چند ٹوٹے پھوٹے فقرے لکھے جاتے ہیں ، ان کو غور سے سنیں ۔ اور جان لیں کہ جو کچھ طالب کے لیے ضروری ہے اور اس کے ساتھ مکلف ہے وہ اوامر کا بجالانا اور نواہی سے ہٹ جانا ہے ۔ آیت کریمہ :



Marfat.com

مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ[1] جو کچھ رسُول تمہارے پاس لایا اس کو پکڑ لو۔ اور جس سے

عَنْہُ فَانْتَھُوْا اس نے تمہیں منع کیا ہے اس سے ہٹ جاؤ۔

اس مطلب پر شاہد ہے۔ اور جب طالب کو اخلاص کا حکم ہے:

اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ۔[2] خبردار دین خالص اللہ ہی کے لیے ہے۔

اور وہ بغیر فنا کے حاصل نہیں ہوتا۔ اور محبت ذاتیہ کے سوا متصور نہیں اس لیے طریق صوفیہ کا سلوک بھی جس سے فنا اور محبت ذاتیہ حاصل ہوتی ہے۔ ضروری ہے۔ تاکہ اخلاص کی حقیقت ہاتھ آئے۔ اور چونکہ صوفیہ کے طریقے کمال و تکمیل کے مرتبوں میں اصالۃً متفاوت ہیں۔ اس لیے ایسے طریق کا اختیار کرنا جس میں سنت سنیہ کی متابعت زیادہ لازم اور احکام شرعیہ کے بجالانے کے زیادہ موافق ہو۔ بہت ہی بہتر اور مناسب ہے۔ اور وہ طریقہ مشائخ نقشبندیہ قدس سرہم کا طریق ہے۔ کیونکہ ان بزرگواروں نے اس طریق میں سنت کو لازم پکڑا ہے اور بدعت سے اجتناب فرمایا ہے۔ جہاں تک ہو سکے رخصت پر عمل کرنا پسند نہیں کرتے۔ اگرچہ بظاہر اس کا نفع باطن میں معلوم کریں۔ اور عزیمت پر عمل کرنا نہیں چھوڑتے اگرچہ بظاہر اس کو باطن میں مضر جانیں۔ انہوں نے احوال و مواجید کو احکام شرعیہ کے تابع کیا ہے۔ اور ذوق و معارف کو علوم دینیہ کا خادم جانتے ہیں۔ احکام شرعیہ کے قیمتی موتیوں کو بچوں کی طرح وجد و حال کے جوز و مویز کے بدلے ہاتھ سے نہیں دیتے۔ اور صوفیہ کی بے فائدہ باتوں پر مغرور و مفتون نہیں ہوتے نص کو چھوڑ کر فص[3] کی طرف خواہش نہیں کرتے۔ اور فتوحات مدنیہ کو چھوڑ کر فتوحات مکیہ کی طرف التفات نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا حال دائمی اور ان کا وقت استمراری ہے۔ ماسوائے اللہ کے نقش ان کے باطن سے اس طرح محو ہو جاتے ہیں کہ اگر ماسوائے کے حاضر کرنے میں ہزار سال تک توقف کریں تو بھی میسر نہ ہو۔ اور وہ تجلّی ذاتی جو دوسروں کے لیے برق کی طرح ہے۔ ان بزرگواروں کے لیے دائمی ہے۔ اور وہ حضور جس کے پیچھے غیبت ہو۔ ان عزیزوں کے نزدیک اعتبار سے ساقط ہے:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ[4] وہ ایسے مرد ہیں کہ تجارت اور خرید و فروخت اُن کو ذکر سے غافل نہیں کرتی۔

ان کے حال کا بیان ہے۔

اس کے علاوہ ان کا طریق سب طریقوں سے اقرب اور ضرور موصل ہے۔ اور دوسروں کی نہایت ان کی

---

[1] سورۃ حشر، پارہ قد سمع اللہ۔ [2] سورۃ زمر، پارہ ۲۳۔

[3] فص سے کتاب فصوص الحکم کی طرف اشارہ ہے جو شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی معرکۃ الآراء تصنیف ہے ۱۲

[4] سورۃ نور، پارہ ۱۸۔



Marfat.com

ہدایت میں درج ہے۔ اور ان کی نسبت جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ تمام مشائخ کی نسبتوں سے بڑھ کر ہے۔ لیکن ہر کسی کا فہم ان بزرگواروں کے مذاق تک نہیں پہنچتا۔ بلکہ ممکن ہے کہ اس طریقہ علیہ کے کم ہمت لوگ بھی ان کے بعض کمالات سے انکار کریں ؎

قاصرے گر کند ایں طائفہ را طعن قصور

حاش للہ کہ برارم بزبان ایں گلہ را !

کوئی کوتاہ اندیش اگر اس گروہ نقشبندیہ پر اعتراض کرے تو کرتا ہے۔ میں تو ہرگز ان کا گلہ زبان پر نہیں لا سکتا۔

شاعر عرب فرماتا ہے شعر

أُولٰئِكَ آبَائِي فَجِئْنِي بِمِثْلِهِمْ

إِذَا جَمَعَتْنَا يَا جَرِيرُ الْمَجَامِعُ

میرے آباؤ اجداد تو یہ ہیں، تو بھی ان کی مثل لے آ۔ جبکہ مجالس منعقد ہوں۔

حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ اس سلسلہ علیہ کے مشائخ قدس سرہم ہر زراق اور رقاص (فریب کرنے والے اور رقص کرنے والے) کے ساتھ نسبت نہیں رکھتے۔ ان کا کارخانہ بلند ہے ؎

حیف باشد شرح او اندر جہاں | ہم چو رازِ عشق باید در نہاں
لیک گفتم وصف او تا رہ برند | پیش ازاں کز فوت حسرت آں خورند

اس کی شرح جہاں میں نہیں ہو سکتی اور وہ رازِ عشق کی طرح پوشیدہ ہے۔ لیکن میں نے اس کی صفت بیان کی ہے تاکہ لوگ اس کا سراغ لگائیں اس سے قبل کہ ہاتھ سے نکل جانے کے بعد افسوس کریں۔

اگر ان بزرگواروں کے خصائص و کمالات میں دفتروں کے دفتر لکھے جائیں۔ تو دریائے بے نہایت سے قطرہ کی طرح ہیں ع

دادیم ترا ز گنج مقصود نشان

ہم نے تجھے گنج مقصود کا نشان بتلا دیا ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِيْمَاتِ اَكْمَلُهَا۔

اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کے راستہ پر چلا۔ اور حضرت مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔



Marfat.com

# مکتوب نمبر ۲۴۴

محمد صالح کولابی کی طرف اُس کے اُس خط کے جواب میں جو اس نے اپنے حال کی خرابی کے بیان میں تحریر کیا تھا، صادر فرمایا :-

میرے سعادت مند بھائی خواجہ محمد صالح کا مکتوب شریف پہنچا جو آپ نے اپنے احوال کی خرابی کی نسبت لکھا ہوا تھا، اُمید ہے کہ اس سے بھی زیادہ خراب ہوگا۔ اور اس خرابی کی نہایت اس مکتوب میں جو انہی دنوں میں میرے فرزند ارشد کے نام لکھا ہے۔ درج ہو چکی ہے۔ وہاں سے معلوم کر لیں۔ اگر آپ جانتے ہیں کہ آپ کا وہاں چند روز رہنا یاروں کی جمعیت کا باعث ہے۔ تو بہتر ہے کہ چند روز وہاں ٹھہریں۔ یہ فقیر بھی عنقریب حضرت دہلی کے سفر کا ارادہ رکھتا ہے۔ اکثر استخارے اور توجہات اس سفر کا باعث ہیں۔ اور یہ مقام میرے فرزند ارشد کو عنایت فرمایا ہے اور ان کی ولایت میں داخل کیا ہے۔ فقیر اس جگہ مسافروں کی طرح ان کی ولایت میں بیٹھا ہے۔ وہ یار جو طریقہ علیہ میں داخل ہوئے ہیں خاص کر میر سید مرتضٰی و مولانا شکر اللہ اور میر سید نظام بہت بہت دعاؤں سے مخصوص ہیں۔ فرزندی خواجہ محمد صادق اور سب بھائی آپ کو اور تمام یاروں کو سلام و دعا کہتے ہیں۔

# مکتوب نمبر ۲۴۵

مُلا محمد صالح کی طرف بعض استفساروں کے جواب میں لکھا ہے :-

حمد و صلوٰۃ و تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ مکتوب شریف جو قاصد کے ہمراہ ارسال کیا تھا پہنچا اور بڑی خوشی کا باعث ہوا۔

آپ نے لکھا تھا کہ ذکر نفی و اثبات اکیس عدد تک پہنچایا ہے۔ لیکن ہمیشگی نہیں ہو سکتی اور غیبت بھی کبھی کبھی ظاہر ہوتی ہے۔ میرے محبت آثار، ذکر کرنے میں ظاہرًا کوئی نہ کوئی شرط مفقود ہے جس کے باعث اس عدد پر کوئی نتیجہ مترتب نہیں ہوا۔ روبرو ملاقات ان شاء اللہ دریافت کر لیں گے۔

دوسرے آپ نے اس قول کے معنے دریافت کیے تھے اور لکھا تھا کہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے کام کو تمام کر کے فرمایا کہ:



Marfat.com

ذِکْرُ اللِّسَانِ لَقْلَقَةٌ وَذِکْرُ الْقَلْبِ وَسْوَسَةٌ وَذِکْرُ الرُّوْحِ شِرْکٌ وَذِکْرُ السِّرِّ کُفْرٌ
زبان کا ذکر لقلقہ اور قلب کا ذکر وسوسہ اور روح کا ذکر شرک اور سر کا ذکر کفر ہے۔

کیونکہ جب ذکر، ذاکر اور مذکور کی خبر دینے والا ہے خواہ کوئی ذکر ہو۔ اور اصل مقصود مذکور میں ذکر و ذاکر کا فنا ہونا ہے اس لیے ذکر کو لقلقہ و وسوسہ و شرک و کفر فرمایا ہے

ہر چہ از دوست وا مانی چہ کفر آں حرف وچہ ایمان
ہر چہ از راہ وا افتی چہ زشت آں حرف وچہ زیبا

جس چیز کے باعث تم دوست سے دور ہو جاؤ، وہ چاہے کفر ہو چاہے ایمان یکساں ہے۔ اور جس چیز سے تم راستے سے بھٹک جاؤ اس کی اچھائی اور برائی برابر ہے۔

لیکن ذکر کے لیے ان ناموں کا عارض ہونا فنا و بقا کے حاصل ہونے سے پہلے جاننا چاہیے۔ کیونکہ بقا کے حاصل ہونے کے بعد ذاکر کا وجود اور ذکر کا ثبوت اس سے مذموم نہیں ہے۔ اگر اس میں کچھ پوشیدگی رہی ہو۔ تو حضور میں دریافت فرمائیں گے کیونکہ تحریر کا حوصلہ تنگ ہے تو اس قول کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرنا خاص کر کلام کے تمام ہونے کے بعد اچھا نہیں ہے۔

دوسرا استفسار یہ تھا کہ آپ نے لکھا تھا کہ شیخ ابو سعید ابو الخیر نے ابو علی سینا سے مقصود پر دلیل طلب کی تھی اور اس نے جواب میں لکھا تھا کہ کفر حقیقی میں آجا اور اسلام مجازی سے نکل جا۔ اور شیخ ابو سعید نے عین القضاۃ کی طرف لکھا کہ اگر میں لاکھ برس تک عبادت کرتا تو مجھے وہ فائدہ حاصل نہ ہوتا جو مجھے ابو علی سینا کے اس کلمہ سے حاصل ہوا۔ عین القضاۃ نے لکھا کہ اگر آپ سمجھتے تو اس بے چارہ کی طرح مطعون وملام کیوں ہوتے۔

جاننا چاہیے کہ کفر حقیقی دوئی کے بالکل دور ہو جانے اور کثرت کے کلی طور پر چھپ جانے سے مراد ہے جو کہ فنا کا مقام ہے۔ اور اس کفر حقیقی کے اوپر اسلام حقیقی کا مقام ہے جو بقا کا محل ہے کفر حقیقی کو اسلام حقیقی سے نسبت دینی سراسر نقص و عیب ہے۔ یہ ابن سینا کی کوتاہ نظری ہے کہ اس نے اسلام حقیقی کی طرف دلالت نہیں کی ہے۔ اور حقیقت میں اس کو کفر حقیقی سے بھی کچھ نصیب نہیں ہوا۔ اس نے صرف از روئے علم و تقلید کے کہہ یا اور لکھ دیا ہے۔ بلکہ اس کو تو اسلام مجازی سے بھی حظ وافر حاصل نہ ہوا۔ اور فلسفی بکھیڑوں میں عمر بسر کر دی۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تکفیر کرتے ہیں اور در واقع اس کے فلسفی اصول اصول اسلام کے منافی و مخالف ہیں۔ نیز شیخ ابو سعید، عین القضاۃ سے بہت مقدم ہے وہ اس کی طرف کیا لکھے اگر کچھ شبہ باقی رہا ہو تو حضور میں آکر دریافت فرمائیں گے۔ والسلام



Marfat.com

# مکتوب نمبر ۲۴۶

میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا:

اُس مقام کے حاصل ہونے کے بیان میں جو کمال و تکمیل کے مرتبوں میں متوقع اور جس کی انتظار رہتی ہے اور اس بے توفیقی کی وجہ کے بیان میں جو بعض اوقات طاری ہو جاتی ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الطَّاھِرِیْنَ اَجْمَعِیْنَ
اللہ رب العالمین کی حمد ہے اور حضرت سید المرسلین اور اُن کی آل و اصحاب پاک پر صلوٰۃ و سلام ہو۔

آپ کے مکتوب شریف یکے بعد دیگرے صادر ہوئے۔ بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ ان حدود کی طرف جانے والا کوئی نہ ملا تاکہ ہر ایک کا جواب الگ الگ لکھا جاتا۔ امید ہے کہ معذور فرمادیں گے۔ اس مکتوب کے پہنچنے کے بعد جو میر داد کے ہمراہ ارسال کیا تھا۔ ایک دن صبح کی نماز کے بعد دوستوں کے حلقہ میں بیٹھا تھا کہ بےخواستہ آپ کی طرف توجہ پیدا ہوئی۔ اور بقایا آثار جو نظر میں آتے تھے ان کے دُور کرنے کے درپے ہُوا۔ اور وہ ظلمتیں اور کدورتیں جو محسوس ہو رہی تھیں ان کے دفع کرنے میں کوشش کرنے لگا۔ یہاں تک کہ آپ کے کمال کا ہلال بدر کامل بن گیا۔ اور جو کچھ ہدایت کے آفتاب میں امانت رکھا تھا سب اس بدر میں منعکس ہُوا حتیٰ کہ کمال کی جانب میں کچھ متوقع اور منتظر نہ رہا:

اِلَّا اَنْ یَّتَّسِعَ الظَّرْفُ وَیَاْخُذُ بِقَدْرِ وُسْعَتِہٖ شَیْئًا فَشَیْئًا۔
سوائے اس کے کہ ظرف وسیع ہو جائے اور اپنی وسعت کے موافق کچھ حاصل کرے۔

اور بہت دیر تک اس معنے کی مثالیہ صورت نظر میں رہی۔ یہاں تک کہ وہ یقین جو صادق کا مصداق ہے حاصل ہوا۔ الحمد للہ سبحانہ علیٰ ذالک۔

اس دولت کا حاصل ہونا اس واقعہ کی تاویل ہے جو آپ نے دیکھا تھا۔ اور اس کے حاصل ہونے کے لیے بڑے مبالغہ اور تاکید کے ساتھ سوال کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور احسان ہے کہ آپ کا قرض سب کا سب ادا ہو گیا۔ اور وعدہ پورا ہُوا۔ اب امیدوار ہے کہ اس کمال کے اندازہ پر تکمیل حاصل ہو گی۔ اور اس طرف کے دشت و صحرا آپ کے وجود شریف سے منور ہوں گے۔

آپ نے اپنی بے توفیقی کی نسبت لکھا تھا۔ ظاہراً اس کا سبب قبض کی زیادت ہے اور چونکہ



Marfat.com

آپ کی قبض بفرط اور دیر کے بعد دُور ہونے والی ہے۔ اس کا مسبب بھی سبب کے انداز ہ کے موافق طویل ہوگا۔ اس حال میں تکلف کے ساتھ آپ اعمال بجالاتے اور عبادات کرتے رہیں۔ اور تحمل اور بناوٹ کے ساتھ اس پر آمادہ رہیں۔

دوسرے یہ ہے کہ اس سال میں بہت علوم بلند اور معارف ارجمند ظہور میں آئے ہیں۔ ان میں سے دو مسودہ کو اخوند مولانا محمد امین ہمراہ لائے ہیں۔ ان میں ایک مسودہ ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہ کی ان بعض رباعیوں کی شرح کے حل میں ہے جو فیروز آبادی دوستوں کی قرأت کے وقت لکھا گیا ہے۔ اس رسالہ میں توحید آمیز علوم ان رباعیوں کے مناسب درج ہوئے ہیں۔ اور علماء اور وحدت وجود کے قائل صوفیہ کے درمیان تطبیق دی ہے۔ اور اس طرح تحریر ہوا ہے کہ فریقین کی نزاع لفظ کی طرف راجع ہوتی ہے۔ اور دوسرا مسودہ وہ مکتوب ہے جو فرزندی ارشادی کی طرف بڑے طول و بسط کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ آپ کو مطالعہ کے وقت معلوم ہو جائے گا یہ علوم کس درجہ بلند ہیں۔ اگر کوئی امر ان سے رہ جائے تو دریافت کر لیں

# مکتوب نمبر ۲۴۷

عرفان پناہ مرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ حق تعالیٰ کے وجود پاک پر اس کا اپنا وجود پاک ہی دلیل ہے نہ کہ اس کا ماسوا۔ اور اس کے مناسب بیان میں۔

عَرَفْتُ بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ لَا بَلْ عَرَفْتُ فَسْخَ الْعَزَائِمِ بِرَبِّیْ۔

میں نے اپنے رب کو ارادوں کے توڑنے سے نہیں پہچانا، بلکہ ارادوں کے توڑنے کو اپنے رب کے ساتھ پہچان لیا ہے۔

کیونکہ وہ حق تعالیٰ اپنے ماسوائے پر دلیل ہے نہ کہ برعکس۔ اس لیے کہ دلیل اپنے مدلول سے اظہر ہوتی ہے۔ اور حق تعالےٰ سے بڑھ کر اور کونسی چیز اظہر ہے۔ کیونکہ تمام اشیاء اسی سے ظاہر ہوتی ہیں۔ پس وہ اپنی ذات اور اپنے ماسوائے پر دلیل ہے۔ اسی واسطے میں کہتا ہوں کہ:

عَرَفْتُ رَبِّیْ بِرَبِّیْ وَعَرَفْتُ الْاَشْيَاءَ بِهٖ تَعَالٰی۔

میں نے اللہ تعالیٰ کو اللہ ہی کے ساتھ پہچانا اور اشیاء کو اس کے ساتھ پہچانا۔

پس برہان اس جگہ لمی ہے اور اکثر کے خیال میں انی ہے اور تفاوت نظر کے تفاوت سے ہے۔ اور

باقی اگلے صفحہ پر۔



Marfat.com

اختلاف بلحاظ منظر کے ہے۔ بلکہ وہاں استدلال اور برہان کی گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ حق سبحانہٗ کے وجود میں کوئی پوشیدگی اور اس کے ظہور میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ اور وہ تمام بدیہیات سے زیادہ روشن ہے۔ اور یہ بات سوائے اُس شخص کے کہ جس کے دل میں مرض اور اُس کی آنکھوں پر پردہ ہو کسی پر پوشیدہ نہیں ہے اور تمام اشیا حواس ظاہری سے محسوس ہیں۔ اور ضروری طور پر معلوم ہے کہ ان سب کا وجود اُسی ذات پاک کی طرف سے ہے جو مطلوب میں مضر نہیں ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَتَمُّهَا وَاَكْمَلُهَا۔

اور سلام ہو آپ پر اور اُن سب پر جو ہدایت پر چلے اور حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

# مکتوب نمبر ۲۴۸

عالی جناب مرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کامل تابعداروں کو ان کے تمام کمالات سے بطریق تبعیت کچھ نہ کچھ حصہ حاصل ہے۔ اور اس بیان میں کہ کوئی ولی نبی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ اور اس امر کی تحقیق میں کہ تجلّی ذاتی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مخصوص ہے۔ کس معنی سے ہے۔ اور اس کے مناسب بیان میں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ[1] صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَتَسْلِيْمَاتُهٗ عَلَيْهِمْ وَعَلٰى اَتْبَاعِهِمْ وَاَعْوَانِهِمْ وَخَزَنَةِ اَسْرَارِهِمْ

اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو اس طرف ہدایت کی اگر وہ ہم کو ہدایت نہ کرتا تو ہم ہرگز ہدایت نہ پاتے بے شک ہمارے رب کے رسُول حق کے ساتھ آئے ہیں، اُن پر اور ان کے تابعداروں اور مددگاروں اور ان کے اسرار کے خزانچیوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوٰۃ وسلام ہو۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کامل تابعدار کمال متابعت اور زیادہ محبت کے باعث بلکہ محض عنایت و

(حاشیہ صفحہ ۵۵۹) ؎ برہان لمّی یہ ہے کہ علت سے معلول کی طرف دلیل پکڑیں اور انّی یہ ہے کہ معلول سے علت کی طرف دلیل پکڑیں۔

حاشیہ صفحہ ھٰذا [1] سورہ اعراف، پارہ ولو اننا۔



Marfat.com

بخشش سے اپنے متبوع انبیاؑ کے تمام کمالات کو جذب کر لیتے ہیں۔ اور پورے طور پر ان کے رنگ میں رنگے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ تابعوں اور متبوعوں کے درمیان سوائے اصالت اور تبعیت اور اولیت اور آخریت کے کچھ فرق نہیں رہتا۔ باوجود اس امر کے کوئی تابعدار اگرچہ افضل الرسل کے تابعداروں سے ہو۔ کسی نبی کے مرتبہ کو اگرچہ وہ تمام انبیاء سے کم درجہ کا ہو نہیں پہنچ سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ جو انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام انسانوں سے افضل ہیں ان کا سر ہمیشہ اس پیغمبر کے نیچے رہتا ہے جو تمام پیغمبروں سے نیچے درجے کا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ تمام انبیا اور ان کے ارباب کے تعینات کے مبادی مقام اصل سے ہیں۔ اور تمام اعلیٰ و اسفل امتوں اور ان کے ارباب کے مبادی تعینات اس اصل کے ظلال کے مقامات سے اپنے اپنے درجہ کے موافق ہیں۔ پھر اصل و ظل کے درمیان کس طرح مساوات ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

| | |
|---|---|
| وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ۔[1] | بے شک ہمارے مرسل بندوں کے لیے ہمارا وعدہ ہو چکا کہ وہ فتحیاب ہیں اور ہمارا ہی لشکر غالب ہے۔ |

اور یہ جو کہتے ہیں کہ تجلی ذاتی جو تمام انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے درمیان حضرت خاتم الرسل سے مخصوص ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کامل تابعداروں کو بھی اس تجلی سے حصہ حاصل ہے۔ وہ اس معنے کے لحاظ سے نہیں ہے کہ تجلی ذات انبیا کے نصیب نہیں ہے۔ اور تابعداری کے سبب ان کے کاملوں کو نصیب ہے۔ حاشا وکلا کہ کوئی اس سے یہ مطلب تصور کرے۔ کیونکہ اس میں اولیا کی انبیا پر زیادت ہے بلکہ اس تجلی کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخصوص ہونا اس معنے کے اعتبار سے ہے۔ کہ دوسروں کو اس کا حاصل ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل اور تبعیت سے ہے۔ یعنی انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اس تجلی کا حاصل ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل ہے۔ اور اس امت کے کامل اولیا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعداری کے سبب سے۔ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعمت عظمیٰ کے دسترخوان پر اس کے طفیلی اور جلیس ہیں۔ اور اولیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم پس خوردہ کھانے والے۔ اور جلیس طفیل اور خادم پس خوردہ کھانے والے کے درمیان بہت فرق ہے۔ اس مقام پر قدم لغزش کھا جاتا ہے۔

اس شبہ کی تحقیق میں اس فقیر نے اپنے مکتوبات اور رسالوں میں کئی قسم کی وجہیں ذکر کی ہیں۔ اور

---

[1] سورۃ والصافات، پارہ ۲۳۔



Marfat.com

حق وہی ہے جو میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس مسودہ میں تحقیق کیا ہے۔

آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ اگرچہ تمام انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل اس تجلی سے کامل حصہ حاصل ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس ولایت خاصہ نے ان کی امتوں کے اولیا میں اثر نہیں کیا ہے۔ اور اس تجلی سے وافر حصہ حاصل نہیں ہوا ہے۔ کیونکہ جب ان کی اصلوں میں یہ دولت طفیلی اور انعکاسی ہو تو فروع میں عکس العکس کے طریق پر کیا پہنچے۔ اس معنے کا مصداق کشف صریح ہے نہ استدلال عقلی۔

اور یہ جو پہلے مذکور ہوا ہے کہ کامل تابعدار کمال متابعت کے سبب اپنے متبوعوں کے کمالات جذب کر لیتے ہیں، مراد ان سے متبوعوں کے اصلیہ کمالات ہیں نہ کہ مطلقاً تاکہ تناقض پیدا نہ ہو۔ بلکہ یہ لوگ انبیا میں سے اپنے ہر ایک نبی کی مخصوصہ ولایت سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ اور سب امتوں کے درمیان یہی اُمت تابعداری کے سبب اس تجلی سے مخصوص ہے۔ اور اس دولت عظمےٰ سے مشرف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ امت خیر الامم ہے۔ اور اس اُمت کے علما بنی اسرائیل کی طرح ہیں :

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے بخشتا ہے

وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

دل نے چاہا کہ اس ولایت خاصہ کے کچھ فضائل و خصائص لکھے۔ لیکن وقت کی تنگی نے مدد نہ کی اور کاغذ نے کوتاہی کی۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے علوم و معارف بھاری بادل کی طرح برس رہے ہیں۔ اور عجیب و غریب اسرار پر اطلاع بخش رہے ہیں۔ اس راز کے محرم اپنی اپنی استعداد کے موافق میرے بزرگوار فرزند ہیں۔ اور دوسرے دوست چند روز حضور میں ہیں اور چند روز غیبت میں۔ اسی واسطے کہتے ہیں کہ ولی ہر چند ولی ہو صحابی کے درجے کو نہیں پہنچتا۔

آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا شوق حد سے بڑھ کر ہے۔ صحیفہ گرامی جو اس حقیر کے نامزد فرمایا تھا اس کے پہنچنے سے مشرف ہوا۔ اعمال کو تاصر دیکھنا بڑی بھاری نعمت ہے۔ لیکن توسط احوال تمام امور میں اچھا ہے۔ افراط و تفریط کی طرح حد اعتدال سے باہر ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى سَآئِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ ۔ اور سلام ہو آپ پر اور اُن سب پر جو ہدایت پر چلے اور حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔



Marfat.com

# مکتوب نمبر ۲۴۹

میرزا دارات کی طرف صادر فرمایا :

حضرت سید المرسلین والآخرین کی متابعت کے فضائل اور اس پر مترتبہ کمالات اور اس کے ساتھ مخصوص مراتب کے بیان میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو آخرت کی نجات اور ہمیشہ کی خلاصی حضرت سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت پر وابستہ ہے۔ آپ ہی کی متابعت سے حق تعالیٰ کی محبوبیت کے مقام میں پہنچتے ہیں۔ اور آپ ہی کی متابعت سے تجلی ذات سے مشرف ہوتے ہیں۔ اور آپ ہی کی متابعت سے مرتبہ عبدیت میں جو کمال کے مراتب سے اوپر اور مقام محبوبیت کے حاصل ہونے کے بعد ہے سرفراز فرماتے ہیں۔ اور آپ کے کامل تابعداروں کو بنی اسرائیل کے پیغمبروں کی طرح فرماتے ہیں۔ اور اولوالعزم پیغمبر آپ کی متابعت کی آرزو کرتے ہیں۔ اور اگر موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے زمانہ میں زندہ ہوتے تو آپ ہی کی تابعداری کرتے۔ اور عیسیٰ روح اللہ کے نازل ہونے اور حضرت حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کرنے کا قصہ مشہور و معلوم ہے۔ آپ کی اُمت آپ کی متابعت کے سبب خیر الامم ہوئی ہے۔ اور اس میں سے اکثر اہل جنت ہیں۔ قیامت کے دن آپ کی تابعداری کی بدولت تمام اُمتوں سے پہلے آپ کے اُمتی بہشت میں جائیں گے۔ اور ناز و نعمت حاصل کریں گے۔ پس آپ کو لازم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ اخوانہ وسلم کی متابعت اور سنت کو لازم پکڑیں اور شریعت حقہ کے موافق اعمال بجا لائیں۔

دوسرے یہ کہ شیخ اسماعیل کی سفارش کرنا ہے جو معارف آگاہ حاجی عبدالحق کے دوستوں میں سے ہے۔ والسلام۔

# مکتوب نمبر ۲۵۰

بعض استفساروں کے حل میں ملا احمد برکی کی طرف صادر فرمایا :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ اس طرف کے فقرا کے احوال و اوضاع حمد کے لائق ہیں



Marfat.com

اور آپ کی عافیت حق تعالیٰ سے مطلوب و مسئول ہے۔

آپ کا مکتوب شریف صادر ہوا۔ آپ نے لکھا تھا کہ وہ ذوق و خوشی جو اوّل حاصل تھی۔ اب اپنے آپ میں نہیں پاتا۔ اور اس بات کو اپنا تنزل جانتا ہے، سو میرے بھائی کو معلوم ہو کہ پہلی حالت اہل وجد و سماع کی طرح تھی۔ جس میں جسد کو کامل دخل تھا۔ اور جو حالت اب حاصل ہوئی ہے اس میں جسد کا کوئی حصہ نہیں ہے اس کا زیادہ تر تعلق قلب و روح کے ساتھ ہے۔ اس معنیٰ کا بیان کرنا تفصیل چاہتا ہے حاصل یہ کہ دوسری حالت پہلی حالت سے کئی مرتبہ بڑھ کر ہے۔ اور ذوق کا نہ پانا اور خوشی کا دور ہونا، ذوق و خوشی کے پانے سے برتر ہے۔ کیونکہ نسبت جس قدر جہالت اور حیرت میں ترقی کرے اور جسد سے دور تر ہو۔ اسی قدر اصل اور مقصود حاصل ہونے کے نزدیک تر ہے۔ اس لیے کہ اس مقام میں عجز و جہل کے سوا کسی اور چیز کی گنجائش نہیں ہے جہل کو معرفت سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور عجز کا نام ادراک رکھتے ہیں۔

آپ نے لکھا تھا کہ اس نسبت کی وہ تاثیر جو پہلے تھی اب نہیں رہی۔ ہاں تاثیر جسدی نہیں رہی، لیکن تاثیر روحی زیادہ تر حاصل ہو گئی ہے۔ لیکن ہر ایک شخص اس کا ادراک نہیں کر سکتا۔ لیکن کیا کیا جائے آپ کی صحبت اس فقیر کے ساتھ بہت کم ہوئی ہے۔ اور علوم و معارف خاصہ بہت کم مذکور ہوتے ہیں۔ شاید اللہ تعالیٰ کو منظور ہو گا کہ دوبارہ صحبت حاصل ہو۔ اور پھر چند روز باہم اکٹھے رہیں۔

نیز آپ نے دریافت کیا تھا کہ باوجود زاد و راحلہ کے اس زمانہ میں مکہ معظمہ جانا فرض ہے یا نہیں؟

میرے مخدوم! اس بارہ میں فقہ کی روایتوں میں بہت اختلاف ہے۔ اور اس مسئلہ میں مختار فقیہ ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ہے، جو اُس نے کہا ہے کہ اگر راستہ میں امن اور عدم ہلاک کا ظن غالب ہے تو اُس کی فرضیت ثابت ہے، ورنہ نہیں۔ لیکن یہ شرط وجوب ادا کی شرط ہے نہ کہ نفس وجوب کی۔ کما ہو الصحیح۔ پس اس صورت میں حج کی وصیت واجب نہیں ہوتی۔ چونکہ وقت نے موافقت نہ کی۔ اس لیے آپ کے دوسرے استفساروں کے جواب کو کسی دوسرے مکتوب پر موقوف رکھا۔ والسلام

# مکتوب نمبر ۲۵۱

مولانا محمد اشرف کی طرف صادر فرمایا:

خلفائے راشدین کے فضائل اور حضرات شیخینؓ کی فضیلت اور حضرت امیرؓ کے بعض خاصوں اور اصحاب کرام علیہم الرضوان کی تعظیم و توقیر اور ان کے درمیانی جھگڑوں اور لڑائیوں کو محمل صحیح پر حمل کرنے اور



Marfat.com

اُس کے متعلق بیان میں۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد میرے سعادت مند بھائی محمد اشرف کو معلوم ہو کہ بعض علوم غریبہ اور اسرار عجیبہ اور مواہب لطیفہ اور معارف شریفہ جن میں سے اکثر حضرات شیخین و ذی النورین و حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے فضائل و کمالات سے تعلق رکھتے ہیں اپنی ناقص سمجھ کے موافق لکھتا ہے، گوش ہوش سے سُنیں۔

حضرت صدیق اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہما کمالات محمدی کے حاصل ہونے اور ولایت مصطفوی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والسلام کے درجوں کے پہنچنے کے باوجود گزشتہ انبیا کے درمیان جانب ولایت میں حضرت ابراہیم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں اور جانب دعوت میں جو مقام نبوت کے مناسب ہے حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مناسبت رکھتے ہیں۔ اور حضرت ذی النورین رضی اللہ عنہ دونوں طرف میں حضرت نوح علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں۔ اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ دونوں طرف میں حضرت عیسےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں، اور چونکہ حضرت عیسےٰ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں۔ اس لیے نبوت کی جانب سے ولایت کی جانب ان میں غالب ہے۔ اور حضرت امیرؓ میں بھی اس مناسبت کے باعث ولایت کی جانب غالب ہے۔ اور خلفائے اربعہ کے تعینات کے مبادی جہالت کے اختلاف کے بموجب اجمال اور تفصیل طور پر صفت العلم ہے۔ اور وہ صفت باعتبار اجمال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا رب ہے۔ اور باعتبار تفصیل کے حضرت خلیل علیہ السلام کا رب اور اجمال و تفصیل کی برزخیت کے اعتبار سے حضرت نوح علیہ السلام کا رب ہے۔ جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام کا رب صفت الکلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رب صفت القدرت اور حضرت آدم علیہ السلام کا رب صفت التکوین ہے۔

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں کہ حضرت صدیق رضؓ اور حضرت فاروق رضؓ مراتب کے اختلاف کے موافق نبوت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بوجھ کو اُٹھانے والے ہیں۔ اور حضرت امیر رضؓ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی مناسبت اور جانب ولایت کے غلبہ کے باعث ولایت محمدی کے بوجھ کو اُٹھانے والے ہیں اور حضرت ذی النورین کو برزخیت کے اعتبار سے ہر دو طرف کے بوجھ اٹھانے والا فرمایا ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ اس اعتبار سے بھی ان کو ذی النورین کہیں۔ اور چونکہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما بار نبوت کے اٹھانے والے ہیں۔ اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ مناسبت رکھتے ہیں۔ کیونکہ مقام دعوت جو مرتبۂ نبوت سے پیدا ہوا ہے۔ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد باقی تمام انبیا کے درمیان ان میں اتم واکمل ہے اور ان کی کتاب قرآن مجید تمام نازل شدہ کتابوں سے بہتر ہے۔ اسی واسطے ان کی



Marfat.com

امت گزشتہ امتوں کی نسبت زیادہ بہشت میں جائے گی۔ اگرچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی ملت تمام شریعتوں اور ملتوں سے افضل واکمل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام پیغمبروں میں سے افضل پیغمبر کو اس کی ملت کی متابعت کا امر کیا گیا ہے۔ آیت کریمہ:

ثُمَّ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ؕ۔ پھر ہم نے تیری طرف وحی بھیجی کہ ملت ابراہیمؑ کی تابعداری کر جو راہ راست پر چلنے والا ہے۔

اس مضمون کی شاہد ہے اور حضرت مہدی موعود کہ اس کا رب بھی صفت العلم ہے حضرت امیرؓ کی طرح حضرت عیسیٰ سے مناسبت رکھتے ہیں۔ گویا ایک قدم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے سر پر ہے اور دوسرا قدم حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کے سر پر۔

اور جاننا چاہیے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولایت، ولایت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف واقع ہوئی ہے اور ولایت عیسویؑ اس ولایت کے بائیں طرف اور چونکہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ ولایت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے حامل ہیں۔ اس لیے مشائخ و اولیا کے اکثر سلسلے ان سے منتسب ہوئے ہیں۔ اور حضرت امیر کے کمالات حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے کمالات کی نسبت اکثر اولیائے عظام پر جو کمالات ولایت سے مخصوص ہیں۔ زیادہ تر ظاہر ہوئے ہیں۔ اگر شیخین رضؓ کی افضلیت پر اہل سنت کا اجماع نہ ہوتا تو اکثر اولیائے عظام کا کشف حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا حکم کر دیتا۔ کیونکہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے کمالات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کمالات کے مشابہ ہیں۔ اور صاحبان ولایت کا ہاتھ ان کے کمالات کے دامن سے کوتاہ ہے۔ اور اہل کشف کا کشف ان کے کمالات کے درجوں کی بلندی کے باعث راہ میں ہیں۔ ولایت کے کمالات ان کے کمالات کے مقابلہ میں مطروح فی الطریق (راہ میں پھینکے ہوئے) کی طرح ہیں۔ کمالات ولایت کمالات نبوت پر چڑھنے کے لیے بمنزلہ زینہ کے ہیں۔ پس مقدمات کو مقاصد کی کیا خبر ہے۔ اور مطالب کو مبادی سے کیا شعور۔ آج یہ بات عہد نبوت کے بُعد کے باعث اکثر لوگوں کو ناگوار اور قبول سے دور معلوم ہوتی ہے لیکن کیا کیا جائے ؎

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند
ہرچہ اُستاد ازل گفت ہماں میگویم

مجھے آئینہ کے پیچھے طوطی کی طرح رکھا گیا ہے۔ جو کچھ اُستاد ازل نے کہا میں وہی کہتا ہوں۔

لیکن اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ اس گفتگو میں علمائے اہل سنت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کے ساتھ

---

ل؎ سورۂ نحل، پارہ ۱۴۔



Marfat.com

موافق ہوں۔ اور ان کے اجماع سے متفق ہوں۔ ان کے استدلالی علم کو مجھ پر کشفی اور اجمالی کو تفصیلی کیا ہے۔

اس فقیر کو جب تک کہ مقام نبوت کے کمالات تک اپنے نبی کی متابعت میں نہ پہنچایا۔ اور کمالات سے پورا حصہ عطا نہ فرمایا تھا۔ تب تک شیخین کے فضائل پر کشف کے طور پر اطلاع نہ بخشی تھی۔ اور تقلید کے سوائے کوئی راہ نہ دکھایا تھا۔

| | |
|---|---|
| اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا | اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو اس کی ہدایت دی اگر اللہ |
| لِنَهْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدْ | تعالیٰ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے۔ بیشک |
| جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ۔ | ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ آئے ہیں۔ |

ایک دن کسی شخص نے بیان کیا کہ لکھا ہے کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ کا نام بہشت کے دروازہ پر لکھا ہوا ہے دل میں گزرا کہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے لیے اس مقام کی کیا خصوصیتیں ہوں گی۔ توجہ تام کے بعد ظاہر ہوا کہ بہشت میں اس امت کا داخل ہونا ان دو بزرگواروں کی رائے اور تجویز سے ہوگا گویا حضرت صدیقؓ بہشت کے دروازے پر کھڑے ہیں۔ اور لوگوں کے داخل ہونے کی تجویز فرماتے ہیں۔ اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ ہاتھ پکڑ کر اندر لے جاتے ہیں۔ اور ایسا مشہود ہوتا ہے کہ گویا تمام بہشت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے نور سے بھرا ہوا ہے۔

اس حقیر کی نظر میں حضرات شیخین کے لیے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان علیحدہ شان اور الگ درجہ ہے. گویا یہ دونوں کسی کے ساتھ مشارکت نہیں رکھتے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ حضرت پیغمبر علیہ السلام کے ساتھ گویا ہم خانہ ہیں۔ اگر فرق ہے تو صرف علو و سفل یعنی بلندی اور پستی کا ہے۔ اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ بھی حضرت صدیق رض کی طفیل اس دولت سے مشرف ہیں۔ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آنحضرت کے ساتھ ہمسرائی یا ہم شہر ہونے کی نسبت رکھتے ہیں۔ پھر اولیائے امت کا وہاں کیا دخل ہے۔ ع

ایں بس کہ رسد ز دور بانگ جرسم!

یہی کافی ہے کہ دور سے گھنٹی کی آواز سنائی دیتی رہے۔

یہ لوگ کمالات شیخین رضی اللہ عنہ سے کیا حاصل کریں۔ یہ دونوں بزرگوار اپنی بزرگی وکلانی کی وجہ سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں معدود اور ان کے فضائل کے ساتھ موصوف ہیں۔

حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

| | |
|---|---|
| لَوْ كَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَكَانَ عُمَرُ | اگر میرے پیچھے کوئی نبی ہوتا تو البتہ عمر ہوتا۔ |

ـــــہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ۔



Marfat.com

امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی ماتم پرسی کے دنوں میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے صحابہ کی مجلس میں کہا کہ :

مَاتَ تِسْعَةُ اَعْشَارِ الْعِلْمِ — آج نو حصے علم فوت ہو گیا۔

جب بعض میں اس معنے کے سمجھنے میں توقف دیکھا تو کہا کہ میری مراد علم سے علم باللہ ہے نہ علم حیض و نفاس۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت کیا بیان کیا جائے جب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تمام نیکیاں ان کی ایک نیکی کے برابر ہیں۔ جیسے کہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نسبت خبر دی ہے۔ اور روہ انحطاط یعنی کمی جو حضرت فاروق رضؓ کو حضرت صدیقؓ سے ہے اس انحطاط و کمی سے زیادہ ہے۔ جو حضرت صدیقؓ کو حضرت پیغمبر علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام سے ہے۔ پھر قیاس کرنا چاہئیے کہ دوسروں کا حضرت صدیق رضؓ سے انحطاط کس قدر ہوگا۔ اور حضرات شیخینؓ موت کے بعد بھی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جُدا نہ ہوئے اور ان کا حشر بھی یکجا ہوگا۔ جیسے کہ فرمایا ہے۔ پس ان کی فضیلت قربیت کے باعث ہو گی۔

یہ قلیل البضاعت یعنی بے سروسامان ان کے کمالات کو کیا بیان کرے اور ان کے فضائل کیا ظاہر کرے ذرہ کی کیا طاقت کہ آسمان کی نسبت گفتگو کرے۔ اور قطرہ کی کیا مجال کہ بحر عمان کی بات زبان پر لائے۔

اُن اولیا نے جو دعوت خلق کی طرف راجع ہیں اور ولایت و دعوت کی دونوں طرفوں سے حصہ رکھتے ہیں۔ اور تابعین اور تبع تابعین میں سے علمائے مجتہدین نے کشف صحیح کے نور اور اخبار صادقہ اور آثار متابعہ سے شیخین رضی اللہ عنہم کے کمالات کو دریافت کیا ہے۔ اور ان کے فضائل کو پہچان کر ان کے افضل ہونے کا حکم دیا ہے۔ اور اس پر اجماع کیا ہے اور اُس کشف کو جو اس اجماع کے برخلاف ظاہر ہو، غلط خیال کر کے اُس کا کچھ اعتبار نہیں کیا ہے۔ اور کس طرح ایسے کشف کا اعتبار کیا جائے جب کہ صدر اول میں ان کی افضلیت صحیح ہو چکی ہے۔ چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے :۔

قَالَ كُنَّا فِىْ زَمَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا نَعْدِلُ بِاَبِىْ بَكْرٍ اَحَدًا ثُمَّ عُمَرَ ثُمَّ عُثْمَانَ ثُمَّ نَتْرُكُ اَصْحَابَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا نُفَاضِلُ بَيْنَهُمْ۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں کسی کو ابوبکرؓ پھر عمرؓ پھر عثمانؓ کے برابر نہیں سمجھتے تھے۔ پھر ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کو چھوڑ دیتے تھے۔ یعنی اُن کے درمیان ایک دوسرے کو فضیلت نہ دیتے تھے۔

(حاشیہ صفحہ ۵۰۴) ۱؎ ترمذی شریف، ابو یعلی، طبرانی، حاکم اور ابونعیم۔



Marfat.com

اور ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت میں ہے :

| | |
|---|---|
| قَالَ كُنَّا نَقُوْلُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ | ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ |
| وَسَلَّمَ حَيٌّ اَفْضَلُ اُمَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ | علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں کہا کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ |
| عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بَعْدَهٗ اَبُوْبَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ | علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب امت میں سے افضل |
| عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ ۔ | ابو بکرؓ ہیں پھر عمرؓ پھر عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم |

اور جنہوں نے کہا ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے وہ ارباب سکر اور اولیائے بغیر رجوع میں سے ہیں۔ جن کو کمالاتِ نبوت سے زیادہ حصہ حاصل نہیں ہے۔ اور آپ کی نظر میں آیا ہوگا کہ فقیر نے اپنے بعض رسالوں میں تحقیق کی ہے کہ نبوت ولایت سے افضل ہے اگرچہ اسی نبی کی ولایت ہو۔ اور یہی حق ہے اور جس نے اس کے برخلاف کہا وہ مقام نبوت کے کمالات سے جاہل ہے۔ جیسے کہ اوپر گزر چکا۔

اور آپ کو معلوم ہے کہ اولیاء کے تمام سلسلوں کے درمیان سلسلہ علیہ نقشبندیہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ پس صحو کی نسبت ان میں غالب ہوگی اور ان کی دعوت اتم ہوگی۔ اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے کمالات ان پر ظاہر ہوں گے۔ ناچار ان کی نسبت تمام سلسلوں کی نسبتوں سے بڑھ کر ہوگی۔ دوسروں کو ان کے کمالات کا کیا پتہ اور ان کے معاملہ کی حقیقت کی کیا خبر۔ میں نہیں کہتا کہ تمام مشائخ نقشبندیہ اس معاملہ میں برابر ہیں۔ ہرگز ایسا نہیں ہے۔ بلکہ اگر ہزاروں میں سے ایک بھی اس صفت کا حامل جانے تو غنیمت ہے میرا خیال ہے کہ حضرت مہدی موعود جو ولایت کی اکملیت کے لیے مقرر ہیں ان کو یہ نسبت حاصل ہوگی۔ اور اس سلسلہ علیہ کی تتمیم و تکمیل فرمائیں گے۔ کیونکہ تمام ولایتوں کی نسبت اس نسبت علیہ سے نیچے ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ باقی سب ولایتوں کو مرتبہ نبوت کے کمالات سے بہت کم حصہ حاصل ہے۔ اور یہ ولایت حضرت صدیق کی طرف منسوب ہونے کے باعث ان کمالات سے وافر حصہ رکھتی ہے۔ جیسے کہ ابھی بیان ہو چکا۔ ع

بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

دیکھو دونوں راستوں میں کس قدر فرق ہے۔

اے بھائی! چونکہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ ولایت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا بوجھ اٹھانے والے ہیں اس لیے اقطاب ابدال و اوتاد (جو اولیائے عزلت میں سے ہیں۔ اور کمالات ولایت کی جانب ان میں غالب ہے)، کے مقام کی تربیت حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی امداد[۱] و اعانت کے سپرد ہے۔

[۱] اولیاء کرام کی مدد کا انکار کرنے والے حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ کے اس عقیدہ پر غور فرمائیں۔



Marfat.com

قطب الاقطاب یعنی قطب مدار کا سر حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے قدم کے نیچے ہے۔ قطب مدار انہی کی حمایت و رعایت سے اپنے ضروری امور کو سرانجام کرتا اور مداریت سے عہدہ برا ہوتا ہے۔ حضرت فاطمہؓ اور امامینؓ بھی اس مقام میں حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ شریک ہیں۔

یاد رکھنا چاہئے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب کے سب بزرگ ہیں اور سب کو بزرگی سے یاد کرنا چاہیئے۔

خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے:

إِنَّ اللّٰهَ اخْتَارَنِیْ وَاخْتَارَلِیْ اَصْحَابًا وَاخْتَارَلِیْ مِنْهُمْ اَصْهَارًا وَّاَنْصَارًا فَمَنْ حَفِظَنِیْ فِیْهِمْ حَفِظَهُ اللّٰهُ وَمَنْ اٰذَانِیْ فِیْهِمْ اٰذَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰی۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند فرمایا اور میرے لیے اصحاب کو پسند کیا اور ان میں سے بعض کو میرے لیے رشتہ دار اور مددگار پسند کیا۔ پس جس شخص نے ان کے حق میں مجھے محفوظ رکھا اس کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا اور جس نے ان کے حق میں مجھے ایذا دی اس کو اللہ تعالیٰ نے ایذا دی۔

طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے کہ:

مَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔

جس نے میرے اصحاب کو گالی دی اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور تمام آدمیوں کی لعنت ہے۔

اور ابن عدی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ:

إِنَّ اَشْرَارَ اُمَّتِیْ اَجْرَءُهُمْ عَلٰی اَصْحَابِیْ

میری اُمت میں سے بدترین وہ لوگ ہیں جو میرے اصحاب پر دلیر ہیں۔

اور ان لڑائی جھگڑوں کو جو ان کے درمیان واقع ہوئے ہیں۔ نیک محمل پر محمول کرنا چاہیے۔ اور ہواؤ تعصب سے دور سمجھنا چاہیے۔ کیونکہ وہ مخالفتیں تاویل و اجتہاد پر مبنی تھیں، نہ ہوا و ہوس پر۔ یہی اہل سنت کا مذہب ہے۔

لیکن جاننا چاہیے کہ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کے ساتھ لڑائی کرنے والے خطا پر تھے۔ اور حق حضرت امیرؓ کی طرف تھا۔ لیکن چونکہ یہ خطا، خطائے اجتہادی کی طرح تھی۔ اس لیے ملامت سے دور ہے اور اس کے



Marfat.com

کوئی مواخذہ نہیں ہے، جیسے کہ شارح مواقف[1]، آمدی[2] سے نقل کرتا ہے کہ جمل و صفین کے واقعات اجتہاد سے ہوئے ہیں۔

اور شیخ ابو شکور سلمی[3] نے تمہید میں تصریح کی ہے اہل سنت و جماعت اس بات پر ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ مع اُن کے تمام اصحاب کے جو ان کے ہمراہ تھے سب خطا پر تھے۔ لیکن ان کی خطا اجتہادی تھی۔

اور شیخ ابن حجر[4] نے صواعق میں کہا ہے کہ حضرت معاویہؓ اور امیر کے درمیان جھگڑے از روئے اجتہاد کے ہوئے ہیں۔ اور اس قول کو اہل سنت کے معتقدات سے فرمایا ہے۔

اور شارح مواقف نے جو یہ کہا ہے کہ ہمارے بہت سے اصحاب اس بات پر ہیں کہ وہ منازعات از روئے اجتہاد کے نہیں ہوئے۔

معلوم نہیں اصحاب سے اس کی مراد کونسا گروہ ہے۔ جب کہ اہل سنت اس کے برخلاف حکم دیتے ہیں۔ جیسے کہ گزر چکا۔ اور قوم کی کتابیں خطائے اجتہادی سے بھری پڑی ہیں۔ جیسے کہ امام غزالی رح اور قاضی ابوبکر رح وغیرہ نے تصریح کی ہے۔ پس حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑائی کرنے والوں کے حق میں فسق و ضلال کا گمان جائز نہیں ہے۔

قاضی نے شفا میں بیان کیا ہے:

قَالَ مَالِكٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَنْ شَتَمَ اَحَدًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَبَا بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَمْرَو بْنَ الْعَاصِ فَاِنْ قَالَ كَانُوْا عَلٰى ضَلَالٍ وَّكُفْرٍ اَوْ اِنْ شَتَمَ بِغَيْرِ هٰذَا مِنْ مُّشَاتَمَةِ النَّاسِ نُكِّلَ نَكَالًا شَدِيْدًا فَلَا يَكُوْنُ مُحَارِبُوْ عَلِيٍّ كَفَرَةً كَمَا زَعَمَتِ الْغُلَاةُ مِنَ

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ جس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی کو یعنی ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و عمرو بن العاصؓ کو گالی دی۔ اور کہا کہ وہ کفر اور گمراہی پر تھے یا اس کے سوا اور کوئی گالی نکالی جس طرح لوگ ایک دوسرے کو گالی نکالتے ہیں۔ تو وہ سخت عذاب کا مستحق ہوا۔ کیونکہ حضرت امیرؓ کے ساتھ لڑائی کرنے والے کفر پر نہ تھے۔ جیسے کہ بعض غالی

---

۱؎ یعنی میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ

۲؎ یعنی سیف الدین ابوالحسن علی بن ابی علی محمد بن سالم تغلبی فقیہ اصولی متوفی ۶۳۱ھ وفیات الاعیان۔

۳؎ محمد بن اسید بن شعیب الحنفی۔

۴؎ یعنی شیخ شہاب الدین احمد بن حجر الہیتمی نزیل مکہ معظمہ۔



Marfat.com

الرَّفَضَةِ وَلَا فَسَقَةٌ كَمَا زَعَمَ الْبَعْضُ وَنَسَبَهُ شَارِحُ الْمَوَاقِفِ إِلَى كَثِيْرٍ مِّنْ أَصْحَابِهِ كَيْفَ وَقَدْ كَانَتِ الصِّدِّيْقَةُ رض وَطَلْحَةُ رض وَالزُّبَيْرُ رض وَكَثِيْرٌ مِّنْ أَصْحَابِ الْكِرَامِ مِنْهُمْ وَقَدْ قُتِلَ الطَّلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ فِيْ قِتَالِ الْجَمَلِ قَبْلَ خُرُوْجِ مُعَاوِيَةَ مَعَ ثَلٰثَةَ عَشَرَ أَلْفًا مِّنَ الْقَتْلٰى فَتَضْلِيْلُهُمْ وَتَفْسِيْقُهُمْ مِمَّا لَا يَجْتَرِءُ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُ إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ فِيْ قَلْبِهِ مَرَضٌ وَفِيْ بَاطِنِهِ خُبْثٌ

رافضیوں کا خیال ہے۔ اور نہ ہی فسق پرست جیسے کہ بعض نے خیال کیا ہے، اور بہت سے اصحاب کی طرف ان کو منسوب کیا ہے۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے جب کہ حضرت صدیقہ رض اور طلحہ رض اور زبیر رض اور بہت سے اصحاب کرام انہی میں سے تھے۔ اور طلحہ رض اور اور زبیر رض جمل کی لڑائی میں معاویہ رض کے خروج سے پہلے تیرہ ہزار مقتولوں کے ساتھ قتل ہوئے پس ان کو ضلالت اور فسق کی طرف منسوب کرنے پر سوائے اس شخص کے کہ جس کے دل میں مرض اور اس کے باطن میں خبث ہو، کوئی مسلمان دلیری نہیں کرتا۔

اور یہ جو بعض فقہا کی عبارتوں میں جور کا لفظ معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں واقع ہوا ہے اور کہا ہے کہ معاویہ رض جور کرنے والا امام تھے تو اس جور سے مراد یہ ہے کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں وہ خلافت کا حق دار نہ تھے۔ نہ کہ وہ جور جس کا انجام فسق و ضلالت ہے تاکہ اہل سنت کے اقوال کے موافق ہو۔ اور نیز استقامت والے لوگ ایسے الفاظ بولنے سے جن سے مقصود کے برخلاف وہم پیدا ہو، پرہیز کرتے ہیں۔ اور خطا سے زیادہ کہنا پسند نہیں کرتے۔ اور وہ کس طرح جائز ہو سکتے ہیں، جبکہ صحیح و تحقیق ہو چکا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق اور مسلمانوں کے حقوق میں امام عادل تھے۔ جیسے کہ صواعق میں ہے اور حضرت مولانا جامی نے جو خطائے منکر کہا ہے اس نے بھی زیادتی کی ہے۔ خطا پر جو کچھ زیادہ کریں خطا ہے اور جو کچھ اس کے بعد کہا ہے کہ اگر وہ لعنت کا مستحق ہے الخ یہ بھی نامناسب کہا ہے۔ اس کی تردید کی کیا حاجت ہے۔ اور اس میں کونسا محل اشتباہ ہے۔ اگر یہ بات یزید کے حق میں کہتے تو بے شک جائز تھا لیکن حضرت معاویہ رض کے حق میں کہنا برا ہے۔ اور احادیث نبوی میں معتبر اور ثقات کی اسناد سے مروی ہے کہ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معاویہ رض کے حق میں یہ دعا کی ہے:

اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ۔

یا اللہ تو اس کو کتاب و حساب سکھا اور عذاب سے بچا۔

اور دوسری جگہ دعا میں فرمایا:



Marfat.com

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ ھَادِیًا وَّ مَھْدِیًّا۔ یا اللہ تو اس کو ہادی اور مہدی بنا۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا مقبول ہے۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات مولانا سے سہو و نسیان کے طور پر سرزد ہوئی ہو گی۔ اور نیز مولانا نے انہی ابیات میں نام کی تصریح نہ کر کے کہا ہے کہ وہ صحابی اور ہے۔ اور یہ عبارت بھی ناخوشی سے خبر دیتی ہے:

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا یا اللہ ہم کو بھول چوک پر مواخذہ نہ کر۔

اور وہ جو بعض نے امام شعبیؒ سے معاویہؓ کی مذمت میں نقل کیا گیا ہے۔ اور اس کی برائی کو فسق سے برتر بیان کیا ہے۔ اس نقل کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اور اگر بالفرض اس بات کو صحیح بھی مان لیا جائے۔ تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ جو اس کے شاگردوں میں سے ہیں، اس نقل کے زیادہ مستحق تھے۔ اور امام مالک نے جو تابعین میں سے ہیں۔ اور اس کے ہمعصر اور علمائے مدینہ میں سے زیادہ عالم ہیں۔ معاویہؓ اور عمرو بن العاصؓ کے گالی دینے والے کو قتل کا حکم دیا ہے۔ جیسے کہ اوپر گزر چکا۔ اگر وہ گالی کا مستحق ہوتا تو اس کے گالی دینے والے کو قتل کا حکم کیوں دیتے، تو معلوم ہوا کہ اس کو گالی نکالنا کبیرہ گناہ جان کر اس کے گالی نکالنے والے کو قتل کا حکم دیا ہے۔ اور نیز اس کو گالی دینا ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کو گالی دینے کی طرح خیال کیا ہے۔ جیسے کہ اوپر گزر چکا۔ تو حضرت معاویہؓ برائی کے مستحق نہیں ہیں۔

اے بھائی! معاویہؓ تنہا اس معاملہ میں نہیں ہے۔ کم و بیش آدھے اصحاب کرام اس کے ساتھ اس معاملہ میں شریک ہیں۔ پس اگر حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑائی کرنے والے کافر یا فاسق ہوں تو نصف دین سے اعتماد اُٹھ جاتا ہے۔ جو ان کی تبلیغ کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے۔ اس بات کو سوائے اس زندیق کے جس کا مقصود دین کی بربادی ہے کوئی پسند نہیں کر سکتا۔

اے برادر! اس فتنہ کے برپا ہونے کا منشا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل اور ان کے قاتلوں سے اُن کا قصاص طلب کرنا ہے۔ طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما جو اوّل مدینہ سے باہر نکلے تاخیر قصاص کے باعث نکلے۔ اور حضرت صدیقہؓ نے بھی اس امر میں ان کے ساتھ موافقت کی۔ اور جنگ جمل جس میں تیرہ ہزار آدمی قتل ہوئے۔ اور طلحہ و زبیر بھی جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں قتل ہوئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کے باعث ہوا ہے۔ اس کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ نے شام سے آ کر ان کے ساتھ شریک ہو کر جنگ صفین کیا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کی ہے کہ وہ جھگڑا امر خلافت پر نہیں ہوا۔ بلکہ قصاص کے پورا کرنے کے لیے حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدا میں ہوا ہے۔ اور شیخ ابن حجرؒ نے بھی اس بات کو اہل سنت



Marfat.com

کے معتقدات سے کہا ہے۔ اور شیخ ابوشکور سلمی رحمۃ اللہ علیہ نے جو بزرگ علمائے حنفیہ میں سے ہیں کہا ہے کہ حضرت معاویہؓ اور حضرت امیر رضی اللہ عنہما کے درمیانی جھگڑے خلافت کے بارہ میں ہوئے ہیں۔

کیونکہ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا کہ:

اِذَا مَلَكْتَ النَّاسَ فَارْفُقْ بِهِمْ — جب تو لوگوں کا مالک بنے تو ان کے ساتھ نرمی کر

شاید اس بات سے معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت کا طمع پیدا ہو گیا ہو۔ لیکن وہ اس اجتہاد میں خطا پر تھے، اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ حق پر۔ کیونکہ ان کی خلافت کا وقت حضرت امیرؓ کی خلافت کے بعد تھا۔ اور ان دونوں قولوں کے درمیان موافقت اس طرح پر ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس منازعت کا منشا قصاص کی تاخیر ہو۔ اور پھر خلافت کا طمع بھی پیدا ہو گیا ہو۔ بہر تقدیر اجتہاد اپنے محل میں واقع ہوا ہے۔ اگر خطا پر ہے تو ایک درجہ اور حق والے کے لیے دو درجے بلکہ دس درجے۔

اے برادر! اس امر میں بہتر طریق یہ ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب رضی اللہ عنہ کے لڑائی جھگڑوں سے خاموش رہیں۔ اور ان کے ذکر اذکار سے منہ موڑیں۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:

اِيَّاكُمْ وَمَا شَجَرَ بَيْنَ اَصْحَابِىْ — میرے اصحاب کے درمیان جو جھگڑے ہوئے ہیں ان سے اپنے آپ کو بچاؤ۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا:

اِذَا ذُكِرَ اَصْحَابِىْ فَاَمْسِكُوْا۔ — یعنی جب میرے صحابہ کا ذکر کیا جائے تو زبان کو روکو۔

(طبرانی)

نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:

اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِىْ اَصْحَابِىْ لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا۔ — یعنی میرے اصحابؓ کے حق میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ان کو اپنے تیر کا نشانہ نہ بناؤ۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے اور نیز عمر بن عبدالعزیزؒ سے بھی منقول ہے کہ:

تِلْكَ دِمَاءٌ طَهَّرَ اللّٰهُ عَنْهَا اَيْدِيَنَا فَلْنُطَهِّرْ عَنْهَا اَلْسِنَتَنَا۔ — یہ وہ خون ہیں جن سے ہمارے ہاتھوں کو اللہ تعالیٰ نے پاک رکھا تو ہم اپنی زبانوں کو ان سے پاک رکھیں۔

---

۱؎ مسلم شریف و ابن ابی شیبہ و طبرانی و امام احمد۔ ۲؎ ابن اثیر جزری نے نہایت الغریب میں روایت کی۔
۳؎ مشکوٰۃ شریف بحوالہ ترمذی۔



Marfat.com

اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ ان کی خطا کو بھی زبان پر نہ لانا چاہیے۔ اور ان کے ذکر خیر کے سوا اور کچھ نہ بیان کرنا چاہیئے۔

یزید بدبخت فاسقوں کے زمرہ میں سے ہے۔ اس کی لعنت میں توقف اہل سنت کے مقررہ اصل کے باعث ہے۔ کیونکہ انہوں نے معین شخص کے لیے اگرچہ کافر ہو لعنت جائز نہیں کی۔ مگر جب یقیناً معلوم کریں کہ اس کا خاتمہ کفر پر ہوا ہے جیسے کہ ابولہب جہنمی اور اس کی عورت نہ یہ کہ وہ لعنت کے لائق نہیں:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ[1] — جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے۔

جاننا چاہیے کہ چونکہ اس زمانہ میں اکثر لوگوں نے امامت کی بحث چھیڑ رکھی ہے اور اصحاب کرام علیہم الرضوان کی خلافت کی نسبت گفتگو مدنظر کی ہوئی ہے۔ اور جاہل اہل تاریخ اور سرکش بدعتیوں کی تقلید پر اکثر اصحاب کرام کو نیکی سے یاد نہیں کرتے۔ اور کئی نامناسب امور ان کی جناب کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اس لیے جو کچھ معلوم تھا، تحریر میں لاکر دوستوں کی طرف بھیجا گیا ہے۔

قَالَ عَلَیْہِ وَاٰلِہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ: اِذَا ظَھَرَتِ الْفِتَنُ اَوْقَالَ الْبِدَعُ وَسُبَّتْ اَصْحَابِیْ فَلْیُظْھِرِ الْعَالِمُ عِلْمَہٗ فَمَنْ لَّمْ یَفْعَلْ ذٰلِکَ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ عَدْلًا وَّلَا فَرْضًا۔ — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب فتنے اور بدعتیں ظاہر ہو جائیں اور میرے اصحاب کو گالیاں دی جاویں تو عالم کو چاہیے کہ اپنے علم کو ظاہر کرے۔ پس جس نے ایسا نہ کیا، اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا کوئی فرض و نفل قبول نہ کرے گا۔[2]

لیکن اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ سلطان وقت اپنے آپ کو حنفی مذہب قرار دیتا ہے اور اہل سنت وجماعت میں سے جانتا ہے۔ ورنہ مسلمانوں پر کام بہت تنگ ہوتا۔ اس بڑی نعمت کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔

پس چاہیے کہ اہل سنت وجماعت کے معتقدات پر اپنے اعتقاد کا مدار رکھیں۔ اور زید و عمر کی باتوں کو نہ سنیں۔ جھوٹے قصوں پر کام کا مدار رکھنا اپنے آپ کو ضائع کرنا ہے۔ فرقہ ناجیہ کی تقلید ضروری ہے۔ تاکہ نجات کی امید پیدا ہو۔ وَدُوْنَہٗ خَرْطُ الْقَتَادِ ورنہ بے فائدہ تکلیف ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی سَآئِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔ — اور سلام ہو آپ پر اور ان سب پر جنہوں نے ہدایت

---

[1] سورۃ احزاب پارہ ۲۲۔
[2] صواعق محرقہ مصنفہ علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ۔



Marfat.com

اِهْتَدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ۔ اختیار کی اور حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

# مکتوب نمبر ۲۵۲

بعض سوالات کے جواب میں جناب شیخ بدیع الدین کی طرف صادر فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو

برادر ارجمند کا مکتوب مرغوب پہنچا۔ بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ آپ نے چند استفسار درج کیے تھے۔ ان کے جواب میں آپ کو معلوم ہو کہ حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے تعین کا مبدء صفت العلم ہے جیسے کہ تعین محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبدء یہی صفت ہے۔ فرق جہات واعتبارات کے لحاظ سے ہے۔ کیونکہ اس صفت کی ایک جانب عالم کی طرف ہے۔ اور دوسری معلوم کی طرف۔ پہلی جانب وحدت کے مناسب ہے اور دوسری کثرت کے موافق۔ اور اس صفت کے لیے بھی اجمال وتفصیل ہے کہ ہر ایک اس بزرگ کے مبدء تعین کے اعتبار سے ہے۔

دوسرے وہ معارف جو بار نبوت وولایت کے برداشت کرنے سے متعلق تھے۔ وہ اس خط میں جو خواجہ محمد اشرف کی طرف لکھا تھا مفصل درج ہو چکے ہیں۔ دوبارہ لکھنے کی حاجت نہیں۔ وہاں سے معلوم کر لیں۔

دوسرے یہ کہ فقیر نے چاہا کہ اس استفسار کے جواب میں کہ قطب وغوث وخلیفہ کے درمیان کیا فرق ہے کچھ لکھے۔ لیکن اذن نہ ہوا۔ اس کو دوسرے وقت پر موقوف رکھیں۔ والسلام

# مکتوب نمبر ۲۵۳

مشیخت پناہ شیخ ادریس سامانی کی طرف صادر فرمایا:

چند سوالات کے جواب میں اور اس راہ کی بے نہایتی اور رموز واجمال کے طور پر طریقت کے بعض مقامات ومنازل کی تفصیل کے بیان میں۔

حمد وصلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ اس طرف کے فقراء کے احوال حمد کے لائق ہیں۔



Marfat.com

اور آپ کی خیر و عافیت اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پسندیدہ طریقہ پر استقامت و ثابت قدمی اللہ تعالیٰ سے مطلوب و مسئول ہے۔

ان احوال و مواجید کا بیان جو مولانا عبدالمؤمن کی زبان کے حوالہ کیا تھا۔ مولانا نے مفصل طور پر ظاہر کر کے کہا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ اگر میں زمین کی طرف نظر کرتا ہوں تو زمین کو نہیں پاتا۔ اور اگر آسمان کی طرف نظر کرتا ہوں تو اس کو بھی نہیں پاتا۔ اور جس کسی کے آگے جاتا ہوں اس کا وجود بھی نہیں پاتا، اور ایسے ہی عرش و کرسی و بہشت و دوزخ کا بھی وجود نہیں پاتا، اور اپنا وجود بھی نہیں جانتا ہوں۔ حق تعالیٰ کا وجود بے پایاں ہے اس کی نہایت کو کسی نے معلوم نہیں کیا۔ بزرگ بھی اسی جگہ تک رہ گئے ہیں اور یہاں تک اگر سیر سے عاجز ہو گئے ہیں۔ اور اس معنے سے زیادہ کچھ اختیار نہیں کیا۔ اگر آپ بھی اس کو کمال جانتے ہیں اور اسی مقام میں ہیں تو پھر میں آپ کے پاس کس لیے آؤں اور کیوں تکلیف اٹھاؤں۔ اور آپ کو بھی تکلیف دوں۔ اور اگر اس کمال کے سوا کوئی اور امر ہو تو اطلاع بخشیں۔ تاکہ ایک اور یار کے ساتھ جو درد و طلب بہت رکھتا ہے وہاں آؤں۔ اسی تردد کے حاصل ہونے کی وجہ سے چند سال تک وہاں آنے میں توقف رہا۔

میرے مخدوم! اس قسم کے احوال قلب کے تلوینات[1] سے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایسے احوال والے شخص نے قلب کے مقامات سے ابھی چوتھے حصہ سے زیادہ طے نہیں کیا۔ مقامات قلب سے تین حصہ اور طے کرنے چاہئیں تاکہ قلب کا معاملہ پورے طور پر طے ہو۔ اور پھر قلب کے آگے روح اور روح کے آگے سر اور سر کے آگے خفی اور اس کے بعد اخفیٰ ہے۔ ان باقیماندہ چاروں میں سے ہر ایک کے لیے الگ الگ احوال و مواجید ہیں۔ اور سب کو جدا جدا طے کرنا چاہیئے۔ اور ہر ایک کمالات سے آراستہ ہونا چاہیے۔ عالم امر کے ان پنج گانہ لطائف سے گذرنے اور ان کے اصلوں کی منازل کو درجہ بدرجہ طے کرنے اور اسماء و صفات کے ظلی مدارج کو جو ان اصول کے اصول ہیں۔ درجہ بدرجہ قطع کرنے کے بعد اسماء و صفات کی تجلیات اور شیونات و اعتبارات کے ظہورات ہیں۔ اور ان تجلیات سے گزر کر آگے تجلیات ذات ہیں۔ تب نفس کے اطمینان سے معاملہ پڑتا ہے۔ اور پروردگار تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ وہ کمالات جو اس مقام میں ہیں۔ ان کے مقابلہ میں پہلے کمالات ایسے ہیں جیسے کہ دریائے محیط ناپیدا کنار کے مقابلہ میں قطرہ۔ اس مقام میں شرح صدر حاصل ہوتا ہے اور اسلام حقیقی سے مشرف ہوتے ہیں۔ ع

کار این است غیر ایں ہمہ ہیچ

اصل کام یہ ہے باقی سب ہیچ ہے۔

---

[1] تلوین۔ گوناگوں کرنا۔ اہل تصوف کی اصطلاح میں مقامات فقر میں سے ایک مقام کا نام ہے۔



Marfat.com

اسماء وصفات کی وہ تجلیات جو عالم امر کی ان پنج گانہ منزلوں کو مع ان کے اصول اور اصول کے قطع کرنے سے پہلے متوہم ہوتی ہیں۔ وہ عالم امر کے بعض خواص کے ظہورات ہیں جو بے چونی اور لامکانیت سے کچھ حصہ رکھتے ہیں نہ کہ اسماء وصفات کی تجلیات۔ ایک سالک نے اسی مقام میں کہا ہے کہ میں تیس سال تک روح کو خدا سمجھ کر اس کی پرستش کرتا رہا۔ پس وصول کہاں ہے اور سیری کس کے لیے ہے ۔

کَیْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰی سُعَادَ وَدُوْنَھَا
قُلَلُ الْجِبَالِ وَدُوْنَھُنَّ خُیُوْفٌ

سعاد معشوقہ تک پہنچنا بہت مشکل ہے۔ کیونکہ اس کے اور میرے درمیان پہاڑوں کی بلند چوٹیاں اور نشیب و فراز واقع ہیں۔

چوں کہ آپ نے توجہ کے ساتھ اس راہ کی حقیقت کو بیان کرنا طلب فرمایا تھا۔ اس لیے مختصر طور پر اس کا کچھ بیان لکھا گیا ہے:

وَالْاَمْرُ عِنْدَ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ۔ اصل معاملہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی مَنْ لَّدَیْکُمْ۔ آپ پر اور آپ کے حاضرین مجلس پر سلام ہو۔

# مکتوب نمبر ۲۵۴

بعض سوالات کے جواب میں ملا احمد برکی کی طرف صادر ہوا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اللہ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آپ نے لکھا تھا کہ بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ آدمی جو کچھ کرنا چاہے اپنے صاحب زمان کے حکم سے کرے۔ تاکہ نیک نتیجہ حاصل ہو۔ اگرچہ شرعی کام ہوں۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو بندہ تمام مشروعات میں فرمان کا امیدوار ہے۔

میرے مخدوم! بزرگوں کی بات صحیح ہے۔ اور آپ کو اذن حاصل کر کے ماذون کیا ہے، لیکن جاننا چاہیے کہ نتیجہ سے مراد معتد بہ نتیجہ ہے نہ کہ مطلق۔

نیز آپ نے لکھا تھا کہ ایک رسالہ میں لکھا دیکھا ہے کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید میں مرتبہ عین جمع یعنی احدیت ذات تعالیٰ سے ہے۔ پس رسالہ مبدء و معاد کی اس عبارت کے معنے کہ کعبہ



Marfat.com

ربانی کی حقیقت قرآنی حقیقت سے بڑھ کر ہے۔ کیا ہوں گے؟

میرے مخدوم احدیت ذات سے مراد احدیت مجردہ نہیں ہے کہ جس میں کوئی صفت وشان ملحوظ نہیں ہے۔ کیوں کہ حقیقت قرآن کا منشا صفت کلام ہے جو صفات ثمانیہ میں سے ایک صفت ہے۔ اور حقیقت کعبہ کا منشا وہ مرتبہ ہے جو شیونات وصفات کی تلونیات سے برتر ہے۔ اس لیے اس کی برتری کی گنجائش ہے۔

نیز آپ نے لکھا تھا کہ بعض تفاسیر میں ہے کہ اگر کوئی کہے کہ میں کعبہ کو سجدہ کرتا ہوں تو کافر ہو جاتا ہے کیونکہ سجدہ کعبہ کی طرف ہے نہ کعبہ کو۔ اور دوسری جگہ لکھا ہے کہ ابتدائے اسلام میں سجدہ کے وقت لَكَ سَجَدْتُ (میں نے تیرے لیے سجدہ کیا)، کہتے تھے ضمیروں کا مدلول نفس ذات ہے۔ پس رسالہ مبد، ومعاد کی اس عبارت کے معنی کہ کعبے کی صورت جس طرح اشیا کی صورتوں کی مسجود ہے۔ اسی طرح حقیقت کعبہ بھی حقائق اشیا کی مسجود ہے۔ کیا ہوں گے؟

میرے مخدوم! یہ عبارتوں کی فروگزاشتوں سے ہے۔ جس طرح کہتے ہیں کہ آدم مسجود ملائکہ ہے۔ حالاں کہ سجدہ خالق کے لیے ہے نہ کہ اس کی کسی مخلوق ومصنوع کے لیے۔ خواہ کوئی مخلوق ہو۔

آپ کو اور آپ کے تمام دوستوں اور یاروں اور خاص کر ملا پائندہ وشیخ حسن کو سلام ہو۔

# مکتوب نمبر ۲۵۵

سنت سنیہ کے زندہ کرنے اور نامرضیہ بدعت کے دور کرنے کی ترغیب میں ملا طاہر لاہوری کی طرف لکھا:

| | |
|---|---|
| اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ | اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔ |

آپ کا مکتوب شریف جو حافظ بہاؤالدین کے ہمراہ ارسال کیا تھا، پہنچا۔ بہت خوشی حاصل ہوئی۔ یہ کس قدر بھاری نعمت ہے کہ محب مخلص ہمہ تن حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں میں سے کسی سنت کے زندہ کرنے کی طرف متوجہ ہوں۔ اور منکرہ اور نامرضیہ بدعتوں میں سے کسی بدعت کے دور کرنے کے خواہاں ہوں۔ سنت وبدعت دونوں پورے طور پر ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ایک کا وجود دوسرے کے نقص ونفی کو مستلزم ہے۔ پس ایک کا زندہ کرنا دوسرے کو مارنے کا مستلزم ہے۔ یعنی سنت کا زندہ کرنا بدعت کے مارنے کا موجب ہے، اور بالعکس۔



Marfat.com

پس بدعت خواہ اس کو حسنہ کہیں یا سیئہ۔ رفع سنّت کو مستلزم ہے۔ شاید حسن نسبی یعنی اضافی کا کچھ اعتبار ہوگا کیونکہ حسن مطلق وہاں گنجائش نہیں رکھتا کیونکہ تمام سنّتیں حق تعالٰی کے نزدیک مقبول و پسندیدہ ہیں۔ اور ان کے اضداد یعنی بدعتیں شیطان کی پسندیدہ ہیں۔ آج یہ بات بدعت کے پھیل جانے کے باعث اکثر لوگوں کو ناگوار معلوم ہوتی ہے۔ لیکن ان کو معلوم ہو جائے گا کہ ہم ہدایت پر ہیں یا یہ لوگ۔

منقول ہے کہ حضرت مہدی رضی اللہ عنہ اپنی سلطنت کے زمانہ میں جب دین کو رواج دیں گے۔ اور سنّت کو زندہ فرمائیں گے۔ تو مدینہ کا عالم جس نے بدعت پر عمل کرنے کو اپنی عادت بنائی ہوگی۔ اور اس کو حسن خیال کرکے دین کے ساتھ ملا لیا ہوگا تعجب سے کہے گا کہ اس شخص نے ہمارے دین کو دور کر دیا ہے۔ اور ہمارے مذہب و ملّت کو مار دیا اور خراب کر دیا ہے۔ حضرت مہدی رضی اللہ عنہ اس عالم کے قتل کا حکم فرمائیں گے۔ اور حسنہ کو سیئہ خیال کریں گے:

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔ — یہ اللہ تعالٰی کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالٰی بڑے فضل والا ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى سَآئِرِ مَنْ لَّدَيْكُمْ۔ — اور آپ پر اور ان سب پر جو آپ کے پاس ہیں سلام ہو۔

نسیان فقیر پر غالب ہے معلوم نہیں رہا کہ آپ کا مکتوب کس کے سپرد تھا۔ تاکہ سوالوں کے موافق جواب لکھتا۔ معذور فرمائیں گے۔ میاں شیخ احمد فرملی، دوستوں میں سے ہے۔ چونکہ آپ کے قرب و جوار میں رہتا ہے اس لیے اُمید ہے کہ اس کے حق میں التفات و توجہ کو مدنظر رکھیں گے۔

# مکتوب نمبر ۲۵۶

چند سوالات کے جواب میں یعنی اُس سوال کے جواب میں کہ قطب، قطب الاقطاب و غوث و خلیفہ کے کیا معنی ہیں۔ اور اس سوال کے جواب میں کہ حدیث لَوْ وُزِنَ اِيْمَانُ اَبِيْ بَكْرٍ الخ کی کیا تحقیق ہے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں میاں شیخ بدیع الدین کی طرف صادر فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى۔ — اللہ تعالٰی کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آپ کا مکتوب شریف جو ایک درویش کے ہمراہ ارسال کیا تھا پہنچا۔ بہت خوشی حاصل ہوئی۔ آپ نے پوچھا



Marfat.com

تھا کہ قطب و قطب الاقطاب و غوث و خلیفہ کے کیا معنے ہیں۔ اور ہر ایک ان میں سے کس کس خدمت پر مامور ہے اور اپنی خدمت کی نسبت اطلاع رکھتے ہیں یا نہیں۔ اور قطب الاقطاب کی بشارت جو عالم غیب سے پہنچتی ہے۔ کچھ اصل رکھتی ہے۔ یا کہ وہم و خیال کا اختراع ہے؟

جاننا چاہیے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کامل تابعدار کامل تابعداری کے باعث جب مقام نبوت کے کمالات کو تمام کر لیتے ہیں۔ تو ان میں سے بعض کو منصب امامت سے سرفراز کرتے ہیں۔ اور بعض کو صرف اس کمال کے حاصل ہونے پر کفایت فرماتے ہیں۔ یہ دونوں بزرگ اس کمال کے نفس حصول میں برابر ہیں۔ فرق صرف منصب اور عدم منصب اور ان امور میں ہے جو اس منصب سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور جب کامل تابعدار ولایت نبوت کے کمالات کو تمام کر لیتے ہیں۔ تو ان میں سے بعض کو منصب خلافت سے مشرف فرماتے ہیں اور بعض کو صرف ان کمالات کے حاصل ہونے پر کفایت کرتے ہیں۔ جس طرح کہ اوپر گزرا۔

یہ دونوں منصب کمالات اصلیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور کمالات ظلیہ میں منصب امامت کے مناسب قطب ارشاد کا منصب ہے۔ اور منصب خلافت کے مناسب قطب مدار کا منصب گویا یہ دونوں مقام جو تحت میں ہیں۔ ان دونوں مقاموں کے جو اوپر ہیں ظل ہیں۔

اور شیخ محی الدین عربی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غوث یہی قطب مدار ہے۔ اس کے نزدیک منصب غوثیت منصب قطبیت سے کوئی علیحدہ منصب نہیں ہے اور جو کچھ فقیر کا عقیدہ ہے وہ یہ ہے کہ غوث قطب مدار سے الگ ہے۔ بلکہ اس کے روزگار کا ممد و معاون ہے۔ قطب مدار بعض امور میں اس سے مدد لیتا ہے اور ابدال کے منصب مقرر کرنے میں بھی اس کا دخل ہے۔ اور قطب کو اس کے اعوان و انصار کے اعتبار سے قطب الاقطاب بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ قطب الاقطاب کے اعوان و انصار قطب حکمی ہیں۔ اسی واسطے صاحب فتوحات مکیہ لکھتا ہے کہ:

مَا مِنْ قَرْيَةٍ مُؤْمِنَةٍ كَانَتْ أَوْ كَافِرَةً إِلَّا وَفِيهَا قُطْبٌ۔ — مومنوں یا کافروں کا کوئی ایسا گاؤں نہیں ہے جس میں قطب نہ ہو۔

جاننا چاہیے کہ صاحب منصب کو البتہ اپنے منصب کا علم ہوتا ہے۔ اور وہ جو اس منصب کا کمال رکھتا ہے اور منصب نہیں رکھتا اس کے لیے لازم نہیں کہ صاحب علم ہو۔ اور اپنی خدمت سے مطلع ہو۔ اور وہ بشارت جو عالم غیب سے پہنچتی ہے اس مقام کے کمالات حاصل ہونے کی بشارت ہے نہ اس مقام کے منصب کی بشارت جو علم سے وابستہ ہے۔

نیز آپ نے پوچھا تھا کہ اس ایمان سے جو حدیث:



Marfat.com

لَوْ اُتِّزَنَ اِیْمَانُ اَبِیْ بَکْرٍ مَعَ اِیْمَانِ اُمَّتِیْ لَرَجَحَ۔[۱] اگر ابوبکرؓ کا ایمان میری اُمت کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جاوے تو البتہ غالب آجائے۔

میں واقع ہے، کیا مراد ہے اور اس کی ترجیح کا کیا سبب ہے۔

جاننا چاہیئے کہ ایمان کا رُجحان مُؤْمَنٌ بِہٖ کے رجحان کے باعث ہے چونکہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان کا متعلق تمام اُمت کے ایمان کے متعلقات سے برتر ہے۔ اس لیے راجح و غالب ہوگا۔

میرے مخدوم! عروجات میں معاملہ یہاں تک پہنچتا ہے کہ اگر ایک نقطہ زیادہ بلند جائیں۔ تو وہ کمالات جو اس ایک نقطہ کے عروجات کے باعث حاصل ہوتے ہیں۔ تمام گزشتہ کمالات سے بہت زیادہ ہوتے ہیں کیونکہ وہ نقطہ اپنے تمام ماتحتوں سے افزوں تر ہے۔ یہی حال اُس نقطہ کا ہے جو اس نقطہ کے ماتقدم کے اُوپر ہے۔ کیونکہ نقطۂ ماتقدم مع اپنے ماتحت کے نقطہ فوق کے مقابلہ میں حقیر و نقیر ہے۔ تو اس قیاس پر جس کے ایمان کا متعلق کمال فوق ہو۔ وہ بے شک اپنے تمام ماتحت سے راجح و غالب ہوگا۔ اسی بنا پر سے کہتے ہیں کہ عارف کا معاملہ یہاں تک پہنچتا ہے کہ ایک لحظہ میں تمام ماتقدم کمالات کو حاصل کر لیتا ہے۔ اور فقیر کی تحقیق کے اندازہ کے موافق ایک لحظہ میں تمام ماتقدم کمالات سے زیادہ تحصیل کر لیتا ہے:

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔

وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔ اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

اور نیز پوچھا تھا کہ شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اور اس کے تابعداروں نے لکھا ہے کہ جس قدر لڑکے حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے سبب قتل کیے گئے۔ ان سب مقتولوں کی استعدادیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منتقل ہوگئیں۔ اس بات کی حقیقت مفصل طور پر لکھیں۔

جاننا چاہیئے کہ یہ درست ہے کیونکہ تحقیق سے لکھا ہے کہ جس طرح ایک شخص کو جماعت کے کمالات حاصل ہونے کا سبب بناتے ہیں۔ اسی طرح جماعت کو بھی ایک شخص کے کمالات حاصل ہونے کا سبب بناتے ہیں۔ پیر اگرچہ مُریدوں کے کمالات حاصل ہونے کا سبب ہے۔ لیکن مرید بھی پیر کے کمالات کا سبب ہیں اس مطلب کو فقیر ماکولات و مشروبات میں بھی جن کو اپنے بدن کا اجزا بناتا تھا محسوس کرتا تھا، کہ جو طعام اور پینے کی چیز کھاتا پیتا تھا۔ استعداد کی جامعیت کا سبب ہوتا تھا۔ اور ایک الگ قابلیت پیدا کرتا تھا۔ اور جب کبھی ماکولات لذیذہ کے چھوڑنے کا قصد کرتا تھا۔ تو روک دیا جاتا تھا۔ اور اس جامعیت اور قابلیت کے حاصل ہونے کی وجہ سے اس لذیذ طعام کو چھوڑنے کی اجازت نہ ملتی تھی۔ اور بسا اوقات ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک

[۱] امام سیوطی نے الدر المنتثرہ اور ابن عدی نے کامل میں بروایت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعاً روایت کیا۔



Marfat.com

استعداد دوسرے میں کلی اور جزئی طور پر انتقال کر جاتی ہے۔ اور محسوس ہوتا ہے کہ ایک خالی ہے اور دوسری جمعیت سے پُر ہے۔

نیز آپ نے پوچھا تھا کہ شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مُرید کو ایک بزرگ کے پاس بھیجا تاکہ اس کے ذریعے معلوم کریں کہ آپ کس پیغمبر کے قدم کے نیچے ہیں۔ اس بزرگ نے فرمایا کہ تیرا جھود کس کام میں ہے۔ شیخ نے اس عبارت سے سمجھ لیا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم کے نیچے ہیں۔ اس عبارت سے یہ مطلب کس طرح سمجھ لیا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ جھود، یہود کو کہتے ہیں جو حضرت موسیٰ علیٰ نبیناو علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت تھے۔

نیز آپ نے پوچھا تھا کہ نفحات میں لکھا ہے کہ چار آدمیوں کے سوا تمام اولیا کی ولایت مرنے کے بعد سلب ہو جاتی ہے۔

جاننا چاہیئے کہ ولایت سے مراد تصرفات اور کرامات کا ظہور ہو گا نہ کہ اصل ولایت جو قرب الٰہی سے مراد ہے۔ اور نیز سلب سے مراد کرامات کے بکثرت ظاہر ہونے کا سلب ہو گا۔ نہ کہ اس ظہور کے اصل کا سلب۔

چونکہ یہ بات کشفی ہے اور کشف میں خطا کی بہت مجال ہے۔ معلوم نہیں کہ آپ نے کیا دیکھا اور کیا سمجھا ہے۔

آپ نے اولیا کی بعض کرامات کا ظہور طلب فرمایا تھا۔ آپ منتظر رہیں:

سَیَجْعَلُ اللّٰہُ بَعْدَ عُسْرٍ یُّسْرًا۔ اللہ تعالیٰ جلدی تنگی کے بعد فراخی لائے گا۔

آپ نے پوچھا تھا کہ نیشا پوری میں لکھا ہے۔ اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ یعنی شَانِئَکَ یا کے ساتھ ہے یا ہمزہ (ء) کے ساتھ۔ اس کی تحقیق کیا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ شَانِئَکَ ہمزہ کے ساتھ ہے۔ اور جس نے یا سے لکھا ہے وہ غیر مشہور قرأت ہو گی۔

آپ نے لکھا تھا کہ بعض عورتیں مشغولی یعنی ذکر کی طلب ظاہر کرتی ہیں۔ اگر محرمات میں تو کوئی منع نہیں ورنہ پردہ میں بیٹھ کر طریقہ اخذ کریں۔

نیز آپ نے پوچھا تھا کہ اہل حدیث نے ہر مہینہ میں نحوس ایام مقرر کیے ہیں۔ اور اس بارہ میں حدیث نقل کرتے ہیں فرمائیں کہ کس طرح کرنا چاہیے۔

جاننا چاہیے کہ فقیر کے والد قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ شیخ عبداللہ و شیخ رحمت اللہ جو اکابر محدثین



Marfat.com

سے تھے۔ اور حرمین میں شیخین کے لقب سے مشہور تھے کسی تقریب پر ہندوستان تشریف لائے تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ اس حدیث کو کرمانی شارح صحیح بخاری نے نقل کیا ہے۔ لیکن ضعیف ہے۔ صحیح حدیث اس بارہ میں اَلْاَیَّامُ اَیَّامُ اللّٰہِ وَالْعِبَادُ عِبَادُ اللّٰہِ۔ (دن اللہ کے دن ہیں اور بندے بھی اللہ کے بندے ہیں) ہے۔

نیز فرماتے تھے کہ دنوں کی نحوست رحمت عالمیان علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش سے دور ہوگئی۔ اَیَّامٍ نَحِسَاتٍ یعنی منحوس دن گزشتہ امتوں کی نسبت تھے۔ اور فقیر کا عمل بھی اسی پر ہے۔ اور کسی دن کو دوسرے دن پر ترجیح نہیں دیتا، جب تک کہ اس کی ترجیح شارع سے معلوم نہیں کرتا۔ جیسے کہ جمعہ اور رمضان وغیرہ۔

نیز آپ نے لکھا تھا کہ وہ معارف جو بار نبوت کو برداشت کرنے سے تعلق رکھتے ہیں خواجہ محمد اشرف کے مکتوب میں نہیں ملے۔ آپ ان کو کہاں پا سکیں کیونکہ وہ مکتوب انہی دنوں میں لکھا گیا ہے اور اس کی نقل ابھی آپ کو نہیں پہنچی۔ مکتوب بہت لمبا ہے شاید ایک جزو سے زیادہ ہوگا۔ فقیر نے اس کی نقل آپ کی طرف بھیجنے کے لیے کہہ دیا ہے۔ والسلام

# مکتوب نمبر ۲۵۷

مجمل طور پر طریقہ کے بیان میں میر نعمان کی طرف صادر فرمایا:

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ آپ کا مکتوب شریف جو شیخ احمد فرملی کے ہمراہ ارسال کیا تھا، پہنچا۔ بہت خوشی ہوئی۔ آپ نے وہ رسالہ جس میں طریقہ کا بیان ہے طلب فرمایا تھا۔ ابھی اس کے مسودے پڑے ہوئے ہیں۔ اگر خدا نے توفیق دی تو بیاض میں لکھ کر بھیجا جائے گا۔ فی الحال مختصر طور پر چند فقرے طریقہ کے بیان میں لکھتا ہے۔ گوش ہوش سے سنیں۔

میرے سیادت پناہ! وہ طریقہ جو ہم نے اختیار کیا ہے اس کے سیر کی ابتدا قلب سے ہے۔ قلب سے گزر کر مراتب روح میں جو اس سے اوپر ہے سیر واقع ہوتا ہے۔ اور روح سے گزر کر یہ معاملہ سر کے ساتھ جو اس کے اوپر ہے پڑتا ہے۔ یہی حال خفی اور اخفیٰ میں ہے۔

ان لطائف پنجگانہ کی منزلوں کے طے کرنے اور ان میں سے ہر ایک کے متعلق جدا جدا علوم و معارف کے حاصل ہونے اور ان احوال و مواجید کے ساتھ جو ان پنجگانہ میں سے ہر ایک کے ساتھ جدا جدا مخصوص



Marfat.com

ہیں متحقق ہونے کے بعد ان پنجگانہ لطائف کے اصول میں جو عالم کبیر میں ہیں، سیر واقع ہوتی ہے۔ کیونکہ جو کچھ عالم صغیر میں ہے اس کا اصل عالم کبیر میں ہے۔ عالم صغیر سے مراد انسان ہے اور عالم کبیر سے مجموعہ کائنات۔ اور پنجگانہ لطائف کے اصول میں سیر کا آغاز عرش مجید سے ہے جو انسان کے قلب کا اصل ہے۔ اور اس کے اوپر روح انسانی کا اصل ہے۔ اور اس کے اوپر سر انسانی کا اصل ہے۔ اور اصل سر کے اوپر خفی کا اصل ہے۔ اور اصل خفی کے اوپر اخفیٰ کا اصل ہے۔

جب عالم کبیر کے ان پنجگانہ مراتب کو مفصل طور پر طے کر کے اس کے آخر نقطہ تک پہنچتے ہیں اس وقت دائرہ امکان تمام طے ہو کر فنا کی منزلوں میں سے اول منزل میں قدم رکھا جاتا ہے۔

بعد ازاں اگر ترقی واقع ہو تو اسماء و صفات واجب تعالیٰ کے ظلال میں سیر واقع ہو گا۔ اور یہ ظلال وجوب و امکان کے درمیان برزخ کی طرح ہیں۔ اور عالم کبیر کے ان پنجگانہ مراتب کے لیے اصول کی مانند ہیں۔ اور ان ظلال میں بھی اسی ترتیب سے سیر ہو گا جس طرح ان کے فروع میں ذکر ہو چکا ہے۔ اگر اللہ جل شانہٗ کے فضل سے ان ظلال کی بہت سی منزلوں کو بھی طے کر کے ان کے اخیری نقطہ تک پہنچ جائیں۔ تو پھر اسماء و صفات واجب تعالیٰ میں سیر شروع ہو گا۔ اور اسماء و صفات کی تجلیات ظاہر ہوں گی۔ اور شیون و اعتبارات کا ظہور جلوہ فرمائے گا۔ اس وقت عالم امر کے پنجگانہ لطائف کا معاملہ سب کا سب طے ہو جائے گا۔ اور ان کا حق ادا ہو چکے گا۔ اس کے بعد اگر خدائے تعالیٰ کے فضل سے اس مقام سے بھی ترقی واقع ہو جائے تو نفس کے اطمینان سے معاملہ پڑے گا۔ اور مقام رضا جو سلوک کے مقامات میں سے نہایت کا مقام ہے حاصل ہو جائے گا۔ اس مقام میں شرح صدر حاصل ہوتا ہے، اور اسلام حقیقی سے مشرف ہوتے ہیں۔ اور وہ کمالات جو اس مقام میں حاصل ہوتے ہیں۔ ان کے مقابلہ میں وہ کمالات جو عالم امر سے متعلق ہیں، ایسے ہیں جیسے دریائے محیط کے مقابلہ میں قطرہ۔

یہ سب کمالات جن کا ذکر ہو چکا ہے اسم ظاہر سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور وہ کمالات جو اسم باطن سے تعلق رکھتے ہیں، وہ اور ہیں۔ جو استتار اور تبطن (پوشیدگی اور باطن) کے مناسب ہیں۔ جب ان دونوں مبارک اسموں کے کمالات سب کے سب حاصل ہو جائیں تو گویا سالک کے لیے اڑنے کے دو بازو میسر ہو جاتے ہیں۔ جن کی قوت سے عالم قدس میں پرواز کرتا اور بے انداز ترقیاں حاصل کرتا ہے، اس معاملہ کی تفصیل بعض مسودوں میں تحریر ہو چکی ہے۔ میرے فرزند ارشد ان کے جمع کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

دوسرے یہ عرض ہے کہ اگر ہو سکے تو ایک مرتبہ ضرور اس جگہ تشریف لائیں۔ بشرطیکہ اس مقام کو خالی نہ چھوڑیں اور اس انتظام کو درہم برہم نہ کریں۔ آپ ہی اکیلے آئیں اور یاروں میں سے جب کسی کو پیش قدم جانیں



Marfat.com

اس جماعت کا پیشوا بنا کر ان حدود کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ واللہ اعلم دوسرے وقت تک فرصت دیں یا نہ دیں۔ والسلام

# مکتوب نمبر ۲۵۸

حق تعالیٰ کی اقربیت (اقرب و قریب ہونے) کے بیان میں شریف خاں کی طرف صادر فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ — اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آپ کا صحیفہ شریفہ جو از روئے کرم ان حدود کے فقرا کے نامزد فرمایا تھا۔ اس کے پہنچنے سے بہت مسرت و خوشی حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

میرے مخدوم! اگرچہ حق تعالیٰ کا ہمارے ساتھ ہم سے زیادہ اقرب ہونا نص قطعی سے ثابت ہے لیکن کیا کہا جائے کہ حق تعالیٰ ہماری عقلوں اور فہموں اور ہمارے علوم و ادراکات سے وراء الورا ہے۔ حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ یہ ماوراء ہونا قرب میں ہے نہ جانب بُعد میں۔ کیونکہ وہ حق تعالیٰ ہر نزدیک سے زیادہ نزدیک ہے حتیٰ کہ اس کی ذات احدیت کو ان صفات کی نسبت جن کے آثار و افعال ہم میں زیادہ نزدیک پاتے ہیں۔ یہ معرفت نظر عقل سے ماوراء ہے۔ کیونکہ عقل اپنے سے زیادہ نزدیک کا تصور نہیں کر سکتی۔ ایسی مثال جو اس بحث کی تشریح و توضیح کر سکے۔ ہر چند تلاش کی گئی، پر نہ ملی۔ اس معرفت کی دلیل و سند نص قطعی اور کشف صحیح ہے۔

مشائخ طریقت نے توحید و اتحاد کی نسبت بہت گفتگو کی ہے۔ اور قرب و معیت کی نسبت کچھ نہ کچھ بیان فرمایا ہے۔ لیکن حق تعالیٰ کی اقربیت کی نسبت خاموشی اختیار کی ہے۔ اور کوئی بیان شافی اس بارہ میں نہیں فرمایا:

عجیب معاملہ ہے کہ حق تعالیٰ کی اقربیت (زیادہ قریب ہونا) ہماری ابعدیت (زیادہ دور ہونا) کا سبب ہوئی ہے:

هٰذَا اِلٰی اَنْ تَبْلُغَ الْکِتَابُ اَجَلَہٗ۔ — یہی کافی ہے یہاں تک کہ کتاب اپنے مقررہ وقت کو پہنچے

فَافْهَمْ فَاِنَّ کَلَامَنَا اِشَارَاتٌ وَبِشَارَاتٌ۔ — پس سمجھ لو کیونکہ ہمارا کلام اشارات و بشارات کے قبیلہ سے ہے۔



Marfat.com

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهِ الصَّلَوٰتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اَتَمُّهَا وَاَكْمَلُهَا

اور سلام ہو آپ پر اور ان سب پر جنہوں نے ہدایت اختیار کی اور حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

# مکتوب نمبر ۲۵۹

پیغمبروں کے بھیجنے کے فائدوں اور واجب الوجود تعالیٰ کی معرفت میں عقل کے مستقل نہ ہونے اور حکم خاص کے بیان میں جو شاہق جبل اور پیغمبروں کے زمانہ فترت کے مشرکوں اور دارحرب کے مشرکوں کے اطفال کے حق میں فرمایا ہے۔ اور گزشتہ امتوں میں زمین ہند میں اہل ہند سے انبیا کے مبعوث ہونے کی تحقیق اور اس کے مناسب بیان میں مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید کی طرف جو علوم عقلیہ و نقلیہ کے جامع اور نسبت علیہ کے صاحب ہیں صادر فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰنَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ۔

اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو اس کی ہدایت دی اور ہم ہرگز ہدایت نہ پاتے اگر ہم کو اللہ تعالیٰ ہدایت نہ کرتا۔ بے شک ہمارے رب کے پیغمبر حق لے کر آئے ہیں۔

انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ارسال کرنے کی نعمت کا شکر کس زبان سے ادا کیا جائے اور کس دل سے اس منعم کا اعتقاد کیا جائے۔ اور وہ اعضا کہاں ہیں جو اعمال حسنہ کے ساتھ اس نعمت عظمیٰ کا بدلہ ادا کر سکیں۔ اگر ان بزرگواروں کا وجود شریف نہ ہوتا۔ ہم بے سمجھوں کو صانع کے وجود اور اس کی وحدت کی طرف کون ہدایت کرتا۔

یونان کے قدیم فلاسفہ باوجود بڑے دانا ہونے کے صانع کے وجود کی طرف ہدایت نہ پا سکے۔ اور کائنات کے وجود کو دہر یعنی زمانہ کی طرف منسوب کیا۔ لیکن جب انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کے انوار کا دن چڑھا تو متاخرین فلاسفہ نے انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کے انوار کی برکت سے اپنے متقدمین کے مذہب کو رد کیا۔ اور صانع جل شانہ کے وجود کے قائل ہوئے اور حق تعالیٰ کا اثبات ثابت کیا پس ہماری عقلیں انوار نبوت کی تائید کے بغیر اس کام سے معزول ہیں اور ہمارے فہم وجود انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ کے سوا اس معاملہ سے دور ہیں پھر معلوم نہیں کہ ہمارے اصحاب ماتریدیہ نے بعض امور



Marfat.com

مثل وجود صانع کے اثبات اور اس کی وحدت میں عقل کے استقلال سے کیا مراد لی ہے کہ انہوں نے شاہق جبل بت پرست کو ان دونوں یعنی وجود صانع کے اثبات اور اس کی وحدت کے لیے مکلف کیا ہے۔ اگرچہ اس کو پیغمبر کی دعوت نہیں پہنچی ہو۔ اور ان دونوں میں نظر و غور کے ترک کرنے پر اس کے کفر اور خلود فی النار کا حکم لگایا ہے۔ لیکن ہم بلاغ مبین اور حجت بالغہ کے بغیر جو پیغمبروں کے ارسال کرنے پر وابستہ ہے۔ کفر اور خلود فی النار کا حکم دینا مناسب نہیں سمجھتے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ عقل اللہ کی حجتوں میں سے ایک حجت ہے۔ لیکن حجیت میں ایسی حجت بالغہ نہیں ہے جس پر ایسا سخت عذاب مترتب ہو سکے۔

## سوال :

اگر شاہق جبل میں رہنے والا جو بت پرست ہے دوزخ میں ہمیشہ کے لیے نہ رہے تو پھر وہ بہشت میں جائے گا۔ اور یہ بھی جائز نہیں کیونکہ جنت میں داخل ہونا مشرکوں پر حرام ہے۔ اُن کی جگہ دوزخ ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت عیسٰے علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی نسبت حکایت کرتے ہوئے فرماتا ہے:

مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰهُ النَّارُ۔ — جو اللہ کے ساتھ شرک کرے اُس پر جنت حرام ہے اور اُس کی جگہ دوزخ ہے۔

اور جنت و دوزخ کے درمیان کوئی اور واسطہ ثابت نہیں۔ اور اصحاب اعراف بھی چند روز کے بعد بہشت میں داخل ہو جائیں گے۔ پس یا جنت میں داخل ہوگا یا دوزخ میں۔

یہ سوال واقعی بہت مشکل ہے۔ اس فرزند ارشد کو معلوم ہے کہ مدت تک اس فقیر پر اس سوال کا تکرار ہوتا رہا لیکن جواب شافی کچھ نہ پایا۔ اور جو کچھ فتوحات مکیہ والے نے اس سوال کے حل میں کہا ہے۔ اور قیامت کے دن ان لوگوں کی دعوت کے لیے پیغمبرؑ کا مبعوث ہونا ثابت کیا ہے۔ اور اس دعوت کے رد و انکار کے موجب ان کے لیے بہشت و دوزخ کا کیا حکم ہے۔ اس فقیر کے نزدیک پسندیدہ نہیں ہے۔ کیونکہ دار آخرت دار جزا ہے نہ دار تکلیف تاکہ کسی پیغمبر کے بھیجنے کی ضرورت پڑے۔ بہت مدت کے بعد خداوند تعالیٰ کی عنایت نے رہنمائی کی اور اس معما کو حل کر دیا۔ اور منکشف فرمایا کہ یہ لوگ نہ بہشت میں ہمیشہ رہیں گے نہ دوزخ میں بلکہ آخرت کے بعث و احیا کے بعد ان کو مقام حساب میں کھڑا رکھ کر گناہوں کے اندازہ کے موافق ان کو عتاب و عذاب دیں گے۔ اور حقوق پورے کر کے غیر مکلف حیوانوں کی طرح ان کو بھی معدوم مطلق اور لاشے محض کر دیں گے۔ پس خلود کس کے لیے اور مخلد کون ہوگا اس معرفت غریبہ کو جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حضور میں پیش کیا گیا۔ تو سب نے اس کی تصدیق کی اور اس کو مقبول فرمایا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

---

سلہ سورۂ مائدہ پارہ ۶-۱۲



Marfat.com

عِندَ اللہِ سُبحَانَہٗ۔

فقیر پر یہ بات نہایت ناگوار گزرتی ہے کہ حق تعالیٰ باوجود اپنی کمال رافت و رحمت کے بغیر اس بات کے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے ابلاغ مبین فرمائے، صرف عقل کے اعتبار پر جس میں غلطی اور خطا کی بہت مجال ہے، پس اپنے بندے کو ہمیشہ کے لیے دوزخ میں ڈالے اور ہمیشہ کے عذاب میں گرفت کرے۔ جس طرح کہ باوجود شرک کے اس کے لیے جنت میں ہمیشہ رہنے کا حکم کرنا ناگوار معلوم ہوتا ہے۔ جیسے کہ جنت و دوزخ کے درمیان واسطے کے قائل نہ ہونے کے باعث اشعری کے مذہب سے لازم آتا ہے پس حق یہی ہے جو مجھے الہام ہوا کہ قیامت کے دن محاسبہ کے بعد وہ معدوم کیا جائے گا۔ اور فقیر کے نزدیک دارِ حرب کے مشرکین کے اطفال کے بارہ میں بھی یہی حکم ہے کیونکہ بہشت میں داخل ہونا ایمان پر وابستہ ہے۔ خواہ ایمان اصالت کے طور پر ہو یا تبعیت کے طور پر اگرچہ تبعیت دارالاسلام میں ہوتی ہے جیسے کہ اہل ذمہ کے لڑکوں کے لیے۔ لیکن ان کے حق میں ایمان مطلق طور پر مفقود ہے۔ پس بہشت میں ان کا داخل ہونا متصور نہیں ہوتا۔ اور دوزخ میں داخل ہونا، اور اس میں ہمیشہ رہنا تکلیف کے ثابت ہونے کے بعد شرک پر منحصر ہے۔ اور یہ بھی ان کے حق میں مفقود ہے۔ پس ان کا حکم حیوانوں کا سا حکم ہے کہ بعث و نشور کے بعد حساب کے لیے کھڑا کریں گے اور ان سے حقوق پورا کر کے ان کو معدوم و نیست و نابود کر دیں گے۔ اور ان مشرکوں کے حق میں بھی جو پیغمبروں کی فترت کے زمانہ (دو پیغمبروں کا درمیانی زمانہ) میں ہوتے ہیں اور جن کو کسی پیغمبر کی دعوت نصیب نہیں ہوئی یہی حکم ہے۔

اے فرزند! یہ فقیر جس قدر ملاحظہ کرتا ہے اور نظر کو وسیع کرتا ہے، کوئی ایسی جگہ نہیں پاتا جہاں ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت نہ پہنچی ہو۔ بلکہ محسوس ہوتا ہے کہ آفتاب کی طرح سب جگہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کا سب جگہ نور پہنچا ہے۔ حتیٰ کہ یاجوج ماجوج میں بھی جن کو دیوار نے ہٹایا ہے پہنچا ہوا ہے۔ اور گزشتہ امتوں میں ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی جگہ بہت کم ہے جہاں پیغمبر مبعوث نہ ہوا ہو۔ حتیٰ کہ زمین ہند میں بھی جو اس معاملہ سے دُور دکھائی دیتی ہے، معلوم کرتا ہے کہ اہل ہند سے پیغمبر مبعوث ہوئے ہیں۔ اور صانع جل شانہ کی طرف دعوت فرمائی ہے۔ اور ہندوستان کے بعض شہروں میں محسوس ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے انوار شرک کے اندھیروں میں مشعلوں کی طرح روشن ہیں۔ اگر ان شہروں کو معین کرنا چاہے تو کر سکتا ہے اور دیکھتا ہے کہ کوئی ایسا پیغمبر ہے جس کی کسی نے تابعداری نہیں کی اور کسی نے اس کی دعوت کو قبول نہیں کیا۔ اور کوئی ایسا پیغمبر ہے کہ صرف



Marfat.com

ایک ہی آدمی اس پر ایمان لایا ہے اور کسی پیغمبر کے تابع صرف دو شخص ہوتے ہیں۔ اور بعض کے ساتھ تین آدمی ایمان لائے ہیں۔ تین آدمیوں میں سے زیادہ نظر نہیں آتے۔ جو ہند میں کسی پیغمبر پر ایمان لائے ہوں تا کہ چار آدمی ایک پیغمبر کی امت ہوں اور جو کچھ ہند کے زمیں کفار نے واجب تعالیٰ کے وجود اور اس کی صفات اور اس کے تنزیہ و تقدیس کے بارے میں لکھا ہے۔ سب انوار نبوت سے مقتبس ہے۔ کیونکہ گزشتہ امتوں میں سے ہر ایک کے زمانہ میں ایک نہ ایک پیغمبر ضرور گزرا ہے۔ جس نے واجب تعالیٰ کے وجود اور اس کے ثبوت اور اس کے تنزیہ و تقدیس کی نسبت خبر دی ہے۔ اگر ان بزرگواروں کا وجود شریف نہ ہوتا ان بدبختوں کی لنگڑی اور اندھی عقل جو کفر و معاصی کے ظلمات سے آلودہ ہے، اس دولت کی طرف کس طرح ہدایت پاتی۔ ان بدبختوں کی ناقص عقلیں اپنی حد ذات میں اپنی الوہیت کا حکم دیتی ہیں۔ اور اپنے سوا کوئی اور خدا ثابت نہیں کرتیں۔ جس طرح کہ فرعون مصر نے کہا کہ:

مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ[1] — میں تمہارے لیے اپنے سوا کوئی خدا نہیں جانتا۔

اور یہ بھی کہا کہ:

لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ۔[2] — اگر تو میرے سوا کوئی اور خدا بنائے گا تو میں تجھے قید کر دوں گا۔

اور جب انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اظہار کرنے سے انہوں نے معلوم کیا کہ عالم کے لیے ایک صانع واجب الوجود ہے۔ تو ان کم بختوں میں سے بعض نے اپنے دعوے کی برائی پر اطلاع پا کر تقلید و تستر کے طور پر صانع کو ثابت کیا اور اس کو اپنے آپ میں حلول کیا ہوا اور سرایت کیا ہوا سمجھا۔ اور اس حیلہ سے لوگوں کو اپنی پرستش کی طرف بلایا:

تَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يَقُوْلُ الظَّالِمُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا۔ — اللہ تعالیٰ اس بات سے جو ظالم کہتے ہیں بہت بڑا ہے۔

اس جگہ کوئی بے وقوف یہ سوال نہ کرے کہ اگر زمین ہند میں پیغمبر مبعوث ہوتے۔ تو ان کے مبعوث ہونے کی خبر ضرور ہم تک پہنچتی بلکہ وہ خبر بکثرت دعوتوں کی جہت سے تواتر کے طور پر منقول ہوتی۔ جب ایسا نہیں ہے تو ویسا بھی نہیں ہے۔

اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ ان مبعوث پیغمبروں کی دعوت عام نہ تھی۔ بلکہ کسی کی دعوت ایک قوم سے اور بعض کی ایک گاؤں سے یا شہر سے مخصوص تھی۔ اور ہو سکتا ہے کہ حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے کسی قوم یا گاؤں میں کسی شخص کو اس دولت سے مشرف فرمایا ہو۔ اور اس شخص نے اس قوم یا اس گاؤں کے لوگوں

[1] سورۂ قصص، پارہ امن خلق۔ [2] سورۂ شعراء، پارہ وقال الذین۔



Marfat.com

کو صانع جل شانہ کی معرفت کی طرف دعوت کی ہو۔ اور حق تعالیٰ کے سوا اوروں کی عبادت سے منع کیا ہو۔ اور اس قوم یا گاؤں والوں نے اس کا انکار کیا ہو۔ اور اس کو ذلیل و جاہل سمجھا ہو۔ اور جب انکار و تکذیب حد سے بڑھ گیا ہو۔ تو حق تعالیٰ کی مدد نے آکر اُن کو ہلاک کر دیا ہو۔

اسی طرح کچھ مدت کے بعد ایک اور پیغمبر کسی قوم یا گاؤں کی طرف مبعوث ہوا ہو۔ اور اس پیغمبر نے بھی اُن لوگوں کے ساتھ وہی معاملہ کیا ہو جو پہلے پیغمبر نے کیا تھا۔ اور اس پیغمبر کے ساتھ وہی معاملہ کیا جو ان کے پہلوں نے کیا تھا۔ علیٰ ہذا القیاس اسی طرح ہوتا رہا ہو۔

زمین ہند میں گاؤں اور شہروں کی ہلاکت کے آثار بہت پائے جاتے ہیں۔ یہ لوگ اگرچہ ہلاک ہو گئے۔ لیکن وہ دعوت کا کلمہ ان کے ہم عصروں کے درمیان باقی رہا :

جَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۔ اور اس کلمہ کو اس واسطے پیچھے باقی رکھا کر شاید وہ رجوع کر آئیں۔

ان مبعوث پیغمبروں کی دعوت کی خبر ہم تک تب پہنچتی جب کہ بہت سے لوگ ان کے تابع ہوتے اور بڑی بھاری قوم ہم پہنچاتے۔ جب ایک آدمی آیا اور چند روز دعوت کر کے چلا گیا۔ اور کسی نے اُس کو قبول نہ کیا۔ پھر دوسرا آیا اور اس نے بھی یہی کام کیا۔ اور ایک آدمی اس کے ساتھ ایمان لایا۔ اور تیسرے کے ساتھ دو یا تین آدمی ایمان لائے۔ تو پھر خبر کس طرح پھیلتی اور عام ہوتی۔ اور کفار سب کے سب انکار کے درپے تھے اور اپنے باپ دادا کے دین کے مخالفوں کو رد کرتے تھے۔ تو پھر نقل کون کرتا اور کس کی طرف نقل کرتا۔

دوسرے یہ کہ نبوت و رسالت و پیغمبر کے الفاظ ان پیغمبروں اور ہمارے پیغمبر علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کے متحد ہونے کے باعث عربی اور فارسی لغت کے تھے۔ اور یہ الفاظ ہندی لغت میں نہ تھے۔ تاکہ ہند کے مبعوث انبیا کو نبی یا رسول یا پیغمبر کہتے اور ان ناموں سے ان کو یاد کرتے۔

اور نیز اس سوال کے جواب میں ہم معارضہ کے طور پر کہتے ہیں کہ اگر ہند میں انبیاء مبعوث نہ ہوئے ہوں اور ان کی زبان میں ان کو دعوت بھی نہ کی ہو تو پھر ان کا حکم بھی شاہق جبل کا حکم ہوگا کہ باوجود سرکشی اور دعویٰ الوہیت کے دوزخ میں نہ جائیں۔ اور ہمیشہ کے عذاب میں نہ رہیں۔ اس بات کو بھی نہ تو عقل سلیم پسند کرتی ہے اور نہ ہی کشف صحیح اس کی شہادت دیتا ہے کیونکہ ہم ان میں سے بعض سرکش مردوں کو دوزخ کے وسط میں دیکھتے ہیں۔ وَاللهُ اَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْحَالِ. وَالسَّلَامُ۔

---



Marfat.com

# مکتوب نمبر ۲۶۰

حقائق آگاہ معارف دستگاہ مظہر فیض الٰہی و منبع رحمت نامتناہی مخدوم زادہ میاں شیخ محمد صادق سلمہ اللہ کی طرف صادر فرمایا:

اس طریق کے بیان میں جس سے آپ کی ذات کو ممتاز کیا گیا ہے۔ اور جس میں ولایت سہ گانہ یعنی ولایت صغریٰ، جو اولیا کی ولایت ہے۔ اور ولایت کبریٰ، جو پیغمبروں کی ولایت ہے۔ اور ولایت عُلیا کا جو ملائے اعلیٰ کی ولایت ہے، بیان مندرج ہے۔ اور جس میں ہر قسم کی ولایت پر نبوت کے افضل ہونے کا بیان ہے۔ اور لطائف عشرہ انسانی کے بیان میں کہ ان میں سے پنج عالم امر سے ہیں اور دوسرے پنج عالم خلق سے جو نفس اور عناصر اربعہ ہیں، مع اُن کمالات کے جو ان لطائف میں سے ہر ایک کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اور عالم امر پر عالم خلق کے افضل ہونے کے بیان میں۔ مع اُن کمالات کے جو عنصر خاک سے مخصوص ہیں۔ اور ان عجیب و غریب علوم و معارف کے بیان میں جو ہر مقام کے مناسب ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الطَّاهِرِيْنَ

اللہ رب العالمین کی حمد ہے اور حضرت سید المرسلین اور اُن کی آل و اصحاب پاک پر صلوٰۃ و سلام ہو۔

اے فرزند! اللہ تجھے سعادتمند کرے۔ جاننا چاہیے کہ عالم امر کے پنجگانہ لطائف یعنی قلب، روح، سر، خفی و اخفیٰ جو انسانی عالم صغیر کے اجزا ہیں۔ ان کے اصل عالم کبیر میں ہیں۔ جس طرح کہ عناصر اربعہ جو انسان کے اجزا ہیں اپنی اصل عالم کبیر میں رکھتے ہیں۔ اور ان پنجگانہ لطائف کے اصلوں کا ظہور عرش کے اوپر ہے جو لامکانیت سے موصوف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عالم امر کو لامکانی کہتے ہیں۔ دائرہ امکان یعنی خلق و امر اور صغیر و کبیر ان اصول کی نہایت تک تمام ہو جاتا ہے اور عدم کا وجود سے ملنا جو امکان کا منشا ہے اس مقام میں منتہی ہو جاتا ہے جب سالک رشید محمدی المشرب لطائف پنجگانہ کو ترتیب وار طے کر کے ان کے اصول میں جو عالم کبیر میں ہیں سیر فرماتا ہے اور بلند فطرتی بلکہ محض فضل ایزدی سے ان سب کو ترتیب و تفصیل کے ساتھ طے کر کے ان کے اخیر نقطہ تک پہنچتا ہے تو اس وقت دائرہ امکان کو سیر الی اللہ کے ساتھ تمام کر لیتا ہے۔ اور فنا کے اسم کا اطلاق اپنے اوپر حاصل کر کے ولایت صغریٰ میں جو اولیا کی ولایت ہے، سیر شروع کرتا ہے۔ اور اس کے بعد اگر اسمائے وجوبی تعالیٰ و تقدست کے ظلال میں جو حقیقت میں ان پنجگانہ عالم کبیر کے اصول ہیں۔ اور



Marfat.com

اور جن میں علوم کی کچھ آمیزش نہیں ہے سیر واقع ہو جاتے ۔ اور ان سب کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے سیر فی اللہ کے طریق سے طے کر کے ان کی نہایت تک پہنچ جائے تو اسمائے وجوبی کے ظلال کا دائرہ سب کا سب تمام ہو جاتا ہے ۔ اور اسماء وصفات واجبی جل شانہ کے مرتبہ تک پہنچ جاتا ہے ۔ ولایت صغریٰ کے عروج کی نہایت یہیں تک ہے ۔ اس مقام میں حقیقت فنا کا آغاز متحقق ہوتا ہے اور ولایت کبریٰ کی ابتدا میں جو انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت ہے قدم رکھا جاتا ہے ۔

جاننا چاہیے کہ یہ دائرہ ظل انبیائے کرام اور ملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا تمام مخلوقات کے مبادی تعینات کو متضمن ہے ۔ اور ہر ایک اسم کا ظل ہر ایک شخص کا مبدء تعین ہے ۔ حتیٰ کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا جو انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام انسانوں میں سے اشرف ہیں مبدء تعین اس دائرہ کے اوپر کا نقطہ ہے ۔

اور یہ جو بعض نے کہا ہے کہ جب سالک اس اسم تک جو اس کا مبدء تعین ہے ۔ پہنچ جاتا ہے ، تو اس وقت سیر الی اللہ کو تمام کر لیتا ہے ۔ اس اسم سے مراد اسم الٰہی جل شانہ کا ظل اور اسم کی جزئیات میں سے ایک جزئی ہے نہ کہ اس اسم کا اصل ۔ اور یہ دائرہ ظل حقیقت میں مرتبہ اسماء وصفات کی تفصیل ہے ۔
مثلاً علم ایک حقیقی صفت ہے جس کی بہت سی جزئیات ہیں ۔ اور ان جزئیات کی تفصیل اس صفت کے ظلال ہیں ۔ جو اجمال کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں ۔ اور اس صفت کی ہر ایک جزئی انبیائے کرام و ملائکہ عظام کے سوا باقی اشخاص میں سے ہر ایک شخص کی حقیقت ہے ۔ اور انبیاء و ملائکہ کے مبادی تعینات ان ظلال کے اصول یعنی ان مفصلہ جزئیات کی کلیات ہیں ۔

مثلاً صفت العلم اور صفت القدرت اور صفت الارادت وغیرہ وغیرہ ۔ اور بہت سے اشخاص ایک صفت میں جو مبدء تعین ہے مختلف اعتباروں کے لحاظ سے باہم شرکت رکھتے ہیں ۔
مثلاً حضرت خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبدء تعین شان العلم ہے ۔ اور یہی صفت العلم ایک اعتبار سے حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبدء تعین ہے ۔ اور نیز یہی صفت ایک اعتبار سے حضرت نوح علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبدء تعین ہے ۔ اور ان اعتبارات کا تعین خواجہ محمد اشرف کے مکتوب میں ذکر ہو چکا ہے ۔

اور یہ جو بعض مشائخ نے کہا ہے کہ حقیقت محمدی تعین اول ہے جو حضرت اجمال ہے اور وحدت کے نام سے موسوم ہے ۔ ان کی مراد جو کچھ اس فقیر پر ظاہر ہوئی ہے ، یہ ہے کہ اس سے ان کی مراد اسی دائرہ ظل کا مرکز ہے ۔ اس دائرہ ظل کو تعین اول سمجھے ہیں اور اس کے مرکز کو اجمال جان کر اس کا نام وحدت رکھا ہے ۔ اور اس



Marfat.com

مرکز کی تفصیل کو جو اس دائرہ کا محیط ہے واحدیت گمان کیا ہے۔ اور دائرۂ ظل کے مقام فوق کو جو اسماء و صفات کا دائرہ ہے۔ ذات بیچون جو تعین سے مبرا ہے تصور کیا ہے۔ حالاں کہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ اس دائرہ ظل کا مرکز دائرہ فوق کے جو اس کا اصل ہے اور اسماء و صفات اور شیون اعتبارات کے دائرہ سے موسوم ہے۔ مرکز کا ظل ہے۔ حقیقت میں حقیقت محمدی اس دائرہ اصل کا مرکز ہے جو اسماء و شیونات کا اجمال ہے۔ اور اس دائرہ میں ان اسماء و صفات کی تفصیل واحدیت کا مرتبہ ہے اور ظلال اسماء کے مرتبہ وحدت اور واحدیت کا اطلاق کرنا ظل کو اصل کے مشابہ سمجھنے پر مبنی ہے اور سیر فی اللہ کا اطلاق بھی اس مقام پر اسی قسم سے ہے۔ حالانکہ وہ سیر در حقیقت سیر الی اللہ میں داخل ہے۔ اس کے بعد اگر دائرہ اسماء و صفات میں جو اس دائرہ ظل کا اصل ہے۔ سیر فی اللہ کے طریق پر عروج واقع ہو جائے۔ تو ولایت کبریٰ کے کمالات کا آغاز شروع ہو جائے گا۔ اور یہ ولایت کبریٰ اصلی طور پر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور ان کی تابعداری کے باعث ان کے اصحاب کرام کو بھی یہ دولت حاصل ہوتی ہے۔ اس دائرہ کا نچلا نصف حصہ اسماء و صفات زائدہ کو متضمن ہے اور اوپر کا نصف حصہ شیون و اعتبارات ذاتیہ پر مشتمل ہے۔

عالم امر کے پنجگانہ لطائف و مراتب کا عروج اس دائرہ اسماء و شیونات کے نہایت تک ہے۔ اس کے بعد اگر محض فضل خداوندی جل شانہٗ سے صفات و شیونات کے مقام سے زیادہ تر واقع ہو۔ تو ان کے اصول کے دائرہ میں سیر واقع ہوگا۔ اور اس دائرہ اصول کے آگے ان اصول کے اصول کا دائرہ ہے اور اس دائرہ کے طے کرنے کے بعد دائرہ فوق کی ایک قوس ظاہر ہوگی۔ اس کو بھی قطع کرنا پڑتا ہے۔ چونکہ دائرہ فوق سے ایک قوس کے سوا اور کچھ ظاہر نہ ہوا۔ اس لیے اسی قوس پر بس کی گئی۔ شاید یہاں کوئی ستر ہوگا جس پر اطلاع نہیں بخشی اور اسماء و صفات کے یہ اصول سہ گانہ جو مذکور ہوئے جو حضرت ذات تعالیٰ و تقدس میں محض اعتبار ہی اعتبار ہیں۔ جو صفات و شیونات کے مبادی ہیں۔ ان اصول سہ گانہ کے کمالات کا حاصل ہونا نفس مطمئنہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس کو اس مقام میں اطمینان حاصل ہو جاتا ہے۔ اور اسی مقام میں شرح صدر حاصل ہوتا ہے اور سالک اسلام حقیقی سے مشرف ہوتا ہے۔

یہ وہی مقام ہے جہاں نفس مطمئنہ تخت صدر پر جلوس فرماتا ہے اور مقام رضا و ارتضا پر ترقی کرتا ہے ولایت کبریٰ یعنی ولایت انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کا انتہائی مقام ہے۔

جب سیر یہاں تک ہو چکا تو وہم و خیال میں آیا کہ اب کام سب ختم ہو چکا۔ اتنے میں آواز آئی کہ یہ سب کچھ ابھی اسم ظاہر کی تفصیل تھی۔ اور ابھی پرواز کے لیے ایک ہی بازو میسر ہوا ہے۔ اور اسم باطن۔ جو عالم قدس کی طرف پرواز کرنے کے لیے دوسرا بازو ہے۔ ابھی درپیش ہے۔ جب تو اس کو بھی مفصل طور پر



Marfat.com

سرانجام کرے گا۔ تو پرواز کے لیے دونوں بازو تجھے حاصل ہوں گے۔ جب اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اسم باطن کا سیر بھی سرانجام پاچکا۔ تو دونوں بازو میسر ہو گئے۔

| | |
|---|---|
| اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا | اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو اس کی ہدایت |
| وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰىنَا | بخشی اگر وہ ہم کو ہدایت نہ بخشتا تو ہم کبھی ہدایت |
| اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا | نہ پاتے۔ بے شک ہمارے رب کے رسول حق لے کر |
| بِالْحَقِّ۔ | آئے ہیں۔ |

اے فرزند! اسم باطن کے سیر کی نسبت کیا لکھا جائے۔ اس سیر کا حال استتار و تبطن (در پردہ رہنے) کے مناسب ہے۔ البتہ اس قدر بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اسم ظاہر کا سیر صفات میں ہے۔ بغیر اس بات کے کہ ان کے ضمن میں ذات ملحوظ ہو۔ اور اسم باطن کا سیر بھی اگرچہ اسماء میں ہے لیکن ان کے ضمن میں ذات ملحوظ ہے۔ اور یہ اسماء ڈھالوں کی طرح ہیں جو حضرت کے روپوش ہیں۔

مثلاً صفت علم میں ہرگز ذات ملحوظ نہیں ہے لیکن اس کے اسم علیم میں پردہ صفت کے پیچھے ذات ملحوظ ہے۔ کیونکہ علیم ایک ذات ہے۔ جس کی صفت علم ہے۔ پس علم کی سیر اسم ظاہر کی سیر ہے۔ اور علیم کی سیر اسم باطن کی سیر۔ باقی تمام صفات و اسماء کا حال اسی قیاس پر ہے۔

یہ اسماء جو اسم باطن سے تعلق رکھتے ہیں ملائکہ ملائے اعلیٰ علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تعینات کے مبادی ہیں۔ اور ان اسماء میں سیر کا آغاز ولایت علیا میں جو ملائے اعلیٰ کی ولایت ہے، قدم رکھنا ہے

اب علم و علیم اور اسم ظاہر و اسم باطن کے درمیان فرق بیان کیا جاتا ہے تاکہ تو اس فرق کو تھوڑا نہ خیال کرے اور نہ کہے کہ علم سے علیم تک تھوڑا راستہ ہے نہیں۔ بلکہ وہ فرق جو مرکز خاک اور محدب عرش کے درمیان ہے۔ اس فرق کی نسبت ایسا ہے، جیسے دریائے محیط کی نسبت قطرہ کہنے کو نزدیک ہے پر حاصل ہونے میں دور ہے۔ اور مقامات کا ذکر جو مجمل طور پر بیان کیا گیا ہے۔ وہ بھی اسی قسم سے ہے۔

مثلاً کہا گیا ہے کہ یگانہ عالم امر کو طے کرکے ان کے اصول کا سیر کرے تاکہ دائرہ امکان تمام ہو جائے اس تھوڑی سی عبارت میں سیر الی اللہ کا پورا ذکر آچکا ہے لیکن اس سیر کے حاصل ہونے میں پنجاہ ہزار سال کی راہ کا اندازہ کیا گیا ہے۔

آیت کریمہ:

| | |
|---|---|
| تَعْرُجُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ | فرشتے اور روح چڑھتے ہیں اس دن میں جس کا |

ے

لہ سورۃ معارج پارہ تبارک الذی۔



Marfat.com

مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ — اندازہ پچاس ہزار سال کا ہے۔

اسی مطلب کی رمز کو بیان کرتی ہے۔

حاصل کلام یہ کہ حق تعالیٰ کے جذبۂ عنایت کے آگے کچھ دور نہیں ہے کہ اس قدر مدت دراز کے کام کو ایک لحظہ میں میسر کر دے ؎

بر کریماں کارہا دشوار نیست

کریموں کے لیئے کوئی کام مشکل نہیں۔

اور اسی طرح ہے جو کہا گیا ہے کہ دائرۂ اسماء و صفات و شیون و اعتبارات کو طے کر کے ان کے اصول میں سیر کرے۔ تمام اسماء و صفات و شیون و اعتبارات کا طے کرنا کہنے میں آسان ہے۔ لیکن طے کرنے میں مشکل ہے۔ اس طے کی نسبت مشائخ نے فرمایا ہے کہ:

مَنَازِلُ الْوُصُوْلِ لَا تَنْقَطِعُ اَبَدَ الْاٰبِدِیْنَ — وصول کی منزلیں کبھی ختم نہیں ہوتیں۔

اور ان مراتب کے تمامی سیر سے منع کیا ہے ؎

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں
بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

نہ اس کے حسن کی انتہاء ہے اور نہ سعدی کے بیان کی انتہا ہے۔ مرض استسقا والا مر جاتا ہے اور دریا اسی طرح بھرا ہوا باقی ہے۔

تو یہ گمان نہ کرے کہ مراتب کا منقطع نہ ہونا تجلیات ذاتیہ کے اعتبار سے کہا ہو۔ نہ کہ تجلیات صفاتیہ کے اعتبار سے۔ اور حسن سے مراد حسن ذاتی ہو نہ کہ حسن صفاتی۔ کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ وہ تجلیات ذاتیہ شیون و اعتبارات کے ملاحظہ کے بغیر نہیں ہیں۔ اور وہ حسن ذاتی صفات جمالیہ کے روپوش کے بغیر نہیں ہے۔ کیونکہ اس مقام میں ان روپوشوں کے بغیر گفتگو کی مجال نہیں ہے:

مَنْ عَرَفَ اللّٰہَ کَلَّ لِسَانُہٗ — جس نے اللہ کو پہچانا اس کی زبان گنگ ہو گئی۔

اور تجلی ایک قسم کی ظلیت چاہتی ہے۔ اس لیے اس مقام میں شیون کے ملاحظہ سے چارہ نہیں۔ پس یہ منازل وصول اور مراتب جن دائرۂ اسماء و شیونات میں داخل ہیں۔ جن کا منقطع ہونا ان کے نزدیک مشکل ہے لیکن وہ امر جو اس فقیر پر ظاہر کیا گیا ہے وہ تجلیات و ظہورات کے ماوراء ہے۔ خواہ وہ تجلیات ذاتی ہوں خواہ صفاتی۔ اور حسن و جمال کے ماوراء ہے خواہ وہ حسن ذاتی ہو خواہ صفاتی۔

غرض مطالب بلند اور مقاصد ارجمند کے موتیوں کو مختصر طور پر چھوٹی چھوٹی عبارتوں کی لڑی میں پرو دیا



Marfat.com

ہے۔ اور بے نہایت دریاؤں کو چند کوزوں میں بند کر دیا ہے۔ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقَاصِرِيْنَ۔ پس کوتاہ ہمت نہ ہو۔

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسم ظاہر اور اسم باطن کے دونوں پروں کے حاصل ہونے کے بعد جب پرواز میسر ہوئی اور عروج واقع ہوا۔ تو معلوم ہوا کہ یہ ترقیات اصالت کے طور پر عنصر ناری اور عنصر ہوائی اور عنصر آبی کے نصیب ہیں۔ بلکہ ملائکہ کرام کو بھی ان عناصر سہ گانہ سے نصیب حاصل ہے۔ جیسے کہ وارد ہوا ہے کہ بعض ملائکہ آگ اور برف سے مخلوق ہیں۔ اور ان کی تسبیح :

سُبْحَانَ الَّذِیْ جَمَعَ بَیْنَ النَّارِ وَالثَّلْجِ — پاک ہے وہ ذات جس نے آگ اور برف کو جمع کر دیا۔

ہے۔ اس سیر کی اثنا میں حالت واقع میں ظاہر ہوا کہ میں ایک راستہ میں جا رہا ہوں اور بہت چلنے کے باعث تھک گیا ہوں۔ اور لاٹھی اور عصا کی خواہش رکھتا ہوں کہ شاید اس کی مدد سے چل سکوں، لیکن نہیں ملتی اور ہر خس و خاشاک کی طرف ہاتھ ڈالتا ہوں تاکہ راستہ پر چلنے کی طاقت حاصل ہو۔ کیونکہ راہ طے کرنے سے چارہ نہ تھا۔ اور جب کچھ مدت اسی طرح چلتا رہا۔ ایک شہر کی فضا (گرد نواح کا میدان) ظاہر ہوئی۔ اس فضا کی مسافت طے کرنے کے بعد اس شہر میں داخل ہوا۔ میں نے معلوم کیا کہ یہ شہر تعین اول سے مراد ہے جو تمام مراتب اسماء اور صفات و شیون و اعتبارات کا جامع ہے۔ اور نیز ان مراتب کے اصول اور ان کے اصول کے اصول کا جامع ہے۔ اور اعتبارات ذاتیہ کا منتہا ہے۔ جن کے درمیان تمیز کرنا علم حصولی کے مناسب ہے۔ اس کے بعد اگر سیر واقع ہو تو علم حضوری کے مناسب ہوگا۔

اے فرزند! آنحضرت جل سلطانہ میں علم حصولی اور علم حضوری کا اطلاق مثال اور نظیر کے اعتبار سے ہے۔ کیونکہ وہ صفات جن کا وجود ذات تعالیٰ کے وجود پر زائد ہے ان کا علم علم حصولی کے مناسب ہے، اور اعتبارات ذاتیہ جن کا ذات تعالیٰ پر زیادہ ہونا ہرگز متصور نہیں، ان کا علم علم حضوری کے مناسب ہے۔ ورنہ وہاں تو سوائے اس تعلق کے جو علم کو اپنے معلوم سے ہے بغیر اس امر کے کہ معلوم کی نسبت کچھ اس میں حاصل ہوا۔ اور کچھ نہیں ہے۔ فافہم۔ اور یہ تعین اول جس سے وہ شہر جامع مراد ہے انبیائے کرام اور ملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تمام ولایات کا جامع اور ولایت علیا کا منتہا ہے جو اصلی طور پر ملائے اعلیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔

اس مقام میں ملاحظہ کیا گیا کہ آیا یہ تعین اول حقیقت محمدی ہے یا نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ حقیقت محمدی وہی ہے جو اوپر ذکر ہو چکی ہے۔ اور اس کا تعین اول اس اعتبار سے کہتے ہیں کہ وہ اسماء و صفات و شیون و اعتبارات کی جامعیت کے اعتبار سے اس تعین اول کے ظل کا مرکز ہے۔ اور وہ سیر جو اس شہر کے اوپر واقع ہو، وہ کمالات نبوت کا نشو و نما ہے۔ ان کمالات کا حاصل ہونا انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور یہ کمالات مقام نبوت سے ناشی اور پیدا ہوئے ہیں۔ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کامل تابعداروں کو بھی ان کی تابعداری کے سبب



Marfat.com

ان کمالات سے کچھ حصہ مل جاتا ہے۔ اور لطائف انسانی کے درمیان عنصر خاک کو اصالت کے طور پر ان کمالات کا بہت سا حصہ حاصل ہے۔ باقی تمام اجزائے انسانی خواہ وہ عالم امر سے ہوں خواہ عالم خلق سے سب اس مقام میں اسی عنصر پاک کے تابع ہیں۔ اور اسی کے طفیل اس دولت سے مشرف ہیں۔ اور چونکہ یہ عنصر بشر کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس لیے خاص انسان خاص فرشتوں سے افضل ہو گئے۔ کیونکہ جو کچھ اس عنصر کو حاصل ہوا ہے اور کسی کو وہ میسر نہیں ہوا۔ اور دَنٰی کے بعد تَدَلّٰی کی حقیقت اسی مقام سے ظاہر ہوتی ہے اور قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی کا سر اسی جگہ منکشف ہوتا ہے۔ اور اس سیر میں معلوم ہوتا ہے کہ تمام ولایتوں یعنی صغریٰ و کبریٰ و علیا کے کمالات سب مقام نبوت کے کمالات کے ظلال ہیں۔ اور وہ کمالات ان کمالات کی حقیقت کے لیے شبح و مثال کی طرح ہیں۔ اور روشن ہوتا ہے کہ اس سیر کے ضمن میں ایک نقطہ کا طے کرنا مقام ولایت کے تمام کمالات کے طے کرنے سے زیادہ ہے۔ پھر قیاس کرنا چاہیے کہ ان سب کمالات کو تمام گزشتہ کمالات کے ساتھ کیا نسبت ہوگی۔ دریائے محیط کو بھی قطرہ کے ساتھ کچھ نہ کچھ نسبت ضرور ہے لیکن یہاں تو یہ نسبت بھی مفقود ہے۔ ہاں اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ مقام نبوت کو مقام ولایت سے وہ نسبت ہے جو غیر متناہی کو متناہی کے ساتھ ہے۔

سبحان اللہ! اس تر سے جاہل کہتا ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے۔ اور دوسرا اس معاملہ سے ناواقف ہونے کے باعث اس کی توجیہ میں کہتا ہے کہ نبی کی ولایت نبوت سے افضل ہے۔ کَبُرَتْ کَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ چھوٹا منہ بڑی بات۔

اور جب اللہ تعالیٰ کی عنایت اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے سے اس سیر کو بھی انجام تک پہنچایا۔ تو مشہود ہوا کہ اگر ایک قدم اور سفر میں زیادہ کرے تو عدم محض میں جا پڑے گا۔ کیونکہ اس کے آگے عدم محض کے سوا کچھ نہیں۔

اے فرزند! اس ماجرا سے تو یہ وہم نہ کرے کہ عنقا شکار ہو گیا۔ اور سیمرغ جال میں پڑ گیا ؎

عنقا شکار کس نشود دام باز چیں
کاینجا ہمیشہ باد بدست ست دام را

عنقا کسی کے شکار میں نہیں آسکتا، للہذا جال سمیٹ لے کیونکہ یہاں ہمیشہ جال کے حصہ میں ہوا ہی آتی ہے۔

کیونکہ وہ حق سبحانہ وتعالیٰ وراء الوراء ثم وراء الوراء ہے ؎

ہنوز ایوان استغنا بلند است مرا فکر رسیدن ناپسند است

ابھی استغنا اور بے پرواہی کا محل بہت بلندی پر ہے اور مجھے وہاں تک پہنچنے کی فکر نہیں۔



Marfat.com

وہ ورائیت حجب کے وجود کے اعتبار سے نہیں ہے کیونکہ حجب سب کے سب مرتفع ہو گئے ہیں ۔ بلکہ عظمت و کبریا کے ثبوت کے اعتبار سے ہے جو ادراک کے مانع اور وجدان کے منافی ہے ۔ کیونکہ وہ حق سبحانہ وجود میں اقرب ہے اور وجدان وادراک سے ابعد ہے ۔ ہاں بعض کامل مراد والوں کو انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طفیل عظمت و کبریا کے ان پردوں میں جگہ دیتے ہیں :

نُعُوْمِلَ مَعَهُمْ مَاعُوْمِلَ مَعَهُمْ ۔ تو ان کے ساتھ وہ معاملہ ہوا جو ہوا ۔

اے فرزند ! یہ معاملہ انسان کی اس ہیئت وحدانی سے مخصوص ہے جو عالم خلق اور عالم امر کے مجموعہ سے ناشی ہوئی ہے ۔ باوجود اس کے اس مقام میں بھی سب کا رئیس عنصر خاک ہے ۔ اور یہ جو کہا ہے کہ :

لَیْسَ وَرَاءَہٗ اِلَّا الْعَدَمُ الْمَحْضُ ۔ اس کے آگے سوائے عدم محض کے کچھ نہیں ۔

وہ اس لیے کہ وجود خارجی اور وجود علمی کے تمام ہونے کے بعد عدم کا حاصل ہونا ہے جو اس کی نقیض ہے ۔ اور حق سبحانہ کی ذات اس وجود و عدم کے ماوراء ہے جس طرح عدم کو وہاں راہ نہیں ۔ وجود کی بھی گنجائش نہیں ہے ۔ کیونکہ وہ وجود جس کی نقیض عدم ہو ، اس بارگاہ جل شانہ کے لائق نہیں ہے ۔ اور اگر عبارت کی تنگی کے باعث اس مرتبہ میں وجود کا اطلاق کریں ، تو اس سے وہ وجود مراد ہو گا ۔ جس کی نقیض بننے کی عدم کو مجال نہیں ہے ۔

اور یہ جو اس فقیر نے اپنے بعض مکتوبات میں لکھا ہے کہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کی حقیقت وجود محض ہے اس معاملہ کی حقیقت کو نہ پانے کے باعث لکھا ہے ۔ اور وہ بعض معارف جو توحید وجودی وغیرہ میں لکھے ہیں وہ بھی اسی قسم سے ہیں ۔ ان کا سر بھی یہی عدم اطلاع ہے ۔ جب معاملہ کی اصل حقیقت سے فقیر کو آگاہ کیا جو کچھ ابتداء اور وسط میں لکھا اور کہا ہے اس سے نادم ہوا ۔ اور استغفار کیا :

| | |
|---|---|
| اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَاَتُوْبُ اِلَی اللّٰہِ مِنْ | میں اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتا ہوں اور اس |
| جَمِیْعِ مَا کَرِہَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ | کی طرف توبہ کرتا ہوں ۔ ان تمام باتوں سے جو |
| وَتَعَالٰی ۔ | اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں ۔ |

اس بیان سے روشن ہوا کہ کمالات نبوت مراتب صعود میں ہیں ۔ اور نیز نبوت کے عروجات میں توجہ حق تعالیٰ کی طرف ہے ۔ نہ جیسے کہ اکثر نے گمان کیا ہے کہ ولایت میں حق تعالیٰ کی طرف توجہ ہے اور نبوت میں توجہ خلق کی طرف ۔ اور ولایت مراتب عروج میں ہے اور نبوت مدارج نزول میں اسی وجہ سے بعض نے وہم کیا ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے ۔ ہاں نبوت و ولایت میں سے ہر ایک کے لیے عروج و ہبوط ہے ۔ عروج میں دونوں کا منہ حق کی طرف ہے اور ہبوط میں دونوں کا منہ خلق کی طرف ۔



Marfat.com

حاصل کلام یہ ہے کہ نبوت کے مرتبہ ہبوط میں کلی طور پر خلق کی طرف توجہ ہے۔ اور ولایت کے مرتبہ ہبوط میں کلی طور پر خلق کی طرف منہ نہیں ہے۔ بلکہ اس کا باطن رُو بحق ہے اور اس کا ظاہر رُو بخلق اس کی وجہ یہ ہے کہ صاحب ولایت نے عروج کے مقامات کو تمام نہ کر کے نزول کیا ہے اسی واسطے فوق کی نگرانی ہر دم اس کی دامن گیر ہے۔ اور خلق کی طرف کلی طور پر اس کی توجہ کی مانع ہے۔ برخلاف صاحب نبوت کے کہ اس نے مقامات عروج کو تمام کر کے ہبوط فرمایا ہے۔ اسی واسطے وہ کلی طور پر خلق کو خالق کی طرف دعوت کرنے میں متوجہ ہے:

فَافْهَمْ فَإِنَّ هٰذِهِ الْمَعْرِفَةَ الشَّرِيفَةَ وَأَمْثَالَهَا لَمْ يَتَكَلَّمْ بِهَا أَحَدٌ

یہ معرفت شریفہ اور اسی قسم کے اور معارف اس قسم کے ہیں کہ پہلے کسی نے بیان نہیں کیے۔

جاننا چاہیے کہ عنصر خاک جس طرح مراتب عروج میں سب سے بالاتر جاتا ہے اسی طرح منازل ہبوط میں وہ عنصر سب سے زیادہ نیچے آجاتا ہے۔ اور کیونکر نیچے نہ آئے جب کہ اس کا طبعی مکان سب سے نیچے ہے اور چونکہ سب سے زیادہ نیچے ہے اسی واسطے اس کے صاحب کی دعوت اتم ہے اور اس کا افادہ اکمل ہے۔

اے فرزند! جان لے کہ جب طریقہ نقشبندیہ میں سیر کی ابتدا قلب سے ہے جو عالم امر سے ہے تو بات کی ابتدا بھی عالم امر سے کی گئی۔ برخلاف مشائخ کرام کے باقی طریقوں کے جو شروع ہی تزکیہ نفس کرتے ہیں اور قالب یعنی وجود کو پاک فرماتے ہیں۔ اور بعد ازاں عالم امر میں آتے ہیں۔ اور جہاں تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہو اس میں عروج کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ دوسروں کی نہایت ان بزرگواروں کی بدایت میں مندرج ہے۔ اور یہ طریق سب طریقوں سے اقرب ہے۔ کیونکہ ان کے اس سیر کے ضمن میں تزکیہ و تطہیر بہت اچھی طرح حاصل ہو جاتا ہے اور مسافت کوتاہ ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان بزرگواروں نے عالم خلق کی سیر کو قصداً ضائع اور بے کار ہی نہیں جانا، بلکہ مطلب کے پانے میں مضر و مانع یقین کیا ہے۔ کیونکہ سالکان طریق مشکل سے مشکل ریاضتوں اور سخت سے سخت مجاہدوں اور تزکیہ کے قدم کے ساتھ عالم خلق کی صورت کے جنگلوں کو قطع کر کے جب عالم امر کا سیر شروع کرتے ہیں۔ اور انجذاب قلبی اور التذاذ روحی میں پڑتے ہیں تو بسا اوقات ایسا ہوا کرتا ہے کہ اکثر اسی انجذاب پر قناعت کرنے اور اسی التذاذ پر کفایت کرتے ہیں۔ اور اس عالم کے لامکان ہونے کا گمان دامن گیر ہو جاتا ہے۔ اور اس عالم کی بیچونی کی آمیزش ان کو بیچون حقیقی سے ہٹا رکھتی ہے۔

شاید اسی مقام پر کسی سالک نے کہا ہے کہ میں تیس سال تک روح کو خدا سمجھ کر اس کی پرستش کرتا رہا۔ اور دوسرے نے کہا ہے کہ استوائے کا سراد برعرش پر تنزیہ کا ظہور معارف نامنسب ہے۔



Marfat.com

اور بیان سابق سے معلوم ہو چکا ہے کہ یہ تنزیہ بھی دائرہ امکان میں داخل ہے۔ ہاں تنزیہ نما ہے۔ اور حقیقت میں تشبیہ ہے۔ برخلاف اس طریقہ علیہ کے بزرگواروں کے کہ مقام جذبہ سے شروع کرتے ہیں۔ اور اس التذاذ کی مدد سے ترقی کرتے ہیں۔ یہ انجذاب والتذاذ ان بزرگواروں کے حق میں ایسا ہے، جیسے دوسروں کے حق میں ریاضتیں اور مجاہدے۔ پس جو کچھ دوسروں کے لیے وصول کا مانع ہے۔ وہ ان بزرگواروں کے لیے ممد و معاون ہے۔ عالم امر کی لامکانیت کو عین مکانیت تصور کر کے حقیقی لامکانی کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ اور اس عالم کی بے چونی کو عین چون جان کر بیچون حقیقی کی طرف ترقی کرتے ہیں۔ اسی واسطے دوسروں کی طرح وجد و حال کے غرور پر فریفتہ نہیں ہوتے۔ اور بچوں کی طرح اس راہ کے جوز و مویز پر فریفتہ نہیں ہوتے اور ترہات صوفیہ پر خوش نہیں ہوتے۔ اور شطحیات مشائخ پر فخر نہیں کرتے اور احدیت صرف کی طرف متوجہ ہیں اور اسم و صفت سے ذات مقدس کے سوا کچھ نہیں چاہتے۔

جاننا چاہیے کہ عروج جو پہلے ذکر ہو چکا ہے محمدی المشرب کے ساتھ مخصوص ہے جو تام الاستعداد ہے اور جو عالم امر کے جواہر خمسہ کے کمالات سے حصہ رکھتا ہے۔ خواہ عالم صغیر ہو خواہ کبیر۔ اور ایسے ہی پنجگانہ اصل سے جو اسماء وجوبی کے ظلال ہیں حظ وافر رکھتا ہے اور ایسے ہی ان ظلال کے اصول سے جو اسماء و صفات کا مقام ہے۔ بہرہ ور ہوتا ہے۔

اور یہ جو کہا ہے کہ تام الاستعداد ہو۔ وہ اس لیے کہا ہے کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بظاہر محمدی المشرب کو کمالات اخفیٰ ——— سے بھی جو مراتب امر کا نہایت ہے۔ حصہ حاصل ہوتا ہے۔ لیکن معاملہ اخفیٰ اکو انجام تک نہیں پہنچاتا۔ اور اس کے اخیری نقطہ تک منتہی نہیں ہوتا۔ بلکہ اسکی ابتدا یا وسط میں رہ جاتا ہے اور جب اخفیٰ میں کوتاہی کرے تو اس کے اندازہ کے موافق اس کے اصول میں بھی کوتاہی کرے گا اور کام کو انجام تک نہ پہنچائے گا۔ عالم امر کے باقی چارگانہ مراتب میں بھی یہی نسبت ہے کہ ہر مرتبہ کی استعداد کا کامل ہونا اس کے اخیری نقطہ تک پہنچنے سے وابستہ ہے۔ ابتدا اور وسط نقص کی خبر دیتا ہے اگرچہ نہایت سے بال کے برابر کم ہو ۔

فراق دوست اگر اندک است اندک نیست
درون دیدہ اگر نیم موست بسیار است

دوست کی جدائی اگر تھوڑی بھی ہو تو تھوڑی نہیں، آنکھ میں گر آدھا بال پڑ جائے تو وہ بھی بہت ہے

اور یہ کوتاہی اصول اور اصول اصول میں سرایت کر جائے گی۔ اور مطلب تک پہنچنے سے روک دے گی اور یہ جو کہا ہے کہ یہ بیان محمدی المشرب کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس لیے کہا ہے کہ محمدی المشرب کے سوا کسی



Marfat.com

ایک کا کمال درجاتِ ولایت میں سے اوّل درجہ تک ہی محدود ہوتا ہے۔ اور درجہ اوّل سے مراد مرتبہ قلب ہے۔ اور دوسرے کا کمال درجاتِ ولایت میں سے دوسرے درجہ یعنی مقام روح تک محدود ہوتا ہے۔ اور تیسرے شخص کے کمال کا عروج تیسرے درجے تک ہوتا ہے۔ جو مقام سر ہے۔ اور چوتھے شخص کے کمال کا عروج چوتھے درجے تک ہوتا ہے جو مقام خفی ہے۔ درجہ اوّل کی مناسبت صفاتِ افعال کی تجلی کے ساتھ ہے۔ اور درجہ دوم کی مناسبت صفاتِ ثبوتیہ ذاتیہ کی تجلّی سے۔ اور درجہ سوم کی مناسبت شیون و اعتبارات ذاتیہ کے ساتھ۔ اور درجہ چہارم کو صفاتِ سلبیہ کے ساتھ جو تقدیس و تنزیہ کا مقام ہے، مناسبت ہے۔ اور درجاتِ ولایت میں سے ہر ایک درجہ انبیائے اولوالعزم میں سے ایک نبی کے قدم کے نیچے ہے۔

ولایت کا درجہ اوّل حضرت آدم علیٰ نبیّنا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم کے نیچے ہے، اس کا رب صفتِ التکوین ہے جو افعال کے صادر ہونے کا منشا ہے۔ اور درجہ دوم حضرت ابراہیم علیٰ نبیّنا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیر قدم ہے۔ اور حضرت نوح علیٰ نبیّنا و علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اس مقام میں مشارکت رکھتے ہیں۔ ان کا رب صفت العلم ہے جو صفات ذاتیہ میں سے اجمع ہے اور درجہ سوم حضرت موسیٰ علیٰ نبیّنا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیر قدم ہے۔ اس کا رب مقام شیونات سے شان الکلام ہے۔ اور درجہ چہارم حضرت عیسیٰ علیٰ نبیّنا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیر قدم ہے۔ اس کا رب صفات سلبیہ سے ہے جو مقام تقدیس و تنزیہ ہے نہ ثبوتیہ سے۔ اور اکثر ملائکہ کرام اس مقام میں حضرت عیسیٰ علیٰ نبیّنا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مشارکت رکھتے ہیں۔ اور ان کو اس مقام میں شان عظیم حاصل ہے۔ اور درجہ پنجم خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے زیر قدم ہے۔ اس کا رب رب الارباب ہے جو صفات و شیونات و تقدیسات و تنزیہات کا جامع اور ان کمالات کے دائرہ کا مرکز ہے اور مرتبہ شیونات و صفات میں اس رب جامع کی تعبیر شان العلم کے ساتھ مناسب ہے۔ کیونکہ یہ شان عظیم الشان تمام کمالات کا جامع ہے۔ اسی مناسبت کے سبب سے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملت حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملت ہوئی۔ اور ان کا قبلہ ان کا قبلہ بنا علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

جاننا چاہیے کہ اقدام ولایت کا ایک دوسرے سے افضل ہونا درجوں کے مقدم و مؤخر ہونے کے اعتبار سے نہیں ہے۔ تاکہ صاحب اخفیٰ دوسروں سے افضل ہو۔ بلکہ اصل سے قریب و بعید ہونے اور درجات ظلال کی منزلوں کو زیادہ اور کم طے کرنے کے اعتبار سے ہے۔ پس ہو سکتا ہے کہ صاحب قلب اصل سے قریب ہونے کے اعتبار سے صاحب اخفیٰ سے جس کو یہ قرب حاصل نہیں۔ افضل ہو اور کیونکہ نہ ہو جب کہ



Marfat.com

نبی کی وہ ولایت جو ولایت کے درجہ اوّل میں ہے، اس ولی کی ولایت سے قطعی طور پر افضل ہے جو آخری درجہ میں ہے۔ پوشیدہ نہ رہے کہ لطائف کا مذکورہ بالا ترتیب کے ساتھ سلوک کرنا یعنی قلب سے روح اور روح سے سر اور سر سے خفی اور خفی سے اخفیٰ تک پہنچنا بھی محمدی المشرب کے ساتھ مخصوص ہے جو ترتیب وار ان پنجگانہ عالم امر کو تمام کر کے ترتیب ان کے اصول میں سیر کرتا ہے۔ بعد ازاں اصول اصول میں اسی ترتیب کو مدنظر رکھ کر کام کو سرانجام کرتا ہے۔ اور ساحدیت کی طرف متوجہ ہونے والوں کے لیے یہ راستہ اس مذکورہ بالا ترتیب سے وصول کے لیے شاہراہ اور صراط مستقیم ہے۔ برخلاف دوسری ولایتوں کے کہ ان میں گویا ہر درجہ سے نقب کھود کر مطلوب تک لے گئے ہیں۔ یعنی مقام قلب سے نقب کھود کر صفات افعال تک جو اس کی اصل کا اصل ہے لے گئے ہیں۔ اور اسی طرح مقام رُوح سے نقب کھود کر صفات ذاتیہ تک لے گئے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس۔ اور شک نہیں ہے کہ حق تعالیٰ کے افعال و صفات اس کی ذات سے منفک نہیں ہیں۔ اگر انفکاک ہے تو ظلال میں ہے۔ پس اس مقام میں افعال و صفات کے واصلوں کو بھی ذات بیچون تعالیٰ و تقدس کی تجلیات سے حصہ حاصل ہوگا۔ جس طرح کہ صاحب اخفیٰ کو اس کام کے تمام کرنے کے بعد یہ دولت میسر ہوگی۔ اگرچہ علو و سفل یعنی بلندی و پستی کے اعتبار سے تفاوت باقی رہے گا۔ اور صاحب قلب صاحب اخفیٰ کے ساتھ برابری نہ کر سکے گا۔ لیکن اس جگہ تو یہ غلطی نہ کرے کہ یہ تفاوت اولیا کے درمیان متصور ہے۔ کیونکہ مرتبہ کمال تک دونوں کے پہنچنے کے بعد ولایت قلب والا، ولایت اخفیٰ والے سے کم درجے کا ہے۔ لیکن اولیا اور انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نسبت یہ تفاوت مفقود ہے۔ کیونکہ نبی کی ولایت جو مقام قلب سے قائم ہے۔ ولی کی ولایت سے جو مقام اخفیٰ سے ناشی ہوئی ہے افضل ہے۔ اگرچہ اس ولی نے اخفیٰ کے کمالات کو انجام تک پہنچایا ہو۔ اور اس صاحب ولایت کا سر اس ولایت کے نبی کے زیر قدم ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

| | |
|---|---|
| وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ [1] | بے شک ہمارے مُرسل بندوں کے لیے ہمارا |
| إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ ۝ وَإِنَّ جُنْدَنَا | وعدہ ہو چکا کہ یہی فتح مند ہیں۔ اور یہی ہمارا لشکر |
| لَهُمُ الْغَالِبُونَ ۔ | غالب ہے۔ |

ہاں یہ تفاوت انبیا کے درمیان ایک دوسرے کے ساتھ متصور ہے۔ اور بلندی والا پستی والے سے افضل ہے۔ لیکن یہ تفاوت انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام میں بھی عالم امر کے دائرہ کمالات کے اخیر

[1] سورۃ الصافات، پارہ ۲۳۔



Marfat.com

تک ہے۔ بعد ازاں یہ تفاضل اس بلندی و پستی پر منحصر نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس مقام میں اس پستی والا اس بلندی والے سے افضل ہو۔ جیسے کہ ہم نے اس مقام میں حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہما الصلوٰۃ والسلام کے درمیان اس تفاوت کو مشاہدہ کیا ہے کہ حضرت موسیٰؑ اس مقام میں جسیم اور شان عظیم کے ساتھ ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو یہ جسامت اور شان حاصل نہیں ہے۔

لیکن ہم نے معلوم کیا ہے کہ اس مقام میں یہ تفاوت اس بلندی و پستی کے سوا ایک اور امر کے سبب سے ہے۔ جس کو ہم ان شاءاللہ تعالیٰ احسن توفیق اور کمال منت اور کرم کے ساتھ اس کے بعد مفصل طور پر ابھی بیان کریں گے۔

اسی طرح یہ تفاوت حضرت خلیل الرحمٰن علیہ السلام اور حضرت خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا باقی تمام پیغمبروں علیہم الصلوٰۃ والسّلام کے درمیان ان کے کمالات میں جو کعبہ ربانی کی حقیقت کے ساتھ جو تمام حقائق بشریت اور ملکیت سے برتر ہے۔ تعلق رکھتے ہیں، مشاہدہ کیا کہ حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس جگہ وہ شان عظیم اور مرتبہ بلند حاصل ہے جو کسی اور کو میسر نہیں ہوا۔

اس مقام عجیب میں جو عظمت و کبریا کے پردوں کے ظہور کا مقام ہے اس مقام کے مرکز یعنی مقام اجمال کے کمالات حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نصیب ہیں۔ اور باقی سب مفصل طور پر حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے مسلم ہیں۔ اور باقی جس قدر انبیاء اور کامل اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں، سب اس جگہ ان کے طفیلی ہیں۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس اجمال کی تفصیل طلب فرمائی ہے چنانچہ اپنے مسئول صلوات و برکات کو حضرت ابراہیم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صلوات و برکات کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ لیکن اس فقیر پر ظاہر کیا گیا ہے کہ ہزار سال کے بعد وہ تفصیل آپ کو بھی میسر ہو گئی۔ اور آپ کا سوال قبول ہوا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی جَمِیْعِ نَعْمَآئِہٖ۔ اس پر اور تمام نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔

اس مقام عالی کے کمالات تمام ولایتوں کے کمالات اور نبوت و رسالت کے کمالات سے برتر ہیں۔ اور کیونکر برتر نہ ہوں جب کہ یہی حقیقت انبیائے کرام اور ملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مسجود الیہ ہے اور اس فقیر نے رسالہ مبدء و معاد میں جو یہ لکھا ہے کہ حقیقت محمدی اپنے مقام سے عروج کر کے حقیقت کعبہ کے مقام تک جو اس سے برتر ہے پہنچ کر متحد ہو جاتی ہے۔ اور حقیقت محمدی اس جگہ حقیقت احمدی نام پاتی ہے۔ کعبہ کی وہ حقیقت اس حقیقت کے ظلال میں سے ایک ظل ہے کہ یہ فقیر اس حقیقت کے عدم ظہور



Marfat.com

کے وقت ان سب کو حقیقت سمجھتا تھا۔ اس قسم کے اشتباہ بہت واقع ہوتے ہیں کہ اصل کے ظاہر نہ ہونے کے وقت ظل کو اصل سمجھتا ہے اور اس کا نام حقیقت رکھتا ہے۔ یہی باعث ہے کہ ایک مقام چند مرتبہ ظاہر ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس مقام کے ظہورات اس مقام کے ظلال کے اعتبار سے ہیں۔ اصل میں اس مقام کی حقیقت وہی ہے جو مرتبہ اخیر میں ظاہر ہوئی ہے۔

اگر کہیں کہ یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ یہ مرتبہ اس کے ظہورات کا اخیری مرتبہ ہے تاکہ اس کو حقیقت سمجھا جائے تو میں کہتا ہوں کہ ظہورات سابق کی ظلیت کا علم حاصل ہونا۔ اس ظہور کی آخریت پر شاہد عدل ہے۔ کیونکہ یہ علم ظہورات سابقہ کے وقت حاصل نہیں ہے۔ بلکہ ہر ظہور کو حقیقت جانتا ہے۔ اور کسی کو ظلال خیال نہیں کرتا اگرچہ نہیں جانتا کہ ان حقائق کا اختلاف کہاں سے پیدا ہوا ہے۔ فافہم

اے فرزند! معارف سابقہ سے معلوم ہوا ہے کہ وہ کمالات جو عالم امر سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کمالات کے لیے جو عالم خلق کے متعلق ہیں مقدمات اور زینوں کی طرح ہیں پہلے کمالات ظلیت سے خالی نہیں ہیں اور مقامات ولایت سے مخصوص ہیں۔ اور دوسرے کمالات نے ظلیت کی آمیزش سے جو اس نشأ دنیویہ کے ظہورات کے مناسب ہے۔ خالی ہو کر مقامات نبوت سے کامل حصہ حاصل کیا ہے۔ پس طریقت و حقیقت جو ولایت سے وابستہ ہیں۔ دونوں شریعت کے لیے جو مقام نبوت سے ناشی ہے، بمنزلہ خادموں کے ہیں۔ اور نبوت کے عروج کے لیے ولایت بمنزلہ زینہ کے ہے۔

اس بیان سے معلوم ہوا کہ وہ سیر جو بزرگان نقشبندیہ قدس سرہم نے اختیار کی ہے اور اس کو عالم امر سے شروع کیا ہے۔ نہایت ہی بہتر اور مناسب ہے۔ کیونکہ ادنیٰ سے (جو عالم امر ہے) اعلیٰ کی طرف (جو عالم خلق ہے) ترقی کرنی چاہیے۔ نہ کہ اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف۔ لیکن کیا کیا جائے یہ معاسب پر نہیں کھلا۔ دوسروں نے صورت پر نظر ڈال کر عالم خلق کو پست دیکھا ہے۔ اور پستی سے شروع کر کے بلندی صوری کی طرف ترقی کی ہے اور یہ نہیں سمجھے کہ اصل معاملہ دگرگوں ہے اور پستی حقیقت میں بلندی ہے اور بلندی پستی ہے۔ ہاں نقطہ آخر جو عالم خلق ہے نقطہ اوّل سے کہ اصل الاصل سے نزدیک تھا ہے۔ یہ قرب کسی اور نقطہ کو میسر نہیں ہوا۔ ع

کہ مستحق کرامت گنہ گار انند

گناہ گار مستحق کرامت ہیں۔

یہ دید چراغ نبوت سے مقتبس ہے۔ اور ارباب ولایت کو اس معرفت سے بہت کم حصہ حاصل ہوتا ہے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے عالم امر سے سیر شروع کیا ہے۔ اور حقیقت سے شریعت کی طرف آئے ہیں۔



Marfat.com

حاصل کلام یہ ہے کہ ان کامل اولیا کے لیے جن کا سیر انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سیر کے موافق ہوا ہے۔ ابتدا میں شریعت کی صورت ہے اور وسط میں طریقت وحقیقت جو ولایت سے تعلق رکھتی ہیں اور عالم امر کے مناسب ہیں۔ اور آخر میں شریعت کی حقیقت ہے۔ جو نبوت کا ثمرہ ہے۔

پس ثابت ہوا کہ طریقت وحقیقت کا حاصل ہونا شریعت کی حقیقت حاصل ہونے کے لیے مقدمہ ہے۔ پس اولیائے کامل کی ہدایت اور انبیائے مرسل کی ہدایت حقیقت ہے اور دونوں کی نہایت شریعت تو جس نے یہ کہا کہ اولیا کی ہدایت انبیا کی نہایت ہے اور اولیا کی ہدایت اور انبیا کی نہایت سے شریعت مراد رکھی ہے۔ اس کے کچھ معنی نہیں ہیں۔ چونکہ وہ بے چارا اصل حقیقت سے واقفیت نہ رکھتا تھا۔ اس لیے اس طرح کا سطحی کلام کہہ دیا۔ ان معارف کو اگرچہ کسی نے نہیں کہا بلکہ اکثر تے ان کے برخلاف کہا ہے۔ اور ادراک سے بعید معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن وہ منصف جو انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بزرگی کی طرف نظر کرے اور شریعت کی عظمت اس پر غالب ہو، امید ہے کہ ان اسرار غامضہ کو قبول کرے گا۔ اور اس قبول کو اپنے ایمان کی زیادت کا وسیلہ بنائے گا۔

اے فرزند! سن لے کہ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام نے دعوت کو عالم خلق پر منحصر رکھا ہے:

بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ۔ [1] اسلام کی بنا پانچ ہیں۔

اور چونکہ قلب کو عالم خلق سے زیادہ مناسبت تھی۔ اس لیے اس کی تصدیق کی بھی دعوت فرمائی اور قلب کے ماسویٰ کی نسبت کچھ نہ فرمایا۔ بلکہ اس کو مطروح فی الطریق (راستہ کے کوڑے کرکٹ) کی طرح سمجھا اور اس کو بے مطلب جانا۔ ہاں بہشت کی نعمتیں اور دوزخ کے رنج اور دیدار کی دولت اور حرمان کی بدبختی سب عالم خلق سے وابستہ ہیں۔ عالم امر کے ساتھ ان کو کچھ تعلق نہیں ہے۔ دوسرے وہ عمل جو فرض وواجب و سنت ہیں۔ ان کا بجا لانا قالب سے تعلق رکھتا ہے جو عالم خلق سے ہے۔ اور اعمال نافلہ عالم امر کا نصیب ہیں۔ پس وہ قرب جو ان اعمال کے ادا کرنے کا ثمرہ ہے اعمال کے اندازہ کے موافق ہوگا۔ پس ناچار وہ قرب جو فرائض کے ادا کرنے کا ثمرہ ہے عالم خلق کا نصیب ہے۔ اور وہ قرب جو ادائے نوافل کا ثمرہ ہے عالم امر کے نصیب ہے۔ اور شک نہیں کہ نفل فرض کے مقابلہ میں کسی گنتی میں نہیں ہیں۔ کاش کہ ان کے درمیان قطرہ اور دریائے محیط کی ہی نسبت ہوتی۔ بلکہ نفل کی سنت کے مقابلہ میں یہی نسبت ہے۔ اگرچہ سنت و فرض کے درمیان بھی قطرہ اور دریا کی نسبت ہے۔ پس دونوں قربوں کے درمیان تفاوت اس سے قیاس کرنا چاہیے اور عالم خلق کی زیادت عالم امر پر اس تفاوت سے کچھ لینی چاہیے۔ اکثر لوگ چونکہ اس معنی سے بے نصیب ہیں۔

---

[1] بخاری و مسلم بروایت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ۔



Marfat.com

فرائض کو خراب کر کے نوافل کی ترویج میں کوشش کرتے ہیں۔

صوفیہ خام ذکر و فکر کو ضروری سمجھ کر فرضوں اور سنتوں کے بجالانے میں سستی کرتے ہیں۔ اور چلّہ اور ریاضتیں اختیار کر کے جمعہ و جماعت کو ترک کر دیتے ہیں۔ اور نہیں جانتے کہ ایک فرض کا جماعت کیساتھ ادا کرنا ان کے ہزاروں چلّوں سے بہتر ہے۔ ہاں آداب شرعیہ کو مدنظر رکھ کر ذکر و فکر میں مشغول ہونا بہت ہی بہتر اور ضروری ہے۔

اور علمائے بے سرانجام بھی نوافل کی ترویج میں سعی کرتے ہیں اور فرائض کو خراب و ابتر کرتے ہیں مثلاً نماز عاشورا کو جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صحت تک نہیں پہنچی، جماعت اور جمعیت تمام سے ادا کرتے ہیں۔ حالانکہ جانتے ہیں کہ فقہ کی روایتیں نفلی جماعت کی کراہت پر ناطق ہیں۔ اور فرضوں کے ادا کرنے میں سستی کرتے ہیں۔ ایسا کم ہے کہ فرض کو مستحب وقت میں ادا کریں۔ بلکہ اصل وقت سے تجاوز کر جاتے ہیں اور جماعت کی بھی چنداں قید نہیں رکھتے۔ جماعت میں ایک یا دو آدمیوں پر قناعت کرتے ہیں۔ بلکہ بسا اوقات تنہا ہی کفایت کرتے ہیں۔ جب اسلام کے پیشواؤں کا یہ حال ہو۔ تو پھر عوام کا کیا حال بیان کیا جائے۔ اس عمل کی کم بختی سے اسلام میں ضعف پیدا ہو گیا ہے۔ اور اسی فعل کی ظلمت سے بدعت و ہوا ظاہر ہو گئی ہے۔[۵]

اندکے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

میں نے تھوڑا سا دل کا غم بیان کیا ہے مجھے ڈر ہے کہ تو دل آزردہ ہو گا۔ ورنہ باتیں بہت ہیں۔

نیز نوافل کا ادا کرنا ظلی قرب بخشتا ہے۔ اور فرائض کا ادا کرنا قرب اصلی جس میں ظلیت کی آمیزش نہیں ہے۔ ہاں وہ نوافل جو فرائض کی تکمیل کے لیے ادا کیے جائیں وہ بھی قرب اصل کے ممد و معاون ہیں اور فرض کے ملحقات میں سے ہیں۔ پس ناچار فرائض کا ادا کرنا عالم خلق کے مناسب ہے۔ جو اصل کی طرف متوجہ ہے۔ اور نوافل کا ادا کرنا عالم امر کے مناسب ہے جس کا منہ ظل کی طرف ہے۔ فرائض اگرچہ سب کے سب اصلی قرب بخشتے ہیں۔ لیکن ان میں سے افضل و اکمل نماز ہے۔ حدیث:

اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ نماز مومنوں کا معراج ہے۔[۱]

اور:

اَقْرَبُ مَا یَکُوْنُ الْعَبْدُ مِنَ الرَّبِّ فِی الصَّلٰوۃِ۔[۲] بندے کو زیادہ قرب نماز میں ہوتا ہے

[۱] یہ حدیث صوفیہ میں مشہور ہے۔ [۲] مسلم، ابو داؤد، نسائی بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔



Marfat.com

تو نے سنا ہوگا۔ وہ وقت خاص جو حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل تھا جس کی تعبیر لِی مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ[1] سے کی ہے۔ فقیر کے نزدیک نماز ہی میں ہوا ہے۔ نماز ہی گناہوں کا کفارہ ہے۔ اور نماز ہی فحشا اور منکر سے روکتی ہے۔ وہ نماز ہی ہے جس میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی راحت ڈھونڈتے تھے۔ جیسے کہ آپ فرمایا کرتے تھے اَرِحْنِیْ یَا بِلَالُ[2]۔ (اے بلال مجھے آرام دے) اور نماز ہی دین کا ستون ہے۔ اور نماز ہی کفر اور اسلام کے درمیان فرق ہے۔

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں، اور عالم امر پر عالم خلق کی زیادت کی نسبت کچھ کہتے ہیں کہ عالم امر نے اسی جگہ پورا حظ لیا ہے اور مشاہدہ اور معاینہ حاصل کیا ہے۔ کل بہشت میں معاملہ عالم خلق کے ساتھ پڑے گا۔ اور بلا کیف دیدار اسی کو میسر ہوگا۔

اور نیز مشاہدہ کا تعلق وجوب کے ظلال میں سے ایک ظل ہے۔ اور آخرت میں واجب الوجود کا دیدار۔ پس جس قدر مشاہدہ اور رویت اور ظلیت اور اصلیت کے درمیان فرق ہے۔ اسی قدر فرق عالم امر و عالم خلق میں پہچان لے۔

اور نیز جان لے کہ مشاہدہ ولایت کا ثمرہ ہے اور رویت نبوت کا ثمرہ۔ جو انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری کے باعث عام تابعداروں کو بھی میسر ہوگی۔ اس بات سے ولایت و نبوت کے درمیان بھی فرق معلوم کرے۔

**تنبیہ:**

جس عارف کو عالم امر کے ساتھ زیادہ مناسبت ہوگی۔ اس کا قدم کمالات ولایت میں زیادہ تر ہوگا اور جس کو عالم خلق کے ساتھ زیادہ مناسبت ہوگی، اس کا قدم کمالات نبوت سے بڑھ کر ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام ولایت میں قدم آگے رکھتے ہیں اور حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قدم نبوت میں زیادہ تر ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں عالم امر کی نسبت بلند ہے۔ جس کے باعث وہ روحانیوں سے مل گئے اور حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام میں عالم خلق کی جانب غالب ہے۔ جس کے باعث انہوں نے مشاہدہ پر کفایت نہ کر کے رویت طلب فرمائی۔

کمالات نبوت میں انبیا کے اقدام کے متفاوت ہونے کا سبب جس کے بیان کرنے کا پہلے وعدہ کیا تھا۔ یہی ہے نہ کہ بعض لطائف کی بلندی اور بعض کی پستی جو کمالات ولایت کے تفاوت میں معتبر ہے

[1] رسالہ قشیریہ میں یہ حدیث موجود ہے۔ [2] دار قطنی و ابو داؤد۔



Marfat.com

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَلْمُلْھِمُ لِلصَّوَابِ۔ اللہ تعالیٰ بہتری کا الہام کرنے والا ہے۔

اے فرزند! چونکہ علوم نبوت یعنی شرائع و احکام قالب کے ساتھ زیادہ تعلق رکھتے ہیں اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی عالم خلق کے ساتھ زیادہ مناسبت ہے۔ اس لیے بعض نے گمان کیا ہے کہ نبوت مقامات قرب تک جو ولایت سے تعلق رکھتے ہیں۔ عروج کرنے کے بعد خلق کی دعوت کے لیے نزول کرنے سے مراد ہے۔ اور نہیں سمجھے کہ نہایت عروج اور غایت قرب اسی مقام میں ہے۔ اور وہ قرب جو پہلے حاصل ہوا تھا وہ اس قرب کے ظلال میں سے ایک ظل ہے۔ جو بعد کی صورت میں تصور ہوتا ہے۔ اور وہ عروج جو اول میسر ہوا تھا۔ وہ اس عروج کے عکسوں میں سے ایک عکس ہے جو بظاہر نزول دکھائی دیتا ہے۔ تو نہیں دیکھتا کہ دائرہ کا مرکز دائرہ کے محیط کی نسبت سب سے زیادہ بعید نقطہ ہے۔ حالانکہ حقیقت میں کوئی نقطہ مرکز کے سوا محیط کے زیادہ قریب نہیں ہے۔ کیونکہ محیط اس نقطہ اجمال کی تفصیل ہے اور یہ نسبت کسی اور نقطہ کو میسر نہیں۔ عوام ظاہر بین اس اقربیت کو نہیں پا سکتے۔ اس لیے اس نقطہ کے ابعد ہونے کا حکم کرتے ہیں۔ اور اس نقطہ کے اقرب ہونے کے حکم کو جہل مرکب تصور کرتے ہیں۔ اور اس حکم کے دینے والے کو جاہل اور احمق سمجھتے ہیں۔ وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ۔ (اللہ تعالیٰ اس سے برتر ہے جو تم اس کی وصف بیان کرتے ہو۔

جاننا چاہیے کہ مطمئنہ شرح صدر حاصل ہونے کے بعد جو ولایت کبریٰ کے لوازم سے ہے اپنے مقام سے عروج فرما کر تخت صدر پر چڑھ جاتا ہے۔ اور وہاں تمکین و سلطنت حاصل کر لیتا ہے۔ اور ممالک قرب پر غلبہ پا لیتا ہے۔ یہ تخت صدر حقیقت میں ولایت کبریٰ کے عروج کے تمام مقامات سے برتر ہے۔ اس تخت پر چڑھنے والے کی نظر ابطن بطون کی طرف نفوذ کرتی ہے۔ اور غیب الغیب میں سرایت کر جاتی ہے۔ ہاں جو شخص بہت اونچے مکان پر چڑھ جائے اس کی نظر بھی بہت دور تک نفوذ کر جاتی ہے۔ اور اس مطمئنہ کی تمکین کے بعد عقل بھی اپنے مقام سے نکل کر اس سے مل جاتی ہے اور عقل معاد نام پاتی ہے۔ اور دونوں اتفاق بلکہ اتحاد سے اپنے کام کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

اے فرزند! اس مطمئنہ کے لیے اب مخالفت کی گنجائش اور سرکشی کی مجال نہیں رہی۔ اور پورے طور پر مقصود کے حاصل کرنے کے درپے ہے۔ رضائے پروردگار کے سوا اس کا کوئی ارادہ نہیں۔ اور حق تعالیٰ کی اطاعت و عبادت کے سوائے اس کا کچھ مطلب نہیں۔ سبحان اللہ! وہ امارہ جو اول بدترین خلائق تھا۔ اطمینان اور حضرت سبحان کی رضا حاصل ہونے کے بعد عالم امر کے لطائف کا رئیس ہو گیا اور اپنے ہمسروں کا سردار بن گیا۔



Marfat.com

مخبر صادق علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا سچ فرمایا ہے:

خِيَارُكُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُكُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوا۔[1] جو لوگ جاہلیت میں تم سے اچھے تھے وہ اسلام میں بھی تم سے اچھے ہیں جب انہوں نے دین سمجھ لیا۔

اس کے بعد اگر خلاف اور سرکشی کی صورت ہے تو اس کا منشا اربع عناصر کی مختلف طبائع ہیں۔ جو قالب کے اجزا ہیں۔ یعنی اگر قوت غضبیہ ہے تو وہیں سے پیدا ہے۔ اور اگر شہویہ ہے تو وہیں سے ظاہر ہے۔ اور اگر خست و کمینہ پن ہے تو وہ بھی وہیں سے ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ وہ تمام حیوانات جن میں نفس امارہ نہیں ہے۔ ان کو یہ اوصاف رذیلہ پورے اور کامل طور پر حاصل ہیں۔ پس ہو سکتا ہے کہ مراد اس جہاد اکبر سے جو حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْأَصْغَرِ إِلَى الْجِهَادِ الْأَكْبَرِ[2] ہم نے جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف رجوع کی جہاد با قالب ہو نہ کہ جہاد بانفس۔ جیسے کہ کہا گیا ہے۔ کیونکہ نفس اطمینان تک پہنچ چکا ہے۔ اور راضی و مرضی ہو گیا ہے۔ پس خلاف و سرکشی کی صورت اس سے متصور نہ ہوگی۔ اور اجزائے قالب سے خلاف و سرکشی کی صورت سے مراد ترک اولیٰ اور امور مرخصہ کے ارتکاب اور ترک عزیمت کا ارادہ ہے نہ کہ اشیاء محرمہ کے ارتکاب اور ترک فرائض و واجبات کا ارادہ کہ یہ اس کے حق میں نصیب اعدا ہو چکا ہے۔

اے فرزند! عناصر اربعہ کے کمالات اگرچہ مطمئنہ کے کمالات سے برتر ہیں جیسے کہ گزر چکا۔ لیکن مطمئنہ چونکہ مقام ولایت سے مناسبت رکھتا ہے اور عالم امر سے ملحق ہوا ہے۔ اس لیے صاحب سکر ہے اور مقام استغراق میں ہے۔ اور اسی سبب سے اس میں مخالفت کی مجال نہیں رہی۔ اور عناصر کی مناسبت چونکہ مقام نبوت کے ساتھ زیادہ ہے۔ اس لیے صحو ان میں غالب ہے۔ اور اسی سبب سے بعض منافعوں اور فائدوں کے لیے جو ان سے متعلق ہیں مخالفت کی صورت ان میں باقی ہے۔ فافہم۔

جاننا چاہیے کہ منصب نبوت حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام پر ختم ہو چکا ہے۔ لیکن اس منصب کے کمالات سے تابعداری کے باعث آپ کے تابعداروں کو بھی کامل حصہ حاصل ہوا ہے۔ یہ کمالات طبقہ صحابہ میں زیادہ ہیں۔ اور تابعین اور تبع تابعین میں بھی اس دولت نے کچھ کچھ اثر کیا ہوا ہے۔ اس کے بعد یہ کمالات پوشیدہ ہو گئے ہیں۔ اور ولایت ظلی کے کمالات جلوہ گر ہوئے ہیں۔

---

[1] بخاری و مسلم شریف بروایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

[2] اس حدیث کی تخریج و تحقیق مکتوب نمبر ۴ دفتر اول میں ہو چکی ہے۔



Marfat.com

لیکن امید ہے کہ ہزار سال گزرنے کے بعد یہ دولت از سر نو تازہ ہو۔ اور غلبہ اور شیوع پیدا کرے۔ اور کمالات اصلیہ ظاہر ہوں۔ اور ظلیہ پوشیدہ ہو جائیں۔ اور حضرت مہدی علیہ الرضوان ظاہر و باطن میں اسی نسبت علیہ کو رواج دیں گے۔

اے فرزند! نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کامل تابعدار، تابعداری کے سبب جب کمالاتِ نبوت کو تمام کر لیتا ہے تو پھر وہ اگر اہل مناصب سے ہے تو منصب امامت سے اس کو سرفراز کرتے ہیں۔ اور جب ولایت کبریٰ کے کمالات کو تمام کر لیتا ہے اور اہل منصب سے ہوتا ہے۔ تو اس کو منصب خلافت سے مشرف کرتے ہیں۔ اور کمالاتِ ظلی کے مقامات سے منصب امامت کے مناسب قطب ارشاد کا منصب ہے۔ اور منصب خلافت کے مناسب قطب مدار کا منصب گویا نیچے کے یہ دونوں مقام ان اوپر کے دونوں مقاموں کا ظل ہیں۔

شیخ محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غوث یہی قطب مدار ہے ان کے نزدیک غوثیت کا علیحدہ مرتبہ نہیں ہے۔ لیکن جو فقیر کا اعتقاد ہے وہ یہ ہے کہ غوث قطب مدار نہیں ہے۔ بلکہ قطب اس سے بعض امور میں مدد لیتا ہے۔ اور ابدال کے مراتب مقرر کرنے میں بھی اس کا دخل ہے:

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۚ — یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور
وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ — اللہ بڑے فضل والا ہے۔

## تذییل

وہ علوم و معارف جو نبوت اور اس نبوت کی ولایت کے مقام کے مناسب ہیں۔ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے شرائع ہیں۔ اور چونکہ اقدام نبوت میں تفاوت ہے اس لیے انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شرائع میں بھی اس تفاوت کے موافق اختلاف پیدا ہوا ہے۔ اور وہ معارف جو مقام اولیا کے مناسب ہیں۔ مشائخ کے شطحیات اور وہ علوم ہیں جو توحید و اتحاد کی خبر دیتے ہیں اور احاطہ و سریان اور قرب و معیت کا پتہ بتاتے ہیں۔ اور مرآتیت و ظلیت کو ظاہر کرتے ہیں۔ اور شہود و مشاہدہ ثابت کرتے ہیں۔ غرض انبیا کے معارف کتاب و سنت ہیں۔ اور اولیا کے معارف فصوص اور فتوحات مکیہ ہیں۔ قیاس کن زگلستانِ من بہارِ مرا

میری بہار کا قیاس میرے باغ سے کر لو۔

اولیا کی ولایت حق کے قرب کی طرف شرائع لے جاتی ہے۔ اور انبیا کی ولایت حق تعالیٰ کی اقربیت کا نشان بتلاتی ہے۔ اولیا کی ولایت شہود کی طرف دلالت کرتی ہے، اور انبیا کی ولایت اس شہود کو



Marfat.com

ثابت کرتی ہے، جس کی کیفیت مجہول ہے۔ اولیا کی ولایت اقربیت کو نہیں جانتی کہ کیا ہے اور جہالت کو نہیں پہچانتی کہ کیسی ہے اور انبیا کی ولایت باوجود اقربیت کے قرب کو عین بُعد جانتی ہے۔ اور شہود کو نفس غیب سمجھتی ہے۔ ع

گر بگویم شرح ایں بے حد شود

اگر میں اس کی شرح لکھوں تو وہ بے حد و بے حساب ہے

اے فرزند! کمالاتِ نبوت اور ولایت پر اس کی برتری اور ولایت سہ گانہ یعنی ولایت صغریٰ و ولایت کبریٰ و ولایت علیا کے درمیانی فرق اور ان میں سے ہر ایک کے مناسب علوم اور ہر ایک کے متعلق محل کا بیان طول طویل اس لیے کیا ہے۔ اور بار بار لمبے چوڑے فقرے اس واسطے بیان کیے گئے ہیں تاکہ کمال غرابت کے سبب لوگ ان کو فہم سے بعید نہ سمجھیں۔ اور کسی کو ان کے انکار کی مجال نہ رہے۔ یہ علوم کشفی اور ضروری ہیں، نہ کہ استدلالی اور نظری۔ اور ان میں بعض مقدمات کا ذکر عوام کے فہموں کی تنبیہ اور تقریب کے لیے ہے۔ بلکہ خواص کے ادراک کے لیے تبیین و تشریح ہے۔ یہ سب شروع سے اخیر تک اس طریقہ کا بیان ہے۔ جس طریقہ کے ساتھ حق تعالیٰ نے اس حقیر کو ممتاز کیا ہے اس کی بنیاد نسبت نقشبندیہ ہے جس کی ابتدا میں دوسروں کی انتہا مندرج ہے۔ اسی بنیاد پر بہت سی عمارتیں اور کئی قسم کے محل بنائے گئے ہیں اگر یہ بنیاد نہ ہوتی معاملہ یہاں تک نہ پہنچتا۔ یعنی بخارا و سمرقند سے اس بیج کو لا کر زمین ہند میں جس کا خمیر یثرب و بطحا کی خاک سے ہے، لو دیا۔ اور فضل کے پانی سے کئی سالوں تک اس کو سیراب کیا اور احسان کی تربیت سے اس کی تربیت کی جب وہ کھیتی کمال تک پہنچ گئی، ان علوم و معارف کا ثمرہ اس سے حاصل ہوا۔

| | |
|---|---|
| اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا | اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو اس کی ہدایت |
| كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ | دی۔ اگر وہ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت |
| لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ط | نہ پاتے بے شک ہمارے رب کے رسول حق کے |

ساتھ آئے ہیں۔

جاننا چاہیے کہ اس طریقہ علیہ کا سلوک شیخ مقتدا کی محبت کے رابطہ پر وابستہ ہے جس نے سیر مرادی سے اس راہ کو طے کیا ہو۔ اور قوتِ انجذاب سے ان کمالات کے ساتھ رنگا ہوا ہو۔ اس کی نظر دلی امراض کو شفا بخشتی ہے اور اس کی توجہ باطنی مرضوں کو دور کرتی ہے۔ ان کمالات کا صاحب اپنے وقت کا امام اور اپنے زمانہ کا خلیفہ ہے۔ اقطاب و ابدال اس کے مقامات کے ظلال میں خوش ہیں۔



Marfat.com

اور او نادو نجبا اس کے کمالات کے سمندر سے ایک قطرہ پر قناعت کیے بیٹھے ہیں۔ اس کی ہدایت و ارشاد کا نور اس کے ارادہ و خواہش کے بغیر آفتاب کے نور کی طرح سب پر چمکتا ہے۔ پس کس طرح نہ چمکے جب کہ وہ خود چاہے۔ اگرچہ یہ خواہش اس کے اپنے اختیار میں نہ ہو۔ کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ وہ کسی امر کی خواہش طلب کرتا ہے۔ لیکن وہ خواہش اس میں پیدا نہیں ہوتی۔ اور یہ بھی لازم نہیں کہ وہ لوگ جو اس کے نور سے ہدایت پائیں اور اس کے وسیلہ سے راہ راست پر آجائیں، اس بات کو جان لیں۔ بلکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وہ اپنے رُشد و ہدایت کے اصل کو بھی کما حقہٗ نہیں جانتے۔ حالاں کہ شیخ مقتدا کے کمالات سے متحقق ہوتے ہیں۔ جن کے سبب جہان کو ہدایت کرتے ہیں۔ کیونکہ علم سب کو نہیں دیتے۔ اور سیر مقامات کی تفصیل کی معرفت سب کو نہیں بخشتے۔ ہاں وہ شیخ جس کے وجود شریف پر طرق وصول میں سے کسی خاص طریقہ کی بنا کا مدار ہے۔ بے شک صاحب علم اور سیر کی تفصیل سے آگاہ ہوتا ہے۔ اور دوسروں کو اسی کے علم پر کفایت کر کے اس کے ذریعے سے مرتبہ کمال و تکمیل تک پہنچاتے ہیں۔ اور فنا و بقا سے مشرف کرتے ہیں۔ ع

خاص کند بندۂ مصلحت عام را ٭

اللہ تعالیٰ ایک بندے کو مصلحت عام کے لیے خاص کر لیتا ہے

ہمارے اس طریق میں افادہ اور استفادہ انعکاسی اور انصباغی ہے۔ مرید محبت کے رابطہ سے جو وہ اپنے شیخ مقتدا کے ساتھ رکھتا ہے، دم بدم اس کا رنگ پکڑتا جاتا ہے۔ اور انعکاس کے طریق پر اس کے نور سے منور ہوتا جاتا ہے۔ اس صورت میں افادہ اور استفادہ میں علم کیا درکار ہے۔

خربزہ جو سورج کی گرمی سے دم بدم پکتا جاتا ہے اور کچھ زمانہ کے بعد پک جاتا ہے۔ اس کے لیے کیا ضرورت ہے کہ اس کو اپنے پک جانے کا علم ہو یا سورج کو اس کے پکانے کا علم ہو۔ ہاں اختیاری سلوک و تسلیک کے لیے جو دوسرے سلسلوں میں مربوط ہے علم کا اور ہمارے طریق میں جو اصحاب کرام علیہم السلام کا طریق ہے۔ سلوک و تسلیک کا علم کچھ درکار نہیں ہے۔ اگرچہ شیخ مقتدا جو اس طریقہ کے بانی کی طرح ہے کمال علم اور وفور معرفت سے متحقق ہے۔ پس ناچار اس طریقہ علیہ میں زندے اور مردے اور بوڑھے اور جوان اور بچے اور میانہ عمر والے سب وصول کے حق میں برابر ہوں گے۔ جو صاحب دولت کی محبت کے رابطے یا توجہ سے اپنے بلند مقصودوں تک پہنچتے ہیں:

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۔ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔



Marfat.com

لیکن جاننا چاہیے کہ منتہی اگرچہ صاحب علم نہیں ہوتا، لیکن خوارق کے ظہور سے اس کو چارہ نہیں ہوتا۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس ظہور میں اُس کا اختیار نہیں ہوتا۔ بلکہ بسا اوقات اُس کو اس ظہور کا علم بھی نہیں ہوتا لوگ اس سے خوارق ظاہر ہوتے دیکھتے ہیں۔ لیکن اس کو ان کی اطلاع نہیں ہوتی۔

اور یہ جو کہا گیا ہے کہ منتہی صاحب علم نہیں ہوتا۔ اس عدم علم سے مراد احوال کا تفصیلی علم نہ ہونا ہے نہ کہ مطلق طور پر علم کا نہ ہونا۔ اس حیثیت سے کہ اپنے احوال کچھ نہیں سمجھتا ہے۔ جیسے کہ پہلے اس کی طرف اشارہ ہو چکا۔ اور اس کی ہدایت کا یہ نور اس کے مریدوں میں بالواسطہ یا بے واسطہ اس وقت تک جاری و ساری رہتا ہے۔ جب تک کہ اس کا طریق مخصوص تغیرات اور تبدیلات کی آلودگی سے آلودہ نہ ہو جائے۔ اور مخترعات اور مبتدعات کے ملنے سے خراب نہ ہو جائے:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوۡا [1] اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک
مَا بِاَنۡفُسِہِمۡ۔ وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلیں۔

بڑے تعجب کی بات ہے کہ بعض لوگ ان تبدیلات کو اس طریقہ کی تکمیلات خیال کرتے ہیں۔ اور ان الحاقات کو اس نسبت کے تتمیمات تصور کرتے ہیں۔ اور یہ نہیں جانتے کہ اس کی تتمیم و تکمیل ہر بے سرانجام کا کام نہیں ہے۔ اور الحاق و اختراع ہر بے سروسامان کے لائق نہیں ہے ؎

ہزار نکتۂ باریک تر ز مو ایں جاست
نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

یہاں بال سے بھی باریک ہزار نکتہ ہے، ہر سر منڈا قلندری نہیں جانتا۔

سنت سنیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے نور کو بدعتوں کے اندھیروں نے پوشیدہ کر دیا ہے۔ اور ملت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی رونق کو امور محدثہ کی کدورتوں نے ضائع کر دیا ہے۔ پھر اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ بعض لوگ ان محدثات کو امور مستحسنہ جانتے ہیں اور ان بدعتوں کو حسنہ خیال کرتے ہیں۔ اور ان حسنات سے دین کی تکمیل اور ملت کی تتمیم ڈھونڈتے ہیں اور ان امور کے بجا لانے میں ترغیبیں دیتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ ان کو سیدھے راستہ کی ہدایت دے۔ دین تو ان محدثات سے پہلے ہی کامل اور نعمت تمام ہو چکا ہے اور حق تعالیٰ کی رضامندی اس سے حاصل ہو چکی ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ [2] آج میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا۔ اور اپنی

---

[1] سورہ رعد، پارہ ۱۳۔ [2] سورہ مائدہ، پارہ ۶۔



Marfat.com

عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ — نعمت کو تم پر پورا کر دیا ۔ اور تمہارے لیے دین اسلام

الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ — پسند کیا ۔

پس ان محدثات سے دین کا کمال طلب کرنا حقیقت میں اس آیت کریمہ کے مفہوم سے انکار کرنا ہے ؎

اندکے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

میں نے دل کا غم تھوڑا سا بیان کیا ہے ۔ ڈرتا ہوں کہ تو دل آزردہ ہو گا ورنہ باتیں بہت ہیں ۔

علمائے مجتہدین نے احکام دین کو ظاہر کیا ہے ۔ اور راز سر تو کسی ایسے امر کو ظاہر نہیں کیا جو دین میں سے نہیں ہے ۔ پس نکاح اجتہادیہ امور محدثہ میں سے نہیں ہیں ۔ بلکہ اصول دین میں سے ہیں ۔ کیونکہ اصل چہارم یہی قیاس ہے ۔

اے فرزند ! وہ معرفت جو رسالہ مبدء و معاد میں اسی افادہ اور استفادہ کے بارہ میں جو قطب ارشاد سے تعلق رکھتا ہے لکھی گئی ہے ۔ چونکہ اس مقام کے ساتھ مناسبت رکھتی تھی ۔ اور بہت مفید تھی ۔ اس لیے وہ معرفت اس مکتوب میں بھی لکھی گئی ہے ۔ اسی جگہ سے اعتبار حاصل کریں ۔ قطب ارشاد جو کمالات فردیہ کا بھی جامع ہوتا ہے ۔ بہت عزیز الوجود اور نایاب ہے اور بہت سے قرنوں اور بے شمار زمانوں کے بعد اس قسم کا گوہر ظہور میں آتا ہے ۔ اور عالم تاریک اس کے نور ظہور سے نورانی ہوتا ہے ۔ اور اس کی ہدایت و ارشاد کا نور محیط عرش سے لے کر مرکز فرش تک تمام جہان کو شامل ہوتا ہے ۔ اور جس کسی کو رشد و ہدایت اور ایمان و معرفت حاصل ہونا ہوتا ہے اسی کے ذریعے سے حاصل ہوتا ہے ۔ اور اس کے وسیلہ کے بغیر کوئی شخص اس دولت کو نہیں پا سکتا ۔ مثلاً اس کی ہدایت کے نور نے دریائے محیط کی طرح تمام جہان کو گھیرا ہوا ہے ۔ اور وہ دریا گویا منجمد ہے ۔ اور ہرگز حرکت نہیں کرتا ۔ اور وہ شخص جو اس بزرگ کی طرف متوجہ ہے ۔ اور اس کے ساتھ اخلاص رکھتا ہے ۔ یا یہ کہ وہ بزرگ طالب کے حال کی طرف متوجہ ہے ۔ تو توجہ کے وقت گویا طالب کے دل میں ایک روزن کھل جاتا ہے ۔ اور اس راہ سے توجہ و اخلاص کے موافق اس دریا سے سیراب ہوتا ہے ۔ ایسے ہی وہ شخص جو ذکر الٰہی کی طرف متوجہ ہے اور اس عزیز کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہے ۔ انکار سے نہیں بلکہ اس کو پہچانتا نہیں ہے ۔ اس کو بھی یہ افادہ حاصل ہو جاتا ہے ۔ لیکن پہلی صورت میں دوسری صورت کی نسبت افادہ بہتر اور بڑھ کر ہے ۔ لیکن وہ شخص جو اس بزرگ کا منکر ہے یا وہ بزرگ اس سے آزردہ ہے ۔ اگرچہ وہ ذکر الٰہی میں مشغول ہے ۔ لیکن وہ



Marfat.com

رشد و ہدایت کی حقیقت سے محروم ہے۔ یہی انکار و آزار اس کے فیض کا مانع ہو جاتا ہے۔ بغیر اس امر کے کہ وہ بزرگ اس کے عدم افادہ کی طرف متوجہ ہو یا اس کے ضرر کا قصد کرے۔ کیونکہ ہدایت کی حقیقت اس سے مفقود ہے۔ وہ صرف مرشد کی صورت ہے اور صورت بے معنی کچھ فائدہ نہیں دیتی۔ اور وہ لوگ جو اس عزیز کے ساتھ محبت و اخلاص رکھتے ہیں۔ اگرچہ توجہ مذکورہ اور ذکر الٰہی سے خالی ہوں۔ لیکن فقط محبت ہی کے باعث رشد و ہدایت کا نور ان کو پہنچ جاتا ہے۔ وَلٰکِنْ ھٰذِہٖ الْمَعْرِفَۃِ اٰخِرُ الْمَکْتُوْبِ اور یہی معرفت مکتوب کا اخیر ہے ؎

بس کنم خود زیرکاں را ایں بس است
بانگ دو کردم اگر در دہ کس است

میں بس کرتا ہوں زیرک لوگوں کے لیے یہ کافی ہے۔ میں نے دو آوازیں دیدی ہیں اگر گاؤں میں کوئی ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ دَآئِمًا وَّسَرْمَدًا۔

اول و آخر اللہ رب العالمین کی حمد ہے اور حضرت رسول اللہ اور آپ کی آل پاک پر ہمیشہ صلوٰۃ و سلام ہو۔

# مکتوب نمبر ۲۶۱

نماز کے فضائل اور معارف بلند اور حقائق ارجمند کے ضمن میں نماز کے مخصوصہ کمالات کے بیان میں سیادت مآب میر نعمان کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد میرے عزیز بھائی کو کہ خدا اس کو ہدایت دے معلوم ہو کہ اسلام کے پانچ ارکان میں سے، نماز، دوسرا رکن ہے۔ نماز تمام عبادات کی جامع ہے اور جزو ہے جس نے جامعیت کے سبب سے کل کا حکم پیدا کیا ہے۔ اور تمام مقربہ اعمال سے برتر ہو گئی ہے۔ اور وہ دولت رویت جو سرور عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج کی رات بہشت میں میسر ہوئی تھی۔ دنیا میں نازل ہونے کے بعد اس جہان کے مناسب آپ کو وہ دولت نماز میں حاصل ہوئی۔ اسی واسطے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:۔

اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ

نماز مومنوں کا معراج ہے۔

نیز فرمایا:۔



Marfat.com

اَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ الْعَبْدُ مِنَ الرَّبِّ فِي الصَّلٰوةِ۔ سب سے زیادہ اعلیٰ قرب جو بندے کو رب سے ہوتا ہے وہ نماز میں ہے۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کامل تابعداروں کو اس جہان میں اس دولت کا بہت سا حصہ نماز میں حاصل ہے۔ اگرچہ رویت میسر نہیں کیونکہ یہ جہان اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ اگر نماز کا حکم نہ ہوتا تو چہرۂ مقصود سے نقاب کون کھولتا۔ اور طالب کو مطلوب کی طرف کون رہنمائی کرتا۔ نماز ہی غم زدوں کی غمگسار ہے اور نماز ہی بیماروں کے لیے راحت بخش ہے:

اَرِحْنِيْ يَا بِلَالُ۔ راحت دے مجھے اے بلال۔

اسی ماجرا کی رمز ہے اور:

قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ۔ نماز میں میری آنکھ کی ٹھنڈک ہے۔

میں اسی مطلب کی طرف اشارہ ہے۔ وہ ذوق و مواجید اور علوم و معارف اور مقامات و انوار اور تلوینات و تمکینات اور تجلیات متکیفہ اور غیر متکیفہ اور ظہورات متلونہ اور غیر متلونہ وغیرہ جو کچھ ان میں سے نماز کے سوا میسر ہوں۔ اور نماز کی حقیقت سے بے خبر ہونے کے باعث ظاہر ہوں۔ ان کا منشا ظلال و امثال بلکہ وہم و خیال میں۔

نمازی جو نماز کی حقیقت سے آگاہ ہے، نماز کے ادا کرنے کے وقت گویا عالم دنیا سے باہر نکل جاتا ہے اور عالم آخرت میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس دولت سے جو آخرت سے مخصوص ہے حصہ حاصل کر لیتا ہے۔ اور ظلیت کی آمیزش کے بغیر اصل کا فائدہ پا لیتا ہے کیونکہ عالم دنیا کمالات ظلی پر منحصر ہے۔ اور وہ معاملہ جو ظلال سے باہر ہے وہ آخرت سے مخصوص ہے۔ پس معراج سے چارہ نہ ہوگا۔ اور وہ مومنوں کے حق میں نماز ہے۔ یہ دولت اس امت کے ساتھ مخصوص ہے جو اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری کے سبب کہ شب معراج میں دنیا سے آخرت میں چلے گئے۔ اور بہشت میں پہنچ کر حق تعالیٰ کی رویت کی دولت سے مشرف ہوئے۔ اس کمال کے ساتھ مشرف ہوئے۔ اور اس سعادت سے فیضیاب ہوئے:

اَللّٰهُمَّ اَجْزِهٖ عَنَّا مَا هُوَ اَهْلُهٗ وَاَجْزِهٖ عَنَّا اَفْضَلَ مَا جَزَيْتَ نَبِيًّا عَنْ اُمَّتِهٖ وَاَجْزِ الْاَنْبِيَآءَ كُلَّهُمْ

یا اللہ تو ہماری طرف سے ان کو ایسی جزا دے جس کے وہ لائق ہیں اور ان کو ہماری طرف سے اس سے افضل جزا دے جو تو نے امت کی طرف سے

---

لے نسائی اور حاکم بروایت انس رضی اللہ عنہ۔



Marfat.com

جَزَآءً خَیْرًا فَإِنَّهُمْ دُعَاةُ الْخَلْقِ إِلَى اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَهُدَاتُهُمْ إِلٰى لِقَآءِ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ۔

کسی نبی کو دی اور ہماری طرف سے تمام انبیاء کو جزائے خیر عطا کر کیونکہ وہ سب کے سب خلق کو اللہ کی طرف بلانے والے اور اس کے لقا کی طرف اُن کو ہدایت دینے والے ہیں۔

اس گروہ میں سے بعض نے جن کو نماز کی حقیقت سے آگاہ نہ کیا۔ اور اس کے مخصوصہ کمالات پر اطلاع نہ بخشی۔ انہوں نے اپنی امراض کا علاج اور امور سے کیا۔ اور اپنی مرادوں کا حاصل ہونا اور اشیاء پر وابستہ جانا۔ بلکہ ان میں سے ایک گروہ نے نماز کو بے فائدہ اور دور از کار سمجھ کر اس کی بنیاد غیر اور غیریت پر رکھی۔ اور روزہ کو نماز سے افضل جانا۔

صاحب فتوحات مکیہ کہتا ہے کہ روزہ میں جو کھانے پینے کی ترک ہے، وہ صفات صمدیت سے متحقق ہونا ہے۔ اور نماز میں غیر و غیریت کی طرف آنا اور عابد و معبود کا جاننا ہے۔

اس قسم کی باتیں اہل سکر کے احوال میں سے مسئلہ توحید وجودی پر مبنی ہیں۔ اور ایسی باتوں کا بولنا نماز کی حقیقت سے بے خبر ہونے کے سبب ہے۔ بلکہ اس طائفہ میں سے جم غفیر یعنی بہت سے لوگوں نے اپنے اضطراب و بے قراری کی تسکین سماع و نغمہ و وجد و تواجد سے حاصل کی اور اپنے مطلوب کو نغمہ کے پردہ میں مطالعہ کیا۔ اسی واسطے رقص و رقاصی کو دیکھنا عادت بنالی۔ حالانکہ انہوں نے سنا ہوگا کہ:

مَا جَعَلَ اللّٰهُ فِي الْحَرَامِ شِفَآءً۔ — اللہ تعالیٰ نے حرام میں شفا نہیں رکھی۔

ہاں:- اَلْغَرِيْقُ يَتَعَلَّقُ بِكُلِّ حَشِيْشٍ وَحُبُّ الشَّيْءِ يُعْمِيْ وَيُصِمُّ۔ — ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ اور کسی شے کی محبت اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے۔

اگر نماز کے کمالات کی حقیقت کچھ بھی ان پر منکشف ہو جاتی تو ہرگز سماع و نغمہ کا دم نہ مارتے۔ اور وجد و تواجد کو یاد نہ کرتے ع

چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

جب حقیقت کو نہ جان سکے تو افسانے کا راستہ اختیار کیا۔

اے برادر! جس قدر فرق نماز و نغمہ میں ہے۔ اسی قدر فرق نماز کے مخصوصہ کمالات اور نغمہ سے پیدا ہوئے ہوئے کمالات میں ہے:

اَلْعَاقِلُ تَكْفِيْهِ الْإِشَارَةُ — عاقل کو ایک ہی اشارہ کافی ہے۔

یہ وہ کمالات ہیں جو ہزار سال کے بعد وجود میں آئے ہیں۔ اور آخریت ہے جو اولیت کے رنگ

---

لے حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرمایا کہ اس حدیث کو طبرانی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت کیا۔



Marfat.com

میں ظاہر ہوئی ہے۔ شاید حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی سبب سے فرمایا ہے کہ:

اَوَّلُهُمْ خَيْرٌ اَمْ اٰخِرُهُمْ۔ — ان میں سے اوّل بہتر ہیں یا ان میں سے آخر۔

اور یہ نہ فرمایا کہ:

اَوَّلُهُمْ خَيْرٌ اَمْ اَوْسَطُهُمْ — ان کے اوّل بہتر ہیں یا ان کے اوسط۔

کیونکہ آخر کو اوّل کے ساتھ زیادہ مناسبت دیکھی جو تردّد کا محل ہے۔

اور دوسری حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس امت میں سے بہترین اول ہیں آخر۔ اور درمیان میں کدورت و تیرگی ہے۔

ہاں اس امت کے متاخرین میں اگرچہ وہ نسبت بلند ہے لیکن قلیل بلکہ اقل ہے۔ اور متوسطوں میں وہ نسبت اگرچہ بلند نہیں ہے، لیکن کثیر بلکہ اکثر ہے:

وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ كَمِّيَّةً وَّكَيْفِيَّةً — ہر ایک کے لیے کمیت و کیفیت کے لحاظ سے ایک جہت ہے

لیکن اس نسبت کے اقل ہونے نے متاخرین کو درجہ بلند میں پہنچایا۔ اور سابقین کے ساتھ مناسبت دیکر خوشخبری دی۔ جیسے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:۔

اَلْاِسْلَامُ بَدَءَ غَرِيْبًا وَّسَيَعُوْدُ كَمَا بَدَءَ فَطُوْبٰى لِلْغُرَبَاءِ۔ — اسلام غریب شروع ہوا، اور پھر ویسا ہی غریب ہو جائے گا۔ پس غربا کو خوش خبری ہے۔

اور اس امت کی آخریت کا شروع آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے رحلت فرما جانے کے بعد الف ثانی یعنی دوسرے ہزار سال کی ابتدا ہے۔ کیونکہ الف یعنی ہزار سال کے گزرنے کو امور کے تغیر میں بڑی خاصیت ہے اور اشیا کی تبدیلی میں قوی تاثیر ہے۔ اور چونکہ اس امت میں نسخ و تبدیل نہیں ہے۔ اس لیے سابقین کی نسبت اسی تر و تازگی کے ساتھ متاخرین میں جلوہ گر ہوتی ہے اور الف ثانی میں از سر نو شریعت کی تجدید اور ملت کی ترقی فرمائی ہے۔ اس معنے پر حضرت عیسٰی علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت مہدی علیہ الرضوان دونوں عادل گواہ ہیں ؎

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید
دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا می کرد!

روح القدس اگر پھر مدد فرمائے، تو دوسرے بھی وہ کر سکتے ہیں جو حضرت مسیح کرتے تھے۔

---

۱؎ مسلم و ابن ماجہ بروایت ابوہریرہ اور طبرانی بروایت سلمان فارسی اور امام احمد و ترمذی اور رافعی اور خطیب اور ابن عساکر وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔



Marfat.com

اے برادر! یہ بات آج اکثر لوگوں کو ناگوار اور ان کے فہم سے دور معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اگر انصاف کریں اور ایک دوسرے کے علوم و معارف کا موازنہ کریں۔ اور احوال کی صحت و سقم علوم شرعیہ کی مطابقت اور عدم مطابقت سے ملاحظہ کریں۔ اور شریعت و نبوت کی تعظیم و توقیر دیکھیں کہ ان میں سے کس میں زیادہ ہے تو امید ہے کہ یہ تعجب ان کا جاتا رہے۔ اور یہ بات ان کو فہم سے دور معلوم نہ ہو۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ فقیر نے اپنی کتابوں اور رسالوں میں لکھا ہے کہ طریقت و حقیقت دونوں شریعت کے خادم ہیں۔ اور نبوت ولایت سے افضل ہے۔ اگرچہ اس نبی کی ولایت ہو اور یہ بھی لکھا ہے کہ کمالات ولایت کو کمالات نبوت کے ساتھ کچھ نسبت نہیں ہے کاش کہ ان کے درمیان قطرہ اور دریا کی سی نسبت ہوتی اس قسم کی بہت سی باتیں اس مکتوب میں جو طریقہ کے بیان میں اپنے فرزند کی طرف لکھا ہے خاص طور پر لکھی گئی ہیں وہاں سے ملاحظہ فرمالیں۔

اس گفتگو سے مقصود یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی نعمت کا اظہار ہو۔ اور اس طریقہ کے طالبوں کو ترغیب ہو نہ یہ کہ دوسروں پر اپنی فضیلت و بزرگی ثابت ہو۔ خدائے تعالیٰ کی معرفت اس شخص پر حرام ہے جو اپنے آپ کو کافر فرنگ سے بہتر جانے۔ تو پھر اس شخص کا کیا حال ہو جو بزرگان دین سے اپنے آپ کو افضل جانے

ولے چوں شہ مرا برداشت از خاک ۔ سزد گر بگذ رانم سر ز افلاک
من آں خاکم کہ ابر نوبہاری ۔ کند از لطف بر من قطرہ باری
اگر بر روید از تن صد زبانم ۔ چو سوسن شکر لطفش کے توانم

ہاں جب بادشاہ نے مجھے خاک سے اوپر اٹھایا تو لائق ہے کہ اپنا سر آسمان سے اُوپر لے جاؤں۔ میں وہ خاک ہوں نو بہار کا بادل اپنی مہربانی سے مجھ پر برس رہا ہے۔ اگر میرے جسم پر سو زبانیں نکل آئیں تو بھی سوسن کی طرح میں اس کی مہربانی کا شکر کیسے کر سکتا ہوں۔

اس کے مطالعہ کے بعد اگر نماز کے سیکھنے اور اس کے مخصوص کمالات میں سے بعض کے حاصل کرنے کا شوق پیدا ہو۔ اور وہ شوق تم کو بے آرام کردے۔ تو استخاروں کے بعد ان حدود کی طرف آجائیں اور عمر کا کچھ حصہ نماز کے سیکھنے میں صرف کریں۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْهَادِيْ اِلٰى سَبِيْلِ الرَّشَادِ ۔ اللہ تعالیٰ سیدھے رستے کی طرف ہدایت دینے والا ہے
وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ ۔ اور سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی
مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلٰوةُ ۔ اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو
وَالسَّلَامُ اَتَمُّهَا وَاَكْمَلُهَا ۔ لازم پکڑا۔



Marfat.com

# مکتوب نمبر ۲٦۲

مولانا محب علی کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ ہمارا ارتباط حُبی اور ہماری نسبت انعکاسی ہے - اور قرب و بُعد میں کچھ فرق نہیں رکھتی - اور اس کے مناسب بیان میں -

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی - تمام تعریفیں اللہ کے لیے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو -

آپ کا صحیفہ شریفہ جو التفات و توجہ سے لکھا ہُوا تھا اس کے پہنچنے سے خوشی حاصل ہوئی - اور چونکہ فرط محبت اور کمال اختصاص سے بھرا ہُوا تھا اس لیے فرحت پر فرحت حاصل ہوئی - آپ نے سابقہ عہد کے پُورا کرنے کے لیے لکھا ہُوا تھا -

میرے مخدوم! اوضاع شرعیہ میں سے جس وضع پر آپ رہیں کچھ مضائقہ نہیں بشرطیکہ رشتۂ محبت نہ ٹوٹ جائے - بلکہ دن بدن قوت پیدا کرے - اور اس اشتیاق کی چنگاری سرد نہ ہو جائے - بلکہ ہر گھڑی زیادہ بھڑکتی جائے - کیونکہ ہمارا ارتباط حُبّی ہے - اور ہماری نسبت انعکاسی اور انصباغی ہے - اور جلدی اور دیر اور طریق کے بعض خصوصیات کا علم ہونے اور نہ ہونے کے سوا قرب و بعد میں کچھ فرق نہیں رکھتی اس معنی کی تحقیق اس مکتوب کے خاتمہ سے جو اپنے فرزند ارشد کے نام طریق کے بیان میں لکھا ہے طلب فرمائیں - اس مکتوب کی نقل برادرم سیادت پناہ میر محمد نعمان کے دوست لے گئے ہیں - وہاں سے منگوا لیں - زیادہ طول کلام کیا کی جائے - والسلام

# مکتوب نمبر ۲٦۳

جناب معارف آگاہ میاں تاج الدین کی طرف صادر فرمایا:

ان معارف کے بیان میں جو کعبہ ربانی کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں - اور نماز کے فضائل اور اس کے مناسب بیان میں -

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ تمام تعریفیں اللہ کے لیے اور اس کے برگزیدہ



Marfat.com

لَدَیْہِ اُصْطَفٰی۔      مبدء و معاد یہ سلام اور و۔

آپ کے قدوم مسرت لزوم یعنی تشریف آوری کی خوشخبری سن کر مشتاق دوستوں کو بہت خوشی حاصل ہوئی۔ اس پر اللہ کی حمد اور اس کا احسان ہے ؂

انصاف بدہ اے فلک مینا فام      تا زیں دو کدام خوب تر کرد خرام

خورشید جہاں تاب تو از جانب شرق      یا ماہ جہاں گرد من از جانب شام

اے مینا فام آسمان تو ہی انصاف کر کہ ان دونوں میں سے کس کا آنا زیادہ بہتر ہے۔ تیرے سورج کا مشرق سے طلوع ہونا یا میرے معشوق کا شام کے وقت تشریف لانا۔

جب آپ نے قدم رنجہ فرمایا ہے تو جلدی تشریف لائیں۔ کیونکہ مشتاق مدت سے منتظر ہیں۔ اور بیت اللہ کے حالات سننے کی آرزو رکھتے ہیں۔ فقیر کے نزدیک جس طرح کعبہ کی صورت کیا فرشتے کیا بشر تمام خلائق کی صورتوں کے لیے مسجود الیہ ہے اسی طرح اس کی حقیقت بھی ان صورتوں کی حقائق کے لیے مسجود الیہ ہے۔ اسی لیے لازماً وہ حقیقت تمام حقائق سے برتر ہے۔ اور اس کے متعلقہ کمالات تمام حقائق کے متعلقہ کمالات سے بڑھ کر ہیں۔ گویا یہ حقیقت حقائق کونی اور حقائق الٰہی کے درمیان برزخ ہے۔ حقائق الٰہی سے مراد عظمت و کبریا کے پردے ہیں جن کے پاک دامن کو کوئی رنگ و کیفیت نہیں لگی۔ اور کسی ظلیت نے ان کی طرف راہ نہیں پایا۔ دنیوی عروجات اور ان کے ظہورات کی نہایت حقائق کونی کے انتہا تک ہے۔ اور حقائق الٰہی سے کامیاب ہونا آخرت پر مخصوص ہے۔ ہاں نماز میں جو مومن کا معراج ہے۔ اور اس معراج میں گویا دنیا سے نکل کر آخرت میں چلا جاتا ہے۔ اس حظ میں سے جو آخرت کو میسر ہوگا کچھ حصہ حاصل ہو جاتا ہے۔

میں خیال کرتا ہوں کہ نماز میں اس دولت کے حاصل ہونے کا عمدہ ذریعہ کعبہ کی طرف جو حقائق الٰہی جل شانہ کے ظہورات کا مقام ہے۔ نمازی کا توجہ کرنا ہے۔ پس کعبہ دنیا میں ایک اعجوبہ ہے جو صورت میں دنیا سے ہے لیکن حقیقت میں آخرت سے ہے۔ اور نماز نے بھی اس کے وسیلہ سے یہ نسبت پیدا کر لی ہے اور صورت و حقیقت میں دنیا و آخرت کی جامع ہے۔ اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ وہ حالت جو نماز کے ادا کرنے کے وقت میسر ہو آتی ہے۔ ان تمام حالات سے جو نماز کے سوا حاصل ہوں بلند تر ہے کیونکہ وہ حالات اگرچہ اعلیٰ سے اعلیٰ ہوں۔ دائرہ ظل سے باہر نہیں ہیں۔ اور یہ حالت اصل سے حصہ رکھتی ہے۔ پس جس قدر اصل اور ظل کے درمیان فرق ہے۔ اسی قدر ان حالات اور اس حالت کے درمیان فرق ہے۔ اور مشاہدہ میں آتا ہے کہ وہ حالت جو اللہ تعالیٰ کی عنایت سے موت کے وقت ظاہر ہوگی۔ وہ نماز کی حالت سے برتر ہوگی۔ کیونکہ موت احوال آخرت کے مقدمات سے ہے۔ اور جو حالت



Marfat.com

آخرت کے زیادہ نزدیک ہے وہ زیادہ اتم و اکمل ہے۔ کیونکہ اس جگہ صورت کا ظہور ہے اور وہاں حقیقت کا ظہور۔ پس دونوں میں کس قدر فرق ہے۔ اور ایسے ہی وہ حالت جو اللہ جل شانہٗ کے کرم و فضل سے برزخ صغریٰ یعنی قبر میں میسر ہوگی۔ اس حالت سے جو موت کے وقت میسر ہوگی، بڑھ کر ہوگی۔ اور برزخ کبریٰ یعنی روز قیامت کو کہ جہاں کا شہود اتم و اکمل ہے، برزخ صغریٰ کے ساتھ یہی نسبت ہے۔ اور اسی طرح برزخ کبریٰ کی شہود کی نسبت جنات النعیم کا شہود اتم و اکمل ہے۔ اور تمام مقامات سے بلند تر وہ مقام ہے جس کی نسبت مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے اور فرمایا ہے کہ:

اِنَّ لِلّٰهِ جَنَّةً لَيْسَ فِيْهَا حُوْرٌ وَّلَا قُصُوْرٌ يَتَجَلّٰى فِيْهَا رَبُّنَا ضَاحِكًا۔ — اللہ تعالیٰ کی ایک جنت ہے جس میں نہ حور ہے اور نہ کوئی محل۔ اس میں اللہ تعالیٰ ہنستے ہوئے تجلی فرمائے گا۔

پس تمام ظہورات میں سے ادنیٰ ظہور دنیا و مافیہا ہے۔ اور ان ظہورات میں سے اعلیٰ جنت۔ بلکہ دنیا بالکل ظہور کا مقام نہیں ہے وہ ظلی ظہورات اور مثالی نمائش جو دنیا کے ساتھ مخصوص ہیں۔ فقیر کے نزدیک سب امور دنیا میں شمار ہیں۔ اور حقیقت میں وہ ظہورات خواہ تجلیات صفات ہوں خواہ تجلیات ذات ہوں۔ سب دائرہ مکان میں داخل ہیں:

تَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا۔ — اللہ تعالیٰ اس بات سے جو ظالم کہتے ہیں بہت بلند ہے۔

فقیر جب دنیا کو پورے طور پر ملاحظہ کرتا ہے تو محض خالی پاتا ہے۔ اور مطلوب کی کچھ بو اس کے دماغ میں نہیں پہنچتی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ اس جگہ مطلوب کو ڈھونڈنا اپنے آپ کو پریشان کرنا یا مطلوب کے غیر کو مطلوب جاننا ہے۔ چنانچہ اکثر لوگ اس میں گرفتار ہیں۔ اور خواب و خیال میں آرام کیے ہوئے ہیں۔ اس مقام میں صرف نماز ہی ہے جو اصل سے کچھ حصہ رکھتی ہے اور مطلوب کی بو لاتی ہے وَدُوْنَهٗ خَرْطُ الْقَتَادِ۔ اس کے سوا بے فائدہ رنج ہے۔

# مکتوب نمبر ۲۶۴

میر سید باقر سہارنپوری کی طرف صادر فرمایا:-



Marfat.com

اس بیان میں کہ اپنے معاملہ کو حیرت و جہالت میں سے جاننا چاہیے ۔ اور احوال و کشوف پر بھروسہ نہ کرنا چاہیئے ۔ اور اس کے ضمن میں اس واقع کا ذکر اور تعبیر بیان کی ہے ۔ جو گرد و نواح کے مشائخ میں سے کسی شیخ نے ظاہر کیا تھا ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ۔ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں ، اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو ۔

آپ کا صحیفہ شریفہ جو بڑی محبت اور کمال اشتیاق سے صادر فرمایا تھا ، پہنچا ۔ اور بڑی خوشی حاصل ہوئی ۔ آپ اپنے کام کی طرف متوجہ رہیں ۔ اور اسماء و صفات کے ملاحظہ کے بغیر ذکر اسم ذات تعالیٰ میں مشغول رہیں ۔ یہاں تک کہ معاملہ جہالت تک پہنچ جائے اور کام حیرت تک انجام پائے کیونکہ اسماء و صفات کا ملاحظہ اکثر اوقات احوال کے ظاہر ہونے کا باعث اور مواجید کے صادر ہونے کا سبب ہو جاتا ہے اور آپ نے سنا ہوگا کہ احوال و مواجید میں خطا کا بہت احتمال ہے ۔ اور اس مقام میں حق باطل کے ساتھ بہت ملا رہتا ہے ۔

اور واضح ہو کہ انہی دنوں میں گرد و نواح کے مشائخ میں سے ایک شیخ نے اس فقیر کی طرف پیغام بھیجا اور اپنا احوال ظاہر کیا کہ فنا و محویت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ جس طرف نظر کرتا ہوں ۔ کچھ نہیں دیکھتا ہوں اور زمین و آسمان کی طرف جب نگاہ کرتا ہوں ۔ اور عرش و کرسی کی طرف جب دیکھتا ہوں تو ان کو بھی کچھ نہیں پاتا ہوں ۔ اور اپنے آپ کو بھی جب ملاحظہ کرتا ہوں کچھ نہیں پاتا ہوں اور اگر کسی کے پاس جاتا ہوں تو اس کو بھی کچھ نہیں پاتا ہوں ۔ اور خدائے تعالیٰ بے نہایت ہے اس کی نہایت کو کسی نے نہیں پایا ہے ۔ اور مشائخ نے اسی کو کمال سمجھا ہے ۔ اگر تو بھی اسی کو کمال جانتا ہے تو پھر میں طلب حق کے لیے تیرے پاس کس لیے آؤں ۔ اور اگر کسی اور امر کو کمال جانتا ہے تو لکھ ۔

فقیر نے اس کے جواب میں لکھا کہ یہ احوال قلب کے تلوینات میں سے ہیں ۔ اور قلب اس راہ کا پہلا زینہ ہے ۔ اور ان احوال کے صاحب نے ابھی مقام قلب سے صرف چوتھا حصہ ہی طے کیا ہے تین حصے اور قلب سے اس کو طے کرنے چاہییں ۔ بعد ازاں دوسرے زینہ پر جو روح سے مراد ہے جہاں تک خدائے تعالیٰ چاہے عروج کرنا چاہیئے ۔

اس ماجرا سے کچھ مدت کے بعد فقیر کے دوستوں میں سے ایک دوست نے جو طریقہ اخذ کر کے اپنے وطن کو گیا ہوا تھا ۔ جب واپس آکر حال بیان کیا تو معلوم ہوا کہ اس کا حال اس شیخ کے حال کے موافق ہے جس کا حال دریافت کیا گیا تھا ۔ بلکہ یہ دوست اس مقام میں اس شیخ سے قدم آگے رکھتا ہے ۔ اور



Marfat.com

جب اچھی طرح اس کے حال کا ملاحظہ کیا گیا تو ظاہر ہوا کہ اس کی یہ فنا و محویت عنصر ہوا میں ہے۔ جو ذرات سے ہر ذرہ کو محیط ہے۔ اور ہوا کے سوا کوئی اور امر مشہود نہیں ہے۔ اور اسی کو اس نے خدا تعالیٰ بے نہایت سمجھ لیا ہے

تَعَالَى اللهُ سُبْحٰنَهٗ عَنْ ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيْرًا۔ — اللہ تعالیٰ اس بات سے بہت بلند ہے

دوسری دفعہ اس کو بلا کر پھر اس کے احوال کی تفتیش کی تو یقین ہو گیا کہ اس کی گرفتاری عنصر ہوا کے سوا کسی اور امر کے ساتھ نہیں ہے۔ اور اس کو بھی اس بات پر مطلع کیا۔ اور جب اس نے اپنے وجدان کی طرف رجوع کیا تو اس نے بھی معلوم کر لیا کہ ہوا کے سوا مجھے کچھ حاصل نہیں ہے۔ اس وقت اس نے ان احوالات تو بہ کی اور قدم آگے بڑھایا۔

جاننا چاہیئے کہ عالم خلق یعنی عالم عناصر اربعہ اور عالم ارواح کے درمیان قلب بمنزلہ برزخ کے ہے اور دونوں عالم کا رنگ رکھتا ہے۔ گویا قلب کا نصف حصہ عالم خلق سے ہے اور اس کا دوسرا نصف حصہ عالم ارواح سے ہے۔ اور جب اس کے عالم خلق والے نصف حصہ کو پھر نصف کریں تو معاملہ عنصر ہوا پر جا پڑے گا۔ پس قلب کا چوتھا حصہ مقام ہوا سے مراد ہے۔ جس کو قلب شامل ہے۔ پس یہ جو آخر ظاہر ہوا جواب اوّل کے موافق ہے۔ اور اس کی حقیقت کے کشف کا بیان ہے۔

| | |
|---|---|
| اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا | اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو اس کی ہدایت دی |
| لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا اَنْ هَدٰنَا اللهُ لَقَدْ | اگر وہ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے |
| جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ۔ | بیشک ہمارے رب کے رسول حق بات لائے ہیں۔ |

اس سے زیادہ لکھنا وقت کے مناسب نہ تھا۔

| | |
|---|---|
| وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ | اور سلام ہو آپ پر اور ان سب پر جنہوں نے |
| الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَ | ہدایت اختیار کی اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و |
| عَلٰى اٰلِهٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِيْمَاتِ اَكْمَلُهَا | آلہٖ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔ |

# مکتوب نمبر ۲۶۵

شیخ عبدالہادی بدایونی کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ عزلت اور گوشہ نشینی کے اختیار کرنے میں چاہیے کہ مسلمانوں کے حقوق ضائع نہ ہوں۔ اور حقوق اور اس کے مناسب بیان میں۔



Marfat.com

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ میرے سعادت مند بھائی کا مکتوب مرغوب پہنچا۔ بہت خوشی کا موجب ہوا۔

اللہ تعالیٰ کی حمد اور اُس کا احسان ہے کہ مفارقت اور جُدائی کے زمانہ دراز نے محبت و اخلاص اور دوستی و اختصاص میں کچھ تاثیر نہیں کی۔ باوجود اس کے اگر آپ تشریف لے آتے تو بہت ہی مناسب ہوتا۔

وَالْخَيْرُ فِيْمَا صَنَعَ اللّٰهُ تَعَالٰى — اور بہتری اسی میں ہے جو اللہ تعالیٰ کرے۔

آپ نے گوشہ نشینی کی خواہش ظاہر کی تھی۔ ہاں بے شک گوشہ نشینی صدیقین کی آرزو ہے۔ آپ کو مبارک ہو۔ آپ عزلت و گوشہ نشینی اختیار کریں۔ لیکن مسلمانوں کے حقوق کی رعایت ہاتھ سے نہ جانے دیں۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ رَدُّ السَّلَامِ وَعِيَادَةُ الْمَرِيْضِ وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ وَاِجَابَةُ الدَّعْوَةِ وَتَشْمِيْتُ الْعَاطِسِ۔[1]

مسلمان کے حق مسلمان پر پانچ ہیں، سلام کا جواب دینا، بیمار پرسی کرنا، جنازہ کے ساتھ چلنا، دعوت کا قبول کرنا اور چھینک کا جواب دینا۔

**لیکن دعوت کے قبول کرنے میں چند شرائط ہیں۔**

احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ اگر طعام مشتبہ ہو یا دعوت کا مکان اور وہاں کا فرش حلال نہ ہو۔ یا وہاں ریشمی فرش اور چاندی کے برتن ہوں۔ یا چھت یا دیوار پر حیوانوں کی تصویریں ہوں۔ یا باجے یا سماع کی کوئی چیز موجود ہو۔ یا کسی قسم کی لہو و لعب اور کھیل کود کا شغل ہو یا غیبت اور بہتان اور جھوٹ کی مجلس ہو تو ان سب صورتوں میں دعوت کا قبول کرنا منع ہے۔ بلکہ یہ سب امور اس کی حرمت اور کراہت کا موجب ہیں۔ اور ایسے ہی اگر دعوت کرنے والا ظالم یا فاسق یا مبتدع یا شریر یا تکلف کرنے والا یا فخر و مباہات کا طالب ہے تو اس صورت میں بھی یہی حکم ہے۔

اور شرعۃ الاسلام[2] میں ہے کہ ایسے طعام کی دعوت قبول نہ کریں جو ریا اور شہرت کے لیے تیار کیا گیا ہو۔

اور محیط[3] میں ہے کہ جس بساط پر لہو و لعب یا سرود کا سامان ہو۔ یا لوگ غیبت کرتے اور شراب

---

[1] بخاری و مسلم شریف۔

[2] یہ کتاب امام محمد بن ابوبکر معروف بہ امام زادہ رحمۃ اللہ حنفی متوفی ۵۷۳ھ کی تصنیف ہے۔

[3] یہ کتاب امام رضی الدین محمد بن محمد سرخسی کی تصنیف ہے۔



Marfat.com

پیتے ہوں تو وہاں بیٹھنا نہیں چاہیے۔ جیسے کہ مطالب المومنین میں ہے۔

اگر یہ سب موانع موجود نہ ہوں تو دعوت کے قبول کرنے سے چارہ نہیں ہے۔ لیکن اس زمانہ میں ان موانع کا مفقود ہونا دشوار ہے۔ اور نیز جان لیں کہ ع

عزلت از اغیار باید نہ زیار۔

عزلت اغیار سے چاہیے اپنوں سے نہیں۔

کیونکہ ہم رازوں کے ساتھ صحبت رکھنا اس طریقۂ علیہ کی سنت مؤکدہ ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہمارا طریق صحبت ہے۔ کیونکہ خلوت میں شہرت ہے اور شہرت میں آفت۔ اور صحبت سے مراد موافقانِ طریقت کی صحبت ہے نہ کہ مخالفانِ طریقت کی کیونکہ ایک کا دوسرے میں فانی ہونا صحبت کی شرط ہے جو بغیر موافقت کے میسّر نہیں ہوتا۔ اور مریض کی عیادت سنت ہے۔ اگر اس مریض کا کوئی شخص خبر گیر ہے اور اس کی بیمار پرسی کرتا ہے۔ ورنہ اس بیمار کی بیمار پرسی واجب ہے۔ جیسے کہ حاشیہ مشکوٰۃ[1] میں کہا ہے۔ اور نماز جنازہ میں حاضر ہونے کے لیے کم از کم چند قدم جنازہ کے پیچھے چلنا چاہیے تاکہ میّت کا حق ادا ہو جائے۔ اور جمعہ و جماعت و نماز پنجگانہ اور نماز عیدین میں حاضر ہونا ضروریات اسلام سے ہے ان سے چارہ نہیں اور باقی اوقات کو تبتل و انقطاع میں بسر کریں۔ لیکن چاہیے کہ اوّل نیت کو درست کریں۔ اور گوشہ نشینی کو دنیا کی کسی غرض سے آلودہ نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ باطنی جمعیت کے حاصل ہونے اور لاطائل اور بے فائدہ اشغال سے منہ موڑنے کے سوا عزلت سے اور کچھ مقصود نہ ہو۔ اور نیت کے درست کرنے میں بڑی احتیاط کریں ایسا نہ ہو کہ اس کے ضمن میں کوئی نفسانی غرض پوشیدہ ہو۔ اور نیّت کے درست کرنے میں التجاء و تضرع اور عجز و انکساری کریں۔ تاکہ نیت کی حقیقت میسّر ہو جائے اور سات استخارے ادا کر کے درست نیّت کے ساتھ عزلت اختیار کریں۔ امید ہے کہ بڑے بڑے فائدے اس پر مترتب ہوں گے۔ باقی احوال کو ملاقات پر موقوف رکھا ہے۔ والسّلام

# مکتوب نمبر ۲۶۶

اپنے پیرزادوں یعنی خواجہ عبداللہ اور خواجہ عبیداللہ کی خدمت میں صادر فرمایا:

---

[1] مرقاۃ حاشیہ مشکوٰۃ میں ہے بیمار کی بیمار پرسی سنت ہے جبکہ اس کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی ہو اور اگر نہ ہو تو پھر واجب ہے ۱۲



Marfat.com

اہل سنت وجماعت (خدا ان کی کوشش قبول فرمائے) کی رائے کے موافق بعض ان عقائد کلامیہ کے بیان میں جو آپ کو از روئے الہام وفراست حاصل ہوئے تھے نہ از روئے تقلید وتخمین۔ ابتدائے احوال میں حضرت پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کو خواب میں دیکھا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تو علم کلام کے مجتہدوں میں سے ہے اور اس واقع کو اپنے خواجہ بزرگوار کی خدمت میں عرض کیا تھا۔ اسی دن سے مسائل کلامیہ میں ہر مسئلہ میں آپ کی رائے علیحدہ اور حکم جدا ہے۔ لیکن مسائل میں مشائخ ماتریدیہ سے موافقت رکھتے ہیں اور فلسفہ کے رد کرنے اور اہل فلسفہ کی مذمت اور برائی کے بیان کرنے اور ان ملحدوں اور زندیقوں کی تردید میں جو صوفیہ کی مراد کو نہ سمجھ کر گمراہ ہو گئے ہیں۔ اور بعض ان فقہی احکام کے بیان میں جو نماز سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور طریقہ نقشبندیہ کے کمالات اور اس میں سنت کی متابعت کو لازم پکڑنے کے بیان میں۔ اور سماع وسرود سننے اور رقص یعنی ناچنے اور گانیوالوں کی مجلس میں حاضر ہونے سے منع کرنے اور اس کے مناسب بیان میں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رَبِّ يَسِّرْ وَلَا تُعَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَيْرِ — اے رب کام آسان کر مشکل نہ کر اور خیریت سے مکمل فرما۔

حمد وصلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد اپنے بزرگ مخدوم زادوں کی جناب میں عرض کرتا ہے کہ یہ فقیر سر سے پاؤں تک آپ کے والد بزرگوار کے احسانات میں غرق ہے۔ فقیر نے اس طریق میں الف وبے کا سبق انہی سے لیا ہے۔ اور اس راہ کے حروف تہجی انہی سے سیکھے ہیں اور اندراج النہایت فی البدایت کی دولت ان کی صحبت کی برکت سے حاصل کی ہے۔ اور سفر در وطن کی سعادت کو ان کی خدمت کی طفیل پایا ہے۔ ان کی شریف توجہ نے اس ناقابل کو دو اڑھائی ماہ کے عرصہ میں نسبت نقشبندیہ تک پہنچا دیا اور ان بزرگواروں کا حضور خاص عطا فرمایا۔ اور وہ تجلیات اور ظہورات اور انوار اور رنگ اور بے رنگیاں اور بے کیفیتیاں جو ان کی طفیل اس عرصہ میں ظاہر ہوئیں شرح وتفصیل سے باہر ہیں۔ اور ان کی بزرگ توجہ کی برکت سے معارف توحید اور اتحاد اور قرب ومعیت اور احاطہ اور سریان میں شاید ہی کوئی دقیقہ رہ گیا ہوگا جو اس فقیر پر نہ کھلا ہو۔ اور اس کی حقیقت سے اطلاع نہ دی ہو۔ وحدت کا کثرت میں اور کثرت کا وحدت میں مشاہدہ کرنا ان معارف کے مقامات اور مبادی میں سے ہے

غرض جہاں نسبت نقشبندیہ اور ان بزرگواروں کا حضور خاص ہے وہاں ان معارف کا زبان پر لانا اور اس شہود ومشاہدہ کا نشان بتانا نادانی ہے۔



Marfat.com

ان بزرگواروں کا کارخانہ بہت بلند ہے اور ہر زراق (مکار) اور ہر رقاص (ناچنے والے) کے ساتھ کوئی نسبت نہیں رکھتا۔ جب اس قسم کے بلند درجے والی دولت جناب کے حضور سے اس فقیر کو ملی ہو، تو پھر اس کے عوض اگر تمام عمر کے لیے اپنے سر کو جناب کی بلند درگاہ کے خادموں کے پامال کرتا ہے تو بھی جناب کا حق ادا نہ ہو سکے۔ یہ فقیر اپنی تقصیروں کو کیا عرض کرے اور اپنی شرمندگیوں کا کیا اظہار کرے اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے معارف آگاہ خواجہ حسام الدین احمد کو جزائے خیر دے جنہوں نے ہم کم ہمتوں کا بارِ شفقت اپنے ذمے لے کر ہمت کو بلند بارگاہ کی خدمت کے لیے باندھا ہے۔ اور ہم دُور پڑے ہوؤں کو اس سے فارغ کر دیا ہوا ہے ؎

گر برتن من شود زبان ہر موُئے
یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد!

اگر میرے جسم کا ہر بال زبان بن جائے تب بھی ہزار شکر سے ایک بھی ادا نہیں کر سکتا۔

یہ فقیر تین مرتبہ حضرت ایشاں یعنی خواجہ بزرگوار کی قدم بوسی کی دولت سے مشرف ہوا۔ اخیر دفعہ حضور نے اس فقیر کو فرمایا کہ بدن کی کمال کمزوری مجھ پر غالب آگئی ہے اور زندگی کی امید کم ہے۔ بچوں کے احوال سے خبردار رہنا ہوگا۔ اور اسی وقت اپنے حضور میں آپ کو بلایا۔ اور آپ اس وقت دائیوں کی گود میں تھے یعنی دودھ پیتے بچے تھے۔ اور فقیر کو فرمایا کہ ان کی طرف توجہ کرو۔ فقیر نے حکم کے موجب حضور کی خدمت میں آپ کی طرف توجہ کی حتیٰ کہ اس توجہ کا اثر بھی اُسی وقت ظاہر ہو گیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ ان کی ماؤں کے لیے بھی غائبانہ توجہ کرو۔ حکم کے موافق غائبانہ توجہ کی گئی۔ امید ہے کہ حضور کی برکت سے اس توجہ سے کئی قسم کے فائدے اور نتیجے حاصل ہوں گے۔ آپ ہرگز تصور نہ کریں کہ حضور کے کسی واجب الامتثال امر اور حضور کی وصیت لازمہ میں کسی قسم کی سُستی یا غفلت واقع ہوئی ہو۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ آپ کے اور اذن کا منتظر ہے۔

اب چند فقرے نصیحت کے طور پر لکھے جاتے ہیں، امید ہے کہ گوش ہوش سے سنیں گے:

اَسْعَدَکُمُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ۔ خدائے تعالیٰ آپ کو سعادت مند کرے۔ عقلمندوں پر سب سے اوّل فرض ہے کہ اپنے عقائد کو علمائے اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم (جو فرقہ ناجیہ ہیں) کے عقائد کے موافق درست کریں۔ بعض ان عقائد کا بیان کیا جاتا ہے۔ جن میں قدرے پوشیدگی ہے۔

## عقیدۂ اوّل

جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ و تقدس خود موجود ہے۔ اور تمام اشیاء اسی کی ایجاد سے موجود ہیں۔



Marfat.com

اور حق تعالیٰ اپنی ذات وصفات اور افعال میں یگانہ ہے۔ اور فی الحقیقت کسی امر میں خواہ وجودی ہو یا غیر وجودی، کوئی بھی اُس کے ساتھ شریک نہیں ہے۔ مشارکت اسمی اور مناسبت لفظی بحث سے خارج ہے۔

## عقیدہ دوم

اللہ تعالیٰ کے صفات اور افعال اس کی ذات کی طرح بیچوں اور بیچگون ہیں۔ اور ممکنات کے صفات وافعال کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں رکھتے۔ مثلاً صفت العلم حق تعالیٰ کی ایک صفت قدیم اور بسیط حقیقی ہے جس میں تکثر اور تعدد کو ہرگز دخل نہیں ہے۔ اگرچہ وہ تکثر اور تعدد تعلقات کے تعدد کے اعتبار سے ہو۔ کیونکہ وہاں صرف ایک ہی بسیط انکشاف ہے کہ جس سے ازل وابد کے معلومات منکشف ہوتے ہیں، اور تمام اشیاء کو ان کے متضادہ اور متناسبہ احوال کے ساتھ کلّی اور جزئی طور پر ہر ایک کے مخصوصہ اوقات میں آنِ واحد بسیط جانتا ہے۔ یعنی اسی آن میں زید کو موجود بھی جانتا ہے اور معدوم بھی اور جنین بھی جانتا ہے اور بچہ بھی۔ اور جوان بھی جانتا ہے اور بوڑھا بھی۔ اور زندہ بھی جانتا ہے اور مردہ بھی۔ اور کھڑا ہوا جانتا ہے اور بیٹھا ہوا بھی۔ اور تکیہ لگانے والا جانتا ہے اور لیٹا ہوا بھی۔ اور ہنستا ہوا جانتا ہے اور روتا ہوا بھی۔ اور لذت پانے والا جانتا ہے اور رنج ودکھ پانے والا بھی۔ اور عزیز جانتا ہے اور ذلیل بھی۔ اور برزخ میں جانتا ہے اور حشر میں بھی۔ اور جنت میں جانتا ہے اور لذت ونعمت میں بھی۔ پس تعلق تعدد بھی اس موطن میں مفقود ہے۔ کیونکہ تعلقات کا تعدد وقتوں کا تعدد اور زمانوں کا تکثر چاہتا ہے۔ اور وہاں ازل سے ابد تک صرف ایک ہی آن واحد بسیط ہے۔ جس میں کسی قسم کا تعدد نہیں ہے کیونکہ حق تعالیٰ پر زمانہ اور تقدم وتاخر کے احکام جاری نہیں ہوتے۔

پس حق تعالیٰ کے علم میں اگر ہم معلومات کے ساتھ تعلق ثابت کریں تو ایک ہی تعلق ہوگا جو تمام مخلوقات کے ساتھ متعلق ہے۔ اور وہ تعلق بھی مجہول الکیفیت ہے۔ اور صفت العلم کی طرح بیچون وبیچگونہ ہے۔

ہم اس تصور کے استبعاد (یعنی قیاس اور فہم سے دُور اور بعید ہونے) کو ایک مثال بیان کرکے دور کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جائز ہے کہ ایک شخص ایک ہی وقت میں کلمہ کو اس کی مختلف قسموں اور متغائرہ احوال اور متضادہ اعتباروں کے ساتھ جان لے۔ یعنی ایک ہی وقت میں کلمہ کو اسم بھی اور فعل بھی اور حرف بھی اور ثلاثی بھی اور رباعی بھی اور معرب بھی اور مبنی بھی اور متمکن بھی اور غیر متمکن بھی اور منصرف بھی اور غیر منصرف بھی اور معرفہ بھی اور ماضی بھی اور مستقبل بھی اور امر بھی اور نہی بھی جان لے۔ بلکہ اگر وہ شخص یوں کہہ دے کہ میں کلمہ کے تمام اقسام اور اعتبارات کو کلمہ کے آئینہ میں ایک ہی وقت میں مفصل طور پر دیکھتا ہوں تو



Marfat.com

بھی جائز ہے۔ جب ممکن کے علم بلکہ ممکن کی دید میں اضداد کا جمع ہونا متصور ہے تو پھر اس واجب الوجود وَلِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی کے علم میں یہ بات کس طرح بعید معلوم ہوتی ہے۔

جاننا چاہیے کہ اس جگہ اگرچہ بظاہر جمع ضدّین ہے۔ مگر حقیقت میں ان کے درمیان ضدّیت مفقود ہے کیونکہ ہر چند زید کو آن واحد میں موجود اور معدوم جانتا ہے کہ اس کے وجود کا وقت مثلاً ہزار سال سے کے بعد ہے اور اس کے عدم سابق کا وقت اس سال معین سے پہلے ہے اور اس کے عدم لاحق کا وقت گیارہ سو سال کے بعد ہے پس حقیقت میں ان دونوں کے درمیان زمانہ کے تغیر کے باعث کوئی ضدّیت نہیں ہے۔ اور باقی احوال کو بھی اسی قیاس پر سمجھنا چاہیئے۔ فافہم۔

اس تحقیق سے واضح ہو گیا کہ حق تعالیٰ کا علم اگرچہ جزئیات کے ساتھ متعلق ہو۔ لیکن تغیر کی آمیزش اس میں دخل نہیں پاتی۔ اور حدوث کا گمان اس صفت میں پیدا نہیں ہوتا۔ جیسے کہ فلاسفہ نے زعم کیا ہے۔ کیونکہ تغیر اس تقدیر پر متصور ہو سکتا ہے۔ جب کہ ایک کو دوسرے کے بعد جانا ہو۔ اور جب سب کو آن واحد میں جان لے۔ تو پھر تغیر و حدوث کی گنجائش نہیں ہے۔ پس کچھ حاجت نہیں ہے کہ ہم اس کے واسطے تعلقات متعددہ ثابت کریں تاکہ تغیر و حدوث ان تعلقات کی طرف راجع ہو نہ کہ صفت علم کی طرف جیسے کہ بعض متکلمین نے فلاسفہ کے شبہ کو دفع کرنے کے لیے کیا ہے۔ ہاں اگر معلومات کی جانب میں تعلقات کا تعدّد ثابت کریں تو ہو سکتا ہے۔

اور اسی طرح کلام بسیط ہے کہ ازل سے ابد تک اسی ایک کلام کے ساتھ گویا ہے۔ اگر امر ہے، تو وہیں سے پیدا ہے۔ اور اگر نہی ہے، تو وہ بھی وہیں سے ہے۔ اور اگر اعلام ہے، تو وہ بھی وہیں سے ماخوذ ہے۔ اور اگر استعلام ہے، تو وہ بھی وہیں سے ہے۔ اور اگر تمنّی یا ترجّی ہے، تو وہ بھی وہیں سے مستفاد ہے۔

تمام نازل شدہ کتابیں اور مُرسلہ صحیفے اس کلام بسیط کا ایک ورق ہیں۔ اگر توریت ہے تو وہیں سے لکھی گئی ہے۔ اور اگر انجیل ہے تو اس نے بھی وہیں سے لفظی صورت حاصل کی ہے۔ اور اگر زبور ہے تو وہیں سے مسطور ہے۔ اور اگر فرقان ہے تو وہ بھی وہیں سے نازل ہوا ہے۔ ع

واللہ کلام حق کر علی الحق یکیست و بس

واللہ درحقیقت ایک ہی کلام ہے اور بس۔

ہاں نزول میں مختلف آثار آئے ہیں۔

اور اسی طرح ایک ہی فعل ہے۔ اور اسی ایک فعل کے ذریعے اوّلین و آخرین مصنوعات وجود میں



Marfat.com

آ رہے ہیں۔ آیت کریمہ :

وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ[1] آنکھ کے جھپکنے کی طرح ہمارا امر صرف ایک ہی ہے

میں اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے۔ اگر احیا اور امانت ہے تو اسی فعل سے وابستہ ہے۔ اور اگر انعام یا ایلام ہے تو اسی فعل سے متعلق ہے۔ اور ایسے ہی اگر ایجاد ہے یا اعدام تو وہ بھی اسی فعل سے پیدا ہے پس حق تعالیٰ کے فعل میں بھی تعدد تعلقات ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ ایک ہی تعلق سے تمام اوّلین و آخرین مخلوقات اپنے اپنے وجود کے مخصوصہ اوقات میں ظاہر ہو رہی ہیں۔ یہ تعلق بھی حق تعالیٰ کے فعل کی طرح بیچون و بیچگونہ ہے کیونکہ چون کو بیچون کی طرف کوئی راہ نہیں :

لَا يَحْمِلُ عَطَايَا الْمَلِكِ إِلَّا مَطَايَاهُ بادشاہ کے عطیوں کو اسی کے اونٹ اٹھا سکتے ہیں

اشعری[2] نے چونکہ حق تعالیٰ کے فعل کی حقیقت سے اطلاع نہ پائی۔ اس لیے تکوین کو حادث کہہ دیا۔ اور حق تعالیٰ کے افعال کو بھی حادث جان لیا۔ اور نہ جانا کہ یہ سب حق تعالیٰ کے ازلی فعل کے آثار ہیں نہ کہ حق تعالیٰ کے افعال۔

اور بعض صوفیہ نے جو تجلی افعال ثابت کی ہے اور اس مقام میں ممکنات کے افعال کے آئینہ میں اس واحد جل شانہ کے فعل کے سوا اور کچھ نہیں دیکھا ہے۔ وہ بھی اسی قسم سے ہے۔ یعنی وہ تجلی درحقیقت حق تعالیٰ کے فعل کے آثار کی تجلی ہے نہ کہ حق تعالیٰ کے فعل کی تجلی کیونکہ حق تعالیٰ کے فعل کے لیے جو بیچون اور بیچگون اور قدیم اور اس کی ذات کے ساتھ قایم ہے اور جس کو تکوین کہتے ہیں۔ محدثات کے آئینوں میں کوئی گنجائش نہیں اور ممکنات کے مظہروں میں اس کا کوئی ظہور نہیں ؎

در تنگنائے صورت معنی چگونہ گنجد

در کلبۂ گدایاں سلطاں چہ کار دارد

صورت کے تنگ مقام میں معنی کیسے سما سکتا ہے۔ گداگروں کی کٹیا میں بادشاہوں کا کیا کام۔

افعال و صفات کی تجلی فقیر کے نزدیک ذات کی تجلی کے سوا متصور نہیں ہے۔ کیونکہ افعال و صفات حق تعالیٰ و تقدس کی ذات پاک سے الگ نہیں ہیں۔ تاکہ ان کی تجلی ذات کی تجلی کے سوا متصور ہو سکے۔ اور وہ چیز جو حق تعالیٰ کی ذات سے الگ ہے وہ حق تعالیٰ کی صفات اور افعال کے ظلال ہیں۔ جن کی تجلی کو افعال و صفات کے ظلال کی تجلی کہنا چاہیے نہ کہ افعال و صفات کی تجلی۔ لیکن ہر شخص کا فہم اس کمال

---

[1] سورہ قمر، پارہ ۲۷۔

[2] یعنی امام ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ جو علم کلام کے امام ہوئے ہیں۔



Marfat.com

تک نہیں پہنچ سکتا :

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے ۔

## عقیدہ تیسرا :

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز میں حلول نہیں کرتا ۔ اور نہ ہی کوئی چیز اُس میں حلول کرتی ہے ۔ اور حق تعالیٰ تمام اشیا کو محیط ہے اور ان کے ساتھ قرب و معیت رکھتا ہے ۔ اس احاطہ اور قرب اور معیت سے وہ مراد نہیں ہے جو ہمارے فہم قاصر میں آسکے ۔ کیونکہ وہ حق تعالیٰ کی جناب پاک کے لائق نہیں ۔ اور جو کچھ کشف و شہود سے معلوم کرتے ہیں ۔ اس سے بھی منزہ اور پاک ہے کیونکہ ممکن کو حق تعالیٰ کی ذات و صفات و افعال کی حقیقت سے سوائے نادانی اور حیرت کے کچھ حاصل نہیں ہے ۔ غیب کے ساتھ ایمان لانا چاہیے ۔ اور جو کچھ مکشوف و مشہود ہو اُس کو لا کی نفی کے نیچے لانا چاہیے ؎

عنقا شکار کس نشود دام باز چیں
کاینجا ہمیشہ باد بدست است دام را

عنقا کسی کے شکار میں نہیں آسکتا ، لہٰذا جال سمیٹ لے ۔ کیونکہ یہاں جال کے ہاتھ میں ہوا کے سوا کچھ نہیں آتا ۔

حضرت ایشاں یعنی خواجہ صاحب بزرگوار کی مثنوی کا یہ بیت اس مقام کے مناسب ہے ۔ ؎

ہنوز ایوانِ استغنا بلند است
مرا فکر رسیدن ناپسند است

ابھی بے نیازی کا محل بہت اُونچا ہے ، اور مجھے وہاں پہنچنے کی فکر سے نفرت ہے ۔

پس ہم ایمان لاتے ہیں کہ حق تعالیٰ اشیا کو محیط اور ان کے قریب اور ساتھ ہے ۔ لیکن اس کے قرب اور احاطہ اور معیت کی حقیقت کو نہیں جانتے کہ کس طرح ہے ۔ اس کو احاطہ و قرب علمی کہنا بھی متشابہ تاویلوں سے ہے ۔ لیکن ہم ان کی تاویل کے قائل نہیں ۔

## عقیدہ چوتھا :

اور حق تعالیٰ کسی چیز سے متحد نہیں اور نہ ہی کوئی چیز اس سے متحد ہو سکتی ہے اور جو کچھ کہ صوفیہ کی بعض عبارات سے مفہوم ہوتا ہے ۔ وہ ان کی مُراد کے برخلاف ہے کیونکہ ان کی مراد اس کلام سے جس سے اتحاد کا



Marfat.com

وہم گزرتا ہے یعنی اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰهُ سے یہ ہے کہ جب فقر تمام ہو جائے اور محض نیستی حاصل ہو جائے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا۔ نہ کہ یہ خدائے تعالیٰ کے ساتھ متحد ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ یہ کفر اور زندقہ ہے:

تَعَالَى اللّٰهُ سُبْحَانَهُ عَمَّا يَتَوَهَّمُ الظَّالِمُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا۔ — اللہ تعالیٰ ظالموں کے وہم و گمان سے بہت برتر و بلند ہے۔

حضرت خواجہ قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ عبارت انا الحق کے معنی یہ نہیں ہیں کہ میں حق ہوں۔ بلکہ یہ ہیں کہ میں نہیں ہوں اور حق موجود ہے۔ اور تغیر و تبدل کو حق تعالیٰ کی ذات و صفات و افعال کی طرف راہ نہیں ہے:

فَسُبْحَانَ الَّذِيْ لَا يَتَغَيَّرُ بِذَاتِهٖ وَلَا بِصِفَاتِهٖ وَلَا فِيْ اَفْعَالِهٖ بِحُدُوْثِ الْاَكْوَانِ۔ — پس پاک ہے وہ ذات جو اپنی ذات و صفات و افعال میں موجودات کے حدوث سے متغیر نہیں ہوتی۔

اور صوفیہ وجودیہ نے جو تنزلاتِ خمسہ ثابت کیے ہیں وہ مرتبہ وجوب میں تغیر و تبدل کی قسم سے نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ کفر و گمراہی ہے بلکہ ان تنزلات کو حق تعالیٰ کے کمال کے مراتب ظہورات میں اعتبار کیا ہے۔ بغیر اس بات کے کہ حق تعالیٰ کی ذات و صفات و افعال میں تغیر و تبدل راہ پائے۔

## عقیدہ پانچواں:

اور حق تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں بھی غنی مطلق ہے۔ اور کسی امر میں کسی چیز کا محتاج نہیں ہے۔ اور جس طرح وجود میں محتاج نہیں ہے ظہور میں بھی محتاج نہیں ہے۔ اور بعض صوفیہ کی عبارت سے جو یہ مفہوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے اسمائی و صفاتی ظہور میں ہمارا محتاج ہے یہ بات اس فقیر پر بہت گراں ہے۔ بلکہ جانتا ہے کہ ان کی پیدائش سے مقصود ان کے اپنے کمالات کا حاصل ہونا ہے۔ نہ وہ کمال جو حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کی طرف عاید ہو سکے۔ آیہ کریمہ:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔ اَيْ لِيَعْرِفُوْنِ۔[1] — میں نے جن و انسان کو عبادت و معرفت کے لیے پیدا کیا ہے۔

میں اسی مطلب کی تائید ہے۔

پس جن و انسان کی پیدائش سے مقصود یہ ہے کہ ان کو اپنی معرفت حاصل ہو جائے جو ان کا کمال ہے۔ نہ کوئی ایسا امر جو حق سبحانہٗ کی جناب کی طرف عاید ہو سکے۔ اور حدیث قدسی میں جو یہ واقع ہے

---

[1] سورۂ ذاریات، پارہ ۲۷۔



Marfat.com

فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِاُعْرَفَ ـ میں نے خلقت کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ پہچانا جاؤں۔

اس جگہ یہی اُن کی معرفت مُراد ہے نہ یہ کہ میں معرفت بنوں، اور ان کی معرفت کے ذریعے کمال حاصل کروں؛ تَعَالَی اللّٰهُ عَنْ ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ـ اللہ تعالیٰ اس سے بہت ہی برتر ہے۔

## عقیدہ چھٹا :

اور حق تعالیٰ نقصان کی تمام صفتوں اور حدوث کے نشانوں سے منزّہ اور مبرا ہے نہ جسم و جسمانی ہے اور نہ مکانی اور زمانی۔ اور صفات کمال اس کے لیے ثابت ہیں۔ جن میں سے آٹھ صفات کمال وجود ذات تعالیٰ پر وجود زائد کے ساتھ موجود ہیں۔ اور وہ صفات یہ ہیں۔ حیات، علم، قدرت، ارادت، بصر، سمع کلام اور تکوین۔ اور یہ صفات خارج میں موجود ہیں، اور یہ نہیں کہ وجود ذات پر علم میں وجود زائد کے ساتھ موجود ہیں۔ اور خارج میں نفس ذات تعالیٰ و تقدس ہے۔ جس طرح کہ بعض صوفیہ وجودیہ نے گمان کیا ہے اور اس طرح کہا ہے ؎

از رُوئے عقل ہمہ غیر اند صفات
با ذات تو از روئے تحقق ہمہ عین

از روئے عقل و علم کے سب صفات غیر ہیں اور از روئے تحقق سب ذات کی عین ہیں۔

کیونکہ اس میں درحقیقت صفات کی نفی ہے۔ کیونکہ صفات کی نفی کرنے والوں یعنی معتزلہ اور فلاسفہ نے بھی تغائر علمی اور اتحاد خارجی کہا ہے اور تغائر علمی سے انکار نہیں کیا ہے اور نہ ہی یہ کہا ہے کہ علم کا مفہوم عین ذات کا مفہوم ہے یا عین قدرت و ارادت کا مفہوم ہے۔ بلکہ عینیت اور اتحاد باعتبار وجود خارجی کے کہا ہے۔ پس جب تک وجود خارجی کا تغائر اعتبار نہ کریں صفات کی نفی کرنے والوں سے نہیں نکل سکتے۔ کیونکہ تغائر اعتباری کچھ نفع نہیں دیتا، کَمَا عَرَفْتَ

## عقیدہ ساتواں :

اور حق تعالیٰ قدیم اور ازلی ہے۔ اور اس کے سوا کسی کے لیے قدم اور ازلیت ثابت نہیں ہے تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے۔ اور جو کوئی حق تعالیٰ کے ماسوا قدیم اور ازلی ہونے کا قائل ہوا ہے، وہ کافر ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن سینا اور فارابی کی تکفیر اسی واسطے کی ہے کہ وہ عقول اور نفوس کے قدم کے قائل ہوئے ہیں اور صورت اور ہیولیٰ کے قدیم ہونے کا گمان کیا ہے۔ اور آسمانوں کو مع اُن اشیاء کے

---

سلہ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس حدیث کے معنی بالکل صحیح ہیں۔



Marfat.com

جو ان میں ہیں قدیم سمجھا ہے۔

اور ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کاملین کے ارواح کے قدم کا قائل ہوا ہے۔ اس بات کو ظاہر کی طرف سے پھیر کر تاویل پر محمول کرنا چاہیے۔ تاکہ اہل ملّت کے اجماع کے مخالف نہ ہو۔

## عقیدہ آٹھواں:

اور حق تعالیٰ قادر مختار ہے۔ اور ایجاب کی آمیزش اور اضطرار کے گمان سے منزہ اور مبرّا ہے۔ فلاسفہ بے خرد نے کمال کو ایجاب میں جان کر حق تعالیٰ سے اختیار کی نفی کر کے ایجاب کو ثابت کیا ہے اور ان بے وقوفوں نے اس واجب الوجود کو معطّل و بے کار سمجھا ہے۔ اور سوائے ایک مصنوع کے کہ وہ بھی ایجاب سے ہے زمین و آسمان کے خالق سے صادر ہوا ہُوا نہیں جانا ہے اور حوادث کے وجود کو عقل فعال کی طرف نسبت دی ہے۔ جس کا وجود ان کے وہم کے سوا کہیں ثابت نہیں ہے۔ اور ان کے گمان میں ان کو حق تعالیٰ کے ساتھ کچھ تعلق نہیں ہے۔ پس چاہیے کہ اضطراب و اضطرار کے وقت عقل فعال کی طرف التجا کرتے۔ اور حضرت حق سبحانہٗ کی طرف رجوع نہ کرتے۔ کیونکہ حوادث کے وجود میں اس کا کچھ دخل نہیں جانتے، اور کہتے ہیں کہ صرف عقل فعال ہی حوادث کے ایجاد سے تعلق رکھتی ہے۔ بلکہ فعال کی طرف بھی ان کا رجوع نہیں۔ کیونکہ ان کی بلیات کے دفع کرنے میں اس کا بھی کچھ اختیار نہیں ہے یہ بدبخت اپنی نادانی اور بے وقوفی کے باعث فرقہ ضالہ یعنی گمراہ فرقوں کے پیشرو ہیں۔ حالانکہ کافر بھی ان بدبختوں کے برخلاف حق تعالیٰ کی طرف التجا کرتے اور بلیات کا دفع کرنا اسی سے طلب کرتے ہیں ان بدبختوں میں بہ نسبت اور تمام فرقوں کے دو چیزیں زیادہ ہیں۔ ایک یہ کہ احکام منزّلہ کا کفر اور انکار کرتے۔ اور انبیاء رسل کے ساتھ عداوت و دشمنی رکھتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اپنے بیہودہ اور واہی مطالب اور مقاصد کے ثابت کرنے میں جس قدر اُن کو خبط لاحق ہوا ہے، اور کسی بے وقوف کو اس قدر لاحق نہیں ہوا۔ آسمان اور ستارے جو ہر وقت بے قرار اور سرگرداں ہیں۔ ان کا مدار کار ان کی اپنی حرکات اور اوضاع پر رکھا ہے۔ اور آسمانوں کے خالق اور ستاروں کے موجد اور محرک اور مدبّر کی طرف سے آنکھیں بند کی ہیں۔ اور دُور از معاملہ سمجھے ہیں۔ یہ لوگ بہت ہی بے خرد اور بے وقوف ہیں۔ اور ان میں سے زیادہ کمینہ اور بیوقوف اور احمق وہ شخص ہے جو ان کو دانا اور عقلمند جانتا ہے۔ ان کے مُتسّق اور منتظم یعنی مرتبہ علوم میں سے ایک علم ہندسہ ہے جو محض لایعنی اور بے ہودہ اور لاطائل ہے۔ بھلا مثلث کے تینوں زاویوں کا دونوں زاویہ قائمہ کے ساتھ برابر ہونا کس کام آئے گا اور شکل عروسی اور مامونی جو ان کے



Marfat.com

نزدیک بڑی مشکل اور جانکاہ ہے۔ کس غرض کے لیے ہے۔

علم طب ونجوم اور علم تہذیب اخلاق جو ان کے تمام علوم میں سے بہتر علم ہے۔ گزشتہ انبیا علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں سے چرا کر اپنے باطل اور بیہودہ علوم کو رائج کیا ہے، جیسے کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ اَلْمُنْقِذُ عَنِ الضَّلَالِ میں اس امر کی تشریح اور تصریح کی ہے۔

اہل ملت اور انبیا علیہم الصلوٰۃ والسّلام کے تابعدار اگر دلائل اور براہین میں غلطی کریں تو کچھ ڈر نہیں۔ کیونکہ ان کے کام کا مدار انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تقلید پر ہے اور اپنے مطالب عالیہ کے ثبوت کے لیے دلائل اور براہین کو صرف تبرع کے طور پر لاتے ہیں۔ یہی تقلید اُن کے لیے کافی ہے برخلاف ان بدبختوں کے جو تقلید سے نکل کر صرف دلائل کے ساتھ اپنے مطالب کو ثابت کرنے کے پیچھے پڑے ہیں۔ ضَلُّوْا فَاَضَلُّوْا یہ لوگ خود بھی گمراہ ہوئے اور اوروں کو بھی گمراہ کیا۔

حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام کی نبوت کی دعوت جب افلاطون کو جو ان بدبختوں کا رئیس ہے، پہنچی۔ تو اس نے جواب میں یوں کہا کہ:

نَحْنُ قَوْمٌ مُهْتَدُوْنَ لَا حَاجَةَ بِنَا اِلٰى مَنْ يَّهْدِيْنَا — ہم ہدایت یافتہ لوگ ہیں ہم کو ایسے شخص کی حاجت نہیں ہے جو ہم کو ہدایت دیوے۔

اس بیوقوف کو چاہیے تھا کہ ایسے شخص کو جو مردوں کو زندہ کرتا، اور مادرزاد اندھوں، اور کوڑھی کو تندرست کرتا ہے۔ جو ان کی حکمت کے طور سے خارج ہے۔ پہلے دیکھتا اور اس کے حالات کو دریافت کرتا۔ اور پھر جواب دیتا۔ بن دیکھے اس کا جواب دینا اس کی کمال عداوت اور کمینہ پن ہے ؎

فلسفہ چوں اکثرش باشد سفہ پس کل آں
ہم سفہ باشد کہ حکم کل حکم اکثر است

فلسفہ کا اکثر حصہ جب بے وقوفی اور سفاہت کی باتوں پر مشتمل ہے تو وہ سارا ہی اسی طرح ہے کیونکہ اکثر کا حکم کل کا حکم ہے۔

نَجَّانَا اللّٰهُ عَنْ مُّعْتَقِدَاتِهِمُ السُّوْءِ — اللہ تعالیٰ ہم کو ان کے بُرے عقائد سے بچائے۔

فرزندی محمد معصوم نے انہی دنوں میں جواہر، شرح مواقف کو تمام کیا ہے اثنائے سبق میں ان بیوقوفوں کی بڑی بڑی قباحتیں ظاہر ہوئیں اور بہت سے فائدے ان پر مترتب ہوئے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا — اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو ہدایت دی اور



Marfat.com

لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ۔ اگر وہ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم ہرگز ہدایت نہ پاتے بیشک ہمارے رب کے رسول حق لے کر آئے ہیں۔

اور شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی بعض عبارتیں بھی ایجاب کی طرف ناظر ہیں۔ اور قدرت کے معنی میں فلسفہ کے ساتھ موافقت رکھتی ہیں۔ یعنی ترک کی صحت قادر سے تجویز نہیں کرتا۔ اور فعل کی جانب کو لازم جانتا ہے۔ عجب معاملہ ہے کہ شیخ محی الدین مقبولوں میں سے نظر آتا ہے۔ اور اس کے اکثر علوم جو آرائے اہل حق کے مخالف ہیں خطا اور ناصواب ظاہر ہوتے ہیں۔ شاید خطاءِ کشفی کے باعث اس کو معذور رکھا ہے۔ اور خطائے اجتہادی کی طرح ملامت کو اس سے ہٹا رکھا ہے۔

شیخ محی الدین کے حق میں فقیر کا اعتقاد خاص بھی یہی ہے کہ اس کو مقبولوں میں سے جانتا ہے اور اس کے مخالف علوم کو خطا اور مضر دیکھتا ہے۔

اس طائفہ میں سے بعض لوگ شیخ کو طعن و ملامت بھی کرتے ہیں اور اس کے علوم کو بھی خطا پر جانتے ہیں اور بعض لوگ شیخ کی تقلید اختیار کر کے اس کے تمام علوم کو بہتر اور صواب جانتے ہیں اور ان علوم کی حقیقت کو دلائل و شواہد کے ساتھ ثابت کرتے ہیں۔ اور شک نہیں کہ ان دونوں فریقوں نے افراط و تفریط کا رستہ اختیار کیا ہے۔ اور راہ اعتدال سے دور رہے ہیں۔ شیخ کہ جو مقبول اولیا میں سے ہے خطائے کشفی کے باعث کس طرح رد کیا جائے۔ اور اس کے علوم کو جو صواب سے دور اور اہل حق کی آرائے کے مخالف ہیں تقلید سے کس طرح قبول کیے جائیں:

فَالْحَقُّ هُوَ التَّوَسُّطُ الَّذِيْ وَفَّقَنِيَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ بِمَنِّهٖ وَكَرَمِهٖ۔ پس حق یہی درمیانی راہ ہے جس کی توفیق اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل و کرم سے بخشی ہے۔

ہاں مسئلہ وحدت وجود میں اسی گروہ میں سے ایک جم غفیر یعنی بہت سے لوگ شیخ کے ساتھ شریک ہیں۔ اگرچہ شیخ اس مسئلہ میں بھی طرز خاص رکھتا ہے۔ لیکن اصل بات میں سب کے سب باہم شریک ہیں۔ یہ مسئلہ بھی اگرچہ بظاہر اہل حق کے مخالف ہے۔ لیکن توجیہ کے قابل اور جمع کے لائق ہے۔

اس فقیر نے اللہ تعالیٰ کی عنایت سے حضرت ایشاں (خواجہ باقی باللہ صاحب) قدس سرہ کی رباعیات کی شرح میں اس مسئلہ کو اہل حق کے معتقدات کے ساتھ جمع کیا ہے اور فریقین کی نزاع کو لفظ کی طرف راجع کیا ہے۔ اور دونوں طرف کے شکوک اور شبہات کو اس طرح حل کیا ہے کہ اس میں کوئی شک و شبہ کا محل نہیں رہا:

كَمَا لَا يَخْفٰى عَلَى النَّاظِرِ فِيْهِ۔ جیسے کہ اس کے دیکھنے والے پر پوشیدہ نہیں ہے۔



Marfat.com

## عقیدہ نواں :

جاننا چاہیے کہ ممکنات کیا جواہر کیا اعراض اور کیا اجسام اور کیا عقول اور کیا نفوس اور کیا افلاک اور کیا عناصر سب کے سب اس قادر مختار کی ایجاد کی طرف منسوب ہیں جو ان کو عدم کی پوشیدگی سے وجود میں لایا ہے۔ اور جس طرح یہ سب چیزیں اپنے وجود میں حق تعالیٰ کی محتاج ہیں۔ اسی طرح بقا میں بھی اسی کی محتاج ہیں۔ اور اس نے اسباب اور وسائل کے وجود کو اپنے فعل کا روپوش بنایا ہے۔ اور حکمت کو اپنی قدرت کا پردہ بنایا ہے۔ نہیں بلکہ اسباب کو اپنے فعل کے ثبوت کے لیے دلائل بنایا ہے۔ اور حکمت کو قدرت کے وجود کا وسیلہ فرمایا ہے۔ کیونکہ وہ دانا لوگ جن کی بصیرت کی آنکھ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے سرمہ سے سرمگیں اور روشن ہوئی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ اسباب و وسائل جو اپنے وجود اور بقا میں حق تعالیٰ کے محتاج ہیں۔ اور اپنا ثبوت و قیام اسی سے اور اسی کے ساتھ رکھتے ہیں۔ حقیقت میں جماد محض ہیں۔ وہ کس طرح دوسرے میں جو وہ بھی انہی کی طرح جماد محض ہے تاثیر کر سکتے ہیں۔ اور اس میں اختراع و احداث کس طرح پیدا کر سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ ان کے سوا اور قادر ہے جو ان کو ایجاد کرتا اور ہر ایک کے لائق اور مناسب کمالات ان کو عطا فرماتا ہے۔ اور جس طرح کہ عقل مند جماد محض سے فعل کو دیکھ کر اس کے فاعل اور محرک کی طرف سراغ لے جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ فعل اس جماد کے حال کے مناسب نہیں ہے۔ بلکہ اس کے سوا کوئی اور فاعل ہے جو اس فعل کو اس میں ایجاد کرتا ہے۔ پس جماد کا فعل عقلمندوں کے نزدیک فاعل حقیقی کے فعل کا روپوش ثابت نہ ہوا۔ بلکہ اس کی جمادیت کی طرف نظر کرنے کے لحاظ سے اس کا وہ فعل فاعل حقیقی کے وجود پر دلیل ہے۔ پس یہاں بھی اسی طرح ہے۔ ہاں اس بیوقوف کے فعل میں جماد کا فعل فاعل حقیقی کے فعل کا روپوش ہے۔ جس نے اپنی کمال نادانی اور بیوقوفی کے باعث جماد محض کو اس فعل کے سبب صاحب قدرت سمجھا ہے اور فاعل حقیقی کی طرف سے کافر اور منکر ہوا ہے :

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّ يَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ۔ بہت کو اس سے گمراہ کرتا ہے اور بہت کو اس سے ہدایت دیتا ہے۔

یہ معرفت مشکوٰۃ نبوت سے مقتبس ہے۔ لیکن ہر ایک شخص کا فہم یہاں تک نہیں پہنچتا۔ اکثر لوگ کمال کو اسباب کے رفع کرنے میں جانتے ہیں اور اشیا کو ابتدا ہی سے اسباب کے ذریعہ کے بغیر حضرت حق سبحانہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور نہیں جانتے کہ اسباب کے رفع کرنے میں اس حکمت کا رفع ہوتا ہے جس کے ضمن میں بہت سی مصلحتیں مدنظر ہیں :



Marfat.com

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا۔ اے رب ہمارے تو نے اس کو باطل پیدا نہیں کیا۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اسباب کو مدنظر رکھتے ہیں اور باوجود اس رعایت کے اپنے امر اور کام حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ جیسے کہ حضرت یعقوب علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے بدنظری کا لحاظ کر کے اپنے بیٹوں کو فرمایا:

يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ۔ اے میرے بیٹو ایک دروازہ سے داخل نہ ہونا، بلکہ مختلف دروازوں سے داخل ہونا۔

اور باوجود اس رعایت کے پھر اپنے امر کو حق جل سلطانہٗ کے سپرد کر کے فرمایا:

مَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ۔ میں تم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ بے پرواہ نہیں کرتا حکم صرف اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ میں نے اسی پر توکل کیا اور توکل کرنے والے اسی پر توکل کرتے ہیں

اور حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے ان کی اس معرفت کو پسند فرمایا۔ اور اپنی طرف نسبت دے کر اس طرح فرمایا ہے:

وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ اور وہ بے شک بہت ہی صاحب علم تھا اس لیے کہ ہم نے اس کو اپنے پاس سے علم سکھایا تھا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

اور حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ بھی قرآن مجید میں ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اسباب کے توسط کی طرف اشارہ فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ اے نبی تجھے اللہ اور تابعدار مومن کافی ہیں۔

باقی رہی اسباب کی تاثیر ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض اوقات تاثیر کو ان میں پیدا نہ کرے اور کوئی اثر ان پر مترتب نہ ہو۔ جیسے کہ ہم روزمرہ اسباب میں اس امر کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ کبھی ان اسباب پر مسببات کے وجود مترتب ہوتے ہیں۔ اور کبھی کوئی اثر ان سے ظاہر نہیں ہوتا۔ اسباب کی تاثیر کا مطلق انکار کرنا مکابرہ اور ہٹ دھرمی ہے۔ تاثیر کو ماننا چاہیے اور اسی تاثیر کو اس سبب کے وجود کی طرح حضرت حق سبحانہٗ و

---

۱؎ سورۂ یوسف، پارہ ۱۳۔ ۲؎ سورۂ یوسف۔ پارہ ۱۳۔

۳؎ سورۂ یوسف، پارہ ۱۳۔



Marfat.com

تعالیٰ کی ایجاد سے جاننا چاہیے۔ فقیر کی رائے اس مسئلہ میں یہی ہے۔ واللہ سُبحانہٗ اعلم۔

اس بیان سے ظاہر ہُوا کہ اسباب کا توسط اور وسیلہ توکل کے منافی نہیں ہے۔ جیسے کہ اکثر ناقصوں نے گمان کیا ہے۔ بلکہ اسباب کے توسط میں کمال توکل ہے۔

حضرت یعقوب علیٰ نبیّنا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسباب کو مدِّنظر رکھ کر اپنے کام کو حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے سپرد کرنے کو توکل فرمایا ہے:

عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ۔ — میں نے اسی پر توکل کیا اور توکل کرنے والے اسی پر توکل کرتے ہیں۔

## عقیدہ دسواں:

اور حق تعالیٰ خیر و شر کا ارادہ کرنے والا اور ان دونوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ لیکن خیر سے راضی ہے اور شر سے راضی نہیں ہے۔ ارادہ اور رضا کے درمیان یہ ایک بڑا دقیق فرق ہے۔ جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اہلِ سنّت و جماعت کو ہدایت فرمائی ہے۔ باقی تمام فرقے اس فرق کی طرف ہدایت نہ پانے کے باعث گمراہ ہو گئے۔

معتزلہ بندہ کو اپنے افعال کا خالق کہتے ہیں اور کفر و معاصی کی ایجاد کو اس کی طرف منسوب کرتے ہیں اور شیخ محی الدین اور اُن کے متبعین کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ جس طرح ایمان اور اعمالِ صالحہ اسم الہادی کے پسندیدہ ہیں۔ اسی طرح کفر و معاصی بھی اسم المضل کے پسندیدہ ہیں۔

یہ بات بھی اہلِ حق کے مخالف ہے اور ایجاب کی طرف میلان رکھتی ہے، جو رضا کا منشا ہے۔ جس طرح کہیں کہ اشراق و اضاءت آفتاب کی پسندیدہ ہے۔ اور حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے بندوں کو قدرت و ارادہ دیا ہے کہ اپنے اختیار سے افعال کا کسب کرتے ہیں۔ افعال کا پیدا کرنا حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی طرف منسوب ہے۔ اور ان افعال کا کسب بندوں کی جانب منسوب ہے۔ عادت اللہ اسی طرح جاری ہے کہ پہلے بندہ اپنے فعل کا قصد کرتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس فعل کو پیدا کر دیتا ہے۔ چونکہ بندہ کا فعل اپنے قصد و اختیار سے صادر ہوتا ہے۔ اس لیے مدح و ذم اور ثواب و عذاب بھی اسی کے متعلق ہوتا ہے۔ اور یہ جو بعض نے کہا ہے کہ بندے کا اختیار ضعیف ہے۔ تو بجا ہے۔ اور اگر اس لحاظ سے کہا ہے کہ فعل مامور کے ادا کرنے میں کافی نہیں ہے، تو صحیح نہیں ہے:

فَإِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ لَا يُكَلِّفُ بِمَا لَيْسَ فِيْ وُسْعِهٖ بَلْ يُرِيْدُ الْيُسْرَ — کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے فعل کے لیے تکلیف نہیں دیتا جو بندے کی طاقت سے باہر ہے بلکہ وہ تو آسانی



Marfat.com

وَلَا یُرِیْدُ الْعُسْرَ ۔ ہی چاہتا ہے اور تنگی کا ارادہ نہیں کرتا ۔

غرض یہ کہ فعل موقت یعنی چند روزہ فعل پر ہمیشہ کی جزا کا مقرر کرنا حق تعالیٰ عزیز و حکیم کی تقدیر کے حوالہ ہے۔ جس نے کفر موقت کے لیے ہمیشہ کا عذاب برابر برابر جزا فرمائی ۔ اور دائمی لذت و نعمت کو ایمان موقت پر وابستہ کیا ۔ ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ ۔

حق تعالیٰ کی توفیق سے اس قدر تو ہم بھی جانتے ہیں کہ حق تعالیٰ کی بارگاہ کی نسبت (جو ظاہری اور باطنی نعمتوں کا دینے والا اور زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے ۔ اور جس کی پاک بارگاہ کے لیے ہر قسم کی بزرگی اور کمال ثابت ہے ) کفر اختیار کرنے کے لیے جزا بھی ایسی ہونی چاہیے جو تمام عذابوں سے بڑھ کر ہو ۔ اور وہ عذاب میں ہمیشہ رہتا ہے اور ایسے ہی اس منعم بزرگ پر غیب کے ساتھ ایمان لانے اور نفس و شیطان کی مزاحمت کے باوجود اس کو راست گو جاننے کے لیے جزا بھی ویسی ہونی چاہیے ۔ جو سب جزاؤں سے بہتر اور اعلیٰ درجہ کی ہو ۔ اور وہ ناز و نعمت و لذت میں ہمیشہ رہتا ہے ۔

بعض مشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ بہشت میں داخل ہونا درحقیقت حق تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے اور ایمان کے ساتھ اس کو وابستہ کرنا اس لیے ہے کہ جو کچھ اعمال کی جزا ہوتی ہے وہ زیادہ لذیذ ہوتی ہے ۔

فقیر کے نزدیک بہشت میں داخل ہونا ایمان سے وابستہ ہے لیکن ایمان حق تعالیٰ کا فضل اور اس کا عطیہ ہے ۔ اور دوزخ میں داخل ہونا کفر پر منحصر ہے ۔ اور کفر نفس امارہ کی خواہش سے پیدا ہوتا ہے :

مَآ اَصَابَکَ مِنْ حَسَنَۃٍ فَمِنَ اللّٰہِ[۵] جو تجھے نیکی پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور
وَمَآ اَصَابَکَ مِنْ سَیِّئَۃٍ فَمِنْ نَّفْسِکَ جو تجھے برائی پہنچے تو وہ تیرے نفس سے ہے ۔

جاننا چاہیے کہ بہشت میں داخل ہونے کو ایمان کے ساتھ وابستہ کرنے میں درحقیقت ایمان کی تعظیم ہے ۔ بلکہ مومن بہ کی تعظیم ہے ۔ جس پر اتنا بڑا عظیم الشان اجر مرتب ہوا ہے ۔ اور ایسے ہی دوزخ میں داخل ہونے کو کفر کے ساتھ وابستہ کرتے ہیں ۔ کفر کی حقارت اور اس ذات بزرگ کی کہ جس کی نسبت یہ کفر وقوع میں آیا ہے فضیلت ہے ۔ جس پر ایسا ہمیشہ کا عذاب مترتب ہوا ہے ۔ برخلاف اس بات کے جو بعض مشائخ نے کہی ہے ، جو اس دقیقہ سے خالی ہے ۔ اور نیز ہمیشہ کے لیے دوزخ میں داخل ہونے کے لیے جو اس کا عدیل ہے کوئی مثال اس طرح پر جاری نہیں ہے ۔ کیونکہ دوزخ میں داخل ہونا درحقیقت

[۵] سورہ نساء، پارہ ۵ ۔



Marfat.com

کفر پر موقوف ہے۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہُ الْمُلْهِمُ هٰذَا

## عقیدہ گیارھواں:

اور آخرت میں مومن لوگ اللہ تعالیٰ کو بے جہت و بے کیف اور بے شبہ و بے مثال جنت میں دیکھیں گے۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس سے اہل سنت وجماعت کے سوا تمام اہل ملت وغیر اہل ملت فرقے منکر ہیں اور بے جہت اور بے کیف دیدار کو جائز نہیں سمجھتے۔ حتیٰ کہ شیخ محی الدین بن عربی بھی دیدار آخرت کو تجلی صوری کی حالت میں بیان کرتا ہے۔ اور تجلی صوری کے سوا تجویز نہیں کرتا۔

ایک دن حضرت ایشاں قدس سرہٗ اپنے شیخ سے نقل کرتے تھے کہ اگر معتزلہ دیدار کو تنزیہ کے مرتبہ میں مقید نہ کرتے اور تشبیہ کے بھی قائل ہوتے اور دیدار کو اس تجلی میں بھی جانتے تو ہرگز دیدار کا انکار نہ کرتے۔ اور محال نہ سمجھتے۔ یعنی ان کا انکار بے جہتی اور بے کیفی سے ہے جو مرتبہ تنزیہ کے ساتھ مخصوص ہے برخلاف اس تجلی کے کہ اس میں جہت وکیف ملحوظ ہے۔

پوشیدہ نہ رہے کہ دیدار آخرت کو تجلی صوری کی طرح بیان کرنا درحقیقت دیدار سے انکار کرنا ہے کیونکہ وہ تجلی صوری اگرچہ دنیا کی صوری تجلیات سے جدا ہے۔ تاہم حق تعالیٰ کا دیدار نہیں ہے ؎

يَرَاهُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِغَيْرِ كَيْفٍ
وَاِدْرَاكٍ وَّضَرْبٍ مِّنْ مِّثَالٍ

مومن اسے بے کیف اور بلا ادراک اور بغیر کسی مثال کے دیکھیں گے۔

## عقیدہ بارھواں:

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا مبعوث ہونا اہل جہان کے لیے سراسر رحمت ہے۔ اگر ان بزرگوں کا واسطہ اور ذریعہ نہ ہوتا۔ تو ہم گمراہوں کو اس واجب الوجود تعالیٰ و تقدس کی ذات و صفات کی معرفت کی طرف کون ہدایت فرماتا۔ اور ہمارے مولا جل شانہٗ کی پسند اور ناپسند کی چیزوں میں کون تمیز کرتا ہماری ناقص عقلیں ان بزرگوں کے نور دعوت کی تائید کے بغیر معزول و بیکار ہیں۔ اور ہمارے ناتمام اور ادھورے فہم ان تقلید کے بغیر اس معاملہ میں بے بس و خوار ہیں۔ ہاں عقل بھی اگرچہ حجت ہے لیکن حجت ہونے میں ناتمام ہے اور مرتبہ بلوغ تک نہیں پہنچی ہے۔ حجت بالغہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت ہے۔ جس پر آخرت کا دائمی عذاب و ثواب وابستہ ہے۔

## سوال:

جب آخرت کا دائمی عذاب بعثت پر موقوف ہے تو پھر بعثت کو رحمت عالمیان کہنا کس وجہ سے ہے؟



Marfat.com

## جواب:

بعثت عین رحمت ہے جو واجب الوجود تعالیٰ و تقدس کی ذات و صفات کی معرفت کا سبب ہے جو دنیا و آخرت کی سعادت کو متضمن ہے۔ اور بعثت کی بدولت معلوم ہو گیا ہے کہ یہ چیز حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کے مناسب ہے اور یہ چیز نامناسب ہے۔ کیونکہ ہماری اندھی اور لنگڑی عقل جو حدوث اور امکان کے داغ سے داغدار ہے۔ کیا جانتی ہے کہ اس حضرت وجوب کے لیے جس کے واسطے قدم لازم ہے اس کے اسماء و صفات و افعال میں سے کون سے مناسب ہیں اور کون سے نامناسب۔ تاکہ ان کا اطلاق کیا جائے۔ اور ان سے اجتناب کیا جائے۔ بلکہ بسا اوقات اپنے نقص کی وجہ سے کمال کو نقصان اور نقصان کو کمال سمجھتی ہے۔ یہ تمیز فقیر کے نزدیک تمام ظاہری و باطنی نعمتوں سے بڑھ کر ہے۔ وہ شخص بڑا بدبخت ہے جو امور نامناسب کو حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کی طرف منسوب کرے۔ اور ناشائستہ اشیا کو حق سبحانہ کی طرف نسبت دے۔ بعثت ہی کی بدولت حق باطل سے جُدا ہوا ہے۔ اور بعثت ہی کی وجہ سے عبادت کی مستحق ذات اور غیر مستحق میں تمیز ہوئی ہے۔ وہ بعثت ہی ہے جس کے ذریعے حق تعالیٰ کے راستہ کی طرف دعوت کرتے ہیں اور بندوں کو مولیٰ جل سلطانہ کے قرب اور وصل کی سعادت تک پہنچاتے ہیں۔ اور بعثت کے ذریعے حق تعالیٰ کی مرضیات پر اطلاع حاصل ہوتی ہے۔ جیسے کہ گزر چکا، اور بعثت ہی کے طفیل حق تعالیٰ کے ملک میں تصرف کے جواز اور عدم جواز میں تمیز ہوتی ہے۔ بعثت کے اس طرح کے فائدے بکثرت ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ بعثت سراسر رحمت ہے۔ اور جو شخص اپنے نفس امارہ کی خواہش کے تابع ہو جائے اور شیطان لعین کے حکم سے بعثت کا انکار کر دے اور بعثت کے موافق عمل نہ کرے تو بعثت کا کیا گناہ ہے اور بعثت کیوں رحمت نہیں ہے۔

## سوال:

عقل اگرچہ جل شانہ کے احکام میں ناقص و ناتمام ہے۔ لیکن یہ کیوں نہیں ہو سکتا کہ تصفیہ اور تزکیہ کے حاصل ہونے کے بعد عقل کو مرتبہ وجوب تعالیٰ و تقدس کے ساتھ بے تکیف مناسبت اور اتصال پیدا ہو جائے۔ جس کے سبب احکام کو وہاں سے اخذ کر لے اور اس کو اس بعثت کی جو فرشتہ کے واسطے سے ہے کوئی حاجت نہ رہے؟

## جواب:

عقل اگرچہ یہ مناسبت اور اتصال پیدا کر لے لیکن یہ تعلق جو اس کا اس مادی صورت کے ساتھ ہے پوری طرح دور نہیں ہوتا اور اس کو پورا پورا تجرد حاصل نہیں ہوتا۔ پس واہمہ ہمیشہ اس کا دامن گیر رہتا



Marfat.com

ہے۔ اور متخیلہ ہرگز اس کا خیال نہیں چھوڑتی۔ اور قوت غضبی اور شہوی ہمیشہ اس کی دوست رہتی ہیں اور حرص و شرک رذیل صفتیں اس کی ہمنشیں ہوتی ہیں۔ اور سہو و نسیان جو نوع انسان کا لازمہ ہے۔ اس سے دور نہیں ہوتے۔ اور خطا اور غلطی جو اس جہان کا خاصہ ہے، اس سے الگ نہیں ہوتے۔ لہٰذا عقل اعتماد کے لائق نہیں ہے۔ اور اس کے حاصل کیے ہوئے وہم کے غلبہ اور خیال کے تصرف سے نہیں بچ سکتے۔ اور نقصان کی آمیزش اور خطا کے گمان سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ برخلاف فرشتہ کے کہ وہ ان اوصاف سے پاک اور ان رذائل سے مبرا ہے۔ پس وہ بالضرور اعتماد کے لائق ہوگا۔ اور اس کے ماخوذہ احکام وہم وخیال کی آمیزش اور نسیان وخطا کے گمان سے محفوظ ہوں گے۔ اور بعض اوقات ان علوم میں جو تلقی روحانی سے اخذ کیے ہوتے ہیں، محسوس ہوتا ہے کہ قوی وحواس کے ساتھ ان کی تبلیغ کی اثناء میں بعض مقدمات مسلمہ غیر صادقہ جو وہم وخیال وغیرہ کے ذریعے حاصل ہوئے ہوتے ہیں ان علوم میں اس طرح مل جاتے ہیں کہ اس وقت ہرگز تمیز نہیں کر سکتے۔ اور ثانی الحال میں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس تمیز کا علم حاصل ہوتا ہے اور کبھی نہیں بھی ہوتا۔ پس وہ علوم ان مقدمات کے مل جانے کے باعث کذب کی ہیئت پیدا کر لیتے ہیں۔ اور پھر اعتماد کے قابل نہیں رہتے یا دوسرا اس کا یہ جواب ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ تصفیہ اور تزکیہ کا حاصل ہونا ان اعمال صالحہ کے بجالانے پر موقوف ہے جو حق تعالیٰ کو پسند ہیں۔ اور یہ امر بعثت پر موقوف ہے۔ جیسے کہ گزر چکا۔

پس ثابت ہوا کہ بعثت کے بغیر تصفیہ اور تزکیہ کی حقیقت حاصل نہیں ہو سکتی اور وہ صفائی جو کافروں اور فاسقوں کو حاصل ہوتی ہے وہ نفس کی صفائی ہے نہ قلب کی صفائی اور، نمائے نفس سے گمراہی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اور خسارہ کے سوا کچھ نہیں آتا۔ اور بعض امور غیبی کا کشف جو صفائی کے وقت کافروں اور فاسقوں کو حاصل ہوتا ہے۔ وہ استدراج ہے جس سے مقصود ان لوگوں کی خرابی اور خسارت ہے :

| | |
|---|---|
| نَجَّانَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَنْ هٰذِهِ الْبَلِيَّةِ | اللہ تعالیٰ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ |
| بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمُ | وسلم کی طفیل ہم کو اس بلا سے |
| الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ وَعَلٰى اٰلِهٖ | بچائے۔ |

اور اس تحقیق سے واضح ہوا کہ تکلیف شرعی جو بعثت کی راہ سے ثابت ہوئی ہے وہ بھی رحمت ہے نہ کہ جس طرح تکلیف شرعی کے منکروں یعنی ملحدوں اور زندیقوں نے گمان کیا ہے۔ اور تکلیف کو کلفت سے تصور کر کے غیر معقول اور ناپسند جانا ہے۔ اور جو کہتے ہیں کہ یہ کونسی مہربانی ہے کہ بندوں کو



Marfat.com

سخت مشکل امور کی تکلیف دیں اور کہیں کہ اگر تم اس تکلیف کے بموجب عمل کرو گے تو بہشت میں جاؤ گے اور اگر اس کے برخلاف کرو گے تو دوزخ میں جاؤ گے ان کو ایسے امور کی کیوں تکلیف دیتے ہیں ان کو کیوں نہیں چھوڑ دیتے کہ کھائیں پئیں اور سو رہیں اور اپنے حال میں رہیں۔ یہ بدبخت اور بیوقوف نہیں جانتے کہ منعم کا شکر از روئے عقل کے واجب ہے۔ اور یہ تکلیفات شرعیہ اس شکر کے بجالانے کا بیان ہے پس تکلیف عقل کی رُو سے واجب ہے۔ اور نیز جہان کا انتظام اس تکلیف پر منحصر ہے۔ اگر ہر ایک کو اپنے اپنے حال پر چھوڑ دیا جاتا تو اُن سے سوائے شرارت اور فساد کے کچھ ظاہر نہ ہوتا۔ ہر بوالہوس دوسرے کے جان و مال میں دست درازی کرتا اور خبث و فساد سے پیش آتا۔ اور خود بھی ضائع ہوتا اور دوسرے کو بھی ضائع کرتا۔ عَیَاذًا بِاللّٰہِ سُبْحَانَہٗ اگر شرعی موانع اور زواجر نہ ہوتے۔ تو معلوم نہیں کس قدر شرارت اور فساد ظاہر ہوتا:

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ [1] اے داناؤ قصاص میں تمہارے لیے زندگی ہے۔

س
کند زنگئے مست در کعبہ قے
اگر چوب حاکم نباشد زپے!

زنگی مست کعبہ میں قے کر دے۔ اگر حاکم کی لاٹھی سر پر نہ ہو۔

یا ہم یہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ خود مختار مالک ہے اور بندے اُس کے مملوک اور غلام ہیں۔ پس جو حکم و تصرف جو وہ ان میں فرماتا ہے عین خیر و صلاح ہے۔ اور ظلم و فساد کی آمیزش سے منزہ اور مبرا ہے:

لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ [2] جو وہ کرتا ہے اس سے کوئی نہیں پوچھ سکتا۔

س
کرا زہرہ آنکہ از بیم تو
کشاید زباں جز بہ تسلیم تو

کسے طاقت ہے کہ تیرے خوف کے باعث تسلیم حکم کے سوا لب کشائی کرے۔

اگر سب کو دوزخ میں بھیج دے اور ان کو ہمیشہ کا عذاب فرمائے۔ کوئی اعتراض کی جگہ نہیں۔ اور غیر کے ملک میں یہ تصرف نہیں ہے جو ستم کی صورت پیدا کرے۔ برخلاف ہمارے املاک کے جو در حقیقت اسی کے املاک ہیں۔ ان املاک میں ہمارے تمام تصرفات عین ستم ہیں کیونکہ صاحب شرع نے بعض مصلحتوں کے باعث ان املاک کو ہماری طرف منسوب کیا ہے اور در حقیقت اسی کے املاک ہیں۔ پس ہمارا تصرف ان املاک میں اسی قدر جائز ہے جس قدر کہ اس مالک مختار نے اسی تصرف کو جائز قرار دیا ہے۔ اور ہمارے

[1] پارہ سیقول، سورۂ بقرہ
[2] پارہ اقترب، سورۂ انبیاء



Marfat.com

لیے مباح کیا ہے۔ اور جو کچھ ان بزرگوں یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے حق جل وعلا سے تبلا نے سے خبر دی ہے۔ اور جن احکام کا بیان فرمایا ہے سب سچ اور واقع کے مطابق ہیں۔ اور اگرچہ ان بزرگواروں کے اجتہادی احکام میں خطا کو جائز کہا گیا ہے۔ لیکن خطا کی تقریر کو ان کے حق میں جائز نہیں رکھا اور کہا ہے کہ ان کو خطا پر جلدی آگاہ کر دیا جاتا ہے۔ اور صواب و بہتری سے اس کا تدارک فرماتے ہیں :

فَلَا اعْتِدَادَ بِذٰلِکَ الْخَطَاءِ — لہٰذا یہ خطا کسی گنتی میں نہیں ہے۔

## عقیدہ تیرھواں :

اور قبر کا عذاب کافروں کو اور بعض گنہگار مومنوں کے لیے حق ہے۔ مخبر صادق علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے اس کی نسبت خبر دی ہے۔

## عقیدہ چودھواں :

اور قبر میں مومنوں اور کافروں سے منکر نکیر کا سوال بھی حق ہے۔ قبر دنیا اور آخرت کے درمیان ایک برزخ ہے۔ اس کا عذاب ایک وجہ سے عذاب دنیوی سے مناسبت رکھتا ہے اور انقطاع پذیر ہے اور دوسری وجہ سے عذاب آخرت کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے جو درحقیقت آخرت کے عذابوں سے ہے۔ آیت کریمہ :

اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْھَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا ۵ — صبح و شام وہ آگ کے پیش کیے جاتے ہیں۔

عذاب قبر میں نازل ہوئی ہے۔ اور اسی طرح قبر کا آرام بھی دو پہلو رکھتا ہے۔ وہ شخص بہت ہی سعادت مند ہے جس کی لغزشوں اور قصوروں کو کمال کرم اور مہربانی سے بخش دیں اور اس کا مواخذہ نہ کریں۔ اور اگر مواخذہ کے مقام میں آئے بھی تو کمال مہربانی سے دنیا کے رنجوں اور مصیبتوں کو اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیں۔ اور جو کچھ بقیہ رہ جائے تو قبر کی تنگی اور ان تکلیفوں کو جو اس مقام میں مقرر کی ہوئی ہیں اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیں تاکہ پاک و پاکیزہ محشر میں اٹھے۔ اور جس شخص کے لیے ایسا نہ کریں اور اس کا مواخذہ آخرت پر موقوف رکھیں اس کے حق میں بھی عدل ہے۔ لیکن گنہگاروں اور شرمساروں کے حال پر افسوس ہے ہاں جو کوئی اہل اسلام سے ہے۔ اس کا انجام رحمت سے ہے اور عذاب ابدی سے محفوظ ہے۔ یہ بھی بڑی اعلیٰ نعمت ہے۔

رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ بِحُرْمَتِ سَیِّدِ — اے ہمارے رب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل ہمارے نور کو

ـــــــــــــــــــــــــــــ

۵ سورہ مومن۔ پارہ فمن اظلم ۱۲



Marfat.com

اَنْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ وَعَلَیْہِمُ الصَّلَوٰتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ۔ کامل کر اور ہمارے گناہوں کو بخش تو ہر شے پر قادر ہے۔

## عقیدہ پندرھواں:

روزِ قیامت حق ہے اور اس دن آسمان و زمین اور ستارے اور پہاڑ اور سمندر اور حیوان اور نباتات اور معادن سب کے سب معدوم اور ناچیز ہو جائیں گے۔ آسمان پھٹ جائیں گے اور ستارے پراگندہ ہو کر گر پڑیں گے۔ اور زمین و پہاڑ اڑ جائیں گے۔ یہ اعدام اور افنا نفخہ اولیٰ سے تعلق رکھتا ہے اور نفخہ ثانیہ میں قبروں سے اُٹھیں گے اور محشر میں جائیں گے۔

اہل فلسفہ آسمانوں اور زمینوں کے نیست و نابود ہونے کو نہیں مانتے۔ اور ان کا فانی اور فاسد ہونا جائز نہیں سمجھتے۔ اور اُن کو ازلی ابدی کہتے ہیں۔ اور باوجود اس امر کے ان میں سے متاخرین لوگ اپنی بیوقوفی کے باعث اپنے آپ کو اہل اسلام کے گروہ سے جانتے ہیں اور بعض اسلامی احکام کے بجالانے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ بعض اہل اسلام ان کی ان باتوں پر یقین کر لیتے ہیں اور بے تحاشا ان کو مسلمان جانتے ہیں۔ اور اس سے زیادہ تر تعجب کی بات یہ ہے کہ بعض مسلمان ان لوگوں میں بعض کے اسلام کو کامل جانتے ہیں۔ اور اگر کوئی ان کو طعن و تشنیع کرے تو بہت بُرا مناتے ہیں۔ حالانکہ یہ لوگ نصوص قطعیہ کے منکر ہیں۔ اور انبیائے علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے اجماع کا انکار کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝[1] — جس وقت آفتاب کے نور کی چادر کو لپیٹ لیا جائے۔ اور جس وقت تارے جھڑ پڑیں۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۝ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝[2] — اور جب آسمان پھٹ جاوے اور سن لے حکم اپنے پروردگار کا اور اسی لائق ہے۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ۔ ای شُقَّتْ — اور آسمان پھٹ کر (اس میں) دروازے دروازے ہو جائیں گے۔

---

[1] سورہ تکویر۔ پارہ عم۔

[2] سورہ انشقاق۔ پارہ عم۔



Marfat.com

اس قسم کی آیتیں قرآن مجید میں بکثرت موجود ہیں۔ اور نہیں جانتے کہ صرف کلمہ شہادت کا منہ سے بول لینا اسلام میں کافی نہیں ہے۔ بلکہ ان تمام چیزوں کی تصدیق ضروری ہے۔ جن کا بجالانا اور ان پر عمل درآمد کرنا دین کی ضروریات سے سمجھا گیا ہے۔ اور کفر و کافری سے تبرا یعنی بیزار ہونا بھی ضروری ہے۔ تاکہ اسلام ثابت ہو جائے۔ وَبِدُوْنِهٖ خَرْطُ الْقَتَادِ۔ (ورنہ کچھ بھی نہیں ہے)۔

## عقیدہ سولھواں:

اور حساب اور میزان اور پل صراط حق ہے کہ مخبر صادق علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی نسبت خبر دی ہے۔ اور نبوت کے حال سے بعض جاہلوں کے نزدیک ایسے امور کا بعید از عقل ہونا اعتبار سے ساقط ہے۔ کیونکہ نبوت کی حقیقت عقل کی حقیقت سے برتر ہے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سچی خبروں کو نظر عقل کے ساتھ موافق کرنا درحقیقت طور نبوت سے انکار کرنا ہے۔ کیونکہ یہاں تو معاملہ تقلید پر ہے۔ نہیں جانتے کہ شان نبوت طور عقل کے مخالف ہے۔ بلکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تقلید کے ایسے عالی مطالب کی طرف ہدایت نہیں پا سکتی۔ مخالفت اور چیز ہے اور وہاں تک نہ پہنچنا اور شے۔ کیونکہ مخالفت مطلب تک پہنچنے کے بعد متصور ہوتی ہے۔

## عقیدہ سترھواں:

بہشت و دوزخ موجود ہیں۔ قیامت کے دن حساب لینے کے بعد ایک گروہ کو بہشت میں اور ایک دوزخ میں بھیج دیں گے۔ اور ان کا ثواب و عذاب ابدی ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔ جیسے کہ قطعی اور پختہ نصوص اس امر پر دلالت کرتی ہیں۔

صاحب فصوص کہتا ہے کہ سب کا انجام رحمت سے ہے:

اِنَّ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ — میری رحمت سب چیزوں کو گھیرے ہوئے ہے۔

اور کفار کے لیے دوزخ کا عذاب تین حقبہ[1] تک ثابت کرتا ہے۔ اور بعد ازاں کہتا ہے کہ آگ ان کے حق میں برد اور سلام یعنی ٹھنڈی اور سلامتی کا باعث بن جائے گی۔ جیسے کہ حضرت ابراہیم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہو گئی تھی۔ اور حق تعالیٰ کی وعید میں خلاف جائز سمجھتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ کوئی اہل دل صوفی کفار کے ہمیشہ کے عذاب کی طرف نہیں گیا۔ اس مسئلہ میں بھی صواب سے دور جا پڑا ہے۔ اور اس نے نہیں جانا ہے کہ مومنوں اور کافروں کے حق میں رحمت کا وسیع ہونا صرف دنیا ہی میں مخصوص ہے اور آخرت میں کافروں کو رحمت کی بو بھی نہ پہنچے گی، جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

---

[1] حقبہ اسی برس کے عرصے کو کہتے ہیں۔



Marfat.com

اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ۔ [1] — میری رحمت سے کافروں کے سوا اور کوئی ناامید نہ ہوگا۔

اور رَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ کے بعد فرماتا ہے:

فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ۔ [2] — پھر میں اپنی رحمت کو ان لوگوں کیلئے لکھوں گا جو ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں، اور ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔

شیخ نے آیت کے اوّل حصّہ کو پڑھا ہے اور آخر حصّہ پر عمل نہیں کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ رَحْمَتَ اللهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ — اللہ کی رحمت نیکو کاروں کے قریب ہے۔

اور آیت کریمہ:

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ [3] — بس ہرگز تو گمان نہ کر کہ اللہ اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کریگا۔

خلف وعدہ کی خصوصیت پر دلالت نہیں کرتی:۔

ہو سکتا ہے کہ اس جگہ وعدہ خلافی کے نہ ہونے کا اختصاص وانحصار اس سبب سے ہو کہ وعدہ سے اس مراد رسولوں کی نصرت اور فتح اور کفار پر ان کا غلبہ ہے۔ اور یہ بات وعدہ و وعید کو متضمن ہے۔ یعنی رسولوں کے لیے وعدہ ہے اور کفار کے لیے وعید۔ تو گویا اس آیت میں خلف وعدہ کی بھی اور خلف وعید کی بھی نفی ہے۔ "فَالْاٰيَةُ مُسْتَشْهَدَةٌ عَلَيْهِ لَا لَهٗ" تو آیت مذکورہ شیخ کے خلاف ہے اس کی مؤید نہیں" اور نیز وعید میں خلاف ہونا وعدہ کے خلاف کی طرح کذب کو مستلزم ہے۔ اور یہ بات حق تعالیٰ کی بلند بارگاہ کے مناسب نہیں ہے۔ یعنی حق تعالیٰ نے ازل میں جان لیا تھا کہ کفار کو ہمیشہ کا عذاب نہ دوں گا۔ اور پھر باوجود اس بات کے کسی مصلحت کے لیے اپنے علم کے خلاف کہہ دیا کہ ان کو ہمیشہ کا عذاب کروں۔ اس امر کا تجویز کرنا نہایت ہی بُرا ہے [4]۔

---

[1] سورۂ یوسف، پارہ ۱۳۔ [2] سورۂ اعراف، پارہ قال الملأ۔

[3] سورہ ابراہیم، پارہ وما ابرئ۔

[4] حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مقام پر اس مسئلے کو بھی صاف کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ امکان کذب کے عیب سے بھی پاک اور منزہ ہے۔ چنانچہ اس بارے میں حضرت امام ربانی علیہ الرحمۃ کے اصل فارسی الفاظ یہ ہیں

| | |
|---|---|
| پس گویا دریں کریمہ ہم خلف وعدہ منفی شد | پس اس آیت میں گویا خلاف وعدہ کی بھی نفی |
| وہم خلف وعید۔ | ہوگئی اور خلاف وعید کی بھی۔ |
| وایضاً خلف در وعید در رنگ خلف در وعدہ | نیز خلف وعید بھی خلف وعدہ کی طرح مستلزم |

(بقیہ اگلے صفحہ پر)



Marfat.com

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۔ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ

تیرا رب عزت والا رب اس بات سے برتر و پاک ہے جس کے ساتھ اس کو موصوف کرتے ہیں۔ اور مرسلین پر سلام ہو۔

اور کفار کے لیے دائمی عذاب نہ ہونے پر اہل دل کا اجماع صرف شیخ کا اپنا کشف ہے۔ اور کشف میں خطا کی مجال بہت ہے۔ اور چونکہ یہ کشف مسلمانوں کے اجماع کے مخالف ہے اس لیے اس کا کچھ اعتبار اور شمار نہیں ہے۔

## عقیدہ اٹھارھواں:

فرشتے اللہ جل شانہ کے بندے ہیں جو گناہوں سے معصوم اور خطا و نسیان سے محفوظ ہیں:

لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۔[1]

جو امر ان کو اللہ تعالیٰ کرتا ہے اس میں اس کی نافرمانی نہیں کرتے۔ اور وہی کرتے ہیں جو ان کو حکم ہوتا ہے۔

اور کھانے پینے اور زن و مرد ہونے سے پاک اور منزہ ہیں۔ اور قرآن مجید میں ان کے لیے مذکر ضمیروں کا استعمال اس اعتبار سے ہے کہ مردوں کا گروہ عورتوں کے گروہ سے افضل اور شریف مانا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ

---

حاشیہ صفحہ سابقہ:۔

مستلزم کذب است و ناشایان آنحضرت جل سلطانہٗ این معنی را تجویز نمودن شناعتِ تمام دارد۔

کذب واجب تعالیٰ ہے اور اس کی شان کے لائق نہیں۔ واجب تعالیٰ کے لیے ایسے معنی کو جائز قرار دینا جس سے خلاف وعدہ یا وعید لازم آئے نہایت ہی برا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ آیۃ فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗ کے تحت فرماتے ہیں:

خبر او تعالیٰ کلام ازلی اوست و کذب در کلام نقصانیست عظیم کہ ہرگز بصفات او راہ نیابد در حق او تعالیٰ کہ مبرا از جمیع عیوب و نقائص است خلاف خبر مطلقاً نقصان محض است۔ (تفسیر عزیزی زیر آیۃ مذکورہ)

اللہ تعالیٰ کی خبر اس کا کلام ازلی ہے، اور جھوٹا ہونا کلام میں نقصان عظیم ہے کہ ہرگز اس کی صفات تک راہ نہیں پا سکتا کیونکہ وہ تمام عیوب نقائص سے منزہ اور خبر کا خلاف واقع ہونا خالص نقص و عیب ہے۔

علاوہ ازیں تمام خلف و سلف اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ واجب تعالیٰ کذب کے امکان سے مبرا و منزہ ہے۔ کیونکہ جھوٹ عیب اور نقص ہے۔ اس مسئلہ کی مزید تفصیل کا مطالعہ اگر درکار ہو تو کتاب مستطاب سبحان السبوح مصنفہ اعلیٰحضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھیے۔ (مترجم عفی عنہ)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] سورہ تحریم، پارہ قد سمع اللہ۔



Marfat.com

حق تعالیٰ نے بھی اپنی ذات کے لیے مذکر ضمیروں کا استعمال فرمایا ہے اور حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے ان میں سے بعض کو رسالت کے لیے برگزیدہ کیا ہے۔ جس طرح کہ بعض انسانوں کو بھی اس دولت سے مشرف کیا ہے:

اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ[1] — اللہ تعالیٰ فرشتوں اور انسانوں سے بعض کو رسول بنا لیتا ہے۔

تمام اہلِ حق اس بات پر متفق ہیں کہ خاص انسان خاص فرشتوں سے افضل ہیں۔

امام غزالی رح اور امام الحرمین اور صاحب فتوحات مکیہ اس بات کے قائل ہیں کہ خاص ملک خاص انسان سے افضل ہیں۔ اور جو کچھ اس فقیر پر ظاہر کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ فرشتہ نبی کی ولایت سے افضل ہے۔ لیکن نبوت اور رسالت کے درمیان نبی کے لیے ایک ایسا درجہ ہے جہاں تک فرشتہ نہیں پہنچا ہے۔ اور وہ درجہ عنصر خاک کی راہ سے ظاہر ہوا ہے۔ جو بشر کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور اس فقیر پر یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ کمالات ولایت کمالاتِ نبوت کے مقابلہ میں کسی گنتی میں نہیں ہیں۔ کاش کہ ان کے درمیان وہ نسبت ہی ہوتی، جو قطرہ کو دریائے محیط کے ساتھ ہے، مگر نہیں ہے۔ پس وہ فضیلت جو راہ نبوت سے حاصل ہو وہ اس فضیلت سے کئی گنا زیادہ ہوگی جو راہ ولایت سے حاصل ہو۔ لہٰذا افضلیت مطلق انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کا حصہ ہے اور فضل جزئی ملائکرام کے لیے ہے پس بہتر وہی ہے جو جمہور علما شکر اللہ تعالیٰ سعیہم نے کہا ہے۔

اس تحقیق سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ کوئی ولی کسی نبی کے درجہ تک نہیں پہنچتا۔ بلکہ اس ولی کا سر ہمیشہ اس نبی کے قدم کے نیچے ہوتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ ان مسائل میں سے ہر ایک مسئلہ میں جن میں صوفیہ و علما کا باہم اختلاف ہے، جب اچھی طرح غور اور ملاحظہ کیا جاتا ہے۔ تو حق بجانب علما معلوم ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ علما کی نظر نے انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے باعث نبوت کے کمالات اور اس کے علوم میں نفوذ کیا ہے۔ اور صوفیہ کی نظر ولایت کے کمالات اور اس کے معارف تک ہی محدود ہے۔ پس وہ علم جو نبوت کی پیش گاہ سے حاصل کیا جاوے وہ بالضرور اُس علم سے جو مرتبہ ولایت سے اخذ کیا جائے۔ کئی درجے بہتر اور حق ہوگا۔

بعض معارف کی تحقیق اُس مکتوب میں جو اپنے فرزند ارشد کے نام طریقہ کے بیان میں لکھا ہے،

---

[1] آخر سورۃ حج، پارہ اقترب۔



Marfat.com

درج ہو چکی ہے۔ اگر کچھ دقت اور پوشیدگی رہ جائے۔ تو اس مکتوب کی طرف رجوع کریں۔

## عقیدہ اُنیسواں :

ایمان ان تمام دینی امور کے ساتھ جو ضرورت اور تواتر کے طریق پر ہم تک پہنچے ہیں۔ تصدیق قلبی سے مراد ہے۔ اور اقرار زبانی بھی ایمان کا رکن کہا ہے جو سقوط کا احتمال رکھتا ہے۔ اور کفر اور کافری اور کفر کے خصائص اور لوازم مثلاً زنار، باندھنی اور اس قسم کی اور رسوم سے جو اس میں پائی جاتی ہیں تبرّی کرنا اور بیزار ہونا اس تصدیق کی علامت میں سے ہے۔ اور اگر عیاذاً باللہ کوئی اس تصدیق کا بھی دعویٰ کرے۔ اور کفر سے بیزاری اور تبرّی بھی ظاہر نہ کرے۔ تو ظاہر ہے کہ ایسا شخص دو دینوں کی تصدیق کرنے والا ہے جو ارتداد کے نشان سے داغ دار ہے۔ اور حقیقت میں اس کا حکم منافق کا سا حکم ہے۔ لَا اِلٰی هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰی هٰٓؤُلَآءِ (نہ اِدھر کا نہ اُدھر کا)۔

پس ایمان کی تحقیق میں کفر سے تبرّی کرنا ضروری ہے۔ ادنیٰ تبرّی یہ ہے کہ دل سے ہو، اور اعلیٰ یہ ہے کہ دل اور جسم دونوں سے ہو۔ اور تبرّی سے مراد یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی کی جائے وہ دشمنی خواہ دل سے ہو۔ جب کہ ان کے ضرر کا ڈر ہو۔ خواہ دل اور جسم سے ہو۔ جب کہ ان کے ضرر کا ڈر نہ ہو۔

آیت کریمہ :

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ — اے نبی کفار اور منافقوں سے جہاد کر

وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ — اور ان پر سختی کر۔

اسی مضمون کی تائید کرتی ہے۔ کیونکہ اللہ جل شانہٗ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ان کے دشمنوں کی دشمنی کے بغیر ثابت نہیں ہوتی۔ اس جگہ یہ مصرعہ صادق آتا ہے ع

تولّی بے تبرّی نیست ممکن

شیعہ نے جو یہ قاعدہ اہل بیت کی محبت اور دوستی میں جاری کیا ہوا ہے۔ اور خلفائے ثلثہ کے تبرّے کو اس محبت کی شرط قرار دیا ہے۔ نامناسب ہے۔ کیونکہ دوستوں کی محبت کے لیے شرط ہے کہ ان کے دشمنوں سے تبرّی کیا جائے نہ کہ مطلق طور پر دشمنوں کے سوا غیروں سے بھی۔ اور کوئی منصف عاقل اس بات کو جائز نہیں سمجھتا کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب اہل بیت کے دشمن ہوں۔ جب کہ ان بزرگواروں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں اپنے مالوں اور جانوں کو صرف کر دیا اور جاہ و ریاست کو برباد کر دیا ہے اور کس طرح اہل بیت کی دشمنی کو ان کی طرف منسوب کر سکتے ہیں۔ جب کہ نص قطعی کے ساتھ آنحضرتؐ

---

۱؎ سورۂ توبہ، سورۂ تحریم۔ ۲؎ یعنی دوستی دشمنوں سے بیزاری کے بغیر ممکن نہیں۔



Marfat.com

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت والوں کی محبت ثابت ہے اور دعوت کی اجرت ان کی محبت مقرر کی ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا۔[1]

اے رسول ان سے کہہ دیں کہ میں تم سے اہل قرابت کی دوستی کے سوا اور کچھ اجر نہیں مانگتا۔ اور جو شخص ایک نیکی کمائیگا ہم اس کی نیکیوں میں اور نیکیاں زیادہ کریں گے۔

حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو یہ بزرگی پائی اور شجرہ انبیاء بن گئے سب حق تعالیٰ کے دشمنوں سے تبرّی کرنے کے باعث ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ۔[2]

تمہارے لیے ابراہیم اور اس کے اصحاب میں نہایت اعلیٰ درجہ کی بہترین پیروی تھی۔ جب کہ انہوں نے قوم کے لوگوں کو کہا کہ ہم تم سے اور ان سے جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو بیزار ہیں۔ اور ہم تم سے انکار کرتے ہیں اور جب تک تم ایک اللہ پر ایمان نہ لاؤ ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لیے عداوت اور دشمنی ظاہر ہو چکی ہے۔

اور حق جل وعلیٰ کی رضا مندی حاصل کرنے کے لیے فقیر کی نظر میں اس تبرّے (دشمنوں سے بیزاری) کے برابر کوئی عمل نہیں ہے۔ اس بیزاری کا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ کو کفر اور کافری کے ساتھ عداوت ہے۔ اور آلہۂ آفاقی مثل لات وعزیٰ اور ان کے عبادت کرنے والے بالذات حق سلطانہٗ کے دشمن ہیں۔ اور دوزخ کا دائمی عذاب اس بُرے فعل کی جزا ہے۔ اور آلہۂ انفسی یعنی ہوائے نفسانی اور تمام بُرے اعمال یہ نسبت نہیں رکھتے۔ کیونکہ غضب و عداوت ان کی نسبت ذاتی نہیں ہے۔ اگر غضب ہے تو صفات کی طرف منسوب ہے اور اگر عقاب وعتاب ہے تو افعال کی طرف راجع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دوزخ کا دائمی عذاب ان بُرے فعلوں کی جزا نہیں بنا۔ بلکہ ان کی مغفرت کو اپنی مشیّت اور ارادہ پر منحصر کیا ہے۔

جاننا چاہیے کہ جب کفر اور کافروں کے ساتھ ذاتی عداوت ثابت ہو چکی تو ناچار رحمت ورافت جو

---

[1] سورہ شوریٰ، پارہ الیہ یرد۔ [2] سورۃ ممتحنہ پارہ قد سمع اللہ۔



Marfat.com

صفات جمال میں سے ہے آخرت میں کافروں کو نہ پہنچے گی۔ اور رحمت کی صفت عداوت ذاتی کو دور نہ کرے گی کیونکہ وہ چیز جو ذات کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ اس چیز کی نسبت جو صفت سے تعلق رکھتی ہے زیادہ اقویٰ اور ارفع ہے۔ پس مقتضائے صفت مقتضائے ذات کو تبدیل نہیں کر سکتا۔ اور یہ جو حدیث قدسی میں آیا ہے کہ سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ[1] (میری رحمت غضب پر بڑھی ہوئی ہے) اس غضب سے مراد غضب صفاتی سمجھنا چاہیے جو گنہگاروں کے ساتھ مخصوص ہے نہ کہ غضب ذاتی جو مشرکوں کے ساتھ مخصوص ہے۔

## سوال:

اگر کہیں کہ دنیا میں کافروں کو رحمت نصیب ہے۔ جیسے کہ تو نے اوپر تحقیق کی ہے تو پھر دنیا میں رحمت کی صفت نے ذاتی عداوت کو کیسے دور کر دیا؟

## جواب:

میں کہتا ہوں کہ دنیا میں کافروں کو رحمت کا حاصل ہونا ظاہر اور صورت کے اعتبار سے ہے اور درحقیقت ان کے حق میں استدراج اور مکر ہے۔

آیت کریمہ:

اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّھُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِیْنَ نُسَارِعُ لَھُمْ فِی الْخَیْرَاتِ بَلْ لَّا یَشْعُرُوْنَ۔ (پ۱۸۔ ع ۴)[2]

کیا یہ لوگ ایسا خیال کرتے ہیں کہ ہم جو مال و اولاد سے ان کی امداد کیے چلے جا رہے ہیں (اس کے یہ معنی ہیں کہ) ان کو فائدہ پہنچانے میں ہم جلدی کر رہے ہیں (نہیں)، بلکہ یہ (لوگ اصل مطلب کو) سمجھتے نہیں۔

اور آیت کریمہ:

سَنَسْتَدْرِجُھُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ وَاُمْلِیْ لَھُمْ اِنَّ کَیْدِیْ مَتِیْنٌ۔ (پ۹۔ ع ۱۳)[3]

ہم انہیں اس طرح پر کہ ان کو خبر بھی نہ ہو آہستہ آہستہ (جہنم کی طرف گھسیٹ کر) لے جائیں گے۔ اور ہم ان کو (دنیا میں) مہلت دیتے ہیں ہمارا داؤ بیشک (بڑا) داؤ ہے۔

انہی معنوں پر شاہد ہیں،

## فائدہ جلیلہ:

دوزخ کا دائمی عذاب صرف کفر کی جزا ہے۔ پھر اگر پوچھیں کہ ایک شخص باوجود ایمان کے کفر کی رسیں

---

[1] بخاری و مسلم بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ [2] سورۃ مومنون، پارہ قد افلح۔

[3] سورۃ اعراف پارہ و قال الملاء



Marfat.com

بجالاتا اور کفر کی رسموں کی تنظیم کرتا ہے ۔ اور علما اس پر کفر کا حکم لگاتے اور اس کو مرتد سمجھتے ہیں ۔ جیسے کہ ہندوستان کے اکثر مسلمان اس بلا میں مبتلا ہیں ۔ پس چاہیئے کہ علما کے فتوے کے بموجب وہ شخص آخرت کے عذاب ابدی میں گرفتار رہو ۔ حالانکہ اخبار صحیحہ میں آچکا ہے کہ جس شخص کے دل میں ذرہ ایمان بھی ہو گا ۔ اس کو دوزخ سے باہر نکال لیں گے ۔ اور دائمی عذاب میں نہ رہنے دیں گے ۔ تیرے نزدیک اس مسئلہ کی کیا تحقیق ہے ۔

میں کہتا ہوں کہ اگر وہ شخص کافر محض ہے تو دائمی عذاب اُس کے نصیب ہے ۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْہُ اور کفر کی رسموں کے بجالانے کے باوجود ذرہ ایمان بھی رکھتا ہے تو دوزخ کے عذاب میں مبتلا ہو گا ۔ لیکن اس ذرہ بھر ایمان کی برکت سے امید ہے کہ دائمی عذاب سے نجات مل جائے گی اور دائمی گرفتاری سے نجات پائے گا ۔

فقیر ایک دفعہ ایک شخص کی بیمار پرسی کے لیے گیا ۔ جس کا معاملہ نزع کی حالت کے قریب پہنچا ہوا تھا ۔ جب یہ فقیر اس کے حال کی طرف متوجہ ہوا ، تو دیکھا کہ اُس کے دل پر بہت سی ظلمتیں چھائی ہوئی ہیں ۔ ان ظلمتوں کو دُور کرنے کا ارادہ کیا اور چاہا کہ وہ ظلمتیں اس کے دل پر سے دُور ہو جائیں ۔ لیکن اس کے دل نے قبول نہ کیا ۔ بہت سی توجہ کے بعد معلوم ہوا کہ وہ ظلمتیں صفات کفر سے پیدا ہوئی ہیں ۔ جو اس میں پوشیدہ تھیں ۔ اور وہ کدورتیں کفر اور اہل کفر کے ساتھ دوستی رکھنے کے باعث پیدا ہوئی ہیں ۔ توجہ کے ساتھ یہ ظلمتیں دُور نہیں ہو سکتیں ۔ بلکہ ان ظلمات سے اس کا پاک ہونا دوزخ کے عذاب پر موقوف ہے جو کفر کی جزا ہے ۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ذرہ بھر ایمان بھی رکھتا ہے جس کی برکت سے آخر کار اس کو دوزخ سے نکال لیں گے جب اس میں اس حال کا مشاہدہ کیا ، تو دل میں گزرا کہ آیا اس شخص پر نماز جنازہ پڑھنی چاہیے یا نہ ۔ توجہ کے بعد ظاہر ہوا کہ نماز ادا کرنی چاہیے ۔

پس وہ مسلمان جو باوجود ایمان کے کافروں کی رسمیں بجالانے اور ان کی تعظیم کرتے ہیں ان پر نماز جنازہ پڑھنی چاہیئے ۔ اور کفار کے ساتھ نہ ملانا چاہیے ۔ جیسے کہ آج اسی پر عمل ہے ۔ اور امیدوار ہونا چاہیے کہ آخر کار ایمان کی برکت سے عذاب سے نجات پا جائیں گے ۔

پس معلوم ہوا کہ اہل کفر کے لیے عفو اور مغفرت نہیں ہے :

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ[1] اللہ تعالیٰ شرک کو نہیں بخشے گا ۔

اور اگر کافر محض ہے تو عذاب ابدی اس کے کفر کی جزا ہے ۔ اور اگر ذرہ بھر ایمان رکھتا ہے تو اس کی جزا دوزخ کا عذاب موقت ہے ۔ اور اس کے تمام کبیرہ گناہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں چاہے تو ان کو

---

[1] سورۃ نساء ، پارہ ۵ ۔



Marfat.com

بخش دے اور چاہے تو اُن پر عذاب دے۔

فقیر کے نزدیک دوزخ کا عذاب خواہ موقت ہو خواہ دائمی ، کفر اور صفات کفر کے ساتھ مخصوص ہے چنانچہ اس کی تحقیق آگے آئے گی ، اور وہ اہل کبائر کہ جن کے گناہ توبہ یا شفاعت یا صرف عفو و احسان کے ساتھ مغفرت میں نہیں آئے یا جن کبیرہ گناہوں کا کفارہ دنیا کے رنج اور تکلیفوں اور موت کی سکرات اور سختیوں کے ساتھ نہیں ہوا۔ امید ہے کہ ان کے عذاب میں بعض کو عذاب قبر کے ساتھ کفایت کریں گے۔ اور بعض کو قبر کی تکلیفوں کے علاوہ قیامت کی سختیوں اور ہول کے ساتھ کفایت کریں گے۔ اور ان کے گناہوں میں سے کوئی ایسا گناہ باقی نہ چھوڑیں گے جس کے لیے عذاب دوزخ کی ضرورت پڑے۔ آیت کریمہ :

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ (پ۔ ع ۱۵)[1] — وہ لوگ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم سے نہ ملایا ان کے لیے امن ہے۔

اسی مضمون کی مؤید ہے کیونکہ ظلم سے مراد شرک ہے :

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْاُمُوْرِ كُلِّهَا۔ — اور تمام امور کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

اگر کہیں کہ کفر کے سوا بعض اور برائیوں کی جزا بھی دوزخ کا عذاب ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا۔ — جس نے کسی مومن کو عمداً قتل کیا اس کی جزا جہنم ہے اور وہ اس میں ہمیشہ رہے گا۔

اور اخبار میں بھی آیا ہے کہ جو شخص ایک نماز فریضہ کو عمداً قضا کرے گا۔ اس کو ایک حقبہ دوزخ میں عذاب دیں گے۔ پس دوزخ کا عذاب صرف کفار کے ساتھ مخصوص نہ رہا۔

میں کہتا ہوں کہ قتل کا یہ عذاب اس شخص کے لیے ہے جو قتل کو حلال جانے ، کیونکہ قتل کو حلال جاننے والا کافر ہے ، جیسے کہ مفسرین نے ذکر کیا ہے۔ اور کفر کے سوا اور بُرائیاں جن کے لیے دوزخ کا عذاب آیا ہے۔ وہ بھی صفات کفر کی آمیزش سے خالی نہ ہونگی۔ جیسے کہ اس بُرائی کو خفیف سمجھنا اور اس کے بجالانے کے وقت لاپرواہی کرنا اور شریعت کے امر و نہی کو خوار سمجھنا وغیرہ وغیرہ۔

اور حدیث میں آیا ہے :

شَفَاعَتِيْ لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِيْ۔[2] — میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے ہوگی۔

---

[1] سورہ انعام ، پارہ ۷۔
[2] ترمذی و ابو داؤد و ابن ماجہ بروایت انس رضی اللہ عنہ۔



Marfat.com

اور دوسری جگہ فرمایا ہے کہ:

اُمَّتِیْ اُمَّۃٌ مَّرْحُوْمَۃٌ لَا عَذَابَ لَهَا فِی الْاٰخِرَۃِ۔[1] میری امت امت مرحومہ ہے۔ اس کو عذاب آخرت نہ ہوگا۔

اور آیت کریمہ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ اسی مضمون کی مؤید ہے، جیسے کہ مذکور ہوا۔ اور مشرکوں کے اطفال اور شاہفان جبل اور پیغمبروں کے زمانۂ فترت کے مشرکوں کا حال اُس مکتوب میں جو فرزندی محمد سعید کے نام لکھا ہے مفصل ذکر ہو چکا ہے وہاں سے معلوم کر لیں۔

اور ایمان کے کم و زیادہ ہونے میں علما کا اختلاف ہے۔ امام اعظم کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

اَلْاِیْمَانُ لَا یَزِیْدُ وَلَا یَنْقُصُ۔ ایمان نہ زیادہ ہوتا ہے نہ کم۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

یَزِیْدُ وَیَنْقُصُ۔ ایمان زیادہ اور کم ہوتا ہے۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ ایمان قلبی تصدیق اور یقین سے مراد ہے جس میں زیادت اور نقصان کی گنجائش نہیں۔ اور وہ جو زیادت اور نقصان کو قبول کرے دائرہ ظن میں داخل ہے نہ یقین میں۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اعمال صالحہ کا بجالانا اس یقین کو روشن کر دیتا ہے۔ اور بُرے اعمال کا بجالانا اس یقین کو مکدر و سیاہ کر دیتا ہے۔ پس زیادت اور نقصان اعمال کے اعتبار سے اس یقین کے روشن ہونے میں ثابت ہوئی نہ کہ نفس یقین میں۔ بعض نے اس یقین کو جب کہ منجلی اور روشن معلوم کیا تو اس یقین کی نسبت جو انجلا اور روشنی نہیں رکھتا زیادہ نہیں کہہ دیا۔ گویا بعض نے غیر منجلی یقین کو یقین نہ جانا۔ اور انہی بعض نے منجلی کو یقین جان کر ناقص کہہ دیا۔ اور بعض دوسروں نے جو زیادہ تیز نظر رکھتے تھے، جب دیکھا کہ یہ زیادت اور نقصان صفات یقین کی طرف راجع ہے نہ کہ نفس یقین کی طرف۔ تو اس سبب سے یقین کو غیر زائد و ناقص کہہ دیا جس طرح کہ دو آئینے جو باہم برابر ہوں، لیکن انجلا اور نورانیت میں تفاوت رکھتے ہوں تو ایک شخص اس آئینہ کو جو زیادہ روشن ہے اور نمائندگی زیادہ رکھتا ہے اکہہ دے کہ یہ آئینہ بہ نسبت اُس آئینے کے جس میں ویسی روشنی اور انجلا نہیں ہے، زیادہ ہے۔ اور دوسرا شخص کہہ دے کہ یہ دونوں آئینے برابر ہیں اور ان میں کسی قسم کی زیادت اور نقصان نہیں ہے۔ فرق صرف انجلا اور نمایندگی میں ہے جو ان دونوں

[1] خطیب اور ابن النجار بروایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔



Marfat.com

آئینوں کی صفات ہیں۔ پس دوسرے شخص کی نظر صائب ہے اور حقیقت شے تک نافذ ہے۔ اور شخص اول کی نظر کوتاہ ہے۔ اور صفت سے بڑھ کر ذات تک نہیں پہنچتی ہے :

| | |
|---|---|
| یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ | اللہ تعالیٰ ایمان داروں کو بلند کرتا ہے اور |
| وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ۔ | جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے وہ لوگ صاحب درجات |
| (پ۲۸۔ ع ۲) | بلند ہیں۔ |

اس تحقیق سے کہ جس کے اظہار کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس فقیر کو توفیق بخشی۔ مخالفوں کے وہ سب اعتراض جو انہوں نے ایمان کے کم و بیش نہ ہونے پر کیے ہیں۔ زائل ہو گئے۔ اور عام مومنوں کا ایمان تمام وجوہ میں انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ایمان کی طرح نہ ہوا۔ کیونکہ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ایمان جو کامل طور پر منجلی اور نورانی ہے۔ عام مومنوں کے ایمان سے جو مومنوں کے درجوں کے اختلاف کے بموجب بہت سی ظلمتیں اور کدورتیں رکھتا ہے۔ اور اسی طرح حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ایمان جو وزن میں اس امت کے ایمان سے زیادہ ہے۔ انجلا اور نورانیت کے اعتبار سے سمجھنا چاہیے۔ اور زیادت کو صفات کاملہ کی طرف راجع کرنا چاہیے۔ کیا نہیں دیکھتے کہ انبیا ء علیہم الصلوٰۃ والسلام نفس انسانیت میں عام لوگوں کے ساتھ برابر ہیں اور حقیقت اور ذات میں سب باہم متحد ہیں۔ تفاضل یعنی ایک کا دوسرے سے افضل ہونا صفات کاملہ کے اعتبار سے ہے۔ اور جس میں یہ صفات کامل نہیں ہیں، گویا وہ اس نوع سے خارج ہے اور اس نوع کے فضائل اور خواص سے محروم ہے۔ لیکن باوجود اس تفاوت کے نفس انسانیت میں زیادت اور نقصان کا کوئی دخل نہیں اور نہیں کر سکتے کہ وہ انسانیت زیادت و نقصان کے قابل ہے۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

اور نیز کہتے ہیں کہ تصدیق ایمانی سے مراد بعض کے نزدیک تصدیق منطقی ہے، جو ظن اور یقین کو شامل ہے۔ اس تقدیر پر نفس ایمان میں زیادت اور نقصان کی گنجائش ہے۔ لیکن صحیح یہی ہے کہ اس جگہ تصدیق سے مراد دلی یقین اور اذعان ہے نہ کہ معنی عام جو ظن کو بھی شامل ہیں۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اَنَا مُؤْمِنٌ حَقًّا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: اَنَا مُؤْمِنٌ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالیٰ در حقیقت ان میں نزاع لفظی ہے۔ لیکن مذہب اول باعتبار ایمان حال کے ہے اور مذہب ثانی باعتبار ایمان انجام اور عاقبت ہے۔ لیکن صورت استثنا سے کنارہ کرنا بہتر اور مناسب ہے کَمَا لَا یَخْفٰی عَلَی الْمُنْصِفِ جیسے کہ منصف آدمی پر مخفی نہیں ہے۔

عقیدہ بیسواں: اور اولیاء اللہ کی کرامتیں حق ہیں۔ اور ان سے بکثرت خرق عادات کے واقع ہونے کے



Marfat.com

باعث ان کی یہ بات عادت مستمرہ ہو گئی۔ اور کرامت کا منکر علم عادی اور ضروری کا منکر ہے۔ نبی کا معجزہ دعویٰ نبوت کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے۔ اور کرامت اس بات سے خالی ہے۔ بلکہ اس نبی کی متابعت کے اقرار کرنے کے ساتھ ملی ہوتی ہے :

فَلَا اشْتِبَاهَ بَيْنَ الْمُعْجِزَةِ وَالْكَرَامَةِ كَمَا زَعَمَ الْمُنْكِرُوْنَ۔

پس معجزہ اور کرامت کے درمیان کوئی اشتباہ نہ رہا جیسے کہ منکروں نے گمان کیا ہے۔

## عقیدہ اکیسواں :

اور فضیلت کی ترتیب خلفائے راشدین کے درمیان خلافت کی ترتیب کے موافق ہے۔ لیکن شیخین کی افضلیت صحابہ اور تابعین کے اجماع سے ثابت ہوئی ہے۔ چنانچہ بڑے بڑے آئمہ کی ایک جماعت نے جن میں سے ایک امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ اس بات کو نقل کیا ہے :

قَالَ الشَّيْخُ الْإِمَامُ أَبُو الْحَسَنِ الْأَشْعَرِيُّ إِنَّ تَفْضِيْلَ أَبِيْ بَكْرٍ رض ثُمَّ عُمَرَ رض عَلٰى بَقِيَّةِ الْأُمَّةِ قَطْعِيٌّ

شیخ امام ابوالحسن اشعری فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت باقی امت پر قطعی ہے۔

قَالَ الذَّهَبِيُّ قَدْ تَوَاتَرَ عَنْ عَلِيٍّ فِيْ خِلَافَتِهٖ وَكُرْسِيِّ مَمْلَكَتِهٖ وَبَيْنَ الْجَمِّ الْغَفِيْرِ مِنْ شِيْعَتِهٖ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رض وَعُمَرَ رض أَفْضَلُ الْأُمَّةِ ثُمَّ قَالَ وَرَوَاهُ عَنْ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجْهَهٗ نَيِّفٌ وَّثَمَانُوْنَ نَفْسًا وَّعَدَّ مِنْهُمْ جَمَاعَةً۔ ثُمَّ قَالَ فَقَبَّحَ اللّٰهُ الرَّافِضَةَ مَا أَجْهَلَهُمْ

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ان کی خلافت و مملکت کے زمانہ میں اور آپ کے تابعداروں میں سے ایک جم غفیر کے درمیان یہ بات بطریق تواتر ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت ابوبکر رض اور حضرت عمر رض تمام امت میں سے افضل ہیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ اس بات کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اسّی سے کچھ زیادہ آدمیوں نے روایت کیا ہے اور ان میں سے ایک جماعت کا نام بھی لیا ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ رافضیوں کو بُرا کرے یہ کیسے جاہل ہیں۔

وَرَوَى الْبُخَارِيُّ عَنْهُ أَنَّهٗ قَالَ خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ أَبُوْ بَكْرٍ رض ثُمَّ عُمَرُ رض ثُمَّ رَجُلٌ اٰخَرُ فَقَالَ ابْنُهٗ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَنَفِيَّةِ

اور بخاری نے اُن سے روایت کی فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب لوگوں میں سے بہتر حضرت ابوبکر رض ہیں پھر حضرت عمر رض پھر ایک اور شخص۔ پس اس کے بیٹے محمد بن حنفیہ نے کہا کہ پھر تو۔ پس فرمایا



Marfat.com

ثُمَّ اَنْتَ فَقَالَ اِنَّمَا اَنَا رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ — میں تو ایک مسلمان شخص ہوں۔

وَصَحَّحَ الذَّهَبِيُّ وَغَيْرُهٗ عَنْ عَلِيٍّ رض اِنَّهٗ قَالَ اَلَا اِنَّهٗ بَلَغَنِيْ اَنَّ رِجَالًا يُفَضِّلُوْنِيْ عَلَيْهِمَا وَمَنْ وَجَدْتُهٗ فَضَّلَنِيْ عَلَيْهِمَا فَهُوَ مُفْتَرٍ عَلَيْهِ مَا عَلَى الْمُفْتَرِيْ — امام ذہبی نے حضرت علی رضہ سے صحیح کیا ہے آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ لوگ مجھے ان دونوں پر فضیلت دیتے ہیں۔ اور جس کو میں پاؤں گا کہ مجھے ان پر فضیلت دیتا ہے وہ مفتری ہے اور اسکی سزا بھی وہی ہو گی جو مفتری کی ہوتی ہے۔

وَاَخْرَجَ الدَّارَقُطْنِيُّ عَنْهُ لَا اَجِدُ اَحَدًا فَضَّلَنِيْ عَلٰى اَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ رض اِلَّا جَلَدْتُّهٗ حَدَّ الْمُفْتَرِيْ۔ — اور دارقطنی نے آپ سے روایت کی ہے کہ جس کو میں دیکھوں کہ مجھے حضرت ابوبکر رضہ اور حضرت عمر رضہ پر فضیلت دیتا ہے تو میں اس کو اتنے کوڑے لگاؤں گا جو مفتری کی سزا ہے۔

اس قسم کی اور بہت سی مثالیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اور ان کے سوا اور بہت سے صحابہ سے متواتر آئی ہیں، جن میں کسی کو انکار کی مجال نہیں ہے، حتیٰ کہ عبدالرزاق جو اکابر شیعہ میں سے ہے کہتا ہے کہ:

اُفَضِّلُ الشَّيْخَيْنِ بِتَفْضِيْلِ عَلِيٍّ رض اِيَّاهُمَا عَلٰى نَفْسِهٖ وَاِلَّا لَمَا فَضَّلْتُهُمَا كَفٰى بِيْ وِزْرًا اَنْ اُحِبَّهٗ ثُمَّ اُخَالِفَهٗ — میں شیخین کو اس لیے فضیلت دیتا ہوں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خود اپنے اوپر ان کو فضیلت دی ہے ورنہ میں ان کو کبھی فضیلت نہ دیتا مجھے یہی گناہ کافی ہے کہ میں اس کو دوست رکھوں اور پھر اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

كُلُّ ذٰلِكَ مُسْتَفَادٌ مِّنَ الصَّوَاعِقِ (یہ سب کچھ صواعق محرقہ سے لیا گیا ہے)۔

لیکن حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر۔ پس اکثر اہل سنت اس بات پر ہیں کہ شیخین رضہ کے بعد افضل حضرت عثمان رضہ ہیں۔ حضرت علی رضہ اور سائمہ اربعہ مجتہدین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور وہ توقف جو حضرت عثمان رضہ کی فضیلت میں امام مالک رضہ سے نقل کیا ہے۔ اس کے بارہ میں قاضی عیاض نے کہا ہے کہ امام مالک رضہ نے توقف سے حضرت عثمان رضہ کی تفضیل کی طرف رجوع کیا ہے اور قرطبی نے کہا ہے کہ هُوَ الْاَصَحُّ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى یہی درست ہے۔ اور ایسے ہی توقف جو بعض نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے سمجھا ہے کہ:

مِنْ عَلَامَاتِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ تَفْضِيْلُ الشَّيْخَيْنِ وَمَحَبَّةُ الْخَتَنَيْنِ۔ — شیخین کی تفضیل اور ختنین کی محبت سنت وجماعت کی علامات میں سے ہے۔



Marfat.com

اس فقیر کے نزدیک اس عبادت کے اختیار کرنے کا محل اور ہے۔ چونکہ حضرات ختنین رضی خلافت کے زمانہ میں فتنہ وفساد لوگوں میں بہت ظاہر ہو گیا تھا۔ اور اس سبب سے لوگوں کے دلوں میں بہت کدورت آگئی تھی۔ اس لیے امام رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کو مدنظر رکھ کر ان کے حق میں محبت کا لفظ اختیار کیا ہے اور ان کی دوستی کو سنت کی علامات سے فرمایا ہے۔ بغیر اس امر کے کہ کسی قسم کا توقف ملحوظ ہو۔ اور ہو بھی کیونکر جب کہ حنفیہ کی کتابیں اس مضمون سے بھری ہیں کہ ان کی افضلیت ان کی خلافت کی ترتیب پر ہے۔

الغرض شیخین رضی کی افضلیت یقینی ہے۔ اور حضرت عثمانؓ کی افضلیت اس سے کمتر ہے۔ لیکن احوط یہی ہے کہ حضرت عثمانؓ کی افضلیت کے منکر بلکہ شیخینؓ کی افضلیت کے منکر کو بھی کفر کا حکم نہ کریں اور مبتدع اور ضال جانیں کیونکہ اس کی تکفیر میں علما کا اختلاف ہے۔ اور اس اجماع کے قطعی ہونے میں بہت قیل وقال ہے۔ ایسا منکر یزید بدبخت کا ساتھی اور بھائی ہے کہ اسی احتیاط کے باعث علما نے اس کے لعن کرنے میں توقف کیا ہے۔ وہ ایذا جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خلفائے راشدین کی جہت سے پہنچی ہے۔ وہ بعینہٖ اسی ایذا کی طرح ہے جو امامینؓ کی جہت سے پہنچی ہے۔ علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات۔

| | |
|---|---|
| قَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اَللّٰہَ اللّٰہَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْھُمْ غَرَضًا مِنْ بَعْدِیْ فَمَنْ اَحَبَّھُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّھُمْ وَمَنْ اَبْغَضَھُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَھُمْ وَمَنْ اٰذَاھُمْ فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَیُوْشِکُ اَنْ یَّاْخُذَہٗ۔ | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے اصحاب کے بارہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اور ان کو میرے بعد نشانہ نہ بناؤ۔ جس نے ان کو دوست رکھا اس نے گویا میری محبت کے باعث ان کو دوست رکھا۔ اور جس نے ان سے بغض کیا اس نے گویا میرے ہی بغض کے باعث ان سے بغض رکھا۔ اور جس نے ان کو ایذا دی۔ اس نے گویا مجھے ایذا دی۔ اور جس نے مجھ کو ایذا دی۔ اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔ اور جس نے اللہ اور رسول کو ایذا دی وہ اس کو مواخذہ کرے گا۔ |

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

| | |
|---|---|
| اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔ | وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ |

اور جو کچھ مولانا سعد الدین نے شرح عقاید نسفی میں اس افضلیت کے حق میں انصاف سمجھا ہے۔ وہ

لہ ترمذی شریف۔ ۲ہ سورۂ احزاب، پارہ ومن یقنت۔



Marfat.com

انصاف سے دور ہے۔ اور وہ تردید جو اس نے کی ہے وہ سراسر لاحاصل ہے۔ کیونکہ علما کے نزدیک یہ بات مقرر ہے کہ اس جگہ افضلیت سے وہ مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بکثرت ثواب کے اعتبار سے ہے نہ کہ وہ افضلیت جو فضائل اور مناقب کے بکثرت ظاہر ہونے کے اعتبار سے ہے۔ کیونکہ ایسی افضلیت عقلمندوں کے نزدیک کچھ اعتبار نہیں رکھتی۔ کیونکہ سلف صحابہ و تابعین نے جس قدر فضائل و مناقب حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی نسبت نقل کیے ہیں وہ اور کسی صحابی کی نسبت منقول نہیں ہیں حتٰی کہ امام احمد رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ:

مَا جَآءَ لِاَحَدٍ مِّنَ الصَّحَابَۃِ مِنَ الْفَضَائِلِ مَا جَآءَ لِعَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ — اور جو فضائل حضرت علی رضہ کے بارہ میں آئے ہیں وہ کسی اور صحابی کی نسبت نہیں آئے۔

اور باوجود اس امر کے امام مذکورؒ نے خلفائے ثلثہ کی افضلیت کا حکم کیا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ افضلیت کی وجہ ان فضائل و مناقب کے سوا کچھ اور ہے۔ اور اس افضلیت پر اطلاع پانا دولت وحی کی ان مشاہدہ کرنے والوں کو میسر ہے جنہوں نے صریح طور پر یا قرائن سے معلوم کی ہے۔ اور وہ صحابہ پیغمبر علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات ہیں پس جو کچھ شارح عقائد نسفی نے کہا ہے اگر مراد افضلیت سے کثرت ثواب ہے تو پھر توقف کی جہت ساقط ہے۔ کیونکہ توقف کی تبھی گنجائش ہوتی ہے۔ جب کہ اس افضلیت کو صاحب شریعت کی طرف سے صریح طور پر یا دلالت کے طور پر معلوم نہ کیا ہو۔ اور جب معلوم ہو چکی ہو تو پھر کیوں توقف کریں۔ اور اگر معلوم نہ کیا ہو تو پھر افضلیت کا حکم کیا کریں۔ اور جو شخص سب کو برابر جانے اور ایک کو دوسرے پر فضیلت دینا فضول سمجھے۔ وہ بوالفضول اور احمق ہے۔ وہ کیسا عجب بوالفضول ہے جو اہل حق کے اجماع کو فضول جانتا ہے۔ شاید فضل کا لفظ اس کو اس فضولی کی طرف لے گیا ہے اور یہ جو صاحب فتوحات مکیہ نے کہا ہے کہ ان کی خلافت کی ترتیب کا سبب ان کی عمروں کی مدت ہے۔ فضیلت میں مساوات پر دلالت نہیں کرتا۔ کیونکہ خلافت امر دیگر ہے۔ اور افضلیت کی بحث دیگر اور اگر مان بھی لیں تو یہ بات اور اس قسم کی اور باتیں اس کے شطحیات کی قسم سے ہیں، جو تمسک کے لائق نہیں ہیں۔ اس کے اکثر کشفیہ معارف جو اہل سنت کے علوم سے جدا واقع ہوئے ہیں، صواب اور بہتری سے دور ہیں۔ ایسی باتوں کی وہی شخص متابعت کرتا ہے جس کا دل بیمار ہے یا مقلد صرف ہے۔

اور جو کچھ صحابہ کے درمیان لڑائی جھگڑے واقع ہوئے ہیں ان کو نیک توجیہ پر محمول کرنا چاہیے۔ اور ہوا و تعصب سے دور سمجھنا چاہیے۔

تفتازانی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی محبت میں افراط کرنے کے باوجود فرمایا ہے:



Marfat.com

وَمَا وَقَعَ مِنَ الْمُخَالَفَاتِ وَالْمُحَارَبَاتِ لَمْ يَكُنْ عَنْ نِزَاعٍ فِي خِلَافَةٍ بَلْ عَنْ خَطَاءٍ فِي الْاِجْتِهَادِ

اور جو لڑائی جھگڑے ان کے درمیان واقع ہوئے ہیں وہ خلافت کے بارہ میں نزاع کے باعث نہ تھے۔ بلکہ اجتہاد میں خطا کے سبب تھے۔

اور اس کے حاشیہ خیالی میں ہے:

فَاِنَّ مُعَاوِيَةَ وَاَحْزَابَهُ بَغَوْا عَنْ طَاعَتِهِ مَعَ اعْتِرَافِهِمْ بِاَنَّهُ اَفْضَلُ اَهْلِ زَمَانِهِ الْاَحَقُّ بِالْاِمَامَةِ مِنْهُ بِشُبْهَةٍ هِيَ تَرْكُ الْقِصَاصِ عَنْ قَتَلَةِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ۔

کہ معاویہ اور اس کے لشکر نے اس کی طاعت سے سرکشی کی، باوجودیکہ وہ مانتے تھے کہ وہ تمام اہل زمانہ سے افضل ہے۔ اور نیز وہ اس سے امامت کا زیادہ مستحق ہے از روئے شبہ کے اور وہ حضرت عثمان رض کے قاتلوں سے قصاص کا ترک کرنا ہے۔

اور حاشیہ قرۃ کمال قری میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت علی رض نے فرمایا ہے:

اِخْوَانُنَا بَغَوْا عَلَيْنَا وَلَيْسُوْا كَفَرَةً وَلَا فَسَقَةً لِمَا لَهُمْ مِنَ التَّاوِيْلِ۔

ہمارے بھائیوں نے ہم پر بغاوت کی حالانکہ نہ وہ کافر ہیں اور نہ ہی فاسق کیونکہ ان کے لیے تاویل ہے۔

اور شک نہیں کہ خطائے اجتہادی ملامت سے دور ہے اور طعن و تشنیع سے مرفوع ہے۔

حضرت خیر البشر علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والتحیات کی صحبت کے حقوق کو مدنظر رکھ کر تمام اصحاب کرام کو نیکی سے یاد کرنا چاہیے۔ اور پیغمبر علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات کی دوستی کے باعث ان کو دوست رکھنا چاہیے:

مَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّيْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِيْ اَبْغَضَهُمْ۔

جس نے ان کو دوست رکھا اس نے میری محبت سے ان کو دوست رکھا اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میرے بغض کے باعث ان سے بغض رکھا۔

یعنی وہ محبت جو میرے اصحاب کے متعلق ہے وہ وہی محبت ہے جو مجھ سے متعلق ہے۔ اور ایسے ہی وہ بغض جو ان سے متعلق ہے وہ وہی بغض ہے جو مجھ سے متعلق ہے۔ ہم کو حضرت امیر رض کے ساتھ لڑائی کرنے والوں سے کچھ آشنائی نہیں ہے۔ بلکہ مناسب ہے کہ ہم ان سے بیزار ہیں۔ لیکن چونکہ سب کے سب حضرت پیغمبر صلوات اللہ وسلامہ کے اصحاب کرام ہیں جن کی محبت کے لیے ہم مامور اور ان کے بغض و ایذا سے ممنوع ہیں۔ اس لیے ہم حضرت پیغمبر علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کی دوستی کے باعث سب کو دوست رکھتے ہیں اور ان کے بغض و ایذا سے دور بھاگتے ہیں۔ کیونکہ ان کا بغض و ایذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغض و ایذا



Marfat.com

تک پہنچا دیتا ہے۔ لیکن مُحق کو مُحق اور مخطی کو مخطی کہتے ہیں یعنی حضرت امیر رض حق پر تھے اور ان کے مخالف خطا پر اس سے زیادہ کہنا فضول ہے۔

اس مبحث کی تحقیق اُس مکتوب میں جو خواجہ محمد اشرف کی طرف لکھا ہے، مفصل ذکر ہو چکی ہے۔ اگر کوئی بات مخفی رہ گئی ہو تو اس مکتوب کی طرف رجوع کریں۔

عقائد کے درست کرنے کے بعد احکام فقہ کا سیکھنا ضروری ہے۔ اور فرض و واجب وحلال و حرام وسنت و مندوب ومشتبہ ومکروہ کے جاننے سے چارہ نہیں ہے اور ایسے ہی اس علم کے موافق عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ فقہ کی کتابوں کا مطالعہ ضروری سمجھیں اور اعمال صالحہ کے بجالانے میں بڑی کوشش مدّنظر رکھیں۔ نماز جو دین کا ستون ہے اس کے تھوڑے سے فضائل اور ارکان بیان کیے جاتے ہیں، غور سے سُنیں۔

اوّل وضو کے کامل اور پورے طور پر کرنے سے چارہ نہیں ہے۔ ہر عضو کو تین بار تمام وکمال طور پر دھونا چاہیئے تاکہ وضو بروجہ سنت ادا ہو۔ اور سر کا مسح بالاستیعاب (یعنی سارے سر کا مسح) کرنا چاہیئے۔ اور کانوں اور گردن کے مسح میں احتیاط کرنی چاہیے۔ اور بائیں ہاتھ کی خنصر یعنی چھنگلی سے پاؤں کی انگلیاں کے نیچے کی طرف سے خلال کرنا لکھا ہے اس کی رعایت رکھیں اور مستحب کے بجالانے کو تھوڑا نہ جانیں۔ مستحب اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ اور دوست ہے اگر تمام دنیا کے عوض اللہ تعالیٰ کا ایک پسندیدہ فعل معلوم ہو جائے، اور اس کے مطابق عمل میسّر ہو جائے تو بھی غنیمت ہے۔ اس کا بعینہٖ یہی حکم ہے کہ کوئی خزف ریزوں یعنی ٹھیکروں سے قیمتی موتی خرید لے۔ یا بے ہودہ اور بے فائدہ جماد یعنی پتھر سے روح کو حاصل کرلے۔

کمال طہارت اور کامل وضو کے بعد نماز کا قصد کرنا چاہیے۔ جو مومن کا معراج ہے۔ اور کوشش کرنا چاہیے کہ فرض نماز جماعت کے بغیر ادا نہ ہونے پائے بلکہ امام کے ساتھ تکبیر اولیٰ ترک نہ کرنی چاہیے اور نماز کو مستحب وقت میں ادا کرنا چاہیے۔ اور قرأت میں قدر مسنون کو مدّنظر رکھنا چاہیے اور رکوع وسجود میں طمانیت ضروری ہے۔ کیونکہ بقول مختار یا فرض ہے یا واجب اور قومہ میں اس طرح سیدھا کھڑا ہونا چاہیے کہ تمام بدن کی ہڈیاں اپنی اپنی جگہ پر آجائیں۔ اور سیدھا کھڑا ہونے کے بعد طمانیت درکار ہے۔ کیونکہ فرض ہے یا واجب یا سنت علیٰ اختلاف الاقوال۔ ایسے ہی جلسہ میں جو دو سجدوں کے درمیان ہے۔ درست بیٹھنے کے بعد اطمینان ضروری ہے جیسے کہ قومہ میں۔ اور رکوع وسجود کی کمتر تسبیحیں تین بار ہیں اور زیادہ سے زیادہ سات بار یا گیارہ بار ہیں، علیٰ اختلاف الاقوال۔ اور امام کی تسبیح



Marfat.com

مقتدیوں کے حال کے موافق ہے۔ شرم کی بات ہے کہ انسان اکیلا ہونے کی حالت میں باوجود طاقت کے اقل تسبیحات پر کفایت کرے۔ اگر زیادہ نہ ہو سکے تو پانچ یا سات بار تو کہے۔ اور سجدہ کرنے کے وقت اوّل وہ اعضا زمین پر رکھے جو زمین کے نزدیک ہیں۔ پس اوّل دونوں زانو زمین پر رکھے پھر دو ہاتھ پھر ناک پھر پیشانی اور زانو اور ہاتھ رکھنے کے وقت دائیں طرف سے شروع کرنا چاہیے۔ اور سر کے اٹھاتے کے وقت اوّل ان اعضا کو اٹھانا چاہیے جو آسمان سے نزدیک ہیں۔ پس پہلے پیشانی اُٹھانی چاہیے الخ اور قیام کے وقت اپنی نظر کو سجدہ کی جگہ پر اور رکوع کے وقت اپنے پاؤں پر، اور سجدہ کے وقت نوک بینی پر اور جلوس کے وقت اپنے دونوں ہاتھوں پر یا دونوں بغلوں کی طرف رکھنا چاہیے۔ جب نظر کو پراگندہ ہونے سے روک رکھیں اور مذکورہ بالا جگہوں پر لگائے رکھیں تو سمجھ لینا چاہیے کہ نماز جمعیت کے ساتھ میسر ہو گئی۔ اور خشوع والی نماز حاصل ہو گئی جس طرح کہ نبی علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہے۔ اور ایسے ہی رکوع کے وقت دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کا کھلا رکھنا اور سجود کے وقت انگلیوں کا ملانا سنت ہے۔ اس کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے۔ انگلیوں کا کھلا رکھنا یا ملانا بے تقریب اور بے فائدہ نہیں ہے۔

صاحب شرع نے اس میں کئی قسم کے فائدے ملاحظہ کر کے اس پر عمل کیا ہے۔ ہمارے لیے صاحب شریعت علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے برابر کوئی فائدہ نہیں ہے۔ یہ سب احکام مفصل اور واضح طور پر کتب فقہیہ میں مذکور ہیں۔ یہاں بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ علم فقہ کے مطابق عمل بجا لانے پر ترغیب ہو۔

وَفَّقَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَاِيَّاكُمْ عَلَى الْاَعْمَالِ الصَّالِحَةِ الْمُوَافِقَةِ لِلْعُلُوْمِ الشَّرْعِيَّةِ بَعْدَ اَنْ وَفَّقَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ بِتَصْحِيْحِ الْعَقَائِدِ الدِّيْنِيَّةِ بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَعَلٰى اٰلِ كُلٍّ مِّنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِيْمَاتِ اَكْمَلُهَا۔

اللہ تعالیٰ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ہم کو اور آپ کو دینی عقائد کے درست ہونے کے بعد شرعی علوم کے موافق اعمال صالحہ کے بجا لانے کی بھی توفیق دیوے۔

اگر نماز کے فضائل اور اس کے مخصوصہ کمالات کے معلوم کرنے کا شوق ہو۔ تو تین مکتوبوں کو جو ایک دوسرے کے قریب و متصل ہیں مطالعہ کریں۔ پہلا مکتوب فرزندی محمد صادق کے نام پر۔ اور دوسرا میر محمد نعمان کے نام پر۔ اور تیسرا حشمت مآب میاں شیخ تاج کے نام لکھا ہے۔

ان اعتقادی اور عملی دو پروں کے حاصل ہونے کے بعد اگر اللہ جل سلطانہٗ کی توفیق رہنمائی کرے



Marfat.com

تو صوفیہ کے طریقہ علیہ کا سلوک کرے۔ نہ اس غرض کے لیے کہ اس اعتقاد اور عمل سے بڑھ کر کچھ چیز حاصل ہو اور کوئی نئی بات ہاتھ آئے۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ معتقدات کی نسبت ایسا یقین اور اطمینان حاصل کریں۔ جو ہرگز کسی مشکک سے زائل نہ ہو۔ اور کسی شبہہ کے وارد ہونے سے باطل نہ ہو۔ کیونکہ استدلال کے چوپاؤں ہوتے ہیں اور مستدل بے تمکین ہوتا ہے:

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ خبردار اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے

اور اعمال کی نسبت آسانی اور سہولت حاصل کریں۔ اور سرکشی کو جو نفس امارہ سے پیدا ہوتی ہے دور کریں۔ اور طریقہ صوفیہ کے سلوک سے یہ مقصود نہیں ہے کہ غیبی صورتوں اور شکلوں کا مشاہدہ کریں اور رالوان وانوار کا معائنہ کریں۔ یہ بات خود لہو ولعب میں داخل ہے۔ کیا حسی صورتیں اور شکلیں کم ہیں کہ ان کو چھوڑ کر ریاضتوں اور مجاہدوں کے ساتھ غیبی صورتوں اور انوار کی تمنا کریں۔ یہ صورتیں اور وہ صورتیں اور یہ انوار اور وہ انوار سب حق جل وعلیٰ کے مخلوق اور اس کے وجود پر دلالت کرنے والے نشانات ہیں۔

اور طرق صوفیہ میں سے طریقہ علیہ نقشبندیہ کا اختیار کرنا بہت مناسب اور بہتر ہے کیونکہ ان بزرگواروں نے سنت کی متابعت کو لازم پکڑا ہے اور بدعت سے اجتناب کیا ہے یہی وجہ ہے کہ اگر ان کو متابعت کی دولت حاصل ہو۔ اور احوال کچھ بھی نہ ہوں تو خوش ہیں۔ اور اگر احوال کے باوجود متابعت میں فتور رہ جائیں تو احوال کو پسند نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ ان بزرگواروں نے سماع و رقص کو جائز نہیں سمجھا اور ان احوال کا جو ان پر مترتب ہوتے ہیں کچھ اعتبار نہیں کیا ہے بلکہ ذکر جہر کو بھی بدعت جان کر اس سے منع کیا ہے۔ اور وہ فائدے اور ثمرے جو اس پر مترتب ہوتے ہیں ان کی طرف التفات نہیں کی۔

ایک دن میں حضرت ایشاں رحمۃ اللہ علیہ کی ملازمت میں مجلس طعام میں حاضر تھا۔ شیخ کمال نے جو حضرت خواجہ قدس سرہ کے مخلص دوستوں میں تھا کھانا شروع کرتے وقت حضرت ایشاں کے حضور میں اسم اللہ کو بلند کہا، حضور کو بہت ناخوش معلوم ہوا۔ اور یہاں تک جھڑکا اور فرمایا کہ اس کو کہہ دو کہ ہماری مجلس طعام میں حاضر نہ ہوا کرے۔

اور میں نے حضرت ایشاں سے سنا ہے کہ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ علمائے بخارا کو جمع کر کے حضرت امیر قدس سرہ کی خانقاہ میں لے گئے تھے تاکہ ان کو ذکر جہر سے منع کریں۔ علما نے حضرت امیر کی خدمت میں عرض کیا کہ ذکر جہر بدعت ہے نہ کیا کریں انھوں نے جواب میں فرمایا کہ نہ کریں گے۔

جب اس طریقہ کے بزرگوار ذکر جہر سے منع کرنے میں اس قدر مبالغہ کرتے ہیں تو پھر سماع اور رقص اور وجد کا ذکر کیا ہے اور احوال و مواجید جو غیر شرعی اسباب پر مترتب ہوں فقیر کے نزدیک استدراج کی قسم



Marfat.com

سے ہیں کیونکہ استدراج والوں کو بھی احوال و اذواق حاصل ہوتے ہیں۔ اور جہان کی صورتوں کے آئینوں میں کشف و توحید اور مکاشفہ و معائنہ ان کو ظاہر ہو جاتا ہے۔ اس امر میں حکمائے یونان اور ہند کے جوگی اور برہمن سب برابر ہیں۔ احوال کے سچا اور صادق ہونے کی علامت علوم شرعیہ کے ساتھ ان کا موافق ہونا اور محرمہ اور مشتبہ امور کے ارتکاب سے بچنا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ سماع و رقص در حقیقت لہو و لعب میں داخل ہے۔ آیت کریمہ:

| | |
|---|---|
| وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ۔ (سورۂ لقمٰن)[1] | اور لوگوں میں (کوئی) ایسا بھی (نالائق) ہے جو واہیات (خرافات) قصّے کہانیاں مول لے لیتا ہے۔ |

سرود کے منع ہونے کے شان میں نازل ہوئی ہے۔

چنانچہ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ جو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شاگرد ہے اور کبائر تابعین سے ہے کہتا ہے، لَهْوَ الْحَدِيْثِ سے مراد سرود ہے۔

فِى الْمَدَارِكِ: لَهْوَالْحَدِيْثِ، اَلسَّمَرُ وَالْغِنَاءُ وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَابْنُ مَسْعُوْدٍ يَحْلِفَانِ اَنَّهُ الْغِنَاءُ۔ تفسیر مدارک میں ہے کہ لَهْوَالْحَدِيْث سے مراد سمر یعنی بے ہودہ قصّے کہانیاں اور سرود ہے۔ اور حضرت ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم قسم کھاتے تھے کہ بے شک وہ غنا اور سرود ہے۔

حضرت مجاہد اللہ تعالیٰ کے قول لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ (زُور میں حاضر نہیں ہوتے) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

| | |
|---|---|
| اَىْ لَا يَحْضُرُوْنَ الْغِنَاءَ۔ | یعنی سرود و سماع میں حاضر نہیں ہوتے۔ |

اور امام الہدیٰ ابو منصور ماتریدی سے حکایت کی گئی ہے کہ:

| | |
|---|---|
| مَنْ قَالَ لِمُقْرِىءِ زَمَانِنَا اَحْسَنْتَ عِنْدَ قِرَاءَتِهٖ يَكْفُرُ وَبَانَتْ مِنْهُ اِمْرَءَتُهٗ وَاَحْبَطَ اللّٰهُ تَعَالٰى كُلَّ حَسَنَاتِهٖ | جس نے ہمارے زمانہ کے کسی قاری کو قراءت کے وقت کہا کہ تو نے بہت اچھا پڑھا کافر ہو جاتا ہے اور اس کی عورت اس سے جدا ہو جاتی ہے۔ اور اس کی تمام نیکیاں دور ہو جاتی ہیں۔ |

اور ابو نصیر الدبوسی سے نقل کی گئی ہے اور انہوں نے قاضی ظہیر الدین خوارزمی سے نقل کی ہے کہ:

| | |
|---|---|
| مَنْ سَمِعَ الْغِنَاءَ مِنَ الْمُغَنِّىْ وَغَيْرِهٖ اَوْ يَرٰى فِعْلًا مِّنَ | جس نے کسی گانے والے یا کسی اور سے سرود سنا یا فعل حرام کو دیکھا اور اس کو اچھا جانا از روئے اعتقاد |

[1] سورہ لقمان، پارہ ۲۱۔



Marfat.com

| | |
|---|---|
| اَلْحَرَامَ فَيَحْسِنُ ذٰلِكَ بِاعْتِقَادٍ اَوْ بِغَيْرِ | کے یا بغیر اعتقاد کے تو اسی وقت مرتد ہو جاتا ہے |
| اِعْتِقَادٍ يَصِيْرُ مُرْتَدًّا فِي الْحَالِ بِنَاءً عَلٰى | کیونکہ اس نے شریعت کے حکم کو باطل کر دیا۔ اور جس نے |
| اَنَّهٗ اَبْطَلَ حُكْمَ الشَّرِيْعَةِ وَمَنْ اَبْطَلَ | شریعت کے حکم کو باطل کر دیا، وہ کسی مجتہد کے نزدیک |
| حُكْمَ الشَّرِيْعَةِ فَلَا يَكُوْنُ مُؤْمِنًا عِنْدَ | مومن نہیں رہتا اور نہ اللہ تعالیٰ اس کی طاعت کو |
| كُلِّ مُجْتَهِدٍ وَلَا يَقْبَلُ اللّٰهُ تَعَالٰى طَاعَتَهٗ | قبول کرتا ہے اور اس کی سب نیکیوں کو دُور |
| وَاَحْبَطَ اللّٰهُ تَعَالٰى كُلَّ حَسَنَاتِهٖ | کر دیتا ہے۔ |

اَعَاذَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ مِنْ ذٰلِكَ۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اس سے بچائے۔

آیات و احادیث اور روایات فقہیہ غنا اور سرود کی حرمت میں اس قدر ہیں کہ ان کا شمار کرنا مشکل ہے۔ اگر کوئی شخص منسوخ حدیث یا روایت شاذہ کو سرود کے مباح ہونے میں پیش کرے تو اس کا ہرگز اعتبار نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ کسی فقیہ نے کسی زمانہ میں سرود کے مباح ہونے کا فتویٰ نہیں دیا ہے۔ اور نہ ہی رقص و پاکوبی کو جائز قرار دیا ہے۔

چنانچہ امام ہمام ضیاء الدین شامی کی ملتقط میں مذکور ہے۔ اور صوفیہ کا عمل حل و حرمت میں سند نہیں ہے، صرف یہی کافی نہیں ہے کہ ہم ان کو معذور سمجھیں اور ان کو ملامت نہ کریں اور ان کا امر اللہ تعالیٰ کے سپرد کریں۔ یہاں تو امام ابو حنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول معتبر ہے نہ ابوبکر شبلیؒ اور ابی حسن نوریؒ کا عمل۔

اس زمانہ کے کچے اور خام صوفیوں نے اپنے پیروں کے عمل کو بہانہ کر کے سرود و رقص کو اپنا دین و ملت بنا لیا ہے۔ اور اسی کو طاعت و عبادت سمجھ لیا ہے:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا ۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے لہو و لعب کو اپنا دین بنا لیا ہے

اور روایت سابقہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ جو شخص فعل حرام کو مستحسن اور اچھا جانے وہ اسلام کے گروہ سے نکل جاتا ہے اور مرتد ہو جاتا ہے۔ تو پھر خیال کرنا چاہیے کہ سماع و رقص کی مجلس کی تعظیم کرنا بلکہ اس کو طاعت و عبادت سمجھنا کیسا بُرا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ ہمارے پیر اس امر میں مبتلا نہ ہوئے۔ اور ہم تابعداروں کو اس قسم کے امور کی تقلید سے چھڑا دیا۔

سننے میں آتا ہے کہ مخدوم زادے سرود کی طرف رغبت کرتے ہیں۔ اور سرود و قصیدہ خوانی کی مجلس جمعہ کی راتوں میں منعقد کرتے ہیں۔ اور اکثر یار اس امر میں موافقت کرتے ہیں۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ دوسرے سلسلوں کے مرید تو اپنے پیروں کے عمل کا بہانہ بنا کر اس امر کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اور شرعی حرمت کو اپنے



Marfat.com

پیروں کے عمل سے دفع کرتے ہیں - اگرچہ فی الحقیقت اس امر میں حق پر نہیں ہیں - بھلا اس سلسلہ کے یار اس ارتکاب میں کونسا عذر پیش کریں گے - ایک طرف حرمت شرعی اور دوسری طرف اپنے پیروں کی مخالفت نہ اہل شریعت اس فعل سے راضی ہیں - اور نہ ہی اہل طریقت - اور اگر حرمت شرعی بھی نہ ہوتی - تو پھر بھی طریقت میں صرف کسی نئے امر کا پیدا کرنا بُرا تھا - پھر ایسے امر کیوں کر بُرے نہ ہوں - جب کہ حرمت شرعی بھی اس کے ساتھ جمع ہو جائے - مجھے اُمید ہے کہ جناب مرزا جی اس امر سے راضی نہ ہوں گے - لیکن آپ کے آداب کو مدنظر رکھ کر صریح طور پر منع نہ کرتے ہوں گے - اور یاروں کو اس اجتماع سے نہ روکتے ہوں گے اس فقیر نے چونکہ اپنے آنے میں کچھ توقف دیکھا ہے اس لیے چند سطریں جمع کر کے لکھ کر بھیج دیئے ہیں - اس سبق کو مرزا جی کی خدمت میں لے جائیں - اور اول سے آخر تک ان کے سامنے پڑھیں - والسلام -

# مکتوب نمبر ۲۶۷

مرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا :-

اس بیان میں کہ وہ اسرار و دقائق ، جن کے ساتھ حضرت ایشاں یعنی حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ متمیز ہوئے ہیں - ان میں سے تھوڑا حصہ بھی ظہور میں نہیں لا سکتے - بلکہ رمز و اشارہ کے ساتھ بھی ان کی نسبت گفتگو نہیں کی جا سکتی - اور وہ اسرار چراغ نبوت سے مقتبس ہیں اور ملائکہ علیین بھی اس دولت میں شریک ہیں اور اس کے مناسب بیان میں -

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ آپ کا صحیفہ شریفہ جو از رُوئے کرم اس حقیر کے نام لکھا ہُوا تھا ، اس کے مطالعہ سے مشرف ہُوا - جَزَاكُمُ اللهُ سُبْحَانَهٗ خَيْرًا - ( اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے ) -

( یہ فقیر ) حق جل سلطانہ کے انعامات کیا کیا لکھے اور ان کا کیا شکر ادا کرے - وہ علوم و معارف جن کا فیضان ہوتا ہے - خداوند جل سلطانہ کی توفیق سے ان میں سے اکثر لکھے جاتے ہیں - اور ہر اہل و نااہل یعنی کس و ناکس کے کانوں تک پہنچتے رہتے ہیں - لیکن وہ خاص اسرار و دقائق جن کے ساتھ یہ فقیر متمیز ہے ان کا تھوڑا سا حصہ بھی ظہور میں نہیں لا سکتا - بلکہ رمز و اشارہ کے ساتھ بھی اس مقولہ کی نسبت گفتگو نہیں کر سکتا - بلکہ اپنے فرزند عزیز کے ساتھ بھی جو فقیر کے معارف کا مجموعہ اور مقامات سلوک و جذبہ کا نسخہ ہے - ان اسرار و دقائق کی کوئی رمز بیان نہیں کرتا - اور ان کے پوشیدہ رکھنے میں بڑی کوشش



Marfat.com

کرتا ہے۔ حالانکہ فقیر جانتا ہے کہ فرزند عزیز محرمان اسرار سے ہے۔ اور خطاء و غلط سے محفوظ ہے۔ لیکن کیا کرے کہ معانی کی وقت اور باریکی زبان پکڑ لیتی ہے۔ اور اسرار کی لطافت لبوں کو بند کر دیتی ہے:

وَيَضِيقُ صَدْرِي وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِي
میرا سینہ بند ہو جاتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی

نقد وقت ہے۔ اور وہ اسرار اس قسم کے نہیں ہیں، کہ فقیر ان کو بیان نہیں کرتا۔ بلکہ وہ ایسے ہیں کہ بیان میں لائے ہی نہیں جا سکتے ہے

فریاد حافظ ایں ہمہ آخر بہرزہ نیست
ہم قصۂ غریب و حدیثِ عجیب ہست

حافظ کی یہ تمام فریاد بے فائدہ نہیں — دراصل قصہ بھی غریب اور حالت بھی عجیب ہے

یہ دولت جس کے چھپانے میں ہم کوشش کرتے ہیں، انبیائے علیہم الصلوات والتسلیمات کے چراغ نبوت سے مقتبس ہے۔ اور ملائکہ ملائے اعلیٰ علی نبینا وعلیہم الصلوات والتسلیمات بھی اس دولت میں شریک ہیں۔ اور انبیائے علیہم الصلوات والتسلمات کے تابعداروں میں سے جس کسی کو اس دولت سے مشرف فرمائیں وہ بھی اس دولت میں میرا شریک ہے۔

حضرت[1] ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو طرح کے علم سیکھے ہیں۔ ایک تو وہ علم ہے جس کو میں تمہارے سامنے منتشر اور بیان کرتا ہوں اور دوسرا وہ علم ہے کہ اگر میں اس کو تمہارے پاس ظاہر کروں تو میرا گلا کاٹ دو۔

اور یہ دوسرا علم، علم اسرار ہے کہ جس علم تک کسی کا فہم نہیں پہنچتا:

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ۔ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے
وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

دوسرے امید ہے کہ وہ مکتوب جو حضرت خواجہ زادگان کی خدمت میں لکھا ہے آپ کی نظر شریف سے گزرا ہوگا۔

میرے مکرم مخدوم! کوئی نئی بات جو طریقت میں پیدا کریں فقیر کے نزدیک اس بدعت سے کم نہیں ہے جو دین میں پیدا کریں۔ طریقت کی برکتیں اسی وقت تک فائز ہوتی رہتی ہیں جب تک کہ طریقت میں کوئی نئی بات پیدا نہ ہو۔ اور جب کوئی نیا امر طریقت میں پیدا ہو جائے تو اسی وقت اس طریق کے فیوض و برکات کا راستہ بند ہو جاتا ہے۔ پس طریقت کی محافظت کرنا اور طریقت کی مخالفت سے بچنا

[1] مشکوٰۃ شریف بحوالہ صحیح بخاری



Marfat.com

نہایت ہی ضروری ہے۔ آپ کو لازم ہے کہ جہاں کہیں اپنی طریقت کی مخالفت کسی سے دیکھیں زجر و مبالغہ سے اس کو منع فرمائیں اور طریقت کی ترویج و تقویت میں کوشش کریں۔ والسلام والاکرام

# مکتوب نمبر ۲۶۸

خانخاناں کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ انبیائے علیہم الصلوات والتسلیمات کی وراثت کا علم کونسا ہے، اور ان علماء سے جو حدیث عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ میں واقع ہوئے ہیں کون سے ہیں۔ اور اس بیان میں کہ علم اسرار جو انبیاء سے علیہم الصلوات والتسلیمات کی وراثت سے باقی رہا ہے وہ علم توحید وجودی کے ان اسرار سے ماسوا ہے جن کے ساتھ اولیائے اُمت نے تکلم کیا ہے۔ اور احاطہ وسریان وقرب و معیت اور ان کے مناسب بیان میں:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔

**ان حدود کے فقراء کے احوال و اوضاع شکر کے لائق ہیں:**

وَالْمَسْئُوْلُ مِنَ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ سَلَامَتُکُمْ وَعَافِیَتُکُمْ وَثَبَاتُکُمْ وَاسْتِقَامَتُکُمْ اور آپ کو تندرستی اور عافیت اور ثابت قدمی اور استقامت اللہ تعالیٰ سے چاہتے ہیں۔

**چونکہ علم وراثت کی بحث درمیان آگئی ہے اس لیے چند کلمے اس کی نسبت بمقتضائے وقت لکھے جاتے ہیں:**

**اخبار میں آیا ہے کہ اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَاءِ[1] (علماء انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں) وہ علم جو انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات سے باقی رہا ہے، دو قسم کا ہے۔ ایک علم احکام، دوسرے علم اسرار۔ اور عالم وارث وہ شخص ہے جس کو ان دونوں علموں سے حصہ حاصل ہو۔ نہ کہ وہ شخص جس کو ایک ہی قسم کا علم نصیب ہو۔ اور دوسرا علم اس کے نصیب نہ ہو کہ یہ بات وراثت کے منافی ہے کیونکہ وارث کو مورث کے سب قسم کے ترکہ سے حصہ حاصل ہوتا ہے نہ کہ بعض کو چھوڑ کر بعض سے۔ اور وہ شخص جس کو بعض معین سے حصہ ملتا ہے۔ وہ غرماء یعنی قرض خواہوں میں داخل ہے کہ جس کا حصہ اس کے حق کی جنس سے متعلق ہے اور ایسے ہی آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:**

[1] اس حدیث کو احمد، ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ و دارمی نے روایت کیا۔ مشکوٰۃ شریف۔



Marfat.com

عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْل        میری اُمت کے علما بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں۔

ان علما سے مراد علمائے وارث ہیں نہ کہ غرما کہ جنہوں نے بعض ترکہ سے حصہ لیا ہے۔ کیونکہ وارث کو قرب وجنسیت کے لحاظ سے موروث کی مانند کہہ سکتے ہیں۔ برخلاف غریم کے کہ اس علاقہ سے خالی ہے۔ پس جو شخص وارث نہ ہو وہ عالم بھی نہ ہوگا۔ مگر یہ کہ اس کے علم کو ایک نوع کے ساتھ مقید کریں۔ اور مثال کے طور پر یوں کہیں کہ علم احکام کا عالم ہے اور عالم مطلق وہ ہے جو وارث ہو۔ اور اس کو دونوں قسم کے علم سے پورا حصہ حاصل ہو۔ اکثر لوگوں کا یہ گمان ہے کہ علم اسرار علم توحید وجودی سے مراد ہے۔ اور کثرت میں وحدت اور وحدت میں کثرت کا مشاہدہ کرنا اور حق تعالیٰ کے احاطہ اور سریان وجود اور قرب ومعیت سے کنایہ ہے، جس طرح پر کہ ارباب احوال کے نزدیک مکشوف ومشہود ہے۔ حَاشَا وَکَلَّا ثُمَّ حَاشَا وَکَلَّا۔ کہ اس قسم کے علوم ومعارف علم اسرار سے ہوں۔ اور مرتبۂ نبوت کے لائق ہوں کیونکہ ان معارف کی بنا سکر وقت اور غلبۂ حال پر ہے جو صحو کے منافی ہے۔ اور انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کا علم کیا علم احکام اور کیا علم اسرار سب صحو در صحو ہے کہ سکر کا ایک شمہ بھی اس کے ساتھ نہیں ملا ہے۔ بلکہ یہ معارف اس مقام ولایت کے مناسب ہیں جو سکر میں قدم راسخ رکھتا ہے۔ پس یہ علوم اسرار ولایت کے ہیں نہ کہ انبیا کی نبوت کے اسرار سے۔ اگرچہ نبی سے ولایت بھی ثابت ہے لیکن اس کے احکام مغلوب ہیں اور احکام نبوت کے مقابلہ میں مضمحل اور ناچیز ہیں ؎[۱]

بتّے ہر جا شود مہر آشکارا

سہا را جز نہاں بودن چہ یارا

فقیر نے اپنی کتابوں اور رسالوں میں لکھا ہے اور تحقیق کی ہے کہ کمالاتِ نبوت دریائے محیط کا حکم رکھتے ہیں۔ اور کمالاتِ ولایت ان کے مقابلہ میں ایک قطرۂ ناچیز کا حکم۔ لیکن کیا کریں جن لوگوں کو کمالات نبوت تک رسائی نہیں ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ:

اَلْوَلَایَۃُ اَفْضَلُ مِنَ النُّبُوَّۃِ        ولایت نبوت سے افضل ہے۔[۱]

اور ایک جماعت نے اُس کی توجیہ میں کہا ہے کہ نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے، ان دونوں گروہوں نے نبوت کی حقیقت کو نہ سمجھ کر غائب پر حکم کیا ہے۔ صحو پر سکر کو ترجیح دینے کا حکم بھی اسی حکم کے نزدیک ہے۔ اگر صحو کی حقیقت کو جانتے ہرگز سکر کو صحو کے ساتھ نسبت نہ دیتے۔ ع

---

[۱] اس حدیث کو شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فتوحات کے باب ۱۴۱ میں بیان کیا ہے لیکن محدثین نے اس حدیث میں قیل وقال کی ہے۔

[۲] ہاں جہاں جہاں سورج چمک رہا ہو وہاں سہا ستارے کو چھپنے کے بغیر چارہ نہیں۔



Marfat.com

چہ نسبت، خاک را با عالمِ پاک

جن لوگوں نے خواص کے صحو کو عوام کے صحو کی مانند سمجھ کر سکر کو اس پر ترجیح دی ہے۔ کاش کہ خواص کے سکر کو بھی عوام کے سکر کی طرح سمجھتے اور اس حکم پر جرأت نہ کرتے۔ کیونکہ علما کے نزدیک یہ بات ثابت و مقرر ہے کہ صحو، سکر سے بہتر ہے۔ اگر صحو و سکر مجازی ہے تو یہ حکم ثابت ہے۔ اور اگر حقیقی ہے تو پھر ولایت کو نبوت سے افضل کہنا۔ اور سکر کو صحو پر ترجیح دینے کا حکم ایسا ہے۔ جیسے کہ کوئی کفر کو اسلام پر ترجیح دے۔ اور جہل کو علم سے بہتر جانے۔ کیونکہ کفر و جہل مقامِ ولایت کے مناسب ہے اور اسلام و معرفت مرتبۂ نبوت کے مناسب۔ منصور کہتا ہے۔ ؎

كَفَرْتُ بِدِيْنِ اللهِ وَالْكُفْرُ وَاجِبٌ[1]
لَدَيَّ وَعِنْدَ الْمُسْلِمِيْنَ قَبِيْحٌ

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کفر سے استعاذہ اور پناہ مانگتے ہیں:

قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ۔[2] کہ ہر ایک اپنی وضع و طرز پر عمل کرتا ہے۔

جس طرح عالم مجاز میں اسلام کفر سے بہتر ہے۔ اسی طرح حقیقت میں بھی اسلام کو کفر سے بہتر جاننا چاہیے:

فَاِنَّ الْمَجَازَ قَنْطَرَةُ الْحَقِيْقَةِ۔ مجاز حقیقت کا پل ہے۔

اگر کہیں کہ مقامِ ولایت میں جس طرح کہ مرتبہ جمع میں کفر و سکر و جہل ثابت ہے۔ اسی طرح مرتبہ فرق بعد الجمع میں اسلام و صحو و معرفت بھی متحقق و ثابت ہے۔ تو کفر و سکر و جہل کو مقامِ ولایت کے مناسب کہنا کس معنی سے ہے۔

میں کہتا ہوں کہ صحو وغیرہ کو مرتبہ فرق ثابت کرنا مرتبہ جمع کی نسبت سے ہے جو سر اسر سکر و استتار ہے۔ ورنہ اس مرتبہ کا صحو بھی سکر کے ساتھ اور اس کا اسلام کفر کے ساتھ اور اس کی معرفت جہل کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ اگر فقیر کتاب میں گنجائش جانتا تو مرتبہ فرق کے احوال و معارف کو مفصل طور پر ذکر کرتا۔ اور اس مرتبہ میں سکر وغیرہ کے ملنے کو بیان کرتا۔ دانا لوگ شاید اس معنے کو دانائی سے بھی معلوم کر لیں گے العجب کل العجب۔ نہایت ہی تعجب ہے کہ یہ لوگ کمالاتِ نبوت سے کیسے بے خبر رہے ہیں۔

اس قدر تو سمجھنا چاہیے کہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات نے جو اس قدر بڑائی اور بزرگی حاصل

---

[1] میں نے اللہ کے دین سے کفر کیا اور میرے نزدیک کفر ضروری ہے اور دوسرے مسلمانوں کے نزدیک کفر قبیح ہے یاد رہے کہ منصور حلاج کا یہ قول شطحیات اور کلمات سکریہ میں سے ہے اسکو دلیل نہیں بنا سکتے۔

[2] سورہ بنی اسرائیل، پارہ سبحان الذی۔



Marfat.com

کی ہے تو وہ نبوت کی راہ سے حاصل کی ہے۔ نہ ولایت کی راہ سے۔ ولایت نبوت کے لیے خادم کی طرح ہے اگر ولایت کو نبوت پر کچھ زیادتی ہوتی تو ملائکہ ملائے اعلیٰ جن کی ولایت تمام ولایات سے اکمل ہے انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات سے افضل ہوتے۔ اور اس طائفہ میں سے ایک گروہ نے جب ولایت کو نبوت سے افضل جان کر ملائے اعلیٰ کی ولایت کو انبیائے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کی ولایت سے اکمل خیال کیا، تو ناچار ملائے اعلیٰ کے ملائکہ کو انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات سے افضل قرار دے دیا اور جمہور اہل سنت سے دور جا پڑے۔ یہ سب کچھ ان سے نبوت کی حقیقت سے واقف نہ ہونے کے باعث ہوا۔

اور جب کہ لوگوں کی نگاہ میں عہد نبوت کے دور ہو جانے کے باعث کمالات نبوت ولایت کے کمالات کے سامنے حقیر معلوم ہوتے ہیں۔ اس لیے (اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لیے) اس باب میں (فقیر نے) کلام کو طوالت دی ہے۔ اور حقیقت معاملہ کو تھوڑا سا ظاہر کر دیا ہے:

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِیْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ۔[1]

میرے برادر ارشد میاں شیخ داؤد چونکہ آپ کی طرف آرہے تھے اس لیے اس دردسری کے باعث بن گئے والسلام۔

اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت اور فضل و کرم سے حصہ چہارم دفتر اول کا ترجمہ اختتام پذیر ہوا۔ رب قدوس اسے سب اہل اسلام کے لیے ذریعہ ہدایت اور مترجم کے لیے ذخیرہ آخرت بنائے، آمین ثم آمین۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

خاکسار

محمد سعید احمد نقشبندی

غفر لہ

[1] اے ہمارے پروردگار ہمارے گناہ بخش اور اعمال و افعال میں ہماری زیادتیوں کو بخش دے۔ اور ہمارے قدم ثابت رکھ، اور قوم کفار کے خلاف ہماری مدد و نصرت فرما۔



Marfat.com

# صُحُفٌ مُّطَهَّرَةٌ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۝

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست
آخر آمد زپس پردۂ تقدیر پدید

یعنی

(اردو ترجمہ)

# مکتوبات امام ربّانی

## حضرت مجدد الف ثانی الشیخ احمد سرہندی قدس سرّہٗ

دفتر اوّل ــــــ حصّہ پنجم

(تصحیح و حواشی و ترجمہ)

مولانا محمد سعید احمد صاحب نقشبندی
خطیب و امام مسجد حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لاہور

(ناشر)
حفیظ بک ڈپو اردو بازار دہلی ۶

Marfat.com

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

آفسٹ ایڈیشن ——————— سنہ ۱۹۷۱ء

نام کتاب —— مکتوبات امام ربانی

مترجم —— محمد سعید احمد نقشبندی خطیب جامعہ حضرت داتا گنج بخش۔ لاہور

طابع —— جوہر آفسٹ پریس دہلی

ناشر ——

تعداد —— دو ہزار (۲۰۰۰)

قیمت ——

Marfat.com

# فہرست مضامین حِصّہ پنجم اُردو ترجمہ دفترِ اوّل مکتوبات شریف امام ربّانیؒ


| مضامین | صفحہ |
| --- | --- |
| **مکتوب نمبر ۲۶۹** | ۲۵ |
| دشمنانِ دین کو ذلیل و خوار رکھنے اور ان بدبختوں کے باطل الهون کو ویران کرنے اور حقیر رکھنے کی ترغیب میں اور اپنے لیے اس امرِ عظیم کی آرزو کرنے کے بیان میں۔ | |
| **مکتوب نمبر ۲۷۰** | ۲۶ |
| اس بیان میں کہ بعض صحبتیں خلوت گزینی سے افضل ہوتی ہیں۔ | |
| **مکتوب نمبر ۲۷۱** | ۲۷ |
| ایک واقعہ کے استفسار کے حل میں۔ | |
| **مکتوب نمبر ۲۷۲** | ،، |
| ایمان غیب کے بیان میں۔ اور غیب کا بیان۔ اور ایمان شہودی اور ایمان بالغیب کی فضیلت کے بیان میں۔ | ،، |
| اور توحید شہودی اور وجودی کا بیان، اور اس بیان میں کہ سب سے پہلے جس نے توحید وجودی کی تصریح کی ہے وہ صاحب فتوحات ہے۔ اس سے پہلے مشائخ کی عبارات توحید وجودی کا صرف احتمال رکھتی ہیں۔ اور حصول فنا میں توحید شہودی درکار ہے نہ کہ توحید وجودی۔ | ،، |
| رجوع اور توجہ کے درمیان فرق اور اول کی دوسرے پر فضیلت۔ | ۲۹ |
| آیہ کریمہ: ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ اور وَمَا رَمَیْتَ اور اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ الخ کے مرادی معنی۔ | ۳۱ |
| ایک وجود کے قائلین پر الزام و اعتراض اور دو بینی کے متعلق سوال و جواب۔ | ۳۳ |
| شیخ اکبر نے فرمایا ہے کہ خاتم النبوت بعض علوم خاتم الولایۃ سے اخذ کرتا ہے۔ اور اس کی توجیہ کا بیان | ۳۴ |
| حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کو بھی پہلے توحید وجودی کے راستے سے سیر واقع ہوئی تھی اور اس کے علوم سے آپ نے حصہ وافر اٹھایا لیکن جب عنایت خداوندی الخ | ۳۵ |
| بعض صوفیہ وجود کی تصریح کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی کمالات نبوت کے حصول کے بعد شہود وحدت در کثرت کے مقام میں تھے اور آیہ کریمہ: اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ سے اس پر دلیل لانا۔ | ۳۶ |
| حضرت خواجہ بزرگ (خواجہ نقشبند) کا قول کہ جو کچھ دیکھا گیا یا سنا گیا یا جانا گیا سب | ۳۷ |




Marfat.com

| مضامین | صفحہ |
| --- | --- |
| غیر حق تعالیٰ ہے۔ نیز آپ کا یہ قول مبارک کہ خدا کی معرفت بہاء الدین پر حرام ہے۔ اگر اس کی ابتداء بایزید کی انتہا نہ ہو۔ اور آپکے اس قول کا بیان کہ ہم نہایت کو بدایت میں درج کرتے ہیں۔ | ۳۷ |
| وہ جماعت جو تنزیہ صرف پر ایمان نہیں رکھتی اور مشاہدہ سفلی کے سوا کسی اور امر کے قائل ہیں، ملحدین میں سے ہیں۔ | ۳۸ |
| صوفیہ کی پُر غرور باتوں سے فتنہ میں نہ پڑ جانا۔ | ۳۹ |
| یہ جماعت اگر غلبہ حال کے باعث معذور قرار پائے۔ لیکن ہمارے ساتھ جو مقلد نہیں کیا۔ معاملہ کیا جائے گا۔ | ″ |
| علماء مجتہدین کی تقلید کرنی چاہیے، اور صوفیہ جو کچھ مجتہدین کی آرا کے خلاف کہتے ہیں، اس کی تقلید نہیں کرنی چاہیے۔ اور حسن ظن کے تحت صوفیہ کے حق میں زبانِ طعن بھی نہیں کھولنی چاہیے۔ | ″ |
| ان مدعیوں کا رد جو اسی دنیا میں رویت بصری کے قائل ہیں۔ اور حق تعالیٰ کے ساتھ کلام و مکالمہ کا دعویٰ کرتے ہیں۔ | ۴۰ |
| علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ آنسرور علیہ السلام نے شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھا یا نہیں؟ | ۴۱ |
| کلام لفظی اور نفسی کی تحقیق اور ہر ایک کا اللہ تعالیٰ کا کلام ہونا اور اس کے منکر کا کفر۔ | ۴۱ |
| جاننا چاہیے کہ ممکنات کے لیے جو وجود ثابت کرتے ہیں وہ ممکن کی باقی صفات کی طرح ایک کمزور اور ضعیف وجود ہے۔ | ۴۲ |
| انبیاء کرام علیہم السلام بہت سے احکام میں عوام کی طرح زندگی گزارتے ہیں۔ | ۴۳ |
| منقول ہے کہ حضرت فرید گنج شکر رحمۃ اللہ کا ایک فرزند فوت ہوگیا تو آپنے فرمایا۔ سگ بچہ مرگیا ہے۔ اور جب سید بشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صاحبزادہ فوت ہوا تو آپ اس کی وفات پر روئے الخ | ۴۴ |
| انبیاء کرام علیہم السلام کا ایمان اور صحابہ اور ان اولیاء کا ایمان جو صحابہ سے ملحق ہیں شہود کے بعد غیبت میں قرار پذیر ہوا۔ | ۴۵ |
| علمائے آخرت کا ایمان اگر ایمان بالغیب ہے۔ لیکن اس غیب نے انبیائے کرام کی متابعت کے نور کے باعث حدس کا حکم پیدا کر لیا ہے۔ اور عام مومنین کے ایمان بالغیب کی اقسام میں سے بہترین قسم وہ ہے جو تقلید انبیاء سے مربوط ہے۔ | ۴۶ |
| سوال:۔ علماء کرام نے فرمایا ہے کہ "تقلیدی ایمان سے استدلالی ایمان بہتر ہے" اور اس کا جواب الخ | ۴۶ |




Marfat.com

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| اس صاحب استدلال پر افسوس جس کا ایمان صرف استدلال سے حاصل ہو اور تقلید انبیاء نہ کرے۔ | ۴۷ |
| **مکتوب نمبر ۲۷۳** | |
| اس بیان میں کہ سائل کو اپنے شیخ مقتدا کے طریقہ کا پابند ہونا چاہیے۔ اور دوسرے مشائخ کی طرف توجہ نہ کرنی چاہیے۔ اور اگر واقعات اس کے خلاف رونما ہوں تو ان کا کچھ اعتبار نہ کرنا چاہیے۔ | " |
| اس بات کا جواب کہ کچھ دوستوں نے دیکھا کہ آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام مولود خوانی سے بہت خوش ہیں۔ | " |
| اس مضمون سے متعلق سوال وجواب۔ اور شیطان کے آنسرور علیہ السلام کی صورت میں متمثل نہ ہو سکنے کا بیان۔ | ۴۸ |
| ایک روز حضور سید بشر علیہ السلام مجلس میں تشریف فرما تھے۔ قریش مکہ کے سردار بھی وہاں حاضر تھے۔ آپ نے ان کے سامنے سورۃ والنجم تلاوت فرمائی۔ | ۴۹ |
| مخالفت طریقہ سے منع فرمانا وہ مخالفت خواہ سماع ورقص کی صورت میں ہو خواہ مولود اور شعر خوانی کی شکل میں۔ کیونکہ مطلب خاص تک وصول ان امور کے ترک کرنے سے ہوگا۔ | ۵۰ |
| خواجہ بزرگ حضرت خواجہ نقشبند کا قول | ۵۱ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| کہ میں نہ تو یہ کام کرتا ہوں اور نہ اس کا انکار کرتا ہوں۔ اور اس کی مراد کا بیان۔ | |
| **مکتوب نمبر ۲۷۴** | ۵۲ |
| بلند ہمت بننے اور سفلی شہوات کی طرف توجہ نہ کرنے کے بیان میں جو کثرت کے آئینوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ | " |
| مولانا احمد برکی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی مدح و ثنا۔ | ۵۳ |
| **مکتوب نمبر ۲۷۵** | " |
| استفسار کے جواب اور علوم دینیہ سیکھنے اور احکام فقہیہ کی اشاعت کی ترغیب میں۔ | |
| اپنے اور دوستوں کے احوال سے واقف نہ ہونے سے رنجیدہ نہ ہوں۔ اسے بے حاصلی کی دلیل نہ قرار دیں۔ | ۵۴ |
| اس راہ میں قدم اول یہ ہے کہ اللہ کے سوا کچھ نہ دیکھے۔ اور اسی حالت کو فنا سے تعبیر کرتے ہیں۔ | ۵۵ |
| **مکتوب نمبر ۲۷۶** | ۵۶ |
| محکمات اور متشابہات قرآن کے بیان میں اور علماء راسخین اور ان کے کمالات کا بیان۔ | |
| کتاب کا لب اور خلاصہ متشابہات ہیں اور محکمات اس کا چھلکا ہیں۔ صرف چھلکے کا علم حاصل کرنے والے علماء چھلکے پر خوش ہیں | " |




Marfat.com

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| اور اسی پر اکتفاء کیے بیٹھے ہیں۔ | |
| تمام تصوف اس بات کے درپے ہیں کہ اپنی گردنوں کو شریعت کی رسی سے نکال لیں۔ اور آیۃ وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ کا معنی۔ عارفین مقتدیوں کی نسبت عبادت کے زیادہ محتاج ہیں۔ علماء ظاہر نے شریعت کے قشر (چھلکے) پر کفایت کی ہے۔ مگر انہوں نے چھلکے کو مغز کے ساتھ جمع کر لیا ہے۔ | ۵۷ |
| ایک مدت تک یہ فقیر متشابہات کے علم کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا تھا۔ آخر کار حضرت حق تعالیٰ نے اپنے فضل محض سے ان کی تاویلات الخ | ٦٠ |
| **مکتوب نمبر ۲۷۷** علم الیقین، عین الیقین، اور حق الیقین کے معنی میں۔ | ٦١ |
| علم الیقین کی تفسیر۔ خواجہ عبید اللہ کا قول کہ سیر دو قسم ہے۔ سیر مستطیل اور سیر مستدیر | ٦٢ |
| عین الیقین اور حق الیقین کی تفسیر۔ | " |
| تجلی صوری اور حق الیقین کے درمیان فرق۔ | ٦٤ |
| **مکتوب نمبر ۲۷۸** اس بیان میں کہ۔ ہر شخص پر درستی عقائد اور بقائے شریعت کے بعد غیر حق سے دل کی سلامتی لازم ہے۔ اور طریقہ نقشبندیہ کی مدح وثنا۔ اور مُردوں کی امداد کی ترغیب میں | " |
| قلب کی سلامتی اس وقت میسر آتی ہے کہ اس میں حق کے ماسوا کسی شے کا گزر نہ رہے۔ | ٦۵ |
| فرضاً اگر ہزار سال بھی زندگی وفاکرے الخ | |
| اس دولت عظمیٰ تک پہنچنے کے لیے سب سے قریب طریقہ۔ طریقہ نقشبندیہ ہے کیونکہ ان بزرگوں نے الخ | " |
| حدیث فان امنت کالغریب ینتظر دعوۃ | ٦٦ |
| **مکتوب نمبر ۲۷۹** ملا حسن کے طریقہ نقشبندیہ کی طرف رہنمائی کرنے کی نعمت سے شکر کی ادائیگی اور نعمت خداوندی جل شانہ کی نعمت پر اظہار شکر کے بیان میں۔ | ٦٧ |
| **مکتوب نمبر ۲۸۰** اس بیان میں کہ اس گروہ اولیاء اللہ کی محبت سرمایہ سعادت ہے۔ اور جس کو اس نعمت سے مشرف فرمانا چاہیں اسے سب کچھ دیں گے بشرطیکہ وہ استقامت دکھائے | ٦٨ |
| **مکتوب نمبر ۲۸۱** سلسلہ نقشبندیہ کے ساتھ منسلک ہونے کی نعمت کے شکر کے بیان میں۔ نیز اس بیان میں کہ اس طریقہ میں اتباع کی وجہ سے کمالات نبوت کے راستے سے عروج کی طرف لے جاتے ہیں۔ اور جو اس طریقہ میں واقعات اور خوابوں پر اعتماد کرتا ہے۔ | ٦٩ |




Marfat.com

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| اور نئی نئی باتوں کا اختراع کرتا ہے۔ وہ خائب و خاسر ہے۔ | |
| اس فقیر کے نزدیک اس راہ میں ایک قدم ترقی کرنا۔ دوسرے راستوں میں سات قدم ترقی کرنے سے بھی بہتر ہے۔ | ۶۹ |
| **مکتوب نمبر ۲۸۲** | ۷۰ |
| حضرت الیاس اور حضرت خضر علیہما السلام کی ملاقات کے بیان میں اور اس امر کے بیان میں کہ دونوں حضرات روحانیوں میں سے ہیں اور اب احکام شرعیہ کے مکلف نہیں ہیں۔ | |
| قطب مدار امام شافعی کے مذہب پر ہوتا ہے۔ | ۷۱ |
| کمالات ولایت کو فقہ شافعی سے موافقت ہے اور کمالات نبوت کو فقہ حنفی سے ہے۔ | |
| فصوص ستہ میں خواجہ محمد پارسا کا قول کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد امام ابو حنیفہ کے مذہب کے مطابق عمل کریں گے | ۷۲ |
| **مکتوب نمبر ۲۸۳** | " |
| حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شب معراج میں خدا تعالیٰ کا دیدار کرنے کے بیان میں اور اس بیان میں کہ یہ رویت دنیا میں واقع نہیں ہوئی۔ بلکہ آخرت میں واقع ہوئی۔ | |
| آنحضرت علیہ السلام شب معراج زمان | " |
| مکان کے دائرہ سے باہر نکل گئے۔ اور ازل و ابد کو آن واحد میں پایا | |
| **مکتوب نمبر ۲۸۴** | ۷۳ |
| اس بیان میں کہ احوال و مواجید عالم امر کا حصہ ہیں۔ اور ان احوال کا علم عالم خلق میں سے ہے۔ | |
| حقیقت معاملہ وہ بات ہے جو مخدوم زادہ کلاں کی طرف لکھے گئے مکتوب میں بیان فرمائی ہے۔ | " |
| جاننا چاہیے کہ انسان کا ظاہر عالم خلق سے مرکب ہے اور اس کا باطن عالم امر سے۔ | " |
| **مکتوب نمبر ۲۸۵** | ۷۴ |
| سماع، وجد اور رقص کے احکام اور بعض ان معارف کے بیان میں جو روح سے تعلق رکھتے ہیں۔ | |
| وہ جماعت جس کے احوال بدلتے رہتے ہیں، سماع اور وجد ان کے لیے نافع ہے۔ | ۷۵ |
| تجلیات ذاتیہ والے سماع اور وجد کے محتاج نہیں۔ ہاں منتہی حضرات کی ایک قسم ایسی ہے کہ استغراق وقت کے باوجود سماع انہیں نفع دیتا ہے۔ | |
| سوال و جواب۔ اور آنحضرت علیہ السلام کے ارشاد مبارک لی مع اللہ وقت الخ کا معنی۔ | " |




Marfat.com

| مضامین | صفحہ |
| --- | --- |
| سوال وجواب اور حدیث قرۃ عینی فی الصلوٰۃ کا بیان۔ | ۷۶ |
| حدیث اقرب ما یکون العبد من الرب فی الصلوٰۃ۔ | ″ |
| دوام وقت کا انکار نارسائی کی علامت ہے۔ | ″ |
| اس طرح کا کامل مکمل نہایت ہی نادر الوجود ہے۔ | ″ |
| بہت صدیوں اور دراز زمانوں کے بعد بھی اگر ایسا شیخ کامل مکمل ظہور فرمائے تو غنیمت جاننا چاہیے۔ ایک عالم اس سے منور اور روشن ہوگا الخ۔ | ۷۹ |
| مبتدی کے لیے سماع اور وجد مضر اور عروج کے منافی ہے، اگرچہ شرائط کے مطابق ہو۔ | ″ |
| مختصر یہ کہ سماع صرف متوسط لوگوں اور منتہی حضرات میں سے ایک خاص قسم کے لیے نفع مند ہے۔ | ″ |
| سماع اور رقص کی اگرچہ بعض منتہی حضرات کو ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن یہ لوگ الخ۔ | ″ |
| اس بات کے مرادی معنی کا بیان کہ سیر فی اللہ کے لیے نہایت نہیں۔ اور اس سیر کی بے نہایتی کا معنی یہ ہے الخ | ۸۰ |
| فوق العرش تنزیہہ کا بیان اور اس مکشوف کا عالم ارواح سے ہونا اور عالم ارواح کا عالم جہات سے اوپر ہونا۔ روح کی نسبت تمام مکانات کے ساتھ برابر ہے۔ | ۸۱ |
| جاننا چاہیے کہ روح اس جہان کی نسبت اگرچہ بے چون ہے، لیکن بے چون حقیقی کی نسبت چون میں داخل ہے تو روح گویا عالم چون اور حق تعالیٰ کے درمیان برزخ ہے۔ | ۸۱ |
| مطلوب حقیقی کو تمام جہانوں، مراتب اسماء اور ظلی واصلی اور کونی والٰہی شیونات سے ماوراء میں تلاش کرنا چاہیے۔ | ۸۲ |
| دوام وصل اور استمرار وقت اس شخص کے لیے مسلّم ہے جو بعد از الخ۔ | ۸۳ |
| **مکتوب نمبر ۲۸۶** | ۸۴ |
| اہل سنت وجماعت کی درست آراء کے مطابق کتاب وسنت سے اخذ کردہ اعتقاد صحیح کے بیان میں۔ | |
| اس جماعت کا رد جس نے کتاب و سنت سے اہل سنت کے معتقدات کے خلاف سمجھا ہے اور اہل حق کے کشف کے خلاف معلوم کیا ہے۔ | ۸۵ |
| اگر بعض علماء حقیت اعتقاد کے باوجود فروعات میں مداہنت کے مرتکب ہوں تو انہیں دیکھ کر سب علماء کا انکار کرنا اور سب کو لعن طعن کا نشانہ بنانا صریح بے انصافی ہے | ″ |




Marfat.com

| مضامین | صفحہ |
| --- | --- |
| بالآخر صوفیہ کے معتقدات بھی وہی ہیں جو علماء اہل حق کے معتقدات ہیں، ہاں بعض صوفیہ کو دوران راہ الخ | ۸۵ |
| اس طائفہ کی مخالف حق باتوں سے ایک بات وحدت وجود کا حکم ہے۔ اور احاطہ اور قرب اور معیت ذاتی کا قول ہے اور خارج میں وجود زائد کے ساتھ وجود صفات کا انکار ہے۔ | ۸۶ |
| ان مخالف باتوں میں سے ایک اور بات یہ ہے کہ بعض امور پر ایسا حکم لگانا جو ایجاب واجب کو مستلزم ہیں۔ | 〃 |
| اور ان کے مخالف حکموں میں سے ایک حکم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے بایں معنی اِن شاء فعل وان لم یشأ لم یفعل۔ یہ لوگ پہلے قضیہ شرطیہ کو واجب الصدق جانتے ہیں اور دوسرے کو ممتنع الصدق۔ | 〃 |
| اور ان مخالف امور میں سے مسئلہ قضاو قدر میں ان کی تحقیق ہے جس کے ظاہر سے ایجاب لازم آتا ہے۔ اس طرح کی مخالف باتیں بہت سی ہیں۔ مثلاً رویت کا عدم امکان تسلیم کرنا۔ کاملین کے ارواح کو قدیم جاننا۔ پس سالک کو چاہیے کہ حقیقت کار تک پہنچنے سے قبل اپنے کشف کی مخالفت کے باوجود علماء اہل حق کی تقلید کو ضروری جانے۔ | ۸۷ |
| نیز جس طرح کتاب وسنت کے موجب اعتقاد ضروری ہے۔ اس کے مقتضیٰ کے مطابق کتاب وسنت سے آئمہ مجتہدین کے بیان کردہ معانی کے مطابق عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ | ۸۸ |
| مقلد کو اس امر کی اجازت نہیں کہ مجتہد کی رائے کے خلاف کتاب وسنت سے براہِ راست احکام اخذ کرے اور اس پر عمل پیرا ہو عمل میں قول مختار کو اختیار کرے۔ | 〃 |
| حتی الامکان مجتہدین کے اقوال کو جمع کرنے کی کوشش کریں۔ | 〃 |
| ان دو اعتقاد و عمل کے پروں کے حاصل ہونے کے قرب ایزدی کے مدارج کے عروج کی طرف متوجہ ہو۔ لیکن یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ ان منازل کا قطع کرنا راہ داں راہ بین رہنما شیخ کامل مکمل کی توجہ کے ساتھ وابستہ ہے۔ | 〃 |
| شیخ الاسلام ہروی کا قول الٰہی وہ کیا چیز ہے جو تو نے اپنے دوستوں کو عطا کردی ہے جس نے ان کو پہچانا اس نے تجھے شناخت کرلیا۔ اور جب تک تجھے شناخت نہیں کیا انہیں شناخت نہیں کرسکتا۔ | ۸۹ |
| کارکنانِ قضاو قدر اگر محض فضل ایزدی سے کسی کو شیخ کامل مکمل کی خدمت میں پہنچا دیں تو چاہیے کہ وہ اپنا اختیار بالکلیۃ اس | 〃 |




Marfat.com

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| میں گم کر دے۔ | |
| اور اگر اس قسم کے شیخ کی ملاقات سے مشرف نہ ہو۔ | ۸۹ |
| انسان حرام سے اس وقت تک نہیں بچ سکتا جب تک فضول مباحات سے اجتناب نہ کرے۔ | ۹۰ |
| اس امر کا بیان کہ ترقی اور عروج ورع سے وابستہ ہے۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ اعمال کے دو جز ہیں۔ اوامر کو بجا لانا اور نواہی سے بچنا اور اس سے متعلق سوال وجواب۔ | 〃 |
| متاخرین کی اس جماعت کا رد جس نے اس طریقہ میں نئی باتیں نکال لی ہیں اور سماع، رقص اور وجد اختیار کر لیا ہے۔ | ۹۱ |
| **مکتوب نمبر ۲۸۷** | |
| جذبہ اور سلوک کے بیان میں نیز ان معارف کے بیان میں جو ان دو مقام سے مناسبت رکھتے ہیں۔ | ۹۲ |
| اس جماعت کی مذمت جنہیں جو کچھ راستے میں میسر آجائے اسی پر اکتفاء کر لیتے ہیں۔ اور اسے ہی اپنا مقصد قرار دے لیتے ہیں اور اسی کے حصول کے ساتھ اپنے آپ کو کامل اور منتہی گمان کرتے ہیں اور بے چون کو چھوڑ کر چون سے آرام پکڑتے ہیں۔ | 〃 |
| مقصد اول ان معارف کے بیان میں جو | ۹۴ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| مقام جذبہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ | |
| جاننا چاہیے کہ تمام سلوک والے مجذوب اگرچہ جذب قوی رکھتے ہیں۔ | ۹۴ |
| ایک بزرگ فرماتے ہیں جو میرے نزدیک ہے وہ درحقیقت دور ہے۔ اور جو دور ہے وہ نزدیک ہے۔ | ۹۶ |
| حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کا قول کہ ہم انتہاء کو ابتداء میں درج کرتے ہیں۔ | ۹۷ |
| روح کے لیے بدن سے تعلق گیر ہونے سے قبل مقصود کی طرف ایک طرح توجہ حاصل ہوتی ہے۔ اس سلسلہ کے اکابر الخ | 〃 |
| معرفت۔ ارباب قلوب مجذوب جب مقام تمکین میں قرار پذیر ہوتے ہیں الخ | ۹۸ |
| اور شیخ کامل کو جب مقام قلب میں نیچے لاتے ہیں تو وہ برزخیت کی وجہ سے عالم کے ساتھ مناسبت پیدا کرتا ہے۔ | ۹۹ |
| مشائخ نے کہا ہے کہ جہت جذبہ کے حصول میں شیخ مقتدا واسطہ نہیں بنتا۔ لیکن جہت سلوک میں شیخ مقتدا کا واسطہ درکار ہے۔ | ۱۰۰ |
| شیخ مقتدا کو مناسب نہیں کہ اس قسم کے مجذوب متمکن کو افادہ عام کی اجازت دے اور پیری کے مقام میں بٹھائے۔ | 〃 |
| شیخ مقتدا کیلئے افادہ طالب کے وقت | ۱۰۱ |




Marfat.com

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| جناب حق میں التجا اور مضبوط رسی کو تھامنا ضروری ہے۔ اور یہ التجا تمام امور میں اور تمام اوقات میں سبحانہٗ نے اُسے عطا کر دی ہوتی ہے۔ | |
| مقصد ثانی اس بیان میں جو سلوک سے تعلق رکھتا ہے۔ حق سبحانہٗ کا فیض دو قسم ہے ایک ایجاد اور ابقاء اور اس طرح کے امور سے تعلق رکھتا ہے۔ دوسرا ایمان اور معرفت سے ہے۔ | ۱۰۱ |
| نوع اوّل کا فیض صفات کے واسطہ سے ہوتا ہے۔ اور بس، اور نوع ثانی کا فیض بعض کو صفات کے واسطہ سے اور بعض کو شیونات کے واسطہ سے۔ صفات اور شیونات کے درمیان فرق نہایت ہی دقیق ہے۔ جو اولیاء اللہ میں سے بھی کسی کسی پر ظاہر ہوتا ہے۔ | ۱۰۲ |
| بالجملہ صفات خارج میں وجود زائد کے ساتھ موجود ہیں۔ اور شیونات ذات میں مجرد اعتبارات کا نام ہے۔ | ۱۰۳ |
| واصل کے رجوع کے جواز اور عدم جواز کے اختلاف کا بیان۔ اور اس باب میں حق بات کا بیان۔ | ۱۰۶ |
| فنا کے بعد سالک کے وجود کے اثر کے زوال میں اختلاف اور اس بارے میں امر حق کا بیان۔ | ״ |
| معرفت۔ اگر سالک راہ سلوک غیر متعارف سے مراتب فوق سے کسی مرتبہ میں الخ | ۱۰۷ |
| معرفت۔ سلوک کئی قسم ہے۔ بعض کو جذبہ سے پہلے ہوتا ہے۔ اور بعض کے لیے سلوک پر جذبہ مقدم ہوتا ہے۔ | ۱۰۷ |
| معرفت بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ تجلی ذاتی شعور کو دور کرتی ہے اور حواس کو معطل اور بے کار کر دیتی ہے۔ الخ | ״ |
| معرفت۔ مشائخ کرام حدیث لی مع اللہ وقت میں دو گروہ ہیں۔ | ۱۰۹ |
| صفات والے منتہی حضرات علوم و معارف میں مجذوبوں کے نزدیک ہیں۔ | ۱۱۰ |
| بعض کے اس قول میں تردد اور شک کا اظہار کہ اقطاب کے لیے تجلی صفات ہے اور افراد کے لیے تجلی ذات۔ | ۱۱۱ |
| اِنَّ اللّٰہ خلق آدم علی صورتہٖ (حدیث) کا بیان۔ اور صفات روح کا بیان۔ عرش عظمت اور فراخی کے باوجود چونکہ مکانی ہے اس لامکانی یعنی روح کے سامنے رائی کے دانے بلکہ اس سے بھی کم تر کا حکم رکھتا ہے۔ | ״ |
| اگر بعض مشائخ کی عبارتوں میں ایسا لفظ واقع ہو جو حق تعالیٰ کی شان کے لیے ظرفیت یا مظروفیت کا وہم ڈالے تو اُسے بمیدانِ عبارت میں تنگی پر محمول کرنا چاہیے۔ | ۱۱۲ |
| عالم چاہے صغیر ہو چاہے کبیر سب اسماء اور صفات الٰہیہ کا مظہر ہے۔ | ۱۱۳ |




Marfat.com

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| عالم کے اسماء اور صفات کے لیے مظہر ہونے سے مراد ۔ | ۱۱۴ |
| آنحضرت علیہ السلام کے کامل تابعداروں کے لیے بواسطہ پیروی آنحضرت علیہ السلام اس تجلی ذات سے جو بالاصالۃ حضور کا خاصہ ہے ۔ بھی حصہ ملتا ہے ۔ | ؍؍ |
| **مکتوب نمبر ۲۸۸** | ۱۱۵ |
| نماز نوافل کو با جماعت ادا کرنے سے روکنے کے بیان میں جیسے نماز عاشورا و شب قدر اور شب برأۃ وغیرہ ۔ | |
| اس زمانے میں اکثر لوگ ادائے نوافل کا اہتمام کرتے ہیں ۔ اور فرائض کی ادائیگی میں سستی ۔ نوافل کو عزت والا جانتے ہیں اور فرائض کو بے وقعت ۔ | ؍؍ |
| علماء حنفیہ اگرچہ اصول میں مطلق کو مطلق ہی رہنے دیتے ہیں ۔ لیکن روایات فقیہہ میں مطلق کا مقید پر حمل کرنا جائز ، بلکہ ضروری جانتے ہیں | ۱۱۸ |
| حرام کو مباح جاننا کفر تک لے جاتا ہے اور مکروہ کو اچھا جاننا اس سے ایک مرتبہ کم برا ہے ۔ | ؍؍ |
| لفظ تداعی کے معنی کی تحقیق جو بعض روایات میں نوافل کی جماعت کی کراہت کی شرط قرار دیا گیا ہے ۔ | ۱۱۹ |
| **مکتوب نمبر ۲۸۹** | ۱۲۰ |
| قضا و قدر کے اسرار کے بیان میں اور جبر و اختیار کے مسئلہ کی تحقیق ۔ اور بندوں کے افعال اختیاریہ میں اقوال مختلفہ کا بیان اور قدرت عبد کی تاثیر اور معتزلہ اور جبریہ کے مذہب کا ردّ اور اس باب میں احقاق حق | |
| حجیت اور تقلید کے لائق صرف علماء کے اقوال ہیں ۔ باقی رہے صوفیہ کے اقوال تو جو اقوال علماء کے موافق ہیں ۔ مقبول ہیں ۔ اور غیر موافق غیر مقبول ہیں ۔ | ۱۲۷ |
| خلاف شریعت دلیل زندقہ اور علامت الحاد ہے ۔ | ؍؍ |
| اگر بعض صوفیہ سے حالت سکر میں مخالف شریعت کلام صادر ہو تو معذور ہیں ۔ اور ان کا ایسا کشف غیر صحیح ہوگا ۔ | ؍؍ |
| **مکتوب نمبر ۲۹۰** | ۱۲۸ |
| اس طریقہ کے بیان میں جس سے حق تعالیٰ نے حضرت مجدد قدس سرہ کو اوائل میں مخصوص فرمایا تھا ۔ اور طریقہ نقشبندیہ کے بیان میں اور نہایت کے بدایت میں درج ہونے کے بیان میں ۔ اور اس حضور کا بیان جو ان کے نزدیک لائق اعتبار ہے ۔ نیز ان بزرگوں کے بعض احوال اذواق اور جذبات کا بیان ۔ | |
| اے برادر اس درویش کو جب اس راہ کی | ۱۲۹ |




Marfat.com

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| ہوس پیدا ہوئی تو عنایت خداوندی اس کی ہادی کار بنی اور ولایت پناہ حقیقت آگاہ کی خدمت میں پہنچا دیا۔ | |
| اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں رہ کر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے اس راستے کو طے کرنے کی تفصیل۔ اور تفصیل سے نسبت نقشبندیہ کو حاصل کرنا۔ | ۱۲۹ |
| اس درویش کو یہ نادر الوجود نسبت تعلیم ذکر کے ابتدائی زمانہ میں دو ماہ اور چند روز کے بعد حاصل ہو گئی تھی۔ | ۱۳۰ |
| پوری تفصیل سے فنا اور بقا کے ان احوال کا ذکر جو اس نسبت کے طاری ہونے کے بعد حاصل ہوئے۔ | ״ |
| فصوص کی عبارت کہ ان شئت قلت انہ ای العالم حق وان شئت قلت انہ خلق۔ | ۱۳۱ |
| اپنے احوال کا بیان یعنی صحو کی طرف لانا۔ اور حیرت کی طرف لے جانا۔ | ״ |
| اس وقت مجھے بتایا گیا کہ یہ شہود اس صفت اور اس تنزیہہ کے ساتھ ذات حق ہے | ״ |
| اس جماعت کا رد جو حضرت مجدد رضی اللہ عنہ کو توحید وجودی کا منکر جانتی ہے۔ | ۱۳۲ |
| جب حضرت خواجہ قدس سرہ نے مجھے کامل مکمل جان کر تعلیم طریقہ کی اجازت فرمائی الخ | ۱۳۳ |
| جاننا چاہیے کہ ان حضرات کے طریقہ کا حاصل | ۱۳۴ |
| اہل سنت کا اعتقاد، سنت مصطفویہ کی پیروی اور بدعت سے اجتناب اور عزیمت پر عمل اور رخصت پر عمل کرنے سے احتراز اور اولاجہت جذبہ میں فنا اور مضمحل ہونا ہے۔ | |
| ان حضرات کی اصطلاح میں عدم اور وجود عدم اور وجود فنا کا بیان۔ | ۱۳۴ |
| حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ کا قول کہ وجود عدم وجود بشریت کے ساتھ عود کر آتا ہے۔ لیکن وجود فنا وجود بشریت کے ساتھ ہرگز عود نہیں کرتا۔ | ״ |
| وجود عدم والا اگرچہ راہ میں ہے۔ لیکن نہایت سے بھی آگاہ اور واقف ہے۔ | ״ |
| مشائخ کے نزدیک فنا، بقا، تجلی ذاتی اور شہود ذاتی کا اطلاق۔ | ۱۳۵ |
| اسی قبیلہ سے ہے فنا، بقا، تجلی ذاتی، شہود ذاتی اور وصل اور یادداشت جو کتاب فقرات حضرت خواجہ احرار میں واقع ہے۔ | ״ |
| نیز اسی قبیلہ سے ہے رسالہ سلسلۃ الاحرار جو خواجہ احرار کے کلام کے طریقہ پر ہے اور رباعیات مشرحہ بھی جو ہمارے خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ فرماتے ہیں۔ | ״ |
| حضرت خواجہ احرار کے ساتھ بعض مخصوص اصطلاحات کا بیان۔ | ۱۳۶ |
| حضرت خواجہ احرار کا قول کہ بعض اکابر کی | ״ |




Marfat.com

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| خدمت میں رہنے کی برکت سے مجھے دو باتیں عطا فرمائی گئیں ایک یہ کہ میں جو کچھ لکھتا ہوں وہ نیا ہوتا ہے۔ دوم یہ کہ وہ مقبول ہوتا ہے | |
| بعض کو اگر خدا تعالیٰ حصول جذبہ کے بعد سلوک سے مشرف فرمائے تو جذبہ کی مدد سے پچاس ہزار برس کی مسافت کو تھوڑی سی مدت میں طے کر سکتا ہے۔ | ۱۳۷ |
| سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ اور عین ثابتہ کے معنی۔ | " |
| دوسرے سلسلوں کے واصلوں اور اس بزرگ خانوادہ کے واصلوں کے درمیان فرق اور مضمون سابق سے متعلق ایک سوال و جواب | ۱۳۸ |
| شہود یا تو صورت کے آئینہ میں ہوتا ہے یا معنی کے آئینہ میں یا ان دونوں کے ماوراء اور اس بے پردہ شہود کو برقی کہا ہے | ۱۳۹ |
| نسبت کے معنی اور اس کے نہایت مراتب کا بیان اور اس طریقہ کے مشائخ کے ساتھ اس کی خصوصیت کا اعتبار۔ | " |
| شیخ ابو سعید اپنے استاد سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا یہ حالت دائمی ہوتی ہے استاد نفی میں جواب دیتا ہے۔ شیخ کا پھر دریافت کرنا اور یہی جواب ملنا۔ | ۱۴۰ |
| اس بات کا بیان کہ نہایت مطلق وراء الوراء اور حیرت کبریٰ، مقام معرفت، کفر حقیقی کے | " |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| بعد ایمان حقیقی کے حصول، مقام دعوت اور آنحضرت علیہ السلام کی کمال متابعت کا بیان | |
| ان بزرگوں کا جذبہ دو قسم ہے۔ قسم اوّل جو حضرت صدیق اکبر سے پہنچی ہے۔ اور دوم وہ جو جس کا مبدء ظہور اس طریقہ میں حضرت خواجہ نقشبند ہیں۔ | ۱۴۲ |
| وہ سلوک جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے سلوک کے حصول کے بعد ہوتا ہے، دو قسم ہے بلکہ کئی قسم ہے۔ | ۱۴۳ |
| امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا قول: ولدنی ابو بکر مرتین الخ | ۱۴۴ |
| حضرت علی رضی اللہ عنہ کے باب مدینہ ہونے کی وجہ اور حضرت صدیق کا خلت کی قابلیت پیدا کرنا | " |
| ولکنت متخذا خلیلا لاتخذت ابابکر خلیلا | " |
| حضرت امام جعفر نے اس نسبت مرکبہ کا اس کے اہل یعنی خواجہ عبدالخالق غجدوانی تک پہنچنا۔ | " |
| پھر اس نسبت کا حضرت خواجہ نقشبند کے وقت ظہور فرمانا اور ان کے خلفاء تک پہنچنا | ۱۴۵ |
| نسبت فردیت کی اقسام کی تفصیل۔ اور اس بات کا بیان کہ قطبیت کی نسبت حضرت جنید کو حضرت شیخ سری سقطی سے حاصل ہوئی اور فردیت کی نسبت شیخ محمد قصاب سے۔ | ۱۴۶ |




Marfat.com

| مضامین | صفحہ |
| --- | --- |
| خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کے خلفاء کے بعد اس خاندان کا چراغ حضرت خواجہ احرار ہیں۔ | ۱۴۸ |
| تغائر حیثیتین کی وجہ سے حضرت خواجہ احرار کے علوم میں تفاوت کا بیان۔ | ״ |
| حضرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نسبت اپنی والدہ ماجدہ کے آباء و اجداد کی طرف سے بھی حاصل کی ہے۔ اور بارہ قطبوں کے مقام سے بھی آپ کو وافر حصہ ملا ہے۔ | ۱۴۹ |
| ان بزرگوں کے بعد ہندوستان میں اس طریقے کے احیاء کا ظہور ارشاد پناہی حضرت محمد باقی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوا ہے۔ | ״ |
| **مکتوب نمبر ۲۹۱** | ״ |
| توحید وجودی اور شہودی کے مراتب اور ان سے متعلقہ معارف کے بیان میں۔ | |
| توحید وجودی کے منشا اول کا بیان اور یہ منشا مراقبات توحید کی ممارست ہے۔ اس قسم کا ظہور حیلے اور تخیل کے بعد غلبہ خیال کے واسطہ سے ہے۔ اس توحید والا ارباب احوال میں سے نہیں ہے۔ | ۱۵۰ |
| منشا دوم کا بیان جو انجذاب اور محبت قلبی کا نام ہے۔ اس کی ابتداء اذکار اور مراقبات کے اشتغال سے کی ہے اور یہ قسم احوال میں سے ہے۔ اور یہ علت تخیل سے پاک ہے۔ | ״ |
| اس سطور کا کاتب اس معرفت والوں کے انکار سے پناہ پکڑتا ہے۔ لیکن جانتا ہے کہ اس معرفت سے اوپر ایک دوسری معرفت بھی ہے۔ | ۱۵۱ |
| منشا سوم۔ اپنے مشہود میں مکمل طور پر فنا اور اضمحلال کا پیدا کرنا ہے۔ اس قسم کی توحید کی تفصیل اور اس توحید والوں کے احوال کا بیان۔ اور ایک مثال سے اس کی وضاحت اور اس مثال سے متعلق سوال و جواب۔ | ۱۵۱ |
| شیخ الاسلام ہروی فرماتے ہیں جو شخص مجھے حق سبحانہٗ سے غافل کرے۔ اللہ اس کے گناہوں کو بخشے۔ | ۱۵۲ |
| توحید کی یہ تیسری قسم اقسام توحید سے اعلیٰ قسم ہے۔ | ۱۵۴ |
| توحید کی اس قسم اخیر کا منشا اس حقیر کو کشف و ذوق سے اس وقت تک معلوم نہ ہوا تا آنکہ دہلی میں اپنے پیر بزرگوار کے مزار مبارک کی زیارت کی خاطر وہاں سے گزرنے کا اتفاق ہوا تو عید کے روز مزار شریف کی طرف توجہ کے دوران پیر و مرشد کی روحانیت کی طرف سے پوری توجہ ظاہر ہوئی اور اپنی خاص نسبت مرحمت فرمائی۔ | ״ |
| شیخ عبد الحق نقل کرتے ہیں کہ ہمارے حضرت خواجہ نے رحلت سے صرف چند روز | ۱۵۵ |




Marfat.com

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| پہلے فرمایا کہ ہمیں یقین سے معلوم ہوا ہے کہ۔ توحید وجودی، تنگ کوچہ ہے شاہراہ کچھ اور ہے۔ | |
| جذبہ نقشبندیہ کے مقام تک پہنچنے کے بعد خواجہ بزرگ اور خواجہ احرار کا طریقہ الگ ہو جاتا ہے۔ | ١٥٦ |
| **مکتوب نمبر ٢٩٢** | ١٥٧ |
| مریدوں کے ضروری آداب اور ان کے رفع شبہ کے بیان میں۔ | |
| اس راہ کے سالک یا مرید ہوتے ہیں یا مراد۔ اگر مراد ہوتے ہیں تو انہیں انجذاب کے راستے سے کشاں کشاں لے جائیں گے۔ اور اگر مرید ہوتے ہیں تو پیر کامل کے بغیر ان کا کام بننا دشوار ہے۔ ایسا پیر چاہیے جو دولت جذبہ وسلوک الخ۔ | " |
| اگر کسی طالب کو اس طرح کا پیر بتادیا جائے تو اس کے وجود کو غنیمت جانے اور اپنے آپ کو مکمل طور پر اس کے حوالے کر دے۔ | ١٥٨ |
| پیر کے آداب اور شرائط ضروریہ کا بیان | " |
| اپنے پیر سے کرامات اور خوارق کا مطالبہ نہ کرے اگرچہ یہ مطالبہ خواطر ووساوس کی شکل میں ہی ہو۔ | ١٥٩ |
| مرید کو جو فیض وفتوح بھی پہنچے اسے اپنے پیر کے توسط سے جانے اگرچہ واقع میں دیکھے کہ | ١٦٠ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| دوسرے مشائخ سے فیض پہنچ رہا ہے۔ | |
| بعض مریدین کیلئے اس امر کی گنجائش ہے کہ الہامی امور میں اپنے پیر کے خلاف کرے | ١٦١ |
| کہا گیا ہے کہ الشیخ یحیی ویمیت احیاء اور اماتت پیری کے مقام کے لوازمات سے ہے۔ لیکن مراد احیاء واماتت روحی ہے نہ جسمی۔ | ١٦٢ |
| **مکتوب نمبر ٢٩٣** | ١٦٣ |
| حدیث لی مع اللہ وقت سے متعلق سوال وجواب کے بیان میں۔ نیز قول حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ، کی تحقیق اور اس کے قول سے مراد۔ | |
| حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے مریدین کی ایک جماعت شیخ کے بارے بہت غلو سے کام لیتی ہے اور انہیں تمام اولیا گزشتہ اور آئندہ سے افضل قرار دیتی ہے اور انبیاء کے سوا معلوم نہیں کہ کسی ولی کو شیخ سے افضل تسلیم کرتے ہوں۔ یہ ان کے محبت میں افراط کے باعث ہے۔ | ١٦٦ |
| اس سے متعلق سوال وجواب اور اس امر کا بیان کہ کثرت سے ظہور کرامت افضلیت کی دلیل نہیں۔ | ١٦٧ |
| اسے بار اور اس خوارق عادات دو قسم پر ہیں | " |




Marfat.com

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| نوعِ اول علوم معارف الٰہی ہیں اور نوع ثانی مخلوقات کی صورتوں کا کشف اور کیفیات سے متعلق خبریں ہیں۔ | ١٦٧ |
| اہلِ معرفت کی فراست اور اہلِ ریاضت کی فراست کے متعلق شیخ الاسلام ہروی کے قول کا بیان۔ | ١٦٨ |
| **مکتوب نمبر ٢٩٤** | ١٦٩ |
| ان معارف کے بیان میں جو صفاتِ ثمانیہ واجب تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور انبیا اور تمام مخلوق کے مبادی تعینات کی تحقیق اور جزئی کا کلی سے لاحق ہونا۔ اور ایک کلی کی جزئی کا دوسری کلی کی طرف منتقل ہونے کا عدم جواز اور شہود و تجلی انبیاء و اولیا کے درمیان فرق۔ اور انبیاء کے واسطے سے کامل متبعین کے لیے وصل عریان کے حصول کے بیان میں نیز لفظ محو و اضمحلال کی تحقیق کے بیان میں۔ | |
| صفات ثمانیہ حقیقۃ واجب الوجود تین قسم ہیں۔ | ١٧٠ |
| ایک قسم وہ ہے جس کا زیادہ تعلق عالم سے ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جس کا تعلق کم عالم سے ہے۔ مگر پہلی قسم سے کمتر۔ تیسری قسم سب سے اعلیٰ قسم ہے۔ جس کا عالم سے کچھ تعلق نہیں۔ | ″ |
| کسی کے زیر قدم ہونے سے مراد جس طرح کہتے ہیں، فلاں محمد کے زیر قدم ہے۔ | ″ |
| حضرت محمد علیہ السلام کا شہود تعینات کے پردے کے بغیر ہے۔ اور دوسروں کا شہود تعینات کے پردہ میں ہے۔ | ١٧١ |
| ذات کی تجلی حضرت محمد علیہ السلام کا خاصہ ہے۔ دوسروں کی تجلی پردہ صفات میں ہے | ″ |
| حضور کے سوا دوسرے انبیاء اور اولیاء امت کے شہود سے متعلق سوال و جواب۔ | ″ |
| دوسرے انبیا کے شہود کا بیان۔ اور ان دو شہودوں کا علی سبیل الترقی حصول۔ اور دونوں کا ایک ساتھ حاصل نہ ہونا۔ | ″ |
| جان اور آگاہ ہو کر ذات حق تعالیٰ کی طرف ایک راستہ حقیقت الحقائق سے ہے۔ اور دوسرا راستہ باقی حقائق کلیات سے۔ | ″ |
| سوال۔ صفت الحیاۃ کے تعین کے راہ میں حائل ہونے کے باوجود حقیقت الحقائق کا وصل عریان کیسے ہو سکتا ہے۔ اور اس کا تجلی ذات کیوں نام رکھتے ہیں۔ اور اس کا جواب۔ | ١٧٢ |
| محو و اضمحلال کی تحقیق کہ آیا نظری ہے یا عینی۔ اور اس جماعت کا رد جو اسے قیامت کبریٰ خیال کرتی ہے۔ | ١٧٣ |
| سوال۔ تو نے بعض رسالوں میں کہا ہے فنا اخفیٰ ولایت محمدی سے مخصوص ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے۔ اور تحقیق ما تقدم سے اس کا | ″ |




Marfat.com

| مضامین | صفحہ |
| --- | --- |
| جواب۔ | |
| سوال۔ تیرا اعتقاد تو یہ ہے کہ کمالات سے جو کچھ نبی کو حاصل ہوتا ہے۔ اس کے کامل پیرو کاروں کو بھی اس سے حصہ ملتا ہے۔ تو پھر وصل عریان سے بھی اس کو حصہ حاصل ہوگا۔ حالانکہ وہ نبی درمیان میں حائل ہے۔ نبی کے وصل عریان کے درمیان حائل ہونے کا جواب۔ | ۱۷۴ |
| جاننا چاہیے کہ اصالت اور تبعیت انبیاء ماتقدم اور اس امت کے کامل پیروکاروں کے درمیان انبیاء کی افضلیت کا موجب ہے اگرچہ متبعین پر وصل عریان کا اطلاق درست ہے اور متبوعوں پر درست نہیں۔ | ۱۷۵ |
| سوال۔ یہ بات طے شدہ ہے کہ جہان کی پیدائش سے مقصود حضرت خاتم الرسل کی ذات ہے۔ اور تو نے کہا ہے کہ وصول کی دولت تمام باقی انبیاء علیہم السلام کو بھی بطریق اصالت حاصل ہے نہ کہ بطریق تبعیت۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ اس کا جواب۔ | // |
| سوال۔ کیا مراتب عروج میں مرتبہ صفت الحیوٰۃ سے بھی کاملین کو حصہ ملتا ہے یا نہیں؟ اس کا اثبات میں جواب۔ اور اس سے متعلق ایک دوسرا سوال و جواب۔ | ۱۷۶ |
| **مکتوب نمبر ۲۹۵** | // |
| طریقہ نقشبندیہ کے اصول مقررہ کے بیان میں یعنی نظر بر قدم، ہوش در دم، سفر در وطن اور خلوت در انجمن۔ | |
| نظر بر قدم کے چار معانی کا بیان۔ اور ہوش در دم اور سفر در وطن کے معنی کا بیان۔ | ۱۷۶ |
| خلوت در انجمن کے معنی کا بیان۔ اور اس امر کا بیان کہ بعض اوقات تفرقہ ظاہر سے چارہ نہیں۔ | ۱۷۸ |
| **مکتوب نمبر ۲۹۶** | ۱۷۹ |
| حق جل و علا کی صفات کی بساطت کے بیان میں۔ اور ان کے اشیاء کے ساتھ تعلق کے تعدد کی نفی کے بیان میں، اور اس بیان میں کہ یہ معرفت عقل کی رسائی سے برتر ہے۔ ارباب معقول اس معنے کو جائز نہیں رکھتے۔ اور مخلوقات میں اس کی مثال کا بیان۔ اور اس سے متعلق سوال و جواب۔ | |
| **مکتوب نمبر ۲۹۷** | ۱۸۱ |
| حق تعالیٰ کے احاطے اور سریان کی تحقیق کے بیان میں اور مثالوں سے اس کی توضیح اور مراتب وجوبی و امکانی کے ........ حفظ رعایت کے بیان میں۔ | |
| **مکتوب نمبر ۲۹۸** | ۱۸۳ |
| بطریق اشارہ و عبارت لطیفہ نہایت کار تک وصول کے بیان میں۔ اور اس معما کے راز پر مخدوم زادہ کلاں (خواجہ محمد صادق) کے سوا | |



Marfat.com

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| کوئی مطلع نہیں ہوا ۔ | ۱۸۳ |
| **مکتوب نمبر ۲۹۹** | ؍؍ |
| مصیبت پر اظہار ہمدردی، صبر کی تلقین رضا بقضا اور مرگ طاعون کی فضیلت کے بیان میں اور اس بیان میں کہ طاعون سے بھاگنا گناہ کبیرہ ہے جس طرح کفار سے جنگ کے دن صف قتال سے بھاگنا | ۱۸۴ |
| **مکتوب نمبر ۳۰۰** | ۱۸۵ |
| رمز واشارہ کی صورت میں اسرار غامضہ اور معارف غریبہ کے بیان میں اور مقام قاب قوسین کی طرف اشارہ ۔ | |
| **مکتوب نمبر ۳۰۱** | ۱۸۷ |
| قرب نبوت اور قرب ولایت کے بیان میں نیز ان راستوں کے بیان میں جو حضور و قرب تک لے جاتے ہیں ۔ | |
| پس حضور علیہ السلام کے پیروکاروں کو بعثت خاتم الرسل کے بعد تبعیت اور وراثت کے طور پر کمالات نبوت کا حصول آپ کی خاتمیت کے منافی نہیں ۔ | ؍؍ |
| کمالات نبوت تک پہنچانے والے راستے دو ہیں ۔ ایک راہ دور دراز ہے ۔ البتہ دوسرا شاہراہ اور وصول کے زیادہ قریب ہے ۔ | ۱۸۸ |
| جاننا چاہیے کہ دوسرے راستے سے وصول کے بعد اگرچہ مقامات ولایت کے کمالات مفصلاً حاصل نہیں ہوتے ۔ البتہ ولایت کا زبدہ اور خلاصہ بطریق احسن میسر آجاتا ہے ۔ | ۱۸۹ |
| کمالات نبوت کا حصول اللہ تعالیٰ کی محض عطا اور اس کی کرم نوازی سے وابستہ ہے ۔ بخلاف ولایت کے کمالات کے کہ ان کے مبادی کسب سے تعلق رکھتے ہیں ۔ اگرچہ نفس ولایت وہبی شے ہے ۔ | ۱۸۹ |
| حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعثت سے قبل اور بعثت کے بعد ریاضات و مجاہدات کے اغراض کا بیان ۔ | ؍؍ |
| جاننا چاہیے کہ انبیاء کرام کے حق میں ہدیہ عطا بلاواسطہ ہے اور اصحاب کو بواسطہ انبیاء کرام حاصل ہوتی ہے ۔ | ۱۹۰ |
| میرا گمان ہے کہ یہ دولت کبار تابعین اور تبع تابعین پر پرتو ڈالنے کے بعد روپوش ہوگئی ۔ تاآنکہ نوبت الف ثانی تک پہنچی ۔ | ؍؍ |
| **مکتوب نمبر ۳۰۲** | ؍؍ |
| ولایت سہ گانہ ۔ یعنی ولایت اولیاء و انبیاء اور ملاء اعلیٰ کے درمیان وجوہ فرق کے بیان میں ۔ اور اس بیان میں کہ نبوت ولایت سے افضل ہے اور بعض ان خاص معارف کے بیان میں، جو نبوت سے تعلق رکھتے ہیں ۔ اور ولایت قرب الٰہی سے عبارت ہے ۔ | |
| وصول اور حصول کے درمیان فرق ۔ اور | ۱۹۱ |




Marfat.com

| مضامین | صفحہ |
| --- | --- |
| اس امر کا بیان کہ دوئی کا رفع ہونا مقام ولایت کے مناسب ہے۔ اور دوئی کا باقی رہنا مرتبہ نبوت سے مناسبت رکھتا ہے۔ | |
| نبوت میں بھی اصل ولایت سے چارہ نہیں۔ | ۱۹۲ |
| راہ اجتبا اور راہ انابت کے درمیان وجوہ فرق، اور حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کا قول کہ ہم لوگ فضلی ہیں۔ | ۱۹۳ |
| مقام ولایت میں ہاتھ دنیا اور آخرت سے دھونے پڑتے ہیں۔ اس امر کا بیان کہ کمالات نبوت کے مرتبہ میں گرفتاری آخرت اور اس کا درد اور آخرت کے حالات یاد کر کے گریہ اور نالہ اچھی چیز ہے۔ لیکن توسط احوال میں مقام فنا کے اندر دنیا اور آخرت سے نسیان میسر آتا ہے۔ | " |
| بہشت کی نعمتوں کو دنیا کی نعمتوں سے کچھ مناسبت نہیں۔ اور بہشت کے درخت تسبیح کا نتیجہ ہیں۔ | ۱۹۴ |
| اس امر کا بیان کہ جس طرح تنزیہی کمالات کو کلمہ سبحان اللہ میں حروف و اصوات کے لباس میں روپوشش کیا گیا ہے۔ بہشت میں ان کمالات کو درخت کی صورت میں ظاہر فرمائیں گے۔ | " |
| **مکتوب نمبر ۳۰۳** | ۱۹۷ |
| کلمات اذان کے معانی کے بیان میں۔ | " |
| **مکتوب نمبر ۳۰۴** | ۱۹۸ |
| ان اعمال صالحہ کے بیان میں جن کے ساتھ اکثر آیات قرآن میں دخول بہشت کا وعدہ وابستہ کیا گیا ہے۔ اور ادائے شکر اور نماز کے بعض معانی اور اسرار کے بیان میں | |
| اعمال صالحہ سے مراد اسلام کے پانچ ارکان ہیں۔ جن پر اسلام کی بنا ہے۔ | ۱۹۹ |
| تکبیر اولیٰ کے اسرار، تکبیرات انتقال، رکوع اور سجدے کی تسبیح اور دونوں سلام اور اس تسبیح و تحمید و تکبیر و تہلیل کے اسرار کا بیان جس کا فرض نماز کے بعد سو بار پڑھنا معمول بہ ہے۔ | " |
| **مکتوب نمبر ۳۰۵** | ۲۰۱ |
| اسرار نماز کے بیان میں اور مبتدی اور منتہی کی نماز کے درمیان فرق۔ | |
| عارف کا ریائی عمل مرید کے اخلاص والے عمل سے بہتر ہے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ پیغمبر علیہ السلام کے سہو کو اپنے عمل سے بہتر جانتے ہوئے حضور علیہ السلام کے سہو کی آرزو کرتے ہیں۔ | ۲۰۲ |
| کبھی ایسا ہوتا ہے کہ منتہی نماز کے وقت قرات قرآن مجید کے دوران اپنے آپ کو شجر موسوی کی طرح پاتا ہے۔ اور کبھی ایسا پاتا ہے کہ اس کا باطن اس کے ظاہر سے | " |




Marfat.com

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| الگ ہوکر عالم غیب سے لاحق ہوچکا ہے۔ | |
| **مکتوب نمبر ۳۰۶** | ۲۰۶ |
| مخدوم زادہ کلاں اور مخدوم زادگان محمد فرخ اور محمد عیسیٰ کے بعض مناقب کے بیان میں اور ارباب ولایت کی فنا کا بیان۔ اور اس امر کا بیان کہ قرب نبوت میں اس فنا کی کچھ حاجت نہیں۔ | |
| فنا یعنی ماسوا سے نسیان کے مقصود کا بیان۔ اور ماسوائے حق تعالیٰ کے نسیان کی نسبت سے طریق ولایت و نبوت کا فرق۔ | ״ |
| ایک وقت میں ماسوائے حق کے علم کے حق جل وعلا کے علم کے ساتھ جمع ہونے کے متعلق سوال و جواب اور اول کے علم حصولی اور دوسرے کے علم حضوری کے مشابہ ہونے کا بیان۔ | ״ |
| **مکتوب نمبر ۳۰۷** | ״ |
| کلمہ طیبہ سبحان اللہ وبحمدہٖ کے معنی کا بیان۔ | |
| عبادت بلکہ تمام عالم میں حسن و کمال کی جنس سے جو کچھ پایا جاتا ہے۔ وہ جناب قدس خداوندی کی طرف لوٹتا ہے اور عبادت میں کوتاہی بلکہ سارے عالم میں شر و نقص کی جنس سے جو کچھ پایا جاتا ہے۔ وہ نفس اور دائرہ کمالات کی لوٹتا ہے۔ | ״ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث سبحان اللہ وبحمدہٖ عدد خلقہ ورضا نفسہ وزنۃ عرشہ ومداد کلماتہ سے متعلق سوال و جواب۔ | ۲۰۷ |
| **مکتوب نمبر ۳۰۸** | ۲۰۸ |
| حدیث کلمتان خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان حبیبتان الی الرحمن سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم کے معنی کا بیان | |
| **مکتوب نمبر ۳۰۹** | ۲۰۹ |
| رات اور دن کے محاسبہ کے بیان میں۔ جیسا کہ وارد ہوا ہے حاسبوا قبل ان تحاسبوا۔ | |
| اس طریق محاسبہ کا بیان جسے مشائخ کی ایک جماعت نے اختیار کیا ہے اور اس طریق محاسبہ کے بیان میں جسے حضرت مجدد رضی اللہ عنہ نے اختیار فرمایا ہے اور حضرت کے طریقہ کی دوسروں پر فضیلت کا بیان۔ | ۲۱۰ |
| **مکتوب نمبر ۳۱۰** | ۲۱۱ |
| انسان کی جامعیت اور بعض ان اسرار غامضہ کے بیان میں جو اس مقام سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور انسان کے خلیفہ بننے کا راز اور زنادقہ اور مجسمہ فرقوں کا رد۔ | |
| متشابہات قرآنی کا تاویل پر محمول ہونا اور علماء راسخین کو اس علم | ۲۱۲ |




Marfat.com

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| اور رسولوں کو اس علم غیب پر مطلع کرنا جو ذات سبحانہ کے ساتھ خاص ہے۔ اور صفات کے حق جل وعلا کے عین ہونے کا رد جیسا کہ شیخ اور پیروکاروں نے کیا ہے۔ | |
| **مکتوب نمبر ۳۱۱** | ۲۱۴ |
| رمز واشارہ کے طور پر اسرار غامضہ اور حقائق نادرہ کے بیان میں۔ یہ اسرار حروف مقطعات قرآنی سے تعلق رکھتے ہیں اور علمائے راسخین کو بھی ان کی تاویل سے مطلع کیا گیا ہے | |
| **مکتوب نمبر ۳۱۲** | ۲۱۵ |
| ان سوالات کے جواب میں جو میر نعمان نے اٹھائے تھے۔ اور اشارہ سبابہ کی تحقیق اور اس مسلک کا بیان جو اس باب میں حنفیہ کا مختار ہے۔ | |
| مدینہ پاک میں روضہ متبرکہ کی زمین افضل ہے یا کہ مسئلہ اس کے متعلق سوال وجواب۔ | ۲۱۶ |
| تشہد میں اشارہ سبابہ کے جواز کے متعلق سوال وجواب۔ | 〃 |
| حل وحرمت کے اثبات میں مقلد کا علم معتبر نہیں۔ بلکہ اس باب میں ظن مجتہد معتبر ہے | ۲۱۸ |
| کیفیت اشارہ میں اختلاف روایات کا بیان اور نفس اشارہ میں اضطراب کا اثبات۔ | 〃 |
| تطبیق اور جمع بین الروایات سے متعلق سوال وجواب۔ | 〃 |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول سے مراد کہ اگر کوئی حدیث میرے قول کے خلاف پاؤ تو میرے قول کو ترک کر دو۔ | ۲۱۸ |
| اگر یہ کہیں کہ علمائے حنفیہ نے جواز اشارہ کا فتویٰ بھی دیا ہے۔ تو میں اس کا جواب دوں گا کہ جب جواز اور عدم جواز میں تعارض ہو تو آخر | ۲۲۰ |
| امام ابن ہمام کے قول کا بیان کہ مسئلہ رفع یدین میں احادیث رفع اور عدم رفع متعارض ہیں ہم قیاس سے عدم رفع کی احادیث کو ترجیح دیں گے۔ کیونکہ نماز کی بنا سکون پر ہے۔ | 〃 |
| **مکتوب نمبر ۳۱۳** | • |
| خواجہ محمد ہاشم کے سات سوالات کا حل اور پیر کے آداب کی رعایت کا بیان۔ اور حضرت مجدد قدس سرہ کا امر فرمانا کہ اس دفتر اول کو اسی مکتوب پر ختم کریں کہ یہ رسولوں کے عدد اور اہل بدر کی تعداد کے موافق ہے۔ | |
| اصحاب کرام کی فنا وبقا سے متعلق سوال اول اور اس کا جواب۔ | ۲۲۱ |
| دوسرا سوال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ریاضات ومجاہدات سے متعلق، اور اس طریقہ نقشبندیہ میں التزام سنت کے باوجود ان ریاضات ومجاہدات سے منع کرنا اور اس کا جواب۔ | ۲۲۳ |
| اصحاب کرام علیہم الرضوان صحبت کی برکت | ۲۲۴ |




Marfat.com

| مضامین | صفحہ |
| --- | --- |
| سے بھوک کی خفیہ مضرتوں سے محفوظ تھے۔ دوسروں کو یہ حفاظت میسر نہیں۔ اور اس بات کی مزید وضاحت۔ | |
| تیسرا سوال۔ اس طریقے کی نسبت کی حضرت صدیق سے تخصیص بخلاف دوسرے طریقوں کے اور اس کا جواب۔ | ۲۲۶ |
| چوتھا سوال۔ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے دو اقوال میں تعارض و تناقض سے متعلق اور اس کا جواب۔ | ۲۲۷ |
| پانچواں سوال۔ پیراہن کی شکل سے متعلق یعنی حلقے کی شکل میں چاک کا آگے کی طرف ہونا اور اس کا جواب اور اس باب میں قول فیصل۔ | ۲۲۸ |
| چھٹا سوال۔ اس طریقہ کے طالبوں کی توجہ ابتداء میں ہی احدیت صرف کی طرف ہوتی ہے۔ چاہیے کہ یہ نسبت نفی و اثبات کے جمع نہ ہو۔ کیونکہ نفی میں توجہ غیر کی طرف ہوتی ہے | ۲۲۹ |
| اس کا جواب۔ | |
| ساتواں سوال۔ اور اس کا جواب۔ اور یہ نفی و اثبات کے ذکر سے متعلق ہے۔ | ۲۳۰ |
| یہ بات ذہن میں رکھیں کہ اس گروہ اولیاء اللہ کا انکار زہر قاتل ہے۔ ان بزرگوں کے افعال و اقوال پر اعتراض زہریلے ترین سانپ کے زہر کی طرح ہے۔ جو موت ابدی تک پہنچا دیتا ہے۔ | |
| پیر کے آداب، اور اس پر اعتراض کے نقصان کا بیان۔ | ۲۳۰ |
| مخدوم زادہ کلاں جناب خواجہ محمد صادق قدس سرہٗ کی پہلی اور دوسری اور تیسری، عرض داشت۔ | ۲۳۱ |


اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حصہ پنجم دفتر اول کی اُردو فہرست مکمل ہوئی۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ ونور عرشہ محمد وآلہ واصحابہ وسلم۔

مترجم محمد سعید احمد نقشبندی مجددی غفرلہٗ۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

# اُردو ترجمہ مکتوبات دفتر اوّل حصّہ پنجم

# مکتوب نمبر ۲۶۹

مرتضیٰ علی خاں کی طرف صادر فرمایا :-

دینی دشمنوں کی اہانت کرنے اور ان بیوقوفوں اور بدبختوں کے جھوٹے خداؤں کی توہین و تخریب پر ترغیب دینے اور اس عظیم مرتبہ کام کے لیے اپنی تمنا ظاہر کرنے اور اس کے مناسب بیان میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اللہ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام۔

ہر شخص کے دل میں کسی نہ کسی امر کی تمنا ضرور ہوا کرتی ہے۔ لیکن اس فقیر کی تمنا یہی ہے کہ خدائے تعالیٰ اور اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دشمنوں کے ساتھ سختی کی جائے۔ اور ان بدبختوں کی اہانت کی جائے۔ اور ان کے جھوٹے خداؤں کو ذلیل و خوار کیا جائے۔ یہ فقیر یقیناً جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس عمل سے زیادہ پسندیدہ اور محبوب اور کوئی عمل نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بار بار آپ کو اس عمل پسندیدہ کے لیے ترغیب دیتا ہے۔ اور اس کام کا بجالانا نہایت ضروری سمجھتا ہے۔ چونکہ آپ بذات خود وہاں تشریف لے گئے ہیں۔ اور اس گندے مقام اور وہاں کے رہنے والوں کی تحقیر و اہانت کے لیے مقرر ہوئے ہیں۔ اس لیے پہلے اس نعمت کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ کیونکہ بہت لوگ اس مقام اور وہاں کے رہنے والوں کی تعظیم و توقیر کے لیے وہاں جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ اس نے ہم کو اس بلا میں مبتلا نہ کیا۔ اس نعمت عظمیٰ



Marfat.com

کے شکر ادا کرنے کے بعد ان بدبختوں اور ان کے جھوٹے خداؤں کی تحقیر اور توہین میں بہت کوشش کرنی چاہیے۔ اور ظاہر و باطن میں جس قدر ہو سکے ان لوگوں کی بربادی میں کوشش کرنی چاہیے اور اس تراشیدہ و ناتراشیدہ بت کی ہر طرح اہانت کرنی چاہیے۔ امید ہے کہ بعض سُستیاں جو آپ سے وقوع میں آئی ہیں۔ اس عمل سے ان کی تلافی اور کفارہ ہو جائے گا۔ بدن کی کمزوری اور سردی کی شدت مانع ہیں۔ ورنہ فقیر خود حاضر خدمت ہو کر اس امر کی ترغیب دیتا۔ اور اس تقریب سے اس پتھر پر تُف ڈالتا۔ اور اس کو اپنی سعادت کا سرمایہ جانتا۔ اس سے زیادہ کیا مبالغہ کیا جائے۔ والسلام

# مکتوب نمبر ۲۷

شیخ نور محمد کی طرف صادر فرمایا:۔

اس بیان میں کہ بعض صحبتیں گوشہ نشینی سے افضل ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ — اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام۔

شیخ نور محمد آپ نے (ہم) دُور افتادوں کو اس طرح فراموش کیا ہے کہ سلام و پیام سے بھی یاد نہیں کرتے۔ آپ کی دلی خواہش گوشہ نشینی کی تھی، سو آپ کو میسر ہو گئی۔ لیکن بعض ایسی صحبتیں ہیں، جو گوشہ نشینی اور تنہائی پر فضیلت رکھتی ہیں۔ حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کے حال پر قیاس کرنا چاہیے کہ چونکہ گوشہ نشینی اور تنہائی اختیار کر کے حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں حاضر نہ ہو سکے۔ اس لیے صحبت کے کمالات ان کے نصیب نہ ہوئے۔ اور تابعین میں سے ہو گئے۔ اور پہلے درجہ کی فضیلت اور خیریت سے نکل کر دوسرے درجہ میں جا پڑے۔

اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ہر روزہ صحبت نئی طرز پر ہے:

مَنِ اسْتَوٰی یَوْمَاہُ فَهُوَ مَغْبُوْنٌ۔ — جس کے دونوں دن برابر ہیں وہ نقصان میں ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی — اور سلام ہو آپ پر اور ان سب لوگوں پر جو ہدایت کے راستہ پر چلے اور حضرت محمد



Marfat.com

عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّحِيَّاتُ
مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

# مکتوب نمبر ۲۷۱

ایک واقع کے استفسار کے حل میں شیخ حسن برکی کی طرف صادر فرمایا ہے:-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى۔
اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام۔

میرے معزز بھائی شیخ حسن (خدائے تعالیٰ اُس کے حال کو اچھا کرے اور اُس کو کمال تک پہنچائے) کا مکتوب مرغوب پہنچا۔ وہ واقع جو آپ پر ظاہر ہُوا تھا۔ اور آپ نے لکھا تھا اس کا حال واضح ہُوا۔ آپ امیدوار رہیں۔ اور جو کچھ آپ کو امر کیا گیا ہے اس کے بجالانے میں جان کے ساتھ کوشش کریں اور احکام شرعیہ کے بجالانے سے سرِ مُو تجاوز نہ کریں۔ اور اہل سنت وجماعت کے عقائد حقہ کے ساتھ اپنے ظاہر و باطن کو آراستہ و پیراستہ رکھیں ع

کار ایں است غیر ایں ہمہ ہیچ

اصل کام یہی ہے باقی سب ہیچ ہے۔

اگر آپ کے والدین پسند کریں اور اخوند و اُستاد بھی راضی ہوں۔ تو ہندوستان کے سیر کو غنیمت جانیں۔ والسلام

# مکتوب نمبر ۲۷۲

میر سید محب اللہ مانکپوری کی طرف صادر فرمایا:

ایمان بالغیب اور ایمان شہودی۔ اور توحید شہودی اور توحید وجودی کے بیان میں اور اس بیان میں کہ فنا کے حاصل ہونے میں جو درکار ہے وہ توحید شہودی ہے۔ توحید وجودی کچھ درکار نہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک کے اقسام کے بیان میں اور اس بیان میں کہ ایمان غیب کو ایمان شہادت پر فضیلت ہے۔ اور اس بیان میں کہ اوّل اوّل جس شخص نے



Marfat.com

توحید وجودی کو ظاہر کیا ہے، فتوحات مکیہ والا ہے۔ اور گزشتہ مشائخ کی عبارتیں اگرچہ توحید واتحاد کی خبر دیتی ہیں۔ لیکن توحید شہودی پر محمول ہیں۔ اور اس کے مناسب بیان میں

حمد و صلوٰۃ کے بعد سیادت پناہ برادر معزز میر محب اللہ کو واضح ہو کہ اُس واجب الوجود کی ذات پاک اور اس کی تمام صفات کے ساتھ غیب سے ایمان لانا انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اُن کے اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور اُن اولیا کا جو کلی طور پر مخلوق کی طرف رُخ کیے ہوئے ہیں اور ان کی نسبت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سی نسبت ہے۔ اگرچہ قلیل بلکہ اقل ہے اور علما، اور عامہ مومنین کا حصّہ ہے۔ اور ایمان شہودی عامہ صوفیہ کا حصّہ ہے۔ خواہ وہ ارباب عُزلت یعنی گوشہ نشین ہوں۔ خواہ ارباب عشرت یعنی لوگوں میں رہنے والے ہوں۔ کیونکہ ارباب عشرت اگرچہ مرجوع ہیں۔ لیکن انہوں نے پورے طور پر رجوع نہیں کیا ہے۔ ان کا باطن اسی فوق کی طرف نگران ہے۔ یعنی ظاہر میں خلق کے ساتھ ہیں اور باطن میں حق جل شانہٗ کے ساتھ۔ اسی لیے ایمان شہودی ہر وقت ان کے نصیب ہے۔ اور انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام چونکہ کلی طور پر مرجوع ہیں اور ظاہر و باطن میں خلق کو حق تعالیٰ کی طرف دعوت کرنے میں متوجہ ہیں۔ اس لیے ایمان بالغیب ان کا حصّہ ہے۔ اور اس فقیر نے اپنے بعض رسالوں میں اس امر کی تحقیق کی ہے کہ باوجود رجوع کے فوق کا نگران رہنا نقصان اور انجام تک نہ پہنچنے کی علامت ہے۔ اور کلی طور پر رجوع کرنا نہایت النہایت تک پہنچنے کی علامت ہے۔ صوفیہ نے کمال کو جمع بین التوجہین یعنی دونوں توجہوں کے جمع ہونے میں جانا ہے۔ اور تشبیہ اور تنزیہ کے جامع کو کاملین میں سے سمجھا ہے۔ ع

آں ایشانند من چنینم یارب[1]

انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام جب مقام دعوت سے فارغ ہو جاتے ہیں۔ اور عالم بقا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور رجوع کی مصلحت مکمل ہو جاتی ہے۔ تو بڑے شوق کے ساتھ اَلرَّفِیْقُ الْاَعْلٰی کی ندا لگا کر کلی طور پر حق جل شانہٗ کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ اور مراتب قرب میں نازو ادا کی حالت میں آجاتے ہیں ؎

هَنِيْئًا لِاَرْبَابِ النَّعِيْمِ نَعِيْمُهَا[2]
وَلِلْعَاشِقِ الْمِسْكِيْنِ مَا يَتَجَرَّعُ

---

[1] یا اللہ وہ تو اُس طرح ہیں۔ اور میں اس طرح ہوں۔

[2] ارباب نعمت کو نعمتیں گوارا ہوں اور بے چارے عاشق مسکین کے لیے وہی جو وہ درد و غم کے گھونٹ پی رہا ہے۔



Marfat.com

فقیر کے نزدیک کمال یہ ہے کہ عروج کے وقت کثرت بالکل نظر سے دور ہو جائے۔ حتیٰ کہ اسماء و صفات بھی ملحوظ نہ ہوں اور احدیت مجردہ کے سوا اور کچھ مشہود نہ ہو:

ثُمَّ عُومِلَ مَعَهُ مَا عُومِلَ مَعَهُ — پھر اس کے ساتھ معاملہ کیا گیا جو کیا گیا۔

اور رجوع کے وقت نظر سب کی سب کثرت پر پڑے۔ اور عامہ مومنین کی طرح خلق کے سوا اور کوئی امر مشہود نہ ہو۔ اور طاعت کے ادا کرنے اور خلق کو حق تعالیٰ کی طرف دعوت کرنے کے سوا اُس کا کوئی کام نہ ہو۔ اور جب دعوت کے کام کو پورا کرے اور عالم فانی کو وداع کرے تو پورے طور پر جناب قدس کی طرف متوجہ ہو کر اپنا سامان غیب سے شہادت کی طرف لے جائے اور معاملہ گوشش سے آغوشش تک پہنچ جائے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔ — یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے

کوئی ناقص پورے طور پر رجوع کرنے کو نقص خیال نہ کرے۔ اور توجہ باطن کو جو حق سبحانہٗ کی طرف ہوتی ہے ——— بہتر نہ جانے۔ کیونکہ صاحب رجوع اپنے اختیار کے ساتھ مقام رجوع میں نہیں آیا۔ بلکہ اُس نے حق تعالیٰ کی مراد کے موافق اعلیٰ سے اسفل کی طرف نزول کیا ہے۔ اور وصل سے ہجر کے ساتھ قرار پکڑا ہے پس صاحب رجوع حق تعالیٰ کی مراد پر قائم اور اپنی مراد سے خالی ہے۔ اور صاحب توجہ وصل و شہود کے ساتھ محظوظ اور قرب و معیت کے ساتھ خوش ہے ؎

ہجرے[1] کہ بود مراد محبوب — از وصل ہزار بار خوشتر

؎[2] لِاَنِّیْ فِی الْوِصَالِ عُبَیْدُ نَفْسِیْ ! — وَفِی الْهِجْرَانِ مَوْلٰی لِلْمَوَالِیْ
وَشُغْلِیْ بِالْحَبِیْبِ بِکُلِّ حَالٍ — اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ شُغْلِیْ بِحَالِیْ

رجوع کے فضائل و کمالات بے شمار ہیں۔ صاحب توجہ کو صاحب رجوع کے ساتھ وہ نسبت ہے جو قطرہ کو دریائے محیط کے ساتھ ہے۔ یہ رجوع نبوت کے فضائل میں سے ہے اور وہ توجہ ولایت کے آثار سے۔ شَتَّانَ مَا بَیْنَهُمَا (ان دونوں میں بڑا فرق ہے)۔ لیکن ہر شخص کا فہم اس کمال

[1] وہ ہجر جو جسے محبوب چاہے، وصل سے ہزار بار بہتر ہے۔

[2] میں حالت وصال میں اپنے نفس کا غلام ہوتا ہوں، اور ہجر میں اپنے مولیٰ کا۔ اور ہر حال میں میرا اپنے حبیب کے ساتھ مشغول رہنا اپنے حال میں مشغول رہنے سے مجھے زیادہ پسند ہے۔



Marfat.com

تک نہیں پہنچتا۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

تشبیہ اور تنزیہ کے جمع کرنے والوں میں سے بعض کہتے ہیں کہ تنزیہ کے ساتھ ایمان سب مومنوں کو حاصل ہے۔ عارف وہ ہے جو ایمان بہ تشبیہ کو بھی اس کے ساتھ جمع کرے۔ اور خلق کو خالق کا ظہور دیکھے۔ اور کثرت کو وحدت کا لباس جانے۔ اور صانع کا صنع میں مطالعہ کرے۔

غرض صرف تنزیہ کی طرف توجہ کا رہنا ان کے نزدیک نقص ہے۔ اور کثرت کے ملاحظہ کے بغیر وحدت کا شاہدہ کرنا ان کے نزدیک سراسر عیب ہے۔ یہ لوگ احدیت صرف کی طرف متوجہ ہونے والوں کو ناقص خیال کرتے ہیں اور کثرت کے ملاحظہ کے بغیر وحدت کے ملاحظہ کرنے کو محدود و مقید خیال کرتے ہیں۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعوت تنزیہ صرف کی طرف ہے۔ اور تمام آسمانی کتابیں ایمان تنزیہی کو بیان کرتی ہیں۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام آفاقی وانفسی خداؤں کی نفی کرتے ہیں۔ اور ان کے باطل ہونے کی دعوت فرماتے ہیں۔ اور اس واجب الوجود کی وحدت کی طرف جو بیچون و بیچگون ہے رہنمائی کرتے ہیں۔ کبھی کسی نے نہیں سنا کہ کسی پیغمبر نے ایمان تشبیہی کی طرف دعوت کی ہو اور خلق کو خالق کا ظہور کہا ہو۔ تمام پیغمبر علیہم الصلوٰۃ والسلام واجب الوجود کی توحید کے کلمہ میں متفق ہیں۔ اور حق تعالیٰ کے سوا تمام خداؤں کی نفی کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا

اے اللہ کے رسول اہل کتاب سے کہہ کہ آؤ ایک کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ ہی کسی کو اس کے ساتھ شریک بنائیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا ہم میں سے کوئی کسی کو اپنا رب نہ

---

[1] سورہ آل عمران، پارہ تلک الرسل۔



Marfat.com

| | |
|---|---|
| بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ۔ (پ۳ - ع۱۵) | بنا لے۔ پس اگر وہ مانیں تو کہہ دو کہ تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔ |

یہ لوگ بے شمار اسباب ثابت کرتے ہیں اور سب کو ربُّ الارباب کا ظہور خیال کرتے ہیں اور کتاب وسنت کو جو اپنے مطالب کے لیے بطریق شہادت پیش کرتے ہیں۔ (کتاب)

| | |
|---|---|
| هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ۔ | یعنی اول وآخر وظاہر وباطن وہی ہے۔ |
| وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔ | نہیں مارا تو نے جب کہ مارا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مارا۔ |
| اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ۔ (پ۲۶ - ع۹) | جو تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ |

(سنت)

| | |
|---|---|
| اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُوْنَكَ شَيْءٌ۔ | یا اللہ تو ہی اول ہے اور تیرے اول کوئی شے نہیں ہے۔ اور تو ہی آخر ہے تیرے بعد کوئی شے نہیں ہے۔ اور تو ہی ظاہر ہے، تیرے اوپر کوئی شے نہیں ہے۔ اور تو ہی باطن ہے، تیرے سوا کوئی شے نہیں ہے۔ |

اس میں کچھ شہادت نہیں ہے۔ کیونکہ ان عبارتوں میں کامل طور پر وجود ماسوا کے کمال کی نفی کا حصر ہے نہ کہ اصل وجود کی نفی، جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

| | |
|---|---|
| لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ | نماز نہیں ہوتی مگر فاتحہ کتاب کے ساتھ |

اور فرمایا:-

| | |
|---|---|
| لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَةَ لَهٗ۔ | جو امانت دار نہیں اس کا ایمان نہیں۔ |

---

| | |
|---|---|
| ۱؎ سورہ حدید، پارہ قال فما خطبکم۔ | ۲؎ سورۃ انفال، پارہ قال الملاء |
| ۳؎ سورہ فتح، پارہ حٰمٓ | ۴؎ مسلم شریف وابن ابی شیبہ والو یعلی وغیرہ۔ |
| ۵؎ بخاری ومسلم شریف وغیرہما۔ | ۶؎ بیہقی شریف۔ |



Marfat.com

کتاب و سنت میں اس قسم کی مثالیں بہت ہیں۔ یہ توجیہ نصوص کی تاویل نہیں ہے۔ جیسا کہ ان لوگوں نے گمان کیا ہے۔ بلکہ کمال بلاغت پر نصوص کو حمل کیا گیا ہے۔ اور عرف میں جب کسی شخص کے امر رسالت کو ضروری اور مہتم بالشان ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ تو فرماتے ہیں کہ اس کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے۔ اس سے مقصود حقیقت نہیں ہے بلکہ مجاز ہے جو حقیقت سے ابلغ ہے۔ اور جب فاعل سے جو کامل قدرت والے مالک کا غلام اور بندہ ہے۔ اس کے قدر و اندازہ سے بڑھ کر کوئی فعل صادر ہو۔ اور اس فعل میں اس مالک قادر کی التفات و توجہ مدنظر ہو۔ تو اس وقت مالک کو لائق ہے کہ یہ کہہ دے کہ اس فعل کو میں نے ہی کیا ہے۔ یہ بات بھی نہ اتحاد فعل پر اور نہ اتحاد ذات پر دلالت کرتی ہے۔ حاشا وکلا کہ بندۂ غلام کا فعل عین مالک مقتدر کا فعل ہو۔ یا اُس کی ذات کا عین بن جائے ان لوگوں نے شاید انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مذاق کو نہیں سمجھا۔ کیونکہ ان کی دعوت کا مدار، اثنینیت یعنی دوئی اور غیر کے وجود اور غیریت پر ہے۔ ان کی عبارتوں کو توحید و اتحاد پر حمل کرنا بے ہودہ تکلف ہے۔ اگر حقیقت میں ایک ہی موجود ہوتا۔ اور اس کے سوا سب اس کے ظہورات ہوتے۔ اور اس کے ماسوائے کی عبادت اسی کی عبادت ہوتی، جیسے کہ ان لوگوں نے گمان کیا ہے۔ تو پھر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام مبالغہ اور تاکید کے ساتھ ان کی پرستش سے کیوں منع کرتے۔ اور ان کی پرستش پر دائمی عذاب کیوں مترتب کرتے۔ اور ان کے پجاریوں کو خدا کا دشمن کیوں کہتے۔ جب تک ان لوگوں کو ان کی غلطی پر اطلاع نہ بخشیں عینیت کی دید جو جہالت سے ان میں پیدا ہو گئی ہے، دُور نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی ان کی عبادت کو حق تعالیٰ کے غیر کی عبادت جانتے ہیں۔

ان لوگوں میں سے بعض یہ کہتے ہیں کہ پیغمبروں نے عوام لوگوں کے قصور فہم کے باعث توحید وجُودی کے اسرار کو پوشیدہ رکھا ہے اور اپنی دعوت کی بنا غیر و غیریت پر رکھی ہے۔ اور وحدت کو چھپا کر کثرت پر دلالت کی ہے۔

یہ بات شیعہ کے تقیہ کی طرح سننے کے قابل نہیں ہے۔ کیونکہ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام جو کچھ کہ واقعی اور نفس الامری ہے اس کی تبلیغ کے زیادہ مستحق اور حق دار ہیں۔ جب نفس الامر میں ایک ہی موجُود ہو اور اس کا غیر کچھ موجُود نہ ہو۔ تو مناسب نہیں کہ اس کو چھپا کر نفس الامر کے خلاف ظاہر کریں۔ خاص کر وہ احکام جو واجب الوجود کی ذات و صفات و افعال کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے اظہار اور اعلان کے وہ زیادہ حق دار ہیں۔ کوتاہ نظر خواہ ان کو سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ کیا نہیں



Marfat.com

دیکھتے کہ قرآن کی آیات متشابہات یا احادیث متشابہات جن کے سمجھنے سے عوام کیا خواص بھی عاجز ہیں۔ ان کے اظہار کرنے سے منع نہیں ہوئے۔ اور نہ ہی عوام کی غلطی اور کوتاہ فہمی ان کے اظہار کی مانع ہوئی۔ یہ لوگ اس شخص کو جو دو وجود کا قائل ہے اور ماسوا کی عبادت سے اجتناب و پرہیز کرتا ہے، مشرک کہتے ہیں۔ اور اس شخص کو جو ایک وجود کا قائل ہے موحد کہتے ہیں اگرچہ ہزار بُت کی عبادت کرے اس خیال سے کہ یہ سب حق تعالیٰ کے ظہورات ہیں۔ اور ان کی عبادت حق تعالیٰ کی عبادت ہے۔ انصاف کرنا چاہیے کہ ان دونوں گروہوں میں سے مشرک کون ہے۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے وحدت وجود کی طرف دعوت نہیں کی۔ اور نہ ہی دو وجود کہنے والے کو مشرک کہا ہے۔ بلکہ ان کی دعوت وحدت معبود کی طرف ہے۔ اور انہوں نے ماسوائے کی عبادت کو شرک کہا ہے۔

اگر صوفیہ وجودیہ ماسوا کو غیریت کے طریق پر نہ بھی جانیں، تو بھی شرک کو دفع نہیں کر سکتے کیونکہ ماسوا، کو ماسوا ہی جانیں یا نہ جانیں۔ ان میں سے بعض متاخرین، عالم کو، حق تعالیٰ کا عین نہیں جانتے۔ اور عینیت سے کنارہ کرتے ہیں۔ اور عینیت کے قائلوں کو طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ اور شیخ محی الدین اور اس کے تبعین کے ساتھ انکار سے پیش آتے اور ان کو بُرائی سے یاد کرتے ہیں۔ ساتھ ہی یہ لوگ عالم کو حق تعالیٰ کا غیر بھی نہیں جانتے۔ بلکہ نہ ہی حق تعالیٰ کا عین اور نہ ہی حق تعالیٰ کا غیر جانتے ہیں۔ یہ بات بھی ثواب سے دُور ہے:

اَلْاِثْنَانِ مُتَغَایِرَانِ۔ — دو چیزیں ایک دوسرے کی غیر ہوتی ہیں

قضیہ مقررہ ہے۔ اثنینیت یعنی دوئی کا منکر درجہ عقل کا مخالف ہے۔ ہاں متکلمین نے صفات واجبی جل سلطانہ کے بارہ میں لَا ھُوَ وَلَا غَیْرُہٗ کہا ہے۔ اور غیر سے غیر اصطلاحی مراد لے کر اس امر کو مدنظر رکھا ہے کہ دو متغائر چیزوں کا باہم جدا اور الگ ہونا جائز ہے۔ کیونکہ واجب تعالیٰ وتقدس کی صفات حضرت ذات سے الگ نہیں ہیں۔ اور نہ ہی حق تعالیٰ کی ذات و صفات قدیمہ کے درمیان انفکاک یعنی الگ ہونا جائز متصور ہو سکتا ہے۔ پس لَا ھُوَ وَلَا غَیْرُہٗ صفات قدیمہ میں صادق ہے۔ برخلاف عالم کے کہ یہ نسبت اس میں مفقود ہے:

كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ مَعَهٗ شَيْءٌ — اللہ تھا اور اُس کے ساتھ کوئی چیز موجود نہ تھی۔

پس عالم کی غیریت کی نفی کرنا لغت میں بھی اور اصطلاح میں بھی صدق سے دُور ہے۔ ان لوگوں



Marfat.com

اپنے حقیقت حال تک نہ پہنچنے کے باعث عالم کو صفات قدیمہ کی طرح سمجھ کر اس کے مخصوص حکم کو اس جگہ اطلاق کیا ہے۔ یہ لوگ جب عینیت عالم کی نفی کے قائل ہوئے ہیں تو اُن پر لازم ہے کہ غیریت عالم کے قائل ہوں۔ اور توحید وجودی والوں کے زمرہ سے نکل آئیں۔ اور عالم کے متعددہ وجودوں کے قائل ہو جائیں۔ اور توحید وجودی میں عین کہنے سے چارہ نہیں ہے۔ جیسے کہ شیخ محی الدین اور اس کے تابعین نے کہا ہے۔ اور عین کہنا ان معنوں کے لحاظ سے نہیں ہے کہ عالم اپنے صانع کے ساتھ متحد ہے۔ حاشا وکلا بلکہ ان معنوں کے اعتبار سے ہے کہ عالم معدوم ہے اور حق تعالیٰ کا وجود واجب۔ جیسے کہ اس فقیر نے اپنے بعض رسالوں میں اس امر کی تحقیق کی ہے۔

سوال:

صوفیہ وجودیہ، دو وجُود کے کہنے والے کو جو مشرک کہتے ہیں وہ اس اعتبار سے کہتے ہیں کہ دہ دو بین ہیں اور دو بیں طریقت کا مشرک ہے؟

جواب:

دو بینی[^1] جو طریقت کا شرک ہے، توحید شہُودی سے دفع ہو جاتا ہے۔ توحید وجودی اس مقام میں کچھ درکار نہیں ہے۔ کیونکہ سالک کا مشہُود و ملحوظ ایک ذات مقدس کے سوا اور کوئی امر نہیں ہے تاکہ فنا متحقق ہو۔ اور طریقت کا شرک دُور ہو جائے۔ دن میں جو آفتاب کو تنہا دیکھتے ہیں۔ اور ستاروں کو نہیں دیکھتے، دو بینی، کا دفیعہ حاصل ہے۔ اگرچہ ہزاروں ستارے دن میں موجود ہوں۔ مقصود یہ ہے کہ ایک آفتاب مشہود ہو۔ خواہ ستارے معدوم ہوں، یا موجود بلکہ میں کہتا ہوں کہ کمال اس صورت میں ہے کہ اشیاء موجود ہوں اور سالک کمال فنا کے باعث جو اپنے مطلوب حقیقی سے رکھتا ہے کسی چیز کی طرف توجہ نہ کرے۔ بلکہ کسی چیز کا مشاہدہ نہ کرے اور کوئی چیز اُس کے دیدۂ بصیرت میں نہ آئے۔ اور اگر اشیاء موجود نہ ہوں۔ فنا کس سے متحقق ہو گی۔ اور فانی کس سے ہو گا اور کس کو فراموش کرے گا۔

سب سے اوّل جس شخص نے توحید وجودی کی تصریح کی ہے۔ وہ شیخ محی الدین ابن عربی ہے اس سے گزشتہ مشائخ کی عبارتیں اگرچہ توحید وجُودی کی خبر دیتی ہیں۔ لیکن توحید شہودی پر حمل کرنے کے قابل ہیں۔ کیونکہ حق جل شانہٗ کے غیر کو جب نہیں دیکھتے۔ تو بعض کہتے ہیں کہ:

لَیْسَ فِیْ جُبَّتِیْ سِوَی اللہِ۔ میرے جبہ میں سوائے اللہ کے اور کچھ نہیں

[^1]: دو دیکھنا ۱۲



Marfat.com

اور بعض سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ کی ندا پکار اُٹھتے ہیں۔ اور بعض:

لَیْسَ فِی الدَّارِ غَیْرُہٗ دَیَّارٌ۔ گھر میں اُس کے سوا کوئی رہنے والا نہیں ہے

کی آواز بلند کرتے ہیں۔ یہ سب پھول ایک ہی یک بینی، کی شاخ سے کھلے ہیں۔ ان عبارتوں میں کوئی بھی وحدت وجود پر دلالت نہیں کرتی۔ اور جس شخص نے اس مسئلہ کو ابواب اور فصول کی شکل میں لکھا ہے اور صرف ونحو کی طرح اس کو جمع کیا ہے۔ حتیٰ کہ اس نے کہا ہے کہ خاتم النبوت بعض علوم ومعارف کو خاتم الولایت سے اخذ کرتا ہے۔ اور خاتم الولایت مہدی اپنے آپ کو جانتا ہے اور شارحین نے اس کی توجیہ میں کہا ہے کہ بادشاہ اپنے خزانچی سے اگر کوئی چیز لے تو اُس میں کیا نقصان ہے۔

غرض فنا وبقا اور ولایت کبُریٰ کے کمالات حاصل کرنے کے لیے توحید وجودی کی کوئی ضرورت نہیں۔ توحید شہُودی حاصل ہونی چاہیے۔ تاکہ فنا متحقق ہو جائے۔ اور ماسوے کا نسیان حاصل ہو جائے۔

ہو سکتا ہے کہ کوئی سالک ابتدا سے انتہا تک سیر کر جائے۔ اور توحید وجُودی کے علوم و معارف سے کوئی بھی اس پر ظاہر نہ ہو۔ بلکہ نزدیک ہے کہ ان علوم سے انکار کردے۔

فقیر کے نزدیک وہ راستہ جوان معارف کے ظہور کے بغیر سلوک کے ساتھ میسّر ہو جائے وہ اس راستہ سے زیادہ قریب ہے۔ جو اس ظہور کو متضمن ہے۔ اور نیز اس راہ کے سالکوں میں سے اکثر مطلوب تک پہنچتے ہیں۔ اور اکثر راہ ہی میں رہ جاتے ہیں۔ اور دریا سے قطرہ کے ساتھ سیراب ہو جاتے ہیں۔ اور اتحاد کے وہم میں پڑ کر ظل میں گرفتار رہتے ہیں۔ اور وصل سے محروم رہتے ہیں۔ یہ امر تجربہ سے معلوم ہو چکا ہے۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَلْمُلْھِمُ لِلصَّوَابِ۔

اور نیز فقیر کو اگرچہ راہ ثانی سے سلوک مُیسّر ہُوا ہے اور توحید وجودی کے علوم ومعارف کے ظہورات سے کافی حصّہ حاصل ہُوا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی عنایت شامل حال ہوئی اور سیر مجُوبی کے ساتھ راستہ کے جنگلوں اور میدانوں کو فضل وعنایت کی امداد سے طے کرادیا اور کمال کرم کے ساتھ ظلال سے گزار کر اصل تک پہنچایا۔ اور جب معاملہ مسترشدوں یعنی مریدوں تک پہنچا، تو معلوم ہُوا کہ اس کے علاوہ ایک اور راہ ہے جو وصول کے زیادہ قریب اور حصُول میں زیادہ آسان ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ ھَدٰنَا — اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو اس کی ہدایت دی اگر وہ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم



Marfat.com

اللہ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۔ کبھی ہدایت نہ پاتے، بے شک ہمارے رب کے رسول حق بات لائے۔

تنبیہ۔ سابقہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ اگرچہ موجودات متعددہ ہوں اور حق تعالیٰ کا ماسوی بھی موجود ہو تو پھر بھی ہو سکتا ہے کہ فنا و بقا متحقق ہو جائے نہ یہ کہ ماسوئے معدوم و ناچیز ہو جائے یہ بات باوجود ظہور کے اکثر خواص پر پوشیدہ رہی ہے۔ پھر عوام کا کیا ذکر ہے۔ ان لوگوں نے توحید شہودی کو عین وجودی خیال کر کے وحدت وجود کی معرفت کو راستہ کی شرط جانا ہے۔ اور دو وجود کہنے والے کو ضالّ و مضِل (گمراہ و گمراہ کرنے والا) سمجھا ہے اور کثرت کے آئینوں میں وحدت کے مشاہدہ کو انجام کار تصور کیا ہے۔ ان میں سے بعض نے یہاں تک تصریح کی ہے کہ ہمارے حضرت پیغمبر علیہ و علیٰ جمیع اخوانہ من الصلوٰت افضلہا و من التسلیمات اکملہا کمالات نبوت حاصل ہونے کے بعد شہودِ وحدت در کثرت کے مقام میں رہے ہے۔ اور آیت کریمہ اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ سے اس مقام کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اور اس کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں کہ تحقیق ہم نے تجھ کو کثرت میں وحدت کا مشاہدہ عطا کیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کوثر کی واؤ کے درمیان آنے سے جو حروف کثر کے درمیان ہے یہ اشارات سمجھے ہیں۔ حاشا وکلا اس قسم کے معارف مقام نبوت کے لائق ہوں۔ کیونکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام خدائے بیچون جل شانہٗ کی طرف دعوت کرتے رہے ہیں۔ اور جو چیز چون کے آئینوں میں گنجائش نہیں رکھتی۔ وہ بے چونی سے بے نصیب ہے۔ اور بیچونی اور چندی کے داغ سے داغدار ہے۔ حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ ان کو انصاف کی توفیق دے۔ شاید یہ لوگ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اپنے کمالات کے ترازو پر تولنا چاہتے ہیں اور ان کے کمالات کو اپنے کمالات کی طرح جانتے ہیں۔ کَبُرَتْ کَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ۔ چھوٹا منہ بڑی بات ؎

چہ آں کرمی کہ در سنگی نہاں است

زمین و آسماں او ہماں است

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت میں کا یہ کمینہ اور عاجز اس قسم کی معرفت سے جو اول اوّل حاصل ہوئی تھی ندامت و استغفار کرتا ہے۔ اور اس شہود کو نصاریٰ کے حلول کی طرح اس پاک جناب سے نفی کرتا ہے۔

---

[1] جس طرح وہ کیڑا جو پتھر میں چھپا ہوا ہے اس کا زمین و آسمان وہی ہے۔



Marfat.com

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جو کچھ دیکھا گیا اور سُنا گیا اور جانا گیا۔ سب اس کا غیر ہے۔ کلمہ لا کی حقیقت سے اس کی نفی کرنی چاہیے، پس کثرت میں وحدت کا مشاہدہ بھی نفی کے لائق ہے اور اس پاک بارگاہ سے منتفی اور بُردور ہے۔

حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی اس کلام نے مجھ کو اس شہود سے نکال دیا ہے۔ اور مشاہدہ اور معائنہ کی گرفتاری سے نجات بخشی ہے۔ اور میرے اسباب کو علم سے جہل کی طرف اور معرفت سے حیرت کی طرف لے گیا ہے۔

جَزَاهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَنِّیْ خَیْرَ الْجَزَاءِ۔ اللہ تعالیٰ ان کو میری طرف سے جزائے خیر دے۔

میں صرف ایک ہی بات سے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کا مرید اور حلقہ بگوش ہوں۔ اور واقعی اولیاء میں سے شاید ہی کسی نے اس طرح کی عبارت بیان کی ہو۔ اور تمام مشاہدات و معائنات کی اس طرح پر نفی کی ہو۔

اس مقام میں آپ کے اس سخن کی حقیقت کو جہاں کہ آپ نے فرمایا ہے کہ خدائے تعالیٰ کی معرفت بہاؤالدین پر حرام ہے۔ اگر اس کی ابتدا بایزیدؒ کی انتہا نہ ہو، ڈھونڈنی چاہیے۔ کیونکہ بایزید رحمۃ اللہ علیہ باوجود اس بزرگی کے شہود و مشاہدہ سے آگے نہیں نکلے۔ اور سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمُ شَانِیْ کے تنگ کوچہ سے قدم باہر نہیں رکھا۔ برخلاف ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے کہ جنہوں نے ایک ہی کلمہ لا سے اس کے تمام مشاہدات کی نفی فرمادی اور سب کو حق تعالیٰ کا غیر ثابت کر دیا حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ کی تنزیہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے نزدیک تشبیہ ہے اور اس کا بیچون ان کے نزدیک چون اور کمال نقص ہے۔ ناچار اس کی انتہا جو تشبیہ سے آگے نہیں بڑھا خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی انتہا ہوگی۔ کیونکہ بدایت تشبیہ سے ہے، اور نہایت تنزیہ کے ساتھ۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ آخر حال میں بایزید رحمۃ اللہ علیہ کو اس نقص پر اطلاع بخشی گئی کہ موت کے وقت اس طرح کہتے تھے:

مَا ذَکَرْتُكَ اِلَّا عَنْ غَفْلَةٍ وَمَا خَدَمْتُكَ اِلَّا عَنْ فَتْرَةٍ۔ میں نے تجھے یاد نہیں کیا مگر غفلت سے اور میں نے تیری خدمت نہیں کی، مگر سُستی سے۔

اس نے اپنے پہلے حضور کو غفلت جانا کیونکہ وہ حق تعالیٰ کا حضور نہ تھا۔ بلکہ ظلال میں سے



Marfat.com

ایک ظل کا حضور اور اس کے ظہورات میں سے ایک ظہور تھا۔ پس ناچار حق تعالیٰ سے غافل رہے۔ اور حق تعالیٰ وراء الوراء ہے۔ ظلال و ظہورات سب کے سب مبادی اور مقدمات اور معارج اور معدات ہیں۔ اور یہ جو حضرت خواجہ قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ ہم نہایت کو ہدایت میں درج کرتے ہیں۔ واقع کے موافق ہے۔ کیونکہ ابتدا ہی سے ان کی توجہ احدیت صرف کی طرف ہے۔ اور اسم و صفت سے ذات کے سوا کچھ نہیں چاہتے۔

اس طائفہ علیہ کے مبتدیوں کو یہ دولت اپنے شیخ مقتدا سے جو اس کمال کے ساتھ مشرف ہوتا ہے، بطریق انعکاس حاصل ہو جاتی ہے۔ خواہ وہ اس کو جانیں یا نہ جانیں۔ پس ناچار کاملوں کی نہایت ان بزرگواروں کی ہدایت میں مندرج تسلیم کرنی پڑے گی۔

حاصل کلام یہ کہ احدیت کی توجہ ان میں غالب آجائے۔ اور ظاہر کو بھی باطن کے ہم رنگ کر دے۔ تو سالک مشاہدات سفلی سے جو ممکنات کے آئینوں میں ظاہر ہوتے ہیں آزاد ہو جاتا ہے اور معارف تشبیہی سے خلاصی پا جاتا ہے۔ اور اگر یہ توجہ غالب نہ ہو سکے اور صرف باطن پر ہی لگی رہے۔ تو بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بظاہر کثرت میں وحدت کے مشاہدہ کی لذت پاتا ہے۔ اور توحید و اتحاد سے محظوظ ہوتا ہے۔ لیکن یہ شہود ان کے حق میں ظاہر پر ہی محدود رہتا ہے۔ باطن میں کچھ سرایت نہیں کرتا۔ ان کا باطن احدیت صرف کی طرف متوجہ رہتا ہے اور ان کا ظاہر کثرت میں وحدت کا مشاہدہ کرنے والا ہوتا ہے۔ اس وقت ممکن ہے کہ ظاہری نسبت کے غلبہ کے باعث باطنی توجہ معلوم نہ ہو۔ اور شہود ظاہر کے سوا اور کوئی امر مفہوم نہ ہو۔ جیسے کہ ابتدا میں ان سطور کے لکھنے والے کا حال تھا کہ ظاہری نسبت کے غلبہ کے باعث باطنی توجہ سے جو احدیت صرف کی طرف تھی، بالکل آگاہی نہ رکھتا تھا اور کلی طور پر اپنے آپ کو کثرت میں وحدت کی طرف متوجہ پاتا تھا۔ کچھ مدت کے بعد حضرت حق سبحانہٗ نے باطن کی توجہ پر اطلاع بخشی اور باطن کو ظاہر پر نصرت دی۔ اور معاملہ کو یہاں تک پہنچایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سُبْحَانَہٗ عَلٰی ذٰلِکَ — اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد ہے۔

وہ معارف توحیدی اور مشاہدات سفلی جو اس خاندان بزرگ کے بعض خلفا سے سرزد ہوئے ہیں، وہ بھی اسی قسم سے ہیں۔ نہ یہ کہ یہ لوگ ظاہر و باطن میں اسی شہود کی طرف متوجہ اور اسی معرفت کے گرفتار رہے ہیں۔ برخلاف دوسرے بزرگوں کے جو ظاہر و باطن میں اور اس شہود کو تشبیہ اور تنزیہ کا جامع جان کر اسی کو کمال سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں کا باطن بھی اگرچہ تنزیہ صرف کے ساتھ ایمان



Marfat.com

رکھتا ہے۔ لیکن گرفتاری اور ہے اور ایمان کچھ اور۔ اور حال اور ہے اور علم کچھ اور چیز۔ وہ لوگ جو تنزیہ صرف کے ساتھ ایمان نہیں رکھتے اور مشاہدہ سفلی کے سوا کسی اور امر کے معتقدات نہیں ہیں۔ وہ ملحدوں میں سے ہیں۔ جو اس بحث سے خارج ہیں۔

فقیر کے نزدیک ممکنات کے آئینوں میں حق تعالیٰ کا وہ شہود جس کو صوفیہ کی ایک جماعت کمال جانتی ہے۔ اور تشبیہ اور تنزیہ کے درمیان جمع خیال کرتی ہے، درحقیقت حق تعالیٰ کا شہود نہیں ہے۔ اس میں ان کا مشہود ان کا خیالی اور من گھڑت امر ہے۔ کیونکہ جو کچھ ممکن میں دیکھتے ہیں وہ واجب نہیں ہے۔ اور جو کچھ حادث میں پاتے ہیں وہ قدیم نہیں ہے۔ اور جو کچھ تشبیہ میں ظاہر ہوتا ہے وہ تنزیہ نہیں ہے۔ ہرگز ہرگز صوفیہ کی اس قسم کی ترہات یعنی بے ہودہ باتوں پر فریفتہ نہ ہونا چاہیے۔ اور حق تعالیٰ کے غیر کو خدا نہ جاننا چاہیے۔ مانا کہ یہ لوگ خطا کار مجتہد کی طرح معذور ہیں اور خطا کار مجتہد کی طرح مواخذہ سے بری ہیں۔ لیکن ان کے مقلدوں کے ساتھ معلوم نہیں کس طرح معاملہ کریں گے۔ کاش کہ مجتہد مخطی کے مقلدوں کی طرح ہی ہوتے۔ اور اگر ان کے ساتھ ایسا معاملہ نہ کیا تو پھر ان کا کام نہایت مشکل ہے۔ قیاس و اجتہاد اصول شرعی میں سے ایک اصل ہے جس کی تقلید کا ہم کو امر ہوا ہے۔ برخلاف کشف اور الہام کے کہ اس کی تقلید کا ہم کو حکم نہیں ہے اور الہام غیر پر حجت نہیں ہے۔ لیکن اجتہاد مقلد پر حجت ہے۔ پس علمائے مجتہدین کی تقلید کرنی چاہیے اور دین کے اصول کو ان کی آراء کے موافق تلاش چاہیے اور صوفیہ جو کچھ علمائے مجتہدین کی آراء کے برخلاف کہیں یا کریں اس کی تقلید نہیں کرنی چاہیے۔ اور حسن ظن کے ساتھ ان کے طعن سے لب بند رکھنے چاہییں۔ اور ان کی اس قسم کی باتوں کو شطحیات سے جاننا چاہیے۔ اور ظاہر کی طرف سے مصروف و پھرا ہوا خیال کرنا چاہیے۔

بڑے تعجب کی بات ہے کہ ان میں بعض صوفیہ عام لوگوں کو اپنے کشفیہ اور الہامیہ امور مثلاً وحدت وجود کے ساتھ ایمان لانے پر دلالت کرتے ہیں۔ اور ان کی تقلید کی ترغیب دیتے ہیں۔ اور ان کے عدم ایمان پر دھمکاتے ہیں۔ کاش کہ یہ لوگ ان امور کے عدم انکار پر دلالت کرتے اور ان کے منکر پر تہدید اور دھمکی فرماتے۔ کیونکہ ایمان اور چیز ہے اور عدم انکار اور چیز۔ ان امور کے ساتھ ایمان لانا لازم اور ضروری نہیں ہے۔ ہاں ان امور کے انکار سے بچنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ ان امور کا انکار ان امور والوں کے انکار تک پہنچا دے۔ اور حق تعالیٰ کے اولیا کے ساتھ بغض و عداوت پیدا ہو جائے۔ علمائے اہل حق کے موافق کام کرنا چاہیے۔ اور صوفیہ کی کشفیہ باتوں



Marfat.com

سے حسن ظن کے ساتھ سلوک کرنا چاہیے۔ اور لا و نعم پر جرأت نہ کرنی چاہیے:

| | |
|---|---|
| هٰذَا هُوَ الْحَقُّ الْمُتَوَسِّطُ بَيْنَ الْإِفْرَاطِ وَالتَّفْرِيطِ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمُلْهِمُ لِلصَّوَابِ | یہی وہ حق ہے جو افراط و تفریط کے درمیان ہے، اور اللہ تعالیٰ بہتری کی طرف الہام کرنے والا ہے۔ |

عجب معاملہ ہے کہ ان لوگوں میں سے بہت سے مدعی اسی شہود و مشاہدہ پر بھی قناعت نہیں کرتے۔ بلکہ اس شہود کو تنزل خیال کر کے اس اثنا میں رویت بصری کے بھی قائل ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم واجب الوجود جل سلطانہٗ کی ذات کو دیکھتے ہیں۔ اور نیز کہتے ہیں کہ وہ دولت جو ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شب معراج میں حاصل ہوئی تھی۔ ہم کو ہر روز میسر ہے۔ اور وہ نور جو ان کے دیکھنے میں آتا ہے۔ اس کو صبح کی سفیدی سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اور اس نور کو مرتبہ بے کیفی خیال کرتے ہیں۔ اور مراتب عروج کی نہایت اس نور کے ظہور تک تصور کرتے ہیں:

| | |
|---|---|
| تَعَالٰى سُبْحَانَهٗ عَمَّا يَقُوْلُ الظَّالِمُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا۔ | اللہ تعالیٰ اس بات سے جو ظالم کہتے ہیں بہت بلند ہے۔[1] |

اور نیز حضرت حق جل شانہٗ کے ساتھ مکالمہ و کلام ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے ایسا فرمایا ہے۔ کبھی دشمنوں کے حق میں حضرت حق سبحانہٗ کی طرف سے کئی قسم کی باتیں نقل کرتے ہیں اور کبھی اپنے دوستوں کو بشارت دیتے ہیں۔ اور ان میں سے بعض اس طرح کہتے ہیں کہ رات کی تہائی یا چوتھائی حصہ تک میں حق تعالیٰ کے ساتھ کلام کرتا رہا۔ اور ہر طرح کی باتیں پوچھتا رہا اور جواب لیتا رہا:

| | |
|---|---|
| لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْا عُتُوًّا كَبِيْرًا۔ | ان لوگوں نے اپنے آپ میں تکبر کیا اور بڑی سرکشی کی۔ |

ان لوگوں کی باتوں سے یہ سمجھ آتا ہے کہ یہ لوگ اس نور مرئی کو عین حق تعالیٰ سمجھتے ہیں۔ اور اس نور کو حق تعالیٰ کی ذات تصور کرتے ہیں۔ نہ یہ کہ اس کے ظہورات میں سے کوئی ظہور یا اس کے ظلال میں سے کوئی ظل جانتے ہیں۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ اس نور کو حق تعالیٰ کی ذات کہنا محض افترا اور صرف الحاد اور خالص زندقہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا نہایت ہی حلم و تحمل ہے کہ اس قسم کے مفتریوں کے لیے طرح طرح کے عذابوں

---

[1] سورۃ فرقان۔



Marfat.com

میں جلدی نہیں کرتا۔ اور ان کی بیخ کنی نہیں فرماتا:

| | |
|---|---|
| سُبْحَانَكَ عَلٰى حِلْمِكَ بَعْدَ عِلْمِكَ وَعَلٰى عَفْوِكَ بَعْدَ قُدْرَتِكَ | یا اللہ تو پاک ہے کہ ہماری برائیوں کو جان کر حلم فرماتا ہے۔ اور قدرت کے باوجود معاف کرتا ہے۔ |

حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم صرف رویت یعنی دیدار کی طلب ہی کے باعث ہلاک ہوگئی۔ اور حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے طلب رویت کے بعد لَنْ تَرَانِیْ کا زخم کھایا اور بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اور اس طلب سے تائب ہوئے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جو رب العالمین کے محبوب اور تمام اولین و آخرین موجودات میں سے بہترین ہیں۔ باوجود اس کے معراج بدنی کی دولت سے مشرف ہوئے۔ اور عرش و کرسی سے گزر کر مکان و زمان سے بھی اوپر چلے گئے۔ باوجود قرآنی اشارتوں کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رویت میں علما کا اختلاف ہے اکثر علما حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عدم رویت کے قائل ہیں۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

| | |
|---|---|
| وَالْاَصَحُّ اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا رَاٰى رَبَّهٗ سُبْحَانَهٗ لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ۔ | یعنی صحیح یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے معراج کی رات اپنے رب کو نہیں دیکھا ہے۔ |

یہ بے سروسامان اپنے خیال باطل میں ہر روز خدا کو دیکھتے ہیں۔ حالاں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایک دیدار میں بھی علما کی قیل و قال ہے:

| | |
|---|---|
| فَضَحَهُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ۔ | اللہ تعالیٰ ان کو خوار کرے۔ |

اور نیز ان لوگوں کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کلام کو جس کو یہ لوگ سنتے ہیں۔ حق سبحانہٗ سے وہی نسبت ہے جو کلام کو اپنے متکلم کے ساتھ جانتے ہیں۔ یہ عین الحاد ہے حاشا و کلا کہ حضرت حق سبحانہٗ سے تکلم کے طریق پر کوئی ایسا کلام صادر ہو۔ جس میں ترتیب، تقدیم اور تاخیر ہو، جو حدوث کی علامات میں سے ہیں۔ شاید مشائخ کبار کی باتوں نے ان کو غلطی میں ڈال دیا ہے۔ کیونکہ مشائخ نے بھی حضرت حق جل سلطانہٗ کے ساتھ کلام و مکالمہ کیا ہے۔

لیکن جاننا چاہیے کہ مشائخ کبار اس کلام کو حضرت حق سبحانہٗ کے ساتھ ایسی نسبت نہیں دیتے جو کلام کو اپنے متکلم کے ساتھ دے سکیں۔ بلکہ وہی نسبت ثابت کرتے ہیں جو مخلوق کو اپنے خالق کے



Marfat.com

ساتھ ہے۔ اور اس میں کوئی محظور[1] اور قباحت نہیں ہے۔

حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو شجرۂ مبارکہ سے حق تعالیٰ کا کلام سُنا۔ تو اس کلام کو حق تعالیٰ کے ساتھ وہی نسبت تھی جو مخلوق کو اپنے خالق کے ساتھ ہوتی ہے نہ کہ وہ نسبت جو کلام کو اپنے متکلم کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور ایسے ہی وہ کلام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سُنا اس کو بھی حق تعالیٰ کے ساتھ وہی نسبت تھی جو مخلوق کو اپنے خالق سے ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ وہ کلام بھی حق تعالیٰ کا کلام ہے اور اس کا منکر کافر و زندیق ہے گویا حق تعالیٰ کا کلام، کلام لفظی اور کلام نفسی کے درمیان مشترک ہے۔ جس کو حق تعالیٰ کسی امر کے ذریعے ایجاد فرماتا ہے۔ پس کلام لفظی بھی حق تعالیٰ کا کلام ہوگا۔ ناچار اس کا منکر بھی کافر ہوگا:

فَافْهَمْ فَاِنَّ هٰذَا التَّحْقِيْقَ يَنْفَعُكَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْمَوَاضِعِ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ الْمُوَفِّقُ۔

پس سمجھ کیونکہ یہ تحقیق بہت جگہ تجھے نفع دے گی۔ اور اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے۔

جاننا چاہیے کہ وہ وجود جو ممکنات کے لیے ہم ثابت کرتے ہیں تمام صفات کی طرح ایک ضعیف وجود ہے۔ ممکن کے علم کی واجب کے علم کے مقابلہ میں کیا مقدار ہے، اور قدرت قدیمہ کے مقابلہ میں قدرت حادثہ کیا اعتبار رکھتی ہے۔ ایسے ہی ممکن کا وجود واجب تعالیٰ کے وجود کے مقابلہ میں لاشئے محض ہے۔ یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ دیکھنے والا ان دونوں وجودوں کے فرق کے باعث شک میں پڑجائے کہ آیا وجود کا اطلاق ان دونوں فردوں پر حقیقت کے طور پر ہے یا ایک فرد پر بطریق حقیقت ہے اور دوسرے پر بطریق مجاز۔ کیا نہیں جانتے کہ صوفیہ میں سے بعض لوگوں نے شق ثانی پر یقین کیا ہے۔ اور ممکن کے وجود پر وجود کا اطلاق کرنا مجاز کے طور پر سمجھا ہے۔ اور ممکنات کے وجود کو ثابت نہیں کرتے۔ مگر عوام یا اخص خواص۔ اخص سے مراد انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کی اُمتوں میں سے وہ لوگ ہیں جو ان کی ولایت اصلیہ سے مشرف ہوئے ہیں۔ اور دائرہ ظلال کو پورے طور پر طے کرچکے ہیں۔ عوام ظاہر بین ہیں۔ جو واجب تعالیٰ کے وجود اور ممکن کے وجود کو مطلق وجود کے اقسام سے جانتے ہیں۔ اور دونوں کو موجود تصور کرتے ہیں۔ اخص خواص تیز نظر والے ہیں۔ جو ہر دو وجود کو مطلق وجود کے افراد سے جانتے ہیں۔ اور افراد وجود کے مراتب کے

[1] رکاوٹ، ۱۲۔



Marfat.com

تفاوت کو وجود کے صفات اور اعتبارات کی طرف لوٹاتے ہیں۔ نہ کہ وجود کی حقیقت اور ذات کی طرف تاکہ ایک حقیقت ہو اور دوسرا مجاز۔ اور گروہ متوسطین جو عوام کے رتبہ سے قدم آگے رکھتے ہیں۔ اور اخص خواص کے کمالات سے کوتاہ دست ہیں، مشکل ہے کہ ممکنات کے وجود کے قائل ہوں۔ اور ممکن کے وجود پر بطریق حقیقت وجود کا اطلاق کریں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ ممکن کو اس علاقہ سے موجود کہتے ہیں کہ وجود کے ساتھ اس کی نسبت ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ پانی سورج کی دھوپ سے گرم ہے۔ نہ یہ کہ وجود اس کے ساتھ قائم ہے، تاکہ حقیقت کے طور پر موجود ہو۔ اس گروہ میں سے بعض لوگ ممکن کے وجود سے ساکت و خاموش ہیں اور نفی و اثبات کے ساتھ اس کی تصریح نہیں کرتے۔ اور بعض ممکن سے وجود کی نفی کرتے ہیں۔ اور واجب تعالیٰ کے سوا اور کسی کو موجود نہیں جانتے۔ ان میں سے ایک گروہ ممکن کے وجود کو جیسے کہ وجود کا عین نہیں جانتے وجود کا غیر بھی جانتے۔ اور ان میں سے ایک گروہ نے اس طرح تصریح کی ہے کہ جس وجود کے ساتھ واجب تعالیٰ موجود ہے۔ اس وجود کے ساتھ ممکن بھی موجود ہے۔ اس عبارت سے بھی ممکن کے وجود کی نفی کرتے ہیں۔ غرض ممکن کا وجود ثابت کرنے کے لیے بڑی تیز نظر ہونی چاہیئے۔ تاکہ واجب تعالیٰ کے نور کی روشنی میں اس کو دیکھ سکیں۔ تیز نظر والے لوگ دن میں آفتاب کی روشنی کے باوجود ستاروں کو دیکھتے ہیں۔ اور جس کی نظر تیز نہیں ہوتی، وہ ستاروں کو نہیں دیکھ سکتے۔ تو ممکنات کا وجود دن میں ستاروں کے وجود کی طرح ہے کہ جو تیز نظر والا ہے وہ دیکھ سکتا ہے اور جس کی نظر کمزور ہے اس دید سے اسے کوئی حصہ نہیں ملتا۔

اگر کوئی پوچھے کہ عوام باوجود ضعف بصر اور کوری بصیرت کے کس طرح ممکنات کے وجود کو دیکھ سکتے ہیں۔ حالاں کہ واجب تعالیٰ کے وجود کے انوار کی چمک اس کے دیکھنے سے مانع ہے تو میں کہتا ہوں کہ عوام ارباب علم میں سے ہیں نہ کہ ارباب دید میں سے۔ ہماری گفتگو ارباب دید کی نسبت ہے نہ کہ ارباب علم کی نسبت۔ کیونکہ ارباب علم اس بحث سے خارج ہیں۔ گویا واجب تعالیٰ کے انوار کا ظہور ان کے حق میں مفقود ہے۔ پس وجود ممکنات کے دیکھنے سے مانع نہ ہو گا۔ یا ہم یہ کہتے ہیں کہ انوار کا ظہور وجود ممکنات کے دیکھنے سے مانع ہے نہ کہ وجود ممکنات کے علم سے مانع ہے۔ کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اشیا کا علم سماع و تقلید سے بھی حاصل ہو جاتا ہے، اور نظر و استدلال سے بھی متصور ہو سکتا ہے۔ جیسے کہ روز روشن میں آفتاب کی روشنی



Marfat.com

کے باوجود۔ ستاروں کے وجود کا علم ضعیف نظر والوں کو بھی حاصل رہے۔ اسی طرح عوام کو وجود ممکنات کا علم حاصل ہے، نہ کہ وجود ممکنات کا شہود۔ کیونکہ شہود صفات بصیرت سے ہے۔ اور ان کی بصیرت کی آنکھ اندھی۔ مشہود ملک ہو یا ملکوت۔ جبروت ہو یا لاہوت۔

اے عزیز! عوام جس طرح اس بحث میں خواص کے ساتھ شریک ہیں۔ اور کئی باتوں میں بھی ان کے درمیان شرکت ثابت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بہت سے احکام میں عوام کی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔ اور خلقت اور اہل وعیال کے ساتھ رہنے سہنے میں عوام کی طرح گزارہ کرتے تھے۔ اپنے اہل وعیال کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حسن معاشرت کے حالات مشہور ہیں۔

منقول ہے کہ ایک دن سید البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امامین رضی اللہ عنہما کے بوسے لے رہے تھے اور کمال انبساط اور خوشی کے ساتھ ان سے سلوک کر رہے تھے۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ میرے گیارہ لڑکے ہیں میں نے کبھی کسی کا بوسہ نہیں لیا۔ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے جو وہ اپنے مہربان بندوں کو عطا فرماتا ہے۔

چونکہ اخص خواص بعض اوصاف میں عوام کے ساتھ شریک ہیں۔ خواہ وہ شرکت باعتبار صورت کے ہو۔ اس لیے عوام اپنی نارسائی کے باعث ان کے کمالات سے تھوڑا حصہ پاتے ہیں۔ اور ان کو اپنی ہی طرح خیال کرتے ہیں۔ اور وہ شخص جو اوصاف وشمائل میں ان سے جدا ہو۔ اس کو بہتر اور بزرگ جانتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اولیا کے ان اوصاف واخلاق کو جو ان کے اوصاف واخلاق سے جدا ہیں۔ ان اخلاق واوصاف سے جو ان کے اوصاف واخلاق کی مانند ہیں بہتر جانتے ہیں۔ اگرچہ وہ اخلاق انبیا میں موجود ہوں۔

مخدوم فرید گنج شکر[1] رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت حکایت منقول ہے کہ جب ان کا کوئی لڑکا

---

[1] آپ اعیان اولیاء اور ارکان اتقیا میں سے ہوئے ہیں ولادت با سعادت ۵۸۴ھ آپ قطب الموحدین قطب الزاہدین اور گنج شکر کے القابات سے مشہور ہوئے۔ گنج شکر کے لقب سے شہرت پانے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے زمانے میں ایک سوداگر سواریوں پر شکر لاد کر ملتان سے دہلی کی طرف جا رہا تھا۔ جب مقام اجودھن میں پہنچا تو شیخ فرید قدس سرہ نے اس سے دریافت کیا کہ اونٹوں پر کیا لاد کرے جا رہے ہو۔ اس نے کہا نمک۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے نمک ہی ہوگا۔ جب منزل پر پہنچ کر بوریاں کھولیں تو سب نمک سے (باقی برصفحہ ۷۲۸)



Marfat.com

فوت ہو جاتا اور اس کے مرنے کی خبر اُن کو پہنچتی تو ان کی طبیعت میں کچھ تغیر و تبدل نہ آتا۔ اور اس طرح فرمادیتے کہ سگ بچہ مر گیا ہے جاؤ اس کو باہر پھینک دو۔

اور جب حضور سید البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیٹا ابراہیم فوت ہوا تو حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے مرنے پر رو پڑے اور نہایت غمناک ہو کر فرمایا:

اِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا اِبْرَاهِيمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ — اے ابراہیم ہم تیری جدائی سے بہت غمزدہ ہیں

یعنی بڑے مبالغہ اور تاکید کے ساتھ اپنے غم کا اظہار فرمایا۔ پس حضرت گنج شکر بہتر ہے یا حضرت سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم۔ عوام کالانعام کے نزدیک معاملہ اول بہتر ہے۔ اور اس کو بے تعلق جانتے ہیں اور دوسرے کو عین تعلق اور گرفتاری سمجھتے ہیں:

اَعَاذَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَنْ اِعْتِقَادِهِمُ السُّوْءِ۔ — اللہ تعالیٰ ہم کو ان کے بُرے عقیدے سے بچائے۔

چونکہ یہ ابتلا و آزمائش کا مقام ہے۔ عوام کو مشتبہ کرنا اور شبہ میں ڈالنا عین حکمت و مصلحت ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَهٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْبَشَرِ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الصَّلَوٰتُ اَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِيْمَاتِ اَكْمَلُهَا۔ — اے اللہ حضرت سید البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل ہم کو حق دکھا۔ اور حق کی تابعداری ہمارے نصیب کر اور باطل کو باطل کر کے دکھا۔ اور اس سے ہم کو بچا۔

اب ہم اصلی بات کو بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ایمان اور ان کے اصحاب کا ایمان اور ان اولیا کا ایمان جو اصحاب سے ملحق ہیں دعوت کی طرف رجوع کرنے کے باعث غیب کے ساتھ بدل جاتا ہے جس طرح کوئی شخص دن میں آفتاب دیکھے۔ اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۴) بھری ہوئی تھیں شکر کی جگہ نمک دیکھ کر سخت حیران ہوا۔ آخر سمجھ آئی کہ یہ خرابی میرے جھوٹ بولنے کی وجہ سے ہوئی وہاں سے واپس لوٹ کر حضرت شیخ فرید رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور معافی مانگی اور بڑی نیازمندی کا اظہار کیا آپ نے فرمایا اگر شکر تھی تو شکر ہی ہو گی۔ آپ کا وصال مبارک ۵ محرم ۶۶۸ھ ہفتہ کے روز ۹۵ برس کی عمر میں ہوا۔ پاکپٹن میں آپ کا مزار پرانوار مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔ اس وقت یعنی ۱۹۷۰ء میں مزار مبارک اور ملحقہ وقف جائداد کا انتظام و انصرام محکمہ اوقاف پنجاب کے زیر تحویل ہے۔ محکمہ اوقاف کے زیر تحویل آنے کے بعد زائرین کے لیے بہت سی سہولتیں مہیا کر دی گئی ہیں۔ جن کی یہاں بہت ضرورت تھی۔ اور رونق میں بھی بہت اضافہ ہو گیا ہے۔ از مترجم عفی عنہ ۱۲



Marfat.com

آفتاب کے وجود کے ساتھ ایمان شہودی حاصل کرلے۔ اور جب رات ہو جائے تو اس کا ایمان شہودی ایمان غیب کے ساتھ بدل جائے۔ اور علما کا ایمان اگرچہ غیب کے ساتھ ہے۔ لیکن ان کے غیب نے انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے باعث حدس کا حکم پیدا کرلیا ہے۔ اور نظریت سے نکل چکا ہے۔

علما سے مراد اس جگہ علماے آخرت ہیں نہ کہ علمائے دنیا۔ کیونکہ علماے دنیا عام مومنین میں داخل ہیں۔ اور ایمان بالغیب جو عام مومنین کی طرف منسوب ہے اس کے اقسام میں سے بہترین قسم وہ ایمان ہے جو انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تقلید سے وابستہ ہے۔ اور رقال اللہ اور رقال الرسول سے تعلق رکھتا ہے۔

سوال :

علما نے فرمایا ہے کہ ایمان استدلالی ایمان تقلیدی سے بہتر ہے۔ حتیٰ کہ بہت سے علما نے استدلال کو ایمان کی شرائط میں سے بیان کیا ہے۔ اور ایمان تقلیدی کو معتبر نہیں جانتے۔ اور تو نے ایمان تقلیدی کو بہتر کہا ہے؟

جواب :

وہ ایمان جو انبیاے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تقلید سے حاصل ہوتا ہے وہی ایمان استدلالی ہے۔ کیونکہ صاحب تقلید دلیل کے ساتھ جانتا ہے کہ انبیاے علیہم الصلوٰۃ والسلام تبلیغ رسالت میں صادق ہیں۔ کیونکہ وہ شخص جس کی اللہ تعالیٰ معجزات کے ساتھ تصدیق کرے بے شک سچا ہے پس انبیاے علیہم الصلوٰۃ والسلام جن کی تائید معجزات کے ساتھ ہوئی ہے، سب کے سب صادق اور راست ہیں۔ تقلید غیر معتبر یہ ہے کہ ایمان میں اپنے دادا کی تقلید کرے۔ اور انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی صداقت اور ان کی تبلیغ کی حقیقت کو منظور نہ رکھے۔ یہ ایمان اکثر علما کے نزدیک معتبر نہیں ہے۔

باقی رہا وہ استدلال جو ارباب نظر (منطق) اپنے مقدمات کے ساتھ حاصل کرتے ہیں۔ اور صغریٰ و کبریٰ کی ترتیب سے ایمان کا نتیجہ ظاہر کرتے ہیں۔ یہ استدلال ایک ایسا امر ہے جو امکان کے نزدیک اور وقوع سے دور ہے۔ اور مقام استدلال میں واجب تعالیٰ کے اثبات کیلیے ارباب نظر میں سے مولانا جلال الدین دوانی جیسا معلوم نہیں کہ اور بھی کوئی گزرا ہو۔ کیونکہ وہ محقق بھی ہے اور متاخر بھی۔ اس نے اس امر عالی کے ثابت کرنے میں بہت کوشش کی ہے۔ باوجود اس



Marfat.com

امر کے اس کے استدلالی مقدمات میں سے کوئی ایسا مقدمہ نہیں ہے، جس میں اُس کے رسالوں کے محشی منع یا نقض کے ساتھ پیش نہ آئے ہوں۔ اور اچھے اچھے اعتراض نہ کیے ہوں۔ اس صاحب استدلال پر نہایت ہی افسوس ہے جو ایمان کو صرف استدلال ہی سے حاصل کرے اور انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تقلید اس کی دستگیری اور مدد نہ کرے۔

رَبَّنَا اٰمَنَّا بِمَا اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ۔ اے ہمارے رب ہم اُس چیز کے ساتھ ایمان لائے جو تو نے نازل فرمائی اور رسول کی تابعداری کی پس ہم کو حق کی شہادت دینے والوں میں لکھ دے۔

# مکتوب نمبر ۲۷۳

مرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ سالک کو چاہیے کہ اپنے شیخ کے طریقہ کو لازم پکڑے۔ اور دوسرے مشائخ کے طریقہ کی طرف التفات اور توجہ نہ کرے۔ اور اگر اس کے برخلاف واقعات ظاہر ہوں تو ان کا کچھ اعتبار نہ کرے کیوں کہ شیطان بڑا بھاری دشمن ہے۔ اس کے مکروفریب سے غافل نہ ہونا چاہیے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰنَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ۔ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو ہدایت دی اور اگر وہ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے بے شک ہمارے رب کے رسول حق بات لائے ہیں

آپ کا بزرگ محبت نامہ جو از روئے کرم اس حقیر کے نام تحریر کیا تھا، پہنچا۔ بڑی خوشی حاصل ہوئی جَزَاكُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ خَيْرًا۔ واللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

آپ کو لکھا جا چکا تھا کہ سماع کے منع ہونے کا مبالغہ مولود کے منع ہونے کو بھی شامل ہے جو نعتیہ قصیدوں اور غیر نعتیہ شعروں کے پڑھنے سے مراد ہے۔ لیکن برادر عزیز میر محمد نعمان اور بعض اس جگہ کے یار جنہوں نے واقعہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا ہے کہ اس مجلس مولود خوانی سے بہت خوش ہیں۔ ان پر مولود نہ سننا اور ترک کرنا بہت مشکل ہے۔



Marfat.com

میرے مخدوم! اگر واقعات کا کچھ اعتبار ہوتا۔ اور منامات اور خوابوں کا کچھ بھروسہ ہو۔ تو مریدوں کو پیروں کی حاجت نہ رہتی۔ اور طرق میں سے کسی ایک طریق کا لازم پکڑنا عبث معلوم ہوتا کیونکہ ہر ایک مرید اپنے واقعات کے موافق عمل کر لیتا۔ اور اپنی خوابوں کے مطابق زندگی بسر کر لیتا خواہ وہ واقعات و منامات پیر کے طریقہ کے موافق ہوتے یا نہ ہوتے۔ اور خواہ پیر کے پسند ہوتے یا نہ ہوتے۔ اس تقدیر پر سلسلہ پیری و مریدی درہم برہم ہو جاتا۔ اور ہر بوالہوس اپنی وضع پر مستقل و برقرار ہو جاتا۔ حالانکہ مُرید صادق، ہزارہا واقعات کو اپنے پیر کے باوجود نیم جو کے ساتھ نہیں خریدتا۔ اور طالب رشید حضور پیر کی بدولت منامات کو اضغاث احلام یعنی جھوٹی خوابیں جانتا ہے۔ اور کچھ التفات ان کی طرف نہیں کرتا۔ شیطان لعین بڑا بھاری دشمن ہے۔ جب منتہی اس کے مکر سے امن میں نہیں ہیں۔ اور اس کے مکر سے ترساں و لرزاں ہیں تو پھر متوسطوں اور مبتدیوں کا کیا ذکر ہے۔

حاصل کلام یہ کہ منتہی محفوظ ہیں اور شیطان کے غلبہ سے بچے ہوئے ہیں۔ برخلاف مبتدیوں اور متوسطوں کے۔ پس ان کے واقعات اعتماد کے لائق نہیں ہیں۔ اور نہ ہی دشمن کے مکر سے محفوظ ہیں۔

سوال۔ وہ واقعہ جس میں حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دیکھیں وہ صادق ہے اور شیطان کے مکر و فریب سے محفوظ ہے:

فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَمَثَّلُ بِصُوْرَتِہٖ کَمَا وَرَدَ۔ کیونکہ شیطان حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم[1] کی صورت سے متمثل نہیں ہو سکتا۔ جیسے کہ احادیث میں وارد ہے

پس یہ واقعات جن کا ہم ذکر کر رہے ہیں۔ صادق اور شیطان کے مکر و فریب سے محفوظ ہیں؟

جواب۔ صاحب فتوحات مکیہ نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس صورت خاصہ کے ساتھ جو مدینہ منورہ میں مدفون ہے۔ متمثل نہیں ہو سکتا۔ اس خاص صورت کے سوا اور

[1] چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں من رانی فی المنام فقد رانی فان الشیطان لا یتمثل فی صورتی۔ (بخاری و مسلم شریف) یعنی جس نے مجھے خواب میں دیکھا، تو بے شک اس نے مجھے ہی دیکھا۔ کیونکہ شیطان میری صورت میں متمثل نہیں ہو سکتا۔ یعنی شیطان کو یہ طاقت نہیں کہ خواب میں کسی کے پاس اگر یہ کہے کہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہوں اور حضور کی طرف اس جھوٹ کی نسبت کرے۔



Marfat.com

جس صورت میں کہ حضورؐ کو دیکھیں متمثل ہو سکتا ہے۔ اور ان تمام صورتوں میں متمثل نہ ہونے کا حکم تجویز نہیں کرتا۔ اور کچھ شک نہیں کہ اس صورت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام کی تشخیص خصوصاً مناموں میں بہت مشکل ہے۔ پھر کس طرح اعتماد کے لائق ہو۔ اور اگر شیطان کے متمثل نہ ہونے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت مخصوصہ کے ساتھ مخصوص کریں اور ہر صورت میں کہ دیکھیں عدم تمثل کو تجویز نہ کریں۔ جیسے کہ بہت سے علما اس طرف گئے ہیں۔ تو یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بلندی شان کے نامناسب ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس صورت سے احکام کا اخذ کرنا اور مرضی کا معلوم کرنا مشکل ہے۔ کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ دشمن لعین درمیان آگیا ہو۔ اور خلاف واقع کو واقع کی صورت میں ظاہر کیا ہو۔ اور دیکھنے والے کو شک و شبہ میں ڈال دیا ہو۔ اور اپنی عبارت و اشارت کو اس صُورت علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسلام کی عبارت و اشارات کر دکھایا ہو۔

چنانچہ مروی ہے کہ ایک دن حضرت سید البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجلس میں تشریف فرما تھے۔ اور قریش کے سردار اور کفار کے رئیس بھی اس مجلس میں موجود تھے۔ اور بہت سے اصحاب کرام بھی وہاں موجود تھے۔ حضرت سید البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سُورہ نجم پڑھنی شروع کی جب ان کے باطل خداؤں کا ذکر آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا کلام سمجھا۔ اور اس میں کچھ تمیز نہ کر سکے۔ تو کافروں نے جو وہاں موجود تھے شور مچایا۔ اور کہنے لگے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہمارے ساتھ صلح کر لی ہے۔ اور ہمارے بتوں کی تعریف کی ہے۔ حاضرین اہل اسلام بھی اس کلام سے متحیر ہو گئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شیطان لعین کے کلام سے اطلاع نہ ہوئی۔ فرمایا کہ یہ کیا واقع ہے۔ اصحاب کرامؓ نے عرض کی کہ اثنائے کلام میں اس قسم کے فقرے حضور علیہ السلام کی زبان سے نکلے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت متفکر اور غمناک ہوئے۔ اسی اثنا میں جبریل امین علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر ہوئے اور وحی لائے

---

لہ یہ واقعہ سیرت کی تمام کتابوں اور تفاسیر میں موجود ہے۔ علما نے اس کی توجیہہ میں بہت کچھ لکھا ہے لیکن ان اقوال میں سے زیادہ بہتر اور احسن وہ قول ہے جیسے حضرت امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مقام میں لکھا ہے کہ شیطان لعین نے آپ جیسی آواز بنا کر اور ان کلام اپنی طرف سے چند کلمات کہہ دیئے نہ اس طرح کہ حضور کی زبان مبارک سے اس نے اپنے کلمات نکلوائے۔ کیونکہ شیطان لعین اس طرح کے القاء پر قادر نہیں۔



Marfat.com

کہ وہ کلام القائے شیطانی تھا۔ اور کوئی نبی اور رسول ایسا نہیں گزرا ہے۔ جس کے کلام میں شیطان نے القا نہ کیا ہو۔ پس ازاں اللہ تعالیٰ نے اس کو رد کیا ہے۔ اور اپنے کلام کو محکم کیا ہے۔

پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں بیداری کے وقت صحابہ کی مجلس میں شیطان لعین نے اپنے کلام باطل کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام میں القا کر دیا۔ اور کسی نے تمیز نہ کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد خواب کی حالت میں جو حواس کے معطل و بے کار ہونے کا محل اور شک و شبہے کا مقام ہے باوجود دیکھنے والے کی تنہائی کے کہاں سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ واقع شیطان کے تصرف اور مکر و فریب سے محفوظ اور مامون ہے۔ یا میں کہتا ہوں کہ نعتیہ قصیدوں کے پڑھنے اور سننے والوں کے ذہن میں متمکن ہو چکا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عمل سے راضی ہیں۔ جیسے کہ ممدوح اپنی مدح کرنے والوں سے راضی ہوتے ہیں۔ اور یہ معنی ان کی قوت متخیلہ میں منتقش ہو گئے ہوں۔ تو ہو سکتا ہے کہ واقع میں اسی اپنی متخیلہ صورت کو دیکھا ہو۔ بغیر اس بات کے کہ وہ واقع حقیقی ہو یا تمثل شیطانی۔ اور نیز واقعات اور رویائے صادقہ کبھی ظاہر پر محمول ہوتے ہیں۔ اور ان کی حقیقت وہی ہے جو دیکھنے والے نے دیکھی ہے۔ مثلاً زید کی صورت کو خواب میں دیکھا ہے اور مراد اس سے عمرو رکھا ہے۔ اس مناسبت کے لحاظ سے جو زید و عمرو کے درمیان ہے۔

تو کس طرح معلوم ہو سکے کہ دوستوں کے یہ واقعات ظاہر پر محمول ہیں۔ اور ظاہر سے مصروف اور پھرے ہوئے نہیں ہیں۔ کیوں نہیں ہو سکتا کہ ان واقعات سے مردان کی ... یریں ہوں۔ اور وہ واقعات دوسرے امور سے کنایہ ہوں۔ بغیر اس بات کے کہ شیطانی تمثل کی گنجائش ہو۔ غرض واقعات کا کچھ اعتبار نہ کرنا چاہیے۔ اشیا خارج میں بہت موجود ہیں۔ کوشش کرنی چاہیے کہ اشیا کو بیداری میں دیکھیں جو اعتبار کے لائق ہے۔ اور اس میں تعبیر کی بھی گنجائش نہیں۔ جو کچھ خواب و خیال میں دیکھا جائے خواب و خیال ہی ہے۔ وہاں کے دوست مدت سے اپنی ہی وضع و طرز پر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اختیار کی باگ ان کے ہاتھ میں ہے۔ لیکن میر محمد نعمان کا کیا چارہ ہے کہ منع کے بعد ایک لحہ بھی توقف کرے۔ اور اگر بالفرض توقف کرے تو اس کو کون بخشے گا۔

اس منع کرنے میں فقیر کا مبالغہ اپنی طریقت کی مخالفت کے باعث ہے۔ طریقت کی مخالفت خواہ سماع و رقص سے ہو۔ خواہ مولود[۱] اور شعر خوانی سے ہر طریق کے لیے ایک مطلب خاص تک


حاشیہ صفحہ ۱۵ پر دیکھیں

Marfat.com

وصول ہوتا ہے۔ اور اس طریق میں خاص مطلب تک وصول کا حاصل ہونا اُن امور کے ترک کرنے کے سبب سے ہے۔ جس شخص کو یہ طلب ہو کہ اس طریق کے مطلب خاص تک پہنچ جائے اس کو چاہیے کہ اس طریق کی مخالفت سے بچے۔ اور دوسرے طریقوں کے مطالب کو منظور نظر نہ رکھے۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ:

"میں نہ یہ کام کرتا ہوں اور نہ ہی انکار کرتا ہوں۔"

یعنی یہ کام ہمارے خاص طریق کے منافی ہے۔ اس لیے نہیں کرتا۔ اور چونکہ اس کام کو دوسرے مشائخ کرتے ہیں اس لیے انکار بھی نہیں کرتا:

لِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا۔ ہر ایک کے واسطے ایک نہ ایک جہت ہے جس کی طرف وہ اپنا منہ کرنے والا ہے۔

فیروز آباد جو ہم فقرا کا ماویٰ اور ہم پیروں اور معتقدوں کا جائے پناہ ہے۔ جب اس میں کوئی ایسا امر حادث ہو جائے جو اس طریقہ علیہ کے مخالف ہو۔ تو پھر ہم فقرا کیونکر مضطرب و بے قرار نہ ہوں حضرت مخدوم زادے اپنے والد بزرگوار کے طریق کو محفوظ رکھنے کے زیادہ مستحق اور حق دار ہیں۔

حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کے فرزندوں نے اپنے والد بزرگوار کے تغیر کے بعد ان کے اصل طریق کی محافظت کی اور تغیر کرنے والوں کے ساتھ لڑائی جھگڑا کیا چنانچہ آپ کے مبارک کانوں میں بھی پہنچا ہوگا۔

نیز آپ نے ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے مشرب قوی الذوب کی نسبت لکھا تھا ہاں اوّل اوّل بعض امور میں مذہب ملامتیہ کی رعایت کر کے مساہلہ اور سستی کیا کرتے تھے۔ اور ملامت کو ترجیح دے کر بعض اشیا میں ترک عزیمت کیا کرتے تھے۔ لیکن آخر میں ان امور سے پرہیز کی اور پھر ملامت و ملامتیہ کو کبھی یاد نہ کیا۔ آپ نظر انصاف سے کام لیں۔ اگر بالفرض حضرت ایشاں قدس سرہٗ اس وقت دنیا میں زندہ ہوتے اور یہ مجلس و اجتماع ان کی موجودگی میں منعقد ہوتا۔ تو حضرت قدس سرہٗ اس امر سے راضی ہوتے اور اس اجتماع کو پسند کرتے یا نہ۔ فقیر کا یقین ہے کہ حضرت قدس سرہٗ ہرگز اس امر کو پسند نہ کرتے۔ بلکہ انکار کرتے۔ فقیر کا مقصد آپ کو جتلا دینا ہے

(حاشیہ صفحہ سابقہ) لـه ایک دوسرے مقام پر حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے تصریح فرمائی ہے کہ مولود خوانی اس صورت میں منع ہے، جب کہ اس میں کوئی خلاف شرع چیز پائی جائے۔ فافہم ولاتکن من الممترین۔



Marfat.com

آپ قبول کریں یا نہ کریں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ اور نہ آپ سے کوئی مشاجرہ اور لڑائی جھگڑے کی گنجائش ہے۔ اگر مخدوم زادے اور وہاں کے یار اپنی اسی وضع پر استقامت رکھیں اور اپنی حالت کو نہ بدلیں۔ تو ہم فقیروں کو ان کی صحبت سے سوائے مایوسی کے اور کچھ چارہ نہیں ہے اس سے زیادہ کیا تکلیف دی جائے۔ وَالسَّلَامُ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا۔

# مکتوب نمبر ۲۷۴

شیخ یوسف برکی کی طرف صادر فرمایا:

بلند ہمت بننے کی ترغیب اور شہودات سفلی کی طرف جو کثرت کے آئینوں سے تعلق رکھتے ہیں، التفات نہ کرنے اور اس کے مناسب امور کے بیان میں:

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کر آپ کے تینوں خط جو آپ نے ارسال کیے تھے، پہنچے۔ اور احوال و کرامات کے واقعات جو ان میں درج تھے، سب واضح ہوئے۔ وہ حال جو (شہود وحدت در کثرت) کے حال کے بعد لکھا ہے اور اس عبارت میں ادا کیا ہے کہ دیگر انتہا یہ ہے کہ اوّل حال کی طرح شہود اور گم ہونا کم کرتا ہے یعنی میں بندہ ہوں اور مخلوق ہوں اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہوں۔ یہ حال اصل ہے اور مذکورہ احوال سے بڑھ کر ہے لیکن انتہا اور چیز ہے اور نہایت اس سے کئی منزلیں دور ہے ؎

ہنوز ایوان[1] استغنا بلند است
مرا فکر رسیدن ناپسند است

کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے تکرار سے جو فقیر نے اس سے پہلے مکتوب میں آپ کی طرف لکھا تھا یہی مقصود تھا کہ اُس شہود کی نفی ہو جائے جو کثرت کے ساتھ تعلق رکھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ اس کلمہ کی برکت سے یہ شہود آپ سے زائل ہو گیا۔ آپ ہمت کو بلند رکھیں۔ اور اس راہ کی جوز و مویز پر کفایت نہ کریں:

اِنَّ اللّٰہَ سُبْحَانَہٗ یُحِبُّ مَعَالِیَ الْھِمَمِ — اللہ تعالیٰ بلند ہمت کو دوست رکھتا ہے۔

اور توحید کے تنگ کوچہ سے نکل کر شاہراہ پر آجائیں اگر آپ پہلے احوال کا تذکرہ نہ کریں اور کثرت

---

[1] ابھی بے نیازی کا محل بہت بلندی پر ہے۔ اور مجھے وہاں پہنچنا ناپسند بھی ہے۔



Marfat.com

آمیز شہود کی لذتوں کو یاد نہ کریں اور عمر بھر کی استقامت کے ساتھ اس راہ میں کوشش فرمادیں۔ تو کس قدر بڑی نعمت ہے۔ کیونکہ بہت سے پوستیوں کو ہم نے دیکھا ہے کہ انہوں نے اپنے فعل کی برائی پر اطلاع پا کر پوست پینا چھوڑ دیا۔ اتفاقاً پھر مدت کے بعد جب کبھی پوست پینے کا حال اور اس کی لذت یاد آئی پھر اپنی پہلی حالت کی طرف لوٹ آئے۔

میرے مخدوم! وہ شہود جو کثرت کے آئینوں سے تعلق رکھتا ہے لذت بخش ہے اور شہود تنزیہی جو جہالت ونادانی کی طرف میلان رکھتا ہے، اس التذاذ یعنی لذت بخشی سے بعید ہے۔ شیخ مقتدا کی مدد کے بغیر اس راہ پر چلنا مشکل ہے۔

برادر عزیز مولانا احمد برکی جس کو عام لوگ علما ظاہر سے جانتے ہیں۔ اور وہ بھی اپنے احوال اور اپنے دوستوں کے احوال کی خبر نہیں رکھتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا باطن شہود تنزیہی کی طرف متوجہ ہے جو جہل ونادانی کا مقام ہے۔ اور اس کا ایمان علما کی طرح ایمان بغیب ہے اس کے باطن نے بلند فطرتی کے باعث کثرت آمیز شہود کی طرف التفات نہیں کی۔ اور بظاہر ترہات صوفیہ کے ساتھ فریفتہ اور مغرور نہیں ہوا۔ اس کا وجود مبارک ان اطراف میں غنیمت ہے۔ یہ حالت جس کی آپ نے خبر دی ہے۔ مولانا مذکور مدت سے اس حالت کے ساتھ متحقق ہیں۔ لیکن اس کا علم کوئی نہیں جانتا۔ فقیر کے نزدیک اس جگہ کا مدار مولانا کے وجود پر ہے۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ ان اطراف کے صاحبانِ کشف پر کس طرح مخفی رہا ہے۔ حالانکہ فقیر کے نزدیک مولانا کا وجود آفتاب کی طرح ظاہر وباہر ہے۔ زیادہ کیا تکلیف دی جائے۔ فقط دعا وفاتحہ کی التماس ہے۔ والسّلام

# مکتوب نمبر ۲۷۵

ملا احمد برکی کی طرف صادر فرمایا:

ایک استفسار کے جواب میں جو اپنی قبولیت کے بارہ میں کیا تھا۔ اور اپنے دوستوں میں سے ایک دوست کے احوال میں۔ اور علوم شرعیہ کی تعلیم اور احکام فقہیہ کے پھیلانے پر ترغیب دینے اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

حمد وصلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد (یہ فقیر) عرض کرتا ہے کہ آپ کے دونوں مبارک



Marfat.com

نوازش نامے جو شیخ حسن وغیرہ کے ہمراہ ارسال کیے تھے، پہنچے۔ بہت خوشی حاصل ہوئی۔ ایک خط میں خواجہ اویس رحمۃ اللہ علیہ کے حالات لکھے تھے۔ اور دوسرے خط میں اپنی قبولیت کی نسبت استفسار فرمایا تھا۔ اسی اثنا میں آپ کے حال پر توجہ کی۔ دیکھا کہ اس گرد و نواح کے لوگ آپ کی طرف دوڑتے آتے ہیں۔ اور آپ کی طرف التجا کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ آپ کو اس زمین کا مدار بنایا گیا ہے۔ اور ان حدود و اطراف کے لوگوں کو آپ کے ساتھ وابستہ کیا ہے:

لِلّٰہِ سُبْحَانَہُ الْحَمْدُ وَالْمِنَّۃُ عَلٰی ذٰلِکَ — اس امر پر اللہ تعالیٰ کی حمد اور احسان ہے

اس معاملہ کے ظہور کو واقعات سے نہ خیال کریں۔ کیونکہ واقعات میں شک و شبہ کا گمان ہوتا ہے بلکہ مشاہدات اور محسوسات سے جانیں۔

اس دولت کے حاصل کرنے کے لیے آپ کے لیے عمدہ ذریعہ یہ ہے کہ آپ اُس محبت و اخلاص کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دوستوں کے بارے میں محض اپنی عنایت سے عطا فرمائی ہے۔ ایسے مقامات میں جہاں کفر متمکن ہو اور بدعتیں جاری ہوں، علوم شرعیہ کی تعلیم دیں اور احکام فقہیہ کو پھیلائیں:

عَلَیْکُمْ بِتَعْلِیْمِ الْعُلُوْمِ الدِّیْنِیَّۃِ — آپ کو لازم ہے کہ علوم دینی کی تعلیم دیں اور
وَنَشْرِ الْاَحْکَامِ الْفِقْہِیَّۃِ مَا اسْتَطَعْتُمْ — جہاں تک ہو سکے احکام فقہیہ کو پھیلائیں کیونکہ
فَاِنَّہَا مِلَاکُ الْاَمْرِ وَمَنَاطُ الْاِرْتِقَاءِ — یہی دونوں اصل مقصود ہیں اور انہی پر ترقی
وَمَدَارُ النَّجَاۃِ۔ — اور نجات کا مدار ہے۔

اپنی کمر ہمت کو مضبوط باندھ کر علما کے گروہ میں داخل رہیں۔ اور امر معروف اور نہی منکر کر کے خلق کو حق تعالیٰ کے راستہ کی طرف راہنمائی کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ ھٰذِہٖ تَذْکِرَۃٌ، فَمَنْ شَآءَ — یہ قرآن وعظ و نصیحت ہے جو شخص چاہے
اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّہٖ سَبِیْلًا۔ — اللہ کی طرف راستہ حاصل کرے۔

ذکر قلبی بھی کہ جس کے ساتھ آپ مجاز ہیں، احکام شرعیہ کے بجالانے میں مدد دینے والا اور نفس امارہ کی سرکشی کو دُور کرنے والا ہے۔ اس طریق کو بھی جاری رکھیں۔ اور اپنے دوستوں کے احوال سے اطلاع نہ پانے پر آزردہ نہ ہوں۔ اور اس امر کو اپنی بے حاصلی کی دلیل نہ جانیں۔ ان طریقت کے احوال آپ کے کمالات کی آئینہ داری میں کافی ہیں۔ یہ بھی آپ ہی کے احوال ہیں جو بطریق انعکاس ان میں ظاہر ہو رہے ہیں۔ یہ شیخ حسن آپ کے ارکان دولت میں سے ہے۔ اور آپ کے معاملہ کا



Marfat.com

ممد و معاون ہے۔ اور اگر بالفرض آپ کو ماوراء النہر یا ہندوستان کی سیر کی خواہش پیدا ہو جائے۔ تو وہاں آپ کا قائم مقام شیخ حسن ہے۔ اس کے حق میں اپنی التفات و توجہ کو بخوبی مدنظر رکھیں۔ اور بہت کوشش فرمائیں۔ تاکہ ضروری علوم دینی کی تحصیل سے جلدی فارغ ہو جائے۔ ہندوستان کی یہ سیر آپ کے حق میں بھی غنیمت ہے اور اُس کے حق میں بھی:

| | |
|---|---|
| رَزَقَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَاِیَّاکُمُ الْاِسْتِقَامَۃَ | اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو ملت اسلام |
| عَلٰی مِلَّۃِ الْاِسْلَامِ عَلٰی صَاحِبِہَا الصَّلٰوۃُ | پر استقامت عطا فرمائے۔ |
| وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّۃُ۔ | |

آپ نے لکھا تھا کہ اس دوست کے لیے چھ مہینے ہونے ہیں کہ ترقی واقع ہوئی ہے جو کچھ اُس کو غیبت اور بے شعوری کی حالت اور ارواح طیبات سے حاصل ہوتا تھا۔ اب وہ حالتِ بیداری میں دیکھتا ہے۔

میرے مخدوم! یہ دید ترقی پر کچھ دلالت نہیں کرتی۔ خواہ شعور میں دیکھیں یا بے شعوری میں کیونکہ قدم اول اس راہ میں یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے غیر کو کچھ نہ دیکھیں اور اندیشہ میں ماسوائے اللہ کا خیال نہ رہے۔ نہ اس معنی سے کہ اشیا کو حق تعالیٰ کا غیر نہ دیکھے اور ماسوٰی کے عنوان پر نہ جانے۔ کیونکہ یہ بات بجائے خود کثرت بینی ہے۔ بلکہ حق تعالیٰ کے بغیر کو ہرگز نہ دیکھے اور نہ جانے اس حالت کو فنا سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور اس راہ کی منازل میں سے یہ پہلی منزل ہے وَبِدُوْنِہٖ خَرْطُ الْقَتَادِ۔ (ورنہ بے فائدہ تکلیف ہے)۔

وہ مکتوب جو ان دنوں میں لکھے گئے ہیں۔ بہت نادر الوجود ہیں۔ اور بہت عجیب و غریب فوائد اُن میں درج ہیں۔ ان کی نقل شیخ حسن لے گئے ہیں۔ ان کو اچھی طرح ملاحظہ فرمائیں۔

آپ نے اپنی والدہ مرحومہ کی مغفرت کے لیے دُعا کی التماس کی تھی، وہ التماس آپ کی قبول ہو گئی ہے۔ ان اطراف کے باقی احوال کو شیخ حسن مفصل طور پر بیان کر دیں گے۔

| | |
|---|---|
| وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْہُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ | اور سلام ہو اُس شخص پر جو ہدایت کی |
| الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ | راہ پر چلا اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم |
| اَفْضَلُہَا وَمِنَ التَّحِیَّاتِ اَکْمَلُہَا۔ | کی متابعت کو لازم پکڑا۔ |

فقیر اور فقیر زادے سلامتِ خاتمہ کے لیے دُعا کی التماس کرتے ہیں۔ والسلام



Marfat.com

# مکتوب نمبر ۲۷۶

شیخ بدیع الدین کی طرف صادر فرمایا:

قرآن مجید کی آیات محکمات اور متشابہات کے بیان اور علمائے راسخین اور ان کے کمالات اور اس کے بیان میں۔

| | |
|---|---|
| اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ | سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام |
| وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ | جہانوں کا پالنے والا ہے۔ اور حضرت سید المرسلین |
| وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ | اور ان کی تمام آل و اصحاب پر جو طیب و طاہر و |
| اَجْمَعِیْنَ جَعَلَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَاِیَّاکُمْ | پاک و صاف ہیں صلوٰۃ و سلام ہو۔ اللہ تعالےٰ |
| مِنَ الرَّاسِخِیْنَ فِی الْعِلْمِ۔ | ہم کو اور آپ کو راسخین فی العلم میں سے بنائے۔ |

اے برادر! حق تعالیٰ نے اپنی کتاب مجید کی آیات کو دو قسم پر فرمایا ہے۔ ایک محکمات دوسری متشابہات۔

قسم اوّل علم شرائع اور احکام کا منشا اور مبدء ہے۔ اور قسم ثانی حقائق اور اسرار کے علم کا مخزن ہے۔ اور (اللہ کے لیے) وجہ (چہرہ) اور قدم اور ساق (پنڈلی) اور اصابع (انگلیاں) اور انامل (پورے) جو قرآن و حدیث میں آئے ہیں۔ سب متشابہات میں سے ہیں۔ اور ایسے حروف بھی مقطعات جو قرآنی سورتوں کے اوّل میں واقع ہوئے ہیں، سب متشابہات میں سے ہیں جن کی تاویل پر علمائے راسخین کے سوا اور کسی کو اطلاع نہیں دی گئی۔ یہ خیال نہ کریں کہ تاویل مراد قدرت سے ہے جس کی تعبیر یدٌ سے کی ہے یا مراد ذات سے ہے جس کو وجہ سے تعبیر کیا ہے۔ بلکہ ان کی تاویل ان پوشیدہ اسرار سے ہے جو اخص وخواص پر ظاہر کیے گئے ہیں۔

یہ فقیر قرآن مجید کے حروف مقطعات کی نسبت کیا لکھے۔ کیونکہ ان حروف میں سے ہر ایک حرف عاشق و معشوق کے پوشیدہ اسرار کا ایک بحر مواج ہے۔ اور محب و محبوب کے دقیق اور باریک امور کی ایک پوشیدہ رمز ہے۔ اور محکمات اگرچہ کتاب کی امہات یعنی اصل ہیں لیکن ان کے نتائج اور ثمرات جو متشابہات ہیں کتاب کے اصل مقاصد میں سے ہیں امہات نتائج کے حاصل ہونے کے لیے وسائل سے زیادہ نہیں۔ پس کتاب کا لُب یعنی مغز متشابہات ہیں۔ اور محکمات اُس



Marfat.com

کا قشر یعنی پوست۔ وہ متشابہات ہی ہیں جو رمز و اشارہ کے ساتھ اصل بیان ظاہر کرتی ہیں۔ اور اس مرتبہ کی حقیقت معاملہ کا نشان بتلاتی ہیں۔ برخلاف محکمات کے۔ متشابہات گویا حقائق ہیں۔ اور محکمات متشابہات کی نسبت ان حقائق کی صورتیں ہیں۔ عالم راسخ وہ شخص ہے۔ جو لب یعنی مغز کو قشر یعنی پوست کے ساتھ جمع کر سکے اور حقیقت کو صورت کے ساتھ ملا سکے۔

علمائے قشر یہ قشر کے ساتھ خوش ہیں اور صرف محکمات پر ہی کفایت کیے ہوئے ہیں اور علمائے راسخین محکمات کے علم کو حاصل کر کے متشابہات کی تاویل سے بھی حظ وافر حاصل کر لیتے ہیں۔ اور صورت و حقیقت کو جو محکم و متشابہ ہیں، جمع کر لیتے ہیں۔ لیکن وہ شخص جو محکمات کے علم اور ان کے موافق علم کے بغیر متشابہات کی تاویل ڈھونڈے اور صورت کو چھوڑ کر حقیقت کی طرف دوڑے، جاہل ہے جس کو اپنی جہالت کی بھی خبر نہیں ہے۔ اور گمراہ ہے اور اس کو اپنی بھی خبر نہیں۔ وہ نہیں جانتا کہ یہ جہان صورت اور حقیقت سے مرکب ہے۔ اور جب تک یہ جہان قائم ہے۔ کوئی حقیقت صورت سے الگ نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ — اپنے رب کی عبادت کر حتیٰ کہ تجھے یقین

اَیِ الْمَوْتُ كَمَا قَالَ الْمُفَسِّرُوْنَ — یعنی موت آجائے جیسے کہ مفسرین نے

کہا ہے۔ (سورہ حجر، پارہ ۱۴)

اللہ تعالیٰ نے عبادت کو موت کے زمانہ تک منتہی کیا جو اس جہان کا منتہا ہے:

لِاَنَّ[1] مَنْ مَّاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهٗ۔ — جو شخص مرگیا اس کی قیامت آگئی۔

اور جہانِ آخرت میں جو حقائق کا ظہور ہے وہاں حقائق سے صورتوں کا الگ ہونا حاصل ہے۔ پس ہر جہان کا حکم علیحدہ ہے۔ ایک کو دوسرے کے ساتھ سوائے اُس جاہل یا زندیق کے جس کا مقصود شرائع کا باطل کرنا ہے، خلط ملط نہیں کرتا۔ کیونکہ شریعت کا جو حکم مبتدی پر ہے وہی حکم منتہی پر ہے عام مومنین اور اخص خواص عارف اس امر میں مساوی اور برابر ہیں۔ اکثر کچے متصوفہ اور بے سروسامان ملحد اس امر کے درپے ہیں۔ کہ اپنی گردنوں کو شریعت کی اطاعت سے نکال لیں۔ اور احکام شرعیہ کو عوام کے ساتھ ہی مخصوص رکھیں۔ یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ خواص صرف معرفت ہی کے ساتھ مکلف ہیں۔ جیسے کہ اپنی جہالت کے باعث امیروں اور بادشاہوں کو عدل و انصاف کے سوا اور کسی چیز کے ساتھ مکلف نہیں جانتے۔ اور کہتے ہیں کہ شریعت کے احکام بجالانے سے مقصود یہ ہے کہ معرفت حاصل ہو جائے۔ اور جب معرفت حاصل ہو جائے تو پھر شرعی تکلیفات

---

[1] دیلمی بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ۔



Marfat.com

ساقط ہو جاتی ہیں۔ اور اس آیت کو بطریق شہادت پیش کرتے ہیں :

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ۔ اپنے رب کی عبادت کر حتیٰ کہ تجھے یقین حاصل ہو جائے۔

اور یقین کے معنے اللہ کرتے ہیں۔ جیسے کہ سہل تستری[1] نے کہا ہے۔ یعنی عبادت کی انتہا خدا کی معرفت حاصل ہونے تک ہی ہے۔ بظاہر جس شخص نے یقین کے معنی اللہ سبحانہ کے کیے ہیں۔ اُس سے اس کی مراد یہ ہوگی کہ عبادت کی تکلیف کی انتہا حق تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو جانے تک ہے نہ کہ نفس عبادت کی انتہا۔ کیونکہ یہ امر الحاد و زندقہ تک پہنچانے والا ہے۔ اور یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ عارفوں کی عبادت ریائی ہے۔ یعنی عارف اس واسطے عبادت کرتے ہیں کہ ان کے مقتدی اور متبعین ان کی اقتدا کریں۔ نہ یہ کہ عارف عبادت کے محتاج ہیں۔ اور اس قول کی تائید میں مشائخ سے نقل کرتے ہیں کہ اُنھوں نے کہا ہے کہ جب تک پیر منافق اور مرائی یعنی ریاکار نہ ہو۔ مرید اس سے نفع نہیں حاصل کر سکتے۔

خَذَلَهُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ مَا أَجْهَلَهُمْ۔ اللہ تعالیٰ ان کو خوار کرے یہ لوگ کیسے جاہل ہیں۔

عارفوں کو عبادت کی اس قدر حاجت ہے کہ اس کا دسواں حصہ بھی مبتدیوں کو حاصل نہیں ہے کیونکہ ان کے عروج عبادات پر ہی وابستہ ہیں۔ اور ان کی ترقیاں شرائع اور احکام کے بجالانے پر منحصر ہیں عبادات کے ثمرے اور فائدے جن کی امید عوام کو کل قیامت کے دن ہے، عارفوں کو وہ ثمرات آج ہی حاصل ہیں۔ پس یہ عبادت کے زیادہ مستحق ہیں۔ اور ان کو شریعت کی بہت زیادہ حاجت ہے۔

جاننا چاہیے کہ شریعت صورت اور حقیقت کے مجموعہ سے مراد ہے۔ صورت ظاہر شریعت ہے اور حقیقت باطن شریعت پس قشر و لب یعنی پوست و مغز دونوں شریعت کے اجزا ہیں۔ اور محکم و متشابہ دونوں اس کے افراد۔

علمائے ظاہر نے اس کے قشر (چھلکے) پر کفایت کی ہے اور علمائے راسخین نے اس کے

---

[1] یعنی سہل بن عبداللہ تستری۔ آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔ اس گروہ صوفیا کے اکابر اور انوار معرفت کے علماء میں سے ہوئے ہیں۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی کے ہمعصر ہوئے ہیں ۲۸۳ھ ہجری ماہ محرم الحرام میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ بدبختی کی نشانی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا علم ہو اور اس عمل نہ ہو۔ اور عمل ہو اور اس میں اخلاص نہ ہو۔ ماخوذ از نفحات (۵،۶) الانس۔

Marfat.com

قشر کو لب کے ساتھ جمع کیا ہوا ہے اور مجموعہ صورت و حقیقت سے حظ وافر حاصل کیا ہے۔ پس شریعت کو اس شخص کی طرح جو صورت و حقیقت سے مرکب ہے تصور کرنا چاہیے۔ ایک جماعت نے اس کی صورت کے ساتھ تعلق پیدا کر لیا اور اس کی حقیقت سے انکار کیا۔ اور ہدایہ[1] و بزدوی[2] کے سوا اپنا پیرو مقتدی کسی کو نہ جانا۔ یہ لوگ علمائے قشر ہیں۔ اور دوسری جماعت کے لوگ اس کی حقیقت کے گرفتار ہو گئے۔ لیکن اس حقیقت کو شریعت کی حقیقت نہ جانا۔ بلکہ شریعت کو صورت پر محدود رکھا اور قشر خیال کیا۔ اور اس کے سوا لب کو تصور کیا۔ اور باوجود اس کے احکام شریعت کے بجا لانے سے سرمو نہ ہٹے اور صورت کو ہاتھ سے نہ دیا۔ اور احکام شریعت میں سے کسی ایک حکم کے ترک کرنے والے کو بطال اور ضال یعنی جھوٹا اور گمراہ سمجھا۔ یہ لوگ خدا تعالیٰ کے اولیاء ہیں جنہوں نے حق تعالیٰ کی محبت میں اس کے ماسوی سے قطع تعلق کیا ہے۔

ایک اور گروہ کے لوگ ہیں جو شریعت کو صورت اور حقیقت سے مرکب جانتے ہیں۔ اور قشر و لب کے مجموعہ پر یقین رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک شریعت کی صورت کا حاصل ہونا اس کی حقیقت کے حاصل ہونے کے بغیر اعتبار سے ساقط ہے۔ اور اس کی حقیقت کا حاصل ہونا صورت کی اثبات کے بغیر ناتمام و ناقص ہے۔ بلکہ صورت کے حاصل ہونے کو جو حقیقت کے ثبوت کے بغیر ہو اس کو بھی اسلام ہی سے جانتے ہیں اور نجات بخش تصور کرتے ہیں۔ جیسے علمائے ظاہر اور عام مومنین کا حال ہے۔ اور صورت کے بغیر حقیقت کا حاصل ہونا محال تصور کرتے ہیں اور اس کے قائل کو زندیق اور گمراہ کہتے ہیں۔

غرض تمام ظاہری و باطنی کمالات ان بزرگواروں کے نزدیک کمالاتِ شرعیہ میں منحصر ہیں۔ اور علوم و معارف الٰہیہ ان عقاید کلامیہ سے وابستہ ہیں جو اہل سنت و جماعت کے لیے ثابت ہو چکے ہیں۔ ہزار ہا شہود اور مشاہدات کو حق تعالیٰ کی بے چونی اور بے چگونگی کے ایک مسئلہ کے (جو مسائل کلامیہ میں سے ہے) برابر نہیں جانتے۔ اور ان احوال و مواجید اور تجلیات و ظہورات کو جو احکام شرعیہ کے کسی حکم کے خلاف ظاہر ہوں، جو کے برابر نہیں خریدتے اور ایسے ظہور کو استدراج خیال کرتے ہیں؛

---

[1] ہدایہ فقہ حنفی کی مشہور و مستند کتاب ہے شیخ الاسلام برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی المتوفی ۵۹۳ھ کی تصنیف ہے [2] علم اصول فقہ میں فخر الاسلام علی بن محمد بزدوی حنفی المتوفی ۴۸۲ھ کی تصنیف ہے۔ کشف الظنون۔



Marfat.com

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ ۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے۔ پس تو بھی ان کی ہدایت پر چل۔

یہ لوگ علماے راسخین ہیں جن کو حقیقت معاملہ پر اطلاع دی گئی ہے اور آداب شریعت کو مدنظر رکھنے کی برکت سے ان کو شریعت کی حقیقت تک پہنچا دیا گیا ہے۔ برخلاف فرقۂ ثانیہ کے کہ اگرچہ وہ بھی حقیقت کی طرف متوجہ اور اس کے ساتھ گرفتار ہیں۔ اور حتی المقدور شریعت کے بجالانے میں سرمُو تجاوز نہیں کرتے۔ لیکن چونکہ انہوں نے حقیقت کو شریعت کے ماسوا جانا ہے اور شریعت کو اس حقیقت کا پوست تصور کیا ہے۔ اس لیے اس حقیقت کے ظلال میں سے کسی ظل میں رہ گئے ہیں اور اس حقیقت کے اصل معاملہ تک پہنچنے کی راہ نہیں پائی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی ولایت ظلی ہے اور ان کا قرب صفاتی۔ برخلاف علمائے راسخین کی ولایت کے کہ اصلی ہے اور انہوں نے اصل تک پہنچنے کا راستہ پا لیا ہے۔ اور ظلال کے تمام حجابات اور پردوں سے گزر گئے ہیں۔ پس ان کی ولایت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت ہے اور ان اولیاء کی ولایت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت کا ظل ہے۔

ابتدا میں فقیر یہ سمجھتا تھا کہ علماے راسخین کو متشابہات کے ساتھ ایمان لانے کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہے۔ اور ان تاویلوں کو جو علماے صوفیہ نے بیان کی ہیں متشابہات کی شان کے لائق نہ سمجھتا تھا۔ اور ان تاویلوں کو ان اسرار سے جو چھپانے کے قابل ہوں، تصور نہ کرتا تھا۔ جیسے کہ عین القضاۃ نے بعض متشابہات کی تاویل میں کہا ہے۔

مثلاً الف، لام، میم سے اَلَم مراد لی ہے جس کے معنی درد کے ہیں جو عشق و محبت کو لازم ہے وغیرہ وغیرہ۔

آخر کار جب حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے متشابہات کی تاویلات کا تھوڑا سا حال اس فقیر پر ظاہر کیا۔ اور اس مسکین کی استعداد کی زمین میں اس دریائے محیط سے ایک چھوٹی سی نہر چلا دی تو معلوم ہوا کہ علماے راسخین کو بھی متشابہات کی تاویلات کا بہت سا حصہ

---

لہ سورہ انعام، پارہ ۷۔

لہ یعنی عین القضاۃ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ کی کنیت اور نام ابوالفضائل عبداللہ بن محمد المیانجی ہے عین القضاۃ لقب ہے۔ آپ شیخ محمد بن حمویہ اور احمد غزالی قدس سرہما کے صحبت یافتہ تھے۔ صوری اور معنوی کمالات و فضائل کے جامع تھے۔



Marfat.com

حاصل ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ۔

اللہ تعالیٰ ہی کے لیے حمد ہے جس نے ہم کو اس کی ہدایت دی۔ اور اگر وہ ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے۔ بے شک ہمارے رب کے رسول حق بات لائے ہیں۔

واقعات مذکورہ کی تعبیر جو آپ نے طلب فرمائی تھی اس کو حضور اور ملاقات پر منحصر رکھا گیا ہے اسی واسطے ان کی نسبت کچھ نہیں لکھا۔ کیا کیا جائے۔ قلم اور ہی معارف کی طرف جاری ہو گیا اور یہی معاملہ پیش آگیا۔ امید ہے کہ معاف فرمائیں گے۔

وَالسَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَعَلٰی سَآئِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰٓی اٰلِهٖ وَاِخْوَانِهٖ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ الْعُلٰی۔

اور سلام ہو آپ پر اور ان لوگوں پر جو ہدایت کی راہ پر چلے۔ اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

# مکتوب نمبر ۲۷۷

علم الیقین اور عین الیقین اور حق الیقین کے بیان میں ملا عبد الحی کی طرف صادر فرمایا۔

اور یہ علوم ان علوم سابقہ میں سے ہیں جو آپ نے توسط حال میں تحریر کیے تھے۔ اس معرفت میں نہایت شہود انفسی ہے۔ اور وہ معارف جو اخیر میں لکھے ہیں ان میں انفسی کو شہود آفاقی کی طرح لاحاصل سمجھ کر انفسی و آفاقی شہود کے ماسوی اور شہود کو ثابت کیا ہے۔ بلکہ نفس شہود کو وصول کا دروازہ جان کر اس کے علاوہ اور علوم و معارف لکھے ہیں۔ جیسے کہ آپ کی کتابوں اور رسالوں سے یہ بات ظاہر ہے۔

بداں اَرْشَدَكَ اللّٰہُ تَعَالٰی! (خدا تجھے ہدایت دے) جان لے کہ حق تعالیٰ سبحانہ کی ذات میں علم الیقین ان آیات و نشانات کے شہود سے مراد ہے جو حق تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرتے ہیں اور ان آیات کے شہود کو سیر آفاقی کہتے ہیں۔ لیکن ذاتی شہود اور حضور سیر انفسی کے سوائے متصور نہیں۔ اور



Marfat.com

وہ سالک کے اپنے نفس میں ہوتا ہے

ذرہ گر بس نیک ور بس بد بود[1]

گرچہ عمرے تگ زند در خود بود

اور جو کچھ اپنے باہر میں مشاہدہ کرتا ہے سب حق تعالیٰ کی ذات پر دلائل و آثار کے مشاہدہ کی قسم سے ہے نہ کہ حق تعالیٰ کی ذات کا مشاہدہ۔

قطب المحققین سید العارفین ناصر الدین خواجہ عبید اللہ قدس سرہ الاقدس نے فرمایا ہے کہ سیر دو قسم پر ہے۔ ایک سیر مستطیل۔ دوسری سیر مستدیر۔

سیر مستطیل بُعد در بُعد ہے اور سیر مستدیر قرب در قرب

سیر مستطیل یہ ہے کہ اپنا مقصود اپنے دائرہ کے باہر تلاش کیا جائے۔ اور سیر مستدیر یہ ہے کہ اپنے دل کے گرد پھریں اور اپنا مقصود اپنے ہی میں تلاش کریں۔

پس وہ تجلیات جو حسی یا مثالی صورتوں میں اور انوار کے پردہ میں ہوں، خواہ کوئی صورت ہو اور خواہ کوئی نور ظاہر ہو۔ وہ نور خواہ رنگین ہو یا بیرنگ۔ اور متناہی ہو یا غیر متناہی، اور کائنات کو محیط ہو یا نہ ہو، سب علم الیقین میں داخل ہیں۔

حضرت مخدومی مولوی عبد الرحمٰن جامی قدس سرہ السامی لمعات میں اس طرح فرماتے ہیں

اے دوست ترا بہر مکاں می جستم[2]

ہردم خبرت زاین و آں می جستم

اس مضمون میں بھی مشاہدہ آفاقی کی طرف اشارہ ہے جو علم الیقین کے لیے مفید ہے۔ اور یہ شہود چونکہ مقصود کی خبر نہیں دیتا، اور سوائے نشان و استدلال کے اس کا کچھ حضور نہیں بخشتا اس لیے دھوئیں اور گرمی کے مشاہدہ کی طرح ہے جو آگ کی ذات پر دلالت کرتا ہے۔ پس یہ شہود علم کے دائرہ سے نہیں نکل سکتا۔ اور نہ ہی عین الیقین کے لیے کچھ مفید ہو سکتا ہے۔ اور نہ ہی سالک کا وجود اس سے فانی ہو سکتا ہے۔

عین الیقین حق تعالیٰ کے شہود سے مراد ہے، بعد اس کے کہ علم الیقین سے معلوم کر چکیں۔ اور یہ شہود سالک کے فنا کو مستلزم ہے۔ اور اس شہود کے غلبہ میں اس کا تعین بالکل گم ہو جاتا ہے۔

---

[1] ذرہ اگر کتنا ہی اچھا یا برا ہو، اگرچہ ساری عمر تگ ودو کرتا رہے، اپنے دائرے ہی میں رہے گا۔

[2] اے دوست، میں نے تجھے ہر مکان میں تلاش کیا اور ہر این و آں سے تیرے حالات کی جستجو کی۔



Marfat.com

اور اس کے دیدۂ شہود میں اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا۔ اور اس شہود میں فانی و مستہلک یعنی مستغرق ہو جاتا ہے۔ یہ شہود اس طائفہ علیہ قدس سرہم کے نزدیک ادراک سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور معرفت بھی اس کو کہتے ہیں۔ اس ادراک میں خواص و عوام شریک ہیں۔ لیکن فرق یہ ہے کہ خواص کو خلق کا شہود حق تعالیٰ کے شہود سے مانع نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کے دیدۂ شہود میں حق جل شانہٗ کے سوا اور کچھ شہود نہیں ہوتا۔ اور عوام کو یہ شہود مانع ہے۔ یہی باعث ہے کہ اس شہود سے غافل اور اس ادراک سے بے خبر رہتے ہیں۔ اور یہ عین الیقین علم الیقین کا حجاب ہے جیسے کہ علم الیقین عین الیقین کا حجاب ہے۔ اس شہود کی تحقیق کے وقت سراسر حیرت و نادانی ہے۔ علم کی اس میں ہرگز گنجائش نہیں ہے۔

بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ علم الیقین عین الیقین کا حجاب ہے اور عین الیقین علم الیقین کا حجاب۔

اور نیز بعض نے فرمایا ہے کہ اس شخص کی علامت جس نے اللہ تعالیٰ کو جیسے کہ اس کے پہچاننے کا حق ہے پہچان لیا، یہ ہے کہ اُس کے سر پر واقف ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کا اس کو علم نہیں ہو سکتا۔ ایسا شخص اس معرفت میں کامل ہے، جس کے سوا اور کوئی معرفت نہیں ہے۔

اور نیز بعض نے فرمایا ہے کہ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا عارف وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ حیران و پریشان ہے۔

حق الیقین حق تعالیٰ کے شہود سے مراد ہے، بعد اس کے کہ تعین دور ہو جائے اور متعین فانی اور نابود ہو جائے۔ لیکن یہ شہود حق تعالیٰ سے حق تعالیٰ کی طرف ہے۔ کیونکہ:

لَا یَحْمِلُ الْعَطَایَا الْمَلِکِ اِلَّا مَطَایَاہُ ۔ بادشاہ کے عطیوں کو اسی کے اونٹ اُٹھا سکتے ہیں۔

اور یہ شہود (مقام) بقا باللہ میں جو بِیْ یَسْمَعُ اور بِیْ یُبْصِرُ کا مقام ہے حاصل ہوتا ہے۔

اور کبھی سالک کو فنائے مطلق کے ساتھ متحقق ہونے کے بعد جو ذات و صفات کی فنا ہے حق تعالیٰ محض اپنی عنایت سے اپنے نزدیک سے ایک وجود عطا کرتا ہے۔ اور سکر حال اور بیخودی سے صحو اور افاقت یعنی ہوشیاری میں لے آتا ہے۔ اور اس وجود کو وجود موہوب حقانی یعنی خدا کا دیا ہوا وجود کہتے ہیں۔ اس مقام میں علم و عین ایک دوسرے کا حجاب نہیں ہوتے۔ عین میں علم کا شہود اور علم میں عین کا مشاہدہ ہوتا ہے جس کو عارف اس مقام میں عین حق پاتا ہے۔ نہ یہ کہ تعین کونی کے ساتھ کیونکہ اس کے دیدۂ شہود میں اس کا کوئی اثر نہیں رہتا۔ اور ان تجلیات صوریہ سے کہ جن میں اپنے تعینات اور



Marfat.com

صورتوں کو حق تعالیٰ معلوم کرتے ہیں. مراد وہ تعینات کونیہ ہیں جن کی طرف فنا نے راہ نہیں پایا۔ فَاَیْنَ اَحَدُ هُمَا عَنِ الْاٰخِرِ (ان دونوں کے درمیان بہت فرق ہے) مَا لِلتُّرَابِ وَرَبِّ الْاَرْبَابِ۔ ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اگرچہ ظاہر عبارت سے عوام کے نزدیک تجلی صوری (کہ جس میں اپنے آپ کو حق پاتے ہیں) اور حق الیقین کے درمیان (جہاں کہ اپنے سر کو حق پاتے ہیں) کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا۔ لیکن تجلی صوری میں انا صورت پر پڑتا ہے اور حق الیقین میں حقیقت پر۔ اور نیز تجلی صوری میں حق کو اپنے آپ سے دیکھتے ہیں۔ اور اس مقام میں حق کو حق سے دیکھتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ حق کو اپنے آپ سے نہیں دیکھ سکتے۔ یہ حق الیقین ہی کا مرتبہ ہے جہاں کہ شہود کی حقیقت متحقق ہے۔ اور بعض مشائخ زمانہ نے جب اس فرق پر اطلاع نہ پائی اور تعین کونی کے سوا اس تعین کو نہ جانا' تو انہوں نے ان بزرگواروں پر جنہوں نے حق الیقین کی اس طرح پر تفسیر و تشریح کی ہے۔ جیسے کہ مقرر و ثابت ہو چکا ہے' زبان طعن دراز کی۔ بدیں خیال کہ یہ تعین تجلی صوری میں جو سلوک کا اول قدم ہے' حاصل ہو جاتا ہے۔ اور اس تعین کی انہوں نے حق الیقین کے ساتھ جو سلوک میں نہایت قدم ہے' تفسیر و تشریح کی ہے۔ یہ ان کا خیال کس طرح ٹھیک ہو سکتا ہے جب کہ یہ امر ثابت ہے کہ وہ حق الیقین جو ان کو نہایت میں حاصل ہوتا ہے وہ ہم کو تجلی صوری میں حاصل ہو جاتا ہے۔ جو ہمارا اول قدم ہے۔

وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ — اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستہ کی ہدایت دیتا ہے۔

# مکتوب نمبر ۲۷۸

ملا عبدالکریم سنامی کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ عقاید کے درست کرنے اور شریعت غرا کے موافق عمل کرنے کے بعد ہر شخص کو لازم ہے کہ اپنے دل کو ماسوائے حق سے سلامت رکھے جس کو نسیان ماسوا کہتے ہیں۔ اور طریقہ علیہ نقشبندیہ کی مدح اور مرتی یعنی مُردوں کی امداد و اعانت پر ترغیب دینے اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ — اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے برگزیدہ بندوں پر



Marfat.com

مصطفٰی ۔ سلام ہو ۔

برادر عزیز کا مکتوب مرغوب پہنچا ۔ بہت خوشی حاصل ہوئی ۔ وہ نصیحتیں جو آگے دوستوں کو کی گئی ہیں اور اب بھی کرنے کے لائق ہیں یہ ہیں کہ پہلے اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کی کلامیہ (عقائد کی) کتابوں کے موافق اپنے عقائد کو درست کریں ۔ پھر احکام فقہیہ یعنی فرض و واجب و سنت و مستحب و حلال و حرام و مکروہ و مشتبہ علمی اور عملی طور پر بجا لائیں ۔ اس کے بعد لازم ہے کہ ماسوائے حق کی گرفتاری سے اپنے دل کو سلامت رکھیں ۔ اور دل کی سلامتی اس وقت حاصل ہوتی ہے جبکہ دل میں ماسوائے حق کا گزر نہ رہے ۔ یعنی اگر بالفرض ہزار سال تک زندگی وفا کرے تو بھی حق تعالیٰ کے سوا اور کچھ دل میں نہ گزرے ۔ نہ اس معنی سے کہ اشیاء دل میں گزریں اور ان کو غیر حق نہ جانیں ۔ کیونکہ یہ بات ابتدا میں توحید کے مراقبہ کرنے والوں کو بھی حاصل ہو جاتی ہے ۔ بلکہ اس معنی سے کہ اشیاء ہرگز دل میں نہ آنے پائیں ۔ اور اشیاء کا دل پر گزر نہ ہونا اس بات پر مبنی ہے کہ دل ماسوائے حق کو اس طرح بھول جائے کہ اگر تکلف کے ساتھ بھی اشیاء اسے یاد دلائیں تو یاد نہ آئیں ۔ اس دولت کو فنائے قلب سے تعبیر کرتے ہیں ۔ اور اس راہ میں یہ پہلا قدم ہے ۔ اور باقی جتنے ولایت کے کمالات ہیں سب اسی دولت کی فرع ہیں ؎

ہیچکس[1] را تا نگردد او فنا ‏ ‏ ‏ ‏ نیست راہ در بارگاہ کبریا

اور اس دولت عظمیٰ تک پہنچنے کے لیے سب سے زیادہ قریب راستہ طریقہ علیہ نقشبندیہ قدس سرہم کا طریق ہے ۔ کیونکہ ان بزرگواروں نے اپنی سیر کی ابتدا عالم امر سے کی ہے ۔ اور قلب سے قلب کے پھیرنے والے یعنی خدا کی طرف راستہ لے گئے ہیں ۔ انہوں نے دوسروں کی ریاضتوں اور مجاہدوں کے بجائے سنت کو لازم پکڑا ہے اور بدعت سے کنارہ کشی اختیار کی ہے ۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ ہمارا طریقہ سب طریقوں سے زیادہ قریب ہے لیکن سنت کو لازم پکڑنا بہت مشکل کام ہے :

| | |
|---|---|
| طُوْبیٰ لِمَنْ تَوَسَّلَ بِهِمْ وَاقْتَدَیٰ بِهُدَاهُمْ ۔ | تو مبارک ہیں وہ لوگ جنہوں نے ان کے ساتھ وسیلہ پکڑا اور ان کی ہدایت کا راستہ اختیار کیا ۔ |

مولانا جامی قدس سرہ نے فرمایا ہے ؎

[1] کوئی شخص بھی جب تک فنا کا مقام حاصل نہ کرے بارگاہ کبریا تک راہ نہیں پا سکتا ۔



Marfat.com

نقشبندیہ[1] عجب قافلہ سالارانند — کہ برند از رہِ پنہاں بحرم قافلہ را
از دلِ سالک رہ جاذبہ صحبت شاں — می برد وسوسہ خلوت و فکر چلہ را
قاصرے گر کند ایں طائفہ را طعنِ قصور — حاش للہ کہ برارم بزباں ایں گلہ را
ہمہ شیرانِ جہاں بستۂ ایں سلسلہ اند — روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

دوسرے یہ کہ قاضی محمد شریف کا محبت سے بھرا ہوا نوازشنامہ پہنچا۔ چونکہ فقرا کی محبت سے پر تھا کمال خوشی کا باعث ہوا۔ فقیر کی دعا و سلام اس کو پہنچا دیں۔

تیسرے واضح ہو کہ شیخ حبیب اللہ کا مکتوب مرغوب پہنچا۔ اس نے اپنے والد مرحوم کے فوت ہو جانے کی نسبت لکھا تھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ فقیر کی طرف سے دعا پہنچا کر ماتم پرسی بجالائیں اور کہیں کہ دعا و فاتحہ و استغفار سے اپنے والد مرحوم کی امداد و اعانت کریں:

فَاِنَّ الْمَیِّتَ کَالْغَرِیْقِ یَنْتَظِرُ دَعْوَۃً — مردہ ڈوبنے والے کی طرح ہوتا ہے جو دعا کا منتظر
تَلْحِقُہٗ مِنْ وَلَدٍ اَوْ اَبٍ اَوْ اُمٍّ اَوْ — رہتا ہے جو اس کو بیٹے یا باپ یا ماں یا بھائی یا
اَخٍ اَوْ صَدِیْقٍ۔[2] — دوست کی طرف سے پہنچتی ہے۔

چوتھے واضح ہو کہ شیخ احمد ان بزرگواروں کا طریقہ اخذ کر کے بہت متاثر ہوا ہے۔ حق تعالیٰ اس کو استقامت عطا فرمائے۔ مشارٌالیہ چونکہ از سرِ نو اسلام لایا ہے یعنی نو مسلم ہے، اس لیے اس کو عقائد کلامیہ جو فارسی کتابوں میں مذکور ہیں سکھائیں اور احکام فقہیہ کی بھی تعلیم دیں۔ تاکہ فرض و واجب و سنت و مستحب و حلال و حرام و مکروہ و مشتبہ کو پہچان لے۔ اور اس کے موافق اپنی زندگی بسر کرے۔ اور کتاب گلستان و بوستان کا پڑھنا پڑھانا بیکاری میں داخل ہے۔ والسلام

---

[1] نقشبندی بزرگ عجیب قافلہ سالار ہیں جو چپکے سے قافلہ کو حرم تک پہنچا دیتے ہیں۔
سالک کے دل سے ان کی صحبت کی کشش وسوسہ خلوت اور فکر چلہ کشی سے بے نیاز کر دیتی ہے۔
اگر کوئی کوتاہ فہم ان کو ناقص جان کر ان پر زبانِ طعن دراز کرے تو اس کی مرضی میں تو خدا کی پناہ کہ ایسا گلہ شکوہ زبان پر لاؤں
جہان کے تمام شیر اسی سلسلہ سے بندھے ہوئے ہیں۔ لومڑی اپنے رکیک حیلوں سے اس سلسلہ کو درہم برہم نہیں کر سکتی۔
[2] بیہقی شریف۔



Marfat.com

# مکتوب نمبر ۲۷۹

ملا حسن کشمیری کی طرف صادر فرمایا۔

اس کی اس نعمت کے شکر ادا کرنے کے بیان میں کہ اس نے آپ کو طریقہ علیہ نقشبندیہ کی طرف رہنمائی کی تھی۔ اور اس کے ضمن میں اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کا اظہار کیا ہے جو اس کے وسیلہ سے حاصل ہوئی تھیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی — اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آپ کا مبارک صحیفہ جو از روئے کرم و التفات اس فقیر کے نام لکھا تھا، جناب مولانا محمد علی نے پہنچایا، بڑی خوشی کا باعث ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے۔

آپ نے دریافت فرمایا تھا کہ شیخ محی الدین ابن عربی کی یہ عبارت:

سَبَبُ تَرْتِیْبِ خِلَافَتِهِمْ مُدَّةُ اَعْمَارِهِمْ۔ — ان کی خلافت کی ترتیب کا سبب ان کی عمروں کی مدت ہے۔

شیخ موصوف کی کونسی تصنیف شدہ کتاب میں واقع ہے؟

میرے مخدوم! مدت ہوئی ہے کہ فقیر نے اس عبارت کو فتوحات مکیہ میں دیکھا تھا۔ لیکن اب وہ مقام ہر چند تلاش کیا، نہ ملا۔ اگر دوسری بار نظر سے گزرا تو عرض کر دیا جائے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

دوسرے یہ کہ فقیر آپ کی نعمت کا شکر ادا کرنے اور آپ کے اس احسان کا بدلہ دینے میں قصور اور عاجزی کا اقرار کرتا ہے۔ یہ سب کاروبار اسی نعمت پر مبنی ہے اور یہ سب دید و وا اسی احسان سے وابستہ ہے۔ آپ کے حسن توسط اور وسیلہ سے فقیر کو وہ کچھ دیا گیا ہے جو کسی نے دیکھا ہی نہیں۔ اور آپ کے توسل کی یمن و برکت سے وہ کچھ بخشا گیا ہے کہ کسی نے اس کا مزہ چکھا ہی نہیں۔ خاص خاص عطیے اس قدر عطا فرمائے ہیں کہ اکثر لوگوں کو ان عطیوں کا علم بھی نہیں۔ احوال و مقامات اور اذواق و مواجید اور علوم و معارف اور تجلیات و ظہورات سب کو عروج کے زینے بنا کر قرب کے درجوں اور وصول کی منزلوں تک پہنچا دیا۔

قرب و وصول کا لفظ بیان عبارت کی تنگی کے باعث اختیار کیا ہے۔ ورنہ وہاں نہ قرب ہے نہ وصول، نہ عبارت ہے نہ اشارت۔ نہ شہود ہے نہ حلول، نہ اتحاد ہے نہ کیف، نہ این نہ آں، نہ زمان



Marfat.com

نہ مکان' نہ احاطہ نہ سریان' نہ علم نہ معرفت' نہ جہل نہ حیرت ؎

چہ گویم با تو از مرغے نشانہ ! | کہ با عنقا بود ہم آشیانہ
ز عنقا ہست نامے پیش مردم | ز مرغ من بود آں نام ہم گم[1]

چونکہ اللہ تعالیٰ کے ان احسانوں کے اظہار میں جن کا ظہور عالم اسباب میں آپ کی اسی نعمت سے ہوا ہے۔ آپ کی نعمت کا شکر بھی شامل تھا۔ اس لیے چند فقروں میں درج کر کے تحریر کیا گیا تاکہ آپ کی نعمت کا تھوڑا سا شکر ادا ہو جائے۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ

سلام ہو آپ پر اور ان تمام لوگوں پر جو ہدایت کی راہ پر چلے۔ اور حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

# مکتوب نمبر ۲۸۰

حافظ محمود کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ اس گروہ کی محبت سعادت کا سرمایہ ہے۔ اور جس کسی کو اس نعمت سے مشرف فرمائیں اور استقامت دیں اس کو سب کچھ دے دیتے ہیں۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ آپ کا مکتوب شریف جو جناب مولانا مہدی علی کے ہمراہ ارسال کیا تھا پہنچا اور بڑی خوشی کا موجب ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ فقراء کی محبت جو دنیا و آخرت کی سعادت کا سرمایہ ہے' آپ کو کامل طور پر حاصل ہے اور مفارقت کی دراز مدت نے اس میں کچھ تاثیر نہیں کی۔

دو چیزوں کی محافظت ضروری ہے۔ ایک صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت' دوسرے شیخ مقتدا کی محبت و اخلاص۔ ان دو چیزوں کے ساتھ اور جو کچھ دے دیں' سب نعمت ہی نعمت ہے۔ اور اگر کچھ بھی نہ دیں لیکن یہ دو چیزیں راسخ اور مضبوط ہوں تو پھر کچھ غم نہیں' آخر ایک دن دے دیں گے۔ اور اگر نعوذ باللہ ان دو چیزوں میں سے کسی ایک میں خلل پڑ جائے۔ اور احوال و اذواق

---

[1] میں تجھے اس پرندے کا نشان کیا بتاؤں جو عنقا کا ہم آشیانہ ہو۔ عنقا کا نام تو لوگ جانتے ہیں میرے پرندے کا کسی کو نام بھی معلوم نہیں۔



Marfat.com

بھی بدستور اپنے حال پر رہیں تو ان کو استدراج جاننا چاہیے اور اپنی خرابی اور بربادی خیال کرنا چاہیے۔ استقامت کا طریق یہی ہے سُبْحَانَهٗ الْمُوَفِّقُ (اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے) والسلام۔

# مکتوب نمبر ۲۸۱

سیادت مآب میر نعمان کی طرف صادر فرمایا۔

سلسلہ علیہ نقشبندیہ کی نسبت حاصل کرنے کی نعمت کے شکر میں۔ اور اس بیان میں کہ اس طریق میں تبعیت اور وراثت کے طور پر کمالات نبوت کی طرف راستہ کھول دیتے ہیں۔ اور جو شخص اس طریق میں اپنے واقعات اور منامات یعنی خوابوں پر بھروسہ کرے اور تشتت اپنے اندر پیدا کرے اور آداب طریقت کی رعایت نہ کرے وہ زیاں کار اور نا امید رہتا ہے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰی۔ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

اس اعلیٰ نعمت کا شکر کس زبان سے ادا کیا جائے کہ حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے ہم فقراء کو اہل سنت وجماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کی آراء کے موافق اپنے عقائد کو درست کرنے کے بعد طریقہ علیہ نقشبندیہ کے سلوک سے مشرف فرمایا اور اس بزرگ خاندان کے نسبت یافتہ مریدوں میں شامل کیا۔

فقیر کے نزدیک اس طریق میں ایک قدم آگے بڑھانا دوسرے طریقوں میں سات قدم آگے بڑھنے سے بہتر ہے۔ وہ راستہ جو تبعیت اور وراثت کے طور پر کمالات نبوت کی طرف کھولا جاتا ہے وہ اسی طریقہ علیہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ دوسرے طریقوں کی انتہا صرف کمالات ولایت کے انتہا تک ہے۔ وہاں سے آگے کمالات نبوت کی طرف کوئی راستہ نہیں کھلا یہی وجہ ہے کہ اس فقیر نے اپنی کتابوں اور رسالوں میں لکھا ہے کہ ان بزرگواروں کا طریق اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا طریق ہے جس طرح اصحاب کرام نے وراثت کے طور پر کمالات نبوت سے حظ وافر حاصل کیے اس طریق کے منتہی بھی تبعیت کے طور پر ان کمالات سے کامل حصہ پا لیتے ہیں۔ وہ مبتدی اور متوسط جنہوں نے اس طریق کو لازم پکڑا ہے اور اس طریق کے منتہیوں کے ساتھ کامل محبت رکھتے ہیں وہ بھی امیدوار ہیں:



Marfat.com

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ [۱] آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے اس کو محبت ہے

دور افتادوں اور مہجوروں کے لیے بڑی بھاری بشارت ہے۔ اس طریق میں مایوس اور خسارہ والا وہ شخص ہے جو اس طریق میں داخل ہو کر اس طریق کے آداب کو مدنظر نہ رکھے اور نئے نئے امور اس طریق میں داخل ہو کر اس طریق کے آداب کو مدنظر نہ رکھے اور نئے نئے امور اس طریق میں پیدا کرے۔ اور طریقت کے برخلاف اپنے واقعات اور خوابوں پر اعتماد کرے۔ اس صورت میں طریق کا کیا گناہ ہے۔ وہ اپنے واقعات و منامات کی راہ پر چلتا ہے۔ یعنی اپنے اختیار سے کعبہ کی طرف سے منہ پھیر کر ترکستان کی طرف جا رہا ہے ؎

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی [۲]
ایں رہ کہ تو میروی بترکستان ست

یہ اچھا نہیں ہے کہ اس طریق کے ارباب طریقت کی جمعیت اور طالبوں کی سرگرمی کے باوجود آپ کو اس جگہ سے بچا کروں۔ اس سے پہلے بھی اگر ان حدود کی سیر کے لیے اشارہ ہوا تھا تو شرائط پر مشروط تھا اور اب بھی انہی شرائط پر مشروط ہے۔ ہاں مکرر استخاروں اور انشراح قلب کے بعد اگر کسی اور شخص کو اپنے قائم مقام بٹھا کر تاکہ وضع سابق میں کوئی فتور نہ پڑ جائے۔ بے شبہ دبے تردد اگر اس طرف آجائیں تو ہو سکتا ہے۔ ان شرائط کے سوا وہاں کے معاملہ کو درہم برہم نہ کریں اور طالبوں کی جمعیت میں فتور نہ ڈالیں اس سے زیادہ مبالغہ کیا کیا جائے۔ والسلام۔

# مکتوب نمبر ۲۸۲

حضرت الیاس [۳] و حضرت خضر علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملاقات اور ان کے کچھ حالات کے بیان میں میاں بدیع الدین کی طرف صادر فرمایا۔

---

[۱] بخاری و مسلم شریف بروایت سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

[۲] اے اعرابی! مجھے ڈر ہے کہ تو کعبے نہیں پہنچ سکے گا کیونکہ جو راہ تو نے اختیار کی ہے وہ کعبے نہیں بلکہ ترکستان کو جاتی ہے۔

[۳] تفسیر معالم التنزیل میں بروایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ مذکور ہے کہ الیاس حضرت ادریس علیہ السلام ہی کا دوسرا نام ہے مگر دوسرے مفسرین کہتے ہیں آپ انبیائے بنی اسرائیل میں سے ہوئے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ الیسع کے چچازاد بھائی ہیں۔ محمد بن اسحاق کا قول ہے کہ آپ حضرت ہارون بن عمران (باقی بر صفحہ)



Marfat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ — اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

مدت سے یارانِ طریقت حضرت خضر علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات کی نسبت دریافت کیا کرتے تھے۔ چونکہ فقیر کو ان کے بارے میں پوری پوری اطلاع نہ تھی اس لیے جواب میں توقف کیا کرتا تھا۔ آج صبح کے حلقہ میں دیکھا کہ حضرت الیاس و حضرت خضر علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام روحانیوں کی صورت میں حاضر ہوئے۔ اور تلقی روحانی یعنی روحانی ملاقات سے حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم عالم ارواح میں سے ہیں۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے ہماری ارواح کو ایسی قدرت کاملہ عطا فرمائی ہے کہ اجسام کی صورت میں متمثل ہو کر وہ کام جو جسموں سے وقوع میں آئیں یعنی جسمانی حرکات و سکنات اور جسدی طاعات و عبادات ہماری ارواح سے صادر ہوتی ہیں۔

اس اثنا میں پوچھا کہ آپ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے موافق نماز ادا کرتے ہیں؟ فرمایا کہ ہم شرائع کے ساتھ مکلف نہیں ہیں، لیکن چونکہ قطب مدار کے کام ہمارے سپرد ہیں اور قطب مدار امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر ہے اس لیے ہم بھی اس کے پیچھے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے موافق نماز ادا کرتے ہیں۔

اس وقت یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کی طاعت پر کوئی جزا مترتب نہیں ہے۔ صرف طاعت کے ادا کرنے میں اہل طاعت کے ساتھ موافقت کرتے ہیں اور عبادت کی صورت کو مدنظر رکھتے ہیں۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ولایت کے کمالات فقہ شافعی کے ساتھ موافقت رکھتے ہیں اور کمالاتِ نبوت کی مناسبت فقہ حنفی کے ساتھ ہے۔ اگر بالفرض اس امت میں کوئی پیغمبر مبعوث ہوتا تو فقہ حنفی کے موافق عمل کرتا۔

اس وقت حضرت خواجہ محمد پارسا[1] قدس سرہٗ کے اس سخن کی حقیقت بھی معلوم ہو گئی جو انہوں نے

(بقیہ حاشیہ ص ۷۵۲) برادر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اولاد سے ہیں اور حضرت حزقیل نبی کے بعد مبعوث ہوئے اور بنی اسرائیل کے داعی حق بن کر تشریف لائے۔ پھر آپ نے حضرت الیسع کو اپنا خلیفہ بنایا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو آسمانوں پر زندہ اٹھا لیا۔ اب آپ کھانے پینے سے بے نیاز ہیں اور ملاءِ اعلیٰ میں تشریف فرما ہیں۔

[1] خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے خلیفہ تھے۔ اسلامی علوم کے ماہر کامل اور ورع و تقویٰ سے آراستہ تھے۔ پارسا آپ کا لقب ہے جو حضرت خواجہ نے آپ کو عطا فرمایا۔ نام مبارک محمد بن محمود الحافظ البخاری۔



Marfat.com

فصول ستہ میں نقل کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نزول کے بعد امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کے موافق عمل کریں گے۔

اس وقت دل میں گزرا کہ ان دونوں بزرگواروں سے کچھ سوال کرے۔ انہوں نے فرمایا کہ جس شخص کے حال پر اللہ تعالیٰ کی عنایت شامل ہو وہاں ہمارا کیا دخل ہے۔ گویا انہوں نے اپنے آپ کو درمیان سے نکال لیا۔ اور حضرت الیاس علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس گفتگو میں کوئی بات نہ فرمائی۔ والسلام۔

# مکتوب نمبر ۲۸۳

صوفی قربان کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ شب معراج میں حضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی رویت دنیا میں واقع نہیں ہوئی بلکہ آخرت میں واقع ہوئی ہے۔

آپ نے دریافت کیا تھا کہ اہل سنت وجماعت کا اجماع اس بات پر ہے کہ رویت دنیا میں واقع نہیں ہے۔ اور اکثر علمائے اہل سنت وجماعت نے شب معراج میں حضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی رویت سے منع فرمایا ہے۔

| | |
|---|---|
| قَالَ حُجَّۃُ الْاِسْلَامِ وَالْاَصَحُّ اَنَّہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ مَارَاٰی رَبَّہٗ لَیْلَۃَ الْمِعْرَاجِ | حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ صحیح یہی ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معراج کی رات اپنے رب کو نہیں دیکھا ہے۔ |

اور تو نے اپنے رسالوں میں شب معراج کو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رویت کے دنیا میں واقع ہونے کا اقرار کیا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ شب معراج میں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رویت دنیا میں واقع نہیں ہوئی ہے بلکہ آخرت میں واقع ہوئی ہے۔ اس لیے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اس رات چونکہ دائرہ مکان وزمان اور تنگی امکان سے باہر نکل گئے تھے۔ اس لیے ازل وابد کو آن واحد میں معلوم کر لیا۔ اور بدایت ونہایت کو ایک ہی نقطہ میں متحد دیکھا۔ اور ان اہل بہشت کو جو کئی ہزار سال کے بعد بہشت میں جائیں گے، بہشت میں دیکھ لیا۔ عبدالرحمٰن بن عوف کو جو فقرائے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے



Marfat.com

پانچ سو سال کے بعد بہشت میں جائیں گے دیکھا کہ اس مدت کے گزرنے سے پہلے ہی آ گئے۔ اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس توقف کی وجہ پوچھی۔ پس وہ رویت جو اس مقام میں واقع ہوئی وہ رویت آخرت ہے اور اس اجماع کے منافی نہیں ہے جو رویت کے عدم وقوع پر ہوا ہے۔ اور اس کو رویت دنیوی کہنا تجوز پر محمول ہے اور ظاہر پر مبنی ہے۔

وَاللهُ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْاُمُوْرِ — اللہ تعالیٰ تمام امور کی حقیقتوں کو جاننے والا ہے

نکلھا

# مکتوب نمبر ۲۸۴

ملا عبدالقادر انبالی کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ احوال و مواجید عالم امر کا حصہ ہیں اور ان احوال کا علم عالم خلق سے تعلق رکھتا ہے

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کا معرفت سے متعلق یہ بیان پہلے اوقات سے تعلق رکھتا ہے۔ معاملے کی اصل حقیقت وہی ہے جو آپ نے اُس مکتوب میں بیان فرمائی ہے جو آپ نے طریقت کے بیان میں اپنے بڑے صاحبزادے (حضرت خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ) کی طرف تحریر کیا ہے۔

جاننا چاہیے کہ انسان کا ظاہر عالم خلق سے مرکب ہے اور باطن عالم امر سے۔ اسی طرح حیرت، جہالت، عجز اور ناامیدی جو انتہا میں جا کر نصیب ہوتی ہے عالم امر سے ہے۔ جو باطن سے انسان ہے۔ ظاہر کو مطابق

وَلِلْاَرْضِ مِنْ كَأْسِ الْكِرَامِ نَصِيْبٌ — زمین کو بھی سخی لوگوں کے پیالہ سے حصہ ملتا ہے۔

واردات کی قوت اور زیادتی کے وقت حصہ ملتا ہے۔ اگرچہ اس کے لیے ثبات اور قرار نہیں ہوتا لیکن کچھ رنگ ضرور چڑھ جاتا ہے۔ انسان کے ظاہر سے جو چیز بالذات تعلق رکھتی ہے وہ ان احوال کا علم ہے۔ کیونکہ باطن کو تو ان احوال کا حصول ہوتا ہے نہ ان کا علم۔ احوال اگر ظاہر نہ ہوتے تو دانش اور تمیز کا راستہ نہ کھلتا۔ صور مثالیہ اور معارج و مقامات کا ظہور ظاہر کے ادراک کے لیے ہے پس باطن تو حال سے آراستہ ہوتا ہے، اور ظاہر حال کے علم سے موصوف ہوتا ہے۔

اس بیان سے معلوم ہوا کہ وہ اولیاء اللہ جو صاحب علم ہیں، اور وہ جو علم سے حصہ نہیں رکھتے، دونوں میں احوال کے نفس حصول میں کوئی فرق نہیں۔ اگر فرق ہے تو صرف یہ ہے کہ ایک گروہ ان احوال



Marfat.com

کا علم بھی رکھتا ہے اور دوسرا احوال کے علم سے موصوف نہیں۔

مثلاً ایک شخص جس پہ بھوک کی حالت طاری ہو اور بھوک نے اسے بے قرار اور بے آرام کر رکھا ہو' اس کے ساتھ ساتھ وہ یہ بھی جانتا ہو کہ اس حالت کو بھوک سے تعبیر کرتے ہیں۔ اسی طرح ایک دوسرا شخص ہو جس پر بھوک کی ایسی ہی حالت طاری ہو لیکن وہ یہ نہ جانتا ہو کہ اس حالت کو بھوک سے تعبیر کرتے ہیں۔ تو یہ دونوں شخص اس حالت کے نفسِ حصول میں برابر ہیں۔ فرق صرف جاننے اور نہ جاننے کا ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ جو جماعت علم نہیں رکھتی ہے دو قسم ہے۔ ایک تو وہ لوگ ہیں جو احوال کے نفسِ حصول کو بھی بالکل نہیں جانتے اور نہ احوال کے اختلافات اور تغیر و تبدل کو جانتے ہیں۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو تلونیات (تغیر) احوال سے خبر رکھتے ہیں لیکن احوال کی تعیین و تشخیص نہیں کر سکتے۔ یہ دوسری جماعت اگرچہ احوال کی تشخیص و تعیین نہیں کر سکتی لیکن ان کا شمار احوال والوں میں ہے اور پیر بننے کے لائق ہیں۔ تشخیص احوال ہر شیخ کا کام نہیں بلکہ تشخیص کی یہ دولت زمانہ دراز کے بعد ظاہر ہوتی ہے' اور کسی ایک کو اس دولت سے نوازتے ہیں اور دوسروں کو اس کے علم کے حوالے کرتے ہیں اور اس کا طفیلی بنا دیتے ہیں۔ انبیاء اولوا العزم صلوات اللہ تعالیٰ وتسلیماتہ علیہم مدتہائے دراز کے بعد مبعوث ہوتے تھے۔ اور ان میں سے ہر ایک الگ الگ احکام کے ساتھ مخصوص ہوتا تھا۔ اور دوسرے انبیاء کرام علیہم الصلوات والتحیات ان کے تابع ہونے کی حیثیت سے تشریف لاتے تھے اور انہی احکام پر اکتفا کرتے تھے۔

خاص کند بندہ مصلحتِ عام را[1]

# مکتوب نمبر ۲۸۵

میر سید محب اللہ مانکپوری کی طرف صادر فرمایا۔

سماع' وجد' رقص اور بعض ان معارف کے بیان میں جو روح سے تعلق رکھتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہٖ        اللہ تعالیٰ ہی کے لیے حمد ہے۔ اور اس کے برگزیدہ

[1] اللہ تعالیٰ عام لوگوں کی مصلحت اور بہتری کے لیے کسی ایک بندے کو خاص کر لیتا ہے۔



Marfat.com

الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ بندوں پر سلام

اے برادر تو اس بات کو جان ۔ ارشدک اللہ تعالیٰ طریق السداد والھمک صراط الرشاد[1]

کہ سماع اور وجد اُس جماعت کے لیے نفع مند ہے جو احوال کے تغیر سے متصف اور اوقات کے تبدل کے ساتھ داغدار ہے جو ایک وقت میں حاضر اور دوسرے وقت میں غائب ہوتی ہے۔ نیز جو ایک وقت میں اپنے مقصود کو پانے والے اور دوسرے وقت میں اسے گم کرنے والے ہیں۔ یہ لوگ ارباب قلوب ہیں جو تجلیات صفاتیہ کے مقام میں ایک صفت سے دوسری صفت کی طرف اور ایک اسم سے دوسرے اسم کی طرف منتقل ہوتے اور بدلتے رہتے ہیں۔ احوال کا تغیر و تبدل ان کا نقد وقت ہے اور امیدوں کی پراگندگی ان کے مقام کا حاصل اور خلاصہ ہے۔ دائمی حال کا نصیب ہونا ان کے لیے محال ہے، اور وقت کا ایک ہی کیفیت پر قائم رہنا ان کے حق میں ممتنع ہے۔ ایک وقت حالت قبض میں ہوتے ہیں اور دوسرے وقت بسط میں۔ یہ لوگ ابن الوقت ہیں اور اس کے مغلوب ہیں۔ ان کو کبھی تو عروج نصیب ہوتا ہے اور کبھی نیچے اُتر آتے ہیں۔

(اس کے برعکس) تجلیات ذاتیہ والے جو مقام قلب سے مکمل طور پر باہر آچکے ہیں۔ اور مقلب قلب (اللہ تعالیٰ) سے پیوستہ ہو چکے ہیں اور کلیتہً احوال کی غلامی سے نکل کر احوال میں تبدیلی پیدا کرنے والے (رب تعالیٰ) کے ساتھ آزادی حاصل کر چکے ہیں سماع اور وجد کے محتاج نہیں۔ کیونکہ ان کا وقت اور حال دائمی ہے۔ بلکہ ان کے لیے کچھ وقت اور حال نہیں۔ تو یہ لوگ ابوالوقت اور اصحاب تمکین ہیں۔ اور یہی واصل ہیں جو رجوع سے قطعاً محفوظ ہیں۔ اور نہ ان سے ان کا مقصود گم ہو سکتا ہے۔ اور جب عدم یافت ان کے لیے متصور نہیں تو یافت اور وجد بھی ان کے لیے نہیں۔

ہاں منتہی لوگوں کی ایک قسم ایسی ہے کہ استمرار وقت کے باوجود سماع ان کے لیے نافع ہے اس کا مفصل بیان اس مکتوب کے آخر پر ان شاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔

کوئی اگر یہ سوال کرے کہ حضرت رسالت خاتمیت علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والتحیۃ نے فرمایا ہے:

لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُّرْسَلٌ[2]

میرا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا وقت ہوتا ہے جس میں کسی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل کی گنجائش نہیں۔

---

[1] اللہ تعالیٰ تجھے سیدھا اور نیکی کا راستہ دکھائے۔

[2] یہ حدیث مبارک رسالہ قشیریہ میں بھی موجود ہے۔



Marfat.com

اس حدیث سے مفہوم ہوتا ہے کہ وقت دائمی نہیں ہوتا۔ تو میں اس کا جواب یہ دیتا ہوں کہ اس حدیث کے صحیح ہونے کی صورت میں بعض مشائخ نے یہ معنی بیان کیے ہیں:

اَیْ لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ مُّسْتَمِرٌّ — یعنی مجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمیشہ ایسا وقت نصیب رہتا ہے۔

اگر حدیث کا مطلب یہ ہو تو پھر کچھ اشکال ہی نہیں۔

دوسرا جواب ہم یہ دیتے ہیں کہ اس وقت مستمر میں کسی وقت کوئی خاص کیفیت میسر آتی ہو اور وقت سے وہ نادر وقت مراد ہو۔ اس صورت میں بھی اشکال رفع ہو جاتا ہے۔

اگر یہ سوال کریں ممکن ہے کہ اس کیفیت کے حاصل کرنے میں سُریلی آواز سننے کا بھی دخل ہو۔ لہٰذا منتہی بھی اس کیفیت کے حصول کے لیے سماع کا محتاج ہے۔ تو اس کا جواب یہ دیتا ہوں کہ اس کیفیت کا حصول غالباً ادائے نماز کے وقت ہوتا تھا۔ اور بیرون نماز بھی کسی وقت اس کیفیت کا حصول ہوتا ہو تو وہ بھی نماز کے نتائج و ثمرات سے ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ حدیث: قُرَّةُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوةِ (یعنی میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے) میں اسی کیفیت نادرہ کی طرف اشارہ ہو۔ ایک دوسری حدیث میں اس طرح وارد ہے:

اَقْرَبُ مَا یَکُوْنُ الْعَبْدُ مِنَ الرَّبِّ فِی الصَّلٰوةِ۔ — بندہ کو اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ قرب نماز میں حاصل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ — سجدہ کر اور (اپنے رب کے) قریب ہو جا

اور اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ تمام اوقات جن میں قرب الٰہی جل شانہٗ زیادہ ہوگا غیر حق کی گنجائش کی نفی بھی زیادہ ہوگی پس اس حدیث اور مذکورہ آیہ کریمہ سے یہ بھی مفہوم ہوتا ہے کہ وہ وقت نماز ہی ہے۔ استمرار وقت اور دوام وصل کی دلیل مشائخ کرام کا اتفاق و اجماع ہے۔ چنانچہ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "جو شخص بھی واپس لوٹا وہ راستے ہی سے واپس لوٹا۔ اور جس کو وصل نصیب ہو گیا وہ واپس لوٹنے سے محفوظ و مامون ہے"۔

اور "یادداشت" جو جناب قدس خداوندی جل سلطانہ میں دوام حضور سے عبارت ہے۔ طریقہ حضرات

---

۱؎ دارقطنی۔

۲؎ مسلم، ابوداؤد اور نسائی شریف بروایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔



Marfat.com

خواجگان (نقشبندیہ) قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم میں ایک مقرر اور طے شدہ امر ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ دوام وقت کا انکار عدم وصول کی علامت ہے۔ مشائخ کرام کی ایک چھوٹی سی جماعت جیسے حضرت ابن عطا اور ان کی طرح کے لوگ جو واصل کے لیے صفات بشریت کی طرف رجوع جائز فرماتے ہیں۔ اور ان کی اس بات سے عدم دوام وقت مفہوم ہوتا ہے' جواز رجوع میں اختلاف کرتے ہیں وقوع میں وہ بھی اختلاف نہیں کرتے۔ کیونکہ واصل کے لیے رجوع کا وقوع ہرگز نہیں ہوسکتا جیسا کہ ارباب طریقت پر مخفی نہیں۔ پس عدم رجوع پر مشائخ کرام کا اجماع و اتفاق ثابت ہوگیا۔ اور یہ بھی ثابت ہوگیا کہ بعض کا اختلاف صرف جواز رجوع میں ہے نہ اس کے وقوع میں ——— اس مضمون کو ذہن میں رکھو۔

ارباب طریقت کے منتہی لوگوں کا ایک گروہ ایسا ہے جنہیں درجات کمال اور مشاہدہ جمال لایزال کے وصول کے بعد زور کی سردی لاحق ہوتی ہے اور مکمل تسلی حاصل ہوجاتی ہے۔ جو انہیں منازل وصول تک عروج سے روک لیتی ہے۔ کیونکہ انہوں نے ابھی منازل وصول اور طے کرنے ہوتے ہیں۔ اور ان کے مدارج قرب ابھی تک حد نہایت تک نہیں پہنچے ہوتے۔ اس کے باوجود عروج کی طرف رغبت رکھتے ہیں اور مطلوب کے کمال قرب کی آرزو رکھتے ہیں۔ اس صورت میں ان کے لیے سماع مفید اور حرارت بخش ہوتا ہے۔ تو ایسے حضرات کو ہر وقت سماع کی مدد سے منازل قرب تک عروج میسر آتا ہے تسکین حاصل ہونے کے بعد ان منازل سے نیچے آتے ہیں۔ لیکن ان مقامات عروج کا رنگ ساتھ لاتے ہیں اور اس رنگ سے رنگین ہوتے ہیں۔ تاہم ان کی یہ یافت عدم یافت کے بعد نہیں ہوتی۔ کیونکہ عدم یافت ان کے حق میں مفقود ہے۔ بلکہ دوام وصل کے ہوتے ہوئے یہ وجدا اور یافت منازل قرب تک ترقی کے لیے ہوتی ہے۔ منتہی اور واصل لوگوں کا سماع اسی جنس سے ہے۔ ان لوگوں کو سماع کی ضرورت اس لیے لاحق ہوتی ہے کہ فنا اور بقا کے بعد اگرچہ انہیں جذبہ عطا کر دیا جاتا ہے۔ لیکن ان کی طبیعت کا شدید طور پر سرد ہوجانا جذبے پر غالب آجاتا ہے اور منازل عروج تک ترقیات کے لیے تنہا جذبہ کفایت نہیں کرتا تو سماع کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔

مشائخ کرام قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کا ایک اور گروہ ہے جن کے نفوس درجہ ولایت تک وصول کے بعد مقام بندگی میں اتر آتے ہیں۔ ان کی ارواح نفس کی مزاحمت کے بغیر اپنے مقام اصلی میں جناب قدس کی طرف متوجہ رہتی ہیں۔ انہیں ہر وقت نفس مطمئنہ کے مقام میں جو مقام بندگی میں قرار پذیر اور راسخ ہوچکا ہوتا ہے روح کو مدد پہنچتی رہتی ہے۔ روح کو اس امداد کے ذریعے اپنے مطلوب کے ساتھ



Marfat.com

مناسبت خاصہ پیدا ہو جاتی ہے۔ لہٰذا ان بزرگوں کو عبادات میں آرام نصیب ہوتا ہے اور حقوق بندگی اور طاعات کے ادا کرنے میں تسکین حاصل ہوتی ہے۔ ان کی طبیعت میں عروج کی طرف رغبت کم ہوتی ہے۔ اور ان کے باطن میں بلندی کی طرف پڑھنے کا شوق بھی قلیل ہوتا ہے۔ ابھی ان کی پیشانی متابعت شریعت سے روشن ہوتی ہے۔ اور اتباع سنت کے سرمہ سے ان کا دیدۂ بصیرت سرمگیں ہوتا ہے۔ اس لیے یہ حضرات تیز نظر ہوتے ہیں اور دور سے وہ چیز دیکھ لیتے ہیں جسے نزدیک والے دیکھنے سے عاجز ہوتے ہیں۔ یہ لوگ اگرچہ عروج کم رکھتے ہیں لیکن نورانی ضرور ہوتے ہیں۔ اور اپنے مقام بندگی میں ہوتے ہوئے نور اصل سے منور رہتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے اس مذکورہ مقام میں ہوتے ہوئے عظیم شان رکھتے ہیں اور اونچی قدر کے مالک ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کو سماع اور وجد کی کوئی حاجت نہیں۔ عبادات ہی ان کے لیے سماع کا کام کرتی ہیں اور اصل کی نورانیت عروج سے کفایت کر جاتی ہے۔

اہل سماع اور وجد کے مقلدین کی جماعت جو ان بزرگوں کی عظمت شان سے ناواقف ہے اپنے آپ کو زمرۂ عشاق میں تصور کرتی ہے۔ اور ان بزرگوں کو خشک زاہد۔ گویا یہ جامد مقلدین عشق و محبت کو رقص و وجد میں منحصر جانتے ہیں۔ (حالانکہ حقیقتِ حال اس کے خلاف ہے)۔

منتہی ارباب طریقت کا ایک اور گروہ ہے جس کو سیر الی اللہ اور بقا باللہ کے راستے طے کرنے کے بعد جذبہ قوی عنایت فرمایا جاتا ہے اور کارکنانِ قضاو قدر انجذاب کی کنڈی سے قرب و وصال تک کشاں کشاں لے جاتے ہیں۔ اس گروہ میں سردی سرایت اور تاثیر نہیں کر سکتی۔ اور ان کے لیے تسلی ناروا ہے۔ یہ حضرات اپنے عروج میں نادر امور اختیار کرنے کے محتاج نہیں۔ سماع اور رقص کا ان کی خلوت کے تنگ کوچہ میں گزر نہیں ہو سکتا۔ اور وجد و تواجد کو ان سے کچھ سروکار نہیں۔ یہ حضرات ممکن الوصول ترتیبِ نہایۃ النہایت تک اس عروج انجذابی کے ذریعے پہنچتے ہیں اور حضور سرور کائنات علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والتحیات کی متابعت کے وسیلہ سے اس مقام سے جو حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ کے ساتھ مخصوص ہے کچھ حصہ پا لیتے ہیں۔ وصول کی یہ قسم طائفہ افراد کے ساتھ مخصوص ہے اقطاب بھی اس مقام سے حصہ نہیں پا سکتے۔

اگر محض فضل ایزدی جل سلطانہٗ سے اس نہایۃ النہایت تک پہنچنے والے گروہ کو دعوت کے لیے عالم کی طرف واپس لائیں اور طالبانِ حق کی تربیت ان کے حوالہ کریں تو ان کا نفس مقام بندگی میں نیچے اتر آتا ہے اور اس کی روح نفس کی آمیزش کے بغیر جناب مقدس حق تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتی ہے یہی گروہ ہے جو کمالات فردیت کا جامع اور تکمیلات قطبیت پر حاوی ہے۔ یہاں قطب سے میری مراد قطب ارشاد قطب اوتاد



Marfat.com

نہیں۔ مقاماتِ ظلی کے علوم اور مدارجِ اصلی کے معارف اس کو میسر ہیں۔ بلکہ جہاں وہ ہے وہاں نہ ظل ہے اور نہ اصلِ ظل اور اصل سے اسے آگے گزار کر لے گئے ہیں۔ اس طرح کے کامل و مکمل نہایت قلیل الوجود ہیں۔ اگر مدتہائے دراز اور طویل زمانوں کے بعد بھی ایسے شخص کا ظہور ہو تو بہت غنیمت ہے۔ ایک جہان اس کے فیض سے منور ہوگا۔ اس کی نظر امراضِ قلبیہ کو شفا بخشتی ہے اور اس کی توجہ اخلاقِ ردیہ اور ناپسندیدہ کو دفع کرتی ہے۔ یہی وہ ہستی ہے جو مدارجِ عروج کو مکمل کر کے نیچے مقامِ بندگی میں اُتر آئی ہے۔ اور عبادات کے ساتھ اس نے اور آرام پکڑا ہے۔

مقامِ عبدیت ہے کہ مقاماتِ ولایت میں اس سے اوپر کوئی مقام نہیں اس گروہ میں سے بعض کو منتخب کر کے اس مقام سے مشرف کرتے ہیں۔ اور مرتبہ محبوبیت کے لائق بھی یہی لوگ ہیں۔ تمام کمالات کا جامع تو مرتبہ ولایت ہے اور تمام مقامات پر حاوی درجہ دعوت ہے۔ جو مرتبہ ولایت خاصہ اور نبوت سے بہرہ ور ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس پر یہ مصرع صادق آتا ہے ؎

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اس بات کو ذہن نشین کر لو۔

معلوم ہونا چاہیے کہ مبتدی کے لیے سماع اور وجد مضر ہے اور عروج کے منافی ہے، اگرچہ شرائط سماع کے مطابق ہو۔ سماع کی شرائط کا کچھ بیان اس مکتوب کے آخر میں ان شاء اللہ تعالیٰ تحریر کیا جائیگا۔ مبتدی کا وجد بیماری کا شکار ہے اور اس کا حال وبال ہے۔ اس کی حرکت طبعی ہوتی ہے اور خواہش نفسانی سے مخلوط ہوتی ہے۔ اور مبتدی سے میری مراد وہ شخص ہے جو اربابِ قلوب میں سے نہ ہو۔ اور اربابِ قلوب منتہی اور مبتدی لوگوں کے درمیانی مقام میں ہیں۔ اور منتہی وہ ہے جو فانی فی اللہ اور باقی باللہ ہو۔ یہی واصل کامل ہوتا ہے۔ اور انتہا کے بہت سے درجات ہیں جو ایک دوسرے کے اوپر ہیں۔ اور وصول کے اس قدر مراتب ہیں جو ابدالآباد تک طے نہیں ہو سکتے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ سماع صرف متوسط اور منتہی حضرات کے ایک طبقے کے لیے نفع مند ہے۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔

لیکن جاننا چاہیے کہ تمام اربابِ قلوب (متوسط) حضرات کے لیے سماع مفید نہیں۔ بلکہ ان میں سے بھی صرف ان لوگوں کے لیے نفع مند ہے جو دولت جذبہ سے مشرف نہیں اور ریاضات اور مجاہدات شاقہ کے ذریعہ قطع مسافت کرنا چاہتے ہیں۔ سماع اور وجد اس صورت میں ان لوگوں کے لیے ممد و معاون ہے اور اگر اربابِ قلوب صاحبِ جذبہ ہوں تو ان کا سلوک کے راستوں کو طے کرنا جذبہ کی مدد سے ہوتا ہے۔

---

سلہ جو کمالات سارے حسین الگ الگ رکھتے ہیں تو اکیلا ان سب کا جامع ہے۔



Marfat.com

سماع کی انہیں ضرورت نہیں ہوتی۔

اور یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ جن کے لیے سماع نفع مند ہے وہ بھی شرائط کے ساتھ مشروط ہے۔ مطلقاً نفع مند نہیں۔ شرائط کے بغیر سماع نقصان دہ چیز ہے۔

ان شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ اپنے کامل ہونے کا عقیدہ نہ رکھے۔ اور اگر وہ اپنے کامل ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو تو ترقی سے رکا رہے گا۔ ہاں اس شخص کو بھی سماع کچھ نہ کچھ فائدہ دیتا ہے لیکن تسکین اور اطمینان کے بعد اس مقام سے پھر پیچھے آجاتا ہے۔ اور سماع کی دوسری شرائط مستقیم الاحوال اکابر کی کتابوں مثلاً عوارف[1] المعارف وغیرہ میں وضاحت کے ساتھ مذکور ہیں۔

ان شرائط میں سے اکثر آج کل کے سماع سننے والوں میں مفقود ہیں۔ بلکہ اس قسم کا سماع اور رقص جو اس وقت عام ہے اور اس قسم کا اجتماع جو آج کل مروج ہے کوئی شک نہیں کہ یہ سراسر مضر اور تربیت باطنی کے بالکل منافی ہے۔ ایسے سماع سے عروج کا خیال کرنا بالکل بے معنی ہے۔ اور اس صورت میں روحانی ترقی متصور نہیں ہو سکتی۔ اس مقام میں سماع سے امداد و اعانت معدوم ہے۔ بلکہ اس کی جگہ ضرر اور منافات موجود ہے۔

## تنبیہ:

سماع اور رقص اگرچہ بعض منتہی ارباب طریقت کو بھی درکار ہوتا ہے لیکن ان حضرات کو ابھی مراتب عروج درپیش ہوتے ہیں۔ اس لیے یہ اس لحاظ سے متوسط لوگوں میں شمار ہوتے ہیں۔ اور جب تک ممکن الحصول مراتب عروج مکمل طور پر طے نہ کریں انتہا کی حقیقت ان سے مفقود ہوتی ہے۔ نہایت کہ "سیر الی اللہ" کی نہایت کے اعتبار سے ہے۔ اور اس سیر کی نہایت اس اسم تک ہے جو اس سالک کا مظہر ہے۔ اس کے بعد اس اسم اور اس کے متعلقات میں سیر ہوتی ہے اور جب اسم اور اس کے تمام متعلقات جو ارباب طریقت پر منکشف ہوتے ہیں سے گزر کر مسمیٰ حقیقی تک پہنچتا ہے۔ اور وہاں فنا اور بقا سے موصوف ہوتا ہے۔

[1] عوارف میں ہے کہ شیخ ابو عبدالرحمٰن سلمی فرماتے ہیں میں نے اپنے دادا سے سنا کہ فرماتے تھے کہ محفل سماع میں شریک ہونے والے کو چاہیے دل زندہ اور نفس مردہ کے ساتھ محفل میں شریک ہو۔ اور جس کا دل مردہ اور نفس زندہ ہو اس کے لیے سماع حلال نہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں فرمایا ہے کہ آداب سماع میں یہ بات بھی داخل ہے کہ سماع میں شریک ہونے والا وقت، جگہ اور شریک محفل ہونے والوں کی رعایت کرے۔

[2] یہ کتاب شیخ الشیوخ شہاب الدین ابو حفص عمر بن محمد بن عبداللہ سہروردی المتوفی ۶۳۲ھ کی تصنیف منیف ہے اور ۶۳ ابواب پر مشتمل ہے۔ علامہ میر سید شریف جرجانی المتوفی ۸۱۶ھ نے اس پر تعلیقات لکھی ہیں ۱۲ کشف الظنون۔



Marfat.com

تو اس وقت منتہی حقیقی بنتا ہے۔ اور فی الحقیقت سیر الی اللہ کی نہایت اسی صورت میں متحقق ہوتی ہے۔ نہایت اول کو جو اسم کی نہایت تک ہے اسے بھی نہایت سیر الی اللہ اعتبار کر لیتے ہیں۔ اور اس فنا اور بقا کے لحاظ سے جو اس مرتبہ میں حاصل ہوتی ہے، اسم ولایت کا اطلاق کر دیتے ہیں۔ اور یہ جو صوفیہ نے کہا ہے کہ سیر الی اللہ کی کوئی نہایت نہیں تو یہ سیر بقا میں ہے اور منازل عروج طے کرنے کے بعد ہے۔ اور سیر فی اللہ کی بے نہایتی کا یہ معنی ہے کہ اس اسم میں سیر واقع ہوتی ہے۔ اور اس اسم میں مندرج تمام شیونات سے تفصیل کے ساتھ موصوف ہوتا ہے، تو اس سیر کی نہایت تک بالکل نہیں پہنچ سکتا کیونکہ ہر اسم بے انتہا شیونات پر مشتمل ہوتا ہے لیکن وقت عروج میں اکارکنان قضا وقدر اگر چاہتے ہیں تو اس کو آگے گزار کر لے جانا چاہیں تو ممکن ہے کہ ایک ہی قدم میں اس اسم کو طے کر لے اور نہایۃ النہایت تک پہنچ جائے۔ اور اگر وہیں فنا ہو جائے تو زہے سعادت اور بزرگی۔ اور اگر مخلوق کی تربیت کے لیے اسے واپس لائیں تو زہے فضیلت۔ یہ گمان نہ کرنا کہ اس اسم تک پہنچنا آسان کام ہے۔ جان کو ہلاک کرنا پڑتا ہے تب جا کر اس دولت سے مشرف کرتے ہیں ـــــ دیکھیے! ارباب طریقت کے گروہ سے کس صاحب نصیب کو اس اعلیٰ درجہ کی نعمت سے سرفراز کرتے ہیں۔

اور اے نارسیدہ سالک! جسے تو تنزیہ اور تقدیس خیال کرتا ہے وہ مقام روح سے بھی بہت نیچے ہوتے ہیں۔ وہ تنزیہ جو تیرے خیال میں فوق العرش معلوم ہوتی ہے وہ بھی دائرہ تشبیہ میں داخل ہے۔ اور وہ منزہ مکشوف عالم ارواح میں سے ہے۔ کیونکہ عرش تمام جہات کو محیط اور عالم اجسام کی منتہا ہے۔ عالم ارواح عالم جہات واجسام سے ماوراء ہے کیونکہ روح لامکانی شے ہے۔ مکان میں نہیں سما سکتی۔ اور روح کو عرش سے اوپر ثابت کرنا تجھے اس وہم میں نہ ڈال دے کہ روح تجھ سے دور ہے اور تیرے اور روح کے درمیان مسافت دراز واقع ہے۔ حقیقت حال اس طرح نہیں بلکہ روح کے لامکانی ہونے کے باوجود اسے تمام جگہوں سے نسبت برابر ہے۔ ماوراء عرش کہنے کے دوسرے معنی ہیں جب تک تو وہاں نہ پہنچے اس معنی کا ادراک نہیں کر سکتا۔

صوفیہ کا ایک گروہ جو تنزیہ روح تک پہنچا ہے اور اسے فوق العرش پایا ہے اسی تنزیہ کو تنزیہ الٰہی تصور کر لیا ہے۔ اور اس مقام کے علوم و معارف کو علوم حقیقہ قرار دیا ہے۔ اور استوا کے راز کو اسی مقام حل کیا ہے۔ حالانکہ حق یہ ہے کہ یہ تو روح کا نور ہے۔ اس فقیر کو بھی اس مقام کے حصول کے وقت اس قسم کا اشتباہ پیدا ہوا تھا لیکن جب عنایت خداوندی جل سلطانہٗ نے اس گرداب سے آگے گزارا تو جان لیا کہ وہ نور روح کا نور ہے، نہ کہ نور الٰہی جل سلطانہٗ۔



Marfat.com

| | |
|---|---|
| اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَ مَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْ لَاۤ اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ | تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہم کو اس راہ کی ہدایت نصیب فرمائی۔ اور اگر وہ ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پا سکتے۔ |

اور رُوح چونکہ لامکانی شے ہے اور بے چونی و بے چگونی کی صورت پر پیدا ہوئی ہے اس لیے اس طرح کے اشتباہ کا محل بن جاتی ہے۔

| | |
|---|---|
| وَاللّٰهُ یُحِقُّ الْحَقَّ وَهُوَ یَهْدِی السَّبِیْلَ | اللہ تعالیٰ ہی احقاق حق فرماتا ہے اور سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔ |

اور صوفیائے کرام کا وہ گروہ جو اس نور کو فوق العرش سے لے کر نیچے اترتا ہے اور اس سے بقا پیدا کرتا ہے، اپنے آپ کو تشبیہ اور تنزیہ کا جامع تصور کرتا ہے۔ اور اگر اس نور کو اپنے سے جدا پاتا ہے تو اسے مقام "فرق بعد الجمع" گمان کرتا ہے۔ اس طرح کے مغالطے صوفیہ کو بہت لاحق ہوتے ہیں۔ وہی سبحانہٗ تعالیٰ غلطیوں کے مقامات تجسط کے مواقع سے بچانے والا ہے۔

جاننا چاہیے کہ روح اگرچہ عالم کی نسبت بے چون ہے، لیکن حق جل وعلا کی نسبت سے دائرہ چون میں داخل ہے۔ تو یہ روح گویا عالم چوں اور جناب قدس خداوندی جو حقیقی بے چون ہے کے درمیان برزخ ہے تو روح دونوں طرف کا رنگ رکھتی ہے، اور دونوں اعتبار اس میں صحیح ہیں۔ برعکس بے چون حقیقی کے کہ اس تک چون کی بو بھی نہیں پہنچ سکتی۔ پس جب تک روح کے تمام مقامات سے عروج واقع نہ ہوں تب تک اس اسم تک نہیں پہنچ سکتا۔ لہٰذا پہلے تمام طبقات سماوات یہاں تک کہ عرش سے بھی گزرنا پڑے۔ اور مکمل طور پر لوازم امکان سے باہر آنا چاہیے۔ اس کے بعد عالم ارواح کے مراتب لامکانیت بھی طے کرے، تب جا کر سالک اس اسم تک پہنچتا ہے ؎

خواجہ پندارد کہ مرد واصل است ۔۔۔ حاصل خواجہ بجز پندار نیست[1]

تو وہ سبحانہ وتعالیٰ ورا الورا ہے۔ اس عالم خلق سے اوپر عالم امر ہے۔ اور عالم سے اوپر اسماء اور شیونات کے مراتب ہیں ظلالاً و اصالۃً، اجمالاً اور تفصیلاً۔ اور ان مراتب ظلی و اصلی، کونی و الٰہی اور اجمالی و تفصیلی سے اوپر مطلوب حقیقی کو تلاش کرنا چاہیے ۔۔۔۔۔ دیکھیے کس خوش نصیب کو اس جستجو سے نوازتے ہیں اور کس صاحب دولت کو اس سعادت سے مشرف فرماتے ہیں۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ

[1] حضرت صاحب کا گمان ہے کہ مطلوب سے واصل ہو چکے ہیں۔ حالانکہ انھیں صرف یہ بے بنیاد گمان ہی حاصل ہے حقیقۃً کچھ بھی انہیں حاصل نہیں۔



Marfat.com

العظیمہ۔ ہمت بلند رکھنی چاہیے اور جو کچھ راہ میں ہاتھ آجائے اسی پر قناعت نہیں کرنی چاہیے۔ اور وراء الوراء میں اپنا مطلوب تلاش کرنا چاہیے ؎

کیفَ الوصول الی سعاد و دونہا
قلل الجبال و دونھن حیوف

## تنبیہ آخر:

دوام وصل اور استمرار وقت اس شخص کے لیے تسلیم کیا جا سکتا ہے جو فنائے مطلق کے بعد بقا باللہ کے ساتھ موصوف اور اس کا علم حصولی علم حضوری سے تبدیل ہو چکا ہو۔ ہم اس بحث کو زیادہ واضح اور روشن طریقہ سے بیان کرتے ہیں:

جان لے کہ عالم کو جو علم اپنی ذات کے سوا حاصل ہوتا ہے وہ عالم کے ذہن میں حصول صورت کے طریقہ سے ہوتا ہے اسے علم حصولی کہتے ہیں۔ اور جو علم حصول صورت کا محتاج نہیں ہوتا اور وہ عالم کی اپنی ذات کا علم ہے یہ علم حضوری ہے۔ کیونکہ اس میں ذات بنفسہا عالم کے سامنے حاضر ہوتی ہے۔ اور علم حصولی میں جب تک معلوم کی صورت ذہن میں موجود رہتی ہے اس وقت تک عالم معلوم کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ اور جب وہ صورت ذہن سے زائل ہو گئی تو ذہن کی وہ توجہ بھی زائل ہو جاتی ہے پس علم حصولی میں دوام توجہ محال عادی ہے۔ بخلاف علم حضوری کے کہ اس میں معلوم سے غفلت غیر متصور ہے۔ کیونکہ اس کے تحقق کا منشا عالم کی ذات کا حضور ہے۔ اور جب یہ حضور دائمی ہے تو ذات کا علم بھی دائمی ہوگا۔ اپنی ذات سے توجہ کا زوال ممکن نہیں۔ اور بقا باللہ کے مقام میں علم حضوری ہوتا ہے جس کا زوال نہیں ہو سکتا۔

یہ گمان نہ کرنا کہ بقا باللہ اس امر سے عبارت ہے کہ تو اپنے آپ کو حق تعالیٰ کا عین پائے جیسا کہ اس گروہ کے بعض لوگوں نے حق الیقین کی یہی تعبیر کی ہے۔ بات اس طرح نہیں۔ بقا باللہ جو فنائے مطلق کے بعد میسر آتی ہے اس قسم کے علوم سے مناسبت نہیں رکھتی۔ یہ مذکورہ حق الیقین جو بعض نے کہا ہے اس بقا کے مناسب ہے جو جذبہ میں حاصل ہوتا ہے۔ وہ بقا جو ہمارا مقصود ہے اور ہے ع

ذوقِ ایں مے نشناسی بخدا تا نچشی

---

۱؎ سعاد (معشوقہ) تک وصول کس طرح ممکن ہے جبکہ اس کے اور اس کے درمیان پہاڑوں کی بلند چوٹیاں اور نشیب و فراز حائل ہیں۔

۲؎ بخدا اس شراب کو چکھنے سے پہلے تم نہیں پہچان سکتے۔



Marfat.com

پس استمرار توجہ اور دوام حضور بقا باللہ کی صورت میں موجود ہوتی ہے۔ بقا باللہ کے ساتھ موصوف ہونے سے قبل دوام ممکن نہیں۔ اگرچہ بہت سے حضرات کو اس مقام میں پہنچنے سے پہلے اس معنی کا وہم ہوتا ہے۔ خاصکر طریقہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم ہیں۔ اور حق بات وہی ہے جس کی میں نے تحقیق کی ہے، اور درست وہی چیز ہے جس کا مجھے الہام ہوا ہے۔

والیہ تعالیٰ اعلم بالصواب، واللہ تعالیٰ المرجع والمآب۔ والحمد للہ رب العالمین اولاً و اخراً والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ دائماً سرمداً۔

# مکتوب نمبر ۲۸۶

امان اللہ فقیہ کی طرف صادر فرمایا:

اعتقاد صحیح کے بیان میں جو آرائے صائبہ اہل سنت وجماعت کے موافق کتاب و سنت سے ماخوذ ہے۔ اور اس جماعت کا رد جس نے اہل سنت وجماعت کے معتقدات کے خلاف سمجھا ہے یا اہلِ حق کے خلاف کشف سے معلوم کیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جان لے ارشدك اللہ تعالیٰ والہمك سواء الصراط[1] کہ سالک کے طریق کی جملہ ضروریات میں ایک اعتقاد صحیح ہے جسے علمائے اہل سنت وجماعت نے کتاب و سنت اور آثار سلف سے استنباط کیا ہے۔ اور کتاب و سنت کو ان معانی پر محمول کرنا جنہیں جمہور علماء اہل حق یعنی اہل سنت وجماعت نے کتاب و سنت سے سمجھا ہے بھی ضروری ہے۔ اور اگر بالفرض ان معانی مفہومہ کے خلاف کشف والہام سے کوئی چیز ظاہر ہو تو اس کا اعتبار کرنا چاہیے اور ان سے پناہ پکڑنی چاہیے۔

مثلاً آیات واحادیث جن کے ظاہر سے توحید وجودی مفہوم ہوتی ہے۔ اسی طرح احاطہ وسریان اور قرب و معیت ذاتی معلوم ہوتی ہے۔ جب علمائے حق نے ان آیات واحادیث سے یہ معنی نہیں سمجھے تو اگر دوران راہ سالک پر یہ معانی منکشف ہوں یا ایک ذات کے سوا کسی کو موجود نہ پائے یا اسے محیط بالذات اور اس کا قرب ذاتی جانے تو اس وقت اگرچہ غلبہ حال اور سکر وقت کی وجہ سے معذور ہے لیکن چاہیے کہ ہمیشہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے التجا اور تضرع کرے کہ اسے اس گرداب سے باہر نکال کر ان امور کا اس پر

[1] اللہ تعالیٰ تجھے سیدھی راہ پر چلنے کی ہدایت اور اس کا الہام فرمائے۔



Marfat.com

انکشاف کرے جو آرائے صائبہ علماء اہل حق کے مطابق ہیں۔ اور ایک بال برابر بھی ان کے معتقدات حقہ کے خلاف ظاہر نہ کرے۔ خلاصہ یہ ہے کہ معانی مفہومہ علماء اہل حق کو کشف کی صداقت کا نشان قرار دے اور اپنے الہام کی کسوٹی ان کے سوا کسی شئے کو قرار نہ دے۔ کیونکہ وہ معانی جو ان علمائے حق کے معانی مفہومہ کے خلاف ہوں درجہ اعتبار سے ساقط ہیں۔ کیونکہ ہر بدعتی اور گمراہ اپنے معتقدات کا مقتدا کتاب وسنت ہی کو جانتا ہے اور اپنے ردی افہام کی وجہ سے کتاب وسنت سے معانی غیر مطابقہ سمجھ لیتا ہے:

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا — اللہ اس کے ساتھ بہت کو گمراہ کرتا ہے اور بہت لوگوں کو ہدایت دیتا ہے۔

اور یہ جو میں نے کہا ہے کہ علمائے اہل حق کے سمجھے ہوئے معانی ہی لائق اعتبار ہیں اور اس کے خلاف معتبر نہیں، اس بنا پر ہے کہ انہوں نے یہ معانی صحابہ اور سلف صالحین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے آثار اور تتبع سے اخذ کیے ہیں اور اللہ کی ہدایت کے ستاروں کے انوار سے حاصل کیے ہیں۔ اس لیے نجات ابدی انہی کے ساتھ مخصوص ہو گئی اور فلاح سرمدی ان کا حصہ قرار پائی:

اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔[1] — یہی لوگ اللہ کا گروہ ہیں سن لو کہ اللہ کا گروہ ہی فلاح پانے والا ہے۔

اور اگر بعض علماء درستی اعتقاد کے باوجود اعمال میں سستی اور کوتاہیوں کے مرتکب ہیں ان کو دیکھ کر مطلق علماء کا انکار کرنا اور سب کو مطعون کرنا محض بے انصافی اور بے بنیاد مکابرہ ہے۔ بلکہ اکثر ضروریات دین کا انکار ہے۔ کیونکہ ان ضروریات کے ناقل یہی علماء کرام ہیں اور کھرے کھوٹے کی پرکھ کرنے والے یہی حضرات ہیں۔ اگر ان کا نور ہدایت نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پاتے۔ اور اگر وہ درست کو خطا سے الگ نہ کرتے تو ہم گمراہ ہو جاتے۔ یہ علماء ہی ہیں جنہوں نے دین قویم کا کلمہ بلند کرنے میں اپنی ساری قوت صرف کر دی۔ اور بے شمار لوگوں کو صراط مستقیم پر چلایا۔ تو جس نے ان کی پیروی کی نجات اور فلاح پا گیا۔ اور جو ان کا مخالف ہوا وہ خود بھی گمراہ اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے کا باعث بنا۔

جاننا چاہیے کہ آخر کار صوفیہ کرام کے معتقدات بھی تمام منازل سلوک طے کرنے اور درجات ولایت کی نہایت کے بعد انہیں علماء اہل حق کے معتقدات ہیں۔ غایۃ ما فی الباب اتنی بات ہے کہ علماء کے لیے ان معتقدات کا حصول نقل یا استدلال سے ہے اور صوفیہ کے لیے کشف یا الہام کے ذریعہ۔ اگرچہ بعض صوفیہ کو راہ سلوک کے درمیان سکر وقت اور غلبہ حال کے باعث ان معتقدات کے خلاف کچھ امور ظاہر ہوتے ہیں

[1] پارہ ۲۸، سورہ مجادلہ۔



Marfat.com

لیکن اگر انہیں ان مقامات سے گزار کر نہایت کا رنگ نہ پہنچائیں تو پھر وہ مخالف باتیں بے مقدار ذرات کی طرح اڑ جاتی ہیں۔ اور اگر انہیں نہایت کا رنگ نہ پہنچائیں تو وہ اسی مخالفت پر قائم رہتے ہیں لیکن امید ہے کہ انہیں اس پر گرفت نہیں کریں گے۔ ایسے صوفیہ کا حکم مجتہد مخطی کا حکم ہے۔ مجتہد نے استنباط میں خطا کی اور ان سے کشف میں خطا واقع ہو گئی۔

اس گروہ کے بعض لوگوں کی مخالف باتوں میں سے ایک تو وحدت وجود کا حکم اور احاطہ اور قرب اور معیت ذاتی کا قول ہے' جیسا کہ پہلے گزرا۔

دوسری مخالف بات یہ ہے کہ وہ خارج میں ذات واجب عز سلطانہٗ سے زائد وجود کے ساتھ صفات سبعہ یا ثمانیہ کا انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ علمائے اہل سنت وجماعت صفات کو موجود جانتے اور خارج میں ذات تعالیٰ کے وجود سے ان کا زائد وجود تسلیم کرتے ہیں۔ ان صوفیہ میں یہ انکار اس بنا پر پیدا ہوا کہ اس وقت ان کو صفات کے آئینہ میں ذات تعالیٰ وتقدس کا شہود ہوتا ہے۔ اور یہ بات سب کے علم میں ہے کہ آئینہ دیکھنے والے کی نظر سے پوشیدہ ہوتا ہے پس اس پوشیدگی کی وجہ سے خارج میں صفات کے وجود کو معدوم خیال کرتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ اگر صفات موجود ہوتیں تو مشہود بھی ہوتیں۔ لہٰذا جب ان کا شہود نہیں تو ان کا وجود بھی نہیں۔ اور اپنے اس فیصلے کے تحت علماء پر وجود صفات تسلیم کرنے کی وجہ سے اعتراض کرتے ہیں بلکہ کفر اور بت پرستی کا حکم لگاتے ہیں۔ اعاذنا اللہ سبحانہ[1] عن الجرأۃ فی الطعن۔

اور اگر ان صوفیہ کو اس مقام سے ترقی واقع ہوتی اور ان کا شہود پردہ سے باہر آجاتا اور صفات کے آئینہ ہونے کی کیفیت زائل ہو جاتی تو صفات کو ذات سے جدا دیکھتے اور صفات کا انکار نہ کرتے۔ اور ان کا کام اکابر علماء پر طعن واعتراض تک نہ پہنچتا۔

ان صوفیہ کی علماء اہل حق کے خلاف تیسری بات یہ ہے کہ بعض امور پر ایسا حکم لگاتے ہیں جو ایجاب واجب تعالیٰ وتقدس کو مستلزم ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ پر لفظ ایجاب کا اطلاق نہیں کرتے اور ارادے کا اثبات کرتے ہیں لیکن فی الحقیقت ارادے کی نفی کرتے ہیں۔ اور اس حکم میں تمام اہل شرائع کی مخالفت کرتے ہیں۔

صوفیہ کی مخالف باتوں میں سے چوتھی بات یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ حق سبحانہٗ قادر ہے۔ قدرت بمعنی ان شاء فعل وان لم یشاء لم یفعل کے ساتھ یعنی اگر چاہے تو کرے اور اگر نہ چاہے تو نہ کرے۔

---

[1] اللہ سبحانہٗ ہمیں اعتراض کی جرأت سے بچائے۔



Marfat.com

پہلے قضیہ شرطیہ کو واجب الصدق جانتے ہیں اور دوسرے کو ممتنع الصدق ۔ اور اسی قول سے ایجاب لازم آتا ہے۔ بلکہ یہ قدرت کے اس معنی کا انکار ہے جو اہل ملل کے نزدیک متعین ہے۔ کیونکہ اہل ملل کے نزدیک قدرت بمعنی صحت فعل و ترک ہے۔ اور ان صوفیہ کے قول سے وجوب فعل اور امتناع ترک لازم آتا ہے۔ پس اس معنی کی اہل ملل کے بیان کردہ معنی سے کیا نسبت۔ اس مسئلہ میں ان بعض صوفیہ کا مذہب بعینہ حکماء کا مذہب ہے۔ اور قضیہ اولی کو واجب الصدق اور دوسرے کو ممتنع الصدق تسلیم کرتے ہوئے ارادے کا اثبات کرنا اور اس اثبات کے ذریعہ اپنے آپ کو حکماء سے جدا کرنا کچھ سودمند نہیں۔ کیونکہ ارادہ دو متساوی چیزوں میں سے ایک کی تخصیص کا نام ہے۔ اور جب تساوی نہیں تو ارادہ بھی منتفی ہے۔ اور یہاں وجوب اور امتناع کے درمیان تساوی معدوم ہے۔ فافہم۔

ان بعض صوفیہ کی مخالف باتوں میں سے پانچویں بات یہ ہے کہ یہ حضرات مسئلہ قضاء و قدر کی ایسے طریقہ پر تحقیق کرتے ہیں جس کے ظاہر سے ایجاب لازم آتا ہے۔ اور اس بحث میں ان کی عبارتوں سے ایک عبارت یہ ہے:

الحاکم محکوم والمحکوم حاکم — یعنی حاکم محکوم ہے اور محکوم حاکم ہے۔

حق تعالیٰ پر کسی شئے کو واجب ماننے سے قطع نظر حق سبحانہ کو کسی کا محکوم کہنا اور اس پر کوئی حاکم مسلط کرنا بہت بری بات ہے:

اِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا۔ — بیشک یہ لوگ ایک بری اور جھوٹ بات کہتے ہیں۔

ان صوفیہ کی اس طرح کی مخالف باتیں اور بھی بہت ہیں۔ جیسے رویت حق تعالیٰ کو ممکن نہ جاننا مگر صرف تجلی صوری کی صورت میں۔ اور یہ قول حق تعالیٰ کے انکار رویت کو مستلزم ہے۔ اور وہ رویت جسے تجلی صوری کی شکل میں انہوں نے جائز مانا ہے، حق تعالیٰ سبحانہ کی رویت نہیں بلکہ وہ شبہ اور مثال کی ایک قسم ہے ؎

یراہ[1] المؤمنون بغیر کیف — وادراک وضرب من مثال

اور بعض صوفیہ کا یہ قول بھی اہل اسلام کے مخالف ہے کہ کاملین کی ارواح قدیم اور ازلی ہیں۔ ان کا یہ قول سراسر اہل اسلام کے خلاف ہے کیونکہ اہل اسلام کے نزدیک عالم اپنے تمام اجزاء کے ساتھ حادث ہے۔ اور کاملین کی ارواح بھی عالم میں سے ہیں۔ کیونکہ عالم جمیع ماسوی اللہ کا نام ہے۔ فافہم

---

[1] مومن خدا تعالیٰ کو بے کیف اور بلا ادراک اور بغیر مثال کے دیکھیں گے۔



Marfat.com

پس سالک کو چاہیے کہ حقیقت کار تک پہنچنے سے قبل کشف والہام کی مخالفت کے باوجود علماء اہل حق کی تقلید کو لازم جانے اور علماء کو محق اور اپنے آپ کو مخطی تصور کرے کیونکہ علماء تقلید انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات سے استناد پکڑتے ہیں جو وحی قطعی سے مؤید ہیں اور خطا اور غلط سے معصوم ہیں اور سالک کا کشف الہام وحی سے ثابت شدہ احکام سے مخالفت کی صورت میں خطا اور غلط ہے۔ تو اپنے قول کو علماء کے قول پر مقدم رکھنا حقیقت میں نازل شدہ احکام قطعیہ پر مقدم رکھنے کے مترادف ہے۔ اور یہ عین ضلالت اور محض خسارہ ہے۔

نیز جس طرح کتاب وسنت کے مطابق اعتقاد رکھنا ضروری ہے اسی طرح کتاب وسنت پر اس طریقہ کے مطابق جو ائمہ مجتہدین نے ان سے استنباط فرمایا ہے اور ان سے حلال وحرام فرض وواجب اور سنت ومستحب اور مکروہ ومشتبہ احکام پر عمل کرنا اور ان کا علم حاصل کرنا بھی ضروری ہے اور مقلد کو اس امر کی اجازت نہیںؔ کہ مجتہد کی رائے کے خلاف از خود ہی کتاب وسنت سے احکام اخذ کرتا پھرے اور ان پر عمل کرے۔ اور عمل میں اپنے مجتہد مذہب میں جس کا تابع ہے قول مختار کو اختیار کرے اور رخصت سے بچتے ہوئے عزیمت پر عمل کرے۔ اور حتی الامکان اقوال مجتہدین کے جمع کرنے میں پوری کوشش کرے تاکہ متفق علیہ قول پر عمل واقع ہو۔ مثلاً امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وضو میں نیت کرنا فرض قرار دیتے ہیں۔ تو چاہیے کہ بے نیت وضو نہ کرے۔ اسی طرح امام شافعی وضو میں ترتیب اور پے در پے دھونے کو لازم جانتے ہیں تو ترتیب اور پے در پے کا خیال رکھے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اعضاء دھوتے وقت ان کو ملنا فرض جانتے ہیں، تو چاہیے کہ یہ بھی اعضاء کو مل کر دھوئے۔ اسی طرح بعض ائمہ عورت کو چھونے اور ذکر کو ہاتھ لگانے کو وضو ٹوٹنے کا سبب قرار دیتے ہیں۔ تو چاہیے کہ عورت کو چھونے اور ذکر کو ہاتھ لگانے کی صورت میں نیا وضو کرے۔ علیٰ ہٰذا القیاس۔

یہ دو اعتقادی اور عملی پر حاصل ہونے کے بعد قرب ایزدی جل شانہ کے مدارج عروج کی طرف

---

ؔ اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ السامی مسئلہ تقلید میں متصلب اور پختہ تھے۔ بعض غیر مقلد حضرات کا یہ کہنا کہ "وہ فرعی مسائل میں بڑی آزادی سے امام شافعی کے ساتھ بعض اہم مسائل مختلف فیہ پر اتفاق فرماتے اور اس کے باوجود وہ حنفی کہلانے میں مسرت محسوس کرتے یہ اس علمی جہاد کا اثر تھا جو حضرت مجدد نے فقہی جمود کے خلاف فرمایا۔" حضرت امام ربانی قدس سرہ کے بیان کردہ مسلک وعقیدہ کے خلاف ہے۔ حضرت امام ربانی علیہ الرحمۃ نے دوسرے کئی مقامات پر اپنے امام کی تقلید پر زور دیا ہے۔ اس سلسلے میں مکتوب نمبر ۳۱۲ دفتر اوّل کا مطالعہ کرنا چاہیے جس میں آپ نے رفع سبابہ کا مسئلہ بیان فرمایا ہے۔



Marfat.com

متوجہ ہو اور تاریک اور نورانی راستوں اور منزلوں کے طے کرنے کا طالب ہے۔ لیکن سالک کے ذہن میں یہ بات موجود رہنی چاہیے کہ منازل و مدارج عروج کا طے کرنا کامل مکمل راہ دان راہ بین اور راہ نما شیخ مقتدا کی توجہ اور تصرف سے وابستہ ہے جس کی نظر امراض قلبیہ سے شفا بخشتی ہے اور توجہ اور اخلاق ردیہ ناپسندیدہ کو دفع کرتی ہے۔ لہٰذا سالک کو چاہیے کہ پہلے شیخ کامل تلاش کرے۔ اگر محض فضل ایزدی جل شانہٗ سے اسے شیخ کامل بنا دیں تو ایسے شیخ کی معرفت و پہچان کو نعمت عظمیٰ تصور کرتے ہوئے خود کو اس کے آستانے کا ملازم بنا دے اور مکمل طور پر اس کے تصرفات کا مطیع کر دے۔ شیخ الاسلام ہروی فرماتے ہیں :

"یا الٰہی ! تو نے اپنے دوستوں کو کیا کر دیا ہے کہ جس نے انہیں شناخت کر لیا تجھے پا لیا اور جب تک تجھے نہ پایا ان کی شناخت نہ کر سکا"

اپنے اختیار کو بالکلیہ شیخ کے اختیار میں گم کر دے اور اپنے آپ کو تمام مرادوں سے خالی کر کے اپنی کمر ہمت اس کی خدمت کے لیے باندھ لے۔ اور جس کام کے متعلق شیخ اسے حکم دے اپنے لیے سرمایہ سعادت جانتے ہوئے بجا آوری میں پوری کوشش کرے۔ شیخ مقتدا اگر ذکر کو اس کی استعداد کے مناسب پائیگا تو اسے ذکر کی تلقین کرے گا اور توجہ اور مراقبہ مناسب ہوگا تو اس کا اشارہ کرے گا۔ اور اگر صرف صحبت کو ہی کافی جانے گا تو صحبت اختیار کرنے کا حکم دے گا۔ مختصر یہ کہ صحبت شیخ کی موجودگی میں راہ سلوک کی شرائط میں سے کسی شرط کے تحت ذکر کی حاجت نہیں۔ بلکہ جو کچھ طالب صادق کے حال کے مناسب جانے گا اس کا حکم دے گا۔ اور اگر راہ کی شرائط میں سے کسی امر میں اس سے کوتاہی واقع ہوگی تو شیخ کی صحبت اس کی تلافی کرے گی اور اس کی توجہ اس کے نقصان کو پورا کر دے گی۔

اور اگر اس طرح کے شیخ مقتدا کی صحبت کے شرف سے مشرف نہ ہوا تو اگر یہ سالک مرادوں میں سے ہوگا اسے اپنی طرف کھینچ لیں گے اور محض عنایت بے غایت سے اس کے کام کو پورا کر دیں گے۔ اور جو شرط یا ادب درکار ہوگا اسے بنا دیں گے۔ اور منازل سلوک طے کرنے میں بعض اکابر کی روحانیات کو اس کی راہ کے وسائل و ذرائع بنا دیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عادت کے مطابق راہ سلوک طے کرنے میں بعض اکابر کی روحانیات کو اس کی راہ کے وسائل و ذرائع بنا دیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عادت کے مطابق راہ سلوک طے کرنے میں مشائخ کی روحانیات کا واسطہ درکار ہوتا ہے۔

اور سالک اگر مریدوں میں سے ہے تو شیخ مقتدا کے وسیلہ کے بغیر اس کا چلنا خطرے سے خالی نہیں۔ شیخ کامل سے ملاقات اور اس کی صحبت نصیب ہونے تک چاہیے کہ طالب صادق حق سبحانہٗ کی بارگاہ



Marfat.com

ہیں التجا و زاری کرتا رہے کہ اللہ اسے شیخ مقتدا سے ملا دے۔ نیز یہ بھی ضروری ہے کہ راستے کی شرائط کو لازم جانے۔ شرائط مشائخ طریقت کی کتابوں میں بتفصیل مذکور ہیں وہاں سے ملاحظہ کرکے ان کی رعایت کرے۔

راہ طریقت کی شرائط میں سے بڑی شرط نفس کی مخالفت ہے۔ اور یہ مخالفت مقام ورع و تقویٰ کی رعایت کرنے پر موقوف ہے۔ اور یہ مقام ورع و تقویٰ حرام کاموں سے بچنے سے عبارت ہے۔ اور حرام اشتباہ سے بچنے کی اس وقت تک کوئی صورت نہیں جب تک سالک فضول مباحات سے اجتناب نہ کرے۔ کیونکہ مباحات کے ارتکاب میں نفس کی لگام ڈھیلی رکھنا مشتبہ امور تک پہنچا دیتا ہے اور مشتبہ حرام کے نزدیک ہے۔ اور اس طرح حرام میں مبتلا ہو جانے کا احتمال بڑا قوی ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

مَنْ حَامَ حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشِكُ اَنْ يَّقَعَ فِيْهِ[1] — جو شخص چراگاہ کے اردگرد پھرتا ہے قریب ہے کہ اس کے اندر داخل ہو جائے۔

پس محرمات سے اجتناب فضول مباحات سے اجتناب پر موقوف ہے۔ لہٰذا ورع اور تقویٰ کے حصول کے لیے فضول مباحات سے اجتناب کی رعایت کرنا بھی ضروری ہے۔

ترقی اور عروج ورع اور تقویٰ سے وابستہ ہے۔ اس کا بیان اس طرح ہے کہ اعمال کے دو جزو ہیں: اوامر کو بجالانا اور نواہی سے بچنا۔ اوامر کے بجالانے میں فرشتے بھی انسان کے ساتھ شریک ہیں اور صرف اوامر کے بجالانے سے ترقی واقع ہوتی تو فرشتے بھی ضرور ترقی کرتے۔ اور نواہی سے بچنا فرشتوں میں نہیں کیونکہ وہ فطرتاً گناہوں سے معصوم ہیں، مخالفت کی مجال نہیں رکھتے۔ تاکہ انہیں روکنے کی ضرورت پیش آئے۔ تو اس سے لازم آیا کہ ترقی اس جزو دوم سے وابستہ ہے۔ اور یہ اجتناب سراسر مخالفت نفس کا نام ہے۔ کیونکہ شریعت خواہشات نفسانی کو دور کرنے اور تاریک اور غلط رسوم کو دفع کرنے کے لیے وارد و نازل ہوئی ہے۔ اس لیے کہ نفس کی طبیعت کا تقاضا یا حرام کا ارتکاب ہوتا ہے یا فضول کا اختیار کرنا جو انجام کار حرام تک پہنچا دیتا ہے۔ پس حرام اور فضول سے بچنا عین مخالفت نفس ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اوامر کی بجا آوری میں بھی نفس کی مخالفت ہے۔ کیونکہ نفس نہیں چاہتا کہ عبادات میں مشغول ہو۔ لہٰذا اوامر کا بجالانا بھی ترقی کو مستلزم ہے۔ اور ملائکہ میں چونکہ بجا آوری میں بھی مخالفت مفقود ہے اس لیے وہ ترقی کا باعث نہیں۔ لہٰذا یہ قیاس مع الفارق ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ادائے عبادات میں نفس کی عدم رضا اس وجہ سے ہے کہ وہ فراغت کا طالب ہے۔ نہیں چاہتا کہ اپنے آپ کو کسی چیز سے

[1] بخاری و مسلم شریف بروایت نعمان بن بشیر والحدیث طویل و ہذا قطعۃ منہ



Marfat.com

مقید کرے اور یہ فراغت اور بے قید رہنا حرام یا کم از کم فضول میں داخل ہے۔ پس اوامر کے بجا لانے میں بھی نفس کی مخالفت اس حرام یا فضول سے اجتناب کی بنا پر ہے۔ نہ صرف ادائے اوامر کی بنا پر جو فرشتوں کو بھی حاصل ہے۔ لہٰذا قیاس بالکل درست ہے۔ اس لیے ہر وہ طریقہ جس میں نفس کی مخالفت زیادہ ہے، حق جل وعلا تک پہنچانے میں سب طریقوں سے زیادہ قریب ہوگا۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ مخالفتِ نفس کی رعایت میں طریقہ علیہ نقشبندیہ سب سے بڑھا ہوا ہے۔ کیونکہ ان بزرگوں نے عزیمت پر عمل اختیار کیا ہے اور رخصت سے اجتناب کرتے ہیں۔ اور سب جانتے ہیں کہ عزیمت میں دونوں جزوں (حرام اور فضول سے اجتناب) کی رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے۔ بخلاف رخصت کے کہ اس میں صرف حرام سے اجتناب ہے۔

اگر کہا جائے، ہو سکتا ہے کہ دوسرے طریقوں نے بھی عزیمت کو اختیار کیا ہو۔ تو میں کہتا ہوں کہ اکثر طریقوں میں سماع اور رقص کا جواز تسلیم کیا گیا ہے جس کی نوبت حیلہ ہائے بسیار کے بعد صرف رخصت تک پہنچتی ہے۔ اس میں عزیمت کی کیا گنجائش ہو سکتی ہے؟ اسی طرح ذکر جہر کہ اس کا جواز بھی رخصت کی حد تک ہی متصور ہو سکتا ہے۔ نیز دوسرے سلاسل کے مشائخ نے بعض خفائی نیتوں کے تحت نئے نئے امور جاری کیے ہیں جن کی نہایت درستی صرف رخصت تک ہے۔ بخلاف اس سلسلہ علیہ کے اکابر کے کہ یہ ایک بال برابر بھی سنت کی مخالفت جائز نہیں رکھتے۔ اور اپنی طرف سے نئی چیزیں لانا اور پیدا کرنا روا نہیں رکھتے۔

پس نفس کی مخالفت اس طریقہ میں بروجہ اتم ہے۔ لہٰذا یہی طریقہ سب طریقوں سے اقرب ہے۔ اس لیے طالب کے لیے یہ طریقہ اختیار کرنا اولیٰ اور انسب ہے۔ کیونکہ یہ نہایت ہی قریب ترین راہ ہے اور ان بزرگوں کا مطلوب و مقصود بھی کمال بلندی پر واقع ہے۔ ان نقشبندی بزرگوں کے متاخرین خلفا کی ایک جماعت نے ان بزرگوں کے طور و اطوار چھوڑ کر بعض نئی باتیں اس طریقہ میں نکال لی ہیں اور سماع اور رقص اور ذکر جہر اختیار کر لیا ہے۔ اس کا منشا اس بزرگ خانوادہ کے اکابر کی ہمتوں کی حقیقت تک نہ پہنچنا ہے۔ ان متاخرین کا خیال ہے کہ محدثات اور بدعات سے اس طریقہ کی تکمیل و تتمیم کر رہے ہیں۔ نہیں کہ اس طرح یہ اس طریقہ کی تخریب اور اسے ضائع کرنے میں کوشاں ہیں۔ وَاللّٰہُ یُحِقُّ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ۔



Marfat.com

# مکتوب نمبر ۲۸۷

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے برادر حقیقی حقائق آگاہ میاں غلام محمد کی طرف صادر فرمایا۔ جذبہ اور سلوک اور ان معارف کے بیان میں جو ان دو مقاموں کے مناسب ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

| | |
|---|---|
| اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ وَخَتَمَهُمْ بِاَفْضَلِهِمْ وَاَكْمَلِهِمْ مُحَمَّدِنِ الَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَبَرَكَاتُهٗ وَتَحِیَّاتُهٗ عَلَیْهِ وَعَلٰۤى اٰلِهٖ وَعَلَیْهِمْ وَعَلٰى مَنْ تَابَعَهُمْ اَجْمَعِیْنَ اِلٰى یَوْمِ الدِّیْنِ ۔ اٰمِیْنَ ۔ | تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں اس کی ہدایت دی اور ہم ہدایت یافتہ نہ ہو سکتے اگر وہ ہم کو ہدایت نہ دیتا۔ بیشک اس کے رسول حق لے کر تشریف لائے اور نبیوں کے سلسلے کو ان کے افضل و اکمل نبی حضرت محمد پر جو سچا دین لے کر تشریف لائے، ختم فرمایا۔ صلوات اللہ سبحانہ و برکاتہ و تحیاتہ علیہ وعلی آلہ وعلیہم وعلی من تابعہم اجمعین الی یوم الدین آمین ۔ |

جب یہ بات دیکھنے میں آتی ہے کہ طالبان طریقت کمی ہمت اور پستی فطرت اور شیخ کامل مکمل کی صحبت نصیب نہ ہونے کے باعث راہ طویل اور مطلب بلند کو چھوڑ کر راستے اور پست مقصد میں پڑ کر نیچے لے آتے ہیں۔ اور راستے میں جو بھی حقیر اور معمولی چیز انہیں میسر آتی اسی پر کفایت کر لی اور اسی کو اپنا مقصد گمان کر لیا۔ اور اپنے آپ کو ناتمام کچھ حاصل ہوتے پر کامل و منتہی خیال کرنے ہوئے منتہی حضرات اور واصلان درگاہ کو ان حالات کے بیان فرمانے پر جو انہیں انجام کار اور نہایت پر جا کر میسر آتے ہیں اس پست فطرت جماعت نے قوت متخیلہ کے غلبہ کے باعث ان احوال کاملہ کو اپنے احوال ناقصہ سے مطابق کیا ہے۔ یہ تو وہ قصہ ہوا۔ ع

بخواب اندر مگر موشے شتر شد[1]

ان کم ہمت لوگوں نے نہایت گہرے سمندر سے ایک قطرے بلکہ صورت قطرہ اور دریائے عمان سے ایک چھینٹے بلکہ صورت چھینٹے پر قناعت کر لی ہے۔ چوں کو بے چوں تصور کرتے ہوئے بے چوں کو چھوڑ کر

[1] خواب میں چوہا اُونٹ بنا ہوا نظر آیا۔



Marfat.com

چوں کے ساتھ آرام پذیر ہو گئے ہیں۔ مثل کو بے مثل خیال کرتے ہوئے بے مثل ذات کو بھلا کر مثل پر فریفتہ ہو چکے ہیں۔ ان کے برعکس اس جماعت (عوام مسلمین) کے حالات جو تقلید سے بے چون ذات پر ایمان لائے ہیں اور بے مثل ذات کے گرویدہ ہو چکے ہیں ان ناتمام سلوک والوں اور سراب کے ساتھ آرام پکڑنے والے تشنہ لبوں کے حالات سے کئی مرتبے بہتر ہیں۔ محق اور مبطل اور مصیب کے درمیان بہت فرق ہے۔ ان مقاصد نارسیدہ طالبوں پر افسوس جو محدث کو قدیم اور چوں کو بے چوں خیال کرتے ہیں، اگر ان کے کشف غیر صحیح پر انہیں معذور قرار نہ دیا گیا اور اس خطا اور غلطی پر ان کا مواخذہ کیا گیا ——— اے اللہ ہمارا مواخذہ نہ کر اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر بیٹھیں۔

نارسیدہ طالب کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کعبہ جانے کا طالب ہوا اور شوق سے اس تک پہنچنے کی طرف متوجہ ہوا۔ اتفاق سے راستہ میں اسے خانہ کعبہ کی مثل ایک مکان نظر آیا۔ اگرچہ وہ مشابہت صرف صورت میں ہے۔ اس شخص نے خیال کیا کہ یہی مکان کعبہ ہے اور وہاں معتکف ہو گیا۔

اس کے برعکس دوسرا شخص جس نے واصلان کعبہ سے کعبہ کے خواص معلوم کر کے اس کی تصدیق کی ہو تو اس شخص نے اگرچہ طلب کا کوئی قدم بھی کعبے کی طرف نہیں اٹھایا، لیکن اس نے غیر کعبہ کو کعبہ نہیں سمجھا، اور اپنی تصدیق میں سچا ہے، اس کا حال خطا میں مبتلا ہو جانے والے مذکورہ طالب سے بہتر ہے۔

ہاں اس طالب کا حال جو ابھی مطلب تک نہیں پہنچا، لیکن غیر مطلب کو مطلب بھی نہیں جانتا، مقلد محق سے جس نے مطلب کے راستے کی طرف قدم نہیں اٹھایا، بہتر ہے۔ کیونکہ اس نے مطلوب کی درست تصدیق کے ساتھ ساتھ راہ مطلوب کی مسافت کا کچھ حصہ بھی طے کر لیا ہے۔ لہذا فضیلت اس کے لیے ثابت ہے۔

اور ان میں سے بھی ایک گروہ نے خیالی کمال اور وہمی وصال کی بنا پر اپنے آپ کو شیخی کے مسند اور خلقت کی پیشوائی کی طرف کھینچ لائے ہیں اور اپنے نقصان کے سبب بہت سے کمالات کی استعداد رکھنے والے ذی استعداد لوگوں کی استعداد کو ضائع کر چکے ہیں۔ اور اپنی صحبت کی ٹھنڈک کی شومی کے باعث طالبوں کی طلب کی حرارت کو زائل کر چکے ہیں۔ ضلوا فاضلوا ضاعوا فاضاعوا۔ خود بھی گمراہ تھے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا اور خود بھی ضائع ہوئے اور دوسروں کو بھی ضائع کیا۔

کمال کا یہ تخیل اور وصال کا یہ وہم سلوک نامکمل کردہ مجذوبوں میں بذریعہ جذب نہ پہنچنے والے سالکوں کی نسبت زیادہ ہوتا ہے۔ اس لیے مبتدی اور منتہی صورت جذب میں شریک ہیں اور بظاہر عشق و محبت میں مساوی ہیں، اگرچہ فی الحقیقت ایک دوسرے سے کچھ مناسبت نہیں رکھتے۔ اور ہر ایک



Marfat.com

کے حالات ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

ابتدا میں جو کچھ بھی ہے علت اور نقص سے خالی نہیں اور عرض پر محمول ہے۔ اور انتہا میں چونکہ حق کے ساتھ ہوتا ہے اس لیے سب کچھ حق کے لیے ہوتا ہے۔ اس بات کی تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب ذکر کی جائے گی۔ یہ صوری مشابہت اور بہ ظاہری مناسبت اس تخیل کا باعث ہے۔

اور جب کہ طریقہ علیہ نقشبندیہ میں جذبہ سلوک پر مقدم ہے، اس طریق کے مجذوبوں کو جو دولت سلوک سے مشرف نہیں ہوئے ہیں۔ اس قسم کا تخیل اور اس طرح کا وہم بہت زیادہ لاحق ہوتا ہے۔ اور ان میں سے ایک جماعت کو کہ مقام جذبہ میں منقلب احوال حاصل ہوتے ہیں اور ایک حال سے دوسرے حال کی طرف جاتے ہیں۔ وہ اس انتقال احوال کو منازل سلوک کا قطع کرنا اور سیر الی اللہ کے راستے کو طے کرنا گمان کرتے ہیں۔ اور ان گردشوں کی بنا پر اپنے آپ کو مجذوب سالک تصور کرتے ہیں۔ اس بنا پر دل سست میں یہ بات قرار پذیر ہوئی کہ حقیقت جذبہ وسلوک اور ان دونوں مقاموں کے درمیان فرق کے بیان میں چند فقرے لکھے جائیں۔ نیز وہ خاصیتیں بھی لکھی جائیں جو ایک کو دوسرے سے ممتاز کرتی ہیں۔ اور جاذب مبتدی اور مجذوب منتہی کے درمیان فرق اور مقام تکمیل وارشاد کی حقیقت اور دوسرے علوم جو اس مقام کے مناسب ہیں، احاطہ تحریر میں لائے جائیں۔

لِیُحِقَّ الْحَقَّ وَیُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ کَرِہَ الْمُجْرِمُوْنَ۔ تاکہ اللہ تعالیٰ حق کو ثابت کرے اور باطل کو مٹا دے۔ اگرچہ مجرم لوگوں کو ناپسند ہی ہو۔

تو میں حق تعالیٰ سبحانہٗ کی حسن توفیق سے اس کا بیان شروع کرتا ہوں۔ اور اللہ سبحانہ ہی صحیح راہ کی ہدایت کرتا ہے، اور وہی اچھا کارساز اور اچھا وکیل ہے۔

یہ مکتوب دو مقاصد اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ مقصد اول ان معارف کے بیان میں جو مقام جذبہ سے تعلق رکھتے ہیں، اور مقصد ثانی معارف سلوک سے متعلق ہے۔ اور خاتمہ ان متفرق علوم و معارف میں سے ہے جن کا جاننا طالبوں کے لیے کثیر المنفعت ہے۔

## مقصد اول:

جاننا چاہیے کہ سلوک نامکمل کردہ مجذوب اگرچہ جذب قوی رکھتے ہیں۔ اور جس راہ سے بھی ان کو کھینچا جائے، ارباب قلوب کے گروہ میں داخل ہیں۔ سلوک اور تزکیہ نفس کے بغیر مقام قلب سے آگے نہیں گزر سکتے۔ اور نہ مقلب قلب ذات (حق تعالیٰ) تک پہنچ سکتے ہیں۔ ان کا انجذاب انجذاب قلبی



Marfat.com

ہے۔ ان کی محبت عرضی ہے ذاتی نہیں۔ نیز ان کی محبت غرض پر مبنی ہے، اصلی نہیں کیونکہ اس مقام میں نفس روح سے اور ظلمت نور سے ملی ہوئی ہے۔ مکمل طور پر مقام قلب سے نکلنا اور مقلب قلب ذات سے ملنا اور مطلوب کے ساتھ انجذاب روحی پیدا کرنا اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک مطلوب کی طرف توجہ کے لیے روح نفس سے آزاد نہ ہو۔ اور نفس کا رُوح سے جدا ہونا اور مقام بندگی میں نیچے آنا اس علیحدگی کے بغیر متصور نہیں جب تک یہ دونوں حقیقت میں اکٹھے ہیں حقیقت جامعہ قلبیہ اپنی جگہ مضبوط اور قائم ہے اور خالص روحی انجذاب ممکن نہیں۔ اور روح کا نفس سے علیحدہ ہونا منازل سلوک قطع کرنے، سیر الی اللہ کے راستے طے کرنے اور سیر فی اللہ سے موصوف ہونے کے بعد ہوتا ہے۔ بلکہ مقام "الفرق بعد الجمع" جو سیر عن اللہ باللہ سے تعلق رکھتا ہے، کے حصول کے بعد ہی اس کی صورت بنتی ہے ؎

هر گدائے مرد میداں کے شود ۔۔۔ پشۂ آخر سلیماں کے شود[1]

تو اس سے منتہی کے جذب اور مبتدی کے جذب کے درمیان فرق واضح ہو گیا۔

ان ارباب قلوب مجذوبوں کا شہود پردۂ کثرت میں ہے۔ (وہ اس معنی کو جانیں یا نہ جانیں) اور ان کا شہود اس عالم کثرت میں نہیں۔ مگر صرف عالم ارواح جو لطافت، احاطہ اور سریان میں اپنے موجد سے صورتاً مشابہت رکھتا ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ ۔ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا

اور اسی مناسبت کے سبب رُوح کے شہود کو حق تعالیٰ و تقدس کا شہود سمجھ لیتے ہیں۔ اور احاطہ و سریان اور قرب و معیت بھی اسی قیاس پر ہے۔ اس لیے کہ سالک کی نگاہ صرف مقام فوق تک عبور کر سکتی ہے مقام فوقِ فوق تک نہیں جا سکتی۔ اور ان کا مقام فوق مقام روح ہے پس ان کی نظر مقام روح سے زیادہ بلند نہیں جا سکتی۔ اور ان کا شہود روح کے سوا کوئی اور امر نہیں ہوتا۔ روح سے اوپر نظر کا جانا اس پر موقوف ہے کہ سالک مقام روح میں پہنچ جائے۔ محبت اور انجذاب بھی شہود کی طرح ہیں۔ حق سبحانہٗ کا شہود بلکہ جناب قدس خداوندی کی محبت اور اس کی طرف انجذاب فنا کے حاصل ہونے سے وابستہ ہے جسے سیر الی اللہ کی نہایت سے تعبیر کرتے ہیں ؎

ہیچکس را تا نہ گردد او فنا ۔۔۔ نیست رہ در بارگاہِ کبریا[2]

---

[1] ہر گدا اگر مردِ میدان نہیں بن سکتا۔ مچھر آخر سلیمان کا ہم پایہ کیسے ہو سکتا ہے؟

[2] کوئی شخص بھی جب تک فنا کا مقام نہ پائے بارگاہِ کبریا تک راستہ نہیں پا سکتا۔



Marfat.com

اس مقام میں شہود کا اطلاق میدانِ عبارت کی تنگی کے باعث ہے۔ ورنہ ان بزرگوں کا کارخانہ متعارف شہود سے وراء الورا رہے اور جس طرح ان کا مقصد بے چون و بے چگون ہے ان کا اتصال بھی حق سبحانہٗ کے ساتھ بے چون و بے چگون ہے۔ چون کے لیے بے چون ذات کی طرف کوئی راستہ نہیں۔ لَا یَحْمِلُ عَطَایَا الْمَلِکِ اِلَّا مَطَایَاہُ[1]

اتصالے بے تکیف و بے قیاس! ہست رب الناس را با جانِ ناس[2]

احاطہ سریان اور اس ذات سبحانہٗ کا قرب و معیت محققین ارباب سلوک کے نزدیک جو نہایت کا تک پہنچ چکے ہیں، علمی ہے۔ جیسا کہ علمائے اہل حق شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کا مسلک ہے۔ قرب ذاتی اور اس طرح کی دوسری باتیں ان کے نزدیک بے حاصل اور دوری میں داخل ہیں۔ خدا تعالیٰ کے لیے قرب ذاتی کے قائل نہیں ہیں۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں:

"جو یہ کہے کہ میں خدا کے نزدیک ہوں وہ دور ہے۔ اور جو اپنے آپ کو دور سمجھے وہ نزدیک ہے۔"

تصوّف یہ ہے۔

وہ علم جو توحید وجودی سے تعلق رکھتا ہے اس کا منشا انجذاب اور محبت قلبی ہے۔ ارباب قلوب جنہوں نے جذبہ پیدا نہ کیا ہو اور سلوک کے راستے سے منازل طے کر رہے ہوں یہ علم ان سے مناسبت نہیں رکھتا۔ اسی طرح جو مجذوب سلوک کے ذریعے قلب سے کلیۃً مقلب قلب (حق تعالیٰ) کی طرف متوجہ ہیں وہ بھی ان علوم سے برأت کا اظہار اور استغفار کرتے ہیں۔

بعض مجذوب ایسے بھی ہوتے ہیں جو اگرچہ سلوک کے راستے سے آتے ہیں اور منازل طے کرتے ہیں لیکن ان کی نظر مقام مالوف سے قطع نہیں ہوتی اور رُخ اوپر کی طرف نہیں کرتے۔ اس قسم کے علوم ان کا دامن نہیں چھوڑتے اور اس گرداب سے باہر نہیں آتے۔ اس لیے مدارج قرب میں عروج اور معارج قدس تک چڑھنے سے قاصر اور لنگڑے ہیں۔

| | |
|---|---|
| رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا۔[3] | اے اللہ ہمیں ایسی بستی سے نکال جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی ولی مقرر کر اور تجھے اپنے پاس سے ہمارے لیے کوئی |

[1] بادشاہ کی عطاؤں کو اسی کی سواریاں اٹھا سکتی ہیں۔

[2] لوگوں کے رب کا لوگوں کے ساتھ اتصال بے کیف ہے اور قیاس میں نہیں آسکتا۔

[3] سورۂ نساء پارہ والمحصنات۔



Marfat.com

مددگار کھڑا کر۔

نہایت مطلب تک پہنچنے کی علامت یہ ہے کہ اس طرح کے علوم سے سالک بیزاری کا اظہار کرے کیونکہ جس قدر تنزیہ کے ساتھ زیادہ مناسبت پیدا ہوگی عالم کو صانع کے ساتھ زیادہ بے مناسب پائے گا۔ اس وقت عالم کو صانع کا عین جاننا یا صانع کو عالم کا محیط بالذات گمان کرنا کچھ معنی نہیں رکھتا

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

**معرفت:** حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس نے فرمایا ہے کہ ہم نہایت کو بدایت میں درج کرتے ہیں۔ اس عبارت کے معنی یہ ہیں کہ جو انجذاب و محبت منتہی حضرات کو انتہاء میں جا کر میسر آتی ہے اس طریقہ میں وہ انجذاب و محبت ابتداء میں درج ہے۔ اس لیے کہ منتہی کا انجذاب انجذاب روحی ہے اور مبتدی کا جذب جذب قلبی۔ اور قلب چونکہ روح اور نفس کے درمیان برزخ ہے۔ اس لیے جذب قلبی کے ضمن میں جذب روحی بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ اور تمام جذبات میں اس معنی کے حاصل ہونے کے باوجود اندراج کی یہ تخصیص اس طریقہ کے ساتھ اس بنا پر ہے کہ اس خانوادہ کے اکابر نے اس معنی کے حصول کے لیے ایک طریقہ وضع کیا ہے اور اس مطلب تک پہنچنے کے لیے ایک راستہ متعین کیا ہے اور دوسروں کو یہ معنی اتفاق سے نصیب ہو جاتا ہے۔ اسے حاصل کرنے کے لیے ان کے پاس کوئی ضابطہ اور قاعدہ کلیہ نہیں ہے۔ نیز ان بزرگوں کی جذبہ کے مقام میں خاص شان ہے جو دوسروں کو میسر نہیں۔ اور اگر ہے بھی تو بہت کم۔ اسی بنا پر اس سلسلہ کے بعض کو اس مقام میں منازل سلوک طے کرنے کے بغیر ہی ارباب سلوک کی فنا و بقا کے مشابہ ایک فنا و بقا حاصل ہوتی ہے۔ اور مقام تکمیل سے بھی جو مقام سیر عن اللہ باللہ کے مناسب ہوتا ہے کچھ حصہ میسر آتا ہے جس کے ساتھ وہ مستعدوں کی تربیت کرتے ہیں ——— اس بحث کی پوری تحقیق ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب سپرد قلم کی جائے گی۔

یہاں ایک نکتہ ہے جس کا بیان یوں ہے کہ روح کے لیے بدن کے ساتھ متعلق ہونے سے پہلے اپنے مقصود کی طرف توجہ حاصل تھی جب بدن سے متعلق ہوئی تو وہ توجہ زائل ہو گئی۔ اس بلند سلسلہ کے اکابر نے اس توجہ سابق کے ظہور کے لیے طریقہ وضع فرمایا۔ لیکن جب کہ روح بدن سے متعلق ہو تو توجہ قلبی موجود رہتی ہے' جو نفس اور روح دونوں کی توجہ کی جامع ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ توجہ روحی توجہ قلبی میں مندرج ہے۔ لیکن وہ روحی توجہ جو منتہی حضرات کو نصیب ہوتی ہے' روح کو فنا اور خفائی وجود کے ساتھ بقا حاصل کرنے کے بعد ہوتی ہے۔ اور اس بقا کو بقا باللہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور جو روحی توجہ توجہ قلبی کے ضمن میں ہوتی ہے۔ بلکہ روح کی جو توجہ بدن کے ساتھ متعلق ہونے سے پہلے



Marfat.com

تھی وہ توجہ ہے جو ہستی روح کے ہوتے ہوئے ہے جس کی صرف ابھی فنا کو راستہ نہیں ملا۔ اور روح کی ہستی کے ہوتے ہوئے اور اس کی اس توجہ میں جو فنا ہونے کے بعد ہے بہت فرق ہے پس توجہ قلبی میں درج شدہ توجہ روحی کو نہایت کہنا اس اعتبار سے ہے کہ روح ہی کی توجہ ہے جو نہایت میں جا کر باقی رہتی ہے تو نہایت کے بدایت میں درج ہونے سے مراد یہ ہے کہ صورتِ نہایت بدایت میں درج ہے، نہ کہ نہایت کی حقیقت۔ کیونکہ اس کا بدایت میں اندراج محال ہے۔ ممکن ہے صورت کا لفظ اس طریقہ کے طالبین کی ترغیب کے لیے ظاہر نہ کرتے ہوں۔ اور اصل بات وہی ہے جس کی میں نے بعون اللہ تعالیٰ تحقیق کی ہے۔

اور سابقین جن کا انجذاب بلا عمل اور بلا کسب ہے۔ بلکہ وہ توجہ اور حضور سے آئے ہیں، ان کا انجذاب بھی قلبی ہے۔ اور روح کی توجہ سابق کا اثر ہے، جو بدن سے متعلق ہونے کے باوجود بالکل زائل نہیں ہوا۔ توجہ سابق کے ظہور کے لیے کسب و عمل کی ضرورت اس جماعت کے لیے ہے جو بدن سے متعلق ہونے کی وجہ سے توجہ سابق کو بالکل فراموش کر چکے ہیں۔ کسب توجہ سابق پر گویا تنبیہ ہے اور اس گم شدہ دولت کی یاد دہانی ہے۔ لیکن توجہ سابق کو بھلا دینے والے مذکورہ سابقین سے زیادہ لطیف الاستعداد ہیں۔ اس لیے کہ توجہ سابق کا بالکلیہ نسیانِ بدن کی طرف بالفعل کلی توجہ اور اس میں گم ہونے کی خبر دیتا ہے۔ اور توجہ کا عدم نسیان اس طرح نہیں۔ غایۃ ما فی الباب یہ ہے کہ سابقین میں وہ توجہ عموم و سریان کو کلیۃً ان میں پیدا کر دیتی ہے اور ان کا بدن بھی روح کا حکم اختیار کر لیتا ہے جیسا کہ محبوب و مراد لوگوں کی شان ہے۔ لیکن محبوبوں کی سرایت اور سابقین کی سرایت میں ایسا فرق ہے جیسا حقیقت شے اور صورت شے میں ہوتا ہے۔ جیسا کہ اس کے جاننے والوں پر ظاہر ہے۔ ہاں محبان واصل اور مریدانِ کامل کے لیے بھی اس قسم کے شمول (ایک قسم کی کیفیت) کا تحقق ہوتا ہے، لیکن بجلی کی طرح لمحہ بھر کے لیے۔ دائمی نہیں۔ دائمی شمول محبوبوں کا خاصہ ہے۔

**معرفت:**

ارباب قلوب مجذوب جب مقام قلب میں قرار اور پختگی حاصل کرتے ہیں اور معرفت وصحو جو اس مقام کے مناسب ہے انہیں میسر آتی ہے تو ان سے بھی طالبوں کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ اور طالبوں کی جماعت کو ان کی صحبت سے انجذاب اور محبت قلبی حاصل ہوتی ہے۔ اگرچہ ان سے کمال تک نہیں پہنچ سکتے۔ کیونکہ وہ ابھی خود حدِ کمال کو نہیں پہنچے ہوتے۔ دوسرے کے لیے حصول کمال کا ذریعہ کیسے بن سکتے ہیں؟ مشہور ہے کہ ناقص سے کامل چیز ظہور میں نہیں آسکتی۔ ان مجذوبوں سے جو فائدہ بھی پہنچتا ہے،



Marfat.com

ارباب سلوک کے افادہ سے زیادہ ہوتا ہے۔ اگرچہ ارباب سلوک نہایت سلوک کو پہنچ چکے ہوں اور منتہی حضرات کا جذب اپنے اندر پیدا کرلیں لیکن انہیں مقام قلب میں براستہ سیر عن اللہ باللہ نیچے نہیں لایا گیا۔ کیونکہ عالم کی طرف غیر مرجوع منتہی تکمیل و افادہ کا مرتبہ نہیں رکھتا۔ اس کی عالم سے کچھ مناسبت اور توجہ باقی نہیں رہی تاکہ اس سے فائدہ پہنچ سکے۔

اور شیخ مقتدا کو جو برزخ کہتے ہیں اس لحاظ سے کہتے ہیں کہ وہ مقام برزخیت کے مقام ہیں جو مقام قلب ہے نیچے آچکا ہوتا ہے۔ اور روح و نفس دو جہت سے اس نے حصہ وافر لیا ہوتا ہے روح کی جہت سے فوق سے استفادہ کرتا ہے اور نفس کی جہت سے اپنے ماتحت کو فائدہ پہنچاتا ہے کیونکہ اس کے لیے حق سبحانہ اور خلق دونوں کی طرف توجہ جمع ہو چکی ہوتی ہے۔ ان دونوں میں سے کوئی توجہ دوسری کے لیے حجاب اور پردہ نہیں۔ لہٰذا بیک وقت افادہ اور استفادہ اس کے لیے حاصل ہے۔ بعض مشائخ اس برزخیت کو برزخیت بین الخلق والحق کہتے ہیں۔ اور یہ شیخ صاحب برزخ کو جامع بین التشبیہ والتنزیہ قرار دیتے ہیں۔

پوشیدہ نہ رہے کہ اس طرح کی برزخیت جس کی بنا سُکر پر ہے شیخی کے مقام کے لائق نہیں۔ جس کا مبنیٰ صحو پر ہے۔ اس لیے کہ ان کا نفس اس مقام میں انوار روح کے غلبات میں مندرج ہے۔ اور یہی اندراج سُکر کا منشا ہے۔ اور قلب کی برزخیت کے مقام میں نفس اور روح ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ اس لیے لامحالہ یہاں سُکر کی گنجائش نہیں بلکہ یہاں صحو ہی صحو ہے جو مقام دعوت کے لائق ہے اسے ذہن میں رکھو۔

شیخ کامل کو مقام قلب میں جب نیچے لاتے ہیں تو وہ برزخیت کی وجہ سے عالم کے ساتھ مناسبت پیدا کر لیتا ہے اور کمالات کی استعداد رکھنے والوں کے لیے حصول کمالات کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ اور مقام قلب میں قرار پذیر مجذوب بھی عالم سے مناسبت رکھتا ہے اور اپنی توجہ ان سے روک کر نہیں رکھتا۔ اور انجذاب اور محبت سے بھی اگرچہ قلبی ہی ہے حصہ رکھتا ہے۔ اس لیے فائدہ پہنچانے کا راستہ اس پر بھی کُھلا ہے۔

بلکہ میں کہتا ہوں کہ مجذوب متمکن (مقام قلب میں قرار پذیر) سے فائدہ پہنچنے کی مقدار خلق کی طرف لوٹائے گئے منتہی کے افادہ کی مقدار سے زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن منتہی کی کیفیت افادہ مجذوب کی کیفیت افادہ سے زیادہ ہے۔ اس لیے کہ خلق کی طرف لوٹائے گئے منتہی کو بھی اگرچہ جہاں سے مناسبت پیدا ہو چکی ہے۔ تاہم یہ مناسبت صرف صورت میں ہے۔ ورنہ یہ منتہی حقیقت میں عالم سے جدا ہے اور



Marfat.com

اصل کے رنگ سے رنگین اور اس کے ساتھ بقا حاصل کر چکا ہے۔ اور اس مجذوب کو عالم کے ساتھ حقیقۃً مناسبت ہے اور اس کا شمار عالم کے افراد میں ہے۔ اور اسی بقا کے ساتھ باقی ہے جس کے ساتھ عالم باقی ہے۔ اس لیے لامحالہ طالبین مناسبت حقیقی کی وجہ سے مجذوب سے زیادہ فائدہ حاصل کرتے ہیں اور مخلوق کی طرف برائے دعوت لوٹائے گئے منتہی سے کم۔

لیکن کمالاتِ ولایت کے مراتب کا افادہ منتہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ پس ضروری بات ہے کہ فائدہ پہنچانے میں منتہی کا پہلو راجح ہے۔ نیز منتہی کے لیے فی الحقیقت ہمت اور توجہ نہیں ہے۔ اور مجذوب صاحب ہمت اور صاحب توجہ ہے۔ ہمت اور توجہ سے طالب کا کام آگے لے جاتا ہے اگرچہ کمال تک نہیں پہنچا سکتا۔ نیز طالبوں کو مجذوبوں سے نہایت توجہ جو حاصل ہوتی ہے وہی روح کی پہلی توجہ ہے جس کو وہ فراموش کر چکے تھے۔ اور مجذوبوں کی صحبت میں پھر انہیں یاد آئی اور توجہ قلبی کے اندراج کی صورت میں حاصل ہوئی۔ بخلاف اس توجہ کے جو منتہی حضرات کی صحبت میں پیدا ہوتی ہے۔ یہ نئی توجہ ہے جو پہلے بالکل موجود نہ تھی۔ اور یہ فنائے روح بلکہ اس کے وجود حقانی کے ساتھ بقا پر موقوف تھی۔ تو ضروری طور پر توجہ اول بہت ہی سہل الحصول ہے۔ اور دوسری توجہ کا حصول دشوار ہے۔ آسان چیز زیادہ پائی جاتی ہے اور مشکل شے کم۔ یہیں سے یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ جہت جذبہ کے حاصل کرنے میں شیخ مقتدا واسطہ نہیں۔ کیونکہ یہ نسبت طالب کو اول سے ہی حاصل ہو چکی ہوتی ہے نسیان کے باعث طالب کو صرف تنبیہ اور تعلیم کی حاجت تھی۔ لہٰذا اس شیخ کو شیخ تعلیم کہتے ہیں' نہ کہ شیخ تربیت۔

اور جہت سلوک میں منازل سلوک طے کرنے کے لیے شیخ مقتدا کی حاجت اور اس کی تربیت ضروری ہے شیخ مقتدا کو نہیں چاہیے کہ اس قسم کے مجذوب متمکن کو افادہ عام کی اجازت دے اور تکمیل اور پیری کے مقام پر بٹھائے۔ کیونکہ بعض طالب ایسے ہوتے ہیں جن کی استعداد بلند ہوتی ہے اور کمال و تکمیل کی قابلیت اپنے اندر بدرجہ اتم رکھتے ہیں۔ اگر یہ اس مجذوب کی صحبت میں آپڑے تو احتمال ہے کہ وہ استعداد ضائع ہو جائے اور وہ قابلیت برطرف ہو جائے۔ مثلاً وہ زمین جو زراعت گندم کی پوری قابلیت رکھتی ہو اگر اعلیٰ بیج اس میں بوئیں گے تو بیج کی استعداد کے اندازہ کے مطابق اچھا پھل دیگی اور اگر اس زمین میں ردی گندم یا جَو کا بیج دیں گے تو اچھا پھل کیا زمین کی قابلیت ہی سلب ہو کر رہ جائیگی۔

فرضاً اگر شیخ مقتدا اسے اجازت دینے میں مصلحت دیکھے اور فائدہ پہنچانے کا معنی اس میں پائے تو چاہیے کہ اس کے افادے کو بعض قیود کے ساتھ مقید کرے۔ مثلاً یہ کہ اس کے طریقِ افادہ میں



Marfat.com

طالب کی مناسبت ظاہر ہو۔ اور یہ کہ اس کی صحبت میں طالب کی استعداد ضائع نہ ہونے پائے۔ اور یہ کہ وہ مجذوب اس سرداری اور اقتدار میں نفس کی سرکشی کا شکار نہ ہو کیونکہ تزکیہ نفس نہ ہونے کے باعث ابھی اس سے خواہش نفسانی زائل نہیں ہوئی۔ اور جب اس مجذوب متمکن کو یہ معلوم ہو جائے کہ طالب اس سے پہنچنے والے فائدہ کی انتہا کو پہنچ چکا ہے لیکن طالب کی استعداد میں ابھی ترقی کی قابلیت موجود ہے۔ تو اس پر اس معنی کو ظاہر کر دے اور اسے اپنے پاس سے جانے کی اجازت دیدے تاکہ وہ اپنا کام کسی دوسرے شیخ سے جا کر مکمل کرے۔ اور اپنے منتہی ہونے کا دعویٰ نہ کریں۔ اور اس حیلہ سے طالبوں کی راہ زنی کے مرتکب نہ ہوں۔ اسی طرح کی اور شرائط جو اس کے وقت اور حال کے مناسب جانے انہیں بیان کرے۔ اور یہ وصیت مکمل کر کے اسے رخصت دے۔

لیکن دعوت وارشاد کی خاطر مخلوق کی طرف لوٹایا گیا منتہی صاحب معرفت افادہ اور تکمیل میں ان قیود کا محتاج نہیں۔ کیونکہ اس میں جامعیت کی وجہ سے تمام فرق واستعدادات کے ساتھ مناسبت ہے۔ ہر شخص استعداد اور مناسبت کے اندازہ کے مطابق اس سے حصہ پائے گا۔ اگرچہ شیوخ اور مقتدا ارباب معرفت کی صحبت میں قوت اور ضعف کی مناسبت جلد یا بدیر فیضیاب ہونے میں فرق ہے۔ تاہم اصل افادہ میں تمام مساوی الاقدام ہیں۔

شیخ مقتدا کے لیے افادہ طالب کے وقت جناب حق سبحانہ میں التجا اور اس انتہار کے ضمن میں اللہ تعالیٰ کی پوشیدہ گرفت کے خوف سے اس کی مضبوط رسی کو تھامے رکھے۔ اور یہ التجا نہ صرف اس کام میں بلکہ تمام کاموں اور تمام اوقات میں حق سبحانہ نے اس کو عطا فرمادی ہے ہر وقت اور ہر فعل میں اس سے جدا نہیں ہوسکتی۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔

## مقصد ثانی:

اُن امور کے بیان میں جو سلوک سے تعلق رکھتے ہیں۔

جاننا چاہیے کہ طالب جب سلوک کے راستہ سے فوق کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اگر اس اسم تک جو اس کا رب ہے پہنچ جائے اور اس میں فانی اور ہلاک ہو جائے تو فنا کا اطلاق اس پر درست ہو جاتا ہے۔ اور اس اسم کے ساتھ بقا کے بعد بقا کا اطلاق بھی اس کے لیے مسلم ہو جاتا ہے۔ اور فنا اور بقا کے ساتھ ذات کے مرتبہ اول کے ساتھ مشرف ہو جاتا ہے۔ لیکن بیان تفصیل ہے جس کے لیے بات پھیلا کر کرنا ضروری ہے۔

### تمہید:

ذات تعالیٰ وتقدس سے جو فیض پہنچتا ہے اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم تو وہ ہے جس کا بندے کی



Marfat.com

ایجاد، ابقا، تخلیق، ترزیق اور اسے زندگی دینے اور مارنے وغیرہ سے تعلق ہے۔ اور دوسری قسم ایمان، معرفت اور مراتب ولایت و نبوت کے کمالات سے تعلق رکھتی ہے۔ فیض کی قسم اول صرف واسطہ صفات سے ہے اور بس۔ اور فیض کی دوسری قسم بعض کو صفات کے واسطہ سے اور بعض کو شیونات کے ذریعہ سے پہنچتی ہے۔ اور صفات اور شیونات کے درمیان فرق بہت باریک ہے، جو محمدی المشرب اولیاء میں سے بھی بہت کم پر ہی ظاہر ہوتا ہے۔ اور یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ کسی نے اس کے متعلق گفتگو کی ہو۔ خلاصہ فرق یہ ہے کہ صفات تو ذات تعالیٰ وتقدس پر زائد وجود کے ساتھ خارج میں موجود ہیں۔ اور شیونات ذات عز سلطانہ میں صرف درجہ اعتبار میں ہیں۔

یہ بحث ایک مثال سے واضح اور روشن ہو جاتی ہے۔ پانی بالطبع اوپر سے نیچے کو آتا ہے۔ یہ طبعی فعل اس میں حیات، علم، قدرت اور ارادہ پیدا کرتا ہے۔ کیونکہ ارباب علم اپنے ثقل کے واسطہ سے اپنے علم کے تقاضا کے مطابق اوپر سے نیچے کو آتے ہیں اور فوق کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ اور علم حیات کے تابع ہے، اور ارادہ علم کے تابع ہے۔ اور ارادہ سے قدرت بھی ثابت ہو گئی۔ کیونکہ ارادہ احد المقدورین کی تخصیص کا نام ہے۔ یہ اعتبارات پانی کی ذات میں بمنزلہ شیونات ہیں۔ اگر پانی کی ذات میں ان اعتبارات کے ساتھ پانی کی ذات پر صفات زائدہ بھی ثابت تسلیم کی جائیں تو وہ زائد وجود کے ساتھ بمنزلہ صفات ہیں۔ پانی کو پہلے اعتبارات کی وجہ سے حی، عالم، قادر اور مرید نہیں کہہ سکتے۔ ان ناموں کے لیے صفات زائدہ کا وجود درکار ہے۔ پس بعض مشائخ کی عبارت میں جو پانی کے لیے مذکورہ ناموں کے اثبات کے لیے واقع ہوا ہے۔ اس کا مبنیٰ شیون اور صفات میں عدم فرق ہے، اسی طرح وجود صفات کی نفی کا حکم بھی عدم فرق پر محمول ہے۔

شیون اور صفات میں دوسرا فرق یہ ہے کہ شیون صاحب شیون کے روبرو ہیں اور صفات کا مقام اس طرح نہیں۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور وہ اولیاء رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جو آپ کے قدم پر ہیں۔ ان کے لیے فیض ثانی کا وصول شیونات کے واسطہ سے ہے۔ اور باقی انبیاء اور اولیاء صلوات اللہ تعالیٰ وبرکاتہ علیٰ نبینا وعلیہم وعلیٰ جمیع اتباعہم کی وہ جماعت جو ان کے قدم پر ہے ان کے لیے اس فیض بلکہ فیض اول کا پہنچنا صفات کے واسطہ سے ہے۔ پس ہم کہتے ہیں جو اسم آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رب اور دوسرے فیض کے پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ وہ شان العلم کا ظل ہے۔ اور یہ شان تمام اجمالی اور تفصیلی شیونات کی جامع ہے۔ اور وہ ظل شان علم کیسے ذات تعالیٰ وتقدس کی قابلیت بلکہ تمام اجمالی اور تفصیلی شیونات کی قابلیت کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔



Marfat.com

جاننا چاہیے کہ یہ قابلیت اگرچہ ذات عزّ سلطانہٗ اور شان العلم کے درمیان برزخ ہے۔ لیکن جبکہ اس کی ایک جہت بے رنگ ہے۔ اور وہ ذات تعالیٰ وتقدس کی جہت ہے۔ لہٰذا برزخ میں بھی اس کا رنگ پیدا نہیں ہوتا پس وہ برزخ دوسری جہت کے رنگ سے جو کہ شان العلم ہے رنگین ہے۔ اس لیے ناچار اسے اس ظل شان کا ظل کہا ہے۔ نیز ظل شے دوسرے مرتبہ میں ظہور شے سے عبارت ہے۔ اگرچہ شبہ اور مثال کی صورت ہی میں ہو۔ اور جبکہ برزخ کا حصول طرفین کے حصول کے بعد ہے۔ تو لامحالہ یہ برزخ مکاشفہ کے وقت اس شان کے تحت منکشف ہوتا ہے۔ تو اول سے آخر تک اس ظہور کے اعتبار سے ظلیت کا اطلاق مناسب واقع ہوا۔

اور اولیاء اللہ کا ایک گروہ جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہم وسلم وبارک کے قدم مبارک پر ہے۔ وہ اسماء جو ان کے رب ہیں فیض ثانی کے وصول میں اس قابلیت کے ظلال ہیں۔ اور اس ظل مجمل کے لیے تفاصیل کی طرح ہیں۔ اور باقی انبیاء صلوات اللہ تعالیٰ وتسلیماتہٗ علی نبینا وعلیہم کے رب اور بعض کے لیے فیض اول اور ثانی کے وصول کا واسطہ قابلیات کا ذات عز سلطانہٗ کے ساتھ اتصاف ہے صفات موجودہ زائدہ کے ساتھ۔ اور وہ گروہ جو ان کے قدموں پر ہے فیض اول وثانی کے پہنچنے میں ان کے رب صفات ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے فیض اول کے وصول کا واسطہ اور ذریعہ تمام صفات کے ساتھ ذات تعالیٰ وتقدس کی قابلیت اتصاف ہے۔ گویا وہ تمام قابلیتیں جو باقی انبیاء صلوات اللہ تعالیٰ وبرکاتہٗ علی نبینا وعلیہم کے لیے فیوض کے وسائل کی قابلیات ہیں اس قابلیت جامع کے ظلال ہیں۔ اور اس جامع مجمل کے لیے بمنزلہ تفاصیل ہیں۔ اور وہ گروہ جو آں سرور علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتحیۃ کے قدم مبارک پر ہے ان کے لیے بھی فیض اول کے وصول کے وسائط ایک جدا چیز یعنی صفات ہیں۔ پس محمدی سالک کے لیے فیض اول کے وصول کے ذرائع اور وسائل فیض ثانی کے وصول کے وسائط سے جدا ہیں۔ بخلاف دوسروں کے کہ ان کے لیے ایک ہی چیز ہے۔ یعنی صفات۔

جن بعض مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم نے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رب کو قابلیت اتصاف میں منحصر قرار دیا ہے ان کے اس قول کا منشا شیون اور صفات کے درمیان عدم فرق بلکہ مقام شیون سے عدم علم ہے۔

وَاللّٰهُ يُحِقُّ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ

• تو یہ بات ثابت ہو گئی کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کا رب رب الارباب ہے۔



Marfat.com

مقام شیون میں بھی اور خانہ صفات میں بھی۔ اور وہی دونوں قسم کے فیض کے وصول کا واسطہ اور ذریعہ ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت کے مراتب کمالات کے فیض کا وصول ذات سے ہے بے واسطۂ امر زائد۔ کیونکہ شیون عین ذات ہیں۔ ان میں زیادتی کا اعتبار منتزعاتِ عقل میں سے ہے۔ لہٰذا تجلی ذاتی آپ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور آپ کے کامل پیروکار چونکہ آپ کے راستے سے فیض لیتے ہیں، اس لیے انہیں بھی اس مقام سے حصہ ملتا ہے۔ اور دوسروں کے لیے چونکہ صفات کے وسائط درمیان میں ہیں، اور صفات وجود زائد کے ساتھ موجود ہیں، اس لیے ایک مضبوط مانع درمیان میں واقع ہوگیا اور تجلی ذاتی ان کے حصے آگئی۔

جاننا چاہیے کہ قابلیت انصاف اگرچہ ایک اعتبار ہے، تاہم اس کا کوئی وجود زائد نہیں۔ کیونکہ صفات موجود ہیں ان کی قابلیات موجود نہیں۔ لیکن چونکہ قابلیاتِ ذات وصفات بلکہ شیون وصفات کے درمیان برزخ ہیں، اور برزخ اپنی دونوں طرفوں کا رنگ رکھتا ہے۔ اس بنا پر قابلیات نے بھی صفات کا رنگ پکڑ کر حائل اور مانع ہونے کی حیثیت اختیار کر لی ہے

فراق دوست اگر اندک است اندک نیست
درونِ دیدہ اگر نیم موست بسیار است

اس سے واضح ہوا کہ ذاتِ تعالیٰ و تقدس کا بے پردہ ظہور تجلی شہودی کے منافی نہیں۔ لیکن تجلی وجودی کے منافی ہے۔ لہٰذا آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے لیے مختلف کمالاتِ ولایت کے وصول فیض کی جانب میں کوئی حائل اور حجاب واقع نہ ہوا۔ اور فیض وجودی کے وصول کی جانب میں حائل درمیان میں آیا جسے قابلیت انصاف سے تعبیر کرتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے اس کا بیان گزرا۔

## سوال:

یہ نہ کہا جائے کہ جب شیون اور ان کی قابلیات اعتباراتِ عقل میں سے ہیں تو ان کے لیے وجود عقلی ثابت ہوا۔ اور اس سے حجاب علمی لازم آتا ہے۔

غایۃ مافی الباب اتنی بات ہے کہ صفات کے حجابات خارجی ہیں اور شیون کے علمی۔ اس لیے کہ میں اس کا جواب یہ دوں گا کہ موجود ذہنی، موجود خارجی کے درمیان پردہ نہیں بن سکتا۔ بلکہ موجود خارجی کے لیے پردہ صرف موجود خارجی ہی بن سکتا ہے۔ اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو بعض معارف کے حصول سے حجاب علمی کا درمیان سے ارتفاع ممکن ہے۔ بخلاف حجاب خارجی کے کہ اس کا

---

۱؎ دوست کا فراق اگر تھوڑا بھی ہو تو تھوڑا نہیں۔ آنکھ میں آدھا بال بھی پڑا ہو تو بہت ہے۔



Marfat.com

زوال ممکن نہیں۔

جب یہ مقدمات معلوم ہو گئے تو جان لو کہ سالک اگر محمدی ہے تو اس کی سیر کی منتہا جس کو سیر الی اللہ کہتے ہیں شان کی ظل تک ہے جو اس کا اسم ہے۔ اور اس اسم میں فنا کے بعد فنا فی اللہ سے مشرف ہوتا ہے۔ اور اگر اس اسم کے ساتھ بقا حاصل ہو گئی تو بقا باللہ بھی اسے میسر آ گئی اور اس فنا و بقا کے ساتھ ولایت خاصہ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور اگر محمدی المشرب نہ ہو تو صفت کی قابلیت بانفس صفت تک جو اس کا رب ہے پہنچتا ہے۔ اور اگر اس اسم میں فانی ہو گیا تو اس پر فانی فی اللہ کا اطلاق نہیں کر سکتے۔ اسی طرح اس اسم میں بقا کی صورت میں وہ باقی باللہ بھی نہیں ہے۔ کیونکہ اسم اللہ اس مرتبہ سے عبارت ہے جو تمام شیون وصفات کا جامع ہے اور جب شیون ذات پر محض درجہ اعتبار میں زائد ہیں اس لیے وہ درحقیقت عین ذات ہیں اور ایک دوسرے کا بھی عین ہیں۔ لہٰذا ایک اعتبار میں فنا ہونا سب اعتبارات میں فنا ہونا بلکہ ذات تعالیٰ وتقدس میں فنا ہونا ہے۔ اسی طرح ایک اعتبار کے ساتھ بقا تمام اعتبارات کے ساتھ بقا ہے۔ پس فانی فی اللہ اور باقی باللہ اس صورت میں کہنا درست ہو جاتا ہے۔ بخلاف جانب صفات کے کہ وہ ذات پر زائد وجود کے ساتھ موجود ہیں۔ ان کی مغائرت ذات عز سلطانہٗ اور ایک دوسرے کے ساتھ ایک امر واقعی ہے اعتباری نہیں۔ لہٰذا ایک صفت میں فنا ہونا تمام میں فنا ہونے کو مستلزم نہیں۔ یہی حال بقا کی جانب میں ہے۔ تو اس فانی کو کسی طور بھی فانی فی اللہ اور باقی کو باقی باللہ نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ مطلق فانی اور باقی کہہ سکتے ہیں۔ یا کسی صفت کے ساتھ مقید کر کے کہہ سکتے ہیں۔ یعنی صفت علم میں فانی یا صفت علم کے ساتھ باقی۔ اس سے صاف ظاہر ہوا کہ محمدیوں کی فنا سب سے اتم اور ان کی بقا سب سے اکمل ہے۔

نیز عروج محمدی چونکہ جانب شیون میں ہے۔ اور شیون کو عالم کے ساتھ کچھ بھی مناسبت نہیں کیونکہ صفات کا ظل ہے نہ کہ شیون کا پس سالک کی ایک شان میں فنا اس کی فنائے مطلق کو مستلزم ہے۔ ایسے طور پر کہ سالک کے وجود کی بقا اور اس کا کچھ اثر باقی نہیں رہتا۔ اسی طرح بقا کی صورت میں پورے طور پر اس شان کے ساتھ باقی ہو جاتا ہے۔ بخلاف صفت میں فانی کے کہ اس میں پورے طور پر اپنے سے باہر نہیں آتا اور اس کا اثر زائل نہیں ہوتا۔ کیونکہ سالک کا وجود اسی صفت کا اثر اور اس کا ظل ہے۔ پس اصل کا ظہور ظل کے وجود کو بالکل محو کرنے والا نہیں ہوتا۔ اور بقا فنا کے اندازہ کے مطابق ہوتی ہے۔ پس محمدی المشرب صفات بشریت کی طرف رجوع سے مامون اور رد کے خوف سے محفوظ ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ کلیتہً اپنے سے باہر آ چکا ہوتا ہے۔ اور ذات سبحانہٗ کے



Marfat.com

ساتھ بقا حاصل کر چکا ہوتا ہے۔ اس مقام میں رجوع محال اور ممنوع ہے۔ بخلاف فنائے صفاتی کی صورت میں کہ یہاں سالک کے وجود کا اثر باقی رہنے کے واسطہ سے رجوع اور عود ممکن ہے۔ مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے درمیان واصل کے رجوع اور عدم رجوع میں جو اختلاف ہے ہوسکتا ہے کہ اسی جگہ سے شروع ہوا ہو۔ حق بات یہ ہے کہ سالک اگر محمدی المشرب ہے تو رجوع سے محفوظ ہے ورنہ خطرے میں ہے۔

اور اسی طرح ہے وہ اختلاف جو مشائخ کے درمیان سالک کی ذات یعنی وجود سالک کے اثر کے زوال میں واقع ہوا ہے۔ بعض مشائخ ذات اور صفت کے زوال کے قائل ہیں اور بعض دوسروں نے زوال کو جائز نہیں رکھا۔ اس باب میں بھی حق بات مفصل گفتگو کی متقاضی ہے۔ اگر سالک محمدی المشرب ہے تو عین اور اثر دونوں کو گم کر دیتا ہے۔ اور غیر محمدی المشرب کا اثر زائل نہیں ہوتا کیونکہ صفت جو اس کی اصل ہے، باقی ہے۔ اس لیے اس کے ظل کا بالکلیہ زائل ہو جانا ممکن نہیں۔

یہاں ایک دقیق بات ہے۔ جاننا چاہیے کہ ذات اور صفت کے زوال سے مراد زوال شہودی ہے، نہ کہ زوال وجودی۔ کیونکہ زوال وجودی کا قول الحاد اور زندقہ (بے دینی) کو مستلزم ہے۔ اور اس گروہ میں سے ایک جماعت نے زوال وجودی تصور کیا ہے۔ یہ لوگ ممکن کے اثر کے زوال سے دور جا گئے ہیں اور انہوں نے اس کو الحاد اور بے دینی خیال کیا ہے۔ لیکن حق بات وہی ہے جس کو اللہ سبحانہٗ کے بتانے سے میں نے تحقیق کی ہے

تعجب ہے کہ یہ لوگ زوال وجودی کے قائل ہونے کے ساتھ ساتھ زوال عین کے بھی قائل ہوئے ہیں۔ کیونکہ عین وجود کے زوال کا حکم زوال اثر کے حکم کی طرح الحاد اور زندقہ کو مستلزم ہے۔ الغرض عین اور اثر میں زوال وجودی محال ہے۔ اور زوال شہودی دونوں میں ممکن بلکہ واقع ہے۔ لیکن یہ زوال محمدی المشرب سالک کے ساتھ مخصوص ہے۔ تو محمدی المشرب سالک قلب سے پورے طور پر باہر نکل آتے ہیں اور مقلب قلب (حق تعالیٰ) سے وابستہ ہو جاتے ہیں۔ یہ حضرات حالات کے ادل بدل اور غیر حق کی غلامی سے بالکلیہ آزاد ہوتے ہیں۔ اور دوسروں کو چونکہ آثار کا وجود دامنگیر اور احوال میں رد و بدل ان کا نقد وقت ہوتا ہے۔ اس لیے مقام قلب سے نجات نہیں پا سکتے۔ کیونکہ آثار کا وجود اور احوال میں رد و بدل حقیقت جامعہ قلبیہ کی تنویر کی شاخوں میں سے ہے۔ لہٰذا دوسروں کا شہود ہمیشہ پردہ میں رہتا ہے۔ کیونکہ جس قدر سالک کے وجود کا حصہ باقی رہتا ہے۔ اسی قدر



Marfat.com

مطلوب بھی پردہ میں رہتا ہے۔ اور جبکہ اثر باقی ہے تو پردہ بھی اثر ہے۔

**معرفت:**

اگر سالک غیر متعارف راستہ سے مراتب فوق کے اسم ہیں سے کسی مرتبہ میں پہنچے جو اس کا رب ہے اور بغیر اس کے کہ اس اسم میں پہنچے بلکہ کسی نیچے کے مرتبہ میں ہی فانی اور ہلاک ہو جائے تو اس صورت میں بھی فنا فی اللہ کہنا درست ہے۔ اور یہی اس مرتبہ کے ساتھ بقا کا حال ہے پس اس اسم کے ساتھ فنا فی اللہ کی تخصیص اس وجہ سے ہے کہ تمام فناؤں کے مراتب میں سے یہ پہلا مرتبہ ہے۔

**معرفت:**

سلوک چند قسم ہے۔ بعض کا سلوک تو بے تقدم جذبہ ہے۔ اور بعض دوسروں کے لیے جذبہ سلوک پر مقدم ہے۔ اور ایک جماعت کو منازل سلوک طے کرنے کے دوران جذبہ حاصل ہوتا ہے۔ اور ایک جماعت کو منازل سلوک کا طے کرنا تو میسر آتا ہے لیکن جذبہ کی حد تک نہیں پہنچ سکتے۔ جذبے کا سلوک پر مقدم ہونا محبوبوں کا حصہ ہے۔ اور باقی اقسام محب لوگوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ محبوں کا سلوک ترتیب و تفصیل کے ساتھ مقامات عشرہ مشہورہ کے طے کرنے سے عبارت ہے۔ اور محبوبوں کے سلوک میں مقامات عشرہ کا خلاصہ میسر آتا ہے۔ وہ ترتیب و تفصیل سے کوئی سروکار نہیں رکھتے۔ وحدت وجود کا علم اور اس کے مانند احاطہ۔ سریان اور معیت ذاتیہ جذبہ مقدم یا متوسط سے وابستہ ہیں۔ سلوک خالص اور منتہی حضرات کے جذبہ کو اس طرح کے علوم سے کچھ مناسبت نہیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ اور منتہی حضرات کا حق الیقین بھی توحید وجودی کے ساتھ مناسبت رکھنے والے علوم سے مناسبت نہیں رکھتا۔ ہر وہ مقام جہاں توحید وجودی والوں کے مناسب مقام حق الیقین کا بیان کیا گیا ہے۔ وہ مبتدی یا متوسط مجذوبوں کا حق الیقین ہے، نہ کہ منتہی حضرات کا حق الیقین۔

**معرفت:**

بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ جب طالب کا کام جذبہ تک پہنچ جاتا ہے تو پھر جذبہ ہی اس کا رہبر بن جاتا ہے۔ یعنی کسی اور رہبر کے واسطے کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ وہی جذبہ اس کے لیے کافی ہوتا ہے۔ اگر اس جذبہ سے مشائخ نے جذبہ سیر فی اللہ مراد لیا ہے تو البتہ یہ کافی ہے۔ لیکن رہبر کا لفظ اس ارادہ کے منافی ہے کیونکہ سیر فی اللہ کے بعد کوئی مسافت نہیں جس کے طے کرنے کے لیے رہبر کی ضرورت پیش آئے۔ اسی طرح جذبہ مقدم بھی مراد نہیں جیسا کہ عبارت سے متبادر مفہوم ہوتا ہے۔ تو لازماً انہوں نے جذبہ متوسط ہی مراد لیا ہے لیکن اس کا مطلب تک وصول کے لیے کافی



Marfat.com

ہونا علم میں نہیں آتا۔ کیونکہ بہت سے متوسط حضرات اس جذبہ کے حصول کے وقت اوپر کی طرف عروج سے رہ گئے ہیں۔ اور جذبہ کو انہوں نے جذبہ نہایت گمان کر لیا ہے۔ اگر یہ جذبہ کافی ہوتا تو انہیں راہ میں نہ چھوڑتا۔ ہاں جذبہ متقدم چونکہ محبوبوں سے تعلق رکھتا ہے۔ اگر کافی ہو جائے تو گنجائش رکھتا ہے۔ محبوبوں کو قلاب (حلقہ) عنایت کے ساتھ کھینچ کرلے جائیں گے۔ راستہ کے درمیان ہی نہیں چھوڑ دیں گے۔ لیکن یہ کفایت تمام متقدم جذبات کے حق میں بھی ممنوع ہے۔ ہاں وہ جذبہ جو انجام کار سلوک تک لے جاتا ہے وہ کافی ہے۔ اور اگر سلوک تک نہ پہنچائے تو اس طرح کا صاحب جذبہ بے نصیب مجذوب ہے۔ محبوبوں میں سے نہیں ہے۔

## خاتمہ:

مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم میں سے ایک گروہ نے کہا ہے کہ تجلی ذاتی شعور سے غافل اور ظاہری حواس کو معطل کر دیتی ہے۔ ان مشائخ میں سے بعض نے اپنے حال سے یوں خبر دی ہے کہ اس تجلی ذاتی کے ظہور کے وقت ایک مدت تک وہ بے حس و حرکت پڑے رہے ہیں۔ اور لوگ انہیں مردہ خیال کرتے تھے۔ اور بعض دوسروں نے تجلی ذات میں کلام کرنے سے روکا ہے' وغیر ذالک۔

اس بات کی حقیقت یہ ہے کہ ذات کی یہ تجلی اسماء میں سے ایک اسم کے پردہ میں ہوتی ہے۔ اور بقائے پردہ صاحب تجلی کے وجود کے اثر کے باقی رہنے کے باعث ہے۔ اور وہ بے شعوری اس باقی ماندہ اثر کی وجہ سے ہے۔ اگر پورے طور پر فنا ہو جاتا اور بقا باللہ سے مشرف ہو جاتا تو وہ تجلی اسے ہرگز بے شعور نہ کرتی ؎

یحرق بالنار من یمس بہا
ومن ھو النار کیف یحترق[1]

پہلا شخص تو آگ کو چھونے والا ہے۔ اُسے تو یہ جلا دیتی اور لاشے کر دیتی ہے۔ اور دوسرا عین آگ ہے۔ تو آگ آگ کو کیسے جلائے۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ جو تجلی کسی پردے میں ہوتی ہے وہ ذات کی تجلی نہیں بلکہ تجلی صفات میں داخل ہے۔ تجلی ذات جو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے بے پردہ تجلی ہے۔ اور پردے کی علامت بے شعوری ہے۔ اور بے شعوری دوری کے باعث ہے۔ اور بے پردگی کی دلیل شعور ہے۔ اور شعور کمال حضور میں ہے۔ ایک بزرگ علیہ الرحمۃ نے اس تجلی بالاصالۃ والاستقلال والے صاحب حال کے متعلق یوں خبر دی ہے۔ جب کہ اس نے کہا ؎

---

[1] آگ اسے جلا دیتی ہے جو اسے چھوئے لیکن جو خود ہی آگ ہو وہ کیسے جلے۔



Marfat.com

موسیٰ[1] ز ہوش رفت بیک پرتو جمال
تو عین ذات می نگری در تبسمی!

اور یہی تجلی ذاتی جو بے پردہ ہے محبوبوں کو دائماً حاصل ہے اور محبوں کو صرف ایک لحظہ کے لیے کیونکہ محبوبوں کے اجسام نے ان کے ارواح کا رنگ اختیار کر لیا ہے۔ اُس نسبت نے ان میں بالکلیہ سرایت کر لی ہے۔ اور محبوں میں یہ نسبت برسبیل ندرت ہے۔ اور وہ جو حدیث نبوی علیہ من الصلوات انمہا و من التحیات اکملہا میں واقع ہوا ہے:

لِی مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ۔ مجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک خاص وقت نصیب ہوتا ہے۔

اس میں وقت سے مراد یہ تجلی برقی نہیں کیونکہ یہ تجلی آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے جو تمام محبوبوں کے بادشاہ ہیں دائمی ہے۔ بلکہ اس وقت سے اس تجلی ذاتی دائمی میں ایک خاص نوع مراد ہے جو برسبیل قلت آپ کو میسر آتی تھی۔ جیسا کہ ارباب طریقت پر مخفی نہیں۔

## معرفت:

مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم حدیث:

لِی[2] مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُّقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُّرْسَلٌ۔ مجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک خاص وقت میسر آتا ہے جس میں کسی فرشتہ مقرب اور نبی مرسل کی گنجائش نہیں۔

میں دو گروہ ہیں۔ ایک جماعت نے وقت سے وقت دائمی مراد لیا ہے۔ اور دوسری جماعت نے ایک خاص اور نادر وقت مراد لیا ہے۔ لیکن حق بات یہ ہے کہ استمرار اور دوام وقت کے باوجود آپ کو ایک خاص اور نادر وقت بھی میسر آتا تھا جیسا کہ ابھی گزشتہ بیان میں اس کی طرف اشارہ گزرا ہے۔ اور اس حقیر کے نزدیک اس نادر وقت کا میسر آنا نماز میں ہوتا تھا۔ اور شاید آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حدیث

قُرَّۃُ[3] عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ۔ میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

میں اسی طرف اشارہ فرمایا ہو۔

نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

---

[1] حضرت موسیٰ تو ایک ہی پرتو جمال سے ہوش کھو بیٹھے۔ لیکن آپ عین ذات کو تبسم کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔

[2] یہ حدیث باختلاف سیر رسالہ قشیریہ میں مذکور ہے۔ علاوہ ازیں شمائل ترمذی کی ایک روایت سے بھی اس مضمون کی تائید ہوتی ہے۔ اور صحیح مسلم میں وارد ہے: انی لست کھیئتکم انی ابیت یطعمنی ربی ویسقینی۔

[3] نسائی شریف و مستدرک حاکم۔



Marfat.com

اَقْرَبُ مَا یَکُوْنُ الْعَبْدُ مِنَ الرَّبِّ فِی الصَّلٰوۃِ۔[1]
بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب نماز میں ہوتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ[2]
سجدہ کر اور نزدیک ہو۔

پس ہر اس وقت میں کہ قربِ الٰہی زیادہ حاصل ہوتا ہے اس میں غیر کی گنجائش کی نفی بھی زیادہ ہوتی ہے۔

اور وہ جو بعض مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم نے فرمایا ہے اور اپنی قوتِ حال اور استمرارِ وقت سے یوں خبر دی ہے کہ میرا حال نماز میں بھی غیر نماز کے حال کی طرح ہوتا ہے۔ تو احادیث مذکورہ بلکہ نص مذکور مساوات اور استمرار کی نفی کرتی ہیں۔

جاننا چاہیے کہ استمرارِ وقت تو متحقق ہے۔ گفتگو اس میں ہے کہ استمرارِ وقت کے باوجود حالت نادرہ بھی واقع ہوتی ہے یا نہیں۔ ایک جماعت کو جسے اس نادر وقت پر اطلاع نہیں دی گئی اس کی نفی کے قائل ہیں۔ اور دوسری جماعت کو جسے اس مقام سے حصہ دیا گیا ہے اس نادر وقت کے معترف ہوئے ہیں۔ اور حق بات یہ ہے کہ جسے بطفیل آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ نماز میں جمعیت عطا کی گئی ہے اور اس دولت قرب سے حصہ دیا گیا ہے بہت قلیل ہیں۔ اللہ سبحانہٗ اپنے کمال کرم سے بحرمت حضرت محمد علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ اس مقام سے ہمیں بھی حصہ عطا کرے۔

## معرفت:

صفات والے منتہی حضرات علوم و معارف میں مجذوبوں کے زیادہ نزدیک ہیں اور دولتِ شہود میں بھی دونوں ایک رنگ ہیں۔ کیونکہ دونوں اربابِ قلوب سے ہیں۔ غایۃ مافی الباب اتنی بات ہے کہ اربابِ صفات تفاصیل سے بھی مطلع ہیں۔ اور مجذوب تفاصیل صفات سے مطلع نہیں۔

نیز اربابِ صفات سلوک اور فوق کی طرف عروج کی وجہ سے عروج ناکردہ مجذوبوں سے زیادہ قرب رکھتے ہیں۔ لیکن اصل کی محبت ان (مجذوبوں) کے دامنگیر ہے۔ اگرچہ پردے درمیان میں حائل ہیں۔ کیا عجب ہے اگر مطابق اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ انسان اپنے محبوب کے ساتھ شمار ہوتا ہے۔ مجذوبوں میں بھی قرب اور معیت اصل کا اعتبار کریں۔ پس مجذوب محبت میں محمدیوں کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں۔ کیونکہ

[1] مسلم شریف بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ مشکوٰۃ شریف۔

[2] پارہ ۳۰ واں۔ سورۂ علق۔



Marfat.com

حبِ ذاتی اگرچہ حجابات کے ساتھ ہے مجذوبوں میں بھی پائی جاتی ہے۔

## معرفت:

اس گروہِ صوفیا کے بعض حضرات کی عبارات میں واقع ہے کہ اقطاب کے لیے تجلی صفات ہے اور افراد کے لیے تجلی ذات۔ یہ بات محل غور ہے۔ کیونکہ قطب محمدی المشرب ہوتا ہے۔ اور محمدیوں کے لیے تجلی ذات ہے۔ ہاں اتنی بات ہے کہ اس تجلی میں بہت سا تفاوت ہوتا ہے۔ وہ قرب جو افراد کو حاصل ہے اقطاب کو حاصل نہیں۔ لیکن دونوں کو تجلی ذات سے حصہ ضرور ملا ہوا ہے۔ ہاں اگر ہم یہ کہیں کہ قطب سے مراد قطب ابدال ہے جو حضرت اسرافیل کے قدم پر ہوتا ہے، نہ کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدم مبارک پر۔

## معرفت:

اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ — اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا۔

اللہ تعالیٰ بے مثل اور بے کیف ہے۔ اس نے آدم کی روح کو جو آدم کا خلاصہ ہے، بے مثل و بے کیف پیدا فرمایا۔ تو جس طرح حق سبحانہٗ و تعالیٰ لامکانی ہے، روح بھی لامکانی ہے۔ روح کو بدن کے ساتھ وہی نسبت ہے جو حق تعالیٰ و تقدس کو عالم کے ساتھ ہے۔ کہ نہ عالم میں داخل ہے نہ خارج۔ نہ متصل ہے نہ منفصل۔ قیومیت یعنی تدبیر و تصرف کے سوا اور کوئی نسبت مفہوم نہیں ہوتی۔ بدن کے ہر ذرے کا منتظم روح ہے جس طرح اللہ تعالیٰ تمام عالم کا قیوم و مدبر ہے۔ بدن کے لیے اللہ تعالیٰ کی قیومیت و تدبیر روح کی قیومیت کے واسطہ سے ہے۔ حق تعالیٰ کی طرف سے جو فیض بھی وارد ہوتا ہے، اس فیض کا محل ورود اولاً اور ابتداءً روح ہے۔ پھر روح کے واسطہ سے وہ فیض بدن کو پہنچتا ہے۔ اور جبکہ روح بے چونی اور بے چگونی (بے مثل و بے کیف) کی حالت پر پیدا کیا گیا ہے تو لامحالہ بے چوں و بے چگون حقیقی (اللہ تعالیٰ) کی اس میں گنجائش ہے۔

لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ وَلٰکِنْ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنِ[1] — میری گنجائش نہ تو میری زمین رکھتی ہے اور نہ میرا آسمان۔ ہاں میری گنجائش میرے بندہ مومن کا قلب رکھتا ہے۔

---

[1] اس حدیث کو امام غزالی نے احیاء العلوم میں ذکر کیا ہے۔ اور محدث دیلمی نے اسے مسند الفردوس میں بروایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ذکر کیا ہے۔ حافظ سیوطی نے الدرر المنتثرہ میں اس حدیث کی تخریج کی ہے۔



Marfat.com

کیونکہ ارض و سما اس وسعت و فراخی کے باوجود چونکہ دائرہ مکان میں داخل ہیں۔ اور چون و چگون کے داغ سے داغدار ہیں۔ اس لیے لامکانی ذات جو کیت اور مقدار سے مقدس اور پاک ہے کی گنجائش نہیں رکھتے۔ لامکانی شے مکان میں سمانے کی گنجائش نہیں رکھتی۔ اور بے چون چون میں آرام پذیر نہیں ہو سکتی۔ تو لامحالہ عبد مومن کے قلب میں جو لامکانی اور کیت و مقدار سے پاک ہے میں اس کا سمانا ثابت ہو گیا۔ عبد مومن کے قلب کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ غیر مومن کامل کا قلب لامکان کی بلندی سے نیچے آچکا ہے اور مقدار و کیت کا گرفتار ہو چکا ہے اور اس کا حکم اختیار کر چکا ہے۔ پس اس نزول اور گرفتاری کی بنا پر چونکہ دائرہ مکانی میں داخل ہو چکا ہے، اور کیت و شکل کی حالت پیدا کر چکا ہے اس لیے اس قابلیت کو ضائع کر چکا ہے

اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ۔ یہ لوگ چارپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے

اور مشائخ میں سے جس نے بھی اپنے قلب کی وسعت سے خبر دی ہے تو اس کی مراد یہی قلب کی لامکانیت ہے۔ اس لیے مکانی شے اگرچہ کتنی بھی وسیع ہو بہرحال تنگ ہی ہے۔ عرش عظمت و فراخی کے باوجود چونکہ مکانی ہے، لامحالہ لامکانی (روح) کے سامنے رائی کے دانہ کی حیثیت رکھتا ہے، بلکہ اس سے بھی کمتر۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ یہ قلب چونکہ انوار قدم کی تجلی کا محل بن چکا ہے، بلکہ قدیم ذات کے ساتھ بقا حاصل کر چکا ہے اس لیے عرش و مافیہا اگر اس میں آپڑیں تو بالکل محو و لاشے ہو جائیں، اور ان کا کچھ اثر و نشان باقی نہ رہے۔ جیسا کہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ نے اس مقام پر فرمایا ہے کہ محدث (فانی) کو جب قدیم کے ساتھ ملایا جائے تو فانی اور محدث کا کچھ اثر باقی نہیں رہتا۔

یہ ایک یکتا لباس ہے جو صرف روح کے قد پر ہی سیا گیا ہے۔ ملائکہ بھی یہ خصوصیت نہیں رکھتے۔ کیونکہ یہ بھی دائرہ مکان میں داخل ہیں اور چون کے ساتھ متصف ہیں۔ اسی بنا پر انسان رحمان جل سلطانہ کا خلیفہ قرار پایا۔ ہاں ہاں! شے کی صورت ہی شے کا خلیفہ بن سکتی ہے۔ جب شے کی صورت پر پیدا نہ کیا گیا ہو تو اس کی خلافت کے لائق نہیں ہو سکتا۔ اور جب تک خلافت کے لائق نہ ہو امانت کے بوجھ کو نہیں اٹھا سکتا۔ بادشاہ کی عطاؤں کو اسی کی سواریاں اٹھا سکتی ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:

| | |
|---|---|
| اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ | بے شک ہم نے آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں پر |
| وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا | امانت پیش کی تو انہوں نے اسے اٹھانے سے |
| وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ۭ | انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے۔ اور انسان نے اس |
| اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۔ | امانت کو اٹھا لیا۔ بیشک وہ بڑا ہی ظالم اور جاہل ہے۔ |

سلہ پارہ ۲۲ - سورۂ احزاب



Marfat.com

یعنی انسان اپنی ذات پر بہت ہی ظلم کرنے والا ہے کہ اپنے وجود اور توابع وجود کا کچھ اثر اور حکم باقی نہیں رہنے دیتا۔ اور کثیر الجہل ہے کہ اسے اپنے مقصود سے متعلق کچھ ادراک نہیں اور نہ ہی علم رکھتا ہے جس کی اپنے مطلوب کی طرف نسبت ہو۔ بلکہ اس مقام میں ادراک سے عاجز رہنا ہی ادراک ہے۔ اور جہالت کا اعتراف معرفت ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ کی معرفت زیادہ ہوگی وہ سب سے زیادہ حیرت میں ہوگا۔

## تنبیہ:

اگر بعض عبارات میں ایسا لفظ واقع ہو جائے جس سے ذات واجب تعالیٰ کے لیے ظرفیت یا مظروفیت کا وہم پڑتا ہو تو اسے بعد ان عبارت کی تنگی پر محمول کرنا چاہیے۔ اور کلام کی مراد کو علمائے اہل سنت کی آراء کے مطابق کرنا چاہیے۔

## معرفت:

عالم چاہے صغیر (انسان) ہو چاہے کبیر (مجموعہ کائنات) سب اسماء اور صفات الٰہیہ تعالیٰ شانہٗ کے مظاہر اور اس ذات سبحانہٗ کے شیون و کمالات ذاتیہ کے آئینے ہیں۔ اور وہ ذات سبحانہٗ و تعالیٰ ایک پوشیدہ خزانہ اور مخفی راز تھی۔ اس نے چاہا کہ خفا سے ظہور میں آئے اور اپنے آپ کو اجمال سے تفصیل کی طرف لائے جہان کو پیدا فرمایا تاکہ اپنے اصل پر دلالت کرے اور اپنی حقیقت کے لیے علامت اور نشانی بنے پس عالم کو اپنے صانع اور خالق کے ساتھ اس کے سوا اور کچھ نسبت نہیں کہ عالم مخلوق ہے اور اس ذات تعالیٰ و تقدس کے کمالاتِ پوشیدہ پر دلیل ہے۔ اس نسبت کے ماسوا جو حکم بھی لگایا جائے جیسے اتحاد، عینیت، احاطہ اور معیت، سب سکر وقت اور غلبۂ حال کے باعث ہے۔

مستقیم الاحوال اکابر جنہیں صحو اور ہوش کے پیالہ سے حصہ ملا ہے اس طرح کے علوم سے بیزار اور استغفار کرتے ہیں۔ اگرچہ ان مستقیم الاحوال بزرگوں کو راہِ سلوک کے درمیان یہ علوم حاصل ہوتے ہیں۔ لیکن بالآخر انہیں ان علوم سے برابر آگے لے جاتے ہیں اور علوم شریعت کے مطابق ان پر علوم لدنی وارد فرماتے ہیں۔

اس بحث کی تحقیق کے لیے ہم ایک مثال بیان کرتے ہیں۔ زیرک اور صاحب کمالات عالم جب چاہتا ہے کہ اپنے ذہن میں پوشیدہ کمالات کو میدان ظہور اور اپنے مخفی فنون کو سامنے لائے تو وہ حروف و اصوات کو ایجاد کرتا ہے۔ ان دلالت کرنے والے حروف و اصوات کو خزانہ ذہن میں موجود معانی بلکہ اس عالم موجد کے ساتھ اس کے سوا کچھ نسبت نہیں کہ وہ عالم ان کا موجد ہے۔ اور یہ حروف و اصوات کو اس ایجاد کرنے والے عالم کا عین یا اُن معانی کا عین کہنا بالکل بے معنی ہے۔ اسی طرح احاطے اور معیت کا حکم



Marfat.com

بھی اس واقعہ میں بخیر موجود ہے۔ معانی اپنی اسی سادگی اور تنہائی کی حالت میں ہیں۔ ہاں جبکہ معانی اور صفات معانی اور حروف واصوات کے درمیان دالیت اور مدلولیت کی نسبت متحقق اور موجود ہے۔ اس بنا پر بعض معانی زائدہ غیر مطابق واقع تخیل میں آجاتے ہیں۔ فی الحقیقت وہ عالم اور اس کے ذہن میں موجود معانی اس نسبت زائدہ سے منزہ اور مبرا ہیں۔ اور یہ حروف واصوات خارج میں موجود ہیں اور حروف و اصوات محض اوہام وخیالات ہیں۔ پس عالم جو ماسوا اللہ سے عبارت ہے خارج میں وجود ظلی اور کون تبعی کے ساتھ موجود ہے۔ نہ یہ کہ عالم اوہام وخیالات ہے۔

یہ مذہب بعینہٖ سوفسطائی کا مذہب ہے جو عالم کو اوہام وخیالات تصور کرتا ہے۔ عالم کی حقیقت کو ثابت ماننا عالم کو اوہام وخیالات سے نہیں نکال سکتا۔ کیونکہ اس صورت میں تو حقیقت موجود ہوگی نہ کہ عالم۔ کیونکہ عالم اس کی حقیقت مفروضہ سے الگ ایک شے ہے۔

## تنبیہ:

جہان کا واجب تعالیٰ کے اسماء اور صفات کا مظہر اور آئینہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ صُوَرِ اسماء اور صفات کا آئینہ ہیں۔ نہ کہ بے واسطہ صورِ عین صفات اور اسماء کا آئینہ اور مظہر ہیں۔ کیونکہ اس کا اسم بھی مسمّٰی کی طرح کسی آئینے کا محاط نہیں ہوسکتا۔ اور صفت بھی بے مثل موصوف کی مانند کسی مظہر کی قید میں نہیں آسکتی ؎

در تنگنائے صورت معنی چگونہ گنجد[1]
در کلبۂ گدایاں سلطاں چہ کار دارد

## معرفت:

اگرچہ آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کامل متبعین کے لیے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کی اتباع کی برکت سے تجلی ذات سے جو بالاصالۃ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خاصہ ہے، حصہ ملتا ہے۔ اور باقی تمام انبیاء علیٰ نبینا وعلیہم الصلوات والتحیات والتسلیمات کے لیے تجلیات صفات ہیں اور تجلی ذات تجلی صفات سے اشرف اور اعلیٰ ہے۔ لیکن انبیاء کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوات والتحیات کے لیے تجلیات صفات میں وہ قرب حاصل ہے جو اس امت کے کامل متبعین کے لیے بطریق تبعیت تجلی ذات حاصل ہونے کے باوجود حاصل نہیں۔

مثلاً ایک شخص جمال آفتاب کی محبت میں مدارج عروج کو طے کر کے آفتاب تک پہنچے اور اس کے اور

---

[1] صورت کے تنگ مقام میں معنی نہیں سما سکتا۔ گداؤں کی کٹیا میں سلطان کا کیا کام۔



Marfat.com

آفتاب کے درمیان سوائے ایک باریک پردہ کے کچھ حائل نہ رہے۔ اور ایک دوسرا شخص ذات آفتاب کی محبت کے باوجود ان مراتب تک عروج سے عاجز ہوا اگرچہ اس کے اور آفتاب کے درمیان باریک سا پردہ بھی حائل نہ ہوا تاہم اس امر میں کچھ شک نہیں کہ شخص اول آفتاب کے زیادہ نزدیک ہے اور اس کے کمالات دقیقہ کو زیادہ جاننے والا ہے۔

پس اس امت کے اولیاء کرام ہیں باوجود اس امت کے خیر الامم ہونے کے اپنے پیغمبر کے افضل ہونے کے باوجود کسی نبی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ اگرچہ اس ولی کو اپنے پیغمبر کی متابعت کے واسطہ سے مقام ما بہ الافضلیت سے حصہ ملا ہوا ہے۔ نضیلت کلی صرف انبیاء کرام کو حاصل ہے۔ اولیاء کرام طفیلی ہیں۔

اب ہمیں اپنے اس مکتوب کو ان ہی الفاظ پر ختم کرنا چاہیے۔ ہم اس پر اور تمام نعمتوں پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی حمد وثنا کرتے ہیں۔

والصلوٰة والسلام علیٰ افضل انبیائه وعلیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین والملٰئکة المقربین وعلی الصدیقین والشهداء والصالحین۔

# مکتوب نمبر ۲۸۸

سید انبیاء سارنگپوری کی طرف صادر فرمایا:

نماز نوافل جیسے نماز عاشورا، شب قدر اور شب برات وغیرہ با جماعت ادا کرنے سے روکنے اور منع کرنے کے بیان میں اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تمام تعریفیں اس رب العالمین کے لیے ہے جس نے ہمیں سید المرسلین کی متابعت سے مشرف فرمایا اور جس نے ہم کو دین میں بدعات سے بچایا۔ اور صلوٰۃ وسلام نازل ہو اس ہستی پر جس نے ضلالت وگمراہی کی بنیادوں کا قلع وقمع فرمایا اور ہدایت کے جھنڈوں کو بلند فرمایا۔ اور آپ کی نیکوکار آل اور پسندیدہ اصحاب پر بھی رحمت وسلامتی کا نزول ہو۔

جاننا چاہیے کہ اس زمانہ کے اکثر عوام وخواص ادائے نوافل کا اہتمام بڑا ملحوظ خاطر رکھتے ہیں۔ اور فرائض کی ادائیگی میں سستیوں کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اور فرائض میں سنن ومستحبات کی بہت کم رعایت کرتے ہیں۔ نوافل کو عزیز جانتے ہیں اور فرائض کو ذلیل وخوار۔ بہت کم ہی ایسا ہوتا ہے کہ فرائض کو اوقات مستحبہ



Marfat.com

میں ادا کریں۔ مسنون جماعت کے بڑھانے بلکہ نفس جماعت میں کچھ اہتمام نہیں کرتے اور سستی اور تساہل کے ساتھ فرائض کے ادا کرنے کو غنیمت شمار کرتے ہیں۔ اور عاشورا کے روزے ماہ رجب کی ستائیسویں رات اور ماہِ مذکور کی اول شب جمعہ میں جس کا نام انہوں نے لیلۃ الرغائب رکھا ہوا ہے' کمال اہتمام کی رعایت کرتے اور کثیر جماعت کے ساتھ نوافل کو باجماعت ادا کرتے ہیں۔ اور اس عمل کو نیک اور مستحسن خیال کرتے ہیں۔ اور نہیں جانتے کہ یہ شیطانی آرائشوں میں سے ہے' جو برائیوں کو حسنات کی شکل میں دکھاتا ہے۔

(۱) شیخ الاسلام مولانا عصام الدین ہروی حاشیہ شرح وقایہ میں فرماتے ہیں کہ: "نوافل جماعت کے ساتھ ادا کرنا اور فرضوں کی جماعت ترک کرنا ابلیس لعین کے پھیلائے ہوئے جالوں میں سے ہے۔"

(۲) جاننا چاہیے کہ نوافل کو پوری دل جمعی اور جماعت کے ساتھ ادا کرنا بدعات مذمومہ مکروہہ میں سے ہے۔ ایسی بدعتوں کے متعلق حضرت رسالت خاتمیت علیہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا نے فرمایا ہے:

مَنْ اَحْدَثَ فِیْ دِیْنِنَا هٰذَا فَهُوَ رَدٌّ [1]۔ — جس شخص نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات نکالی تو وہ بات مردود ہے۔

(۳) جاننا چاہیے کہ نوافل باجماعت ادا کرنا بعض فقہی روایات میں مطلقاً مکروہ ہے۔ اور بعض دوسری فقہی روایات میں یہ کراہت تداعی اور اجتماع کے ساتھ مشروط کی گئی ہے۔ پس اگر تداعی کے بغیر ایک دو آدمی مسجد کے کونہ میں نوافل باجماعت ادا کریں تو یہ بلا کراہت جائز ہے۔ اور اگر نفلوں کی جماعت میں تین افراد جمع ہو جائیں تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ اور اگر چار افراد شریک ہو جائیں تو بعض روایات کے مطابق باتفاق فقہاء کرام مکروہ ہے۔ اور بعض دوسری روایات میں ہے کہ چار افراد کا مل کر نوافل باجماعت ادا کرنا زیادہ صحیح یہ ہے کہ مکروہ ہے۔ فتاویٰ سراجیہ [2] میں ہے:

کرہ التطوع بالجماعۃ بخلاف التراویح وصلوٰۃ الکسوف — نفل نماز باجماعت ادا کرنا مکروہ ہے بخلاف نماز تراویح اور سورج گہن کی نماز کے (کہ اسے باجماعت

---

[1] بخاری و مسلم شریف بروایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا باختلاف یسیر۔

[2] یہ فتاویٰ سراج الدین اوشی بن عثمان بن محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصنیف ہے مصنف نے اس فتاویٰ میں وہ نوادر مسائل بیان کیے ہیں جو اکثر کتب میں نہیں ملتے۔ یہ فتاویٰ بزرگ موصوف نے مقام اوش میں محرم ۵۶۹ھ میں مکمل فرمایا۔



Marfat.com

ادا کرنا مکروہ نہیں)

(۵) فتاویٰ غیاثیہ میں شیخ الاسلام سرخسی[1] رحمۃ اللہ سبحانہٗ علیہ فرماتے ہیں:

التطوع بجماعة خارج رمضان انما یکرہ اذا کان علی سبیل التداعی اما اذا اقتدی واحد او اثنان لا یکرہ وفی الثلاث اختلاف وفی الاربع یکرہ بلا خلاف

غیر رمضان میں نوافل با جماعت ادا کرنا مکروہ ہے جب تداعی کے طور پر ہو۔ لیکن اگر ایک مقتدی یا دو ہوں تو مکروہ نہیں۔ اور تین میں اختلاف ہے اور چار مقتدیوں کی صورت میں بلا اختلاف مکروہ ہے۔

(۶) فقہ کی مشہور کتاب خلاصہ میں مذکور ہے:

التطوع بالجماعة اذا کان علی سبیل التداعی یکرہ اما اذا صلوا بجماعة بغیر اذان واقامة فی ناحیة المسجد لا یکرہ۔

نفلوں کی جماعت جبکہ تداعی کے طور پر ہو تو مکروہ ہے لیکن اگر بغیر اذان و اقامت مسجد کے ایک کونے میں با جماعت نفل پڑھ لیں تو مکروہ نہیں۔

(۷) شمس الائمہ الحلوانی[2] فرماتے ہیں:

اذا کان سوا الامام ثلاثة لا یکرہ بالاتفاق وفی الاربع اختلاف ——— والاصح انه مکروہ

جب امام کے سوا تین افراد ہوں تو نوافل کی جماعت بالاتفاق مکروہ نہیں۔ اور چار میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ اور صحیح تر یہی ہے کہ مکروہ ہے۔

---

[1] یعنی محمد بن احمد بن سہل ابو بکر شمس الائمہ السرخسی۔ آپ امام، علامہ، دین کی حجت، متکلم، مناظر، علم اصول کے ماہر اور مسائل میں مجتہد تھے۔ ۷۰ برس ورانیک شمس الائمہ الحلوانی کی خدمت میں رہے ۴۹۰ھ یا ۵۰۰ھ میں وصال فرمایا۔ آپ نے اوزجند کی جیل میں پندرہ جلدوں میں مبسوط تصنیف فرمائی۔ آپ نے بادشاہ وقت خاقان کو نیکی کی تلقین کی جس کی پاداش میں آپ کو جیل میں قید کر دیا گیا۔ سرخس بلاد خراسان میں مشہور اور قدیم شہر ہے۔

[2] یعنی عبدالعزیز بن احمد بن نصر بن صالح البخاری الحنفی الحلوانی المتوفی چار سو اڑتالیس یا انچاس ہجری۔ آپ کے والد ماجد احمد بن نصر رحمۃ اللہ علیہ حلوے کی تجارت کرتے تھے۔ آپ فقراء کو بلا قیمت حلوا دیتے اور فرماتے میرے بچے کے لیے دعا کرو۔ آپ کی سخاوت حسن اعتقاد اور بارگاہ ایزدی میں عجز و زاری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کے صاحبزادے حضرت شمس الائمہ کو بہت اونچا مقام عطا فرمایا۔ اور اگر حلوانی شہر کی طرف نسبت ہو تو پھر یہ لفظ حلوانی کی بجائے حلوانی ہوگا۔

کشف الظنون



Marfat.com

(۸) فتاوٰی شافیہ میں ہے:

ولا یصلی التطوع بالجماعة الا فی شهر رمضان وذلك انما یکره اذا کان علی سبیل التداعی یعنی باذان واقامة اما لو اقتدی واحد او اثنان لا علی سبیل التداعی فلا یکره واذا اقتدی ثلاثة اختلف المشائخ رحمهم الله تعالٰی و ان اقتدی اربعة کره اتفاقاً۔

کوئی شخص بھی نوافل جماعت کے ساتھ ادا نہ کرے سوائے رمضان شریف کے مہینہ کے۔ اور نوافل با جماعت ادا کرنا مکروہ ہے جبکہ اذان اور اقامت کے ساتھ ان کی جماعت کرائی جائے۔ اور اگر ایک آدمی یا دو آدمی اذان اور اقامت کے بغیر اقتدا کریں تو مکروہ نہیں۔ اور جب تین مقتدی ہوں تو اس میں مشائخ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم کا اختلاف ہے۔ اور اگر مقتدی چار ہو جائیں تو بالاتفاق مکروہ ہے۔

اور اس طرح کی روایات بہت ہیں اور فقہی کتابیں ایسی روایات سے پر ہیں۔ اور اگر کوئی ایسی روایت ملے جس میں تعداد کا ذکر نہ ہو اور مطلقاً جواز ظاہر کرے تو اس بارے میں مقید روایات پر محمول کرنا چاہیے۔ اور مطلق سے مقید مراد لینا چاہیے اور جواز کو دو یا تین افراد میں ہی منحصر جاننا چاہیے۔ اس لیے کہ علمائے حنفیہ اگرچہ اصول میں مطلق کو اپنے اطلاق پر ہی رکھنے کے قائل ہیں اور مقید پر عمل نہیں کرتے لیکن روایات میں انہوں نے مطلق کو مقید پر حمل کرنا جائز بلکہ لازم قرار دیا ہے۔ اور اگر بطریق فرض محال حمل نہ کریں اور مطلق ہی رہنے دیں تو ایسی صورت میں یہ مطلق اس مقید کے قابل اور منافی ہو جائے گا، اگر قوت میں برابر ہو۔ اور قوت میں مساوات ممنوع ہے۔ کیونکہ کراہت کی روایات کثرت کے باوجود مختار اور مفتیٰ بہا ہیں بخلاف اباحت کی روایات کے۔ اور اگر دونوں کی مساوات تسلیم کر لی جائے تو ہم کہیں گے کہ کراہت اور اباحت کی دلیلوں کے تعارض کی صورت میں جانب کراہت کو ترجیح حاصل ہے۔ کیونکہ اسی میں احتیاط کی رعایت ہے۔ جیسا کہ اصول فقہ والوں کے ہاں یہ امر طے شدہ ہے۔

پس وہ لوگ جو عاشورہ کے دن اور شب برات اور ستائیسویں رجب کی رات میں نماز با جماعت ادا کرتے ہیں، کم و بیش دو دو سو اور تین تین سو افراد مسجد میں جمع ہوتے ہیں۔ اور اس نماز اور اجتماع اور جماعت کو نیک خیال کرتے ہیں، باتفاق فقہا مکروہ امر کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اور مکروہ چیز کو اچھا جاننا بڑے گناہوں میں سے ہے۔ کیونکہ حرام کو مباح جاننا کفر تک کھینچ کر لے جاتا ہے۔ اور مکروہ چیز کو اچھا گمان کرنا اس سے صرف ایک مرتبہ کم ہے ——— اس فعل کی برائی کو اچھی طرح ذہن میں رکھنا چاہیے۔



Marfat.com

نوافل کی جماعت جائز کہنے والوں کی دلیل عدمِ تداعی ہے۔ ہاں بعض روایات کے مطابق عدمِ تداعی کراہت کو دور کر دیتی ہے۔ لیکن وہ بھی ایک یا دو مقتدیوں کے ساتھ ہے۔ اور اس میں بھی یہ شرط ہے کہ مسجد کے کسی کونے میں ہو۔ اور اس شرط کے نہ ہونے کی صورت میں جواز کی کوئی صورت نہیں۔

علاوہ ازیں تداعی کا معنی یہ ہے کہ نفل نماز کی ادائیگی کے لیے ایک دوسرے کو بلانا اور آگاہ کرنا۔ اور یہ معنی اس طرح کی جماعتوں میں پایا جاتا ہے کیونکہ تبلیوں کے قبیلے عاشورہ کے دن ایک دوسرے کو بتاتے پھرتے ہیں اور کہتے پھرتے ہیں کہ فلاں شیخ یا فلاں عالم کی مسجد میں چلنا چاہیے اور نفل نماز باجماعت ادا کرنی چاہیے۔ ان لوگوں نے اس فعل کو عادت بنا رکھا ہے۔ اس طرح بتاتے پھرنا اذان اور اقامت سے بھی بڑھ کر ہے۔ پس اس صورت میں تداعی بھی ثابت ہے۔ اور اگر ہم تداعی کو اذان اور اقامت کے ساتھ ہی مخصوص رکھیں جیسا کہ بعض روایات میں واقع ہوا ہے۔ اور حقیقۃً اذان اور اقامت ہی مراد لیں تو پھر اس کا جواب وہ ہے جو اوپر گزرا۔ کہ ایسی نماز مذکورہ شرط کے ساتھ ایک یا دو مقتدیوں کے ساتھ خاص ہے۔

جاننا چاہیے کہ نوافل کے ادا کرنے کی بنیاد اخفا اور پوشیدگی پر ہے کیونکہ نفل عبادت ریا اور نمائش کا مقام ہے اور جماعت اخفا اور پوشیدگی کے منافی ہے۔ اور ادائے فرائض میں اظہار اور اعلان مطلوب ہیں۔ کیونکہ فرائض ریا اور نمائش کے شبہ سے مبرا ہے۔ پس انہیں باجماعت ہی ادا کرنا مناسب ہے۔

علاوہ ازیں ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ کثرتِ اجتماع فتنے کے پیدا ہونے کا مقام ہے۔ اسی لیے نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے لیے بادشاہ وقت یا اس کے نائب کی موجودگی کو شرط قرار دیا گیا ہے تاکہ فتنہ کے پیدا ہونے سے امن رہے۔ اور ان مکروہ جماعتوں میں اس فتنے کو پیدا کرنے کا قوی احتمال ہے۔ لہٰذا اس طرح کا اجتماع شرعاً جائز نہیں بلکہ ممنوع ہے۔ اور حدیث نبوی علیہ من الصلوات افضلها ومن التسلیمات اکملها میں وارد ہے۔

اَلْفِتْنَةُ نَائِمَةٌ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ اَيْقَظَهَا — فتنہ سویا ہوتا ہے۔ اس شخص پر اللہ کی لعنت پڑتی ہے جو اسے جگائے۔[1]

پس اسلام کے والیوں اور ریاست کے قاضیوں اور لوگوں کا محاسبہ کرنے والوں پر لازم ہے کہ اس طرح

---

[1] علامہ محمد مراد مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو امام رافعی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔



Marfat.com

کے اجتماع سے لوگوں کو روکیں اور اس بارے میں لوگوں کو سخت ڈانٹ ڈپٹ کرتے رہیں تاکہ اس بدعت کی بیخ کنی ہو سکے جو فتنے میں مبتلا کرنے والی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی حق کو ثابت کرتا ہے اور وہی سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔

# مکتوب نمبر ۲۸۹

مولانا بدرالدین کی طرف صادر فرمایا:

قضاء وقدر کے اسرار اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے قضاء وقدر کے راز کو اپنے خاص بندوں پر منکشف کر دیا اور سیدھے راستے سے بھٹک جانے کے امکان کی بنا پر عوام سے اس راز کو پوشیدہ رکھا۔ اور صلوٰۃ و سلام نازل ہو اس ذات پر جس نے اس بارے میں حجت اور دلیل کو مکمل کر دیا، اور تباہ ہونے والے نافرمان لوگوں کے حیلوں بہانوں کو کاٹ کر رکھ دیا۔ اور آپ کے نیکوکار اور متقی اہل بیت اور صحابہ پر بھی جو تقدیر پر ایمان لائے اور قضا پر راضی ہوئے۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد چونکہ مسئلہ قضاء وقدر کی تحقیق میں لوگ حیرت میں اور گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور ناظرین میں سے اکثر لوگوں پر باطل وہم اور بے فائدہ خیالات غالب آ چکے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض بندے سے جو کچھ اس کے اختیار سے صادر ہوتا ہے اس میں جبر کے قائل ہوئے ہیں۔ اور بعض نے بندے سے جو کچھ صادر ہوتا ہے اس کی خدائے واحد کی طرف نسبت کی نفی کی ہے۔ اور ایک گروہ نے قضاء وقدر کے عقیدے میں میانہ روی اختیار کی ہے، اور یہی صراط مستقیم اور مضبوط راستہ ہے۔ اور بے شک میانہ روی کے اس عقیدے کی توفیق فرقہ ناجیہ یعنی اہل سنت والجماعت رضی اللہ تعالیٰ عنہم وعن اسلافہم واخلافہم کو نصیب ہوئی ہے تو ان اہل سنت والجماعت نے اس بارے میں زیادتی اور کمی کو ترک کیا اور وسط اور درمیانی راستے کو اختیار کیا۔

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت امام جعفر بن محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت فرمایا اور عرض کیا اے رسول اللہ کے بیٹے! کیا اللہ تعالیٰ نے اختیار بندوں کے سپرد کر دیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس سے عظیم اور برتر ہے کہ ربوبیت کو بندوں کے حوالے



Marfat.com

کردے۔ پھر امام ابوحنیفہ نے عرض کی "کیا اللہ تعالیٰ نے بندوں کو مجبور پیدا کیا ہے؟ تو امام جعفر صادق نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بات سے بہت عدل والا ہے کہ وہ بندوں کو پہلے تو مجبور پیدا کرے اور پھر انہیں عذاب میں ڈالے۔ پھر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ اس معاملے کی پھر اصل حقیقت کیا ہے؟ تو امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ معاملہ اختیار اور جبر کے درمیان ہے۔ کہ نہ تو انسان بالکلیہ مجبور ہے اور نہ بالکلیہ مختار ہے۔ اور نہ اللہ کی طرف سے انسان پر کوئی جبر ہے۔ اور نہ کوئی بات خواہ مخواہ انسان پر مسلط کی گئی ہے"۔

شاید اسی وجہ سے اہل سنت نے فرمایا ہے کہ بندوں کے افعال اختیاریہ خلق اور ایجاد کے لحاظ سے اللہ کی قدرت کے تحت ہیں اور دوسرے اعتبار سے یعنی کسب اور اکتساب کے تعلق کے اعتبار سے بندوں کی قدرت کے تحت ہیں۔ پس بندے کی حرکت کو حق تعالیٰ کی قدرت کی طرف نسبت کے اعتبار سے خلق اور ایجاد کہتے ہیں اور بندے کی قدرت کے ساتھ ربط اور تعلق کے اعتبار سے کسب و اکتساب کہتے ہیں۔

لیکن اہل سنت میں سے امام ابوالحسن اشعری اس طرف گئے ہیں کہ بندوں کے اختیار کو ان کے افعال میں کچھ دخل نہیں۔ ہاں، اتنی بات ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اپنی عادت کے مطابق ان کے اختیار کے پیچھے ان کے فعل کو ایجاد فرما دیتا ہے۔ اس لیے کہ امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک فانی اور حادث قدرت کی کچھ تاثیر نہیں۔ اور یہ مذہب جبر کی طرف مائل ہے۔ اسی لیے اسے جبر متوسط کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔

اور استاذ ابواسحاق اسفرائنی نے فرمایا ہے کہ اصل فعل اور حصول فعل میں بندے کی قدرت کو دخل ہے۔ اور بندے کا فعل دو قدرتوں سے وجود میں آتا ہے (ایک اللہ کی قدرت اور دوسری بندے کی قدرت)۔ اور اس بزرگ نے دو مختلف جہتوں سے ایک اثر پر دو موثروں کے اجتماع کو جائز قرار دیا ہے۔

اور قاضی ابوبکر الباقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس بات کے قائل ہیں کہ بندے کی قدرت وصف فعل میں بایں طور تاثیر کرتی ہے کہ فعل کو طاعت یا معصیت کے ساتھ موصوف کر دیا جاتا ہے۔

اور اس عبد ضعیف کے نزدیک مختار یہ ہے کہ اصل فعل اور وصف فعل میں بیک وقت بندے کی قدرت کی تاثیر کا دخل ہے۔ اس لیے کہ اصل میں تاثیر کے بغیر وصف میں تاثیر کا کوئی معنیٰ نہیں۔ اس لیے کہ وصف کا اثر اصل پر متفرع ہوتا ہے۔ لیکن وہ اصل فعل کی تاثیر پر ایک زائد تاثیر کا محتاج ہے۔



Marfat.com

کیونکہ وصف کا وجود اصل کے وجود پر زائد ہوتا ہے اور بندے کی تاثیر کے قائل ہونے میں کوئی خرابی نہیں۔ اگرچہ یہ بات اشعری کو ناگوار گزرے۔ اس لیے کہ قدرت میں تاثیر بھی اللہ سبحانہٗ کی ایجاد سے ہوتی ہے جس طرح نفس قدرت اللہ تعالیٰ کی ایجاد سے ہے۔ اور تاثیر قدرت کا قائل ہونا ہی درستی کے زیادہ قریب ہے

اور اشعری کا مذہب فی الحقیقت دائرہ جبر میں داخل ہے۔ کیونکہ اس کے نزدیک بندے کو کوئی اختیار حاصل نہیں اور نہ ہی اس کے نزدیک بندے کی فانی قدرت کو تاثیر حاصل ہے۔ مگر اتنی بات ہے۔ کہ جبریہ کے نزدیک فعل اختیاری کی نسبت فاعل کی طرف حقیقتاً نہیں بلکہ مجازاً ہوتی ہے۔ اور اشعری کے نزدیک فاعل کی طرف حقیقتاً نسبت ہوتی ہے۔ اگرچہ بندے کے لیے حقیقتاً کچھ اختیار ثابت نہیں اس لیے کہ فعل بندے کی قدرت کی طرف حقیقتاً منسوب ہوتا ہے چاہے یہ قدرت تھوڑی بہت ہی موثر ہو جیسا کہ اشعری کے علاوہ دوسرے اہل سنت کا مذہب ہے۔ یا مدار محض ہو جیسا کہ اشعری کا مذہب ہے۔ اور اس فرق کے ساتھ اہل حق کا مذہب اہل باطل کے مذہب سے ممتاز ہو جاتا ہے۔ اور فعل کو فاعل سے حقیقتاً نفی اور مجازی طور پر اس کا بندے کے لیے ثبوت جیسا کہ فرقہ جبریہ کا مذہب ہے، کفر محض اور بدیہی امر کا انکار ہے۔

صاحب تمہید[1] نے فرمایا ہے جبریہ میں سے کچھ لوگ وہ ہیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ فعل کا صدور بندے سے صرف ظاہراً اور مجازاً ہوتا ہے۔ حقیقتاً اسے کوئی استطاعت اور قدرت حاصل نہیں۔ بلکہ بندہ درخت کی مانند ہے کہ جب اسے ہوا حرکت دیتی ہے تو وہ حرکت میں آتا ہے، بعینہ درخت کی طرح بندہ بھی مجبور محض ہے۔ یہ قول کفر ہے، اور جو اس طرح کا اعتقاد رکھے کافر ہے۔

اور صاحب تمہید نے فرقہ جبریہ کا مذہب بیان کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا ہے کہ ان کا یہ قول کہ حقیقۃً بندوں کے اپنے افعال کا وجود ہی نہیں ہے، نہ خیر میں اور نہ شر میں۔ اور جو کچھ بندہ کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے فی الحقیقت اس کا فاعل اللہ ہے۔ اور یہ کفر ہے۔

## سوال:

اگر تم کہو کہ جب بندے کی قدرت کے لیے افعال میں کچھ تاثیر نہیں اور اسے حقیقۃً کچھ اختیار بھی نہیں۔ تو پھر امام اشعری کے نزدیک بندے کی طرف حقیقۃً افعال کی نسبت کے کیا معنی ہیں؟

---

[1] یعنی ابو المعین میمون بن محمد النسفی الحنفی۔ المتوفی ۵۰۸ھ۔ کشف الظنون



Marfat.com

**جواب :**

میں کہتا ہوں کہ اگرچہ بندے کی قدرت کو افعال کے صدور میں کچھ تاثیر نہیں تاہم اتنی بات ضرور ہے کہ اللہ سبحانہ' وتعالیٰ نے بندے کی قدرت کو وجود افعال کا مدار ضرور قرار دیا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ اپنی عادت جاریہ کے مطابق بندوں کے افعال کی طرف اپنی قدرت اور اختیار صرف کرنے کے متصل بعد افعال کو پیدا کرتا ہے۔ اور قدرت بندہ وجود افعال کے لیے علت عادیہ بن جاتی ہے۔ تو اس طرح ماننا صدور افعال میں قدرت کے لیے دخل ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ عادتہ افعال قدرت کے بغیر وجود میں نہیں آ سکتے۔ اگرچہ قدرت کے لیے افعال میں کچھ تاثیر ثابت نہیں۔ تو علت عادیہ کے اعتبار سے حقیقۃً افعال عباد کی نسبت ان کی طرف ہوتی ہے۔ مذہب اشعری کی تصحیح میں یہ انتہائی کوشش ہے لیکن اب بھی اس کلام میں غور و تامل کی گنجائش ہے۔

جاننا چاہیے کہ اہل سنت تقدیر پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور اس امر کے قائل ہیں کہ خیر و شر کڑوی اور میٹھی (خوشگوار اور ناخوشگوار) تقدیر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ کیونکہ قدر و تقدیر کے معنی احداث اور ایجاد کے ہیں۔ اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ محدث اور موجد صرف اللہ سبحانہ ہی کی ذات مقدس ہے۔ اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ وہی ہر شے کا خالق ہے تو اسی کی عبادت کرو۔

اور معتزلہ اور قدریہ قضا و قدر کے منکر ہیں اور ان کا گمان ہے کہ افعال عباد صرف بندوں کی قدرت سے وجود میں آتے ہیں۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ بندوں کے لیے شر اور برائی کا فیصلہ کرتا' اور پھر ان کو اس پر عذاب دیتا تو یہ اس ذات سبحانہ' کی طرف سے ظلم اور جور قرار پاتا۔ لیکن یہ شبہ ان لوگوں کی جہالت کے باعث ہے۔ کیونکہ قضائے الٰہی بندے کی قدرت اور اختیار کو سلب نہیں کرتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قضا اس طرح کی ہے کہ بندہ اپنے اختیار سے یہ کام کرے گا یا چھوڑے گا۔ غایۃ ما فی الباب یہ ہے کہ قضا اختیار کو واجب اور لازم کرتی ہے اور یہ چیز اختیار کو ثابت کرتی ہے۔ اختیار کے منافی نہیں۔

نیز ان لوگوں کا یہ قول افعال باری تعالیٰ سے بھی مردود قرار پاتا ہے۔ کیونکہ قضا کے اعتبار سے اللہ سبحانہ' کا فعل یا تو واجب ہے یا ممتنع۔ اس لیے کہ قضا کا تعلق اگر وجود سے ہوگا تو واجب ہے۔ یا عدم سے تعلق ہوگا تو وہ ممتنع ہوگا۔ تو اگر وجوب فعل بالاختیار اختیار کے منافی ہو تو باری تعالیٰ مختار نہ رہے گا۔ اور یہ کفر ہے۔

اور یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ بندے کے ایجاد فعل میں بندے کی قدرت کے کمزور ہونے کے



Marfat.com

باوجود اسے مستقل تسلیم کرنا نہایت رکیک بات ہے اور نہایت بے وقوفی اس کا منشا ہے۔ اسی لیے ماوراء النہر کے مشائخ شکر اللہ تعالیٰ سعیھم نے اس مسئلہ میں معتزلہ اور قدریہ کو گمراہ کہنے میں مبالغہ کیا ہے چنانچہ مشائخ ماوراء النہر نے یہاں تک کہا ہے کہ مجوسیوں کا حال ان سے بہتر ہے۔ کہ انہوں نے تو ایک ہی شریک ثابت کیا ہے' اور ان معتزلہ نے لاتعداد شریک ثابت کیے ہیں۔

اور جبریہ فرقے کا گمان یہ ہے کہ بندے کا فعل ہے ہی نہیں۔ بلکہ بندے کی حرکات جمادات کی حرکات کی طرح ہیں۔ ان لوگوں کے نزدیک بندوں کو نہ تو قدرت ہے' نہ ارادہ اور نہ اختیار۔ اور ان کا گمان ہے کہ بندے کو نہ تو نیکی پر ثواب ملتا ہے اور نہ برائی پر عذاب۔ اور کفار اور نافرمان لوگ معذور ہیں۔ ان سے کوئی پوچھ نہ ہو گی۔ کیونکہ سارے افعال اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں' اور بندہ اس بارے میں مجبور ہے۔ جبریہ کا یہ عقیدہ کفر ہے۔

اور یہ یعنی مرجیئہ کہتے ہیں کہ معصیت کوئی ضرر اور نقصان نہیں دیتی۔ اور نافرمان کو سزا نہیں ہو گی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے' آپ نے فرمایا:

لُعِنَتِ الْمُرْجِئَةُ عَلٰى لِسَانِ سَبْعِيْنَ نَبِيًّا۔ — مرجیئہ فرقہ پر ستر نبیوں نے لعنت کی ہے۔

اور ان لوگوں کا مذہب بالبداہۃ باطل ہے۔ اس لیے کہ اپنے اختیار سے حرکت دینے اور مرض رعشہ سے حرکت پیدا ہونے میں واضح فرق ہے۔ اور ہم یقین سے جانتے ہیں کہ پہلی حرکت بندے کے اختیار سے ہے اور دوسری غیر اختیاری ہے۔ اور نصوص قطعیہ بھی اس مذہب کی نفی کرتی ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد:

جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ — یہ جزا ہے ان اعمال کی جو وہ کرتے تھے

اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول:

فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ۔ — تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر اختیار کرے۔

---

[1] اس حدیث کو امام مناوی نے کنز الحقائق میں اور سیوطی نے بحوالہ حاکم تاریخ میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ اور اسی مضمون کی ایک حدیث بروایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما امام ترمذی نے ترمذی شریف میں ذکر کی ہے۔



Marfat.com

وغیر ذالک۔

جاننا چاہیے کہ بہت سے لوگ اپنی کمزور ہمتوں اور ناقص نیتوں کے باعث مختلف حیلے بہانے اور عذر تلاش کرتے ہیں۔ اور اپنے آپ سے سوال آخرت کو دفع کرتے ہیں۔ تو یہ لوگ اشعری کے مذہب بلکہ جبریہ کے مذہب کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ پھر یہ لوگ کبھی تو یہ کہتے ہیں کہ بندے کو حقیقۃً کچھ اختیار نہیں۔ اور فعل کی اس کی طرف نسبت مجازاً ہے۔ اور کبھی جبر کو مستلزم ضعیف اختیار کے قائل ہوتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ اس مقام میں بعض صوفیہ کے کلام کو سنتے ہیں کہ فاعل صرف ایک ہے۔ اور بندے کے افعال میں اس کی قدرت کا کچھ دخل نہیں۔ اور بندے کی حرکات جمادات کی حرکات کی مانند ہیں۔ بلکہ بندے کی ذات اور صفت کا وجود سراب کی طرح ہے جسے پیاسا آدمی پانی گمان کرتا ہے۔ یہاں تک کہ جب اس کے پاس آتا ہے تو کوئی شے نہیں پاتا۔ اور اللہ کی ذات کو اپنے پاس پاتا ہے۔ اور اسی طرح کی اور باتیں جب سنتے ہیں تو اقوال و افعال میں مداہنتوں اور سستیوں پر جرأت میں وہ اور آگے بڑھ جاتے ہیں۔

تو ہم اس مقام کی تحقیق میں کہتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہی حقیقت مقصد کو بہتر جانتا ہے کہ اگر بندے کے لیے حقیقتاً اختیار ثابت نہ ہوتا جیسا کہ اشعری کا مذہب ہے تو اللہ تعالیٰ بندوں کی طرف ظلم کی نسبت نہ کرتا۔ کیونکہ انہیں تو کوئی اختیار ہی نہیں اور نہ ان کی قدرت کے لیے کچھ تاثیر ہے۔ بلکہ وہ قدرت تو اس کے نزدیک مدار محض ہے۔ حالانکہ اللہ سبحانہٗ نے اپنی کتاب مجید میں بہت مقامات پر ظلم کی نسبت بندوں کی طرف کی ہے۔ تاثیر کے بغیر قدرت کا محض مدار ہونا اگرچہ فی الجملہ ہی ہو، بندوں سے صدور ظلم کو ثابت نہیں کرتا۔ ہاں اللہ تعالیٰ کا بندوں کو تکلیف یا عذاب دینا بغیر اس کے لیے اختیار ثابت ہو ہرگز ظلم نہیں۔ اس لیے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ مالک علی الاطلاق ہے اپنے سارے ملک میں جیسے چاہے تصرف کرے۔ لیکن بندوں کی طرف ظلم کی نسبت کرنا ضرور ان کے اختیار کو ثابت کرتا ہے۔ اور اس نسبت میں مجاز کا احتمال متبادر کے خلاف ہے۔ بلا ضرورت اس کا مرتکب نہیں ہونا چاہیے۔ لیکن ضعف اختیار کا قول تو وہ اس امر سے خالی نہیں کہ یا تو اللہ تعالیٰ کے اختیار کے مقابلے ضعف نسبت مراد ہے۔ اگر یہی مراد ہے تو ہم اسے تسلیم کرتے ہیں اور اس میں کوئی جھگڑا نہیں۔ اسی طرح ضعف بمعنی صدور افعال میں عدم استقلال بھی مسلم ہے۔ لیکن ضعف کا یہ معنی مسلم نہیں کہ صدور افعال میں بندے کے اختیار کا کچھ دخل نہیں۔ اور یہ اول مسئلہ ہے جس میں نزاع ہے۔ اور منع کی سند تفصیل کے ساتھ اس سے قبل

[1] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ - فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا - وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ - اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ - وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ -



Marfat.com

مذکور ہو چکی ہے۔

یہ بات بھی علم میں ہونی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو ان کی طاقت اور استطاعت کے مطابق مکلّف بنایا ہے۔ اور ان کے ضعفِ خلقت کے باعث تکلیف میں ان کے لیے آسانی رکھی ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

| | |
|---|---|
| یُرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یُّخَفِّفَ عَنْکُمْ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا۔ | اللہ تعالیٰ بندوں کے لیے تخفیف اور آسانی کا ارادہ فرماتا ہے اور انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔ |

اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے لیے آسانی کیوں نہ ہو حالانکہ وہ ذات سبحانہٗ حکیم رؤف اور رحیم ذات ہے۔ اس کی حکمت، نرمی اور رحمت کے یہ لائق نہیں کہ بندے کو اس امر کی تکلیف دے جو اس کی استطاعت سے باہر ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کسی انسان کو بہت بڑی چٹان اُٹھانے کی تکلیف نہیں دی جس کے اٹھانے پر بندہ قادر نہیں۔ بلکہ ایسے امور کی تکلیف دی ہے جو بندے کے لیے بہت آسان ہیں، جیسے نمازیں، جو قیام، رکوع، سجود اور آسان قراءت پر مشتمل ہیں۔ اور یہ سب نہایت ہی آسان کام ہیں۔ اسی طرح روزوں میں بھی بہت سہولت ہے۔ اور زکوٰۃ کی بھی یہی نوعیت ہے۔ چنانچہ چالیسواں حصّہ زکوٰۃ مقرر کی گئی ہے، سارا یا نصف مال دینا لازم نہیں کیا گیا، تاکہ بندوں کو گراں اور بھاری محسوس نہ ہو۔

اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی کمال کرم نوازی ہے کہ ہر مامور بہ کا اس کے ادا نہ ہونے کی صورت میں بدل اور عوض مقرر کر دیا۔ چنانچہ وضو کے بدلے تیمم جائز قرار دے دیا گیا۔ اسی طرح یہ حکم بھی دیا کہ جو کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے پر قادر نہ ہو بیٹھ کر نماز پڑھ لے۔ اور جو بیٹھنے پر بھی قادر نہ ہو لیٹ کر نماز ادا کر لے، اور جو رکوع سجود پر قدرت نہ رکھتا ہو اشارہ سے نماز ادا کرے۔ وغیر ذالک۔ جیسا کہ نظر انصاف و اعتبار سے احکام شرعیہ کو دیکھنے والے پر پوشیدہ نہیں۔

تو ایسا شخص دیکھے گا کہ تمام تکلیفات شرعیہ میں نہایت آسانی اور سہولت ہے۔ اور اوراق کے صفحات میں اللہ تعالیٰ کی کمال نرمی کا مطالعہ کرے گا۔ تکلیفاتِ شرعیہ کے آسان ہونے کی گواہی اس سے ملتی ہے کہ عوام زیادہ تکلیفاتِ شرعیہ کی آرزو کرتے ہیں۔ چنانچہ بعض یہ آرزو رکھتے ہیں کہ فرض روزے ایک ماہ سے زیادہ ہونے چاہییں۔ اور بعض فرض نمازوں میں زیادہ ہونے کے آرزومند ہیں۔ علیٰ ھذا القیاس۔ اور اس تمنا کی وجہ صرف یہی ہے کہ احکام شرعیہ میں نہایت آسانی کو ملحوظ رکھا ہے۔

لے پارہ والمحصنات۔ سورۃ نساء۔



Marfat.com

بعض حضرات کو احکام شرعیہ کی ادائیگی میں آسانی کا محسوس نہ ہونا ان کی نفسانی تاریکیوں اور طبعی میل کچیل کی وجہ سے ہے۔ نیز نفس امارہ کی خواہش کی وجہ سے جو خدا تعالیٰ سبحانہ کی عبادت میں ہر وقت کھڑا رہتا ہے۔ اللہ سبحانہ فرماتا ہے:

كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ۔ — مشرکوں کے لیے وہ بات سخت ناگوار ہے جس کی طرف آپ بلا رہے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ۔ — اور بے شک نماز عجز و انکسار کرنے والوں کے سوا باقی سب پر بھاری ہے۔

تو جس طرح ظاہری مرض کام کاج کرنے میں مشکل پیدا کرتی ہے بالکل اسی طرح باطنی مرض بھی مشکلات پیدا کرتا ہے اور شرع شریف نفس امارہ اور اس کی برائیوں کے نشانات کو مٹانے کے لیے وارد ہوئی ہے۔ تو خواہش نفس اور متابعت شریعت ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔ لہٰذا احکام شرعیہ کے بجا لانے میں مشکل اور تنگی محسوس کرنا خواہش نفس کے موجود ہونے کی دلیل ہے۔ تو جس قدر شرع پر عمل مشکل محسوس ہوگا اتنی ہی مقدار میں خواہش بھی موجود ہوگی تو جس وقت خواہش نفس بالکلیہ مٹ جائے گی اشکال اور تنگی بھی بالکل ختم ہو جائے گی۔

لیکن بعض صوفیہ کا نفی اختیار یا ضعف اختیار میں گذشتہ کلام کا یہ جواب ہے کہ ان کا کلام اگر احکام شرعیہ کے مطابق نہ ہو تو اس کا کچھ اعتبار نہیں۔ اس لیے وہ دلیل یا تقلید کی صلاحیت کیسے رکھتا ہے۔ دلیل اور تقلید کے لائق تو علمائے اہل سنت کے اقوال ہیں۔ تو صوفیہ کا جو کلام علمائے اہل سنت کے اقوال کے موافق ہوگا وہ مقبول ہوگا اور غیر موافق غیر مقبول ہوگا۔

علاوہ ازیں ہم کہتے ہیں کہ مستقیم الاحوال صوفیہ نے شریعت سے بالکل تجاوز نہیں کیا۔ نہ احوال میں نہ اعمال میں اور نہ اقوال میں اور نہ ہی علوم و معارف میں۔ اور وہ جانتے ہیں کہ شریعت سے تھوڑی سی مخالفت کا باقی رہنا بھی حال میں سقم اور خلل کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اگر حال سچا ہوتا تو شریعت حقہ کے بالکل خلاف نہ ہوتا۔

مختصر یہ کہ شریعت کے خلاف ہونا بے دینی اور الحاد کی دلیل ہے۔ غایۃ ما فی الباب یہ ہے کہ کسی صوفی سے اگر ایسا کلام صادر ہوا جو شریعت کے مخالف ہو جو غلبہ حال اور سکر وقت میں کشف کے باعث ہو تو اس کو معذور قرار دیا جائے گا۔ اور اس کا یہ کشف غیر صحیح ہوگا۔ اور تقلید و پیروی کے لائق



Marfat.com

نہ ہوگا۔ بلکہ مناسب ہے کہ اس کے کلام کو ظاہری معنی سے پھیرا جائے۔ اس لیے کہ اہل سکر کے کلام کو بہتر معنی پر محمول کیا جاتا ہے اور ظاہری معنی مراد نہیں لیے جاتے۔

یہ ہے جو مجھے اللہ سبحانہٗ کی مدد اور اس کی حسن توفیق سے اس مقام میں میسر آیا ہے۔ والحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔

# مکتوب نمبر ۲۹۰

ملا ہاشم کی طرف صادر فرمایا:

اس طریقہ کے بیان میں جس کے ساتھ حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو اوائل حال ہی میں مخصوص فرما دیا تھا۔ اور اس پر چلنے کی طالبان حق کو توفیق عطا فرمائی۔ اور بلند مرتبہ طریقہ نقشبندیہ کے بیان میں اور نہایت کے ہدایت میں درج ہونے کے بیان میں جو اس طریقہ کے لوازم میں سے ہے۔ اور اس حضور کے بیان میں جو اس طریقہ کے اکابر کے نزدیک معتبر ہے اور جسے نسبت نقشبندیہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور بعض ان احوال اذواق اور علوم و معارف کا بیان جو طریقہ نقشبندیہ وغیرہ میں حاصل ہوئے اور ان بزرگوں کے جذبات اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہِ الطَّیِّبِیۡنَ الطَّاہِرِیۡنَ۔

جاننا چاہیے کہ وہ طریقہ جو نزدیک تر، جلد پہنچانے والا، کتاب و سنت کے زیادہ موافق، زیادہ مضبوط، زیادہ محفوظ، زیادہ پختہ، زیادہ سچا، زیادہ رہنمائی فرمانے والا، بہت اونچا، بہت بزرگ، بہت بلند مرتبہ اور بہت کامل ہے۔ وہ صرف بلند طریقہ نقشبندیہ ہے قدس اللہ ارواح اہالیہا واسرار موالیہا۔ اس طرح

اس طریقے کی یہ تمام بزرگی اور اس سلسلے کے بزرگوں کی یہ بلند شان روشن سنت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی سنت کی متابعت کی پابندی اور ناپسندیدہ بدعت سے اجتناب کی وجہ سے ہے۔ یہ نقشبندی بزرگ ہی ہیں جو صحابہ کرام علیہم الرضوان من الملک المنان کی طرح ان کے کام کی نہایت ان کی ابتدائی شان میں ہی درج ہو چکی ہے۔ اور ان کے حضور اور آگاہی نے دوام پیدا کیا ہوا ہے۔ اور



Marfat.com

درجہ کمال تک پہنچنے کے بعد ان کی آگاہی دوسروں سے فوقیت لے گئی ہے۔

اے برادر! اللہ تعالیٰ تجھے سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، اس درویش کو جب اس راستے کی آرزو اور ہوس پیدا ہوئی تو خداوند جل وعلا کی مہربانی اس کام کی ہادی بنی، اور راسے ولایت پناہ، حقیقت آگاہ، نسبت کو ہدایت میں درج کرنے والے طریقے کے ہادی اور درجاتِ ولایت تک پہنچانے والے راستے کے راہنما پسندیدہ دین کی تائید فرمانے والے ہمارے مولیٰ اور امام الشیخ محمد الباقی قدس اللہ تعالیٰ سرہ کی خدمت میں لے گئی۔ جو اکابر حضرات نقشبندیہ کے خانواد کے اکابر خلفاء میں سے ہیں۔ اور آپ نے اس درویش کو اسم ذات جل سلطانہ کا ذکر تعلیم فرمایا۔ اور اپنے معروف طریقے کے مطابق توجہ فرمائی یہاں تک کہ مجھ میں مکمل لذت پیدا ہو گئی اور کامل شوق سے رونا نصیب ہوا۔ اور ایک روز کے بعد بے خودی کی کیفیت جو ان اکابر کے نزدیک معتبر ہے اور غیبت کے نام سے موسوم ہے میسر آ گئی۔

اور اس بے خودی میں میں نے ایک دریائے محیط دیکھا اور سارے جہان کی شکلوں اور صورتوں کو میں نے اس دریا میں سائے کی طرح پایا۔ اور یہ بے خودی رفتہ رفتہ مجھ پر غالب آ گئی اور کافی دیر تک رہی کسی دن تو ایک پہر تک رہتی تھی اور کسی دن دو پہر تک۔ اور بعض اوقات اسی کیفیت میں رات پڑ جاتی۔ اور میں نے اپنے اس حال کو جب اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ کی خدمت میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ تمہیں فنا کی ایک قسم حاصل ہو چکی ہے، اور مجھے ذکر کرنے سے منع فرما دیا۔ اور اس آگاہی کی نگہداشت کا حکم دیا۔

دو روز کے بعد مجھے ان بزرگوں کی معروف اور مصطلح حاصل ہوئی جب میں نے یہ کیفیت بھی آپ کی خدمت میں عرض کی تو آپ نے فرمایا کیا تو سارے جہان کو ایک اور متصل واحد دیکھتا اور پاتا ہے؟ میں نے عرض کی ہاں۔ تو آپ نے فرمایا کہ صحن فنا میں وہ فنا معتبر ہے جو اس بے شعوری اتصال کی دید کے ساتھ حاصل ہو۔ اسی رات بے شعوری کی صفت کے ساتھ وہ فنا بھی حاصل ہو گئی۔ آپ کی خدمت میں اس کے متعلق بھی عرض کیا اور فنا کے بعد جو حالت حاصل ہوئی وہ بھی عرض کی اور کہا کہ میں اپنے علم کو حق سبحانہٗ کی نسبت علم حضوری پاتا ہوں اور وہ اوصاف جو مجھ سے منسوب تھیں حق سبحانہٗ کے ساتھ منسوب پاتا ہوں۔ اس کے بعد ایک نور ظاہر ہوا جس نے تمام اشیاء کو گھیرا ہوا تھا میں نے اسے حق جانا، جل وعلا۔ اور اس نور کا رنگ سیاہ تھا۔ میں نے اس کے متعلق عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ حق جل وعلا تمہارے مشاہدہ میں آ چکا ہے لیکن نور کے پردہ میں ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ کشادگی اور انبساط جو



Marfat.com

اس نور میں ظاہر ہوا ذات حق تعالیٰ جل شانہ نے متعدد اشیاء کے ساتھ جو بلندی اور پستی میں واقع ہیں تعلق کی وجہ سے پھیلا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ تمہیں اس انبساط اور فراخی کی نفی کرنی چاہیے۔

اس کے بعد اس سیاہ نور نے جو پھیلا ہوا تھا سکڑنا اور تنگ ہونا شروع کیا۔ یہاں تک کہ صرف ایک نقطہ رہ گیا۔ آپ نے فرمایا اس نقطے کی بھی نفی کرنی چاہیے اور حیرت کے مقام میں آنا چاہیے۔ میں نے اسی طرح کیا تو وہ موہوم نقطہ بھی درمیان سے زائل ہو گیا اور معاملہ حیرت کے مقام تک جا پہنچا جہاں حق سبحانہ کا شہود خود بخود ہوتا ہے۔ نور کے پردے کا واسطہ درمیان میں نہیں رہتا۔

جب میں نے یہ کیفیت بھی عرض خدمت کی تو آپ نے فرمایا یہی حضور نقشبندی بزرگوں کا حضور ہے اور نسبت نقشبندیہ اسی حضور سے عبارت ہے۔ اور اس حضور کو حضور بے غیبت بھی کہتے ہیں۔ اور نہایت کے بدایت میں درج ہونے کی صورت اس مقام میں ہوتی ہے۔ اور طالب حق کے لیے اس نسبت کا حضور اس طریقہ میں دوسرے سلسلے میں طالب کے پیر سے اذکار و اوراد شروع کرنے کی مانند ہے۔ تاکہ طالب اس پر عمل کرے اور اپنے مقصود کا سراغ لگائے۔ ع

قیاس کن زگلستان من بہار مرا[1]

اور اس درویش کو یہ نادر الوجود نسبت تعلیم ذکر کے ابتدائے وقت سے دو ماہ اور چند روز کے بعد حاصل ہو گئی۔

اس نسبت کے ساتھ موصوف ہونے کے بعد دوسری فنا جسے فنائے حقیقی کہتے ہیں حاصل ہو گئی۔ اور دل کو اس قدر فراخی اور کشادگی حاصل ہوئی کہ عرش سے لے کر مرکز زمین تک جہان میں جو کچھ ہے اس کشادگی کے سامنے ایک رائی کی مقدار بھی حاصل نہیں تھی۔ اس کے بعد میں نے اپنے آپ کو اور عالم کے ہر فرد بلکہ ہر ذرے کو حق جل و علا دیکھا۔ اس کے بعد عالم کے ہر ذرے کو الگ الگ میں نے اپنا عین دیکھا اور اپنے آپ کو ان تمام چیزوں کا عین پایا۔ یہاں تک کہ میں نے تمام عالم کو ایک ذرے میں گم پایا۔ اس کے بعد اپنے آپ کو بلکہ ہر ذرے کو اس قدر فراخ اور وسیع دیکھا کہ تمام عالم کو بلکہ اس عالم کے کئی گنا جہانوں کی اس میں گنجائش ہے۔ بلکہ اپنے آپ کو اور ہر ذرے کو ایک فراخ نور پایا۔ جو ہر ذرے میں سرایت کیے ہوئے ہے اور جہان کی شکلوں اور صورتوں کو اس نور میں مٹ جانے والا اور فنا ہو جانے والا پایا۔ اس کے بعد میں نے اپنے آپ کو بلکہ ہر ذرے کو سارے جہان کو قائم رکھنے والا پایا۔ اپنے پیر کی خدمت میں جب میں نے یہ کیفیت بھی عرض کی تو آپ نے فرمایا کہ توحید میں حق الیقین کا

---

[1] میرے باغ سے میری بہار کا اندازہ لگا لو۔



Marfat.com

مرتبہ یہی ہے اور جمع الجمع اسی مقام سے عبارت ہے۔

اس کے بعد عالم کی شکلوں اور صورتوں کو جیسا کہ پہلے حق پاتا تھا اس وقت درجہ وہم میں دیکھا اور ہر ذرے کو کہ میں حق محسوس کرتا تھا بلا فرق اور بلا تمیز اسی ذرے کو درجہ وہم میں پایا۔ اس سے سخت حیرت لاحق ہوئی۔ اس دوران میں فصوص الحکم کی عبارت جو میں نے والد بزرگوار علیہ الرحمۃ سے سنی تھی یاد آئی کہ صاحب فصوص نے فرمایا ہے:

اگر تو چاہے تو کہہ سکتا ہے کہ جہان حق سبحانہ ہے۔ اور اگر چاہے تو یوں بھی کہہ سکتا ہے کہ جہان مخلوق ہے۔ اور اگر چاہے تو اس طرح کہہ سکتا ہے کہ وہ ایک جہت سے حق ہے اور ایک جہت سے مخلوق ہے۔ اور اگر چاہے تو حیرت کا اظہار کر سکتا ہے۔ کیونکہ دونوں میں کوئی تمیز نہیں ہو سکی۔

یہ عبارت کسی قدر اس بے قراری کے لیے تسکین کا باعث بن گئی۔ بعد ازاں اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں جا کر عرض حال کی تو آپ نے فرمایا ابھی تک تیرا حضور صاف نہیں ہوا اپنے کام میں مشغول رہ تاکہ موجود کی موہوم سے تمیز ظاہر ہو جائے۔ اور میں نے فصوص کی عبارت کو جو عدم تمیز کو ظاہر کرتی تھی آپ کے سامنے پڑھی تو پیر بزرگوار نے فرمایا کہ شیخ محی الدین عربی نے اس عبارت میں ڈال کا حال بیان نہیں فرمایا۔ عدم تمیز بھی بعض اشخاص کی نسبت ثابت ہے۔

حسب الامر میں اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے پیر بزرگوار کی محض توجہ شریف سے دو روز کے بعد موجود اور موہوم کے درمیان فرق ظاہر فرما دیا۔ یہاں تک کہ میں نے موجود حقیقی کو موہوم متخیل سے ممتاز پایا۔ اور صفات اور افعال و آثار جو موہوم سے صادر ہوتے دکھائی دیتے تھے حق سبحانہ سے صادر ہوتے دیکھا۔ اور ان صفات و افعال کو بھی موہوم محض پایا۔ اور خارج میں ایک ذات کے سوا کسی شے کو موجود نہ دیکھا۔ جب یہ حالت بھی خدمت اشرف میں عرض کی تو فرمایا کہ فرق بعد الجمع یہی مرتبہ ہے۔ اور کوشش کی انتہا اسی مقام تک ہے۔ اس سے زیادہ جو کچھ کسی کی طبیعت اور استعداد میں رکھ دیا گیا ہے ظاہر ہوتا ہے۔ اور اس مرتبے کو مشائخ طریقت نے مقام تکمیل کے نام سے موسوم کیا ہے۔

جاننا چاہیے کہ اس درویش کو مرتبہ اولیٰ پر جب سکر سے صحو کی طرف لایا گیا اور فنا سے بقا کے ساتھ مشرف کیا گیا۔ تو جب اپنے وجود کے ذرات میں سے ہر ذرے کے اندر نظر ڈالتا تھا سوائے حق کے کچھ نہیں پاتا تھا اور ہر ذرے کو حق تعالیٰ کے شہود کا آئینہ پاتا تھا۔ اس مقام سے مجھے بصر



Marfat.com

حیرت کی طرف لے گئے۔ جب مجھے اپنے آپ میں لایا گیا تو حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ کو اپنے وجود کے ذرات میں سے ہر ذرے کے ساتھ پایا۔ اور پہلا مقام اس دوسرے مقام کی نسبت بہت نیچے نظر آیا۔ پھر حیرت کی طرف لے گئے۔ اور جب مجھے ہوش میں لایا گیا تو اس مرتبہ میں حق سبحانہٗ کو میں نے نہ تو عالم کے ساتھ متصل پایا اور نہ منفصل۔ اور نہ عالم میں داخل اور نہ اس سے خارج معیت اور احاطہ و سریان جیسے کہ پہلے پاتا تھا بالکل زائل ہو گئے۔ اس کے باوجود اسی کیفیت کے ساتھ مشاہدہ کرایا گیا۔ بلکہ گویا کہ محسوس کرا دیا گیا۔ اور جہان بھی اس وقت مشہود تھا۔ لیکن حق سبحانہٗ کے ساتھ اس نسبت مذکورہ سے کچھ نہیں رکھتا تھا۔

مجھے پھر حیرت کی طرف لے گئے۔ جب ہوش کی طرف لائے تو معلوم ہوا کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ کو عالم کے ساتھ ایک نسبت ہے۔ جو اس نسبت مذکورہ کے علاوہ ہے۔ اور وہ نسبت مجہول الکیفیت ہے۔ وہ بلند ذات میرے مشاہدے میں آئی لیکن مجہول الکیفیت نسبت کے ساتھ۔ پھر حیرت کی طرف لے گئے اور اس مرتبہ میں قبض کی ایک قسم لاحق ہوئی جب پھر مجھے اپنے آپ میں لائے تو وہ بلند ذات اس مجہول الکیفیت نسبت کے بغیر مشہود ہوئی۔ ایسے طور پر کہ عالم کے ساتھ اسے کوئی نسبت نہ تھی۔ نہ معلوم الکیفیت اور نہ مجہول الکیفیت۔ اور اس وقت عالم اسی خصوصیت کے ساتھ مشہود تھا۔ اور اس وقت مجھے ایک خاص علم عنایت ہوا۔ کہ اس علم کے سبب مخلوق اور حق تعالیٰ کے درمیان دونوں شہود حاصل ہونے کے باوجود کوئی مناسبت نہ رہی۔ اور اس وقت میں مجھے معلوم کرایا گیا کہ یہ شہود اس صفت اور اس تنزیہہ کے ساتھ ذات حق سبحانہٗ نہیں ہے۔ وہ اس سے بلند ہے۔ بلکہ یہ شہود اللہ تعالیٰ کے تعلق تکوین کی مثالی صورت ہے جو کہ تعلقات سے ورلے ہے۔ چاہے وہ تعلق معلوم الکیفیت ہو یا مجہول الکیفیت۔ اللہ تعالیٰ اس سے بہت ہی دور ہے ؎

کَیْفَ الوصول اِلیٰ سُعَادَ وَدُونَهَا
قُلَلُ الجبَالِ وَدُونَهُن خُیُوفُ[1]

اے عزیز! اگر قلم کو تفصیل احوال اور شرح معارف میں جاری کروں تو معاملہ دراز اور بات لمبی ہو جائے گی۔ خاص کر توحید وجودی کے معارف اور اشیاء کی ظلیت کے علوم اگر بیان میں لائے جائیں تو وہ جماعت جس نے اپنی ساری عمر توحید وجودی حاصل کرنے میں گزاری ہے یوں معلوم کریں

[1] سعاد (معشوق) کا وصال کیسے ممکن ہے جبکہ اس کے اور میرے درمیان پہاڑوں کی بلند چوٹیاں اور نشیب و فراز حائل ہیں۔



Marfat.com

کہ انہوں نے تو بے نہایت دریا سے ایک قطرہ بھی حاصل نہیں کیا۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ یہی جماعت اس درویش کو توحید وجودی والوں میں سے شمار نہیں کرتی، بلکہ توحید وجودی کے منکر علماء میں شمار کرتی ہے اور اپنی کوتاہ نظری سے ان لوگوں نے گمان کر رکھا ہے کہ توحید وجودی کے معارف پر ہی اڑے رہنا کمال ہے۔ اور اس مقام سے ترقی کرنا نقص میں داخل ہے ؎

[1] بے خردے چند ز خود بے خبر — عیب پسندند بزعم ہنر

اس جماعت کی اس مسئلے میں دلیل پہلے مشائخ کے وہ اقوال ہیں جو توحید وجودی کے بارے میں واقع ہوئے ہیں۔ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ اس جماعت کو انصاف کی توفیق عطا کرے، انہوں نے کیسے جان لیا کہ ان مشائخ کو اس مقام سے ترقی واقع نہیں ہوئی اور وہ اسی مقام میں رُکے رہے ہیں۔ گفتگو معارف توحید وجودی کے نفس حصول میں نہیں ہے۔ کیونکہ وہ تو بالیقین واقع ہے۔ بلکہ گفتگو اس مقام سے آگے ترقی کرنے میں ہے۔ اگر صاحب ترقی کو توحید وجودی کا منکر قرار دیں۔ اور یہ اصطلاح قائم کرلیں تو اس میں کیا جھگڑا ہے۔

ہم پھر اصل بات کی طرف آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب تھوڑی چیز زیادہ پر دلالت کرتی ہے اور قطرہ بڑے سمندر کی طرف اشارہ کرتا ہے، تو میں نے اس مسئلے کے بیان میں تھوڑے کلام اور قطرے پر ہی کفایت کی ہے۔

اے برادر! جب حضرت خواجہ نے اس فقیر کو کامل مکمل جانا تو تعلیم طریقہ کی اجازت عطا فرمائی اور طالبوں کی ایک جماعت میرے حوالے کی۔ اس وقت مجھے اپنے کمال و تکمیل میں تردد اور شک تھا۔ آپ نے فرمایا کہ شک کی کوئی جگہ نہیں۔ کیونکہ مشائخ عظام نے ان ہی مقامات کو مقام کمال و تکمیل فرمایا۔ اگر اس مقام میں بھی تردد اور شک پیدا ہو تو مشائخ کرام کے کامل ہونے میں شک لازم آئے گا۔ حسب الامر میں نے طریقت کی تعلیم دینا شروع کر دی۔ اور طالبوں کے کام میں توجہات دینا شروع کیں چنانچہ ان طالبوں میں بڑے بڑے اثر محسوس ہوئے۔ حتیٰ کہ ان کا سالہا سال کا کام چند گھڑیوں میں ہو گیا۔ کچھ وقت میں اسی کام میں سرگرم رہا۔ آخر الامر پھر مجھے اپنے نقص کا علم ہوا اور مجھ پر ظاہر کیا گیا کہ تجلی ذاتی برقی جسے اکابر مشائخ نے نہایت کہا ہے، اس راہ میں کچھ بھی ظاہر نہیں ہوئی۔ اور سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ بھی معلوم نہ ہوئی کہ کیا ہے۔ ان کمالات کی طرح چیزیں حاصل کرنے سے چارہ نہ تھا۔ اس وقت اپنے نقص کا علم پختہ ہو گیا۔ اور وہ طالب جو میرے گرد جمع ہو چکے تھے میں نے ان سب کو اکٹھا کیا اور اپنی کمی

[1] چند بے عقل اپنے آپ سے بے خبر عیب کو ہنر خیال کرتے ہوئے پسندیدگی سے دیکھتے ہیں۔



Marfat.com

ان کے سامنے بیان کی اور ان سے اپنے پاس سے چلے جانے کی درخواست کی۔ لیکن یہ طالبان حق میری اس بات کو تواضع اور کسر نفسی پر محمول کرتے ہوئے جو اعتقاد میرے متعلق رکھتے تھے اس سے نہ پھرے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے بصدقہ اپنے حبیب پاک علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات و التسلیمات وہ احوال بھی عطا فرما دیے جن کی انتظار تھی۔

**فصل:**

جاننا چاہیے کہ حضرات خواجگان قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے طریقے کا حاصل اور خلاصہ اہل سنت وجماعت کا اعتقاد، روشن سنت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کی اتباع، اور بدعت اور نفسانی خواہشات سے پرہیز اور حتی الامکان احکام شرعیہ میں عزیمت پر عمل اور رخصت پر عمل کرنے سے پرہیز اور جہت جذبہ میں اوّلاً فنا اور اضمحلال ہے۔ اور اس فنا کو عدم سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور وہ بقا جو اس جہت میں اس فنا کے ثبوت کے بعد پیدا ہوئی ہے۔ اسے وجود عدم سے تعبیر کرتے ہیں۔ یعنی وہ وجود اور بقا جو عدم یعنی فنا پر مرتب ہوتا ہے، اور یہ فنا اور اضمحلال حس سے غائب ہونے کا اتفاق ہوتا ہے، اور بعض کو نہیں ہوتا۔ اس بقا والے کے لیے ممکن ہے کہ صفات بشریہ کی طرف رجوع کرے۔ اور اخلاق نفسانیہ کی طرف لوٹ آئے۔ بخلاف اس بقا کے جو فنا پر مرتب ہوتی ہے، کہ اس سے لوٹنا جائز نہیں ہے۔

ممکن ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ (بہاؤالدین نقشبند) قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ الاقدس نے اسی معنی کی بنا پر فرمایا ہے۔ کہ وجود عدم وجود بشریت کی طرف لوٹ آتا ہے۔ لیکن وجود فنا وجود بشریت کی طرف ہرگز لوٹ کر نہیں آسکتا۔ کیونکہ وجود عدم کے ساتھ باقی ہونے والا ابھی راستے میں ہے۔ اور راستے میں لوٹ آنا ممکن ہے۔ اور وجود فنا والا واصل اور منتہی ہو چکا ہے۔ واصل کے لیے رجوع نہیں ہوتا۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جو بھی واپس لوٹا وہ راستے میں ہی تھا تب ہی واپس لوٹا۔ اور جو اپنے مقصود تک پہنچ گیا وہ نہیں لوٹتا۔

جاننا چاہیے کہ وجود عدم والا اگرچہ راستے میں ہے۔ لیکن نہایت کے بدایت میں درج ہونے کے مطابق نہایت معاملہ سے بھی آگاہ ہے۔ جو کچھ منتہی کو آخر میں جاکر میسر آتا ہے۔ اس کا خلاصہ اس کو اجمالی طور پر ابھی سے حاصل ہے۔ اور چونکہ یہ نسبت منتہی میں شمول پیدا کر چکی ہے۔ اور اس کا عام اثر اس کی روحانیت اور جسم میں حاصل ہو چکا ہے۔ اور وجود عدم میں اگرچہ کچھ ہی اور بطور اجمال ہی سہی خلاصہ قلب میں بند ہے۔



Marfat.com

اس وجہ سے منتہی صاحب تفصیل ہے۔ اور اس کا صفات جسمانیہ کی طرف لوٹ کرنا ممتنع ہے کیونکہ اس نسبت کے مراتب جسمانیہ میں سرایت کرنے سے اسے اس کی صفات سے باہر نکال دیا ہے، اور فانی کر دیا ہے۔ اور یہ فنا خالص عطائے الٰہی ہے۔ اور خالص عطائے الٰہی سے لوٹنا اس کی جناب قدس تعالیٰ و تقدس کے لائق نہیں بخلاف وجود عدم والے کے۔ کہ یہ سرایت اس کے حق میں مفقود ہے۔ غایۃ مافی الباب، جبکہ یہ مراتب قلب کے تابع ہیں۔ تو وہ نسبت بھی بطریق تبعیت ان میں سرایت کر چکی ہے۔ اور تیزی سے روک پکڑ اور مغلوب کر چکی ہے لیکن فنا اور زوال تک نہیں پہنچا سکی۔ اس بنا پر اس سے رجوع ممکن ہے۔ کیونکہ مغلوب چیز بعض دفعہ بعض عوارض کے پیش آنے اور بعض موانع کے لاحق ہونے کی وجہ سے غالب آجاتی ہے۔ اور جو چیز بالکل زائل ہو چکی ہو۔ وہ واپس نہیں لوٹ سکتی۔ جیسا کہ پہلے گزرا۔

جاننا چاہیے کہ اس بلند سلسلہ کے بعض مشائخ قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم نے مذکورہ فنا اور اضمحلال اور اس پر مرتب ہونے والی بقا پر فنا اور بقا کا اطلاق کیا ہے۔ اور تجلی ذاتی اور شہود ذاتی کا بھی اس مرتبہ میں اثبات فرمایا ہے۔ اور اس بقا والے کو واصل کہا۔ اور "یادداشت" کو بھی جو جناب قدس حق سبحانہ کی جناب میں دوام آگاہی سے عبارت ہے۔ اس جگہ میں حاصل جانا ہے۔ اور یہ سب کچھ نہایت کے بدایت میں درج ہونے کے اعتبار سے ہے۔ ورنہ فنا اور بقا منتہی کے سوا کسی اور کے لیے نہیں ہے۔ اور منتہی شخص ہی درحقیقت واصل ہے اور تجلی ذاتی اسی کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور اللہ کے ساتھ دوام حضور بھی منتہی واصل کو ہی نصیب ہے۔ کیونکہ اس کے لیے بالکل رجوع نہیں۔ لیکن پہلا اطلاق بھی مذکورہ اعتبار سے صحیح ہے۔ اور ایک عمدہ وجہ پر مبنی ہے۔ اسی قسم میں سے ہے۔ وہ فنا و بقا اور تجلی ذاتی اور شہود ذاتی اور وصل اور یادداشت جو حضرت خواجہ احرار قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس کی کتاب فقرات میں واقع ہے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اس کتاب کا مبنیٰ جو خطوط رسائل کی شکل میں ہے خواجہ احرار کے بعض مخلصین کی عقل و دانش اور معرفت کے مطابق ہے۔ "لوگوں سے ان کے اندازہ عقل کے مطابق گفتگو کرو" کی اس میں خاص رعایت کی گئی۔ نیز اسی قسم میں سے ہے۔

رسالہ سلسلۃ الاحرار جو کہ حضرت خواجہ احرار کے کلام کے طریقہ پر واقع ہوا ہے۔ اور باشرح رباعیات ہیں۔ جو ہمارے حضرت خواجہ پسندیدہ دین کی تائید فرمانے والے ہمارے شیخ ومولانا محمد الباقی سلمہ اللہ تعالیٰ نے لکھی ہیں۔



Marfat.com

اور اس بقا بلکہ ہر بقا جو جہت جذبہ میں پیدا ہوتی ہے، اکا رُخ توحید وجودی کی طرف ہے اسی لیے بعض مشائخ نے حق الیقین کو اسی طرح بیان فرمایا ہے۔ جن کا حال توحید وجودی ہوتا ہے۔ اور بعض لوگوں کو اس طرح کے بیان نے اشتباہ میں ڈال دیا کہ اُن کا حق الیقین تجلی صوری سے عبادت ہے۔ اور اس طرح انہوں نے عیب گیری اور طعن و تشنیع شروع کر دی، اور حق بات یہ ہے کہ اُن کا یہ حق الیقین جہت جذبہ میں پیدا ہوا۔ اور یہ معرفت اس مقام کے مناسب ہے۔ تجلی صوری ایک دوسری چیز ہے۔ جیسا کہ ارباب طریقت پر مخفی نہیں ہے، اور کثرت میں وحدت کا شہود ایسے طریقہ پر کہ آئینہ بالکل پوشیدہ ہو جائے۔ اور اس ذات باقی کے سوا کوئی چیز مشہود نہ رہے۔ اس مقام کو "یادداشت" کے مناسب جانتے ہوئے یادداشت کا اطلاق اس مرتبہ پر کر دیا۔ اور اس کو تجلی ذاتی اور شہود ذاتی بھی کہتے ہیں۔ اور اس مقام کو مقام احسان کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اور اس گم ہونے کو وصل سے تعبیر کرتے ہیں۔ ع

تو در و گم شو وصال این است و بس[1]

اور یہ اصطلاح حضرت ناصر الدین خواجہ عبید اللہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس سلسلہ کے مشائخ متقدمین میں سے کسی نے یہ اصطلاح بیان نہیں فرمائی۔ ع

ہر چہ[2] خوباں کنند خوب آید،

آپ کے کلمات قدسی نشان سے یہ ہے کہ ہماری زبان دل کا شیشہ ہے اور دل روح کا آئینہ ہے۔ اور روح حقیقت انسانی کا آئینہ ہے، اور حقیقتِ انسانی حق سبحانہٗ و تعالیٰ کا آئینہ ہے۔ غیبی حقائق، غیبی ذات سے بڑی دور دراز مسافتیں طے کر کے زبان پر آتے ہیں۔ اور زبان سے صورت لفظی اختیار کر کے حقائق کی استعداد رکھنے والوں کے کانوں تک پہنچتے ہیں۔

خواجہ احرار نے یہ بھی فرمایا ہے، کہ بعض اکابر نے جن کی خدمت میں میں رہا، مجھے دو چیزیں عطا فرمائیں۔ ایک یہ کہ میں جو کچھ لکھوں، وہ نیا ہو۔ پرانا نہ ہو۔ دوم یہ کہ میں جو کچھ لکھوں، حق تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہو، مردود نہ ہو۔ اور ان کلمات قدسیہ سے آپ کی بزرگی اور آپ کے معارف کی بلندی مرتبہ سمجھ میں آتی ہے۔ اور واضح ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ احرار ان باتوں کے کرنے میں درمیان میں نہیں ہیں۔ بلکہ صرف آئینہ ہیں۔ اور اللہ سبحانہٗ اس کی حقیقت حال کو بہتر جانتا ہے۔ اور جو

[1] تو اس میں گم ہو جا۔ بس یہی وصال ہے۔

[2] جو کچھ اچھے لوگ کرتے ہیں۔ وہ اچھا ہوتا ہے۔



Marfat.com

کچھ اللہ کے نزدیک اس بزرگ کا بلند درجہ اور مرتبہ کمال ہے۔ اس کو بھی وہی جانتا ہے۔ آپ مثنوی شریف کے ان اشعار کو اپنے حال کے مناسب پڑھا کرتے تھے۔ مثنوی

ہر کسے[1] از ظن خود شد یار من

از درون من نہ جست اسرار من

سر من از نالۂ من دور نیست

لیک گوش و چشم را ایں نور نیست

یہ حقیر ان کے معارف اور حقیقت علوم کا تھوڑا سا ذکر اپنے فہم قاصر کے مطابق اس مکتوب کے آخر میں لکھے گا۔ اور ہر طرح کا اختیار صرف اللہ سبحانہ کو ہے۔

اور اگر حق سبحانہ اپنی کمال مہربانی سے ان بزرگوں میں سے بعض کو جذبہ کے حصول اور اس جہت کے مکمل کرنے کے بعد دولت سلوک سے مشرف فرماتا ہے۔ تو جذبے کی مدد سے مسافت بعیدہ کو جس کا اندازہ پچاس ہزار سالہ راستہ لگایا گیا ہے۔ اور آیۂ کریمہ:

| | |
|---|---|
| تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ۔[2] | چڑھتے ہیں فرشتے اور روح اس کی طرف ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔ |

میں اسی اندازے کی طرف اشارہ ہے۔ یہ پچاس ہزار سال کی مسافت تھوڑی مدت میں طے ہو سکتی ہے اور بندہ فنا فی اللہ اور بقا باللہ کی حقیقت تک پہنچ سکتا ہے۔ سلوک کی انتہا سیر الی اللہ کی نہایت تک ہے۔ جسے فنائے مطلق سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس کے بعد پھر جذبے کا مقام ہے۔ جسے سیر فی اللہ اور بقا باللہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ سیر الی اللہ اس سیر سے عبارت ہے۔ جو اس اسم تک ہوتی ہے۔ جس کا سالک مظہر ہوتا ہے۔ اور سیر فی اللہ اس اسم میں سیر کا نام ہے۔ کیونکہ ہر اسم لاتعداد اسماء کا جامع ہے۔

لہٰذا اس میں سیر بھی بے نہایت ہو گی۔ اور اس درویش کو اس مقام میں خاص معرفت حاصل

---

[1] ہر شخص اپنے گمان کے مطابق میرا دوست بنا۔ لیکن میرے باطنی اسرار کو نہ پا سکا۔ میرا راز میرے نالے سے دور نہیں ہے۔ بلکہ نزدیک ہے۔ لیکن ظاہری کان اور آنکھ کو اس کا نور نہیں ہے کہ ظاہری کان اُسے سُن سکے یا ظاہری آنکھ اُسے دیکھ سکے۔

[2] سورہ معارج، پارہ تبارک الذی ۱۲



Marfat.com

ہے۔ عنقریب ہی ان شاء اللہ اس کا ذکر ہو گا۔ اور یہ اسم مراتب عروج میں عین ثابتہ کے اوپر ہے اس لیے کہ سالک کی عین ثابتہ اسی اسم کا سایہ اور اس کی صورتِ علمیہ ہے۔ اور وہ جماعت جو فضل ایزدی جل شانہٗ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس اسم سے بھی عروج فرما جاتی ہے۔ اور بے نہایت ترقیات جہاں تک اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ حاصل کرتی ہے۔ شعر

وَمِنْ بَعْدِ هٰذَا مَا يَدِقُّ صِفَاتُهٗ
وَمَا كَتْمُهٗ اَحْظٰى لَدَيْهِ وَاَجْمَلُ

اگرچہ دوسرے سلسلوں کے واصل حضرات جہت ثانی میں ان مشائخ نقشبندیہ کے ساتھ شریک ہیں۔ اور فنا فی اللہ و بقا باللہ کے ساتھ موصوف ہیں لیکن وہ مسافت جسے دوسرے سلسلوں کے ارباب سلوک ریاضات اور مجاہدات کے ساتھ طے کرتے ہیں۔ اور زمانہ ہائے دراز کے بعد اس کام کی نہایت تک پہنچتے ہیں۔ اس بزرگ سلسلہ نقشبندیہ کے اکابر دولتِ شہود کی لذت اور مقصود کے ذوقِ یافت سے اس مسافت کو تھوڑے سے وقت میں طے کر لیتے ہیں۔ اور کعبہ مطلوب تک پہنچ جاتے ہیں۔ اور مقصود تک پہنچنے کے بعد انہیں بے نہایت ترقیات نصیب ہوتی ہیں۔ کہ دوسرے سلسلوں کے انتہا کو پہنچ جانے والے ارباب سلوک کو اس ترقی اور قرب سے بہت کم حصہ ملتا ہے۔ کیونکہ جذبے کا سلوک پر مقدم ہونا ایک طرح کا معنی محبوبیت چاہتا ہے۔ جب تک کوئی شخص مراد نہ ہو، اُسے جذب عطا نہیں کرتے۔ اور جب اپنی طرف کھینچتے ہیں، تو بہت نزدیک جا پڑتا ہے۔ اور بہت زیادہ قرب پیدا کر لیتا ہے۔ چاہے ہوئے (مطلوب و مراد) اور خود چاہنے والے (طالب و مرید) میں بہت فرق ہے:

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ — یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اور اللہ عظیم فضل والا ہے۔

مثنوی:

عشق معشوقان نہان است و ستیر[۵۲] — عشق عاشق باد و صد طبل و نفیر
لیک عشق عاشقان تن زہ کند! — عشق معشوقان خوش و فربہ کند

---

۵۱ اس کے بعد وہ چیز ہے جس کا بیان نہایت دقیق ہے، اور ایسی چیز ہے کہ جس کا چھپانا اس کے نزدیک محفوظ تر اور لذیز تر ہے۔

۵۲ معشوقوں کا عشق مخفی اور پوشیدہ ہوتا ہے، عاشق کا عشق دو سو ڈھول یعنی شہرت (باقی بر صفحہ ۱۳۹)



Marfat.com

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ دوسرے سلسلوں کے مراد ارباب طریقت بھی اس ترقی اور قرب میں شریک ہیں۔ کیونکہ جذبہ ان کے سلوک پر بھی مقدم ہے۔ تو اس طریقہ نقشبندیہ کی دوسرے طریقوں پر فضیلت اور زیادتی کس طرح ہوگی۔ اور اس سلسلے کو دوسرے سلسلوں سے قریب ترین راستہ کیوں کہا گیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے، کہ دوسرے طریقے اس معنیٰ کے حصول کے لیے وضع نہیں کیے گئے۔ بلکہ ان میں سے بعض کو برسبیل اتفاق یہ دولت ہاتھ آجاتی ہے۔ اور یہ طریقہ وضع ہی اس دولت کے حصول کے لیے کیا گیا ہے۔ اور "یادداشت" جو اس بلند سلسلہ کے اکابر کی عبادت میں واقع ہے۔ ان دونوں جہت جذبہ و سلوک کے پائے جانے کے بعد سامنے آتی ہے۔ اور اسے نہایت کہنا شہود و آگاہی کے مراتب کے نہایت کے اعتبار سے ہے۔ ورنہ مطلق نہایت کے اعتبار سے ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ شہود یا تو صورت کے آئینہ یا معنی کے آئینہ میں ہوگا۔ یا صورت و معنیٰ سے باہر ہوگا۔ اس بے پرواہ شہود کو برقی کہتے ہیں۔ یعنی اس شہود کا حصول بجلی کی مانند ہوتا ہے۔ پھر پردے میں روپوش ہو جاتا ہے۔ یہی شہود اگر محض فضل ایزدی جل سلطانہٗ سے دوام پذیر ہو جائے۔ اور مکمل طور پر پردوں کی تنگی سے باہر آجائے تو اُسے "یادداشت" سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور یہی حضور بے غیبت ہے۔ اس لیے کہ جب بھی شہود پردے میں ہوگا غیبت موجود ہوگی۔ جب تک بے پردگی پیدا نہ ہو۔ یادداشت کا نام اس پر اطلاق نہیں کر سکتے۔

یہاں ایک دقیق بات ہے۔ جاننا چاہیے کہ ہر واصل کے باطن کے لیے رجوع نہیں ہوتا۔ اور اس کی آگاہی دائمی ہوتی ہے۔ لیکن اس نسبت کا اس کے بدن میں سرایت کرنا بجلی کی طرح ہوتا ہے۔ بخلاف محبوبوں کے کہ جذبہ ان کے سلوک پر مقدم ہوتا ہے۔ اور یہ سرایت کرنا ان میں دائمی ہوتا ہے۔ اور ان کا بدن باطن کا حکم اختیار کر چکا ہوتا ہے۔ اور باطن کا کام کرتا ہے۔ جیسا کہ اس کی طرف اشارہ گزر چکا ہے۔ ان کے جسم نرم ہو چکے ہوتے ہیں۔ جس طرح ان کی روحیں نرم ہو چکی ہوتی ہیں۔ یہاں تک کہ ان کے ظاہر ان کے باطن کی طرح ہو چکے ہوتے ہیں۔ اور ان کے باطن ان کے ظاہر کی طرح۔

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۸) اور املاق سے ہوتا ہے۔ لیکن عشق عاشقوں کے جسم کو تو لاغر اور کمزور کرتا ہے اور معشوقوں کو وہی عشق خوش اور فربہ کرتا ہے۔



Marfat.com

پس لازمی طور پر غیبت کے لیے اُن کی آگاہی میں گنجائش نہیں ہوتی۔ لہٰذا یہ نسبت تمام نسبتوں سے فوقیت رکھتی ہے۔ اور اسی معنی کی وجہ سے ان حضرات نقشبندیہ کی کتابوں اور رسالوں میں یہ عبارت شائع اور عام ہے۔ کیونکہ نسبت آگاہی سے عبارت ہے۔ اور آگاہی کے مراتب کی نہایت یہ ہے۔ کہ بے پردہ میسر آئے اور ہمیشہ رہے۔ اور اس طریقہ کے مشائخ جو اس نسبت کو اپنے ساتھ مخصوص جانتے ہیں۔ اس دولت کے حصول کے لیے اس طریقے کی وضع کے اعتبار سے ہے۔ جیسا کہ اوپر گزرا۔ ورنہ دوسرے سلسلوں کے اکابر کو بھی اگر میسر آجائے تو ممکن بلکہ حاصل ہے اکابر اہل اللہ کے پیشوا شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس اللہ سرہٗ اس آگاہی کی طرف اشارہ فرماتے ہیں اور اپنے اُستاد سے اس کی تحقیق فرماتے ہیں۔ جبکہ ان سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ بات دائمی ہوتی ہے۔ اُستاد جواب میں فرماتے ہیں، نہیں؟ شیخ مذکور پھر اس سوال کا تکرار فرماتے ہیں اور وہی جواب پاتے ہیں۔ تیسری مرتبہ پھر وہی سوال کرتے ہیں۔ تو ان کے اُستاد جواب میں فرماتے ہیں کہ اگر یہ آگاہی دائمی ہو۔ تو بہت کم لوگوں کو حاصل ہوتی ہے۔ یہ بات سن کر شیخ ابوسعید رقص میں آگئے۔ اور فرمایا۔ کہ یہ انہیں نوادرات میں سے ہے۔

اور وہ جو میں نے کہا ہے، کہ مطلق نہایت وراء الوراء ہے۔ اس کا بیان یہ ہے۔ کہ اس آگاہی کے پا لئے جانے کے بعد اگر عروج واقع ہو تو حیرت کے بھنور میں پڑ جاتا ہے۔ اور اس آگاہی کو باقی مراتب عروج کی طرح اپنے پیچھے چھوڑ جاتا ہے۔ یہ وہی حیرت ہے، جس کا نام حیرت کبریٰ ہے۔ جو اکابر الاکابر کے ساتھ مخصوص ہے۔ جیسا کہ قوم کی کتابوں میں واقع ہو چکا ہے۔ ایک بزرگ اس مقام میں فرماتے ہیں[1]

حسن تو مرا کرد چناں زیر و زبر!
کز خال و خط و زلف توام نیست خبر

ایک دوسرے بزرگ فرماتے ہیں[2]

۱۔ عشق بالائے کفر و دیں دیدم — برتر از شک و از یقیں دیدم
۲۔ کفر و دین و یقین و شک ہر چار — ہمہ با عقل ہم نشیں دیدم

---

[1] تیرے حسن نے مجھے اس طرح زیر و زبر کر دیا ہے۔ کہ تیرے خال اور خط اور زلف کی مجھے کوئی خبر نہیں رہی۔

[2] ترجمہ اشعار:- ۱: میں نے عشق کو کفر اور دین سے بلند و بالا دیکھا۔ اور شک و یقین سے اسے برتر پایا

۲۔ میں نے کفر و دین اور شک اور یقین ان چاروں کو عقل کا ہم نشین دیکھا۔



Marfat.com

۳۔ چوں گزشتم زعقل صد عالم — چوں بگویم کہ کفر و دیں دیدم
۴۔ ہر چہ ہستند راہ تو اند — سد اسکندری ہمیں دیدم

ایک اور بزرگ فرماتا ہے: ۵

لا و ہو[1] زاں سرائے زور بہی
بازگشتند جیب و کیسہ تہی

اس حیرت کے حاصل ہونے کے بعد مقام معرفت ہے۔ دیکھیں کہ اس دولت سے مشرف فرماتے ہیں۔ اور کفر حقیقی کے بعد ایمان حقیقی کے حصول کے ساتھ، جو مقام حیرت ہے نوازتے ہیں۔

اس بارے میں محققین کا نہایت مطلوب ایمان اور مقام دعوت اور حضرت صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیہ ہے کہ:۔

اَدْعُوْٓا اِلَی اللّٰہِ عَلٰی بَصِیْرَۃٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِیْ۔ — میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں میں اور میرے پیرو کار کامل بصیرت پر ہیں۔

اسی مقام میں ہے۔

اور وہ سرور دین و دنیا علیہ الصلوٰۃ والسلام اس ایمان کو طلب کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ اِیْمَانًا صَادِقًا وَّیَقِیْنًا لَیْسَ بَعْدَہٗ کُفْرٌ۔ — اے اللہ مجھے ایمان صادق عطا فرمایا اور ایسا یقین دے جس کے بعد کفر نہ ہو۔

اور آپ کفر حقیقی سے جو مقام حیرت سے ہے، پناہ پکڑتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں:

اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْفَقْرِ وَ الْکُفْرِ۔ — اے اللہ میں فقر اور کفر سے تیرے پاس پناہ لیتا ہوں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۰) ۳۔ جبکہ میں سو جہان سے مقدود فہم رہنے والے عقل سے آگے گزر چکا ہوں تو میں کیسے کہوں کہ میں نے کفر اور دین کو دیکھا ہے (بلکہ مرتبہ عقل سے گزرنے کے بعد نہ کفر دکھائی دیتا ہے اور نہ دین و ایمان)۔

۴۔ یہ جو کچھ بھی ہے تیرے راستے کی رکاوٹیں ہیں۔ میں تو سد (دیوار) سکندری اسے ہی دیکھتا ہوں۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) [1] لا اور ہو (نفی و اثبات) اس مبارک سرا سے واپس لوٹ آئے اور ان کا گریبان اور کیسہ خالی تھا۔

[2] پارہ ۱۳۔ سورۃ یوسف۔ [3] ترمذی، طبرانی، بیہقی اور محمد بن نصر مروزی نے (باقی برصفحہ ۱۴۲)



Marfat.com

یہ مرتبہ مراتب حق الیقین کی نہایت ہے۔ اس جگہ علم اور عین ایک دوسرے کا حجاب نہیں ہوتے

شعر:

هنيئًا لأرباب النعيم نعيمها
وللعاشق المسكين ما يتجرع

اس تحقیق کو ذہن نشین کر لو۔

جان لو اللہ تم کو سیدھی راہ دکھائے۔ کہ ان بزرگوں کا جذبہ دو قسم کا ہے۔ قسم اوّل جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پہنچی ہے۔ اور اس اعتبار سے ان مشائخ نقشبندیہ کا طریقہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ اور اس کا حصول طریقہ خاص سے توجہ پر موقوف ہے۔ اور یہ جذبہ تمام موجودات کا قیوم ہے۔ اور فنا و اضمحلال اس میں نصیب ہوتا ہے۔

دوسری نوع وہ ہے کہ اس طریقہ میں اس کے ظہور کا مبداء حضرت خواجہ نقشبند ہیں۔ اور وہ معیت ذاتیہ کے راستے سے ابھرتا ہے۔ اور وہ جذبہ حضرت خواجہ سے ان کے خلیفہ اوّل خواجہ علاؤ الدین کو پہنچا۔

اور چونکہ آپ اپنے وقت کے قطب ارشاد تھے۔ اس لیے آپ نے بھی اس قسم کے جذبہ کے حصول کے لیے ایک طریقہ وضع فرمایا۔ اور وہ طریقہ آپ کے خانوادہ کے خلفاء میں طریقہ علائیہ سے مشہور ہے۔ ان کی عبارت میں واقع ہے کہ تمام طریقوں سے اقرب طریقہ، طریقہ علائیہ ہے اگرچہ اس جذبے کا اصل آغاز حضرت خواجہ نقشبند سے ہے۔ لیکن اس جذبہ کے حصول کے لیے طریقے کا وضع کرنا حضرت خواجہ علاؤ الدین قدس اللہ تعالیٰ اسرارہما کے ساتھ مخصوص ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۱) اسے روایت کیا۔ ۵۴ بیہقی و حاکم بروایت انس رضی اللہ عنہ۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) ۱؎ ارباب نعمت کو نعمتیں گوارا ہوں اور عاشق مسکین کے لیے وہی ہے جو وہ غم کو گھونٹ گھونٹ کر کے پی رہا ہے۔

۵۲ آپ کا نام مبارک محمد بن محمد بخاری ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے اپنے ایام زندگی میں ہی بہت سے طالبان حق کی تربیت ان کے سپرد کر دی تھی۔ اور فرماتے تھے کہ علاء الدین نے ہمارا کافی بوجھ ہلکا کر دیا ہے۔ سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ بارہا فرمایا کرتے تھے کہ جب تک میں حضرت خواجہ علاؤ الدین رحمۃ اللہ کی خدمت میں نہ پہنچا تھا خدا کی شناخت نہ ہوتی تھی۔ اللہ ہم سب کو حضرت خواجہ عطار کے صدقے اپنی معرفت سے نوازے۔ از مترجم عفی عنہ۔



Marfat.com

بلاشبہ یہ طریقہ کثیر البرکتہ ہے۔ اس طریقے کا تھوڑا حصہ بھی دوسروں کے بہت سے طریقوں سے زیادہ نافع ہے۔

اس وقت تک مشائخ خانوادہ علائیہ اور احراریہ اس دولت عظمیٰ سے بہرہ ور ہیں اور طالبوں کی اس راستے سے تربیت کر رہے ہیں۔ حضرت خواجہ عبیداللہ احرار کو یہ دولت عظمیٰ۔ مولانا یعقوب[۱] چرخی علیہما الرضوان سے جو حضرت خواجہ علاؤالدین کے خلفاء میں سے ہیں پہنچی ہے۔

جذبہ کی نوع اول جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ اس کے حصول کے لیے ایک علیحدہ طریقہ مقرر ہے۔ اور وہ وقوف[۲] عددی کا راستہ ہے۔ اور وہ سلوک تو اس جذبہ کے حصول تک پہنچاتا ہے۔ وہ بھی دو قسم ہے۔ بلکہ کئی قسم ہے۔ ایک قسم تو وہ ہے۔ کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس طریقہ سے مقصود تک پہنچے۔ اور حضرت رسالت خاتمیت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ بھی جذبہ کے اس خانہ سے اسی طریقہ سے پہنچے ہیں۔ اور حضرت صدیق

---

[۱] حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ غزنی کے ایک گاؤں چرخ میں رہتے تھے۔ آپ حضرت خواجہ بزرگ خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین میں سے تھے۔ اور آپ کی وفات کے بعد خواجہ علاؤالدین قدس سرہ کی خدمت میں رہے۔ خواجہ ناصرالدین عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میں ھرات میں تھا، کہ مجھے مولانا یعقوب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ ولایت صنعان کی طرف روانہ ہوا۔ اور سخت محنت و مشقت کے بعد وہاں پہنچا۔ مولانا یعقوب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک طالب ایک عزیز (بزرگ) کی صحبت میں آرہا ہے۔ جب خواجہ عبیداللہ تشریف لائے تو آپ نے ان کے لیے چراغ روشن کیا۔ اور اپنے فیض سے مستفیض فرمایا۔

[۲] وقوف عددی یہ ہے۔ کہ عدد وتر کی صورت میں نفی و اثبات کا ذکر کیا جائے۔ اس طرح کا ذکر بھی سلسلہ نقشبندیہ میں مشہور و معروف ہے۔ اور ذکر کرنے والے کو اس کی عجیب خاصیت اور ایک نئے قسم کا اثر محسوس ہوتا ہے۔ وقوف عددی کی صورت یہ ہے۔ کہ پہلے نفی و اثبات کو یعنی لا الہ الا اللہ کو ایک سانس میں ایک بار کہے پھر ایک سانس میں تین بار کہے۔ پھر ایک سانس میں پانچ بار۔ یہاں تک کہ ایک سانس میں اکیس بار کہے۔ بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ، یہاں تک پہنچے کہ ایک سانس میں ایک سو اکیس بار کہے۔ اس وقت دل کی کھڑکی کھل جاتی ہے۔ اور دل نور کے مشاہدہ سے منور ہو جاتا ہے۔

(ملخص از القول الجمیل و ضیاء القلوب)

اور رشحات میں وارد ہے۔ کہ وقوف عددی ذکر میں عدد کی رعایت سے عبارت ہے۔ حضرت خواجہ بزرگ نے فرمایا ہے، کہ ذکر قلبی میں عدد کی رعایت دل کو مختلف خیالات سے محفوظ رکھنے کے لیے ہے۔



Marfat.com

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کمال اخلاص کی جہت سے جو آپ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رکھتے تھے اور آپ میں فانی تھے۔ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ وتقدس علیہم اجمعین کے درمیان اس راستے کی خصوصیت کے ساتھ مخصوص ہوئے ہیں۔ اور یہی نسبت جذبہ وسلوک حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک اسی خصوصیت کے ساتھ پہنچی۔ اور جب کہ امام جعفر صادق کی والدہ ماجدہ حضرت صدیق اکبر کی اولاد کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تھیں۔ اس بنا پر امام جعفر نے ان دونوں جہتوں کے اعتبار سے فرمایا کہ مجھے ابو بکر نے دو بار جنا ہے۔ اور جب کہ حضرت امام جعفر نے اپنے آبائے کرام سے بھی ایک الگ نسبت حاصل کی۔ تو آپ ان دونوں طریقوں کے جامع ہوئے۔ اور اس جذبے کو آپ نے ان کے سلوک کے ساتھ جمع فرمادیا۔ اور اس سلوک کے ذریعے مقصود تک پہنچے۔ اور ان دونوں سلوک کے درمیان فرق یہ ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلوک سیر آفاقی سے طے ہوتا ہے۔ اور حضرت صدیق کا سلوک سیر آفاقی سے کوئی خاص تعلق نہیں رکھتا۔ یوں دکھائی دیتا ہے۔ کہ حضرت صدیق اکبر نے جذبہ کے مکان میں سوراخ کیا۔ اور مطلوب تک پہنچے۔ حضرت علی کے سلوک میں معارف حاصل ہوتے ہیں۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سلوک میں محبت کا غلبہ ہوتا ہے۔ اسی بنا پر لازماً حضرت علی علم کے شہر کے دروازے قرار پائے[1]۔ اور حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ دوستی اور خلت کی قابلیت پیدا کی۔ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا[2]:

| | |
|---|---|
| لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا اَحَدًا خَلِيْلًا | اگر میں نے کسی کو اپنا خالص دوست بنانا ہوتا |
| لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَكْرٍ خَلِيْلًا | تو ابو بکر صدیق کو بناتا۔ |

اور حضرت امام جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جہت جذبہ کی جامعیت کے اعتبار سے جس کا مبنیٰ محبت ہے۔ اور سلوک آفاقی کی جہت سے جو علوم ومعارف کا منشا ہے۔ محبت اور معرفت سے وافر حصہ حاصل کیا۔ اس کے بعد امام موصوف نے اس نسبت مرکبہ کو بطور امانت سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی قدس اللہ تعالیٰ سرہ کے سپرد کیا[3]۔

---

[1] اس قول میں اس بات کی طرف اشارہ ہے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اَنَا دَارُ الْحِكْمَةِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا"۔ یعنی میں حکمت کا گھر ہوں، اور علی اس کے دروازے۔

[2] بخاری شریف بروایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اس حدیث کو بعض دوسرے محدثین نے بھی روایت کیا ہے۔

[3] نقل صحیح سے یہ بات ثابت ہے۔ کہ شیخ بایزید بسطامی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ (باقی برصفحہ ۱۲۵)



Marfat.com

گویا آپ نے امانت کا یہ بوجھ اپنی پشت پر اٹھائے رکھا۔ یہاں تک کہ یہ امانت بتدریج امانت کے اہل تک پہنچائی۔ اور ان کی توجہ کا رُخ اس امانت کے اُٹھانے سے پہلے دوسری جانب تھا۔ اس نسبت کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتے تھے۔ اور اس امانت کے اٹھانے میں بھی بہت سی حکمتیں ہیں۔ اگرچہ اس نسبت کے اُٹھانے والوں نے اس نسبت سے بہت کم حصہ پایا ہے۔ لیکن اس نسبت کو ان بزرگوں کے انوار سے وافر حصہ ملا ہے۔ مثلاً سُکر کی ایک قسم جو اس نسبت میں ملی ہوئی ہے۔ سلطان العارفین بایزید رحمۃ اللہ علیہ کے انوار کے نشانات میں سے ہے۔ یہ سکر مبتدیوں کو حس سے غائب کر دیتا ہے۔ اور ہوش کو لے جاتا ہے۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ یہ سُکر پوشیدہ ہو جاتا ہے اور صحو کے غلبہ کے اعتبار سے وہ نسبت مراتب صحو میں مل جاتی ہے۔ ظاہر میں صحو ہوتا ہے۔ اور باطن میں سکر۔ یہ بیت ان کے حال کے بیان کے مناسب ہے۔ ؎

از دروں شو آشنا و از بروں بیگانہ وش[۱]
ایں چنیں زیبا روش کم مے بود اندر جہاں

علیٰ ھٰذا القیاس اس نسبت نے ہر بزرگ سے نور حاصل کر کے اس کے اہل تک پہنچایا۔[۲] اور وہ عارف ربانی حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی[۳] ہیں۔ جو حضرات خواجگان کے سلسلہ کے سر حلقہ ہیں۔

---

(حاشیہ بقیہ صفحہ ۱۴۴) کے وصال شریف کے بعد پیدا ہوئے۔ لہٰذا حضرت شیخ کی یہ تربیت روحانیت اور باطن کے طور پر تھی۔

(حاشیہ صفحہ ھٰذا) [۱] اندر سے آشنا ہو۔ اور باہر سے بیگانوں کی طرح۔ اس طرح کی بہتر روش جہاں میں بہت کم ہی کسی کو نصیب ہوتی ہے۔

[۲] اور وہ اس طرح کہ یہ نسبت سلطان العارفین سے شیخ ابوالحسن خرقانی تک پہنچی۔ ان سے شیخ ابو علی فارمدی تک اور ان سے بطور امانت حضرت خواجہ یوسف ہمدانی کو ملی۔ اس کے بعد یہ نسبت خواجہ عبدالخالق غجدوانی کو حاصل ہوئی جو سلسلہ خواجگان کے سردار ہیں۔ قُدِّسَ سِرُّہم

[۳] آپ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی کے خلفا میں سے ہیں۔ آپ کی جائے ولادت اور مزار شریف غجدوان شریف ہے۔ حضرت خواجہ نے ذکر خفی کی تلقین حضرت خواجہ خضر سے حاصل کی، اور یہ ذکر کرنے پر مامور ہوئے۔ خواجہ یوسف ہمدانی نے اس میں کوئی تبدیلی نہ کی۔ اور فرمایا۔ جیسا آپ کو حکم ہوا ہے۔ ویسا ہی کرتے رہیں۔ اس بلند گروہ کی آٹھ اصطلاحیں حضرت خواجہ عبدالخالق کے کلمات قدسیہ سے ہیں:۔ یعنی (۱) ہوش در دم (۲) نظر بر قدم (۳) سفر در وطن (باقی بر صفحہ ۱۴۶)

Marfat.com

قدس اللہ تعالیٰ وتبارک اسرارھم۔ اور اُس وقت میں اس بلند نسبت نے پھر تازگی پائی اور میدان ظہور میں آئی۔ ان کے بعد اس سلسلے میں سلوک آفاقی کا پہلو پھر پوشیدہ ہو گیا۔ اور جذبے کے حصول کے بعد مشائخ کرام دوسرے راستوں پر چل پڑے۔ اور عروج حاصل کیا۔ یہاں تک کہ حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ الاقدس عالم ظہور میں جلوہ گر ہوئے۔ تو وہ نسبت اس جذبے اور سلوک آفاقی کے ساتھ پھر ظاہر ہوئی۔ اور ان دونوں جہتوں کی وجہ سے آپ معرفت اور محبت کے کمال کے جامع ہو گئے۔ اس جامعیت کے باوجود جذبے کی ایک دوسری قسم جو معیت کی راہ سے سامنے آتی ہے وہ بھی آپ کو عطا فرمائی گئی۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہوا۔ اور آپ کے قائم مقام یعنی حضرت خواجہ علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ کو بھی آپ کے کمالات سے وافر حصہ ملا۔ اور جذبہ و سلوک آفاقی دونوں دولتوں سے مشرف ہوئے۔ اور مقام قطب ارشاد تک پہنچے۔

اور اسی طرح حضرت خواجہ محمد پارسا[۱] نے بھی ان کے کمالات سے مکمل حصہ پایا۔ اور حضرت خواجہ نقشبند نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں حضرت خواجہ محمد پارسا کے حق میں فرمایا۔ کہ جسے مجھے دیکھنے کی رغبت ہو وہ محمد پارسا کو دیکھ لے۔

اور نیز حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ سے منقول ہے۔ کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ بہاالدین یعنی خود میرے وجود سے محمد پارسا کا ظہور مقصود ہے۔ اور حضرت خواجہ پارسا کو ان کمالات کے باوجود فرویت کی نسبت مولانا عارف[۲] دیک کرانی نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں عطا فرمائی۔ اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۵) (۴) خلوت در انجمن (۵) یاد کرد (۶) بازگشت (۷) نگاہ داشت (۸) یادداشت۔
آپ مندرجہ ذیل باتوں کی وصیت فرمایا کرتے تھے۔ مخلوق سے اس طرح دور بھاگو جس طرح شیر سے دور بھاگتے ہو۔ بے ریش لڑکوں۔ عورتوں۔ بدعتی لوگوں۔ اور دولت مندوں اور عام لوگوں کی مجلس اختیار نہ کرو۔ (رشحات)

(حاشیہ صفحہ ھٰذا) ۱؎ یعنی محمد بن محمود حافظ بخاری، حضرت خواجہ بزرگ نے فرمایا کہ وہ حق اور وہ امانت جو اس ضعیف کو پہنچا ہے۔ اور جو کچھ میں نے اس راستے میں حاصل کیا ہے، سب کچھ تمہیں سپرد کر دیا۔ اسے مخلوق خدا تک پہنچانا۔ آپ کا وصال شریف ۸۶۵ھ ہجری میں ہوا۔ اور آپ کا مزار پُرانوار بلخ شریف میں مرجع خلائق ہے۔

۲؎ مولانا عارف دیک کرانی حضرت خواجہ امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کے چار خلفا میں سے دوسرے خلیفہ ہیں آپ کی ولادت اور مزار شریف دیک کراں بستی میں ہے۔ جو ہزارہ کے قصبات میں سے دریائے کوہک کے کنارے پر واقع ہے اور وہاں سے بخارا شریف کا شہر ۹ فرسنگ ہے۔ حضرت خواجہ امیر کلال فرمایا کرتے تھے کہ میرے ساتھیوں خواجہ بہاؤالدین نقشبند اور مولانا عارف کی طرح دوسرا کوئی نہیں حضرت خواجہ نقشبند مولانا عارف قدس سرہما کے ساتھ (باقی بر صفحہ ۱۴۸)



Marfat.com

نسبت کا یہی غلبہ آپ کے لیے پیر بننے اور طالبوں کی تکمیل کرنے سے رکاوٹ بن گیا۔ ورنہ آپ کمال اور تکمیل میں نہایت بلند درجہ رکھتے تھے۔

حضرت خواجہ نقشبند خواجہ پارسا کی شان میں فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر محمد پارسا پیری شروع کردے تو سارا عالم ان سے روشن ہوجائے۔ مولانا عارف نے فردیت کی یہ نسبت مولانا بہاالدین قشلاقی سے جو آپ کے دادا تھے۔ حاصل کی تھی۔

جاننا چاہیے کہ فردیت کی نسبت کا رخ مکمل طور پر حق سبحانہٗ کی طرف ہوتا ہے۔ اور پیر بننے اور مخلوق کو کمال تک پہنچانے اور لوگوں کو دعوت دینے سے کوئی سروکار نہیں رکھتی۔ اور اگر وہ نسبت قطب ارشاد کی نسبت کے ساتھ جو مخلوق کی دعوت اور تکمیل کا مقام ہے جمع ہوجائے۔ تو دیکھنا چاہیے کہ اگر فردیت کی نسبت غالب ہے۔ تو ارشاد اور تکمیل کا پلہ اس صورت میں کمزور ہوگا۔ ورنہ ان دو نسبتوں والا حد اعتدال میں ہوگا۔ اس کا ظاہر مکمل طور پر مخلوق کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور باطن بالکلیہ حق تعالیٰ و تقدس کے ساتھ۔ مخلوق کو خالق کی طرف دعوت دینے کے مقام میں بلند ترین درجہ ان دو نسبتوں والے کے لیے ہے۔ اگرچہ قطبیتِ ارشاد کی نسبت اکیلی ہی دعوت کے لیے کافی ہے۔ لیکن ان بزرگوں کے لیے اس مقام میں ایک دوسرا ہی مرتبہ ہے۔ ان بزرگوں کی نگاہ دلی امراض کو شفا بخشتی ہے۔ اور ان کی صحبت غیر پسندیدہ عادات و اخلاق کو بالکل دور کر دیتی ہے۔

سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اس دولت عظمیٰ سے سعادت مند اور اس مرتبہ سے مشرف ہوچکے تھے۔ حضرت جنید کو نسبت قطبیت شیخ سری سقطی سے حاصل ہوئی تھی۔ اور فردیت کی نسبت

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۶) سات برس رہے۔ اور مولانا عارف ان کے ساتھ نہایت اکرام اور تعظیم سے پیش آتے تھے۔ مولانا عارف کے کلمات قدسیہ میں سے ہے۔ کہ جو شخص اپنی تدبیر میں کرتا رہتا ہے۔ اس کے لیے دوزخ تیار ہے۔ اور جو شخص خدائے تعالیٰ کی تقدیر کے مطالعہ میں رہتا ہے اس کے لیے جنت ہے۔ (نفحات)

(حاشیہ صفحہ ھٰذا) ؎ آپ کی کنیت ابوالحسین ہے۔ آپ جنید اور تمام بغداد کے بزرگوں کے استاد ہیں۔ اور معروف کرخی کے شاگرد ہیں۔ آپ نے تیس رمضان ۲۵۳ھ ہجری منگل کی صبح اس دنیائے فانی سے رحلت فرمائی۔ حضرت جنید فرماتے ہیں، میں نے سری جیسا کسی کو عبادت کرتے نہیں دیکھا۔ آپ نے ستر سال کی عمر پائی لیکن موت کے وقت کے سوا کسی نے کبھی آپ کو لیٹے ہوئے اور آرام کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ حضرت سری یہ شعر پڑھا کرتے تھے: لا فی النهار ولا فی اللیل لی فرح لا ابالی اطال لیل ام قصرا ——— یعنی مجھے دن اور رات کے آنے سے کوئی خوشی نہیں ہوتی۔ اور مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ رات لمبی ہو یا چھوٹی (نفحات)



Marfat.com

## شیخ محمد قصاب[1] آملی سے۔

آپ کی قدسی نشان باتوں میں سے ایک بات یہ ہے کہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ میں سری کا مرید ہوں۔ میں تو محمد قصاب کا مرید ہوں۔ نسبت فردیت کو غالب کر کے آپ نے نسبت قطبیت کو فراموش کر دیا اور اسے نسبت فردیت کے پہلو میں معدوم جانا ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند کے خلفاء کے بعد اس بزرگ خاندان کے چراغ حضرت خواجہ احرار تھے۔ آپ خواجگان کے جذبہ کو مکمل طور پر طے کرنے کے بعد سیر آفاقی کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔ اور نام میں اُنے یعنی شہرت حاصل کیے بغیر سیر کو اسم تک پہنچایا تھا۔ اور اس میں استہلاک اور فنا پیدا کی۔ اور پھر جذبہ کے گھر میں آئے۔ اور اسی جہت میں آپ نے خاص استہلاک اور اضمحلال پیدا کیا۔ اور اسی جہت میں بقا بھی پائی مختصر یہ کہ آپ اس جہت میں شان عظیم رکھتے تھے۔ اور وہ علوم و معارف جو فنا و بقا میں میسر آتے ہیں۔ آپ کو اسی مقام میسر آگئے۔ اگرچہ دو جہتوں کے تغائر کے واسطے سے علوم میں فرق موجود ہے۔ ان میں سے ایک فرق توحید وجودی کا اثبات اور اس کا عدم ہے۔ اور اسی طرح ان امور کا اثبات ہے۔ جو توحید وجودی کے مناسب ہیں۔ جیسے احاطہ اور سریان اور معیت ذاتی اور کثرت کے بالکلیہ پوشیدہ ہونے کے باوجود وحدت کا کثرت میں شہود اس طرح کے سالک پر کلمہ انا بالکل لوٹ کر نہ آئے۔ اور اسی طرح کے اور دوسرے امور ہیں۔ بخلاف ان علوم کے جو اس بقا پر مرتب ہوتے ہیں۔ جو فنائے مطلق کے بعد ہے۔ کیونکہ وہ علوم ایسے نہیں ہیں۔ بلکہ ان کے علوم شریعت حقہ کے علوم کے مطابق ہیں۔ اور یہ علوم حیلوں بہانوں اور تکلفات اور سوالات و جوابات کے محتاج نہیں ہیں۔

مختصر یہ کہ جو بقا جہت جذبہ میں ہے، چاہے کسی قسم کا جذبہ ہو سکر سے باہر نہیں لا سکتی۔ اور صحو میں داخل نہیں کر سکتی۔ لہٰذا کلمۂ انا کے باقی رہنے کے باوجود باقی پر رجوع نہیں کر سکتی اور اس کی طرف اشارہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جذبہ میں محبت کا غلبہ ہے۔ اور غلبۂ محبت کے لیے سکر لازم ہے پس کسی طرح بھی سکر اس سے جدا نہیں ہو سکتا۔ اس لیے لازمی طور پر اس کے علوم سکر آمیز ہوتے ہیں۔ جیسے وحدت الوجود کا قائل ہونا۔ کیونکہ وحدت وجود کا مبنیٰ سکر اور غلبہ محبت ہے اس طور پر کہ اس کی نظر میں محبوب کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا۔ تو وہ ماسوا کی نفی کا حکم لگاتا ہے۔ اور

---

[1] آپ دامغان کے رہنے والے تھے۔ اور شیخ ابو العباس کے شاگرد تھے۔ شیخ ابو العباس نے آپ کو لوگوں کی مجلس میں بیٹھنے سے منع کیا ہوا تھا۔ کیونکہ آپ کی گفتگو بہت بلند ہوتی تھی۔ سارا دامغان گویا جسم تھا اور آپ اس کی روح تھے۔



Marfat.com

اگر ایسا شخص صحو کی طرف آتا تو محبوب کا شہود اس کے لیے ماسوا کے شہود کے مانع نہ ہوتا۔ اور وحدت وجود کا حکم نہ لگاتا۔ اور وہ بقا جو فنا مطلق اور نہایت سلوک کے بعد ہوتی ہے۔ صحو کا منشا اور معرفت کا مبداء ہوتی ہے۔ سُکر کا اس جگہ کچھ دخل نہیں۔ علوم و معارف میں سے حالت فنا میں سالک سے جو کچھ گم ہُوا تھا وہی سب کچھ رجوع کر آتا ہے۔ لیکن اصل کے رنگ سے رنگین ہوتا ہے اور بقاء باللہ سے یہی مراد ہے۔ اس لیے لازماً ان کے علوم میں سُکر کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ پس ان کے علوم انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات والتحیات والبرکات الی یوم الدین کے علوم کے مطابق ہوتے ہیں۔

اور نیز ایک بزرگ سے میں نے سُنا ہے کہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی والدہ ماجدہ کے آباؤ کرام سے بھی جو عجیب احوال کے مالک اور جذبہ قوی رکھتے تھے، نسبت حاصل کی تھی اور بارہ اقطاب کے مقام سے بھی کہ دین کی تائید و تقویت ان سے وابستہ ہے۔ اور جمعیت میں بھی عظیم شان رکھتے ہیں، وافر حصہ رکھتے تھے۔ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ کو تائید شریعت اور نصرت دین میں جو خاص مقام حاصل تھا، وہ اسی نسبت کی وجہ سے تھا اور آپ کے احوال گرامی کا کچھ تھوڑا سا ذکر (اسی مکتوب میں) پہلے ہو چکا ہے۔

اس کے بعد ان بزرگوں کے طریقے کا احیاء اور عزیزوں کے آداب کی اشاعت علی الخصوص ممالک ہندوستان میں جہاں کے رہنے والے ان کے کمالات سے بے بہرہ ہیں۔ ارشاد پناہی معارف آگاہی پسندیدہ دین کی تائید کرنے والے ہمارے شیخ و مولا محمد الباقی سلمہ اللہ تعالیٰ کے ظہور سے ہوئی۔

اس فقیر نے چاہا کہ آپ کے کمالات کا تھوڑا سا حصہ اس مکتوب میں درج کرے۔ لیکن جب اس بارے میں آپ کی رضا مفہوم نہ ہوئی تو اس باب میں جرأت کرنے سے سُستی کی۔

# مکتوب نمبر ۲۹۱

مولانا عبدالحی کی طرف صادر فرمایا:

توحید وجودی و شہودی اور اس سے متعلقہ معارف کے بیان میں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین۔



Marfat.com

اے عزیز اللہ تعالیٰ تجھے رشد و ہدایت عطا کرے اس بات کو جان کر ایک گروہ کے لیے توحید وجودی کا منشا مراقبات توحید کی کثرت مشق اور ممارست اور کلمہ طیبہ لاالٰہ الااللہ کا سمجھنا اور ورد کرنا ہے توحید کی اس قسم کا ظہور قوت خیالی کے غلبہ کے باعث جبلہ اور غور اور تخیل کی وجہ سے ہے کہ اس کے معنی توحید کثرت مزاولت کی وجہ سے متخیلہ میں نقش ہو جاتا ہے اور چونکہ یہ توحید ایجاد موجد سے وجود میں آئی ہے اس بنا پر وہ علت سے خالی نہیں۔ اس توحید والا ارباب احوال میں سے نہیں ہے۔ کیونکہ ارباب احوال ارباب قلوب ہوتے ہیں حالانکہ وہ اس وقت میں مقام قلب سے کچھ خبر نہیں رکھتا۔ یہ توحید حالی نہیں محض علمی ہے لیکن علم کے بھی اوپر نیچے بہت درجے ہیں۔

اور ایک دوسرے گروہ کی توحید وجودی کا منشا انجذاب اور محبت قلبی ہے جو ابتدا اذکار اللہ کے ساتھ جو معنی توحید کے تخیل سے خالی ہوتے ہیں مشغول رہتے ہیں اور جد و جہد یا حرف عنایت ازلی سے مقام قلب میں پہنچے اور جذب پیدا کیا اس مقام میں اگر ان پر توحید وجودی کا جمال ظاہر ہوتا ہے تو اس کا سبب محبوب کی محبت کا غلبہ ہوگا جس نے ماسوائے محبوب کے ان کی نظر سے پوشیدہ کر دیا اور چھپا لیا۔ اور جبکہ ماسوائے محبوب کو نہیں دیکھتے اور نہیں پاتے۔ تو لازماً محبوب کے سوا کسی کو موجود نہیں جانتے توحید کی یہ قسم قبیلہ احوال سے ہے اور علت تخیل اور وہم کی ملاوٹ سے پاک اور مبرا ہے۔ اور اگر ارباب قلوب کی اس جماعت کو اس مقام سے عالم کی طرف واپس بھیج دیں۔ تو اپنے محبوب کو عالم کے ذرات میں سے ہر ذرے کے اندر مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور موجودات کو محبوب کے حسن و جمال کے آئینے اور جلوہ گاہیں جانتے ہیں یہ جماعت اگر محض فضل خداوندی جل شانہ سے مقام قلب سے باہر نکل کر جناب قدس کی طرف جو دلوں کو پھیرنے والی ہے متوجہ ہو جائیں تو یہ توحیدی معرفت جو مقام قلب میں پیدا ہوتی تھی۔ زوال پذیر ہو جاتی ہے۔ اگرچہ یہ لوگ عروج کی سیڑھیوں سے چڑھتے جاتے ہیں۔ تاہم اپنے آپ کو اس معرفت کے ساتھ بہت سے مناسب پاتے ہیں۔ ان میں سے ایک جماعت تو اس معرفت والوں پر انکار اور اعتراض کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ جیسے رکن الدین[۱] ابو المکارم شیخ علاء الدولہ سمنانی اور بعض دوسروں کے لئے اس معرفت کے

---

[۱] آپ اصل میں شاہان سمنان میں سے تھے پندرہ سال کی عمر میں سلطان وقت کی خدمت میں آکر مشغول خدمت ہوئے کسی جنگ کے دوران آپ میں جذبہ پیدا ہوا تو بغداد میں شیخ نور الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے کچھ مدت کے بعد دعوت ارشاد کی اجازت حاصل کی اور خانقاہ کاکیہ میں پندرہ سال کے اندر ایکسو چالیس چلے کئے اور دوسرے (باقی بر صفحہ ۱۵۱)



Marfat.com

زائل ہونے کے بعد اس کی نفی واثبات سے کوئی کام نہیں رہتا۔

ان سطور کا لکھنے والا اس معرفت والوں کے انکار سے اجتناب کرتا ہے۔ اور ان پر اعتراض کرنے سے اپنے آپ کو دور رکھتا ہے۔ انکار اور اعتراض کی اس وقت گنجائش ہوتی ہے جبکہ اس حال والوں کے لیے اس حال کے ظہور میں قصد اور اختیار کا دخل ہو۔ ان کے ارادے کے بغیر ہی ان میں یہ معنیٰ ظاہر ہوجاتا ہے۔ وہ حال کے مغلوب ہوتے ہیں۔ لہذا معذور قرار پاتے ہیں۔ اور مجبور و معذور پر کوئی رد و اعتراض نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ فقیہ انکار سے اجتناب کے باوجود اس قدر جانتا ہے۔ کہ اس معرفت سے اوپر بھی ایک دوسری معرفت ہے۔ اور اس حال کے اوپر بھی ایک دوسرا حال ہے۔ اس مقام میں رک جانے والے بہت سے کمالات سے روک دیے جاتے ہیں اور بے شمار مقامات سے محروم رہتے ہیں۔ اس کم پایہ حقیر کو بغیر اس کے کہ مراقبات اور اذکار کے ضمن میں معنیٰ توحید کے ساتھ مشغول ہو بلکہ محنت اور کوشش کے بغیر محض فضل ایزدی سے افاضت پناہ حقائق و معارف آگاہ پسندیدہ دین کی تائید فرمانے والے ہمارے شیخ ومولا محمد الباقی قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس کی ہدایت سے لبریز صحبت میں ذکر سیکھنے اور آپ کی توجہ اور عنایت کے بعد مقام قلب میں لے آئے۔ اور معرفت کا دروازہ کھول دیا۔ اور اس مقام کے بے شمار علوم و معارف عطا فرمائے۔ اور ان معارف کی باریکیوں کو منکشف کیا گیا۔ اور ایک مدت تک مجھے اسی مقام میں رکھا گیا۔ آخر کار کمال بندہ نوازی سے مجھے مقام قلب سے نکالا گیا۔ اس دوران توحید وجودی کی معرفت زوال پذیر ہونا شروع ہوئی۔ اور رفتہ رفتہ مکمل طور پر معدوم ہوگئی۔

اپنے حالات کے اظہار سے مقصود یہ ہے کہ پتہ چل جائے، کہ اس مضمون کو میں نے کشف اور ذوق کے تحت تحریر کیا ہے۔ ظن اور تقلید سے نہیں لکھا۔ جاننا چاہیے کہ معارف توحیدی جو بعض اولیاء اللہ سے ظاہر ہوتے ہیں۔ ابتدائے حال اور مقام قلب میں صادر ہوئے ہیں۔ لہذا اس راہ سے ان بزرگوں کو کوئی نقص لاحق نہیں ہوتا۔

اس حقیر نے بھی اس وقت معارف توحیدی میں کئی رسالے تحریر فرمائے۔ اور جب ان تحریرات کو بعض دوستوں نے ادھر اُدھر منتشر کر دیا۔ تو انہیں جمع کرنا مشکل جانتے ہوئے ان رسائل کو

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۰) اوقات میں ایک سو تیس ۱۳۰ چلے کیے۔ بستر سال کی عمر میں بائیس رجب ۲۰۳؁ ہجری میں سب جمعہ کو وصال فرمایا۔



Marfat.com

اپنے حال پر چھوڑ دیا۔ نقص اس وقت لازم ہوتا ہے۔ جب کہ اس مقام سے آگے نہ جائیں۔

ارباب توحید کا ایک گروہ وہ ہے جس نے اپنے مشہود میں پورے طور پر نیستی اور محو ہونا پیدا کیا ہے۔ اور ان کی ہمت یہ ہے کہ مشہود میں ہمیشہ نیست اور معدوم رہیں اور ان کے لازم وجود کا کچھ اثر ظاہر نہ ہو۔ یہ لوگ کلمہ اَنَا کے بولنے کو اپنے لیے کفر جانتے ہیں۔ اور ان کے نزدیک نہایت کار فنا اور نیستی ہے۔ عالم میں شہود حق کو بھی گرفتاری خیال کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض فرماتے ہیں۔ میں ایسا عدم چاہتا ہوں جس کا پھر کبھی وجود نہ ہو۔ یہ لوگ محبت کے مقتول ہیں۔ اور حدیث قدسی مَنْ قَتَلْتُہٗ فَاَنَا دِیَتُہٗ۔ جس کو میں قتل کرتا ہوں، تو اس کا خون بہا میں خود ہوتا ہوں۔

انہیں لوگوں کی شان میں واقع ہے۔ یہ لوگ ہمیشہ وجود کے بوجھ تلے دبے رہتے ہیں۔ اور ایک لمحہ کے لیے بھی آسائش نہیں پاتے کیونکہ آسائش غفلت کی حالت میں ہوتی ہے۔ ہمیشہ کی نیستی کی صورت میں غفلت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

شیخ الاسلام ہروی[1] فرماتے ہیں۔ جو شخص مجھے ایک گھڑی کے لیے حق سبحانہٗ سے غافل کرے امید ہے کہ اس کے گناہوں کو بخش دیں گے۔

اور وجود بشریت کے لیے غفلت درکار ہے۔ حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے اپنے کمال کرم سے ان میں سے ہر ایک کو ان امور کی استعداد کے اندازہ کے مطابق جو غفلت پیدا کرنے والے ہیں۔ ان کے ظاہر کو ان امور کے ساتھ مشغول کر دیا ہے۔ اس بنا پر کسی قدر ان کا بار وجود ان سے ہلکا ہو جاتا ہے۔ ایک جماعت کے دل میں سماع اور رقص کی الفت ڈال دی گئی ہے۔ اور ایک گروہ کے لیے تصنیف کتب اور علوم و معارف تحریر کرنا شعار بنا دیا گیا ہے۔ اور ایک گروہ مباح امور کے ساتھ مشغول

---

[1] یعنی حضرت ابو اسماعیل خواجہ عبداللہ بن ابی منصور محمد الانصاری۔ آپ حضرت ابو ایوب صحابی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں۔ شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ مجھے شعرائے عرب کے تین ہزار عربی اشعار یاد ہیں۔ اور میں نے تین صد افراد سے حدیث لکھی ہے جو سب کے سب سنی العقیدہ تھے۔ ان میں سے کوئی بھی بدعتی اور خود رائے نہیں تھا۔ اور مجھے تین ہزار احادیث ایک ایک ہزار اسناد کے ساتھ یاد ہیں۔ اور آپ نے فرمایا کہ مجھے ایسی قوت حافظہ عطا کی گئی ہے۔ کہ جو کچھ میرے قلم کے نیچے سے گزرتا ہے یاد ہو جاتا ہے۔ اور آپ نے فرمایا تصوف میں میرے پیر و مرشد شیخ ابو الحسن خرقانی ہیں اگر میں خرقانی کی زیارت سے مشرف نہ ہوتا۔ تو حقیقت کو نہ پا سکتا۔ (نفحات ملخصاً)



Marfat.com

کیا گیا ہے۔

عبداللہ اصطخری کتوں والوں کے ساتھ صحرا میں جا رہا تھا۔ کسی شخص نے کسی بزرگ سے اس کا راز دریافت کیا۔ اس بزرگ نے فرمایا تاکہ ایک سانس کے لیے ہی وجود کے بوجھ سے نجات حاصل کرے اور بعض کو توحید وجودی کے علوم اور شہود وحدت درکثرت کے ساتھ آرام عطا فرمایا۔ تاکہ اس بوجھ سے ایک گھڑی کے لیے ہی آرام پائیں۔ اسی قبیلہ سے ہے وہ توحید جو بعض اکابر مشائخ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم سے ظاہر ہوئی ہے۔ ان بزرگوں کی نسبت تنزیہ صرف کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے۔ عالم اور شہود در عالم سے کوئی سروکار نہیں رکھتی۔ وہ معارف جو ارشاد پناہ معارف دستگاہ ناصر الدین خواجہ عبید اللہ نے توحید وجودی اور شہود وحدت درکثرت کے مناسب تحریر فرمائے ہیں، توحید کی اسی قسم اخیر سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کی کتاب فقرات جو بعض علوم توحید وغیرہ پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کے علوم کا منشا اور ان معارف سے مقصود اس عالم کے ساتھ انس والفت پیدا کرنا ہے۔ اور اسی طرح ہیں ہمارے خواجہ (محمد الباقی قدس سرہ) کے وہ معارف جو آپ نے کتاب فقرات کے موافق بعض رسائل میں تحریر فرمائے ہیں۔ ان علوم توحید کا منشا نہ جذبہ ہے اور نہ غلبہ محبت اور ان کے شہود کو عالم کے ساتھ کوئی نسبت نہیں۔ جو کچھ انہیں عالم میں دکھاتے ہیں وہ ان کے شہود حقیقی کا شبہ اور مثال ہے۔

مثلاً ایک شخص جمال آفتاب کے عشق میں گرفتار ہو اور کمال محبت سے اپنے آپ کو آفتاب میں گم کر لیا ہو۔ اور اپنا کوئی نام ونشان نہ رہنے دیا ہو۔ ایسے شخص کے لیے اگر چاہیں کہ اسے اپنی طرف واپس لائیں اور اس میں آفتاب کے ماسوا کی انست والفت پیدا کریں تاکہ ایک گھڑی کے لیے ہی انوار آفتاب کے غلبہ سے اپنا ایک سانس ہی درست کرے، اور آرام پائے تو اسی آفتاب کو عالم کے آئینوں میں اس پر ظاہر کرتے ہیں۔ اور اس طرح اس عالم کے ساتھ اس کی انست اور التفات پیدا کرتے ہیں اور اسے بتاتے ہیں کہ سارا عالم عین آفتاب ہے اور آفتاب کے سوا کوئی چیز بھی موجود نہیں۔ اور کبھی ذرات عالم کے آئینوں میں اسے جمال آفتاب دکھاتے ہیں۔

یہاں کوئی شخص یہ سوال نہ کرے کہ جب نفس الامر میں عالم آفتاب کا عین نہیں ہے تو پھر عالم کو آفتاب ظاہر کرنا خلاف واقع ہوگا۔ اس لیے کہ اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ افراد عالم بعض امور میں آپس میں مشترک ہیں۔ اور بعض امور میں غیر مشترک۔ حق سبحانہ وتعالیٰ اپنی کمال قدرت سے بعض ان امور کو جو امتیاز اور عدم اشتراک کا باعث ہیں، بعض حکمتوں اور مصلحتوں کے تحت ان کی نظر سے پوشیدہ کر دیتا



Marfat.com

ہے۔ اور فقط اجزائے مشترکہ کا ہی مشاہدہ کراتا ہے۔ اس طرح ایک دوسرے کے آپس میں متحد ہونیکا حکم ثابت ہو جاتا ہے۔ تو اسیطرح وہ شخص آفتاب کو بھی اس علاقہ سے عالم کا عین پاتا ہے۔ اسی طرح حق سبحانہٗ کی اگرچہ فی الحقیقت عالم کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں، لیکن اسمی مشابہت اس اتحاد کو درست کر دیتی ہے۔

مثلاً حق سبحانہٗ وتعالیٰ موجود ہے اور عالم بھی موجود ہے اگرچہ فی الحقیقت ان دونوں وجودوں کے درمیان کچھ مناسبت نہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ عالم، سمیع، بصیر، حیّ اور قادر اور مرید ہے اور عالم کے بعض افراد بھی ان صفات کے ساتھ موصوف ہیں۔ اگرچہ واجب تعالیٰ کی صفات اور ممکن کی صفات ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ لیکن چونکہ وجود امکانی کی خصوصیّت اور صفات محدثات کے نقائص کو ان کی نگاہ سے (بعض حکمتوں کے تحت) پوشیدہ کر دیتے ہیں۔ لہٰذا واجب اور ممکن کے درمیان اگر اتحاد کا حکم کریں تو گنجائش ہے۔

اور توحید کی یہ قسم اخیر اقسام توحید میں سب سے اعلیٰ قسم ہے۔ بلکہ فی الحقیقت اس معرفت والے حال کے مغلوب نہیں ہیں۔ اور اس کا سکر اس معرفت کا باعث نہیں ہوا۔ بلکہ ان پر اس حال کا ورود کسی مصلحت کے لیے کیا گیا ہے۔ اور یہ بات ملحوظ و مطلوب ہے کہ اس معرفت کے وسیلہ سے انہیں سکر سے صحو کی طرف لائیں اور تسلی دیں۔ چنانچہ ایک جماعت کو سماع اور رقص اور ایک جماعت کو مباح امور کے ساتھ مشغول کر کے تسلی دیتے ہیں۔

جاننا چاہیے کہ ان مذکورہ گروہوں میں سے بعض کو ان امور کے ساتھ مشغول کرتے ہیں جو ان کے مشہود کے مغائر ہوتے ہیں، اور وہ اس طرح تسلی پاتے ہیں۔ بخلاف ان بزرگوں کے کہ جو چیز ان کے مشہود کے مغائر ہوتی ہے یہ اس کی طرف التفات نہیں کرتے اور اس کے تابع نہیں ہوتے۔ اس لیے ناچار عالم کو ان کے مشہود کا عین ظاہر کرتے ہیں۔ یا عالم کے آئینہ میں اس کو جلوہ گر کرتے ہیں۔ تا کہ ایک گھڑی کے لیے اس بوجھ سے آرام پائیں۔

اس آخری قسم توحید کا منشا اس حقیر کو کشف و ذوق کے طریقہ سے معلوم نہ تھا۔ صرف پہلی دو وجہوں کو جانتا تھا۔ اس تیسری قسم کا صرف ظن و گمان تھا۔ اسی لیے اس حقیر نے خطوط اور رسالوں میں ان دو بلکہ صرف دوسری وجہ کو لکھا ہے۔ اور توحید وجودی کو اس میں منحصر کیا ہے۔ لیکن ارشاد پناہی قبلہ گاہی (حضرت خواجہ محمد الباقی قدس سرہٗ) کی رحلت کے بعد آپ کے مزار شریف کی تقریب زیارت کے لیے آفات سے محفوظ شہر دہلی میں آنے کا اتفاق ہوا عید کے دن مزار شریف کی زیارت کے لیے گیا ہوا تھا[۱]

۱۔ حاشیہ صفحہ ۱۵۵



Marfat.com

مزار مبارک کی طرف توجہ کے دوران آپ کی روحانیت کی پوری توجہ اس فقیر کی جانب مبذول ہوئی۔ اور کمال غریب نوازی سے اپنی نسبت خاصہ، جو حضرت خواجہ احرار قدس سرہ کی طرف منسوب تھی، عطا فرمائی۔ فقیر نے جب اس نسبت کو اپنے اندر پایا، تو بالبداہت ان علوم و معارف کی حقیقت کو بطریق ذوق پالیا۔ اور معلوم ہُوا کہ ان میں توحید وجودی کا منشاء انجذاب قلبی اور غلبہ محبت نہیں ہے۔ بلکہ اس معرفت سے مقصود اس غلبے کا ہلکا کرنا ہے۔ ایک مدت تک اس معنے کا اظہار مناسب نہیں جانتا تھا۔ لیکن جب بعض رسائل میں صرف پہلی دو وجہوں کا ذکر ہوا۔ تو کم فہم لوگ اس سے وہم میں پڑ گئے کہ اس بیان سے ان دو بزرگوں (خواجہ احرار اور خواجہ محمد الباقی قدس سرہما) کی تنقیص لازم آتی ہے۔ کہ ان کا طریقہ ارباب توحید کا طریقہ ہے۔ تو لوگوں نے اس ذریعہ سے اس فقیر کے حق میں فتنہ انگیزی کی زبان درازی۔ یہاں تک کہ اس حقیر کے بعض کم عقیدت مریدوں کے احوال میں سُستی کا باعث بن گئی۔ تو ضرورتاً توحید کی اس قسم کے اظہار میں مصلحت دیکھی اور دلیل کے طور پر اس واقعے (یعنی زیارت قبر پیرومرشد) کو بطور دلیل ذکر کرنا بھی مناسب جانتے ہوئے تحریر میں لایا۔

ہمارے حضرت خواجہ کے مخلص درویشوں میں سے ایک نے یہ بات نقل کی۔ کہ حضرت خواجہ فرمایا کرتے تھے، کہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ ہم ارباب توحید کی کتابوں کے مطالعہ سے نسبت حاصل کرتے ہیں ——— حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ مطالعہ کتب سے صرف یہ مقصود ہے کہ ایک گھڑی کے لیے ہی اپنے آپ کو غافل کریں۔ یہ کلام پہلے کلام کی تائید کرتا ہے۔

فضیلت پناہ شیخ عبدالحق نے جو ہمارے حضرت خواجہ کے مخلصین میں سے ہیں۔ نقل کیا کہ ہمارے حضرت خواجہ نے ایام رحلت سے تھوڑے دن پہلے فرمایا تھا کہ ہمیں یقین سے معلوم ہو چکا ہے کہ توحید (وجودی) تنگ کوچہ ہے۔ شاہراہ دوسری ہے۔ اگرچہ ہم اس سے پہلے بھی جانتے تھے۔ لیکن اس قسم کا یقین ابھی ظہور پذیر ہوا ہے۔ اس بات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آخر کار آپ کا مشرب بھی توحید وجودی سے مناسبت نہیں رکھتا تھا۔ ابتدائے حال میں اگر اس قسم کی توحید ظاہر ہوئی ہو۔ تو کوئی باک نہیں۔ بہت سے مشائخ کے لیے ابتدا میں اس قسم کی توحید ظاہر ہوئی ہے۔ لیکن آخر کار اس سے باہر نکل آئے ہیں۔

(حاشیہ صفحہ ۱۵۴) لہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بزرگان دین کے نزدیک مزارات اولیاء اللہ پر حصول فیض کے لیے جانا اور مزارات کی طرف سفر کرنا جائز ہے۔ بعض بے ادب لوگ زیارت قبور اور اولیائے کرام کے فیض کے منکر ہیں۔ صحیح عقیدہ یہی ہے جس کی طرف حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے اشارہ فرمایا ہے۔ اور جس پر آپ خود عامل تھے۔ اللہ تعالیٰ صحیح اعتقاد پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے (مترجم)



Marfat.com

اور بھی جذبہ نقشبندیہ کے مقام میں پہنچنے کے بعد حضرت خواجہ نقشبندیہ کا طریقہ اور حضرت خواجہ احرار کا طریقہ ایک دوسرے سے جُدا ہو جاتا ہے۔ اور علوم و معارف بھی ایک دوسرے سے جُدا ہو جاتے ہیں۔ بعد ازاں حضرت خواجہ احرار کی توجہ کا غلبہ اپنے مادری آباؤ اجداد کی نسبت باطنی کے اعتبار سے ہے۔ جو پشت باپشت سے بزرگ چلے آئے ہیں۔ اور یہ فنا اور نیستی جس کا اوپر ذکر ہوا۔ ان بزرگوں کی نسبت کے لوازم سے ہے۔ اس حقیر نے ہم عصر لوگوں کی مصلحت کی وجہ سے طالبوں کی تربیت کے لیے حضرت خواجہ نقشبند کا طریقہ اختیار کیا۔ اور آپ کے طریقہ کے علوم و معارف کو جو ظاہر شریعت کے علوم سے بہت زیادہ مناسبت رکھتے ہیں۔ اس خراب زمانے میں۔ جب کہ ارکان شریعت میں پوری سُستی پیدا ہو چکی ہے۔ مناسب دیکھتے ہوئے طالبوں کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے اسی طریقے کا تعین کیا ہے۔ اگر حق سُبحانہٗ طریقہ احراریہ کو اس حقیر کے توسط سے رواج دینا چاہتا تو سارے جہاں کو ان انوار سے منور کر دیتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں بزرگوں کے انوار کامل طور پر اس فقیر کو عطا فرمائے ہیں۔ اور دونوں اکابر کے تکمیل کے طریقوں کو ظاہر کر دیا ہے۔

ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشآء۔ واللہ ذوالفضل العظیم — یعنی بے شک فضل و کمال اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اور اللہ عظیم فضل والا ہے۔

پادشاہے[1] ست کہ عنایت خویش — ہر دو عالم بہ یک گدا بخشد
اگر پادشاہ[2] بدر پیر زن ! — بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن

اور مطابق حکم :

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۔ — لیکن اپنے رب کی نعمت کا اظہار کرو۔

بعض مخفی اسرار کو یہ فقیر جائے ظہور میں لایا۔ حق سبحانہٗ و تعالیٰ طالبان حق کو ان سے بہرہ ور فرمائے۔ اگرچہ یہ فقیہ جانتا ہے کہ منکروں کے انکار میں یہی اضافہ ہوگا۔ لیکن مقصود طالبوں کو فائدہ پہنچانا ہے منکر لوگ بحث سے خارج اور مطمح نظر سے باہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سے بہت لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ اور بہت کو ہدایت ہے۔ ارباب بصیرت پر مخفی نہیں ہے۔ کہ مصلحت کے تحت ایک طریقے کو اختیار کرنے سے دوسرے طریقے پر اس کی افضلیت لازم نہیں آتی۔ اور دوسرے طریقے میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا۔

---

[1] خدائے تعالیٰ ایسا بادشاہ ہے کہ اپنی مہربانی سے دونوں جہان ایک گدا کو بخش دیتا ہے۔

[2] اگر بادشاہ ازراہ عنایت بڑھیا کے دروازے پر آجائے۔ تو اے خواجہ تو حسد سے اپنی ڈاڑھی نہ نوچ ۱۲ منہ۔



Marfat.com

در دروازۂ شہر را تو ان بست

نتوان دہن مخالفان بست

اور تمام تعریفیں اوّلاً و آخراً اللہ صاحب انعام و احسان کے لیے ہیں۔ اور صلوٰۃ وسلام و تحیہ اس کے رسول پر اور اس کی پسندیدہ آل پر اور نیک و کار اصحاب پر ہمیشہ نازل ہوتے رہیں۔

# مکتوب نمبر ۲۹۲

شیخ عبدالحمید بنگالی کی طرف صادر فرمایا۔

مریدوں کے ضروری آداب اور بعض کے شبہات دور کرنے اور اس کے مناسب امور کے بیان میں:۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَدَّبَنَا بِالْاٰدَابِ النَّبَوِیَّةِ وَهَدَانَا بِاَخْلَاقِ الْمُصْطَفَوِیَّةِ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوٰتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّهَا وَ اَدْوَمُهَا

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں آداب نبوی سکھائے۔ اور ہمیں اخلاق مصطفیٰ کی ہدایت دی۔ علیہ وعلیٰ آلہٖ الصلوات والتسلیمات

اے عزیز جان لے کہ اس راہ فقر پر چلنے والے دو حال سے خالی نہیں یا مرید ہیں یا مراد۔ اگر مراد ہوں، تو انہیں مبارک ہو۔ کیونکہ انہیں انجذاب اور محبت کے راستے سے کشاں کشاں لے جائیں گے۔ اور مطلب اعلیٰ تک پہنچا دیں گے۔ اور ہر ادب جو درکار ہو بلواسطہ یا بلا واسطہ انہیں سکھا دیں گے۔ اور اگر ان سے کوئی لغزش واقع ہو گی تو اس پر انہیں جلدی آگاہ فرما دیں گے۔ اور اگر ان پر گرفت نہیں کریں گے۔ اور اگر انہیں ظاہری پیر کی ضرورت ہو گی۔ تو ان کی کوشش کے بغیر اس دولت تک پہنچا دیں گے۔

مختصر یہ کہ عنایت ازلی جل شانہٗ ان بزرگوں کے حال کی کفیل ہے۔ بالواسطہ یا بلا واسطہ ان کے کام کے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں جسے چاہتا ہے برگزیدہ بنا لیتا ہے۔

اور اگر مرید ہوں گے تو ان کا کام کامل اور کامل کرنے والے پیر کے واسطہ کے بغیر دشوار ہے۔ بلکہ ایسا پیر چاہیے جو جذبہ اور سلوک کی دولت سے مشرف اور فنا و بقا کی سعادت سے بھی سعادتمند

لے شہر کا دروازہ تو بند ہو سکتا ہے۔ لیکن مخالفوں کا منہ بند نہیں ہو سکتا۔



Marfat.com

ہوچکا ہو۔ اور سیر الی اللہ، سیر فی اللہ، سیر عن اللہ باللہ اور سیر فی الاشیا باللہ کو مکمل طور پر طے کر چکا ہو۔ اور اگر اس کا جذبہ اس کے سلوک پر مقدم ہو اور مرادوں کی تربیت کا پروردہ ہو۔ تو نہایت ہی اکسیر ہے۔ اس کا کلام دوا ہے اور اس کی نظر شفا۔ مردہ دلوں کی زندگی اس کی توجہ شریف سے وابستہ ہے اور پژمردہ جانوں کی تازگی اس کے التفات لطیف کے ساتھ مربوط ہے۔ اور اگر اس طرح کا صاحب دولت پیر میسر نہ آئے۔ تو سالک مجذوب ہی غنیمت ہے۔ اور ناقصوں کی تربیت اس سے بھی ہو جائے گی۔ اور اس کے واسطے سے فنا اور بقا کی دولت تک پہنچ جائیں گے۔

آسماں نسبت بعرش آمد فرود[1]

ورنہ بس عالیست پیش خاک تود

اور اگر عنایت خداوندی جل سلطانہ سے کسی طالب کو اس طرح کے کامل اور کامل کرنے والے پیر تک پہنچا دیں تو چاہیے کہ اس کے وجود شریف کو غنیمت جانے۔ اور اپنے آپ کو مکمل طور پر اس کے سپرد کردے۔ اور اپنی نیک بختی کو اس کی رضامندی کے کاموں میں جانے۔ اور اپنی بدبختی کو اس کی ناراضگی میں خیال کرے۔ مختصر یہ کہ اپنی ہر خواہش کو اس کی رضا کے تابع کردے۔

حدیث نبوی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات اتمہا واکملہا میں وارد ہے۔[2]

لَنْ یُؤْمِنَ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ

تم میں سے اس وقت تک کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا، جب تک اپنی خواہش نفس کو اس چیز کے تابع نہ کردے۔ جسے میں لے کر آیا ہوں۔

یہ بات بھی مرید کے ذہن میں رہنی چاہیے کہ آداب صحبت اور شرائط کا لحاظ بھی اس راہ کی ضروریات سے ہے۔ تاکہ فائدہ پہچانے اور فائدہ حاصل کرنے کا راستہ کھلے۔ اس کے بغیر صحبت کا کوئی نتیجہ نہیں اور نہ مجلس کا کوئی فائدہ ہے۔ بعض آداب اور ضروری شرائط بیان کی جاتی ہیں گوش ہوش سے سنیں۔

اے عزیز! تو جان کہ طالب کو چاہیے کہ اپنے دل کے چہرے کو تمام اطراف سے موڑ کر اپنے پیر کی طرف متوجہ کرے۔ اور پیر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر نوافل اور اذکار میں مشغول نہ ہو اور اس کے غیر کی طرف التفات نہ کرے۔ اور اپنے آپ کو کلیۃً اس کی طرف متوجہ کرکے بیٹھے یہاں تک کہ اس کے حکم کے بغیر ذکر میں بھی مشغول نہ ہو۔ اور فرض وسنت نماز کے علاوہ کوئی نماز اس کی مجلس میں

---

[1] آسمان عرش کی نسبت تو نیچے ہے لیکن تودہ خاک سے اونچا بہت ہے۔

[2] مشکوٰۃ شریف۔



Marfat.com

ادا نہ کرے۔

موجودہ بادشاہ کے متعلق منقول ہے۔ کہ اس کا وزیر اس کے سامنے کھڑا تھا۔ اتفاقاً اس دوران میں وزیر کی توجہ اپنے کپڑوں کی طرف ہو گئی۔ اور اس نے اپنے کپڑے کے کسی بند کو اپنے ہاتھ سے درست کیا۔ اس دوران بادشاہ کی نظر اس پر پڑی دیکھا۔ کہ وزیر اس کی طرف متوجہ نہیں۔ تو ڈانٹ کر کہا کہ میں اس بات کو برداشت نہیں کر سکتا کہ تو میرا وزیر ہو کر میرے سامنے اپنے کپڑے کے بند کی طرف توجہ کرے۔

غور کرنا چاہیے کہ جب کمینی دنیا کے وسائل کے لیے باریک آداب درکار ہیں۔ تو جو چیزیں (مرشد وغیرہ) خدا تک پہنچنے کا وسیلہ ہیں۔ ان کے آداب کی رعایت تو بہت کامل طریقہ پر کرنی لازم ہو گی۔ اور جہاں تک ممکن ہو ایسی جگہ نہ کھڑا ہو کہ اس کا سایہ پیر کے کپڑوں پر یا پیر کے سامنے پر پڑتا ہو۔ اور پیر کی جانماز پر پاؤں نہ رکھے۔ اور اس کے وضو خانہ میں وضو نہ کرے۔ اور اس کے خاص ظرفوں کو اپنے استعمال میں نہ لائے۔ اور اس کے سامنے پانی نہ پیے اور نہ کھانا کھائے اور نہ کسی سے بات کرے۔ بلکہ کسی کی طرف بھی متوجہ نہ ہو۔ اور پیر کی عدم موجودگی میں اس طرف پاؤں نہ کرے جس طرف پیر ہو۔ اور نہ اس طرف تھوکے۔ اور جو کچھ پیر سے صادر ہو اسے درست جانے۔ اگرچہ بظاہر درست نظر نہ آئے۔ کیونکہ پیر جو کچھ کرتا ہے الہام اور اذن سے کرتا ہے لہٰذا ایسی صورت میں اعتراض کی گنجائش نہیں ہے۔

اور اگر اس کی بعض الہامی صورتوں میں خطا بھی واقع ہو جائے تو خطا الہامی خطا اجتہادی کی طرح ہے کہ اس پر ملامت یا اعتراض جائز نہیں۔ نیز چونکہ اس مرید کو اپنے پیر کے ساتھ محبت پیدا ہو چکی ہے۔ اس لیے محبوب سے جو کچھ صادر ہو محب کو اچھا ہی نظر آتا ہے۔ لہٰذا اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں۔ اور تمام کلی و جزئی امور میں اپنے پیر کی اقتداء کرے کیا کھانے میں کیا پہننے میں اور کیا سوتے اور ہر نیک کام میں نماز کو اپنے پیر کی طرح ادا کرنا چاہیے۔ اور فقہ کو اس کے عمل سے اخذ کرنا چاہیے۔ ؎

آں را کہ در سرائے نگاریست فارغ است

از باغ و بوستان و تماشائے لالہ زار

اور پیر کی حرکات و سکنات میں اعتراض کو قطعاً گنجائش نہ دے چاہے رائی کے برابر اعتراض ہو۔ کیوں کہ اعتراض کا نتیجہ محرومی کے سوا کچھ نہیں۔ اور تمام مخلوق میں سب سے زیادہ بے سعادت وہ شخص ہے جو اس گروہ اولیاء اللہ میں عیب نکالے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس بلائے عظیم سے نجات دے۔ اور اپنے پیر سے خوارق و کرامات کا مطالبہ نہ کرے۔ اگرچہ یہ طلب دل میں وسوسے اور خطرے کی

ے جس کے گھر میں معشوق ہو وہ باغ و بوستان کی سیر اور لالہ زار کے تماشے سے فارغ ہے۔



Marfat.com

شکل میں ہو۔ تم نے کبھی سنا ہے کہ کسی مومن نے اپنے نبی سے معجزہ طلب کیا ہو۔ معجزے طلب کرنیوالے کفار اور منکر لوگ ہیں ؎

معجزات از بہر قہر دشمن است
بوئے جنسیت پئے دل بردن است
موجب ایمان نباشد معجزات
بوئے جنسیت کند جذب صفات[1]

اگر دل میں کسی کا شبہ بھی آجائے تو بلاتوقف پیر کی خدمت میں عرض کرے۔ اگر حل نہ ہو تو اپنی کوتاہی تصور کرے۔ پیر پر کوئی عیب نہ لگائے۔ اور جو بھی واقعہ ظاہر ہو پیر سے پوشیدہ نہ رکھے۔ اور واقعات کی تعبیر اس سے دریافت کرے۔ اور جو تعبیر خود طالب پر منکشف ہو وہ بھی عرض کرے۔ اور درستی اور خطا کو اس سے تلاش کرے۔ اور اپنے کشفوں پر ہرگز اعتماد نہ کرے، کیونکہ اس دنیا میں حق باطل کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اور درستی خطا کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ اور بے ضرورت اور بلا اجازت اس سے الگ نہ ہو۔ کیونکہ اپنے لیے پیر کے غیر کو اختیار کرنا عقیدت کے منافی ہے۔ اور اپنی آواز کو اس کی آواز سے بلند نہ کرے۔ اور اونچی آواز سے اس کے ساتھ گفتگو بھی نہ کرے کہ بے ادبی ہے۔ اور ظاہر و باطن میں فتوح اور کشائش حاصل ہو تو اپنے پیر کے توسط سے جانے اور واقعہ میں جیکھے کہ دوسرے مشائخ سے فیض پہنچا ہے اسے بھی اپنے پیر کی طرف سے جانے۔ اور یہ اعتقاد رکھے کہ جب پیر کمالات و فیوض کا جامع ہے تو پیر کا خاص فیض مرید کی خاص استعداد کے مناسب شیوخ میں سے ایک شیخ کے مناسب کر افاضہ کی صورت اس سے ظاہر ہوئی ہے، مرید تک پہنچا ہے۔ اور پیر کے لطائف میں سے ایک لطیفہ جو اس فیض سے مناسبت رکھتا ہے۔ اس شیخ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ مرید کی آزمائش کے طور پر وہ لطیفہ دوسرا شیخ خیال کر لیا گیا ہے۔ اور فیض کو اس کی طرف سے جانتا ہے یہ عظیم مغالطہ ہے۔ حق سبحانہ لغزش قدم سے بچائے۔ اور پیر کے ساتھ حسن اعتقاد اور اس کی محبت پر قائم رکھے۔ بحرمۃ سید البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات۔ مختصر یہ کہ[2] "طریقت سب ادب ہے" مثل مشہور ہے۔ کوئی بے ادب خدا تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور اگر مرید بعض آداب کی رعایت میں

---

[1] معجزات دشمن کو مغلوب کرنے کے لیے ہیں، اور دل قابو کرنے کے لیے جنسیت کی بو ہے۔ معجزات ایمان کا باعث نہیں۔ بلکہ جنسیت کی بو صفات کو جذب کرتی ہے۔

[2] یہی وجہ ہے کہ جو فرقے صحابہ کرام، اہل بیت عظام اور انبیاء و اولیاء کے بے ادب اور (باقی بر صفحہ ۱۶۱)



Marfat.com

اپنے آپ کو کوتاہ جانے اور ان کی مناسب ادائیگی تک نہ پہنچ سکے۔ اور کوشش و سعی کے باوجود عہدہ برآ نہ ہو سکے تو اس کیلئے معافی ہے۔ لیکن اپنی اس کوتاہی کا اعتراف ضروری ہے۔ اور اگر عیاذ باللہ سبحانہ آداب کی رعایت نہ کرے۔ اور اپنی کوتاہی کا اعتراف بھی نہ کرے تو ایسا مرید ان بزرگوں کی برکات سے محروم رہتا ہے۔

ہر کہ را روئے بہ بہبود نہ بود[1]
دیدنِ روئے نبی سود نہ بود

ہاں وہ مرید جو اپنے پیر کی توجہ کی برکت سے فنا و بقا کے مرتبہ تک پہنچ جاتا ہے۔ اور الہام اور فراست کا راستہ اس پر ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور پیر بھی اسے مسلم رکھے اور اس کے کمال کی گواہی دے۔ تو اس مرید کے لیے گنجائش ہے کہ بعض الہامی امور میں اپنے پیر سے خلاف کرے۔ اور مقتضائے الہام پر عمل کرے۔ اگرچہ اس کے پیر کے نزدیک اس کے خلاف ہی بات ثابت ہو چکی ہو۔ کیونکہ ایسا مرید اس وقت حلقۂ تقلید سے باہر نکل چکا ہے۔ اب اس کے لیے تقلید کرنا خطا ہے۔ تم نہیں دیکھتے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات نے امور اجتہادیہ اور احکام غیر منزلہ میں آنحضرت علیہ السلام سے اختلاف کیا ہے۔ اور بعض اوقات میں صواب جانب

(بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۱۶۰) گستاخ ہیں۔ آج تک ان میں کوئی ولی پیدا نہیں ہوا۔ اور نہ قیامت تک ہوگا۔ عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں ؎

| | |
|---|---|
| از خدا خواہیم توفیق ادب ! | بے ادب محروم گشت از فضل رب |
| بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد ! | بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد |
| ہر کہ گستاخی کند اندر طریق | گردد اندر وادی حسرت غریق |
| ہر چہ آمد بر تو از ظلمات و غم | آن ز بیباکی و گستاخیست ہم |

ترجمہ اشعار: (۱) ہم خدا تعالیٰ سے ادب کی توفیق مانگتے ہیں کیونکہ بے ادب انسان اللہ کے فضل سے محروم رہتا ہے۔

(۲) بے ادب انسان صرف اپنے آپ کو ہی برائی میں مبتلا نہیں کرتا بلکہ سارے جہان میں بے ادبی کے فتنے کی آگ بھڑکا دیتا ہے۔

(۳) جو شخص طریقت میں گستاخی کا مرتکب ہوتا ہے، وادی حسرت میں ڈوب کر رہ جاتا ہے۔

(۴) تم پر جو تاریکیاں اور غم چھائے رہتے ہیں۔ اس کی وجہ تمہاری بے باکی اور گستاخی ہے۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) [1] جسے اپنی بھلائی کا خود خیال نہ ہو۔ وہ اگر نبی کے چہرے کو بھی دیکھ لے تو بے سود ہے (باقی برصفحہ ۱۶۲)



Marfat.com

اصحاب میں ظاہر ہُوا ہے ۔ جیسا کہ ارباب علم پر مخفی نہیں ۔

پس ثابت ہو گیا کہ مرتبہ کمال تک پہنچنے کے بعد مرید کا اپنے پیر سے اختلاف کرنا جائز ہے اور بے ادبی سے مبرا اور پاک ہے ۔ بلکہ یہاں اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کرنا ہی ادب ہے ورنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام جو پورے آداب سیکھ چکے تھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تقلید کے سوا کچھ نہ کرتے ۔

ابو یوسف کے لیے مرتبہ اجتہاد پر پہنچنے کے بعد ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما کی تقلید کرنا خطا ہے ۔ درستی اپنی رائے کی متابعت میں ہے ۔ نہ ابو حنیفہ کی رائے کی متابعت میں ۔ امام ابو یوسف کے متعلق یہ قول مشہور ہے کہ میں امام ابو حنیفہ کے ساتھ مسئلہ خلق قرآن میں چھ مہینے جھگڑتا رہا ۔ تم نے یہ فرود سُنا ہو گا کہ فن کی تکمیل بہت سے افکار کے ملنے سے ہوتی ہے ۔ اگر فن اور علم ایک ہی فکر میں بند رہتا تو اس میں زیادتی اور اضافہ نہ ہوتا علم نحو جو سیبویہ کے زمانہ میں تھا ، آج نحویوں کے اختلاف آراء اور بہت سی انظار کے ملنے سے سو گنا زیادہ اور کامل ہو چکا ہے ۔ لیکن چونکہ اس علم کی بنا امام سیبویہ نے رکھی ہے ۔ لہٰذا بزرگی اور فضیلت اسی کے لیے مسلم ہے ۔ فضیلت متقدمین کے لیے ہی ہے ۔ اور کمال متاخرین کے لیے :۔

مثل امتی کمثل المطر لا یُدریٰ اولہم خیرا م اٰخرھم

میری امت کی مثال بارش کی سی ہے ۔ یہ پتہ نہیں چلتا کہ اس کا پہلا حصّہ بہتر ہے یا آخری حصّہ

حدیث نبوی ہے ۔ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام ۔

# تتمّہ

## بعض مریدین کے رفع شبہ کے بیان میں

اے عزیز جان لے کہ صوفیائے کرام نے کہا ہے :

اَلشَّیْخُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ

یعنی شیخ زندہ بھی کر سکتا ہے اور مار بھی سکتا ہے

زندہ کرنا اور مارنا پیری کے مقام کے لوازمات میں سے ہے ۔ لیکن اس احیاء سے روحی احیاء مراد ہے

(حاشیہ صفحہ ۱۶۱) ؎ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہت سے واقعات اس پر دلالت کرتے ہیں خاص کر جنگ بدر کا واقعہ ۔ لیکن حضور کے ساتھ صحابہ کرام کا اس طرح کا اختلاف محض صورتاً تھا ورنہ صحابہ کرام سے جو کچھ صادر ہوتا تھا وہ حضور ہی کا فیض اور آپ ہی کی توجہ اور برکت کا نتیجہ تھا ۔ (از مترجم عفی عنہ)



Marfat.com

نہ جسمی۔ اسی طرح امات سے بھی روح کا مارنا ہے، نہ جسم کا۔ اور حیاۃ اور موت سے مراد، فنا اور بقا ہے۔ جو مقام ولایت اور کمال تک پہنچاتا ہے۔ اور شیخ مقتدا باذن اللہ سبحانہ ان دونوں کا کفیل اور ضامن ہے۔ پس شیخ میں اس کے زندہ کرنے اور مارنے کی قوت کا ہونا ضروری ہے اور یحی و یمیت کے معنی ہیں، یُبقی و یُفنی۔ یعنی بقا عطا کرتا ہے اور فانی کرتا ہے۔ جسم کو زندہ کرنے اور مارنے کا منصب و مرتبہ شیخی سے کچھ سروکار نہیں۔ شیخ مقتدا کہربا کی طرح ہے۔ جس کسی کو اس سے مناسبت ہوگی وہ خس و خاشاک کی طرح اس کے پیچھے دوڑتا آئے گا۔ اور اپنا حصہ اس سے پائے گا۔ خوارق اور کرامات مریدوں کو کھینچنے کے لیے نہیں ہیں۔ مرید معنوی مناسبت سے کھنچ کر آتے ہیں۔ اور جو شخص ان بزرگوں سے مناسبت نہیں رکھتا، وہ ان کے کمالات کی دولت سے محروم ہے۔ اگرچہ ہزار معجزے، خوارق اور کرامات دیکھے۔ ابوجہل اور ابولہب کو اس معنی کی دلیل بنانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کے بارے میں فرمایا:

| | |
|---|---|
| وَاِنْ یَّرَوْا کُلَّ اٰیَۃٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِهَا حَتّٰۤی اِذَا جَآءُوْكَ یُجَادِلُوْنَكَ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ۔ | اور اگر یہ لوگ سب نشانیاں بھی دیکھ لیں تو پھر بھی ایمان نہ لائیں گے۔ یہاں تک کہ جب یہ لوگ آپ کے پاس آئیں گے تو آپ سے جھگڑیں گے۔ منکر یوں کہیں گے۔ کہ یہ قرآن تو پہلے لوگوں کے بے اصل قصے کہانیاں ہیں۔ |

والسلام۔

# مکتوب نمبر ۲۹۳

شیخ محمد چتری کی طرف صادر فرمایا۔

ان کے سوالات کے جواب میں جو انہوں نے پوچھے تھے۔ لِی مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ۔ حدیث نبوی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام آیا ہے۔ اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ اور انہوں نے پوچھا تھا قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ كُلِّ وَلِیِّ اللّٰهِ۔ حضرت شیخ عبدالقادر نے فرمایا ہے۔ اور بعض دوسروں نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔ اس معاملے کی حقیقت کیا ہے۔ اور انہوں نے پوچھا تھا کہ جن اولیا کی گردن پر آپ کا قدم ہے، ان سے مراد وہی اولیا ہیں۔ جو ان کے زمانے میں موجود تھے۔ یا مطلقاً اولیا



Marfat.com

مراد ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی آپ نے جو صحیفہ شریفہ ارسال فرمایا تھا۔ اس کے موصول ہونے سے یہ فقیر خوش اور مسرور ہوا۔ یہ کتنی بڑی نعمت ہے۔ کہ حق تعالیٰ جل و علیٰ کے دوست دور افتادہ لوگوں کو یاد فرمائیں۔

آپ کے مکتوب میں درج تھا۔ کہ حضرت رسالت پناہ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات نے فرمایا ہے :-

لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ۔ یعنی مجھے اللہ کے ساتھ ایک خاص وقت میسر آتا ہے

اور حضرت ابوذر غفاری نے بھی ایسا ہی فرمایا۔ اور یہ کہ حضرت میراں محی الدین نے فرمایا ہے کہ میرے پاؤں تمام اولیاء کی گردنوں پر ہیں اور کسی دوسرے نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔ ان دو لفظوں پر شور و غوغا ہو جاتا ہے۔ مہربانی کرکے لکھا جائے کہ ان دو باتوں کے کیا معنی ہیں اور ان دونوں میں کیا فرق ہے پوری توجہ سے واضح طور پر لکھ کر جو اس غریب کی سمجھ کے قریب ہو۔ ارسال فرمائیں۔

میرے مخدوم اس فقیر نے اپنے رسائل میں لکھا ہے۔ کہ آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے دوام وقت کے باوجود ایک نادر وقت بھی میسر آتا تھا۔ اور وہ وقت ادائے نماز کے دوران میسر آتا تھا :-

اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ یعنی نماز مومنوں کی معراج ہے۔

آپ نے سنا ہوگا اور :

اَرِحْنِیْ یَا بِلَالُ۔ یعنی اے بلال مجھے راحت پہنچا۔

اس مطلب کے ثابت کرنے میں معتبر گواہ ہے۔ اور ابوذر غفاری بھی وراثت اور تبعیت کی بنا پر اس دولت سے مشرف ہوتے تھے۔ کیونکہ آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کامل تابعداروں کے لیے آپ کے تمام کمالات سے وراثت اور تبعیت کے طور پر وافر اور پورا حصہ ملتا ہے۔

اور وہ جو حضرت شیخ عبدالقادر قدس سرہ نے فرمایا کہ میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن[1] پر ہے۔

صاحب عوارف نے جو شیخ ابوالنجیب سہروردی قدس سرہ کے مرید اور تربیت یافتہ ہیں اور

---

[1] اور یہ کلمہ فرمانے کے وقت قریب قریب پچاس مشائخ مجلس میں موجود تھے۔ اور بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ اس وقت خداوند تعالیٰ نے حضور غوث پاک کے دل مبارک پر تجلی فرمائی۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرشتوں کے ایک گروہ کے ساتھ متقدمین اور متاخرین اولیائے کرام کی موجودگی میں آپ کو انعام کے طور پر لباس پہنایا۔



Marfat.com

یہ شیخ ابوالنجیب حضرت شیخ عبدالقادر قدس سرہ کے دوستوں اور رازداروں میں سے ہوئے ہیں۔ اس کلمے کو ان کلمات میں شامل کیا ہے، جو خود بینی کو ظاہر کرتے ہیں۔ اور جو مشائخ کرام سے ابتدائے احوال میں سُکر کے باقی ماندہ اثرات کی وجہ سے صادر ہوئے۔ اور نفحات میں شیخ حماد دباس[1] سے منقول ہے۔ جو حضرت شیخ کے شیوخ میں سے ہوئے ہیں۔ کہ انھوں نے بطور فراست فرمایا کہ اس عجمی کا قدم وہ مبارک قدم ہے۔ کہ اس کے وقت کے اولیا کی گردن پر ہوگا۔ اور اس کو خدا کی طرف سے علم ہوگا۔ کہ یوں کہے، میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے۔ اور یہ شخص یہ کلمات ضرور کہے گا۔ اور سب اولیا اپنی گردن جھکادیں گے۔

بہرصورت حضرت شیخ اس کلام میں حق بجانب ہیں۔ یہ کلام خواہ سُکر کے باقی ماندہ اثرات کی وجہ سے آپ سے صادر ہوا ہو یا اس کلام کے اظہار کا آپ کو خدا کی طرف سے حکم ہُوا ہو۔ بہرصورت اُس وقت کے تمام اولیا آپ کے قدموں کے نیچے تھے۔ لیکن معلوم ہونا چاہیے کہ یہ حکم اس وقت کے اولیا کے ساتھ مخصوص ہے۔ آپ سے پہلے یا آپ کے بعد کے اولیاء اس حکم سے خارج ہیں جیسا کہ شیخ حماد کے کلام سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کا قدم ان کے وقت میں تمام اولیاء کی گردن پر ہوگا۔

نیز ایک غوث نے جو بغداد میں تھے۔ اور حضرت شیخ عبدالقادر اور ابن سقا عبداللہ ان کی زیارت کے لیے گئے تھے۔ بطریق فراست حضرت شیخ کے حق میں فرمایا۔ کہ میں تجھے بغداد میں منبر پر بیٹھا ہُوا دیکھتا ہوں۔ اور تو اپنی زبان سے یہ کہہ رہا ہے۔ کہ میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ تیرے وقت کے سب اولیا نے اپنی گردنیں تیرے احترام اور اعزاز میں جھکادی ہیں۔

اس بزرگ کے کلام سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ حکم اس وقت کے اولیا کے ساتھ خاص ہے۔ اس وقت بھی حق سُبحانہٗ وتعالیٰ کسی کو چشم بینا عطا فرمائے تو وہ دیکھ سکتا ہے۔ کہ جس طرح اس غوث نے دیکھا کہ اس وقت کے اولیاء کرام کی گردنیں آپ کے قدم مبارک کے نیچے ہیں۔ اور یہ حکم اُس

[1] شیخ حماد قدس سرہٗ حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے پیرانِ طریقت میں سے ہوئے ہیں آپ بظاہر کچھ پڑھے ہوئے نہیں تھے۔ لیکن آپ نے معارف اور اسرار کے دروازے کھول دیے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی جوانی کے ایام میں آپ کی صحبت میں رہے۔ ایک دن آپ نہایت ادب سے آپ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ جب آپ اُٹھ کر باہر چلے گئے۔ تو شیخ حماد نے فرمایا، ایک وقت آنے گا۔ کہ اس عجمی شخص کے قدم اولیاء کی گردنوں پر ہوں گے، شیخ حماد نے ۵۲۵ ہجری میں ماہ رمضان شریف میں وصال فرمایا۔



Marfat.com

و قدس کے اولیاء کرام کے علاوہ کسی اور طرف تجاوز نہیں کرتا۔ اسی طرح غوث پاک قدس سرہٗ سے پہلے اولیاء کرام کو بھی یہ حکم شامل نہیں۔ کیونکہ آپ سے پہلے اولیاء اللہ میں صحابہ کرام بھی داخل ہیں جو حضرت شیخ قدس سرہٗ سے یقیناً افضل ہیں۔ اور آپ کے بعد اولیاء میں بھی یہ حکم کیسے جاری ہو سکتا ہے۔ کیونکہ آپ کے بعد اولیاء میں حضرت امام مہدی بھی ہیں۔ جن کے تشریف لانے کی آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بشارت دی ہے۔ اور امت کو آپ کے وجود کی بشارت سے نوازا ہے۔ اور انہیں خلیفۃ اللہ فرمایا ہے۔ اسی طرح حضرت عیسےٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھی کہ حضرت عیسیٰ اولوالعزم سابقین انبیاء میں سے ہیں۔ اور اس شریعت کی متابعت کے واسطہ سے اصحاب خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ملحق ہیں۔ اس امت کے متاخرین کی بزرگی کے باعث ہی شاید آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ "نہیں معلوم کہ اس امت کے پہلے بہتر ہیں یا پچھلے"۔ (رواہ الترمذی)

مختصر یہ کہ حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی ولایت میں شان عظیم ہے۔ اور بلند ترین درجہ حاصل ہے۔ ولایت محمدیہ خاصہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کو لطیفہ کے راستے سے نقطۂ آخر تک پہنچایا ہے۔ اور اس دائرہ کے سرحلقہ ہوئے ہیں۔ یہاں سے کوئی یہ وہم نہ کرے کہ جب شیخ قدس سرہٗ ولایت محمدیہ خاصہ کے سرحلقہ ہیں تو سب اولیاء اللہ سے افضل ہوں گے۔ کیونکہ ولایت محمدی علیٰ نبینا وعلیہم الصلوات والتسلیمات تمام ولایتوں سے اوپر ہے۔ اس لیے کہ ہم کہیں گے حضرت شیخ قدس سرہٗ اُس ولایت محمدی کے سرحلقہ ہیں جو لطیفہ کے راستہ سے حاصل ہے، جیسا کہ پہلے گزرا نہ کہ مطلق ولایت کے سرحلقہ ہیں۔ تاکہ افضلیت لازم آئے، یا ہم یوں کہتے ہیں کہ مطلق ولایت محمدیہ کا سرحلقہ ہونا افضلیت کو مستلزم نہیں۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کوئی دوسرا بطریق تبعیت ووراثت کمالات نبوت میں پیش قدم ہو۔ اور ان کمالات کی وجہ سے افضلیت اسے حاصل ہو۔

حضرت شیخ عبدالقادر قدس سرہٗ کے مریدین کی ایک جماعت شیخ قدس سرہٗ کے حق میں بہت غلو کرتی ہے اور محبت میں حد سے بڑھ جاتی ہے جس طرح حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ کے محب شیعہ حد سے بڑھ گئے ہیں۔ اس جماعت کی گفتگو کے اشارات سے ایسا مفہوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ شیخ قدس سرہٗ کو تمام پہلے اور ان کے بعد آنے والے سب اولیاء سے افضل قرار دیتے ہیں۔ اور انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے سوا کوئی دوسرا معلوم نہیں جس کو حضرت شیخ سے افضل تسلیم کرتے ہوں۔ یہ محبت میں افراط کی وجہ سے ہے۔



Marfat.com

اگر سوال کریں کہ جس قدر خوارق وکرامات حضرت شیخ قدس سرہ سے وجود میں آئے ہیں ۔ اور کسی ولی سے ظاہر نہیں ہوئے ۔ لہٰذا سب سے شیخ قدس سرہٗ ہی افضل ہونے چاہییں، تو میں کہوں گا کہ ظہور خوارق کی کثرت افضلیت پر دلالت نہیں کرتی ۔ ایسا ممکن ہے کہ کسی ولی سے ایک امر خوارق بھی ظاہر نہ ہو ۔ لیکن وہ اس ولی سے افضل ہو جس سے کئی خوارق وکرامات کا ظہور ہوا ہو ۔

شیخ الشیوخ (شہاب الدین سہروردی) نے مشائخ کی کرامات وخوارق کے بعد فرمایا ہے کہ:

"یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی عطائیں ہیں ۔ کبھی اولیاء اللہ میں سے ایک گروہ کو ان خوارق کا مکاشفہ کرایا جاتا ہے اور اسے عطا کی جاتی ہیں ۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان سب لوگوں سے اوپر وہ شخص ہوتا ہے جس سے ان میں سے کوئی بات بھی ظاہر نہیں ہوئی ہوتی ۔ کیونکہ یہ سب چیزیں تقویت یقین کے لیے ہیں اور جسے ویسے ہی یقین عطا کر دیا گیا ہو اسے ان میں سے کسی شے کی ضرورت نہیں ۔ تو یہ کرامات ، جو ہم نے ذکر کی ہیں، دل میں ذکر الٰہی کے رسوخ اور ذکر ذات کے وجود سے کم درجہ ہیں ۔"

کثرت ظہور خوارق کو افضلیت کی دلیل بنانا بالکل ایسے ہے جس طرح کوئی شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کثرت فضائل ومناقب کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ پر افضلیت کی دلیل بنائے ۔ کیونکہ جس قدر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فضائل ومناقب ظہور پذیر ہوئے ہیں حضرت صدیق اکبر سے نہیں ہوئے ۔

اے برادر عزیز ! اچھی طرح سن ۔ خوارق عادات دو قسم ہیں :

نوع اول علوم ومعارف خداوند تعالیٰ جل سلطانہٗ ہیں ۔ کہ ذات صفات اور افعال واجب تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں ۔ اور نظر عقل کے دائرہ سے وراء ہیں ۔ اور متعارف اور معتاد کے خلاف ہیں ۔ جن کے ساتھ اس نے اپنے خاص بندوں کو ہی ممتاز فرمایا ہے ۔

اور دوسری قسم مخلوقات کی صورتوں کا کشف اور عالم سے تعلق رکھنے والے امور غیبیہ کی خبریں دینا ہے ۔

نوع اول اہل حق اور ارباب معرفت کے ساتھ خاص ہے ۔ اور نوع ثانی سچے اور جھوٹے دونوں طرح کے لوگوں کو شامل ہے ۔ اس لیے کہ اہل استدراج[1] کو بھی نوع ثانی حاصل ہے ۔

نوع اول خدا جل وعلا کے ہاں بزرگی اور اعتبار رکھتی ہے ۔ کہ اسے اس نے اپنے اولیاء کے ساتھ مخصوص کیا ہے ۔ اور دشمنوں کو اس میں شریک نہیں کیا ۔ اور نوع ثانی عام مخلوقات کے نزدیک معتبر ہے

[1] یعنی وہ خوارق عادت امور جو کافر یا فاسق یا مبتدع سے اس کی غرض کے موافق صادر ہوں ۔



Marfat.com

اور ان کی نظروں میں معزز اور محترم ہے۔ یہ چیز اگرچہ اہل استدراج سے ظہور پذیر ہو۔ نزدیک ہے کہ عوام نادانی کے باعث ان کی پرستش شروع کر دیں۔ اور رطب و یابس میں کہ وہ انہیں اس کے متعلق کہیں ان کے تابع اور فرماں بردار بن جائیں۔ بلکہ یہ محجوب لوگ یعنی عوام نوع اوّل کو خوارق میں سے نہیں جانتے اور کرامات میں سے شمار نہیں کرتے۔ کیونکہ ان کے نزدیک خوارق قسم ثانی میں منحصر ہیں۔ اور ان محجوبوں کے خیال میں کرامات مخلوقات کی صورتوں کے کشف اور ان سے غیبی چیزوں کی خبریں دینے کے ساتھ مخصوص ہے کتنے بے عقل ہیں۔ وہ علم جو حاضر و غائب مخلوقات کے حالات سے تعلق رکھتا ہے۔ اس میں کیا شرافت و کرامت ہے۔ بلکہ یہ علم تو اس لائق ہے کہ جہل سے تبدیل ہو جائے۔ تا کہ مخلوقات اور ان کے حالات سے نسیان حاصل ہو۔ واجب تعالیٰ و تقدس کی معرفت ہی شرافت اور کرامت اور اعزاز و احترام کے لائق ہے ؎

پری نہفتہ رُخ و دیو در کرشمہ و ناز[له]
بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجی است

اور ہمارے مذکورہ بیان کے قریب ہے وہ جو شیخ الاسلام ہروی اور امام انصاری نے منازل السائرین اور اس کے شارح نے کہا ہے کہ وہ میرے نزدیک تجربے سے ثابت ہوا ہے یہ ہے۔ کہ اہل معرفت کی فراست اس امر میں ہے۔ کہ وہ اس شخص کی تمیز کر سکتے ہیں جو اللہ جل و علیٰ کے لائق ہے۔ اور ان کی جولانی نہیں۔ اور ان اہل استعداد کو پہچانتے ہیں جو اللہ سبحانہٗ کے ساتھ مشغول ہیں۔ اور مقام جمع تک پہنچ چکے ہیں۔ یہ اہل معرفت کی فراست ہے۔ لیکن ان اہل ریاضت کی جو بھوک اور خلوت اور تصفیہ باطن سے ریاضت حاصل کرتے ہیں۔ اور جانب حق تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکتے یہ۔ ہے کہ صورتیں ان کے سامنے آتی ہیں۔ اور غیب کی وہ خبریں دیتے ہیں۔ جو مخلوق سے مختص ہیں۔ تو یہ لوگ صرف مخلوقات کی ہی خبریں دے سکتے ہیں۔ کیونکہ حق سبحانہٗ سے یہ لوگ حجاب میں ہیں۔ باقی رہے اہل معرفت تو چونکہ ان کی مشغولیت معارف حق تعالیٰ سے ان چیزوں کے ساتھ ہوتی ہے جو ان پر وارد ہوتی ہیں۔ اس لیے یہ اللہ ہی کی خبریں دیتے ہیں۔ اور جب کہ اکثر جہان والے اللہ سبحانہٗ سے اعراض کیے ہوئے ہیں۔ اور دنیا سے مشغول ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کے دل صورتوں کے اہل کشف اور مخلوقات کے حالات کو غیبی خبریں دینے والوں کی طرف مائل رہتے ہیں۔ تو یہ لوگ ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ اور یہ اعتقاد

---

[له] پری تو منہ چھپائے ہوئے ہے، اور شیطان کرشمہ اور ناز میں ہے۔ عقل حیرت سے جل گئی کہ یہ کیا عجیب معاملہ ہے۔



Marfat.com

رکھتے ہیں۔کہ یہ لوگ اہل اللہ اور اس کے خاص بندے ہیں۔ اور اہل حقیقت کے کشف سے اعراض کرتے ہیں۔ اور جو کچھ وہ اللہ سبحانہ کے متعلق انہیں بتاتے ہیں۔اس میں انہیں متہم جانتے ہیں۔ اور یہ اہل دنیا یوں کہتے ہیں۔کہ اگر یہ لوگ اہل حق ہوتے جس طرح کہ ان کا گمان ہے۔ تو ہمیں ہمارے حالات اور مخلوقات کے حالات سے خبر دیتے۔ اور جب کہ یہ لوگ مخلوقات کے حالات کے کشف پر قادر نہیں ہیں۔ تو اس سے اعلیٰ امور کے کشف پر کیسے قادر ہو سکتے ہیں اور اس فاسد قیاس کے ذریعے ان کی تکذیب کرتے ہیں۔لیکن یہ لوگ صحیح خبروں سے اندھے ہیں اور نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات اہل معرفت کو ملاحظہ خلق سے حفاظت میں رکھا ہے اور اپنا خاص بنایا ہے۔ اور اپنے ماسوا سے ان کی حمایت اور آپ کے بارے میں غیرت کی وجہ سے دور کر رکھا ہے۔ اور اگر یہ لوگ ان میں سے ہوتے جو خلق کے حالات میں مصروف رہتے ہیں۔ تو حق سبحانہ کے لائق نہ ہوتے۔ اور ہم نے اہل حق کو دیکھا ہے کہ اگر صورتوں کے کشف کی طرف تھوڑا سا التفات بھی کرتے ہیں تو وہ کچھ پا لیتے ہیں کہ دوسرے اس فراست کے ساتھ جسے اہل معرفت ثابت کرتے ہیں نہیں پا سکتے اور یہ وہ فراست ہے جو حق سبحانہ اور ان چیزوں سے جو اس کے قریب ہیں تعلق رکھتی ہے۔ لیکن ان اہل صفا کی فراست جو خارج ہیں اور مخلوق سے متعلق ہیں۔ تو وہ نہ تو جناب حق سبحانہ سے تعلق رکھتی ہے اور نہ حق سبحانہ سے قرب رکھنے والی چیزوں سے اور اس فراست میں مسلمان نصاریٰ۔ یہود اور دوسرے گروہ بھی شریک ہیں۔ کیونکہ اس فراست میں اللہ کے نزدیک کوئی بزرگی نہیں تاکہ اس کے ساتھ اپنے خاص بندوں کو مخصوص فرماتے۔

# مکتوب نمبر ۲۹۴

ظاہری و باطنی علوم و معارف اور اسرار کے جامع مجد الدین مخدوم زادہ حضرت خواجہ محمد معصوم سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا:

ان معارف کے بیان میں جو واجب تعالیٰ و تقدس کی صفات ثمانیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے تعینات کے مبادی اور دوسری مخلوق کے تعینات کے مبادی کی تحقیق میں اور جزئیات کے اپنے کُلی کے ساتھ لاحق ہونا۔ اور ایک کُلی کے جزئیات کے اس سے منتقل ہو کر دوسری کلی کے ساتھ ملنے کے عدم جواز کے بیان میں۔ اور انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے



Marfat.com

شہود اور تجلی کے فرق میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے توسط کے باوجود ان کے کامل پیروکاروں کے لیے وصل عریاں کے حصول کے بیان میں۔ اور مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی عبارت میں واقع الفاظ محو و اضمحلال کی تحقیق اور اس کے مناسب امور کے بیان میں:۔

واجب تعالیٰ و تقدس کی صفات ثمانیہ حقیقیہ کے ان میں سے پہلی صفت الحیات ہے۔ اور آخری صفت تکوین تین قسم ہیں:

ایک قسم وہ ہے جس کا تعلق عالم کے ساتھ زیادہ ہے۔ اور مخلوق کی طرف نسبت بیشتر ہے جیسے التکوین جس سے اہل سنت و جماعت کے ایک گروہ نے اس کے وجود کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ تکوین صفات اضافیہ میں سے ہے۔ لیکن حق بات یہ ہے کہ وہ صفات حقیقیہ میں سے ہے۔ جن پر اضافت غالب ہے۔

اور دوسری قسم وہ ہے، جس میں اضافت تو ہے۔ لیکن پہلی قسم سے کم ہے۔ جیسے علم، قدرت، ارادہ سمع، بصر اور کلام۔

اور تیسری قسم ان سب میں سے اعلیٰ ہے۔ جسے عالم کے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور اضافت کی بو بھی نہیں رکھتی۔ یہ صفت تمام صفات کی اُم اور اصل ہے۔ اور سب سے ثابت ہے۔ اور اس صفت کے سب سے زیادہ قریب صفت العلم ہے۔ جو خاتم الرسل علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات اتمہا و اکملہا کا مبدا تعین ہے۔ اور دوسری صفات دوسری مخلوقات کے تعینات کے مبادی ہیں۔ اور جب کہ ہر صفت متعدد تعلقات کے اعتبار سے متعدد جزیات رکھتی ہے۔ جیسے صفت تکوین کہ اس کے لیے متعدد تعلقات کے لحاظ سے تخلیق، ترزیق، احیا اور اماتت کی جزیات موجود ہیں۔ یہ جزیات اپنے کلیات کی طرح مخلوقات کے تعینات کے مبادی ہیں اور ہر وہ شخص جس کے تعین کا مبداء کلی ہے اور دوسرے تعینات جن کے مبادی اس کلی کی جزیات ہیں اس شخص کے تابع ہوں گے۔ اور اس کے قدم کے نیچے زندگی بسر کریں گے اسی جگہ سے یہ بات کہتے ہیں کہ فلاں محمد کے زیر قدم ہے۔ اور فلاں عیسےٰ کے زیر قدم اور فلاں موسےٰ کے زیر قدم علیہم الصلوٰۃ والتحیات والتسلیمات اتمہا و اکملہا۔ اور جب کہ ان جزیات کے لیے بطور سلوک ترقی واقع ہوتی ہے۔ اس لیے یہ اپنے کلیات کے ساتھ مل جائیں گی۔ اور جزیات کا شہود کلیات کا شہود قرار پائے گا۔ فرق بالذات اور بالتبع کا رہ جائے گا۔ اور واسطے اور عدم واسطے کا امتیاز ہوگا کیونکہ تابع جو کچھ پاتا ہے اور جو کچھ دیکھتا ہے۔ اصل کے توسط کے بغیر ناممکن ہے ہاں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ تابع اپنے قصور کی وجہ سے اصل کو نہیں جانتا۔ لیکن فی الحقیقت تابع اور اس کے شہود کے درمیان اصل



Marfat.com

اس طریقے سے حائل ہوتا ہے۔ جو شہود کے مانع نہیں ہوتا۔ بلکہ صاف عینک کی طرح شہود کا باعث ہوتا ہے۔ اور جائز نہیں ہے کہ ایک کلی کی جزئیات ترقی کریں۔ اور اپنی کلی سے نکل کر دوسری کلی کے نیچے آئیں۔ اور ان کا شہود وہ دوسری کلی بن جائے۔ مثلاً جو جماعت حضرت موسیٰ کے زیر قدم ہے۔ انتقال کرکے حضرت عیسیٰ کے زیر قدم آجائے، یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ محمد کے زیر قدم آجائیں بلکہ ہمیشہ۔ آپ کے زیر قدم ہی ہیں۔ علیہ وعلیہم وعلی الصلوٰۃ والسلام۔ کیونکہ محمد علیہ السلام کا رب، رب الارباب ہے۔ اور ان تمام کلیات کا اصل ہے۔

پس ان جزئیات کی نسبت اصل الاصل ہے کی اور یہ ترقی کر کے اصل الاصل تک پہنچ سکتے ہیں نہ کہ اصل کے ساتھ۔ جو ان کی اصل کے مخالف ہے۔ ان کی کلیات اور جزئیات میں اس قدر فرق رہ جاتا ہے کہ جزئی کے لیے دو حائل درمیان میں ہوں گے ایک اپنا اصل۔ جو اس کی کلی ہے۔ اور دوسرا حائل اصل الاصل ہے۔ اور کلی اس کے لیے اصل الاصل کا حجاب ہے اور بس۔ یہاں سے معلوم ہو گیا۔ کہ حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شہود تعینات کے پردے کے بغیر ہے۔ اور دوسروں کا شہود تعینات کے پردے میں ہے۔ کم از کم تعین محمدی کا پردہ تو بیچ میں حائل ہے۔ یہیں سے وہ بات ہے جو کی گئی ہے، کہ تجلی ذات حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کا خاصہ ہے۔ اور دوسروں کی تجلی پردہ صفات میں ہے۔ کم از کم رب الارباب کے پردہ میں جو رب محمد ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم کہ صفت الحیات کے سوا تمام اسماء اور صفات سے اوپر ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس بیان سے لازم آتا ہے کہ تمام باقی انبیاء کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوات والتسلیمات کا شہود مبدأ تعین محمدی کے پردہ میں ہے۔ اور آپ کی امت کے وہ اولیاء کرام جو بلاواسطہ آپ کے زیر قدم ہیں (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ان کا شہود بھی دوسرے انبیاء کی طرح پردہ رب الارباب میں ہوگا۔ پس انبیاء کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوات والتسلیمات اور آپ کی امت کے اولیاء کرام کے درمیان کیا ہوگا۔ تو میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے اس پردہ حقیقت محمدی میں شہود کے علاوہ ایک دوسرا شہود بھی حاصل ہے۔ جو ان کے تعینات کے مبادی کی راہ سے انہیں میسر ہے۔ اور بالذات اپنی مخصوص عینکیں اپنی بصیرت کی آنکھوں پر رکھ کر غیب الغیب کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

جاننا چاہیے کہ یہ دو شہود اس معنی میں نہیں ہیں کہ دونوں بیک وقت متحقق ہوتے ہیں۔ بلکہ بایں معنی ہیں کہ اگر ترقی کر کے اصل الاصل تک پہنچے تو اس کا شہود پردہ حقیقت محمدی میں ہے۔ جس طرح حضرت



Marfat.com

عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جو آسمان سے نزول کے بعد اس دولت سے مشرف ہوں گے۔ اور یہ ترقی نہایت مشکل ہے۔ بلکہ محال کے قریب ہے۔ اس کے حصول کے لیے فضل ایزدی جل سلطانہٗ درکار ہے۔ اور اس عالم اسباب میں محمدی المشرب پیر کی شفقت و مہربانی کی ضرورت ہے۔ اور اگر کسی نے اپنی اصل سے ترقی نہ کی اور اپنی حقیقت سے حقیقۃ الحقائق تک نہ پہنچا تو اس کا شہود اس کی اپنی حقیقت مخصوصہ کے پردہ میں ہے۔

اے بیٹے جان اور آگاہ رہ کہ جس طرح حقیقۃ الحقائق کی جانب سے حضرت ذات تعالیٰ وتقدس کی طرف ایک راستہ ہے۔ کہ منازل کثیرہ طے کرنے کے بعد اس تک وصول میسر آتا ہے۔ اسی طرح تمام حقائق کلیات کے راستہ سے بھی حضرت ذات تعالیٰ وتقدس ایک راستہ ہے۔ جس تک مراحل کثیرہ طے کرنے سے وصول نصیب ہوتا ہے۔ غایۃ مافی الباب یہ ہے کہ حقیقۃ الحقائق کے راستے وصل عریاں میسر آتا ہے۔ لیکن دوسرے طریقوں سے بھی اگرچہ وصل ذات نصیب ہوتا ہے تاہم بلند حقیقۃ الحقائق کے منتہائے اصول سے ایک باریک ترین پردہ جو حقیقت محمدی کا ہے۔ درمیان میں حائل ہے۔ اگر مضبوط حجاب اور قوی رکاوٹ والا پردہ نہیں ہے۔ بلکہ صرف اسی قدر مانع اور حجاب ہے کہ تجلی ذات کے اطلاق کو روکتا ہے۔ ورنہ باقی انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کیلئے بالاصالۃ ذات تعالیٰ سے حصہ حاصل ہے۔ اور ان بزرگوں کے کامل پیروکاروں کے لیے بھی ان کی پیروی میں علیہم وعلیٰ اممہم الصلوات والتحیات حصہ حاصل ہے۔

## سوال:

جبکہ صفت الحیاۃ صفت العلم سے اوپر ہے۔ پس حقیقۃ الحقائق کی راہ سے بھی صفت الحیوٰۃ کا تعین حائل بن گیا۔ پس وصل عریاں کس طرح ہوگا اور اس کو تجلی ذات کیوں کہتے ہیں؟

## جواب:

یہ تعین لاتعین کی طرح ہے۔ کیونکہ مراتب فوق میں مٹ جاتا۔ اور معدوم و لاشے ہو جاتا ہے۔ اور مرتبہ حضرت ذات تعالیٰ میں اس کا کچھ بھی اعتبار نہیں رہتا۔ اگرچہ دوسری صفات کے لیے بھی مرتبہ حضرت ذات تعالیٰ میں کچھ اعتبار نہیں۔ لیکن وہ مرتبہ ذات میں ایسے طور پر نہیں پہنچیں کہ راستے اور معدوم ہو جائیں۔ بخلاف صفت الحیوٰۃ کے کہ وہ وہاں پہنچتی ہے اور لاشے ہو جاتی ہے۔ اسی لیے حقیقت محمدی کا تعین اور دوسری مخلوقات کے تعینات دائمی ہیں۔ اور ان کا زوال مراتب ذات کے کسی مرتبہ میں بھی محال ہے۔ ہاں ایک چیز تک پہنچنا اور شے ہے اور شے میں فانی اور نیست ہو جانا امر دیگر ہے



Marfat.com

بعض مشائخ قدس اللہ تعالیٰ ارواحھم کی عبارت میں جو لفظ محو و اضمحلال واقع ہوا ہے۔ اس سے مراد محو نظری ہے نہ محو عینی یعنی سالک کا تعین اس کی نظر سے زائل ہو جاتا ہے۔ نہ یہ کہ نفس الامر اور واقع میں محو ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ تو الحاد اور بے دینی کی بات ہے۔

ناقصوں کی ایک جماعت محو و اضمحلال کا وہم پیدا کرنے والے الفاظ سے محو عینی خیال کیا ہے اور اس طرح بے دینی تک پہنچے ہیں۔ اور عذاب و ثواب اخروی کے منکر ہوئے ہیں۔ اور انہوں نے خیال کر لیا ہے کہ جس طرح وحدت سے کثرت میں آئے ہیں دوبارہ اسی طور پر کثرت سے وحدت تک چلے جائیں گے۔ اور یہ کثرت اس وحدت میں فانی اور نیست ہو جائے گی۔ ان بے دینوں میں سے ایک جماعت اسی محو اور مٹ جانے کو قیامت کبریٰ خیال کیا ہے۔ اور حشر و نشر، حساب صراط اور میزان کے منکر ہوئے ہیں۔ خود بھی گمراہ ہوئے اور بہت سے لوگوں کو بھی گمراہ کیا۔

اس فقیر نے اس جماعت کے ایک شخص کو دیکھا ہے جو اپنے مطلب پر حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس اللہ سرہٗ درج ذیل شعر کو بطور دلیل پیش کرتا تھا۔

جامی معاد و مبدأ ما وحدت است و بس ما در میانہ کثرت موہوم والسلام[1]

یہ لوگ نہیں جانتے کہ مولانا کی اس بیت سے مراد وحدت کی طرف رجوع نظر اور شہود کے اعتبار سے ہے۔ ایک ذات کے سوا کوئی دوسری چیز ان کا مشہود نہیں ہوتی۔ اور ہر طرح کی کثرت پورے طور پر ان کی نظر سے پوشیدہ ہو جاتی ہے۔ اس سے عینی اور وجودی رجوع ہرگز مراد نہیں۔ شاید یہ ناقص اندھے لوگ کہتے ہیں نہیں جانتے کہ کسی بھی کامل سے عجز، نقص اور احتیاج زائل نہیں ہوا۔ پس وحدت کی طرف رجوع وجودی کے کیا معنی ہیں۔ اور اگر ان لوگوں نے وحدت کی طرف رجوع موت کے بعد خیال کیا ہے۔ تو کافر زندیق ہیں کہ عذاب اُخروی سے انکار کرتے اور دعوت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات انہا و اکملہا کا ابطال کرتے ہیں۔

**سوال :**

تو نے اپنے بعض رسائل میں لکھا ہے۔ کہ لطیفہ اخفیٰ کا فنا ولایت محمدی کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس کلام کا کیا معنی ہے؟

**جواب :**

گزشتہ تحقیق سے معلوم ہو گیا کہ وصل عریان ولایت محمدی کے ساتھ خاص ہے۔ اور دوسروں کے

---

[1] اے جامی ہمارا معاد و مبدأ صرف وحدت ہے۔ اور ہم اس موہوم کثرت میں ہیں والسلام



Marfat.com

عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جو آسمان سے نزول کے بعد اس دولت سے مشرف ہوں گے۔ اور یہ ترقی نہایت مشکل ہے۔ بلکہ محال کے قریب ہے۔ اس کے حصول کے لیے فضل ایزدی جل سلطانہٗ درکار ہے۔ اور اس عالم اسباب میں محمدی المشرب پیر کی شفقت و مہربانی کی ضرورت ہے۔ اور اگر کسی نے اپنی اصل سے ترقی نہ کی اور اپنی حقیقت سے حقیقۃ الحقائق تک نہ پہنچا تو اس کا شہود اس کی اپنی حقیقت مخصوصہ کے پردہ میں ہے۔

اے بیٹے جان اور آگاہ رہ کہ جس طرح حقیقۃ الحقائق کی جانب سے حضرت ذات تعالیٰ و تقدس کی طرف ایک راستہ ہے۔ کہ منازل کثیرہ طے کرنے کے بعد اس تک وصول میسر آتا ہے۔ اسی طرح تمام حقائق کلیات کے راستہ سے بھی حضرت ذات تعالیٰ و تقدس ایک راستہ ہے، جس تک مراحل کثیرہ طے کرنے سے وصول نصیب ہوتا ہے۔ غایۃ ما فی الباب یہ ہے کہ حقیقۃ الحقائق کے راستے وصل عریاں میسر آتا ہے۔ لیکن دوسرے طریقوں سے بھی اگرچہ وصل ذات نصیب ہوتا ہے تاہم بلند حقیقۃ الحقائق کے منتہائے اصول سے ایک باریک ترین پردہ جو حقیقت محمدی کا ہے۔ درمیان میں حائل ہے۔ اگر مضبوط حجاب اور قوی رکاوٹ والا پردہ نہیں ہے۔ بلکہ صرف اسی قدر مانع اور حجاب ہے کہ تجلی ذات کے اطلاق کو روکتا ہے۔ ورنہ باقی انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کیلئے بالاصالتہ ذات تعالیٰ سے حصہ حاصل ہے۔ اور ان بزرگوں کے کامل پیروکاروں کے لیے بھی ان کی پیروی میں علیہم و علی اممہم الصلوات والتحیات حصہ حاصل ہے۔

## سوال:

جبکہ صفت الحیاۃ صفت العلم سے اوپر ہے۔ پس حقیقۃ الحقائق کی راہ سے بھی صفت الحیوٰۃ کا تعین حائل بن گیا۔ پس وصل عریاں کس طرح ہوگا اور اس کو تجلی ذات کیوں کہتے ہیں؟

## جواب:

یہ تعین لاتعین کی طرح ہے۔ کیونکہ مراتب فوق میں مٹ جاتا، اور معدوم ولاشے ہو جاتا ہے۔ اور مرتبہ حضرت ذات تعالیٰ میں اس کا کچھ بھی اعتبار نہیں رہتا۔ اگرچہ دوسری صفات کے لیے بھی مرتبہ حضرت ذات تعالیٰ میں کچھ اعتبار نہیں۔ لیکن وہ مرتبہ ذات میں ایسے طور پر نہیں پہنچیں کہ راستے اور معدوم ہو جائیں۔ بخلاف صفت الحیوٰۃ کے کہ وہ وہاں پہنچتی ہے اور لاشے ہو جاتی ہے۔ اسی لیے حقیقت محمدی کا تعین اور دوسری مخلوقات کے تعینات دائمی ہیں۔ اور ان کا زوال مراتب ذات کے کسی مرتبہ میں بھی محال ہے۔ ہاں ایک چیز تک پہنچنا اور شے ہے اور شے میں فانی اور نیست ہو جانا امر دیگر ہے



Marfat.com

بعض مشائخ قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم کی عبارت میں جو لفظ محو و اضمحلال واقع ہوا ہے۔ اس سے مراد محو نظری ہے نہ محو عینی یعنی سالک کا تعین اس کی نظر سے زائل ہو جاتا ہے۔ نہ یہ کہ نفس الامر اور واقع میں محو ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ تو الحاد اور بے دینی کی بات ہے۔

ناقصوں کی ایک جماعت محو و اضمحلال کا وہم پیدا کرنے والے الفاظ سے محو عینی خیال کیا ہے اور اس طرح بے دینی تک پہنچے ہیں۔ اور عذاب و ثواب اخروی کے منکر ہوئے ہیں۔ اور انہوں نے خیال کر لیا ہے کہ جس طرح وحدت سے کثرت میں آئے ہیں دوبارہ اسی طور پر کثرت سے وحدت تک چلے جائیں گے۔ اور یہ کثرت اس وحدت میں فانی اور نیست ہو جائے گی۔ ان بے دینوں میں سے ایک جماعت اسی محو اور مٹ جانے کو قیامت کبریٰ خیال کیا ہے۔ اور حشر و نشر، حساب، صراط اور میزان کے منکر ہوئے ہیں۔ خود بھی گمراہ ہوئے اور بہت سے لوگوں کو بھی گمراہ کیا۔

اس فقیر نے اس جماعت کے ایک شخص کو دیکھا ہے جو اپنے مطلب پر حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس اللہ سرہٗ درج ذیل شعر کو بطور دلیل پیش کرتا تھا۔

جامی معاد و مبدأ ما وحدت است و بس ۔ ما در میانہ کثرت موہوم والسلام[1]

یہ لوگ نہیں جانتے کہ مولانا کی اس بیت سے مراد وحدت کی طرف رجوع نظر اور شہود کے اعتبار سے ہے۔ ایک ذات کے سوا کوئی دوسری چیز ان کا مشہود نہیں ہوتی۔ اور ہر طرح کی کثرت پورے طور پر ان کی نظر سے پوشیدہ ہو جاتی ہے۔ اس سے عینی اور وجودی رجوع ہرگز مراد نہیں۔ شاید یہ ناقص اندھے لوگ کہتے ہیں نہیں جانتے کہ کسی بھی کامل سے عجز، نقص اور احتیاج زائل نہیں ہوا۔ پس وحدت کی طرف رجوع وجودی کے کیا معنی ہیں۔ اور اگر ان لوگوں نے وحدت کی طرف رجوع موت کے بعد خیال کیا ہے۔ تو کافر زندیق ہیں کہ عذاب اُخروی سے انکار کرتے اور دعوت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات اتمہا و اکملہا کا ابطال کرتے ہیں۔

## سوال:

تو نے اپنے بعض رسائل میں لکھا ہے۔ کہ لطیفہ اخفیٰ کا فنا ولایت محمدی کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس کلام کا کیا معنی ہے؟

## جواب:

گزشتہ تحقیق سے معلوم ہو گیا کہ وصل عریاں ولایت محمدی کے ساتھ خاص ہے۔ اور دوسروں کے

---

[1] اے جامی ہمارا معاد و مبدا صرف وحدت ہے۔ اور ہم اس موہوم کثرت میں ہیں والسلام



Marfat.com

لیے بھی اگرچہ حجابات اٹھ جاتے ہیں۔ لیکن حقیقت محمدی کے باریک بال کی مانند درمیان میں حائل رہنے سے چارہ نہیں جیسا کہ پہلے گزرا ہے۔ پس لطیفہ اخفی جو مراتب انسانی کی نہایت ہے، کا بلندی کے اندازہ کے مطابق حائل رہنا باقی رہتا ہے۔ للذا اس باقی ماندہ حائل دپردہ کے اعتبار سے فنائے مطلق کا اطلاق درست نہ ہوگا۔ محمدی المشرب کے علاوہ کون ہے جسے اس باقی ماندہ پردے کا وجود دکھائی دے اور ہزاروں محمدی المشرب حضرات میں سے ایک کے لیے ہی اگر تیز نظر پیدا ہو جائے تو غنیمت ہے۔ مختلف طبقات کے مشائخ میں سے اکثر نے سرف روح اور سر تک گفتگو کی ہے۔ ایسے کم ہیں جنہوں نے خفی کے راز کے متعلق لب کشائی کی ہو۔ تو لطیفہ اخفی کے بارے میں کون کچھ کہہ سکتا ہے۔ اور جو لطیفہ اخفی کے دریا میں غوطہ لگا چکا ہو، اور اس کے ذرات میں سے یہ ذرہ سے تک پہنچ کر اطلاع پا چکا ہو۔ کبریت احمر کی مانند ہے۔ یعنی نہایت نایاب ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اور اللہ فضل عظیم والا ہے۔

## سوال :

تیرا اعتقاد تو یہ ہے کہ جو کچھ نبی علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسّلام کے لیے کمالات میں سے حاصل ہے اس کے کامل پیروکاروں کے لیے بھی پیروی کی بنا پر ان کمالات سے حصہ حاصل ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ وصل عریان سے بھی حصہ حاصل ہو۔ حالانکہ وہی نبی درمیان میں حائل ہے۔

## جواب :

وصل عریان میں نبی کا حائل ہونا کچھ نقصان نہیں دیتا۔ کیونکہ یہ وصل تابع ہو کر ہے۔ نہ کہ بالاصالتہ ہے اس بنا پر نبی کا حائل ہونا تابع ہونے کے مفہوم کی مزید تاکید کرتا ہے۔ نہ کہ واسطے کا درمیان سے زائل ہو جانا۔ کیونکہ وہ مقام اصالت کے مناسب ہے۔ پس درمیان میں نبی کا واسطہ بھی ہوتا ہے۔ اور اس کے تابع ہونے کی وجہ سے وصل عریان بھی میسر آتا ہے۔ اسے خوب سمجھو۔

## سوال :

کیا فرق ہے کہ نبی علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کے کامل پیروکاروں کے لیے تو وصل عریان اور تجلی ذات کا اطلاق کرتے ہیں۔ اور دوسرے انبیاء صلوات اللہ وتسلیماتہ علی نبینا وعلیہم کے لیے اس اطلاق کو جائز نہیں رکھتے۔ حالاں کہ ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دونوں گروہوں کے لیے درمیان میں حائل ہونا ثابت اور موجود ہے۔

**جواب :**۔ اس اطلاق کا کامل پیروکاروں کے حق میں جائز ہونا تابع ہونے کے اعتبار سے ہے



Marfat.com

کیونکہ نبی کا واسطہ اس اطلاق کے منافی نہیں۔ جیسا کہ گزر چکا ہے۔ اور دوسرے انبیاء علی نبینا وعلیہم الصلوات والتسلیمات کے حق میں اگر یہ اطلاق جائز ہو تو باعتبار اصالت کے ہوگا۔ کیونکہ یہ بزرگ بلا واسطہ نہ رہ طے کر کے حضرت ذات تعالیٰ و تقدس تک پہنچے ہیں۔ اور شک نہیں کہ اصالت کی صورت میں واسطہ کا موجود ہونا اس اطلاق کے منافی ہوگا۔ لہٰذا فرق واضح ہو گیا۔

جاننا چاہیے کہ پہلے انبیاء کرام اور اس امت کے کامل پیروکاروں علی نبینا وعلیہم وعلیٰ من الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے درمیان اصالت اور تبعیت کا فرق انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوات والتسلیمات کی افضلیت کا موجب ہے۔ کیونکہ اصل مقصود ہوتا ہے۔ اور تابع طفیلی۔ اگرچہ پیروکاروں پر وصل عریان اور تجلی ذات کا اطلاق صحیح ہے۔ اور متبوع حضرات میں یہ اطلاق درست نہیں لیکن طفیلی کی کیا حیثیت کہ مقصودی کے ساتھ مساوات اور برابری دکھائے۔ طفیلی کو مساوات کیسے میسر آ سکتی ہے۔ کیونکہ قرب حق کی دولت اصل کے لیے اتم اور اکمل طریقہ پر ہے۔ اور تابع میں اسم اور رسم کے طور پر۔ لیکن اتقدر ہے کہ یہ مناسبت تشبیہ کو صحیح کر دیتی ہے۔ اور تابع کو متبوع کی مانند کر دیتی ہے۔ اسی لیے خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات نے اپنی امت کے علماء کو بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح قرار دیا۔ پس اس بیان سے لازم آیا کہ اس اُمت کے اولیاء کے لیے تجلی ذات کا حصول انبیاء پر جو تجلی ذات نہیں رکھتے، فضیلت کا وہم پیدا نہیں ہوتا۔ اس کو سمجھو قدموں کے پھسلنے کا مقام ہے۔ اور انصاف سے کام لو۔ کیونکہ اللہ سبحانہ نے ان علوم کے ساتھ بصدقہ اپنے حبیب پاک حضرت محمد علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام اسی بندے کو مخصوص فرمایا ہے۔

## سوال :

یہ بات طے شدہ ہے کہ آفرینش کائنات۔ سے مقصود حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی ذات مقدسہ ہے۔ دوسرے سب نفس وجود اور حصول کمالات میں آپ کے طفیل ہیں اور آپ کی پیروی کی وجہ سے درجات علیا تک پہنچتے ہیں۔ اسی بناء پر قیامت کے دن حضرت آدم اور تمام دوسرے علی نبینا وعلیہم الصلوٰت والتسلیمات کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور تو نے کہا ہے کہ دولت وصول دوسرے انبیاء کو علی نبینا علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات بطریق اصالت ہے نہ بطریق تبعیت۔ اس کی کیا وجہ ہے۔

## جواب :

جس طرح حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے حضرت ذات تعالیٰ و تقدس کی طرف



Marfat.com

اپنی حقیقت سے ایک راہ ہے اسی طرح دوسرے انبیاء کرام علی نبینا و علیہم الصلوات والتسلیمات کے لیے بھی حضرت ذات تعالیٰ شانہٗ کی طرف اپنی حقیقتوں سے راہیں ہیں۔ اس وصول میں تابع ہونے کا معنی ملحوظ نہیں ہے۔ بخلاف امتیوں کے کہ انبیاء کی پیروی کے ذریعہ اپنی حقائق کی راہ سے جو ان میں ہر ایک کی استعداد کے مناسب ہے، مطلب تک پہنچتے ہیں۔ اُمتیوں کے حق میں اصالت مفقود ہے۔ غایۃ فی مافی الباب جبکہ دوسروں کا وصل اگرچہ باصالت ہو وصل عریانی نہیں ہے۔ کیونکہ حقیقت خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات ایک باریک بال کی مانند درمیان میں حائل اور مطلوب ہیں۔ اس لیے بہ صورت پہلا جو پہنچا ہے۔ وہ اس حقیقت سے متصل ہوتا ہے۔ اس کے بعد آپ کے توسط سے دوسروں کو پہنچا ہے۔ اور تبعیت کے معنی ہی توسط کا حصول ہے۔ لہٰذا وہ اصالت اس تبعیت کے ساتھ کچھ مخالفت نہیں رکھتی۔ اچھی طرح جاننا چاہیے کہ وہ تبعیت جو انبیوں کے متعلق کہی گئی ہے اس تبعیت کا غیر ہے جو اصالت کے منافی ہے۔ جس طرح پہلے کئی بار مذکور ہوا ہے۔ لہٰذا دونوں کے درمیان فرق ہوگیا۔

اگر یہ سوال کریں کہ مراتب عروج میں صفۃ الحیٰوۃ سے بھی کاملین کو حصہ ملتا ہے یا نہیں؟ تو میں کہتا ہوں کہ ضرور حصہ ملتا ہے۔

اگر یہ کہیں کہ پہلے ذکر ہوا ہے۔ نہایت پر پہنچ کر یہ صفت حضرت ذات تعالیٰ و تقدس کے لیے لاشئے اور نابود ہو جاتی ہے۔ اور کاملین کو مقام محو اور لاشئے سے کیا حصہ ملتا ہے۔ حالاں کہ تو نے کہا ہے کہ حقائق کے تعینات کے لیے عینی نابود ہونا نہیں ہے۔ اگر ہے تو صرف نظری ہے کیونکہ اضمحلال (نابود ہونا) عینی کا قول الحاد اور بے دینی تک لے جاتا ہے۔

**جواب:**

اضمحلال عینی کی کیا ضرورت ہے۔ اضمحلال نظری ہی کافی ہے۔ اگر اس اضمحلال (نیست ہو جانے) میں مختلف مراتب ہیں۔ اسے سمجھ لو۔ اور اللہ سبحانہٗ ہی حقیقت حال کو بہتر جانتا ہے۔ اور ان پر سلامتی کا نزول ہوتا ہے، جو ہدایت کے پیروکار اور متابعت مصطفےٰ علیہ و علیٰ آلہٖ الصلوات والتسلیمات اتمہا و اکملہا کی پابندی کرتے ہیں۔

# مکتوب نمبر ۲۹۵

حاجی یوسف کشمیری کی طرف صادر فرمایا:



Marfat.com

نظر برقدم ، ہوش در دم ، سفر در وطن اور خلوت در انجمن کے بیان میں جو اس بلند طریقہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے قواعد مقررہ سے ہے۔

جاننا چاہیے کہ طریقہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے اصول مقررہ میں سے ایک نظر برقدم ہے۔ نظر برقدم سے یہ مراد نہیں کہ نظر قدم سے تجاوز نہ کرے۔ اور قدم سے آگے اوپر نہ اٹھے۔ کیونکہ یہ چیز خلاف واقع ہے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ نظر ہمیشہ سے اوپر رہے۔ اور قدم اس کے پیچھے آئے کیونکہ بلند زینوں کے اوپر چڑھتے وقت پہلے نظر ان بلند زینوں پر پڑتی ہے پھر قدم نظر کے مقام تک پہنچتا ہے۔ پھر اس سے اوپر کے زینہ پر پڑتا ہے۔ اور قدم نظر کی پیروی میں بلندی کی طرف چڑھتا ہے۔ اس کے بعد پھر نظر اس مقام سے اوپر کو ترقی کرتی ہے۔ علیٰ ھذا القیاس۔

اور اگر اس سے مراد یہ ہو کہ نظر کو چاہیے کہ اس مقام سے ترقی نہ کرے۔ جہاں کے لیے گنجائش نہیں تو یہ بھی غیر واقع ہے۔ کیونکہ قدم پورا اٹھانے کے بعد اگر نظر تنہا نہ رہے تو بہت سے مراتب کمال فوت ہو جائیں گے۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ:

قدم کی نہایت سالک کی استعداد کے نہایت مراتب تک ہوتی ہے۔ بلکہ اس نبی کی نہایت استعداد تک جس کے قدم پر وہ سالک ہے۔ لیکن پہلا قدم باصالت ہوتا ہے اور دوسرا قدم اس نبی کی پیروی میں۔ لیکن ان دو استعداد کے مراتب سے اوپر اس کا قدم نہیں جا سکتا۔ لیکن نظر جا سکتی ہے۔ اور یہ نظر جب تیزی پیدا کرتی ہے تو اس کا منتہیٰ اس نبی کی نظر کے مراتب کی نہایت ہوتی ہے۔ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات جس کے قدم پر وہ سالک ہے۔ کیونکہ کامل پیروکاروں کے لیے اس نبی کے تمام کمالات سے حصہ ملتا ہے۔ لیکن مراتب استعداد کی نہایت تک جو سالک کی اصالت و تبعیت ہے۔ قدم اور نظر آپس میں موافقت رکھتے ہیں۔ اس کے بعد قدم کوتاہ ہو جاتا ہے۔ اور اکیلی نظر ہی اوپر کو چڑھتی جاتی ہے۔ اور اس نبی کی نظر کے مراتب نہایت تک ترقی کرتی ہے۔ تو معلوم ہوگیا کہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی نظر بھی ان کے اقدام سے اوپر صعود فرماتی ہے۔ اور ان بزرگوں کے کامل پیروکاروں کو ان کی نظروں کے مقامات سے بھی حصہ حاصل ہے جس طرح ان کے قدموں کے مقامات سے انہیں حصہ ملتا ہے۔ اور خاتم الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کے قدم مبارک کے اوپر مقام رویت ہے۔ جس کا دوسروں کے لیے آخرت میں وعدہ ہے۔ جو کچھ دوسروں کے لیے ادھار ہے آپ کے لیے نقد ہے۔ آپ کے کامل پیروکاروں کے لیے بھی اس مقام سے حصہ حاصل ہے۔ اگرچہ رویت نہیں ہے۔ ؎

فریاد حافظ ایں ہمہ آخر بہرزہ نیست
ہم قصۂ غریب و حدیث عجیب ہست

(حاشیہ رصفحہ ۱۶۰)



Marfat.com

ہم پھر اصل بات کی طرف آتے ہیں اور کہتے ہیں اگر مراد یہ ہے کہ قدم کو چاہیے کہ نظر سے پیچھے رہے اس طرح کہ کسی بھی طور پر کسی بھی وقت میں نظر کے مقام تک نہ پہنچے تو یہ ٹھیک ہے۔ کیونکہ یہ معنی ترقی کے مانع ہے۔ اسی طرح اگر قدم اور نظر سے ظاہری قدم و نظر مراد ہوں تو اس کی بھی گنجائش ہے۔ کیونکہ راستے میں چلتے وقت نظر پراگندگی پیدا کرتی ہے۔ اور رنگ برنگ محسوسات کے دیکھنے سے انتشار پیدا ہوتا ہے۔ اور اگر نظر کو قدم پر ہی روک کر رکھ جائے تو یہ بات دل جمعی کے پیدا ہونے کے بہت قریب ہے۔ اور یہ مراد اس دوسرے کلمہ کے معنی کے مناسب ہے۔ جو اس کے ساتھ مذکور ہے۔ اور وہ یہ کلمہ ہے۔ ہوش در دم[1]۔ غایۃ ما فی الباب یہ ہے۔ کہ پہلا کلمہ اس پراگندگی کو دُور کرنے کے لیے ہے۔ جو انسان سے باہر کی چیزوں سے پیدا ہوتی ہے۔ اور کلمہ ثانی اندرونی پراگندگی کو دور کرتا ہے۔ اور تیسرا کلمہ جو ان دو کلموں کے ساتھ ہے۔ سفر در وطن ہے۔ اور یہ انفس میں سیر سے عبارت ہے۔ جو نہایت کے بدایت میں اندراج کے حصول کا منشاء ہے جو اس بلند طریقہ کے ساتھ مخصوص ہے۔

اگرچہ انفس میں سیر تمام طریقوں میں ہے۔ لیکن سیر آفاقی کے حاصل ہونے کے بعد ہے۔ اور اس طریقہ میں آغاز ہی اس سیر سے ہوتا ہے۔ اور سیر آفاقی اس سیر کے ضمن میں درج ہے۔ اور اس اعتبار سے اگر اس بلند طریقہ میں بدایت کے نہایت میں درج ہونے کے متعلق کہیں تو بھی گنجائش ہے۔

اور چوتھا کلمہ جو ان تین کلمات کے ساتھ ہے۔ کلمۂ خلوت در انجمن[2] ہے۔ جب سفر در وطن میسر ہوتا ہے۔ تو لوگوں میں ہوتے ہوئے بھی خلوت خانہ وطن میں سفر جاری رہتا ہے۔ اور آفاق کی پراگندگی انفس کے حجرے کی طرف راہ نہیں پا سکتی۔ یہ بھی اس صورت میں ہوگا کہ انفس کے حجرے کے دروازے اور [illegible] بند کر دیے ہوں۔ پس چاہیے کہ انجمن میں متکلم و مخاطب کی پرواہ [illegible]

یہ تمام حیلے اور تکلفات ابتدا سے ہیں اور اس کے درمیان میں انتساب [illegible]

(حاشیہ صفحہ ۱۷۷) [1] حافظ کی [illegible] عیب ہے۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] ہوش در دم [illegible] کہ سالک جو سانس لے اسے چاہیے کہ حضور و آگاہی کے ساتھ ہو اور اس میں غفلت نہ ہو اور ایک سانس سے دوسرے سانس کی طرف منتقل ہونا بھی غفلت سے نہ ہو۔ بلکہ حضور کے ساتھ ہو یہیں سے بزرگ فرماتے ہیں۔ جو شخص سانس کی حفاظت نہ کرے۔ اس کا سانس ضائع اور بے مقصد ہے۔

[2] یعنی ظاہراً مخلوق کے ساتھ ہو، اور باطناً حق سبحانہ کے ساتھ۔ بیت: از درون شو آشنا و از بروں بیگانہ وش
ایں چنیں زیبا روش کم می بود اندر جہاں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یعنی ایسے مرد ہیں جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کر سکتی۔



Marfat.com

چیزوں میں سے کسی کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ایسا شخص عین پراگندگی میں صاحب جمعیت ہوتا ہے۔ اور عین غفلت میں اسے حضور دل کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔ یہاں سے کوئی یہ گمان نہ کرے۔ کہ پراگندگی اور عدم پراگندگی منتہی کے حق میں دونوں ہر لحاظ سے برابر ہیں۔ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ مراد یہ ہے۔ کہ تفرقہ اور عدم تفرقہ اس کی باطنی جمعیت میں برابر ہیں۔ اس کے باوجود اگر ظاہر کو باطن سے جمع کرے اور ظاہر سے بھی پراگندگی کو دور کرے تو زیادہ بہتر اور زیادہ مناسب ہوگا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نبی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کو فرمایا:[1]

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا۔ — اور اپنے رب کے نام کا ذکر کرو۔ اور سب سے کٹ کر اس کے مکمل طور پر ہو جاؤ۔

جاننا چاہیے کہ بعض اوقات ظاہری پراگندگی سے انسان بچ نہیں سکتا۔ کیونکہ مخلوق کے حقوق بھی ادا کرنے پڑتے ہیں۔ پس ظاہری پراگندگی بھی بعض اوقات اچھی ہوتی ہے۔ لیکن باطنی پراگندگی کسی وقت بھی بہتر نہیں۔ کیونکہ باطن خالص حق سبحانہ کے لیے ہے۔ پس بندوں کے تین حصے حق جل شانہ کے لیے مسلّم ہیں۔ باطن مکمل طور پر اور ظاہر سے نصف اللہ کے لیے ہے۔ اور ظاہر کا دوسرا نصف مخلوق کے حقوق کی ادائیگی کے لیے ہے۔ اور ان حقوق کے ادا کرنے میں، چونکہ حق سبحانہ کے احکام کی فرمانبرداری ہے۔ لہٰذا یہ دوسرا نصف بھی خدائے تعالیٰ وتقدس کے حق کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ اسی کی طرف سب کام لوٹتے ہیں۔ پس اسی کی عبادت کرو۔ والسّلام

# مکتوب نمبر ۲۹۶

حضرت مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید سلمہ اللہ تعالیٰ وابقاہ کی طرف صادر فرمایا:

واجب تعالیٰ جل وعلیٰ کی صفات کے بسیط ہونے اور اشیاء کے ساتھ ان کے تعدد تعلق کی نفی کے بیان میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاٰلِهِ الطَّاهِرِيْنَ

اے عزیز جان (اللہ تجھے سعادتمند کرے) کہ واجب تعالیٰ جل سلطانہ کی صفات اس کی بلند ذات کی طرح بے مثل اور بے کیف ہیں۔ اور حقیقی بساطت پر ہیں۔ مثلاً ایک ہی انکشاف بسیط ہے۔ کہ تمام ازل وابد کی معلومات اس ایک انکشاف سے منکشف ہیں۔ اور ایک ہی بسیط قدرت کاملہ ہے۔ کہ اوّلین

[1] پارہ ۲۹۔ سورۃ مزمل شریف۔



Marfat.com

اور آخرین کے مقدورات اس کے وسیلے سے وجود میں آتے ہیں۔ اور ایک ہی بسیط کلام ہے۔ جس کے ساتھ ازل سے ابد تک کلام فرما رہا ہے۔ اسی طرح باقی صفاتِ حقیقیہ بھی ہیں۔ اور وہ تعدد جو معلومات اور مقدورات کے ساتھ تعلق کے اعتبار سے پیدا ہوتا ہے، وہ بھی اس مرتبہ میں مفقود ہے۔ تمام اشیاء حق سبحانہ کے علم میں ہیں۔ اور اس کی قدرت کے ماتحت ہیں۔ لیکن صفت علم اور صفت قدرت کو ان اشیاء کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ یہ معرفت عقل کی سمجھ سے بالاتر ہے۔ فلاسفہ ہرگز اس معنی کو جائز نہیں رکھتے اور محال جانتے ہیں۔ کہ اشیاء حق تعالیٰ جل شانہ کے علم میں ہیں اور اس کا علم ان سے تعلق نہیں رکھتا۔ اور اسی طرح اشیاء خدائے تعالیٰ کی قدرت کے تحت ہیں۔ لیکن قدرت کا ان سے تعلق نہیں دیکھتے کہ اس مرتبہ میں ازل و ابد آن حاضر کی طرح موجود نہیں۔ بلکہ وہ بھی اس سے زیادہ گنجائش نہیں رکھتے کہ انہیں شے کے زیادہ قریب اور زیادہ موافق کے سوا اور الفاظ سے تعبیر کیا جا سکے اور ازل و ابد کی موجودات اس آن حاضر میں موجود ہیں۔ اور اس آن حاضر میں زید کو معدوم بھی جانتا ہے اور موجود بھی۔ اور پیٹ میں بھی جانتا ہے۔ اور بچپن کی حالت میں بھی اور جوان بھی جانتا ہے اور بوڑھا بھی اور زندہ بھی جانتا ہے اور مردہ بھی اور برزخ میں بھی جانتا ہے۔ اور حشر و حساب میں بھی۔ اور معلوم ہے کہ اس آن کو آن موجودات سے کچھ تعلق نہیں۔ کیونکہ اگر تعلق پیدا کرے گا، تو آن کی وجہ سے پیدا ہوگا اور اس آن کا نام زمانہ پڑھے گا۔ اور ماضی و استقبال ہو جائے گا۔ پس یہ موجودات اس آن میں ثابت بھی ہیں۔ اور غیر ثابت بھی ہیں۔ تو اگر ایک ایسا بسیط حقیقی انکشاف ثابت کیا جائے۔ جسے معلومات میں سے کسی ایک سے بھی تعلق نہ ہو، اور تمام معلومات اس ایک انکشاف سے معلوم ہو جائیں۔ تو کون سے تعجب کی بات ہے کیونکہ اس مقام میں ضدین کا جمع ہونا محال نہیں بلکہ ممکن ہے۔ کیونکہ ضدین کے جمع ہونے کے لیے زمانے اور جہت کا اتحاد شرط ہے۔ اور یہاں زمانے کی گنجائش نہیں۔ کیونکہ اللہ سبحانہ پر زمانے کا گزر نہیں ہو سکتا[۱]۔ اور جہت کا اتحاد بھی مفقود ہے۔ کیونکہ فرق اجمال اور تفصیل کا ہے جس طرح کلمہ کے مرتبہ میں کوئی شخص کہے کہ کلمہ اسم بھی ہے، اور فعل و حرف بھی۔ حالاں کہ یہ تینوں ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ تمام کو اس مرتبہ میں آن واحد کے اندر میں متحد دیکھتا ہوں۔ اور میں منصرف کو عین غیر منصرف پاتا ہوں۔ اور مبنی کو عین معرب جانتا ہوں۔ اور وہ شخص یہ بھی کہے کہ اس جامعیت کے باوجود اس کلمے کا ان اقسام میں سے کسی کے ساتھ تعلق نہیں۔ اور وہ ان سے بے نیاز ہے اور عقلمندوں میں سے کوئی شخص بھی اس کا انکار نہیں کرتا۔ اور اسے بعید نہیں جانتا جس مسئلہ میں ہم گفتگو کر رہے ہیں۔

---

[۱] کیونکہ ختم ہو جانا اور باقی نہ رہنا زمانے کے متوہمات سے ہے۔ اور خدائے تعالیٰ اس سے پاک ہے۔



Marfat.com

اور اللہ ہی بلند صفت کا مالک ہے) کیوں بعید جانیں اور اس میں توقف کریں۔ اگر کوئی یہ سوال کرے کہ اس طرح کی بات کسی نے نہیں کی۔ تو ہم کہیں گے۔ کہ اگر کسی نے نہیں کہی۔ تو کیا ہوا۔ جب کہ یہ بات دوسروں کے قول کے مخالف نہیں اور مرتبہ وجود کے بھی غیر مناسب نہیں ہے

خربوزہ بخور ترا بفالیز چہ کار

اس معرفت کی توضیح کے لیے مخلوقات میں سے وہ مثال دی جاسکتی ہے۔ جو بیان کرنے والوں نے بیان کی ہے۔ کہ علت کا علم معلول کے علم کو مستلزم ہے۔ اور اس صورت میں بالذات قوت مدرکہ علت کیطرف متوجہ ہے اور علت کے ساتھ تعلق پیدا کیا ہے۔ معلول کا علم علت کے علم کے تابع ہو کر ہے۔ بغیر اس کے کہ معلول کے ساتھ کوئی دوسرا تعلق پیدا کیا جائے لیکن فلاسفہ اس صورت میں بھی علم کے تعلق کے بغیر مرتبہ ثانی میں معلول کو معلومیت جائز نہیں رکھتے۔ اگرچہ وہ تعلق بالذات نہ ہو۔ لیکن اس مثال سے کوئی اور زیادہ قریب مثال معلوم نہیں۔ جو بیان کی جائے۔ مثال سے مقصود مطلوب کی وضاحت ہوتی ہے۔ نہ کہ مطلوب کا اثبات اور اللہ تعالیٰ ہی تمام امور کی حقیقتوں کو جانتا ہے اور صلوٰۃ و سلام نازل ہو۔ اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اور مصطفےٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ من الصلوات والتحیات المبارکات انمہا واکملہا کی متابعت کی پابندی کرے۔

# مکتوب نمبر ۲۹۷

مولانا بدرالدین سرہندی کی طرف صادر فرمایا:

حق سبحانہ کے احاطہ وسریان کی تحقیق اور اس کے ساتھ ان کی وضاحت اور مراتب وجوبی وامکانی کے حفظ رعایت کے بیان میں۔

اے عزیز جان کہ حق سبحانہ کا اشیاء کا احاطہ اور اس کا ان میں ہونا اس طرح ہے جیسے مجمل مفصل کا احاطہ کرے اور اس میں سرایت کرے۔ جیسے کلمہ جو اپنی تمام اقسام یعنی اسم فعل اور حرف اور اسی طرح اقسام کی اقسام، جیسے ماضی، مضارع، اور امر و نہی، مصدر، اسم فاعل اسم مفعول، مستثنیٰ متصل، اور منقطع حال، تمیز، ثلاثی، رباعی، خماسی اور حروف جارہ اور ناصبہ اور افعال سے مخصوص حروف اور اسماء کیساتھ مختص حروف اور دونوں پر داخل ہونے والے اور ان کے علاوہ ان اقسام سے حاصل ہونے والی:

ے تم خربوزے کھاؤ، فالیز سے تمہیں کیا کام۔



Marfat.com

غیر متناہی تقسیمات میں موجود ہے۔ یہ سب اقسام غیر کلمہ نہیں ہیں۔ بلکہ یہ سب اعتبارات ہیں جو کلمہ میں درج ہیں ان اقسام کی تفصیل اور ان کی کلمہ سے تمیز اور بعض اقسام کی بعض سے تمیز میں صرف ایک اعتبار عقلی کا ہی اضافہ ہوا ہے۔ اور خارج میں تو کلمہ ہی موجود ہے۔ اسی لیے حمل درست ہے۔ لیکن مراتب میں سے ہر مرتبہ میں کلمہ کا ایک الگ نام ہے، جو اسی مرتبہ کے ساتھ خاص ہے۔ اور کچھ احکام ہیں جو اسی مرتبہ کے ساتھ مختص ہیں۔ مثلاً اقتران زمانہ کے ساتھ معنی مستقل پر دلالت کرنے والا کلمہ فعل کہلاتا ہے۔ اور اقتران کے بغیر اسم۔ اور معنی مستقل پر نہ دلالت کرنے والا کلمہ حرف کہلاتا ہے۔ اسی طرح زمانہ ماضی سے اقتران رکھنے والا کلمہ فعل ماضی ہے۔ اور جس میں زمانہ حال یا استقبال پایا جائے مضارع کہلاتا ہے۔ اور جس کلمہ میں مشہور نو علتوں میں سے دو علتیں پائی جاتی ہیں وہ غیر منصرف ہے، ورنہ منصرف۔ اور وہ حروف جو جر کا عمل دیتے ہیں جارہ کہلاتے ہیں۔ اور جو نصب کا عمل کرتے ہیں ناصبہ کے نام سے موسوم ہیں۔ تو ایک مرتبہ کے اسم کا اطلاق دوسرے مرتبہ کے اسم پر فعل ماضی کا اطلاق مضارع پر کر دیا جائے، اور منصرف کا غیر منصرف پر۔ اور جارہ کا ناصبہ پر، حالانکہ یہ سب مراتب کلمہ کے ہی ہیں۔ لیکن ان میں سے ایک کا اجراء دوسرے پر سراسر غلطی اور ضلالت ہے۔ اور سیدھی راہ سے دور ہونے کی بات ہے۔ تو ہم کہتے ہیں اور اللہ سبحانہ ہی بہتر جانتا ہے کہ وجود سبحانہ کے مراتب تنزل میں سے ہر مرتبہ کا ایک خاص اسم ہے۔ اور کچھ مخصوص احکام ہیں۔ جو صرف اسی مرتبہ کے ساتھ خاص ہیں۔

پس وجود ذاتی اور استغنا، ذاتی مرتبہ جمع اور الوہیت کے ساتھ خاص ہیں۔ اور امکان ذاتی اور افتقار ذاتی مرتبہ کون اور فرق کے ساتھ خاص ہیں۔ اور مرتبہ اولی مرتبہ ربوبیت اور خالقیت ہے اور دوسرا مرتبہ مرتبہ عبودیت اور مخلوقیت ہے۔ تو اگر ایک مرتبے کے اسماء کا اطلاق دوسرے مرتبہ پر کیا جائے، اور ایک مرتبہ کے ساتھ مخصوص احکام کا اجراء، دوسرے مرتبہ پر کر دیا جائے تو یہ خالص بے دینی اور محض کفر ہوگا۔ اور تعجب تو بعض ملاحدہ اور زنادیق لوگوں پر ہے کہ وہ کس طرح مراتب کو آپس میں خلط ملط کر دیتے ہیں۔ اور ایک مرتبہ کے احکام دوسرے مرتبہ پر کر دیتے ہیں تو ممکن کو واجب کی صفات سے موصوف کر دیتے ہیں اور واجب کو ممکن کی صفات سے موصوف کر دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ ممکن کی صفات میں آپس میں تمایز ہے۔ باوجودیکہ ممکن ایک ہی مرتبہ ہے۔ اور وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ ان کے احکام میں بھی اختلاف ہے۔ اور وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ مختلف صفات کا تمایز زائل نہیں ہوسکتا۔ اور نہ احکام میں اختلاف ختم ہوسکتا ہے۔ حالانکہ یہ سب مرتبہ کونیہ میں متحد ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ بالبداہت جانتے ہیں کہ حرارت اور روشنی دینا آگ کی صفات مختصہ میں سے ہیں۔ اور ان میں سے کوئی صفت بھی پانی میں نہیں پائی جاتی اور نہ پانی کو ان سے



Marfat.com

موصوف کر سکتے ہیں۔ اسی طرح صفت برودت یعنی ٹھنڈک پانی کے ساتھ خاص ہے۔ آگ میں نہیں پائی جاسکتی اور اسی طرح یہ لوگ بالبداہت اپنی بیویوں اور ماؤں میں بھی امتیاز کے قائل ہیں۔ اور ان دونوں کے احکام کے الگ الگ ہونے کا حکم کرتے ہیں۔ اور اللہ سبحانہ ہی سیدھے راستے کی ہدایت کرتا ہے۔ اور ہر متبع ہدایت پر سلامتی کا نزول ہو۔

# مکتوب نمبر ۲۹۸

یہ سید محب اللہ مانک پوری کی طرف صادر فرمایا۔

لطیف عبارات اور مخفی اشارہ کے طور پر نہایت کار تک پہنچنے کے بیان میں۔ اور اس باریک کلام کے راز پر آپ کے دوستوں میں سے مخدوم زادہ کلاں علیہ الرحمت والرضوان کے سوا کوئی دوسرا مطلع نہیں ہوا۔

اے عزیز جان ہے! اللہ تجھے نیک کرے کہ یہ فقیر مدت دراز سے ظلال (سایوں) میں سیر کرتا تھا۔ اور ظل تک پہنچنے کو عین حصول پاتا تھا۔ حالاں کہ اصل تک وصول میسر ہو چکا ہے۔ ظل کے سوا اور حصول نہیں رکھتا جس طرح شیشہ جو کسی شخص کے ہاتھ میں موجود ہو۔ اس شیشے کے لیے اس شخص کے ظل کے سوا کوئی حصہ نہیں۔ خوب سمجھ لو کہ ہمارا کلام اشارے کے طور پر ہوتا ہے۔ جان لیں کہ بیان طریق کے مناسب عبارت جو رمز و اشارہ کے طور پر تحریر ہوئی تھی۔ اس مقام کے مناسب جانتے ہوئے اس مکتوب میں درج کر دی ہے۔ سمجھ لیں۔

ذکر قلبی پر جو پیر راہ دان سے حاصل کیا ہو ہمیشگی کرنا حضرت رحمان کے فضل سے نصیب ہوتا ہے اور وصل عریان بھی اس کی مہربانی سے۔ باقی سب گمان و خیال ہے۔ اور سلامتی کا نزول ہو اس شخص پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اور مصطفے علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوٰۃ اتمہا ومن التحیات اکملہا کی متابعت کا پابند ہو۔

# مکتوب نمبر ۲۹۹

شیخ زاہد رانہونی کی طرف صادر فرمایا:۔

مصیبت کی حالت میں استقامت دکھانے اور صبر و رضا کی تلقین کرنے اور طاعون کی موت کی فضیلت میں۔ اور اس امر کے بیان میں کہ طاعون کی جگہ سے بھاگنا گناہ کبیرہ ہے۔ اور کفار سے قتال کے دن صف



Marfat.com

جہاد سے بھاگنے کے مانند ہے۔

بعد الحمد والصلوٰۃ و تبلیغ الدعوات۔ عرض خدمت ہے کہ مکتوب شریف پہنچا۔ آپ نے اس میں مختلف مصائب کا ذکر کیا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ صبر و تحمل سے کام لینا اور قضا پر راضی رہنا چاہیے ؎[۵]

من از تو روئے نہ پیچم گرم بیازاری
کہ خوش بود ز عزیزاں تحمل و خواری!

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

مَآ اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْ عَنْ کَثِیْرٍ[۵۲] — تمہیں جو بھی مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے اعمال کا نتیجہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بہت سی بداعمالیوں کو معاف کر دیتا ہے۔

نیز اللہ جل مجدہٗ فرماتا ہے:۔

ظَھَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا کَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ[۵۳] — خشکی اور تری میں فساد ظاہر ہو گیا۔ لوگوں کے اعمال بد کی وجہ سے۔

ہماری شومی اعمال کی وجہ سے اول تو چوہے ہلاک ہوئے، جو ہمارے ساتھ زیادہ اختلاط رکھتے ہیں اس کے بعد عورتیں مردوں کی نسبت زیادہ ہلاک ہوئیں کہ نسل کا مدار اور نوع انسان کے وجود کا بقا ان کے وجود پر ہے اور جو شخص اس وبا میں موت سے بھاگا اور سلامت رہا اس کی زندگی پر خاک پڑے۔ اور جو نہ بھاگا تو اسے مبارک ہو۔ اور شہادت کی بشارت ہے۔

اور شیخ الاسلام ابن حجر علیہ الرحمۃ نے کتاب "بذل الماعون فی فضل الطاعون" میں یہ بات پورے یقین سے لکھی ہے کہ طاعون سے مرنے والے سے قبر میں سوال نہ ہوگا۔ کیونکہ معرکہ جہاد میں شہید ہونے کی طرح ہے اور یہ کہ طاعون میں اخلاص سے صبر کرنے والے کو، جو یہ یقین رکھتا ہو کہ مجھے وہی چیز پہنچے گی جو میری تقدیر میں لکھی جا چکی ہے، جب طاعون کے ایام میں طاعون کے بغیر موت واقع ہوتی ہے، تو وہ بھی فتنہ عذاب قبر میں مبتلا نہ ہوگا۔ کیونکہ ایسا شخص جہاد میں پہرہ دینے والے کی طرح ہے۔

اسی طرح شیخ اجل امام سیوطی نے کتاب "شرح الصدور بشرح احوال الموتیٰ والقبور" میں ذکر کیا ہے، اور

---

[۵] اگر تو مجھے آزار اور تکلیف بھی دے میں تجھ سے منہ نہیں پھیروں گا۔ کیونکہ دوستوں کے ہاتھ سے تکلیف برداشت کرنا اور ان سے خواری اٹھانا اچھی بات ہے۔

[۵۲] پارہ ۲۵، سورۂ شوریٰ۔ [۵۳] پارہ ۲۱ سورۂ روم



Marfat.com

فرمایا ہے۔ کہ یہ بہت ہی ٹھیک اور درست بات ہے۔ اور اسی طرح جو شخص طاعون میں نہ تو بھاگا اور نہ راتو وہ نمازیوں اور مجاہدوں میں ہے اور صابر اور مصیبت برداشت کرنے والے گروہ میں ہو جاتا ہے۔ ہر شخص کی موت کا وقت مقرر ہے جس میں تقدیم و تاخیر کی گنجائش نہیں۔ اور بھاگنے والوں میں اکثر جو بچ جاتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ابھی ان کی موت کا وقت نہیں آیا تھا۔ نہ یہ کہ ان کے بھاگنے نے ان کو موت سے بچا لیا۔ اور اکثر صبر کرنے والے جو طاعون کے مرض کا شکار ہو جاتے ہیں، اپنی موت مقررہ سے مرتے ہیں۔ لہذا نہ تو فرار نجات دیتا ہے۔ اور نہ وہاں مقیم رہنا ہلاک کرتا ہے۔ مرض طاعون سے فرار صف جہاد سے بھاگنے کی طرح ہے، اور گناہ کبیرہ ہے۔ یہ حق تعالیٰ جل سلطانہٗ کے امتحان میں سے ہے کہ بھاگنے والے سلامت رہتے ہیں اور صبر کرنے والے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سے بہتوں کو گمراہ کرتا ہے، اور بہت کو ہدایت دیتا ہے۔

آپ کے صبر و تحمل اور آپ کی مسلمانوں کی امداد و اعانت کے متعلق یہ فقیر سن چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ بچوں کی تربیت اور ان کی اذیت اٹھانے سے دل تنگ نہ ہوں۔ اس پر اجر عظیم کے مرتب ہونے کی اُمید ہے۔ اس سے زیادہ کیا لکھے۔ والسلام

# مکتوب نمبر ۳۰

جامع علوم عقلی و نقلی مجدالدین مخدوم زادہ حضرت خواجہ محمد معصوم سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا۔

باریک اسرار اور نادر معارف کے بیان میں، رمز و اشارہ کی زبان سے۔ اور مقام "قاب قوسین" بھی اس مکتوب میں اشارے کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی انسان کامل جب اسماء و صفات کے مراتب کی سیر تفصیل طے کر کے پوری جامعیت پیدا کرتا ہے۔ اور اللہ جل سلطانہٗ کے اسماء و صفات کے کمالات کا آئینہ بن جاتا ہے اور اس کا عدم ذاتی جو اس کے کمالات کا آئینہ ہے پورے طور پر پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ اور ان کمالات کے سوا اس میں کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی۔ تو اس وقت خاص بقا کے ساتھ جو ان کمالات پر موقوف ہے، مکمل فنا کے حصول کے بعد جو اس کے عدم کے پوشیدہ ہونے کے ساتھ وابستہ ہے، مشرف ہوتا ہے۔ تو ولایت کا اسم اس پر صادق آتا ہے۔ اس کے بعد اگر عنایت ازلی جل سلطانہٗ اس کے شامل ہو، تو



Marfat.com

ہو سکتا ہے کہ دوبارہ یہ کمالات جن کے ساتھ اس عارف کو بقا حاصل ہوئی ہے۔ حضرت ذات تعالیٰ وتقدس کے آئینے میں منعکس ہوں، اور ظاہر ہوں۔ اس وقت قاب قوسین کا راز ظاہر ہو جاتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ اس مقام میں حضرت ذات تعالیٰ وتقدس کے آئینے میں کسی شے کا ظہور اس آئینہ میں شے کے لیے نسبت بے کیف کے حصول سے کنایہ ہے۔ نہ یہ کہ وہاں آئینے کی حقیقت موجود ہے، اور شے کا حصول اس میں ہے۔ اور اللہ کے لیے ہے بلند صفت اور جب وہ کمالات جن سے عارف نے بقا حاصل کی ہوتی ہے جناب قدس کے آئینے میں حقیقت اور اصالت کے طریقہ پر منعکس ہوتے ہیں۔ اور ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ اور وہاں اس کے لیے مجہول الکیفیت نسبت بھی حاصل ہوتی ہے، تو ضروری طور پر لفظ انا جو عارف سے تعلق رکھتا تھا۔ وہاں اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور اپنے آپ کے لیے ان کمالات ظاہرہ کا عین پاتا ہے۔ مقام قاب قوسین میں انا کے عروج کی نہایت اسی مقام تک ہے۔

اے فرزند سن۔ کہ صورت کا آئینہ جس میں حسن وجمال منعکس ہوتا ہے۔ اگر فرضاً حیات وعلم کا آئینہ بن جائے۔ تو اس حسن وجمال کے ظہور سے بھی لذت گیر ہوگا۔ اور کافی حصہ حاصل کرے گا حقیقت کے آئینے میں لذت اور رنج اگرچہ مفقود ہے کیونکہ یہ امکان کی صفات میں سے ہیں۔ لیکن وہ چیز جو اس بلند مرتبہ کے لائق ہے۔ نقص وحدوث کے نشانات سے مبرا ہو کر موجود اور ثابت ہے ؎

فریاد حافظ ایں ہمہ آخر بہرزہ نیست
ہم قصہ غریب وحدیث عجیب ہست [۱]

یہ کمالات ظاہرہ جو اس مرتبہ نسبت مجہول الکیفیت میں ظہور پذیر ہوتے ہیں ان کا حکم عالم امر وسر کے ساتھ عالم خلق انسانی کی نسبت کی طرح ہے۔ جس نے اپنے آپ کو پہچانا۔ اس نے اپنے رب کو پہچانا۔ اس مقام میں بلکہ اور جب ان کمالات ظاہرہ نے، جو ذات تعالیٰ تقدس کی تفصیل ہیں۔ حضرت اجمال کے ساتھ مجہول الکیفیت نسبت پیدا کر لی۔ اور بے کیف پیوستگی حاصل ہو گئی۔ اور حضرت اجمال کے لیے آئینہ بن گئے۔ تو لازماً حضرت اجمال میں صرف اعتبار اور وہم کے درجہ میں تفصیل بھی ظاہر ہو گئی۔ جو عارف کے عروج انا کا سبب بنی۔ یہ کمال مقام "او ادنیٰ" سے وابستہ ہے ؎

قلم ایں جا رسید وسر بشکست [۲]

یہ ہے نہایت النہایت اور غایت الغایت کا بیان۔ جس کا سمجھنا خواص کے لیے بھی کئی منزل دور

---

[۱] حافظ کی یہ سب فریاد اور زاری بے ہودہ نہیں ہے۔ بلکہ قصہ بھی غریب اور بات بھی عجیب ہے۔

[۲] قلم یہاں تک پہنچا اور سر ٹوٹ گیا۔



Marfat.com

ہے۔ عوام بے چاروں کا کیا ذکر۔ اخص خواص میں سے بھی بہت کم ایسے لوگ ہیں جنہیں اس دولت و معرفت کی طرف راستہ ملا ہے ؎

اگر پادشاہ بر در پیر زن
بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن !

یہ نہایت ظہورات اور تجلیات کے اعتبار سے ہے۔ جس کے بعد کسی قسم کی تجلی اور ظہور متصور نہیں ہوسکتا

ومن بعد ھذا ما یدق صفاتہ
وما کتمہ احظی لدیہ واجمل

اور سلامتی کا نزول ہو ہر متبع ہدایت پر اور ہر ایسے شخص پر جو مصطفےٰ کی متابعت کا پابند ہو۔ علیہ وعلی آلہ وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ وآل کلٍ وعلی الملٰئکۃ المقربین الصلوات والتسلیمات والتحیاتُ والبرکات اتمہا واکملُہا وادلاھا واعلاھا وادْومُہا وابقھا واتمُہا واشملُہا۔

# مکتوب نمبر ۱۰۳

مولانا امان اللہ کی طرف صادر فرمایا:

قرب نبوت و قرب ولایت اور ان راہوں کے بیان میں جو قرب نبوت تک پہنچا دیتی ہیں۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بعد الحمد والصلوٰۃ۔ میرے فرزند مولانا امان اللہ کو معلوم ہونا چاہیے کہ نبوت قرب الٰہی جل شانہٗ سے عبارت ہے جس میں ظلیت کا شائبہ تک نہیں۔ اس کے عروج کا رُخ حق جل وعلا کی طرف ہوتا ہے اور اس کے نزول کا رُخ مخلوق کی طرف۔ یہ قرب بالاصالۃ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کا حصہ ہے اور یہ رتبہ و عہدہ ان بزرگوں علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور اس رتبہ و منصب کو ختم کرنے والے حضرت سید البشر ہیں علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام اہیں حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ نزول کے بعد حضرت خاتم الرسل علیہما الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کی متابعت کریں گے۔ غایۃ ما فی الباب یہ ہے کہ پیروکاروں

---

۱؎ اگر بادشاہ بڑھیا کے دروازے پر آئے تو اے خواجہ تو اپنی ڈاڑھی نہ اکھیڑ یعنی رنج نہ کر۔

۲؎ اس کے بعد وہ چیز ہے جس کا بیان بہت دقیق ہے اور جس کا چھپانا اس کے نزدیک زیادہ لذیذ اور بہتر ہے۔



Marfat.com

کو بھی حصہ حاصل ہے۔ اور اس مقام کے علوم و معارف اور کمالات سے بطریق وراثت پیروکاروں کو بھی حصہ ملتا ہے۔ ع

خاص کند بندۂ مصلحتِ عام را[1]

تو خاتم المرسلین علیہ وآلہ وعلی جمیع الانبیاء والرسل الصلوات والتسلیمات کی بعثت کے بعد بطریق وراثت و تبعیت آپ کے پیروکاروں کو کمالات نبوت کا حصول آپ کی خاتمیت کے منافی نہیں علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام لہٰذا شک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔

اے عزیز جان لے! (اللہ تعالیٰ تجھے سعادت مند کرے) کہ کمالات نبوت تک پہنچانے والے دو راستے ہیں۔ ایک راستہ تو مقام ولایت کے کمالات مفصل طور پر طے کرنے سے وابستہ ہے۔ اور تجلیات ظلیہ اور معارف سکریہ، جو مرتبہ ولایت کے مناسب ہیں، کے حصول پر موقوف ہے۔ ان کمالات کے طے کرنے اور ان تجلیات کے حصول کے بعد کمالات نبوت میں قدم رکھا جا سکتا ہے۔ اس مقام میں اصل تک وصول ہوتا ہے۔ اور ظلیت کی طرف التفات و توجہ گناہ ہے۔

اور دوسرا راستہ وہ ہے جس میں ان کمالات ولایت کے حصول کے بغیر ہی کمالات نبوت تک وصول میسر آجاتا ہے۔ اور یہ دوسرا راستہ کشادہ اور فراخ ہے۔ اور وصول کے زیادہ نزدیک ہے۔

اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کے صحابہ کرام علیہم وعلی اصحابہم الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ میں سے انبیاء کی وراثت اور تبعیت کے طور پر جو کمالات نبوت تک پہنچا ہے اسی راستے سے پہنچا ہے۔ الا ما شاء اللہ پہلا راستہ دور دراز اور معسر الحصول اور مشکل الوصول ہے۔ اولیاء کی ایک جماعت مقام ولایت میں شرف نزول سے مشرف ہوئی ہے۔ انہوں نے ان کمالات کو جو مقام نزول سے تعلق رکھتے ہیں کمالات نبوت خیال کر لیا ہے اور مخلوق کی طرف رخ کرنے کو جو مقام دعوت کے خصائص سے ہے، مقام نبوت گمان کر لیا ہے بلکہ یہ نزول اس کے عروج کی دونوں ولایتوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ مقام ولایت سے اوپر ایک عروج و نزول ہے جو نبوت سے تعلق رکھتا ہے۔ اور مخلوق کی یہ توجہ اس توجہ بخلق کا غیر ہے جو نبوت کے مناسب ہے۔ اور یہ دعوت اس دعوت کا غیر ہے۔ جس کو کمالات نبوت سے شمار کیا گیا ہے۔

یہ گمان کرنے والے کیا کریں۔ کیونکہ انہوں نے دائرہ ولایت سے قدم باہر ہی نہیں رکھا۔ اور کمالات نبوت کی حقیقت کو نہیں پا سکے۔ نصف ولایت کو جو اس کی جانب عروج ہے پوری ولایت گمان کر لیا ہے۔ اور اس کے دوسرے نصف، کو جو جانب نزول ہے، مقام نبوت تصور کر لیا ہے سے

[1] اللہ تعالیٰ مصلحت عام کی خاطر کسی بندے کو خاص کر لیتا ہے۔



Marfat.com

ہمچو آں کرمے کہ در سنگے نہان است [1]

زمین و آسمان او ہمان است !!

ممکن ہے کہ کوئی شخص پہلے راستے سے بھی وصول حاصل کرے۔ اور کمالات مفصلہ ولایت و نبوت دونوں کو جمع کرے۔ اور ان دونوں مقام کے کمالات کے درمیان جیسا کہ چاہیے فرق و تمیز حاصل کرے۔ اور ہر ایک کے عروج و نزول کو جدا کرے۔ اور حکم لگانے کہ نبی کی نبوت اس کی ولایت سے بہتر ہے۔

جاننا چاہیے کہ دوسرے راستے سے وصول کے بعد اگرچہ مقام ولایت کے کمالات مفصلہ حاصل نہیں ہوتے تاہم خلاصہ اور نچوڑ ولایت بطریقہ احسن میسر آجاتا ہے۔ یوں کہنا درست ہے کہ اہل ولایت کمالات ولایت سے پوست اور چھلکا حاصل کرتے ہیں۔ اور یہ واصل اس کا مغز حاصل کرتا ہے۔ ہاں بعض علوم سکریہ اور ظہورات ظلیہ سے جو ارباب ولایت کو حاصل ہوتے ہیں وہ واصل ان سے کم حصہ حاصل کرتا ہے یہ معنی فضیلت کا سبب نہیں بلکہ اس واصل کو ان علوم و ظہورات سے شرم و عار آتی ہے۔ بلکہ وہ تو ان کو گناہ اور سوءِ ادب جانتا ہے۔ ہاں اصل تک پہنچنے والا واصل اصل کے ظلال سے دور بھاگتا اور استغفار کرتا ہے۔ ظل کے ساتھ گرفتاری اس ظل کے اصل تک نہ پہنچنے کے وقت تک ہے۔ اصل تک وصول کے بعد ظلّ بے قاعدہ ہوتا ہے۔ اور ظل کی طرف توجہ بے ادبی ہے۔

اے بیٹے! کمالات نبوت کا حصول محض بخشش اور اس کی نوازش و مہربانی پر موقوف ہے۔ کسب و کوشش کو اس دولت عظمیٰ کے حصول میں کچھ دخل نہیں۔

کون سا عمل اور کسب ہے جس کا نتیجہ یہ دولت عظمیٰ ہو۔ اور کونسی ریاضت و مجاہدہ ایسا ہے جو اس اعلیٰ ترین نعمت کا پھل دے۔ بخلاف کمالات ولایت کے، کہ ان کے مبادی اور مقدمات کسبی ہیں۔ اور ان کا حصول ریاضت و مجاہدہ سے وابستہ ہے۔ اگرچہ یہ بھی روا ہے کہ کسی کو کسب و عمل کی محنت کے بغیر ہی اس دولت سے واصل کر دیں۔ اور فنا و بقا کہ ولایت انہی سے عبارت ہے۔ بھی وہبی ہیں کہ کسب مقدمات کے بعد فضل و کرم سے جسے چاہتے ہیں، اس دولت فنا و بقا سے مشرف فرماتے ہیں۔

اور آں سرور علیہ و علی جمیع الانبیاء والمرسلین و علی الملائکۃ المقربین و علی اہل طاعۃ اجمعین الصلوات والتسلیمات کے بعثت سے قبل کے ریاضات و مجاہدات اس دولت کے حصول کے لیے نہ تھے۔ بلکہ ان سے دوسرے منافع اور فوائد منظور نظر تھے۔ جیسے حساب کی کمی۔ بشری لغزشوں کی تلافی، درجات کی بلندی۔ اور فرشتہ مرسل کی صحبت کی رعایت جو کھانے پینے سے پاک ہے۔ اور کثرت سے ظہور خوارق جو مقام نبوت کے

[1] جس طرح وہ کیڑا جو پتھر میں چھپا ہوا ہے اس کا زمین و آسمان وہی پتھر ہے۔



Marfat.com

مناسب ہیں۔ اور اسی طرح کے اور اغراض و مصالح۔

جاننا چاہیے کہ اس عطا کا حصول انبیاء علیہم الصلوۃ والتسلیمات کے لیے بلا واسطہ ہے۔ اور انبیا کرام کے صحابہ علیہم الصلوات والتسلیمات کے حق میں جو تبعیت و وراثت سے اس دولت سے مشرف ہوئے ہیں، بواسطہ انبیاء ہے علیہم الصلوات والتسلیمات ہے۔ انبیاء کرام اور ان کے صحابہ علیہم الصلوات والتسلیمات کے بعد کم ہی کوئی ایسا ہے جو اس دولت سے مشرف ہوا ہو۔ اگرچہ روا ہے کہ کسی اور کو بھی تبعیت و وراثت کے طور پر اس دولت تک پہنچا دیں ؎

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید
دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا می کرد

میرا گمان ہے کہ اس دولت نے کبار تابعین میں بھی پرتو ڈالا تھا۔ اور اکابر تبع تابعین پر بھی یہ دولت سایہ فگن ہوئی تھی۔ اس کے بعد یہ دولت روپوش ہو گئی۔ یہاں تک کہ آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی بعثت کے بعد دوسرا ہزار آ پہنچا۔ اس وقت بھی وہ دولت تبعیت و وراثت کے طور پر منصہ شہود پر جلوہ گر ہوئی ہے۔ اور آخر زمانہ کو اول زمانے کے مشابہ کر دیا ہے ؎

اگر پادشاہ بر در پیر زن
بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات اتمھا و اکملھا۔

# مکتوب نمبر ۳۰۲

جامع علوم ظاہری و اسرار و معارف باطنی یعنی مخدوم زادہ محمد الدین حضرت خواجہ محمد معصوم سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا۔

تین ولایتوں یعنی ولایت اولیاء، ولایت انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات، اور ولایت ملاء اعلیٰ علیٰ نبینا و علیہم الصلوات والتسلیمات کے درمیان فرق کے بیان میں۔ اور اس بیان میں کہ نبوت ولایت سے افضل ہے۔ اور

---

لہ روح القدس کا فیض اگر دوبارہ مدد کرے تو دوسرے بھی وہ کام کر سکتے ہیں جو حضرت مسیح کرتے تھے۔

لہ اگر بادشاہ از راہ عنایت بڑھیا کے دروازہ پر تشریف لے آئے تو اے صاحب تو حسد سے اپنی ڈاڑھی نہ نوچ۔



Marfat.com

بعض خاص معارف کے بیان میں - جو نبوت سے تعلق رکھتے ہیں - اور اس کے مناسب امور کے بیان میں -

اے عزیز جان لے (اللہ تعالیٰ تجھے رشد و ہدایت عطا کرے) کہ ولایت اس قرب الٰہی جل سلطانہٗ سے عبارت ہے - جس میں ظلیت کا شائبہ تک نہیں - اور پردوں کے حائل ہوئے بغیر اس کے حصول کی صورت نہیں بنتی - اور اگر ولایت اولیاء ہے تو البتہ داغ ظلیت سے داغ دار ہے - اور انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی ولایت اگرچہ ظلیت سے آچکی ہے - تاہم اسماء و صفات کے حجابات کے حائل ہونے کے بغیر متحقق نہیں ہوتی - اور ملاءِ اعلیٰ (ملائکہ کرام) علی نبینا وعلیہم الصلوات والتسلیمات کی ولایت اگر اسماء و صفات کے حجابات سے بلند جا چکی ہے - لیکن شیون و اعتبارات ذاتیہ کے حجابات اس میں بھی موجود ہیں صرف نبوت و رسالت ہی ایک ایسی چیز ہے جس کی طرف ظلیت کو راستہ نہیں ملتا - اور صفات و اعتبارات کے حجابات کو راستے میں ہی چھوڑ دیا ہے - للہٰذا لازمی طور پر نبوت ولایت سے افضل ہے - اور نبوت کا قرب ذاتی اور اصلی ہے - اور جو شخص ان دونوں کی حقیقت پر مطلع نہیں ہو سکا - اس نے برعکس کا حکم لگایا ہے - اور الٹ بات کا یقین کیا ہے - یعنی ولایت کو نبوت سے افضل کیا ہے - پس وصول تو مرتبہ نبوت میں ہوتا ہے - اور حصول مرتبہ ولایت میں - کیونکہ حصول ملاحظہ ظلیت کے بغیر متصور نہیں ہو سکتا - بخلاف وصول کے - نیز کمال حصول میں دوئی زائل ہو جاتی ہے اور کمال وصول میں دوئی باقی رہتی ہے پس دوئی کا زائل ہو جانا مقام ولایت کے مناسب ہے - اور دوئی کا باقی رہنا مقام نبوت کے مناسب ہے اور جب کہ دوئی کا زائل ہونا مقام ولایت کے مناسب ہے - ہر وقت سُکر کا طاری رہنا بھی مقام ولایت کے مناسب ہے - اور مرتبہ نبوت میں چوں کہ (دوئی کا باقی رہنا) ہے - اس لیے صحو و ہشیاری بھی اس مرتبہ کے خواص میں سے ہے - نیز تجلیات کا حصول خواہ صور و اشکال کے لباس میں ہو خواہ الوان و انوار کے پردہ میں - سب مقامات ولایت اور اس کے مقدمات و مبادی میں سے ہے - بخلاف مرتبہ نبوت کے کہ وہاں اصل تک وصول ہوتا ہے - اور ان تجلیات و ظہورات کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی جو اس اصل کا ظل ہیں - اسی طرح نبوت کے مبادی و مقدمات کے طے کرنے میں ان تجلیات کی کچھ حاجت نہیں - مگر اس صورت میں جب کہ راہ ولایت سے عروج واقع ہو - اس وقت ان تجلیات کا حصول بواسطہ ولایت ہے نہ کہ نبوت تک پہنچنے کے راستے کی مسافت طے کرنے کی وجہ سے - مختصر یہ کہ تجلیات و ظہورات ظلال کی خبر دیتے ہیں - اور جو شخص گرفتاری ظلال سے گزر چکا ہے وہ تجلیات سے بھی چھوٹ چکا ہے مَازَاغَ الْبَصَرُ کا راز یہاں تلاش کرنا چاہیے -

اے فرزند عشق کی شورش دواویلا - محبت کا زرد و دبدبہ - شوق انگیز نعرے، اور دردناک چیخ و پکار



Marfat.com

وجد و تواجد، اور رقص و رقاص سب مقامات ظلال اور ظہورات و تجلیات ظلیہ کے وقت میں ہیں۔ اصل تک پہنچ جانے کے بعد ان امور کا حصول متصور نہیں ہے اس جگہ میں محبت بمعنی ارادہ طاعت ہے۔ جیسا کہ علماء کرام نے فرمایا ہے۔ نہ کوئی زائد معنی جو ذوق و شوق کا منشا ہو۔ جیسا کہ بعض صوفیہ نے گمان کیا ہے

اے فرزند عزیز سن! جب کہ مقام ولایت میں ورطہ کا زائل ہونا مطلوب ہے۔ اس لیے ناچار اولیاء کرام زوال ارادہ میں کوشش کرتے ہیں۔

شیخ بسطام فرماتے ہیں میرا ارادہ ہے کہ میرا کوئی ارادہ نہ ہو۔ اور مرتبہ نبوت میں چونکہ رفع اثنینیت درکار نہیں ہے۔ اس لیے نفس ارادہ کا زوال مطلوب نہیں۔ کیسے مطلوب ہو سکتا ہے۔ جبکہ ارادہ فی حد ذاتہٖ ایک کامل صفت ہے۔ نقص نے اگر اس کی طرف راہ پایا ہے۔ تو وہ متعلق کی کے خبث کے باعث ہے۔ تو چاہیے کہ اس کا متعلق بُرا اور ناپسندیدہ امر نہ ہو۔ بلکہ اس کی تمام مرادیں حق جل و علا کی پسندیدہ چیزیں ہوں۔

اسی طرح مقام ولایت میں تمام بشری صفات کی نفی کی کوشش کرتے ہیں۔ اور مرتبہ نبوت میں ان صفات کی برائی کے متعلقات کی نفی مطلوب ہوتی ہے۔ نہ ان صفات کی نفی جو فی حد ذاتہا کامل ہیں مثلاً صفت علم اپنی ذات کی حد میں صفات کاملہ میں سے ہے۔ اگر نقص نے اس کی طرف راہ پایا ہے تو اپنے بُرے متعلق کے راستہ سے پایا ہے۔ لہٰذا اس بُرے متعلق کی نفی ضروری ہے نہ کہ اصل اس صفت کی نفی۔ علیٰ ھٰذا القیاس۔ تو وہ شخص جو ولایت کے راستے سے مقام ولایت میں آیا ہے۔ اس کے لیے دوران راہ میں اصل صفات کی نفی سے چارہ نہیں۔ اور واسطہ ولایت کے بغیر اس مقام تک پہنچا ہے۔ اسے اصل صفات کی نفی سے کچھ کام نہیں ان صفات کی برائی کے متعلقات کی نفی کرنی چاہیے۔

جاننا چاہیے کہ اس ولایت سے مراد جس کا ابھی ذکر ہوا ہے۔ ظلّی ولایت ہے۔ جسے ولایت صغریٰ اور ولایت اولیاء سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ انبیاء کی ولایت جو ظل سے گزر چکی ہے۔ امر دیگر ہے۔ اس مقام میں صفات بشریت کی برائی کے متعلقات کی نفی مطلوب ہے نہ اصل ان صفات کی نفی۔ اور جب سوء صفات کے متعلقات کی نفی حاصل ہوگئی۔ ولایت انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی حاصل ہوگئی۔ اس کے بعد جو عروج واقع ہوگا وہ کمالات نبوت سے متعلق ہوگا۔

اس بیان سے واضح ہوگیا کہ نبوت کے لیے اصل ولایت کا ہونا ضروری ہے۔ اس لیے کہ ولایت اس کے مبادی اور مقدمات میں سے ہے۔ ہاں کمالات نبوت تک پہنچنے میں ولایت ظلی کی کوئی ضرورت نہیں۔ بعض کے لیے تو اتفاق ہوجاتا ہے۔ لیکن بعض دوسروں کا اس طرف بالکل گزر نہیں ہوتا۔



Marfat.com

خوب سمجھ لو۔ اور اس بات میں شک نہیں کہ ان صفات کی بُرائی کے متعلقات کی نفی کی نسبت اصل صفات کی نفی دشوار ہے۔ پس کمالات ولایت کی نسبت کمالات نبوت کا حصول آسان تر اور نزدیک تر ہے۔ اور آسانی اور قرب کی یہی نسبت ہے جو اصل سے دور پڑے ہوئے امور کی بجائے ہر اس امر میں موجود ہے جو اصل تک پہنچ چکا ہے۔

تم نہیں دیکھتے کہ اصل کیمیا آسان عمل سے میسر آجاتا ہے اور قریب ترین راستوں سے حاصل ہو جاتا ہے اور جو شخص اصل سے دور پڑا ہوا ہے محنت و مشقت میں پڑا رہتا ہے وہ اپنی ساری عمر کے حاصل کرنے میں فنا کر دیتا ہے۔ مگر اس کے باوجود محروم رہتا ہے۔ اور محنت شاقہ اور مدت مدید کے بعد جو کچھ حاصل کرتا ہے۔ وہ اصل سے صرف مشابہت رکھتا ہے۔ اور بسا اوقات ایسا ہو جاتا ہے کہ عارضی شباہت اس سے زائل ہو جاتی ہے اور اپنے اصل کی طرف لوٹ آتا ہے۔ اور مکاری اور حیلہ سازی تک نوبت پہنچ جاتی ہے بخلاف اس شخص کے جو اصل سے واصل ہو چکا ہے کہ سہولت اور نزدیکی راہ کے ساتھ مکاری اور حیلہ سازی سے امن میں ہے۔

اس راہ سلوک پر چلنے والی ایک جماعت جو ریاضات شاقہ اور مجاہدات شدیدہ کے ذریعہ ظلال میں سے ایک ظل تک پہنچتی ہے، اس نے یہ گمان کر لیا ہے کہ مطلب تک پہنچنا ریاضات شاقہ اور مجاہدات شدیدہ پر موقوف ہے۔ نہیں جانتے کہ دوسرا راستہ اس سے زیادہ قریب اور نہایۃ النہایہ تک پہنچانے والا ہے اور وہ برگزیدگی کا راستہ ہے۔ جو صرف فضل و کرم سے وابستہ ہے۔ اور جو راستہ انہوں نے اختیار کیا ہے، انابت کا راستہ ہے۔ جو مجاہدات سے وابستہ ہے۔ مجاہدات کے راستہ سے مطلوب تک پہنچنے والے بہت ہی تھوڑے ہیں۔ مگر اجتبا اور برگزیدگی کے راستہ سے مطلوب تک پہنچنے والے بہت زیادہ ہیں۔ تمام انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات اجتبا کے راستہ سے گئے ہیں۔ اور انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے اصحاب بھی ان کی وراثت و تبعیت کی وجہ سے اجتبا کے راستہ سے واصل ہوئے ہیں ارباب اجتبا کی ریاضتیں نعمت وصول کے ادائے شکر کی خاطر ہیں۔

حضور علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے پہلے اور پچھلے ذنوب بخشے ہوئے ہونے کے باوجود اپنی ریاضات شدیدہ کے متعلق سوال کرنے والے کے جواب میں فرمایا:[1]

اَفَلَا اَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا — کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ ہوں۔

---

[1] شمائل ترمذی بروایت مغیرہ وابو ہریرہ رضی اللہ عنہما۔ قصیدہ بردہ شریف میں ہے:

ظلمت سنۃ من احیا الظلام الی — ان اشتکت قدماہ الضر من ورم (باقی بر صفحہ ۱۹۴)



Marfat.com

اور اہل انابت کے مجاہدات حصول وصول کے لیے ہیں۔ دونوں میں بہت فرق ہے۔ اجتبا کا راستہ لے جانے کا راستہ ہے۔ اور راہ انابت خود چلنے کا راستہ ہے۔ لے جانے اور خود جانے میں عظیم فرق ہے۔ لے جانے والے جلدی لے جاتے ہیں، اور بہت دور لے جاتے ہیں۔ اور خود جانے والے دیر سے چلتے ہیں، اور راستے میں ہی رہ جاتے ہیں۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے "ما فضلیانیم"۔ یعنی ہم اللہ کے فضل والے لوگ ہیں۔ ہاں ہاں اگر فضل نہ ہو تو دوسروں کی نہایت ان کی ابتداء میں کیسے درج ہو۔ یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اور اللہ فضل عظیم والا ہے۔

ہم پھر اصل بات کی طرف آتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اس فقیر نے ان عرضداشتوں میں اپنے پیر بزرگوار کی طرف لکھی ہیں، تحریر کیا ہے کہ تمام مرادیں ختم ہو چکی ہیں۔ لیکن نفس ارادہ اب تک اپنی جگہ قائم ہے۔ ایک مدت کے بعد لکھا کہ وہ ارادہ بھی مرادوں کی طرح زائل اور مرتفع ہو گیا ہے۔ اور جب حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے (اس فقیر کو) انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی وراثت سے مشرف فرمایا۔ تو معلوم ہوا کہ مقصود اس ارادے کی برائی کے متعلق کا دور ہونا ہے۔ نہ عین اس ارادے کا رفع ہونا۔ یہ ضروری نہیں کہ متعلق سوء کے رفع کے بعد اصل کا رفع اتم اور اکمل طریقہ پر حاصل ہو جائے بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ محض فضل ایزدی سے وہ کچھ میسر آ جائے جس کا سوواں حصہ بھی تعمل اور تکلف سے حاصل نہ ہو۔

اے برادر! مقام ولایت میں دنیا و آخرت سے صابن دھونے پڑتے ہیں۔ اور آخرت کے ساتھ گرفتاری کو دنیا کے ساتھ گرفتاری کی طرح تصور کرنا چاہیے۔ اور درد آخرت کو بھی درد دنیا کی طرح اچھا خیال نہیں کرنا چاہیے۔

امام داؤد طائی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ اگر تم سلامتی چاہتے ہو تو دنیا سے الگ ہو جاؤ۔ اور اگر بزرگی کے طالب ہو تو آخرت سے ناامید ہو جاؤ۔

اسی گروہ کا ایک دوسرا بزرگ فرماتا ہے، آیۂ کریمہ:۔

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۳) اسد من سغب احشاءہ وطوی. نحت الحجارة كنتها مترف الادم

(حاشیہ صفحہ ھٰذا[۱]) یعنی حضرت ابو سلیمان داؤد نصر بن الطائی آپ طبقہ اولیٰ میں سے ہیں اور اہل تصوف کے مشائخ و سادات میں اونچے درجے کے بزرگ ہیں۔ آپ اپنے وقت میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور فضیل بن عیاض، اور ابراہیم بن ادھم کے ہمعصر تھے۔ حبیب راعی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ تمام علوم میں حصہ وافر رکھتے تھے اور فقہ میں افقہ الفقہاء تھے آپ نے گوشہ نشینی اختیار کی اور امامت سے دستکش ہو گئے۔ اور زہد و ورع کا راستہ اختیار کیا۔ آپ کے بے شمار فضائل و مناقب ہیں۔ [illegible]

مِنْكُمْ مَنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ — تم میں سے کچھ دنیا چاہتے اور کچھ آخرت چاہتے ہیں میں اللہ تعالیٰ نے دونوں گروہوں کی شکایت کی ہے۔

مختصر یہ کہ فنا حق جل وعلا کے سوا ہر شے کو فراموش کر دینے سے عبارت ہے، دنیا و آخرت کو شامل ہے۔ اور فنا و بقا دونوں ولایت کے اجزاء ہیں۔ پس ولایت میں نسیان آخرت سے چارہ نہیں۔ اور کمالات نبوت کے مرتبہ میں آخرت کے ساتھ گرفتاری اچھی بات ہے۔ اور آخرت کا درد پسندیدہ اور مقبول امر ہے۔ بلکہ اس مقام میں درد، دردِ آخرت ہے۔ اور گرفتاری گرفتاریِ آخرت ہے۔ آیۂ کریمہ:۔

يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا — وہ اپنے رب کو خوف اور امید کی حالت میں بلاتے ہیں

اور آیت کریمہ:۔

وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ۔ — اور وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور اس کے عذاب سے سہمے رہتے ہیں۔

اور آیت کریمہ:۔

اَلَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ۔ — وہ لوگ جو اپنے رب سے بے دیکھے ڈرتے ہیں، اور انہیں قیامت کا ڈر بھی لگا رہتا ہے۔

اس مقام والوں کا نقد وقت ہے۔ ان کا گریہ و نالہ احوال آخرت یاد کرنے سے ہے۔ اور ان کا درد و اندوہ قیامت کے ہولناک مناظر کو ذہن میں رکھنے کے باعث ہے۔ وہ ہمیشہ فتنہ قبر سے پناہ پکڑتے ہیں۔ اور عذاب دوزخ سے بھی پناہ تلاش کرتے ہیں اور گریہ و زاری میں مصروف رہتے ہیں۔ ان کے نزدیک حق جل وعلا کا درد دردِ آخرت ہے۔ اور ان کا شوق و محبت آخرت کا شوق و محبت ہے۔ کیونکہ اگر ملاقات ہے تو اس کا وعدہ بھی آخرت میں ہے۔ اور اگر رضا و خوشنودی ہے تو اس کا کمال بھی آخرت پر موقوف ہے۔ حق جل وعلا دنیا کو دشمن رکھتا ہے۔ اور آخرت اس کی پسندیدہ ہے۔ مبغوضہ (دنیا) مرضیہ (آخرت) کے ساتھ کسی بات میں برابر نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ مبغوضہ (ناپسندیدہ چیز) یعنی دنیا اس لائق ہے کہ اس سے منہ پھیر لیا جائے۔ اور پسندیدہ چیز (آخرت) توجہ کے لائق ہے۔ مرضیہ (پسندیدہ یعنی آخرت) سے اعراض کرنا۔ عین سکر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جس کی طرف بلایا ہے اور جو اُسے پسندیدہ ہے اس کے خلاف ہے۔ آیت کریمہ:

وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ — اللہ تعالیٰ دار السلام (جنت) کی طرف بلاتا ہے۔

---

لہ سورۂ [illegible] پارہ [illegible] (۲۱) سلہ سورۂ [illegible]

سلہ سورۂ انبیاء پارہ [illegible]



Marfat.com

اس معنی کی گواہ ہے۔ خدائے تعالیٰ سُبحانہٗ بڑے مبالغے اور تاکید کے ساتھ آخرت کی ترغیب دیتا ہے۔ آخرت سے اعراض کرنا فی الحقیقت حق جل وعلا کے ساتھ مقابلہ ہے۔ اور اس کی پسندیدہ چیز دور کرنے کے مترادف ہے۔

امام داؤد طائی قدس سرہٗ جب کہ ولایت میں قدم راسخ رکھتے ہیں۔ اس بنا پر ترک آخرت کو کرامت فرمادیا۔ مگر یہ نہ جان سکے کہ اصحاب کرام علیہم الرضوان سب کے سب دردِ آخرت میں مبتلا تھے۔ اور عذاب آخرت سے ترساں اور لرزاں رہتے تھے۔

ایک روز سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اونٹ پر سوار ہو کر گلی سے گزر رہے تھے۔ کہ قاری نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی :۔

اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۔ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ

بے شک تیرے رب کا عذاب واقع ہو کر رہے گا اسے کوئی ٹال نہیں سکتا۔

تو آپ اس آیت کے سنتے ہی بے ہوش ہو گئے، اور اُونٹ سے بے خود ہو کر زمین پر گر پڑے۔ وہاں سے اُٹھا کر آپ کو گھر لایا گیا۔ اور ایک مدت تک اس درد کی وجہ سے بیمار رہے۔ اور لوگ آپ کی بیمار پرسی کے لیے آتے تھے۔ جہاں مقام فنا میں حالات کے درمیان دنیا و آخرت سے فراموشی میسر آتی ہے۔ اور آخرت کی گرفتاری کو بندہ دنیا کی گرفتاری کی طرح خیال کرتا ہے۔ لیکن جب شرف بقا سے مشرف ہوتا ہے۔ اور اپنے کام کو انجام تک پہنچاتا ہے۔ اور نبوت کے کمالات اس پر پرتو ڈالتے ہیں۔ تو پھر اس کا سارا دردو غم آخرت کے لیے ہوتا ہے۔ اور دوزخ سے پناہ پکڑتا ہے۔ اور جنت کی آرزو کرتا ہے۔ جنت کے درختوں، نہروں اور وہاں کے حور و غلمان کو دنیوی اشیاء سے کچھ نسبت نہیں۔ بلکہ دنیا کی اشیاء آخرت کی اشیاء کی ضد ہیں۔ جس طرح غضب و رضا ایک دوسرے کے ضد ہیں۔ درخت اور نہریں اور جو کچھ جنت میں ہے، اعمال صالحہ کا ثمرہ اور نتیجہ ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جنت میں درخت نہیں ہیں۔ اس میں درخت لگاؤ۔ لوگوں نے عرض کیا وہاں کس طرح درخت لگائیں۔ آپ نے فرمایا، تسبیح، تحمید، تمجید اور تہلیل کے ساتھ۔ یعنی کلمہ سبحان اللہ کہو۔ تاکہ اس کے عوض تمہارے لیے جنت میں ایک پودا لگا دیا جائے۔ تو بہشت کے درخت تسبیح کا نتیجہ ہیں۔ تنزیہ الٰہی کے کمالات جس طرح اس کلمہ میں حروف و اصوات کے لباس میں لپیٹ دیے گئے ہیں۔ بہشت میں ان کمالات کو بہشتی درخت کے لباس میں چھپایا گیا ہے۔ علیٰ ھذا القیاس۔ جو کچھ بہشت میں ہے نیک عمل کا نتیجہ ہے۔ اور وجوبی کمالات میں سے جو کچھ قولی اور عملی نیکی کے لباس میں چھپایا گیا ہے۔ بہشت میں



Marfat.com

وہی کمالات لذتوں اور نعمتوں کے پردہ میں ظاہر ہوں گے۔ اس لیے لازمًا وہاں کا تلذذ اور نعمتیں پسندیدہ اور مقبول ہیں۔ اور لقاء و وصول کا وسیلہ ہیں۔

رابعہ بصریہ بے چاری اگر اس راز سے آگاہ ہو جاتی تو بہشت کو جلا دینے کی فکر میں نہ پڑتی اور اسے غیر حق تعالیٰ کے ساتھ گرفتاری قرار نہ دیتی۔ بخلاف دنیوی تلذذ اور نعمتوں کے کہ ان کا منشا خبث و شرارت ہے۔ اور ان کا نتیجہ آخرت میں محرومی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے بچائے۔ یہ دنیوی تلذذ اگر شرعًا مباح ہو تو آخرت میں اس کا محاسبہ درپیش ہے۔ اگر اس کی رحمت دستگیری نہ فرمائے تو افسوس صد افسوس اور اگر شرعًا مباح نہ ہو وعید اور حوادث کا مستحق ہو گا۔

"اے ہمارے پروردگار، ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔ اور اگر تو ہماری مغفرت نہ فرمائے گا۔
اور ہم پر رحم نہ کرے گا تو ضرور ہم لوگ خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔"

تو اس دنیوی تلذذ کی آخرت کی لذتوں کے ساتھ کیا نسبت ہے۔ دنیوی نعمتوں سے لذت گیر ہونا تو زہر قاتل ہے۔ اور آخرت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونا نہایت نفع مند تریاق ہے۔ تو آخرت کا درد یا عوام مومنین کا حصہ ہے۔ یا خاص الخاص لوگوں کا۔ خواص اس ورد سے پرہیز کرتے ہیں۔ اور اس کے خلاف میں عزت گمان کرتے ہیں۔ مصرع

آں ایشانند و من چنینم یا رب[1]

# مکتوب نمبر ۳۰۲

کلمات اذان کے معانی کے بیان میں حاجی یوسف مؤذن کے نام صادر فرمایا:۔

بعد الحمد والصلوٰۃ۔ جاننا چاہیے کہ اذان میں سات کلمے ہیں:۔

(۱) اَللّٰہُ اَکْبَر۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس سے بلند تر ہے کہ اسے کسی عبادت کرنے والے کی عبادت کی حاجت ہو۔ یہ کلمہ اس عظیم الشان معنی کی تاکید کے لیے چار دفعہ تکرار کے ساتھ آیا ہے۔

(۲) اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفت کبریائی اور لوگوں کی عبادت سے بے نیاز ہونے کے باوجود عبادت کا مستحق صرف وہی ہے۔

(۳) اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ آنحضرت علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام

---

[1] یا رب وہ یعنی خواص تو وہ ہیں اور میں اس طرح ہوں۔



Marfat.com

اللہ سبحانہ کے رسول اور اس کی جانب سے طریق عبادت کے مبلغ اور بتانے والے ہیں۔ تو اس واجب تعالیٰ کی ذات کے لائق صرف وہی عبادت ہوگی، جو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جہت تبلیغ و رسالت سے ماخوذ ہو۔

(۴) حَیَّ عَلَی الصَّلوٰۃِ۔

(۵) حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ۔ یہ دو کلمے نمازی کو فلاح اور نجات سے ہمکنار کرنے والی نماز کی طرف بلانے کے لیے ہیں۔

(۶) اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس سے برتر ہے کہ کسی کی عبادت اس کی جناب قدس کے لائق ہو۔

(۷) لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یعنی لامحالہ صرف اللہ تعالیٰ کی مستحق عبادت ہے۔ اگرچہ کسی سے ایسی عبادت نہیں ہو سکتی جو اس کی جناب قدس کے لائق ہو۔

شان نماز کی بزرگی ان کلمات سے معلوم کرنی چاہیے جو نماز سے آگاہ کرنے کے لیے معین کیے ہیں سے

سالِ[1] کہ نکوست از بہارش پیداست

اللھم اجعلنی من المصلین المفلحین بحرمۃ سید المرسلین علیہ وعلیھم الصلوات والتسلیمات اتمھا واکملھا۔

# مکتوب نمبر ۳۰۴

مولانا عبدالحی[2] کی طرف صادر فرمایا:

ان اعمال صالحہ کے بیان میں جن سے اللہ تعالیٰ نے اکثر آیات قرآنی میں دعدہ دخول جنت وابستہ کیا ہے اور ادائے شکر اور نماز کے بعض اسرار و معانی کے بیان میں۔

بعد الحمد والصلوٰۃ، اے عزیز اللہ تعالیٰ تجھے سعادت مند کرے۔ جان کہ یہ فقیر ایک مدت تک اس تردد

---

[1] سال کی اچھائی، بہار کی اچھائی کی وجہ سے ہے۔

[2] حضرت مولانا موصوف بلاد اصفہان کے علاقہ شادمان کے باشندے تھے۔ مسکین الطبع اور خاموش مزاج انسان تھے۔ آپ سالہا سال تک آستانہ عالیہ مجددیہ میں رہے۔ یہاں تک کہ آپ نے بہت سے خوارق دیکھے۔ اور اسرار و رموز کی بہت سی باتیں سنیں۔ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے آپ کو تعلیم طریقت کی اجازت دے کر رشد و ہدایت کی خاطر شہر پٹنہ میں بھیجا۔ وہاں آپ نے فرائض تبلیغ باحسن وجوہ انجام دیے۔ (زبدۃ المقامات)

Marfat.com

میں رہا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اکثر آیات قرآنی میں جن اعمال صالحہ کے ساتھ وعدہ دخول جنت مربوط فرمایا ہے۔ وہ تمام اعمال صالحہ ہیں یا بعض۔ اگر تمام مراد ہیں تو بہت دشوار ہے۔ کیونکہ کم ہی کسی کو تمام اعمال صالحہ کے بجالانے کی توفیق ملتی ہے۔ اور اگر بعض اعمال صالحہ مراد ہیں تو وہ غیر معین اور مجہول ہیں۔ آخر کار محض فضل خداوندی جل سلطانہٗ سے دل میں یہ بات آئی کہ شاید ان اعمال صالحہ سے مراد اسلام کے ارکان خمسہ ہیں جن پر اسلام کی بنیاد ہے۔ امید ہے کہ اگر یہ پانچ ارکان پورے طور پر ادا ہو جائیں، نجات وفلاح حاصل ہو جائے گی۔ کیونکہ یہ پانچ ارکان اعمال صالحہ بھی ہیں۔ اور سیئات ومنکرات سے باز بھی رکھتے ہیں۔

آیت کریمہ:-

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ۔ بے شک نماز بے حیائی اور بُرے کاموں سے روکتی ہے۔

اس معنی کی گواہ ہے۔ اور جب ان پانچ بنائے اسلام کے ادا کرنے کی توفیق میسر آگئی۔ تو امید ہے کہ اس کی نعمتوں کا شکر ادا ہو گیا۔ اور جب شکر ادا ہو گیا، تو عذاب سے نجات حاصل ہو گئی۔

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں کیوں عذاب دے گا اگر تم شکر گزار بنو، اور ایمان لاؤ۔

اس لیے ان پانچ ارکان کی بجا آوری میں جان ودل سے کوشش کرنی چاہیے۔ خاص کر نماز قائم کرنے میں۔ کیونکہ یہ دین کا ستون ہے۔ حتی القدور اس کے کسی مستحب کے چھوڑنے پر بھی راضی نہ ہوں۔ اگر نماز مکمل کر لی تو اسلام کا رکن عظیم ہاتھ میں آگیا۔ اور نجات کے لیے مضبوط رسی ہاتھ آجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔

اے عزیز جان لے کہ نماز میں تکبیر اولیٰ خداتعالیٰ وتقدس کی عابدوں کی عبادت اور نمازیوں کی نماز سے بے نیازی اور شان کبریائی کی طرف اشارہ ہے۔ اور وہ تکبیریں جو ارکان نماز کے بعد ہیں۔ وہ جناب قدس خداوندی کی عبادت کے لیے ہر رکن کے ادا کرنے کی عدم لیاقت کے رموز واشارات ہیں۔ رکوع کی تسبیح میں جب کہ تکبیر کے معنی ملحوظ تھے اس لیے رکوع کے آخر میں تکبیر کہنے کا حکم نہ فرمایا۔ بخلاف دو سجدوں کے کہ ان کی تسبیحات کے باوجود ان کے اول وآخر میں تکبیر کہنے کا فرمایا۔ تاکہ کوئی شخص اس وہم میں نہ پڑے کہ سجدے میں جو نہایت پستی اور بہت عاجزی کرنے سے عبارت ہے۔ اور نہایت تذلل اور انکسار ہے حق عبادت ادا ہو جاتا ہے۔ اور اس وہم کے دور کرنے کے لیے سجدے کی تسبیح میں لفظ اعلیٰ بھی اختیار

---

۵۱ سورۃ عنکبوت، پارہ ۲۱۔ ۵۲ سورۃ النساء، پارہ ۵



Marfat.com

فرمایا گیا۔ اور تکرار تکبیر بھی مسنون قرار پایا۔ اور چونکہ نماز مومن کی معراج ہے۔ اس لیے نماز کے آخر میں
کلمات کے پڑھنے کا حکم فرمایا۔ جن کلمات سے حضور نبی اکرم علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام شب معراج ش
ہوئے تھے۔ لہٰذا نمازی کو چاہیے کہ نماز کو اپنا معراج بنائے۔ اور نہایت قرب نماز میں تلاش
کرے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اَقْرَبُ مَا یَکُوْنُ الْعَبْدُ مِنَ الرَّبِّ فِی الصَّلٰوۃِ۔ بندے کو اپنے پروردگار کا بہت زیادہ قرب نماز میں نصیب ہوتا ہے۔

اور نمازی چونکہ رب تعالیٰ عزّ وجل شانہٗ سے راز و نیاز میں مصروف ہوتا ہے۔ اور اس بلند ذات کی عظمت
جلال کے مشاہدے میں ہوتا ہے۔ اس لیے ادائے نماز کا وقت وہ مقام ہے۔ کہ اس میں خوف
اور ہیبت پیدا ہو۔ اسی لیے نمازی کی تسکین کے لیے نماز کا اختتام دونوں طرف سلام سے فرمایا۔
اور وہ جو حدیث نبوی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام میں آیا ہے کہ نمازی فرض نماز کے بعد ۳۳ دف
سبحان اللہ، اور الحمد للہ اور اللہ اکبر اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ پڑھے۔ فقیر کے علم میں اس کا راز یہ ہے کہ ادائ
نماز میں جو کوتاہی اور کمی واقع ہوتی ہے، اس کا تدارک تسبیح و تکبیر سے کرنا چاہیے۔ اور نالائقی اور اپن
عبادت کے ناتمام ہونے کا اعتراف کرنا چاہیے۔ اور چونکہ عبادت کی ادائیگی اس بلند ذات کی
توفیق سے میسر آئی ہے۔ لہٰذا اس نعمت کا شکر الحمد للہ کے وظیفے سے بجالانا چاہیے۔ اور عبادت کا
مستحق اس کے سوا کسی کو نہیں جاننا چاہیے۔
امید ہے کہ جب نماز کی ادائیگی شرائط و آداب کے ساتھ واقع ہوگی۔ اور اس کے بعد کوتاہی کی تلافی
اور نعمت توفیق کا شکر اور اس بلند ذات کے غیر کے مستحق عبادت ہونے کی نفی ان کلمات طیبہ کے ذریعہ خلوص
قلب کے ساتھ کی جائے گی۔ تو وہ نماز خداوند تعالیٰ جلّ سلطانہٗ کی بارگاہ میں قبولیت کے لائق ہو جائے گی
اور ایسی نماز ادا کرنے والا، فلاح پانے والا نمازی قرار پائے گا۔ اے اللہ بحرمت سید المرسلین علیہ وعلیہ
وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات مجھے فلاح پانے والے نمازیوں میں سے کر دے۔

---

۱؎ مشکوٰۃ ابو داؤد اور نسائی شریف بروایت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۲؎ چنانچہ ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جو نمازی ہر نماز کے بعد ۳۳ بار
سبحان اللہ، اور ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۳ بار اللہ اکبر پڑھتا ہے۔ اور یہ ایک کم سو تسبیحات ہوئیں۔ اور پورا سو
کرنے کے لیے ایک بار لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ لہُ الملک ولہُ الحمد وھو علیٰ کل شیءٍ قدیر پڑھتا ہے۔ اس کی خطائیں بخش دی
جاتی ہیں۔ اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔ (مشکوٰۃ شریف بحوالہ مسلم)



Marfat.com

# مکتوب نمبر ۳۰۵

میر محب اللہ کی طرف صادر فرمایا۔

نماز کے اسرار اور مقتدی اور عام آدمی کی نماز اور منتہی کی نماز کے فرق اور اس کے مناسب باتوں کے بیان میں :-

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی. اللہ تعالیٰ تجھے رشد و ہدایت عطا کرے، جان لے کہ نماز کا ٹھیک ہونا۔ اور اس کا کمال فقیر کے نزدیک فرائض اور واجبات سنن اور مستحبات نماز کا اس طرح بجالانا ہے۔ جس کا بیان فقہ کی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ آچکا ہے۔ ان چار امور کے علاوہ کوئی اور ایسا امر نہیں جس کا نماز کے کامل ہونے میں دخل ہو۔ نماز میں خشوع اور خضوع بھی انہی چار امور میں درج ہے۔ اور حضورِ قلب بھی انہی چار امور سے وابستہ ہے۔

ایک گروہ نے ان امور کے صرف علم پر کفایت کی ہے۔ اور عمل میں سستی اور کاہلی میں پڑ کر کمالات نماز سے تھوڑا حصہ حاصل کرتے ہیں۔

اور ایک دوسرا گروہ حق سبحانہٗ کی طرف صرف حضورِ قلب کا اہتمام کر کے ظاہری اعضاء سے تعلق رکھنے والے مستحبات کا خیال کم کرتے ہیں۔ اور صرف فرائض اور سنن پر اکتفا کرتے ہیں۔ یہ لوگ بھی حقیقت نماز سے آگاہ نہیں ہو سکے۔ کیونکہ نماز کے کمال کو غیر نماز میں تلاش کرتے ہیں۔ کیونکہ حضورِ قلب کو احکام نماز میں سے شمار نہیں کرتے۔

اور وہ جو حدیث میں آیا ہے کہ:

لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوۡرِ الۡقَلۡبِ. نہیں نماز مگر حضورِ قلب سے۔

ممکن ہے کہ اس حدیث میں حضورِ قلب سے مراد ان چار امور کا حضورِ قلب مراد ہو تاکہ ان چار امور میں سے کسی امر کے بجالانے میں فتور واقع نہ ہو۔ اس حضورِ قلب کے علاوہ کوئی اور حضور اس وقت فقیر کے ذہن میں نہیں آتا۔

---

لہ بلکہ نماز کو صرف حضورِ قلب میں منحصر قرار دیتے ہیں۔ اور حضورِ قلب کو کافی جانتے ہوئے واجبات اور مستحبات نماز کو چھوڑ دیتے ہیں۔



Marfat.com

## سوال :

جبکہ نماز کی درستی اور اس کا کمال ان چار امور کے بجالانے سے وابستہ ہے۔ اور ان چار کے علاوہ کوئی اور چیز کمال نماز میں ملحوظ نہیں، تو پھر منتہی اور مبتدی کی نماز بلکہ عام آدمی کی نماز میں جس میں ان چار چیزوں کو بجا لایا گیا ہو۔ کیا فرق ہوگا ؟

## جواب :

فرق عمل کرنے والے کی طرف سے ہے، نہ عمل کی راہ سے۔ ایک عمل کا اجر و ثواب عمل کرنے والوں کے تفاوت سے مختلف ہوتا ہے۔ وہ عمل جو مقبول اور محبوب عامل سے واقع ہوتا ہے۔ اس کا اجر کئی گنا زیادہ ہوتا ہے۔ اس اجر و ثواب سے جو ایسے عامل کے غیر کے کام پر مرتب ہوتا ہے۔ کیونکہ عمل کرنے والا جس قدر عظیم القدر ہوتا ہے۔ اس کا عمل بھی بہت زیادہ اجر و ثواب رکھتا ہے۔ یہیں سے کہنے والوں نے کہا۔ کہ عارف کا ناشتی عمل مرید کے اخلاص والے عمل سے بہتر ہے۔ چہ جائے کہ عارف کا عمل جو اخلاص سے واقع ہو۔ اسی لیے حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سہو اور فراموشی کو اپنے صواب اور قصد سے بہتر جانتے ہوئے حضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے سہو کی چاہت فرماتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں :

"کاش کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سہو ہوتا"

حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آرزو کرتے ہیں۔ کہ آپؓ مکمل طور پر نبی پاک علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کا سہو ہوں۔ تو آپ اپنے تمام اعمال و احوال کو آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے عمل سہو سے کم جانتے ہیں۔ اور پوری آرزو کے ساتھ اپنی تمام نیکیوں کے لیے نبی پاک علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے درجہ سہو کی درخواست کرتے ہیں۔ اور حضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل سہو کی مثال یہ ہے۔ کہ ایک دفعہ آپ نے بطور سہو چار رکعت والی فرض نماز میں دو رکعت پر سلام پھیر دیا۔ جیسا کہ روایتؒ میں آچکا ہے۔

پس منتہی کی نماز پر دنیوی نتائج و ثمرات کے باوجود آخرت کا کثیر اجر و ثواب مرتب ہوتا ہے۔ بخلاف مبتدی اور عام آدمی کی نماز کے۔ ع

چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک

یہ فقیر منتہی کی نماز کے خصائص کا تھوڑا سا حصہ ظاہر کرتا ہے۔ اس سے قیاس کرلیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ منتہی شخص نماز میں قرأت قرآن کے وقت اور تسبیحات و تکبیرات کے بجالانے میں اپنی زبان کو حضرت موسیٰ

---

لہ بخاری اور مسلم شریف میں بروایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ واقعہ مذکور ہے (مشکوٰۃ شریف)

Marfat.com

علیہ السلام کے درخت کی مانند پاتا ہے۔ (جس سے اللہ کی آواز آرہی تھی) اور اپنے قویٰ اور اعضا کو آلات اور وسائل سے زیادہ کچھ نہیں جانتا۔ اور کبھی یوں پاتا ہے، کہ اوائے نماز کے وقت باطن اور حقیقت کا مکمل طور پر ظاہر اور صورت سے تعلق کٹ کر عالم غیب سے مل چکا ہے۔ اور غیب سے مجہول الکیفیت نسبت پیدا کر لی ہے۔ اور نماز سے فارغ ہو کر پھر اس طرف رجوع کیا ہے۔

**دوسرا جواب:**

ہم یہ کہتے ہیں کہ مذکورہ چار امور کا مکمل اور پورے طور پر بجالانا منتہی کا ہی حصہ ہے۔ مبتدی اور عام آدمی اس سے دور ہیں۔ کہ انہیں کامل اور پورے طور پر ان امور کے بجالانے کی توفیق حاصل ہو۔ اگرچہ ممکن اور جائز ہے، کہ ایسا ہو جائے۔ کیونکہ خاشعین کے سوا دوسروں کے لیے نماز کا بجالانا بھاری اور مشکل ہے۔ اور ہر متبع ہدایت سلامتی سے سرفراز ہو۔

# مکتوب نمبر ۳۰۶

مولانا صالح کی طرف صادر فرمایا:

حقائق آگاہ معارف دستگاہ مخدوم زادہ کلاں خواجہ محمد صادق علیہ الرحمت والغفران اور مرحوم و مغفور مخدوم زادگان محمد فرخ و محمد عیسیٰ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم کے بعض مناقب اور کمالات کے بیان میں۔ اور اس مکتوب کے اختتام پر ارباب ولایت کی فنا کا بیان بھی کیا گیا ہے۔ اور یہ امر بھی بیان کیا گیا ہے کہ قرب نبوت میں اس فنا کی کچھ حاجت نہیں۔ اور اس کے مناسب باتوں کے بیان میں:-

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ۔ میرے بھائی ملا صالح نے اہل سرہند کے واقعات سن لیے ہوں گے۔ میرے فرزند کلاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دو چھوٹے بھائیوں محمد فرخ اور محمد عیسیٰ کے ساتھ سفر آخرت اختیار کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سبحانہ کا شکر ہے کہ پچھلے پس ماندگان کو قوت صبر عطا فرمائی ہے۔ پھر اس حادثے کے اثر کو بالکل ہی ٹھنڈا کر دیا ہے۔ کسی نے بہت خوب کہا ہے۔

منؔ از تو روے نہ پیچم گرم بیازاری
کہ خوش بود ز عزیزان تحمل و خواری!

لہ میں تجھ سے منہ نہیں پھیروں گا۔ اگرچہ تو مجھے تکلیف ہی پہنچائے۔ کیونکہ دوستوں کا بوجھ اٹھانا (باقی بر صفحہ ۲۰۴)



Marfat.com

میرا فرزند مرحوم اللہ جل وعلیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھا۔ اور رب العالمین کی رحمتوں میں سے ایک رحمت۔ اس نے اس چوبیس[1] سالہ زندگی میں وہ کچھ پایا جو کم ہی کسی نے پایا ہوگا۔ مرتبہ مولویت اور علوم نقلیہ و عقلیہ کی تدریس کو اس حد کمال تک پہنچا دیا تھا۔ کہ اس کے شاگرد بیضاوی اور شرح مواقف اور اسی طرح کی اور کتابوں کا پوری قدرت سے درس دے سکتے تھے۔ اور معرفت و عرفان کی حکایات اور ان کے شہود اور کشفوں کے قصے اس سے بے نیاز ہیں کہ بیان میں لائے جائیں۔ تمہیں معلوم ہے کہ آٹھ سال کی عمر میں اس پر حال کا ایسا غلبہ ہوا کہ ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہ اس کے حال کی تسکین کے علاج کے طور پر بازاری کھانے جو مشکوک اور مشتبہ ہوتے ہیں۔ اس کو دیتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔ کہ جو محبت مجھے محمد صادق سے ہے۔ کسی سے نہیں اور اسی طرح اسے جو محبت ہم سے ہے کسی کے ساتھ نہیں اس بات سے اس فرزند مرحوم کی بزرگی کو پانا چاہیے۔ اس نے ولایت موسوی کو نقطہ آخری پر پہنچا دیا تھا۔ اور اس بلند ولایت کے عجائب و غرائب کو بیان کیا کرتا تھا۔ اور ہمیشہ فروتن متواضع خدا کی بارگاہ میں التجا کرنے والا، زاری کرنے والا، اپنے آپ کو خوار رکھنے والا اور شکستہ دل رہتا تھا۔ اور فرمایا کرتا تھا کہ اولیاء اللہ میں سے ہر ایک نے حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ سے ایک نہ ایک چیز مانگی ہے۔ اور میں نے التجا اور زاری مانگی ہے۔

محمد فرخ کے متعلق کیا لکھے۔ جو گیارہ سال کی عمر میں طالب علم ہو چکا تھا۔ کافیہ پڑھتا تھا۔ اور شعور اور سمجھ کے ساتھ پڑھتا تھا۔ اور ہمیشہ عذاب آخرت سے ترساں اور لرزاں رہتا تھا۔ اور دُعا کیا کرتا تھا۔ کہ بچپن کی عمر میں ہی کیفنی دنیا کو الوداع کہہ دے، تاکہ عذاب آخرت سے نجات پائے۔ اور مرض موت میں جو دوست اس کی تیمارداری کرتے تھے۔ انہوں نے اس کے عجائب و غرائب کا مشاہدہ کیا۔ اور آٹھ سال کی عمر میں لوگوں نے محمد عیسیٰ کی کرامات و خوارق جو دیکھیں ان کے متعلق کیا لکھے۔ مختصر یہ کہ یہ تینوں بیٹے نفیس موتی تھے، جو امانت کے طور پر ہمارے حوالے کیے گئے۔ اللہ سبحانہ کی حمد اور اس کا احسان ہے، کہ امانت والوں کی امانتوں کو بخوشی اور بلا جبر ہم نے ان کے حوالے کر دیا۔ اے اللہ بحرمت سید المرسلین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات ہمیں ان کے اجر سے محروم نہ کر۔ ؎

از ہر[2] چہ میرود سخن دوست خوشتر است

یہ بات ذہن میں رکھیں کہ فنا سے مقصود جو حق سبحانہ کے ماسوا کی فراموشی سے عبارت ہے، یہ ہے

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰۲) اور ان کی طرف سے خواری برداشت کرنا بہت اچھی بات ہے۔

(حاشیہ صفحہ ھٰذا) [2] دوست کی بات جس طرف سے بھی چلے اچھی لگتی ہے۔



Marfat.com

کہ اس بلند ذات کے ماسوا کی محبت اور گرفتاری زائل ہو جائے۔ کیونکہ جب ذوات، صفات اور اشیا کے افعال دید و دانش سے زائل ہو جاتے ہیں۔ تو ان کی محبت اور گرفتاری بھی لازماً روبہ زوال ہو جاتی ہے اور طریق ولایت میں حق تعالیٰ جل و علیٰ کے ماسوا کی گرفتاری سے نکلنے کے لیے ماسویٰ کی فراموشی سے چارہ نہیں۔ اور قرب نبوت کے مدارج میں اشیا کی گرفتاری سے نکلنے کے لیے اشیا کے نسیان کی کچھ حاجت نہیں۔ کیونکہ قرب نبوت میں اصل کے ساتھ گرفتاری جو فی نفسہٖ اچھی اور دل پسند ہے اس بات کو باقی نہیں رہنے دیتی کہ اشیا کے ساتھ گرفتاری جو اپنی ذات میں قبیح اور غیر مستحسن ہیں۔ کوئی نام و نشان باقی رہنے دے۔ اشیا سے فراموشی ہو یا نہ ہو۔ اس لیے کہ اشیا کے علم نے اشیا کے ساتھ گرفتاری کی وجہ سے اور جناب قدس خداوندی عزّ و جل شانہٗ سے روگردانی کو مستلزم ہونے کی وجہ سے مذمت کی صفت پیدا کر لی تھی۔ اور جب اشیا کے ساتھ گرفتاری نہ رہی تو اشیا کا علم بھی مذموم نہ رہا۔ اشیا کا علم کیسے مذموم ہو سکتا ہے۔ جب کہ سب اشیا حق جل سلطانہٗ کے علم میں بھی ہیں۔ اور اشیا کا علم صفات کاملہ سے ہے۔

**سوال:**

کوئی اگر یہ کہے، کہ جب حق جل و علیٰ کے ماسویٰ کا علم زائل نہ ہو۔ تو حق جل و علیٰ کا علم ماسوائے حق جل شانہٗ کے علم کے ساتھ ایک وقت میں کیسے جمع ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اس بلند ذات کے ماسوا کے نسیان اور فراموشی سے چارہ نہیں۔

**جواب:**

ہم کہتے ہیں، کہ جو علم اشیا سے تعلق رکھتا ہے۔ علم حصولی کی جنس سے ہے۔ اور جو علم حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ سے تعلق پیدا کرتا ہے۔ وہ علم حضوری کے مشابہ ہے۔ لہٰذا دونوں علم بہ یک وقت جمع ہو سکتے ہیں اور کوئی خرابی لازم نہیں آتی۔ خرابی اس وقت لازم آتی ہے۔ جبکہ دونوں علم حصولی ہوں۔ اور یہ جو ہم نے کہا کہ علم حصولی کی جنس اور علم حصولی کے مشابہ ہے۔ اس لیے کہا ہے کہ وہاں نہ حقیقت حصول ہے اور نہ گنجائش حضور۔ اور حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ کا علم جو اشیا سے تعلق رکھتا ہے۔ حصولی نہیں ہے۔ اس لیے کہ ممکنات کا اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں حلول اور حصول نہیں ہو سکتا۔ اور اس عارف کا علم اس علم کا پرتو ہے۔ اور جو علم حضرت حق سبحانہٗ سے متعلق ہے۔ اسے حضوری بھی نہیں کہہ سکتے کیونکہ وہ تبارک و تعالیٰ مُدرک سے بھی زیادہ نزدیک ہے۔ علم حضوری اس علم کی نسبت علم حصولی کی طرح ہے بہ نسبت علم حضوری کے یہ معرفت عقل و فکر کی نظر سے بلند ہے۔ جس نے نہیں چکھا وہ نہیں جانتا۔ پس ثابت ہو گیا۔ کہ اشیا کا علم حق جل و علیٰ کے علم کے منافی نہیں۔ پس نسیان اشیا کی کچھ حاجت نہیں۔



Marfat.com

بخلاف طریق ولایت کے کہ اشیاء سے گرفتاری سے نجات پانا اشیا کے نسیان کے بغیر متصور نہیں ہے۔ کیونکہ ولایت میں ظلال کے ساتھ گرفتاری ہوتی ہے۔ اور ظلال کی گرفتاری کے لیے اس قدر قوت نہیں ہے۔ کہ علم اشیاء کے باوجود اشیا کی گرفتاری کو زائل کر سکے۔ لہٰذا اولاً نسیان اشیاء سے چارہ نہیں، تاکہ گرفتاری سے نجات ملے۔ یہ وہ معرفت ہے۔ جو اس درویش کے ساتھ مخصوص ہے۔ دوسرے کسی نے بھی اس کا اظہار نہیں فرمایا:

| | |
|---|---|
| اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ۔ | تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں اس کی ہدایت دی اور ہم ہدایت نہ پا سکتے۔ اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ دیتا، بے شک ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ تشریف لائے۔ |

# مکتوب نمبر ۳۰۷

مولانا عبد الواحد لاہوری کی طرف صادر فرمایا۔

کلمہ طیبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ کے معنی اور اس سے مناسب باتوں کے بیان میں:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حمد و صلوٰۃ کے بعد جاننا چاہیے۔ کہ عبادت کرنے والا ادائے عبادت کے وقت اپنی عبادت میں حسن و کمال کی جنس میں سے جو کچھ پاتا ہے۔ وہ سب توفیق خداوندی جل سلطانہ کی طرف لوٹتا ہے اور اس بلند ذات کی حسن تربیت اور اس کا احسان ہے۔ اور اپنی عبادت میں کوتاہی اور ناتمامی کی جنس سے جو کچھ پاتا ہے۔ وہ اس کے نفس کی طرف لوٹتا ہے۔ اور اس کی فطری شرارت سے پیدا ہوا ہے۔ اور اس بلند ذات کی جناب قدس کی طرف نقص و قصور میں سے کوئی چیز نہیں لوٹ سکتی: ہاں سب خیر و کمال ہے اسی طرح جہان میں جو حسن و کمال بھی پایا جاتا ہے۔ وہ اس بلند ذات کی جناب قدس کی طرف لوٹتا ہے اور جہان کا شر و نقص دائرہ ممکنات کی طرف عود کرتا ہے۔ جو نیستی میں قدم راسخ رکھتا ہے۔ اور عدم ہر شر و نقص کا منشا ہے۔ کلمہ طیبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ بہت جامع طریقے سے ان دو چیزوں کا بیان فرماتا ہے۔ اور شرور و نقائص سے جو اس بلند ذات کی جناب قدس کے لائق نہیں ہیں۔ کمال تنزیہ و تقدیس ظاہر کرتا ہے۔ اور اس بلند ذات کی صفات اور اس کے اچھے افعال اور اس کے بڑے بڑے انعامات و احسانات



Marfat.com

پر شکر کی ادائیگی عبادت حمد کے ساتھ جو ہر شکر کا سردار ہے، کرتا ہے۔

یہیں سے ہے جو حدیث نبوی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات میں آیا ہے کہ جو شخص اس کلمہ طیبہ کو دن یا رات میں ایک سو بار پڑھتا ہے۔ تو کوئی بھی شخص اس دن یا اس رات میں اس کے برابر نہیں ہو سکتا۔ مگر صرف وہ شخص جو یہ کلمہ طیبہ پڑھے۔ کیسے برابر ہو سکتا ہے، کیونکہ اس کا ہر عمل و عبادت شکر ہائے خداوند جل سلطانہٗ میں سے ایک شکر کی ادائیگی ہے۔ جو اس کلمہ طیبہ کے ایک جزو سے ادا ہوتا ہے۔ اور اس کا دوسرا جزو جو اس بلند ذات کی تنزیہ و تقدیس ظاہر کرتا ہے۔ علیحدہ ہے۔ تو تم پر لازم ہے کہ اس کلمہ طیبہ کو دن اور رات میں سو دفعہ پڑھا کرو۔ اور اللہ سبحانہٗ ہی توفیق فرمانے والا ہے۔

## سوال :

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات میں آیا ہے :

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ عَدَدَ خَلْقِہٖ وَرِضَا نَفْسِہٖ وَزِنَۃَ عَرْشِہٖ وَمِدَادَ کَلِمَاتِہٖ۔

پاک ہے اللہ اور اس کی حمد ہے۔ تیری مخلوق کی تعداد کی مقدار میں۔ اور ایسی حمد و تسبیح جو اس کی رضا کے مطابق ہو۔ اور عرش کے وزن جتنی ہو۔ اور اس کے کلمات کی مقدار کے برابر ہو۔

(مشکوٰۃ، بحوالہ مسلم شریف)

اور حدیث میں یہ بھی آیا ہے :

سُبْحَانَ اللّٰہِ مِلْءَ الْمِیْزَانِ

میں اللہ کی ایسی تسبیح کرتا ہوں، جو میزان کو بھر دے

اور یوں بھی آیا ہے :

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَضْعَافَ مَا حَمِدَہٗ جَمِیْعُ خَلْقِہٖ۔

اللہ ہی کے لیے تعریفیں ہیں۔ اُس سے کئی گنا زیادہ جو اس کی تمام مخلوق نے کی ہیں۔

حالانکہ کہنے والے نے یہ کلمات صرف ایک بار کہے ہوتے ہیں۔ ایک سے زیادہ بار نہیں کہے ہوتے، تو اس کو عَدَدَ خَلْقِہٖ کس اعتبار سے کہتے ہیں۔ اور رِضَا نَفْسِہٖ کس معنی سے کہا جاتا ہے وَزِنَۃَ عَرْشِہٖ کس طرح ہو سکتا ہے۔ اور مِدَادَ کَلِمَاتِہٖ کیوں کر درست ہو سکتا ہے۔ اور میزان کو کیسے پُر کر سکتا ہے۔ اور اَضْعَافَ مَا حَمِدَہٗ جَمِیْعُ خَلْقِہٖ کس معنی کے مطابق کہا جاتا ہے ؟

## جواب :

ہم کہتے ہیں کہ انسان عالم خلق اور عالم امر کا جامع ہے۔ جو کچھ خلق اور امر میں ہے۔ وہ انسان میں ہے



Marfat.com

اور انسان میں اس سے کچھ زائد بھی ہے۔ اور وہ اس کی ہیئت وحدانی ہے۔ جو خلق و امر کی ترکیب سے پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ ہیئت وحدانی انسان کے بغیر کسی کو بھی میسر نہیں ہوتی ہے۔ اور یہ ہیئت اجنبی قسم کا اعجوبہ ہے۔ اور عجیب قسم کا نمونہ ہے۔ لہٰذا جو حمد انسان سے صادر ہوتی ہے۔ وہ تمام مخلوق کی حمد سے کئی گنا زیادہ ہوگی۔ اور اسی قیاس پر باقی سوالات کا حل ہے۔ تو جمع خلق سے مراد انسان کے ماسوا مخلوق لی جائے گی۔ اور اگر انسان کو بھی داخل کر لیں۔ تو ہم کہیں گے۔ کہ انسان کامل جس طرح تمام افراد عالم کو اپنے اجزا پاتا ہے۔ انسان کو بھی اپنے اجزا پاتا ہے۔ اور اپنے آپ کو سب کا کل جانتا ہے۔ اس صورت میں اپنی حمد کو اپنی حمد کے کئی گنا زیادہ پاتا ہے اور تمام افراد انسانی کی حمد سے بھی کئی گنا زیادہ پائے گا۔

اور سلامتی کا نزول ہو ہر اس شخص پر جو متبع ھدایت اور مصطفےٰ علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوٰۃ انمہا ومن التحیات اکملہا کی متابعت کو لازم جانتا ہے۔

# مکتوب نمبر ۲۰۸

مولانا فیض اللہ پانی پتی کی طرف صادر فرمایا:

درج ذیل حدیث نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والسلام کے معنی کے بیان میں:-

| | |
|---|---|
| كَلِمَتَانِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيلَتَانِ | دو کلمے ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں۔ میزان میں بھاری |
| فِي الْمِيزَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ | ہیں۔ خدائے رحمٰن کو پیارے ہیں۔ سبحان اللہ |
| سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ | وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔ |

اللہ تعالیٰ تجھے رشد ہدایت عطا فرمائے۔ جان لے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ دو کلمے ایسے ہیں۔ جو زبان پر ہلکے ہیں۔ میزان میں بھاری ہیں۔ خدائے رحمان کو پیارے ہیں۔

ان کے زبان پر ہلکا ہونے کی وجہ تو ظاہر ہے۔ کہ ان کے حروف تھوڑے ہیں۔ اور ان کے میزان میں بھاری ہونے اور خدائے رحمان کو پیارے ہونے کی وجہ یہ ہے کہ پہلے کلمے کی جز اوّل (سبحان اللہ) ان تمام چیزوں سے جو اس کی جناب قدس عز وجل کے لائق نہیں ہیں۔ سے اس کی بلند ذات کی تنزیہہ اور تقدیس کا فائدہ دیتا ہے۔ اور اس کی جناب کبریا کا صفات نقص اور حدوث و زوال کے نشانات سے پاک ہونا ظاہر کرتا ہے۔ اور اس کلمے کا دوسرا جز اللہ تعالیٰ کی صفات کمال اور شیونات جمال کے ثبوت کا



Marfat.com

فائدہ دیتا ہے۔ چاہے وہ صفات وشیونات فضائل میں سے ہوں۔ یا فواضل میں سے۔ اور دونوں جزوں میں اضافت کو استغراق کے لیے بنانا۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے لیے تمام تنزیہات اور تقدیسات اور تمام صفات کمال وجمال کے ثبوت کا فائدہ دیتا ہے۔ تو پہلے کلمے کی دونوں جزوں کا حاصل اور خلاصہ یہ ہے کہ تمام تنزیہات اور تقدیسات اسی ذات سبحانہٗ کی طرف لوٹتی ہیں۔ اور تمام صفات کمال وجمال بھی اسی ذات عزوجل کے لیے ثابت ہیں۔ اور دوسرے کلمے کا حاصل یہ ہے کہ تمام تنزیہات اور تقدیسات اللہ ہی کے لیے ہیں۔ اور عظمت اور کبریا کا اثبات بھی اسی ذات عزوجل کے لیے ہے۔ اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ اس بلند ذات سے نقائص کا مسلوب ہونا، صرف اس کی عظمت اور کبریائی کی وجہ سے ہے۔ لہٰذا دونوں کلمے میزان میں بھاری ہوں گے۔ اور خدا کو پیارے ہیں۔

نیز تسبیح توبہ کی چابی بلکہ اس کا نچوڑ اور اس کا خلاصہ ہے۔ جیسا کہ میں بعض مکاتیب میں اس کی تحقیق کر چکا ہوں۔ تو تسبیح گناہوں کو مٹانے اور خطاؤں کے معاف کرنے کا وسیلہ ہے۔ اس بنا پر بھی یہ میزان میں بھاری ہے۔ اور حسنات کے پلے کو جھکانے والی ہے۔ اور خدا کو پیاری ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ معافی اور درگزر کو پسند کرتا ہے۔

نیز جبکہ تسبیح اور حمد کرنے والے نے اس کی جناب قدس کو اس کی شان کے خلاف چیزوں سے منزہ ظاہر کیا۔ اور اس بلند ذات کے لیے صفات کمال وجمال کو ثابت کیا۔ تو کریم اور بہت عطا کرنے والی ذات جل شانہٗ سے امید ہے کہ وہ بھی تسبیح کرنے والے کو غیر مناسب باتوں سے پاک اور منزہ کر دے۔ اور حمد کرنے والے میں صفاتِ کمال پیدا کر دے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ — نہیں ہے احسان کا بدلہ مگر احسان کرنا۔

تو لازماً یہ دونوں کلمے میزان میں بھاری ہیں۔ کیونکہ ان کے تکرار کے سبب گناہ مٹتے ہیں۔ اور خدائے رحمان کو پیارے ہیں۔ کیونکہ ان کے واسطے سے اچھے اخلاق پیدا ہوتے ہیں۔ والسلام

# مکتوب نمبر ۲۰۹

مولانا حاجی محمد فرکتی کی طرف صادر فرمایا۔

دن انفاسات کے محاسبہ کے بیان میں جیسا کہ وارد ہوا ہے "اے لوگو اپنا محاسبہ کرو۔ اس سے پہلے کہ تمہارا محاسبہ ہو۔"



Marfat.com

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ مشائخ کرام قدس اللہ تعالیٰ تعالیٰ اسرارہم کے ایک گروہ نے محاسبے کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ اور رات کو سونے سے کچھ پہلے اپنے اقوال، افعال اور اپنی روزمرہ کی حرکات و سکنات کا ملاحظہ کرتے ہیں۔ اور تفصیل کے ساتھ ہر ایک کی حقیقت تک پہنچتے ہیں۔ اپنی تقصیرات اور برائیوں کا تدارک توبہ و استغفار اور التجاء و تضرع سے کرتے ہیں۔ اور اپنے نیک اعمال و افعال کو توفیق خداوندی کی طرف لوٹاتے ہوئے خداوند تعالیٰ کی حمد اور اس کے شکر میں مصروف ہوتے ہیں۔ صاحب فتوحات مکیہ قدس سرہ جو محاسبہ کرنے والے گروہ میں سے ہوا ہے، فرماتا ہے۔ کہ میں اپنے محاسبہ میں دوسرے مشائخ سے آگے ہوں۔ اور میں اپنے دل میں آنے والے خیالات اور اپنی نیتوں کا بھی محاسبہ کرتا ہوں۔

اور فقیر کے نزدیک سوتے وقت کلمہ سبحان اللہ اور الحمد للہ اور اللہ اکبر سونے سے کچھ پہلے اس طرح پڑھ لینا جس طرح مخبر صادق علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات سے ثابت ہے، محاسبے کا حکم رکھتا ہے اور محاسبے کا کام کرتا ہے۔ گویا کلمہ تسبیح کے تکرار سے جو توبہ کی چابی ہے۔ اپنی کوتاہیوں اور خطاؤں سے بندہ عذر خواہی کرتا ہے۔ اور اس بلند ذات کی جناب قدس کی طرف اس کی خطاؤں کے ارتکاب سے جو کچھ لوٹتا تھا، اس کی تنزیہہ اور تقدیس کرتا ہے۔ کیونکہ سیئات (برائیوں) کا مرتکب اگر نیکی کے حکم کرنے والے اور برائی سے روکنے والے خدائے پاک کی عظمت اور کبریائی کو ملحوظ خاطر اور اپنی نظر کے سامنے رکھتا تو ہرگز اس بلند ذات کے حکم کی خلاف ورزی میں جلدی نہ کرتا۔ اور جب اس نے اس کے حکم کی خلاف ورزی میں جلدی کی تو معلوم ہوا کہ اس بلند ذات کی امر و نہی اس مرتکب کے نزدیک کچھ شمار و اعتبار نہیں رکھتی۔ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے۔ لہٰذا کلمہ تنزیہہ سے اس کوتاہی کی تلافی کرتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ استغفار میں گناہ کا چھپانا ہوتا ہے۔ اور کلمہ تنزیہہ میں گناہ کی بیخ کنی کا مطالبہ ہے لہٰذا استغفار اور کلمہ تنزیہہ (سبحانہ اللہ) میں بہت فرق ہے۔ یہ عجیب کلمہ ہے کہ اس کے الفاظ بہت ہی کم ہیں، اور اس کے معانی و منافع بہت ہی زیادہ ہیں۔

اور کلمہ تحمید (الحمد للہ) کی تکرار سے خداوند تعالیٰ جل سلطانہٗ کی توفیق کا شکر ادا کرتا ہے۔ اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہے۔ اور کلمہ تکبیر (اللہ اکبر) میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس بلند ذات کی جناب پاک اس سے بلند تر ہے کہ یہ عذر خواہی اور یہ شکر اس ذات جل شانہٗ کے شایان شان ہو کیونکہ بندے کی عذر خواہی اور اس کا استغفار خود عذر خواہی بہت زیادہ استغفار کا محتاج ہے۔ اور بندے کا شکر کرنا اور حمد کرنا خود اس کی اپنی ذات کی طرف لوٹتا ہے۔



Marfat.com

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

پاک ہے تیرا رب عزت والا ان باتوں سے جو وہ کرتے ہیں اور تمام مرسلین پر سلامتی کا نزول ہوتا رہے۔ اور تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کیلئے ہیں

محاسبہ کرنے والے حضرات استغفار و شکر پر کفایت کرتے ہیں۔ اور ان کلمات قدسیہ سے استغفار کا کام بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ اور شکر کی بجا آوری بھی ہو جاتی ہے۔ اور استغفار و شکر کے ناقص ہونے کے اظہار کا اشارہ بھی میسر آجاتا ہے۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم وصلى الله تعالى على سيدنا محمد وعلى اٰله وصحبه الطاهرين وسلم وبارك عليه وعليهم اجمعين

# مکتوب نمبر ۲۱۰

مولانا محمد ہاشم کی طرف صادر فرمایا:

انسان کی جامعیت اور اس مقام سے متعلق بعض پوشیدہ اسرار اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ انسان میں جو بھی کمالات ہیں سب کے سب مرتبہ وجوب تعالےٰ و تقدس سے مستفاد ہیں۔ اگر علم ہے تو وہ بھی اس مرتبہ کے علم سے مستفاد ہے۔ اگر قدرت ہے تو وہ بھی اس مرتبہ کی قدرت سے ماخوذ ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔ لیکن ہر مرتبے کا کمال اس مرتبہ کے اندازہ کے مطابق ہے۔ انسان کا علم واجب تعالیٰ و تقدس کے سامنے مردے کا حکم رکھتا ہے جو زندہ کی نسبت جو حیات ابدی پا چکا ہو، لاشے محض ہے۔ اسی طرح انسان کی قدرت واجب تعالیٰ و تقدس کی قدرت کے سامنے عنکبوت کا حکم رکھتی ہے۔ جو اپنے جال سے مکان بنائے اس شخص کے مقابلے میں جس کی ایک پھونک سے سب آسمان زمینیں، پہاڑ اور سمندر پارہ پارہ۔ اور ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ دوسرے کمالات کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیے۔ یہ مذکورہ فرق تنگی عبارت کے باعث بیان کیا جاتا ہے۔ ورنہ ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

تو انسان کے کمالات مرتبہ وجوب تعالیٰ و تقدس کے کمالات کی صورت کی مانند ہیں۔ اور ان کمالات نے اس مرتبہ کے کمالات سے مشارکت سے زیادہ کچھ حاصل نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ فرمایا گیا:

اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ — بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔

حاشیہ بر صفحہ ۲۱۲ ۲۱۱

Marfat.com

اور من عرف نفسہ فقد عرف ربہ کا معنی بھی اس بیان سے واضح ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جو کچھ نفس انسانی میں ہے اگرچہ صورت ہے لیکن وہی ہے جس کی حقیقت مرتبہ وجوب تعالیٰ و تقدس میں حاصل ہے۔ یہاں سے انسان کی خلافت کا راز معلوم کر لو۔ کیونکہ شے کی صورت شے کا خلیفہ ہوتی ہے۔

اس مقام میں بے دین لوگوں اور خدا کو جسم ماننے والے گروہ نے گمان کیا ہے کہ خدائے عز وجل سلطانہ صورت انسان پر ہے۔ اور اپنی بے عقلی سے خدائے تعالیٰ کے لیے بھی ان لوگوں نے انسانی قوتیں اور اعضاء ثابت کیے ہیں۔ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ ان گمراہوں نے یہ نہ جانا کہ صورت و مثل کا اطلاق تشبیہ اور تمثیل کے قبیلہ سے ہے۔ بر سبیل تحقیق و تثبیت نہیں کیونکہ اس صورت کی حقیقت ترکیب چاہتی ہے۔ اور تبعض و تجزی کی خواہاں ہے۔ جو منافی وجوب اور مانع قدم ہے۔ متشابہات قرآنی بھی ظاہری معنوں پر نہیں بلکہ تاویل پر محمول ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللّٰهُ۔ — اور نہیں جانتا ان کی تاویل کو مگر اللہ۔

یعنی ان متشابہات کی تاویل اللہ عزوجل کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ تو معلوم ہوا کہ متشابہات خدائے جل وعلا کے نزدیک بھی تاویل پر محمول ہیں۔ ظاہری معنی پر محمول نہیں۔

اور علمائے راسخین کو بھی اس تاویل کے علم سے حصہ عطا فرماتے ہیں جس طرح علم غیب پر جو اس ذات سبحانہ کے ساتھ خاص ہے، خاص رسولوں کو مطلع فرماتا ہے۔ اس تاویل کے متعلق یہ خیال نہ کرنا کہ وہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۱) لہ اس حدیث کے معنی کی وضاحت کے لیے جلد اول کے مکتوب ۹۵ کے حاشیہ کا مطالعہ کریں۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) لہ سورۃ آل عمران، پارہ تلک الرسل۔

سلہ چنانچہ حق میں فرمایا گیا:

عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدا۔ الا من ارتضی من رسول — یعنی اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے غیب کا، تو نہیں واقف کرتا اپنے خاص غیب پر کسی کو مگر جسے پسند کرتا ہے رسولوں میں سے۔

سورۃ آل عمران، پارہ لن تنالوا البر میں فرمایا:

وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء۔ — اللہ کی یہ شان نہیں کہ تم کو غیب پر مطلع کرے گر وہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے۔

سورۃ النساء، پارہ والمحصنات میں فرمایا:

وعلمک ما لم تکن تعلم۔ — اور سکھا دیا اللہ نے تجھے اسے نبی جو کچھ تو نہ جانتا تھا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۳)



Marfat.com

ید کی قدرت کے ساتھ تاویل کی طرح ہے۔ یا وجہ کی ذات کے ساتھ تاویل کے مانند ہے۔ اس طرح نہیں ہے۔ بلکہ وہ تاویل اسرار میں سے ہے جس کا علم اخص خواص کو عطا فرماتے ہیں۔

جاننا چاہیے کہ صاحب فتوحات مکیہ اور اس کے پیروکار کہتے ہیں کہ جس طرح واجب تعالیٰ کی صفات اس کی ذات کا عین ہیں۔ اسی طرح آپس میں بھی ایک دوسرے کا عین ہیں۔ مثلاً علم جس طرح اس کی ذات کا عین ہے، اس کی قدرت کا بھی عین ہے۔ اور ارادے اور سمع اور بصر کا بھی یہی حال ہے۔ اسی طرح باقی صفات۔ یہ بات فقیر کے نزدیک صواب اور درستی سے دور ہے۔ اس لیے کہ یہ قول صفات زائدہ کی نفی پر مبنی ہے۔ اور صفات زائدہ کی نفی مذہب اہل سنت و جماعت کے خلاف ہے۔ کیونکہ صفات ثمانیہ (۸) یا سبعہ (۷) ان بزرگوں کی آراء کے مطابق خارج میں موجود ہیں۔ شاید انہیں واجب تعالیٰ کی ذات و صفات کی عینیت کا وہم اس سے پیدا ہوا ہے کہ انہوں نے ذات و صفات واجب تعالیٰ کے مقام کی تغائر و تباین کو ممکنات کے تغائر و تباین کی طرح خیال کیا ہے۔ اور جب انہوں نے اُسے ممکنات کی ذات و صفات کے تغائر و تباین کی طرح نہ پایا اور اس کے (ذات و صفات واجب) تمائز کو اس تمائز کے مشابہ نہ دیکھا تو خواہ مخواہ انہوں نے تغائر و تمائز کی نفی کر دی۔ اور ایک دوسرے کی عینیت کے قائل ہو گئے۔ انہوں نے یہ نہ جانا کہ اُس محل کا تغایر و تبائن واجب تعالیٰ کی ذات و صفات کی طرح بے مثل و بے کیف ہے۔ اور اس تمائز کو اس تمائز کے ساتھ کچھ نسبت نہیں۔ مگر صرف صورت اور نام میں۔ پس اس مقام میں تبائن و تمائز موجود ہے۔ لیکن ہم اس کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔ نہ یہ کہ جس چیز کا ہم ادراک نہ کر سکیں اس کی نفی کر دیں۔ اور اہل حق کے مخالف ہو جائیں۔ واللہ اعلم بالصواب

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۲) مختصر یہ کہ یہ مسئلہ متعدد آیات قرآنی اور بے شمار احادیث صحیحہ سے پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام خاص کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم یہ عطائے الٰہی علم غیب جانتے تھے۔ انبیاء کے علم غیب عطائی کا انکار آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ کا انکار ہے۔ اور جن آیات یا احادیث میں غیر خدا کے لیے علم غیب کی نفی کی گئی ہے۔ وہ علم غیب ذاتی اور استقلالی کی نفی ہے۔ عطائی کی نفی نہیں۔ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ جیسا کہ آپ نے اس مکتوب میں اور بعض دوسرے مکاتیب میں اس کی تصریح کی ہے۔ اگر اس مسئلہ کی مزید تحقیق و تفصیل مطلوب ہو تو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کی کتاب الدولۃ المکیہ، خالص الاعتقاد، رسالہ انباء المصطفیٰ اور صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الکلمۃ العلیا اور رسالہ نجم الرحمٰن وغیرہ کا مطالعہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کمالات کی تصدیق اور ان کی عظمت و بزرگی کی سعادت سے سب کو سرفراز فرمائے۔ اور ضد و عناد اور بدعقیدگی سے بچائے۔ مترجم غفرلہٗ۔



Marfat.com

# مکتوب نمبر ۳۱۱

منظہرِ فیضِ الٰہی اور منظرِ اسرارِ نامتناہی مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا:

بطور رمز و اشارہ پوشیدہ اسرار، نادر حقائق کے بیان میں۔

یہ اسرار حروفِ مقطعات سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو قرآنی متشابہات ہیں۔ کہ علمائے راسخین کو ان کی تاویل پر آگاہ کیا گیا ہے ؎

ھائے دو چشمی است مربّی ما — ہم چو الف رب حبیب خدا
لام مربی خلیل اللہ است — میم ز تدبیر کلیم آگر است!

حضرت کلیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے کاروبار کا مبداء الف کی حقیقت ہے۔ اور اس فقیر کے معاملے کا مبداء بھی وراثت اور تبعیت کے طور پر یہی حقیقتِ الف ہے۔ لیکن حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا رجوع حقیقتِ میم کی طرف ہے۔ اور اس فقیر کا رجوع ھائے دو چشمی کی حقیقت کی طرف۔ اس وقت میرا مرجع اور میری جائے پناہ یہی ھا کی حقیقت ہے۔ یہ حقیقت وہی ہے کہ جسے غیبِ ہُویّت سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور یہ حقیقتِ رحمت کا خزانہ ہے۔ ایک رحمت جو دنیا میں پھیلائی گئی ہے۔ اور ۹۹ رحمتیں جو آخرت کے لیے بطور ذخیرہ امانت کے طور پر رکھی گئی ہیں۔ ان سب کی یہی حقیقت ہے۔ گویا اس مخزنِ رحمت کا ایک چشمہ دنیا ہے۔ اور خزانہ رحمت کا دوسرا چشمہ آخرت ہے۔ ارحم الراحمین کی صفت اسی حقیقت سے پھوٹتی ہے۔ آخرت میں صرف جمال کا ظہور ہے۔ جس کی طرف جلال کے شائبے نے بھی راہ نہیں پائی۔ دنیا میں دوستوں کو محنت اور غم کی قسم سے جو بھی دیتے ہیں۔ جلال کی صورت میں جمال کی تربیت ہی ظاہر ہوتی ہے۔ اور دنیا میں دشمنوں کو نعمت اور سرور کی جنس سے جو کچھ دیتے ہیں وہ دراصل جمال کی صورت میں جلال کو ظاہر کیا گیا ہے۔ یہی اللہ جل جلالہ کی خفیہ تدبیر ہے۔ جس کے ساتھ بہت لوگوں کو گمراہ کرتا ہے، اور بہت کو ہدایت کرتا ہے۔

اور حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے کاروبار کا مبداء وہ حقیقت ہے۔ جو الف کی حقیقت سے اوپر ہے۔ اور اسی طرح حضرت خلیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبداء بھی وہی فوقانی

---

لہ (۱) دو چشمی ھائے ہماری مربی ہے۔ جس طرح الف حبیب خدا کا مربی ہے۔
(۲) لام حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا مربی ہے۔ اور میم کلیم اللہ کی تدبیر سے آگاہ ہے۔



Marfat.com

حقیقت ہے۔

غایت مافی الباب یہ ہے کہ حضرت خاتم الرسل کی حقیقت کا مبداء اس حقیقت کا اجمال ہے۔ اور حضرت خلیل کی حقیقت کا مبداء اس حقیقت کی تفصیل ہے۔ علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات اتمہا واکملہا۔ اور حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کا رجوع حقیقت الف کی طرح ہے۔ اور حضرت خلیل علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کا رجوع حقیقت لام کی طرح۔ ہاں اجمال کو وحدت کے ساتھ بہت زیادہ مناسبت ہے۔ اس بنا پر لازماً الف کی طرف رجوع میسر آیا۔ جو وحدت کے قریب ہے۔ اور تفصیل کثرت کے ساتھ زیادہ تر مناسبت رکھتی ہے اس لیے اس کا رجوع لازماً لام کی طرف ہے۔ جو کثرت کے نزدیک ہے اسی بنا پر انہیں کثرت کے ساتھ مناسبت حاصل ہوئی۔

پس حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام مبداء میں بھی کثیر البرکت ہیں۔ اور معاد اور مرجع میں بھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت سید البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام وہ صلوٰۃ اور برکت جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی صلوٰۃ و برکت کی طرح ہو اللہ سے اس کی درخواست کرتے ہیں۔ اور اللہ کے اسماء میں کہ ان کا مرتبہ رتبہ صفات سے اوپر ہے۔ حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کا رب اسم مبارک اللہ ہے۔ تعالیٰ شانہٗ اور اس حقیر کا رب اسم مبارک الرحمٰن ہے۔ جل وعلا، اور جب اس حقیر کو مبدائیت میں حضرت کلیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مناسبت ہے تو لازماً حضرت کلیم سے بہت سی برکات اس حقیر کو پہنچی ہیں۔ اگرچہ اس حقیر کی ولایت موسوی ولایت نہیں ہے۔ تاہم اس ولایت کی برکات سے پُر ہے۔ اور بہت سی ترقیات اس راہ سے حاصل کی ہیں۔ اس حقیر نے اس ولایت سے جو استفادہ کیا ہے۔ اس ولایت کے راہ اجمال سے کیا ہے۔ اور میرے فرزند کلاں (خواجہ محمد صادق قدس سرہٗ) علیہ الرحمۃ نے اس ولایت سے تفصیلاً استفادہ کیا ہے۔ اس فقیر کی ولایت جو ولایت موسوی سے مستفاد ہے۔ اُس ولایت کے مشابہ ہے جو آل فرعون کے رجلِ مومنؑ کو حاصل تھی۔ اور میرے فرزند علیہ الرحمۃ کی ولایت فرعون کے جادوگروں کی ولایت کے مشابہ ہے۔ جو ایمان لائے۔ والسلام

# مکتوب نمبر ۳۱۲

میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا:۔

ان کے سوالات کے جواب میں جو انہوں نے پوچھے تھے۔ اور ان میں سے ایک سوال، التحیات میں انگلی شہادت



Marfat.com

اٹھانے کی تحقیق ہے اور اس امر کا بیان ہے کہ اس بارے میں علمائے حنفیہ کا مختار مذہب کیا ہے ؟

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی اخوانہ من الانبیاء والمرسلین والملٰئکۃ المقربین وعلی عباد اللہ الصلحین اجمعین

آپ نے جو مکتوب شریف ملا محمود کے ہاتھ روانہ کیا تھا، موصول ہوا۔ اور بہت خوشی کا باعث ہوا۔ آپ نے پوچھا تھا۔ کہ علما فرماتے ہیں، کہ روضہ متبرکہ مدینہ منورہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی زمین مکہ معظمہ سے زیادہ افضل ہے۔ صورت اور حقیقت کعبہ معظمہ۔ صورت و حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کا مسجود ہونے کے باوجود روضہ متبرکہ کی زمین کیسے افضل ہو سکتی ہے۔ مخدوم گرامی! جو چیز فقیر کے نزدیک ثابت ہے، یہ ہے۔ کہ تمام جگہوں سے افضل جگہ، کعبہ معظمہ ہے۔ اس کے بعد روضہ مقدسہ۔ مدینہ پاک علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ۔ اس کے بعد مکہ شریف کی زمین حرم (اللہ تعالیٰ اسے آفات سے محفوظ رکھے۔) علما نے اگر روضہ متبرکہ کو کعبہ معظمہ سے افضل کہا ہے تو اس سے انکی مراد کعبہ مقدسہ کی زمین کے علاوہ مکہ معظمہ کی زمین ہوگی۔

نیز آپ نے اشارہ سبابہ کے اشارے کے جواز کے متعلق مولانا علم اللہ کا لکھا ہوا رسالہ بھیجا ہے۔ اس بارے میں آپ کی طرف سے کیا حکم ہے ؟

مخدوم گرامی! احادیث نبوی علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والسلام، جواز اشارہ سبابہ کے باب میں بہت وارد ہوئی ہیں۔ اور اس باب میں فقہ حنفی کی بھی بعض روایات آئی ہیں۔ جیسا کہ مولانا نے رسالے میں ان کا ذکر کیا ہے۔ اور جب فقہ حنفی کی کتابوں میں اچھی طرح مطالعہ کیا جاتا ہے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ جواز اشارہ کی روایات اصول کے غیر اور ظاہر مذہب کے بھی غیر ہیں۔

اور وہ جو امام محمد شیبانی نے کہا ہے، کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انگلی شہادت سے اشارہ کرتے تھے۔ اور ہم بھی اسی طرح کرتے ہیں جس طرح حضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کرتے تھے۔"

پھر امام محمد نے فرمایا:

"یہی میرا قول اور ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے"

روایات نوادر میں سے ہے نہ روایات اصول میں سے۔

فتاوہ غرائب میں ہے کہ محیط میں لکھا ہے۔ کیا نمازی اپنے دائیں ہاتھ کی انگشت سبابہ سے اشارہ کرے؟ امام محمد نے اصل (مبسوط) میں اس مسئلے کا ذکر نہیں کیا۔



Marfat.com

اور مشائخ کا اس میں اختلاف ہے۔ ان میں سے بعض کہتے ہیں۔ اشارہ نہ کریں اور بعض کہتے ہیں کہ کریں۔ اور امام محمد نے غیر روایت اصول میں ایک حدیث ذکر کی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اشارہ کرتے تھے پھر امام محمد نے اس بارے میں فرمایا۔ یہی میرا اور ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔

اور کہا گیا ہے، کہ اشارہ سنت ہے۔ اور کہا گیا ہے۔ کہ مستحب ہے۔ پھر فتاوی غرائب والے نے فرمایا۔ یہ وہ ہے جو علما نے ذکر کیا۔ اور صحیح یہ ہے کہ اشارہ حرام ہے

اور فتاوی سراجیہ میں ہے۔ اور مکروہ ہے، کہ نماز میں "اشہد ان لا الہ الا اللہ" پر انگشت سبابہ سے اشارہ کریں۔ یہی مختار مذہب ہے۔

اور کبریٰ میں ہے، اور اسی پر فتویٰ ہے۔ کیونکہ نماز کی بنا سکون اور وقار پر ہے۔ اور فتاوی غیاثیہ میں ہے کہ تشہد کے وقت انگشت سبابہ سے اشارہ نہ کریں۔ یہی مختار ہے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔

اور جامع الرموز میں ہے۔ نہ تو اشارہ کرے۔ اور نہ گرہ لگائے۔ اور ہمارے اصحاب کا یہی ظاہر اصول ہے۔ جیسا کہ زاہدی میں ہے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔ جیسا کہ مضمرات اور ولوالجی اور خلاصہ وغیرہ میں ہے۔ اور ہمارے اصحاب سے منقول ہے۔ کہ وہ سنت ہے۔ خزانۃ الروایات میں تاتارخانیہ سے ایسا ہی آیا ہے۔ پھر جب تشہد شروع کرے۔ اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ پر پہنچے تو دایاں ہاتھ کی انگشت سبابہ سے اشارہ کرے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ اور مشائخ کا اس میں اختلاف ہے۔ کچھ کہتے ہیں کہ اشارہ نہ کریں۔ اور کبریٰ میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے۔ اور بعض کہتے ہیں، کہ اشارہ کرے۔ اور غیاثیہ میں ہے، اور نہ اشارہ کرے۔ انگشت سبابہ کے ساتھ تشہد کے وقت۔ یہی مختار ہے۔

جب کہ معتبر روایات میں اشارے کی حرمت واقع ہو چکی ہے اور اشارے کے مکروہ ہونے پر فتویٰ دیا گیا ہے۔ اشارہ اور گرہ لگانے سے علما روکتے ہیں۔ اور اسے اپنے اصحاب کا ظاہر اصول بتاتے ہیں۔ تو ہم مقلدوں[1] کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ احادیث کے مقتضا کے مطابق عمل کر کے اشارہ کرنے کی جرأت کریں۔ اور اس قدر علما اور مجتہدین کے فتووں کے باوجود ایک حرام اور مکروہ اور ممنوع کام کا ارتکاب کریں۔

حنفیہ میں سے اشارہ سبابہ کا ارتکاب کرنے والا دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو ان علمائے مجتہدین کے لیے جواز اشارہ میں معروف احادیث کا علم تسلیم نہیں کرتا۔ یا ان کو ان احادیث کا عالم جانتا ہے۔ لیکن

---

[1] حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس بیان سے صاف واضح ہے کہ آپ تقلید میں نہایت پختہ اور راسخ تھے جو لوگ آپ کی طرف یہ بات منسوب کرتے ہیں۔ کہ آپ مسئلہ تقلید میں راسخ نہیں تھے۔ بلکہ آزادی پسند تھے۔ انہیں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کی اس عبارت کو بار بار پڑھنا چاہیے۔ اور اس الزام سے باز رہنا چاہیے۔



Marfat.com

ان بزرگوں کے لیے ان احادیث کے مطابق عمل جائز تسلیم نہیں کرتا۔ اور یہ خیال کرتا ہے کہ ان بزرگوں نے اپنے خیالات کے مطابق احادیث کے خلاف حرمت اور کراہت کا حکم صادر فرمایا ہے۔ یہ دونوں شقیں فاسد ہیں۔ انہیں وہی فاسد قرار دے گا جو بے وقوف ہو یا ضدی اور ترغیب الصلوٰۃ میں جو لکھا ہے کہ تشہد میں انگلی شہادت اُٹھانا علمائے متقدمین کی سنت ہے۔ لیکن متاخرین علما نے اس سے روکا ہے۔ اس وجہ سے کہ جب رافضیوں نے اس میں غلو کیا تو سنیوں نے ترک کر دیا۔ سُنی پر رافضی ہونے کی تہمت کو دُور کرنے کے لیے اسے ترک کرنا معتبر کتابوں کی روایات کے خلاف ہے۔ اس لیے کہ ہمارے اصحاب کا ظاہر اصول عدم اشارہ اور عدم عقد ہے۔ تو عدم اشارہ علمائے متقدمین کی سنت ہوئی۔ اور وجہ ترک نفی تہمت نہ قرار پائی۔ ان اکابر کے ساتھ ہمارا حسن ظن یہ ہے کہ اس باب میں جب تک ان پر حرمت یا کراہت کی دلیل ظاہر نہیں ہوئی۔ حرمت یا کراہت کا انہوں نے حکم نہیں لگایا۔ جب کہ اشارے کے سنت اور مستحب ہونے کا ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں:

هٰذَا مَا ذَكَرُوْا وَالصَّحِيْحُ اَنَّ الْاِشَارَةَ حَرَامٌ۔ یعنی یہ وہ ہے جو علما نے بیان کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ اشارہ حرام ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اشارے کی سنیت اور استحباب کے دلائل ان بزرگوں کے نزدیک درجہ صحت کو نہیں پہنچے۔ بلکہ اس کے خلاف ثابت ہُوا ہے۔ غایت مافی الباب ہمیں اس دلیل کا علم نہیں ہے اور یہ معنی اکابر میں کسی عیب کو مستلزم نہیں ہے۔

اگر کوئی شخص کہے کہ ہم اس دلیل کے خلاف علم رکھتے ہیں۔ تو ہم کہیں گے کہ حلت و حرمت کے اثبات میں مقلد کا علم معتبر نہیں ہے۔ بلکہ اس باب میں مجتہد کے ظن کا اعتبار ہے۔ مجتہدین کے دلائل کو خانۂ عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور کہنا بہت جرأت ہے۔ اور اپنے علم کو ان اکابر کے علم پر ترجیح دینا اور اصحاب حنفیہ کے ظاہر اصول کو باطل قرار دینا اور روایات معتبرہ مفتیٰ بہا کو درہم برہم کرنے اور شاذ کہنے کے مترادف ہے یہ اکابر احادیث کو قرب زمانہ نبوی، زیادتی علم اور ورع و تقویٰ سے آراستہ ہونے کی وجہ سے ہم دُور افتادوں سے بہتر جانتے تھے۔ اور احادیث کی صحت و سقم اور اُن کے نسخ و عدم نسخ کو ہم سے زیادہ پہچانتے تھے۔ انہیں ضرور کوئی معتبر دلیل ملی ہو گی۔ تب ہی انہوں نے ان احادیث علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مقتضٰی کے موافق عمل نہیں کیا۔ ہم کم فہم اس قدر سمجھتے ہیں۔ کہ کیفیت اشارہ و عقد کی احادیث کے راوی آپس میں بہت مختلف ہیں۔ اور ان کے کثرت اختلاف نے نفس اشارہ میں ہی اضطراب پیدا کر دیا ہے چنانچہ بعض روایات سے مفہوم ہوتا ہے۔ کہ آپ نے اشارہ بغیر گرہ کے فرمایا ہے۔ اور جو عقد کے متعلق کہتے ہیں



Marfat.com

تو ان میں سے بھی بعض روایت کرتے ہیں۔ کہ ترپن (۵۳) کا عقد تھا۔ اور بعض دوسرے روایت کرتے ہیں کہ تینس (۲۳) کا عقد تھا۔ اور بعض نے خنصر (چھینگلیا) اور اس کے ساتھ والی انگلی کے بند کرنے اور انگوٹھے کا درمیانی انگلی کے ساتھ حلقہ بنا کر اشارہ سبابہ کی روایت کی۔ اور ایک روایت میں صرف انگوٹھے کو درمیانی انگلی پر رکھ دینے کو ہی اشارہ قرار دے دیا گیا۔ اور ایک روایت میں آیا ہے۔ کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھ کر اور بائیں ہاتھ کو دائیں پاؤں پر رکھ کر اشارہ کرتے تھے۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ۔ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی پشت پر اور پہنچے کو پہنچے پر اور کلائی کو کلائی پر رکھ کر اشارہ کرتے تھے اور بعض روایات میں آیا ہے کہ تمام انگلیوں کو بند کر کے اشارہ کرتے تھے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے، کہ اشارہ انگشت سبابہ کو حرکت دینے کے بغیر ہوتا تھا۔ اور بعض دوسری روایات حرکت کے ساتھ اشارے کا اثبات کرتی ہیں۔ نیز بعض روایات میں واقع ہوا ہے کہ۔ تشہد پڑھنے کے وقت اشارہ فرماتے تھے۔ لیکن کس لفظ پر اشارہ فرماتے تھے۔ اس کا کوئی تعین نہیں۔ اور بعض دوسری احادیث میں آیا ہے کہ اشارہ کلمہ شہادت پڑھنے کے وقت ہوتا تھا۔ اور بعض دوسری روایات میں وقت دعا سے مقید کیا گیا ہے۔ جب کہ آپؐ فرماتے تھے۔

یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِكَ۔ یعنی اے دلوں کے پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔

اور جب کہ علمائے حنفیہ نے اشارہ کے بجالانے میں راویوں کے اضطراب و اختلاف کو دیکھا۔ تو نماز میں ایک زائد فعل خلاف قیاس کو ثابت نہیں کیا۔ کیونکہ نماز کی بنا سکون و وقار پر ہے۔ نیز حتی الامکان انگلیوں کو جانب قبلہ کی طرف رکھنا سنت ہے۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

فَلْيُوَجِّهْ مِنْ اَعْضَائِهِ الْقِبْلَةَ مَا اسْتَطَاعَ۔ نمازی کو چاہیے کہ اپنی استطاعت کے مطابق اپنے اعضا کو قبلے کی طرف پھیرے۔

اگر یہ کہیں کہ اختلاف اس وقت اضطراب پیدا کرتا ہے۔ جبکہ درمیان میں موافقت ممکن نہ ہو۔ اور اس مسئلہ میں موافقت ممکن ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے۔ کہ تمام روایات کو اوقات مختلفہ میں کیا ہو۔ تو ہم جواب میں کہیں گے۔ کہ بہت سی روایات میں لفظ کَانَ واقع ہوا ہے۔ جو غیر مناطقہ کے نزدیک حروف کلیہ میں سے ہے۔ لہٰذا موافقت ممکن نہیں۔

اور وہ جو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ اگر کوئی حدیث میرے قول کے مخالف پاؤ تو میرے قول کو چھوڑ دو۔ اور حدیث پر عمل کرو۔ تو اس حدیث سے مراد، وہ حدیث ہے جو حضرت امام کو نہ پہنچی ہو۔ اور اس حدیث کو نہ جاننے کی بنا پر اس کے خلاف حکم فرمایا ہے۔ اور اشارے کی احادیث اس قبیل سے



Marfat.com

نہیں۔ اور مشہور احادیث ہیں۔ اور نہ جاننے کا احتمال نہیں۔

**سوال :**

اگر کہیں کہ علمائے حنفیہ نے، جواز اشارہ کا فتویٰ دیا ہے۔ للذا متعارض فتاویٰ کے مطابق جس بات پر بھی عمل کر لیا جائے جائز ہے؟

**جواب :**

ہم کہتے ہیں کہ اگر جواز اور عدم جواز اور حلت و حرمت میں تعارض واقع ہو تو تعارض کی صورت میں ترجیح عدمِ جواز اور جانب حرمت کو ہوتی ہے۔ نیز شیخ ابن ہمام نے رفع یدین کی بحث میں فرمایا ہے۔ کہ رفع اور عدم رفع کی احادیث متعارض ہیں۔ ہم قیاس کے ساتھ عدم رفع کی احادیث کو ترجیح دیتے ہیں۔ کیونکہ نماز کی بنا سکون اور خشوع پر ہے۔ جو بالاجماع مطلوب اور پسندیدہ ہے۔

اور شیخ ابن ہمام پر تعجب ہے کہ اس نے کہا۔ کہ بہت سے مشائخ سے عدم اشارہ منقول ہے۔ لیکن وہ روایت اور درایت کے خلاف ہے، کہ ابن ہمام نے علمائے مجتہدین کی طرف جاہل ہونے کی کس طرح نسبت کر دی۔ حالاں کہ وہ قیاس سے دلیل لا رہے ہیں۔ جو شرع کا چوتھا اصل ہے۔ اور وہ حنفیہ کے نزدیک ظاہر مذہب اور ظاہر روایت ہے۔ حالانکہ اسی شیخ نے تحلیقین کی حدیث کو راویوں کے کثرتِ اختلاف سے حاصل ہونے والے اضطراب کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔

میرے فرزند ارشد محمد سعید اس بات میں ایک رسالہ لکھ رہے ہیں۔ تیار ہونے پر ان شاء اللہ تعالیٰ ارسال کیا جائے گا۔

نیز آپ نے پوچھا تھا، کہ ہمارے طریقہ کے طالب ہر طرف سے جمع ہو چکے ہیں۔ کسی بھی مقام پر جرأت نہیں کی۔ اور کسی سے نہیں کہا۔ کہ سر حلقہ بنیں۔ جو اشارہ ہو۔ اور جسے اُس کام کے مناسب جانیں تو فرمادیں کہ سر حلقہ جماعت بن جائے تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ یہ کام تمہاری صواب دید کے سپرد ہے۔ استخارہ اور توجہ کے بعد حکم فرمادیں۔ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى مَنْ لَّدَيْكُمْ۔

# مکتوب نمبر ۳۱۲

خواجہ محمد ھاشم کی طرف صادر فرمایا:

اس کے ان سوالات کے حل میں۔ جو اس نے لکھے تھے:۔



Marfat.com

سوال ۱: کیا صحابہ کرام کے کمالات فنا و بقا اور سلوک و جذبہ کے ساتھ وابستہ تھے یا نہیں؟

سوال ۲: یہ ہے کہ بلند مرتبہ طریقہ نقشبندیہ میں ریاضتوں سے منع کرتے ہیں۔ اور نقصان دہ جانتے ہیں۔ حالانکہ آں سرور علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام نے ریاضات شاقہ برداشت کیں؟

سوال ۳: یہ طریقہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف کیوں منسوب ہے؟

سوال ۴: ایک مکتوب میں آپ نے لکھا ہے کہ طالب کو ولایت موسوی سے ولایت محمدی کی طرف تصرف سے نہیں لایا جا سکتا۔ اور دوسرے مکتوب میں آپ نے فرمایا کہ اسے محمد ہاشم میں تمہیں ولایت موسوی سے ولایت محمدی کی طرف لایا ہوں۔ ان دو متضاد باتوں میں کیسے موافقت ہو سکتی ہے؟

سوال ۵: کرتہ پیش چاک پہننا چاہیے۔ یا وہ کرتہ جس کا چاک سینے کی طرف نہ ہو۔ بلکہ حلقہ گریبان ہو؟

سوال ۶: نفی و اثبات کی توجہ۔ احدیت کی توجہ کے ساتھ کیسے جمع ہو سکتی ہے؟

سوال ۷: جب نفی و اثبات کا ذکر دل سے کیا جائے۔ تو لا کو اوپر کی طرف کیوں لے جاتے ہیں اور الله کو دائیں جانب کیوں لاتے ہیں؟

اور اس مکتوب کے آخر میں پیر کے آداب کی رعایت کا بیان فرمایا ہے۔ اور فرمایا کہ مکتوبات شریف کے اس دفتر اول کو اسی مکتوب پر ختم کریں۔ اور تین سو تیرہ کے عدد کی رعایت کریں۔ کیونکہ یہ عدد پیغمبران مرسل علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات اور اہل بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے عدد کے موافق ہے۔ اور فرمایا ہے۔ کہ اس مکتوب کے خاتمہ میں مخدوم زادہ کلاں (خواجہ محمد صادق) علیہ الرحمۃ والغفران نے جو عرض داشتیں لکھی ہیں۔ لکھ دیں۔ تاکہ انہیں پڑھنے والے دعا اور فاتحہ میں انہیں بھی یاد رکھیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

بعد الحمد والصلوٰۃ و تبلیغ الدعوات۔ برادرم جناب خواجہ محمد ھاشم پر واضح ہو۔ کہ وہ سوالات جن کے حل کا مطالبہ آپ نے میر سید محب اللہ کے مکتوب میں کیا ہے۔ ان کے جواب میں جو کچھ معلوم تھا لکھ کر بھیج دیا گیا ہے۔

سوال اول کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ قرب الٰہی جل سلطانہٗ فنا فی اللہ و بقا باللہ اور تمام مقامات جذبہ و سلوک کے طے کرنے کے مطابق ہے۔ صحابہ کرام حضرت خیر الانام علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ایک ہی صحبت سے اولیائے امت سے افضل ہو گئے۔ آیا انہیں یہ سیر و سلوک اور فنا و بقا اسی ایک صحبت میں میسر آ گیا یا صرف وہ ایک صحبت تمام سیر و سلوک سے افضل تھی۔ دوسرے یہ کہ صحابہ کرام کی فنا و بقا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی توجہ اور تصرف کی برکت سے تھی۔ یا صرف اسلام لانے کی وجہ سے۔ نیز انہیں سلوک و جذبہ کا علم حالاً و مقاماً تھا یا نہیں۔ اگر تھا تو اسے کس نام سے تعبیر کرتے تھے۔ اور اگر سلوک و تصوف کا طریقہ نہیں تھا۔ تو پھر اُسے بدعت حسنہ کہنا



Marfat.com

چاہیے یا نہیں ؛

**جواب :۔**

خواجہ محمد ھاشم جان لیں۔ کہ اس مشکل کا حل صحبت[1] سے وابستہ ہے۔ اور خدمت پر موقوف ہے۔ اس لیے کہ جو بات اس مدت میں کسی نے بیان نہیں کی۔ وہ ایک ہی بار لکھنے سے تمہاری سمجھ میں کیسے آئے گی۔ لیکن چوں کہ آپ نے سوال کیا ہے۔ اس لیے جواب سے چارہ نہیں۔ ضرورتاً اجمال کے طور پر اس کا حل کرتا ہوں۔ کان لگا کر سنیں۔

وہ قرب جو فنا و بقا اور سلوک و جذبہ سے وابستہ ہے، قربِ ولایت ہے۔ کہ اولیائے امت اس سے مشرف ہوئے ہیں۔ اور جو قرب صحابہ کرام کو صحبتِ خیر الانام علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام میں میسر آیا، قربِ نبوت ہے۔ جو تبعیت اور وراثت کے طور پر انہیں حاصل ہوا۔ اس قرب میں نہ فنا ہے نہ بقا۔ نہ جذبہ ہے اور نہ سلوک۔ اور یہ قرب قربِ ولایت سے کئی مرتبے اعلیٰ اور افضل ہے۔ کیونکہ یہ قرب قربِ اصالت ہے اور وہ قرب قربِ ظلیت دونوں میں بہت فرق ہے۔ لیکن ہر شخص کا فہم اس معرفت کے ادراک تک نہیں پہنچ سکتا۔ نزدیک ہے۔ کہ خواص بھی اس معرفت کے سمجھنے میں عوام کے ساتھ شریک ہوں ؎

گر بو علی نوائے قلندر نواختے

صوفی بدے ہر آنکہ بہ عالم قلندر است[2]

ھاں اگر قربِ نبوت کے کمالات کی بلندی کی طرف قربِ ولایت کے راستے سے عروج واقع ہو تو فنا و بقا اور جذبہ و سلوک سے چارہ نہیں۔ کیونکہ یہ اس قرب کے مقدمات اور اسباب ہیں۔ اور اگر اس راہ سے نہ چلے اور شاہراہِ قربِ نبوت سے گئے ہیں۔ اس لیے وہ جذبہ و سلوک اور فنا و بقا سے سروکار نہیں رکھتے تھے۔ اس معرفت کا بیان میرے اس مکتوب سے جو مولانا امان اللہ کے نام لکھا ہے۔ تلاش کریں۔ اور اس فقیر نے اپنے مکتوبات و رسائل میں جہاں جہاں یہ لکھا ہے، کہ میرا معاملہ سلوک و جذبہ سے وراء اور تجلیات و ظہورات سے بھی وراء ہے۔ اس سے یہی قرب مراد ہے۔ میں اپنے خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں تھا کہ اس دولت نے ظہور فرمایا۔ اس عبارت کے ساتھ حضرت ایشاں کی خدمت میں مَیں نے عرض کیا تھا تو مجھ پر ایک چیز ظاہر ہوئی کہ سیر انفسی اس عمل کی نسبت سیر آفاقی کی طرح ہے۔ اس عبارت سے زیادہ اس

[1] یعنی مدت دراز تک شیخ کامل مکمل کی صحبت سے مشرف رہنے اور ایسے شیخ کی خدمت بجالانے سے ہی پورے طور پر اس عقدہ کا حل معلوم ہو سکتا ہے۔

[2] اگر بوعلی قلندرانہ آواز سے نغمہ سرائی کرتا، تو جہان میں ہر قلندر صوفی بن جاتا۔



Marfat.com

دولت کی تعبیر کے لیے طاقت نہیں پاتا تھا۔ کئی سال کے بعد یہ عجیب معاملہ صاف ہوا۔ اور مجمل عبارتوں کے ساتھ تحریر میں لایا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ۔

پس عبارت فنا و بقا اور جذبہ و سلوک نئی پیدا شدہ اور مشائخ کی ایجاد کردہ چیز ہے۔ مولوی جامی علیہ الرحمۃ نفحات میں لکھتے ہیں۔ کہ سب سے پہلے جس شخص نے فنا و بقا کا لفظ زبان سے نکالا ہے، ابوسعید خراز ہے قدس سرہٗ۔

سوال دوم کا خلاصہ یہ ہے کہ بلند مرتبہ طریقہ نقشبندیہ میں متابعت سنت کا التزام ہے۔ حالاں کہ آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے عجیب ریاضتیں اور شدید قسم کی بھوک برداشت کی۔ اور اس طریقہ میں ریاضتوں سے منع کرتے ہیں۔ بلکہ ریاضتوں کو صورتوں سے تعلق رکھنے والے کشفوں کے ظہور کی وجہ سے مضر جانتے ہیں۔ یہ معاملہ عجیب دکھائی دیتا ہے کہ متابعت سنت میں نقصان کا احتمال کیسے متصور ہو سکتا ہے؟

## جواب:

اے محبت کے نشانات والے۔ کس نے کہا ہے۔ کہ اس طریقے میں ریاضتیں ممنوع ہیں۔ اور آپ نے کہاں سے سن لیا ہے۔ کہ یہ بزرگ ریاضتوں کو مضر جانتے ہیں۔ اس لیے کہ اس طریقہ میں نسبت کی دوام محافظت، متابعت سنت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کا التزام اور احوال کے پوشیدہ رکھنے میں کوشش، اعتدال کو اختیار کرنا۔ اور خورد و نوش اور لباس وغیرہ میں حد اعتدال کی رعایت، ریاضات شاقہ اور مجاہدات شدیدہ میں سے ہے۔ نہایۃ مافی الباب یہ ہے کہ عوام کالانعام ان امور کو ریاضات میں شمار نہیں کرتے۔ اور مجاہدات میں سے نہیں جانتے۔ ان کے نزدیک ریاضت و مجاہدہ بھوک میں منحصر ہے اور زیادہ بھوکا رہنا ان کی نگاہ میں بہت زیادہ وقعت رکھتا ہے۔ اس لیے کہ ان حیوان صفت لوگوں کے نزدیک کھانا پینا ہی تمام ضروری امور سے زیادہ ضروری ہے۔ اور بڑے مقاصد میں سے ہے۔ تو اس کا چھوڑ دینا ان لوگوں کے نزدیک ریاضت شاقہ اور مجاہدہ شدیدہ متصور ہوتا ہے۔ بخلاف نسبت کی ہمیشہ حفاظت اور متابعت سنت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کی پابندی اور اس طرح کی اور باتوں کی عوام کی نظر میں کوئی قدر و وقعت نہیں۔ اس لیے ان کے ترک کو بُرا جانتے ہوئے ان امور کے حاصل کرنے کو ریاضتیں قرار دیں۔ پس اس طریقے کے اکابر پر لازم ہے کہ اپنے احوال کو چھپانے کی کوشش کرتے رہیں۔ اس ریاضت کو ترک کر دیں جو عوام کی نظر میں عظیم القدر ہے۔ اور قبولیت خلق کا باعث اور شہرت کو مستلزم اور اپنے اندر فتنے کو چھپائے ہوئے اور خرابی پیدا کرنے کا باعث ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا ہے:



Marfat.com

بِحَسْبِ امْرِءٍ مِّنَ الشَّرِّ اَنْ يُّشَارَ اِلَيْهِ بِالْاَصَابِعِ فِيْ دِيْنٍ اَوْ دُنْيَا اِلَّا مَنْ عَصَمَهُ اللّٰهُ۔

برائی میں سے یہ بات انسان کے لیے کافی ہے کہ انگلیوں سے دین میں یا دنیا میں اس کی طرف کیے جائیں گے۔ مگر وہ جس کو اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

(مشکوٰۃ شریف)

فقیر کے نزدیک بہت زیادہ بھوک برداشت کرنا کھانے پینے کی اشیا میں حدِ اعتدال کی رعایت رکھنے کی نسبت زیادہ آسان اور سہل ہے۔ اور یہ فقیر بھی اعتقاد رکھتا ہے کہ حدِ اعتدال کی رعایت کی ریاضت کثرت جوع کی رعایت سے زیادہ ہے۔

حضرت والد بزرگوار قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں نے علم سلوک میں ایک رسالہ دیکھا ہے جس میں لکھا ہوا تھا۔ کہ کھانے پینے کی اشیا میں اعتدال کی رعایت کرنا اور درمیانی حد کو نگاہ رکھنا مطلوب تک پہنچنے کے لیے کافی ہے۔ اس رعایت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے کسی ذکر و فکر کی حاجت نہیں۔ بلاشبہ کھانے پینے اور کپڑوں بلکہ تمام امور میں حدِ اعتدال اور میانہ روی پر قائم رہنا بہت ہی اچھا ہے ؎

نہ چنداں بخور کز دہانت برآید[1]
نہ چنداں کہ از ضعف جانت برآید

حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چالیس مردوں کی قوت عطا فرمائی تھی اور آپ اس قوت کی وجہ سے سخت بھوک کو برداشت کر لیتے تھے۔ اور صحابہ کرام بھی خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی صحبت کی برکت سے اس بوجھ کو اٹھا لیتے تھے۔ اور ان کے اعمال و افعال میں کسی قسم کی سستی اور خلل واقع نہیں ہوتا تھا۔ اس طرح کی شدید بھوک کے باوجود دشمنوں کے خلاف جنگ کرنے کی ایسی قدرت رکھتے تھے۔ کہ پیٹ بھر کر کھانے والے اس کے دسویں حصے کو نہیں پہنچ سکتے تھے۔ اسی لیے یہ بات تھی۔ کہ صبر کرنے والے بیس[2] صحابہ دو سو پر غالب آتے تھے۔

اور غیر صحابہ میں سے بھوک کی مشقت اٹھانے والے نزدیک ہے۔ کہ سنتیں اور مستحبات ادا کرنے سے بھی عاجز رہیں۔ بلکہ بسا اوقات یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ بمشکل ادائے فرائض سے عہدہ برآ ہوں قدرت کے بغیر اس بارے میں صحابہ کرام کی تقلید کرنا دراصل سنتوں اور فرائض کی ادائیگی سے اپنے آپ کو عاجز کرتا ہے۔

---

[1] نہ اتنا زیادہ کھا کہ منہ سے باہر آنے لگے۔ اور نہ اتنا کم کہ کمزوری سے جان ہی نکل جائے۔

[2] جیسا کہ سورہ انفال میں ہے۔ ترجمہ، اے مومنو! اگر تم میں سے صبر کرنے والے بیس آدمی ہوں گے تو وہ دو سو پر غالب آئیں گے۔ اور اگر تم میں سے ایک سو ہوں گے تو وہ دو ہزار کافروں پر غالب آئیں گے۔



Marfat.com

منقول ہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی تقلید میں صومِ وصال اختیار فرمایا۔ اور ضعف وکمزوری سے بے اختیار زمین پر گر پڑے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بطور اعتراض فرمایا تم میں سے میری مثل کون ہو سکتا ہے۔ میں رات کو اپنے پروردگار کے پاس ہوتا ہوں۔ کھانا پینا وہاں کھاتا ہوں۔ تو آپ نے قدرت کے بغیر تقلید کرنا اچھا قرار نہ دیا۔

نیز صحابہ کرام حضرت خیر الانام علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کی برکت سے کثرت بھوک کے خفیہ نقصانات سے محفوظ اور مامون تھے۔ اور دوسروں کو یہ حفظ وامن میسر نہیں ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ کثرت جوع (بھوک) بے شک صفائی بخش ہے۔ ایک گروہ کو قلب کی صفائی حاصل ہوتی ہے۔ اور دوسرے گروہوں کو نفس کی صفائی۔ قلب کی صفائی۔ ہدایت اور نور میں اضافہ کرتی ہے اور نفس کی صفائی گمراہی اور تاریکی میں اضافہ کرتی ہے۔

فلاسفہ یونان اور ہندوستان کے جوگیوں اور برہمنوں سب کو بھوک کی ریاضت نے صفائی نفس عطا کی۔ اور گمراہی اور نقصان کا راستہ دکھایا۔ بے عقل افلاطون نے اپنی صفائی نفس پر اعتماد کرتے ہوئے خیالی اور کشفی صورتوں کو اپنا پیشوا ٹھہرایا۔ اور خود بینی اختیار کی۔ اور حضرت عیسیٰ روح اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر جو اس وقت خدا کی طرف سے نبی برحق تھے۔ ایمان نہ لایا۔ اور کہنے لگا:

"ہم ہدایت یافتہ قوم ہیں ہمیں کسی ہادی کی ضرورت نہیں"

اگر اس کے نفس کی یہ صفائی ظلمت اور تاریکی میں اضافہ کرنے والی نہ ہوتی تو کشفی خیالی صورتیں اس کے لیے راستے کی رکاوٹ نہ بنتیں اور اُسے مطلب تک پہنچنے سے نہ روکتیں۔ لیکن اس نے اپنی اس صفائی کے گمان میں پڑ کر اپنے آپ کو نورانی تصور کر لیا۔ افلاطون نے یہ نہ جانا۔ کہ یہ صفائی نفس امارہ کے باریک چمڑے سے آگے نہیں گزر سکی۔ اور اس کا نفس امارہ اپنی پہلی نجاست اور خباثت پر قائم ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں ہوا کہ نجاست غلیظہ پر شکر کا باریک غلاف چڑھ گیا۔

قلب جو اپنی ذات میں پاکیزہ اور نورانی ہے۔ اس کے چہرے پر زنگ اور میل کچیل تاریک نفس کی ہمسائیگی سے بیٹھ گیا۔ تھوڑی سی صفائی سے اپنی اصلی حالت کی طرف لوٹ کر آ سکتا ہے۔ اور نورانی ہو جاتا ہے بخلاف نفس کے۔ چونکہ وہ اپنی فطرت اور جبلت میں خبیث ہے۔ تاریکی اس کی ذاتی صفت ہے۔ جب تک قلب کی ریاست کے تحت بلکہ مطابقت سنت اور اتباع شریعت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ بلکہ محض فضل خداوندی اور سلطانہ سے مزکی اور مطہر نہ ہو۔ اس کا خبث ذاتی دور نہیں ہو سکتا۔ اور اس کی فلاح

[1] صوم وصال یہ ہے کہ بغیر افطار کیے کئی کئی دن مسلسل روزے رکھنا۔ ایسے روزے حضور علیہ السلام کی خصوصیت تھی



Marfat.com

بہبود متصور نہیں ہو سکتی۔ افلاطون نے کمال نادانی کے باعث اپنی بیصفائی کو جو نفس امارہ سے تعلق رکھتی تھی، صفائی قلب عیسوی کی طرح خیال کیا۔ اس بنا پر خواہ مخواہ اپنے آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح مہذب اور پاک خیال کر لیا۔ اور حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دولت متابعت سے محروم رہا۔ اور نقصان اَبدی کے داغ سے داغدار ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ سبحانہٗ ہمیں اس بلا سے پناہ میں رکھے۔

اور جب یہ نقصان بھوک کی تہ میں پوشیدہ ہے تو اس طریقہ کے اکابر قدس اللہ واسرارھم نے ریاضت بھوک کو ترک کر کے کھانے پینے کی چیزوں میں ریاضت اعتدال اور میانہ روی کے ... سے کا راستہ دکھایا اور بھوک کے فائدوں کو اس عظیم الخطر نقصان کے احتمال کے باعث ترک کر دیا۔ دوسرے لوگوں نے بھوک کے فوائد کا ملاحظہ کرتے ہوئے اس کے نقصانات سے آنکھ بند کر لی۔ اور بھوک کی ترغیب دینے میں مصروف ہو گئے۔ عقل مندوں کے نزدیک یہ بات طے شدہ ہے۔ کہ نقصان کے احتمال کی خاطر منافع کثیرہ کو چھوڑا جا سکتا ہے۔

اسی گفتگو کے نزدیک ہے وہ بات جو علمائے کرام شَکَرَ اللّٰہُ سَعْیَھُمْ نے فرمائی ہے۔ کہ اگر ایک کام سنت اور بدعت کے درمیان دائر ہو تو ادائے سنت سے ترک بدعت بہتر ہے۔ یعنی بدعت میں نقصان کا احتمال ہے۔ اور سنت میں نفع کی توقع۔ تو ضرر کے احتمال کو نفع کی توقع پر ترجیح دیتے ہوئے بدعت کو چھوڑ دینا چاہیے۔ کیونکہ کوئی عجب نہیں کہ ادائے سنت میں کسی اور راستے سے نقصان واقع ہو جائے۔

اس بات کی حقیقت یہ ہے۔ کہ وہ سنت گویا حضور علیہ السلام کے زمانے کے ساتھ خاص ہے جبکہ وقت کی اس تعین کو باریکی اور خفا کے سبب ایک گروہ نے پایا۔ تو اس کی تقلید میں سبقت کرنے لگے۔ اور دوسرے گروہ نے اس تعین کو جانتے ہوئے اس کی تقلید سے کنارہ کشی اختیار کی۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْحَالِ۔

تیسرے سوال کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ اس بلند طریقہ کے اکابر کی کتابوں میں ہے۔ کہ ہماری نسبت حضرت صدیق اکبر سے منسوب ہے۔ بخلاف دوسرے طریقوں کے۔ اگر کوئی مدعی یہ کہے۔ کہ اکثر طریقے امام جعفر صادق تک پہنچتے ہیں۔ اور حضرت امام جعفر صادق حضرت صدیق اکبرؓ سے نسبت رکھتے ہیں۔ تو دوسرے سلسلے کیوں حضرت صدیق اکبرؓ کی طرف منسوب نہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت امام جعفر، صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی نسبت رکھتے ہیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی۔ اور حضرت امام میں ان دو بلند نسبتوں کے اجتماع کے باوجود ان میں ہر نسبت جدا اور ایک دوسرے سے متمیز ہے۔ ایک جماعت نے مناسبت صدیقی کے واسطے سے حضرت امام سے نسبت صدیقی اخذ کی ہے۔ اور حضرت صدیق کی طرف منسوب



Marfat.com

ہوئے ہیں۔ اور ایک دوسری جماعت نسبت امیری (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے واسطہ سے نسبت امیری اخذ کر کے حضرت امیر کی طرف منسوب ہوئی ہے۔

یہ فقیر ایک تقریب کے سلسلے میں ضلع بنارس میں گیا ہوا تھا۔ جہاں گنگا اور جمنا کا پانی جمع ہوتا ہے اور اس اجتماع کے باوجود محسوس ہوتا ہے۔ کہ گنگا کا پانی الگ ہے۔ اور جمنا کا الگ۔ ایسے طور پر کہ گویا دونوں کے درمیان کوئی چیز حائل ہے۔ کہ ایک کا پانی دوسرے سے خلط ملط نہیں ہوتا۔ جو لوگ دریائے گنگا کے پانی کی جانب واقع ہیں۔ وہ اس جمع شدہ پانی سے دریائے گنگا کا پانی پیتے ہیں۔ اور دوسرے لوگ جو دریائے جمنا کی جانب رہتے ہیں، وہ جمنا کا پانی پیتے ہیں۔

## سوال :

اگر کہیں کہ حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ نے رسالہ قدسیہ میں تحقیق کی ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس طرح حضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلی الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ سے تربیت حاصل کی ہے۔ اسی طرح حضرت صدیق اکبرؓ سے بھی تربیت پائی۔ لہٰذا نسبت حضرت امیر عین حضرت صدیق رضی کی نسبت ہے اور ان دونوں میں کیا فرق کیا جا سکتا ہے؟

## جواب :

ہم کہتے ہیں۔ کہ اتحاد نسبت کے باوجود جگہوں کے تعدد کی خصوصیات اپنے حال پر ہیں۔ ایک ہی پانی متعدد جگہوں کے واسطے سے الگ الگ خصوصیات پیدا کر لیتا ہے۔ پس جائز ہے۔ کہ ہر ایک کی خصوصیت کی نظر سے ایک ایک طریقہ اس کی طرف منسوب ہو۔

چوتھے سوال کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ تم نے ملا محمد صدیق کی طرف تحریر کردہ مکتوب میں لکھا ہے۔ کہ جو شخص ولایت موسوی کی استعداد رکھتا ہو۔ معلوم نہیں کہ پیر صاحب تصرف اسے ولایت محمدی کی استعداد کی طرف لے آئے۔ اور درویش زادہ کلاں (خواجہ محمد صادق قدس سرہٗ) کی طرف تحریر کردہ مکتوب میں آپ نے یہ لکھا ہے کہ میں تمہیں ولایت موسوی سے ولایت محمدی کی طرف لے آیا ہوں۔ ان دونوں باتوں میں موافقت کیسے ہو سکتی ہے؟

## جواب :

(میں کہتا ہوں) کہ ملا محمد صدیق کے مکتوب میں جو واقع ہوا ہے کہ ولایت موسوی سے ولایت محمدی کی طرف لانا معلوم الوقوع نہیں ہے۔ اُس وقت اس بات کے وقوع کا علم نہیں تھا۔ اس کے بعد جب کہ یہ بات بتادی گئی۔ اور تغیر و تبدیل پر قدرت دے دی۔ تو لکھا کہ تمہیں اُس ولایت سے اس ولایت کی طرف لایا



Marfat.com

لایا گیا ہے۔ دونوں باتوں کی تحریر کا زمانہ ایک نہیں ہے۔ تاکہ تناقض متصور ہو۔

سوال پنجم کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ اس جگہ کے صوفی پیش چاک کرتہ پہنتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ سنت یہی ہے۔ اور حضرت پیر نعمان کے خادم کرتے کا چاک بطریق حلقہ بناتے ہیں۔ اس معاملے میں تحقیقی بات کیا ہے؟

## جواب :

جان لیں کہ اس باب میں ہم بھی تردد اور شک رکھتے ہیں۔ عرب کے لوگ پیش چاک پیراہن پہنتے ہیں اور اُسے سنت جانتے ہیں۔ اور فقہ حنفیہ کی بعض معتبر کتابوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ پیش چاک پیراہن مردوں کو نہیں پہننا چاہیے کہ یہ عورتوں کا لباس ہے۔ امام احمد و ابوداؤد و حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں، کہ حضرت پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ:

| | |
|---|---|
| لَعَنَ الرَّجُلَ یَلْبَسُ لُبْسَ الْمَرْءَۃِ وَ الْمَرْءَۃَ تَلْبَسُ لُبْسَ الرَّجُلِ | اس مرد پر لعنت ہوتی ہے۔ جو عورت جیسا لباس پہنے۔ اور اس عورت پر لعنت ہوتی ہے جو مرد کا سا لباس پہنے۔ |

مطالب المومنین میں ہے کہ "اور عورت مردوں سے مشابہت پیدا نہ کرے۔ اور نہ ہی مرد عورتوں سے مشابہت کرے کیونکہ دونوں گروہوں پر لعنت ہوئی ہے۔"

معلوم ہوتا ہے کہ پیراہن پیش چاک اصل دین اور اصل علم کا لباس نہیں۔ لہٰذا اسلامی حکومت میں رہنے والے کافروں کے لیے یہ لباس تجویز کیا گیا ہے۔

جامع الرموز میں محیط سے نقل کرتا ہے "یہ تو ذمی شخص وہ لباس نہ پہنے جو اہل علم اور اہل دین کے ساتھ خاص ہے۔ بلکہ موٹے کھدر کی قمیض پہنے، جس کا چاک سینے پر ہو، جیسا عورتوں کا ہوتا ہے۔"

نیز بعض علما کے قول کے مطابق پیش چاک، قمیص نہیں ہے۔ بلکہ درع ہے۔ ان کے نزدیک قمیص یہ ہے، جس کا چاک کندھوں کی طرف رکھا گیا ہو۔ جامع الرموز میں عورت کے کفن کے بیان میں ہے (اور ہدایہ میں ہے۔ قمیص کا بدل درع ہے) اور ان دونوں یہ فرق بتایا گیا ہے۔ کہ درع کا چاک سینے کی طرف ہوتا ہے۔ اور قمیص کا چاک کندھے کی طرف۔ اور بعض نے دونوں کو ایک ہی قرار دیا ہے۔

فقیر کے نزدیک یہ بات درست دکھائی دیتی ہے، کہ جب مردوں کو عورتوں کے مشابہ لباس پہننے سے منع کیا گیا ہے۔ تو ہم دیکھیں گے، کہ جس علاقے کی عورتیں پیراہن پیش چاک پہنتی ہیں۔ اس علاقے کے مردوں کو چاہیے کہ عورتوں کی مشابہت ترک کرتے ہوئے گول چاک والا پیراہن پہنیں۔ اور جس علاقے



Marfat.com

کی عورتیں گول چاک والا پیراہن پہنتی ہیں۔ وہاں کے مرد ضرورت کی بنا پر پیراہن پیش چاک استعمال کریں
عرب کی عورتیں گول چاک والا پیراہن پہنتی ہیں۔ اس لیے وہاں کے مرد پیش چاک کا پیراہن پہنتے ہیں
اور ماوراءُ النہر اور ہندوستان کی عورتوں کا لباس پیش چاک پیراہن ہے۔ اس لیے مرد گول حلقے
والا پیراہن استعمال کرتے ہیں۔

میاں شیخ عبدالحق دہلوی کہتے تھے۔ کہ میں مکے میں تھا۔ تو شیخ نظام نارنولی کے ایک مرید کو دیکھا کہ وہ گول حلقے والا پیراہن پہن کر کعبے شریف کا طواف کر رہا تھا۔ اور عربوں کا ایک گروہ اس کے کرتے پر تعجب کر رہا تھا۔ کہ اس نے عورتوں کا کرتہ پہنا ہوا ہے۔ تو اعتبار عرف و عادت کا ہے۔ اہل عرب کا عمل بھی درست ہے۔ اور ہندوستان اور ماوراءُ النہر والوں کا عمل بھی درست ہے۔ ہر ایک کے لیے ایک جہت ہے۔ جس کی طرف وہ رُخ کرتا ہے۔

اگر پیش چاک پیراہن کی سُنیت علمائے حنفیہ کے نزدیک ثابت ہوتی تو اس لباس کو ذمی لوگوں کے لیے جائز قرار نہ دیتے۔ اور اہل دین اور اہل علم سے خاص رکھتے۔ اور چونکہ اس لباس میں عورتیں پیش پیش ہیں۔ اس لیے یہاں کے مردوں کا لباس عورتوں کے لباس کے تابع کر دیا گیا۔

چھٹے سوال کا خلاصہ یہ ہے، کہ اس طریقہ کے طالبوں کی توجہ جبکہ ابتداء سے ہی احدیت صرف کی طرف ہے۔ تو چاہیے کہ اس توجہ کے ساتھ نفی اور اثبات جمع نہ ہو۔ کیونکہ نفی کے وقت توجہ غیر کی طرف ہوتی ہے

اس کا جواب یہ ہے، کہ غیر کی طرف توجہ احدیت کی طرف توجہ کی تقویت اور تربیت کے لیے ہے اور غیر کی نفی سے مقصود اغیار کی شرکت کے بغیر اس توجہ کا ہمیشہ کے لیے حاصل ہونا ہے۔ پس غیر کی نفی کی طرف توجہ احدیت کی طرف توجہ کے منافی نہیں ہے۔ احدیت کی طرف توجہ کے منافی توجہ بغیر ہے نہ غیر کی نفی کی طرف توجہ ان دونوں کے درمیان بڑا فرق ہے۔

ساتویں سوال کا خلاصہ یہ ہے، کہ چاہیے کہ اس طریقے کا مبتدی جو ذکر بھی زبان اور تالو سے کرے، دل بھی وہی کہے۔ تو کیا نفی اور اثبات میں دل پورے طور پر ایسا کہتا ہے یا نہیں؟۔ اگر پورے طور پر کہتا ہے۔ تو پھر لا کو اوپر لے جانے اور الا اللہ کو دائیں طرف لانا کیوں ہوتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر دل پورے طور پر کہے تو اس میں کیا نقصان ہے کہ لا کو اُوپر کی طرف لے جائے اور الا کو دائیں جانب کی طرف پھیرے۔ اور الا اللہ کو اپنی طرف کھینچے۔ علاوہ ازیں اس طریقہ میں نفی اور اثبات کو خیال میں ادا کرتے ہیں۔ زبان اور تالو کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں تاکہ دل کی موافقت کو اس قول کی شرط قرار دیں۔ اور تمہارے یہ آخری دو سوال امام فخرالدین رازی کی تشکیکات کے قبیل سے ہیں۔ اگر آپ



Marfat.com

پوری طرح توجہ فرماتے تو یہ اشکال خود بخود دور ہو جائے۔

ایک مقصودی گزارش یہ ہے۔ کہ وہاں کے بعض دوستوں نے لکھا ہے کہ حضرت میر نعمان ان ایام میں طالبوں کے احوال کی طرف کم توجہ فرماتے ہیں۔ اور عمارت سازی میں گرفتار ہیں۔ اور فتوحات کی آمدن عمارت پر خرچ ہو رہی ہے۔ اور فقراء کو کچھ نہیں مل رہا۔ یہ باتیں انہوں نے ایسے طور سے لکھی ہیں۔ کہ ان میں اعتراض کی ملاوٹ معلوم ہوتی ہے۔ اور انکار کی بو آتی ہے۔ جان لیں، کہ اس گروہ کا انکار زہر قاتل ہے۔ اور ان بزرگوں کے اقوال و افعال پر اعتراض کرنا نہایت زہریلے سانپ کی طرح ہے۔ جو موت ابدی اور ہلاکت دائمی تک پہنچا دیتا ہے۔ چہ جائیکہ یہ انکار اور یہ اعتراض اپنے پیر پر کیا جائے۔ اور پیر کی تکلیف کا سبب ہے۔ اس گروہ کا منکر ان کی دولت سے محروم ہے۔ اور ان پر اعتراض کرنے والا ہر وقت نامراد اور خسارے میں ہے۔ جب تک پیر کی تمام حرکات و سکنات مرید کی نظر میں مستحسن اور اچھی نہ دکھائی دیں پیر کے کمالات سے بے بہرہ رہتا ہے۔ اور اگر کچھ کمال حاصل بھی کرتا ہے، تو وہ استدراج ہے انجام کار خرابی اور رسوائی ہے۔ مرید اگر پیر کے ساتھ کمال محبت اور اخلاص کے باوجود اپنے اندر پیر پر بال برابر اعتراض کی گنجائش پائے۔ تو اُسے اپنی خرابی کے سوا کچھ تصور نہ کرے۔ اور ایسا مرید اپنے پیر کے کمالات سے بے نصیب رہتا ہے۔ بالفرض مرید کو اگر پیر کے افعال میں سے کسی فعل میں شبہ پیدا ہو اور دور نہ ہو تو چاہیے کہ اسے ایسے طریقے سے دریافت کرے۔ کہ شائبہ اعتراض سے پاک ہو۔ اور گمان انکار سے مبرّا، اور اس دنیا میں سچا اور جھوٹا غلط ملط ہے۔ تو اگر کبھی پیر سے کوئی خلاف شریعت کام صادر ہو۔ تو چاہیے کہ اس کام میں مرید پیر کی تقلید نہ کرے۔ اور حتی الامکان اسے حسن ظن سے صحیح معنی پر محمول کرے۔ اور درست ہونے کی وجہ پوچھے اور اگر درستی کی وجہ ظاہر نہ ہو، تو چاہیے کہ اس امتحان سے نکلنے میں حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی بارگاہ میں التجا اور زاری کرے۔ اور گریہ اور زاری سے پیر کی سلامتی کی درخواست کرے اور اگر مرید کو پیر کے حق میں کسی مباح کام کے اختیار کرنے میں شبہ پیدا ہو تو اس شبہ کا اعتبار نہ کرے۔ جبکہ سب کاموں کے مالک اللہ جل سلطانہٗ نے مباح کام اختیار کرنے سے منع نہیں فرمایا اور اعتراض نہیں کیا۔ تو دوسرے کو کیا حق پہنچتا ہے، کہ اپنے پاس سے اعتراض کرنا شروع کر دے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بعض مقامات پر ترک ادبی اس اولیٰ کام کرنے سے بہتر ہوتا ہے۔ حدیث نبوی علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام میں آیا ہے، کہ:

| | |
|---|---|
| اِنَّ اللّٰہَ کَمَا یُحِبُّ اَنْ یُّؤْتٰی بِالْعَزِیْمَۃِ یُحِبُّ اَنْ یُّؤْتٰی بِالرُّخْصَۃِ۔ | بے شک اللہ تعالیٰ جس طرح پسند کرتا ہے۔ کہ عزیمت پر عمل فرمایا جائے۔ اسی طرح یہ بھی پسند |



Marfat.com

کرتا ہے کہ رخصت پر عمل عطا فرمایا جائے۔

حضرت میر نعمان جب کہ حد سے زیادہ حالت قبض میں ہیں تو ایام قبض میں اگر مریدوں کے حالات کی طرف توجہ نہ کریں۔ اور بعض مباح امور کے ساتھ اپنے آپ کو تسلی دیں، تو اعتراض کی کیا گنجائش ہے۔ قبض کی حالت میں عبداللہ اصطخری اپنی تسلی کے لیے کتے والوں کے ہمراہ جنگل میں شکار کے لیے جاتا تھا اور بعض مشائخ حالت قبض میں اپنے آپ کو سماع اور سریلی آواز سے تسلی دیتے تھے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوٰتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّهَا وَاَکْمَلُهَا۔

# خاتمہ

وہ عرضداشتیں جو حضرت معرفت پناہ مخدوم زادہ کلاں قدس سرہ نے لکھی تھیں:

## عرضداشت نمبر ۱:

کمترین غلام محمد صادق کی عرض داشت پیش خدمت ہے کہ اس طرف کے حالات و کوائف آپ کی بلند توجہات کی برکت سے صوری اور معنوی جمعیت کے ساتھ گزر رہے ہیں۔ مدت سے حضرت کے خادموں کی طرف سے منتظر اور پریشان ہے۔ اس عریضہ کی تحریر کے دن میاں بدرالدین پہنچے اور کامل خیر و عافیت سے آگاہ کیا۔ بے حد فرحت اور بے اندازہ مسرت حاصل ہوئی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سُبْحَانَهٗ عَلٰی ذٰلِكَ حَمْدًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا۔

قبلہ گاہ! حافظ بہاءالدین نے تیرھویں رات کو قرآن مجید ختم کیا۔ چودھویں رات سے حافظ موسیٰ نے شروع کیا۔ پانچ پانچ پارے پڑھتا ہے۔ آئندہ شب کو جو انیسویں شب ہے ختم کرے گا۔ آخری عشرے میں حافظ بہاءالدین نے ذمہ لیا ہے۔ کہ ختم کرے گا۔ حضرت سلامت! ایک رات حافظ نماز تراویح میں قرآن پاک پڑھ رہا تھا۔ کہ اچانک ایک بڑا وسیع نور ظاہر ہوا۔ گویا حقیقت قرآنی کا مقام ہے اگرچہ اس کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اور معلوم ہوا کہ حقیقت محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اس مقام کا اجمال ہے گویا کہ دریائے عظیم کو کوزے میں بند کیا گیا ہے۔ اور یہ مقام حقیقت محمدی کی تفصیل ہے اور اکثر کامل انبیاء اور اولیاء اپنے اندازے کے مطابق اس مقام سے کچھ حصہ حاصل کرتے ہیں۔ اور اس مقام کا پورا حصہ ہمارے پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کسی اور کے لیے معلوم نہیں ہوتا۔ اور یہ فقیر بھی



Marfat.com

حصّہ پا چکا ہے۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ آپ کی توجہ عالی سے حصّہ کامل عطا فرمائے۔ اور اس وقت تک وہ مقام پورے طور پر واضح نہیں ہوا ہے۔ باقی حالات سکون اور دلجمعی سے گزر رہے ہیں۔ اور اس باعظمت مہینے میں بہت برکت معلوم ہوتی ہے۔ میرا بھائی محمد سعید اچھے حالات سے فائز ہے۔ اوقات دلجمعی اور ذکر میں گزار رہا ہے شہر کے دوست بھی پورے ذوق سے حاضر ہوتے ہیں۔ اور یہ فقیر اس وقت تک چار پاروں سے کچھ اوپر حفظ کر چکا ہے۔ عید کے دن تک ظاہراً یہی خیال ہے۔ کہ پانچ پارے یاد کرے گا۔ نیاز اور سلام۔

## عرضداشت نمبر ۲:

کمترین غلام محمد صادق کی عرضداشت پیش خدمت ہے، کہ یہاں کے دوستوں کے حالات و اطوار شکر کے لائق ہیں۔ آپ کی ذات کعبہ مرادات کی خیریت تمام خادموں اور مخلصوں کے ساتھ مطلوب و مرغوب ہے۔ سرفراز نامہ نامی اور صحیفہ گرامی جو اسماعیل کے ہمراہ آپ نے ارسال فرمایا تھا، یہ ناچیز اس کے مطالعہ سے مشرف اور مسرور ہوا۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ قبلہ عالمیاں (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کا سایہ عاطفت بحرمت نبی اُمی اور آپ کی بزرگ آل کے طفیل علیہ من الصلوٰت اتمہا ومن التسلیمات اکملہا۔ تمام اہل اسلام پر باقی اور پائندہ رکھے۔

قبلہ گاہ! بندہ اپنی خرابی احوال کے متعلق کیا لکھے۔ اپنے اعمال بد پر حسرت و ندامت کے سوا اور ماضی و حال کے احوال کو ضائع کرنے کے سوا ہاتھ میں کوئی سرمایہ نہیں رکھتا۔ اور آرزو یہ ہے کہ کوئی لحظہ اور گھڑی بھی اس بلند اور پاک ذات کی رضا کے خلاف نہ گزرے۔ اور یہ چیز میسر نہیں آسکتی۔ مگر اس صورت میں کہ اس درگاہ کے خادموں کی مدد دستگیری فرمائے ؎

بر کریماں کارہا دشوار نیست

اللہ کی حمد اور اس کا احسان ہے، کہ اس وقت تک آپ کی توجہ شریف کی برکت سے اس طریقے پر جس کا آپ نے حکم فرمایا تھا، استقامت حاصل ہے۔ اور اس میں سستی کا کم ہی دخل ہے۔ بلکہ روز بروز ترقی اور زیادتی کا امیدوار ہے۔

فجر، ظہر اور عصر کے بعد حلقے میں بیٹھتا ہے۔ اور حافظ بہاء الدین جب کام کاج سے فرصت پاتا ہے۔ تو وہ بھی قرآن پاک پڑھتا ہے۔ اور یہ فقیر بعض اوقات حالت قبض میں ہوتا ہے۔ اور بعض دوسرے اوقات میں بسط کی حالت نصیب ہوتی ہے۔ اور قبض و بسط توجہ اور ذوق اور آرام وغیرہ سب بدن سے

؎ کہ بڑے لوگوں کے لیے کوئی کام بھی مشکل نہیں۔



Marfat.com

تعلق رکھتا ہے۔ اور اس سے آگے نہیں بڑھتا۔ اور چھ لطیفے نہ متوجہ ہیں اور نہ غافل۔ اگر متوجہ ہوتے ہیں تو ان کی توجہ علم حضوری کی طرح بلکہ اس کا عین ہے۔ اور توجہ اور ذوق اور اسی طرح کی اور چیزیں ظلال میں داخل ہیں۔ اور ظل سے تجاوز نہیں کرتیں۔ اور لطائف پہلے تو بدن کے ساتھ ملے ہوئے تھے۔ اور بصیرت کی نگاہ میں بدن کے سوا اور کوئی چیز معلوم نہیں ہوتی۔ جیسا کہ مکمل خوشی اور سرور والی بارگاہ میں عرض کر چکا ہے۔ اب بدن سے ممتاز دکھائی دیتے ہیں۔ اور یہ فقیر اس مقام کو مقام بقا خیال کرتا ہے اور بقا کے بعد لطائف کی فنا کی ایک قسم رونما ہوئی۔ ایسا معلوم ہوا کہ اس فنا کے بغیر جو بقا کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ کام پورے طور پر میسر نہیں آسکتا۔ اور اس وقت کچھ دن سے کہ حالت قبض میں ہے۔ اور خوشی اور سرور کا معاملہ کم ہے۔ دیکھیں کیا چیز سامنے آتی ہے۔ لیکن اس وقت تک توجہ جہان کی طرف نہیں پہنچی ہے جبکہ عرض حال ضروری تھا۔ تو چند کلمے لکھنے کی جرأت کی۔ قبلہ گاہ! فقیر ہر رات آپ کو خواب میں دیکھتا ہے۔ الّا ماشاء اللہ، زیادہ کیا لکھے۔ کہ رسمی تکلفات میں داخل ہے۔ نیاز والسلام

## عرضداشت نمبر ۳ :

کمترین غلام محمد صادق کی عرضداشت پیش خدمت ہے کہ یہ حقیر مدت سے قبض اور غم کی حالت میں تھا۔ آخر کار عنایت خداوندی جل سلطانہ محض آپ کی خاص توجہ سے شامل حال ہوئی۔ اور ایک عظیم بسط رونما ہوئی۔ اس بسط میں ایسا معلوم ہوا کہ جس طرح پہلے یاد اور توجہ مثال کے طور پر اس جانب سے تھی۔ اب جو کچھ ہے اس بلند اور پاک ذات کی جانب سے ہے۔ اپنے اندر قبول کرنے کی قابلیت کے سوا کچھ نہ پایا۔ اس شیشے کی طرح جس پر سورج طلوع ہوا۔ تو اس طلوع سے بدن اور لطائف میں ہر طرح کی ظلمت اور میل کچیل جل گئی۔ اور ان میں مناسب نور و برکت بھر گئی۔ تو سینہ کھل گیا اور دل وسیع ہو گیا۔ اور بدن نور کی طرح روح اور ستر سے بھی جو اس سے پہلے تھے۔ زیادہ روشن اور لطیف ہو گیا۔ اور میں نے لطائف کے درمیان قلب پر تجلی اکمل کو پایا۔ تو جب میں نے دل کی طرف دیکھا، ظاہر ہوا۔ کہ دل میں ایک اور دل ہے۔ اور تجلی اس پر پڑ رہی ہے۔ اور جب میں نے دل کے دل کو دیکھا تو ظاہر ہوا کہ اس میں ایک اور دل ہے۔ اور تجلی اس پر پڑ رہی ہے۔ اور اسی طرح نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے۔ تو کوئی قلب بسیط ظاہر نہ ہوا۔ مگر اس میں ایک اور دل تھا، لیکن اب وہم پڑتا ہے کہ معاملہ قلب بسیط تک پہنچ گیا ہے۔ لیکن یقینی بات نہیں ہے۔ اور معلوم ہوا کہ اس حالت سے پہلے کے حالات اس حالت کی نسبت سب کے سب محض تکلفات تھے۔ اور اس مقام کا نام دل میں کھٹکتا تھا۔ لیکن بے ادبی کے خوف سے نہیں لکھا۔



Marfat.com

:- جملہ حقوق ترجمہ بحق ناشر محفوظ ہیں :-

طبع اوّل ———— آفسٹ ایڈیشن ———— ۱۹۷۲ء

طابع و ناشر ————

مطبع ———— جوہر آفسٹ پریس دہلی

کاتب ———— حافظ محمد عنایت اللہ نقشبندی مجددی غوثیہ کالونی لاہور

تعداد ———— دو ہزار (۲۰۰۰)

قیمت ————

Marfat.com

# فہرست کتاب مستطاب مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ دفتر دوم حصہ اول


| مضمون | صفحہ |
| --- | --- |
| **مقدمہ** | ۱۹ |
| **مکتوب نمبر ۱** | |
| شیخ محی الدین ابن عربی کے مذہب کے بیان میں اور مسئلہ وحدت الوجود میں حضرت شیخ مجدد قدس سرہ کا مسلک مختار | ۲۰ |
| حق جل و علا کی مدح وثنا اور مدح حضور نبی اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم | ۲۱ |
| وجود ہر خیر وکمال کا مبدا ہے اور عدم ہر شرارت ونقص کا منشاء | ۲۲ |
| علمائے ظواہر نے ممکن کے لئے وجود ثابت کیا ہے۔ یہ معنی واجب تعالیٰ کے ساتھ ممکن کو شریک کرنے کا موجب ہے | ۲۲ |
| اکثر صوفیہ نے ممکن کو واجب کا عین جانا ہے اور کہا ہے۔ کہ کسی چیز میں ذاتی نقص وشرارت نہیں ہے | ۲۳ |
| اس امر کا بیان کہ شیخ محی الدین اور اس کے نزدیک واجب تعالیٰ کی صفات اس کی ذات کا عین اور آپس میں بھی ایک دوسرے کا عین ہیں۔ اور وحدت و واحدیت میں فرق اور تین اقسام و کثرت خارجی اور تنزلات خمسہ اور حضرات خمسہ کا بیان اور ان علوم کا بیان جنہیں حضرت شیخ خاتم الولایۃ کے ساتھ مخصوص جانتا ہے | ۲۳ |
| حضرت مجدد قدس سرہ کے نزدیک صفات ثمانیہ خارج میں موجود ہیں۔ اور ایک دوسرے سے متمیز ہیں | ۲۵ |
| شیخ محی الدین اور حضرت مجدد قدس سرہ کے نزدیک حقائق ممکنات کا بیان | ۲۵ |
| حضرت شیخ محی الدین اور حضرت مجدد قدس سرہ کے نزدیک عالم کا معنی | ۲۷ |
| اس سے متعلق سوال وجواب۔ اور قول شیخ اور قول مجدد اور علمائے ظواہر کے قول میں فرق | ۲۷ |
| اس سے متعلق سوال وجواب | ۲۸ |
| **مکتوب نمبر ۲** | |
| اس بیان میں کہ اس سبحانہ کی ذات وصفات کا مرتبہ وجود وجوب کے اعتبار سے اوپر ہے۔ | ۲۹ |
| واجب تعالیٰ کی صفات سبعہ یا ثمانیہ خارج میں موجود ہیں۔ اور اس قول کی تحقیق اور اشکال کا بیان اور اس کا حل اور شیخ علاؤ الدولہ کا قول | ۳۰ |
| **مکتوب نمبر ۳** | |
| اس بیان میں کہ آفاق وانفس کا معاملہ ظلال میں داخل ہے۔ اور ولایت صغریٰ اور کبریٰ کا بیان | ۳۱ |
| اور تجلی افعال کی حقیقت کا بیان۔ جسے بعض صوفیہ نے قرار دیا ہے۔ کہ وہ ظل فعل حق کا ظل ہے نہ عین فعل ہے | ۳۱ |
| ولایت اولیاء اور ولایت انبیاء کے درمیان | ۳۲ |




Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| تفاوت کا بیان اور خواجہ نقشبند قدس سرہ کے قول کی نقل کہ ہم نہایت کو بدایت میں درج کرتے ہیں۔ اور نقشبندیہ کے کمال کا بیان | |
| وہ سیر جو آفاق و انفس کی سیر کے بعد میسر آتی ہے۔ اقربیت حق تعالیٰ میں سیر ہے۔ اس لئے کہ اس ذات تعالیٰ کا فعل خود ہم سے بھی ہمارے زیادہ نزدیک ہے | ۳۲ |
| ولایت ظلی اور ولایت اصلی کے درمیان تفاوت کا بیان۔ اور صفت تکوین میں علماء ماتریدیہ اور اشعریہ کے اختلاف کا بیان۔ اور اس باب میں تحقیق حق۔ | ۳۳ |
| حق تعالیٰ کے فعل کے قدم و حدوث کی تحقیق اور اس باب میں اختلاف کا بیان | ۳۴ |
| اس امر کا بیان کہ وجوب وجود نسبت و اضافت ہے۔ پس یہ فعل میں پائی جاسکتی ہے اور اس سے متعلق سوال و جواب۔ اور اس باب میں معرفت شریفہ کا بیان۔ جو دین کی اساس اور ذات و صفات کے علم کا خلاصہ ہے۔ جسے کسی نے بیان نہیں کیا | ۳۵ |
| **مکتوب نمبر ۴** | |
| اس بیان میں کہ علم الیقین، اور عین الیقین اور حق الیقین جسے بعض صوفیہ نے قرار دیا ہے۔ فی الحقیقت علم الیقین کے تین حصوں میں سے دو حصے ہیں۔ اس کا ایک حصہ ابھی باقی ہے۔ اور | ۳۶ |

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| اس امر کا بیان کہ ان علوم والا اس ہزار سال کا مجدد ہے | |
| یہ معارف احاطہ ولایت سے خارج ہیں ارباب ولایت علمائے ظواہر کی طرح ان کے ادراک میں عاجز ہیں۔ اور یہ علوم انوارِ نبوت سے لئے گئے ہیں۔ جو الف ثانی کی تجدید کے بعد الخ | ۳۸ |
| مجدد وہ ہوتا ہے۔ کہ جو فیوض و برکات بھی اس مدت میں اُمت کو پہنچتی ہیں۔ اس کے واسطہ سے پہنچتی ہیں۔ اگر اقطاب و اوتاد ہوں یا اَور بُدلاء و نجباء ہوں | ۳۸ |
| **مکتوب نمبر ۵** | |
| اس بیان میں کہ حق تعالیٰ کی صفات کے دو اعتبار ہیں۔ (۱) حصول فی انفسہا اور قیام بذات۔ اور دونوں اعتبار خارج میں متمیز ہیں | ۳۹ |
| **مکتوب نمبر ۶** | |
| بعض مشکل اسرار کے بیان میں۔ اور ہمارے پیغمبر کو ملت ابراہیم علیہما الصلوات والتسلیمات کی اتباع کرنے کی وجہ کا بیان | ۴۰ |
| میں گمان کرتا ہوں کہ میری پیدائش سے مقصود یہ سب ہے۔ کہ ولایت محمّدی۔ ولایت ابراہیمی سے رنگین ہو جائے۔ اور اس ولایت کا حسن ملاحت اس ولایت کے جمال صباحت سے مل جائے | ۴۰ |




Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| میری پیدائش سے جو مقصود تھا حاصل ہوگیا اور ہزار سالہ مسئول اجابت کے مقام کو پہنچ گیا | ۴۱ |
| اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَنِیْ صِلَةً بَیْنَ الْبَحْرَیْنِ وَمُصْلِحًا بَیْنَ الْفِئَتَیْنِ | ۴۱ |
| اے فرزند! اس معاملہ کے باوجود جو میری پیدائش کے ساتھ مربوط کیا گیا ہے۔ ایک دوسرا کارخانہ عظیم بھی میرے سپرد کیا گیا ہے۔ مجھے اس عالم رنگ وبو میں پیری مریدی کے لئے نہیں لایا گیا | ۴۲ |
| **مکتوب نمبر ۷** | |
| مراتب پنجگانہ محبوبیت، محبیت، محبت حب اور رضا کے بیان میں اور ان سے اوپر مرتبہ اور ان میں سے ہر ایک مرتبہ کی الگ الگ پیغمبروں کے ساتھ خصوصیت | ۴۲ |
| مقام رضا سے اوپر خاتم الرسل کے سوا کسی کا قدم نہیں جا سکتا | ۴۳ |
| حدیث۔ لِیْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ الخ ویا مُحَمَّدُ اَنَا وَاَنْتَ الخ جائز ہے کہ اس مقام میں | ۴۴ |
| جو مقام رضا سے اوپر ہے۔ خادموں میں سے کسی خادم کو طفیلی طور پر اس بارگاہ کا محرم کردیں۔ اور خیر انبیاء کی انبیاء پر افضلیت کا رفع وہم | ۴۴ |
| **مکتوب نمبر ۸** | |
| اخص خواص کے ایمان غیب اور عوام کے ایمان غیب اور ایمان متوسطاں کے درمیان فرق | ۴۵ |

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| اس بلند ذات کا قرب و معیت اس بلند ذات کی طرح بے چون وبے چگون ہے۔ پس قرب و معیت کا جو معنی ہمارے عقل وفہم میں آتا ہے وہ ذات اس سے منزہ ہے۔ جس سے مذہب مجسمہ میں قدم رکھنے کی نوبت آئے۔ ہم ایمان رکھتے ہیں۔ کہ وہ بلند ذات ہمارے قریب اور ہمارے ساتھ ہے۔ لیکن ہم قرب و معیت کا معنی نہیں جانتے کہ کیا ہے۔ | ۴۶ |
| **مکتوب نمبر ۹** | |
| کلمہ لا الہ الا اللہ کے فضائل کے بیان میں اور مقام تنزیہہ کی تحقیق اور اس کا بیان کہ ایمان بالغیب اس وقت متحقق ہوتا ہے۔ جب معاملہ اقربیت تک پہنچ جاتا ہے۔ | ۴۶ |
| پس جو کچھ ہم پر مکشوف ہوتا ہے۔ سب غیر حق ہے۔ ہماری تراشی ہوئی چیز خواہ ہاتھ سے ہم نے تراشی ہو یا عقل و وہم سے۔ سب حق تعالیٰ کی مخلوق ہے اور عبادت کے لائق نہیں۔ | |
| **مکتوب نمبر ۱۰** | |
| اس بیان میں کہ جو ظہور بھی ہوتا ہے۔ شائبہ ظلیت کے بغیر نہیں ہوتا۔ بخلاف اس ظہور کے جو فوق عرش ہوتا ہے۔ اور جب قلب اپنی نہایت کو پہنچتا ہے۔ تو عرش کے انوار سے روشنی اخذ کرتا ہے۔ | ۴۹ |
| شیخ بسطامی کا قول کہ اگر عرش اور جو کچھ عرش | |




Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| میں ہے۔ قلبِ عارف کے ایک کونے میں رکھ دیں تو بھی عارف فراخی اور کشادگی قلب کے سبب اس کا کچھ احساس نہیں ہوتا۔ اور شیخ جُنید کا اس قول پر استدلال اور حضرت شیخ مجدد قدس سرّہٗ کی اس باب میں تحقیق | ۵۰ |
| **مکتوب نمبر ۱۱** | |
| فوق عرش ظہور کے کچھ خصائص کے بیان میں۔ اور اللہ نور السموات والارض الخ کے معنی تاویلی کا بیان۔ اور انسان کے بعض کمالات اور جزوِ ارضی کے فضائل کا بیان | ۵۱ |
| نور وہ چیز ہے۔ جس سے اشیاء روشن ہوتی ہیں۔ سارے آسمان اور زمین حق تعالیٰ کے ساتھ روشن ہیں۔ کیونکہ ذات سبحانہٗ نے انھیں ظلمات عدم سے باہر نکالا ہے۔ | ۵۲ |
| ظہور جامع عرشی مشاہدات و معاینات اور مکاشفات کی منتہیٰ ہے الخ | ۵۳ |
| اس امر کا بیان کہ ظہور عرشی میں صفات ذات کا حجاب نہیں ہیں۔ اور اس کی ایک مثال سے وضاحت۔ اور یہ کہ آخرت میں ذات مع جمیع صفات مومنوں کو دکھائی دے گی نہ کہ صرف ذات | ۵۴ |
| یہ بات جان لے کہ ظہور عرشی وہم میں نہ ڈالے کہ حضرت حق سبحانہٗ فوق العرش قرار پذیر ہے اور یہ کہ مکان اور جہت اس کے لئے ثابت ہو اور اس کی وضاحت | ۵۵ |
| قلبِ انسان کی عرشِ عظیم کے ساتھ مشابہت کا بیان۔ اور اس لمعہ کی تجلی کا عرش کی تجلی سے ہونا | ۵۶ |
| جاننا چاہیئے کہ ظہور عرشی اگرچہ شائبہ ظلیت سے مبرا ہے۔ لیکن اس جگہ صفات کے ساتھ ملی ہوئی ہیں الخ | ۵۶ |
| انسان میں دو ایسی چیزیں پائی جاتی ہیں۔ جو عرش میں موجود نہیں ہیں۔ اور عالم کبیر کے لئے بھی ان سے حصہ نہیں۔ خصائص انسانی کے متعلق سُن لے کر اس کا معاملہ الخ | ۵۷ |
| انسان کامل کے احدیت مجردہ کا مظہر ہونے کا بیان | ۵۷ |
| **مکتوب نمبر ۱۲** | |
| اس بیان میں کہ ملک اگرچہ اصل کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اور انسان کا شہود انفس کے آئینوں میں ہے۔ لیکن اس دولت کو انسان میں کالجزء بنایا گیا اور اس کے ساتھ بقا عطا کی گئی ہے۔ | ۵۸ |
| انسان کو یہ دولت جزوِ ارضی کے واسطہ سے میسر ہوئی ہے۔ اور قلب جو عرش اللہ بنا ہے۔ عنصر خاک کی بدولت ہے جو کل کا جامع ہے | ۵۹ |
| **مکتوب نمبر ۱۳** | |
| اس بیان میں کہ علمائے ظواہر اور صوفیہ اور علمائے راسخین ہر ایک کا کیا حصہ ہے۔ | ۶۰ |
| **مکتوب نمبر ۱۴** | |




Marfat.com

| صفحہ | مضمون |
|---|---|
| ۶۱ | اس استفسار کے جواب میں کہ صاحبِ منصب صاحبِ علم ہوتا ہے یا نہیں۔ اور دوسرا استفسار کہ فنا فی اللہ اور بقا باللہ اس وقت تک ہاتھ نہیں آتا اور اپنے احوال پر عدم اطلاع کے کے متعلق استفسار |
| | **مکتوب نمبر ۱۵** |
| ۶۲ | اس خطیب کی مذمت میں جس نے عید قربان کے خطبہ میں خلفاء راشدین کا نام ترک کر دیا تھا۔ |
| | **مکتوب نمبر ۱۶** |
| ۶۶ | برزخ صغریٰ کے عجائب کے بیان میں اور مرگِ طاعون کی فضیلت اور کفن مسنون کا بیان اور کفن پر جواب نامہ لکھنے کا حکم۔ اور قمیص کی بجائے پیراہن تبرکی عطا کرنا اور سنتوں میں چار قل پڑھنے کا حکم دینا |
| | **مکتوب نمبر ۱۷** |
| ۶۸ | اس بیان میں کہ اس جہان کی مصیبتیں اگرچہ بظاہر زخم ہیں۔ لیکن فی الحقیقت باعثِ ترقیات ہیں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تین روز طاعون واقع ہوا۔ اس طاعون میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے تراسی لڑکے اور حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کے چالیس لڑکے فوت ہوئے۔ |
| | **مکتوب نمبر ۱۸** |
| ۷۰ | اس میں کہ علمائے راسخین، صوفیہ اور |

| صفحہ | مضمون |
|---|---|
| | علمائے ظواہر کا (علوم میں) کیا حصہ ہے۔ پس کتاب کا لب اور مغز متشابہات ہیں اور محکمات اس لب کا چھلکا ہیں۔ |
| | **مکتوب نمبر ۱۹** |
| ۷۱ | اتباع سنت اور بدعت سے اجتناب کے بیان میں |
| | **مکتوب نمبر ۲۰** |
| ۷۳ | فضائل نماز نیز اس امر پر ترغیب دینے کے بیان میں کہ نماز کے ارکان، شرائط، آداب اور تعدیلِ ارکان بالکل صحیح ادا کرنے چاہئیں |
| | **مکتوب نمبر ۲۱** |
| ۷۳ | اس بیان میں کہ حدیث لَا یَسَعُنِیْ الخ میں لفظ قلب سے مراد گوشت کی بوٹی ہے نہ حقیقت جامعہ تاہم مطلقاً بوٹی مراد نہیں بلکہ اس حیثیت سے کہ وہ سلوک، جذبہ، تمکینِ قلب اور اطمینانِ نفس کے بعد ہیئت وحدانی پیدا کر چکا ہے۔ اور حقیقت جامعہ پر گوشت کی اس بوٹی کی کی طرح فضیلت، اور اس امر کا بیان کہ گوشت کی اس بوٹی کے لئے یہ تمام کمالات، مقام قاب قوسین میں حاصل ہوتے ہیں۔ اور اس کا أَوْ أَدْنٰی کا معاملہ اس سے بھی وراء ہے۔ اور قلب کے اطلاقات کا بیان |
| | سوال:- حدیثِ قدسی سے تو اس قلب کی وسعت سمجھ میں آتی ہے۔ اور تو اسے تنگ |
| ۷۴ | کہتا ہے۔ اور اس تنگی کا جواب |




Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| سوال:- شایان فضیلت حقیقت جامعہ ہے جو عالم امر سے ہے۔ مضغہ نے جو عالم خلق سے ہے۔ اور عناصر سے مرکب ہے۔ یہ فضیلت کہاں سے پائی۔ جواب عالم خلق کو عالم امر پر فضیلت | ۷۵ |
| اے برادر! ارباب ولایت کا ہاتھ ان علوم و معارف کے دامن تک نہیں پہنچ سکتا | |
| سوال:- یہ مضغہ جب یسعنی قلب الخ کے شرف سے مشرف ہو گیا۔ تو بےچینی اور اضطراب کیوں ہوتا ہے۔ جواب ظہور اگرچہ اتمیت چاہتا ہے الخ | ۷۶ |
| قلب کے ان دو اطلاق میں فرق کرنے والی وجوہ میں سے پنج وجہ کا بیان | ۷۸ |
| اے برادر! اس مضغہ کو گوشت کا ٹکڑا نہ خیال کرنا۔ بلکہ یہ ایک نفیس جوہر ہے۔ | ۷۹ |
| اور اگر کوئی ناقص یہ کہے کہ ہر انسان ان اجزاء عشرہ سے مرکب ہے تو میں کہوں گا | ۸۰ |
| **مکتوب نمبر ۲۲** | |
| حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے طفیل سرہند شریف کے شہر کا اکثر بلاد پر کئی قسم کی فضیلتیں رکھنا۔ اور ایک نور کا مشاہدہ کرنا۔ کہ کسی صفت اور شان کی گرد نے اس راہ کی بو بھی نہیں پائی۔ | ۸۱ |
| اور وہ زمین کچھ مدت بعد مخدوم زادہ کلاں خواجہ محمد صادق قدس سرہ کا روضہ مقدسہ بن گیا۔ | ۸۱ |
| **مکتوب نمبر ۲۳** | |
| اس بیان میں کہ عمدہ کام اتباع سنت اور بدعت سے اجتناب ہے۔ اور سلسلہ نقشبندیہ کو دوسرے سلاسل پر فضیلت صاحب شریعت کی اتباع اور عزیمت پر عمل کے واسطہ سے ہے۔ اور اس طریقہ نقشبندیہ کی مدح و ثنا | ۸۲ |
| حضرت حق تعالیٰ علمائے وقت کو توفیق عطا فرمائے۔ کہ کسی بدعت کو حسنہ نہ کہیں اور کسی بدعت کے کرنے کا فتویٰ نہ دیں۔ اگرچہ یہ بدعت صبح کی روشنی کی طرح چمکتی ہوئی نظر آئے۔ | ۸۳ |
| **مکتوب نمبر ۲۴** | |
| اس آرزو کے جواب میں تمام ذرات میں مشاہدہ جمال لایزال میسر آئے | ۸۸ |
| **مکتوب نمبر ۲۵** | |
| اس بیان میں کہ ہر عمل جو موافقت شریعت ادا کیا جائے ذکر میں داخل ہے۔ اگرچہ خرید و فروخت ہی ہو | ۸۸ |
| **مکتوب نمبر ۲۶** | |
| اس بیان میں کہ ذکر کی تلقین الف و بے کی تعلیم کی طرح بچوں کیلئے ہوتی ہے۔ | ۸۹ |
| **مکتوب نمبر ۲۷** | |
| جلد ثانی کے مکتوب اول میں جو شیخ عبدالعزیز کے نام لکھا گیا ہے۔ اس سے متعلق شیخ موصوف کی تشکیکات کے جواب میں | ۹۰ |
| سوال:- اگر حقائق ممکنات کہ سود علمیہ میں | |




Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
| --- | --- |
| عدمات ہیں۔ جو اضداد صفات ہیں تو ان عدمات کا حصول ذات واجب میں لازم آتا ہے۔ اس شبہ کا عجیب جواب الخ | ۹۱ |
| سوال :۔ حقائق ممکنات چاہیئے کہ وجودی ہوں نہ عدمی جواب ہاں وجود اور ثبوت علمی رکھتی ہیں | ۹۱ |
| سوال :۔ انبیاء و اولیاء اور تمام افراد انسانی جو ممکنات سے ہیں۔ اگر ان کی حقیقتیں عدمات ہوں تو شرف وکرامت اس زمرہ علیہ سے زائل اور معدوم ہو جائیگی جواب کیوں مسلوب اور معدوم ہوگی | ۹۱ |
| سوال :۔ اجماعی بات کو کسی اختراعی بات سے رد نہیں کیا جاسکتا ہمہ اوست کے اختراعی مقولہ کا جواب ہم جانتے ہیں | ۹۲ |
| **مکتوب نمبر ۲۸** | |
| مولانا محمد صادق کشمیری کے استفسارات کے جواب میں | ۹۲ |
| پہلا استفسار ۔ حق تعالیٰ کی ورائیت کا معاملہ یہاں تک پہنچا ہوا ہے کہ صفات کا حسن بھی اس پر تکلف دکھائی دیتا ہے | ۹۲ |
| استفسار دوم :۔ بابا آبریز نے فرمایا کہ جب روز ازل کو اللہ تعالیٰ حضرت آدم کی مٹی گوندھ رہا تھا میں اس مٹی میں پانی ڈال رہا تھا۔ اس قول کی کیا تاویل ہوگی ۔ اس کا جواب | ۹۳ |
| استفسار سوم :۔ کہ جب خواجہ علاؤ الدین | |
| مولانا نظام الدین خاموش سے ناراض ہوئے تو چاہا کہ ان کی نسبت سلب کریں ۔ اس کا جواب | ۹۳ |
| **مکتوب نمبر ۲۹** | |
| اس بیان میں کہ اس دنیا میں بہترین سامان حزن وغم ہے اور اس دسترخوان کی گوارا ترین نعمتیں آلام و مصائب ہیں | ۹۴ |
| **مکتوب نمبر ۳۰** | |
| دو سوالوں کے جواب میں ایک نسبت رابطہ (تصور شیخ) اختیار کرنے کے بیان میں اور دوسرے مشغولی لاحق ہونے کے بیان میں | ۹۵ |
| اگر دو چیزوں میں فتور لاحق نہ ہو ایک متابعت شریعت دوسرے محبت اور اخلاص اپنے شیخ کے ساتھ۔ تو ہزاروں کدورتوں اور ظلمتوں کے طاری ہونے سے بھی کچھ فکر نہیں | ۹۶ |
| **مکتوب نمبر ۳۱** | |
| وعظ و نصیحت میں | ۹۷ |
| **مکتوب نمبر ۳۲** | |
| جمعیت باطن کے متعلق شکایت کے بیان میں | ۹۷ |
| **مکتوب نمبر ۳۳** | |
| اس بیان میں کہ محبوب کی نعمت انعام و تکلیف ہر حال میں محب کی نگاہ محبوب ہی ہوتی ہے ۔ بلکہ اذیت اور تکلیف محبت میں اضافہ کرتی ہے ۔ اور صبر کی شکر پر فضیلت | ۹۸ |
| سوال :۔ تو نے بعض مکتوبات میں لکھا ہے | |




Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| کہ مقام رضا مقام محبت سے اوپر ہے اور یہاں تو کہہ رہا ہے۔ کہ یہ مقام محبت مقام رضا سے اوپر ہے۔ اور اس مقام کا جواب | ۱۰۰ |
| جاننا چاہیئے کہ ظاہراً کراہت باطناً رضا کے منافی نہیں۔ اور صورت کی تلخی حقیقت کی حلاوت کے خلاف نہیں۔ کیونکہ الخ | ۱۰۰ |
| مکتوب نمبر ۳۴ | |
| اس بیان میں کہ حضرت حق سبحانہٗ جس طرح عالم میں داخل نہیں۔ اور جس طرح منفصل نہیں | ۱۰۱ |
| **مکتوب نمبر ۳۵** | |
| توحید کے بارے میں استفسار کے جواب میں اور بطرز خاص عین الیقین کی وضاحت یہ نسبت جو تم کو تین ماہ میں میسر ہوگئی ہے۔ دوسرے سلاسل میں اگر دس سال میں بھی گر میسر آجائے تو اُسے دولت عظمیٰ جانتے ہیں | ۱۰۲ |
| متشابہات کی تاویل کا علم معاملات سے کنایات ہیں۔ جو رسولوں کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اور امتیوں میں بہت کم کسی کو اس سے حصہ عطا کرتے ہیں الخ | ۱۰۳ |
| **مکتوب نمبر ۳۶** | |
| امامت کی بحث اور مذہب اہل سنّت کی حقیقت اور مخالفین کے مذہب کی حقیقت۔ اور یہ کہ اہلسنت اس افراط و تفریط کے درمیان ہیں۔ جو روافض و خوارج نے اختیار کی ہے۔ اور اہل بیت آنسرور علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی مدح و ثنا | ۱۰۴ |
| بیان تفضیل شیخین اور ختنین (حضرت عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی محبت اور رفض و خروج کا بیان | ۱۰۷ |
| کس طرح یہ گمان کیا جاسکتا ہے۔ کہ اہل سُنت اہل بیت سے محبت نہیں رکھتے حالانکہ ان بزرگوں کے نزدیک اہل بیت کی محبت جزو ایمان ہے اور سلامتی خاتمہ کو اس محبت کے ساتھ وابستہ کیا گیا ہے | ۱۰۸ |
| حضور علیہ السلام کے صحابہ کرام آپس میں جھگڑوں اور لڑائیوں کے وقت تین گروہ تھے۔ اور ہر گروہ نے اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کیا | ۱۰۸ |
| حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا قول کہ ہمارے بھائیوں نے ہم پر بغاوت کی ہے۔ اس باب میں رافضیوں کے غلو کا بیان اور افراط و تفریط کا راستہ اختیار کرنا | ۱۰۹ |
| روافض کے بارہ فرقے ہیں۔ اور سب کے سب پیغمبر علیہ السلام کے صحابہ کی تکفیر کرتے ہیں۔ اور خلفاء راشدین کو گالی دینا عبادت جانتے ہیں۔ اور اپنے آپ پر لفظ رافضی کے اطلاق سے نفرت کرتے ہیں۔ اور دوسروں کو روافض تصور کرتے ہیں | ۱۱۰ |
| اس بحث میں دو جگہ اہل سنّت اور مخالفین کے درمیان بڑا اختلاف ہے۔ مقام اول یہ ہے کہ اہل سنّت خلفاء اربعہ کی خلافت کی حقیقت کے قائل ہیں۔ اور مخالفین اس کا انکار کرتے ہیں | ۱۱۱ |




Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| رافضیوں کے طعن کا رد ۔ جو وہ ابوہریرہ پر کرتے ہیں ۔ اور تقیہ کا رد، جس کے وہ قائل ہیں | ۱۱۴ |
| دوسرا مقام یہ ہے ۔ کہ اہل سنت صحابہ کے مشاجرات و لڑائی جھگڑوں کو نیک معانی پر محمول کرتے ہیں ۔ اور مخالفین حضرت امیر کے ساتھ جھگڑنے والوں کو کافر کہتے ہیں ۔ | ۱۱۵ |
| جاننا چاہیئے کہ یہ بات لازم نہیں کہ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام اختلافی امور میں حق پر ہوں ۔ اور ان کے مخالفین خطا پر | ۱۱۶ |
| قاضی شریح نے امام حسن کی شہادت نسبت بنوت کے واسطہ کی بناء پر منظور نہ کی اور بیٹے کی باپ کے حق میں شہادت جائز قرار نہ دی | ۱۱۶ |
| حضرت صدیقہ مجتہدہ مقبولہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں رافضیوں کی طعن و تشنیع کی حماقت کا بیان | ۱۱۶ |
| اس سے پہلے فقیر کا طریقہ یہ تھا ۔ کہ اگر ایصالِ ثواب کے لئے کھانا پکاتا تھا ۔ تو اس کا ثواب آلِ عبا کی روحانیت کے ساتھ مخصوص رکھتا تھا | ۱۱۶ |
| اگر کوئی شخص امیر کی محبت استقلالاً اور بلا واسطہ رکھے تو وہ بحث سے خارج ہے ۔ ایسا شخص یہ چاہتا ہے کہ پیغمبر کے واسطہ کے بغیر راستہ اختیار کرے ۔ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو چھوڑ کر علی کی طرف آجائے اور یہ بات عین کفر اور زندقہ ہے ۔ | ۱۱۷ |

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| حضرت طلحہ و زبیر کے فضائل اور ان پر سے رفعِ طعن | ۱۱۸ |
| صحابہ کرام پر جو اکابر دین ہیں ۔ اعتراض کرنے سے ڈرانا اور خوف دلانا | ۱۱۸ |
| امام ابویوسف کے لئے درجہ اجتہاد پر پہنچنے کے بعد امام ابوحنیفہ کی تقلید خطا ہے ۔ درست یہ ہے ۔ کہ وہ اپنی رائے کی تقلید کرے | ۱۱۹ |
| صحابہ کرام نے اجتہادی امور میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خلاف کیا ہے ۔ اور زمانہ نزولِ وحی کے باوجود ان کے خلاف کرنے پر مذمت نہیں آئی ۔ | ۱۲۰ |
| اس اختلاف کا بیان جو آنسرور کی مرض موت میں قرطاس لانے میں رونما ہوا ۔ اور اس کی تحقیق اور اس باب میں حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اعتراض کا جواب | ۱۲۰ |
| سوال ۔ حضرت فاروق نے اس وقت فرمایا أَهَجَرَ الخ اس سے کیا مراد ہے جواب حضرت فاروق نے شاید اس وقت سمجھا ہو کہ یہ کلام الخ | ۱۲۱ |
| سوال ۔ جب کہ احکام اجتہادیہ میں خطا کے احتمال کی گنجائش ہے تو آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہونے والے تمام احکام شرعیہ میں وثوق کیسے ہو سکتا ہے جواب احکام اجتہادیہ دوسرے وقت میں الخ | ۱۲۲ |
| خاتمہ مکتوب ۔ تمام اہلبیت کی مدح سرائی میں رضی اللہ عنہم | ۱۲۳ |




Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|


**مکتوب نمبر ۳۷**

کلمہ طیبہ کے فضائل میں — ۱۲۶

معلوم نہیں کہ کوئی آرزو اس کے سوا باقی ہو کہ ایک گوشہ میں الگ بیٹھ کر کلمہ طیبہ کے تکرار سے متلذذ اور محظوظ ہو۔ لیکن کیا کیا جائے کہ تمام آرزوئیں پوری نہیں ہوتیں

**مکتوب نمبر ۳۸**

اس بیان میں کہ اہل اللہ کے باطن کو دنیا کیساتھ رائی برابر تعلق نہیں ہوتا۔ اگرچہ ظاہراً اسباب دنیا کیساتھ پراگندہ نظر آتے ہیں — ۱۲۹

**مکتوب نمبر ۳۹**

اصحاب یمین اور اصحاب شمال اور سابقین کے حالات کے بیان میں۔ جنہوں نے ایک قدم شمال پر۔ اور دوسرا یمین پر رکھا ہوا ہے اور سبقت کا گیند میدان اصل کی طرف لے گئے ہیں۔ — ۱۳۰

سابقین بالاصالۃ انبیاء ہیں۔ اور تابع ہونے کی حیثیت سے جس کو بھی اس دولت سے مشرف کر دیں۔ یہ دولت بیشتر انبیاء کرام کے اکابر اصحاب میں پائی جاتی ہے۔ اور قلیل طور پر غیر اصحاب میں بھی متحقق ہے۔ اور فی الحقیقت یہ شخص بھی گروہ صحابہ میں شمار اور کمالات نبوت سے ملحق ہے — ۱۳۱

**مکتوب نمبر ۴۰**

اس بیان میں کہ پردوں کا پھٹنا شہود کے اعتبار سے ہے وجود کے اعتبار سے نہیں — ۱۳۲

**مکتوب نمبر ۴۱**

اس بیان میں کہ مراتب نہایۃ النہایۃ میں ایک ایسا مرتبہ سامنے آتا ہے۔ کہ اس مقام کا ہر ذرہ تمام دائرہ امکان سے کئی گنا زیادہ دکھلائی دیتا ہے — ۱۳۳

**مکتوب نمبر ۴۲**

صوفیہ کے سیر کو آفاق وانفس میں انحصار کے بیان میں اور ان دو سیروں میں تخلیہ اور تجلیہ کا اثبات اور حضرت مجدد قدس سرہٗ کا اس معنی سے رد کرنا اور منع کرنا اور نہایۃ النہایۃ کو انفس و آفاق سے باہر ثابت کرنا — ۱۳۴

جب سالک تصحیح نیت کے بعد الخ

اگرچہ سیر آفاقی پوری کر چکا ہو اور اس مقام میں [illegible] حضرات کے احتیاط کا بیان اور عالم مثال میں ہر لطیفے کے لئے ایک نور قرار دینا اور ہر لطیفے کی صفائی کی علامت اور سیر آفاقی کا حاصل — ۱۳۴

صوفیہ کے نزدیک سیر انفسی اور سیر فی اللہ اور بقا باللہ کا بیان اور سیر انفسی کی وجہ تسمیہ اور سیر رجوعی اور سیر فی الاشیاء کا بیان اور اس مقام کی تحقیق۔ اور اس کلام کی تصحیح اور اس طرف اشارہ کہ یہ اطلاقات فقیر پر گراں ہیں — ۱۳۵

یہ ہے ارباب ولایت کے سیر و سلوک کا حاصل اور ان کے کمال و تکمیل کا نسخہ جامعہ۔ اور اس باب میں فقیر پر محض فضل خداوندی سے جو کچھ ظاہر کیا گیا ہے اور جس پر چلنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اسے سپرد قلم




Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
| --- | --- |
| کرتا ہے ۔ | ۱۳۷ |
| اگرچہ ان اکابر کے حقوق بھی اپنے ذمے لازم جانتا ہوں ۔ کیونکہ ان کا تربیت یافتہ ہوں ۔ لیکن واجب تعالیٰ کے حقوق ان سب کے حقوق سے فائق ہیں ۔ اور وہ تعالیٰ بے چون و بے چگون ہے ۔ پس آفاق و انفس سے گزرنا چاہیئے ۔ اور اس ذات سُبحانہٗ کو انفس و آفاق کے ماوراء میں تلاش کرنا چاہیئے | ۱۳۷ |
| عجائب کاروبار ہے ۔ اگر اپنے مکشوفات یقینیہ بیان کرتا ہوں جو ان کے مکشوفات کے موافق نہیں تو کوئی میری بات پر اعتبار نہیں کریگا اور اگر بیان نہیں کرتا تو حق و باطل میں التباس کا مرتکب ہوں گا ۔ اس لئے جو کچھ حق ہے صرفتاً ظاہر کرتا ہوں | ۱۳۸ |
| دوسروں کی مخالفت سے نہ ڈرنے کا بیان اور اس کی وجہ کا اظہار ۔ اور یہ کہ صحت احوال کی علامت یہ ہے ۔ کہ کمال پر حصول یقین ہو اور مشائخ کے متعدد احوال کی تفصیل پر اطلاع کا بیان ۔ اور معارف توحید ، اتحاد ، احاطہ ، اور سریان اور بزرگوں کے احسانات اور ان کی نعمتوں کا اقرار | ۱۳۹ |
| علماء کا مسئلہ توحید میں مشائخ کے ساتھ اختلاف نظر و استدلال کے راستے سے ہے ۔ | ۱۳۹ |
| اور اس فقیر کا اختلاف کشف و شہود کی راہ سے علماء ان امور کے قبح کے قائل ہیں اور فقیر بشرط عبور انکے حسن کا قائل ہے ۔ اور شیخ علاؤ الدولہ کے اختلاف کا بیان | |

| مضمون | صفحہ |
| --- | --- |
| سوال :۔ اس صورت میں مشائخ باطل پر ہوں گے اور حق ان کے مکشوف و مشہود کے ماوراء ہوگا ۔ جواب باطل اس صورت میں ہے ۔ جبکہ وہ کوئی درست محمل نہ رکھتا ہو ۔ | ۱۴۰ |
| ظاہر بین علماء ان کی حقیقت سے کیا پا سکتے ہیں ۔ اور مخالفت صوری کے سوا وہ کیا سمجھ سکتے ہیں | ۱ |
| مشائخ نے یہ جو کہا ہے کہ سیر آفاقی میں تمام ظلمانی و نورانی پردے اُٹھ جاتے ہیں ۔ فقیر کے نزدیک یہ قول مخدوش ہے بلکہ اس کے خلاف ثابت ہوا ہے ۔ | ۱۴۰ |
| اور وہ طریق جس پر چلنے کے ساتھ اس فقیر کو مشرف کیا گیا ہے ۔ ایسا راستہ ہے جو جذبہ و سلوک کا جامع ہے ۔ | ۱۴۱ |
| اس امر کا بیان کہ یہ طریقہ نقشبندیہ ضرور مطلوب تک پہنچاتا ہے اور انبیاء کی شاہراہ ہے | ۱۴۱ |
| جاننا چاہیئے کہ میرے پیر اور قسم خدا میرے راہنما ۔ جن کے وسیلہ سے میں نے اس راہ میں آنکھ کھولی ہے الخ | ۱۴۲ |
| انہوں نے علو فطرت اور بلند ہمت کے باعث ابتداء طریقت سیر انفسی کو قرار دیا ہے ۔ اور سیر آفاقی کو اس کے ضمن میں طے کرتے ہیں ۔ اور ان حضرات کا قول کہ ہماری نسبت تمام نسبتوں سے اوپر ہے | ۱۴۲ |
| اہل اللہ فنا اور بقا کے بعد جو کچھ دیکھتے ہیں ۔ اپنے اندر دیکھتے ہیں اور جو کچھ پہچانتے ہیں ۔ اپنے | |




Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| اندر پہچانتے ہیں۔ ان کی حیرت ان کے اپنے وجود میں ہوتی ہے | ۱۴۲ |
| جاننا چاہیئے کہ غیریت کی نفی کرنا اور چیز ہے اور غیریت کا منتفی ہونا امر دیگر۔ اور حضرت خواجہ بزرگ کا قول کہ جو کچھ دیکھا گیا اور سنا گیا | ۱۴۳ |
| اور وہ جو میں نے کہا ہے کہ ولایت کے لئے جذبہ و سلوک اور آفاق و انفس کے باہر قدم رکھنے کی جگہ نہیں کیونکہ یہ ارکان اربعہ کمالات نبوت کے مبادی ہیں۔ کہ ولایت کے ہاتھ اس بلند درخت تک نہیں سکتے | |
| تجلی برقی کے مقام اور ان بزرگوں کے لئے اس کے دوام کا بیان۔ اور اس سے فوق کے معاملہ کا بیان اور اس کا بیان کہ ان بزرگوں کی بدیت جذب اور محبت ایسی ہے اور جب کسی صاحب دولت کو غلبہ محبت خداوندی الخ اور کمال محبت کی علامت کامل طریقہ سے شریعت کی بجا آوری ہے | ۱۴۴ |
| سیر و سلوک اور جذبہ تصفیہ سے مقصود نفس کی اخلاق ردیہ اور اوصاف رذیلہ سے تطہیر ہے کہ ان تمام اوصاف رذیلہ میں بدتر صفت انفس کے ساتھ گرفتاری ہے الخ | ۱۴۵ |
| پس سیر انفسی ضروری ہے۔ اور سیر آفاقی اس کے ضمن میں میسر آجاتی ہے | ۱۴۵ |
| جاننا چاہیئے کہ انفس کے احوال کو جو آفاق کے شیشوں میں مشاہدہ کرتے ہیں۔ اس کی مثال | |

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| ایسے ہے جیسے کہ کوئی خواب یا واقعہ کے اندر عالم مثال میں اپنے آپ کو بادشاہ دیکھے | ۱۴۶ |
| سُن پھر سُن۔ کہ سیر انفسی میں اسماء و صفات والہی کا ظہور سالک کے آئینہ میں جو کیا گیا ہے۔ فی الحقیقت وہ ظہور اسماء و صفات کا نہیں۔ بلکہ ظل کا ظہور ہے | ۱۴۶ |
| اس بیان سے لازم آیا کہ پیوستن ظلی گسستن پر مقدم ہے۔ ہاں اصل سے اتصال گسستن کے حصول کے بعد ہے۔ پس مشائخ میں سے جنہوں نے پیوستن کو مقدم رکھا ہے الخ | ۱۴۷ |
| شیخ ابوسعید خراز اس مقام میں متوقف ہے چنانچہ وہ کہتا ہے تو جب تک نہیں چھوٹے گا نہیں پائے گا۔ اور جب تک نہیں پائے گا چھوٹے گا نہیں۔ میں نہیں جانتا کہ ان دونوں میں پہلے کیا ہے۔ | ۱۴۷ |
| **مکتوب نمبر ۴۳** | |
| حضرت ایشاں کے قول میں کہ اس بارگاہ میں ذوق یافت ہے یافت نہیں اور اندراج النہایہ فی البدایۃ کی تحقیق اور اس طریقہ کی دوسرے طریقوں پر افضلیت کا بیان | ۱۴۸ |
| سوال:۔ جب کہ منتہی کے لئے یافت مطلوب میسر آگئی تو ذوق یافت سے بے نصیب ہے۔ تو اس نے ذوق یافت کہاں سے پالیا۔ جواب:۔ دولت یافت ظاہر کے احوال باطن کے احوال کے ساتھ اس طرح نسبت رکھتے ہیں۔ جس طرح چوں کی | ۱۴۹ |




Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| نسبت بے چوں کے ساتھ | ۱۴۹ |
| یہ بزرگ ابتداء میں انتہاء کی چاشنی درج کر دیتے ہیں۔ اور نہایت کا کچھ پرتو مبتدی رشید کے باطن میں ڈال دیتے ہیں۔ اور قدم اول میں ہی جو کچھ وہ اپنے پاس رکھتے ہیں مرید کے حوصلہ کے مطابق اُسے عطا فرماتے ہیں | ۱۵۰ |
| اس طریق کے مبتدی کی دوسرے طریقوں کے منتہی حضرات کے ساتھ مساوات کے شبہ کا ازالہ | |
| اس طریقہ کے منتہی اور دوسرے طریقوں کے منتہی حضرات کے درمیان فرق کا بیان | ۱۵۰ |
| دوسرے سلاسل کے متعصب لوگوں کے قول کا جواب کہ ہماری نہایت حق کے ساتھ وصول ہے۔ اُسے تم اپنی بدایت کہتے ہو تو حق سے آگے کہاں جاؤ گے | ۱۵۱ |
| **مکتوب نمبر ۴۴** | |
| وحدت الوجود سے متعلق ایک استفسار کے جواب میں اور اُسے علوم شرعیہ کے ساتھ مطابق کرنے اور اس قول کے معنی میں " اذا اَحَبَّ اللّٰہُ سبحانہٗ عبداً لا یضرہٗ ذنبٌ" | ۱۵۲ |
| **سوال:۔** صوفیہ وحدت وجود کے قائل ہیں۔ اور علماء اُسے کفر اور زندقہ جانتے ہیں۔ اور دونوں فرقہ ناجیہ میں سے ہیں اس معاملہ کی حقیقت کیا ہے۔ | |
| **جواب** محبت آثار الخ | ۱۵۲ |
| حسین بن منصور کے قول انا الحق کی مراد کا بیان | ۱۵۲ |
| پس اس تحقیق سے لازم آیا کہ صوفیہ کے نزدیک اشیاء ظہورات حق ہیں نہ عین حق | ۱۵۳ |
| پس اشیاء حق سے ہیں حق نہیں ہیں لہذا ہمہ اوست کا معنی ہمہ از اوست ہوگا | |
| **سوال** ۔ صوفیہ اشیاء کو ظہورات کہنے کے ساتھ ساتھ معدوم خارجی جانتے ہیں۔ اور خارج میں موجود صرف ایک ذات حق کو مانتے ہیں۔ اور علماء اشیاء کو موجودات خارجیہ کہتے ہیں پس دونوں کے درمیان نزاع معنوی ثابت ہوگئی **جواب** صوفیہ اگر عالم کو معدوم خارجی جانتے ہیں الخ | ۱۵۴ |
| مذہب صوفیہ اور مذہب سوفسطائیہ کے درمیان فرق کا بیان | ۱۵۴ |
| **سوال:۔** صوفیہ کو جو وجود وہمی ثابت کرتے ہیں۔ اس سے ان کا مقصود یہ ہے کہ یہ وجود ثبات و استقرار کے باوجود نفس الامری نہیں ہے۔ اس کا صرف وہم میں وجود ہے۔ اور خیالی نمود کے سوا اس کا کچھ حصہ نہیں۔ اور علماء اشیاء کو خارج میں موجود مانتے ہیں۔ وجود نفس امری کے ساتھ لہذا نزاع اب بھی باقی ہے۔ **جواب** وجود وہمی اور نمود خیالی الخ | ۱۵۵ |
| **سوال:۔** جب تمام اشیاء کا وجود نفس الامری ہوا تو لازماً آیا کہ نفس الامر میں متعدد موجودات ہوں اور نفس الامر | |




Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| میں ایک موجود نہ ہو اور یہ قول وحدت وجود کے منافی ہے۔ جواب دونوں نفس امری میں وحدت وجودی بھی اور تعدد وجودی بھی الخ | ۱۵۵ |
| سوال:۔ جب وہم کا زوال تمام وہم کرنے والوں سے تسلیم کرلیا جائے۔ تو وجود وہمی کس طرح ثابت ہوگا۔ جواب:۔ یہ وہمی وجود محض اختراع وہم سے حاصل نہیں ہوا الخ | ۱۵۶ |
| بلادِ ہندوستان میں شعبدہ بازوں کا قصہ اور قاضی جلال الدین کا حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے والد ماجد سے سوال کرنا کہ نفس الامر میں وحدت ہے یا کثرت | ۱۵۶ |
| بیان معنی۔ اِذَا اَحَبَّ اللّٰہُ عَبۡدًا لَا یَضُرُّہٗ ذَنۡبٌ ط | ۱۵۸ |
| **مکتوب نمبر ۴۵** | |
| اس بیان میں کہ عالم تمام کا تمام اسماء و صفاتِ واجبی کی جلوہ گاہ ہے۔ بخلاف ممکن کی ذات کے کیونکہ وہ مکمل طور پر اس سے بے نصیب ہے اور تمام کا تمام عرض ہے۔ | ۱۵۹ |
| سوال:۔ اس تحقیق سے معلوم ہوتا ہے ذات ممکن عین ذات واجب ہے۔ اور ممکن واجب کے ساتھ متحد ہے۔ اور یہ محال ہے۔ کیونکہ قلب حقائق کو مستلزم ہے جواب ذات ممکن الخ | ۱۶۰ |
| سوال:۔ جب کہ ہر ایک کا اشارہ لفظ انا سے اپنی ذات کی طرف ہوتا ہے۔ اور وہ ذات واجب کی طرف راجع ہوتا ہے۔ تو اس سے لازم آتا ہے کہ ذات ممکن عین ذات واجب ہو۔ جواب ہاں ہر ایک کا اشارہ الخ | ۱۶۰ |
| سوال:۔ ممکن کا ذات واجب کیساتھ قیام مستلزم قیام حوادث کو ذات واجب کے ساتھ اور یہ امر ممتنع ہے۔ جواب واجب کے ساتھ قیام حوادث کا امتناع بمعنی حلول حوادث ہے۔ ذات واجب تعالیٰ میں اور یہ محال ہے | ۱۶۱ |
| سوال:۔ جب کہ ممکن مکمل طور پر عرض ہے تو اس کے لئے محل کا ہونا ضروری ہے۔ جس کے ساتھ وہ قائم ہو۔ وہ محل کیا چیز ہے ذات واجب تو ہے نہیں۔ اسی طرح ممتنع بھی اس کا محل نہیں بن سکتا۔ اس کا جواب الخ | ۱۶۱ |
| ممکن کے واجب کیساتھ قیام کے سلسلے میں دو تمثیلیں۔ بغیر اس کے کہ واجب ممکن کا محل بنے۔ نظام معتزلی نے سارے عالم کو اعراض جانا ہے۔ اور جوہر سے خالی گمان کیا ہے۔ اور صاحب فتوحات مکیہ نے عالم کو اعراض مجتمعہ عین واحد میں جانا ہے۔ اور دو زمانوں میں اس کے عدم بقا کا حکم لگایا ہے۔ اور اس فقیر کے نزدیک یہ معاملہ شہودی ہے وجودی نہیں۔ | ۱۶۲ |
| تجدد امثال اور ان کے کئی گنا ہونے کا بیان | ۱۶۳ |
| **مکتوب نمبر ۴۶** | |
| کلمہ طیبہ کے فضائل میں جو طریقت، حقیقت | ۱۶۳ |




Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
| --- | --- |
| اور شریعت کو متنقض ہے، اور اس بیان میں کہ ولایت کے کمالات کی نبوت کے کمالات کے سامنے کچھ حیثیت نہیں اور یہ کہ ولایت کو شریعت سے چارہ نہیں۔ اور یہ کہ ظاہر ہمیشہ شریعت کا مکلّف رہتا ہے، اور باطن بھی اس معاملہ کا گرفتار | |
| ولایت کے کمالات اس کلمہ کے جزوِ اوّل کے ساتھ وابستہ ہیں اور اس کلمہ کا جزوِ اخیر شریعت کا محتمل اور اسے مکمل کرنے والا ہے | ۱۶۴ |
| میں نے اس کلمہ کے جزوِ اخیر کو سمندر ناپیدا کنار پایا۔ کہ جزوِ اوّل اس کے سامنے ایک قطرہ دکھائی دیا۔ اور ایک جماعت نے کج بینی کے باعث ولایت کو نبوت سے افضل جانا ہے | ۱۶۴ |
| مخلوق کی طرف انبیاء کی توجہ ہدایت اور ارشاد کی خاطر ہے نہ کہ نفس کیلئے۔ اور یہ توجہ اس توجہ سے بہت افضل ہے جو اپنے نفس کیلئے حق کی طرف ہو | ۱۶۴ |
| بعض اوقات ذکر نہ کرنا مستحسن ہوتا ہے۔ اور ذکر غفلت دور کرنے سے عبارت ہے۔ جس طرح بھی میسر آئے اوامر کا بجا لانا اور نواہی شرعیہ سے بچنا سب ذکر میں داخل ہے اور بیان فرق اس ذکر کے درمیان جو اسم اور صفت سے واقع ہوتا ہے اور اس کے درمیان جو اوامر کی بجا آوری اور نواہی سے بچنے کی صورت میں ہوتا ہے | ۱۶۵ |
| حضرت خواجہ نقشبند نے فرمایا کہ مولانا زین الدین | |

| مضمون | صفحہ |
| --- | --- |
| راہ علم سے خدا تک پہنچا ہے | ۱۶۶ |
| اس معاملے کا بیان جو طریقت، حقیقت اور شریعت سے وراء ہے | |
| سوال:۔ ان معارف سے لازم آتا ہے کہ بعض مراتب میں عارف شریعت سے باہر بھی قدم رکھتا ہے، اس کا جواب | ۱۶۷ |
| سوال:۔ اس بیان سے لازم آیا۔ کہ کمالات نبوت میں بھی باطن حق کے ساتھ اور ظاہر خلق کیساتھ ہوتا ہے اور تو نے اپنے مکتوبات و رسائل میں لکھا ہے کہ مقام نبوت میں رُخ مخلوق کی طرف ہوتا ہے اس کا جواب اس مقام کی تحقیق | ۱۶۷ |
| ہم ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قریب اور محیط ہے اور عالم کے ساتھ ہے۔ لیکن ہم اس کے قریب احاطہ اور معیت کی کیفیت کو نہیں جانتے کہ کس طرح ہے | ۱۶۹ |
| **مکتوب نمبر ۴۷** | |
| نصیحت اور تنبیہ میں | ۱۶۹ |
| **مکتوب نمبر ۴۸** | |
| ماتم پرسی اور مقام رضا کے حصول کی ترغیب میں | ۱۷۰ |
| **مکتوب نمبر ۴۹** | |
| اس بیان میں کہ ماسوا کو بھول جانا اس طریق کا قدم اوّل ہے | ۱۷۱ |
| **مکتوب نمبر ۵۰** | |
| اس بیان میں کہ شریعت کی ایک صورت ہے اور ایک حقیقت ہے۔ اور ابتدا سے لیکر انتہا تک شریعت | ۱۷۲ |




Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| کے بغیر چارہ نہیں | |
| اور تمکین قلب، اطمینان نفس اور اجزائے | |
| قالب کے اعتدال کا بیان | |
| صورت شریعت کا معنی اور جو اس مقام میں | |
| متحقق ہے وہ ایمان اور اعمال کی صورت ہے نہ | |
| ان کی حقیقت اور اس امر کا بیان کہ جنت کی بھی ایک | |
| صورت ہے اور ایک حقیقت اور صورت شریعت | |
| کے نتائج کا بیان۔ اور ولایت عامہ اور خاصہ کا بیان | ۱۷۳ |
| مقام طریقت، فنا و بقا اور سیر الی اللہ اور سیر | |
| فی اللہ کا بیان، اور اطمینان نفس کا مقام اور اس کا کفر | |
| اور انکار سے واپس آنا اور اپنے مولا سے راضی ہونا | |
| اور قوم کے نزدیک جہاد اکبر سے مراد اور مجدد صاحب | |
| کے نزدیک اس کے مرادی معنیٰ | ۱۷۴ |
| قالب کے ساتھ ہمیشہ جہاد کرنے کا بیان اور | |
| اُسے باقی رکھنے کے فوائد اور اسلام حقیقی کا مقام | |
| اور حقیقتِ اعمال | ۱۷۶ |
| جاننا چاہیئے کہ شریعت کی صورت و حقیقت | |
| میں فرق نفس کی وجہ سے ہے۔ اور جسم کی حیثیت | |

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| سے کمالات ولایت اور کمالات نبوت میں فرق | ۱۷۶ |
| حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شیطان کے اسلام | |
| کا بیان اور اس امر کا بیان کہ جس طرح شیطان | |
| آفاق میں ہے انفس میں بھی ہے۔ اور یہ اطمینان | ۱۷۶ |
| اجزائے قالب میں اعتدال کے بعد ہوتا ہے | |
| سوال:۔ جب قالب کے اجزاء بھی حدِ | |
| اعتدال پر آجاتے ہیں۔ اور طغیان و سرکشی سے | |
| باز آجاتے ہیں۔ تو پھر ان کے ساتھ جہاد کی کیا | |
| صورت ہوتی ہے اور نفس مطمئنہ کی طرح ان سے | |
| جہاد مرتفع ہو جاتا ہے اس کا جواب | ۱۷۶ |
| یہاں کوئی شخص غلطی نہ کرے اور نہ کہے کہ | |
| اس مقام میں صورتِ شریعت اور اس کی حقیقت | |
| سے بے نیازی ہو جاتی ہے۔ اور احکامِ شرعیہ | |
| کے بجا لانے کی ضرورت نہیں رہتی۔ کیونکہ اس | |
| کے جواب میں ہم کہیں گے | ۱۷۷ |


تَمَّتْ فہرست مکتوبات ——— دفتر دوم حصہ اوّل
وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ وَنُوْرِ عَرْشِهٖ مُحَمَّدٍ
وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ
الرّٰحِمِيْنَ



Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ط

# اُردُو ترجمہ مکتوبات امام رّبانی قدس سرہٗ

## دفتر دوم —— حصّہ اوّل

اللہ ہی کے لئے ہے بے شمار ایسی حمد و تعریف جو طیب ہو۔ اور جس میں برکت اور جس پر برکت ہو اور ایسی حمد جو ہمارے رب تعالیٰ کو محبوب اور پسند ہو۔ اور کمل و اتم صلوٰۃ و سلام اس کے حبیب حضرت محمّد اور آپ کی آل ، آپ کے اصحاب اور آپ کے اہل بیت اور آپ کے کامل وارثوں اور تمام ہدایت کی پیروی کرنے والوں اور تمام انبیاء و مرسلین اور ملائکہ مقربین پر

جو اُن کی بلندی شان اور

مرتبہ کے لائق ہو

**اَمَّابَعدُ :** یہ وہ مکتوبات ہیں۔ جو علوم غریبہ ، معارف عجیبہ ، اسرار لطیفہ اور دقائق شریفہ پر مشتمل ہیں۔ عارفوں میں سے کوئی عارف بھی ایسے مضامین نہیں لکھ سکا۔ اور نہ ہی اولیاء میں سے کسی ولی نے ان کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ یہ علوم و معارف انوار نبوت کے سینہ سے حاصل کئے گئے ہیں۔ اور یہ بلند ہمت والے امام علماء راسخین کے پیشوا ، پیغمبروں کی بزرگیوں سے مشرف ، ولایت اصلی کے صاحب ، اسرار الٰہی کے مخزن ، قرآنی متشابہات کی باریکیوں کو جاننے والے ، رحمانی نشانیوں میں سے ایک عجیب نشانی مجدد الف ثانی ، ہمارے شیخ اور ہمارے امام شیخ احمد فاروقی کے مکتوبات ہیں۔ اللہ تعالیٰ سبحانہٗ جہاں والوں کے سروں پر آپ کی سلامتی کو تا دیر قائم رکھے۔

جب مکتوبات کی جلد اوّل تین سو تیرہ مکتوب کے عدد کو پہنچی۔ تو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ وسلمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس جلد کو اسی عدد پر ختم کر دیں کہ یہ عدد پیغمبران مرسل صلوات اللہ تعالیٰ علیٰ نبینا و علیہم کے عدد کے موافق ہے۔ نیز اہل بدر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے عدد کے موافق ہے۔ تبرکاً اور تیمناً اسی عدد پر جلد اول کو ختم کیا گیا۔ اس کے بعد دوسرے مکتوبات قدسی آیات جو صادر ہوئے۔ معارف آگاہ ، حقائق دستگاہ ، مظہر فیض الٰہی ، مظہر اسرار لا متناہی ، ظاہری و باطنی علوم کے جامع ، حضرت مخدوم زادہ ،



Marfat.com

شیخ مجدالدین خواجہ محمد معصوم اللہ تعالٰے انہیں سالم اور باقی رکھے اور انہیں اپنی تمناؤں کی نہایت تک پہنچائے اس بات کے باعث ہوئے کہ یہ بعد میں صادر ہونے والے مکتوبات بھی جمع ہوں۔ چنانچہ آپ کے اشارہ شریف کے موافق اس درگاہ کا کمترین خاکروب اللہ خالق کائنات کے بندوں میں سے کمترین بندہ عبدالحی بن خواجہ چاکر حصاری (اللہ تعالٰے اس کے گناہوں کو بخشے اور اس کے عیوب کو چھپائے اور اس کے خاتمہ کو اچھا کرے) ان مکتوبات کے جمع کرنے کے درپے ہوا۔ اور اللہ ہی توفیق عطا کرنے والا اور اسی پر بھروسہ ہے۔

# مکتوب نمبر ۱

شیخ عبدالعزیز جونپوری کی طرف صادر فرمایا

مسئلہ وحدت وجود میں شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ کے مذہب کی تحریر کے بیان ۔ نیز اس مسئلہ میں حضرت مجدد الف ثانی سلمہٗ اللہ تعالٰے کے مسلک مختار کے بیان میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ تمام تعریفیں اللہ تعالٰے کے لئے ہیں۔ جس نے امکان کو وجوہ کا شیشہ بنایا اور عدم کو وجود کا مظہر قرار دیا۔ وجوب اور وجود اگرچہ اس ذات سبحانہٗ کے لئے دو صفت کمال ہیں تاہم وہ بلند ذات ان دونوں سے وراء ہے۔ بلکہ تمام اسماء اور صفات اور تمام شیون اور اعتبارات اور ظہور و بطون اور بروز (ظاہر ہونا) وکمون (پوشیدہ ہونا) تجلیات و ظہورات اور ہر ملی ہوئی اور جدا چیز اور مشاہدات و مکاشفات سے اور ہر محسوس اور معقول چیز اور ہر موہوم اور متخیل سے بھی وراء ہے۔ پس وہ سبحانہٗ و تعالٰے وراء الوراء ہے۔ پھر وراء الوراء، پھر وراء الوراء ہے۔ [1]

چہ گویم با تو از مرغے نشانہ ۔۔۔ کہ با عنقا بود ہم آشیانہ

زعنقا ہست نامے پیش مردم [2] ۔۔۔ زمرغ من بود آں نام ہم گم

تو کسی حمد کرنے والے کی حمد اس کی ذات اقدس کی جناب تک نہیں پہنچ سکتی۔ بلکہ تمام حمدوں کی نہایت

---

[1] میں تجھے اس پرندے کا نشان کیا بتاؤں جو عنقا کا ہم آشیانہ ہو

[2] عنقا کا کم از کم لوگوں کو نام تو معلوم ہے۔ لیکن میرے پرندے کا نام بھی معلوم نہیں۔



Marfat.com

اس کی عزت کے پردوں سے نیچے ہی رہتی ہے۔ تو وہ خود ہی اپنی ذات کی ثنا کر سکتا ہے۔ اور اپنی ذات کی حمد خود اپنی ذات سے ہی کر سکتا ہے۔ پس وہ سبحانہٗ وتعالےٰ خود ہی حمد کرنے والا ہے اور حمد کیا جاتا ہے۔ اور اس کا ماسوا با مقصد حمد کے ادا کرنے سے عاجز ہے۔ کیوں عاجز نہ ہو۔ حالانکہ اس سبحانہٗ کی حمد سے وہ ہستی بھی عاجز رہی جو قیامت کے روز لِواءُ الحمد کو اٹھائے گی۔ اور آدم اور سب لوگ اس جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور یہ ہستی ظہور میں تمام مخلوق سے افضل اور اکمل ہے اور مرتبے میں سب سے زیادہ قریب ہے۔ اور کمال میں سب سے زیادہ جامع اور جمال میں سب سے بڑھ کر اور حسن وجمال کا اور حسن وکمال کا چاند ہونے میں سب سے مکمل تر ہے اور قدر میں سب سے اونچی اور بزرگی اور شرف میں سب سے بڑھ کر ہے۔ اور دین کے لحاظ سے سب سے مضبوط تر اور ملت کے اعتبار سے سب زیادہ عادل۔ حسب میں سب سے باعزت۔ نسب میں سب سے اشرف۔ خاندان میں سب سے مشہور تر۔ اگر وہ ہستی نہ ہوتی۔ تو اللہ سبحانہٗ مخلوق کو پیدا نہ کرتا اور ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا۔ اور وہ ہستی اس وقت نبوت سے سرفراز ہو چکی تھی۔ جب آدم پانی اور مٹی کی شکل میں تھے۔ اور جب قیامت کا دن ہوگا۔ تو وہ ہستی نبیوں کا امام اور خطیب اور صاحب شفاعت ہوگی وہ ہستی جس نے ارشاد فرمایا" ہم سب سے آخر ہیں لیکن قیامت میں سب سے آگے ہوں گے۔ اور میں بغیر فخر کے یہ بات کہتا ہوں اور میں اللہ کا حبیب ہوں اور نبیوں کے سلسلے کو ختم کرنے والا ہوں اور کوئی فخر نہیں اور جب لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے تو میں سب سے پہلے اٹھوں گا اور جب لوگ بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوں گے تو میں اُن کا قائد ہوں گا اور جب لوگوں پر خاموشی اور سکوت چھایا ہوگا۔ تو میں ان کا خطیب ہوں گا اور جب لوگ روک لئے جائیں گے تو میں ان کی شفاعت کروں گا۔ اور جب لوگ مایوس ہوں گے تو میں انہیں خوشخبری دوں گا۔ عزت اور بزرگی اور ہر چیز کی چابیاں اس دن میرے ہاتھ میں ہوں گی۔

لہ قافلہ کہ اوست دانم نرسم ایں بسکہ رسد ز دور بانگ جرسم

اللہ سبحانہٗ کی رحمتیں اور اس کی تسلیمات اور بلند ذات کے فیض کے تحفے اور برکتیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اور آپ کے بھائیوں یعنی تمام انبیاء اور مرسلین اور تمام مقرب فرشتوں پر اور تمام اہل طاعت پر وہ صلوٰۃ وسلام اور وہ تحفے اور برکتیں جن کے آپ اہل ہیں۔ اور جن کے وہ اہل ہیں، نازل ہوتے رہیں جب تک آپ کا ذکر کرنے والے آپ کے ذکر میں مشغول رہیں اور جب تک غفلت والے آپ کے ذکر سے

---

لہ میں جانتا ہوں کہ جس قافلے میں وہ ہے۔ میں اس میں نہیں پہنچ سکتا۔ یہی کافی ہے کہ دور سے گھنٹی کی آواز پہنچتی رہے۔



Marfat.com

غوغل رہیں۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات و ارسال تحیات کے بعد واضح ہو کہ آپ کا مکتوب گرامی جو اس فقیر کے نام لکھا تھا۔ اخوی و اعزی شیخ محمد طاہر نے پہنچایا۔ اور خوش وقت کیا۔ یہ مکتوب چونکہ ارباب کشف وشہود کے حقائق و معارف پر مشتمل تھا۔ فرحت پر فرحت کا موجب ہوا۔ اللہ سبحانہٗ تمہیں جزاء خیر عطا فرمائے۔

یہ فقیر بھی آپ کے صحیفے کی موافقت میں اس بلند گروہ کے ذوق وشوق کی باتیں درمیان میں لاتے ہوئے چند کلمے لکھ کر آپ کی دردسری کا باعث بنتا ہے۔

مخدوم ومحترم یہ بات آپ کے علم شریف میں ہے کہ وجود ہر خیر و کمال کا مبدأ ہے اور عدم ہر نقص و شرارت اور زوال کا منشا ہے۔ پس وجوب واجب تعالیٰ جلّ سلطانہٗ کے لیے ثابت ہے۔ اور عدم ممکن کا حصہ۔ تاکہ ہر خیر و کمال واجب تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔ اور ہر طرح کا شر و نقص ممکن سے منسوب ہو۔ ممکن کے لئے وجود ثابت کرنا اور خیر و کمال کو اس سے منسوب کرنا فی الحقیقت ممکن کو حق جلّ سلطانہٗ کی ملک اور ملک میں شریک کرنا ہے۔ اور اسی طرح ممکن کو عین واجب تعالیٰ شانہٗ کہنا نیز ممکن کی صفات اور افعال کو اس بلند ذات کی صفات و افعال کا عین قرار دینا سوءِ ادب اور بجروی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات میں ایک کمینے چاروب کش کی جو نقص اور خبث ذاتی سے داغدار ہے۔ کہ مجال ہے کہ اپنے آپ کو سلطان عظیم الشان کا عین جانے جو خیرات و کمالات کا منشا ہے۔ اور اپنی بُری صفات اور افعال کو اس کی بہترین صفات اور افعال کا عین ہونے کا وہم کرے۔ علمائے ظواہر نے ممکن کے لئے وجود ثابت کیا ہے اور واجب تعالیٰ کے وجود اور ممکن کے وجود کو مطلق وجود کے افراد میں سے شمار کیا ہے۔ غایۃ ما فی الباب کلی مشکک کے طور پر واجب تعالیٰ کے وجود کو ممکنات کے وجود سے اولیٰ اور اقدم کہا ہے۔ اور یہ معنی ممکن کے واجب کے ان کمالات و فضائل میں جو اس کے وجود سے پیدا ہوئے ہیں، میں شریک کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے بہت ہی بلند ہے۔ حدیث قدسی میں آیا ہے۔

اَلْکِبْرِیَاءُ رِدَائِیْ وَالْعَظَمَۃُ اِزَارِیْ "         بڑائی میری چادر اور عظمت میرا تہ بند ہے۔

اگر علمائے ظواہر اس باریکی سے آگاہ ہو جاتے تو ہرگز ممکن کے لیے وجود ثابت نہ مانتے۔ اور جو خیر و کمال خدائے جلّ و علا سے مخصوص ہے۔ وجود کی خصوصیت کے اعتبار سے ممکن کے لئے اس کا اثبات نہ کرتے۔

---

لہ مسلم شریف بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حدیث کے باقی الفاظ یہ ہیں " فمن نازعنی واحداً منہما ادخلتہ النار " ترجمہ سو ان دونوں میں سے ایک کو بھی چھینے گا۔ میں اسکو آگ میں ڈالوں گا۔



Marfat.com

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا "اے ہمارے پروردگار! اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر بیٹھیں تو ہمیں نہ پکڑنا" ۔۔ آیۃ الکریمہ

اور اکثر صوفیہ خاص کر ان کے متاخرین ممکن کو عین واجب جانتے ہیں، اور ممکن کی صفات و افعال کو واجب تعالیٰ کی صفات و افعال کا عین گمان کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔

ہمسایہ و ہمنشین ہمہ اوست[1] ۔۔۔ در دلق گدا و اطلس شہ ہمہ اوست

در انجمن فرق و نہان خانہ جمع[2] ۔۔۔ باللہ ہمہ اوست ثم باللہ ہمہ اوست

اگرچہ ان بزرگوں نے وجود کو شریک کرنے سے گریز کیا ہے۔ اور دوئی سے دور بھاگے ہیں۔ لیکن غیر وجود کو وجود سمجھ بیٹھے ہیں۔ اور نقائص کو کمالات کہہ دیا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں کسی بھی شئی کی ذات میں شرارت اور نقص نہیں ہے۔ اگر ہے تو صرف نسبی اور اضافی ہے۔ زہر قاتل بھی انسان کی نسبت سے زہر قاتل ہے۔ کہ اس کی زندگی ختم کرتا ہے۔ لیکن اس جاندار کی نسبت آب حیات ہے جس میں یہ زہر پیدا ہوتا ہے اور اس کے لئے تریاق نافع ہے۔

اس بارے میں ان بزرگوں کا مقتدا اور پیشوا ان کا کشف و شہود ہے۔ ان بزرگوں پر جو کچھ ظاہر ہوا ہے وہی ان کے علم میں آیا ہے۔ اے اللہ ہمیں چیزوں کی حقیقتیں اس اصل حالت میں دکھا جیسی کہ وہ ہیں۔

اس باب میں جو کچھ اس فقیر پر ظاہر کیا گیا ہے یہ فقیر اسے تفصیل سے ظاہر کرتا ہے۔ پہلے شیخ محی الدین ابن عربی جو متاخرین صوفیہ کا امام اور پیشوا ہے۔ کا اس مسئلے میں مذہب بیان کرتا ہے۔ اس کے بعد جو کچھ اس فقیر پر ظاہر کیا گیا ہے۔ تحریر میں لاتا ہے۔ تاکہ دونوں مذہبوں کے درمیان مکمل طریقہ سے فرق معلوم ہو جائے اور باریکی اور خفاء کی وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ خلط ملط نہ ہو۔

یہ شیخ محی الدین اور اس کے پیروکار فرماتے ہیں۔ کہ باری تعالیٰ جل و علا کے اسماء و صفات ذات واجب تعالیٰ و تقدس کا بھی عین ہیں۔ ایک دوسرے کا بھی عین ہیں۔ پس اس مقام میں کسی بھی اسم اور نشان کے اعتبار سے تعدد و تکثر نہیں ہے اور نہ ہی کوئی تمایز اور تباین ہے۔ غایت مافی الباب یہ ہے کہ ان اسماء و صفات اور شیون و اعتبارات نے حضرت علم میں تمایز اور تباین اجمالاً و تفصیلاً پیدا کیا ہے۔ اگر اجمالی تمیز ہے تو اسے تعین اول سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور اگر تفصیلی تمیز ہے تو اس کا نام تعین ثانی ہے۔ تعین اول کا نام

---

[1] ہمسایہ، ہمنشین، ہمساتھی سب وہی (خدا) ہے۔ گداگر کی گودڑی اور شاہی لباس میں بھی وہی (خدا) ہے۔

[2] فرق کی انجمن، درنہاں خانہ جمع سب میں اللہ کی قسم وہی ہے پھر اللہ کی قسم سب وہی ہے۔



Marfat.com

وحدت رکھتے ہیں۔ اور اسے حقیقت محمدی جانتے ہیں۔ اور تعین ثانی کو واحدیت کہتے ہیں۔ اور تمام ممکنات کے حقائق گمان کرتے ہیں۔ اور ان حقائق ممکنات کو اعیانِ ثابتہ جانتے ہیں۔ اور ان دو علمی تعینوں یعنی وحدت اور واحدیت کو مرتبہ وجوب میں ثابت کرتے ہیں۔

یہ حضرات کہتے ہیں۔ کہ ان اعیان ثابتہ نے وجود خارجی کی بُو بھی نہیں پائی۔ اور خارج میں احدیت مجردہ کے سوا کچھ بھی موجود نہیں ہے۔ اور یہ کثرت جو خارج میں دکھائی دیتی ہے۔ اعیان ثابتہ کا عکس ہے۔ جو ظاہر وجود جس کے سوا خارج میں کچھ موجود نہیں ہے کے شیشوں میں منعکس ہوا ہے۔ اور خیالی وجود پیدا کیا ہے۔ جس طرح ایک شخص کی صورت آئینے میں منعکس ہو۔ اور اس شیشے میں خیالی وجود پیدا کرے۔ اس عکس کا وجود صرف خیال میں ثابت ہے۔ اور آئینے میں کسی شئی نے حلول نہیں کیا ہے۔ اور اس شیشے میں کوئی چیز منقش نہیں ہوئی۔ اگر انتقاش ہے تو صرف خیال میں ہے۔ جو شیشے کی سطح پر وہم میں آتا ہے۔ اور یہ خیالی اور وہمی شے خداوند جل سلطانہ کے فعل سے پیدا ہوئی۔ جو درست اور ٹھیک شکل میں دکھائی دیتا ہے۔ وہم اور خیال کے زوال سے زائل نہیں ہوتی۔ آخرت کا دائمی اور ابدی ثواب و عذاب اسی پر مرتب ہوتا ہے یہ کثرت جو خارج میں دکھائی دیتی ہے۔ تین قسم پر منقسم ہے۔ قسم اوّل تعین روحی ہے اور قسم دوم تعین مثالی اور قسم سوم تعین جسدی جو عالم شہادت سے تعلق رکھتا ہے۔ ان تینوں تعینات کو تعینات خارجیہ کہتے ہیں اور مرتبہ امکان میں ثابت کرتے ہیں۔ تنزلات خمسہ ان ہی پانچ تعینات سے عبارت ہے اور ان تنزلات خمسہ کو حضرات خمس بھی کہتے ہیں۔

اور جب علم اور خارج میں سوائے ذات باری تعالیٰ اور سوائے واجب جل سلطانہ کی اسماء و صفات کے جو عین ذات تعالیٰ و تقدس ہیں۔ ان کے نزدیک اور کوئی چیز ثابت نہیں۔ اور انہوں نے صورت علمیہ کو ذی صورت کا عین گمان کیا ہے۔ شے کا شبیہ و مثال گمان نہیں کیا۔ نیز اسی طرح اعیان ثابتہ کی صورت منعکسہ کو جس نے ظاہر وجود میں نمود پیدا کیا ہے۔ ان صورتوں کا عین تصور کیا ہے۔ نہ ان کا شبہ تو لازماً اتحاد کا حکم لگا دیا۔ اور ہمہ اوست کا نعرہ بلند کیا۔

یہ مسئلہ وحدت وجود میں شیخ محی الدین ابن عربی کے مذہب کا اجمالی بیان یہی علوم ہیں۔ اور اسی طرح کے دیگر علوم جنہیں شیخ موصوف خاتم الولایۃ کے ساتھ مخصوص جانتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ خاتم النبوت یہ علوم خاتم الولایۃ سے اخذ کرتا ہے۔ اور فصوص[1] کے شارحین اس قول کی توجیہہ میں تکلفات کرتے ہیں۔

---

[1] فصوص سے شیخ ابن العربی کی مشہور کتاب فصوص الحکم مراد ہے۔



Marfat.com

مختصر یہ کہ شیخ موصوف سے پہلے اس گروہ صوفیہ میں سے کسی نے ان علوم و اسرار کیساتھ لب کشائی نہیں کی۔ اور اس بات کو اس طریقہ پر کسی نے بیان نہیں کیا۔ اگرچہ غلبات سُکر میں ان سے توحید و اتحاد کی باتیں ظہور میں آئی ہیں۔ اور "انا الحق" اور "سبحانی" کے الفاظ صادر ہوئے ہیں۔ لیکن یہ حضرات اتحاد کی وجہ سے معلوم نہیں کر سکے اور منشا کو نہیں پا سکے۔ پس شیخ اس گروہ کے متقدمین کی برہان اور اس گروہ کے متاخرین کی حجت اور دلیل بنے ہیں۔ تاہم ابھی تک اس مسئلہ کے بہت سے دقائق پوشیدہ ہیں اور نہ ہی اس باب میں مشکل راز ابھی تک منصۂ شہود پر آئے ہیں۔ البتہ فقیر کو ان کے اظہار کی توفیق ملی ہے۔ اور انکی تحریر سے مبشر ہوا ہے۔ اللہ ہی حق کو حق ظاہر کرتا ہے۔ اور وہی سیدھے رستے کی ہدایت دیتا ہے۔

مخدوم گرامی! واجب الوجود تعالیٰ و تقدس کی صفات ثمانیہ جو اہل حق اہلسنت شکر اللہ سعیہم کے نزدیک خارج میں موجود ہیں۔ ضرور خارج میں ذات تعالیٰ و تقدس بے چونی اور بے چگونی کی صفت کیساتھ متمیز ہونگی نیز یہ صفات آپس میں بھی بے چونی کی صفت کیساتھ ایک دوسری سے متمیز اور جدا ہوں گی۔ بلکہ بے چون تمیز مرتبہ حضرت ذات تعالیٰ و تقدس میں بھی ثابت ہے۔ کیونکہ واجب تعالیٰ مجہول الکیفیہ وسعت کیساتھ واسع ہے۔ اور وہ تمیز جو ہمارے فہم و ادراک میں آسکتا ہے۔ اس جناب قدس سے مسلوب ہے۔ کیونکہ بعض ہونا اور جزء جزء ہونا وہاں متصور نہیں ہو سکتا اور تحلیل و ترکیب کو حضرت جل سلطانہ میں کچھ دخل نہیں اور حالیت (اس کا کسی میں سرایت کرنا) اور محلیت (اس میں کسی کا سرایت کرنا) کی بھی وہاں کچھ گنجائش نہیں۔

مختصر یہ کہ ممکن کی صفات و اعراض میں سے ہے۔ اس جناب قدس سے مسلوب ہے۔ اس کی طرح کوئی اس کی مثل نہیں۔ نہ ذات میں نہ صفات میں اور نہ افعال میں۔ اس بے چونی تمیز اور اس بے کیف وسعت کے باوجود واجب تعالیٰ جل سلطانہ کے اسماء و صفات خانۂ علم میں بھی تفصیل و تمیز رکھتے ہیں اور منعکس ہوئے ہیں اور ہر اسم و صفت متمیزہ کا مرتبہ عدم میں ایک مقابل اور ایک نقیض ہے۔ مثلاً صفت علم کا مرتبہ عدم میں ایک مقابل اور نقیض ہے۔ جو عدم علم ہے اور جسے جہل سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور صفتِ قدرت کا ایک مقابل ہے یعنی عجز جو عدم قدرت کا نام ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔ اور ان عدمات متقابلہ نے بھی علم واجبی جل شانہ میں تفصیل و تمیز پیدا کیا ہوا ہے۔ اور اپنی متقابل صفات و اسماء کا آئینہ بنے ہوئے ہیں۔ اور ان کے عکسوں کے ظہور کے شیشے بنے ہوئے ہیں۔

فقیر کے نزدیک وہ عدمات اسماء و صفات کے ان عکوس کیساتھ ممکنات کے حقائق ہیں۔ غایۃ مافی الباب اتنی بات ہے۔ کہ وہ عدمات ان ماہیات کے لئے اصول اور مواد کی طرح ہیں۔ اور وہ عکوس ان مواد میں حلول کرنے والی صورتوں کی طرح ہیں۔ پس شیخ محی الدین کے نزدیک ممکنات کی حقیقتیں مرتبہ علم میں وہی متمیز اسماء



Marfat.com

اور صفات ہیں - اور فقیر کے نزدیک ممکنات کی حقیقتیں وہ عدمات ہیں - جو اسماء اور صفات کی نقیض ہیں - اسماء اور صفات کے ان عکسوں کے ساتھ جو ان عدمات کے آئینوں میں خانۂ علم میں ظاہر ہوئے ہیں - اور ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے ہیں - اور قادر مختار جل سلطانہٗ نے جب چاہا کہ ان ملی ہوئی ماہیتوں میں سے وجودِ ظلی کے ساتھ جو حضرتِ وجود کا پرتو ہیں۔ متصف کر کے موجود خارجی بنا دیا - مختصر یہ کہ حضرت وجود سے اس ملی ہوئی ماہیت پر پرتو ڈال کر اسے خارجی آثار کا مبدأ بنا دیا - پس ممکن کا وجود علم میں اور خارج میں ممکن کی باقی صفات کی حضرت وجود کا پرتو اور اس کے کمالات کا تابع ہے - پس ممکن کا علم واجب تعالیٰ وتقدس کے علم کا پرتو اور ظل ہے - جو اپنے مقابل منعکس ہوا ہے - اور ممکن کی قدرت بھی ظل ہے کہ عجز میں جو اس کا مقابل ہے منعکس ہوا ہے - اور اسی طرح ممکن کا وجود حضرت وجود کا ظل ہے - جو عدم کے آئینوں میں کہ اس کے مقابلے میں منعکس ہوا ہے -

نیاوردم از خانہ چیزے نخست[1] تو دادی ہمہ چیز و من چیز تست

لیکن فقیر کے نزدیک شے کا ظل اس کا عین نہیں ہے - بلکہ اس کا شبح اور مثال ہے اور ایک کا ثبوت دوسرے کیلئے ممتنع ہے - پس فقیر کے نزدیک ممکن واجب کا عین نہیں ہے - اور ممکن اور واجب کا ایک دوسرے پر حمل کرنا ثابت نہیں ہے - کیونکہ ممکن کی حقیقت عدم ہے -

اور اسماء وصفات کا جو عکس اس عدم میں منعکس ہوا ہے - ان اسماء وصفات کا شبح اور مثل ہے - نہ کہ ان صفات کا عین - لہذا ہمہ اوست کا مقولہ درست نہیں ہو گا - بلکہ ہمہ از اوست (درست ہے) - کیونکہ جو چیز اپنی ذات میں ممکن ہے - وہ عدم ہے - اور شرارت ، نقص اور خبث کا منشا ہے اور کمالات کی جنس سے جو کچھ ممکن سے پیدا ہوا ہے - جیسے وجود اور اس کے توابع - وہ سب کا سب اس حضرت ذات جل سلطانہٗ سے اُسے حاصل ہوا ہے - اور اس ذات سبحانہٗ کا پرتو ہے - اس لئے لازماً وہی ذات سبحانہٗ وتعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے - اور اس کے ماسوا سب ظلمت اور تاریکی ہے کیونکہ ظلمت اور تاریکی نہ ہو - حالانکہ عدم تمام ظلمتوں سے بڑھ کر ظلمت ہے - اس بحث کی پوری تحقیق جیسی کہ چاہیئے - اس مکتوب میں تلاش کریں - جو میں نے اپنے مرحوم ومغفور فرزند اعظم کے نام تحریر کیا ہے - جس میں وجود کی حقیقت کا بیان اور ماہیات ممکنات کی تحقیق سپردِ قلم کی ہے -

---

[1] میں اپنے گھر سے کوئی چیز لے کر نہیں آیا - تو نے ہی تمام چیزیں دی ہیں - اور میں خود تیری ایک چیز ہوں -



Marfat.com

پس عالم سارے کا سارا شیخ محی الدین کے نزدیک اسماء و صفات سے عبارت ہے۔ جنہوں نے خانہ علم میں تمیز پیدا کیا ہے۔ اور خارج میں ظاہر وجود کے آئینے میں نمود اور ظہور حاصل کیا ہے۔ اور فقیر کے نزدیک عالم عدمات سے عبارت ہے۔ کہ واجب تعالیٰ جلّ سلطانہ کے اسماء وصفات خانہ علم میں اس میں منعکس ہوئے ہیں۔ اور خارج میں حق سبحانہ کی ایجاد سے وہ عدمات اس عکوس کے ساتھ وجود ظلی کے ساتھ موجود ہیں۔ پس عالم میں خبث ذاتی ثابت ہو گیا۔ اور ملبی شرارت ظاہر ہو گئی۔ اور خیر و کمال سب کا سب جناب قدس جلّ وعلا کی طرف راجع ہو گیا۔ آیہ کریمہ

مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۔ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ۔

اے بندے تجھے جو بھلائی پہنچتی ہے وہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور جو تجھے برائی پہنچتی ہے وہ تیرے نفس کی طرف سے ہے۔

اس معرفت کی مؤید ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

تو اس تحقیق سے معلوم ہو گیا۔ کہ عالم خارج میں موجود ہے۔ لیکن ظلی وجود کیساتھ۔ جس طرح حق سبحانہ خارج میں وجود اصلی کیساتھ موجود ہے بلکہ اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے۔ غایۃ ما فی الباب یہ ہے۔ کہ یہ خارج بھی وجود و صفات کی طرح اس خارج کا ظل ہے۔ لہٰذا عالم کو حق جلّ وعلا سلطانہٗ کا عین نہیں کہہ سکتے۔ اور ایک کا حمل دوسرے پر جائز نہ ہوگا۔ ظلِ شخص کو عین شخص نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ خارج میں دونوں کے درمیان تغایر موجود ہے کیونکہ دو چیزیں آپس میں متغایر ہوتی ہیں۔ اور اگر کوئی شخص ظلِ شخص کو عین شخص کہے تو وہ بر سبیل تسامح (چشم پوشی) اور مجاز ہوگا۔ جس کا ہماری اس بحث سے کوئی تعلق نہیں۔

کوئی شخص اگر یہ سوال کرے کہ شیخ محی الدین اور اس کے پیروکار بھی عالم کو حق تعالیٰ کا ظل ہی مانتے ہیں تو پھر فرق کیا ہوا۔ اس کا جواب ہم یہ دیں گے کہ وہ اس ظل کے وجود کو وہم میں ہی گمان کرتے ہیں۔ اور اس کے حق میں وجود خارجی کی بو بھی جائز نہیں مانتے۔ مختصر یہ کہ کثرت موہوم کو وحدت موجودہ کے ظل سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور خارج میں صرف اس ایک ذات تعالیٰ کو ہی موجود جانتے ہیں۔ ان دونوں میں بہت فرق ہے۔ پس اصل پر ظل کے حمل کا منشا اور اس حمل کا نہ ہونا ظل کے لئے وجود خارجی کا اثبات ہوا۔ اور اس وجود کا عدم اثبات وہ لوگ جب کہ ظل کے لئے وجود خارجی ثابت نہیں کرتے۔ اس لئے لازماً اصل پر محمول

---

ـلـه سورۃ النساء پارہ ۵ والمحصنت۔



Marfat.com

کرتے ہیں۔ اور یہ فقیر چونکہ ظل کو خارج میں موجود جانتا ہے۔ اس لئے حمل میں جلدی نہیں کرتا۔ ظل سے وجود اصلی کی نفی میں فقیر اور وہ شریک ہیں۔ اور وجود ظلی کے اثبات میں بھی متفق ہیں۔ لیکن یہ فقیر وجود ظلی کو خارج میں ثابت تسلیم کرتا ہے۔ اور وہ وجود ظلی کو صرف وہم اور تخیل میں گمان کرتے ہیں۔ اور خارج میں احدیت مجردہ کے سوا موجود نہیں جانتے۔ اور صفات ثمانیہ کو بھی جن کا وجود اہل سنت وجماعت رضی اللہ تعالے عنہم کی آراء کے مطابق خارج میں ثابت ہو چکا ہے۔ صرف علم میں ثابت کرتے ہیں۔ ظاہری علماء اور وہ رضی اللہ تعالے عنہم نے میانہ روی کی دو طرفوں کو اختیار فرمایا ہے اور ان دونوں کے درمیان حق کا درمیانہ درجہ اس فقیر کو نصیب ہوا ہے۔ اور توفیق ملی ہے۔ اگر وہ لوگ بھی اس خارج کو اس خارج کا ظل پاتے۔ تو عالم کے وجود خارجی کا انکار نہ کرتے اور وہم اور تخیل پر کفایت نہ کرتے۔ اور واجب الوجود کی صفات کے وجود خارجی کا بھی انکار نہ کرتے۔ اور اگر ظاہری علماء بھی اس رمز سے آگاہ ہو جاتے۔ تو ہرگز ممکن کے لئے وجود اصلی کا اثبات نہ کرتے۔ اور وجود ظلی پر اکتفا کرتے۔ اور وہ جو فقیر نے بعض مکتوبات میں لکھا ہے۔ کہ ممکن پر وجود کا اطلاق بطریق حقیقت ہے۔ نہ بطریق مجاز۔ تو یہ بات اس تحقیق کے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ ممکن خارج میں وجود ظلی کے ساتھ بطریق حقیقت موجود ہے۔ نہ وہم و تخیل کے طور پر۔ جیسا کہ ان کا گمان ہے۔

**سوال**

صاحب فتوحات مکیہ نے اعیان ثابتہ (صور علمیہ) کو وجود اور عدم کے درمیان برزخ کہا ہے۔ پس اس کے طور کے مطابق عدم بھی حقائق ممکنات میں داخل ہے۔ پس اس تحقیق اور اس قول کے درمیان کیا فرق ہوگا!

**جواب**

برزخ اس اعتبار سے کہا کہ صور علمیہ کی دو جہتیں ہیں۔ ایک جہت ثبوت علمی کے واسطہ سے وجود سے تعلق رکھتی ہے۔ اور ایک جہت عدم خارجی کے واسطہ سے عدم سے تعلق رکھتی ہے کیونکہ اعیان نے اس کے نزدیک وجود خارجی کی بو بھی نہیں سونگھی۔ اور وہ عدم جو اس تحقیق میں میں درج ہوا ہے۔ دوسری حقیقت رکھتا ہے۔ اور اسی طرح وہ جو بعض بزرگوں کی عبارتوں میں جن میں عدم کا اطلاق ممکن پر ہوا ہے۔ اس سے معدوم خارجی مراد ہے۔ نہ وہ عدم جس کی تحقیق مندرجہ بالا عبارت میں ہوئی ہے۔ اور وہ مانند ذات ان اسماء و صفات سے جنہوں نے علم میں تفصیل اور تمیز حاصل کیا ہے۔ اور عدمات کے آئینوں میں منعکس ہو کر حقائق ممکنات قرار پائے ہیں " وراء الوراء " ہے۔ پس عالم کے ساتھ اس ذات سبحانہ کی کسی طرح بھی کوئی مناسبت نہیں۔ بے شک اللہ تعالے ساری مخلوق سے بے نیاز ہے۔ اس ذات سبحانہ کو عالم کے ساتھ عین اور متحد قرار دینا بلکہ منسوب کرنا اس فقیر پر بہت گراں گزرتا ہے



Marfat.com

آں ایشاں[1] اند و من چونینم یارب

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَسَلَامٌ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى مَنْ لَّدَيْكُمْ

# مکتوب نمبر ۲

میر شمس الدین علی خلخالی کی طرف صادر فرمایا

اس بیان میں کہ اس کی بلند ذات کا مرتبہ، اور اس ذات سبحانہ کی صفات کا مرتبہ وجود اور وجوب کے اعتبار سے اوپر ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى - آپ کا گرامی نامہ جو آپ نے محبت اور اخلاص کے ساتھ ارسال فرمایا تھا ۔ پہنچا ۔ اور بہت فرحت کا باعث ہوا ۔ دینی بھائیوں کی کثرت آخرت میں بہت سی امیدوں کا ذریعہ ہے ۔ " اے اللہ ہمارے دینی بھائیوں کو زیادہ کر اور ہمیں اور ان کو سید المرسلین علیہ وعلیہم من الصلوٰت افضلہا ومن التسلیمات اکملہا کی متابعت پر ثابت رکھ ۔

از ہر چہ مے رود سخن دوست[2] خوشتر است

اے محبت کے نشانات والے ! واجب تعالیٰ اور واجب الوجود تعالیٰ و تقدس کی سات یا آٹھ صفات مختلف آرا کے مطابق جو صفات حقیقیہ ہیں ۔ خارج میں موجود ہیں اور اہل حق شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کے سوا مخالف فرقوں میں سے کوئی ایک بھی واجب تعالیٰ جل سلطانہ کی صفات کے وجود کا قائل نہیں ہے ۔ حتیٰ کہ اہل حق میں سے متاخرین صوفیہ بھی وجود صفات کے منکر ہوئے ہیں اور صفات کی زیادتی کو علم کی طرف لوٹاتے ہوئے کہتے ہیں ۔

---

[1] یارب وہ تو وہ ہیں اور میں اس طرح ہوں ۔

[2] دوست کی بات جس طرف سے بھی سنائی دے ۔ بہت اچھی لگتی ہے ۔



Marfat.com

از روئے تعقل ہمہ غیر اند صفات[1] با ذات تو از روئے تحقق ہمہ عین

اور حق یہ ہے کہ اہلِ حق کی بات ہی برحق ہے۔ اور نبوت کے سینہ سے حاصل کی ہوئی چیز ہے۔ اور کشف و فراست کے نور سے اس کی تائید ہو چکی ہے۔ غایت ما فی الباب، اتنی بات ہے کہ صفات کو موجود ماننے کی صورت میں مخالفین جو اعتراض کرتے ہیں۔ وہ بڑا قوی ہے۔ کیونکہ صفات اگر موجود ہوں گی۔ تو خالی نہیں ہیں۔ یا ممکن ہوں گی یا واجب لذاتہ۔ امکانِ حدوث اور فنا کو مستلزم ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک ہر ممکن حادث ہے۔ اور بہت سے واجب لذاتہ تسلیم کرنا توحید کے منافی ہے۔ اور نیز امکان کی صورت میں صفات کا ذات تعالےٰ و تقدس سے جوازِ انفکاک لازم آتا ہے۔ اور یہ معنی واجب تعالےٰ و تقدس کے لئے جہل اور عجز کے جواز کا موجب ہے۔ اس اشکال کا حل جو اس فقیر پر ظاہر کیا گیا۔ یہ ہے۔ کہ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے۔ نہ کہ وجود کے ساتھ۔ چاہے وجود عین ذات ہو یا ذات سے زائد۔ اور واجب تعالیٰ کی صفات اس کی بلند ذات کے ساتھ موجود ہیں۔ نہ وجود کے ساتھ۔ کیوں کہ وجود کی اس مقام میں گنجائش نہیں۔

شیخ علاؤالدین نے اس مقام کی طرف اشارہ فرمایا۔ جہاں آپ نے فرمایا۔ کہ ملک ودود (ذاتِ حق) کا عالم، عالم وجود سے اوپر ہے۔ لہٰذا امکان و وجوب کی نسبت بھی اس مقام میں متصور نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ امکان اور وجوب ماہیت اور وجود کے درمیان نسبت کا نام ہے۔ تو جہاں وجود ہی نہ ہو۔ وہاں نہ امکان ہو گا اور نہ وجوب۔ یہ معرفت نظر و فکر کے مقام سے وراء ہے۔ عقل کی رسی میں بندھے ہوئے ہو۔ لوگ اس معرفت کو کیا پا سکتے ہیں۔ اور انکار کے سوا ان کے حصے میں کیا آسکتا ہے۔ مگر جسے اللہ سبحانہ و تعالیٰ محفوظ رکھے۔

دوسری بات یہ ہے۔ کہ سیادت پناہ میر سید محب اللہ کچھ عرصہ تک یہاں رہے ہیں۔ اب آپ کی طرف آرہے ہیں۔ ان کی صحبت اور خدمت کو غنیمت جانیں

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى مَنْ لَّدَيْكُمْ

[1] تعقل اور علم کی رو سے تمام صفات ذات کا غیر ہیں اور تحقق کی رُو سے سب عین ہیں۔



Marfat.com

# مکتوبات نمبر ۳

مخدوم زادہ۔ حقائق و معارف آگاہ ، مظہر فیضِ الٰہی ، خواجہ محمد سعید سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا

اس بیان میں کہ آفاق و انفس (یعنی انسان کی اندرونی اور بیرونی دنیا) کا معاملہ ظلال میں داخل ہے ۔ اور ولایت صغریٰ و کبریٰ کا بیان اور کمالات نبوت اور تجلی افعال کی حقیقت جس کے متعلق بعض صوفیہ کے نزدیک قرار پا چکا ہے کہ وہ فعل فعلِ حق کا ظل ہے نہ عین فعل۔ صفات و ذات تعالیٰ تک اس کی کہاں رسائی ہے ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

جو کچھ آفاق اور انفس کے آئینوں میں ظاہر ہوتا ہے ۔ داغ ظلیت سے داغدار ہے ۔ اس لئے وہ نفی کرنے کے لائق ہے ۔ تاکہ اصل کا اثبات کیا جا سکے ۔ اور جب معاملہ آفاق اور انفس سے آگے گزر گیا ۔ تو ظلیت کی قید سے چھوٹ گیا ۔ اور تجلی فعل و صفت میں شروع ہونا میسر آگیا ۔ اور معلوم ہو گیا ۔ کہ اس سے قبل جس تجلی نے بھی ظہور کیا تھا ۔ آفاقی اور انفسی سیر میں اگرچہ اسے تجلی ذات ہی خیال کریں ۔ سب فعل اور صفت کے ظلال سے تعلق رکھتا تھا ۔ نہ کہ نفسِ فعل و صفت کے ساتھ ۔ ذات تعالیٰ و تقدس تک پہنچنا کجا ۔ اس لئے کہ ظلیت کا دائرہ انفس کی نہایت کے ساتھ منتہی ہو جاتا ہے ۔ پس جو کچھ آفاق اور انفس میں ظاہر ہوتا ہے ۔ اس دائرے میں داخل ہے ۔ اور صفات بھی اگرچہ حقیقت میں حضرت ذات تعالیٰ و تقدس کے ظلال ہیں ۔ تاہم دائرہ اصل میں داخل ہیں ۔ اور اس مرتبے کی ولایت اصلی ہے بخلاف مرتبہ سابق کی ولایت کے ۔ جو آفاق اور انفس سے تعلق رکھتا ہے ۔ کیونکہ وہ ظلی ولایت ہے ۔ دائرہ ظل کے منتہی لوگوں کیلئے تجلی برقی جو مرتبہ اصل سے پیدا ہوتی ہے حاصل ہے ۔ جو ایک گھڑی بھر کیلئے آفاق اور انفس کی قید سے آزاد کر دیتی ہے ۔ اور وہ جماعت جو دائرہ آفاق اور انفس سے آگے نکل گئی ۔ اور ظل سے اصل تک پہنچ گئی ۔ یہ تجلی برقی ان کے حق میں دائمی ہے ۔ کیونکہ ان بزرگوں کی جائے سکونت اور جائے پناہ دائرہ اصل ہے ۔ جس سے تجلی برقی پیدا ہوتی ہے ۔ بلکہ ان بزرگوں کا معاملہ تجلیات



Marfat.com

اور ظہورات سے اوپر ہے ۔ اس لئے کہ ہر تجلی اور ظہور جس مرتبے سے بھی تعلق رکھتا ہے۔ شائبہ ظلیت سے باہر نہیں ہے ۔ اور اصل الاصول کی گرفتاری نے ان کو ظل سے فارغ کر دیا ہے ۔ اور یہ لوگ نگاہ کی کجی سے چھوٹ گئے ہیں ۔ ولائیت ظلی میں جو ولائیت صغریٰ ہے ۔ نہایت کمال تجلی برقی کا حاصل ہونا ہے ۔ اور یہ تجلی برقی ولائیت کبریٰ میں پہلا قدم ہے ۔ جو ولائیت انبیاء ہے ۔ (علیہم الصلوات والتسلیمات) اور ولائیت صغریٰ ولائیت اولیاء ہے ۔ (قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم) یہاں سے ولائیت اولیاء اور ولائیت انبیاء صلوات اللہ تعالیٰ وتسلیماتہ سبحانہ علیہم کے درمیان فرق ، معلوم کرنا چاہیئے ۔ کہ اس ولائیت کی نہایت اس ولائیت کی ابتدا ہے ۔ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی نبوت کے کمالات کے بارے میں کیا لب کشائی کرے ۔ جب کہ نبوت کی ابتدا ولائیت کی انتہا ہے ۔ شاید حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے تبعیت اور وراثت کے طور پر انبیاء علیہم الصلوات والتحیات کی ولائیت سے حصہ پایا تھا اسی بناء پر آپ نے فرمایا کہ ہم نہایت کو بدایت میں درج کرتے ہیں ۔ یہ فقیر اس قدر جانتا ہے ۔ کہ نقشبندی نسبت اور حضور جب کمال کو پہنچتا ہے ۔ تو ولائیت کبریٰ سے مل جاتا ہے اور اس ولائیت کے کمالات سے وافر حصہ حاصل کر لیتا ہے ۔ بخلاف دوسرے طریقوں کے کہ ان کے کمال کی نہایت تجلی برقی تک ہے ۔

جاننا چاہیئے ۔ کہ جو سیر آفاق اور انفس کی سیر کے بعد میسر آتی ہے ۔ وہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی اقربیت میں سیر ہوتی ہے ۔ اس لئے کہ اس بلند ذات کا فعل ہم سے ہمارے زیادہ نزدیک ہے ۔ اسی طرح اس بلند ذات کی صفت ہم سے اور اس بلند ذات کے فعل سے ہمارے زیادہ نزدیک ہے ۔ اور اس کی بلند ذات ہم سے اور اس ذات سبحانہٗ کا فعل اور اس کی صفت ہمارے زیادہ نزدیک ہے ۔ ان مراتب میں سیر اقربیت میں سیر ہے ۔ تجلی فعل ، تجلی صفت اور تجلی ذات کی حقیقت اسی مقام میں ثابت ہوتی ہے ۔ اور وہم کی سلطنت اور دائرہ خیال سے اسی جگہ آکر نجات حاصل ہوتی ہے ۔ اس لئے کہ وہم وخیال کی سلطنت کے لئے آفاق وانفس کے دائرہ سے باہر حکومت اور تصرف میسر نہیں ہے ۔ وہم کی نہایت ظل کی نہایت تک ہے ۔ جس جگہ ظل نہیں ہوگا ۔ وہاں وہم بھی نہیں ہوگا ۔

پس ناچار ولائیت ظلی میں وہم سے خلاصی اور نجات موت کے بعد میسر آتی ہے ۔ کیونکہ وہم عدم کی طرف رُخ کر لیتا ہے ۔ اور ولائیت اصلی میں جو ولائیت کبریٰ ہے ، وہم وخیال کی قید سے اسی دنیا میں نجات حاصل ہو جاتی ہے ۔ اور وہم کے ہوتے ہوئے بندہ اس کی قید سے آزاد ہو جاتا ہے ۔ جو کچھ پہلے گروہ کو دارِ آخرت میں حاصل ہوگا ۔ اس دوسرے گروہ کو اسی جگہ حاصل ہو جاتا ہے ۔ ولائیت ظلی



Marfat.com

میں اس دنیا کے اندر اپنے وہم وخیال سے تراشی ہوئی باتوں کے سوا مطلوب کا حصول نہیں ہوتا ۔ اور ولایت اصلی میں مطلوب وہم کی تراش کے نقش سے منزّہ اور مبرّا ہے ۔

شاید مولینا روم قدس سرہٗ حیطہ وہم اور قید خیال سے تنگ آکر موت کی آرزو کرتا ہے ۔تاکہ مطلوب کو وہم وخیال کے لباس میں سے بالکل برہنہ اپنی آغوش میں کھینچ سکے ۔

اور موت کے بارے میں کسی کو اپنے متعلق دعا عافیت سے منع کرتے ہوئے فرماتے ہیں [1]

من شوم عریاں زتن و از خیال  تا خرامم در نہایات الوصال

یہ بات سنو ۔ کہ وہ جو ہم نے کہا ہے ۔ کہ آفاق و انفس میں افعال اور صفات کے ظلال کی تجلیات ہیں ۔ نہ نفس افعال وصفات کی تجلیات ۔ اس کا بیان یوں ہے ۔ کہ تکوین صفات حقیقیہ میں سے ہے جیسا کہ علماء ماتریدیہ کا مذہب ہے ۔ (شکر اللہ تعالیٰ سعیہم) صفات اضافیہ میں سے نہیں جیساکہ اشاعرہ کا گمان ہے ۔ اس صفت میں دوسری صفت کی نسبت چونکہ رنگ اضافت غالب ہے ۔ اس بناء پر انہوں نے اسے صفات اضافیہ میں سے گمان کرلیا ۔ لیکن حقیقۃً بات یہ نہیں ۔ بلکہ یہ صفت صفات حقیقیہ میں سے ہے ۔ جس کے ساتھ رنگ اضافت کی ملاوٹ ہوچکی ہے ۔ اور یہ صفت تکوین جو سب سے نچلی صفت ہے ۔ صفات عالیہ کا رنگ رکھتی ہے ۔ مثلاً کچھ حصہ علم اور حیات سے رکھتی ہے ۔ اور کچھ قدرت و ارادہ سے بھی رکھتی ہے ۔ اور اس صفت تکوین کی جزئیات ہیں ۔ جو فی الحقیقت اس کے ظلال ہیں ۔ جیسے ، تخلیق ، ترزیق ، احیاء و اماتت ، انعام اور ایلام وغیرہ اور یہ جزئیات افعال میں داخل ہیں ۔ جو حقیقۃً اس صفت کے ظلال ہیں ۔ اور صفات حقیقیہ کے دائرہ سے باہر ہیں ۔ اور اس فعل کے دو رُخ ہیں ایک رُخ فاعل سے متعلق ہے ۔ اور دوسرا مفعول سے ۔ اور یہ دونوں جہتیں نظر کشفی میں ایک دوسری سے امتیاز رکھتی ہیں ۔ پہلی جہت بلند ہے اور دوسری پست ۔ نیز جہت اوّل دیکھنے میں اصل کی طرح ہے ۔ اور دوسری جہت اس اصل کے لئے ظل کی طرح دکھائی دیتی ہے ۔

نیز پہلی جہت وجوب کا رنگ رکھتی ہے ۔ اور دوسری جہت امکان کا رنگ ۔ یہ دوسری جہت غیر انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات یعنی اولیاء کرام اور ساری مخلوق کے تعینات کے مبادی ہیں ۔

حق جل سلطانہ کا یہ فعل چونکہ دو جہتوں کے اعتبار سے وجوب کا رنگ بھی رکھتا ہے ۔ اور امکان کا رنگ بھی اس لئے بہرصورت ممکن ہوگا ۔ کیونکہ واجب اور ممکن سے ترکیب پانے والی شئ ممکن ہوتی ہے

---

[1] میں تن اور خیال سے برہنہ ہوجاؤں ۔ تو پھر ہی وصال کی نہایتوں میں ٹہل سکتا ہوں ۔



Marfat.com

اور نیز یہ فعل جب کہ جہت فوقانی کے اعتبار سے قدم کی طرف رُخ رکھتا ہے - اور جہت تحتانی کے اعتبار سے حدوث میں بھی قدم رکھتا ہے - لہٰذا لازماً حادث ہوگا - کیونکہ قدیم اور حادث سے مرکب حادث ہوتا ہے - اور وہ جماعت جس نے حق جل شانہٗ کے فعل کو قدیم کہا ہے - وُہ جہت اولیٰ کی رُو سے ہے - اور جس دوسری جماعت نے اُسے حادث جانا ہے - ان کا یہ خیال دوسری جہت کے اعتبار سے ہے - پہلے گروہ کی نظر بلند ہے - اور دوسرے گروہ کی پست - اگرچہ دونوں گروہ اس بارے میں حق سے ہٹ کر دو طرفوں میں ہو گئے ہیں - اور حق متوسط وہ ہے - جس کے ساتھ اس فقیر کو ممتاز کیا گیا ہے -

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

اسی طرح کی تحقیق صفات حقیقیہ کے متعلق بعض مکاتیب میں بیان ہو چکی ہے - وہاں سے مطالعہ کریں - جاننا چاہیئے - کہ فعل میں جہت ثانی خلق خاص سے عبارت ہے - جس نے زید سے تعلق پکڑا ہوا ہے - اور یہ زید کا پیدا کرنا مطلق جزئیاتِ خلق کی گویا ایک جزئی ہے - اور یہ خلق خاص جو زید سے متعلق ہے - اس کی بھی بہت سی جزئیات ہیں - جیسے ذاتِ زید کی پیدائش - صفاتِ زید اور افعالِ زید کی پیدائش - اور خلق زید کی یہ جزئیاتِ مطلق ذاتِ زید کی جو گویا کلّی ہے - ظلال ہیں - اور فعل زید کی خلق کیلئے بھی ایک ظل اور مظہر ہے - اور وہ کسبِ زید ہے جس نے فعل سے تعلق پکڑا ہے - زید اس کسب کو اپنے باپ کے گھر سے نہیں لایا - بلکہ اس کا کسب خلقِ حق جلّ وعلا کا پرتو ہے - پس ان معارف سے معلوم ہو گیا کہ ظل کا فعل تکوین ہے - اور فعل کی جہت ثانی جہت اُولیٰ کا ظل ہے - جیسا کہ تحقیق کی جا چکی ہے - اور جہت ثانی کا بھی ایک ظل ہے - جسے خلقِ زید کہتے ہیں - اور خلق زید کا پھر ایک ظل ہے - جو خلقِ فعل زید ہے - اور اس ظل کا پھر ایک ظل ہے - جو کسبِ زید ہے - جب یہ علوم تو نے جان لئے تو یہ بھی جان لے - کہ سلوک کے وقت سالکوں کی نظر میں مثلاً کسبِ زید کی نسبت جب زید سے منتفی ہو جاتی ہے - اور اس کی اضافت زید سے زائل ہو جاتی ہے - تو سالک حضرات ناچار اس فعل کا فاعل حق تعالیٰ و تقدس کو جانتے ہیں - بلکہ مخلوق کے افعال متکثرہ متباینہ کو ایک فاعل کا فعل پاتے ہیں - اور اس معنی کے ظہور کو تجلی افعال گمان کرتے ہیں -

انصاف کرنا چاہیئے کہ یہ تجلی، فعل حق تعالیٰ سبحانہٗ کی تجلی ہے - یا اس فعل کے ظلال میں سے کسی ظل کی تجلی ہے - جس نے کئی مراتب تنزّل کر کے ظلیت کا اسم پایا ہے - فعل کی تجلی پر دوسری تجلیات (ذات و صفات کی تجلیات) کو قیاس کرنا چاہیئے - کہ ظلال میں سے ایک ظل پر کفایت



Marfat.com

کرتے ہوئے اصل اصل گمان کر لیا ہے۔ اور وگ الکروث ومنقا (حقیر چیزوں) کے ساتھ آرام پکڑ چکے ہیں جاننا چاہیئے کہ وجوب وجود چونکہ ایک نسبت و اضافت ہے۔ اس لئے اس کا وجود لازماً مرتبہ فعل میں ہی ہوگا۔ اور جب کہ یہ نسبت عالم کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتی۔ بلکہ صانع عالم تعالیٰ وتقدس کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس لئے فعل کی وجہ اُولیٰ کے ساتھ جس کا ذکر اوپر ہوا ہے۔ مناسب ہے۔

اگر کہیں کہ اس بیان سے لازم آتا ہے۔ کہ وجوب مرتبہ ذات و صفات تعالیٰ وتقدس میں ثابت نہ ہو۔ اور اس بلند اور پاک ہستی کی ذات و صفات کو واجب نہ کیا جائے۔ پس حضرت ذات اور اس کی صفات سے وجود مسلوب ہوگا۔ جس طرح کہ امکان اور امتناع اس بلند ذات سے مسلوب ہے لہٰذا ایک چوتھی قسم وجوب۔ امکان اور امتناع کے سوا پیدا ہو گئی۔ حالانکہ ان مذکورہ تین اقسام میں حصر عقلی ثابت ہو چکا ہے۔

مَیں کہتا ہوں کہ یہ انحصار ماہیت کے لئے اس کے وجود کی نسبت سے ہے۔ تو جب ماہیت کی وجود کی طرف نسبت ثابت نہیں۔ تو انحصار بھی ثابت نہ ہوا۔ جس طرح کہ ذات واجب تعالیٰ اور اس پاک ذات کی صفات میں ہے۔ اس لئے کہ اس کی بلند ذات بذاتہ موجود ہے۔ وجود کے ساتھ موجود نہیں وجود کو عین ذات کہیں یا زائد علی الذات۔ اور اس کی صفات بھی اس کی ذات سبحانہٗ کے ساتھ موجود ہیں۔ بغیر اس بات کے کہ ان میں وجود دخل انداز ہو۔ تو اس سبحانہٗ وتعالےٰ کی ذات اور صفات ان تینوں منحصرہ اقسام سے بلند و بالا ہیں۔ غایۃ مافی الباب اتنی بات ہے۔ کہ جب اس کی بلند ذات اور اس پاک ہستی کی صفات کا مختلف وجوہ اور اعتبارات سے تصور اور تعقل کیا جائے۔ کہ اس کی نفس حقیقت کے تصور کا کوئی راستہ نہیں۔ تو اس کی ذات سبحانہٗ کے لئے وجود تصور ظلی میں وجوب عارض ہوتا ہے۔ جیسا کہ اس کی بے نیاز ذات کے لئے وہی مناسب اور لائق ہے۔ اور اس سبحانہٗ کی صفات کو وجود ذہنی میں امکان عارض ہوتا ہے۔ جیسا کہ اُن کے لئے مناسب ہے۔ کیونکہ وہ ذات کی طرف محتاج ہیں۔ تو اس بلند ہستی کی ذات اور اس کی صفات اپنی حدِ ذات میں مرتبہ وجوب اور امکان سے بلکہ مرتبہ وجوب سے بھی اوپر ہیں۔ اور وجود تصوری ظلی کے اعتبار سے وجوب اس کی بلند ذات کے لئے مناسب ہے۔ اور امکان اس ذات تعالیٰ وتقدس کی صفات کے مناسب۔ تو اس کی بلند صفات وجود خارجی کی حیثیت سے نہ واجب ہیں اور نہ ممکن۔ بلکہ وہ وجوب اور امکان سے اوپر ہیں۔ اور وجود ذہنی کے اعتبار سے ممکن ہیں۔ لیکن اس امکان سے حدوث لازم نہیں آتا۔ کیونکہ وہ امکان ان کی ذوات کے لئے نہیں



Marfat.com

جیسا کہ ممکنات کے لئے ہے ۔ بلکہ صفات کے وجودات ظلیہ کے لئے ہے ۔
اور اس معرفت کے مناسب ہے ۔ وہ بات جو ارباب معقول نے کہی ہے ۔ اور کلیت اور جزئیت ماہیت کو وجود ذہنی کی خصوصیت کے اعتبار سے عارض ہوتی ہے ۔ لہذا وجود خارجی کی حالت میں ماہیت کو ان دونوں کے ساتھ موصوف نہیں کیا جا سکتا ۔ پس زید جو خارج میں مثلاً تعقل سے پہلے موجود ہے ۔ جزئی نہیں ہے ۔ جس طرح وہ کلی بھی نہیں ہے ۔ بلکہ جزئیت اُسے وجود ذہنی ظلی کے بعد عارض ہوئی ہے بلکہ ہم کہتے ہیں ۔ کہ تمام نسبتیں ، اضافتیں احکام اور اعتبارات جو اس کی بلند ذات پر محمول ہوتے ہیں جیسے اُلوہیت ، رَبوبیت ، اَوّلیت اور اَزلیت یعنی وہ تمام چیزیں جو آٹھ موجود صفات کے علاوہ ہیں ۔ وہ اس ذات سُبحانہ پر تصور اور تعقل کے اعتبار سے صادق آتی ہیں ۔ ورنہ ذات مِنْ حَیْثُ ذات کسی صفت کے ساتھ موصوف نہیں ۔ اور نہ کسی اسم کے ساتھ موسوم ہے ۔ اور نہ کسی حکم کی محکوم ہے ۔ پس صاحب شرع نے اس کی ذات پر جن اسماء اور احکام کا اطلاق کیا ہے ۔ وہ تناسب اور تشابہ کے اعتبار سے ہے ۔ تاکہ مخلوق کے افہام کے قریب ہو جائے ۔ اور ان کی عقل کے مطابق ان کے ساتھ گفتگو ہو ۔ جس طرح زید کے لئے جو خارج میں موجود ہے ۔ بغیر ذہن میں وجود ملاحظہ کرنے کے بیشک وہ تشبیہ اور تمثیل کے لحاظ سے جزئی ہے ۔ اور ان کا زید کے لئے جزئیت کا حکم کرنا ان کے حکم کے ساتھ بہت مناسب اور بہت مشابہ ہے ۔ کہ وہ کلی ہے ۔ تو اسی طرح غنی اور بلند ذات پر وجوب کا حکم کرنا ۔ امکان اور امتناع سے بہت اولیٰ اور مناسب ہے ۔ ورنہ اس کی جناب قدس کی طرف نہ وجوب پہنچ سکتا ہے اور نہ وجود ۔ جس طرح کہ اس کی بلند اور منزّہ ذات کے لئے امکان اور امتناع بھی لائق نہیں اس شریف اور پاک معرفت کو سمجھ لے ۔

کیونکہ اس کی بلند اور پاکیزہ ذات و صفات کے علم کا خلاصہ ہے ۔ اور عظیم اور بڑے لوگوں میں سے کسی نے بھی یہ باتیں بیان نہیں کیں ۔ اس معرفت کے ساتھ اللہ سُبحانہ نے اِسی بندے کو برگزیدہ فرمایا ہے ۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی

## مکتوب نمبر ۴

سیادت مآب میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا



Marfat.com

اس بیان میں کہ علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین، جسے بعض صوفیہ نے بیان کیا ہے۔ یہ تینوں اقسام فی الحقیقت علم الیقین کے تین اجزاء کے دو جزو ہیں۔ اور علم الیقین کا ایک جزو ابھی تک باقی ہے۔ تو عین الیقین اور حق الیقین تک کیسے پہنچا جا سکتا ہے۔ اور اس امر کا بیان کہ ان علوم

والا اس ہزار سال کا مجدد ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

مدت ہوئی ہے۔ کہ آپ نے اپنے حالات خیر مآل سے مطلع نہیں فرمایا۔ اللہ تعالٰے سے تمہاری سلامتی اور استقامت کی دعا ہے۔

یہ بات جان لیں۔ کہ علم الیقین علاماتِ قدرت کے مشاہدہ سے عبارت ہے۔ جن سے یقین علمی کا فائدہ پہنچتا ہے۔ یہ شہود فی الحقیقت استدلال ہے اثر سے مؤثر کی طرف۔ پس آفاق و انفس کے آئینوں میں جوکچھ بھی تجلیات اور ظہورات دکھائی دیتے ہیں۔ سب اثر سے مؤثر کی طرف استدلال کے قبیل سے ہیں۔ اگرچہ ان تجلیات کا تجلیات ذاتیہ نام رکھ لیں۔ اور ان ظہورات کو بے کیف کہیں۔ اس لئے کہ شے کا کسی آئینے میں ظہور اس شئی کے آثار میں سے کسی اثر کا ظہور ہے۔ نہ کہ عین اس شے کا حصول۔ اس لئے پوری کی پوری سیر آفاقی اور انفسی علم الیقین کے دائرہ سے قدم باہر نہیں نکال سکتی۔ اور اس کا حصہ صرف اثر سے مؤثر کی طرف استدلال ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ط[1] (آیۃ الکریمہ) — عنقریب ہم انہیں آفاق اور ان کے انفس میں اپنی نشانیاں دکھائیں گے۔ تاکہ ان پر واضح ہو جائے کہ وہی حق ہے۔

دوسرے صوفیہ نے سیر آفاقی کو علم الیقین سے خیال کیا ہے اور عین الیقین اور حق الیقین کو سیر انفسی میں میں ثابت کیا ہے۔ اور انفس سے باہر کسی سیر کا ذکر نہیں کیا۔

آں ایشاں نند من چنینم یا رب[2]

(امیر محمد نعمان صاحب) یہ جان لیں کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ خود بندے سے بھی بندے کے زیادہ نزدیک ہے۔ پس بندے سے حق جل و علا تک جانب قربیت میں ایک اور سیر درکار ہے۔ کہ وصول اس سیر کے طے کرنے کے

---

[1] پارہ ۲۵ الیہ یرد۔ سورہ حم سجدہ۔

[2] یارب وہ تو اس طرح ہیں۔ لیکن میں تو اس طرح بھی نہیں۔



Marfat.com

ساتھ وابستہ ہے۔ یہ تیسری سیر بھی فی الحقیقت علم الیقین کو ثابت کرتی ہے۔ یہ اگرچہ دائرہ ظلیت سے باہر ہے۔ تاہم شائبہ ظلیت سے پاک اور مبرا نہیں ہے۔ اس لئے کہ اسماء وصفات واجب جل سلطانہٗ فی الحقیقت حضرت ذات تعالت وتقدست کے ظلال ہیں۔ اور جس جگہ بھی ظلیت کی ملاوٹ ہو وہ آثار و آیات میں داخل ہے۔

پس انہوں نے علم الیقین کی تین سیروں میں سے صرف ایک سیر کو علم الیقین کے ساتھ خاص کیا ہے اور اس کی سیر دوم کو عین الیقین اور حق الیقین کا حاصل کرنے والا قرار دیا ہے۔ اور تیسری سیر کے بارے میں لب کشائی نہیں کی۔ تاکہ علم الیقین کا دائرہ مکمل ہو۔ عین الیقین اور حق الیقین ابھی درپیش ہیں۔

قیاس کن ز گلستانِ من بہار[1]

(اور یہ فقیر) عین الیقین اور حق الیقین کے متعلق کیا عرض کرے۔ اور کچھ عرض کرے بھی تو اسے کون سمجھے گا۔ اور کون پائے گا اور کیا پائے گا۔ یہ معارف دائرہ ولایت سے خارج ہیں۔ ارباب ولائت علماء ظواہر کی طرح ان کے ادراک سے عاجز ہیں۔ اور ان کے حاصل کرنے سے قاصر ہیں۔ یہ علوم انوار نبوت علی اربابہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے سینہ سے اخذ کئے گئے ہیں۔ جو دوسرے ہزار کے آغاز کے بعد تبعیت اور وراثت کے طور تازہ ہوئے۔ اور پوری تازگی کے ساتھ ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ ان علوم و معارف والا اس ہزار سال کا مجدد ہے۔ جیسا کہ اس کے علوم و معارف میں جو ذات و صفات اور افعال سے تعلق رکھتے۔ اور جو احوال، مواجید، تجلیات، اور ظہورات سے متعلق ہیں، دیکھنے والوں پر پوشیدہ نہیں۔ تو صاحب نظر لوگ جانتے ہیں کہ یہ معارف اور علوم علماء کے علوم اور اولیاء کے معارف سے وراء ہیں۔ بلکہ ان کے علوم ان علوم کی نسبت چھلکا ہیں۔ اور وہ معارف اس چھلکے کا مغز ہیں۔ اور اللہ سبحانہٗ ہی ہدایت دینے والا ہے۔

اور جان لیں۔ کہ ہر سو سال پر ایک مجدد گزرا ہے۔ لیکن سو سال کا مجدد اور ہے۔ اور ہزار سال کا مجدد اور۔ جس طرح سو اور ہزار میں فرق ہے۔ ان دونوں مجددوں میں بھی اسی طرح فرق ہے۔ بلکہ اس سے زیادہ۔ اور مجدد وہ ہوتا ہے۔ کہ فیوض و برکات میں سے جو کچھ اس مدت میں امتیوں کو پہنچتا ہے۔ اس کے واسطے سے پہنچتا ہے۔ اگرچہ اس وقت کے قطب اور اوتاد ہوں۔ اور ابدال و نجبا ہوں سہ

خاص کند بندہ مصلحتِ عام را[2]

---

[1] میرے باغ سے میری بہار کا اندازہ کرلو

[2] مصلحتِ عام کی خاطر اللہ تعالیٰ کسی بندے کو خاص کر لیتا ہے۔



Marfat.com

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ
الصَّلَوٰتِ وَالتَّسْلِیْمَاتِ الْعُلٰی وَعَلٰی جَمِیْعِ اِخْوَانِہٖ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ
وَالْمُرْسَلِیْنَ وَالْمَلٰئِکَةِ الْمُقَرَّبِیْنَ وَعِبَادِ
اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ
اَجْمَعِیْنَ

# مکتوب نمبر ۵

میر شمس الدین علی خلخالی کی طرف صادر فرمایا

اس بیان میں کہ اس بلند ذات کی صفات کے دو اعتبار ہیں۔ اعتبار اوّل ان کا حصول فی انفسہا ہے۔ اور دوسرا اُن کا ذات کے ساتھ قیام ہے۔ اور دونوں اعتبار خارج میں متمیز ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

مخدوم و محترم! واجب تعالےٰ جل سلطانہٗ کی صفات جو موجود ہیں۔ اور اس بلند اور پاک ذات کے ساتھ قائم ہیں۔ دو اعتبار رکھتی ہیں۔ اعتبار اوّل یہ کہ وہ اپنی ذات کی حد میں موجود ہیں۔ اور دوسرا اعتبار یہ کہ واجب تعالےٰ و تقدس کی ذات کے ساتھ قائم ہیں۔ اعتبار اوّل سے عالم کے ساتھ مناسبت رکھتی ہیں۔ اور تعینات کے مبادی ہیں۔ اور دوسرے اعتبار سے عالم سے بے نیاز ہیں۔ اور عالم اور عالم والوں کی طرف ان کی کچھ توجہ نہیں۔

نیز نظر کشفی میں اعتبار اوّل کے لحاظ سے ذات تعالیٰ و تقدس سے جُدا دکھائی دیتی ہیں۔ اور ذات تعالیٰ و تقدس کا اثبات ان کے سوا دکھائی دیتا ہے اور دوسرے اعتبار سے اس طرح نہیں ہیں اور نہ ذات سے ان کا الگ ہونا متصور ہو سکتا ہے۔

اور نیز اعتبار اوّل کے لحاظ سے صفات ذات تعالیٰ و تقدس کا حجاب ہیں۔ اور دوسرے اعتبار سے اُنکے حجاب ہونے کی حیثیت نہیں پائی جاتی۔ جس طرح سفیدی جو کپڑے کے ساتھ قائم ہے۔ کپڑے کے لئے حجاب نہیں ہے۔ غایۃ ما فی الباب اتنی بات ہے۔ کہ سفیدی حصول نفسی اور حصول قیامی دونوں اعتبار سے



Marfat.com

کپڑے کی ذات کے لئے حجاب نہیں ہے۔ اگرچہ محسوس سفیدی ہوتی ہے لیکن حجاب ہونے کی صفت نہیں پائی جاتی بخلاف واجب تعالیٰ وتقدس کی صفات کے۔ کہ وہ پہلے اعتبار سے حجاب بنتی ہیں۔ اور دوسرے اعتبار سے حجاب نہیں بنتیں۔ اور ان دونوں اعتباروں میں فرق پایا جاتا ہے۔ اُسے تھوڑا خیال نہ کریں۔ اس فقیر نے جذب قوی اور تیز سیر کے باوجود ان دونوں اعتباروں کے درمیان کی مسافت کو تقریباً پندرہ سال کے عرصے میں طے کیا علمائے متقدمین نے ان دونوں اعتباروں کے درمیان فرق کا راستہ نہیں پایا۔ اور کہا ہے۔ کہ عرض کا فی نفسہٖ حصول وہی ہے۔ جو جوہر کے ساتھ اس کے قیام کا حصول ہے۔ اور علمائے متاخرین، جن سے بعض ان دو دو اعتباروں کے فرق پر مطلع ہوئے ہیں۔ اور انہوں نے تحقیق کی ہے۔ کہ عرض کا حصول نفسی اور چیز ہے اور حصول قیامی امر دیگر۔ اس لئے کہ عرض کے حق میں کہا جاتا ہے۔ کہ بیشک وہ پایا گیا۔ اور قائم ہوا۔ تو وجود قیام کا غیر ہے۔

متاخرین کی یہ تحقیق جو انہوں نے عرض کے متعلق کی ہے۔ گویا ضرورت مند کے عروج کے لئے ایک زینہ اور حاجت کی معرفت کے لئے ایک ذریعے کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس سیر وسلوک میں بہت سی کلامی اور فلسفی تحقیقات نے مدد کی ہے۔ اور معارف الٰہی جل شانہٗ کا واسطہ بنی ہیں۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَتَمُّهَا وَ التَّسْلِيْمَاتِ اَكْمَلُهَا

# مکتوب نمبر ۶

علوم عقلیہ ونقلیہ کے جامع، مخدوم زادہ، مجد الدین، خواجہ محمد معصوم سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا

بعض مخفی اسرار کے بیان میں۔ اور یہیں سے اس کی وجہ بھی سمجھ آتی ہے۔ کہ ہمارے پیغمبر علیہ السلام کو حضرت ابراہیم علیہا الصلوٰۃ والسلام کی ملت کی پیروی کا حکم کیوں دیا گیا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰی۔

میرا گمان ہے۔ کہ میری پیدائش سے مقصود یہ ہے۔ کہ ولایت محمدی، ولایت ابراہیمی علیہما الصلوات والتحیات



Marfat.com

کے رنگ سے رنگین ہو جائے۔ اور اس ولایت کا حسن ملاحت اس ولایت کے جمالِ صباحت کے ساتھ مل جائے حدیث شریف میں وارد ہے کہ "میرے بھائی یوسف صبیح ہیں اور میں ملیح ہوں" اور اس رنگ اور ملاوٹ کے ساتھ محبوبیت محمدیہ کا مقام درجہ عُلیا تک پہنچ جائے۔ شاید کہ حضرت ابراہیم علیٰ نبیّنا وعلیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی ملت کی اتباع کا حکم اسی دولتِ عظمیٰ کا حصول ہے۔ اور حضرت ابراہیم علیٰ نبیّنا وعلیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی صلوات اور برکات کے برابر صلوات اور برکات کی طلب اسی غرض کیلئے ہے۔ ملاحت اور صباحت دونوں صفات کی ملاوٹ کے بغیر اس بلند ذات کے حُسن سے آگاہ کرتے ہیں۔ لیکن حسنِ صفات اور حسنِ افعال آثار سب کا سب کثیر البرکۃ حسنِ صباحت سے حاصل کیا گیا ہے۔ حسنِ ملاحت حضرت اجمال کے زیادہ مناسب ہے۔ گو ملاحت حسنِ مطلق کا مرکز ہے۔ اور صباحت اس مرکز کا دائرہ۔ اور حضرت ذات تعالیٰ و تقدس میں جس طرح وحدت محضہ ہے۔ فراخی اور کشادگی بھی ہے۔ لیکن وہ وحدت محضہ اور وسعت نہیں جو ہمارے فہم میں آسکتی ہے اور نہ ہی وہ اجمال و تفصیل ہمارے ادراک میں آسکتا ہے۔

| | |
|---|---|
| لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ؕ | آنکھیں اُس کا ادراک نہیں کر سکتیں۔ اور وہ آنکھوں کا ادراک کرتا ہے۔ اور وہ لطیف اور خبیر ہے۔ |

بساطت و وسعت جو حضرت ذات تعالیٰ میں ہم ثابت کرتے ہیں۔ وہ ایک دوسرے سے جُدا ہیں۔ ایک کا عین نہیں ہیں۔ جیسا کہ بعض نے گمان کیا ہے۔ لیکن ان دونوں کے درمیان فرق و امتیاز جو ان کے اندر اس مرتبہ میں ثابت ہے۔ ہمارے احاطہ ادراک سے خارج۔ اور ہمارے افہام کے دائرہ سے باہر ہے۔ پس ملاحت اور صباحت بھی مرتبہ ذات میں متمیز ہیں۔ اور احکام میں ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ اور کمالات جو ان سے متعلق ہیں۔ وہ بھی ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ اور میری پیدائش سے جو مقصود مجھے معلوم ہے۔ میرے علم میں پورا ہو گیا ہے۔ اور ہزار سالہ تجدید کی دُعا مقبول ہو گئی ہے۔ تمام تعریفیں اس ذات کے لئے ہیں۔ جس نے مجھے دو سمندروں کے درمیان رابطہ اور دونوں گروہوں کے درمیان صلح کرانے والا بنا دیا۔ ہر حال میں بہت کامل حمد والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ خیر الانام وعلیٰ اِخوانہ الکرام من الانبیاء والملائکۃ العظام اور جب کہ صباحت بھی ملاحت کے رنگ کے ساتھ رنگین ہو چکی ہے۔ اس بناء پر لازماً خلّت ابراہیمی کے مقام نے بھی وسعت پیدا کر لی ہے۔ اور محیط نے بھی مرکز کا حکم اختیار کر لیا ہے۔

---

لہ سورۃ الانعام پارہ ۷ آیۃ نمبر ۱۰۳



Marfat.com

جاننا چاہیئے کہ محبت کا مقام مرتبہ ملاحت سے مناسبت رکھتا ہے - اور مقام خلت مرتبہ صباحت سے - محبت میں محبوبیت صرف، صرف حضرت خاتم المرسلین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کا حصہ ہے - اور محبیت خالص حضرت کلیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے اور حضرت خلیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام دوستی اور ہمنشینی کی نسبت رکھتے ہیں - محب اور محبوب اور ہوتا ہے - اور یار و ہمنشین اور - ہر ایک الگ نسبت رکھتا ہے -

اور یہ فقیر چونکہ ولایت محمدی اور ولایت موسوی علی صاحبہما الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ دونوں کا پروردہ ہے - اس مقام ملاحت میں اقامت اور سکونت رکھتا ہے - اور ولایت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی محبت کے غلبہ کی وجہ سے محبوبیت کی نسبت غالب ہے - اور محبیت کی نسبت مغلوب و مستور -

اے فرزند! اس معاملے کے باوجود جو میری پیدائش سے وابستہ کیا گیا ہے - ایک اور عظیم کام میرے سپرد کیا گیا ہے - مجھے پیری مریدی کے لئے (دنیا میں) نہیں لایا گیا - میری پیدائش سے مقصود مخلوق کی تکمیل و ارشاد نہیں - ایک دوسرا کام اور معاملہ ہے - جو شخص (مجھ سے) مناسبت رکھتا ہوگا - وہ اس دوسرے کام کے ضمن میں فیض حاصل کریگا - اگر مناسبت نہ رکھتا ہوگا تو فیض نہ پا سکے گا -

اس عظیم کام کی نسبت ارشاد و تکمیل کا کام اس طرح معمولی ہے - جس طرح راستے میں پڑی ہوئی چیز (جیسے تنکا وغیرہ) انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات کی دعوت ان کے باطنی معاملات کی نسبت یہی حیثیت رکھتی ہے - اگرچہ منصب نبوت ختم ہو چکا ہے - لیکن تبعیت و وراثت کے طور پر نبوت کے کمالات و خصائص سے انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات والتحیات سے ان کے کامل پیرو کاروں کو بھی حصہ ملتا ہے -

# مکتوب نمبر ۷

مکتوبات شریف کی اس جلد ثانی کے جامع فقیر حقیر عبد الحی کی طرف صادر فرمایا

مراتب پنجگانہ محبوبیت، محبیت، محبت، حُبّ، اور رضا، اور ان سے اوپر مرتبہ کے بیان میں - نیز ان میں سے ہر ایک کی ایک پیغمبر کے ساتھ خصوصیت اور ان کے مناسب امور کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ حمد و ثنا اس اللہ کے لئے جس نے ہم پر انعام فرمایا



Marfat.com

ہمیں دین اسلام کی ہدائت عطا فرمائی۔ اور ہم کو اپنے حبیب پاک حضرت محمد مصطفےٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی امت میں بنایا۔

جان لے۔ (اللہ تعالیٰ تجھے رشد وہدائت عطا کرے) کہ محبّت ذاتی کے جس کے ساتھ خداوند تعالیٰ وتقدّس اپنے آپ کو دوست رکھتا ہے۔ تین اعتبار ہیں۔ محبوبیّت، محبّیت، اور محبّت۔ محبوبیّت ذاتیہ کے کمالات کا ظہور خاتم الرسل علیہ وعلیٰ آلہٖ وعلیہم الصّلوات والتسلیمات کے لئے مسلّم ہے۔ غایت مافی الباب اتنی بات ہے۔ کہ جانب محبوبیّت میں دو کمال ہیں۔ فعلی اور انفعالی۔ فعل اصل ہے اور انفعال اس کے تابع۔ لیکن انفعال فعل کے لئے علّت غائی ہے۔ کیونکہ انفعال اگرچہ وجود میں مؤخر ہے۔ تاہم تصوّر میں مقدّم ہے۔

اور کمالات محبّیت کا ظہور حضرت کلیم اللہ علیٰ نبیّنا وعلیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا حصّہ ہے۔

اور تیسرا اعتبار کہ نفس محبّت ہے۔ ابوالبشر حضرت آدم علیٰ نبیّنا وعلیہ الصّلوٰۃ والسّلام اولاً اس مقام، میں مشہود ہوئے دوسرے نمبر پر حضرت ابراہیم علیٰ نبیّنا وعلیہ الصّلوٰۃ والسّلام بھی اسی مقام پر مشہود ہوئے۔ تیسرے نمبر پر حضرت نوح بھی اسی مقام میں اسی اعتبار سے دکھائی دیئے۔ حقیقتِ حال اللہ سبحانہ کو معلوم ہے۔

اور حضرت ذات تعالیٰ وتقدّس جس طرح اپنی ذات کو دوست رکھتی ہے۔ اپنے کمالات اسمائی، وصفاتی اور افعال کو بھی دوست رکھتی ہے۔

اور اسماء وصفات کے ساتھ حضرت ذات تعالیٰ وتقدّس کی محبّت کا ظہور حضرت خلیل علیٰ نبیّنا وعلیہ الصّلوٰۃ والسّلام میں بروجہ اتم ہے۔ اور اسمائی وصفاتی اور افعالی محبوبیّت کا ظہور دوسرے انبیاء علیٰ نبیّنا وعلیہم الصّلوات والتسلیمات والتحیات میں متحقق اور موجود ہے۔ جس طرح ان اسماء وصفات وغیرہ کی محبّیت کا ان میں ظہور ہے۔ اور جب اسماء وصفات اور افعال کے لئے ظلال بھی ہیں۔ تو ان ظلال کی محبوبیّت کا ظہور ان کے اصولوں کے واسطہ سے مراد اور محبوب اولیاء کا حصّہ ہے۔ جس طرح ان ظلال محبّیت کہ مریدین اور محبّین اولیاء کا حصّہ ہے۔ اور محبّت ذاتیہ کے مقام سے اوپر حُب کا مقام ہے۔ جو تینوں اعتبارات کا جامع اور ان کا اجمال ہے۔ اور رضا کا مقام مقام محبّت وحب سے بھی اوپر ہے۔ کیونکہ رضا کا مرتبہ محبّت کے مرتبہ سے اوپر ہے۔ کیونکہ محبّت میں اجمالاً اور تفصیلاً نسبت کا وجود ہے۔ اور مقام رضا میں جو حضرت ذات تعالیٰ وتقدّس کے مناسب ہے نسبت حذف ہے۔ اور مقام رضا سے آگے کسی کا قدم نہیں بڑھ سکتا۔ مگر خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصّلوات والتسلیمات کا۔ شائد اسی



Marfat.com

مقام سے خبر دیتے ہوئے آپ نے فرمایا ہے۔

لِی مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَّ لَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ [1] "حدیث قدسی"

مجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک خاص وقت نصیب ہوتا ہے کہ اس وقت میرے ساتھ کوئی مقرب فرشتہ اور کوئی مرسل نبی گنجائش نہیں رکھتا۔

اور ایک حدیث قدسی میں شاید اسی خصوصیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وارد ہوا ہے۔

یَا مُحَمَّدُ اَنَا وَ اَنْتَ وَمَا سِوَاکَ خَلَقْتُ لِاَجْلِکَ فَقَالَ عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ وَمَا اَنَا وَمَا سِوَاکَ تَرَکْتُ لِاَجْلِکَ "حدیث قدسی"

اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں اور تو، اور جو کچھ تیرے سوا ہے تیرے لئے پیدا کیا۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی۔ اے اللہ تو ہی ہے اور میں نہیں ہوں۔ اور جو کچھ تیرے سوا ہے۔ میں نے سب تیرے لئے چھوڑ دیا ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اس دنیا میں لوگ کیا پا سکتے ہیں۔ اور آپ کی عظمت و بزرگی کو اس جہان میں کیا پہچان سکتے ہیں۔ کیونکہ اس دار ابتلاء میں سچا اور جھوٹا باہم ملا ہوا ہے۔ (امتیاز نہیں ہوتا) اور حق باطل کے ساتھ مخلوط ہے۔ قیامت کے روز آپ کی عظمت و بزرگی معلوم ہوگی۔ جب آپ پیغمبروں کے امام بنیں گے۔ اور ان کے صاحبِ شفاعت ہوں گے۔ آدم اور آدم کی ساری اولاد سب آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ علیہ و علیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا

جائز ہے کہ اس خاص مقام میں کہ مقام رضا سے اوپر ہے۔ خادموں (پس خوردہ کھانے والے) میں سے کسی خادم کو وراثت اور تبعیت کے طور پر جگہ دے دیں اور طفیلی کی حیثیت سے اس بارگاہ کا محرم کردیں۔

بر کریماں کارہا دشوار نیست [2]

یہ معنی غیر انبیاء کی انبیاء پر فضیلت کو مستلزم نہیں۔ علیہم الصلوات والتسلیمات۔ کیونکہ خادم کی مخدوم کے ہم پلہ لوگوں کے ساتھ مساوات کیسے ہو سکتی ہے۔ اور تابع کی متبوع کے ہمسروں کے ساتھ کیا نسبت۔ اصل مقصود ہوتا ہے۔ اور تابع طفیلی، زیادہ سے زیادہ فضیلت جزئی تک نوبت پہنچتی ہے

---

[1] تاریخ الخمیس، للعلامۃ البکری۔

[2] کریم لوگوں کے لئے کوئی کام مشکل نہیں۔



Marfat.com

اور اس میں کوئی استحالہ نہیں۔ کیونکہ بربافندہ اور حجام اپنے پیشے اور حرفت کے لحاظ سے صاحب ہنر دانشمند پر فضیلت رکھتا ہے۔ لیکن اس فضیلت کا کچھ اعتبار نہیں۔ ہمارا کلام اشارات و رموز اور بشارات و خزانے ہیں۔ اکثر لوگوں کے لئے ان اشارات وغیرہ سے کچھ حصہ نہیں۔ مگر یہ کہ وہ حسن ظن سے ان کی تصدیق کریں۔ تو ان کی یہ تصدیق ایسے ثمرات ان کے سامنے رکھ دے۔ جو انہیں نفع دیں۔ واللہ سبحانہ الموفق

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَيْهِ وَعَلٰی جَمِيْعِ اِخْوَانِهٖ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ مِنَ الصَّلَوٰتِ اَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِيْمَاتِ اَكْمَلُهَا ط

# مکتوب نمبر ۸

خانخاناں کی طرف صادر فرمایا

اخص خواص، عوام اور متوسط لوگوں کے ایمان بالغیب میں فرق کے بیان میں۔ ———

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰی

[1] از ہرچہ مے رود سخن دوست خوشتر است،

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے۔

[2] وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ — جب میرے بندے میرے متعلق تجھ سے دریافت کریں تو میں قریب ہوں

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

[3] مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا — نہیں ہوتی تین افراد کی سرگوشی مگر چوتھا ان کا خدا ہوتا ہے اور نہ پانچ افراد کی سرگوشی مگر چھٹا وہ ہوتا ہے۔ اور نہ اس سے کم اور نہ زیادہ مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جہاں بھی وہ ہوں

---

[1] دوست کی بات جس طرف سے جاری ہو اچھی لگتی ہے [2] سورۃ البقرہ پارہ دوم [3] سورۃ مجادلہ پارہ قد سمع اللہ



Marfat.com

اس بلند ذات کی معیت اور اس کا قرب اس سبحانہ کی ذات کی طرح بے چون و بے چگون ہے۔ اس لئے کہ چوں کے لئے بے چون تک پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں۔ لہذا قرب و معیت کا جو معنی بھی ہمارے عقل و فہم میں آئے یا ہمارے کشف و شہود سے معلوم ہو۔ وہ بلند ذات اس سے منزّہ و مبرّا ہے۔ کیونکہ یہ فرقہ مجسمہ میں قدم رکھنے والی بات ہے۔ ہم ایمان رکھتے ہیں کہ وہ بلند ذات ہمارے قریب اور ہمارے ساتھ ہے۔ لیکن ہم قرب و معیت کا معنی نہیں جانتے کہ کیا ہے

اس عالم دنیا میں کاملین کا بھی انتہائی حصہ اس بلند ہستی کی ذات و صفات کے ساتھ ایمان بالغیب ہے۔

دُوربینانِ بارگاہِ اَلست [1] بیش ازین پے نبردہ اند کہ ہست

اخص خواص کا ایمان بالغیب عوام کے ایمان بالغیب کی طرح نہیں۔ کیونکہ عوام نے سماع یا استدلال سے ایمان حاصل کیا ہوتا ہے۔ اور اخص خواص غیب الغیب کے جمال و جلال کے ظلال کے پردوں اور تجلیات و ظہورات کے پردوں کے اندر مطالعہ کر کے ایمان بالغیب حاصل کرتے ہیں۔ اور متوسط لوگ ظلال کو اصل گمان کرتے ہوئے اور تجلیات کو عین متجلیات جانتے ہوئے ایمان شہودی کے ساتھ خوش ہیں۔ اور ان کے حق میں ایمان بالغیب ڈشمنوں کا حصہ ہے۔

كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ [2]

تکلیف دینے کا ایک سبب یہ ہے۔ کہ مولانا عبدالغفور و مولانا حاجی محمد خاص دوستوں میں سے ہیں۔ ان دونوں پر آپ کی طرف سے جو احسان بھی ہو گا۔ وہ دراصل فقیر پر احسان ہو گا۔

بر کریماں کارہا دشوار نیست [3]

وَالسَّلام

# مکتوب نمبر ۹

ملا محمد عارف ختنی کی طرف صادر فرمایا

---

[1] بارگاہِ اَلست کے دوربین اس سے زیادہ کچھ سراغ نہیں لگا سکے کہ وُہ ہے۔

[2] ہر گروہ جو کچھ اس کے پاس ہے اس پر خوش ہے، [3] کریم لوگوں پر کوئی کام دشوار نہیں،



Marfat.com

## کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کے فضائل اور مقام تنزیہہ کی تحقیق ، اور اس امر کے بیان میں کہ ایمان بالغیب اس وقت متحقق ہوتا ہے جب کہ معاملہ اقربیت تک پہنچ جائے۔ کیونکہ وہ معاملہ دائرہ وہم وخیال سے باہر ہے ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

مولانا محمد عارف ختنی کو چاہیئے کہ پہلے باطل آلہوں کی نفی کرتے ہوئے معبود بحق جل سلطانہٗ کا اثبات کرے۔ اور جو کچھ چونی وچندی کے داغ سے داغدار ہے ۔ اُسے لا کے نیچے لاکر خدائے بے چوں جل شانہٗ پر ایمان لائے ۔

غیر کی نفی اور حق تعالیٰ کے اثبات میں کامل اور جامع ترین عبارت کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ ہے ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ۔ افضل الذکر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ ۔ کہ سب سے افضل ذکر کلمہ طیبہ کا ذکر ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ نے اللہ سبحانہٗ کی طرف نقل کرتے ہوئے فرمایا ۔

| | |
|---|---|
| لَوْ اَنَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعَ وَعَامِرَهُنَّ غَیْرِیْ وَالْاَرَضِیْنَ السَّبْعَ وُضِعْنَ فِیْ کِفَّۃٍ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ فِیْ کِفَّۃٍ لَمَالَتْ بِھِنَّ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ | اگر ساتوں آسمان اور میرے سوا ان کو آباد کرنے والی ہر چیز اور ساتوں زمین ایک پلڑے میں رکھی جائیں اور کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ دوسرے پلڑے میں، تو کلمہ طیبہ والا پلڑہ بھاری ہو جائیگا |

کلمہ طیبہ کا پلڑہ کیوں افضل اور راجح نہ ہو۔ جب کہ اس کا ایک کلمہ تمام ماسوا کی نفی کرتا ہے ۔ چاہے آسمانوں یا زمین ، عرش ہو یا کرسی ، لوح ہو یا قلم ، عالم ہو یا آدم اور دوسرا کلمہ معبود بحق جل برہانہٗ کو ثابت کرتا ہے ۔ کہ وہ تمام آسمانوں اور زمینوں کا خالق ہے ۔ اور حق جل وعلا کے ماسوا آفاق و انفس میں سے جو کچھ ہے۔ سب کا سب چونی اور چندی کے داغ سے داغدار ہے ۔ پس جو کچھ بھی آفاق و انفس کے آئینوں میں جلوہ گر ہوگا۔ بطریق اولیٰ چونی وچندی سے داغدار ہوگا۔ جو نفی کرنے کے لائق ہے ۔ لہذا ہمارا معلوم، موہوم اور ہمارا مشہود ومحسوس سب چونی اور چگونی کے ساتھ موصوف اور حدوث و امکان کے عیب کے ساتھ معیوب ہے ۔ کیونکہ ہمارا معلوم ومحسوس ہمارا تراشا ہوا اور ہمارا کسب کیا ہوا ہے ۔ وہ تنزیہہ جس کے ساتھ ہمارا علم تعلق رکھتا ہے۔ عین تشبیہ ہے اور وہ کمال جو ہمارے اندازہ فہم میں آتا ہے عین نقص ہے ۔ پس جو کچھ ہم پر متجلی اور مکشوف ومشہود ہوتا ہے ۔ سب غیر حق سبحانہٗ ہے ۔ اور وہ

---

[1] شرح سنہ



Marfat.com

بلند ذات وراءُالوراء ہے ۔حضرت خلیل علیٰ نبیّنا و علیہ الصّلوٰۃ والسّلام فرماتے ہیں ۔

| | |
|---|---|
| أَتَعْبُدُونَ مَا تَنْحِتُونَ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ[1] | کیا ان چیزوں کی پوجا کرتے ہو جنہیں تم نے خود تراشا ہے اور اللہ نے تمہیں بھی اور تمہارے اعمال کو بھی پیدا کیا ہے |

ہمارا تراشا ہوا خواہ ہم نے اُسے ہاتھ سے تراشا ہو یا عقل و وہم سے سب حق سبحانہٗ کا مخلوق ہے ۔اور لائق عبادت نہیں ۔ عبادت کے لائق وہ خدائے تعالیٰ بے چون و بے چگون ہے ۔جس کے دامن ادراک سے ہمارے عقل و وہم کا ہاتھ کوتاہ ہے ۔ اور ہمارے کشف اور شہود کی آنکھ اس سبحانہٗ کی عظمت و جلال کے مشاہدہ سے شرمندہ و بدحال ہے ۔ لہٰذا اس طرح کے خدائے بے چون و بے چگون جلّ شانہٗ کے ساتھ ایمان میسر نہیں آسکتا مگر بطریقِ غیب کیونکہ شہودی ایمان اس بلند ذات کے ساتھ ایمان نہیں ۔ بلکہ اپنی تراشی ہوئی چیز کے ساتھ ایمان لانا ہے ۔جو اس کی بلند ذات کی مخلوقات سے بلکہ اس کے غیر کے ساتھ ایمان کو اس کے ساتھ ایمان میں شریک کرنا ہے بلکہ سراسر غیر پر ایمان ہے ۔ اللہ سبحانہٗ ہمیں اس سے بچائے ۔

ایمان بالغیب اس وقت میسر آتا ہے ۔جب کہ تیز رفتار وہم کے لئے وہاں گھومنے کی گنجائش نہ رہے اور اس کی کوئی چیز بھی قوتِ خیالیہ میں منقش نہ ہو ۔ اور یہ معنیٰ اس کی اقربیّت میں متحقق ہوتا ہے ۔جو دائرہ وہم و خیال سے باہر ہے ۔ کیونکہ شے جس قدر دور ہوگی ۔ وہم کی گردش وہاں زیادہ ہوگی ۔ اور سلطنتِ خیال میں بہت جلد داخل ہوگی ۔ یہ دولت انبیاء علیہم الصّلوات والتّسلیمات کے ساتھ مخصوص ہے ۔ اور ایمان بالغیب اِن بزرگوں علیہم الصّلوات والتّسلیمات کا حصہ ہے ۔ اور تبعیّت و وراثت کے طور پر ان کے علاوہ جس کو چاہیں اس دولت سے مشرّف فرمادیں ۔

اور وہ ایمان بالغیب جو عام مومنوں کو حاصل ہے ۔ دائرہ وہم سے خارج ہے ۔ کیونکہ وَراءُ الوراء عوام کے نزدیک بہت دور ہے ۔ جو وہم کی جولانگاہ ہے ۔ اور ان بزرگوں علیہم الصّلوات والتّسلیمات والتّحیات کے نزدیک وَراءُ الوَراء جانبِ قرب میں ہے کہ وہم کی وہاں کچھ گنجائش نہیں ۔جب تک دنیا قائم ہے اور بندہ مومن دنیا کی زندگی میں موجود ہے ۔ ایمان بالغیب سے چھٹکارا نہیں ۔ کیونکہ ایمان شہودی یہاں پر غیر مقبول ہے ۔اور جب آخرت کی زندگی پرتو انداز ہوگی اور وہم و خیال کی تیزی کو توڑ دے گی ۔ تو ایمان شہودی مقبول ہو جائیگا ۔ اور بنانے اور تراشنے کے نقص سے مبرّا ہو جائیگا ۔

---

[1] سورۃ والصّافّات ، پارہ وَمَالِیَ ۲۳ ،



Marfat.com

میرا گمان ہے۔ کہ جب محمّد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ و علیٰ آلہ وسلم دنیا میں رویت خداوندی سے مشرف ہوئے۔ اگر ایمان شہودی آپ کے حق میں علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات یہاں ثابت کریں تو اچھی بات ہے۔ اور یہ بنانے اور تراشنے کے نقص سے آزاد ہے۔ کیونکہ جس چیز کا دوسروں کے لیئے کل قیامت کو ملنے کا وعدہ ہے۔ آپ کے لیئے وہ سب کچھ یہیں دنیا میں حاصل ہے۔ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ط

جاننا چاہیئے۔ کہ کلمہ نفی کو حضرت خلیل علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکمل کر دیا۔ اور شرک کے دروازوں سے کوئی دروازہ ایسا نہ چھوڑا جس کو آپ نے بند نہ کیا ہو۔ اس لیئے آپ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے امام قرار پائے۔ اور ان کے پیش رو ہوئے۔ علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات والتحیات۔ کیونکہ اس دنیا میں نہایت کمال اس نفی کے پورا کرنے کے ساتھ وابستہ ہے۔ اس لیئے کہ کلمہ طیبہ کی جزو اثبات کے کمالات آخرت کی زندگی پر موقوف ہیں۔

غایت ما فی الباب اتنی بات ہے۔ کہ جب خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات اسی دنیا میں حق تعالیٰ کے دیدار کی دولت سے مشرف ہوئے۔ تو کلمہ طیبہ کی جزو اثبات سے بھی اسی دنیا میں آپ نے وافر حصہ پالیا۔ کہا جا سکتا ہے۔ کہ کلمہ اثبات اس جہان کے اندازے کے مطابق آپ کی تشریف آوری سے مکمل ہو گیا علیہ علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام۔ ہو سکتا ہے کہ اسی معنی کی بناء پر تجلی ذات آپ کے حق میں اسی دنیا میں ثابت کرتے ہیں۔ اور دوسروں کے لیئے آخرت کے وعدہ پر موقوف کرتے ہیں۔

وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُهَا وَ التَّسْلِيْمَاتِ اَكْمَلُهَا ط

# مکتوب نمبر ۱۰

حضرت مجدد قدس سرہٗ نے برادر حقیقی حقائق آگاہ میاں محمّد مودود کی طرف صادر فرمایا اس بیان میں کہ ظہور عرشی کے علاوہ کوئی ظہور بھی شائبہ ظلیت سے خالی نہیں۔ اور جب قلب اپنی نہایت کو پہنچتا ہے تو عرش کے انوار سے کچھ روشنی اخذ کرتا ہے اور اسکے مناسب امور کے بیان میں



Marfat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

شیخ ابو یزید بسطامی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ کہ اگر عرش اور جو کچھ عرش میں ہے۔ عارف کے دل کے ایک کونے میں رکھ دیں۔ تو بھی عارف کو دل کی فراخی کے باعث اس کا کچھ احساس نہ ہوگا۔ شیخ جنید اس بات کی تائید کرتے ہیں۔ اور اُسے دلیل سے ثابت کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ حادث جب قدیم سے مل جاتا ہے۔ اور اس کا کچھ اثر نہیں رہتا۔ یعنی عرش اور جو کچھ اس میں ہے۔ سب حادث ہے۔ عارف کا دل جو انوارِ قدیم کے ظہور کا محل ہے۔ جب اس حادث کا اس دل کے ساتھ اتصال واقع ہوتا ہے۔ تو وہ حادث مضمحل و لاشے ہو جاتا ہے۔ تو محسوس کیسے ہو۔

اکابر صوفیہ پر جاہے۔ وہ سلطان العارفین اور سید الطائفہ ہی ہوں۔ ہزار بار تعجب ہے۔ کہ جب یہ اس طرح کہتے ہیں۔ اور عرشِ مجید کو قلب عارف کے سامنے کچھ حیثیت نہیں دیتے۔ اور عرش کو انوارِ قدم کے ظہورات سے خالی جانتے ہوئے حادث کہتے ہیں۔ اور قلب کو انوارِ قدم کے ظہور کے واسطہ سے قدیم کا نام دیتے ہیں۔ تو دوسروں کے متعلق کیا ہے اور کیا لکھے۔

اس فقیر کے نزدیک جو جذباتِ الٰہی جلّ سلطانہٗ کا پروردہ ہے۔ یہ کہ قلب عارف جب اپنی استعدادِ خاص کے تقاضا سے نہایۃ النہایۃ کو پہنچتا ہے۔ اور کمال حاصل کرتا ہے۔ جس سے بڑھ کر کوئی کمال متصور نہیں ہو سکتا تو اس کی قابلیت پیدا کر لیتا ہے۔ کہ انوارِ عرشی کے بے نہایت انوار میں سے کسی نور کا ظہور اس پر فائض ہو۔ اور یہ نور ان انوار کی نسبت قطرہ ہے۔ دریائے محیط کے مقابلے میں بلکہ اس سے بھی کم۔ عرش وہ ہے۔ جس کو حضرتِ حق سبحانہٗ وتعالیٰ عظیم فرماتا ہے۔ اور استوا کے راز کو اس جگہ ثابت فرماتا ہے عارف کے دل کو جامعیت کی وجہ سے تشبیہ اور تمثیل کے طور پر عرش اللہ کہہ دیتے ہیں۔ یعنی جس طرح عرش مجید عالم کبیر میں عالم خلق اور عالم امر کے درمیان واسطہ اور خلق اور امر کے دونوں طرف کا جامع ہے۔ اسی طرح عالم صغیر میں قلب بھی عالم خلق اور عالم امر میں برزخ اور واسطہ ہے۔ اور عالم صغیر کی دونوں طرفوں خلق اور امر کا جامع ہے۔ پس قلب کو بھی بر سبیلِ تشبیہ عرش کہا جا سکتا ہے۔ سُنو اور پھر سُنو! انوارِ قدم کے ظہور کی وہ قابلیت جو شائبہ ظلیت سے منزہ و مبرّا ہے۔ عرش مجید کے ساتھ مخصوص ہے۔ کوئی چیز بھی عالم خلق اور عالم امر اور عالم کبیر اور عالم صغیر میں سے اس کی قابلیت نہیں رکھتی۔ ایسے ظہور کی قابلیت صرف عرش میں ہے۔

اور عارف کامل کا قلب جامعیت اور برزخیت کے علاقہ کے واسطے سے ان انوار سے کچھ نہ کچھ روشنی حاصل کرتا ہے۔ اور سمندر سے ایک چلو اُٹھا لیتا ہے۔ عرش اور عارف تام المعرفت کے مواجہات بھی ظہور ہے۔



Marfat.com

داغ ظلیت سے داغدار ہے۔ اور اصل سے اس نے کوئی بو نہیں پائی۔ بایزید سکر کی وجہ سے اگر ایسا کہے۔ تو اس کے لئے گنجائش ہے۔ لیکن جنید سے جو صحو کا مدعی ہے۔ یہ بات زیب نہیں دیتی۔ یہ حضرات کیا کریں۔ کیونکہ حقیقت معاملہ سے آگاہ نہیں ہیں۔ اور دریائے ظلیت کے گرداب سے ساحل کی طرف نہیں آ سکے۔ یہ بات اگرچہ آج اکثر لوگوں کی نگاہ میں بعید دکھائی دیتی ہے۔ لیکن آج کے لئے کل کا دن نزدیک ہے۔ جلدی نہ کریں۔ اللہ کا حکم آ رہا ہے۔ تو جلدی نہ کرو۔ وہ سبحانہٗ و تعالیٰ پاک ہے۔ ان سے جن کو وہ شریک ٹھہرتے ہیں

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ الصَّلَوٰتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ الْعُلٰی وَعَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلَی الْمَلٰٓئِکَۃِ الْمُقَرَّبِیْنَ وَعَلٰی سَائِرِ الصَّالِحِیْنَ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ اَجْمَعِیْنَ۔

# مکتوب نمبر ۱۱

حقائق و معارف آگاہ، مظہر فیض الٰہ، مخدوم زادہ، مجد الدین، خواجہ محمد معصوم سلّمہٗ ربہٗ کی طرف صادر فرمایا فوق عرش ظہور کے بعض خصائص کے بیان میں۔ اور آیۂ کریمہ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ الیٰ آخرہ کے معنی تاویلی اور انسان کے بعض خاص کمالات اور جزو ارضی کے فضائل اور اس کے مناسب امور کے بیان میں

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی نَبِیِّہٖ وَنُسَلِّمُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ الْکِرَامِ

عالم کبیر وسعت اور تفصیل کے باوجود چونکہ ہیئت وحدانی نہیں رکھتا۔ اس لئے بسیط حقیقی کے ظہور کی جو نسبتوں اور اعتبارات سے خالی اور تفصیل اور شیون و صفات سے معرّا ہے، قابلیت نہیں رکھتا۔

عالم کبیر کی اجزاء میں سے سب سے اعلیٰ حضرت رحمان کا عرش ہے۔ جو ذات جامع الصفات جل سلطانہٗ کے انوار کا محل ہے۔ اور عرش کے ماسوا عالم کبیر میں جس قدر بھی ظہورات ہیں۔ شائبہ ظلیت سے خالی نہیں ہیں۔ اس لئے رب العلمین نے عالم کبیر کے اجزاء میں سے راز استوا کیلئے عرش مجید کو مخصوص فرمایا۔ جو عالم کبیر کے اجزاء میں سے افضل جزء ہے۔ اس لئے کہ ظلال میں سے کسی ظل کا ظہور فی الحقیقت اس بلند ذات کا ظہور نہیں ہے۔ تاکہ اُسے عبارت استوا سے



Marfat.com

تعبیر کیا جائے۔ نیز جو ظہورِ عرش مجید میں ہے۔ اس کو پوشیدگی لاحق نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ دائمی ہے اگرچہ آسمانوں اور زمین کا نور وہی حق تعالیٰ ہے۔ لیکن وہ نورِ ظلال کے پردوں سے مِلا ہوا ہے۔ ظلیت کے واسطہ کے بغیر ظہور نہیں فرمایا ہے۔ اور یہ سب حاصل کردہ ظہورات ظہورِ عرشی کے انوار ہیں۔ جنہوں نے ظلال میں سے کسی ظل کے پردے میں چھپ کر ظہور فرمایا ہے۔ جس طرح دریائے محیط سے برتنوں کے ذریعے پانی کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے اور نفع اٹھاتے ہیں۔ اور جس طرح بڑی مشعل سے چھوٹے چھوٹے چراغ جلاتے ہیں۔ اور ان چھوٹے چھوٹے چراغوں سے اطراف واکناف کو روشن کرتے ہیں۔ شاید کہ آیۃ کریمہ:۔

| | |
|---|---|
| اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ | اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اس کے نور کا حال ایک طاق کی طرح ہے۔ جس میں ایک چراغ ہو۔ چراغ شیشہ میں ہو شیشہ گویا ایک چمکنے والا ستارہ ہے۔ جو بابرکت درخت سے روشن کیا گیا۔ جس کو زیتون کہتے ہیں۔ وہ نہ جانب مشرق میں اور نہ جانب مغرب میں۔ قریب ہے اس کا تیل روشنی دے اگرچہ اس تک آگ نہ پہنچی ہو۔ روشنی پر روشنی |

سورۃ النور پارہ قد افلح ۱۸

میں انہیں معارف کی طرف اشارہ ہو۔ کیونکہ آیت مذکورہ میں تمثیل اس بناء پر اختیار کی گئی تاکہ آسمانوں اور زمین میں اس نور کے ظہور کو بے واسطہ نہ سمجھ لیں اور ظل کو اصل کے ساتھ مشتبہ نہ کریں۔ اور نورِ ظل کو نورِ اصل سے لیا ہوا اور روشن کیا ہوا جانیں۔

| | |
|---|---|
| يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۔ | اللہ تعالیٰ اپنے نور کی طرف ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ |

آیتِ کریمہ اللہ تعالیٰ کی مراد پر محمول ہے۔ اور ہم اپنے مکاشفے کے مطابق اس کی تاویل کرتے ہیں۔ تو اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کی مدد اور اس کے حسنِ توفیق سے کہتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ | اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ |

نور اسے کہتے ہیں۔ جس سے اشیاء روشن ہوں۔ تمام آسمان اور زمین اسی بلند ذات کے ساتھ روشن ہیں کیونکہ اس سبحانہٗ نے ان کو عدم کی تاریکیوں سے باہر نکالا ہے۔ اور وجود اور توابع وجود کے ظلال کے ساتھ متصف



Marfat.com

کر کے منور کیا ہے ۔ آسمانوں اور زمین کو کہ وہ جس نور سے روشن ہوئے ہیں ۔ ایک بڑے طاق کی طرح تصور کرنا چاہیئے ۔ اور اس نور کو چراغ کی طرح جاننا چاہیئے ۔ جو اس طاق میں بطور امانت رکھا گیا ۔ اور مشکوٰۃ پر کاف تمثیل کا داخل ہونا اس بناء پر ہے ۔ کہ وہ طاق اس چراغ پر مشتمل ہے ۔ اور شیشے سے اسماء اور صفات کا ملاحظہ کرنا چاہیئے ۔ کیونکہ وہ نور اسماء و صفات سے ملا ہوا ہے ۔ شیون و اعتبارات سے معرّا نہیں ہے ۔ اور صفات عزّ سلطانہا کا شیشہ حسن وجوب اور جمال قدم کے ساتھ ایک درخشاں ستارے کی طرح ہے ۔ اور چراغ جو اس طاق میں رکھا ہوا ہے ۔ وہ زیتون کے مبارک درخت سے روشن ہوا ہے ۔ اور یہ جامع ظہور عرشی سے کنایہ ہے ۔ کہ استواء اس ظہور سے رمز و اشارہ ہے ۔ اس لئے کہ دوسرے ظہورات جو آسمانوں اور زمین سے تعلق رکھتے ہیں ۔ اس ظہور جامع کے لئے اجزاء کی مانند ہیں ۔ اور جب وہ ظہور جامع لامکانی اور بے جہت ہے ۔ انہیں لَاشَرْقِیَّۃٍ اور لَاغَرْبِیَّۃٍ کہا جا سکتا ہے ۔ اور یَکَادُ زَیْتُھَا یُضِیْٓئُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْہُ نَارٌ ط اس شجرہ مبارکہ کی صفت مادحہ ہے ۔ اور اس درخت ممثل بہ کی صفائی اور روشنی کا بیان ہے ۔ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ط یعنی شیشے کا پردہ صفائی اور درخشنگی کی جہت سے نور میں اور زیادہ بڑھ گیا ہے ۔ اور اس کے حسن و جمال میں اضافہ ہو گیا ہے ۔ کیونکہ صفات کے کمالات ذات تعالیٰ و تقدس کے کمالات کے ساتھ جمع ہو چکے ہیں ۔ اور صفات کا حسن ذات تعالیٰ کے حسن کے ساتھ مل گیا ہے ۔ کئی گنا زیادہ نور اور کمال ظہور کے باوجود یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت دیتا ہے ۔ ال ۔ مَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰہُ نُوْرًا فَمَا لَہٗ مِنْ نُّوْرٍ جسے اللہ روشنی عطا نہ کرے اس کے لئے کچھ روشنی اور نور نہیں ۔

یہ جامع ظہور جو عرش سے متعلق ہے ۔ تمام مشاہدات ، معاینات اور مکاشفات کا منتہی ہے اور تجلی ذات اور تجلی صفات ، غرض ہر طرح کی تجلیات و ظہورات کی نہایت ہے ۔ اس کے بعد معاملہ جہل کے ساتھ قرار پذیر ہو جاتا ہے ۔ چنانچہ اس کا تھوڑا سا حصہ فقیر انشاء اللہ تعالیٰ بیان کریگا ۔ اور جامع ظہور اگرچہ ذات کے ساتھ ملا ہوا ہے ۔ لیکن صفات اس مقام میں ذات کیلئے حجاب نہیں ہیں ۔ صفات کا ذات تعالیٰ و تقدس کیلئے حجاب بننا ظہورات ظلیہ کے ساتھ مخصوص ہے اس لئے کہ ظہورات ظلیہ مرتبہ علم میں ہیں ۔ اور اصل کا ظہور مقام عین میں ہے ۔ اور صفات درجہ علم میں حجاب ہیں نہ درجہ ذات میں ۔ تم نہیں دیکھتے کہ زید کا مرتبہ علم میں جب تعقل و تصور کرتے ہو تو علم میں اس کا ظہور صفات کے کے ساتھ ہوتا ہے مثلاً یہ کہ وہ دراز قد ہے یا کوتاہ قامت ہے ۔ عالم ہے یا جاہل ہے ۔ چھوٹا ہے یا بڑا ہے ۔ شاعر ہے یا نثر نگار ہے ۔ یہ تمام صفات جن کا تم تعقل و تصور کرو گے ۔ زید کی ذات کا حجاب بنیں گی ۔ اور یہ تمام تقییدات کلیہ



Marfat.com

اس کے تشخص کا فائدہ نہیں دیں گی۔ اور وہی زید جب علم سے عین کی طرف سامان باندھتا ہے اور صفات کے باوجود مشہود ہوتا ہے۔ اور معاملہ ظلیت سے اصالت میں قرار پذیر ہوتا ہے۔ کیونکہ زید کی صورت علمی خارج میں موجود زید کا ظل ہے جو اس کا اصل ہے۔ یہاں اس کی صفات اس کی ذات کے لئے حجاب نہیں بنیں گی۔ اور محسوس ایک جامع الصفات شخص ہوگا۔ اور اسی طرح صفات کی حضرت ذات تعالےٰ و تقدس سے مفارقت مراتب ظلال اور مثال کی تصویروں میں ہے۔ اور جب اصل کے ساتھ وصول میسر آگیا۔ تو صفات ذات تعالےٰ سے جدا نہیں ہوں گی اور ذات کا شہود صفات کے شہود سے جدا نہیں ہوگا۔ صفات کی تجلی کو ذات کی تجلی سے جو الگ کہا گیا ہے۔ اور تجلی افعال کو جو علیحدہ خیال کیا گیا ہے۔ سب مقامات ظلال میں ہے۔ اصل کے ساتھ وصول کے بعد صرف ایک تجلی ہے۔ جو تینوں تجلیوں کو شامل ہے۔ مثلاً زید کو جب کوئی دیکھے تو اس ذات کا شہود اس کی صفات سے الگ نہیں ہے۔ بلکہ اسی وقت جب کہ دیکھنے والا زید کو دیکھتا ہے عین اسی وقت اُسے عالم اور فاضل بھی پاتا ہے۔ علم و فضل جس طرح اس کے دیدار کے لئے حجاب نہیں ہیں۔ ہاں اگر زید کا تصور کریں۔ اور ظلی صورتوں کے ساتھ اس کا ادراک کریں۔ تو صفات کو ذات سے الگ پائیں گے اور صفات اس کی ذات کیلئے حجاب بنیں گی جیسا کہ پیچھے گزرا۔

تم نہیں دیکھتے کہ آخرت میں ذات جامع الصفات تعالیٰ و تقدس کا دیدار ہوگا۔ نہ کہ اسماء اور صفات سے خالی ذات کا۔ جو محض اعتبار ہے۔ اس لئے کہ ذات صفات سے ہرگز خالی نہیں ہوسکتی۔ اور صفات سے ہرگز جُدا نہیں ہوسکتیں۔ تجرد اس اعتبار سے کہتے ہیں۔ کہ عارف کامل پر جب ذات تعالیٰ و تقدس کی گرفتاری غالب آتی ہے۔ تو اسماء و صفات کا ملاحظہ اس کی نظر سے ساقط ہوجاتا ہے۔ اور احدیت تعالیٰ کے سوا اُسے کچھ مشہود نہیں ہوتا۔ لہٰذا ذات تعالیٰ و تقدس کا صفات سے خالی ہونا عارف کی نظر کے اعتبار سے ہوا۔ نہ خارج اور نفس الامر کے اعتبار سے۔ جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب اس کی تحقیق آئے گی۔

اور نیز یہ جامع ظہور مثالی تصویروں کا منتہی ہے۔ جو کمال ظہور عرشی کے بعد سامنے آتا ہے۔ وُہ تصویر کی مثال کے آئینے میں نہیں پایا جاسکتا۔ کیونکہ مثال میں ایک چیز کو ایسی تصویر میں سامنے لاتے ہیں۔ جو خارج کے ساتھ مشابہت اور مناسبت رکھتی ہو۔ اگرچہ وہ اسم میں ہی مشابہت ہو۔ اور وہ چیز جو کسی چیز کے ساتھ کسی طریقے سے بھی خارج میں مشابہت نہ رکھتی ہو۔ اس کی تصویر مثال میں محال ہے۔ اور ظہور عرشی سے اوپر کے کمالات اسی قبیلہ سے ہیں۔ کہ کوئی چیز بھی کسی طریقہ سے ان کے مشابہہ نہیں



Marfat.com

ہے۔ تاکہ مثال میں اس کی تصویر سامنے لائی سکے۔

یہیں سے ہے یہ بات کہ اس مقام میں ہمہ وقت جہالت دامن گیر رہتی ہے۔ اور ادراک کا نشانہ عدم ادراک ہوتا ہے۔ اس دنیا میں اگرچہ اس مقام سے علم یافت کے جہل سے اور کوئی چیز حاصل نہیں ہے۔ لیکن امید ہے۔ کہ آخرت میں ایسی قوت اور ایسا دل دیں گے۔ جو نور کے پرتو اور غلبہ سے لاشے نہیں ہوگا۔ اور حقیقت معاملہ سے آگاہ ہو جائیگا۔

تو مرا دل دہ و دلبری بین ۔۔۔ رُوبہ خویش خواں و شیری بین[1]

آگاہ ہو کہ عرش کے اوپر کا ظہور اس وہم میں مبتلا نہ کرے۔ کہ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ عرش سے اوپر قرار پذیر ہے۔ اور مقام اور جہت اس کے لئے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے اور ہر ایسی شے سے جو اس کی جناب قدس تعالیٰ کے لائق نہیں۔ پاک اور منزہ ہے۔ زید کی صورت کا شیشے میں ظہور شیشے میں قرار پذیر ہونے کو مستلزم نہیں۔ اگرچہ بے عقل لوگ وہم میں پڑ جاتے ہیں۔ اور اللہ ہی کے لئے بلند صفت ہے۔

صاحب ایمان لوگ آخرت میں حضرت حق سبحانہ و تعالےٰ کو بہشت میں دیکھیں گے۔ حالانکہ بہشت اور غیر بہشت حضرت حق سبحانہ کی نسبت برابر ہے۔ اور اس بلند ذات کی مخلوق ہیں اور وہ تجلی جو کوہ طور پر پڑی تھی۔ حالیت اور محلیت کا شائبہ تک نہیں رکھتی تھی۔ زیادہ سے زیادہ اتنی بات ہے۔ کہ بعض جگہیں ظہور کی قابلیت رکھتی ہیں۔ اور بعض دوسری جگہوں کے لئے یہ قابلیت نہیں ہوتی۔ صورتوں کے ظہور کی قابلیت شیشہ رکھتا ہے۔ گھوڑوں کے نعل اسکی قابلیت نہیں رکھتے۔ حالانکہ دونوں لوہے سے بنے ہیں۔ پس فرق مظہر میں ہے۔ ظاہر میں نہیں۔ اور ظاہر کی نسبت سب مظاہر برابر ہیں۔ قابل ہوں یا ناقابل۔ اور اسی طرح وہ الفاظ جو کلیت اور جزئیت کا وہم ڈالتے ہیں۔ با حالیت اور محلیت ان سے سمجھ آتی ہے۔ ظاہر سے پھرے ہوئے ہیں۔ اور اس بلند ذات کی جناب قدس کے لائق نہیں ہیں۔ تنگی عبارت کی وجہ سے یہ الفاظ اختیار کئے گئے ہیں[2]

ایں قاعدہ یاد دار کانجا کہ خدا است ۔۔۔ نے جزو نہ کل و نہ ظرف نے مظروف است

---

[1] تو مجھے دل عطا کر۔ پھر میری دلبری دیکھ۔ اور مجھے اپنی لومڑی کہہ پھر میرا شیر ہونا دیکھ

[2] یہ قاعدہ یاد رکھ کہ جہاں خدا ہے۔ وہاں نہ جزو ہے نہ کل۔ اور نہ برتن ہے اور نہ برتن میں پڑنے والی چیز۔



Marfat.com

اور جب انسان کا دِل عالَم صغیر کا عرش ہے ۔ اور عالَم کبیر کے عرش کے مشابہ ہے۔ تو وہ تجلّی جو وہاں ہے۔ نورِ ظلیت کے شائبے کے بغیر ہے۔ اسی طرح کی تجلّی ظلیت کے شائبہ کے بغیر دل کا بھی حصہ ہے۔ اگرچہ آسمانوں اور زمین میں بھی وہی تجلّی پہنچتی ہے ۔ لیکن ظلال میں سے کسی ظل کے پردے میں ہے۔ مگر دِل جو عرش کی طرح ہے ۔ شائبہ ظلیت سے مبرا ہے۔ اگرچہ چھوٹے اور بڑے ظہور کے اعتبار سے فرق ہے۔

بقدرِ آئینہ حسن تو مینماید رُو [1]

پس عرش مجید کے بعد ظلیت کے شائبہ کے بغیر تجلّی کامل انسانوں کے دِل کا حصہ ہے اور دوسروں کو ظلیت دامن گیر ہے۔

جاننا چاہیے ۔ کہ ظہورِ عرشی اگرچہ شائبہ ظلیت سے مبرا ہے۔ لیکن وہاں صفات ذات تعالیٰ تقدّس کے ساتھ ملی ہوئی ہے ۔ اور شیون اور اعتبارات اس بلند ذات میں ثابت ہیں۔ اگرچہ اس مرتبہ میں صفات اور شیونات ذات کے لئے حجاب نہیں ہیں۔ لیکن دید و دانش میں شریک ہیں۔ اور محبت و گرفتاری میں بھی شریک ہیں۔ احدیت مجرّدہ تعالت و تقدّست کے گرفتارانِ محبت کسی امر کی شرکت سے راضی نہیں ہیں۔ اور مطابق آیۃ کریمہ

اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ؕ سُن لو! کہ دین خالص اللہ ہی کے لئے ہے

دین خالص کے خواہاں ہیں۔

صفات کی عدم شرکت درجات کے فرق کے مطابق انسان کی ہیئت وحدانی کا حصہ ہے۔ اور ہیئت وحدانی کا حصہ انسان کا دِل ہے ۔ اور جزوِ ارضی کا حصہ انسان ہے۔ اور ان سب سے اوپر انسان کی وہ ہیئت وحدانی ہے۔ جو اس کی جزوِ ارضی کی صورت میں سامنے آئی ہے اور اس کا رنگ پکڑا ہے۔ مختصر یہ کہ اس معاملہ کا عمدہ حصہ جزوِ ارضی ہے۔ دوسرے امور تحسینات زائدہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ انسان میں دو چیزیں ایسی ہیں۔ جو عرش میں اور عالَم کبیر کے لئے بھی ان دو چیزوں سے کوئی حصہ نہیں ۔ انسان میں ایک تو جزوِ ارضی ہے۔ جو عرش میں نہیں ہے۔ اور ایک ہیئت وحدانی ہے۔ جو عالم کبیر میں نہیں ہے ۔ اور وہ شعور جو ہیئت وحدانی سے تعلق رکھتا ہے۔ نورٌ علیٰ نورٌ ہے۔ جو عالَم اصغر (قلب) کے ساتھ مخصوص ہے ۔ پس انسان ایک اعجوبہ ہے۔ جس

---

[1] بقدرِ آئینہ تیرا حُسن دکھائی دیتا ہے۔



Marfat.com

نے خلافت کی لیاقت پیدا کی ہے اور امانت کے بوجھ کو اُٹھایا ہے۔

انسان کے نادر اور عجیب خصائص کے متعلق سُن۔ کہ اس کا معاملہ یہاں تک پہنچتا ہے۔ کہ حضرتِ احدیت مجردہ کا آئینہ ہونے کی قابلیت پیدا کر لیتا ہے۔ اور صفات و شیونات کے اقتران و اتصال کے بغیر ہی ذات احد تعالیٰ شانہٗ کا مظہر بن جاتا ہے۔ حالانکہ حضرت ذات تعالیٰ و تقدس ہمہ وقت اپنی صفات و شیونات کی جامع ہے۔ ذات تعالیٰ کے لئے کسی وقت بھی صفات و شیونات سے علیحدگی نہیں۔

اس کی تفصیل یوں ہے۔ کہ انسان کامل جب ذات احدیت تعالیٰ و تقدس کے ماسوا کی گرفتاری سے آزاد ہو جاتا ہے۔ تو ذات احد جل سلطانہٗ کے ساتھ گرفتاری پیدا کر لیتا ہے۔ اور صفات و شیونات میں کچھ بھی اس کا ملحوظ، منظور، مقصود، اور مطلوب نہیں ہوتا۔ مطابق اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ "انسان اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ جس سے اس کو محبت ہو"۔ اس کے لئے حضرت احدیت مجردہ کیساتھ ایک مجهول الکیفیۃ اتصال پیدا ہو جاتا ہے۔ اور وہ گرفتاری جو اُسے ذاتِ احد جل سلطانہٗ کے ساتھ حاصل ہوئی تھی۔ ایک بے چون قرب کی نسبت بے چون ذات کے ساتھ اس میں ثابت کر دیتی ہے۔ اس وقت انسان کامل ذات احد کا آئینہ بن جاتا ہے۔ اس حیثیت سے کہ انسان کامل میں صفات و شیونات میں سے کوئی چیز بھی اس میں مشہود اور دکھائی نہیں دیتی۔ بلکہ اس میں احدیت مجردہ تعالت و تقدست ظاہر اور جلوہ گر ہو جاتی ہے۔ "سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ"

وہ ذات جو صفات سے ہرگز جدا نہیں ہو سکتی تھی۔ انسان کامل کے شیشہ میں تجرّد کی حیثیت سے ظاہر اور جلوہ گر ہو گئی۔ اور حسنِ ذاتی، حسنِ صفاتی سے متمیز اور جدا ہو گیا۔ اس طرح کی آئینہ داری اور مظہریت انسان کامل کے سوا کسی کو میسّر نہیں ہوئی ہے۔ اور حضرت ذات تعالیٰ و تقدس، صفات و شیونات کے بغیر انسان کے سوا کسی چیز میں جلوہ گر نہیں ہوا۔

عرشِ مجید عالمِ کبیر میں حضرت ذات جامع الصفات تعالیٰ و تقدس کا مظہر ہے۔ اور انسان کامل عالمِ صغیر میں حضرت ذاتِ احد کا جو صرف اعتبارات سے ہے، مظہر ہے۔ یہ آئینہ داری انسان کے عجائبات میں سے ہے۔ اور اللہ سبحانہٗ عطا کرنے والا ہے۔ جو وہ عطا کرے اُسے کوئی روک نہیں سکتا اور جو اللہ روک لے۔ اُسے کوئی عطا نہیں کر سکتا۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَيْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهِ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّحِيَّاتُ الْعُلٰی ط



Marfat.com

# مکتوب نمبر ۱۲

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے برادرِ حقیقی معارف آگاہ میاں غلام محمد کی

طرف صادر فرمایا

اس بیان میں کہ فرشتہ اگرچہ اصل کو دیکھتا ہے ۔ اور انسان کا شہود انفس کے آئینہ میں ہے ۔ لیکن اس دولت شہود کو انسان میں کا جزء کیا گیا ہے ۔ اور اس کے ساتھ اُسے بقا بخشی گئی ہے ۔ اور اس کے مناسب اُمور کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى

ملائکہ کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام اصل کا مشاہدہ کرتے ہیں ۔ اور اصل کی طرف متوجہ اور اصل کے ساتھ گرفتاری رکھتے ہیں ۔ اور ظلیت کا شائبہ ان کے حق میں مفقود ہے ۔ اس دنیا میں کم ہی ایسا ہوتا ہے ۔ کہ انسان بیچارہ دائرہ ظلیت سے باہر قدم رکھتا ہو ۔ اور آفاق و انفس کے آئینوں کے بغیر شہود دائمی پیدا کرتا ہے ۔ اصل کے ساتھ وصول کے بعد انوار اصل کے غلبہ کا پرتو اس کے قلب کے آئینہ میں جلوہ گر کر کے اسے عالم کی طرف واپس کر دیتے ہیں ۔ اور ناقصوں کی تربیت اس کے حوالہ کر دیتے ہیں ۔ اس رجوع میں اس کی بھی تربیت ہے ۔ اور دوسروں کی بھی ۔ کیونکہ انوار اصل کا پرتوَ جو انسان میں جزو کی حیثیت رکھتا ہے ۔ مدتِ رجوع میں دوسری اجزاء کو بھی اپنے رنگ میں رنگ لیتا ہے اور اپنے رنگ سے رنگین بنا لیتا ہے ۔ جس طرح کہ دوسروں کو نقص سے کمال کی طرف لاتا ہے ۔ اور غیب سے شہود کی طرف راہنمائی کرتا ہے ۔ اور جب دعوت اور رجوع کی مدت مکمل ہو جاتی ہے ۔ اور تحریر اپنی میعادِ معین کو پہنچ جاتی ہے ۔ تو اصل کا شوق پیدا ہو جاتا ہے ۔ اور رفیقِ اعلیٰ کی ندا اس کی طبیعت سے بلند ہونا شروع ہو جاتی ہے ۔ اور پراگندہ تعلقات سے نجات حاصل کرتے ہوئے سامانِ غیب سے شہادت کی طرف اٹھا کر لے جاتا ہے ۔ اور معاملے کو گوش سے آغوش تک لے آتا ہے ۔ اور "موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست سے ملاتا ہے" یہاں صادق آتا ہے ۔

جاننا چاہیئے ۔ کہ فرشتہ اگرچہ اصل کا مشاہدہ کرتا ہے ۔ اور انسان کا شہود انفس کے آئینہ میں ہے لیکن شہود کی اس دولت کو اس میں جزو کی طرح رکھا گیا ہے ۔ اور اس کے ساتھ بقا بخشی گئی ہے اور اس کے ساتھ متحقق کیا گیا ہے ۔ بخلاف فرشتہ کے کہ اس میں یہ دولت جزو کی طرح نہیں رکھی گئی ۔



Marfat.com

وُہ باہر سے نظارہ کرتا ہے۔ اور اُسے اس کے ساتھ بقا اور تحقق حاصل نہیں ہوتا۔ اصل کے ساتھ رنگین ہونا جو انسان کو میسّر ہوا ہے فرشتہ کو میسّر نہیں۔ اور وہ اختصاص جو خاکیوں کو نصیب ہوا ہے۔ قدسیوں کو حاصل نہیں ہو سکا۔ اس لئے کہ اندر رہنے اور باہر رہنے میں بڑا فرق ہے۔ اگرچہ اندرونی دولت جزو کی طرح ہے۔ اور بیرونی کل کی طرح۔ لیکن اندر اندر ہے اور باہر باہر۔ ہمارا کلام اشارہ اور بشارت ہے۔ اس لئے خواص بشر خواص ملک سے افضل ہیں۔ اور خواص مَلک کے ہوتے ہوئے انہوں نے ہی خلافت کا استحقاق پیدا کیا ہے۔

وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

زمین زادہ بر آسمان تافتہ[1] زمین و زمان را پس انداختہ

انسان کو یہ دولت جزوِ ارضی کے واسطہ سے میسّر ہوئی ہے۔ اور قلب جو عرش اللہ بنا ہے۔ اسی عنصر خاص کی وجہ سے بنا ہے۔ جو کل کا جامع اور دائرہ امکان کا مرکز ہے۔ ہاں زمین نے پستی اور کمزوری کی وجہ سے ہی یہ سب بلندی اور رفعت پیدا کی ہے۔ اور عاجزی نے اس کے سر کو بلند کیا ہے۔ کیونکہ " جو اپنے آپ کو اللہ سُبحانہٗ کے لئے نیچے کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے بلند کرتا ہے "۔

اور جب انسان کامل دعوت اور رجوع کی مدّت کے مکمل ہونے کے بعد اور اصل کے رنگ سے رنگین ہونے کے بعد اپنے اصل کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور جناب قدس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ تو اُسے ایک رابطہ اور انبساط میسّر آتا ہے۔ یقین ہے کہ دوسرے کو میسّر نہیں آسکتا۔ اور جو قرب و مرتبہ اُسے حاصل ہوتا ہے۔ دوسرے کو نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ اصل میں فانی ہو چکا ہے۔ اور اصل کے ساتھ بقا پیدا کرلی ہے اور اصل کے رنگ کے ساتھ رنگین ہو گیا ہے۔ دوسرے کو کیا مجال کہ اُس کے ساتھ برابر ہو سکے۔ اسلئے کہ دوسروں کا رنگین ہونا تجرّد و تنزّہ کے اعتبار سے اگرچہ اکمل اور اتم ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ باہر سے آیا ہے اس لئے عارضی شے کا حکم رکھتا ہے۔ اور انسان کا رنگین ہونا چونکہ اندر سے تعلق رکھتا ہے اس لئے ذاتی کا حکم رکھتا ہے۔ اور دونوں میں بہت فرق ہے۔ یہ کمال انبیاء صلوات اللہ تعالیٰ و تسلیماتہٗ علیہم اجمعین کے ساتھ مخصوص ہے۔ کہ خواص بشر سے یہی حضرات مراد ہیں۔ اور وراثت و تبعیت کے طور پر جس کو چاہیں۔ اس دولت عظمیٰ کے ساتھ مشرف فرمادیں۔ انبیاء علیہم الصلوٰت والتحیات کے صحابہ میں یہ دولت ان کی صحبت کی برکت سے پائی جاتی تھی۔ اور غیر اصحاب کرام میں سے جس کو چاہتے ہیں نوازتے ہیں

[1] زمین سے پیدا شدہ انسان آسمان پر چلا گیا۔ زمین و زمان کو پیچھے چھوڑتے ہوئے۔



Marfat.com

اگرچہ تھوڑے بلکہ بہت ہی تھوڑے ہیں۔

اگر بادشاہ بر در پیر زن ، بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن[1]

اے پروردگار بحرمت سید المرسلین علیہ وعلیہم الصلوات والتحیات والتسلیمات اکملہا واتمہا، ہمارے لئے ہمارے نور کو مکمل فرما۔ اور ہمیں بخش دے۔ بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

# مکتوب نمبر ۱۳

مرزا شمس الدین کی طرف صادر فرمایا

اس کے خط کے جواب میں۔ اور اس بیان میں کہ علمائے ظواہر کا حصہ کیا چیز ہے اور بلند گروہ صوفیہ کا حصہ کیا۔ اور علمائے راسخین کا جو انبیاء کے وارث ہیں۔ کیا حصہ ہے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں

بعد الحمد والصلوٰۃ و تبلیغ الدعوات۔ فقیر کہتا ہے۔ کہ آپ کا صحیفہ شریف جو آپ نے از روئے کرم صادر فرمایا ہے۔ اخوی اعزی شیخ محمد طاہر نے پہنچایا۔ اور خوش وقت کیا۔ اس میں درج تھا۔ کہ زمانہ ملاقات کے حاصل ہونے تک ان مکتوبات سے مشرف اور یاد فرمائیں۔ جو نصیحت کی باتوں پر مشتمل ہوں۔ میرے مخدوم و مکرم" اَلنَّصِیْحَۃُ ہِیَ الدِّیْنُ وَمُتَابَعَۃُ "، سیّد المرسلین علیہ وعلیہم من الصلوات، افضلہا ومن التحیات اکملہا۔ یعنی نصیحت یہی ہے کہ دین پر چلو اور حضور سیّد المرسلین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی پیروی اختیار کرو۔

تصحیح عقائد کے بعد دین و متابعت سے علمائے ظواہر کا حصہ شرائع و احکام کا علم اور اس علم کے تقاضا کے مطابق عمل ہے۔ بلند گروہ صوفیا جو کچھ علما رکھتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ احوال و مواجید اور علوم و معارف سے بھی حصہ پاتے ہیں۔ اور علمائے راسخین کا حصہ جو انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے وارث ہیں۔ علمائے ظواہر کے علم وعمل اور صوفیا کے احوال و مواجید کے علاوہ اسرار و دقائق بھی ہیں۔ جو متشابہات

---

[1] اگر بادشاہ بڑھیا کے دروازے پر آئے تو اے خواجہ تو حسد سے اپنی مونچھیں نہ اکھیڑ۔



Marfat.com

قرآنی میں پائے جاتے ہیں۔ اور جن کی طرف رمز و اشارہ ہوچکا ۔ اور بر سبیل تاویل انہیں درج کیا جا چکا ہے پس یہ علمائے راسخین ہی متابعت میں کامل اور وراثت کے ساتھ موصوف ہیں۔ یہ حضرات تبعیت اور وراثت کے طور پر انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی دولت خاص میں شریک ہیں ۔ اور بارگاہ کے محرم راز ہیں ۔ اس لئے " عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ " یعنی میری اُمت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں" کے شرف سے مشرف ہوئے ہیں ۔ تو تم پر علماً، عملاً ، حالاً اور وجداً سیدالمرسلین اور حبیب رب العالمین علیہ و علی جمیع الانبیاء والمرسلین والملائکۃ المقربین و اہل الطاعۃ اجمعین الصلوات والتحیات کی متابعت ضروری ہے ۔ تاکہ حصولِ وراثت کا وسیلہ بنے ۔ جو درجات سعادت کی انتہا ہے ۔

# مکتوب نمبر ۱۴

مولانا احمد برکی کی طرف صادر فرمایا

ان کے اس استفسار میں ۔ کہ صاحبِ منصب ولی اپنے منصب کا علم رکھتا ہے یا نہیں ۔ اور دوسرا استفسار کہ فنا فی اللہ اور بقا باللہ اس وقت تک نصیب نہیں ہوا ۔ اور اپنے احوال کی عدم اطلاع کے متعلق

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

آپ کے دو خط یکے بعد دیگرے موصول ہوئے ۔ ہمارے مصائب پر ماتم پرسی کے متعلق آپ نے لکھا تھا ۔ " اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ " یاروں اور دوستوں کو فرمائیں کہ ستر ستر ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھ کر فرزند مرحوم خواجہ محمد صادق اور اس کی ہمشیرہ مرحومہ اُم کلثوم کی روح کو بخشیں اور ستر ہزار بار کا ثواب ایک کو بخشیں اور دوسرے ستر ہزار بار کا ثواب دوسرے کی روح کو بخشیں ۔ دوستوں سے دُعا و فاتحہ کی درخواست ہے ۔

آپ نے لکھا تھا ۔ کہ مکتوبات میں درج ہے کہ صاحبِ منصب اپنے منصب کا علم رکھتا ہے میرے مخدوم ، قطب الاقطاب صاحبِ علم ہوتا ہے ۔ اور مختلف جگہوں کے قطب اس کے اجزاء کی طرح ہیں ۔ اور اس کے ہاتھ پاؤں ہوتے ہیں ۔ بعض کو اپنے قطب مدار ہونے کا علم ہوتا ہے ۔



Marfat.com

اور بعض کو نہیں ۔ آپ نے لکھا تھا ۔ کہ فنا فی اللہ اور بقا باللہ اب تک حاصل نہیں ہوئی ۔ کیا کیا جائے آپ صحبت میں بہت کم رہے ہیں ۔ اور اتنی دیر بھی نہیں ٹھہرے کہ تمہیں تمہارے بعض احوال کے حاصل ہونے کی اطلاع دی جاتی ۔ مَیں اب ہندوستان میں بیٹھا ہوا تمہاری فنا اور بقا کو دیکھ رہا ہوں ۔ اور یہ دو کمال جن کا تم نے ذکر کیا ہے ۔ مَیں تمہارے اندر اُن کا احساس کر رہا ہوں ۔ اور تم اس معنی کا انکار کرتے ہو ۔ درمیان میں بڑا فاصلہ حائل ہے ۔ جب تک ظاہری ملاقات میسّر نہ ہو ۔ مخفی احوال پر مطلع کرنا دشوار ہے ۔

مشائخ نے فنا اور بقا میں گفتگو کی ہے ۔ جو سب رمز و اشارہ کے طور پر ہے ۔ اپنے آپ کے متعلق کیا پاسکتا ہے ۔ اور حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ ہر ایک کو احوال کا علم عطا نہیں فرماتا ۔ بلکہ ایک شخص کو احوال کا علم عطا کر کے پیشوا بنا دیتا ہے ۔ اور پھر ایک گروہ کو اس کے ساتھ وابستہ کر کے مرتبہ کمال و تکمیل تک پہنچاتا ہے ۔

خاص کند بندہ مصلحت عام را[1]

کاش کہ شیخ حسن کو چند روز اور نگاہ رکھ کر اس کے بعض احوال پر اطلاع کر کے تمہاری خدمت میں ہم بھیج سکتے ۔ تمہارا آنا مشکل ہے ۔ تمہارے سمجھدار اور قابل دوستوں میں سے اگر کوئی آتا ۔ اور چند روز یہاں ٹھہرتا اور بات بھی سمجھتا تو کتنا اچھا ہوتا ۔ تاکہ ضروری چیزیں اُسے بتا دی جاتیں ۔ مقصود یہ ہے ۔ کہ احوال حاصل ہوں ۔ احوال پر اطلاع ایک دوسری چیز ہے ۔ باقی بوقتِ ملاقات انشاء اللہ تعالیٰ

والسّلام

ایک ضروری نصیحت یہ ہے کہ علوم کے درس و تدریس سے اپنے آپ کو کبھی معاف نہ رکھنا ۔ بلکہ تمہارا تمام وقت درس میں ڈوبا ہوا ہونا چاہیئے ۔ ذکر و فکر کی ہوس نہ کریں ۔ رات کی گھڑیاں ذکر و فکر کے لئے بہت ہیں ۔ شیخ حسن کو بھی سبق دیتے رہیں ۔ اور بیکار نہ چھوڑیں ۔ اور جب کہ وہ علاقے علم سے بہت کم حصہ رکھتے ہیں ۔ تو وہاں علوم شرعیہ کو زندہ کریں ۔ زیادہ بار بار کیا تاکید کروں ۔

خواجہ اویس کے مکشوفات کے اوراق موصول ہوئے ۔ اکثر جگہیں نظر سے گزریں ۔ یہ دراصل حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی طرف سے بشارتیں ہیں ۔ اُمیدوار رہیں تاکہ یہ باتیں قوت سے فعل میں آجائیں

---

[1] مصلحتِ عام کی خاطر اللہ تعالیٰ ایک بندے کو چن لیتا ہے ۔



Marfat.com

# مکتوب نمبر ۱۵

قصبہ سامانہ کے سادات عظام، اور اس قصبہ کے باشندگان

اور نامور بزرگوں کے نام صادر فرمایا

اُس خطیب کی مذمت میں جس نے عید قربان میں خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم کا ذکر ترک کر دیا اور اس کے مناسب

اُمور کے بیان میں

" اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی "

بلدہ سامانہ کے سادات عظام اور وہاں کے باشندگان اور نامور بزرگوں کے باعزت خادموں کو تکلیف دینے کا باعث یہ ہے۔ کہ سننے میں آیا ہے۔ کہ اس شہر کے خطیب نے عید قربان کے خطبہ میں خلفاءِ راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ذکر ترک کیا ہے۔ اور ان کے متبرک اسماءِ گرامی نہیں لئے۔ اور یہ بھی سننے میں آیا ہے۔ کہ جب کچھ لوگوں نے اس بارے میں اس سے دریافت کیا تو وہ بھول اور نسیان کا عذر کرنے کی بجائے سرکشی سے پیش آیا ہے۔ اور کہا ہے کہ کیا ہو گیا اگر خلفاءِ راشدین کے نام مذکور نہیں ہوئے نیز یہ بھی سننے میں آیا ہے۔ کہ وہاں کے اکابر اور باشندگان نے اس بارے میں سستی کی ہے۔ اور اس بے انصاف خطیب کے ساتھ سختی اور درشتی کے ساتھ پیش نہیں آئے۔

واۓ[1] نہ یکبار کہ صد بار واۓ

خلفاءِ راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ذکر پاک اگرچہ خطبہ کے شرائط میں سے نہیں ہے۔ لیکن اہلسنت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کے شعائر میں سے ضرور ہے۔ ان کے ذکر مبارک کو قصداً اور سرکشی کے ساتھ وہی ترک کریگا۔ جس کا دِل مریض اور باطن خبیث ہے۔ اگر ہم یہ فرض بھی کر لیں کہ اس نے تعصب اور عناد سے ترک نہیں کیا۔ تاہم " مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ " (جس نے کسی قوم سے مشابہت پیدا کی وہ انھیں میں شمار ہو گا) کی وعید کا کیا جواب ہو گا اور تہمت کی جگہ سے کیسے خلاصی ملیگی۔ حالانکہ فرمانِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے " اِتَّقُوْا مَوَاضِعَ التُّهَمِ " تہمت کی جگہ سے بچو۔ اور اگر یہ شخص حضرات شیخین کی تقدیم و تفضیل میں توقف کرتا ہے۔ تو اہل سنت کے طریقے کا تارک

---

[1] افسوس صد افسوس



Marfat.com

ہے۔ اور حضرات ختنین (حضرت علی و عثمان رضی اللہ عنہم) کی محبت میں شک رکھتا ہے۔ تو بھی اہل حق سے خارج اور دُور ہے۔ اور بعید نہیں کہ اس بے حقیقت خطیب نے جو کشمیری ہونے کے ساتھ منسوب ہے۔ اس خبث و پلیدی کو کشمیر کے بدعتیوں، رافضیوں سے اخذ کیا ہو۔ اُسے سمجھانا چاہیئے کہ حضرت شیخین کی افضلیت اجماع صحابہ اور تابعین کے ساتھ ثابت ہو چکی ہے۔ چنانچہ اس اجماع کو اکابر آئمہ کی ایک جماعت نے نقل کیا ہے۔ ان ائمہ میں سے ایک حضرت امام شافعی ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) شیخ امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

اِنَّ تَفْضِیْلَ اَبِیْ بَکْرٍ ثُمَّ عُمَرَ عَلٰی بَقِیَّۃِ الْاُمَّۃِ قَطْعِیٌّ

بیشک ابوبکر پھر عمر کا باقی امت پر افضل ہونا قطعی ہے۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

وَقَدْ تَوَاتَرَ عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فِیْ خِلَافَتِہٖ وَکُرْسِیِّ مَمْلَکَتِہٖ وَبَیْنَ الْجَمِّ الْغَفِیْرِ مِنْ شِیْعَتِہٖ اَنَّ اَبَابَکْرٍ وَعُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَفْضَلُ الْاُمَّۃِ ثُمَّ قَالَ وَرَوَاہُ عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نَیِّفٌ وَّثَمَانُوْنَ نَفْسًا وَعَدَّ مِنْہُمْ جَمَاعَۃً ثُمَّ قَالَ فَقَبَّحَ اللّٰہُ الرَّافِضَۃَ مَا اَجْہَلَہُمْ ط

بیشک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کے زمانہ خلافت اور کرسی سلطنت میں اور بہت بڑے مجمع کے سامنے اور آپ کے ماننے والوں کے رُوبرو تواتر کے ساتھ یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ کہ بے شک حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تمام اُمت سے افضل ہیں اور اس بات کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی سے کچھ اوپر افراد نے نقل کیا ہے۔ اور ان میں سے ایک جماعت کے نام بھی ذکر کئے ہیں۔ پھر انہوں نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ رافضیوں کو ذلیل کرے — کتنے جاہل ہیں یہ لوگ

اور روایت کیا ہے امام بخاری نے جن کی کتاب اللہ کی کتاب کے بعد سب سے زیادہ صحیح ہے۔ کہ نبی علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد لوگوں میں سے سب سے بہتر ابوبکر ہیں۔ پھر عمر۔ پھر ایک اور آدمی۔ تو ان کے بیٹے محمد بن حنفیہ نے کہا پھر آپ ہونگے۔ تو حضرت علی نے فرمایا۔ سوائے اس کے نہیں کہ میں تو مسلمانوں میں سے ایک مسلمان ہوں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے علاوہ دوسرے اکابر صحابہ اور تابعین سے اس قسم کی بہت اور مشہور روایات موجود ہیں۔ جن کا انکار نہیں



Marfat.com

کریگا مگر جاہل یا ضدی -

اور اس بے انصاف خطیب سے کہنا چاہیئے - کہ ہمیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام صحابہ کرام کے ساتھ محبت رکھنے کا حکم ہے - اور ان سے بُغض رکھنا اور انہیں تکلیف دینا ممنوع ہے - آپ کے دونوں داماد (حضرت عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما) اکابر صحابہ اور آنسرور علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کے رشتہ داروں میں سے ہیں - اس لئے محبت اور دوستی کے بہت حقدار ہیں -

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے -

قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی

آپ فرمادیں - مَیں نہیں مانگتا ہوں تم سے اس پر اُجرت مگر دوستی قریبیوں کے ساتھ

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا -

اَللّٰهَ اللّٰهَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا مِنْ بَعْدِیْ فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّهُمْ وَ مَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَهُمْ وَمَنْ اٰذَاهُمْ فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰهَ وَمَنْ اٰذَی اللّٰهَ فَیُوْشِكُ اَنْ یَّاْخُذَهٗ

ترمذی شریف

میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو - اُن کو میرے بعد طعن وتشنیع کا نشانہ نہ بناؤ - توجس نے ان سے محبت کی اس نے میرے ساتھ محبت کی بناء پر ان سے محبت کی اور جس نے اُن سے دشمنی کی تو اس نے میرے ساتھ دشمنی کی بناء پر ان سے دشمنی کی - اور جس نے انہیں تکلیف دی بیشک اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ کو تکلیف دی - تو قریب ہے کہ اللہ اُسے پکڑ لے -

اس قسم کا بدبُودار پھول ابتدا سے لیکر اسوقت معلوم نہیں - کہ ہندوستان میں کِھلا ہو - قریب ہے کہ یہ معاملہ پورے شہر سامانہ کو متہم کردے بلکہ ہندوستان پر سے اعتماد اُٹھ جائے - بادشاہ وقت (اللہ سبحانہٗ اُسے دشمنانِ اسلام پر فتح ونصرت عطا کرے) اہلسنت سے ہے - اور حنفی مذہب ہے - اس کے دورِ حکومت میں اس طرح کی بدعت کا مرتکب ہونا بڑی دلیری ہے - بلکہ فی الحقیقت بادشاہ کے ساتھ مقابلہ ہے - اور اولی الامر کی اطاعت سے نکلنے والی بات ہے - اس کے باوجود تعجب ہے - کہ وہاں کے مخدومانِ عظام اس واقعہ میں اپنے آپ کو بے قصور خیال کرتے ہیں اور سُستی کرتے ہیں -



Marfat.com

اللہ تبارک و تعالیٰ اہل کتاب کی مذمت کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

لَوْلَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ؕ

کیوں نہیں روکتے ان کو رب والے اور عالم گناہ کی بات کرنے اور حرام کھانے سے۔ البتہ بہت ہی برا ہے جو وہ کرتے ہیں

نیز اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے۔

كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ؕ

یہ لوگ برائی کرنے والوں کو برائی سے نہیں روکتے تھے۔ البتہ بہت ہی برا کام کرتے تھے

" سورۃ المائدہ پ ۶ "

اس قسم کے واقعات کے رونما ہونے کے باوجود غفلت برتنا بدعقیدہ لوگوں کو دلیر کرنے والی بات ہے۔ کہ دین میں رخنہ انداز ہونے کے مترادف ہے۔ یہ بات بھی سننے میں شمار ہوتی ہے۔ کہ مہدی کی جماعت وہاں کھلے بندوں اہل حق کو اپنے باطل مسلک کی طرف دعوت دیتی اور تھوڑی مدت میں ایک دو افراد کو بھیڑیوں کی طرح ریوڑ سے اٹھا لیتے ہیں۔ زیادہ کیا تکلیف دے جبکہ یہ وحشت انگیز خبر سننے میں آئی۔ اور اس نے شورش پیدا کی اور میری رگِ فاروقی کو حرکت دی تو یہ کلمات لکھ دیئے۔ امید ہے کہ معذور قرار دیں گے۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوٰتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ وَالتَّحِيَّاتُ وَالْبَرَكَاتُ

# مکتوب نمبر ۱۶

شیخ بدیع الدین سہارنپوری کی طرف صادر فرمایا

اس کے استفسارات کے جواب میں اور برزخ صغریٰ کے عجائب و غرائب کے بیان میں

اور مرگِ طاعون اور اس کے مناسب امور کے بیان میں

" اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى "



Marfat.com

آپ کا صحیفہ شریف موصول ہوا۔ اس میں درج تھا کہ اس علاقہ میں دو بڑے زبردست حادثے رونما ہوئے ہیں۔ ایک طاعون کا حادثہ اور دوسرا قحط کا۔ اللہ سبحانہٗ ہمیں اور تم کو ان بلیات سے بچائے رکھے۔

آپ نے لکھا تھا۔ کہ ان فتنوں کے باوجود دن رات عبادت و مراقبہ میں گزرتے ہیں۔ اور باطن معمور اور آباد ہے۔ اس حال پر اللہ سبحانہٗ کی حمد اور احسان ہے۔ جو سوالات آپ کے مکتوب میں درج تھے۔ ان کا جواب حسب ذیل ہے۔ سنتوں میں اکثر اوقات چار قُل[1] کی تلاوت کرنی چاہیئے۔ اور مردوں کیلئے مسنون کفن تین کپڑے ہیں۔ دستار قدر مسنون سے زائد ہے۔ ہم قدر مسنون پر کفایت کرتے ہیں۔ اور ہم عہد نامہ[2] نہیں لکھتے۔ کیونکہ پلیدیوں کے ساتھ آلودہ ہونے کا احتمال ہے۔ اور سند صحیح سے بھی ثابت نہیں۔ اور علماءِ ماوراء النہر کا عمل بھی نہیں۔ اور مشائخ سے تبرک کے طور پر حاصل شدہ پیراہن کو اگر کفن میں قمیص کی جگہ استعمال میں لائیں تو اس کی گنجائش ہے شہدائے کرام کے کپڑے ہی ان کے کفن ہیں۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت کی تھی۔ کہ " مجھے میرے ان دو کپڑوں میں ہی کفن دینا "

برزخ صغریٰ (قبر) جبکہ ایک جہت سے مقاماتِ دنیوی میں سے ہے۔ اس لئے ترقی کا احتمال رکھتی ہے۔ اور عالم قبر کے احوال اشخاص کے تفاوت سے آپس میں بڑا فرق رکھتے ہیں۔

اَلْاَنْبِیَاءُ یُصَلُّوْنَ فِی الْقُبُوْرِ ط — انبیاء کرام قبور میں نماز ادا فرماتے ہیں

یہ حدیث آپ نے سُنی ہوگی

اور ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام شبِ معراج جب حضرت کلیم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر مبارک کے نزدیک سے گزرے تو دیکھا کہ آپ قبر میں نماز ادا فرما رہے ہیں۔ اور اسی لحظہ میں، جب آپ آسمان پر پہنچے تو حضرت کلیم کو وہاں پایا۔ اس جگہ کا معاملہ بڑے عجائب و غرائب رکھتا ہے۔

ان ایام میں جب کہ میرے فرزند اعظم مرحوم کی وفات واقع ہونے کے باعث اس عالم قبر کی طرف توجہ اور نظر کرنے کا اتفاق زیادہ ہوتا ہے۔ اس بناء پر بہت سے اسرار غریبہ ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ کہ

---

[1] یعنی قُلْ یٰاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ الخ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ الخ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ الخ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ الخ

[2] لیکن دُرِّ مختار میں ہے۔ اگر میت کی پیشانی یا اس کے عمامے یا کفن پر عہد نامہ لکھا جائے۔ تو امید ہے کہ اللہ اس کی مغفرت فرمائے گا۔



Marfat.com

اگر ان کا تھوڑا سا حصّہ بھی بیان کرے تو کئی فتنوں کا باعث بن جائے۔

اگرچہ عرش مجید جنّت کی چھت ہے۔ تاہم قبر بھی جنّت کے باغات میں سے ایک باغ ہے اگرچہ عقل کوتاہ اندیش اس کا تصوّر کرنے سے عاجز ہے۔ وہ دوسری آنکھ ہے۔ جو ان عجائبات کا تماشا کرتی ہے۔ جس طرح کس طرح کرکے۔ اگرچہ صرف ایمان بھی موجب نجات ہے۔ لیکن کلمہ طیبۃ کی قبولیت اور بلندی عمل صالح کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور موت وبا سے بھاگنا گناہ کبیرہ ہے۔ جس طرح کفار سے جنگ کے دن مورچے سے بھاگنا گناہ کبیرہ ہے۔ اور جو شخص وبا کی زمین میں صبر کے ساتھ رہے۔ اور وہیں مرجائے۔ شہداء میں سے ہے۔ اور فتنہ قبر سے محفوظ ہے۔ اور اگر صبر کرے اور نہ مرے تو غازیوں میں سے ہے۔

اِنْ قَالَ لِیْ مُتْ مُتُّ سَمْعًا وَّطَاعَةً ؎ وَقُلْتُ لِدَاعِی الْمَوْتِ اَهْلًا وَّسَهْلًا

چند روز سے بلغم اور کھانسی نے نڈھال کر رکھا ہے۔ جسمانی ضعف لاحق ہے۔ اس مجبوری کے تحت صرف جوابات پر ہی کفائت کی ہے۔

وَالسَّلام

# مکتوب نمبر ۱۷

مرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا

"اس بیان میں کہ اس عالم کی مصیبتیں اگرچہ بظاہر زخم لگاتی ہیں۔ لیکن فی الحقیقت ترقیات کا باعث اور مرہم ہیں۔ اور مرض طاعون کی فضیلت اور اس کے مناسب امور کے بیان میں"

بعد الحمد والصلوٰۃ و تبلیغ الدعوات۔ فقیر رنج دینے کا باعث بن رہا ہے۔ کہ آپ کا مکتوب شریف جو آپ نے دربارہ ماتم پرسی ہمراہ شیخ مصطفےٰ ارسال کیا تھا۔ فقیر اس کے مضمون سے مشرف ہوا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ یہ مصیبتیں بظاہر زخم ہیں۔ لیکن فی الحقیقت بعنایت اللہ سبحانہٗ ترقیات اور مرہم ہیں۔ وہ نتائج و ثمرات جو اس دنیا میں ان پر مرتب ہوتے ہیں۔ ان ثمرات و نتائج

---

؎ مجھے اگر کہتا ہے کہ مرجا تو بخوشی مرجاتا ہوں اور داعی موت کا اَہلاً و سہلاً کہتے ہوئے استقبال کرتا ہوں۔



Marfat.com

کا سوواں حصہ میں مجن کی حق تعالیٰ کی عنایات سے آخرت میں توقع اور امید ہے۔

پس فرزندوں کا ہونا عین رحمت ہے۔ ان کی زندگی میں منافع اور فوائد ہیں اور ان کی موت پر بھی نتائج وثمرات مرتب ہوتے ہیں۔

امام اجل محی السنۃ حلیۃ الابرار میں لکھتے ہیں۔ کہ حضرت عبداللہ بن زبیر کے زمانہ خلافت میں تین دفعہ طاعون پڑا۔ اور اس طاعون میں حضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کے خادم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے تراسی لڑکے فوت ہو گئے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُن کے حق میں دعا برکت کی تھی۔ اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے چالیس لڑکے فوت ہو گئے۔ جب کہ حضرت خیرالانام علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام کے ساتھ یہ معاملہ فرماتے ہیں۔ تو ہم گناہ گار کس حساب اور شمار و قطار میں ہیں۔

حدیث میں وارد ہے۔ کہ پہلی امتوں کے لئے طاعون عذاب تھا۔ اور اس امت کیلئے شہادت کا ذریعہ ہے۔ بلاشبہ اس بلا میں بہت سے لوگ مرتے ہیں۔ بڑے حضور دل اور توجہ الی الآخرت کی حالت میں مرتے ہیں۔ خواہش پیدا ہوتی ہے۔ کہ کوئی دوسرا بھی اس بلا والی جماعت سے لاحق ہو جائے۔ اور دنیا سے آخرت کی طرف سامان اُٹھا لے جائے۔ یہ بلا اس امت میں بظاہر غضب ہے۔ لیکن باطن میں رحمت ہے۔

میاں شیخ طاہر نے نقل کیا تھا۔ کہ لاہور طاعون کے ایام میں ایک شخص دیکھا گیا۔ کہ جس کو ملائکہ کہتے ہیں۔ جوان ایام میں نہیں مریگا۔ حسرت اور افسوس کرے گا۔ ہاں جب بھی ان طاعون سے فوت ہونے والوں کے حالات پر نظر ڈالی جاتی ہے۔ تو احوال غریبہ اور معاملات عجیبہ مشاہدے میں آتے ہیں شاید شہدائے فی سبیل اللہ انھیں خصوصیات سے ممتاز ہوتے ہیں۔

میرے مخدوم! میرے فرزند عزیز خواجہ محمد صادق قدس سرہٗ کی وفات اعظم مصائب میں سے ہے معلوم نہیں کہ کوئی شخص اس طرح کی مصیبت میں مبتلا کیا گیا ہو۔ لیکن اس مصیبت میں جو صبر و شکر حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے اس قلب ضعیف کو عطا کیا گیا وہ بڑی نعمتوں اور اعظم انعامات میں سے ہے۔ یہ ناچیز حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے التجا کرتا ہے کہ اس مصیبت کی جزاء آخرت کیلئے تیار رکھے۔ اور دنیا میں اس کی کچھ بھی جزاء ظاہر نہ ہو۔ اگرچہ فقیر جانتا ہے۔ کہ یہ سوال بھی تنگی سینہ کے باعث ہے۔ ورنہ وہ تعالیٰ واسع المغفرہ ہے۔ اور اللہ ہی کے قبضہ میں دنیا و آخرت ہے۔ اور دوستوں سے بھی درخواست ہے۔ کہ وہ امداد، اعانت، سلامتی خاتمہ کی دعا کرتے رہیں اور انسانیت کو لازم لغزشوں اور بشریت کی وجہ سے پیدا ہونے والی کوتاہیوں سے درگزر کریں۔ اے ہمارے پروردگار! ہمارے گناہ بخش۔ اور ہمارے



Marfat.com

کاموں میں ہماری زیادتیوں کو بھی بخش اور ہمیں ثابت قدمی عطا فرما اور کافر قوم پر ہماری مدد و نصرت فرما۔
وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی

# مکتوب نمبر ۱۸

شیخ جمال ناگوری کی طرف صادر فرمایا

اس بیان میں کہ علماء راسخین کا کیا حصہ ہے۔ اور علماء ظواہر کا کیا۔ اور صوفیہ کا کیا حصہ ہے اور اُس کے التماس کا جواب جو اُس نے کیا تھا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ط

اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد ہی علماءِ عظام کی مدح و ثنا کے لئے کافی ہے۔ علمِ وراثت علم شریعت ہے جو انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کا باقیماندہ ہے۔ اور علمِ شریعت کی ایک صورت ہے اور ایک حقیقت۔ صورت وہ ہے جو ظاہری علماء کا حصہ ہے۔ شکر اللہ تعالیٰ سعیہم۔ اور محکمات کتاب و سنت سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اس کی حقیقت وہ ہے۔ جو علماءِ راسخین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا حصہ ہے۔ جو کتاب و سنت کے متشابہات سے تعلق رکھتی ہے۔ محکمات اگرچہ اُمہات کتاب ہیں۔ لیکن ان کے نتائج و ثمرات متشابہات ہیں۔ جو کتاب کے مقاصد ہیں۔ اُمہات حصول نتائج کے لئے وسائل سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔ پس کتاب کا لُبّ (مغز) متشابہات ہیں۔ اور محکمات ان کا چھلکا ہیں۔ متشابہات ہی ہیں۔ جو رمز و اشارہ کے طور پر اصل کو بیان کرتی ہیں۔ اور اس معاملہ کی حقیقت کا نشان بتاتی ہیں۔ علماءِ راسخین نے چھلکے کو مغز کے ساتھ جمع کر لیا ہے۔ اور شریعت کی صورت و حقیقت کے مجموعے کو پا لیا ہے۔ اور ان بزرگوں نے شریعت کو اس شخص کی طرح تصور کیا ہے۔ جس کا پوست اور مغز صورت اور حقیقت ہو۔ شرائع اور احکام کے علم کو انہوں نے صورت شریعت جانا ہے۔ اور حقائق اور اسرار کے علم کو حقیقتِ شریعت کہا ہے۔ اور ایک جماعت

---

^۱ احمد، ترمذی، ابو داؤد بروایت ابو الدرداء



Marfat.com

نے صورت شریعت میں گرفتار ہو کر اس کی حقیقت سے انکار کیا ہے۔ اور انہوں نے اپنا پیر اور مقتدا ہدایہ اور بزدوی کے کسی چیز کو قرار نہیں دیا۔ اور ایک دوسری جماعت اگرچہ حقیقت شریعت میں گرفتار ہوئی ہے۔ لیکن چونکہ انہوں نے اس کو شریعت کی حقیقت نہیں جانا۔ بلکہ شریعت کو صورت میں منحصر رکھا ہے۔ اور اُسے پوست خیال کیا ہے۔ اور لُب و مغز کو اس کے ماسوا میں تصور کیا ہے۔ تو ناچار اس وجہ سے اس کی حقیقت سے آگاہ نہ ہو سکے۔ اور متشابہات سے کچھ حصہ نہ پا سکے۔ تو علماء راسخین ہی درحقیقت وارث ہیں۔ اللہ سبحانہٗ ہمیں اور تمہیں ان کے محبین اور ان کے نشانات پر چلنے والوں میں سے کرے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اخوی میاں شیخ نور محمدؒ نے آپ کی طرف سے ظاہر کیا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا ہے۔ کہ ہمیں دوسرے سلاسل کے مشائخ سے اجازتیں ہیں۔ اور سلسلہ نقشبندیہ کی جانب سے بھی میں اجازت چاہتا ہوں۔

مخدوم و مکرّم! پیری و مریدی طریقہ نقشبندیہ میں طریقہ کے سکھلانے اور سیکھنے سے ہے۔ کلاہ اور شجرہ سے نہیں۔ جس طرح کہ دوسرے سلاسل میں متعارف ہے۔ ان بزرگوں کا طریقہ صحبت ہے اور ان کی تربیت انعکاسی ہے۔ اس بناء پر ان کی ہدایت میں دوسروں کی نہایت درج ہے اور اُن کا راستہ بالکل قریب ہے۔ ان کی نظر امراض قلبیہ کو شفا دیتی ہے۔ اور اُن کی توجہ باطنی بیماریوں کو دفع کرتی ہے۔

نقشبندیہ عجیب قافلہ سالار اند[1] — کہ برند از رہِ پنہاں بحرم قافلہ را

اُمید ہے کہ معذور جانیں گے۔ نیک لوگ عذر قبول کرتے ہیں۔

وَالسَّلام

# مکتوب نمبر ۱۹

میر محمد نعمان اللہ کی طرف صادر فرمایا

---

[1] نقشبندی عجیب قافلہ سالار ہیں کہ پوشیدہ پوشیدہ قافلے کو حرم تک پہنچا دیتے ہیں۔



Marfat.com

روشن سنت کی اتباع، ناپسندیدہ بدعت سے اجتناب، اور اس کے مناسب اُمور کے، بیان میں

بعد الحمد والصّلوٰۃ و تبلیغ الدّعوات۔ سیادت پناہ اخوی داعزی میر محب اللہ کی خدمت میں عرض ہے۔ کہ ان حدود کے فقراء کے حالات و کوائف تعریف کے لائق ہیں۔ اللہ سبحانہٗ سے درخواست ہے کہ وہ تمہیں سلامتی، ثابت قدمی اور استقامت عطا کرے۔

اس مدت میں آپ نے اپنے علاقہ کے حالات کی کیفیت سے مطلع نہیں کیا۔ بُعدِ مسافت رکاوٹوں میں سے ہے۔

نصیحت بس یہی ہے کہ دینی احکام کا التزام ہو۔ اور حضور سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہٖ وعلیہم الصّلوٰۃ والسّلام کی متابعت اختیار کی جائے۔ اور سُنّت سنیّہ کا بجا لانا اور ناپسندیدہ بدعت سے اجتناب اختیار کیا جائے۔ اگرچہ بدعت صبح کی روشنی کی طرح دکھائی دیتی ہو۔ کیونکہ بدعت میں فی الحقیقت کوئی نور اور ضیاء نہیں۔ اور بیمار کے لئے اس میں کوئی شفا نہیں۔ اور نہ کسی مرض کے لئے اس میں علاج ہے۔ یہ خوبیاں بدعت میں کیسے پائی جا سکتی ہیں۔ بدعت یا تو رافع سُنّت ہے یا اس سے خاموش اور بدعت ساکتہ ضروری ہے۔ کہ سُنّت پر زائد ہو۔ تو اس طرح وہ بھی فی الحقیقت سُنّت کی رافع ہے۔ کیونکہ نص پر زیادتی نص کا نسخ ہے۔ لہٰذا جو بدعت بھی ہو وُہ ضرور سُنّت کو مٹاتی ہے۔ اور اس کے مخالف ہوتی ہے۔ لہٰذا بدعت میں کوئی خیر اور حُسن نہیں۔ اور کاش کہ میں جان لیتا کہ دین کامل میں پیدا شدہ بدعت کو حَسَن کہنے والوں نے کیسے اُسے حسن کہنے کا فیصلہ کر لیا۔ حالانکہ دین کامل ہو چکا۔ اور پسندیدہ اسلام کی نعمت مکمل ہو چکی۔ اور انھیں یہ معلوم نہ ہو سکا۔ کہ دین کے اکمال و اتمام کے بعد اس میں بدعت کا اجراء، اور اس سے رضائے الٰہی کا حاصل ہونا درستی سے دور ہے۔ تو حق کے بعد نہیں مگر گمراہی اور اگر وُہ جانتے کہ دین کامل میں کسی مُحدَث (بدعت) کو حَسَن کہنا اور اس کے عدمِ کمال کو مستلزم ہے۔ اور نعمت کے نامکمل ہونے سے خبر دیتا ہے۔ تو وہ ایسا کہنے کی جرأت نہ کرتے۔ اے اللہ! ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر بیٹھیں۔

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی مَنْ لَدَیْکُمْ



Marfat.com

# مکتوب نمبر ۲۰

مولانا محمد طاہر بدخشی کی طرف صادر فرمایا

نماز کے فضائل میں اور اس امر کی ترغیب میں کہ اس کے ارکان، شرائط، آداب اور تعدیلِ ارکان کما حقہٗ بجالانے چاہئیں اور اس کے مناسب اُمور کے بیان میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی،

آپ کا وہ مکتوب شریف جو آپ نے جونپور کی طرف سے لکھا تھا موصول ہوا۔ چونکہ وہ کمزوری بدن کی خبر پر مشتمل تھا۔ اس لئے بے آرامی کا باعث ہوا۔ فقیر تندرستی کی اطلاع کا منتظر ہے۔ کسی آنے والے کے ذریعے اطلاع کرنا اور اپنے احوال کی کیفیات تحریر کرنا۔

اے محبت کے اطوار والے! جب کہ یہ دنیا دار العمل ہے۔ اور دارِ جزا، دارِ آخرت ہے۔ اس لئے اعمال صالحہ کے بجالانے میں کوشش اور سعی کرنی چاہیئے۔ بہترین اعمال اور فاضل ترین عبادات نماز کا قائم کرنا ہے۔ کیونکہ یہ دین کا ستون اور مومن کی معراج ہے۔ اس لئے اس کے ادا کرنے میں پورا پورا اہتمام کرنا چاہیئے اور احتیاط کرنی چاہیئے کہ اس کے ارکان، شرائط، سُنّتیں، مستحبات پورے پورے ادا ہوں۔ نماز میں اطمینان اور تعدیلِ ارکان کی تکرار کے ساتھ بار بار تاکید کی جاتی ہے۔ اس کا بہت زیادہ خیال رکھیں۔ کیونکہ اکثر لوگوں نے نماز کو ضائع کر رکھا ہے۔ اور تعدیلِ ارکان کو درہم برہم کر چکے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے بہت وعیدیں اور ڈانٹ کے الفاظ وارد ہیں۔ جب نماز درست ہو گئی تو بڑی امید ہے کہ نجات میسر آجائے کیونکہ دین قائم ہو گیا۔ اور عروج کا معراج اپنی انتہا کو پہنچ گیا۔

برشکر غلطید اے صفرائیاں[1] — از برائے کوری سودائیاں

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوٰتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ الْعُلٰی

# مکتوب نمبر ۲۱

[1] اے صفراء کے مریضو! شکر پر لوٹ پوٹ ہو جاؤ۔ کیونکہ سوداء کے مریض تو آنکھوں سے نابینا ہیں (یعنی ان کا حصہ یہ نہیں ہے)

Marfat.com

خواجہ محمد صدیق ملقب بہ ہدایہ کو صادر فرمایا

اس بیان میں کہ حدیثِ قدسی لا یسعنی ارضی الخ میں قلب سے مراد گوشت کا ٹکڑا ہے نہ کہ حقیقتِ جامعہ جس کی وسعت سے بعض مشائخ نے خبر دی ہے۔ لیکن گوشت کا وہ ٹکڑا مراد ہے۔ جس نے سلوک و جذبہ۔ تصفیہ و تزکیہ اور تمکینِ قلب اور اطمینانِ نفس کے بعد اجزاءِ عشرہ سے ترکیب پائی ہے۔ اور ہیت وحدانی پیدا کی ہے۔ اور گوشت کے اس ٹکڑے کی فضیلت حقیقت جامعہ پر چند وجہ سے ہے۔ اور اس بیان میں یہ تمام کمالات جو اس پارہِ گوشت کے لئے ثابت ہیں۔ مقامِ قاب قوسین میں ہیں۔ اور اَوْ اَدْنیٰ کا معاملہ اس سے بھی وراء ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ؕ

آپ نے پوچھا تھا کہ تو نے اپنے مکتوبات و رسائل میں لکھا ہے۔ ظہور قلبی ظہور عرشی کا لمعہ ہے۔ اور فضیلت کلی صرف ظہور عرشی کیلئے ہے اور حدیث قدسی میں آیا ہے۔

لَا يَسَعُنِىْ اَرْضِىْ وَلَا سَمَائِىْ وَلٰكِنْ يَسَعُنِىْ قَلْبُ عَبْدِىَ الْمُؤْمِنِ ؕ

نہیں وسعت رکھتے میری، نہ میری زمین اور نہ میرا آسمان۔ بلکہ میری وسعت میرے بندہ مومن کا دل رکھتا ہے۔

اس حدیث سے لازم آتا ہے۔ کہ ظہور قلبی اتم ہے۔ اور فضیلت بھی اسی کے لئے ثابت ہے۔ محبت کے نشانات والے اس سوال کا حل ایک مقدمہ پر مبنی ہے۔ جاننا چاہیئے کہ اربابِ ولایت قلب بول کر اس سے انسان کی حقیقت جامعہ مراد لیتے ہیں۔ جو عالم امر سے ہے۔ اور بزبانِ نبوت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ قلب اس پارہِ گوشت سے عبارت ہے۔ جس کی درستی کے ساتھ بدن کی درستی اور اس کے فساد سے بدن کا فساد وابستہ ہے۔ جیسا کہ حدیثِ نبوی علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات میں وارد ہے۔ کہ

اِنَّ فِىْ جَسَدِ ابْنِ اٰدَمَ لَمُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ اَلَا وَهِىَ الْقَلْبُ ؕ

بخاری شریف

بیشک انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ جب وہ درست ہوتا ہے۔ تو سارا بدن درست ہوتا ہے۔ اور جب وہ خراب ہوتا ہے تو سارا بدن خراب ہوتا ہے۔ سن لو کہ وہ قلب ہے



Marfat.com

وسعتِ قلب اطلاقِ اوّل کو لازم ہے۔ یہیں سے ہے کہ جنید و بایزید قدس سرہما نے وسعت قلب سے خبر دی ہے۔ اور عرش و ما فیہ کو عظمتِ قلب کے سامنے حقیر گمان کیا ہے۔ اور دل کی تنگی اطلاق ثانی کو لازم ہے۔ اس مقام میں قلب اس قدر تنگ ہے کہ جزء لایتجزیٰ کی بھی جو تمام اشیا سے اصغر اور حقیر چیز ہے۔ اس میں گنجائش نہیں۔ بعض اوقات جب تنگیٔ قلب کو جزء لایتجزیٰ کے ساتھ نسبت دی جاتی ہے۔ تو وہ حقیر جُز (جزء لایتجزیٰ) قلب کے مقابلے میں آسمانوں اور زمینوں کے طبقات کی طرح عظیم دکھائی دیتا ہے۔ یہ معاملہ عقل کی سمجھ سے بالا تر ہے۔ اسے ذہن میں رکھو۔

جب یہ مقدمہ معلوم ہو گیا۔ تو جان لو کہ وہ ظہور جو حقیقت جامعہ کے ساتھ وابستہ ہے۔ شک نہیں۔ کہ ظہور تام عرشی کی نسبت صرف ایک پرتو ہے۔ اس مقام میں فضیلت کلّی صرف عرش کے لئے ہے۔ اور شیخ بایزید اور شیخ جنید جنہوں نے قلب کو سب سے کشادہ اور فراخ کہا ہے۔ اور عرش و ما فیہ کو جامعیت قلب کے سامنے حقیر جانا ہے۔ یہ شیٔ کے نمونے کے شیٔ کے ساتھ مشتبہ ہونے کے قبیلے سے ہے۔ اور اس اشتباہ کے منشا کو فقیر نے اپنی کتابوں اور رسالوں میں بار بار لکھا ہے۔ اور وہ جو حدیث قدسی میں آیا ہے۔ وہ لسانِ انبیا و علیہم الصلوات والتسلیمات کے موافق ہے۔ اور اس قلب سے مراد یہی پارہ گوشت ہے۔ اور شک نہیں کہ ظہورِ اتم یہاں ہے۔ اور اس کی بلند ذات کی احدیت مجردہ کا آئینہ بننا اس کے لئے مُسلّم ہے۔ عرش کے لئے اگرچہ ظہور تام سے جو ظہور اصل ہے۔ حصہ وافر حاصل ہے۔ لیکن اس مقام میں صفات کی آمیزش ہے۔ اور جبکہ صفات فی الحقیقت حضرت ذات تعالیٰ و تقدس کے ظلال ہیں اس بنا پر وہ ظہور ظلیت کی ملاوٹ سے پاک اور مبرا نہیں ہوتا۔ یہیں سے ہے کہ عرش کو ظہور انسانی سے جو اصل صرف سے تعلق رکھتا ہے۔ بہت سی امیدیں وابستہ ہیں۔ اور اس معاملے کا مرکز بھی انسان ہے۔

سوال۔ حدیث قدسی سے تو اس قلب کی وسعت معلوم ہوتی ہے۔ اور تو اُسے تنگ کہہ رہا ہے؟

جواب۔ اس کی تنگی ماسوائے حق، کی اس میں گنجائش نہ ہونے کے اعتبار سے ہے۔ اور اس کی وسعت انوارِ قدم کے ظہور کے اعتبار سے ہے۔ "بہت تنگ بہت وسیع۔ بسیط بہت ہی بسیط۔ بہت چھوٹا بہت زیادہ"

سوال۔ فضیلت کے لائق تو حقیقت جامعہ ہے جو عالم امر سے ہے۔ پارہ گوشت نے جو عالم خلق سے ہے۔ اور عناصر سے مرکب ہے۔ یہ فضیلت کہاں سے پا لی!

جواب۔ عالم خلق کو عالم امر پر فضیلت ہے۔ لیکن اس فضیلت کے ادراک سے عوام کیا اکثر خواص بھی قاصر ہیں۔ اس معنی کو اس فقیر نے اپنے اس مکتوب میں جو اپنے بڑے فرزند مرحوم کے



Marfat.com

نام بیان طریقہ میں لکھا ہے۔ واضح کیا ہے۔ اگر تردد اور شک باقی رہ جائے۔ تو وہاں سے تسکین کرلیں۔
اس پارۂ گوشت کی حقیقت (مجھ سے) سُن۔ عوام کا یہ پارۂ گوشت تو عناصر اربعہ کی ترکیب سے بنا ہے اور خواص بلکہ اخص خواص کا یہ پارہ گوشت وہ ہے۔ کہ سلوک و جذبہ، تصفیہ و تزکیہ اور تمکینِ قلب اور اطمینانِ نفس کے بعد بلکہ محض فضل خداوندی جل سلطانہٗ سے اجزائے عشرہ سے ترکیب پاکر صورت اختیار کی ہے۔ چار جزء تو عناصر اربعہ ہیں۔ ایک جزء نفس مطمئنہ سے اور پانچ عالم امر سے ہیں۔ ان دس اجزاء کی آپس میں تضاد و تباین کے باوجود قدرت کاملہ واجب الوجود تعالیٰ و تقدس سے ان کے تضاد و تباین کی صورت زائل ہو چکی ہے۔ اور یہ آپس میں جمع ہو چکے ہیں۔ اور ایک ہیئت وحدانی پیدا کرلی ہے۔ اور اس طرح انہوں نے ایک اعجوبہ حاصل کیا ہے۔ اس معاملہ میں جزوِ اعظم عنصر خاک ہے۔ یہ وحدانی ہیئت بھی جزوِ ارضی کے رنگ میں ظاہر ہوئی ہے۔ اور خاک کیساتھ قرار پکڑا ہے [1]

خاک[1] شو خاک تا بروید گُل     کہ بجز خاک نیست مظہر گُل

اے برادر! ارباب ولائت کا ہاتھ ان علوم و معارف کے دامن تک نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ یہ مشکوٰۃ انوار نبوت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ سے حاصل کئے گئے ہیں۔

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ ط وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ط

اور وہ دل جس کے لئے اطمینان کا سوال خلیل الرحمٰن علیٰ نبینا وعلیہ وعلیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین و علی الملائکۃ المقربین الصلوٰۃ والسلام اتمہا واکملہا نے کیا تھا یہی پارۂ گوشت ہے نہ کہ اس کی حقیقتِ جامعہ حضرت خلیل الرحمٰن علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام تمکین سے پیوستہ اور اطمینان نفس تک پہنچ چکے تھے۔ اس لئے کہ یہ تمکین اور یہ اطمینان مرتبہ ولائت میں جو زینۂ نبوت ہے، حاصل ہو جاتا ہے۔ علی الانبیاء الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ۔ شانِ نبوت کے مناسب پارۂ گوشت میں تغیّر و تبدّل ہے نہ کہ حقیقت جامعہ۔ کیونکہ وہ تو عوام کا حصہ ہے۔ اور حضرت رسالت خاتمیت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ نے جو ثبات قلب طلب کیا ہے اور کہا [2]

اَللّٰھُمَّ یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی طَاعَتِکَ     اے اللہ! دلوں کو پھیرنے والے۔ میرے دل کو اپنی طاعت پر ثبات اور مضبوطی عطا فرما۔

---

[1] خاک بن خاک۔ تاکہ پھول اگیں۔ کیونکہ پھولوں کا مظہر خاک کے سوا اور کوئی چیز نہیں بن سکتی۔

[2] ترمذی و ابن ماجہ بروایت انس رضی اللہ عنہٗ۔ مشکوٰۃ



Marfat.com

۔ تو اس سے مقصود اس پارہ گوشت کا ثبات ہے ۔

اور بعض احادیث میں جو قلب کے تغیر و تبدل کے متعلق وارد ہوا ہے ۱ متیوں کے حالات پر نظر کرتے ہوئے وہاں قلب سے معنی عام بھی مراد ہو سکتا ہے ۔ جو پارہ گوشت اور حقیقت جامعہ دونوں کو شامل ہے ۔

سوال ۔ یہ پارہ گوشت جبکہ یسعنی قلب عبدی المؤمن کے شرف سے مشرف ہو گیا ہو ۔ اور حضرت ذات تعالیٰ و تقدس کے آئینہ بننے کے لائق ہو چکا ہو ۔ تو پھر اس میں تقلب و اضطراب کیوں ہوتا ہے ۔ اور وہ مزید اطمینان کا کیوں محتاج ہوتا ہے ۔

جواب ۔ ظہور اگرچہ امیت پیدا کر دیتا ہے ۔ اور شیون اور صفات کے شائبہ سے آزاد کر دیتا ہے ۔ لیکن جہل و حیرت زیادہ پیدا کرتا ہے ۔ اور ناشناسی اور عدم وصول زیادہ تر حاصل کرتا ہے ۔ اس لئے بسا اوقات ایسا ہوتا ہے ۔ کہ اس ظہور اور اس گنجائش کے باوجود کمال جہل و حیرت سے وجود صانع پر دلیل طلب کرتا ہے ۔ اور عوام کی طرح استدلال یا تقلید کے بغیر صانع تعالیٰ کے وجود کا یقین پیدا نہیں کرتا ۔ لہذا تقلب و اضطراب اس کے حال کے مناسب ہوتا ہے ۔ نیز طلب اطمینان ضروری ہوتا ہے ۔ اور اس فقیر نے اپنے بعض رسائل میں لکھا ہے ۔ کہ صاحب یقین عارف کو رجوع کے بعد استدلال کی ضرورت پڑتی ہے ۔ اور اس مقام میں معلوم ہوا کہ ہمیں حصول و وصول کے وقت بھی دلیل کی حاجت ہوتی ہے ۔ یہ مقام مرتبہ نبوت کے کمالات کے مناسب ہے علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام والتحیۃ ۔ اور وہ مقام مرتبہ ولایت کے حالات کے مناسب ہے ۔ اور جب اس قلب والے کو دعوت کی طرف رجوع واقع ہوتا ہے ۔ تو بے قراری و اضطراب ۔ دل کا تغیر و تبدل اُسے زیادہ لاحق ہوتا ہے ۔ جبکہ عین وصول اور حصول کے وقت جہل و حیرت کی وجہ سے دلیل کا محتاج ہے ۔ تو زمانۂ فرقت میں استدلال کا بطریق اولیٰ زیادہ محتاج ہو گا ۔ تاکہ استدلال کے ذریعہ کچھ نہ کچھ اطمینان حاصل کرے ۔

علاوہ ازیں ہم کہتے ہیں ۔ کہ وہ دولت چونکہ چند روز کے لئے اس سے پوشیدہ کر لی گئی ہو اور اس کی داغ مجلائی کے ساتھ داغدار ہو چکا ہے ۔ وہ اس کے لائق ہے ۔ کہ ہمیشہ بے قراری اور اضطراب میں رہے ۔ اور ہمیشہ غم و حزن کی حالت میں رہے ۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔۔۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمیشہ

لہ شمائل ترمذی



Marfat.com

متواصل الحزن دائم الفکر۔ غمناک اور متفکر رہتے تھے۔

اب فقیر بعض وجوہ کو بتاتا ہے۔ جو قلب کے ان دو اطلاق میں فرق کرتی ہیں۔ گوش ہوش سے سنیں۔ حقیقت جامعہ جو کہ عالم امر سے ہے۔ تصفیہ اور تزکیہ کے بعد اُسے تمکین تام میسر آجاتی ہے بخلاف پارہ گوشت کے کہ اس کا اطمینان ادراک حواس سے وابستہ ہے۔ جب تک کسی شے کو حواس سے ادراک نہ کرے بے قراری سے باہر نہیں آسکتا۔ اسی لئے حضرت خلیل علیٰ نبیّنا و علیہ الصلوٰۃ والسلام وعلیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین والملٰئکۃ المقربین نے اپنے قلب کے اطمینان کا سوال کیا اور عرض کیا۔

رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی[1] اے میرے رب! مجھے دکھا کہ تو مردے کیسے زندہ کرے گا۔

فرق کرنے والی دوسری وجہ یہ ہے۔ کہ حقیقتِ جامعہ ذکر کا اثر قبول کرتی ہے۔ اور جب ذکر تک پہنچتی ہے۔ تو ذکر کے ساتھ متحد ہو جاتی ہے۔ اور ذکر کے ساتھ ہی قائم ہو جاتی ہے۔ اور اس مقام کو صاحب عوارف قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ نے روشن تر مقام کہا ہے۔ اور قلب کے اس قیام کو ذکر ذات تعالیٰ سے تعبیر کیا ہے بخلاف پارۂ گوشت کے۔ کہ ذکر کے لئے اس کی طرف کوئی راہ نہیں۔ اس کا اثر پذیر ہونا کجا اور ذکر کے ساتھ قیام کجا۔ وہاں بالاصالۃ مذکور کا ظہور ہے۔ نہ کہ ظلیت کے ساتھ۔ ذکر کے عروج کی نہایت مذکور کی دہلیز تک ہے۔

تیسرا فرق یہ ہے۔ کہ حقیقت جامعہ جب نہایۃ النہایۃ تک پہنچتی ہے۔ اور ولایت خاصہ سے حصہ وافر حاصل کر لیتی ہے۔ اگر مطلوب کی آئینہ دار بن جائے۔ تو ظاہر اس میں ظل مطلوب ہوگا نہ عین مطلوب۔ جس طرح ظاہری شیشہ میں کہ اس شخص کی مثال ظاہر ہوتی ہے نہ کہ عین شخص۔ بخلاف پارۂ گوشت کے برعکس اس میں جو کچھ ظاہر ہوتا ہے۔ عین مطلوب ہے نہ کہ اس کا ظل۔ اسی لئے حدیث قدسی فرمایا ہے۔

یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنِ میں اپنے بندہ مومن کے دل میں سماتا ہوں

یہ معاملہ بھی نظر و فکر سے بلند ہے۔ اس سے ہرگز حلول اور مکان نہ سمجھ لینا کیونکہ یہ کفر و زندقہ ہے۔ اگرچہ عقل معاش یقین نہیں کر سکتی کہ ایک شئ کا عین دوسری شئ میں ظاہر ہو۔ لیکن وہاں حلول اور ٹھہرنا نہ ہو۔ یہ عقل کی نارسائی کے باعث ہے۔ اور غائب کا حاضر پر قیاس ہے۔ اس لئے تو کوتاہ بین لوگوں سے نہ ہو۔

---

[1] پارہ تلک الرسل، سورۃ البقرہ،



Marfat.com

چوتھا فرق یہ ہے۔کہ حقیقت جامعہ عالم امر سے ہے۔اور پارۂ گوشت عالم خلق سے۔بلکہ عالم خلق وامر دونوں اس کے اجزاء ہیں۔اور خلق اس کا جزو اعظم ہے اور امر اس کا چھوٹا جزو۔ان دونوں جزو کے اجتماع سے اس کی ہیئت وحدانی ایجاد ہوئی ہے۔جو اعجوبہ روزگار بن کر سامنے آئی ہے۔یہ اعجوبہ اگرچہ عالم خلق اور عالم امر سے ایک الگ شے ہے۔اور کسی شے کیساتھ کسی طرح بھی اپنی ہیئت ترکیبی میں مناسبت اور مشابہت نہیں رکھتی۔لیکن شمار عالم خلق میں ہوتی ہے۔اس لئے جزوِ خاکی اس معاملہ میں ایک عمدہ شے ہے اور خاک کی پستی اس کی رفعت کا باعث بن گئی ہے۔

ان دونوں میں ایک فرق یہ ہے۔کہ حقیقت جامعہ کی وسعت اشیاء کی سورتوں کے اس میں ظہور کے اعتبار سے ہے اور پارہ گوشت کی وسعت جو اس کی تنگی کے بعد سامنے آتی ہے۔مطلوب کی گنجائش کے اعتبار سے ہے۔جو نامحدود اور غیر متناہی ہے۔اور وہ تنگی اس کی تنگ دہلیز ہے کہ ماسوا کے گھسنے سے رکاوٹ ہے۔حتیٰ کہ ذکر کو بھی نہیں چھوڑتی کہ مذکور کے پردوں میں داخل ہو۔اور شائبہ ظلیت کو بھی باقی نہیں رہنے دیتی کہ اس خانۂ مقدس کے گرد گھومے۔

اور نیز اوّل (حقیقت جامعہ) کی فراخی جبکہ چوں کا شائبہ رکھتی ہے۔اس لئے بے چون ذات کے لائق نہیں اور دوسرے کی فراخی نے بیچونی سے بھی حصہ پایا ہے۔اس لئے چون کی اس میں گنجائش نہیں۔عجائب کاروبار ہے۔کہ اسی دل کو دعوت کی طرف رجوع کے بعد ظلمت اور سیاہی طاری ہو جاتی ہے۔یہیں سے ہے کہ حضرت سیّد البشر علیہ وعلیہم الصلوٰت والتسلیمات نے فرمایا ہے۔

[1] اِنَّہٗ لَیُغَانُ عَلٰی قَلْبِیْ بیشک میرے دل میں بھی پردہ چھاجاتا ہے۔

کہاں تک فرق بیان کرے۔چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اے برادر! اس پارہ گوشت کو معمولی شے خیال نہ کرنا۔بلکہ یہ نہایت قیمتی جوہر ہے۔جس میں عالم خلق کے خزانے اور اسرار ودیعت رکھے گئے ہیں۔اور عالم امر کے دفینے اور مخفی امور بھی اس میں مدفون ہیں۔علاوہ ازیں وہ شے بھی ہے۔جو عالم خلق اور عالم امر میں الگ الگ موجود نہیں۔اور وہ اس کے معاملات خاصہ ہیں۔جو اس کی ہیئت وحدانی کے ساتھ وابستہ ہیں۔پہلے دس اجزاء کو تصفیہ، تزکیہ، جذب وسلوک، اور فنا وبقا کے ساتھ پاک اور طاہر کرتے ہیں۔اور ماسوا کے تعلقات کی میل سے صاف کرتے ہیں۔مثلاً دل کو بیقراری سے گذار کر تمکین واطمینان تک پہنچاتے ہیں۔اور نفس کو بھی امارگی سے

---

[1] "مسلم وابوداؤد"



Marfat.com

اطمینان کی طرف لاتے ہیں۔ اور ناری جزو کو سرکشی اور نافرمانی سے روکتے ہیں۔ اور خاک کو پستی اور پست فطرتی سے بلندی عطا کرتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس تمام اجزاء کو افراط اور تفریط سے حدِ اعتدال و توسط میں لے آتے ہیں۔ اس کے بعد محض فضل خداوندی سے ان اجزاء کو ترکیب دیکر شخص معیّن کو بنایا۔ اور انسان کامل کی تشکیل کی ہے۔ اس شخص کے قلب کو جو اس کا خلاصہ اور اس کے وجود کا مرکز ہے مضغہ سے تعبیر کیا ہے۔ یہ ہے مضغہ (پارہ گوشت) کی حقیقت جو باندازہ عبارت بیان کی جا سکتی ہے۔ اور اصل اختیار اللہ سبحانہٗ کے قبضہ میں ہے۔

اگر کوئی ناقص کہے کہ ہر انسان انہی دس اجزاء سے مرکب ہے اور انہی کی ترکیب سے ہیئت وحدانی رکھتا ہے۔ تو اس کا جواب میں یہ دوں گا۔ کہ ہاں ہر انسان انہی اجزاء سے مرکب ہے۔ لیکن وہ اجزاء پاک اور مطہر نہیں ہوئے ہیں۔ اور جذبہ و سلوک کے ذریعہ ماسوا کے تعلقات کی میل سے صاف نہیں ہوئے ہیں۔ بخلاف انسان کامل کے اجزاء کے، کہ وہ فنا اور بقا کے ذریعہ پاک اور پاکیزہ ہو چکے ہیں۔ جیسا کہ ابھی گذرا ہے۔ کہ ہر انسان میں چونکہ یہ اجزاء متباین اور متمائز ہیں۔ اور ہر چیز کے بھی احکام و احوال، متمائز ہیں۔ اس بناء پر وہ ہرگز ہیئت وحدانی سے حصہ نہیں رکھتا۔ اور اگر ہیئت وحدانی رکھتا بھی ہے تو وہ محض اعتباری ہے۔ نہ کہ حقیقی۔ بخلاف انسان کامل کے اجزاء کے کہ وہ تباین و تمائز سے نکل کر آپس میں خلط ملط ہو چکے ہیں۔ اور اسکے متمائز احوال و احکام زائل ہو کر ایک شے کا حکم اختیار کر چکے ہیں۔ پس لازماً اس میں ہیئت وحدانی حقیقی ہوگی نہ اعتباری۔ جس طرح ایک معجون کو مختلف ادویہ سے تیار کرتے ہیں۔ اور رگڑ رگڑ کر تمام اجزاء کو ایک دوسری کے ساتھ ملا کر ہیئت وحدانی ثابت کرتے ہیں۔ اور متباین احکام سے نکال کر ایک حکم کی طرف لاتے ہیں۔ اس نکتے کو سمجھ لو۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَعْلَمُ،

اے برادر! یہ تمام کمالات جو پارہ گوشت کے لئے ثابت ہیں۔ مقام قاب قوسین میں ہیں۔ کہ ظاہر میں مظہر کے رنگ کا وہم ہوتا ہے۔ اگرچہ یہاں ظاہر اصل ہے۔ نہ کہ اس کا ظل جو صورت ہے۔ لیکن ظاہر کا شخص آئینہ داری کے رنگ سے پاک اور مبرا نہیں۔ پس قوسین ثابت ہوں گے۔ اس مقام سے اوپر اَوْ اَدْنٰی کا مقام ہے۔ کہ ظاہر نے مظہر کا رنگ نہیں پکڑا ہے۔ اور کوئی امر زائد بھی اس میں تخیل میں نہیں آتا۔ پس قوسین وہاں مفقود ہوں گے۔ اور ایک رنگ کے سوا اس جگہ اور کچھ منصور نہ ہوگا۔ جو اَوْ اَدْنٰی کے مقام کے مناسب ہو۔ اور اس مقام کا معاملہ علیحدہ ہے۔ بہت زیادہ کوشش کی ضرورت ہے۔ تب جا کر قوسین سے اَوْ اَدْنٰی تک وصول میسر آ سکتا ہے۔ اور ہمارا کلام اشارات و رموز اور بشارات اور خزانے ہیں۔



Marfat.com

، واللہ سبحانہٗ الملہم وصلے اللہ تعالیٰ علیٰ سیّدنا محمّدٍ وصحبہٖ وسلّم و بارک ،

# مکتوب نمبر ۲۲

مولانا محمّد صادق کشمیری کی طرف صادر فرمایا

حضرت مجدّد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے طفیل شہر سرہند کی اکثر شہروں پر فضیلت کے بیان میں۔ اور اپنی رہائش گاہ میں ایک نور کا مشاہدہ کرنا۔ کہ اس کی شان وصفت کی کسی کو بُو تک نصیب نہیں ہوئی۔ اور وہ زمین کچھ عرصہ بعد مخدوم زادہ کلاں خواجہ محمّد صادق قدس سرّہٗ کا روضہ مقدسہ بن گئی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی عنایت اور بصدقہ اس کے حبیب پاک علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ والبرکۃ، بلدۂ سرہند گویا میرے زندہ کرنے کا مقام ہے۔ کہ میرے لئے ایک گہرے کنویں کو پُر کر کے ایک بلند چبوترہ بنایا گیا ہے۔ اور اُسے اکثر بلاد اور جگہوں پر بلندی اور رفعت عطا کی ہے۔ اور ایک نور اس زمین میں امانت رکھا گیا ہے۔ جو بے صفتی اور بے کیفی کے نور سے اخذ کیا گیا ہے۔ جس طرح بیت اللہ کی مقدس زمین سے نور روشن و دُرخشاں ہے۔

میرے بڑے فرزند کی وفات کے چند ماہ بعد ایک بُلند روشن نور دیکھا گیا۔ کہ کسی صفت و شان نے اس کی بُو کی طرف بھی راستہ نہیں پایا۔ اور وہ کیفیات سے مبرّا اور منزّہ ہے۔ مجھے یہ آرزو پیدا ہوئی کہ وُہ زمین میرا مدفن بنے۔ اور وہ نور میری قبر پر روشن ہو۔ اس بات کو میں نے اپنے فرزند اعظم کے سامنے جو صاحبِ راز تھا، ظاہر کیا۔ اور اس نور اور اس آرزو سے مطلع کیا۔ اتفاق سے میرا بڑا فرزند ہی اس دولت کے ساتھ سبقت لے گیا۔ اور پردۂ خاک میں اس نور سے دریا میں غرق ہو گیا۔

هَنِيْئًا لِاَرْبَابِ النَّعِيْمِ نَعِيْمُهَا[1]
وَلِلْعَاشِقِ الْمِسْكِيْنِ مَا يَتَجَرَّعُ

[1] نعمت والوں کو نعمتیں مُبارک ہوں۔ اور عاشق مسکین کے لئے وہی ہے جو وہ دردوغم کے گھونٹ پی رہا ہے۔



Marfat.com

یہ بات بھی اس بلدہ معظمہ کی فضیلت میں سے ہے ۔ کہ میرے سب سے بڑے صاحبزادہ جو اکابر اولیاء اللہ میں سے ہے ۔ یہاں آسودہ خاک ہے ۔ اور ایک مدت کے بعد ظاہر ہوا ۔ کہ اس جگہ امانت رکھا ہوا نور اس فقیر کے انوار قلبیہ کے نور کا لمعہ ہے ۔ جسے یہاں سے لیکر اس زمین میں روشن کیا ہے جس طرح ایک چراغ بڑی مشعل سے روشن کرتے ہیں ۔

" آپ فرمادیں سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے ۔ اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے "

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

# مکتوب نمبر ۲۲

مخدوم زادہ خواجہ محمد عبداللہ (اللہ اُسے سالم اور باقی رکھے اور اُسے اُسکی آرزو کی انتہا تک پہنچائے) کی طرف صادر فرمایا ۔

اس بیان میں کہ عمدہ کام روشن سنت کی اتباع اور ناپسندیدہ بدعت سے اجتناب ہے اور اس امر کے بیان میں کہ طریقہ نقشبندیہ کو دوسرے طریقوں پر فضیلت صاحب شریعت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی اتباع اور عزیمت پر عمل کرنے کیوجہ سے ہے ۔ اور اس بلند طریقہ نقشبندیہ کی مدح وثنا ، اور اس کے مناسب اُمور کے بیان میں ،

" بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی " جو نصیحت فرزند عزیز اللہ سبحانہ اُسے نامناسب کاموں سے محفوظ رکھے ۔ اور دوسرے تمام دوستوں کو ، کی جاتی ہے ۔ وہ روشن سنت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی اتباع اور ناپسندیدہ بدعت سے اجتناب ہے ۔ اسلام اس زمانہ میں غریب ہوچکا ہے ۔ اور مسلمان غریب ہوچکے ہیں ۔ اور روز بروز کمزور سے کمزور تر ہوتے جارہے ہیں ۔ یہاں تک کہ ایک وقت وہ آجائیگا ۔ کہ زمین پر اللہ کا نام لینے والا نہ رہے ۔ " اور قیامت بدترین لوگوں پر قائم ہوگی "

سعادت مند وہ ہے ۔ جو اس غریب اسلام کے زمانہ میں چھوڑی ہوئی سنتوں میں سے کسی سُنّت کو زندہ کرے اور مروجہ بدعات میں سے کسی بدعت کو مارے اور ختم کرے ۔ یہ وہ وقت ہے کہ حضرت



Marfat.com

خیر البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کو ایک ہزار برس گذر چکا ہے۔ اور قیامت کی علامات ظاہر ہونا شروع ہو چکی ہیں۔ اور زمانہ نبوت کے دور ہونے کے باعث سنت پوشیدہ ہو چکی ہے۔ اور کذب او جھوٹ کے عام ہونے کے باعث بدعت جلوہ گر ہو چکی ہے۔ کسی شہباز کی ضرورت ہے۔ جو سنت کی مدد کرے اور بدعت کو شکست دے۔ بدعت کا مروج ہونا دین کی ویرانی کا موجب ہے۔ اور بدعتی کی تعظیم اسلام کو مٹانے کا باعث ہے۔ حدیث

مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ اَعَانَ عَلٰی هَدْمِ الْاِسْلَامِ — جس نے بدعتی کی تعظیم کی۔ اس نے اسلام کے گرنے میں مدد کی۔

سُنی ہوگی۔ پوری ہمت اور پورے ارادے کیساتھ سنتوں میں سے کسی سُنت کو رواج دینے اور بدعتوں میں سے کسی بدعت کو ختم کرنے کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔

ہر وقت خصوصاً آج کل کہ ضعف اسلام کا زمانہ ہے۔ نشانات اسلام کا قائم کرنا، سُنت کی ترویج اور بدعت کی تخریب سے وابستہ ہے۔ گذشتہ لوگوں نے بدعت میں حسن دیکھا ہوگا۔ تب ہی تو انہوں نے بدعت کے بعض افراد کو مستحسن کہا ہے لیکن یہ فقیر اس مسئلہ میں ان کے ساتھ موافقت نہیں رکھتا اور بدعت کے کسی فرد کو حسنہ نہیں کہتا۔ اور اس میں ظلمت و کدورت کے سوا کچھ احساس نہیں کرتا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔

كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ — ہر بدعت گمراہی ہے۔

اور یہ فقیر یہ پاتا ہے۔ کہ اسلام کی سلامتی سنت کے بجا لانے کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور اس کی خرابی اور ویرانی بدعت کے ارتکاب میں ہے۔ چاہے جو بدعت بھی ہو۔ یہ فقیر بدعت کو کہی کی طرح جانتا ہے۔ جو اسلام کی بنیاد کو گراتی ہے۔ اور سنت کو روشن تارے کیطرح پاتا ہوں جو تاریک رات میں ہدایت کا باعث بنتا ہے۔ حضرت حق سُبحانہٗ وتعالیٰ علمائے وقت کو توفیق دے کہ کسی بدعت کو حسنہ نہ کہیں اور کسی بدعت کے ارتکاب کا فتویٰ نہ دیں۔ اگرچہ وہ بدعت ان کی نظر میں سپیدہ صبح کی طرح دکھائی دے کیونکہ شیطانی آرائشوں کو غیر سنت میں غلبہ عظیم حاصل ہے۔ گذشتہ زمانوں میں جب کہ اسلام قوی تھا۔ بدعت کی تاریکیوں کو برداشت کر سکتا تھا۔ اور شائد کہ نور اسلام کی روشنی میں بعض اشخاص کو بعض تاریکیاں نورانی محسوس ہوئی

---

لے بیہقی فی شعب الایمان،

لے مسلم شریف



Marfat.com

ہوں ۔ اور اس وجہ سے اُن کے حسنہ ہونے کا حکم لگایا ہو ۔ اگرچہ فی الحقیقت اس میں کچھ بھی حسن و نورانیت نہیں تھی ۔ بخلاف اس وقت کے کہ ضعفِ اسلام کا وقت ہے ۔ بدعات کی تاریکیوں کے برداشت کرنے کی کوئی صورت نہیں ۔ اور یہاں متقدمین اور متاخرین کا فتویٰ جاری نہیں ہوسکتا ۔ کہ ہر وقت کے احکام علیحدہ ہوتے ہیں ۔

اس وقت جہان کثرت سے بدعت کے ظہور کے باعث دریائے ظلمات کی طرح نظر آتا ہے ۔ اور اور سُنّت کا نور غربت اور قلت کی بناء پر اس تاریک دریا میں جگنو کی طرح دکھائی دیتا ہے اور بدعت کا عمل اس ظلمت کو اور زیادہ کرتا ہے ۔ اور سُنّت کے نور کو کم کرتا ہے ۔ اور سُنّت پر عمل اس تاریکی کے کم کرنے اور اس نور کی زیادتی کا باعث ہے ۔ تو جو چاہے بدعت کی تاریکی کو زیادہ کرے اور جو چاہے وہ سُنّت کے نور کو زیادہ کرے ۔ اور جس کا دِل چاہے شیطان کے گروہ کو بڑھائے اور جس کا دِل چاہے اللہ کے گروہ کے اضافے کا سبب بنے ۔ سُن لو ۔ بیشک شیطان کا گروہ ہی خسارے میں ہے ۔ سُن لو ۔ بیشک اللہ کا گروہ ہی فلاح و نجات پانے والا ہے ۔

اور صوفیہ وقت بھی اگر انصاف کریں اور ضعفِ اسلام اور جھوٹ کے عام ہونے کا ملاحظہ کریں ۔ تو چاہیئے کہ سُنّت کے سوا کسی بات میں اپنے پیروں کی تقلید نہ کریں ۔ اور مخترع اُمور کو مشائخ کے عمل کا بہانہ بنا کر اپنی عادت نہ بنائیں ۔ اتباعِ سُنّت ہی البتہ نجات دہندہ اور خیرات و برکات کی مثمر ہے اور غیر سُنّت میں تقلید خطر در خطر ہے ۔

وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ ؕ     قاصد پر صرف پہنچا دینے کی ذمہ داری ہے ۔

ہمارے پیروں کو ہماری طرف سے حضرت حق سُبحانہٗ وتعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے ۔ کہ ہم پیچھے آنے والوں کو امور مبتدعہ کے بجالانے کا حکم نہیں دیا ۔ اور اپنی تقلید سے ہلاک کن تاریکیوں میں نہیں ڈالا ۔ اور متابعت سُنّت کے سوا کوئی راستہ ہمیں نہیں دکھایا گیا ۔ اور صاحبِ شریعت علیہ وعلیٰ آلہٖ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی اتباع اور عزیمت پر عمل کے سوا اور کوئی ہدایت نہیں فرمائی ۔ اس بناء پر لازماً ان بزرگوں کا سلسلہ بلند ہے ۔ اور ان کے وصول کا چبوترہ مرتفع واقع ہوا ہے ۔ یہی ہیں جنہوں نے سماع و رقص کو اپنے پاؤں تلے روند ڈالا ہے ۔ اور وجد اور تواجد کو انگلی شہادت سے دو ٹکڑے کر دیا ہے ۔ دوسروں کا مکشوف و مشہود ان بزرگوں کے نزدیک ماسوا میں داخل ہے ۔ اور اُن کا معلوم و متخیل نفی کے قابل ہے ان اکابر کا معاملہ دید و دانش سے ماوراء ہے ۔ اور معلوم و متخیل سے بھی ماوراء ہے ۔ نیز تجلیات و ظہورات اور مکاشفات و معاینات سے بھی ماوراء ہے ۔



Marfat.com

دوسروں کا اہتمام اثبات میں ہے۔ اور ان بزرگوں کی ہمت نفی ماسوا میں صرف ہوتی ہے۔ دوسرے کلمہ طیبہ نفی و اثبات کا تکرار اس لئے کرتے ہیں تاکہ اثبات کا دائرہ وسعت پیدا کرے۔ اور تمام جہان جو، غیریت کے عنوان سے پیدا ہوا ہے۔ کلمہ توحید کے تکرار سے حقیقت کے عنوان سے منکشف ہو جائے اور سب کو حق پائیں۔ اور حق دیکھیں تعالیٰ و تقدس۔ بخلاف ان بزرگوں کے۔ کہ کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے تکرار سے ان کا مقصود دائرہ نفی کی وسعت ہے۔ تاکہ جو کچھ مشہود و مکشوف اور معلوم و متخیل ہو سب لَا کے نیچے داخل ہو اور جانب اثبات میں کوئی شے ملحوظ و منظور نہ ہو۔ اور اگر بر سبیل فرض جانب اثبات میں کوئی چیز ظاہر ہو تو اُسے بھی لَا کی طرف لوٹایا جائے۔ اور جانب اثبات میں کلمہ مستثنیٰ کے تکلم کے سوا کچھ حصے میں نہ آئے۔ پس دوسرے طریقوں میں نفی و اثبات کا ذکر مبتدیوں کے حال کے مطابق ہے۔ اور ذکر اللہ جو محض کلمہ اثبات ہے۔ اس کے بعد مناسب ہوتا ہے۔ تاکہ اس کلمہ، کے تکرار کے ساتھ مثبت، مکشوف، اثبات، استقرار اور استمرار پیدا کرے۔ بخلاف ان اکابر کے طریق کے۔ کہ یہاں سے برعکس ہے۔ کہ اوّل اثبات ہے۔ اور پھر اس اثبات و استقرار کی نفی ہے پس اسم اللہ کا ذکر اس طریقہ میں ابتدا میں مُناسب ہے اور نفی و اثبات کی صورت بعد میں بنتی ہے۔

اگر کوئی ناقص سوال کرے۔ کہ اس تقدیر پر اس طریقہ کے اکابر کو مقام اثبات سے کچھ حصہ نہ ہوگا۔ اور نفی کے سوا ان کا کچھ بھی نقد وقت نہیں ہوگا۔

جواب میں کہتا ہوں کہ دوسروں کا اثبات ان بزرگوں کو اوائل حال میں ہی میسر آ جاتا ہے۔ لیکن وُہ بلند ہمتی کے باعث اس طرف متوجہ نہیں ہوتے بلکہ نفی کے لائق خیال کرتے ہوئے اس کی نفی کرتے ہیں اور مطلوب مثبت اس کے وراء الوراء میں جانتے ہیں۔ پس دوسروں کا اثبات بھی ان کو میسر ہے اور نفی بھی۔ وہ مقام جو مقام کبریائی کے مناسب ہے انھیں حاصل ہے۔ ہر بے سرانجام انسان ان کا سراغ نہیں لگا سکتا۔ اور ہر بوالہوس ان کے معاملہ کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہو سکتا۔ ان اکابر کے عدم حصول کا شمہ جو اس مقام میں نفس حصول ہے۔ بیان کر دیا ہے۔ اگر ان اکابر کے حصول کے متعلق لب کشائی کرے تو خواص بھی عوام سے ملحق ہو جائیں۔ اور مبتدیوں کی طرح الف و باد کا سبق اختیار کریں۔ شعر،

فریاد حافظ[1] این ہمہ آخر بہرزہ نیست
ہم قصہ غریب و حدیث عجیب ہست

[1] حافظ کی یہ فریاد بے مقصد نہیں۔ بلکہ قصہ بھی حیران کن اور بات بھی عجیب ہے۔



Marfat.com

ذات تعالیٰ و تقدّس کا مراقبہ جو دوسروں نے اختیار کیا ہوا ہے۔ ان کے نزدیک محل اعتبار سے ساقط اور بے حاصل ہے اور مراقبہ کرنے والے کو اس مقام میں ظلال سے ایک ظل کے سوا کچھ حاصل نہیں۔ "اللہ تعالیٰ بہت بلند ہے۔ ان باتوں سے جو یہ کہتے ہیں" اس کی ذات بلکہ اس کے اسماء و صفات بھی ہمارے احاطہ فکر و مراقبہ سے باہر ہیں اس مقام میں جہل و حیرت کے سوا کچھ حصہ نہیں۔ نہ وہ جہل و حیرت جسے لوگ جہل و حیرت کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ مذموم اور بُرا ہے۔ بلکہ اس مقام کا جہل و حیرت عین معرفت و اطمینان ہے۔ نہ وہ معرفت و اطمینان جو لوگوں کے فہم میں آسکتا ہے۔ کیونکہ وہ قبیلہ چون سے ہے۔ اور بے چون سے بے نصیب ہے۔ اس مقام میں ہم جو کچھ ثابت کریں گے وہ بے چون ہی ہوگا۔ خواہ اُسے جہل سے تعبیر کریں یا معرفت سے جس نے چکھا نہ ہو۔ نہیں جان سکتا۔

اور نیز ان بزرگوں کی توجہ احدیت ذات تعالیٰ و تقدس کی طرف ہے۔ اور یہ حضرات اسم و صفت سے سوائے ذات تعالیٰ و تقدس کے کچھ نہیں چاہتے۔ اور دوسروں کی طرح ذات سے صفات کی طرف نیچے نہیں آتے اور بلندی سے پستی کی طرف نہیں گرتے۔ عجب کاروبار ہے۔ اس گروہ میں سے ایک جماعت نے ذکر اسم اللہ اختیار کیا ہے۔ اور اس پر اکتفا کرتے ہوئے صفات کی طرف نیچے آتے ہیں۔ اور سمیع، بصیر اور علیم کا ملاحظہ کرتے ہیں۔ اور پھر بر سبیل عروج علیم، بصیر اور سمیع سے اسم اللہ تک جاتے ہیں۔ کیوں صرف اللہ پر کفایت نہیں کرتے۔ اور توجہ کا قبلہ ذات احدیت تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں بناتے۔

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ[1] — کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں۔

نص قاطع ہے۔ اور آیہ کریمہ

قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْھُمْ[2] — کہہ اللہ۔ پھر اُن کو چھوڑ دے۔

مختصر یہ کہ اس بلند مرتبہ طریقہ کے بزرگوں کی نظر ہمت بہت بلند واقع ہوئی ہے۔ کسی ریاکار اور رقاص کے ساتھ یہ لوگ نسبت نہیں رکھتے۔ اسی لیے دوسروں کی نہایت ان کی بدائت میں مندرج ہے۔ اور اس طریقے کا مبتدی دوسرے طریقوں کے منتہی کا حکم رکھتا ہے۔ اور ان کا سفر ابتدا سے ہی وطن میں مقرر ہو چکا ہے۔ اور خلوت در انجمن ان کو حاصل ہو چکی ہے۔ اور دوام حضور ان کا نقد وقت ہے۔ یہی ہیں کہ طالبوں کی تربیت ان کی بلند صحبت سے وابستہ ہے۔ اور ناقصوں کی تکمیل ان کی توجہ شریف سے متعلق ہے۔ ان کی نظر امراض قلب کو شفا بخشتی ہے۔ اور ان کا التفات معنوی بیماریوں کو دور کرتا ہے

---

[1] سورۂ زمر پارہ فمن اظلم ، [2] سورۂ انعام پارہ وَاِذَا سَمِعُوا ،



Marfat.com

ان کی ایک توجہ سو چلّوں کا کام کرتی ہے ۔ اور ان کا ایک التفات سالہا سال کے ریاضات و مجاہدات کے برابر ہے۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اند[1]
کہ برند از رہِ پنہاں بحرم قافلہ را

اے سعادت کے آثار والے! اس بیان سے کوئی وہم نہ کرے ۔ کہ یہ اوصاف و شمائل تو اس بلند طریقہ نقشبندیہ کے تمام اساتذہ اور تلامذہ کو حاصل ہیں ۔ ہرگز یہ بات نہیں بلکہ یہ شمائل و عادات اس بلند طریقہ کے اکابر کے ساتھ خاص ہیں ۔ جنہوں نے کام کو نہایۃ النہایہ تک پہنچا دیا ہوا ہے اور مبتدیانِ رشید نے ان اکابر کے ساتھ نسبت ارادت درست کی ہوئی ہے ۔ اور آداب کی رعایت کی ہے ۔ نہایت کا بدایت میں درج ہونا ان کے حق میں ثابت ہے ۔

بخلاف اس طریقہ کے اس مبتدی کے جو اس طریقہ کے شیخ ناقص کے ذریعہ پہنچتا ہے ۔ کہ اس کے حق میں یہ اندراج ثابت نہیں ۔ کیونکہ ان کا شیخ بھی نہایت کو نہیں پہنچا ہوا ۔ تو مبتدی کے حق میں نہایت کس طرح متصور ہو سکتی ہے ۔

از کوزہ بروں ہماں تراود کہ در وست
کوزہ سے وہی چیز ٹپکتی ہے ۔ جو اس میں ہوتی ہے

اے نجابت آثار! ان اکابر کا طریقہ اصحاب کرام علیہم الرضوان کا طریقہ ہے ۔ اور یہ نہایت کا بدایت میں اندراج اس اندراج کا اثر ہے ۔ جو صحبتِ خیر البشر علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام میں میسر آیا ۔ اس لئے کہ آنسرور علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی اوّل صحبت میں وہ کچھ میسر آگیا ۔ جو بہت کم ہے کہ انتہا میں بھی دوسروں کو میسر ہو ۔ اور یہ فیوض و برکات وہی فیوض و برکات ہیں ۔ جو زمانۂ صحابہ میں ظہور پذیر ہوئے تھے ۔ اگرچہ ظاہر میں آخر اوّل سے وسط کی نسبت دور ہے ۔ لیکن فی الحقیقت آخر وسط کی نسبت اوّل سے زیادہ نزدیک ہے ۔ اور اس کے رنگ کے ساتھ رنگین ہے ۔ متوسط حضرات اسے باور کریں یا نہ کریں ۔ بلکہ متاخرین میں اکثر کے بارے میں معلوم نہیں ۔ کہ اس معاملہ کی حقیقت تک پہنچتے ہیں یا کہ نہیں ۔

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ
وَعَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ الْعُلٰی

---

[1] نقشبندی عجب قافلہ سالار ہیں کہ پوشیدہ راستے سے قافلہ کو حرم تک پہنچا دیتے ہیں ۔



Marfat.com

# مکتوب نمبر ۲۴

حاجی محمد فرکتی کی طرف صادر فرمایا -

اس کے مکتوب کے جواب میں، جس میں اس نے آرزو کی تھی کہ تمام ذرات میں مشاہدہ جمال میسر ہو اور اس کے مناسب امور کے بیان میں

اَلحَمدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِینَ اصطَفٰی ط

آپ کا مراسلہ شریفہ جو آپ نے کمال اخلاص اور محبت کیساتھ ارسال کیا تھا - موصول ہو کر بہت زیادہ فرحت اور خوشی کا موجب ہوا - نسبت رابطہ تمہیں ہمیشہ صاحب رابطہ (شیخ) کے ساتھ رکھتی ہے - اور فیوض انعکاسی کا ذریعہ بنتی ہے - اس نعمت کا شکر بجا لانا چاہیئے - اور قبض و بسط دونوں اس راہ میں اڑنے کے دو بازو ہیں - قبض سے دلگیر - اور بسط سے مسرور نہ ہوں -

آپ نے یہ آرزو کی تھی کہ تمام ذرات میں مشاہدہ جمال میسر ہو - محبت کے اطوار والے ! بندے کو آرزو سے کیا کام - اور اس کی آرزو اس کے فہم قاصر کے اندازہ کے مطابق ہوگی - جمال لایزال کا ذرات کے آئینے میں مشاہدہ کرنا کوتاہ بینی کے باعث ہے ذرات کی کیا مجال ہے - کہ اس جمال کے آئینے بنیں - جو کچھ ذرات کے آئینوں میں مشہود ہوتا ہے - وہ اس بے نہایت جمال کے ظلال میں سے ایک ظل ہے اس بلند ذات کو وراء الوراء میں تلاش کرنا چاہیئے - اور آفاق و انفس کے دائرہ سے باہر ڈھونڈنا چاہیئے - اس وقت جو نسبت تم رکھتے ہو وہ تمہاری آرزو سے فوقیت رکھتی ہے - لوگوں کی تقلید کر کے پستی کی طرف راغب ہونے کی آرزو ہرگز نہ کریں - اور بلندی سے نیچے آنے کی تمنا نہ کریں - ان اکابر کا رخانہ بلند ہے -

اِنَّ اللّٰہَ سُبحَانَہٗ یُحِبُّ مَعَالِی الھِمَمِ بیشک اللہ سبحانہٗ بلند ہمتی کو پسند فرماتا ہے -

اَلمَسئُولُ مِنَ اللّٰہِ سُبحَانَہٗ جَمعِیَّتُکُم الصُّورِیَّۃَ وَالمَعنَوِیَّۃَ

والسلام

# مکتوب نمبر ۲۵

خواجہ محمد شرف الدین حسین کی طرف صادر فرمایا



Marfat.com

اس بیان میں کہ جو عمل بھی شریعت غرا کے مطابق کیا جائے ذکر میں داخل ہے۔ اگرچہ خرید و فروخت ہی ہو

اَلحَمدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلیٰ عِبَادِہِ الَّذِینَ اصطَفیٰ ط

آپ کا گرامی نامہ جو آپ نے میرے فرزند عزیز مولانا عبدالرشید اور مولانا جان محمد کے ہمراہ ارسال کیا تھا موصول ہوا۔ اور نذر کے روپے بھی موصول ہوئے "جزاکم اللہ سبحانہٗ خیراً" آپ کی صحت کی خبر سے بہت خوشی ہوئی۔ اے فرزند! فرصت و فراغت غنیمت ہے۔ ہمیشہ اپنے اوقات کو ذکرِ الٰہی جل شانہٗ میں مصروف رکھنا چاہیئے۔ جو بھی شریعتِ غرا کے مطابق کیا جائے۔ ذکر میں داخل ہے۔ اگرچہ خرید و فروخت ہی ہو۔ پس تمام حرکات و سکنات میں احکامِ شریعت کی رعائت کرنی چاہیئے۔ تاکہ سب کام ذکر بن جائیں۔ کیونکہ ذکر غفلت دور کرنے سے عبارت ہے۔ اور جب تمام افعال میں اوامر و نواہی کی رعائت ملحوظ رکھی جائے تو امر و نہی کرنے والے سے غافل ہونے سے نجات میسر آجاتی ہے۔ اور اس بلند ذات کا دوام ذکر حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ دوام ذکر حضرات خواجگان قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی "یاد داشت" سے ایک الگ چیز ہے۔ کیونکہ وہ صرف باطن میں منحصر ہے۔ اور یہ ظاہر میں بھی جاری ہے۔ اگرچہ مشکل ہے۔ اللہ سبحانہٗ ہمیں صاحبِ شریعت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی متابعت نصیب فرمائے۔

# مکتوب نمبر ۲۶

عرفان پناہ مرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا

اس کے اس خط کے جواب میں جس سے جانب داری کی بو آتی ہے۔ اور اس بیان میں کہ تلقینِ ذکر بچوں کو الف و بے کی تعلیم کی طرح ہے

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ ۔ اَلحَمدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلیٰ عِبَادِہِ الَّذِینَ اصطَفیٰ ط

صحیفہ مکرمت (مکتوب گرامی) جو کشمیری قاصد کے ہمراہ کرم کرتے ہوئے آپ نے ارسال کیا تھا۔ اس کے مطالعہ سے مشرف ہوا۔ جب کہ آپ کی طرف کے حضرات کی خیریت پر مشتمل تھا۔ بہت خوشی و مسرت کا موجب ہوا۔ "جَزَاکُمُ اللّٰہُ سُبحَانَہٗ خَیراً"

اس میں درج تھا کہ مخدوم زادہ کلاں اور خواجہ جمال الدین، میاں شیخ الہداد سے تلقین ذکر کے شرم کے باعث آپ کی خدمت میں نہیں پہنچ سکے۔ مخدوما! اب بھی ان باتوں سے جانب داری کی بو آتی ہے۔ اور اس طرح اور وضع سے مباینت اور مخالفت مفہوم ہوتی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون "



Marfat.com

مخدوم زادہ کلاں (خواجہ عبیداللہ) کو چاہیے تھا کہ اپنے والد بزرگوار کی وصیت کا شرم کرتا۔ نیز اس توجہ افادہ کی بھی شرم کرتا جو حضرت ایشاں (پیر بزرگوار) کی موجودگی میں اُن کے حکم سے کی گئی تھی۔ اور میاں شیخ الہ داد کو بھی دعویٰ پیر پرستی کے باوجود چاہیے تھا کہ اس بارے میں دلیری اور جرات نہ کرتا۔ اور ملاحظہ وصیت اور فائدہ پہچانے میں پہل کرتا۔

جو کچھ تم نے لکھا ہے حق وصواب ہوگا۔ لیکن جو مکتوب مخدوم زادہ کلاں نے برادر عزیز کے ہمراہ ارسال کیا ہے (ہمارے متعلق) کمال تواضع کو متضمن اور انتہائی طلب و شوق پر مشتمل تھا۔ اور اس مکتوب میں ایسی عبارات احاطہِ تحریر میں لائی ہیں کہ طلب کے جنون کے بغیر ان عبارات کا معرضِ تحریر میں لانا متصور نہیں۔ اس مکتوب کی تحریر کے بعد شائد ہم سے برگشتہ ہونے کی صورت پیدا ہوئی ہے۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝

اے ہمارے پروردگار ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو کجی میں مبتلا نہ کر اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما۔ بیشک تو ہی بہت عطا فرمانے والا ہے۔

لیکن فقیر جانتا ہے کہ ان کی یعنی پیر بزرگوار کی وصیت خالی از حکمت نہ ہوگی اور امید ہے کہ اس وصیت کی برکت سے انجام اچھا ہو جائیگا۔ لیکن افسوس کی بات ہے کہ اس قسم کی طلب جس کی تھوڑی سی جھلک ان کے مکتوب سے مفہوم ہوتی تھی یکایک ختم ہو جانے اور اس کی ضد اس کی جگہ لے۔ دوستوں اور ہمدردوں پر یہ بات بڑی گراں گزرتی ہے۔ یہ مقام خاص اہتمام اور توجہ کا متقاضی ہے۔ مکرّما! اگر (حق تعالیٰ تک وصول کا) کام صرف تلقین سے مکمل وتمام ہو جائے تو مبارک ہے۔ لیکن معاملہ یوں نہیں بلکہ فقیر کے نزدیک ذکر کی تلقین بچوں کو الف وبے کی تعلیم کے مانند ہے۔ اگر صرف اتنی نبی تعلیم ملکہ مولویت پیدا کردے تو کیا مضائقہ ہے۔ تمہارے کرم والتفات سے یہ توقع اور امید ہے کہ طرفداری کے پلے کو چھوڑ دیں گے اور تمام دوستوں کے ساتھ مساوی قسم کی آشنائی رکھیں گے زیادہ کیا مبالغہ کرے۔

والسلام

# مکتوب نمبر ۲۷

مولانا محمد طاہر بدخشی کی طرف ارسال کیا

شیخ عبدالعزیز جونپوری کے ان اعتراضات وسوالات کے جواب میں جو اس جلد دوم کے مکتوب اوّل میں درج ہیں



Marfat.com

بعد الحمد والصلوٰۃ و تبلیغ الدعوات ۔ رقم سرنیں پرداز ہے۔ کہ آپ کا وہ مکتوب جو مدت مدید کے بعد آپ نے ارسال کیا ہے موصول ہو کر بہت فرحت و خوشی کا موجب ہوا

حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ آپ کو ظاہری اور باطنی جمعیت سے مزین اور آراستہ رکھے ۔ فقیر نے اس عرصہ میں آپکو تین خط لکھے ان میں سے ایک خط آپ کو موصول ہو چکا ہے ۔ مسافت بعیدہ کا عذر لائق ہے اور مشیخیت مآب شیخ عبدالعزیز نے جو مکتوب لکھا تھا تمہارے مکتوب کے ہمراہ نیز موصول ہوا اور جو کچھ اس میں درج تھا اس سے پوری طرح مطلع ہوا ۔

شیخ عبدالعزیز کے مکتوب میں درج تھا کہ حقائق ممکنات جو صُوَرِ علمیہ سے عبارت ہیں اگر عدمات ہوں جو صفات کی ضدیں تو لازم آتا ہے کہ ان عدمات کا حصول ذات تعالیٰ و تقدس میں ہو حالانکہ وہ سبحانہ اس سے منزہ ہے ۔ شیخ موصوف کا یہ عجیب شبہ ہے ۔ شیخ عبدالعزیز کو معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت حق سبحانہ تمام ادنیٰ اور اعلیٰ اشیاء کو جانتا ہے ۔ لیکن ان میں سے کسی بھی چیز کا حصول اس کی بلند ذات میں نہیں ہے اور کسی طرح اُن کا اس کے ساتھ اتصاف نہیں۔ اس صورت میں حصول کہاں سے پیدا ہوتا ہے

نیز اس میں یہ بھی درج تھا کہ حقائق ممکنات وجودی اور ثبوتی ہونی چاہئیں نہ کہ عدمی کیونکہ حقائق ممکنات کی ارواح اور نفوس سے عبارت ہے ۔ (جواب) ہاں یہ حقائق علمی وجود و ثبوت رکھتی ہیں ۔ جو ان کے لئے درکار ہے ۔ شیخ صاحب موصوف کو چاہیے کہ یہ اعتراض سب سے پہلے شیخ محی الدین پر کریں جنہوں نے کہا ہے کہ " اعیان نے وجود کی بُو بھی نہیں سونگھی " عجیب معاملہ ہے کہ یہاں حقائق ، ارواح و نفوس سے عبارت قرار دی گئی ہیں ۔ اور اعیان ثابتہ اور معلومات اللہ کو چھوڑ دیا ہے ۔

اس مکتوب میں یہ بھی درج تھا کہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات اور اولیاء علیہم الرضوان اور باقی افراد انسان جو ممکنات ہیں اگر ان سب کے حقائق عدمات ہوں تو اس بلند گروہ سے شرف و عزت مسلوب و معدوم ہو جاتی ہے ۔ (جواب) کیوں مسلوب و معدوم ہو جاتی ہے ۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ اور قدرت کاملہ سے اپنے حسن تربیت سے اُن عدمات کو اپنے اسماء و صفات کے آئینے اور عکوس بنا کر نبوت و ولایت کے شرف سے مشرف اور اپنے کمالات کے ظلال سے مزین و آراستہ کیا ہے ۔ اور اس طرح انھیں معزز و مکرم کر دیا ہے ۔ جس طرح انسان کو ایک حقیر قطرہ سے پیدا کر کے بلند درجات تک پہنچایا ہے ۔ تعجب ہے کہ انسان کے شرف و عزت کو تو نگاہ میں رکھتے ہیں اور واجب تعالیٰ و تقدس کی تنزیہہ و تقدیس کو ہاتھ سے چھوڑ دیتے ہیں اور ہمہ اوست کہتے ہوئے خسیس و رذیل اشیاء کو حق تعالیٰ و تقدس کا عین کہتے ہیں ۔ اور اس مقولہ سے پرہیز نہیں کرتے اور انسان کے لئے حقائق



Marfat.com

عدمیہ کو جائز قرار نہیں دیتے اور اس سے اجتناب کرتے ہیں۔ حق سبحانہ و تعالیٰ انہیں توفیقِ انصاف عطا کرے۔

اس مکتوب میں یہ بھی درج ہے کہ اجماعی بات کو اختراعی چیز سے رد نہیں کیا جاسکتا۔ (جواب) ہم تو مقولہ ہمہ اوست کو اختراع و ابداع جانتے ہیں۔ کیونکہ مقولہ ہمہ از اوست علماء کا متفق علیہ ہے۔ صاحب فتوحات پر آج تک ملامت و مذمت کا جو راستہ کھلا ہوا ہے۔ اسی ہمہ اوست کے مقولہ کے سبب ہے اور فقیر نے جو معارف لکھے ہیں۔ اُن کا حاصل ہمہ از اوست ہے جو شرع اور عقل میں مقبول و پسندیدہ ہے۔ چہ جائیکہ کشف و الہام سے بھی اس کی تائید ہو چکی ہو۔

شیخ موصوف نے اعتراضات کا ذکر کرنے کے بعد مقام شفقت میں آکر لکھا ہے کہ ممکنات کے حقائق اگر ارواح کو قرار دیا جائے تو یہ جمہور کے موافق ہے (پتہ نہیں) شیخ نے جمہور کی کونسی قسم مراد لی ہے۔ کیونکہ آج تک سُننے میں نہیں آیا کہ ارواحِ انسانی کو کسی نے حقائق ممکنات قرار دیا ہو۔ شیخ کی یہ گفتگو نہایت تعجب انگیز ہے۔ شیخ موصوف نے خیال کر لیا ہے کہ ہر شخص قیاس و تخمینے سے بات کرتا ہے اور اپنے فکر و تخیل سے باتوں کا جال بُنتا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں۔ جو معارف کشف و الہام کے بغیر گفت و نوشت میں آئیں اور شہود و مشاہدہ کے بغیر معرضِ تحریر و تقریر میں آئیں سراسر بہتان و افترا ہیں۔ خاص کر جب کہ قوم کے مخالف ہوں۔ معلوم نہیں شیخ کا کیا اعتقاد ہے اور یہ معارف اس نے کہاں سے حاصل کئے ہیں۔

ربنا اغفرلنا ذنوبنا و اسرافنا فی امرنا و ثبت اقدامنا و انصرنا علی القوم الکفرین

والسلام

# مکتوب نمبر ۲۸

مولانا محمد صادق کشمیری کو اس کے استفسارات کے جواب میں لکھا

بعد الحمد و الصلوٰۃ و تبلیغ الدعوات۔ عرض گذار ہے کہ آپ کا مکتوب شریف موصول ہوا جب کہ پسندیدہ احوال کو متضمن تھا۔ موجب فرحت ہوا

آپ نے لکھا تھا کہ خدا تعالیٰ کے وراء الوراء ہونے کا معاملہ یہاں تک پہنچ چکا ہے کہ صفات کا ذات واجب تعالیٰ و تقدس پر حمل کرنا تکلف دکھائی دیتا ہے۔ اور ذات سبحانہ کو سب سے ورا جانتا ہے۔



Marfat.com

کوشش کریں کہ یہ حل تکلف سے بھی میسر نہ آئے۔ بلکہ معاملہ کو حیرت صرف تک پہنچا دے۔

آپ نے دریافت کیا تھا کہ رشحات میں بابا آب ریز رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا جب حق سبحانہ وتعالیٰ روز ازل آدم کی مٹی گوندھ رہا تھا۔ میں اس میں پانی ڈال رہا تھا۔ اس مقولہ کی کیا توجیہہ وتاویل ہے۔ جان لیں کہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی مٹی کی خدمات میں جس طرح ملائکہ کرام علی نبینا علیہم الصلوٰۃ والسلام کو حصہ لینے کی اجازت دی گئی اس بزرگ کی روح کو بھی خدمت گاری کی اجازت دی اور پانی ڈالنے کی خدمت اس کے سپرد کی گئی۔ پھر ان کی جسمانی پیدائش کے بعد بلکہ ان کے کامل ہونے کے بعد انہیں اس معنی سے اطلاع دی گئی۔

جائز ہے کہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ ارواح مجردہ کو ایسی قدرت عطا کرے کہ اُن سے افعال اجسام صادر ہوں اسی قبیلہ سے ہے وہ جو بعض اکابر نے اپنے افعال شاقہ سے خبر دی ہے جو اُن سے اُن کے وجودِ عنصری میں آنے سے زمانہائے دراز پہلے صادر ہوئے۔ ان افعال کا صدور ان کی ارواح مجردہ سے ہوا تھا اور انہیں اس معنی پر اطلاع وجود عنصری میں آنے کے بعد حاصل ہوئی۔[1]

ایک گروہ کو اس طرح کے افعال کا صدور تناسخ کے وہم میں مبتلا کر دیتا ہے۔ حاشا وکلا کہ کسی اور جسم نے ان کی روح سے تعلق قائم کیا ہو۔ مجرد روح ہی ہے جو قدرت خداوندی جل سلطانہٗ سے بدن کا کام کرتی ہے اور مجرد لوگوں کو ضلالت وگمراہی میں ڈال دیتی ہے اس مقام میں گفتگو کی بہت گنجائش ہے۔ اور بہت سی تحقیقات فائض ہوئی ہیں۔ اگر توفیق ملی تو انشاء اللہ تعالیٰ ضبط تحریر میں لائی جائیں گی۔ فی الحال وقت نے مدد نہ کی۔

نیز آپ نے دریافت کیا تھا کہ صاحب رشحات، رشحات میں لکھتا ہے۔ کہ جب خواجہ علاؤالدین[2] قدس سرہٗ نے مولانا نظام الدین[3] خاموش سے ناراض ہو کر ان سے نسبت سلب کرنے کا ارادہ کیا تو مولانا نے اس وقت

---

[1] اولیاء اللہ اور بندگانِ خدا کے تصرفات کے منکر امام ربانی قدس سرہٗ کے اس عقیدہ کا غور وانصاف سے مطالعہ فرمائیں۔ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے ایک دوسرے مقام میں فرمایا ہے۔ میرا گمان ہے کہ پہلے انبیاء کی امتوں کے اولیا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے وجودِ عنصری میں تشریف لانے سے قبل انکی روحانیت سے تربیت پاکر ولایت کے مقام پر فائز ہوتے رہے اللہ تعالیٰ بزرگوں کی بھی عقیدت وعظمت عطا کرے اور اس گروہ پاک کیساتھ اُٹھنے کی سعادت نصیب فرمائے۔ مترجم غفرلہٗ

[2] یعنی خواجہ علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ آپ حضرت خواجہ بزرگ شاہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہٗ کے مرید تھے۔

[3] مولانا نظام الدین قدس سرہٗ خواجہ علاؤالدین قدس سرہٗ کے افضل واکمل اصحاب سے تھے اور مولانا نے خواجہ بزرگ کی زیارت بھی کی تھی۔



Marfat.com

آنسرور علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام کی روحانیت سے التجا کی ۔ اور حضور علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام کی طرف سے حضرت خواجہ کو ارشاد ہوا کہ نظام الدین ہمارا ہے ۔ کسی کو بھی اس پر تصرف کی مجال نہیں ۔ صاحب رشحات اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھتا ہے کہ بڑھاپے میں حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ نے مولانا سے نسبت سلب کر لی ۔ مولانا نے کہا ۔ خواجہ نے ہم کو بوڑھا پا کر سب کچھ ہم سے لے لیا ۔ اور آخر کار ہم کو مفلس کر دیا ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت رسالت علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام کسی کو اپنا بنالیں اور فرمائیں کہ کسی کو اس پر تصرف کی مجال نہیں ۔ حضرت خواجہ احرار اس پر کیسے تصرف کر سکتے ہیں ۔ ( جواب ) جان لیں کہ ہمارے خواجہ ( باقی باللہ ) قدس سرہٗ اس نقل کو پسند نہیں کرتے تھے اور مولانا کے سلبِ نسبت کے بارے میں توقف کرتے تھے ۔ اور فرماتے تھے کہ مولانا سعد الدین کاشغری کے جو مولانا نظام الدین کے مرید ہیں ۔ مولانا عبدالرحمن ( جامی ) وغیرہ بہت سے مرید ہیں اور کسی نے بھی اس نقل کے متعلق لب کشائی نہیں کی ۔ اور اس کے رد و قبول کا تذکرہ نہیں کیا ۔ مولانا فخر الدین علی ( صاحب رشحات ) نے یہ نقل کہاں سے لکھی ہے ۔ اگر اس خبر میں صداقت ہوتی تو تواتر سے منقول ہوتی ۔ کیونکہ اس طرح کی نقل کے بہت سے اسباب و ذرائع موجود تھے اور جب کہ تواتر سے منقول نہیں ہوئی بلکہ خبر واحد ہے تو معلوم ہو گیا کہ اس کے سچا ہونے میں شک و تردد ہے ۔ اور صاحب رشحات کی بعض اور روایات بھی صدق و سچائی سے دور ہیں ۔ اور اس بلند سلسلہ کے لوگ ان نقول و روایات میں تردد و شک رکھتے ہیں ۔ واللہ سبحانہٗ اعلم ۔

نیز ہمارے خواجہ ( باقی باللہ ) قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ مفلس کر دینے کا لفظ سلبِ ایمان پر دلالت کرتا ہے ( اللہ سبحانہٗ ہمیں اس سے بچائے ) ، اور سلبِ ایمان کو جائز قرار دینا بہت مشکل ہے[۱]

# مکتوب نمبر ۲۹

فضیلت پناہ شیخ عبدالحق دہلوی[۲] کی طرف صادر فرمایا

اس بیان میں کہ اس دنیا کا بہترین سامان حزن و اندوہ ہے ۔ اور اس دسترخوان کی گوارا ترین نعمتیں الم و مصیبت ہیں

---

[۱] کیونکہ کسی کا ایمان سلب کرنے کی کوشش ایک ادنیٰ مسلمان سے بھی بری حرکت ہے ۔ اکابرین کیا واقع ہونا تو بہت ہی بعید از قیاس ہے ۔ [۲] شیخ وقت ، مقتدائے زمان ، عمدۃ المحدثین ، صاحب مفاخر ( بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں )



Marfat.com

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ مخدوما مکرما! مصائب کے وارد ہونے کے وقت اگرچہ رنج و تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ لیکن اس میں بہت سی عزت افزائیوں کی امید ہے۔ اس دنیا کا بہترین سامان حزن و اندوہ اور اس دسترخوان کی گوارا ترین نعمت الم و مصیبت ہے ان شکرپاروں کو دوائے تلخ کے باریک غلاف میں لپیٹا گیا ہے اور اس طرح ابتلا و امتحان کا راستہ کھولا گیا ہے۔ سعادت مند لوگ ان کی حلاوت و مٹھاس پر نظر کرتے ہوئے اس تلخی کو شکر کی مانند کھاتے ہیں۔ اور تلخی کو صفراء کے برعکس شیریں محسوس کرتے ہیں۔ دولتمند (صاحب بصیرت) لوگ محبوب کی وردرسانی میں اس قدر حلاوت و لذت پاتے ہیں کہ اس کے انعام میں وہ لذت متصور نہیں۔ اگرچہ دردرسانی اور انعام دونوں محبوب کی طرف سے ہیں تاہم دردرسانی میں محبوب کے نفس کے لئے کچھ حصہ نہیں اور انعام میں نفس کی مراد کا حصول بھی ہے۔

خشیۃً لاتحرمنا اجرہم ولا تفتنا بعدہم۔ اے اللہ ہمیں ان کے اجر سے محروم نہ کر۔ اور ان کے بعد کسی فتنے میں مبتلا نہ کر۔ آپ کا وجود شریف ضعف اسلام کے اس زمانے میں اہل اسلام کے لئے غنیمت ہے۔ اللہ سبحانہ تمہیں سلامتی اور بقاء عطا فرمائے

والسلام

# مکتوب نمبر ۳۰

خواجہ محمد اشرف اور حاجی محمد فرکتی کی طرف صادر فرمایا

ان کے خط کے جواب میں اور ان کے دو سوالوں کے جواب میں ایک نسبت رابطہ (تصور شیخ) اختیار کرنے اور دوسرا اپنے باطنی کام میں سستی کے بارے میں تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ صحیفہ گرامی جو دو عزیزوں اور اشرف بھائیوں نے ارسال کیا ہے موصول ہوا اور کیفیات احوال جو اس میں درج تھیں۔ پوری طرح معلوم ہوئیں۔

---

بقیہ حاشیہ:- ابوالمجد حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے اعاظم خلفاء میں سے ہیں۔ اور مشہور و مستند تصانیف کے مصنف ہیں۔ محرم الحرام ۹۵۸ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۱۰۵۲ھ میں وصال فرمایا۔ تاریخ ولادت "شیخ اولیا" سے اور تاریخ رحلت "فخر العالم" کے لفظ سے نکلتی ہے۔ (مآثر الکرام)

۲ نعمتوں والوں کو نعمتیں گوارا ہوں۔



Marfat.com

خواجہ محمد اشرف نے نسبتِ رابطہ (تصورِ شیخ) کے متعلق لکھا ہے۔ کہ اس حد تک غالب آچکی ہے کہ نماز میں بھی اسے اپنا مسجود جانتا اور دیکھتا ہے۔ اور اگر فرضاً نفی کرے تو منتفی نہیں ہوتا۔ اے محبت کے اطوار والے یہ دولت طالبانِ حق کی متمنا اور آرزو ہے۔ ہزاروں میں سے شاید ایک کو نصیب ہوتی ہے اس کیفیت اور معاملے والا مرید صاحبِ استعداد اور تام المناسبت ہے۔ احتمال ہے کہ شیخ مقتدا کی تھوڑی سی صحبت سے اس کے تمام کمالات کو جذب کرے۔ رابطے (تصورِ شیخ) کی نفی کی کیا ضرورت ہے کیونکہ وہ مسجودٌ الیہ[1] ہے مسجودٌ لہٗ[2] نہیں ہے۔ محرابوں اور مسجدوں کی نفی کیوں نہیں کرتے۔ اس قسم کا ظہور سعادت مندوں کو میسر آتا ہے۔ تاکہ تمام احوال میں صاحب رابطہ (مرشدِ کامل) کو اپنا ذریعہ جانیں۔ اور تمام اوقات میں اس کی طرف متوجہ رہیں۔ نہ اس بدنصیب گروہ کی طرح جو اپنے آپ کو (تصورِ شیخ سے) بے نیاز جانتا ہے اور اپنے قبلۂ توجہ کو اپنے شیخ سے پھیر لیتا ہے۔ اور اپنے معاملے کو خراب اور تباہ کر دیتا ہے۔

دوسرے آپ نے اپنے فرزندوں کی والدہ کی وفات کا لکھا تھا۔ "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ" فاتحہ پڑھی گئی اور پڑھنے کے دوران قبولیت کا اثر معلوم ہوا

مولانا حاجی محمد نے اظہار کیا تھا کہ قریب دو ماہ کا عرصہ ہو رہا ہے کہ باطنی کام کی مشغولیت میں فتور اور سستی واقع ہو چکی ہے۔ اور وہ ذوق و حلاوت جو پہلے تھا اب نہیں ہے۔ دوستی کے طور طریقوں والے! غم کرنے کی ضرورت نہیں اگر دو چیزوں میں فتور نہ ہو۔ ایک صاحب شریعت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والتحیات کی متابعت میں دوسرے اپنے شیخ کی محبت اور اخلاص میں۔ ان دو چیزوں کی موجودگی میں اگر ہزاروں ظلمتیں اور کدورتیں طاری ہو جائیں تو تب بھی ڈر کی بات نہیں آخر اسے ضائع نہیں کریں گے اور اگر عیاذاً باللہ سبحانہٗ ان دو میں سے کسی ایک میں نقصان پیدا ہو گیا تو خرابی ہی خرابی ہے۔ اگرچہ حضور اور جمعیت کی حالت میں رہے کہ یہ استدراج ہے۔ آخر کار اس کا انجام خراب ہے۔ اور حق سبحانہٗ و تعالیٰ سے گریہ و زاری

---

[1] سجدے کی جہت [2] جس کو سجدہ کیا جائے اور وہ خدا تعالیٰ ہے

[3] مسئلہ تصورِ شیخ کے متعلق اہلِ سنت کا عقیدہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے اس خط سے واضح ہے۔ اس خط کو غور و توجہ سے بار بار پڑھیے اور اندازہ لگایئے کہ حضرت امام ربانی علیہ الرحمۃ نے تصورِ شیخ کو کس قدر اہمیت دی ہے اور تصورِ شیخ کا اعتقاد نہ رکھنے والوں کو بدنصیب قرار دیا ہے۔ مولوی غلام رسول مہر کے بیان کے مطابق سیّد احمد بریلوی مرشد مولوی اسمٰعیل دہلوی، مصنف تقویۃ الایمان و صراط مستقیم نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کو صاف کہہ دیا کہ تصورِ شیخ شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ بدنصیب گروہ کے عقائد سے محفوظ رکھے۔ مترجم غفرلہٗ



Marfat.com

کے ساتھ ان دو باتوں پر استقامت و ثبات کی دعا کرتے رہیں کیونکہ یہی دو امر مدار کار اور مدار نجات ہیں آپ کو اور باقی تمام بھائیوں کو سلام علیکم خصوصاً محب قدیم مولانا عبدالغفور سمرقندی کو۔

# مکتوب نمبر ۳۱

وعظ و نصیحت میں خواجہ شرف الدین حسین کی طرف صادر فرمایا

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفے۔ فرزند عزیز! فرصت غنیمت ہے۔ چاہیے کہ بیفائدہ کاموں میں صرف نہ ہو۔ بلکہ فرصت کے سارے اوقات حق جل وعلا کی خوشنودی کے کاموں میں صرف ہونے چاہییں۔ نماز پنجگانہ جمعیت و جماعت اور تعدیل ارکان کیساتھ ادا کرنی چاہیے۔ اور نماز تہجد کو بھی ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ اور سحری کے استغفار کو بھی رایگاں نہ چھوڑیں اور خواب خرگوش سے لذت گیر نہ ہوں۔ اور فانی لذتوں پر بھی فریفتہ نہ ہوں۔ اور موت اور احوال آخرت کی یاد اپنا نصب العین بنائیں مختصر یہ کہ دنیا سے روگردان اور آخرت کی طرف متوجہ رہیں۔ اور دنیا میں بقدر ضرورت مشغول ہوں۔ اور سارے اوقات تیاری آخرت کے کاموں سے آباد رکھیں۔ حاصل کلام یہ کہ دل ماسوا کی گرفتاری سے آزاد ہونا چاہیے۔ اور ظاہر احکام شرعیہ سے مزین و آراستہ رہنا چاہیے کار این است وغیر این ہمہ ہیچ۔[1] باقی حالات بخیر ہیں۔

والسلام

# مکتوب نمبر ۳۲

مرزا قلیج اللہ کی طرف صادر فرمایا

اس کے عریضہ کے جواب میں جس میں اس نے اپنی باطنی جمعیت کی شکایت کی تھی اور اس کے

---

[1] اصل کام صرف یہ ہے کہ باقی سب ہیچ ہے۔



Marfat.com

مُناسب امور کے بیان میں

بعد الحمد و الصلوٰۃ و تبلیغ الدعوات ۔ عرض کرتا ہے کہ صحیفہ شریفہ جو آپ نے ماتم پرسی کے بارے میں لکھا تھا۔ موصول ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ، ہم اللہ سبحانہٗ کی توفیق سے اس کی قضا پر راضی ہیں تم بھی راضی رہو اور دعا اور فاتحہ کے ذریعہ ممد و معاون بنے رہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ تمہاری خلاصی کی خبر مسرت و فرحت کا باعث ہوئی ہے۔ اور دو تکلیف دہ باتوں میں سے ایک بات سے آرام حاصل ہوگیا۔ اس پر اللہ سبحانہٗ ہی کی حمد اور اس کا احسان ہے۔

آپ نے جمعیت باطن کی شکایت تحریر کی ہے ۔ ہاں باطن کے ردّ و بدل میں ظاہر کی پراگندگی کا بہت زیادہ دخل ہے ۔ جب باطن میں کدورت اور میل کچیل پائیں تو اس کا تدارک توبہ و استغفار سے کریں ۔ اور جب کوئی خوفناک صورت ظاہر ہو تو کلمہ تمجید۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ سے اسے دفع کریں اور معوذتین (سورہ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس) کا اس وقت میں تکرار غنیمت ہے ۔ باقی حالات لائق تعریف و حمد ہیں۔ ہمیشہ اور ہر حال میں اللہ سبحانہٗ ہی کی حمد اور اس کا احسان ہے ۔ اور ہم اللہ سبحانہٗ کے پاس اہل دوزخ کے حال سے پناہ مانگتا ہوں۔ فقیر پر کمزوری بدن کا اثر تھا اس بنا پر تفصیل سے حالات سپرد قلم نہیں کر سکا۔ حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ ہمیں اور تمہیں شاہراہ شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ پر چلنے میں استقامت عطا کرے

والسلام

# مکتوب نمبر ۳۲

مولانا محمد صالح کولابی کی طرف صادر فرمایا ۔

اس بیان میں کہ محبوب تمام حالات میں محب کی نظر میں محبوب ہوتا ہے ۔ چاہے انعام فرمائے چاہے درد و تکلیف میں مبتلا کرے ۔ بلکہ تھوڑے سے اہل اللہ ایسے بھی ہیں کہ درد رسانی اُن کے لئے انعام سے زیادہ محبت بخش ہے اور حمد کی شکر پر فضیلت کا بیان اور اس کے مناسب امور کے بیان میں

الحمد للہ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ۔ اخوی ، اعزی مولانا محمد صالح کو معلوم ہونا چاہئے کہ محبوب



Marfat.com

محب کی نگاہ میں بلکہ واقع میں ہر وقت محبوب ہی ہوتا ہے اور محبوب کے تمام حالات بھی محبوب ہوتے ہیں اگر درد و رنج میں مبتلا کرے تو بھی محبوب ہے اور اگر انعام و مہربانی فرمائے تب بھی محبوب ہے۔ اکثر لوگوں کے نزدیک جو دولت محبت سے مشرف ہو چکے ہیں۔ وقتِ انعام میں محبوب کی محبت زیادہ ہوتی ہے۔ درد و رنج عطا کرنے کی حالت کی نسبت یا دونوں وقت برابر ہوتے ہیں۔ لیکن بہت تھوڑی تعداد میں ایسے اہل اللہ بھی ہیں۔ جن کا معاملہ بر عکس ہے۔ اُن کے نزدیک درد رسانی انعام کی نسبت زیادہ محبت بخش ہے۔ اس دولت عظمیٰ کا مقدمہ محبوب کیساتھ حسن ظن ہے۔ حتیٰ کہ اگر محبوب محب کے گلے پر چھری چلائے اور اس کے ہر عضو کو دوسرے عضو سے جدا کر دے تو بھی محب اس کارروائی کو اپنی عین بہتری جانے گا۔ اور اس میں اپنی بھلائی تصور کریگا اور جب حسن ظن کے حصول کی وجہ سے محبوب کے فعل کی ناپسندیدگی محب کی نظر سے اُٹھ گئی تو محبت ذاتی کی دولت سے جو حبیب رب العالمین علیہ وآلہ الصلوات والتسلیمات کے ساتھ مخصوص ہے اور تمام نسبتوں اور اعتبارات سے معرا ہے، مشرف ہوگیا۔ اور درد رسانی میں انعام محبوب کی زیادہ لذت و فرحت پائی۔ میرا گمان ہے کہ یہ مقام مقام رضا سے اوپر ہے۔ کیونکہ رضا میں محبوب کے درد رسانی کے فعل کی ناپسندگی کا رفع ہے۔ اور اس میں درد رسانی کے فعل سے لذت گیر ہونا ہے۔ اس لئے کہ محبوب کی جانب سے جس قدر جفا بلند اور زیادہ ہوگی۔ محب کی جانب سے فرحت و سرور اور زیادہ ہوگا۔ اور ان دونوں مقاموں میں بہت فرق ہے۔

اور جب کہ محبوب محب کی نظر میں بلکہ نفس امر میں ہر وقت اور ہر حال میں محبوب ہے تو لازماً ہر وقت اور ہر حال میں اس کی نظر میں بلکہ واقع اور نفس امر میں محمود اور ممدوح بھی ہوگا اور محب اس کی طرف سے درد رسانی اور انعام کی حالت میں اس کی مدح کرنے والا اور ثنا خواں ہوگا۔ تو اس وقت اس محب صادق کے لئے درست ہوتا ہے کہ وہ صادق اور مصدوق کی حالت میں کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ عَلٰی کُلِّ حَالٍ ط یعنی سب تعریفیں ہر حال میں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں۔ اور یہ محب خوشی اور تکلیف کی حالت میں حقیقۃً اللہ سبحانہٗ کی حمد کرنے والوں میں سے ہو جاتا ہے۔ شاید حمد کو شکر پر فضیلت اسی جہت سے ہے۔ کیونکہ شکر میں منعم کا انعام ملحوظ ہوتا ہے۔ جو صفت بلکہ فعل کی طرف رجوع کرتا ہے اور حمد میں محمود کا حسن و جمال ملحوظ ہوتا ہے۔ برابر ہے کہ وہ حسن و جمال ذاتی ہو یا وصفی یا فعلی۔ اور برابر ہے کہ اس کی طرف سے انعام ہو یا ایلام (درد رسانی) کیونکہ اللہ سبحانہٗ کا رنج میں ڈالنا بھی اس کے انعام کی طرح اچھا اور پسندیدہ ہوتا ہے۔ اس لئے حمد ثناء میں زیادہ بلیغ، مراتب حسن و جمال میں زیادہ جامع۔ اور خوشی اور غمی کی دونوں حالتوں میں زیادہ بقا رکھتی ہے بخلاف شکر کے کہ وہ حمد کے مقابلہ میں کم درجہ ہونے کے باوجود جلد زائل ہونے والا اور انعام و احسان کے خاتمے



Marfat.com

کے ساتھ ختم اور معدوم ہوجاتا ہے۔

سوال۔ تونے اپنے بعض مکتوبات میں لکھا ہے۔ کہ مقام رضا مقام محبت اور مقام حُبّ سے اوپر ہے۔ اور اس مکتوب میں لکھا ہے کہ یہ مقام محبت مقام رضا سے اوپر ہے۔ ان دو باتوں میں موافقت و مطابقت کیسے ہوسکتی ہے۔

جواب۔ یہ مقام محبت اور مقام حُبّ اس مقام محبت و مقام حُبّ سے وراء ہے کیونکہ وہ مقام اجمالاً وتفصیلاً نسبتوں اور اعتبارات پر مشتمل ہے۔ اگرچہ اس محبت کو محبت ذاتی کہتے ہیں۔ اور اس حُبّ کو حُبّ ذات تصور کرتے ہیں۔ کیونکہ وصال شیون و اعتبارات سے قطع نظر نہیں ہے بخلاف اس مقام کے کہ یہ نسبتوں اور اعتبارات سے معرّا ہے جیساکہ مذکور ہوا۔ اور وہ جو بعض مکتوبات میں درج ہوا ہے۔ کہ مقام رضا سے اوپر کسی کے قدم رکھنے کی جگہ نہیں مگر خاتم الرسل علیہ و علیہم و علیٰ آل کل الصلوات والتسلیمات کے لئے۔ تو دراصل یہ اُس مقام سے عبارت ہے۔ جو حضور علیہ و علیٰ آلہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ خاص ہے۔ واللہ سبحانہٗ اعلم بحقائق الامور کلہا۔

جاننا چاہیے۔ کہ ظاہر میں کسی شے سے ناپسندیدگی کا اظہار کرنا باطن میں رضا اور پسندیدگی کے منافی نہیں اور صورت کی تلخی حقیقت کی حلاوت کی نفی نہیں کرتی۔ اس لئے کہ عارف کامل کے ظاہر اور اس کی صورت کو صفات بشریت پر ہی رہنے دیا گیا ہے تاکہ اس کے کمالات کی پردہ پوشی رہے اور لوگوں کیلئے ابتلاء اور آزمائش پیدا کرے اور حق والا باطل والے سے ملا جلا رہے۔ عارف کامل کے ظاہر اور صورت کی اس کے باطن اور حقیقت کے ساتھ ایسی نسبت ہے۔ جیسے اکہیرا کپڑا پہننے والے سے نسبت رکھتا ہے اور یہ بات سب کو اچھی طرح معلوم ہے کہ کپڑے کی پہننے والے شخص کے ساتھ کس قدر نسبت ہے (یعنی کپڑا بالکل ایک الگ چیز ہے اور پہننے والا ایک الگ شئی) یہی حال عارف کامل کے ظاہر کا اس کی حقیقت اور باطن کے سامنے ہے۔ عارف کامل کی اس ظاہری صورت کو بصیرت سے اندھے لوگ[2] بے جان پہاڑ اور اپنی مانند بے حقیقت صورتوں کی طرح خیال کرتے ہیں۔ اسی بناء پر اہل اللہ کے انکار میں مبتلا ہوتے اور محرومی حاصل کرتے ہیں۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ

---

[1] یعنی دفتر دوم کے مکتوبات نمبر ۲ میں کہ اس مکتوب میں آپ نے فرمایا ہے "مرتبہ رضا فوق مرتبہ محبت ہے" الخ

[2] انبیاء کرام اور اولیاء عظام کو اپنی مثل جاننے اور رٹ لگانے والے لوگ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے بیان کے مطابق بصیرت سے اندھے ہیں اور ان کے فیض و برکت سے اپنی اس کور باطنی کی وجہ سے محروم رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو ادب و احترام کی توفیق عطا کرے۔ مترجم عفی لہٗ



Marfat.com

# مکتوب نمبر ۳۴

نور محمد تہاری کی طرف صادر فرمایا

اس کے عریضہ کے جواب میں جو اس نے مختلف احوال کے وارد ہونے کے بارے میں لکھا تھا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ۔ آپ کا مکتوب شریف موصول ہوا۔ آپ نے کثرت سے وارد ہونے والے احوال کے متعلق جو لکھا ہے ۔ اس سے پوری طرح آگاہی ہوئی۔ جان لیں کہ حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ جس طرح عالم میں داخل نہیں اس سے خارج بھی نہیں اور جس طرح عالم سے منفصل نہیں عالم کے ساتھ متصل بھی نہیں ۔ وہ بلند ذات موجود ہے ۔ لیکن یہ تمام صفات دخول، خروج اور اتصال وانفصال اس سبحانہٗ سے مسلوب ہیں ۔ اس پاک ذات کو ان چاروں صفات سے خالی تلاش کرنا چاہیئے اور اس بلند ذات کو ان صفات سے باہر پانا چاہیئے ۔ اگر ان صفات کی کچھ بھی آمیزش موجود ہے تو پھر ظلال ومثال میں گرفتاری پائی جاتی ہے ۔ لہٰذا بے چونی وبے چگونی کی صفت کیساتھ جس میں ظلیت کی گرد تک نہ ہو ۔ اس بلند ذات کو طلب وتلاش کرنا چاہیئے ۔ اور اس مرتبہ کیساتھ بے چونی اور بے کیفی کا اتصال پیدا کرنا چاہیئے ۔ یہ دولت شیخ کامل مکمل کی صحبت کا نتیجہ ہے ۔ کہنے اور لکھنے سے یہ بات درست نہیں ہوتی ۔ اور اگر لکھے تو کون سمجھے گا ۔ اور کون پائے گا ۔ اپنے کام میں سرگرم رہیں اور ملاقات کے وقت تک احوال کی کیفیات لکھتے رہیں ۔

والسّلام

# مکتوب نمبر ۳۵

پیرزادہ خواجہ محمد عبد اللہ سلمہٗ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا

اس کے ان استفسارات کے جواب میں جو اس نے بطرز خاص توحید اور عین الیقین کے متعلق کئے تھے ۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم ۔ بعد الحمد والصّلوٰۃ وتبلیغ الدعوات جناب مخدوم زادہ کی خدمت میں عرض کرتا



Marfat.com

ہے کہ آپ کا صحیفہ شریفہ موصول ہوا ۔ اس کے مطالعہ سے بہت ہی فرحت حاصل ہوئی ۔ اس مکتوب میں نسبت کے شمول اور حضور اور غلبہ کا اندارج کیا تھا ۔ یہ حالت بہت نیک اور مبارک ہے ۔ یہ دولت جو آپ کو تین ماہ کے عرصہ میں میسر آئی ہے ۔ دوسرے سلسلوں میں اگر دس سال میں بھی میسر ہو جائے تو اُسے دولت عظمیٰ اور عظیم کام تصور کرتے ہیں ۔ اس نعمت کا شکر بجا لانا چاہیے اور جب کہ یہ فقیر جانتا ہے کہ آپ کی نظرت بلند ہے ۔ اور اس قسم کے احوال کی تحسین اور مدح سے شائبہ عجب و خود پسندی سے مبرا ہیں ۔ اس بنا پر اس نعمت کا اظہار کیا گیا ہے ۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ [1] ط — اگر تم لوگ شکر گذار ہو گے تو میں بالضرور تمہیں زیادہ نعمتیں عطا کروں گا ۔

نص قطعی ہے ۔ آپ نے لکھا تھا کہ توحید کی ابتداء کا ظہور شروع ہو گیا ہے ۔ یہ دولت بھی مبارک ہو ۔ اس نئی وارد ہونے والی نعمت کو ادب سے قبول فرمائیں ۔ لیکن اس حال کے غلبہ میں آداب شرعیہ کی خوب رعایت کریں اور حقوق بندگی کما حقہٗ ادا کرتے رہیں ۔ اور جان لیں کہ صدق و صحت کی صورت میں یہ شعبدہ محبوب کی محبت کے غلبہ کے باعث ہے کیونکہ محب جو کچھ دیکھتا اور جانتا ہے محبوب کو ہی دیکھتا اور جانتا ہے اور جس سے بھی لذت و ذوق پذیر ہوتا ہے اُسے محبوب کی طرف ہی منسوب کرتا ہے ۔ اس صورت میں محب کا مشہود کثرت ہے ۔ لیکن وحدت کے عنوان میں اس لئے اس مقام میں فنا متحقق نہیں ہوتی ۔ کیونکہ شہود واحد کے غلبہ کے واسطہ سے فنا میں شہودِ کثرت بالکل رفع ہو جاتا ہے ۔ اس کو بھی کثرتِ ممکنات کے عدمِ شہود کی نسبت سے فنا کا نام دیدیتے ہیں ۔ حقیقی فنا اس وقت متحقق ہوتی ہے ۔ جب کہ اسماء و صفات اور شیون و اعتبارات کی کثرت بھی مکمل طور پر نظر سے پوشیدہ ہو جائے ۔ اور اس بلند ذات کی مجرد احدیت کے سوا کوئی چیز ملحوظ و منظور نہ رہے ۔ سیر الی اللہ کی پوری حقیقت یہاں آکر جلوہ گر ہوتی ہے ۔ اور ظلال کی گرفتاری سے بالکلیۃ آزادی کی صورت یہاں پیدا ہوتی ہے اور اس وقت معاملہ اصل اصول سے جا پڑتا ہے ۔ اور وال سے مدلول تک پہنچ جاتا ہے اور علم سے عین اور گوش سے آغوش تک عروج حاصل ہو جاتا ہے اور وصل عریاں متحقق و موجود ہو جاتا ہے اور پھر اسی طرح آگے عروج کرتا چلا جاتا ہے ۔ رمز و اشارہ کے بغیر اور وہ بھی مبہم طریقہ سے اور سر آستین میں چھپائے اس مقام کے بارے لب کشائی نہیں ہو سکتی ۔ مخدوم زادہ ہم سے عین الیقین کی وضاحت طلب کرتے ہیں ۔ اور چاہتے ہیں کہ عین علم میں سما جائے ۔ مشکل کام ہے کیا کرے اور کیا کہے اور

[1] سورہ ابراہیم ۔ پارہ وَمَا اُبَرِّیُٔ



Marfat.com

اس کی کس طرح وضاحت کرے۔ اور عقل میں لائے۔ امید ہے کہ مخدوم زادہ صاحب از راہِ کرم معذور قرار دیں گے۔ اور طلب علم سے طلبِ حال کی طرف آئیں گے۔

مخدوم زادہ صاحب نے جو دو سوال کئے ہیں ان کی بلند فطرتی کی خبر دیتے ہیں۔ ایک سوال بطرز خاص عین الیقین کے بیان سے متعلق تھا۔ جیسا کہ مذکور ہوا۔ اور دوسرا سوال متشابہات قرآنی کی تاویل کے بیان سے متعلق تھا جن کا علم علمائے راسخین کا حصہ ہے۔ دوسرے سوال کا جواب پہلے سوال کے جواب سے بھی زیادہ دقیق، زیادہ پوشیدہ اور اور پوشیدہ رکھنے کے لائق ہے اور ظہور و اظہار کے منافی۔

تاویل متشابہات کا علم ان معاملات سے کنایات ہیں جو رسل علیہم الصلوٰت والتسلیمات کے ساتھ مخصوص ہیں اور امتیوں میں سے بہت ہی قلیل افراد کو تبعیت اور وراثت کے طور پر اس علم سے حصہ عطا کرتے ہیں۔ اور اس دنیا میں ان امتیوں پر متشابہات کی تاویل کے جمال کا منہ سے نقاب اٹھاتے ہیں۔ لیکن امید ہے کہ آخرت میں ایک بہت بڑا گروہ تبعیت کے طور پر امتیوں میں سے اس دولت سے بہرہ ور ہوگا۔ اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ اس دنیا میں ان قلیل کے علاوہ بعض دوسروں کو بھی روا ہے کہ اس دولت سے مشرف کریں لیکن حقیقت معاملہ کا علم عطا نہیں کرتے اور تاویل کو منکشف نہیں کرتے۔ بالجملہ جائز ہے کہ متشابہات کی تاویل ان بعض کو حاصل ہو۔ لیکن نہیں جانتا کہ کیا حاصل ہے۔ کیونکہ متشابہات جو معاملات سے کنایات و اشارات ہیں۔ روا ہے کہ معاملہ تو حاصل ہو اور اس معاملہ سے علم حاصل نہ ہو۔ فقیر نے اس معنی کا اپنے خادموں میں بھی مشاہدہ کیا ہے۔ دوسروں کی یہاں کیا رسائی ہو سکتی ہے۔ تمہارے سوال نے اس معاملہ کا امیدوار بنا دیا ہے۔ اے اللہ ہمارے لئے ہمارے نور کو مکمل کر اور ہماری مغفرت فرما۔ بیشک تو ہر شے پر قادر ہے

والسلام

# مکتوب نمبر ۳۶

خواجہ محمد تقی کی طرف صادر فرمایا

امامت کی بحث اور مذہب اہل سنت وجماعت اور مخالفین کے مذاہب کی حقیقت کے بیان میں اور اس بیان میں کہ اہل سنت ہی اعتدال پر ہیں۔ اور اس افراط و تفریط کے بیان میں جو روافض و خوارج نے اختیار کی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کی مدح و ثنا اور اس کے مناسب امور کے بیان میں



Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بعد الحمد والصلوٰۃ و تبلیغ الدعوات ۔عرض کرتا ہے کہ درویشوں سے محبت ، اُن سے ارتباط و الفت ، اس بلند گروہ کی باتیں غور سے سننے کی رغبت اور پاکیزہ طبقہ کے اوضاع و اطوار کی طرف میلان رکھنا خداوند جل سلطانہٗ کی عظیم و جلیل نعمتوں میں سے ہے اور خدا تعالیٰ کی اعظم دولتوں میں سے مخبر صادق علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ " اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ انسان اُن کے ساتھ ہوگا جن سے اُسے محبت تھی "
پس ان کا محب ان کے ساتھ ہے اور حریم قرب کے حرم میں ان کا طفیلی۔ توفیق آثار سعادت اطوار فرزندی ، خواجہ شرف الدین حسین نے ظاہر کیا ہے کہ یہ اوصاف حمیدہ آپ میں پراگندہ تعلقات کے باوجود جمع ہیں اور پسندیدہ معانی بفائدہ کاموں میں گرفتاری کے باوجود جناب میں موجود ہیں اس میں اللہ سبحانہٗ کی حمد اور اس کا احسان ہے۔ آپ کی صلاح اور درستی جماعت عظیم کی صلاح اور درستی ہے اور آپکی فلاح و کامیابی جمع کثیر کی فلاح و کامیابی کو مستلزم ہے۔ خواجہ شرف الدین حسین نے بتایا تھا کہ آپ میری باتوں سے آشنا ہیں اور میرے علوم کو کان لگا کر سننے کی رغبت رکھتے ہیں اور چند کلمات میں آپ کی جناب میں لکھوں تو بہتر ہوگا۔ لہٰذا التماس کرنے والے کی بات مانتے ہوئے چند کلمات لکھے گئے ہیں۔

آج کل امامت کی بحث بہت چھڑی ہوئی ہے اور ہر شخص اپنے گمان اور تخمینے سے باتیں کرنے میں مصروف ہے۔ اس لئے ضرورت کے مطابق اس بحث سے متعلق چند سطور لکھی گئی ہیں۔ اور مذہب اہل سنت و جماعت اور مخالفین کے مذاہب کی حقیقت بیان کی گئی ہے۔

نجابت و بزرگی کے نشانات والے ! اہل سنت و جماعت کی علامات سے ہے۔ شیخین (ابوبکر و عمر) کو فضیلت دینا اور حضور کے دو دامادوں (عثمان و علی) سے محبت رکھنا۔ شیخین کو افضل جاننے کا عقیدہ جب کہ ختنین (عثمان و علی) کی محبت کے ساتھ جمع ہو تو یہ اہل سنت و جماعت کے خصائص میں سے ہے۔ شیخین کو افضل قرار دینے کا عقیدہ صحابہ اور تابعین کے اجماع سے ثابت ہو چکا ہے۔ چنانچہ اسے اکابر آئمہ نے نقل کیا ہے۔ ان میں سے ایک امام شافعی ہیں۔ اور شیخ ابوالحسن اشعری فرماتے ہیں کہ ابوبکر و عمر کا باقی سب امت سے افضل ہونا قطعی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی تواتر سے ثابت ہو چکا ہے کہ آپ نے اپنی خلافت و حکومت کے وقت ایک بہت بڑے گروہ میں فرمایا کہ ابوبکر و عمر اس امت میں سب سے افضل و بہتر ہیں۔ جیسا کہ امام ذہبی نے کہا ہے۔
اور امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پیغمبر علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد سب سے افضل و بہتر مرد ابوبکر ہیں پھر عمر پھر ایک اور شخص۔ اس پر آپ کے صاحبزادے حضرت محمد بن الحنفیہ نے کہا " ایک اور شخص " آپ ہیں تو آپ نے فرمایا میں تو مسلمان مردوں میں سے ایک مرد ہوں۔ مختصر یہ کہ شیخین کی تفضیل کثیر اور معتبر راویوں سے شہرت و تواتر کی حد کو پہنچ چکی ہے۔ اس کا انکار یا از راہ جہالت ہے یا از راہ تعصب



Marfat.com

اور عبدالرزاق جو اکابر شیعہ میں سے ہے۔ جب انکار کی مجال وجرات نہ کر سکا تو بے اختیار تفضیل شیخین کا قائل ہوا۔ اور کہنے لگا۔ جب علی نے شیخین کو اپنے اوپر فضیلت دی ہے تو میں بھی اس کے فضیلت دینے سے اس پر ان کو فضیلت دیتا ہوں۔ اور اگر علی تفضیل شیخین کے قائل نہ ہوتے تو میں بھی ان کی افضلیت کا قائل نہ ہوتا۔ یہ گناہ ہے کہ محبت علی کا دعویٰ کروں اور پھر اس کی مخالفت کروں۔

اور جب زمانہ خلافت ختنین (عثمان و علی رضی اللہ عنہما) میں فتنوں کا ظہور اور لوگوں کے امور میں خلل بہت زیادہ پیدا ہو چکا تھا اور اس طرح لوگوں کے دلوں میں بے حد کدورت اور مسلمانوں میں عداوت و کینے کا غلبہ ہو چکا تھا۔ اس ضرورت کے تحت ختنین کی محبت کو بھی اہل سنت وجماعت کے شرائط میں سے شمار کیا جانے لگا تاکہ کوئی جاہل اس راستے سے خیر البشر علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام کیساتھ بدظنی کا راستہ نہ نکال سکے۔ اور پیغمبر علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کیساتھ بغض وعداوت کی راہ ہموار نہ کرے۔ پس حضرت امیر (علی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت اہل سنت وجماعت ہونے کی شرط لازم قرار پائی۔ اور جو شخص اس محبت سے خالی ہے اہل سنت وجماعت سے خارج ہے اور خارجی کے نام سے موسوم ہے اور جس شخص نے محبت امیر میں جانب افراط اختیار کی اور جتنا چاہیئے اس سے زیادہ کچھ کا قائل ہوا۔ اور اس محبت میں غلو سے کام لیا اور اصحاب خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے متعلق دشنام طرازی اور طعن وتشنیع کی زبان درازی کی اور صحابہ کرام، تابعین، عظام اور سلف صالحین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے طریقہ کو چھوڑا اس نے رافضی نام پایا۔ پس اہل سنت وجماعت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اس افراط وتفریط سے جو روافض وخوارج نے اختیار کی الگ ہیں۔ اور اعتدال کی راہ چلتے ہیں۔ اور شک نہیں کہ حق افراط وتفریط کے درمیان ہے اور افراط وتفریط دونوں مذموم ہیں۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضرت پیغمبر علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے علی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ ہے کہ یہود اس کے دشمن ہوئے یہاں تک کہ اس کی والدہ پر بہتان تراشی کی اور نصاریٰ اس کے یہاں تک دوست ہوئے اور اُسے اس حد تک نیچے لے آئے کہ اُسے وہ مرتبہ دے دیا جو اس کا نہیں تھا یعنی ابن اللہ قرار دے دیا۔ اسکے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرے متعلق عقیدے میں دو گروہ ہلاک اور تباہ ہوئے ہیں۔ ایک وہ جو میری محبت میں حد سے بڑھ گیا۔ اور جو کچھ مجھ میں نہیں میرے لئے ثابت کیا اور دوسرا وہ جس نے مجھ سے دشمنی کی اور عداوت کی وجہ سے مجھ پر بہتان تراشی کی۔ تو خوارج کے حال کو آپ نے یہود سے تشبیہ دی اور نصاریٰ کے حال کو روافض سے کہ دونوں حق وسط سے دور پڑے ہوئے ہیں۔ وہ شخص بہت ہی جاہل ہے جو اہل سنت وجماعۃ



Marfat.com

کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے محبوں میں سے نہ جانتا ہو۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی محبّت کو شیعوں کے ساتھ مخصوص رکھتا ہو۔ حضرت علی کی محبّت شیعیت نہیں ہے۔ خلفاء ثلثہ کی شان میں تبرّا بازی رفض ہے اور اصحاب کرام سے بیزاری، مذموم و قابلِ ملامت ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سلہ

لَوْ کَانَ رَفْضًا حُبُّ اٰلِ مُحَمَّدٍ
فَلْيَشْهَدِ الثَّقَلَانِ اَنِّیْ رَافِضٌ

یعنی آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت رفض نہیں جیسا کہ لوگوں کا گمان ہے اور اگر اسی محبت کا نام رفض ہے تو پھر اس طرح کا رفض مذموم نہیں ہے۔ اس لئے رفض (مذموم) دوسروں کی تبرّیٰ بازی کی راہ سے آتا ہے۔ نہ کہ اہل بیت کی محبت کی راہ سے پس رسول اللہ علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کے محب اہل سنّت ہیں اور فی الحقیقت اہل بیت کا گروہ بھی یہی لوگ ہیں۔ شیعہ جو رسول اللہ علیہ وعلیہم الصّلوات والتسلیمات کی محبّت کا دعوےٰ کرتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو اہل بیت کا گروہ تصور کرتے ہیں۔ اگر اہل بیت کی محبت پر ہی اکتفا کریں اور دوسرے صحابہ سے بیزاری کا اظہار نہ کریں اور تمام اصحاب پیغمبر علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم و توقیر کریں تو یہ درست ہے اور صحابہ کرام کے باہمی اختلافات و تنازعات کو اچھے معانی پر محمول کریں تو اہل سنت میں داخل ہیں اور روافض و خوارج سے باہر ہیں۔ کیونکہ اہل بیت کرام سے محبت نہ رکھنا خروج یعنی خارجی بننا ہے اور صحابہ سے بیزاری رفض ہے اور تمام اصحاب کرام کی تعظیم و توقیر کے ساتھ ساتھ اہل بیت سے محبت رکھنا سنیت ہے۔ مختصر یہ کہ رفض و خروج کی بنا اصحاب رسول علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات سے بغض رکھنے پر ہے اور سنیت کی بنا صحابہ رسول علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات والتحیات سے محبت پر۔ صاحبِ انصاف عقلمند ہرگز بغض صحابہ کو ان کی حُب پر ترجیح نہیں دے سکتا۔ اور پیغمبر علیہ السلام سے دوستی کیوجہ سے سب کو دوست رکھے گا۔ علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔

| | |
|---|---|
| مَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّهُمْ وَ مَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَهُمْ (الحدیث) | جو شخص میرے صحابہ کرام سے محبت رکھتا ہے وہ دراصل مجھ سے محبت رکھنے کی وجہ سے ان سے محبت رکھتا ہے اور اور جو ان سے بغض وعداوت رکھتا ہے وہ دراصل مجھ سے بغض |

سلہ اگر آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنا رفض ہے تو جن و انس گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں۔



Marfat.com

عداوت کیوجہ سے ایسا کرتا ہے۔

اب ہم اصل بات کی طرف آتے ہیں اور کہتے ہیں۔ کہ اہل سنت کے حق میں عدم محبت اہل بیت کا کس طرح گمان کیا جا سکتا ہے۔ حالانکہ یہ محبت ان بزرگوں کے نزدیک جزوِ ایمان ہے اور سلامتی خاتمہ کو اس محبت کی پختگی کے ساتھ انہوں نے وابستہ کیا ہے۔

اس فقیر کے والد بزرگوار جو ظاہری اور باطنی علوم کے عالم تھے۔ اکثر اوقات اہل بیت سے محبت رکھنے کی ترغیب دیتے رہتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ اس محبت کو سلامتی خاتمہ میں بڑا دخل ہے لہذا اس کا بہت خیال رکھنا چاہیے۔ ان کی مرضِ موت میں یہ فقیر حاضر و موجود تھا۔ جب ان کا معاملہ آخر وقت کو پہنچا۔ اس جہان کا شعور و احساس کم رہ گیا تو فقیر نے اس وقت ان کو ان کی بات یاد دلائی۔ اور اس محبت کے متعلق استفسار کیا آپ نے اس بے خودی کے عالم میں فرمایا۔ میں اہل بیت کی محبت میں غرق ہوں۔ اس وقت خدائے عزوجل کا شکر بجا لایا گیا۔ اہل بیت کی محبت اہل سنت کا سرمایہ ہے۔ مخالفین اہل سنت اس حقیقت سے بے خبر ہیں۔ اور اس متوسط و معتدل محبت سے جاہل ہیں۔ انہوں نے خود ہی جانب افراط اختیار کی ہے۔ پھر اس افراط کے ماوراء کو تفریط گمان کرتے ہوئے خروج کا حکم دے دیا ہے۔ اور اُسے خوارج کا مذہب قرار دیا ہے۔ انہوں نے یہ نہ جانا کہ افراط و تفریط کے درمیان ایک حدِ وسط ہے۔ جو مرکز حق اور جائے صدق ہے اور یہ اہل سنت ہی کا حصہ قرار پا چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو قبول کرے۔

تعجب ہے کہ خوارج کو اہل سنت نے قتل کیا اور اہل بیت کے دشمنوں کی بیخ کنی بھی انہوں نے کی ہے۔ اس وقت رافضیوں کا نام و نشان بھی نہ تھا اور اگر تھا بھی تو نہ ہونے کے برابر۔ مگر یہ لوگ اپنے زعم فاسد سے اہل بیت کا محب رَفَضَہ کو تصور کرتے ہیں۔ اور اہل سنت کو روافض کہتے ہیں۔ عجب معاملہ ہے کہ کبھی تو اہل سنت کو خوارج میں سے شمار کرتے ہیں جو افراطِ محبت نہیں رکھتے اور کبھی ان بزرگوں میں نفسِ محبت کا احساس کرتے ہوئے انھیں روافض سمجھنا شروع کر دیتے ہیں۔ لہذا ان رافضیوں نے اپنی جہالت کیوجہ سے اہل سنت کے اولیاء عظام کو جو اہل بیت کی محبت کا دم بھرتے ہیں اور آل محمّد علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کی حُبّ کا اظہار کرتے ہیں، روافض میں گمان کرتے ہیں۔ اور اہل سنت میں سے بہت سے علماءِ کرام کو جو اس محبت میں افراط سے رکتے ہیں اور حضرات خلفاءِ ثلٰثہ کی تعظیم و توقیر میں کوشش کرتے ہیں، خارجی جانتے ہیں۔ ان کی نامناسب جرأتوں پر افسوس ہزار افسوس — اللہ تعالیٰ ہمیں اس محبت میں افراط و تفریط سے بچائے۔

یہ افراطِ محبت ہی کا نتیجہ ہے کہ خلفاءِ ثلٰثہ وغیرہم سے بیزاری و نفرت کو حضرت امیر کی محبت کی شرط



Marfat.com

قرار دیتے ہیں۔ انصاف کرنا چاہیئے کہ یہ کیا محبت ہے جس کے حصول کی شرط پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جانشینوں سے بیزاری ہو۔ اور اصحاب خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوات والتحیات کو دشنام طرازی اور اُن پر لعن طعن ہو۔ اہل سنّت کا یہی گناہ ہے کہ وہ اہل بیت کی محبت کیساتھ ساتھ سرور کائنات کے سب صحابہ کرام علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کی تعظیم و توقیر بھی بجالاتے ہیں۔ اور صحابہ کرام میں سے کسی کو بھی ان کی باہمی مخالفتوں اور تنازعات کے باوجود بُرائی سے یاد نہیں کرتے۔ اور صحبت پیغمبر علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم اور اُن کے حضور علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھی ہونے کی عزت کی بناء پر انھیں خواہش اور تعصب سے دور جانتے ہیں۔ حق والے کو حق پر تسلیم کرتے ہیں اور غلط کو غلط کہتے ہیں لیکن اس کی غلطی کو ہوا و ہوس سے دور رکھتے ہیں۔ اور فکر و اجتہاد کے سپرد کرتے ہیں۔ روافض اہل سنت سے اس وقت خوش ہوں گے جبکہ اہل سنت بھی ان کی طرح دوسرے صحابہ کرام سے بیزاری دکھائیں اور ان اکابر دین سے بدگمان ہو جائیں۔ جس طرح خوارج کی خوشنودی اہل بیت سے عداوت اور آل محمد علیہ وعلیہم الصلوات والبرکات کیساتھ بغض رکھنے سے وابستہ ہے۔ اے ہمارے پروردگار ہمیں ہدایت عطا فرمانے کے بعد ہمارے دلوں کو کجی میں مبتلا نہ کر۔ اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما۔ بیشک تو ہی بہت عطا کرنے والا ہے۔

اکابر اہل سنت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کے نزدیک اصحاب پیغمبر علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات آپس میں لڑائیوں اور جھگڑوں کے وقت تین گروہ تھے۔ ایک جماعت دلیل اور اجتہاد کی روشنی میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق پر ہونے کا اعتقاد رکھتی تھی۔ دوسری جماعت دلیل و اجتہاد کیساتھ آپ کے مخالفین کو حق پر تصور کرتی تھی اور تیسری جماعت اس بارے میں متوقف تھی۔ اور اس نے کسی بھی جانب کو دلیل سے ترجیح نہ دی۔ پس پہلی جماعت پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدد و نصرت ضروری تھی کیونکہ وہ ان کے اجتہاد کے موافق درستی پر تھے۔ اور گروہ پر حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے مخالف گروہ کی نصرت لازم تھی۔ کیونکہ ان کے اجتہاد کا یہی تقاضا تھا اور تیسرے گروہ کیلئے توقف کا راستہ اختیار کرنا ضروری تھا اور کسی ایک جانب کو ترجیح دینا خطا میں داخل تھا۔ پس تینوں گروہوں نے اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کیا۔ اور جو کچھ ان پر لازم و ضروری تھا بجا لائے۔ لہٰذا ملامت کی کیا گنجائش ہے اور ان پر طعن و تشنیع کہاں مناسب ہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں نیز حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے " یہ وہ خون ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا تو ہمیں چاہیئے کہ اپنی زبانوں کو بھی ان سے پاک رکھیں "۔ اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ ایک کے حق ہونے اور دوسرے کے خطا پر ہونے کے متعلق بھی لب کشائی نہیں کرنی کرنی چاہیئے اور سب کو صرف نیکی کیساتھ یاد کرنا چاہیے۔



Marfat.com

اور اسی طرح حدیث نبوی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام میں آیا ہے ۔

اِذَا ذُکِرَ اَصْحَابِیْ فَاَمْسِکُوْا ۔[1] جب میرے اصحاب کا ذکر کرو ۔ تو اپنی زبانوں کو بند رکھو

یعنی جب میرے صحابہ کا ذکر ہو اور ان کے تنازعات کے تذکرے چھڑیں تو تم احتیاط کرو ۔ اور انھیں ایک کو دوسرے پر ترجیح نہ دو ۔

لیکن جمہور اہل سنّت اس دلیل کی بناء پر جو انھیں معلوم ہوئی ہے اس پر ہیں کہ حق حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف تھا اور آپ کے مخالف خطا پر تھے لیکن یہ خطا چونکہ خطا اجتہادی ہے اس لئے ملامت وطعن سے دور اور تشنیع وتحقیر سے پاک ومبرّا ہے ۔ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ ہمارے بھائیوں نے ہم پر بغاوت کی ہے وہ نہ کافر ہیں نہ فاسق ۔ کیونکہ انھیں تاویل کی گنجائش حاصل ہے جو انھیں کفر وفسق سے بچاتی ہے ۔ پس اہل سنّت اور شیعہ دونوں حضرات امیر سے لڑنے والوں کو خطا کار کہتے ہیں ۔ اور دونوں ہی حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی حقیقت کے بھی قائل ہیں ۔ لیکن اہل سنت لفظ خطا اور وہ بھی تاویل پر مبنی سے زیادہ حضرت امیر سے لڑنے والوں کے حق میں کچھ تجویز نہیں کرتے ۔ اور زبان کو طعن وتشنیع سے بچاتے ہیں ۔ اور صحبت خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کے حق میں حفاظت کرتے ہیں ۔ کیونکہ حضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے ۔

"اَللّٰہَ اَللّٰہَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْھُمْ غَرَضًا بَعْدِیْ"[2] میں تمہیں تاکید کرتا ہوں ۔ کہ میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو میرے بعد انہیں نشانہ نہ بنانا

یعنی میرے صحابہ کے بارے میں خدا جل سلطانہٗ سے ڈرو ۔ خدا جل سلطانہٗ سے ڈرو ۔ تاکید کی غرض سے یہ کلمہ آپ نے تکرار سے فرمایا ۔ میرے صحابہ کو اپنی ملامت کے تیر کا نشانہ نہ بنانا ۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا ۔

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تم ان میں سے جس کی اقتدا کروگے ۔ ہدایت پاؤگے

اور بھی بہت سی احادیث تمام صحابہ کرام کی تعظیم وتوقیر میں وارد ہوئی ہیں ۔ پس تمام صحابہ کو معزز ومکرم جاننا چاہیئے ۔ اور ان کی لغزشوں کو اچھے مطالب پر محمول کرنا چاہیئے ۔ یہ ہے اس مسئلہ میں اہل سنّت کا مذہب ۔ اور شیعہ اس باب میں غلو کرتے ہیں ۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ کرنے والوں کی تکفیر کرتے ہیں اور

---

[1] طبرانی بروایت مسعود وثوبان رضی اللہ عنہما اور ابن عدی بروایت عمر رضی اللہ عنہ

[2] ترمذی شریف



Marfat.com

قسم قسم کی طعن و تشنیع اور مختلف گالیوں سے اپنی زبانوں کو آلودہ کرتے ہیں ۔ اگر مقصود حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب حقیقت کا اظہار اور جنگ کرنے والوں کی خطا کا اظہار ہے ۔ تو پھر اس مقصد کے لئے اہل سنّت نے جو موقف اختیار کیا ہے ۔ کافی ہے ۔ اور وہ حدِ اعتدال ہے ۔ اکابر دین کو گالیاں دینا اور طعن و تشنیع کرنا دیانت اور دینداری سے دُور ہے جیسا کہ رافضیوں نے اختیار کر رکھا ہے ۔ اور اصحاب پیغمبر علیہ وعلیہم الصّلوات والتّسلیمات کو گالیاں دینا انہوں نے اپنا دین و ایمان قرار دے رکھا ہے ۔ عجب دین ہے ۔ کہ اصحاب و جانشینان پیغمبر علیہ وعلیہم الصّلوات والتّسلیمات کو گالی دینا ان کا جزوِ اعظم ہے ۔

بدعتی گروہ جنہوں نے مختلف بدعات اختیار کی ہیں ۔ اور اہل سنّت سے جدا ہوئے ہیں ۔ ان تمام گروہوں کے درمیان فرقہ خوارج و روافض درست معاملہ اور حق سے دور جا پڑے ہیں ۔ وہ گروہ جو اکابر دین کو گالیاں دینا اور طعن کرنا ایمان کا جزوِ اعظم تصوّر کرتا ہو ، ایمان سے کیا حصہ رکھے گا ۔ روافض کے بارہ فرقے ہیں ۔ اور سب کے سب اصحاب پیغمبر علیہ وعلیہم الصّلوات والتّسلیمات کی تکفیر کرتے اور خلفاءِ راشدین کو گالی دینا عبادت جانتے ہیں ۔ یہ جماعت اپنے اوپر لفظِ رفض کے اطلاق سے گریز کرتی ہے ۔ اور روافض اپنے سوا اوروں کو قرار دیتے ہیں ۔ کیونکہ روافض کے حق میں احادیث کے اندر بہت وعیدیں وارد ہیں ۔ کاش کہ رفض کے معنی سے بھی اجتناب کرتے ۔ اور اصحاب پیغمبر علیہ وعلیہم الصّلوات والتحیات سے بیزاری اختیار نہ کرتے ۔ ہندوستان کے ہندو اپنے آپ کو ہندو کہتے ہیں ۔ اور لفظ کفر سے پرہیز کرتے ہیں ۔ اور اپنے آپ کو کافر نہیں جانتے ۔ اور کفّار دارالحرب میں رہنے والوں کو گمان کرتے ہیں ۔ ان لوگوں نے غلط سمجھا ہے ۔ دونوں قسمیں کفّار ہیں ۔ اور حقیقت کفر سے موصوف ۔

ان رافضیوں نے شاید پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصّلوات والتّسلیمات کے اہل بیت کو اپنی طرح سمجھ رکھا ہے ۔ اور اُنھیں بھی ابوبکر و عمر کا دشمن خیال کر لیا ہے ۔ اور اس گروہ شیعہ نے تقیّہ کے مطابق جو ان کا مسلک ہے ۔ اہل بیت کو بھی منافق اور دھوکا باز گمان کرتے ہیں ۔ اور اعتقاد کیا ہوا ہے کہ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیس سال تقیّہ کے طور پر خلفاء ثلٰثہ سے منافقانہ طریقہ سے ہم پیالہ اور ہم نوالہ رہے ہیں ۔ اور ناحق ان کی تعظیم و توقیر کرتے رہیں ۔ عجب معاملہ ہے ۔ اگر اہل بیت رسول کی محبت رسول پاک علیہ وعلیہم الصّلوات والتّسلیمات سے محبت کی وجہ سے ہے تو چاہیئے کہ رسول کے دشمنوں سے بھی دشمنی رکھیں ۔ اور انھیں گالی اور ان پر لعنت اہل بیت کے دشمنوں کو گالی دینے اور ان پر لعنت



Marfat.com

سے زیادہ کریں۔ اس محض کے بارے جو دشمن رسول ہے "علیہ الصلوات والتسلیمات" اور انواع واقسام کے آزار اور بے شمار زیادتیاں آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام سے کیں ، اس گروہ شیعہ سے کسی نے نہیں سُنا ہے کہ مُنہ سے گالی دی ہو اور لعنت کی ہو۔ اور اس کی برائیاں بیان کرنے میں لب کشائی کی ہو ابوبکر صدیق کو جو رسول اللہ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کو تمام مردوں سے زیادہ پیارے تھے۔ اپنے زعم فاسد میں دشمن اہل بیت قرار دے کر اس کی شان میں سَبّ وطعن سے زبان درازی کرتے اور نامناسب اُمور اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ یہ کیا دیانت اور دینداری ہے۔ خدا جل شانہٗ نہ کرے کہ ابوبکر وعمر اور باقی صحابہ کرام اہل بیت رسول علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے دشمن ہوں۔ اور آلِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بغض رکھیں کاش کہ یہ اہل بیت کے دشمنوں کو گالیاں دیتے اور اس مذموم فعل کے لئے اکابر صحابہ کرام کے اسماء گرامی منتخب نہ کرتے۔ اور ان بزرگوں سے بدظنی پیدا نہ کرتے۔ اس صورت میں اس باب میں ان کی مخالفت اہل سُنّت سے ختم ہو جاتی۔ کیونکہ اہل سنت بھی اہل بیت کے دشمنوں کے دشمن ہیں۔ اور اُن کی طعن وتشنیع کے قائل ہیں۔

یہ اہل سنت کی خوبی ہے۔ کہ شخص معین کو جو انواع کفر میں مبتلا ہو۔ اسلام وتوبہ کے احتمال سے دوزخی نہیں کہتے۔ اور لعنت کا اطلاق اس کے لئے جائز قرار نہیں دیتے۔ کافروں پر عموماً لعنت جائز سمجھتے ہیں لیکن کسی معین کافر پر اس وقت تک لعنت کرنا جائز نہیں رکھتے۔ جب تک اس کا سوءِ خاتمہ دلیل قطعی سے معلوم نہ ہو جائے۔ اور روافض بے تحاشا حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر لعنت کرتے اور اکابر صحابہ کو گالیوں اور طعن وتشنیع کا نشانہ بناتے ہیں۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ان کو راہ راست اختیار کرنے کی ہدایت دے۔

اس بحث میں دو مقام پر اہل سُنّت اور مخالفین میں اختلاف عظیم پایا جاتا ہے۔ مقام اول یہ ہے۔ اہلِ سُنّت چاروں خلفاء کی خلافت کے حق اور درست ہونے کے قائل ہیں۔ اور چاروں کو خلفاءِ برحق جانتے ہیں۔ کیونکہ صحیح حدیث میں جو غیب کی خبروں میں سے ہے ، آیا ہے [1]

اَلْخِلَافَةُ بَعْدِیْ ثَلَاثُوْنَ سَنَةً — میرے بعد خلافت تیس سال ہوگی

اور یہ مدت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے ساتھ مکمل ہو گئی۔ لہٰذا اس حدیث کے مصداق چاروں خلیفے ہیں۔ اور اس حدیث کے مطابق ترتیب خلافت بھی برحق قرار پاتی ہے۔ اور مخالفین تین خلفاء کی خلافت کی حقیقت کے مُنکر ہیں۔ اور ان کی خلافت کو غصب وغلبہ سے منسوب کرتے ہیں۔ اور امام

---

[1] احمد ، ترمذی اور ابوداؤد بروایت حضرت سفینہ مولیٰ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم



Marfat.com

برحق صرف حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تصور کرتے ہیں۔ اور آپ نے جو تین خلفا کی بیعت کی۔ اُسے تقیہ پر محمول کرتے ہیں۔ اور خیرالانام علیہ و علیٰ اصحابہ الصلوٰۃ والسلام کی آپس کی صحبت و دوستی کو نفاق پر محمول کرتے اور ایک دوسرے کے ساتھ مدارات و نرمی کو فریب اور دھوکا تصور کرتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کے گمان میں حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھی اُن کے مخالفین کے ساتھ محض منافقانہ طور پر دوستی اور تعلق رکھتے تھے۔ اور ان کے دلوں میں جو کچھ تھا زبان سے اس کے خلاف ظاہر کرتے تھے۔ اور مخالفین بھی چونکہ اُن کے گمان میں حضرت امیر اور ان کے ساتھیوں کے دشمن تھے۔ اس لئے ان کی آشنائی بھی نفاق پر مبنی تھی۔ اور دشمنی کو دوستی کے رنگ میں ظاہر کرتے تھے پس روافض کے گمان میں تمام صحابہ پیغمبر علیہ و علیہم الصلوات والتسلیمات منافق اور فریبی تھے۔ (معاذ اللہ) اور ان کا ظاہر اُن کے باطن کے برعکس تھا۔ تو چاہیئے کہ ان کے نزدیک اس امت کے بدترین لوگ صحابہ کرام ہوں۔ اور سب صحبتوں اور مجلسوں میں بدترین حضرت خیرالبشر علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت و مجلس ہو۔ کیونکہ یہ نفاق اور فریب وغیرہ جیسے بُرے اخلاق اسی مجلس سے پیدا ہوئے۔ اور چاہیئے کہ تمام زمانوں میں سے بدترین صحابہ کا زمانہ ہو۔ جو نفاق، عداوت، بُغض، اور کینہ سے لبریز تھا حالانکہ حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ اپنے کلام مجید میں اُنھیں رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ (آپس میں شفیق اور مہربان) فرماتا ہے۔ اللہ سبحانہٗ شیعوں کے بُرے اعتقادات سے بچائے۔

یہ لوگ جب سابقین امت (صحابہ کرام) کو ان بُرے اخلاق سے متصف کرتے ہیں۔ تو متاخرین امت میں کیا بھلائی اور خیریت پائیں گے۔ اس گروہ نے شاید آیات قرآنی اور احادیث نبوی جو صحبت خیرالبشر علیہ علیہم الصلوۃ والسلام اور حضور کے صحابہ کرام علیہ و علیہم الصلوات والسلام کی افضلیت اور اس امت کی خیریت و افضلیت میں وارد ہوئی ہیں۔ نہیں دیکھیں یا اگر دیکھیں ہیں تو ان پر ایمان نہیں۔

قرآن و احادیث صحابہ کرام کی تبلیغ سے ہم تک پہنچی ہیں۔ جب صحابہ کرام مطعون ٹھہرے تو جو دین ان کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے۔ نیز مطعون اور ناقابلِ اعتماد ہوگا۔ نعوذ باللہ سبحانہٗ من ذالک۔ شاید اس گروہ کا مقصود حضور علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کے دین کا ابطال اور آپ کی شریعت کا انکار ہے۔ ظاہر میں رسول پاک علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کے اہلِ بیت سے اظہار محبت کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں آپ کی شریعت کا ابطال کرتے ہیں۔ کاش کہ حضرت علی اور ان کے موافقین کو ہی عیوب سے سالم رہنے دیتے۔ اور تقیہ کے داغ سے جو اہلِ مکر و نفاق کی صفات سے ہے۔ داغ دار نہ کرتے۔ موافقین امیر یا مخالفین امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گروہ میں جس کی تیس برس آپس میں منافقانہ مجلس و صحبت رہی اور جنہوں نے اتنا طویل عرصہ مکر و فریب سے گذارا، کیا فضیلت و اچھائی ان میں ہوگی۔ اور یہ لوگ کسطرح لائق اعتماد



Marfat.com

قرار پائیں گے۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے ہیں۔ اُن کے مطعون ہونے سے نصف احکام شرعیہ مطعون ٹھہرتے ہیں۔ کیونکہ علماءِ مجتہدین نے فرمایا ہے۔ کہ احکام سے متعلق جو تین ہزار احادیث وارد ہیں۔ یعنی تین ہزار احکام شرعیہ جو سُنت سے ثابت ہوئے ہیں۔ ان تین ہزار میں سے پندرہ سو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہوئے ہیں۔ پس ابوہریرہ میں طعن نصف احکام شرعیہ میں طعن ہے۔ اور حضرت امام بخاری فرماتے ہیں۔ کہ حضرت ابوہریرہ سے روایت کرنے والے آٹھ سو صحابہ کرام اور تابعین ہیں۔ جن میں ایک ابن عباس ہیں۔ اور ابن عمر بھی ان سے روایت کرتے ہیں۔ اسی طرح جابر ابن عبداللہ اور انس بن مالک بھی ان سے روایت کرنے والوں میں ہیں۔ اور حضرت ابوہریرہ پر طعن میں جو حدیث حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ لوگ نقل کرتے ہیں۔ سراسر جھوٹ بہتان اور تہمت ہے۔ جیسا کہ علماء نے اس کی تحقیق کی ہے۔

اور حضرت سرور کائنات علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسّلام کی ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فہم علم کے بارے حدیثِ دُعا علماء میں مشہور و معروف ہے۔

قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ حَضَرْتُ مَجْلِسًا لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ يَّبْسُطُ مِنْكُمْ رِدَاءَهٗ حَتّٰى اُفِيْضَ فِيْهِ مَقَالَتِيْ فَيَضُمُّهَا اِلَيْهِ ثُمَّ لَا يَنْسَاهَا فَبَسَطْتُ بُرْدَةً كَانَتْ عَلَيَّ فَاَفَاضَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَقَالَتَهٗ، فَضَمَمْتُهَا اِلٰى صَدْرِيْ، فَمَا نَسِيْتُ بَعْدَ ذٰلِكَ شَيْئًا

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک مجلس شریف میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا تم میں سے کون ہے۔ جو اپنی چادر بچھائے تاکہ میں اس میں اپنی گفتگو (علم) ڈال دوں تو وہ اُسے اپنے ساتھ چمٹا لے پھر اُسے کبھی نہ بھولے تو میں نے چادر بچھادی۔ جو میرے اوپر تھی۔ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اپنا کلام (علم) اس پہ بہا دیا۔ پھر میں نے اُسے اپنے سینے سے لگا لیا۔ اس کے بعد میں کوئی چیز نہیں بھولا۔

تو محض اپنے گمانِ (فاسد) سے دین کی بزرگ شخصیت کو حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دشمن جاننا اور اس کی شان میں لعن طعن کرنا انصاف سے دور ہے۔ یہ سب محبت میں حد سے بڑھنے کے شگوفے ہیں۔ ایسا کرنے والا نزدیک ہے کہ شاید ایمان کی رسی سے اپنا سر باہر نکال لے۔

اور اگر فرضاً حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں تقیہ جائز بھی رکھا ہے۔ تو یہ لوگ حضرت



Marfat.com

امیر کے ان اقوال کے متعلق کیا کہیں گے۔ جو فضیلت شیخین میں اُن سے بطریقِ تواتر منقول ہیں۔

اسی طرح آپ کے ان کلمات قدسیہ کے بارے میں کیا کہیں گے۔ جو آپ سے اپنی خلافت و مملکت کے زمانے میں خلفاءِ ثلثہ کی حقیقتِ خلافت کے متعلق صادر ہوئے۔ کیونکہ تقیہ یہی ہے۔ کہ اپنی خلافت کی حقیقت چھپائے۔ اور تین خلفاء کی خلافت کا بطلان ظاہر نہ کرے۔ لیکن تینوں خلفاء کی کی حقیقت ظاہر کرنا اور افضلیت شیخین کا بیان اس تقیہ سے بالکل علیحدہ امر ہے۔ جس کے صدق و صواب کی کوئی صورت نہیں۔ اور تقیہ کی تاویل سے بھی اس کی تردید کی کوئی صورت نہیں۔

اور نیز صحاح کی احادیث جو درجہ شہرت بلکہ متواتر المعنی ہو چکی ہیں۔ اور حضرت خُلفاءِ ثلثہ وغیرہ کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں۔ اور ان میں سے ایک گروہ کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ ان احادیث کا کیا جواب دیں گے۔ کیونکہ حضرت پیغمبر علیہ و علیٰ آلہ الصّلوۃ والسّلام کے حق میں تقیہ جائز نہیں۔ اس لئے کہ پیغمبروں پر تبلیغ لازم ہے علیہم الصّلوات والتّسلیمات،

اور نیز آیاتِ قرآنی جو اس باب میں نازل ہوئی ہیں۔ تقیہ کی گنجائش نہیں رکھتیں۔ حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ اس گروہ کو توفیق انصاف عطا کرے۔

اور اربابِ عقلِ سلیم جانتے ہیں۔ کہ تقیہ بُزدلی کی صفت ہے۔ اسد اللہ (علی) سے اُسے منسوب کرنا نامناسب ہے۔ بشریت کے تقاضے کے مطابق ایک گھڑی یا دو گھڑی یا ایک دن یا دو دن کے لئے تقیے کی صفت جائز قرار دی جائے۔ تو گنجائش ہے۔ لیکن مسلسل تیس سال بزدلی کی اِس صفت کو اسد اللہ میں ثابت ماننا اور تقیہ پر قائم رکھنا بہت ہی نازیبا ہے۔ اور گناہ صغیرہ پر اصرار کو کبیرہ کہا گیا ہے۔ اربابِ مخالفت اور اصحاب نفاق کی صفات میں سے کسی صفت پر قیام و اصرار کیسے روا ہوگا۔ کاش اس امر کی قباحت محسوس کریں۔ یہ لوگ شیخین کو افضل قرار دینے کے عقیدے سے بھاگتے ہیں۔ جو (ان کے گمان میں) اہانتِ امیر کو مستلزم ہے۔ اور اس کے نتیجہ میں تقیہ کا عقیدہ اختیار کیا ہے۔ اگر تقیے کی صفت کی بُرائی کو جو اربابِ نفاق کی صفت سے ہے، سمجھتے تو ہرگز اُسے جائز نہ رکھتے۔ اور دو بلاؤں میں سے آسان تر کو اختیار کرتے۔ بلکہ ہم کہتے ہیں۔ کہ شیخین کی تقدیم و افضلیت میں حضرت امیر کی کچھ اہانت نہیں۔ کیونکہ حضرت امیر کی خلافت کا برحق ہونا اپنے حال پر قائم ہے۔ اور آپ کا درجہ ولایت اور رتبۂ ہدایت و ارشاد بھی بحال رہتا ہے، کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ،

اور تقیے کے اثبات میں تنقیص و توہین لازم ہے۔ کیونکہ یہ صفت اربابِ نفاق کے خصائص اور اصحابِ مکر و فریب کے لوازم میں سے ہے۔



Marfat.com

دوسرا مقام یہ ہے کہ اہل سنت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم صحابہ خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کے آپس کے اختلافات اور تنازعات کو نیک معانی پر محمول کرتے اور خواہش نفسانی اور تعصب سے دُور جانتے ہیں۔ کیونکہ ان کے نفوس صحبت خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوات والتحیات میں پاک ہو چکے تھے۔ اور ان کے سینے عداوت وکینہ سے بھی صاف ہو چکے تھے۔ غایت ما فی الباب اتنی بات ہے۔ کہ ہر ایک کی اپنی ایک رائے اور اجتہاد تھا اور ہر ایک مجتہد کے لئے اپنی رائے۔ کے مطابق عمل پیرا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ اس وجہ سے ضرورتاً بعض امور میں مخالفت آراء کے سبب مخالفت ومشاجرت لازم ہو گئی۔ اور ہر ایک کیلئے اپنی رائے کی تقلید درست نظر آئی۔ پس ان کی آپس کی مخالفت حق کی موافقت کے لئے تھی نہ کہ خواہش اور نفس امارہ کی ہوس کے باعث۔ اور مخالفین حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑنے والوں کی تکفیر کرتے ہیں۔ اور لڑنے والوں کے حق میں انواع واقسام کی طعن وتشنیع جائز جانتے ہیں۔

جب کہ بعض اُمور اجتہادیہ میں صحابہ کرام نے آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات سے اختلاف رائے کیا ہے۔ اور حضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی رائے مبارک کے خلاف حکم کیا ہے۔ اور ان کا وہ اختلاف مذموم وقابل ملامت نہ تھا۔ اور نزول وحی کے باوجود اس سے ممانعت نہ آئی۔ تو حضرت امیر کے ساتھ اُمور اجتہادیہ میں مخالفت کیسے کفر قرار دی جا سکتی ہے۔ اور حضرت امیر کے مخالف کیوں مطعون اور لائق ملامت ہوں گے۔ حضرت امیر سے جنگ کرنے والا اہل اسلام کا جمّ غفیر ہے۔ جس میں اکابر صحابہ بھی شامل ہیں۔ ان میں سے بعض وہ ہیں۔ جنہیں جنت کی بشارت مل چکی ہے۔ ان کی تکفیر وتشنیع کوئی آسان کام نہیں بہت بڑی بات ہے۔ جو ان کے مونہوں سے نکل رہی ہے۔ نصف دین اور شریعت کے نزدیک ہے جس کی انہوں نے تبلیغ کی ہے۔ اگر وہ مطعون ہوں تو نصف دین سے اعتماد اٹھ جائیگا۔ اور یہ بزرگ کس طرح طعن وتشنیع کے لائق ہو سکتے ہیں۔ جب کہ ان کی کسی روایت کو رد نہیں کیا۔ نہ کسی امیر نے نہ کسی وزیر نے۔

صحیح بخاری جو کتاب اللہ کے بعد صحیح ترین کتاب ہے اور شیعہ بھی اس کا اعتراف کرتے ہیں (فقیر نے احمد تبتی سے جو اکابر شیعہ میں سے ہے، سُنا ہے کہ وہ کہتا تھا۔ کتاب اللہ کے بعد صحیح ترین کتاب، کتاب بخاری ہے)۔ اس کتاب میں حضرت امیر کے موافقین کی روایات بھی ہیں۔ اور آپ کے مخالفین کی بھی۔ اور مخالفت اور موافقت کی بناء پر کسی روایت کو مرجوح یا راجح نہیں سمجھا گیا۔ امام بخاری جس طرح حضرت امیر سے روایت کرتے ہیں معاویہ سے بھی روایت کرتے ہیں۔ اگر حضرت معاویہ اور اس کی روایت میں طعن کا شائبہ بھی ہوتا۔ تو امام بخاری ہرگز اس کی روایت اپنی کتاب میں درج نہ کرتے۔ اسی طرح سلف میں جو



Marfat.com

احادیث کے ناقد گزرے ہیں۔ کسی نے بھی اس وجہ سے روایت حدیث میں فرق نہیں کیا ہے۔ اور نہ مخالفت امیر کو منشاءِ طعن بنایا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ ضروری نہیں کہ تمام اُمور خلافیہ میں حضرت امیر حق پر ہوں اور ان کا مخالف خطا پر۔ اگرچہ معاملہ جنگ میں حق حضرت امیر کی طرف تھا۔ کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ زمانہ صحابہ کے اختلافی اُمور میں علماءِ تابعین اور ائمہ مجتہدین نے حضرت امیر کے غیر کا مذہب اختیار کیا ہے۔ اور حضرت امیر کے مذہب کے مطابق فیصلہ نہیں کیا۔ اگر حق جانب امیر کے لئے ہی متعین و مقرر ہوتا تو اس کے مذہب کے خلاف فیصلہ نہ دیتے۔ قاضی شریح جو تابعین میں سے اور صاحبِ اجتہاد ہوئے ہیں۔ مذہب امیر کے مخالف فیصلہ کیا۔ اور حضرت امام حسن علیہ الرضوان کی گواہی اُن کے بیٹا ہونے کی وجہ سے اُن کے حق میں قبول نہ کی۔ اور مجتہدین نے قاضی شریح کے قول کے مطابق عمل کیا ہے۔ اور بیٹے کی شہادت باپ کے حق میں جائز تسلیم نہیں کی۔ اور بہت سے دوسرے مسائل میں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سوا دوسروں کے اقوال اختیار کئے ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے کے مخالف ہیں۔ انصاف سے تحقیق و تفتیش کرنے والے پر یہ بات پوشیدہ نہ ہوگی۔ (اس بارے میں زیادہ کچھ لکھنے کی گنجائش نہیں کیونکہ) اس کی تفصیل طوالت چاہتی ہے۔ پس خلاصہ کلام یہ ہوا۔ کہ مخالفتِ امیر میں اعتراض کی گنجائش نہیں اور آپ کے مخالف طعن و ملامت کے لائق نہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حبیب رب العالمین کی محبوبہ اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تالبِ قبر مقبول و منظورِ نظر رہیں۔ اور حضرت پیغمبر علیہ السلام نے مرضِ موت کے ایام ان کے حجرہ شریفہ میں گذارے۔ اور ان کی گود میں جان دی۔ اور ان کے حجرہ مطہرہ میں مدفون ہوئے۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت صدیقہ عالمہ مجتہدہ تھیں۔ اور پیغمبر علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام نے نصف دین کے بیان کو اُن کے حوالے کیا اور صحابہ کرام مشکل احکام میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اور مشکل مسائل کا حل اُن سے پاتے تھے۔ اس طرح کی صدیقہ مجتہدہ کو حضرت امیر کی مخالفت کی وجہ سے مطعون کرنا۔ اور ناشائستہ چیزوں کو ان کی طرف منسوب کرنا بہت نامناسب اور پیغمبر علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان رکھنے سے دور ہے۔ حضرت امیر اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے داماد ہیں اور آپ کے چچے کے بیٹے ہیں تو حضرت صدیقہ، حضور علیہ وعلی جمیع اہل بیتہ الصلوٰۃ والسلام کی زوجہ مطہرہ اور آپ کی محبوبہ اور مقبول بارگاہِ رسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

اس سے چند سال پہلے فقیر کی عادت یہ تھی۔ کہ اگر (ایصالِ ثواب کے لئے) کھانا پکاتا تھا۔ تو آلِ عبا کی روحانیت مطہرہ کے لئے مخصوص کرتا تھا۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ (ایصالِ ثواب میں) حضرت امیر، حضرت فاطمہ۔ اور حضرات امامین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ملاتا تھا۔ ایک رات (یہ فقیر) خواب



Marfat.com

میں دیکھتا ہے کہ آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصّلوٰۃ والسّلام تشریف فرما ہیں۔ فقیر آپ کو سلام عرض کرتا ہے۔ آپ فقیر کی طرف توجہ نہیں کرتے اور چہرہ مبارک فقیر کی جانب کے بجائے دوسری طرف رکھتے ہیں۔ اس دوران میں فقیر سے فرمایا کہ میں کھانا عائشہ کے گھر میں کھاتا ہوں۔ جو شخص مجھے کھانا بھیجے، عائشہ کے گھر بھیجے اس وقت معلوم ہوا کہ توجہ شریف مبذول نہ کرنے کا سبب یہ تھا۔ کہ فقیر حضرت صدیقہ کو اس کھانے میں شریک نہیں کرتا تھا۔ اس کے بعد سے حضرت صدیقہ بلکہ آپ کی باقی ازواج مطہرات کو تمام اہل بیت کے ساتھ شریک کرتا اور تمام اہل بیت سے توسّل[1] کرتا ہے۔ پس جو رنج واذیت حضور علیہ وعلیٰ آلہ الصّلوٰۃ والسّلام کو حضرت صدیقہ کی راہ سے پہنچتی ہے۔ وہ اس رنج و ایذا سے زیادہ ہے۔ جو حضرت امیر کی راہ سے آپکو پہنچتی ہے۔ صاحب انصاف عقلمندوں سے یہ بات پوشیدہ نہیں۔

ہاں یہ بات اس صورت میں ہے۔ جب کہ حضرت امیر کی محبت و تعظیم حضرت پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصّلوٰۃ والسّلام کی محبت و تعظیم اور آپ کے واسطہ قرابت کی وجہ سے ہو اور اگر کوئی شخص حضرت امیر کی محبت استقلالاً اختیار کرے۔ اور حضرت پیغمبر علیہ السّلام کی محبت کو دخل نہ دے تو وہ بحث سے خارج ہے اور خطاب کے لائق نہیں۔ ایسے شخص کی غرض دین کا ابطال اور شریعت کی ویرانی ہے۔ ایسا شخص چاہتا ہے۔ کہ بے واسطہ پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصّلوٰۃ والسّلام راہ اختیار کرے۔ اور محمد صلے اللہ علیہ وسلّم کو چھوڑ کر علی کی طرف آجائے۔ اور یہ عین کفر اور محض بے دینی ہے۔ اور علی ایسے شخص سے بیزار اور اس کے کردار سے دکھ اور تکلیف میں ہے۔

صحابہ پیغمبر سے دوستی۔ آپ کے خسر اور دامادوں سے دوستی، پیغمبر علیہ وعلیہم الصّلوات والتّسلیمات سے دوستی کے واسطہ سے ہے۔ اور ان کی تعظیم و تکریم پیغمبر علیہ وعلیہم الصّلوات والتّسلیمات کی تعظیم و تکریم کی وجہ سے ہے۔ حضور علیہ وعلیٰ آلہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا ہے۔

مَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّهُمْ ط۔ حدیث شریف۔ — جس نے ان (صحابہ) سے محبت کی۔ اس نے میرے ساتھ محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی

اس طرح جو شخص ان کا دشمن ہے۔ پیغمبر علیہ السّلام سے دشمنی کی وجہ سے اُن کا دشمن ہے۔ جیسا کہ

---

[1] اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے۔ کہ اموات کو کھانے وغیرہ کا ثواب پہنچتا ہے۔ نیز یہ کہ مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کا توسّل بھی جائز ہے۔ اس مسئلے میں امام ربّانی اور فقہائے اہلِ سُنّت کے مسلک کی تفصیلی معلومات کے لئے ناچیز کی تالیف "مسلکِ امامِ ربّانی" کا مطالعہ کریں۔



Marfat.com

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

مَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَهُمْ ؎ جس نے اُن سے بُغض کیا۔ اس نے دراصل میرے ساتھ بُغض کیوجہ سے اُن سے بغض کیا

یعنی جو محبت میرے صحابہ کرام سے متعلق ہے۔ وہ وہی محبت ہے۔ جو مجھ سے تعلق رکھتی ہے۔ اسی طرح ان سے بُغض وہی بُغض ہے۔ جو مجھ سے تعلق رکھتا ہے۔

طلحہ اور زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اکابر صحابہ اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ ان کی شان میں طعن و تشنیع نامناسب ہے۔ ان پر لعنت و ملامت خود لعنت و ملامت کرنے والے پر لوٹ آتی ہے۔ طلحہ اور زبیر وہی ہیں۔ کہ حضرت فاروق نے اپنے بعد خلافت کا معاملہ چھ افراد کے مشورہ پر چھوڑ دیا اور طلحہ اور زبیر کو بھی ان میں داخل کیا۔ اور آپ نے ایک دوسرے پر ترجیح کی کوئی واضح دلیل نہ پائی۔ اور طلحہ و زبیر نے اپنے اختیار سے اپنا حصہ خلافت چھوڑ دیا۔ اور ہر ایک نے تَرَکْتُ حَظِّیْ کہا یعنی میں نے اپنا حصہ چھوڑ دیا۔ اور طلحہ وہی ہے جس نے حضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی بے ادبی کرنے کے جرم میں اپنے باپ کو قتل کر دیا۔ اور اس کا سر لا کر حضور کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اور قرآن میں اس فعل پر اس کی ثنا وارد ہوئی ہے۔ اور زبیر وہی ہے۔ کہ مخبر صادق علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے قاتل کو دوزخ کی وعید سنائی۔ چنانچہ حضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

قَاتِلُ زُبَیْرٍ فِی النَّارِ زبیر کا قاتل دوزخ میں جائیگا۔

حضرت زبیر پر طعن و لعنت کرنے والا بُرائی میں آپ کے قاتل سے کم نہیں۔

تو اے مخاطب! میں تجھے کہتا ہوں۔ کہ اکابر دین اور کبرائے اسلام پر طعن کرنے سے پرہیز کر جنہوں نے کلمہ اسلام بلند کرنے اور سیدانام علیہ السلام کی مدد و نصرت میں اپنی پوری کوشش صرف کر دی۔ اور رات دن۔ پوشیدہ اور ظاہر دین کی تائید کے لئے اپنے اموال خرچ کئے اور حبّ رسول کی خاطر اپنے خاندان، اپنے قبیلے، اپنی اولاد، اپنی بیویاں، اپنے وطن، اپنے مکانات، اپنے چشمے، اپنی کھیتی باڑیاں اور اپنے درخت اور نہریں سب کچھ چھوڑ دیا۔ اور رسول پاک علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی ذات کو اپنی ذوات پر ترجیح دی۔ اور اپنے اموال اور اپنی اولاد کی محبت کے مقابلے میں آپ کی محبت کو اختیار کیا۔ اور

---

؎ ابن عساکر، بروایت ابو نضرۃ۔ حافظ سیوطی نے کہا ہے۔ کہ اس روایت کے رجال حدیث ثقہ ہیں۔ اور یہ حدیث متعدد طرق سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ تشیۃ المبانی



Marfat.com

آپ کی صحبت میں برکات نبوت سے سرفراز ہوئے۔ اور وحی کا مشاہدہ نصیب ہوا۔ اور حضورِ ملائکہ سے بھی مشرف ہوئے۔ اور خوارق و معجزات دیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ یہاں تک کہ ان کا غیب شہادت اور ان کا علم عین بن گیا۔ اور ا نہیں یقین کی وہ دولت عطا کی گئی جو بعد میں کسی کو نصیب نہ ہو سکی۔ یہاں تک کہ دوسروں کے اُحُد پہاڑ جتنے خرچ کیے ہوئے سونے کا ثواب صحابہ کے ایک سیر جو کے ثواب کے برابر نہیں ہو سکتا۔ اور نہ اس کے نصف ثواب کے برابر ہو سکتا ہے۔ یہی وہ حضرات ہیں۔ جن کی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مدحت و ثنا کی ہے۔ اور اللہ ان سے راضی ہو چکا۔ اور وہ اللہ سے۔ ایسا ہی ان کا حال تورات میں ہے۔ اور ایسا ہی حال انجیل میں مذکور ہے۔ یہ اس کھیتی کی مانند ہیں جس نے سبز گھاس اُگائی۔ پس اُسے قوی اور طاقتور کیا۔ پھر وہ موٹی ہوئی پھر وہ اپنے تنے پر کھڑی ہو گئی۔ کسان کو بڑی خوشنما معلوم ہوتی ہے۔ تاکہ اللہ ان کے ساتھ کافروں کو غیظ و غضب میں مبتلا کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں صحابہ سے ناراض رہنے والوں کو کفار کہا ہے۔ اس لئے میں بار بار کہتا ہوں کہ صحابہ کرام سے بُغض رکھنے سے بالکل اسی طرح بچنا ضروری ہے جس طرح کفر سے۔ "واللہ سبحانہٗ الموفق"

جس جماعت نے آنسرور علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کیساتھ اس طرح کی نسبت ہو۔ اور وہ آپ علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات والتحیات کی بارگاہ میں مقبول و منظورِ نظر ہوں۔ اگر بعض معاملات میں ایک دوسرے کی مخالفت کریں۔ اور ان کا ایک دوسرے سے تنازعہ ہو جائے۔ اور وہ اپنی رائے اور اجتہاد پر عمل کریں تو طعن اور اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں۔ بلکہ ایسے مقام میں اختلاف کرنا اور غیر کی رائے کی تقلید نہ کرنا حق و صواب ہے۔ امام ابو یوسف کے لئے درجہ اجتہاد پا لینے کے بعد امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تقلید خطا ہے۔ اور درست و صواب یہ ہے۔ کہ وہ اپنی رائے کی تقلید کریں۔ امام شافعی، صحابی کے قول کو اپنی رائے پر مقدم نہیں رکھتے۔ چاہیئے جو صحابی بھی ہو خواہ صدیق اکبر یا حضرت علی ہی ہوں، اور اپنی رائے پر عمل کرنے کو درست جانتے ہیں۔ اگرچہ قول صحابی کے مخالف ہی ہو۔ جب مجتہد کے لئے صحابہ کرام کی رائے سے مخالفت کی گنجائش ہے۔ تو اگر صحابہ کرام آپس میں ایک دوسرے سے اختلاف کریں۔ تو کیوں مطعون قرار پائیں گے۔ یا ہم یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ صحابہ کرام نے اُمور اجتہادیہ میں آنسرور علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات سے اختلاف کیا ہے۔ اور آنسرور علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات والتحیات کی رائے مبارک کے خلاف نزولِ وحی کے باوجود حکم کیا ہے۔ لیکن وحی میں ان کی مذمت اور ان کے اختلاف پر مخالفت وارد نہیں ہوئی۔ جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔ اگر یہ اختلاف حق جل شانہٗ کو ناپسند اور نامقبول ہوتا۔ تو ضرور اس سے روک دیا جاتا اور اختلاف کرنے والوں کے



Marfat.com

متعلق وعید نازل ہوتی - تم نہیں دیکھتے کہ جو لوگ آنسرور علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ گفتگو کے دوران آواز بلند کرتے تھے - کس سختی کے ساتھ انھیں آواز بلند کرنے سے روکا گیا - اور اس فعل پر وعید اور ڈانٹ نازل ہوئی - اللہ تعالیٰ نے فرمایا -

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝ " سورۃ الحجرات پ ۲۶ "

اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اونچی نہ کرو - اور نہ ان سے چلا کر بات کرو - جس طرح ایک دوسرے کے ساتھ تم چلا کر بات کرتے ہو - تاکہ تمہارے اعمال ضائع نہ ہو جائیں - اور تمہیں شعور بھی نہ ہو -

جنگ بدر کے قیدیوں میں اختلاف عظیم واقع ہوا تھا - حضرت فاروق اور حضرت سعد بن معاذ نے ان قیدیوں کے قتل کا فیصلہ کیا تھا - اور دوسرے حضرات نے ان کی رہائی اور فدیہ کا فیصلہ کیا - اور آنسرور علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کی رائے میں بقول انہیں آزاد کرنے اور فدیہ لینے کا حکم تھا - اس واقعہ کے علاوہ بھی اختلاف کے بہت سے مواضع ہیں -

اسی قبیلہ سے ہے وہ اختلاف جو کاغذ کے لانے میں صحابہ کرام کے درمیان رونما ہوا - کہ آنسرور علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات نے مرض وصال میں کاغذ طلب فرمایا تھا - کہ صحابہ کے لئے آپ کچھ لکھیں ایک گروہ نے کہا کاغذ لانا چاہیئے - اور دوسرے گروہ نے کاغذ لانے سے روک دیا - حضرت فاروق، روکنے والوں سے تھے - اور آپ نے فرمایا حَسْبُنَا كِتَابُ اللهِ ہمارے لئے اللہ کی کتاب کافی ہے طعن وتشنیع کرنے والوں نے اس راہ سے بھی حضرت فاروق پر اعتراض کیا ہے - اور طعن وتشنیع کی زبانیں کھولی ہیں - حالانکہ درحقیقت یہ طعن کا کوئی مقام نہیں - اس لئے کہ حضرت فاروق جانتے تھے کہ زمانہ وحی منقطع ہوگیا ہے - اور احکام سماوی مکمل ہو چکے ہیں - اور رائے واجتہاد کے سوا اثبات، احکام میں اب کوئی گنجائش نہیں - اس وقت آنسرور علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام جو کچھ بھی تحریر فرمائیں گے - امور اجتہادیہ میں سے ہوگا - جس میں دوسروں کو بھی فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ ۝ یعنی اے اہل بصیرت! عبرت پکڑو، کے مطابق شرکت کی اجازت ہے - اس طرح آپ نے بہتری اس میں محسوس کی کہ اس قدر درد وتکلیف کی حالت میں آپ کو رنج وتکلیف نہیں دینی چاہیئے - اور دوسروں کی رائے اور اجتہاد پر ہی کفایت کرنی چاہیئے - حَسْبُنَا كِتَابُ اللهِ یعنی قرآن مجید جو قیاس واستنباط کا ماخذ ہے - مجتہدین کے لئے کافی ہے - وہ اس سے احکام کا استنباط کریں گے - کتاب اللہ کے ذکر کی تخصیص اس بناء پر ہو سکتی



Marfat.com

سے ہے۔ کہ حضرت فاروق نے قرائن سے معلوم کر لیا ہوگا۔ کہ جن احکام کو آپ لکھنا چاہتے ہیں۔ ان کا ماخذ کتاب اللہ ہے۔ سنّت نہیں تاکہ سنّت کا ذکر بھی کیا جائے۔ پس حضرت فاروق کا کاغذ لانے سے روکنا شفقت و مہربانی کے طور پر تھا۔ کہ آنحضرت کو شدّت تکلیف میں مزید رنج و تکلیف میں نہ ڈالا جائے۔ نیز حضور علیہ و علیٰ آلہ الصّلوٰۃ والسّلام کا کاغذ طلب کرنے کا حکم بھی استحسان و استحباب کے طور پر تھا نہ کہ وجوب کے طور پر تاکہ دوسرے استنباط کی زحمت سے آرام میں رہیں۔ اور کاغذ لانے کا حکم وجوب کے طور پر ہوتا تو آپ اپنے حکم کے جاری کرنے میں مبالغہ اور تاکید فرماتے اور صرف اختلاف کی بناء پر اس سے صرفِ نظر نہ کرتے۔

سوال:۔ حضرت فاروق نے اس وقت کہا تھا۔ اَهَجَرَ اِسْتَفْهِمُوْهُ یعنی کیا حضور غلبہ مرض کے باعث کچھ فرما رہے ہیں۔ تحقیق و تفتیش کرو۔ کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔ حضرت فاروق کے ان الفاظ کا کیا مطلب ہے؟

جواب:۔ حضرت فاروق نے شاید اس وقت سمجھا ہوگا کہ حضور سے یہ کلام درد و تکلیف کی وجہ سے بلا قصد و اختیار صادر ہوا ہے۔ جیسا کہ لفظ اَکْتُبُ "میں لکھتا ہوں" سے وہم ہوتا ہے۔ کیونکہ آنسرور علیہ السّلام نے کبھی کچھ نہیں لکھا۔ نیز آپ نے فرمایا "لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ" "ہرگز میرے بعد گمراہ نہیں ہوگے" جبکہ دین کامل اور نعمت تمام اور رضاء مولیٰ اس سے وابستہ ہو چکی۔ اس کے بعد ضلالت و گمراہی کی کیا صورت ہوگی۔ اور ایک ساعت میں آپ کیا لکھیں گے۔ جس سے گمراہی دور ہوگی۔ جو کچھ تیئس[۲۳] سال لکھا جاتا رہا۔ کیا وہ کافی نہیں اور وہ گمراہی دور نہیں کرتا۔ کہ ایک گھڑی میں شدّتِ مرض کے باوجود کچھ تحریر فرمائیں جو گمراہی دور کرے۔ یہیں سے حضرت فاروق نے سمجھا ہوگا۔ کہ یہ کلام بناء بر بشریّت بے قصد آپ کی زبان مبارک پر جاری ہوا ہے۔ لہٰذا اس کی تحقیق کرو۔ اور از سرِ نو دریافت کرو۔ اور اس دوران اختلافی گفتگو بلند ہو گئی۔ تو حضرت پیغمبر علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا۔ اُٹھ جاؤ اور آپس میں اختلاف نہ کرو۔ کہ پیغمبر کے سامنے اختلاف و نزاع مستحسن نہیں ہے۔ پھر آپ نے اس سلسلہ میں مزید گفتگو نہ کی۔ اور دوات کاغذ طلب نہ فرمایا۔

جاننا چاہیئے۔ کہ امورِ اجتہادیہ میں صحابہ کرام کا آنسرور علیہ وعلیہم الصّلوات والتّسلیمات سے جو اختلاف ہوا۔ اس میں عیاذاً باللہ اگر خواہشِ نفس اور تعصب کا شائبہ ہوتا تو وہ انھیں اہل ارتداد کے گروہ میں کھینچ کر لے آتا۔ اور اہل اسلام کے حلقہ سے باہر پھینک دیتا۔ کیونکہ آنسرور علیہ وعلیہم الصّلوات والتحیات سے بے ادبی اور بد سلوکی کفر ہے۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ مِنْہُ۔ شاید یہ اختلاف فَاعْتَبِرُوا کے حکم کی بجا آوری کے طور پر تھا۔ اس لئے کہ جو شخص درجہ اجتہاد پر فائز ہو۔ اجتہادی امور میں اس کے لئے دوسرے کی رائے اور اجتہاد کی تقلید کرنا خطا اور ناروا ہے۔ ہاں جن احکام منزلہ میں رائے اور اجتہاد کا



Marfat.com

کوئی دخل نہیں ہوسکتا۔ ان میں تقلید کے سوا کسی اور شے کی گنجائش نہیں۔ اور ان پر ایمان لانا اور انھیں تسلیم کرنا واجب وضروری ہے۔ غایۃ مافی الباب اتنی بات ہے۔ کہ صحابہ کرام تکلفات سے پاک اور آرائش الفاظ وعبارات سے بے نیاز تھے۔ ان کا اہتمام اصلاح باطن کے متعلق ہوتا تھا۔ اور ان کا ظاہر ان کی نظر میں بے وقعت اور غیر ملحوظ تھا۔ اور اس زمانہ میں آداب کی رعایت حقیقت ومعنی کے اعتبار سے ہوتی تھی۔ صورت ولفظ کے اعتبار سے نہیں ہوتی تھی۔ حضور علیہ وعلیٰ آلہ الصّلوٰۃ والسّلام کے حکم کی بجاآوری ان کا کام اور آنسرور علیہ وعلیہم الصّلوات والتسلیمات کو ناپسند باتوں سے اجتناب کرنا اُن کا شیوہ تھا۔ انہوں نے اپنے باپ، اپنی مائیں، اپنی اولاد، اور اپنی بیویاں سب آنسرور علیہ وعلیہم الصّلوات والتسلیمات پر قربان کردی تھیں۔ اور کمال اعتقاد واخلاص سے آنسرور علیہ وعلیہم الصّلوات والتحیات کے لعاب مبارک کو زمین پر نہیں گرنے دیتے تھے۔ بلکہ اُسے آبِ حیات کی طرح اُٹھاتے تھے اور حضور علیہ السلام کے فصد کرانے کے بعد آپ کے خون مبارک کو کمال اخلاص سے نوش کرنے کا قصہ مشہور ومعروف ہے۔ اگر کوئی ایسی عبارت جس سے اس جھوٹ اور فریب سے لبریز زمانہ کے لوگوں کے نزدیک بے ادبی کا وہم ہوتا ہو۔ ان بزرگوں سے آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصّلوٰۃ والسّلام کے متعلق صادر ہو تو اُسے اچھے معنی پر حمل کرنا چاہیئے۔ اور عبارت کا حاصل اور خلاصہ لینا چاہیئے۔ الفاظ جیسے بھی ہوں ان کا لحاظ واعتبار نہیں کرنا چاہیئے۔ طریق سلامتی یہی ہے۔ واللّٰہ سُبحانہٗ الموفق۔

سوال :۔ جب احکام اجتہادیہ میں احتمال خطا کی گنجائش ہے۔ تو تمام احکام شرعیہ میں وثوق واعتماد جو آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصّلوٰۃ والسّلام سے منقول ہے۔ کس طرح قائم اور باقی رہے گا۔

جواب :۔ احکام اجتہادیہ تھوڑا وقت گزرنے کے بعد آسمان سے نازل شدہ احکام کی حیثیت اختیار کرلیتے تھے۔ کیونکہ خطا پر ٹھہرائے رکھنا انبیاء کے لئے جائز نہیں، علیٰ نبینا وعلیہم الصّلوات والتسلیمات پس احکام اجتہادیہ میں مجتہدین کے ثبوت اجتہاد اور اختلاف آرا کے بعد حضرت حق جلّ وعلا کے پاس سے ایک حکم نازل ہوتا ہے۔ جو صواب کو خطا سے جُدا کرتا اور حق والے کو باطل والے سے امتیاز بخشتا ہے۔ پس حضور علیہ وعلیٰ آلہ الصّلوٰۃ والسّلام کے زمانہ میں نزول وحی کے بعد جس سے صواب اور خطا میں تمیز ہوتی ہے۔ احکام اجتہادیہ بھی قطعی الثبوت ہوتے تھے۔ اور ان میں خطا کا احتمال نہیں رہتا تھا۔ لہذا حضور علیہ وعلیٰ آلہ الصّلوٰۃ والسّلام کے زمانہ میں ثابت شدہ تمام احکام قطعی اور خطا کے احتمال سے محفوظ ہیں کیونکہ وہ ابتداءً یا انتہاءً وحی قطعی سے ثابت ہوئے ہیں۔ ان احکام کے استنباط واجتہاد سے مقصود یہ تھا۔ کہ مجتہدین دستنبطین کو کرامت وبزرگی کے درجات حاصل ہوں۔ اور مخطی ومُصیب



Marfat.com

اپنے اپنے درجات کے مطابق ثواب پائیں ۔ اس لئے احکام اجتہادیہ میں مجتہدین کے درجات بھی بلند ہوئے اور نزولِ وحی کے بعد ان احکام کی قطعیت بھی ثابت ہو گئی ۔ ہاں زمانہ نبوت کے ختم ہونے کے بعد کے احکام اجتہادیہ ظنی ہیں ۔ جو مفید عمل تو ہیں لیکن مثبت اعتقاد نہیں ہیں ۔ کہ ان کا منکر کافر قرار پائے ۔ ہاں اگر مجتہدین کا اجماع کسی حکم پر منعقد ہو جائے تو وہ مثبت اعتقاد بھی ہو جاتا ہے ۔

## خاتمہ مکتوب ہذا

اب ہم فضائل اہل بیت رسول علیہ و علی آلہ و علیہم الصلوات والتسلیمات والبرکات والتحیات کے بیان کے ذریعہ اس مکتوب کو اچھے خاتمے کے ساتھ ختم کرنا چاہتے ہیں ۔

## ترجمہ احادیث متفقہ فضائل اہلبیت علیہم الرضوان

۱ ۔ عبد البر نے روایت کی ہے ۔ کہ حضور علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ۔ جس نے علی سے محبت کی ۔ اس نے مجھ سے محبت کی ۔ اور جس نے علی سے بغض کیا ۔ اس نے مجھ سے بغض کیا ۔ اور جس نے علی کو اذیت دی ۔ اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے خدا کو اذیت پہنچائی ۔ کتاب الاستیعاب

۲ ۔ حضرت بریدہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم نے فرمایا ۔ اللہ نے مجھے چار افراد سے محبت رکھنے کا حکم دیا اور یہ بھی خبر دی کہ وہ بھی ان سے محبت رکھتا ہے ۔ کہا گیا یا رسول اللہ ہمیں ان کے نام بتائیں ۔ فرمایا علی ان چار میں سے ہے ۔ یہ بات آپ نے تین بار فرمائی ۔ اور ابوذر اور مقداد اور سلمان (فارسی) رضی اللہ تعالیٰ عنہم

ترمذی و حاکم اور حاکم نے اسکی تصحیح بھی کی ہے

۳ ۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ۔ کہ بیشک نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ و علی آلہ وسلم نے فرمایا ۔ علی کو دیکھنا عبادت ہے ۔ طبرانی و حاکم باسنادِ حسن

۴ ۔ حضرت براء سے روایت ہے ۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دیکھا ۔ جب کہ آپ کے کندھے پر حضرت حسن تھے ۔ اور آپ علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے تھے ۔ اے اللہ ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر ۔ بخاری و مسلم

۵ ۔ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ۔ انہوں نے کہا ۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا ۔ جب کہ سامنے منبر پر تشریف فرما تھے ۔ اور حضرت حسن ان کے ایک پہلو میں تھے ۔ اور آپ ایک بار لوگوں کی طرف دیکھتے اور ایک بار حضرت حسن کی طرف ۔ کہ بیشک میرا بیٹا



Marfat.com

سید ہے۔ اور امید ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کرائے گا۔

بخاری

۶ - حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔ کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو اس حال میں دیکھا۔ کہ حسن وحسین آپ کی دو رانوں پر تھے۔ تو آپ نے فرمایا۔ میرے یہ بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں۔ تو بھی ان سے اور جو ان دونوں سے محبت کرے، محبت کر۔

ترمذی شریف

۷ - حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے۔ کہ رسولُ اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے سوال کیا گیا۔ آپ کو آپ کے اہل بیت میں سب سے زیادہ کس سے محبت ہے۔ آپ نے فرمایا حسن اور حسین سے۔ ترمذی شریف

۸ - مسور بن مخرمہ سے روایت ہے۔ کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا فاطمہؓ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے۔ جس نے اسے ناراض کیا۔ اس نے مجھے ناراض کیا۔ اور ایک روایت میں ہے۔ جو چیز فاطمہ کو ناراض کرتی ہے۔ وہ مجھے بھی ناخوش کرتی ہے۔ اور جو چیز اُسے رنجیدہ کرتی ہے۔ مجھے بھی رنجیدہ کرتی ہے۔ بخاری ومسلم

۹ - ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ بیشک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کو فرمایا۔ کہ فاطمہ مجھے تجھ سے زیادہ محبوب ہے۔ اور تو اس سے زیادہ مجھے عزیز ہے۔

حاکم

۱۰ - حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ بیشک لوگ حضرت عائشہ کی باری کے دن ہدیے بھیجنے کا قصد کرتے تھے۔ جس سے ان کا مقصد پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی رضا جوئی ہوتا تھا۔ اور وہ کہتی ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی ازواج مطہرات دو گروہوں میں منقسم تھیں۔ ایک گروہ وہ تھا۔ جس میں حضرت عائشہ، حضرت حفصہ، حضرت صفیہ، اور حضرت سودہ تھیں۔ اور دوسرا گروہ حضرت ام سلمہ اور حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی دوسری ازواج مطہرات کا تھا۔ تو حضرت اُمِ سلمہ کے گروہ نے حضرت ام سلمہ سے کہا۔ تم رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کرو۔ کہ آپ لوگوں سے فرمائیں جو شخص رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں ہدیہ بھیجنا چاہے۔ وہ وہاں ہی بھیج دیا کرے۔ جہاں حضور تشریف فرما ہوں۔ چنانچہ حضرت ام سلمہ



Marfat.com

نے یہ بات آپ کی خدمت میں عرض کردی۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ اے اُمِّ سلمٰی مجھے تکلیف نہ دے کیونکہ مجھ پر عائشہ کے کپڑوں (بستر) کے سوا کسی عورت کے کپڑوں میں وحی نازل نہیں ہوتی۔ اُمّ سلمہ نے عرض کی یا رسول اللہ میں آپ کو اذیت پہنچانے سے اللہ سبحانہٗ کی بارگاہ میں توبہ کرتی ہوں۔ پھر انہوں نے حضرت فاطمہ کو بلایا۔ اور رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت اقدس میں روانہ کیا۔ تو حضرت فاطمہ نے جا کر یہ بات عرض کی۔ اس پر آپ نے فرمایا اے میری بیٹی! کیا تو اسے محبوب نہیں رکھتی۔ جسے میں محبوب رکھتا ہوں۔ آپ نے عرض کیا ہاں۔ تو فرمایا پھر تو بھی عائشہ سے محبت رکھ۔

بخاری و مسلم شریف

۱۱ - حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں، مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی کسی بیوی پر رشک نہیں آیا۔ سوائے حضرت خدیجہ کے۔ اور میں نے انہیں دیکھا بھی نہیں۔ لیکن حضور ان کا اکثر ذکر فرماتے رہتے تھے۔ اور بسا اوقات آپ ایک بکری ذبح فرماتے۔ پھر اس کے گوشت کے ٹکڑے کرتے۔ پھر حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کو بھیجتے تھے۔ تو میں حضور سے بہت دفعہ کہتی کہ شاید دنیا میں خدیجہ کے سوا کوئی عورت ہی نہیں ہوئی۔ تو آپ فرماتے خدیجہ میں یہ یہ خوبیاں تھیں۔ اور اسی سے میری اولاد ہوئی۔

بخاری و مسلم شریف

۱۲ - حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا۔ عباس مجھ سے ہے۔ اور میں اس سے۔ ترمذی شریف

۱۳ - ابو سعید سے روایت ہے۔ بیشک فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے۔ اللہ اس شخص پر سخت ناراض ہے۔ جس نے میری عترت (اہل بیت) کے بارے میں مجھے اذیت پہنچائی۔

دیلمی شریف

۱۴ - حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا۔ جس نے میرے اہل بیت سے نیک سلوک کیا۔ قیامت کے روز میں اسے اس پر بدلہ دونگا۔

ابن عساکر

۱۵ - حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے پل صراط پر زیادہ ثابت قدم وہ ہوگا۔ جو میرے اہل بیت اور میرے صحابہ سے زیادہ محبت رکھتا ہوگا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ (ابن عدی و دیلمی)



Marfat.com

الٰہی بحق بنی فاطمہ[له] | کہ بر قولِ ایمان کنی خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی در قبول | من و دست و دامانِ آلِ رسول

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَعَلٰى جَمِيْعِ إِخْوَانِهٖ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَالْمَلٰئِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَعَلٰى سَائِرِ عِبَادِ اللهِ الصّٰلِحِيْنَ أَجْمَعِيْنَ ط

# مکتوب نمبر ۳

ان مکتوبات شریفہ کے جامع فقیر حقیر عبدالحی کی طرف صادر فرمایا۔

فضائل کلمہ طیبہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط رب جل سلطانہ کے غضب و غصہ کو ٹھنڈا کرنے میں کوئی چیز بھی اس کلمہ طیبہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ سے زیادہ نافع نہیں۔ جب کہ یہ کلمہ طیبہ دوزخ کی آگ میں پڑنے کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے۔ تو دوسرے غصوں کو جو اس سے کمتر ہیں، بطریقِ اولیٰ ٹھنڈا کرتا۔ اور تسکین دیتا ہے۔ کیوں تسکین نہ دے جب کہ بندہ اس کلمہ طیبہ کے تکرار کے ذریعے ماسوائے حق کی نفی کر کے سب سے منہ پھیر کر معبود برحق کو ہی قبلۂ توجہ بناتا ہے۔ غضب کا سبب پراگندہ توجہات تھیں جن میں وہ مبتلا تھا۔ جب پراگندہ توجہات کی بندہ نے نفی کر دی تو اللہ تعالیٰ کا غضب و غصہ بھی جاتا رہا۔ اس معنی کو تو عالم مجاز میں مشاہدہ کر سکتا ہے۔ جب مالک اپنے غلام سے ناراض ہوتا اور اس پر غضب کا اظہار کرتا ہے۔ تو حسن فطرت والا غلام اپنے مالک کے سوا سے توجہ ہٹا کر اپنے آپ کو مالک کی طرف متوجہ کر لیتا ہے۔ اس وقت مالک کو اپنے مملوک کے حق میں شفقت و رحمت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور غضب و غصہ رفع ہو جاتا ہے۔ اور اس کلمہ طیبہ کو آخرت کے ننانوے ذخیرہ ہائے رحمت کی چابی قرار دیا گیا ہے۔ یہ فقیر یوں محسوس کرتا اور جانتا ہے۔ کہ ظلماتِ کفر اور کدورتِ شرک سے رفع کرنے میں اس کلمہ طیبہ سے بڑھ کر شفاعت کرنے والی کوئی چیز نہیں۔ جس شخص نے اس کلمہ کی تصدیق کی ہو اور ایمان کا ایک ذرہ بھی حاصل کر لیا ہو اور پھر سوائے

---

[له] اے اللہ! اولادِ فاطمہ کے طفیل مجھے ایمان پر خاتمہ نصیب کرنا۔ تو میری دعا رد کر یا قبول میں ہوں میرا ہاتھ ہے اور آلِ رسول کا دامن ہے



Marfat.com

کفر اور رذائل شرک میں گرفتار ہو چکا ہو۔ تو اُمید ہے۔ کہ اس کلمہ طیبہ کی شفاعت سے عذاب سے باہر اور دائمی عذاب دوزخ سے نجات پا جائے گا۔ جس طرح اس امت کے باقی کبیرہ گناہوں کی سزاؤں کے دفع کرنے میں حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہٖ وسلم کی شفاعت بہت نفع مند اور کارگر ہے۔ اور یہ جو میں نے کہا ہے "اس امت کے گناہ کبیرہ" اس بناء پر کہا ہے۔ کہ پہلی امتوں میں کبیرہ گناہوں کا ارتکاب بہت کم ہوا ہے۔ بلکہ رسوم اور رذائل شرک کی ملاوٹ و آمیزش بھی کم ہے۔ شفاعت کی محتاج زیادہ تر یہی امت ہے۔ پہلی امتوں کا ایک گروہ کفر پر مُصر تھا۔ اور دوسرے گروہ نے اخلاص سے ایمان قبول کیا اور احکامِ خداوندی کی بجا آوری کی۔ یہ گناہوں سے بھری ہوئی امت ہلاک ہو جاتی۔ اگر کلمہ طیبہ ان کی شفاعت نہ کرتا۔ جس طرح اگر خاتم الرسل علیہ و علیہم الصلوات والتسلیمات والتحیات اس امت کی شفاعت نہ کرتے اُمَّۃٌ مُذْنِبَۃٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ یہ گناہ گار اُمت ہے اور رب تعالیٰ بخشنے والا ہے۔ جس قدر معافی اور بخشش حق جل و علا اس اُمت کے لئے کام میں لائے گا۔ معلوم نہیں کہ پہلی اُمتوں کے لئے بھی کام میں نہ لائے۔ ایک کم سو رحمت شائد اسی پر گناہ کے لئے ذخیرہ کے طور پر رکھی گئی ہے۔

لہ کہ مستحق کرامت گناہگاراں اند

اور جب کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ عفو و مغفرت کو دوست رکھتا ہے۔ اور کوئی مقام اور محل بھی اس پُر تقصیر امت کے عفو و مغفرت کے برابر نہیں۔ اس لئے یہ امت خیر الامم قرار پائی۔ اور کلمہ طیبہ جو افضل الذکر ہے۔ اس امت کی شفاعت کرنے والا ہے۔ اور ان کی شفاعت کرنے والے پیغمبر کو سیّد الانبیاء کا خطاب ملا۔ علیہ و علیہم الصلوات والتحیات "یہی وہ لوگ ہیں۔ جن کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ حسنات سے بدل دے گا" اور اللہ غفور رحیم ہے " ہاں ارحم الراحمین ایسا ہی ہوتا ہے اور اکرم الاکرمین کی شان یہی ہوتی ہے ؎

بر کریماں کارہا دشوار نیست

اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے آسان ہے۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا اے ہمارے پروردگار! ہمارے گناہ بخش اور

---

لہ کیوں کہ بخشش کے مستحق گناہ ہی ہوتے ہیں۔

ٗ کرم والوں کے لئے کوئی کام مشکل نہیں۔



Marfat.com

| | |
|---|---|
| فِیْ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ ط | ہمارے کام میں ہمارے حد سے بڑھنے کو بھی معاف فرما۔ اور ہمارے قدم مضبوط کر اور کافروں کے خلاف ہماری مدد و نصرت فرما۔ |

نیز اس کلمہ کے فضائل میں سے سنو۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم وبارک نے فرمایا

| | |
|---|---|
| مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ ط[1] | جس نے کلمہ طیبہ کی تصدیق کی۔ جنت میں داخل ہوگا۔ |

کوتاہ نظر لوگ تعجب کرتے ہیں۔ کہ صرف لا الٰہ الا اللہ کہنے سے دخولِ جنت کیسے میسر آئیگا۔ یہ لوگ اس کلمہ طیبہ کی برکات سے واقف نہیں۔ اس فقیر کو محسوس ہوا ہے۔ کہ اگر تمام عالم کو صرف اس کلمہ طیبہ کے طفیل بخش دیں اور بہشت میں بھیج دیں تو گنجائش رکھتا ہے۔ اور مشاہدے میں اس طرح آتا ہے کہ اگر اس کلمہ مقدسہ کی برکات کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تمام عالم پر تقسیم کرتے رہیں۔ سب کو کفایت کرتا اور سب کو سیراب کرتا ہے۔ تو اس کلمہ طیبہ کی برکات کس قدر بڑھ جاتی ہیں۔ جب کہ اس کے ساتھ کلمہ مقدسہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ جمع ہو جائے۔ اور تبلیغ توحید کے ساتھ مل جائے۔ اور رسالت ولائت کی ساتھی بن جائے۔ ان دو کلموں کا مجموعہ ولائت و نبوّت کے کمالات کا جامع ہے۔ اور ان دو سعادتوں کا پیشوائے راہ ہے۔ یہی کلمہ ہے۔ جو ولائت کو ظلمات ظلال سے پاک کرتا اور نبوت کو درجہ عُلیا تک پہنچاتا ہے۔ اے اللہ! ہمیں کلمہ طیبہ کی برکات سے محروم نہ کر اور ہمیں اس پر ثابت رکھ۔ اور ہمیں اس کی تصدیق پر موت نصیب فرما۔ اور اس کی تصدیق کرنے والوں کے ساتھ ہمارا حشر فرما۔ اور ہمیں اس کی حرمت اور اس کی تبلیغ کرنے انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات والتحیات والبرکات کی حرمت سے جنت میں جانا نصیب فرما۔

نیز جب نظر اور قدم عاجز رہ جاتے ہیں۔ اور ہمت کے پر و بال نیچے لٹک جاتے ہیں۔ اور معاملہ غیب صرف تک جا پہنچتا ہے۔ اس مقام میں کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ط کے پاؤں کے بغیر نہیں چلا جا سکتا۔ اور اس کلمہ مقدسہ کی آغوش میں بیٹھ کر ہی اُس مسافت کو طے کیا جا سکتا ہے۔ اس مقام میں اس کلمہ طیبہ مقدسہ کو ایک بار پڑھنے والا اس کلمہ طیبہ مقدسہ کی حقیقت کی امداد و اعانت سے اُس مسافت کا ایک قدم طے کرتا ہے۔ اور اپنی ذات سے دور اور حق جل وعلا کے

---

[1] حاکم بروایت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ



Marfat.com

قریب جا پڑتا ہے۔ اور اس مسافت کا ایک جزو تمام دائرہ امکان سے کئی گنا زیادہ ہے۔ اس سے اس کلمہ طیبہ کے ذکر کی فضیلت معلوم کی جا سکتی ہے۔ کہ اس کلمہ کے سامنے ساری دنیا کی کچھ حیثیت و قدر و قیمت نہیں ہے۔ کاش کہ ساری دنیا اس کے سامنے اتنی حیثیت ہی رکھتی جتنی ایک قطرے کی دریائے محیط کے سامنے ہوتی ہے۔ اس کلمہ طیبہ کی عظمت کا ظہور پڑھنے والے کے درجات کے مطابق ہوتا ہے۔ جس قدر پڑھنے والے کا درجہ زیادہ ہو گا۔ اس کلمہ مقدسہ کی عظمت کا ظہور بھی زیادہ ہو گا۔

یزیدک وجھہ حسنا ۔۔۔ اذا ما زدتہ نظراً

معلوم نہیں کہ اس دنیا میں کوئی آرزو اس کے برابر ہو کہ ایک کونے میں بیٹھا ہو۔ اور اس کلمہ طیبہ سے لذت گیر اور محظوظ ہوتا رہے۔ لیکن کیا کیا جائے۔ کہ تمام آرزوئیں میسر نہیں۔ اور غفلت اور خلق کے میل جول سے چارہ نہیں۔

اے ہمارے رب! ہمارے نور کو مکمل کر۔ اور ہماری مغفرت فرما۔ بیشک تو سب کچھ کر سکتا ہے۔

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

# مکتوب نمبر ۳۸

حاجی یوسف کشمیری کی طرف صادر فرمایا

اس بیان میں کہ اہل اللہ کے باطن کا دنیا سے رائی برابر تعلق نہیں ہوتا۔ اگرچہ ظاہراً دنیا اور اسباب دنیا سے وابستہ ہوتے ہیں۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

خدائے جل سلطانہٗ کی معرفت اس شخص کے لئے حرام ہے۔ جس کے باطن میں دنیا کی رائی

---

لہ جتنی زیادہ بار تو اس کے چہرے کو دیکھے تجھے اس کا چہرہ زیادہ حسین نظر آئے گا۔



Marfat.com

برابر محبت بھی موجود ہو۔ یا اس کے باطن کا اتنی مقدار میں بھی دنیا سے تعلق موجود ہو یا دنیا کی اتنی مقدار بھی اس کے باطن میں گزرے۔ جس طرح اس کا ظاہر کہ باطن سے بمراحل دُور ہے۔ اور آخرت سے دنیا میں آکر افادہ و استفادہ کی مناسبت کی شرط کے حصول کی خاطر لوگوں سے اختلاط پیدا کیا ہوا ہے۔ اس بناء پر اگر دنیا کی بات کرے۔ اور اس کے اسباب سے وابستہ ہو تو اس کی گنجائش ہے۔ اور کوئی بُری چیز نہیں بلکہ اچھی بات ہے۔ تاکہ بندوں کے حقوق بیکار نہ ہوں اور افادہ استفادہ کا راستہ بند نہ ہو۔ پس ایسے شخص کا باطن اُس کے ظاہر سے بہتر ہے اور جو نما گندم فروش کی طرح ظاہر بین لوگ اُسے اپنی مانند گندم نما جو فروش تصور کرتے ہیں۔ اور اس کے ظاہر کو اُس کے باطن سے بہتر جانتے ہیں۔ اور خیال کرتے ہیں۔ یہ بھی ظاہراً دنیا سے بے تعلق لیکن باطناً گرفتارِ دنیا ہے۔ رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ ط

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی
عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوٰتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ الْعُلٰی

# مکتوب نمبر ۳۹

سید عبدالباقی رنگپوری کی طرف صادر فرمایا

اصحابِ یمین، اصحابِ شمال اور سابقین کے بیان میں جنہوں نے ایک قدم شمال اور دوسرا یمین پر رکھا ہوا ہے۔ اور سبقت کا گیند میدانِ اصل تک لے گئے ہیں۔ اور اس کے مُناسب اُمور کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی،

اللہ تعالیٰ تجھے رشد و ہدایت کرے، جان کہ اصحابِ شمال وہ لوگ ہیں۔ جو تاریک پردوں میں ہیں اور اصحابِ یمین نورانی پردوں والے۔ سابقین وہ ہیں جو ان ظلمانی اور نورانی پردوں سے باہر نکلے ہوئے اور ایک قدم شمال پر اور دوسرا یمین پر رکھ کر سبقت کا گیند میدانِ اصل میں سے لے گئے ہیں۔ اور امکانی اور وجوبی ظلال سے اوپر گذر گئے ہیں۔ اور انہوں نے اسم و صفت اور شان و اعتبار سے سوائے ذات تعالیٰ و تقدس کے کچھ نہیں چاہا۔ اصحابِ شمال کفر و شقاوت والے ہیں۔ اور اصحابِ یمین اہل



Marfat.com

اسلام اور اربابِ ولایت ہیں - اور بالاصالتہ سابقین انبیاء علیہم الصّلوات والتّسلیمات ہیں - تابع ہونے کے اعتبار سے جسے بھی اس دولت سے مشرف کر دیں - تبعیت کے طور پر یہ دولت زیادہ تر انبیاء علیہم الصّلوات والتسلیمات والتحیات کے اکابر صحابہ میں پائی جاتی ہے - اور قلت و ندرت کے طور پر غیر اصحاب میں بھی متحقق ہے - اور فی الحقیقت یہ شخص بھی گروہ صحابہ میں شامل اور کمالات انبیاء علیہم الصّلوات والبرکات سے ملحق ہے - شاید ایسے ہی شخص کے حق میں حضور علیہ و علیٰ آلہ الصّلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے -

لاَ یُدْرٰی اَوَّلُهُمْ خَیْرٌ اَمْ اٰخِرُهُمْ[1] نہیں معلوم کیا جا سکتا کہ ان کے پہلے بہتر ہیں یا پچھلے -

اگرچہ حضور علیہ و علیٰ آلہ الصّلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا ہے -

خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ[2] سب زمانوں سے بہتر میرا زمانہ ہے -

کیونکہ اپنے زمانے کو قرون کے اعتبار سے بہتر فرمایا اور آخری زمانے کو اشخاص کے لحاظ سے و اللہ سبحانہٗ اعلم،

لیکن انبیاء علیہم الصّلوات والتسلیمات کے بعد افضلیت شیخین (ابوبکر و عمر) پر اہل سنت کا اجماع ہے ایسا کوئی نہیں - جو ابوبکر پر سبقت لے گیا ہو - اس امت کے سابقین کے پیشرو وہ ہیں - اور اس اُمت کے پہلوں کے پہلے بھی آپ ہیں - اور حضرت فاروق آپ کے توسّل کی بدولت افضلیت سے مشرف ہوئے ہیں - اور آپ کے توسط سے دوسروں سے فوقیت لے گئے ہیں - یہی وجہ ہے - فاروق کو خلیفہ صدیق کہتے ہیں - اور خطبے میں آپ کو رسول اللہ کے خلیفے کا خلیفہ کہتے ہیں - اس معاملہ کے شاہ سوار حضرت صدیق ہیں اور حضرت فاروق ان کے ردیف ہیں - کیا اچھا ردیف ہے جو اپنے شاہ سوار سے موافقت کرتا اور اس کے خصوصی اوصاف میں شرکت فرماتا ہے -

ہم اصل بات کی طرف آتے ہیں - اور کہتے ہیں کہ سابقین یمین و شمال کے احکام سے خارج ہیں - اور ظلمانی و نورانی معاملات سے اوپر ہیں - ان کے اعمال نامے کتاب یمین اور کتاب شمال سے الگ ہیں - اور ان کا محاسبہ اصحاب یمین و اصحاب شمال کے محاسبہ کے علاوہ ہے - ان کے ساتھ کاروبار علیحدہ اور ان کے ساتھ کرشمہ و ناز جدا ہے - اصحاب یمین اصحاب شمال کی طرح ان کے کمالات سے کیا پا سکتے ہیں - اور ارباب

---

[1] ترمذی شریف بروایت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

[2] بخاری و مسلم شریف .



Marfat.com

ولایت ان کے اسرار سے کیا حاصل کر سکتے ہیں۔ مقطعات قرآنی کے حروف ان کے اسرار کے رموز اور متشابہات فرقانی ان حق کے مدارج وصول کے خزانے ہیں۔ اصل سے وصول نے انھیں ظل سے فارغ کر دیا ہے۔ اور ارباب ظلال کو ان کے حریم خاص سے دُور کر دیا ہے۔ مقرب یہی ہیں۔ اور روح و ریحان انہی کا حصہ ہے۔ یہی ہیں جو فزع اکبر (بڑے خوف) سے فکرمند نہ ہوں گے۔ اور قیامت کے دہشت ناک واقعات سے نہیں گھبرائیں گے۔ اے اللہ! ہمیں ان کے دوستوں میں سے کر۔ کیونکہ انسان اسکے ساتھ شمار ہوتا ہے۔ جس سے پیار کرتا ہے۔ بصدقہ سیدالمرسلین علیہ و علیٰ آل کل الصلوات والتسلیمات والتحیات والبرکات۔

# مکتوب نمبر ۴۰

مولانا بدرُالدین کی طرف صادر فرمایا

اس بیان میں کہ حجابات کا ازالہ شہود کے اعتبار سے ہے نہ کہ وجود
کے متعلق ہے۔ اور اُس کے مُناسب اُمور کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ط

حضرت ذات تعالیٰ و تقدس کے اسماء و صفات اور شیون و اعتبارات کے حجابات کا ازالہ دو قسم ہے ایک ازالہ شہود کے اعتبار سے ہے۔ اور دوسرا وجود کے اعتبار سے۔ ازالہ وجودی محال ہے۔ اور ازالہ شہودی ممکن بلکہ واقع ہے۔ اگرچہ بہت ہی قلیل اور اخص خواص لوگوں کا حصہ ہے۔ اور وہ جو حدیث میں آیا ہے [1]

| | |
|---|---|
| اِنَّ لِلّٰہِ سَبْعِیْنَ اَلْفَ حِجَابٍ مِّنْ نُّوْرٍ وَّ | بیشک اللہ تعالیٰ کے لئے نور اور ظلمات کے |
| ظُلْمَۃٍ لَوْ کُشِفَتْ لَاَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ | ستر ہزار پردے ہیں۔ اگر وہ اُٹھا دیئے جائیں |
| وَجْہِہٖ مَا انْتَہٰی اِلَیْہِ بَصَرُہٗ مِنْ | تو اس کے چہرے کے انوار وہاں تک ہر شے کو |

[1] فتوحات مکیہ۔ مشکوۃ شریف اور اشعۃ اللمعات ترجمہ مشکوٰۃ مختلف الفاظ کے ساتھ۔



Marfat.com

خَلْقِہٖ ط جلا دیں۔ جہاں تک اس کی نگاہ پہنچتی ہے۔

اس حدیث میں وارد کشف و ازالہ سے مراد وجودی کشف و ازالہ ہے۔ جو ممتنع ہے۔ اور جو کچھ اس فقیر نے اپنے بعض رسائل میں لکھا ہے۔ کہ حضرت ذات تعالیٰ و تقدس سے تمام حجابات کا ازالہ ہو جاتا ہے تو اس ازالہ سے مراد ازالہ شہودی ہے۔ چنانچہ حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ کسی شخص کو ایسی بصارت عطا فرماتا ہے۔ جس سے وہ حجابات و پردوں کے پیچھے پوشیدہ چیزیں دیکھتا ہے۔ یہاں حجابات و پردوں کا ازالہ شہود کے اعتبار سے ہے۔ تو اسی طرح یہ بھی۔ یہ تو معلوم ہو گیا کہ جو کچھ فقیر نے لکھا ہے۔ حجابات کے عدم ازالہ کی حدیث کے منافی نہیں۔ کیونکہ حدیث میں ایک دوسرے ازالے کا ذکر ہے اور میری تحریر میں ایک دوسرے کا ازالے کا بیان ہے۔ لہٰذا تم شک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ الْعُلٰی

# مکتوب نمبر ۴۱

شیخ فرید تھانیسری کی طرف صادر فرمایا

اس بیان میں کہ نہایت النہایہ کے مراتب میں پہنچ کر ایک ایسا مرتبہ سامنے آتا ہے۔ جہاں کا ہر ذرہ تمام دائرہ امکان سے کئی گنا زیادہ ہوتا ہے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں

اللہ سبحانہٗ کی عنایت اور بصدقہ اس کے حبیب پاک علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نہایت النہایہ کے مراتب کی طرف عروج کے وقت ایک ایسا مرتبہ سامنے آیا۔ جس مقام کا ہر ذرہ تمام دائرہ امکان سے کئی گنا زیادہ تھا۔ پس اگر اس مقام کے ایک ذرے کا سلوک طے کر لیا جائے۔ تو گویا دائرہ امکان سے کئی گنا زیادہ مسافت طے ہو جاتی ہے۔ تو اس شخص کی ترقی کا کیا عالم ہوگا۔ جو اس مرتبہ کی مسافت طویلہ طے کر چکا ہو۔ تو معلوم ہوا کہ دائرہ امکان کی وجوب اور اس سے اوپر کے مراتب کے سامنے کچھ حیثیت نہیں۔ کاش۔ کہ دریائے محیط کے سامنے قطرہ کی حیثیت رکھتا۔ تو لازمی بات ہے کہ اپنے پاؤں کی قوت سے کوچہ دوست میں نہیں پہنچ سکتے اور اپنی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے۔ بادشاہ کی عطاؤں کو اسی کو سواریاں



Marfat.com

اٹھا سکتی ہیں۔

# مکتوب نمبر ۴۲

خواجہ جمال الدین حسین ولد مرزا حسین الدین احمد کی طرف صادر فرمایا

صوفیہ کے سیر (باطنی) کو آفاق و انفس میں منحصر کرنے اور ان دو سیروں میں تخلیہ اور تجلیہ ثابت کرنے کے بیان میں اور حضرت ایشاں (حضرت امام ربانی قدس سرہ الاقدس کا اس معنی کو اس میں تسلیم نہ کرنا اور نہایت النہایۃ کو انفس و آفاق سے باہر ثابت کرنا بعنایت اللہ سبحانہ۔ اور اس کے مناسب باتوں کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ط وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهِ الْكِرَامِ وَاَصْحَابِهِ الْعِظَامِ مِنْ يَّوْمِنَا هٰذَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامِ

فرزند عزیز! اللہ تعالیٰ تجھے دونوں جہاں میں سعادت مند کرے۔ ہوش کے کانوں سے سُن کہ جب سالک درستی نیت اور آرزوؤں سے نجات پانے کے بعد ذکر الٰہی جل سلطانہ میں مشغول ہوتا ہے۔ اور ریاضات شاقہ اور مجاہدات شدیدہ اختیار کرتا اور تزکیہ حاصل کرتا ہے۔ نیز اوصاف رذیلہ کو اخلاق حسنہ سے تبدیل کرتا ہے اور اُسے توبہ و انابت میسر آتی ہے۔ اور دنیا کی محبت دِل سے باہر نکل جاتی ہے۔ اور صبر و توکل اور رضا حاصل ہوتی ہیں۔ اور ان حاصل شدہ باتوں کو تدریج و ترتیب سے عالم مثال میں مشاہدہ کرتا ہے۔ اور اپنے آپ کو کدورت بشریہ اور اس کی بُری صفات سے پاک اور مصفا دیکھتا ہے تو یہی سیر آفاقی ہے۔ جسے وہ اس طرح مکمل طور پر طے کر لیتا ہے۔ اس گروہ صوفیہ میں سے ایک جماعت نے اس مقام میں احتیاط کا راستہ اختیار کیا ہے۔ اور انسان کے سات لطائف میں سے ہر لطیفہ کو عالم مثال میں ان کے مناسب انوار میں سے کسی ایک نور کی صورت میں قرار دیا ہے۔ اور ہر لطیفہ کی صفائی کی علامت ان انوار مثالی میں سے کسی نور کے ظہور کو مقرر کیا ہے۔ اور اس سیر کی ابتداء لطیفہ قلب سے کر کے تدریج و ترتیب سے لطیفہ اخفیٰ تک جو منتہائے لطائف ہے، پہنچاتی ہے۔ مثلاً صفائی قلب کی علامت سالک کے لئے اس قلب کو نور سرخ کی صورت میں ظاہر ہونا قرار دیا ہے۔ اور صفائے روح کی علامت نور زرد کی صورت قرار دی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔ تو سیر آفاقی کا حاصل یہ ہے۔ کہ سالک اپنے تبدل اوصاف اور تغیر اخلاق کو عالم مثال کے آئینوں میں مشاہدہ کرتا ہے اور

ۓ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو۔



Marfat.com

اپنی تاریکیوں اور کدورتوں کا زوال بھی اس عالم میں محسوس کرتا ہے ۔ یہاں تک کہ اُسے اپنی صفائی کا یقین اور اُس کے لئے اپنے تزکیے کے ثبوت کا علم ہو جاتا ہے ۔ اور جب سالک ہر گھڑی اپنے احوال واطوار کو عالمِ مثال میں جو آفاق سے ہے، مشاہدہ کرتا ہے ۔ اور اس عالم میں اپنے آپ کو ایک ہیئت سے دوسری ہیئت میں منتقل ہوتا دیکھتا ہے ۔ تو گویا اس کی آفاق میں سیر ہوتی ہے ۔ اگرچہ یہ سیر فی الحقیقت سالک کے نفس میں سیر ہوتی ہے ۔ اور اس کے اوصاف و اخلاق میں حرکت کیفی ہے ۔ لیکن جب کہ دو بینی کی وجہ سے اس کا مطمح نظر آفاق ہیں نہ کہ انفس ۔ اس لئے یہ سیر بھی آفاق سے منسوب ہو گئی ۔ مشائخ نے اس کے مکمل ہونے کو جو سیر آفاق سے منسوب ہے ۔ سیر الی اللہ کا تمام و مکمل ہونا قرار دیا ہے ۔ اور فنا کو اس سیر سے وابستہ کیا ہے ۔ اور سلوک کو اس سیر سے تعبیر کیا ہے ۔ اس کے بعد جو سیر واقع ہوتا ہے اُسے سیر انفسی کے نام سے موسوم کرتے اور اِسے ہی سیر فی اللہ کہتے ہیں ۔ اور بقا باللہ اسی مقام میں ثابت کرتے ہیں ۔ اور اس مقام میں جذبے کا حصول سلوک کے بعد جانتے ہیں ۔ جب سالک کے لطائف سیرِ اوّل میں تزکیہ حاصل کر لیتے اور بشری کدورتوں سے نجات پا لیتے ہیں ۔ تو اس بات کی قابلیت پیدا کر لیتے ہیں ۔ کہ اسم جامع کے جو اس کا رب ہے ۔ ظلال و عکوس ان لطائف کے آئینوں میں ظاہر ہو جاتے ہیں ۔ اور یہ لطائف اُس اسم جامع کی جزئیات کے ظہورات و تجلیات کے وارد ہونے کی جگہ بن جاتے ہیں
اس سیر کو سیر انفسی اس بنا پر کہتے ہیں ۔ کہ انفس اُسما کے ظلال و عکوس کے آئینے بن جاتے ہیں نہ اس بناء پر کہ سالک کی سیر نفس میں ہوتی ہے ۔ جیسا کہ سیر آفاقی میں گزرا ہے ۔ کہ آئینہ داری کے اعتبار سے اُسے سیر آفاقی کہا گیا ہے ۔ نہ یہ کہ سیر آفاق میں واقع ہے ۔ اس سیر میں فی الحقیقت اسما کے ظلال کی سیر ہے جو انفس کے آئینوں میں واقع ہوتی ہے ۔ لہٰذا اس سیر کو سیر عاشق در معشوق کہا گیا ہے ۔

آئینہ[1] صورت از سفر دور ست ، کاں پذیرائے صورت از نور ست

اس سیر کو سیر فی اللہ اس اعتبار سے کہا جا سکتا ہے ۔ کہ مشائخ نے کہا ہے کہ سالک اس سیر میں متخلق باخلاق اللہ ہو جاتا ہے ۔ اور ایک عادت سے دوسری عادت کی طرف انتقال کرتا ہے ۔ کیونکہ

---

حاشیہ صفحہ ۱۲۴ :- لطیفہ نفس کا نور سفید، لطیفہ سِر کا نور سبز، لطیفہ خفی کا رنگ نیلگوں، اور لطیفہ اخفیٰ کا رنگ سیاہ قرار دیا ہے ۔

[1] آئینہ جو صورت قبول کرتا ہے ۔ حرکت و سفر کرنے سے دُور ہے ۔ بلکہ وہ صورت کو اپنی نورانیت کی وجہ سے قبول کرتا ہے ۔



Marfat.com

مظہر کو ظاہر کے اوصاف سے تھوڑا بہت حصہ ضرور ملتا ہے۔ تو گویا اللہ تعالیٰ کے اسما میں سیر متحقق ہو گئی۔ یہ ہے اس مقام کی نہایت تحقیق اور اس کلام کی تصحیح۔ صاحب مقام کا حال شاید کیا ہو۔ اور کلام سے متکلم کی مراد بھی کیا ہے۔ کیونکہ ہر شخص اپنے فہم اور اپنی دریافت کے مطابق بات کرتا ہے۔ اور بعض اوقات متکلم کلام سے کچھ معنی مراد لیتا ہے۔ اور سننے والا اسی کلام سے کچھ اور سمجھ لیتا ہے۔

مشائخ کرام سیر انفسی کو بے تکلف سیر فی اللہ کہتے ہیں۔ اور اُسے بے تحاشا بقا باللہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اور وصل و اتصال کا مقام گمان کرتے ہیں۔ اور یہ اطلاقات فقیر پر بڑے گراں گزرتے ہیں۔ اس بنا پر ان کی تصحیح و توجیہہ میں حیلے اور تکلفات کا مرتکب ہونا پڑتا ہے۔ ان حیلوں کا کچھ حصہ کلام مشائخ سے ماخوذ ہے۔ اور کچھ افاضہ و ابہام کی راہ سے آیا ہے۔ سیر آفاقی میں گویا اخلاقِ بد سے تخلیہ حاصل ہوا تھا۔ اور اس سیر انفسی میں اخلاقِ حمیدہ سے آراستگی ہوتی ہے۔ کیونکہ تخلیہ مقام فنا کے مناسب اور اس سیر انفسی کی نہایت معلوم نہیں کر سکے۔ اور سالک کی عمر ابدی بھی اگر صرف ہو جائے تو بھی مشائخ نے اس سیر کے ختم نہ ہونے کا حکم کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ محبوب کے اوصاف و شمائل کی نہایت نہیں۔ تو ہمیشہ سالک متخلق کے آئینے میں اس کی صفات میں سے ایک صفت اور اس کے کمالات میں سے کسی نا کسی کمال کا ظہور ہوتا رہے گا۔ لہذا سیر کا انقطاع کہاں ہوگا۔ اور اس کی نہایت تک پہنچنا کیسے درست قرار دیا جا سکتا ہے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے [۱]

ذرہ گر بس نیک ور بس بد بود      گرچہ عمرے تگ زند در خود بود

اور اس فنا و بقا پر جو سیر آفاقی اور انفسی سے حاصل ہوتی ہے۔ ولائت کے اسم کا [illegible] ی کرتے ہیں اور نہایت کمال یہیں تک جانتے ہیں۔ اس کے بعد اگر سیر واقع ہو تو وہ ان کے نزدیک سیر رجوع ہے۔ جو سیر عن اللہ باللہ سے تعبیر کی جاتی ہے۔ اسی طرح سیر چہارم کو جسے سیر فی الاشیاء باللہ کہتے ہیں۔ نزول و رجوع سے متعلق جانتے ہیں۔ اور ان مشائخ نے ان دو سیروں کو تکمیل و ارشاد کے لئے قرار دیا ہے جس طرح پہلی دو سیروں میں نفس ولایت کے حصول و کمال کے لئے ہیں۔ اور مشائخ کی جماعت نے کہا ہے کہ ستر ہزار پردوں کا ذکر جو حدیث میں آیا ہے کہ

اِنَّ لِلّٰہِ سَبْعِیْنَ اَلْفَ حِجَابٍ مِّنْ نُوْرٍ وَّظُلْمَۃٍ      بیشک اللہ تعالیٰ کے لئے نور و ظلمت کے ستر ہزار پردے ہیں۔

---

[۱] ذرہ اگرچہ بہت اچھا یا بہت بُرا ہو۔ ساری عمر تگ و دو کرتا رہے تو بھی اپنے اندر ہی رہتا ہے۔



Marfat.com

تو یہ پردے سیر آفاقی میں ہٹتے ہیں۔ کیونکہ لطائف میں سے ہر ہر لطیفہ میں دس دس ہزار پردے دور ہوتے ہیں۔ اور جب وہ سیر مکمل ہو جاتی ہے۔ تو حجابات بھی سارے کے سارے زائل ہو جاتے ہیں۔ اور سالک سیر فی اللہ سے موصوف ہو جاتا اور مقام وصل میں پہنچ جاتا ہے۔ یہ ہے ارباب ولایت کے سیر و سلوک کا حاصل اور خلاصہ اور ان کے کمال و تکمیل کا نسخہ جامعہ۔ اور اس باب میں جو کچھ اس فقیر پر محض فضل و کرم خداوندی جل سلطانہ سے ظاہر کیا گیا ہے۔ اور جس کے مطابق چلنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اظہار نعمت اور شکر عطا کے طور پر فقیر اُسے معرض تحریر میں لاتا ہے۔ فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

جان لے۔ اللہ تعالیٰ تجھے نیکی کی توفیق عطا کرے اور سیدھے راستے پر چلائے۔ حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ جو بے مثل و بے کیف ہے۔ جس طرح آفاق سے وراء ہے۔ انفس سے بھی وراء ہے۔ اس لئے سیر آفاقی کو سیر الی اللہ کہنے اور سیر انفسی کو سیر فی اللہ کا نام دینے کے کوئی معنی نہیں بلکہ آفاقی اور انفسی دونوں سیریں، سیر الی اللہ میں داخل ہیں۔ سیر فی اللہ وہ سیر ہے۔ جو آفاق و انفس سے کئی منزلیں دور ہے۔ اور ان سب سے وراء الوراء ہے۔

عجب معاملہ ہے۔ سیر فی اللہ کو انہوں نے سیر انفسی قرار دیا ہے۔ اور اس سیر کو بے نہایت کہا ہے۔ اور عمر ابدی کے ساتھ بھی اس کے طے ہونے کو جائز قرار نہیں دیا جیسا کہ ابھی یہ بیان گزرا۔ اور جب انفس آفاق کی طرح دائرہ امکان میں داخل ہیں۔ تو اس تقدیر پر دائرہ امکان کو طے کرنا ممکن نہ ہوگا۔ تو حرمان دائمی اور خسارۂ سرمدی لازم ہوگا۔ اور اس صورت میں فنا کبھی متحقق نہ ہوگی۔ اور نہ بقا متصور ہوگی۔ تو وصل و اتصال اور قرب و کمال کیسے حاصل ہوگا۔ سبحان اللہ جب بزرگ پانی کی بجائے سراب پر کفایت کریں اور الی اللہ کو فی اللہ گمان کریں۔ اور امکان کو وجوب اور چون کو بے چون سے تعبیر کریں تو چھوٹوں اور پست فطرتوں کا کیا گلہ کرے۔ اور ان کے متعلق کیا اظہار شکایت کرے۔ اُن پر کیا آفت ٹوٹ پڑی۔ انہوں نے کس اعتبار سے انفس کو حق جل و علا کہہ دیا۔ کہ انفس کی سیر کو حد و نہایت کے ہوتے ہوئے بے نہایت گمان کر لیا۔ سالک کے آئینے میں اسماء و صفات واجبی جل سلطانہٗ کے ظہور کو اس سیر انفسی میں انہوں نے جو قرار دیا ہے۔ وہ دراصل اسماء و صفات کے ظلال میں سے ایک ظل کا ظہور ہے نہ کہ عین اسماء و صفات کا ظہور۔ جیسا کہ اس معنی کی تحقیق اس مکتوب کے آخر میں انشاء اللہ تعالیٰ آئے گی۔ کیا کروں اور کس طرح جناب قدس تعالیٰ و تقدس کے متعلق علم و تمیز رکھنے کے باوجود اس بے ادبی کو جائز رکھوں اور اُس بلند ذات کے ملک میں اس سبحانہٗ کے غیر کو شریک کروں۔ اگرچہ ان اکابر قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے حقوق اپنے اوپر لازم جانتا ہوں۔ کیونکہ میں کئی طرح سے اُن کا



Marfat.com

تربیت یافتہ ہوں۔ لیکن حضرت واجب الوجود جل سلطانہٗ کے حقوق ان سب کے حقوق سے فائق ہیں اور اس کی تربیت دوسروں کی تربیتوں سے اوپر ہے۔ میں نے اُس بلند ذات کی حسن تربیت سے اس قصور سے نجات پائی ہے۔ اور اس بلند ذات کے ملک مقدس میں اس پاک ذات کے غیر کو شریک نہیں کیا۔ سب تعریفیں اس اللہ کے لئے جس نے ہمیں اس راہ پر آنے کی ہدایت عطا فرمائی۔ اور اگر اللہ ہماری دستگیری نہ فرماتا تو ہم ہدایت یافتہ نہ ہوتے۔

وہ بلند ذات بے مثل و بے کیف ہے اور جو چیز چونی و چندی کے داغ سے داغدار ہے۔ اس کی بلند جناب قدس سے دور ہے۔ اس لئے آفاق کے آئینوں اور انفس کی جلوہ گاہوں میں اس پاک ذات کی کوئی گنجائش نہیں۔ وہ جو کچھ ان میں ظاہر ہوتا ہے مظاہر کی طرح مثل و کیف میں سے ہوتا ہے۔ پس آفاق و انفس سے آگے گزرنا چاہیئے۔ اور اس پاک ذات کو آفاق و انفس سے باہر تلاش کرنا چاہیئے۔ اور جس طرح دائرہ امکان میں آفاق ہو چاہے انفس اس پاک ذات کی گنجائش نہیں۔ اس کے اسماء و صفات کی بھی گنجائش نہیں ہے۔ اور جو کچھ وہاں ظاہر ہے۔ بلند اور پاکیزہ اسماء و صفات کے ظلال و عکوس اور ان کا شبہ اور مثال ہے۔ بلکہ اسماء و صفات کی ظلیت و مثالیت بھی آفاق و انفس سے باہر ہے۔ یہاں آراستہ کرنے اور قدرت منقش کرنے سے زیادہ کچھ نہیں۔ ظہور کس کا اور تجلی کہاں۔ اس لئے کہ اس ذات پاک کے اسماء و صفات بھی اس کی بلند ذات کی طرح بے مثل و بے کیف اور بے شبہ اور بے نمونہ ہیں۔ جب تک تو آفاق و انفس سے باہر نہیں نکلے گا۔ اس بلند ذات کے اسماء و صفات کی ظلیت کے معنی سے واقف نہ ہوگا۔ تو بلند و پاکیزہ اسماء و صفات تک وصول کیسے میسر آسکتا ہے۔

عجائب کاروبار ہے۔ اگر اپنے مکشوفات و معلومات یقینیہ کی بات کروں جو مشائخ کے مذاق کے موافق نہیں۔ اور نہ ان کے مکشوفات کے مطابق ہے۔ تو کون اعتبار کرے گا۔ اور اگر نہ کہوں اور پوشیدہ رکھوں۔ تو حق کو باطل کے ساتھ رلا ملا دینے کا مرتکب ہوں گا۔ اور جس چیز کا حق تعالیٰ و تقدس پر اطلاق جائز نہیں اس کے اطلاق کی گنجائش پیدا ہوگی۔ اس لئے ضرورۃً جو حق ہے۔ اور اس بلند ذات کی جناب قدس کے جو کچھ لائق و مناسب ہے۔ اس کا اظہار کرتا ہوں۔ اور جو کچھ اس سبحانہٗ و تعالیٰ کی جناب قدس کے نامناسب ہے۔ اس کی نفی کرتا ہوں۔ اور دوسرے کے خلاف کرنے کی پرواہ نہیں کرتا۔ اور نہ مجھے اس کا کچھ غم ہے۔ دوسروں کی مخالفت کا خوف اس وقت ہوتا ہے۔ جب کہ مجھے اپنے معاملے میں تذبذب اور اور شک اور اپنے مکشوف میں اشتباہ ہو۔ جب کہ سپیدہ صبح کی طرح کام کی حقیقت واضح کرتے ہیں۔ اور چودھویں رات کے چاند کی مانند اصل معاملے کو نمایاں کرتے ہیں۔ اور ظلال سے مکمل طور پر



Marfat.com

آگے گذار کرے جاتے اور شبہ و مثال سے بلند ہے جاتے ہیں۔ تو اشتباہ کہاں اور تذبذب کیسے رہ سکتا ہے۔

ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ صحتِ احوال کی علامت کمال کے حصول کا یقین ہے۔ نیز تذبذب واشتباہ کی صورت کیسے متحقق ہو سکتی ہے۔ جب کہ اس بلند ذات کی عنایت بے نہایت سے ان بزرگوں کے احوال مقررہ پر تفصیلی اطلاع میسر آچکی ہے۔ اور توحید و اتحاد اور احاطہ و سریان کے معارف مکشوف ہو چکے ہیں۔ اور مکشوف و مشہود کی حقیقت بھی حاصل ہو چکی ہے۔ اور ان کے دقائق علوم و معارف وضاحت سے سمجھ میں آچکے ہیں۔ اور مدت دراز تک اسی مقام میں رہا ہوں۔ اور ان کے قلیل و کثیر یعنی ہر شے سے الا ماشاء اللہ تعالیٰ واقف ہو چکا ہوں۔ آخر الامر فضلِ خداوندی جلّ سلطانہ سے ظاہر ہوا کہ یہ سب ظلال کے شعبدے ہیں۔ اور شبہ و مثال سے گرفتاری ہے۔ مطلوب ان سب سے وراء الوراء اور مقصود ان سب سے ماسوا ہے۔ تو یہ فقیر مجبوراً سب سے رخ پھیر کر جناب قدس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اور جو کچھ چونی اور چندی کے داغ سے داغدار ہے۔ اس سے پاک و مبرا ہو گیا۔

"میں نے اپنا رخ اس ذات کی طرف کر لیا جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ میں ہر باطل مذہب سے الگ ہوتا ہوں۔ اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں"۔

اگر معاملہ اس طرح نہ ہوتا تو میں مشائخ کے خلاف ہرگز لب کشائی نہ کرتا۔ اور ظن و تخمینے سے ان کی مخالفت نہ کرتا۔ اور اگر یہ خلاف واجب تعالیٰ جلّ سلطانہ کی ذات و صفات سے متعلق نہ ہوتا۔ اور بات اس بلند ذات کی تنزیہہ و تقدیس کے بارے میں نہ ہوتی تو ان اکابر کے مکشوف کے خلاف میری طرف سے کچھ وقوع میں نہ آتا۔ اور نہ ہی ان کے علوم کی مخالفت میں، میں کچھ کہتا۔ کیونکہ میں کمینہ انہی کی دولتوں کے کھلیانوں کا خوشہ چین ہوں اور ان کی نعمتوں کے دسترخوانوں کا پس خوردہ کھانے والا رذیل ہوں۔ میں مکرر اظہار کرتا ہوں کہ مشائخ کرام ہی ہیں جنہوں نے انواع و اقسام کی تربیتوں سے میری پرورش کی ہے اور مجھے قسم قسم کے کرم و احسان سے نفع پہنچایا ہے۔ لیکن کیا کیا جائے کہ واجب تعالیٰ جلّ سلطانہ کے حقوق ان کے حقوق سے فائق ہیں۔ جب بحث اس بلند ہستی کی ذات و صفات کے متعلق چھڑتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس بلند ذات کی جناب قدس کے لائق بعض امور کا اطلاق درست نہیں۔ تو اس مقام میں خاموشی اختیار کرنا۔ اور دوسرے کے خلاف کچھ کہنے سے ڈرنا دین و دیانت سے دور ہے۔ اور طاعت و بندگی کا مقام اُسے برداشت نہیں کرتا۔ علماء کا مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ سے امور خلافیہ میں اختلاف جیسے مسئلہ وحدت وغیرہ نظر و استدلال کی راہ سے ہے۔ اور فقیر کا اختلاف اُن سے کشف و شہود کے راستے سے



Marfat.com

ہے۔ علماء ان اُمور کے قبح کے قائل ہیں۔ اور بشرط عبور ان کے حسن کا قائل ہے

مسئلہ وحدت وجود میں شیخ علاؤ الدولۃ کا اختلاف علماء کے طور پر مفہوم ہوتا ہے۔ اور ان کی جانب قبح کی طرف ناظر ہے۔ اگرچہ یہ قبح کشف کے راستے سے آیا ہے۔ کیونکہ صاحب کشف انھیں بُرا نہیں جانتا۔ کیونکہ یہ مسئلہ احوالِ عزیبہ کا متضمن اور معارف عجیبہ پر مشتمل ہے۔ غایۃ مافی الباب اتنی بات ہے کہ اس موطن میں قیام کرنا مستحسن نہیں۔ اور ان احوال و معارف پر اکتفا کرنا مناسب نہیں۔

سوال :۔ اس صورت میں مشائخ کو باطل پر ماننا پڑے گا۔ اور حق اُن کے مکشوف و مشہود کے ماسوا ہوگا

جواب :۔ باطل یہ ہے کہ اس کا صحیح محمل و معنی نہ ہو سکے۔ اور ہمارے اس مسئلہ میں ان احوال و معارف کا منشا حق سبحانہٗ کی محبت کا غلبہ اور اس بلند ذات کی محبت کا ایسے طور پر غلبہ ہے۔ جو ان کی نظر بصیرت میں ماسوا کا نام و نشان باقی نہیں چھوڑتا۔ اور غیر و غیریت کے اسم و رسم کو نیست اور لاشے کر دیتا ہے۔ اس وقت ناچار سکر اور غلبۂ حال کے باعث ماسوا کو معدوم جانے گا۔ اور حق تعالیٰ کے سوا کسی کو موجود نہ دیکھے گا۔ یہاں باطل کیا چیز ہے اور بطلان کیا۔ یہاں تو حق کا غلبہ اور باطل کا بطلان ہے۔ اور ان بزرگوں نے محبتِ حق جل و علا میں اپنے آپ کو اور اپنے علاوہ ہر شے کو بھی ترک کر دیا۔ اور اپنا اور اپنے غیر کا نام و نشان مٹا دیتے ہیں۔ نزدیک ہے کہ باطل ان کے سایہ سے بھی دُور بھاگے۔ یہاں سب حق ہے اور حق کیلئے ہے۔ علماء ظاہر بین ان کی حقیقت سے کیا پا سکتے ہیں۔ اور مخالفت کے سوا اور کیا سمجھ سکتے ہیں۔ اور ان کے کمالات سے کیا حاصل کرتے ہیں۔ گفتگو اس میں ہے کہ ان احوال و معارف کے علاوہ کچھ ایسے کمالات بھی ہیں۔ جن کے سامنے یہ احوال و معارف دریائے محیط کے سامنے قطرے کی حیثیت رکھتے ہیں۔

آسمان نسبت بعرش آمد فرود[1] ورنہ بس عالیست پیش خاک تود

ہم اصل بات کی طرف آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ حجابات کے زائل ہونے کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے۔ کہ سیر آفاقی میں ظلمانی اور نورانی حجابات مکمل طور پر اُٹھ جاتے ہیں جیسا کہ گذرا، فقیر کے نزدیک یہ بات محل خدشہ ہے۔ بلکہ اس کے خلاف ثابت و مشہود ہو چکا ہے۔ کہ ظلمانی حجابات کا اُٹھنا تمام مراتب امکان کے طے ہونے سے وابستہ ہے۔ جو سیر آفاقی و انفسی سے میسر آ جاتا ہے۔ لیکن نورانی،

---

[1] اگرچہ آسمان عرش کی نسبت نیچے ہے۔ لیکن تودہ خاک کی نسبت بہت بلند ہے۔



Marfat.com

حجابات کا اٹھنا وجب تعالیٰ و تقدس کے اسماء و صفات کی سیر سے مربوط ہے۔ یہاں تک کہ اس کی نظر میں نہ اسم باقی رہے نہ صفت۔ نہ شان باقی رہتی ہے نہ اعتبار۔ تو اس وقت اس کے لئے تمام نورانی حجابات اُٹھنے میسر آجاتے ہیں۔ تو وُہ وصل عُریانی سے مشرف ہو جاتا ہے۔ اگرچہ یہ وصل حصول میں بہت کم اور یہ واصل بہت نادر الوجود ہے۔ پس سیر آفاقی میں معلوم نہیں کہ نصف ظلمانی حجابات اُٹھتے ہوں۔ نورانی حجابات کے اُٹھنے کی وہاں کیا صورت ہو سکتی ہے۔ غایۃ مافی الباب اتنی بات ہے کہ ظلمانی حجابات کے مراتب مختلف ہیں۔ جو اشتباہ کا سبب بن جاتے ہیں۔ کیونکہ مثلاً ظلمت میں نفسانی حجابات قلبی حجابات سے اوپر ہیں۔ تو قلیل الظلمۃ شخص اپنے آپ کو نسبتاً نورانیت کے عنوان سے ظاہر کرتا ہے۔ اور ظلمانی حجابات نورانی حجابات کی شکل میں متخیل ہوتے ہیں۔ حالانکہ ظلمانی ظلمانی ہے اور نورانی نورانی۔ تیز نگاہ والا ایک کو دوسرے سے خلط ملط نہیں ہونے دیتا۔ اور اشتباہ کے سبب کو پا لینے کیوجہ سے ظلمت پر نور کا حکم نہیں لگاتا۔ "یہ اللہ کا فضل ہے۔ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اور اللہ فضل عظیم والا ہے" اور جس طریقے پر اس فقیر کو چلانے سے مشرف کیا گیا ہے۔ ایسا راستہ ہے جو جذبہ و سلوک کا جامع ہے۔ اور وہاں تخلیہ اور تجلیہ آپس میں اکٹھے اور اس مقام میں تصفیہ و تزکیہ آپس میں ملے ہوئے ہیں اور اس میں سیر النفس، سیر آفاق کو متضمن ہے عین تصفیہ میں تزکیہ ہے اور عین تجلیہ میں تخلیہ اور جذبہ سلوک کو فراہم کرتا اور انفس آفاق کو شامل ہیں۔ لیکن تقدم ذاتی تجلیہ اور جذبہ کو شامل ہے۔ اور تصفیہ کو تزکیہ پر سبقت ذاتی ہے۔ اور ملحوظ نظر انفس ہیں نہ کہ آفاق۔ پس لازماً اس طریق میں راہ اقرب ہو گئی۔ اور سالک وصول میں نزدیک تر ہو گیا۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ یہ طریق یقیناً منزلِ مقصود تک پہنچانے والا ہے۔ اور اس میں عدمِ وصول کا احتمال مفقود ہے۔ حضرت حق سُبحانہٗ و تعالیٰ سے استقامت کی درخواست اور فرصت طلب کرنی چاہیئے۔ اور وہ جو میں نے کہا ہے۔ کہ یہ طریق یقیناً پہنچانے والا ہے۔ اس لئے کہا ہے۔ کہ اس راہ کا پہلا قدم جذبہ ہے۔ جو وصول کی دلیل ہے اور رُک جانے کے مواقع یا منازل سلوک ہیں یا مقامات جذبات ہیں جو سلوک کو متضمن نہیں۔ اور اس طریق میں دونوں موانع مرتفع ہیں۔ کیونکہ سلوک طفیلی ہے۔ جو جذبہ کے ضمن میں حاصل ہوتا ہے۔ پس یہاں نہ سلوک خالص ہے نہ محض جذبہ تاکہ سدِ راہ بنے۔ یہ وُہ طریقہ ہے۔ جو انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی شاہراہ ہے۔ یہ بزرگ (انبیاء علیہم السلام) اسی راستے سے اپنے مختلف مراتب کے مطابق منازل وصول تک پہنچے ہیں۔ اور انہوں نے آفاق و انفس کو ایک قدم میں طے کیا اور دوسرا قدم آفاق و انفس سے باہر جا رکھا ہے اور معاملے کو سلوک اور جذبہ سے اوپر لے گئے ہیں۔ اس لئے کہ سلوک کی نہایت سیر آفاقی کی نہایت تک ہے۔ اور جذبے کی نہایت سیر انفسی کی نہایت تک۔ اور جب سیر آفاقی اور انفسی نہایت کو پہنچ گئی، سلوک



Marfat.com

وجذبہ کا معاملہ مکمل ہوگیا۔ اس کے بعد نہ سُلوک ہے نہ جذبہ۔ یہ معنی ہر مجذوب سالک اور ہر سالک مجذوب کی سمجھ میں نہیں آسکتا۔ اس لئے کہ ان کے نزدیک آفاق و انفس کے باہر قدم رکھنے کی کوئی جگہ نہیں گر بالفرض ابدی عمر پائیں۔ تو ساری کی ساری سیر انفس میں صرف کردیں گے۔ اور پھر بھی اُسے تمام نہ کرسکیں گے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎

ذرہ گر بس نیک ور بس بد بود | گرچہ عمرے تگ زند در خود بود

جیسا کہ گذرا۔ اور ایک دوسرے بزرگ فرماتے ہیں۔ کہ ذات کی تجلی متجلیٰ لہٗ کی صورت میں ہی ہوسکتی ہے۔ پس متجلیٰ لہٗ نے اپنی صورت کے سوا حق کے آئینہ میں کچھ نہیں دیکھا۔ اور اس نے حق کو نہیں دیکھا اور نہ ہی ممکن ہے کہ اُسے دیکھ سکے۔

جاننا چاہیئے کہ میرے پیر اور بخدا میرے رہنما جن کے توسّل سے مَیں نے اس راستے میں آنکھیں کھولی ہیں اور اُنکے توسط سے طریقت میں لب کشائی کی ہے۔ اور طریقت میں الف و با کا سبق انہی سے لیا ہے۔ اور مولویت کا ملکہ بھی مَیں نے انہی کی توجہ شریف سے حاصل کیا ہے۔ اگر مجھ میں علم ہے تو انہی کی طفیل اور اگر معرفت ہے تو وہ بھی انہی کے التفات کا اثر ہے۔ مَیں نے اندراج النہایہ فی البدایہ کا طریقہ انہی سے سیکھا ہے۔ اور قیومیت کے طریقہ پر نسبتِ انجذاب بھی انہی سے اخذ کی ہے۔ اور ان کی ایک نگاہ سے مَیں نے وہ کچھ دیکھا ہے۔ کہ لوگ چالیس دن کے چلے میں بھی نہیں دیکھ سکتے۔ اور اُن کے ایک التفات سے مَیں نے وہ کچھ پایا کہ دوسرے سالہا سال میں بھی حاصل نہیں کرسکتے [1]

آنکہ بہ تبریز یافت یک نظر شمس دین | طعنہ زند بر دہ سخرہ کند بر چلہ

اچھا کہا ہے جس نے کہا ہے [2]

نقشبندیہ عجیب قافلہ سالارانند | کہ برند از رہِ پنہاں بحرم قافلہ را

ان نقشبندی بزرگوں نے علوِ فطرت اور بُلند ہمت کی بناء پر طریقت کی ابتداء سیر انفسی سے قرار دی ہے۔ اور سیر آفاقی کو اس کے ضمن میں طے کیا ہے۔ ان بزرگوں کی عبارات میں "سفر در وطن" اسی سیر سے کنایہ ہے۔ ان بزرگوں کے طریق میں راہ بہت قریب اور وصول بہت نزدیک ہے۔ اور

---

[1] شمس دین نے تبریز میں جو کچھ ایک نگاہ میں پایا۔ وہ دس روزہ خلوت پر طعنہ زن اور چالیس روزہ چِلّے کا مذاق اڑاتا ہے۔

[2] نقشبندی بزرگ عجیب قافلہ سالار ہیں۔ کہ پوشیدہ راستے سے قافلے کو حرم تک پہنچا دیتے ہیں۔



Marfat.com

دوسروں کی سیر کی نہایت ان بزرگوں کی ابتداء ہے۔ اس لئے انہوں نے فرمایا ہے "ہم نہایت کو بدایت میں درج کرتے ہیں۔ الغرض تمام طرق مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اسرار جمیعہم کے درمیان ان بزرگوں کا طریقہ بہت بلند ہے۔ اور یہ کہنا روا ہے کہ دوسروں کی اکثر آگاہیوں سے ان کا حضور اور ان کی آگاہی فائق اور ارفع ہے۔ اسی بناء پر انہوں نے فرمایا ہے۔ کہ ہماری نسبت تمام نسبتوں سے بلند ہے اور اس نسبت سے مراد ان کی یہی حضور و آگاہی ہے۔ لیکن چونکہ ولایت اولیاء کی قدم گاہ و گذرگاہ آفاق و انفس اور سلوک و جذبہ کے ماوراء اور ماسوا نہیں اس بناء پر مجبوراً ان بزرگوں نے آفاق و انفس سے باہر کی خبر نہیں دی اور جذبہ وسلوک سے اوپر کے متعلق گفتگو نہیں کی۔ یہ بزرگ کمالات ولایت کے اندازہ کے مطابق فرماتے ہیں "اہل اللہ فنا و بقا کے بعد جو کچھ دیکھتے ہیں اپنے اندر دیکھتے ہیں۔ اور جو کچھ سنتے ہیں اپنے اندر سنتے ہیں۔ اور ان کی حیرت اپنے وجود میں ہوتی ہے۔

وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۔ اور تمہارے اندر ہے کیا تم نہیں دیکھتے

اللہ سبحانہٗ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ ان بزرگوں نے اگرچہ انفس سے باہر کی خبر نہیں دی۔ تاہم انفس میں گرفتار بھی نہیں ہیں۔ چاہتے ہیں کہ انفس کو بھی آفاق کی طرح لا کے نیچے لائیں اور غیریت کیوجہ سے اس کی بھی نفی کر دیں۔ حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ فرماتے ہیں "جو کچھ دیکھا گیا ہے یا سنا گیا یا جانا گیا سب غیر ہے اور کلمہ لا کی حقیقت اس کی نفی کرنی چاہیئے [1]

| | |
|---|---|
| نقش بندند و لے بند ہر نقش نیند | ہر دم از بوالعجبی نقش دگر پیش آرند |
| نقشبند[2] انے و لیک از نقش پاک | نقش ما ہم گرچہ پاک از لوح خاک |

یہاں ایک ستر ہے جاننا چاہیئے کہ غیریت کی نفی کرنا اور ہے اور غیریت کا خود بخود منتفی ہو جانا امر دیگر۔ ان دونوں میں بہت فرق ہے۔ اور میں نے جو کہا ہے۔ کہ ولایت کے لئے جذبہ وسلوک اور آفاق و انفس سے باہر قدم گاہ نہیں۔ اس لئے کہا ہے کہ ولایت کے ان ارکانِ اربعہ سے اوپر کمالاتِ نبوت کے مبادی اور مقدمات ہیں۔ کہ ولایت کے ہاتھ اس بلند و بالا درخت تک نہیں پہنچ سکتے۔ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے اکثر اصحاب اور اصحاب کے علاوہ امتیوں میں سے بہت کم لوگ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات والتحیات کی تبعیت و وراثت کے طور پر اس دولت سے مستفید

---

[1] نقشبند کہلاتے ہیں۔ مگر کسی نقش میں بند نہیں ہیں۔ اپنے کمال اور بوالعجبی سے ہر ساعت نہایت عمدہ نقش پیش کرتے ہیں۔

[2] نقشبند کہلاتے ہیں۔ لیکن ہر نقش سے پاک ہیں۔ اگرچہ ہمارا نقش بھی لوحِ خاک سے پاک ہے۔



Marfat.com

ہوئے ہیں۔ اور جذبہ و سلوک کی شاہراہ کے ذریعے دوری کے منازل طے کر کے سلوک و جذبہ سے باہر قدم رکھا ہے اور دائرہ ظلال سے مکمل طور پر باہر نکل کر انفس کو آفاق کی طرح پیچھے چھوڑ دیا ہے اور اس مقام میں تجلی برقی ذاتی جو دوسروں کو لمحہ کے لئے چمکنے والی بجلی کی طرح نصیب ہوتی ہے۔ ان کو دائمی طور پر حاصل ہے۔ بلکہ ان بزرگوں کا معاملہ تجلی سے اوپر ہے چاہے برقی ہو چاہے غیر برقی۔ کیونکہ تجلی بھی ایک طرح کی ظلیت چاہتی ہے۔ اور ظلیت کا ایک نقطہ بھی ان بزرگوں پر عظیم پہاڑ کی طرح بھاری ہے۔ ان بزرگوں کے کام کی ابتدا جذب و محبت الٰہی جل سلطانہٗ سے اور جب خداوند جلّ سلطانہٗ و عظم شانہٗ کی عنایت بے نہایت سے یہ محبت ساعت فساعت غلبہ کرتی چلی جاتی ہے۔ اور قوت و تسلط پیدا کر لیتی ہے۔ تو ناچار ما سوا کی محبت درجہ بدرجہ رُو بزوال ہوتی چلی جاتی ہے۔ اور اغیار سے گرفتاری کا تعلق بتدریج ہٹتا چلا جاتا ہے۔ اور جب کسی صاحبِ دولت سے محبتِ خداوندی جل سلطانہٗ کے غلبہ کے باعث ما سوا کی محبت بالکل زائل ہو جاتی ہے۔ اور اس کی جگہ جنابِ قدس خداوندی کی محبت و گرفتاری لے لیتی ہے۔ تو لازماً اوصافِ رذائل اور اخلاقِ ردیہ پورے طور پر اس سے دُور ہو جاتے ہیں۔ اور وہ اخلاقِ حمیدہ سے آراستہ ہو جاتا ہے۔ اور مقاماتِ عشرہ[1] سے موصوف ہو جاتا ہے۔ اور جو کچھ سیر آفاقی سے تعلق رکھتا تھا ہے مشقت سلوک و تعفیں اور بے ریاضات و مجاہدات شدیدہ میسر آجاتا ہے۔ کیونکہ محبت محبوب کی اطاعت کا تقاضا کرتی ہے۔ اور محبت کمال کو پہنچ گئی اطاعت پورے طور پر حاصل ہو گئی۔ اور جب محبوب کی اطاعت بر درجہ اتم قوتِ بشری کے اندازہ کے مطابق حاصل ہو گئی تو مقاماتِ عشرہ بھی حاصل ہو گئے۔ نیز اسی سیر محبوبی کے ساتھ جس طرح سیر آفاقی میسر ہو گئی۔ سیر انفسی بھی انتہا کو پہنچ گئی۔ کیونکہ مخبر صادق علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔

[2] اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ آدمی اس کے ساتھ ہے۔ جس سے اُسے پیار ہے۔

اور جب کہ محبوب آفاق و انفس سے ماوراء ہے۔ محب کو بھی تقاضا معیت کے مطابق آفاق و انفس سے آگے نکلنا چاہیے۔ اس لئے لازماً سیر انفسی کو بھی پیچھے چھوڑتا ہے۔ اور معیت کی دولت حاصل کرتا ہے پس یہ بزرگ دولتِ معیت کی وجہ سے نہ تو آفاق سے سروکار رکھتے ہیں نہ انفس سے۔ بلکہ آفاق و انفس ان کے کاروبار کے تابع ہے۔ اور سلوک و جذبہ ان کے معاملے کا طفیلی۔ ان بزرگوں کا سرمایہ محبت ہے

---

[1] یعنی توبہ، صبر، شکر، زہد، توکل، قناعت اور رضا وغیرہ

[2] بخاری و مسلم شریف۔



Marfat.com

جسے محبوب کی اطاعت لازم ہے۔ اور محبوب کی اطاعت شریعت کی بجا آوری سے وابستہ ہے۔ علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسلام والتحیۃ۔ جو اس کا پسندیدہ دین ہے۔ لہٰذا کمالِ محبت کی علامت شریعت کی کمال بجا آوری کو قرار دیا گیا ہے۔ اور شریعت کی کامل طور پر بجا آوری علم، عمل اور اخلاص سے وابستہ ہے۔ ایسا اخلاص جو تمام اقوال و اعمال اور جمیع حرکات و سکنات میں پایا جائے۔ جو مخلَص بفتح لام کا حصّہ ہے۔ مخلِصین بکسر لام اس امر دشوار کو کیا پا سکتے ہیں "مخلصین بڑے خطرے میں ہیں" کا مقولہ آپ نے سُنا ہوگا

اب ہم اصل بات کی طرف آتے اور کہتے ہیں۔ کہ سیر و سلوک اور جذبہ و تصفیہ سے مقصود اخلاق ردیّہ اور اوصافِ رذیلہ سے نفس کی تطہیر اور پاکیزگی ہے۔ کہ ان تمام رذائل اور اخلاق ردیّہ کی رئیس اور سردار نفس، اس کی مرادوں اور اس کی خواہشات کے حصول میں گرفتار رہنا ہے۔ اس لئے سیر انفسی سے چارہ نہیں اور نہ صفات ذمیمہ سے صفات حمیدہ کی طرف (اس کے بغیر) گذر ہو سکتا ہے۔ اور سیر آفاقی مقصود سے خارج ہے۔ کوئی مفید غرض اس سے متعلق نہیں ہے۔ کیونکہ آفاق سے گرفتاری انفس سے گرفتاری کے واسطہ سے ہے اس لئے کہ جس چیز سے بھی انسانی دوستی ہے۔ اپنے آپ سے دوستی کی وجہ سے ہے۔ اور اگر انسان مال و اولاد سے محبت کرتا ہے۔ اپنے نفع اور فائدے کے لئے کرتا ہے۔ اور جب سیر انفسی میں حق جلّ و علا کی محبت کے غلبہ کے باعث اپنی ذات سے دوستی زائل ہو گئی تو اس کے ضمن میں مال و اولاد سے دوستی بھی زائل ہو گئی۔ پس سیر انفسی تو ضروری ہے اور سیر آفاقی طفیلی طور پر اس کے ضمن میں میسر آ جاتی ہے۔ اسی لئے انبیاء علیہم الصّلوات والتسلیمات کی سیر انفس میں منحصر تھی۔ اور آفاقی طفیلی طور پر ضمن میں طے ہو جاتی تھی۔ ہاں سیر آفاقی بھی اچھی چیز ہے۔ اگر اس کے طے کرنے کی فرصت دیں۔ اور رکاوٹوں کے درمیان میں حائل ہونے کے بغیر ہی انجام تک پہنچا دیں۔ اور اگر اس کے طے کرنے کی فرصت نہ دیں اور رکاوٹوں میں مبتلا کر دیں تو نزدیک ہے۔ کہ سیر آفاقی لایعنی کاموں میں شمار ہو جائے اور حصولِ مطلوب کے موانع میں داخل ہو جائے۔ سیر انفسی جس قدر طے ہو سکے غنیمت ہے۔ کیونکہ یہ بدی سے نیکی کی طرف جانا ہے۔ نعمتِ عظیم ہے۔ اگر اس سیر کو بندہ انجام تک لے جائے۔ اور دائرہ انفس سے باہر ٹہلنا شروع کر دے۔ کیا ضرورت ہے کہ (سالک) تلوینات نفس کو آفاق کے آئینہ میں مشاہدہ کرے۔ اور اپنے تغیرات کا آفاق میں معائنہ کرے جس طرح اپنے صفائے قلب کو مثلاً آئینہ مثال میں معلوم کرے اور اسی صفائی کو نور سرخ کی صورت میں بھی دیکھے۔ اپنی قوت باطن کو کیوں کام میں نہیں لاتا۔ اور اس کی صفائی کو اپنی فراست کے سپرد کیوں نہیں کرتا۔ مثال مشہور ہے۔ کہ بارہ سالہ لڑکے کو طبیب کی کیا حاجت ہے۔ کیونکہ سالک اپنے وجدان صحیح سے اپنے احوال کی تلوینات کو پا لے گا۔ اور فراست سے ہی اپنی صحت و سقم کو معلوم کرے گا۔ ہاں یہ بات مخفی



Marfat.com

ہے کہ سیر آفاقی میں علوم و معارف اور تجلیات و ظہورات بہت ہیں۔ لیکن ان سب کا رجوع ظلال کی طرف ہے۔ اور شبہ و مثال سے تسلی گیر ہونے کی بات ہے۔ جب کہ سیر انفسی بھی ظلال سے تعلق رکھتی ہے جیسا کہ (میں نے) رسائل و مکاتیب میں اس کی تحقیق کی ہے۔ تو چاہیئے کہ سیر آفاقی ظل الظل سے متعلق ہو۔ کیونکہ آفاق انفس کے لئے ظل کی طرح اور اس کے ظہور کا آئینہ ہے۔

جاننا چاہیئے کہ انفس کے احوال کو جو آفاق کے آئینے میں مشاہدہ کرتے اور صفا و تجلیہ کو وہاں سے معلوم کرتے ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے کوئی شخص خواب یا واقعہ میں عالم مثال کے اندر اپنے آپ کو بادشاہ یا قطب بنا ہوا دیکھے۔ فی الحقیقت وہ شخص نہ بادشاہ ہے نہ قطب۔ بادشاہ اور قطب وہ ہیں جو خارج میں ان دو مرتبوں سے مشرف ہیں۔ غایۃ مافی الباب اتنی بات ہے۔ کہ اس خواب اور اس واقعہ سے دیکھنے والے کے بادشاہ یا قطب بننے کی استعداد معلوم ہوتی ہے۔ سخت جان ماری کی ضرورت ہے تاکہ معاملہ قوت سے فعل اور گوش سے آغوش تک پہنچ سکے۔ اور جس کے بارے میں ہم گفتگو کر رہے ہیں۔ اس میں تزکیہ اور تجلیہ سیر انفسی سے وابستہ ہے۔ کیونکہ سیر آفاقی میں جو کچھ دیکھا ہے وہ تزکیہ و تجلیہ کی استعداد و قابلیت ہے پس خارج میں اپنے آپ کو سیر انفسی کے ساتھ مزکیّٰ اور مطہر نہیں دیکھ سکتا۔ اور صرف وجدان سے اپنے آپ کو مصفا نہیں پا سکتا۔ فی الحقیقت فنا سے اُسے کچھ حصہ حاصل نہیں۔ اور مقامات عشرہ کے ساتھ موصوف ہونے سے بے بہرہ ہے۔ اور اطوار سبعہ[1] سے چھلکے کے سوا اس کے ہاتھ میں کچھ نہیں آیا۔ پس ناچار سیر انفسی سیر الی اللہ میں داخل ہو گئی۔ اور سیر الی اللہ کا تمام ہونا جو مقام فنا ہے، سیر انفسی کے تمام ہونے کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور سیر فی اللہ کی جو کئی مراحل سیر انفسی کے بعد ہے صورت سامنے آتی ہے[2]

کَیْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰی سُعَادَ وَدُوْنَهَا ۔۔۔ قُلَلُ الْجِبَالِ وَدُوْنَهُنَّ حُیُوْفُ

اے سعادت کے آثار والے! سیر انفسی میں علمی اور حُبّی تعلق جو ذات سالک سے منسوب تھا، زائل ہو گیا۔ اور جو گرفتاری اُسے اپنی ذات سے تھی، اُٹھ گئی تو دوسروں کی گرفتاری بھی اس کی ذات سے گرفتاری کے زوال کے ضمن زائل ہو گئی۔ کیونکہ دوسروں کے ساتھ گرفتاری اپنی ذات کے ساتھ گرفتاری کے واسطہ سے تھی۔ جیسا کہ اس کی تحقیق اوپر مذکور ہوئی۔ پس یہ بات درست ہو گئی۔ کہ سیر آفاقی سیر انفسی کے ضمن میں طے

---

[1] یعنی عالم خلق و امر کے سات لطائف کے حالات۔

[2] سُعاد معشوقہ تک پہنچنا کس طرح ممکن ہے۔ جب کہ اس کے اور میرے درمیان پہاڑوں کی بلند چوٹیاں اور دشوار گذار تنگ ڈنڈیاں واقع ہیں۔



Marfat.com

ہو جاتی ہے۔ اور سالک اس ایک سیر کے ساتھ ہی اپنی ذات کے ساتھ گرفتاری اور دوسروں کی گرفتاری سے نجات پا جاتا ہے۔ تو اس کے اندازے کے مطابق سیر انفسی اور سیر آفاقی کے معنی کی تحقیق درست ہو گئی کیونکہ فی الحقیقت سیر انفس میں ہوتی ہے۔ لیکن وہی سیر آفاق میں بھی ہے۔ اس لئے کہ بتدریج انفس سے تعلقات قطع کرنا انفس میں سیر ہے۔ اور سیر انفسی کے ضمن میں آفاق سے قطع تعلقات کی جو صورت بنتی ہے۔ وہ آفاق میں سیر ہے۔ بخلاف دوسروں کی سیر آفاقی اور سیر انفسی کے۔ کیونکہ وہ تکلف کی محتاج ہے جیسا کہ گذرا۔ ہاں ہاں جہاں حقیقت ہے وہاں تکلف سے آزادی ہے واللہ سبحانہ الموافق ۔

سُن چہ سُن! کہ سیر انفسی میں سالک کے آئینے میں واجب تعالیٰ جل سلطانہ کے اسماء و صفات کا ظہور جو کہا گیا ہے سے تجلیہ بعد از تخلیہ کا خیال کیا گیا ہے وہ فی الحقیقت اسماء وصفات کا ظہور نہیں ہے اور نہ ہی تجلیہ بعد از تخلیہ ہے۔ بلکہ وہ ظہور اسماء و صفات کے ظِلال میں سے کسی ظِل کا ظہور ہے جو تخلیہ کا سبب ظہور ہے اور تزکیہ اور تصفیہ کو آسان کرنے والا ہے ۔

اس کی تفصیل یوں ہے۔ کہ ابتدا حضرت حق تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔ جو مبدائیت کے مُناسب ہے۔ طالب کے آئینے میں اولاً مطلوب کے ظِلال میں سے کسی ظِل کا ظہور ہوتا ہے۔ تاکہ طالب کی تاریکیوں اور اس کے میل کچیل کو دور کر دیں۔ اور اُسے تزکیہ اور تصفیہ حاصل ہو۔ تاریکیوں کے دُور ہونے اور تزکیہ اور تصفیہ کے حاصل ہونے کے بعد جو مکمل طور پر سیر انفسی سے وابستہ ہے تخلیہ کی صورت بنتی ہے۔ اور تجلیہ کی استعداد پیدا ہوتی ہے واجب تعالیٰ جل سلطانہ کے اسماء و صفات کے ظہور کے قابل ہوتا ہے۔ لہذا سیر انفسی میں تخلیے کو حاصل کیا جاتا ہے۔ جو تزکیہ و تصفیہ سے وابستہ ہے۔ اور جس تخلیے کا وہم سیر آفاقی میں ہوا تھا۔ وہ تخلیے کی صورت تھی نہ کہ حقیقت تخلیہ تاکہ سیر انفسی میں ہی حصولِ تخلیہ اور ظہور متصور ہو۔ جیسا کہ مشائخ نے کہا ہے۔ اس بیان سے لازم آیا۔ کہ ظِلی وابستگی گسستن ، (تعلقات توڑنے) پر مقدم ہے۔ جب تک مطلوب کے ظلال میں سے کوئی ظِل سالک کے آئینے میں منعکس نہ ہو ، غیر مطلوب سے قطع تعلق متصور نہیں ہوتی۔ لیکن اصل سے وابستہ ہونا گسستن قطع تعلق کے بعد ہے۔ لہذا مشائخ میں سے جنہوں نے پیوستن کو مقدم کہا ہے۔ تو اس سے ظِلی پیوستگی مراد لینی چاہیئے۔ اور جنہوں نے گسستن کو پیوستن پر مقدم کیا ہے۔ تو اس سے اصل سے پیوستگی مراد لی جائے تاکہ فریقین کی نزاع لفظی بن جائے ۔

اور شیخ ابو سعید خراز قدس سرہٗ اس مقام میں متوقف ہے ۔ وہ کہتا ہے "تا نرہی نیابی تا نیابی نرہی ندانم کدام پیش بود"، یعنی جب تک قطع تعلق نہ کرے گا۔ مقصود نہ پائے گا اور جب تک مقصود کو نہ



Marfat.com

پائے گا۔ غیر سے قطع تعلق میں کامیاب نہ ہوگا۔ میں نہیں جانتا کہ ان دونوں میں سے پہلے کس کا وقوع ہوتا ہے معلوم ہوگیا کہ ظل کی یافت تعلقات سے آزاد ہونے کے بعد ہے اور اصل کی یافت آزاد ہونے کے بعد۔ لہذا کوئی اشتباہ نہ رہا۔ جس طرح صبح کے وقت طلوع آفتاب سے پہلے سورج کے انوار کے ظلال کا ظہور ہوتا ہے۔ تاکہ عالم کو ظلمات سے خالی کرے اور صفائی عطا کرے ظلمات کے زوال اور صفائی کے حصول کے بعد نفس آفتاب کا طلوع ہوتا ہے۔ اس لئے آفتاب کے ظل کا ظہور ظلمات کے زوال سے پہلے ہے۔ اور نفس آفتاب کا طلوع ظلمات کے زائل ہونے کے بعد ہے۔ بادشاہوں کا جلوہ نما ہونا تخلیہ اور تصفیہ کے بعد مناسب ہوتا ہے۔ اگرچہ تخلیہ اور تصفیہ اُن کے مقدمۃ الجیش کے طلوع کے بغیر متصور نہیں ہے۔ تو حق ظاہر ہوگیا اور جھگڑا ختم ہوگیا اور اشتباہ دور ہوگیا۔

"وَاللّٰہُ سُبْحَانَہُ الْمُلْہِمُ"

# مکتوب نمبر ۴۳

مولانا محمد افضل کی طرف صادر فرمایا

اس معنی کے بیان میں کہ اس بارگاہ میں ذوقِ یافت ہے، یافت نہیں اور اندراج النہایۃ فی البدایہ کے معنی میں جو اس بلند طریقہ کا خاصہ ہے اور کئی دوسرے طریقوں پر افضلیت، اور اس کے مناسب امور کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اس بلند طریقہ کے مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی عبارات میں واقع ہوا ہے۔ کہ اس حضرت جل سلطانہٗ میں ذوق یافت ہے نہ کہ یافت۔ یہ بات نہایت کے بدایت میں اندراج کے مناسب ہے۔ جو ان بزرگوں کے جذبہ خاص کے مقام کے مناسب ہے۔ اس مقام میں یافت کی حقیقت ہے کیونکہ وہ انتہا کے ساتھ مخصوص ہے۔ لیکن جب کہ نہایت کو بدایت میں درج کرنے کی چاشنی ان بزرگوں نے اس میں ڈال دی ہے۔ اس لئے ذوقِ یافت یہاں میسر آجاتا ہے۔ اور جب جذبہ سے معاملہ باہر آتا ہے اور ابتدا سے وسط میں آتا ہے۔ تو ذوقِ یافت بھی یافت کی طرح عدم کی جانب رخ کرلیتا ہے۔ نہ یافت رہتی ہے اور ذوق یافت۔ اور جب کام نہایت تک پہنچتا ہے تو یافت میسر آجاتی ہے۔ اور



Marfat.com

ذوق یافت مفقود ہو جاتا ہے۔ اور جب منتہی کے حق میں ذوق یافت مفقود ہے تو التذاذ اور حلاوت بھی اس کے حق میں کمتر ہے۔ منتہی ذوق و حلاوت کو اوّل قدم میں ہی چھوڑ چکا ہے۔ اور آخر کار بے حلاوتی اور بے مزگی کے گوشہ گمنامی چلا جاتا ہے [1]

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ وَبَارَكَ مُتَوَاصِلُ الْحُزْنِ دَائِمُ الْفِكْرِ ؕ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ و اصحابہ وسلم و بارک ہمیشہ غمگین اور متفکر رہتے تھے

سوال :- جب منتہی کو مطلوب کی یافت میسر آگئی تو ذوق یافت کیوں مفقود ہو گیا۔ اور مبتدی جب کہ یافت سے بے بہرہ ہے تو اُسے ذوقِ یافت کہاں سے میسر آگیا۔

جواب :- یافت کی دولت منتہی کے باطن کے لئے ہے۔ جس سے اپنے ظاہر سے تعلق منقطع کرنے سے مشرف ہوا ہے۔ اور جب اس کے باطن کو اس کے ظاہر سے تعلق بہت کم رہ گیا ہے تو لازماً باطنی نسبت ظاہر میں سرایت نہیں کرتی اور باطن کی یافت سے ظاہر کو کچھ ذوق و لذت نصیب نہیں ہوتی پس منتہی کے باطن کو مطلوب کی یافت حاصل ہوتی ہے۔ اور اس کے ظاہر کو ذوقِ یافت نہیں ہوتا باقی رہا ذوقِ باطن کہ یافت اس کا حصہ ہے جب باطن نے بے چونی سے حصہ پایا ہے۔ تو اس کا وہ ذوق بھی بے چونی کے جہاں سے ہوگا۔ اور ظاہر کے رنگ میں جو سراسر چون ہے نہیں آئے گا۔ لہذا بسا اوقات ایسا ہوتا ہے۔ کہ ظاہر باطن کے ذوق کی نفی کرتا ہے۔ اور باطن کو بھی اپنی طرح بے حلاوت جانتا ہے۔ کیونکہ چوں کا ذوق اور ہے اور بے چوں کا ذوق اور۔ اور جب کہ منتہی کا ظاہر بھی اس کے باطن سے بے خبر ہے۔ تو ظاہر بین عوام منتہی کے باطن سے کیا واقف ہونگے۔ اور انکار کے سوا اُنکے حصے میں کیا آئے گا۔ جو ذوق ان کے فہم میں آتا ہے، ظاہر کا ذوق ہے۔ جو عالم چوں سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سماع، رقص، ہاؤ ہو اور بے قراری وغیرہ جو ظاہر کے احوال اور صورت کے اذواق ہیں۔ ان کے نزدیک بڑے نادر الوجود اور عظیم القدر ہیں۔ بلکہ بہت ممکن ہے کہ اذواق و مواجید کو انھیں مذکورہ امور میں منحصر جانیں۔ اور ولایت کے کمالات صرف انہی امور کو گمان کریں۔ اللہ سبحانہٗ انھیں سیدھی راہ دکھائے۔ ظاہر کے احوال باطنی احوال کی نسبت اس طرح ہیں جس طرح چوں بے چوں کے سامنے۔ تو ثابت ہو گیا کہ

---

[1] ترمذی شریف۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ کیفیت زیادہ فکر اور جلالِ الٰہی میں استغراق کے باعث ہوتی تھی ظاہر میں آپ کا اکثر تبسم رہنا تالیفِ قلوب اور شفقت کے طور پر ہوتا تھا۔



Marfat.com

منتہی کا باطن یافت بھی رکھتا ہے اور ذوقِ یافت بھی۔ صرف اتنی بات ہے کہ جب وہ ذوق بے چونی کے عالم سے بہرہ ور ہے تو اس کے ظاہر کے ادراک میں نہیں آسکتا۔ بلکہ ظاہر اس ذوق کی نفی کا فیصلہ کرتا ہے۔ اگرچہ یافت باطن کی ظاہر کو اطلاع ہے۔ لیکن اس یافت کے ذوق کو نہیں پا سکتا۔ پس نظر بہ ظاہر کہا جا سکتا ہے۔ کہ منتہی کو یافت میسر ہے لیکن ذوقِ یافت مفقود ہے۔ اور اس بلند طریقہ سے سمجھ دار مبتدی کیلئے جو فقدانِ یافت کے باوجود ذوقِ یافت ثابت کرتے ہیں۔ تو وہ اس وجہ سے ہے کہ بزرگ ابتداء میں انتہائی چاشنی درج کرتے ہیں۔ انعکاس کے طور پر مبتدیِ رشید کے باطن میں نہایت کا پرتو ڈالتے ہیں اور جب کہ مبتدی کا ظاہر اس کے باطن سے مرتبط ہے اور اس کے ظاہر و باطن میں قوتِ تعلق ثابت ہے تو لازماً نہایت کا وہ پرتو اور وہ چاشنی ولایت باطن سے مبتدی کے ظاہر کی طرف دوڑ آتی ہے۔ اور ظاہر کو اس کے باطن کی طرح رنگین کر دیتی ہے۔ اور یافت کا ذوق بے اختیار اس کے ظاہر میں نمایاں ہو جاتا ہے۔ تو یہ بات درست ہو گئی کہ مبتدی میں حقیقتِ یافت مفقود اور ذوقِ یافت موجود ہے۔ اس بیان سے اکابر نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے طریقہ کی بلندی اور ان کی بلند نسبت کی رفعت معلوم ہوتی ہے۔ اور مریدوں اور طالبوں کے حق میں ان بزرگوں کے حسنِ تربیت اور کمالِ اہتمام کا پتہ چلتا ہے۔ اور پہلے قدم میں ہی جو کچھ خود رکھتے ہیں طالبِ صادق مُریدِ رشید کو حوصلے کے مطابق عطا کر دیتے ہیں۔ اور ربطِ حُبّی کے تعلق کی بناء پر التفات و انعکاس سے اس کی تربیت کرتے ہیں۔

دوسرے سلاسل کے بعض مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کو ان بزرگوں کے صادر شدہ قول یعنی اندراج النھایۃ فی البدایۃ میں اشتباہ ہے۔ اور انہیں اس بات کی حقیقت میں شک و تردد ہے۔ اور وہ اس کو جائز قرار نہیں دیتے کہ اس طریقہ کا مبتدی دوسرے طریقوں کے منتہی کے برابر ہو جائے۔ تعجب ہے کہ اس طریقہ کے مبتدی کی دوسرے طریقوں کے منتہی حضرات کیساتھ مساوات انہوں نے کہاں سے سمجھی ہے۔ نقشبندی بزرگوں نے نہایت کو بدایت میں درج کرنے کی بات سے زیادہ کچھ نہیں کہا۔ اور یہ عبارت مساوات پر دلالت نہیں کرتی اور (اس قول سے ان بزرگوں کا) مقصود یہ ہے کہ اس طریقہ میں شیخ منتہی اپنی توجہ و تصرّف سے انعکاس کے طور پر اپنی نہایت کی دولت کی چاشنی سے مبتدی رشید کو عطا فرماتا ہے۔ اور اس کی بدایت میں اپنی نہایت کا نمک ملا دیتا ہے۔ مساوات کی جائے اشتباہ کہاں ہے۔ اور اس کی حقیقت میں شک کی کیا گنجائش ہے۔ اور اندراج بڑی دولت ہے۔ اس طریق کا مبتدی اگرچہ منتہی کا حکم نہیں رکھتا۔ تاہم نہایت کی دولت سے بے نصیب نہ رہے گا۔ اور نمک کا وہ ذرہ اُسے مکمل طور پر ملیح اور نمکین کر دے گا بخلاف دوسرے طریقوں کے مبتدیوں کے کہ نہایت سے بہت دور ہیں۔ اور منزلوں اور مسافتوں کے طے کرنے میں



Marfat.com

زیر بار ہیں۔ افسوس ہزار افسوس اگر انھیں ان منازل کے قطع کرنے کی فرصت نہ دیں اور مسافتوں کے طے کرنے کو ان کے حق میں تجویز نہ کریں۔ اور جب اس طریق کے مبتدی اور دوسرے طریقوں کے مبتدیوں کے درمیان فرق واضح ہو گیا اور اس مبتدی کی فضیلت دوسرے ارباب ہدایت پر ظاہر ہو گئی۔ تو جاننا چاہیئے کہ اس طریق کے منتہیوں اور دوسرے طرق کے منتہیوں میں بھی اسیقدر فرق ہے۔ اور اس منتہی کی دوسرے طرق کے منتہیوں پر اسی مقدار میں ثابت ہے۔ بلکہ اس طریقہ علیہ کی نہایت دوسرے تمام طرق کے مشائخ کی نہایات سے وراء الوراء ہے۔ میری اس بات کا انھیں یقین آئے یا نہ آئے۔ اگر انصاف سے کام لیں گے تو شاید باور کریں۔ وہ نہایت جس کی ہدایت، نہایت آمیز ہو دوسروں کی نہایات سے البتہ ممتاز ہوگی۔ اور بہرحال باقی تمام نہایتوں کی نہایت ہوگی

سالے کہ نکوست از بہارش پیداست

دوسرے سلاسل کے متعصب لوگوں کی ایک جماعت ہمیں کہتی ہے کہ ہماری نہایت وصول بحق سبحانہٗ ہے۔ اور تم اُسے اپنی بدایت کہتے ہو۔ تو حق سے آگے کہاں جاؤ گے۔ اور حق سے آگے تمہاری نہایت کیا چیز ہوگی۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم حق سے حق جل سلطانہٗ کی طرف جاتے ہیں۔ اور شائبہ ظلیت سے بھاگ کر اصل الاصل کی طرف دوڑتے ہیں۔ اور تجلیات سے اعراض کر کے متجلی کو طلب کرتے ہیں اور ظہورات کو پیچھے چھوڑ کر ظاہر کو ابطن بطون میں چاہتے ہیں۔ اور جب کہ ابطنیت میں مختلف مراتب ہیں۔ اس لئے ایک ابطنیت سے دوسری ابطنیت کی طرف جاتے ہیں۔ اور اس دوسری ابطنیت سے تیسری ابطنیت کی طرف قدم بڑھاتے ہیں۔ اسی طرح آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں جہاں تک اللہ چاہیئے۔ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ اگرچہ بسیط حقیقی ہے۔ لیکن فراخ بھی ہے۔ نہ وہ وسعت جس میں طول و عرض ہو۔ کیونکہ وہ تو نشانات امکان اور علامات حدوث میں سے ہے بلکہ اس بلند ذات کی وسعت اس سبحانہٗ کی طرح بے چون و بے چگون ہے۔ اور جو سیر اس وسعت میں واقع ہوتی ہے وہ بھی بے چون و بے چگون ہے۔ اور صاحب سیر بھی چونی اور چندی کے باوجود بے چونی اور بے چگونی کی قوت سے ان بے چونی کی منازل کو قطع کرتا ہے اور چون سے بے چون میں آجاتا ہے۔ بے سرو سامان بے چارے حقیقت معاملہ کو کیا پائیں۔ عالم چون میں گرفتار بے چون سے کیا خبر دے سکتے ہیں اپنی نارسائی کو اعتراض گمان کرتے ہیں اور اپنی نادانی سے فخر و مباہات کرتے ہیں [1]

عیب پسندند بزعم ہنر ، بے خبر چند ز خود بے خبر

---

[1] سال کی خوبی اور تر و تازگی اسکی بہار کے دم قدم سے ہوتی ہے حاشیہ صفحہ ۱۸۱ پر ملاحظہ ہو۔



Marfat.com

اس قدر نہیں سمجھتے کہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی نہایت بلکہ خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات والتحیات کی نہایت بھی حق سبحانہٗ ہے۔ اور اعتراض کرنے والوں کی نہایت ان بزرگ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی نہایت کے ساتھ متحد نہیں ہے۔ بلکہ دونوں نہایتیں ایک دوسری سے کچھ مناسبت نہیں رکھتیں۔ پس ہو سکتا ہے کہ ایک جماعت کو ایسی نہایت میسر آ چکی ہو جو ان اعتراض کرنے والوں کی نہایت سے وراء ہو۔ لیکن ان بزرگ انبیاء علیہم الصلوات والتحیات کی نہایت سے نیچے ہو۔ تو درست ہو گیا کہ سب کی نہایت حق سبحانہٗ ہے۔ اور گروہوں کے درمیان ان کے درجات کے مطابق فرق و تفاوت ہے۔ یا ہم یوں کہتے ہیں کہ سب اپنی نہایت وصول بحق جل سلطانہٗ ہی سمجھتے ہیں۔ لیکن بہت سے ایسے ہیں جو حق کے ظلال اور ظہورات کو ان ظلال و ظہورات کے تفاوت کے باوجود حق تعالیٰ و تقدس سمجھ لیتے ہیں۔ پس تمام ارباب نہایات کی نہایتیں نفس الامر میں وصول بحق تعالیٰ و تقدس نہیں ہے۔ بلکہ ہر ایک کے گمان کے مطابق اس کا منتہا حق سبحانہٗ ہے۔ جس کے ماوراء بھی ظلال اور ظہورات ہیں اور یہ کوئی بعید نہیں اور یہ بات کس طرح انکار و اشتباہ کا محل ہو سکتی ہے۔

قاصرے[1] گر کند ایں طائفہ را طعن قصور　　حاش للہ کہ برآرم بزباں ایں گلہ را

ہمہ شیران جہان بستۂ ایں سلسلہ اند　　روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ اِسْرَافَنَا فِیْٓ اَمْرِنَا وَ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَ انْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ ط

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی

# مکتوب نمبر ۴۴

محمد صادق ولد محمد مومن کی طرف صادر فرمایا

اس کے استفسار کے جواب میں جو اس نے وحدت الوجود کے متعلق کیا تھا۔ اور

---

حاشیہ صفحہ ۱۵۱ [1] پنجابی عقل اپنے آپ سے بیخبر اپنے زعم میں عیب کو کمال خیال کرتے ہیں۔

[1] کوئی کوتاہ فکر اس گروہ میں نقص و کمی کا عیب لگائے تو حاشا للہ کہ میں اس کا شکوہ کروں۔ جہان کے تمام شیر اس سلسلہ سے منسلک ہیں۔ لومڑی حیلے بہانے سے اس سلسلے کو کیسے درہم برہم کر سکتی ہے۔



Marfat.com

## عُلوم شرعیہ سے اس کی تطبیق دینا۔ نیز انہوں نے دریافت کیا تھا کہ اِذَا اَحَبَّ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَبْدًا الخ کے کیا معنی ہیں۔ اور اس کے مُناسب اُمور کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ط آپ نے پوچھا تھا کہ صوفیہ وحدت وجود کے قائل ہیں۔ اور علماء اُسے کفر و زندقہ جانتے ہیں۔ حالانکہ دونوں گروہ فرقہ ناجیہ سے ہیں۔ اس معاملے کی حقیقت تیرے نزدیک کیا ہے۔ محبت کے آثار والے! اس بحث کی تحقیق فقیر نے اپنے مکتوبات ورسائل میں تفصیل سے لکھ دی ہے۔ اور فریقین کے اختلاف کو نزاع لفظی قرار دیا ہے۔ اس کے باوجود جب آپ نے دریافت کیا ہے تو سوال کا جواب ضرور دینا چاہیے۔ اس لئے ضرورۃً چند کلمات لکھے ہیں۔

جان لیں کہ صوفیہ علیہ میں سے جو وحدت وجود کے قائل ہے اور اشیاء کو حق تعالیٰ کا عین دیکھتا ہے اور ہمہ اوست کا حکم لگاتا ہے۔ اس کی مراد یہ نہیں کہ اشیاء حق جل وعلا کے ساتھ متحد ہیں اور تنزیہہ تنزل کر کے تشبیہ ہوگئی ہے۔ اور واجب ممکن بن گیا ہے۔ اور بے چون چوں میں آگیا ہے۔ کیونکہ یہ سب کفر و الحاد اور ضلالت و زندقہ ہے۔ وہاں نہ اتحاد ہے نہ عینیت نہ تنزل ہے نہ تشبیہہ۔ تو وہ سبحانہٗ الآن کما کان ہے۔ تو پاک ہے وہ جو نہ اپنی ذات میں متغیر ہو سکتا ہے نہ صفات میں اور نہ حدوثِ اکوان میں اپنے اسماء کے اندر متغیر ہو سکتا ہے۔ وہ سبحانہٗ و تعالیٰ اپنی اسی صرافتِ اطلاق پر ہے۔ اس نے وجوب کی بلندی سے امکان کی پستی کی طرف میلان نہیں فرمایا۔ بلکہ ہمہ اوست کا معنی یہ ہے کہ اشیاء نہیں ہیں اور وہ تعالیٰ و تقدس موجود ہے۔ منصور نے جو انا الحق کہا اس کی مراد یہ نہیں کہ میں حق ہوں اور حق کے ساتھ متحد ہوں کہ یہ معنی کفر ہے اور اس کے قتل کا موجب۔ بلکہ اس کے قول کا معنی یہ ہے۔ میں نہیں ہوں حق سُبحانہٗ موجود ہے۔ صرف اتنی بات ہے کہ صوفیہ اشیاء کو حق تعالیٰ و تقدس کے ظہورات جانتے ہیں اور اس سُبحانہٗ کے اسماء و صفات کا جلوہ گاہ قرار دیتے ہیں بے شائبہ تنزل اور تغیر و تبدل کے گمان کے بغیر۔ جس طرح سایہ شخص سے دراز ہوتا ہے لیکن نہیں کہہ سکتے کہ وہ سایہ اس شخص کے ساتھ متحد ہے اور عینیت کی نسبت رکھتا ہے یا وُہ شخص تنزل کر کے سایہ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ بلکہ وہ شخص اپنی اصالت کی صرافت پر ہے۔ اور سایہ اس سے وجود میں آیا ہے۔ بے شائبہ تنزل و تغیر۔ اگرچہ بعض اوقات ایک جماعت کو جس نے اس شخص کے وجود کے ساتھ کمال محبت پیدا کر لی ہوتی ہے۔ ان کی نظر سے سایہ پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ اور شخص کے سوا کوئی چیز انہیں مشہود نہیں ہوتی۔ ہو سکتا ہے۔ کہ ایسے لوگ کہیں کہ سایہ شخص کا عین ہے۔ یعنی سایہ معدوم ہے اور شخص موجود ہے۔ اور بس۔

اس تحقیق سے لازم آیا کہ صوفیہ کے نزدیک اشیاء حق تعالیٰ کے ظہورات ہیں نہ حق جل سلطانہ کا عین پس



Marfat.com

پس اشیاء حق سے ہیں نہ کہ حق جل شانہٗ ہیں۔ پس ان کے اس کلام ہمہ اوست کا معنی ہمہ از اوست ہے جو علماءِ کرام کا مختار ہے۔ اور علماء کرام اور صوفیہ عظام کثرہم اللہ سبحانہٗ الیٰ یوم القیامۃ کے درمیان فی الحقیقت کوئی نزاع ثابت نہیں ہوتی۔ اور دونوں باتوں کا مآل و انجام ایک بن جاتا ہے۔ اس قدر فرق ہے کہ صوفیہ اشیاء کو حق تعالیٰ کے ظہورات کہتے ہیں اور علماء اس لفظ سے بھی پرہیز کرتے ہیں۔ حلول اور اتحاد کے وہم سے بچنے کے لئے۔

سوال:۔ صوفیہ اشیاء کو ظہورات قرار دینے کے باوجود معدوم خارجی جانتے ہیں۔ اور خارج میں حق سبحانہٗ کے سوا کسی کو موجود نہیں جانتے۔ اور علماء اشیاء کو موجودات خارجیہ کہتے ہیں۔ لہٰذا فریقین کے درمیان نزاع معنوی ثابت ہو گئی۔

جواب:۔ صوفیہ اگرچہ عالم کو معدوم خارجی جانتے ہیں لیکن خارج میں اس کا وہمی وجود ثابت کرتے ہیں اور اُسے اراءۃ خارجی کہتے ہیں۔ اور وہمی خارجی کثرت کا انکار نہیں کرتے۔ اس کے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ اس وہمی وجود نے جو خارج میں نمود پیدا کیا ہے۔ اس قسم کے وجودات خارجیہ میں سے نہیں جو وہم کے زوال سے زائل ہو جائے۔ اور قیام و استقرار نہ رکھے۔ بلکہ یہ وہمی وجود اور یہ خیالی نمود چونکہ حق سبحانہٗ کے فعل اور اس بلند ذات کی قدرت کاملہ کے انتقاش سے ہے۔ اس لئے زوال اور خلل سے محفوظ ہے۔ اور اس جہان اور اس جہان کا معاملہ اس سے وابستہ ہے۔ سوفسطائی جو عالم کو اوہام و خیالات جانتا ہے، اشیاء کا زوال وہم کے زوال سے متعلق کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ اشیاء کا وجود ہمارے اعتقاد کے تابع ہے۔ نفس امر میں وجود و ثبوت نہیں رکھتے۔ اگر آسمان کو زمین اعتقاد کریں تو زمین ہے اور زمین ہمارے اعتقاد سے آسمان ہے۔ اور اگر شیریں چیز کو تلخ جانیں تو تلخ ہے۔ اور تلخ ہمارے اعتقاد سے شیریں۔ مختصر یہ کہ یہ بے عقل لوگ صانع مختار جل سلطانہٗ کی ایجاد کا انکار کرتے ہیں اور اشیاء کو اس بلند ذات کے ساتھ قائم نہیں جانتے۔ تو خود بھی گمراہ ہوئے دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔

پس صوفیہ اشیاء کے لئے خارج میں وجود وہمی جو قیام و استقرار رکھتا ہے۔ اور وہم کے ارتفاع سے مرتفع نہیں ہوتا ثابت کرتے ہیں۔ اور اس جہان کو جو دائمی اور ابدی ہے۔ اس وجود سے وابستہ رکھتے ہیں۔ علماء اشیاء کو خارج میں موجود جانتے ہیں۔ اور احکام خارجی ابدی اس پر مرتب کرتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود اشیاء کا وجود حق جل و علا کے پہلو میں ضعیف و نحیف تصور کرتے ہیں۔ اور ممکن کے وجود کو واجب تعالیٰ و تقدس کے وجود کی نسبت نیست جانتے ہیں۔ پس فریقین کے نزدیک اشیاء کا وجود خارج میں ثابت ہو گیا کیونکہ اس دنیا اور آخرت کے احکام اس سے وابستہ ہیں۔ اور وہم و خیال کے ارتفاع سے اس کا زوال



Marfat.com

نہیں ہوتا۔ تو نزاع ختم ہوگئی اور خلاف دور ہوگیا۔ صرف اتنی بات ہے کہ صوفیہ اُسے وجود وہمی کہتے ہیں۔ اس بناء پر کہ عروج کے وقت اشیاء کا وجود ان کی نظر سے پوشیدہ ہو جاتا ہے اور حق جل و علا شانہٗ کے وجود کے سوا ان کی نظر میں کچھ نہیں رہتا۔ علماء اس وجود پر وہم کے اطلاق سے پرہیز کرتے ہیں اور وجود وہمی نہیں کہتے۔ تاکہ کوئی کوتاہ نظر اس کے زوال کا اعتقاد نہ کرے۔ اور اس طرح ثواب و عذاب ابدی سے انکار کر بیٹھے۔

سوال :۔ صوفیہ جو اشیاء کا وہمی وجود ثابت کرتے ہیں۔ اس سے ان کا مقصود یہ ہے کہ یہ وجود قیام و استقرار کے باوجود نفس امری نہیں ہے۔ صرف وہم میں ہے اور نمود کے سوا اس کا کچھ حصہ نہیں۔ اور علماء اشیاء کو خارج میں نفس امری وجود کے ساتھ موجود مانتے ہیں لہذا نزاع و اختلاف باقی رہا۔

جواب :۔ وجود وہمی اور نمود خیالی جب کہ وہم و خیال کے زوال سے زائل نہیں ہوتا تو نفس امری ہوگیا اس لئے کہ اگر تمام وہم کرنے والوں کے وہم کا زوال فرض کرلیں تب بھی یہ وجود ثابت رہتا ہے۔ ان کے زوال سے ہرگز زائل نہیں ہوتا۔ اور واقع اور نفس الامر کے یہی معنیٰ ہیں۔ البتہ اس قدر ہے کہ جو نفس الامر ممکن کے وجود میں ثابت کیا جاتا ہے۔ اس نفس الامر کے سامنے جو واجب تعالیٰ کے وجود میں ثابت ہے، لاشئ کا حکم رکھتا ہے۔ اور نزدیک ہے کہ اُسے موہومات اور متخیلات میں سے شمار کیا جائے۔ جس طرح کلی مشکک کے افراد کہ آپس میں بہت زیادہ فرق رکھتے ہیں۔ جس طرح ممکن کا وجود کہ واجب تعالیٰ کے وجود کی نسبت لاشئ کا حکم رکھتا ہے۔ اور نزدیک ہے کہ اُسے عدمات میں شمار کریں۔ لہذا فی الحقیقت کوئی نزاع اور اختلاف نہیں۔

سوال :۔ جب سب اشیاء کا وجود نفس الامری ہوگیا تو لازم آیا کہ نفس الامر میں اشیاء متعدد ہوں۔ اور نفس الامر میں ایک موجود نہ ہو۔ اور یہ وحدت وجود کے منافی ہے۔ جو صوفیہ وجودیہ کے ہاں طے شدہ امر ہے

جواب :۔ دونوں چیزیں نفس امری ہیں۔ وحدتِ وجود بھی نفس امری ہے اور تعدد وجود بھی نفس امری ہے۔ لیکن جب کہ جہت اور اعتبار مختلف ہے۔ اجتماع نقیضین کا وہم بھی مرتفع ہے۔ یہ بحث ایک مثال سے واضح ہوجاتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ زید کی صورت جو آئینے میں دکھائی دیتی ہے۔ درحقیقت آئینے میں کوئی صورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ صورت نہ آئینہ کے حجم میں موجود ہے اور نہ ہی آئینہ کی سطح میں۔ بلکہ آئینہ میں اس صورت کا وجود وہم کے اعتبار سے ہے۔ اور آئینے میں اراءۃ خیالی سے زیادہ اس کا ثبوت نہیں ہے۔ لہذا اگر کوئی کہے کہ میں نے زید کی صورت آئینے میں دیکھی ہے۔ اسے اس کلام میں عقلاً و شرعاً سچا جانتے اور حق پر گمان کرتے ہیں۔ اور جب کہ قسموں کا مبنیٰ حق پر ہے۔ اس لئے اگر کوئی شخص قسم کھائے اور کہے کہ اللہ کی قسم میں نے زید کی شکل آئینے میں دیکھی ہے۔ تو چاہیئے کہ حانث نہ ہو۔ پس اس صورت میں



Marfat.com

آئینے میں صورت زید کا عدم حصول بھی نفس امری ہے اور تخیل و توہم کے اعتبار سے آئینے میں اس کا حصول بھی نفس امری ہے۔ لیکن پہلا نفس امر مطلقاً نفس امر ہے۔ اور یہ دوسرا نفس امر توہم و تخیل کے واسطے سے عجب معاملہ ہے۔ توہم و تخیل کا اعتبار جو نفس امر کے منافی ہے۔ یہاں وہی نفس امر کا حصہ بن گیا ہے اسلئے کہ اگر توہم و تخیل کا اعتبار نہ ہوتا تو یہاں نفس امر کا حصول و ثبوت نہ ہوتا

دوسری مثال۔ نقطہ جوالہ ہے جس نے توہم و تخیل کے اعتبار سے خارج میں دائرے کی صورت پیدا کر لی ہے۔ یہاں خارج میں دائرے کا عدم حصول بھی نفس امری ہے اور توہم و تخیل کے اعتبار سے خارج میں اس کا حصول بھی نفس امری ہے۔ لیکن دائرے کا عدم حصول مطلقاً نفس امری ہے۔ اور اس کا حصول توہم و تخیل کے لحاظ سے نفس امری ہے تو پہلا مطلق اور دوسرا مقید ہے۔ تو ہماری اس بحث میں وحدت وجود مطلق نفس امری ہے۔ اور تعدد وجود توہم و تخیل کے اعتبار سے نفس امری ہوا ہے۔ پس اطلاق و تقیید کے ملاحظہ سے ان دونوں میں نفس الامر میں تناقض نہ رہا اور اجتماع نقیضین ثابت نہ ہوا۔

سوال ۱۔ جب کہ سب وہم کرنے والوں کے وہم کا زوال فرض کر لیا جائے تو وجود وہمی اور نمود خیالی کیسے ثابت ہو سکتا ہے۔

جواب ۱۔ یہ وہمی وجود محض اختراع وہم سے حاصل نہیں ہوا۔ کہ وہم کے زوال سے زائل ہو جائے۔ بلکہ حق تعالیٰ جل و علا کے صنع سے مرتبہ وہم سے حاصل ہوا۔ اور استحکام پیدا کیا ہے۔ اس بناء پر ناچار وہم کے زوال سے خلل پذیر نہیں ہوتا۔ اور وجود وہمی اس اعتبار سے کہتے ہیں حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے اُسے مرتبہ حس و وہم میں اُسے پیدا فرمایا ہے۔ اور جب اس بلند ذات کا فعل خلق ہے تو جس مرتبہ میں بھی ہو گا زوال و خلل سے محفوظ ہے۔ اور حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے جب اُسے پیدا کیا ہے تو ناچار نفس امری بھی ہوا۔ جس مرتبے میں بھی اُسے پیدا کیا گیا ہو۔ اگرچہ وہ نفس نفس امری نہ ہو صرف اعتبار ہو۔ لیکن اس مرتبے میں اس کی پیدائش نفس امری ہے اور وہ جو میں نے کہا ہے کہ حضرت حق سُبحانہٗ و تعالیٰ نے مرتبہ حس و وہم میں پیدا کیا ہے یعنی اشیاء کو مرتبہ ایجاد میں فرمایا ہے مگر اس مرتبہ کے لئے حصول و ثبوت نہیں ہے مگر صرف حس و وہم میں۔ جیسے ایک شعبدہ باز غیر واقع اشیاء کو واقع کی صورت میں ظاہر کرتا ہے۔ اور ایک چیز کو دس چیزیں کر کے دکھاتا ہے حالانکہ ان دس چیزوں کے لئے حس و وہم کے سوا کوئی ثبوت نہیں اور نفس امر میں صرف ایک ہی چیز موجود ہے۔ اور ان دس چیزوں کو جو ظاہر کیا ہے۔ اگر قدرت کاملہ خداوندی جل سلطانہ سے ثبات و استقرار پیدا کر دیں۔ اور خلل اور جلد زائل ہونے سے محفوظ کریں۔ تو وہی دس چیزیں نفس الامری بن جائیں گی۔ تو اس اعتبار سے وُہ دس چیزیں نفس امری ہیں بھی اور نہیں بھی۔ لیکن دو اعتبار سے۔ اگر مرتبہ حس و وہم سے قطع نظر کر لی جائے تو معدوم ہیں۔ اور اگر حس و وہم کا لحاظ کیا جائے تو موجود ہیں۔ قصہ مشہور ہے کہ بلادِ ہندوستان میں چند شعبدہ بازوں نے ایک بادشاہ



Marfat.com

کے سامنے شعبدہ بازی کی۔ اس درمیان میں طلسم و شعبدہ سے باغ اور آم کے درخت لوگوں کے سامنے لائے اور ایک عارضی نمود سے انہیں ظاہر کیا۔ اور انہوں نے اسی مجلس میں یہ بھی دکھایا کہ وہ درخت بڑے ہوئے۔ اور انہیں پھل بھی لگا۔ اور اہلِ مجلس نے ان پھلوں سے کچھ کھائے بھی۔ عین اسی وقت بادشاہ نے ان شعبدہ بازوں کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ کیونکہ اس نے سنا ہوا تھا کہ اگر ظہور شعبدہ کے بعد شعبدہ باز کو قتل کردیں تو وہ شعبدہ قدرت خداوندی جل سلطانہٗ سے اپنی حالت میں موجود رہتا ہے۔ اتفاق سے جب ان شعبدہ بازوں کو قتل کردیا گیا۔ تو آم کے وہ درخت قدرت خداوندی جل سلطانہٗ سے اسی حالت میں موجود رہے۔ اور میں نے سنا ہے کہ وہ درخت اس وقت تک موجود ہیں۔ اور لوگ ان کے میوے کھاتے ہیں۔ اور اللہ کی ذات کیلئے یہ کوئی مشکل کام نہیں۔

پس متنازع فیہ صورت میں حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے جس کے سوا خارج اور نفس امر میں کوئی موجود نہیں ہے اپنی قدرت کاملہ سے اسمائی اور صفاتی کمالات کو ممکنات کی صورتوں کے پردے میں حس و وہم کے مرتبے میں ظاہر کیا ہے۔ اور وجود وہمی اور ثبوت خیالی سے ان کمالات کو اشیاء کے آئینوں میں جلوہ گر کیا ہے یعنی اشیاء کو ان کمالات کے مطابق مرتبۂ حس و وہم میں ایجاد فرمایا تو انہوں نے نمود وہمی اور ثبوت خیالی پیدا کیا۔ لہذا اشیاء کی ہستی نمودِ خیالی کے اعتبار سے ہے۔ لیکن جب کہ حضرتِ حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے اس نمود کو استقرار و ثبات عطا فرمایا ہے۔ اور اشیاء کی آفرینش میں استواری و استحکام کی رعایت کی ہے۔ اور معاملہ ابدی کو ان سے مربوط کیا ہے۔ اس بناء پر ناچار اشیاء کا وجود وہمی اور ثبوت خیالی نفس الامری ہو چکا ہے اور خلل سے محفوظ ہو گیا ہے۔ لہذا کہا جاسکتا ہے کہ اشیاء خارج میں نفس الامر کے اعتبار سے موجود ہیں بھی اور نہیں بھی لیکن دو مختلف اعتبار سے جیسا کہ مکرر گزرا۔

اس فقیر کے والد بزرگوار قدس سرہٗ جو علماء محققین میں سے تھے، فرماتے تھے کہ قاضی جلال الدین آگری نے جو متبحر علماء میں سے تھا، مجھ سے پوچھا کہ نفس الامر میں وحدت ہے یا کثرت۔ اگر وحدت ہے تو شریعت جس کا مبنیٰ احکام متباینہ اور متمایزہ ہیں، باطل ہوتی ہے۔ اور اگر نفس الامر میں کثرت ہے تو ان صوفیہ کا قول باطل ہوتا ہے جو وحدت وجود کے قائل ہیں۔ ہمارے حضرت والد ماجد قدس سرہٗ نے اس کے جواب میں فرمایا دونوں نفس الامری ہیں۔ اور اُسے بیان فرمایا۔ فقیر کے ذہن میں نہیں آرہا کہ آپ نے کیا فرمایا تھا۔ جو کچھ اس وقت فقیر کے دل میں ڈالا گیا ہے، تحریر کردیا گیا ہے۔ وَالْاَمْرُ اِلَی اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ

پس جو صوفیہ وحدت وجود کے قائل ہیں، حق پر ہیں اور علماء جو کثرتِ وجود کے معتقد ہیں، وہ بھی حق پر ہیں۔ صوفیہ کے حالات کے مناسب وحدت ہے۔ اور علماء کے حالات کے مناسب کثرت۔ کیونکہ شرائع کی بناء کثرت پر ہے۔ اور احکام کا تغایر کثرت سے وابستہ ہے۔ اور انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی دعوت اور آخرت



Marfat.com

تنعیم و تعذیب بھی کثرت سے متعلق ہے - اور جب حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ مطابق فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ (میں نے چاہا کہ اپنا تعارف کرا دوں) کثرت کو چاہتا اور ظہور کو پسند کرتا ہے - تو اس مرتبہ کو باقی رکھنا بھی ضروری ہے - کیونکہ اس مرتبہ کی تربیت اللہ رب العالمین کی پسندیدہ اور محبوب ہے - سلطان ذی شان کیلئے نوکر چاکر ہونے چاہئیں اور اس کی عظمت و کبریائی کے لئے خواری محتاجی اور شکستگی درکار ہے - وحدت وجود کا معاملہ اگرچہ حقیقت کی مانند ہے اور اس کی نسبت کثرت کا معاملہ مجاز کی طرح - اسی طرح اس عالم کو عالم حقیقت کہتے ہیں - اور اس عالم کو عالم مجاز - لیکن چونکہ ظہورات اس بلند ذات کو پیارے لگتے ہیں - اور اس نے اشیاء کو بقائے ابدی عطا فرمائی ہے - اور قدرت کو لباس حکمت میں لایا ہے - اور اسباب کو اپنے فعل کا پردہ پوش بنایا ہے - اس بناء پر وہ حقیقت، حقیقت مہجورہ کی طرح ہو گئی ہے - اور یہ مجاز متعارف ہو چکی ہے - نقطہ جوالہ اگرچہ حقیقت کی طرح ہے - اور اس سے پیدا ہونے والا دائرہ مجاز کی طرح - لیکن وہاں حقیقت مہجور ہے اور جو کچھ متعارف ہے مجاز ہے -

آپ نے اس قول اِذَا اَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا لَا يَضُرُّهٗ ذَنْبٌ کے معنی بھی دریافت کئے تھے - جان لیں کہ حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ کسی بندے کو دوست رکھتا ہے - تو گناہ اس سے صادر ہی نہیں ہوتا - کیونکہ اولیاء حق جل و علا ارتکاب ذنوب سے محفوظ ہیں - اگرچہ ممکن ہے کہ گناہ ان سے صادر ہو بخلاف انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے کہ وہ گناہ سے معصوم ہیں - اور ان سے صدور گناہ کا جواز بھی مسلوب ہے - اور جب گناہ اولیاء سے صادر نہیں ہوتا تو یقین ہے کہ گناہ ضرر بھی نہیں ہوگا - پس عدم صدور ذنب کی صورت میں لَا يَضُرُّهٗ ذَنْبٌ درست ہے - جیسا کہ ارباب علم پر پوشیدہ نہیں - اور ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ذنب سے پہلا ذنب مراد ہو جو درجہ ولایت تک وصول سے پہلے صادر ہوا ہو -

فَاِنَّ الْاِسْلَامَ يَجُبُّ مَا كَانَ قَبْلَهٗ — بیشک اسلام ما قبل کی سب باتوں کو مٹا دیتا ہے

اور حقیقت حال خدا تعالیٰ سبحانہٗ کو معلوم ہے -

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا ط — اے ہمارے پروردگار! ہمیں نہ پکڑنا - اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر بیٹھیں

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ

الْعُلٰى



Marfat.com

# مکتوب نمبر ۴۵

حقائق آگاہ، معارف دستگاہ خواجہ حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا

اس بیان میں کہ سارا جہان واجب جل سلطانہٗ کے اسماء و صفات کا آئینہ ہے - بخلاف ذات واجب کے کہ ممکن اس دولت سے بے نصیب ہے - اور ممکن کو اپنی ذات کے ساتھ قیام عطا نہیں فرمایا گیا - اور وُہ سارے کا سارا عرض ہے - اس نے جوہریت کی ہوا تک نہیں پائی - اور اس کے مناسب اُمور کے بیان میں

" اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی "

مخدوما مکرما ! ؎

از ہر چہ میرود سخن دوست خوشتر است

کچھ معارف عجیبہ احاطۂ تحریر میں لائے جاتے ہیں کان لگا کر سنیں - اور اخص خواص کا طریق مراقبہ بیان کیا جاتا ہے پوری توجہ مبذول فرمائیں - جاننا چاہیئے - کہ سارا جہان واجب تعالیٰ و تقدس کے اسماء و صفات کا آئینہ اور مظہر ہے - چنانچہ ممکن میں حیات ہے تو واجب تعالیٰ کی حیات کا نمونہ ہے - اگر علم ہے تو اس سُبحانہٗ کے علم کا آئینہ ہے - اور اگر قدرت ہے تو وہ بھی اس بلند ذات کی قدرت کا آئینہ ہے - عَلٰی ھٰذَا الْقِیَاس اور اس کی بلند ذات کے لئے عالم میں کوئی مظہر و آئینہ نہیں - بلکہ اس کی بلند ذات کی عالم کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں اور کسی چیز میں اشتراک نہیں - اگرچہ وہ مناسبت اسم میں اور وُہ مشارکت صورت میں ہو

اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ط بیشک اللہ سب جہانوں سے بے نیاز ہے

بخلاف اسماء و صفات کے کہ عالم کے ساتھ اسمی مناسبت رکھتے ہیں اور ظاہری مشارکت ان کے درمیان ثابت ہے - چنانچہ جس طرح واجب تعالیٰ میں علم ہے ممکن میں بھی علم کی سورت ثابت و موجود ہے - اور جس طرح وہاں قدرت ہے یہاں بھی اس قدرت کی سورت موجود ہے بخلاف ذات کے کہ ممکن اس دولت سے بے بہرہ ہے - اور اُسے اپنی ذات کے ساتھ قیام عطا نہیں فرمایا گیا - بلکہ ممکن کو جب اس بلند ذات کے اسماء وصفات کی صورتوں پر پیدا کیا گیا ہے - اس لئے سارے کا سارا عرض ہے - اِسے جوہریت کی بُو تک نہیں پہنچی اور اس کا قیام ذات واجب تعالیٰ و تقدس کے ساتھ ہے اور اربابِ معقول نے جو ممکن کو جوہر و عرض کی طرف



Marfat.com

تقسیم کیا ہے، ظاہر بینی کے باعث ہے۔ اور ایک ممکن کا دوسرے ممکن کے ساتھ جو قیام ثابت ہے۔ یہ قیام عرض بعرض کے قبیلے سے ہے نہ از قبیلہ قیام عرض بجوہر۔ بلکہ فی الحقیقت وہ دونوں عرض ذات واجب تعالیٰ کے ساتھ قائم ہیں۔ جو ہریت ان کے درمیان ثابت نہیں۔ تمام ممکنات کو قائم رکھنے والا وہی تعالیٰ وتقدس ہے۔ پس ممکن کے لئے فی الحقیقت ذات نہیں ہے۔ کہ صفات اس ذات کے ساتھ قائم ہوں۔ بلکہ ذات صرف واجب کے لئے ہے۔ کہ اس بلند ذات کی صفات اور اسی طرح تمام ممکنات اس کے ساتھ قائم ہیں۔ اور ہر شخص جو اشارہ لفظ انا سے اپنی ذات کی طرف کرتا ہے۔ وہ اشارہ فی الحقیقت اس ایک ذات کی طرف رجوع کرتا ہے۔ جس کے ساتھ قائم ہیں۔ اس بات کو اشارہ کرنے والا جانے یا نہ جانے اگرچہ وہ بلند اور پاک ذات کسی اشارہ کی مشارٌ الیہ نہیں اور کسی چیز کے ساتھ متحد نہیں۔ ان پوشیدہ معارف کو کوتاہ نظر لوگ کہیں توحید وجودی کے ساتھ خلط ملط نہ کردیں اور انہیں ایک دوسرے کا گریبان تصوّر نہ کریں۔ توحید وجودی والے سوائے ایک بلند اور پاکیزہ ذات کے کچھ موجود نہیں جانتے۔ اور اس بلند ذات کے اسماء وصفات کو بھی اعتبارات علمی گمان کرتے ہیں۔ اور حقائق ممکنات کے متعلق کہتے ہیں۔ کہ ان تک وجود کی بو نہیں پہنچی۔ اَلْاَعْیَانُ مَاشَمَّتْ رَائِحَۃَ الْوُجُوْدِ یعنی موجودات خارجیہ نے وجود کی بو نہیں سونگھی۔ یہ ان صوفیہ کا کلام ہے کہ یہ فقیر اس بلند ذات کی صفات کو بھی وجود زائد کے ساتھ موجود مانتا ہے جس طرح علماء اہل حق نے فرمایا ہے۔ اور ممکنات کے لئے بھی جو واجب تعالیٰ کے اسماء وصفات کے آئینے ہیں وجود ثابت کرتا ہے۔ صرف اتنی بات ہے کہ ممکنات کو اعراض کے سوا جو اپنے ساتھ قیام رکھتے ہیں۔ کچھ نہیں جانتا اور جو ہریت جو اپنے ساتھ قیام رکھتی ہے۔ ممکنات میں ثابت نہیں کرتا۔ اور سب کا قیام اس بلند ذات کے ساتھ یقین کے ساتھ تسلیم کرتا ہے۔

سوال:۔ اس تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ ذات ممکن ذات واجب تعالیٰ کی عین ہے اور ممکن واجب جلّ شانہ کے ساتھ متحد ہے۔ اور یہ محال ہے کیونکہ یہ قلب حقائق کو مستلزم ہے؟

جواب:۔ ہم کہتے ہیں کہ ذات ممکن یعنی اس کی حقیقت وماہیت وہی اعراض متعددہ مخصوصہ ہیں جو واجب تعالیٰ کے اسماء وصفات کے آئینے ہیں۔ اور ان اعراض کے لئے ذات واجب تعالیٰ وتقدس کے ساتھ کسی طرح کی عینیت نہیں ہے۔ اور کسی وجہ سے بھی اتحاد نہیں۔ تاکہ قلب حقائق لازم آئے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ ان اعراض کا اس بلند ذات کے ساتھ قیام ہے۔ اور وہی پاک ذات تمام اشیاء کو قائم رکھنے والی ہے۔

سوال:۔ جب ہر ایک کا اشارہ جو وہ لفظ انا سے اپنی ذات کی طرف کرتا ہے۔ ذات واجب تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے تو اس سے لازم آتا ہے۔ کہ ذات ممکن یعنی اس کی ماہیت وحقیقت واجب تعالیٰ کی ذات کا عین ہو۔ کیونکہ ہر ایک کا اشارہ لفظ انا سے اپنی ماہیت وحقیقت کی طرف ہے اور یہ بات قلب حقیقت کو مستلزم ہے



Marfat.com

• اور بعینہٖ ارباب توحید وجودی والوں کی بات ہے ؟

جواب :- ہاں لفظ انا سے ہر شخص کا اشارہ اگرچہ اپنی حقیقت کی طرف ہے۔ لیکن اس کی حقیقت جب کہ چند اعراض کا مجموعہ ہے۔ اس لئے اس اشارہ کی قابلیت و استعداد نہیں رکھتی۔ کیونکہ اعراض مستقلاً اور اصالۃً اشارہ حسی کے قابل نہیں۔ اور جب اس کی حقیقت نے اس اشارہ کو قبول نہ کیا تو لازماً وہ اشارہ اس حقیقت کے قائم کرنے والے کی طرف رجوع کر گیا۔ پس ممکن کی ماہیت وہی اعراض مجتمعہ ہیں۔ اگرچہ لفظ انا کا اشارہ اس کی حقیقت کے عدم قابلیت کے واسطہ سے اس کے قائم کرنے والے کی طرف راجع ہو چکا ہے۔ جو کہ ذات واجب تعالیٰ و تقدس ہے تو قلب حقیقت نہ ہوئی اور ممکن واجب تعالیٰ و تقدس نہ بنا۔ اور یہ بات توحید وجودی والوں کی بات سے الگ ہو گئی۔ عجب معاملہ ہے کہ ممکن کا انا تو واجب کی طرف رجوع کرتا ہے اور ممکن اپنے حال پر ممکن ہی رہتا ہے۔ اور سبحانی اور انا الحق کا لفظ زبان پر نہیں لاتا۔ بلکہ نہیں لا سکتا۔ کیونکہ صاحب ہوش تمیز ہے

سوال :- ممکن کا ذات واجب تعالیٰ کے ساتھ قیام مستلزم ہے۔ حوادث کے قیام کو ذات واجب تعالےٰ کے ساتھ اور یہ ممتنع ہے ؟

جواب :- حوادث کے قیام کا امتناع بمعنی حلول حوادث ہے ذات واجب تعالیٰ میں۔ اور یہی محال ہے لیکن یہاں قیام بمعنی حلول نہیں۔ بلکہ بمعنی ثبوت و تقرّر ہے۔ یعنی ممکن کا ثبوت و تقرر ذات واجب تعالےٰ کے ساتھ ہے۔

سوال :- جب کہ ممکن بتمامہٖ عرض ہوا تو اس کے لئے محل کا ہونا ضروری ہے۔ جس کے ساتھ وہ قائم ہو اور وہ محل کیا چیز ہے۔ ذات واجب تعالیٰ تو ہے نہیں۔ اسی طرح ممتنع بھی محل قیام نہیں ہو سکتا!

جواب :- عرض اُسے کہتے ہیں جس کا قیام اپنی ذات کے ساتھ نہ ہو۔ بلکہ غیر کے ساتھ قائم ہو۔ اور چونکہ فلاسفہ نے قیام عرض کے معنی حلول کے سوا اور کچھ نہیں سمجھے۔ تو مجبوراً عرض کے لئے محل کا اثبات کیا ہے اور محل کے بغیر اس کے ثبوت کو محال جانا ہے۔ اور جب قیام کے دوسرے معنی پیدا ہو گئے جیسا کہ گزرے تو محل کی کچھ ضرورت نہ رہی۔ یہ بات ہمارے مشاہدے اور حس میں ہے کہ تمام اشیاء کا قیام ذات واجب تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ لیکن کسی قسم کا حلول و محل درمیان میں نہیں۔ فلاسفہ کو اس کا یقین آئے یا نہ آئے۔ ان کا کسی کو شک میں ڈالنا بداہت سے متصادم نہیں ہو سکتا۔ اور ہمارا یقین ان کے شک سے زائل نہیں ہو سکتا۔ ہم اس بحث کو ایک مثال سے واضح کرتے ہیں۔ طلسمیات اور سیمیا کے ماہر لوگ اجسام غریبہ اور اعراض عجیبہ کی جنس سے کئی قسم کی چیزیں دکھاتے ہیں۔ اس صورت میں سب جانتے ہیں۔ کہ ان اجسام کا اعراض کی طرح اپنے ساتھ قیام نہیں ہے۔ بلکہ ان دونوں کا قیام صاحب طلسم کی ذات کے ساتھ ہے۔ لیکن کسی طرح کا محل ان کے لئے ثابت نہیں۔ اور یہ بھی جانتے



Marfat.com

ہیں کہ اس قیام میں حالیت اور محلیت کا شائبہ تک نہیں ہے۔ بلکہ ان کا ثبوت و تقرر حلول کے وہم کے بغیر صاحب طلسم کی ذات کے ساتھ ہے۔ اور ہماری اس گفتگو میں بھی یہی صورت ہے کیونکہ حضرت حق سُبحانہٗ وتعالیٰ نے اشیاء کو مرتبہ حس و وہم میں پیدا فرمایا۔ اور استواری و مضبوطی ان کی پیدائش میں ملحوظ رکھی۔ اور معاملہ ابدی اور تنعیم و تعذیب سرمدی ان سے وابستہ کیا۔ پس ان اشیاء کا قیام اپنی ذات سے نہیں بلکہ ذات حق سُبحانہٗ کے ساتھ قائم ہیں بے شائبہ حلول اور بغیر گمان حلول کرنے اور محل بننے کے۔ دوسری مثال پہاڑ یا آسمان کی صورت ہے۔ جو آئینہ میں ظاہر ہوتی ہے۔ احمق کو چاہیئے کہ ان صورتوں کو اجسام گمان کرتے ہوئے جواہر خیال کرے۔ اور ان تماثیل کو جواہر جانتے ہوئے اپنی ذات کے ساتھ قائم جانے۔ اور اگر فرضاً کوئی شخص ان صورتوں کو اعراض جانے اور قائم بغیر تصور کرے اور ان کے عرض ہونے کی وجہ سے ان کے لئے جگہوں کا طالب بنے۔ اور جگہوں کے بغیر ان کے ثبوت کو محال جانے تو ایسا شخص بھی بے وقوف ہے۔ جو لوگوں کی تقلید میں اپنی بداہت کا انکار کرتا ہے۔ کیونکہ تھوڑی سی تمیز رکھنے والا بھی بداہت سے جانتا ہے۔ کہ ان صورتوں کے لئے بالکل جگہیں ثابت نہیں ہیں۔ بلکہ انھیں جگہوں کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی طرح ارباب کشف و شہود کے نزدیک تمام ممکنات ان صورتوں کی طرح ہیں۔ اور تماثیل سے زیادہ کچھ نہیں ہیں۔ صرف اتنی بات ہے کہ حضرت حق سُبحانہٗ وتعالیٰ نے ان صورتوں اور تماثیل کو اپنی کامل کاریگری سے ایسی استواری اور ایسا استحکام بخشا ہے۔ کہ خلل و زوال سے محفوظ و مصون ہیں۔ اور معاملہ اخروی اور ابدی ان کے ساتھ وابستہ ہے۔ جیسا کہ کئی دفعہ گذر چکا ہے۔

متکلمین سے نظام نے جو معتزلہ علماء میں سے ہے۔ اپنے الکل یجو سے عالم کو مجموعہ اعراض جانا اور جواہر سے خالی مانا ہے۔ ہاں کبھی چھوٹے سے بھی سچی بات نکل جاتی ہے۔ جب اس نے کوتاہ نظری کے باعث ان اعراض کا قیام ذات واجب جل سلطانہٗ کے ساتھ نہیں جانا ہے۔ اس بناء پر وہ عقلاء کے طعن و تشنیع کا نشانہ بنا ہے۔ کیونکہ عرض کے لئے غیر کے ساتھ قیام کے بغیر چارہ نہیں۔ اور وہ جوہر کے وجود کا قائل نہیں۔ تاکہ اس کے ساتھ قیام تسلیم کرے۔ اور صوفیہ میں سے صاحب فتوحات مکیہ نے عالم کو عین واحد میں اعراض مجتمعہ قرار دیا ہے۔ اور عین واحد ذات احدیت جل سلطانہٗ کو قرار دیا ہے۔ لیکن ان اعراض کو دو زمانوں میں عدم بقا کا حکم لگایا ہے اور کہا ہے کہ عالم ہر آن میں معدوم ہوتا ہے۔ اور اس کی مثل دوسری آن میں پھر وجود میں آتا ہے۔ اور اس فقیر کے نزدیک یہ معاملہ شہودی ہے وجودی نہیں۔ جیسا کہ فقیر نے رباعیات کی شرح کے حواشی میں اس بحث کی تحقیق کی ہے۔

سالک کو احوال کے درمیان میں اس سے قبل کہ اس کی نظر بالکلیہ زائل ہو، ہر آن میں اس طرح دیکھتا



Marfat.com

ہے کہ عالم معدوم ہوا ہے ۔ اور دوسری آن میں محسوس کرتا ہے کہ عالم موجود ہے ۔ تیسری آن میں پھر معدوم پاتا ہے ۔ اور چوتھی آن میں پھر موجود ۔ یہاں تک کہ فنا مطلق سے مشرف ہوتا ہے اور ہمیشہ ماسوا کو معدوم پاتا ہے اس وقت اس کے شہود میں عالم مستمر العدم ہوتا ہے ۔ اور اسی طرح وسط میں حصول بقا اور عالم کی طرف رجوع کرنا ہے ۔ کبھی عالم اُسے نظر آتا ہے اور کبھی پوشیدہ ہو جاتا ہے ۔ اور یہاں سے تعدد امثال کی حالت کا وہم ہوتا ہے ۔ اور جب عارف معاملۂ بقا اور عالم کی طرف رجوع انجام کو پہنچتا ہے ۔ اور مقام تکمیل وارشاد میں قیام فرماتا ہے ۔ تو عالم اس کی نظر میں آجائے گا ۔ اور عالم مستمر الوجود ہو جائے گا ۔ پس یہ معاملہ سالک کے شہود کی طرف راجع ہوگیا نہ کہ عالم کے وجود کی طرف کیونکہ اس کا وجود ہمیشہ ایک ہی وتیرے پر ہے ۔ اگر تذبذب ہے تو شہود میں ہے ۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ الْمُلْهِمُ لِلصَّوَابِ

اور اعراض کے لئے دو زمانوں میں عدم بقا کا حکم جاری کرنا جیسا کہ بعض متکلمین نے کہا ہے ، قابل اعتراض ہے اور ثبوت تک نہیں پہنچا اور وجود لائل اعراض کے عدم بقا کے سلسلے میں پیش کئے جاتے ہیں ، سب ناتمام اور نامکمل ہیں ۔ یہ معارف وقیعہ وہاں کے اکثر یاروں کے لئے گویا سبق ہے ۔ توجہ کر کے ہر شوق رکھنے والے کو اس کی نقل عنایت کریں ۔ چونکہ فقیر کو ضعف لاحق تھا ۔ اس بناء پر دوستوں کو علیحدہ علیحدہ خط نہیں لکھا جا سکا ۔ اور انھیں معارف پر اکتفا کیا گیا

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی مَنْ لَّدَیْکُمْ

# مکتوب نمبر ۴۶

مولانا حمید بنگالی کی طرف صادر فرمایا

کلمہ طیبہ کے فضائل میں جو طریقت، حقیقت اور شریعت کا جامع ہے ۔ اور اس میں کہ ولائت کے کمالات کی نبوت کے کمالات کے سامنے کچھ قدر و قیمت نہیں ۔ اور اس بیان میں کہ ولائت کے لئے شریعت ضروری ہے ۔ اور ظاہر ہمیشہ شریعت کا مکلف ہے اور باطن اس معاملے کا گرفتار اور اس کے مناسب امور کے بیان میں



Marfat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ط یہ کلمہ طیبہ طریقت، حقیقت اور شریعت کو متضمن ہے سالک جب تک مقام نفی میں ہے۔ مقام طریقت میں ہے۔ اور جب نفی سے مکمل طور پر فارغ ہوگیا۔ اور سب ماسوا اس کی نظر سے پوشیدہ ہوگیا۔ تو طریقت کو مکمل کر لیا اور مقام فنا میں پہنچ گیا۔ اور جب نفی کے بعد مقام اثبات میں آتا ہے۔ اور سلوک سے جذبہ میں داخل ہوتا ہے تو مرتبہ حقیقت سے متحقق اور بقا سے موصوف ہوجاتا ہے۔ اور اس نفی واثبات اور طریقت وحقیقت اور اس فنا و بقا اور اس سلوک و جذبہ سے ولایت کا اسم صادق آتا ہے۔ اور نفس امارگی سے اطمینان میں داخل ہوجاتا ہے اور پاک وطاہر ہوجاتا ہے۔ پس ولایت کے کمالات اس کلمہ طیبہ کے جزو اوّل سے وابستہ ہوئے۔ اور یہ جزو نفی واثبات ہے۔ باقی رہا اس کلمہ مقدسہ کا جزو دوم جو حضرت خاتم الرسل علیہ وعلی آلہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کی رسالت کا مثبت ہے۔ یہ جزو اخیر شریعت کا محصل اور اُسے مکمل کرنے والا ہے۔ کیونکہ ابتداء اور درمیان میں جو کچھ حاصل ہوا تھا شریعت کی صورت تھی۔ اور اسم ونشان تھا۔ حقیقت شریعت کا حصول اس مقام میں ہوتا ہے۔ جو مرتبہ ولایت کے حصول کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ اور نبوت کے کمالات جو انبیاء علیہم الصلوات والتحیات کی وراثت وتبعیت کے طور پر کامل پیرو کاروں کو حاصل ہوتے ہیں۔ اسی مقام میں حاصل ہوتے ہیں۔ طریقت وحقیقت جو ولایت کے حصول کا سبب ہیں۔ حقیقت شریعت اور کمالات نبوت کی تحصیل کے لئے گویا شرائط ہیں۔ ولایت طہارت کی طرح ہے۔ اور شریعت نماز کی طرح۔ طریقت میں گویا نجاسات حقیقیہ کا ازالہ ہے۔ اور حقیقت میں نجاسات حکمیہ کا ازالہ۔ طہارت کاملہ کے بعد احکام شرعیہ کی بجا آوری کے لائق ہوتا ہے۔ اور نماز جو مراتب قرب کی نہایت دین کا ستون اور مومن کی معراج ہے۔ اس کے بعد اس کی ادا کے قابل ہوتا ہے۔ میں نے اس کلمہ مقدسہ کے جزو اخیر کو ایک ناپید اکنار دریا پایا ہے۔ جس کے سامنے جزو اوّل قطرے کی طرح ہے۔ ہاں ہاں کمالات ولایت کی کمالات نبوت کے سامنے کچھ حیثیت نہیں۔ ذرے کی آفتاب کے سامنے کیا حیثیت ہے۔

سبحان اللہ۔ ایک گروہ نے کج بینی کے باعث ولایت کو نبوت سے افضل جانا ہے۔ اور شریعت کو جو کہ لبّ لباب ہے چھلکا گمان کیا ہے۔ کیا کریں ان کی نظر صورت شریعت پر بند ہے۔ اور مغز کی بجائے پوست ہی ان کے ہاتھ آیا ہے۔ اور نبوت کو مخلوق کی طرف توجہ کے باعث کم مرتبہ گمان کیا ہے۔ اور اس توجہ کو عوام کی توجہ کی طرح ناقص جانا ہے۔ ولایت کو جس کی توجہ حق جل وعلا کی طرف ہے اس توجہ پر فضیلت دی ہے۔ اور ولایت کو نبوت سے افضل کیا ہے۔ نہیں جانتے کہ کمالات نبوت بھی عروج میں حق سبحانہ کی طرف رُخ رکھتے ہیں۔ جیسا کہ مرتبہ ولائت میں ہے۔ بلکہ مرتبہ ولائت میں ان کمالات عروجی کی صورت ہے



Marfat.com

جو مقامِ نبوت میں حاصل ہے۔ چنانچہ اس کا کچھ ذکر آگے آئے گا۔ اور وقتِ نزول میں نبوت کا ولایت کی صرف رُخ خلق کی طرف ہوتا ہے۔ اس قدر فرق ہے کہ ولائت میں بظاہر خلق کی طرف متوجہ ہے اور باطن میں حق سبحانہٗ کی طرف۔ اور نزول نبوت میں ظاہر و باطن دونوں طرح خلق کی طرف متوجہ ہے۔ اور انھیں مکمل طور پر حق جل شانہٗ کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اور یہ نزول ولائت کے نزول سے اتم و اکمل ہے۔ جس طرح کہ کتب و رسائل میں اس کی تحقیق کی ہے۔ اور مخلوق کی طرف ان کی یہ توجہ عوام کی توجہ کی طرح نہیں ہے۔ جس طرح کہ ان لوگوں نے گمان کیا ہے۔ بلکہ عوام کی توجہ مخلوق کی طرف ان کے ماسوا میں گرفتاری کی بناء پر ہے۔ اور اخص خواص کی توجہ مخلوق کی طرف گرفتاری کی بناء پر نہیں۔ کیونکہ یہ بزرگوار ماسوا کی گرفتاری اول قدم میں ودع کر چکے ہیں۔ اور اس کی بجائے خالق جل سلطانہٗ کی گرفتاری اختیار کر چکے ہیں۔ بلکہ مخلوق کی طرف ان بزرگوں کی توجہ ہدایت وارشاد کے لئے ہے۔ تاکہ انھیں خالقِ خلق جل سلطانہٗ کی طرف راہنمائی کریں۔ اور ان کے مولیٰ تعالیٰ و تقدس کی رضامندی کے کاموں کی طرف دلالت کریں۔ اور شک نہیں کہ اس قسم کی توجہ بخلق جس سے مقصود لوگوں کو ماسوا کی غلامی سے نجات دلانا ہو بہت افضل ہے اس توجہ بحق جل و علا سے جو صرف اپنی ذات کے لئے ہو۔ مثلاً ایک شخص ذکرِ الٰہی میں مصروف ہوتا ہے۔ اس دوران میں وہ ایک نابینا دیکھتا ہے۔ جس کے راستے میں کنواں ہے۔ کہ اگر ایک قدم اٹھائے گا۔ کنویں میں گر جائے گا۔ اس حالت میں اس شخص کے لئے ذکر میں مصروف رہنا بہتر ہے یا نابینا کو کنویں میں گرنے سے نجات دلانا۔ شک نہیں کہ ذکر میں مصروف سے اس نابینا کو نجات دلانا بہتر ہے۔ کیونکہ وہ بلند ذات اس سے اور اس کے ذکر سے بے نیاز ہے۔ اور نابینا ایک محتاج بندہ ہے۔ اس کی تکلیف دور کرنا ضروری ہے۔ خصوصاً جبکہ اس نجات دلانے کا حکم مل چکا ہو۔ اس وقت اس کا نجات دلانا ذکر ہی ہے کیونکہ حکم کی فرمانبرداری ہے۔ اس کے ذکر میں ایک حق کی ادائیگی ہے جو حق مولیٰ جل شانہٗ ہے۔ اور نجات دلانے میں جو حکم کی بجاآوری کے تحت ہو۔ دو حق کی ادائیگی ہے۔ ایک حق بندہ کا اور ایک حق مولیٰ تعالیٰ کا۔ بلکہ نزدیک ہے کہ اس وقت ذکر میں مصروف رہنا گناہ میں داخل ہو۔ کیونکہ تمام اوقات ذکر کرتے رہنا مستحسن نہیں۔ بعض اوقات ایسے ہیں۔ کہ ان میں ذکر نہ کرنا مستحسن ہے۔ جن ایام میں روزہ رکھنے سے روکا گیا ہے۔ ان میں اور اوقاتِ مکروہ میں روزہ، نماز نہ ادا کرنا۔ روزہ نماز ادا کرنے سے بہتر ہے۔

جاننا چاہیئے کہ ذکر غفلت دور کرنے سے عبارت ہے۔ جس طریقے سے بھی میسر آئے۔ نہ یہ کہ ذکر کلمہ نفی و اثبات کے تکرار میں بند اور منحصر ہے۔ یا اسمِ ذات تعالیٰ کا تکرار جس طرح لوگوں کا گمان ہے۔ پس جو کچھ احکام کی بجاآوری اور منہیات شرعیہ سے باز رہنے کی صورتیں ہیں۔ سب ذکر میں داخل ہیں۔ بیع و شراء حدودِ شرع کی رعایت کے ساتھ ذکر ہے۔ اسی طرح نکاح و طلاق وغیرہ اس رعایت کے ساتھ ذکر ہیں۔ کیونکہ رعائت



Marfat.com

مذکورہ کے ساتھ ان امور کے کرنے کے وقت حکم دینے والا اور روکنے والا اللہ جل سلطانہٗ ان امور کے کرنے والے کا نصب العین ہوتا ہے۔ لہذا غفلت کی گنجائش نہیں رہتی۔ ہاں اتنی بات ہے کہ جو ذکر مذکورہ اسم وصفت کے ساتھ واقع ہو جلد تاثیر کرنے والا اور محبت کرنے والا ہے۔ اور مذکور تک جلد پہنچانے والا ہے بخلاف اس ذکر کے جو اوامر کی فرمانبرداری اور نواہی سے پرہیز کی صورت میں واقع ہوتا ہے۔ کہ ان صفات خصوصیات سے کم حصہ رکھتا ہے۔ اگر ان صفات سے بھی بعض افراد میں جن کا ذکر اوامر میں بجا آوری اور منہیات شرعیہ سے پرہیز کی صورت ہوتا ہے۔ برسبیل قلت پایا جاتا ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ حضرت مولانا تاج الدین[1] تابیادی قدس سرہٗ علم کے راستے خدا جل سلطانہٗ تک پہنچے ہیں۔

نیز جو ذکر اسم وصفت کی شکل میں وقوع پذیر ہوتا ہے۔ وہ اس ذکر کا ذریعہ بنتا ہے جو حدود شرعیہ کی رعایت میں حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے کہ تمام اُمور میں احکامِ شرعیہ کی رعایت شرع شریف برپا کرنے والے کی کامل محبت کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ اور یہ محبت تام اللہ تعالیٰ کے اسم وصفت کے ذکر سے وابستہ ہے۔ لہذا پہلے وُہ ذکر چاہیئے تاکہ اس ذکر کی دولت سے مشرف ہو۔ ہاں عنایتِ الٰہی کا معاملہ جُدا ہے۔ وہاں نہ کوئی شرط ہے اور نہ کسی ذریعے کی حاجت۔

اَللّٰہُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ[2] — اللہ برگزیدہ بنا لیتا ہے اپنی ذات کے لئے جسے چاہتا ہے۔

ہم اصل بات کی طرف آتے اور کہتے ہیں۔ کہ ان تینوں معاملوں یعنی طریقت، حقیقت اور شریعت کے علاوہ ایک اور معاملہ اور ایک الگ کاروبار بھی ہے (وہ اس حد تک ان سے الگ ہے) کہ یہ کہنا درست ہے کہ ان تین چیزوں کا معاملہ اس معاملے کے سامنے کچھ اہمیت اور اعتبار نہیں رکھتا۔ کیونکہ اُس صورت کی حقیقت کے مرتبے میں جو کچھ حاصل ہوا تھا اثبات (الا اللہ) سے تعلق رکھتا تھا وہ اس معاملے کی صورت تھی اور یہ معاملہ اس

---

[1] مولانا زین الدین رحمۃ اللہ علیہ ظاہری علوم میں مولانا نظام الدین ہروی کے شاگرد ہیں۔ اتباعِ شریعت اور متابعت سُنّت کی برکت سے باطنی علوم کے دروازے آپ پر کھل گئے۔ اور اربابِ ولایت کے احوال و مقامات عالیہ میسر آئے۔ آپ فی الحقیقت اویسی النسبۃ ہیں۔ شیخ الاسلام احمد الناصحی کے زیر تربیت رہے۔ مدت دراز تک آپ کے مزار پُرانوار پر خادم کی حیثیت سے مقیم رہے۔ اس دوران میں وہاں ایک ہزار ختم قرآن کیا۔ محرم الحرام ۷۹۱ھ میں جمعرات کے روز دوپہر کے وقت وصال فرمایا۔ نفحات باختصار

[2] سورۃ شوریٰ پارہ الیہ یُرد۔



Marfat.com

اس صورت کی حقیقت ہے۔ جس طرح شریعت کی صورت کہ ابتداء میں مرتبہ عوام میں حاصل ہوتی ہے۔ اور طریقت وحقیقت کے حصول کے بعد اس صورت شریعت کی حقیقت میسر آتی ہے۔ اور خیال کرنا چاہیئے۔ کہ وہ معاملہ جس کی صورت حقیقت ہو اور جس کا مقدمہ ولایت ہو۔ گفتگو میں کیسے آسکتا ہے۔ اور بیان میں کیسے سما سکتا ہے۔ اور اگر بالفرض بیان کیا بھی جائے تو کون سمجھ سکتا اور کیا سمجھ سکتا ہے۔ یہ معاملہ انبیاء اولوالعزم علیہم الصلوات والتسلیمات والتحیات والبرکات کی وراثت ہے جو بہت ہی کم لوگوں کے حصے آتی ہے۔ اس معاملہ میں جب کہ اصول ہی کم ہیں تو فروع لازماً بہت ہی کم ہونگے۔

سوال:۔ ان معارف سے لازم آتا ہے کہ بعض مراتب میں عارف شریعت سے باہر قدم رکھتا ہے اور شریعت کے ماوراء میں عروج کرتا ہے۔

جواب:۔ شریعت ظاہر کا عمل ہے۔ اور وہ معاملہ اس دنیا میں باطن سے متعلق ہے۔ ظاہر ہمیشہ شریعت کا مکلف ہے اور باطن اس معاملے کا گرفتار ہے اور جب کہ یہ دنیا دارِ عمل ہے۔ اور باطن کو ظاہری اعمال کی عظیم مدد پہنچتی ہے۔ اور باطنی ترقیات شریعت کی بجاآوری کے ساتھ وابستہ ہیں۔ جو ظاہر سے متعلق ہے۔ لہذا تمام اوقات میں اس دنیا کے اندر ظاہر و باطن دونوں کو شریعت کے بغیر چارہ نہیں۔ ظاہر کا کام شریعت کے مطابق عمل ہے اور باطن کا حصہ شریعت کے نتائج وثمرات ہیں۔ اس لئے شریعت تمام کمالات کی اصل و بنیاد ہے۔ نیز تمام مقامات کی اصل ہے۔ اور شریعت کے ثمرات ونتائج اسی دنیوی زندگی میں ہی منحصر نہیں ہیں۔ بلکہ عالم آخرت کے کمالات اور دائمی نعمتیں، بھی شریعت کے ثمرات ونتائج ہیں۔ پس شریعت پاک درخت ہے۔ کہ اس کے ثمرات ومیوہ جات سے سارا جہاں نفع اندوز ہو رہا ہے۔ اور بیشمار فوائد اس سے حاصل کئے جارہے ہیں۔

سوال:۔ اس بیان سے لازم آتا ہے۔ کہ کمالات نبوت میں بھی باطن حق سبحانہ کے ساتھ ہوتا ہے اور ظاہر خلق کے ساتھ۔ اور تو نے اپنے رسائل میں لکھا ہے اور ابھی اوپر بھی گذرا ہے۔ کہ مقام نبوت میں جو محل دعوت ہے پوری توجہ خلق کی طرف ہوتی ہے۔ دونوں باتوں میں موافقت کی کیا صورت ہے۔

جواب:۔ وہ معاملہ عروج سے تعلق رکھتا ہے۔ اور مقام دعوت نزول سے وابستہ ہے۔ پس عروج کیوقت باطن حق سبحانہ کے ساتھ ہوتا ہے اور ظاہر مخلوق کے ساتھ۔ اسی وجہ سے وہ ان کے حقوق شریعت غرا کے مطابق ادا کرتا ہے۔ اور نزول کے وقت پورے طور پر خلق کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اور پورے طور پر مخلوق کو حق جل و علا کا راستہ دکھاتا ہے۔ لہذا دونوں میں کوئی منافات نہیں۔ اور اس مقام کی تحقیق یہ ہے۔ کہ خلق کی طرف توجہ عین حق سبحانہ کی طرف توجہ ہے "تم جس طرف بھی منہ کرو گے ادھر ہی اللہ کی ذات موجود ہے" نہ بایں معنی کہ ممکن عین واجب سبحانہ ہے۔ یا واجب کا آئینہ ہے۔ ممکن حقیر کو کیا طاقت ہے۔ کہ واجب تعالیٰ وتقدس کا عین ہو۔



Marfat.com

یا اس بلند ذات کا آئینہ بن سکے۔ بلکہ ایسا کہنا درست ہے۔ کہ واجب ممکن کا آئینہ ہے۔ اور واجب تعالیٰ میں اشیاء اس طرح متوہم ہوتی ہیں۔ جس طرح اشیاء کی صورتیں ظاہری آئینے میں۔ لیکن جس طرح اشیاء کے لئے آئینے میں حلول یا سریان نہیں اس طرح واجب تعالیٰ کے آئینے میں بھی ان اشیاء کا حلول یا سریان نہیں۔ حلول کیسے متصور ہو سکتا ہے۔ جب کہ مرتبہ مرأت میں صورتوں کا وجود نہیں۔ بلکہ صورتوں کا وجود مرتبہ توہم و تخیل میں ہے۔ اور بس۔ جہاں آئینہ ہے وہاں صورت نہیں اور جہاں صورت ہے وہاں آئینے کے لئے ہزاروں عار ہیں۔ اس لئے کہ صورتوں کے لئے نمودِ خیالی کے سوا کچھ ثبوت نہیں اور تحقق وہمی کے سوا ان کی کچھ ہستی نہیں۔ اگر مکان رکھتے ہیں درجہ توہم میں رکھتے ہیں اور زمانہ رکھتے ہیں تو وہ بھی مرتبہ تخیل میں۔ لیکن اشیاء کے لئے یہ بے بود نمود خداوند جل سلطانہٗ کی کاریگری سے ہے۔ جو خلل اور فنا ہونے سے محفوظ ہے۔ اور ابدی معاملہ اس سے مربوط۔ اور عذاب و ثواب دائمی اس سے وابستہ ہے۔

یہ بات ذہن میں رکھیں کہ ظاہری آئینے میں اولاً صورتیں ملحوظ ہوتی ہیں۔ اور آئینے کے لئے دوسری توجہ درکار ہے۔ اور واجب تعالیٰ کے آئینے میں اولاً ملحوظ وہ آئینہ ہے۔ اور اشیاء کے شہود کے لئے دوسری توجہ درکار ہے۔ اور نیز ظاہری آئینوں میں صورتیں بھی آئینوں کے احکام و آثار کے آئینے ہیں۔ مثلاً اگر آئینے لمبے ہوں گے۔ تو اس میں صورتیں بھی لمبی ظاہر ہوں گی۔ اور آئینوں کی لمبائی کے آئینے بنیں گے۔ اسی طرح اگر آئینے چھوٹے ہوں گے۔ تو وہ چھوٹا پن صورتوں کے آئینوں میں ہوگا۔ بخلاف واجب تعالیٰ کے آئینے میں کہ اشیاء اس کے احکام و آثار کے آئینے نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اس مرتبۂ علیا میں کوئی حکم و اثر نہیں۔ بلکہ وہاں تمام نسبتیں مسلوب ہیں۔ اشیاء کس چیز کے آئینے بنیں اور کس چیز کو ظاہر کریں۔ ہاں مراتب تنزل میں جو اسماء و صفات کے ثبوت کا مقام ہے۔ اگر اشیاء واجب تعالیٰ کے احکام کی صورتوں کے آئینے بنیں تو البتہ گنجائش ہے۔ اس لئے کہ سمع، بصر، علم اور قدرت مثلاً جو اشیاء کے آئینوں میں ظاہر ہیں۔ مرتبۂ وجوب کے سمع، بصر و قدرت کی صورتیں ہیں۔ جو ان اشیاء کے آئینے ہیں۔ یہ احکام مرآت کے ہیں۔ جو ظاہری اشیاء کے آئینے میں ظاہر ہوئے ہیں۔

اور وہ جو ہم نے کہا ہے۔ کہ واجب تعالیٰ کے آئینے میں اولاً ملحوظ وہ آئینہ ہے۔ اور شہودِ اشیاء کے لئے جو صورتوں کی طرح ہیں۔ اس مرآت میں توجہ ثانی کی ضرورت ہے تو یہ دراصل ابتداء رجوع کا حال ہے۔ جس میں صورتیں نظر آتی ہیں۔ بعد اس کے کہ وہ صورتیں تمام کی تمام زائل ہو چکی تھیں۔ اور جب رجوع کا معاملہ آخر کو پہنچتا ہے۔ اور اشیاء میں دور و دراز سیر واقع ہوتی ہے۔ اور دائرہ امکان کے مرکز میں استقرار میسر آتا ہے تو لازماً شہود غیب سے تبدیل ہو جائے گا۔ اور ایمان شہودی ایمان غیبی ہو جائے گا۔ تاآنکہ معاملۂ دعوت مکمل ہو۔ اور الرحیل کی ندا لگائیں اس وقت غیب نہ رہے گا۔ اور شہود ہی شہود رہ جائے گا۔ لیکن اتنی بات ہے کہ یہ شہود اتم اور اکمل ہوگا اس



Marfat.com

شہود سے جو رجوع سے پہلے تھا۔ کیونکہ جو شہود آخرت سے تعلق رکھتا ہے اکمل ہے اس شہود سے جو دنیا سے متعلق ہے۔[1]

هَنِيئاً لِاَرْبَابِ النَّعِيْمِ نَعِيْمُهَا وَلِلْعَاشِقِ الْمِسْكِيْنِ مَا يَتَجَرَّعُ

جاننا چاہیئے۔ کہ تحقیق سابق سے واضح ہو گیا کہ شئ کی صورت کے لئے جو آئینے میں ظاہر ہوتی ہے تخیل کے سوا کہیں ثبوت نہیں۔ حصول صورت کے باوجود آئینہ اپنی صرافت تجرد پر قائم ہے۔ اس صورت کے بارے میں کہا جا سکتا ہے۔ کہ آئینہ اس کے قریب ہے۔ اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے۔ کہ آئینہ اس صورت کو محیط اور اس صورت کے ساتھ ہے۔ یہ قرب و احاطہ اور معیت نہ جسم کے جسم کے قرب و احاطہ کے قبیل سے ہے یا جوہر کے عرض کے ساتھ ہے وہاں وہ قرب و احاطہ ہے جس کی تصویر سے عقل عاجز اور اس کی کیفیت کے ادراک سے قاصر ہے۔ پس اس صورت میں قرب و معیت اور احاطہ ثابت ہے۔ لیکن اس کی کیفیت بالکل معلوم نہیں۔ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى[2]

اسی طرح ہے وہ قرب جو حضرت حق سبحانہ کو عالم کے ساتھ حاصل ہے۔ اسی طرح اس بلند ذات کا احاطہ اور معیت معلوم الانیت اور مجہول الکیفیت ہے[3]۔ ہم ایمان رکھتے ہیں کہ وہ بلند ذات قریب و محیط اور عالم کے ساتھ ہے۔ لیکن اس بلند ذات کے قرب و احاطہ اور معیت کی کیفیت ہم نہیں جانتے کہ کیسی ہے۔ کیونکہ یہ صفات اشیاء کی صفات سے جدا اور امکان و حدوث کے نشانات سے علیحدہ ہیں۔ تاہم اس کی نظیر و تشبیہ عالم مجاز میں جو حقیقت کا پل ہے۔ بیان کی گئی ہے۔ اور آئینہ و صورت کے ذریعے اس طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ تاکہ تیز بین لوگ اس بلند ذات کی عنایت سے مجاز کے واسطے سے حقیقت کا سراغ لگائیں۔ اور صورت سے معنی کی طرف رغبت کریں

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

# مکتوب نمبر ۴۷

نصیحت و تنبیہ میں خواجہ محمد قاسم بدخشی کی طرف صادر فرمایا

---

[1] ارباب نعمت کو نعمتیں گوارا ہوں۔ عاشق مسکین کے لئے تو وہی (غم واندوہ) ہے جو گھونٹ گھونٹ کرکے پی رہا ہے

[2] اور اللہ ہی بلند صفات والا ہے۔ سورۃ النحل پارہ ربما

[3] یعنی اس احاطہ اور معیت کا وجود معلوم ہے لیکن اس کی کیفیت معلوم نہیں۔



Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ بعد الحمد والصلوٰۃ وتبلیغ الدعوات ۔ عرض کرتا ہے ۔ اللہ سبحانہٗ کی حمد اور اس کا احسان ہے ۔ کہ اس بھائی کے کلمہ و کلام سے طلب کی حرارت معلوم ہوتی ہے ۔ اور جمعیت کی بُو آتی ہے ۔ بیشک یہ دولت قربِ صحبت کا اثر ہے ۔ بے فائدہ امور کی گرفتاری نے تمہیں نہ چھوڑا ۔ کہ ایک ہفتہ ہی صحبت میں رہو ۔ معلوم نہیں تمہاری صحبت کے کل دس دن ہوں ۔ خدائے جل سلطانہٗ سے شرم کرنی چاہیئے ۔ کہ ہزاروں میں سے صرف ایک دن بھی خدائے عزوجل کے لئے منتخب نہیں کرتے ۔ اور ادھر اُدھر کے تعلقات سے اپنے آپ کو جمع نہیں کرتے ۔ تم پر حجت قائم ہو چکی ہے ۔ اور تم اپنے وجدان سے جان چکے ہو کہ اس صحبت کی ایک گھڑی ریاضت و مجاہدہ کے چلوں سے بہتر ہے ۔ اس کے باوجود اس صحبت سے گریز کر رہے ہو ۔ اور حیلوں اور بہانوں سے اپنے آپ کو دور رکھتے ہو ۔ تمہاری استعداد کا جوہر نفیس ہے ۔ لیکن کیا فائدہ اگر قوت سے فعل میں نہ آئے ۔ تمہاری استعداد بلند ہے لیکن ہمت پست ہے ۔ بچوں کی طرح نفیس موتیوں کو چھوڑ کر خسیس خزف ریزوں (ٹھیکریوں) کے ساتھ آرام پذیر ہو سے

بوقتِ صبح شود ہمچو روز معلومت — کہ با کہ باختہ عشق در شبِ دیجور

اب بھی کچھ نہیں گیا ۔ اپنے اصل کام کی فکر کرنی چاہیئے ۔ اور اس کام طریقت کا عمدہ پہلو اربابِ جمعیت کی صحبت ہے ۔ اور اگر یہ دولت میسر نہ ہو تو اپنے اوقات کو ذکرِ الٰہی جل شانہٗ میں جو صاحبِ دولت سے سیکھا گیا ہو ۔ مشغول رکھنا چاہیئے ۔ اور جو کچھ ذکر کے منافی ہے ۔ اس سے اجتناب کرنا چاہیئے اور شرع شریف کے حلال و حرام میں بہت احتیاط کرنی چاہیئے ۔ اور اس بارے میں سستی سے بچنا چاہیئے اور نماز باجماعت پابندی سے ادا کریں اور تعدیلِ ارکان میں بہت کوشش کریں اور اس بات کا دھیان رکھیں کہ نماز اوقات مستحبہ میں ادا ہو ۔

رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۔ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔

# مکتوب نمبر ۴۸

ماتم پرسی اور مقامِ رضا کے حصول کی ترغیب میں خواجہ محمد طالب بدخشی کی طرف صادر فرمایا

---

ے تجھے صبح کو روزِ روشن کی طرح معلوم ہو جائے گا ۔ کہ شبِ تاریک میں تو کس سے عشق بازی کرتا رہا ہے ۔



Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ۔ خواجہ محمد طالب! ہمیشہ مطلوب کے خواہاں رہیں۔ آنکھوں کی ٹھنڈک محمد صدیق کی خبرِ وفات آپ نے تحریر کی ہے اناللّٰہ وانا الیہ راجعون۔ برادرِ عزیز! حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ ایمان والوں کے نزدیک سب سے زیادہ عزیز اور محبوب ہے۔ چاہے اموال ہوں چاہے انفس۔ اور زندہ کرنا اور مارنا اس بلند ذات کا فعل ہے۔ جس میں دوسرے کا دخل نہیں ہے۔ تو لازماً اس بلند ذات کا فعل بھی عزیز تر اور بلند تر ہوگا۔ بلکہ یہ ایک ایسا موقعہ ہے کہ محبوں کو محبوبوں کے فعل سے لذت گیر اور خوشی محسوس کرنی چاہیئے۔ صبر کی کس بناء پر تلقین کرے کیونکہ اس میں ناپسندیدگی کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ اور مرتبہ رضا بھی اگرچہ رغبت و سرور کی خبر دیتا ہے۔ تاہم مرتبہ التذاذ ایک الگ ہی شئی ہے

عشق آں شعلہ ست کو چوں برفروخت ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت[1]
تیغ لا در قتل غیر حق براند درنگر زاں پس کہ بعد لا چہ ماند[2]
ماند الا اللہ باقی جملہ سوخت شاد باش اے عشق شرکت سوز رفت[3]

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

# مکتوب نمبر ۴۹

خواجہ گدا کی طرف صادر فرمایا

اس بیان میں کہ غیرِ حق کو فراموش کردینا اس راہ میں قدم اوّل ہے۔ کوشش کریں کہ اس ایک قدم میں کوتاہی نہ ہو

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى نَبِيِّهٖ وَنُسَلِّمُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الْكِرَامِ ۔ مکرمی! عقائد کی درستی اور احکام شرعیہ کی بجاآوری کے بعد اپنے آپ کو بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ہمیشہ ذکرِ الٰہی میں مصروف رکھیں۔ چاہیئے کہ اس ذکر کا غلبہ اس قدر ہو کہ باطن میں غیر مذکور کا گذر نہ رہے۔ اور ماسوا سے تعلق حبی اور علمی کو زائل کردے۔

---

[1] عشق وہ شعلہ ہے کہ جب جل اُٹھتا ہے تو معشوق کے سوا ہر چیز کو جلا دیتا ہے۔

[2] اس نے لا کی تلوار غیرِ حق کے قتل کرنے میں چلائی تو دیکھو کہ لا کے بعد پیچھے کیا رہ گیا

[3] باقی صرف الا اللہ رہا اس کے سوا سب کچھ جل گیا۔ اے شرکت کے خس و خاشاک کو مکمل طور پر جلا دینے والے عشق تو شاد اور خوش رہ



Marfat.com

اس وقت قلب کو ماسوا سے فراموشی حاصل ہوتی ہے۔ وہ غیر کے دید و دانش سے فارغ ہو جاتا ہے۔ اگر تکلف و کوشش سے بھی اُسے یاد دلائیں تو اس کی یاد میں نہیں آتیں اور نہ ہی ان کو پہچانتا ہے اور ہمیشہ مطلوب میں فانی اور مستغرق رہتا ہے۔ جب معاملہ یہاں تک پہنچ جاتا ہے۔ تو اب اس راہ کا ایک قدم طے کرتا ہے۔ کوشش کریں کہ اس ایک قدم کے اُٹھانے میں تو کوتاہی نہ ہو۔ اور دید و دانش میں غیر کے گرفتار نہ رہیں [1]

گوئے توفیق و سعادت درمیان افگندہ اند ... کس بمیدان در نمے آید سواراں راچہ شد

بظاہر تمہارے تعلقات کم دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن آپ شوقِ تعلق سے اپنے آپ کو اربابِ تعلق کے ساتھ جمع رکھتے ہیں۔ "جو شخص اپنے نقصان میں خود راضی ہو۔ وہ شفقت کا مستحق نہیں ہوتا" مسلّمہ شدہ مسئلہ ہے۔

والسّلام

# مکتوب نمبر ۵۰

میرزا شمس الدین کی طرف صادر فرمایا

اس بیان میں کہ شریعت کی ایک صورت ہے۔ اور ایک حقیقت۔ اور اس بیان میں کہ از ابتدا تا انتہاء شریعت کے بغیر چارہ نہیں۔ اور قلب کی تمکین، نفس کے اطمینان اور اجزاءِ قلب کے بیان میں جو مرتبۂ نبوت میں ہے اور جو باتیں اس کے مناسب ہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی شریعت کی ایک صورت ہے اور اس کی ایک حقیقت۔ صورتِ شریعت ایمان باللہ و بالرسول اور ان تمام احکام پر ایمان رکھنے کے بعد احکامِ شرعیہ کے بجالانے سے عبارت ہے۔ جب کہ نفسِ امّارہ کی مزاحمت اور اس کی سرکشی اور بغاوت جو اس کی سرشت میں رکھی گئی ہے، موجود ہو۔ اس مقام میں اگر ایمان ہے تو صرف اس کی صورت ہے۔ اور اگر نماز ہے تو وہ بھی صورتِ نماز۔ اور اگر روزہ ہے تو وہ بھی صرف صورتِ روزہ۔ علیٰ ہذا القیاس، دوسرے تمام احکام۔ اس لئے کہ وجودِ انسان میں نفس جو ایک عمدہ جزو ہے۔ اور قول انا سے ہر ایک فرد کا مشارٌ الیہ بھی یہی نفس ہے۔ ابھی تک اپنے کفر و انکار پر قائم ہے۔ لہٰذا اس حالت میں حقیقتِ ایمان اور اعمالِ صالحہ کی حقیقت کس طرح متصور ہو سکتی ہے۔ اور یہ خدا تعالیٰ

---

[1] توفیق و سعادت کا گیند درمیان میں ڈال دیا گیا ہے۔ لیکن کوئی میدان میں نہیں آتا۔ سواروں کو کیا ہو گیا ہے۔



Marfat.com

جل شانہٗ کی رحمت ہے کہ صرف صورت کو قبول فرما کر دخول جنت کی بشارت دی ہے۔ جو خدا تعالیٰ کا مقام رضا ہے۔
اور یہ بھی اس کا احسان ہے۔ کہ نفسِ ایمان میں صرف تصدیق بالقلب کے ساتھ کفایت فرمائی۔ اور نفس کے اذعان والقان کے ساتھ مکلف نہیں فرمایا۔ ہاں یہ بات ضرور ہے۔ کہ جنت کی بھی ایک صورت ہے اور ایک حقیقت۔ اصحابِ صورت، صورتِ جنت سے لطف اندوز ہوں گے۔ اور اربابِ حقیقت، حقیقتِ جنت سے۔ اصحابِ صورت اور اربابِ حقیقت دونوں جنت کا میوہ تناول فرمائیں گے۔ صاحبِ صورت اس سے ایک قسم کی لذت پائے گا۔ اور صاحبِ حقیقت دوسری قسم کی لذت۔ ازواجِ مطہرات امہات المؤمنین آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ایک ہی جنت میں ہونگی۔ اور ایک ہی پھل تناول فرمائیں گے۔ لیکن ہر ایک کے لئے لذت ونعمت کی الگ الگ کیفیت ہوگی۔ اور اگر علیحدہ نہ ہو تو ہمارے پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام بنی آدم پر امہات المؤمنین کی افضلیت لازم آتی ہے۔ نیز لازم آتا ہے کہ جو شخص افضل ہو اس کی زوجہ بھی اس سے افضل ہو۔ کیونکہ بیوی خاوند کے ساتھ زندگی گزارتی ہے۔ یہ صورتِ شریعت بشرطِ استقامت فلاح کی موجب اور نجاتِ اخروی کو مستلزم ہے۔ اور دخولِ جنت کی مصحح ہے۔ جیسا کہ ابھی گزرا۔ اور جب ایک شخص نے صورتِ شریعت درست کرلی تو ولائت عام حاصل ہوگئی۔

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ — یعنی اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا دوست ہے

اور اس وقت اللہ تعالیٰ کی عنایت ومہربانی سے سالک اس امر کی استعداد پیدا کرلیتا ہے۔ کہ طریقت میں قدم رکھے اور ولایت خاصہ کی طرف رُخ کرے اور بتدریج نفس کو امارگی سے اطمینان کی طرف کھینچے۔ لیکن یہ بات ذہن میں رکھیں کہ اس ولایت خاصہ کے ساتھ منازل وصول طے کرنا بھی اعمالِ شریعت کے ساتھ والبستہ ہے۔ کیونکہ ذکرِ الٰہی جل شانہٗ جو اس راہ میں عمدہ چیز ہے۔ ماموراتِ شرعیہ میں سے ہے۔ اور ممنوعاتِ شرعیہ سے اجتناب بھی اس راہ کی ضروریات سے ہے۔ اور ادائے فرض اللہ تعالیٰ کے نزدیک کرنے والی چیز ہے۔ اور پیرِ راہ بین اور راہنما جو وسیلہ اور ذریعہ بنے، بھی مامور شرعی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ [1] — اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے وسیلہ تلاش کرو

---

[1] سورہ مائدہ پارہ لایحب اللہ۔ یاد رہے کہ بعض بے ادب اس آیت میں "الوسیلہ" سے صرف اعمال صالحہ مراد لیتے ہیں۔ اور اہل اللہ کی ذوات مقدسہ کے وسیلہ ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ بلکہ ذواتِ مقدسہ کو وسیلہ قرار دینے کو غلط کہتے ہیں۔ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کی اس تفسیر سے واضح ہے۔ کہ بے ادب لوگوں کا موقف غلط ہے۔ اور اعمال صالحہ کی طرح اہل اللہ بھی وسیلہ اور ذریعہ ہیں۔ از مترجم عفی عنہ



Marfat.com

بہر صورت شریعت کے بغیر چارہ نہیں۔ صورتِ شریعت ہو، چاہے حقیقتِ شریعت۔ کیونکہ ولایت و نبوت کے تمام کمالات کے بنیادی ارکان احکام شرعیہ ہیں۔ ولایت کے کمالات صورتِ شریعت کے نتائج ہیں۔ اور کمالاتِ نبوت حقیقتِ شریعت کے ثمرات۔ جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ ابھی آئے گا۔ ولایت کا مقدمہ حقیقت ہے جہاں مطلوب کے ماسوا کی نفی اور مقصود کے غیر و غیریت کو دور کرنا ہوتا ہے اور جب خداوند جل شانہ کے نفس سے غیر حق تعالیٰ کلی طور پر نظر سے ہٹ گیا۔ اور دید میں اغیار کا نام ونشان باقی نہ رہا۔ تو فنا حاصل ہو گئی۔ اور مقامِ طریقت اپنے انجام کو پہنچ گیا۔ اور سیر الی اللہ مکمل ہو گئی۔ اس کے بعد مقامِ اثبات کا آغاز ہوتا ہے۔ جو سیر فی اللہ سے عبارت ہے۔ اور یہی مقامِ بقا ہے۔ جسے مقامِ حقیقت کہتے ہیں اور یہی ولایت کا مقصدِ اعلیٰ ہے۔ اس طریقت و حقیقت سے جو فنا اور بقا سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ سالک پر ولایت کا نام صادق آتا ہے۔ اور نفس سرکش نفس مطمئنہ بن جاتا ہے۔ اور اپنے کفر و انکار سے باز آ جاتا ہے۔ اور اپنے مولیٰ جل سلطانہ سے راضی ہو جاتا ہے۔ اور مولیٰ تعالیٰ بھی اس سے راضی ہو جاتا ہے۔ اور اس کی سرشت میں احکام شریعت سے جو نفرت پائی جاتی تھی۔ زائل ہو جاتی ہے۔ بزرگانِ دین فرماتے ہیں۔ کہ اگرچہ نفس مقامِ اطمینان میں پہنچ جاتا ہے۔ تاہم اپنی سرکشی سے باز نہیں آتا[1]

ہر چند کہ مطمئنہ گردد ہرگز صفات خود نگردد

اور جہادِ اکبر جس کا ذکر حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حدیث رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ[2] "ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف واپس آئے" میں کیا ہے۔ اس سے مراد یہی نفس سے جہاد ہے۔

اور جو کچھ فقیر کے کشف میں آیا ہے۔ اور اپنے وجدان سے پایا ہے۔ مشائخ کے اس بیان مشہور کے خلاف ہے۔ یہ فقیر حصولِ اطمینان کے بعد نفس میں کسی قسم کی سرکشی اور بغاوت نہیں پاتا۔ اور نفس کو فرمانبرداری کے مقام میں قیام پذیر دیکھتا ہے۔ بلکہ نفس مطمئنہ کو مضبوط دل کی طرح جو غیر حق کو فراموش کر چکا ہو، پاتا ہے۔ جو غیر اور غیریت کی دید و دانش سے گذر چکا ہوتا ہے۔ اور جاہ و ریاست کی محبت اور لذت و تکلیف سے چھوٹ چکا

---

[1] نفس اگرچہ مطمئنہ ہو جاتا ہے۔ لیکن پھر بھی اپنی صفات سے باز نہیں آتا۔

[2] اس حدیث کو شیخ شہاب الدین سہروردی نے عوارف میں اور امام غزالی نے احیاء العلوم میں ذکر کیا ہے۔ اور عراقی نے بروایت جابر بیہقی کی طرف منسوب کیا ہے۔ نیز خطیب بغدادی نے بھی اپنی تاریخ میں بروایت جابر اس حدیث کی روایت کی ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس جہاد کی تفسیر مجاہدۂ قلب اور خواہشات نفسانی کے خلاف مجاہدہ سے کی ہے۔



Marfat.com

ہوتا ہے۔ مخالفت کہاں رہی۔ اور سرکشی کس نے کرنی ہے۔ یعنی مقامِ اطمینان میں پہنچ کر نفس تمام خرابیوں سے پاک ہوجاتا ہے۔ حصولِ اطمینان سے پہلے اگر بال برابر بھی فرق پڑے تو سرکشی اور بغاوت کے متعلق مشائخ جو کچھ فرماتے ہیں۔ اس کی گنجائش ہے۔ لیکن حصولِ اطمینان کے بعد مخالفت اور سرکشی کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس باب میں اس فقیر نے اگرچہ بڑی تیز اور گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے۔ اور اس معمہ کے اندر دور گیا ہے۔ کہ یہ بات قوم کی طے شدہ بات کے خلاف ہے۔ لیکن اللہ سبحانہٗ کی عنایت سے نفسِ مطمئنہ میں بال برابر بھی مخالفت اور سرکشی نہیں پائی۔ اور ہلاک اور نیست ہوجانے کے سوا اس میں اور کوئی چیز نہیں دیکھی۔ نفس جب اپنے آپ کو اپنے مولیٰ جل سلطانہٗ وتعالیٰ پر قربان کردے۔ تو پھر مخالفت کی کیا گنجائش رہتی ہے۔ اور جب نفس حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے راضی ہوگیا۔ اور حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ اس سے راضی ہوگیا۔ تو سرکشی کی کیا صورت ہوسکتی ہے۔ کیونکہ یہ بات رضا کے منافی ہے۔ جو چیز حق جل شانہٗ کے پسندیدہ ہوگی۔ وہ ہرگز ناپسندیدہ نہیں ہوسکتی۔ اور فقیر کے نزدیک وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْحَالِ۔ جہادِ اکبر سے مراد ہوسکتی ہے۔ کہ بدنِ عنصری سے جہاد ہو جو مختلف طبائع سے مرکب ہے۔ اور اس کی ہر طبیعت ایک امر کی خواہاں ہے اور دوسرے امر سے دور ہونا چاہتی ہے۔ اگر شہوانی قوت ہے تو وہ بھی بدنِ عنصری سے پیدا ہوتی ہے۔ اور قوتِ غضبیہ ہے۔ تو وہ بھی یہیں سے ظاہر ہوتی ہے۔ تم نہیں دیکھتے کہ باقی حیوانات جو نفسِ ناطقہ نہیں رکھتے۔ یہ کمینی صفات ان میں موجود ہیں۔ اور شہوت، غضب، غلبہ حرص اور لالچ سے موصوف ہیں۔ یہ جہاد ہمیشہ برپا ہے۔ نفس کا اطمینان اس جہاد سے تسکین نہیں بخشتا۔ اور جنگ کی مضبوطی اس جنگ کو دور نہیں کرتی۔ اس جہاد کے باقی رکھنے میں بہت سے فوائد ہیں۔ کیونکہ یہ بدنِ عنصری کے تنقیہ وتطہیر کو شامل ہے۔ تاکہ اگلی دنیا کے کمالات اور معاملہ آخرت بالاصالت اس کے ساتھ وابستہ ہوں۔ کیونکہ اس دنیا کے کمالات جسم کے تابع ہیں۔ اور قلب متبوع ہے وہاں کام برعکس ہے کہ قلب تابع ہے اور بدنِ عنصری متبوع۔ اور جب اس دنیا کا نظام درہم برہم ہوجائے گا۔ اور وہ جہان پرتو انداز ہوگا۔ تو جہاد اور یہ لڑائی ختم ہوجائے گی۔ اور جب اللہ سبحانہٗ کے فضل سے نفس مقامِ اطمینان میں آگیا۔ اور خدائے جل شانہٗ کے حکم کا فرمانبردار بن گیا۔ تو اسلام حقیقی میسر آگیا۔ اور حقیقتِ ایمان کی صورت جلوہ گر ہوگئی۔ اس کے بعد وہ جو عمل بھی کرے گا۔ حقیقتِ شریعت ہی ہوگا۔ اگر نماز ادا ہوگی۔ تو وہ بھی حقیقت نماز ہوگی۔ اور اگر روزہ ہے تو وہ بھی حقیقتِ روزہ۔ اور اگر حج ہوگا تو وہ بھی حقیقت حج۔ اسی قیاس پر باقی تمام احکام شرعیہ۔ پس طریقت وحقیقت شریعت کی صورت وحقیقت کے درمیان واقع ہیں۔ سالک جب تک ولایت خاصہ سے مشرف نہیں ہوتا۔ اسلام مجازی سے اسلام حقیقی تک نہیں پہنچتا۔ اور جب محض فضل خداوندی جل سلطانہٗ سے حقیقت شریعت سے آراستہ ہوا۔ اور اسلام حقیقی میسر ہوا۔ تو اب اس قابل ہوا کہ نبوت کے کمالات



Marfat.com

سے انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی وراثت تبعیت میں پورا بہرہ ور اور کامل حصہ پاتا ہے۔ چنانچہ صورت شریعت کمالات ولایت کے لئے پاک درخت کی طرح ہے۔ کمالات ولایت حقیقت شریعت کے گویا ثمرات ہیں۔ اور حقیقت شریعت بھی کمالات نبوت کے لئے گویا شجرہ مبارکہ ہے۔ اور یہ کمالات اس کے ثمرات کی طرح ہیں۔ اور جب کمالات ولایت صورت کے ثمرات ہیں۔ اور کمالات نبوت حقیقت کے ثمرات۔ تو لازماً کمالات ولایت کمالات نبوت کے لئے صورتوں کی طرح ہیں۔ اور نبوت کے کمالات ان صورتوں کے حقائق۔

جاننا چاہیئے۔ کہ صورت شریعت اور حقیقت شریعت کے درمیان فرق نفس کے راستے سے آیا تھا۔ کہ درجہ صورت میں نفس امارہ سرکشی کی حالت میں اور اپنے انکار پر تھا۔ اور حقیقت کے درجہ میں نفس مطمئنہ اور مسلمان ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کمالات ولایت کے درمیان جو صورتوں کی طرح ہیں۔ اور کمالات نبوت کے درمیان جو حقائق کی طرح ہیں فرق جسم عنصری کی طرف سے ہے۔ مقام ولایت میں جسم عنصری کے اجزاء بغاوت و سرکشی سے باز آجاتے ہیں۔ مثلاً جسم عنصری کا جزو ناری اطمینان نفس کی وجہ سے اپنے بہتر اور بڑا ہونے کے دعویٰ سے باز آجاتا ہے۔ اور خاکی جزو اپنی عاجزی اور کمینگی سے پشیمان نہیں ہوتا۔ اسی طرح باقی اجزاء اور کمالات نبوت کے مقام میں بدن کے اجزاء اعتدال پر آجاتے ہیں۔ اور افراط و تفریط سے نجات پا جاتے ہیں۔ اسی بناء پر ہو سکتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اَسۡلَمَ شَیۡطَانِیۡ۔ یعنی میرا شیطان مسلمان ہو چکا ہے۔ شیطان جس طرح آفاق میں ہے۔ انفس میں بھی ہے۔ اور وہ ناری جزو ہے۔ جو اپنے بہتر ہونے کا مدعی اور اپنی بڑائی اور بلندی کا خواہاں ہے۔ جو صفات رذیلہ میں سے بدترین صفت ہے۔ اور اس کا اسلام لے آنا اس کی ان بری صفات کے ازالے سے کنایہ ہے۔ پس کمالات نبوت میں اطمینان قلب بھی ہے۔ اور اطمینان نفس بھی۔ اور اجزائے قالب کا اعتدال بھی۔ اور ولایت میں بس یہی اطمینان قلب ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ اطمینان نفس۔ اور وہ جو میں نے کہا ہے کہ زیادہ سے زیادہ اطمینان نفس۔ اس بناء پر کہا کہ نفس کو اطمینان کامل اور بے تکلف طور پر اجزائے قالب کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے ارباب ولایت نے اجزائے قالب کے عدم اعتدال کے واسطہ سے نفس مطمئنہ کا رجوع صفات بشریت کی طرف جائز قرار دیا ہے۔ جیسا کہ اوپر گذرا۔ اور جو اطمینان اجزائے قالب کے اعتدال کے بعد نفس کو حاصل ہوتا ہے وہ صفات رذیلہ کی طرف رجوع سے پاک اور مبرا ہے۔ پس نفس کے رذائل کی طرف رجوع کرنے اور رجوع نہ کرنے کا اختلاف مقامات و افکار کے اختلاف پر مبنی ہے۔ ہر ایک نے اپنے مقام سے خبر دی ہے۔ اور اپنی دانست کے مطابق بات کی ہے۔

سوال:۔ جب کہ قالب کی اجزاء بھی حد اعتدال پر آجاتی ہے۔ اور بغاوت اور سرکشی سے رک جاتی ہیں۔ تو پھر ان کے ساتھ جہاد کی کیا صورت ہوتی ہے۔ اور نفس مطمئنہ کی طرح ان کے ساتھ جہاد کرنے کا سلسلہ بھی زائل



Marfat.com

ہو جاتا ہے۔

جواب:۔ نفس مطمئنہ اور ان اجزاء کے درمیان فرق ہے۔ کیونکہ نفس مطمئنہ ہلاکت اور نیستی کی صفت رکھتا ہے۔ اور عالم امر سے ملحق ہے۔ جو کمال نیستی اور سکر سے موصوف ہے۔ اور یہ اجزاء احکام شرعیہ کی بجا آوری کے واسطہ سے جن کی بناء صحو پر ہے۔ نیستی اور سکر سے مناسبت نہیں رکھتی۔ اور فانی میں اس مخالفت کی گنجائش نہیں ہے۔ اور جو صحو کی حالت میں ہو۔ وہ بعض مصالح اور منافع کی بناء پر صورت کے بعض امور میں اگر مخالفت کرے تو گنجائش ہے۔ امید ہے کہ یہ مخالفت فضل خداوندی جل سلطانہ سے ترک استحباب سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی اور کراہت تنزیہہ سے نیچے نہیں جائے گی۔ اس لئے اعتدال اجزاء کے باوجود مرتبہ قالب میں جہاد متصور ہے اور نفس مطمئنہ کے درجے میں جہاد جائز ہے۔ اس بحث کی تحقیق مکتوبات کی جلد اول کے اس مکتوب میں تفصیل سے تحریر ہو چکی ہے۔ جو اپنے بڑے فرزند مرحوم کے نام بیان طریقت ، لکھا ہے۔ اگر کچھ پوشیدگی باقی رہ گئی ہو تو اس کی طرف رجوع کریں۔ اور اگر محض فضل خداوندی جل سلطانہ سے کمالات نبوت جو حقیقت شریعت نتائج و ثمرات ہیں بھی اختتام کو پہنچ جائیں۔ اور وہاں ترقیات اعمال کے ساتھ وابستہ نہ رہیں۔ تو اس مقام میں معاملہ حضرت رحمان جل سلطانہ کے محض فضل و احسان سے وابستہ ہے۔ اعتقاد کا وہاں کوئی اثر نہیں۔ اور علم و عمل کا وہاں کوئی فیصلہ جاری نہیں ہوتا۔ بلکہ وہاں فضل در فضل اور کرم در کرم ہے۔ یہ مقام سابق مقامات کی نسبت سے بہت بلند ہے۔ اور بڑا وسیع اور فراخ ہے۔ اور جو نورانیت یہ مقام رکھتا ہے۔ مقام سابق میں اس کا اثر بھی نہیں تھا۔ یہ مقام اصالتہ انبیاء اولی العزم علیہم الصلوات والتسلیمات کے لئے مخصوص ہے۔ اور ان کی فرمانبرداری میں ، جسے چاہیں اس سے نواز دیں۔ اور وراثت کے طور پر جسے چاہیں اس سے مشرف فرمادیں [1]

با کریماں کارہا دشوار نیست

یہاں کوئی شخص غلطی نہ کھائے اور یہ نہ سمجھے کہ اس مقام میں صورت شریعت اور حقیقت شریعت سے بے نیازی حاصل ہو جاتی ہے۔ اور احکام شرعیہ کے بجالانے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ شریعت اس کام کی اصل اور اس معاملہ کی بنیاد ہے۔ درخت چاہے کتنا ہی اونچا اور بلندی میں چلا جائے۔ اور دیوار چاہے کتنی ہی بلندی میں چلی جائے۔ اور محلات بلند اس پر تعمیر کئے جائیں۔ اصل اور بنیاد سے بے نیازی نہیں ہو سکتی۔ اور اس کی ضرورت سے وہ بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ مثلاً ایک بلند مقام چاہے کتنی بھی بلندی پیدا کرے۔ اور پستی سے دور چلا جائے۔ نیچے والے مکان سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ اور

---

[1] کریم لوگوں کے لئے کوئی مشکل کام نہیں۔



Marfat.com

یہ نیچے والے مکان سے اس کی محتاجی زائل نہیں ہو سکتی۔ اور اگر فرض کے طور پر نیچے والے مکان میں خرابی پیدا ہو۔ تو وہ خرابی اوپر کے کمرے میں بھی اثر کرے گی۔ اور نیچے والے کا زوال اوپر والے کے زوال کا باعث بنے گا۔ پس شریعت ہر وقت اور ہر حال میں درکار ہے۔ اور اس کے احکام کی بجاآوری کے سب محتاج ہیں۔ اور جب خدائے تعالیٰ جل شانہٗ کی مہربانی سے معاملہ اس مقام سے اور بلند ہوتا ہے۔ اور کام فضل سے محبت کی طرف رخ کرتا ہے۔ تو ایک اور مقام سامنے آتا ہے۔ جو بہت بلند ہے۔ اور اصالۃً خاتم الرسل علیہ وعلیہم وعلیٰ آل کل الصلوات والتسلیمات والتحیات والبرکات کے لئے مخصوص ہے۔ فرمانبرداری اور وراثت کے طور پر جسے چاہیں۔ اس دولت سے مشرف فرمادیں۔ وہ بلند ترین محل جو غایت بلندی کے باعث چھوٹا نظر آتا ہے۔ حضرت صدیق کے لئے اس مقام میں وراثت کے طور پر ناف تک داخل پاتا ہے۔ اور حضرت فاروق بھی اس دولت سے مستفید ہیں۔ امہات المؤمنین میں سے حضرت خدیجہ اور حضرت صدیقہ کو بھی حضور علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ علاقہ زوجیت کی بناء پر اس مقام میں دیکھتا ہے۔ اور اصل معاملہ اللہ سبحانہٗ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ اے ہمارے پروردگار! ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما۔ اور ہمارے لئے ہمارے کام میں نیکی اور آسانی مہیا فرما۔

میرے عزیز بھائی معارف آگاہ شیخ عبدالحی نے جب کہ سال ہا سال صحبت میں گزارے ہیں۔ اور اب اپنے وطن کو روانہ ہوا ہے۔ اور وہ مقام اور علاقہ ان کی جناب سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے ضرورتاً یہ چند سطریں لکھی ہیں۔ اور مشارٌ الیہ کے حالات کی اطلاع دی ہے۔ اہل اللہ کا وجود جہاں بھی ہوں غنیمت ہے۔ اور وہاں کے رہنے والوں کے لئے خوشخبری ہے۔ تو مبارک ہو اُسے جس نے اُسے پہچان لیا۔ اور اسی مقام میں میرے برادر عزیز شیخ نور محمد بھی اقامت پذیر ہیں۔ اور فکر و نامرادی میں اپنا وقت گزار رہے ہیں۔ وہ مقام جائے رشک ہے۔ جہاں اس طرح کے دو اہل اللہ ہوں۔ اور دو مبارک ستارے یکجا موجود ہوں۔

والسلام



Marfat.com

خدائے تعالیٰ کی مدد اور اس کی حسن توفیق سے مکتوبات شریف کے چھٹے حصے اور دفتر دوم کے پہلے حصے کا اردو ترجمہ اختتام پذیر ہوا۔ اللہ تعالیٰ اصل کتاب کی طرح اس ترجمے کو بھی شرف قبولیت عطا فرمائے۔ اور مترجم کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔ پڑھنے والوں سے التماس ہے۔ کہ مترجم گنہگار کو اپنی دعوات صالحہ میں یاد رکھیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ وَنُوْرِ عَرْشِهٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

محمد سعید احمد نقشبندی عفر لہٗ
خطیب و امام مسجد حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لاہور پاکستان
مورخہ ۲۳ مارچ ۱۹۷۲ء بروز جمعرات بمطابق
۶ صفر المظفر ۱۳۹۲ھ ہجری



Marfat.com

صُحُفٌ مُّطَهَّرَۃٌ فِیہَا کُتُبٌ قَیِّمَہ

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر میخواست
آخر آمد ز پسِ پردۂ تقدیر پدید

یعنی

اردو ترجمہ

# مکتوبات امام ربّانی

## حضرت مجدّد الف ثانی الشیخ احمد سرہندی قدس سرّہٗ

دفتر دوم ——— حصہ دوم

تصحیح و حواشی و ترجمہ


مولانا محمد سعید احمد صاحب نقشبندی

خطیب و امام مسجد حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لاہور



ناشر

حفیظ بک ڈپو اردو بازار دہلی ۶



Marfat.com

(جملہ حقوق ترجمہ بحق ناشر محفوظ ہیں)

طبع اول ——— آفسٹ ایڈیشن ——— ۱۹۷۲ء

طابع و ناشر: ———

مطبع: ——— جوہر آفسٹ پریس دہلی

تعداد: ——— دو ہزار (۲۰۰۰)

قیمت: ——— { حصہ ہفتم، ہشتم، نہم مجلد معہ پلاسٹک کور }

Marfat.com

# فہرست مضامین حصہ ہفتم از مکتوبات مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ


| مضمون | صفحہ |
| --- | --- |
| مکتوب نمبر ۵۱:- اس بیان میں کہ بعض کاملین سے خداتعالیٰ بلاواسطہ گفتگو فرماتے ہیں۔ | ۱۹ |
| مکتوب نمبر ۵۲:- اس طائفہ علیہ کی محبت کی ترغیب میں۔ | ۲۰ |
| مکتوب نمبر ۵۳:- اس سوال کے جواب میں کہ اگر میں عبادت کرتا ہوں۔ تو غرور پیدا ہوتا ہے اور اگر خلاف شرع واقع ہو تو اپنے آپ کو محتاج اور عاجز خیال کرتا ہوں۔ | ۲۱ |
| مکتوب نمبر ۵۴:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کے سات درجے اور مرتبے اور پہلا درجہ عام مسلمانوں کا ہے۔ اور علماء ظاہر اور عابد و زاہد لوگ اسی درجہ میں شریک ہیں۔ | ۲۳ |
| متابعت کا دوسرا درجہ آں حضرت کے اقوال و اعمال کی اتباع ہے۔ اور یہ باطن سے تعلق رکھتا ہے۔ | 〃 |
| متابعت کا تیسرا درجہ آنحضرت کے مواجید و اذواق و احوال کی اتباع ہے۔ | 〃 |
| نماز، روزہ اور دیگر اعمال کی حقیقت کے متعلق سوال و جواب۔ | 〃 |
| متابعت کا چوتھا درجہ جو علمائے راسخین سے مخصوص ہے اور علمائے راسخین کی علامت اور سنت کی متابعت کا التزام اور بدعت سے پرہیز جو بدعت بھی ہو۔ اور یہ معنی آج کل مشکل ہے۔ اور علمائے وقت کی مذمت اور ان کی تردید کے بیان میں۔ | ۲۴ ، ۲۵ |
| متابعت کا پانچواں درجہ آنحضرت کے کمالات کی اتباع کہ اس کے حصول میں علم اور عمل کو دخل نہیں ہے | ۲۷ |
| چھٹا درجہ ان کمالات کی اتباع کا ہے۔ جو مقام محبوبیت سے مخصوص ہیں۔ | 〃 |
| ساتواں درجہ جو کہ تمام درجات کا جامع ہے۔ وہ نزول اور ہبوط سے تعلق رکھتا ہے۔ اور کامل متابع کا بیان علماء ظاہر پہلے درجہ پہ خوش ہیں۔ کاش وہ اسی درجہ کو سرانجام دیتے | 〃 |
| مکتوب نمبر ۱۵۵:- اس بیان میں کہ قرآن مجید تمام احکام شرعیہ کا جامع ہے۔ اور امام ابوحنیفہؒ کے مناقب | ۲۹ |
| قرآن مجید کے احکام صرف تین قسم ہیں اور سنت اور قیاس دونوں احکام کے مظہر ہیں۔ نہ کہ مثبت | |
| اجتہادی احکام میں غیر پیغمبر پیغمبر کے ساتھ اختلاف رائے کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ اس میں اجتہاد کے شرائط | |


Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
| --- | --- |
| موجود ہوں۔ | ۲۰ |
| اس جگہ ایک باریک نکتہ ہے۔ وہ یہ پیغمبر جو اولو العزم پیغمبروں کے متابع ہیں۔ الخ | ″ |
| اس کے متعلق سوال و جواب۔ | ″ |
| اس کے متعلق اور سوال و جواب۔ | ″ |
| حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد اس شریعت کی اتباع کریں گے۔ | ۲۲ |
| عیسیٰ علیہ السلام کی مثال امام ابو حنیفہؒ جیسی ہے جو کہ پرہیزگاری اور تقوی کی برکت سے اجتہاد کے بلند مقام پر پہنچے ہیں۔ | ″ |
| خواجہ محمد پارسا کا قول کہ عیسیٰ علیہ السلام بعد از نزول امام ابو حنیفہؒ کے مذہب پر عمل کریں گے۔ | ۲۴ |
| امام ابو حنیفہ سنت کی تقلید میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں۔ چند ایک ناقص لوگوں نے کچھ احادیث یاد کرلی ہیں۔ اور احکام شریعت انہی میں منحصر سمجھتے ہیں۔ اور ان کے علاوہ دوسری چیزوں کی نفی کرتے ہیں۔ | ″ |
| فقہ کے بانی امام ابو حنیفہ ہیں۔ اور فقہ کے تین حصے صرف انہی کے لئے مسلم ہیں۔ اور چوتھے حصہ میں دوسرے ان سے شرکت رکھتے ہیں۔ | ″ |
| الہام حلال حرام کا مثبت نہیں ہوتا۔ اور اہل باطن کا کشف فرض و سنت کا اثبات کرتا ہے۔ | ۲۵ |
| ذوالنون اور بسطامی اور جنید اور شبلی زید و عمر کے | |
| سالہ اجتہادی احکام میں مجتہدین کی تقلید میں برابر ہیں۔ ہاں ان بزرگواروں کی فضیلت دوسرے امور میں ہے۔ | ۲۸ |
| خواجہ محمد پارسا نے لکھا ہے۔ کہ لدنی علوم کے افاضہ میں حضرت خضر کی ہدایت متوسط ہے۔ | ″ |
| حضرت شیخ عبد القادر جیلانی نے منبر پر وعظ کہتے ہوئے حضرت خضر کو مخاطب کر کے کہا۔ اے اسرائیلی آ کلام محمدی سن۔ | ۲۶ |
| علوم و معارف احکام شرعیہ کے سوا اور چیزیں ہیں کہ اہل اللہ ان سے مخصوص ہیں۔ اگرچہ وہ معارف احکام شرعیہ ہی کے نتائج ہیں۔ شریعت کی پابندی کرنے والے اور شریعت میں سستی کرنے والے میں فرق اور احکام شرعیہ اور احکام الہامیہ میں فرق کا بیان۔ علماء ظاہر غیبی اخبار کو پیغمبروں سے مخصوص سمجھتے ہیں۔ اور دوسروں کو اس میں شریک نہیں سمجھتے۔ اور یہ معنی وراثت کے منافی ہے۔ | ″ |
| دینی امور احکام شرعیہ کے علاوہ اور بھی بہت ہیں اور اس میں پانچواں اصل الہام ہے۔ بلکہ تیسرا اصل ہے اور یہ اصل قیامت تک قائم رہے گا۔ | ۲۷ |
| اس کے متعلق سوال و جواب | ″ |
| **مکتوب نمبر ۵**:۔ اس بیان میں کہ عارف کا معاملہ اس حد تک جا پہنچتا ہے۔ کہ دوسروں کی برائیاں اس کے حق میں نیکی کا حکم پیدا کر لیتی ہیں۔ | ″ |


Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
| --- | --- |
| **مکتوب نمبر ۵۷ :-** اس بیان میں کہ خدا تعالٰے کا ذکر آنحضرت پر درود بھیجنے سے بہتر ہے۔ لیکن وہ ذکر جو قبولیت کے لائق ہو۔ یا جو شیخ مقتدا نے بتایا ہو۔ اور اس دعوی کے ثبوت کے لئے دو وجوہات کا بیان۔ | ۳۸ |
| امت کا کوئی آدمی بھی خواہ وہ کتنے ہی بلند مقام پر ہو۔ اپنے پیغمبر کے برابر نہیں ہو سکتا۔ اور نہ کسی دوسرے پیغمبر کے درجہ ہی کو پہنچ سکتا ہے۔ اگرچہ اس نبی کی کسی نے پیروی نہ کی ہو۔ | ۴۰ |
| اس امت کے مبلغین اور داعی لوگوں کی بزرگی اور ان کے درجات میں فرق۔ اور اس جماعت کا رد جو امت کے محدثین کو افضل جانتے ہیں | ۴۱ |
| **مکتوب نمبر ۵۸ :-** عالم مثال اور رد تناسخ اور نقل روح اور اس کے بروز و حلول کا بیان۔ اور اس حدیث کا بیان کہ اللہ تعالٰے نے ایک لاکھ آدم پیدا کئے۔ اور اس کے متعلق ابن عربی کا مشاہدہ۔ اور مجدد الف ثانی کی تحقیق۔ | ″ |
| تناسخ کے متعلق عجیب و غریب سوال و جواب اور کاملین کے ارواح کا جسم اختیار کر لینا اور مختلف اشکال میں جنوں کی طرح تبدیل ہونا۔ اور بعض اولیاء کا ایک ہی وقت میں مختلف مقامات پر حاضر ہونا اور ان سے مختلف افعال کا صادر ہونا اور ان کے فروعات کا بیان۔ | ۴۲ |

| مضمون | صفحہ |
| --- | --- |
| بروز کمون اور تناسخ میں فرق کا بیان۔ | ۴۵ |
| عالم صغیر میں عالم مثال خیال کا نمونہ ہے۔ اور خیال کی دوڑ ظلال کے مراتب تک ہے۔ | ″ |
| اس کا بیان کہ جو اللہ کو پہچان لے۔ اس کی زبان گنگ ہو جاتی ہے۔ اور جو اللہ کو پہچان لے۔ اس کی زبان لمبی ہو جاتی ہے۔ | ۴۷ |
| **سوال :-** کچھ لوگ کشف اور خواب میں عالم مثال میں دیکھتے ہیں۔ کہ ہم بادشاہ بن گئے ہیں۔ یا قطب ہو گئے ہیں۔ اور عالم شہادت میں اس کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوتا۔ اس رویت میں کچھ صداقت ہوتی ہے۔ یا نہیں۔! | ۴۸ |
| **جواب :-** اس میں بھی کچھ صداقت ہوتی ہے۔ یہ نقشبندی۔ اکابر واقعات کا اعتبار نہیں کرتے۔ اور ماسوی کا نسیان ان کے حق میں دائمی ہو چکا ہے۔ اور ان کے دل میں غیر کا گذر ہمیشہ کے لئے منتفی ہو چکا ہے | ″ |
| **مکتوب نمبر ۵۹ :-** اس بیان میں کہ معقول، موہوم اور مکشوف اور مشہود سب ماسوی میں داخل ہیں۔ | ۴۹ |
| **مکتوب نمبر ۶۰ :-** اس بیان میں کہ فضولیات کو چھوڑ کر ضروریات دین کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ اور امامت کی بحث اصول دین سے نہیں ہے۔ | ۵۰ |
| **مکتوب نمبر ۶۱ :-** دوستوں کو نصیحت اور مولانا حسن کو اس حلقہ کا سردار مقرر کرنے کے بیان میں مولانا احمد کی تعریف | ۵۲ |


Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| مکتوب نمبر ۶۲:- اس بیان میں کہ انسان مدنی الطبع پیدا ہوا ہے۔ اور وہ بنی نوع کے ساتھ زندگی گذارنے کا محتاج ہے۔ اور اس کی خوبی اسی محتاجی میں ہے۔ | ۵۳ |
| مکتوب نمبر ۶۳:- اس بیان میں کہ پیر اول کی زندگی میں بھی اگر مرید اس کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے پیر کے پاس طلب حق کے لئے جائے۔ تو یہ جائز ہے لیکن پہلے پیر سے انکار نہ کرے۔ | ۵۶ |
| اس وقت کے اکثر پیر اپنی خبر بھی نہیں رکھتے۔ اور نہ کفر و ایمان میں امتیاز کر سکتے ہیں۔ یہ خدا کی خبر کیا رکھیں گے۔ | ؍؍ |
| مکتوب نمبر ۶۴:- اس بیان میں کہ احوال کی تبدیلی اور کمینی دنیا کی امیدوں کے پورا نہ ہونے سے دل تنگ نہ ہونا چاہیئے | ۵۷ |
| مکتوب نمبر ۶۵:- بے فائدہ کاموں سے پرہیز کرنے کے بیان میں | ؍؍ |
| مکتوب نمبر ۶۶- توبہ و انابت اور پرہیزگاری و تقوی کے بیان میں اور توبہ و گناہوں کی تفصیل۔ | |
| بعض علماء نے کہا ہے۔ کہ دس چیزوں کے بغیر پرہیزگاری پوری نہیں ہوتی۔ اور تمام محرمات اور مشتبہات سے پرہیز کرنا بہت بڑی نعمت ہے۔ ورنہ بعض گناہوں اور بعض محرمات سے بچنا بھی غنیمت ہے۔ شاید | ۵۸ |
| مکتوبات نمبر ۶۷- اہل سنت و جماعت کے عقائد کے بیان میں۔ | ۶۱ |

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| پہلا عقیدہ:- اللہ تعالے بذات قدیم خود موجود ہیں۔ | ۶۲ |
| دوسرا عقیدہ:- اللہ تعالے اکیلے ہیں۔ ان کا کوئی شریک نہیں ہے۔ نہ ذات میں نہ صفات میں نہ وجوب وجود میں اور نہ استحقاق عبادت میں۔ | ؍؍ |
| تیسرا عقیدہ:- اللہ تعالے کی صفات کاملہ ہیں۔ ان میں سے علم۔ حیوۃ۔ قدرت۔ الخ | ؍؍ |
| چوتھا عقیدہ:- اللہ تعالے جواہر و اجسام و اعراض کی صفات و لوازمات سے پاک ہیں۔ اور زمان و مکان اور جہت کی اس بارگاہ میں کوئی گنجائش نہیں ہے جو آدمی اللہ تعالے کو عرش کے اوپر جانتا ہے۔ اور اس کے لیے فوقی کی جہت تجویز کرتا ہے۔ وہ بے خبر ہے | ۶۳ |
| پانچواں عقیدہ:- اللہ تعالے جسم اور جسمانی نہیں ہیں۔ جواہر اور عرض نہیں ہیں | ؍؍ |
| چھٹا عقیدہ:- اللہ تعالے کسی چیز سے متحد نہیں ہوتے۔ اور نہ ہی کوئی چیز اللہ تعالے سے متحد ہوتی ہے۔ اسمائے الٰہی توقیفی ہیں۔ صاحب شریعت سے سننے پر موقوف ہیں۔ | |
| ساتواں عقیدہ:- قرآن خدا کا کلام ہے جس کو خدا تعالے نے حرف اور آواز کا لباس پہنا کر ہمارے پیغمبر پر نازل کیا ہے۔ | ؍؍ |
| آٹھواں عقیدہ:- مومنوں کا قیامت کے روز | |


Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
| --- | --- |
| خدا تعالیٰ کو جنت میں بے جہت۔ بے کیف اور بے احاطہ دیکھنا برحق ہے۔ | ٦٤ |
| نواں عقیدہ:- اللہ تعالیٰ جس طرح بندوں کے خالق ہیں۔ انکے افعال کے بھی خالق ہیں۔ | ٦٥ |
| دسواں عقیدہ:- انبیاء علیہم السلام مخلوق کی طرف بھیجے ہوئے پیغمبر ہیں۔ | ٦٦ |
| گیارہواں عقیدہ:- جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخرت کے احوال اور قبر کے عذاب اور منکر نکیر کے سوالات کے متعلق بتایا ہے۔ سب برحق ہے | |
| میزان قیامت کا ہلکا اور بھاری ہونا دنیا کے میزان کے برخلاف ہے۔ | // |
| بارہواں عقیدہ:- نبیوں کی پھر نیک لوگوں کی شفاعت برحق ہے۔ | // |
| تیرھواں عقیدہ:- پل صراط جس کو دوزخ پر رکھا جائیگا۔ مومن اسکو عبور کریں گے۔ اور کافر دوزخ میں گریں گے۔ یہ سب کچھ برحق ہے۔ | // |
| چودھواں عقیدہ:- بہشت اور دوزخ دونوں مخلوق ہیں۔ اور ہمیشہ باقی رہیں گی۔ | ٦٧ |
| پندرہواں عقیدہ:- فرشتے خدا تعالیٰ کے مکرم بندے ہیں۔ اور ان سے گناہ سرزد نہیں ہوتا۔ | // |
| سولھواں عقیدہ:- ایمان یہ ہے۔ کہ جو چیزیں ہم تک اجمالاً و تفصیلاً پہنچی ہیں۔ ان پر دل سے یقین اور زبان سے اقرار کیا جائے۔ | // |

| مضمون | صفحہ |
| --- | --- |
| امام ابو حنیفہ کہتے ہیں۔ کہ ایمان میں کمی بیشی نہیں ہوتی۔ امام ابو حنیفہ کہتے ہیں۔ میں یقیناً مومن ہوں۔ اور امام شافعی کہتے ہیں۔ میں انشاء اللہ مومن ہوں۔ | ٦٧ |
| سترھواں عقیدہ:- مومن کبیرہ گناہ کے ارتکاب سے ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔ اور نہ کافر ہوتا ہے۔ اور اس میں امام ابو حنیفہ کی ایک حکایت | |
| اہل سنت کے نزدیک خلافت وامامت کی بحث اصول دین سے نہیں ہے۔ لیکن چونکہ شیعہ اس میں غلو کرتے ہیں۔ الخ | ٦٩ |
| رسول اللہ کے بعد ترتیب خلافت اور ترتیب خلافت کے مطابق ان کی فضیلت کا بیان | ٧١ |
| حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت فاطمہ کی بزرگی کا بیان | ٧٢ |
| صحابہ کرام کی بزرگی اور مخطی اور مصیب ہونیکا حکم اور حضرت علی کا حق بجانب ہونا۔ | // |
| اٹھارہواں عقیدہ:- قیامت کی نشانیاں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں مثلاً سورج کا مغرب سے طلوع ہونا۔ امام مہدی کا آنا اور حضرت عیسیٰ کا آسمان سے نزول سب برحق ہیں۔ ان میں تخلف کا کوئی احتمال نہیں ہے۔ | // |
| مہدوی فرقہ کا رد اور مہدی موعود کی علامات۔ | // |
| عقیدہ درست کرنیکے بعد شریعت کے اوامر اور نواہی کی تعمیل سے چارہ نہیں ہے۔ اور اسلام | |


Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
| --- | --- |
| کے پنجگانہ ارکان کا بیان | ۷۴ |
| اس پر آمادہ کرنا کہ عقیدہ اہل سنت کے مطابق اسلام کا کلمہ بادشاہ کے گوشگذار کریں۔ اور کافروں اور ان کے معبودان باطل کی تردید کا بیان۔ | ۷۵ |
| بدعتی گروہوں کا بیان۔ اور یہ بقول شیخ عبدالقادر جیلانی نو فرقے ہیں۔ اس نعمت کا شکریہ ادا کرنا چاہئیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو فرقہ ناجیہ اہل سنت سے بنایا ہے۔ اور معتزلہ وشیعہ وخوارج ومجسمہ سے نہیں بنایا۔ | ۷۶ |
| **مکتوب نمبر ۶۸:** نورانی ستون اور دُمدار ستارے کا بیان جو کہ مشرق سے طلوع ہوا تھا۔ اور اس ستارے کا پہلے بھی طلوع ہونا اور قیامت کی نشانیاں اور امام مہدی اور رسول اللہ کے ارہاصات کا بیان۔ | ۷۷ |
| ستاروں کے متعلق تین اغراض ہیں۔ اور ان کے علاوہ جو کچھ بیان کرتے ہیں۔ وہ ثابت نہیں ہے۔ | ۸۰ |
| **مکتوب نمبر ۶۹:** نماز میں ارکان کا درست کرنا اور طمانیت اور صفوں کا برابر کرنا۔ اور جہاد کفار میں نیت درست کرنا۔ اور نماز تہجد کا حکم دینا اور حلال روزی کھانے کا بیان۔ | ۸۱ |
| **مکتوب نمبر ۷۰:** اسرار کعبہ کے بیان میں کہ جس طرح انسان میں عرش کا نمونہ ہے۔ کعبہ کا بھی ہے۔ | ۸۴ |
| **مکتوب نمبر ۷۱:** کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے اسرار کے بیان میں۔ | ۸۶ |

| مضمون | صفحہ |
| --- | --- |
| **مکتوب نمبر ۷۲:** بیت اللہ شریف کا معاملہ تجلیات وظہورات اور ظہور عرشی سے اوپر ہے اور حقیقت کعبہ کے وصول والحاق کا بیان اور خانہ کعبہ کی زیارت کا شوق۔ | ۱۰۰ |
| **مکتوب نمبر ۷۳:** انسان کامل کے ظاہر وباطن کے بیان میں | ۱۰۱ |
| سوال: عارف جتنا بھی کمال پیدا کرلے۔ وہ ممکنات ہی سے ہے۔ وجوب سے متصف نہیں ہوتا۔ پھر وہ اسم جو مرتبہ وجوب سے ہے اسکی حقیقت کیونکر ہوتا ہے۔ | ۱۰۲ |
| جواب: یہ حقیقت باعتبار شہود ہے۔ نہ کہ باعتبار وجود۔ الخ | ،، |
| الٰہی یہ کیا معاملہ ہے۔ کہ تونے اپنے دوستوں کو ایسا بنایا ہے۔ کہ جس نے ان کو پہچانا تجھ کو پایا۔ اور جب تک تجھ کو نہ پایا۔ ان کو نہ پہچانا | ،، |
| **مکتوب نمبر ۷۴:** اس آیت کریمہ کے بیان میں فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ اور آیت کریمہ إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ الآیۃ اور انسان کامل کے بیان میں کہ اس کا معاملہ اس حد تک پہنچتا ہے۔ کہ اس کو تمام اشیاء کا قیوم بنادیتے ہیں۔ اور وہ ظالم لنفسہ ہے۔ اور مقتصد کی تعبیر ندیم اور خلیل سے کی ہے۔ اور سابق بالخیرات کی تعبیر محب اور محبوب سے کی ہے۔ جن کے سردار حضرت محمد رسول اللہ | |


Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
| --- | --- |
| صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور معنی کا بیان کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا۔ | ۹۱ |
| **مکتوب نمبر ۷۵:-** اس بیان میں مصیبت اور آزمائش دوستوں کے لئے کفارہ ہے۔ اور تضرع و زاری سے معافی اور عافیت طلب کرنا چاہیئے۔ | ۹۴ |
| **مکتوب نمبر ۷۶:-** عرش کی حقیقت کے بیان میں جو کہ عالم خلق اور عالم امر کے درمیان برزخ ہے۔ اور اس میں دونوں کا رنگ ہے۔ اور زمین و آسمان کی جنس سے نہیں ہے۔ اور کرسی اور اس کی وسعت کا بیان۔ | ۹۵ |
| کرسی آسمانوں سے الگ ہے۔ اور عالم امر سے نہیں ہے کیونکہ عالم امر عرش سے اوپر ہے۔ اور کرسی عرش سے نیچے ہے۔ اور اس کی پیدائش ان چھ روز کے علاوہ ہوئی ہے۔ | ۹۶ |
| اس تحقیق سے دو قوی اعتراض رفع ہو گئے۔ ایک یہ کہ جب زمین و آسمان نہ تھے۔ تو چھ روز کی تشخیص کہاں سے ہوئی۔ اور دوسرا اعتراض یہ تھا۔ کہ حدیث قدسی اور آنجناب کے کلام میں تعارض معلوم ہوتا تھا۔ | |
| زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے۔ وہ عرش کے مقابل ہیچ اور ناچیز ہے۔ سوائے انسانی قلب کے اور اسی طرح عرش اپنے اوپر کی نسبت سے ناچیز ہو جاتا ہے۔ اور ہر نچلا اپنے اوپر کی نسبت سے یہی حکم رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ عالم امر ختم ہو جاتے۔ | ۹۷ |
| **مکتوب نمبر ۷۷:-** ملا حسن برکی کے اعتراضات کے جواب میں جو کہ انہوں نے صوفیا کے کلام پر کئے تھے۔ اور لکھا تھا۔ کہ احکام شرعیہ میں سے ہر حکم شہر مقصود تک پہنچنے کا ایک دریچہ ہے۔ اور دوسرے استفسارات کا بیان۔ | ۹۸ |
| اس طریق کے منتہی و متوسط کے پہچاننے کا بیان۔ | ۱۰۰ |
| جو لوگ سود کا کھانا اور لباس استعمال کرتے ہیں۔ ان کو طریقہ سیکھنے کی اجازت دینا۔ اور ان کو حرام سے پرہیز کرنے کی ترغیب دینا | ۱۰۱ |
| انہوں نے پوچھا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو ختم کرنا اور نفل پڑھنا اور تسبیح و تہلیل کرنا اور ان کا ثواب ماں باپ یا استاد یا بھائیوں کو دینا۔ بہتر ہے یا نہ دینا بہتر ہے۔ | " |
| جاننا چاہیئے۔ کہ ثواب دینا بہتر ہے۔ کہ اس میں غیر کا نفع بھی ہے۔ اور اپنا بھی۔ | " |
| **مکتوب نمبر ۷۸:-** اس بیان میں کہ اس طائفہ علیہ سے محبت و اخلاص رکھنا فنا فی اللہ اور بقا باللہ کا زینہ ہے۔ | " |
| **مکتوب نمبر ۷۹:-** اس بیان میں کہ جس طرح اسلام مجازی کفر مجازی سے بہتر ہے سا اسلام طریقت بھی کفر طریقت سے بہتر ہے۔ | ۱۰۲ |
| **مکتوب نمبر ۸۰:-** عین القضاۃ کے معنی میں کہ تم جس کو خدا جانتے ہو۔ وہ ہمارے نزدیک محمد | |


Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| ہے۔ اور جیسے تم محمد سمجھتے ہو۔ وہ ہمارے نزدیک | |
| خدا ہے۔ | ۱۰۴ |
| **مکتوب نمبر ۸۱:۔** نصیحت اور کمینی دنیا کے مزخرفات | |
| سے پرہیز کرنے کے بیان میں | ۱۰۵ |
| رسم اور عادت سے نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے والے | |
| بہت ہیں۔ لیکن پرہیزگار بہت تھوڑے ہیں۔ اور | |
| حق اور باطل والے میں فرق کرنے والی چیز یہی پرہیزگاری | |
| ہے۔ | ״ |
| **مکتوب نمبر ۸۲:۔** کمینی دنیا سے پرہیز کرنے اور | |
| روشن شریعت پر ترغیب دینے کے بیان میں | ۱۰۶ |
| نفلی عبادتیں فرائض کے مقابلہ میں اعتبار سے ساقط | |
| ہیں۔ اور اس وقت کے اکثر آدمی نوافل کی ترویج | |
| اور فرائض کی تخریب میں لگے ہوئے ہیں۔ | ״ |
| **مکتوب نمبر ۸۳:۔** اس طائفہ علیہ کی محبت کے | • |
| بیان میں جو کہ تمام سعادات کا سرمایہ ہے۔ | ۱۰۷ |
| **مکتوب نمبر ۸۴:۔** بعض مواعظ کے بیان میں | ۱۰۸ |
| **مکتوب نمبر ۸۵:۔** شیخ عبدالحی کے بعض کمالات | |
| کے بیان میں۔ | ״ |
| **مکتوب نمبر ۸۶:۔** اس بیان میں کہ ہر چیز کو چھوڑ | |
| دینا۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا کتنی بڑی دولت | |
| ہے۔ | ۱۰۹ |
| **مکتوب نمبر ۸۷:۔** اتباع سنت اور بدعت سے | |
| پرہیز کرنے کی ترغیب اور متروک العمل سنت کو | |

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| زندہ کرنے سے سو شہید کا ثواب ملتا ہے۔ پھر جو | |
| فرض یا واجب کو زندہ کرے۔ اس کا اجر کتنا ہوگا۔ | ۱۱۰ |
| تعدیل ارکان اکثر حنفیہؒ کے نزدیک واجب ہے۔ | |
| اور ابو یوسفؒ۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک فرض ہے | |
| اور بعض حنفیہ کے نزدیک سنت موکدہ اور اکثر | |
| آدمی اس عمل کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ اس ایک ہی عمل | |
| کے زندہ کرنے کا اجر سو شہید کا اجر ہے۔ اگر کسی کے | ״ |
| نیک عمل پیغمبر جتنے بھی ہوں۔ اور اس کے ذمہ آدھی | |
| دمڑی کسی کا حق ہو تو جب تک وہ ادا نہ کرے گا اس | |
| کو جنت میں نہ لے جائیں گے۔ | ״ |
| علماء فتوی دیتے ہیں۔ اور کام اللہ والے کرتے ہیں | |
| جو باطن میں مشغول ہو۔ اور ظاہر میں عاجز ہو۔ وہ ملحد | |
| ہے۔ اور اس کے باطن کے احوال استدراج ہیں۔ | ״ |
| **مکتوب نمبر ۸۸:۔** رضا بالقضاء۔ اور فعل مولیٰ سے | |
| لذت حاصل کرنا اور طاعون کا بیان۔ | ״ |
| **مکتوب نمبر ۸۹:۔** نصیحت کے بیان میں | ۱۱۱ |
| **مکتوب نمبر ۹۰:۔** سفارش میں۔ | ۱۱۲ |
| **مکتوب نمبر ۹۱:۔** قاب قوسین او ادنیٰ کے اسرار | |
| کے بیان میں | ۱۱۲ |
| **مکتوب نمبر ۹۲:۔** اس بیان میں کہ ولایت قرب | |
| الٰہی کا نام ہے۔ اور خوارق و کرامات اس کی شرط | |
| نہیں ہیں۔ اور بادشاہوں کو تعظیمی سجدہ کرنا قرب الٰہی | |
| اور غائب چیزوں پر اطلاع کی حیثیت سے آدمیوں | |


Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| کی تین قسمیں ہیں۔ دو مقبول ہیں۔ اور ایک اہل استدراج سے مردود ہے۔ اور غیب چیزوں کے کشف سے ولایت میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ اور ان کا کشف نہ ہونے سے ولایت میں کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ اور اس مضمون کو عوارف المعارف کی عبارت سے مؤید کیا ہے۔ | ۱۱۴ |
| فراست دو قسم کی ہے۔ ایک اہل معرفت کی فراست اور دوسری اہل جوع کی فراست اور ان دونوں کی تفصیل۔ | ۱۱۵ |
| چونکہ اکثر لوگ حق سے منقطع اور دنیا میں مشغول ہیں اور ان کے دل صُور اور غیبی اخبار کی طرف مائل ہیں خیال کرتے ہیں۔ کہ اہل فراست جوع و ریاضت اللہ والے ہیں۔ اور خدا کے خواص ہیں۔ اور نہیں سمجھتے کہ حضرت الخ | ،، |
| **سوال:۔** جب ظہور خوارق ولایت میں شرط نہیں ہے۔ تو ولی غیر ولی سے اور حق والا باطل والے سے کس طرح جدا ہوگا۔ | ۱۱۶ |
| **جواب:۔** گو متمیز نہ ہو۔ اور محق و مبطل ملے رہیں الخ ولی کی ولایت کا علم ہونے کی ضرورت نہیں۔ بہت سے ولی اللہ ایسے ہیں۔ کہ ان کو اپنی ولایت کا خود علم نہیں ہوتا۔ تو دوسرے کی اطلاع کیسے لازم ہوگی۔ | ،، |
| نبی میں خوارق سے چارہ نہیں ہے۔ نہ کہ ولی میں علامہ | |
| ظاہر شریعت کی دعوت دیتے ہیں۔ اور اولیاء ظاہر شریعت کی بھی اور باطن کی بھی۔ پیری مریدی اسی دعوت سے عبارت ہے۔ | ۱۱۶ |
| سوال مذکور کا دوسرا جواب کہ مرید رشید سلوک میں ہر وقت پیر کی کرامات و خوارق کا احساس کرتا ہے الخ | ،، |
| عوام کے نزدیک جسم کا زندہ کرنا عظیم الشان ہے۔ اور خواص کے نزدیک قلبی اور روحی زندگی بڑی بلند دلیل ہے۔ اور دوسری کی نسبت سے پہلی زندگی محض بیکار ہے۔ اور عبث ہے۔ اور فی الحقیقت اہل اللہ کا وجود کرامت ہے۔ اور ان لوگوں کو خدا تعالےٰ کی طرف دعوت دینا رحمت ہے۔ اور مردہ دلوں کو زندہ کرنا ایک نشان ہے۔ الخ | ۱۱۷ |
| ہندوستان کے کفار کے حال کی شکایت۔ کہ وہ مسجدیں گراتے ہیں۔ اور کفر کی رسوم برملا بجالاتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ | ۱۱۸ |
| امیر تیمور گورگان کا اس طائفہ علیہ سے حسن اعتقاد اور حضرت خواجہ بزرگ کا قول کہ تیمور مر گیا۔ اور ایمان لے گیا۔ | ،، |
| جمعہ کے روز جو بادشاہوں کا نام نچلے درجہ پر لیا جاتا ہے۔ یہ بادشاہوں کی تواضع ہے۔ جو وہ رسول اللہ اور ان کے خلفائے راشدین کی نسبت کرتے ہیں | |
| اے بھائی سجدہ کو جو کہ زمین پر پیشانی رکھنے سے عبارت ہے۔ واجب الوجود کی عبادت سے مخصوص رکھنا ہے۔ | ۱۱۹ |


Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
| --- | --- |
| اور اللہ تعالیٰ کے سوا یہ اور کسی کے لئے جائز نہیں ہے۔ اگرچہ بعض فقہا نے سجدہ تعظیمی بادشاہوں کے لئے جائز قرار دیا ہے۔ لیکن بادشاہوں کے حال کے لائق یہ ہے۔ کہ الخ | ۱۱۱ |
| مکتوب نمبر ۹۳: اس بیان میں کہ ہر آدمی جو ظاہر لطائف رکھتا ہے۔ اور باطن اور اس باطن کا حقیقی عارف ان کے اسم قیوم سے ہے۔ اور وہ جو عارف نزول کے وقت پوری طرح دعوت اور بندوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے | ،، |
| وجہ خاص عارف اور باطن اور اس اسم کی حقیقت اس کی قیوم ہے۔ کہ اس کی نسبت سے عالم خلق و عالم امر عارف ظاہر اور صورت میں داخل ہے۔ | ۱۲۰ |
| جاننا چاہیئے۔ کہ اس باقی ماندہ ظاہر کی پوری توجہ خلق کی طرف ہے۔ اور طاعات شرعیہ اس سے وابستہ ہیں اور دعوت و تکمیل کا معاملہ اس سے تعلق رکھتا ہے۔ | ،، |
| یہ گھر عمل کا مقام ہے۔ اور دعوت کی جگہ مشاہدہ کی حقیقت آخرت میں ہے۔ اور کشف و معائنہ کا معاملہ آگے ہے۔ | ۱۲۱ |
| مکتوب نمبر ۹۴: فنا و بقا کی حقیقت اور عارف کی صورت اور حقیقت کا عدم سے جدا ہونا اور ہمسایگی کی نسبت کی پہچان | ،، |
| اس فقیر کے نزدیک ممکنات کے حقائق عدمات سے عبارت ہیں۔ جو کہ ہر شر کا منشا ہے۔ اور یہ کہ اسماء و صفات الٰہی کے صور علمیہ اپنے عکس کے ساتھ ان عدمات میں ظاہر ہوتے ہیں | ۱۲۱ |
| صور علمیہ کے عکوس کے غلبہ اور ان عدمات کے مضمحل ہونے اور نظر سالک سے ان کے مخفی ہونے کا بیان۔ اور یہ مقام مقام فنا ہے۔ اور بہت بلند ہے۔ | ۱۱۹ |
| یہ فقیر کئی سال تک اس مقام میں رہا ہے اور اپنے عدم کو بالوں کے پیراہن کی طرح اپنے سے الگ پاتا۔ | ،، |
| اس مقام والا اگرچہ بشریت میں دوسرے لوگوں سے مشارکت رکھتا ہے۔ لیکن اس سے اور اس جیسے لوگوں سے صفات بشریت کا ظہور عارضی ہے اور دوسروں سے ذاتی | ۱۲۲ |
| عوام نے مشارکت صوری کو ملاحظہ کیا۔ اور خواص اور اخص خواص کو اپنے رنگ میں تصور کیا اور مقام انکار و اعتراض میں آئے۔ اور محروم رہے | ،، |
| مکتوب نمبر ۹۵: اسلام حقیقی اور کفر حقیقی کا بیان۔ اور جس طرح شریعت میں کفر و اسلام ہے طریقت میں بھی کفر و اسلام ثابت ہے۔ اور جس طرح شریعت میں کفر شر نقص ہے۔ اور اسلام کمال ہے۔ طریقت میں بھی کفر طریقت نقص ہے۔ اور اسلام طریقت کمال۔ اگرچہ شریعت کا کافر مردود ہے اور طریقت کا کافر مقبول ہے۔ | ،، |
| | ۱۱۰ |


Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| کفر طریقت کفر شریعت سے پوری مناسبت رکھتا ہے۔ کفر طریقت مقام جمع میں ہے۔ اور اسلام طریقت مقام فرق میں۔ | ۱۱۲۵ |
| اسلام طریقت کو اسلام شریعت سے پوری مناسبت ہے۔ بلکہ جب اسلام شریعت اپنے کمال کو پہنچتا ہے۔ تو اس اسلام سے اتحاد کی نسبت پیدا کرتا ہے۔ بلکہ الخ | ،، |
| کفر طریقت کا مرتبہ صورت شریعت کے اسلام سے بہت بلند ہے۔ اور شریعت کے حقیقی اسلام سے بہت نیچے اور کمتر ہے۔ | ۱۱۲۵ |
| اس آدمی کے حکم کا بیان جو شطحیات سے گفتگو کرے اور تمام کے ساتھ مقام صلح میں رہے۔ اور سب کو صراط مستقیم پر سمجھے۔ اور خدا تعالےٰ اور مخلوق میں تمیز نہ کرے۔ اور دوئی کے وجود کا قائل نہ ہو۔ | ۱۱۲۶ |
| منصور باوجود انا الحق کہنے کے ہر رات قید خانہ کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے بھی پانچ سو رکعت نفل نماز ادا کرتا تھا۔ اور ظالموں کا کھانا نہ کھاتا تھا۔ | ،، |
| **مکتوب نمبر ۹۶ا۔** اس بات کے حل میں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض موت میں کاغذ طلب کیا۔ تاکہ کچھ لکھیں۔ اور حضرت فاروق نے کچھ صحابہ کے ساتھ اس سے روک دیا۔ | ۱۱۲۷ |
| صحابہ کرام کی مدح قرآن و حدیث سے قسم قسم کے فضائل اور فواضل منقولہ کا بیان | ۱۱۲۸ |
| اس اشکال کا پورا حل چند مقدمات پر مبنی ہے۔ اور ہر مقدمہ ایک علیحدہ مستقل جواب جواب ہے۔ | ۱۱۲۹ |
| پہلا مقدمہ۔ دوسرا مقدمہ۔ تیسرا مقدمہ۔ | ،، |
| نبی کا غلطی پر قائم رہنا جائز نہیں ہے۔ کہ وہ اس کی شریعت کے احکام سے رفع اعتماد کو مستلزم ہے۔ | ۱۱۳۰ |
| چوتھا مقدمہ کہ حضرت فاروق بلکہ خلفائے ثلاثہ کو ازروئے قرآن و حدیث جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ اور اس باب میں آیات و احادیث کا بیان | ،، |
| پانچواں مقدمہ حضرت فاروق کا کاغذ لانے میں توقف کرنا۔ ردّ اور انکار کے طور پر نہ تھا | ۱۱۳۱ |
| وہ توقف جو صرف استفسار کے طور پر ہو۔ وہ برا نہیں ہے۔ | ۱۱۳۲ |
| چنانچہ قرآن مجید میں حضرت مریم۔ حضرت زکریا اور ملائکہ کا استعلام و استفسار بیان کیا گیا ہے۔ | ،، |
| چھٹا مقدمہ رسول اللہ کی صحبت اور آں حضرت کے صحابہ کرام سے حسن ظن کی ضرورت ہے اور اس چیز کو جاننا کہ بہترین زمانہ رسول اللہ کا زمانہ تھا۔ | ۱۱۳۲ |
| اس وجہ کا بیان کہ صحابہ کرام بہترین بنی آدم علیہم ہیں۔ جب یہ مقدمات معلوم ہوگئے۔ تو اس شبہ اور اس جیسے اور شبہات کا جواب بے تکلف معلوم | |


Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| ہوگیا۔ بلکہ بہت سے جواب حاصل ہوگئے۔ | ۱۳۴ |
| بلکہ اس قسم کے شبہات اس فقیر کے نزدیک اسیطرح کے ہیں۔ کہ کوئی صاحب فن بیوقوفوں کی جماعت کے پاس آئے۔ اور دلائل سے ان پر ثابت کردے کہ یہ پتھر سونا ہے۔ الخ | 〃 |
| صحابہ کرام کے حق میں ایک دوسرے سے عداوت رکھنے کا گمان قرآن مجید کی نص کے خلاف ہے۔ اور اس میں دونوں فریق کی توہین ہوتی ہے۔ اور دونوں جماعتوں سے امان اٹھ جاتا ہے الخ | ۱۳۵ |
| ان بزرگواروں کے نزدیک خلافت کا معاملہ مرغوب اور پسندیدہ نہ تھا۔ اور حضرت علی کے امیر معاویہ سے جنگ کرنے کی وجہ یہ تھی۔ کہ باغیوں سے جنگ کرنا فرض ہوچکا تھا۔ | 〃 |
| **مکتوب نمبر ۹۷:۔** جلد ثانی کے مکتوب ششم کی اس عبارت کے حل میں کہ میں سمجھتا ہوں۔ کہ میرے پیدا ہونے کا مقصد یہ ہے۔ کہ ولایت محمدی کو ولایت ابراہیمی سے رنگ دوں۔ اور حسن ملاحت صباحت کے جمال کے ساتھ مل جانے | ۱۳۶ |
| وہ انتفاع و استفادہ جو امراء کو غلاموں اور خادموں کی راہ سے میسر ہو۔ وہ منع نہیں ہے۔ اور نہ وہ امراء کے نقصان اور قصور کو مستلزم ہے۔ | ۱۳۷ |
| **مکتوب نمبر ۹۸:۔** اللہ تعالےٰ سے عالم کی معیت و قرب کا بیان اور عدم اور ابلیس کی شرارت کے | |

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| فرق کے بیان میں | ۱۳۷ |
| **سوال:۔** علماء نے کہا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نہ عالم میں داخل ہے۔ نہ خارج اور نہ متصل ہے۔ اور نہ عالم سے منفصل اس مبحث کی تحقیق کیا ہے۔ جواب اس نسبت کا حصول الخ | ۱۳۸ |
| اس بحث کو میں ایک مثال سے واضح کرتا ہوں کہ نقطہ جوالہ اپنی سیر کی سرعت سے دائرہ کی صورت میں معلوم ہوتا ہے۔ اور اس جگہ موجود صرف وہی ایک نقطہ ہے۔ | 〃 |
| **سوال:۔** اللہ تعالےٰ نے اپنے قرب و احاطہ کی عالم سے نسبت ثابت فرمائی ہے۔ حالانکہ موجود کو موہوم سے کیا نسبت۔ کونسا قرب اور کونسا احاطہ؟ | 〃 |
| **جواب:۔** یہ قرب و احاطہ وہ نہیں۔ جو جسم کو جسم سے ہوتا ہے۔ بلکہ یہ قرب و احاطہ اس نسبت سے ہے۔ جو مجہول الکیفیت اور معلوم التحقق ہے۔ | ۱۳۹ |
| عالم کو جو موہوم اور متخیل کہا ہے۔ وہ اس معنی سے ہے۔ کہ خلق عالم مرتبہ خیال و وہم میں واقع ہوتی ہے۔ اور خداوند تعالےٰ کی صنعت درجہ حس میں حاصل ہوتی ہے۔ اس طرح کہ کوئی کمال پر قادر دائرہ موہومہ کو الخ | 〃 |
| بیوقوف فلسفی کے مذہب کا بیان وہ بھی موہومیت عالم کا قائل ہے۔ | ۱۴۰ |


Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| سوال :- عالم کے لئے جب ثبوت و استقرار کی نسبت ثابت ہوگئی۔ اگرچہ وہ مرتبہ وہم وخیال ہی میں ہو تو کیوں اس پر وجود کا اطلاق نہیں کرتے۔ کیونکہ ثبوت و وجود مترادف ہیں جیسا کہ متکلمین کا مذہب ہے۔ | ۱۴۰ |
| جواب :- اس طائفہ کے نزدیک وجود سب اشیاء سے اشرف ہے۔ خدا تعالےٰ کے سوا اور کسی چیز پر جو کہ سراسر نقص ہے۔ اس کا اطلاق نہیں کرتے۔ | ″ |
| مختصر یہ کہ ممکن جو کچھ رکھتا ہے۔ وہ مرتبہ وجود سے مستفاد ہے۔ وہ اپنے باپ کے گھر سے کوئی چیز نہیں لایا ہے اسکو ظلیت کے ملاحظہ کے بغیر موجود خارجی کہنا دشوار امر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی خاص صفات میں اسے شریک بنایا ہے۔ اور اس فقیر نے جو اپنے بعض مکاتیب ورسائل میں عالم کو موجود خارجی کہا ہے۔ اس کو بھی اسی معنی پر محمول کرنا چاہیئے۔ | ۱۴۱ |
| ارباب کشف وشہود کی ایک جماعت نے وجود کو واجب الوجود کی عین حقیقت کہا ہے۔ | ″ |
| جس طرح وجود ہر خیر وکمال کا مبداء ہے۔ اسی طرح جو عدم اس کے مقابل ہے۔ ہر شر اور نقص کا مبداء ہے اور ہر قباحت وفساد کا منشاء ہے۔ اور عدم کے ہنر اور اس کی خوبیاں۔ | ″ |
| ابلیس اور عدم کی شرارت کے فرق کا بیان۔ | ۱۴۲ |
| سوال :- ابلیس میں کثرت شرارت کہاں سے پیدا ہوگئی۔ کہ عدم کے سوا تو وجود ہے۔ جس میں شرارت نہیں ہے۔ | ۱۴۲ |
| جواب :- جس طرح عدم وجود کا آئینہ ہے اسی طرح وجود بھی عدم کا آئینہ ہے۔ الخ | ″ |
| مکتوب نمبر ۹۹ :- ان سوالوں کے جواب میں جو میر محمد نعمان نے کئے تھے۔ | ۱۴۳ |
| انھوں نے پوچھا تھا۔ کہ سالک کبھی اپنے آپ کو عروج کے وقت انبیاء کے صحابہ کے مقامات میں۔ بلکہ انبیاء علیہم السلام کے مقامات میں بھی پاتا ہے۔ بعض آدمیوں نے اس جگہ سے اس سالک کی ان مقامات والوں سے مساوات کا وہم کیا ہے۔ اور اس وہم کی بنا پر ان کا رد اور ان پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔ اس معما کو حل کرنا چاہیئے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ نچلے درجہ والوں کا بلند درجہ والوں کے مقامات میں پہنچنا کبھی تو ایسا ہوتا ہے۔ جیسے کہ فقیر امراء کے دروازہ پر جائیں۔ | ۱۴۴ |
| طعنہ کرنے والے دو حال سے خالی نہیں ہیں۔ اگر وہ اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ اس حال والا ان بلند مقامات والوں کے ساتھ شرکت ومساوات کا معتقد ہے۔ پس اس کو کافر اور زندیق خیال کرتے ہیں اور اسے مسلمانوں کی جماعت سے باہر سمجھتے ہیں۔ | ″ |
| صحابہ کرام کے فضائل خصوصاً حضرات شیخین کے۔ | ″ |
| ہم اصل بات پر آتے ہیں۔ اور شق ثانی کو بیان کرتے ہیں۔ کہ اگر وہ اس صاحب حال والے کے متعلق یہ عقیدہ | |


Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
| --- | --- |
| نہ بھی بخشیں تو بھی ذو الجلال سے خالی نہیں ہیں۔ | ۱۴۷ |
| اگر پوچھیں کہ اس شور انگیز احوال کا اظہار کرنے کی وجہ کیا ہے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ اس قسم کے احوال کا ظہور مشائخ طریقت سے بہت آیا ہے۔ | ،، |
| اور قسم کے احوال شور انگیز کے اظہار کے وجوہ کا بیان آپ نے پوچھا ہے کہ کیا سبب ہے کہ انبیاء و اولیاء دنیا میں بلاء اور مصائب میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اور اکثر مصیبتوں اور امتحانوں میں مبتلا رہتے ہیں | ۱۴۷ |
| اللہ تعالےٰ آپ کی راہنمائی کرے۔ جاننا چاہیئے کہ دنیا تلذذ و تنعم کے لیئے نہیں ہے اور آخرت ہے جو کہ نعمتوں اور لذتوں کے لیئے تیار ہوئی ہے۔ | ،، |
| سوال :۔ کافر جو دنیا و آخرت میں محروم ہے اس کا دنیا میں درد پانا اس کی آخرت میں لذت کو مستلزم نہ ہوا۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ | ۱۴۸ |
| ہم کہتے ہیں۔ کہ کافر خدا کا دشمن ہے۔ اور دائمی عذاب کا مستحق ہے۔ دنیا میں اس سے عذاب اٹھالینا اور اسے اس کے حال پر چھوڑ دینا ہی تنعم و تلذذ ہے۔ | ،، |
| سوال :۔ اللہ تعالےٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اسے طاقت ہے۔ کہ دوستوں کو دنیا میں بھی تلذذات بخشے۔ اور آخرت میں بھی نعمتیں کرامت فرمائے۔ اور ایک جہان میں لذت ان کے حق میں دوسرے جہان کے عذاب کو مستلزم نہ ہو۔ | ،، |
| اس کا جواب کئی طرح پر ہے۔ ایک یہ کہ اگر دنیا میں نہ | ٭ |

| مضمون | صفحہ |
| --- | --- |
| دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ منعم و مرشد اگرچہ عوام کے نزدیک اسباب ہوتے ہیں۔ لیکن ان خداوند کے نزدیک جو کچھ بھی جمیل مطلق سے آئے۔ وہ انکے لذت حاصل کرنے کا سبب ہے | ۱۴۸ |
| الٰہی یہ کیا معاملہ ہے۔ کہ تو نے اپنے دوستوں کو ایسا بنایا ہے۔ کہ جو چیز دوسروں کی تکلیف کا باعث ہے۔ وہ ان کے لذت حاصل کرنے کا سبب ہے اور جو کچھ دوسروں کے لیئے زحمت ہے وہ انکے لیئے رحمت ہے۔ | ۱۴۹ |
| تیسرا جواب یہ ہے۔ کہ یہ جہان امتحان کا گھر ہے۔ اور یہاں حق کے ساتھ باطل ملا ہوا ہے۔ اگرچہ دوستوں کو محنت اور بلا نہ دیں۔ تو امتحان کی حکمت باطل ہو جاتی ہے الخ | |
| چوتھا جواب یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ اگرچہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور اسے طاقت ہے۔ کہ دوستوں کو اس جگہ بھی ناز و نعمت میں رکھے اور اُس جگہ بھی لیکن یہ صورت حکمت و عادت کے برخلاف ہے۔ | ۱۵۰ |
| ہم اصل بات پر آتے ہیں۔ اور اصل سوال کے جواب کا تتمہ بیان کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ دردو بلا کا سبب اگرچہ گناہ ہیں۔ لیکن وہ مصیبت اصل میں ان گناہوں کا کفارہ ہے۔ اور ان گناہوں کو زائل کرنے والی ہے۔ پس مہربانی یہی ہے۔ کہ دوستو | |


Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
| --- | --- |
| کو زیادہ مصیبت میں مبتلا کرے۔ | ۱۵۱ |
| دوستوں کے گناہوں اور برائیوں کو دشمنوں کے گناہوں اور برائیوں کی طرح خیال نہ کریں۔ | ،، |
| رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سکرات موت کے وقت بے آرامی و بیقراری کا بیان۔ | ،، |
| لکھا تھا کہ آدمی ٹھٹھا اور مذاق کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دوستوں کو کیوں محنت اور مصیبت دیتے ہیں۔ اور کیوں ہمیشہ ناز و نعمت میں نہیں رکھتے اور اس گفتگو سے اس جماعت کی نفی کرتے ہیں۔ | ۱۵۲ |
| کافر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اسی طرح کی باتیں کیا کرتے تھے۔ اور ان جیسی باتوں کا دارو مدار آخرت کے انکار پر ہے۔ اور آخرت کے ثواب و عذاب کے انکار پر مبنی ہے۔ | ،، |
| اور اصل سوال کا دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ مصیبت محبوب کا تازیانہ ہے۔ جو محب کو ماسوائے محبوب کے اور طرف توجہ کرنے سے منع کرتا ہے۔ اور پوری طرح اس کو جناب قدس کی طرف متوجہ کرتا ہے پس بلا کے لائق دوست ہیں۔ نہ کہ دشمن الخ | ،، |
| بعض دفعہ بلا اور مصیبت کے وقت دوستوں سے بھی اضطراب معلوم ہوتا ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے۔؟ | ۱۵۳ |
| **جواب:۔** وہ اضطراب ظاہری ہے۔ اور بشریت کا تقاضا ہے۔ کہ اس کے باقی رکھنے میں حکمتیں اور مصلحتیں ہیں۔ | ،، |

| مضمون | صفحہ |
| --- | --- |
| درد و بلا کے لئے دوسری وجہ یہ ہے۔ کہ سچے دوست اور جھوٹے مدعی میں تمیز پیدا ہو جائے۔ کیونکہ اگر وہ سچا ہے۔ تو وہ مصیبت آنے سے لذت پائے گا اور اگر جھوٹا ہے۔ تو اس کا حصہ مصائب سے درد و الم ہے۔ | ۱۵۳ |
| اور آپ نے یہ بھی پوچھا تھا۔ کہ عدم کو خاص لذتے کہا ہے۔ پس اس کا وجود نہ ہوگا۔ اور جب وجود نہیں رکھتا ہے۔ اگرچہ اس نے ذہن میں وجود پیدا کیا ہو تو اس کے لیے آثار اور ترقیات کس طرح متحقق ہوں گے۔؟ | ،، |
| **جواب:۔** جان لیں کہ عدم الخ | ۱۵۴ |
| عدم کی ترقیات سے کیا تعجب کرتے ہو۔ اس کائنات کا تمام کر و فر عدم پر مبنی ہے۔ | ،، |
| اللہ تعالےٰ کی کمال قدرت کا مشاہدہ کریں۔ کہ عدم سے یہ تمام وسیع کارخانہ بنایا ہے | ،، |
| فرق درمیان خلق مرتبہ خیال اور درمیان اختراع وہم و خیال میں۔ | ،، |
| اور آپ نے فنا و بقا کے متعلق بھی پوچھا تھا۔ اس فقیر نے اس بات کے متعلق اپنی کتابوں اور رسالوں میں بہت جگہ لکھا ہے۔ اس کے بعد اگر کچھ پوشیدگی ہو تو الخ | ،، |
| فنا و بقا شہودی ہے۔ وجودی نہیں ہے۔ کہ بندہ لاشے نہیں ہوتا۔ اور نہ اللہ تعالےٰ سے متحد ہوتا ہے | ۱۵۵ |


Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| وہ بے دین لوگ ہیں۔ جو فنا و بقا کو وجودی تصور کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ بندہ تعینات وجودی کو اٹھا کر اپنے اصل کے ساتھ متحد ہو جاتا ہے | ۱۵۵ |
| فنا کی حقیقت یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کو بھول جائے۔ اور سینہ کے میدان کو اپنی تمام مرادوں سے پاک و صاف کر دے۔ اور مقام بقا کے مناسب یہ ہے۔ کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی مرادات پر قائم ہو جائے۔ | " |
| اور آپ نے یہ بھی پوچھا تھا۔ کہ وہ سیر جو انفس سے باہر ہے۔ وہ کونسی سیر ہے؟ | " |
| جاننا چاہیئے۔ کہ انفس بھی آفاق کی طرح اسما الٰہی کے | |
| ظلال ہیں۔ اور چونکہ ظل الخ | ۱۵۵ |
| اور آپ نے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور افعال کے متعلق پوچھا تھا۔ ان کا بیان حاضری سے تعلق رکھتا ہے۔ | ۱۵۶ |
| اور آپ نے مرتبہ نبوت کے کمالات کے متعلق بھی پوچھا تھا۔ کہ فنا و بقا و تجلی اور مبدائیت تعین یہ سب نبوت کے کمالات کے مراتب میں کس طرح پر ہیں؟ | " |
| اس کے جواب کو دوسرے وقت پر ٹال دیا ہے زمانہ اور زمانہ والوں سے کچھ وقت چرا کر کچھ لکھا گیا ہے فقیر پر رحم کرو۔ | " |


Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

# اردو ترجمہ مکتوبات شریف

## دفتر دوم حصۂ دوم

# مکتوب نمبر ۱۵

خواجہ محمد صدیق کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ بعض کاملین کے ساتھ بالمشافہ کلام فرماتا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔

میرے پیارے دوست! آپ کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ حق سبحانہ وتعالےٰ کا انسان کے ساتھ کلام کبھی بالمشافہ بھی ہوتا ہے۔ کلام کی یہ قسم بعض انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کو حاصل ہے۔ اور کبھی یہ نعمت عظمیٰ ان کے بعض کامل ترین متبعین کیساتھ تبعیت اور وراثت کے طور پر بالمشافہ گفتگو ہوتی ہے۔ اور اگر کسی متبع کے ساتھ گفتگو زیادہ ہوتی ہو تو اس کو مُحَدَّث کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے۔

اور یہ گفتگو الہام اور دل میں القاء کرنے کے علاوہ ہوتی ہے۔ اور یہ گفتگو وحی بھی نہیں ہے۔ جو فرشتوں کے ساتھ ہوتی ہے۔ بلکہ اس کلام کا مخاطب وہ انسان ہوتا ہے۔ جو عالم امر و خلق اور روح اور نفس اور عقل و خیال کا جامع ہو۔ اور اللہ تعالےٰ اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہتا ہے خاص کر لیتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ بہت بڑے فضل والا ہے۔

اور رو برو گفتگو کرنے سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ مخاطب کو متکلم نظر بھی آئے۔ اس لئے کہ ہو سکتا ہے۔ کہ سننے والے کی نظر کمزور ہو۔ اور وہ اللہ تعالےٰ کے نور کی چمک دمک برداشت کرنے سے قاصر ہو۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالےٰ کو دیکھنے کے سوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ وہ تو نور ہے۔[۱] میں اسے کیسے دیکھ

---

[۱] مسلم شریف بروایت ابوذر رضی اللہ عنہ

Marfat.com

سکتا ہوں۔

اور اس نے بھی دیکھنا سننے کو لازم نہیں آتا کہ بالمشافہہ گفتگو کرنے میں شہودی حجابات دور ہوتے ہیں۔ نہ کہ وجودی۔ اس فرق کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو۔ کہ یہ ایک عمدہ معرفت کی بات ہے۔ اس کے متعلق بہت ہی کم کسی نے گفتگو کی ہو گی۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ

# مکتوب نمبر ۵۲

خواجہ مہدی علی کشمیری کی طرف صادر فرمایا

اس بیان میں کہ اس بلند مرتبہ جماعت کے ساتھ محبت رکھنا چاہیئے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔

آپ کا گرامی نامہ جو کہ کمال محبت و اخلاص سے لکھا گیا تھا۔ بمع تحفہ تحائف پہنچا۔

حضرت حق سبحانہ وتعالےٰ اس جماعت کی محبت پر استقامت نصیب فرمائے۔ اور انہی کے ساتھ قیامت کو اٹھائے۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ جن کے ساتھ بیٹھنے والا بد قسمت نہیں رہتا۔ ان سے محبت رکھنے والا محروم نہیں رہتا ان سے میل جول رکھنے والا بے مراد نہیں رہتا یہی لوگ اللہ تعالےٰ کے جلیس ہیں۔ جب ان پر نگاہ پڑتی ہے۔ تو خدا یاد آجاتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ کہ جو ان کو پہچان لے۔ وہ اللہ تعالےٰ کو پالیتا ہے۔ ان کی نگاہ دوا ہے۔ انکی گفتگو شفا اور ان کی صحبت نور اور رونق ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ کہ جس نے صرف ان کے ظاہر کو دیکھا۔ وہ نامراد ہوا۔ اور گھاٹے میں پڑا۔ اور جس نے ان کے باطن پر نگاہ رکھی۔ وہ نجات پاگیا۔ اور کامیاب ہوا۔

جس نے کہا ہے۔ کیا خوب کہا ہے۔ کہ "اے خداوندا تو نے اپنے دوستوں کو کیسے بنا دیا ہے۔ کہ جس نے ان کو پہچان لیا۔ اس نے تجھ کو پالیا۔ اور جب تجھے نہ پایا۔ ان کو نہ پہچانا"۔

یعنی ان کا پہچان لینا اور تجھے پالینا ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے۔ تقدم زمانی کس طرف سے ہے ایک لحاظ سے "تو شناخت" کو ہے۔ اور ایک لحاظ سے "پالینے" کو۔ اور ترجیح اسی قول کو ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کی شناخت پہلے ہے۔ کیونکہ وہی پہلے ہے۔ اور ابتدا اسی سے زیادہ اچھی اور بہتر ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی مَنْ لَدَیْکُمْ۔

Marfat.com

# مکتوب نمبر ۵۳

قرب وجوار کے ایک شیخ کی طرف صادر فرمایا۔

(اس سوال کے جواب میں کہ انہوں نے دریافت کیا۔ کہ اگر میں نیکی کرتا ہوں۔ تو نفس میں غرور وتکبر پیدا ہوتا ہے۔ اور اگر مجھ سے کوئی کام خلاف شریعت ہو جائے۔ یا لغزش واقع ہو جائے۔ تو ندامت اور شکستگی پیدا ہوتی ہے۔)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔

آپ نے دریافت فرمایا ہے۔ کہ اگر میں ریاضت کروں۔ تو نفس میں غرور پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ سمجھتا ہے۔ کہ میرے جیسا کوئی آدمی نیک نہیں ہے۔ اور اگر خلاف شرع کروں۔ تو اپنے آپ کو محتاج اور ذلیل ترین خیال کرتا ہوں۔ اس کا کیا علاج ہے"۔

خدا تجھے توفیق بخشے! محتاجی اور عاجزی جو دوسری شق (گناہ کرنے) میں ندامت اور افسوس سے خبر دیتی ہے۔ خدا تعالٰے کی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ اور پناہ بخدا کہ شریعت کے حرام کاموں سے کسی کا ارتکاب کر لینے کے بعد بھی ندامت پیدا نہ ہو۔ جو کہ توبہ کا ایک حصہ ہے کہ گناہ سے لذت گیر ہونا گناہ پر اصرار کے مترادف ہے۔ اور اگر چھوٹے صغیرہ گناہ پر اصرار ہو تو وہ کبیرہ ہو جاتا ہے۔ اور کبیرہ پر اصرار کفر کی دہلیز ہے۔

آپ اس نعمت عظمٰی کا شکر ادا کریں۔ تاکہ ندامت میں اضافہ ہو۔ اور شریعت کی خلاف ورزی سے باز رکھے۔ اللہ سبحانہ وتعالٰے فرماتا ہے۔ "اگر تم شکر کرو گے۔ تو میں تمہیں زیادہ دوں گا۔

سوال کے پہلے حصے کا ماحصل یہ ہے۔ کہ "نیک اعمال کی بجاآوری کے بعد غرور پیدا ہوتا ہے"۔ اور یہ غرور زہر قاتل ہے۔ اور لاعلاج اور ہلاک کرنے والا مرض ہے۔ جو نیک اعمال کو اسی طرح نیست ونابود کر دیتا ہے جس طرح خشک لکڑیوں کو آتش جلا کر تباہ کر دیتی ہے۔ اور غرور اس لئے پیدا ہوتا ہے۔ کہ عمل کرنے والے کی نگاہ میں اپنے اعمال نہایت خوشنما معلوم ہوتے ہیں۔ اور ان کو اچھا سمجھتا ہے۔ تو اس کا علاج اسکی ضد سے کرنا چاہیئے۔

چاہیئے کہ اپنی نیکیوں کو ناخالص سمجھے۔ اور نیکیوں کے پوشیدہ قبائح کو اپنی نگاہ میں رکھے۔ تاکہ اپنے آپ کو قاصر سمجھے۔ بلکہ لعنت ملامت کے قابل جانے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ بہت سے قرآن پڑھنے

Marfat.com

والے ایسے ہوتے ہیں۔ کہ خود قرآن ان پر لعنت کرتا ہے۔ اور کتنے ہی ایسے روزہ دار ہیں۔ جن کو روزے سے سوائے بھوک اور پیاس کے اور کچھ نصیب نہیں ہوتا۔

یہ کبھی خیال نہ کرنا چاہیئے۔ کہ اس کی اپنی نیکیوں میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ اور اگر تھوڑی بہت بھی توجہ کرے گا۔ تو خدا تعالیٰ کی توفیق سے ان میں از سرتاپا قباحتیں دیکھے گا۔ اور حسن کا شائبہ بھی محسوس نہ ہوگا۔ غرور کیسا اور نخوت کیسی۔ بلکہ اپنے اعمال میں قصور اور نقصان دیکھنے میں اتنا غلبہ ہو۔ کہ نیکی کرنے سے نادم اور شرمندہ ہو۔ نہ کہ مغرور اور بے پروا۔ اور جب اعمال میں قصور دیکھنے کا ملکہ پیدا ہو جاتا ہے۔ تو اعمال کی قیمت بڑھ جاتی ہے۔ اور قبولیت کے قابل ہو جاتے ہیں۔ کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ ایسی نگاہ پیدا ہو۔ اور مغرور نہ ہو۔ اس کے علاوہ کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا الا ماشاء اللہ۔

وہ لوگ جن کو پورے طور پر اپنے اعمال میں قصور دیکھنے کی توفیق مل جاتی ہے۔ وہ ایسا تصور کرتے ہیں۔ کہ دائیں جانب کا (نیکیاں) لکھنے والا فرشتہ تو بے کار اور معطل ہے۔ اور ان کی نیکیوں میں کوئی خوبی ایسی نہیں ہے جو لکھنے کے قابل ہو۔ اور بائیں جانب والا (برائیاں) لکھنے والا فرشتہ ہمیشہ کام میں لگا رہتا ہے۔ کہ تمام برائیاں ہی برائیاں ہیں۔ اور جب عارف کا معاملہ اس حد تک پہنچ جاتا ہے۔ تو اس کے ساتھ جو معاملہ ہوتا ہے۔ وہ حد بیان و تحریر سے باہر ہے۔ ع

قلم ایں جا رسید سر بشکست

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔

# مکتوب نمبر ۵۴

سید شاہ محمد کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کے درجات اور مراتب مختلف ہیں۔ اور اس کے سات درجے ہیں۔ اور ہر ایک درجے کی دوسرے پر فضیلت کا بیان۔ اور ان سے متعلقہ مسائل۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت جو کہ دینی اور دنیاوی سعادتوں کا سرمایہ ہے۔ کئی ایک مراتب اور درجات رکھتی ہے۔

Marfat.com

پہلا درجہ عوام اہل اسلام کا ہے۔ جو کہ شریعت کے احکام اور سنت سنیہ کی متابعت سے وابستہ ہے جب کہ اس کے ساتھ دل کی تصدیق تو ہو۔ لیکن اطمینان نفس ابھی حاصل نہ ہوا ہو کیونکہ وہ درجہ ولایت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اور علماء ظاہر اور وہ عابد اور زاہد لوگ جن کا معاملہ ابھی اطمینان نفس کے ساتھ وابستہ نہیں ہوا۔ سب اسی درجۂ متابعت میں شریک ہیں۔ اور اتباع کی ظاہری صورت کے حصول میں سب برابر ہیں۔ اور چونکہ نفس اس مقام میں کفر اور انکار سے آزاد نہیں ہوتا۔ تو لازمی طور پر یہ خاص درجہ صرف متابعت کی صورت رکھتا ہے۔ اور متابعت کی یہ صورت حقیقی متابعت کی طرح آخرت کی کامیابی اور خلاصی کا ذریعہ ہے۔ اور جہنم کے عذاب سے نجات اور بہشت کے داخلہ کی بشارت دینے والی ہے۔ خداوند تعالیٰ نے اپنی کمال بخشش سے نفس کے انکار کا کوئی اعتبار نہیں کیا۔ اور صرف دل کی تصدیق پر کفایت فرمائی ہے۔ اور نجات کا دارو مدار اسی تصدیق پر رکھا ہے۔ ؎

لہ بیتوانی کہ دہی اشک مرا حسن قبول  اے کہ دُر ساختہ قطرۂ بارانی را

متابعت کا دوسرا درجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و اعمال کی اتباع ہے۔ جو کہ باطن سے تعلق رکھتا ہے۔ اس میں اخلاق کی تہذیب اور رذیل صفات کی مدافعت اور امراض باطنی اور معنوی بیماریوں کا ازالہ ہے۔ جو کہ طریقت کے مقام سے متعلق ہیں۔ اور اتباع کا یہ درجہ ان ارباب سلوک کے ساتھ خاص ہے۔ جنہوں نے صوفیاء کے طریقہ کو اپنے مقتدا شیخ سے اخذ کیا ہو۔ اور سیر الی اللہ کے صحراؤں اور بیابانوں کو قطع کر رہے ہوں۔

متابعت کا تیسرا درجہ آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے احوال اور اذواق اور مواجید کی متابعت ہے۔ یہ درجہ ولایت خاصہ کے مقام سے تعلق رکھتا ہے۔ اور یہ ان ارباب ولایت کے ساتھ خاص ہے۔ جو کہ مجذوب سالک ہوں۔ یا سالک مجذوب۔

جب کہ ولایت کا مرتبہ اپنی انتہا کو پہنچ گیا۔ تو نفس مطمئنہ ہو گیا۔ اور سرکشی اور نافرمانی سے باز آگیا۔ اور انکار سے اقرار میں اور کفر سے اسلام میں آجاتا ہے۔ اس کے بعد اب متابعت کی جو بھی کوشش کرے گا۔ وہ حقیقی متابعت ہو گی۔ اگر نماز ادا کرے گا۔ تو متابعت کی حقیقت بجا لائے گا۔ اور اگر روزہ ہے۔ تو اس کا بھی یہی حال ہو گا۔ اور اگر زکوٰۃ ہو گی۔ تو وہ بھی اسی طریقہ پر ہو گی۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔ شریعت کے تمام احکام کی بجا آوری میں اتباع کی حقیقت موجود ہو گی۔

سوال :۔ نماز روزہ کی حقیقت کا کیا مطلب ہے؟ کیونکہ نماز روزہ مخصوص افعال ہیں۔ اگر وہ افعال ارشاد شارع

---

لہ اے وہ ذات کہ جس نے بارش کے ایک قطرے کو موتی بنا دیا۔ تو یہ بھی کر سکتا ہے۔ کہ میرے آنسو کے قطرے کو حسن قبول عطا فرمائے۔

Marfat.com

کے مطابق ادا ہو جائیں گے۔ تو ان کی حقیقت ادا ہو جائے گی۔ ان کی ظاہری صورت کیا ہے۔ اور اس سے مراد حقیقت کیا ہے۔؟

**جواب :۔** مبتدی کا نفس جب تک امارہ ہے۔ جو اصل میں آسمانی احکام کا منکر ہے۔ اس سے احکام شرعیہ کی ادائیگی صورت کے اعتبار سے ہوگی۔ اور منتہی کا نفس جب مطمئنہ ہو جاتا ہے اور شریعت کے احکام کو برضا ورغبت قبول کر لیتا ہے۔ تو اس سے ان احکام کی ادائیگی حقیقت کے اعتبار سے ہوتی ہے۔ اس کی مثال منافق اور مسلمان کی سی ہے۔ کہ دونوں نماز ادا کرتے ہیں۔ منافق چونکہ باطن میں انکار رکھتا ہے۔ اس لیئے صرف نماز کی صورت ادا کرتا ہے۔ اور مسلمان باطنی فرمانبرداری کے ذریعہ سے نماز کی حقیقت سے مزین ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ صورت اور حقیقت کا اعتبار باطنی انکار و اقرار کے اعتبار سے ہے یہ درجہ یعنی اطمینان نفس اور اعمال صالحہ کی حقیقت کا درجہ ولایت خاصہ کے کمالات جو درجہ سوم سے متعلق ہیں۔ کے حصول کے بعد حاصل ہوتا ہے۔

متابعت کا چوتھا درجہ وہ ہے۔ جو پہلے درجہ میں تھا۔ پہلے درجے میں اس کی صورت تھی۔ اور اس درجہ میں اتباع کی حقیقت ہے۔ اور یہ چوتھا درجہ اتباع علماء راسخین شکر اللہ تعالےٰ سعیہم کے ساتھ مخصوص ہے۔ جو نفس کے اطمینان کے بعد متابعت کی حقیقت کی دولت سے متحقق ہیں۔ اولیاء اللہ قدس اللہ تعالےٰ اسرارہم کو ہرچند تمکین قلب کے بعد ایک طرح کا اطمینان نفس حاصل ہوتا ہے۔ لیکن نفس کو کمال درجہ کا اطمینان کمالات نبوت کے حصول سے حاصل ہوتا ہے۔ جو کہ بطریق وراثت علمائے راسخین کو کمالات حاصل ہوتے ہیں۔

پس علمائے راسخین بواسطہ کمال اطمینان نفس شریعت کی حقیقت سے جو حقیقی اتباع ہے۔ موصوف ہیں۔ اور دوسروں کو چونکہ کمالات حاصل نہیں ہوتے۔ لہذا کبھی تو وہ شریعت کی صورت سے موصوف ہوتے ہیں اور کبھی شریعت کی حقیقت سے متصف۔

علماء راسخین کی علامت بیان کر دیتا ہوں۔ تاکہ ہر ظاہر واں عالم راسخ ہونے کا دعویٰ نہ کر سکے۔ اور اپنے نفس امارہ کو نفس مطمئنہ نہ سمجھنے لگے۔ عالم راسخ وہ ہے۔ جس کو کتاب و سنت کے متشابہات کی تاویل سے حصہ حاصل ہو۔ اور قرآن مجید کی سورتوں کے اوائل میں جو حروف مقطعات ہیں۔ ان کے اسرار سے بہرہ ور ہو۔ اور متشابہات کی تاویل بہت ہی دقیق اسرار میں سے ہے۔ یہ نہ سمجھ لینا کہ یہ تاویل ید ( ہاتھ ) کی تاویل قدرت کی طرح ہے۔ اور وجہ ( چہرہ ) کی تاویل ذات کی طرح کیونکہ یہ تاویلیں تو ظاہری علوم سے پیدا ہوتی ہیں۔ ان کا اسرار سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان اسرار کے اصل مالک تو انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات ہیں۔ اور یہ رموز انہی کے معاملات کی طرف اشارہ ہیں۔ اور یا پھر وہ لوگ ہیں۔ جن کو تبعیت اور وراثت کے طور پر اس دولت عظمیٰ سے سرفراز کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

اور اس درجۂ متابعت کا حصول جو کہ اطمینان نفس اور صاحب شریعت علیہ الصلوات والتسلیمات کی متابعت کی حقیقت کو پالینے سے تعلق رکھتی ہے۔ کبھی تو بغیر وسیلہ فنا و بقا اور بغیر سلوک و جذبہ کے ہو جاتا ہے۔ اور ہو سکتا ہے۔ کہ احوال و مواجید اور تجلیات و ظہورات قسم کی چیزوں میں سے کوئی چیز بھی درمیان میں نہ آئے۔ اور یہ دولت حاصل ہو جائے۔ لیکن اس دولت تک ولایت کی راہ سے پہنچنا بہت زیادہ قریب ہے۔ بہ نسبت اس کے جو دوسری راہ سے پہنچے۔ اور وہ دوسری راہ اس فقیر کے خیال میں سنت سنیہ اعلیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی اتباع کا التزام اور بدعت کے نام و نشان سے بھی پرہیز کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ اور بدعت حسنہ[۱] سے بھی جب تک بدعت سیئہ کی طرح پرہیز نہ کرے گا۔ اس دولت کی خوشبو بھی اس کی جان کے دل و دماغ میں نہ پہنچے گی۔

---

[۱] مکتوبات شریف کے بہت سے مقامات میں حضرت امام ربانی قدس سرہ السامی نے بدعت کی بڑی شدت سے مذمت کی ہے۔ یہاں تک کہ بعض مقامات میں آپ نے فرمایا ہے۔ کہ کوئی بدعت حسنہ نہیں۔ اور ہر بدعت سے بچنا ضروری ہے۔ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے اس طرح کے الفاظ کو وہ لوگ دلیل بناتے ہیں۔ جنہیں بدعت کا ہیضہ ہو چکا ہے۔ اور ہر چیز انہیں بدعت نظر آتی ہے۔ لیکن دراصل یہ لوگ آپ کی عبارت سے لوگوں کو دھوکے اور مغالطے میں ڈالتے ہیں۔ جیسا کہ ان کی عادت ہے۔ نظر انصاف سے دیکھا جائے۔ تو بات صرف اس قدر ہے۔ کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ کے نزدیک بدعت حسنہ سرے سے بدعت میں داخل ہی نہیں۔ بلکہ وہ سنت میں داخل ہے۔ کیونکہ آپ کے نزدیک ہر وہ چیز جس کی اصل کتاب و سنت میں موجود ہے۔ بدعت نہیں۔ بلکہ ملحق بالسنۃ ہے۔ جیسا کہ تعامل اور قیاس فقہی کو آپ نے اسی مکتوب میں ملحق بالسنۃ قرار دیا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے موقف و مسلک کی یہ توجیہ توجیہ بما لا یرضیٰ بہ قائلہ کے قبیل سے نہیں ہے۔ بلکہ مکتوبات کے محشین کی تصریحات کے علاوہ خود مکتوبات میں اس توجیہ کے زبردست اور واضح شواہد موجود ہیں۔ یہ شواہد اور بدعت سے متعلق حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک دفتر اول کے مکتوب ۱۸۶ کے حاشیے میں ناچیز نے قدرے تفصیل سے تحریر کر دیا ہے۔ قارئین حضرات اس کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔ نیز مسئلہ بدعت میں حضرت امام ربانی قدس سرہ کا مسلک و موقف میں نے اپنی تالیف "مسلک امام ربانی" میں "مسئلہ بدعت" کے عنوان سے کافی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اور مخالفین کے مغالطوں کی حقیقت طشت از بام کی ہے۔ اس کا مطالعہ بھی نہایت مفید ہے۔ تاکہ غلط فہمی نہ ہو۔

خاکسار محمد سعید احمد عفرلہٗ

Marfat.com

اور یہ بدعت سے اجتناب آج کل تو بہت مشکل ہو گیا ہے۔ کہ ساری دنیا بدعت کے دریا میں غرق ہو چکی ہے۔ اور بدعت کے اندھیروں میں آرام حاصل کر رہی ہے۔ کس کی مجال ہے۔ کہ بدعت کو دور کرنے کا دم مارے۔ اور سنت کو زندہ کرنے کے لئے لب کشائی کرے۔ اس وقت کے اکثر علماء بدعت کو رواج دینے والے اور سنت کو مٹانے والے ہیں۔ عالمگیر بدعات کو خلق کا تعامل قرار دیتے ہوئے اس کے جواز بلکہ اس کے استحسان کا فتویٰ دیتے ہیں۔ اور لوگوں کو بدعت کی طرف راہنمائی کرتے ہیں۔ اچھا یہ تو بتائیں۔ کہ کیا فتویٰ دیتے ہو۔ اس صورت میں کہ گمراہی عام پھیل جائے۔ اور باطل متعارف ہو جائے۔ اور لوگ اس پر عمل کرنے لگیں؟ ان علماء کو شاید یہ بھی معلوم نہیں۔ کہ مطلقاً تعامل استحسان کی دلیل نہیں ہے۔ اور وہ تعامل جو معتبر ہے۔ وہ ہے۔ جو کہ ابتدائی دور سے آرہا ہو۔ اور یا پھر تمام لوگوں کے اجماع سے حاصل ہو۔ جیسا کہ فتاویٰ غیاثیہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ شیخ شہید رحمۃ اللہ سبحانہ نے فرمایا کہ

"ہم مشائخ بلخ کے استحسان کو قبول نہیں کرتے۔ بلکہ ہم اپنے متقدمین اصحاب کے اقوال کو قبول کرینگے کیونکہ ایک شہر کا تعامل جواز پر دلالت نہیں کرتا۔ جواز پر وہ تعامل دلالت کرے گا۔ جو کہ اسلام کے ابتدائی دور سے کر مسلسل آرہا ہو۔ تاکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تقریر پر دلیل ہو۔ کہ آنحضرت نے لوگوں کو اس پر چھوڑا۔ تو یہ حقیقت میں آنحضرت علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام کی شریعت ہوگا۔ اور اگر ایسا نہ ہو۔ تو پھر لوگوں کا فعل حجت نہیں ہوگا۔ ماسوائے اس صورت کے کہ تمام شہروں کے تمام آدمی اس پر عمل کریں۔ تاکہ یہ اجماع ہو جائے۔ اور اجماع حجت ہے۔ کیا تم اس بات پر غور نہیں کرتے۔ کہ اگر کچھ لوگ شراب کی تجارت یا سود کے رواج کو تعامل بنالیں۔ تو ان کے حلال ہونے کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا۔"

اور اس میں شک نہیں ہے۔ کہ تمام لوگوں کے تعامل اور تمام شہروں اور بستیوں کے عمل کا علم حاصل کرنا بشری طاقت سے باہر ہے۔ باقی رہا ابتدائی دور کا تعامل جو کہ حقیقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لوگوں کو اس عمل پر برقرار رکھنا ہے۔ اور حقیقت میں وہ آپ ہی کی سنت ہے۔ وہ تعامل بدعت کیسے ہو سکتا ہے۔ اور بدعت حسنہ وہ کب ہے۔؟

صحابہ کرام کو تمام کمالات کے حصول میں صرف خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کی صحبت ہی کافی تھی۔ اور علماء سلف میں سے جو بھی رسوخ کی دولت سے مشرف ہوا ہے۔ اور صوفیاء کے طریق کے اختیار کرنے اور سلوک اور جذبہ سے قطع مسافت کرنے کے بغیر اس دولت سے مشرف ہوا ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سنیہ کی دوامی متابعت اور ناپسندیدہ بدعات سے پرہیز کرنے کی وجہ سے اس مرتبہ پر پہنچا ہے۔ اے اللہ ہمیں بحرمت صاحب سنت علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام سنت کی متابعت پر ثابت قدم رکھ۔ اور بدعات کے ارتکاب سے بچا۔ آمین

Marfat.com

متابعت کا پانچواں درجہ آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے کمالات کی اتباع کا ہے۔ کہ ان کمالات کے حصول میں علم اور عمل کو کوئی دخل نہیں ہے۔ بلکہ یہ صرف اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے وابستہ ہے۔ اور یہ نہایت ہی بلند مقام ہے۔ پہلے ذکر شدہ مراتب کو اس مرتبہ سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔

اصل میں یہ کمالات اولوالعزم انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اور تبعیت و وراثت کے طور پر جس کو بھی اس دولت سے مشرف فرمادیں

اور متابعت کا چھٹا درجہ آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے ان کمالات کی اتباع ہے۔ جو آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام محبوبیت کے ساتھ مخصوص ہیں جس طرح درجہ پنجم میں کمالات کا فیضان محض فضل اور احسان سے تھا۔ اسی طرح اس چھٹے درجہ میں آنحضرت کے کمالات کا فیضان صرف محبت سے ہے۔ جو کہ پہلے فضل اور احسان سے بلند ہے۔ اور متابعت کا یہ درجہ بھی بہت ہی کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔

پہلے درجہ کو چھوڑ کر متابعت کے باقی پانچ درجے سب کے سب عروج کے مقامات سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ان کا حصول عروج سے وابستہ ہے

متابعت کا ساتواں درجہ وہ ہے۔ جو نزول و ہبوط سے تعلق رکھتا ہے۔ اور متابعت کا یہ ساتواں درجہ پہلے تمام درجات کا جامع ہے۔ اس لئے کہ اس مقام میں نزول بھی تصدیق قلب اور اطمینان نفس ہے۔ اور جسم کے عناصر اربعہ کا اعتدال بھی اس میں ہے۔ کہ وہ سرکشی اور نافرمانی سے باز آجاتے ہیں۔ یوں سمجھیں کہ پہلے درجات اس متابعت کے اجزاء تھے۔ اور یہ درجہ ان کے لحاظ سے کل کی حیثیت رکھتا ہے۔

اس مقام میں پہنچ کر تابع اپنے متبوع سے اس طرح کی مشابہت پیدا کر لیتا ہے۔ کہ گویا پیروی (تبعیت) کا نام درمیان سے اٹھ جاتا ہے۔ اور تابع اور متبوع کا امتیاز دور ہو جاتا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ تابع اپنے متبوع کی طرح جو کچھ بھی حاصل کرتا ہے وہ اصل سے براہ راست حاصل کرتا ہے۔ گویا دونوں ایک ہی چشمہ سے پانی پیتے ہیں۔ اور دونوں ایک ہی پہلو کی آغوش میں ہیں۔ اور دونوں ایک ہی بستر میں ہیں۔ اور دونوں شیر و شکر کی طرح ملے ہوئے ہوتے ہیں۔ تابع کہاں ہے۔ اور متبوع کون ؟ اور تبعیت کیسی ؟ اتحاد نسبت میں تفاسیر نسبت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

عجب معاملہ ہے۔ کہ اس مقام میں جتنا بھی گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے۔ تبعیت کی نسبت بالکل معلوم نہیں ہوتی۔ اور تابعیت اور متبوعیت کا کوئی امتیاز نظر نہیں آتا۔ بس اتنا ہے۔ کہ تابع اپنے آپ کو طفیلی سمجھتا ہے اور اپنے آپ کو نبی کے کمالات کا وارث جانتا ہے۔ (علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام) یہ تو یقینی بات ہے۔ کہ تابع اور ہوتا ہے۔ اور طفیل اور وارث اور۔ ہر چند کہ یہ سب بظاہر تابع کی قطار میں نظر آتے ہیں۔ لیکن یہ تو ظاہر ہے۔ کہ تابع میں

Marfat.com

متبوع کی حیلولۃ (حائل ہونا) درکار ہے۔ اور طفیلی اور وارث کے لئے متبوع کا حائل ہونا درکار نہیں ہے۔ تابع اپنے متبوع کا بچا کھچا کھانا کھاتا ہے۔ اور طفیلی ضمنی طور پر ساتھ بیٹھ کر کھانے والا ہے۔

قصہ مختصر یہ کہ جو دولت بھی آئی ہے۔ وہ اصل میں انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے لئے آئی ہے۔ اور امتوں کی سعادتمندی اس میں ہے۔ کہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی طفیل اس دولت سے مستفید ہوں۔ اور ان کا پس خوردہ تناول فرمائیں۔ ؎

سلہ در قافلہ کہ اوست دانم نرسم ایں بس کہ رسد ز دور بانگ جرسم

کامل تبع وہ شخص ہے۔ جو ان سات درجات میں پوری طرح متابعت سے آراستہ ہو۔ اور جو بعض درجات میں تو متابعت رکھتا ہو۔ اور بعض میں متابعت نہ رکھتا ہو۔ وہ منجملہ تابعین میں سے ہے۔ گو ان کے درجات الگ الگ ہیں۔ علماء ظاہر پہلے درجہ میں ہی خوش ہیں۔ کاش کہ وہ اس درجہ کو ہی اچھی طرح سرانجام دیتے۔ ان لوگوں نے صرف شریعت کی صورت میں ہی متابعت کو منحصر کر رکھا ہے۔ اور اس کے علاوہ دوسرے امور کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے۔ اور صوفیا کے طریقہ کو جو کہ درجات متابعت کے حصول کا وسیلہ ہے۔ بیکار تصور کرتے ہیں۔ اور ان میں سے اکثر مقتدا اور پیر سوائے ہدایہ[2] اور بزدوی[3] کے اور کسی کو نہیں سمجھتے۔ ؎

سلہ چوں آں کرمے کہ در سنگے نہاں است زمین و آسمان او ہماں است

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں اور تمہیں حضرت محمد مصطفی علیہ الصلوٰۃ والسلام والبرکۃ والتحیۃ کی پسندیدہ متابعت میں پوری طرح ثابت قدم رکھے۔ اللہ تعالیٰ ان پر اور ان کے دوسرے بھائیوں انبیاء کرام اور ملائکہ عظام اور ان کے تمام تابعداروں پر قیامت تک اپنی رحمتیں اور سلامتی اور برکات نازل فرمائے۔ آمین۔

---

سلہ جس قافلہ میں وہ ہے۔ میں جانتا ہوں۔ کہ میں اس میں نہیں پہنچ سکتا۔ بس اتنا کافی ہے۔ کہ دور سے مجھے گھنٹی کی آواز آتی ہے۔ ۱۲

سلہ ہدایہ شیخ الاسلام برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ کی مشہور و مستند تصنیف ہے۔ ۱۲

سلہ یعنی فخر الاسلام ابو الحسن علی بن محمد بن حسین بزدوی۔ ۱۲

سلہ اس کیڑے کی طرح جو کہ پتھر میں پوشیدہ ہے۔ اس کا آسمان اور زمین تو وہی پتھر ہے۔ ۱۲

Marfat.com

# مکتوب نمبر ۵۵

عالی درجات مخدوم زادگاں خواجہ محمد سعید اور خواجہ محمد معصوم کیطرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ قرآن مجید شریعت کے تمام احکام کا جامع ہے۔ اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب اور صوفیائے کرام کی مدح اور اس بات کے بیان میں کہ تصوف کا دارو مدار شریعت پر ہے۔ اور اس بیان میں کہ الہامی احکام ہر وقت ثابت ہیں۔ اس سے مناسب امور کے بیان میں ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔

قرآن مجید تمام احکام شرعیہ کا جامع ہے۔ بلکہ تمام پہلی شریعتوں کا بھی جامع ہے۔ ہاں اتنی بات ہے۔ کہ اس شریعت کے بعض احکام ایسے ہیں۔ جو عبارۃ النص اور اشارۃ النص اور دلالۃ النص اور اقتضاء النص سے معلوم ہوتے ہیں۔ اور اہل لغت میں سے عوام اور خواص ان کو سمجھنے میں برابر ہیں۔ اور احکام کی دوسری قسم وہ ہے۔ جو کہ اجتہاد اور استنباط کے ذریعہ معلوم ہوتے ہیں۔ اور ان احکام کا سمجھنا ائمہ مجتہدین کے ساتھ خاص ہے۔ بقول جمہور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام اور آپ کی امت کے تمام مجتہد سب شامل ہیں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو کہ وحی کا زمانہ تھا۔ اجتہادی احکام خطا اور ثواب میں متردد نہ تھے۔ بلکہ یقینی وحی سے خطا کرنے والے کی غلطی اور درست اجتہاد کرنے والے کی درستی بالکل الگ الگ ہو جاتی تھی۔ اور حق اور باطل آپس میں ملے جلے نہ رہتے تھے۔ کیونکہ غلطی پر ثابت اور برقرار رکھنا نبی کے لیئے جائز نہیں ہے برخلاف ان احکام اجتہادیہ کے جو کہ وحی کے زمانہ کے بعد مجتہدین کو بطریق استنباط حاصل ہوئے ہیں۔ ان میں خطا اور ثواب دونوں کا احتمال ہے۔

یہی وجہ ہے۔ کہ وہ اجتہادی احکام جو کہ وحی کے زمانہ میں ثابت ہو چکے ہیں۔ وہ موجب یقین ہیں۔ اور عمل اور اعتقاد کے اثبات کے لئے مفید ہیں۔ اور جو وحی کے زمانہ کے بعد ثابت ہوتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ موجب ظن ہیں عمل کے لئے تو مفید ہیں۔ لیکن اعتقاد کے اثبات میں ناکافی ہیں۔

اور قرآن مجید کے احکام کی تیسری قسم وہ ہے کہ انسانی طاقت ان کے سمجھنے سے قاصر ہے۔ جب تک خداوند تعالیٰ جل سلطانہ کی طرف سے ان کی اطلاع نہ ہو۔ ان احکام کو نہیں سمجھا جا سکتا اور اس اطلاع کا حصول پیغمبر علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور پیغمبر کے علاوہ اور کسی کو اس کی اطلاع نہیں ہوتی

Marfat.com

یہ احکام اگرچہ قرآن مجید سے ماخوذ ہیں۔ لیکن چونکہ ان کا اظہار نبی علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ تو مجبوزاً ان کو سنت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کا اظہار سنت کی طرف سے ہو بعینہٖ ہلاً اسی طرح جیسے کہ احکام اجتہادیہ کو قیاس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کا مظہر قیاس ہے۔ پس سنت اور قیاس دونوں مظہر احکام ہیں۔ اگرچہ ان دونوں میں بہت فرق ہے۔ کہ ان میں سے ایک (قیاس) کا اعتماد تو رائے پر ہے۔ جس میں غلطی کا امکان ہے۔ اور دوسرے سنت کو خدا تعالیٰ کی اطلاع کی تائید حاصل ہے۔ جس میں غلطی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اور یہ آخری قسم اصل (قرآن مجید) کے ساتھ کمال مشابہت رکھتی ہے۔ گویا کہ احکام کی مثبت یہی ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ تمام احکام کی مثبت وہی کتاب عزیز (قرآن مجید) ہے

جان لینا چاہیے۔ کہ اجتہادی احکام میں امتی کا پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام سے اختلاف ممکن ہے۔ لیکن شرط یہ ہے۔ کہ وہ غیر نبی امتی اجتہاد کے مرتبہ کو پہنچ چکا ہو۔ اور وہ احکام جو کہ عبارت النص اور اشارۃ النص اور دلالۃ النص سے ثابت ہوں۔ اور اسی طرح وہ جو سنت سے ثابت ہوں۔ ان میں کسی کو مخالفت کی مجال نہیں ہے۔ بلکہ تمام امت پر ان کی اتباع لازم ہے۔ پس امت کے مجتہدین کے لئے اجتہادی احکام میں پیغمبر کی رائے کی متابعت لازم نہیں ہے۔ بلکہ اس مقام پر درست یہ ہے۔ کہ مجتہد اپنی رائے پر عمل کرے۔

اس جگہ ایک باریک نکتہ ہے۔ جان لینا چاہیئے۔ کہ وہ پیغمبر جو اولوالعزم پیغمبر کی شریعت کے تابع ہیں۔ ان پر صرف انہی احکام کی اتباع لازم ہے۔ جو کہ ان کی کتابوں اور صحیفوں سے بطریق عبارت واشارۃ ودلالۃ النص ثابت ہوں نہ کہ وہ احکام جو ان کے اجتہاد اور سنت سے ظاہر ہوتے ہیں۔ کیونکہ اجتہادی احکام میں جب ایک امتی مجتہد کو بھی پیغمبر سے اجتہاد میں اختلاف کی گنجائش ہے۔ تو متابع پیغمبر پر ان احکام کی اتباع کیسے لازم ہو سکتی ہے۔ اور وہ احکام جو سنت سے ثابت ہوتے ہوں۔ ان میں جس طرح پیغمبر اولوالعزم کو اطلاع خداوندی ہوتی ہے۔ اسی طرح نیز اولوالعزم پیغمبر کو بھی ہوتی ہے۔ پھر متابعت کیسی؟ بلکہ متابعت کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ کیونکہ ہر وقت اور ہر گروہ کے اندازہ کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے الگ الگ احکام نازل ہوتے ہیں۔ کبھی حلت مناسب ہوتی ہے۔ تو کسی وقت حرمت۔ اور یہ حل وحرمت دونوں ہی خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ صحیفہ سے ماخوذ ہوتی ہیں جیسے کہ دو مجتہد ایک ہی ماخذ سے دو مختلف حکم اخذ کرتے ہیں۔ ایک اسی عبارت سے حل سمجھتا ہے۔ اور دوسرا حرمت۔

**سوال** :۔ اس اختلاف کی اجتہاد میں تو گنجائش ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اس کا دارومدار قیاس ورائے پر ہے۔ جس میں غلط اور صحیح دونوں کا احتمال ہے۔ لیکن یہ صورت خداوند تعالیٰ کے اعلام (اطلاع) میں گنجائش نہیں رکھتی۔ اس لئے کہ وہاں غلط اور درست میں تردد جائز نہیں ہے۔ بلکہ حق جل وعلا کے نزدیک تو یقینی طور پر ایک ہی حکم ہے۔ اگر حلال ہے تو حرام کی گنجائش نہیں ہے۔ اور اگر حرام ہے۔ تو حلال کی مجال نہیں ہے۔

Marfat.com

جواب: ہو سکتا ہے۔ کہ ایک قوم کی نسبت وہی چیز حلال ہو۔ اور دوسری قوم کے لئے وہ حرام ہو۔ پس خداوند تعالےٰ کا حکم ایک ہی واقعہ میں متعدد ہو سکتا ہے۔ جب قومیں الگ الگ ہوں۔ اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے ہاں ختم الرسل کی امت میں یہ صورت درست نہیں ہے۔ کیونکہ تمام لوگ ایک ہی شریعت کے احکام کے محکوم ہیں۔ لہذا ایک ہی واقعہ میں خداوند تعالےٰ کے دو حکم مختلف نہیں ہوں گے۔

سوال: پیغمبر اولوالعزم ایک چیز کی حلت کا حکم کرتا ہے۔ اور پیغمبر متابع اسی چیز کو حرام ٹھہراتا ہے۔ تو لازم آئے گا۔ کہ حکم ثانی حکم اول کا ناسخ ہو۔ اور یہ جائز نہیں ہے۔ کیونکہ کسی چیز کو منسوخ کرنا پیغمبر اولوالعزم کے ساتھ خاص ہے دوسرا پیغمبر ناسخ نہیں ہو سکتا۔

جواب: نسخ اس صورت میں لازم آتا ہے۔ کہ حکم ثانی تمام لوگوں کے لئے عام ہو۔ تاکہ اس حکم کو رفع کرے جو ایک گروہ کی نسبت دیا گیا تھا۔ اور یہاں حکم ثانی عام نہیں ہوتا۔ بلکہ ایک گروہ کی نسبت اس کو حرام کیا گیا ہے۔ اس کا پہلے حکم سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔ کیا تم اس پر غور نہیں کرتے۔ کہ ایک ہی واقعہ میں ایک مجتہد حلت کا فتویٰ دیتا ہے۔ اور اسی واقعہ میں دوسرا مجتہد حرمت کا فیصلہ کرتا ہے۔ اور ان میں نسخ نہیں ہوتا۔

ہاں یہ تو صحیح ہے۔ کہ ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ کہ اس جگہ انسانی رائے ہے۔ اور اس جگہ خداوندی اطلاع رائے میں متعدد حکم کی گنجائش ہے۔ اور اعلام میں گنجائش نہیں ہوتی۔ لیکن تعدد اقوام سے اس کا علاج ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ پس پہلی شریعتوں میں بھی ان احکام میں جو کہ پیغمبران اولوالعزم کی کتابوں اور صحیفوں سے بلحاظ لغت معلوم ہوتے ہیں پیغمبران متابع کو بھی ان میں مخالفت کی مجال نہیں ہے۔ اور ان احکام میں بھی جو سب لوگوں کے لئے وارد ہوتے ہیں۔ ہر متابع پیغمبر کہ جس قوم کو بھی وہ تبلیغ کرے گا۔ ان احکام کے خلاف تبلیغ نہ کرے گا۔ اگر حلال ہے تو سب کے لئے حلال ہے۔ اور اگر حرام ہے۔ تو سب کے لئے حرام ہے۔ اس وقت تک کہ کوئی اور اولوالعزم پیغمبر آئے۔ اور اس حکم کو اٹھا دے۔ اس وقت نسخ متصور ہوگا۔

پس نسخ ان احکام میں ہوتا ہے۔ جو کہ بحسب لغت صحیفہ منزلہ سے ثابت ہوں۔ اور وہ احکام جو اجتہاد اور اعلام سے ثابت ہوں۔ اور سنت اور اجتہاد کی طرف منسوب ہوں۔ ان میں نسخ نہیں ہوتا کہ ایسے احکام بعض لوگوں کیلئے ہوتے ہیں۔ اور بعض اس سے مستثنیٰ ہوتے ہیں۔ پس ایک پیغمبر کا اجتہاد اور اس کی سنت دوسرے پیغمبر کے اجتہاد اور سنت کی ناسخ نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ کسی دوسری قوم کے لئے ہوتا ہے۔ اور یہ کسی اور قوم کے لئے۔ ہاں اگر یہ اختلاف سب لوگوں کے لئے یا کسی ایک ہی قوم کیلئے ہو تو اس صورت میں واقعی نسخ ہوگا۔ جیسا کہ اس شریعت میں ہے۔ جو کہ تمام لوگوں کے لئے ہے۔ حکم ثانی حکم اول کے لئے ناسخ ہوگا۔ پس ہمارے پیغمبر علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی پچھلی سنت ان کی پہلی سنت کی ناسخ ہوگی۔

Marfat.com

اور حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام جو کہ بعد نزول اس شریعت کی اتباع کریں گے۔ اس سرور علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کی اتباع ہی کریں گے۔ کہ اس شریعت کا نسخ جائز نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ علماء ظواہر حضرت عیسیٰ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اجتہادات کی اپنے ماخذ کے کمال اور دقیق ہونے کی وجہ سے مخالفت کریں اور ان کو کتاب و سنت کے مخالف سمجھیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حال امام اعظم ابوحنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح ہے۔ کہ پرہیزگاری[1] اور تقویٰ کی برکت اور سنت کی متابعت کی دولت سے اجتہاد اور استنباط کے نہایت بلند درجہ پر پہنچ چکے ہیں۔ کہ دوسرے لوگ اس کے سمجھنے سے بھی قاصر ہیں۔ اور دقت معانی کی وجہ سے ان کے اجتہادات کو کتاب و سنت کے مخالف سمجھتے ہیں۔ اور ان کو اور ان کے اصحاب کو "اصحاب الرائے" کہتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ ان کے علم اور درایت کی حقیقت اور ان کے فہم پر مطلع نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اشاروں سے ان کی فقاہت کی دقت کو معلوم کیا۔ اور کہا "تمام فقہا ابوحنیفہ کے عیال ہیں"۔ افسوس ان قاصر نظروں کی جماعت پر کہ اپنے قصور کو دوسروں کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ؎

مصرع قاصرے گر کند ایں قافلہ را طعن قصور — حاشَ للہ کہ برآرم بزباں ایں گلہ را

مصرع ہمہ شیران جہاں بستۂ ایں سلسلہ اند — روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

---

[1] یہ مقلد حضرات کم فہمی کی بنا پر آئے دن کسی نہ کسی انداز میں مسلک حنفی پر اعتراض و تنقید کرتے رہتے ہیں۔ اور اس گروہ کے متشددین سب و دریغی کے ساتھ تقلید ائمہ اربعہ اور اجتہادی مسائل کو بدعت سیئہ اور بدعت ضلالت قرار دیتے ہیں۔

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مکتوب میں نہایت جامع انداز میں مسلک حنفی کی تصویب و تائید کی ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ اس مکتوب میں آپ نے اپنے حنفی اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقلد ہونے کا حق ادا کر دیا ہے۔ اور ناقدین و معترضین کی پوری پوری خبر لی ہے۔ حضرت شیخ مجدد رضی اللہ عنہ کی تحقیق کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

ا حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پرہیزگاری، تقویٰ اور متابعت سنت کی برکت سے اجتہاد و استنباط کے نہایت درجہ پر فائز ہیں۔ لوگ آپ کی بلندیٔ شان سمجھنے سے قاصر ہیں۔

۲ ناقدین و معترضین امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر اور آپ کی اجتہادی اور فقہی کاوشوں پر اس وجہ سے اعتراض کرتے ہیں۔ کہ یہ لوگ اپنی کم علمی کے باعث آپ کے دقیق اصول اجتہاد اور استنباط کو نہ سمجھ سکے۔ اسی کوتاہی کے باعث آپ کے اجتہادات کو کتاب و سنت کے خلاف اور آپ اور آپ کے تلامذہ اور ساتھیوں کو اپنی رائے کی پیروی کرنے والے قرار دیتے ہیں۔

۳ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی جلالت شان کے اس قدر معترف ہیں۔ کہ تمام فقہاء کو آپ کا عیال کہتے ہیں کوتاہ نظر معترضین پر افسوس کہ انھیں اپنا قصور نظر نہیں آتا۔ بلا سوچے سمجھے اعتراض کرتے ہیں۔ (حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

۵ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام قریب قیامت دین محمدی کے احیاء کے لئے آسمان سے نازل ہو کر زمین پر تشریف لائیں گے۔ تو شرعی فیصلے فقہ حنفی کے مطابق کریں گے۔ یعنی خدا تعالے کا ایک جلیل القدر نبی بھی حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اجتہاد و استنباط کی صداقت پر مہر تصدیق و توثیق ثبت کرے گا۔

۶ ارباب کشف کے مشاہدہ میں بھی یوں آتا ہے۔ کہ حنفی مذہب کی نورانیت دریائے عظیم کی طرح ہے۔ باقی مذاہب اس کے سامنے حوض اور چھوٹی چھوٹی نہروں کی طرح ہیں۔

۷ ظاہر دیکھنے میں بھی یہی نظر آتا ہے۔ کہ اہل اسلام کی اکثریت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی پیرو ہے۔ اور یہ بات بھی اس کے حق ہونے کی دلیل ہے۔

۸ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اتباع سنت اور اقتدائے حدیث کا یہ عالم ہے۔ کہ آپ مرسل احادیث کی پیروی بھی مسند احادیث کی طرح کرتے ہیں۔ اور صحابی کی رائے کو بھی اپنی رائے سے مقدم جانتے ہیں۔ دوسروں کا یہ مسلک نہیں۔

۹ افسوس کہ اس قدر احتیاط کے باوجود یہ ناانصاف لوگ آپ کو اپنی رائے کا پیروکار قرار دیتے ہیں۔ اور آپ کی شان میں بے ادبی کرتے ہیں۔

۱۰ اللہ تعالےٰ ان لوگوں کو توفیق دے۔ کہ اہل اسلام کے نامور امام کی دل آزاری نہ کریں۔ سواد اعظم گروہ اہلسنت کو دکھ نہ دیں۔ یہ مخالفین خدا تعالےٰ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں۔ لیکن اپنے اس فاسد ارادے میں انشاء اللہ تا قیامت کامیاب نہیں ہوں گے۔

۱۱ مخالفین اگر دل سے اس بات کے قائل ہیں۔ کہ حنفی فقہ پر چلنے والے کتاب و سنت کے مقابلے میں اپنے امام کی رائے کے پیروکار ہیں۔ تو پھر اعلانیہ طور پر احناف کو اسلام سے خارج قرار دیں۔ تاکہ دنیا صحیح صورت حال سے آگاہ ہو جائے۔

۱۲ ان کوتاہ اندیش لوگوں نے دراصل چند احادیث یاد کر رکھی ہیں۔ احکام دین کو صرف انہیں میں منحصر سمجھتے ہیں۔ اپنی معلومات کے ماسوا دوسری چیزوں کی نفی کرتے ہیں۔

۱۳ ہزار افسوس ان کے خشک تعصب اور فاسد نظریہ پر

مجھے امید ہے۔ کہ حاشیہ کی صورت میں دیا گیا یہ خلاصہ مزید تازگی ایمان و ایقان کا ذریعہ بنے گا۔ اور ممکن ہے کہ غیر مقلد حضرات میں سے جو منصف مزاج ہیں۔ انھیں بھی اللہ تعالےٰ ہدایت عطا کرے کہ وہ بھی سواد اعظم کے طریقہ کو اختیار کریں۔ اور تعصب اور کج روی سے باز آئیں۔ اللہ تعالےٰ ہی ہدایت و درستی کی توفیق دینے والا ہے۔ محمد سعید احمد غفرلہٗ

۵۲ اگر کوئی کوتاہ نظر اس قافلہ پر قصور کا طعنہ کرتا ہے۔ تو خدا پاک ہے۔ کہ میں زبان پر اس کا گلہ لاؤں۔

۵۳ تمام دنیا کے شیر اس سلسلہ میں جکڑے ہوئے ہیں۔ لومڑی حیلہ سے اس زنجیر کو کیسے توڑ سکتی ہے۔

Marfat.com

اور اسی مناسبت سے جو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے رکھتے ہیں۔ ہو سکتا ہے۔ کہ خواجہ محمد پارسا نے فصول ستہ میں جو لکھا ہے۔ اسی لئے لکھا ہو۔ کہ حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد از نزول امام ابوحنیفہ کے مذہب پر عمل کریں گے"۔ یعنی حضرت روح اللہ کا اجتہاد امام اعظم کے اجتہاد کے مطابق ہوگا۔ نہ یہ کہ وہ اس مذہب کی تقلید کرینگے۔ کہ ان کی شان اس سے بہت بلند ہے۔ کہ وہ علمائے امت کی تقلید کریں۔

بلا تعصب و تکلف یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ اس مذہب کی نورانیت کشفی طور پر دریائے عظیم کی طرح نظر آتی ہے۔ اور باقی دوسرے تمام مذہب اس کے مقابل حوض اور چھوٹی نہروں کی طرح معلوم ہوتے ہیں۔ اور ظاہر میں بھی جو کچھ نظر آرہا ہے وہ یہ ہے۔ کہ اہل اسلام کی اکثریت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی پیرو ہے۔ اور یہ مذہب کثرت متبعین کے باوجود اصل اور فروع میں دوسرے تمام مذاہب سے متمیز ہے۔ اور استنباط میں اپنا ایک الگ طریقہ رکھتا ہے۔ اور یہ بات اس کے حق ہونے کی دلیل ہے۔

عجیب معاملہ ہے۔ کہ امام ابوحنیفہ سنت کی پیروی میں سب سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔ اور مرسل احادیث کی پیروی بھی مسند احادیث کی طرح کرتے ہیں۔ اور ان کو اپنی رائے پر مقدم رکھتے ہیں۔ اور اسی طرح صحابی کے قول کو بھی خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کی صحبت کی وجہ سے اپنی رائے پر مقدم رکھتے ہیں۔ اور دوسروں کا یہ مسلک نہیں ہے اس کے باوجود مخالف ان کو "اصحاب الرائے" کہتے ہیں۔ اور ان کی طرف ایسے الفاظ منسوب کرتے ہیں۔ جن سے سوء ادبی ظاہر ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ سب ان کے کمال علم اور تقویٰ اور پرہیزگاری کی کثرت کے بھی معترف ہیں۔ حق سبحانہ و تعالیٰ ان کو توفیق دے۔ کہ وہ دین کے سردار اور اہل اسلام کے رئیس کی دل آزاری نہ کریں۔ اور اسلام کے سواد اعظم کو ایذا نہ پہنچائیں۔ یہ لوگ خدا کے نور کو اپنی آنکھوں سے بجھانا چاہتے ہیں۔

وہ لوگ جو اکابر دین کو "اصحاب الرائے" کہتے ہیں۔ اگر یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ وہ اپنی رائے سے حکم کرتے تھے اور کتاب و سنت کی متابعت نہیں کرتے تھے تو اس صورت میں وہ اپنے گمان فاسد کی بنا پر اہل اسلام کے سواد اعظم کو گمراہ اور بدعتی کہتے ہیں۔ بلکہ اپنے خیال میں ان کو اہل اسلام کی جماعت سے خارج قرار دیتے ہیں۔ تو یہ عقیدہ یا تو وہ جاہل رکھتا ہوگا۔ جو خود اپنی جہالت سے بے خبر ہے۔ یا وہ بے دین آدمی جس کا مقصد نصف دین کو باطل کرنا ہے۔

چند ایک ناقص لوگوں نے چند احادیث یاد کر رکھی ہیں۔ اور احکام دین کو انہی میں منحصر سمجھتے ہیں۔ اور اپنے معلوم کے ماسوا دوسری چیزوں کی نفی کرتے ہیں۔ اور جو ان کے نزدیک ثابت نہیں ہے۔ اس کا انکار کرتے ہیں۔ ؎

؎ چوں آں کرمے کہ در سنگے نہاں است زمین و آسمان او ہماں است

ہزار افسوس ان کے خشک تعصب اور ان کی نظر فاسد پر کہ فقہ کے بانی ابوحنیفہ ہیں۔ اور لوگوں نے فقہ کا تین چوتھائی حصہ ان کے لئے مسلّم رکھا ہے۔ اور صرف باقی چوتھائی حصہ میں دوسرے فقہا ان کے شریک ہیں۔ اور فقہ میں

---

؎ اس کیڑے کی طرح جو کسی پتھر میں پوشیدہ ہے۔ اس کا زمین و آسمان وہی پتھر ہے۔

Marfat.com

صاحب خانہ وہ ہے۔ اور دوسرے سب اس کے عیال ہیں۔ باوجودیکہ میں مذہب حنفی کا پابند ہوں۔ لیکن مجھے امام شافعی سے گویا ذاتی محبت ہے۔ ان کو بزرگ سمجھتا ہوں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ بعض نفلی اعمال میں میں ان کے مذہب کی تقلید کرتا ہوں۔ لیکن کیا کروں۔ کہ دوسرے فقہاکو میں باوجود بے انتہا علم اور کمال تقوے کے امام ابوحنیفہ کے مقابلہ میں بچوں کی طرح دیکھتا ہوں۔ اور حقیقت معاملہ خدا تعالےٰ کے سپرد ہے۔

اب ہم اصل بات کی طرف آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ اوپر گزر چکا ہے۔ کہ جتہادی احکام میں اختلاف کرنا اگرچہ وہ اختلاف پیغمبرہی سے صادر کیوں نہ ہو۔ نسخ کو مستلزم نہیں ہے۔ برخلاف اس اختلاف کے جو کتاب و سنت کے احکام میں ہو۔ کہ وہ موجب نسخ ہے۔ جیساکہ اس کی تحقیق پہلے گزر چکی ہے۔ پس ثابت ہوا۔ کہ احکام شریعت کے اثبات میں اصل چیز کتاب و سنت ہے۔ اور مجتہدین کا قیاس اور امت کا اجماع بھی احکام کا مثبت ہے۔ ان چار شرعی دلائل کے سوا کوئی دلیل بھی احکام شرعیہ کی مثبت نہیں ہو سکتی۔ الہام حلت و حرمت کا مثبت نہیں ہے اور اہل باطن کا کشف فرض و سنت کا اثبات نہیں کر سکتا۔ ولایت خاصہ کے مالک اور عام مومن مجتہدین کی تقلید میں برابر ہیں۔ اور کشف اور الہام سے ان کو کوئی فضیلت نہیں مل سکتی۔ اور وہ تقلید کی زنجیر سے باہر نہیں نکل سکتے۔ ذوالنون مصری اور بایزید بسطامی اور جنید بغدادی اور شبلی احکام اجتہادیہ میں مجتہدین کی تقلید کرنے میں زید۔ عمرو بکر اور خالد کے ساتھ جو کہ عام مومنین میں سے ہیں۔ برابر ہیں۔

ہاں ان بزرگواروں کی فضیلت اور امور میں ہے۔ یہ لوگ اصحاب کشف و مشاہدہ ہیں۔ اور یہی لوگ تجلیات و ظہورات کے مالک ہیں۔ جو کہ محبوب حقیقی جل سلطانہ کی محبت کے غلبہ میں اس کے ماسوا سے تعلق توڑے ہوئے ہیں۔ اور غیر اور غیریت کو دیکھنے اور سمجھنے سے آزاد ہو چکے ہیں۔ اگر یہ کچھ حاصل رکھتے ہیں۔ تو وہی ان کا حاصل ہے۔ اور اگر واصل ہیں۔ تو اسی سے واصل ہیں۔ دنیا میں رہتے ہوئے بھی دنیا میں نہیں ہیں۔ اور باخود ہوتے ہوئے بھی بے خود ہیں اگر یہ زندہ ہیں۔ تو اسی کے لئے زندہ ہیں۔ اور اگر یہ مرتے ہیں۔ تو اسی کے لئے مرتے ہیں۔ ان کے بتدی غلبہ محبت کے ذریعہ سے مطلوب کو دنیا کے ہر ایک ذرہ کے آئینہ میں مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور ہر ذرہ کو اللہ تعالےٰ کے اسمائی وصفاتی تمام کمالات کا جامع سمجھتے ہیں۔ اور ان کے منتہیوں کا کیا نشان دیا جائے۔ کہ وہ بے نشان ہیں۔ ان کا پہلا قدم ماسوا کو فراموش کرنا ہے۔ اور ان کے دوسرے قدم کو کیا بیان کیا جائے۔ کیونکہ وہ آفاق و انفس سے باہر ہے۔ الہام ان کو ہوتے ہیں۔ اور کلام ان سے ہوتا ہے۔ اکابر حقیقت میں یہی لوگ ہیں۔ یہ علوم اور اسرار بلا واسطہ اصل سے اخذ کرتے ہیں۔ اور مجتہدین کی طرح کہ وہ اپنی رائے اور اجتہاد کے پابند ہوتے ہیں۔ یہ لوگ بھی معارف و مواجید میں اپنے الہام اور فراست کے تابع ہیں

حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ نے لکھا ہے۔ کہ علوم لدنی کے فیض دینے میں حضرت خضر کی روحانیت متوسط

Marfat.com

ہے۔ علیٰ نبینا وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین الصلوۃ والسلام۔ ظاہرا یہ بات ابتدا اور توسط کی نسبت معلوم ہوتی ہے اور منتہی کا معاملہ ہی دوسرا ہے۔ جیسا کہ صاف کشف اس کی شہادت دیتا ہے۔ اور اس کی تخصیص کا مؤید حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ کا وہ قول ہے۔ کہ ایک روز وہ منبر پر بیٹھ کر علوم اور معارف بیان کر رہے تھے کہ اس اثنا میں حضرت خضر کا گزر ہوا۔ تو شیخ نے فرمایا۔ "اے اسرائیلی! آ کلام محمدی سن"۔ شیخ کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت خضر محمدی نہیں ہیں۔ بلکہ پہلی امتوں میں سے ہیں۔ اور جب ایسا ہو تو محمدیوں کو ان سے کیا واسطہ؟

پس معلوم ہوا۔ کہ علوم اور معارف احکام شرعیہ کے علاوہ اور چیزیں ہیں۔ جن کے ساتھ اہل اللہ مخصوص ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ وہ معارف انہی احکام کا نتیجہ اور ثمرہ ہیں۔ اور درخت لگانے کا مقصد انہی ثمرات کا حصول ہے۔ لیکن جب تک درخت قائم ہے۔ ثمرات کی توقع ہے۔ اور جب اصل درخت میں خلل واقع ہوگا۔ تو پھل ختم ہو جائیں گے۔ بیوقوف ہے۔ وہ آدمی جو درخت کو تو کاٹے۔ اور پھلوں کی توقع رکھے۔ جس قدر درخت کی اچھی طرح پرورش کریں گے۔ اتنا ہی وہ پھل زیادہ دے گا۔ اور پھل اگرچہ مقصود ہے۔ لیکن پھر بھی وہ درخت کی فرع ہے۔ شریعت کی پابندی کرنے والے اور شریعت میں سستی کرنے والے کی یہی مثال سمجھ لیں۔ جو شریعت کی پابندی کرتا ہے۔ وہ صاحب معرفت ہے۔ جتنی پابندی زیادہ کرے گا۔ اتنی ہی معرفت زیادہ ہوگی۔ اور جو سستی کرنے والا ہے۔ وہ معرفت سے بے نصیب ہے۔ اور اگر بالفرض وہ اپنے فاسد گمان کی بنا پر کچھ رکھتا ہے۔ تو وہ استدراج ہے۔ کہ جوگی اور برہمن بھی اس میں شریک ہیں۔ ہر وہ حقیقت جس کو شریعت رد کر دے۔ وہ بیدینی اور الحاد ہے۔

پس جائز ہے۔ کہ خواص اہل اللہ۔ اللہ تعالیٰ کے افعال اور ذات و صفات کے معارف میں بعض اسرار و دقائق معلوم کریں۔ کہ ظاہر شریعت ان معارف سے خاموش ہو۔ اور حرکات و سکنات میں خداوند تعالیٰ کا اذن یا عدم اذن معلوم کریں۔ اور خدا تعالیٰ کی مرضی اور عدم کو جان لیں۔ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے۔ کہ بعض اوقات میں بعض نفلی عبادتوں کا ادا کرنا وہ ناپسندیدہ جانتے ہیں۔ اور ان کو ان کے چھوڑ دینے کا حکم ہوتا ہے۔ اور کبھی وہ سونے کو جاگنے سے بہتر سمجھتے ہیں۔ احکام شرعیہ اوقات پر مقرر ہیں۔ اور احکام الہامیہ ہر وقت ثابت ہیں۔ اور چونکہ ان بزرگواروں کی حرکات و سکنات خدا تعالیٰ کے اذن سے وابستہ ہیں۔ تو لازما دوسروں کے نوافل ان کے فرائض ہیں۔ مثلاً ایک کام ایک آدمی کی نسبت شریعت کا نفلی حکم ہے۔ اور وہی فعل کسی دوسرے کے لئے بطور الہام فرض ہے۔

پس دوسرے کبھی نوافل ادا کرتے ہیں۔ اور کبھی امور مباحہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اور یہ بزرگوار چونکہ کام کو خدا تعالیٰ کی اجازت اور حکم سے کرتے ہیں۔ تو وہ سب ان کے لئے فرض ہوتے ہیں۔ دوسروں کے مباح اور مستحب ان کے فرائض ہیں۔ اس لحاظ سے ان بزرگواروں کی بلندی مرتبہ معلوم کرنا چاہیئے۔ علماء ظاہر امور دین میں قلبی اخبار کو صرف انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے ساتھ مخصوص سمجھتے ہیں۔ اور دوسروں کی ان اخبار میں شرکت

Marfat.com

جائز نہیں سمجھتے۔اور یہ بات وراثت کے منافی ہے۔اور بہت سے علوم اور معارف صحیحہ کی نفی ہے۔جو کہ دین متین کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ہاں شرعی احکام ادلہ اربعہ سے وابستہ ہیں۔کہ الہام کو ان میں کوئی دخل نہیں ہے۔

لیکن امور دینیہ احکام شرعیہ کے علاوہ اور بھی بہت سے ہیں۔کہ جن میں پانچواں اصل الہام ہے۔بلکہ کہنا چاہیئے۔کہ تیسرا اصل الہام ہے۔کتاب وسنت کے بعد یہ اصل قیامت تک قائم ہے۔پس دوسروں کو ان بزرگوں سے کیا نسبت ؟ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے۔کہ دوسرے لوگ بعض اوقات میں عبادت کرتے ہیں۔اور وہ عبادت ناپسندیدہ ہوتی ہے۔اور یہ بزرگوار بعض حالات میں عبادت چھوڑ دیتے ہیں۔اور وہ چھوڑ دینا پسندیدہ ہوتا ہے تو حق جل وعلا کے نزدیک ان کا ترک دوسروں کے فعل سے بہتر ہے۔اور عوام اس کے برخلاف حکم کرتے ہیں۔اس کو عابد سمجھتے ہیں۔اور اس کو مکار اور فریبی۔

**سوال**:۔جب دین کتاب وسنت سے مکمل ہو چکا۔تو مکمل ہونے کے بعد الہام کی کیا ضرورت پڑی۔اور کیا نقصان رہ گیا تھا۔جو کہ الہام سے پورا ہوا۔

**جواب**:۔الہام دین کے مخفی کمالات کا مظہر ہے۔نہ کہ کمالات زائدہ کا مثبت۔جیسا کہ اجتہاد احکام کا مظہر ہے اسی طرح الہام دقائق واسرار کا مظہر ہے۔کہ اکثر لوگوں کا فہم اس کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ہر چند کہ اجتہاد اور الہام میں فرق واضح ہے۔کہ اس کا دار ومدار رائے پر ہے۔اور اس کا دار و مدار خداوند تعالےٰ کی ذات پر ہے۔پس الہام میں ایک قسم کی اصلیت پیدا ہو گئی۔جو اجتہاد میں نہیں تھی۔الہام کی مثال نبی کی مثال کی طرح ہے۔جو کہ سنت کا ماخذ ہے۔جیسا کہ اوپر گزر چکا۔اگرچہ الہام ظنی ہے۔اور اعلام قطعی۔اے ہمارے رب ہمیں اپنی جناب سے رحمت عنایت فرما۔اور ہمارے کام میں بھلائی پیدا کر۔اور سلام اس پر ہو۔جو ہدایت کی پیروی کرے۔

# مکتوب نمبر ۵۶

مولانا عبدالقادر انبالی کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ عارف کا معاملہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے۔کہ دوسروں کی برائیاں اس کے حق میں نیکی کا حکم پیدا کر لیتی ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔"یہ وہ لوگ ہیں۔کہ اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیتا ہے۔" درویش کا

Marfat.com

معاملہ اللہ سبحانہ وتعالےٰ کی عنایت اور اس کے حبیب علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام کی طفیل اس حد تک پہنچ جاتا ہے۔کہ دوسروں کی برائیاں اس کے حق میں نیکیاں بن جاتی ہیں۔ اور دوسروں کے رذائل ان کے لئے اوصاف حمیدہ ہو جاتے ہیں۔ مثلاً ریا اور سُمعہ جوکہ برائیوں سے ہیں۔ اور اوصاف رذائل میں شمار ہوتے ہیں۔ اس کے حق میں وہ حسن پیدا کرتے ہیں۔ اور شکر کا حکم اختیار کرتے ہیں۔

اس لئے کہ درویش ہر قسم کی عظمت وکبریائی کو اپنے آپ سے مسلوب کر کے خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور ہر قسم کے حسن وجمال اور خیر وکمال کو اپنے آپ سے دور کرکے خدا تعالیٰ کی طرف مخصوص کر دیتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو سوائے برائی اور نقص کے اور کچھ بھی نہیں سمجھتے۔ اور اپنے اندر ذلت وافتقار اور انکساری کے سوا کچھ بھی نہیں دیکھتے۔ اور اگر بالفرض عظمت اور کبریائی کے افراد میں سے کوئی فرد بظاہر ان کی طرف متوجہ ہو تو وہ اس کو اپنے لئے زینہ پائے گا۔ کہ اس کے راہ سے اوپر کی طرف چڑھتا جائے گا۔ یہاں تک کہ اس ذات پاک تک پہنچ جائے گا۔ جو عظمت وکبریائی کے لائق ہے۔ اور حسن وجمال اور خیر وکمال کا بھی یہی حال ہے۔ کہ انہیں سے اس کا حصہ صرف زینہ بننے کا ہے۔ باقی امانتیں امانتوں کے مالکوں کی طرف راجع ہیں۔

پس ریا اور سمعہ کی صورت میں اس کا مقصود اپنی شہرت وفخر اور رفعت وعظمت نہیں ہے۔ بلکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نعمت کا اظہار اور اس کے احسان کی اطلاع ہے۔ جو کہ اس کی نسبت واقع ہوا ہے۔ پس اس صورت میں ریا اور سمعہ عین حمد وشکر حق سبحانہ وتعالےٰ ہوگا۔ کہ اب وہ رذالت سے نکل کر محامد میں شامل ہو گئے اور اسی پر تمام صفات کو قیاس کر لو۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ جن کی برائیوں کو اللہ تعالےٰ نیکیوں سے بدل دیتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ والسلام

# مکتوب نمبر ۵

ملا غازی نائب کی طرف صادر فرمایا۔

(اس بیان میں کہ حق جلا وعلا کا ذکر خیر البشر علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام پر درود بھیجنے سے بہتر ہے لیکن وہ ذکر جو کہ قبولیت کے لائق ہو۔ یا وہ ذکر جو طالب اپنے شیخ مقتدا سے حاصل کرے۔ اور اس کے متعلقات)

کچھ مدت تک میں خیر البشر علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام پر درود بھیجنے میں مشغول رہا۔ اور میں کئی ایک قسم

Marfat.com

کے درود پڑھا کرتا تھا۔ اور دنیوی ثمرات اور نتائج اس پر مرتب ہوتے محسوس کرتا۔ اور مجھے ولایت خاصہ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے دقائق اور اسرار کھلتے معلوم ہوتے۔ جب کچھ مدت اس عمل پر گزر گئی۔ تو اتفاقاً اس التزام میں سستی پیدا ہونے لگی۔ اس میں مشغول ہونے کی توفیق زائل ہو گئی۔ اور وقتی درود پر (یعنی نماز میں) آ کر معاملہ رک گیا۔ اس وقت مجھے یہ پسند آتا۔ کہ تسبیح اور تقدیس اور تہلیل کا شغل اختیار کروں۔ میں نے دل میں کہا: کہ اس معاملہ میں ضرور کوئی نہ کوئی حکمت ہو گی۔ دیکھیں کیا ظاہر ہوتا ہے۔

آخر اللہ تعالیٰ کی عنایت سے معلوم ہوا کہ اس وقت ذکر کرنا درود بھیجنے سے زیادہ بہتر ہے۔ درود پڑھنے والے کے لئے بھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی۔ اور اس کی دو وجہ ہیں۔ ایک یہ ہے۔ کہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ جس کو میرے ذکر نے مجھ سے مانگنے سے روک دیا۔ میں اس کو سوال کرنے والوں کی بہ نسبت زیادہ دوں گا۔ اور دوسری وجہ یہ ہے۔ کہ چونکہ ذکر پیغمبر علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام سے ماخوذ ہے تو اس ذکر کا ثواب جس طرح ذاکر کو پہنچتا ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پہنچتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جس نے کوئی اچھا طریقہ رائج کیا۔ تو اس کو اپنا اجر بھی ملے گا۔ اور جو اس پر عمل کریں گے۔ ان کے برابر بھی اجر ملے گا۔

اور یہی حال ہر نیک عمل کا ہے۔ جو کہ امتوں سے وجود میں آتے ہیں۔ اس عمل کا اجر جس طرح عامل کو پہنچتا ہے پیغمبر کو بھی پہنچتا ہے۔ جو کہ اس عمل کو مقرر کرنے والا ہے۔ عمل کرنے والے کے اجر میں سے کوئی چیز کم بھی نہیں ہوتی۔ اور یہ ضروری نہیں ہے۔ کہ عمل کرنے والا پیغمبر کی نیت سے عمل کرے۔ کیونکہ وہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کی عطا ہے۔ عمل کرنیوالے کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔ ہاں اگر عمل کرنے والے سے پیغمبر کی نیت بھی وجود میں آئے۔ تو یہ عمل کرنیوالے کے لئے زیادتی اجر کا باعث ہو گا۔ اور یہ زیادتی پیغمبر کی طرف بھی عائد ہو گی۔ اور یہ اللہ کا احسان ہے۔ جس پر چاہے کرے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

اور اس میں شک نہیں ہے۔ کہ ذکر کا اصلی مقصود اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی یاد ہے۔ اور اجر کی طلب اس کی طفیلی ہے۔ اور درود میں اصل مقصود حاجت کی طلب ہے۔ اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ پس وہ فیوض جو کہ ذکر کی راہ سے پیغمبر تک پہنچتے ہیں۔ وہ ان برکات سے کئی گناہ زیادہ ہوتے ہیں۔ جو کہ درود کی راہ سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتے ہیں۔

یہ جان لینا چاہیئے۔ کہ ہر ذکر کا یہ مرتبہ نہیں ہے۔ وہ ذکر جو قبولیت کے لائق ہو۔ وہ اس بزرگی کے لئے مخصوص ہے۔ اور جو ذکر اس طرح کا نہ ہو۔ درود کو اس پر فضیلت ہے۔ اور درود سے برکات کے پہنچنے کی زیادہ توقع ہے۔ لیکن وہ ذکر جو طالب اپنے شیخ کامل مکمل سے حاصل کرے۔ اور طریقہ کی شرائط کے مطابق اس پر مداومت کرے۔ وہ درود بھیجنے

Marfat.com

سے زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ یہ ذکر اس ذکر کا وسیلہ ہے۔ جب تک یہ ذکر نہ کرے گا۔ اس ذکر تک نہ پہنچ سکے گا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ مشائخ طریقت قدس اللہ اسرارہم بلندی کے لیے سوائے ذکر کرنے کے اور کچھ تجویز نہیں کرتے اس کو صرف فرائض اور سنن کی ادائیگی کا حکم دیتے ہیں۔ اور نفلی امور سے منع کرتے ہیں۔

اس بیان سے ظاہر ہوا۔ کہ امت کا کوئی فرد بھی خواہ وہ کمالات میں کتنے ہی بلند مقام پر پہنچ چکا ہو۔ اپنے پیغمبر کے ساتھ برابر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ تمام کمالات جو اسے حاصل ہوتے ہیں۔ اس پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کی متابعت سے حاصل ہوتے ہیں۔ پس یہ تمام کمالات اس پیغمبر کو بھی حاصل ہیں۔ اور دوسرے پیروکاروں کے کمالات بھی علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اور اسی طرح وہ فرد کامل کسی پیغمبر کے بھی مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ اگرچہ اس پیغمبر کی کسی نے بھی پیروی نہ کی ہو۔ اور اس کی دعوت کو قبول نہ کیا ہو۔ کیونکہ ہر پیغمبر بالاصل صاحب دعوت ہے۔ اور تبلیغ شریعت کا مامور اور امتوں کا انکار دعوت و تبلیغ میں کوئی قصور پیدا نہیں کرتا۔ اور یہ تو بالکل ظاہر ہے۔ کہ کوئی کمال بھی دعوت و تبلیغ کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا۔[1] اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں میں زیادہ بندے سب سے زیادہ پیارے ہیں۔ جو بندوں کی نگاہ میں اللہ تعالیٰ کو اور اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں بندوں کو محبوب بنادیں۔ اور وہ دعوت دینے والے اور مبلغ لوگ ہیں"

---

[1] آج کل دعوت و تبلیغ اسلام کی اہمیت اہل اسلام کے ذہن سے نکل چکی ہے۔ ان امور کی طرف زیادہ توجہ مبذول ہو چکی ہے۔ جو زیادہ سے زیادہ نفل اور مستحب کا درجہ رکھتے ہیں۔ عوام اہل سنت کی اس بے حسی سے گمراہ فرقوں کے مبلغین بھرپور فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اور لوگوں کو اپنی چرب زبانی اور ملمع سازی سے بدراہ کر رہے ہیں۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے یہاں دعوت و تبلیغ کی عظمت و فضیلت بیان کر کے واضح فرمایا ہے۔ کہ بزرگان دین نے ہمیشہ اس پہلو پر خاص زور دیا ہے۔ اہل اللہ نے تبلیغی مشن کے تحت دور دراز کے سفر طے کیے ہیں۔ اور طرح طرح کی صعوبتیں برداشت کیں۔ موجودہ وقت کا شدید تقاضا ہے۔ کہ دینی احساس رکھنے والے اہل سنت اس فریضے کی ادائیگی کی طرف خاص توجہ کریں۔ قرآن مجید، احادیث نبویہ اور سلف صالحین کے ارشادات دعوت و تبلیغ کی ضرورت و فضیلت سے بھرے پڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا کرے۔

Marfat.com

آپ نے سنا ہوگا۔ کہ حدیث میں آیا ہے۔ کہ کل قیامت کے روز علما۔ کی سیاہی کو شہداء فی سبیل اللہ کے خون سے وزن کریں گے۔ اور اس سیاہی کا وزن شہیدوں کے خون سے بڑھ جائے گا"۔ اور امتوں کو یہ دولت میسر نہیں ہے۔ جو کچھ بھی ان کو ملا ہے۔ وہ طفیلی اور ضمنی ہے۔ اصل بہرحال اصل ہے۔ اور فرع اصل سے مستنبط ہے۔ اس جگہ سے اس امت کے مبلّغین اور حق کی دعوت دینے والوں کی بزرگی معلوم کرنی چاہیے۔ ہر چند کہ دعوت اور تبلیغ کے مختلف مدارج ہیں۔ اور داعی اور مبلّغ مختلف درجے رکھتے ہیں۔ علماء ظاہری تبلیغ سے مخصوص ہیں۔ اور صوفیاء باطن کا اہتمام رکھتے ہیں۔ اور جو عالم اور صوفی ہے۔ وہ کبریت احمر ہے۔ اور ظاہری اور باطنی دعوت و تبلیغ کے لائق ہے۔ اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نائب اور وارث ہے۔

بعض علماء نے اس امت کے محدّثین کو جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی تبلیغ کرتے ہیں۔ اس امت میں سے افضل ترین تسلیم کیا ہے۔ اگر مطلقاً افضل سمجھتے ہیں۔ تو اس میں تردّد ہے۔ اور اگر ظاہری مبلّغین کی نسبت کہتے ہیں۔ تو اس کی گنجائش ہے۔ مطلق فضیلت جامع مبلّغ کے لیے ہے۔ جو ظاہری تبلیغ بھی کرے۔ اور باطنی بھی۔ اور ظاہری دعوت بھی دے۔ اور باطنی بھی۔ کیونکہ مطلقاً افضل قرار دینے میں قصور ہے۔ اس نکتہ کو سمجھ۔ اور قاصرین میں سے نہ ہو۔ ہاں ظاہر ہر چند کہ عمدہ ہے۔ نجات کا دارو مدار اسی پر ہے۔ اور کثیر البرکت اور عموم المنفعت ہے لیکن اس کا کمال باطن سے وابستہ ہے۔ بغیر باطن کے ظاہر ناتمام ہے۔ اور بغیر ظاہر کے باطن بدانجام ہے۔ جو باطن کو ظاہر سے جمع کرے۔ وہ کبریت احمر ہے۔ اے ہمارے رب ہمارے نور کو پورا کر۔ اور ہمیں بخش دے۔ تو یقیناً ہر چیز پر قادر ہے۔ اور سلام اس پر ہو۔ جو ہدایت کی پیروی کرے۔

# مکتوب نمبر ۵۸

خواجہ محمد تقی کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ انہوں نے عالم مثال کے متعلق دریافت کیا تھا۔ اور اس جماعت کا رد جو تناسخ کی قائل ہے۔ اور اس جماعت کا رد جو روح کے منتقل ہونے کی قائل ہے۔ اور کمون اور بروز اور انکے متعلقات کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهِ الطَّاهِرِيْنَ۔

Marfat.com

آپ کے اس گرامی نامہ کے مطالعہ سے مشرف ہوا۔ جو آپ نے بلندی فطرت اور حسن نشاط سے تحریر فرمایا تھا
آپ نے لکھا ہے۔ کہ شیخ محی الدین ابن العربی قدس سرہ نے فتوحات مکیہ میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے ایک لاکھ آدم پیدا کیئے اور ایک حکایت بھی نقل کی ہے۔ کہ عالم
مثال کے بعض مکاشفات میں جب کہ میں کعبہ معظمہ کا طواف کر رہا تھا۔ ایسا ظاہر ہوا۔ کہ میرے ساتھ ایک ایسی جماعت طواف
کر رہی ہے۔ جن کو میں نہیں جانتا۔ انہوں نے طواف کے دوران میں دو عربی شعر پڑھے۔ جن میں سے ایک یہ ہے۔ ؎

لَقَدْ طُفْنَا كَمَا طُفْتُمْ سِنِيْنَا ۔۔۔ بِهٰذَا الْبَيْتِ طُرًّا اَجْمَعِيْنَا

میں نے جب یہ شعر سنا۔ تو میرے دل میں خیال آیا۔ کہ یہ سب عالم مثال کے ابدال ہیں اور اس خیال کے آتے
ہی ان میں سے ایک نے میری طرف نگاہ کی۔ اور کہا "میں تمہارے آباؤ اجداد میں سے ہوں"۔ میں نے پوچھا "آپ
کو فوت ہوئے کتنے سال گزر چکے ہیں۔ تو کہنے لگا۔ "چالیس ہزار سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے"۔ میں نے تعجب
سے کہا۔ کہ "ابو البشر علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی شروع پیدائش سے لے کر اس وقت تک سات ہزار سال
تو پورے نہیں ہوئے"۔ تو کہنے لگے "تم کس آدم کی بات کرتے ہو۔ ہم یہ آدم تو وہ ہیں۔ جو اس سات ہزار سال کے دور
کی ابتدا میں پیدا ہوئے ہیں"۔ تو شیخ نے فرمایا۔ اس وقت وہ حدیث نبوی علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام جو پہلے تحریر ہو
چکی ہے۔ میرے دل میں گزری۔ جو اس قول کی تائید کرتی ہے۔

مخدوم مکرم! خداوند تعالیٰ کی عنایت سے اس مسئلہ کے متعلق جو کچھ اس فقیر پر ظاہر ہوا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ وہ تمام
آدم جو حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے وجود سے پہلے گزرے ہیں۔ ان سب کا وجود عالم مثال میں تھا۔
نہ کہ عالم شہادت میں موجود ہوئے ہیں۔ جنہوں نے زمین میں خلافت پائی ہے۔ اور مسجود ملائکہ ٹھہرے ہیں۔ اللہ سبحانہ
تعالیٰ کی رحمتیں اور تسلیمات ہمارے نبی اور ان سب پر ہوں۔

خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ چونکہ یہ آدم جامعیت کی صفت پر پیدا ہوئے ہیں۔ اور اپنی حقیقت میں بہت سے لطائف
اور اوصاف رکھتے ہیں۔ یہ اپنے وجود سے پہلے ایجاد خداوندی جل سلطانہ سے بہت مدت پہلے دراز تک اپنے لطائف
اور اوصاف میں سے کسی ایک لطیفہ یا ایک صفت سے عالم مثال میں موجود ہوئے ہیں۔ اور آدم کی صورت میں ظاہر ہوئے
ہیں۔ اور انہی کے نام سے موسوم ہوئے ہیں۔ اور جس آدم کا انتظار تھا۔ وہ اسی آدم سے وقوع میں آیا ہے۔ یہاں
تک کہ وہ توالد و تناسل جو اس عالم مثال کے مناسب تھا۔ وہ بھی ظہور میں آیا۔ اور ظاہری اور باطنی کمالات جو اس عالم
کے مناسب تھے۔ وہ بھی حاصل کئے اور عذاب و ثواب کا مستحق ہوا۔ بلکہ اسی کے لئے قیامت قائم ہوئی۔ اور جنتی
جنت میں اور دوزخی دوزخ میں چلے گئے۔

اور پھر کسی وقت میں اللہ سبحانہ وتعالےٰ کی مشیت سے اسی عالم مثال میں آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام

Marfat.com

اپنی کسی اور صفت اور لطیفہ کے ساتھ ظاہر ہوئے۔ اور وہی کوائف جو ظہور ازل سے وجود میں آئے تھے۔ ظہور ثانی میں بھی وجود میں آئے اور جب یہ دور بھی ختم ہوا۔ تو آپ کی صفات اور لطائف میں سے تیسرے ظہور میں کوئی اور صفت اور لطیفہ حاصل ہوا۔ اور جب اس ظہور نے بھی اپنا دور ختم کیا۔ تو چوتھا ظہور حاصل ہوا۔ اور جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ اسی طرح سلسلہ چلتا رہا۔

پھر جب ظہورات مثالیہ کے وہ تمام دور جو کہ اس کی صفات اور لطائف سے تعلق رکھتے تھے۔ پورے ہو گئے تو بالآخر وہ نسخہ جامعہ ایجاد خداوندی جل سلطانہ سے عالم شہادت میں وجود میں آگیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے معزز و محترم ہوا۔ اگر ایک لاکھ آدم بھی ہوں۔ تو وہ اسی آدم کے اجزاء ہیں۔ اسی آدم کے ہاتھ پاؤں ہیں۔ اور اسی کے وجود کے مبادی و مقدمات ہیں۔ اور شیخ بزرگوار کے وہ دادا جن کو چالیس ہزار سال سے زیادہ عرصہ فوت ہوئے گزر چکا ہے۔ وہ عالم مثال میں شیخ بزرگوار کے دادا کا کوئی لطیفہ تھے۔ جو کہ عالم شہادت میں موجود ہوئے۔ اور بیت اللہ شریف کے وہ طواف جو انہوں نے کیے۔ وہ بھی عالم مثال میں کیے۔ کیونکہ کعبہ معظمہ کی بھی عالم مثال میں ایک شبیہ اور صورت تھی۔ جو اس عالم مثال کا قبلہ تھی۔

اس فقیر نے اب مسئلہ میں دور دور تک نظر دوڑائی ہے۔ اور بہت غور کیا ہے۔ عالم شہادت میں کوئی دوسرا آدم نظر نہیں آیا۔ اور عالم مثال کی اعجوبہ کاریوں کے سوا اور کوئی چیز نہ مل سکی۔ اور وہ جو مثالی جسم نے کہا۔ کہ میں تمہارے آباؤ اجداد سے ہوں۔ اور مجھے فوت ہوئے چالیس ہزار سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے۔ یہ اس بات پر سب سے بڑی دلیل ہے کہ اس آدم سے پہلے کئی ایک آدم گزر چکے ہیں۔ جو اس آدم کے صفات اور لطائف تھے۔ یہ نہیں کہ وہ علیحدہ پیدائش رکھتے تھے۔ اور اس آدم سے الگ تھے۔ کیونکہ جو الگ ہے۔ اس کی اس آدم سے کیا نسبت ہے اور وہ شیخ کا دادا کیوں ہونے لگا۔ اور عالم شہادت کے آدم کی پیدائش کو تو ابھی سات ہزار سال بھی پورے نہیں ہوئے۔ چالیس ہزار سال کی کہاں گنجائش ہے۔؟

اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے۔ اس حکایت سے تناسخ کو درست سمجھتے ہیں۔ اور قریب ہے کہ کائنات کے قدیم ہونے کے قائل ہوں۔ اور قیامت کبریٰ سے انکار کر دیں۔ اور بعض بے دین لوگوں نے جنہوں نے بزعم باطل خویش شیخی کی مسند حاصل کر رکھی ہے۔ تناسخ کے جواز کا حکم کرتے ہیں۔ اور یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ جب تک نفس اپنے کمال تک نہ پہنچے۔ اسے مختلف ابدان تبدیل کرنے سے چارہ نہیں ہے۔ اور کہتے ہیں۔ کہ جب نفس اپنے کمال تک پہنچ جاتا ہے۔ تو مختلف جسموں کے تبدیل کرنے سے بلکہ بدن کے تعلق ہی سے آزاد ہو جاتا ہے اور اس کی پیدائش کا مقصود جو کہ اس کا کمال تک پہنچنا ہے۔ حاصل ہو جاتا ہے۔

اور یہ بات صاف کفر ہے۔ اور ان چیزوں کا انکار ہے۔ جو دین سے بہ تواتر ثابت ہیں۔ جب بالآخر تمام نفوس اپنی

Marfat.com

حد کمال کو پہنچ جاتے ہیں۔ تو دوزخ کس کے لئے ہے۔ اور سزا کسے ملے گی۔ دوزخ کا انکار ہے۔ اور آخرت کے عذاب کا انکار ہے۔ کیونکہ ان کے خیال کے مطابق نفس کو کسی جسم کی ضرورت ہی نہیں رہی۔ جو کہ اس کے کمالات کا آلہ ہے۔ کہ وہ کسی جسم سے دوبارہ جی اُٹھے۔ اس جماعت کا عقیدہ فلاسفہ کے عقیدہ سے مطابقت رکھتا ہے۔ کہ وہ بھی اجسام کے حشر کا انکار کرتے ہیں۔ اور ثواب و عذاب کو روحانی سمجھتے ہیں۔ بلکہ ان کا عقیدہ فلاسفہ کے عقیدہ سے بھی بدتر ہے۔ کیونکہ وہ تناسخ کا رد کرتے ہیں۔ اور عذاب روحانی کے قائل ہیں۔ اور یہ لوگ تناسخ کا اثبات بھی کرتے ہیں۔ اور ان کے نزدیک عذاب صرف دنیا کا عذاب ہے۔ جس کا وہ تہذیب نفوس کے لئے اثبات کرتے ہیں۔

سوال:۔ حضرت علی امیر المومنین رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے اولیاء اللہ سے بھی منقول ہے۔ کہ ان سے بعض نادر افعال اور عجیب و غریب افعال ان کے وجود عنصری کے ساتھ عالم شہادت میں آنے سے بہت مدت پہلے وجود میں آئے۔ اگر یہ صحیح ہے۔ تو پھر یہ تناسخ کے بغیر کیسے ممکن ہے۔؟

**جواب**:۔ ان اعمال و افعال کا صدور ان بزرگوں کی ارواح سے ہوا ہے۔ جو کہ اللہ سبحانہ و تعالےٰ کی مشیت سے مختلف اجساد سے متجسد ہو کر ان افعال عجیبہ کے مصدر و مورد بنے۔ ان کا کوئی دوسرا جسم نہیں ہے۔ جس سے وہ تعلق رکھیں۔ تناسخ یہ ہے۔ کہ روح اس جسم کے تعلق سے پہلے کسی اور چیز سے تعلق رکھتی ہو۔ جو کہ اس روح سے الگ ہو۔ اور جب روح خود ہی کوئی جسم اختیار کرے۔ تو یہ تناسخ کیسے ہوا۔ جن مختلف شکلیں اختیار کرتے ہیں۔ اور ان سے عجیب و غریب اعمال جو کہ ان اشکال اور اجساد سے مناسبت رکھتے ہیں۔ وقوع میں آتے ہیں۔ اور پھر بھی کوئی تناسخ اور کوئی حلول نہیں ہے۔ جنوں کو اللہ سبحانہ و تعالےٰ نے یہ طاقت دے رکھی ہے۔ کہ وہ مختلف شکلیں اختیار کر کے عجیب و غریب اعمال کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اگر کاملین کی ارواح کو بھی اللہ تعالےٰ یہ طاقت دے دیں۔ تو تعجب کا کیا مقام ہے۔ اور دوسرے بدن کی کیا ضرورت ہے۔؟

اور اسی قسم کے وہ واقعات ہیں۔ جو بعض اولیاء اللہ سے نقل کرتے ہیں۔ کہ ایک ہی وقت میں وہ کئی ایک مقام پر حاضر ہوتے ہیں۔ اور ان سے مختلف افعال وقوع میں آتے ہیں۔ اس جگہ بھی ان کے لطائف مختلف اجسام اور مختلف اشکال اختیار کرتے ہیں۔ اور اسی طرح کے وہ واقعات ہیں۔ کہ مثلاً کوئی عزیز ہندوستان میں اپنی رہائش رکھتا ہے۔ اور اس جگہ سے کبھی باہر نہیں گیا۔ ایک جماعت مکہ معظمہ سے آئی ہے۔ اور کہتی ہے۔ کہ ہم نے اس عزیز کو حرم کعبہ میں دیکھا ہے۔ اور اس اس طرح کے واقعات ہمارے اور ان کے درمیان گزرے ہیں۔ اور کچھ لوگ بیان کرتے ہیں۔ کہ ہم نے اس کو روم میں دیکھا ہے۔ اور ایک دوسری جماعت نے اس کو بغداد میں دیکھا ہے۔ یہ سب کچھ اس عزیز کے لطائف کی شکلیں ہیں۔ جو مختلف اشکال میں ظاہر ہوتی ہیں۔

اور کبھی ایسا ہوتا ہے۔ کہ اس عزیز کو ان تشکلات کی اطلاع بھی نہیں ہوتی۔ لہٰذا اس جماعت کے جواب میں

Marfat.com

کبھی وہ کہتا ہے۔ کہ یہ سب کچھ مجھ پر الزام ہے۔ میں تو اپنے گھر سے باہر ہی نہیں نکلا۔ نہ کبھی میں نے حرم کعبہ دیکھا ہے۔ اور نہ ہی روم اور بغداد کو پہچانتا ہوں۔ اور میں نہیں جانتا۔ کہ تم کون لوگ ہو۔ اور اسی طرح حاجتمند لوگ اولیاء اللہ سے زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی مخاوف و مہالک میں امداد طلب کرتے ہیں۔ اور دیکھتے ہیں۔ کہ ان اولیاء کی صورتیں حاضر ہو جاتی ہیں۔ اور ان مصائب کو دور کر دیتی ہیں۔ اور پھر ان اولیاء اللہ کو بھی کبھی اس کی اطلاع ہوتی ہے۔ اور کبھی نہیں ہوتی۔ سه

از بادۂ شما بہانہ بر ساختہ اند [1]

اور یہ بھی ان عزیزوں کے لطائف کا تشکل ہے۔ اور یہ تشکل کبھی عالم شہادت میں ہوتا ہے اور کبھی عالم مثال میں چنانچہ ایک ہی رات میں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہزاروں لوگ مختلف صورتوں میں خواب دیکھتے ہیں۔ اور ان سے استفادہ کرتے ہیں۔ اور بھی آنحضرت کے مقامات و لطائف کی مختلف مثالی شکلیں اور اسی طرح پیر کی مثالی صورتوں سے مرید استفادہ کرتے ہیں۔ اور اپنی مشکلات حل کرتے ہیں پوشیدہ اور ظاہر ہو جانا جو بعض مشائخ نے کہا ہے۔ اس کا تناسخ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لئے کہ تناسخ میں نفس کا تعلق دوسرے بدن سے ثبوت حیات اور اس بدن کے حس و حرکت کے حصول کے لئے ہوتا ہے۔ اور بروز میں نفس کا تعلق دوسرے بدن سے اس غرض کے حصول کے لئے ہوتا ہے۔ اور بروز میں نفس کا تعلق دوسرے بدن سے اس غرض کے حصول کے لئے نہیں ہوتا۔ بلکہ اس سے مقصود اس بدن کے لئے کمالات کا حصول اور درجات تک وصول ہوتا ہے۔ جیسا کہ جن کسی انسان سے تعلق پیدا کرتا ہے۔ اور اس کے جسم میں ظاہر ہوتا ہے تو یہ تعلق اس آدمی کی زندگی کے لئے نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ تو اس تعلق سے پہلے بھی زندہ اور حساس اور متحرک ہے۔ اور وہ چیز جو اس تعلق سے اس میں تب پیدا ہوتی ہے۔ وہ اس جن کی حرکات و سکنات اور اس کی صفات کا ظہور ہوتی ہے۔

اور صحیح الاحوال مشائخ تو بروز اور کمون (ظاہر اور پوشیدہ ہو جانا) کے متعلق بھی زبان نہیں کھولتے۔ اور ناقصوں کو فتنہ اور مصیبت میں نہیں ڈالتے۔ اور اس فقیر کے نزدیک تو کمون اور بروز کی بھی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اگر کوئی کامل کسی ناقص کی تربیت کرنا چاہے تو وہ اس میں ظاہر ہونے کے بغیر بھی خداوند تعالیٰ کی قدرت سے اپنی صفات کاملہ اس ناقص مرید میں منعکس کر سکتا ہے۔ اور توجہ و التفات سے اس انعکاس کو ثبات اور استقرار بھی دے کر مرید ناقص کو کمال میں لے آتا ہے۔ اور اس کی بری صفات کو اچھی صفات سے تبدیل کر دیتا ہے۔ اور اس کے باوجود کمون ا بروز کا کوئی واسطہ درمیان میں نہیں ہوتا۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ جس پر چاہے کرے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

---

[1] یہ ہم اور تم پر الزام رکھ دیا گیا ہے۔

Marfat.com

اور بعض لوگ روح کے منتقل ہونے کے قائل ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ روح کو کمال حاصل ہونے کے بعد ایسی طاقت مل جاتی ہے۔ اگر وہ چاہے۔ تو اپنے بدن کو چھوڑ کر کسی دوسرے بدن میں داخل ہو سکتا ہے۔
بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک عزیز کو یہ کمال اور قدرت حاصل تھی۔ اس کی ہمسائیگی میں ایک جوان آدمی فوت ہو گیا۔ تو اس عزیز نے اپنے بدن کو جو کہ بڑھاپے تک پہنچ چکا تھا۔ چھوڑ دیا اور اس جوان کے بدن میں داخل ہو گیا۔ یہانتک کہ پہلا جسم مر گیا۔ اور اسکا دوسرا جسم زندہ ہو گیا۔ تو یہ قول بھی تناسخ کو مستلزم ہے۔ کہ دوسرے بدن سے تعلق اس بدن کی زندگی کے لئے ہے۔ بس فرق ہے تو صرف اتنا کہ تناسخ کا قائل نفس کے نقصان کا فیصلہ کرتا ہے۔ اور تناسخ کا اثبات اس نفس کی تکمیل کے لئے کرتا ہے۔ اور جو روح کے منتقل ہونے کا قائل ہے۔ وہ روح کو کامل سمجھتا ہے۔ اور روح کے کمال کے بعد منتقل ہونے کا اثبات کرتا ہے۔
اس فقیر کے نزدیک روح کے منتقل ہونے کا قول تناسخ کے قول سے بھی کم تر اور گرا ہوا ہے۔ کیونکہ وہ تناسخ کے قائل تکمیل نفس کے لئے ہوتے ہیں۔ اگرچہ یہ اعتبار بھی باطل ہے۔ اور روح کے منتقل ہونے کو حصول کمال کے بعد خیال کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ کوئی کمال نہیں ہے۔ جب ان لوگوں نے ابدان کی تبدیلی کمالات کے حصول کے لیے قرار دی ہے۔ تو کمال کے حاصل ہونے کے بعد دوسرے بدن میں منتقل ہونا کس لئے ہے۔ اہل کمال تماشائی نہیں ہیں۔ ان کی ہمت تو یہ ہے۔ کہ حصول کمال کے بعد ابدان سے فارغ ہوتے ہیں۔ نہ کہ دوسرے ابدان سے تعلق قائم کرتے ہیں کیونکہ جو کچھ بدن کے تعلق سے مقصود تھا۔ وہ تو حاصل ہو چکا۔
اور نیز یہ بھی ہے۔ کہ روح کے منتقل ہونے میں پہلے جسم کی موت اور دوسرے جسم کی زندگی ہے۔ تو پہلے بدن کو برزخ کے احکام کے حصول سے چارہ نہیں ہوگا۔ اور قبر کے عذاب و ثواب سے مفر نہ ہوگا۔ اور دوسرے بدن کو جب دوسری زندگی کا اثبات کرتے ہیں۔ تو اس کے حق میں حشر دنیا ہی میں ثابت ہو گیا۔ میں نہیں سمجھتا۔ کہ روح کے منتقل ہونے کا عقیدہ رکھنے والے اس کے عذاب و ثواب قبر کے قائل بھی ہوں۔ اور حشر و نشر کا اعتقاد رکھتے ہوں۔
افسوس ہزار افسوس۔ کہ اس قسم کے جھوٹے لوگ اپنے آپ کو شیخی کی مسند کے لائق سمجھتے ہیں۔ اور مسلمانوں کے مقتدا بنے ہوئے ہیں۔ یہ خود بھی گمراہ ہیں۔ اور لوگوں کو بھی گمراہ کر رہے ہیں۔

| | |
|---|---|
| رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمُ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ۔ | اے اللہ بحرمت سید المرسلین علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات ہمارے دلوں کو ہدایت دینے کے بعد ٹیڑھا نہ کر دے۔ اور اپنی جناب سے رحمت عنایت فرما۔ یقیناً تو ہی عنایت کرنے والا ہے۔ |

Marfat.com

# ذیلی بحث

(بعض ان علوم و معارف کے بیان میں۔ جو کہ عالم مثال سے تعلق رکھتے ہیں۔)

جاننا چاہیئے۔ کہ عالم مثال تمام عوالم سے فراخ تر ہے۔ جو کچھ بھی تمام عوالم میں ہے۔ اس کی صورت عالم مثال میں موجود ہے۔ معقولات و معانی بھی اس عالم میں صورت رکھتے ہیں۔ اہل علم نے کہا ہے۔ کہ اللہ سبحانہ و تعالے کی کوئی مثل نہیں ہے۔ لیکن مثال ہے۔ وَ لِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی (اور اللہ تعالے کے لئے بلند مثال ہے۔) اس فقیر نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے۔ کہ تنزیہ خالص کے مرتبہ میں جس طرح مثل نہیں ہے۔ مثال بھی نہیں ہے۔ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰہِ الْاَمْثَالَ (اللہ تعالے کے لئے مثال نہ بیان کرو۔) اور عالم صغیر میں عالم مثال کا نمونہ خیال ہے۔ کہ خیال میں تمام اشیا کی صورتیں منصور ہیں۔ سالک کے مقامات و احوال کی کیفیتوں کو خیال ہی متصور کرکے دکھاتا ہے۔ اور اہل علم سے بنا دیتا ہے۔ اور اگر خیال نہ ہو۔ یا وہ کوتاہی کرے۔ تو جہل لازم آئے گا۔ اسی لئے کہتے ہیں۔ کہ مرتبہ ظلال کے اوپر جہل و حیرت ہے۔ کیونکہ خیال کی دوڑ دھوپ تو صرف مراتب ظلال تک ہے۔ جس جگہ ظل (سایہ) نہ ہوگا۔ وہاں خیال کی بھی گنجائش نہیں ہے۔ اور جب صورت تنزیہی عالم مثال میں نہ ہوگی۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ تو خیال میں بھی جو کہ عالم مثال کا پرتو ہے۔ کس طرح صورت تنزیہی متصور ہو سکتی ہے۔ تو لازمی چیز ہے۔ کہ اس جگہ سوائے جہالت اور حیرت کے کچھ نہ ہوگا۔ اور جس جگہ علم نہیں ہوتا۔ وہاں گفتگو بھی نہیں ہوتی۔ (جس نے اللہ کو پہچان لیا۔ اس کی زبان گنگ ہو گئی) اس کا نشان ہے۔ اور جس جگہ علم ہوگا۔ وہاں گفتگو بھی ہوگی۔ (جس نے اللہ کو پہچان لیا اس کی زبان لمبی ہو گئی۔) اس کا بیان ہے۔

پس زبان کی درازی ظلال میں ہوتی ہے۔ اور ظلال کے مراتب سے اوپر زبان گنگ ہو جاتی ہے۔ خواہ وہ فعل ہو یا صفت۔ اسم ہو یا مسمی پس جو کچھ بھی خیال نے تراشا ہے۔ وہ چونکہ ظلال ہے۔ اور علت سے معلول اور جعل مجعول ہے۔ اس کی حیثیت اس سے زیادہ نہیں ہے۔ کہ چونکہ وہ مطلوب کے آثار و علامات سے ہے۔ لہٰذا یقینی علم کا فائدہ دیتا ہے۔ عین الیقین اور حق الیقین ظلال اور خیال سے بہت اوپر ہیں۔

خیال کی تراشیدہ چیزوں سے اس وقت خلاصی میسر آتی ہے۔ جب کہ سیر انفسی کو بھی سیر آفاقی کی طرح پیچھے چھوڑ جائے۔ اور آفاق و انفس سے اوپر جولانی دکھانے لگے۔ یہ مقام اکثر اولیا۔ کو موت کے بعد میسر آتا ہے۔ جب تک زندگی رہتی ہے۔ خیال ان کا دامنگیر رہتا ہے۔ اور اکابر اولیا۔ میں سے بہت کم لوگوں کو یہ دولت اس دنیا میں میسر ہوتی ہے۔ وہ دنیوی زندگی کے باوجود خیال کے غلبہ کے تصرف سے باہر آجاتے ہیں۔ اور خیال کی تراش و خراش کے بغیر اپنے پہلو میں لے لیتے ہیں۔ اور اس وقت ان بزرگواروں کے حق میں تجلی ذاتی برقی۔ دائمی ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

اور عریان وصل پرتو ذات ہے۔

هَنِيْئًا لِاَرْبَابِ النَّعِيْمِ نَعِيْمُهَا وَلِلْعَاشِقِ الْمِسْكِيْنِ مَا يَتَجَرَّعُ

سوال :۔ کچھ لوگ اپنے مکاشفات اور خوابوں میں عالم مثال و خیال میں دیکھتے ہیں۔ کہ ہم بادشاہ بن گئے ہیں اور اپنے نوکروں چاکروں کا معائنہ کر رہے ہیں۔ اور ایسا بھی دیکھتے ہیں۔ کہ ہم قطب ہو چکے ہیں۔ اور تمام دنیا کی توجہ ہماری طرف ہے۔ اور بیداری اور ہوش کے عالم میں جو کہ عالم شہادت میں ہے۔ان کمالات میں سے کوئی بھی ظہور پذیر نہیں ہوتا۔ کیا یہ رویت کچھ صداقت رکھتی ہے۔ یا محض باطل ہے۔؟

جواب :۔ یہ رویت کچھ صداقت رکھتی ہے۔ اس کا بیان یہ ہے۔ کہ بادشاہت اور قطبیت کے معنی اس جماعت میں موجود ہیں۔ لیکن یہ معنی ان میں بہت کمزور ہے۔ اس قابل نہیں ہے۔ کہ عالم شہادت میں ظاہر ہو۔ اور اس کے بعد دو حال سے خالی نہیں ہے۔ اگر یہ معنی اللہ سبحانہ و تعالےٰ کی عنایت سے طاقت پیدا کرے۔ تو اس لائق ہو جاتا ہے کہ عالم شہادت میں ظاہر ہو تو وہ اللہ تعالےٰ کی قدرت سے عالم شہادت میں بھی بادشاہ بن جاتا ہے۔ اور قطب بھی ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس معنی طاقت نہ پیدا ہو۔ کہ عالم شہادت میں ظاہر ہو سکے۔ تو پھر اسی ظہور مثالی پر جو کہ سب سے کمزور ظہور ہے۔ کفایت کرنی پڑتی ہے۔ اور اپنی طاقت کے مطابق ظاہر ہوتا ہے۔

اور اسی قسم کے وہ واقعات ہیں۔ جو اس راہ کے طالب دیکھتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو بلند مقام پر پاتے ہیں۔ اور دیکھتے ہیں۔ کہ ارباب ولایت کے مناصب سے سرفراز ہوتے ہیں۔ اگر عالم شہادت میں بھی یہ ظاہر ہو جائے۔ تو یہ بہت بڑی دولت ہے۔ اور اگر ظہور مثالی پر ہی کفایت ہو تو پھر بے فائدہ اور سراسر مصیبت ہے

کیونکہ ہر ایک جولاہا اور حجام بھی خواب میں اپنے آپ کو بادشاہ دیکھتا ہے۔ اور اسے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور سوائے نقصان اور خسارہ کے اس کے پلے کچھ نہیں پڑتا۔ پس واقعات پر اعتبار نہ کرنا چاہیئے۔ اور عالم شہادت میں جو کچھ بھی میسر ہو۔ وہی اس کی ملکیت ہے۔

چوں غلام آفتابم ہم ز آفتاب گویم نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

یہی وجہ ہے۔ کہ اکابر نقشبندیہ مکاشفات کا کوئی اعتبار نہیں کرتے۔ اور طالبین کے مکاشفات کی تعبیر کی طرف کچھ توجہ نہیں دیتے۔ کہ ان چیزوں کا نفع بہت کم ہے۔ معتبر وہی ہے۔ جو بیداری اور ہوش کے عالم میں میسر ہو۔ اسی لئے وہ دوام شہود کو معتبر سمجھتے ہیں اور استمرار حضور کو دولت جانتے ہیں۔ وہ حضور جس کے پیچھے غیبت لگی ہوئی ہو۔ ان بزرگواروں کے نزدیک اعتبار کے لائق نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے۔ نسیان ماسوا ان کے حق میں دائمی ہو

؎ نعمت والوں کو ان کی نعمتیں مبارک ہوں۔ اور عاشق مسکین کے لئے تو وہی ہے۔ جو وہ گھونٹ گھونٹ پی رہا ہے۔

Marfat.com

چکا ہے۔ اور غیر کا خیال ان کے دل سے ہر وقت زائل رہتا ہے۔ ہاں وہ آدمی جس کی ابتدا میں انتہا مندرج ہو یہ کمالات اس سے کیا دور ہو سکتے ہیں۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ۔ والسلام

اے ہمارے رب ہمارے گناہ اور اپنے کام میں ہماری زیادتیاں معاف کردے۔ اور ہمارے قدم مضبوط رکھ۔ اور ہمیں کافروں کی قوم پر مدد اور غلبہ عنایت فرما۔ والسلام

# مکتوب نمبر ۵۹

پیرزادہ خواجہ محمد عبداللہ سلمہ اللہ تعالےٰ کی طرف صادر فرمایا۔

(اس بیان میں کہ معقول و موہوم اور مکشوف و مشہود یہ سب کچھ ماسوی میں داخل ہے۔ اور اس کے متعلقات)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى۔

وہ مکتوب شریف جو آنکھوں کی ٹھنڈک نے ارسال کیا تھا۔ پہنچا۔ لکھا تھا۔ کہ حق سبحانہ و تعالےٰ کی عنایت سے وہ شعبدے ہر طرف ہو چکے ہیں۔ اور اس جنس کی کوئی چیز باقی نہیں رہی ہے۔ اب ہمت کی توجہ اس پر ہے کہ اثبات سے کوئی چیز بھی حاصل نہ ہو۔ موہوم اور معقول سب لا کے تحت داخل ہو جائیں۔ اور اسی طرح کی باتیں اور لکھی تھیں۔ اور یہ سب کچھ ابھی تکلف سے ہے۔ امید ہے کہ بے تکلف بھی نصیب ہو جائے گا۔

اے نجابت آثار! معقول اور موہوم بلکہ مشہود اور مکشوف بھی خواہ وہ آفاقی ہوں۔ یا انفسی سب ماسوا کے دائرہ میں داخل ہے۔ اور لہو و لعب کا سامان ہے۔ اور اس کی حقیقت شعبدہ بازی میں گرفتار ہونے سے زیادہ نہیں ہے۔ اگر گرفتاری کا زوال تکلف سے ہے۔ تو طریقت میں داخل ہے۔ اور منجملہ علم الیقین میں سے ہے۔ بہر تقدیر اگر یہ دولت بے تکلف میسر ہو جائے۔ اور نفی کے تکلف سے ماسوی کی نفی تک پہنچ جائے۔ تو طریقت کی تنگنائے سے آزاد ہو جاتا ہے۔ اور علم کے کوچہ سے باہر چلا جاتا ہے۔ اور فنا سے مشرف ہو جاتا ہے۔ یہ بات کہنا تو آسان ہے۔ اور یہاں تک پہنچنا بڑا مشکل ہے۔ بہت ہی مشکل۔ مگر جس پر اللہ سبحانہ و تعالےٰ آسان کریں۔

وہ کاروبار جو حقیقت سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ آگے ہے۔ اور نفی سے گزرنے بلکہ مقام اثبات کی نفی کرنے اور علم عین الیقین سے باہر ہے۔

جان لینا چاہیئے۔ کہ حقیقت کے مقابل طریقت کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اور نفی کو اثبات سے کوئی نسبت نہیں

Marfat.com

ہے۔ کیونکہ نفی کے متعلقات ممکنات سے ہیں۔ اور اثبات کے متعلقات واجب۔ اور اثبات کے مقابل نفی کی وہی حیثیت ہے۔ جو دریائے بے کنار کے مقابل ایک قطرے کی ہے۔ اور جب یہ نفی واثبات حاصل ہو جاتا ہے تو ولایت خاصہ تک پہنچ جاتا ہے۔ اور پھر ولایت خاصہ کے حاصل ہونے کے بعد یا تو عروج ہے۔ یا نزول۔ اور اگر نزول ہے۔ تو وہ بھی اس عروج کے لیئے لازم ہے۔

رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اے ہمارے رب ہمارے نور کو پورا کر۔ اور ہمارے گناہ بخش دے۔ یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے۔

اور تم پر اور ان سب لوگوں پر سلام ہو۔ جو ہدایت کی پیروی کریں۔ اور مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کو لازم پکڑیں۔

# مکتوب نمبر ۶۰

محمد تقی کی طرف صادر فرمایا۔

ان کے خط کے جواب میں اور اس بیان میں کہ دین کے زائد امور کی طرف سے منہ پھیر کر ضروریات دین کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ اور اسکے متعلقات

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰی۔

صحیفہ شریفہ سے مشرف ہوا۔ وہ دلائل جن کی راہنمائی آپ کو ہوئی ہے۔ اور جو کچھ آپ نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے متعلق لکھا ہے۔ کہ وہ اسلام کے پہلے دور جو کہ بہترین دور ہے۔ کے اہل حل وعقد کے اجماع سے منعقد ہوئی۔ اور خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی افضلیت کے بارے میں کہ ان کی خلافت کی ترتیب سے ان کی افضلیت ہے۔ اور اصحاب خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کے اختلافات اور جھگڑوں کے متعلق خاموشی اختیار کرنے کے متعلق جو کہا ہے۔ ان چیزوں سے بہت خوشی حاصل ہوئی۔ امامت کی بحث میں یہی عقیدہ کافی ہے۔ اور اہل سنت وجماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کے موافق ہے۔

میرے مخدوم شفقت آثار! امامت کی بحث دین کے فروعات میں سے ہے۔ نہ کہ اصول شریعت سے۔ ضروریات دین اور چیزیں ہیں۔ جو عقیدہ اور عمل سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور جن کی تفصیل علم کلام اور علم فقہ میں ہے۔ ضروریات کو چھوڑ کر زائد چیزوں کی طرف توجہ کرنا اپنی عمر کو بے فائدہ چیزوں میں صرف کرنا ہے

Marfat.com

اور حدیث میں آیا ہے۔ کہ بندہ سے خدا تعالیٰ کے اعراض کی علامت یہ ہے۔ کہ بندہ بے مقصد کاموں میں مشغول ہو جائے۔

اگر امامت کی بحث ضروریات دین اور اصول شریعت سے ہوتی۔ جیسا کہ شیعہ کہتے ہیں۔ تو چاہیئے تھا۔ کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ اپنی بزرگ کتاب میں خلافت کا تعین کرتا۔ اور کسی خلیفہ کو نامزد کر دیتا۔ اور حضرت پیغمبر علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام بھی کسی ایک آدمی کی خلافت کے متعلق کہہ جاتے۔ اور صراحتاً ایک آدمی کو خلیفہ بنا جاتے۔ اور جب کتاب و سنت میں اس امر کا اہتمام مفہوم نہیں ہوتا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ امامت کی بحث دین کے زائد امور میں سے ہے۔ نہ کہ اصول دین میں سے کسی فضول آدمی ہی کو زائد چیزوں میں مشغول ہونا چاہیئے۔

دین کی ضروریات اتنی درپیش ہیں۔ کہ زائد چیزوں کی طرف توجہ کرنے کی نوبت ہی نہیں پہنچتی۔ سب سے پہلے تو عقیدہ صحیح کرنے سے کوئی چارہ نہیں ہے۔ جو کہ خدا تعالیٰ کی ذات و صفات اور افعال سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اس کے بعد یاد رکھنا چاہیئے کہ جو کچھ پیغمبر علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام خدا تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں۔ اور یقین اور تواتر سے ثابت ہو چکا ہے۔ مثلاً حشر و نشر اور آخرت کا دائمی عذاب و ثواب اور تمام سنی ہوئی چیزیں سب حق ہیں۔ ان میں عدم وجود کا احتمال ہی نہیں ہے۔ اور اگر ایسا عقیدہ حاصل نہ ہو تو نجات نہیں ہوگی۔

دوسرے درجہ پر احکام فقہیہ پر عمل کرنے سے بھی چارہ نہیں ہے۔ اور فرائض اور واجبات بلکہ سنن و مستحبات کی ادائیگی کے بغیر بھی گذارہ نہیں ہو سکتا۔ شریعت کے حرام و حلال کی رعایت بھی اچھی طرح کرنی چاہیئے۔ اور حدود شریعت میں احتیاط کرنی چاہیئے۔ تاکہ آخرت کے عذاب سے نجات و رہائی کی صورت نظر آئے۔ اور جب عقیدے اور عمل کو درست کرے گا۔ تو صوفیاء کے طریقہ کی نوبت پہنچے گی۔ اور ولایت کے کمالات کا امیدوار ہوگا۔ اور ضروریات دین کے مقابل امامت کی بحث تو ایسی ہے۔ جیسے کوئی راستے میں پھینکی ہوئی چیز۔

مختصر یہ کہ جب مخالفوں نے اس باب میں غلو کیا ہے۔ اور اصحاب خیر البشر علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق طعنہ زنی کی ہے۔ تو ضرورت کے مطابق ان کے رد میں لمبے چوڑے مقدمات ضرور لکھنے چاہئیں۔ کہ دین متین سے فساد کے لزوم کو رفع کرنا ضروریات دین میں سے ہے۔ والسلام

# مکتوب نمبر ۶۱

(مولانا احمد برکی کی تعزیت اور دوستوں کو نصیحت اور مولانا حسن کو اس حلقہ کا سردار مقرر کرنے اور اسکے

Marfat.com

مناسبات کے متعلق صادر فرمایا۔)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے۔ اور مغفرت پناہ مولانا احمد رحمۃ اللہ علیہ کی تعزیت کرتے ہوئے لکھتا ہوں۔ کہ مولانا کا وجود شریف اس وقت مسلمانوں کے لئے خداوند تعالےٰ کی آیات میں سے ایک نشان تھا۔ اور اس کی رحمتوں میں سے ایک رحمت تھی۔

اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَہٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَہٗ۔ اے اللہ ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ کر۔ اور اس کے بعد فتنہ میں نہ ڈال۔

دار فانی سے گزر جانے والوں کو دوستوں اور یاروں سے امداد اور اعانت کی امید اور خواہش ہوتی ہے۔ اور مرحوم کے فرزندوں اور متعلقین کی خدمت اور دلجوئی دوستوں اور محبت کرنے والوں پر لازم ہے۔ کوشش کریں۔ کہ مرحوم کے فرزند پڑھیں۔ اور علوم شرعی سے آراستہ ہوں۔ مرحوم کے احسانات کا بدلہ اس کے فرزندوں سے احسان کرنا ہے۔ ھَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۝ (احسان کا بدلہ احسان ہے۔) اور مرحوم کے اوضاع و اطوار کی رعایت ملحوظ رکھیں۔ اور ان کے احوال و اوقات کی رعایت کریں۔ اور ذکر کے طریقہ اور مشغولی کے حلقہ میں قصور واقع نہ ہونا چاہئے۔ تمام دوست مل کر بیٹھیں۔ اور ایک دوسرے میں فانی ہوں۔ تاکہ صحبت کا اثر ظاہر ہو۔

اس فقیر نے اس سے پہلے محض اتفاقیہ طور پر لکھا تھا۔ کہ اگر مولانا سفر پر روانہ ہوں۔ تو اپنی جگہ شیخ حسن کو مقرر کر جائیں۔ تقدیر میں یہ سفر مراد تھا۔ اب جب کہ ہم دوبارہ ملاحظہ کرتے ہیں۔ تو شیخ حسن ہی کو اس کام کے لئے متعین پاتے ہیں۔ یہ بات بعض دوستوں کو ناگوار نہ گذرے۔ کہ یہ معاملہ ہمارے اور ان کے اختیار میں نہیں ہے۔ فرمانبرداری لازمی ہے۔ شیخ حسن کا طریقہ مولانا کے طریقہ سے بہت مناسبت رکھتا ہے۔ پھر آخری بات یہ بھی ہے۔ کہ مولانا نے آخر میں جو نسبت اس جگہ سے حاصل کی ہے۔ شیخ حسن کو بھی اس نسبت میں شرکت ہے۔ اور دوسرے دوستوں کو اس سے بہت کم حصہ ملا ہے۔ ہر چند کہ وہ کشف و شہود پیدا کریں۔ اور توحید و اتحاد سے آراستہ ہوں۔ لیکن پھر بھی یہ دولت دیگر ہے۔ اور یہ کاروبار علیحدہ ہے۔ اور ان کشوف کی اس جگہ ایک جَو کی قیمت بھی نہیں ہے۔ اور اس توحید و اتحاد سے استغفار کرتے ہیں۔

قصہ مختصر چاہئے۔ کہ دولت شیخ حسن کو سردار مقرر کرنے میں توقف نہ کریں۔ اور ان کو اپنے حلقہ کا سردار رکھیں اور اپنے کام میں مشغول ہو جائیں۔ میرے بھائی خواجہ ویس اس معنی کو دوستوں کے ذہن نشین کرائیں۔ اور مشغولی کے حلقہ کی دلالت کریں۔ اور شیخ حسن کو ترغیب فرمائیں۔ اور شیخ حسن کو بھی چاہئے۔ کہ وہ بزرگوں کی دلجوئی کریں۔ اور احکام اسلامی کے حقوق بجا لائیں۔ اور فقہ کی کتابوں کا مطالعہ نہ چھوڑیں۔ اور شریعت کے احکام کی اشاعت کریں۔ اور سنت

Marfat.com

سنیہ کی پیروی کی ترغیب دیں۔ اور بدعات سے ڈرائیں۔ اور عاجزی اور زاری کے طریق کو نہ چھوڑیں۔ ایسا نہ ہو کہ نفس امارہ اپنے دوستوں اور ساتھیوں پر تقدم و ریاست کی وجہ سے ہلاکت میں ڈال دے۔ اور تباہ و برباد کردے۔ ہر وقت اپنے آپ کو ناقص اور ناکمل سمجھیں۔ اور اپنے کمال کے طالب رہیں۔ نفس اور شیطان دو طاقتور دشمن گھات میں بیٹھے ہیں۔ ایسا نہ ہو۔ کہ وہ راہ سے بھٹکا دیں۔ اور خائب و خاسر بنا ڈالیں۔ ۔ ؎

ہمہ اندرز من بر تو ایں است ۔۔۔ کہ تو طفلی و خانہ رنگین است

ہندوستان آپ سے دور ہے۔ اور سال بھر میں ایک قافلہ آتا ہے۔ اور خبر لاتا اور لے جاتا ہے۔ اپنے حالات لکھتے رہیں۔ اگر ہم تک نہ بھی پہنچ سکیں۔ تو بھی لکھنے میں غفلت نہ کریں۔ میاں شیخ یوسف ہم سے قریب ہیں۔ وہ کافی مدت تک یہاں رہے ہیں۔ اور انہوں نے بہت سے فائدے حاصل کئے ہیں۔ اور فنا کی حقیقت سے مطلع ہو چکے ہیں۔ وہ واپس آنے کے وعدے پر گھر گئے تھے۔ وہ ایک مستعد اور مخلص آدمی ہے۔ اور اللہ سبحانہ و تعالےٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

چونکہ آپ دور ہیں۔ لہٰذا نصیحتوں میں مبالغہ کیا گیا ہے۔ ہوشیار رہنا اور سرداری کو اپنی جان کے لئے مصیبت سمجھنا۔ اور ترساں و لرزاں رہنا ایسا نہ ہو۔ کہ اس ریاست میں لذت پیدا ہو جائے۔ اور ہمیشہ کی ہلاکت تک پہنچا دے۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِیْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ۔ سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اے ہمارے رب ہمارے گناہ اور اپنے کام میں ہماری زیادتیوں کو بخش دے۔ اور ہمارے قدم ثابت رکھ۔ اور ہمیں کافروں کی قوم پر مدد عطا فرما۔ تیرا رب جو عزت کا رب ہے مشرکوں کی بکواس سے پاک ہے۔ اور سلام ہو پیغمبروں پر اور سب تعریف اللہ کے لئے ہے۔ جو تمام جہانوں کی پرورش کرنے والا ہے

# مکتوب نمبر ۶۲

خانخاناں کی طرف صادر فرمایا۔

(اس بیان میں کہ انسان مدنی الطبع پیدا ہوا ہے۔ اور بنی نوع کے ساتھ مل کر رہنے اور زندگی گذارنے کے لئے محتاج ہے۔ اور انسان کی خوبی اسی احتیاج میں ہے۔ اور اس کے مناسبات کے متعلق)

؎ میری کیا تجھے تمام نصیحتیں یہی ہیں۔ کہ تو ایک بچہ ہے۔ اور مکان بڑا رنگین ہے۔

Marfat.com

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

حق سبحانہ وتعالےٰ سے آپ کی ظاہری اور باطنی ترقیات کا سوال کرتا ہوں۔ کہ آپ کی درستی کا اور خیریت مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت کی دلجمعی اور آرام کی متضمن ہے۔ آپ کے لئے دعا گویا ان سب کے لئے دعا ہے اللہ سبحانہ وتعالےٰ آپ کو بحرمت سید المرسلین علیہ وعلی آلہ کل من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا تمام ایسی چیزوں سے محفوظ رکھے۔ جو آپ کی جناب کے لائق نہ ہوں۔

چونکہ میں آپ کی سلسلہ علیہ نقشبندیہ کے اکابرین قدس اللہ تعالےٰ اسرارہم سے بہت ہی محبت وارادت و اخلاص کی نسبت کو جانتا ہوں۔ لہذا آپ کو تکلیف دے رہا ہوں۔

میرے مخدوم مکرم! اس سلسلہ علیہ والے اس ملک میں مسافروں کی طرح ہیں۔ اور اس علاقہ کے لوگوں کو بدعات کی کثرت کی وجہ سے اس طریقہ کے اکابرین سے جو کہ سنت کا التزام رکھتے ہیں۔ بہت ہی تھوڑی مناسبت ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اس سلسلہ کے بعض آدمی اپنی کوتاہ نظری کی وجہ سے اس طریقہ علیہ میں بھی بدعات اختیار کرنے لگے ہیں اور بدعت کے اختیار کرنے کی وجہ سے اس علاقہ کے آدمیوں کے دل اپنی جانب مائل کرنے لگے ہیں۔ اور اس کام کو اپنے فاسد خیال کی بنا پر اس طریقہ علیہ کی تکمیل سمجھتے ہیں۔ پناہ بخدا۔ بلکہ اس جماعت نے اس طریقہ علیہ کو ضائع کرنے اور بگاڑنے کی کوشش کی ہے۔ اور وہ اس طریقہ کے اکابرین کے معاملہ کی حقیقت تک نہیں پہنچے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالےٰ انہیں سیدھے راستے کی راہنمائی کرے۔

چونکہ اس سلسلہ علیہ والے اس ملک میں بہت تھوڑے لوگ ہیں۔ لہذا اس سلسلہ میں محبت رکھنے والوں اور مریدوں پر لازم ہے۔ کہ ان اکابرین کے خلفاء اور مریدین کی امداد و اعانت کریں۔ کیونکہ انسان مدنی الطبع پیدا ہوا ہے۔ وہ اپنے بنی نوع کے ساتھ زندگی گذارنے کا محتاج ہے۔ اللہ تبارک وتعالےٰ نے فرمایا ہے۔ یا ایہا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المؤمنین [1] (اے نبی آپ کو اللہ کافی ہے۔ اور جو ایمانداروں میں سے آپ کے تابع ہیں) جب کہ خیر البشر علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی مہمات میں بھی ایمانداروں کو داخل فرمایا ہے۔ تو دوسروں کے لئے کیا مضائقہ ہے۔

اکثر دولتمند لوگ اس وقت درویشی کے لئے محتاجی کے قائل نہیں ہیں۔ لیکن ایسا ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ انسان اپنی ذات میں محتاج ہے۔ بلکہ تمام کائنات فطرتاً محتاج ہے۔ بلکہ انسان کی خوبی ہی اسی محتاجی میں ہے۔ اور اس کی بندگی اور مسکینی اسی راہ سے پیدا ہوتی ہے۔ فرض کرو۔ اگر محتاجی انسان سے زائل ہو جائے۔ اور استغنا آجائے تو سوائے گناہ

[1] سورہ انفال پارہ ۱۰۔

Marfat.com

اور سرکشی اور طغیانی اور نافرمانی کے اور کیا چیز اس کو حاصل ہوگی۔ اللہ سبحانہ وتعالےٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰۤی اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰی۔ (انسان جب اپنے آپ کو غنی دیکھتا ہے۔ تو سرکشی کرتا ہے۔)[1]

حاصل کلام یہ ہے۔ کہ فقر اءما سوی کی گرفتاری سے آزاد ہوتے ہیں۔ اور وہ محتاجی جو اسباب سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کو مسبب الاسباب کے حوالہ کر دیتے ہیں۔ اور اگر دولت وسیع ہو جائے۔ تو اسے اللہ تعالےٰ کے خوانِ نعمت سے سمجھتے ہیں۔ اور دینے والا اور روک لینے والا حقیقت میں اسی سبحانہ وتعالےٰ کو سمجھتے ہیں۔ اور چونکہ اسباب کو حکمتوں اور مصلحتوں کا واسطہ بنا دیا گیا ہے اور خوبی اور برائی کو اسباب کی طرف منسوب کیا گیا ہے تو یہ بزرگ وار بھی شکر اور شکایت کو اسباب کی طرف راجع سمجھتے ہیں۔ اور نیک و بد کو بظاہر انہی اسباب سے جانتے ہیں۔ کیونکہ اگر اسباب کا دخل نہ سمجھا جائے۔ تو اس کارخانہ عظیم کا ابطال لازم آتا ہے۔ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا۔ (اے اللہ تو نے اس کو بے مقصد پیدا نہیں فرمایا۔)

سیادت پناہ۔ حقائق و معارف آگاہ میرے بھائی اور میرے عزیز میر محمد نعمان کا وجود شریف آپ کے علاقہ میں بہت غنیمت ہے۔ اور ان کی دعا اور توجہ کہ بہت اہم ہے۔ میں سمجھتا ہوں۔ کہ آپ کی دولت کی پختگی اور پائیداری انہی کی توجہات کے فیوض و برکات سے ہے۔ اور میں غائب اور حاضر میں ان کو آپ کا ممد و معاون پاتا ہوں۔ ایک سال سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہے۔ کہ انہوں نے آپ کی خوبیاں غائبانہ طور پر اس فقیر کو لکھ بھیجی تھیں۔ اور جو آپ کو اس فقیر کی نسبت محبت اور اخلاص ہے۔ وہ بھی درج کیا تھا۔ اور اظہار کیا تھا۔ کہ اس علاقہ کی صوبہ داری کسی اور کو سپرد کر رہے ہیں۔ یہ وقت توجہ اور دستگیری کا ہے۔ فقیر کو اس خط کے مطالعہ کے دوران میں اس کے متعلق توجہ حاصل ہوئی۔ تو اس وقت آپ کا بہت بلند مرتبہ دیکھا۔ اور ظاہر طور پر اسی وقت میں ایک شخص جا رہا تھا۔ تو اس خط کے متعلق میں نے یہ عبارت لکھی تھی۔ کہ مجھے خانخاناں بہت بلند مرتبہ نظر آتے ہیں۔ اور معاملہ اللہ سبحانہ وتعالےٰ کے ہاتھ میں ہے۔" والسلام۔

# مکتوب نمبر ۶۳

خود محمد انبالی کی طرف صادر فرمایا۔

---

[1] سورۃ اقرا، پارہ ۳۰۔

Marfat.com

(ان کے اس استفسار کے جواب میں جو انہوں نے پوچھا تھا۔ کہ پیر کی زندگی میں اگر کوئی طالب کسی اور شیخ کے پاس چلا جائے۔ اور اس سے حق جل و علا کی طلب کرے۔ تو یہ جائز ہے۔ یا نہیں؟)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

حمد اور صلوٰۃ اور دعا گوئی کے بعد عرض ہے۔ کہ جو مکتوب آپ نے ارسال کیا تھا آپ نے پوچھا تھا۔ کہ پیر کی زندگی کے باوجود اگر کوئی طالب کسی اور شیخ کے پاس چلا جائے۔ اور اس سے خداوند تعالےٰ کی طلب کرے۔ تو یہ جائز ہے کہ نہیں؟

آپ کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ مقصود حق سبحانہ وتعالےٰ ہے۔ اور پیر حق تعالےٰ کی بارگاہ تک پہنچنے کا ایک وسیلہ ہے۔ اگر کوئی طالب اپنی بھلائی دوسرے شیخ کے پاس دیکھے۔ اور اپنے دل کو اس کی صحبت میں حق سبحانہ وتعالےٰ سے جمع پائے۔ تو جائز ہے۔ کہ پیر کی زندگی میں پیر کی اجازت کے بغیر اس شیخ کے پاس چلا جائے۔ اور اس سے بھلائی طلب کرے۔ ہاں یہ ضرور ہے۔ کہ پہلے پیر سے انکار نہ کرے۔ اور اس کو نیکی سے یاد کرے۔

خصوصاً اس وقت میں کہ پیری اور مریدی اب رسم اور عادت کے سوا اور کچھ نہیں رہی ہے۔ اس وقت کہ اکثر پیر اپنے آپ کی خبر نہیں رکھتے۔ اور ایمان اور کفر میں کوئی امتیاز نہیں کر سکتے۔ وہ خداوند تعالےٰ سے کیا خبر دے سکیں گے۔ اور مرید کو کونسی راہ دکھائیں گے۔ ؎

لہ آگاہ از خویشتن چوں نیست چنین ۔ کے خبر دارد از چناں چنیں

اس مرید پر افسوس ہے۔ جو ایسے پیر پر اعتماد کر کے بیٹھ جائے۔ اور دوسرے پیر کی طرف رجوع نہ کرے۔ اور خدا جل شانہ کی راہ معلوم نہ کرے۔ شیطانی وسوسے ہیں۔ جو کہ پیر ناقص کی زندگی کے ذریعہ آتے ہیں۔ کہ وہ طالب کو خداوند تعالےٰ کی طرف سے روک دیں۔ جس جگہ بھی بھلائی اور جمعیت خاطر حاصل ہو بے تامل اس کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ اور شیطانی وساوس سے پناہ مانگنی چاہیئے۔ والسلام۔

# مکتوب نمبر ۶۴

لہ ماں کے پیٹ کا بچہ۔ محمد مومن ولد مرحوم خواجہ علی خاں کی طرف صادر فرمایا۔

---

لہ ماں کے پیٹ کا بچہ جب اپنی خبر بھی نہیں رکھتا، تو وہ اور کسی کی کیا خبر رکھے گا۔ ۱۲

Marfat.com

(اس مضمون میں کہ حالات کی تبدیلی اور کمینی دنیا کی امیدوں کے حاصل نہ ہونے سے تنگ دل نہیں ہونا چاہیئے)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہر اس چیز سے محفوظ رکھے۔ جو آپ کے حال کے لائق نہ ہو۔ اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے۔ اور قیدیوں کے حال کے مناسب یہاں درد و الم اور اندوہ اور مصیبت ہے۔ حالات کی تبدیلی سے تنگ دل نہ ہونا چاہیئے۔ اور امیدوں کے حاصل نہ ہونے سے دلگیر نہ ہونا چاہیئے۔ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا۔ (ایک تنگی کے ساتھ دو فراخیاں ملا دی گئی ہیں۔ شاید ان سے دنیا اور آخرت کی فراخی مراد ہو۔ ؎

ﷺ باکریماں کارہا دشوار نیست

باقی اس علاقہ کے حالات سیادت مآب توفیق آثار میرے بھائی میر سید عبدالباقی زبانی بیان کر دیں گے۔ وہ آپ کے حقوق اور شفقتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے آپ کی ملاقات کی طرف متوجہ ہوں۔ والسلام۔

# مکتوب نمبر ۶۵

مولانا محمد ہاشم خادم کی جانب صادر فرمایا

اس بیان میں کہ بے فائدہ امور سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

حمد و صلوٰۃ اور دعاگوئی کے بعد عرض ہے۔ کہ اس مدت میں آپ نے اپنے باطنی احوال کی کوئی معتد بہ خبر نہیں لکھی۔ کہ وہ خوشی کا باعث ہوتی۔ دنیا کے امور بے فائدہ ہیں۔ دنیا اور دنیا کی تمام چیزیں اتنی قیمت نہیں رکھتیں کہ احوال آخرت کو یاد کرنا چھوڑ دیا جائے۔ اور آدمی لغویات میں مشغول ہو جائے۔ ہر چند کہ آپ کی نیت ٹھیک

---

لہ شرح السنہ بروایت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ۱۲

ﷺ سورہ الم نشرح پارہ عم ۱۲

ﷺ سخی لوگوں پر کوئی کام مشکل نہیں ہوتا۔ ۱۲

Marfat.com

ہوگی۔ لیکن حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ (نیک لوگوں کی نیکیاں مقربین کی برائیوں کی طرح ہیں) آپ نے سنا ہوگا۔

بہرحال احوال باطن کی طرف متوجہ ہوں۔ اور دنیا کے ضروری کام بھی پورے کریں۔ اور ضرورت کا اندازہ تو ضرورت کے مطابق ہی ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے۔ کہ اس جگہ کے فقراء اگرچہ مقرر روزینہ نہیں رکھتے لیکن بے محنت و کوشش اتنا آجاتا ہے۔ کہ فراخی سے وقت گزر رہا ہے۔ اور بقدر کفایت سے زیادہ پہنچ جاتا ہے۔ نیا دن اور نئی روزی پر بہاری گزر رہی ہے۔ باقی اس علاقہ کے دوسرے حالات قابل تعریف ہیں۔ ان چند مہینوں میں وبا پھوٹ پڑی تھی۔ جس کی موت کا وقت آچکا تھا۔ وہ فوت ہوگیا۔ اور اب وبا دور ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں پر اس کی حمد اور تعریف ہے۔ اور اسی کا احسان ہے۔ والسلام۔

# مکتوب نمبر ۶۶

خانخاناں کی طرف صادر فرمایا۔

(توبہ و انابت اور تقویٰ و پرہیزگاری اور اسکے متعلقات کے بیان میں)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔

چونکہ عزیز گناہوں۔ لغزشوں اور تقصیرات اور بیہودگیوں میں گزری ہے۔ لہذا چاہتا ہوں۔ کہ توبہ اور انابت کی بات کروں۔ اور پرہیزگاری اور تقویٰ کی طرف توجہ کروں۔ اللہ تبارک و تعالےٰ فرماتا ہے۔

[1] وَتُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ جَمِیْعًا اَیُّھَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ اے ایماندارو سب اللہ تعالےٰ کی طرف توبہ کرو۔ تاکہ تم نجات پاؤ۔

[2] اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّکَفِّرَ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَیُدْخِلَکُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ۔

اے ایماندارو اللہ تعالےٰ کی طرف خالص توبہ کرو۔ قریب ہے کہ تمہارا رب تمہاری برائیاں تم سے دور کر دے۔ اور تمہیں ایسے باغوں میں داخل کرے۔ جن کے نیچے نہریں چلتی ہیں

اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔

---

[1] سورۃ نور پارہ قد افلح ۱۲۔ [2] سورۃ تحریم قد سمع اللہ ۱۲

Marfat.com

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَہٗ ۔ ظاہری اور باطنی سب گناہ چھوڑ دو۔

تو گناہوں سے توبہ کرنا ہر شخص کے لئے فرض عین اور ضروری ہے۔ یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ کہ کوئی انسان اس سے بے نیاز ہو۔ کیسے بے نیاز ہو سکتا ہے۔ حالانکہ انبیاء علیہم الصلوۃ والتسلیمات بھی توبہ سے بے نیاز نہ ہوئے۔ خاتم النبیین اور پیغمبروں کے سردار علیہ وعلیہم الصلوات والتحیات نے فرمایا۔ "میرے دل پر کچھ غبار سا آجاتا ہے اور میں دن رات میں اپنے اللہ سے ستر مرتبہ بخشش مانگتا ہوں"۔

پھر اگر گناہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حقوق سے متعلق ہوں۔ اور بندوں کے حقوق اور مظالم سے تعلق نہ رکھتے ہوں جیسے زنا کرنا۔ شراب پینا۔ راگ سننا اور غیر محرم کی طرف دیکھنا اور قرآن مجید کو بغیر وضو کے چھونا یا بدعت کا عقیدہ رکھنا تو ان کی توبہ یہ ہے۔ کہ گناہوں پر ندامت اور حسرت و افسوس ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں معافی کی درخواست کرے۔ اور اگر اس کے فرائض چھوڑے ہوں۔ تو ان کا ادا کرنا بھی ضروری ہے۔

اور اگر گناہ لوگوں کے مظالم اور حقوق سے تعلق رکھتے ہوں۔ تو ان کی توبہ اس طرح ہے۔ کہ وہ حقوق ادا کرے اور ان سے معافی لے اور ان سے اچھا سلوک کرے۔ اور ان کے لئے دعا مانگے۔ اور اگر صاحب حق فوت ہو چکا ہو۔ تو اس کے لئے استغفار کرے۔ نیکی کر کے اسے بخشے۔ اور مال اس کی اولاد اور وارثوں کے سپرد کرے۔ اور اگر اس کے وارث معلوم نہ ہوں۔ تو گناہ اور مال کے اندازے کے مطابق صاحب مال کی نیت سے یا جسے بغیر حق کے تکلیف دی ہے۔ فقیروں اور مسکینوں پر مال صدقہ کرے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے۔ اور وہ سچے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جو آدمی کوئی گناہ کرے۔ پھر کھڑا ہو اور وضو کرے۔ اور نماز پڑھے۔ اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ کی بخشش مانگے۔ تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے۔ کہ اس کو معاف کر دے۔ کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "اور جو آدمی کوئی برائی کرے۔ یا اپنی جان پر ظلم کرے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگے۔ تو اللہ تعالیٰ کو غفور رحیم پائے گا۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور حدیث میں فرمایا ہے۔ "جو آدمی کوئی گناہ کرے۔ پھر اس پر اسکو ندامت

---

[1] سورہ انعام پارہ ۸، ۱۲۔
[2] مسلم شریف ۱۲
[3] سنن اربعہ۔ اور ابن حبان اور ابن السنی
[4] سورہ نساء پارہ والمحصنات ۱۲۔ [5] احمد۔ طبرانی۔ بیہقی بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ ۱۲

Marfat.com

ہو تو وہ ندامت اس گناہ کا کفارہ ہے"۔ اور ایک حدیث میں آیا ہے۔ کہ "جب بندہ کہتا ہے"۔ میں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں اور تیری جناب میں توبہ کرتا ہوں۔ پھر گناہ کرتا ہے۔ اور پھر اسی طرح کہتا ہے۔ پھر تیسری مرتبہ گناہ کرتا ہے۔ اور معذرت کرتا ہے۔ پھر چوتھی مرتبہ بھی ایسا ہی کرتا ہے۔ تو اس وقت اس کا یہ قول کبیرہ گناہوں میں لکھا جاتا ہے۔

اور حدیث نبوی میں ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مسوف لوگ ہلاک ہو گئے۔ جو کہتے ہیں۔ کہ عنقریب توبہ کر لیں گے۔

اور لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی۔ اے بیٹا توبہ کو کل پر موخر نہ کر دینا۔ کیونکہ موت ناگہانی طور پر آجاتی ہے۔

اور مجاہد نے کہا۔ جو آدمی صبح و شام توبہ نہ کرے۔ وہ ظالمین میں سے ہے۔

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔ حرام کا ایک پیسہ واپس کرنا حلال کے سو پیسے صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔

اور کہا گیا ہے۔ کہ چاندی کی ایک دمڑی واپس کرنا اللہ تعالےٰ کے نزدیک چھ سو حج مقبول سے زیادہ افضل ہے۔

اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اگر تو ہمیں نہ بخشے گا۔ اور ہم پر رحم نہ کرے گا۔ تو ہم خسارہ اٹھانے والوں سے ہوں گے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ میرے بندے تو میرے فرائض ادا کر۔ تو سب سے زیادہ عبادت گزار ہو گا۔ اور میرے نواہی سے باز آجا۔ تو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو گا۔ اور تو میرے دیئے ہوئے رزق پر صبر کر۔ تو سب سے زیادہ غنی ہو گا۔

اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ سے فرمایا۔ تو پرہیزگار بن جا۔ تو سب سے زیادہ عبادت گزار ہو گا۔

اور حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا۔ پرہیزگاری کا ایک ذرہ نماز روزے کے ہزار مثقال سے زیادہ بہتر ہے۔

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کل کو اللہ تعالےٰ کے ہمنشین پرہیزگار اور زاہد لوگ ہوں گے۔

اللہ تعالےٰ نے موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف وحی فرمائی۔ کہ پرہیزگاروں کو جتنا میرا قرب حاصل ہو گا

---

لے دیلمی شریف بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ۱۲

ے یہ حدیث دیلمی کے مسند الفردوس۔ امام بخاری کی تاریخ میں ہے۔ اور خطیب بغدادی نے بھی اسے روایت کیا ہے ۱۲

Marfat.com

اتنا کسی کو نہ ہوگا۔

اللہ تعالٰے کے جاننے والوں میں سے بعض نے کہا ہے۔ جب تک آدمی اپنے اوپر دس چیزوں کو فرض نہ کرے اس کی پرہیزگاری پوری نہیں ہوتی۔ پہلی یہ کہ اپنی زبان کو غیبت سے بچائے۔ دوسری یہ کہ برے گمان سے پرہیز کرے۔ تیسری یہ کہ ٹھٹھے اور مذاق سے بچے۔ چوتھی یہ کہ حرام چیزوں سے اپنی نگاہ بند رکھے۔ پانچویں یہ کہ سچ بولے۔ چھٹی یہ کہ اپنے اوپر اللہ تعالٰے کے احسانات سمجھے۔ تاکہ وہ مغرور نہ ہو جائے۔ ساتویں یہ کہ اپنے مال کو حق میں خرچ کرے۔ باطل میں خرچ نہ کرے۔ آٹھویں یہ کہ اپنے لئے بلندی اور بڑائی طلب نہ کرے۔ اور نویں یہ کہ نمازوں کی حفاظت کرے۔ اور دسویں یہ کہ سنت اور جماعت پر استقامت رکھے۔

اے ہمارے رب ہمارے نور کو پورا کر۔ اور ہمیں بخش دے۔ یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے۔

میرے مخدوم مکرم اور شفقت و مکرمت آثار اگر تمام گناہوں سے توبہ میسر ہو۔ اور تمام حرام اور مشتبہ چیزوں سے پرہیزگاری نصیب ہو جائے۔ تو یہ بہت بڑی نعمت ہے۔ اور انتہا درجے کی دولت ہے۔ ورنہ بعض گناہوں سے توبہ اور بعضے محرمات سے پرہیز بھی غنیمت ہے۔ شاید ان بعض کے انوار و برکات دوسرے بعض میں بھی سرایت کریں۔ اور تمام گناہوں سے توبہ اور پرہیز کی توفیق نصیب ہو جائے۔ جو چیز ساری نہ مل سکے۔ وہ ساری نہ چھوڑنی چاہئے۔

اے اللہ ہمیں بحرمت سید المرسلین وقائد غر المحجلین علیہ وعلیہم وعلی آل کل من الصلوات افضلہا و من التسلیمات اکملہا اپنے دین پر ثابت قدم رکھ۔ اور اپنی رضامندی کے کاموں کی توفیق عطا فرما۔

# مکتوب نمبر ۶۷

خانجہاں کی طرف صادر فرمایا۔

(اہل سنت و جماعت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عقائد اور ارکان خمسہ اسلام اور کلمۂ حق کہنے کی ترغیب یعنی سلطان وقت کے سامنے اسلام پیش کرنے اور ان کے مناسبات کے بیان میں۔)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔

گرامی نامہ جو ازروئے کرم و التفات فقیر ان نامراد کے نام روانہ فرمایا تھا پہنچا اللہ سبحانہ و تعالٰے کی تعریف ہے۔ کہ ایسے پرشبہ و اشتباہ وقت میں اغنیا نے سعادتمند کو اپنی اچھی فطرت کی وجہ سے بے مناسبتی کے باوجود فقیران دور افتادہ

Marfat.com

مکارسے نیاز مندی کا خیال ہے۔ اور اس جماعت کے ساتھ ایمان حاصل ہے یہ کتنی بڑی نعمت ہے۔ کہ مختلف تعلقات اس دولت کے حاصل کرنے میں رکاوٹ نہیں بنے۔ اور پراگندہ توجہات نے ان کی محبت سے باز نہیں رکھا۔ اس بہت بڑی نعمت کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔ اور امید رکھنی چاہیئے۔ "کہ آدمی[لہ] اسی کے ساتھ ہوگا کہ جس سے اس کی محبت ہوگی۔" یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔

اے نجابت وسعادت آثار! سب سے پہلے آدمی کو فرقہ ناجیہ اہل سنت وجماعت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی رائے کے مطابق جو کہ مسلمانوں کی سب سے بڑی جماعت ہے۔ عقیدے کا درست کرنا لازمی ہے۔ تاکہ آخروی نجات و کامیابی متصور ہو سکے۔ اور بد اعتقادی جو اہل سنت کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ سم قاتل ہے۔ جو ابدی موت اور دائمی عذاب تک پہنچاتی ہے۔ اور اگر عمل میں کچھ کوتاہی اور سستی ہو تو اس کی بخشش کی امید ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر عقیدہ میں سستی ہو تو اس کی معافی کی امید نہیں ہے۔ "اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں کریں گے۔ اور اسکے علاوہ جو گناہ ہیں۔ وہ جسے چاہیں۔ معاف کر دیں۔" (سورہ نساء)

اہل سنت وجماعت کے عقائد کو مختصر طور پر لکھا جاتا ہے۔ ان کے عقیدہ کے مطابق اپنے عقیدہ کی تصحیح کریں اور اس دولت پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے عاجزی اور زاری سے استقامت کی دعا کریں

جان لیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدیم ذات کے ساتھ موجود ہے۔ اور تمام اشیاء اس کی ایجاد سے موجود ہوئی ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے پیدا کرنے سے عدم سے وجود میں آئی ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ قدیم و ازلی ہیں۔ اور باقی تمام اشیاء حادث اور نئی پیدا شدہ ہیں۔ اور جو قدیم و ازلی ہے وہ باقی اور ابدی ہے۔ اور جو حادث اور نیا پیدا شدہ ہے۔ وہ فانی اور ہلاک ہونے والا ہے۔ یعنی وہ زوال کے میدان میں ہے۔

اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ اکیلا ہے۔ ان کا کوئی شریک نہیں۔ نہ وجوب وجود میں۔ اور نہ عبادت کے مستحق ہونے میں۔ وجود کا وجوب (لازمی طور پر قائم رہنا) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لئے لائق نہیں اور نہ عبادت کا استحقاق اس کے سوا کسی کے لئے درست نہیں۔ اللہ تعالیٰ صفات کاملہ رکھتا ہے۔ جن میں سے حیات۔ علم۔ قدرت۔ ارادہ۔ سمع۔ بصر کلام اور تکوین بھی ہیں۔ یہ صفات ازلی اور قدیمی ہیں۔ اور اللہ جل سلطانہ کی ذات کے ساتھ قائم ہیں۔

حوادث کے ساتھ تعلقات کا ہونا صفات کے قدیم ہونے میں خلل نہیں ڈالتا۔ اور متعلق کا حدوث ان صفات کی ازلیت کے لئے مانع نہیں ہے۔ فلاسفہ نے اپنی بیوقوفی سے اور معتزلہ نے اپنے اندھاپن سے متعلق کے حدوث کو متعلق کے حدوث سے وابستہ کر دیا ہے۔ اور وہ صفات کاملہ کی نفی کرتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کو جزئیات کا جاننے والا نہیں

---

لہ بخاری و مسلم شریف ۱۲

Marfat.com

سمجھتے۔ کہ وہ تغیر کو مستلزم ہے۔ جو کہ حدوث کی علامت ہے۔ ان لوگوں کو یہ بھی معلوم نہیں۔ کہ صفات ازلی ہوتی ہیں۔ اور متعلقات حادثہ کے ساتھ صفات کا تعلق حادث ہوتا ہے

اور سبھی نقائص کی صفات خدا تعالےٰ کی جناب سے مسلوب ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ جواہر و اجسام و اعراض کے لوازمات و صفات سے پاک ہے۔ زمان و مکان اور جہت کو اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہ سب اس کی مخلوق ہیں۔ وہ آدمی بے خبر ہے۔ جو اللہ سبحانہ وتعالےٰ کو عرش کے اوپر کہتا ہے۔ اور اس کے لئے فوق کی جہت تجویز کرتا ہے۔ عرش اور اس کے علاوہ اور بھی تمام چیزیں سب حادث ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کی مخلوق ہیں۔ مخلوق اور حادث کی کیا مجال ہے۔ کہ وہ خالق قدیم کا امکان ٹھہرے۔ اور اس کی قرار گاہ بنے۔

ہاں اتنا ضرور ہے۔ کہ عرش خدا تعالےٰ کی سب سے اشرف مخلوق ہے۔ اور اس میں نورانیت اور صفائی تمام ممکن سے زیادہ ہے۔ وہ لازمی طور پر آئینہ کا حکم رکھتا ہے۔ کہ خالق جل وعلا کی عظمت اور کبریائی کا ظہور اس جگہ ظاہر ہوتا ہے۔ اسی ظہور کے تعلق کی وجہ سے اسے اللہ تعالےٰ کا عرش کہتے ہیں۔ ورنہ عرش اور دوسری چیزیں اللہ تعالےٰ کے ساتھ برابر کی نسبت رکھتی ہیں کہ سب اس کی مخلوق ہیں۔ ہاں عرش میں نمائندگی کی قابلیت موجود ہے۔ جو دوسروں میں نہیں ہے آئینہ جو آدمی کی شکل دکھاتا ہے۔ اس کے متعلق یہ نہیں کیا جا سکتا۔ کہ وہ شخص آئینہ میں ہے۔ بلکہ اس آدمی اور دوسری تمام سامنے آنے والی چیزوں کی آئینہ سے نسبت برابر ہے۔ فرق ہے تو صرف قبول کرنے والے کی طرف سے ہے آئینہ کسی چیز کی صورت دکھا سکتا ہے۔ اور دوسری چیزوں میں یہ قابلیت نہیں ہے۔

اور اللہ تعالےٰ جسم اور جسمانی نہیں ہے۔ جوہر اور عرض نہیں ہے۔ محدود اور متناہی نہیں ہے۔ طویل اور عریض نہیں ہے۔ دراز اور کوتاہ نہیں ہے۔ فراخ اور تنگ نہیں ہے۔ بلکہ وہ فراخی والا ہے۔ لیکن وہ وسعت نہیں جو ہمارے فہم میں آئے۔ وہ محیط ہے۔ لیکن وہ احاطہ نہیں جس کا ادراک کیا جا سکے۔ وہ قریب ہے۔ لیکن وہ قرب نہیں۔ جو ہماری سمجھ میں آتا ہے۔ وہ ہمارے ساتھ ہے۔ لیکن معیت متعارفہ نہیں۔ ہم ایمان لاتے ہیں۔ کہ وہ فراخی والا ہے۔ احاطہ کرنے والا ہے۔ قریب ہے۔ اور ہمارے ساتھ ہے۔ لیکن ان صفات کی کیفیات کو ہم نہیں جان سکتے۔ کہ وہ کیسی ہیں۔ اور ہم جو کچھ جانتے ہیں۔ اس کے متعلق جانتے ہیں کہ مجسمہ کے مذہب میں قدم رکھتا ہے۔

اور اللہ کسی چیز سے متحد نہیں ہوتے۔ اور نہ ہی کوئی اور چیز ان سے متحد ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کسی چیز میں حلول بھی نہیں کرتا۔ اور نہ ہی کوئی چیز اللہ تعالےٰ میں حلول کرتی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے لئے اجزا اور حصص کا ہونا بھی محال ہے۔ اور ترکیب وتحلیل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ممنوع ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا کوئی مثل اور کفو نہیں ہے بیوی بچے نہیں ہیں۔ اس کی ذات وصفات بے چون وبے چگون اور بے شبیہ اور بے نمونہ ہیں۔ ہم صرف اتنا جانتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ ہے اور اپنے اسماء وصفات کاملہ سے جن سے اپنے آپ کی تعریف کی ہے۔ ان سے متصف ہے لیکن

Marfat.com

ان میں سے جو چیز بھی ہمارے فہم وادراک میں آئے۔ اور ہم اسے سمجھ سکیں۔ اور تصور کریں۔ کہ وہ اس سے پاک اور بلند ہے۔ جیساکہ پہلے گزر چکا ہے لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ۔ (آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں۔) سے

سلہ دور بینانِ بارگاہ الست بیش ازیں پے نہ بردہ اند کہ ہست

جاننا چاہیے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے اسماء توقیفی ہیں۔ یعنی صاحب شریعت سے سننے پر موقوف ہیں۔ ہر وہ نام جس کا اطلاق شریعت میں اللہ سبحانہ وتعالےٰ پر ہوا ہے۔ اس کا اطلاق کرنا چاہیئے۔ اور جو نہیں بولا گیا۔ اسے خدا تعالیٰ کے لئے نہ کہنا چاہیئے۔ اگرچہ اس اسم میں کمال کے معنی پائے جائیں۔ مثلاً جواد کا لفظ اللہ تعالےٰ کے لئے کہنا جائز ہے کیونکہ شریعت میں آیا ہے۔ اور سخی کا لفظ نہ کہنا چاہیئے۔ کہ نہیں آیا ہے۔

قرآن مجید اللہ تعالےٰ کا کلام ہے۔ جو کہ حروف اور آواز کے لباس میں آیا ہے۔ اور ہمارے پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوا ہے۔ اور اس کے ذریعہ بندوں کو امر اور نہی کا حکم دیا ہے۔ جیساکہ ہم اپنے کلام نفسی کو اپنے حلق اور زبان کے ذریعہ حروف اور آواز کے لباس میں لاکر ظاہر کرتے ہیں۔ اور اپنے پوشیدہ مقاصد کو ظہور کے میدان میں لاتے ہیں۔ اسی طرح حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے کلام نفسی کو حلق اور زبان کے وسیلہ کے بغیر اپنی قدرت کاملہ سے حروف اور آواز کا لباس پہنا کر بندوں کے لیے بھیجا ہے۔ اور اپنے مخفی اوامر اور نواہی کو حروف اور آواز کے ضمن میں لاکر منصۂ ظہور پر جلوہ گر فرمایا ہے۔ پس دونوں قسم کے کلام اللہ تعالیٰ ہی کے کلام ہیں۔ نفسی اور لفظی بھی اور کلام کا اطلاق ان دونوں قسموں پر بطریق حقیقت ہوتا ہے۔ جیساکہ ہمارے دونوں طرح کے کلام نفسی اور لفظی بطریق حقیقت ہمارے ہی کلام ہیں اس طرح نہیں۔ کہ پہلی قسم حقیقت ہے۔ اور دوسری قسم مجاز۔ اس لئے کہ مجاز کی نفی جائز ہے۔ اور کلام لفظی کی نفی کرنا اور اسے خدا کا کلام نہ کہنا کفر ہے۔

اور اسی طرح وہ کتابیں اور صحیفے جو پہلے انبیاء علیٰ نبینا وعلیہم الصلوات والتسلیمات پر نازل فرماتے تھے۔ وہ سب خدا تعالےٰ کا کلام ہیں۔ اور جو کچھ قرآن اور ان کتابوں اور صحیفوں میں درج ہے۔ وہ خدا تعالےٰ ہی کے احکام ہیں۔ کہ اپنے وقت کے مطابق بندوں کو ان کے ادا کرنے کی تکلیف دی ہے۔

اور مومنوں کا خدا تعالےٰ کو بہشت میں بے جہت اور بے مقابلہ اور بے کیف اور بے احاطہ دیکھنا برحق ہے۔ ہم آخرت کی رویت پر ایمان لاتے ہیں۔ اور اس کی کیفیت میں مشغول نہیں ہوتے۔ اس لئے کہ اس کی رویت بے چون ہے۔ اور اس دنیا میں اس کی حقیقت ارباب چون پر ظاہر نہیں ہو سکتی۔ اور ایمان کے بغیر ان کو خدا تعالےٰ کا دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔ افسوس ہے۔ فلاسفہ اور معتزلہ اور دوسرے تمام بدعتی فرقوں پر کہ وہ اپنی محرومی اور اندھا پن

سلہ بارگاہ الست کے دوربین بھی صرف اتنا ہی جان سکے ہیں کہ وہ ہے۔ ۱۲

Marfat.com

سے اخروی رویت کاانکار کرتے ہیں۔ اور غائب کو حاضر پر قیاس کرتے ہیں۔ اور اس پر بھی ایمان کی دولت سے مشرف نہیں ہوتے۔

اور اللہ تعالےٰ جیسے بندوں کا خالق ہے۔ ان کے افعال کا بھی خالق ہے۔ وہ فعل اچھے ہوں یا برے سب اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے ہیں۔ لیکن وہ اچھے کاموں سے راضی ہے۔ اور برے کاموں سے خوش نہیں ہے۔ ہرچند کہ یہ دونوں اسی کے ارادہ اور مشیت سے ہیں۔ لیکن جاننا چاہیئے۔ کہ تنہا شر کو سوءِ ادبی کی وجہ سے خدا تعالیٰ کی طرف منسوب نہ کرنا چاہیئے۔ خالق الشر (برائی کو پیدا کرنے والا) نہ کہنا چاہیئے۔ بلکہ خالق الخیر والشر (بھلائی اور برائی کو پیدا کرنے والا) کہنا چاہیئے۔ جیسا کہ علما نے کہا ہے۔ کہ حق تعالےٰ کو "ہر چیز کا خالق" تو کہنا درست ہے۔ "اور گندگیوں اور خنزیروں کو پیدا کرنے والا" نہیں کہنا چاہیئے۔ کیونکہ خداوند تعالےٰ کا ادب ملحوظ رکھنا چاہیئے۔

معتزلہ جو اپنے اندر بت پرستی کا اثر رکھتے ہیں۔ افعال کا خالق بندہ کو جانتے ہیں۔ اور اچھے اور برے فعل کی نسبت اس کی طرف کرتے ہیں۔ شریعت اور عقل دونوں ان کی تکذیب کرتے ہیں۔ ہاں علماء حق نے بندہ کی قدرت کو اسکے فعل میں دخل انداز جانا ہے۔ اور بندہ کے لئے کسب کا اثبات کیا ہے اس لئے کہ رعشہ والے کی حرکت اور اختیار والے کی حرکت میں واضح فرق ہے۔ رعشہ والے کی حرکت میں بندے کی قدرت اور کسب کا کوئی دخل نہیں ہے۔ اور اختیار کی حرکت میں دخل ہے۔ اور اتنا فرق ہی مواخذہ کا باعث ہوتا ہے۔ اور عذاب وثواب کا اثبات کرتا ہے۔ اکثر آدمی بندے کی قدرت اور اختیار میں شک رکھتے ہیں۔ اور بندے کو مجبور اور عاجز جانتے ہیں۔ ان لوگوں نے علما کی مراد کو نہیں سمجھا ہے۔

بندے میں قدرت اور اختیار کا یہ معنی نہیں ہے۔ کہ جو بندہ چاہے کرے۔ اور جو چاہے نہ کرے۔ یہ تو خود بندگی ہی سے دور ہے۔ بلکہ اختیار کا یہ مطلب ہے۔ کہ جس چیز کی بندہ کو تکلیف دی گئی ہے۔ وہ اسے کر سکتا ہے۔ مثلاً پنج وقت نماز پڑھ سکتا ہے۔ اور چالیسواں حصہ زکوٰۃ ادا کر سکتا ہے۔ اور بارہ مہینوں میں سے ایک ماہ کے روزے رکھ سکتا ہے۔ اور اپنی عمر میں سواری اور خرچ کے ہوتے ہوتے حج کر سکتا ہے۔ وعلیٰ ہذا القیاس شریعت کے باقی احکام بھی ہیں۔ کہ اللہ سبحانہ وتعالےٰ نے اپنی کمال مہربانی سے بندہ کے ضعف اور کمزوری کو ملحوظ رکھتے ہوئے سہولت اور آسانی کی رعایت رکھی ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ [1] یعنی اللہ تعالےٰ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے۔ تمہیں تنگ نہیں کرنا چاہتا۔

---

[1] سورہ بقر۔ پارہ نمبر ۲۔

Marfat.com

يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا۔[1] اللہ تعالیٰ تم سے تکالیف شاقہ کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتا ہے اور انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔ کہ وہ شہوات سے صبر نہیں کر سکتا۔ اور نہ تکالیف شاقہ کو برداشت کر سکتا ہے۔

انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات خدا تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کی طرف بھیجے ہوئے ہیں تاکہ وہ لوگوں کو خدا تعالیٰ کی طرف دعوت دیں۔ اور گمراہی سے راہ پر لائیں۔ اور جو ان کی دعوت کو قبول کرے۔ اسے بہشت کی خوشخبری دیں۔ اور جو انکار کرے۔ اسے دوزخ کے عذاب سے ڈرائیں۔ جو کچھ انہوں نے خدا تعالیٰ کی طرف سے بیان کیا ہے۔ اور تبلیغ کی ہے سب حق ہے۔ اور سچ ہے۔ اس میں جھوٹ کا شائبہ تک نہیں۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلی آلہ وعلیہم اجمعین تمام نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں۔ اور آپ کا دین پہلے دینوں کا ناسخ ہے۔ اور آپ کی کتاب پہلی کتابوں سے بہت ہی بہتر ہے۔ آپ کی شریعت کو کوئی منسوخ کرنے والا نہ ہوگا۔ بلکہ آپ کی شریعت قیامت تک باقی رہے گی۔ اور عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جو نزول فرمائیں گے۔ تو آپ ہی کی شریعت پر عمل کریں گے۔ اور آپ کی امت کی حیثیت سے رہیں گے۔

اور جو کچھ بھی انہوں نے آخرت کے حالات کے متعلق خبریں دی ہیں۔ وہ سب صحیح ہیں۔ عذاب قبر اور اسکی تنگی اور قبر میں منکر و نکیر کے سوال اور دنیا کا فنا ہونا اور آسمانوں کا پھٹنا اور ستاروں کا گرنا اور زمین اور پہاڑوں کا اٹھالیا جانا اور ان کا ٹکڑے ٹکڑے ہونا اور حشر و نشر اور روح کا جسم میں واپس آنا اور قیامت کا زلزلہ اور قیامت کی ہولناکیاں اور اعمال کا محاسبہ اور کئے ہوئے اعمال کے متعلق اعضا کی شہادت اور نیکیوں اور برائیوں کے اعمال ناموں کا دائیں اور بائیں اڑنا اور ترازو کا رکھا جانا کہ اس پر نیکیوں اور برائیوں کا وزن کریں۔ اور نیکی اور بدی کی کمی و زیادتی معلوم کریں۔ اگر نیکیوں کا پلہ بوجھل ہوگا۔ تو یہ نجات کی علامت ہے۔ اور اگر ہلکا ہوگا۔ تو یہ خسارے کا نشان ہے۔ اس ترازو کا ہلکا اور بوجھل ہونا دنیا کے ترازو کے برخلاف ہے۔ وہاں جو پلہ اوپر چلا جائے گا۔ وہ بوجھل ہوگا۔ اور جو نیچے رہے گا وہ ہلکا ہوگا۔

اور انبیاء وصلحاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی شفاعت باذن اللہ قیامت کے روز مومنوں کے لئے ثابت ہے۔ پہلے نبیوں کی اور پھر صلحاء کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ "میری شفاعت میری امت میں سے اہل کبائر کے لئے ہے۔"

اور پل صراط کو دوزخ کی پشت پر رکھیں گے۔ اور مومن اس سے گذر کر بہشت میں چلے جائیں گے۔ اور کافر

---

[1] سورۃ نساء پارہ ۵ ع ۲۰

کے پاؤں لڑکھڑا جائیں گے۔ اور دوزخ میں گر پڑیں گے۔ یہ حق اور ثابت ہے۔ اور بہشت جو کہ مومنوں کی نعمتوں کے لیئے تیار کی گئی ہے۔ اور دوزخ جو کافروں کو سزا دینے کے لیئے بنائی گئی ہے۔ دونوں مخلوق ہیں۔ اور ہمیشہ ہمیشہ تک باقی رہیں گی۔ اور کبھی فنا نہ ہوں گی۔

اور حساب [۱۴] و کتاب کے بعد مومن جب بہشت میں چلے جائیں گے۔ تو وہ ہمیشہ بہشت ہی میں رہیں گے۔ اور اس سے کبھی باہر نہ آئیں گے۔ اور اسی طرح کافر جب دوزخ میں چلے جائیں گے۔ تو وہ دوزخ ہی میں رہینگے۔ ان کو ہمیشہ ہمیشہ تک سزا ملتی رہے گی۔ ان کی سزا میں تخفیف جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالے نے فرمایا ہے۔ "ان سے کبھی عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا۔ اور نہ ہی وہ مہلت دیے جائیں گے"۔ اور جس کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہوگا۔ وہ اگر اپنے گناہوں کی زیادتی کے سبب دوزخ میں چلا بھی جائے گا۔ تو اپنے گناہوں کے اندازہ کے مطابق اسے سزا ملیگی اور بالآخر اسے دوزخ سے نکال لیں گے۔ اور اس کے چہرے کو ایمان کی عزت کی وجہ سے سیاہ بھی نہ کریں گے۔ جیسا کہ کفار کے چہروں کو سیاہ کیا جائے گا۔ اور کافروں کی طرح انہیں طوق اور زنجیریں بھی نہیں پہنائی جائیں گی

اور فرشتے [۱۵] خداوند تعالے کے مکرم بندے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی ان کے حق میں جائز نہیں انہیں جو حکم دیا جاتا ہے۔ اس کی تعمیل کرتے ہیں۔ وہ عورت اور مرد ہونے سے پاک ہیں۔ اور ان میں توالد و تناسل بھی نہیں ہے ان میں سے بعض کو خدا تعالے نے پیغامبری کے لیئے انتخاب کیا ہے۔ اور تبلیغ وحی سے مشرف کیا ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں اور صحیفوں کے پہنچانے والے ہیں۔ جو کہ خطا اور خلل سے محفوظ اور دشمن کے مکر اور تدبیر سے معصوم ہیں۔ انہوں نے اللہ تعالے کی طرف سے جو کچھ پیغام دیئے ہیں۔ سب سچ اور درست ہے۔ اس میں احتمال اور اشتباہ کا شائبہ تک نہیں۔ اور یہ بزرگوار اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال سے ڈرتے رہتے ہیں۔ اور اوامر کی تعمیل کے سوا ان کا اور کوئی کام نہیں ہے۔

ایمان دل کی تصدیق اور زبان کے اقرار کا نام ہے۔ کہ جو کچھ تواتر اور یقین سے ہم تک پہنچا ہے۔ خواہ اجمالاً خواہ تفصیلاً اس کو سچ مانا جائے۔ اور اس کا اقرار کیا جائے۔ اور اعضاء کے اعمال نفس ایمان سے خارج ہیں۔ ہاں وہ ایمان میں کمال بڑھاتے ہیں۔ اور حسن پیدا کرتے ہیں

امام اعظم کوفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے۔ کہ ایمان کمی بیشی کو قبول نہیں کرتا۔ کیونکہ دل کی تصدیق نفس یقین سے عبارت ہے۔ کہ اس میں زیادتی اور نقصان کی گنجائش نہیں ہے۔ اور جو نقص کو قبول کرے۔ وہ ظن اور وہم کے دائرہ میں داخل ہے۔ ایمان میں کمال اور نقص طاعات وحسنات کے اعتبار سے ہے۔ جتنی طاعت زیادہ ہوگی۔ اتنا ہی ایمان کامل

---

[۱۵] آخر پارہ تلک الرسل ۱۲

Marfat.com

زیادہ ہوگا پس عام مومنوں کا ایمان انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے ایمان کی مثل نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان کا ایمان طاعت کے ہونے کی وجہ سے اس کمال کی چوٹی تک پہنچا ہوا ہے۔ کہ عام مومنوں کا ایمان اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا اگرچہ دونوں نفس ایمان میں شرکت رکھتے ہیں۔ لیکن ان کے ایمان نے طاعت بجالانے کی وجہ سے ایک دوسری حقیقت پیدا کرلی ہے گویا کہ دوسرے لوگوں کا ایمان ان کے ایمان کا فرد نہیں ہے۔ اور ان میں مماثلت و مشارکت مفقود ہے۔

عام انسان اگرچہ نفس انسانیت میں انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے ساتھ شریک ہیں۔ لیکن دوسرے کمالات نے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو بہت بلند درجہ تک پہنچا دیا ہے۔ اور ان کی حقیقت ہی اور ہو چکی ہے۔ کہ وہ حقیقت مشترکہ سے بلند[۱] اور برتر ہیں۔ بلکہ وہی انسان ہیں۔ اور عوام الناس بن مالس کا حکم رکھتے ہیں۔ امام اعظم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ (میں یقینی طور پر مومن ہوں) اور امام شافعیؒ کہتے ہیں۔ "میں ان شاء اللہ مومن ہوں"۔ ہر ایک کی ایک توجیہ ہے حالیہ ایمان کے لحاظ سے تو کہا جاسکتا ہے۔ "میں پکا مومن ہوں" اور خاتمے اور انجام کے لحاظ سے کہا جاسکتا ہے کہ "میں انشاء اللہ مومن ہوں"۔ لیکن یہ قول جس توجیہ سے بھی کہا جائے۔ بہر صورت انشاء اللہ کہنے سے پرہیز کرنا بہتر ہے گناہوں کے ارتکاب سے اگرچہ وہ کبیرے گناہوں سے کوئی مومن ایمان سے خارج نہیں ہو جاتا۔ اور کفر

---

[۱] حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے بشر مثلکم کی رٹ لگانے والے حضرات غلط فہمی پیدا کرنے کے لئے حضرت امام ربانی قدس سرہ کے دفتر اول مکتوب نمبر ۲۶۶ کی مندرجہ ذیل عبارت تو پڑھتے اور پیش کرتے ہیں۔

"تو یعنی کہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات با عامہ در نفس انسانیت برابر اند و در حقیقت و ذات متحد"۔

لیکن افسوس کہ دفتر دوم کے اس مکتوب کی اس عبارت پر غور نہیں کرتے۔ عوام انسان ہر چند با انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات در نفس انسانیت شریک اند۔ اما کمالات دیگر مر انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات بدرجات علیہ رسانیدہ است۔ حقیقت دیگر ثابت کردہ گویا از حقیقت مشترکہ عالی و برتر اند۔ بلکہ انسان ایشانند۔

یعنی اگرچہ عوام انسان انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے ساتھ نفس انسانیت میں شریک ہیں۔ لیکن دوسرے کمالات نے انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کو درجات علیا تک پہنچا دیا ہے۔ اور ان کے لئے دوسری حقیقت ثابت کر دی ہے۔ گویا یہ حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام حقیقت مشترکہ انسانی سے بلند و برتر ہیں۔ بلکہ انسان ہی صرف یہی ہیں۔

اس عبارت میں حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ کہ خصوصی کمالات کی بنا پر انبیاء علیہم الصلوٰت والسلام کی حقیقت عوام کی حقیقت سے الگ ہے۔

یہ تو عام انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے متعلق فرمایا ہے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے تو امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ کہ آپ کی حقیقت نور ہے۔ آپ اللہ تعالے کے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور آپ اس امکان سے پیدا نہیں

باقی بر صفحہ آئندہ

Marfat.com

دائرہ میں داخل نہیں ہوتا۔ منقول ہے کہ ایک دن امام اعظم علماء کبار کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ ایک شخص نے آکر پوچھا۔ کہ ایسے مومن فاسق کے حق میں کیا کہتے ہو۔ جو اپنے باپ کو ناحق قتل کرے۔ اور اس کے سر کو تن سے جدا کرے۔ اور اس کے سر کی کھوپڑی میں شراب ڈال کر پیئے۔ اور شراب پینے کے بعد اپنی ماں سے زنا کرے۔ آیا یہ مومن ہے۔ یا کافر سب علماء نے اس کے حق میں غلط کہا۔ اور معاملہ دور دراز تک پہنچا دیا۔ امام اعظم نے اس اثنا میں فرمایا۔ کہ وہ مومن ہے۔ اور ان کبائر کی وجہ سے ایمان سے باہر نہیں ہوا ہے۔ امام کا یہ قول علماء پر گراں گزرا اور طعن و تشنیع میں ان کی زبان دراز ہو گئی۔ بالآخر چونکہ امام کی بات برحق تھی۔ سب نے اس کو قبول کیا۔ اور اعتراف فرمایا۔

---

ہوئے۔ جس سے باقی تمام مخلوقات بنی ہے۔ مکتوب شریف کے ۔ سہ دفتر میں سے ایک ہی لفظ ایسا بتایا جائے۔ جو صراحۃً حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے متعلق ہو۔ کہ آپ بھی نفس انسانیت میں عامۃ الناس کے ساتھ برابر اور متحد ہیں۔ اس کے برعکس ہم مکتوبات شریف سے متعدد ایسی عبارات دکھا سکتے ہیں۔ جن میں صراحتہً مذکور ہے۔ کہ آپ کی حقیقت عام انسانوں کی حقیقت سے بالکل الگ ہے۔

اسی بات کو خود نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے بھی فرمایا ہے۔

(۱) صحیح بخاری جلد اول ص۲۴۴ سطر ۲ مصری میں وارد ہے۔ لست کاحد منکم کہ میں تمہارے کسی آدمی کی مانند نہیں ہوں۔

اس حدیث کے ماتحت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ای لا فی الذات ولا فی الصفات۔ یعنی نہ ذات میں۔ نہ صفات میں

(۲) صحیح بخاری جلد اول مطبوعہ مصر ص۲۲۶ سطر ۳ میں ہے۔ انی لست مثلکم۔ بیشک میں تمہاری مثل نہیں ہوں۔

(۳) صحیح بخاری جلد اول مطبوعہ مصر ص۲۲۶ سطر ۲ میں ہے۔ انی لست کھیئتکم میں تمہاری ہیئت اور شکل پر نہیں ہوں۔

(۴) صحیح بخاری جلد اول صفحہ مذکور پر ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے صحابہ کرام کو وصال کے روزوں سے منع کرتے ہوئے فرمایا۔ انی لست کھیئتکم میں تمہاری شکل و ہیئت کی طرح نہیں ہوں۔

(۵) صحیح بخاری جلد اول صفحہ مذکور مطبوعہ مصر پر ہے۔ کہ حضور نے روزہ وصال سے منع فرمایا۔ صحابہ کرام نے عرض کی۔ آپ تو روزہ وصال رکھتے ہیں۔ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا۔ ایکم مثلی۔ تم میں میری مثل کون ہو سکتا ہے۔

(۶) امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر جلد دوم مطبوعہ مصر صفحہ ۴۰۴ میں فرماتے ہیں۔

واعلم ان تمام الکلام فی ہذا الباب ان النفس القدسیۃ النبویۃ مخالفۃ بماھیتہا۔ سائر الناس والنفوس یعنی نفس قدسیہ نبویہ کی حقیقت ماہیت باقی تمام نفوس کی ماہیت سے الگ اور مخالف ہے۔

(۷) تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ ۶۹۴ مطبوعہ مصر سورہ کہف میں ہے۔ (حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) فنقول جواہر النفس ان طقہ مختلفۃ بالماھیۃ۔ یعنی جواہر نفوس مختلف الماھیۃ ہیں۔

(۸) تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ ۴۳۹، ۴۰۰ مطبوعہ مصر میں ہے۔
ذکر الحلیمی فی کتاب المنہاج ان الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام لابد وان یکونوا مخالفین لغیرھم فی القوی الجسمانیۃ والقوی الروحانیۃ

(۹) علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ مواہب لدنیہ جلد اول صفحہ ۲۹۵ جلد ثالث میں فرماتے ہیں۔ اعلم ان من تمام الایمان بہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الایمان بان اللہ تعالیٰ جعل بدنہ الشریف علی وجہ لم یظہر قبلہ ولا بعدہ خلق آدمی مثلہ۔ یعنی اس بات کو ذہن میں رکھو۔ کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام پر کمال ایمان یہ ہے۔ کہ بندہ اللہ تعالیٰ پر یہ لائے۔ کہ اس نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے بدن شریف کو ایسا پیدا فرمایا۔ جس کی مثل نہ کوئی آپ سے پہلے پیدا ہوا۔ اور نہ آپ کے بعد پیدا ہوگا۔

(۱۰) حضرت امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دفتر سوم مکتوب نمبر ۱۰۰ مطبوعہ امرتسر صفحہ ۲۵ میں فرماتے ہیں۔
باید دانست کہ خلق محمدی در رنگ سائر افراد انسانی نیست بلکہ بخلق ہیچ فردے۔ از افراد عالم مناسبت ندارد کہ او صلی اللہ علیہ وسلم باوجود نشاء عنصری از نور حق جل و علا مخلوق گشتہ است۔ کما قال علیہ وعلی علیہ الصلوۃ والسلام خلقت من نور اللہ و دیگراں را ایں دولت میسر نشدہ است۔
جاننا چاہیے۔ کہ حضور علیہ السلام کی خلق پیدائش دوسرے افراد انسان کی پیدائش کی طرح نہیں ہے۔ بلکہ افراد عالم میں سے کسی بھی فرد کے ساتھ آپ کی پیدائش کوئی مناسبت نہیں رکھتی۔ کیونکہ آپ نشاء عنصری کے باوجود حق جل و علا کے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے خود فرمایا۔ میں اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا کیا گیا ہوں۔ اور دوسرے کسی کو بھی یہ دولت میسر نہیں ہوئی ہے۔ اسی مکتوب میں ان مذکورہ سطور کے بعد پورا صفحہ مطالعہ کے لائق ہے۔
مختصر یہ کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ نفس انسانیت میں عوام انسانوں کے ساتھ برابر و متحد ہیں۔ حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے موقف و مسلک کے خلاف ہے۔ احادیث صحیحہ اور مستند مفسرین کے اقوال بھی اس عقیدے کے بیان میں صریح ہیں۔ اللہ تعالیٰ بد عقیدگی سے بچائے۔ اور ادب و احترام کی توفیق عطا کرے۔

محمد سعید احمد غفرلہ

Marfat.com

اگر گناہگار مومن سکرات موت سے پہلے توبہ کی توفیق پالے۔ تو نجات کی بہت بڑی امید ہے۔ کہ توبہ قبول کرنے کا وعدہ ہے۔ اور اگر توبہ و انابت سے مشرف نہ ہوا تو اس کا معاملہ خدا تعالٰی کے سپرد ہے۔ اگر چاہے تو اس کو معاف کردے۔ اور جنت میں بھیج دے۔ اور اگر چاہے۔ تو گناہ کے مطابق سزا دے۔ آگ سے یا بغیر آگ کے لیکن آخر کی نجات ہے۔ اور اس کا انجام بہشت ہے۔ کیونکہ آخرت میں خدا تعالٰی کی رحمت سے محرومی کافروں کے ساتھ خاص ہے۔ اور جس میں ایمان کا ایک ذرہ بھی ہوگا۔ وہ رحمت کا امیدوار ہے۔ اگر اپنے گناہوں کی وجہ سے ابتدا میں خدا کی رحمت تک نہ پہنچا۔ تو آخر میں اسکو اللہ تعالٰی کی عنایت سے میسر ہو جائے گی۔ اے ہمارے رب ہمارے دلوں کو ہدایت کے بعد ٹیڑھا نہ کر اور ہمیں اپنی جناب سے رحمت عطا فرما۔ یقیناً تو ہی عنایت کرنے والا ہے۔

امامت اور خلافت کی بحث اگرچہ اہل سنت شکر اللہ سعیہم کے نزدیک اصول دین سے نہیں ہے۔ اور یہ عقیدے سے تعلق نہیں رکھتی۔ لیکن چونکہ شیعہ اس باب میں غلو کرتے ہیں اور افراط و تفریط کرتے ہیں۔ تو اس ضرورت کی بنا پر علماء اہل حق رضی اللہ تعالٰی عنہم نے اس بحث کو علم کلام سے ملحق کر دیا ہے۔ اور حقیقت حال سے آگاہ کر دیا ہے۔ حضرت خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امام برحق اور خلیفہ مطلق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں۔ اور ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور ان کے بعد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور ان کے بعد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور ان کی افضلیت ان کی خلافت کی ترتیب کے مطابق ہے۔

حضرات شیخین کی افضلیت اجماع صحابہ و تابعین سے ثابت ہے جیسا کہ اسکو اکابر ائمہ نے نقل کیا ہے۔ کہ ان میں سے ایک امام شافعی ہیں۔ شیخ ابوالحسن اشعری جو کہ اہل سنت کے سردار ہیں۔ فرماتے ہیں کہ باقی امت پر شیخین کی افضلیت یقینی ہے۔ دوسرے صحابہ پر شیخین کی افضلیت کا انکار کوئی جاہل یا متعصب ہی کرے گا۔ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔ جو آدمی مجھے حضرت ابوبکر اور عمر پر فضیلت دیتا ہے۔ وہ مفتری ہے۔ میں اسے تہمت لگانے والے کی طرح کوڑے لگاؤں گا۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اپنی کتاب غنیہ میں فرماتے ہیں۔ اور ایک حدیث نقل کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جب مجھے معراج ہوا۔ تو میں نے خدا تعالٰی سے دعا کی۔ کہ میرے بعد خلیفہ حضرت علی ہوں۔ تو فرشتوں نے کہا "اے محمد جو کچھ اللہ تعالٰی چاہتا ہے۔ وہ ہوتا ہے۔ آپ کے بعد خلیفہ حضرت ابوبکر ہیں"۔ اور شیخ نے یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا ہے۔ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے اس وقت تک رخصت نہیں ہوئے۔ جب تک کہ انہوں نے مجھ سے عہد نہ لے لیا۔ کہ میری وفات کے بعد خلیفہ حضرت ابوبکر ہوں گے اور ان کے بعد عمر اور ان کے بعد عثمان اور ان کے بعد تم خلیفہ ہو گے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

اور حضرت امام حسن حضرت امام حسین سے افضل ہیں۔ رضی اللہ عنہما اور علمائے اہل سنت علم اور اجتہاد میں حضرت عائشہ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما پر فضیلت دیتے ہیں۔ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ غنیہ میں حضرت

Marfat.com

عائشہ کو مطلقاً فضیلت دیتے ہیں۔ اور اس فقیر کا عقیدہ یہ ہے۔ کہ حضرت عائشہ علم اور اجتہاد میں افضل ہیں۔ اور حضرت فاطمہ زہد و تقویٰ اور دنیا سے بے رغبت ہونے میں بہتر ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ حضرت فاطمہ کو بتول کہتے ہیں جو کہ دنیا سے منقطع ہونے میں مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اور حضرت عائشہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فتاوی کا مرجع تھیں۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پر علم میں کوئی مشکل ایسی پیش نہ آئی۔ جس کا حل حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس نہ ہو۔

اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے درمیان جو جھگڑے اور جنگیں ہوئی ہیں۔ مثلاً جنگ جمل و جنگ صفین تو ان کو اچھے معانی پر محمول کرنا چاہیئے۔ اور خواہشات اور تعصب سے دور رہنا چاہیئے۔ کہ ان بزرگواروں کے نفوس خیر البشر علیہ الصلوات والتسلیمات کی صحبت میں خواہشات اور تعصب سے پاک ہو چکے تھے۔ اور حرص و کینہ سے بالکل صاف تھے۔ وہ اگر صلح کرتے تھے۔ تو حق کے لئے اور اگر جھگڑا کرتے تھے۔ تو وہ بھی حق کے لئے ہر گروہ اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کرتا تھا۔ اور خواہشات اور تعصب کے شائبہ سے پاک ہو کر مخالف کی مدافعت کرتا تھا پھر جس کا اجتہاد درست ہوا۔ اسے دو درجے اور ایک قول کے مطابق دس درجے کا ثواب ملتا ہے۔ اور جس کا اجتہاد درست نہ ہوا اسے بھی ایک درجہ ثواب مل گیا۔ پس خطا کرنے والا بھی درست اجتہاد کرنے والے کی طرح ملامت کا مستحق نہیں ہے وہ بھی درجات ثواب میں سے ایک درجہ کی امید رکھتا ہے۔

علماء نے کہا ہے۔ کہ ان جنگوں میں حق حضرت امیر کی طرف تھا۔ کرم اللہ وجہہ اور مخالفوں کا اجتہاد درست نہیں تھا۔ لیکن اس کے باوجود وہ طعن کرنے کے مستحق نہیں ہیں۔ اور ملامت کی گنجائش نہیں رکھتے۔ چہ جائیکہ ان کو کافر یا فاسق کہا جائے۔ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے۔ کہ "ہمارے بھائی ہم پر باغی ہوئے ہیں۔ وہ نہ کافر ہیں۔ نہ فاسق کیونکہ ان کے پاس تاویل ہے جو کفر اور فسق سے روکتی ہے"۔ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ "جو اختلاف میرے صحابہ میں ہوں۔ ان میں زبان کشائی سے بچنا" پس پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کو بزرگ سمجھنا چاہیئے۔ اور سب کو نیکی سے یاد کرنا چاہیئے۔ اور ان میں سے کسی بزرگ کے حق میں برا نہ ہونا چاہیئے۔ اور نہ ہی بدگمانی کرنی چاہیئے اور ان کے جھگڑوں کو دوسروں کی مصالحت سے بہتر سمجھنا چاہیئے۔ نجات اور خلاصی کا صرف یہی طریقہ ہے۔

کیونکہ صحابہ کرام کی دوستی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دوستی کی وجہ سے ہے۔ اور ان سے دشمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی تک لے جاتی ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی عزت نہ کی۔ اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی کوئی ایمان نہیں ہے۔

اور قیامت[۱۹] کی علامتیں جن کی خبر مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ وہ سب برحق ہیں۔ ان میں خلاف ہونے کا کوئی احتمال نہیں ہے۔ مثلاً خلاف عادت سورج کا مغرب کی طرف سے طلوع ہونا۔ اور حضرت مہدی علیہ

Marfat.com

الرضوان کا ظہور اور حضرت روح اللہ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نزول اور دجّال کا نکلنا۔ اور یاجوج ماجوج کا ظاہر ہونا۔ اور دابّۃ الارض کا نکلنا اور ایک دھوئیں کا آسمان سے پیدا ہونا جو تمام لوگوں کو گھیر لے گا۔ اور دردناک عذاب میں مبتلا کر دے گا۔ آدمی بیقراری میں کہیں گے۔ اے ہمارے پروردگار ہم کو اس عذاب سے بچائے ہم ایمان لاتے ہیں۔ اور آخری علامت آگ ہے۔ جو عدن سے اُٹھے گی۔

اور ایک جماعت نے اپنی بیوقوفی سے ایک ایسے آدمی کو مہدی موعود تسلیم کر لیا ہے۔ جس نے ہندوستان میں اپنے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔ پس ان کے خیال کے مطابق تو مہدی ہو چکا۔ اور فوت ہو گیا۔ اور کہتے ہیں۔ کہ اسکی قبر فرّہ میں ہے۔ اور صحاح کی احادیث میں جو شہرت کی حد بلکہ معنیٰ تواتر کی حد تک پہنچ چکی ہیں۔ ان کی تکذیب موجود ہے۔ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام مہدی کی علامات بیان کر دی ہیں۔ اور اس شخص میں جسکو انہوں نے مہدی سمجھ رکھا ہے۔ یہ علامات مفقود ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں آیا ہے۔ کہ مہدی موعود ظاہر ہوں گے۔ اور ان کے سر پر بادل کا ایک ٹکڑا ہوگا۔ اور اس بادل میں ایک فرشتہ ہوگا۔ جو آواز دے گا۔ کہ یہ شخص مہدی ہے۔ اس کی پیروی کرو۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے[1]۔ کہ چار آدمی تمام زمین کے مالک ہوئے ہیں۔ ان میں سے دو مومن ہیں۔ اور دو کافر۔ مومنوں میں سے ذوالقرنین اور سلیمان۔ اور کافروں میں نمرود اور بخت نصر اور پانچواں آدمی جو تمام زمین کا مالک ہوگا۔ وہ میرے اہل بیت میں سے ہوگا۔ یعنی مہدی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے اس وقت تک دنیا ختم نہ ہوگی۔ جب تک کہ خدا تعالیٰ میرے اہل بیت میں سے ایک ایسا آدمی پیدا نہ کرے۔ جس کا نام میرے نام جیسا اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام جیسا ہوگا۔ اور زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ جیسا کہ وہ پہلے ظلم اور جفا سے بھری ہوگی۔ اور حدیث میں آیا ہے۔ کہ اصحاب کہف حضرت مہدی کے مددگار ہوں گے۔ اور حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے زمانہ میں نزول فرمائیں گے۔ اور وہ دجال کے ساتھ جنگ کرنے میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ساتھ دیں گے۔ اور ان کی سلطنت کے ظہور کے زمانہ میں چودہ رمضان شریف کو سورج گرہن ہوگا۔ اور اس مہینہ کی ابتداء میں چاند گرہن ہوگا۔ اور یہ منجموں کے حساب اور زمانہ کی عادت کے برخلاف ہوگا۔

انصاف کی نگاہ سے دیکھنا چاہیئے۔ کہ یہ علامات اس مرنے والے (سید محمد جونپوری) شخص میں موجود ہیں۔ یا نہیں اور ان کے علاوہ اور بھی بہت سی علامات ہیں۔ جو مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی ہیں۔ شیخ ابن حجر مکی نے

---

[1] ابن جوزی نے اپنی تاریخ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً سے روایت کیا ہے ۱۲۔

Marfat.com

مہدی موعود کی علامات میں ایک رسالہ لکھا ہے۔ جن کی تعداد دو سو تک پہنچ جاتی ہے۔ نہایت ہی جہالت ہے کہ مہدی موعود کا معاملہ اتنا واضح ہونے کے باوجود ایک جماعت گمراہی میں پڑ گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ انکو سیدھے رستے کی راہنمائی فرمائے۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ بنی اسرائیل اکہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔ ان میں صرف ایک فرقہ جنتی ہے۔ باقی سب دوزخی ہیں۔ اور قریب ہے۔ کہ میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے۔ وہ سب دوزخی ہوں گے۔ صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا۔ صحابہ نے پوچھا۔ کہ وہ نجات پانے والا فرقہ کون سے لوگ ہوں گے۔ ؟ تو آں حضرت نے فرمایا۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ جن کا طریقہ وہی ہوگا۔ جو میرا اور میرے صحابہ کا طریقہ ہے۔ علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام اور وہ نجات پانے والا ایک فرقہ اہل سنت وجماعت ہیں۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑے ہوئے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی پیروی کرتے ہیں۔ اے اللہ ہمیں اہلسنت وجماعت کے عقیدہ پر ثابت قدم رکھ۔ اور انہیں کی جماعت میں ہماری موت ہو۔ اور انہیں میں ہم کو اٹھا۔ اے ہمارے پروردگار ہمارے دلوں کو ہدایت دینے کے بعد ٹیڑھا نہ کر دے۔ اور اپنی جناب سے رحمت عنایت فرما یقیناً تو ہی عنایت کرنے والا ہے۔

عقیدے کی تصحیح کے بعد شریعت کے اوامر کی تعمیل اور نواہی سے اجتناب بھی نہایت ضروری ہے۔ اس سے چارہ نہیں ہے پنج وقت بغیر سستی کے تعدیل ارکان کے ساتھ باجماعت نماز ادا کرنا چاہیئے۔ کیونکہ کفر اور اسلام میں فرق کرنے والی یہی نماز ہے۔ اور جب مسنون طریقہ پر نماز کی ادائیگی میسر ہو گئی۔ تو سمجھو کہ اسلام کی مضبوط رسی ہاتھ میں آگئی۔ کیونکہ اسلام کے پنجگانہ ارکان میں سے نماز دوسرا رکن ہے۔ اور پہلا رکن اللہ جل شانہٗ اور اس کے رسول پر ایمان لانا ہے۔ اور دوسرا رکن نماز ہے۔ اور تیسرا رکن زکوٰۃ ادا کرنا ہے۔ اور چوتھا رکن رمضان شریف کے روزے ہیں۔ اور پانچواں رکن بیت اللہ شریف کا حج ہے

پہلا اصل ایمان سے تعلق رکھتا ہے۔ اور باقی چار اصول اعمال سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ان میں جامع ترین اور بہترین عبادت نماز ہے۔ قیامت کے روز حساب کتاب کی ابتدا اسی نماز سے ہوگی۔ اگر نماز درست ہوئی۔ تو خدا تعالیٰ کی مہربانی سے باقی حساب آسانی سے ہو جائے گا۔

اور جہاں تک ہو سکے۔ شرعی ممنوعات سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ اور خدا تعالیٰ کی ناپسندیدہ چیزوں کو سم قاتل سمجھنا چاہیئے۔ اور اپنی کوتاہیوں کے عوامل کو نظر میں رکھنا چاہیئے۔ اور ان کے ارتکاب سے شرمندہ ومنفعل ہونا چاہیئے

---

[1] یہ حدیث ترمذی مسند احمد اور ابوداؤد میں بروایت کثیر بن عبداللہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما موجود ہے۔ ۱۲۰

Marfat.com

اور ندامت وحسرت وافسوس کرنا چاہیئے۔ کہ بندگی کا طریقہ یہی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔ اور جو آدمی خدا تعالیٰ کی ناپسندیدہ چیزوں کا بے تحاشا ارتکاب کرے۔ اور اپنی اس بد اعمالی سے شرمندہ بھی نہ ہو تو ایسا آدمی متکبر اور سرکش ہے۔ اس کا یہ اصرار اور سرکشی قریب ہے۔ کہ اسے اسلام کے دائرہ سے باہر لے جائے۔ اور دشمنوں کے دائرہ میں داخل کردے۔ اے ہمارے رب ہمیں اپنی جناب سے رحمت عنایت فرما۔ اور ہمارے کام میں بھلائی پیدا کردے۔

ایک ایسی دولت جس سے حق سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو ممتاز فرمایا ہے۔ اور آدمی اس دولت سے بے خبر بھی ہو سکتا ہے۔ کہ آپ کو بھی وہ دولت معلوم نہ ہو۔ وہ دولت یہ ہے۔ کہ وقت کا بادشاہ جو کہ سات پشت سے مسلمان چلا آرہا ہے۔ اور اہل سنت سے ہے۔ اور حنفی مذہب رکھتا ہے اگرچہ کچھ سال ہوئے ہیں۔ کہ ایسے وقت میں کہ قرب قیامت کا وقت ہے۔ اور عہد نبوت سے دور کا زمانہ ہے۔ جبکہ طالب علم طمع کی نحوست سے جو کہ خبث باطن سے پیدا ہوتی ہے۔ بادشاہوں کے امرا کا تقرب حاصل کرتے ہیں اور ان کی خوشامد کرتے ہیں۔ اور دین متین میں شکوک وشبہات پیدا کرتے ہیں۔ اور سادہ لوح لوگوں کو سیدھی راہ سے بھٹکا دیتے ہیں۔ ایسا عظیم الشان بادشاہ جب کہ آپ کی بات کو اچھی طرح سنتا ہے۔ اور اسے قبول بھی کرتا ہے۔ تو یہ کتنی بڑی دولت ہے۔ کہ اس کے کانوں میں صراحتاً یا اشارۃً آپ کلمہ حق یعنی اسلام کا کلمہ جو کہ اہل سنت وجماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کے عقیدہ کے موافق ہو ڈالتے رہیں اور جتنی بھی آپ گنجائش پائیں۔ اہل حق کی بات بادشاہ کے سامنے پیش کریں۔ بلکہ ہمیشہ اسی جستجو میں رہیں۔ کہ کوئی موقعہ ایسا پیدا ہو۔ کہ مذہب وملت کی بات چل نکلے۔ تاکہ اسلام کی حقانیت کا اظہار ہو سکے۔ اور کفر اور کافری کی برائی اور بطلان ظاہر کیا جا سکے۔

کفر خود ظاہر البطلان چیز ہے۔ کوئی عقلمند آدمی اسکو پسند نہیں کرتا۔ اور اس کے بطلان کو بے تحاشا ظاہر کرنا چاہیئے۔ اور ان کے معبودان باطل کی بے توقف نفی کرنا چاہیئے۔ سچا خدا جل شانہ بے شک وبے شبہ آسمانوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ کبھی آپ نے یہ سنا ہے۔ کہ ان کے باطل معبودوں نے ایک مچھر پیدا کیا ہو۔ اگرچہ وہ سب جمع ہو جائیں۔ اور اگر کوئی مچھر ان کو کاٹ جائے۔ یا تکلیف پہنچائے۔ تو ان کی حفاظت بھی نہیں کر سکتے۔ چہ جائیکہ وہ دوسروں کی حفاظت کریں۔ کافر لوگ اس امر کی برائی کو محسوس کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ یہ معبود خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں ہمارے سفارشی ہیں۔ اور ہمیں خدا تعالیٰ کے نزدیک کر دیتے ہیں۔ یہ بے وقوف لوگ ہیں۔ انہوں نے کہاں سے سمجھ رکھا ہے۔ کہ یہ بے جان بت شفاعت کی مجال رکھتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان شریکوں کی سفارش کو جو کہ حقیقت میں اس کے دشمن ہیں۔ دشمنوں کے بندوں کے حق میں قبول کرلیں گے۔

اس کی مثال تو ایسی ہے۔ کہ کچھ باغی لوگ بادشاہ کے برخلاف بغاوت کریں۔ اور بیوقوفوں کی ایک جماعت اس خیال سے ان باغیوں کی امداد کرنے لگے۔ کہ مشکل کے وقت میں یہ باغی بادشاہ کے پاس ہماری سفارش کر دیں گے۔ اور ان کے وسیلہ سے ہم بادشاہ کا قرب حاصل کر سکیں گے۔ کتنے بڑے بے وقوف ہیں۔ کہ باغیوں کی خدمت کرتے

Marfat.com

ہیں۔ اور باغیوں کی سفارش سے بادشاہ سے معافی چاہتے ہیں۔ اور اس کا تقرب حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ بادشاہ برحق کی خدمت کیوں نہیں کرتے۔ اور باغیوں کو شکست کیوں نہیں دیتے تاکہ اہل قرب اور اہل حق سے ہو جائیں۔ اور امن و امان میں رہیں۔

یہ بیوقوف لوگ ایک پتھر کو لیتے ہیں۔ اور اپنے ہاتھ سے اس کو تراشتے ہیں۔ اور کئی سال تک اس کی پرستش کرتے ہیں۔ اور اس سے امیدیں رکھتے ہیں۔ مختصر یہ کہ کافروں کا دین ظاہر البطلان ہے۔ اور مسلمانوں میں سے جو بھی راہ حق اور سیدھی راہ سے دور چلا گیا ہے۔ وہ خواہش کا بندہ اور بدعتی ہے۔ اور وہ سیدھی راہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہ وسلم اجمعین کی راہ ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ اپنی کتاب غنیہ میں فرماتے ہیں۔ کہ بدعتی لوگوں کے گروہ کہ جن کے اصول دو جماعتیں ہیں۔ یہ لوگ ہیں۔ خوارج۔ شیعہ۔ معتزلہ۔ مرجیئہ۔ مشبہہ۔ جہمیہ۔ ضراریہ۔ بخاریہ۔ کلابیہ۔ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھے۔ اور نہ ہی حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی خلافت کے زمانہ میں تھے۔ ان جماعتوں کا اختلاف اور فرقہ بندی صحابہ و تابعین اور فقہائے سبعہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین کی وفات کے بعد کئی سال بعد ہوا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جو آدمی میرے بعد زندہ رہے گا۔ وہ بہت سا اختلاف دیکھے گا۔ پس تم لوگ میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو اپنے دانتوں سے مضبوط پکڑلو۔ اور دین میں نئے پیدا ہونے والے امور سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ اور جو کچھ بھی میرے بعد دین میں نیا پیدا ہوگا۔ وہ مردود ہے۔

پس وہ مذہب جو آنحضرت اور خلفائے راشدین علیہ و علیہم الصلوات والتسلیمات کے زمانہ کے بعد پیدا ہو۔ وہ اعتبار کے لائق نہیں ہے۔ اور نہ ہی وہ توجہ کے قابل ہے۔ اس دولت عظمیٰ کا شکر بجا لانا چاہیئے۔ کہ محض اپنے فضل و کرم سے اس نے ہمیں فرقہ ناجیہ میں داخل فرمایا ہے۔ کہ یہ لوگ اہل سنت و جماعت ہیں۔ اور اہل ہوا اور بدعتی فرقوں میں پیدا نہ کیا۔ اور ان کے فاسد اعتقادات میں مبتلا نہ کیا۔ اور اس جماعت سے نہ بنایا۔ جو بندہ کو اللہ تعالےٰ کی خاص صفات میں شریک ٹھہراتے ہیں۔ اور بندے کے افعال کا خالق بندہ کو سمجھتے ہیں۔ اور آخرت میں رویت خداوندی کے منکر ہیں۔ جو کہ دینی و دنیاوی دولتوں کا سرمایہ ہے۔ اور واجب تعالےٰ سے صفات کاملہ کی نفی کرتے ہیں۔

اور ان دو جماعتوں سے بھی نہ بنایا۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی توہین کرتے ہیں۔ اور اکابرین سے بدگمانی رکھتے ہیں۔ اور ان کو آپس میں ایک دوسرے کا دشمن سمجھتے ہیں۔ اور ان پر بغض اور اندرونی کینہ کی تہمت لگاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے ان بزرگواروں کے حق میں رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ (آپس میں رحم دل ہیں) فرماتے ہیں اور یہ دونوں جماعتیں خدا تعالےٰ کے کلام کو جھٹلاتی ہیں۔ اور ان بزرگواروں میں کینہ و عداوت و بغض ثابت کرتے ہیں۔ اللہ

Marfat.com

تعالےٰ ان کو توفیق دے۔ اور انہیں سیدھا رستہ دکھائے۔

اور یہ اس کا احسان ہے۔ کہ ہمیں اس جماعت سے بھی نہ بنایا جو اللہ تعالےٰ کے لئے جہت اور مکان ثابت کرتے ہیں اور اسے جسم اور جسمانی سمجھتے ہیں۔ اور خداوند تعالےٰ میں حدوث اور امکان کی علامات ثابت کرتے ہیں۔

اب ہم اصل بات پر آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ آپ کو یہ تو معلوم ہے۔ کہ بادشاہ کی مثال روح کی طرح ہے اور باقی انسان جسم کی طرح ہیں۔ اگر روح درست ہے۔ تو تمام جسم درست ہے۔ اور اگر روح فاسد ہے۔ تو سارا بدن فاسد ہے۔ پس بادشاہ کی اصلاح کی کوشش کرنا تمام بنی آدم کی اصلاح میں کوشش کرنا ہے۔ اور اصلاح اسلام کے کلمہ کے اظہار میں ہے۔ بہر صورت جس وقت بھی گنجائش ملے۔ اور کلمۂ اسلام اہل سنت و جماعت کے عقیدہ کے مطابق کہنے کا موقع ملے۔ وقتاً فوقتاً بادشاہ کے کان میں ڈالتے رہیں۔ اور مخالفین کے مذہب کی تردید کریں۔ اگر یہ دولت میسر ہو جائے۔ تو انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی وراثت عظمیٰ ہاتھ آ جائے۔ آپ کو یہ دولت مفت میں ملی ہوئی ہے۔ اس کی قدر کو سمجھیں۔ زیادہ مبالغہ نہ کیا جائے۔ اگرچہ اس جگہ جتنا بھی مبالغہ اور تاکید کی جائے۔ اچھی ہے۔ اور اللہ سبحانہٗ ہی توفیق دینے والا ہے۔

# مکتوب نمبر ۶۸

خواجہ شرف الدین حسین کی طرف صادر فرمایا۔

نورانی ستون اور دمدار ستارہ جو کہ مشرق کی جانب سے طلوع ہوا تھا۔ اور علامات قیامت اور اس کے متعلقات کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں۔ جس نے اس اسلام کی طرف ہماری راہنمائی کی۔ اور اگر ہمیں اللہ تعالےٰ راہنمائی نہ کرتا۔ تو ہم کبھی راہ نہ پا سکتے۔ ہمارے رب کے رسول (علیہم الصلوات والتحیات والتسلیمات والبرکات) حق لے کر آئے۔

فرزند عزیز نے جو گرامی نامہ مولانا ابو الحسن کے ہاتھ ارسال کیا تھا۔ انہوں نے پہنچایا۔ بہت خوشی ہوئی۔ اس نورانی ستون کے متعلق جو کہ مشرق کی جانب ظاہر ہوا ہے۔ دوبارہ سوال کیا ہے۔ جاننا چاہیئے۔ کہ حدیث میں آیا ہے

Marfat.com

رجب عباسی بادشاد جوکہ حضرت مہدی موعود علیہ الرضوان کے ظہور کے مقدمات میں سے ہوگا خراسان پہنچے گا تو مشرق کی جانب دو دانتوں والی ایک شاخ طلوع ہوگی۔ اور حاشیہ میں لکھا ہے۔ یعنی نورانی ستون کہ جس کے دو سر ہوں گے۔ اور اس کا پہلا طلوع حضرت نوح علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم کے ہلاک ہونے کے وقت ہوا تھا۔ پھر حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں طلوع ہوا۔ جب کہ ان کو کافروں نے آگ میں پھینکا۔ پھر فرعون اور اس کی قوم کی غرقابی کے وقت ظاہر ہوا۔ اور پھر جب حضرت یحییٰ علیہ السلام قتل ہوئے۔ اس وقت ظاہر ہوا۔

پس جب اس کو دیکھو تو خدا تعالیٰ کی بارگاہ سے اس روشنی کے شر سے پناہ مانگو۔ جو کہ مشرق کی طرف نمودار ہوئی ہے پہلے یہ ستون کی صورت میں روشن ہوئی۔ اس کے بعد سیدھی ہو گئی۔ اور سینگ کی شکل و صورت کے مثل ہو گئی۔ اور دو سر اس لحاظ سے فرمائے ہوں گے۔ کہ اس شاخ کے دونوں کنارے باریک ہو گئے تھے۔ جو دانتوں سے مشابہت رکھتے تھے۔ پس دونوں اطراف کو دو سر اعتبار کیا۔ جیسا کہ نیزہ کہ اس کی دونوں طرفیں باریک ہوتی ہیں۔ ان کو دو سر کہتے ہیں۔

میرے بھائی شیخ محمد طاہر بدخشی جو نیر سے آئے ہیں کہتے ہیں۔ کہ اس ستون کے بھی اوپر جا کر دو سر نکلے ہیں۔ ایسے دو دانتوں کی طرح جن میں کچھ فاصلہ ہو۔ انہوں نے چٹیل میدان میں اس کو صاف طور پر ایسا دیکھا ہوگا۔ اور کچھ اور لوگوں نے بھی ایسی ہی اطلاع دی ہے۔ یہ طلوع اس طلوع کے علاوہ ہے۔ جو حضرت مہدی کے آنے کے وقت ظاہر ہوگا۔ کیونکہ مہدی علیہ الرضوان کی آمد صدی کے شروع پر ہوگی۔ اور اس وقت سو سے اٹھائیس برس اوپر ہو چکے ہیں۔ اور حدیث میں مہدی کے علامات میں یہ بھی آیا ہے۔ کہ مشرق کی طرف سے ایک ستارہ طلوع ہوگا۔ جس کی نورانی دم ہوگی۔ یہ ستارہ وہ ہے۔ یا مثل اس کی۔ اس ستارہ کو بھی دمدار ہونا چاہیئے۔ جس کے لئے کہتے ہیں۔ کہ فلاسفہ یونان نے کہا ہے۔ ثوابت ستاروں کی سیر مغرب سے مشرق کی طرف ہے۔ پس یہ ستارہ بھی اپنی طبعی سیر میں مشرق کی جانب منہ رکھتا ہے۔ اور اس کی پشت مغرب کی طرف ہے۔ پس یہ سفیدی کی درازی اس کی پیٹھ کے پیچھے جو دُم کے مناسب ہے۔ اور وہ جو مشرق سے مغرب کی طرف ہر روز بلند ہوتا جاتا ہے۔ وہ اس کی غیر طبعی سیر ہے۔ جو فلک اعظم کی سیر کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور حقیقت حال اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے

مختصر یہ کہ حضرت مہدی کے ظہور کا وقت قریب ہے۔ آغاز صدی تک جو کہ ان کا ظہور کا وقت ہے۔ دیکھو کتنے مقدمات و مبادی ظہور میں آتے ہیں۔ حضرت مہدی علیہ الرضوان کے ظہور کے مقدمات و مبادی ہمارے پیغمبر علیہ و علی آلہ الصلوات والتسلیمات کے ارہاصات[1] کی طرح ہیں۔ جو کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ظہور سے

---

[1] ارہاصات وہ خارق عادت امور ہیں۔ جو نبی سے دعویٰ نبوت سے پہلے ظاہر ہوتے ہیں۔

Marfat.com

پہلے ظاہر ہوئے تھے۔ چنانچہ علما نے کہا ہے۔ کہ جب حضرت عبد اللہ کے نطفہ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں آمنہ کے رحم میں قرار پکڑا۔ تو تمام روئے زمین کے بت اوندھے گر پڑے۔ اور تمام شیطان اپنے کام سے رک گئے۔ اور ابلیس علیہ اللعنہ کے تخت کو فرشتوں نے الٹ دیا۔ اور اسے سمندر میں پھینک دیا۔ اور چالیس روز تک اسے سزا ملتی رہی۔ اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی رات میں کسریٰ کا محل کانپ گیا۔ اور اس کے چودہ کنگرے گر پڑے۔ اور فارس کی وہ عظیم آگ جو برابر ایک ہزار سال سے روشن تھی۔ یک بیک بجھ گئی۔[1]

اور چونکہ حضرت مہدی بہت بزرگ آدمی ہوں گے۔ اور ان کے سبب سے اسلام اور مسلمانوں کو عظیم تقویت حاصل ہو گی۔ اور ان کی ولایت ظاہر و باطن میں عظیم تصرف رکھے گی۔ اور ان سے بہت سی کرامات اور خوارق ظاہر ہونگے اور ان کے زمانہ میں عجیب و غریب حالات ظہور پذیر ہوں گے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ ان کے وجود سے پہلے بھی کچھ چیزیں ارہاصات نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح ظاہر ہوں۔ اور آپ کے ظہور کی تمہید بنیں۔ جیسا کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔

جان لینا چاہیئے۔ کہ حدیث میں آیا ہے۔ کہ مہدی اس وقت تک ظاہر نہ ہوں گے۔ جب تک کہ کفر غالب نہ آجائے۔ اور برملا کفر اور کافری نہ ہونے لگے۔ پس اس وقت میں کفر اور کافری کے غلبہ اور اسلام اور مسلمانوں کی زبوں حالی کی توقع ہے۔ یہ وہ وقت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غربائے اہل اسلام کو مبارک باد دی ہے۔ اور بشارت سنائی ہے۔ اور فرمایا ہے۔ کہ "فتنہ کے زمانہ میں عبادت کرنا میری طرف ہجرت کرنے کی طرح ہے"[2]

یہ تو آپ جانتے ہیں۔ کہ فتنہ و فساد کے غلبہ کے وقت اگر کچھ سپاہی تھوڑی سی بھی جرأت فرمائیں۔ تو ان کا اعتبار بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ اور پرسکون حالات میں اگر ہزار تردد بھی کریں۔ تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ پس کام کرنے اور اسکے قبول ہونے کا یہی فتنوں کا وقت ہے۔ کلی طور پر اپنے آپ کو خداوند تعالےٰ کے پسندیدہ کاموں میں لگائے رکھیں۔ اور سنت سنیّہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی اتباع کے بغیر کسی چیز کو اختیار نہ کریں۔ اگر آپ چاہتے ہیں۔ کہ مقبولین بارگاہ میں آپ کا حشر ہو۔ اصحاب کہف ایک ہجرت کے سبب جو فتنہ کے غلبہ کے وقت ان سے وجود میں آئی تھی۔ بہت بلند مقام پر پہنچ گئے۔ تم تو خود محمدی ہو۔ اور خیر الامم میں داخل ہو۔ اپنا وقت لہو و لعب میں ضائع نہ کرو۔ اور بچوں کی طرح اخروٹ اور منقے کے بدلے وقوف نہ ہو۔ ؎

دادیم ترا ز گنج مقصود نشاں[3] گر ما نرسیدیم تو شاید برسی

---

[1] ان روایات کو امام جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ شریف میں ذکر کیا ہے۔ نیز ان کی تخریج اور ان کے اسناد بھی بیان کئے ہیں۔ ۱۲

[2] مسلم شریف بروایت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ۔ ۱۲

(باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

اور وہ نورانی ستون جو کہ اس مدار ستارہ سے پہلے ظاہر ہوا تھا۔ اس میں کوئی ظلمت و کدورت معلوم نہیں ہوتی اور سوائے خیر و برکت کے اور کچھ نظر نہیں آتا لیکن یہ مدار ستارہ کدورت کا شائبہ رکھتا ہے نہیں بلکہ صرف اللہ تعالےٰ ہی نافع اور ضار ہے۔ کسی ستارہ میں بھی کسی آدمی کی موت یا کسی کی زندگی ودیعت نہیں کی گئی ہے۔ جو کچھ قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے۔ وہ اغراض جو ستاروں سے تعلق رکھتی ہیں۔ وہ صرف تین چیزیں ہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اور وہ جنگلوں اور سمندروں کے سفر میں ستاروں سے راہ پاتے ہیں" (سورہ نحل) اور فرماتے ہیں۔ اور بے شک ہم نے ستاروں سے آسمان دنیا کو زینت دی۔ اور انہیں شیطانوں کے رجم کا سبب بنایا (سورہ ملک) یعنی دوسری غرض آسمان دنیا کو ستاروں سے مزین کرنا ہے۔ اور تیسری غرض شیطانوں کا رجم ان سے وابستہ ہے۔ تاکہ وہ چھپ کر باتیں نہ سن سکیں۔ ان تین اغراض کے علاوہ جو کچھ بھی لوگ کہتے ہیں۔ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ وہ اوہام اور خیالات میں داخل ہے۔ یقیناً ظن حق سے کچھ بھی کفایت نہیں کرتا" بلکہ ہم کہتے ہیں۔ کہ "بعض ظن گناہ ہیں"۔

فرزند عزیز! دوبارہ لکھتا ہوں۔ کہ توبہ و انابت کا وقت ہے۔ اور دنیا سے علیحدگی اور انقطاع کا وقت ہے کہ فتنوں کے ورود کا زمانہ ہے۔ اور نزدیک ہے کہ برسات کے موسم کی بارش کی طرح فتنے گریں۔ اور دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیں۔ مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ قیامت سے پہلے سیاہ رات کے ٹکڑے کی طرح فتنے ہونگے ان میں آدمی صبح کے وقت مومن ہوگا اور شام کو کافر اور شام کو مومن ہوگا۔ تو صبح کو کافر اس میں بیٹھ رہنے والا کھڑے سے بہتر ہوگا۔ اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔ ان کی تانتیں کاٹ ڈالنا۔ اور اپنی تلواروں کو پتھروں پر مار کر ناکارہ کر دینا۔ اگر کوئی تم پر غلبہ کرکے حملہ کرے تو آدم کے دونوں بیٹوں میں سے بہتر بیٹے کی طرح ہونا۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کہ صحابہ نے پوچھا آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا "اپنے گھروں میں بیٹھے رہنا۔ اور ایک روایت میں ہے۔ اپنے گھروں کی کوٹھڑیوں میں چلے جانا"۔

آپ کو معلوم ہو چکا ہوگا۔ کہ انہیں دنوں میں دار الحرب کے کافروں نے نگر کوٹ کے گرد و نواح میں مسلمانوں پر اور ان کے شہروں پر کیا کیا ظلم کئے ہیں۔ اور ان کی کتنی اہانت کی ہے اللہ سبحانہ و تعالےٰ ان کو ذلیل کرے۔ آخری زمانہ کے تقاضائے مطابق اس طرح کے بدبو دار کتنے ہی پھول کھلیں گے۔ اللہ سبحانہ و تعالےٰ ہم کو بھی اور تمہیں بھی اور تمام مومنوں کو سید المرسلین علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات وعلی آل کل وعلی الملائکۃ المقربین کی متابعت پر ثابت قدم رکھے۔

---

سلف (حاشیہ صفحہ گزشتہ) ہم نے تجھے مقصود کے خزانے کا پتہ دیدیا ہے اگر ہم نہیں پہنچ سکے تو شاید تو پہنچ جائے۔

سلہ (حاشیہ صفحہ ہذا) ابو داؤد و ترمذی۔ ۱۲

Marfat.com

# مکتوب نمبر ۶۹

محمد مراد بدخشی کی طرف صادر فرمایا۔
نماز کے ارکان کی تعدیل اور صفوں کی درستی اور اس بیان میں کہ جو آدمی کفار سے جہاد کے لئے جائیں۔ وہ نیت صحیح کریں۔ تاکہ اس پر نتیجہ مرتب ہو اور نماز تہجد کا حکم دینا اور خوراک میں احتیاط کرنا۔ اور ان کے مناسبات کے بیان میں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى۔

گرامی نامہ جو آپ نے ارسال کیا تھا۔ چونکہ اس میں دوستوں کے ثبات اور استقامت کے متعلق لکھا تھا۔ لہذا بہت خوشی ہوئی۔ اللہ تعالے آپ کو زیادہ سے زیادہ ثبات واستقامت عطا فرمائے۔ لکھا تھا۔ کہ خادم جس امر کا مامور ہے۔ دوستوں کی ایک جماعت کے ساتھ جو کہ طریقہ میں داخل ہیں۔ اس پر ہمیشگی کرتا ہے۔ اور پنج وقت نماز با جماعت پچاس ساٹھ آدمیوں کے ہمراہ ادا کرتا ہے۔

اس پر اللہ سبحانہ وتعالے کی تعریف ہے۔ یہ کتنی بڑی نعمت ہے۔ کہ باطن ذکر الٰہی سے معمور ہو اور ظاہر احکام شرعی سے آراستہ چونکہ اکثر آدمی اس زمانہ میں نماز کی ادائیگی میں سستی کرتے ہیں۔ اور طمانیت اور تعدیل ارکان کی پابندی نہیں کرتے۔ اس لئے دوستوں کو اس کے متعلق تاکید اور مبالغہ سے لکھتا ہوں۔ غور سے سنیں۔ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "بدترین چور وہ ہے[1] جو نماز کی چوری کرے"۔ صحابہ نے پوچھا۔ "اے اللہ کے رسول نماز کس طرح چراتا ہے"۔ تو آنحضرت نے فرمایا۔ "وہ نماز کے رکوع اور سجود کو پورا نہیں کرتا"۔ اور یہ بھی فرمایا ہے۔ "اللہ[2] تعالے اس بندے کی نماز کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ جو اپنے رکوع وسجود میں پیٹھ کو ثابت نہ رکھے"۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک[3] آدمی کو دیکھا۔ وہ نماز پڑھ رہا تھا۔ اور رکوع وسجود پورا نہیں کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ اگر تو اسی حالت پر مر گیا۔ تو تو دین

---

[1] احمد وطبرانی مشکوٰۃ شریف ۱۲۔
[2] مسند احمد بروایت طلق بن علی رضی اللہ تعالے عنہ۔ ۱۲
[3] بخاری شریف ۱۲

Marfat.com

محمد پر نہیں مرے گا"۔ اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے۔ "تم میں سے[1] کسی کی اس وقت تک نماز پوری نہیں ہو سکتی۔ جب تک رکوع کے بعد پوری طرح کھڑا نہ ہو جائے۔ اور اپنی پیٹھ کو سیدھا نہ کرے۔ اور اس کا ہر عضو اپنی جگہ پر قرار نہ پکڑے"۔ اور اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ جب تک دونوں سجدوں کے درمیان نہ بیٹھے۔ اور اپنی پیٹھ کو سیدھا نہ کرے۔ اور ثابت نہ رکھے۔ اس کی نماز پوری نہیں ہو سکتی"۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک نماز پڑھتے ہوئے آدمی کے پاس سے گزرے دیکھا۔ کہ وہ قومہ۔ جلسہ کے ارکان نہ احکام پوری طرح بجا نہیں لاتا۔ تو آپ نے فرمایا۔ "اگر تو اسی حالت میں مرا۔ تو قیامت کے روز تجھے میری امت نہ کہیں گے"۔ اور ایک اور روایت میں ہے۔ کہ آپ نے فرمایا ہے۔ "اگر تو اسی حالت پر مرا۔ تو دین محمد پر نہ مرے گا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ "کوئی ایسا آدمی ہوتا ہے۔ کہ ساٹھ سال تک نماز پڑھتا ہے۔ اور اس کی ایک نماز بھی قبول نہیں ہوتی۔ یہ وہ شخص ہے۔ جو رکوع و سجود کو پوری طرح بجا نہیں لاتا"۔ کہتے ہیں۔ کہ زید بن وہب نے ایک آدمی کو دیکھا۔ کہ وہ نماز پڑھتا ہے۔ اور رکوع و سجود پوری طرح نہیں کرتا۔ تو آپ نے اس آدمی کو بلایا۔ اور کہا کتنی مدت سے تو اسطرح نماز پڑھ رہا ہے۔ اسنے کہا چالیس سال سے تو کہا۔ تو نے اس چالیس سال میں ایک بھی نماز نہیں پڑھی اگر تیری موت ہو گئی۔ تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر نہیں ہو گی۔

منقول ہے۔ کہ مومن بندہ جب نماز پڑھتا ہے۔ اور اس کے رکوع وسجود اچھی طرح ادا کرتا ہے۔ تو وہ نماز خوش ہوتی ہے۔ اور نورانی ہوتی ہے۔ اور فرشتے اس نماز کو آسمان پر لے جاتے ہیں۔ اور نماز اپنے نماز پڑھنے والے کے لیئے اچھی دعا کرتی ہے۔ اور کہتی ہے۔ جس طرح تو نے میری حفاظت کی۔ اللہ تیری حفاظت کرے۔ اور اگر نماز اچھی طرح نہ پڑھے۔ تو وہ نماز اندھیری ہوتی ہے۔ اور فرشتوں کو اس سے کراہت ہوتی ہے۔ اور اس نماز کو آسمان پر نہیں لے جاتے۔ اور نماز اپنے نماز پڑھنے والے کے لئے بد دعا کرتی ہے۔ اور کہتی ہے۔ جس طرح تو نے مجھے ضائع کیا۔ اللہ تجھے برباد کرے"[2]۔

پس نماز اچھی طرح پڑھنی چاہیئے۔ اور ارکان کی تعدیل پوری طرح کرنی چاہیئے۔ رکوع۔ سجود۔ قومہ جلسہ اچھی طرح بجالانا چاہیئے۔ اور دوسروں کو بھی پوری نماز پڑھنے کی ہدایت کرنی چاہیئے۔ اور ارکان کو تعدیل و طمانیت سے ادا کرنا چاہیئے۔ کہ اکثر آدمی اس دولت سے محروم ہیں۔ اور یہ عمل متروک ہو چکا ہے۔ اس عمل کو زندہ کرنا بھی اسلام کے

---

[1] ابو داؤد وغیرہ۔ ۱۲۔

[2] طبرانی شریف۔ ۱۲۔

Marfat.com

اہم کاموں میں سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جو شخص میری کسی سنت کو اس کے مردہ ہونے کے بعد زندہ کرے۔ اس کے لئے سو شہید کا ثواب ہے۔ (بیہقی شریف)

اور یہ بھی جاننا چاہیئے۔ کہ باجماعت نماز میں صفوں کو برابر کرنا چاہیئے۔ تاکہ کوئی بھی نمازی آگے پیچھے کھڑا نہ ہو۔ کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ سب نمازی ایک دوسرے کے برابر کھڑے ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے صفیں درست فرماتے۔ اس کے بعد تکبیر تحریمہ کہتے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے۔ صفوں کا برابر کرنا بھی اقامت نماز سے ہے۔ اے ہمارے رب ہمیں اپنی جناب سے رحمت عطا فرما۔ اور ہمارے کام میں بھلائی پیدا کر۔

اے سعادت آثار! عمل نیت سے درست ہوتا ہے۔ جب آپ دار الحرب کے کافروں سے جہاد کے لئے گئے ہیں۔ تو پہلے نیت درست کریں۔ تاکہ اس پر نتیجہ پر مرتب ہو۔ چاہیئے۔ کہ اس جنگ و جدال کا مقصد کلمۂ اسلام کی بلندی اور دشمنان دین کی بربادی اور توہین ہو۔ کہ ہمیں اسی کا حکم دیا گیا ہے۔ اور جہاد کے حکم کا مقصود بھی یہی ہے۔ دوسرے امور کے ساتھ اپنی نیت کو باطل نہ کریں۔ غازیوں کی تنخواہ تو بیت المال سے مقرر ہے۔ جو جہاد کے منافی نہیں ہے۔ اور نہ اس سے غازیوں کے اجر میں کچھ کمی ہوتی ہے۔ بد نیت اعمال کو برباد کرتی ہے۔ نیت صحیح رکھیں۔ اور بیت المال سے تنخواہ لیں۔ اور جہاد کریں۔ اور شہیدوں اور غازیوں کے اجر کے امیدوار رہیں۔

آپ کی حالت پر رشک آتا ہے۔ کہ باطن میں حق سے مشغول ہو۔ اور ظاہر میں بہت بڑی جماعت کے ساتھ نمازیں پڑھتے ہو۔ اور اس کے بعد دار الحرب کے کافروں سے جہاد سے بھی مشرف ہو۔ جو بچ رہے گا۔ وہ غازی اور مجاہد ہے اور جو ہلاک ہو جائے گا۔ وہ شہید پاک ہے۔ لیکن یہ سب کچھ نیت کی درستی کے بعد ہی متصور ہے۔ اگر نیت کی حقیقت متحقق نہ ہو۔ تو تکلف سے بھی اپنے آپ کو اس نیت پر لائیں۔ اور حضرت حق سبحانہ وتعالےٰ سے عاجزی اور زاری سے دعا کریں۔ تاکہ نیت کی حقیقت میسر ہو۔ اے ہمارے رب ہمارے نور کو پورا کر۔ اور ہمیں بخش۔ یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے۔

دوسری نصیحت جو دوستوں کو کی جاتی ہے۔ وہ نماز تہجد کا التزام ہے۔ کہ وہ طریقہ کی ضروریات سے ہے بالمشافہ بھی آپ سے کہا ہے۔ کہ اگر یہ چیز دشوار ہو۔ اور خلاف عادت بیداری میسر نہ ہو۔ تو اپنے متعلقین میں سے کچھ لوگوں کو اس پر مقرر کر دینا چاہیئے۔ تاکہ اس وقت تم کو خوشی یا ناخوشی سے جگا دیا کریں۔ اور اس وقت تک پیچھا نہ چھوڑیں۔ جب تک کہ تم اٹھ نہ بیٹھو۔ چند روز اس طرح کریں۔ امید ہے۔ کہ بے تکلف اس دولت پر ہمیشگی میسر ہو جائے گی۔

اور ایک اور نصیحت کھانے میں احتیاط کی ہے۔ کیا ضروری ہے۔ کہ جو کچھ بھی اور جہاں سے بھی آئے۔ اسے کھا جائے۔ اور شرعی حرام حلال کا لحاظ نہ رکھا جائے۔ کہ یہ شخص اپنے منہ سر نہیں ہے۔ کہ جو چاہے کرتا پھرے۔ بلکہ

Marfat.com

اس کا ایک مالک ہے۔ جل سلطانہ جس نے اس کے لئے امر و نہی کی تکلیف مقرر کی ہے۔ اور انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی معرفت جو کہ سراسر دنیا والوں کے لئے رحمت ہیں۔ اپنی خوشی اور ناخوشی کی اطلاع دی ہے۔ بڑا بد نصیب ہے۔ وہ آدمی جو اپنے مالک کی مرضی کے خلاف خواہش کرے۔ اور مالک کی اجازت کے بغیر مالک کے ملک اور ملک میں تصرف کرے۔

شرم کرنی چاہیئے۔ کہ مجازی مالک کی رضامندی کا خیال رکھتے ہو۔ اور نہیں چاہتے۔ کہ کوئی دقیقہ بھی اس باب میں چھوڑا جائے۔ اور حقیقی مالک تاکید اور مبالغہ سے اپنے ناپسندیدہ امور سے روکتا ہے۔ اور سرزنش بھی کرتا ہے۔ لیکن تم اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ یہ اسلام ہے۔ بالکل اچھی طرح سوچو۔ ابھی کچھ نہیں گیا ہے۔ اور پہلی کوتاہیوں کا تدارک ممکن ہے۔ کہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے۔ جیسا کہ اس نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ یہ کوتاہی کرنے والوں کے لئے بشارت ہے۔ اور اس کے باوجود اگر کوئی گناہ پر اصرار کرے۔ اور اس پر خوش ہو تو وہ منافق ہے۔ صرف اسلام کی صورت اس کو سزا سے نہ بچا سکے گی۔ اور عذاب کو نہ روک سکے گی۔ زیادہ تاکید اور مبالغہ کیا کروں۔ عقلمند کے لئے اشارہ ہی کافی ہے۔

دوسری یہ بات ہے۔ کہ خوفناک جگہوں اور دشمنوں کے غلبہ کے مقامات پر امن اور فاہیت کے لئے سورہ لایلاف کی قرات مجرب ہے۔ کم از کم ہر روز اور ہر رات میں گیارہ گیارہ مرتبہ پڑھیں اور حدیث نبوی علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام میں آیا ہے۔ کہ جو آدمی کسی مقام پر اترے۔ پھر یہ کلمے کہے۔

اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ۔ میں اللہ تعالےٰ کے پورے کلمات کے ساتھ ہر مخلوق کی برائی سے پناہ لیتا ہوں۔

تو اسے کوئی چیز تکلیف نہ دے گی۔ یہاں تک کہ وہ اس منزل سے کوچ کرے۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ

# مکتوب نمبر ۷

مولانا عبدالواحد لاہوری کی طرف صادر فرمایا۔

کعبہ معظمہ کے اسرار و حقائق کے بیان میں کہ جس طرح انسان میں عرش کا نمونہ ہے اسی طرح کعبہ معظمہ کا بھی ہے۔ اور اس کے مناسبات کے متعلق

انسان کے اندر جیسا کہ اس کا دل عرش رحمان جل شانہ کا نمونہ ہے۔ اور اس کا ظہور قلبی ظہور عرشی کا نمونہ

Marfat.com

ہے بیت اللہ شریف کا بھی انسان میں نشان ہے۔ جو درمیان ہے۔ اور دائیں بائیں سے بیگانہ ہے۔ اور حسن سبقت کے لحاظ سے بے مثال ہے ۔اس دولت عظمیٰ کے اصل مالک تو انبیا علیہم الصلوات والتسلیمات ہیں۔ اور ان بزرگواروں کی امتوں میں سے بطور تبعیت و وراثت جس کو بھی چاہیں۔ اس دولت سے مشرف فرمائیں۔ اور انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے اصحاب میں انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی صحبت کی برکت سے یہ دولت بہت زیادہ تھی۔ اور صحابہ کے زمانہ کے بعد کم ہوگئی۔ اور پھر اب لمبی مدت کے بعد اگر کسی ایک کو اس دولت سے بطور وراثت و تبعیت مشرف فرمائیں۔ تو وہ غنیمت ہے۔ اور کبریت احمر ہے۔ اور یہ شخص صحابہ کرام علیہم الرضوان کی جماعت میں داخل ہے۔ اور سابقین سے ہے۔ اور اس بلند نسبت کا مالک مرکز مطلوب کی دولت سے ممتاز ہے۔

یہ درست ہے۔ کہ نفس مرکز میں بھی کئی درجے ہیں۔ لیکن یہ سبقت کی دولت سے بھی مشرف ہے۔ اس سے زیادہ اس معما کو کیا کھولوں۔ اور اس رمز کی اس سے زیادہ کیا شرح کروں۔ اور جب اللہ کے فضل و کرم سے یہ بلند نسبت سر نکالتی ہے۔ تو تمام پہلی نسبتیں زائل ہو جاتی ہیں۔ اور ان کا نام و نشان نہیں رہتا۔ دل کی نسبت کیا اور غیر دل کی نسبت کیا؟ جب اللہ کی نہر آجاتی ہے۔ تو عیسیٰ کی نہر ختم ہو جاتی ہے۔ یہ اس جگہ کا نشان ہے۔

اس دولت والے صراط مستقیم پر ہیں۔ جو کہ مطلوب کے وصول کے برابر ہے۔ اور جو صراط مستقیم سے دائیں بائیں ہے۔ تو اس کا وصول ظلال میں سے کسی ظل تک ہے۔ اگرچہ ظل میں بھی مختلف مدارج ہیں۔ لیکن سب داغ ظلیت سے داغدار ہیں۔

[1] فراق دوست اگر اندک است اندک نیست    درون دیدہ اگر نیم موست بسیار است

جو آدمی صراط مستقیم سے ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی جدا ہو جائے۔ تو وہ جب تک چلا جائے گا۔ دور سے دور ہوتا جائے گا۔ اور مطلوب کے وصول سے بہت دور جا پڑے گا۔ نہ

[2] ترسم نرسی بہ کعبہ اے اعرابی    کیں راہ کہ تو میروی بہ ترکستان است

---

[1] دوست کا فراق اگر تھوڑا بھی ہو تو وہ تھوڑا نہیں ہے۔ آنکھ کے اندر اگر آدھا بال بھی ہو تو وہ بہت زیادہ ہے۔ ۱۲۔

[2] اے اعرابی میں ڈرتا ہوں۔ کہ تو کعبہ کو نہیں پہنچے گا۔ کیونکہ یہ راہ جس پر تو جا رہا ہے۔ ترکستان کی راہ ہے۔ ۱۲۔

Marfat.com

اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمیں سیدھی راہ پر ثابت قدم رکھے۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ

# مکتوب نمبر ۷۱

(مخدوم زادہ جامع علوم عقلی و نقلی خواجہ محمد سعید سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا۔
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے بیان میں)

کلمہ طیبہ کا پہلا جز مرتبہ وجوب کے اثبات کا متضمن ہے۔ اور مرتبہ وجوب کا ظہور مثالی صورت میں نقطہ کی صورت سے بہت زیادہ قریب ہے۔ اس مرتبہ کے ظہور کی نسبت جو طویل و عریض ظاہر ہوتا ہے۔ اگرچہ اس مرتبہ میں نہ نقطہ کی گنجائش ہے۔ نہ دائرہ کی نہ اس جگہ طول کی مجال ہے۔ نہ عرض و عمق کی لازمی طور پر کشفی صورت میں مثبت کلمہ نقطہ کے رنگ میں نظر آتا ہے۔ اور کلمہ محمد رسول اللہ جو کہ دعوت خلق کی خبر دینے والا ہے۔ جو اجسام اور جواہر سے تعلق رکھتا ہے۔ اور طول اور عرض کے قدم اس جگہ راسخ و مضبوط ہیں۔ تو ناچار مثالی صورت میں یہ مقام کشفی نظر میں طویل اور عریض معلوم ہوتا ہے۔ اس مقام میں سالک اپنے کچھ سُکر کی وجہ سے جو کہ ابھی تک اس میں موجود ہوتا ہے۔ کلمہ ثانیہ کو دریائے محیط کی صورت میں دیکھتا ہے۔ اور پہلے کلمہ کو اس دریا کے مقابلہ میں ایک نقطہ سمجھتا ہے یہی وجہ ہے۔ کہ اس فقیر نے بھی بقیہ سکر کی وجہ سے جو کہ ابھی تک تھا۔ حکم لگایا تھا۔ اور لکھا تھا۔ کہ کلمہ ثانیہ ایک ایسا دریا ہے۔ کہ اس کے پہلو میں کلمہ اولیٰ ایک نقطہ کی طرح ہے۔ اور اس مقام میں صاحب فتوحات مکیہ نے بھی کہا ہے۔ کہ جمع محمدی زیادہ وسیع تر ہے۔ بہ نسبت جمع بے پایاں الٰہی جل سلطانہ کے اور پھر جب اللہ تعالیٰ کی عنایت بے چوں مرتبہ وجوب تعالت و تقدست کی وسعت پر نور ڈالتی ہے۔ اور اس مرتبہ مقدسہ کا بے کیف احاطہ ظاہر ہوتا ہے۔ تو تمام کائنات باوجود اس طول اور عرض کے ایک خورد ترین ذرہ کا حکم بہ نسبت اس دریائے بے پایاں کے رکھتی ہے۔

جس چیز کو ابتداء میں ایک نقطہ پاتا تھا۔ اس وقت اس کو بے کنار سمندر پاتا ہے۔ اور پہلے دریائے محیط کو سب سے چھوٹے ذرہ سے بھی بہت کمتر دیکھتا ہے۔ اس جگہ کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے۔ کہ ولایت نبوت سے بہتر ہے۔ کیونکہ ولایت کو پہلے کلمہ سے مناسبت ہے۔ اور نبوت کا تعلق دوسرے کلمہ سے ہے۔

کیونکہ ہم کہتے ہیں۔ کہ نبوت دونوں مقدس کلمات کا حاصل ہے۔ نبوت کا عروج پہلے کلمہ سے تعلق رکھتا

Marfat.com

اور اس کا نزول کلمہ ثانیہ سے پس دونوں کلموں کا مجموعہ مقام نبوت کا حاصل ہے۔ جیسا کہ بعض لوگوں نے خیال کر رکھا ہے۔ اور کلمہ اولیٰ کو ولایت سے مخصوص کر رکھا ہے۔ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ دونوں کلمے باعتبار عروج و نزول مقام ولایت کا حاصل ہیں۔ اور اسی طرح عروج و نزول کے اعتبار سے مقام نبوت کا حاصل بھی ہیں

خلاصہ کلام یہ کہ مقام ولایت مقام نبوت کا ظل ہے۔ اور کمالات ولایت نبوت کے کمالات کے ظلال ہیں۔ سکر کے مقام میں جو کچھ بھی لوگ کہہ جائیں۔ وہ معذور ہیں۔ اور یہ فقیر بھی سکریات میں ان کا شریک ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ میں نے اپنے خطوط میں کلمہ اولیٰ کو مناسب مقام ولایت لکھا ہے۔ اور دوسرے کلمہ کو مقام نبوت کے مناسب سکر بھی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ بشرطیکہ اس کے بعد صحو نصیب ہو جائے۔ اور طریقت کے کفر سے حقیقت کے اسلام میں آجائے۔ اے ہمارے رب بحرمت اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اگر ہم بھول جائیں۔ یا خطا کر جائیں۔ تو ہم پر مواخذہ نہ فرما۔ اور اللہ اس آدمی پر رحم کرے۔ جو آمین کہے۔

# مکتوب نمبر ۲۷

مخدوم زادہ خواجہ محمد معصوم کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ بیت اللہ المقدس کا معاملہ تجلیات و ظہورات اور ظہور عرشی سے بلند تر ہے۔ اور حقیقت کعبہ کے وصول و الحاق اور اپنی ظاہری صورت سے خانہ کعبہ کی صورت کی زیارت کے شوق میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔

ظہور عرشی اگرچہ تمام ظہورات سے بلند تر ہے۔ لیکن وہ معاملہ جو بیت اللہ المقدس سے وابستہ ہے۔ ظہورات و تجلیات سے بلند تر ہے۔ اس کے مقابلہ میں ظہور اور تجلی کا نام لینا ننگ ہے۔ تجلیات و ظہورات محیط دائرہ کا حکم رکھتے ہیں۔ اور یہ معاملہ اس دائرہ کے مرکز کا حکم رکھتا ہے۔ اور اس میں شک نہیں ہے۔ کہ محیط دائرہ اپنی فراخی کے باوجود دائرہ کے مرکز کا ظل ہے۔ اس لئے کہ اسی مرکز کے نقطہ نے اپنے سمانے کو فراخ کیا ہے۔ اور سینکڑوں نقطوں کی صورت میں "" ہو کر محیط دائرہ ہوا ہے۔

اور ہم جس بحث میں ہیں وہ یہ ہے۔ کہ نقطہ سے تعبیر کرنا اقرب شے کی تعبیر کے قبیل سے ہے۔ ورنہ اس جگہ نقطہ بھی دائرہ کی طرح مفقود ہے۔ نہ ظاہر کو اس جگہ مجال ہے۔ نہ مظہر کو اور اس مقام میں نہ اصل کی گنجائش ہے نہ ظل کی کہ اس دولت سرا سے اصل بھی ظل کی طرح راہ میں عاجز پڑا ہے۔ سہ

Marfat.com

[1] چہ گویم با تو از مرغے نشانہ کہ با عنقا بود ہم آشیانہ
[2] ز عنقا ہست نامے پیش مردم ز مرغ من بود آں نام ہم گم

بنی اسرائیل کے انبیا علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے کعبہ جو کہ بیت المقدس کا صخرہ ہے کے کمالات و ظہورات بھی بالآخر اس کعبہ معظمہ کے کمالات سے مل جاتے ہیں۔ کیونکہ اطراف کو مرکز کے ساتھ ملنے سے کوئی چارہ نہیں ہے واسطے جب تک مرکز تک نہ پہنچیں۔ جو کہ صراط مستقیم ہے۔ مطلب و مقصود تک نہیں پہنچ سکتے۔ ہائے کعبہ معظمہ کی ملاقات کا شوق! اللہ تبارک و تعالےٰ نے فرمایا ہے۔

[3] اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبَارَکًا وَّ ھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ فِیْہِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰھِیْمَ وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ۔

یقیناً سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لئے بنایا گیا وہ وہ ہے جو مکہ میں ہے۔ برکت والا اور تمام جہانوں کے لئے ہدایت اس میں کھلے کھلے نشان ہیں۔ اور مقام ابراہیم بھی ہے۔ اور جو اس میں داخل ہو گیا۔ وہ امن میں ہو گیا۔ اور لوگوں پر اللہ تعالےٰ کا حق ہے۔ کہ جس آدمی کو وہاں جانے کی طاقت ہو وہ بیت اللہ کا حج کرے۔ اور جو انکار کرے۔ تو اللہ تعالےٰ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔

اگرچہ خدا تعالےٰ کی مہربانی سے کعبہ کی حقیقت سے تو الحاق میسر ہے۔ اور اس الحاق کے بعد بھی بے اندازہ ترقیات حاصل ہوئی ہیں۔ لیکن کعبہ کی صورت کو ظاہر میں دیکھنے کا شوق ہے۔ حج فرض ہو چکا ہے۔ اور رستے کا امن بھی سلامتی کے غلبہ کے سبب ثابت ہے۔ اور ادائے فرض کا شوق بھی کمال درجہ کا ہے۔ لیکن تاخیر در تاخیر ہے۔ سفر کے متعلق استخارہ کم ہی اعلا کرتا ہے۔ جتنی بھی اچھی طرح توجہ کرتا ہوں۔ جانے کی راہ نہیں کھلتی۔ اور کعبہ تک پہنچنا نظر نہیں آتا۔ کیا کیا جائے۔ اور ادائے فرض میں تاخیر کرنے کے لئے یہ تمام عذر فائدہ مند نہیں ہیں۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کی توفیق سے فرض حج کی ادائیگی کے لئے گھر سے نکلنا ہی چاہیئے۔ اور سر آنکھوں سے ان منازل کو قطع کرنا چاہیئے۔ اگر وہاں تک پہنچ جائیں۔ تو یہ ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ اور اگر راستہ ہی میں رہ جائے۔ تو اجر کی امید تو کہیں گئی ہی نہیں۔ اے ہمارے رب ہمارے نور کو پورا کر دے اور ہمیں بخش دے۔ یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے۔ وصلی اللہ تعالےٰ علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

---

[1] میں اس پرندے کا نشان تجھ کو کیا بتاؤں جو عنقا کا ہم آشیاں ہے ۱۲۔

[2] آدمی عنقا کا نام تو جانتے ہی ہیں۔ اور میرے پرندے کا نام بھی معلوم نہیں ہے ۱۲۔

[3] سورہ آل عمران پارہ لن تنالوا ۱۲۔

Marfat.com

# مکتوب نمبر ۳۷

مخدوم زادہ مجد الدین خواجہ محمد معصوم سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا۔
انسان کامل کے ظاہر و باطن اور اس کے متعلقات کے بیان میں۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔

انسان عالم امر و عالم خلق کے مجموعہ سے عبارت ہے۔ عالم خلق کو انسان کا ظاہر اور صورت ہیں تصور فرماتے ہیں اور عالم امر کو انسان کا باطن و حقیقت جانتے ہیں۔ اور اعیان ثابتہ (صور علمیہ) کو جو ممکنات کی حقیقت کہتے ہیں۔ تو وہ اس اعتبار سے ہے۔ کہ ممکنات ان اعیان کے ظلال ہیں۔ اور وہ اعیان ان کے اصول ہیں۔ کیونکہ ممکنات کی ماہیت و حقیقت وہی اعیان کے ظلال ہیں۔ کہ ممکنات ان ظلال سے ممکنات بنی ہیں۔ اور اپنا وجود ظلی پیدا کیا ہے۔ برخلاف ان اعیان کے کہ تعینات وجوبیہ کا اس جگہ اثبات کرتے ہیں۔ اور اس کو امکان کے مراتب سے بلند سمجھتے ہیں۔

کیونکہ تعین وحدت اور تعین واحدیت کو جو کہ اعیان ثابتہ کا مرتبہ ہے۔ تعین وجوبی کہتے ہیں۔ اور تین اور تعینات کو بھی جو کہ تعین روحی اور تعین مثالی اور تعین حسی ہیں۔ تعین امکانی سمجھتے ہیں۔ پس تعین وجوبی کو جو کہ تعین امکانی کی حقیقت کہتے ہیں۔ تو یہ بر سبیل مجاز ہوگا۔ کیونکہ حقیقت امکانی عالم امکان سے ہوگی۔ نہ کہ مرتبہ وجوب سے۔ اصل شے گویا حقیقت شے ہے۔ پس وہ جو کہتے ہیں۔ کہ صوفی کائن اور بائن ہے۔ یعنی ان کا ظاہر مخلوق کے ساتھ ہے۔ اور باطن ان سے جدا ہے۔ کہ وہ حق تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ تو ظاہر سے مراد اس کا عالم خلق سمجھتے ہیں۔ اور باطن سے اس کا عالم امر جانتے ہیں۔

اور اس مقام کو جو کہ دونوں وجوہ کا جامع ہے۔ بہت بلند کہتے ہیں۔ اور اس کو مقام تکمیل و ارشاد سمجھتے ہیں۔ اور تحر دعوت کہتے ہیں۔ اور اس فقیر کو اس مقام کی معرفت خاصہ حاصل ہے۔ اور وہ وہ ہے۔ اور جو اخص الخواص شخص ہے۔ کہ جس کی نسبت عالم خلق اور عالم امر کے مجموعہ سے صورت اور ظاہر سے ہے۔ اور اس کا باطن وہ اسم ہوتا ہے جو اس کے تعین کا مبدا ہے۔ دوسرے اسماء اور شیونات کے ساتھ جو کہ اس اسم کا اصل ہیں۔ یہاں تک کہ شیون اور اعتبارات سے خالی ذات کی بارگاہ تک ان کی انتہا ہوتی ہے۔

یہ پوری معرفت والا عارف جب تمام امکانی مراتب کو طے کر لیتا ہے۔ تو اس کو اس اسم تک رسائی ہو جاتی ہے۔ جو اس کا قیوم ہے۔ اور اس کی میں امکانی مراتب سے الگ ہو کر اس اسم کے ساتھ منطبق ہو جاتی ہے۔ اور ترتیب

Marfat.com

کے ساتھ بر سبیل عروج و نہیں۔ اس اسم کے اوپر کئی مراتب تک جو کہ اس اسم کے اصل کی طرح ہیں۔ انطباق حاصل کرتی ہے۔ اور اسی طریقہ سے احدیت مجردہ تک پہنچتی ہے۔ پس یہ مراتب تمام انطباق اس کی ہیں۔ کہ اس کی حقیقت ہو جاتی ہیں۔ کہ اس کا عالم امر اس کے عالم خلق کی طرح اس حقیقت کی صورت ہو جاتا ہے۔ اور یہ صورت اس حقیقت کے لئے لباس کی طرح ہے۔ جیسا کہ کوئی شخص اس جامہ کو پہننے والا ہے۔ اور چونکہ دوسروں کا اطلاق (یعنی) کا اطلاق کرنا صرف عالم خلق اور عالم امر پر بس ہے۔ تو لازمی طور پر ان کی صورت و حقیقت یہی عالم خلق اور عالم امر ہوتا ہے۔ اور وہ اسماء جو ان تعینات کے مبادی ہیں۔ ان کے قیوم سے زیادہ نہیں ہوں گے۔

سوال :۔ عارف جتنا بھی کمال معرفت پیدا کرے۔ وہ ممکنات ہی سے ہے۔ اور امکان سے نکل کر وہ وجوب سے متصف نہیں ہو سکتا۔ پس وہ اسم جو اس کا قیوم ہے۔ اور مرتبہ وجوب سے ہے۔ وہ کس طرح اس کی حقیقت اور اس کا جزو ہو گا۔

جواب :۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ یہ حقیقت شہود کے اعتبار سے ہے۔ نہ کہ وجود کے اعتبار سے تاکہ استحالہ لازم آئے جیسا کہ بقا باللہ کہتے ہیں۔ یہ شہود صرف تخیل نہیں ہے۔ اس پر ثمرات اور نتائج بھی مرتب ہوتے ہیں۔ ؎

فریاد حافظ[1] ایں ہمہ آخر بہرزہ نیست ! ہم قصہ غریب و حدیث عجیب ہست۔

پس محقق ہوا۔ کہ دوسروں کی حقیقت اور مجموعی صورت اس عارف کی مجرد صورت ہے کہ اس کی حقیقت کی نسبت سے یہ صورت ایک اکہرے لباس کی مانند ہے۔ یہ نسبت اس لباس کے پہننے والے کے پس دوسرے اس کی حقیقت سے کیا معلوم کر سکتے ہیں۔ اور کیا سمجھ سکتے ہیں۔ اور اپنی حقیقتوں اور صورتوں کے مماثل ہونے کے سوا اور تصور[2] بھی کیا کر سکتے ہیں۔ اس عارف کی معرفت حق سبحانہ کی معرفت کو مستلزم ہے۔ اِذَا رُأُوا ذُکِرَ اللّٰہُ۔ (جب وہ دیکھے جاتے ہیں۔ تو اللہ یاد آجاتا ہے۔) ان عارفوں کا نشان ہے۔ اے خداوند! یہ کیا معاملہ ہے۔ کہ تو نے اپنے دوستوں کو کیسے بنایا ہے۔ کہ جس نے ان کو پہچانا اس نے تجھ کو پایا۔ اور جب تک تجھ کو نہ پایا۔ ان کو نہ پہچانا۔

اور وہ جو اس فقیر نے اپنی بعض کتابوں اور رسالوں میں لکھا ہے۔ کہ پوری معرفت والا عارف رجوع کے بعد کلی طور پر اپنے آپ کو دنیا والوں کی دعوت کے لئے متوجہ کر دیتا ہے۔ ایسا نہیں ہوتا۔ کہ اس کا ظاہر مخلوق کے ساتھ ہو۔ اور اس کا باطن حق جل و علا کے ساتھ۔ اس کلیت سے مراد اس کا عالم امر اور عالم خلق ہے جس طرح کہ

---

[1] حافظ کی یہ تمام فریاد آخر بے مقصد نہیں ہے۔ قصہ بھی نادر اور بات بڑی عجیب ہے۔ ۱۲

[2] اسی عبارت کا مفہوم یہ ہے۔ کہ اولیائے کرام بھی عوام انسانوں کی مانند ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کئی اعتبار سے فوقیت دی ہے۔ ۱۲ (محمد سعید احمد)

Marfat.com

ان لوگوں میں متعارف ہے یعنی عالم خلق و عالم امر دونوں کی طرف دعوت کے لئے متوجہ ہوتا ہے۔ اور وہ حقیقت و باطن جو اس فقیر نے اوپر لکھا ہے۔ تو اس سے مراد اسم قیوم اور اس کا مافوق ہے۔ اور اس کا حق جل و علا کے ساتھ توجہ کا کوئی معنی نہیں ہے۔ کہ وہ تو عالم وجوب سے ہے۔ جیسا کہ پہلے گذرا۔

بہر صورت رجوع کے وقت عارف کامل کی توجہ پوری طرح خلق کی جانب ہوتی ہے۔ اور جس کا ایک رخ مخلوق کی طرف ہو۔ وہ توسط سیر میں ہے۔ لیکن اس سالک شخص سے بلند تر ہے جس کی تمام توجہ خدا تعالےٰ کی طرف ہے کیونکہ یہ آدمی بندوں کے حقوق ادا کرنے میں ناقص ہے۔ اور وہ دونوں کے حقوق یعنی خالق جل و علا کے حقوق اور جتنا ہو سکے، مخلوق کے حقوق بھی پورے کرتا ہے۔ اور خلق کو خدا تعالےٰ کی طرف دعوت دیتا ہے۔ تو وہ اس کی نسبت زیادہ کامل ہوگا۔

معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ حق جل شانہ کی طرف توجہ بُعد کا مطالبہ کرتی ہے۔ اور اس عارف کے حق میں بُعد دوسروں کا نصیب ہو چکا ہے۔ جو کہ توجہ کا محتاج ہے۔ کبھی تم نے کوئی ایسا آدمی بھی دیکھا ہے۔ جو اپنے آپ کی طرف متوجہ ہو۔ پھر اس کی طرف متوجہ کیسے ہو سکتا ہے۔ جو اپنے آپ سے بھی نزدیک تر ہے۔ کہ اس کی طرف توجہ کی کوئی صورت ہی نہیں ہے اور یہ توجہ نہ کرنا اس عارف کے کمالات کی خصوصیات سے ہے۔ اور دوربین لوگ ہو سکتا ہے۔ کہ اس کو نقص سمجھ لیں۔ اور توجہ کو عدم توجہ سے زیادہ کمال تصور کریں۔ حضرت حق سبحانہ وتعالےٰ ان کو انصاف کی توفیق دے۔ اور یہ اپنے جہل مرکب کا حکم نہ کریں۔ اور ہنر کو عیب نہ جانیں۔

# مکتوب نمبر ۴۷

خواجہ ہاشم کی طرف صادر فرمایا۔

اس آیت کے معنی میں فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ اور اس آیت کے معنی میں اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ الآیۃ اور انسان کامل کی خلافت کے بیان میں کہ اس کا معاملہ اس حد تک پہنچ جاتا ہے۔ کہ اس کو تمام اشیا کا قیوم بنا دیتے ہیں۔ اور یہ اپنے نفس کے لیے ظالم ہے اور مُقْتَصِد کو ندیم اور خلیل سے تعبیر کرتے ہیں اور سابق الخیرات کو محب اور محبوب سے کہ جن کے سردار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے[1]

---

[1] سورۃ فاطر پارہ ۲۲-۱۲

Marfat.com

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ

پھر ہم نے کتاب کا وارث ان لوگوں کو بنایا۔ جن کو ہم نے اپنے بندوں سے انتخاب کیا پھر کچھ تو ان سے اپنی جان پر ظلم کرنے والے ہیں۔ اور کچھ میانہ رو ہیں۔ اور کچھ خدا کے حکم سے بھلائیوں میں سبقت کرنے والے ہیں۔

اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔

ا؎ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا۔

یقیناً ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا۔ تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے۔ اور انسان نے اس کو اٹھالیا۔ بیشک وہ ظالم اور جاہل تھا۔

دونوں آیتوں کی مراد وہی ہے۔ جو اللہ تعالےٰ نے چاہا ہے۔ اور ہم اپنی معلومات کے مطابق ان کا مطلب بیان کرتے ہیں۔ اے ہمارے رب اگر ہم بھول جائیں۔ یا غلطی کر جائیں۔ تو ہم پر مواخذہ نہ فرما۔ جاننا چاہیے۔ ۲؎ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ خداوند تعالےٰ صورت سے پاک اور بلند ہے۔ پس آدم کی خدا تعالےٰ کی صورت پر پیدائش کا یہی معنی ہو سکتا ہے۔ کہ اگر مرتبہ تنزیہ کے لئے عالم مثال میں کوئی صورت فرض کر لی جائے۔ تو وہ یہی صورت جامع ہوگی۔ کہ انسان اس صورت جامع پر موجود ہوا ہے۔ دوسری کسی صورت کو اس کی قابلیت نہیں ہے۔ کہ اس مرتبہ مقدسہ کی تمثال ہو سکے۔ اور اس کا آئینہ بن سکے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ انسان اللہ تعالےٰ کی خلافت کے لائق ہو گیا ہے۔ کیونکہ جب تک وہ کسی شے کی صورت پر مخلوق نہ ہو۔ اس شے کی خلافت کے لائق نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ خلیفہ شے اس شے کا جانشین ہے۔ اور اس شے کے قائم مقام ہے۔ اور جب انسان رحمٰن کا خلیفہ ہوا۔ تو لازمی طور پر بار امانت کے اٹھانے کے لئے متعین ہوا۔ "بادشاہوں کے انعامات کو اسی کی سواریاں ہی اٹھا سکتی ہیں"۔

آسمان و زمین اور پہاڑ وہ جامعیت کہاں سے لائیں۔ کہ اللہ کی صورت میں مخلوق ہوں۔ اور اس کی خلافت کے حقدار ٹھہریں۔ اور اس کی امانت کا بوجھ اٹھائیں۔ اور ایسا محسوس ہوتا ہے۔ کہ اگر بالفرض اس امانت کے بوجھ کو آسمان اور زمین اور پہاڑوں کے حوالے کر دیتے۔ تو وہ پارہ پارہ ہو جاتے۔ اور ان کا کوئی نام و نشان باقی نہ رہتا۔ اور وہ امانت اس حقیر کے خیال کے مطابق نیابت کے طور پر تمام اشیاء کی قیومیت ہے۔ جو کہ انسان کے کامل افراد کے ساتھ مخصوص ہے یعنی

---

ا؎ سورہ احزاب پارہ من یقنت۔ ۱۲

۲؎ اس حدیث کا مفہوم صحیح دفتر اول کے مکتوب کے حاشیہ میں بیان کیا ہے اس کا مطالعہ فرمائیں۔ ۱۲

Marfat.com

کامل انسان کا معاملہ اس حد تک پہنچ جاتا ہے۔ کہ بحکم خلافت اس کو تمام اشیاء کا قیوم بنا دیتے ہیں[1]۔ اور تمام مخلوق کو وجود اور بقا اور تمام کمالات ظاہری و باطنی کے فیوض اس کے واسطہ سے پہنچاتے ہیں۔ اگر فرشتہ ہے تو اسی سے متصل ہے۔ اگر انسان و جن ہیں۔ تو اسی کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں۔ اور حقیقت میں تمام اشیاء کی توجہ اسی کی جانب ہے اور تمام اسی کو دیکھنے والے ہیں۔ اسی معنی کو بعض نے بیان فرمایا ہے۔

اِنَّهُ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا۔ یعنی اپنے نفس پر بہت ظلم کرنے والا اس قدر کہ اپنے وجود اور وجود کے توابع میں سے کوئی بھی اثر اور حکم نہیں رکھتا۔ اور جب تک اپنے اوپر اس قدر ظلم نہ کرے۔ امانت کا بوجھ اٹھانے کے قابل نہیں ہوتا۔ جَهُوْلًا بہت زیادہ جہالت والا اتنا کہ اسے اپنے مطلوب کا کوئی ادراک اور علم نہیں ہوتا۔ بلکہ ادراک سے عاجز اور مقصود کے علم سے جاہل ہوتا ہے۔ اور یہ عجز و جہل اس کمال کے مقام میں معرفت ہے۔ کیونکہ یہاں جو سب سے زیادہ جاہل ہے۔ وہ سب سے بڑا عارف ہے۔ اور اس میں تو شک نہیں۔ کہ جو سب سے بڑا عارف ہو۔ وہی امانت اٹھانے کا زیادہ حقدار ہے۔ یہ دونوں صفتیں گویا بار امانت کے اٹھانے کا سبب ہیں۔

یہ عارف جو قیومیت اشیاء کے منصب پر مقرر ہوا ہے۔ یہ وزیر کا حکم رکھتا ہے۔ کہ مخلوقات کی مہمات اس کی طرف راجع ہیں۔ یہ صحیح ہے۔ کہ انعامات بادشاہ کی طرف سے ہیں۔ لیکن ان کی وصولی وزیر کے توسط سے وابستہ ہے۔ اس دولت کے سردار ابوالبشر حضرت آدم علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اور یہ بلند منصب اصل میں تو انبیاء اولوالعزم علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اور ان بزرگواروں کی تبعیت اور وراثت میں جس کو چاہیں۔ اس دولت سے مشرف کریں۔ ؎

## با کریماں کارہا دشوار نیست[2]

اور وارثان کتاب میں سے جو کہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہیں یہ پہلی جماعت ہیں اپنی جان پر ظلم کرنے والی ہے جو کہ وزارت و قیومیت کے منصب سے مشرف ہوتی ہے۔

اور ان برگزیدہ لوگوں میں سے دوسری جماعت جس کو مقتصد سے تعبیر فرمایا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ جو خلت کی دولت سے مشرف ہوتے ہیں۔ اور صاحب سر اور اہل مشورہ ہیں۔ اگرچہ بادشاہت کے کاروبار اور معاملہ کا تعلق وزیر سے وابستہ ہے لیکن خلیل ہم نشین ہے۔ اور صاحب انس و الفت ہے۔ یہ اپنی خوشی کے لئے ہے۔ اور وہ (وزیر) دوسروں کی مہمات کے لئے۔ ان دونوں میں کتنا بڑا فرق ہے۔ اور اس بلند مقام کے سردار حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علی نبینا و علیہ

---

[1] اولیاء اللہ کے کمالات و تصرفات کے منکرین حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان کردہ معنی قیومیت میں غور فرمائیں۔ [2] سخی لوگوں پر بہت سے کام مشکل نہیں ہوتے۔

Marfat.com

الصلوۃ والسلام ہیں۔ اور ان کے بعد جس کو بھی اس بلند مقام سے مشرف کر دیں۔

اور خلت کے مقام سے بالاتر محبت کا مقام ہے۔ کہ وہ تیسری جماعت سابق بالخیرات ہیں۔ جو اس مقام عالی پر مشرف ہوئے ہیں۔ مددگار اور ہم نشین اور ہے۔ اور دوست اور محبوب اور وہ اسرار و معاملات جو کہ محب اور محبوب کے درمیان گزرتے ہیں۔ یار و ندیم کو اس جگہ کیا دخل ہے۔؟ ہرچند انس و الفت کے کمال کے وقت محبت کے مخفی اسرار کو خلیل جلیل القدر سے بھی بیان کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس کو محب اور محبوب نہیں بنایا جا سکتا۔ محبوں کے حلقہ کے سردار حضرت کلیم اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام ہیں۔ اور محبوبوں کی جماعت کے سردار حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات ہیں۔ اور ان صاحب دولتوں کی تبعیت و وراثت میں جس کو بھی ان دو مقامات سے مشرف کریں۔

اور وہ مقامات جو مقام محبت سے اوپر ہیں۔ ان کو بھی اس فقیر نے اپنے مکتوبات میں سے ایک مکتوب میں لکھا ہے۔ اور اس جگہ بھی صدر نشین حضرت محمد رسول اللہ علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام ہیں یہ سب مقام سابقین میں داخل ہیں۔ جو کہ وارثان کتاب میں سے تیسرے فرقہ کا حصہ ہے۔ اے ہمارے رب ہمیں اپنی جناب سے رحمت عطا فرما۔ اور ہمارے معاملہ میں بھلائی مہیا کر۔ والسلام علی من اتبع الہدی

# مکتوب نمبر ۷۵

مرزا مظفر خاں کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ مصیبتیں اور سختیاں دوستوں کے لئے کفارہ ہیں۔ اور تضرع اور عاجزی سے معافی اور عافیت طلب کرنا چاہیئے۔ اور اسکے مناسبات

اللہ تعالیٰ آپ کو ان چیزوں سے محفوظ رکھے۔ جو تمہاری جناب کے لائق نہیں ہیں۔ دنیوی مصیبتوں اور سختیوں کا ورود دوستوں کے لئے ان کی لغزشوں کا کفارہ ہے۔ تضرع وزاری و التجاء و انکساری سے جناب قدس سے معافی اور عافیت طلب کرنا چاہیئے۔ اور اسوقت تک طلب کرنا چاہیئے۔ جب تک کہ قبولیت کا اثر ظاہر ہو۔ اور فتنے بیٹھ جائیں۔

اگرچہ دوست اور خیر خواہ بھی اسی کام میں ہیں۔ لیکن اس کام کا سب سے زیادہ مقدار صاحب معاملہ ہے۔ دوا کھانا اور پرہیز کرنا بیمار کا کام ہے۔ اور دوسرے تو بیماری کے ازالہ میں صرف اس کے مددگار ہیں۔ اصل معاملہ یہ ہے۔ کہ جو کچھ بھی محبوب حقیقی سے پہنچے۔ اسے خندہ پیشانی اور فراخ سینہ سے اس کے احسان کے ساتھ قبول کرنا چاہیئے۔ بلکہ

Marfat.com

اس سے لذت حاصل کرنی چاہیئے۔ وہ رسوائی اور بدنامی جو محبوب کی مراد ہو۔ محب کے نزدیک ناموس و نام و ننگ سے بہتر ہے۔ کیونکہ وہ اس کے اپنے نفس کی مراد ہے۔ اگر یہ کیفیت محب میں پیدا نہ ہو تو وہ محبت میں ناقص ہے بلکہ جھوٹا ہے۔ ـــ

گر طمع خواہد ز من سلطان دیں[۵۱] خاک بر فرق قناعت بعد ازیں

جناب شریعت مآب جب ملازمت سے واپس آئے۔ اور اس سفر کے حالات اور مسافروں کے احوال کی تنگی بیان فرمائی۔ تو ان کی عافیت اور سلامتی کے لئے دعا مانگی گئی۔ اے ہمارے رب اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کر جائیں۔ تو ہم پر مواخذہ نہ فرما۔ اور ہم پر پہلے لوگوں کی طرح بوجھ نہ ڈال اے ہمارے رب ہم سے وہ بوجھ نہ اٹھوا جس کی ہمیں طاقت نہ ہو اور ہم کو معاف کر دے۔ اور ہمیں بخش دے۔ اور ہم پر رحم کر تو ہی ہمارا مالک ہے۔ سو ہمیں کافر کی قوم پر غلبہ عطا فرما۔ سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون و سلام علی المرسلین۔ والحمد للہ رب العالمین والسلام

# مکتوب نمبر ۶۷

مولانا فرخ حسین کی طرف صادر فرمایا

عرش کی حقیقت کے بیان میں کہ وہ عالم خلق اور عالم امر کے درمیان برزخ ہے۔ اور دونوں سے مناسبت رکھتا ہے۔ اور زمین و آسمان کی جنس سے نہیں ہے۔ اور کرسی اور اس کی وسعت کے بیان میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى۔

عرش مجید خداوند تعالے کی عجائب مصنوعات میں سے ہے۔ وہ عالم کبیر میں عالم خلق اور عالم امر کے درمیان برزخ ہے ۔ اور اس سے بھی مناسبت رکھتا ہے۔ اور اس سے بھی اور عالم خلق چھ روز میں پیدا ہوا ہے۔ زمین اور پہاڑ اور آسمان وغیرہ جن کا ذکر آیت کریمہ[۵۲] وَخَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ الآیۃ میں واقع ہوا ہے۔ عرش کی ایجاد ان سب سے پہلے ہے چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا۔[۵۳] وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَاءِ

---

[۵۱] اگر دین کا بادشاہ مجھ سے طمع چاہے۔ تو اس کے بعد قناعت کے سر پر خاک ۱۲۰

[۵۲] سورہ حم سجدہ پارہ فمن اظلم ۱۲۰۔

[۵۳] سورہ ہود پارہ ۱۲-۱۲۰۔

Marfat.com

اور اللہ وہ ہے۔ جس نے آسمانوں اور زمینوں کو چھ دنوں میں پیدا کیا۔ اور اس کا عرش پانی پر تھا) بلکہ پانی کی پیدائش بھی اس آیت سے ان چیزوں سے پہلے معلوم ہوتی ہے پس عرش مجید جس طرح کہ زمین کی جنس سے بھی نہیں ہے۔ آسمانوں کی جنس سے بھی نہیں ہے۔ کیونکہ وہ عالم امر سے بھی بہت سا حصہ رکھتا ہے۔ اور یہ چیزیں اس سے کوئی حصہ نہیں رکھتیں۔

خلاصہ کلام چونکہ عرش کو آسمانوں سے زمین کی نسبت بہت زیادہ مناسبت ہے۔ تو لازمی طور پر اسے آسمانوں میں شمار کیا گیا۔ ورنہ فی الحقیقت وہ جیسے زمین سے نہیں ہے۔ آسمان سے بھی نہیں ہے۔ تو لازمی طور پر زمین و آسمان کے احکام و آثار علیحدہ ہوں گے۔ باقی رہا کرسی کا معاملہ تو وہ آیت کریمہ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کرسی بھی آسمانوں سے الگ ہے۔ اور ان سب سے زیادہ وسیع ہے۔ اور شک نہیں ہے۔ کہ کرسی عالم امر سے نہیں ہے کیونکہ کرسی کو عرش سے نیچے کہتے ہیں۔ اور عالم امر کا معاملہ عرش سے اوپر ہے۔ اور چونکہ کرسی عالم خلق سے ہے۔ اور اسکی پیدائش آسمانوں سے جدا ہے۔ تو چاہیئے کہ اس کی پیدائش ان چھ دنوں کے علاوہ ہو۔ اور اس معنی میں کوئی استحالہ لازم نہیں آتا۔ کیونکہ تمام عالم خلق کو ان چھ دنوں میں ہی پیدا نہیں کیا ہے۔ کہ پانی کی پیدائش جو کہ عالم خلق سے ہے۔ ان چھ روز کے علاوہ ہے۔ اور ان چھ دنوں سے پہلے ہے۔ جیسا کہ پہلے گزرا۔ اور چونکہ کرسی کا معاملہ ہم پر اچھی طرح نہیں کھلا ہے لہٰذا اس کی تحقیق کو دوسرے کسی وقت پر ڈالتے ہیں۔ اور اللہ کی نوازش سے ہم اس کی امید رکھتے ہیں۔ اے میرے رب مجھے علم زیادہ عطا فرما۔

اس تحقیق سے دو قوی اعتراض خود بخود رفع ہو گئے۔ ایک تو یہ کہ جب زمین اور آسمان نہیں تھے۔ تو چھ دن کی تعین و تشخیص کس طرح ہو گئی۔ اور اتوار کا دن سوموار سے کیونکر جدا ہوا۔ اور منگل بدھ سے کس طرح الگ ہوا۔ اور جمعرات کا دن کیسے ممتاز ہوا۔؟۔

جب عرش کی پیدائش زمین و آسمانوں کی پیدائش سے پہلے معلوم ہو چکی۔ تو زمانہ کا حصول متصور ہو گیا۔ اور ایام کا ثبوت واضح طور مہیا ہو گیا۔ اور اعتراض ختم ہوا۔ یہ کب ضروری ہے۔ کہ مخصوص ایام کا امتیاز آفتاب کے طلوع و غروب سے ہو۔ کیونکہ بہشت میں طلوع و غروب نہیں ہے۔ اور دونوں کا امتیاز ثابت ہے۔ جیسا کہ احادیث میں موجود ہے۔

دوسرا اعتراض جو رفع ہوا ہے۔ اور اس فقیر کے علوم سے مخصوص ہے۔ یہ ہے کہ حدیث قدسی میں آیا ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ میرے آسمان اور میری زمین مجھے نہیں سما سکتیں۔ لیکن مجھے سما لیتا ہے۔ میرے مومن بندے کا دل" اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ظہور تام مومن بندے کے دل سے مخصوص ہے۔ اور اس کے علاوہ اور

---

لہ۔ سورہ بقر پارہ نمبر ۳۔ ۱۲

Marfat.com

کسی کو یہ دولت میسر نہیں ہے۔ اور تم نے اپنے مکتوبات میں اس کے برخلاف لکھ ہے۔ کہ ظہور اتمّ عرش مجید کے لئے ہے۔ اور ظہور قلبی ایک چمک ہے۔ ظہور عرشی سے۔

اور اس سابق تحقیق سے معلوم ہے۔ کہ عرش مجید کے آثار و احکام سے علیحدہ ہیں۔ زمین اور آسمانوں میں گنجائش نہیں ہے۔ اور عرش میں ہے۔ ہاں زمین اور آسمان اور ان کے اندر کی موجودات اس وسعت کی قابلیت نہیں رکھتے۔ سوائے مومن بندے کے دل کے کہ وہ اس دولت کے لئے مستعد ہے۔ پس وسعت قلبی کا حصر زمین اور آسمانوں کی نسبت سے ہے۔ نہ کہ تمام مخلوقات کی نسبت سے جو کہ عرش مجید کو بھی شامل ہو۔ تاکہ حدیث قدسی کے مفہوم کے خلاف متصور ہو پس دوسرا اعتراض بھی رفع ہوا

جاننا چاہیئے۔ کہ عرش مجید جو کہ ظہور تام کا محل ہے۔ جب آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے۔ ان سب کو عرش کے مقابل لاتے ہیں۔ تو بلاشبہ وہ ناچیز اور نابود ہو جاتے ہیں۔ اور ان کا کوئی نشان باقی نہیں رہتا۔ مگر انسان کا دل جو کہ خدا تعالےٰ کے رنگ میں رنگا ہوا ہے۔ باقی رہتا ہے۔ اور محض لاشے نہیں ہوتا۔ اور اسی طرح وہ ظہور جو کہ عرش سے اوپر کی جانب سے تعلق رکھتا ہے۔ جو کہ صرف عالم امر سے ہے۔ عرش کا اس مرتبہ کی نسبت وہی حکم ہے۔ جو کہ زمین اور آسمانوں کو عرش سے نسبت ہے۔ اور اسی طرح ہر بلند کو اپنے پست سے یہی نسبت ہے۔ یہاں تک کہ عالم امر ختم ہو جاتے۔ اس دائرہ کے ختم ہونے کے بعد معاملہ حیرت اور جہل کا ہے۔ اگر کچھ معرفت ہے تو وہ بھی مجہول الکیفیت ہے۔ جو کہ حادث عقل و فہم کے لائق نہیں ہے۔ اب ہم انسانی کمالات اور انسان کے دل کے متعلق کچھ بیان کرتے ہیں سے

عیبش[1] مے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو

عرش مجید اگرچہ فراخ تر اور مظہر اتمّ ہے۔ لیکن وہ اس دولت کے حصول کا علم نہیں رکھتا۔ اور اسکو اپنے (الات) کا ظہور حاصل نہیں ہے۔ برخلاف قلب انسانی کے کہ وہ صاحب شعور ہے۔ اور اپنی معرفت اور علم سے معمور ہے۔ اور دل کو دوسری فضیلت وہ ہے۔ جو ہم بیان کرتے ہیں۔ اچھی طرح سنو۔

مجموع انسان جسے عالم صغیر کہتے ہیں۔ ہر چند کہ عالم خلق اور عالم امر سے مرکب ہے۔ لیکن اس کو اجتماعی حقیقی صورت حاصل ہے۔ کہ اس ہیئت پر احکام و آثار مرتب ہوتے ہیں۔ اور عالم کبیر کو یہ ہیئت حاصل نہیں ہے۔ اگر ہے تو صرف اعتباری ہے۔ پس وہ فیوض جو اس ہیئت وحدانی کی راہ سے انسان تک اور اس کے ذریعہ قلب انسانی تک پہنچتے ہیں۔ عالم کبیر اور عرش مجید جو کہ اس عالم کبیر میں دل کی طرح ہے۔ ان کو ان فیوض و برکات سے کچھ حصہ نہیں ہے۔

---

[1] تو نے شراب کے تمام عیب بیان کئے ہیں۔ اس کا ہنر بھی بیان کر۔ ۱۲

Marfat.com

اور ایک یہ فضیلت بھی ہے۔ کہ جزو ارضی جو کہ حقیقت میں مخلوقات کا خلاصہ ہے۔ دوری کے باوجود اقرب ظہورات ہے۔ اس کے کمالات نے مجموعہ عالم صغیر میں سرایت کی ہے۔ اور عالم کبیر میں چونکہ وہ مجموعہ نہیں ہے۔ یہ سرایت اس جگہ مفقود ہے۔ پس عرش مجید کے برخلاف انسان کا دل یہ کمالات بھی رکھتا ہے۔

جاننا چاہیئے۔ کہ یہ فضائل و کمالات جو کہ قلب میں ثابت کئے گئے ہیں۔ اگر ان کو اچھی طرح دیکھا جائے تو یہ جزوی فضیلت میں داخل ہیں۔ کلی فضیلت ظہور عرشی ہی کو حاصل ہے۔ عرش اور قلب کی مثال اس طرح معلوم ہوتی ہے۔ کہ گویا ایک وسیع آتش ہے۔ جس نے دشت و صحرا کو منور کر رکھا ہے۔ اور اس آگ سے ایک مشعل روشن کی ہے۔ جس نے بعض امور کے الحاق سے ایک الگ نورانیت پیدا کر لی ہے۔ جو اس آگ میں نہیں ہے۔ اور شک نہیں ہے۔ کہ یہ زیادتی سوائے جزوی فضیلت کے اور کچھ نہیں ہے۔ اور اللہ تعالے ہی تمام امور کے حقائق کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اے ہمارے رب ہمارے نور کو پورا کر۔ اور ہمیں بخش یقینا تو ہر چیز پر قادر ہے۔ وصلی اللہ تعالے علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین وسلم وبارک وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین والملائکۃ المقربین اجمعین۔

# مکتوب نمبر ۷۷

مولانا حسن برکی کی طرف صادر فرمایا۔

ان کے خط کے جواب میں جس میں انہوں نے صوفیہ کے کلام پر کچھ اعتراضات کئے تھے۔ اور مکتوب کے آخر میں لکھا تھا۔ کہ احکام شرعیہ میں سے ہر حکم گویا کہ ایک دریچہ ہے۔ جو مقصود کے شہر کو پہنچانے والا ہے۔ اور کچھ اور بھی استفسار کیے تھے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔

بھائی شیخ حسن کا گرامی نامہ پہنچا۔ اللہ ان کے حال کو اچھا کرے۔ چونکہ اس میں تشرح اور استقامت کی خوشبو تھی طبیعت خوش ہوئی

آپ نے لکھا ہے۔ کہ وہ سلوک جو مشہور ہے۔ اور جس کا سالک اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور جو ہمارے مفہوم میں ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ مبتدی کو اس وقت تک ذکر کرتا چاہیئے۔ جب تک کہ دل ذکر کرنے لگے۔ اور پھر اس وقت ذکر کرے جب کہ دل ذکر کرنے سے رک جائے۔ یہاں تک کہ الہامات و تجلیات کا محل ہو جائے۔ اور سالک فنا کے مقام میں پہنچ جائے۔ جو کہ ولایت کا پہلا قدم ہے۔ اور صوفیا نے کہا ہے۔ کہ فنا وہ ہے۔ کہ سالک کی دید و دانش ہر اس چیز

Marfat.com

سے "جو غیر" کے نام کے ساتھ موسوم ہے۔ اپنا رخت سفر باندھے۔ اور سالک کی دید دانش میں سوائے خداوند تعالےٰ کے اور کوئی چیز باقی نہ رہے۔ اس کو شہود اور مشاہدہ بھی کہتے ہیں۔ مقصود یہ ہے۔ کہ وہ اپنے خیال میں اللہ تعالےٰ کو دیکھتا ہے۔ اور مسمّٰی بالغیر کو نہیں دیکھتا۔ اور دو دیکھنے والے کو طریقت کا مشرک کہتے ہیں۔

اور آپ نے لکھا ہے۔ کہ فقیر کو یہ معارف اور اس جیسے اور معارف بدظن کر رہے ہیں۔ کیونکہ اگر ان کا مقصود یہ ہے۔ کہ حق جل سلطانہ دنیا میں ظاہری آنکھ یا بصیرت سے دیکھا جائے۔ اگر وہ اس شہود سے علم کی رویت مراد لیتے ہیں تو یہ بھی طریقت کے مشرک ہیں۔ اور اگر اس معنی سے شعور مراد نہیں رکھتے۔ تو یہ کس کی خبر دیتے ہیں۔ اور کون خبر دیتا ہے۔

اور لکھا ہے۔ کہ جو کچھ وہ دیکھتے ہیں۔ ہر لحاظ سے خواہ وہ تجلی صوری ہو۔ خواہ معنوی اور خواہ نوری ہو۔ یا اس کے علاوہ اور اس نظر آنے والی چیز کو خداوند تعالےٰ کی ذات سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی باتوں سے بلند و بالا ہے۔ کہ جو کچھ مسمّٰی بالغیر ہے۔ اس کا ظہور جانتے ہیں۔ اس فقیر کے نزدیک تو یہ سب کچھ بے حاصل اور بے فائدہ ہے۔ اور نص کریمہ کے خلاف ہے۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ اور اس آیت کے بھی خلاف ہے لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ پس یہ لوگ کیا دیکھتے ہیں۔ اور کیا جانتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کو نہیں دیکھتے۔ اور نہیں جانتے۔ اور اس کو شہود اور مشاہدہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور یہ تمام افکار جو وہ اپنی اور اپنے اہل و عیال کی تدبیر میں رکھتے ہیں۔ یہ غیر ہے۔ یا نہیں۔؟

جان لیں اور آگاہ ہو جائیں۔ کہ یہ تمام طول طویل گفتگو اور نامناسب اعتراضات جو کہ تم نے مشائخ طریقت قدس اللہ اسرارہم پر کئے ہیں۔ ان کا سبب ان بزرگواروں کے مطلب کو نہ سمجھنا ہے۔ توحید شہودی جو کہ "ایک" کو دیکھنا ہے اور ماسوی کے نسیان سے وابستہ ہے۔ ان بزرگواروں کی طریقت کے ضروریات سے ہے۔ جب تک یہ نہ ہو۔ اغیار کی گرفتاری سے خلاصی نہیں ملتی۔ اور تم اس دولت اور اس کے مالکوں کو ٹھٹھا اور مذاق کر رہے ہو۔ وہ شہود و رویت جو کہ ان اکابر مشائخ قدس اللہ تعالےٰ اسرارہم کی عبارتوں میں واقع ہوتا ہے۔ وہ اللہ تعالےٰ کے بے چون حضور سے عبادت ہے۔ جو کہ مرتبہ تنزیہ کے مناسب ہے۔ اور ادراک کے حیطہ سے جو کہ "چون" کے عالم سے ہے۔ باہر ہے۔ اور اس حضور کی دولت کو دنیا میں باطن سے مخصوص رکھا ہے۔ ظاہر میں دو دیکھنے سے چارہ نہیں ہے۔ اسی طرح کہا ہے۔ کہ جس طرح عالم کبیر میں مشرک اور موحد ہے۔ اسی طرح عالم صغیر میں بھی مشرک و موحد جمع ہے۔ کامل کا باطن ہر وقت موحد ہے اور اس کا ظاہر مشرک ہے۔ پس باطن کامل خدا تعالےٰ کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور اس کا ظاہر اہل و عیال کی تدبیر میں اور اس میں کوئی استحالہ لازم نہیں آتا۔ اعتراض بے سمجھی کی وجہ سے کیا گیا ہے۔ ہرگز اس قسم کی باتیں نہ کریں۔ اور خداوند تعالےٰ کی غیرت سے ڈریں۔

Marfat.com

اس وقت کے ظاہری دعوی داروں نے آپ کو پریشان کر دیا ہے۔ بزرگوں کا ملاحظہ ضروری ہے۔ اگر آپ جھوٹے مدعیوں کے محدثات و اختراعات کے متعلق کہتے ہیں۔ تو اس کی گنجائش ہے۔ لیکن وہ جو صوفیا کی قوم میں مقرر ہے اور اس راہ میں لازمی ہے۔ اس کے متعلق بات کہنا مناسب نہیں ہے۔ آپ نے اس فقیر کے مکتوبات اور رسائل میں دیکھا ہوگا۔ کہ توحید شہودی کے متعلق کتنا لکھا جا چکا ہے۔ اور ان کو ضروریات راہ سے قرار دیا ہے۔ تمہیں چاہیئے تو یہ تھا۔ اس معنی کے متعلق استفسار کرتے۔ اور حسن ادب سے سوال کرتے۔ یہ وہ پھول ہے۔ جو مولانا احمد مرحوم کی مفارقت کے بعد کھلا ہے۔ مولانا کی زندگی میں اس قسم کی باتیں آپ سے کبھی ظاہر نہ ہوتی تھیں۔ اچھا ہوا کہ تم نے لکھا اور تنبیہ پائی اور آئندہ بھی جو کچھ ظاہر ہو۔ لکھو۔ اور صحیح و غلط کا لحاظ نہ کرو۔ اگر صحیح ہو تو خوشی کا باعث ہے۔ اور اگر غلط ہو تو انتباہ کا سبب ہے۔ بہر حال لکھنے سے سستی نہ کریں۔

ایک سال کے بعد آپ کا خط قافلہ کے ہمراہ آتا ہے۔ اور سال میں ایک بار ضروری نصائح بہت ضروری ہیں۔ جب تک ان کے متعلق نہ لکھو گے۔ اور کچھ نہ لکھو گے۔ تو گفتگو کی راہ نہ کھلے گی۔ آپ نے پوچھا ہے کہ قلب ظاہری اشیا میں سے ہے۔ یا باطنی اشیاء میں سے عارف کے ظاہر و باطن کو تو ایک مکتوب میں تفصیل سے لکھا ہے ملا عبدالحی سے کہوں گا۔ کہ اس کی نقل آپ کو بھیج دیں۔ اس جگہ ملاحظہ فرمائیں۔ اور یہ بھی پوچھا تھا۔ کہ وہ طریقہ جو کشف اور تجلی کے بغیر ہے۔ اس میں متوسط اور منتہی کی شناخت کا کونسا طریقہ ہے۔ جاننا چاہیئے کہ اگر یہ سالک جو اپنے احوال کا علم نہیں رکھتا۔ شیخ کامل مکمل کی خدمت میں ہے۔ جو راہ دان اور راہ بین ہے۔ تو اس کے حال کے متعلق اس شیخ کا علم کافی ہے۔ اور وہ اس کے بتانے سے اپنے توسط اور انتہا کو معلوم کرے گا۔

اور اگر شیخ نے اس کو ایک طرح کی ارشاد خلق کی اجازت دے رکھی ہے۔ تو اس کے مریدوں کے حالات اس کے کمالات کا آئینہ ہوں گے۔ اور اس جگہ سے اپنے نقص و کمال کو جان لے گا۔ اور معرفت کی انتہا کو جاننے کا ایک طریقہ وہ ہے کہ سالک کا اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے بغیر کوئی مقصود نہ رہے۔ اور اس کا سینہ تمام ماسوا مقصودات سے صاف اور خالی ہو جائے۔ انتہا کے بہت سے مراتب ہیں۔ جن میں سے بعض بعض سے بلند تر ہیں۔ اور نہایت میں پہلا قدم یہی ہے جو ذکر ہوا۔ اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

آپ نے لکھا تھا۔ کہ وہ علوم جو اس بے بضاعت کو تسلی دیتے ہیں۔ وہ علوم شرعیہ ہیں۔ گویا کہ شریعت کے احکام میں ہر حکم ایک دریچہ ہے۔ جو شہر مقصود کو پہنچانے والا ہے اور اس شاہ بے نشاں کا ایک نشان ہے۔ اور یہی بیت نصب العین ہے۔ سہ

ما[1] بسفر میرویم عزم تماشا کراست ما بر او میرویم کز ہمہ عالم وراست

[1] ہم سفر پر جاتے ہیں۔ کس کا دیکھنے کا ارادہ ہے۔ ہم اس کے سامنے جا رہے ہیں۔ جو تمام جہان سے پرے ہے

Marfat.com

آپ کی یہ معرفت بہت اصلی ہے۔ اور بہت بلند ہے۔ اور مل جانے کی توقع ہے۔ اس معرفت کے مطالعہ نے بہت محفوظ کیا۔ اور خط کی ابتدائی نامناسبت کو اس نے زائل کر دیا۔ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ اسی راہ سے مقصود پر پہنچائے۔ اور آپ نے پوچھا تھا۔ کہ بعض مرد اور بعض عورتیں آتی ہیں۔ اور طریقہ کی درخواست کرتی ہیں۔ اور وہ سود کے کھانے پینے اور لباس سے پرہیز نہیں کرتے۔ اور کہتے ہیں۔ کہ ہم شرعی حیلہ سے اس کو جائز کر لیتے ہیں۔ ان کو طریقہ تعلیم کرنے کی اجازت ہے۔ یا نہیں۔؟

تم ان کو طریقہ کی تعلیم کرو۔ اور محرمات سے پرہیز کرنے کی ترغیب دو۔ شاید اس طریقہ کی برکت سے وہ اس اشتباہ سے باہر آ جائیں۔ اور آپ نے ان دو سفید جھنڈوں کے متعلق جو کہ مشرق کی جانب ایک دوسرے کے پیچھے ظاہر ہوتے ہیں۔ سوال کیا ہے۔ فقیر نے دوسرے دوستوں سے استفسار کے بعد اس کے متعلق ایک مکتوب ملا عبدالحی کو لکھا ہے۔ انہیں انشاء اللہ کہا جائے گا۔ کہ اس کی نقل بھی آپ کو بھیج دیں۔

اور آپ نے یہ بھی پوچھا تھا۔ کہ کلام اللہ کا ختم کرنا اور نفل نماز پڑھنا اور تسبیح و تہلیل کرنا اور اس کا ثواب والدین کو یا استاد کو یا بھائیوں کو بخش دینا بہتر ہے۔ یا کسی کو نہ بخشنا بہتر ہے جان لینا چاہیئے کہ ثواب بخش دینا بہتر ہے۔ کہ اسمیں دوسروں کا بھی نفع ہے۔ اور اپنا بھی فائدہ ہے۔ اور نہ بخشنے میں صرف اپنا ہی فائدہ ہے۔ اور یہ بھی ہے۔ کہ شاید دوسرے کی طفیل اس کے عمل کو قبول کر لیں۔ والسلام

# مکتوب نمبر ۷

داراب خاں کی طرف صادر فرمایا۔

(اس طائفہ علیہ کی محبت و اخلاص کے بیان میں کہ یہ محبت و اخلاص فنانی اللہ اور بقا باللہ کا زینہ ہے۔ اور اس کے تعلقات

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔

وہ خوشگوار دولت جو آپ کے خاندان میں باوجود دولتمندی اور باوجود حصول مواد استغناء کے محسوس ہوتی ہے یہ ہے۔ کہ فقراء سے نیازمندی اور اس طبقہ علیہ کی خدمت گزاری ہے۔ جو اس طبقہ سے محبت و اخلاص کی علامت ہے۔ اس فرقہ ناجیہ سے دوستی اور اختصاص کی نشانی ہے۔ اس جماعت سے محبت رکھنے والوں کے لئے اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ۔ (آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اس کی محبت ہوگی۔) کی خوشخبری کافی ہے۔ اور اس طبقہ کے ہم نشینوں کے لیے ھُمْ قَوْمٌ لَا یَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ (وہ ایسی قوم ہیں۔ جن کے ہم نشین بدبخت نہیں ہوتے

Marfat.com

کی بشارت پوری ہے۔

اور جب خدا تعالیٰ کی مہربانی سے یہ محبت غلبہ پیدا کرتی ہے۔ اور اس طرح غالب آجاتی ہے۔ کہ اس محبت کے علاوہ اور کوئی چیز دل میں نہیں رہتی۔ اور دوسروں کی گرفتاری پوری طرح دل سے چلی جاتی ہے۔ اور محبت کے لوازمات جو کہ محبوب کی اطاعت اور محبوب کی مراد پر قائم رہنا اور اس کے اخلاق و اوصاف سے متخلق ہونا ہے ظاہر ہوتا ہے۔ اس وقت محبوب میں فنا حاصل ہو جاتی ہے۔ کہ پھر اس پر بقا باللہ مترتب ہوتی ہے۔ جو کہ ولایت کا ماحصل ہے۔ مختصر یہ کہ اگر ابتداء ہی میں بغیر کسی کے واسطہ محبوب حقیقی کی محبت و جذبہ حاصل ہو جائے۔ تو یہ ایک بہت بڑی دولت ہے۔ جو فنا و بقا کا حاصل ہے۔ ورنہ کامل مکمل واسطہ سے چارہ نہیں۔ پہلے اپنی مرادات کو اس کی مراد میں ختم کر دینا چاہیئے۔ اور اس میں فانی ہو جانا چاہیئے تاکہ وہ فنا۔ فنا فی اللہ کا وسیلہ ہو جائے۔ اور ماسویٰ کی گرفتاری سے پوری طرح آزاد کرے۔ اور ولایت کے درجات تک پہنچا دے۔ ؎

برشکر غلطید اے سودائیاں ۔۔۔ از برائے کور رئے سودائیاں

اس طرح کی باتیں طالبوں اور شائقوں کو بلانے اور شوق دلانے کے لئے لکھی جاتی ہیں۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

باقی مقصد یہ ہے۔ کہ فقیروں کا خط لے جانے والے محمد قاسم ایک بزرگ زادہ ہیں۔ اور فقیروں کی خدمت میں رہے ہیں۔ لیکن اپنے بڑے بھائی کی آغوش تربیت میں ناز و نعمت میں پل کر بڑے ہوئے ہیں۔ اور زمانے کی محنتیں کم دیکھی ہیں۔ آپ کی ملازمت کا شوق رکھتے ہیں۔ اگر ان کو اپنی سرکار کے ملازمین میں داخل کر لیں۔ اور ان کی حالت پر توجہ رکھیں۔ تو یہ آپ کے کرم سے بعید نہ ہوگا۔ زیادہ کیا تکلیف دوں۔ والسلام

# مکتوب نمبر ۹۷

یوسف برکی کی طرف صادر فرمایا۔
ان کے خط کے جواب میں جو کہ کفر سے منہ پھیر لے اور اسلام کی طرف توجہ کرنے پر مشتمل تھا۔ اور اس کے مناسبات میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔

آپ نے جو خط لکھ کر مولانا عبدالحی کے حوالہ کیا تھا۔ کہ وہ مجھے پہنچا ئیں۔ اس مدت میں انہوں نے نہ پہنچایا پھر

Marfat.com

جس دن بابو جانے لگے۔ تو وہ اس خط کو لے آئے۔ جب اس کا مطالعہ کیا گیا۔ تو خوشی کا باعث ہوا۔ کہ وہ کفر سے روگردانی اور اسلام کی طرف توجہ کرنے پر مشتمل تھا۔ جس طرح اسلام مجازی کفر مجازی سے بہتر ہے۔ اسلام طریقت بھی کفر طریقت سے بہتر ہے۔ طریقت کے کفر میں سب مستی ہی مستی ہے۔ اور اسلام طریقت میں سب صحو (ہوش) ہے۔ پھر جس طرح مجازی صحو مجازی سکر (مستی) سے بہتر ہے۔ صحو طریقت بھی کفر طریقت سے بہتر ہے۔

طریقت کے کفر کا نتیجہ تشبیہ ہے۔ اور طریقت کے اسلام کا نتیجہ تنزیہ ہے۔ جتنا فرق تشبیہ اور تنزیہ میں ہے۔ اتنا ہی فرق طریقت کے اسلام اور کفر میں ہے۔ جن لوگوں نے تشبیہ اور تنزیہ کو اکٹھا کرنا چاہا ہے۔ اور اس کو کمال خیال کیا ہے۔ وہ تنزیہ بھی تشبیہ کا ایک حصہ ہے۔ جو کہ ان کی نظر میں تنزیہ معلوم ہوتی ہے۔ ورنہ تشبیہ کی کیا مجال ہے۔ جو تنزیہ حقیقی کے ساتھ جمع ہو سکے۔ اور اس کے نور کے غلبہ میں مضمحل اور نابود نہ ہو جائے۔ ؎

بلے[1] ہر جا شود مہر آشکارا سہا را چیز نہاں بودن چہ یارا

اللہ سبحانہ وتعالے حقیقی اسلام کی حقیقت سے بحرمت النبی وآلہ الامجاد علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات مشرف فرمائے۔ مولانا بابو چونکہ جا رہے تھے۔ لہذا چند کلمات پر اختصار کرنا پڑا۔ والسلام علیکم وعلی من لدیکم۔

# مکتوب نمبر ۸۰

شیخ احمد تہاری کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ انہوں نے سوال کیا تھا۔ کہ تمہیدات میں عین القضاۃ لکھتے ہیں۔ کہ جس کو تم خدا جانتے ہو۔ ہمارے نزدیک وہ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اور جن کو تم محمد سمجھتے ہو۔ وہ ہمارے نزدیک اللہ جل سلطانہ ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔

گرامی نامہ جو آپ نے کمال محبت و اخلاص اور جوش مودت و اخلاص سے لکھ کر ارسال کیا تھا۔ پہنچا۔ بہت خوشی ہوئی۔ حضرت حق سبحانہ وتعالے اس دولت پر استقامت کی توفیق عطا فرمائے۔ کہ ہر جماعت کا محبت رکھنے والا اسی

[1] ہاں جہاں چاند طلوع کر آئے۔ وہاں سہا ستارے کے لئے روپوش ہونے سے چارہ نہیں۔ ۲-

Marfat.com

جماعت کے ساتھ ہوگا۔ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے

آپ نے تمہیدات عین القضاۃ کی عبارت کے معنی کے متعلق پوچھا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ جس کو تم خدا جانتے ہو۔ ہمارے نزدیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور جنہیں تم محمد جانتے ہو۔ علیہ و علٰی آلہ الصلوٰۃ والسلام وہ ہمارے نزدیک خدا جل سلطانہ ہے۔

میرے مخدوم! اس جیسی عبارتیں جو توحید اور اتحاد کی خبر دیتی ہیں۔ یہ غلبہ سکر میں جو کہ جمع کا مرتبہ ہے۔ اور جسے کفر طریقت کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ مشائخ قدس اللہ تعالے اسرارہم سے صادر ہوتی ہیں۔ اور جدائی اور دوئی ان کی نظر سے اٹھ جاتی ہے۔ اور ممکن کو عین واجب پاتے ہیں۔ بلکہ ممکن کو وہ پاتے ہی نہیں۔ اور سوائے واجب تعالےٰ کے ان کے مشہود میں کوئی چیز نہیں ہوتی۔

اس تقدیر پر اس عبارت کا معنی اس طرح ہوگا۔ کہ جدائی اور دوئی جو تمہارے نزدیک اللہ تعالے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان حاصل ہے۔ ہمارے نزدیک وہ امتیاز ثابت نہیں ہے۔ اور نہ مغایرت حاصل ہے۔ بلکہ وہ ایک ہی ہے۔ جو وحدت سے پاک ہے۔ اور دوسرے کا عین بھی ہے۔ جب کہ تمام ممکنات سے مغایرت کی نسبت ختم ہو جاتی ہے۔ اور محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ اللہ تعالے کے کمالات کے مظہر اتم ہیں۔ تو انسے امتیاز کی نسبت کیسے ثابت ہوگی۔ اور یہ دیکھنا مرتبہ جمع سے مخصوص ہے۔

اور جب سالک اس مقام سے بلند ہو جاتا ہے۔ اور افراط سکر سے آنکھیں کھولتا ہے۔ تو محمد کو بندہ پاتا ہے اور اسے خدا تعالے کا رسول سمجھتا ہے۔ جیسا کہ ابتدا میں جانتا تھا۔ نہایت بدایت کی طرف رجوع کا نام ہے۔ یہ مقولہ آپ نے سنا ہوگا۔ جان لیں کہ مبتدی و منتہی کا اشتراک صرف صورت میں ہے۔ جو کہ منتہی کے پوشیدہ ہونے کا باعث ہے ورنہ۔ ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک [۱]

جب کہ وہ متوسط کو بھی منتہی سے کوئی نسبت نہیں ہوتی۔ تو مبتدی کو جو معاملہ سے دور ہے۔ اسکے ساتھ کیا نسبت ہو سکتی ہے۔ اے ہمارے رب ہمارے نور کو پورا کر۔ اور ہمیں بخش دے۔ یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے۔ والسلام علیکم وعلی من لدیکم

---

[۱] خاک کو عالم پاک سے کیا نسبت؟ ۱۲۔

Marfat.com

# مکتوب نمبر ۸۱

محمد مراد قوربیگی کی طرف صادر فرمایا۔

پند و نصائح اور کمینی دنیا کی خوشنما چیزوں سے پرہیز کرنے اور اس کے مناسبات کے بیان میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى۔

میں ڈرتا ہوں۔ کہ نیک انجام دوست کمینی دنیا کی آرائش میں جو کہ بظاہر تازگی اور شیرینی رکھتی ہیں۔ بچوں کی طرح فریفتہ نہ ہو جائیں۔ اور دشمن لعین کی راہنمائی سے مباح سے مشتبہ میں اور مشتبہ سے حرام میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ اور اپنے مولا جل سلطانہ سے شرمندہ اور نادم ہونا پڑے۔ توبہ و رجوع الی اللہ میں قدم مضبوط رکھنا چاہیے۔ اور شریعت کے نواہی کو زہر قاتل سمجھنا چاہیے۔

ہمہ اندر زمن بہ تو این است   کہ تو طفلی و خانہ رنگین است[1]

حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے بندوں پر اپنی مہربانی سے مباحات کا دائرہ بڑا وسیع کیا ہے۔ وہ بڑا ہی کوئی بدنصیب ہوگا۔ جو کہ سینہ کی تنگی کی وجہ سے اس دائرہ کو تنگ سمجھے۔ اور وسیع دائرہ سے باہر قدم رکھے۔ اور حدود شریعت سے تجاوز کرے۔ اور مشتبہ اور حرام میں مبتلا ہو جائے۔ شریعت کی حدود کا التزام کرنا چاہیے۔ اور ان سے سر مو تجاوز نہ ہونا چاہیے رسم اور عادت کے طور پر نماز پڑھنے والے اور روزہ رکھنے والے بہت ہیں۔ لیکن ایسے پرہیزگار جو حدود شریعت کی حفاظت کریں۔ بہت کم لوگ ہیں۔ اور نیک و بد میں فرق کرنے والی چیز یہی پرہیزگاری ہے۔ کیونکہ نماز اور روزہ تو بظاہر دونوں ہی ادا کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مِلَاکُ دِیْنِکُمُ الْوَرَعُ (تمہارے دین کا سب کچھ پرہیزگاری ہے) اور آں حضرت نے یہ بھی فرمایا ہے۔ لَا تَعْدِلُ بِالرِّعَةِ شَيْئًا (پرہیزگاری کے ساتھ کسی کو برابر نہ کرو)

دوست جتنے بھی پر تکلف کھانے کھائیں۔ اور جتنے بھی خوبصورت لباس پہنیں حقیقت یہ ہے۔ کہ اصلی لذت فقیروں کے کھانے اور لباس میں ہے۔ ع

آں کہ آں داد بہ شاہاں بہ گدایاں ایں داد۔[2]

---

[1] میری تمام تر نصیحت تجھے یہی ہے۔ کہ تو بچہ ہے۔ اور یہ گھر بڑا رنگین ہے ۱۲

[2] جس نے بادشاہوں کو وہ دیا ہے اس نے فقیروں کو یہ دیا ہے ۱۲

Marfat.com

وہاں سے یے کریہاں تک بڑا فرق ہے۔ کہ وہ اللہ جل سلطانہ کی رضا سے دور ہے۔ اور یہ اس کی رضا سے قریب ہے۔ اور پھر اس کا حساب بھی ثقیل ہے۔ اور اس کا حساب ہلکا ہے۔ اے ہمارے رب ہمیں اپنی جناب سے رحمت عطا فرما۔ اور ہمارے لئے ہمارے کام میں بھلائی پیدا کر۔

برخوردار سلطان مراد نے توبہ وانابت کی توفیق پائی ہے۔ اور طریقہ اخذ کیا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالےٰ سے دعا ہے۔ کہ وہ اسے ثبات واستقامت عطا فرمائے۔ والسلام علیکم وعلیٰ سائر الاخوان

# مکتوب نمبر ۸۲

خواجہ شرف الدین حسین کی طرف صادر فرمایا

(رنگینی دنیا سے پرہیز کرنے اور روشن شریعت پر ترغیب دینے اور اس کے متعلقات کے بیان میں)

اے اللہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل دنیا کو ہماری نگاہ میں حقیر اور آخرت کو بڑا کر عزیز با تمیز بیٹے کمینی دنیا کی آرائشوں کی طرف کبھی رغبت نہ کرنا۔ اور فانی گرد و فر پر کبھی فریفتہ نہ ہونا۔ کوشش کرو۔ کہ اپنی تمام حرکات وسکنات میں روشن شریعت کے مطابق عمل کیا جائے۔ اور نورانی مذہب کے مطابق زندگی گزر جائے۔ سب سے پہلے علماء اہل سنت کی رائے کے مطابق اعتقاد درست کرنا ضروری ہے۔ اس کے بعد فقہی عملی احکام کا معاملہ ہے۔ فرائض کی ادائیگی میں اہتمام کرنا چاہیئے۔ اور حلال حرام میں بہت احتیاط کرنا چاہیئے۔ نفلی عبادتیں فرضی عبادتوں کی نسبت بالکل بے حقیقت ہیں۔ اور اعتبار کے قابل نہیں ہیں۔

اس وقت کے اکثر آدمی نوافل کی ترویج اور فرائض کی تخریب میں لگے ہوئے ہیں۔ وہ نفلی عبادات کی ادائیگی کا اہتمام کرتے ہیں۔ اور فرائض کو توجہ کے لائق نہیں سمجھتے۔ اور انہیں حقیر و بے اعتبار جانتے ہیں۔ تمام دولت وقت بے وقت مستحق اور غیر مستحق کو دیتے ہیں۔ لیکن ایک دمڑی بھی ان کو زکوٰۃ کی ادائیگی میں دینا جو کہ صحیح مصرف ہے۔ بڑا مشکل ہے۔ یہ نہیں جانتے۔ کہ زکوٰۃ میں ایک دمڑی دینا نفلی صدقہ میں ایک لاکھ روپے دینے سے بہتر ہے۔

زکوٰۃ کی ادائیگی میں صرف خدا تعالےٰ کے حکم کی تعمیل ہے۔ اور نفلی صدقہ میں بسا اوقات نفسانی خواہشات شامل ہوتی ہیں اس لئے فرض کی ادائیگی میں ریا کی گنجائش نہیں ہے۔ اور نفل میں دکھلاوے کا میدان وسیع ہے۔ یہی تو ہے کہ ادائے زکوٰۃ میں اظہار بہتر ہے۔ کہ اپنے آپ سے الزام کو دور کر سکے۔ اور نفلی صدقہ پوشیدہ طور پر دینا بہتر ہے۔ کہ وہ قبولیت کے زیادہ لائق ہے۔ مختصر یہ کہ شرعی احکام کے التزام سے چارہ نہیں ہے۔ تاکہ دنیا کی تکالیف سے خلاصی

Marfat.com

متصور ہو۔ اور اگر حقیقی طور پر دنیا کا چھوڑنا میسر نہ ہو سکے۔ تو دنیا کو حکمی طور پر چھوڑنے میں کوتاہی نہ کرے۔ اور وہ اقوال و افعال میں شریعت کا التزام ہے۔ اور اللہ سبحانہ و تعالے ہی توفیق دینے والا ہے۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

# مکتوب نمبر ۸۳

میر اد محمود کی طرف صادر فرمایا۔

اس طائفہ علیہ کی محبت میں جو تمام سعادتوں کا سرمایا ہے۔ اور اس کے متعلقات کے بیان میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔

اس علاقہ کے فقراء کے حالات بحمد اللہ تعریف کے قابل ہیں۔ اور اللہ تعالے سے آپ کی سلامتی اور عافیت اور ثبات اور شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام والبرکۃ والتحیہ کی شاہراہ پر استقامت کی دعا ہے۔

میرے عزیز اور ارشد بھائی نے جو اس فقیر سے طریقہ اخذ کیا تھا چونکہ صحبت کا بہت ہی کم موقع ملا تھا۔ جو کہ ان بزرگواروں کے نزدیک ایک بہت بڑا اصل ہے۔ خیال ہے۔ کہ اس پر برکات و ثمرات لائقہ مترتب نہ ہوئے ہوں گے لیکن اگر محبت کا کچھ تھوڑا بہت ربط جو کہ اس طریقہ کے سیکھنے کے لوازمات میں سے ہے۔ باقی ہے۔ تو یہ بہت بڑی دولت ہے۔ کیونکہ آدمی اسی کے ساتھ ہو گا۔ جس کے ساتھ اس کی محبت ہو گی" پہلی برکت جو پہلی ہی صحبت میں اس طریقہ کے بتدی رشید کو حاصل ہوتی ہے وہ مطلوب حقیقی جل سلطانہ کے ساتھ دل کی توجہ کا دوام ہے۔ اور تھوڑی ہی مدت کے بعد یہ دوام ماسوی کے نسیان کی طرف توجہ کو لے جاتا ہے۔ کہ اگر بالفرض طالب کی عمر ہزار سال ہو جائے۔ تو اس کے دل میں اللہ تعالے کے سوا اور کسی چیز کا گذر نہ ہو۔ اس نسیان کی وجہ سے جو اسے ماسوا سے حاصل ہوا ہے۔ اور اگر بہ تکلف بھی اس کو ماسوی کی یاد دلائیں۔ تو اسے یاد نہ آئے

اور جب یہ نسبت حاصل ہو جاتی ہے۔ تو اس راہ میں پہلا قدم اٹھتا ہے۔ اور دوسرے اور تیسرے اور چوتھے قدم کو پھر جہاں تک بھی اللہ تعالے چاہے۔ اس کے متعلق کیا لکھوں۔ تھوڑی چیز کثیر پر دلالت کرتی ہے۔ اور قطرہ بے پایاں سمندر کا پتہ دیتا ہے۔ مقصود دوستوں کو ترغیب دلانا ہے حضرت حق سبحانہ و تعالے اسکو نافع بنائیں۔ میاں عبد العظیم نے آپ کی محبت و اخلاص کی کیفیات کی اطلاع زبانی بیان کی۔ اور اس گفتگو پر لائے۔ والسلام علیکم و علی سائر من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ و علی آلہ الصلوۃ والسلام

Marfat.com

# مکتوب نمبر ۸۴

شیخ حمید بنگالی کی طرف صادر فرمایا۔
بعض مواعظ کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى۔

میرے ہدایت یافتہ بھائی۔ میاں شیخ عبد الحمید نے عجیب طرح کی گوشہ نشینی اختیار کر رکھی ہے۔ کہ اسمیں سلام و پیام کی بھی بہت کم گنجائش ہے۔ ان سات آٹھ سالوں میں آپ کی طرف سے ایک خط پہنچا ہے سو وہ بھی ناتمام اور نامکمل اور وہ خطوط جو اس جانب سے جاتے ہیں معلوم نہیں کہ وہ آپ کو ملتے ہیں۔ یا نہیں۔ میرے عزیز بھائی شیخ عبد الحی چونکہ اپنے وطن جا رہے ہیں ان سے کہا ہے۔ کہ ایک بار وہ تم سے ملیں۔ اور آپ کے حالات پر مطلع ہوں۔ شیخ عبد الحی تقریباً پانچ سال تک خدمت میں رہے ہیں۔ اور حاضری کی اکثر خدمات انہیں سے تعلق رکھتی ہیں۔ وہ فقیر کے علوم و معارف سے سیراب ہیں۔ اور جذبہ و سلوک کے احوال سے آگاہ ہیں۔ مشار الیہ سے کہا ہے۔ کہ وہ چند روز آپ کے ہاں ٹھہریں۔ اور وہ علوم و معارف جو مناسب وقت و حال ہوں۔ درمیان میں لائیں۔ گزرے ہوئے اور موجودہ وقت کے بھی احوال و مواجید ہوں، سب مشار الیہ سے کھول کر بیان کر دیں۔ اور جو وہ نصیحت کریں اس پر یقین رکھیں۔ باقی حالات شیخ عبد الحی آپ سے بالمشافہ کہیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ والسلام علیکم و علی سائر من اتبع الہدیٰ۔

# مکتوب نمبر ۸۵

شیخ نور محمد کی طرف صادر فرمایا۔
(شیخ عبد الحی کے بعض کمالات کے بیان)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى۔

Marfat.com

اس علاقہ کے فقراء کے احوال و اطوار قابل تعریف ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ سے آپ کی استقامت کی دعا ہے۔ میرے بھائی میاں شیخ عبدالحی آپ کے شہر کے رہنے والے ہیں۔ اور آپ کے ہمسایہ میں آئے ہیں۔ اس راہ کی ضروری چیزوں اور علوم و معارف عزیزہ کا نسخہ ان کے پاس ہے۔ دور کے دوستوں کے لئے ان کی ملاقات غنیمت ہے۔ کہ وہ ابھی ابھی آئے ہیں۔ اور نئی خبریں لاتے ہیں۔ ان کے پاس فنا و بقا کا نشان ہے۔ اور جذبہ و سلوک کا بیان بلکہ فنا و بقا سے اوپر بھی مشہور رہیں۔ اور جذبہ و سلوک جو قوم میں مقرر ہے۔ اس کی سرگذشت سے آگاہ ہیں۔ بلکہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ ان کی اس جگہ میں گذرگاہ ہے۔ مکتوبات کے بہت سے معارف عزیزہ ان کے گوش زد ہیں۔ اور اپنی ہمت کے مطابق استفسار کر کے بھی انہوں نے دریافت کیا ہے۔ اور اللہ سبحانہ و تعالےٰ توفیق دینے والا ہے۔ اپنے حالات تفصیل سے ان کو سنائیں۔ اب زائد چیزوں میں کیا مشغول ہوں۔ والسلام

# مکتوب نمبر ۸۶

شیخ طاہر بدخشی کی طرف صادر فرمایا۔

ان کے خط کے جواب میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔

میرے عزیز بھائی کا صحیفہ گرامی پہنچا۔ ان احوال و معارف سے جو اس میں لکھے تھے۔ واضح طور پر معلوم ہوئے اور خوش ہوا۔ کتنی بڑی دولت ہے۔ کہ محبوں اور مخلصوں نے تمام چیزوں سے ہاتھ اٹھا کر جناب قدس تعالےٰ و تقدس کی طرف توجہ کر لی ہے۔ اور ماسوا کو پاؤں کی ٹھوکر لگا کر پوری طرح پر اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ ہیں۔ باقی اس علاقہ کی کیفیات شاید شیخ عبدالحی تفصیل سے بیان کریں گے۔ اور زبانی اور لکھے ہوئے علوم و معارف انکے پاس بہت ہیں۔ اسی لئے ان کو نہیں لکھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل اللہ تعالےٰ تمام امور کا انجام بخیر کرے

# مکتوب نمبر ۸۷

فتح خاں افغان کی طرف صادر فرمایا۔

Marfat.com

کچھ نصائح کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔

مکتوب شریف جو کہ فقیروں کے ساتھ کمال محبت واخلاص کا پتہ دیتا تھا پہنچا۔ حق سبحانہ وتعالےٰ ان کی محبت عطا فرمائے۔ وہ نصیحت جو سعادت مند دوستوں سے کہی جاتی ہے۔ سنت سنیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کی اتباع اور ناپسندیدہ بدعت سے پرہیز کرنا ہے۔ جو آدمی بھی سنتوں میں سے کسی مردہ سنت کو جو متروک العمل ہو چکی ہو زندہ کرتا ہے۔ اس کو سو شہید کا ثواب ملتا ہے۔

پھر اس کے اجر کا اندازہ کرو۔ جو فرضوں میں سے کسی فرض یا واجبات میں سے کسی واجب کو زندہ کرتا ہے۔ پس نماز میں تعدیل ارکان جو کہ اکثر علماء حنفیہ کے نزدیک واجب ہے۔ اور امام ابو یوسف اور امام شافعی کے نزدیک فرض ہے۔ اور بعض علمائے احناف کے نزدیک سنت موکدہ ہے۔ اور اکثر آدمیوں میں اس پر عمل متروک ہو چکا ہے اس ایک عمل کے زندہ کرنے کا اجر سو شہید کے ثواب سے جو کہ اللہ کی راہ میں شہید ہو چکے ہوں۔ زیادہ ہوگا۔ علیٰ ہذا القیاس شریعت کے تمام احکام۔ حلال۔ حرام مکروہ وغیرہ کو اسی پر قیاس کر لو۔

علماء نے کہا ہے۔ اس آدمی کو ایک دمڑی واپس کرنا جس پر ظلم کر کے بلا توجیہ شریعت چھین لی تھی۔ دو سو درہم صدقہ کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔ اور علماء نے یہ بھی کہا ہے۔ کہ اگر کسی آدمی کے پاس پیغمبر جتنے بھی نیک عمل ہوں۔ اور اس پر کسی کا آدھی دمڑی حق رہ گیا تو اس آدمی کو بہشت میں نہ لے جائیں گے۔ جب تک کہ وہ آدمی دمڑی ادا نہ کرے گا مختصر یہ کہ ظاہر کو احکام شرعیہ سے مزین کر کے باطن کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ تاکہ غفلت آلودہ نہ ہو۔ اور احکام شرعیہ سے آراستہ ہونا باطن کی امداد کے بغیر مشکل ہے۔ علماء فتویٰ دیتے ہیں۔ اور اللہ والے کام کرتے ہیں۔ کہ باطن کا اہتمام ظاہر کے اہتمام کو مستلزم ہے۔ اور جو باطن میں مشغول ہو۔ اور ظاہر سے عاجز ہو۔ وہ بے دین ہے۔ اور اس کے باطن کے احوال اس کا استدراج ہیں۔ حال باطن کی صحت کی علامت احکام شریعت سے ظاہر کا آراستہ ہونا ہے۔ استقامت کا طریقہ یہی ہے۔ اور اللہ سبحانہ وتعالےٰ توفیق دینے والا ہے۔

# مکتوب نمبر ۸۸

ملا بدیع الدین کی طرف صادر فرمایا۔

رضا بالقضاء اور مولا کے فعل سے لذت حاصل کرنے کے بیان میں

Marfat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔

مقبول بندہ وہ ہے۔ جو اپنے مولا کے فعل پر راضی ہو۔ اور جو اپنی رضا کے تابع ہے۔ وہ آپ اپنا بندہ ہے۔ اگر مالک بندہ کے گلے پر چھری چلائے۔ تو بندہ کو چاہیے۔ کہ اس وقت شاداں وخنداں ہو۔ اور مالک کے اسی فعل کو اپنی مرضی سمجھے۔ بلکہ اس فعل سے لذت حاصل کرے۔ اور اگر معاذ اللہ اس کو اس فعل سے کراہت پیدا ہو اور اس کا سینہ تنگ ہو تو وہ بندگی کے دائرہ سے دور ہے۔ اور مولا کے قرب سے راندا ہوا ہے۔

جب طاعون اللہ تعالٰے کی مراد ہے۔ تو چاہیئے۔ کہ اس کو اپنی مراد سمجھیں۔ اور خوش وخرم ہوں۔ اور طاعون کے غلبہ سے پیشانی پر بل نہ ڈالیں۔ اور دل تنگ نہ ہوں۔ بلکہ جب وہ محبوب کا فعل ہے۔ تو اس سے لذت حاصل کریں ہر ایک کی اجل مقرر ہے۔ جس میں کمی بیشی کا احتمال نہیں ہے۔ پھر یہ پریشانی کیسی ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ مصیبت سے عافیت طلب کریں۔ اور اس کی ناراضگی سے پناہ ڈھونڈیں۔ کہ اللہ تعالٰے کی مرضی بندے کے سوال ودعا میں ہے۔ "تمہارے رب نے فرمایا ہے۔ تم مجھے پکارو۔ میں تمہاری دعا کو قبول کروں گا"

مولانا عبدالرشید آئے ہیں۔ اور انہوں نے اس علاقہ کے حالات بیان کئے ہیں۔ اللہ تعالٰے آپ کو تمام ظاہری اور باطنی آفتوں سے محفوظ رکھے

# مکتوب نمبر ۸۹

سیادت پناہ میر محب اللہ کی طرف نصائح کے متعلق صادر فرمایا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔

اللہ تعالٰے ہمیں اور آپ کو آپ کے آباء کرام کی راہ پر بطفیل اپنے حبیب سید الانام علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام ثابت قدم رکھے۔

اس علاقہ کے فقراء کے احوال واطوار تعریف کے لائق ہیں۔ ہمیشہ ہمیشہ تک اللہ سبحانہ وتعالٰے کی حمد اور احسان ہے۔ اور ان کے نبی پر ہمیشہ ہمیشہ تک درود اور سلام ہو۔ آپ کی سلامتی۔ عافیت۔ ثبات اور استقامت کے لئے دست بدعا ہوں۔

مخدوم مکرم شفقت آثار کام کا وقت نکلا جا رہا ہے۔ اور ہر لحظہ جو گزر جاتا ہے۔ عمر کو کم کر جاتا ہے۔ اور وقت مقرر کو قریب کر دیتا ہے۔ آج اگر آگاہ نہ ہوئے۔ تو کل سوائے حسرت وندامت کے اور کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ اہتمام کرنا چاہیئے

Marfat.com

کہ ان چند دنوں میں روشن شریعت کے مطابق زندگی گزر جائے۔ تاکہ نجات متصور ہو۔ یہ وقت عمل کا وقت ہے۔ عیش و آرام کا وقت آگے ہے۔ جو کہ اس عمل کا پھل ہے۔ کام کے وقت عیش کرنا اپنی کھیتی کو برباد کرنا ہے۔ اور اسکے پھل سے محروم رہنا زیادہ کیا تکلیف دوں۔ خدا کرے آپ کو ظاہری اور باطنی دولت نصیب ہو۔

# مکتوب نمبر ۹۰

مرزا عرب خاں کی طرف سفارش کے متعلق صادر فرمایا۔

اللہ سبحانہ و تعالے آپ کو آفاقی اور انفسی دشمنوں پر مدد اور غلبہ عطا فرماتے۔ اور آپ کو تمام ظاہری اور باطنی مصیبتوں سے محفوظ رکھے

رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مخلوق اللہ تعالے کے عیال ہیں۔ اور مخلوق میں سب سے زیادہ اللہ تعالے کو وہ پیارا ہے۔ جو اس کے عیال سے اچھا سلوک کرے۔[1] حضرت حق سبحانہ و تعالے مخلوق کے رزق کا کفیل ہے۔ پس مخلوق اس کے عیال کی طرح ہے۔ جو آدمی کسی کے عیال سے غمخواری کرے۔ اور اس کے بوجھ کو برداشت کرے تو یہ شخص اس عیال والے کا محبوب ہو جائے گا۔ کہ اس نے اس کا بوجھ ہلکا کر دیا۔ اور اس کی مشقت کو اپنے اوپر ڈال لیا۔ اس بنا پر تکلیف دینے کی جرأت کرتا ہوں۔ کہ حافظ حامد نیک آدمی اور قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے ہیں۔ بال بچہ کی کثرت نے ان کو پریشان کر رکھا ہے۔ وہ ان کی ذمہ داری سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ آپ کے کرم سے درخواست ہے۔ کہ ان کی امداد و اعانت کریں۔ سخی لوگوں کو سخاوت کے لئے بہانہ کافی ہے۔ والسلام

# مکتوب نمبر ۹۱

مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید کی طرف صادر فرمایا۔
قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی کے اسرار کے بیان میں

---

[1] بیہقی شریف ۱۲ مشکوٰۃ۔

Marfat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔

مقام قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی سے ایک سر عظیم سنو کہ جب لسان کامل سیرالی اللہ پورا کرنے کے بعد سیر فی اللہ سے متصف ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالے کے اخلاق سے متخلق ہوتا ہے اور مجمل طور پر اس سیر کو بھی پورا کر لیتا ہے۔ اور اسماء وصفات کے پرتو کے ظہور کے دائرہ کو جو سیر فی اللہ سے وابستہ ہے۔ ختم کر لیتا ہے تو اس لائق ہو جاتا ہے۔ کہ معشوق بلا واسطہ ظلیت کے شائبہ اور حلول اور معیت کے توہم کے بغیر اس میں ظہور فرما اور چونکہ معشوق کی صفات ذاتیہ اس کی ذات سے علیحدہ نہیں ہیں۔ تو لازمی طور پر صفات کے ساتھ ذات کا ظہور بھی عاشق کے عین میں ہوگا۔ اور دو قوس تک پہنچ جانے کا۔ جو کہ قوس صفات اور قوس ذات ہیں۔ یہ مقام قاب قوسین کے مقامات میں سے نہایت بلند ہے۔ جو ظلیت کے شائبہ کے بغیر ظہور اصلی سے تعلق رکھتا ہے۔

اور اگر خدا تعالے کی مہربانی سے عاشق صادق کو معشوق کی ذات سے اس درجہ تک گرفتاری ہو جائے۔ کہ اس کا کوئی اسم اور صفت باقی نہ رہے۔ تو اس وقت فضل خداوندی جل سلطانہ سے اسم اور ذات اس کی نظر سے اٹھ جاتے ہیں۔ اور سوائے ذات کے کوئی چیز اس کے سامنے ملحوظ اور مشہود نہیں رہتی۔ اگرچہ صفات ہوتی ہیں۔ لیکن اس کو مشہود نہیں ہوتیں۔ اس حالت میں او ادنیٰ کا راز ظاہر ہوتا ہے۔ اور قوسین کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا۔ اس بلند مقام سے جب ہبوط ہوتا ہے۔ تو پہلا قدم عالم خلق میں پڑتا ہے۔ بلکہ عنصر خاک میں بیٹھ جاتا ہے۔ کہ وہ عنصر پاک دوری اور مہجوری کے باوجود موجودات میں عالم قدس سے سب سے زیادہ قریب ہے۔ عجیب معاملہ ہے اگر ہم عروج اور صعود کا اعتبار کرتے ہیں۔ تو عالم امر کو اقرب موجودات جانتے ہیں۔ بلکہ عالم قدس سے لطیفہ اخفیٰ عالم امر کو سب سے زیادہ قریب پاتے ہیں۔ اور جب نزول وہبوط پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو قرب کی دولت عالم خلق کے نصیب میں پاتے ہیں۔ بلکہ عنصر خاک کے حصہ میں جانتے ہیں

ہاں چونکہ کے دائرہ سے جانب عروج اس کو پہلا نقطہ ہم ملاحظہ کرتے ہیں اور اس سے اقرب نقطہ عروج کی جانب میں اس دائرہ سے نقطہ ثانیہ ہے۔ اور ہبوط کی جانب میں جو ملاحظہ کیا جاتا ہے۔ تو اس پہلے نقطہ سے سب سے قریب نقطہ اس دائرہ کا آخری نقطہ ہے۔ اس قدر فرق ضرور ہے۔ کہ وہ نقطہ ثانیہ عروج میں نقطہ اولیٰ سے مخالف سمت میں ہے۔ اور یہ آخری نقطہ اس پہلے نقطہ کے مقابل اور سامنے ہے۔ مخالف سمت اور موافق سمت میں بہت بڑا فرق ہے۔ کیونکہ نقطہ ثانیہ نقطہ اولیٰ کے ظہورات سے میلان رکھتا ہے۔ اور نقطہ اخیر ظہورات سے پشت دکھا کر ذات ظاہر کا خواہاں ہے۔ سو یہ کہاں اور وہ کہاں۔ اے ہمارے رب ہمیں اپنی جناب سے رحمت عطا فرما۔ اور ہمارے کام میں بھلائی پیدا کر۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

Marfat.com

# مکتوب نمبر ۹۲

سیادت مآب میر محمد نعمان کی جانب صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ ولایت قرب الٰہی سے عبارت ہے۔ اور خوارق و کرامات اس کی شرط نہیں ہیں۔ اور بادشاہوں کو تعظیمی سجدہ کرنے اور اسکے مناسبات کے بیانیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔

سیادت مآب میرے عزیز بھائی میر محمد نعمان خوش رہیں۔ اور جان لیں کہ خوارق و کرامات کا ظہور ولایت کیلئے شرط نہیں ہے۔ اور جس طرح علماء خوارق و کرامات کے حصول کے مکلف نہیں ہیں۔ اولیاء بھی ظہور خوارق کے مکلف نہیں ہیں۔ کیونکہ ولایت قرب الٰہی جل سلطانہ سے عبارت ہے۔ جو ماسوی کے نسیان کے بعد اپنے دوستوں کو مرحمت فرماتے ہیں۔ کسی شخص کو یہ قرب عطا فرماتے ہیں۔ اور اسے نئے پیدا ہونے والے غیبی احوال کی کوئی اطلاع نہیں دیتے اور کسی شخص کو یہ قرب بھی دیتے ہیں۔ اور مغیبات پر اطلاع بھی بخشتے ہیں۔ اور تیسرے آدمی کو قرب سے تو کچھ نہیں دیتے لیکن اسے مغیبات کی اطلاع دے دیتے ہیں۔

یہ تیسرا شخص استدراج والوں میں سے ہے۔ اور اس کے نفس کی صفائی نے اس کو کشف مغیبات میں مبتلا کر دیا ہے۔ اور گمراہی میں ڈال دیا ہے۔ اس آیت میں ان کے حال کا نشان ہے۔

وَیَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ عَلٰی شَیْءٍ اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ الْکٰذِبُوْنَ اِسْتَحْوَذَ عَلَیْھِمُ الشَّیْطٰنُ فَاَنْسٰھُمْ ذِکْرَ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ (مجادلہ ۲۵)

وہ خیال کرتے ہیں۔ کہ وہ بھی کسی چیز پر ہیں۔ خبردار وہ جھوٹے ہیں۔ ان پر شیطان غالب آیا۔ اور ان کو اللہ کی یاد بھلادی۔ یہ لوگ شیطان کا لشکر ہیں۔ خبردار شیطان کا لشکر ہی نقصان اٹھانے والا ہے۔

اور پہلا اور دوسرا شخص جو کہ قرب کی دولت سے مشرف ہے۔ اولیاء اللہ سے ہے۔ کشف مغیبات نہ تو ان کی ولایت میں کچھ اضافہ کرتا ہے۔ اور نہ عدم کشف ان کی ولایت میں نقصان پیدا کرتا ہے۔ ان کا فرق آپس میں درجات قرب کے اعتبار سے ہے۔ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے۔ کہ جس کو غیبی صورتوں کا کشف نہیں ہے۔ وہ ان صورتوں کے کشف والے سے افضل ہوتا ہے۔ اور اس سے آگے ہوتا ہے۔ اس قرب کی فضیلت کی وجہ سے جو کہ اس کو حاصل ہے۔ صاحب عوارف جو کہ شیخ الشیوخ ہیں۔ اور تمام صوفیاء میں مقبول ہیں۔ اپنی کتاب عوارف میں اس معنی کی تصریح کرتے

Marfat.com

ہیں۔ اگر کوئی آدمی میری اس بات کا یقین نہ کرے۔ تو اس کتاب کی طرف رجوع کرے۔ وہ کرامات و خوارق کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں۔ اور یہ تمام خوارق و کرامات اللہ تعالیٰ کی بخشش ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے۔ کہ کچھ لوگوں کو ان کا کشف عنایت فرماتے ہیں۔ اور یہ دولت ان کے سپرد کرتے ہیں۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کچھ لوگ ان سے بھی بلند مرتبہ ہوتے ہیں۔ اور ان کو کرامات و خوارق میں سے کچھ بھی نہیں دیتے۔ اس لئے کہ سب کرامات یقین کی تقویت کے لئے عطا فرماتے ہیں۔ اور جس آدمی کو خالص یقین دیا گیا ہے۔ اس کو ان کرامات کی حاجت نہیں ہوتی۔ اور یہ تمام کرامات ذکر ذات سے کمتر ہیں۔ اور اسی طرح جوہر قلب سے بھی کمتر ہیں۔ جن کا ذکر اوپر گذر چکا ہے۔

اور امام طائفہ خواجہ عبداللہ انصاری جو شیخ الاسلام سے ملقب ہیں۔ اپنی کتاب منازل السائرینؒ میں لکھتے ہیں۔ کہ فراست دو قسم ہے۔ ایک فراست اہل معرفت کی ہے۔ اور ایک فراست اہل جوع و اہل ریاضت کی اہل معرفت کی فراست طالبین کی استعداد اور اولیائے حق سبحانہ و تعالیٰ کو پہچاننے سے متعلق ہے۔ جو جمع سے واصل ہو چکے ہیں۔ اور اہل ریاضت و ارباب جوع کی فراست غیبی احوال و صور کے کشف سے مخصوص ہے۔ جو مخلوقات سے تعلق رکھتے ہیں۔

چونکہ اکثر لوگ خدا تعالیٰ کی جناب سے منقطع ہو چکے ہیں۔ اور دنیا میں مشغول ہیں۔ ان کے دل کشف صور اور مخلوقات کے مغیبات کی خبروں کی طرف مائل ہیں۔ تو یہ معاملہ ایسے لوگوں کے نزدیک بہت بڑا ہے۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ یہی اللہ والے ہیں۔ اور یہی اس کے خواص ہیں۔ اور اہل حقیقت کے کشف سے منہ پھیرتے ہیں۔ اور اہل حقیقت پر ان خبروں کے متعلق جو وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بیان کرتے ہیں۔ تہمت لگاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ اگر یہ اللہ والے ہوتے۔ جیسا کہ یہ دعویٰ کرتے ہیں۔ تو لازمی طور پر یہ ہمارے غیبی حالات اور تمام مخلوقات کے غیبی احوال بیان کرتے۔ جب ان کو ہمارے احوال کے کشف کی بھی قدرت نہیں ہے۔ تو ان امور کے کشف پر ان کو کیسے قدرت حاصل ہو گی جو مخلوقات کے احوال سے بلند تر ہیں۔

اور اہل معرفت کی فراست کا انکار کرتے ہیں۔ جو خداوند تعالیٰ کے افعال و صفات و ذات سے تعلق رکھتی ہے۔ اور اپنے اس فاسد خیال کی بنا پر وہ ان بزرگواروں کے علوم اور صحیح معارف سے محروم رہتے ہیں۔ اور یہ نہیں جانتے۔ کہ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے ان بزرگواروں کو ملاحظہ مخلوق سے بچایا ہے۔ اور ان کو اپنی جناب قدس جل و علا کے لئے مخصوص کر لیا ہے۔ اور ان کو اپنے ماسویٰ سے الگ کر کے اپنی جانب مشغول کر لیا ہے۔ محض ان کی حمایت اور اس غیرت کی وجہ سے جو اللہ ان پر رکھتا ہے۔ اور اگر یہ لوگ مخلوق کی طرف متوجہ ہوتے۔ تو جناب قدس کی حضوری کی صلاحیت ان میں نہ رہتی۔ آپ کا کلام ختم ہوا۔ اور اس طرح کی اور بھی کئی

Marfat.com

باتیں ہوتی ہیں۔

اور میں نے اپنے شیخ حضرت خواجہ قدس سرہ سے سنا ہے۔ آپ فرماتے تھے۔ کہ شیخ محی الدین ابن عربی نے لکھا ہے۔ کہ بعض اولیائے کرام کہ ان سے بکثرت خوارق و کرامات کا ظہور ہوا ہے۔ اپنے آخری وقت میں ان کرامات کے ظہور سے نادم ہوتے ہیں۔ اور تمنا کرتے تھے۔ کہ کاش یہ تمام خوارق ہم سے ظہور میں نہ آتے۔ اور اگر فضیلت خوارق کے ظہور کی کثرت کے اعتبار سے ہوتی۔ تو وہ اس معنی پر نادم نہ ہوتے۔

سوال :- جب خوارق کا ظہور ولایت میں شرط نہیں ہے۔ تو ولی کو غیر ولی سے کس طرح تمیز کیا جائے گا۔ اور حق والا باطل والے سے کس طرح جدا ہوگا۔

جواب :- اگر یہ امتیاز نہ ہو سکے۔ اور اگر چہ حق اور باطل والے جدا نہ ہوں۔ تو کیا حرج ہے۔ کیونکہ اس دنیا کے عالم میں حق باطل کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اور ولی کی ولایت کے علم ہونے کی ضرورت نہیں۔ بہت سے ولی اللہ ایسے ہیں جو اپنی ولایت کی اطلاع بھی نہیں رکھتے۔ تو پھر دوسروں کو ان کی ولایت کی اطلاع ہونا کیسے لازمی ہوگا۔ ہاں نبی ہیں خوارق سے چارہ نہیں ہوتا۔ تاکہ نبی اور غیر نبی میں امتیاز ہو سکے۔ کیونکہ نبی کی نبوت کا علم واجب ہے۔ اور ولی چونکہ اپنے نبی کی شریعت کی دعوت دیتا ہے۔ تو نبی کا معجزہ ہی اسے کافی ہے۔ ہاں اگر ولی اپنے نبی کی شریعت کے علاوہ کسی اور چیز کی دعوت دیتا۔ تو پھر خوارق سے چارہ نہ ہوتا۔ اور جب کہ اس کی دعوت نبی کی شریعت سے مخصوص ہے۔ تو کسی کرامت کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

علماء شریعت کے ظاہر کی دعوت دیتے ہیں۔ اور اولیاء شریعت کے ظاہر کی دعوت بھی دیتے ہیں۔ اور شریعت کے باطن کی بھی دعوت دیتے ہیں۔ سب سے پہلے تو وہ مریدین اور حق کے طالبوں کو توبہ اور رجوع الی اللہ کی راہنمائی کرتے ہیں۔ اور احکام شریعت کی تعمیل کی ترغیب دیتے ہیں۔ اور دوسرے درجہ پر اللہ تعالےٰ کا ذکر کرنے کی راہنمائی کرتے ہیں۔ اور تاکید کرتے ہیں۔ کہ اپنے تمام اوقات کو ذکر الٰہی میں مستغرق رکھیں۔ اس حد تک کہ یہ ذکر غالب آجائے۔ اور ذکر کے علاوہ کوئی چیز بھی دل میں نہ چھوڑے۔ یہاں تک کہ ماسوی سے ایسا نسیان حاصل ہو جائے۔ کہ اگر وہ تکلف سے بھی کوئی چیز یاد کرے۔ تو اس کو یاد نہ آئے۔

یقین ہے کہ ولی کو اس دعوت کے لئے جو کہ ظاہر شریعت اور باطن شریعت سے تعلق رکھتی ہے۔ کرامات کی کیا ضرورت ہے۔ پیری اور مریدی اسی دعوت سے عبارت ہے۔ جو کہ کرامت سے کوئی کام نہیں رکھتی۔ اور خوارق سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور اس کے باوجود ہم کہتے ہیں۔ کہ مرید رشید اور مستعد طالب ہر وقت سلوک طریق میں پیر کی کرامات و خوارق کا احساس کرتا ہے۔ اور غیبی معاملہ میں ہر وقت اس سے مدد چاہتا ہے۔ اور مدد پاتا ہے۔ اور دوسروں کے لئے ظہور خوارق کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن مریدوں کے لئے کرامت در کرامت اور خوارق در خوارق ہے۔

Marfat.com

مرید اپنے پیر کی کرامات کا احساس کیوں نہ کرے۔ کہ پیر نے اسکے مردہ دل کو زندہ کر دیا ہے۔ اور مشاہدہ اور کشف تک پہنچایا ہے

عوام کے نزدیک تو جسم کو زندہ کرنا عظیم الشان ہے۔ اور خواص کے نزدیک روحانی اور قلبی طور پر زندہ کرنا بڑی بلند مرتبہ دلیل ہے۔ خواجہ محمد پارسا قدس سرہ اپنے رسالہ قدسیہ میں لکھتے ہیں۔ کہ جسم کا زندہ کرنا چونکہ اکثر آدمیوں کے نزدیک معتبر ہے۔ اللہ والوں نے اس طرح زندہ کرنے سے منہ موڑا۔ اور روحانی طور پر زندہ کرنے میں مشغول ہوئے۔ اور طالب کے مردہ دل کو زندہ کرنے کی طرف توجہ فرمائی"۔

اور صحیح بات تو یہ ہے۔ کہ جسم کو زندہ کرنا دل کو زندہ کرنے کی نسبت بالکل بے کار چیز ہے۔ اور اس پر نگاہ ڈالنا بھی عبث ہے۔ کیونکہ جسمانی چند روزہ زندگی کا سبب ہے۔ اور قلبی زندگی حیات دائمی کا وسیلہ ہے۔ بلکہ ہم کہتے ہیں۔ کہ فی الحقیقت اللہ والوں کا وجود بذات خود کرامات میں سے ایک کرامت ہے۔ اور ان کا لوگوں کو خدا تعالٰے کی طرف دعوت دینا اللہ تعالٰے کی رحمتوں میں سے ایک رحمت ہے۔ اور مردہ دلوں کو زندہ کرنا اللہ تعالٰے کی نشانیوں میں سے ایک بہت بڑی نشانی ہے۔ یہ لوگ زمین والوں کے لئے امان ہیں۔ اور زمانے کے لئے غنیمت ہیں۔ بِهِمْ يُرْزَقُوْنَ وَبِهِمْ يُمْطَرُوْنَ (انہیں کے ذریعے لوگوں کو رزق ملتا ہے۔ اور انہیں کے سبب سے بارشیں ہوتی ہیں) انہی کی شان میں ہے ان کی گفتگو دوا ہے۔ اور ان کی نظر شفا ہے۔ یہ لوگ اللہ تعالٰے کے ہم جلیس ہیں۔ اور یہ وہ لوگ ہیں۔ جن کے پاس بیٹھنے والا بدبخت نہیں ہوتا۔ اور نہ ان سے دوستی رکھنے والا نامراد ہوتا ہے۔

وہ علامت جس سے حق والے باطل والوں سے جدا ہوتے ہیں۔ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص شریعت پر استقامت رکھتا ہو۔ اور اس کی مجلس میں دل کو اللہ تعالٰے کی طرف رجحان اور توجہ ہو۔ اور ماسویٰ سے دل سرد ہو جائے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ یہ آدمی حق والا ہے۔ اور علی اختلاف الدرجات اولیاء اللہ میں سے ہے۔ اور یہ علامت بھی نسبت والوں کے لحاظ سے ہے۔ اور بے نسبت پوری طرح محروم ہے۔ ؎

ہر کہ او روئے بہ بہبود نہ داشت[ل] دیدن روئے نبی سود نہ داشت

آپ نے اپنے مکتوب میں بادشاہ وقت کی خدا طلبی کی حسن نشاۃ کی طرف کچھ اشارہ کیا ہے۔ اور احکام شرعیہ کے التزام اور انصاف پروری کے متعلق لکھا ہے۔ اس کو پڑھ کر طبیعت بہت خوش ہوئی۔ اور لذت پیدا ہوئی اللہ تعالٰے نے جس طرح دنیا کو بادشاہ وقت کے عدل و انصاف سے روشن کیا ہے۔ شریعت و ملت محمدیہ کو بھی انہیں کے حسن اہتمام سے مدد اور عزت بخشی ہے۔

---

[ل] جس کی توجہ بہبودی کی طرف نہ ہو۔ اس کو نبی کا منہ دیکھنے سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ ۱۲

Marfat.com

اسے بعث آثار (اَلشَّرْعُ تَحْتَ السَّیْفِ - شریعت کا غلبہ تلوار کے نیچے ہے۔) کے مطابق شریعت کا رواج سلاطین عظام کے اچھے اہتمام سے وابستہ ہے۔ کچھ مدت گذری ہے۔ کہ اس بات میں ضعف پیدا ہو چکا ہے۔ تو لازماً اسلام کمزور ہو چکا ہے۔ ہندوستان کے کافر بے تحاشا مسجدوں کو گرا رہے ہیں۔ اور ان کی جگہ اپنی عبادت گاہیں بنا رہے ہیں۔ تھانیسر کرکھیت حوض کے اندر ایک مسجد تھی۔ اور کسی بزرگ کا مقبرہ تھا۔ ان کو گرا کر اس جگہ میں ایک بہت بڑا گوردوارہ تعمیر کیا ہے۔ اس کے علاوہ کافر کفر کی رسمیں برملا بجالاتے ہیں۔ اور مسلمان اسلام کے اکثر احکام کے نافذ کرنے میں عاجز ہیں۔ ایکادشی کے دن ہندو کھاتے پیتے نہیں ہیں وہ اہتمام کرتے ہیں کہ اس دن مسلمانوں کے شہروں میں بھی کوئی مسلمان بازار میں روٹی نہ پکائے۔ اور نہ فروخت کرے۔ اور نہ کھانا پکائے اور نہ بیچے۔ اور رمضان المبارک کے مہینہ میں کھلم کھلا روٹی اور کھانا پکاتے ہیں۔ اور بیچتے ہیں۔ اور کوئی بھی ان کو اسلام کی کمزوری کی وجہ سے منع نہیں کر سکتا۔

افسوس ہزار افسوس! وقت کا بادشاہ مسلمان ہے۔ اور ہم فقیر اس کمزوری اور خرابی میں ہیں۔ ان بادشاہوں کے اکرام و اعزاز کی وجہ سے اسلام رونق رکھتا تھا۔ اور علماء اور صوفیاء معزز و محترم تھے۔ اور ان کی امداد سے شریعت کے نافذ کرنے میں کوشش کرتے تھے۔ میں نے سنا ہے کہ ایک دن صاحب قران امیر تیمور گورگان رحمۃ اللہ علیہ بخارا کے بازار میں سے گذر رہا تھا۔ اتفاقاً خواجہ نقشبند قدس سرہ کی خانقاہ کے درویش اسی بازار میں خواجہ کی خانقاہ کی چٹائیوں کو جھاڑ رہے تھے۔ اور گرد و غبار سے صاف کر رہے تھے۔ امیر تیمور اپنی مسلمانی کی اچھی حالت کے سبب سے اسی بازار میں ٹھہر گیا۔ اور خانقاہ کی گرد کو اپنے لئے عنبر اور صندل بنالیا۔ آخر اس کا خاتمہ اچھا ہو گیا۔

منقول ہے۔ کہ خواجہ نقشبند قدس سرہ امیر کی وفات کے بعد فرمایا کرتے تھے۔ تیمور مر گیا۔ لیکن باایمان مرا جانتے ہو۔ کہ جمعہ کے روز خطبہ میں بادشاہوں کے نام نیچے کے زینہ پر کھڑے ہو کر لیتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ یہ تواضع ہے۔ جو سلاطین عظام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے بالمقابل اختیار کر رکھی ہے۔ اور انہوں نے یہ جائز نہیں سمجھا ہے کہ بادشاہوں کے نام اکابرین دین کے ناموں کے ساتھ ایک درجہ میں مذکور ہوں۔ شکر اللہ تعالیٰ سعیہم

## ذیلی بحث

اسے جائی سجدہ ہو کر زمین پر پیشانی رکھنے کا نام ہے۔ نہایت درجہ کی ذلت اور انکساری کا متقاضی ہے۔ اور کمال درجہ کی عاجزی اور تواضع پر مشتمل ہے۔ لہٰذا اس قسم کی تواضع کو اللہ تعالیٰ جل سلطانہ کی عبادت سے مخصوص کر رکھا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کے لئے جائز نہیں رکھا ہے۔

Marfat.com

منقول ہے[۱] کہ حضرت پیغمبر علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام ایک دن راستہ میں جارہے تھے۔ ایک بدوی نے آکر معجزہ طلب کیا۔ تاکہ ایمان لائے۔ آنسرور علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ اس درخت سے جاکر کہو۔ کہ تجھے پیغمبر بلاتے ہیں۔ وہ درخت اپنی جگہ سے ہلا۔ اور آنحضرت کی خدمت کی طرف متوجہ ہوا۔ اس بدوی نے جب یہ حال دیکھا۔ تو مسلمان ہوگیا۔ اس کے بعد کہنے لگا۔ اے اللہ کے رسول۔ اگر آپ حکم دیں۔ تو میں آپ کو سجدہ کروں۔ آپ نے فرمایا۔ خداوند تعالے نے سوا اللہ کسی کو سجدہ کرنا لائق نہیں ہے۔ اگر اللہ تعالے کے سوا اور کسی کو سجدہ کرنا جائز سمجھتا تو عورت سے کہتا۔ کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

بعض فقہا نے اگرچہ بادشاہوں کے لیے تعظیم کا سجدہ جائز قرار دیا ہے۔ لیکن سلاطین عظام کے حال کے لائق یہ ہے۔ کہ اس امر میں خداوند تعالیٰ کے سامنے تواضع کریں۔ اور اس درجہ کی ذلت وانکساری خدا کے سوا اور کسی کے لئے جائز نہ رکھیں۔ خداوند تعالے نے دنیا کو انکے زیر فرمان بنا دیا ہے۔ اور ان کا محتاج کیا ہے۔ اس نعمت عظمیٰ کا شکریہ بجالائیں۔ اور اس طرح کے ادب کو جو کمال عجز وانکساری کا مظہر ہے۔ خداوند تعالے کی جناب کے سوا اور کسی کے لئے جائز نہ رکھیں۔ اور اس معاملہ میں خداوند تعالے کے شریک نہ بنیں۔ اگرچہ فقہا کی ایک جماعت نے اس صورت کو جائز رکھا ہے۔ لیکن ان کی حسن تواضع یہ ہونی چاہیئے۔ کہ اپنے لیے اس کو جائز نہ سمجھیں۔

هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ احسان کا بدلہ احسان ہے۔

چونکہ بادشاہ وقت اپنے ممالک کے دور دراز علاقوں سے واپس آکر دار الخلافہ میں پہنچا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ فقیر بھی حق سبحانہ وتعالے کی مشیّت سے جلد ہی دار الخلافہ میں پہنچنے کی کوشش کرے۔ باقی عند الملاقات والسلام علی من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات العلیٰ

# مکتوب نمبر ۹۳

خواجہ ہاشم بدخشی کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ جتنے بھی عالم خلق اور عالم امر کے لطائف ہیں ان کا ظاہر بھی ہے۔ اور باطن بھی اور اس باطن کا الحاق عالم کے اسم قیوم کے ساتھ ہے۔

[۱] دارمی شریف ومشکوٰۃ ۱۲۔

Marfat.com

اور اس بیان میں کہ نزول کے وقت عارف کامل صورت پر اپنے ظاہر و باطن سے بندوں کی دعوت و عبادت کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

پوری معرفت والے عارف کے عالم خلق و عالم امر ہر چند کہ دونوں اس کی صورت و ظاہر ہیں۔ بہ نسبت اسم قیوم کے جو کہ اس عارف کی خاص وجہ ہے۔ کہ حقیقت میں وہ اس عارف کی حقیقت و باطن ہیں۔ جیسا کہ اسکی تحقیق ایک مکتوب میں لکھی جا چکی ہے۔ لیکن جب اس ظاہر و صورت کو باریک نگاہ سے جو کہ محض اللہ تعالے کے فضل و کرم سے عنایت ہوتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں۔ تو اس جگہ بھی ظاہر و باطن معلوم ہوتے ہیں۔ اور صورت و حقیقت ظاہر ہوتی ہے۔ یہ نہیں ہے کہ عالم خلق کو ہم پورے طور پر ظاہر پاتے ہیں۔ اور عالم امر کو باطن جیسا کہ ایک جماعت نے خیال کر رکھا ہے۔ بلکہ عالم خلق اور عالم امر کے ہر لطیفہ میں ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ عنصر خاک بھی ظاہر اور باطن رکھتا ہے۔ اور اسی طرح اخفیٰ کا ظاہر بھی ہے۔ اور باطن بھی

اور یہ باطن جو کہ عالم خلق اور عالم امر سے تعلق رکھتا ہے۔ اعمال صالحہ کے ذریعہ بلکہ محض خدا تعالےٰ کی عنایت سے تھوڑا تھوڑا اس باطن سے جو کہ اسم قیوم سے وابستہ ہے۔ ملحق ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس باطن سے کچھ اثر باقی نہیں رہتا۔ اور خالص ظاہر کے سوا جو کچھ بھی ہے۔ پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ اور اس باطن کا اسم قیوم سے الحاق اس معنی سے نہیں ہے۔ کہ یہ باطن اس اسم میں پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ یا پھر اس اسم سے متحد ہو جاتا ہے۔ کہ یہ بے دینی ہے۔ پاک ہے وہ اللہ جو اپنی ذات و صفات اور اپنے اسماء میں اکوان کے حدوث سے متغیر نہیں ہوتا۔ بلکہ اس باطن کو اس اسم سے ایک مجہول الکیفیت نسبت پیدا ہو جاتی ہے۔ جس سے حلول اور اتحاد کا وہم ہونے لگتا ہے۔ اور فی الحقیقت نہ حلول ہے۔ اور نہ اتحاد کیونکہ اس کا مطلب تو یہ ہے۔ کہ امکان کی حقیقت وجوب کی حقیقت سے تبدیل ہو جائے تعالی اللہ عن ذالک کہ یہ محال عقلی ہے۔ اور شریعت کے لحاظ سے بے دینی ہے۔

اور وہ خالص ظاہر جو باقی رہ جاتا ہے اگر چہ وہ عالم شہادت سے ہے۔ کہ مشہود اور مرئی ہے۔ لیکن وہ باطن کے رنگ میں رنگا ہوا ہے۔ اگر چہ باطن شہود و ادراک کے حیطہ سے باہر ہے۔ اور غیب سے ملحق ہے اور بے چونی کا رنگ پیدا کر چکا ہے۔ کیونکہ چون جب تک بے چونی پیدا نہ کرے۔ اور ادراک کے حیطہ سے باہر نہ چلا جائے۔ اور شہادت سے باہر اپنا سامان نہ باندھ لے۔ وہ بے چون حقیقی سے کوئی حصہ نہیں لے سکتا۔ اور غیب الغیب سے مطلع نہیں ہو سکتا۔

جاننا چاہیئے۔ کہ اس باقی ماندہ ظاہر کی تمام توجہ خلق کی طرف ہے۔ اور عبادات و طاعات شرعیہ اس سے وابستہ ہیں اور دعوت و تکمیل کا معاملہ بھی اسی سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اس صاحب تکمیل عارف کا باطن خواہ وہ امکان کے مراتب سے تعلق رکھتا ہو۔ اور خواہ مقامات وجوب سے پھر بھی یہ ظاہر کی طرف متوجہ ہے۔ اور جس چیز کی طرف ظاہر توجہ کرتا ہے وہ

Marfat.com

بھی اسی طرف متوجہ ہے۔ اس لئے کہ عبادت کی تتمیم اور تربیت اور تکمیل ہو کیونکہ یہ جہان دار العمل ہے۔ اور یہ مقام دعوت کا مقام ہے۔ شہود اور مشاہدہ کی حقیقت آخرت میں ہے۔ اور کشف اور معاینہ کا معاملہ آگے جا کر ہے۔ اس مقام میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت معبود میں استغراق سے بہتر ہے۔ اور مطلوب کا انتظار جو کہ محبت سے پیدا ہوتا ہے۔ وہ مطلوب میں گم ہو جانے سے بہتر ہے۔ اہل سکر اس کا یقین کریں یا نہ کریں۔

اور یہ ظاہر و باطن کا توجہ جو عارف کامل مکمل کو مخلوق کی جانب پیدا ہوتی ہے۔ اس کا زمانہ موت آنے تک ہے۔ جو کہ دعوت کے مقام کی انتہا ہے۔ اور جب موت آ گئی۔ تو موت کے پل سے اتر کر محبوب کے وصال کے کوچہ میں قدم رکھے گا۔ اور اغیار کی مزاحمت کے بغیر وصل واتصال کی دولت سے مشرف ہو گا۔

هَنِيْئًا لِاَرْبَابِ النَّعِيْمِ نَعِيْمُهَا ‌ ‌ ‌ وَلِلْعَاشِقِ الْمِسْكِيْنِ مَا يَتَجَرَّعُ

اے ہمارے رب ہمارے نور کو پورا کر۔ اور ہمیں بخش دے۔ یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے۔ والصلوٰۃ والسلام والتحیۃ والبرکۃ علی خیر خلق اللہ وعلیٰ اخوانہ الکرام وعلیٰ آلہ وصحبہ العظام الی یوم القیام۔

# مکتوب نمبر ۹۴

مولانا عبد القادر انبالی کی طرف صادر فرمایا

فنا و بقا کی حقیقت۔ اور عدم کے عارف کی حقیقت و صورت سے الگ ہونے اور ہمسائگی کی نسبت پہنچنے کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ۔

ممکنات کے حقائق اس فقیر کے علم میں جیسا کہ بعض مکاتیب میں لکھا ہے۔ عدمات سے عبارت ہیں۔ جو کہ اسماء وصفات الٰہی جل شانہٗ کی صور علمیہ کے عکوس کے ساتھ ہر نقص و شر کا منشا ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ وہ عدمات اجسام کے رنگ میں ہیں۔ اور وہ عکوس صورت کی طرح جو کہ اس ہیولیٰ جسم میں حلول کئے ہوئے ہیں۔ عدمات کا تشخص و تعین ان عکوس ظاہرہ سے ہے۔ اور ان عکوس کا قیام ان عدمات متمیزہ سے اور یہ قیام اس طرح کا نہیں ہے۔ جیسے عرض کا قیام جوہر سے ہوتا ہے۔ بلکہ جیسے صورت کا قیام ہیولیٰ (جسم) سے

---

سلہ نعمت والوں کو نعمتیں مبارک ہوں اور عاشق مسکین کے لئے تو وہی ہے۔ جو گھونٹ گھونٹ پیتا ہے ۱۲۔

Marfat.com

ہوتا ہے۔ اور جسم کے تشخص کو صورت سے وابستہ کرتے ہیں۔

اور جب اللہ تعالےٰ کی توفیق سے سالک جناب قدس خداوندی جل شانہ کی طرف ذکر و مراقبہ سے متوجہ ہوتا ہے۔ تو دم بدم ماسوا سے منہ پھیرتا جاتا ہے۔ اور اسماء و صفات الٰہی جل سلطانہ کے صور علمیہ کے عکوس ہر وقت اس میں قوت و غلبہ پیدا کرتے جاتے ہیں۔ اور اپنے سابقی پر جو کہ عدمات ہیں۔ غلبہ اور تسلط پالیتے ہیں۔ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ۔ (یقیناً اللہ تعالےٰ کا لشکر ہی غالب آنے والا ہے۔) یہ معاملہ اس حد تک پہنچ جاتا ہے۔ کہ وہ عدمات جو عکوس کے لیے ہیولیٰ اور اصل کی طرح تھی۔ وہ پوشیدہ ہونے لگتے ہیں۔ بلکہ پورے طور پر سالک کی نگاہ سے مخفی ہو جاتے ہیں۔ اور ماسوائے ہیں سے اصول کے عکوس اور خود اصول بھی اس کی نظر میں نہیں آتے۔ بلکہ عکوس جو کہ اپنے اصول کے آئینے ہیں۔ بھی نظر سے مخفی ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ آئینہ کو پوشیدہ ہونے سے چارہ نہیں ہے۔

یہ مقام فنا کا مقام ہے۔ اور بہت بلند ہے۔ اور اگر اس فانی سالک کو بقا بخشیں۔ اور عالم میں واپس لائیں تو اپنے عدم کو باریک چھلکے کی طرح جو کہ بدن کی حفاظت کے لیے ہے۔ پائے گا۔ اور قریب ہے۔ کہ بے انتہا بے مناسبتی کی وجہ سے جو کہ اس نے عدم میں پیدا کی ہے۔ اس کو اون کے پیراہن سے تعبیر کرے۔ اور اسے اپنے آپ سے علیحدہ تصور کرے۔ لیکن حقیقت میں اس مقام میں عدم اس سے جدا نہیں ہوا ہے۔ بلکہ اس کی آثار (کے احتمالات میں داخل ہے۔

مختصر یہ کہ اس مقام میں عدم اس کا مغلوب و مستور جزو ہے۔ اور اس اصل سے جزوہ رکھتا تھا۔ نیچے اچکا ہے۔ اور تابع ہو چکا ہے بلکہ ان عکوس کے قائم مقام ہے۔ جو کہ اس کے ساتھ قیام رکھتے ہیں۔ اور یہ فقیر اس مقام میں کئی سال تک رہا ہے۔ اور اپنے عدم کو بالوں کے پیراہن کی طرح اپنے سے علیحدہ پاتا تھا۔ اور اس کے بعد جب بے انتہا عنایات خداوندی جل سلطانہ اس کے شامل حال ہوتی ہیں۔ تو وہ دیکھتا ہے۔ کہ وہ جزو مغلوب اس ترکیب سے علیحدہ ہو کر کنارہ اختیار کر رہا ہے۔ اور وہ تشخیص جو ان عکوس کے حصول سے اس نے پیدا کی تھی۔ ختم ہو جاتی ہے۔ اور عدم مطلق سے ملحق ہو جاتا ہے۔ اس طرح کہ جیسے ایک صورت کو ایک قالب پر ٹھیک کرتے ہیں۔ اور اس کا قیام اس قالب سے ہوتا ہے۔ اور جب صورت درست ہو جاتی ہے۔ اور اس میں ثبات و رسوخ پیدا ہو جاتا ہے۔ تو اس قالب کو توڑ دیتے ہیں۔ اور اس کے قیام کو قالب سے علیحدہ کر لیتے ہیں۔ اور اسے بذات خود قائم کر لیتے ہیں۔

اور ہم جس بحث میں ہیں۔ یہ عکوس بھی جن کے ساتھ قیام رکھتے ہیں۔ اس حقیر کی دریافت یہ ہے۔ کہ قیام بخود بلکہ باصول خود پیدا کرتے ہیں۔ اس وقت انا کے لفظ کا اطلاق سوائے عکوس اور ان عکوس کے اصول کے اور کسی پر نہیں رہتا۔ اور عدمی جزو گویا کہ اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ اور اس فقیر کی دریافت یہ ہے۔ کہ اس مقام میں فنا کی حقیقت وہ صورت اختیار کرتی ہے۔ کہ پہلی فنا گویا کہ اس فنا کی شکل تھی۔ اور اس مقام سے جب بقا میں لاتے۔ اور عالم میں واپس

Marfat.com

کرتے ہیں۔ تو اس عدم کو جو جزئیت کی نسبت کی رکھتا تھا۔ اور اصل اور غلبہ اسی کا تھا۔ اسے واپس لا کر اس کا ہمسایہ اور ساتھی بنا دیتے ہیں۔ اور اس کی حقیقت و صورت سے الگ کر دیتے ہیں۔ اور انا کے لفظ کے اطلاق سے باہر کر دیتے ہیں۔ اور حکمت اور مصالح کے سبب سے پھر اس کو ان کے پیراہن کی شکل میں پہنا دیتے ہیں۔

اور اس حالت میں اگرچہ عدم کو واپس لے آئے ہیں۔ لیکن ان عکوس کا قیام اس سے وابستہ نہیں کیا ہے۔ بلکہ عدم کو ان عکوس کے ساتھ قیام بخشا ہے۔ جیسا کہ پہلی بقا میں گزر چکا۔ پھر جب اس بقا میں یہ نسبت ہو گی۔ تو اس جگہ کہ بقا کی حقیقت ہے۔ یہ نسبت بروجہ اتم حاصل ہو گی

خلاصہ کلام یہ کہ لباس کے بعد جامہ کو صاحب جامہ پر تاثیر ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر جامہ گرم ہے۔ تو پہننے والے کو گرمی سے متاثر کرے گا۔ اور اگر سرد ہے۔ تو سردی سے متاثر کرے گا۔ اور اسی طرح یہ عدم بھی جامہ کی مانند اپنے اندر ایک تاثیر رکھتا ہے۔ اور اس کا اثر تمام بدن میں سرایت کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن وہ یہ تو جانتا ہے۔ کہ یہ تاثیر اور سرایت بیرونی ہے۔ نہ اندرونی اور عرضی ہے۔ نہ کہ ذاتی۔ اور وہ بیرونی ہمسایہ کی طرف سے آئی ہے۔ نہ کہ اندرونی ہم جنس سے اگر شر اور نقص ہے جو اس عدم سے پیدا ہوا ہے۔ تو بھی عارضی اور خارجی۔ نہ کہ ذاتی اور اصلی۔

اس مقام والا اگرچہ دوسرے لوگوں کے ساتھ بشریت میں مشارکت رکھتا ہے۔ اور صفات بشریت کے صدور میں دوسروں کے ساتھ برابر ہے۔ لیکن اس سے اور اس کے ہم جنس لوگوں سے بشریت کی صفات کا ظہور عارضی ہے جو کہ ہمسایہ کی طرف سے آیا ہے۔ اور دوسروں میں یہ ذاتی ہے۔ اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ عوام نے ظاہری مشارکت کو ملاحظہ کیا۔ اور خواص بلکہ اخص الخواص کو اپنی طرح تصور کیا۔ اور انکار و اعتراض کے مقام میں آ گئے۔ اور محروم ہو گئے آیت کریمہ[1] فَقَالُوْا اَبَشَرٌ یَّهْدُوْنَنَا فَکَفَرُوْا۔ (سو کہنے لگے۔ کیا انسان ہمیں راہنمائی کریں گے۔ سو انہوں نے انکار کر دیا۔) اور یہ آیت بھی وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْکُلُ الطَّعَامَ وَیَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ (اور کہنے لگے یہ رسول کیسا ہے۔ کہ کھانا کھاتا ہے۔ اور بازاروں میں چلتا ہے) ان کے حال کا نشان ہے۔

اللہ تعالے کی عنایت سے جو کچھ بھی وہ صفات بشریت اپنے اندر دیکھتا ہے۔ سمجھتا ہے۔ کہ ان صفات کا حال وہ ہمسایہ عدم ہے۔ جو کہ کلی طور پر بھاگ گیا ہے۔ اور سرایت کر گیا ہے۔ اور اپنے آپ کو پوری طرح ان صفات

---

[1] معلوم ہوا۔ کہ خواص اور اخص خواص کی ظاہری شکل و صورت دیکھ۔ انہیں اپنی مانند تصور کرنا جہالت و نادانی ہے۔ کفار کہ اسی غلطی میں مبتلا تھے۔ اسی بنا پر انھوں نے حضور کی نبوت کا انکار کیا۔ اپنی عاقبت برباد کی اور محرومی کا داغ لے کر آخرت میں عذاب کے مستحق قرار پائے۔ ۱۲

Marfat.com

اور اس پر اللہ تعالیٰ ہی کی تعریف ہے۔ اور ان میں سے کچھ بھی اپنے اندر محسوس نہیں کرتا۔ اور اس پر اللہ تعالیٰ ہی کی تعریف اور اسی کا احسان ہے۔ یہ صفات جو ہمسائیگی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ یہ اس طرح کی ہوتی ہیں جیسے کوئی آدمی سرخ لباس پہنے ہوئے ہو تو لباس کی سرخی کی وجہ سے وہ سرخ نظر آتا ہے۔ بیوقوف چونکہ تمیز نہیں رکھتے۔ ہمسایہ کی سرخی کو اس شخص کی سرخی سمجھتے ہیں۔ اور خلاف واقع حکم سے نسبت کرتے ہیں۔

ہر کس[1] افسانہ بخواند افسانہ است — وانکہ دیدش نقد خود مردانہ است

آب[2] نیل است و بہ قبطی خوں نمود — قوم موسیٰ را نہ خوں بود آب بود

اے ہمارے رب ہمارے دلوں کو ہدایت دینے کے بعد ٹیڑھا نہ کر دے۔ اور ہمیں اپنی جناب سے رحمت عنایت فرما۔ یقیناً تو ہی عنایت کرنے والا ہے۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

# مکتوب نمبر ۹۵

مقصود علی تبریزی کی طرف ان کے سوال کفر حقیقی اور اسلام حقیقی کے جواب میں صادر فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى۔

آپ کا گرامی نامہ پہنچا۔ آپ نے صوفیاء کے بعض اقوال کے متعلق پوچھا ہے۔

میرے مخدوم! اگرچہ وقت و مقام گفتگو کا تقاضا نہیں کرتے لیکن سوال کا جواب دینے سے چارہ نہیں ہوتا۔ لہٰذا ضرورت کے مطابق چند کلمات لکھے ہیں۔ آپ کے تمام سوالوں کے حل میں مختصر طور پر کلام یہ ہے۔ کہ جس طرح شریعت میں کفر و اسلام ہے۔ طریقت میں بھی کفر و اسلام ثابت ہے۔ اور جس طرح شریعت میں کفر شرارت اور نقص ہے اور اسلام کمال ہے۔ اسی طرح طریقت میں بھی کفر طریقت نقص ہے۔ اور اسلام طریقت کمال ہے۔ کفر طریقت جمع کے مقام سے عبارت ہے۔ جو کہ پوشیدگی کا محل ہے۔ اور اس مقام میں حق و باطل کی تمیز مفقود ہے۔ کیونکہ سالک کا مشہود اس مقام میں اچھے اور برے آئینوں میں وحدت محبوب کا جمال ہے۔ پس خیر و شر اور کمال

---

[1] جو اس کو افسانہ کہے وہ خود افسانہ ہے۔ اور جس نے حقیقت کو دیکھا وہ مرد ہے۔ ۱۲

[2] نیل کا پانی تھا۔ جو قبطیوں کو خون نظر آتا تھا۔ اور موسیٰ کی قوم کے لیے وہ خون نہ تھا بلکہ پانی تھا۔ ۱۲

Marfat.com

ونقص کو سوائے اس وحدت کے ظلال و مظاہر کے اور کچھ نہیں پاتا تو لازمی طور پر انکار کی نظر جو تمیز سے پیدا ہوتی ہے اس کے حق میں معدوم ہے۔ تو مجبوراً سب سے صلح کرتا ہے۔ اور سب کو صراط مستقیم پر پاتا ہے۔ اور اس آیت کی تلاوت کرتا ہے۔

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ کوئی جاندار ایسا نہیں ہے جس کی پیشانی اللہ تعالٰے کے ہاتھ میں نہ ہو۔ یقیناً میرا رب سیدھے رستے پر ہے۔

اور کبھی وہ مظہر کو عین ظاہر سمجھتا ہے۔ مخلوق کو خدا جانتا ہے۔ اور پروردہ کو پالنے والا سمجھتا ہے۔ یہ تمام وہ پھول ہیں۔ جو جمع کے مرتبہ میں کھلتے ہیں۔ منصور اس مقام میں کہتا ہے۔

كَفَرْتُ بِدِيْنِ اللّٰهِ وَالْكُفْرُ وَاجِبٌ لَدَيَّ وَعِنْدَ الْمُسْلِمِيْنَ قَبِيْحٌ

یہ طریقت کا کفر شریعت کے کفر سے پوری مناسبت رکھتا ہے۔ اگرچہ شریعت کا کافر مردود ہے۔ اور سزا کا مستحق ہے۔ اور طریقت کا مقبول ہے۔ اور درجات کا مستحق ہے۔ کیونکہ یہ کفر اور پوشیدگی محبوب حقیقی کی محبت کے غلبہ کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اس نے محبوب کے سوا سب کو فراموش کر دیا ہے۔ پس وہ مقبول ہوتا ہے۔ اور شریعت کا کفر جہالت اور سرکشی سے پیدا ہوتا ہے۔ تو وہ لازماً مردود ہے۔

اور طریقت کا اسلام مقام فرق بعد الجمع سے عبارت ہے۔ جو تمیز کا مقام ہے۔ اس جگہ حق باطل سے اور خیر شر سے الگ الگ ہے۔ اس طریقت کے اسلام کو شریعت کے اسلام سے پوری مناسبت ہے۔ بلکہ جب شریعت کا اسلام اپنے کمال کو پہنچتا ہے۔ تو اس اسلام سے اتحاد کی نسبت پیدا کر لیتا ہے۔ بلکہ دونوں اسلام شریعت کے اسلام ہیں ان میں فرق صرف ظاہر شریعت اور باطن شریعت اور اسی طرح صورت شریعت اور حقیقت شریعت کا ہے۔ کفر طریقت کا مرتبہ صورت شریعت کے اسلام سے بہت بلند ہے۔ اگرچہ وہ حقیقت شریعت کے اسلام سے بہت نیچے اور کمتر ہے سے

آسمان نسبت بعرش آمد فرود ورنہ بس عالیست پیش خاک تود

مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم میں سے جس نے بھی شطحیات سے کلام کیا ہے۔ اور ظاہر شریعت کے مخالف باتیں کہی ہیں۔ وہ سب کفر طریقت کے مقام میں تھے۔ جو کہ سکر (مستی) اور بے تمیزی کا مقام ہے۔ وہ بزرگ جو حقیقت

---

سورہ ہود پارہ ۱۲۔

میں نے اللہ کے دین کا کفر کیا۔ اور کفر میرے نزدیک واجب ہے۔ اور مسلمانوں کے نزدیک برا ہے ۱۲

آسمان عرش کی نسبت سے بہت نیچے ہے۔ اگرچہ وہ خاک کے تودے کے مقابل بہت بلند ہے۔ ۱۲

Marfat.com

اسلام کی دولت سے مشرف ہوئے ہیں۔ وہ اس طرح کی باتوں سے بالکل پاک وصاف ہیں۔ اور ظاہر و باطن میں انبیاء کی اقتدا کرتے ہیں۔ اور انہی کے پیرو ہیں۔ علیہم الصلوات والتسلیمات

پس وہ شخص جو شطحیات سے گفتگو کرے۔ اور سب کے ساتھ صلح کے مقام میں ہو۔ اور سب کو صراط مستقیم پر سمجھے۔ اور خالق اور مخلوق میں تمیز ثابت نہ کرے۔ اور ان میں دوئی کا قائل نہ ہو۔ اگر ایسا شخص مقام جمع میں پہنچا ہوا ہے۔ اور کفر طریقت سے متحقق ہو چکا ہے۔ اور ماسوا کو بالکل بھول چکا ہے۔ تو وہ مقبول ہے۔ اور اس کی باتیں سکر سے پیدا ہوئی ہیں۔ اور ان کا ظاہری مطلب نہیں لیا جائے گا۔ اور اگر وہ شخص اس حال کے حصول کے بغیر اور کمال کے پہلے درجہ میں پہنچنے کے بغیر اس طرح کی باتیں کرتا ہے۔ اور سب کو حق پر اور صراط مستقیم پر جانتا ہے۔ اور حق و باطل میں تمیز نہیں کرتا۔ تو وہ زندیق اور ملحد ہے۔ کہ اس کا مقصود شریعت کا ابطال ہے۔ اور اس کا مقصود انبیاء کی دعوت کو ختم کرنا ہے۔ جو کہ تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں۔ علیہم الصلوات والتحیات۔

پس یہ اختلافی کلمات حق والے سے صادر ہوتے ہیں۔ اور باطل والے سے بھی حق والے کے لئے آب حیات ہیں۔ اور باطل والے کے لئے زہر قاتل۔ نیل کے پانی کی طرح کہ بنی اسرائیل کے لئے وہ خوشگوار پانی تھا۔ اور قبطیوں کے لئے خون ناگوار یہ مقام قدم پھسلنے کی جگہ ہے۔

مسلمانوں کی ایک بہت بڑی جماعت ان اکابر ارباب سکر کی تقلید میں سیدھے رستے سے بھٹک گئی ہے۔ اور گمراہی اور نقصان کے کوچہ میں جا پڑی ہے۔ اور انہوں نے اپنے دین کو برباد کر لیا ہے۔

ان کو یہ پتہ نہ چلا کہ ان باتوں کا قبول کرنا کچھ شرائط سے مشروط ہے۔ جو ارباب سکر میں تو پائی جاتی ہیں۔ اور ان میں مفقود ہیں۔ ان شرائط میں سے سب سے بڑی شرط اللہ تعالیٰ کے سوا کو بھول جانا ہے۔ جو کہ اس قبول کی دہلیز ہے اور گمراہ اور حق پرست کے امتیاز کی دلیل شریعت پر استقامت اور عدم استقامت ہے۔ جو حق پرست ہے۔ وہ باوجود سکر اور بے تمیزی کے شریعت کے خلاف بال برابر بھی نہیں کرتا۔ منصور باوجود اَنَا الْحَق کہنے کے قید خانہ میں پاؤں میں بھاری زنجیریں ہوتے ہوئے بھی ہر رات پانچ سو رکعت نماز نفل ادا کرتا تھا۔ اور وہ کھانا جو ظالموں کے ہاتھوں سے اس تک پہنچتا تھا۔ اگرچہ وہ حلال وجہ سے تھا۔ نہیں کھاتا تھا۔

اور وہ جو باطل پرست ہے۔ اس کے لئے احکام شریعت کی تعمیل ایک بھاری پہاڑ کی طرح ہے۔ یہ آیت کریمہ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ[1] (مشرکوں پر وہ چیز بڑی بوجھل ہے جس کی طرف آپ ان کو بلاتے ہیں۔) ان کے حال کا نشان ہے۔ اے ہمارے رب ہمیں اپنی جناب سے رحمت عنایت فرما۔ اور ہمارے کام میں بھلائی پیدا کر۔ والسلام علی

---

[1] سورۂ شوریٰ پارہ والیہ یرد ۱۲۰۰

Marfat.com

اور یہ کفر اور الحاد اور بے دینی ہے۔ اس قوی شبہے کا حل کیا ہے۔؟

**جواب** ۔جان لینا چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ آپ کو ہدایت دے۔ اور سیدھے رستے کی راہنمائی کرے۔ کہ یہ شبہ اور اس جیسے شبہے بھی کہ جن کو ایک جماعت حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم پر وارد کرتی ہے۔ اور ان شکوک و شبہات سے ان کی تردید کرتے ہیں۔ اگر یہ لوگ انصاف پر آئیں۔ اور خیر البشر علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کو قبول کریں اور جان لیں کہ ان کے نفوس خیر البشر علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں ہوا و ہوس سے پاک ہو چکے تھے۔ اور ان کے سینے عداوت و کینہ سے صاف ہو چکے تھے۔ اور جان لیں کہ یہی لوگ ہیں، اکابر دین اور کبرائے اسلام جنہوں نے اسلام کے کلمہ کی بلندی اور سید الانام کی مدد میں اپنی طاقت صرف کی۔ اور اپنے مالوں کو کلمہ اسلام کی بلندی میں خرچ کیا۔ اور دین متین کی تائید میں دن میں اور رات میں پوشیدگی میں اور ظاہر میں مال لٹایا۔ اور اپنے قرابتداروں اور قبیلوں کو اور اولاد اور بیویوں کو اور اپنے وطنوں اور گھروں کو اور اپنے چشموں اور کھیتوں کو اور اپنے درختوں اور نہروں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے سبب سے چھوڑ دیا۔ اور اپنے نفسوں کی محبت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ترجیح دی۔ اور رسول کی محبت کو اپنی محبت اور اپنی اولاد اور مالوں کی محبت پر ترجیح دی۔ اور یہی لوگ ہیں وحی اور فرشتوں کا مشاہدہ کرنے والے اور معجزات اور خوارق دیکھنے والے یہاں تک کہ ان کا غیب شہادت ہو گیا ہے۔ اور ان کا علم عین ہو چکا ہے۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جن کی اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں تعریف فرمائی ہے۔

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ (اللہ ان سے خوش ہے۔ اور وہ اللہ سے خوش ہیں۔)

ذٰلِکَ مَثَلُھُمْ فِی التَّوْرٰاۃِ وَالْاِنْجِیْلِ (یہ ان کی مثال ہے۔ تورات اور انجیل میں)

یقیناً تمام صحابہ کرام ان بزرگیوں میں شریک ہیں۔ اور اکابرین صحابہ جو کہ خلفائے راشدین ہیں۔ ان کی بزرگیاں کیا بیان کروں۔ یہی فاروق ہے۔ کہ خداوند تعالےٰ نے ان کی شان میں اپنے رسول سے فرمایا۔ یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰہُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ (اے نبی آپ کو اللہ کافی ہے۔ اور وہ لوگ کافی ہیں جنہوں نے ایمانداروں میں سے آپ کی پیروی کی۔) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے۔ کہ اس آیت کریمہ کے نزول کا سبب حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کا اسلام ہے۔

انصاف کی نظر حاصل ہونے کے بعد اور خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کے شرف کو قبول کرنے کے بعد اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بلندی درجات اور بزرگیوں کو سمجھ لینے کے بعد وہ اعتراض کرنے والی جماعت اور شکوک پیدا کرنے والے لوگ۔ قریب ہے۔ ان شبہات کو مغالطوں اور حکمت کی غلط باتوں کو ملمع کی ہوئی چیز کی طرح دکھائیں اور ان کو اعتبار کے درجہ سے ساقط کریں۔ اگرچہ وہ غلط مادہ کو ان شبہات میں تشخیص نہ کریں۔ اور عقل

Marfat.com

من اتبع الہدیٰ

# مکتوب نمبر ۹۶

خواجہ ابوالحسن بہادر ختی الکشمی کی طرف صادر فرمایا۔

اس سوال کے جواب میں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں کاغذ طلب فرمایا۔ تاکہ کوئی چیز لکھیں۔ اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ساتھ کچھ وجوہات کی بنا پر اس سے روک دیا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔

سوال:۔ خاتم المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ نے مرض الموت میں کاغذ طلب کیا۔ اور فرمایا۔ اِیْتُوْنِیْ بِقِرْطَاسٍ اَکْتُبْ لَکُمْ کِتَابًا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ۔ (کہ میرے پاس کاغذ لاؤ میں تمہیں کچھ لکھ دوں۔ کہ تم میرے بعد گمراہ نہ ہو۔) اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے ساتھ کاغذ لانے سے منع کر دیا۔ اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ (ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے۔) اور یہ بھی فرمایا۔ اَہَجَرَ اِسْتَفْہِمُوْہُ (آپ بیماری کی بیہوشی میں باتیں کر رہے ہیں۔ تحقیق کرو۔) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ فرماتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْہَوٰی اِنْ ہُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔ وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتے۔ وہ وحی ہوتی ہے۔ جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔ اور وحی کی تردید اور اس سے روکنا کفر ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الْکٰفِرُوْنَ۔ (اور جو اللہ کے اتارے ہوئے احکام کے مطابق فیصلہ نہ کریں۔ وہ کافر ہیں۔) اور پھر یہ بھی ہے۔ کہ پیغمبر پر ہذیان اور ہجر کو تجویز کرنا اس کی شریعت کے احکام سے اعتماد رفع کرنے کو مستلزم ہے

---

۱؎ مشکوٰۃ شریف بحوالہ بخاری و مسلم ۱۲۔

۲؎ مشکوٰۃ شریف۔ ۱۲

۳؎ سورہ نجم پارہ قال فما خطبکم ۱۲

۴؎ سورہ مائدہ پارہ ۶ ۔ ۱۲

Marfat.com

کی غلط باتوں کے محل متعین نہ کریں۔ تو کم از کم شاید اس قدر جان لیں۔ کہ ان شکوک کا نتیجہ اور ان شبہات کا حاصل بے فائدہ ہے۔ بلکہ بداہت اور ضرورت اسلامیہ سے ٹکر لینے والا ہے۔ اور کتاب و سنت کی رد سے مردود و مطرود ہے اس کے باوجود اس سوال کے جواب میں اور اس شبہ کے غلط مواد کی تعیین میں اللہ تعالے کی مدد سے چند مقدمے لکھے جاتے ہیں۔ ان کو سنیں ان اشکال کا پورا پورا حل چند ایک مقدمات پر مبنی ہے۔ اگرچہ ہر مقدمہ ایک علیحدہ جواب بھی ہے۔

پہلا مقدمہ یہ ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام معقولات اور منطوقات وحی کے ذریعہ نہ ہوتے تھے۔ اور آیت کریمہ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى (وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتے) یہ قرآنی نطق کے ساتھ خاص ہے۔ جیسا کہ اہل تفسیر نے اس کو بیان کیا ہے۔ اور پھر یہ بھی ہے۔ کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام کہی باتیں وحی کے مطابق ہوتیں۔ تو آپ کے بعض کلام پر اعتراض وارد نہ ہوتے۔ اور ان سے معافی کی گنجائش نہ ہوتی۔ اللہ تبارک وتعالےٰ نے اپنے نبی کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ۔ (اللہ نے آپ کو معاف کیا آپ نے ان کو کیوں اجازت دی۔)

دوسرا مقدمہ یہ ہے۔ کہ اجتہادی احکام اور امور عقلیہ میں بموجب آیت کریمہ فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ (اے آنکھوں والو عبرت حاصل کرو) اور آیت وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ۔ (اور ان سے اپنے امور میں مشورہ کرو۔) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی گنجائش تھی۔ اور ان میں رد و بدل کی مجال تھی کیونکہ قیاس کا امر اور مشورہ کا امر رد و بدل حاصل ہو نے۔ بغیر کوئی صورت نہیں رکھتا۔ اور بدر کے قیدیوں کے فدیہ اور قتل کے متعلق جو اختلاف واقع ہوا تھا۔ اور حضرت فاروق نے ان کے قتل کا فیصلہ کیا تھا۔ تو وحی فاروق کی رائے کے مطابق آئی۔ اور فدیہ لینے پر وعید نازل ہوئی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر عذاب نازل ہوتا۔ تو سوائے عمر اور سعد بن معاذ کے اور کوئی نجات نہ پاتا۔ کیونکہ حضرت سعد نے بھی ان قیدیوں کے قتل کا اشارہ کیا تھا۔

تیسرا مقدمہ یہ ہے۔ کہ سہو اور نسیان پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جائز ہے۔ بلکہ واقع ہے۔ ذوالیدین کی حدیث میں آیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار رکعت والی فرض نماز میں دو رکعت پر سلام پھیر دیا۔ تو ذوالیدین نے عرض کیا۔ اَقُصِرَتِ الصَّلٰوةُ اَمْ نَسِيْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ (کیا نماز کم ہوگئی ہے۔ یا اے اللہ کے رسول آپ بھول گئے ہیں۔ تو ذوالیدین کی بات کے سچا ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور دو رکعت اور ان کے ساتھ ملائیں۔ اور سجدہ سہو کیا۔

جب سہو اور نسیان صحت اور فراغت کی حالت میں بر تقاضائے بشریت جائز ہو۔ تو مرض الموت میں درد کے غلبہ کے وقت بر تقاضائے بشریت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے قصد اور بے اختیار کلام کا صدور کیوں کر

Marfat.com

جائز نہ ہوگا۔ اور احکام شرعیہ سے اعتماد کیوں اٹھ جائے گا۔ کیوں کہ حضرت حق سبحانہ وتعالےٰ نے یقینی وحی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سہو اور نسیان پر اطلاع فرما دیا تھا۔ اور درست کو غلط سے الگ کر دیتا۔ کیونکہ غلطی پر بنی کا قائم رہنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ احکام شرعیہ سے رفع اعتماد کو مستلزم ہے۔ پس ثابت ہوا۔ کہ محض سہو و نسیان احکام شرعیہ سے رفع اعتماد کا موجب نہیں ہے۔ بلکہ سہو و نسیان پر قائم رہنا رفع اعتماد کو مستلزم ہے۔ اور یہ تو طے شدہ چیز ہے کہ اس پر قائم رہنا جائز نہیں ہے۔

چوتھا مقدمہ یہ ہے۔ کہ حضرت فاروق بلکہ خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو کتاب و سنت میں جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ اور وہ حدیثیں جو کہ خاص طور پر ان کو جنت کی بشارت کے متعلق وارد ہوئی ہیں۔ وہ اپنے معتبر رواۃ کی کثرت کے سبب حد شہرت بلکہ معنیً بحد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ ان کا انکار یا تو جہالت کی بنا پر ہے۔ اور یا عناد کی بنا پر صحیح اور حسن حدیثوں کے راوی اہل سنت ہیں۔ جنہوں نے اپنے اساتذہ صحابہ و تابعین سے ان کو روایت کیا ہے اور تمام مخالف فرقوں کے رواۃ کو اگر اکٹھا کریں۔ تو معلوم نہیں کہ اہل سنت راویوں کے عشر عشیر کو بھی پہنچیں۔ جیسا کہ منصف جستجو کرنے والے اور تلاش کرنے والے پر مخفی نہیں ہے۔

اور اہل سنت کی احادیث کی کتابیں ان اکابرین کو جنت کی بشارت سے بھری پڑی ہیں۔ اور اگر بعض مخالف فرقوں کی کتب احادیث نے ان کی بشارت کو روایت نہیں کیا ہے۔ تو غم نہیں ہے۔ کہ بشارت کی روایت کا نہ ہونا عدم بشارت پر دلالت نہیں کرتا۔ لیکن ان اکابر کو جنت کی بشارت کا ثبوت تو قرآن مجید ہی سے کافی ہے۔ اور وہ کافی آیات ہیں۔ ان میں سے یہ بھی ہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ[1]۔

اور سبقت کرنے والے پہلے مہاجرین اور انصار اور وہ لوگ جنہوں نے ان کی اچھی طرح پیروی کی۔ اللہ ان سے خوش ہوا۔ اور وہ اللہ سے خوش ہوئے۔ اور ان کے لئے باغ تیار ہیں جن کے نیچے نہریں چلتی ہیں۔ اور وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے

لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ

تم میں سے وہ لوگ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے مال خرچ کیا اور جنگیں لڑیں۔ برابر نہیں ہیں۔ بلکہ ان کی نسبت بہت بڑے

---

[1] سورہ توبہ پارہ ۱۱-۱۰

[2] سورہ حدید پارہ قال فما خطبکم - ۱۲

Marfat.com

اَلَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى۔ درجے والے ہیں۔ جنہوں نے اس کے بعد خرچ کیا اور لڑائی کی۔ اور ہر ایک سے اللہ نے اچھا وعدہ کیا ہے۔

جب کہ تمام صحابہ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے اور فتح مکہ کے بعد خرچ کیا۔ اور لڑائی کی ہے۔ ان کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ تو پھر اکابر صحابہ کے متعلق جنہوں نے خرچ کرنے میں اور لڑائی اور ہجرت کرنے میں بہت زیادہ سبقت کی ہے۔ کیا کہا جائے گا۔ اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ اور ان کے درجات کی بڑائی کو کیسے ختم کیا جا سکتا ہے۔ کہ رد کیا ہیں۔ اہل تفسیر نے کہا۔ کہ یہ آیت کریمہ لایستوی الآیہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ جو کہ ابق سابقین ہیں۔ انفاق اور مقاتلہ میں۔ اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ۔ یقیناً اللہ تعالےٰ ایمانداروں سے خوش ہوئے۔ جب کہ وہ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔

امام محی السنۃ بغوی نے اپنی تفسیر معالم التنزیل میں حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے نقل کیا ہے۔ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ان لوگوں میں سے ایک بھی دوزخ میں نہ جائے گا۔ جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی ہے"۔ اور اس کو بیعت الرضوان کہتے ہیں۔ کیونکہ حضرت حق سبحانہ وتعالےٰ اس قوم سے خوش ہوا۔ اور اس میں شک نہیں ہے۔ کہ ایسے آدمی کو کافر کہنا جسے کتاب وسنت سے بہشت کی بشارت مل چکی ہو۔ خود بدترین قسم کا کفر ہے۔

اور پانچواں مقدمہ یہ ہے۔ کہ حضرت فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا کاغذ لانے میں توقف کرنا رد و انکار کی وجہ سے نہ تھا۔ اس سے اللہ کی پناہ اس طرح کی بے ادبی اس پیغمبر کے وزیروں اور ہم نشینوں سے کیسے سرزد ہو سکتی ہے جو خلق عظیم سے متصف ہے۔ بلکہ کسی ادنیٰ صحابی سے جو کہ ایک یا دو بار صحبت خیر البشر سے مشرف ہوا ہو۔ اس معنی کی توقع نہیں ہو سکتی۔ بلکہ آپ کی امت کے عوام سے بھی جو کہ اسلام کی دولت سے سعادت مند ہوئے ہیں۔ اس قسم کے رد و انکار کا وہم بھی نہیں ہو سکتا۔ پھر اس آدمی سے کیسے یہ خیال ہو سکتا ہے۔ جو اکابر وزراء و ندماء سے ہو۔ اور اعاظم مہاجرین اور انصار سے ہو۔

حضرت حق سبحانہ وتعالےٰ انصاف عطا فرمائے۔ کہ اکابر دین کے ساتھ اس قسم کی بدظنی نہ کریں۔ اور بے سمجھی سے ہر کلمہ اور کلام پر مواخذہ نہ کریں۔ بلکہ حضرت فاروق کا مقصد سمجھنا اور استفسار کرنا تھا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا۔ اِسْتَفْهِمُوْهُ یعنی اگر آپ اہتمام واصرار سے کاغذ طلب فرمائیں۔ تو لے آیا جائے۔ اور اگر اس معاملہ میں اصرار نہ کریں۔ تو ایسے نازک وقت میں ان کو تکلیف نہ دی جائے۔ کیونکہ اگر انہوں نے وحی یا حکم کا غذ طلب کیا ہوگا۔ تو تاکید اور مبالغہ سے کاغذ طلب

---

لہ سورہ فتح پارہ ۲۶۔ ۲۔

Marfat.com

کریں گے۔ اور جو ان کو حکم ہوا ہے۔ وہ لکھیں گے۔ کہ وحی کی تبلیغ نبی پر واجب ہے۔ اور اگر یہ طلب وحی کی بنا پر یا حکماً نہیں ہے۔ بلکہ آپ چاہتے ہیں۔ کہ اپنے اجتہاد و فکر سے کوئی چیز ہمیں لکھ دیں تو وقت اس کی موافقت نہیں کرتا اجتہاد کا مرتبہ تو آپ کی وفات کے بعد بھی باقی ہے۔ آپ کی امت کے استنباط کرنے والے کتاب اللہ سے جو دین کا اصل الاصول ہے۔ احکام اجتہادیہ کا استنباط کریں گے۔

اور جب کہ آنحضرت کی موجودگی میں جو کہ نزول وحی کا وقت ہے۔ اجتہاد کرنے والوں کے استنباط کی گنجائش ہے تو آپ کے انتقال کے بعد جو کہ انقطاع وحی کا زمانہ ہوگا۔ بطریق اولے اہل علم کا اجتہاد و استنباط مقبول ہوگا۔ اور جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملہ میں اصرار و اہتمام نہ کیا۔ بلکہ اس امر سے منہ پھیر لیا۔ تو معلوم ہوگیا۔ کہ وہ وحی کے ذریعہ نہ تھا۔

اور وہ توقف جو صرف استفسار کی بنا پر ہو وہ برا نہیں ہے۔ ملائکہ کرام نے بھی آدم علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خلافت کی وجہ معلوم اور دریافت کرنے کے لئے عرض کیا تھا۔

| | |
|---|---|
| اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ نُقَدِّسُ لَكَ۔[۵۱] | کیا آپ اس (زمین) میں ایسے آدمی کو پیدا کریں گے جو اس میں فساد کرے۔ اور خون ریزی کرے۔ اور ہم تیری تعریف کی تسبیح کرتے ہیں۔ اور تیری پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔ |

اور حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت یحییٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کی بشارت کے وقت فرمایا۔

| | |
|---|---|
| اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّکَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْکِبَرِ عِتِیًّا۔[۵۲] | میرے ہاں لڑکا کیسے پیدا ہوگا۔ حالانکہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کی آخری حد کو پہنچ چکا ہوں۔ |

اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے کہا تھا۔

| | |
|---|---|
| اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِیًّا۔[۵۳] | میرے ہاں لڑکا کیسے پیدا ہوگا۔ حالانکہ مجھے کسی آدمی نے ہاتھ نہیں لگایا۔ اور میں بدکار بھی نہیں ہوں۔ |

اور حضرت فاروق نے بھی استفہام کی بنا پر کاغذ لانے میں توقف کیا ہو تو اس میں کیا حرج ہے۔ اور کیا شور و شر

---

۵۱ سورہ بقر پارہ ۱۔ ۱۲۰

۵۲ سورہ مریم پارہ ۱۶۔ ۱۲

۵۳ سورہ مریم پارہ ۱۶۔ ۱۲

Marfat.com

ہے۔

اور چھٹا مقدمہ یہ ہے کہ آنحضرت کے صحابہ کرام علیہ و علیہم الصلوات و التسلیمات کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی وجہ سے حسن ظن کی ضرورت ہے۔ اور یہ جاننا چاہیئے کہ بہترین زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تھا۔ اور آپ کے صحابہ کرام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد بنی آدم میں سے بہترین انسان ہیں۔ اور جو لوگ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد بہترین بنی آدم ہوں۔ وہ امر باطل پہ اجماع نہیں کر سکتے۔ اور خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جانشین کافر اور فاسق لوگ نہیں بنائے جا سکتے۔ اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ صحابہ کرام بہترین بنی آدم ہیں۔ یہ اس لئے کہا ہے۔ کہ یہ امت قرآنی نص کی بنا پر خیر الامم ہے۔ اور اس امت میں سے بہترین وہی لوگ ہیں۔ کیونکہ کوئی ولی بھی کسی صحابی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔

پس تھوڑا سا انصاف کرنا چاہیئے۔ اور سمجھنا چاہیئے۔ کہ اگر حضرت فاروق کا کاغذ لانے سے روکنا کفر ہوتا۔ تو حضرت صدیق اکبر جو کہ قرآنی نص کی بنا پر اس بہترین امت میں سے پرہیزگار ترین انسان تھے۔ وہ آپ کی خلافت کی تصریح نہ کرتے۔ اور مہاجرین و انصار کہ حضرت سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے قرآن مجید میں ان کی تعریف و ثنا فرمائی ہے۔ اور ان سے راضی ہوا ہے۔ اور ان کو جنت کا وعدہ دیا ہے۔ یہ لوگ آپ سے بیعت نہ کرتے۔ اور انہیں پیغمبر کا جانشین نہ بناتے۔

اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے حسن ظن جو کہ محبت کا مقدمہ ہے۔ حاصل ہوا تو اس قسم کے شبہات کی مزاحمت سے نجات میسر ہو گئی۔ اور ایسے اعتراضات کا بطلان عقل سے معلوم ہو گیا۔ اور اگر معاذ اللہ آپ کی صحبت اور آپ کے صحابہ کرام علیہ و علیہم الصلوات والتسلیمات کے ساتھ حسن ظن پیدا نہ ہو۔ اور بدگمانی پیدا ہو۔ تو یہ بدگمانی لازمی طور پر اس صحبت والے اور ان صحابہ والے تک بھی پہنچے گی بلکہ ان کے اصل مالک (خدا تعالیٰ) تک بھی جائے گی۔ اس امر کی برائی کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیئے۔ جو آدمی صحابہ کرام کی تعظیم نہ کرے۔ اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی کوئی ایمان نہیں ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی شان میں فرمایا ہے۔

فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَهُمْ۔

جس نے ان سے محبت کی۔ تو میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی۔ اور جس نے ان سے بغض رکھا تو اس نے میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا

پس صحابہ کرام کی محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو مستلزم ہے۔ اور صحابہ کرام سے بغض اور دشمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی کو مستلزم ہے۔

Marfat.com

اور جب یہ مقدمات معلوم ہو گئے۔ تو اس شبہ اور اس جیسے اور شبہات کا جواب بے تکلف حاصل ہوا۔ بلکہ بہت سے جواب حاصل ہو گئے۔ کیونکہ ان مقدمات میں سے ہر ایک مقدمہ کے متعلق کہا جا سکتا ہے۔ کہ وہ ایک مستقل اور معقول جواب ہے۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا۔ اور ان مقدمات کا مجموعہ اللہ تعالےٰ کی مدد سے اس شبہ کے بنیادی مادہ کو ختم کرتا ہے۔ اور ایسے اعتراضات کے دفعیہ میں دلیل سے گزر کر فراست میں سے آتا ہے۔ جیسا کہ ایک عقلمند اور منصف آدمی پر مخفی نہیں ہے۔ فراست کے لفظ کو احتیاطاً زبان پر لایا ہوں۔ ورنہ ایسے اعتراضات کا بطلان بالکل بدیہی ہے۔ اور وہ مقدمے جو ان شبہات کے بطلان کے بیان میں لائے گئے ہیں۔ وہ اس بداہت کی تنبیہات کے قبیل سے ہیں۔

بلکہ اس قسم کے شبہات اور اعتراضات کی مثال اس فقیر کے نزدیک ایسی ہے کہ کوئی صاحب فن شخص بیوقوفوں کی جماعت میں آئے۔ اور ایک پتھر کو جو ان کو پتھر محسوس ہوتا ہے۔ اپنے دلائل کی بنا پر سونا ثابت کرے۔ اور یہ بے چارے چونکہ اس کے ملمع شدہ دلائل کی مدافعت سے عاجز ہیں۔ اور ان دلائل کے غلط مواد کی تعیین سے قاصر ہیں۔ تو وہ بے چارے شبہ میں پڑ جاتے ہیں۔ بلکہ اس پتھر کے سونا ہونے کا یقین کر لیتے ہیں۔ اور اپنی حس کو فراموش کر دیتے ہیں۔ بلکہ اپنی حس کو متہم کرتے ہیں۔

کوئی عقلمند ایسا ہونا چاہیے۔ کہ ان میں حس کی بداہت پر اعتماد پیدا کرے۔ اور ملمع شدہ مقدمات کو متہم کرنے اور جو معاملہ ہمیں درپیش ہے۔ اس میں بھی خلفائے ثلاثہ بلکہ حضرت خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے تمام صحابہ کی بزرگی اور بلندی درجات بہ مقتضائے کتاب وسنت محسوس ومشاہد ہے۔ ان بزرگوں پر جرح قدح کرنے والے اپنے ملمع شدہ دلائل سے ان میں طعنہ زنی وقدح کرتے ہیں۔ اور صحابہ کرام کے متعلق وہ طعنہ زنی اس پتھر کی طرح ہے۔ جیسے وہ سونا بنا کر دکھاتے ہیں۔ اور لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ اے ہمارے رب ہمارے دلوں کو ہدایت دینے کے بعد ٹیڑھا نہ کر دے۔ اور ہمیں اپنی جناب سے رحمت عنایت فرما۔ یقیناً تو ہی عنایت کرنے والا ہے۔

اے کاش! مجھے معلوم ہوتا۔ کہ ان اکابر دین پر سب وشتم اور اسلام کے کبرا پر طعنہ زنی پر ان لوگوں کو کس چیز نے آمادہ کیا ہے۔ اور کسی کافر اور فاسق پر بھی طعنہ زنی اور گالی گلوچ شریعت میں نجات کا وسیلہ اور فضیلت اور بزرگی اور عبادت میں نہیں شمار کیا جاتا۔ پھر ان ہادیان دین پر سب وشتم کرنا اور ان حامیان اسلام پر طعنہ زنی کرنا کیسے عبادت ہو سکتا ہے۔ اور شریعت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں پر بھی مثلاً ابوجہل اور ابولہب پر بھی گالی گلوچ کرنا اور طعنہ زنی کرنا وارد نہیں ہوا ہے۔ اور نہ یہ کرامت وعبادت شمار کیا گیا ہے۔ بلکہ ان سے اور ان کے احوال سے اعراض کرنا اور خاموش رہنا بے مقصد کاموں میں مشغول ہونے اور وقت ضائع کرنے سے زیادہ بہتر اور مناسب ہے

Marfat.com

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۔[1] یہ ایک امت تھی جو گذر چکی۔ اس کے لئے اس کی کمائی ہے۔ اور تمہارے لئے تمہاری کمائی اور تم سے ان کے اعمال کی باز پرس نہ ہوگی۔

حضرت سبحانہ وتعالے قرآن مجید میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ آپس میں مہربان فرماتا ہے۔ پس ان بزرگواروں کے حق میں ایک دوسرے سے عداوت وکینہ رکھنے کا گمان کرنا نص قرآن کے برخلاف ہے۔

اور یہ بھی قابل غور ہے کہ ان بزرگواروں میں کینہ و عداوت کا اثبات ہو تو فریقین پر طعنہ زنی ہوگی۔ اور دونوں جماعتوں سے امان اٹھ جائے گا۔ پس لازم آئے گا۔ کہ صحابہ کرام میں سے دونوں فریق مطعون ہوں۔ اس عقیدہ سے اللہ تعالے کی پناہ۔ اور انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے بعد بہترین بنی آدم بدترین آدمی ٹھہریں گے۔ اور بہترین زمانہ بدترین زمانہ ہوگا۔ کیوں کہ اس زمانہ کے تمام آدمی کینہ اور عداوت سے متصف ہوں گے۔ اور کوئی مسلمان بھی اس امر کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اور اس چیز کو قبول نہیں کر سکتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کیا بزرگی باقی رہ گئی۔ کہ تینوں خلیفے رضی اللہ عنہم اگر ان کے دشمن ہوں۔ اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی در پردہ ان سے عداوت ہوگی۔ اور یہ خود طرفین میں جرح قدح ہے۔ وہ ایک دوسرے کے ساتھ شیر وشکر کی طرح کیوں نہ رہیں۔ اور ایک دوسرے کی محبت میں غرق کیوں نہ ہوں۔

خلافت کا معاملہ ان بزرگواروں کے نزدیک پسندیدہ اور مرغوب طبع نہ تھا۔ کہ ان کے کینہ اور عداوت کا سبب ہوتا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے اَقِیْلُوْنِیْ (مجھے بیعت سے الگ کردو) کے الفاظ مشہور ومعروف ہیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔ اگر کوئی خریدار پیدا ہو تو میں خلافت کو ایک دینار میں فروخت کردوں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگیں لڑی ہیں۔ تو وہ خلافت کے پسند طبع ہونے کے لئے نہیں لڑیں۔ بلکہ وہ باغیوں کے ساتھ لڑائی کرنا فرض سمجھتے تھے۔ اور ان کی مدافعت کرنا چاہتے تھے۔ اللہ تعالے فرماتا ہے۔[2]

فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِ اللّٰهِ ۔ سو تم اس جماعت سے لڑو۔ جو بغاوت کرتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ اللہ تعالے کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔

---

[1] پارہ اوّل سورہ بقرہ ۱۲۔

[2] سورہ حجرات پارہ ۲۶ - ۱۲

Marfat.com

خلاصہ کلام۔ چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کرنے والے اپنے پاس تاویل رکھتے ہیں۔ اور صاحب رائے داجتہاد ہیں۔ اگرچہ وہ اس اجتہاد میں خطا پر ہوں۔ پھر بھی وہ طعن وملامت اور تفسیق وتکفیر کے مستحق نہیں ہیں۔ حضرت امیر علی رضی اللہ عنہ ان کے متعلق فرمایا کرتے تھے۔ "وہ ہمارے بھائی ہیں۔ انہوں نے ہم پر بغاوت کی ہے۔ نہ تو وہ کافر ہیں۔ نہ فاسق۔ اس لئے کہ ان کے پاس تاویل ہے"۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اور یہی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے بھی منقول ہے۔ کہ یہ وہ خون ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا۔ ہمیں چاہیئے۔ کہ ہم اپنی زبانیں بھی بچا کر رکھیں۔

اے ہمارے رب ہمیں بھی بخش۔ اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان کی حالت میں گذر گئے۔

اور ہمارے دلوں میں ایمانداروں کے لئے کینہ نہ رکھ یقیناً تو شفقت کرنے والا مہربان ہے۔ والصلوٰۃ والسلام علی سیدالانام وعلی وآلہ واصحابہ الکرام الی یوم القیام

# مکتوب نمبر ۹۷

خواجہ ہاشم کشمی کی طرف صادر فرمایا

(ان کے اس سوال کے جواب میں جس میں انہوں نے چھٹے مکتوب کے حل کی درخواست کی تھی۔)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔

آپ نے سوال کیا ہے۔ کہ اس عبارت کا کیا مطلب ہے۔ جو مکتوب ششم میں واقع ہے۔

"میں خیال کرتا ہوں۔ کہ میرے پیدا ہونے کا مقصد یہ ہے۔ کہ ولایت محمدی ولایت ابراہیمی علیہم الصلوات والتسلیمات کے رنگ میں رنگی جائے۔ اور اس ولایت کی ملاحت (نمکینی) اس ولایت کی صباحت (سفیدی) سے مل جائے۔ اور رنگینی اور امتزاج سے محبوبیت محمدیہ کا مقام بلند سے بلند تر ہو جائے"۔

جاننا چاہیئے۔ کہ دلالی (راہنمائی) اور مشاطگی (آرائش کرنا) کا منصب منع اور ناجائز نہیں ہے۔ دلال اپنے فن دلالت کی خوبی کی وجہ سے دو صاحب جمال وکمال کو آپس میں ملاتی ہے۔ اور ہر ایک کے حسن کو دوسرے کے قریب کرتی ہے۔ یہ اس کی انتہائی خدمت گزاری ہے۔ اور اس لحاظ سے اس کی سعادت اور بزرگی انتہا کو پہنچتی ہے۔ اور اس سے ان دونوں صاحب جمال کی شان میں کوئی نقص اور قصور لازم نہیں آتا۔ اور اسی طرح اگر مشاطگی دکھا کر ان دونوں صاحب جمال کے حسن وکمال کو بڑھاتی ہے۔ اور ایک نئی تازگی اور زینت پیدا کرتی ہے۔ تو یہ اس کی سعادت وشرافت

Marfat.com

ہے۔ اور ان میں کوئی ... ور لازم نہیں آتا ہے۔

ازاں طرف نہ پذیرد کمال تو نقصان[1]　　وزیں طرف شرف روزگار من باشد

مختصر یہ کہ وہ نفع یا فائدہ جو صاحب دولت لوگوں کو غلاموں اور خادموں کی راہ سے میسر ہوتا ہے۔ وہ ممنوع اور ناجائز نہیں ہے۔ کیونکہ وہ قصور اور نقصان کو مستلزم نہیں ہے۔ بلکہ صاحب دولت لوگوں کا کمال غلاموں اور خادموں کی خدمت میں ہے۔ وہ بدنصیب ہوتا ہے۔ جو خادموں سے نفع نہ اٹھائے۔ اپنے برابر کے لوگوں سے فائدہ حاصل کرنا نقصان ہے۔ اور اپنے ہمسر لوگوں سے استمداد و استفادہ قصور ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰہُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ اے نبی تجھے اللہ تعالےٰ اور آپ پر ایمان لانے والے تابعدار کافی ہیں

ابن عباس رضی اللہ عنہمانے فرمایا ہے۔ کہ اس آیت کریمہ کے نزول کا سبب حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کا اسلام ہے۔ یہ تو ظاہر ہے۔ کہ چھوٹوں اور نچلے لوگوں کی خدمات بڑے لوگوں کے مرتبہ میں بزرگی پیدا کرتی ہیں۔ اور اگر یہی بات بھی کسی کی سمجھ میں نہ آئے۔ تو عبارت کا کیا قصور ہے۔؟ بادشاہ اور امرا اپنی خوبصورتی اور تسلّط میں خادموں اور نوکروں کے محتاج ہیں۔ اور اپنے کمالات کو ان سے وابستہ سمجھتے ہیں۔ اور اس معنی سے کوئی نقصان اور قصور ان کی شان میں پیدا نہیں ہوتا۔ جیسا کہ ہر چھوٹے اور بڑے کو معلوم ہے۔

اس شبہ کا سبب چھوٹے اور بڑے سے فائدہ اور نفع اٹھانے میں امتیاز نہ کرنا ہے۔ اور اب یہ تو ظاہر ہے کہ چھوٹے سے نفع لینا کمال بخش ہے۔ اور بڑے سے فائدہ لینا نقصان پیدا کرتا ہے۔ پس پہلا جائز ہوگا۔ اور دوسرا ممتنع اور اللہ تعالےٰ ہی درست بات کا الہام کرنے والا ہے۔ اے ہمارے رب ہمیں اپنی جناب سے رحمت عنایت فرما۔ اور ہمارے کام میں بھلائی پیدا کر۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ

# مکتوب نمبر ۹۸

حضرات مخدوم زادگاں جامع الاسرار والعلوم خواجہ محمد سعید اور خواجہ محمد معصوم مدظلہما کی طرف صادر فرمایا۔ اللہ تعالےٰ کے ساتھ کائنات کے قرب و معیت کے بیان میں اور عدم کی شرارت اور ابلیس علیہ اللعنہ ...

---

[1] اس طرف تیرے کمال میں تو کوئی نقصان پیدا نہیں ہوتا۔ اور اس طرف میرے کاروبار میں بزرگی پیدا ہو جائے گی۔ ۱۲

Marfat.com

کی شرارت میں کیا فرق ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔

سوال ۱:۔ آپ نے سوال کیا ہے۔ کہ علماء نے کہا ہے کہ حضرت حق سبحانہ وتعالےٰ نہ تو عالم میں داخل ہے اور نہ عالم سے خارج اور نہ عالم سے متصل ہے۔ اور نہ اس سے الگ اس بحث کی تحقیق کیا ہے؟

جواب:۔ اس دخول اور خروج اور اتصال اور انفصال کی نسبت کا حصول دو موجود کے تصور پر موقوف ہے۔ کیونکہ ایک موجود دوسرے موجود کے لحاظ سے اس نسبت سے خالی نہیں ہے۔ اور جس بحث میں ہم ہیں وہاں دو موجود ہی نہیں ہیں۔ تاکہ اس نسبت کا حصول تصور میں آسکے۔ کیونکہ خداوند تعالےٰ موجود ہے۔ اور کائنات جو اس کے سوا ہے۔ وہ موہوم اور متخیل ہے۔ اگرچہ عالم نے خدا تعالےٰ کی پیدائش سے استواری اور مظبوطی اس طرح کی پیدا کر لی ہے۔ کہ وہم اور خیال کے زائل کرنے سے زائل نہیں ہوتی۔ اور ابدی نعمت اور عذاب کا معاملہ اس کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔ لیکن اس کا ثبوت مرتبہ حس اور وہم میں ہے۔ اور حس اور وہم سے باہر اس کا کوئی وجود نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالےٰ کی کمال قدرت ہے۔ کہ اس نے موہوم و متخیل کو ثبات واستقرار کے حق میں موجود کا حکم عطا فرمایا ہے۔ اور اس پر موجود کے احکام جاری کئے ہیں۔ لیکن پھر بھی موجود موجود ہے۔ اور موہوم موہوم۔

اگرچہ ظاہر بین موہوم کو اس کے ثبات واستقرار کو دیکھتے ہوئے موجود تصور کرتے ہیں۔ اور دو موجود جانتے ہیں۔ اور اس معنی کی تحقیق اپنی کتابوں اور رسالوں میں تفصیل سے لکھی ہے۔ اگر ضرورت محسوس ہو تو ان کی طرف رجوع کریں۔ پس موجود کو موہوم کی نسبت سے ان نسبتوں میں سے کوئی نسبت بھی ثابت نہ ہوگی۔ کہا جا سکتا ہے۔ کہ موجود نہ تو موہوم میں داخل ہے۔ نہ اس سے خارج اور نہ موہوم سے اتصال رکھتا ہے۔ اور نہ انفصال اس لئے کہ جہاں موجود ہوگا۔ وہاں موہوم کا نام ونشان نہیں ہے۔ تاکہ اس کے ساتھ کسی نسبت کا تصور پیدا کر سکے۔

اس بحث کو ہم ایک مثال سے واضح کرتے ہیں۔ ایک چکر لگانے والا روشن نقطہ جو اپنی تیز رفتاری کی وجہ سے دائرہ کی صورت میں متوہم ہوتا ہے۔ اور اس جگہ موجود صرف ایک نقطہ ہی ہے۔ اور دائرہ کی صورت کا وہم کے علاوہ اور کوئی ثبوت نہیں ہے کیونکہ موجود صرف نقطہ ہے۔ اور دائرہ موہومہ کا اس جگہ کوئی نام ونشان نہیں ہے اس صورت میں یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ نقطہ دائرہ میں داخل ہے۔ اور یہ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ کہ دائرہ سے خارج ہے۔ اور اسی طرح ان میں اتصال اور انفصال کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس مرتبہ میں دائرہ سرے سے موجود ہی نہیں ہے تاکہ کوئی نسبت تصور میں آسکے پہلے دیوار بناؤ۔ پھر نقش کرو۔

سوال:۔ خداوند تعالےٰ نے خود عالم کے ساتھ قرب اور احاطہ کی نسبت کا اثبات کیا ہے۔ حالانکہ موجود کو موہوم کے ساتھ کیا نسبت قرب؟ اور کونسا احاطہ ہے۔ ؟ جس جگہ موجود ہے۔ وہاں موہوم کا نام ونشان نہیں ہے تاکہ

Marfat.com

محیط اور محاط کا تصور کیا جا سکے۔

**جواب:** یہ قرب اور احاطہ وہ نہیں ہے۔ جو قرب جسم کو جسم سے ہوتا ہے۔ یا جسم جسم کا احاطہ کرتا ہے بلکہ یہ قرب و احاطہ ان نسبتوں میں سے ہے۔ جن کی کیفیت مجہول ہے۔ اور اینیت معلوم ہے۔ ہم حق تعالیٰ کیلئے قرب اور احاطہ کا اثبات کرتے ہیں۔ اور اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ لیکن اس کی کیفیت کو ہم نہیں جانتے۔ کہ کیا ہے۔ برخلاف چاروں نسبتوں کے جن کی نفی پہلے کی گئی ہے۔ کیونکہ ان کی کیفیت بھی مجہول ہے۔ اور اینیت بھی مجہول اور پھر یہ بھی ہے۔ کہ شریعت میں ان نسبتوں کا ثبوت وارد نہیں ہوا ہے۔ تاکہ ہم ان کا اثبات کریں۔ اور ان کی کیفیت کو مجہول جانیں۔ اگرچہ اتصال بے کیف کے معنی کو قرب و احاطہ کے معنی کی طرح اللہ تعالیٰ کے لیئے بے کیف تجویز کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اتصال کا لفظ شریعت میں نہیں آیا ہے۔ اور قرب اور احاطہ کا لفظ آیا ہے۔ متصل نہیں کہنا چاہئے اور قریب اور محیط کہہ لینا چاہیئے۔ اور انفصال اور خروج اور دخول کا اطلاق بھی اتصال کے اطلاق کی طرح ہے کہ وہ بھی نہیں آئے ہیں۔

اور مثال مذکورہ میں بھی اگر گردش کرنے والے نقطہ کو دائرۂ موہومہ کی نسبت سے قرب اور احاطہ اور معیت ثابت کریں۔ تو یہ بھی مجہول الکیفیت ہوگی۔ کیونکہ نسبت کو دونوں اطراف سے چارہ نہیں ہے۔ حالانکہ موجود صرف گردش کرنے والا نقطہ ہے۔ اور اسی طرح اتصال اور انفصال اور خروج اور دخول بے کیف مثال مذکور میں متصور ہے اگرچہ دونوں اطراف ثابت نہ ہوں۔ کیونکہ طرفین کا وجود معلوم الکیفیت نسبت کے لیئے درکار ہے کہ وہ مشہور و معتاد ہے۔ اور وہ مجہول الکیفیت ہے۔ وہ عقل کے احاطہ سے باہر ہے۔ اس جگہ طرفین کے وجود کے لزوم کا حکم احکام وہمیہ سے ہوگا۔ جو کہ اعتبار کے مرتبہ سے ساقط ہے۔ کیونکہ وہ غائب کا حاضر پر قیاس ہے۔

**تنبیہ:** عالم کو جو موہوم اور متخیل کہا ہے۔ وہ اس لحاظ سے ہے۔ کہ عالم کی پیدائش مرتبہ وہم و خیال میں واقع ہوئی ہے۔ اور اس کی کاریگری حس و اراءت (دکھانا) کے درجہ میں حصول سے پیوستہ ہوئی ہے۔ اس قادر شخص کی طرح کہ کمال دائرہ موہومہ پر کہ جس کا حصہ سوائے اختراع وہم و خیال کے نہیں ہے۔ اسکو مرتبہ موہوم و خیال میں پیدا فرمائے۔ اور اپنی کمال کاریگری سے اس میں پاستواری اور استحکام کا وہ مرتبہ پیدا کرے۔ کہ اگر وہم اور خیال پوری طرح زائل ہو جائیں۔ تو اس کے ثبوت میں کوئی خلل نہ پڑے۔ اور اس کے بقاء میں کوئی قصور پیدا نہ ہو۔ یہ موہوم مخلوق نقطہ اگرچہ خارج میں کوئی ثبوت نہیں رکھتا۔ اور خارج میں موجود یہی نقطہ ہے۔ اور بس لیکن وہ وجود خارجی سے نسبت رکھتا ہے۔ اور اس کو موجود خارجی سے ربط حاصل ہے۔ کیونکہ اگر نقطہ نہ ہوتا۔ تو دائرہ کہاں سے پیدا ہوتا۔ ؎

خوشتر آں باشد کہ سرِّ دلبراں[1] گفتہ آید در حدیث دیگراں

---

[1] یہ بڑا اچھا انداز ہے۔ کہ دوستوں کا راز دوسرے لوگوں کی بات ڈال کر بیان کر دیا جائے۔ ۱۲

Marfat.com

اس دائرہ کو اگر ہم اس نقطہ کا روپوش کہیں۔ تو گنجائش رکھتا ہے۔ اور اگر اس نقطہ کے شہود کا آئینہ کہیں تو بھی گنجائش ہے۔ اور اگر اس نقطہ کا ہادی اور دلیل کہیں۔ تو بھی درست ہے۔ روپوش کہنا تو عوام کی نظر سے ہے۔ اور اس کو شہود کا آئینہ کہنا مقام ولایت کے مناسب ہے۔ اور ایمان شہودی کے لائق ہے۔ اور دلیل اور ہادی کہنا کمالات نبوت کے مرتبہ سے مناسبت رکھتا ہے۔ اور ایمان بالغیب کے مناسب ہے۔ جو کہ ایمان شہودی سے زیادہ کامل اور مکمل ہے۔ کیونکہ شہود میں ظل کی گرفتاری سے چارہ نہیں ہے۔ اور غیب اس گرفتاری سے آزاد ہے۔ غیب میں اگرچہ فی الحال کچھ حاصل نہیں ہے۔ لیکن واصل ہے۔ اور اصل کا گرفتار ہے۔ اور شہود میں اگرچہ کچھ حاصل تو ہے۔ لیکن وہ غیر واصل ہے۔ کہ غیر کا گرفتار ہے۔ جو کہ اس اصل کا ظل ہے۔

مختصر یہ کہ حصول نقص ہے۔ اور وصول کمال یہ بات ہر بیوقوف کے سمجھنے کی نہیں ہے۔ بلکہ قریب ہے کہ حصول کو وصول سے بہتر جانے اور سوفسطائی اپنی کمال بے وقوفی کی وجہ سے عالم کو موہوم و تخیل اس معنی سے کہتا ہے۔ کہ اس کا ثبوت و تحقق سوائے اختراع وہم اور تراش خیال کے اور کچھ نہیں ہے۔ کہ اگر وہم و خیال تبدیل ہو جائے۔ تو اس کا ثبوت و تحقق بھی متغیر ہو جائے۔ مثلاً اگر کسی چیز کے متعلق میٹھا ہونے کا تصور کرے۔ تو وہ میٹھی ہے۔ اور اگر اسی چیز کو کسی دوسرے وقت میں کڑوا خیال کرے۔ تو وہ کڑوی ہے۔

یہ بے نصیب لوگ خدا تعالٰے کی پیدائش اور کاریگری سے غافل ہیں۔ بلکہ منکر ہیں۔ اور اس نسبت اور سند سے جو موجود خارجی کے وجود سے رکھتی ہے۔ جاہل ہیں۔ اس بیوقوفی سے وہ چاہتے ہیں۔ کہ احکام خارجیہ کو جو کہ عالم سے وابستہ ہیں۔ اٹھا دیں۔ اور آخرت کے دائمی ثواب و عذاب کا رد کریں۔ کہ جن کی اطلاع مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ اور جن میں تخلف کا کوئی احتمال نہیں ہے۔ یہ شیطانی لشکر ہے۔ خبردار شیطان کا لشکر ہی نقصان اٹھانے والا ہے۔

سوال:۔ عالم کے لئے جب ثبوت و استقرار ثابت ہو گیا۔ اگرچہ وہ مرتبہ وہم و خیال ہی میں ہے۔ اور ہمیشہ کی جزا و سزا بھی تم نے اس کے حق میں ثابت کر دی ہے۔ تو وجود کا اطلاق اس پر کیوں نہیں کرتے۔ اور اس کو موجود کیوں نہیں جانتے۔ اور حال یہ ہے۔ کہ وجود اور ثبوت ایک دوسرے کے ہم معنی الفاظ ہیں۔ جیسا کہ متکلمین نے اس کو تسلیم کیا ہے۔

جواب:۔ صوفیائے کرام کی جماعت کے نزدیک وجود تمام چیزوں سے بڑھ کر اشرف۔ اکرم اور معزز ہے۔ اور اس کو ہر خیر کا مبدا۔ اور ہر کمال کا منشا جانتے ہیں۔ اور ایسے نفیس جوہر کو خداوند تعالٰے کے سوا کے لئے جو سراسر نقص اور شرارت ہے۔ تجویز نہیں کرتے۔ اور سب سے اعلیٰ چیز سب سے گھٹیا کو نہیں دیتے۔ اور اس معاملہ میں ان کی دلیل کشف و فراست ہے۔ ان کا محسوس و مکشوف یہ ہے۔ کہ وجود صرف خداوند تعالٰے کے لئے مخصوص ہے۔ اور حقیقت میں موجود صرف وہی ہے۔ اور غیر کو جو موجود کہتے ہیں۔ وہ اس اعتبار سے ہے۔ کہ اس غیر کو ایک طرح کا تعلق اور ربط اس

Marfat.com

وجود سے ثابت ہے۔ اگرچہ اس کی کیفیت معلوم نہیں ہے۔ اس کی مثال سایہ کی سی ہے۔ جو کہ اپنے اصل سے قیام رکھتا ہے۔ اسی طرح وہ غیر بھی اس وجود سے قائم ہے۔ اور وہ ثبوت جو کہ اس نے مرتبہ سوئم میں پیدا کیا ہے اس وجود کے ظلال میں سے ایک ظل ہے۔ اور چونکہ وہ وجود خارجی ہے۔ اور حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ خارج میں موجود ہے تو اگر وہم کے مرتبہ کو خداوند تعالیٰ کے صنع و استواری کے بعد اس خارج کے ظلال میں سے ظل کہیں۔ تو اس کی گنجائش ہے۔ اور اس وہمی ثبوت کو دو ظل کے اعتبار سے اگر وجود خارجی بھی جانیں۔ تو بھی درست ہے۔ بلکہ اگر عالم کو بھی اس ظلیت کے اعتبار سے موجود خارجی تصور کریں۔ تو بھی جائز ہے۔

مختصر یہ کہ ممکن کے پاس جو کچھ بھی ہے۔ وہ حضرت وجوب تعالیٰ و تقدس کے مرتبہ سے ملا ہے۔ اپنے باپ کے گھر سے کوئی چیز نہیں لیا ہے۔ اس کو ظلیت کے ملاحظہ کے بغیر موجود کہنا مشکل معاملہ ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی خاص صفات میں شریک بنانا ہے۔ تَعَالَى اللّٰهُ عَنْ ذَالِكَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۔ (اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے۔)

اور اس فقیر نے جو اپنے بعض مکاتیب اور رسائل میں جو عالم کو موجود خارجی کہا ہے۔ تو اس کو بھی اس معنی کی طرف لاجع سمجھنا چاہیئے۔ اور ظلیت کے اعتبار پر محمول کرنا چاہیئے۔ اور متکلمین نے وجود کو ثبوت اور تحقق کا ہم معنی کہا ہے۔ تو یہ لغوی اعتبار سے ہوگا۔ ورنہ وجود کہا۔ اور ثبوت کہا۔ وجود کو ارباب کشف و شہود اور اہل نظر و استدلال کی ایک بہت بڑی جماعت نے واجب الوجود تعالیٰ کی عین حقیقت کہا ہے۔ اور ثبوت معقولات ثانویہ (یعنی صرف ذہنی) میں سے ہے۔ اور ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔

**فائدہ:** جس طرح وجود ہر خیر و کمال کا مبدا۔ اور ہر حسن و کمال کا منشا ہے۔ تو عدم جو اس کے مقابل ہے وہ لازمی طور پر ہر شر و نقص کا مبدا ہوگا۔ اور ہر قبیح و فساد کا منشا۔ اگر وبال ہے۔ تو اسی سے پیدا ہوا ہے۔ اور اگر گمراہی ہے۔ تو بھی اسی سے ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس میں کچھ ہنر بھی ودیعت کئے گئے ہیں۔ اور کچھ خوبیاں بھی اس میں پوشیدہ ہیں۔ وجود کے مقابلہ میں اپنے آپ کو نیست مطلق بنانا اور محض لاشئے سمجھنا اس کی خوبیوں میں سے ہے۔ اور اپنے آپ کو وجود کی پناہ بنانا اور شرور اور نقائص کو اپنی طرف منسوب کر لینا بھی اس کے اچھے ہنروں میں سے ہے۔ اور پھر وجود کا آئینہ ہونا اور اس کے کمالات کا اظہار کرنا اور اسی طرح ان کمالات کو علم کے خانہ سے باہر ایک دوسرے سے الگ کرنا اور اجمال سے تفصیل میں لانا اس کی اچھی صفات میں سے ہے

مختصر یہ کہ وجود کی خدمت گزاری اس سے قائم ہے۔ اور وجود کا کمال و جمال و حسن اس کے قبح و شرارت اور نقص سے ظاہر ہوتا ہے۔ وجود کا استغنا اس کی محتاجی سے ہے۔ اور وجود کی عزت اس کی ذلت سے ہے۔ اور وجود کی کبریائی و عظمت اس کی کمینگی اور خساست کے ذریعہ ہوتی ہے۔ اور وجود کی شرافت اس کی دنائت سے ظاہر

Marfat.com

ہے۔ اور وجود کی سرداری اس کی غلامی سے ظاہر ہوتی ہے۔ ؎

منم[1] کاستاد را استاد کردم غلامم خواجہ را آزاد کردم

ابلیس لعین جو ہر فساد و گمراہی کا منشا ہے۔ وہ عدم سے بھی زیادہ شریر ہے۔ اور وہ ہنر جو عدم میں پوشیدہ ہیں۔ وہ بے دولت ان ہنروں سے بھی بے نصیب ہے۔ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ (میں اس سے بہتر ہوں) کا قول جو اس سے صادر ہوا ہے۔ اس نے بھلائی کے مادہ کو قطع کر دیا ہے۔ اور خالص شرارت کی طرف راہنمائی کی ہے۔ عدم جب اپنی نیستی اور لاشئے ہونے کی صورت میں وجود کے سامنے آیا۔ تو لازمی طور پر وجود کے حسن و جمال کا آئینہ بن گیا۔ اور ابلیس لعین نے جب اپنی ہستی اور بہتر ہونے سے معارضہ کیا۔ تو لازماً وہ مردود و مطرود ٹھہرا۔ اچھے تقابل کو عدم سے سیکھنا چاہیئے۔ جو ہستی کا تقابل نیستی سے کرتا ہے۔ اور کمال کے مقابلہ میں نقص سے پیش آتا ہے۔ اور جب عزت و جلال دوسری طرف میں ظاہر ہوتا ہے۔ تو وہ اپنی ذلت و انکساری کو ظاہر کرتا ہے۔

ابلیس مردود نے گویا عدم کی شرارتوں کو اپنے تکبر و سرکشی کے سبب سے جو وہ اپنے اندر رکھتا تھا۔ اپنے میں جذب کیا ہے۔ اور یہ خیال گزرتا ہے۔ کہ عدم میں سوائے بھلائی کے اس نے کوئی چیز کم ہی چھوڑی ہے۔ ہاں جب تک بھلائی نہ ہو۔ بھلائی کا مظہر اور آئینہ نہیں بنا جا سکتا۔ بادشاہ کی بخششوں کو بادشاہ کی سواریاں ہی اٹھا سکتی ہیں۔ مثل مشہور ہے۔

اور معلوم ہوا۔ کہ ابلیس بھی اس پر شکوہ کارخانہ میں ضرور چاہیئے تھا۔ کہ جو خاکروبی کر کے تمام گندگیوں کو اپنے سر پر اٹھالے۔ اور دوسروں کو پاک و صاف کر دے۔ لیکن وہ بے دولت عجب تکبر اور ترفع کی راہ سے آیا۔ اور اپنے بہتر کو نظر میں لایا۔ تو اس نے اپنے عمل کو ضائع کر دیا۔ اور اجر سے محروم ہو گیا۔ خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةَ - اصل میں اسی کے حال کا نشان ہے۔ برخلاف عدم کے کہ وہ باوجود شرارت و نقص ذاتی اور ذاتی نیستی کے جو وہ رکھتا تھا۔ محرومی سے باہر آگیا۔ اور حضرت وجود کا آئینہ بننے سے مشرف ہوا۔ ؎

نے[2] گفت کہ من نیم شکر خورد شاخے کہ بلند شد تبر خورد

سوال :- ابلیس میں زیادہ شرارت کہاں سے پیدا ہوئی۔ کہ عدم کے علاوہ تو وجود ہے۔ کہ جس میں شرارت نہیں ہے۔؟

جواب :- عدم جس طرح وجود کا آئینہ ہے۔ اور اس کے خیر و کمال کا مظہر ہے۔ اسی طرح وجود بھی عدم کا آئینہ

---

[1] میں ہوں۔ جس نے استاد کو استاد بنایا۔ میں غلام ہوں۔ لیکن خواجہ کو میں نے آزاد کیا ہے ۱۲۔

[2] گنے نے کہا۔ میں نہیں ہوں۔ تو اسکو شیرینی مل گئی۔ اور جو شاخ بلند ہوئی۔ اسے کلہاڑا کھایا۔

Marfat.com

ہے۔ اور اس کے شر اور نقص کا مظہر ہے۔ اور ابلیس علیہ اللعنۃ نے عدم کی جانب ہی میں عدم سے شرارت کو حاصل کیا ہے۔ کیونکہ وہ عدم شرارت کا مقام ہے۔ اور وجود کی جانب میں بھی اس نے شرارت متوہمہ کو اخذ کیا۔ جو کہ عدم کا مظہر اور آئینہ ہونے کی وجہ سے وجود کے آئینہ میں ظاہر ہوئی تھیں۔ پس وہ طرفین کی شرارت کا حامل ہے۔ ذاتی کا بھی اور عرضی کا بھی۔ اصلی کا بھی اور ظلی کا بھی۔ تو لازماً اس کے شرارت نما وجود کو ماخریانے نیستی اور لاشیئیت سے جو کہ عدم کی نیک صفات سے تھیں۔ بھی محروم کر دیا۔ اور اس کے باوجود وجود کی جانب میں وہ شرارت جو کہ عدم کی آمیزگی سے متوہم ہوئی تھی۔ اس سے بھی اس نے حصہ لیا۔ تو نتیجتاً ابدی نقصان کو پہنچا۔

اے ہمارے رب ہمارے دلوں کو ہدایت دینے کے بعد ٹیڑھا نہ کر دے۔ اور ہمیں اپنی جناب سے رحمت عنایت فرما۔ یقیناً تو ہی عنایت کرنے والا ہے۔ والسلام علی من اتبع الہدی۔ وعلی آلہ من التزم متابعۃ المصطفی علیہ وعلی الصلوات والتسلیمات اتمہا واکملہا۔

# مکتوب نمبر ۹۹

میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا۔
ان کے سوالوں کے جواب میں جو انھوں نے پوچھ بھیجے تھے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔

آپ نے پوچھا ہے۔ کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ عروج کے وقت سالک اپنے آپ کو انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے صحابہ کے مقام پر پاتا ہے۔ جو کہ بالاجماع اس سے افضل ہیں۔ بلکہ کئی دفعہ تو ایسا ہوتا ہے۔ کہ اپنے آپ کو انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے مقامات میں پاتا ہے۔ اس معاملہ کی حقیقت کیا ہے؟ بعض آدمی اسی وجہ سے اس سالک کی ان مقامات کے اہل سے مساوات کا وہم کرتے ہیں۔ اور اس کی ان مقامات میں ان مقامات والوں سے شرکت خیال میں لاتے ہیں۔ اور اس تخیل اور وہم کی بنا پر اس کی تردید کرتے ہیں۔ اور اس پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔ اور اس کے حق میں زبان ملامت و شکایت دراز کرتے ہیں۔ اس معاملے کے چہرہ سے پردہ ہٹا دینا چاہیئے۔

اس کا جواب یہ ہے۔ کہ پچھلے لوگوں کا اوپر والوں کے مقامات پر پہنچنا کبھی تو اس طرح ہوتا ہے۔ جیسے فقیر اور محتاج جو کہ دولتمندوں کے دروازوں پر یا ارباب نعمت کی خاص جگہوں پر اس لئے جاتے ہیں۔ کہ وہاں سے حاجت چاہیں۔ اور ان کی نعمت

Marfat.com

اور دولت سے گدائی کریں جو اس وصول کو مساوات اور شرکت سمجھتا ہے۔ وہ بے ہودہ آدمی ہے۔

اور کبھی یہ وصول تماشا کی صورت میں ہوتا ہے۔ کہ امراء و سلاطین کے مخصوص مقامات پر سیر کے سبب سے جاتے ہیں۔ تاکہ عبرت کی نظر سے تماشا کریں۔ اور ان میں بلندی کی رغبت پیدا ہو۔ اس وصول سے بھی برابری کے وہم کی کیا گنجائش ہے۔ اور اس سیر و تماشا سے شرکت کا تخیل کس طرح متصور ہو سکتا ہے۔

خادم اپنے مخدوموں کے خاص مکانات میں اپنی خدمت گزاری کا حق ادا کرنے کے لیے جاتے ہیں۔ اور یہ سب شرفاء اور کمینے لوگوں کو معلوم ہے۔

کوئی بیوقوف ہی ہوگا جو اس قسم کے وصول پر مساوات اور شرکت پر وہم کرے۔ ہر فرش درست کرنے والا اور مکھیاں ہٹانے والا اور تلوار اٹھانے والا بڑے بڑے بادشاہوں کے ساتھ رہتا ہے۔ اور ان کے خاص مکانات میں حاضر ہوتا ہے۔ کتنا جنون ہے۔ کہ اس مقام پر شرکت اور مساوات کا وہم کرے۔ ؎

بلائے[1] درد منداں از در و دیوار مے آید

لوگ کسی غریب کو ملامت کرنے کے لئے کوئی بہانہ ڈھونڈتے ہیں۔ اور طعن و تشنیع کے لئے کوئی جگہ تلاش کرتے ہیں حق سبحانہ و تعالیٰ ان کو انصاف کی توفیق دیں۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ کسی کمزور آدمی کے حق میں رفع شر اور دفع ملامت کے لئے کوئی جگہ تلاش کرتے۔ اور ایک مسلمان آدمی کی عزت محفوظ رکھنے کی کوشش کرتے۔ جو لوگ طعنہ زنی کرتے ہیں۔ ان کا معاملہ دو حال سے خالی نہیں ہے۔ اگر وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ اس حال والا ان مقامات والوں سے شرکت اور برابری کا معتقد ہے تو اس کو کافر اور زندیق تصور کرتے ہیں۔ اور مسلمانوں کی جماعت سے اسے خارج کرتے ہیں۔ کیونکہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے ساتھ نبوت میں شرکت اور مساوات کا عقیدہ رکھنا کفر ہے۔

اور اسی طرح شیخین علیہم الرضوان کی افضلیت اجماع صحابہ و تابعین سے ثابت ہے۔ جیسا کہ اسکو اکابر ائمہ نے نقل کیا ہے۔ ان میں سے ایک امام شافعی علیہم الرضوان بھی ہیں۔ بلکہ تمام صحابہ کرام کو باقی تمام امت پر فضیلت حاصل ہے۔ کیونکہ کوئی بھی فضیلت خیر البشر علیہ و علیہم الصلوات والتسلیمات کی صحبت کے فضل سے بڑھ کر نہیں ہے۔ تو وہ ان کے برابر کیسے ہو سکتے ہیں۔ وہ تھوڑا سا کام جو صحابہ علیہم الرضوان نے اسلام کی کمزوری اور مسلمانوں کی قلت کے وقت دین متین کی تائید اور نصرت سید المرسلین علیہ و علیہم الصلوات والتسلیمات میں کیا ہے۔ دوسرے لوگ اگر ساری عمر بھی ریاضت اور مجاہدات کے ساتھ عبادت کریں۔ تو صحابہ کرام کے اس تھوڑے سے عمل کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ اگر تم میں کوئی آدمی احد پہاڑ جتنا سونا خرچ کرے۔ تو اس کا یہ خرچ صحابہ کرام کے ایک سیر جو خرچ کرنے

---

[1] درد مندوں کے لئے در و دیوار سے مصیبتیں آتی ہیں۔ ۱۲

Marfat.com

کے برابر نہیں ہو سکتا۔ بلکہ نصف سیر تک بھی نہیں پہنچ سکتا۔ اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت اسی راہ سے آئی ہے۔ کہ وہ ایمان لانے اور جان وبے اندازہ مال خدمات لائقہ میں خرچ کرنے میں سب سابقین سے سبقت لے جانے والے ہیں یہی وجہ ہے۔ کہ ان کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی۔

لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ اُولٰئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى۔ تم میں سے وہ آدمی برابر نہیں ہیں۔ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے مال خرچ کیا۔ اور لڑائی کی۔ یہ لوگ بہت بڑے درجے والے ہیں۔ ان لوگوں کی نسبت جنہوں نے فتح مکہ کے بعد مال خرچ کیا۔ اور لڑائی کی۔ اور سب ہی سے اللہ نے جنت کا وعدہ کیا ہے۔

ایک جماعت نے دوسرے لوگوں کے کثرت فضائل و مناقب پر نظر رکھی ہے۔ اور ان کی افضلیت میں توقف کرتے ہیں۔ وہ نہیں جانتے۔ کہ اگر افضلیت کا سبب کثرت فضائل و مناقب ہوتا۔ تو ایسا بھی ہوتا۔ کہ بعض احاد امت جو یہ فضائل رکھتے ہیں۔ اپنے نبی سے بھی افضل ہوتے۔ جو یہ فضائل نہ رکھتا۔ پس فضیلت کا سبب ان فضائل و مناقب کے علاوہ کوئی اور چیز ہے۔ اور وہ اس فقیر کے خیال میں تائید دین میں اسبقیت اور جان و مال خرچ کرنے میں اقدمیت ہے۔ دین رب العالمین کے احکام کی مدد میں۔

اور چونکہ پیغمبر سب سبقت کرنے والوں سے افضل ہے۔ لہذا وہی افضل ہوگا۔ اور اسی طرح جو بھی دین کے معاملہ میں اسبق ہے۔ وہ مسبوقین سے افضل ہے۔ یوں سمجھئے کہ سابق گویا لاحقین کا استاد و معلم ہے۔ کیونکہ متاخرین سابقین کے انوار سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور ان کی برکات سے فیض حاصل کرتے ہیں۔ اور اس امت میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس دولت عظمی کے مالک حضرت صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو کہ بہت سا مال جنگوں اور لڑائیوں میں خرچ کرنے اور تائید دین اور نصرت سید المرسلین علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات کی راہ میں رفع فساد و تباہی کے لئے اپنی جان اور عزت خرچ کرنے میں سب سابقین سے اسبق ہیں۔ پس دوسروں پر ان کی افضلیت مسلم ہو گی۔

اور حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے غلبہ کو حضرت فاروق کی معرفت طلب کیا۔ اور حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے حبیب کی مدد میں عالم اسباب میں انہی سے کفایت کی اور فرمایا ہے۔ يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (اے نبی آپ کو اللہ اور ایمان والوں میں سے آپ کے تابعدار کافی ہیں۔) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے۔ کہ آیت کے نزول کا سبب حضرت فاروق کا اسلام ہے۔ پس حضرت

---

لے سورہ حدید پارہ قال فما خطبکم۔ ۱۲۔

Marfat.com

صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد ان کی فضیلت متعین ہوئی۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ان دو اکابرین کی افضلیت پر صحابہ اور تابعین کا اجماع ہوا۔ جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بھی فرمایا ہے۔ کہ ابوبکر و عمر اس امت میں سے افضل ہیں۔ اور جو آدمی مجھ کو ان پر فضیلت دے۔ وہ بہتان لگانے والا ہے۔ اور میں اسے تہمت لگانے والوں کی طرح کوڑے لگاؤں گا۔

اس بحث کی تحقیق میں نے اپنی کتابوں اور رسالوں میں تفصیل سے لکھی ہے۔ اور یہ مقام اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں رکھتا۔ کوئی بے وقوف ہی ہوگا۔ جو اپنے آپ کو خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے برابر سمجھے۔ اور کوئی احادیث و اقوال صحابہ سے جاہل اور بے خبر آدمی ہی اپنے آپ کو سابقین سے تصور کرے گا۔ لیکن جان لینا چاہیئے۔ کہ یہ سبقت کی دولت جو افضلیت کا باعث ہے۔ پہلے زمانہ سے مخصوص ہے۔ جو کہ خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف سے مشرف ہے۔ اور دوسرے زمانوں میں یہ معنی مفقود ہے۔ کیونکہ بعض زمانوں کے متاخرین دوسرے زمانوں کے سابقین سے افضل ہو سکتے ہیں۔ بلکہ ایک ہی زمانہ میں بھی ہو سکتا ہے۔ کہ اس زمانہ کا لاحق سابق سے افضل ہو۔ خداوند تعالےٰ طعنہ کرنے والوں کو آنکھیں عطا فرمائیں کہ ان کو محض تعصب و ضد سے ایک مسلمان آدمی کی تضلیل و تکفیر کی قباحت اور محض وہم و خیال کی بنا پر مومن آدمی کو مردود و مطرود قرار دینے اور مسلمان پر طعنہ زنی کرنے کی برائی نظر آجائے۔

یہ لوگ اس کا کیا علاج کریں گے۔ کہ اگر وہ آدمی تضلیل و تکفیر کے لائق نہ ہوا۔ تو وہی کفر اور گمراہی کا فتویٰ۔ فتویٰ دینے والے پر لوٹ آتا ہے۔ اور کفر کا تیر نشانہ کی بجائے تیر چلانے والے کے اندر آکر پیوست ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں آیا ہے۔ اے ہمارے رب ہمارے گناہوں اور اپنے کام میں ہماری زیادتیوں کو معاف کر دے۔ اور ہمارے قدم مضبوط رکھ۔ اور ہمیں کافروں کی قوم پر مدد عطا فرما۔

اب ہم اصل بات پر آتے ہیں۔ اور شق ثانی بیان کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ اگر اس حال والے کے حق میں طعنہ زنی کرنے والے یہ اعتقاد نہیں رکھتے۔ اور اس کا معاملہ کفر تک نہیں پہنچاتے۔ تو پھر بھی دو حال سے خالی نہیں ہے۔ یا تو اس کے کشف کو جھوٹ اور بہتان پر محمول کریں گے۔ اور یہ بھی بذات خود ایک مسلمان آدمی کی نسبت بدگمانی ہے جو شرعی طور پر ممنوع ہے۔ اور اگر اس کو جھوٹا نہیں سمجھتے۔ اور شرکت و مساوات کا معتقد نہیں جانتے۔ تو پھر ملامت و طعنہ زنی کی وجہ کیا ہے۔ اور اس کی برائی اور عیب جوئی کیوں ہے۔ سچے کشف کو اچھے معانی پر محمول کرنا چاہیئے۔ نہ یہ کہ سچے کشف والے کو شناعت و برائی کا نشانہ بنایا جائے۔

اگر یہ کہیں کہ اس قسم کے شور انگیز حال بیان کرنے کی وجہ کیا ہے تو

ہم کہتے ہیں۔ کہ اس قسم کے احوال کا ظہور مشائخ طریقت سے بکثرت صادر ہوا ہے۔ اور ان کی ہمیشہ کی عادت ہو چکی ہے۔ اور یہ پہلا شیشہ نہیں ہے۔ جو اسلام میں توڑا گیا۔ یہ حق کی نیت اور ارادۂ صادق کے سوا نہیں ہوتا۔ کبھی تو ایسا ہوتا

Marfat.com

ہے۔ کہ اس قسم کے احوال مو ہو بہ لکھنے کا مقصد اپنے شیخ طریقت کے سامنے اظہار کرنا ہوتا ہے۔ تاکہ وہ ان کے صحت وسقم کے متعلق بیان کرے۔ اور ان کے تعبیر و تاویل کی اطلاع دے۔ اور کبھی ایسا لکھنے کا مقصد طلباء اور شاگردوں کو اس پر ترغیب و تحریص دلانا ہوتا ہے۔ اور کبھی نہ تو یہ مقصد ہوتا ہے۔ اور نہ وہ بلکہ محض سکر و غلبہ حال کی بنا پر ایسی گفتگو کر جاتا ہے۔ تاکہ وہ اپنے آپ کو کچھ آرام و سکون بخشے۔

ایسا مدعی بطال (باطل پرست) جس کا مقصود اس قسم کے احوال سے خلقت کی شہرت و قبولیت ہو۔ یہ احوال اس کے لئے وبال ہیں۔ اور استدراج ہیں۔ جو کہ اس کی خرابی کے متضمن ہیں۔ اے ہمارے رب ہمارے دلوں کو ہدایت دینے کے بعد ٹیڑھا نہ کر دے۔ اور ہمیں اپنی جناب سے رحمت عنایت فرما یقیناً تو ہی عنایت کرنے والا ہے۔ اور میں اپنے نفس کو بری نہیں کرتا۔ یقیناً نفس برائی کا حکم کرنے والا ہے۔ مگر جس پر میرا رب رحم کرے۔ یقیناً میرا رب بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

اور آپ نے یہ بھی پوچھا تھا۔ کہ کیا سبب ہے۔ کہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات اور اولیاء علیہم الرضوان دنیا میں بلا اور مصیبت میں مبتلا رہتے ہیں۔ اور وہ اکثر اوقات مصائب اور محن میں گرفتار ہوتے ہیں جیسا کہ کہا گیا ہے۔ کہ سب سے زیادہ مصائب کی سختی انبیاء پر ہوتی ہے۔ پھر اولیاء پر پھر ان پر جو اور لوگوں سے اچھے ہوں"۔ اور اللہ تعالے اپنی کتاب مجید میں فرماتے ہیں۔

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ۔ اور تمہیں جو مصیبت پہنچتی ہے۔ وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی سے پہنچتی ہے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا۔ کہ جو آدمی گناہ زیادہ کرتا ہے۔ وہ مصیبت میں زیادہ مبتلا رہتا ہے۔ پس چاہئیے تو یہ تھا۔ کہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات اور اولیاء علیہم الرضوان کے علاوہ اور لوگ بڑی سختیوں اور مصیبتوں میں گرفتار ہوتے نہ کہ اولاً انبیاء اور ثانیاً اولیاء علیہم الصلوات والتسلیمات۔

اور پھر یہ بھی ہے۔ کہ یہ بزرگوار علیہم الصلوات والتسلیمات اصالۃً انبیاء۔ اور تبعاً اولیاء۔ خداوند تعالے کے محبوب ہیں۔ اور اس کے خاص مقربین میں سے ہیں۔ پھر اپنے محبوبوں اور خواص مقربین کو مصائب اور محن کے حوالہ کیوں کیا جاتا ہے۔ اور ان کو تکلیف دینا کیوں درست ہے۔ دشمن تو ناز و نعمت میں ہوں۔ اور دوست مصائب و شدائد میں مبتلا ہوں۔ ایسا کیوں ہوتا ہے۔

جان لو۔ اللہ تعالے آپ کو سیدھی راہ کی راہنمائی کرے۔ دنیا نعمت اور لذت حاصل کرنے کے لیے نہیں بنائی گئی ہے۔ بلکہ تنعم و تلذذ کے لیئے آخرت ہے۔ اور چونکہ دنیا اور آخرت ایک دوسرے سے ضد اور نقیض کی نسبت رکھتی ہیں۔ اور ایک کی رضا دوسری کی ناراضگی کو مستلزم ہے۔ تو لازماً ایک جگہ میں لذت حاصل کرنا دوسری جگہ میں درد و الم پانے کو

Marfat.com

مستلزم ہے پھر جو آدمی دنیا میں ناز و نعمت سے ہوگا۔ وہ لازماً آخرت میں زیادہ درد و ندامت میں مبتلا ہوگا۔ اور اسی طرح جو دنیا میں مصائب اور محن میں زیادہ مبتلا ہوگا۔ وہ آخرت میں تنعم اور تلذذ سے زیادہ محظوظ اور مسرور ہوگا۔ اور آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی بقا کی نسبت کاش سمندر سے ایک قطرہ کی نسبت ہی رکھتی۔ کیونکہ متناہی کو غیر متناہی سے کیا نسبت ہو سکتی ہے؟ پس مجبوراً بہ تقاضائے کرم دوستوں کو اس جگہ چند روزہ محنت میں مبتلا رکھنا چاہیے۔ تاکہ ابدی نعمتوں سے حصہ اور سرور حاصل کر سکیں۔ اور دشمنوں کو مکر اور استدراج کے باعث تھوڑی سی لذتوں سے محظوظ کرنا چاہیے۔ تاکہ بہت سے درد و الم میں مبتلا ہوں۔

سوال:۔ کافر فقیر جو دنیا و آخرت میں محروم ہے اس کا دنیا میں درد و الم میں رہنا آخرت میں تلذذ و تنعم کا باعث نہ ہوا۔ اس کی کیا وجہ ہے۔

جواب:۔ کافر خدا تعالیٰ کا دشمن ہے۔ اور دائمی عذاب کا مستحق۔ دنیا میں اس سے عذاب کو اٹھا لینا اور اسے اپنی حالت پر چھوڑ دینا اس کے حق میں عین تلذذ و تنعم ہے۔ اور پورا پورا احسان ہے یہی وجہ ہے۔ کہ نفس دنیا ہی کو کافر کے حق میں جنت سمجھا گیا ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ بعض کفار سے دنیا میں عذاب بھی اٹھا لیتے ہیں۔ اور دوسری لذتیں بھی عنایت فرماتے ہیں۔ اور بعض کافروں سے صرف عذاب کو دور کرتے ہیں۔ اور لذتوں میں سے کچھ نہیں دیتے۔ بلکہ مہلت کی لذت اور رفع عذاب پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ ہر ایک کے لئے کچھ حکمتیں اور مصلحتیں ہیں۔

سوال:۔ حق سبحانہ و تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں۔ اور اس کی طاقت رکھتے ہیں۔ کہ دوستوں کو دنیا میں بھی لذت بخشیں اور آخرت میں بھی نعمتیں عطا فرمائیں۔ اور ایک جگہ کی لذت دوسری جگہ کے درد و الم کو ان کے لئے مستلزم نہ ہو۔

جواب:۔ کئی طرح پر ہے۔ پہلا جواب تو یہ ہے۔ کہ اگر یہ دنیا میں مصائب و شدائد چند روزہ نہ اٹھاتے۔ تو ان کو ابدی نعمتوں اور لذتوں کی قدر و قیمت معلوم نہ ہو سکتی۔ اور دائمی صحت و عافیت کی نعمت کو پوری طرح نہ سمجھ سکتے ہاں جب تک بھوک نہ دیکھی ہو۔ طعام کی لذت معلوم نہیں ہوتی۔ اور جب تک گرفتاری نہ ہو۔ آزادی کی قدر نہیں ہو سکتی پس گویا کہ وقتی طور پر ان کو درد و الم میں مبتلا کرنے کا مقصد ان کا دائمی طور پر کمال لذت حاصل کرنا ہے۔ یہ ایک جمال ہے جو عوام کا امتحان کرنے کے لئے ان بزرگواروں کے حق میں بصورت جلال ظاہر ہوا ہے۔ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا۔ (اللہ تعالیٰ بہت سے لوگوں کو اس کے باعث گمراہی میں چھوڑ دیتے ہیں۔ اور بہت سے لوگوں کو ہدایت دیتے ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ مصائب و شدائد اگرچہ عوام کے نزدیک درد و الم کے اسباب میں سے ہیں لیکن ان بزرگواروں کے نزدیک جو کچھ بھی جمیل مطلق جل شانہ سے پہنچے۔ وہ ان کے لئے لذت کے اسباب میں سے ہے۔ یہ مصائب سے بھی اس طرح لذت حاصل کرتے ہیں۔ جیسا کہ نعمتوں سے بلکہ یہ لوگ مصائب سے زیادہ محظوظ ہوتے ہیں۔ کہ وہ خالص محبوب

Marfat.com

کی مراد ہیں۔ اور نعمتوں میں یہ خلوص نہیں ہے۔ کیونکہ نفس بھی نعمتوں کو چاہتا ہے۔ اور مصائب سے گریز کرتا ہے۔ پس ان اکابر کے نزدیک بلا نعمت سے بہتر ہے۔ اور یہ مصائب سے بہ نسبت نعمتوں کے زیادہ لذت حاصل کرتے ہیں۔ اور ان کی لذت تو دنیا میں یہی مصائب و شدائد ہیں۔ اگر دنیا یہ نمک نہ رکھتی۔ تو ان کے نزدیک اس کی قیمت ایک جو بھی نہ ہوتی۔ اگر یہ شیرینی اس میں نہ ہوتی۔ تو ان کی نگاہ میں محض بے کار ہوتی۔ ؎

غرض از عشق توام چاشنی درد و غم است ورنہ زیر فلک اسباب تنعم چہ کم است[1]

پس اللہ تعالےٰ کے دوست دنیا میں بھی لذت حاصل کرتے ہیں۔ اور آخرت میں بھی محظوظ و مسرور ہیں۔ اور انکی دنیاکی یہ لذت آخرت کی لذت کیساتھ جنگ نہیں رکھتی۔ وہ لذت اور ہے۔ جو آخرت کی لذت سے جنگ رکھتی ہے۔ جو کہ عوام کو حاصل ہے۔ الٰہی یہ کیا معاملہ ہے۔ کہ تو نے اپنے دوستوں کو اس طرح کا بنایا ہے۔ کہ جو چیز دوسروں کے لئے درد و الم کا سبب ہے۔ وہ ان کے لئے لذت کا باعث ہے۔ اور جو دوسروں کے لئے زحمت ہے۔ وہ ان بزرگواروں کے لئے رحمت ہے۔ اور دوسروں کی نعمت بھی ان کی نعمت ہے۔

دوسرے لوگ خوشی میں خوش ہوتے ہیں۔ اور غمی میں غمناک اور یہ بزرگوار خوشی میں بھی خوش ہیں۔ اور غمی میں بھی خوش ہیں۔ کیونکہ ان کی توجہ تمام اچھے اور برے افعال کی خصوصیات سے اٹھ کر ان افعال کے فاعل کے جمال پر جو کہ جمیل مطلق ہے۔ جا لگی ہے۔ اور فاعل افعال کی محبت کی وجہ سے محبوب بھی ہیں اور ان کو لذت بھی بخشی گئی ہے۔ جو چیز بھی کائنات میں فاعل جمیل جل سلطانہ کی مراد سے صادر ہو۔ اگرچہ وہ ان کے لئے الم اور تکلیف ہی کیوں نہ ہو۔ ان کے لئے عین محبوب و مراد ہے۔ اور اس سے وہ لذت حاصل کرتے ہیں۔

خداوندا یہ کتنا بڑا احسان اور کرامت ہے۔ کہ ایسی پوشیدہ دولت اور خوشگوار نعمت کو تو نے غیروں کی نگاہ سے پوشیدہ رکھا ہے۔ اور اپنے دوستوں کو عطا فرمائی ہے۔ اور ان کو ہمیشہ اپنی مراد پر قائم رکھ کر محظوظ اور متلذذ بنایا ہے۔ اور ناپسندیدگی اور درد و الم جو دوسروں کا حصہ ہے۔ وہ تو نے ان بزرگواروں سے زائل کر دیا ہے۔ اور ننگ و رسوائی جو دوسروں کے لئے عیب ہے۔ وہ اس طائفہ علیہ کے لئے جمال و کمال ہے۔ اور عین نامرادی میں تو نے ان کی مراد رکھی ہے۔ اور یہ دنیا میں ان کا لذت و سرور حاصل کرنا دوسروں کے برعکس ان کے لئے حظوظ و ترقیات کا سبب بنایا ہے۔ اور یہ اللہ تعالےٰ کا احسان ہے۔ جس پر چاہے کرے۔ اور اللہ تعالےٰ بڑے فضل والے ہیں۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ دنیا دار الامتحان ہے۔ اس میں حق باطل کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اور حق اور باطل والے کھلے ہیں۔ اگر دوستوں پر مصائب و شدائد نہ ڈالتے۔ اور یہ صرف دشمنوں ہی کے لئے ہوتے۔ تو دوست اور دشمن میں تمیز ہو جاتی۔

---

[1] تیرے عشق سے میری غرض درد و غم کی چاشنی ہے۔ ورنہ آسمان کے نیچے نعمتوں کے اسباب کی کمی نہیں ہے۔ ۱۲

اور امتحان وآزمائش باطل ہو جاتا۔ اور یہ ایمان بالغیب کے منافی ہے۔ کہ دنیا اور آخرت کی تمام سعادتیں اسی سے وابستہ ہیں۔ اور یہ آیت کریمہ اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ (وہ لوگ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔) اور یہ آیت کریمہ بھی وَ لِیَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ وَ رُسُلَهٗ بِالْغَیْبِ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ۔ تاکہ اللہ تعالےٰ ان لوگوں کو ظاہر کر دے۔ جو اس کی اور اس کے رسولوں کی بے دیکھے مدد کرتے ہیں۔ یقیناً اللہ تعالےٰ طاقتور ہے۔ غالب) اسی معنی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

پس دشمنوں کی آنکھوں میں خاک ڈالتے ہوئے دوستوں کو بھی مشکلات اور مصائب میں مبتلا کر دیا۔ تاکہ ابتلاء وآزمائش کی حکمت پوری ہو۔ اور دوست عین مصیبت میں بھی لذت گیر ہوں۔ اور دشمنان کور باطن نامراد و بے نصیب رہیں۔ یُضِلُّ بِهٖ کَثِیْرًا وَّ یَهْدِیْ بِهٖ کَثِیْرًا۔ (اللہ تعالےٰ بہت لوگوں کو اس کے ذریعہ گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے۔ اور بہت لوگوں کو ہدایت دیتا ہے) انبیاء علیہم السلام کا معاملہ بھی کافروں کے ساتھ اسی طرح رہا ہے۔ کبھی اس جانب غلبہ ہو جاتا۔ اور کبھی اس جانب۔ جنگ بدر میں غلبہ مسلمانوں کی طرف تھا۔ اور جنگ احد میں اہل کفر غالب تھے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔[1]

اِنْ یَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ وَ تِلْكَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ وَ لِیَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ یَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ وَ لِیُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ یَمْحَقَ الْكٰفِرِیْنَ۔

اگر تمہیں زخم پہنچے ہیں۔ تو دوسری قوم کو بھی اسی طرح کے زخم پہنچے ہیں۔ اور یہ دن ہیں جن کو ہم لوگوں میں پھیرتے رہتے ہیں۔ اور تاکہ اللہ تعالےٰ ان لوگوں کو ظاہر کر دے۔ جو ایمان لائے۔ اور تم میں بعض کو شہادت نصیب ہو۔ اور اللہ تعالےٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ اور تاکہ اللہ تعالےٰ ایمانداروں کو خالص کر دے۔ اور کافروں کو مٹا دے۔

اور چوتھا جواب یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور اسے طاقت ہے۔ کہ دوستوں کو بھی اس جگہ ناز و تنعم عنایت فرمائے۔ اور اس جگہ بھی لیکن یہ بات اللہ تعالےٰ کی حکمت اور عادت کے منافی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ چاہتا ہے۔ کہ اپنی عادت کو اپنی حکمت اور عادت کے ماتحت پوشیدہ رکھے۔ اور اسباب وعلل کو اپنی جناب قدس کا پردہ بنائے۔ پس چونکہ دنیا اور آخرت ایک دوسرے کی ضد تھیں۔ لہذا دوستوں کے لئے بھی مصائب وشدائد دنیا سے چارہ نہ تھا تاکہ آخرت کی نعمتیں صرف انہی کے لئے خوشگوار اور نوش ہضم ہوں۔ اور اس بات کی طرف پہلے اصل سوال کے جواب میں اشارہ گزر چکا ہے۔

---

[1] سورہ حدید پارہ ۲۷ ع ۲

اب ہم اصل بات پر آتے ہیں۔ اور اصل سوال کے جواب کا تتمہ بیان کرتے ہیں۔ کہ مصائب و شدائد کے ورود کا اصل سبب اگرچہ گناہ اور برائیوں کا ارتکاب ہے۔ لیکن وہ مصائب و شدائد اصل میں ان گناہوں کا کفارہ ہیں۔ اور ان گناہوں کے ظلمات کو دور کرنے والے ہیں۔ پس مہربانی یہی ہے۔ کہ دوستوں کو زیادہ سے زیادہ مصائب و شدائد پہنچائیں۔ تاکہ ان کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے۔ اور ان کے گناہوں کے اندھیرے دور ہو جائیں۔ اور یہ بھی یاد رکھیں۔ کہ دوستوں کے گناہ اور غلطیاں دشمنوں کے گناہوں اور غلطیوں کی طرح نہ سمجھیں حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ۔ (نیک لوگوں کی نیکیاں مقربین کے گناہوں جیسی ہوتی ہیں۔) آپ نے بھی سنا ہوگا۔

اور اگر کوئی گناہ یا نافرمانی ان سے سرزد بھی ہو جائے۔ تو وہ دوسروں کے گناہ اور نافرمانی کی طرح نہیں ہوتا۔ ممکن ہے۔ کہ وہ سہو و نسیان کی قسم سے ہو۔ اور اس میں ارادہ و قصد نہ ہو۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا۔[1] (ہم نے اس سے پہلے آدم سے عہد لیا تھا۔ پس وہ بھول گئے۔ اور ہم نے اس کا نافرمانی کرنے کا ارادہ نہ پایا۔)

پس مصائب و شدائد کی کثرت گناہوں کے کفارہ کی کثرت پر دلالت کرتی ہے۔ نہ کہ گناہوں کی کثرت پر دوستوں پر اسلئے زیادہ مصیبت ڈالتے ہیں کہ انکے گناہوں کا کفارہ ہو جائے۔ اور انکو پاک و صاف کر کے لے جائیں۔ اور انکو آخرت کے مصائب سے محفوظ رکھیں۔ منقول ہے۔ کہ رسول کریمؐ کے سکرات موت میں اور رسول کریمؐ کی اس بے آرامی و بیقراری میں حضرت فاطمہؓ اس کمال شفقت و مہربانی کی وجہ سے جو ان کو رسول کریمؐ سے تھی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق فرمایا تھا۔ بُضْعَۃٌ مِنِّیْ (فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔)[2] بڑی پریشان تھیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس وقت بے چینی اور بے قراری میں مشاہدہ فرمایا۔ تو حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کی تسلی کے لئے فرمایا۔ "تمہارے باپ پر صرف یہی محنت ہے۔ اور اس کے بعد کوئی ناپسندیدہ بات نہ ہوگی"۔

کتنی بڑی دولت ہے۔ کہ بڑے سخت اور دائمی عذاب کو چند روزہ محنت کے عوض اٹھا لیا جائے۔ اور یہ معاملہ صرف دوستوں سے کریں گے۔ دوسروں سے معاملہ نہ ہوگا۔ اور ان کے گناہوں کا کفارہ اس جگہ پوری طرح نہیں فرماتے بلکہ ان کو آخرت میں بدلہ دیں گے۔ تو لازمی طور پر دوست دنیا کے مصائب کے حق دار ہوں گے۔ اور دوسرے اس دولت کے لائق نہ ہوں گے۔ کیونکہ ان کے گناہ بڑے ہیں۔ اور وہ التجا و تضرع و زاری و عاجزی و استغفار سے بہت کم حصہ رکھتے ہیں۔ اور گناہ کرنے پر دلیر ہیں۔ اور پورے ارادہ و قصد سے گناہ کرتے ہیں۔ اور سرکشی سے بھی خالی

---

[1] سورہ طہٰ پارہ ۱۶-۱۲

[2] یہ الفاظ بخاری شریف و مسلم کا ایک ٹکڑا ہیں۔

Marfat.com

نہیں ہیں۔ اور قریب ہے۔ کہ آیات خداوندی جل شانہ سے ٹھٹھا اور مذاق کریں۔ اور انکار کر دیں۔ اور بدلہ تو گناہ کے مطابق ہے۔ اگر جرم ہلکا ہوگا۔ اور مجرم آدمی خدا سے پناہ مانگے گا۔ اور عاجزی کرے گا۔ تو اس گناہ کو کفارہ کے قابل بنا دیں گے۔ اور دنیوی مصیبت میں مبتلا کریں گے۔ اور اگر گناہ سختی و شدت میں زیادہ اور مجرم سرکش اور متکبر بھی ہو تو اس گناہ کو آخرت کی سزا کے لائق بنا دیتے ہیں۔ جو کہ بہت زیادہ سخت اور ہمیشہ کی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے ان پر ظلم نہ کیا۔ لیکن وہ خود ہی اپنے جانوں پر ظلم کیا کرتے تھے۔

آپ نے لکھا ہے۔ کہ آدمی ٹھٹھا اور مذاق کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ حضرت حق سبحانہ و تعالےٰ اپنے دوستوں کو محنت اور مصائب میں کیوں مبتلا کرتا ہے۔ اور کیوں ان کو ناز و نعمت میں نہیں رکھتا۔ اور ایسی گفتگو سے ان کی مراد اس جماعت کی نفی ہوتی ہے۔ کافر بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں ایسی ہی باتیں کیا کرتے تھے۔

| | |
|---|---|
| وَقَالُوا مَالِهٰذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ لَوْلَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُونَ مَعَهُ نَذِيرًا أَوْ يُلْقٰى إِلَيْهِ كَنْزٌ أَوْ تَكُونُ لَهُ جَنَّةٌ يَأْكُلُ مِنْهَا (فرقان پ ۱۸) | اور انھوں نے کہا یہ کیا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے۔ اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ اس کی طرف کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا۔ جو اس کے ساتھ ڈرانے والا ہوتا۔ یا اسے کوئی خزانہ ہی دیا جاتا۔ یا اس کا کوئی باغ ہوتا۔ کہ اس سے کھاتا۔ |

اور ان باتوں کا دار و مدار آخرت اور ثواب و عذاب دائمی کے انکار پر ہے۔ اور دوسرا دار و مدار لذات فانیہ عاجلہ کے اعتداد و اعتبار پر ہے۔ جو آدمی آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔ اور آخرت کے ثواب و عذاب کو دائمی جانتا ہے۔ اس کی نگاہ میں یہ چند روزہ محنت و مصیبت کچھ بھی نہیں ہے۔ بلکہ اس وقتی مصیبت کو جو ہمیشہ کے آرام کا سبب ہے عین راحت تصور کرتا ہے۔ لوگوں کی باتوں پر نہ جاؤ۔ محنت و مصیبت کا ورود محبت کا معتبر گواہ ہے۔ باطن کے اندھے اگر اس کو محبت کے منافی تصور کرتے ہیں۔ تو کیا کیا جائے۔ جاہلوں اور ان کی باتوں سے منہ پھیرنے کے علاوہ اور کوئی علاج نہیں ہے۔ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيلًا۔ (آپ اچھا صبر کریں۔)

اور اصل سوال سے دوسرا جواب یہ ہے کہ مصیبت مجذوب کا تازیانہ ہے۔ جو کہ محب کو ماسوائے محبوب کے اور طرف توجہ کرنے سے منع کرتا ہے۔ اور اس کو پوری طرح جناب قدس محبوب کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ پس درد و بلا کے لائق دوست ہیں۔ اور یہ مصیبت ان کے ماسوائے محبوب کی طرف توجہ کرنے کے گناہ کا کفارہ ہے۔ اور دوسرے اس دولت کے لائق نہیں ہیں۔ اور ان کو کیوں زبردستی محبوب کی طرف لائیں۔ وہ جس کو چاہتے ہیں۔ زور اور مار سے محبوب کی طرف لے آتے ہیں۔ اور اس کو محبوبیت کے مقام پر لے جاتے ہیں۔ اور جس کو نہیں چاہتے۔ اس کو آزاد چھوڑ دیتے ہیں۔ اور اگر وہ ابدی سعادت رکھتا ہے۔ تو انابت (رجوع الی اللہ) کی راہ پر ہاتھ پاؤں مارتا ہے۔ اور خدا تعالےٰ کے فضل و عنایت سے اپنے مقصد پر پہنچ جاتا ہے۔ ورنہ وہ جانے اور اس کا کام۔ یا الٰہی مجھے

Marfat.com

ایک آنکھ جھپکنے کے برابر بھی میرے نفس کے سپرد نہ کر۔

پس معلوم ہوا۔ کہ مرادوں کے لئے مریدوں کی نسبت زیادہ مصائب نازل ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کہ مرادوں اور محبوبوں کے سردار ہیں فرمایا ہے۔

ابتلی ایذا ءِ مجھے دی گئی ہے۔ اتنی اور کسی نبی کو نہیں دی گئی۔) پس بلا نے دلالہ کا معنی ادا کیا۔ جو اپنی دلالت کی وجہ سے دوست کو دوست تک پہنچاتی ہے۔ اور دوست کے علاوہ اور طرف توجہ کرنے سے پاک کرتی ہے۔ عجیب معاملہ ہے کہ اگر دوستوں کے پاس کروڑ بھی ہوں تو وہ دے کر بلا ومصیبت کو خرید یں۔ اور دوسرے کروڑ دے کر اس بلا کو دور کرتے ہیں۔

سوال:۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ دوست سے بھی مصیبت اور سختی آنے کے وقت بے چینی اور ناپسندیدگی معلوم ہوتی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب:۔ وہ ناپسندیدگی اور بے چینی ظاہری ہے۔ اور بتقاضائے بشریت ہے کہ اس کے باقی رکھنے میں حکمتیں اور مصلحتیں ہیں۔ کیونکہ نفس کے ساتھ دشمنی اور جہاد اس کے سوا متصور نہیں ہے۔ آپ نے سنا ہوگا۔ کہ وہ بے قراری اور بے آرامی جو دین و دنیا کے سردار سے سکرات موت کے وقت ظاہر ہوئی علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام اور وہ نفس کے ساتھ بقیہ جہاد تھا تاکہ ختم الرسل علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کا خاتمہ خدا کے دشمنوں سے جہاد کرتے ہو۔ اور شدت مجاہدہ دلالت کرتی ہے۔ تاکہ صفات بشریت کا مواد پوری طرح ختم ہو جائے۔ اور نفس کو کمال اطاعت میں لا کر ایمان کی حقیقت تک پہنچا دے۔ اور پاک وصاف کر دے۔

پس بلا بازار محبت کی دلالہ ہے۔ اور جو محبت نہ رکھتا ہو۔ اس کو دلالہ سے کیا کام اور دلالی اس کے کس کام اور پھر اس کے نزدیک اس کی کیا قدر وقیمت ہو سکتی ہے؟

اور مصیبتوں کے آنے کی دوسری وجہ یہ ہے۔ کہ سچے محب اور جھوٹے مدعی کے درمیان تمیز ہو جائے۔ کیونکہ اگر وہ سچا ہے۔ تو مصیبت کے وارد ہونے سے اس کو لذت اور خوشی حاصل ہو گی۔ اور اگر جھوٹا مدعی ہے تو بلا سے اس کا حصہ سوائے ناپسندیدگی اور درد والم کے اور کچھ نہیں ہے۔ اور یہ تمیز صرف اسے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ جس میں سچائی کی آمیزش ہو۔ تاکہ وہ ناخوشی اور درد کی حقیقت کو ناپسندیدگی اور درد کی صورت سے علیحدہ کر سکے۔ اور صفات بشری کو صورت صفات بشری سے تمیز کر سکے۔ دل کو دل ہی جانتا ہے۔ اسی بیان کی طرف اشارہ ہے۔ اور اللہ سبحانہ وتعالےٰ ہی بھلائی کی راہ کی طرف راہنمائی کرنے والے ہیں۔

اور آپ نے یہ بھی پوچھا تھا۔ کہ عدم کو لا شئے محض کہتے ہیں۔ تو اس کا کوئی وجود ہی نہیں ہوتا۔ اور جب اس وجود نہ ہوگا۔ تو اس وجود سے جو اس نے ذہن میں پیدا کیا ہے۔ اس پر آثار و ترتیبات کیسے ہو سکتے ہیں۔ اور اگر ہوں گے

Marfat.com

بھی تو وہ ذہنی ہوں گے تو وہ خیال کے دائرہ سے کیسے باہر آسکیں گے۔؟

آپ کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ عدم اگرچہ لاشے ہے۔ لیکن یہ تمام کارخانہ اشیاء اسی پر قائم ہے۔ اور تفصیل اور کثرت اشیاء کا منشاء اس کا آئینہ ہونا ہے۔ اور اسمائے آلہی کی صور علمیہ نے جو کہ عدم کے آئینہ میں منعکس ہوئی ہیں۔ اس کو متمیز کیا ہے۔ اور ثبوت علمی بخشا ہے۔ تو لامحالہ یہ چیز اس کو محض لاشیئیت سے باہر لے آئی ہے۔ اور اس کو آثار و احکام کا منشا قرار دیا ہے۔ اور یہ آثار و احکام علم کے خزانہ سے باہر بھی حاصل ہیں۔ اور مرتبہ حس و وہم میں بھی ثابت ہیں۔ اور جب خداوند تعالےٰ کی کمال صنعت نے اس میں ثبات و استقرار پیدا کیا ہے۔ اور وہ حس اور وہم کے زائل ہونے سے بھی زائل نہیں ہوتے۔ تو کہا جاسکتا ہے۔ کہ یہ آثار و احکام خارجی ہیں۔ آپ عدم ترقیات سے کیا تعجب کرتے ہیں۔ کہ کائنات کا یہ تمام دید بود شوکت عدم ہی پر مبنی ہے۔

خداوند تعالےٰ کی کمال قدرت کا مشاہدہ کرو۔ کہ عدم ہی سے یہ اتنا وسیع کارخانہ تیار کیا ہے۔ اور وجود کے کمالات کو اس کے نقائص سے ظاہر فرمایا ہے۔ عدم کی ترقی کی راہ کمال ظہور میں ہے۔ کہ اسماء و صفات جل سلطانہ کے صور علمیہ اس کے حجرہ میں متمکن ہیں اور اس کے ساتھ ہم بستر ہیں۔ اور اس کے پہلو میں ہیں۔ اور صور سے حقیقت تک اور ظلال سے اصل تک کھلی سڑک واقع ہے۔ کوئی باطن کا اندھا ہی ہوگا جو اس کا احساس نہ کرے۔

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۔ یقیناً یہ ایک نصیحت ہے۔ جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف راہ بنالے۔ [۱]

ذہن اور خیال کا لفظ آپکو شبہ میں نہ ڈالے۔ اور آثار و ترقیات کو تمہاری نگاہ میں دشوار نہ دکھائے۔ کہ جو معاملہ بھی ہے وہ علم و خیال سے باہر نہیں ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ خیال سے خیال تک بڑا فرق ہے۔ خلق خیال کے اور مرتبہ ہی ہے۔ اور وہم و خیال کی اختراع اور چیز ہے۔ کیونکہ پہلا تو نفس الامری ہے۔ اور کہا جاسکتا ہے۔ کہ موجود خارجی بھی ہے۔ اور دوسرا اس دولت سے بہت کم حصہ رکھتا ہے۔ اور اس ثبات و استقرار سے بہت کم نفع اٹھانے والا

عدم کے بعض ہنروں کو جو علیحدہ مکتوب میں لکھے ہیں۔ اور ان کی نقل میر محب اللہ سے گئے ہیں۔ اگر شوق رکھتے ہوں۔ تو ان کا مطالعہ کریں۔

اور آپ نے فنا اور بقا کے متعلق بھی پوچھا تھا۔ اس کلمہ کے معنی کو اس فقیر نے اپنی کتابوں اور رسالوں میں بہت جگہ لکھا ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی پوشیدگی ہو تو اس کا علاج حاضر ہونا اور رو برو باتیں کرنا ہے۔ پوری حقیقت

---

[۱] سورہ مزمل شریف پارہ ۲۹-۱۲

Marfat.com

سمجھنے میں نہیں آسکتی۔ اور اگر آتی بھی ہے تو اس کا اظہار خلاف مصلحت نظر آتا ہے۔ کوئی کتنا سمجھے اور کتنا پائے۔ فنا و بقا شہودی ہے۔ وجودی نہیں ہے۔ کہ بندہ نہ تو لاشئے ہوتا ہے۔ اور نہ خدا تعالےٰ سے متحد ہوتا ہے۔ بندہ ہمیشہ بندہ ہی رہتا ہے۔ اور رب ہمیشہ رب ہی ہے۔

وہ بے دین لوگ ہیں۔ جو فنا و بقا کو وجودی تصور کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ بندہ وجودی لوازمات کو زائل کر کے اپنے اصل سے جو کہ تعینات و قیود سے پاک ہے۔ متحد ہو جاتا ہے۔ اور اپنے آپ سے ناچیز ہو کر اپنے رب کے ساتھ بقا پیدا کر لیتا ہے۔ جیسا کہ قطرہ جو اپنے آپ سے فانی ہو کر دریا میں ملحق ہو جاتا ہے۔ اور اپنی قید کو زائل کرتا ہے۔ اور مطلق کے ساتھ متحد ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں ان کے بُرے عقائد سے محفوظ رکھیں۔

فنا کی حقیقت ماسوا کو بھول جانے سے عبارت ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے سوا اوروں کی گرفتاری سے آزاد ہونا اور سینہ کے میدان کو اپنی ان تمام مرادات و خواہشات سے پاک کرنا ہے۔ جو کہ بندگی کے مقام کے لائق ہیں۔ اور بقا کے مقام کے مناسب یہ ہے۔ کہ بندہ اپنے مولا کی مرادات پر قائم ہو جائے۔ اور ایمانِ انفسی کے مشاہدہ کے بعد اللہ تعالےٰ کی مرادات کو عین اپنی مرادات پاتا ہے۔

اور آپ نے پوچھا تھا۔ کہ وہ سیر جس کو انفس سے باہر لکھتے ہیں۔ وہ کونسی ہے۔ کیونکہ وہ گانہ مراتب کی سیر یعنی عالم خلق اور عالم امر اور سیر ہیئت وحدانی یہ سب تو انفس میں داخل نظر آتے ہیں پھر انفس سے ماورا اور کون سی سیر ہے۔؟

جان لینا چاہیئے کہ آفاق کی طرح انفس بھی اسمائے الٰہی جل سلطانہٗ کا ظل ہے۔ اور جب بفضل خداوندی جل سلطانہٗ اپنے آپ کو فراموش کر کے اپنے اصل کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اور اپنے اصل سے محبت پیدا کرتا ہے۔ تو لازماً بحکم اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (آدمی اسی کے ساتھ ہو گا جس سے وہ محبت رکھتا ہے) اپنے آپ کو وہی اپنا اصل پاتا ہے۔ اور اپنی انا (میں) کو اسی اپنے اصل پر ڈال دیتا ہے۔ اور اسی طرح چونکہ اس اصل کا اصل ہے۔ تو اس اصل سے اس اصل تک چلا جائے گا۔ بلکہ اپنے آپ کو اس اصل کا عین پائے گا۔ اور اسی طرح آگے سلسلہ چلتا جائے گا۔ یہاں تک کہ خداوندی تحریر اپنی مدت کو پہنچے۔

یہ سیر سیر انفس و سیر آفاق کے علاوہ ہے۔ لیکن یہ جاننا چاہیئے۔ کہ ایک جماعت نے سیر انفسی کو سیر فی اللہ کہا ہے۔ اور وہ سیر جو بیان کی گئی ہے۔ وہ اس سیر کے علاوہ ہے۔ جو انہوں نے کہی ہے۔ کیونکہ یہ سیر حصولی ہے۔ اور وہ سیر وصولی۔ اور حصول اور وصول کے فرق میں میں نے اپنے متعدد مکتوبات میں تفصیل سے لکھا ہے۔ اس جگہ سے معلوم کرنا چاہیئے۔

اور آپ نے ذات و صفات و افعال واجبی جل سلطانہٗ کی اقربیت کے متعلق پوچھا تھا۔ اس کا بیان بھی حاضر ہونے

Marfat.com

سے تعلق رکھتا ہے۔ لکھنا مصلحت کے خلاف ہے۔ اور اگر لکھوں بھی تو معلوم نہیں کہ آپ کی سمجھ میں آسکے یا نہ اور اگر بالمشافہ گفتگو سے بھی آپ کی سمجھ میں آجائے۔ تو غنیمت ہے۔

اور پھر آپ نے مرتبہ نبوت کے کمالات کے متعلق دریافت کیا ہے۔ کہ فنا و بقا و تجلی و مبدائیت تعین اپنے تمام مراتب میں ولایت ثلاثہ کے کمالات ہیں اور نبوت کے کمالات کے مراتب کی سیر کس طرح ہے؟

معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ مراتب عروج میں جب تک ایک دوسرے سے امتیاز حاصل ہے۔ اور ایک اصل سے دوسرے اصل تک پہنچنا ہے۔ تو وہ تمام کمالات دائرہ ولایت میں داخل ہیں۔ اور جب یہ تمیز ختم ہو جائے۔ تو یہ تفصیل کم ہو جاتی ہے۔ اور معاملہ خالص اجمال اور بساطت پر جا پڑتا ہے۔ تو اس وقت مرتبہ نبوت کے کمالات شروع ہو جاتے ہیں۔ اور اس مرتبہ میں بھی اگرچہ وسعت ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ۔ (اللہ تعالیٰ فراخی والے جاننے والے ہیں۔) لیکن وہ وسعت دوسری قسم کی وسعت ہے۔ اور اگر تمیز ہے۔ تو وہ بھی دوسری قسم کی۔ اس سے زیادہ کیا لکھوں۔ اور کیا سمجھ میں آئے۔ "اے ہمارے رب ہمیں اپنی جناب سے رحمت عنایت فرما۔ اے ہمارے رب ہمارے اس معاملہ میں بھلائی پیدا کر۔"

آپ نے جو نماز کے بعض اسرار کے متعلق پوچھا تھا۔ اس کا جواب کسی دوسرے وقت پر ملتوی کیا گیا ہے کہ اس وقت وقت بہت تنگ ہے۔ اور زمانہ اور زمانہ والوں سے وقت کی چوری کر کے کچھ لکھا ہے۔ فقیر پر رحم کرو۔ اور استغفار پر دلیر نہ ہو۔ "اے ہمارے رب ہمارے گناہ اور اپنے کام میں ہماری زیادتیاں معاف کردے۔ اور ہمارے قدم مضبوط رکھ اور ہمیں کافروں کی قوم پر مدد دے"۔ تمام تعریفیں اور احسان اللہ رب العالمین کے لئے ہیں۔ پہلے بھی اور بعد بھی اور درود اور رحمت ہو ہمیشہ کے لئے اللہ تعالیٰ کے رسول اور ان کی آل کرام اور ان کے صحابہ عظام پر قیامت کے دن تک۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام

اللہ تعالیٰ کی مدد اور اچھی توفیق سے دوسرا دفتر دو حصوں میں ختم ہوا۔ اور اب ان شاء اللہ تیسرا دفتر شروع ہوتا ہے۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی سید الخلق اجمعین وسلم وبارک وعلی آلہ واصحابہ وعلینا معہم اجمعین برحمتہ وہو ارحم الراحمین

دعا ہے اللہ تعالیٰ اصل کتاب کی طرح اس ترجمے کو بھی قبولیت عام کا درجہ عطا کرے۔ اور مترجم و ناشر اور استفادہ کرنے والوں کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔ بحرمت سید المرسلین علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین آمین ثم آمین برحمتک یا ارحم الراحمین وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ ونور عرشہ وخیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ وسلم وبارک

خاکسار محمد سعید احمد نقشبندی خطیب مسجد
دربار شریف حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ
لاہور ۹ ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ

Marfat.com

صُحُفٌ مُطَهَّرَةٌ فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ

بللہ الحمد بر آں چیز کہ خاطر می خواست

آخر آمد زپس پردۂ تقدیر پدید

یعنی

اُردو ترجمہ

# مکتوباتِ امامِ ربّانی رح

## حضرت مجدّد الف ثانی الشیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ

دفتر سوم ــــــــ حِصّہ اوّل

تصحیح و حواشی و ترجمہ

## مولانا محمد سعید احمد صاحب نقشبندی

خطیب و امام مسجد حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

ناشر:

حفیظ بک ڈپو اُردو بازار دہلی ۶

Marfat.com

(جملہ حقوق ترجمہ بحقِ ناشر محفوظ ہیں)

طبع اول ——— آفسٹ ایڈیشن ——— ۱۹۶۲ء

طابع و ناشر ———

مطبع ——— جوہر آفسٹ پریس دہلی

تعداد ——— دو ہزار (۲۰۰۰)

قیمت ——— حصہ ہفتم، ہشتم، نہم مجلد
معہ پلاسٹک کور

Marfat.com

# اردو ترجمہ فہرست مضامین مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی حصہ ششم دفتر سوم


| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| خطبہ جلد ثالث اور مکتوبات شریف بلکہ آپ کے تمام کلمات طیبات کی مقبولیت کے متعلق مجدد صاحب کو الہام خداوندی | ۱۴ |
| مکتوب نمبر۱۔ اللہ کے افعال وصفات وذات کی قربت کے بیان میں۔ | ۱۵ |
| مکتوب نمبر۲۔ وعظ ونصیحت اور خلق سے علیحدگی اور خداوند تعالی کے قرب حاصل کرنے کے بیان میں اپنی مراد چاہنا خدا تعالی کی مراد کو رد کرنے کو مستلزم ہے اور اپنے مالک سے مقابلہ کرنا ہے۔ | ۲۰ |
| مکتوب نمبر۳۔ کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کے معنی اور اللہ تعالی کے سوا کوئی بھی معبودیت کا حق نہیں رکھتا۔ اور اس کے متعلق سوال وجواب کا بیان۔ اللہ تعالی کے سوا کوئی بھی معبودیت کا حق نہیں رکھتا اس پر دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالی الخ جو انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے مذہب کے پیرو نہیں ہیں اگرچہ وہ وجوب وجود کے شریک کی نفی کرتے ہیں۔ لیکن استحقاق عبادت کے معاملہ سے غافل ہیں اور استحقاق عبادت کے شریک کی نفی سے فارغ ہیں۔ | ۲۲ |
| انبیاء کی زبان پر شرک وہ ہے جو اللہ تعالی کے سوا کسی اور کی عبادت میں گرفتار ہے اگرچہ الخ۔ اس آیت کریمہ کے معنی کا بیان کہ اِنَّ اللہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ. جاننا چاہیئے اللہ تعالی کے سوا عدم استحقاق بدیہی ہے اور کم از کم حدس عہ الخ | ۲۴ |
| مکتوب نمبر۴۔ اس آیت کے معنی لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا | |
| الْمُطَهَّرُوْنَ اور اس کا بیان کہ مبتدی کے حال کے مناسب ذکر ہے اور مذکور کے سوا کی نفی ہے اور یہ کہ قرآن مجید کی تلاوت اور ذکر کس وقت مقربین کے اعمال سے ہوتے ہیں اور کس وقت ابرار کے اعمال سے اور تفکر کی فضیلت اور اس کے معنی کا بیان۔ | ۲۰ |
| مکتوب پنجم: مجدد صاحب کے بعض احوال واسرار خاصہ کا بیان جو کہ بعض مصائب کی وجہ سے ظاہر ہوئے | ۲۱ |
| مکتوب ششم:۔ اس بیان میں کہ محبوب کی تکلیف اس کے انعام اور اس کا جلال اس کے جمال سے زیادہ محبوب ہے | ۲۹ |
| مکتوب نمبر۷: خلقت کی ایذا برداشت کرنے کے بیان میں | ۳۰ |
| مکتوب نمبر۸:۔ اس بیان میں کہ غیب اصل ہے اور شہود ظل ہے۔ | ۳۱ |
| مکتوب نمبر۹: اس آیت کریمہ کا بیان مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ الخ اور پرہیزگاری کی فضیلت اور نفس سے دشمنی اور خواجہ نقشبند کے اس قول کا بیان کرتیں نے اللہ تعالی کی طرف سب سے قریب رستہ پایا ہے۔ | ۳۱ |
| مکتوب نمبر۱۰: اس آیت کی تفسیر کے بیان میں وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ۔ | ۳۳ |
| مکتوب نمبر۱۱: جامعیت انسان کے بیان میں جو کہ عالم امر اور عالم خلق کے اجزائے عشرہ سے مرکب ہے۔ اور انسان کے دل کی عرش مجید پر ترجیح | ۳۴ |


Marfat.com

| مضامین | صفحہ |
| --- | --- |
| مکتوب نمبر ۱۲: تضرع و نیاز و ذکر تلاوت قرآن مجید اور لمبی قرأۃ والی نماز کے فوائد کا بیان اور یہ کہ حصول کا دار و مدار ذکر پر ہے اور دوسری چیزیں نتائج اور ثمرات کی طرح ہیں۔ | ۳۵ |
| نفی و اثبات کا ذکر وضو کی طرح ہے اور جب تک نفی انجام کو نہ پہنچے تو فرائض و واجبات و سنن کے علاوہ اور نفلی عبادتیں وہاں میں داخل ہے | ۳۵ |
| مکتوب نمبر ۱۳: صاحب شریعت کی پیروی اور پیر طریقت کی متابعت پر قائم رہنے کی ترغیب کے بیان میں اگر ان دو چیزوں پر قائم رہیں تو کوئی غم نہیں ہے صاحب شریعت کی اتباع اور شیخ طریقت سے محبت و اعتقاد۔ | ۳۶ |
| مکتوب نمبر ۱۴: واجب الوجود کے وجود کی حقیقت کے بیان میں۔ | ۳۷ |
| مکتوب نمبر ۱۵: اس بیان میں کہ محبوب کے درد کی لذت محب کی نظر میں اس کے انعام سے زیادہ اچھی ہے اور یہ کہ اس جماعت کی برائی نہ کرنا چاہیے جو اس کو آزار دینا چاہتی ہے اور شیخ محی الدین ابن عربی کی اس عبارت کا معنی کہ عارف کے لئے ہمت نہیں ہے۔ | ۳۸ |
| مکتوب نمبر ۱۶: سالک کو اپنے احوال کی اطلاع نہ ہونے کا راز اور مریدوں کے احوال کے آئینہ میں اپنے احوال کا مشاہدہ کرنا اور یہ کہ مقصود حصول احوال ہے اور ان احوال کا علم ایک دوسری دولت ہے اور مطلوب کی دوام آگاہی اور مطلوب کی نگرانی کا بیان۔ | ۴۰ |
| مکتوب نمبر ۱۷: عقائد دینی اور عبادات شرعیہ پر ترغیب اور اس کا بیان۔ اللہ تعالیٰ منعم علی الاطلاق ہے۔ | ۴۱ |

| مضامین | صفحہ |
| --- | --- |
| شریعت کے دو حصے ہیں۔ اعتقادی اور عملی۔ جس کا عقیدہ خراب ہو وہ اہل نجات سے نہیں ہے اور جس کے اعمال میں کوتاہی ہو وہ نجات کا احتمال رکھتا ہے۔ | ۴۲ |
| پہلا عقیدہ: اللہ تعالیٰ بذات خود موجود ہے۔ اور اس کی ہستی بذات خود قائم ہے۔ | ۴۴ |
| دوسرا عقیدہ: اللہ تعالیٰ کی صفات کاملہ ہیں۔ مثلاً حیوۃ۔ علم۔ قدرت وغیرہ۔ | ۴۴ |
| تیسرا عقیدہ: اللہ تعالیٰ کلیات اور جزئیات کو جاننے والا ہے اور وہ اسرار و خفیات سے واقف ہے | ۴۵ |
| چوتھا عقیدہ: اللہ تعالیٰ ازل سے لے کر ابد تک ایک ہی کلام سے متکلم ہے اگر امر ہے تو اسی کلام سے ہے اور اگر نہی ہے تو بھی اسی کلام سے ہے۔ | ۴۵ |
| پانچواں عقیدہ: مومن بہشت میں اللہ تعالیٰ کو بے چون و بے چگون دیکھیں گے کیونکہ وہ رویت جو الخ | ۴۶ |
| چھٹا عقیدہ: اللہ تعالیٰ آسمانوں، زمینوں، پہاڑوں اور سمندروں کا خالق ہے۔ | ۴۷ |
| ساتواں عقیدہ: جس طرح بندے اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اسی طرح ان کے افعال بھی اس کی مخلوق ہیں | ۴۸ |
| آٹھواں عقیدہ: انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سب جہانوں کی رحمت ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے خلق کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔ | ۴۹ |
| حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہونے کے بعد خاتم الرسل کی شریعت کی پیروی کریں گے۔ اور امام ابو حنیفہ کے مذہب کے مطابق عمل کریں گے۔ | ۴۹ |


Marfat.com

| مضامین | صفحہ |
| --- | --- |
| نواں عقیدہ:۔ ملائکہ اللہ تعالیٰ کے مکرم بندے ہیں اور تبلیغ کی دولت سے مشرف ہیں۔ الخ۔ | ۴۹ |
| دسواں جامع عقیدہ: جو کچھ بھی مخبر صادق نے خبر دی ہے وہ سب سچ ہے۔ | ۵۰ |
| آخرت پر ایمان لانا۔ ایمان کی طرح ضروریاتِ اسلام سے ہے۔ الخ | |
| گیارھواں جامع عقیدہ:۔ قبر میں منکر نکیر کے سوال حق ہیں اور قیامت کا دن اور اس کے متعلقات سب برحق ہیں۔ | ۵۰ |
| بارھواں عقیدہ:۔ ایمان ان امور کے متعلق تصدیق قلبی کا بیان ہے۔ الخ۔ | ۵۰ |
| تیرھواں عقیدہ:۔ مومن کبیرہ گناہ کے ارتکاب سے نہ ایمان سے خارج ہوتا ہے نہ کافر ہو جاتا ہے اور کبیرہ گناہ کو حلال سمجھنا کفر ہے اور اس کا ارتکاب کرنا فسق ہے۔ | ۵۱ |
| چودھواں عقیدہ:۔ خلفائے اربعہ کی افضلیت ان کی خلافت کی ترتیب کے مطابق ہے۔ | ۵۱ |
| حضرت ابوبکر کے فضائل اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی جنگوں اور جھگڑوں کے متعلق اعتقاد اور صحابہ کرام کے فضائل کا بیان۔ | ۵۲ |
| اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اور نماز کے فضائل اور رکوع و سجود و قومہ و جلسہ میں طمانیت لازمی ہے۔ اور اس کا اول وقت میں ادا کرنا اور کتب فقہ کا مطالعہ اور ان کے مقابلہ میں کتاب گلستان کو فضول سمجھنا۔ | ۵۳ |
| نماز تہجد کا حکم دینا کہ اس راہ کی ضروریات سے ہے۔ اور کلمہ استغفار کو لازم پکڑنا۔ خصوصاً نماز عصر کے بعد اور نماز چاشت کا حکم دینا اور آیۃ الکرسی پڑھنا اور دوسری دعائیں صبح اور شام نماز کے بعد۔ | ۵۴ |
| زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم اور یقین قلب کی علامت کا بیان اور رمضان شریف کے روزے رکھنے اور شرائط پوری ہونے کے بعد بیت اللہ شریف کا حج کرنے کا بیان۔ | ۵۵ |
| شریعت کے حلال و حرام میں اچھی طرح غور کرنا چاہیئے اور حدود شرعی کی حفاظت کرنا چاہیئے | ۵۶ |
| خواب خرگوش کب تک اور غفلت کی روئی کانوں میں کب تک۔ | ۵۶ |
| عقیدہ صحیح کرنے اور اعمال صالحہ بجا لانے کے بعد اپنے اوقات کو ذکر الٰہی جل شانہٗ میں آباد رکھنا چاہیئے | ۵۶ |
| ظاہر کو خلقت کے ساتھ اور باطن کو حق کے ساتھ رکھیں۔ | ۵۷ |
| ذکر قلبی کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کے سوا کی گرفتاری سے آزادی ہے۔ اور جب تک یہ آزادی حاصل نہیں ہو جاتی ایمان نصیب نہیں ہوتا۔ | ۵۸ |
| کھانا کھانے اور لباس پہننے بلکہ تمام حرکات و سکنات میں یہاں تک کہ سونے میں بھی نیت درست کرنے کا بیان اور اس کے نتیجہ کا بیان۔ | ۵۸ |
| مکتوب نمبر ۱۸:۔ ماسوا سے بے تعلقی کا بیان اور طالبان حق کی صحبت کی ترغیب۔ | ۵۹ |
| ایک دن فقیر تلاوت کر رہا تھا تو یہ آیت آئی قُلْ اِنْ کَانَ آبَاؤُکُمْ الآیۃ تو رونا بہت غالب آیا | |


Marfat.com

| مضامین | صفحہ |
| --- | --- |
| اور اپنے حال کا مطالعہ کیا تو نظر آیا کہ ان میں سے کسی میں بھی گرفتار نہیں ہوں۔ | ۵۹ |
| مکتوب نمبر ۱۹ :۔ قضائے الٰہی پر صبر و رضا اور یہ کہ تکلیف مالا یطاق سے فرار پیغمبروں کی سنت ہے۔ | ۶۰ |
| مکتوب نمبر ۲۰ :۔ بلند ہمتی کا بیان اور تمام نعمتوں کو اپنے پیر کی طرف سے سمجھنا چاہیئے۔ | ۶۱ |
| مکتوب نمبر ۲۱ :۔ سوالوں کے جواب میں کہ ضمائر کا مشار الیہ اللہ تعالیٰ ہیں اور زاہدوں کی فضیلت اور اللہ تعالیٰ کا اپنے متعلق علم۔ | ۶۲ |
| مکتوب نمبر ۲۲ :۔ اس بیان میں کہ مشرکوں کی نجاست سے مراد ان کی بداعتقادی اور باطن کی خباثت ہے نہ کہ ان کا نجس العین ہونا۔ | ۶۳ |
| خلقت کو تنگ کرنا اور ان کو ناراض کرنا حرام ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے خوش نہیں ہے مجتہد پر اعتراض کی کیا گنجائش ہے کہ اس کی خطا بھی ایک درجہ ثواب رکھتی ہے | ۶۴ |
| مکتوب نمبر ۲۳ :۔ اس بیان میں کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں کی معرفت اپنی ذات و صفات اور بندوں کے پسندیدہ اور ناپسندیدہ اعمال کی خبر دی ہے کہ بندوں کی عقل کو اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔ | ۶۶ |
| جو کوئی وحی کے سوا معرفت صانع کے اثبات میں کوئی اور راہ تجویز نہ کرے وہ اصل میں منکر نبوت ہے اور ہدایت سے مصادم ہے۔ | ۶۷ |
| اگر عقل اس معاملہ میں کفایت کرتی تو یونان کے فلاسفہ گمراہی میں نہ پڑے رہتے۔ | ۶۰ |

| مضامین | صفحہ |
| --- | --- |
| عقل فعال کے قائل ہونے کی مذمت اور کئی وجوہ سے اس کا رد اور اس کا بیان کہ دار الحرب کے کافر اپنی بت پرستی کے باوجود فلاسفہ سے اچھی حالت میں ہیں اور اس جماعت پر تعجب جو ان بیوقوفوں کو حکماء کہتے ہیں اور ان حکماء کا اطلاق سراسر جہالت مرکبہ ہے۔ | ۶۹ |
| فلاسفہ کی مذمت خصوصاً افلاطون جو ان کا سردار ہے اور اس کا بیان کہ فلاسفہ کی ناقص عقلیں نبوت کے طریقہ کے برخلاف ہیں۔ | ۷۰ |
| حجۃ الاسلام غزالی فرماتے ہیں کہ فلاسفہ نے علم طب اور علم نجوم کو پہلے نبیوں کی کتابوں سے چوری کیا ہے اور علم تہذیب اخلاق کو صوفیہ آلہیہ کی کتابوں سے لیا ہے جو کہ ہر زمانہ میں رہے ہیں | ۷۲ |
| اور اس کا بیان کہ علم ہندسہ بیہودہ علم ہے اور علم منطق جس کو یہ عاصم (بچانے والا) جانتے ہیں وہ ان کے کچھ کام نہ آیا۔ اور نہ اس نے غلطی سے نکالا۔ | ۷۲ |
| ان لوگوں کی مذمت جو فلسفی کی چکنی چپڑی باتوں پر مفتون ہیں اور ان لوگوں کو حکماء سمجھ کر ان کو انبیاء کے برابر جانتے ہیں اور ان کے علوم کو انبیاء کی شریعت پر مقدم سمجھتے ہیں۔ | ۷۲ |
| مکتوب نمبر ۲۴ :۔ صحابہ کرام کی بزرگی اور ان کی آپس میں مہربانی کا بیان۔ | ۷۳ |
| کوئی ولی امتی اس امت کے کسی صحابی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ | ۷۵ |
| شبلی کا قول کہ جو صحابہ کی تعظیم نہ کرے اس کا | |


Marfat.com

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| رسول پر کوئی ایمان نہیں ہے۔ | ۷۵ |
| ان لوگوں کا رد جو یہ خیال کرتے ہیں کہ صحابہ کے دو گروہ تھے ایک حضرت علیؓ کے مخالف تھے اور دوسرے موافق اور وہ آپس میں بغض و کینہ رکھتے تھے اور بعض ان صفات کو پوشیدہ رکھتے تھے اور تقیہ کرتے تھے۔ | ۷۵ |
| اس کا بیان کہ حضرت صدیق نص قرآنی کی رو سے اس امت کے سب سے پرہیزگار آدمی ہیں اور امام فخر الدین رازی نے صدیق کی افضلیت پر نص قرآنی سے استدلال کیا ہے | ۷۶ |
| اکابر سلف نے حضرت شیخین کی افضلیت پر اجماع ثابت کیا ہے اور حضرت علی نے بھی یہی فیصلہ کیا ہے اور حضرت علی کی اس روایت کو اسی سے زیادہ آدمیوں نے روایت کیا ہے اور شیعہ عبدالرزاق اسی روایت کے مطابق ان کی افضلیت کا قائل ہوا۔ | ۷۷ |
| حضرت ذوالنورین کی خلافت صحابہ کرام کے اجماع اور چھوٹے بڑے مردوں اور عورتوں کے اتفاق سے منعقد ہوئی۔ | ۷۷ |
| جاننا چاہیئے کہ صحابہ کرام کتاب و سنت کے مبلغ ہیں اور اجماع بھی انہی کے زمانہ سے وابستہ ہے ان تنازعات و محاربات کے متعلق سب سے اچھی توجیہ اور اچھا عقیدہ جو کہ حضرت علی کی خلافت میں واقع ہوئے۔ | ۷۷ |
| بلکہ ہم نے کہا ہے کہ قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام صحابہ جنتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَّنْ اَنْفَقَ الخ | ۷۸ |
| سوال:- کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ رسول اللہ کی رحلت کے بعد بعض صحابہ اس خلوص پر نہ رہے۔ بلکہ خلافت کی محبت میں طریق حق سے منحرف ہو گئے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ان کا انحراف کفر کی حد تک پہنچ گیا۔ الخ جواب | ۷۹ |
| مکتوب نمبر ۲۵:- ان نتائج و ترقی مراتب کے بیان میں جو کہ ذکر کہنے اور قرآن مجید کی تلاوت کرنے اور نماز پڑھنے سے حاصل ہوتے ہیں اور اس وقت کا بیان کہ ذکر تلاوت کا حکم پیدا کر لیتا ہے اور تلاوت ذکر کا حکم پیدا کرتی ہے۔ | ۸۱ |
| مکتوب نمبر ۲۶:- اس بیان میں کہ اللہ تعالیٰ جس طرح اپنی ذات سے موجود ہے نہ کہ وجود سے اسی طرح وہ اپنی ذات سے حی و عالم اور صفات ثمانیہ سے موصوف ہے نہ کہ صفات زائدہ سے۔ | ۸۲ |
| پس ظاہر یہ ہوا کہ جو کچھ دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی ایجاد سے صفات سے میسر ہے وہ اللہ تعالیٰ کو بذاتِ خود صفات کے بغیر حاصل ہے۔ کیونکہ اس کی ذات بے ملاحظہ۔ الخ | ۸۳ |
| سوال:- جب اللہ تعالیٰ کی ذات تمام کمالات کے حصول میں کافی ہے تو صفات کس لئے ثابت کرتے ہیں جواب:- اگرچہ اللہ تعالیٰ کی ذات الخ | ۸۴ |
| سوال:- فلاسفہ و معتزلہ اگرچہ صفات کو خارج میں ثابت نہیں کرتے لیکن اعتبارات علمیہ کے قائل ہیں اور کمالات ذاتیہ کے علم میں انکو الگ سمجھتے ہیں پس اشیا کی ایجاد ذات خالص کی طرف منسوب نہ ہوئی۔ جواب۔ ایجاد عالم خارج میں ہے اور عالم خارج میں موجود ہے | ۸۵ |
| محب کا صفات سے ذات تک عروج جو کہ اس | |


Marfat.com

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| کا اصل ہے اور اس کا اصول اصول کے ساتھ ملنا اور اس عروج کا اکثر آدمیوں کے فہم سے بلند ہونا اور اس کے متعلق سوال وجواب۔ | ۸۶ |
| مکتوب نمبر ۲۷ : بندہ کو چاہیئے کہ اپنی تمام مرادات سے دستبردار ہو جائے اور اپنے مولا کی مرادات پر راضی ہو اور مرض ذاتی وعرضی کا بیان۔ | ۸۸ |
| سوال :۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کامل لوگوں سے بھی خواہشات کا ظہور ہوتا ہے اور ان بزرگواروں سے مختلف مطالب کے حصول کی آرزو بھی محسوس ہوتی ہے۔ جواب۔ بعضے الخ | ۸۸ |
| ایک دن فقیر صبح کی نماز کے ادا کرنے کے بعد قلعہ کی سکونت کے دنوں میں خاموشی سے بیٹھا ہوا تھا کہ بے فائدہ آرزوؤں کے ہجوم نے بے مزہ کر دیا۔ | ۸۹ |
| نفس امارہ کی مذمت اور اس کی جہالت کا بیان اور اس کی مدد سے بیرونی دشمن کا غلبہ۔ | ۸۹ |
| مکتوب نمبر ۲۸ :۔ ارواح موتیٰ خصوصاً رسول اللہ کی روح کو ثواب پہنچانے کی کیفیت کا بیان۔ | ۹۱ |
| کہتے ہیں کہ ریا اور سمعہ سے بھی رسول اللہ پر درود بھیجا جائے تو پھر بھی مقبول ہے اور رسول اللہ کو وہ پہنچتا اگرچہ اس کا ثواب درود پڑھنے والے کو نہیں ملتا۔ | ۹۲ |
| مکتوب نمبر ۲۹ :۔ قرآن مجید کے بعض کلمات کو سمجھنے اور قرآن کے معانی کے متعلق نفسانی وشیطانی وساوس کو رد کرنے اور اپنے نفس کو الزام دینے کے بیان میں | ۹۳ |
| مکتوب نمبر ۳۰ :۔ مراتب اصول ومراتب عبادات تک عروج کے بیان میں۔ | ۹۴ |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| مکتوب نمبر ۳۱ :۔ عالم ارواح وعالم مثال اجساد کی تحقیق کے بیان میں۔ | ۹۵ |
| عالم مثال دیکھنے کے لئے ہے نہ کہ رہنے کے لئے۔ رہنے کے لئے یا عالم ارواح ہے یا عالم اجساد اور عذاب قبر کی تحقیق۔ اور عذاب قبر کو خواب کی طرح جاننا صورت عذاب اور حقیقت عذاب سے عدم اطلاع کی بنا پر ہے اور اس کے متعلق سوال وجواب۔ | ۹۶ |
| خبردار! خیالی کشوف اور مثالی ظہور کی بنا پر اہلسنت وجماعت کے مقررہ عقائد کو ہاتھ سے نہ چھوڑنا | ۹۸ |
| مکتوب نمبر ۳۲ :۔ اس بیان میں کہ خطرات کہ جن کو اسباب وصل سے کہا ہے تجلی صوری کے اندازہ کے مطابق ہیں۔ اور کثرت وہمیہ کی حقیقت کی تحقیق کے بیان میں۔ | ۹۹ |
| علماء اور صوفیا کا کثرت وتعدد کے ثبوت واستمرار پر اتفاق ہے اور معنی پر اتفاق کے بعد فریقین کا جھگڑا صرف لفظی ہے۔ | ۱۰۱ |
| مکتوب نمبر ۳۳ :۔ اس بات کی تحقیق میں کہ جب تک کافر نہ ہو اور اپنے بھائی کا سر نہ کاٹے۔ اور اپنی ماں سے جفت نہ ہو مسلمان نہیں ہوتا۔ | ۱۰۳ |
| سوال :۔ آدمی عقل وفراست کے باوجود شیطان سے کیوں مغلوب ہو جاتا ہے۔ جواب۔ شیطان فتنہ وآزمائش ہے کہ اللہ تعالیٰ نے الخ۔ | ۱۰۵ |
| مکتوب نمبر ۳۴ : ضروری نصیحتوں میں پہلے اہلسنت کی رائے کے مطابق عقائد کی تصحیح کرنی چاہیئے۔ اور | |


Marfat.com

| مضامین | صفحہ |
| --- | --- |
| عقائد کی درستی کے بعد احکام فقہیہ کے مطابق عمل ضروری ہے نماز پنج وقت بارعایت شرائط بغیر سستی کے ادا کرنا چاہیے اور اگر نصاب پورا ہو جائے تو زکوٰۃ سے چارہ نہیں ہے۔ راگ رنگ کی رغبت نہ کریں اور غیبت اور سخن چینی اور جھوٹ اور بہتان سے پرہیز کریں۔ اور اعتقاد کی درستی اور احکام فقہیہ کی تعمیل کے بعد اپنے اوقات کو ذکر الٰہی میں مشغول رکھنا چاہیے۔ | ۱۰۸ |
| مکتوب نمبر ۳۵: نصیحت اور جوانی کو غنیمت سمجھنے کے بیان میں۔ | ۱۰۹ |
| مکتوب نمبر ۳۶: عذاب قبر کے منکرین کے شبہات کے رد میں۔ | ۱۱۰ |
| مکتوب نمبر ۳۷: اس بیان میں کہ جو بھی جمیل مطلق کی طرف سے آئے وہ جمیل ہے۔ | ۱۱۲ |
| مکتوب نمبر ۳۸: اس حدیث کے معنی کی تحقیق میں کہ میری امت عنقریب "تہتر" فرقے ہو جائے گی اور ارباب فقر کے درجہ کی تحقیق میں۔ | ۱۱۳ |
| مکتوب نمبر ۳۹: صوفیا کے علم الیقین اور ارباب معقول کے علم الیقین میں فرق کا بیان۔ | ۱۱۴ |
| مکتوب نمبر ۴۰: خواجہ حسام الدین نے بعد اپنے متبعین کے کے حج کے لئے جانے کا مشورہ طلب کیا اس کے جواب میں۔ | ۱۱۵ |
| مکتوب نمبر ۴۱: عورتوں کے متعلق ضروری نصائح اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ الخ اور یہ آیت فتح مکہ کے دن نازل ہوئی تھی۔ | ۱۱۶ |
| رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے صرف زبانی بیعت لیا کرتے تھے۔ اور آنحضرت کا ہاتھ کسی بیعت کرنے والی کے ہاتھ سے کبھی نہ چھوا۔ | ۱۱۷ |
| پہلی شرط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ نہ وجوب وجود میں نہ استحقاق عبادت میں شرک کی اقسام کہ عورتیں ان کی مرتکب ہوئی ہیں۔ شرک کے رسومات اور کفر کے موسم کی تعظیم اور بتوں سے مدد خصوصاً چیچک کی وبا پھیلنے کے وقت اور کفار کی رسوم کو دیوالی کے دنوں میں بجا لانا اور کافروں کے تحائف کی طرح اپنی بیٹیوں کے گھروں میں تحائف بھیجنے اور حیوانات کو جو مشائخ کی نذر کرتے ہیں اور ان کی قبروں پر ان کو ذبح کرتے ہیں فقہی روایات میں اس عمل کو شرک میں داخل کیا ہے۔ | ″ |
| اور اسی طرح کا وہ شرک ہے جو کہ عورتیں پیروں اور بیبیوں کی نیت سے روزہ رکھتی ہیں اور یہ عبادت میں شرک ہے۔ | ۱۱۹ |
| دوسری شرط چوری سے روکنا ہے جو کہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ | ۱۲۰ |
| نماز میں چوری سے منع کرنا کہ وہ بدترین قسم کی چوری ہے اور رکوع و سجود و قومہ و جلسہ میں اطمینان کا حکم دینا۔ | ۱۲۱ |
| تیسری شرط۔ زنا سے رکنا ہے اور اس کی تخصیص کی وجہ کا بیان اور یہ کہ زنا میں چھ خصلتیں ہیں تین دنیا میں اور تین آخرت میں اور آنکھ، کان، ہاتھ اور پاؤں وغیرہ کے زنا سے منع کرنا اور مردوں اور عورتوں کو غیر محرم کی طرف دیکھنے سے نگاہ نیچی رکھنے کا حکم۔ | ″ |


Marfat.com

| مضامین | صفحہ |
| --- | --- |
| جاننا چاہیئے کہ دل آنکھ کے ماتحت ہے جب تک آنکھ محرمات سے بند نہ کی جائے دل کی حفاظت مشکل ہے اور جب دل گرفتار ہو جائے تو شرمگاہ سے بچانا مشکل ہے نرم گفتگو سے روکنا اور بھلی بات کہنے کا حکم اور زینت اور محاسن ظاہر کرنے اور زمین پر پاؤں مارنے سے ممانعت کا بیان۔ اور اس کا بیان کہ اجنبی عورت عورت کے لئے اجنبی مرد کی طرح ہے الخ | ۱۲۳ |
| چوتھی شرط۔ عورتوں کی بیعت میں اولاد کو قتل کرنے سے روکنا ہے۔ | ۱۲۳ |
| پانچویں شرط۔ بہتان و افتراء سے ممانعت ہے۔ | ۱۲۴ |
| چھٹی شرط۔ ہر کام کے متعلق پیغمبر کی نافرمانی سے ممانعت ہے اور اس ضمن میں کئی مفصل مثالیں لائے ہیں | ۱۲۴ |
| استاد اور پیر پکڑنے کی غرض اور اس کے متعلق سوال وجواب۔ | ۱۲۶ |
| مکتوب نمبر ۴۲: مکتوب الیہ کو بشارت دینے کے بیان میں اور یہ کہ میر محمد نعمان پر آپ کی خصوصی توجہ تھی۔ | ۱۲۷ |
| مکتوب نمبر ۴۳: ان کلمات کے بیان میں جو سلطان وقت کی مجلس میں گزرے۔ | ۱۲۷ |
| مکتوب نمبر ۴۴: رؤیت اخروی کے منکرین کے شبہات کے رد میں۔ سوال۔ اگر خدا تعالیٰ مرئی ہو تو چاہیے کہ وہ محاط اور مدرک بصر بھی ہو اور وہ حدود نہایت کو مستلزم ہے | ۱۲۸ |
| جواب۔ میں کہتا ہوں ہو سکتا ہے کہ وہ مرئی ہو الخ | |
| سوال۔ اگر کہیں کہ واجب تعالیٰ میں رؤیت اس کے چیزوں کے متعلق علم سے عبارت ہے اور علم کے سوا کوئی دوسرا امر جو جہت کو مستلزم ہو نہیں۔ میں جواب میں کہتا ہوں الخ۔ | ۱۲۹ |
| اصل سوال کا دوسرا جواب میں کہتا ہوں کہ یہ اعتراض نفی رؤیت کی طرح وجود پر بھی ہو سکتا ہے اور رؤیت کی نفی وجود کی نفی بھی کرتی ہے۔ | ۱۳۰ |
| سوال۔ ہو سکتا ہے کہ تمام جہات عالم میں احاطہ و تحدید لازم نہ ہو جواب میں کہتا ہوں کہ تمام جہات عالم میں ہونا احاطہ اور تحدید کی نفی نہیں کرتا۔ | ۱۳۲ |
| اس قسم کے احکام منزلہ پر ایمان لانا چاہیئے اور اس کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا چاہیئے۔ | ۱۳۲ |
| اور اگر عقل کفایت کر سکتی تو ابو علی سینا جیسا آدمی تمام احکام عقلیہ میں حق پر ہوتا الخ۔ | ۱۳۳ |
| علماء اہل سنت تمام احکام شرعیہ کا اقرار کرتے ہیں خواہ وہ سمجھ میں آئیں یا نہ اور ان کی کیفیت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے ان احکام کا انکار نہیں کرتے۔ | ۱۳۳ |
| عقل اگرچہ حجت ہے لیکن حجت کاملہ نہیں ہے حجت کاملہ انبیاء کی بعثت سے پوری ہوئی ہے۔ | ۱۳۴ |
| مکتوب نمبر ۴۵: قلب مومن کی بلندی شان اور اس کی ایذا سے منع کرنے کا بیان۔ | ۱۳۴ |
| مکتوب نمبر ۴۶: عروج اور نزول کے بیان میں۔ | ۱۳۵ |
| مکتوب نمبر ۴۷: دعا کے اسرار اور علماء اور صلحا کی تعریف کے بیان میں۔ | ۱۳۷ |
| مکتوب نمبر ۴۸: اللہ تعالیٰ کی اقربیت کے راز اور اس بیان میں کہ ذات کی حقیقت کا انکشاف علم حضوری | |


Marfat.com

| صفحہ | مضامین |
|---|---|

سے ہے۔

پوشیدہ نہ رہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے متعلق علم حضوری ثابت ہو گیا تو لازم آیا کہ خداوند تعالیٰ کی ذات بھی منکشف ہو سکے اور یہ علماء کے مقررہ عقیدہ کے برخلاف ہے میں کہتا ہوں کہ یہ علم الخ۔

اگر ادراک حاصل نہ ہو تو انکشاف کس کام کا؟

میں کہتا ہوں الخ۔

سوال:۔ انکشاف بے درک کس طرح لذت حاصل کرنے کو مستلزم ہے

جواب۔ انکشاف علم کا الخ۔

مکتوب نمبر ۴۹: اس بیان میں کہ عارف کا اپنے متعلق علم حضوری اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کر لیتا ہے۔

مکتوب نمبر ۵۰: علماء راسخین کے استدلال اور ارباب ظاہر کے اثر سے مؤثر پر استدلال میں فرق کا بیان۔

مکتوب نمبر ۵۱: دل کے یقین اور تصدیق میں فرق اور اس کے متعلق سوال و جواب۔

مکتوب نمبر ۵۲: فنائے قلب و نفس اور علم حصولی اور علم حضوری کے زوال کے بیان میں اور دل سے ماسوا کے بھول جانے کی علامت کا بیان۔

مکتوب نمبر ۵۳: وجود و شہود کی وجہ سے ذات اور صفت کے زوال کا بیان اور اس کے متعلق سوال و جواب اور آپ کی عبارت میں تعارض کے دور کرنے کا بیان۔

مکتوب نمبر ۵۴: شرع متین کی اتباع اور دشمنان دین سے جنگ کرنے کا بیان

مکتوب نمبر ۵۵: فقر سے غنیٰ کی طرف واپس چلے جانے کی مذمت کے بیان میں

مکتوب نمبر ۵۶: صحبت گزشتہ کے فوت ہو جانے پر افسوس اور سراوجہ بیدہ کی طرف اشارہ

مکتوب نمبر ۵۷: حدوث عالم کا بیان اور عقل فعال کی تردید۔

ان لوگوں کی مذمت جو اللہ تعالیٰ کے سوا بعض چیزوں مثلاً افلاک و کواکب اور بسائط و عناصر اور عقول و نفوس کے قدیمی ہونے کے قائل ہیں اور اس کا بیان کہ امام غزالی نے انکو کافر کہا ہے مختصر یہ کہ ممکنات میں جس طرح عدم سابق تھا اسی طرح عدم لاحق بھی ہے اور اس کا تسلیم کرنا ضروریاتِ دین سے ہے۔

مکتوب نمبر ۵۸: اس بیان میں کہ ممکنات کی خلق اور نمود اور وجود مرتبۂ وہم میں ہے جس نے استواری حاصل کر لی ہے اور ممکنات کے حقائق عدمات ہیں۔ کہ جنہوں نے علم واجبی کے خزانہ میں تمیز پیدا کی ہے اور مجدد صاحب اور شیخ محی الدین ابن عربی کے مذہب کا فرق ہے۔

مکتوب نمبر ۵۹: روزمرہ حوادثات کو اللہ تعالیٰ کے ارادہ کی طرف لوٹانے اور اس سے لذت حاصل کرنے کے بیان میں۔

مکتوب نمبر ۶۰: اس بیان میں کہ انسان کی ذات عدم ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی صفات و اسماء کے ظلال کا انعکاس اور اس کا بیان کہ انسان کی ذات اس کا

Marfat.com

مضامین — صفحہ

نفس ناطقہ ہے۔ اور فنائے قلب ونفس اور علم حصولی وحضوری کا زوال اور بعثت انبیاء کی غرض اور فائدہ جاننا چاہیئے کہ تزکیہ نفس دو طرح پر ہے۔ ایک طریق انابت اور دوسرا جذب اور ان دونوں طریقوں میں فرق کا بیان۔ اور سادہ لوح کے وہم وخیال کی تردید۔

مکتوب نمبر ۶۱ :۔ اس بیان میں کہ عارف کو کبھی بعض مظاہر کا دیکھنا عروج کا زینہ بن جاتا ہے اور پہلی اور دوسری نظر میں فرق اور سوال وجواب۔

مکتوب نمبر ۶۲ :۔ انسان کے ذاتی عدم کی بنا پر اس کے وجودی فنا کی نفی۔

مکتوب نمبر ۶۳ : اللہ تعالیٰ کے احاطہ وقرب ومعیت کے راز کو بیان کرنے اور اس عظیم راز کو قرآن مجید کے مشکل اور مجمل کی طرف راجع کرنے کے بیان میں۔

جاننا چاہیئے کہ اس معنی کے بغیر قرب وانتسال کا جس طرح سے بھی تصور کریں وہ تشبیہ اور تجسیم کے بغیر نہ ہوگا۔ مگر یہ کہ ایمان لائیں اور اس کی کیفیت میں مشغول نہ ہوں۔

مکتوب نمبر ۶۴ ، پوری فنا کے بیان میں جو کہ ذات وصفت کا زوال اس کے ساتھ وابستہ ہے اور جب سبحانہ کے وجود کی تحقیق اور ممکن سے زوال عدم اور اس کے عروج وثبوت کی بقا اور دوسرے باریک نکات اور فنائے اتم کے متعلق سوال وجواب جان لیں کہ وہ صفات جو ذات واجبی سے تعلق رکھتی ہے پوری ذات ان صفات میں سے ہر ایک کے ساتھ متصف ہے یہ نہیں کہ ذات کا کچھ

حصہ کسی صفت سے متصف ہو اور کوئی دوسرا حصہ کسی دوسری صفت سے متصف ہو۔

بعض دقیق مطالب کے ادا کرنے میں تنبیہ جو کہ ذات وصفات سے تعلق رکھتے ہیں عبارت کے میدان کی تنگی کی وجہ سے ایسے الفاظ لائے جاتے ہیں جن سے ممکن کی صفات کا شبہ ہوتا ہے ان الفاظ کو ظاہر سے پھیر دینا چاہیئے۔ الخ۔

مکتوب نمبر ۶۵ :۔ اس بیان میں کہ بقا کے بعد ذات عارف کو صفات میں سے ہر صفت اور لطائف میں سے ہر لطیفہ اپنی پوری ذات سے پیدا ہوتا ہے اور جو کچھ عام مومنوں کو آخرت میں میسر ہوگا وہ اولیاء کو دنیا میں حاصل ہے۔

مکتوب نمبر ۶۶ :۔ المجاز قنطرۃ الحقیقۃ (مجاز حقیقت کا پل ہے) کے معنی کے متعلق سوال کے جواب میں۔

جان لیں کہ المجاز قنطرۃ الحقیقۃ اس صورت میں ہے کہ مجاز میں گرفتاری درمیان میں نہ آئے۔

بیوقوف اور ناپختہ صوفیوں نے اس عبارت کا معنی نہ سمجھا اور غلط کیا کہ اچھی صورتوں میں گرفتاری پیدا کر لی۔

مکتوب نمبر ۶۷ :۔ کائنات کی حقیقت کے بیان میں اور حضرت صاحب کے مکشوف اور صاحب فتوحات مکیہ کے مکشوف میں فرق

مکتوب نمبر ۶۸ :۔ مرتبۂ وہم کی تحقیق کہ عالم اِس

Marfat.com

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| مرتبہ میں نمود اور وجود رکھتا ہے اور اس کے مناسبات کے بیان میں۔ | |
| مکتوب نمبر ۶۹: التزام شریعت کی ترغیب اور ارباب جمعیت کی صحبت کے بیان میں۔ | |
| مکتوب نمبر ۷۰: ارباب جمعیت کی صحبت کی ترغیب میں اور خواجہ احرار کی حکایت کہ اگر جمعہ کے دن کی وہ ساعت جس میں قبول ہوتی ہے مل جائے تو ارباب جمعیت کی صحبت طلب کرنا چاہیئے۔ | |
| مکتوب نمبر ۷۱: حقائق موہوم جو کہ عالم ہے اور موجود حقیقی جو کہ صانع عالم ہے کے درمیان تمیز۔ | |
| مکتوب نمبر ۷۲: اس بیان میں کہ لشکر کی رنگا رنگی ارباب جمعیت کے لئے دلجمعی کا باعث ہے۔ اور ان کے سوال کا جواب جو انہوں نے مولود پڑھنے کے لئے کیا تھا کہ اس میں کیا حرج ہے؟ | |
| مکتوب نمبر ۷۳: صفت حیوٰۃ جو کہ علم سے اوپر ہے کے اسرار اور اس بیان میں کہ جس طرح علم صفات زائدہ سے ہے اسی طرح شیون غیر زائدہ سے ہے۔ | |
| جس طرح فقیر حیوٰۃ کی صفت کی سیر میں پڑا تھا تو اس مقام کی تہہ میں بہت دور مشہود ہوتا تھا۔ کہ شیخ نے اس جگہ کٹیا بنا رکھی ہے اور اس میں اقامت اختیار کی ہے۔ اس بیان سے لازم آیا کہ علم مرتبہ حیات میں جو کہ اس کے اوپر ہے ثابت نہیں ہوتا پس اس کا نقیض ثابت ہوتا ہے۔ | |
| اس اشکال سے رہائی ایک دقیقہ کی معرفت پر مبنی ہے۔ جاننا چاہیئے کہ علم واجبی الخ۔ | |
| مکتوب نمبر ۷۴: صاحب فصوص کے کلام کی شرح کے بیان میں۔ | |
| تجلی ذاتی کا بیان اور حضرت مجدد صاحب کی خاص رائے۔ | |
| مکتوب نمبر ۷۵: تجلی افعال و تجلی صفات و تجلی ذات سبحانہ کے بیان میں۔ | |
| ان کے اس قول کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق علم جہل ہے۔ | |


**تمت بالخیر**

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

# اُردُو ترجمہ مکتوبات شریف

# دفتر سوم حصہ اول

## تمہید

یہ تیسری جلد معرفتہ الحقائق کے نام سے موسوم ہے خواجہ محمد ہاشم کشمی رحمتہ اللہ علیہ ان مکتوبات کے جامع ہیں۔

امابعد یہ کلمات طیبات اور بلند درجہ حروف جن کا ہر نقطہ بے قرار دلوں کی پرکار کا مرکز اور محبت ذاتیہ کی آگ تیز کرنے والا اور اغیار کی آنکھ کو بے نور کرتا ہے اور حقائق و معارف کی دلہنوں کے رخسار کو زینت بخشنے والا خال اور دور سے باریکیوں کو دیکھنے والی آنکھوں کی پتلی ہے احدیت کے موجزن دریا کا نہایت قیمتی مروارید ہے جسے ایک پاک ترین غوطہ زن کے باطنی لمبے ہاتھ ساحل پر نکال لائے ہیں اور جان بخشنے والا نافہ ہے جسے صحرائے ہویت کے ہرن کی ناف سے ایک سیاح کے بیان کے پورے محفل میں کھینچ لائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فقراء کو اس دُرِ یتیم کے ذریعے بے نیاز کر دیا ہے اور اس خوشبو سے ان کی ارواح کے دل و دماغ کو معطر کرتا ہے

زہر یک نقطہ اش چوں نافہ تر — شمیم وصل جاناں مے زند سر
ولے کز بردوت در زکام است — چہ داند نافہ اش گرد مشام است
سرایم مدح ان سیاح غواص — کنم خورشید را چوں ذرہ رقاص

ان مکتوبات کا ہر نقطہ نافہ کی طرح مہک رہا ہے۔ وصل معشوق کی خوشبوان سے پھیلتی ہے۔

لیکن وہ شخص جسے ٹھنڈک کے باعث زکام ہو چکا ہے وہ اس نافہ کو کیا جان سکتا ہے اگرچہ یہ نافہ اس کی ناک میں ہی رکھ دیا جائے۔

میں حقائق و معارف کے سمندر میں غوطہ زن سیاح کی مدح سرائی کرتا ہوں۔ میں آفتاب کو ذرے کی طرح رقص میں لاتا ہوں۔

Marfat.com

مہیں فرزند فاروق است چوں اب کنوں نطق از زباں اوکند رب [1]

سراپا نسخہ اخلاق فاروق بزہر منقصت تریاق فاروق [2]

چراغ نقشبند ہفت محفل نگاہش نقشبند غیر از دل [3]

آپ مخلوقات کے فریاد رس حقائق کے سمندر کے غوطہ زن ہیں۔ آپ وصول اللہ کی معراج اور قبول حق کا کھلا راستہ ہیں آپ خزینہ رحمت اور دفینہ حکمت ہیں۔ دلوں میں جھانکنے والے۔ علوم غیبیہ کے طلوع کا مقام ہیں۔ عاملین کے اکٹھا ہونے کی جگہ ہیں۔ کاملین کی حجت اور دلیل ہیں۔ پسندیدہ لوگوں کی آنکھ کی پتلی اور دانشمندوں کا باغ ہیں۔ آپ طریقت کے نور حقیقت کے پھول جہان والوں کے لئے زینت اور عالموں کی آنکھ ہیں۔ آرزدوں کی کہان۔ امیدوں کا رشتہ۔ راہنمائی کا آئینہ محبت کی سیڑھی۔ رموز و اشارات کی جائے ظہور۔ خزانوں اور بشارتوں کا منبع ہیں۔ دریائے حسن ملاحت کے ناخدا اور خوبصورتی صباحت کے گھر کا چراغ ہیں۔ ولایت محمدی اور ولایت ابراہیمی کے دو دریاؤں کو ملانے والے ہیں۔ اور دو گروہوں کے درمیان صلح کرانے والے ہیں۔ آپ متکلمین کی جائے استشہاد اور متوحدین کی دلیل ہیں۔ سلف کی برہان اور خلف کی حجت ہیں۔ ان دنو د ارباب معرفت) کا اعتماد مہدی موعود کی تشریف آوری کے پیغام رساں ہیں۔ اصل و فرع کے آفتاب اور دین و شرع کی رونق ہیں۔ سید البشر کے وارث۔ گیارھویں صدی کے روشن کرنے والے یعنی مجدد الف ثانی امام ربانی [5]

۱۔ کجا گردد زوصفش خامہ آگاہ چہ نم دریا بداز ذریا پر کاہ [4]

۲۔ ہماں بہتر کزیں پس گوش باشم سرایم نغمہ و خاموش باشم [5]

آپ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نام کے ہمنام ہیں جس کے ساتھ حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بشارت دی یعنی الشیخ احمد بن الشیخ عبدالاحد نسب میں فاروقی مذہبا حنفی مسلک و مشرب میں نقشبندی۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ اہل جہاں پر آپ کا سایہ حیات دائم رکھے اور قیامت تک آپ کی برکتوں کے دریاؤں سے انہیں سیراب کرتا رہے۔

وقت اور حال کے لحاظ سے وہ لوگ کس قدر خوش نصیب ہیں۔ وہ مطالعہ کرنے والے سلیم القلب،

---

[1] فاروق اعظم کے یہ (حضرت جد قدس سرہ) فرزند باپ کی طرح صاحب عزت و شرف ہیں اب خدا تعالیٰ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی زبان سے بات کرتا ہے۔

[2] آپ اخلاق فاروقی کا نسخہ جامعہ ہیں۔ نقائص کے زہر کے لئے آپ فاروقی تریاق ہیں

[3] آپ سلسلہ نقشبندیہ کی ساتوں محفلوں کا چراغ ہیں۔ آپ کی نگاہ غیر حق کو دل میں آنے سے روک دیتی ہے۔

[4] قلم آپ کے وصف سے کیسے آگاہ ہو سکتا ہے۔ معمولی سی دریا سے ادنیٰ تنکے سے زیادہ کیا پا سکتی ہے

[5] تو یہی بہتر ہے کہ اس کے بعد کان بن جاؤں (آپ کی صفت و ثنا سنتا رہوں۔ نغمہ سرائی کروں اور خاموش ہو جاؤں۔

Marfat.com

حضرات کہ جب ان کی نظر کی سیاہ تیلی ان اسرار اور حکمتوں کے ذخیرہ عظیم کی سیاہی پر کھلتی اور پڑتی ہے تو بعطائے ربانی اس سیاہی (مکتوبات شریف کے حروف) سے خدا تعالیٰ کے حضور کی امداد پاتے ہیں اور اس سیاہی سے اپنے دلوں کو پرنور کرتے ہیں اور کتنے ہی خوش مآب اور خوش مآل ہیں وہ مستقیم الاحوال پڑھنے والے کہ جب ان کی زباں اس عظیم دریا سے آشنا ہو جاتی ہے تو الہام سبحانی سے ان کی جان مٹھاس سے بھر جاتی ہے اور حلاوت وشیرنی میں گم ہو جاتی ہے۔ ان پاک طبیعت ہم جنس اور ان نیک اعتقاد سعادتمندوں کو مرحبا کہ جب غایت باریکی اور خفا کے باعث ان نکات و رموز کا جو عقل کی سمجھ سے بالاتر ہیں پردہ نہیں اٹھتا تو اپنی عدم یافت اور قصور دریافت کو لے کر صد قنا کے راستے پر دوڑ پڑتے ہیں۔

کسے را از ایشاں جز ایشاں نہ داند[۱]

گویا سب کچھ تسلیم کرتے ہیں اور اس طرح سعادت ابدیہ کے نقد پھلوں کو اپنے ہاتھ میں لاتے ہیں یہ سعادت اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے کو نصیب ہوتی ہے۔

لیکن مکتوبات شریف کے پڑھنے والے ان کج بین اور انہیں سننے والے عیب جو حضرات پر افسوس کہ ان غیبی ملہمات سے جو کچھ ان کے فہم و سمجھ میں آتا ہے اور ان کی طبیعت کے مطابق ہوتا ہے۔ اسے اس صاحب کلام کی طرف سے گفتگو کی مہارت اور خیال کی اختراع کی طرف لوٹاتے ہیں اور جو کچھ رموز و کنایات میں سے اپنی طبع کے موافق نہیں پاتے کوتاہ نظری سے اپنی نقصان و عیب کی زبان دراز کرتے ہیں اور مطابق "انسان ہمیشہ اس چیز کا دشمن ہوتا ہے جسے نہیں جانتا" مخالفت کا پنجہ نکال لیتے ہیں۔ نہیں جانتے کہ یہ بلند گروہ اپنے پوشیدہ اسرار کے اظہار میں درمیان میں نہیں ہوتا۔ ؎

ایشاں نیند ایں ہمہ الحان زمطرب است[۲]

اللہ سبحانہٗ ہمارے بھائیوں کو اپنے پوشیدہ عیوب اور صفا کیش پاک دل والوں کے اسرار غیب سے بینا کرے اور ان دانائے سر سے کینہ کی پرفریب زنجیر و طوق سے نجات بخشے جو زنجیر و طوق اپنے دل اور گردن میں ڈالے رکھتے ہیں یعنی بھٹکنے سے اپنے آپ کو قابو میں رکھتے ہیں۔

اور وہ جو میں نے کہا کہ یہ حضرات اسرار کے بیان وقت کے درمیان میں نہیں ہوئے اس کی دلیل خود ان اصحاب اسرار سے سن لیں۔ ؎

بہرحال تو ہم حال تو برہان و دلیل[۳]

---

[۱] ان کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا۔ [۲] وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہہ رہے بلکہ یہ سب مطرب کی آواز ہے۔

[۳] تیرے حال پر تیرا اپنا حال ہی برہان و دلیل ہے۔

Marfat.com

جب فتوحات کی کان مکتوبات کی جلد اول جو درالمعرفت کے نام سے موسوم ہے ، اتمام و اختتام کی تاریخ کو پہنچی تو گفتگو کے صاف اور میٹھے پانی کے بعض پیاسوں نے خدمت اقدس میں عرض کی کہ اگر اشارہ عالیہ ہو تو اسرار کی نہریں موتی بکھیرنے والے قلم کے چشمہ سے جو کچھ پھوٹ پھوٹ کر جمع ہو رہا ہے اس سے جلد ثانی کا دریا نمودار ہو جائے تو حضرت اقدس نے نہایت انکسار اور خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے فرمایا یہ تمام علوم جو ظاہر ہوئے اور تحریر میں آئے ہیں ان کے بارے میں فکر و حیرت میں ہوں کہ بارگاہ ایزدی میں مقبول و پسندیدہ ہیں یا نہیں پھر خاموشی اختیار کر کے بشارت و الہام کے منتظر ہوئے ۔ دوسرے دن فرمایا مجھے آواز آئی ہے اور ظاہر کیا ہے کہ یہ تمام مکتوبات تو نے لکھے ہیں بلکہ جو کچھ بھی تیری گفتگو میں آیا ہے مقبول و پسندیدہ ہے اور میرے لکھے ہوئے کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہ سب کچھ ہم نے کہا اور ہمارا بیان ہے اور اسی وقت وہ تمام علوم میرے سامنے رکھے اور میں نے ایک ایک بات پر اجمالا اور تفصیلاً نظر ڈالی خاص کر ان علوم میں جن میں مجھے کسی وقت تردد اور شک رہا تھا میں نے ان سب کو اس حکم میں داخل و شامل پایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلَی الْاِحْسَانِ تو قابل احترام قلم کو اسرار قدم کی تحریر میں جاری کیا اور جب وہ (جلد دوم) ۹۹ مکتوب تک پہنچی جو اسماء حسنیٰ کے عدد کے مطابق ہے تو اسی عدد پر ختم کر دی ۔ اور جلد اس سال میں اختتام پذیر ہوئی جس کی تاریخ نور الخلائق سے ظاہر ہے

بعض مکاتیب جو اس کے بعد منصب گزارش اور صحیفۂ نگارش میں آئے ان کے بارے میں اعلیٰ نسب والے امیر عمدہ حسب والے سید قطب زمانہ دریگانہ ؎

| | | |
|---|---|---|
| ۱ | در تفرید را بحرے دکانے | تن تجرید را روحے وجانے |
| ۲ | دم از آئینہ ساز تو نور زائل | دم او صیقل آئینہ دل |

ایقال و عرفان کی کان یعنی محمد النعمان بن شمس الدین یحییٰ مشہور بمیر بزرگ بدخشانی سلمہ اللہ و ابقاہ جو حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے بڑے خلفا میں سے کامل خلیفہ ہیں اور حضرت امام ربانی قدس سرہ کے حکم سے جانب رکن میں مخلوق کے راہنما اور اس بلند طریقہ کو رواج دینے والے ہیں نے التماس کیا کہ ان بکھرے ہوئے موتیوں کو جمع کر کے جلد ثالث کے لئے محفوظ رکھا جائے تاکہ وقت پر کام آئیں ۔ اس التماس کو شرف قبولیت نصیب ہوا جب یہ مکتوبات تیس سے کچھ اوپر ہوئے تو سیادت و نقابت پناہ میر محمد نعمان اور اس درگاہ کے خادموں میں ظاہری اور ضروری جدائی حائل ہو گئی ۔ اور حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دل بے نظیر

---

لہ مروارید کے موتیوں کی معدن اور کان ۔ تجرید کے جسم کے لے روح اور جان ۔

کہ سانس تو آئینے سے نور کو زائل کر دیتا ہے مگر آپ کا دم اور سانس دل کے آئینے کو صیقل اور صاف کرتا ہے ۔

Marfat.com

بھی مدت دراز تک تحریر معارف اور تقریر مکاشفات پر آمادہ نہ ہوا۔ یہاں تک کہ تائید و ہدایت خداوندی جل شانہ سے کئی سال بعد اس ضعیف کی آرزو کہ جس کا نام اس جلد کے مکتوب اول کے آخر میں مجدد صاحب کے قلم سے لکھا گیا ہے اس سنہ میں کہ جس کے عدد خاک نشین کے لفظ سے ظاہر ہیں حضرت مجدد صاحب رضی اللہ عنہ کی دہلیز مبارک پر بیٹھنے کی سعادت حاصل ہوئی تو اس وقت زبان غیب کا دریا اور حضرت ایشاں کی انگلیوں کے پورے تقریر کے تموج اور جوش تحریر میں آئے اور اس غریب نواز نے اپنی انتہائی رحمت و شفقت سے اس کمترین کو ان مسودات کے جمع کرنے اور سواد سے بیاض میں نقل کرنے کے لئے ممتاز فرمایا اور اسی سال میں کہ وہ لفظ ثالث سے معین ہے تیسری جلد مکمل کرنے میں کامیاب ہوگیا اور جب مکتوبات کا شمار ۱۱۳ تک پہنچا جو کہ حروف باقی ۱۱۴ کے عدد کے موافق ہے اور تیمن اعتبار سے اس کو یہیں پر ختم کرنا نہایت شایاں وزیبا تھا اس جلد کو اسی سال میں کہ جس کے اعداد کاس الراسخین سے بھی ظاہر ہیں ختم کر دیا اس کے بعد ایک مکتوب کو جو کہ علوم جدیدہ اور اسرار غریبہ کی تازگی سے ظاہر ہوا تھا اس کے متعلق حکم دیا کہ کستوری کی مہر اسے قرار دیا جائے اور ایسا ہوا کہ اس کو ملانے سے قرآن مجید کی سورتوں کے عدد کی مطابقت ہوگئی۔ سو اول و آخر۔ ظاہر و باطن اللہ تعالیٰ ہی کی سب تعریفیں ہیں۔ طالبان حق کو اس خوان پر فائدہ سے جان کی خوراک اور ایمان کی قوت خدا تعالیٰ کی مہربانی سے قیامت تک نصیب ہو۔ اور وہی سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کرنے والا ہے۔

Marfat.com

# مکتوب نمبر ۱

سیادت وارشاد پناہ میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا
خداوند تعالیٰ جل سلطانہ کی ذات وصفات وافعال کی اقربیت سے متعلق ان کے سوال کے جواب میں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

آپ کا مکتوب گرامی پہنچا آپ نے بہت تکلیف اٹھائی اللہ تعالیٰ آپ کی کوشش کو قبول فرمائے۔ آپ نے کئی بار خداوند جل سلطانہ کی ذات وصفات وافعال کی اقربیت کے متعلق سوال کیا ہے اور آپ اس بیان کے شائق ہیں تو ضرورت کے مطابق لکھا جاتا ہے

معلوم ہونا چاہیئے کہ ہر شے اپنی اصلی ماہیت کے ساتھ شے ہے اور اس شے کی ماہیت کے ثبوت کے طور پر کسی بنانے والے کا بنانا درکار نہیں ہے بلکہ ثبوت شے خود اس کے نفس کے لیے ضروری (بدیہی) ہے یہی وجہ ہے کہ فلاسفہ نے کہا ہے کہ نفس ماہیات میں جعل (بنانا) ثابت نہیں ہے۔ اور ماہیات مجعول (بنائی گئی) نہیں ہیں۔ بنانے والے کا بنانا ماہیات میں صفت پیدا کرنے کے لیے درکار ہے مثلاً ایک رنگریز کا کام یہ ہے کہ وہ کپڑے میں رنگ کی صفت پیدا کرے نہ یہ کہ کپڑے کو کپڑا بنائے یا رنگ کو رنگ بنائے کیونکہ وہ محال ہے اور تحصیل حاصل ہے۔

پس جَعل (بنانا) نفس شے میں نہ ہوا بلکہ شے میں صفت پیدا کرنے کے لئے ہوا پس ثابت ہوا کہ شے اپنی ماہیت کے ساتھ شے ہے اور یہ بات کشفی نظر میں ظل (سایہ) شے اور عکس شے میں نہیں ہے کیونکہ کسی چیز کا ظل وعکس ہو ہیئت ظلی وعکسی کے ساتھ ظل اور عکس نہیں ہے بلکہ اپنے اصل کی ماہیت سے ظل وعکس ہوا ہے کیونکہ ظل کی کوئی حقیقت نہیں ہے بلکہ اس کے اصل کی ماہیت ہے جس نے ظل سے اپنے آپ کو ظاہر کیا ہے۔ پس ظل کے لئے اس کے اپنے وجود سے اس کا اصل زیادہ قریب ہوگا۔ کیونکہ ظل اپنے اصل سے ظل ہے نہ کہ بنفس خود۔

چونکہ تمام عالم افعال واجبی جل سلطانہ کے عکوس وظلال ہیں تو لازماً صفات عالم کے ساتھ عالم سے جو کہ افعال ہیں زیادہ قریب ہوں گی کیونکہ وہ ان کے اصل کا اصل ہیں اور جب صفات بھی

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی ذات کی ظلال ہیں اور اللہ جل سلطانہٗ کی ذات تمام اصول کی اصل ہے تو لازماً اللہ تعالیٰ کی ذات عالم کے ساتھ عالم سے اور افعال وصفات خداوندی سے زیادہ قریب ہوگی۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ کی اقربیت کا بیان جو کہ تحریر و بیان میں آسکتا ہے۔ عقلاء اگر انصاف کریں تو ہو سکتا ہے کہ اس معنی کو قبول کرلیں اور اگر قبول نہ کریں تو کوئی غم نہیں کیونکہ وہ بحث سے خارج ہیں۔

اور چونکہ اس بیان میں عقلی مقدمات بھی بیان ہوئے ہیں اگر سیادت پناہ میر شمس الدین علی کو بھی اس مکتوب کے مطالعہ میں شامل کرلیں تو گنجائش رکھتا ہے اور آپ نے لکھا تھا کہ مکتوبات کی تیسری جلد شروع کریں؟ تو آپ ایسا کرلیں کیونکہ اللہ والے جس چیز میں درستی دیکھتے ہیں ہو سکتا ہے کہ اس میں برکت ہو اور جب آپ میر مشار الیہ شمس الدین علی کو یہ کام سپرد کریں تو انہیں کہیں کہ متعدد نسخے تیار کریں اور ان کی ایک نقل سرہند میں بھی بھیجدیں اور مسودات کو محفوظ رکھیں شاید کسی وقت ضرورت پڑے۔

اور یہ فقیر آپ کے جانے اور رہنے میں حیران ہے آپ کی ملاقات کی خواہش بہت زیادہ ہے اور آپ کے جانے کے متعلق زبان نہیں کھول سکتا اور رہنے کے متعلق بھی نہیں کہہ سکتا ایسا نہ ہو کہ آپ کا رہنا بہت سی جماعت کی مصلحتوں کے خلاف ہو۔ اس قدر ضرور ہے کہ اگر آپ جائیں تو خواجہ محمد ہاشم کو بھیجدیں کہ چند روز صحبت میں رہے اور بعض علوم و معارف سیکھ لے کہ وہ ایک نوجوان قابل آدمی معلوم ہوتا ہے۔ اور مشار الیہ چونکہ آپ کا پروردہ ہے اور آپ کے مذاق کو پہچانتا ہے اپنے سوالات اس کے حوالے کر دیں کہ وہ جواب لے کر ان کو آپ تک پہنچا دے والسلام۔

# مکتوب نمبر ۲

حضرت جامع الاسرار والعلوم مخدوم زادگان گرامی خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد معصوم سلمہا اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا۔

(وعظ و نصیحت اور خلقت سے قطع تعلق کرنے اور حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی جناب سے متوسل ہونے کے بیان میں۔)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

خوشی غمی آسانی اور تنگی نعمت اور نقمت۔ رحمت اور زحمت سختی اور نرمی۔ عطا اور بلا غرض ہر حال میں تمام تر تعریفیں اللہ رب العلمین کے لئے ہیں اور درود اور سلام ہو اس پر جس کی ایذا کی مثل کسی نبی کو ایذا

Marfat.com

نہیں دی گئی اور ان کی آزمائش کی طرح کسی کی آزمائش نہیں کی گئی اور اسی لئے وہ تمام جہانوں کے لئے رحمت اور پہلوں اور پچھلوں کے سردار ٹھہرے ہیں۔

معزز بیٹو! اگرچہ مصیبت کا وقت تلخ اور بے مزہ ہے لیکن اگر فرصت مل جائے تو غنیمت ہے اس وقت میں جس طرح کی فرصت آپ کو ملی ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد بجا لائیں اور اپنے کام کی طرف متوجہ رہیں اور ایک لمحہ اور ایک لحظہ بھی اپنے لئے فراغت کا تجویز نہ کریں اور چاہیئے کہ تین چیزوں میں سے ایک میں بہر حال مشغول رہیں قرآن مجید کی تلاوت اور لمبی قراءت سے نماز کی ادائیگی اور کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کا تکرار۔

چاہیئے کہ لا کے کلمہ کے ساتھ اپنے نفس کی خواہشوں کی نفی کی جائے اور اپنی مراد اور مقصد کو دور کریں اپنی مراد کو طلب کرنا اپنی خداوندی کا دعویٰ کرنا ہے۔ چاہیئے کہ سینہ کے میدان میں کسی مراد کی گنجائش نہ ہو اور خیال میں کوئی ہوس نہ باقی رہے تاکہ بندگی کی حقیقت ثابت ہو اپنی مراد کا چاہنا اپنے آقا کی مراد کے رد کرنے کو مستلزم ہے اور اپنے مالک سے معارضہ کرنا ہے اور یہ بات اپنے مالک کی نفی کرنے کو مستلزم ہے اور اپنے مولا ہونے کا اثبات ہے اس بات کی قباحت کو اچھی طرح سمجھیں اور اپنے دعوائے الوہیت کی نفی کریں یہاں تک کہ ہوا و ہوس سے پوری طرح پاک ہو جائیں اور اپنے مالک کی مراد کے سوا کوئی مراد نہ رکھیں۔

اور یہ بات اللہ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ مصیبت کے دنوں اور امتحان کے اوقات میں آسانی سے میسر آجائے گی اور ان ایام کے علاوہ یہ ہوا و ہوس سد سکندری ہے۔ گوشہ میں بیٹھ کر اس امر میں مشغول رہیں کہ فرصت غنیمت ہے۔ فتنوں کے زمانہ میں تھوڑی خدمت کو بھی قبول کر لیتے ہیں اور فتنوں کے علاوہ دوسرے ایام میں مجاہدات و ریاضت شاقہ کی ضرورت ہے۔ خبر شرط ہے ملاقات خواہ ہو یا نہ ہو نصیحت یہی ہے کہ کوئی مراد اور کوئی ہوس باقی نہ رہے۔

اپنی والدہ کو بھی اس معنی سے مطلع کر دیں اور رہنمائی کریں۔ باقی اس دنیا کے حالات بہر حال گزر ہی جانے والے ہیں ان کو کیا بیان کیا جائے چھوٹوں پر شفقت رکھیں اور پڑھنے کی ترغیب دیں اور اہل حقوق کو جہاں تک ہو سکے ہماری طرف سے راضی کریں اور سلامتی ایمان کی دعا سے مدد و معاون رہیں مکرر و مؤکد لکھا جاتا ہے کہ اس وقت کو بے فائدہ کاموں میں صرف نہ کریں اور ذکر الٰہی جل سلطانہ کے بغیر کسی چیز میں مشغول نہ ہوں۔ اگرچہ وہ کتابوں کا مطالعہ اور طلباء کے ساتھ تکرار ہی کیوں نہ ہو یہ ذکر کا وقت ہے نفسانی خواہشات کو جو کہ معبودان باطل ہیں لا کے تحت میں لائیں تاکہ سب منتفی ہو جائیں اور کوئی مراد اور کوئی مقصود سینہ میں باقی نہ رہے۔

یہاں تک کہ میری رہائی بھی جو کہ بالفعل آپ کا سب سے بڑا مقصد ہے بھی مقصود نہ ہونا چاہیے اور

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے ارادہ و فعل پہ راضی رہیں اور کلمہ طیبہ کے اثبات کی جانب ہیں سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات کے جو کہ معلومات اور متخیلات سے وراء الوراء ہے کوئی چیز نہ ہو۔ حویلی، سرائے کنویں۔ باغ۔ کتابوں اور دوسری چیزوں کا غم بڑی آسان چیز ہے۔ ان میں سے کوئی چیز بھی آپ کے وقت میں مزاحم نہ ہونی چاہیئے۔ اور خداوند جل و علا کی مرضیات کے علاوہ اور کوئی مراد نہ ہونی چاہیئے۔ اگر ہم مر جائیں تو یہ تمام چیزیں چلی ہی جائیں گی اور اگر یہ ہماری زندگی میں چلی جائیں تو کوئی فکر نہ کریں۔ اولیاء اللہ نے ان چیزوں کو اپنی مرضی سے چھوڑا ہے اور ہم ان چیزوں کو اللہ کے اختیار سے چھوڑیں گے اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائیں گے اور امید ہے کہ مخلصین میں سے ہوں گے۔

جس جگہ آپ بیٹھے ہیں اسی کو وطن سمجھیں۔ چند روزہ زندگی جہاں بھی گزر جائے اللہ تعالیٰ کی یاد میں گزرے۔ دنیا کا معاملہ آسان ہے۔ آخرت کی طرف متوجہ رہیں۔ اپنی والدہ کو تسلی دیں اور آخرت کی ترغیب دلائیں۔ ہو سکتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کو منظور ہو تو ملاقات میسر ہو جائے ورنہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہیں اور دعا کریں کہ ہم جنت میں جمع ہوں اور اللہ کے فضل و کرم سے دنیا کی ملاقات کی تلافی آخرت میں کریں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ (ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی تعریف ہے)

# مکتوب نمبر ۳

سیادت پناہ میر محب اللہ مانک پوری کی طرف صادر فرمایا

کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے معنی کے بیان میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ کوئی بھی فرد ایسا نہیں ہے جو الوہیت و معبودیت کا استحقاق رکھے مگر بے مثل خداوند تعالیٰ جو واجب الوجود ہے اور حدوث و نقص سے پاک و بری ہے کیونکہ عبادت کا مستحق جو کہ کمال تذلل و خضوع و انکساری سے عبارت ہے۔ وہی ہے جس کو تمام کمالات حاصل ہیں۔ اور تمام اشیاء اپنے وجود اور وجود کے توابع میں اس کی محتاج ہیں اور وہ کسی کام میں کسی کا محتاج نہیں ہے اور نافع اور ضار وہی ہے اور کوئی چیز بھی اس کی اجازت کے بغیر کسی کو ضرر اور نفع نہیں پہنچا سکتی۔ ایسی صفاتِ کاملہ والا اور کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں ہے اور نہ ہی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ غیر

Marfat.com

ان صفاتِ کاملہ کے ساتھ بغیر نقصان و زیادتی کے اگر کوئی ثابت ہو جائے تو وہ غیر نہ ہو گا۔ اس لیئے کہ آپس میں دو غیر الگ الگ ہوں گے۔ اور یہاں علیحدگی کا وجود ہی نہیں ہے۔

اور اگر تمیز کے اثبات کے ساتھ ہم غیر کا اثبات کریں تو اس کا نقص لازم آئے گا جو کہ الوہیت و معبودیت کے منافی ہے۔ کیونکہ اگر ہم تمام کمالات اس کے لیئے ثابت نہیں کریں گے تا کہ ان میں فرق پیدا ہو تو اس کا نقص لازم آئے گا اور اسی طرح اگر تمام نقائص ہم اس سے دور نہ کریں گے تو بھی نقص لازم آئے گا۔ اور اگر اشیاء اس کی محتاج نہ ہوں تو وہ ان کی عبادت کا مستحق کیوں ہو گا۔ اور اگر وہ اشیاء میں سے کسی شے بیں بھی یا کاموں میں سے کسی کام بیں بھی کسی کا محتاج ہو گا تو وہ ناقص ہو گا۔ اور اسی طرح اگر وہ نافع و ضار نہ ہو گا تو چیزوں کو اس کی کیا احتیاج ہو گی اور وہ کیوں ان کی عبادت کا مستحق ہو گا اور اگر کوئی اس کی اجازت کے بغیر کسی چیز کو نفع یا نقصان پہنچا سکتا ہو گا تو وہ بیکار ہو جائے گا اور عبادت کا مستحق نہ رہے گا۔ تو ایسی صفاتِ کاملہ کا جامع صرف وہی اکیلا ہو گا اور اس کا کوئی شریک نہ ہو گا۔ اور عبادت کا مستحق وہی ایک زبردست ہو گا۔

سوال :- اگرچہ ان صفات میں تمیز ایسے طریقہ پر جو بیان ہوا ہے نقص کو مستلزم ہے جو کہ الوہیت و معبودیت کے منافی ہے لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ غیر کچھ اور ایسی صفات رکھتا ہو جو امتیاز کا باعث بھی ہوں اور کوئی نقص بھی لازم نہ آئے اگرچہ ہم ان صفات کو نہیں جانتے کہ وہ کونسی ہیں۔

جواب :- وہ صفات بھی دو حال سے خالی نہیں ہیں یا تو وہ صفاتِ کاملہ ہوں گی یا صفاتِ ناقصہ۔ بہر صورت استحالہ مذکورہ لازم آئے گا۔ اگرچہ ہم ان صفات کو پوری طرح نہیں جانتے کہ وہ کونسی ہیں لیکن اتنا تو معلوم ہے کہ وہ کمال و نقصان کے دائرے سے باہر نہیں ہیں اور ہر صورت میں نقص دامن گیر ہے۔ جیسا کہ پہلے گزرا۔

اور اللہ تعالیٰ کے سوا غیر کے مستحق معبودیت نہ ہونے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر خداوند تعالیٰ تمام وجودی اور توابع وجودی ضروریات میں کافی ہو گا اور اشیاء کا نفع و نقصان اس سے وابستہ ہو گا تو دوسرا محض بیکار اور بے فائدہ ہو گا اور اشیاء کو اس کی کوئی احتیاج نہ ہو گی۔ بدکردار خداوند تعالیٰ کے سوا کی عبادت کرتے ہیں۔ اور اپنے تراشے ہوئے بتوں کو اپنا معبود بناتے ہیں اپنے اس فاسد خیال کی بنا پر کہ یہ خداوند تعالیٰ کے پاس ہمارے سفارشی ہوں گے اور ہم ان کے وسیلہ سے خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کریں گے۔

یہ لوگ کتنے بیوقوف ہیں۔ ان کو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ ان کو شفاعت کا مرتبہ نصیب ہو گا اور خداوند تعالیٰ ان کو شفاعت کی اجازت دے دے گا محض وہم کی بنا پر کسی کو خداوند تعالیٰ کی عبادت میں شریک بنانا انتہا درجہ کی ذلت اور خسارہ ہے۔ عبادت کوئی آسان معاملہ نہیں ہے کہ ہر پتھر اور بے جان چیز کی عبادت کی جائے اور ہر عاجز کو بلکہ اپنے سے بھی عاجز تر کو مستحق عبادت تصور کیا جائے اور الوہیت کے معنی کے بغیر عبادت کا

Marfat.com

تصور نہیں ہے جو الوہیت کی صلاحیت رکھتا ہے وہی مستحق عبادت ہے اور جس میں یہ صلاحیت نہیں ہے اس کو استحقاق نہیں ہے اور الوہیت کی صلاحیت وجوب وجود سے وابستہ ہے اور جو وجوب وجود نہیں رکھتا وہ الوہیت کے لائق اور عبادت کا مستحق نہیں ہے۔

کتنے بیوقوف ہیں یہ لوگ کہ وجوب وجود میں تو خدا کا کسی کو شریک نہیں سمجھتے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ عبادت میں اس کا شریک ٹھہراتے ہیں یہ اتنا نہیں جانتے کہ وجوب وجود استحقاق عبادت کی شرط ہے اور جب وجوب وجود میں شریک نہیں ہیں تو عبادت میں بھی شریک نہ ہوں گے۔ استحقاق عبادت میں شریک ٹھہرانا وجوب وجود میں شریک ٹھہرانے کو بھی مستلزم ہے پس اس کلمہ طیبہ کی تکرار سے وجوب وجود کے شریک کی نفی بھی کریں اور استحقاق عبادت کے شریک کی نفی بھی۔ بلکہ بہت ضروری ہے اور نافع اور سودمند اس راہ میں استحقاق عبادت کے شریک کی نفی ہے جو کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام کی دعوت کے ساتھ خاص ہے۔

مخالف بھی جو کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ملت کا التزام کرنے والے نہیں ہیں عقلی دلائل سے وجوب وجود کے شریک کی نفی کرتے ہیں اور واجب الوجود صرف ایک ہی کو کہتے ہیں لیکن وہ استحقاق عبادت کے معاملہ میں غافل ہیں اور استحقاق عبادت کے شریک کی نفی سے فارغ ہیں۔ وہ غیر کی عبادت سے پرہیز نہیں کرتے اور بت خانوں کی تعمیر میں سستی نہیں کرتے۔ انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسلام بُت خانوں کو گراتے ہیں اور عبادت غیر کے استحقاق کو رد کرتے ہیں۔

ان بزرگواروں کی زبان میں مشرک وہ آدمی ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا غیر کی عبادت میں گرفتار ہے۔ اگرچہ وہ وجوب وجود کے شریک کی نفی کا قائل ہو کیونکہ ان کا اہتمام تو اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی عبادت کی نفی ہے جو کہ عمل اور معاملہ سے تعلق رکھتی ہے اور وجوب وجود ہے۔ پس نفی شریک کو مستلزم ہے پس جب تک کوئی آدمی ان بزرگواروں علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کے ساتھ جو ماسوا کی عبادت کے استحقاق کی نفی کرتی ہیں متحقق نہ ہو شرک سے آزاد نہیں ہوتا۔ اور آلہ آفاقی وانفسی کی عبادت کے شرک کے شعبوں سے نجات نہیں پا سکتا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شریعتیں اس معنی کی متکفل ہیں بلکہ ان کی بعثت کا مقصود اسی دولت کا حصول ہے اور ان بزرگواروں کی شریعت کے علاوہ اس شرک سے نجات میسر نہیں ہے اور ان کی علیہم الصلوٰۃ والسلام ملت کے التزام کے بغیر توحید ممکن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ ؕ — اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے

آیت کریمہ کا مطلب تو وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے اور احتمال ہے کہ اس کا معنیٰ یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرتا کہ اس کی شریعتوں کا التزام نہ کیا جائے کیونکہ شریعت کا التزام نہ کرنا شرک کو لازم ہے پس

Marfat.com

ملزوم کا ذکر کرکے لازم کا ارادہ کیا۔ پس اب وہ اعتراض رفع ہو جائے گا جو خیال میں آتا ہے کہ جیسے شرک نہیں بخشا جاتا ویسے ہی تمام شریعتوں کا انکار بھی نہیں بخشا جاتا تو پھر تخصیص کی کیا وجہ ہے اور ہو سکتا ہے کہ "اس کے ساتھ شرک کیا جائے" کا معنی یہ ہو کہ اس کی شریعت کا انکار کیا جائے۔ اس لئے کہ شریعت کا انکار اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر ہے تو وہ بھی نہیں بخشا جائے گا۔ اور شرک اور کفر میں نسبت عموم خصوص مطلق کی ہے پس شرک کفر میں سے ایک خاص قسم کا کفر ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے خاص کا ذکر کیا اور عام مراد لیا تو اب وہ اعتراض رفع ہو گیا جو وہم میں آتا تھا کہ جیسے شرک نہیں بخشا جاتا ویسے ہی ساری شریعتوں کا انکار بھی نہیں بخشا جاتا پھر تخصیص کی وجہ کیا ہے؟۔

جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کی عبادت کا عدم استحقاق بالکل بدیہی ہے اور کم از کم حدسی ہے کہ جو آدمی بھی عبادت کے معنی کو اچھی طرح سمجھ لے گا اور حق سبحانہ وتعالیٰ کے سوا پر اچھی طرح غور کرے گا تو وہ بے تامل غیر کے لئے عدم استحقاق عبادت کا حکم لگائے گا۔ وہ مقدمات جو اس معنی میں لائے جاتے ہیں بدیہیات پر تنبیہات کے قبیل سے ہیں۔ ان مقدمات پر نقض ومناقضہ ومعارضہ کی گنجائش نہیں ہے۔ نورِ ایمانی چاہیئے تاکہ فراست کے ساتھ ان مقدمات کو سمجھ سکے۔ بہت سی بدیہی چیزیں ایسی ہیں جو بیوقوفوں اور کم عقلوں پر مخفی رہتی ہیں اور اسی طرح وہ ہیں جو مرض ظاہر اور بیماری باطن میں گرفتار ہیں ان پر جلی اور خفی بدیہی باتیں بھی مخفی رہتی ہیں۔

سوال: مشائخ طریقت قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی عبارت میں واقع ہے کہ جو کچھ تیرا مقصود ہے تیرا معبود ہے۔ اس عبارت کا معنی کیا اور اس کا صحیح مطلب کیا ہے۔؟

جواب: کسی آدمی کا مقصود وہ ہے جس کی طرف اس کی توجہ ہے اور وہ شخص جب تک جان رکھتا ہے اس مقصود کے حاصل کرنے سے اپنے آپ کو معاف نہیں کرتا اور ہر قسم کی ذلت وانکساری جو اس کے حصول میں پیش آئے برداشت کرتا ہے اور سستی نہیں کرتا اور عبادت کا بھی یہی ماحاصل ہے جو کمال ذلت وانکساری کی خبر دیتی ہے۔ پس کسی چیز کا مقصود ہونا اس شے کے معبود ہونے کو مستلزم ہے پس اللہ تعالیٰ کے سوا کی معبودیت کی نفی اس وقت متحقق ہوگی جب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مقصود نہ رہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسری چیز اس کی مراد نہ ہو۔ اس دولت کے حاصل کرنے میں سالک کے حال کے مناسب کلمہ لا الٰہ الا اللہ کا معنی لا مقصود الا اللہ ہے (اللہ کے سوا کے مقصود نہیں ہے)۔

اس کلمہ کی تکرار اتنی کرنا چاہیئے کہ غیر کی مقصودیت کا نام ونشان باقی نہ رہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی چیز اس کی مراد نہ ہو تاکہ غیر کی معبودیت کی نفی میں سچا ہو اور زیادہ خداؤں کے ازالہ میں حق بجانب ہو۔

Marfat.com

اور زیادہ خداؤں کی نفی اس طرح کرنا اور مقصودیت کی نفی سے غیر کی معبودیت کی نفی کرنا ایمان کے کمال کی شرط ہے جو ولایت سے وابستہ ہے اور خواہشات کے خداؤں کی نفی سے متعلق ہے۔ جب تک نفس مطمئنہ نہ ہو جائے اس معنی کی توقع نہیں ہے اور اطمینان نفس فنا و بقا کے کمال کے بعد متصور ہے۔

اور ظاہر شریعت غرّاء میں جو آسانی اور سہولت کی مخبر ہے اور بندوں کی تنگی رفع کرنے کی مشعر ہے کیونکہ وہ کمزور پیدا ہوئے ہیں۔ یہ ہے کہ اگر کسی مقصود کے حاصل کرنے میں معاذ اللہ شریعت کی رسی سے اپنی گردن آزاد کرائے اور اس کے حاصل کرنے میں حدود شرعیہ سے تجاوز کرے تو وہ مقصود اس کا معبود ہے اور اس کا خدا ہے اور اگر وہ مقصود ایسا نہیں اور اس کے حاصل کرنے میں شرعی منکرات کا ارتکاب نہ کرے تو وہ مقصود شرعی طور پر ناجائز و ممنوع نہیں ہے گویا کہ وہ مقصود اس کے مقاصد میں سے اور وہ مطلوب اس کے مطالب میں سے نہیں ہے بلکہ اصل میں اس کا مقصود خداوند تعالیٰ ہے اور اس کا مطلوب اللہ تعالیٰ کی شریعت کے اوامر و نواہی ہیں۔ اور اس مقصود شے میں میلان طبعی سے بڑھ کر اور کچھ نہیں ہے۔ اور اس کا تعلق دل سے نہیں ہے اور وہ بھی شرعی احکام کے ماتحت ہے۔

اور شریعت کی حقیقت میں جو کہ کمال ایمان پر دلالت کرتی ہے غیر کی مقصودیت کے مادہ کو قطع کرنا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا غیر کی مقصودیت بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ نفسانی ہوا و ہوس کے غلبہ کی مدد سے غیر کی مقصودیت حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی مقصودیت سے مقابلہ کرتی ہے بلکہ اس کے حاصل کرنے کو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے پر ترجیح دیتی ہے اور ہمیشہ کے نقصان تک پہنچا دیتی ہے۔ پس غیر کی مقصودیت کی نفی مطلق طور پر دین کی تکمیل میں ضروری ہے۔ تاکہ ایمان کے زائل ہونے اور پسپائی سے محفوظ و مامون رہے۔

ہاں بعض صاحب دولتوں کو نفی ارادہ و رفع اختیار کے بعد صاحب ارادہ و اختیار بنا دیتے ہیں اور جزئی ارادہ و اختیار کو اس سے چھین کر کلی اختیار و ارادہ کا مالک بنا دیتے ہیں۔ اس معنی کی تحقیق کسی اور مکتوب میں کی جائے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اے ہمارے رب ہمارے نور کو پورا کر اور ہمیں بخش دے یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ الصَّلَوٰتُ وَالتَّحِیَّاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ وَالْبَرَکَاتُ اَتَمُّهَا وَاَکْمَلُهَا۔

Marfat.com

# مکتوب نمبر ۴

سیادت وارشاد پناہ میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا

اس آیت کی تفسیر میں لَا یَمَسُّہٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (اس کو پاک لوگ ہی چھوتے ہیں۔)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا۔

اِنَّہٗ لَقُرْاٰنٌ کَرِیْمٌ فِیْ کِتٰبٍ مَّکْنُوْنٍ (یقیناً وہ بزرگ قرآن ہے۔ پوشیدہ کتاب میں۔ نہیں ہاتھ لَا یَمَسُّہٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ۔ لگاتے مگر پاک لوگ)[۱]

آیت کا مطلب وہی ہے جو اللہ تعالیٰ چاہے اور وہ رمز جو اس مقام پر ذہن نارسا میں آتی ہے یہ ہے کہ قرآن کے پوشیدہ اسرار کا مساس وہی لوگ کر سکتے ہیں جو تعلقات بشریہ کی آلودگی سے پاک ہو چکے ہوں۔ اور جب اسرار قرآنی کا مساس پاک لوگوں کا حصہ ہے تو پھر دوسروں کو کیا مل سکتا ہے۔؟

اور دوسرا اشارہ یہ ہے کہ نہ پڑھیں قرآن مجید کو یعنی نہیں چاہیئے کہ پڑھیں قرآن مجید کو مگر وہ لوگ کہ ان کے نفوس ہوا و ہوس سے پاک ہو چکے ہوں اور شرک جلی و خفی اور آفاقی و انفسی خداؤں سے پاک ہو چکے ہوں۔ اس کا بیان یہ ہے کہ سلوک کے مبتدی کے حال کے مناسب ذکر ہے اور ما سوائے مذکور کے ہر چیز کی نفی ہے۔ اس حد تک کہ ما سوا میں سے کوئی چیز بھی اسے معلوم نہ رہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی چیز بھی اس کی مراد نہ ہو کہ اگر اس کو تکلف سے بھی اشیاء یاد کرائیں تو یاد نہ آئیں اور اس کا مقصود نہ ہوں اور جب اسطرح کا ہو جائے گا تو شرک سے پاک ہو جائے گا۔ اور انفسی و آفاقی خداؤں سے آزاد ہو جائے گا۔

اس وقت میں بہتر ہے کہ ذکر کی بجائے قرآن مجید کی تلاوت کرے اور تلاوت کی دولت سے ترقی کرے۔ اس حالت کے حصول سے پہلے قرآن مجید کی تلاوت کرنا ابرار کے اعمال میں داخل ہے اور اس حالت کے حصول کے بعد قرآن مجید کی تلاوت مقربین کے اعمال میں سے ہے جب کہ اس نسبت کے حصول سے پہلے ذکر کرنا مقربین کے اعمال میں شمار تھا۔ ابرار کے اعمال عبادات میں سے ہیں اور مقربین کے اعمال تفکرات میں سے ایک گھڑی تفکر کرنا ایک سال یا ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے۔[۲] آپ نے سنا ہوگا اور تفکرات کی مطلب یہ

[۱] سورہ واقعہ پارہ ۲۷۔ ۱۲

[۲] حضرت ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ نے یہ حدیث شرح شمائل میں ذکر کی ہے۔

Marfat.com

ہے کہ باطل سے نکل کر حق میں مستغرق ہو جائے جتنا فرق ابرار اور مقربین میں ہے اتنا ہی فرق ان کی عبادت اور تفکر میں ہے۔

جاننا چاہیئے کہ مبتدی کا وہ ذکر جو مقربین کے اعمال میں شمار ہوتا ہے وہ ہے جو اس نے شیخ کامل مکمل سے اخذ کیا ہو اور اس کا مقصود سلوک طریقت ہو ورنہ وہ ذکر بھی ابرار کے اعمال میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ ہی درست بات کی طرف راہنمائی کرنے والا ہے والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وآلہ الصلوات والتسلیمات اتمہا واکملہا۔

# مکتوب نمبر ۵

سیادت وارشاد پناہ میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا
آپ کے اپنے بعض احوال واذواق کے بیان میں جو کہ بعض تکالیف
کے ذریعہ سے ظہور میں آئے۔ مدظلہ العالی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

مخفی نہ رہے کہ اس وقت تک کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی عنایت سے کہ وہ عنایت اس بلند ذات کے جلال وغضب کی صورت میں ظاہر ہوئی تھی قید خانے کے پنجرے میں بند نہ ہوا۔ ایمان شہودی کی تنگ نائے سے پوری طرح آزاد نہ ہوا۔ اور خیال ومثال کے ظلال کے کوچوں سے اس وقت تک پوری طرح باہر نہ آیا۔ اور مطلق العنان ایمان بالغیب کی شاہراہ پر چلنے کا فخر حاصل نہ کر سکا اور حضور سے غیب اور عین سے علم اور شہود سے استدلال تک پوری طرح نہ پہنچا اور ہیں وجدان بالغ اور ذوق کامل سے دوسروں کے ہنر کو عیب اور عیب کو ہنر نہ سمجھ سکا۔ اور ہیں بے ننگ وناموس ہونے کا خوشگوار شربت اور خواری ورسوائی کے مزید مرتبہ جات کا مزہ نہ چکھ سکا اور خلقت کے طعن وملامت کے جمال کا مزہ نہ چکھ سکا اور اچھی مصیبت اور آدمیوں کی جفا سے میں محظوظ نہ ہو سکا اور زندہ بدست مردہ کی طرح نہ ہو سکا اور پوری طرح ارادہ واختیار ترک نہ کر سکا اور آفاق وانفس کے تعلق کے رشتہ کو پوری طرح نہ توڑ سکا اور تضرع والتجا وانابت واستغفار اور ذلت اور انکساری کی حقیقت نہ پا سکا اور خداوند تعالیٰ کی استغنا کے بلند مرتبہ ترازو کو جو کہ عظمت وکبریائی کے پردوں میں لپیٹا ہوا تھا مشاہدہ نہ کر سکا اور اپنے آپ کو پوری محتاجی اور فقیری کے باوجود ایک ذلیل وخوار اور بے اعتبار وبے ہنر اور بے اقتدار بندہ نہ سمجھ سکا۔

Marfat.com

وما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی ان ربی غفور رحیم۔[1] اور میں اپنے نفس کو بری نہیں کرتا یقیناً نفس برائی کا حکم کرنے والا ہے مگر جس پر میرا رب رحم کرے بیشک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔

اگر خداوند تعالیٰ کے محض فضل وکرم سے فیوض وواردات اور پے در پے عطیات اور اس کے نہ ختم ہونے والے انعامات اس محنت کدہ میں اس شکستہ بال کے شامل حال نہ ہوتے تو نزدیک تھا کہ معاملہ ناامیدی تک پہنچ جاتا اور امید کا رشتہ ٹوٹ جاتا اور تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مجھے عین بلا میں عافیت بخشی اور نفس جفا میں میری عزت کی اور سختی کی حالت میں مجھ پر احسان فرمایا اور خوشی اور تکلیف میں شکر کی توفیق بخشی اور مجھے انبیاء کی تابعداری کرنے والوں اور اولیاء کے آثار کا پیچھا کرنے والوں اور علماء اور صلحاء سے محبت رکھنے والوں سے بنایا۔

صَلَوَاتُ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ وَتَسْلِیْمَاتُہٗ عَلَی الْاَنْبِیَآءِ اَوَّلًا وَعَلٰی مُصَدِّقِیْھِمْ ثَانِیًا۔

# مکتوب نمبر ۶

معارف آگاہ شیخ بدیع الدین کی طرف صادر فرمایا

اس بیان میں کہ محبوب کی تکلیف اس کے انعام سے اور اس کا جلال اس کے اس کے جمال سے زیادہ محبوب ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔

گرامی نامہ جو شیخ فتح اللہ کے ہمراہ بھیجا تھا پہنچا۔ لوگوں کی جفا و ملامت کے متعلق لکھا تھا۔ وہ خود اس طائفہ کا جمال ہے اور ان کے زنگ کا صیقل ہے۔ باعث قبض وکدورت کیوں ہو۔ شروع حال میں جب فقیر اس قلعہ میں پہنچا تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ خلق کی ملامت کے انوار بستیوں اور شہروں سے نورانی بادلوں کی صورت میں پے در پے پہنچ رہے ہیں اور معاملہ پستی سے بلندی پر چلا گیا ہے۔
آپ نے کئی سال تک جمالی تربیت سے منزلیں طے کیں۔ اب جلالی تربیت سے قطع مسافت کرو اور مقام صبر بلکہ مقام رضا میں رہو اور جمال اور جلال کو برابر سمجھو۔ آپ نے لکھا ہے کہ ظہور فتنہ کے وقت سے نہ ذوق رہا ہے نہ حال" چاہیئے تو یہ تھا کہ ذوق و حال دوگنا ہو جاتا کہ محبوب کی جفا اس کی

[1] سورۂ یوسف پارہ ۱۳-۱۲۔

Marfat.com

وفا سے زیادہ لذت بخش ہے کتنے تعجب کا مقام ہے کہ عوام کی طرح باتیں کرتے ہو اور محبت ذاتیہ سے دور چلے گئے ہو۔ اب پہلی حالت کے برخلاف جلال کو جمال سے زیادہ سمجھو اور درد کو انعام سے زیادہ جانو کیونکہ جمال و انعام میں محبوب کی مراد کے ساتھ اپنی مراد بھی شامل ہوتی ہے۔ اور درد و جلال میں خالص محبوب کی مراد ہوتی ہے اور اپنی مراد کے وہ خلاف ہوتا ہے۔ اس جگہ وقت اور حال پہلے حال اور وقت سے مختلف ہوتا ہے اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ آپ نے زیارۃ حرمین الشریفین کے متعلق لکھا ہے۔ اس میں کونسی رکاوٹ ہے۔ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ۔

# مکتوب نمبر ۷

سیادت پناہ میر محب اللہ مانک پوری کی طرف صادر فرمایا

(خلقت کی ایذا کو برداشت کرنے کے بیان میں)

حمد و صلوٰۃ اور دعاگوئی کے بعد عرض ہے کہ میرے بھائی سید میر محب اللہ کا گرامی نامہ پہنچا۔ بڑی خوشی ہوئی۔ خلقت کی تکلیف برداشت کرنے سے چارہ نہیں ہے اور ناقارب کی جفا پر صبر کرنے سے گزر۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کرتے ہوئے حکم فرمایا۔

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَهُمْ۔ آپ اولو العزم پیغمبروں کی طرح صبر کریں اور ان کے لئے جلدی نہ کریں۔

اس مقام کی سکونت میں اگر کوئی نمکینی ہے تو یہی ایذا و جفا ہے اور تم اس نمک سے بھاگ رہے ہو ہاں جو شکر کھا کر پلا بڑھا ہو وہ نمک کی تاب نہیں رکھتا۔ کیا کیا جائے۔ ؎

لہ ہر چہ عاشق شد اگرچہ نازنین عالم است
نازکی کے راست آید بارمی باید کشید

لکھا ہوا تھا کہ "اگر اجازت ہو تو الہ باس میں سکونت اختیار کر لوں"۔ کوئی مقام متعین کر لو تاکہ لوگوں کی بے حد جفا سے وہاں جا کر کچھ آرام کر سکو۔ اور یہ رخصت کا طریق ہے اور عزیمت کا طریقہ صبر اور ایذا برداشت کرنا ہے۔ اس موسم میں فقیر پر ضعف غالب آجاتا ہے جیسا کہ آپ کو معلوم ہے اس لئے چند کلمات پر اقتصار کیا گیا ہے۔ والسلام۔

---

لہ جو شخص بھی عاشق بنا ہے چاہے نازنین جہاں ہو عشق نے بعد اسے نازک مزاجی راس نہیں آتی بلکہ اب اسے مشقت برداشت کرنا ہوگی۔

Marfat.com

# مکتوب نمبر ۸

حقائق آگاہ محمد صدیق کی طرف صادر فرمایا

اس بیان میں کہ اصل غیب ہے اور ظلیت شہود

اے محبت شعار! غیب شہود کے مقابل ہے جو ظلیت کا شائبہ رکھتا ہے اور غیب اس آمیزش سے پاک ہے پس غیب شہود سے زیادہ کامل ہے۔ لیکن جب کہ سید البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام معراج کی رات میں رویت کی دولت سے مشرف ہوئے جو کہ ظلال کے پردوں سے دور بہت دور ہے اور ظلیت کے شائبہ اور آمیزش سے پاک ہے تو ان کے حق میں غیب رویت سے کیوں کامل تر ہوگا۔ کیونکہ غیب پر اکتفا تو صرف ظلیت کو رفع کرنے کے لئے تھا اور جب پوری طرح ظلیت رفع ہوگئی اور عین میں حضور میسر ہوا تو پھر غیب کی کیا ضرورت ہے؟۔ یہ وہ دولت ہے جو صرف سید الکونین علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے مخصوص ہے اور آنحضرت کے کامل ترین تابعین کو بھی وراثت اور تبعیت کے طور پر اس سے حصہ ملتا ہے۔ علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات۔ لیکن چونکہ یہ مقام رویت نہیں ہے لہٰذا شہود اور مشاہدہ بھی نہیں ہے۔ اس مقام کو غیب سے تعبیر کرنا بہترین عبارت ہے اور اس مقام کی تفصیل گفتگو سے راست نہیں آسکتی۔ ہر آدمی اپنی ہمت کے مطابق اس کو دریافت کرے گا اور یہ مقام اس سے بہت بلند تر ہے اور اس میں بہت ہی کم لوگوں کو حصہ ملتا ہے۔ والسلام۔

# مکتوب نمبر ۹

سیادت وارشاد پناہ میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا

اس آیت کریمہ کے بیان میں مَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ (جو تمہیں رسول دے اسے لے لو)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا۔

[1] مَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ جو تمہیں رسول دے اسے قبول کرلو اور جس سے روکے

---

[1] پارہ ۲۸ سورۃ الحشر۔

Marfat.com

عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰہَ۔ اس سے باز آجاؤ اور اللہ سے ڈرو۔

اوامر کی تعمیل اور نواہی سے اجتناب کے تذکرہ کے بعد تقوی کا ذکر کیا ہے یہ "باز آجانے" کے معاملہ کے اہتمام کی طرف اشارہ کیا ہے جو کہ تقوی کی حقیقت ہے اور یہی دین کا سرمایہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ "تمہارے[1] دین کا سرمایہ پرہیز گاری ہے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور مقام پر فرمایا ہے" پرہیز گاری کے برابر[2] کسی چیز کو نہ سمجھو" اور پرہیز گاری یہی تقوی ہے اور اس اہتمام کی وجہ یہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانیں" کہ باز آجانا وجود میں عام ہے اور اس کا نفع بہت زیادہ ہے کیونکہ یہ اوامر کی تعمیل میں بھی پایا جاتا ہے کیونکہ کسی حکم کی تعمیل میں اس کی ضد سے" باز آجانا" ہے اور وہ ظاہر ہے۔

اور" باز آجانے" کے نفع کی کثرت جہت عموم کے بغیر بھی ہے کیونکہ وہ خالص نفس کی مخالفت ہے اس میں نفس کا کوئی حصہ نہیں ہے برخلاف تعمیل ارشاد کے کہ اس میں بعض دفعہ نفس کو لذت حاصل ہوتی ہے اور وہ ہر چیز جس میں نفس کی زیادتی مخالفت ہو اس میں کوئی" شک نہیں کہ اس کا نفع زیادہ ہوگا اور وہ نجات کے لئے قریب ترین راستہ ہے۔ کیونکہ تکالیف شرعیہ کا اصل مقصد تو نفس کو مغلوب کرنا ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی دشمنی پر کھڑا ہے۔

حدیث قدسی میں آیا ہے" اپنے نفس سے دشمنی رکھ کہ یہ میری دشمنی پر کھڑا ہے" تو طرق مشائخ میں سے ہر وہ طریقہ جس میں احکام شرعیہ کی زیادہ رعایت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف قریب ترین راستہ ہوگا۔ کیونکہ اس میں نفس کی مخالفت زیادہ ہے اور سن لو وہ ہے طریقہ نقشبندیہ۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے سردار اور قبلہ شیخ اجل شیخ بہاؤالدین مشہور بہ نقشبند فرمایا کرتے تھے" میں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سب طریقوں میں سے قریب ترین طریقہ پایا ہے کیونکہ اس میں نفس کی زیادہ مخالفت ہے۔"

باقی رہا معاملہ اس طریقہ میں شریعت کی زیادہ رعایت کا تو یہ ایک ایسی بات ہے جو کسی انصاف پسند ذہن اور طرق مشائخ میں غور کرنے والے آدمی پر مخفی نہیں ہے اور اس کے باوجود میں نے اس کو بعض رسائل میں بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی حقیقت حال کو خوب جانیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی مجھے کافی ہیں اور وہ بہترین کارساز ہے۔ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ وَبَارَكَ وَكَرَّمَ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی۔

---

[1] بیہقی شریف بروایت عائشہ رضی اللہ عنہا

[2] ترمذی شریف بحوالہ مشکوٰۃ بروایت جابر رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

# مکتوب نمبر ۱۰

سیادت وارشاد پناہ میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا
اس آیت کی تفسیر میں وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ
اور جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق سوال کریں تو میں قریب ہوں

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ[1] اور جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق پوچھیں تو میں قریب ہوں۔

حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کا قرب اگرچہ بے چون وبے چگون ہے لیکن اس مقام تک وہم کی رسائی ہے اور اللہ تعالیٰ کی اقربیت ہے جو کہ وہم کے احاطہ سے خارج اور خیال کے دائرہ سے باہر ہے یہی وجہ ہے کہ قرب دان تو بہت ہیں اور اقربیت دان بہت ہی تھوڑے۔ قرب کی انتہا حصول اتحاد تک ہے اگرچہ اتحاد بھی صرف توہم ہے اور اقربیت قرب کی جانب میں اتحاد سے بہت آگے ہے۔ اگرچہ عقل اپنے سے بھی نزدیک تر چیز کو بعید ہی تصور کرتی ہے اور یہ عقل کی تنگ نظری ہے کہ اس نے دور بینی کی عادت کرلی ہے اور اپنے سے نزدیک تر کو نہیں پایا ہے۔ والسلام۔

# مکتوب نمبر ۱۱

سیادت پناہ میر شمس الدین علی خلخالی کی طرف صادر فرمایا
اس بیان میں کہ انسان عالم امر اور عالم خلق کے اجزاء عشرہ سے مرکب ہے اور انسان کے دل کو عرش مجید پر ترجیح ہے۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی

[1] پارہ ۲۔ سورہ بقرہ ۱۲۔

Marfat.com

آدمی ایک جامعہ نسخہ ہے جو کہ اجزائے عشرہ سے مرکب ہے۔ عناصر اربعہ اور نفس ناطقہ اور قلب اور روح اور سِر اور خفی اور اخفی اور ان کے علاوہ دوسرے قویٰ اور جوارح جو انسان میں ہیں۔ وہ انہی اجزا کی طرف راجع ہیں۔ اور یہ اجزا ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ عناصر اربعہ کا ایک دوسرے کے خلاف ہونا ظاہر ہے اور اسی طرح عالم خلق اور عالم امر کا باہم ضد ہونا بھی ظاہر ہے اور عالم امر کے اجزائے پنجگانہ میں سے ہر ایک کسی امر سے مخصوص ہے اور کسی کمال سے منسوب ہے اور نفس ناطقہ خود اپنی خواہشات کا طالب ہے کہ کسی کے سامنے سر نہیں جھکاتا۔

اور اللہ جل سلطانہ کی عنایت نے اپنی کمال قدرت سے ہر ایک کی تیزی کو توڑ کر ان کو جمع کر دیا ہے اور ایک خاص مزاج اور ہیئت وحدانی عطا کی ہے۔ مزاج خاص اور ہیئت وحدانی کے حصول کے بعد اپنی حکمت بالغہ سے اس کو ایک صورت بخشی ہے تاکہ وہ ان متفرق اور متضاد اجزا کی حفاظت کرے اور اس مجموعہ کا نام اس نے انسان رکھا اور جامعیت اور حصول ہیئت وحدانی کے اعتبار سے اسے استعداد خلافت کی بزرگی سے مشرف فرمایا اور یہ دولت انسان کے علاوہ کسی اور کو میسر نہیں ہوتی ہے۔

عالم کبیر اگرچہ بزرگ ہے لیکن وہ جامعیت سے خالی ہے اور ہیئت وحدانی سے بے نصیب ہے اور یہ خوبی انسان کے تمام افراد میں برابر ثابت ہے اور عوام و خواص انسان اس معنی میں شرکت رکھتے ہیں۔

جاننا چاہیئے کہ عالم کبیر میں سے بزرگ ترین جز عرش مجید ہے اور اس کی مخصوص تجلی دیگر اجزا کی تجلیات سے بہت بلند ہے کیونکہ وہ تجلی جامع ہے اور وہ ظہور اسماء و صفات وجوبی جل شانہٗ کا مستجمع ہے اور پھر وہ تجلی دائمی ہے۔ اس میں پوشیدگی کی گنجائش نہیں ہے اور انسان کامل کا دل جو کہ عرش سے مناسبت رکھتا ہے اور اسے عرش اللہ کہتے ہیں اس تجلی عرشی سے وافر حصہ اور کامل حظ رکھتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ وہ تجلی کلی ہے اور یہ تجلی اس کی نسبت سے جزئی ہے لیکن قلب کو ایک اور فضیلت حاصل ہے جو عرش کو نہیں ہے اور وہ تجلی کرنے والے (خدا تعالیٰ) کا شعور ہے اور پھر دل ایک ایسا مظہر ہے جو اپنے ظاہر میں گرفتاری رکھتا ہے برخلاف عرش کے کہ وہ اس گرفتاری سے خالی ہے تو لازماً دل کے لئے اس شعور و گرفتاری مقصود کی وجہ سے ترقی ممکن ہے بلکہ واقع ہے۔

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے اس کی محبت ہے)

دل اس کے ساتھ ہے جس کی وہ گرفتاری رکھتا ہے اور اس کی محبت میں مفتون ہے اگر وہ اسماء و صفات کا محب ہے تو اسماء و صفات کے ساتھ ہے اور اگر محب ذات جل شانہٗ ہے تو اس کے ساتھ

Marfat.com

# مکتوب نمبر ۱۲

سیادت پناہ میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا

تضرع و نیاز مندی اور ذکر اور تلاوت قرآن مجید اور نماز میں لمبے قیام کے بیان میں۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

میرے بھائی سید کا گرامی نامہ موصول ہوا خوشی ہوئی۔ لکھا تھا کہ دعا و تضرع و زاری اور ہمیشہ کی دعا خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں بہتر ہے یا ذکر کہنا بہتر ہے یا یہ چیزیں ذکر کے ساتھ ملا کر کہنا بہتر ہے؟ ذکر سے چارہ نہیں ہے پھر اس کے ساتھ جو چیز بھی جمع ہو جائے دولت ہے۔ وصول کا دارومدار ذکر پر رکھا ہے اور دوسری چیزیں ذکر کے ثمرات و نتائج کی طرح ہیں۔ اور آپ نے یہ بھی پوچھا تھا کہ ان تین چیزوں میں سے کونسی بہتر ہے ذکر نفی و اثبات۔ تلاوت قرآن مجید اور لمبے قیام والی نماز؟ نفی و اثبات کا ذکر وضو کی طرح ہے جو کہ نماز کی شرط ہے۔ جب تک طہارت درست نہ ہو نماز میں شروع ہونا منع ہے۔ اسی طرح جب تک نفی انجام تک نہ پہنچے فرائض۔ واجبات اور سنن موکدہ کے علاوہ جو کچھ بھی نفلی عبادت کریں وہ داخل وبال ہے پہلے اپنی بیماری کا علاج کرنا چاہیئے جو نفی و اثبات کے ذکر سے وابستہ ہے۔ اس کے بعد دوسری نیکیوں اور عبادتوں میں مشغول ہونا چاہیئے جو بدن کے لئے غذا صالح کی طرح ہیں۔ بیماری دور ہونے سے پہلے جو غذا بھی کھائیں گے وہ فاسد اور مفسد ہے۔

مصرعہ ہرچہ گیرد علتی علت شود[1]

اور اس معاملہ کا انجام کوئی ضروری نہیں ہے کہ اسے بیان کیا جائے کہ وہ حالت خود اپنی حالت بیان کرتی ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ جلد ثالث کس کے نام سے لکھی جائے؟ اس سے پہلے بھی یہ فقیر لکھ چکا ہے کہ وہ آپ کے نام سے لکھی جائے گی۔ آپ کے خط کے جواب میں اب پھر وہی بات ہے۔ آپ سے بہتر کون ہو گا؟ دل ہمیشہ آپ کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ آپ کے آگرہ میں قیام کرنے کی وجہ معلوم نہیں ہو سکی۔ اگرچہ وہ قریب ہے۔ لیکن چونکہ ملاقات سے خالی ہے لہذا بے اعتبار ہے۔ فقیر کے قریب اس جگہ نہ رہیں مجھے خداوند ارحم الراحمین کے سپرد کر کے اپنے وطن کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ اور اس جگہ

[1] بیمار جو کچھ بھی لیتا ہے وہ بیماری ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

کے مشتاق لوگوں کو خوش کریں۔ اور اگر یہاں رہنے کی کوئی خاص وجہ آپ نے دل میں تصور کر رکھی ہو تو اور بات ہے۔ والدہ محمد امین کو خداوند تعالیٰ توفیق دے اور عصمت و آبرو سے رہیں۔ وہ دو دراز کشف جو آپ نے لکھے تھے مطالعہ میں آئے۔ اگرچہ ان میں وحشت ناک اور پریشان کن چیزیں بہت ہیں لیکن پھر بھی اچھے ہیں کہ بالآخر ہر ایک کا انجام اچھا ہے۔ آپ انہیں کہیں کہ اس قسم کے واقعات سے متنبہ ہونا چاہیئے اور توبہ و استغفار سے تلافی کرنی چاہیئے۔ دنیوی فائدے اور فانی چیزیں محض لاشے ہیں۔ عاقل کو ان پر فریفتہ نہ ہونا چاہیئے۔ ہر وقت آخرت کے احوال پیش نظر رہنے چاہئیں اور ہمیشہ ذکر میں مشغول رہنا چاہیئے۔

یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ ذکر میں لذت پیدا ہو اور کچھ چیزیں نظر میں آئیں۔ یہ خود لہو ولعب میں داخل ہے۔ ذکر میں جتنی بھی مشقت ہو بہتر ہوتی ہے اور نماز پنج وقت ادا کر کے باقی اوقات کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے آباد کریں اور ذکر کی لذت میں بیکار نہ ہوں اور انہیں چاہیئے کہ آپ کی خدمت کو غنیمت سمجھیں اور آپ کی رضا جوئی کریں اور آپ بھی ان کی طرف بہت جھکیں اور ان کو نرمی سے اپنی جانب کھینچیں اور ان کو نیکی کی تلقین کریں۔ والسلام۔

# مکتوب نمبر ۱۳

سیادت پناہ میر محب اللہ مانک پوری کی طرف صادر فرمایا

(اس بیان میں کہ صاحب شریعت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام اور اپنے پیر طریقت کی متابعت میں مضبوط ہونا چاہیئے۔)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میرے بھائی سید میر محب اللہ کا خط آیا۔ ناامیدی کے مقدمات جو بے چینی اور اضطراب کی وجہ سے لکھے تھے اچھی طرح واضح ہوئے۔ ناامیدی کفر ہے۔ امیدوار رہو اگر ان دو امور میں پختہ ہو جاؤ تو پھر کوئی غم نہیں ہے ایک تو صاحب شریعت غرّا علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی متابعت اور دوسری شیخ طریقت سے محبت واعتقاد۔

آگاہ رہیں اور التجا وتضرع کریں کہ ان دو دولتوں میں فتور نہ آنے پائے پھر جو کچھ بھی ہو آسان ہے اور اس کی تلافی ممکن ہے اور میں اس سے پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ اگر مانک پورہ کی سکونت سے دل برداشتہ

Marfat.com

ہوں تو آپ آبادی میں قیام پذیر ہو جائیں کہ اسی میں برکت ہے۔ آپ اس کا مطلب الٹا سمجھے مبارک کے لفظ سے بھی آپ کو سمجھ نہ آئی۔ اور اب پھر وہی لکھتا ہوں۔

آج رات ایسا نظر آیا کہ گویا آپ کا سامان مانک پور سے اکبر آباد میں لے آئے ہیں اس جگہ کوئی ویرانہ اختیار کریں اور اپنے اوقات ذکر الٰہی جل سلطانہ کے ذکر سے معمور رکھیں اور کسی سے کوئی کام نہ رکھیں اور نفی و اثبات کے ذکر کا لزوم رکھیں اور اس کلمہ طیبہ کی تکرار کے ساتھ اپنی تمام مرادات کو سینہ سے دور کر دیں تاکہ مقصود و مطلوب و محبوب سوائے ایک کے اور کوئی نہ ہو۔ اگر دل ذکر کرنے سے عاجز آجائے تو زبان سے ذکر کرو اور تکرار کلمہ کرو کیونکہ یہ اس طریقہ میں ممنوع ہے باقی آپ طریقہ کے اوضاع و روش سے واقف ہیں۔ جہاں تک ہو سکے تقلید کی راہ نہ چھوڑیں کہ شیخ طریقت کی تقلید بہت پھل رکھتی ہے اور اس کے طریقہ کے خلاف میں بہت خطرے ہیں زیادہ کیا لکھوں۔ والسلام علی من اتبع الهدی والتزم متابعة المصطفیٰ علیه و علی آله و اصحابه الصلوات و التسلیمات اتمها و اکملها۔

# مکتوب ۱۴

میر شمس الدین علی کی طرف صادر فرمایا

ان کے سوال کے جواب میں جو انہوں نے واجب الوجود کے اطلاق کے متعلق پوچھا تھا۔

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ

گرامی نامہ موصول جو آپ نے از راہ کرم و شفقت ارسال کیا تھا اس کے مطالعہ سے محظوظ اور لذت گیر ہوا۔ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ آپ کو جزا دے۔ لکھا تھا کہ جب حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی ذات اپنی ماہیت سے موجود ہے نہ کہ وجود سے۔ خواہ وہ عین ماہیت ہو یا اس سے زائد۔ پس تقابل درمیان واجب الوجود کہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی ذات بلا اعتبار وجوب و وجود ہے اور ممتنع الوجود کے درمیان کس طرح متحقق ہوگا۔ اور واجب الوجود کا اطلاق اس ذات پر جو وجوب و وجود سے معرا ہے کس وجہ سے ہو سکے گا۔ اور پھر استحقاق عبادت جو وجوب وجود سے وابستہ ہے کیونکر ہوگا اور جب واجب الوجود کا اطلاق عدیم الوجود واجب الوجود کی ذات پر کس طرح ہوگا

Marfat.com

میرے مخدوم! ان سوالوں کے بالتفصیل جواب میں نے مکتوبات جلد ثانی کے ایک مکتوب میں لکھے ہیں جو ظاہر طور پر اس فقیر کے ایک لڑکے کے نام ہے۔ اگر ان کو مطالعہ کریں تو امید ہے کہ فائدہ پائیں گے۔ مختصر یہ کہ ہو سکتا ہے کہ ماہیت واجبی جل سلطانہٗ اپنی خودی کے ساتھ موجود ہے نہ کہ وجود و اثبات وجود کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کے لئے وجوب کا اطلاق عقل کے منتزعات کے قبیل سے ہے۔

بَلِ لِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی۔

اور جس طرح وجوب وجود منتزعات کے قبیل سے ہے اسی طرح امتناع عدم بھی اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں منتزعات سے ہے۔ جہاں خالص اللہ تعالیٰ کی ذات ہے وہاں جس طرح وجوب وجود کی نسبت نہیں ہے اسی طرح امتناع عدم کی نسبت بھی نہیں ہے

اور جب وجوب وجود کی نسبت پیدا ہوئی تو امتناع عدم بھی جو کہ اس کے بالمقابل ہے ظاہر ہوا۔ اور استحقاق عبادت کی نسبت جو نسبت وجوب وجود پر متفرع ہے وہ بھی ظہور میں آگئی۔ اللہ تعالیٰ تھا اور اس کے ساتھ کوئی چیز نہ تھی۔ اگرچہ وہ نسبتیں اور اعتبارات ہی کیوں نہ ہوں۔ پھر جب نسبتیں ظاہر ہو گئیں تو تقابل بھی ظاہر ہوا۔ والسلام اولاً و آخراً۔

# مکتوب نمبر ۱۵

سیادت پناہ میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا

(اس بیان میں کہ محبوب کی تکلیف کی لذت محب کی نگاہ میں اس کے انعام سے بہت زیادہ اچھی ہے۔)

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

میرے بھائی سید میر محمد نعمان کو معلوم ہو چکا ہو گا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خیر اندیش دوست جتنی بھی اسباب کے ذریعہ میری خلاصی کی کوشش کرتے ہیں کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ بھلائی اسی میں ہے جو اللہ تعالیٰ کرے۔ بہ تقاضائے بشریت کچھ اس سے غم پیدا ہوا تھا اور سینہ میں تنگی ظاہر ہوئی تھی کچھ مدت کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہ تمام غم اور سینہ کی تنگی خوشی اور شرح صدر سے بدل گئی اور خاص یقین سے یہ معلوم ہوا کہ

اگر اس جماعت کی مراد جو تکلیف دینے کے درپے ہے خداوند تعالیٰ کی مراد کے موافق ہے تو رنج

Marfat.com

اور سینہ کی تنگی بے معنی ہے اور دعوائے محبت کے منافی ہے۔ کیونکہ محبوب کی تکلیف بھی اس کے انعام کی طرح محب کو محبوب و مرغوب ہے۔ محب جس طرح محبوب کے انعام سے لذت پاتا ہے۔ اس کی تکلیف سے بھی لذت حاصل کرتا ہے بلکہ اس کی تکلیف سے زیادہ لذت پاتا ہے کہ نفس کی لذت کی آمیزش اور اس کی مراد سے پاک و مبرا ہے۔

اور جب حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے جو کہ جمیل مطلق ہے اس آدمی کی تکلیف چاہی ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ بھی اس آدمی کی نظر میں اللہ تعالیٰ کی عنایت سے جمیل ہے بلکہ لذت کا سبب ہے اور اگر اس جماعت کی مراد اللہ تعالیٰ کی مراد کے موافق ہے اور یہ مراد اس مراد کے ظہور کا ذریعہ ہے [illegible] بھی نظر میں مستحسن اور موجب لذت ہے۔ اس آدمی کا فعل جو محبوب کے فعل کا مظہر ہو تو اس شخص کا فعل بھی محبوب کے فعل کی طرح محبوب ہے اور وہ فعل کرنے والا شخص اس نظریے کے تعلق سے بھی محب کی نظر میں محبوب ہے۔ عجیب معاملہ ہے کہ جتنی اس شخص سے جفا زیادہ متصور ہوتی ہے اتنا ہی وہ محب کی نظر میں زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ محبوب کے غضب کی نمائندگی اچھی طرح کرتا ہے۔ اس راہ کے دیوانوں کا کام الٹا ہے پس آدمی کی برائی چاہنا اور اس کے ساتھ برا سلوک کرنا محبت کی محبت کے منافی ہے کیونکہ وہ شخص فعل محبوب کے آئینہ کی حیثیت سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے جو لوگ درپے آزار ہیں بہ نسبت دوسری مخلوق کے نظر میں اچھے لگتے ہیں۔

دوستوں سے کہیں سینہ کی تنگی دور کر دیں اور جو جماعت درپے آزار ہے ان سے دشمنی نہ رکھیں بلکہ چاہیئے کہ ان کے فعل سے لذت حاصل کریں۔

ہاں چونکہ ہم دعا کرنے کے مامور ہیں اور خداوند تعالیٰ کو دعا و التجا و تضرع و زاری پسند آتی ہے لہٰذا مصیبت دور ہونے کی دعا کریں اور عفو و عافیت کا سوال کریں اور "وہ جو صورت غضب کا آئینہ کہا ہے" اس لئے کہ غضب کی حقیقت دشمنوں کا حصہ ہے اور دوستوں کے ساتھ غضب کی صورت ہے اور حقیقت میں عین رحمت ہے۔ اور اس غضب کی صورت میں محب کے لئے اتنے فائدے رکھے ہیں کہ ان کو کیا بیان کروں۔ اور پھر یہ بھی ہے کہ صورت غضب میں جو دوستوں کو عطا فرماتے ہیں منکرین کی جماعت کی خرابی بھی ہے اور ان کے امتحان کا باعث ہے۔

اور شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ کی عبارت کے معنی آپ نے پوچھے تھے کہ انہوں نے کہا ہے کہ "عارف کے لئے دعا نہیں ہے"۔ یعنی وہ دعا جو مصیبت کو دور کرے وہ عارف سے مطلوب ہے کیونکہ عارف جب مصیبت کو محبوب کی طرف سے سمجھتا ہے اور محبوب کی مراد تصور کرتا ہے تو اس کے

Marfat.com

دفعیہ کے لئے کس طرح دعا کرے گا اور کس طرح چاہے گا کہ یہ بلا دور ہو اگرچہ وہ ظاہر طور پر دفع بلا کی دعا زبان پر لائے گا اور وہ بھی تعمیل ارشاد کے طور پر، لیکن وہ حقیقت میں کچھ نہیں چاہتا۔ اور جو کچھ سے پہنچ رہا ہے اس سے وہ لذت حاصل کرتا ہے والسلام علی من اتبع الھدیٰ

# مکتوب نمبر ۱۶۱

مولانا احمد دیبنی کی طرف صادر فرمایا

(اس بیان میں کہ سالک کو اپنے احوال کی اطلاع نہ دینے اور ان کو مریدوں کے احوال کے آئینہ میں دکھانے میں کیا راز ہے)

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

آپ کا گرامی نامہ پہنچا آپ نے لکھا تھا کہ میں اپنے اندر اس طائفہ علیہ کے علوم و معارف اور احوال و مواجید کچھ بھی نہیں پاتا لیکن اس کے باوجود اس راہ کے طالب دو آدمی جن کو میں نے طریقہ تلقین کیا تھا وہ بڑے متاثر ہوئے ہیں۔ اور ان میں عجیب احوال پیدا ہوئے ہیں اسکی کیا وجہ ہے؟

جاننا چاہیئے کہ وہ احوال جو ان دو شخصوں میں پیدا ہوئے ہیں وہ تمہارے احوال کا عکس ہیں جو ان کی استعداد کے آئینہ میں ظاہر ہوئے ہیں اور وہ دو شخص چونکہ صاحب علم تھے اپنے احوال کو انہوں نے معلوم کیا اور آپ کو بھی اس پوشیدہ حال کے حصول کے علم پر دلالت کی آئینہ کی طرح جو کہ کسی آدمی کے پوشیدہ کمالات کے حصول پر دلالت کرتا ہے اور اس کے پوشیدہ ہنروں کو ظاہر کرتا ہے مقصود حصول احوال ہے اور ان احوال کا علم ہونا ایک دوسری دولت ہے۔ کچھ لوگوں کو اس کا علم دیتے ہیں اور کچھ لوگوں کو نہیں دیتے اور اس کے باوجود دونوں ارباب ولایت سے ہیں اور قرب میں برابر ہیں پھر ہم میں سے کچھ علم والے ہیں اور کچھ بے علم ہیں" یہ قاعدہ اس طائفہ کا مقرر ہے۔

اپنے احوال کا علم نہ ہونے سے پریشان نہ ہوں کوشش کریں کہ احوال حاصل ہوں بلکہ احوال سے گزر کر احوال سے پھیرنے والے سے واصل ہوں۔ احوال کا علم اگر مریدوں کے واسطہ کے بغیر حاصل نہ ہو تو قناعت کریں کہ ان کے آئینہ میں آپ دیکھ لیں گے اور مظاہر کی راہ سے حصہ حاصل کر لیں گے احوال چاہئیں نہ ان احوال کا علم اگر بے واسطہ میسر نہ ہو تو امید ہے کہ توسط سے حاصل ہو جائے گا۔

Marfat.com

اور آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ "دوام آگاہی" کا کیا مطلب ہے بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ دل کو بعض مشاغل میں اس آگاہی سے ذہول محسوس ہوتا ہے۔ آپ آگاہی کی تعیین کریں۔

جاننا چاہیئے کہ آگاہی خداوند تعالیٰ جل شانہٗ کی جناب قدس سے باطن کے حضور کا نام ہے جیسا کہ علم حضوری میں ہوتا ہے کہ اس کو دوام لازم ہے۔ کیا کبھی تم نے کسی آدمی کے متعلق سنا کہ وہ اپنے آپ سے کسی وقت غافل ہو جائے اور اپنی نسبت نسیان پیدا کرے۔ غفلت اور ذہول علم حصولی میں متصور ہیں کیونکہ ان میں مغایرت ہے اور علم حضوری میں سب حضور ہی حضور ہے اگرچہ بیوقوف آدمی اس حضور سے دور اور نفور ہے۔ اور حصول علمی پر غرور ہے۔ پس "آگاہی" کے لیے دوام لازم آیا اور جس میں دوام نہ ہو وہ مطلوب کو دیکھتا ہے جو آگاہی کے مشابہ ہے اور اس میں دوام مشکل ہے کہ علم حصولی سے مشابہت رکھتا ہے۔ جس کو دوام سے بہت تھوڑا حصہ ملا ہے۔

وَلِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی نسبت علم حصولی اور علم حضوری کا اطلاق بر سبیل تشبیہہ و نظیر ہے کیونکہ جو اپنے آپ سے بھی زیادہ قریب ہو وہ علم حصولی اور علم حضوری کے احاطہ سے باہر ہوتا ہے۔ ارباب معقول اگرچہ اس کا تصور نہیں کر سکتے اور اپنے آپ سے بھی نزدیک تر کو معلوم نہیں کر سکتے۔ لیکن علم لدنّی والوں کے نزدیک یہ بات واضح ہے اور خداوند تعالیٰ جل شانہٗ کی عنایت سے آسانی سے حاصل ہو جاتی ہے۔ اے ہمارے رب! ہمیں اپنی طرف سے رحمت عنایت فرما۔ اور ہمارے لئے ہمارے کام میں بھلائی پیدا کر۔

دوسری بات یہ ہے کہ سیادت پناہ میرے بھائی میر محمد نعمان کے آپ پر چونکہ بہت سے حقوق ہیں اور وہ تمہارے بے اجازت چلے آنے سے تکلیف میں ہیں۔ چاہیئے کہ بے توقف اپنے آپ کو ان کی خدمت میں پہنچاؤ اور اس تکلیف کی تلافی کرو اگر آپ ان کی اجازت سے آتے تو کوئی مضائقہ نہیں تھا اب چاہیئے کہ ان کی مرضی کے مطابق عمل کریں اور رخصت لے کر آئیں۔ زیادہ کیا لکھوں۔

# مکتوب نمبر ۱۷

اپنی ایک نیک بخت ارادت مند خاتون کی طرف صادر فرمایا

(عقائد دینیہ کی تصحیح اور عبادات شرعیہ کی ترغیب کے بیان میں)

Marfat.com

تمام تعریفیں اس تعالیٰ کے لیئے ہیں جس نے ہم پر انعام کیا اور ہمیں اسلام کی راہنمائی کی اور ہمیں سید الانام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے بنایا۔

جاننا چاہیئے کہ حضرت حق سبحانہٗ وتعالےٰ علی الا طلاق انعام کرنے والا ہے۔ اگر وجود ہے تو اللہ تعالیٰ ہی کی عنایت سے دیا ہوا ہے اور بقا ہے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے عطا ہے اور اگر صفاتِ کاملہ ہیں تو اسی کی رحمتِ شاملہ سے ہیں۔ زندگی و دانائی و توانائی و بینائی و شنوائی اور گویائی سب اللہ ہی کی بارگاہ سے ملی ہیں اور طرح طرح کی نعمتیں اور قسم قسم کے کرم جو کہ حدّ اور گنتی سے باہر ہیں یہ بھی اسی کی جانب قدس سے فائض ہوئی ہیں۔ سختی اور تنگی کا ازالہ وہی فرماتا ہے اور دعاؤں کی قبولیت اور دفع بلا وہی کرتا ہے۔ وہ رزاق ہے کہ اپنی کمال مہربانی سے بندوں کے رزق کو گناہوں کے سبب سے روک نہیں رکھتا۔ وہ پردہ پوش ہے جو عفو اور تجاوز کی کثرت کے باعث گناہوں کے ارتکاب سے ان کی پردہ دری نہیں کرتا۔ وہ بردبار ہے کہ ان کی سزا و مواخذہ میں جلدی نہیں کرتا وہ کریم ہے کہ اپنے عام کرم کو دوست دشمن سے روک نہیں رکھتا اور ان نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت اسلام کی دعوت ہے۔ اور دار السلام کی راہنمائی اور سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کہ ہمیشہ کی زندگی اور دائمی نعمتیں اس سے وابستہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی ملاقات اس سے متعلق ہیں۔

مختصر یہ کہ اس کے انعام و اکرام و احسان اظہر من الشمس ہیں اور چاند سے زیادہ روشن ہیں۔ دوسروں کا انعام اس کی قدرت دینے اور طاقت دینے سے ہے اور ان کا احسان استعارہ من المستعیر اور سوال من الفقیر کے قبیل سے ہے۔ بیوقوف بھی عقلمندوں کی طرح اس معنی کا اقرار کرتے ہیں اور غبی بھی ذہین کی طرح اس امر کے معترف ہیں ؎

گر برتن من زبان شود ہر موئے
یک شکر وے از ہزار نتوانم کرد

اور شک نہیں ہے کہ بداہت عقل منعم کے شکر کے وجوب کا حکم رکھتی ہے اور اس کی تعظیم و توقیر کو لازم جانتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا شکر جو کہ منعم حقیقی ہے۔ بداہتِ عقل سے واجب ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم و توقیر لازم ٹھہری۔ چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کمال درجہ کا پاک اور منزّہ ہے اور بندے انتہائی درجہ کی گندگی اور آلودگی میں ہیں اپنی کمال بے مناسبتی سے وہ کیا معلوم کر سکیں گے کہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم و تکریم کس چیز میں ہے۔

Marfat.com

بہت دفعہ ایسا ہو سکتا ہے کہ اس کی جنابِ اقدس کے شان میں بعض امور کو لوگ اچھا سمجھیں اور فی الحقیقت اس کے نزدیک وہ بُرے ہوں اور وہ تعظیم خیال کریں اور وہ توہین ہو وہ تکریم تصور کریں اور وہ تحقیر ہو پس جبتک کہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم و تکریم اسی کی جناب قدس سے مستفاد نہ ہو شکر کے لائق نہ ہوگی۔ اور نہ اس کی عبادت کے قابل ہوگی۔ کیونکہ وہ حمد جو ان کی طرف سے ہوگی ہو سکتا ہے کہ ہجو ہو اور مدح عیب ہو جائے اور وہ تعظیم و تکریم و توقیر جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے مستفاد ہوگی ہماری نسبت سے وہی شریعت حقہ ہے۔

علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ۔

اگر دلی تعظیم ہے تو وہ بھی شریعت حقہ میں بیان کردی گئی ہے اور اگر زبانی ثنا ہے تو وہ بھی اس جگہ مدلل ہے۔ اعضا کے اعمال و افعال کو بھی صاحب شریعت نے تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کا شکر اس کی شریعت کی پابندی میں منحصر ہے۔ دل اور جسم سے بھی اور اعتقاد اور عمل سے بھی۔

اور ہر قسم کی تعظیم اور اس کی عبادت جو شریعت کے علاوہ ادا کی جائے وہ اعتماد کے لائق نہیں ہے بلکہ بہت دفعہ ایسا ہو سکتا ہے کہ وہ اضداد کو حاصل کرنے والی ہو اور جسے نیکی خیال کیا جاتا ہے وہ فی الحقیقت برائی ہو پس بیان مذکور کو ملاحظہ کرنے کے بعد شریعت پر عمل کرنا عقل کی رو سے واجب ٹھہرا اور منعم تعالیٰ کے شکر کی ادائیگی شریعت کی ادائیگی کے بغیر محال ٹھہری اور شریعت کے دو حصے ہیں اعتقاد اور عمل۔ اعتقادی حصہ دین کے اصول ہیں اور عملی حصہ دین کے فروع ہیں۔ بدعقیدہ آدمی اہل نجات سے نہیں ہے اور عذاب آخرت سے خلاصی اس کے حق میں متصور نہیں ہے اور بدعمل آدمی کی نجات کا احتمال ہے کہ اس کا معاملہ خدا تعالیٰ کی مشیت کے سپرد ہے اگر وہ چاہے تو معاف کر دے اور چاہے تو گناہ کے اندازہ کے مطابق اسے سزا دے۔ آگ میں ہمیشہ رہنا صرف بدعقیدہ کیلئے مخصوص ہے اور ضروریات دین کے منکر پر متصور ہے۔

عمل نہ کرنے والا اگرچہ سزا پائے گا لیکن اس کے لئے ہمیشہ آگ میں رہنا مفقود ہے اور چونکہ عقائد اصول دین سے ہیں اور اسلام کے ضروریات سے تو مجبوراً ان کو بیان کیا جاتا ہے اور عملیات میں باوجود ان کے فرع ہونے کے چونکہ تفصیل ہے تو ان کو فقہ کی کتابوں کے حوالے کرتے ہوئے کچھ تھوڑا سا حصہ بعض ضروری عملیات میں سے بیان کیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

Marfat.com

# اِعتقادیات

اللہ تعالیٰ اپنی ذات پاک کے ساتھ موجود ہے اور اور اللہ تعالیٰ کی ہستی اپنے آپ سے قائم ہے اور اللہ تعالیٰ جس طرح ہیں ہمیشہ سے ایسے ہی تھے اور ہمیشہ رہیں گے پہلے عدم اور پچھلے عدم کو اللہ تعالیٰ کی جناب قدس میں کوئی راہ نہیں ہے کیونکہ وجوب وجود اس بارگاہ مقدس کا کمینہ خادم ہے اور سلب عدم اس محترم بارگاہ کا کمینہ خاکروب ہے اور اللہ تعالیٰ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں نہ وجوب وجود میں اور نہ الوہیت میں اور نہ استحقاق عبادت میں کیونکہ شریک کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کافی نہ ہو اور مستقل نہ ہو اور یہ نقص کی علامت ہے جو وجوب اور الوہیت کے منافی ہے اور جب وہ کافی ہوگا اور مستقل ہوگا تو شریک بیکار ہوگا۔ اور بے فائدہ ٹھہرے گا۔ اور یہ بھی نقص کی علامت ہے جو الوہیت اور وجوب کے منافی ہے۔

پس شریک کا اثبات دو شریکوں میں سے ایک کے نقص کو مستلزم ہے۔ جو منافی شرکت ہے پس اثباتِ شرکت مستلزم نفی شرکت ہوا اور وہ محال ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا شریک محال ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی صفات کاملہ ہیں جیسے حیوٰۃ۔ علم۔ قدرت۔ ارادہ۔ سمع۔ بصر۔ کلام اور تکوین اور ان آٹھ صفات کو صفات حقیقیہ کہتے ہیں کیونکہ وہ قدیم ہیں اور خارج میں اللہ تعالیٰ کے وجود پر زائد وجود سے موجود ہیں جیسا کہ اہل حق شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کے علماء نے اس کو مقرر فرمایا ہے اور اہلسنت کے سوا مخالف فرقوں میں سے کوئی بھی صفات زائدہ کے وجود کا قائل نہیں ہے۔ یہاں تک کہ اس فرقہ میں سے متاخرین صوفیا بھی صفات کو عین ذات کہتے ہیں اور مخالفوں کے ساتھ موافق ہوگئے ہیں۔ اگرچہ وہ نفی صفات سے پرہیز کرتے ہیں لیکن ان کے اصول اور ان کی عبارتوں کے متبادر معنی سے صفات کی نفی کی لازم آتی ہے۔ مخالفوں نے کمال نفی صفاتِ کاملہ میں سمجھ رکھا ہے اور اپنی عقل سے قرآنی نصوص سے الگ ہوگئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو سیدھے رستے کی رہنمائی کرے۔

اور دوسری صفتیں یا تو اعتباریہ ہیں یا سلبیہ جیسے قدم و ازلیت اور وجوب و الوہیت اور جیسا کہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جسم اور جسمانی نہیں ہے۔ عرض اور جوہر نہیں۔ زمانی اور مکانی نہیں۔ حال اور محل نہیں۔ محدود اور متناہی نہیں وہ جہت سے بے جہت ہے اور نسبت سے بے نسبت کفو اور مثل اس کی جناب قدس سے مسلوب ہے اور ضدیت اور ندیت اس جل سلطانہ کی بارگاہ

Marfat.com

ہیں مفقود ہے وہ ماں۔ باپ بیوی اور بچوں سے پاک و مبرا ہے۔ کہ یہ سب علامات حدوث ہیں اور نقص کو مستلزم اور تمام کمالات اس کی جناب قدس کے لئے ثابت ہیں اور تمام نقائص اس بارگاہ سے مسلوب ہیں۔

مختصر یہ کہ صفات امکان و حدوث جو سراسر نقص و شرارت ہے ان تمام کو اس کی جناب قدس سے دور رکھنا چاہیئے اور اللہ تعالیٰ جزئیات و کلیات کا عالم ہے۔ اور اسرار و خفیات کا جاننے والا ہے آسمانوں اور زمینوں میں ایک حقیر ذرے کی طرح بھی کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں ہے۔ کیوں نہیں جب کہ وہ تمام اشیاء کا خالق ہے تو ان تمام کو جاننے والا کیوں نہ ہوگا۔ کیونکہ خالق کو مخلوق کے علم سے چارہ نہیں ہے۔

کتنے بے دولت لوگ ہیں کہ خداوند تعالیٰ کو جزئیات کا عالم نہیں جانتے۔ اور اس کو اپنی ناقص عقل سے کمال سمجھتے ہیں جیسا کہ اپنی کمال بیوقوفی سے واجب الوجود سے ایک چیز سے زیادہ صادر نہیں سمجھتے اور وہ بھی ایجاب و اضطرار سے نہ کہ اپنے اختیار سے اور اس کو بھی کمال جانتے ہیں۔ عجب جاہل ہیں کہ جہل کو کمال تصور کرتے ہیں اور اضطرار کو اختیار سے بہتر جانتے ہیں اور اپنی جہالت کی وجہ سے دوسری چیزوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ انہوں نے عقل فعّال اپنی طرف سے تراش لی ہے اور محدثات کو اس کی طرف منسوب کرتے ہیں اور زمین اور آسمانوں کے پیدا کرنیوالے کو معطل اور بیکار جانتے ہیں۔

اس فقیر کے نزدیک کوئی بھی جماعت اس جماعت سے زیادہ بیوقوف دنیا بھر میں وجود میں نہیں آئی۔ سبحان اللہ مسلمانوں میں بھی ایک ایسی جماعت ہے جو ان پلیدوں کو ارباب معقول تصور کرتے ہیں۔ اور ان کو حکمت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ شائد ان کے جھوٹے احکام کو نفس الامر کے مطابق سمجھتے ہیں۔ اے ہمارے رب ہمارے دلوں کو ہدایت دینے کے بعد ٹیڑھا نہ کر اور ہمیں اپنی جناب سے رحمت عنایت فرما۔ یقیناً تو ہی عنایت کرنے والا ہے۔

اور اللہ ازل سے لے کر ابد تک ایک کلام سے متکلم ہے اگر امر ہے تو اسی ایک کلام سے ہے۔ اور اگر نہی ہے تو بھی اسی سے ہے۔ اور اسی طرح خبر دینا اور خبر حاصل کرنا بھی اسی ایک کلام سے پیدا ہوا ہے اور اگر توریت و انجیل ہے تو اسی سخن پر دلیل ہے اور اگر زبور و قرآن مجید ہے تو اسی کلام کا نشان ہے اور اسی طرح تمام صحیفے اور کتابیں جو انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات پر نازل ہوئی ہیں اسی سخن کی تفصیل ہے۔ ہر گاہ ازل و ابد اس وسعت اور لمبائی کے باوجود اس جگہ آن واحد

Marfat.com

ہے بلکہ اس کی بھی گنجائش نہیں ہے کیونکہ اُن کا اطلاق بھی اس جگہ تنگی عبارت کی وجہ سے واقع ہے۔ پس وہ کلام جو اس آن میں صادر ہوگا۔ ایک کلمہ بلکہ ایک حرف بلکہ ایک نقطہ ہوگا۔ اور نقطہ کا اطلاق بھی اس جگہ آن کے اطلاق کی طرح ہے جو کہ عبارت کی تنگی کی بنا پر واقع ہے ورنہ نقطہ بھی گنجائش نہیں رکھتا اور اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات ہیں وسعت عالم بے چونی و بے چگونی سے ہے وہ اس وسعت اور تنگی سے جو امکان کی صفات ہیں پاک ہے۔

اور مومن اللہ تعالیٰ کو بہشت میں بے چون و بے چگون دیکھیں گے۔ کیونکہ جو رویت بیچون سے متعلق ہوگی وہ خود بھی بے چون ہوگی بلکہ دیکھنے والا بھی بے چونی سے وافر حصہ پائے گا تاکہ بے چون کو دیکھ سکے۔ "بادشاہ کے عطیات کو اس کی سواریاں ہی اٹھا سکتی ہیں"۔ آج اس معمہ کو اپنے اولیاء میں سے اخص خاص پر حل کر دیا ہے اور منکشف ہو چکا ہے۔ یہ دقیق مسئلہ ان بزرگواروں کے نزدیک تحقیقی ہے اور دوسروں کے لیے تقلیدی اور اہل سنت کے علاوہ کوئی بھی دوسرے فرقوں میں سے خواہ وہ مومن ہوں یا کافر اس مسئلہ کا قائل نہیں ہے اور خداوند تعالیٰ کی رویت کو ان بزرگواروں کے علاوہ سب محال سمجھتے ہیں۔ اور مخالفوں کی دلیل غائب کا حاضر پر قیاس ہے جس کا فساد ظاہر ہے

ایسے باریک مسائل میں ایمان کا حصول سنت سنیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے نور کے سوا محال ہے۔ ؎

لائق دولت نبود ہر سرے ؎[1]
بار مسیحا نہ کشد ہر خرے

تعجب ہے کہ وہ لوگ جو رویت کی دولت پر ایمان نہیں رکھتے اس سعادت کے حصول سے کیسے بہرہ ور ہوں گے کیونکہ منکروں کی قسمت میں تو محرومی ہے اور یہ بھی عجیب بات ہے کہ بہشت میں ہوں اور نہ دیکھیں اور یہ تو کہیں بھی نہیں آیا ہے کہ بعض اہل بہشت اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے اور بعض نہ دیکھیں گے۔ ان کے لیے وہی جواب مناسب ہے جو حضرت موسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرعون کے سوال میں فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کی حکایت کرتے ہوئے فرماتا ہے (فرعون) نے کہا "پہلے زمانوں کا کیا حال ہے" تو (موسیٰ علیہ السلام نے) فرمایا۔ ان کا علم میرے رب کے پاس کتاب میں ہے۔ میرا رب نہ تو بھولتا ہے نہ بہکتا ہے۔ وہ اللہ جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا اور تمہارے لئے اس میں رستے چلائے اور آسمانوں سے پانی اتارا۔

---

[1] ہر سر دولت کے لائق نہیں ہوتا اور ہر گدھا مسیحا کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔

Marfat.com

جاننا چاہیئے کہ بہشت اور بہشت کے علاوہ باقی تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی نسبت سب برابر ہیں کہ سب اس کی مخلوق ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لیئے ان میں سے کسی میں بھی حلول اور تمکن نہیں ہے لیکن بعض مخلوقات میں خداوند تعالیٰ کے انوار کے ظہور کی قابلیت ہے اور بعض میں نہیں ہے۔ آئینہ صورتوں کے ظہور کی قابلیت رکھتا ہے اور پتھر اور اینٹ نہیں رکھتے پس فرق جو ہے صرف اس طرف سے ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ سب کی نسبت برابر ہے ؎

این[1] قاعدہ یاد دار کانجا کہ خداست
نے جزو نہ کل نہ ظرف نے مظروف است

دنیا میں رویت واقع نہیں ہے۔ یہ دنیا اس دولت کے ظہور کی قابلیت نہیں رکھتی اور جو دنیا میں رویت کا قائل نہیں ہے اور مفتری ہے۔ اس نے خدا تعالیٰ کے سوا کو خدا سمجھ لیا ہے۔ یہ دولت اگر اس دنیا میں میسر ہو سکتی ہے تو حضرت کلیم اللہ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام دوسروں کی نسبت اس کے بہت زیادہ حق دار تھے اور ہمارے پیغمبر علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام اگر اس دولت سے مشرف ہوئے ہیں تو اس کا وقوع دنیا میں نہیں ہوا ہے بلکہ آپ بہشت میں گئے اور وہاں دیکھا کہ وہ عالم آخرت سے ہے دنیا میں نہیں دیکھا بلکہ دنیا سے باہر آئے اور آخرت سے ملحق ہوئے۔ اور دیکھا اور اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کا خالق ہے۔ پہاڑوں اور سمندروں کا خالق ہے۔ درختوں اور پھلوں کا خالق ہے۔ کانوں اور نباتات کا خالق ہے۔ جس طرح اس نے آسمانوں کو ستاروں سے زینت دی ہے۔ زمین کو انسان پیدا کر کے مزین کیا ہے۔ اگر بسیط ہے تو اللہ تعالیٰ کی ایجاد سے موجود ہوا ہے اور اگر مرکب ہے تو اسی کے پیدا کرنے سے پیدا ہوا ہے مختصر یہ کہ تمام اشیاء کو وہی عدم سے وجود میں لایا ہے اور حادث بنایا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی چیز بھی قدیم نہیں ہے اور نہ ہی قدیم ہو سکتی ہے تمام اہل مذہب اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کے حدوث پر اجماع رکھتے ہیں۔ اور بالاتفاق اس کے سوا کسی کو قدیم نہیں مانتے اور جو ان کے قدیم ہونے کا قائل ہے اسے گمراہ اور کافر کہتے ہیں۔

امام حجۃ الاسلام غزالی نے اپنے رسالہ "منقذ عن الضلال" میں اس معنی کی تصریح کی ہے اور ان لوگوں کو کافر کہا ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو بھی قدیم جانتے ہیں اور وہ لوگ جو آسمانوں اور ستاروں اور ان جیسی چیزوں کے قدیم ہونے کے قائل ہیں قرآن مجید ان کی تردید کرتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

[1] یہ قاعدہ یاد رکھ وہاں نہ جزو ہے نہ کل نہ ظرف نہ مظروف ۱۲۔

Marfat.com

| | |
|---|---|
| اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَا فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ۔ | اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین اور ان کے اندر کی مخلوقات کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور پھر عرش کا ارادہ کیا۔ |

اور اس جیسی قرآن مجید کی آیات کافی ہیں۔ کوئی بیوقوف ہی ہوگا جو اپنی ناقص عقل سے قرآنی نصوص کے خلاف کرے۔ اور "جسے اللہ نور عطا نہ فرمائے اس کے لئے کوئی نور نہیں ہے"۔

اور جس طرح بندے اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ بندوں کے افعال بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ کیونکہ "پیدا کرنا" اس کے سوا کو لائق نہیں ہے اور ممکن سے ممکن کی ایجاد نہیں ہو سکتی کیوں کہ قصور قدرت سے داغدار ہے اور نقص علم سے موصوف ہے جو کہ ایجاد اور خلق کے لائق نہیں ہے اور وہ جو بندہ اپنے اختیاری افعال میں دخل رکھتا ہے وہ اس کا کسب ہے جو بندہ کی قدرت و ارادہ سے واقع ہے۔ فعل کا پیدا کرنا خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ کسب فعل بندہ کی طرف سے ہے۔ پس بندہ کا اختیاری فعل بندہ کے کسب اور اللہ تعالیٰ کی خلق کے مجموعہ سے واقع ہوتا ہے اور اگر بندہ کے کسب اور اختیار کو فعل میں بالکل دخل نہ ہو تو رعشہ کا حکم پیدا ہوگا۔ اور یہ خلاف محسوس و مشاہدہ ہے۔ ہم بداہت سے جانتے ہیں کہ رعشہ والے کا فعل اور ہے اور اختیار والے کا فعل اور ہوتا ہے اور اسی قدر فرق فعل میں بندے کے کسب کے دخل کے لئے کافی ہے اور خداوند تعالیٰ نے اپنی کمال مہربانی سے اپنی خلق کو بندہ کے فعل میں بندہ کے قصد کے تابع کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ بندہ کے قصد کے بعد بندہ میں فعل ایجاد کرتے ہیں تو پھر بندہ ممدوح یا ملوم ٹھہرتا ہے۔ اور اسی پر اسے عذاب یا ثواب ملتا ہے۔

اور قصد و اختیار جو اللہ تعالیٰ نے بندہ کو دے رکھا ہے وہ فعل اور ترک فعل کی دونوں طرفیں رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زبانی فعل اور ترک فعل کا حسن و قبح بہ تفصیل بیان کر دیا ہے اور اس کے باوجود یہ بندہ جو ایک جہت کو اختیار کرتا ہے۔ اسے چارہ کار نہیں کہ یا تو اسے ملامت کی جائے یا وہ ممدوح ٹھہرے اور اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بندہ کو وہ قدرت و اختیار دیا ہے کہ شرعی اوامر و نواہی کے عہدہ سے باہر آسکے اور یہ کوئی ضروری نہیں کہ پوری قدرت اور پورا اختیار دین جتنا چاہیئے تھا اتنا دے دیا۔ اور اس کا منکر بداہت کا معارضہ کرتا ہے اور بیمار دل والا ہے کہ شریعت کی تعمیل میں عاجز ہے" مشرکوں پر وہ بات بڑی بھاری ہے جس کی طرف آپ ان کو بلاتے ہیں" یہ مسئلہ علم کلام کے دقیق مسائل میں سے ہے اس مسئلہ کی انتہائی شرح و بیان یہی ہے جو ان اوراق میں لکھی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔ جو کچھ علمائے اہل حق نے فرمایا ہے۔

Marfat.com

وہ پورا کرنا چاہیئے۔ اور مقابلہ اور جنگ میں نہ پڑنا چاہیئے۔ بیت

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن [1]

کہ جاہا سپر بائد انداختن

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جہانوں کے لئے رحمت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو لوگوں کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا ہے اور ان بزرگواروں کے ذریعہ بندوں کو اپنی جناب پاک میں بلایا ہے اور جنت کی طرف جو اس کی رضا کا مقام ہے دعوت دی ہے۔ وہ بڑا بدنصیب ہے جو سخی کی دعوت قبول نہ کرے اور اس کی دولت کے دستر خوان سے نفع نہ اٹھائے۔ ان بزرگواروں نے جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچایا ہے وہ سب کچھ حق اور سچ ہے اور اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔

عقل بھی اگرچہ حجت ہے لیکن وہ حجیت میں ناقص ہے۔ حجت بالغہ صرف انبیاء علیہم الصلوٰۃ و السلام کی بعثت سے حاصل ہوئی ہے کہ بندوں کے لئے کوئی عذر نہیں چھوڑا گیا ہے۔ سب سے پہلے پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام اور آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ تمام انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات پر ایمان لانا چاہیئے اور سب کو معصوم اور راست باز سمجھنا چاہیئے۔ ان بزرگواروں میں سے کسی ایک کا بھی انکار کرنا سب کے انکار کرنے کو مستلزم ہے کیونکہ ان کی بات ایک ہی ہے اور ان کے دین کے اصول بھی ایک ہی ہیں اور حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جب آسمان سے نزول فرمائیں گے تو خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کی پیروی کریں گے۔ حضرت خواجہ محمد پارسا جو کہ حضرت خواجہ نقشبند کے کامل خلفاء میں سے تھے اور ایک عالم اور محدث تھے بھی اپنی کتاب "فصول ستہ" میں معتمد روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بعد از نزول امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب پر عمل کریں گے اور ان کے حلال کو حلال اور ان کے حرام کو حرام ٹھہرائیں گے۔

اور فرشتے اللہ تعالیٰ کے معزز بندے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رسالت اور تبلیغ کی دولت سے مشرف ہیں ان کو جو حکم ہوتا ہے اس کی تعمیل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ان کے حق میں مفقود ہے اور وہ خوراک و پوشاک سے پاک ہیں اور میاں بیوی کے تعلق سے خالی ہیں اور توالد و تناسل سے مبرا ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی کتابیں اور صحیفے انہی کے ذریعہ سے نازل ہوئے ہیں اور انہی کی امانت سے محفوظ و مامون رہی ہیں۔ ان پر ایمان لانا بھی ضروریات دین میں سے ہے۔ اور ان کو سچا جاننا بھی اسلام کے واجبات سے ہے

---

[1] ہر جگہ گھوڑا نہیں دوڑایا جاسکتا بلکہ کئی جگہ ڈھال ڈال دینی پڑتی ہے۔

Marfat.com

اور جمہور اہل حق کے نزدیک خواص بشر خواص ملک سے افضل ہیں کیونکہ خاص بندوں کا خدا تعالیٰ تک پہنچنا موانع اور تعلقات کے باوجود ہے۔ اور فرشتوں کا قرب بغیر کسی رکاوٹ و ممانعت کے حاصل ہے تسبیح و تقدیس اگرچہ فرشتوں کا کام ہے لیکن اس کام کے ساتھ جہاد کو جمع کرنا کاملِ انسان کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

لہ فَضَّلَ اللّٰہُ الْمُجٰھِدِیْنَ بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ عَلَی الْقٰعِدِیْنَ دَرَجَۃً وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر کئی درجے فضیلت دے رکھی ہے اور ہر ایک سے اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ کیا ہے۔

اور جن چیزوں کی مخبر صادق علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام نے خبر دی ہے مثلاً احوال قبر و احوال قیامت اور حشر و نشر اور بہشت و دوزخ سب برحق اور سچ ہیں۔ قیامت پر ایمان لانا بھی اللہ تعالیٰ کی طرح ضروریات اسلام میں سے ہے۔ قیامت کے منکر خدا تعالیٰ کے منکر کی طرح ہیں اور قطعاً کافر ہیں اور قبر کا عذاب اور اس کا تنگ ہونا برحق ہے۔ اور اس کا منکر اگرچہ کافر نہیں ہے لیکن بدعتی ضرور ہے کہ احادیث مشہورہ کا منکر ہے۔

اور چونکہ قبر دنیا اور آخرت کے درمیان برزخ ہے تو اس کا عذاب بھی ایک لحاظ سے دنیا کے عذاب سے مشابہت رکھتا ہے۔ کہ وہ ختم ہو جانے والا ہے اور ایک مشابہت آخرت کے عذاب سے رکھتا ہے کہ وہ آخرت کے عذاب کی جنس سے ہے اس عذاب کے اکثر مستحق وہ لوگ ہیں جو پیشاب سے پرہیز نہیں کرتے اور سخن چینی اور چغلخوری کی عادت رکھتے ہیں اور قبر میں منکر و نکیر کے سوال بھی حق ہیں۔ اور یہ ایک عظیم فتنہ و امتحان ہے۔ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ قبر میں ثابت قدم رکھیں۔ آمین۔

اور قیامت کا دن برحق ہے اور یقیناً آنے والا ہے۔ اس دن آسمان اور زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ اور ستارے گر پڑیں گے اور زمین اور پہاڑ بھی ریزہ ریزہ اور معدوم ہو جائیں گے۔ جیسا کہ قرآنی نصوص اس کو صراحتاً بیان کرتی ہیں۔ اور تمام اسلامی فرقوں کا اس پر اجماع ہے کہ قیامت کا منکر کافر ہے۔ اگرچہ وہمی مقدمات سے اپنے کفر کو آراستہ کر کے دکھائے اور بیوقوفوں کو گمراہ کرے اور اس دن قبروں سے اٹھنا اور بوسیدہ اور گلی سڑی ہڈیوں کا زندہ ہونا حق ہے۔ اور اعمال کا حساب اور میزان کا رکھنا اور نامۂ اعمال کا اڑنا اور نیک لوگوں کے دائیں ہاتھ میں اور بُرے لوگوں کے بائیں ہاتھ میں پہنچنا بھی حق ہے اور پل صراط جس کو دوزخ کی پشت پر رکھیں گے اور اس جگہ سے گذر کر جنتی جنت میں چلے جائیں گے اور دوزخی دوزخ میں

لہ سورہ نساء پارہ والمحصنات ۱۲۔

Marfat.com

میں عذاب کا اور جنت میں ثواب کا ہمیشہ رہنا اور آسمانوں کا پھٹنا اور ستاروں کا جھڑنا اور زمین اور پہاڑوں کا کوٹا جانا وغیرہ پر ایمان لانا۔

اور اسی طرح پانچوں نمازوں کی فرضیت اور ان کی متعین رکعات پر اور مال کی زکوٰۃ کی فرضیت پر اور رمضان شریف کے روزوں اور بیت الحرام کے حج بشرطِ استطاعت راہ پر ایمان لانا فرض ہے۔

اور اسی طرح شراب پینے کی حرمت اور قتل نفس بغیر حق اور ماں باپ کی نافرمانی اور چوری اور زنا اور یتیم کا مال کھانا اور سود کھانا اور ان جیسی چیزوں کی حرمت پر ایمان لانا جو تواتر سے ثابت ہو چکی ہیں ضروریاتِ دین سے ہے اور مومن کبیرہ گناہ کے ارتکاب سے ایمان سے خارج نہیں ہوتا اور نہ کافر ہوتا ہے۔ کبیرہ گناہ کو حلال سمجھنا کفر ہے اور کبیرہ کا ارتکاب فسق ہے اور اپنے آپ کو مومن برحق جاننا چاہئے یعنی اپنے ایمان کے ثبوت اور تحقق سے اقرار کرنا چاہیئے اور استثناء کا کلمہ یعنی ایمان کے ساتھ انشاء اللہ نہیں کہنا چاہیئے۔ کیونکہ اس سے شک کا وہم ہوتا ہے۔ اور ایمان ہونے کی صورت میں منافات کی شکل رکھتا ہے اور اگر استثناء کو خاتمہ کی طرف راجع کریں جو مبہم ہے تو پھر بھی ثبوت حالی کے اشتباہ سے خالی نہیں ہے۔ پس احتیاط یہی ہے کہ شک اور اشتباہ کی صورت کو ترک کر دیا جائے۔

اور حضرات خلفائے اربعہ کی افضلیت ان کی خلافت کی ترتیب کے مطابق ہے۔ کیونکہ اہل حق کا اجماع ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد افضل البشر حضرت صدیق اکبر ہیں رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت فاروق رضی اللہ عنہ اور ان کی فضیلت کی وجہ جو فقیر سمجھا ہے نہ کثرتِ فضائل ہے نہ کثرت مناقب بلکہ ایمان میں اسبقیت اور مال کے خرچ کرنے میں اقدمیت اور تائید دین اور ترویج ملت متین میں اپنی جان خرچ کرنے میں اولیت ہے۔ کیونکہ سابق گویا دین کے معاملہ میں لاحق کا استاد ہے۔ اور لاحق کو جو کچھ بھی ملتا ہے وہ سابق کے خوانِ دولت سے ملتا ہے اور ان تینوں صفات کاملہ کا مجموعہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ میں منحصر ہے۔ ایمان کی اسبقیت کے ساتھ جس نے مال کا خرچ اور اپنی جان قربان کرنے کو جمع کیا ہے وہ یہی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور یہ دولت ان کے علاوہ اس امت میں اور کسی کو میسر نہیں ہوئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس بیماری میں فرمایا جس میں آپ کی وفات ہوئی۔

کوئی آدمی بھی اپنے نفس اور مال خرچ کرنے میں سب سے زیادہ مجھ پر احسان کرنے والا ابوبکر بن ابو قحافہ سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے۔ اگر میں لوگوں میں سے کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن اسلام کی اخوت افضل ہے۔ ابوبکر کے دریچہ کے سوا سب دریچے اس مسجد کے بند کر دو۔

Marfat.com

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف بھیجا تو تم نے کہا" نے جھوٹ بولا اور ابو بکر نے کہا تو نے سچ کہا اور اس نے اپنے نفس اور مال سے میری موافقت کی کیا تم میرے لئے میرے اس ساتھی کو چھوڑ نہیں سکتے"۔ [1]

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا۔ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو حضرت عمر بن خطاب ہوتے۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ابو بکر و عمر دونوں اس امت کے افضل آدمی ہیں۔ اور جو شخص مجھ کو ان پر فضیلت دے وہ بہتان طراز ہے۔ میں اسے اسی طرح کوڑے لگاؤں گا جیسے مفتری کو لگاتا ہوں۔

اور وہ جھگڑے اور جنگیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں واقع ہوئی ہیں لکونیک معانی پر محمول کرنا چاہیئے اور ان کو ہوا و ہوس کی بدگمانی یا مرتبے اور ریاست کی محبت اور رفعت و منزلت کی طلب سے دور سمجھنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ رذیل صفات نفس امارہ کی ہیں اور ان بزرگواروں کے نفوس خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوٰت والتسلیمات کی صحبت سے پاک ہو چکے تھے۔ اتنا ضرور ہے کہ ان جھگڑوں اور جنگوں میں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں واقع ہوئیں ان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حق بجانب تھے اور آپ کے مخالف اجتہادی غلطی پر تھے کہ اس میں طعن اور ملامت کی مجال نہیں ہے اور پھر کسی کو فاسق کہنے کی کیا گنجائش ہو سکتی ہے کہ سب صحابہ عدول ہیں اور تمام کی روایات مقبول ہیں۔ اور حضرت علی کے مخالفین اور موافقین دونوں کی احادیث صداقت اور وثوق میں برابر ہیں اور جھگڑے اور لڑائی علت کسی کے لئے باعث جرح نہیں ہے پس سب سے محبت رکھنی چاہیئے کہ ان کی دوستی پیغمبر کی دوستی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "جس نے ان سے محبت رکھی تو میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت رکھی" اور ان کی دشمنی اور بغض سے پرہیز رکھنا چاہیئے کہ ان کا بغض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جس نے ان سے بغض رکھا تو میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا۔"

---

[1] بخاری و مسلم شریف۔

[2] بخاری شریف بروایت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ۔

[3] ترمذی شریف۔

Marfat.com

اوران بزرگواروں کی تعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہے اوران کی عدم تعظیم میں رسول اللہ کی عدم تعظیم رب کی تعظیم وتوقیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی وجہ سے کرنا چاہیئے شیخ شبلی نے فرمایا ہے "جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی تعظیم نہیں کرتا اسکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی ایمان نہیں ہے"۔

عقائد کی درستی کے بعد اعمال بجالانے سے بھی چارہ نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اسلام کی بنیاد چند چیزوں پر ہے۔ پہلے تو اس چیز کی شہادت دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے اور حضرت محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں یعنی اس چیز پر ایمان و اعتقاد ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ سے ثبوت کو پہنچا ہے۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے دوسرا پانچ نمازوں کا ادا کرنا جو دین کا ستون ہے۔ تیسرا مال کی زکوٰۃ ادا کرنا چوتھا رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔ پانچواں بیت اللہ شریف کا حج کرنا۔

پس اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کے بعد نماز بہترین عبادت ہے۔ یہ ایمان کی طرح حسن لذاتہ ہے۔ برخلاف دوسری عبادات کے کہ ان کا حسن ذاتی نہیں ہے طہارت کاملہ کے بعد جیسا کہ شریعت کی کتابوں میں بیان کیا گیا ہے اس کو اچھی طرح سے ادا کیا جائے اور اس میں سستی نہ کی جائے اور قراءت و رکوع وسجود و قومہ وجلسہ اور باقی سارے ارکان میں احتیاط چاہیئے۔ کہ پورے کمال کے ساتھ ادا ہوں اور رکوع وسجود و قومہ وجلسہ میں سکون وطمانیت لازم جاننا چاہیئے اور نماز سستی سے نہ گزاریں۔ اور نماز اول وقت میں ادا کریں۔ اور تجاہل و تکاسل سے تاخیر کو بالکل راہ نہ دیں مقبول بندہ وہی ہے جو فرض خدا تعالیٰ کا حکم ملتے ہی اسکی تعمیل کرے کیونکہ حکم کی تعمیل میں تاخیر کرنا سرکشی اور سوء ادبی ہے اور فقہ کی کتابیں جو فارسی میں لکھی ہوئی ہیں۔ مثلاً ترغیب الصلوٰۃ وتیسیر الاحکام اور ان جیسی کتابوں کو چاہیئے کہ ہر وقت اپنے پاس رکھیں اور مسائل شرعیہ کو ان سے اخذ کریں اور ان کے مطابق عمل کریں۔

کتاب گلستان اور اس جیسی کتابیں فقہ کی کتابوں کے مقابلہ میں فضول میں داخل ہیں بلکہ ضروری امر کی نسبت بالکل بے فائدہ ہیں۔ جن چیزوں کی دین میں ضرورت ہے ان کو لازم سمجھیں اور ان کے سوا دوسری چیزوں کی طرف توجہ نہ کریں۔ نماز تہجد بھی گویا اس راہ کی ضروریات سے ہے کوشش کریں کہ بے ضرورت ترک نہ ہو۔ اور اگر ابتدا میں یہ بات مشکل ہو اور اس وقت بیداری میسر نہ ہو تو اپنے خدمت گاروں کو اس کام کے لئے متعین کر دیں کہ اس وقت آپ کو خواہ آپ چاہیں یا

Marfat.com

نہ چاہیں بیدار کر دیں اور اس وقت تک نہ چھوڑیں جب تک کہ آپ بیدار نہ ہو جائیں۔ چند روز کے بعد بیداری کی عادت ہو جائے گی اور تکلف کی ضرورت نہ رہے گی۔

جو آدمی آخر شب میں بیدار ہونا چاہے اسے چاہیئے کہ اول شب میں نماز عشاء کے بعد فوراً سو جائے اور بے فائدہ امور میں بیدار نہ رہے۔ اور استغفار و توبہ و التجاء و تضرع و تذکر معاصی و ذنوب اور اپنے عیوب و نقائص کا تفکر اور عذاب اخروی کا خوف اور دائمی عذاب کے ڈر کو اس وقت میں غنیمت سمجھیں اور اللہ تعالیٰ سے بخشش اور عفو کی درخواست کریں اور یہ کلمہ استغفار سو بار دل کی پوری توجہ کے ساتھ زبان پر لائیں۔

أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ۔ میں اس اللہ سے بخشش مانگتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندہ اور قائم ہے اور میں اس کی طرف توبہ کرتا ہوں۔

اور نماز عصر کے بعد بھی اس کلمہ استغفار کو سو بار پڑھیں اور خواہ طہارت ہو یا نہ ہو اس کلمہ استغفار کا ورد ترک نہ کریں۔ حدیث میں آیا ہے۔ مبارک ہے وہ آدمی جس کے[۱] نامہ اعمال میں استغفار زیادہ پایا جائے۔

اور چاشت کی نماز بھی اگر ادا کی جائے تو یہ بہت بڑی دولت ہے کوشش کریں کہ کم از کم دو رکعت ہمیشہ چاشت کی نماز ادا ہوتی جائے اور نماز چاشت کی زیادہ سے زیادہ رکعتیں نماز تہجد کی طرح بارہ رکعات ہیں۔ اور وقت و حال کے مطابق جتنی بھی ادا ہو جائیں غنیمت ہیں اور کوشش کریں کہ ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھی جائے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ جو آدمی ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے اسکو جنت میں داخل ہونے سے موت[۲] کے سوا اور کوئی چیز نہیں روک سکتی اور پنجگانہ نمازوں سے ہر فرض نماز کے بعد تینتیس مرتبہ کلمہ تنزیہ سُبْحَانَ اللّٰهِ کہیں اور تینتیس بار کلمہ تحمید اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور تینتیس بار کلمہ تکبیر اَللّٰهُ اَکْبَرُ کہیں اور ایک بار یہ کلمہ پڑھیں
لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَ

---

[۱] بخاری شریف میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عشاء سے قبل سونا اور عشاء کے بعد باتیں کرنا ناپسند جانتے تھے قسطلانی فرماتے ہیں کہ دین کی بہتری کے لئے جو گفتگو ہو وہ مکروہ نہیں جیسے علمی گفتگو۔ صالحین کی حکایات۔ مہمان اور بیوی سے انس و پیار کی باتیں

[۲] ابن ماجہ بروایت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ۔

[۳] نسائی۔ طبرانی۔ دارقطنی۔ ۱۲۔

Marfat.com

ھُوَعَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

اور ہر دن اور ہر رات میں سو بار سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ کہیں کہ اس کا بہت بڑا ثواب ہے۔
اور صبح کے وقت ایک بار یہ کہا کریں۔

اَللّٰھُمَّ مَا اَصْبَحَ بِیْ مِنْ نِعْمَۃٍ اَوْبِاَحَدٍ مِّنْ خَلْقِکَ فَمِنْکَ وَحْدَکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ فَلَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ
اے اللہ مجھے جو بھی نعمت ملی ہے یا تیری مخلوق کو ملی ہے سو تجھ اکیلے کی طرف سے ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ سو تیری ہی تعریف ہے اور تیرا ہی شکر ہے۔

اور شام کے وقت اَللّٰھُمَّ مَا اَصْبَحَ کی جگہ مَا اَمْسٰی کہیں اور پوری دعا پڑھیں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں آیا ہے کہ جو آدمی اس دعا کو صبح کے وقت پڑھے اس نے اس دن کا شکر ادا کیا اور جس نے رات کے وقت پڑھا اس نے رات کا شکر ادا کیا اور اس ورد کے لیے وضو شرط نہیں ہے بلکہ دن رات اوراد کو تمام اوقات میں بجالائیں اور مال کی زکوٰۃ کی ادائیگی بھی ضروریات دین میں سے ہے۔ اس کو رغبت اور منت سے مصارف زکوٰۃ میں پہنچائیں۔ جب منعم حقیقی جل سلطانہٗ اپنے عطیہ وانعام سے خود فرمائیں کہ چالیس حصوں میں سے ایک حصہ فقراء ومساکین کو دے دیں اور میں اس کے معاوضہ میں تم کو اجر جزیل اور جزائے جمیل عطا کروں گا۔ کوئی بڑا ہی بے انصاف ہوگا بلکہ سرکش ہوگا کہ اس حقیر حصہ کی ادائیگی میں بھی توقف کرے اور اس کے دینے میں بخل کرے۔

اس قسم کا توقف جو امر شرعیہ کی تعمیل میں وجود میں آئے۔ ان کا منشا دل کی بیماری ہے اور آسمان سے نازل شدہ احکام پر ایمان نہیں ہے۔ صرف کلمہ شہادت پڑھ لینا ہی کافی نہیں ہے منافق بھی یہ کلمہ پڑھتے تھے۔ دل کے یقین کی علامت اوامر شرعیہ کی ادائیگی ہے۔ خوشی اور رغبت سے اگر ایک دمڑی ادائے زکوٰۃ کی نیت سے کسی فقیر کو دے دیں تو وہ ایسے کئی لاکھ روپیہ خرچ کرنے سے بہتر ہے جو اس نیت کے بغیر دیا جائے کیونکہ وہ ادائے فرض ہے اور یہ ادائے نفل ہے اور ادائے فرض کو ادائے نفل کی نسبت کچھ اعتبار اور شمار نہیں ہے۔ کاش کہ وہ دریائے محیط کے مقابلہ میں ایک قطرہ کا حکم ہی رکھتا۔

شیطان مردود کی آرائش میں سے یہ بھی ہے کہ وہ آدمیوں کو فرض سے روک کر نوافل میں مشغول کرتا ہے اور زکوٰۃ سے روک دیتا ہے اور رمضان شریف کے روزے بھی اسلام کے واجبات میں سے ہیں اور دین کی ضروریات سے ان کی ادائیگی میں بھی اہتمام کرنا چاہیئے۔ اور ناکارہ عذروں سے روزہ نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "روزہ آتش دوزخ سے ڈھال ہے"

Marfat.com

اور اگر ضروری رکاوٹ کی وجہ سے مثلاً مرض وغیرہ سے روزہ قضا ہو جائے تو بلا تاخیر اس کی قضا دے دینی چاہیئے اور سستی اور کاہلی سے تاخیر نہ کرنا چاہیئے۔

یہ آدمی غلام ہے۔ خود مختار نہیں ہے۔ اس کا کوئی مالک ہے اور اسے خدا تعالیٰ کے اوامر و نواہی کے مطابق زندگی گزارنے سے چارہ نہیں ہے۔ تاکہ نجات کی امید متصور ہو اور اگر ایسا نہ کرے گا تو وہ سرکش بندہ ہے کہ جس کی سزا طرح طرح کے عذاب ہیں اور اسلام کا پانچواں رکن بیت الحرام کا حج ہے اور اس کی کچھ شرطیں ہیں جن کو کتب فقہ میں بیان کیا گیا ہے۔ شرطیں پوری ہو جانے کے بعد اس کی ادائیگی بھی ضروری ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "حج اپنے سے پہلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے"۔

اور شرعی حرام حلال میں بہت احتیاط کرنی چاہیئے جس چیز سے بھی صاحب شریعت علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام نے منع فرمایا ہے اپنے آپ کو اس سے بچائے اور اگر سلامتی مطلوب ہے۔ تو حدود شرعی کی حفاظت کرنی چاہیئے۔ خواب خرگوش کب تک رہے گی اور غفلت کی روئی کانوں میں کب تک پڑی رہے گی۔ آخر کار جگالیں گے اور غفلت کی روئی باہر نکالیں گے اس وقت سوائے ندامت و حسرت کے اور کچھ نصیب نہ ہو گا اور سوائے شرمندگی اور نقصان کے کچھ حاصل نہ ہو گا۔ موت قریب ہے اور آخرت کے گوناگوں عذاب تیار اور آمادہ ہیں۔

مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهُ۔ جو آدمی مرگیا اس کی قیامت قائم ہو گئی۔

اس سے پہلے بیدار ہو جائیں جب وہ بیدار کریں گے تو کچھ فائدہ نہ ہو گا اور شریعت کے اوامر و نواہی کے مطابق کام کریں اور اپنے آپ کو آخرت کے طرح طرح کے عذابوں سے ڈرائیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ[1] اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن بندے اور پتھر ہیں۔

عقائد کی درستی اور شریعت حقہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مطابق اعمال صالحہ کی ادائیگی کے بعد اپنے اوقات کو اللہ جل شانہٗ کے ذکر سے آباد رکھیں اور اس کی یاد سے غافل نہ رہیں۔ ظاہر کو اگر خلقت سے مشغول رکھیں تو باطن کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ رکھنا چاہیئے اور اس کی یاد سے لذت حاصل کرنا چاہیئے۔

---

[1] سورہ تحریم پارہ قد سمع اللہ۔

Marfat.com

یہ دولت ہمارے خواجگان قدس اللہ اسرارہم کے طریقہ میں مبتدی کو پہلے ہی قدم پر شیخ کامل مکمل کی صحبت میں خداتعالیٰ کی عنایت سے میسر آجاتی ہے۔ شاید آپ کو بھی اس کا یقین ہوچکا ہوگا بلکہ کچھ حصہ بھی نصیب ہوا ہوگا۔ اگرچہ تھوڑا ہی ہو جو کچھ ہاتھ آجائے اسے ناز سے رکھیں اور اس کا شکر ادا کریں اور زیادہ کی امید رکھیں۔ اور چونکہ طریقہ حضرات نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم میں ابتدا ہی میں انتہا کا اندراج ہے۔ اگر اس طریقہ میں تھوڑا بھی ملا ہو تو وہ بہت ہے کہ وہ ابتدا میں انتہا سے خبردار ہے۔

لیکن مبتدی کو چاہیئے کہ اسے جتنا بھی زیادہ ہاتھ آجائے۔ اس کی نگاہ میں تھوڑا معلوم ہو لیکن اسکے شکر سے فارغ نہ ہو۔ اس کا شکر بھی ادا کرے اور زیادہ کا طلب گار بھی ہو کہ قلبی سے اصلی مقصود خداتعالیٰ کے سوا کی گرفتاری سے آزاد ہونا ہے کہ دل کی بیماری اسی کا نام ہے اور جب تک رہائی حاصل نہ ہو ایمان کی حقیقت نصیب نہیں ہوتی۔ اور شریعت کے اوامر و نواہی کی ادائیگی میں سہولت اور آسانی پیدا نہیں ہوتی۔

**بیت۔**

ذکر گو ذکر تا ترا جان است

پاکیٔ دل ز ذکر رحمان است

کھانا کھانے میں چاہیئے کہ نفس کی لذت مطلوب نہ ہو بلکہ عبادت کے لئے قوت و استطاعت حاصل کرنے کی نیت سے ہو۔ اور اگر ابتدا میں یہ نیت میسر نہ آسکے تو تکلف سے اپنے آپ کو اس نیت پر لائیں اور التجا و زاری کریں کہ یہ نیت میسر ہو۔ اور اسی طرح لباس پہننے میں عبادت کے لئے اور نماز کی ادائیگی کے لئے زینت کی نیت ہو کہ قرآن مجید میں آیا ہے۔

خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ۔ (ہر نماز کے لئے اپنی زینت کرو۔)

نفیس لباس پہننے سے لوگوں کا دکھلاوا مقصود نہ ہو کہ وہ منع ہے اور اسی طرح کوشش کریں کہ تمام افعال و حرکات و سکنات میں اپنے مولا عزوجل کی رضامندی منظور ہو اور شریعت حقہ کے مطابق عمل کیا جائے۔ اس وقت ظاہر و باطن دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں ہوں گے۔

مثلاً خواب (نیند) جو سراسر غفلت ہے جب اطاعت کی ادائیگی میں سستی دور کرنے کی نیت سے

---

جب تک زندگی ہے ذکر کرتے جاؤ رحمان کے ذکر سے دل پاک ہوجاتا ہے۔ ۱۲

Marfat.com

ہو تو وہ نیند بھی اس نیت سے عین عبادت ہو جائے گی۔ جب تک وہ نیند میں رہے گا گویا کہ وہ عبادت میں ہے۔ کیونکہ وہ عبادت کی نیت سے سویا ہے۔ حدیث میں آیا ہے۔ علماء کی نیند عبادت ہے۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ آج اس معنی کا حصول آپ سے مشکل ہے کہ رکاوٹوں کا ہجوم ہے اور عادات ورسومات کا التزام ہے اور ننگ وناموس منظور ہے۔ یہ سب چیزیں شریعت غراء کی ضد ہیں۔ کیونکہ شریعت تو رسوم وعادات کو مٹانے کے لئے آئی ہے اور ننگ وناموس کو ختم کرنے کے لئے۔ کیونکہ یہ چیزیں نفس امارہ کی خواہش سے پیدا ہوتی ہیں۔

ہاں اگر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ذکر قلبی پر ہمیشگی کریں گی۔ اور بغیر سستی کے پنج وقت نماز باشرائط ادا کریں گی۔ اور شریعت کے حلال وحرام میں حتی المقدور احتیاط کریں گی تو ہو سکتا ہے کہ اس معنی کا جمال ظاہر ہو اور خود بخود راغب ہو جائیں اور اس قسم کی نصیحتیں لکھنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اگرچہ ان نصائح کے مطابق عمل حاصل نہ ہو سکے تو اپنے قصور ونقص کا اعتراف تو حاصل ہوگا اور وہ بھی ایک دولت ہے۔

لہ ہر کس کہ بیافت دولتے یافت عظیم[1]
وآن کس کہ نیافت دردنایافت بس است

اس سے خدا کی پناہ کہ نہ پائے اور اپنے نہ پانے سے زیر بار نہ ہو اور نہ کرے اور اپنے نہ کرنے پر پشیمان نہ ہو۔ شاید کوئی سرکش جاہل ایسا ہو جو غلامی کی رسی سے سر باہر لائے اور غلامی کی قید سے پاؤں کھینچے۔ اے ہمارے رب ہمیں اپنی جناب سے رحمت عنایت فرما اور ہمارے معاملہ میں بھلائی پیدا کر۔

اگرچہ وقت وحال اور زمان ومکان تقاضا اس بات کا نہ کرتے تھے کہ میں کچھ لکھوں لیکن جب آپ کا شوق اور کمال درجہ کی رغبت دیکھی۔ تو اپنے آپ کو تکلف سے اس امر پر لایا کہ چند سطریں لکھوں اور ان کو کمال الدین حسین کے سپرد کیا۔ خداوند تعالیٰ اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

---

لہ جس نے پایا اس نے بڑی دولت پائی اور جس نے نہ پایا اسے نہ پانے کا درد ہی کافی ہے۔ ۱۲

Marfat.com

# مکتوب نمبر ۱۸

سیادت پناہ میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا

ماسوائے بے تعلقی اور طالبان حق کی صحبت کی ترغیب کے بیان میں۔

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں ہمیشہ اور ہر حال میں، ہر رنج اور راحت میں۔ آپ کا مکتوب گرامی اور ہدیہ جو سلیمان کے ہمراہ ارسال کیا تھا پہنچا۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ آپ نے لکھا ہے۔ کہ اس سفر کا مقصد بعض مقاصد کا حصول ہے جن کا حصول مشکل معلوم ہوتا ہے۔

آپ امیدوار رہیں یقیناً تنگی کے ساتھ آسانی ہے بے شک تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ "ایک تنگی دو آسانیوں پر غالب نہیں آ سکتی"۔ اپنے حالات پراحوال کے متعلق کیا لکھوں اور دوستوں کو کیا بے مزہ کروں۔ اس کے باوجود ہزار در ہزار شکر ہے کہ عین بلا میں عافیت ہے۔ پس پاک ہے وہ ذات جس نے دونوں ضدوں کو جمع کر دیا اور دو منافی چیزوں کو ملا دیا۔ ایک دن فقیر قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا کہ یہ آیت آئی۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اِقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۔

آپ کہدیں اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور بیویاں اور قبیلہ اور وہ مال جس کو تم نے کمایا ہے۔ اور وہ تجارت جس کی کساد بازاری سے تم ڈرتے ہو اور وہ مکان جنہیں تم پسند کرتے ہو یہ چیزیں تمہیں اگر اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں تمہیں جہاد کرنے سے زیادہ پیاری ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ آ جائے اور اللہ تعالیٰ فاسق قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

تو اس آیت کریمہ کو پڑھنے سے رونا طبیعت پر غالب آیا اور خوف پیدا ہوا۔ اسی حال میں اپنے حال کا مطالعہ کیا تو نظر آیا کہ ان چیزوں میں سے کسی کی گرفتاری میں نہیں ہوں اگر وہ تمام تلف و برباد ہو جائیں تو شریعت کے ممنوع اور برے کام کو کبھی پسند نہ کروں اور ان امور کو شریعت کے احکام پر کبھی ترجیح نہ دوں۔

Marfat.com

باقی مقصد یہ ہے کہ جب دوست ہمارے ساتھ خدا تعالیٰ کے لئے صحبت رکھتے ہیں تو ہمیں بھی چاہیئے کہ ان کو ناز سے رکھیں اور ان کے ظاہر و باطن کے احوال سے خبردار رہیں۔ حدیث۔ "اے داؤد جب تو میرے طالب کو دیکھے تو اس کا خادم بن جا" مشہور ہے جتنی دوستوں پر پہلے توجہ رکھتے ہو اب اس سے زیادہ رکھو اور لاپرواہی اور تغافل کو جائز نہ رکھو۔ دوسری بات یہ ہے کہ اطلاع دیں کہ اقربیت کا مکتوب سمجھ میں آیا یا نہیں؟ اگر آیا ہے تو بہتر ورنہ شک کے مقام متعین کر کے لکھیں۔ زیادہ کیا لکھوں۔ اللہ سبحانہ' وتعالیٰ سے آپ کی سلامتی اور عافیت اور ثبات اور استقامت اور زیادہ توفیق اور اچھی عافیت کی دعا کرتا ہوں۔ والسلام۔

# مکتوب نمبر ۱۹

سیادت پناہ میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا

رنج اور راحت اور عافیت اور بلا غرض ہر حال میں اللہ رب العالمین کی تعریفیں ہیں۔

حکیم جل سلطانہ' کا کوئی فعل حکمت اور مصلحت سے خالی نہیں ہے۔ شاید اللہ سبحانہ' وتعالیٰ اس سے درستی کا ارادہ رکھتا ہو۔

عَسٰی اَنْ تَکْرَهُوْا شَیْئًا وَّهُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ وَعَسٰی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّکُمْ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔

قریب ہے کہ تم کسی چیز کو برا سمجھو اور وہ تمہارے لئے بہتر ہو اور قریب ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے لئے بری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

تو اللہ تعالیٰ کی آزمائش پر صبر کرو اور اس کی قضا پر راضی رہو اور اس کی عبادت پر ثابت قدم رہو اور اس کی نافرمانی سے بچو۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَآ اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ۔

تمہیں جو بھی مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہے۔ اور وہ بہت سی باتیں معاف کر دیتا ہے۔

Marfat.com

سو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف توبہ کرو اور اپنے ہاتھوں سے کئے ہوئے اعمال سے اپنے رب کے حضور بخشش مانگو اور اللہ تعالیٰ سے معافی اور عافیت کا سوال کرو یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے معاف کرنے کو پسند کرتا ہے۔ سو جتنا ہو سکے بلا سے بچو کہ طاقت سے زیادہ بوجھ سے ڈرا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت سے ہے اور ہم عین بلا میں عافیت سے ہیں۔ سو اللہ سبحانہ کے لیے حمد اور احسان ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ الْعُلٰى۔

# مکتوب نمبر ۲۰

مولانا امان اللہ کی طرف بلندیِ ہمت اور تمام چیزوں کے وصول کو اپنے پیر کی طرف سے جاننے کے متعلق صادر فرمایا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى۔

میرے بھائی شیخ امان اللہ کا مکتوب وصول ہوا اپنے احوال و مواجید کے متعلق جو لکھا تھا اچھی طرح واضح ہوا۔

آپ کے متعلق اس سے زیادہ کی توقع ہے جو کچھ عطا فرمائیں اس کو ادب سے احسان سمجھ کر قبول کریں اور تضرع وزاری والتجا وانکساری سے

هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ (کیا کچھ اور بھی ہے)

کہتے ہوئے زیادتی کی طلب اور بلند مقام کا سوال کرنا چاہیئے اور شریعت کے احکام کی ادائیگی میں اچھی طرح رعایت کریں کہ استقامت احوال کی صداقت شریعت پر ہے۔

اس واقعہ (کشف) کی تعبیر جو آپ نے عالم مثال کے متعلق لکھا تھا صواب کے قریب ہے اور حقیقتہ الامر اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ چونکہ آپ صحبت میں زیادہ رہے ہیں۔ تو بحمد اللہ آپ کی نظر بہت بلند واقع ہوئی ہے۔ اخروٹ اور منقہ سے بچوں کی طرح احمق نہیں بن جاتے ہو۔ اللہ تعالیٰ عالی ہمت لوگوں کو پسند کرتا ہے۔

اور حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی تربیت کا واقعہ جو آپ نے بھائی حافظ

Marfat.com

مہدی علی کے متعلق لکھا تھا۔ہاں حافظ ہمارے طریقہ سے بہت مناسبت رکھتا ہے۔لیکن یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ دولت اگرچہ ظاہری صورت میں کسی جگہ سے بھی پہنچے حقیقت میں اسے اپنے شیخ کی طرف سے سمجھنا چاہیئے تاکہ قبلہ پراگندہ نہ ہو اور کارخانہ میں خلل نہ ڈالے جس جگہ سے بھی پہنچے اسے اپنے پیر کی طرف سے سمجھے کہ وہ جامع ہے۔جس صورت سے بھی اس کی تربیت ظہور پائے وہ فی الحقیقت اسی کی طرف سے ہے اور یہ مقام طالبوں کے قدم پھسلنے کا ہے۔اس سے واقف ہونا چاہیئے تاکہ مردود دشمن راہ نہ پا سکے اور پراگندہ نہ کرے۔یہ تو آپ نے سنا ہوگا کہ جو ایک جگہ ہے وہ ہر جگہ ہے اور جو ہر جگہ ہے وہ کسی جگہ بھی نہیں ہے۔حافظ کو دعا پہنچا دیں۔ والسّلام

# مکتوب نمبر ۲۱

میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا

ان کے سوالات کے جواب میں کہ ضمائر سے خدا تعالیٰ مراد ہیں اور زہاد کی فضیلت اور اللہ تعالیٰ جل سلطانہ دعم احسانہ کی اپنی ذات کے ساتھ کیفیت کے بیان میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

آپ نے پوچھا تھا کہ جب اشیاء ظلی اپنی ماہیت کے ساتھ اشیاء نہیں ہیں بلکہ اپنے اصل کی ماہیت کے ساتھ قائم ہیں تو پھر چاہیئے کہ اشیاء کا مشار الیہ لفظ ھُوَ۔ اَنْتَ اور اَنَا سے وہی اصل مراد ہو۔تو اس وقت بعض ایسی صفات کا اثبات جو اس اصل سے مناسبت نہیں رکھتا۔ان ضمیروں پر کس طرح صادق آئے گا۔مثلاً میں کھانے والا ہوں۔میں سونے والا ہوں وغیرہ وغیرہ؟

جاننا چاہیئے کہ فی الحقیقت ظل اگرچہ اپنے اصل کے ساتھ قائم ہے لیکن اس کی ظلیت کا ثبوت اگرچہ مرتبہ حس و خیال میں ہے ہمیشہ اپنی جگہ قائم ہے اور اس کی ظلیت کے احکام کے لئے دوام اور بقا ہے۔

وَخُلِقْتُمْ لِلْاَبَدِ (تم ہمیشہ کے لئے پیدا کئے گئے ہو)

اس کا گواہ ہے اور ان نامناسب صفات کا ان ضمائر پر اطلاق باعتبار ظلیت جائز ہے اور وجود کے ہر مرتبہ کا حکم جدا ہے اور جو خدا میں گم ہے وہ خدا نہیں ہے۔

Marfat.com

اور پھر آپ نے اس حدیث قدسی کا معنی پوچھا ہے جو زہاد کرام کے فضائل میں وارد ہوئی ہے الفاظ کے معانی تو ظاہر ہیں اور خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم سے کیا بعید ہے کہ کچھ لوگوں کو فضائل و خصائص و کرامات سے مخصوص کریں اور درجات و مراتب عطا فرمائیں کہ دوسرے ان پر رشک کریں۔ اور ان کا حساب نہ ہونے میں جو آپ کو تردد ہے۔ اس تردد کی گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے بہت سے لوگ بے حساب و کتاب جنت میں جائیں گے۔

اور ان میں سے وہ بھی ہے جو صحیح حدیث میں آیا ہے کہ ستر ہزار آدمی بغیر حساب کتاب کے میری امت میں سے جنت میں جائیں گے تو صحابہ نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلَّذِیْنَ لَا یَکْتَوُوْنَ وَلَا یَسْتَرْقُوْنَ وَعَلٰی رَبِّہِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ۔ (وہ جو داغ نہیں لگواتے اور دم نہیں کراتے اور اپنے رب پر توکل رکھتے ہیں۔)

اس مقام میں ایک بہت بڑا راز ہے جس کا اظہار مصلحت سے دور ہے اور اکثر لوگوں کی سمجھ سے بالاتر ہے اگر کبھی ملاقات کی فرصت ہوئی تو یاد کروا دینا اس کو کچھ تھوڑا سا بالمشافہ بیان کر دوں گا۔ اس ستر کی طرف کچھ اشارہ مکتوبات جلد ثانی کے کسی مکتوب میں درج ہو چکا ہے اگر وہ کتاب آپ پالیں تو شاید اس راز کو بھی پالیں۔

اور آپ نے پوچھا تھا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا علم اپنی ذات کو محیط ہے یا نہیں؟ اگر محیط ہے۔ تو تناہی لازم آئے گی۔

جان لیں کہ علم دو قسم ہے حصولی اور حضوری۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کی کنہ کے لئے علم حصولی کا متعلق ہونا محال ہے کیونکہ یہ احاطہ اور تناہی کو مستلزم ہے لیکن یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم حضوری اس کی کنہ سے متعلق ہو اور تناہی بھی لازم نہ آئے۔ والسلام۔

# مکتوب نمبر ۲۲

ملا مقصود علی تبریزی کی طرف صادر فرمایا

(اس بیان میں کہ مشرکوں کی نجاست سے مراد ان کا خبث باطن اور بد اعتقادی ہے نہ کہ ان کا نجس العین ہونا)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

Marfat.com

میرے شفقت آثار مخدوم: معلوم نہ ہو سکا کہ تفسیر حسینی بھیجنے کا کیا مقصد تھا۔ صاحب تفسیر تو آیت کریمہ سے تفسیر ائمہ مذہب کے موافق کرتے ہیں اور مشرک کی نجاست سے مراد خبثِ باطن اور بد اعتقادی لیتے ہیں اور جو کچھ اس کے بعد کہا ہے کہ مشرک لوگ نجاست سے پرہیز نہیں کرتے تو یہ بات آج اکثر اہل اسلام میں بھی موجود ہے اور اس لحاظ سے عام مومنوں اور کافروں میں فرق ناپید ہے۔ اگر نجاست سے پرہیز نہ کرنا کسی آدمی کی نجاست کا سبب ہو تو معاملہ تنگ ہو جائے گا۔ اور اسلام میں تنگی نہیں ہے۔

اور وہ جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ مشرک کتوں کی طرح نجس العین ہیں تو اس قسم کے الفاظ شاذ ہیں اور بہت سے اکابرین دین سے منقول ہیں اور یہ توجیہہ اور تاویل پر محمول ہیں مشرک نجس العین کس طرح ہو سکتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی کے گھر سے کھانا کھایا ہے[1] اور ایک مشرک[2] کے برتنوں سے وضو کیا ہے اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی ایک عیسائی عورت کے مٹکے سے وضو کیا ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ آیت کریمہ میں ہے کہ

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ سوائے اس کے نہیں کہ مشرک نجس ہیں۔

اور ہو سکتا ہے کہ یہ آیت ان روایات سے بعد کی ہو اور ان کی ناسخ ہو"۔ یہ جواب تو ہو سکتا تھا لیکن اس جگہ صرف اتنا ہی کافی ہے کہ اس کا بعد میں ہونا ثابت کیا جائے تاکہ دعوائے نسخ میں صحت پیدا ہو"۔ کیونکہ مخالف تو منع سے باہر ہے۔ اور اگر اس کا متاخر ہونا تسلیم کر بھی لیا جائے تو پھر بھی چاہیئے کہ یہ حرمت ثبت نہ ہو اور نجاست سے مراد اندرونی خباثت ہو۔ کیونکہ منقول ہے کہ کوئی پیغمبر بھی کسی ایسے امر کا مرتکب نہیں ہوا ہے جس کا انجام اس کی شریعت میں یا کسی دوسرے نبی کی شریعت میں حرام ہونے تک پہنچے اور بالآخر حرام ہو جائے اگرچہ وہ کام ارتکاب کے وقت مباح ہو۔ شراب جو پہلے مباح تھی آخر میں حرام ہو گئی۔ اور کسی بھی پیغمبر نے شراب نہیں پی ہے۔ اور اگر مشرکین کا انجام بالآخری ظاہری نجاست قرار پانا اور وہ کتوں کی طرح نجس العین ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو محبوب رب العالمین ہیں کبھی ان کے برتنوں کو ہاتھ نہ لگاتے چہ جائیکہ وہ ان کا کھانا اور پانی استعمال کرتے۔

اور پھر یہ بھی ہے کہ نجس العین ہر وقت نجس العین ہے اس میں اباحت سابق یا لاحق کی گنجائش

---

[1] جیسا کہ کتب صحاح میں موجود ہے۔ [2] یہ واقعہ بھی حدیث کی صحیح کتابوں میں موجود ہے۔

[3] امام بخاری نے ترجمہ اس باب میں اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔

Marfat.com

نہیں ہے۔ اگر مشرک نجس العین ہوتے تو چاہیئے تھا کہ ابتدا ہی سے ایسے ہوتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابتدا ہی سے ان کے ساتھ اندازہ سے وہی سلوک کرتے اور جب وہ نہیں ہے تو یہ بھی نہیں ہے۔

اور پھر یہ بھی ہے کہ "دین میں تنگی نہیں ہے" اور یہ آپ کو بھی معلوم ہے کہ ان پر نجاست کا حکم لگانا اور ان کو نجس العین سمجھنا مسلمانوں پر کتنی تنگی ڈالتا ہے اور ان کو کس قدر محنت میں مبتلا کرنا ہے۔ ائمہ حنفیہ رضی اللہ عنہم کا احسان سمجھنا چاہیئے کہ انہوں نے مسلمانوں کے لئے خلاصی کی صورت پیدا کی اور ارتکاب حرام سے بچایا۔ نہ کہ ان کو مطعون کریں اور ان کے ہنر کو عیب سمجھیں۔ اور مجتہد پر کیا اعتراض ہے کہ اس کی غلطی بھی ایک درجہ ثواب رکھتی ہے اور اگرچہ وہ خطا کر جائے پھر بھی اس کی تقلید نجات کا سبب ہے۔ وہ لوگ جو کافروں کے کھانے پانی کے حرام ہونے کے قائل ہیں یہ عادتاً محال ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس کے ارتکاب سے محفوظ رکھ سکیں۔ خصوصاً ہندوستان کے علاقہ میں کہ یہ مصیبت بہت زیادہ ہے اس مسئلہ میں جو عموم بلویٰ رکھتا ہے بہتر یہ ہے کہ فتویٰ آسان اور سہل کام پر دیا جائے اگرچہ اپنے مذہب کے موافق نہ ہو۔ خواہ کسی مجتہد کے قول پر ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ — اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتے ہیں تنگی دینا مقصود نہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے — اللہ تعالیٰ

يُرِيدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا۔ اللہ تعالیٰ تم سے بوجھ ہلکا کرنا چاہتے ہیں اور انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے

مخلوق کو تنگ کرنا اور ان کو ناراض کرنا حرام ہے اور خدا تعالیٰ کی مرضی کے برخلاف ہے شافعیہ بعض مسائل میں جن میں امام شافعی نے تنگی پیدا کی ہے حنفی مذہب کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں اور لوگوں کو آسانی مہیا کرتے ہیں۔ مثلاً مصارف زکوٰۃ میں امام شافعی زکوٰۃ کو مصارف زکوٰۃ کی تمام اقسام پر تقسیم کیا ہے کہ ان میں سے ایک مؤلفۃ القلوب بھی ہیں جو اس وقت میں مفقود ہیں علماء شافعیہ نے حنفی مذہب کے مطابق فتویٰ دیا ہے کہ ان اقسام میں اگر کسی ایک کو بھی زکوٰۃ دے دے تو کافی ہے۔ اور پھر یہ بھی ہے کہ مشرک اگر نجس العین ہوتے تو چاہیئے تو یہ تھا کہ ایمان لانے کے بعد بھی پاک نہ ہوتے پس معلوم ہوا کہ ان کی نجاست بداعتقادی سے ہے جو زائل ہو سکتی ہے اور صرف باطن تک محدود ہے جو کہ اس عقیدے کا محل ہے اور اندرونی نجاست بیرونی طہارت سے معارضہ نہیں رکھتی جیسا کہ ہر کہ ومہ کو معلوم ہے اور یہ کلام اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ

Marfat.com

مشرکوں کے حال کی خبر ہے جو ناسخیت اور منسوخیت سے کوئی تعلق نہیں رکھتی کیونکہ نسخ شریعت کے احکام میں ہوتا ہے۔ نہ کسی چیز کی خبر میں۔ پس چاہیئے کہ مشرک ہر وقت نجس ہوں اور نجاست سے مراد خبث اعتقاد ہے تاکہ دلائل متعارض نہ ہوں اور ان کو چھونا کسی وقت بھی ممنوع نہ ہو جس دن اس فقیر نے اس بحث میں یہ آیت کریمہ پڑھی تھی۔

وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ۔ (اور اہل کتاب کا کھانا تم پر حلال ہے)

تو اس کے بالمقابل تم نے کہا تھا کہ اس جگہ طعام سے مراد گندم چنے اور مسور وغیرہ ہیں اگر اس توجیہ کو اہل عرف پسند کریں تو کیا مضائقہ ہے۔ لیکن انصاف درکار ہے۔

اس تکلیف اور اس طول کلامی کا اصلی مقصد یہی ہے کہ خلقت پر رحم کریں کہ اس سے کوئی چارہ نہیں گریز نہیں ہے نجس نہ جانیں اور مسلمانوں کے کھانے پینے سے متوہم نجاست کے باعث پرہیز نہ کریں اور اس سبب سے تمام سے پرہیز نہ کریں اور اس کو احتیاط نہ سمجھیں کہ احتیاط اس احتیاط کے ترک کرنے میں ہے۔ زیادہ کیا تکلیف دوں۔ ؎

اندکے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

والسّلام۔

# مکتوب نمبر ۲۲

خواجہ ابراہیم قبادیانی کی طرف صادر فرمایا

(اس بیان میں کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اپنی ذات اور صفات اور بندوں کو پسندیدہ اور ناپسندیدہ اعمال کی خبر دی ہے جس میں عقل کو کوئی دخل نہیں ہے۔)

تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں اسلام کی راہنمائی کی اور ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے بنایا۔

؎ میں نے تجھ سے تھوڑا سا دل کا غم بیان کیا ہے اور ڈرتا ہوں کہ تو دل آزردہ ہو جائے گا ورنہ باتیں تو بہت ہیں۔

Marfat.com

انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان بزرگواروں کی بعثت کے ذریعہ اپنی ذات اور صفات کی ہم ناقص عقل اور قاصر فہم لوگوں کو خبر دی ہے اور ہمارے چھوٹے سے ذہن کے مطابق اپنی ذاتی وصفاتی کمال پر اطلاع بخشی ہے اور اپنے پسندیدہ اور ناپسندیدہ کاموں کو الگ الگ کر دیا ہے۔ اور ہمارے دنیوی اور اخروی منافع اور مضار کو جدا فرمایا ہے۔ اگر ان کے بزرگ وجود کا وسیلہ نہ ہوتا تو بشری عقول خدا تعالیٰ کے اثبات میں ناقص اور قاصر ہوتیں۔ قدیم فلاسفہ جو اپنے آپ کو اکابر اہل عقول سمجھتے تھے خدا تعالیٰ کے منکر تھے۔ اور اپنے عقل کی کمی کی وجہ سے چیزوں کو زمانہ کی طرف منسوب کرتے تھے۔ اور نمرود کا جھگڑا جو کہ ساری زمین کا بادشاہ تھا حضرت خلیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے کے اثبات میں مشہور ہے اور قرآن مجید میں بھی مذکور ہے اور فرعون بے سامان بھی کہا کرتا تھا۔

لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِىْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ۔ (اگر تو نے میرے سوا کسی اور کو خدا بنایا تو میں تجھے قید کر دوں گا۔)

اور اس بے دولت نے ہامان سے یہ بھی کہا تھا۔

يٰهَامٰنُ ابْنِ لِىْ صَرْحًا لَّعَلِّىْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّىْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا (اے ہامان میرے لئے ایک محل بنا تاکہ میں آسمانوں کے راستے تک پہنچوں اور موسیٰ کے خدا کو جھانک کر دیکھوں اور میں تو اسے جھوٹا خیال کرتا ہوں۔)

مختصر یہ کہ عقل اس دولت عظمیٰ کے اثبات میں قاصر ہے اور ان بزرگوں کی ہدایت کے بغیر اس دولت سرا تک راہ نہیں پاسکتی اور جب تواتر سے انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی دعوت ان لوگوں کو خداوند تعالیٰ زمین و آسمان کے خالق کے متعلق پہنچی اور ان بزرگواروں کا کلمہ بلند ہوا تو ہر زمانہ کے بیوقوف لوگ جو صانع کے وجود میں تردد رکھتے تھے اپنی قباحت پر مطلع ہوئے۔ اور بے اختیار وجود صانع کے قائل ہوئے اور چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے لگے۔

یہ وہ نور ہے جو انبیاء کے انوار سے حاصل ہوا ہے اور یہ وہ دولت ہے جو انبیاء کے دسترخوان سے ملی ہے ان پر قیامت تک بلکہ ہمیشہ ہمیشہ تک صلوٰۃ وسلام ہو اور اسی طرح وہ تمام سنی ہوئی باتیں جو انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی تبلیغ کے ذریعہ ہم تک پہنچی ہیں۔ مثلاً خداوند تعالیٰ کی صفات کمال اور انبیاء کی بعثت اور ملائکہ کی عصمت علیہم الصلوات والتسلیمات والتحیات والبرکات اور حشر ونشر اور بہشت اور اس کی نعمتوں اور دوزخ اور اس کے عذابوں کا دائمی وجود اور ان جیسی

Marfat.com

اور بھی چیزیں جن کو شریعت نے بیان کیا ہے عقل ان کے ادراک میں قاصر ہے اور ان بزرگواروں سے سنے بغیر ان کے اثبات میں ناقص اور غیر مستقل ہے

جس طرح عقل کا طریقہ حس کے طریقہ سے بالا ہے کہ جس کا حس سے ادراک نہیں کیا جاسکتا۔ عقل اس کا ادراک کر لیتی ہے اور اسی طرح نبوت کا طریقہ عقل کے طریقہ سے بلند ہے کہ جو کچھ عقل کے طریقہ سے معلوم نہیں کیا جاسکتا وہ نبوت کے ذریعہ سے حاصل ہو سکتا ہے اور جو آدمی عقل سے بڑھ کر کوئی طریقہ معرفت کے اثبات کے لئے تسلیم نہیں کرتا وہ حقیقت میں نبوت کے طریقہ کا منکر ہے اور بداہت کا مقابلہ کرنے والا ہے۔ پس انبیاءؑ کو تسلیم کرنے سے چارہ نہیں ہے تاکہ خدا تعالیٰ کے شکریہ کی راہنمائی کریں جو کہ عقل سے بھی واجب ہے اور نعمتیں عطا کرنے والے خدا جل و علا کی تعظیم جو کہ علم اور عمل سے تعلق رکھتی ہے خدا تعالیٰ کی طرف سے معلوم کر کے ہم پر ظاہر کریں کیونکہ وہ تعظیم جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل نہ کی گئی ہو اس کے شکریہ کے لائق نہیں ہے کیونکہ انسانی قوت اس کے ادراک میں عاجز ہے بلکہ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ غیر تعظیم کو اس کی تعظیم سمجھتا ہے اور شکر سے ہجو میں چلا جاتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی تعظیم حاصل کرنے کا طریقہ صرف نبوت میں منحصر ہے اور انبیاءؑ علیہم الصلوات والتسلیمات کی تبلیغ پر بس ہے اور الہام جو اولیاء کو ہوتا ہے وہ بھی نبوت کے انوار سے مقتبس ہے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے فیوض و برکات سے ہے۔

اور اگر عقل اس معاملہ میں کفایت کرتی تو یونان کے فلاسفر جنہوں نے اپنا راہنما عقل کو سمجھا گمراہی کے بیابان میں نہ بھٹکتے پھرتے اور وہ خداوند تعالیٰ کو سب سے زیادہ پہچانتے۔ حالانکہ خداوند تعالیٰ کی ذات و صفات کے متعلق جاہل ترین آدمی وہی ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو بیکار و معطل سمجھا ہے اور ایک چیز کے سوا اور وہ بھی اضطراری طور پر نہ کہ اختیار سے اور کسی چیز کو اس کی طرف منسوب نہیں کرتے انہوں نے عقل فعال اپنے پاس سے تراشی اور حوادث کو زمین و آسمان پیدا کرنے والے خدا سے چھڑا کر اس کی طرف منسوب کر دیا اور اثر کو مؤثر حقیقی جل شانہٗ سے روک کر اپنا پیدا کردہ سمجھتے ہیں۔

کیونکہ ان کے نزدیک معلول اثر علت قریبہ ہے۔ علت بعیدہ کے لئے وہ معلول کے حصول میں تاثیر نہیں سمجھتے اور اپنی جہالت سے خدا تعالیٰ کی طرف ان چیزوں کی نسبت نہ کرنے کو اللہ تعالیٰ کا کمال تصور کرتے اور اس کو معطل کر دینے کو اس کی تعظیم سمجھتے ہیں حالانکہ خداوند تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی پیدائش کے ساتھ اپنی تعریف بیان کرتا ہے۔ اور اپنے رب المشرق و رب المغرب ہونے سے

Marfat.com

مدح فرماتا ہے۔ اور ان بیوقوفوں کو اپنے فاسد خیال سے خدا تعالیٰ کی کوئی حاجت نہیں ہے اور خدا تعالیٰ کے سامنے سر نیاز خم نہیں کرتے۔

پس ان کو چاہیئے کہ اپنی مجبوری اور حاجت کے قریب اپنی عقل فعال کی طرف رجوع کریں اور چونکہ وہ بھی ان کے خیال کے مطابق مجبور ہے نہ کہ مختار تو اپنی حاجتیں اس سے چاہنا بھی غیر معقول ہی ہے۔

اِنَّ الْكَافِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ (کافروں کا کوئی مولا نہیں ہے)

عقل فعال کیا ہے جو اشیاء کو سرانجام دے سکے اور حوادث کو اس کی طرف منسوب کریں خود اس کے اپنے وجود و ثبوت میں ہزاروں اعتراض ہیں کیونکہ اس کا اپنا تحقق و حصول فلاسفہ کے ملمع شدہ مقدمات پر مبنی ہے جو قواعد حقہ اسلامیہ کی رو سے ناتمام و نافرجام ہیں۔

کوئی بیوقوف ہی ہو گا جو چیزوں کو قادر مختار جل شانہ سے روک کر ایسے موہوم امر کی طرف منسوب کرے بلکہ اشیاء کو خود ہزاروں ننگ و عار ہیں کہ فلسفی کے تراشیدہ کی طرف منسوب ہوں۔ بلکہ اشیاء اپنے فنا ہو جانے پر راضی اور خوش ہیں اور اپنے ہونے کی طرف ان کا کوئی میلان نہیں ہے اس سے کہ ان کے وجود کو فلاسفہ کے تراشیدہ کی طرف منسوب کریں اور قادر مختار جل سلطانہ کی قدرت کی طرف منسوب ہونے کی سعادت سے محروم ہوں۔

كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا بہت بڑی بات ہے جو ان کے موہوں سے نکلتی ہے وہ صرف جھوٹ کہتے ہیں۔

دارالحرب کے کافر بت پرست ہونے کے باوجود اس جماعت کی نسبت اچھی حالت میں ہیں جو مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ سے التجا کرتے ہیں اور اپنے بتوں کو اللہ تعالیٰ کے سامنے وسیلہ شفاعت بناتے ہیں۔ اور پھر عجیب تر بات یہ ہے کہ کچھ لوگ ان بیوقوفوں کو حکماء کہتے ہیں اور حکمت کو ان سے منسوب کرتے ہیں۔ ان کے اکثر احکام خصوصاً الٰہیات جو سب سے روشن مقصد ہے جھوٹے ہیں اور کتاب و سنت کے مخالف ہیں ان کو حکماء کہنا کہ ان کی قسمت میں سراسر جہل مرکب ہے کس لحاظ سے درست ہو سکتا ہے۔ مگر بر سبیل تحکم و استہزاء اگر کہا جائے اور یا پھر جیسے اندھے کو بصیر کہتے ہیں۔

اور ان بیوقوفوں کی ایک جماعت نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے طریقہ کے التزام کے بغیر صوفیہ آلہیہ کی تقلید میں جو کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے متبعین میں سے تھے۔ ریاضت اور مجاہدہ کا طریق اختیار کیا ہے اور اپنے وقت کی صفائی پر مغرور ہوئے ہیں اور اپنے خواب و خیال

Marfat.com

پر اعتماد کرتے ہیں اور اپنے خیالی کشوف کو اپنا مقتدا سمجھتے ہیں

ضَلُّوْا فَاَضَلُّوْا۔ (وہ خود بھی گمراہ ہوئے اوروں کو بھی گمراہ کیا)

ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ صفائی نفس کی صفائی ہے جو گمراہی کی طرف راہ رکھتی ہے نہ کہ دل کی صفائی جو کہ ہدایت کا دریچہ ہے کیونکہ دل کی صفائی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت سے وابستہ ہے اور تزکیۂ نفس دل کی صفائی سے وابستہ ہے اور دل کی نفس پر حکومت ہے اور نفس جو دل کی کدورت کے باوجود کہ انوار قدم کے ظہور کا محل ہے اگر صفائی پیدا کرے تو اس کی مثال ایسی ہے کہ کمینہ دشمن جو کہ ابلیس مردود ہے کی تاخت و تاراج کرنے کے لئے چراغ روشن کر دیا جائے۔

مختصر یہ کہ ریاضت و مجاہدہ کا طریقہ نظر و استدلال کی طرح اس وقت اعتماد و اعتبار پیدا کرتا ہے جبکہ وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق کے ساتھ ملا ہوا ہو جو خداوند تعالیٰ کی طرف سے تبلیغ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تائید سے مؤید ہیں۔ ان بزرگواروں کا کارخانہ ملائکہ معصومین کے نزول کی وجہ سے دشمن لعین کے کید و مکر سے محفوظ ہے۔

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْہِمْ سُلْطَانٌ۔ (میرے بندوں پر تیرا کوئی غلبہ نہیں ہے)

ان کا حصہ ہے اور دوسروں کو یہ دولت نصیب نہیں ہوتی اور نہ انہیں دشمن لعین کے دام ناتمام سے رہائی ملتی ہے۔ ماسوائے اس صورت کے کہ ان بزرگواروں کی متابعت کریں اور ان کے قدموں کے نشانات پر چلیں۔

**بیت**

محال است سعدی کہ راہ صفا
تواں رفت جز بر پئے مصطفٰےؐ[1]

سبحان اللہ افلاطون جو فلاسفہ کا رئیس ہے حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی دولت پاتا ہے اور اپنے آپ کو اپنی نادانی کی وجہ سے ان سے مستغنی سمجھتا ہے اور آنحضرت کا گرویدہ نہیں ہوتا اور برکات نبوت سے حصہ نہیں لیتا اور جس کو اللہ تعالیٰ نور عطا نہ فرمائے اس کے لئے کوئی نور نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

---

[1] اے سعدی مصطفٰےؐ کی پیروی کے بغیر صفائی کی راہ پر چلنا محال ہے۔

Marfat.com

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُوْنَ[1]

اور یقینا ہماری بات ہمارے پیغمبروں کے لئے گذر چکی کہ وہی مدد دیئے جائیں گے اور یقینا ہمارا لشکر ہی غالب آنے والا ہے۔

عجب معاملہ ہے کہ فلاسفہ کی عقول ناقصہ نبوت کے طریق کے برخلاف واقع ہوئی ہیں مبدأ میں بھی اور معاد میں بھی اور ان کے احکام انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے احکام کے خلاف ہیں نہ ان کا اللہ پر ایمان درست ہے اور نہ آخرت پر۔ عالم کے قدیم ہونے کے قائل ہیں۔ حالانکہ تمام مذاہب کا اس پر اجماع ہے کہ عالم اپنے تمام اجزاء کے ساتھ حادث ہے اور اسی طرح وہ آسمانوں کے پھٹنے اور ستاروں کے جھڑنے اور پہاڑوں کے ریزہ ریزہ ہونے اور سمندروں کے پھٹنے کے بھی جو کہ قیامت کو واقع ہوں گے قائل نہیں ہیں۔ وہ اجسام کے حشر کے قائل نہیں ہیں اور قرآنی نصوص کا انکار کرتے ہیں۔

اور ان کے متاخرین جو اپنے آپ کو مسلمانوں کی جماعت سے سمجھتے ہیں اسی طرح وہ بھی فلاسفہ کے اصولوں پر ثابت قدم ہیں۔ اور آسمانوں اور ستاروں اور ان جیسی چیزوں کے قدیم ہونے کے قائل ہیں اور ان کا فیصلہ ہے کہ یہ چیزیں ہلاک نہیں ہوں گی۔ ان کی خوراک قرآنی نصوص کو جھٹلانا ہے اور ان کا رزق ضروریاتِ دین کا انکار ہے۔ یہ عجیب قسم کے مومن ہیں۔ کہ خدا اور رسول پر ایمان لاتے ہیں لیکن جو کچھ خدا اور رسول نے فرمایا ہے اسے قبول نہیں کرتے۔ اس سے بڑھ کر بیوقوفی اور کیا ہوگی۔

بیت۔
فلسفہ چوں اکثرش باشد سفہ پس کل آں
ہم سفہ باشد کہ حکم کل حکم اکثر است[2]

اس جماعت نے اپنی عمر کو علم آلی (منطق) کے سیکھنے سکھلانے میں صرف کر دیا جو کہ خطائے فکری سے بچانے والا ہے اور اس باب میں کئی موشگافیاں کیں۔

اور جب اپنے اعلیٰ مقصد یعنی خداوند تعالیٰ کی ذات و صفات و افعال تک پہنچے تو اپنے حواس گم کر دیئے اور بچانے والا آلہ ہاتھ سے چھوڑ دیا اور کئی دیوانگیاں دکھائیں اور گمراہی کے بیابان میں پڑے رہے۔ ان کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی شخص کئی سال تک آلات جنگ کو تیار کرے اور لڑائی

---

[1] سورہ صافات پارہ ۲۳۔

[2] فلسفہ کا اکثر حصہ تو سفہ (یعنی بیوقوفی) ہے تو اس کا کل بھی بیوقوفی ہو گا کیونکہ اکثر کا حکم کل کا حکم ہوتا ہے۔ ۱۲۔

Marfat.com

کے وقت اس کے حواس جاتے رہیں اور کوئی کام نہ کر سکے۔

لوگ فلاسفہ کے علوم کو پورا اور منتظم جانتے ہیں اور غلطی اور خطا سے محفوظ سمجھتے ہیں۔ اگر بفرض اس حکم کے ان علوم میں سچا بھی سمجھ لیا جائے جن میں عقل کو استقلال و دخل ہے تو وہ خارج از بحث ہیں اور بیکار کے دائرہ میں داخل ہیں اور آخرت سے جو کہ دائمی ہے کوئی کام نہیں رکھتے اور اخروی نجات ان سے وابستہ نہیں ہے۔ بات تو ان علوم کے متعلق ہے کہ جن کے ادراک میں عقل کو عجز و قصور ہے اور نبوت کے طریق سے وابستہ ہیں اور آخرت کی نجات ان سے تعلق رکھتی ہے۔

حجۃ الاسلام امام غزالی نے اپنے رسالہ "منقذ عن الضلال" میں فرمایا ہے کہ "فلاسفہ نے علم طب اور علم نجوم کو پہلے انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات کی کتابوں سے چرایا ہے اور ادویہ کے خواص وغیرہ کہ عقل ان کے ادراک سے قاصر ہے۔ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات پر منزل کتابوں اور صحیفوں سے حاصل کیا ہے اور علم تہذیب اخلاق کو صوفیہ الٰہیہ کی کتابوں سے جو کہ ہر زمانہ میں ہر پیغمبر کی امت میں ہوئے ہیں اپنی باطل چیزوں کے رائج کرنے کے لئے چوری کی ہے" پس ان کے تین معتبر علوم تو چوری کئے ہوئے۔ اور وہ نادانیاں جو انہوں نے علم الٰہی اور خداوند تعالیٰ کی ذات و صفات و افعال میں کی ہیں اور اللہ کے ساتھ ایمان لانے میں اور آخرت کو تسلیم کرنے میں قرآن مجید کی نصوص کی مخالفت کی ہے ان کا کچھ ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

باقی رہا علم ہندسہ اور اس کی مثل دوسرے علوم کہ جن کے متعلق وہ خصوصیت رکھتے ہیں۔ اگر پورے اور منتظم بھی ہوں تو کس کام آئیں گے اور آخرت کا کونسا عذاب و وبال دور کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کے بندہ سے اعراض کرنے کی علامت یہ ہے کہ وہ بے فائدہ کاموں میں مشغول ہو جائے اور جو چیز آخرت میں کام نہ آئے وہ لغو اور بے فائدہ ہے اور علم منطق جو کہ علم آلی ہے اور اس کو غلطی سے بچانے والا کہتے ہیں ان کے کام نہ آیا اور اعلیٰ مقصد میں اس نے ان کو غلطیوں سے نہ نکالا تو وہ دوسرے کے کیا کام آئے گا اور غلطی سے کیسے بچا سکے گا۔ اے ہمارے رب ہمارے دلوں کو ہدایت دینے کے بعد ٹیڑھا نہ کر دے۔ اور ہمیں اپنی جناب سے رحمت عنایت فرما تو ہی عنایت کرنے والا ہے۔

اور بعض آدمی جو فلاسفہ کے علوم سے دلچسپی رکھتے ہیں اور فلاسفہ کی ملمع شدہ باتوں پر مفتون ہیں وہ ان لوگوں کو حکما سمجھ کر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے برابر جانتے ہیں بلکہ قریب ہے کہ ان کے جھوٹے علوم کو سچا سمجھ کر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شریعتوں پر مقدم جانیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے برے عقائد سے محفوظ رکھے۔ ہاں جب ان لوگوں کو حکما سمجھیں گے اور ان کے علوم کو حکمت

Marfat.com

گے۔ تو لازماً اس بلا میں گرفتار ہوں گے۔ کیونکہ حکمت تو اس علم سے عبارت ہے جو نفس الامر کے مطابق ہو تو پھر وہ علوم جو اس کے مخالف ہوں گے اور عدم مطابقت بہ نفس امر رکھتے ہوں گے وہ حکمت کیوں کر ہوں گے۔

مختصر یہ کہ ان کی اور ان کے علوم کی تصدیق انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اور ان کے علوم کی تکذیب کو مستلزم ہے کیونکہ یہ دونوں علم ایک دوسرے کے مخالف واقع ہوئے ہیں ایک کی تصدیق دوسرے کی تکذیب کو مستلزم ہے اب جو چاہے وہ انبیاء کی ملت کو لازم پکڑے اور خدا کے لشکر میں شامل ہو جائے اور نجات پائے اور جو چاہے فلسفی ہو جائے اور شیطان کا گروہ بنے اور نامراد و خسارہ اٹھانے والا بنے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے۔

فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِى الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا[1]

پھر جو شخص چاہے ایمان لائے اور جو شخص چاہے وہ کفر کرے یقیناً ہم نے ظالموں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے اس کے شعلے ان کو گھیر لیں گے اور اگر وہ پانی مانگیں گے تو ان کو گلے ہوئے تانبے کی طرح گرم پانی دیا جائے گا جو منہ کو جھلس دے گا۔ بہت برا پینا ہے اور بہت بری آرام کی جگہ ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى جَمِيْعِ اِخْوَانِهٖ مِنَ الْاَنْبِيَآءِ الْكِرَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ الْعِظَامِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اَتَمُّهَا وَاَكْمَلُهَا السَّلَامُ۔

# مکتوب نمبر ۲۴

ملا محمد مراد کشمی کی طرف جو کہ میر محمد نعمان کے مریدوں میں سے تھا صادر فرمایا

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی بزرگی اور ان کے آپس میں مہربان ہونے کے بیان میں)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

---

[1] سورہ کہف پارہ ۱۵۔

Marfat.com

| | |
|---|---|
| ۱ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا۔ | محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو آپ کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے لئے بڑے سخت گیر ہیں۔ اور آپس میں بڑے مہربان ہیں تم ان کو رکوع اور سجدہ کی حالت میں دیکھوگے وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضامندی کے طالب ہیں۔ |
| (اِلٰی قَوْلِہٖ تَعَالٰی) | (اللہ تعالیٰ کے اس قول تک) |
| لِیَغِیْظَ بِھِمُ الْکُفَّارَ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا | تاکہ ان کے ساتھ کافروں کو غصہ دلائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور کام اچھے کئے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے۔ |

حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کی اس کمال مہربانی کی وجہ سے جو وہ آپس میں رکھتے تھے مدح فرمائی ہے۔ کیونکہ رحیم جو کہ رحماء کا واحد ہے مہربانی میں مبالغہ کو متضمن ہے اور چونکہ صفت مشبہ استمرار پر بھی دلالت رکھتی ہے چاہیئے کہ ان کی آپس میں مہربانی اور استمرار اور دوام کی صفت پر ہو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اور کیا آپ کے انتقال کے بعد پس جو کچھ ایک دوسرے کے حق میں مہربانی کے منافی ہے۔ اس کی ان بزرگواروں سے ہمیشہ نفی کرنا چاہیئے اور ایک دوسرے کے ساتھ بغض و کینہ وحسد وعداوت کے احتمال کو ہمیشہ ہمیشہ ان سے منتفی ہونا چاہیئے۔

پھر جب تمام صحابہ کرام اس پسندیدہ صفت سے متصف ہوں جیسا کہ کلمہ وَالَّذِیْنَ کا مقتضاد ہے جو کہ عموم اور استغراق کے صیغوں سے ہے تو پھر اکابر صحابہ کے متعلق کیا کہا جائے کہ ان میں تو یہ صفت اتم واکمل ہوگی یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے میری امت پر سب سے زیادہ مہربان ابوبکر ہیں"۔ اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا" اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے" یعنی وہ لوازم وکمالات جو نبوت میں درکار ہیں وہ تمام حضرت عمر رکھتے ہیں لیکن چونکہ منصب نبوت خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکا ہے لہذا منصب نبوت کی دولت سے مشرف نہ ہوئے۔

۱ سورہ فتح پارہ ۲۶۔

Marfat.com

اور نبوت کے لوازمات میں سے ایک کمال درجہ کی مہربانی اور خلقت پر شفقت بھی ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ رذیل اخلاق جو شفقت و مہربانی کے خلاف ہیں اور برے اخلاق ہیں جیسے مثلاً حسد بغض۔ کینہ۔ عداوت اس جماعت کے حق میں جو صحبت خیر البشر علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کے شرف سے مشرف ہو چکی ہو کس طرح تصور کئے جا سکتے ہیں کہ اس امت کے جو بہترین امت ہے وہ بہترین آدمی ہیں۔ اور اس ملت کے جو تمام ملتوں کی ناسخ ہے سابق ترین آدمی بھی وہی ہیں کہ ان کا زمانہ بہترین زمانہ ہے اور ان کے ساتھی (پیغمبر) انبیاء و رسل میں بہترین رسول ہیں۔

اگر یہ لوگ بھی ان ردی صفات سے موصوف ہوں گے کہ اس امت مرحومہ کے کمینہ آدمی کو بھی ان برے اخلاق سے عار ہے تو پھر یہ لوگ کیوں اس امت کے بہترین آدمی ہوں گے اور یہ امت کس وجہ سے خیر الامم ہوگی۔ اور ایمان کی اسبقیت اور مال و جان خرچ کرنے کی اولیت کی کیا بزرگی و فضیلت رہے گی اور بہترین زمانہ کی کیا تاثیر ہوگی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا کیا اثر رہے گا۔؟

وہ لوگ جو اس امت کے اولیاء کی صحبت میں زندگانی گزارتے ہیں وہ بھی ان رذائل سے نجات پا جاتے ہیں اور وہ لوگ جنہوں نے افضل الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں اپنی عمر کو صرف کیا ہے۔ اور دین کی مدد اور تائید میں اپنی جانوں اور مالوں کو خرچ کیا ہے ان میں یہ احتمال کیسے ہو سکتا ہے کہ یہ برے اخلاق ان میں پیدا ہوئے ہوں گے۔ شاید ان کی نگاہوں سے خیر البشر علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت و بزرگی ساقط ہو چکی ہے اس سے خدا تعالیٰ کی پناہ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ولی کے صحبت سے ناقص تر متصور ہوگی۔ اس سے اللہ کی پناہ۔

اور حال یہ ہے کہ کسی امت کا کوئی ولی بھی اس امت کے صحابی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا پھر اس امت کے نبی کے درجہ کو کیسے پہنچے گا۔ شیخ شبلی علیہ الرحمتہ نے فرمایا ہے" جو آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی تعظیم نہیں کرتا اس کا رسول اللہ پر کوئی ایمان نہیں ہے"۔

کچھ لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ دو گروہ تھے۔ ایک گروہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مخالف تھا اور دوسرا گروہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے موافق تھا۔ اور دونوں گروہ آپس میں ایک دوسرے سے عداوت و بغض و کینہ رکھتے تھے اور ان میں سے بعض لوگ بعض مصلحتوں کی بنا پر ان صفات کو اپنے اندر پوشیدہ رکھتے تھے۔ اور تقیہ کرتے تھے اور یہ بھی خیال

Marfat.com

کرتے ہیں کہ یہ بُرے اوصاف ان میں قریباً ایک سو سال تک رہے یعنی جب تک رہے یہ اخلاق اُن میں رہے اور اس وہم کی بنا پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالفین کو بُرے الفاظ سے یاد کرتے ہیں اور نامناسب چیزیں ان کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

انصاف کرنا چاہیئے کہ اس طرح دونوں فریق مورد طعن ہوں گے اور بُری صفات سے متصف ہوں گے اور اس امت کے بہترین آدمی بدترین آدمی ہوں گے بلکہ تمام امتوں کے بدترین آدمی ہوں گے اور اس زمانہ کی خیریّت شریّت میں بدل جائے گی۔ یہ کونسا انصاف ہے کہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کو اس وہم کی بنا پر برائی سے یاد کیا جائے اور ان اکابرین کی طرف نامناسب امور منسوب کئے جائیں اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ قرآنی نص کے فیصلے کے مطابق اس امت کے بہترین آدمی ہیں۔ ہیں۔ کیونکہ تمام مفسرین کا اجماع ہے کیا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور کیا دوسرے مفسر کہ یہ آیت کریمہ

وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى — اور جہنم سے الگ رہے گا جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے اور اَتْقٰی سے مراد وہ ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

پس جس شخص کو خداوند تعالیٰ اس بہترین امت کا پرہیزگار ترین آدمی فرمائے یہ خیال کرنا چاہیئے کہ اس کو کافر۔ فاسق اور گمراہ کہنا کس حد تک برائی ہوگی۔ امام فخر الدین رازی نے اس آیت کریمہ سے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر استدلال کیا ہے کیوں کہ بحکم آیت کریمہ۔

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ — (اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے افضل ترین آدمی وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔)

یعنی معزز ترین اس امت کا جو کہ مخاطب ہے خدا تعالیٰ کے نزدیک اس امت کا پرہیزگار ترین آدمی ہے اور جب حضرت صدیق بحکم نص سابق اس امت کے پرہیزگار ترین آدمی ہیں تو چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک اس امت کے معزز ترین آدمی بھی وہی ہوں۔

اور اکابر ائمہ سلف کہ جن میں سے ایک امام شافعی بھی ہیں رضی اللہ عنہ نے حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی افضلیت پر صحابہ اور تابعین کا اجماع نقل کیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی افضلیّت کا فیصلہ کیا ہے امام ذہبی جو اکابر محدثین سے ہیں فرماتے ہیں کہ حضرت علی سے اس روایت کو اسّی کے قریب آدمیوں نے روایت کیا ہے۔

Marfat.com

اور عبد الرزاق جو کہ اکابر شیعہ سے ہے نے بھی اس روایت کے مطابق شیخین کی افضلیت کا فیصلہ کیا ہے اور یہ عبارت لکھی ہے۔

أُفَضِّلُ الشَّيْخَيْنِ بِتَفْضِيْلِ عَلِيٍّ إِيَّاهُمَا عَلَىٰ نَفْسِهِ وَإِلَّا لَمَا فَضَّلْتُهُمَا كَفَىٰ بِي وِزْرًا أَنْ أُحِبَّهُ ثُمَّ أُخَالِفَهُ۔

حضرت علی نے چونکہ اپنے نفس پر شیخین کو فضیلت دی ہے لہذا میں بھی شیخین کو افضل کہتا ہوں ورنہ میں ان کو فضیلت نہ دیتا میرے لئے یہی بوجھ کافی ہے۔ کہ میں حضرت علی سے محبت بھی رکھوں اور پھر ان کی مخالفت بھی کروں۔

پھر وہ لوگ جو کتاب وسنت کے فیصلہ اور اجماع صحابہ اور حضرت علی کے فیصلہ کے مطابق اس خیر الامم کے افضل ترین آدمی ہیں ان کی تنقیص اور تحقیر کرنا کونسا انصاف اور دیانت ہے۔ اور اس کے ضمن میں کونسی بھلائی ودیعت رکھی گئی ہے اگر کسی کو گالی دینے میں کوئی بھلائی اور عبادت ہوتی تو ابوجہل اور ابولہب کو گالی دینا جو نصوص قرآنی کے مطابق ملعون ومطرود آدمی ہیں اس امت کا وظیفہ ہوتا اور اس کے ضمن میں بہت سی نیکیاں حاصل ہوتیں۔ گالی دینے میں کونسی بھلائی ہے کہ جو کہ بے حیائی اور برائی کو شامل ہیں۔ خاص طور پر اس آدمی کے حق میں جو اس کا اہل اور مستحق نہ ہو۔ کسی چیز کو غیر موضع پر رکھنے کا نام ہی ظلم ہے اور پھر شے سے شے تک بڑا فرق ہے اور جگہ سے جگہ تک تفاوت ہے پس ظلم سے ظلم تک بھی بڑا فاصلہ ہوگا۔

اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت اجماع صحابہ کرام سے ثابت ہوئی ہے اور اس پر اس بہترین زمانہ کے مردوں۔ عورتوں۔ چھوٹوں اور بڑوں سب نے اتفاق کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء نے فرمایا ہے۔ "جس قدر اتفاق واجماع حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت پر ہوا ہے اتنا اجماع واتفاق دوسرے حضرات خلفائے ثلاثہ پر نہیں ہوا ہے۔ اس لیے کہ آپ کی خلافت کے ابتداء میں ایک طرح کا تردد تھا لہذا اس زمانہ والوں نے اس معاملہ میں بہت احتیاط ملحوظ رکھ کر قدم اٹھایا۔

جاننا چاہیئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کتاب وسنت کے مبلغ ہیں اور اجماع بھی انہی کے زمانہ سے وابستہ ہے۔ اگر یہ تمام یا ان میں سے بعض مطعون ہو جائیں اور ضلالت وفسق سے متصف ہو جائیں تو پورے دین سے یا بعض دین سے اعتماد اٹھ جائے گا اور خاتم الانبیاء افضل الرسل علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا فائدہ کم رہ جائے گا۔ جامع القرآن حضرت عثمان ہیں بلکہ حضرت صدیق اور حضرت فاروق ہیں رضی اللہ عنہم۔ اگر یہ مطعون ہو جائیں یا ان کی عدالت ختم ہو جائے تو قرآن پر کیا

Marfat.com

اعتماد باقی رہ جائے گا اور دین کس چیز سے برپا رہے گا۔ اس کام کی برائی کو معلوم کرنا چاہیئے۔ اصحاب پیغمبر علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام سب عادل ہیں اور جو کچھ بھی ہیں ان کی تبلیغ سے کتاب و سنت سے ملا ہے سب حق اور سچ ہے اور وہ جھگڑے اور تنازعات جو ان اکابرین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں واقع ہوئے ہیں۔ وہ ہوا و ہوس اور حب جاہ و ریاست کی وجہ سے نہ تھے بلکہ اجتہاد و استنباط کی بنا پر تھے۔ اگرچہ اجتہاد میں ایک فریق خطا پر تھا اور اس کا استنباط صواب سے دور تھا۔

اہل سنت وجماعت کے علماء رضی اللہ عنہم کا متفقہ عقیدہ ہے کہ ان جھگڑوں میں حق بجانب حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے اور حضرت امیر سے لڑنے والے خطا پر تھے لیکن یہ خطا جس کا منشا اجتہاد ہے طعن و ملامت سے دور ہے بمقصود حقیقت جانب امیر ہے اور خطا بجانب مخالف امیر۔ کہ اہل سنت اس کے قائل ہیں اور مخالف کو لعن طعن کرنا زیادتی ہے اور بے فائدہ ہے۔ بلکہ اس میں نقصان کا احتمال ہے کہ وہ پیغمبر کے اصحاب ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بعض ان میں سے وہ ہیں جن کو جنت کی بشارت ملی ہے اور کچھ بدری ہیں جن کو بخش دیا گیا ہے اور عذاب اخروی ان سے مطلقاً مرفوع ہے۔ چنانچہ صحیح احادیث میں آیا ہے۔

اِطَّلَعَ اللّٰہُ عَلٰی اَھْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَاِنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ۔ (بخاری۔ مسلم)

اللہ تعالیٰ نے بدر والوں پر جھانکا اور کہا جو چاہو عمل کرو یقیناً میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔ (بخاری۔ مسلم)

اور کچھ وہ ہیں جو بیعت رضوان سے مشرف ہوئے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی بھی ان میں سے دوزخی نہیں ہے بلکہ علماء نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید سے مفہوم ہوتا ہے کہ تمام صحابہ جنتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ اُولٰٓئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَۃً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی وَاللّٰہُ بِمَا

برابر نہیں ہیں تم میں سے وہ آدمی جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے خرچ کیا اور لڑائی کی یہ لوگ بہت بڑے درجے والے ہیں بہ نسبت ان لوگوں کے جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا اور لڑائی کی اور ہر ایک سے اللہ تعالیٰ نے حسنیٰ (بھلائی) کا وعدہ کیا ہے۔ اور اللہ

Marfat.com

تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ تمہارے اعمال سے خبردار ہے۔

اور حسنیٰ جنت ہے پس تمام صحابہ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے مال خرچ کیا اور لڑائی کی یا بعد از فتح مکہ ان سب کو جنت کا وعدہ ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ انفاق اور قتال کی نسبت قید کے لیئے نہیں ہے۔ بلکہ مدح کے لئے ہے کیونکہ تمام صحابہ ان دو صفات سے متصف تھے۔ پس سب کو جنت کا وعدہ ہے۔ ملاحظہ کرنا چاہیئے کہ اس قسم کے بزرگواروں کو برائی سے یاد کرنا اور ان کے متعلق بدگمانی رکھنا انصاف اور دیانت سے کتنا دور ہے۔؟

سوال:۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ بعض صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس خلوص پر نہ رہے۔ اور خلافت کی محبت اور جاہ وریاست کی طلب کی وجہ سے حق کی راہ سے منحرف ہو گئے اور حضرت علی سے منصب خلافت کو چھین لیا بلکہ یہ گمان کرتے ہیں کہ ان کا انحراف کفر کی حد تک پہنچ گیا تھا اور ان کا انجام گمراہی پر ہوا۔ پس ان کے خیال کے مطابق یہ جماعت ان وعدوں سے جو صحابہ کرام سے ہوئے تھے محروم ہے کیونکہ صحابیت کی فضیلت تو اسلام کی فرع ہے اور جب ان کا اسلام ہی مشکوک ہو تو صحبت کی کیا تاثیر ہوگی۔؟

جواب:۔

حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو صحیح حدیثوں کے مطابق جو معنیً تواتر کی حد تک پہنچ چکی ہیں جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ کفر اور ضلالت کا احتمال ان سے اُٹھ چکا ہے اور پھر حضرات شیخین اہل بدر سے بھی ہیں جو کہ صحیح حدیثوں کے مطابق بخشے ہوئے ہیں اور پھر بیعت رضوان سے بھی مشرف ہیں کہ اس بیعت والے تمام آدمی صحیح حدیثوں کے مطابق جنتی ہیں۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

اور حضرت عثمان جو بدر میں حاضر نہ تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو اُن کی بیوی جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی تھی کی تیمارداری کے لئے مدینہ میں چھوڑ آئے تھے۔ آپ نے فرمایا تھا جو فضیلت بدریوں کو حاصل ہوگی وہ تم کو بھی حاصل ہوگی اور وہ جو حضرت عثمان بیعت رضوان میں حاضر نہ تھے تو اس کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مکہ والوں کے پاس بھیجا تھا اور ان کی طرف سے خود بیعت فرمائی تھی۔ چنانچہ یہ واقعہ مشہور ہے اور پھر قرآن مجید بھی ان حضرات کی بزرگی بیان فرماتا ہے اور ان کی بلندی درجات کی خبر دیتا ہے۔ اور جو آدمی کتاب وسنت سے آنکھیں

Marfat.com

بند کر کے جھگڑا نا شروع کرے وہ بحث سے خارج ہے۔ شیخ سعدی نے فرمایا ہے۔

آنکس کہ بقرآن و خبر زد نہ رہی [1]
آنست جوابش کہ جوابش نہ دہی

یہ کیا مصیبت ہوئی کہ اگر حضرت صدیق کفر و گمراہی کا احتمال رکھتے تو پیغمبر کے صحابہ اپنی عدالت اور کثرت کے باوجود ان کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین کبھی نہ بناتے اور حضرت صدیق کی خلافت کی تکذیب میں تینتیس ہزار اس بہترین زمانہ کے آدمیوں کی تکذیب بھی ہے اور اس بات کو کوئی ایسا آدمی جس میں ادنیٰ سی بھی درایت ہو قبول نہ کرے گا۔ اور اس زمانہ میں کونسی خیریت باقی رہے گی جس زمانہ کے تینتیس ہزار آدمی باطل پر جمع ہو جائیں اور ایک ضال و مضل کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین بنا دیں۔

خدا تعالیٰ اس جماعت کو انصاف دے کہ اکابرین سے اپنی زبان روکیں اور پیغمبر کی صحبت کے حق کو ملحوظ رکھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

| | |
|---|---|
| اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم غرضا من بعدی من احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم۔ | میرے صحابہ کے متعلق اللہ سے ڈرو۔ میرے صحابہ کے متعلق اللہ سے ڈرو اور میرے بعد ان کو نشانہ نہ بنا لینا جس نے ان سے محبت رکھی تو میری محبت کی وجہ سے محبت رکھی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا۔ |

زیادہ کیا لکھوں اور روشن ترین بدیہی بات کو اور کتنا روشن کروں کیونکہ حضرت صدیق کہ قرآن مجید ان کی مدح سے بھرا ہوا ہے ایک ہی سورۃ واللیل میں تین آیات کریمہ ان کی شان میں نازل ہوئیں۔ اور صحیح احادیث تو حساب و شمار سے زیادہ ہیں۔ جو ان کے فضائل میں مروی ہیں اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی ان کے اوصاف و شمائل بلکہ تمام صحابہ کا تذکرہ آیا ہے۔ جیسا کہ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

| | |
|---|---|
| ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ | (ان کی یہ مثال تو تورات میں تھی اور ان کی مثال انجیل میں یہ تھی) |

[1] جس سے تو قرآن و حدیث سے عہدہ برآنہ ہو سکے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کو جواب نہ دے۔

Marfat.com

اور اس امت مرحومہ جو کہ بہترین امت ہے کے سردار اور رئیس حضرت صدیق ہی ہیں جب ان کو ہی کافر و گمراہ جانیں تو دوسروں کے متعلق کیا عرض کروں اور کس راہ سے آ کر بات کروں۔ اے اللہ آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے والے۔ غیب اور حاضر کو جاننے والے تو ہی اپنے بندوں میں فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات اتمہا واکملہا۔

# مکتوب نمبر ۲۵

ملا طاہر کی طرف صادر فرمایا

(اس بیان میں کہ ذکر کہنے اور قرآن مجید کی تلاوت کرنے اور نماز پڑھنے سے کیا نتائج اور ترقی مراتب حاصل ہوتی ہے۔)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اس راہ کے طالب بلتدی کو ذکر کہنے سے چارہ نہیں ہے کہ اس کی ترقی ذکر کے تکرار سے وابستہ ہے۔ بشرطیکہ اس نے شیخ کامل مکمل سے اس کو حاصل کیا ہو اور اگر یہ شرط نہ پائی جائے تو بہت دفعہ ایسا ہو سکتا ہے کہ اس کا ذکر نیک لوگوں کے اوراد میں سے ہو کہ اس کا نتیجہ ثواب ہے نہ کہ درجہ قرب جو کہ مقربین سے تعلق رکھتا ہے اور جو میں نے کہا ہے کہ "بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ وہ نیک لوگوں کے اوراد کے قبیل سے ہو" یہ اس لئے کہا ہے کہ جائز ہے کہ خداوند تعالیٰ کا فضل بغیر کسی شیخ کے ذریعہ کے طالب کی تربیت کرے اور اس کے تکرار ذکر کو مقربین سے بنا دے بلکہ جائز ہے کہ بے تکرار ذکر بھی اس کو قرب کے مراتب سے مشرف کرے اور اپنے اولیاء سے بنا لے۔

اور یہ شرط باعتبار اکثر ہے اور حکمت و عادت الٰہی کے مطابق اور جب اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے وہ معاملہ جو ذکر سے تعلق رکھتا ہے پورا ہو جاتا ہے اور خواہشات کے معبودوں کی گرفتاری سے خلاصی میسر ہو جاتی ہے اور نفس امارہ مطمئنہ ہو جاتا ہے تو اس وقت ذکر کہنے سے ترقی حاصل نہیں ہوتی اور اس وقت ذکر نیک لوگوں کے اوراد کی حیثیت رکھتا ہے پھر اس مقام میں قرب کے مراتب قرآن مجید کی تلاوت اور لمبی قرأت سے نماز ادا کرنے سے وابستہ ہیں۔ جو کچھ پہلے ذکر کہنے سے حاصل ہوتا تھا اس وقت وہ قرآن مجید کی تلاوت سے خصوصاً اس قرآن سے جو نماز میں پڑھا جائے حاصل ہوتا ہے

Marfat.com

مختصر یہ کہ اس وقت ذکر تلاوت کا حکم پیدا کرتا ہے جو کہ شروع میں نیک لوگوں کے اوراد کے قبیل سے تھا اور تلاوت ذکر کا حکم پیدا کر لیتی ہے جو کہ ابتدا و توسط میں مقربات سے تھی۔

عجب معاملہ ہے کہ اس وقت اگر ذکر قرآن مجید کی قراءت کے عنوان سے تکرار کیا جائے۔ یعنی قرآن مجید کی کسی آیت کا ذکر کیا جائے اور استعاذہ سے شروع کیا جائے تو وہی فائدہ دیتا ہے۔ جو قرآن مجید کی تلاوت سے میسر ہے اور اگر قرآت سمجھ کر اس کی تکرار نہ کی جائے تو وہ نیک لوگوں کے اعمال سے ہے۔ ہر عمل کا ایک مقام اور ایک موسم ہوتا ہے اگر اس موسم میں بجالایا جائے تو اس میں حسن و ملاحت پیدا کرتا ہے اور اگر اس موسم میں ادا نہ کیا جائے تو ہو سکتا ہے کہ خطا ہو۔ اگرچہ وہ نیکی ہی کیوں نہ ہو تشہد میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا غلط ہے اگرچہ وہ ام الکتاب ہے۔

پس اس راہ میں پیر ضروریات سے ہے اور اس کی تعلیم سب سے اہم کام ہے اور اس کے سوا "مفت کی درد سری ہے"

ایک بزرگ نے کہا ہے ؎

ازاں روئے کہ چشم تست احول
معبودِ تو پیر تست اوّل[1]

والسلام علی من اتبع الھدیٰ

# مکتوب نمبر ۲۶

سیادت پناہ میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا

(اس بیان میں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ بذاتِ خود موجود ہے نہ کہ وجود سے اسی طرح بذاتِ خود زندہ عالم اور دوسری آٹھ صفات سے بھی موصوف ہے نہ کہ صفات زائدہ کے سبب سے اور اس کے متعلقات)

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ نفس وجود اور تمام کمالات میں جو کہ وجود کے توابع ہیں مثلاً حیوٰۃ۔ علمؔ۔ قدرتؔ۔ بصرؔ۔ ارادہؔ۔ سمعؔ۔ کلامؔ۔ تکوینؔ میں بذاتِ اقدس خود کافی ہے اور ان کمالات کے حصول میں وہ صفاتِ زائدہ کا محتاج نہیں۔ اگرچہ صفات کاملہ زائدہ بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں پس

[1] چونکہ تیری آنکھ بھینگی ہے لہذا ابتدا میں تیرا پیر تیرا معبود ہے۔ ۱۲

Marfat.com

اللہ تعالیٰ جس طرح اپنی ذاتِ پاک سے خود موجود ہے نہ کہ وجود سے اسی طرح وہ اپنی ذات سے زندہ ہے نہ کہ حیوٰۃ سے جو اس کی صفت ہے اور اپنی ذات سے جاننے والا ہے نہ کہ علم صفت سے اور اپنی ذات سے دیکھنے والا ہے نہ کہ صفت بصر سے اور اپنی ذات سے سننے والا ہے نہ کہ صفت سمع سے اور اپنی ذات سے قادر ہے نہ کہ صفت قدرت سے اور اپنی ذات سے ارادہ کرنے والا ہے نہ کہ صفت ارادہ سے اور اپنی ذات سے متکلم ہے نہ کہ صفت کلام سے اور اپنی ذات سے ایجادِ کائنات کا موجد ہے نہ کہ صفت تکوین سے۔

اگرچہ عالم کا وجود تکوین اور باقی صفات کے واسطہ سے ہے چنانچہ اس معنی کی تحقیق عنقریب آئے گی۔ یہ تکوین قدرت کے سوا اور چیز ہے کیونکہ قدرت میں فعل اور ترک فعل دونوں برابر ہیں اور تکوین میں فعل کی جانب متعین ہے اور یہ فرق بھی ہے کہ قدرت ارادے پر مقدم ہوتی ہے اور تکوین ارادے کے بعد ہے۔ یہ تکوین بندہ کی اس استطاعت کے مشابہ ہے کہ علماء اہل حق نے اس کو بندہ کے فعل سے متصل رکھا ہے اور اسے قدرت و ارادہ کی صفت کے علاوہ سمجھا ہے۔ کیوں کہ قدرت فعل و ترک فعل کی دونوں طرفوں کو برابر قرار دیتی ہے اور ارادہ ایک طرف کو ترجیح دینے والا ہے۔ اور ایجاد ترجیح ارادہ کے بعد تکوین سے تعلق رکھتی ہے اور اگر قدرت کا اثبات نہ کیا جائے جو طرفین کی مصحح ہے تو جبر لازم آئے گا اور اگر تکوین کا اثبات نہ کیا جائے تو ایجاد بے سہارا رہ جاتی ہے کیونکہ قدرت ایجاد کی مصحح ہے اور تکوین ایجاد سے ملحق ہے پس تکوین کے اثبات سے چارہ نہیں ہے کہ علماء ماتریدیہ کو اس کی راہنمائی حاصل ہوئی ہے اور اشاعرہ نے جب اس کی نسبت اور تعلق کو بہت سی چیزوں کے ساتھ پایا تو اسے صفات اضافیہ سے شمار کر لیا" اور اللہ حق کو حق کرتا ہے۔ اور وہی رستے کی راہنمائی کرتا ہے۔

تخلیق۔ ترزیق۔ احیاء۔ اماتت اور ان جیسی اور صفات کو تکوین کی طرف راجع کرنا بہتر ہے۔ کیونکہ اگر ہر ایک کو مستقل طور پر صفتِ قدیمہ کہا جائے تو بے ضرورت بہت سی چیزوں کا قدیم ہونا ثابت کرنا ہو گا۔ پس واضح ہوا کہ جو کچھ دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی ایجاد سے صفات بلسر ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ سبحانہٗ کو بذاتِ خود بے توسط صفات حاصل ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کسی دوسری چیز کے ملاحظہ اور اعتبار کے بغیر بھی تمام کمالات کی جامع ہے بلکہ ہر کمال کا عین ہے۔ کیونکہ بعض اور جزو ہونا اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے ناپید ہے وہ تمام علم ہے۔ وہ تمام سننا (سمع) ہے۔ وہ تمام دیکھنا (بصر) ہے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کی دوسری صفات ہیں۔

Marfat.com

اور اس کے باوجود خدا تعالیٰ کی سات صفات بلکہ آٹھ صفات کہ جن کے وجود کے علمائے اہلِ حق شکر اللہ تعالیٰ سعیہم قائل ہیں وہ بھی ثابت ہیں۔ اور یہ صفاتِ کاملہ جو قدیم ہیں ان کمالات ذاتیہ کے ظلال ہیں اور ان کمالات کا مظہر ہیں اور کہا جاسکتا ہے کہ ان کمالات کا پردہ ہیں اور ان پوشیدہ انوار کا حجاب ہیں۔

## سوال:۔

اگر خداوند تعالیٰ کی ذات تمام کمالات کے حصول میں کافی ہے تو صفات کا اثبات کس لئے کیا جائے اور بہت سی چیزوں کے قدیم ہونے کا قول کیوں کہا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ فلاسفہ اور معتزلہ نے صرف ذات پر اکتفا کیا ہے اور بہت سی چیزوں کے قدیم ہونے کے قول سے فرار کر کے نفی صفات کے قائل ہوئے ہیں۔

## جواب:۔

اللہ تعالیٰ کی ذات اگرچہ حصولِ کمالات میں کافی ہے لیکن چیزوں کی تکوین و تخلیق میں صفات زائدہ سے چارہ نہیں ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کی ذات انتہا درجہ کی پاک اور مقدس ہے اور اس کی عظمت و جلال اور کبریائی کی کوئی انتہا نہیں ہے اور اسے کمال درجہ کا غنا حاصل ہے اور دوسری چیزوں کے ساتھ اس کی بے مناسبتی کمال درجہ کی ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ (یقیناً اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔)

اور اللہ تعالیٰ کی حکمت اور عادت کے مطابق فائدہ اور فیض پہنچانے اور فائدہ اور فیض حاصل کرنے میں مناسبت سے چارہ نہیں ہے۔ یہ صفات ہیں جنہوں نے ایک درجہ تنزل فرما کر ظلیت پیدا کر لی ہے اور چیزوں سے مناسبت پیدا کر لی ہے اور اگرچہ اشیاء نے بہت تھوڑا حاصل کیا ہے لیکن اگر صفات کا واسطہ نہ ہوتا تو اشیاء میں سے کسی چیز کا حصول بھی متصور نہ ہوتا۔ کیونکہ اشیاء کو خدا تعالیٰ کے انوار کی شعاعوں کے غلبہ میں سوائے ہلاکت اور فنا اور انحراف اور انعدام کے اور کوئی چیز حاصل نہ ہوتی۔

وہ لوگ بے سمجھ ہیں جو خدا تعالیٰ کی صفات کا اثبات نہیں کرتے اور اشیاء کی ایجاد کو خالص ذات الٰہی جل سلطانہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ صادرِ اول (عقل فعال) کی کیا حقیقت ہے کہ صفات کے پردہ کے بغیر خدا تعالیٰ کی ذات کے انوار میں مضمحل اور ناچیز نہ ہو جائے۔

:———— :: ————:

Marfat.com

سوال:۔

فلاسفہ اور معتزلہ نے اگرچہ خارج میں صفات کا اثبات نہیں کیا ہے لیکن علمی اعتبارات سے اُن کے قائل ہیں اور کمالات ذاتیہ کے علم میں ان کو الگ سمجھتے ہیں تو اس صورت میں بھی اشیاء کی ایجاد خالص ذات کی طرف منسوب نہ ہوئی کہ درمیان میں اعتبارات کا توسط پیدا ہو گیا۔

جواب:۔

ایجادِ عالم خارج میں ہے اور عالم خارج میں موجود ہے۔ پس خارجی حجابات سے چارہ نہیں ہے تاکہ وہ خارجی اشیاء کے وجود کا وسیلہ بن سکیں۔ اور خارج میں اشیاء کی ہلاکت اور برگشتگی سے ان کی حفاظت کر سکیں۔ علمی اعتبارات وجوداتِ خارجی میں کام نہیں آسکتے اور علمی حجاب موجوداتِ خارجی کی حفاظت میں کفایت نہیں کرتے بعض صوفیہ جو عالم کو صرف علمی طور پر موجود سمجھتے ہیں علمی اعتبارات ان کو شاید کچھ نفع دیں اور ان کے وجوداتِ علمی کا وسیلہ بنیں۔ لیکن عالم خارج میں موجود ہے۔ اگرچہ یہ خارج اس خارج کا ظل ہی ہو اور یہ وجود اس وجود کا ظل ہی ہو پس حجب خارجی سے جو کہ عالم وجودِ خارجی کا وسیلہ بن سکتے ہیں کوئی چارہ نہیں ہے۔ پس چاہیئے کہ صفاتِ حقیقیہ خارج میں موجود ہوں اور اشیاء کو ترتیب دیں اور اپنے ذاتی کمالات کو عالم کے آئینہ میں ظاہر کریں اور ظہور کے تخت پر لائیں۔ صفات اگرچہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے حجاب ہیں لیکن کمالات ذاتیہ کا ظہور انہی کے وجود سے وابستہ ہے۔ ان کا حجاب عینک کے حجاب کی طرح ہے جو دکھانے کا سبب ہے۔ یہ ظہور اور یہ نمائندگی اگرچہ ظلی ہے لیکن کیا کیا جائے کہ ہمارے وجود کو ظل سے وابستہ کیا گیا ہے اور "ہونے" کو حجاب کے سپرد کیا گیا ہے۔ جو چیز کسی کی ذات میں داخل ہو وہ ذات سے الگ نہیں ہو سکتی۔

بیت مصرعہ:۔

سیاہی از حبشی کہ رود کہ خود رنگ است

وَمِنْ بَعْدِ هٰذَا مَا يَدِقُّ صِفَاتُهٗ

وَمَا كَتْمُهٗ اَحْظٰى لَدَيَّ وَاَجْمَلُ

بندہ خدا نہیں ہے لیکن اس کے فضل و کرم سے خدا سے الگ بھی نہیں ہے۔

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ

(آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے اس کی محبت ہو)

اگرچہ خداوند تعالیٰ کو اشیاء کے ساتھ معیت کی نسبت حاصل ہے۔ لیکن وہ معیت جس کا منشا

---

۱۔ حبشی کی سیاہی کس طرح جائے کہ وہ تو اس کا اصل رنگ ہے۔

۲۔ اور اس کے بعد وہ معاملہ ہے جس کا بیان نہایت دقیق ہے اور اس کا چھپانا میرے نزدیک کتنا لذت بخش اور اچھا ہے۔

Marfat.com

محبت ہے وہ اور ہے۔ جب تک انسان محبت پیدا نہ کرے۔اس کو معلوم نہیں کر سکتا اور چونکہ محبت میں مختلف مدارج ہیں تو انہی کے اندازہ کے مطابق اس معیت میں بھی فرق ہے۔یہی معیت ہے۔ جو ظلیت سے خلاصی کا سبب ہے اور یہی معیت ہے جو کلیت کے فنا کا واسطہ ہے اور یہی معیت ہے جو غلامی کو ختم کرنے والی ہے اور عین بندگی میں آزادی کو بخشنے والی ہے اور یہی معیت ہے جو انانیت کو ختم کرنے والی ہے۔ بلکہ انانیت کمالیت کے درجہ تک بلند کرنے والی ہے۔

جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے معیت عامہ میں اپنے آپ کو ان کے ساتھ فرمایا ہے۔

وَهُوَ مَعَكُمْ۔ (اور وہ تمہارے ساتھ ہے)

اور معیت خاصہ میں بحکم حدیث

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے اس کی محبت ہو) لوگ محبت کے تقاضے کے مطابق اس کے ساتھ ہیں اور ان دونوں معیتوں میں بہت بڑا فرق ہے کیونکہ معیت خاصہ میں طرفین سے اثبات معیت ہے اور معیت عامہ میں صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے پس اس کو عین وجدان میں بھی محرومی لازم ہے۔

یَا حَسْرَتَا عَلٰی مَا فَرَّطْتُ فِیْ جَنْبِ اللّٰہِ۔ (ہائے افسوس اس پر جو میں نے اللہ کے معاملہ میں کوتاہی کی۔)

عالم اگرچہ ظلال صفات ہے اور اس نے صفات کے ذریعہ وجود و بقا پیدا کیا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے والا محبت ذاتیہ کے ذریعہ سے خداوند تعالیٰ کے ساتھ ہے اور صفات سے جو کہ اس کے اصول ہیں بے کیف عروج کے ساتھ اوپر چلا جاتا ہے اور اصول کو چھوڑ کر اصول کے اصل سے مل جاتا ہے۔ لیکن یہ ملنا بھی بے کیف ہے اور اگر اصل سے اوپر نہ جائے تو آنے کا کیا فائدہ ہے محبت کس کام کی اصل سے اتصال ہر وقت رکھتا ہے اور وصل ظلی اس کو ہر وقت میسر ہے۔ کام یہ ہے کہ اصل کو بھی ظل کی طرح زینہ بنانا چاہیئے اور محبت کے بازو سے اوپر اڑنا چاہیئے۔

اس عروج کی مہم ہر آدمی کے لائق نہیں ہے۔ اور اپنے آپ کو چھوڑ کر اوپر جانا ارباب فکر و نظر کی سمجھ میں آنے والی بات نہیں ہے بلکہ صوفیا میں سے بھی ہزاروں میں سے کوئی ایک اس دولت سے مشرف ہوتا ہے اور اس معمار کا راز اسی پر منکشف ہوتا ہے۔ ؎

ہزار نکتہ باریک تر ز مو اینجا است
نہ ہر کہ سر تبراشد قلندری داند

(حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

**سوال:۔**

یہ سیر انفسی ہے یا آفاقی؟

**جواب:۔**

نہ آفاقی ہے اور نہ انفسی کیونکہ آفاق و انفس باہر اور اندر کو چاہتے ہیں اور معاملہ دخول و خروج سے بہت بلند ہے۔ اگرچہ یہ ارباب نظر کے نزدیک ممنوع ہے۔ جب مطلوب دخول اور خروج سے پاک ہوگا تو وہ نسبت بھی جو اس سے پیدا ہوگی لازماً دخول اور خروج سے پاک ہوگی۔ اور یہ سیر اس اشکال اور اس دقت کے باوجود اس سیر والوں کے نزدیک جو اہل علم ہوں بالکل دہلی اور آگرہ کی سیر کی طرح ہے کہ معلوم و متمیز اور ایک منزل دوسری منزل سے جدا ہے۔

**تنبیہ:۔**

عالم اگرچہ صفات کا ظلال ہے اور صفات حضرت ذات کا ظلال ہیں لیکن اس ظلیت کے درجات اور مراتب میں کہ ہر ایک کو حجاب مطلوب ہے

اِنَّ لِلّٰہِ سُبْحَانَہٗ سَبْعِیْنَ اَلْفَ حِجَابٍ مِّنْ نُوْرٍ وَّظُلْمَۃٍ (اللہ تعالیٰ کے نور اور ظلمت کے ستر ہزار پردے ہیں)

آپ نے سنا ہوگا جبتک تمام حجاب دور نہ ہوجائیں ظلیت سے آزاد نہیں ہوتا اور اس جگہ حجاب کے پھٹنے سے مراد فرق شہودی ہے اور وہ جو اس حدیث کے آخر میں تمام حجابات کے پھٹنے کی نفی ہے تو اس فرق سے فرق وجودی مراد ہے جو ناممکن ہے۔ کیونکہ وہ صفات قدیمہ کے رفع کو مستلزم ہے جو محال ہے۔

لیکن چونکہ غیر متکیف معیت حاصل ہے لہذا وہ فرق وجودی کا حکم رکھتا ہے۔ وہ حجاب کے ہوتے ہوئے بھی بے حجاب ہے کیونکہ معیت نقد وقت ہے جو حائل کی طاقت نہیں رکھتی۔ اے ہمارے رب ہمارے نور کو پورا کر اور ہمیں بخش دے یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلیھم وعلی آلہ الطاھرین اجمعین۔

لہ حاشیہ سابقہ صفحہ [illegible] ۱۲

Marfat.com

# مکتوب نمبر ۲

ملا علی کشمی کی طرف صادر فرمایا

(اس بیان میں کہ بندہ کو چاہیئے کہ اپنی مرادات سے پوری طرح باہر آجائے اور اپنے مولا کی مرادات کے ساتھ ہو اور مرض ذاتی وعرضی کا بیان)

بندہ کو چاہیئے کہ اللہ عزوجل کے سوا اس کی کوئی مراد اور مطلب نہ ہو۔
اور اگر ایسا نہ ہو تو اس نے غلامی کی رسی سے سر باہر نکالا اور غلامی کی قید سے پاؤں باہر کھینچا۔ وہ بندہ جو اپنی مرادات اور ہوا و ہوس پر فریفتہ ہے وہ اپنے نفس کا بندہ ہے۔ اور شیطان مردود کی اطاعت میں ہے اور یہ دولت ولایت خاصہ کے حصول سے وابستہ ہے۔ جو پوری فنا و بقا کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔

سوال:۔
کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کاملین سے بھی خواہش و مراد کا اظہار ہوتا ہے اور مختلف مطالب کے حصول کی آرزو ان بزرگواروں سے بھی محسوس ہوتی ہے۔ امام۔ انبیاء اور سلطان اولیاء صلی اللہ علیہ وسلم بھی ٹھنڈی اور میٹھی چیزوں کو پسند کرتے تھے اور وہ حرص جو وہ امت کی ہدایت کے۔ متعلق رکھتے تھے قرآن مجید میں بھی بیان کی گئی ہے۔ ان بزرگواروں میں اس قسم کی خواہشات کے باقی رہنے کی کیا وجہ ہے۔؟

جواب:۔
بعض خواہشات ایسی ہیں کہ ان کا منشا طبیعت ہے۔ جب تک طبیعت کا عالم قائم ہے۔ وہ بھی قائم ہیں۔ گرمی کے وقت میں طبیعت بے اختیار سردی کی طرف مائل ہوتی ہے اور سردی کے وقت گرمی کی طرف راغب ہوتی ہے اس قسم کی خواہش عبودیت کے منافی نہیں ہے اور اپنے نفس کی خواہش کی گرفتاری کا سبب بھی نہیں ہے کیونکہ طبعی ضروریات تکلیف کے دائرہ سے خارج ہیں اور نفس امارہ کی خواہش سے باہر ہیں کیونکہ نفس کی خواہشات یا زائد مباح چیزیں ہیں یا مشتبہ وحرام اور وہ جو ضروری مباح ہیں اور وہ جو ضروری مباح ہیں نفس کو اس سے کوئی تعلق نہیں ہے پس گرفتاری

Marfat.com

اور بدکرداری کا منشا فضول افعال ہیں اگرچہ وہ مباح کی قسم سے ہوں یا مشتبہ فضول مباح کو حرام سے ہمسائیگی کے قرب کی نسبت ہے کہ اگر دشمن لعین کے اغوا سے اس جگہ سے قدم اٹھائے تو بے اختیار حرام میں جا پڑے پس ضروری مباہ امور پر اقتصار ہونا چاہیئے کہ اگر اس سے لغزش واقع ہو تو فضول مباح میں گرے اور اگر فضول مباح میں اپنی سکونت رکھے گا تو پھسلنے کے بعد اگر قدم باہر پڑے گا تو لازماً حرام میں جا گرے گا۔

اور بعض خواہشات ایسی ہوتی ہیں کہ وہ خارج سے آتی ہیں۔ حالانکہ آدمی کا اپنا نفس مرادات سے خالی ہوتا ہے اور خارج میں یا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے واعظ ہوتا ہے جو نیکی کا القاء کرتا ہے۔

فَاِنَّ لِلّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَاعِظًا فِيْ قَلْبِ كُلِّ مُؤْمِنٍ۔ (ہر مومن کے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک واعظ ہے۔)

اور یا پھر وہ شیطان ہوتا ہے اور اس کا القاء برائی اور عداوت ہے۔

يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا (ان کو وعدہ دیتا ہے اور خواہشوں میں مبتلا کرتا ہے اور شیطان ان کو صرف دھوکے کا وعدہ دیتا ہے۔)

ایک دن یہ فقیر صبح کی نماز کے بعد سکونت قلعہ کے ایام میں خاموشی سے جو کہ اس طریقہ علیہ کی روش ہے بیٹھا ہوا تھا کہ بے فائدہ آرزوؤں کے ایک ہجوم نے مجھے بے مزہ کر دیا۔ اور دل جمعی ختم ہو گئی۔ کچھ وقت کے بعد جب اللہ سبحانہٗ کی عنایت سے جمعیت حاصل ہوئی تو دیکھا کہ وہ تمام آرزوئیں بادل کے ٹکڑوں کی طرح باہر نکل گئیں اور القا کرنے والے کے ہمراہ باہر نکل گئیں۔ اور مکان کو خالی کر دیا۔ اسوقت معلوم ہوا کہ یہ خواہشات باہر سے آئی تھیں اور اندر سے نہ اٹھی تھیں۔ جو بندگی کے منافی ہوتیں۔

مختصر یہ کہ ہر وہ فساد جس کا منشا نفس امارہ ہے وہ ذاتی مرض ہے اور سمّ قاتل ہے اور مقام بندگی کے منافی ہے اور ہر وہ فساد جو باہر سے آئے اگرچہ وہ شیطانی القا ہی کیوں نہ ہو وہ امراضِ عارضہ سے ہے جس کا علاج آسانی سے ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا (یقیناً شیطان کی تدبیر کمزور ہے۔)

ہمارے لئے مصیبت ہمارا نفس ہے اور ہمارا دشمن جانی ہمارا بُرا ساتھی ہے۔ بیرونی دشمن اس کی مدد سے ہم پر غلبہ پاتا ہے اور اس کی امداد سے ہمارے پاؤں اکھاڑتا ہے۔ تمام اشیاء

Marfat.com

میں سے جاہل ترین نفس امارہ ہے جو اپنا دشمن و بدخواہ ہے اور اس کی ہمت اپنے نفس کو ہلاک کرنے میں ہے اور اس کی خواہش خداوند تعالیٰ کی جو اس کا مالک بھی ہے اور اس کی نعمتوں کا مالک بھی نافرمانی کرنا ہے اور شیطان کی اطاعت جو اس کا جانی دشمن ہے۔

جاننا چاہیئے کہ مرض ذاتی و عارضی اور فساد داخلی و خارجی میں امتیاز کرنا بڑا مشکل ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی ناقص اس خیال میں اپنے آپ کو کامل سمجھنے لگے اور اپنے ذاتی مرض کو عارضی مرض جانے اور نقصان اٹھائے۔ اسی ڈر سے اس راز کو لکھنے کی جراءت نہ کرتا تھا۔ اور اس بات کا اظہار اچھا نہ جانتا تھا۔ قریباً سترہ سال گزرے ہیں کہ میں بھی اس شبہ میں تھا اور اپنے فساد ذاتی کو فساد عارضی سے ملا جلا پاتا تھا۔ تو پھر اس وقت اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے حق کو باطل سے جدا کر دیا اور مرضِ ذاتی کو مرضِ عارضی سے الگ کر دیا۔ اور اس نعمت اور دوسری تمام نعمتوں پر اللہ تعالیٰ ہی کی تعریف ہے اور اسی کا احسان ہے۔

اس قسم کے اسرار کو ظاہر کرنے کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ کوئی کوتاہ نظر آدمی کسی کامل کو اس قسم کی بیرونی آرزوؤں کی وجہ سے ناقص خیال نہ کرے اور اس کی برکات سے محروم نہ رہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق کی دولت سے کافروں کی محرومی کا باعث ان بزرگواروں میں اس قسم کی صفات کا وجود تھا۔

فَقَالُوْا اَبَشَرٌ یَّهْدُوْنَنَا فَکَفَرُوْا (سو کہنے لگے کیا آدمی ہم کو ہدایت دیں گے۔ سو انہوں نے انکار کر دیا۔)

اور وہ جو کہتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ عارف کو مرادات اور خواہشات کے زوال کے بعد پھر صاحب ارادہ بنا دیتے ہیں اور اس کے ہاتھ میں اختیار دے دیتے ہیں۔ اس معنی کی تفصیل ان شاء اللہ کسی دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے لکھی جائے گی۔ کہ یہ وقت اس کی موافقت نہیں کرتا۔

والسلام علی من اتبع الهدی والتزم متابعة المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات اتمہا واکملہا۔

---

لہ انبیاء کرام اور اولیائے عظام کی ظاہری بشریات اور پریشانیوں کو دیکھ کر انہیں اپنی طرح کہنے والے حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کی اس عبارت کو غور سے پڑھیں اور اصل معاملہ سمجھنے کی کوشش کریں تاکہ بے ادبی کے وبال سے دوچار نہ ہوں۔

Marfat.com

# مکتوب نمبر ۲۸

ملا صالح ترک کی طرف صادر فرمایا

(ارواح موتیٰ کو صدقہ کرنے کی کیفیت کے بیان میں)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

ایک دن فقیر کے دل میں خیال آیا کہ اپنے فوت شدہ بعض اقارب کی روح کو صدقہ کر کے بخشا جائے اس اثنا میں ظاہر ہوا کہ اس نیت سے اس میت مرحوم کو خوشی اور سرور حاصل ہوا اور خوش اور خرم نظر آیا۔ اور جب صدقہ دینے کا وقت آیا تو پہلے حضرت رسالت خاتمیت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو اس صدقہ کی نیت کی جیسا کہ عادت تھی۔ اس کے بعد اس نیت کردہ میت کی روحانیت کو نیت کر کے دیا تو اس وقت اس میت میں ناخوشی اور اندوہ کا احساس ہوا اور اس میں کلفت و کدورت ظاہر ہوئی۔

اس حال سے بڑا تعجب ہوا اور ناخوشی اور کلفت کی وجہ معلوم نہ ہو سکی۔ باوجود اس کے کہ محسوس ہوا کہ اس صدقہ کرنے سے برکاتِ عظیمہ اس میت کو پہنچیں۔ لیکن وہ خوشی اور سرور اس میں ظاہر نہ ہوا۔

اور اسی طرح ایک روز کچھ پیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ثواب پہنچانے کی نیت سے دیئے اور دوسرے انبیائے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کو بھی اس نذر میں داخل کیا۔ اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ان کو طفیلی بنایا۔ تو اس امر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی معلوم نہ ہوئی۔

اور اسی طرح بعض اوقات میں درود پڑھا کرتا۔ اگرچہ ہر مرتبہ میں دوسرے انبیاء پر بھی درود بھیجتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس میں مرضی ظاہر نہ ہوتی۔ باوجود اس کے کہ معلوم ہوا ہے کہ اگر کسی آدمی کی روح کو صدقہ کر کے تمام مومنوں کو اس میں شریک کر دیں تو تمام کو پہنچ جاتا ہے اور اس شخص کا جس کی نیت سے دیا گیا تھا اس سے کچھ اجر کم نہیں ہوتا۔

اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ (تیرا رب وسیع بخشش والا ہے)

اس تقدیر پر ناخوشی اور عدم رضا کی وجہ کیا تھی۔ ایک مدت تک اس اشکال نے خدشہ میں رکھا۔

Marfat.com

بالآخر فضل خداوندی جل شانہ' ظاہر ہوا کہ ناخوشی اور کلفت کی وجہ یہ ہے کہ اگر بے شرکت غیرے کسی میّت کو صدقہ دیا جائے تو وہ میّت اپنی طرف سے تحفہ و ہدیہ اس صدقہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جائے گا اور اس کے ذریعہ سے بہت سی برکات اور فیوض حاصل کرے گا اور اگر صدقہ دینے والا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت کرے تو پھر اسے کیا ملیگا۔ شرکت کی صورت میں اگر صدقہ قبول ہو جائے تو میّت کو صرف اسی صدقہ کا ثواب ملے گا اور عدم شرکت کی صورت میں اگر صدقہ قبول ہو جائے۔ تو اسے صدقہ کا ثواب بھی ملے گا اور صدقہ کو تحفہ و ہدیہ دینے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے فیوض و برکات بھی حاصل ہوں گے۔

اور اسی طرح جس شخص کو بھی شریک کریں گے یہی نسبت ثابت ہے کہ شرکت میں ایک درجہ ثواب ہے کہ اس کو میت اپنی طرف سے ہدیہ کرتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی غریب کسی بزرگ کی خدمت میں کوئی ہدیہ بغیر کسی کی شرکت کے لے جائے اگرچہ وہ طفیلی ہی ہو۔ تو اس طرح تحفہ گذارنا بہتر ہے۔ یا شرکت سے ؟ تو شک نہیں ہے کہ بے شرکت بہتر ہے اور وہ بزرگ اپنے بھائیوں کو اپنی طرف سے دے تو بہتر ہے۔ اس لئے کہ یہ آدمی زائد طور پر دوسروں کو اس میں داخل کرتا ہے اور آل و اصحاب جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عیال کی طرح ہیں اگر ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہدیہ میں طفیلی طور پر شامل کریں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقبول و پسندیدہ ہے۔

ہاں یہ بات تو معلوم ہے کہ معتاد تحائف ہیں اگر کسی بزرگ کے ساتھ اس کے برابر والوں کو شریک کریں تو اس کی رضامندی اور ادب سے دور معلوم ہوتا ہے اور اگر اس کے خادموں کو اس کا طفیلی بنا کر ہدیہ بھیجیں تو اسے پسند آتا ہے کیونکہ خادموں کی عزت کرنا حقیقت میں اس کی عزت کرنا ہے پس معلوم ہوا کہ مُردوں کی زیادہ رضامندی صدقہ تنہا دینے میں ہے نہ کہ اشتراکِ صدقہ میں۔

لیکن یہ چاہیئے کہ جب بھی کسی میّت کو صدقہ دینے کی نیّت کرے تو چاہیئے کہ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیّت سے کچھ ہدیہ الگ کرے اور بعد ازاں میت کو صدقہ کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق دوسروں کے حقوق سے بڑھ کر ہیں اور یہ بھی ہے کہ اس صورت میں صدقہ کے قبول ہونے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل زیادہ احتمال ہے۔

یہ فقیر مردوں کے بعض صدقات میں جب اپنے آپکو نیت کے درست کرنے میں عاجز پاتا ہے تو اس سے بہتر علاج نہیں پاتا کہ اس صدقہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت سے متعین کرے اور اس میت کو انکا طفیلی بنائے امید ہے کہ انکے واسطہ کی برکت سے قبول ہو جائیگا علما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اگرچہ ریا و سمعہ سے درود پڑھا جائے تو وہ مقبول ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ وصول ہو

Marfat.com

جاتا ہے۔اگرچہ اس درود بھیجنے والے کو اس کا کوئی ثواب نہیں ملتا۔کیونکہ اعمال کا ثواب نیت کی درستی سے وابستہ ہے۔اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبولیت کے لئے کہ مقبول و محبوب ہے صرف بہانہ کافی ہے۔

وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام وعلی جمیع اخوانہ الکرام من الانبیاء والملائکۃ العظام الی یوم القیمۃ

# مکتوب نمبر ۲۹

سیادت پناہ میر محب اللہ کی طرف صادر فرمایا

(قرآن کے بعض کلمات قدسی آیات کے سمجھنے کے بیان میں)

ابتدا میں جب بعضے کلمات قدسی آیات کے سمجھنے میں اپنے قصور فہم سے کوئی خدشہ اور قصور پیدا ہوتا اور اس کی تطبیق میں عاجز ہو جاتا تو وسوسہ کے رفع کرنے میں اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اس سے بہتر علاج نہ پاتا کہ اپنے آپ سے کہتا کہ اس نظم قرآنی کو تو خدا تعالیٰ کا کلام تسلیم کرتا ہے اور اس پر ایمان لاتا ہے یا نہیں؟ اگر ایمان نہیں لاتا تو تو کافر ہے اور بحث سے خارج ہے اور اگر اس پر ایمان رکھتا ہے۔ تو تیرے سمجھنے میں قصور ہے نہ کہ نظم قرآنی میں جو زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے کا کلام ہے اور عقول اور ادراکات کے موجد کا کلام ہے اور جب اللہ جل سلطانہ کے فضل سے کلام ربانی کے حق ہو جانے کا ایمان حاصل ہو جاتا تو اس تردید سے وہ وسوسہ مضمحل اور ناچیز ہو جاتا اور تردد سے نجات پالیتا۔

اور اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نوبت یہاں تک پہنچی ہے کہ نظم قرآنی میں ہر وہ مقام جس میں قصور ادراک کی وجہ سے تردد اور خدشہ کی گنجائش ہے وہی مقام قرآن پر زیادہ ایمان ہونے کا باعث ہے اور وہی خدشہ قرآن کے معجزہ کے ظہور کا واسطہ ہے اور وہی اغلاق اعجاز کی شاخ نظر آتا ہے اور اس اشکال کو کمال بلاغت اور فصاحت پر محمول رکھتا ہے کہ آدمی اس کے سمجھنے سے قاصر ہے۔ جتنا ایمان قرآن نہ سمجھنے میں ہے اس کے سمجھنے میں نہیں ہے کہ نہ سمجھنے میں اعجاز کی طرف راہ کھلتا ہے جو سمجھنے میں نہیں ہے۔ سبحان اللہ یہی نہ سمجھنا ایک جماعت کو گمراہی کی طرف لے جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کے کلام کے

Marfat.com

انکار تک پہنچا دیتا ہے اور بعض کو یہی نہ سمجھنا قرآن پر کمال ایمان کا سبب بنتا ہے اور ہدایت پر لے آتا ہے۔

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِىْ بِهٖ كَثِيْرًا۔ (اور اس کے ذریعہ بہت سے لوگوں کو ہدایت دیتا ہے اور بہت لوگوں کو گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے)

اے ہمارے رب ہمیں اپنی جناب سے رحمت عنایت فرما اور ہمارے کام میں بھلائی پیدا کر والسلام۔

# مکتوب نمبر ۳

سیادت وارشاد پناہ میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا

(مراتب اصول اور مراتب عبادات کے عروج کے بیان میں)

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین۔

بیت [1]

پایہ آخر آدم است و آدمی
گشت محروم از مقام محرمی

[2]

گر نہ گردد باز مسکیں زیں سفر
نیست از وے ہیچ کس محروم تر

جب اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اس کو اپنے اصل سے جو کہ اوپر کے اصل کا ظل ہے۔ عروج حاصل ہوتا ہے تو ہر اصل میں اصول اول سے اس کو اس اصل میں فنا ہے اور اس کے بعد اس اصل کے ساتھ بقا ہے اور اس فنا اور بقا سے اس کی اَنَا کا اطلاق زائل ہو کر اصل پر کہ اس کو اس میں فنا اور بقا حاصل ہوئی ہے اطلاق پائے گا اور اپنے آپ کو وہی اصل سمجھے گا اور اسی طرح جب اس اصل سے اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے اس کو عروج واقع ہوگا تو وہ اصل جو اس اصل کے اوپر ہے اور وہ اصل اس اصل کا ظل ہے تو اس پہلے اصل کی فنا و بقا کو اس اصل ثانی میں حاصل کرے گا۔ اور اَنَا کا اطلاق اصل اوّل سے زائل ہو کر اصلِ ثانی سے مِل جائے گا اور اپنے آپ کو وہی اصلِ ثانی پائے گا اور اصلِ

---

[1] انسان کا مرتبہ سب سے اونچا ہے لیکن انسان اس محرم راز ہونے کے مقام سے محروم ہو چکا ہے۔

[2] اگر یہ مسکین محروں کے اس سفر سے واپس نہ لوٹا تو پھر اس سے محروم تر اور کوئی نہیں۔

Marfat.com

ثانی کی اصل ثالث سے یہی نسبت ہوگی۔ اگر عروج واقع ہوگا تو اَنَا کا اطلاق اس اصل ثالث پر قرار پائے گا کہ اصل ثانی اس کا ظل ہے اور اسی طرح ہر نچلے اصل میں جو کہ اوپر کے اصل کے ظل کی طرح ہے۔ یہی نسبت ثابت ہے اگر اس کو محض فضل خداوندی سے عروج واقع ہو اور ظل سے اصل پر لے جائیں۔ تو اَنَا کا اطلاق اس اصل پر قرار پائے گا اور اپنے آپ کو وہی اصل سمجھے گا استعداد کے درجات کے مختلف ہونے پر جہاں تک اللہ تعالیٰ چاہے۔

اور یہ اصول اس کثرت اور اس رفعت کے باوجود اس کے اجزا ہو جائیں گے اور قطرہ کو دریا بنا دیں گے اور تنکے کو پہاڑ کر دیں گے اور جب یہ اصول اس کے اجزا ہوں گے تو لازماً اُن کے کمالات و برکات بھی اس کا پورا حصہ ہو جائیں گے۔ اور اس کا کمال ان اجزاء کا جامع کمالات ہوگا۔

اس جگہ سے انسان کامل اور باقی افرادِ انسانی کے درمیان فرق پہچانا جاتا ہے۔ کہ وہ بحر محیط ہے اور یہ اس دریا کے حقیر قطروں کی طرح ہیں پس یہ اس کو کیا پہچان سکیں گے اور اس کے کمال کو کیا پا سکیں گے کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔" الٰہی یہ کیا معاملہ ہے کہ تو نے اپنے اولیاء کو ایسا بنایا ہے کہ جس نے ان کو پہچانا ہے تجھ کو پالیا اور جب تک تجھے نہ پایا ان کو نہ پہچانا۔

اور جس طرح انسان کامل اور انسان ناقص میں کثرت وقلت اجزا کا فرق ہے ان کی طاعات و حسنات میں بھی اسی اندازہ کے مطابق فرق ہے۔ ایک آدمی جس کو سو زبان دے دیں اور وہ ہر زبان سے خدا تعالیٰ کی یاد کرے وہ اس شخص سے کیا نسبت رکھتا ہے جس کو ایک زبان دیں اور وہ ایک زبان سے خدا تعالیٰ کی یاد کرے۔ ایمان اور معرفت اور باقی تمام کمالات کو بھی اسی معنی پر قیاس کرنا چاہیئے۔ اے ہمارے رب ہمارے نور کو پورا کر اور ہمیں بخش دے یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے

الحمد للہ رب العالمین اولاً و آخراً والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ دائماً و علی آلہ الکرام و صحبہ العظام الی یوم القیام۔

# مکتوب نمبر ۳۱

ملا بدر الدین کی طرف صادر فرمایا

(عالم ارواح و عالم مثال و عالم اجساد کے بیان میں)

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔

Marfat.com

آپ نے لکھا ہے کہ "روح بدن کے تعلق سے پہلے عالم مثال میں تھی اور بدن سے علیحدگی کے بعد بھی عالم مثال میں چلی جائے گی پس عذاب قبر عالم مثال میں ہوگا اس درد کی طرح جو خواب میں عالم مثال میں محسوس ہوتا ہے" اور یہ بھی لکھا ہے کہ "یہ بات بہت سی شاخیں رکھتی ہے۔ اگر آپ منظور فرمائیں تو بہت سی فروعات اس بات پر متفرع کر سکتا ہوں"۔

جاننا چاہیئے کہ اس قسم کے خیالات میں صداقت بہت کم ہے ایسا نہ ہو کہ تمہیں غیر معروف راہ پر ڈال دیں۔ ضرورت کی وجہ سے چند کلمے موانعات کے باوجود اس بحث میں لکھتا ہوں اور اللہ تعالیٰ ہی سیدھے رستے کی طرف راہنمائی کرنے والا ہے۔

اے بھائی عالم ممکنات کو صوفیاء نے تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ عالم ارواح و عالم مثال اور عالم اجساد عالم مثال کو عالم ارواح و عالم اجساد کے درمیان برزخ (پردہ) کہا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ عالم مثال ان دونوں عالموں کے حقائق و معانی کے لئے آئینہ کی طرح ہے کہ ارواح و اجساد کے حقائق و معانی عالم مثال میں لطیفہ کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں کیونکہ اس جگہ ہر معنی و حقیقت کے مناسب دوسری صورت و ہیئت ہے اور وہ عالم (مثال) بذات خود صُوَر و ہیئات و اشکال کا متضمن نہیں ہے۔ صُوَر و اشکال اس میں دوسرے عالم سے منعکس ہو کر ظہور پاتے ہیں اس کی مثال آئینے کی طرح ہے جو بذاتِ خود کسی صورت کا متضمن نہیں ہے اگر اس میں کوئی صورت موجود ہے تو وہ باہر سے آئی ہے۔ جب یہ بات معلوم ہوگئی تو اب

جاننا چاہیئے کہ روح بدن کے تعلق سے پہلے اپنے عالم میں تھی جو عالم مثال سے اوپر ہے اور بدن سے تعلق کے بعد اگر اس نے نیچے اتر کر عالمِ اجساد سے تعلق قائم کیا ہے اور محبت کی وجہ سے نیچے آئی ہے۔ تو اس کا عالم مثال سے کوئی کام نہیں ہے۔ نہ تعلق سے پہلے اور نہ تعلق کے بعد۔ اس سے زیادہ نہیں ہے کہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اپنے بعض حالات کو عالمِ مثال کے آئینہ میں مطالعہ کرتا ہے اور احوال کے حسن و قبح کو اس جگہ سے معلوم کر لیتا ہے۔ چنانچہ کشف اور خواب میں یہ معنی واضح ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات تو ایسا ہوتا ہے کہ آدمی حس سے غائب بھی نہیں ہوتا اور اس معنی کا احساس کر لیتا ہے اور بدن سے علیحدگی کے بعد اگر روح علوی ہے تو اوپر کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے اور اگر سفلی ہے تو نیچے کی گرفتار ہے۔ عالم مثال سے اس کا کوئی کام نہیں ہے۔ اور عالمِ مثال دیکھنے کے لئے ہے نہ کہ رہنے کے لئے۔ رہنے کی جگہ عالمِ ارواح ہے یا عالمِ اجساد۔ عالم مثال ان دونوں عوالم کے آئینہ کی حیثیت سے زیادہ نہیں رکھتا جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

Marfat.com

اور وہ تکلیف جو خواب میں عالم مثال میں محسوس ہوتی ہیں وہ اس سزا کی صورت و شباہت ہے جس کا دیکھنے والا مستحق ہے اور تنبیہہ کے لئے اس پر اس معنیٰ کو ظاہر کیا ہے اور عذابِ قبر اس جنس سے نہیں ہے کہ وہ سزا کی حقیقت ہے نہ کہ اس کی صورت و شبیہ اور پھر یہ بھی ہے کہ وہ تکلیف جو خواب میں محسوس ہوتی ہے۔ اگر بالفرض وہ حقیقت بھی رکھتی ہو تو وہ دنیوی تکالیف کی قسم سے ہوگی۔ اور عذابِ قبر عذابِ اخروی ہے۔ ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ کیونکہ دنیوی عذاب کو اخروی عذاب سے (اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے) کچھ بھی نسبت نہیں اور اگر دوزخ کی آگ کا ایک شرارہ دنیا میں گر پڑے تو ساری دنیا کو جلا دے اور نیست و نابود کر دے۔ عذابِ قبر کو خواب کے رنگ میں جاننا عذاب کی حقیقت اور عذاب کی صورت سے ناواقفی کی بنا پر ہے اور پھر یہ بھی ہے کہ اس شبہ کا منشا یہ وہم ہے کہ دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کا ہم جنس ہے اور یہ باطل ہے اور اس کا بطلان ظاہر ہے۔

**سوال:۔**

اس آیت کریمہ سے

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا الآية

سے معلوم ہوتا ہے کہ

**تَوَفِّیْ اَنْفُسْ** (نفس کی موت)

جس طرح موت میں ہے خواب میں بھی ہے۔ پھر ایک کے عذاب کو دنیا کا عذاب کہنا اور دوسری کے عذاب کو آخرت کا عذاب کہنا کس وجہ سے ہے؟

**جواب:۔**

**تَوَفِّیْ نَوْم** (نیند کی موت)

اس جنس سے ہے کہ کوئی آدمی اپنے وطن مالوف سے اپنے شوق و رغبت سے سیر و تماشہ کے لئے باہر آئے تاکہ خوشی اور سرور حاصل کرے اور پھر خوش و خرم اپنے وطن کو واپس آئے اور اس کی سیر گاہ عالمِ مثال ہے کہ ملک و ملکوت کے عجائبات کا متضمن ہے

**تَوَفِّیْ مَوْت** (موت کی وفات)

اس طرح نہیں ہے کہ اس میں آباد مکان کو خراب کرنا اور وطن مالوف کو برباد کرنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ توفی نوم میں محنت اور کلفت حاصل نہیں ہے بلکہ وہ خوشی و سرور کی متضمن ہے اور توفیٔ موت میں شدت و کلفت ہے پس نیند میں فوت ہونے والے کا وطن دنیا ہے اور اس کے ساتھ جو معاملہ

Marfat.com

کرتے ہیں وہ دنیا کے معاملات سے ہے اور موت سے وفات پانے والا اپنے وطن مالوف کو خراب کرنے کے بعد آخرت میں انتقال کرتا ہے اور اس کا معاملہ آخرت کا معاملہ ہو چکا ہے۔

مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهٗ۔ (جو آدمی مرگیا اس کی قیامت قائم ہو گئی۔)

:: :: ::

آپ نے سنا ہو گا

خبردار! مثالی صورتوں میں ظہور اور خیالی کشف کی بنا پر اہل سنت وجماعت کے مقررہ عقائد کو ہاتھ سے نہ دیں۔ اور اپنے خواب وخیال پر مغرور نہ ہوں کہ اس فرقہ ناجیہ کی متابعت کے بغیر نجات متصور نہیں ہے۔ خوش طبعی کو چھوڑو۔ اگر نجات کی آرزو رکھتے ہو تو دل وجان سے ان بزرگواروں کی اتباع میں کوشش کرو خبر شرط ہے

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ (رسول کے ذمہ صرف پہنچا دینا ہے)

آپ کی عبارت کے انبساط نے مجھے وہم میں ڈال دیا ہے کہ قریب ہے کہ یہ خیالات تم کو ان اکابر کی تقلید سے باہر نہ لے آئیں اور اپنے کشف کے تابع نہ کر دیں

نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْهَا وَمِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا (ہم اس سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اور اپنے نفس کی شرارتوں اور اپنی بداعمالیوں سے بھی)

شیطان طاقتور دشمن ہے ہوشیار رہیں کہ صراط مستقیم سے ہٹا کر بھول بھلیوں میں نہ ڈال دے آپ کو مجھ سے الگ ہوئے ابھی ایک سال کی مدت بھی نہیں ہوئی کیا بلا پڑی کہ وہ تمام احتیاطیں جو اہل سنت کی متابعت میں کرتے تھے۔ اور نجات کا انحصار ان بزرگواروں کی تقلید میں سمجھتے تھے سب کچھ کیا ہوا۔ شائد سب کچھ بھول گئے۔ کہ اپنے خیالات کو اپنا مقتدا بنا کر اس پر کئی شاخیں قائم کر لیں ظاہری طور پر ہماری ملاقات کا احتمال بہت دور نظر آتا ہے۔ اس طرح زندگی گزارو کہ نجات کی امید کا رشتہ ٹوٹنے نہ پائے۔ اے ہمارے رب ہمیں اپنی جناب سے رحمت عنایت فرما اور ہمارے کام میں بھلائی پیدا کر۔

وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى

Marfat.com

# مکتوب نمبر ۳۲

مقصود علی کی طرف صادر فرمایا

(اس بیان میں کہ خطرات جن کو وصل کے اسباب سے کہا ہے تجلی صوری کے اندازہ کے مطابق ہیں اور کثرت وہمیہ کی حقیقت کی تحقیق اور اس کے مناسبات)

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔

آپ نے لکھا ہے کہ ایک مسافر نے کسی راستہ جاننے والے سے پوچھا کہ میں خطرات کے ہجوم سے پریشان ہوں تو اس نے کہا یہ تو

وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ (وہ ہر چیز کو گھیرنے والا ہے)

کا مقتضا ہے۔ جب مطلوب کا شمول و احاطہ معلوم ہے تو خطرات کو اسباب وصل سے شمار کرنا چاہیئے نہ کہ موجبات فصل سے اور مشاہدہ کے دروازے ہمیشہ کھلے رہنے چاہیئیں اور غفلت کے سوراخ بند ہونے چاہیئیں۔

یہ بات تجلی صوری کے اندازہ کے مطابق جو کہ اس راہ کے مقدمات میں سے ایک مقدمہ ہے صحیح ہے۔ اور اس مقام میں اگر وصل ہے اگرچہ وہ حقیقت میں فصل (جدائی) ہے تو باعتبار صورت ہے اور اگر مشاہدہ ہے اگرچہ فی الواقع وہ دوری ہے تو وہ بھی صورت کے ملاحظہ میں ثابت ہے۔ اور یہ تجلی اس راہ کے اکابرین کے نزدیک اعتبار کے لائق نہیں ہے۔ کیونکہ یہ سالک کے وجود کو فنا کرنے والی نہیں ہے اور حق اور باطل والے اس تجلی میں برابر کے شریک ہیں۔ ہندوستان کے جوگی اور یونان کے فلاسفہ بھی اس تجلی سے باخبر ہیں اور اس مقام کے معارف اور علوم سے بہرہ ور اور لذت پانے والے ہیں۔

مختصر مضمون یہ کہ اہل حق کو یہ دولت دل کی صفائی کی راہ سے حاصل ہوتی ہے اور اہل باطل کو نفس کی صفائی کی راہ سے۔ تو لازماً وہ صفائی کی ہدایت تک لے جاتی ہے اور یہ صفائی گمراہی میں لے آتی ہے۔ لیکن یہ دونوں صورت کے گرفتار ہیں اور معنی سے بے خبر ہیں۔

بیت۔ [1] صورت پرست آخر معنی چہ داند آخر
کو با جمال جاناں پنہاں چہ کار دارد

(حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

لیکن اہل حق کو صورت سے نجات کا احتمال ثابت ہے اور اہل باطل کو جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ملت کے التزام کے بغیر صورت میں منہمک ہے۔ اس کی صورت کی گرفتاری سے خلاصی محال ہے۔

اور پھر یہ بھی ہے کہ تجلی صورت علم کے دائرہ میں داخل ہے لیکن جب حال و ذوق اس پر پر تو ڈالتا ہے تو وہ علم پوری طرح حال ہو جاتا ہے۔

اور یہ بھی ہے کہ اس تجلی میں شہود کثرت ہے لیکن بعنوان مظہریت وحدت اور شہود کثرت جس صورت میں بھی ہو وہاں دوری ہے۔ چاہیئے کہ باطن کی نظر میں کثرت و شہود کثرت کا کوئی نام و نشان باقی نہ رہے۔ اور مشہود واحد حقیقی کے بغیر اور کچھ نہ ہوتا تاکہ فنا جو اس راہ میں پہلا قدم ہے میسر ہو کیونکہ فنا اس سے عبارت ہے کہ حق تعالیٰ کے سوا باطن سے ہر چیز بھول جائے پس اس مقام میں کثرت کی کیا مجال ہے اور شہود کثرت کیا ہوتا ہے۔ اور خطرہ کو جو اسباب وصل اور ابواب مشاہدہ سے کہا ہے۔ اس وصل اور مشاہدہ سے مراد وصل و مشاہدہ صوری ہے جو کہ عین مفارقت اور دوری ہے۔ اس لئے کہ وصل جو اس طائفہ علیہ کے اکابرین کے نزدیک معتبر ہے وہ مقام بقاباللہ میں حاصل ہے جو کہ تمام ماسوا کے فنا و نسیان کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ خطرہ کا وجود اس دولت کے منافی ہے اور وسوسہ کا حصول اس مرتبہ کے لئے مانع ہے۔ مقام فنا میں جو کہ اس وصل کی دہلیز ہے منتفی ہو جاتا ہے کہ اگر تکلف سے اسے اشیاء یاد دلائیں تو اسے یاد نہیں آتیں۔ اس نسیان کی وجہ سے جو اس کو ماسوا سے حاصل ہوا ہے۔

آپ نے لکھا ہے

وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ

احاطہ کا بیان اس عبارت سے نہیں آیا ہے۔ شاید یہ فقرہ مولدین کے کلام سے ہے کیونکہ کلام عجم میں احاطہ کو کلمہ علیٰ سے متعدی کرنا اکثر آتا رہتا ہے اور عرب کی فصیح عبارتوں میں احاطہ کا تعدیہ کلمہ با سے مشہور و متعارف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو گھیرنے والا ہے)

اور دوسری جگہ فرمایا

---

لہ حاشیہ بقیہ صفحہ، صورت پرست از معنی سے بے خبر آخر کیا جانے کہ وہ محبوب کے پوشیدہ جمال سے کیا کام رکھتا ہے ۱۲

Marfat.com

اَلَاۤ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ (خبردار! وہ ہر چیز کو گھیرنے والا ہے)

ظاہر طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اس عبارت کو قرآن مجید کی آیت سمجھ کر بطور دلیل پیش کیا ہے لیکن ایسا نہیں ہے اس معنی کا بیان قرآن مجید میں دوسری عبارتوں سے آیا ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔

اور آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ "وہمی کثرت اور اعتباری تعدد اس طرح تہ بتہہ ہو گئے ہیں کہ اکثر علماء تعدد وجود کی وجہ سے غلطی میں پڑ گئے ہیں اور مغز چھوڑ کر پوست سے اور گودا چھوڑ کر چھلکے سے قناعت کر بیٹھے ہیں"۔

کثرت و تعدد اگرچہ وہمی و اعتباری ہے لیکن جب خداوند تعالیٰ کی صنعت و ایجاد سے پیدا ہوئی ہے تو مستحکم و مضبوط ہے اور دنیوی اور اخروی معاملات اس کے ساتھ وابستہ ہیں اور آثار خارجیہ اس پر مترتب ہیں۔ اگرچہ وہم اور اعتبار زائل ہو جائے اس کثرت تعدد کا زوال ممنوع ہے۔ کیونکہ عذاب و ثواب دائمی اخروی جس کی خبر مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ اس کا تعلق کثرت سے ہے۔ اور تعدد سے وابستہ ہے اور کثرت و تعدد کے ارتفاع کا حکم لگانا بے دینی اور الحاد میں داخل ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے۔

پس صوفیہ علیہ اور علمائے کرام دونوں اس کثرت اور تعدد کے ثبوت اور استمرار کے قائل ہیں اور آخرت کے دائمی معاملہ کو اس سے وابستہ جانتے ہیں لیکن یہ کثرت عروج کے وقت صوفیہ کے شہود سے مرتفع ہو جاتی ہے اور اس کو وہمی و اعتباری پاتے ہیں اور چونکہ نفس الامر میں وہ مرتفع نہیں ہوتی اگرچہ وہ شہود سے مرتفع ہو جاتی ہے۔ علماء اس کو موجود جانتے ہیں۔ پس دونوں کا جھگڑا صرف لفظی رہ گیا۔ اور معنی میں دونوں متفق ہو گئے۔ ہر آدمی نے اپنی دریافت کے مطابق حکم لگایا ہے۔ صوفیہ نے شہود کا اعتبار کیا اور ارتفاع شہودی کو ملاحظہ کیا تو اس پہ وہمی اور اعتباری ہونے کا حکم لگا دیا۔ اور علماء نے اس کے حقیقی ثبوت و استقرار کو ملاحظہ کیا۔ تو اس پر وجود کا حکم لگا دیا۔ وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ (اور ہر ایک کے لئے ایک توجیہ ہے)

اس معنی کو فقیر نے اپنے کئی مکتوبات اور رسائل میں تفصیل سے بیان کیا ہے اور فریقین کے جھگڑے کو لفظی قرار دیا ہے۔ اگر کچھ پوشیدگی باقی رہی ہو تو ان کی طرف رجوع فرمائیں۔ علماء کا نظریہ زیادہ صحیح ہے کیونکہ وہ نفس الامر کے مطابق ہے اور صوفیہ کا نظریہ باعتبار سکر و غلبۂ حال ہے۔ ستارے دن کے وقت پوشیدہ ہوتے ہیں اور نفس الامر میں ثابت ہیں اور دیکھنے سے پوشیدہ ہیں

Marfat.com

تو ستاروں کے ثبوت کا حکم لگانا اقرب بصواب ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ عدم شہود کو ملاحظہ رکھتے ہوئے ستاروں کے نہ ہونے کا حکم لگایا جائے۔

علماء جو کثرتِ وجود کے قائل ہیں۔ ان کا مقصود شریعت کو باقی رکھنا ہے۔ جس کی بنیاد تعدد پر ہے اور صاحب شریعت کے وعدہ وعید کا اجراء بھی کثرت کے بغیر متصور نہیں ہے اور صوفیاء بھی اس بات کے معترف ہیں۔ اگرچہ وہ تکلف کے ساتھ اس کی شریعت کے ساتھ تطبیق کرتے ہیں اور جو کچھ علماء نے فرمایا ہے وہ بے تکلف صادق آتا ہے اور بے حیلہ مطابقت رکھتا ہے اور کوئی غبار اور کدورت نہیں رکھتا۔ علماء مستقل وجود کا اثبات نہیں کرتے کہ اس میں بات کرنے کی گنجائش ہو اور خداوند تعالیٰ کے ساتھ شرکت لازم آئے۔ بلکہ وہ ایک کمزور وجود کا اثبات کرتے ہیں۔ جو کہ دوسرے سے مستعار اور مفائش ہے۔ اب بتاؤ اس میں کیا غلطی ہے۔؟

علماء کی طرف جو کہ دین کے اکابر ہیں غلطی کی نسبت کرنا غلط محض اور محض غلطی ہے۔ ہم پیچھے رہ جانے والے کمزور لوگوں نے دین اور شریعت کو علماء سے حاصل کیا ہے۔ اور مذہب وملت کو ان کی برکات سے اخذ کیا ہے۔ اگر ان میں طعن کرنے کی گنجائش ہو تو شریعت وملت سے اعتماد اٹھ جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ سلف صالحین پر طعنہ کرنے والے کو گمراہ اور بدعتی کہا جائے گا۔ اور اس کے طعن کو گمراہی اور دین میں شکوک پیدا کرنے کے اسباب سے شمار کرکے اس کے بطلان کا حکم کیا ہے۔

آپ نے لکھا ہے کہ "انہوں نے مغز چھوڑ کر پوست پر قناعت کرلی ہے" شاید تم نے صُوَر کو مغز خیال کیا ہے اور تنزیہ کو پوست (چھلکا) کیونکہ علماء کی دعوت وگرفتاری تنزیہ کے ساتھ ہے اور تجلی صوری کا مطلوب وشہود صُوَر واشکال ہیں۔ انصاف کرنا چاہیئے کہ کون مغز میں گرفتار ہے۔ اور کون پوست میں اٹک کر رہ گیا ہے۔

اِنَّا اَوْ اِیَّاکُمْ لَعَلٰی ھُدًی اَوْ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔ (یقیناً ہم یا تم ہدایت پر ہیں یا ظاہر گمراہی میں)

اے ہمارے رب ہمیں اپنی جناب سے رحمت عنایت فرما اور ہمارے معاملہ میں بھلائی پیدا کر۔ وَالسَّلَامُ اَوَّلًا وَّ آخِرًا۔

Marfat.com

# مکتوب نمبر ۳۲

ملا شمس کی طرف صادر فرمایا

(شیخ شرف الدین یحییٰ منیری کے اس قول کی تحقیق میں کہ انہوں نے کہا ہے کہ جب تک کافر نہ ہو اور اپنے بھائی کا سر نہ کاٹے اور اپنی ماں سے جفت نہ ہو مسلمان نہیں ہوتا۔)

ملا شمس استقامت سے رہیں۔ آپ نے پوچھا ہے کہ شیخ امنائع شیخ شرف الدین یحییٰ منیری نے اپنے رسالہ "ارشاد السالکین" میں لکھا ہے کہ جب تک کافر نہ ہو مسلمان نہیں ہوتا اور جب تک اپنے بھائی کا سر نہ کاٹے مسلمان نہیں ہوتا اور جب تک اپنی ماں سے جفت نہیں ہوتا مسلمان نہیں ہوتا" ان کلمات کا کیا مطلب ہے۔؟

جاننا چاہیئے کہ کفر سے مراد کفر طریقت ہے جو کہ مرتبۂ جمع سے عبارت ہے جو کہ پوشیدگی کا مقام اور اسلام کے حسن اور کفر کے قبح عدم امتیاز کا مقام ہے بلکہ جس طرح اسلام کو اچھا جانتا ہے کفر کو بھی اس جگہ اچھا پاتا ہے۔ اور دونوں کو اسم ہادی اور اسم مُضِل کا مظہر پاتا ہے اور دونوں سے حصہ لیتا ہے اور لذت حاصل کرتا ہے اور یہ وہ کفر ہے جس کی خبر منصور نے دی ہے اور وہ اسی کفر میں رہا اور اسی میں اس کی موت ہوئی۔ اس نے کہا ہے۔ ؎

کَفَرْتُ بِدِیْنِ اللّٰہِ وَالْکُفْرُ وَاجِبٌ[1]
لَدَیَّ وَعِنْدَ الْمُسْلِمِیْنَ قَبِیْحٌ

اور شطحیات مثلاً قول

أَنَا الْحَقُّ — میں خدا ہوں

سُبْحَانِیْ — میں پاک ہوں

اور

لَیْسَ فِیْ جُبَّتِیْ سِوَی اللّٰہِ — میرے جبہ میں اللہ کے سوا اور کچھ نہیں

یہ سب اسی جمع کے درخت کے پھل ہیں کہ ان کا سبب محبوب حقیقی کی محبت کا غلبہ ہے کہ محبوب کے علاوہ ہر چیز ان کی نظر سے پوشیدہ ہو چکی ہے اور محبوب کے علاوہ کوئی چیز مشہود نہیں رہی اور یہ

[1] میں نے اللہ کے دین سے کفر کیا اور میرے نزدیک کفر واجب ہے اور مسلمانوں کے نزدیک برا ہے۔

Marfat.com

مقام جہالت اور حیرت کا مقام ہے۔ لیکن یہ وہ جہالت ہے جو محمود ہے اور وہ حیرت ہے جو ممدوح ہے

اور جب اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اس جمع کے مرتبہ سے بلند تر سیر واقع ہوتی ہے اور اس جہالت کے ساتھ علم جمع ہوتا ہے اور حیرت کے ساتھ معرفت شامل ہوتی ہے اور فرق اور تمیز پیدا ہوتی ہے اور سکر سے صحو میں آتا ہے تو حقیقی اسلام کی دولت ظاہر ہوتی ہے اور ایمان کی حقیقت میسر آتی ہے۔ تو یہ اسلام و ایمان زوال سے محفوظ ہے اور کفر کی سرایت کرنے سے مامون۔ منقول دعاؤں میں آیا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ اِیْمَانًا لَیْسَ بَعْدَهٗ كُفْرٌ (اے اللہ میں تجھ سے وہ ایمان مانگتا ہوں جس کے بعد کفر نہیں ہے۔)

اور یہی وہ ایمان ہے جو زوال سے محفوظ ہے۔ آیت کریمہ

اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ (خبردار! اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی ڈر ہے اور نہ وہ غم کھائیں گے)

میں ایمان والوں کے حال کا نشان ہے کیونکہ ولایت ایمان کے بغیر متصور نہیں ہے۔ اگرچہ مقام جمع میں بھی ولایت کا نام لیا جا سکتا ہے لیکن نقص اور قصور ہر وقت اس مرتبہ کو دامن گیر ہے۔ کیونکہ کمال ایمان اور معرفت میں ہے نہ کہ کفر و جہالت میں اگرچہ وہ کوئی سا کفر ہی کیوں نہ ہو پس جو بات شیخ نے کہی تھی وہ درست ہوئی کہ جب تک کفر طریقت سے متحقق نہ ہو حقیقت اسلام سے مشرف نہیں ہوتا۔

اور وہ جو کہا ہے کہ جب تک اپنے بھائی کا سر نہ کاٹے مسلمان نہیں ہوتا۔ اس بھائی سے مراد ہمزاد شیطان ہے جو اس کا ساتھی ہے اور ہمیشہ اس کو برائی اور فساد کی راہنمائی کرتا ہے حدیث میں آیا ہے۔ علی قائلہ الصلوٰۃ والسلام کہ کوئی بھی آدم کا بیٹا ایسا نہیں ہے کہ جس کے ساتھ ایک جن ساتھی نہ ہو۔ صحابہ کرام نے پوچھا اے اللہ کے رسول آپ کے ساتھ بھی جن ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ بھی ہے۔ لیکن خداوند تعالیٰ نے مجھ کو اس پر مدد دی ہے کہ میں اس کی برائی سے محفوظ رہتا ہوں۔ یہ معنی اس صورت میں ہے کہ لفظ

فَاَسْلَمُ

جو حدیث میں واقع ہوا ہے صیغہ متکلم سے روایت کیا جائے اور اگر ماضی غائب کے صیغہ

Marfat.com

سے روایت کیا جائے۔ تو معنی اس طرح ہوں گے کہ وہ میرا ساتھی مسلمان ہو چکا ہے اور یہ آخری معنی مشہور ہے اور اس ساتھی کے قتل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی اطاعت نہ کی جائے اور اس کو ذلیل و خوار رکھا جائے۔

**سوال:۔**

آدمی عقل و فراست کے باوجود اس شیطان سے کیوں مغلوب ہو جاتا ہے اور کیوں اس کی بری دلالت سے موافقت کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدہ چیزوں کا کیوں ارتکاب کرتا ہے؟

**جواب:۔**

شیطان فتنہ اور بلا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کو بندوں کے امتحان اور آزمائش کے لئے مسلط کیا ہے اور اس کو ان کی نظر سے پوشیدہ کر دیا ہے اور اس کے احوال پر ان کو اطلاع نہیں دی ہے اور اس کو ان کا حال دیکھنے کی طاقت دی ہے اور وہ بندوں کے رگ و پوست میں خون کی طرح گردش کرتا ہے۔ بڑا سعادت مند ہے وہ آدمی جو ایسی بلا کے کید و مکر سے خداوند تعالیٰ کی حفاظت سے محفوظ رہے۔ اس کے باوجود اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں اس کی تدبیر کو کمزور قرار دیا ہے۔ اور سعادت مندوں کو دلیر کیا ہے۔ ہاں خداوند تعالیٰ کی مدد سے شیطان اس تسلط کے باوجود لومڑی کا حکم رکھتا ہے۔ اور اس کے فضل کی امداد کے بغیر وہ پھاڑنے والا شیر ہے۔

لہ تو مرا دل دہ و دلیری بیں
روبہ خویش خوان و شیری بیں

دوسرا جواب یہ ہے کہ شیطان آدمی کی خواہشات کی راہ سے آتا ہے اور اس کو مرغوب چیزوں کی راہنمائی کرتا ہے تو لازماً وہ نفس امارہ کی مدد سے جو کہ گھر کا دشمن ہے اس پر غلبہ پالیتا ہے اور اس کو اپنا فرمانبردار بنا لیتا ہے۔ شیطانی تدبیر بذات خود کمزور ہے۔ وہ گھر کے دشمن کی مدد سے اپنا کام کرتا ہے۔ اصل میں ہماری مصیبت ہمارا نفس امارہ ہے جو ہمارا جانی دشمن ہے۔ کوئی چیز بھی اپنی آپ دشمن نہیں ہوتی سوائے اس خسیس کے۔ بیرونی دشمن اسکی امداد سے اپنا کام کرتا ہے پس پہلے اپنے نفس کا سر کاٹنا چاہیئے اور اپنے نفس کی اطاعت سے نکلنا چاہیئے اور اس کو خوار ذلیل رکھنا چاہیئے۔ ساتھی کا سر اس جہاد کے ضمن میں خود بخود کٹ جائے گا۔ اور خوار و ذلیل ہو جائے گا۔

---

لہ تو مجھے دل دہ اور دلیری دیکھ اپنی لومڑی کہہ اور شیری دیکھ۔ ۱۲

Marfat.com

اس آدمی کی راہ کا حجاب اس آدمی کا اپنا نفس ہے اور بھائی خارج از بحث ہے جو کہ دور سے برائی کی دعوت دیتا ہے۔ اور صراطِ مستقیم سے ہٹا کر ٹیڑھی راہوں کی طرف بلاتا ہے۔ نفس کی فرمانبرداری کے بعد خداوند تعالیٰ کی مدد سے اس خارجی دشمن کی مدافعت آسان طریقے سے متصور ہے۔

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ (میرے بندوں پر تیرا کوئی غلبہ نہیں ہے)

ان بندوں کے لئے بشارت ہے جو نفس کی غلامی سے آزاد ہو چکے ہیں اور معبود حقیقی کی عبادت میں مشغول ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی مدد دینے والا ہے

اور وہ جو کہا ہے کہ "جب تک اپنی ماں سے جفت نہ ہو مسلمان نہیں ہوتا" ہو سکتا ہے کہ اس کی ماں سے مراد اس کا عین ثابتہ ہو کہ وہ خارج میں اس کے وجود کے ظہور کا سبب ہے اور صوفیاء کی اصطلاح میں عین ثابتہ کو "ماں" سے تعبیر کرتا آیا ہے۔ ایک بزرگ نے کہا ہے۔ شعر

وَلَدَتْ اُمِّیْ اَبَاهَا [1]

اِنَّ ذَا مِنْ عَجَبَاتٍ

ماں سے مراد اپنے عین ثابتہ کو لیا ہے اور اس ماں کے باپ سے مراد اللہ تعالیٰ کا اسم ہے۔ کہ عین ثابتہ اس اسم کا ظل و عکس اور پرتو ہے اور چونکہ اس اسم جل شانہٗ کا خارج میں ظہور اس عین ثابتہ کے ذریعے ہوا ہے لہذا اس کو تعین وجوبی کہتے ہیں۔ کیونکہ اس طائفہ علیہ کے نزدیک تعینات پانچ ہیں کہ ان کو تنزلات خمسہ کہتے ہیں اور حضرات خمس بھی کہتے ہیں۔ دو تعین تو مرتبۂ وجوب میں ثابت کرتے ہیں اور تین تعین مرتبۂ امکان میں اور دو تعین وجوبی تعین وحدت اور تعین واحدیت ہے کہ دونوں مرتبۂ علم میں ہیں فرق اجمال اور تفصیل علمی کا ہے۔

اور تین تعین جو مرتبۂ امکان میں ثابت کرتے ہیں۔ وہ تعین روحی اور تعین مثالی اور تعین جسدی ہے اور چونکہ عین ثابتہ جو مرتبۂ واحدیت میں ہے تو ضروری ہے کہ اس کا تعین وجوبی ہے اور چونکہ اس ممکن شخص کی حقیقت وہی عین ثابتہ ہے جو کہ تعین وجوبی رکھتا ہے اور یہ شخص اس عین کے لئے ظل کی طرح ہے۔ پس اس شخص کی ماں عالم وجوب سے ہوگی۔ کہ اس کو عالم ظہور میں امکان دیا ہے۔ اور ماں سے جفت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس شخص کا تعین امکانی تعین وجوبی سے جو کہ اس کی حقیقت ہے متحد ہو جائے گا

---

[1] میری ماں نے میرے باپ کو جنا اور یہ عجیب چیزوں میں سے ہے۔

Marfat.com

چوں ممکن گرد امکاں برفشاند[1]
بجز واجب درو چیزے نماند

یعنی اس کا تعین امکانی اس کی نظر سے پوشیدہ ہو جاتا ہے اور اپنی انا کو تعین وجوبی پر اطلاق کرتا ہے لیکن اس معنی سے نہیں کہ تعین امکانی نفس الامر میں تعین وجوبی سے متحد ہو جاتا ہے۔ کہ وہ محال ہے اور الحاد اور بے دینی کو مستلزم ہے۔ اس لئے کہ اس جگہ معاملہ شہود کا ہے۔ اگر تعین کا زوال ہے تو بھی شہود سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اگر اتحاد ہے تو بھی شہود سے ہے۔

بیت۔ نہ آں ایں گردد ونے ایں شود آں[2]
ہمہ اشکال گردد بر تو آساں

اور جب وہ شخص اپنے اس تعین کو اس تعین سے متحد پاتا ہے تو اس کا امیدوار ہو جاتا ہے کہ امکانی آلودگیوں سے آزاد ہو جائے اور اسلام اور فرمانبرداری کی دولت سے مرتبۂ وجوب سے مشرف ہو جائے۔

جاننا چاہیئے کہ تنزلات خمس جو صوفیا نے کہے ہیں صرف اعتبارات ہیں وجود میں وہ شہود اور کشف سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ نہ یہ کہ فی الحقیقت تنزل اور تغیر و تبدل ہے۔ پس پاک ہے وہ ذات جو حدوث اکوان کے ساتھ اپنے اسماء اور صفات اور ذات میں متغیر نہیں ہوتا۔

صوفی اپنے اندازہ دید کے مطابق جو کہ غلبۂ حال و سکر کا متضمن ہے کچھ چیزیں زبان پر لے آتے ہیں۔ ان کو ظاہر پر محمول نہ کرنا چاہیئے اور ان کی تاویل اور توجیہہ میں مشغول ہونا چاہیئے۔ کیونکہ مست لوگوں کا کلام ظاہر سے پھیر دینا چاہیئے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی تمام امور کے حقائق کو خوب جانتا ہے۔

جب یہ بیقراری پیدا کرنے والی باتیں تم نے ایک بزرگ سے حاصل کر لیں تو ضرورت کے لئے اُن کے حل میں کچھ لکھا گیا ورنہ یہ فقیر اس طرح کی مخالفت نما باتوں میں اپنے آپ کو کبھی مشغول نہیں کرتا۔ اور ان کے ردّ و قبول کے متعلق لب نہیں کھولتا۔ اے ہمارے رب ہمیں ہمارے گناہ اور ہمارے کاموں میں ہماری زیادتیاں معاف کر دے اور ہمارے قدم مضبوط رکھ اور ہمیں کافروں کی قوم پر مدد دے۔

الحمد للہ رب العالمین اولاً و آخراً والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ دائماً و سرمداً و علیٰ آلہ الکرام و صحبہ العظام الی یوم القیام۔

---

[1] جب ممکن امکان کی گرد جھاڑ دیتا ہے تو اس میں سوائے واجب کے اور کوئی چیز نہیں رہتی۔ ۱۲

[2] نہ وہ یہ ہو جاتا ہے اور نہ یہ وہ بن جاتا ہے۔ سب اشکال تجھ پر آسان ہو جائیں گے۔ ۱۲

Marfat.com

# مکتوب نمبر ۳۴

محمد امین کی والدہ کی طرف صادر فرمایا

(نصیحت اور ذکر الٰہی کی ترغیب اور دنیا کی محبت سے پرہیز کرنے کے بیان میں)

وہ نصیحت جو لکھی جاتی ہے سب سے پہلے علماء اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم جو کہ فرقہ ناجیہ ہے کی رائے کے مطابق عقائد کی درستی ہے اور عقائد کی درستی کے بعد احکام فقہیہ کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے۔ جن چیزوں کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے ان کی تعمیل سے چارہ نہیں ہے۔ اور وہ چیزیں جو منع ہیں ان سے پرہیز کرنے سے گزارہ نہیں ہے۔ پنج وقت نماز بغیر سستی اور بغیر فتور کے اس کی شرائط کی رعایت اور تعدیل ارکان کے ساتھ ادا کرنا چاہیئے اور اگر نصاب زکوٰۃ حاصل ہو جائے تو زکوٰۃ دینے سے بھی چارہ نہیں ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے عورتوں کے زیور میں بھی زکوٰۃ دینے کا حکم دیا ہے اور اپنے اوقات کو لہو و لعب میں صرف نہ کرنا چاہیئے۔ اور بے کار کاموں میں اپنی قیمتی عمر کو تلف نہ کرنا چاہیئے پھر اگر وہ امور ملہیہ اور شرعی ممنوعات میں صرف ہو تو اس کا کیا حال ہے۔ اور سرود اور نغمہ کی رغبت نہ کریں اور ان کی لذت پر فریفتہ نہ ہوں۔ کہ وہ شہد ملا زہر ہے اور شکر آلودہ سم ہے اور آدمیوں کی غیبت اور سخن چینی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھیں کہ ان دو بد اخلاقیوں کے ارتکاب میں شرعی وعید وارد ہوئی ہیں۔ اور جھوٹ کہنے اور بہتان لگانے سے بھی پرہیز ضروری ہے کہ یہ دو اخلاق رذیلہ تمام دینوں میں حرام ہیں اور ان کے مرتکب کو وعید کا وعدہ سنایا گیا ہے۔

اور خلقت کے عیوب اور گناہوں اور ان کی لغزشوں سے درگزر کرنا اور ان کو معاف کر دینا ہمت کے کاموں میں سے ہے اور غلاموں اور نوکروں پر مشفق و مہربان رہنا چاہیئے اور ان کی کوتاہیوں پر مواخذہ نہ کرنا چاہیئے اور سبب اور بے سبب ان بدنصیبوں کو مارنا اور گالی دینا نامناسب اور نا ملائم ہے۔ اور اپنی کوتاہیوں پر نظر کرنا چاہیئے جو کہ جناب قدس خداوندی جل سلطانہ کی نسبت ہر وقت ہم سے سرزد ہوتی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان کے مواخذہ میں جلدی نہیں کرتا اور روزی نہیں روک رکھتا۔

اور عقیدہ کی درستی اور احکام فقہیہ کی ادائیگی کے بعد اپنے اوقات کو ذکر الٰہی جل شانہ میں مستغرق

Marfat.com

رکھیں اور اس طریقہ کے مطابق کہ آپ نے ذکر کا طریقہ سیکھا ہے عمل کرنا چاہیئے اور اس کے علاوہ جو چیز بھی ہو اس کو اپنا دشمن سمجھ کر اس سے پرہیز لازم جانیں۔

بیت:۔

لہ ہرچہ جز ذکر خدائے احسن است
گر شکر خوردن بود جان کندن است

آپ کو بالمشافہ بھی کہا گیا ہے کہ امور شرعیہ میں جتنی احتیاط کی جائے گی اتنا ہی مشغولی میں اضافہ ہوگا۔ اور اگر احکام شرعیہ میں سستی کروگے تو مشغولی کی لذت اور شیرینی برباد کردوگے۔ زیادہ کیا لکھوں۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَعْلَمُ۔

# مکتوب نمبر ۳۵

مرزا منوچہر کی طرف صادر فرمایا

(تعزیت۔ نصیحت اور جوانی کو غنیمت سمجھنے کے بیان میں)

حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ برخوردار سعادت اطوار کو خوش اور جمعیت سے رکھے اور گزرے ہوئے غم واندوہ کو ان کے حق میں اچھی طرح تلافی فرمائے۔

اے فرزند اقبال آثار! شروع جوانی کا زمانہ جس طرح ہوا وہوس کا وقت ہے اسی طرح علم حاصل کرنے اور عمل کرنے کا بھی وقت ہے۔ ہر وہ عمل جو شریعت غرا کے مطابق اس وقت میں نفس کے غضبی وشہودی موانع کے غلبہ کے باوجود وجود میں آئے۔ وہ اس عمل کی نسبت کئی گناہ زیادہ فضیلت اور اعتبار اور شمار رکھتا ہے جو اس وقت کے علاوہ وقوع میں آئے کیونکہ روکنے والے کے وجود نے جو کہ رنج ومحنت کا باعث ہے۔ اس کی شان کو آسمان پر پہنچا دیا ہے اور رکاوٹ پیدا کرنے والے کے نہ ہونے نے جو کہ محنت ومشقت وناپسندیدگی کے عدم کو مستلزم ہے۔ اس کے معاملہ کو زمین پر پھینک دیا گیا ہے

یہی وجہ ہے کہ خواص بشر خواص فرشتگان سے بہتر ہیں کہ انسان کی اطاعت موانع کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور فرشتے کی عبادت موانع کی مزاحمت کے بغیر ہے۔ سپاہیوں کے اعتبار اور اعتماد

لہ جو کچھ بھی اچھے خدا کے ذکر کے علاوہ ہے اگر وہ شکر کھانا بھی ہو تو بھی جان کندن ہے۔

Marfat.com

کا وقت دشمنوں کے غلبہ کا وقت ہے جو کہ حکومت کے موانع ہیں کہ ایسے وقت میں ان کا تھوڑا سا تردد بھی کئی گنا فضیلت و اعتبار رکھتا ہے۔ اس تردد کی نسبت جو اس وقت کے علاوہ وقوع میں لائیں۔ اور یہ تو معلوم ہے کہ ہوا و ہوس اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کی رضا ہے جو کہ نفس اور شیطان ہیں۔ اور شریعت غراء کے مطابق عمل حاصل کرنا اور عمل کرنا حضرت رحمان جل سلطانہ کی رضا ہے عقلمندی اور دانائی سے دور ہے کہ خدا تعالیٰ کے دشمنوں کو راضی کریں اور اللہ تعالیٰ جو نعمتوں کا عطا کرنے والا ہے ناراضگی میں رہے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

# مکتوب نمبر ۲۶

میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا

عذاب قبر کے منکرین کے شبہات دور کرنے کے بیان میں

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

کچھ لوگ عذاب قبر میں جو کہ صحیح و مشہور احادیث سے بلکہ قرآن کی آیتوں سے بھی ثابت ہے شک رکھتے ہیں۔ بلکہ قریب ہے کہ اس کے محال ہونے کا یقین کرتے ہیں اور انکار کرتے ہیں۔ ان کے اشتباہ کا پیشوا غیر مدفون مُردوں کے احوال کا احساس ہے کہ وہ ایک طریقے اور استقامت و دوام کے حال پر رہتے ہیں۔ جو کہ درد اور عذاب کے منافی ہے کہ حرکت اور بیقراری اس کے لوازم میں سے ہے۔

## جواب:۔

اس اشکال کا حل یہ ہے کہ عالم برزخ کی زندگی جو کہ قبر کا مقام ہے۔ دنیوی زندگی کی جنس سے نہیں ہے کہ احساس اور ارادی حرکت اس کے لوازمات میں سے ہیں کہ اس دنیا کا انتظام ان دو امور سے وابستہ ہے اور برزخ کی زندگی میں کوئی حرکت درکار نہیں ہے بلکہ اس برزخی دنیا کے منافی ہے اس جگہ صرف احساس کافی ہے کہ عذاب و درد کو محسوس کرے۔ پس برزخی زندگی گویا کہ نصف دنیوی زندگی ہے اور بدن سے روح کا تعلق بھی اس جگہ اس تعلق سے نصف ہے جو کہ دنیوی زندگی میں ہے پس ہو سکتا ہے غیر مدفون مُردے بھی برزخی زندگی میں درد اور عذاب کا احساس کریں۔ اور کوئی حرکت و بیقراری برزخی زندگی میں ان سے وجود میں نہ آئے۔ اور وہ جو مخبر صادق صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم نے فرمایا ہے۔ پس ہو رہا باوجود اس کے ہم کہتے ہیں اور اس اشکال اور اس جیسے اشکالات کے مادہ کو کاٹتے ہیں کہ نبوت کا طریقہ عقل و فکر کے طریقہ سے بالا ہے۔ وہ امور جن کے ادراک میں عقل قاصر ہے ان امور کا اثبات بطور نبوت کیا جاتا ہے اور اگر عقل کافی ہوتی تو انبیاء صلوات اللہ وتسلیماتہ علیہم اجمعین کس لئے مبعوث ہوتے اور آخرت کے عذاب کو ان کی بعثت سے کیوں وابستہ کرتے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا۔

| | |
|---|---|
| وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا | (اور ہم نہیں ہیں عذاب کرنے والے یہاں تک کہ ہم بھیج لیں رسول) |

عقل اگرچہ حجت ہے لیکن حجت بالغہ نہیں ہے اور نہ حجیت میں کامل ہے۔ حجت بالغہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی بعثت سے متحقق ہوتی ہے۔ اور مُكَلَّفِيْنَ کے عذر کے بیان کو بند کیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا۔

| | |
|---|---|
| رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا۔ | ارسول خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تاکہ نہ ہو لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ پر کوئی حجت رسولوں کے بعد اور ہے اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا۔ |

اور جب بعض امور کے ادراک میں عقل کا قصور ثابت ہو گیا تو پھر تمام احکام شرعیہ کو عقل کی میزان میں تولنا اچھا نہ ہوگا۔ اور حقیقت میں اس حکم کی تطبیق کا التزام کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ عقل کو مستقل تسلیم کیا جائے اور نبوت کے طریقہ کا انکار کیا جائے۔ اللہ ہمیں اس سے بچائے۔

سب سے پہلے رسول پر ایمان لانے اور رسالت کی تصدیق کرنے کی فکر کرنا چاہیئے تاکہ تمام احکام میں اس کو سچا سمجھا جائے اور اس کے وسیلہ سے شکوک وشبہات کے اندھیروں سے خلاصی میسر آئے اصل کو عقلی طور پر ثابت کرنا چاہیئے تاکہ فروع بے تکلف سمجھ میں آئیں اور معلوم ہو جائیں۔ ہر شاخ کو اصل کے اعتبار کے بغیر عقلی طور پر ثابت کرنا بہت مشکل ہے اور اس تصدیق تک پہنچنے اور اطمینان قلب حاصل کرنے کا قریب ترین راستہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا۔

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ — خبردار اللہ کے ذکر سے دل مطمئن ہوتے ہیں۔ وہ جو
اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ — ایمان لائے اور اچھے عمل کئے۔ ان کو خوشخبری ہے
طُوْبٰی لَہُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ — اور اچھا ٹھکانہ ہے۔

نظر واستدلال کی راہ سے اس مطالب بلند پر پہنچنا بہت ہی دور کی بات ہے۔

[1] پائے استدلالیاں چوبیں بود
پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

جاننا چاہیئے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تقلید کرنے والا ان کی نبوت کے اثبات اور ان کی رسالت کی تصدیق کے بعد استدلال کرنے والوں سے ہے اور اس وقت میں اس کا ان اکابرین کی باتوں کی تقلید کرنا عین استدلال ہے مثال کے طور پر ایک آدمی نے اصل کو استدلال سے ثابت کیا ہو تو اس وقت وہ تمام شاخیں جو اس اصل سے پیدا ہوں گی۔ سب اس استدلال سے مستند ہوں گی اور اصل کے استدلال سے تمام فروع کے اثبات میں استدلال کرنے والا ہوگا۔

الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ لقد جاءت رسل ربنا بالحق۔ والسلام علی من اتبع الھدی۔

# مکتوب نمبر ۳

محمد طاہر بدخشی کی طرف صادر فرمایا

اس بیان میں کہ جو کچھ بھی اس جمیل مطلق کی طرف سے آئے جمیل ہوتا ہے۔

الحمد للہ رب العالمین دائما علی کل حال

پراگندہ خبروں سے پریشان اور دل تنگ نہ ہوں کہ جو کچھ بھی جمیل مطلق جل شانہ کی طرف سے آئے اچھا ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ جلال کی صورت میں ظاہر کرے لیکن حقیقت میں وہ جمال ہوتا ہے یہ بات تصنع اور تکلف پر محمول نہ سمجھیں بلکہ یہ بالکل حقیقت اور سراسر مغز ہے۔ یہ بات کہنے اور لکھنے سے درست نہ ہوگی۔ اگر دنیا میں ملاقات میسر ہوئی تو بہتر ورنہ آخرت کا معاملہ قریب ہے

[1] استدلال کرنے والوں کے پاؤں لکڑی کے ہیں اور لکڑی کے پاؤں سخت کمزور ہوتے ہیں۔

Marfat.com

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (آدمی اس کے ساتھ ہو گا جس سے اس کی محبت ہو گی)

مہجوروں کے لئے تسلی بخش ہے۔

وہ گرامی نامہ جو آپ نے درویش محمد علی کشمیری کے ہاتھ بھیجا تھا پہنچا۔ اور جو کچھ آپ نے لکھا تھا۔ اس کی اطلاع ہوئی اس کے جواب میں وقت کے تقاضا کے مطابق جو کچھ ہو سکا لکھا۔ دوست اور فرزند سب تسلی سے رہیں اور اپنے مقام پر ثابت اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہیں۔

# مکتوب نمبر ۲

ملا ابراہیم کی طرف صادر فرمایا

ان کے اس سوال کے جواب میں کہ اس حدیث کا کیا مطلب ہے سَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ الحدیث اور ارباب فرقے درجہ کی تحقیق

جاننا چاہیئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی مراد جو کہ حدیث میں اس امت کے بہتر فرقوں میں تقسیم ہو جانے کے متعلق ہے۔

كُلُّهُمْ فِي النَّارِ اِلَّا وَاحِدَةً۔ (ایک کے علاوہ سب دوزخ میں جائیں گے)

ان فرقوں کا آگ میں داخل ہونا اور ان کا عذاب میں رہنا ہے نہ کہ آگ میں ہمیشہ کا رہنا اور ان کو ہمیشہ کا عذاب ہونا کیونکہ وہ ایمان کے منافی اور کافروں سے مخصوص ہے۔

خلاصہ کلام جب آگ میں ان کے داخل ہونے کا سبب ان کے برے عقائد ہیں تو لازماً ان فرقوں کا ہر ایک فرد آگ میں داخل ہو اور اپنے عقیدہ کی گندگی کے مطابق اسے عذاب ہو گا۔ برخلاف اس ایک فرقہ کے کہ ان کے عقیدے آگ کے عذاب سے نجات بخشنے والے ہیں۔ اس قدر ضرور ہے کہ اگر ان میں سے بعضے آدمی برے اعمال کے مرتکب ہوں گے اور وہ اعمال توبہ اور شفاعت سے معاف نہ ہوں تو ہو سکتا ہے کہ گناہ کے اندازے کے مطابق آگ کے عذاب میں مبتلا ہوں اور آگ میں داخل ہونا ان کے حق میں موجود ہو۔

پس دوسرے فرقوں میں آگ میں داخلہ ان کے تمام افراد کے لئے ثابت ہے۔ اگرچہ خلود نہ ہو اور اس فرقہ ناجیہ کے حق میں دخول نار بعض آدمیوں سے مخصوص ہے۔ جنہوں نے برے اعمال کئے ہیں۔ اور کلمہ

كُلُّهُمْ میں اس بیان کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے۔

Marfat.com

اور چونکہ یہ بدعتی فرقے اہل قبلہ ہیں ان کو کافر کہنے کی جراءت نہیں کرنی چاہیئے جب تک کہ وہ ضروریات دینیہ کا انکار نہ کر دیں اور احکام شرعیہ میں سے متواترات کا رد نہ کریں اور جو چیز یقینی طور پر دین میں آئی ہے اس کو قبول نہ کریں۔ علماء نے فرمایا ہے اگر کسی میں ننانوے وجہ کفر کی ظاہر ہوں اور ایک وجہ اسلام کی پائی جائے تو اس ایک وجہ کی تصحیح کرنی چاہیئے اور کفر کا حکم نہ کرنا چاہیئے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ بہتر جانے اور اسی کی بات مضبوط ہے۔

اور یہ بھی جاننا چاہیئے کہ نصف یوم سے مراد کہ اس امت کے فقیر اغنیاء سے پہلے اتنی مدت جنت میں جائیں گے وہ دنیا کے پانچ سو سال ہیں اس لئے کہ اللہ جل وعلا کے نزدیک ایک دن ہزار سال کا ہے۔ اور یہ آیت کریمہ

وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ۔ (اور تیرے رب کے نزدیک ایک دن تمہاری گنتی کے مطابق ہزار سال کا ہے۔)

اس معنی پر دلیل ہے اور اس مدت کا اندازہ علم الٰہی جل شانہ کے سپرد ہے۔ بغیر اس کے کہ متعارف سال و ماہ اور شب و روز متحقق ہوں۔

اور فقیر سے مراد صبر کرنے والا فقیر ہے جو کہ شرعی احکام کی بجا آوری کرے اور شرعی ممنوعات سے پرہیز کرے۔ اور فقر میں درجات اور مراتب ہیں۔ ان میں سے بعض بعض سے بلند ہیں اور ان مراتب میں سے اعلیٰ ترین مرتبہ مقام فنا میں ظاہر ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے سوا سب کو ناچیز سمجھے اور فراموش کر دے۔ اور جو آدمی فقر کے تمام مراتب کا جامع ہے وہ افضل ہے۔ اس آدمی کی نسبت سے جو بعض مراتب رکھتا ہو اور بعض نہ رکھتا ہو۔ پس فنا کے باوجود جو ظاہری فقر بھی رکھتا ہے وہ افضل ہے اس آدمی کی نسبت سے جو فنا کے ساتھ ظاہری فقر نہیں رکھتا فافہم

# مکتوب نمبر ۳۹

مولانا محمد صادق کشمیری کی طرف صادر فرمایا

(اس بیان میں کہ صوفیاء کے علم الیقین اور فلاسفہ کے علم الیقین میں کیا فرق ہے)

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

صوفیاء کے نزدیک علم الیقین اس یقین سے عبارت ہے جو کہ اثر سے موثر پر استدلال سے

Marfat.com

حاصل ہوا اور چونکہ یہ معنی اہل نظر اور اہل استدلال کو بھی میسر ہے تو صوفیہ کے علم الیقین میں کیا فرق ہوتا ہے اور صوفیاء کا علم الیقین کشف اور شہود میں کیوں داخل ہوتا ہے اور علماء کا علم الیقین کس وجہ سے فکر و نظر کی تنگی سے باہر نہیں آتا؟

جاننا چاہیئے کہ دونوں جماعتوں کے علم الیقین میں اثر کا شہود لازم ہے تاکہ اس جگہ سے مؤثر کا سراغ لگایا جا سکے جو کہ غیر مشہود ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ وہ تعلق جو اثر اور مؤثر کے درمیان حاصل ہے اور اثر کے وجود سے مؤثر کے وجود تک پہنچنے کا سبب ہے۔ صوفیاء کے علم الیقین میں وہ تعلق بھی مشہود و مکشوف ہے۔ اور اہل استدلال کے علم الیقین میں وہ واسطہ نظری ہے جو کہ فکر و دلیل کا محتاج ہے تو لازماً اثر کے وجود سے مؤثر کے وجود تک انتقال صوفیا کے لئے حدسی بلکہ بدیہی ہوتا ہے اور علماء کے لئے یہ انتقال نظری اور فکری ہوتا ہے۔

پس پہلی جماعت کا یقین کشف اور شہود میں داخل ہوتا ہے اور دوسری جماعت یقین استدلال کی تنگی سے باہر نہیں آتا۔ اور صوفیا کے علم الیقین میں استدلال کا اطلاق ظاہر اور صورت پر مبنی ہے جو کہ اثر سے مؤثر تک انتقال کو متضمن ہے اور حقیقت میں کشف و شہود ہے۔ برخلاف علماء کے علم الیقین کے کہ وہ حقیقتاً استدلالی ہے۔ اور چونکہ یہ باریک فرق اکثر لوگوں پر پوشیدہ رہا ہے تو ناچار وہ مرتبۂ حیرت میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور ان میں سے کچھ لوگوں نے اپنی نارسائی کی وجہ سے بعض بزرگوں پر اعتراض کی زبان دراز کر لی ہے۔ جنہوں نے صوفیاء کے علم الیقین میں اثر سے مؤثر پر استدلال سے تفسیر کی ہے۔ یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ ان کو حقیقت الامر کی اطلاع نہیں ہے۔ اور اللہ حق کو حق کرتا ہے اور وہی رستے کی راہنمائی کرتا ہے۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

# مکتوب نمبر ۴

خواجہ حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا

(انہوں نے آنجناب سے اپنے متبعین سمیت سفر حج کے متعلق مشورہ طلب کیا تھا۔ ان کے جواب میں)

الحمد للہ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

Marfat.com

اس علاقہ کے فقراء کے احوال و اطوار تعریف کے لائق ہیں اور اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ سے آپ کی سلامتی اور عافیت کی دعا ہے۔ جو گرامی نامہ آپ نے از روئے شفقت اس فقیر کے نام لکھا تھا اس کے مطالعہ سے مشرف ہوا۔ آپ نے شوق کا اظہار فرمایا ہے کہ "حرمین شریفین میں سے کسی ایک میں اپنے متعلقین کے ساتھ سکونت اختیار کروں اور وہیں دفن ہو جاؤں"۔

میرے مخدوم مکرم! متعلقین کا جانا نظر میں نہیں آتا۔ بلکہ نزدیک ہے کہ ان کو روکنا معلوم ہو جائے۔ اگر آپ تنہا جائیں تو نظر میں اچھا معلوم ہوتا ہے اور امید ہے کہ سلامتی سے پہنچ جائیں گے اور معاملہ اللہ سبحانہٗ کے سپرد ہے۔

دوسرا آپ نے سیادت مآب کے بارہ کے متعلق کچھ لکھا ہے کہ اطباء اس کے مضر ہونے کا حکم لگاتے ہیں۔ شفقت آثار! جتنا بھی غور سے دیکھا جاتا ہے اس پارہ سے کوئی ضرر نظر میں نہیں آتا۔ سوائے اس کے کہ ایک تاریکی سی اس جگہ محسوس ہوتی ہے کہ یہ ضرر تاریکی کے سوا ہے۔ اس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے۔

مختصر یہ کہ اطباء کا ضرر مفقود ہے۔ اور اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ ہی بہتر جانیں۔ والسلام۔

# مکتوب نمبر ۱۴

ایک نیک خاتون کی طرف صادر فرمایا

(عورتوں کے متعلق ضروری نصائح اور اس آیت کریمہ کے مطلب میں یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ الْاٰیَة)

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا۔

یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَكَ عَلٰۤی اَنْ لَّا یُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَیْــٴًـا وَّ لَا یَسْرِقْنَ وَ لَا یَزْنِیْنَ وَ لَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَ لَا یَاْتِیْنَ بِبُهْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْهِنَّ وَ اَرْجُلِهِنَّ وَ لَا یَعْصِیْنَكَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْهُنَّ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ

اے نبی! جب آپ کے پاس مومن عورتیں بیعت کرنے کے لئے آئیں اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گی اور چوری نہیں کریں گی۔ اور زنا نہ کریں گی اور اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی اور کسی پر من گھڑت بہتان نہ لگائیں گی اور کسی اچھے کام میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گی تو ان سے بیعت کر لو۔ اور ان کیلئے اللہ سے بخشش مانگ یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے

Marfat.com

اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ؎ والا مہربان ہے۔

یہ آیت کریمہ فتح مکہ کے روز نازل ہوئی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مردوں کی بیعت سے فارغ ہوئے تو عورتوں کی بیعت شروع کی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عورتوں سے بیعت صرف قول سے ہوئی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ ہرگز کسی بیعت کرنے والی عورت کے ہاتھ سے نہیں چھوا۔ اور بُرے اور ردی اخلاق عورتوں میں مردوں کی نسبت زیادہ ہیں۔ اس بنا پر عورتوں کی بیعت کے وقت مردوں کی بیعت سے کچھ زائد احکام درمیان میں لائے گئے۔ اور خداوند تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں اس وقت ان بُرے اخلاق سے نہی فرمائی گئی ہے۔

پہلی شرط یہ ہے کہ کسی چیز کو اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ بنانا چاہیئے کیا وجوب وجود میں اور کیا استحقاق عبادت میں کیونکہ جس کے اعمال ریا اور سمعہ کی آمیزش سے پاک نہیں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا طلب اجر کے خیال سے اگرچہ وہ بات اچھے ذکر ہی سے کیوں نہ ہو۔ پاک نہ ہو وہ آدمی شرک کے دائرہ سے باہر نہیں ہوتا اور موحد اور مخلص نہیں ہوتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اَلشِّرْکُ فِیْ اُمَّتِیْ اَخْفٰی مِنْ دَبِیْبِ النَّمْلِ الَّتِیْ تَدِبُّ فِیْ لَیْلَۃٍ مُّظْلِمَۃٍ عَلٰی صَخْرَۃٍ سَوْدَاءَ — میری امت میں شرک چیونٹی کے اندھیری رات میں سیاہ پتھر پر چلنے کے نشان سے بھی زیادہ مخفی ہے۔

بیت۔

لافِ ؎ بے شرکی مزن کان از نشانِ پائے مور
در شب تاریک بر سنگ سیاہ پنہاں تراست

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

؎ اِتَّقُوا الشِّرْکَ الْاَصْغَرَ قَالُوْا مَا الشِّرْکُ الْاَصْغَرُ قَالَ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اَلرِّیَاءُ — چھوٹے شرک سے بچو۔ صحابہ نے پوچھا چھوٹا شرک کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ریا۔ (دکھلاوا)

---

؎ بے شرکی لاف نہ مار کہ وہ سیاہ پتھر پر اندھیری رات میں چیونٹی کے پاؤں سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے۔ ۱۲

؎ پارہ ۲۸۔ سورۃ

؎ ابن مردویہ۔ ترغیب ترہیب للمنذری۔ ۱۲

Marfat.com

اور شرک کی رسومات کی تعظیم اور کفر کے مواسم کے احترام کو شرک میں ایک قسم کی حیثیت حاصل ہے اور دونوں کی تصدیق کرنے والا بھی مشرک ہے اور اسلام اور کفر کے مجموعی احکام کی آمیزش کرنے والا بھی مشرک ہے۔ کفر سے بیزاری اسلام کی شرط ہے اور شرک کی آمیزش سے بیزاری توحید کی شرط ہے۔

اور بیماریوں اور مرضوں میں شیطانوں اور بتوں سے مدد طلب کرنا جو جاہل مسلمانوں میں عام ہو چکا ہے عین شرک اور گمراہی ہے۔ اور گھڑے ہوئے یا بن گھڑے پتھروں سے حاجتیں طلب کرنا نفس کفر اور واجب الوجود تعالیٰ و تقدس کا انکار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بعض گمراہوں کے حال کی شکایت کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

| | |
|---|---|
| يُرِيدُونَ أَن يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ | وہ چاہتے ہیں کہ اپنا فیصلہ شیطانوں کے پاس لے جائیں |
| وَقَدْ أُمِرُوا أَن يَكْفُرُوا بِهِ | حالانکہ انہیں حکم دیا گیا تھا کہ اس کا انکار کریں اور شیطان |
| وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا | چاہتا ہے کہ ان کو دور کی گمراہی میں پھینک دے۔ |

اکثر عورتیں اپنی کمال جہالت کی وجہ سے اس ممنوع استمداد میں مبتلا ہیں اور ان بے مسمّٰی اسمائے سے اپنی مصیبتیں دور کرنے کی درخواست کرتی ہیں اور شرک اور مشرکوں کی رسومات کی ادائیگی میں گرفتار ہیں خصوصاً یہ بات ان کی نیک و بد سے چیچک کی وبا پھیلنے کے وقت جس کو ہندی زبان میں سیتلہ کہتے ہیں مشہور و محسوس ہے کم ہی کوئی عورت ایسی ہو گی جو اس باریک شرک سے خالی ہو گی اور استمداد کی رسومات میں سے کسی رسم کا اقدام نہ کرتی ہو۔ مگر جسے اللہ تعالیٰ بچائے۔

اور ہندوؤں کے معظم دنوں کی تعظیم کرنا اور ان دنوں میں ہندوؤں کی متعارف رسوم کا بجالانا بھی شرک کو مستلزم اور کفر کا مستوجب ہے۔ جیسا کہ کافروں کی دیوالی کے دنوں میں جاہل مسلمان خصوصاً ان کی عورتیں کافروں کی رسوم بجالاتے اور اسے اپنی عید بناتے ہیں۔ اور کافروں کے ہدیوں کی طرح اپنی بیٹیوں اور بہنوں کے گھروں میں تحفے تحائف بھیجتے ہیں اور اپنے برتنوں پہ کافروں کی طرح اس موسم میں رنگ کرتے ہیں اور ان کو سرخ رنگ کے چاولوں سے بھر کر بھیجتے ہیں اور ان دنوں میں خاص اعتبار اور اہتمام کرتے ہیں۔ یہ سب شرک ہے اور دین اسلام سے کفر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِاللَّهِ إِلَّا وَهُم　　اور ان میں سے اکثر لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لا کر بھی

---

ل　سورہ نساء پارہ ۵۔

Marfat.com

مُشْرِکُوْنَ۔ مشرک رہتے ہیں۔

اور حیوانات کو جو مشائخ کی نذر کرتے ہیں اور ان کی قبروں پر جا کر ان کو ذبح کرتے ہیں فقہی روایات میں اس عمل کو داخل شرک کیا ہے[1] اور اس معاملہ میں بڑا مبالغہ کیا ہے اور اس ذبح کو جنوں کے ذبیحوں کی جنس سے قرار دیا ہے جو کہ شریعت میں ممنوع ہے اور شرک کے دائرہ میں داخل ہے۔ اس عمل سے بھی پرہیز کرنا چاہیئے کہ اس میں شرک کی آمیزش ہے۔

نذر کی بہت سی اقسام ہیں۔ کیا ضرورت ہے کہ کسی جانور کے ذبح کرنے کی نذر مانیں اور اس کے ذبح کرنے کا ارتکاب کریں۔ اور جنوں کے ذبیحوں سے ملحق کریں اور شیطانوں کے پجاریوں سے تشبیہ پیدا کریں۔ اور اسی قسم کا عورتوں کا وہ روزہ بھی ہے جو کہ عورتیں بیبیوں اور پیروں کی نیت سے رکھتی ہیں اور ان کے اکثر نام اپنی طرف سے تراش کر اپنے روزوں کو ان کے نام نیت کرتی ہیں اور ہر روز کے روزہ کے افطار کے وقت ایک خاص طعام مخصوص طریقہ سے مقرر کرتی ہیں اور روزوں کے لئے دنوں کی تعیین بھی کرتی ہیں۔ اور اپنے مطالب و مقاصد کو ان روزوں سے وابستہ کرتی ہیں اور ان روزوں کے توسیلہ سے ان پیروں سے اپنی حاجتیں چاہتی ہیں اور اپنی حاجتوں کے پورا ہونے کو ان کی طرف سے جانتی ہیں۔ یہ عبادت میں شرک ہے۔ اور غیر کی عبادتوں کے ذریعہ اپنی حاجت کو چاہنا ہے۔ اس کام کی برائی کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے۔ حالانکہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ[2] (کہ روزہ میرے ہی لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا)

یعنی روزہ صرف میرے لئے ہی خاص ہے اور میرے علاوہ روزے کی عبادت میں اور کوئی شریک نہیں ہے۔ اگرچہ کسی عبادت میں بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک جائز نہیں ہے۔ لیکن روزے کی تخصیص اس عبادت کے اہتمام اور اس عبادت کے شرک کی نفی کی تاکید کے لئے ہے۔

---

[1] فقہی روایات میں تقرب کی نیت سے ایسا کرنے کو شرک کہا ہے۔ تقرب کے معنی عبادت کے ہیں جو شخص مشائخ کو معبود جان کر ایسا کرے۔ بلاشبہ مشرک ہے اور اگر محض ایصال ثواب کی نیت سے ایسا کرتا ہے تو بالکل جائز اور روا ہے کما فی التفسیرات الاحمدیہ ۲۰ ؔ بیر ہداہم اللہ۔ تقرب کی قید اڑا کر مطلقاً شرک کا فتویٰ صادر کرتے ہیں۔ یہ ان کی زیادتی ہے۔

[2] بخاری و مسلم شریف

Marfat.com

اور بہانہ ہے وہ جو بعض عورتیں اس فعل کی بُرائی کے اظہار کے وقت کہتی ہیں کہ ہم یہ روزے خدا تعالیٰ کے لئے رکھتی ہیں اور ان کا ثواب پیروں کو بخشتی ہیں۔ اگر وہ اس معاملہ میں سچی ہیں تو روزوں کے لئے دنوں کی تعیین کس لئے ہے اور کھانے کی تخصیص اور افطاری میں مختلف برائیوں کے اوضاع واطوار کس لئے ہیں۔

بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ روزہ افطار کرتے وقت حرام امور کا ارتکاب کرتی ہیں۔ اور حرام چیزوں سے روزہ افطار کرتی ہیں اور بے ضرورت سوال اور گدا کرتی ہیں۔ اور اس سے روزہ کھولتی ہیں اور اپنی حاجتوں کے پورا ہونے کو ان محرمات کے ارتکاب سے مخصوص سمجھتی ہیں۔ یہ خود عین گمراہی ہے اور شیطان مردود کی تزیین ہے اور اللہ تعالیٰ ہی بچانے والے ہیں۔

اور دوسری شرط جو عورتوں کی بیعت کے وقت درمیان میں لائے ہیں وہ چوری کرنے سے ممانعت ہے کہ وہ کبیرے گناہوں سے ہے اور چونکہ یہ بدخصلت عورتوں کے اکثر افراد میں پائی جاتی ہے اور کم ہی کوئی ایسی عورت ہوگی کہ اس برائی کی باریکیوں سے خالی ہو تو اس برائی سے ممانعت ان کی بیعت کے لئے شرط قرار پائی، وہ عورتیں جو اپنے شوہروں کے مال میں اُن کی اجازت کے بغیر تصرف کرتی ہیں اور بے باکی سے تلف اور خرچ کرتی ہیں۔ وہ چوری میں داخل ہے اور چوری کے کبیرہ گناہ سے متصف ہیں۔ یہ بات عام عورتوں کے متعلق ہی کہی جاسکتی ہے۔ کہ ان میں یہ عادت ثابت ہے اور یہ خیانت عورتوں کے تمام افراد میں قریباً موجود ہے مگر جسے اللہ تعالیٰ بچائیں۔

کاش! اس بات کو گناہ سمجھیں اور بُرا تصور کریں۔ اس بُرائی کو حلال کرنے کا ڈر ان کے حق میں غالب ہے اور اس حلال سمجھنے کی راہ سے اس معاملہ میں کفر کا خوف زیادہ ہے۔ حکیم مطلق جل شانہٗ نے عورتوں کو شرک سے روکنے کے بعد چوری کرنے سے ممانعت فرمائی کہ یہ برائی ان کے حق میں بذریعہ اس کو عام حلال سمجھنے کے ان کا کفر میں راسخ قدم ہونا ہے اور باقی تمام کبیرے گناہوں کی نسبت ان کے حق میں بدتر ہے۔

اور چونکہ عورتوں کو اپنے شوہر کا مال بار بار لینے سے خیانت کا ملکہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور دوسرے لوگوں کے مال میں تصرف کرنے کی قباحت ان کی نگاہ سے زائل ہو جاتی ہے۔ یہ کوئی بعید نہیں ہے۔ کہ شوہروں کے علاوہ دوسروں کے املاک میں بھی ظلم سے تصرف کریں اور دوسروں کے اموال میں

Marfat.com

بے باکی سے خیانت اور چوری کریں۔ قریب ہے کہ یہ معنی تھوڑے سے غور سے واضح اور لائح ہو جائے گا۔ پس ثابت ہوا کہ عورتوں کو چوری سے منع کرنا اسلام کے اہم کاموں میں سے ہے اور شرک کے بعد ان کی نسبت اس برائی کی قباحت متعین ہو گئی۔

# ذیلی بحث

ایک دن ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے پوچھا کہ جانتے ہو کہ چوروں میں سے بدترین چور کون ہے۔ انہوں نے عرض کیا نہیں ہم نہیں جانتے۔ آپ ہی فرمائیں۔ تو رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چوروں میں سے بدترین چور وہ آدمی ہے جو اپنی نماز سے چوری کرے اور ارکان نماز کو پوری طرح مکمل ادا نہ کرے۔ اس چوری سے بھی پرہیز ضروری ہے تاکہ بدترین چوروں میں سے نہ ہو۔

حضور دل سے نماز کی نیت کرنی چاہیئے کہ نیت کے حصول کے بغیر عمل صحیح نہیں ہوتا اور قرأت درست پڑھنی چاہیئے اور رکوع سجود اطمینان سے بجالانا چاہیئے اور قومہ جلسہ کو بھی اطمینان سے ادا کرنا چاہیئے۔ یعنی رکوع کے بعد اچھی طرح کھڑا ہونا چاہیئے۔ اور ایک تسبیح کی مقدار کھڑا ہونے میں دیر کرنی چاہیئے اور دو سجدوں کے درمیان بھی اچھی طرح بیٹھنا چاہیئے اور ایک تسبیح کی مقدار بیٹھنے میں دیر کرنا چاہیئے تاکہ قومہ اور جلسہ میں اطمینان میسر ہو اور جو اس طرح نہ کرے وہ اپنے آپ کو چوروں کی صف میں داخل سمجھے اور وعید کا مستحق جانے۔

عورتوں کی بیعت میں تیسری شرط جو منصوص ہے وہ زنا سے نہی ہے۔ عورتوں کی بیعت کی تخصیص اس شرط سے اس لئے مشروط ہے کہ زنا کا حصول اکثر عورتوں کی رضامندی کے حصول سے وابستہ ہے کہ وہ اس عمل کے لئے اپنے آپ کو مردوں پر پیش کرتی ہیں۔ پس عورتیں اس عمل میں سابق ہوتی ہیں۔ اور اس عمل میں ان کی رضا معتبر ہوتی ہے۔ پس عورتوں کے حق میں اس عمل سے ممانعت زیادہ مؤکد ہوگی اور مرد اس عمل میں عورتوں کے تابع ہیں۔

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ؎ زنا کار عورت اور زنا کار مرد ہر ایک کو ان دونوں میں سے سو کوڑے لگائیں۔

؎ سورہ نور پارہ ۱۸ - ۱۲

Marfat.com

اور یہ برائی دنیا و آخرت میں نقصان دینے والی ہے اور تمام دینوں میں بری اور منکر ہے۔
حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ آنحضرت نے فرمایا
اے آدمیوں کے گروہ زنا سے پرہیز کرو کہ اس میں چھ چیزیں ہیں تین دنیا میں اور تین آخرت میں۔ وہ
جو تین چیزیں دنیا میں ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ زنا کرنے والے سے نورانیت اور صفائی اور رونق
زائل ہو جاتی ہے۔ دوسری یہ کہ زنا فقر اور محتاجی کا باعث ہے۔ تیسری یہ کہ آدمی کی عمر کو کم کرتا
ہے اور وہ تین چیزیں جو زانیوں کے لئے آخرت میں ہیں۔ ان میں سے ایک خداوند تعالیٰ کی ناراضگی
اور غصہ ہے۔ دوسرا حساب میں سختی اور تیسرا آگ کا عذاب"۔[1]

جان لیں کہ حدیث نبویؐ میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ "آنکھوں
کا زنا محرمات کی طرف دیکھنا ہے۔ اور ہاتھوں کا زنا محرمات کو پکڑنا ہے اور پاؤں کا زنا محرمات کی
طرف چلنا ہے۔[2]

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے

قُلْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَھُمْ ذٰلِکَ اَزْکٰی لَھُمْ[3]

آپ ایماندار مردوں سے کہیں کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حرام سے حفاظت کریں یہ ان کے لئے بہت پاکیزہ ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَقُلْ لِلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِھِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَھُنَّ[4]

اور آپ ایمان دار عورتوں سے کہیں کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حرام سے حفاظت کریں۔

جاننا چاہیے کہ دل آنکھ کے تابع ہے۔ جب تک آنکھ کو محرمات سے بند نہ کیا جائے دل کی
حفاظت مشکل ہے اور جب آنکھ گرفتار ہو جائے تو پھر دل کا بچنا مشکل ہے اور جب دل گرفتار
ہو جائے تو شرمگاہ کو بچانا دشوار ہے۔ پس آنکھ کو محرمات سے بند رکھنا ضروری ہوا تاکہ شرمگاہ کی

[1] ابونعیم نے حلیہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کی اور امام سیوطی نے اسے جامع کبیر میں بھی ذکر کیا۔

[2] مسلم شریف۔

[3] سورہ نور پارہ ۱۸۔

[4] سورہ نور پارہ ۱۸ - ۱۲۔

Marfat.com

حفاظت ظنت ہو اور دینی اور دنیاوی خسارے تک نہ پہنچائے اور قرآن مجید میں اس سے بھی روکا ہے کہ عورتیں بیگانہ مردوں سے بدکار عورتوں کی طرح نرم اور ملائم کلام کریں۔ ایسے طریقہ پر کہ بدکار مردوں کو برے وہم میں ڈال دیں اور برا طمع ان کے دل میں پیدا ہو اور عورتیں مردوں سے اچھی بات ایسے انداز سے کریں جو اس وہم و طمع سے خالی ہو۔

اور اس سے بھی روکا گیا ہے کہ عورتیں اپنے محاسن اور زینت کا اظہار مردوں کے سامنے کریں اور مردوں کو خواہش میں ڈالیں

اور اس سے بھی روکا ہے کہ اپنے پاؤں کو زمین پر ماریں۔ تاکہ ان کی پوشیدہ زینت معلوم ہو جائے۔ جیسا کہ سونے چاندی کی کڑیاں وغیرہ کہ وہ حرکت میں آئیں اور آواز پیدا کریں کہ وہ عورتوں کی طرف مردوں کی رغبت کا باعث ہے۔

مختصر یہ کہ ہر وہ چیز جو فسق تک لے جائے ممنوع اور بری ہے اس سے احتیاط کرنا چاہیئے۔ کہ محرمات کے ذرائع اور اسباب کا ارتکاب نہ کیا جائے تاکہ اصل محرمات سے سلامتی میسر آئے اور اللہ تعالیٰ ہی بچانے والے ہیں اور نہیں ہے میری توفیق مگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ میں نے اسی پر توکل کیا اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

پوشیدہ نہ رہے کہ اجنبی عورت بھی شہوت سے دیکھنے اور چھونے کے حق میں اجنبی مرد کی طرح ہے۔ جائز نہیں ہے کہ کوئی عورت اپنے آپ کو شوہر کے علاوہ کسی اور کے لئے آراستہ کرے۔ اور اپنے آپ کو زینت دے اور مزین کرے۔ شوہر کے علاوہ مرد ہو یا عورت جیسا کہ مردوں کو بے ریش لڑکوں کی طرف شہوت سے دیکھنا اور ان کو چھونا منع ہے۔ اسی طرح حرام عورتوں کی طرف شہوت کی نظر سے دیکھنا اور چھونا حرام ہے۔

اس نکتہ کی اچھی طرح رعایت کرنا چاہیئے کہ یہ شاہراہ دنیا اور آخرت کے خسارہ کی طرف جاتی ہے مردوں کا عورت تک پہنچنا صنف کی دوری کی وجہ سے مشکل ہے اور درمیان میں رکاوٹیں ہیں۔ برخلاف عورت کے عورت تک پہنچنے کے کہ صنف کے اتحاد کی وجہ سے اس میں کمال آسانی ہے۔ اس جگہ بہت زیادہ احتیاط کرنی چاہیئے۔ اور عورتوں کے عورتوں کو دیکھنے اور چھونے میں مردوں کے عورتوں کی طرف دیکھنے یا عورتوں کے مردوں کی طرف دیکھنے سے زیادہ بلیغ انداز اور بلاغ مبین کرنا چاہیئے۔

چوتھی شرط جو عورتوں کی بیعت میں فرمائی ہے وہ اولاد کے قتل سے ممانعت ہے کہ عرب کی عورتیں

Marfat.com

اپنی لڑکیوں کو غریبی کے ڈر سے مار ڈالتی تھیں۔ یہ بدعمل جس طرح بغیر حق کے جان کو مار ڈالنے کا متضمن ہے اسی طرح اس میں قطع رحمی بھی ہے اور پھر یہ کبیرہ گناہوں میں سے بھی ہے۔

اور پانچویں شرط جو عورتوں کی بیعت میں فرمائی ہے وہ بہتان اور افترا سے ممانعت ہے۔ اور چونکہ یہ صفت اکثر عورتوں میں پائی جاتی ہے۔ اس لئے خصوصاً اس چیز سے انہیں روکا ہے۔ یہ صفت بری صفات میں سے بدترین صفت ہے اور رذائل اخلاق میں سے بہت رذیل خصلت ہے جو جھوٹ کی متضمن ہے۔ جو کہ تمام دینوں میں گناہ اور حرام رہا ہے۔ اور اس میں اس مومن کی ایذا بھی ہے جس کی نسبت بہتان و افترا کیا ہے۔ اور مومن کو ایذا دینا حرام ہے اور فساد فی الارض کو مستلزم ہے جو کہ قرآن کی نص سے ممنوع و محظور و حرام و مستنکر ہے۔

اور چھٹی شرط پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی اور نافرمانبرداری کے گناہ سے بچنا۔ وہ جو کچھ بھی فرمائیں یہ شرط تمام اوامر کی تعمیل اور تمام شرعی نواہی سے باز آجانے کو شامل ہے۔ کیا نماز اور کیا زکوٰۃ اور کیا روزہ اور کیا حج کہ اسلام کی بنیاد اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور جو کچھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں اس کو ماننے کے بعد انہی چار رکنوں پر ہے پنجگانہ نماز بغیر سستی اور بغیر فتور کے پوری کوشش اور محنت سے ادا کرنا چاہیئے اور مال کی زکوٰۃ رغبت اور منت سے مصارف زکوٰۃ میں ادا کرنا چاہیئے اور رمضان شریف کے روزے جو کہ سال بھر کے گناہوں کا کفارہ ہے ان کی نگہداشت کرنا چاہیئے اور بیت اللہ شریف کا حج جس کی شان میں مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اَلْحَجُّ یَجُبُّ مَا کَانَ قَبْلَهٗ (حج اپنے سے پہلے تمام گناہوں کو کاٹ دیتا ہے)

بھی ادا کرنا چاہیئے تاکہ اسلام کو قائم رکھا جائے

اور اسی طرح پرہیزگاری اور تقویٰ سے بھی چارہ نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

مِلَاکُ دِیْنِکُمُ الْوَرَعُ تمہارے دین کا تمام کارخانہ پرہیزگاری پر قائم ہے۔

اور وہ نام ہے شرعی منہیات کے چھوڑ دینے کا۔ اور نشہ اور مستی لانے والی چیزوں سے شراب ہی کی طرح پرہیز کرنا چاہیئے۔ اور انہیں حرام اور برا سمجھنا چاہیئے اور راگ رنگ سے بھی پرہیز ضروری ہے جو کہ لہو ولعب میں داخل ہے کہ حرام ہے اور آیا ہے کہ

اَلْغِنَاءُ رُقْیَةُ الزِّنَا (کہ راگ رنگ زنا کا تعویذ ہے)

اور غیبت کہنے اور سخن چینی کرنے سے بھی پرہیز ضروری ہے جو کہ شرعی ممنوع ہے۔

Marfat.com

اور ٹھٹھا اور مذاق کرنا اور مومن کو ناحق تکلیف دینا جس صورت میں بھی ہو منع ہے اور اس سے پرہیز بھی ضروری ہے۔

اور برے شگون پر اعتبار نہ کریں کہ اس کا کوئی اثر نہیں ہے اور کسی بیماری کو متعدی نہ سمجھیں کہ وہ ایک کو دوسرے سے لگ جاتی ہے اور کسی مریض سے تندرست آدمی کو جا لگتی ہے کہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں چیزوں سے منع فرمایا ہے۔

لَا طِيَرَةَ وَلَا عَدْوٰى۔[1] (نہ کوئی بد شگونی ہے اور نہ کوئی متعدی مرض)

یعنی شگون بد کا کوئی اصل نہیں ہے اور بیماری کا ایک سے دوسرے کو لگنا بھی مطلقاً ثابت نہیں ہے اور کاہن اور نجومی کی بات پر بالکل اعتبار نہ کریں اور غیبی خبریں ان سے نہ پوچھیں اور ان کو غیبی امور کا جاننے والا نہ سمجھیں کہ شریعت میں ان سے روکنے کے متعلق بڑا مبالغہ آیا ہے۔ اور جادو نہ کریں اور جادوگر کے پاس نہ جائیں کہ قطعی حرام ہے اور اس کا قدم کفر میں بڑا مضبوط ہے اور کوئی کبیرہ گناہ بھی جادو اور جادوگری سے زیادہ کفر کے نزدیک نہیں ہے۔ احتیاط کرنا چاہیئے کہ اس فعل کے دقائق میں سے کوئی دقیقہ بھی نہ کیا جائے کہ آیا ہے کہ مسلمان جب تک مسلمان ہے جادو اس سے وجود میں نہیں آسکتا۔ اور جب اس سے ایمان جدا ہو جائے (اللہ اس سے بچائے) تو اس وقت اُس سے جادو سرزد ہوگا۔ پس گویا کہ جادو اور ایمان ایک دوسرے کے نقیض ہیں۔ اگر جادو ہے تو ایمان نہیں ہے اس نقطہ کی اچھی طرح رعایت کرنی چاہیئے تاکہ ایمان کے کارخانہ میں خلل نہ پڑے اور اس عمل کی نحوست سے ایمان ہاتھ سے نہ جاتا رہے۔

مختصر یہ کہ جو کچھ بھی مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اور علماء نے کتب شرعیہ میں اس کو بیان فرمایا ہے دل و جان سے اس کی تعمیل میں کوشش کرنا چاہیئے اور اس کے خلاف کرنے کو زہر قاتل سمجھنا چاہیئے۔ جو کہ ہمیشہ کی موت تک پہنچا دیتا ہے اور طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اور جب بیعت کرنے والی عورتوں نے ان تمام شرائط کو قبول کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف قول سے ان سے بیعت[2] فرمائی اور خداوند تعالیٰ کے حکم سے ان کے لئے بخشش مانگی وہ بخشش جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم[3] خدا تعالیٰ کے حکم سے کسی کے حق میں وقوع پذیر ہو پوری امید ہے کہ

---

[1] بخاری شریف۔

[2] ابو داؤد شریف۔ مشکوٰۃ

[3] معالم التنزیل۔

Marfat.com

قبول ہو جائے گی اور وہ جماعت بخشی جائے گی۔

ہندہ ابو سفیان کی بیوی بھی اس بیعت میں داخل تھی بلکہ وہ ان عورتوں کی سردار تھی۔ عورتیں اسی کی زبان سے بات کر رہی تھیں۔ اور بیعت سے اور اس استغفار سے اس کے حق میں بہت بڑی امید ہے۔ پس عورتوں میں سے جو بھی ان شرائط کا اقرار کرے اور اس کے مطابق عمل کرے وہ حکماً اس بیعت میں داخل ہے اور اس استغفار کی برکات کی امیدوار ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۔ یعنی خدا وند تعالیٰ تم کو سزا دے کر کیا کرے گا اگر تم اس کا شکر بجالاؤ اور ایمان کو درست کرو۔

شکر بجالانا احکام شرعیہ کو قبول کرنے اور اس کے مطابق عمل کرنے سے عبارت ہے۔ نجات کا طریقہ اور خلاصی کی راہ یہی اعتقاد اور عمل میں صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہے۔ استاد اور پیر اسی غرض سے پکڑتے ہیں کہ شریعت کی راہنمائی کریں اور ان کی برکت سے اعتقاد اور شریعت کے مطابق عمل کرنے میں آسانی اور سہولت پیدا ہو نہ یہ کہ مرید جو کچھ چاہیں وہ کرتے پھریں اور جو کچھ چاہیں کھاتے رہیں اور پیران کی ڈھال بن جائیں اور ان کو عذاب سے بچائے رکھیں کہ یہ مطلب محض ایک آرزو ہے۔ اس جگہ بے اجازت کوئی بھی سفارش نہیں کرے گا۔ جب تک کہ وہ پسندیدہ نہ ہو گا۔ کوئی بھی اس کی سفارش نہیں کرے گا۔ اور مرتضیٰ (پسندیدہ) اس وقت ہو گا جب کہ شریعت کے مطابق عمل کرے گا اور اگر بہ تقاضائے بشریت اس سے کوئی غلطی ہو جائے گی تو شفاعت سے اس کا تدارک ممکن ہو گا۔

**سوال:-**

گنہگار کو کس اعتبار سے پسندیدہ کہا جا سکتا ہے۔؟

**جواب:-**

جب اللہ تعالیٰ اس کی بخشش چاہیں گے تو اس کی بخشش کے لیے درمیان میں کوئی وسیلہ لائیں گے وہ شخص اصل میں پسندیدہ ہے اگرچہ بظاہر گنہگار ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والے ہیں۔ اے ہمارے رب ہمیں اپنی جناب سے رحمت عنایت فرما اور ہمارے کام میں بھلائی پیدا کر۔ والسلام

---

لہ پارہ ۵۔ سورہ نساء۔

Marfat.com

# مکتوب نمبر ۴۲

خواجہ محمد ہاشم کشمی کی طرف صادر فرمایا

اس کو بشارت دینے کے متعلق،

حمد و صلوٰۃ اور دعا گوئی کے بعد عرض ہے کہ گرامی نامہ جو آپ نے ملا فتح اللہ کے ہمراہ بھیجا تھا۔ پہنچا۔ چونکہ اس میں محبت و اخلاص اور حرارت و اشتیاق تھا اس سے خوشی ہوئی۔ آپ کے خط کا مطالعہ کرتے وقت اس علاقہ میں آپ کی نورانیت بہت نظر آئی اور اس سے امید بندھی سو اس پر اللہ تعالیٰ ہی کی تعریف ہے اور اسی کا احسان ہے۔ زیادہ کیا لکھوں۔

محبت اطوارا معلوم نہیں ہو سکا کہ سیادت مآب میر محمد نعمان کے خط و کتابت چھوڑ دینے کا سبب کیا ہے۔ اگر اس طرف سے کدورت کا وہم ہو تو وہ وقوع میں نہیں آئے گی اور اس جانب سے کمال صفائی سمجھیں۔ فقیر میر کی حفاظت میں بہت ہی کوشش ملحوظ رکھتا ہے۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ طلبہ کے کام میں کوئی سستی پیدا ہو اور سالکین کی راہ میں رکاوٹ پیدا ہو۔ بالکل پرندے کی طرح جو اپنے بچوں کی حفاظت کرتا ہے۔ اور قریباً دو ماہ ہو رہے ہیں کہ فقیر بہت کمزور ہے۔ آپ کے بعض سوالات جو پہلے خط میں لکھے گئے تھے ان کا جواب اگر صحت ہو گئی تو انشاء اللہ لکھوں گا۔ ورنہ دوستوں سے فاتحہ اور دعا کی التماس رکھتا ہوں۔

ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔ تم پر اور تمام اللہ والوں پر سلام ہو۔ فرزندان گرامی برخوردار ہوں۔

# مکتوب نمبر ۴۳

مخدوم زادگان نجابت خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد معصوم سلمہما اللہ تعالیٰ

کی طرف صادر فرمایا۔

ان مکالمات کے بیان میں جو کہ بادشاہ وقت مدظلہ کی مجلس میں ہوئے۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

Marfat.com

اس علاقہ کے طور طریقے قابل تعریف ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مدد سے عجیب و غریب صحبتیں گزر رہی ہیں۔ امور دینیہ اور اصول اسلامیہ کے متعلق گفتگو میں سستی اور خوشامد راہ نہیں پاتی اور وہی الفاظ جو کہ خلوتوں میں اور اپنی خاص مجلسوں میں بیان کرتا تھا اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی مدد سے ان سلطانی مجلسوں میں بھی بیان کرتا ہوں۔ اگر ایک مجلس کی گفتگو لکھوں تو دفتر چاہیے۔ خصوصاً آج کی رات جو کہ رمضان مبارک کی سترھویں رات تھی۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت اور عقل کے عدم استقلال اور آخرت پر ایمان اور اس میں عذاب و ثواب اور اثبات رویت باری تعالیٰ اور خاتم الرسل کی خاتمیت نبوت اور ہر صدی پر مجدد کے آنے اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اقتدا اور سنت تراویح اور تناسخ کے بطلان اور جن اور جنیوں کے احوال اور ان کے عذاب و ثواب اور ان جیسی باتوں کے متعلق بہت سی گفتگو ہوئی اور بادشاہ نے ان کو اچھی طرح سنا۔

اور اسی طرح ان باتوں کے ضمن میں دوسری چیزیں بھی بیان ہوتی رہیں۔ مثلاً اقطاب و ابدال و اوتاد کے حالات اور ان کی خصوصیات کا بیان۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف ہے۔ کہ بادشاہ اپنی جگہ پر قائم رہتے ہیں اور مزاج میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ اور ان واقعات اور ان ملاقاتوں میں شاید اللہ تعالیٰ کی مصلحتیں اور راز پوشیدہ ہوں۔ تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کو ہیں جس نے ہمیں اس کی راہنمائی کی اور اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پا سکتے۔ ہمارے رب کے رسول حق لے کر آئے۔

ختم قرآن کو سورہ عنکبوت تک پہنچا لیا ہے۔ آج رات جو ہم اس مجلس سے واپس آئے ہیں۔ تو تراویح میں مشغول ہوئے اور یہ قرآن مجید کے یاد کرنے کی دولتِ عظمیٰ ان فترات میں جو کہ عین جمعیت تھے حاصل ہوئی ہے۔

الحمد للہ اولاً و آخراً

# مکتوب نمبر ۴۴

میر عبد الرحمٰن ولد میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا

اُخروی رؤیت کے منکرین کے شبہات رفع کرنے کے بیان میں ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

Marfat.com

وہ اعتراض جو رؤیت کے مسئلہ پر رکھتے ہیں بلکہ وہ دلیل جو نفی رؤیت پر لاتے ہیں یہ ہے۔ کہ آنکھ سے دیکھنا دیکھنے والے اور دیکھے گئے کا آپس میں مقابل و برابر ہونے کا تقاضا کرتا ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے لئے ناممکن ہے کیونکہ وہ جہت کو مستلزم ہے جو کہ احاطہ اور تحدید اور نہایت تک لے جاتی ہے جو نقص کو مستلزم ہے۔

تَعَالَى اللّٰهُ عَنْ ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيْرًا

**جواب:۔** یہ ہے کہ

یہ کمال پر قادر جل سلطانہ نے جب کہ اس کمزور اور فانی دنیوی زندگی میں آنکھ کو جو کہ دو بے حس و حرکت جوف دار چربی کے ٹکڑوں سے عبارت ہے یہ طاقت دے رکھی ہے کہ وہ مقابل اور برابر ہونے کی صورت میں چیزوں کا احساس کرتی ہے اور ان کو دیکھتی ہے۔ وہ کیوں ایسا نہیں کر سکتا کہ عالم آخرت میں جو قوی اور باقی ہے۔ انہی دونوں چربیوں کو ایسی قوت عطا فرمائے کہ بے شرط مقابلہ و برابری مرئی کو دیکھ سکیں وہ مرئی (دیکھا گیا) خواہ تمام جہات میں ہو یا بے جہت ہو اس جگہ استبعاد کیا ہے اور محال کونسی چیز ہے کیونکہ فاعل جل سلطانہ اقتدار کے اعلیٰ مرتبہ میں ہے۔ اور قبول کرنے والا دیکھنے اور احساس کرنے کے لئے مستعد ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ بعض جگہوں اور بعض زمانوں میں

**حِکَم و مَصَالِح**

کی بنا پر محاذات (برابری) کی شرط اور آنکھوں کے دیکھنے میں جہت کے تعین کو ملحوظ رکھا ہے۔ اور بعض دوسرے امکنہ و ازمنہ میں اس شرط کا اعتبار نہیں فرمایا ہے اور اس شرط کے حصول کے بغیر آنکھوں کا دیکھنا مقرر کیا ہے۔ ایک مقام کو دوسرے مقام پر باوجود کمال درجہ کے اختلاف مواطن اور ان کے آثار کے قیاس کرنا انصاف سے دور ہے اور عالم ملک و شہادت کی ظاہری چیزوں پر نظر کو بند رکھنا ہے۔ اور عالم ملکوت سے عجائبات کا انکار ہے۔

**سوال:۔**

اگر حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ مرئی (دیکھا گیا) ہو تو چاہیئے کہ وہ محاط (احاطہ کیا گیا) اور مدرَک بصر (آنکھ سے ادراک کیا گیا) بھی ہو اور وہ حد اور نہایت کو مستلزم ہے

تَعَالَى اللّٰهُ عَنْ ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيْرًا — اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے۔

Marfat.com

جواب:-

میں کہتا ہوں کہ جائز ہے کہ وہ مرئی ہو اور محاط اور مدرک بصر نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ — آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ آنکھوں کا ادراک کرتا ہے اور وہ باریک بین ہے خبردار۔

مومن آخرت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے اور وجدانی یقین سے معلوم کریں گے کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہیں اور وہ لذت جو دیکھنے پر مترتب ہوتی ہے وہ بھی کمال درجہ کی اپنے اندر پائیں گے لیکن مرئی کچھ بھی ان کا

مُدْرَكْ (ادراک کیا گیا)

نہ ہوگا۔ اور مرئی سے انہیں کچھ بھی حاصل نہ ہوگا اور رویت کے وجدان کے سوا اور دیکھنے کی لذت کے بغیر کوئی چیز بھی مرئی سے ان کو حاصل نہ ہوگی۔

بیت:- ؎[1] عنقا شکار کس نہ شود دام باز چیں
کا ینجا ہمیشہ باد بدست است دام را

وہ نقصان جس کا رویت میں وہم ہے وہ مرئی کا ادراک و احاطہ ہے جو کہ اس مقام میں مفقود ہے اور صرف بے جہت رویت اور اس لذت سے جو دیکھنے والے کو دیکھنے سے حاصل ہوتی ہے کے ثبوت میں تو کوئی نقص اور قصور نہیں ہے بلکہ مرئی کا کمال انعام و احسان ہے کہ وہ اپنے جمال پر کمال کو محبت کی آگ میں جلنے والوں پر جلوہ کرے اور رویت کے وصال کے ٹھنڈے اور میٹھے پانی سے ان کو لذت یاب اور سیراب کرے تو اس سے کوئی نقص اور قصور اللہ تعالیٰ کی جانب قدس میں عائد نہیں ہوتا اور کوئی جہت اور احاطہ اس جگہ پیدا نہیں ہوتا۔

؎[2] ازاں طرف نہ پذیرد کمال او نقصاں
وزیں طرف شرف روزگار من باشد

یا پھر میں کہتا ہوں کہ اگر حصول رویت میں محاذات و مقابلہ شرط ہے تو چاہیئے کہ جس طرح

---

[1] عنقا کسی کا شکار نہیں ہوتا اپنا جال اٹھالے کہ اس جگہ ہمیشہ جال خالی ہی رہا ہے۔ ۱۲

[2] اس طرف تو اس کا کمال کوئی نقصان قبول نہیں کرتا اور اس طرف میرے روزگار کو شرف مل جاتا ہے۔ ۱۲

Marfat.com

مرئی کی جانب شرط ہے۔ رائی (دیکھنے والے) کی جانب بھی شرط ہو کیونکہ مقابلہ ایک ایسی نسبت ہے جو

مُتَقَابِلَیْن

سے قائم ہے جو کہ رائی (دیکھنے والا) اور مرئی (دیکھا گیا) ہے۔ پس لازم آیا کہ خداوند تعالیٰ بھی اشیاء کو نہیں دیکھتا اور چیزوں کو دیکھنے کی صفت اس کے لئے ثابت نہیں اور یہ قرآنی نصوص کے برخلاف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ (اللہ تمہارے عملوں کو دیکھنے والے ہیں)

وَھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ (اور وہ سننے والا اور دیکھنے والا)

وَسَیَرَی اللّٰہُ عَمَلَکُمْ۔ (اور عنقریب اللہ تعالیٰ تمہارے عمل کو دیکھے گا۔)

اور پھر یہ نقص بھی ہے اور اللہ تعالیٰ سے صفتِ کاملہ کی نفی بھی ہے

سوال:۔

اگر یہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ میں رویت اس کے اشیاء کے علم سے عبارت ہے اور علم کے سوا کوئی دوسری چیز جو جہت کو مستلزم ہو نہیں ہے۔

جواب:۔

تو میں کہتا ہوں کہ شک نہیں ہے کہ رویت صفاتِ کاملہ سے ہے اور مستقل طور پر خدا تعالیٰ کے لئے نصوص قرآنی سے ثابت ہے اس کو علم کی طرف راجع کرنا خلاف ظاہر ہے اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ رویت اقسامِ علم سے ہے اور اس میں شرطِ محاذات کا عدم لازم نہیں آتا تو گویا کہ اللہ تعالیٰ کا علم دو قسم کا ہے۔ ایک قسم وہ ہے کہ جس میں معلوم کا برابر ہونا شرط نہیں ہے۔ اور دوسری قسم وہ ہے جس میں محاذات کی شرط ہے۔ جس کا دوسرا نام رویت ہے اور وہ ممکنات میں علم کی سب سے اعلیٰ قسم ہے کیونکہ وہ اطمینانِ قلب کے مرتبہ میں ہے کیونکہ معقولات ہیں تو وہم کے مقابلہ سے امن حاصل نہیں ہے اور محسوس وہ چیز ہے جو معارضہ سے آزاد ہے اور اس رخنہ سے الگ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت خلیل الرحمان علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے باوجود مُردوں کے زندہ ہونے کے یقین اور ایمان کے مُردوں کے زندہ ہونے کی رویت کا سوال کیا تاکہ اُس

Marfat.com

سے اطمینان قلب حاصل ہو

جاننا چاہیئے کہ رؤیت صفات کاملہ سے ہے اور جب وہ اللہ تعالیٰ میں موجود نہ ہوگی تو ممکن میں کہاں سے آجائے گی۔ کیونکہ ہر وہ کمال جو ممکن میں ظہور پذیر ہوا ہے وہ اس کمال کا عکس ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی ذات پاک میں موجود اور ثابت ہے۔ اللہ ایسا نہ کرے کہ کوئی کمال ممکن میں ہو۔ اور اللہ تعالیٰ میں نہ ہو۔ کیونکہ ممکن اپنی ذات میں شر اور نقص ہے اگر کوئی کمال ہے تو اس میں عاریتاً (مانگا ہوا) ہے جو اللہ تعالیٰ سے حاصل ہوا ہے جو کہ سب خیر و کمال ہے۔

**بیت:۔** نیاوردم از خانہ چیزے نخست[1]
تو دادی ہمہ چیز و من چیز تست

اور اصل سوال کا دوسرا جواب میں یہ دیتا ہوں کہ یہ اعتراض تو اللہ تعالیٰ کے وجود میں بھی جاری ہے جس طرح رؤیت کی نفی معلوم ہوتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے وجود کی نفی بھی معلوم ہوتی ہے۔ پس یہ اعتراض صحیح ہوگا کیونکہ وہ محال عقلی کو مستلزم ہے۔ اس کا بیان یہ ہے اگر اللہ تعالیٰ موجود ہے تو اس عالم کی جہات میں سے کسی جہت میں ہوگا۔ خواہ وہ اوپر ہو یا نیچے خواہ آگے ہو یا پیچھے اور خواہ وہ دائیں ہو یا بائیں بہر حال وہ احاطہ اور تحدید کو لازم ہے جو مستوجب نقص ہے اور نقص الوہیت کے منافی ہے اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے۔

**سوال:۔**

ہو سکتا ہے کہ وہ عالم کی تمام جہات میں ہو اور احاطہ اور تحدید لازم نہ آئے۔

**جواب:۔**

میں کہتا ہوں کہ عالم کی تمام جہات میں ہونے سے بھی احاطہ اور تحدید کی نفی نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس صورت میں بھی وہ عالم سے علیحدہ ہوگا اور علیحدہ ہونا غیریت کو لازم ہے اور دو چیزیں آپس میں متغایر ہوتی ہیں۔ ارباب معقول کا مقررہ قضیہ ہے اور وہ تحدید کو مستلزم ہے۔

مخفی نہ رہے کہ اس قسم کے ملمع شدہ غیر حق شبہات سے خلاصی کی صورت یہ ہے کہ احکام شہادت اور احکام غیب کے درمیان فرق کو ملحوظ رکھا جائے اور غائب کو حاضر پر قیاس نہ کیا جائے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ بعض احکام حاضر میں تو صادق ہوں اور غائب میں جھوٹے اور وہ حاضر میں کمال ہوں اور غائب میں نقص کیونکہ مقامات کا اختلاف احکام کے اختلاف کو مستلزم ہے۔ خاص طور پر اس صورت میں کہ مقامات میں بڑا دور کا فرق ہو۔ کجاں مٹی در کجا ربُّ الارباب۔

---

[1] میں اپنے گھر سے کچھ نہیں لایا تو نے تمام چیزیں دیں اور میں خود بھی تیری چیز ہوں۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ انصاف کی توفیق دے کہ ایسے مشتبہ تخیلات اور توہمات سے نصوص قرآنی کا انکار نہ کریں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث کو نہ جھٹلائیں۔ اس قسم کے احکام منزلہ پہ ایمان لانا چاہیئے اور ان کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ کے علم کے سپرد کرنا چاہیئے اور ان کی کیفیت کے ادراک کے قصور کو اپنی طرف راجع کرنا چاہیئے نہ کہ اپنے ادراک کو راہنما بناکر ان احکام کی نفی کرنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ سلامتی اور ثواب سے دور ہے۔ ہو سکتا ہے کہ بہت سی ایسی چیزیں جو حقیقت میں ثابت ہوں اور ہماری ناقص عقول کے ادراک سے بعید ہوں۔

عقل اگر کافی ہوتی تو بو علی سینا جیسا آدمی جو ارباب معقول کا پیشوا ہے تمام احکام عقلیہ میں حق پر ہوتا اور غلطی نہ کرتا۔ حالانکہ اس نے ایک ہی مسئلہ میں کہ

اَلْوَاحِدُ لَا یَصْدُرُ عَنْهُ اِلَّا (ایک سے صرف ایک ہی چیز صادر ہو سکتی ہے)
اَلْوَاحِدُ۔

اس قدر غلطی کھائی ہے کہ وہ منصف آدمی کے دل پر ادنیٰ تامل سے واضح ہو جاتی ہے۔ اس مقام میں امام فخر الدین رازی نے اس پر طعنہ کیا ہے اور یہ عبارت لائے ہیں۔

"اور تعجب ہے اس آدمی سے جو اپنی عمر فکر میں خطا سے بچانے والے آلہ کی تعلیم اور تعلم میں ضائع کر دے۔

پھر جب اشرف و اعلیٰ مطالب کی طرف آئے تو اس سے ایسی چیزیں ظاہر ہوں جس سے بچے بھی ہنسیں۔

علماء اہل سنت شکر اللہ سعیہم تمام شرعی احکام کا اثبات کرتے ہیں خواہ وہ احکام سمجھ میں آئیں یا نہ ان کی کیفیت معلوم نہ ہونے کی صورت میں ان احکام کا انکار نہیں کرتے۔ مثلاً عذاب قبر اور منکر نکیر کا سوال اور پلصراط اور اعمال کی میزان اور ان جیسی چیزیں کہ جن کے ادراک سے ہماری ناقص عقلیں قاصر ہیں۔ ان بزرگواروں نے اپنا پیشوا کتاب و سنت کو بنایا ہے۔ اور عقول کو ان کا تابع بنایا ہے۔ اگر وہ سمجھ میں آجائیں تو بہتر ورنہ احکام شرعیہ کو قبول کرتے ہیں اور اپنے عدم ادراک کو اپنے قصور فہم پر محمول کرتے ہیں۔ دوسروں کی طرح نہیں کہ جو کچھ ان کی سمجھ میں آتا ہے اور اس کو سمجھ سکتے ہیں قبول کرتے ہیں اور جو کچھ ان کی سمجھ میں نہیں آتا قبول نہیں کرتے۔ شاید یہ لوگ نہیں جانتے کہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی بعثت ہی عقول کے قصور کی وجہ سے ہے کہ وہ اپنے مولائے بیچون و بے چگون کے بعض پسندیدہ مطالب کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔

Marfat.com

عقل اگرچہ حجت ہے لیکن حجت کاملہ نہیں ہے۔ حجت کاملہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی بعثت سے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۔ اور نہیں ہم سزا دینے والے یہاں تک کہ بھیج لیں ہم رسول۔

ہم اصل بات پر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حاضر کی رؤیت میں اگرچہ مقابلہ و محاذات شرط ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ غائب میں یہ شرط نہ ہو جیسا کہ غائب موجود ہے۔ اور اس میں موجودات کی جہات میں سے کوئی جہت بھی نہیں ہے۔ مرئی۔ رائی کی رویت کے بغیر جہات سے پاک ہے اور رؤیت کے بعد کوئی زوت جہت بھی اس کے لئے ثابت نہیں ہے۔ اس جگہ صرف مقابلہ و محاذات ہے۔ اب بتاؤ اس جگہ کونسا استبعاد اور استحالہ ہے۔ بے چون کی رویت بھی بے چون ہے اس لئے کہ چون کو بیچون کی طرف کوئی راہ نہیں ہے۔ بادشاہ کے تحائف کو اسی کی سواریاں اٹھا سکتی ہیں، اس بیچون کی رویت کو چون کی رویت پر جو کہ چون کی مرئیات سے متعلق ہے۔ قیاس کرنا نامناسب ہے۔ اور انصاف سے دور ہے اور اللہ تعالیٰ ہی درست بات کی توفیق دینے والے ہیں۔

# مکتوب نمبر ۴۵

مولانا سلطان سرہندی کی طرف صادر فرمایا

(مومن کے دل کی بلندیٔ مرتبہ اور اس کو ایذا نہ دینے کے بیان میں)

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں اور درود اور سلام ہو اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت محمد اور ان کی تمام آل پر۔

اس کے بعد جان لو کہ دل اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ہمسایہ ہے اور دل جتنا قریب اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے اور کوئی چیز نہیں ہے۔ سو تم اس کی ایذا سے بچو۔ خواہ وہ دل مومن ہو یا گنہگار۔ ہمسایہ اگرچہ گنہگار ہو اس کی حمایت کی جاتی ہے۔ سو تم اس سے بچ کر رہو بچ کر رہو کیونکہ کفر کے بعد جو کہ اللہ تعالیٰ کی ایذا کا سبب ہے کوئی گناہ دل کے ایذا دینے جیسا نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے واصل ہونے والی چیزوں میں سے کوئی بھی دل سے زیادہ قریب نہیں ہے اور جان لیں کہ تمام خلق اللہ تعالیٰ کی

Marfat.com

غلام ہے اور معلوم ہے کہ غلام کو مارنا یا اس کی اہانت کرنا اس کے مالک کی ایذا کا سبب ہے۔ پس قیاس کرنا چاہیئے اللہ تعالیٰ کی شان کا کہ وہ مالک علی الاطلاق ہے پس چاہیئے کہ اس کی مخلوق میں تصرف نہ کرے۔ مگر اسی اندازے کے مطابق جس کا اسے حکم دیا گیا ہے کیونکہ وہ ایذا میں داخل نہیں ہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہے۔ مثلاً کنوارا زانی کہ اس کی حد سو کوڑا ہے۔ پس اگر کوئی سو پر زیادہ کرے تو وہ ظلم ہوگا۔ اور ایذا میں داخل ہوگا۔

اور جان لو کہ دل تمام مخلوقات سے افضل اور اشرف ہے۔ جیسا کہ انسان اپنے اجمال اور جمعیت کی وجہ سے عالم کبیر کی تمام چیزوں سے افضل اور اشرف ہے۔ اسی طرح دل انسان کے اندر کی تمام چیزوں سے اپنے کمال بسیط ہونے اور اجمالیت اور شمولیت کی وجہ سے افضل ہے اور جب کوئی چیز اجمال میں زیادہ اور جمعیت میں اکثر ہوگی تو وہ اللہ تعالیٰ کی جناب سے اقرب ہوگی۔ اور انسان کے اندر جو کچھ ہے وہ یا تو عالم خلق سے ہے یا عالم امر سے اور دل برزخ ہے۔

اور مراتب عروج میں انسان کے لطائف اپنے اصل کی طرف عروج کرتے ہیں۔ مثلاً اس کا پہلا عروج پانی کے اصل کی طرف ہوتا ہے۔ پھر ہوا کے اصل کی طرف پھر آگ کے اصل کی طرف پھر لطائف کے اصول کی طرف پھر اسم جزئی کی طرف جو کہ اس کا رب ہے پھر کلی اسم کی طرف پھر جہاں تک اللہ تعالیٰ چاہے۔ برخلاف دل کے کہ اس کا کوئی اصل نہیں ہے جس کی طرف وہ عروج کرے بلکہ اس کا عروج ابتدا ہی سے اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف ہوتا ہے اور وہ ذات مجردہ کا دروازہ ہے لیکن اس تفصیل کے بغیر صرف دل کے طریق سے وصول بہت مشکل ہے بلکہ یہ وصول اس تفصیل کو پورا کرنے کے بعد میسر آتا ہے کیا تم اس پر غور نہیں کرتے کہ جامعیت اور وسعت کی صفت دل میں متحقق نہیں ہوتی۔ مگر ان تمام مراتب تفصیلیہ کو طے کرنے کے بعد اور اس مقام میں دل سے مراد وہی دل ہے جو جامع اور بسیط اور ابسط ہے نہ کہ گوشت کا ٹکڑا۔

# مکتوب نمبر ۴۶

مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید مدظلہ العالی کی طرف صادر فرمایا

(عروج و نزول کے بیان میں)

ہم اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں اور اسی سے مدد مانگتے ہیں اور اپنے سردار اور مولی اور

Marfat.com

اپنے گناہوں کے شفارشی حضرت محمد اور ان کی آل اور صحابہ پر درود بھیجتے ہیں۔
جان لو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس فقیر پر منکشف فرمایا ہے کہ کائنات میں ایک نقطہ ہے جو عالم ظلی کا مرکز ہے اور وہ نقطہ تمام عالم کا اجمال ہے اور تمام عالم اس اجمال کی تفصیل ہے اور وہ نقطہ اپنی چمک دمک میں سورج کی طرح ہے اور آفاق کی ہر چیز اسی نقطہ سے روشن ہوتی ہے پس جس کسی کو بھی اللہ تعالیٰ سے کوئی فیض پہنچتا ہے وہ اسی نقطہ کے وسیلہ سے پہنچتا ہے اور وہ نقطہ ذات مجرد کے نقطہ کے برابر اور محاذ میں واقع ہے۔ اور وہ نقطہ مرتبۂ نزول میں موجود ہے۔ پس جب تک کہ اس مرتبۂ ہبوط و اسفلیت میں نزول متحقق نہیں ہوتا اس مرتبہ تک عروج میسر نہیں آتا کہ جس کا نام غیب ہویت (ذات بحت) ہے اور یہ نزول دعوت و تکمیل کے لئے ہوتا ہے اور اس نزول سے متصف ہونے کے وقت جو کہ اس نقطہ کے مرتبہ میں واقع ہے ایسا خیال ہوتا ہے۔ کہ منہ عالم کی طرف ہے اور پشت خدا کی طرف۔
اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ عالم کی طرف توجہ اور خدا تعالیٰ سے انقطاع صرف موت کے وقت تک ہے۔ جب موت آتی ہے تو وصال کے وقت حال منعکس (الٹا) ہو جاتا ہے۔ پس اس دنیا میں فراق و اشتیاق طرفین سے ثابت ہے اور ملاقات اس وقت پوری نہیں ہو سکتی جب تک کہ موت نہ آئے اور اس حدیث قدسی کا معنی معلوم ہوا کہ "آگاہ رہو کہ نیک لوگوں کا میری ملاقات کا شوق بڑا لمبا ہو گیا۔ اور میں ان کی طرف ان سے زیادہ شوق رکھتا ہوں"۔
اور جان لو کہ اس مرتبہ میں نزول کے تحقق کے باوجود سالک اور خدا تعالیٰ کے درمیان کسی قسم کا کوئی پردہ متحقق نہیں ہے بلکہ تمام پردے مرتفع ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ مفقود ہے بلکہ اس جگہ پوری توجہ خلق کی طرف ہے۔ کیونکہ یہ مقام مقام دعوت ہے۔
اور کبھی اس نقطہ سے جو کہ عالم ظلی کے دائرہ کا مرکز ہے۔ اس نقطہ کی طرف نزول واقع ہوتا ہے جو دائرہ عدم کا مرکز ہے۔ اور یہ مقام اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کا مقام ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء صلی اللہ علیہم وبارک وسلم اور آیتوں سے انکار کا مقام ہے اور اس نقطہ (مرکز عالم ظلی) سے اس نقطہ کی طرف عروج واقع ہوتا ہے جو دائرہ اصل کا مرکز ہے جو کہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات والتحیات وعلی آلہم واصحابہم اجمعین کے مقامات کا دائرہ ہے۔
اور یہ نقطہ (مرکز دائرہ عدم) جس کا ہم نے ذکر کیا ہے ظلمانی ہے نہایت ہی تاریک پس اس مقام میں نزول اس عظیم الشان امر کے روشن اور منور کرنے کے لئے ہے اور اس نقطہ کے مقابل اسلام

Marfat.com

کا نقطہ ہے اور یہ وہ نقطہ ہے کہ اس ظلمانی نزول کے بعد اس نقطہ پہ عروج ہوتا ہے اور اس ظلمانی نقطہ کا چراغ کلمۂ توحید ہے۔

لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ - والسلام مع الاکرام۔

# مکتوب نمبر ۴۷

سلطانِ وقت مدظلہ کی طرف صادر فرمایا

(دعا کے اسرار اور علماء اور صوفیائے کرام کی صحبت کے بیان میں)

دعا کرنے والوں میں سے کمترین بندہ احمد خادمان والا بارگاہ اور درگاہ معلّٰی کے باریافتہ حضرات کی خدمت میں عرض کرتا ہے اور نیازمندی اور شکستگی کا اظہار کرتا ہے اور اس امن و امان کی نعمت کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ جو کہ دولت و اقبال بندگانِ عوام اور خواص کے شامل حال ہے بجالاتا ہے اور امید کے اوقات اور دعا کی قبولیت کے گمان اور اجتماع فقراء کے وقت لشکر ظفر قرین کی فتح و نصرت کے لئے دعا کرتا ہے۔ کیونکہ ؎

ہر کسے را بہر کارے ساختند[1]

کارخانہ خداوندی میں بے فائدہ (عبث) ممنوع ہے پس وہ کام جو مجاہدین کے لشکر اور جہاد سے وابستہ کیا ہے وہ پایہ دولت قاہرہ سلطنت کی تائید ہے اور تقویت ہے کہ روشن شریعت کی ترویج اس کے ساتھ وابستہ ہے کہ کہا ہے۔

اَلشَّرْعُ تَحْتَ السَّیْفِ (شریعت تلوار کے سایہ کے نیچے ہے)

اور یہی جلیل القدر کام دعا کے لشکر سے بھی وابستہ ہے جو کہ ارباب فقر اور اصحاب بلا ہیں۔ کیونکہ فتح و نصرت دو قسم ہے جو کہ ظاہری اسباب سے وابستہ ہے اور یہ فتح و نصرت کی ظاہری صورت ہے جو کہ مجاہدین کے لشکر سے تعلق رکھتی ہے اور دوسری قسم فتح و نصرت کی حقیقت ہے جو کہ مسبب الاسباب کی طرف سے ہے۔

وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ (اور نہیں مدد مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے)

کا اشارہ اسی طرف ہے اور یہ دعا کے لشکر سے تعلق رکھتی ہے۔ اور بس۔ دعا کا لشکر اپنی

---

[1] ہر ایک کو کسی کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

Marfat.com

ذلت و انکساری کی وجہ سے جہاد کے لشکر سے سبقت لے جاتا ہے اور سبب سے مسبب کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ ع

بردند شکستگان ازیں میدان گوئے[1]

اور یہ بھی ہے کہ دعا تقدیر کو روک دیتی ہے جیسا کہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ:

لَا یَرُدُّ الْقَضَاءَ اِلَّا الدُّعَاءُ ۔ تقدیر کو دعا کے سوا کوئی چیز نہیں روک سکتی۔

اور تلوار اور جہاد یہ قدرت نہیں رکھتے کہ تقدیر کو رد کر سکیں۔ پس دعا کا لشکر باوجود کمزوری اور شکستگی کے لشکر مجاہدین سے زیادہ طاقت والا ہے اور پھر یہ بھی ہے کہ مجاہدین کے لشکر کے لیے کا لشکر روح کی طرح ہے اور مجاہدین کا لشکر جسم کی طرح ہے۔ پس مجاہدین کے لشکر کو دعا کے لشکر سے چارہ نہیں ہوتا۔ کہ جسم روح کے بغیر تائید اور نصرت کے قابل نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ راویان حدیث نے کہا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[2] کَانَ یَسْتَفْتِحُ بِصَعَالِیْکِ الْمُهَاجِرِیْنَ ۔ آپ فقیر مہاجرین کے وسیلہ سے دعا مانگا کرتے تھے۔

یعنی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فتح و نصرت کی طلب فقراء اور مہاجرین کے توسّل سے فرماتے حالانکہ مجاہدین کا لشکر اور جنگ کرنے والوں کا غلبہ ہوتا پس فقرا کا لشکر جو کہ دعا کا لشکر ہیں اپنی خواری وزاری و بے اعتباری کے باوجود کہ

اَلْفَقْرُ سَوَادُ الْوَجْهِ فِی الدَّارَیْنِ ۔ فقر دونوں جہانوں میں روسیاہی کا باعث ہے۔[3]

کہا ہے کسی نہ کسی وقت کام آتے رہتے ہیں اور اس بے اعتباری کے باوجود اعتبار پیدا کر لیتے ہیں۔ اور اپنے ساتھیوں اور ہم کام لوگوں سے سبقت لے جاتے ہیں مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کل قیامت کے روز شہیدوں کے خون کو علماء کی سیاہی سے وزن کریں گے۔

---

[1] اس میدان سے شکستہ لوگ گیند لے گئے۔

[2] ترمذی و ابن ماجہ وغیرہ

[3] شرح السنۃ مشکوٰۃ ۱۲

Marfat.com

اور اس سیاہی کا پلہ وزنی ہو جائے گا۔

**سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ**

یہ سیاہی اور یہ سیاہ روئی ان کی عزت اور سرخ روئی کا باعث ہو گئی اور ان کے مرتبہ کو پستی سے بلندی تک پہنچا دیا۔ ہاں ؎

بتاریکی درون آب حیات است [1]

ایک شاعر کہتا ہے۔

غلامم خواند لالہ رخسارے
سیاہ روئی من کرد عاقبت کارے [2]

اگرچہ یہ کمترین اس لائق نہیں ہے کہ اپنے آپ کو دعا کے لشکر میں شمار کرے لیکن صرف اسم فقراور قبولیت دعا کے احتمال کی وجہ سے اپنے آپ کو دولت قاہرہ کی دعا سے فارغ نہیں رکھتا۔ اور حال و قال کی زبان سے دعا اور فاتحہ سلامتی میں رطب اللسان رہتا ہے۔ اے ہمارے رب ہم سے قبول کر لے یقیناً تو تو ہی سننے والا جاننے والا ہے۔

# مکتوب نمبر ۸۴

مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید مدظلہ العالی کی طرف صادر فرمایا

اللہ تعالیٰ کی اقربیت کے راز اور اس بات کے بیان میں کہ کنہ ذات کا انکشاف علم حضوری سے ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

اللہ تعالیٰ کی اقربیت کا معاملہ علم حضوری سے وابستہ ہے جو کہ اصل معلوم سے تعلق رکھتا ہے نہ کہ صُوَر میں سے کسی صورت اور معلوم کے ظلال میں سے کسی ظل سے کہ وہ علم حصولی کا حصہ ہے پس علم حصولی اصل میں نفس شے کا علم نہیں ہوتا بلکہ اس شے کی صورتوں میں سے کسی صورت کا علم ہوتا ہے۔ اور اس شے کے نفس کی نسبت سے جہل ثابت ہوتا ہے

---

[1] کہ آب حیات تاریکی کے اندر ہے۔

[2] ایک لالہ رخسار نے مجھے اپنا غلام کہا میری سیاہ روئی نے آخر کوئی کام کیا۔ ۱۲۔

Marfat.com

سبحان اللہ! کسی شے سے جہالت کو علم شے سمجھ لیا جائے اور وہ ممنوع ہے اور عینیت کا دعوٰی نہیں سنا جاسکتا۔ کیونکہ شے اور صورتِ شے ایک دوسرے کے ساتھ دوئی کی نسبت رکھتے ہیں۔ اور جہاں دوئی کی نسبت ثابت ہے وہاں تغیر لازم ہے۔ "دو چیزیں آپس میں متغایر ہوتی ہیں" اربابِ معقول کا مقررہ قضیہ ہے۔ اور پھر یہ بھی ہے کہ کسی چیز کی صورت کا علم کس طرح کسی شے کے اصلی علم کو مستلزم ہو سکتا ہے کہ شے کی صورت شے کا ظاہر وجود ہے۔ جس نے آئینے کے احکام کا لباس اوڑھ کر ظہور پیدا کیا ہے اور شے میں بہت سے اسرار و حقائق ہوتے ہیں جن کا صورت میں کوئی نام و نشان نہیں ہوتا۔ ؎

گر مصور صورتِ آں دلستاں خواہد کشید[ك]
حیرتے دارم کہ نازش را چساں خواہد کشید

کاش ظاہر شے پوری طرح صورت میں ظاہر ہوتا اور باطن موقوف رہتا جب کہ ظاہر شے حکم محل اور آئینہ کی مشابہت اختیار کر کے صورت شے کو ظاہر کرتی ہے۔ تو یقین ہے کہ ظاہر بھی خالص کر کے نہیں دکھاتی۔ بلکہ ایک دوسری ہیئت پیدا کرتی ہے۔ پس جس طرح صورت باطن شے سے محروم ہے۔ ظاہر شے سے بھی محروم ہے تو لازماً اس صورت کا علم اس شے کے حقیقی علم کو مستلزم نہیں ہو گا۔

مختصر یہ کہ معلوم اصل میں وہ ہے جو کہ کائن کے ذہن میں ہے اور ذہن میں چونکہ کائن کی صورت ہے تو معلوم بھی وہی صورت ہو گی اور صورت کو جب کہ کسی شے کے ساتھ نسبت تغایر پیدا ہوئی۔ تو صورت کا علم کسی شے کے حقیقی علم کو مستلزم نہ ہوا۔

علم حضوری وہ ہے کہ قوتِ مدرکہ نزدیک اس جگہ نفس شے ہے اور ظل اور صورت درمیان میں حائل نہیں ہے۔ پس اس علم میں معلوم نفس شے ہوتی ہے نہ کہ اس شے کی صوروں میں سے کوئی صورت پس علم حضوری اشرف ہوتا ہے بلکہ وہی علم ہوتا ہے اور بس اور اس علم کے ماسوا جو کہ علم حصولی ہے جہل ہے۔ جو کہ علم کی صورت میں اپنے آپ کو ظاہر کرتا ہے وہ جہل مرکب ہے کہ اپنے جہل کو علم سمجھتا ہے۔ اور نہیں جانتا کہ وہ نہیں جانتا۔ پس علم حصولی کو اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں راہ نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اس علم سے معلوم نہیں ہوتیں کیونکہ یہ علم اصل میں معلوم کی صورت کا علم ہے نہ کہ نفس معلوم کا علم جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے اور صورت کو اللہ تعالیٰ کی

---

ك اگر کوئی مصور اس محبوب کی تصویر کھینچنا چاہے تو میں حیران ہوں کہ اس کے ناز و ادا کو کیسے ظاہر کرے گا۔ ۱۲

Marfat.com

بارگاہ میں کوئی راہ نہیں ہے تاکہ صورت کے علم کو اصل صورت کا علم کہا جائے۔

اگرچہ بعض صوفیا نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مثل نہیں ہے لیکن مثال ہے۔ لیکن یہ صورت مثالی اگر ثابت ہو جائے تو ذہنی صورت کے علاوہ ہے کہ جو علم سے تعلق رکھتی ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ عالم مثال میں جو کہ فراخ ترین مخلوقات ہے کائن کی صورت ہو اور ذہن میں ثابت نہ ہو۔

حدیث قدسی

| | |
|---|---|
| لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ | (میرے آسمانوں اور میری زمینوں میں میری گنجائش |
| وَلٰکِنْ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِیَ | نہیں ہے لیکن میری گنجائش میرے مومن بندے کے |
| الْمُؤْمِنِ | دل میں ہے) |

بندۂ مومن کے دل سے مخصوص ہے کہ اس کا معاملہ تمام لوگوں سے علیحدہ ہے کہ وہ فنا اور بقا سے مشرف ہوا ہے اور حصول سے آزاد ہو کر حضور سے مل چکا ہے۔ اس جگہ اگر کوئی گنجائش ہے تو باعتبار حضور ہے نہ باعتبار حصول۔ ع

در کدام آئینہ در آید او ؎۱

جاننا چاہیئے کہ علم حضوری میں عالم اور معلوم کا اتحاد ہے پس اس علم کا زوال اس عالم سے جائز نہیں ہے کہ معلوم اس کا نفس ہے جو کہ اس سے جدا نہیں ہے بلکہ عالم بھی اس جگہ عین عالم ہے۔ اور عین معلوم ہے پس اس جگہ علیحدگی کی گنجائش کیلئے ہے۔ جاننا چاہیئے کہ علم حضوری میں چونکہ معلوم نفس شے ہے نہ کہ اس کی صورت تو لازماً اس جگہ معلوم جس طرح ہے اسی طرح منکشف ہوتا ہے اور اسی طرح علم میں آتا ہے اور اپنی کنہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ کسی چیز کی کنہ اس کے نفس سے عبارت ہے اور جب تمام وجوہ و اعتبارات ساقط ہو گئے اور نفس ذات رہ گئی جو کہ مُدرکہ میں حاضر ہے۔ تو اس کی کنہ معلوم ہو گئی۔ برخلاف علم حصولی کے کہ اس جگہ معلوم کسی شے کے وجوہ و اعتبارات ہیں جو کہ شے کی صُور اور مثال ہیں نہ کہ نفس شے جیسا کہ گزرا پس اس جگہ معلوم ذات شے نہیں ہوتی اور شے کنہ سے معلوم نہیں ہوتی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ علم حصولی میں شے کا انکشاف بھی ہوتا ہے اور شے کا ادراک بھی اور علم حضوری میں شے کا انکشاف تو ہے لیکن شے کا ادراک نہیں ہے۔ پس معلوم کی کنہ تو منکشف ہوگی لیکن مدرک نہ ہوگی۔

---

؎۱ وہ کونسے آئینہ میں سما سکتا ہے ۱۲

Marfat.com

پوشیدہ نہ رہے کہ جب علم حضوری خداوند تعالیٰ کی ذات کی نسبت ثابت ہوا جیسا کہ پہلے گذرا۔ تو لازم آیا کہ خداوند تعالیٰ کی ذات کی کنہ منکشف ہو اور ذات خداوندی جیسی کہ ہے معلوم ہو جائے۔ اور یہ علماء کے مقررہ اصول کے خلاف ہے تو میں کہوں گا کہ یہ علم حضوری جس نے اللہ تعالیٰ کی ذات سے تعلق پیدا کیا ہے۔ رویت کی طرح ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ کی نسبت ثابت کرتے ہیں کہ اس جگہ انکشاف تو ہے لیکن درک مفقود ہے۔ اس علم میں بھی انکشاف ہوتا ہے۔ اور درک مفقود ہوتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ رویت کا تعلق ہو سکتا ہے تو علم کا تعلق کیوں نہیں ہو سکتا جو کہ رویت سے زیادہ لطیف ہے؟ استحالہ ادراک میں ہے جو کہ احاطہ کو مستلزم ہے۔ نہ کہ انکشاف میں اللہ تعالیٰ نے

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ (آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں)

فرمایا ہے۔ یہ نہیں فرمایا۔

لَا تَرَاهُ الْاَبْصَارُ (آنکھیں اس کو دیکھ نہیں سکتیں)

**سوال:-**

اگر درک حاصل نہ ہوگا تو انکشاف کس کام آئے گا۔؟

**جواب:-**

میں کہتا ہوں کہ انکشاف سے مقصود دیکھنے والے کا لذت حاصل کرنا ہے جو کہ حاصل ہے درک ہو یا نہ ہو۔

**سوال:-**

بغیر ادراک کے انکشاف کس طرح لذت حاصل کرنے کو مستلزم ہوگا۔؟

**جواب:-**

لذت حاصل کرنے میں انکشاف کا علم کافی ہے ادراک ہو یا نہ ہو۔ یا میں یہ کہوں گا کہ اس مقام میں درک بھی حاصل ہے لیکن مجہول الکیفیت ہے وہ درک جس کی نفی ہے (اور اللہ ہی بہتر جانتے) وہ درک ہے جس کی کیفیت علم میں آسکے اور احاطہ معلوم کرائے

لَا یُحِیْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا۔ (وہ علم سے اس کا احاطہ نہیں کر سکتے)

کیونکہ وہ علم حصولی کے مناسب ہے۔ اگر درک علم حضوری میں نہ ہوگا تو علم حصولی میں کہاں سے آجائے گا۔ کیونکہ جو کچھ ظل میں ہے وہ اصل کے مرتبہ سے مستفاد ہے لیکن درک اصل میں

Marfat.com

تو مجہول الکیفیت ہے اور ظل میں وہ معلوم الکیفیت ہے۔

# مکتوب نمبر ۴۹

جناب میر محمد نعمان کی خدمت میں ارسال فرمایا

(اس بیان میں کہ عارف کو جو علم حضوری اپنے متعلق ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کر لیتا ہے)

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔

جاننا چاہیئے کہ علم حصولی آفاق کے متعلق ہے اور علم حضوری انفس کے متعلق اور پوری معرفت والے عارف کے ساتھ جب اللہ تعالیٰ کی اقربیت کا معاملہ ظاہر ہوتا ہے۔ اور اس بلند مقام سے آراستہ ہوتا ہے تو یہ انفس اس کے حق میں آفاق کا حکم پیدا کرتا ہے اور اس کا علم حضوری علم حصولی سے بدل جاتا ہے۔ تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی اقربیت انفس کا حکم پیدا کرتی ہے اور علم حضوری جو پہلے انفس سے تعلق رکھتا تھا اس اقربیت سے تعلق پیدا کر لیتا ہے اس صورت میں نہیں کہ اپنے آپ کو عین خدا تعالیٰ سمجھے اور وہ علم جو اس کے نفس کے متعلق ہے اس کو بعینہٖ اللہ تعالیٰ کے متعلق سمجھے یہ خود توحید کا معاملہ ہے اور مقامات قرب سے تعلق رکھتا ہے۔ کہ قرب کی انتہا اتحاد ہے۔ اقربیت اور چیز ہے اور اس کا معاملہ اور چیز ہے۔ اتحاد سے گزرنا چاہیئے اور دوئی میں آنا چاہیئے تاکہ اقربیت متصور ہو سکے۔

کوئی کوتاہ فہم دوئی کے لفظ سے وہم میں نہ پڑے اور اتحاد کو اس سے زیادہ نہ سمجھے۔ وہ دوئی جو اتحاد سے نیچے ہے۔ وہ عوام کالانعام کا مقام ہے اور یہ دوئی جو اتحاد پر ہزاروں فضیلتیں رکھتی ہے انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کا مقام ہے جیسا کہ ہوش (صحو) جو مستی سے پہلے ہے وہ عوام کا حال ہے اور وہ صحو (ہوش) جو سکر (مستی) کے بعد ہے خواص بلکہ اخص الخواص کا مقام ہے اور جیسا کہ اسلام جو کفر طریقت سے پہلے ہے عوام مسلمانوں کا اسلام ہے اور وہ اسلام جو کفر طریقت کے بعد ہے اخص الخواص کا اسلام ہے۔

عجیب معاملہ ہے کہ جتنا بھی عارف اپنے آپ کو خدا تعالیٰ نہیں سمجھتا اتنا ہی اس کا علم حضوری جو نفس عارف سے تعلق رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کر لیتا ہے اور اس کا اپنے متعلق علم جو کہ حضوری ہوتا ہے علم حصولی ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

ع در عشق چنیں بو العجبہا باشد[1]

عقلمند آدمی کی عقل ان باریکیوں کے پیچھے نہیں پڑتی بلکہ اس کو جمع ضدین کی طرف راجع کرتی ہے۔ ایک عارف کہتا ہے۔

عَرَفْتُ رَبِّیْ بِجَمْعِ الْاَضْدَادِ میں نے اپنے رب کو اضداد کو جمع کرنے سے پہچانا۔

اے ہمارے رب ہمیں اپنی جناب سے رحمت عنایت فرما اور ہمارے معاملہ میں بھلائی پیدا کر۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

# مکتوب نمبر ۵۰

قاضی نصر اللہ کی طرف صادر فرمایا

علماء راسخین کے استدلال اور ارباب ظاہر کے استدلال اثر سے موثر تک کے فرق کے بیان میں۔

اثر سے موثر پر اور مخلوق سے خالق پر استدلال کرنا علماء ظواہر کا کام بھی ہے۔ اور علماء راسخین کا کام بھی جو کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کامل وارث ہیں۔ علماء ظواہر مخلوق کے وجود کے علم سے خالق کے وجود کا علم پیدا کرتے ہیں۔ اور اثر کے وجود کو موثر کے وجود پر دلیل بنا کر موثر کے وجود پر ایمان اور یقین پیدا کرتے ہیں۔ اور علمائے راسخین جو کہ ولایت کے کمالات کے درجات کو قطع کر کے مقام دعوت پر پہنچ چکے ہیں جو کہ اصل میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا خاصہ ہے۔ بھی تجلیات و مشاہدات کے حصول کے بعد اثر سے موثر پر استدلال کرتے ہیں۔ اور اس راہ سے بھی موثر حقیقی پر ایمان پیدا کرتے ہیں۔ کیونکہ آخر کار انہوں نے جان لیا ہے کہ جو کچھ بھی مشہود و متجلی تھا وہ مطلوب کے ظلال میں سے ایک ظل تھا جو کہ نفی کے لائق اور عدم ایمان کا مستحق ہے۔

اور انہوں نے یقین کر لیا ہے کہ بیچون کے ساتھ بغیر استدلال کے ایمان لانا اس دنیا میں میسر نہیں ہے تو وہ مجبور ہو کر استدلال کی طرف توجہ کرتے ہیں اور مطلوب کو ظلال کے حائل ہونے کے بغیر طلب کرتے ہیں۔

اور چونکہ یہ بزرگوار خداوند تعالیٰ سے محبت کا رشتہ قوی رکھتے ہیں اور ماسوا کو محبوب حقیقی کی محبت

---

[1] عشق میں ایسی عجیب و غریب باتیں ہوتی ہیں۔

Marfat.com

پر قربان کر چکے ہیں تو لازماً

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ۔ (آدمی اس کے ساتھ ہے جس کے ساتھ اس کی محبت ہو)

استدلال کی راہ سے مطلوب حقیقی تک پہنچتے ہیں اور تجلیات و ظہورات کے تنگ کوچہ سے جو کہ ظلال سے مخلوط ہے خلاصی حاصل کر کے اصل الاصل سے مل جاتے ہیں۔

وہ مقام جہاں تک علماء ظواہر کا علم پہنچتا ہے۔ یہ بزرگوار محبت کے کنڈے سے کھینچ کر بذات خود وہاں تک پہنچ جاتے ہیں اور بے کیف اتصال پیدا کر لیتے ہیں۔ اور یہ فرق محبت کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ جو محب ہے اور محبوب کے علاوہ دوسروں سے الگ ہو چکا ہے وہ محبوب تک پہنچ جاتا ہے اور جس میں یہ محبت نہیں ہے وہ علم پر کفایت کرتا ہے اور اسی کو غنیمت جانتا ہے۔ بلکہ جس جگہ وہ بزرگوار خود پہنچ جاتے ہیں ان کا علم بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔

علم کی انتہا بشرطیکہ وہ صحیح علم ہو مطلوب کی دہلیز تک ہے اور وہ جو مطلوب سے واصل ہے وہ مطلوب کے ساتھ ہے۔ معیت کوئی ایسا دقیقہ نہیں چھوڑتی جو واصل کے نصیب میں نہ ہو ایک بزرگ کہتے ہیں۔

ع بندہ باحق ہمچو شیر و شکر است[۱]

وَلِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی (اور اللہ تعالیٰ کے لئے بلند مثل ہے)

بندہ بننا چاہیئے اور ماسوا کی غلامی سے آزاد ہونا چاہیئے اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والے ہیں۔ والسلام۔

# مکتوب نمبر ۱۵

ملا شیر محمد لاہوری کی طرف صادر فرمایا

(اس بیان میں کہ دل کی تصدیق اور دل کے یقین میں کیا فرق ہے۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

سوال:۔

بعض محقق متکلمین نے جو ایمان کی حقیقت قول کا

---

[۱] بندہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح مل جاتا ہے جیسے دودھ اور شکر ۔

مُؤمِنٌ بِہٖ (جس پر ایمان لایا جائے۔)
کے ساتھ گرویدہ ہونا کہا ہے۔ اس کا کیا معنی ہے اور گرویدہ ہونا
مُؤمِنٌ بِہٖ
کی تصدیق اور یقین قلب سے عبارت ہے یا یہ نفس تصدیق
مُصَدَّقٌ بِہٖ (جس کی تصدیق کی جائے)
پر دل کے یقین کے علاوہ کوئی اور امر زائد ہے۔؟

**جواب:۔**

دل کا گرویدہ ہونا یقین دل کے علاوہ ہے اگرچہ یہ تصدیق سے الگ نہیں ہے لیکن اس یقین پر متفرع ہے۔ یقین کے حاصل ہونے کے بعد دل دو حال سے خالی نہیں ہوگا یا تو جس پر ایمان لایا ہے اس کی فرمانبرداری اور پیروی کرے گا۔ یا جس پر ایمان لایا ہے اس کا انکار اور نافرمانی کرے گا۔

اور تسلیم و انقیاد کی علامت مؤمن بہ پر دل کی رضامندی اور انشراح صدر ہے اور انکار وجحود کی علامت مصدق بہ
مُصَدَّقٌ بِہٖ
سے دل کی کراہت اور سینہ کی تنگی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ وَمَنْ یُّرِدْ اَنْ یُّضِلَّہٗ یَجْعَلْ صَدْرَہٗ ضَیِّقًا حَرَجًا کَاَنَّمَا یَصَّعَّدُ فِی السَّمَآءِ کَذٰلِکَ یَجْعَلُ اللّٰہُ الرِّجْسَ عَلَی الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ۔

سو جس آدمی کو اللہ تعالیٰ ہدایت دینا چاہتا ہے اس کے سینہ کو اسلام کے لئے کھول دیتا ہے اور جسے گمراہی میں چھوڑنا چاہے اس کے سینہ کو نہایت تنگ کر دیتا ہے گویا کہ وہ آسمان میں چڑھتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر گندگی ڈال دیتا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔

اور دل کو مومن بہ کی تصدیق و یقین کے بعد تسلیم و انقیاد کا حاصل ہونا محض اللہ تعالیٰ کی بخشش ہے اور اس کا خالص نا تمنا ہی کرم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ "ایمان کو خدا تعالیٰ کی عنایت" کہتے ہیں۔ اور

Marfat.com

مُصَدَّقٌ بِہٖ

پر یقین اور تصدیق حاصل ہونے کے بعد انکار وجحود کا منشا نفس امارہ کی ردی صفات کا پختہ ہونا اور عادت بن جانا ہے کیونکہ وہ اپنی سرداری اور جاہ و مرتبہ کی نسبت پر پیدا ہوا ہے اور دوسرے کے تابع ہونے اور تقلید کرنے کو قبول نہ کرنے پر بنایا گیا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ سب اس کی تصدیق کریں اور گرویدہ ہوں۔ اور وہ کسی دوسرے کی تقلید و پیروی نہ کرے اور کسی کا فرمانبردار اور تبیع نہ ہو۔

وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ — اور ان پر اللہ نے ظلم نہ کیا لیکن وہ اپنی جانوں پر ظلم کیا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ایک جماعت کو محض اپنے فضل وکرم سے اس پیدائشی مرض سے نکالا ہے۔ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جو کہ صراطِ مستقیم کی راہنمائی کرنے والے ہیں کی تقلید اور فرمانبرداری اور تسلیم سے مشرف کیا اور نعمتوں والی جنت کا ان کو وعدہ دیا جو اللہ تعالیٰ کی رضا کا مقام ہے۔ اور ایک گروہ کو ان کے حال پر چھوڑ دیا اور جبر وقہر سے اس کو طبعی رذائل سے نہ نکالا اور اس دولت تک نہ کھینچا لیکن کتابیں نازل کر کے اور رسول بھیج کر صراطِ مستقیم کو بیان فرمایا اور مصدق اور مطیع کو بشارت دی اور مکذب وعاصی کو ڈرایا۔ اپنا پیغام پوری طرح پہنچا دیا اور دونوں فریق پر حجت پوری کر دی۔

# مکتوب نمبر ۵۲

فقیر محمد ہاشم کشمی کی طرف صادر فرمایا

(قلب اور نفس کی فنا اور علم حصولی اور حضوری کے زوال کے بیان میں)

فنا اللہ تعالیٰ کے سوا کو بھول جانے کا نام ہے اور ماسوی دو قسم ہے آفاق اور انفس نسیانِ آفاق۔ آفاق کے علم حصولی کے زوال کا نام ہے اور نسیانِ اَنفُس۔ انفس کے متعلق علم حضوری کے نسیان کا نام ہے۔ کیونکہ علم حصولی آفاق سے تعلق رکھتا ہے اور علم حضوری انفس سے۔ اشیاء کے علم حصولی کا مطلق طور پر زوال بھی اگرچہ مشکل ہے کہ وہ اولیاء کا حصہ ہے۔ لیکن علم حضوری کا مطلق طور پر زوال بہت ہی مشکل ہے اور یہ بہت ہی کامل تر اولیاء کا حصہ ہے

Marfat.com

قریب ہے کہ اس کا جائز ہونا بلکہ اس کا تصور بھی عقلا۔ کے لئے محال ہو اور معلوم کا جاننے والے کے لئے عدم حضور باطل سمجھیں کیونکہ حضور شے نفس شے کے لئے ان کے نزدیک ضروری ہے۔ پس علم حضوری کا زوال ان کے نزدیک اگرچہ ایک لمحہ کے لئے ہی ہو جائز نہیں ہے پھر اس کا اس طرح پر مطلقاً زوال جو کبھی واپس نہ آسکے کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔

پہلے کا نسیان جو کہ علم حصولی کی نسبت ہے۔ فنائے قلب سے تعلق رکھتا ہے اور دوسرے کا نسیان جو علم حضوری کی نسبت ہے فنائے نفس کو مستلزم ہے جو کہ اتم و اکمل ہے اور فنا کی حقیقت اسی مقام میں ہے۔ اور پہلی فنا اس فنا کے لئے صورت اور سایہ کی طرح ہے۔ کیونکہ علم حصولی اصل میں علم حضوری کا ظل ہے۔ تو لازماً اس کا فنا ہونا ظل کا فنا ہونا ہے اور اس فنا کے حاصل ہونے میں نفس اطمینان میں آجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے راضی و مرضی ہو جاتا ہے اور بقا و رجوع کے بعد تکمیل و ارشاد کا معاملہ اس سے تعلق رکھتا ہے اور یہیں کو عناصر اربعہ کی مختلف طبیعتوں کے ساتھ جہاد میسر ہو جاتا ہے جو کہ بدن کے ارکان ہیں اور ان میں سے ہر ایک کچھ امور میں سے کسی امر کا مطالبہ کرتا ہے اور اشیاء میں سے کسی شے کی خواہش کرتا ہے۔

اور لطائف بدن میں سے کسی کو بھی یہ دولت میسر نہیں ہے۔ یہ نفس ہی ہے جو شیطانی انانیت کو جو کہ ناری عنصر سے پیدا ہوا ہے اپنی حکومت سے اصلاح میں لاتا ہے۔ اور قوت شہویہ اور غضبیہ اور باقی تمام برے اوصاف کو کہ چوپائے اور دوسرے جانور بھی ان میں شریک ہیں۔ اپنی اچھی تربیت سے اعتدال پر لے آتا ہے۔ سبحان اللہ۔ وہ لطیفہ جو بدترین لطیفہ تھا ان میں سے بہترین ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

خِیَارُکُمْ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ خِیَارُکُمْ فِی الْاِسْلَامِ اِذَا فَقُھُوْا — جو تم میں سے جاہلیت میں اچھے تھے وہ اسلام میں بھی اچھے ہیں جب کہ وہ دین کو سمجھ جائیں۔

## تنبیہ

دل سے ماسوا کے نسیان کی علامت دل میں ماسوا کا خیال نہ آنا ہے اس طرح کہ اگر اس کو تکلف سے بھی کوئی چیز یاد کرائیں تو اسے یاد نہ آئے بلکہ دل اس کو قبول نہ کرے اور نفس عالم کے متعلق علم حضوری کے زوال کی علامت یہ ہے کہ عالم اپنی ذات اور صفت کے لحاظ سے نیست و نابود ہو جائے تاکہ علم اور معلوم کا زوال اس سے متصور ہو کیونکہ علم اور معلوم اس مقام

Marfat.com

میں نفس عالم ہے اور جب تک نفس عالم زوال پذیر نہ ہو علم اور معلوم منتفی نہیں ہوتے۔ اور پہلے کی فنا فنائے آفاق ہے اور دوسرے کی فنا فنائے انفس ہے۔ جو کہ فانی کی حقیقت ہے۔

# مکتوب نمبر ۵۲

حضرت مخدوم زادہ خواجہ محمد معصوم مدظلہ کی طرف صادر فرمایا

(ذات اور صفات کے وجودی بعد شہودی طور پر زوال کے بیان میں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا — بیشک انسان پر ایسا بھی زمانہ آیا ہے کہ جب وہ کوئی چیز ذکر کے قابل نہ تھا۔

ہاں میرے اللہ واقعی انسان پر ایک ایسا زمانہ بھی آیا ہے جب کہ وہ کوئی چیز ذکر کے قابل بھی نہ تھا۔ نہ اس کی ذات تھی اور نہ صفت اور نہ شہود تھا اور نہ وجود۔ پھر اس کے بعد اگر تو چاہے تو تیری زندگی سے زندہ اور تیری بقا سے باقی اور تیرے اخلاق سے متخلق ہو جاتا ہے۔ بلکہ تیرے فضل سے عین فنا میں بھی باقی ہو گیا اور عین بقا میں بھی تجھ میں فانی ہوا کیونکہ ان دونوں میں تلازم ہے اور ان دونوں میں سے ہر ایک کے کمال کا حصول دوسرے کے وجود سے ہے۔

اس کی مثال اس انسان کی سی ہے جو نمک کی کان میں ڈال دیا جائے یہاں تک کہ وہ آہستہ آہستہ ایسی چیز بن جائے جو نمک کے احکام سے رنگی جائے۔ یہاں تک کہ وہ پوری طرح نمک ہو جائے۔ اس میں کوئی چیز اپنی نہ رہے نہ ذات نہ صفت تو لازماً اس کا قتل کرنا بھی جائز ہو گا اور کاٹنا بھی اور اس کا کھانا بھی جائز ہو گا۔ اور اس کی خرید و فروخت بھی اور اگر اس کی کوئی ذات یا صفت باقی ہوتی تو یہ چیزیں جائز نہ ہوتیں اور فارسی شعر میں کیا ہی اچھا کہا گیا ہے۔ ؎

ؔ[1] سگے کاندر نمک زار او فتد گم گردد اندر وے
من ایں دریائے پر شور از نمک کمتر نمے دانم

[1] کتا جو نمک کی کان میں گر پڑے وہ اس میں گم ہو جاتا ہے میں اس دریائے پر شور کو نمک سے کمتر نہیں سمجھتا۔

Marfat.com

اگر تم پوچھو کہ تم نے تو اپنے مکاتیب اور رسائل میں لکھا ہے کہ ذات اور صفت کا زوال شہودی طور پر ہوتا ہے وجودی طور پر نہیں ہوتا کیونکہ اس سے الحاد اور زندقہ پیدا ہوتا ہے اور دوئی مجو عبودیت اور ربوبیت کے درمیان ثابت ہے وہ اٹھ جاتی ہے تو اب ذات اور صفت کے وجود میں بھی زائل ہو جانے کا کیا مطلب ہے۔؟

تو میں کہتا ہوں کہ کسی چیز کا دوسری چیز میں اس طرح رنگ جانا کہ ان میں سے ایک اپنے احکام سے الگ ہو جائے اور دوسری کے احکام میں رنگ جائے تو اس میں دونوں سے دوئی نہیں اٹھ جاتی کہ وہ الحاد اور زندقہ بن جائے پس یقیناً وہ انسان جو نمک کی کان میں پھینک دیا گیا ہو وہ نمک سے متحد نہیں ہو جاتا اور نہ اس کی دوئی زائل ہو جاتی ہے بلکہ اس کو اپنی ذات اور اپنی صفات سے نمک کی ہمسائیگی اور اس کے غلبہ سے فنا حاصل ہوئی اور دوئی کی بقا کے باوجود اسے نمک اور اس کے احکام سے بقا ملی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ دوئی اصل کے ساتھ سائے کی دوئی کی طرح ہے جس میں اپنا استقلال نہیں ہے اور اس زائل ہونے والی دوئی کو عوام کی نظر میں ایک طرح سے استقلال حاصل ہے پس دوئی تو اس کے بعد بھی باقی ہے پھر الحاد اور زندقہ کہاں رہا۔؟

اور وہ جو میں نے اپنے مکاتیب اور رسائل میں زوال وجود کے منع کے متعلق کہا ہے۔ تو وہ عوام کے فہم کے قصور پر محمول ہے کہ وہ اس سے دوئی کا ختم ہو جانا سمجھتے ہیں اور الحاد اور زندقہ میں جا پڑتے ہیں۔ "اللہ تعالیٰ ان ظالموں کی باتوں سے بہت بلند ہیں"۔

باقی رہی وہ صورت جو حکمی طور پر اس انسان کے نمک بن جانے کے بعد باقی رہی ہے تو وہ حقیقت میں نمک کی صورت ہے کہ جس کے رنگ سے انسان رنگین ہوا ہے نہ کہ انسان کی صورت مگر یہ کہ اس حکمی نمک کو اس انسان کی صورت پر قیاس کیا گیا ہے اور اس کو اس کی صورت دی گئی ہے نہ یہ کہ انسان کی صورت باقی رہی ہے کہ کوئی اس کا اثر باقی رہ جائے۔

## تنبیہ :-

اس نمک میں جسے انسان کی صورت پر قیاس کیا گیا ہے صورت کا زوال ممکن ہے بلکہ واقع ہے اور جو بحث ہم کر رہے ہیں وہ اس طرح نہیں ہے۔

فَلِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی (سو اللہ کے لئے بلند مثال ہے)

Marfat.com

پس اللہ تعالیٰ کسی چیز سے متحد نہیں ہوتا اور نہ کوئی چیز اس سے متحد ہوتی ہے اور نہ وہ اشیاء سے متصل ہے اور نہ اشیاء سے منفصل ہے اور اشیاء بھی اس سے متصل نہیں ہیں اور نہ اس سے منفصل ہیں۔ تو ذات پاک ہے۔ وہ اللہ جو اکوان کے حدوث سے نہ اپنی ذات سے متغیر ہوتا ہے اور نہ صفات سے اور نہ اسماء سے۔ تو اللہ تعالیٰ اب بھی اسی طرح ہے جس طرح پہلے خالص تنزیہ اور تقدیس پر تھا۔ تو اللہ تعالیٰ عالم سے قریب ہے اور عالم کے ساتھ ہے لیکن یہ قرب و معیت وہ ہے جس کی کیفیت معلوم نہیں ہے۔ یہ اس طرح کا قرب نہیں جو جسم کو جسم سے ہوتا ہے اور نہ وہ قرب جو جسم کو عرض سے ہوتا ہے۔

مختصر یہ کہ امکان کی صفات اور حدوث کے نشان سب کے سب خدا تعالیٰ کی ذات سے مسلوب ہیں۔ اولیاء کا عروج اللہ تعالیٰ کے بندے کی طرف قرب میں کوئی اضافہ نہیں کرتا۔ اور اصفیاء کے وصول سے ان کا اللہ تعالیٰ سے اتصال حاصل نہیں ہوتا اور فنا اور بقاء فناء کے احوال ہیں لیکن وہ نہیں جو عقلا سمجھتے ہیں۔ اور ذات اور صفت کے زوال کا ایک معنی ہے جسے وہی سمجھ سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نصیب کرے جیسا کہ اس کی تحقیق آئے گی۔ سو تو اس جماعت کے کلام کو حسن ظن اور قبول سے سن اور اس سے اس کا ظاہری مدلول اور مطابقی معنی نہ سمجھ کیونکہ اس طرح تو بسا اوقات بڑی فحش غلطی کرے گا سو تو خود بھی گمراہ ہوگا اور لوگوں کو بھی گمراہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ ہی نیکی کا الہام کرنے والا اور توفیق دینے والا ہے۔

اگر تو کہے کہ تم نے انسان کی ذات اور صفت کے زائل ہو جانے کو جائز رکھا ہے۔ تو اس کے متعلق کیا کہتے ہو جو قرآن مجید میں خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کے متعلق آیا ہے۔

| | |
|---|---|
| قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَيَّ۔ | آپ کہہ دیں کہ میں بھی تم جیسا آدمی ہوں (فرق یہ ہے) کہ میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ |

اور جو حدیث نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں آیا ہے۔

| | |
|---|---|
| اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اَغْضَبُ كَمَا يَغْضَبُ الْبَشَرُ۔ | میں بھی تمہارے جیسا آدمی ہوں مجھے بھی اسی طرح غصہ آتا ہے جیسا دوسرے لوگوں کو آتا ہے۔ |

اور یہ بات انسانیت کے اثر کے باقی رہنے ہی کی وجہ سے ہے۔

تو میں کہوں گا اس طرح نہیں ہے اور نہ اس کی اثر کے بقا پر دلالت ہے۔ مگر اتنا ضرور ہے

Marfat.com

کہ جب انسان کامل کو فنا اور بقا کے بعد عالم اور مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے کیلئے واپس کرنے کا ارادہ کیا جاتا ہے تو اس کے ساتھ بشری صفات اور انسانی خصوصیات کو مرکب کر دیا جاتا ہے جو کہ ان صفات کی تیزی کو توڑنے کے بعد اس سے زائل ہوئی تھیں۔ تاکہ اس کے اور عالم کے درمیان مناسبت زائل ہونے کے بعد از سر نو مناسبت پیدا ہو جائے اور اللہ تعالیٰ اس مناسبت سے اس کے اور عالم کے درمیان افادہ اور استفادہ کا دروازہ کھول دے۔

اور ان بشری صفات کو زوال کے بعد پھر واپس کرنے اور اس سے ملحق کرنے میں ایک اور حکمت بھی ہے اور وہ ہے مکلفین کا امتحان اور دعوت دیئے گئے لوگوں کی آزمائش تاکہ ناپاک سے پاک الگ ہو جائے اور جھٹلانے والا تصدیق کرنے والے سے جدا ہو جائے اور ان صفات کے رجوع سے معاملہ ملتبس ہونے اور حال کے ملتبس ہونے کے بعد ایمان بالغیب حاصل ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

| | |
|---|---|
| وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ۔ | اور اگر ہم اسے فرشتے بناتے تو اسے انسان ہی کی شکل میں بھیجتے اور جس شبہے میں وہ اب پڑے ہیں پھر بھی اسی شبہے میں پڑے رہتے۔ |

اگر کوئی کہے کہ انسان کامل سے ذات اور صفات کے زوال کا کیا مطلب ہے حالانکہ اس کا ظاہر ہمیشہ صفات بشری پر دائم ہے۔ وہ کھاتا ہے اور پیتا ہے اور سوتا ہے اور آرام کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے متعلق فرمایا۔

| | |
|---|---|
| وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ۔ | اور ہم نے ان کو ایسے جسم نہیں بنایا کہ وہ کھانا نہ کھائیں۔ |

تو میں کہوں گا فنا اور بقا باطن کی صفات سے ہیں ان کا اصل میں ظاہر سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ پس ظاہر ہمیشہ اپنے مقام پر ہے اور باطن کبھی علیحدہ ہوتا ہے اور کبھی صفات سے موصوف ہوتا ہے۔

پھر اگر کہا جائے کہ باطن کے لطائف کئی ایک ہیں کیا یہ سارے فنا اور بقا سے متحقق ہیں۔ یا ان میں سے بعض اور پھر وہ بعض کونسے ہیں؟۔

Marfat.com

تو میں کہوں گا کہ ان دونوں سے جو متحقق ہے وہ لطیفہ نفس ہے جو کہ اصل میں انسان کی حقیقت ہے جس کی طرف "وہ" "میں" کے قول سے اشارہ کرتا ہے۔ پس یہی ابتدا میں برائی کا حکم دینے والا ہے اور آخر میں نفس مطمئنہ ہے اور ابتدا میں وہ خداوند تعالیٰ کی عداوت پر ہے۔ اور آخر میں اس سے راضی اور مرضی ہے۔ یہ سب بُروں میں سے بُرا ہے اور بھلوں میں سے بھلا ہے۔ اس کی بُرائی ابلیس کی برائی سے بڑھ کر ہے اور اس کی بھلائی تسبیح و تقدیس کرنے والوں کی بھلائی سے زیادہ ہے۔

تنبیہ :۔

فنا اور زوال وجودی اور بقا باللہ کا یہ معنی نہیں ہے کہ ممکن سے پورے طور پر امکان زائل ہو جائے اور پھر اسے وجوب حاصل ہو جائے کیونکہ یہ محال عقلی ہے اور اس طرح کہنا کفر ہے۔ بلکہ وہ امکانیت کے بقا کے ساتھ الگ ہونا اور موصوف ہونا ہے۔ بالکل اسی طرح کی علیحدگی اور پوشیدگی جسے ارباب معقول نے عناصر میں بطریق کون و فساد ثابت کیا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ انہوں نے بطریق مادے کو دونوں حالتوں میں صورت نوعیہ کی تبدیلی کے باوجود ثابت رکھا ہے اور ہم مادے اور اس کے ثبوت کے متعلق نہیں کہتے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ فنا و بقا قادر مختار جل شانہ کی طرف سے ایجاد اور اعدام ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ "وہ آدمی ہرگز آسمانوں کے ملکوت میں داخل نہ ہو گا جو دو دفعہ نہیں جنا گیا"۔

گویا کہ دلالت ثانیہ سے ایجاد ثانی کی طرف اشارہ ہے۔

اور وہ جو بقا باللہ کہتے ہیں تو یہ رذیل صفات کے زوال اور اخلاق حمیدہ کے حصول کی وجہ سے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی شبیہہ ہیں مجاز اور تشبیہہ کے طور پر کہتے ہیں اور میں نے کئی ایک مقامات پر تحقیق کی ہے کہ یقیناً ممکن کی ذات یہی عدم ہے اور بس۔ پس اس کا زوال کوئی معنی نہیں رکھتا کیونکہ ممکن اپنے تمام احوال میں ممکن ہے خواہ وہ حال فنا ہو یا حال بقا جیسا کہ یہ دونوں اپنے عدم کے حال میں تھے۔ اور واجب تعالیٰ (خدا تعالیٰ) ہمیشہ اور دائمی طور پر واجب ہے کوئی چیز اس کی ذات پاک سے ملحق نہیں ہو سکتی اور نہ اس سے کوئی امر متصل ہو سکتا ہے۔ اور شعر فارسی میں کیا ہی خوب کہا گیا ہے ؎

سیاہ روئی ز ممکن در دو عالم
جدا ہرگز نہ شد واللہ اعلم

حاشیہ اگلے صفحہ پر

Marfat.com

اور تجھ پر یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ ممکن میں امکان کا بقا ممکن میں بقاء اثر اور ثبوت کے مراتب میں سے کسی مرتبہ میں اس کے ثبوت کے بقا سے عبارت نہیں ہے۔ کیونکہ وہ پوری فنا کے منافی ہے اور اس فنا کے ساتھ فنا ہونے والا امانتوں کو اس کے اہل کے پاس واپس کرنے کے بعد اور اس میں منعکس ہونے والے ظلال کو ان کے اصل وجود اور اس کے سارے توابع صفات کاملہ اور نعوت فاضلہ کی طرف رد کرنے کے بعد عدم محض سے جو کامل ہے ملحق ہو گیا ہے۔ اس طرح پر کہ اس میں کسی چیز کی طرف اضافت اور نسبت نہیں پائی جاتی اور نہ کوئی اسم اور نہ کوئی نشان باقی رہتا ہے۔ کیونکہ عدم میں اضافت کا وجود اس کے ثبوت سے خبر دیتا ہے ولو فی الجملۃ۔ فافہم۔

# مکتوب نمبر ۵۴

خانجہاں کی طرف صادر فرمایا

(شرع متین کی اتباع اور دشمنان دین سے جنگ کرنے کے بیان میں)

حق سبحانہ و تعالیٰ بہ طفیل نبی اور ان کی بزرگ آل علیہ و علیہم الصلوات والتسلیمات اپنی پسندیدہ چیزوں کی توفیق عنایت فرمائیں اور سلامت و معزز و محترم رکھیں۔ ؎[1]

گوئے توفیق و سعادت در میان افگندہ اند
کس بمیداں در نمے آید سواراں راچہ شد

دنیا کی فانی نعمتیں اور لذتیں اس وقت گوارا اور حلال ہوتی ہیں کہ ان کے ضمن میں شریعت غراء کے مطابق عمل کیا جائے اور آخرت کے ساتھ جمع ہو جائے۔ ورنہ زہر قاتل کا حکم رکھتی ہیں کہ جس کو شکر میں لپیٹ دیا گیا ہو اور اس سے بیوقوفوں کو فریب دیا جائے۔ افسوس ہے اگر اس زہر کا علاج حکیم مطلق جل شانہ کے تریاق سے نہ کیا جائے اور اس شیرینی کی تلافی شریعت کے اوامر اور نواہی کی تلخی سے نہ کی جائے۔

مختصر یہ کہ تھوڑی سی کوشش اور تردد سے شریعت کے مطابق کہ جس کی بنا سہولت پر

---

(حاشیہ صفحہ سابقہ) ممکن ہے اس کی سیاہ روئی دونوں جہانوں میں زائل نہیں ہو سکتی واللہ اعلم۔ (حاشیہ صفحہ ہذا)

[1] توفیق اور سعادت کا گیند درمیان میں پڑا ہے کوئی بھی میدان میں نہیں آتا سواروں کو کیا ہوا۔

Marfat.com

ہے۔ ابدی ملک ہاتھ آتا ہے اور تھوڑی سی غفلت اور فراغت سے وہ ہمیشہ کی دولت ہاتھ سے جاتی ہے۔ دور اندیش عقل کو کام میں لانا چاہیئے اور بچوں کی طرح اس کو اخروٹ اور منقہ سے نہ بیچنا چاہیئے۔

یہی ملازمت جو آپ رکھتے ہیں اگر اس کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی تعمیل کے ساتھ جمع کر دیں تو آپ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا کام کریں گے اور دین متین کو منور کریں گے ہم فقیر لوگ اگر کئی سال تک بھی اس عمل میں اپنی جان لڑائیں تو آپ جیسے شاہبازوں کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ ؎

گوئے توفیق و سعادت درمیان افگندہ اند
کس بمیداں در نمے آید سواراں راچہ شد

اے اللہ ہمیں ان کاموں کی توفیق دے جنہیں تو پسند کرتا ہے۔ باقی مقصد یہ ہے کہ دعائیہ رقعہ لے جانے والے فضائل مآب خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد اشرف اپنے مخصوص دوستوں سے ہیں جس قدر بھی آپ اُن کے احوال کی رعایت کریں گے فقیروں پر احسان کا باعث ہو گا۔ آپ کا معاملہ بہت بلند ہے اور آپ کی شان بہت رفیع ہے

# مکتوب نمبر ۵۵

ممریز خاں کی طرف صادر فرمایا

(فقر سے غنا کی طرف واپس چلے جانے کی برائی کے بیان میں)

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

میرے بھائی میاں ممریز خاں نے فقر کی تنگیوں سے بھاگ کر اغنیاء سے التجا کی ہے۔ اور دنیا کی نعمتوں اور لذتوں میں مشغول ہو گئے ہیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ نے اچھا نہیں سوچا۔ اگر دنیا میں اغنیاء کی صحبت میں رہ کر بہت ترقی بھی کر لیں تو ایک ہزاری منصب پر چلے جائیں گے۔ اور مان سنگھ پنج ہزاری یا سات ہزاری تھا آپ اس سے تو

---

۱؎ توفیق اور سعادت کا گیند درمیان میں پڑا ہے اور کوئی بھی میدان میں نہیں آتا سواروں کو کیا ہوا۔ ؟ ۱۲

Marfat.com

نہ بڑھ سکیں گے۔ اور اگر بالفرض مان سنگھ کے منصب پر بھی پہنچ جائیں تو سوچو کہ کیا چیز کر لوگے اور کونسی بزرگی حاصل کر لوگے۔ کیا فقیری میں روٹی نہ ملتی تھی۔ اب مرغن روٹیاں کھاتے ہو اس سے بھی گذر رہی ہے۔ اور اس سے بھی گذر جائے گی

لیکن سوچو کہ کونسا معاملہ تمہارے ہاتھ سے گیا اور جب تک رہو گے ہاتھ سے جاتا ہی رہے گا اور زیادہ سے زیادہ غریب ہوتے چلے جاؤگے۔ جو اپنے نقصان پر راضی ہو وہ شفقت کا مستحق نہیں ہوتا۔ اب جب کہ آپ مبتلا ہو گئے تو کوشش کرو کہ شریعت کا التزام اور اس کی استقامت تمہارے ہاتھ سے نہ جائے اور شغل باطن میں فتور نہ پڑے اگرچہ اس کو دنیا کے ساتھ جمع کرنا مشکل ہے کہ جمع ضدین ہے۔

اس قدر ضرور ہے کہ جو وضع آپ نے اختیار کی ہے اور جس خدمت پر آپ مامور ہوئے ہیں اس میں اگر اپنی نیت صحیح کر لیں تو جہاد میں داخل ہے اور نیک عمل ہے لیکن نیت کی درستی مشکل کام ہے۔ آج یہ خدمت جو فی الجملہ اچھی ہے کل کو لی شاید کوئی ایسی خدمت فرمائیں جو عین وبال ہو مختصر یہ کہ کام مشکل ہے ہوشیار رہیں۔ خبر شرط ہے۔ والسلام۔

# مکتوب نمبر ۵۶

حضرت مجدد صاحب کے پیرزادہ خواجہ محمد عبداللہ اور خواجہ جمال

جمال الدین حسین ولد خواجہ حسین الدین احمد کی طرف صادر فرمایا۔

(صحبت گزشتہ کے فوت ہونے پر افسوس اور اسرار جدیدہ کی طرف اشارہ کے بیان میں۔)

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔

میری دونوں آنکھوں کی ٹھنڈک اور کانوں کی مسرت خواجہ محمد عبداللہ و خواجہ جمال الدین حسین ظاہری اور باطنی اطمینان سے آراستہ رہیں۔ آپ نے عجب غفلت اختیار کی ہے اور بڑی نامہربانی ہے کہ ہمسائیگی کا قرب حاصل ہونے کے باوجود سرہند میں نہیں پہنچے اور نہ اس غریب کو پوچھا اور حقوق شناسائی بجا نہ لائے اور خواجہ محمد افضل کا کیا گلہ کروں۔ آشنائی میں ان سے ہمیشہ کئی مراحل تک دور رہتے ہیں۔ بلکہ ہماری آشنائی سے خوفزدہ ہیں۔

میر منصور بیگ سے کیا کہوں کہ وہ ہمیشہ صحبت کی آرزو رکھتے ہیں اور امکان سے وجود میں نہیں

Marfat.com

لائے فقہائے عظام کا قول ہے۔

اَلرَّاضِیْ بِالضَّرَرِ لَایَسْتَحِقُّ النَّظَرَ۔ (جو اپنے نقصان پر راضی ہو وہ شفقت کا مستحق نہیں ہوتا)

لشکر اگرچہ دریائے ظلمات ہے لیکن آب حیات کو شامل ہے۔ اس جگہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے اگرچہ بہ طریق قلت ہی سہی ایسے موتی ہاتھ آتے ہیں کہ دوسری جگہوں میں اگر اس گوہر سے کمتر بھی میسر ہو تو غنیمت ہے۔ جس سپاہی نے قدر و قیمت پیدا کی ہے تو وہ اس کو دشمنوں کے غلبے کے وقت میسر ہوتی ہے اگرچہ سلامتی گوشے میں ہے۔ لیکن جہاد اور شہادت کی دولت میدان جنگ میں ہے گوشہ اور زاویہ عورتوں اور کمزور لوگوں کے مناسب ہے۔

حدیث میں آیا ہے۔

اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِیُّ خَیْرٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِیْفِ (طاقتور مومن کمزور مومن سے بہتر ہے)

طاقتور مردوں کا کام میدان جنگ میں لڑنا ہے۔

قُلْ کُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِهٖ فَرَبُّکُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰی سَبِیْلًا۔ آپ کہیں ہر ایک اپنے طریقہ پر کام کرتا ہے۔ سو تمہارا رب خوب جانتا ہے۔ اس کو جو زیادہ راہ پانے والا ہے۔

رخصت کی مدت گزارنے کے بعد جب لشکر گاہ کی طرف متوجہ ہوا تو فرزند محمد سعید کو ضرورت کے لئے گھر میں چھوڑا اور جب وہ فیوض و برکات و علوم و معارف جو کہ فرزند کی جدائی کے بعد ظاہر ہوتے ملاحظہ کئے تو ان کی جدائی سے پشیمان ہوا فرصت کو غنیمت سمجھا ان کو طلب کیا اس امید پر سب چھوٹے بڑے آگئے۔ کہ ان برکات سے گدائی کریں۔ عجیب معاملہ ہے کہ گویا ہم ملامتیہ گروہ میں ہیں یا قلندریہ جماعت میں۔ حالانکہ ہم ان دونوں فریق سے جدا ہیں اور کاروبار علیحدہ رکھتے ہیں۔

تھوڑا سا علوم جدیدہ میں سے سن لو۔ ایک مکتوب کا عنوان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

هَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا۔ بیشک انسان پر ایسا وقت بھی آیا ہے جب کہ یہ کوئی چیز بھی قابل ذکر نہ تھا۔

Marfat.com

ہاں اے میرے اللہ واقعی انسان پر ایک ایسا وقت بھی آیا ہے جب یہ کوئی چیز بھی قابل ذکر نہ تھا۔ نہ اس کی ذات تھی نہ صفت نہ شہود نہ وجود الخ۔

اور آپ نے مکتوبات میں دیکھا ہوگا کہ میں نے زوال وجودی کو الحاد و زندقہ کی قسم سے شمار کیا ہے اور اس جگہ میں نے یہ عبارت لکھی ہے۔ اور اللہ سبحانہ کے کرم سے اس کا علاج کیا ہے۔ ع

قیاس کن زگلستان من بہار مرا [۱]

یہ تمام دولتیں ان واقعات کی برکات سے ہیں اگر وہ نہ ہوتے تو یہ بھی نہ ہوتیں۔ اے ہمارے رب ہمارے نور کو پورا کر اور ہمیں بخش دے۔ یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے۔ مولانا محمد مراد چونکہ اس طرف جا رہے تھے لہذا دو کلمے لکھ دیئے گئے۔ انجام بخیر ہو۔

# مکتوب نمبر ۵

مولانا حمید احمدی کی طرف صادر فرمایا

احدیت ذات عالم اور عقل فعال کے رد کے بیان میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ۔

اللہ تعالیٰ اپنی ذات پاک کے ساتھ موجود ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ہستی بذات خود قائم ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جس طرح ہے ہمیشہ اسی طرح سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ عدم سابق اور عدم لاحق کو اس کی ذات پاک کی جناب میں راہ نہیں ہے کیونکہ وجوب وجود اس درگاہ مقدس کا کمینہ خادم ہے اور سلب عدم اس بارگاہ محترم کا کمترین خاکروب ہے۔ اور جو اللہ تعالیٰ کے سوا ہے جس کا نام عالم ہے خواہ وہ عناصر و افلاک ہوں اور خواہ عقول و نفوس اور خواہ بسائط و مرکبات تمام خداوند تعالیٰ کی ایجاد سے موجود ہوئے ہیں۔ اور عدم سے وجود میں آئے ہیں اور صرف خداوند تعالیٰ کے لئے قدم ذاتی اور زمانی ثابت ہے اور بس اور اس کے سوا جو بھی ہے اس کے لئے حدوث ذاتی اور زمانی ثابت ہے جیسا کہ زمین کو دو روز میں خلق فرمایا ہے اور آسمانوں اور ستاروں کو زمین کی پیدائش کے بعد دو روز میں عدم سے وجود میں لایا ہے۔

---

۱ میرے گلستان سے میری بہار کا اندازہ کیجئے۔

Marfat.com

آیت کریمہ

خلق الارض فی یومین (اس نے زمین کو دو دن میں پیدا کیا)

اور آیت کریمہ

فقضھن سبع سموات فی یومین (پھر دو روز میں ان کو سات آسمان بنایا)

اس بات کی تصدیق ہے۔

وہ بیوقوف ہے بلکہ قرآنی نص کا منکر جو ما سوی میں سے بعض چیزوں کے قدیمی ہونے کے متعلق لب کشائی کرے اور افلاک و کواکب کے قدیمی ہونے کا حکم لگائے اور بسیط عناصر کو قدیم جانے اور عقول و نفوس کو ازلی و قدیم تصور کرے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کے حادث ہونے پر تمام اہل ملت کا اجماع ہو چکا ہے اور سب نے عدم سابق کے بعد ما سوا کے وجود میں آنے کا حکم لگایا ہے۔ چنانچہ امام حجۃ الاسلام غزالی نے اپنے رسالہ منقذ عن الضلال میں اس معنی کی تصریح کی ہے اور اس جماعت کی جو اجزائے عالم میں سے بعض اجزا کے قدیم ہونے کے قائل ہے اس وجہ سے ان کی تکفیر کی ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ پس ممکن اشیاء میں سے بعض کے قدیم ہونے کا حکم لگانا دین اسلام سے نکلنا ہے۔ اور فلسفہ میں داخل ہونا ہے۔

اور جس طرح اللہ تعالیٰ کے سوا کے لئے عدم سابق ثابت ہے عدم لاحق بھی اس کا دامن گیر ہے۔ ستارے آسمانوں سے گر پڑیں گے اور آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے اور زمین اور پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ اور سب معدوم ہو جائیں گے جیسا کہ قرآن مجید کی نص اس کی تصریح کرتی ہے اور تمام اسلامی فرقوں کا اس پر اجماع ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کلام مجید میں فرمایا ہے۔

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ وَّحُمِلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ وَانْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ

(پھر جب ایک ہی دفعہ نرسنگھا پھونکا جائے گا اور زمین اور پہاڑ اٹھا کر ایک ہی دفعہ کوٹ دیئے جائیں گے۔ تو اس دن واقعہ ہونے والی واقع ہو گی اور آسمان پھٹ جائے گا اور وہ اس دن بالکل کمزور ہو گا۔)

Marfat.com

اور فرمایا ہے۔

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ۔ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ — جب سورج لپیٹ دیا جائے گا اور جب ستارے گدلا جائیں گے اور پہاڑ چلائے جائیں گے۔

اور فرمایا ہے۔

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ۔ — جب آسمان پھٹ جائے گا اور ستارے جھڑ پڑیں گے۔

اور فرمایا ہے۔

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ — جب آسمان پھٹ جائے گا۔

اور فرمایا ہے۔

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۔ — اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔ اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

اور ان جیسی قرآن مجید میں بہت سی آیات وارد ہیں۔ کوئی جاہل ہی ہوگا جو ان کے فنا ہونے کا انکار کرے اور یا وہ ہوگا جس کا قرآن پر ایمان نہیں ہے۔ اور فلاسفہ کی ملمع شدہ باتوں پر فدا ہے۔

مختصر یہ کہ ممکنات میں عدم لاحق عدم سابق کے اثبات کی طرح تسلیم کرنا دین کے ضروریات سے ہے اور اس پر ایمان لانا لازم ہے اور وہ جو علماء نے کہا ہے۔ کہ سات چیزیں فنا نہ ہوں گی۔ عرش۔ کرسی۔ لوح۔ قلم۔ بہشت۔ دوزخ اور روح یہ باقی رہیں گی۔ تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ چیزیں فنا قبول نہیں کرتیں اور زوال کی قابلیت نہیں رکھتیں۔

حَاشَا وَكَلَّا

بلکہ قادر مختار جل شانہ جس کو چاہے اپنی حکمت و مصلحت کی بنا پر وجود کے بعد فنا کر دے اور جس کو چاہے باقی رکھے۔

يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ۔ — (اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہے فیصلہ کرتا ہے۔)

اس بیان سے ظاہر ہوا کہ عالم اپنے تمام اجزا کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے

Marfat.com

اور اپنے وجود و بقا میں اس کا محتاج ہے۔ کیونکہ بقا اس وجود کے نفس کا دوسرے اور تیسرے اور جہاں تک اللہ چاہے زمانہ میں برقرار رہنا ہے۔ اس وجود پر کوئی امر زائد نہیں ہے۔ کہ جس کا نام بقا ہو پس نفس وجود اور وجود کا برقرار رہنا دونوں اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے سپرد ہیں عقل فعال کیا ہوتی ہے۔ جو چیزوں کا سرانجام کرے اور حوادث اس کی طرف منسوب ہوں کیوں کہ اس کے اپنے وجود اور ثبوت میں ہزاروں شکوک ہیں کیونکہ اس کا تحقق اور اس کا حصول فلاسفہ کے ملمع شدہ مقدمات پر مبنی ہے جو کہ اسلام کے اصول حقہ کی رو سے ناتمام اور نامبارک ہیں۔

کوئی بیوقوف ہی ہو گا جو اشیاء کو قادر مطلق جل شانہ سے روک کر ایسے امر موہوم کی طرف ان کو منسوب کرے بلکہ خود اشیاء کو ہزار عار و ننگ ہے کہ فلسفی کی من گھڑت چیز کی طرف وہ منسوب ہوں۔ بلکہ اشیاء اپنے عدم پر راضی اور خوش ہیں اور ہرگز وجود کی رغبت نہ کریں گی اس سے کہ ان کے وجود کو سفسطی کی بنائی ہوئی چیز کی طرف منسوب کیا جائے اور قادر مختار جل سلطانہ کی قدرت کی طرف ان کو منسوب ہونے کی سعادت سے محروم کر دیا جائے۔

كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا۔ بہت بڑی بات ہے جو ان کے مونہوں سے نکلتی ہے۔ وہ صرف جھوٹ کہتے ہیں۔

# مکتوب نمبر ۵۸

خواجہ صلاح الدین احراری کی طرف صادر فرمایا

(اس بیان میں کہ وجود ممکنات کی نمود و خلق مرتبہ عدم و حس میں ہے جس نے استحکام پیدا کر لیا ہے)

كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ مَعَهٗ شَيْءٌ۔ (اللہ تھا اور کوئی چیز اس کے ساتھ نہ تھی)

اور جب اس نے چاہا کہ اپنے پوشیدہ کمالات کو ظاہر کرے تو اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہر اسم نے مظاہر میں سے ایک مظہر کا مطالبہ کیا۔ تاکہ اپنے کمالات کو اس مظہر میں جلوہ گر کرے اور وجود اور توابع وجود کی مظہریت کے لئے عدم کے سوا اور کوئی چیز قبول کرنے والی نہیں تھی۔ کیونکہ کسی شے کا آئینہ اور مظہر اس شے کے مقابل اور اس سے علیحدہ ہے۔ اور وجود کا مباین اور مقابل صرف عدم ہے۔

Marfat.com

پس اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی کمال قدرت سے عالم عدم میں اپنے اسماء میں سے ہر اسم کے لئے مظاہر میں سے ایک مظہر متعین فرمایا۔ اور اس کو مرتبہ حس و وہم میں جب چاہا اور جس طریقہ پر چاہا پیدا کیا۔ "اس نے اشیاء کو جب چاہا اور جس طرح چاہا پیدا کیا"۔ اور ابدی معاملہ اس کے ساتھ وابستہ کیا۔ یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ عدم خارجی کے منافی ثبوت خارجی ہے وہ ثبوت منافی نہیں جو مرتبہ حس و وہم میں پیدا کرے کہ وہ منافات کی بو نہیں رکھتا اور عالم کا ثبوت مرتبہ وہم و حس میں ہے نہ کہ مرتبہ خارج میں کہ وہ اس کے منافی ہو۔ پس جائز ہے کہ عدم حس و وہم کے مرتبہ میں ثبوت پیدا کرے اور خدا تعالیٰ کی صنعت سے اس کو اس جگہ استواری اور مضبوطی حاصل ہو اور اس مرتبہ میں بطریق انعکاس و ظل وہ زندہ اور علم والا اور قدرت والا اور ارادہ کرنے والا اور دیکھنے والا اور سننے والا اور بولنے والا ہو اور مرتبہ خارج میں اس کا کوئی نام و نشان نہ ہو اور خارج میں اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے سوا کوئی چیز ثابت اور موجود نہ ہو اور اس لحاظ سے کہا جا سکتا ہے۔

اب بھی وہ ویسا ہی ہے جیسا پہلے تھا۔

اس کی مثال تیزی سے گردش کرنے والے نقطہ اور دائرہ موہومہ کی سی ہے کہ موجود تو صرف وہی نقطہ ہے اور بس اور دائرہ خارج میں معدوم ہے۔ وہ خارج میں کوئی نام و نشان نہیں رکھتا۔ لیکن اس کے باوجود اس دائرہ نے مرتبہ حس و وہم میں ثبوت پیدا کیا ہے اور اس مرتبہ میں بطریق ظلیت اس کو چمک دمک حاصل ہے۔ اس تحقیق سے ان لمبے چوڑے مقدمات سے بے نیازی حاصل ہو جاتی ہے۔ جو کہ شیخ محی الدین ابن عربی اور اس کے متبعین نے فرمائے ہیں اور تنزلات کا بیان کیا ہے اور تعینات علمی و خارجی بنائے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے علم کے مرتبہ میں حقائق اور اعیان ثابتہ کو ثابت کیا ہے اور ان کے عکوس کو خارج میں جو کہ ظاہر وجود ہے متقرر کہا ہے اور ان کے آثار کو خارجی کہا ہے جیسا کہ ان کے کلام کو انصاف سے دیکھنے والے اور ان کی اصطلاحات کو جاننے والے پر مخفی نہیں ہے۔

اور اس تحقیق سے معلوم ہو گیا کہ کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ کے سوا خارج میں موجود نہیں ہے۔ کیا ذوات اور کیا ذوات کے صفات بلکہ ان کا ثبوت مرتبہ حس و وہم میں ہے اور کوئی استحالہ لازم نہیں آتا کیونکہ یہ عالم موہوم نہیں ہے کہ جس نے وہم کے اختراع سے ثبوت پیدا کیا ہے کہ وہم کے زوال سے وہ زائل ہو جائے گا بلکہ اس کا ثبوت خدا تعالیٰ کی صنعت سے مرتبہ وہم میں ہے اور کو مرتبہ میں ثبات و تقرر اور استواری اور استحکام رکھتا ہے۔

Marfat.com

صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِیْ اَتْقَنَ كُلَّ شَیْءٍ ۔ اللہ کی صنعت نے ہر چیز کو مضبوط کر دیا۔

اس بیان سے واضح ہوا کہ ممکنات کے حقائق عدمات ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے علم میں تعین و تمیز پیدا کیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی صنعت سے دوسری مرتبہ حس و وہم کے مرتبہ میں ثابت ہوئے ہیں اور بعض ان میں سے اللہ جل شانہٗ کے اسماء کے آئینے بنے اور اس مرتبہ میں بطور ظلل وانعکاس زندہ عالم قادر و مرید اور دیکھنے اور سننے اور بولنے والے ہوئے۔

اور شیخ اور اس کے متبعین کی تحقیقات کے مطابق ممکنات کے حقائق اسماء الٰہی جل سلطانہ کے صور علمیہ ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کے وجود کے تنزلات خمسہ میں سے ایک ہیں مختصر یہ کہ اس فقیر کے فہم کے نزدیک ممکنات کے حقائق عدمات ہیں اور حضرت شیخ کے نزدیک وجودات منزلہ اور حضرت شیخ نے کثرت کی نمود کو خارج میں ثابت کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ صور علمیہ متکثرہ جو کہ ممکنات کے حقائق ہیں اور ان کو اعیان ثابتہ سے تعبیر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے وجود ظاہر کے آئینہ میں کہ اس کے سوا خارج میں کوئی چیز موجود نہیں ہے منعکس ہوئے ہیں اور خارج میں ظہور پیدا کیا ہے۔ اور ایسا دکھائی دیتے ہیں کہ خارج میں ہیں اور حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی چیز خارج میں موجود نہیں ہے۔

اور فرماتے ہیں کہ صور علمیہ میں سے ہر ایک کو اوقات میں سے کسی وقت میں ظاہر وجود کے ساتھ جو کہ ان صور کے لئے آئینہ کی طرح ہے۔ نسبت مجہول الکیفیت پیدا ہو جاتی ہے جو کہ خارج میں اس کے نظر آنے کا سبب ہوتی ہے اور فرماتے ہیں کہ یہ مجہول الکیفیت نسبت کسی کو بھی معلوم نہیں حتی کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی اس کی اطلاع نہیں دی گئی ہے اور خارج میں ان صورتوں کے اظہار کو اس مجہول الکیفیت نسبت کے حصول کے بعد خلق کہا ہے اور ایجاد اشیاء جانا ہے۔

اور اس سابق تحقیق کے مطابق کہ اس فقیر کو اس کی راہنمائی ہوئی ہے۔ جس طرح اشیاء کا خارج میں وجود نہیں ہے۔ ان کی نمود بھی خارج کے خانہ میں اسی اپنی بے رنگی پر ہے۔ اس میں نہ غیر کا وجود ہے اور نہ نمود۔ اگر اس کی نمود ہے تو وہ بھی مرتبۂ وہم میں ہے اور اگر ثبوت ہے تو وہ بھی خدا تعالیٰ کی صنعت سے مرتبۂ وہم میں ہے مختصر یہ کہ اس کی نمود اور اس کا ثبوت ایک ہی مرتبہ میں ہے نہ یہ کہ اس کی نمود ایک جگہ میں ہو اور اس کا وجود دوسری جگہ ہو مثلاً دائرہ موہومہ جو کہ

Marfat.com

نقطہ جوالہ کو گردش کرنے والا ہے پیدا ہوا ہے جس طرح اس کا ثبوت مرتبہ وہم میں ہے اس کی نمود بھی اسی مرتبہ میں ہے کہ اس کا نقش وہم میں ہے نہ خارج میں اور نمود بھی اسی مرتبہ میں ہے کیونکہ خارج میں اس کا کوئی نشان نہیں ہے کہ وہ ظاہر ہو۔

خلاصہ کلام یہ کہ نمود وہمی کو نمود خارجی سمجھتے ہیں جس طرح کہ عالم مثال میں بیداری کی حالت میں باطن کی حس سے صور مثالیہ کو دیکھتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ ان صورتوں کو عالم شہادت میں اور حس ظاہری سے دیکھتے ہیں اور اس قسم کے اشتباہ بہت واقع ہوتے ہیں کہ ایک مرتبہ کو دوسرے مرتبہ سے مشتبہ پاتے ہیں اور ایک کا حکم دوسرے پر لگا دیتے ہیں۔ پس جس بحث میں ہم ہیں وہ دائرہ موہوم جو کہ خیال میں منتقش ہوا ہے خیال کی آنکھ سے اس مرتبہ میں کہ جس میں وہ منتقش ہے دیکھتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اس کو ظاہری آنکھ سے دیکھ رہے ہیں اور ایسا نہیں ہے۔

کیونکہ اس دائرہ کا خارج میں کہ نقطہ جوالہ کا محل ہے کوئی نام و نشان نہیں ہے تاکہ وہ دیکھا جا سکے اور آدمی کی صورت جو آئینہ میں منعکس ہوئی ہے وہ بھی اسی دستور پر ہے کہ صورت کا نہ خارج میں ثبوت ہے اور نہ نمود۔ بلکہ اس کا ثبوت و نمود دونوں مرتبہ خیال میں ہیں۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

پس جس کو شیخ قدس سرہ نے خارج سمجھا ہے اور چیزوں کا اس میں بطریق انعکاس نمود ثابت کیا ہے وہ خارج نہیں ہے بلکہ مرتبہ وہم ہے جس نے خداوند تعالیٰ کی صنعت سے تقرر و ثبات پیدا کیا ہے اور خارج متوہم ہوتا ہے۔ اور خارج اس سے آگے ہے جو ہمارے شہود و احساس سے بہت بلند ہے اور وہ جو ہمیں مشہود و محسوس و معقول و متخیل ہوتا ہے۔ یہ سب دائرہ وہم میں داخل ہے۔ موجود خارجی جل سلطانہ ہمارے وہم سے دور بہت دور ہے اس جگہ آئیں گی کیا گنجائش رکھتی ہے اور وہ کونسی صورت ہو سکتی ہے جو اس حضرت سبحانہ میں منعکس ہو آئینے اور صورت سب ظلال کے مراتب میں ہیں کہ جس کا تعلق دائرہ وہم و حس سے ہے۔ اے ہمارے رب ہمیں اپنی جناب سے رحمت عنایت فرما اور ہمارے کام میں بھلائی پیدا کر۔

Marfat.com

# مکتوب نمبر ۵۹

خواجہ شرف الدین حسین کی طرف صادر فرمایا

حوادث روزمرہ کو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے اور ان سے لذت حاصل کرنے کے بیان میں ۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی شاہراہ پر استقامت عطا فرمائے اور پوری طرح اپنی جناب قدس کا اسیر بنالے ۔

فرزند عزیز باتمیز!

روزمرہ کے حوادث چونکہ اللہ تعالیٰ جل سلطانہ کے ارادہ سے ثابت ہیں اور اس کے فعل سے ثابت ہیں تو اپنے ارادہ کو اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے تابع کر کے ان حوادث کو اپنی مراد بنانا چاہیئے اور ان سے لذت حاصل کرنا چاہیئے ۔ اگر بندگی ہے تو اس نسبت کو پورا کرنا چاہیئے ۔ اور اگر ایسا نہیں ہے تو بندگی سے سر کھینچنا ہے ۔ اور اپنے مولا جل شانہ سے جنگ کرنا ہے ۔

حدیث قدسی میں آیا ہے ۔

مَنْ لَمْ یَرْضَ بِقَضَائِیْ وَلَمْ یَصْبِرْ عَلٰی بَلَائِیْ فَلْیَطْلُبْ رَبًّا سِوَائِیْ وَلْیَخْرُجْ مِنْ تَحْتِ سَمَائِیْ ۔

جو میری تقدیر پر راضی نہ ہوا اور میری مصیبت پر صبر نہ کرے وہ میرے سوا کوئی اور رب بنالے اور میرے آسمان کے نیچے سے نکل جائے ۔

ہاں فقراء اور مساکین اور کمزوروں کی ایک جماعت آپ کی رعایت اور حمایت سے آسودہ اور مرفہ حال ہے ۔ چونکہ یہ بھی اپنا ایک مالک رکھتے ہیں اور وہ ان کو کافی ہے ۔ البتہ آپ کی نیک نامی باقی رہ گئی ہے ۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کو اس کی جزا دنیا اور آخرت میں عطا کرے ۔ والسلام ۔

# مکتوب نمبر ۶۰

آپ کے پیرزادہ خواجہ محمد عبداللہ کی طرف صادر فرمایا

Marfat.com

(اس بیان میں کہ انسان کی ذات مرتبہ اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کے ظلال کا مسکین عکس ہے اور یہ کہ انسان کی ذات اس کا نفس ناطقہ ہے۔ نفس و قلب اور علم حصولی اور علم حضوری کے بیان میں)

صرف وہی موجود و آشکارا ہے پاک ہے وہ اللہ جو حدوث اکوان کی وجہ سے اپنی ذات و صفات و اسماء میں متغیر نہیں ہوتا۔ کیونکہ حدوث اکوان میں ہر تغیر و تلون جو ظاہر ہوا ہے وہ عدم کے مراتب میں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی تنزل اور تبدل خواہ وہ خارج میں ہو خواہ علم میں ہو راہ نہیں پا سکتا۔

اس کا بیان یہ ہے کہ جب اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے چاہا کہ اپنے ذاتی و صفاتی و اسمائی کمالات کو ظاہر کرے اور اشیاء کے آئینہ میں ان کو جلوہ گر کرے تو ہر کمال کے لئے عدم کے مراتب میں اس کمال کے برخلاف کو کہ وہ اس کے مقابل تھا اور تمام اعدام کی نسبت سے متمیز ہے۔ اس کمال کی مرآتیت کے لئے متعین فرمایا۔ کیونکہ کسی شے کا آئینہ اس شے کا مقابل ہے۔ اور اس شے کے ظہور کا سبب ہے "چیزیں اپنی ضد سے ظاہر ہوتی ہیں"

اور ان اعدام کو کہ ان کمالات کی آئینگی کی قابلیت رکھتے ہیں۔ جب چاہا مرتبہ حس و وہم میں ایجاد کیا اور ان کو استقرار و استحکام بخشا اور ان تمام کمالات کو ان میں منعکس کیا اور اس انعکاس سے ان اعدام کو اس مرتبہ میں زندہ اور عالم اور قادر اور ارادہ کرنے والا اور سننے والا۔ دیکھنے والا اور بولنے والا بنایا لیکن محسوس ہوا ہے کہ پہلے عدم میں تصرف کرتے ہیں بغیر اس کے کہ اس میں کسی دوسری چیز کو ملائیں اور اس کو اس تصرف سے نرم اور ملائم کرتے ہیں اس کے بعد اس میں کمال کا ظہور کرتے ہیں۔ جس طرح کہ پہلے موم کو نرم اور ملائم کرتے ہیں۔ اس کے بعد اس سے صورت و اشکال پیدا کرتے ہیں۔

جاننا چاہیئے کہ عدم سے مراد اس جگہ عدم خارجی ہے جو وجودِ خارجی کے مقابل ہے پس اس کی ایجاد کے منافی جو کہ مرتبۂ وہم میں واقع ہوئی ہوگا اور ثبوت وہمی اس سے کوئی جنگ نہیں رکھتا۔ باوجود اس کے کہ میں کہتا ہوں کہ عدم کا منافی وجود ہے۔ جو کہ اس کا نقیض ہے۔ اور عدم وجود نہیں ہوتا لیکن اگر بالفرض عدم موجود ہو جائے تو بھی کوئی استحالہ لازم نہیں آتا۔ جیسا کہ حکماء نے وجود کے متعلق کہا ہے جو کہ معقولات ثانویہ سے ہے جو کہ خارج میں معدوم ہے۔ اس تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ اشیاء کے حقائق اَعْدَام ہیں کہ مرتبہ وجود تعالیٰ

Marfat.com

شانہ کے کمالات ان میں منعکس ہوتے ہیں اور انہوں نے خداوندی جل سلطانہ کی ایجاد سے وہی ثبوت و تحقق پیدا کر لیا ہے اور مرتبہ حس و وہم میں استقرار و استمرار حاصل کیا ہے گویا کہ اشیاء کی ذوات تو وہ اعدام ہیں اور ان میں کمالات کا انعکاس ان اعدام کے ہاتھ پاؤں کی طرح ہیں اور اس کے قویٰ و جوارح ہیں۔

ان مقدمات کی تمہید کے بعد چند باتیں اصل مقصد سے جو کہ ولایت خاصہ سے تعلق رکھتی ہیں مذکور ہوتی ہیں گوش ہوش سے سننا چاہیئے۔ جان لے کہ اللہ تیرا بھلا کرے اور تجھے سیدھے رستے کی رہنمائی کرے کہ انسان کی حقیقت اور اس کی ذات عدم ہے جو کہ نفس ناطقہ کی حقیقت ہے اور ابتداء میں اس نفس کو نفس امارہ کہتے ہیں اور انسان کا ہر فرد "میں" کے لفظ سے اس کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ پس انسان کی ذات نفس امارہ ہوتا ہے اور انسان کے باقی لطائف اس کے لئے قویٰ و جوارح کی طرح ہیں اور چونکہ عدم بذات خود محض شر ہے وہ بھلائی کی بو بھی نہیں رکھتا تو نفس امارہ بھی خالص شر اور برائی ہوتا ہے اور اس میں بھلائی کی بو نہیں ہوتی اور یہ بھی شرارت و جہالت ہے کہ منعکس ہونے والے کمالات کو جو کہ اس کے اندر بطریق ظلیت ظاہر ہوتے ہیں اپنی طرف سے جانتا ہے اور ان کے قیام کو جو اپنے اصل کے ساتھ ثابت ہیں اپنے نفس کی طرف نسبت کرتا ہے اور اپنے آپ کو ان کمالات کی وجہ سے کامل اور خیر جانتا ہے۔ اور اس وجہ سے سرداری کا دعویٰ کرتا ہے اور اپنے خدا جل سلطانہ کے ساتھ ان کمالات میں اپنے آپ کو خدا کا شریک ٹھہراتا ہے اور طاقت اور قوت کو اپنی طرف سے تصور کرتا ہے اور اپنے آپ کو متصرف سمجھتا ہے اور چاہتا ہے کہ سب اس کے تابع رہیں اور وہ کسی کے تابع نہ ہو اور اپنے آپ کو سب سے زیادہ پسند کرتا ہے اور دوسروں کو اپنے لئے دوست رکھتا ہے نہ کہ ان کے لئے اور ان فاسد خیالات کی بنیاد پر اپنے مولا جل سلطانہ سے ذاتی عداوت پیدا کر لیتا ہے۔ اور اس کے اتارے ہوئے احکام کا معتقد نہیں ہوتا اور اپنی خواہشات کی پیروی کرنا چاہتا ہے اور اپنی خواہشات کی پیروی کرتا ہے۔

حدیث قدسی میں آیا ہے۔

عَادِ نَفْسَكَ فَاِنَّهَا اِنْتَصَبَتْ بِمُعَادَاتِیْ۔ اپنے نفس سے دشمنی رکھ کہ یہ میری دشمنی پر کھڑا ہو گیا ہے۔

اور حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کمال رأفت و رحمت سے اپنے انبیاء علیہم الصلوٰۃ

Marfat.com

والسلام کو مبعوث فرمایا۔ جو کہ جہانوں کے لئے رحمت ہیں تاکہ خداوند تعالیٰ کی طرف دعوت دیں۔ اور اس دشمن کے کارخانہ کو تباہ و برباد کر دیں اور اس کو اپنے خالق اور مولا کی طرف رہنمائی کریں۔ اور اس جہالت اور خباثت سے اس کو باہر نکالیں اور اس کی شرارت اور نقص پر مطلع کریں پھر جو آدمی ازلی سعادت رکھتا تھا اس نے ان بزرگواروں کی سعادت کو قبول کیا اور اپنی جہالت و خباثت سے باز آ گیا۔ اور احکام منزلہ کا تابع ہوا۔

جاننا چاہیئے کہ تزکیۂ نفس کا طریقہ دو قسم پر ہے۔ ایک طریقہ وہ ہے جو ریاضت اور مجاہدات سے تعلق رکھتا ہے اور یہ انابت کا طریقہ ہے جو مریدوں سے مخصوص ہے اور دوسرا طریقہ جذب اور محبت کا طریق ہے جو کہ اجتباء کی راہ ہے اور یہ مرادوں سے تعلق رکھتا ہے اور ان دونوں طریقوں میں بڑا فرق ہے۔ پہلا طریق تو مطلوب کی طرف چل کر جانا ہے۔ اور دوسرا طریق مقصود تک لے جانا ہے اور جانے اور لے جانے میں بڑا فرق ہے اور جب سابقہ کرم کی بنا پر کسی صاحبِ دولت کو چاہتے ہیں کہ اجتباء کی راہ سے لے جائیں تو اس کو جناب قدس میں جذب اور محبت عطا فرماتے ہیں اور کشاں کشاں لے جاتے ہیں اس دوران میں کوئی سعادت مند ہوتا ہے جس کو فنا کی حد تک لے جاتے ہیں اور ماسوا کی دید و دانش سے رہا کر دیتے ہیں۔ اور انفس و آفاق سے گزار دیتے ہیں۔

آفاق کا نسیان دِل کی فنا سے وابستہ ہے اور انفُس کی فنا نفس امارہ کی فنا پر موقوف ہے پہلے میں علمِ حصولی کا زوال ہے اور دوسرے میں علم حضوری کا زوال ہے اور علمِ حضوری کا زوال اس وقت تک متصور نہیں ہوتا جب تک کہ نفس حاضر کا زوال متحقق نہ ہو کیونکہ جب تک حاضر قائم ہے علمِ حضوری اپنی جگہ پر ہے کیونکہ علم حضوری نفس حاضر سے عبارت ہے نہ کہ اس پر کوئی زائد امر ہے۔ پس زوال شہودی فنائے نفس میں اس کے زوال وجودی سے عبارت ہے۔ برخلاف زوالِ شہودی کے کہ اس کو فنائے قلب میں اعتبار کیا جاتا ہے اور وہ وجود قلب کے زوال کو مستلزم نہیں ہے۔ اس کو اچھی طرح سمجھ لے یہ ایسا باریک فرق ہے جس کی بہت کم راہنمائی ہوتی ہے اور اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

**تنبیہ:۔**

کوئی نادان یہ خیال نہ کرے کہ زوال نفس حاضر تو مقام بقا باللہ میں جو کہ توحید وجودی والوں کو میسر ہوتا ہے بھی حاصل ہے کیونکہ اس مقام میں حاضر تو اللہ تعالیٰ ہے نہ کہ نفس سالک جو

Marfat.com

کہ فانی ہو چکا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس مقام میں حاضر نفس سالک ہے کہ اس کو عنوان حقیقت سمجھا ہے نہ کہ حضرت حق تعالیٰ شانہ کہ وہ اس تعین اور اس حضور سے پاک اور منزہ ہے۔ اسی قبیل سے ہے جو کہا گیا ہے۔ ؎

بخواب اندر مگر موشے شتر شد[1]

اس جگہ نفس حاضر کے علم کا زوال ہے جو کہ علم حصولی کی قسم سے ہے نہ کہ نفس حاضر کا زوال جو کہ علم حضوری کے زوال کو مستلزم ہوتا ہے اور نفس حاضر کا زوال ذات وصفات کے زوال سے عبارت ہے نہ کہ نفس حاضر کے علم کا زوال۔ ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ اے ہمارے رب ہمارے نور کو پورا کر دے۔ یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

# مکتوب نمبر ۱۶

حضرت مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید مدظلہ کی طرف صادر فرمایا

(اس بیان میں کہ بعض مظاہر کی رویت عارف کے لیے عروج کا زینہ ہو جاتی ہے اور اس کے علاوہ اور چیزیں بھی)

جب عارف کا معاملہ خالص اللہ تعالیٰ کی ذات تک چلا جاتا ہے اور تمام نسبتیں اور اعتبارات ساقط ہو جاتی ہیں اور اس مقام میں عروج مشکل ہو جاتا ہے اور بغیر علاقہ وتعلق کے اس سے باہر آنا مشکل ہو جاتا ہے تو اس وقت کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بحکم

اَلنَّظْرَۃُ الْاُوْلٰی لَکَ۔ (پہلی نگاہ تیرے لیے فائدہ مند ہے)

پہلی نگاہ جو مظاہر جمیلہ سے تعلق پیدا کرتی ہے۔ اس مقام میں مدد کرتی ہے اور بڑی تیزی سے بلندی پر لے جاتی ہے اور مجاز سے جس کو حقیقت کا پل کہا گیا ہے حقیقت تک پہنچا دیتی ہے لیکن ایسے وقت میں دوسری نگاہ سے جس کو

[2] اَلنَّظْرَۃُ الثَّانِیَۃُ عَلَیْکَ (دوسری نگاہ تجھ پر وبال ہے۔)

حفاظت لازم ہے کہ وہ مضر اور سم قاتل ہے۔ اس جگہ امداد واعانت کا کیا تصور

---

[1] خواب میں شاید کوئی چوہا اونٹ ہو گیا ہو

[2] یہ حدیث مسند احمد، ترمذی، ابو داؤد اور دارمی میں ہے۔ مشکوٰۃ۔

Marfat.com

ہو سکتا ہے۔

مَا جَعَلَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ فِی الْحَرَامِ شِفَاءً۔[1] (اللہ تعالیٰ نے حرام میں شفا نہیں رکھی ہے)

محسوس ہوا ہے کہ اگر خام طبع کی وجہ سے دوسری نظر واقع ہوئی ہے تو خالی گئی ہے اور دوسرے اینٹ روڑوں کی طرح پائی ہے اور جن لوگوں نے دوسری تیسری اور چوتھی نظر کو جو مظاہر جمیلہ سے تعلق رکھتی ہے کو مفید سمجھا ہے اور حقیقت کے عروج کے اسباب میں سے اس کو جانا ہے۔ وہ لوگ ارباب استدراج ہیں اور وہ حقیقت جس کی طرف وہ عروج کرتے ہیں عالم مجاز سے ہے۔

آیت کریمہ :۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ۔[2] آپ ایمانداروں سے کہیں اپنی نظریں نیچی رکھیں۔

اس جماعت کے رد میں کافی ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس وقفہ میں ہمسائیگی کی تاریکیاں فائدہ مند ہوتی ہیں اور ہمسایوں کا کفر و فسق امداد کرتا ہے اور جتنی بھی یہ تاریکی زیادہ ہوگی زیادہ امداد کرے گی۔ اس کا وہ مطلب نہیں ہے جو بعض لوگوں نے کہا ہے کہ وہ فیوض جو اس جماعت پر وارد ہوتے ہیں۔ جو غفلت کے اندھیروں میں غرق ہے تو ان کی ناقابلیت کی وجہ سے وہ فیوض ان کو نہیں ملتے بلکہ دوسرے آدمی کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں جو ان کے حضور میں باحضور ہوتا ہے اور وہ شخص دوسروں کے فیوض سے ترقیات حاصل کرتا ہے۔ ایسا بالکل نہیں ہے کیونکہ اپنے بلند درجہ کی وجہ سے اس عارف کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ وہ وارد ہونے والے فیوض اس کے ماحول میں نہ پہنچیں چہ جائے کہ ان کی امداد سے وہ عروج حاصل کرے۔ ان بزرگوں کا کارخانہ بہت بلند ہے ہر عمل اور ہر فیض اس جگہ نافع نہیں ہے۔

بلکہ اس جگہ ایک نہایت باریک راز ہے جو کہ ارباب حال پر منکشف ہے اس قدر اس کو ظاہر کرتا ہوں کہ نور کے کامل طور پر ظاہر ہونے کے لئے اندھیرا بھی درکار ہے۔

[1] :۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات ترجمہ مشکوٰۃ میں فرمایا کہ حدیث کے یہ الفاظ بروایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مروی ہیں۔ اس مضمون سے ملتی جلتی ایک حدیث ابوداؤد شریف میں بھی ہے۔

[2] سورہ نور پارہ ۱۸۔

وَبِضِدِّهَا تَتَبَيَّنُ الْاَشْيَاءُ (چیزیں اپنی ضد سے ظاہر ہوتی ہے)
آپ نے سنا ہو گا۔
اور چونکہ ظلمت کا ارتکاب منع ہے لہذا کمال کرم سے ہمسایہ کی ظلمت ہی کو معتبر رکھا ہے۔ اور ظہور نور میں جو کہ نور الانوار ہے نافع کیا ہے۔ اگر کہیں کہ طاعات و عبادات کو خصوصاً فرائض کی ادائیگی کو اس مقام میں کیوں نفع نہیں ہوتا اور کیوں اس کی عروج میں امداد نہیں کرتیں۔
میں کہتا ہوں کہ کیوں نافع نہیں ہیں اور کیسے عروج میں امداد نہیں کرتیں۔ لیکن کامل نفع و امداد جو پہلے حاصل ہوتا تھا اس وقت حاصل نہیں ہے اور اسباب خارجی کی طرح جو کہ او پر مذکور ہوئے اور ان جیسے اور اسباب نافع نہیں ہیں اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی حقیقت حال کو بہتر جانتے ہیں۔ تو پاک ہے ہمیں تیرے بتائے ہوئے کے بغیر کوئی علم نہیں ہے یقیناً تو ہی جاننے والا حکمت والا ہے۔
والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

# مکتوب نمبر ۶۲

مخدوم زادہ خواجہ محمد معصوم مدظلہ العالی کی طرف صادر فرمایا

(اس بیان میں کہ انسان کے عدم ذاتی کی بنا پر اس کی فنائے وجودی نہیں ہوتی)

انسان کی حقیقت اور ذات نفس ناطقہ ہے جو لفظ "میں" سے انسان کا مشار الیہ ہے۔ اور نفس ناطقہ کی حقیقت عدم ہے کہ اس نے وجود اور صفات وجود تعالیٰ شانہ کے پرتو سے اپنے آپ کو موجود تصور کر لیا ہے اور اپنے آپ کو زندہ عالم اور قادر مستقل طور پر سمجھ لیا ہے اور ان صفات کمال یعنی زندگی و علم وغیرہ کو اپنی طرف سے تصور کر لیا ہے اور اپنے آپ کو قائم بالذات سمجھ لیا ہے۔ اور اس وہم سے اپنے آپ کو کامل اور خیر ایقان کر لیا ہے اور اپنے ذاتی نقص اور شرارت کو جو کہ عدم سے پیدا ہوئی ہے اور جو محض شر ہے فراموش کر دیا ہے۔
اور جب اللہ تعالیٰ کی مہربانی اس کو پہنچتی ہے اور جہل مرکب اور جھوٹی تکذیب سے اس کو آزاد کر دیتی ہے تو جانتا ہے کہ یہ کمالات تو دوسری جگہ سے آئے ہیں اور یہ صفات کاملہ اس کی اپنی نہیں ہیں نہ اس کے ساتھ قائم ہیں اور وہ جاننے لگتا ہے کہ اس کی

Marfat.com

اپنی حقیقت اور ذات عدم ہے جو کہ محض شر اور نقص خالص ہے ۔ اور یہ دیکھنا اگر خدا تعالٰے کے فضل و کرم سے غالب آجائے اور پوری طرح کمالات کو اس کے صاحب کی طرف لے جائے اور اس امانت کی ادائیگی پوری طرح اس کے اہل تک پہنچائے تو وہ اپنے آپ کو عدم محض پاتا ہے اور خیریت کی بو بھی اپنے اندر نہیں رکھتا تو اس وقت نہ اس کا نام رہتا ہے نہ نشان نہ ذات رہتی ہے نہ صفت کیونکہ عدم محض لاشئے ہے کہ وہ مراتب میں سے کسی مرتبہ میں بھی ثبوت نہیں رکھتا اور اگر بالفرض مراتب میں سے کسی مرتبہ میں ثبوت متحقق ہو تو اس سے پورے کمالات مسلوب نہیں ہوتے کیونکہ ثبوت خود عین کمال ہے بلکہ ام الکمالات ہے ۔

اس تحقیق سے لازم آیا کہ اس فنا کے حصول میں جو اتم و اکمل ہے وجودی فانی زوال کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس کا ہرگز وجود نہیں ہے تاکہ زوال متصور ہو وہ ایک عدم تھا جو وجود کے وہم سے اپنے آپ کو قائم رکھتا ہے اور جب یہ وہم زائل ہو گیا اور زوال شہودی سے متصف ہوا تو خالص عدم ہو گیا ۔ جو کہ ہالک اور لاشئے ہے پس زوال شہودی سے چارہ نہیں ہوتا اور زوالِ وجودی کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی ۔ اور اللہ سبحانہ حقیقت حال کو بہتر جانے ۔

# مکتوب نمبر ۶۳

میر منصور کی طرف صادر فرمایا

(اس بیان میں کہ اللہ تعالیٰ کے احاطہ و قرب و معیت کا راز کیا ہے اور یہ کہ یہ راز عظیم قرآن مجید کے مشکل و مجمل مقامات میں سے ہے )

قرب و معیت اور احاطہ و سریان اور وصل و اتصال اور توحید و اتحاد اور ان جیسے الفاظ اللہ تعالیٰ کے متعلق متشابہات اور شطحیات کے قبیل سے ہیں ۔ وہ قرب و معیت اور وصل و اتصال جو ہمارے فہم میں آتا ہے اور جس کو ہم سمجھ سکتے ہیں ۔ خداوند تعالیٰ کی ذات اس مدرک اور معلوم سے پاک و مبرا ہے ۔ لیکن آخر کار اس قدر معلوم ہوا ہے کہ یہ قرب وغیرہ اس قرب و اتصال جیسا ہے جو کہ آئینہ اور اس صورت کے درمیان ہوتا ہے جو اس آئینہ میں متوہم ہے ۔

Marfat.com

حاصل یہ ہے کہ عالم سے قرب واتصال موجود کا موہوم سے اتصال ہے اور چونکہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ موجود حقیقی ہے اور عالم مرتبہ حس و وہم میں پیدا ہوا ہے تو لازماً اللہ تعالیٰ واجب اور ممکن کے درمیان اتصال موجود کے موہوم سے قرب کی طرح ہے اور اس قرب ومعیت سے خدا تعالیٰ کی جناب پاک میں کوئی استحالہ لازم نہیں آتا۔ اگر خبیس چیزیں آئینہ میں منعکس ہوں اور آئینہ کو ان کا قرب واحاطہ حاصل ہو تو آئینہ میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا اور کوئی کمینگی اس میں سرایت نہیں کرتی کیونکہ جس مرتبہ میں آئینہ ہے ان خسیسہ متوہمہ اشیاء کو اس مرتبہ میں کوئی نام ونشان نہیں ہے کہ ان کی صفات اس میں تاثیر کریں۔

خلاصۂ کلام یہ کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جب عالم کو مرتبہ حس و وہم میں پیدا کیا ہے اور چاہتا ہے کہ اس مرتبہ کو اثبات واستقامت دے تو وہ احکام وآثار جو موجود پر مترتب ہیں اس موہوم پر جاری کئے اور آثار موجود کو موہوم پر مترتب کیا لہٰذا قرب واحاطہ موہومہ کو قرب واحاطہ موجودہ کی طرح اثبات فرمایا ہے اور احکام نمادقہ سے بنایا۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ کسی خوبصورت شکل کو خارج میں دیکھنا لذت حاصل کرنے اور گرفتاری کا موجب ہے۔ اسی طرح وہی صورت اگر آئینہ میں منعکس ہو اور اس جگہ ثبوت وہی پیدا کرے تو وہ بھی لذت حاصل کرنے اور گرفتاری کا موجب ہے۔ باوجود اس کے کہ پہلی صورت موجود ہے اور دوسری موہوم اور اثر کے حاصل ہونے میں دونوں شرکت رکھتی ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے موہوم کو موجود کے ساتھ ترتب احکام میں شرکت پیدا ہوئی اور موہوم میں موجود کی طرح اثر مترتب ہوئے تو اس موہوم نامراد کو موجود سے ابہ پیدا ہوئی اور موجود کے اتصال وقرب کی دولت کی خوشخبری اس کو حاصل ہوئی۔

هَنِيئًا لِاَرْبَابِ النَّعِيمِ نَعِيمُهَا[1]
وَلِلْعَاشِقِ الْمِسْكِينِ مَا يَتَجَرَّعُ

اور یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے جس پر چاہے کرے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ قرب واتصال اس معنی کے بغیر جس کا ذکر ہوا ہے جس طرح سے بھی تصور کریں اور سمجھنے کی کوشش کریں وہ تجسیم اور تشبیہ کی آمیزش سے پاک نہیں ہوگا۔ مگر یہ کہ ایمان لائیں اور ان کی کیفیت میں مشغول نہ ہوں اور ان کو خداوند تعالیٰ کے علم کے سپرد کریں۔

[1] نعمت والوں کو ان کی نعمتیں مبارک ہوں اور عاشق مسکین کے لئے تو وہی ہے جو وہ گھونٹ گھونٹ پیتا ہے۔

Marfat.com

جب ان الفاظ کو ایک طرح کا بیان لاحق ہوا اگر مشتبہات کو انسے باہر لاکر ان کو مجمل یا مشکل میں داخل کریں تو اس کی گنجائش ہے اور حقیقت حال کو اللہ سبحانہٗ ہی بہتر جانے۔

# مکتوب نمبر ۱۶۴

حضرات مخدوم زادگان کبار جامع الاسرار والعلوم خواجہ محمد سعید وخواجہ محمد معصوم سلمہا اللہ تعالیٰ وابقاہما کی طرف صادر فرمایا۔

(فنائے اتم کے بیان میں جو کہ زوال ذات وصفات سے وابستہ ہے اور وجود واجب سبحانہٗ کی تحقیق اور ممکن سے عدم کے زوال اور اس کے عروج وثبوت کے بقا کا بیان اور دوسرے باریک نکات:)

پوری فنا اس وقت متحقق ہوتی ہے جبکہ فانی کی ذات وصفات کا زوال حاصل ہو جائے اور اس کا کوئی نام ونشان باقی نہ رہے۔

**سوال:-**

ممکنات کی حقیقت جب کہ اعدام ہیں جنہوں نے نسبت سے امتیاز حاصل کیا اور اسمائے وصفات واجبی جل سلطانہٗ کا آئینہ ہوئے جیسا کہ ہم نے اس معنی کی تحقیق اپنے مکاتیب میں کی ہے تو لازم آتا ہے کہ اس فنا کے حصول کی تقدیر پر کوئی نام ونشان عدم سے جو کہ اس کی حقیقت ہے ممکن میں باقی نہ رہے اور خالص وجود کے سوا اس میں کوئی چیز نہ رہے اس لئے کہ دو نقیض میں سے ایک کا زوال دوسرے کے نقیض کے حصول کو مستلزم ہے تاکہ ارتفاعِ نقیضین لازم نہ آئے اور صوفیہ کے نزدیک وجود عین واجب تعالیٰ ہے یا اس کی خاص ترین صفات میں سے ہے۔ اور ہر صورت میں حقیقت کا الٹ لازم آتا ہے اور یہ الحاد وزندقہ کو مستلزم ہے۔

**جواب:-**

عدم کا نقیض ایسا وجود نہیں ہے جو عین واجب تعالیٰ ہو یا اس کی خاص ذاتی صفات میں سے ہو بلکہ عدم کا نقیض اس وجود کے ظلال میں سے ایک ظل ہے اور اس کے عکوس میں سے ایک عکس ہے مختصر یہ کہ ہر وجود جس کے مقابل عدم ہے امکان کے مظان سے ہے اور رفع

Marfat.com

عدم جوکہ اس کا نقیض ہے کی احتیاج رکھتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کی صفات اگرچہ امکان کے دائرہ سے خارج ہیں اور چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے احتیاج رکھتی ہیں اور ہر ایک کے مقابل اعدام ثابت ہیں تو وہ امکان کی آمیزش سے باہر نہیں ہیں ۔ اور ان کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی احتیاج دامن گیر ہے اگرچہ وہ قدیم ہیں اور ذات واجب تعالیٰ سے جدا نہیں ہیں کیونکہ نفس احتیاج امکان کی دلیل ہے ۔ اگر غیر کی احتیاج ہے تو نقص اور امکان کامل ہے اور امکان کے دائرہ میں داخل ہے اور اگر غیر کی احتیاج نہیں تو پھر بھی امکان کی بو رکھتی ہے ۔ اگرچہ وہ امکان کے دائرہ میں داخل نہ ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کہ ان کا کمال اللہ تعالیٰ کی ذات کے کمال سے کمتر ہے ۔

پس وجوب کامل خدا تعالیٰ کی ذات کے لئے متحقق ہوتا ہے جو کہ نقص کے گمان اور تصور کے گمان سے پاک اور منزہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات اگرچہ دائرہ وجوب میں قدم رکھتی ہیں لیکن چونکہ وہ ذات کی محتاج ہیں لہٰذا ان کا وجوب اللہ تعالیٰ کی ذات کے وجوب سے کمتر ہے جیسا کہ ان کا وجود بھی اللہ تعالیٰ کے وجود سے کمتر ہے کیونکہ صفات کا وجود عدم نقیض رکھتا ہے ۔ جو کہ مثال کے طور پر عدم علم اور عدم قدرت ہے اور اللہ تعالیٰ کے وجود کا کوئی مقابل نہیں ہے اور نہ ہی کوئی نقیض متصور ہو سکتا ہے کیونکہ اگر خداوند تعالیٰ کے وجود کو اعدام میں سے کوئی عدم نقیض ہو تو اس نقیض کے رفع کا محتاج ہوگا اور احتیاج نقص کی علامات سے ہے ۔ جو کہ امکان کے حال کے مناسب ہے ۔

تَعَالَى اللهُ عَنْ ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيْرًا

پوشیدہ نہ رہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق امکان کا لفظ استعمال کرنے سے پرہیز کرنا چاہیئے ۔ کیونکہ اس سے حدوث کا وہم ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات قدیم ہیں اگرچہ اللہ تعالیٰ کی صفات بذات خود قائم نہیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات کے لحاظ سے واجب ہیں کیونکہ وہ ذات سے الگ نہیں ہیں اور اس معنی کا حاصل اگرچہ امکان تک کھینچنے والا ہے لیکن وہ حدوث کے وہم سے خالی ہے ۔ اور نقیض کے حصول کا عدم جو کہ عدم ہوگا اللہ تعالیٰ کے لئے کشفی اور شہودی ہے ۔ اگرچہ بصورت استدلال نظر آتا ہے بالکل اسی طرح جیسے کہ کسی بدیہی بات پر استدلال کی صورت میں تنبیہ کریں ۔

اب ہم اصل بات کی طرف رجوع کرتے ہیں اور سوال کے جواب میں کہتے ہیں کہ ممکن سے بر تقدیر فنا زوال عدم کے بعد وجود کے سوا کوئی اور چیز اس میں باقی نہیں رہتی اور سوائے ثبوت

Marfat.com

اور تحقق کے کوئی چیز اس کے نصیب نہیں ہوتی کیونکہ اس کی ذات اور صفت سے عدم منتفی ہو چکا ہے لیکن یہ وہ وجوب و ثبوت ہے جو کہ ممکن کے لئے وہم اور حس کے مرتبہ میں ثابت کیا ہے اور آثار کو اس پر مترتب کیا ہے اور زوالِ عدم کے بعد اللہ تعالیٰ کے کمالات کا آئینہ بنا ہے جیسا کہ عدم زائل ممکن کی حقیقت ہوا ہے اور یہ ثبوت صفات سے زوال عدم سے پہلے عدم تھا کہ جس کو مرتبۂ حس و وہم میں ثابت کیا اور اب وہی ثبوت زوالِ عدم کے بعد اس کا قائم مقام ہوا اور ممکن کی ذات بنا اور صفات کو اپنی طرف منسوب کیا اور عدم کا کارخانہ اس پر برپا ہوا اور یہ کارخانہ جو عدم کی نیابت کے ساتھ تھا اس حد تک ثابت ہے کہ اس ثبوت کا نقیض اپنی جگہ پر قائم ہے اور امکان کو بقا ہے۔

اور ثبوت کے نقیض سے معاملہ اوپر چلا جاتا ہے تو وجود کا کوئی مقابل نہیں رہتا بلکہ عدم کو بھی اس کے مقابلہ کی مجال نہیں رہتی اور امکان کے لئے کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ اس وقت دوسرا کاروبار دوسرا ہے اور دوسرے ہی دمساز و غمگسار ہیں

اَوْ اَدْنیٰ (یا اس سے بھی بہت قریب)

کا راز اس جگہ سے تلاش کرنا چاہیئے اور ہر وہ جگہ جہاں امکان کی آمیزش اور عدم کی مجال ہے اگرچہ نقیض کی صورت میں ہو وہ

قَابَ قَوْسَیْنِ (دو کمان کا اندازہ)

میں داخل ہے۔ اور جب امکان اور عدم پوری طرح اپنا سامان باندھ لیتے ہیں اور کوچ کا نقارہ بجاتے ہیں تو

اَوْ اَدْنیٰ

کے کمالات سامنے آتے ہیں نہ اس طرح کہ اس وقت ممکن واجب تعالیٰ کی ذات ہو جاتا ہے۔ بلکہ اس کا قیام اللہ تعالیٰ کی ذات سے ثابت ہو جاتا ہے اور وہ قیام جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ظلال میں سے کسی ظل کے ساتھ تھا زائل ہو جاتا ہے۔ ؎

کسے[1] کو در خدا گم شد خدا نیست

اس عارف کا ذات واجب سے قیام اللہ تعالیٰ کی صفات کے قیام کی طرح ہے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی ذات سے قائم ہیں بلکہ اس کا قیام اس مرتبہ میں ہے کہ اس جگہ صفات کچھ بھی

[1] جو آدمی خدا میں گم ہو وہ خدا نہیں ہے۔

Marfat.com

ملحوظ نہیں ہیں۔ اگرچہ صفات کو ذات خداوندی سے علیحدگی نہیں ہے لیکن صفات کا قیام ازلی اور ابدی ہے اور وہ قدیمی ہیں اور اس کا قیام ازلی نہیں ہے اور حدوث کے داغ سے داغدار ہے۔ لیکن صفات کے نقیض موجود ہیں جو کہ عدم ہیں مثلاً عدم علم عدم قدرت اور اس عارف کا معاملہ اعدام کی نقاضت سے اوپر چلا گیا ہے۔ جیسا کہ تحقیق ہو چکا۔

پوشیدہ نہ رہے کہ جب معاملہ نقاضت سے اوپر چلا جاتا ہے تو وجوب متحقق ہو جاتا ہے اور ممکن واجب ہو جاتا ہے اور وہ محال ہے۔

میں کہتا ہوں کہ واجب اس وقت ہو گا جب کہ وجود خارجی پیدا کرے گا اور ممکن کا ثبوت مرتبۂ حس و وہم کے علاوہ کچھ نہیں ہے تو وجوب وجود کہاں سے متصور ہو گا۔ اس بیان سے ایک اور فرق قیام صفات اور قیامِ عارف کے درمیان پیدا ہوا۔ کہ قیام صفات باعتبارِ وجودِ خارجی ہے اور قیام عارف باعتبارِ وجودِ وہمی اگرچہ اس نے ثبات و استقرار پیدا کیا ہے اور مبدأ آثار ہے۔

جاننا چاہیئے کہ عارف سے

اَنَا (میں)

کی بقا عدم کی بقا تک ہے جو کہ اس کی حقیقت ہے۔ اور جب عدم زائل ہوا تو انا کا کوئی مورد نہ رہا جس پر اس کا اطلاق کیا جا سکے۔ زوال عدم کے بعد ثبوت کے معاملات اگرچہ بڑا دراز دامن رکھتے ہیں اور اگرچہ ثبوت ممکن کی ذات ہو چکا ہے لیکن کلمہ

اَنَا (میں)

کا اِس جگہ کوئی مورد نہیں ہے۔ گویا کہ لفظ اَنَا حقیقت عدمیہ کے لئے وضع ہوا ہے۔ جو کہ حقیقتِ ثبوتیہ سے نفرت رکھتا ہے۔

ہاں ممکن میں جزو اعظم عدم ہے اور ممکن عدم سے ممکن ہوا ہے اور ممکن کا کارخانہ عدم سے فراخ ہوا ہے اور وہ احتیاج جو ممکن میں ہے وہ عدم سے آئی ہے اور وہ حدوث جو امکان کا دامن گیر ہے وہ بھی عدم سے ظاہر ہوا ہے اگر ممکن میں کثرت ہے تو وہ بھی عدم کی راہ سے آئی ہے اور اگر امتیاز ہے تو وہ بھی اس کی راہ سے ممکن کے حق میں وجود مستعار ہے اور وہ بھی خیالی اور وہمی ہے۔ اگرچہ اس میں ثبات اور استقرار ہے۔

جان لینا چاہیئے کہ وہ صفات جو اللہ جل سلطانہ سے قیام رکھتی ہیں تو اللہ تعالیٰ کی

Marfat.com

پوری ذات ان صفات میں سے ہر ایک صفت کے ساتھ ظہور فرماتی ہے یہ نہیں ہے کہ ذات کا کچھ حصہ ایک صفت سے متصف ہوا اور دوسرا کچھ حصہ کسی دوسری صفت سے متصف ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں تبعض و تجزی (حصے اور جزو ہونا) نہیں ہے وہ بسیط حقیقی ہے۔ ہر حکم جو اس جگہ ثابت کریں گے وہ کلیت کے اعتبار سے ہوگا جیسا کہ کہا ہے کہ "اللہ تعالیٰ کی ذات ساری کی ساری علم ہے۔ ساری کی ساری ارادہ ہے اور پوری کی پوری قدرت ہے اور رد قیام جو عارف کو اللہ تعالیٰ کی ذات سے اسماء و صفات کے ملاحظہ کے بغیر پیدا ہوتا ہے وہ بھی اسی قبیل سے ہے۔ جو پوری طرح اس کے رنگ میں باہر آتا ہے برخلاف دوسرے آئینوں کے کہ وہ اس کے تعین سے اپنی آئینگی کو ظاہر کرتے ہیں۔ جس نے سمجھ لیا سمجھ لیا۔ ے

قیامت میکنی سعدی بدیں شیریں سخن گفتن
مسلم نیست طوطی را بدورانت شکر خائی

اس طرح کا ظہور کہ آئینہ پوری طرح اس صورت کو ظاہر کرے اگر عارف کو فنائے اتم کے بعد اس ظہور کے ساتھ بقا پیدا ہوئی ہے تو اس کے اکمل تعینات سے ہوگا۔ کیونکہ وجود موہوب حقیقی نہیں ہے جو کہ اس کو ولادت ثانی سے میسر ہوا ہے اور یہ تعین باوجود حدوث و امکان کے چونکہ مرتبہ جمع سے پیدا ہوا ہے تو دوسرے تعینات پر جو اس مرتبہ سے پیدا نہیں ہوئے بزرگی اور فضیلت رکھتا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے قرآن مجید کے کلمات و حروف کو دوسرے کلمات و حروف پر فضیلت حاصل ہے اگرچہ یہ دونوں حدوث و امکان سے داغدار ہیں۔ کوئی بیوقوف ہی ہوگا جو اپنی ظاہر بینی سے ان تعینات کو دوسرے تعینات کے برابر سمجھے اور قرآن مجید کے ان کلمات و حروف کو دوسرے کلمات و حروف کے برابر جانے اس جگہ سے عارف کی فضیلت کو سمجھ اور اس کی فضیلت دوسروں پر خدا تعالیٰ کے کلام کی طرح ہے دوسروں کے کلام پر قیاس کر۔

بیت:۔

ہر کس افسانہ بخواند افسانہ است
وانکہ دیدش نقد خود مردانہ است

لہ اے سعدی تو قیامت بپا کرتا ہے اتنی میٹھی بات کہنا ۔ تیرے زمانہ میں طوطی کی میٹھی باتیں کرنا مسلم نہیں ہے۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

جو لوگ محجوب[۱] تھے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر کہا اور دوسرے انسانوں کی طرح ان کو تصور کیا تو انہوں نے ان کا انکار کر دیا اور صاحب دولت لوگ کہ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسالت اور رحمت عالمیاں کے عنوان سے جانا اور دوسرے لوگوں سے ان کو ممتاز دیکھا۔ وہ ایمان کی دولت سے مشرف ہوئے اور اہل نجات ٹھہرے۔

## تنبیہ:

بعض دقیق مطالب کی ادائیگی میں جو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے تعلق رکھتے ہیں عبارت کے میدان کی تنگی کی وجہ سے ایسے الفاظ لائے جاتے ہیں جو ممکن کی صفات کے موہم ہوتے ہیں اور جو نقص و قصور کو مستلزم ہیں۔ ان الفاظ کو ظاہر سے پھیر دینا چاہیئے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کو تمام صفات نقص اور قصور کی علامات سے پاک اور منزہ جاننا چاہیئے اور بعض ایسے الفاظ جو شریعت میں اللہ تعالےٰ کے متعلق وارد نہیں ہوئے ہیں۔ مشائخ عظام کی تقلید میں ان کو بطریق مجاز استعمال کیا ہے مثلاً مرآیت وغیرہ میں ان سے لرزاں و ترساں ہوں۔ اے ہمارے رب اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر جائیں تو ہم پر مواخذہ نہ فرما۔

اگر یہ کہا جائے کہ تمہاری عبارات میں جو لفظ تجلی اور ظہور ظلّی وغیرہ آئے ہیں تو ان سے مراتب ظہورات وجود کا تنزّل لازم آتا ہے جیسا کہ دوسرے مشائخ نے کہا ہے حالانکہ تم تنزّل وجود کا انکار کرتے ہو اس کی کیا وجہ ہے تو میں کہوں گا کہ تنزّل اس تقدیر پر لازم آتا ہے کہ میں مظہر کو عین ظاہر کہوں جیسا کہ دوسرے کہتے ہیں۔ لیکن اگر میں عین نہ کہوں تو تنزّل کیوں ہو گا؟ اور اس فقیر کے نزدیک پسندیدہ ظاہر کی مظہر سے عدم عینیّت ہے اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والے ہیں۔

---

(حاشیہ بقیہ صفحہ ۱)۔ جس نے اس کو فسانہ سمجھا اور جس کی نگاہ نے اپنے آپ کو پرکھا وہ مرد ہے۔

[۱] حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی مثل جاننے والے بدعقیدگی میں مبتلا ہیں۔ اللہ تعالےٰ انہیں ہدایت عطا کرے۔ ۱۲

Marfat.com

# مکتوب نمبر ۶۵

مولانا صفر احمد رومی کی طرف صادر فرمایا۔

(اس بیان میں کہ عارف کی ذات کی بقا کے بعد صفات میں سے ہر صفت اور لطائف میں سے ہر لطیفہ عارف کی پوری ذات میں پیدا ہوتا ہے)

پوری معرفت والے عارف کامل کو بقائے ذات کے بعد جب صفات و اخلاق کاملہ عنایت فرماتے ہیں تو صفات میں سے ہر صفت کے ساتھ وہ پوری ذات سے متصف ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہ اس کی ذات کا کچھ حصہ کسی صفت سے موصوف ہو اور کچھ حصہ کسی اور دوسری صفت سے متصف ہو مثلاً اس کی ذات پوری کی پوری علم ہو گی اور بتمامہ آنکھ ہو گی اور ساری کی ساری کان ہو گی جیسا کہ محققین صوفیاء نے اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق کہا ہے، کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پوری کی پوری علم ہے اور پوری کی پوری قدرت ہے اور پوری کی پوری کان ہے اور پوری کی پوری آنکھ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مومن اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کو بہشت میں بے جہت دیکھیں گے کہ وہ خود پوری بصر (آنکھ) ہو چکے ہوں گے اور جب تمام آنکھ ہوں گے تو جہت کی کیا گنجائش ہو گی۔ صوفیاء نے کہا ہے کہ جو کچھ عام مومنوں کو بڑا کچھ دیکھنے کے بعد آخرت میں میسر ہو گا وہ اولیاء کو جو کہ خاص مومن ہیں دنیا میں میسر ہو جاتا ہے۔ کہ جو کچھ عوام کے لئے وعدہ ہے وہ ان کے لئے نقد ہے اور جو ان کے لئے وعدہ ہے اس کا اس سے قیاس کرنا چاہیئے۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا[1]

یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے جس پر چاہے کرے اور اللہ بڑے فضل والا ہے اور لطائف میں سے ہر لطیفہ اس عارف کا اس وقت کلیت کے طور پر ظاہر ہوتا ہے اور عارف پورے کا پورا لطیفۂ روح ہو جاتا ہے اور پورے کا پورا لطیفہ قلب ہو جاتا ہے اور اسی طرح تمام لطائف انسانیہ کا حال ہے۔ مثلاً نفس ناطقہ اور سر اور اخفیٰ اور اس کے اجزاء میں سے ہر جزو اور عناصر میں سے ہر عنصر اسی طریقہ پر ہے کہ حکم کل پیدا کر لیتا ہے مثلاً عارف پوری طرح

[1] میرے باغ سے میری بہار کا قیاس کر۔ ۱۲

Marfat.com

اپنے آپ کو عنصر خاک پاتا ہے اور پوری طرح عنصر آب تصور کرتا ہے۔
اور جب لطیفۂ قلب جو کہ حقیقت جامع ہے کل کے رنگ میں رنگین ہو جاتا ہے اور اس کا وہ تعلق جو دل کے ٹکڑے گوشت سے تھا زائل ہو جاتا ہے اور گوشت کا ٹکڑا اس وقت خالی ہو جاتا ہے تو بے روح جسم کی طرح نظر آتا ہے اور ایسا خیال گزرتا ہے کہ اس راہ سے آمدورفت میں اس پہ کوئی گرد نہیں پڑی ہے۔ اور وہ اپنی اصلی خالصیت پر ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے پکی ہوئی دیگ میں کوئی کچا دانہ اپنی اصلی خالصیت پر قائم رہتا ہے نہ آگ کی حرارت اس میں اثر کرتی ہے اور نہ پانی کی رطوبت اس تک پہنچتی ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ اس تعلق کے رفع ہونے اور خالی ہونے کے بعد باقی اجزا کی طرح رنگ سے رنگین ہو جاتا ہے اور دوسرے اجزا کی طرح کل کا حکم پیدا کر لیتا ہے۔

# مکتوب ٦٦

محمد مقیم قصوری کی طرف صادر فرمایا

ان کے سوال کے جواب میں کہ انہوں نے

اَلْمَجَازُ قَنْطَرَۃُ الْحَقِیْقَۃِ (مجاز حقیقت کا پل ہے)

کا معنی پوچھا تھا۔

میرے بھائی محمد مقیم نے پوچھا تھا کہ

اَلْمَجَازُ قَنْطَرَۃُ الْحَقِیْقَۃِ (مجاز حقیقت کا پل ہے)

جو صوفیا نے کس حیثیت سے کہا ہے۔

جان لیں کہ مجاز حقیقت کا پل ہے کہ ظل سے اصل تک ایک شاہراہ کھلی ہے شاید اس اعتبار سے کہا ہے کہ

مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا)

کیونکہ ظل کی معرفت اصل کی معرفت کو مستلزم ہے اس لئے کہ ظل اپنے اصل کی صورت پر موجود ہے پس وہ اپنے اصل کے انکشاف کا سبب ہوتا ہے۔ اس لئے کہ کسی

Marfat.com

چیز کی صورت وہ ہے جس کے ساتھ یہ چیز منکشف ہو جائے۔

لیکن جان لیں کہ

اَلْمَجَازُ قَنْطَرَۃُ الْحَقِیْقَۃِ

اس صورت میں ہے کہ مجاز میں گرفتاری درمیان میں نہ آئے بلکہ دوسری نظر تک نوبت نہ پہنچے وہ پہلی نظر ہے جو حقیقت کا پل ہے۔ کہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو

اَلنَّظْرَۃُ الْاُوْلٰی لَکَ (پہلی نظر تیرے لئے ہے)

فرمایا ہے گویا کہ

لَکَ (تیرے لئے)

کے لفظ سے اس دولت کے حصول کا اشارہ کیا ہے اور اگر معاذ اللہ درمیان میں گرفتاری آ گئی بلکہ دوسری نظر تک نوبت پہنچ گئی تو ایسا مجاز وصول حقیقت کی راہ میں دیوار ہے پُل کیا ہوتا ہے وہ تو ایک بُت ہے جو اپنی پرستش کی طرف بلاتا ہے اور ایک شیطان ہے جو حقیقت سے ہٹاتا ہے اسی لئے مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوسری نگاہ کو مُضر جانتے ہوئے

اَلنَّظْرَۃُ الثَّانِیْ عَلَیْکَ (دوسری نگاہ تیرے لئے وبال ہے)

فرمایا ہے اور اس سے زیادہ مُضر اور کون چیز ہو گی جو حق سے روکے اور باطل میں گرفتار کرے۔

اور جاننا چاہیئے کہ پہلی نگاہ بھی اس وقت نافع ہے جبکہ اپنے اختیار سے نہ ہو اور اگر اختیار سے ہو تو دوسری نگاہ کا حکم رکھتی ہے۔

آیت کریمہ:۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ۔ آپ ایمانداروں سے کہیں اپنی نظریں نیچی رکھا کریں۔

اس مطلب کے اثبات کے لئے کافی ہے۔ بیوقوف ناپختہ صوفیوں نے اس عبارت کا معنی نہ سمجھا اور غلط کیا اور خوبصورت شکلوں سے گرفتاری پیدا کرتے ہیں اور ان کے ناز و ادا پر فریفتہ ہوتے ہیں اس امید پر کہ اس کو وصولِ حقیقت کا وسیلہ بنائیں گے اور حصولِ مطلوب کا زینہ سمجھتے ہیں۔

Marfat.com

خبردار! یہ راہ مطلوب کے لئے خود رکاوٹ ہے اور مطلوب کے سامنے قوی پردہ ہے، وہ ایک باطل ہے جو ان کی نظر میں مزین ہوا ہے اور حقیقت کے دھوکے میں پڑے ہیں۔ ان میں سے کچھ لوگوں نے ان صورتوں کے حسن و جمال کو اللہ تعالیٰ کا حسن سمجھ رکھا ہے۔ اور ان کی گرفتاری کو اللہ تعالیٰ کی گرفتاری سمجھتے ہیں اور ان کے مشاہدہ کو خدا تعالیٰ کا مشاہدہ جانتے ہیں۔ ان میں سے بعض لوگوں نے کہا ہے ؎

امروز[1] چوں جمال تو بے پردہ ظاہر است
در حیرتم کہ وعدۂ فردا برائے چیست

"اللہ تعالیٰ ان کی باتوں سے بہت بلند ہیں" ان بیوقوفوں نے خدا تعالیٰ کو کیا سمجھ رکھا ہے۔ اور اس کے حسن و جمال کو کیا تصور کر رکھا ہے شاید ان لوگوں نے نہیں سنا کہ اگر بالفرض بہشت کی کسی حور کا ایک بال بھی جو کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے دُنیا میں گرے تو اس بال کی روشنی اور چمک سے دنیا میں رات نہ پڑے اور اندھیرا نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی ایک ہی تجلی سے کوہ طور کے جلنے اور اس کے ریزہ ریزہ ہونے اور موسیٰ کلیم اللہ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیہوش ہو کر گرنے کا قصہ نص قرآنی سے ثابت ہے۔ اور یہ لوگ باوجود اس بے عقلی کے ہر وقت اللہ تعالیٰ کو بے پردہ دیکھنے والے ہیں اور اخروی رویت کے وعدہ پر تعجب کرنے والے ہیں۔

لَقَدِ اسْتَکْبَرُوْا فِیْٓ اَنْفُسِہِمْ وَعَتَوْا عُتُوًّا کَبِیْرًا — وہ اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھتے ہیں اور انہوں نے بہت بڑی سرکشی اختیار کر رکھی ہے۔

علماء اہل سنت و جماعت
شَکَرَ اللّٰہُ سَعْیَہُمْ

نے اپنی جانیں مار ڈالی ہیں اور نقلی دلائل سے مخالفین پر اخروی رویت ثابت کی ہے۔ کیونکہ اہل سنت کے علاوہ مخالف فرقوں میں سے کوئی بھی خواہ وہ اہل ملت سے ہو یا غیر ملت سے اللہ تعالیٰ کی رویت کا قائل نہیں ہے بلکہ اس کو محال عقلی سمجھتے ہیں اور اہل سنت نے بھی اس کو بلا کیف کہا ہے اور اس کو آخرت کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ اور یہ بوالہوس اس فانی دنیا میں اس دولت قاہرہ کے حصول کا تصور کئے بیٹھے ہیں۔ اور اپنے خواب و خیال

[1] آج جب کہ تیرا حسن بے پردہ ظاہر ہے میں حیران ہوں کہ کل کا وعدہ کس لئے ہے۔ ۱۲

Marfat.com

خوش ہیں۔ اے ہمارے رب ہمیں اپنی جناب سے رحمت عنایت فرما اور ہمارے کام میں بھلائی پیدا کر
والسلام علی من اتبع الهدی والتزم متابعة المصطفی علیه وعلی آله الصلوات والتسلیمات اتمها واکملها۔

# مکتوب نمبر ۶۷

میر منصور کی طرف صادر فرمایا

(کائنات کی حقیقت اور حضرت مجدد قدس سرہ کے کشف اور صاحب فتوحات مکیہ کے کشف کے درمیان فرق کے بیان میں)

یہ میدان کائنات جو دیکھا جاتا ہے اور مشہود اور کشادہ اور مسطح اور طویل و عریض متخیل ہوتا ہے۔ حضرت شیخ محی الدین ابن العربی اور اس کے تابعین کے نزدیک یہ سب کچھ حضرت وجود ہے کہ اس کے سوا خارج میں کوئی چیز موجود نہیں ہے اور وہ وجود اللہ تعالیٰ کی ذات ہے کہ اس کو ظاہر وجود کہتے ہیں جو کہ انعکاس کے ذریعہ اور صُور علمیہ متکثرہ کے لباس میں آنے کی وجہ سے کہ جس کو باطن وجود کہتے ہیں اور اس کو اعیان ثابتہ سے تعبیر کرتے ہیں وہ وجود جو کہ اپنی وحدت و بساطت پر ہے وہ خیال میں متکثر و منبسط و طویل و عریض نظر آتا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ مشاہد و محسوس سب کچھ کیا عوام اور کیا خواص اس صفحہ میں کوئی لباس میں اور الگ الگ اشکال و صُوَر میں خداوند تعالیٰ ہیں جو کہ عوام کو عالم متوہم ہوتا ہے۔ اور کبھی بھی علم کے خانہ سے باہر نہیں آیا ہے اور اس نے خارجی وجود کی بو نہیں پائی ہے۔ یہ ان صُور علمیہ کے عکوس ہیں جو کہ حضرت وجود کے آئینہ میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اور خارج میں نمود پیدا کی ہے اور عوام کو اپنے وجود خارجی کے وہم میں ڈال دیا ہے۔ مولوی جامی علیہ الرحمتہ نے فرمایا ہے۔

رباعی:۔

مجموعۂ کون را بقانون سبق

حاشیہ صفحہ آئندہ

Marfat.com

کردیم تصفح ورقاً بعد ورق
حقا کہ ندیدیم و نخواندیم درو
جز ذات حق و شیون ذاتیہ حق

اور اس فقیر کا عقیدہ اور کشف یہ ہے کہ یہ میدان وہم کا میدان ہے اور یہ صُوَر و اشکال جو اس میدان میں ہیں ممکنات کے اشکال و صُوَر ہیں جنہوں نے خداوند تعالیٰ کی صنعت سے مرتبۂ حس و وہم میں ثبوت پیدا کیا ہے اور استحکام پایا ہے اور جو کچھ بھی اس صفحہ میں مشہود و محسوس ہے وہ ممکنات کی جنس سے ہے اگرچہ بعض سالکین کو وہ مشہود واجب متوہم ہوتا ہے اور عنوانِ حقیقت سے ظاہر ہوتا ہے لیکن اصل میں عالم کے افراد سے ہے اور اللہ تعالیٰ وراء الوراء ہے اور ہماری دید و دانش سے الگ ہے اور ہمارے کشف و شہود سے مبرّا و منزہ ہے۔

خلق را وجہ کے نماید او[2]
در کدام آئینہ در آید او

خلاصۂ کلام یہ کہ یہ متوہم عرصہ اس میدانِ خارجیہ کا ظل ہے جو کہ حضرت وجوب کے مرتبہ کے لائق ہے۔ چنانچہ اس مرتبہ کا وجود اس مرتبہ کا ظل ہے اور اس وہم کے مرتبہ کو اگر اس اعتبار سے کہ مرتبۂ خارج کا ظل ہے خارج کہہ لیں تو اس کی گنجائش ہے جیسا کہ ظلی وجود کے اعتبار سے اس کو موجود بھی کہتے ہیں۔ اور یہ وَہم کا عرصہ عرصۂ خارجی کی طرح نفس الامری ہے۔ اور یہ احکام صادقہ رکھتا ہے۔ اور ابدی معاملہ اس کے ساتھ وابستہ ہے۔ جیسا کہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق خبر دی ہے۔

ملاحظہ کرنا چاہیئے کہ ان دونوں کشوف میں سے کونسا کشف خداوند تعالیٰ کی تنزیہ و تقدیس کے زیادہ قریب اور زیادہ لائق ہے اور خداوند تعالیٰ کی جناب قدس کے زیادہ مناسب اور زیادہ بہتر ہے اور ان دونوں میں سے کونسا بدایت (ابتدا) اور توسّط حال سے مناسبت رکھتا ہے اور کونسا انتہائی حال کے مناسب ہے۔

---

[1] کائنات کے مجموعہ کو پہلے قانون کے مطابق ہم نے ورق ورق تلاش کیا تو حق بات یہ ہے کہ سوائے ذات حق اور شیون ذاتیہ حق کے اور کوئی چیز نہ پڑھی اور نہ دیکھی۔ (حاشیہ صفحہ ۱۹۴)

[2] وہ مخلوق کو اپنا چہرہ کس طرح دکھا سکتا ہے اور وہ کونسے آئینہ میں سما سکتا ہے۔

Marfat.com

کئی سال تک یہ فقیر پہلے کشف کا معتقد رہا ہے اور عجیب احوال اور مشاہدات غریبہ اس مقام میں گذارے اور اس مقام سے بڑا حصہ حاصل کیا آخر الامر محض خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم سے معلوم ہوا کہ جو کچھ دیکھا یا جاتا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کے سوا ہے کہ اس کی نفی لازم ہے بہرحال خداوند تعالیٰ کے فضل وکرم سے نفی کرنے کے بعد معاملہ انتفاء (نیست ہونے) تک پہنچ گیا۔ اور وہ باطل جس نے اپنے آپ کو حق ظاہر کیا تھا دید و دانش سے گر گیا۔ اور غیب الغیب سے گرفتاری حاصل ہوئی اور موہوم موجود سے جدا ہوا اور قدم حادث سے الگ ہو گیا جو کہ کشف ثانی کا حاصل ہے۔

## رباعی للمؤلف

در عرصہ کائنات با دقت فہم
بسیار گزشتیم بسرعت چوں سہم
گشتیم ہمہ چشم ندیدیم درو
جز ظل صفات آمدہ ثابت در وہم[1]

تمام تعریفیں اس اللہ کو ہیں جس نے ہمیں اس کی راہنمائی کی۔ اور اگر اللہ تعالےٰ ہمیں اس کی رہنمائی نہ کرتے تو ہمیں یہ ہدایت نصیب نہ ہوتی۔ ہمارے رب کے رسول حق لے کر آئے۔ والسلام۔

# مکتوب نمبر ۶۸

فقیر محمد ہاشم کشمی کی طرف صادر فرمایا

(مرتبہ وہم کی تحقیق میں کہ عالم نے اس مرتبہ میں اپنے وجود کی نمود کی ہے۔ اور اس کے مناسبات کے بیان میں)

عالم کو جو ہم موہوم کہتے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عالم وہم کی اختراع اور تراش ہے۔ وہ وہم کی اختراع کیسے ہو سکتا ہے جب کہ وہم خود بھی عالم میں سے ہے۔

---

[1] عرصہ کائنات میں نہایت باریک بینی سے ہم نے تیر کی طرح تیزی سے گزر گیا ہم ہمہ تن چشم بنے اور اس میں سوائے ظل صفات کے وہم میں کوئی چیز ثابت نظر نہ آئی۔ ۱۲۔

بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ عالم کو اللہ سبحانہ و تعالےٰ نے مرتبہ وہم میں پیدا کیا ہے۔ اور اگرچہ اس وقت وہم وجود میں بھی نہیں آیا تھا لیکن اللہ تعالےٰ کے علم میں موجود تھا اور مرتبۂ وہم بے حقیقت نمود (ظہور) سے عبارت ہے۔ اس دائرہ کی طرح جو کہ گردش کرنے والے نقطہ سے وہم میں پیدا ہوا ہے کیونکہ اس میں ظہور تو ہے لیکن اس کی حقیقت کچھ نہیں ہے۔

حکیم مطلق جل سلطانہ نے عالم کو اس مرتبہ میں خلق فرمایا اور اس کے محض دکھلاوے کو ثبوت اور ثبات بخشا اور غلط سے صحت میں لایا اور جھوٹ سے سچ بنا دیا اور امر واقعی کر دیا۔

اُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ — یہ لوگ ہیں جن کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں میں تبدیل کر دیتے ہیں۔

مرتبۂ موہوم عجیب مرتبہ ہے کہ اس کو موجود کے ساتھ نہ کوئی مزاحمت ہے نہ مقابلہ اور جہات میں سے کوئی جہت بھی اس سے ثابت نہیں کرتا اور اس کی کوئی حد اور نہایت پیدا نہیں کرتا۔ دائرہ موہومہ کو گردش کرنے والے نقطہ سے کوئی جنگ نہیں ہے اور جہات میں سے کوئی جہت بھی اس کے ساتھ ثابت نہیں رکھتا اور نہ اس نقطہ کو اس دائرہ کے پیدا ہونے سے کوئی نہایت پیدا ہوتی ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ نقطہ دائرہ کی دائیں جانب ہے یا بائیں جانب آگے ہے یا پیچھے اوپر ہے یا نیچے۔ اس دائرہ کے لئے ان جہات کا ثبوت ان اشیاء کی نسبت سے ہے جو اس کے مرتبہ میں ثابت ہیں اور جو چیزیں کسی دوسرے مرتبہ میں ثابت ہیں دائرہ کو ان جہات میں سے ان کے ساتھ کوئی جہت ثابت نہیں ہے اور یہ بھی ہے کہ اس نقطہ کو اس دائرہ کے حدوث سے کوئی حد اور نہایت پیدا نہیں ہوئی ہے۔ وہ اپنی پہلی خالص حالت پر ہے

وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى (اور اللہ کے لئے بلند مثال ہے)

اس بیان میں اور اس مثال سے عالم کا صانع عالم کے ساتھ حال معلوم کر کہ اللہ تعالیٰ کو اس عالم کی ایجاد سے کوئی حد اور کوئی نہایت حاصل نہیں ہوئی ہے اور نہ جہات میں سے کوئی جہت ثابت ہوئی ہے۔ یہ نسبت اس جگہ کیسے پیدا ہو سکتی ہے۔ کہ اس بلند مرتبہ میں ان کا نام و نشان بھی نہیں ہے تاکہ نسبت کا تصور کیا جا سکے۔

کچھ بے نصیب لوگوں نے اپنی کوتاہ نظری سے ان نسبتوں کا حصول اور ان جہات کا ثبوت خدا تعالےٰ کے حق میں عالم کی نسبت سے تصور کیا اور اللہ تعالیٰ کی رویت کی نفی کر دی اور اس کو محال سمجھا اور اپنے جہل مرکب اور تصدیق کاذب کو کتاب وسنت پر مقدم رکھا

Marfat.com

اور گمان کیا کہ اگر خداوند تعالٰے مرئی (دیکھا گیا) ہو تو یقیناً دیکھنے والے سے جہات میں سے کسی جہت میں ہوگا اور وہ حد و نہایت کو مستلزم ہے۔

سابقہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے ان نسبتوں میں سے کوئی نسبت بھی ثابت نہیں ہے۔ رویت کو ثابت کریں یا نہ رویت ہوگی اور جہت نہ ہوگی جیسا کہ اس معنی کی تحقیق آئندہ آئے گی۔ شاید ان لوگوں کو یہ سمجھ نہیں آئی کہ یہ استحالہ تو وجود عالم کے وقت بھی ثابت ہے کیونکہ اس وقت اللہ تعالیٰ عالم کی نسبت جہات میں سے کسی جہت میں ہوگا اور یہ بھی کہ عالم سے بلند ہوگا اور یہ بھی حد و نہایت کو مستلزم ہے اور اگر عالم کی تمام جہات میں کہیں تو اس حد و نہایت کو کیا کہیں گے۔ جو کہ ورائیت کو لازم ہے اور پھر یہ بھی ہے کہ جہت کا فساد استلزام نہایت کے ذریعہ ہے اور وہ خود لازم ہے۔

اس تنگی سے خلاصی صوفیاء کے قول کو اختیار کرنے میں ہے جو عالم کو موہوم کہتے ہیں اور جہت و نہایت کے اشکال سے آزاد ہو جاتے ہیں اور موہوم کہنے میں کوئی استحالہ بھی لازم نہیں آتا۔ کہ وہ موجود کی طرح احکام صادقہ رکھتا ہے اور ابدی معاملہ اور ہمیشہ کی نعمتیں اور عذاب اس کے ساتھ وابستہ ہیں۔ وہ موہوم اور ہے جس کا بیوقوف سوفسطائی قائل ہے۔ کہ وہ وہم کی اختراع اور خیال کی تراش ہے اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔

اور ہم اصل بات پر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس دائرہ موہومہ کے لئے جو کہ گردش کرنے والے نقطہ سے پیدا ہوا ہے اس نقطہ سے کوئی جہت بھی ثابت نہیں ہے اور وہ نقطہ اس کی جہات سے باہر ہے کہ اگر بالفرض وہ دائرہ تمام کا تمام بصر (آنکھ) ہو جائے تو یقیناً اس نقطہ کو بے جہت دیکھے گا کیونکہ جہت ان کے درمیان مفقود ہے اور ہم جو بحث کر رہے ہیں اگر دیکھنے والا تمام بصر ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کو بے جہت دیکھے تو اس میں کونسا استحالہ لازم آتا ہے۔ مومن بہشت میں تمام آنکھ بن جائیں گے اور کوئی جہت ثابت نہ ہوگی اولیاء اللہ کو بحکم

تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ (اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے متخلق ہونا)

دنیا میں ہی یہ دولت حاصل ہو جاتی ہے۔ وہ تمام کے تمام بصر ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ رویت نہ ہو کہ وہ آخرت سے مخصوص ہے۔ لیکن حکم رویت رکھتی ہے اور یہ جو میں نے کہا ہے کہ بحکم

Marfat.com

تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ

یہ اس لئے ہے کہ صوفیاء نے اللہ تعالیٰ کے متعلق فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سب کی سب بصر (آنکھ) ہے۔ سب کی سب سمع (کان) ہے اور سب کی سب علم ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے متخلقین کو ان اخلاق سے یقیناً حصہ ہے۔ ان کی ہر صفت بھی اس مقام سے پوری طرح ان سے ظاہر ہوتی ہے۔ مثلاً وہ سب کے سب بصر ہو جاتے ہیں اور دوسرے مومنوں کو آخرت پہ نسبت عطا فرما کر رؤیت کی دولت سے مشرف کریں گے۔

اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی

اور اس صورت میں کوئی استحالہ اور کوئی اعتراض لازم نہیں آتا اور اللہ سبحانہٗ تعالیٰ ہی حقیقت حال کو بہتر جانے۔

# مکتوب نمبر ۶۹

قاضی موسیٰ عوضین کی طرف صادر فرمایا

(ارباب جمعیت کی صحبت اور شریعت کے التزام کی ترغیب کے بیان میں)

حمد و صلوٰۃ اور دعا گوئی کے بعد عرض ہے کہ اس علاقہ کے فقراء کے احوال قابل تعریف ہیں۔ آپ کا گرامی نامہ جو درویش رحم علی کے ہاتھ بھیجا تھا۔ پہنچا۔ خوشی ہوئی۔ اللہ آپ سب کو سلامتی اور استقامت بخشے۔ آپ نے نصیحتوں کی طلب کے متعلق لکھا تھا۔

میرے مخدوم النصیحت تو دین اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت ہے خلاصۂ کلام یہ ہے کہ متابعت کی کئی قسمیں ہیں۔ اس کی ایک قسم احکام شرعیہ کی تعمیل ہے۔ اور باقی اقسام کو فقیر نے ایک مکتوب میں جو کہ بعض محبوں کی طرف لکھا ہے تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ میں ان شاء اللہ کہوں گا کہ اس کی نقل آپ کو بھیجیں۔

مختصر یہ کہ اس طریقہ میں افادہ و استفادہ کا دار و مدار صحبت پہ ہے۔ کہنا اور لکھنا کافی نہیں ہوتا۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ ہمارا طریقہ صحبت ہے۔

Marfat.com

اور اصحاب کرام صحبتِ خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ ہی سے اولیاء امت سے افضل ہیں کہ کوئی ولی کسی صحابی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا اگرچہ وہ اویس قرنی ہی کیوں نہ ہوں۔ اور بھائیوں سے سلامتی ایمان کی دعا کی درخواست ہے۔ اے ہمارے رب ہمیں اپنی جناب سے رحمت عنایت فرما اور ہمارے معاملہ میں بھلائی پیدا کر۔ رحم علی نے اپنا ورق خود الٹ لیا ہے اور اصلاح کی طرف آگیا ہے۔ حضرت حق سبحانہ و تعالےٰ اس کو استقامت عطا فرمائے۔ والسلام

# مکتوب نمبر ۷

مولانا اسحاق ولد قاضی موسیٰ کی طرف صادر فرمایا

(ارباب جمعیت کی صحبت کی ترغیب میں)

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

وہ مکتوب شریف جو آپ نے رحم علی درویش کے ہاتھ بھیجا تھا پہنچا۔ چونکہ اس سے ذوق و شوق کی اطلاع ملتی تھی۔ اس لئے خوشی پیدا ہوئی۔ اور ایک علیحدہ کاغذ میں جو واقعہ دیکھا تھا اس کی روداد لکھی تھی۔ اس کے مطالعہ سے خوشی پر خوشی ہوئی۔ اس قسم کے واقعات خوشخبری دینے والے ہیں۔ کوشش کریں کہ یہ امکان سے وجود میں آجائیں اور کان سے آغوش تک پہنچیں۔

آج جو تقصیر و کوتاہی کا تدارک ممکن ہے اس فرصت کو غنیمت سمجھنا چاہیئے اور تاخیر اور دیر نہ کرنا چاہیئے۔ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ہم کچھ درویش اکٹھے بیٹھے تھے کہ جمعہ کے روز کی اس ساعت کا تذکرہ شروع ہوا جس میں دعا قبول ہوتی ہے اور یہ بات درمیان میں آگئی کہ اگر وہ میسر ہو جائے تو اس ساعت میں اللہ تعالےٰ سے کیا مانگنا چاہیئے ہر ایک نے کچھ نہ کچھ کہا جب میری باری آئی تو میں نے کہا ارباب جمعیت کی صحبت طلب کرنا چاہیئے کہ اس کے ضمن میں تمام سعادتیں میسر ہیں۔

بعض مکاتیب کو نقل کر کے حامل رقعہ کے ہاتھ بھیجا ہے۔ اللہ تعالےٰ ان سے نفع دے۔ دوسری بات یہ ہے کہ میرے بھائی شیخ کریم الدین کچھ مدت سے آئے ہوئے

Marfat.com

ہیں۔ شاید اپنے حالات تم کو لکھیں۔ دوستوں سے دعا کی توقع ہے۔ اے ہمارے رب ہمارے نور کو پورا کر اور ہمیں بخش دے۔ یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وآلہ الصلوات والتسلیمات۔

# مکتوب نمبر ۱۰

جناب پیرزادہ خواجہ محمد عبداللہ کی طرف صادر فرمایا

(اس فرق کے بیان میں جو کہ حقائق موہوم کہ عالم ہے۔ اور موجود حقیقی جو کہ صانع عالم ہے کے درمیان ہے)

وَلِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی (اور اللہ کے لئے بلند مثال ہے)

وہ گردش کرنے والا نقطہ کہ دائرہ اس سے وہم میں پیدا ہوا ہے۔ وہ جس طرح خارج میں ہے وہم میں بھی ہے لیکن اس جگہ دائرہ کی بے پردہ نمود ہے۔ اور اس جگہ اس پردہ کے ساتھ اور خارج میں موجود اور وہم میں موجود اس معنی سے نہیں ہے۔ کہ وہ ہر مرتبہ میں علیحدہ وجود رکھتا ہے ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ ایک موجود ہے وہی خارج میں ہے اور وہی وہم میں کہ اس جگہ بے پردہ دائرہ ہے۔ اور اس جگہ باپردہ اور یہ دائرہ موہومہ جو وہم میں نمود رکھتا ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے کہ وہ حس کی غلطی سے پیدا ہوا ہے۔ اگر اس کو اس مرتبہ میں موجود بنادیں۔ اور ثبات و تقرر دے دیں۔ اور اس کی حقیقت بنادیں گے تو یقیناً وہ حس کی غلطی سے باہر آجائے گا۔ اور امر واقعی ہو جائے گا۔ اور احکام صادقہ پیدا کرے گا۔

پس اس دائرہ کی وہم میں حقیقت ہے اور صورت ہے۔ اور اس کی حقیقت وہی گردش کرنے والا نقطہ ہے جو اس کے ساتھ قائم ہے اور اس کی صورت وہی دائرہ ہے جس نے ثبوت اور ثبات پیدا کر لیا ہے۔ یہ صورت اگرچہ اس صورت کا عین نہیں ہے کیونکہ اس کے صفات اور احکام الگ ہیں۔ لیکن صورت سے دور نہیں ہے اور جدائی نہیں رکھتا۔ وہ ایک حقیقت ہے۔ جس نے اپنے آپ کو اس نمود سے متخیل کیا ہے۔ ع

شعر:-

Marfat.com

خوشتر آں باشد کہ سرِ دلبراں[1]
گفتہ آید در حدیث دیگراں

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ اس مقام میں کہتے ہیں "اگر تو چاہے تو کہہ لے کہ وہ خدا ہے اور اگر تو چاہے تو کہہ لے کہ وہ مخلوق ہے۔ اور اگر تو چاہے تو کہہ لے کہ وہ ایک حیثیت سے حق ہے اور ایک حیثیت سے خلق ہے اور اگر تو چاہے تو حیرت کے متعلق کہہ دے کیونکہ ان دونوں میں تمیز نہیں ہے"۔

لیکن جاننا چاہیے کہ یہ تمیز صورت وحقیقت کے درمیان اگرچہ وہم میں ہے لیکن جب اس مرتبہ میں خداوند تعالیٰ کی صنعت سے صورت موجود ہوئی ہے اور اس نے ثبات اور تقرر پیدا کیا ہے تو یقیناً وہ امر واقع ہو گئی ہے اور اسے نفس الامری تمیز حاصل ہوا ہے۔ بلکہ بطور ظل موجود خارجی ہو چکا ہے۔

کیونکہ صورت کا وجود جس طرح حقیقت کے وجود کا ظل ہے تو ظل کے بود کے حصول کے بعد خارج میں آیا پس حقیقت اور صورت کے درمیان تمیز چونکہ نفس الامری ہے بلکہ خارجی ہو چکا ہے تو ایک کو دوسرے پر محمول کرنا محال ہوا اور ایک دوسرے کا عین نہ ہوا اور جس نے عین کہا ہے اس نے تمیز وہمی پر زیادہ نہ سمجھا اور امتیاز علمی کے سوا کچھ نہ جانا۔

سبحان اللہ مرتبۂ وہم ایجاد خداوندی جل شانہٗ کے ذریعہ اس مرتبہ میں واقع ہوا ہے خارج ہوا ہے اور حقیقت واقعی بنا اور علم وخارج سے وراء جو کہ متعارف ہے ہوا اور چونکہ یہ مرتبہ خارج میں آیا ہے تو لازماً اس میں مرتبۂ وہم کو جا دیا ہے۔ اور گردش کرنے والا نقطہ موجود خارجی ہوا اور وہ دائرہ جو اس سے پیدا ہوا ہے اس نے موہوم نام پایا۔

عجب معاملہ ہے کہ صورت جو کہ حقیقت سے پیدا ہوئی ہے اور جو کچھ بھی وہ رکھتی ہے۔ وہ حقیقت سے رکھتی ہے۔ اور اس کو حقیقت سے کوئی جدائی نہیں ہے۔ اس کو طاقت سے حقیقت سے علیحدہ کیا ہے اور وہم سے حقیقت میں لائے ہیں۔ اور تمیز وہمی کو خارجی قرار دیا ہے۔

آیت کریمہ:۔

صُنْعَ اللّٰہِ الَّذِیْ اَتْقَنَ ۔ اللہ کی صنعت وہ ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط کر دیا

[1] یہ بڑا اچھا طریقہ ہے کہ دوستوں کا راز دوسروں کی بات میں کر اں کر بیان کر دیا جائے۔ ۱۲

Marfat.com

كُلَّ شَيْءٍ .

کو اس جگہ ملاحظہ کرنا چاہیئے کہ لاشئے محض کو اپنی قدرتِ کاملہ سے شے بنا دیا ہے اور دانا وبینا اور قادر و مرید بنایا ہے۔

ایک بزرگ کہتے ہیں۔

چونکہ او شد گوش وچشم ودست وپا[1]
خیرام در چشم بندی خُدا

چشم بندی کیا گنجائش رکھتی ہے اس لیئے کہ چشم بندی اس جگہ ثابت ہے کہ غیر واقع کو واقع کر دکھائے اور اس جگہ خدا تعالیٰ کی قدرت نے غیر واقع کو واقع بنا دیا ہے اور احکام کاذبہ کو جو اس مرتبہ ہیں تھے صادق کر دکھایا۔

شیخ فرماتا ہے کہ "ان دونوں میں تمیز نہیں ہے۔ حالانکہ بندے اور رب کے درمیان پنجاہ ہزار سالہ راہ ہے۔

کہ آیت کریمہ۔

| | |
|---|---|
| تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ . | روح اور فرشتے اس کی طرف ایک دن میں چڑھتے ہیں جس کا اندازہ پچاس ہزار سال ہے۔ |

میں اسی طرف اشارہ ہے اور شیخ کو خود بھی اس دوری راہ کا اقرار ہے یہی وجہ ہے۔ کہ وہ حیرت کا قائل ہوا ہے۔ کوئی بیوقوف آدمی اس راہ کی دوری سے خدا تعالیٰ کو دُور نہ سمجھے اور اپنے آپ کو دُور نہ جانے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ قریب ہے بلکہ بندے کی طرف بندے کے نفس سے بھی زیادہ قریب ہے۔ بلکہ یہ دوری دَرک اور معرفت کے اعتبار سے ہے۔ نہ باعتبار مکان ومسافت کے۔ دائرہ کے آخر کا نقطہ دائرہ کے مبدا سے نزدیک ترین نقطہ ہے۔ لیکن چونکہ اس کی پشت مبدا کی طرف ہے اور اس کا منہ دوسری طرف پھیر دیا ہے تو لازماً اس کی یافت باوجود مبداء سے قرب ہونے کے دور جا پڑی ہے اور تمام نقاط طے کرنے کے بعد وابستہ ہوئی ہے۔ س

---

[1] جب کہ وہ کان۔ آنکھ۔ ہاتھ اور پاؤں ہو گیا۔ میں خدا تعالیٰ کی چشم بندی سے حیران ہوں۔

Marfat.com

(۱) اے[1] کمان و تیر ہا بر ساختہ
صید نزدیک و تو دُور انداختہ

(۲) ہر[2] کہ دُور انداز ترا او دُور تر
از چنیں صید است او مہجور تر

ہاں جب تک بُعد کی شدت نہ کھینچے گا قرب کی دولت کا قدر نہ جانے گا۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے وہ بہتر ہے۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

# مکتوب نمبر ۲۷

خواجہ حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا

اس بیان میں کہ لشکر کی مختلف مصروفیات میں بھی ارباب جمعیت کے نئے تسلی ہے اور اس سوال کے جواب میں جو انہوں نے مولود خوانی کے متعلق کیا تھا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

گرامی نامہ اور بہت بڑی مہربانی جو از روئے کرم و شفقت اس فقیر کے نام کی گئی تھی اس کے مطالعہ سے مشرف ہوا۔

اللہ سبحانہ کی تعریف اور احسان ہے کہ آپ صحت و عافیت سے ہیں اور دور افتادہ لوگوں کا حال معلوم کرنے سے غافل نہیں ہیں اور تفرقہ کی جگہ میں جمعیت حاصل ہے لڑکے اور دوست جو ہمراہ ہیں ان کے اوقات بھی جمعیت سے ہیں اور ان کے احوال ترقی و زیادتی میں ہیں۔ لشکر ان کے حق میں عین خانقاہ ہے کہ لشکریوں کی عین رنگا رنگی میں ان کو تمکین نصیب ہے۔ اور مختلف گرفتاریوں کے باوجود جو کہ اس مقام کے لوازم سے ہے کہ وہ سب ایک ہی مطلب کے گرفتار ہیں۔ نہ کسی کو ان سے کوئی کام اور نہ ان کو کسی کا بوجھ اس کے باوجود مجبور اور بے اختیار ہیں اور حبس و قید میں گرفتار ہیں۔

---

[1] اے وہ کہ جس نے تیر و کمان بنائے ہیں تیرا شکار نزدیک ہے اور تو تیر دور پھینک رہا ہے۔

[2] جو آدمی زیادہ دور پھینکنے والا ہے وہ زیادہ دور ہے اور ایسے شکار سے وہ زیادہ مہجور ہے۔

Marfat.com

یہ عجب قسم کی قید ہے کہ اس کے عوض رہائی ایک جو میں نہیں خریدتے اور عجیب قسم کی گرفتاری ہے کہ آزادی کو اس جگہ ایک دمڑی میں نہیں خریدتے اور اس نعمت اور دوسری تمام بڑی بڑی نعمتوں پر اللہ سبحانہ کی تعریف اور احسان ہے۔

میرے مخدوم! قرۃ العینین کو خط بھیجنے کا مقصد بعض نعمتوں کے فوت ہو جانے پر کہ اس مقام کے نزدیک ان کے حصول کی توقع تھی۔ اظہار افسوس تھا۔ اور لشکر میں آنا اور صحبت بھی رکھنا ان کی مرضی پر موقوف ہے کہ وہ لشکر اور لشکریوں کے طور طریقوں کو بہتر جانتے ہیں۔ اور اس مقام کے نفع و نقصان کو بہت زیادہ سمجھتے ہیں۔

آپ نے لکھا تھا اگر آپ فرمائیں کہ وہ آفات سے محفوظ رہیں گے تو آجائیں۔ غیب تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی تعریف ہے کہ ہمراہیوں میں سے اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے باوجود ارباب تفرقہ کے ساتھ کثرت سے میل جول رکھنے کے اس وقت تک کسی کو بھی تفرقہ کی آفت نہیں پہنچی ہے اور وہ مطلب سے نہیں رُکا۔

اور پھر آپ نے مولود خوانی کے متعلق لکھا تھا۔ اچھے آواز سے صرف قرآن مجید اور نعت و منقبت کے قصائد پڑھنے میں کیا حرج ہے۔ منع تو یہ ہے کہ قرآن مجید کے حروف کو تبدیل و تحریف کیا جائے۔ اور مقامات نغمہ کا التزام کرنا اور الحان کے طریق سے آواز کو پھیرنا اور اس کے مناسب تالیاں بجانا جو کہ شعر میں بھی جائز نہیں ہے۔

اگر ایسے طریقہ سے مولود پڑھیں کہ قرآنی کلمات میں تحریف واقع نہ ہو۔ اور قصائد پڑھنے میں شرائط مذکورہ متحقق نہ ہوں اور اس کو بھی صحیح غرض سے تجویز کریں تو پھر کونسی رکاوٹ ہے۔ میرے مخدوم! فقیر کے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ جب تک اس دروازہ کو پوری طرح بند نہ کریں گے بوالہوس باز نہ آئیں گے۔ اگر تھوڑا سا جائز کرو گے تو وہ زیادہ ہو جائے گا۔ مشہور مقولہ ہے کہ تھوڑی چیز سے زیادہ بن جاتی ہے۔ والسلام۔

Marfat.com

# مکتوب نمبر ۲۷

حضرت مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید کی طرف صادر فرمایا

صفت حیات کے اسرار کے بیان میں جو کہ علم سے اوپر ہے اور اس بیان میں کہ جس طرح علم صفات زائدہ سے اسی طرح وہ شیون غیر زائدہ سے بھی ہے اور تمام صفات کی یہی کیفیت ہے۔

حضرت شیخ محی الدین ابن العربی اور ان کے متبعین کہ جنہوں نے تنزلات خمس لکھے ہیں انہوں نے تعین اول علم کی بارگاہ کے اجمال سے اعتبار کیا ہے اور اس کو حقیقت محمدی علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات کہا ہے اور اس کے کشف کو تجلی ذات جانا ہے۔ اور اس تعین سے اوپر لاتعین جانتے ہیں جو کہ خالص ذات اور تمام نسبتوں اور اعتبارات سے خالی احدیت کا مرتبہ ہے۔

پوشیدہ نہ رہے کہ شان العلم سے اوپر شان الحیوٰۃ ہے کہ علم اس کا تابع ہے اور وہ تمام صفات کی ماں ہے کیا علم اور کیا غیر علم اور کیا علم حصولی اور کیا علم حضوری اور یہ حیوٰۃ کی شان بڑی ہی عظیم الشان شان ہے۔ دوسری تمام صفات اور شیون اس کے مقابلہ میں ایسی ہیں جیسے کہ دریائے محیط کے مقابل چھوٹی چھوٹی لہریں۔ عجیب بات یہ ہے کہ شیخ بزرگوار نے اس وسیع مملکت میں سیر نہیں کی ہے اور اس باغ سے علوم و معارف کے پھول نہیں چنے ہیں اور اگرچہ یہ شان حضرت ذات عزّ شانہٗ سے بہت زیادہ قریب ہے اور جہالت اور عدم ادراک سے بہت زیادہ مناسب ہے۔ لیکن چونکہ وہ تنزّل اور ظلیّت کا شائبہ رکھتی ہے اور علم و معرفت کے مظنّہ سے ہے۔ خواہ تھوڑا ہو زیادہ۔

جن دنوں میں یہ فقیر اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے اس عظیم الشان حالت میں سیر کر رہا تھا۔ تو اس مقام کے نیچے دُور بہت دُور ایسا مشہود ہوتا تھا کہ شیخ نے اس جگہ ایک کٹیا بنا رکھی ہے۔ اور اس میں اقامت اختیار کر رکھی ہے۔ شاید آخر میں شیخ نے اس مقام سے حصہ حاصل کیا ہو۔

اس طرح کے بُعد مسافت بے چون کا بُعد دو اعتبار سے ہے۔ کہا جاسکتا ہے کہ میدان عبارت کی تنگی ہے۔ یا اس کی صورت مثالی ہے۔ عالم مثال میں بُعد بے چونی بُعد

Marfat.com

مسافت سے مشہود ہے۔ اے اللہ تو پاک ہے۔ ہمیں صرف وہی علم ہے جو تو نے ہمیں بتایا یقیناً تو ہی جاننے والا حکمت والا ہے۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

## فصل بالخیر:۔

اس بیان سے لازم آیا کہ علم حیوٰۃ کے مرتبہ میں جو اس سے اوپر ہے ثابت نہیں ہوتا کیا علم حصولی اور کیا علم حضوری اور جب مرتبۂ حیوٰۃ میں علم ثابت نہ ہوگا تو مرتبہ ذات عز شانہٗ میں کس طرح ثابت ہوگا۔ جو کہ اوپر سے بھی اوپر ہے اور جب علم ثابت نہ ہوگا تو اس کا نقیض ثابت ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے۔

اس اشکال سے رہائی ایک باریک نکتہ کی معرفت پر مبنی ہے کہ اولیاء اللہ میں سے کسی نے کم ہی اس کے متعلق گفتگو کی ہے۔ جاننا چاہیئے کہ اللہ جل شانہٗ کا علم مثلاً جیسا کہ صفات ثمانیہ حقیقیہ زائدہ سے ہے۔ جس طرح کہ اہل حق نے فرمایا ہے اسی طرح شیون اور اعتبارات ذاتیہ غیر زائدہ سے بھی ہے اور جب پہلی قسم اللہ تعالیٰ کی ذات سے زائد صفات سے ہے تو جن سے ان کا تعلق ہے وہ بھی ذات کے سوا ہوں گے۔ اور وہ ماسویٰ خواہ عالم ہو یا اللہ تعالیٰ کی صفات زائدہ کیونکہ جو کچھ بھی ظلیت کے داغ سے داغدار ہو چکا ہے۔ اور زیادتی کا نام اس پر آچکا ہے وہ اللہ تعالیٰ و تقدس کی ذات کے لائق نہیں ہے اور نہ اس کا خدا تعالیٰ کی ذات سے کوئی تعلق ہے۔ وہ علم خواہ حصولی ہو یا حضوری۔ اگر حضوری بھی ہے تو وہ بھی اللہ تعالےٰ کے ظلال میں سے کسی ظل سے تعلق رکھتا ہے۔ اگرچہ اس نے علم اور عالم اور معلوم میں اتحاد پیدا کیا ہے کیونکہ یہ اتحاد کا مرتبہ بھی اللہ تعالےٰ کے ظلال میں سے ایک ظل ہے۔ نہ کہ اس کا عین۔ اگرچہ ایک جماعت نے اس کی عینیت کا گمان کیا ہے۔

اور دوسری قسم جو شیون ذاتیہ غیر زائدہ سے ہے تو اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہے اور بس اور اللہ تعالیٰ و تقدس اس سے بہت بلند تر ہے کہ وہ اپنی ذاتِ پاک کے سوا تعلق پیدا کرے۔ مختصر یہ کہ وہ علم جو زائد ہے اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک کے سوا سے ہے اور وہ علم جو زائد نہیں ہے اور صرف ایک اعتبار ہے اس کا تعلق صرف اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک سے ہے اور وہ علم جو اللہ تعالیٰ کی ذات پاک سے منتفی (معدوم) ہے وہی

Marfat.com

علم زائد ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے مرتبہ مقدسہ کے لائق نہیں ہے کہ وہ اس علم غیر زائدہ کی شان کا ظل ہے۔ اس علم کے اُٹھ جانے سے اس کے نقیض کا ثبوت کہ جہل ہے لازم نہیں آتا اگرچہ علم صفات کاملہ سے ہے لیکن اس جگہ گنجائش نہیں رکھتا۔ تو اس کا نقیض جو سراسر نقص ہے اس کو کیا طاقت ہے کہ اس بارگاہ میں دخل پا سکے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ یہ دونوں نقیض اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے مسلوب ہوں اور کوئی استحالہ بھی لازم نہ آئے۔ ایک عارف کہتا ہے کہ میں نے اپنے رب کو اضداد کے جمع کرنے سے پہچانا گویا اس مقام کی بلندیٔ مرتبہ کے ذریعے ان دونوں نقیض میں سے کوئی بھی اس جگہ نہیں پہنچ سکتا۔ جب تمام نسبتیں اور اعتبارات اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے مسلوب ہوں گی تو علم اور عدم علم کہ وہ بھی منجملہ نسبتوں میں سے ہیں مسلوب ہوں گے۔ وہ ممکن ہی ہوتا ہے جسے نسبتوں اور اعتبارات سے چارہ نہیں ہوتا اور اس میں نقیض جمع و رفع نہیں ہوتا۔ نسبتوں اور اعتبارات کا پیدا کرنے والا ان تمام نسبتوں اور اعتبارات سے منزہ ہے اور غائب کا حاضر پر قیاس اس جگہ ممتنع ہے۔

یا پھر ہم یہ کہتے ہیں کہ علم خاص کا انتفاء عدم علم مطلق کو مستلزم نہیں ہے بلکہ وہ خاص علم کے عدم کو مستلزم ہے جو کہ ظلیت کا شائبہ رکھتا ہے اور اس صورت میں کوئی استحالہ لازم نہیں آتا اور ارتفاع نقیضین نہیں ہوتا۔ اس کو اچھی طرح سمجھ۔

جاننا چاہیئے کہ وہ علم جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے شیون سے ہے اس کی اس علم سے کوئی مناسبت نہیں ہے جو صفات زائدہ سے ہے اگر اس علم زائد کا اصل وہی علم غیر زائدہ ہے کیونکہ صفت زائدہ ظل شان ذات ہے۔ اس جگہ تو انکشاف ہی انکشاف ہے اور عین حضور میں حصول ہے۔ اس علم کے درجہ کی بلندی کی وجہ سے جہل کو طاقت نہیں ہے کہ اس کے مقابل آئے اور اس کے نقیض بننے کے لئے اُٹھ کھڑا ہو۔ برخلاف صفت علم کے کہ جہل اس کی نقاضت پر قائم ہے۔ اگرچہ اس کا وقوع جائز نہیں ہے اور بالکل خطا ہے۔ اور اس میں نقیض کا احتمال ہی اس کے انحطاط کا باعث ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے تعلق سے اس کو روک دیا ہے۔ کیونکہ کمال کے نقیض کا احتمال خواہ وہ کوئی ہی کمال ہو اس کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گنجائش نہیں ہے۔ وہ قدرت جو اللہ تعالیٰ کے مرتبۂ مقدسہ کے لئے ثابت کرتے ہیں وہ وہی قدرت ہے جس کی دوسری طرف عجز نہیں ہے۔ برخلاف صفت قدرت کے کہ

Marfat.com

اس میں نقیض کا احتمال ہے اگرچہ واقع نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کی تمام صفات دشیون کو اسی پر قیاس کر لیں۔

اور جب شان علم کو صفت علم سے کوئی مناسبت نہیں ہے تو علم مخلوقات کو اس شان عظیم الشان سے کیا نسبت ہو سکتی ہے اور کونسی نسبت ہوگی اور اس کا تعلق اس مرتبہ مقدس سے کس طرح متصور ہو سکتا ہے مگر یہ کہ وہ بندہ نوازی فرمائے اور مخلوق کے ناقص انکشاف کو اپنے انکشاف کے نزدیک سے روشن کرے اور فنائے اتم کے بعد اس کو بقائے اکمل اپنی طرف سے بخشے۔ اس وقت ہو سکتا ہے کہ اس مرتبۂ مقدسہ سے بے کیف تعلق پیدا کرے اور اس جگہ تک پہنچ جائے کہ اس کا اصل بھی وہاں تک نہ پہنچ سکے اور اصل کے زینہ سے اصل الاصل سے واصل ہو جائے۔

یہ وہ خصوصیت ہے جو بنی آدم کو عطا ہوئی ہے اور ان پر ترقی کی راہ کھولی ہے یہ اپنے اصل سے بھی گزر جاتے ہیں اور اصل الاصل سے بھی اور اس جگہ پر پہنچ جاتے ہیں کہ اصل ظل کی طرح راہ ہی میں رہ جاتا ہے اور یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے جس پر چاہے کرے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

# مکتوب نمبر ۱۷

حضرت مخدوم زادہ خواجہ محمد معصوم کی طرف صادر فرمایا

اصحاب فصوص کے کلام کی شرح اور تجلی ذات کے بیان میں اور اس باب میں حضرت مجدد رضی اللہ عنہ کی خاص رائے اور اتفاق ایسا ہوا کہ یہ مکتوب شریف مکمل نہ ہو سکا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے "اور تجلی ذات اس آدمی کی صورت میں ہوتی ہے جس پر وہ تجلی ہوئی ہے پس شخص متجلی لہٗ (جس پر تجلی ہوئی ہے۔) نے اللہ تعالیٰ کے آئینہ میں اپنی صورت کے سوا اور کچھ نہیں دیکھا اور اس نے خدا تعالےٰ کو نہیں دیکھا۔ اور نہ ہی اس کو دیکھنا ممکن ہے۔"

اور "اللہ کے آئینہ" سے مراد وہی شان ذاتی ہے کہ اس کا ظل وہ اسم زائد ہے جو کہ متجلی لہٗ

Marfat.com

کا مبدا ئے تعین ہے۔ اس لئے کہ ہر اسم زائد کے لئے جو کہ مخلوقات کے تعینات میں سے کسی تعین کا مبداء ہے۔ مرتبۂ ذاتیہ میں اصل ثابت ہے اور وہ اصل وہی شان ہے جو ذات میں اعتبار سے خالی ہے جیسا کہ میں نے کئی ایک مقامات پر اس کی تحقیق کی ہے اور "اللہ تعالیٰ کے آئینہ" سے مراد ذات مطلق نہیں ہے۔ کیونکہ مطلق آئینہ مفید نہیں ہو سکتا۔ اور جب آئینہ اس صورت کی شکل میں جو اس میں موجود ہے۔ مقید ہو گیا اور اس صورت کا اصل الاصل ہوا تو لازماً آئینہ متجلی لہٗ کی نظر میں اس کی صورت پر جو آئینہ میں موجود ہے بغیر زیادت ونقصان کے جلوہ گر ہوگا کیونکہ تجلی اور اس شان کا ظہور اس مرتبہ میں کہ اس میں تجلی واقع ہوئی ہے نہیں ہو سکتا مگر اسی صورت میں کہ متجلیٰ لہٗ اس پر تھا لیکن اس شان کا اس صورت میں ظہور عالم سے عدم تعلق اور استغناء کے سبب سے مشروط ہے۔ اس اسم ظلی کے ... سے جو کہ متجلی لہٗ کی صورت کے تعین کا مبداً ہے اور یہ آئینہ مقدس دوسرے آئینوں کے خلاف ہے کیونکہ ان آئینوں میں صُوَر کا ظہور ان کے اجزا میں سے کسی جزو میں ہوتا ہے اور وہ آئینے ان صور سے ظاہر نہیں ہوتے جو کہ ان میں حلول کئے ہوئے ہیں اس تباین کی وجہ سے جو ان کے درمیان واقع ہے برخلاف اس آئینہ مقدسہ کے کہ نہ تو صورت اس میں حلول کئے ہوئے ہے اور نہ اس کے اجزا میں سے کسی جزو میں حاصل ہے۔ اس لئے کہ اس بارگاہ میں حالیت اور محلیت کا فقدان ہے اگرچہ اعتبار ظاہر حس کے ہو اور اس مرتبۂ مقدسہ میں تبعض وتجزی بھی نہیں ہے۔ اگرچہ باعتبار توہم وتخیل ہو۔

بلکہ یہ مقدس آئینہ پورے کا پورا متجلی لہٗ شخص کے لئے ظاہر ہوتا ہے۔ پس اس وقت وہ مقدس آئینہ آئینہ بھی ہوتا ہے اور صورت بھی پس متجلی لہٗ شخص نے آئینہ حق میں صرف اپنی ہی شکل وصورت کو دیکھا کہ وہی اس کی ذات کی شان ہے کہ متجلی لہٗ کی صورت میں ظاہر ہوا اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ کو اور اس کی خاص شان کو نہ دیکھا تنزیہی طریقہ اور تقدیسی نہج پر اور نہ ہی یہ ممکن ہے کہ اس کو دیکھے۔

اور یہ قول شیخ کی رائے پر مبنی ہے کہ وہ مرتبۂ تنزیہ میں امکان رویت کی نفی اور ظہورات تشبیہہ میں رویت کا اثبات کرتے ہیں اور یہ جامعہ لطیفہ بطریق تمثل ومثال ہے اور شیخ کی یہ رائے جیسا کہ تو دیکھتا ہے اس قول کے مخالف ہے جس پر علماء اہل سنت شکر اللہ سعیہم نے اتفاق کیا ہے اس لئے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رویت جائز لیکن واقع نہیں

Marfat.com

ہے اور آخرت میں بلا کیف رویت حق ہے اور واقع ہے اور وہ تمثل وامثال کے طور پر نہ ہوگی جیساکہ بدء الامالی میں کہا ہے۔

یَرَاہُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِغَیْرِ کَیْفٍ[1]
وَاِدْرَاکٍ وَضَرْبٍ مِّنْ مِّثَالٍ

کیونکہ مثل کو دیکھنا کیف کو دیکھنا ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنا بلکہ وہ مخلوق کی رویت ہے جو اللہ تعالیٰ نے ایجاد فرمائی ہے اور بطریق تمثل ظاہر ہوا ہے اور اللہ تعالےٰ تمثل وامثال سے بلند تر ہے اور توہم وخیال سے بھی بلند ہے۔ اور یہ سب اللہ تعالےٰ کی مخلوق ہیں۔

اور تعجب ہے ان اکابر عرفاء پر جو تنزیہ سے تشبیہ کے ساتھ اور قدیم سے حادثات کے ساتھ خوش ہیں اور مثال پر قناعت کر بیٹھے ہیں اور صورت پر اقامت کر چکے ہیں۔ اور میرا خیال یہ ہے کہ یہ سب اس بیماری کی وجہ سے ہے جو ان کے قول توحید واتحاد سے پیدا ہوئی ہے اور انہوں نے اپنے اس حکم پر اصرار کیا ہے کہ عالم ہی حق سبحانہٗ وتعالےٰ ہے اور بس لازماً ان کے نزدیک افراد عالم میں سے ہر فرد کی رویت اللہ تعالیٰ کی رویت ہوگی۔ اس سبب سے کہ ان کے نزدیک ان دونوں میں اتحاد واقع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں سے بعض نے فارسی کا یہ شعر کہا ہے ؎

امروز چوں جمال تو بے پردہ ظاہر است[2]
در حیرتم کہ وعدۂ فردہ برائے چیست

ہاں اتنا ضرور ہے کہ شیخ قدس سرہ نے افراد عالم میں سے خاص جامع فرد کو جو بطریق تمثل اپنے حدول کو پہنچا ہو اس فضیلت کے لئے مخصوص کیا ہے اور یہ تخصیص اس کو کوئی نفع نہیں بخشتی۔ گویا کہ شیخ قدس سرہ نے کتاب وسنت کے کمال علم اور علماء کے اقوال کی وجہ سے اس قول کی جو کہ مطلق رویت اور ان کے ان چیزوں کی رویت کو اللہ تعالےٰ کی رویت قرار دینے کے متعلق ہے۔ برائی کو معلوم کر لیا ہے اور اس کے باوجود غلبہ سکر اور قوت حال توحید کی وجہ سے تشبیہ کی تنگی سے پوری طرح خلاصی نہیں پائی اور خالص

[1] مومن اللہ تعالےٰ کو بلا کیف وادراک وتمثل دیکھیں گے۔

[2] آج جب کہ تیرا جمال بے پردہ ظاہر ہے میں حیران ہوں کہ کل کا وعدہ کس لئے ہے۔ ؟ ۱۲۰

تنزیہ کے کمالات کے حصول کے لئے فارغ نہ ہوا بلکہ اس نے یہ خیال کیا کہ خالص تنزیہ کا قائل قاصر ہے اور ناقص اور اللہ تعالیٰ کا محدد (حد بندی کرنے والا) ہے جیسا کہ تشبیہ کا قائل ہے پس خالص تنزیہ سے انہوں نے گریز کیا اور یقین کر لیا کہ کمال تشبیہ اور تنزیہ کو جمع کرنے میں ہے اور اس حکم لگانے میں کمال ہے کہ ان دو میں سے ایک دوسرے کا عین ہے تاکہ تحدید و تقیید بالکلیہ مرتفع ہو جائے۔

اور یہ تو تم پر مخفی نہیں ہے کہ تشبیہ اس کے نزدیک خارج میں مفقود ہے اور خارج میں موجود یہی خالص تنزیہ ہے پس ان میں سے ایک دوسرے کے لئے محدد اور مقید نہ ہو گا جیسا کہ وجود خارجی اور عدم خارجی کہ نہ تو عدم وجود کا محدّد ہے اور نہ وجود عدم کا محدّد ہے۔ بلکہ وجود عدم سمیت اپنے اطلاق پر ہے اور عدم وجود سمیت بھی اپنے اطلاق پر ہے اور ان میں سے ایک دوسرے سے مقید نہیں ہے اور اگر عدم وجود کا محدد ہوتا تو اس لائق ہوتا کہ حکم کیا جاتا تاکہ وجود اور عدم کے جمع کرنے میں کمال ہے اور ان میں سے ایک دوسرے کا عین ہوتا اور اس کا بطلان ظاہر ہے

پس خالص تنزیہ کا قول اللہ تعالیٰ کے لئے تحدید نہ ہو گا اور تنزیہ و تشبیہ کو جمع کرنا کمال ہو گا بلکہ نقص ہو گا اور ناقص کا کامل سے الحاق ہو گا اور یہ تو معلوم ہو گا کہ ناقص اور کامل سے مرکب ناقص ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ صُوَر علمیہ جن کو اعیان ثابتہ کہتے ہیں شیخ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے علم میں ثابت ہیں اور وہ بھی موجود خارجی کی تحدید کو لازم نہیں کرتے تاکہ اللہ تعالےٰ اور ان چیزوں کے درمیان اتحاد اور عینیّت کا حکم لگایا جائے اور یہ بات تو کھلی ہوئی ہے کہ موجود خارجی کی تحدید اسی طرح کا موجود خارجی ہی کر سکتا ہے۔ باقی رہا موجود علمی پس نہ تو وہ موجود خارجی کی تحدید کرتا ہے اور نہ اس کے مزاحم ہوتا ہے اس لئے کہ ان دونوں مراتب میں تباین ہے۔ کیا تم غور نہیں کرتے کہ اللہ تعالےٰ کے شریک کا تصور اور علم میں اس کا ثبوت کہ اس پر استحالہ کا حکم لگایا جائے گا ہرگز اللہ تعالیٰ کے مزاحم نہ ہو گا جو کہ موجود فی الخارج ہے اور نہ اس کی تحدید کرتا ہے اور نہ اس کی تقیید کرتا ہے تاکہ اس کے دفعیہ میں غیر واقع (جھوٹا) حیلہ کیا جائے کہ ایک ان میں سے دوسرے کا عین ہے اس کو یاد رکھ۔

اب چاہیئے کہ ہم کلام شیخ کی طرف رجوع کریں جو کہ تجلی ذات اور اس کے مناسبات کے متعلق ہے۔ پس ہم کہتے ہیں کہ شیخ نے اس تجلی کے بعد ذکر کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے

Marfat.com

کہ یقیناً تجلیات میں سے یہ آخری تجلی ہے اور انتہائی عروج ہے اور اس کے بعد صرف عدم محض ہے پس تو طمع نہ کر اور اپنے آپ کو محنت میں نہ ڈال کہ اس سے بلند عروج حاصل ہو اور اس سے اوپر وصول نصیب ہو اس لئے کہ تجلی ذاتی کے درجہ سے بلند تر کوئی مقام نہیں ہے۔

# مکتوب نمبر ۷۵

اس حقیر محمد ہاشم کشمی کی طرف صادر فرمایا

(اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات وافعال کی تجلی کے بیان میں)

میرے بھائی خواجہ محمد ہاشم جان لیں کہ تجلی افعال سالک پر حق تعالیٰ کے ظہور سے عبارت ہے ایسے طریقہ پر کہ بندوں کے افعال اس فعل کے ظلال نظر آئیں۔ اور اس فعل کو ان افعال کا اصل پائے اور ان افعال کے قیام کو اس فعل واحد سے سمجھتے ہیں اور اس تجلی کا کمال یہ ہے کہ یہ ظلال اس کی نظر سے پوری طرح پوشیدہ ہو جائیں اور اپنے اصل سے ملحق ہو جائیں اور ان افعال کے فاعل کو جمادات کی طرح بے حس وحرکت پائے۔ اور وہ جو ارباب توحید وجود نے جو عینیت اشیاء کے قائل ہیں اور ہمہ اوست (سب وہی ہے) کہتے ہیں اس مقام پر کہا ہے اور بندوں کے ان بہت سے افعال کو ایک فاعل جل شانہ، کا فعل جانے۔ اس جگہ نسبت افعال کا اختفاء ہے جو اپنے فعل سے سمجھتے تھے۔ اور نسبت کا حدوث ان افعال کے لئے فاعل واحد سے ثابت کرتے ہیں نہ کہ نفس افعال کا اختفاء ہے اور ان کا اصل سے الحاق ان دونوں میں بڑا فرق ہے اور قریب ہیں کہ یہ بعض پر مخفی رہیں۔

تجلی صفات سالک پر اللہ تعالیٰ کی صفات کے ظہور سے عبارت ہے۔ ایسے طریقہ پر کہ بندوں کی صفات کو اللہ تعالیٰ کی صفات کا ظلال سمجھے اور ان کے قیام کو ان کے اصول سے سمجھے۔ مثلاً ممکن کے علم کو خدا تعالیٰ کے علم کا ظل پائے اور اس کے ساتھ قائم سمجھے اور اسی طرح ممکن کی قدرت کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ظل سمجھے اور اس کا قیام اس کے ساتھ تصور کرے اور اس تجلی کا کمال یہ ہے کہ یہ صفات ظلال پوری طرح سالک کی نگاہ

Marfat.com

سے پوشیدہ ہو جائیں اور اپنے اصول سے ملحق ہو جائیں اور اپنے آپ کو جوان صفات کا موصوف ہے۔ جمادات کی طرح میّت بے حیات اور بے علم پائے اور وجود اور کمالات و توابع وجود کا کوئی اثر اپنے اندر نہ پائے۔ نہ اس جگہ ذکر ہوتا ہے نہ توجہ اور نہ حضور ہوتا ہے نہ شہود۔ اصل سے الحاق کے بعد اگر توجہ ہے تو خود بخود متوجہ ہے اور اگر حضور ہے تو خود بخود حاضر ہے۔ اور اس مقام سے سالک کا حصہ حقیقت فناو نیستی کا حصول اور کمالات کے انتساب کی نفی ہے جو بزعم خود ان کمالات کو اپنی طرف نسبت کرتا تھا اور امانت کو امانت والے کے سپرد کرنا ہے کہ جھوٹ اور تہمت سے اس امانت کو اپنی طرف سے سمجھتا تھا۔

اور پھر کلمۂ

اَنَا (میں)

کے مورد کا زوال بھی ہے۔ اس حد تک کہ اگر اس کو بقا باللہ سے مشرف کریں تو پھر بھی ہرگز اَنَا کا مورد نہ ہو اور اپنے آپ کو "میں" کے لفظ سے تعبیر نہ کر سکے۔ اور اگرچہ اپنے آپ کو وہی اپنا اصل پائے تو اس پر بھی کلمۂ اَنَا کے اطلاق کی گنجائش نہ ہو اور اپنے آپ کو اپنے اصل کا عین نہیں کہہ سکے گا کہ خودی اس سے برطرف ہو چکی ہے اور انانیّت زائل ہو چکی ہے

اَنَا الحَقّ

کہنا اس نسبت کے عدم کے حصول کی وجہ سے ہے۔ اور

سُبْحَانِیْ

زبان پر لانا اس دولت تک نہ پہنچنے کی وجہ سے ہے۔ لیکن اکابر سے جو اس قسم کے الفاظ صادر ہوئے ہیں ان کو ان کے توسطِ احوال پر محمول کرنا چاہیے اور کمال شان کو اس گفتگو سے بالا اعتبار کرنا چاہیے۔ یہ فنا کی دولت جو نیستی کی حقیقت ہے اگرچہ تجلی صفات کی انتہا ہے۔ لیکن اس کا حصول تجلی ذات کے پرتو سے ہے اور جب تک ذات متجلی نہیں ہوتی یہ فنا کی دولت میسر نہیں آتی۔ بلکہ تجلی صفات بھی انجام تک نہیں پہنچتی جب تک تو نہ پائے گا آزاد نہ ہو گا۔ تجلی ذات ہی کی وجہ سے ہے کہ عارف کا وہ بقیہ جو اس کی نظر میں جمادمیت کی طرح نظر آتا تھا وہ بھی زائل ہو جاتا ہے اور وہ عدم تھا جو کہ ہر ممکن کا اصل ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کاملہ کے انعکاس کے ذریعہ اس میں امتیاز اور تعیّن پیدا ہوا ہے اور اس آئینہ

Marfat.com

۔داری سے دوسرے اعدام سے جدا ہوا ہے اور جب یہ منعکس ہونے والے ظلال اپنے اصول سے ملحق ہوئے تو ان اعدام میں کوئی امتیاز چیز نہ رہی اور یہ عدم خاص بھی عدم مطلق سے ملحق ہوا تو اس وقت عارف کا نہ کوئی نام رہتا ہے نہ نشان

لَا تُبۡقِیۡ وَلَا تَذَرُ ۔ (نہ باقی رکھتی ہے اور نہ کچھ چھوڑتی ہے)

جس طرح وجود اس سے وداع ہو کر چلے گئے عدم بھی اس سے جدا ہوا اور اپنے اصل سے جاملا۔

جاننا چاہیئے کہ دوسرے اعدام سے اس عدم کا امتیاز جو کہ اس میں صفات کے ظلال کے حصول کے ذریعہ حاصل ہوا تھا وہ باعتبار توہم ہے اور اصل میں کوئی ظل بھی اس میں ثابت نہیں ہے بلکہ بالکل دوسرے آئینوں کی طرح کہ ان میں صورتوں کا حصول باعتبار توہم ہے اور اجب اس میں حصول ظلال باعتبار توہم تھا اس کا امتیاز بھی وہمی ہوگا۔ پس جس طرح وجود ممکن وہمی ہے اس کا عدم بھی وہمی ہوگا۔ وہمی کے دائرہ کے باہر اس کو قدم رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ کیونکہ فی الحقیقت وجود اپنے خالص اطلاق پر قائم ہے اور عدم اپنے خالص اطلاق پر نہ وجود میں تنزل آیا ہے اور عدم کو ترقی حاصل ہوئی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت ہے کہ مرتبہ وہم میں وجود اور عدم سے جہان کو پیدا فرمایا ہے اور اسے پوری مضبوطی عطا کی ہے اور ابدی معاملہ اور عذاب و ثواب دائمی کو اس سے متعلق کیا ہے۔

وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيۡزٍ ۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ مشکل نہیں ہے۔

اور وہ جو ہم نے اوپر کہا ہے کہ اس دولت فنا کا حصول تجلی ذات کے پرتو سے ہے۔ یعنی نفس تجلی ذات کا حصول اس دولت فنا کے حصول کے بعد ہے جب تک تو آزاد نہ ہوگا نہ پائے گا۔

نفسِ تجلی اور پرتو تجلی میں جو فرق ہے وہ طلوعِ آفتاب اور صبح کے روشن ہونے کا سا فرق سمجھ لینا چاہیئے۔ صبح کے روشن ہونے کے وقت تو آفتاب کی تجلی کا پرتو ہے۔ اور طلوعِ آفتاب کے بعد نفس تجلی آفتاب ہے اور بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ تجلی کا پرتو ڈالنے کے بعد بعض کو نفس تجلی سے مشرف نہیں کرتے اور بعض عوارض کے پیش آجانے کی وجہ سے اس اعلیٰ دولت تک نہیں پہنچاتے۔ وہ اسفار (صبح کی روشنی) کو پاتے ہیں اور کسی آسمانی یا زمینی علت کی وجہ سے طلوعِ آفتاب تک راہ نہیں پاتے۔

Marfat.com

اور پھر یہ بھی ہے کہ شہود اسفار کے لئے قوت باصرہ (دیکھنے کی قوت) کا کمال درکار نہیں ہے۔ شہود آفتاب ہے جو کمال قوت باصرہ طلب کرتا ہے اور نظر کی تیزی چاہتا ہے مسکین چمگاڈر اسفار کے درک پر تو قادر ہے اور سورج دیکھنے میں عاجز ہے۔ وہ دوسری آنکھ چاہیئے کہ جس سے سورج دیکھا جا سکے اور بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ تجلی آفتاب کے پر تو کی استعداد تو ہوتی ہے لیکن نفس تجلی آفتاب کی استعداد نہیں ہوتی۔ چمگاڈر کو تجلی آفتاب کے پر تو کی استعداد تو ہے لیکن نفس تجلی آفتاب کی استعداد نہیں ہے میں سربستہ کہہ رہا ہوں شاید نفع دے۔

تجلی صفات کے ختم ہونے اور فنائے صفات و ذوات کے بعد عارف کو ایک تجلی نظر آتی ہے جو گویا کہ تجلی ذات کی دہلیز ہے اور گویا کہ وہ تجلی ذات و تجلی صفات کے درمیان برزخ ہے۔ جس صاحب دولت کو اس تجلی سے گزار کر لے جاتے ہیں تو اسے تجلی ذات سے اس کی استعداد کے مطابق حصہ ملتا ہے۔ اور یہ برزخی تجلی اس فقیر کے خیال میں اس تجلی ذاتی کا اصل ہے کہ جس کے متعلق شیخ محی الدین ابن العربی قدس سرہٗ نے اس عبارت سے اس تجلی کو تعبیر فرمائی ہے "تجلی ذاتی شخص متجلی لہٗ کی صورت میں ہوتی ہے پس متجلی لہ اللہ تعالےٰ کے آئینہ میں اپنی صورت کے سوا کچھ نہیں دیکھتا اور اس نے حق تعالےٰ کو نہیں دیکھا ہے اور نہ ہی ممکن ہے کہ اس کو دیکھ سکے"۔

اور شیخ نے اس تجلی کو منتہائے تجلیات کہا ہے اور اس سے اوپر کوئی مقام نہیں جانا اور کہا ہے" اور اس تجلی کے بعد جو کچھ ہے وہ عدم محض ہے سو نہ تو اس کا طمع کر اور نہ اس لئے محنت کر کہ اس تجلی ذاتی سے اوپر تو ترقی کر سکے گا"۔

یہ عجیب معاملہ ہے مطلوب حقیقی کا وصول تو اس تجلی کے بعد ہے اور شیخ اس جگہ سے ڈراتا ہے اور اس آیت سے

وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ (اور اللہ تمہیں اپنے نفس سے ڈراتا ہے)

تحذیر و تحدید کرتا ہے۔ ہم آوارہ لوگ اگر اس کا طمع نہ کریں اور اس کے حصول میں مشقت نہ کریں تو ہم نے کیا کام کیا اور جوہر نفیس چھوڑ کر کوڑیوں سے مطمئن ہو گئے۔

خلاصہ کلام یہ کہ ہر مرتبہ سے حصہ اسی مرتبہ کے مناسب ہوتا ہے وہ حصہ جو

Marfat.com

بیچون سے میسر ہوتا ہے وہ بھی بیچون ہوگا کیونکہ چون کو بیچون سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ پس وہ معرفت جو اس مرتبہ سے تعلق پیدا کرتی ہے وہ اس معرفت کی طرح نہیں ہے۔ جو چون سے متعلق ہوتی ہے کہ اس معرفت کے لئے اس جگہ کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیاء نے کہا ہے کہ"اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق علم جہل ہے یعنی یہ وہ علم نہیں ہے جو اس علم کی جنس سے ہو جو کہ ممکن کے علم سے متعلق ہے۔ کیونکہ وہ تو کیف کے مقولہ سے ہے اور اللہ تعالےٰ کے نزدیک کیف نہیں ہے"۔

اور تفکر جس سے اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق منع کیا ہے۔ وہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ تفکر و تخیل سے ماوراء ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ ہی سے پایا جا سکتا ہے۔ نہ کہ فکر اور خیال سے۔ اے ہمارے رب ہمیں اپنی جناب سے رحمت عنایت فرما اور ہمارے کام میں بھلائی پیدا کر۔

اور شیخ قدس سرہ کو چاہیئے تھا کہ اس طرح کہتا کہ"اس تجلی کے بعد خالص وجود اور نور محض ہے"۔ ظاہراً جو اس نے اس تجلی کے بعد عدم کہا ہے وہ اس اعتبار سے کہا ہے کہ عالم صفات کا ظل ہے اور صفات سے اوپر گزرنا اپنے عدم ہونے کی کوشش کرنا ہے۔ لیکن یہ معاملہ ایسا نہیں ہے کیونکہ عارف جو صفات سے جو کہ اس کا اصل ہے اوپر نہیں جاتا اور شیون و اعتبارات ذاتیہ سے اوپر نہیں گزرتا تو اس نے کیا کام کیا اور کس لئے آیا اور وہ فنا و بقا جو اس کو ہر مرتبہ میں میسر ہوئی ہے اس نے اس کو اپنے اصل سے اوپر جانے پر دلیر بنا دیا ہے اور بقائے اصل کے ساتھ اصل سے گزرا ہے اور اصل الاصل تک پہنچا ہے۔

يُحْرَقُ بِالنَّارِ مَنْ يَمَسُّ بِهَا
وَمَنْ هُوَ النَّارُ كَيْفَ يَحْتَرِقُ

اور شیخ قدس سرہٗ اگر اس ظل کے اصل تک پہنچتے تو اس سے اوپر ترقی کرنے سے نہ ڈرتے اور نہ ڈراتے۔ لیکن حسن ظن اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہ بزرگوار اس مقام سے ترقی فرما چکے ہوں گے اور معاملہ کی حقیقت کو پا لیا ہوگا۔ بزرگ کے حال کو اس کے قال کے ترازو سے نہ تولنا چاہیئے شاید وہ بات اس

لہ آگ سے تو وہی جلایا جائے گا جو اس کو چھوئے گا اور اس سے الگ ہوگا اور جو خود آگ ہو چکا ہو وہ کس طرح جلے گا۔

Marfat.com

نے ابتداء یا وسط میں کہی ہو اور اس کے بعد کئی مرحلے اس سے آگے نکل گیا ہو" جس کے دونوں دن برابر ہوں وہ خسارے میں ہے"۔ اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہی توفیق دینے والے ہیں۔

اور تجلی ذات کے متعلق کیا لکھوں اور کیا لکھا جا سکتا ہے کہ وہ ایک وجدانی چیز ہے جس نے پایا اس نے معلوم کیا اور جس نے نہ چکھا نہ جانا۔

ؔ قلم اینجا رسید سر بشکست

صرف اس قدر ظاہر کرتا ہوں کہ تجلی ذات اس عارف کے حق میں جس کی فنا اوپر ذکر ہوئی ہے دائمی ہے اور وہ جو دوسروں کے لئے بجلی کی طرح ہے وہ اس کے لئے ہمیشہ ہے۔ بلکہ تجلی برقی اصل میں تجلی ذات نہیں ہے۔ اگرچہ بعض نے اس کو تجلی ذات کہا ہے لیکن وہ شیون ذات میں سے کسی شان کی تجلی ہے جو بڑی تیزی سے چھپ جاتی ہے جس جگہ بھی تجلی ذات ہے اور اعتبارات و شیون کے ملاحظہ کے بغیر ہے تو اس کو دوام لازم ہے اور پوشیدہ ہونا اس جگہ متصور نہیں ہے۔ تجلیات میں رنگا رنگی صفات اور شیون کا پتہ دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک وہ ہے جو تمام تلونیات سے منزہ و مبرا ہے اور پوشیدہ ہونے کی اس جگہ گنجائش نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے جس پر چاہے کرے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔ والسلام

دفتر سوم کا حصہ ہشتم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے پورا ہوا اب آگے حصہ نہم ہے۔

ؔ قلم اس جگہ پہنچا تو اس کا سر ٹوٹ گیا۔

Marfat.com

صُحُفًا مُّطَهَّرَةً فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست
آخر آمد زپس پردہ تقدیر پدید

یعنی

اردو ترجمہ

# مکتوبات امام ربانی

## حضرت مجدد الف ثانی الشیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ

دفتر سوم — حصہ دوم

تصحیح و حواشی و ترجمہ

مولانا محمد سعید احمد صاحب نقشبندی

خطیب و امام مسجد حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لاہور

ناشر

حفیظ بک ڈپو اردو بازار دہلی ۶

Marfat.com

(جملہ حقوق ترجمہ بحق ناشر محفوظ ہیں)

طبع اوّل ——— آفسٹ ایڈیشن ——— ۱۹۷۲ء

طابع و ناشر ———

مطبع ——— جوہر آفسٹ پریس دہلی

تعداد ——— دو ہزار (۲۰۰۰)

قیمت ——— { حصہ ہفتم، ہشتم، نہم<br>مجلد معہ پلاسٹک کور }

Marfat.com

# فہرست مکتوبات مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، حصہ نہم - جلد سوم


| مضمون | صفحہ |
| --- | --- |
| مکتوب نمبر ۷۶ :- شان العلم کی بلندی اور اس تجرّد کا بیان جس میں علم کی گنجائش ہے اور اس تجرّد کا بیان جس میں | ۱۵ |
| دوسرے شیون کی طرح علم کو بھی گنجائش نہیں ۔ جاننا چاہیئے کہ جس جگہ بھی تعین ہے وہاں امکان کی بُو ہے ۔ اور اس کے ہمراہ عدم کی آمیزش ہے اور اس باب میں شیخ محی الدین ابن عربی کا مذہب ۔ | ۱۶ |
| کعبہ ربانی کی حقیقت کا بیان اور ان معارف کا نظر و فکر اور کشف و شہود کے اطوار سے باہر ہونا اور اللہ تعالےٰ کی ذات سے تمام تجلیات کے دُور ہونے کے وہم کا ازالہ ۔ | ۱۷ |
| مکتوب نمبر ۷۷ :- کعبہ ربانی کے اسرار اور معرفت سے عجز کے دقائق اور نماز اور کلمۂ طیبہ (نفی و اثبات) اور قرآن مجید کی حقیقت کا بیان ۔ | ۱۸ |
| شیخ محی الدین ابن عربی نے کہا ہے کہ خاتم الانبیاء بھی ان علوم کو خاتم الاولیاء سے اخذ کرتے ہیں اور اپنے آپ کو ولایت محمدیہ کا خاتم کہا ہے اور خلائق کے طعن کا مَورد بنا ہے ۔ عجیب معاملہ ہے کہ شیخ اس قسم کی گفتگو اور شطح کے باوجود مقبولوں سے نظر آتا ہے اور مشہور اولیاء کے شمار میں مشاہدہ ہوتا ہے شیخ کا ردّ کرنے والا بھی خطرہ میں ہے اور اس کو ان باتوں سمیت قبول کرنے والا بھی خطرہ میں ہے ۔ | ۱۹ |
| اس قول کے معنی کا بیان کہ اے محمد ٹھہر جا اللہ تعالےٰ نماز پڑھتا ہے ۔ | |
| مکتوب نمبر ۷۸ :- مخدوم زادگان عالی مرتبہ خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد معصوم پر شفقت اور شوق کا اظہار اور لشکر کے ثمرات کا بیان اور بادشاہ وقت کی طرف | ۲۲ |
| سے قید ہونے کا تذکرہ ۔ | |
| مکتوب نمبر ۷۹ :- عارف کو بیہ کی گتی ذات کی بے چونی کے اسرار اور تحقیق تجلی ذات اور رویت اُخروی اور کُنہ شے اور ذات شے سے مُراد کا بیان اور وہ جو کہا ہے کہ ذات کی کُنہ کی معرفت محال ہے | ۲۳ |
| معرفت غریب اور مسئلہ عجیب جو کہ ابھی تک کسی اہل کشف و عرفان سے ظاہر نہیں ہُوا ۔ اسماء و صفات اپنے آپ قائم نہیں ہیں بلکہ اُن کا قیام اللہ تعالےٰ کی ذات سے ہے اور دُوسرا کیونکر اُن سے قائم ہو سکتا ہے جواب میں کہتا ہُوں کہ الخ | ۲۴ |
| ممکن کی ذات عدم ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ممکن کی ذات نہیں ہے ۔ | ۲۵ |
| صاحب فتوحات مکیہ نے کیا خوب کہا ہے کہ عالم عین واحد میں اعراض مجتمعہ ہے لیکن اس جگہ دو نکات میں فروگذاشت ہوئی ایک یہ کہ الخ | // |
| پوری معرفت والے عارف کے حال کا بیان | // |
| ذات سے حصہ اور ہے اور صفات سے اور ہر ایک کے علامات اور نشان الگ الگ ہیں اور علوم و معارف بھی علیحدہ ہیں ۔ | ۲۶ |
| تجلی ذات کا بیان اور شیخ محی الدین ابن عربی کا مذہب اور اس باب میں بطریق سوال و جواب حضرت مجدد صاحب کی تحقیق ۔ | ۲۷ |
| سوال :- شیخ محی الدین ابن عربی نے اخروی رویت کو لطیفہ جامعہ مثالیہ کی صورت میں مقرر کیا ہے اس مسئلہ میں تمہارا اعتقاد کیا ہے ؟ | ۲۸ |
| جواب :- صورت جامعہ کی رویت خدا تعالیٰ کی رویت نہیں | |


Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| کی میدان میں شیخ نے کہ کبھی اس سے صلح ہے اور کبھی جنگ وہی ہے جس نے معرفت و عرفان کی باتوں کی بنیاد رکھی اور ان کو شرح و بسط عطا کیا اور وہی ہے کہ الخ | ۲۹ |
| مکتوب نمبر ۸۰ ۔ عارف کو جب کسی موہوم ذات کی طرف چیزوں کی نسبت ہر ظل کو اپنے اصل کی طرف شامل کرتا ہے اور سمجھتا ہے تو ان کی توجہ اپنی طرف سے ہٹ | ۳۰ |
| جاتی ہے اور اپنے آپ کو فراموش کیا ہے اور جب یہ خود بینی کا مرض اس سے زائل ہوجاتا ہے تو اس وقت اس کو سعادت کا سررشتہ ہاتھ آجاتا ہے ۔ اس کا بیان | ″ |
| ۔ عالم اسماء وصفات واجبی کا ظل ہے اور ان ظلال کا قیام اپنے اصول سے ہے جو کہ اسماء وصفات ہیں ۔ معتزلہ میں سے نظام ان اعراض کا قیام بذات خود کہتا ہے اور شیخ محی الدین ابن عربی ان کو ذات حق سے قائم سمجھتے ہیں اور حضرت مجدد نے دونوں قولوں کی تردید کی ہے ۔ | ۳۱ |
| اللہ تعالیٰ کی یہ جاری عادت ہے کہ بڑی مدت کے بعد کسی صاحب دولت کو پوری فنا کے بعد پوری بقا عطا فرماتا ہے اور ذات اقدس کا نمونہ اس کو عطا کیا جاتا ہے کہ اس عارف بلکہ تمام افراد عالم کا قیام اس ذات موہوب سے وابستہ کردیتا ہے اور اس قسم کا بزرگ ایک زمانہ میں صرف ایک ہی ہوتا ہے ۔ | ۳۱ |
| مکتوب نمبر ۸۱ :۔ خواجہ جمال الدین حسین کے واقعہ کی تعبیر اور اس معاملہ کا حل کہ وہ بیہوش ہوتے اور ایک نور دیکھا جو سورج کی طرح چمکتا تھا اور ان کے اپنے گھر میں پیدائش اور نبات النعش کا اکٹھا ہونا ۔ | ۳۳ |
| مکتوب نمبر ۸۲ :۔ فرزندان گرامی خواجہ محمد معصوم و محمد سعید کی جدائی کی تکلیف کا اظہار اور مجدد صاحب کی | ۳۵ |

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| بشارت کا بیان کہ آپ نے نماز تہجد کے بعد دیکھا کہ دونوں بھائی اپنے ایک دوست کے ہمراہ بادشاہ کے وکیل کے سامنے گئے ہیں کہ بادشاہ کے نوکر ہوجائیں ۔ | |
| مکتوب نمبر ۸۳ :۔ لشکر کی برکات کا بیان اور یہ کہ اس میں رہنا نہ رہنا اپنے اختیار سے نہیں ۔ | ۳۶ |
| مکتوب نمبر ۸۴ :۔ اس طریقہ علیہ کے آداب کے بیان اور یہ کہ طالب کو چاہیئے کہ عقائد کی تصحیح اور فقہی ضروری احکام کے علم اور ان کے مطابق عمل کے بعد اپنے تمام اوقات کو ذکر الہٰی میں مصروف رکھے لیکن شرط یہ ہے کہ الخ | ″ |
| مکتوب نمبر ۸۵ :۔ حفظ اوقات کے مواعظ کے بیان میں ۔ | ۳۷ |
| مکتوب نمبر ۸۶ :۔ کرامات کے زیادہ یا کم ظاہر ہونے کا راز ۔ | ۳۸ |
| ولی سے کرامات کی کثرت کا ظہور اس کی ان لوگوں پر فضیلت پر دلالت نہیں کرتا جن سے اس قدر ظہور کرامات نہ ہو ۔ | ۳۹ |
| خوارق کا ظہور نبوت کی شرط ہے ولایت کی نہیں ۔ | ″ |
| انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ریاضات و مجاہدات کا اصل مقصد ظہور خوارق کا ظہور ہوتا ہے نہ کہ درجات قرب تک وصول کیونکہ وہ مجتبیٰ ہوتے ہیں ۔ | ″ |
| مکتوب نمبر ۸۷ :۔ مجدد صاحب کی مرادی و مریدی کے اسرار اور اس کا بیان کہ ان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارادت بغیر واسطہ ہے اور طریقہ نقشبندیہ اور قادریہ اور چشتیہ میں ان کی تعداد کا بیان ۔ | ۴۰ |
| مکتوب نمبر ۸۸ :۔ حضرت خلیل کی سنت کے اسرار | ۴۱ |
| اور تعین وجودی کا اثبات ۔ حق تعالیٰ نے جب کسی بندے | ۴۲ |


Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| رخلت کی دولت سے سرفراز کرتے ہیں تو خبیث کے اوصاف واخلاق کی قباحت وکراہت نظر سے اٹھ جاتی ہے اور اس کے متعلق سوال وجواب۔ | |
| خلت ومحبت کے درمیان نسبت کا بیان اور ان دونوں میں فرق اور ان کے لوازمات۔ | ۴۲ |
| اس حدیث کے معنی کے بیان میں کہ نیک لوگوں کا شوق میری ملاقات کے لئے لمبا ہو گیا اور میں ان کی طرف زیادہ شوق رکھتا ہوں اور بطریق سوال وجواب خدا تعالیٰ میں شوق کا تصور اور تمنا اور ارادہ اور مراد اور متمنا کے درمیان فرق۔ | ۱۱ |
| خلت بڑا بلند اور کثیر البرکات مقام ہے عالم مجاز میں جس کسی کو بھی کسی سے انس والفت ہے وہ سب مقام خلت کے ظلال ہیں یہاں تک کہ باپ کو بیٹے سے اور بھائی کو بھائی سے۔ الخ | ۴۳ |
| تعین اول اللہ تعالیٰ کی ذات کا حضرت وجود سے تعین ہے اور وہ تعین اول وجودی حضرت خلیل کا رب ہے لہٰذا وہ سب کے امام ہوئے اور ان کے بعد ہر پیغمبر جو مبعوث ہوا اس کو ان کی متابعت کا حکم ہوا | ۴۴ |
| سوال :۔ اس بیان سے لازم آیا کہ حضرت خلیل حضرت حبیب سے افضل ہیں اور یہ خلاف اجماع ہے۔ جواب :۔ وصول الخ | ۱۱ |
| پس انبیاء میں کلی فضیلت ان بزرگواروں کے حصہ میں آتی ہے اگرچہ ان میں سے ایک دوسرے سے افضل ہے۔ | ۴۵ |
| اور حضرت موسیٰ چونکہ محبین کے رئیس ہیں تو ان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسی حیثیت ہے جو دوسروں سے نہیں ہے لیکن یہ جزئی فضیلت ہے جاننا چاہیئے کہ انبیاء جو کسی نبی کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ کی ذات تک پہنچتے ہیں وہ نبی اللہ تعالیٰ اور ان انبیاء کے درمیان حائل نہیں ہے بخلاف | ۱۱ |
| امت اس نبی کے کہ وہ نبی ان کے درمیان حائل ہے مگر یہ کہ امت کے افراد میں سے کسی فرد میں نبی کا حائل ہونا تو مفقود ہے لیکن تبعیت موجود ہے۔ | ۴۶ |
| اس کے متعلق سوال وجواب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابراہیم کی ملت کی پیروی کرنے کے حکم کے متعلق سوال وجواب حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت مستقل ہے۔ | ۴۷ |
| معلوم ہو گیا کہ تعین اول تعین وجودی ہے اور وہ حضرت خلیل کا رب اور ان کا مبدأ تعین ہے۔ | ۴۷ |
| حضرت خلیل کی بڑی شان اور بزرگی اس سے معلوم کریں کہ حبیب کو ان کی متابعت کا حکم دیا گیا ہے لیکن محبوبیت حضرت خاتم الرسل کے حصہ میں آئی جو کہ تمام فضائل اور مراتب قرب پر فائق ہے۔ | ۴۸ |
| سوال :۔ تم نے اپنے رسائل میں لکھا ہے کہ حضرت خلیل اور حضرت حبیب کا رب شان العلم ہے فرق صرف تفصیل اور اجمال کا ہے۔ جواب :۔ یہ معرفت ولایت خلت کی حقیقت تک پہنچنے سے پہلے تھی۔ | ۱۱ |
| تعین اول وجودی کہ جس کو ذوق نے پایا ہے اس تعین اول علمی جملی سے کہ جس کو دوسروں نے پایا ہے کیا نسبت ہے اور ان دونوں تعینوں میں کوئی دوسرا تعین بھی ہے یا نہیں۔ جواب تعین وجودی تعین علمی سے اوپر ہے الخ تنبیہ :۔ وصول نظری اور وصول قدمی سے مراد کے بیان میں۔ | ۱۱ |
| **مکتوب نمبر ۸۹** :۔ شیخ روزبہان بقلی کے سخن کی شرح میں بعض دقائق توحید وجودی کے ساتھ۔ | ۴۹ |
| روزبہان نے کہا ہے کہ دوسری غلطی یہ ہے کہ ہمہ اوست کہتے ہیں اور ایک دوسرے کو اشارہ سے کہتے ہیں کہ ہم بھی | ۱۱ |


Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| دی ہیں نہیں ان کافروں کے کروڑوں خدا ہیں۔ اور وہ جو اس فقیر نے ان کے اطلاقات سے "ہمہ اوست" کا معنی سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ یہ سب جزئیات حادث ایک ہی ذات کے ظہور ہے | |
| امام اعظم اور امام ابو یوسف چھ ماہ تک خلق قرآن کے مسئلہ میں ایک دوسرے سے جھگڑا کرتے رہے اور ردّ و بدل کرتے رہے یہاں تک کہ فیصلہ ہوا کہ جو قرآن مجید کو مخلوق کہے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ | ۵۱ |
| عبارت "ہمہ اوست" کا ایک اور معنی بھی ہے جو حلول و اتحاد سے بعید ہے یعنی تمام نہیں ہیں موجود وہی ہے نہ یہ کہ یہ بھی ہیں اور اس کے ساتھ متحد ہیں اور اس مسئلہ میں اس فقیر کا مختار اور تقدیس و تنزیہ کی شان کے مناسب عبارت "ہمہ از اوست" ہے نہ اس معنی سے کہ علماء ظواہر نے اس پر اقتصار کیا ہے الخ | ″ |
| یہی اصالت اور ظلیت کے تعلق کہ جس کی صوفیہ کو اطلاع ہوئی ہے صوفیاء کے معاملہ کو اعلیٰ علیین تک پہنچا دیا ہے اور چونکہ علماء ظواہر کو یہ دید میسر نہیں ہوئی الخ | ۵۲ |
| جاننا چاہیئے اس تحقیق سے واضح ہوا کہ صوفیہ جو کلام "ہمہ اوست" کے قائل ہیں عالم کو اللہ تعالیٰ سے متحد نہیں جانتے اور حلول و سریان کا اثبات نہیں کرتے۔ | |
| جان لو کہ ظل شے دوسرے یا تیسرے یا چوتھے مرتبہ میں ظہور شے سے عبارت ہے مثلاً صورت زید الخ | ۵۴ |
| مکتوب نمبر ۹۰:۔ عرفاء کے دل کا خدا تعالیٰ کو مشاہدہ کرنے کی حقیقت کا بیان اور صاحب عوارف اور صاحب تعرف کے قول کا بیان اور حضرت مجدد قدس سرہم کی تحقیق۔ | ″ |
| اس کا بیان کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ کی مثل نہیں ہے، لیکن مثال ہے اور جائز رکھا ہے کہ کسی صورت کی مثال میں ظہور فرمائے اس کو بطریق سوال و جواب بیان فرمایا ہے اور خاص تحقیق لائے ہیں۔ | ۵۵ |
| جو صاحب فصوص نے رویت اخروی کی تجویز بصورت مثالیہ دکھائی ہے وہ خدا تعالیٰ کی رویت نہیں بلکہ حق کی صورت کی رویت بھی نہیں ہے۔ | ۵۶ |
| شیخ اللہ تعالیٰ کی رویت کی نفی میں معتزلہ و فلاسفہ سے پیچھے نہیں رہتے اس قدر فرق ہے کہ ان کا مستند ان کی عقل ہے اور شیخ کا مستند ان کا صحت سے بعید کشف | ″ |
| مکتوب نمبر ۹۱:۔ معرفت اور ایمان حقیقی کے درمیان فرق بطریق سوال و جواب اور اس کا بیان کہ تصدیق قلبی میں گردیدہ ہوتا ہے یا نہیں؟ | ۵۷ |
| اگر کہیں تو نے نفس کے یقین کو دل کے یقین کے بعد کہا ہے اور یقین نفس کو ایمان حقیقی سے تعبیر فرمایا ہے حالانکہ فلاسفہ اور ارباب معقول تصدیق میں مطلق یقین نفس کہتے ہیں اور دل کے یقین کی بات نہیں کہتے۔ | ۵۹ |
| جواب:۔ میں کہتا ہوں الخ اور دوسرا جواب میں کہتا ہوں الخ | |
| سوال:۔ زہاد اور عباد ایمان حقیقی سے مشرف ہیں یا نہیں؟ | ۶۰ |
| جواب:۔ اگر مقربین کے مرتبہ تک پہنچ جائیں، اور ان کے نفوس مطمئن ہو جائیں تو ایمان حقیقی پر پہنچ جاتے ہیں | |
| سوال:۔ مجمل معرفت والا کہ جس کا منشا کفر حقیقی ہے ان کو عارف کیسے کہا جا سکتا ہے؟ | ″ |
| جواب:۔ اگر مقصود یہ ہے کہ کافر طریقت کو کس معنی سے عارف کہا جاتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ کافر طریقت الخ | |
| مکتوب نمبر ۹۲:۔ صوفیاء کے کلام حق کو سننے اور اللہ تعالیٰ سے مکالمہ کرنے کے بیان میں اور جعفر صادق اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا کلام نقل کرنا اور حضرت مجدد کی کلام لفظی و نفسی کے بارہ میں تحقیق۔ | ″ |


Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
| --- | --- |
| **مکتوب نمبر ۹۳** :۔ تعین اوّل وجودی کی تحقیق اور حبیب اور خلیل اور کلیم علیہم الصلوات والتسلیمات کے مبادی تعینات کے درمیان فرق۔ | ٦٢ |
| سوال :۔ جبکہ تعین اوّل حضرت خلیل کا رب ہے جو ہمارے پیغمبر نے فرمایا ہے کہ "سب سے پہلے اللہ تعالےٰ نے میرے نور کو پیدا کیا" اس کا کیا معنی ہے۔ | ٦٣ |
| جواب :۔ مرکز دائرہ الخ<br>وجوہ متعددہ سے ولایت خلیلی وکلیمی سے ولایت محمدی کا قرب وسبقت۔ | |
| سوال :۔ ہر وہ کمال جو جز کو میسّر ہو کل کو بھی میسّر ہوتا ہے کیونکہ کل اس جز اور دوسرے اجزاء سے عبارت ہے پس یہ سبقت و قرب جو جزو میں پیدا ہوا اور کل میں پیدا نہ ہو تو وہ کل میں تبعیت اور بوساطت جز سے پیدا ہوگا نہ بطریق اصالت الخ | ٦٥ |
| تعین اوّل وجودی کا وجود خارج میں ہے یا ثبوت علمی رکھتا ہے اور بس اور ان دونوں میں سے کسی کی تردید بھی راست نہیں آتی کیونکہ خارج میں الخ<br>جواب :۔ میں کہتا ہوں نفس امر ثابت ہے الخ | |
| **مکتوب نمبر ۹۴** :۔ ذاتی کمال وجمال اور اس مرتبہ مقدسہ کے دقائق کا بیان جو ان سے اوپر ہے اور حبیب خلیل وکلیم علیہم السلام کا ان دو مراتب میں سے نصیب تعینات اور حضرت مجدد کا ان سے حصہ اور ملاحت و صباحت کا بیان۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ آنحضرت کو ملت ابراہیمی کی اتباع کا حکم ہوا اور اس کی وجہ کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ نے آنحضرت کے آنے کی بشارت اسم احمد سے دی ہے۔ | " |
| محیط دائرۂ محبوبیت جس میں محبت کی آمیزش ہے وہ آنحضرت کی اُمت کے افراد میں سے ایک فرد کی ولایت کا منشاء ہے پس آنحضرت کو اس فرد کے ذریعہ اس دائرہ کے محیط کے کمالات بھی میسّر ہوئے اور دعا اللھم صل علی محمد کما صلیت علی ابراہیم ہزار سال کے بعد قبولیت کے قریب ہوئی اور سوال قبول ہوا۔ | ٦٧ |
| تنبیہ :۔ نبی اگرچہ بعض کمالات کو اپنی امت کے افراد میں سے کسی فرد کے ذریعہ حاصل کرتا ہے لیکن اس وجہ سے اس نبی کا نقص لازم نہیں آتا کیونکہ فرد نے اس کمال کو اس نبی کی متابعت سے پایا ہے الخ | ٧٠ |
| **مکتوب نمبر ۹۵** :۔ ان اسرار کے بیان میں جو حضرت مجدد کی ولایت سے مخصوص ہیں۔ | ٧١ |
| فصل بالخیر :۔ اگر اس معاملہ میں کچھ ظاہر کروں جو اس ولایت سے وابستہ ہے تو شاہ رگ کاٹ دی جائے اور حلق ذبح کر دیا جائے۔ | ٧٢ |
| تنبیہ :۔ اللہ تعالےٰ ہمیشہ اپنی تنزیہ پر ہیں اور حدوث اور نقص سے پاک ہیں اور تغیر وتبدل کو اس بارگاہ میں کوئی دخل نہیں ہے اور اتصال وانفصال کو اس درگاہ میں کوئی گنجائش نہیں ہے خواص بندوں کا قرب ووصل جسم کے جسم کے ساتھ قرب کی طرح نہیں ہے۔ | ٧٣ |
| **مکتوب نمبر ۹٦** :۔ ان اسرار کے بیان میں جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو اسماء محمد واحمد سے تعلق رکھتے ہیں۔ | ٧۴ |
| ہزار سال کے بعد ولایت محمدی ولایت احمدی سے ملی اور عبودیت کے دو طوق کا کاروبار ایک طوق تک پہنچا اور پہلے طوق کی بجائے حرف الف جو کہ آپ کے رب سے رمز ہے متمکن ہوا یہاں تک محمد احمد ہوا۔ | ٧٥ |
| سوال :۔ فنا وبقا جو مشائخ نے قرار دی ہے اس کا کیا معنی ہے اور یہ فنا وبقا جو تعین محمدی میں کہی گئی ہے کس معنی سے ہے؟ | ٧٦ |


Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
| --- | --- |
| جواب :- فنا و بقا کہ ولایت اس سے وابستہ ہے الخ۔ | |
| مکتوب نمبر ۹۷ :- عالم کے موجود ہونے کے بارہ میں علماء متکلمین اور صوفیہ علیہ کے مذہب کے درمیان فرق۔ | ۷۶ |
| مکتوب نمبر ۹۸ :- صوری حسن سے کثرت التذاذ کے راز کے بیان میں۔ | ۷۷ |
| مکتوب نمبر ۹۹ :- ان ظاہری و باطنی نعمتوں کے شکریہ کا اظہار جو ماوراء النہر کے اکابر کی برکات سے حاصل ہوئی ہیں۔ | ۷۸ |
| مکتوب نمبر ۱۰۰ :- حضرت یعقوب کی حضرت یوسف سے گرفتاری کا راز اور بعض اسرار غریبہ اور علوم عجیبہ | ۷۹ |
| یہ محبت کی زیادتی اور حضرت یعقوب کی حضرت یوسف سے گرفتاری کس وجہ سے تھی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان کے آباء کرام کو اولی الایدی والابصار فرمایا ہے پس خدا تعالیٰ کے سوا سے گرفتاری ایسے انبیاء کرام کی شان سے کیا مناسبت رکھتی ہے۔ | ۸۰ |
| جواب :- اس سوال کا جواب ایک مقدمہ پر مبنی ہے اور وہ یہ ہے کہ آخرت کا حسن و جمال اور اسی طرح اس مقام کے لذات دنیوی حسن و جمال کی طرح نہیں ہیں۔ | |
| سوال :- چونکہ ممکن میں حسن و جمال مرتبہ وجوب سے مستعار ہے اور ممکن اس مرتبہ کے مرآت و مرائی سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا پس ان دو مراتب میں فرق کہاں سے پیدا ہوا کہ ایک مرضی و مقبول ہے اور دوسرا نامعقول کیوں ہے۔ اس کا جواب چند مقدمات پر مبنی ہے مقدمہ پہلا اور دوسرا اور تیسرا اور چوتھا اور پانچواں اور پہلے سوال کا جواب | ″ |
| اور جس نے آخرت کی گرفتاری کو دنیا کی گرفتاری کی طرح برا سمجھا ہے اس نے ماحقہ آخرت کی حقیقت کو نہیں جانا۔ رابعہ اگر بہشت کی حقیقت کو پوری طرح جان لیتی تو بہشت کو جلانے کی قصد نہ کرتی۔ | ۸۲ |
| عاشقوں کی خطا صواب کا حکم رکھتی ہے اور ان کا انکار صحو کا حکم۔ | ۸۳ |
| جاننا چاہئے کہ اس فقیر کا کشف یہ ہے کہ ہر بہشتی شخص کو بہشت میں رویت اس اسم الٰہی کے ذریعے حاصل ہے جو کہ اس کا مبدأ تعین ہے اور اشجار و انہار اور غلمان کے لباس میں ظہور فرمایا ہے اس طرح کہ کچھ وقت کے بعد الخ | ″ |
| کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات تمام کی تمام علم اور پوری کی پوری قدرت اور ساری کی ساری ارادہ ہے اور اس کے متعلق سوال و جواب۔ | |
| اس طریق کا دولت مند انبیاء کے بعد بہت کمیاب ہے یہ بزرگوار اگرچہ نبی نہیں ہیں لیکن انبیاء کی تبعیت میں انبیاء کی خاص دولت میں شریک ہیں۔ | ۸۵ |
| سوال :- یہ وجود جو عارف تام المعرفت کو بخشا ہے آیا وہ اس وجود کے ساتھ دوسری موجودات کی طرح مرتبہ حس و وہم میں ہے یا اس مرتبہ سے باہر آ چکا ہے اور اگر باہر آ چکا ہے تو اس نے وجود خارجی پیدا کیا ہے یا نہیں اور تیرے نزدیک مقرر ہے کہ خارج میں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ | ۸۶ |
| جواب :- وہ جو آخر کا معلوم ہوا ہے الخ۔ بیان مراتب سہگانہ مرتبہ وہم و مرتبہ نفس امر و مرتبہ خارج اور ان مراتب کے ارباب۔ | |
| سوال :- مرتبہ وہم سے مرتبہ نفس امر میں بھلا کونسی فضیلت رکھتا ہے اور کونسا قرب اس کے ساتھ وابستہ ہے۔ | ۸۷ |
| جواب :- ہر خیر و برکت کا منشا الخ | |
| قرآن مجید کے حروف و کلمات بھی اسی جگہ یعنی مرتبہ | ۸۸ |


Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| نفس ہر ے آخری مقام میں مشہود ہوتے ہیں اور ان کا مقام انبیاء کے مقام سے اوپر ہے۔ | |
| ان حروف و کلمات مقدسہ کی بلندی شان سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام نفسی بھی یہی حروف و کلمات ہیں۔ قاضی عضد نے بغیر تقدیم و تاخیر کے نفی کو کلام قدیم نفسی کہا ہے اور اس کے متعلق سوال و جواب۔ | ۸۸ |
| **سوال**:۔ کیا یہ قرآن مجید کے حروف و کلمات ہی اس دولت سے مخصوص ہوتے ہیں یا تمام منزلہ کتب کے حروف و کلمات بھی اس دولت میں اپنے ساتھ شرکت رکھتے ہیں اور سب کلام قدیم نفسی ہیں۔ **جواب**:۔ سب کو اس دولت میں شرکت ہے۔ | ۸۹ |
| **سوال**:۔ تحقیق سابق سے معلوم ہوا کہ اس پیدائش میں مظاہر جمیلہ کے ضمن میں جو شہود و مشاہدہ کیا ہے واقع نہیں ہے اور نہ ہی ان کو اس مرتبہ مقدسہ کی حضرت کی قابلیت ہے۔ آیا ان مظاہر کے علاوہ اس دنیا میں شہود و مشاہدہ متحقق ہے یا نہیں۔ **جواب**:۔ اس فقیر کا عقیدہ یہ ہے کہ اس پیدائش کے حصہ میں صرف ایمان ہے الخ | ״ |
| اس کے متعلق سوال و جواب اور یقین کے تینوں درجات یعنی علم، عین اور حق کا بیان اور بیان قول صاحب تعرف اور ان درجات ثلاثہ کے معانی میں حضرت مجدد صاحب کی رائے۔ | ۹۰ |
| بزرگوں نے بات مطلوب کو انفس میں ڈھونڈا کیا ہے اور انفس سے باہر کو لاحاصل کہا ہے اور فقیر کے نزدیک انفس بھی آفاق کی طرح لاحاصل ہے اور مطلوب کی یافت سے خالی ہے انفس اور آفاق میں جو میسر ہے وہ صرف مطلوب پر استدلال اور مقصود پر دلالت ہے اور وصول مطلوب انفس و آفاق کے سوا سے وابستہ ہے الخ | ۹۱ |

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| یقین کے تینوں درجات جب عین الیقین کی دنیا میں ہونے تو تمہارے نزدیک عین الیقین کیا ہے؟ | ۹۱ |
| **جواب**:۔ عین الیقین شہود اس بات سے عبارت ہے کہ نفس و جان کو آتش سے ثابت ہے۔ | |
| حقیقت حسن و جمال محمد کے بیان میں جو پیر بزرگ کی جمال کی نسبت سے متعلق ہوا اور یہی سے اللہ علیہ وسلم اس جمال کے ساتھ محبوب رب العالمین ہوئے ہیں۔ | ۹۲ |
| جاننا چاہیے کہ محمد کی پیدائش دوسرے انسانی افراد کی پیدائش کی طرح نہیں ہے بلکہ افراد عالم میں سے کسی فرد سے بھی نسبت نہیں رکھتی کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس عنصری پیدائش کے باوجود خدا تعالےٰ کے پیدا ہوئے ہیں۔ | ۹۳ |
| آنحضرت کا سایہ نہیں تھا اور اس کو دو طریقہ سے ثابت کیا ہے۔ | ״ |
| مشہور ہوتا ہے کہ علم جملی جو کہ صفات اضافیہ سے ہو گیا ہے وہ ایک نور ہے جو عنصری پیدائش میں اصلاب سے ارحام تک منتقل ہونے کے بعد حکمت و مصالح کے مطابق انسانی صورت میں ظاہر ہو کر احمد و محمد کے نام سے موسوم ہوا ہے۔ | ״ |
| اس جگہ سے احمد کا قرب احد سے معلوم کرنا چاہیئے کیونکہ میم واسطہ دو درمیان ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ صفت علم ہے اور وہ ایسا امر ہے جو مطلوب سے تعلق رکھتا ہے پس ثابت کہ اس جگہ گنجائش نہیں ہے اور یہ بھی ہے کہ علم کا حسن ذاتی ہے اور یہ حسن اس کے علاوہ اور کسی چیز میں ثابت نہیں ہے۔ | ۹۴ |
| **سوال**:۔ آیت یحبہم و یحبونہ دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بغیر بھی متعلق ہوتی ہے اور دوسرے بھی اللہ تعالیٰ کے محبوب ہوتے | ״ |


Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
| --- | --- |
| میں پھر آنحضرت کی خصوصیت کی کیا وجہ ہے۔ جو دوسروں میں موجود نہیں ہے۔ | |
| جواب :۔ محبت دو قسم کی ہے۔ الخ | |
| محسوس ہوتا ہے کہ جس قسم کا غلبہ محبت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے اسی طرح محبت کا غلبہ اللہ تعالیٰ کو حضرت خاتم الرسل کے ساتھ ہے کوئی فرق مفہوم نہیں ہوتا۔ | |
| سوال :۔ صوفیہ نے تمام افراد عالم کو اسماء آلٰہی کے مقابل کہا ہے اور انہی اسماء کو اشیاء کی حقیقت پایا ہے۔ | ۹۵ |
| پس تمام عالم ظہور اسماء الٰہی ہوا پس وہ تخصیص جو بعض اسما کے ظہور کو آنحضرت کی پیدائش سے آپ نے بتایا ہے اس کی کیا وجہ ہے۔ | |
| جواب :۔ صوفیہ کے نزدیک حقائق اشیا، اعیان ثابتہ ہیں جو کہ اسماء آلٰہی کی صور علمیہ ہیں نہ کہ خود اسماء الٰہی | |
| آنحضرت کے بغیر کوئی بھی ایسا نظر میں نہیں آتا جو نفس اسم آلٰہی کا ظہور ہو مگر قرآن مجید کہ وہ بھی نفس اسم آلٰہی کا ظہور ہے اس قدر فرق ہے کہ ظہور قرآنی کا منشا صفات حقیقیہ ہیں اور ظہور محمدی کا منشا صفات اضافیہ ہیں اور کعبہ ربانی کا معاملہ ان دونوں ظہور سے برتر ہے کہ اس جگہ معنی تنزیہی کا ظہور ہے اور وہ بھی صور و اشکال کے لباس کے بغیر الخ۔ | ۹۶ |
| اگرچہ اس دولت خاصہ محمدی میں کسی دوسرے کو شرکت نہیں ہے لیکن اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ اس دولت خاصہ سے تکمیل کے بعد کچھ بقیہ رہ گیا تھا اس بقیہ کو آپ کی امت میں سے ایک دولت مند کو عطا فرمایا ہے اور تبعیت اور وراثت کے طور پر اس کو آپ کی دولت خاصہ میں شریک کیا ہے۔ | ۹۷ |
| سوال :۔ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی نے حقیقت | // |

| مضمون | صفحہ |
| --- | --- |
| محمدی کو حضرت اجمال علم سے تعبیر کیا ہے اور اس کو تعین اول کہا ہے اور اس مرتبہ کے اوپر مرتبہ لا تعین تصور کیا ہے جو کہ ذات خالص کا مرتبہ ہے اور تو نے اس کو صفات اضافیہ کی قسم سے کہا ہے جو کہ صفات حقیقیہ سے نیچے ہیں اس کی کیا وجہ ہے۔ | |
| جواب :۔ شیخ محی الدین خارج میں سوائے ذات احدیت مجردہ کے اور کسی کو موجود نہیں مانتے اور وجود صفات کو سوائے علمی وجود کے اثبات نہیں کرتے اور اس فقیر کے نزدیک الخ | |
| شیخ محی الدین نے علم جملی کو حقیقت محمدی کہا ہے۔ | ۹۸ |
| اور عنصری پیدائش کو اس کا ظہور جانا ہے تو ان کی مراد ظہور نفس اسم ہے جیسا کہ تم نے کہا ہے یا اس اسم کی صورت کا ظہور ہے جیسا کہ تمام ممکنات میں ہے۔ | |
| جواب :۔ صورت اسم کیونکہ الخ | |
| سوال :۔ اس مرتبہ میں علم و عالم و معلوم کا اتحاد ہے کہ اس کا حاصل علم حضوری ہے پس صورت اسم کو اس جگہ کیا گنجائش ہوگی کیونکہ صورت کا حصول علم حصولی میں ہے۔ | // |
| جواب :۔ وہ مرتبہ ذات خالص کا مرتبہ نہیں ہے اسی لئے اس کو تعین و تنزل کہا ہے الخ | |
| مکتوب نمبر ۱۰۱۔ فلاسفہ کے انداز کے مطابق آیات قرآنی کی تفسیر و تاویل کرنے کی ممانعت اور یہ کہ مصنف تبصیر الرحمٰن فلاسفہ کے مذہب کی طرف بہت مائل ہے۔ | ۹۹ |
| مکتوب نمبر ۱۰۲۔ مجاہدات و گوشہ نشینی کی ترغیب اور طالبوں کی تربیت اور یہ کہ خلقت کے ساتھ ضرورت سے زیادہ میل جول رکھنا "بے فائدہ" میں داخل ہے۔ | ۱۰۰ |
| مکتوب نمبر ۱۰۳۔ کمال و تکمیل کی تحصیل کی ترغیب اور یہ کہ طالبوں کو ابتدا میں جو احوال پیش آتے ہیں اور ذوق اور لذت بخشتے ہیں وہ اس طرح ہیں جیسے بچوں کو | ۱۰۱ |


Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| الف با کا سبق سکھلاتے ہیں۔ | |
| مکتوب نمبر ۱۰۴۔ خواجہ محمد سعید اور خواجہ محمد معصوم کو بعض مقامات علیہ کے حصول کی بشارت اور ان کو تربیت کا معاملہ سپرد کرنے کا بیان۔ | ۱۰۲ |
| مکتوب نمبر ۱۰۵۔ سنت کو زندہ کرنے کی ترغیب اور بدعت سے تہدید لیکن سنت کے زندہ کرنے میں اس نکتہ کو ملحوظ رکھیں کہ کوئی فتنہ نہ اٹھ کھڑا ہو اور ایک کی بہت سی برائیوں کے ظہور کا سبب نہ بنے۔ | ۱۰۴ |
| مکتوب نمبر ۱۰۶۔ اس واقعہ کے بیان میں کہ مجدد صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور ان سے بلند پایہ بشارات پائیں اور آنحضرت سے اجازت نامہ حاصل کیا۔ آج قسم قسم کے کھانے پکانے اور آنحضرت کی روح کو ان کا ثواب پہنچانے اور خوشی کی مجلس قائم کرنے کا حکم دیا ہے۔ | ۱۰۵ |
| مکتوب نمبر ۱۰۷۔ نسبت رابطہ میں فتور پڑنے اور عبادات میں لذت نہ رہنے کے اسباب کا بیان۔ | ۱۰۷ |
| مکتوب نمبر ۱۰۸۔ ان معاملات کا بیان جو اصل الاصل سے تعلق رکھتے ہیں۔ | ،، |
| مکتوب نمبر ۱۰۹۔ اس بیان میں کہ ایجاد عالم مرتبہ وہم میں ہے لیکن استقرار اور تعلق کی وجہ سے نفس امری ہو چکا ہے اور اس کا بیان کہ وحدت بھی نفس امری ہے اور کثرت بھی اور اس کی تحقیق کہ باوجود ثبات و استقرار کے فنا سے سالک کا کیا معنی ہے؟ | ۱۰۸ |
| سوال:۔ تو نے اپنے رسائل میں خود لکھا ہے کہ ظل جو کچھ بھی رکھتا ہے وہ اصل کا ہے اور ظل میں امانتداری سے زیادہ اور کوئی ہنر نہیں ہے۔ اگر سالک جو کچھ رکھتا ہے وہ اپنے اصل کو دیدے تو فنا سے متحقق ہو جاتا ہے اور اس کا نام و نشان باقی نہیں رہتا اس کلام کا حاصل | ۱۰۹ |



| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| کیا ہے اور کمالات اصل کو دینے کا کیا مطلب ہے۔ | |
| جواب:۔ یہ فنا اس طرح کی ہے کہ کوئی شخص اپنے کپڑے الخ | |
| وہم اور خیال کی مدح اور اس راہ کے سلوک کا دارومدار ان پر ہونا اور ان کی بزرگی و شرافت کا بیان۔ | ۱۱۰ |
| سوال:۔ تحقیق سابق سے واضح ہوا کہ فنا و نیستی باعتبار تخیل ہے اگرچہ وہ قلبی یقین تک پہنچا دیتی ہے اور وجدانی و ذوقی بنا دیتی ہے نہ باعتبار تحقیق و وجود اور تو نے اپنے بعض رسائل میں لکھا ہے کہ یہ فنا باعتبار وجود ہے اور ذات و صفت کا زوال ہے اس معاملہ میں حقیقت کیا ہے؟ | ،، |
| جواب:۔ جب ظل کے وجود کا رجوع اصل کی طرف الخ | |
| مکتوب نمبر ۱۱۰۔ اس بیان میں کہ عارف کا معاملہ اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ کسی معلوم کو کوئی صورت اس میں حاصل نہیں ہوتی اس وقت اس کے ذرات میں سے ہر ذرہ مطلوب کی طرف شاہراہ ہے۔ | ،، |
| اور اس کا بیان کہ اس عارف کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت تک لے جانے والی ہے اور اس کا بغض اللہ تعالیٰ کے بغض کی طرف لے جاتا ہے اور اسی طرح آنحضرت کی آل اور صحابہ کی تعظیم و توہین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہی حکم رکھتی ہے علیہم الصلوٰۃ والسلام | ۱۱۱ |
| مکتوب نمبر ۱۱۱:۔ مقام قاب قوسین او ادنیٰ کے بعض اسرار غریبہ کا بیان اور اس کا راز کہ عارف اپنے بائیں طرف کے لکھنے والوں کو نہیں پاتا۔ | ۱۱۲ |
| مکتوب نمبر ۱۱۲۔ اس بیان میں کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی صفات علمائے اہل سنت کے نزدیک نہ عین ذات ہیں اور نہ غیر ذات سبحانہ | ۱۱۳ |
| مکتوب نمبر ۱۱۳۔ اس بیان میں کہ اللہ تعالیٰ کی صفات حیوٰۃ اور علم اور تمام کمالات سے متصف ہیں اور ذات کے ساتھ صفات کے قیام کے معنی کی تحقیق۔ | ۱۱۴ |
| اس بحث کی تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا اسکی | ۱۱۵ |


Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| ذات کے ساتھ قیام اس طرح نہیں جیسے عرض کا قیام جوہر سے بلکہ جیسے مصنوع کا قیام صانع سے ہوتا ہے اگرچہ اس جگہ اتصاف ہے اور اس جگہ اتصاف نہیں ہے الخ | |
| مکتوب نمبر ۱۱۴ - اللہ تعالیٰ کی صفات کی تحقیق اور اللہ تعالیٰ کے کمالات سے علم الٰہی کے تعلق کی کیفیت اور اس بیان میں کہ صفتی کو ذات کے ساتھ قیام سے چارہ نہیں ہے لیکن ان کے لئے محل کے اثبات کی ضرورت نہیں ہے اور تعین وجودی اور انبیاء و ملائکہ اور اولیاء اور عام مومنین و کفار اور اخروی پیدائش کے تعینات کا بیان۔ مرتبہ وجوب میں صور علمیہ ثابت ہیں اور محل و مکان کی اس جگہ گنجائش نہیں ہے اور قیام کے سوا اس جگہ متصور نہیں ہے۔ | ۱۱۶ |
| متاخرین صوفیاء نے کہا ہے کہ صور علمیہ (اعیان ثابتہ اور حقائق ممکنات) علم کے خازن ہیں اور بس اور علم سے خارج وجود کی بو بھی انہیں تک نہیں پہنچی ہے میں نہیں سمجھتا کہ ان بڑے لوگوں کی کیا مراد ہے؟ الخ | ۱۱۸ |
| مکتوب نمبر ۱۱۵ - مرزا حسام الدین احمد کے سوالات کے جواب میں۔ | ۱۲۳ |
| مکتوب نمبر ۱۱۶ - اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی خدمتگذاری کی ترغیب میں۔ | ۱۲۴ |
| مکتوب نمبر ۱۱۷ - اس آیت کے معنی کے بیان میں۔ ان فی ذلک لذکری | ۱۲۵ |
| مکتوب نمبر ۱۱۸ - اس مرفوع حدیث کے بیان میں کہ "قرآن کی ہر ایک آیت اتری ہے اس کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن اور ہر حرف کی ایک حد ہے اور ہر حد کے جھانکنے کی ایک جگہ ہے۔ | ۱۲۸ |
| مکتوب نمبر ۱۱۹ - فرزند خواجہ کے رد میں صاحب عوارف کے قول کی شرح۔ | ۱۳۵ |
| مکتوب نمبر ۱۲۰ - گوشہ نشینی اختیار کرنے کے بیان میں | ۱۳۶ |
| مکتوب نمبر ۱۲۱ - جلد ثانی کے مکتوب نمبر ۷۸ کی عبارت کے حل کے بیان میں، جو کہ مجدد صاحب کی مرادی اور مریدی کے اسرار کو متضمن ہے۔ | ۱۳۷ |
| سوال :- جذبہ کا حصول ایک طرح کی محبوبیت چاہتا ہے پس کفار کو جو اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں جذبہ سے کیونکر حصہ تجویز کیا جاتا ہے۔ | ۱۴۰ |
| جواب :- ہو سکتا ہے کہ کفار کے بعض حق تعالیٰ ایک طرح سے محبوبیت رکھتے ہوں لیکن چونکہ ان کو صاحب شریعت کی متابعت سے آراستہ نہیں کیا ہے لہٰذا وہ خاسر و مخذول ہو گئے۔ | |
| اللہ تعالیٰ کی صفات جبکہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے علیحدہ نہیں ہو سکتیں تو صفات کے واصل اور موصول الیہ کے درمیان سے اٹھ جانے کا کیا معنی ہے۔ | ۱۴۱ |
| جواب :- جب سالک کو اپنے اصل سے وصول اور تحقق حاصل ہوتا ہے جو کہ اسماء الٰہی میں سے ایک اسم ہے کوئی ساده لوح اس عدم توسط سے خیر البشر کی بعثت سے بے نیازی کا وہم نہ کرے اگرچہ وہ بعض کی نسبت ہی سے کیوں نہ ہو کہ وہ کفر ہے۔ | ،، |
| افلاطون نے اپنی بے وقوفی سے اس صفائی کی وجہ سے جو اس نے اپنے اندر ریاضتوں اور مجاہدوں سے پائی اپنے آپ کو انبیاء کی بعثت سے بے نیاز سمجھا۔ | ،، |
| رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ ہونے کے درمیان میں اور دور نزدیکی کی تفصیل کا بیان الخ | ۱۴۲ |
| مکتوب نمبر ۱۲۲ - حقیقت محمدی کے واسطہ ہونے کا بیان اور ظہور اول اور ان کمالات کا بیان جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہونے سے وابستہ ہیں اور اس امت کے خواص کا حقیقۃ الحقائق کے ساتھ الحاق و وصول میں انبیاء کے ساتھ شرکت کا بیان اور تحقیق اول و حقیقۃ الحقائق میں اختلاف | ۱۴۷ |


Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
| --- | --- |
| کا بیان جو کہ تعین وجودی ہے یا تعین حبی یا حضرت جمال محمدی اور | |
| بطریق سوال وجواب عجیب تحقیقات ۔ | |
| سوال: جب خلیل اللہ نے حبیب اللہ کا وسیلہ چاہا اور آپ | ۱۵۱ |
| کے امتی ہونے کی آرزو کی تو حضرت حبیب اللہ کو حضرت خلیل اللہ | |
| کی متابعت کا حکم دینے کا کیا معنی ہے اور آنحضرت نے اپنے درود | |
| اور سلام میں کَمَا صَلَّیْتَ وَسَلَّمْتَ کیوں فرمایا ہے ۔ | |
| جواب: کسی چیز کی حقیقت اگرچہ بلند تر ہو اور تنزیہ سے | |
| اقرب ہے لیکن اس کا مظہر عالم عناصر میں پست ہے جواب الخ | |
| کبھی فاضل کو مفضول کی متابعت کا حکم دیتے ہیں اور اس | |
| سے اس کی فاضلیت میں کوئی قصور لازم نہیں آتا ۔ | ״ |
| حضرت صدیق و حضرت اسرافیل کی حقیقت کا بیان اور | ״ |
| ملائکہ کرام کے حقائق عارف کو اپنی حقیقت سے جو کہ اسم الٰہی | ۱۵۲ |
| سے عبارت ہے ترقی اس حقیقت تک پہنچنے کے بعد جائز ہے | |
| یا نہیں؟ جواب: اس حقیقت تک پہنچنا دو طرح پر ہے الخ | |
| حقیقت محمدی ہے جو کہ حقیقۃ الحقائق ہے اور کسی ممکن کی | ۱۵۳ |
| حقیقت اس سے اوپر نہیں ہے ترقی ممکن ہے یا نہیں اور | |
| تم نے اپنے رسائل میں لکھا ہے کہ حقیقت محمدی سے ترقی واقع | |
| ہوئی اس معاملہ کی حقیقت کیا ہے ۔ جواب: جائز نہیں | ״ |
| ہے اور وہ جو میں نے لکھا ہے اس سے مراد اس کا ظل ہے الخ | |
| اس جگہ سے لازم آتا ہے کہ آنحضرت کو بھی اس حقیقت سے ترقی | |
| نہ ہو جواب: آنحضرت بھی اس بلندی مرتبہ کے باوجود ہمیشہ [illegible] | |
| سوال: اس جگہ سے واضح ہوا کہ دوسروں کو بھی طفیلی طور پر | ״ |
| حقیقۃ الحقائق تک وصول ثابت ہے پس تابع اور متبوع اور اصلی | |
| اور طفیلی کا بیان کیا فرق ہوگا ۔ جواب: اس حقیقت تک وصول | |
| کا وصول ایسا ہے جیسا خادم اپنے مخدوم کے ساتھ ملحق ہوتا ہے | |
| تعین حبی جو کہ تعین اول ہے اور حقیقت محمدی ممکن ہے یا | ۱۴۵ |
| واجب قدیم ہے یا حادث ۔ صاحب فصوص اول کو کہ جسے انہوں نے | |
| حقیقت محمدی کہا ہے اور اس کو وحدت سے تعبیر کیا ہے اور | |

| مضمون | صفحہ |
| --- | --- |
| اور تعین ثانی کو کہ واحدیت کہا ہے اور اعیان ثابتہ کہ ان کو حقائق | |
| ممکنات کہتے ہیں اس مرتبہ میں ثابت کہا ہے اور دونوں تعین کو وجوبی سمجھتے | |
| ہیں اور قدیم جانتے ہیں اور تعین روحی و مثالی و جسدی کو تعین امکانی | ۱۵۴ |
| تصور کرتے ہیں تمہارا ان مسائل میں کیا اعتقاد ہے | |
| جواب: اس فقیر کے نزدیک الخ | |
| سوال: تم نے اپنے رسائل میں واجب و ممکن میں نسبت اصالت | ۱۵۵ |
| اور ظلیت کی ثابت کی ہے اور ممکن کو واجب کا ظل کہا ہے اور یہ بھی | |
| کہا ہے کہ واجب باعتبار اصل کے ممکن کی حقیقت ہے جو کہ [illegible] کے | |
| ظل کی وجہ سے اگر اس اعتبار سے شیخ نے بھی واجب کو ممکن کی حقیقت | |
| کہہ دیا ہو تو کیا حرج ہے ۔ جواب: یہ تمام معارف سکریہ ہیں اور | ״ |
| معارف [illegible] نہ پہنچنے کی وجہ سے ہیں جبکہ محمد کا سایہ نہ ہو تو | |
| اور محمد کے خدا کا سایہ کس طرح ہو سکتا ہے عالم کی ظلیت کا علم سالک | |
| کو راہ میں ہم آتا ہے اور کشش اس اصل کی طرف لے جاتا ہے او جب الخ | |
| جواب سوال: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمیشہ غمگین | ۱۵۶ |
| رہنے کا کیا سبب تھا حالانکہ آپ کو نوع بشر کے تمام کمالات ظاہری | |
| و باطنی اور علمی و عملی جو ممکن ہیں وہ آپ کو بالفعل حاصل ہیں اور تمکین میں | |
| اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہونے والے چند چیزوں سے نبیوں پر بھی فضیلت | ۱۵۷ |
| رکھتے ہیں اور ان کا بیان ۔ | |
| سوال: متقدمین و متأخرین میں تو ظاہر ہے کہ ممکن کے احکام | ۱۵۸ |
| باقی ہیں کیونکہ امکان اور وجوب کی دونوں کا یہ تو تم ہیں لیکن مقام | |
| او ادنیٰ میں جو کہ اصل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخصوص | |
| ہے امکان کے لحاظ کا بقا کیا معنی رکھتا ہے؟ | |
| جواب: وجوب و امکان میں ما بہ الامتیاز چیز عدم ہے الخ | |
| پہلے سوال وجواب کے متعلق سوال وجواب ۔ | ״ |
| جو کوئی اپنی طرف سے بغیر اس کے اعلام کے مطلوب کے متعلق کچھ | |
| اس نے اپنے متعلق کہا اور جس نے اس کی تعریف کی اس نے اپنی | |
| تعریف کی اس جگہ ایک عارف فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ آیت | ۱۶۱ |
| وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ میں بحمدہ کی ضمیر شے کی | |


Marfat.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| ں طرف راجع ہو۔ الخ۔ اس کا بیان کہ معرفت سے عجز معرفت ہے لیکن معرفت سے عجز اور ہے اور معرفت سے عجز اور۔ عبارت ہے کہ معرفت حاصل نہیں ہو سکتی الخ۔ | ۱۶۲ |
| اللہ تعالیٰ کی معرفت کے واجب ہونے کے معنی کا بیان بطریق سوال وجواب اور امام اعظم کے اس قول کا بیان کہ تم جیسا تیری عبادت کا حق تھا عبادت نہیں کی لیکن جیسا تیرے پہچاننے کا حق تھا تجھ کو پہچان لیا۔ | // |
| عوام اور خواص کی معرفت کے درمیان فرق بطریق سوال وجواب۔ | // |
| اس کا بیان کہ معرفت کی ایک صورت ہے اور ایک حقیقت اور وہ جو عین حق معرفت ہے وہ معرفت کی حقیقت ہے بطریق سوال وجواب۔ | // |
| سوال :۔ اس بیان میں لازم آیا کہ صوفیہ کے علوم و معارف اعتبار کے میدان سے ساقط ہیں اور خدا تعالیٰ کی معرفت ان سے وابستہ نہیں ہے کہ حق معرفت علوم شرعیہ سے حاصل ہوا اور کوئی ایسی معرفت باقی نہ رہی جس کو صوفیاء کرام تلاش کرتے ہیں پس صوفیاء کو حق کی معرفت میں علماء سے زیادہ کوئی فضیلت ثابت نہ ہوئی۔ | ۱۶۳ |
| جواب :۔ صوفیاء کے کشفی علوم صداقت ہیں الخ | |
| سوال :۔ جب معرفت سے عجز ثابت ہوا اور کمال عجز میں منحصر ہوا پس صوفیہ نے جو اعتبار کے مراتب مدارج قائم کئے ہیں وہ کس معنی سے ہیں اور علم الیقین اور عین الیقین اور حق الیقین سے کیا مراد ہے۔ جواب :۔ فقیر کو اس مسئلہ میں قوم سے اختلاف ہے ان بزرگواروں نے یہ مراتب الخ | ۱۶۴ |
| مکتوب نمبر ۱۲۳ :۔ اس بیان میں کہ وہ راستے جو جناب قدس تک پہنچانے والے ہیں دو ہیں اور واصلین کی اقسام کا بیان اور ان کے راستوں کی تعیین۔ | ۱۶۵ |
| قرب نبوت کی راہ سے واصل ہونے والے اصل میں نبی اور ان کے صحابہ ہیں اور باقی امتوں میں سے جس کسی کو کبھی اس دولت سے مشرف فرمائیں اس راہ میں واسطہ نہیں ہے اور کچھ قرب ولایت کی راہ سے واصل ہیں جو اقطاب اوتاد و بدلاء و نجباء اور عام اولیاء ہیں۔ | // |
| قرب ولایت کی راہ سے واصل ہونے والوں کے پیشوا اور سردار حضرت علی مرتضیٰ ہیں اور حضرت فاطمہ و حسنین اس مقام میں ان کے ساتھ شریک ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ حضرت امیر عنصری پیدائش سے پہلے بھی اس مقام کے ملجا و ماویٰ تھے اور جس کسی کو بھی فیض و ہدایت اس راہ سے پہنچتا تھا ان کے ذریعہ سے پہنچتا تھا اور ان کے بعد یہ منصب ترتیب وار حسنین کو سپرد ہوا اور ان کے بعد ائمہ اثنا عشر میں سے یہاں تک کہ نوبت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی تک پہنچی اور منصب مذکور ان کو سپرد ہوا الخ | ۱۶۵ |
| حضرت مجدد الف ثانی حضرت شیخ کے نائب ہیں اور شیخ کی نیابت کے طور پر یہ معاملہ ان سے وابستہ ہے اور اس کو سوال وجواب کے طریق سے لائے ہیں اور حضرت عیسیٰ اور حضرت مہدی علیہما السلام کے متعلق کچھ اور سوال وجواب ذکر کئے ہیں۔ | ۱۶۶ |
| جاننا چاہیئے کہ جائز ہے کہ ایک شخص قرب ولایت کی راہ سے قرب نبوت تک پہنچے اور دونوں معاملہ میں شریک ہو اور انبیاء کی طفیل اس کو بھی اس مقام میں جگہ دیدیں اور اس جگہ بھی معاملہ اس کے ساتھ وابستہ ہو۔ | // |
| مکتوب نمبر ۱۲۴ :۔ رسالہ مبدأ و معاد کی عبارت کے متعلق سوال کے جواب میں کہ جس طرح صورت کعبہ صورت محمدی کی مسجود ہے اسی طرح حقیقت کعبہ بھی حقیقت محمدی کی مسجود ہے اور صورت کعبہ اور اس کی حقیقت کا بیان۔ | ۱۶۷ |
| واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین | // |
| اختتامیہ : عرض مترجم غفرلہٗ | ۱۷۰ |


بالخیر

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

# اردو ترجمہ مکتوبات دفتر سوم حصہ دوم

# مکتوب نمبر ۱۰

حضرت مخدوم زادہ خواجہ محمد معصوم کی طرف صادر فرمایا

(شان العلم کی بلندی اور اس مرتبہ مقدسہ کا بیان جو اس سے اوپر ہے۔ جسے خالص نور کہا جاتا ہے)

شان العلم اگرچہ شان الحیٰوۃ کے تابع ہے لیکن علم کو اللہ تعالیٰ کے مرتبہ ذات میں صفات و شیون کے اعتبار کے سقوط کے بعد ایک ایسی شان اور گنجائش ہے کہ وہ حیوٰۃ کو بھی نہیں ہے پھر دوسری صفات اور شیون کا کیا حال ہے۔ وہ ایک مرتبہ ہے جو تمام نسبتوں سے تجرد کا مقام ہے کہ اطلاق نور کے علاوہ اپنے لئے کچھ اور تجویز نہیں کرتے۔ میں جانتا ہوں کہ علم کو بھی اس جگہ گنجائش ہے لیکن وہ علم نہیں جس کو حصولی یا حضوری کہتے ہیں کہ وہ اپنی دونوں قسموں کے ساتھ حیوٰۃ کا تابع ہے بلکہ وہ علم اللہ تعالیٰ کی طرح بے چون و بے چگون ہے اور وہ سب بے چون شعور ہی شعور ہے اس میں عالم و معلوم کا اعتبار نہیں ہے۔

اور اس مرتبہ کے اوپر ایک مرتبہ ہے کہ علم کو بھی دوسرے شیون کی طرح اس مقام میں گنجائش نہیں ہے اس جگہ سب نور ہے کہ اس کا اصل بے چون و بے چگون شعور ہے اور جب حضرت نور کا ظل بھی بے چون بے چگون ہے تو اصل جو کہ عین نور ہے کی بے چونی و بے چگونی کے متعلق کیا کہوں، اور کیا کہا جا سکتا ہے اور تمام کمالات خواہ وہ وجوبی ہوں یا امکانی نور کے ظلال ہیں اور نور کے ساتھ قائم ہیں وجود بھی نور ہی کے وجود سے ظاہر ہوا ہے اور مبدا آثار ہوا ہے پہلا جو کہ حضرت نور کے مرتبہ سے صرف انحطاط کی بو رکھتا ہے اور شعور و نور کا جامع ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو مخلوق کہا ہے اور کبھی اسے عقل سے تعبیر فرمایا ہے اس جگہ آپ نے فرمایا:-

اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ الۡعَقۡلَ — سب سے پہلے جو چیز اللہ تعالیٰ نے پیدا کی وہ عقل ہے۔

اور کبھی اس کو نور سے یاد فرمایا اور کہا:-

اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوۡرِیۡ — سب سے پہلی چیز جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی وہ میرا نور ہے۔

Marfat.com

اور یہ دونوں ایک ہیں یہی نور ہے اور یہی عقل و شعور اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرتبہ کی اپنی طرف نسبت کی ہے "میرا نور" فرمایا ہے تو کہا جا سکتا ہے کہ یہ حقیقتِ محمدی کا مرتبہ تھا اور یہ تعین اول ہوگا نہ وہ حقیقت و تعین اول جو کہ متعارف ہو چکی ہے کیونکہ وہ تعین اگر اس تعین کا ظل ہو تو بھی غنیمت ہے کیونکہ اس عقل سے مراد وہ عقل نہیں ہے کہ فلاسفہ نے اس کو اللہ تعالیٰ سے بطریق اضطرار صادر اول کہا ہے اور اس کو صدور کثرت کا مصدر بنایا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ جس جگہ بھی تعین ہے اس میں امکان کی بو ہے اور عدم کی آمیزش اس کے ہمراہ ہے جو تعین و تمیز و تحدید کا باعث ہوا ہے۔ وَبِضِدِّهَا تَتَبَيَّنُ الْأَشْيَاءُ (چیزیں اپنی ضد سے ظاہر ہوتی ہیں)۔ اللہ تعالیٰ کی صفات جنہوں نے تعین و تمیز پیدا کیا ہے وہ باوجود قدیم ہونے کے واجب لذاتہا نہیں ہیں بلکہ واجب لذات الواجب ہیں کہ اس کا حاصل وجوب بالغیر ہے جو کہ امکان کے اقسام میں سے ہے۔ اگرچہ صفات قدیمہ میں امکان کے لفظ سے پرہیز کرنا چاہیئے کیونکہ اس سے حدوث کا وہم ہوتا ہے اور اس جگہ مناسب وجوب کا اطلاق ہے جو کہ ذات واجب سے آیا ہے لیکن حقیقت میں اس جگہ امکان کی گنجائش ہے کیونکہ ان کا وجوب ذاتی نہیں ہے اور غیر کی طرف سے آیا ہے اگرچہ اس کو غیر نہ کہیں گے اور اصطلاحی غیر نہیں گے لیکن دو (اثنینیت) غیریت کا تقاضا کرتی ہے "دو آپس میں متغایر ہوتے ہیں" یہ ارباب معقول کا مسلمہ قاعدہ ہے۔

عجیب معاملہ یہ ہے کہ شیخ محی الدین ابن عربی نے دو تعین کو وجوبی کہا ہے اور تین تعین کو امکانی لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ تمام تعینات ظلیت کا داغ اور امکان کی بو رکھتے ہیں اگرچہ ممکن سے ممکن تک بڑا فرق ہے ایک قدیم ہوتا ہے اور دوسرا حادث لیکن یہ سب امکان کے دائرہ سے خارج نہیں ہیں اور عدم کی بو رکھتے ہیں۔

دوسرا مرتبہ جو خالص نور ہے اور لاتعین سے متحقق ہے اس کو بھی دوسروں کی طرح ذات محض اور احدیت مجردہ خیال نہ کریں کہ وہ بھی نورانیت خالص کے حجابوں میں سے ایک حجاب ہے کہ اِنَّ لِلّٰهِ سَبْعِيْنَ اَلْفَ حِجَابٍ مِّنْ نُّوْرٍ وَّظُلْمَةٍ (اللہ تعالیٰ کے نور و ظلمت سے ستر ہزار پردے ہیں)۔ اگرچہ تعین نہیں ہے لیکن مطلوب حقیقی کا حجاب ہے اگرچہ یہ آخری حجاب ہے اور اللہ تعالیٰ وراء الوراء ہے۔ یہ نور چونکہ تعین کے دائرہ میں داخل نہیں ہے لہٰذا عدم کی ظلمت سے منزہ و مبرا ہے۔ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى (اور اللہ تعالیٰ ہی کی صفت بلند ہے)

اس کی مثال نور آفتاب کی شعاعوں کی سی ہے جو کہ سورج کی ٹکیا کا حاجب ہیں اور قرص (ٹکیا)

Marfat.com

آفتاب کے عین سے منتظر ہو کر اس کا حجاب ہو گئی ہیں۔ حدیث میں آیا ہے حِجَابُهُ النُّوْرُ اس کا حجاب نور ہے۔ اور یہ بلند مرتبہ تجلیاتِ ذاتیہ سے اوپر ہے پھر تجلیات فعل و صفت کے متعلق کیا کہوں کیونکہ تجلی تعین کی آمیزش کے بغیر متصور نہیں ہے اور یہ مقام تمام تعینات سے اوپر ہے لیکن ان تجلیات ذاتیہ کا منشا وہی خالص نور ہے اور تجلی اس کے واسطہ کے بغیر متصور نہیں ہو سکتی اگر وہ نہ ہو تو تجلی حاصل نہیں ہوتی۔

اور کعبہ ربانی کی حقیقت میں سمجھتا ہوں کہ یہی نور ہے جو کہ سب کا مسجود ہے اور تمام تعینات کا اصل ہوا ہے۔ اگرچہ تجلیات ذاتیہ کا ملجا و ماویٰ یہی نور تھا تو دوسروں کی مسجودیت سے اسکی کیا تعریف کروں اگر حبیب اللہ تعالیٰ کا کمال فضل و کرم ہزاروں میں سے کسی عارف کو اس دولت کے وصول سے مشرف کرتا ہے اور فنا و بقا سے اس مقام میں سرفراز فرماتا ہے تو ہو سکتا ہے کہ وہ بقا اسی نور سے حاصل ہو اور فوق الفوق سے وافر حصہ پائے اور نور کے ساتھ نور سے گذر کر اصل نور تک پہنچ جائے اور یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے جس پر چاہے کرے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

یہ علوم جس طرح نظر و فکر سے بالا ہیں اسی طرح کشف و شہود سے بھی بالا ہیں اور یہ بھی ہے کہ ارباب کشف و شہود اس علوم کے سمجھنے میں اہل علم و عقل کی طرح ہیں نبوت کی فراست کا نور چاہیے جو کہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی متابعت سے ان حقائق کو پا لینے کی ہدایت فرمائے اور ان علوم و معارف کو پا لینے کی دلالت کرے۔

جاننا چاہیے کہ یہ نور دوسرے انوار کی طرح ہرگز نہیں ہے جو کہ امکان کا شائبہ رکھ کر ممکن ہو یا جوہر و عرض کی جنس سے ہو وہ ایک ایسا مرتبہ ہے کہ نور کے علاوہ اس پر کسی چیز کا اطلاق نہیں کیا جا سکتا اگرچہ وجوب وجود ہی کیوں نہ ہو کہ وجوب اس سے نیچے ہے۔

تنبیہ:۔ اس بیان سے کوئی یہ خیال نہ کرے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے تمام حجابات کا دور ہو جانا اس عارف کے حق میں متحقق ہو جاتا ہے۔ کیونکہ تمام حجابات میں سے آخری حجاب اسی نور کو کہا ہے اور اس کا زوال ممتنع ہے اس حدیث کی رُو سے جیسے نقل کیا ہے۔

اِنَّ لِلّٰهِ سَبْعِيْنَ اَلْفَ حِجَابٍ مِّنْ نُّوْرٍ وَّظُلْمَةٍ لَوْ كُشِفَتْ لَاَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهٖ مَا انْتَهٰى اِلَيْهِ بَصَرُهٗ مِنْ خَلْقِهٖ

اللہ تعالیٰ کے نور و ظلمت میں ستر ہزار پردے ہیں۔ اگر وہ دور ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کی ذات کے انوار ہر اس مخلوق کو جلا کر رکھ دیں جہاں تک اس کی نظر جائے۔

کیونکہ اس جگہ تحقق و بقا حجابات سے ہے جو کہ ایک دوسرے کے لئے اسباب ہیں نہ کہ حجابات کا دور ہونا اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ اے ہمارے رب ہمیں اپنی جناب سے رحمت عنایت فرما اور ہمارے

Marfat.com

معاملہ میں بھلائی پیدا کر۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

# مکتوب نمبر ۷

حضرت مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید کی طرف صادر فرمایا

(کعبۂ ربانی کی حقیقت کے اسرار اور عجز و معرفت کے حقائق اور نماز اور کلمہ طیبہ نفی و اثبات کی حقیقت کے بیان میں)

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں اس کی راہنمائی فرمائی اور اگر اللہ تعالیٰ ہماری راہنمائی نہ کرتا تو ہم کبھی راہ نہ پاسکتے ہمارے رب کے رسول حق لے کر آئے۔

بلند مقام نور خالص کے بعد کہ جس کو اس فقیر نے کعبہ ربانی کی حقیقت پایا ہے اور لکھا ہے کہ وہ مرتبہ بے بہت بلند جو کہ اللہ تعالیٰ کے قرآن مجید کی حقیقت ہے۔ کعبۂ معظمہ قرآن مجید کے حکم کے مطابق آفاق کا قبلہ ہوا ہے اور سب کی مسجودیت کی دولت سے مشرف ہوا ہے امام قرآن ہے اور مقتدی پیش قدم کعبہ معظمہ اور یہ مرتبۂ مقدسہ اللہ تعالیٰ کی ذات بے چون کی وسعت کا مبداء ہے اور اللہ تعالیٰ کی بے چونی و بے چگونگی کے امتیاز کا مبدأ بھی ہے وہ ایک ایسا بلند درجہ ہے اس درجۂ مقدسہ میں وسعت و درازی طول و فراخی عرض کی وجہ سے نہیں ہے کہ وہ نقص و امکان کی علامات ہیں وہ ایک ایسا معاملہ ہے کہ جب تک اس سے متحقق نہ ہوں معلوم نہیں ہو سکتا۔ اور اسی طرح امتیاز بھی اس مرتبۂ مقدسہ میں مباینت اور مزایلت سے نہیں ہے کہ وہ تبعض اور تجزی کو متلزم ہے جو کہ جسم و جسمانی کے لوازمات سے ہے اللہ تعالیٰ اس سے بلند ہے۔

اس مقام میں فرض شے غیر شے متصور نہیں ہے کہ غیریت مغایرت اور دوئی کی خبر دیتی ہے بلکہ یہاں فرض کی بھی گنجائش نہیں ہے کہ وہ فرض محال کے قبیل سے ہے "جس نے نہ چکھا نہ جانا" ؎

(۱) چہ گویم با تو از مرغے نشانہ | کہ با عنقاء بود ہم آشیانہ

(۲) ز عنقا ہست نامے پیش مردم | ز مرغے من بود آں نام ہم گم

اس مقام میں جو شے بھی فرض کی جائے اگرچہ فرض محال ہی کیوں نہ ہو اور اس شے میں جتنا بھی دُور دُور پہنچا جائے اگرچہ کچھ بھی نہیں پایا جا سکتا اس جگہ ہرگز کوئی امر پیدا نہیں ہوتا کہ اس شے سے اختصاص رکھا جائے۔ اور کسی دوسری شے میں وہ مفروض پایا نہ جائے۔ اور اس کے باوجود ان دو چیزوں میں امتیاز مفروض

ؔلہ (۱) میں اس پرندے کا نشان تجھے کیا بتاؤں جو عنقا کے ساتھ آشیانہ رکھتا ہے (۲) عنقا کا نام تو کم از کم لوگ جانتے ہیں اور میرے پرندے کا تو نام بھی نہیں ہے ۱۲

Marfat.com

ثابت اور بائن ہے اور ایک کے احکام دُوسرے سے متمیز ہوتے ہیں۔ سو پاک ہے وہ اللہ جس نے اپنی طرف خلقت کے لئے سوائے اس کی معرفت کے عجز کے اور کوئی راستہ نہیں بنایا۔

اور معرفت سے عجز اکابر اولیاؑ کا حصّہ ہے عدم معرفت اور چیز ہے اور معرفت سے عاجز آنا اور چیز ہے۔ مثلاً اس مقام مقدس میں عدم امتیاز کا حکم لگانا اور ہر ذاتی کمال کو دُوسرے کا عین پانا جیسا کہ صوفیاؒ نے کہا ہے علم عین قدرت ہے اور قدرت عین ارادت ہے۔ اس جگہ اس مقام کے امتیاز کی عدم معرفت ہے اور اس مقام کے امتیاز کا حکم لگانا اور اس امتیاز کی حقیقت کی عدم دریافت کا اقرار کرنا اس مقام کے امتیاز کی معرفت سے عجز ہے۔ عدم معرفت جہالت ہے اور معرفت سے عجز علم ہے۔ بلکہ عجز دو علم کا متضمن ہے ایک شے کا علم اور ایک اس کی حقیقت کی دریافت کا عدم علم اس شے کی کبریائی اور کمال عظمت کی وجہ سے اگر تیسرے علم کو بھی ہم درج کریں تو اس کی بھی گنجائش ہے اور وہ اپنے عجز و قصُور کا علم ہے جو کہ اپنی عبدیت و عبدیت کے مقام کا مؤید ہے۔

اور عدم معرفت میں جو کہ جہل ہے بہُت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ وُہ جہل مرکب ہوتا ہے اور اپنے جہل کو جہل نہیں سمجھتا بلکہ اس کو علم جانتا ہے اور عجز معرفت میں اس مرض سے پُوری نجات ہے بلکہ یہ مرض اس جگہ گنجائش نہیں رکھتا کہ اپنے عجز کا خود اعتراف کرتا ہے۔ اگر عدم معرفت اور معرفت سے عجز ایک ہوتے تو تمام نادان عارف ہوتے اور ان کا جہل ان کے کمال کا ذریعہ ہوتا بلکہ اس جگہ جو زیادہ جاہل ہوتا وُہ زیادہ عارف ہوتا کہ اس جگہ معرفت عدم دریافت معروف کا نام ہے اور معرفت سے عجز میں یہ مقدمہ صادق ہے جو معرفت سے زیادہ عاجز ہو وہ معارف کا زیادہ عارف ہوتا ہے معرفت سے عجز ایک مدح ہے جو ذم سے مشابہت رکھتی ہے اور عدم معرفت ایک ایسی ذم ہے جو مدح کی بُو بھی نہیں رکھتی۔ اے اللہ تو پاک ہے مجھے اپنی معرفت کے کمال عجز سے علم زیادہ عطا فرما۔

شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ اگر اس فرق کو ملاحظہ کر لیتے جس کی اس فقیر کو راہنمائی ہوئی ہے تو ہرگز معرفت سے عجز کو جہل سے تعبیر نہ کرتے اور اُسے عدم علم نہ سمجھتے۔ جیسا کہ اُنہوں نے کہا ہے "کچھ ہم میں سے وُہ ہیں جنہوں نے جانا اور کچھ وُہ ہیں جو جاہل ہیں اور پھر کہا ادراک کے درک سے عاجز آجانا بھی ادراک ہے" اور اس کے بعد شق اوّل کے علوم کو بیان کیا ہے اور اس پر فخر کیا ہے اور ان علوم کو اپنے سے مخصوص سمجھا ہے اور کہا ہے کہ خاتم الانبیاء بھی ان علوم کو خاتم الاولیاء سے حاصل کرتے ہیں اور اپنے آپ کو ولایت محمدیہ کا خاتم کہا ہے اور اس وجہ سے خلقت کے طعنوں کا مورد بنا ہے اور فصوص کے شارحین نے اس عبارت کی توجیہات میں اپنی ہمتیں صرف کی ہیں اور اس فقیر کے نزدیک بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ حقیقت میں یہ علوم جو شیخ نے

Marfat.com

بیان کئے ہیں کئی درجے عجز سے نیچے ہیں بلکہ اس عجز سے کوئی نسبت ہی نہیں رکھتے کیونکہ وہ علوم ظلال سے وابستہ ہیں اور عجز اس مقام میں اصل ہے۔

سبحان اللہ اس قول کے قائل حضرت صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہیں جیسا کہ راویوں نے کہا ہے اور اس عجز کے ظہور کا مصدر بھی وہی ہیں جو عارفوں کے سردار اور صدیقوں کے رئیس ہیں علم کی کیا حقیقت ہے کہ اس عجز سے سبقت کرے اور وہ کونسا قادر ہے جو اس عاجز سے آگے قدم رکھ سکے۔ ہاں جب وہ شیخ حضرت صدیق کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس طرح کہہ سکتا ہے تو اگر صدیق کے متعلق ایسا کہہ دے تو اس کا کیا کیا جا سکتا ہے۔ عجیب معاملہ ہے کہ شیخ اس طرح کی گفتگو اور اس شطح کے باوجود جو کہ ناجائز ہے مقبولین سے نظر آتا ہے اور اولیاء کے شمار میں مشاہد ہوتا ہے۔

## باکریماں کارہا دشوار نیست[1]

ہاں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دعا سے ناراض ہوتے ہیں اور کبھی گالی سے ہنستے ہیں۔ شیخ کو رد کرنے والا خطرے میں ہے اور اس کو ایسی باتوں سمیت قبول کرنے والا بھی خطرے میں ہے۔ شیخ کو قبول کرنا چاہیئے اور اس کی اختلافی باتوں کو قبول نہ کرنا چاہیئے۔ یہ ہے شیخ کو قبول کرنے اور نہ کرنے کے متعلق متوسط راہ جو اس فقیر کی پسندیدہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہی حقیقت کو بہتر جانے۔

اب ہم اصل بات پر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ مرتبہ مقدسہ کہ جس کو ہم نے قرآن مجید کی حقیقت کہا ہے اس مرتبہ میں نور کے اطلاق کی بھی گنجائش نہیں ہے اور دوسرے کمالات ذاتیہ کی طرح نور بھی راہ میں رہ جاتا ہے اس جگہ بے چون وسعت اور بے چگون امتیاز کے سوا کسی چیز کی گنجائش نہیں ہے اور اس آیت کریمہ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللهِ نُورٌ (یقیناً تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا) میں اگر نور سے مراد قرآن ہو تو ہو سکتا ہے کہ وہ باعتبار انزال و تنزل ہو جیسا کہ کلمہ قَدْ جَاءَكُمْ اس طرف اشارہ کرتا ہے۔

اور اس مرتبۂ مقدسہ کے اوپر ایک اور نہایت بلند مرتبہ ہے جو کہ نماز کی حقیقت ہے کہ عالم شہادت میں اس کی صورت نمازیان ارباب نہایت سے قائم ہے ہو سکتا ہے کہ اسی نماز کی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہو وہ جو قصۂ معراج میں آیا ہے کہ قِفْ يَا مُحَمَّدُ فَإِنَّ اللهَ يُصَلِّي (اے محمد ٹھہر جا کہ اللہ تعالےٰ نماز پڑھتا ہے) ہاں وہ عبادت جو تجرد و تنزہ کے مرتبہ کے لائق ہے وہ مراتب وجود سے صادر ہوتی ہے اور قدم کے طریقوں سے ظاہر ہوتی ہے" پس وہ عبادت جو اللہ تعالےٰ کی جانب کے لائق ہے وہ مراتب وجوب سے صادر ہوتی ہے نہ کسی اور سے تو وہی عابد ہوتا ہے وہی معبود"۔

---

[1] کریم لوگوں پر کسی کام کریم لوگوں پر دشوار نہیں ہوتے ۱۲

Marfat.com

اور اس مرتبۂ مقدسہ میں کمال وسعت اور بے چون امتیاز ہے کہ اگر حقیقت کعبہ ہے تو اس کا جزو ہے، اور اگر حقیقت قرآن ہے تو بھی اس کا بعض ہے اس لئے نماز عبادات کے مراتب کے تمام کمالات کی جامع ہے اور درک بہ نسبت اصل الاصل کے ثابت ہے کیونکہ محض معبودیت اسی کے لئے ثابت ہے اور نماز کی حقیقت جو کہ تمام عبادات کی جامع ہے اس مرتبہ میں وہ اپنے سے اوپر کے مرتبہ مقدسہ کے لئے عبادت ہے، کہ معبودیت کا استحقاق صرف اسی اوپر کے مرتبہ کے لئے ثابت ہے جو کہ کل کا اصل اور تمام کی جائے پناہ ہے اس مقام میں وسعت بھی کوتاہی کرتی ہے اور امتیاز بھی راہ میں رہ جاتا ہے اگرچہ وہ بے چون و بے چگون ہوتا ہے۔ کامل انبیاء اور اکابر اولیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے اقدام کی انتہا حقیقت نماز کے مقام کی نہایت تک ہے جو عابدوں کی عبادت کا آخری مرتبہ ہے اور اس سے اوپر خالص معبودیت کا مقام ہے کہ اس دولت میں کسی کو بھی کسی طرح سے شرکت نہیں ہے تاکہ وہ اس سے بلند تر قدم رکھے کیونکہ ہر وہ مقام جہاں عبادت اور عابدیت کی آمیزش ہے وہاں تک نظر کی طرح قدم کو گنجائش ہے اور جب معاملہ خالص معبودیت تک پہنچا تو قدم کوتاہی کرتا ہے اور سیر انجام کو پہنچ جاتا ہے۔

لیکن اللہ سبحانہ کی تعریف ہے کہ نظر کو اس جگہ سے منع نہیں فرمایا ہے اور اس کو استعداد کے مطابق گنجائش دی ہے ؎

بلا بودے اگر ایں ہم نہ بودے[1]

ہو سکتا ہے کہ اِمْرقِفْ یَا مُحَمَّدُ (اے محمد ٹھہر جا) میں اسی کوتاہی قدم کی طرف اشارہ ہو یعنی ٹھہر جا اے محمد اور قدم آگے نہ رکھ کہ نماز کے مرتبہ سے اوپر جو کہ مرتبۂ وجوب سے صادر ہے اللہ تعالیٰ کا مرتبہ تجرد و تنزہ ہے اس جگہ قدم کی جولانگاہ نہیں ہے اور نہ گنجائش ہے اور کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کی حقیقت اس مقام میں متحقق ہوتی ہے اور غیر مستحق الٰہ کی عبادت کی نفی اس جگہ صورت باندھتی ہے اور معبود حقیقی کا اثبات کہ اس کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں ہے اس مقام میں حاصل ہوتا ہے اور عابدیت اور معبودیت میں کمال درجہ کا امتیاز اس جگہ ظاہر ہوتا ہے اور عابد معبود سے کما حقہٗ جدا ہو جاتا ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کا معنی منتہی کے حال کی نسبت سے لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے) جیسا کہ شرع میں اس کا معنی مقرر ہو چکا ہے اور لَا مَوْجُوْدَ وَلَا وُجُوْدَ وَلَا مَقْصُوْدَ (کوئی موجود نہیں کسی کا وجود نہیں، کوئی مقصود نہیں) کہنا ابتدا اور وسط کی نسبت سے ہے اور لَا مَقْصُوْدَ کا مرتبہ لَا مَوْجُوْدَ اور لَا وُجُوْدَ کے مرتبہ سے بلند ہے کیونکہ وہ لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ کا دریچہ ہے۔

---

[1] اگر یہ بھی نہ ہوتا تو مصیبت ہوتی ۱۲

Marfat.com

جاننا چاہیئے کہ اس مقام میں نظر میں ترقی اور عبارت میں تیزی نماز کی عبادت سے وابستہ ہے وہ نماز ہی ہے جو منتہی لوگوں کا کام ہے دوسری عبادتیں شاید نماز کی تکمیل میں مدد دیتی ہیں اور شاید اس کے نقصان کی تلافی کریں۔ یہی وجہ ہے کہ نماز کو ایمان کی طرح حسن لذاتہٖ کہتے ہیں اور دوسری عبادتیں بذاتہٖ خود حسن نہیں ہیں۔

# مکتوب نمبر ۸۷

حضرت مخدوم زادگان عالی خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد معصوم کی طرف صادر فرمایا

(ان کی ملاقات کے شوق اور ان پر شفقت اور لشکر گاہ کے نتائج کے بیان میں)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ۔ میرے گرامی قدر بیٹے جتنا ہماری صحبت کے خواہاں اور مشتاق ہیں ہم بھی اتنا ہی ان کی حاضری اور ملاقات کے آرزومند ہیں لیکن کیا کیا جائے کہ تمام آرزوئیں پوری نہیں ہوتیں ؎

تَجْرِی الرِّیَاحُ بِمَا لَا تَشْتَهِی السُّفُنُ[1]

لشکر گاہ میں اس طرح بے اختیار اور بے رغبت ہونا غنیمت سمجھتا ہوں اور اس عرصہ کی ایک ساعت کو دوسری جگہوں کی بہت سی ساعتوں سے اچھا سمجھتا ہوں۔ اس جگہ دو چیزیں میسر ہیں جو دوسری جگہوں میں معلوم نہیں کہ اس کی مثال میسر ہو سکے۔ اس مقام کے علوم و معارف جدا ہیں اور اس مجموعہ کے احوال و مقامات علیحدہ ہیں وہ پابندی جو بادشاہ کی طرف سے ہے اس کو اپنے مولا کی رضامندی اور کمال مہربانی کا ذریعہ سمجھتا ہوں اور اپنی خوش قسمتی میں اس قید میں دیکھتا ہوں خصوصاً ان اختلافات کے دنوں میں عجیب کاروبار ہے اور ان پر تفرقہ اوقات میں عجیب و غریب نازو ادا ہیں۔ لیکن ہر دولت تازہ و عجیب جوہر روز مسلسل پہنچتی رہتی ہے وہ دل میں فرزندوں کی کھٹک ہے اور ان کی دوری اور عدم ملاقات سے جگر میں ایک بے چینی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ میرا شوق تمہارے شوق پر غالب ہے اور یہ مسلّم ہے کہ جتنا باپ اپنے بیٹے کو چاہتا ہے بیٹا اُتنا باپ کو نہیں چاہتا اگرچہ اصل اور فرع کا تقاضا اس معنی کے عکس کا تقاضا کرتا ہے کیونکہ اصل کو محتاجی نہیں ہے اور فرع (شاخ) سراسر اصل کی محتاج ہے لیکن ابتدا ہی سے ایسا چلا آیا ہے کہ اصل کو زیادہ شوق ہوتا ہے ؎

درخانہ بکد خدائے ماند ہمہ چیز

---

[1] ہوائیں کشتیوں کے اُلٹ رخ چلتی ہیں ۱۲

Marfat.com

اگر دہلی ہے تو وہ آپ کے ہمسایہ میں ہے اور اگر آگرہ ہے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے قریب ہے، والسلام

# مکتوب نمبر ۷

مخدوم زادہ خواجہ محمد معصوم کی طرف صادر فرمایا

(عارف کو عنایت کی ہوئی ذات کی بے چونی کے اسرار اور تجلی ذات و رویت اخروی کے بیان میں)

جب عارف کا معاملہ شیون و صفات سے اوپر چلا جاتا ہے اور ذات تعالیٰ کے اعتبارات اور وجوہ سے اوپر پہنچتا ہے اور اس مقام سے کہ جس کو ہم نے نماز کی حقیقت کہا ہے برتری پیدا کرتا ہے تو توجہ اور مُتوجّہ بھی متوجّہ الیہ (جس کی طرف توجہ کی جائے) کی طرح بے چون ہو جاتے ہیں کیونکہ چون کو بے چون سے کوئی راہ نہیں ہے اور وہ متوجّہ (توجہ کرنے والا) عارف کی ذات ہے جبکہ تمام وجوہ و اعتبارات اس سے الگ ہو جائیں اور کُنہ و ذات اللہ تعالیٰ کی ذات مجرّدہ سے عبارت ہے جو کہ بذاتِ خود ہے نہ کہ وجہ و اعتبار کی رُو سے اور جو ذات اور کُنہ کی طرف توجہ کرنے والا ہے وُہ خود اپنا مطلوب و معروف ہے۔

اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ کُنہ (حقیقت) ذات مجرّدہ سے عبارت ہے وہ اس لئے کہا ہے کہ کسی چیز کی کُنہ وہ ہے جو شے کے تمام وجوہ و اعتبارات سے ماوراء ہو اور کسی شے کی ذات وُہ ہے جو تمام وجوہ و اعتبارات شے سے الگ ہو۔ کیونکہ جو کچھ بھی وجوہ و اعتبارات شے سے اعتبار کیا جائے گا تو ذات شے ان سب سے بلند ہوگی۔ مرتبہ ذات میں کسی امر کا اثبات کوئی گنجائش نہیں رکھتا اور اس جگہ جو بھی اثبات کیا جائے گا وہ وجوہ و اعتبارات میں داخل ہوگا اور ذات اس سے دُور بہت دُور ہے۔ نفی اور سلب کے سوا اس مقام میں کوئی چیز متصوّر نہیں ہے اگر امتیاز کا علم ہے تو وُہ بھی سلب سے ہے اور اگر تعبیر و تفسیر ہے تو وہ بھی سلب سے ہے اور ہر وہ چیز کہ اثبات کو اس میں گنجائش نہ ہو اور بغیر سلب کے تعبیر میں نہ آسکے تو وہ مجہُول الکیفیتہ ہے اور بے چونی سے حصّہ رکھتا ہے اور وُہ توجہ جو مرتبہ ذات میں ثابت کی جاتی ہے وہ عین متوجّہ کی ذات ہوتی ہے نہ کہ ذات کی وجہ و اعتبار۔ کیونکہ تمام وجوہ و اعتبارات اس جگہ مسلوب و منفی ہو چکے ہیں اور ایک ذات کے بغیر کچھ نہیں رہا تو لازماً وہ توجہ جو عین ذات ہے وہ بھی بے چونی سے حصہ رکھتی ہے پس یہ بات سچ ثابت ہوئی کہ توجّہ اور متوجّہ بھی متوجہ الیہ کی طرح بے چون ہونگے اگرچہ بے چون سے بے چون تک بڑا فرق ہے مَا لِلتُّرَابِ وَ رَبِّ الْاَرْبَابِ (مٹی اور رب الارباب کی آپس میں کیا نسبت ہے؟)

Marfat.com

یہی وجہ ہے کہ توجہ اور متوجہ میں بے چونی کا حصہ ثابت کیا ہے کہ متوجہ الیہ بے چون حقیقی ہے اور بس، اور جبکہ ممکن کی کُنہ مجہول الکیفیت اور بے چون ہوتی ہے اور کسی طرح اثبات میں نہیں آسکتی تو اللہ تعالیٰ کی ذات جو کمال لطافت و تقدس و تنزہ میں ہے اس کا ادراک کس طرح ہو سکتا ہے اور کونسا حاصل اس سے ہاتھ آسکتا ہے ۔

آگر از خویشتن چوں نیست جنیں[1] چہ خبر دارد از چناں و چنیں

ارحم الراحمین نے اپنی کمال مہربانی و شفقت سے ممکن کو جو کہ سراسر چون ہے بے چونی کا حصہ عطا فرمایا تاکہ بے چون حقیقی سے آگاہی پیدا کرے اور اس کے ساتھ گرفتاری حاصل کرے ؎

وَلِلْاَرْضِ مِنْ كَاسِ الْكِرَامِ نَصِيْبُ

اور وہ جو کُنہ ذات کی معرفت کو محال کہا ہے وہ متعارف معرفت ہوگی جو کہ عالم کیف اور چون سے ہے اور اس کا بے چون سے تعلق محال ہے لیکن وہ امر جو عالم بے چون سے ہو اور بے چون کا بے چون سے اتصال ہو اور اس دولت عظمیٰ سے حصہ حاصل کرے تو وہ کیوں محال ہوگا " یہ ایک عجیب معرفت ہے اور نہایت دقیق اور غریب مسئلہ ہے اور وہ اہل کشف و عرفان سے آج تک بہت ہی کم ظاہر ہوا ہے "۔

یہ ذات مجردہ جو بے چونی سے حصہ رکھتی ہے اور جس کا بیان تفصیل سے ہو چکا ہے پوری معرفت والے عارف سے خاص ہے جو کہ ذات مجردہ کی بارگاہ سے واصل ہو چکا ہے اور اس درجہ بلند میں فنا و بقا حاصل کر چکا ہے اور یہ دولت اثر اس بقائے ذات سے ہے اور تمام ممکنات کو سوائے اس عارف کے جو بھی ہوں ذات سے حصہ نہیں ہے اور وہ ہرگز ایسی ذات نہیں رکھتے کہ ان کی صفات اس سے قائم ہوں ان کا تمام وجود اسماء و صفات کے ظلال ہیں اور شیون و اعتبارات کے عکوس کہ وہ اپنے اصل کے ساتھ قیام رکھتے ہیں جو کہ اسماء و صفات ہیں نہ کہ ایسا امر کہ ذات سے اس کی تعبیر کریں۔

انسان کے سات لطائف جو کہ جامع ترین ممکنات ہے اگرخفی ہے تو بھی صفات کا اثر ہے اور اس کے جسمانی اور روحانی لطائف اللہ تعالیٰ کی ذات کے اعتبارات و اسماء ہیں۔ نفس ذات کو اس میں اس کو پوشیدہ نہیں کیا ہے اور ان کا قیام ذات سے نہیں رکھا ہے ۔

سوال :- اسماء و صفات تو بذات خود قائم نہیں ہیں بلکہ ان کا قیام اللہ تعالےٰ کی ذات سے ہے تو پھر کوئی دوسری چیز اُن کے ساتھ کیسے قائم ہو سکتی ہے ؟

جواب :- میں کہتا ہوں دوسری چیز اس وقت ان سے قائم نہ ہو سکے گی جبکہ وہ موجود ہو اور اگر

---

[1] پیٹ کا بچہ جب اپنے آپ کی خبر نہیں رکھتا تو وہ اس طرح اور اس طرح کی کیا خبر رکھے گا ۱۲ [2] شرفا کے پیالے زمین کو حصہ ملتا ہے ۱۲

Marfat.com

وہ دوسری چیز مرتبہ وہم میں ثبوت اور استقرار پیدا کرے تو کیوں ان کے ساتھ قائم نہیں ہو سکے گی کہ وہ بہت زیادہ کمزور ہے اور وہ جو میں نے کہا اور لکھا ہے کہ ممکن کی ذات عدم ہے وہ اسی طرح ہے جیسے کہ کہیں کہ ممکن کی کوئی ذات نہیں ہے۔ ذَاتُہٗ عَدَمٌ، وَلَا ذَاتَ لَہٗ (اس کی ذات عدم ہے اور اس کی کوئی ذات نہیں) ان دونوں جملوں کا ایک ہی معنی ہے اگرچہ فلسفی موشگافیاں ان دونوں کے مفہوم میں تغایر پیدا کریں لیکن اس کا کچھ حاصل نہیں ہے اور حقیقت میں ان کا مرجع ایک ہے۔ عدم اپنے لئے بھی نہیں ہے دوسروں کے کیا کام آئے گا۔ وہ اپنے آپ کو نہیں اٹھا سکتا دوسروں کو کیا اٹھائے گا۔

اس بحث کی تحقیق یہ ہے کہ چونکہ اسما و صفات کے عکوس عدم کے آئینہ میں ظاہر ہوتے ہیں بظاہر ان کا قیام ان آئینوں سے معلوم ہوتا ہے اور وہ آئینے ان کی ذات کی طرح باعتبار اس کے قیام کے متخیل ہوتے ہیں اور حقیقت میں ان کا قیام اپنے اصول سے ہے آئینوں سے کوئی تعلق نہیں رکھتے اور سوائے توہم کے ان کو عدم کے مرآت سے کوئی کام نہیں ہے ان آئینوں کی ذاتیت اور جوہریت کی اس جگہ کیا گنجائش ہے وہ تو عرض ہونے کی قابلیت بھی نہیں رکھتے جوہر کس طرح ہو سکیں گے۔

اور یہ پوری معرفت والا عارف جو مرتبہ ذات سے واصل ہے اور ذات سے ہمیشہ کی بقا پا چکا ہے ایک نادر الوجود عنقاء کا حکم رکھتا ہے اور نہایت غریب الوقوع ہے۔ فنا و بقا کے بعد اس کو ایک ایسی ذات عنایت کی گئی ہے کہ اسماء و صفات کے عکوس و ظلال کا قیام جو کہ اس کی حقیقت ہے اسکی ذات سے ہوتا ہے جیسا کہ ان کے اصول کو جو کہ اسماء ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات سے قیام ہے تو ان اسماء کے ظلال کو اس ذات کے پرتو سے قیام ہوگا جو کہ عارف کو عطا ہوا ہے۔

پس یہ عارف جوہر و عرض ہوتا ہے اور باقی ممکن کے تمام افراد صرف اعراض ہوتے ہیں جن میں جوہریت کا شائبہ نہیں ہوتا۔ صاحب فتوحات مکیہ نے کیا ہی اچھا کہا ہے کہ عالم عین واحد میں اعراض مجتمعہ کا نام ہے یعنی سب اعراض کا قیام ایک ذات سے ہے لیکن شیخ نے اس جگہ دو نکات میں فروگذاشت کی ہے ایک یہ کہ کامل ترین عارف کو اس سے مستثنےٰ نہیں کیا اور دوسرا یہ کہ اس کا قیام ذات احد سے رکھا ہے حالانکہ اس کا قیام اپنے اصل سے ہے جو کہ اسماء و صفات ہیں نہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے اگرچہ اسماء و صفات کا قیام ذات سے ہوتا ہے، کیونکہ حضرت ذات کو عالم سے ذاتی استغناء (بے نیازی) حاصل ہے۔ عالم کا قیام اس بلند مرتبہ سے کیونکر ہو سکتا ہے اور عالم کی کیا حقیقت ہے کہ اس بلند درجہ کے ساتھ قیام کی ہوس کرے ؎

ما تماشائیانِ کوتاہ دست ۔۔۔ تو درختِ بلند و بالائی[1]

---

[1] ہم تماشہ دیکھنے والوں کے ہاتھ چھوٹے ہیں اور تو ایک بلند و بالا درخت ہے ۱۲

Marfat.com

اور اس عارف کا معاملہ عالم سے جدا ہے اور اس کا حکم عالم کے احکام سے مستثنےٰ ہے وہ اپنی محبت ذاتی کی وجہ سے بحکم اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے اس کی محبت ہو) اپنے اصل سے گذر کر اپنے اصل الاصل سے معیت پیدا کر چکا ہے اور اپنے آپ کو اس اصل اصول میں فانی کر چکا ہے اکرم الاکرمین نے بہ تقاضائے آیت کریمہ هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ (نیکی کا بدلہ نیکی ہے) اس کی فنا کا بدلہ اس کو اس کی بقا سے دیا ہے اور جس چیز میں وہ فانی ہوا تھا اسی کے ساتھ اس کو باقی کیا ہے اور اپنی ذات و اسماء و صفات کا مظہر بنا کر ایک جامع آئینہ بنایا ہے۔

پس تمام افرادِ عالم اس عارف کی جامعیت کے مقابلہ میں کاش اتنی ہی نسبت رکھیں جتنی ایک قطرے کو دریائے محیط سے ہوتی ہے کیونکہ اسماء و صفات کو اللہ تعالےٰ کی ذات کے مقابلہ میں کوئی قدر اور مقدار نہیں ہے قطرہ کو تو پھر بھی دریائے محیط سے کوئی نہ کوئی نسبت ہوگی اور ان کو تو کہا جا سکتا ہے کہ وہ نسبت بھی نہیں ہے اس جگہ سے اس عارف کے درک و ادراک اور علم و معرفت کا دوسروں کی نسبت سے قیاس کرنا چاہیئے اور اس کی بڑائی اور بلندی درجہ کو اس جگہ سمجھنا چاہیئے "اور اللہ اپنی رحمت سے جسے چاہے خاص کر لیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے"۔

اس صاحبِ دولت کو جس کو ذاتی بقا سے مشرف کیا ہے اور ایسی ذات عطا کی ہے کہ اس کی صفات کا قیام مثلاً علم اور قدرت وغیرہ اس ذات سے ہے جیسا کہ پہلے ان کا قیام دوسرے افراد عالم کی طرح ان کے اصول سے تھا۔ باوجود اس بقاء اکمل کے کلمۂ اَنَا (میں) کا اطلاق جو اس سے زائل ہو چکا تھا واپس نہیں آتا اور مراتب بقا میں سے کسی مرتبہ میں بھی اَنَا کا اطلاق اپنے اوپر نہیں کر سکتا کیونکہ اس کی بقائے اکمل اس کی فنائے اتم پر متفرع ہے کہ جس نے کلمۂ اَنَا کے اطلاق کا نام و نشان بھی اس سے مٹا دیا ہے اور واپس آنے کی گنجائش نہیں چھوڑی ہے اَلزَّائِلُ لَا یَعُوْدُ (زائل ہونے والا واپس نہیں آ سکتا) مشہور مقولہ ہے اور جو واپس آجائے وہ زائل نہیں ہوا ہے بلکہ وہ مغلوب و مستور ہوا ہے اور کسی پیش آنے والے عارضہ کی وجہ سے اس نے سر نکالا اور غالب آگیا کیونکہ کبھی "مغلوب بھی غالب آجاتا ہے"۔

جاننا چاہیئے کہ حضرت ذات کے مرتبۂ عُلیا سے حصہ اس صاحب دولت کے لئے خاص ہے جو ذات کے حصول سے باقی ہوا ہے اور صفات نے اس کے ساتھ قیام پایا ماسوائے اس کے جس قسم کی بھی وہ فنا و بقا پیدا کرے گا اس کا حصہ اسماء و صفات سے ہے نہ کہ ذات تعالےٰ و تقدس سے اگرچہ اسماء و صفات کو ذات سے علیحدگی نہیں ہے لیکن ذات سے حصہ کچھ اور چیز ہے اور صفات سے حصہ اور چیز ہے۔ اگرچہ اسی ذات سے صفات کے علیحدہ نہ ہونے نے ایک جماعت کو وہم میں ڈالا اور انہوں نے صفات کے حصہ کو ذات کا حصہ

Marfat.com

سمجھا لیکن ہر ایک کی علامات اور نشان الگ الگ ہیں اور علوم و معارف علیحدہ علیحدہ ہیں جو کہ اس دولت عظمیٰ پر پہنچنے والوں پر مخفی نہیں ہیں۔

لیکن پوشیدہ نہ رہے کہ تجلی ذاتی اس بزرگ سے خاص نہیں ہے جائز ہے کہ اس کے سوا دوسروں پر بھی تجلی ذات ہو لیکن وہ نفس ذات کا حصہ نہ ہوگا۔ کیونکہ ایک طرح کی ظلیت طلب کرتی ہے کہ وہ مرتبہ ثانی میں ظہور ہے اور نفس ذات کا حصہ جو کہا گیا ہے وہ ظلیت کا شائبہ نہیں رکھتا اور نفس تجلی اور ظہور سے بھی پوشیدہ ہوجاتی ہے اور وہ ظہور ذات جو صفات میں سے کسی صفت کے ساتھ موجود ہو وہ بھی مرتبہ ثانی میں ذات کا ظہور ہے لیکن تجلی ذات نہیں بلکہ وہ ذات کے اعتبارات میں سے کسی اعتبار کی تجلی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات تمام اعتبارات کی جامع ہے بلکہ تمام سے منزہ و پاک ہے پس وہ تجلی جو اعتبارات میں سے کسی اعتبار سے ہوگی وہ ذات کی تجلی نہ ہوگی۔

سوال:۔ شیخ محی الدین ابن عربی اور اس کی پیروی کرنے والوں نے تعین اوّل کو تجلی ذات کہا ہے اور وہ تعین علمی جملی کے ساتھ جو کہ ذات کے اعتبارات میں سے ایک اعتبار ہے اگرچہ اس میں جامعیت ہے ذات کا ظہور ہے

جواب:۔ جو کچھ اس فقیر کا عقیدہ ہے وہ یہ ہے کہ ظہور علمی جملی کہ جس کو تعین اوّل سے تعبیر کرتے ہیں، وہ بھی تجلی ذات نہیں ہے اس لئے کہ وہ ذات کے شیونات میں سے کسی شان سے ماخوذ ہے اور تجلی ذات تمام شیون و اعتبارات کی جامع ہے بلکہ تمام شیون و اعتبارات سے بلند ہے۔ علم کا اعتبار اس جگہ ذات کے دوسرے اعتبارات کی طرح ہے کہ ان کے وصول کا ہاتھ اس مرتبہ مقدسہ کے دامن غنا سے چھوٹا ہے۔

اگر یہ کہیں کہ مرتبہ ثانی میں ظہور علم پر مقصود ہے کیونکہ نفس ذات سے خارج میں ہے پس مرتبہ ثانی میں اس کا ظہور علم کے خانہ میں ہوگا کیونکہ ظہور یا تو علم میں ہے یا علم سے خارج علم کی تیسری شق تو ہے ہی نہیں تاکہ اس ظہور کا اثبات کیا جائے۔

میں کہتا ہوں کہ وہ قادر جل وعلا جس نے شان علم سے جو ذات کے اعتبارات میں سے ایک اعتبار ہے ظہور فرمایا ہے وہ اس پر بھی قادر ہے کہ ایسے طریقہ پر ظہور فرمائے کہ اعتبار ظہور علم اس ظہور جامع کا بعض ہو بلکہ ایسے طریقہ پر ظہور فرمائے کہ اعتبار علم اور دوسرے اعتبارات کو اس جگہ گنجائش نہ ہو اور وہ ظہور جامع کا مرتبہ، مرتبہ خارج و مرتبہ علم سے جو کہ خارج کا ظل ہوتا ہے ماوراء ہو اور علم سے کوئی کام نہ رکھتا ہو اور تجلی ذات کو تعین علم سے مقید کرنا دریا کو کوزے میں بند کرنا ہے بلکہ پانی کو سراب میں تلاش کرنا ہے۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎

کسے[1] در صحن کاچی قلیہ جوید    اَضَاعَ الْعُمْرَ فِیْ طَلَبِ الْمُحَالِ

[1] جو آدمی حلوے کے تھال میں گوشت کی بریانی تلاش کرے وہ ایک محال کام میں اپنی عمر ضائع کرے گا ۱۲

Marfat.com

ہاں علم کا اعتبار ذات کے تمام اعتبارات سے جامع ترین اعتبار ہے جتنے ذات کے کمالات کو علم کا اعتبار شامل ہے اتنے کمالات کسی اعتبار میں نہیں ہیں اور اگر بطریق مجاز ظہور علمی کو ظہور ذات کہیں اور اس پر تجلی ذات کا اطلاق کریں تو اس کی گنجائش ہے اگرچہ ان کے اطلاقات سے بعید ہے اور انکے مفہوم سے دور ہے جیسا کہ ان کے کلام کو دیکھنے والے پر مخفی نہیں ہے۔

سوال: شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ نے رویت اخروی کو لطیفہ جامعہ مثالیہ کی صورت میں مفسر کیا ہے آپ کا اس مسئلہ میں کیا عقیدہ ہے؟

جواب: صورت جامعہ مذکورہ کی رویت اللہ تعالیٰ کی رویت نہیں ہے بلکہ اس کے کمالات کے مظاہر میں سے ایک مظہر کی رویت ہے جس نے عالم مثال میں ثبوت پیدا کیا ہے ؎

یَرَاہُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِغَیْرِ کَیْفٍ وَاِدْرَاکٍ وَّضَرْبٍ مِّنْ مِّثَالٍ[1]

اللہ تعالیٰ کی روایت کو صورت کی رویت قرار دینا اصل میں اللہ تعالیٰ کی رویت کی نفی کرنا ہے اور پھر یہ بھی ہے کہ وہ صورت جو عالم مثال میں حاصل ہوتی ہے خواہ وہ کتنی ہی جامع ہو آخر عالم مثال کے اندازہ کے مطابق ہی ہوگی اور عالم مثال اگرچہ وسعت رکھتا ہے پھر بھی اللہ تعالیٰ کے مخلوق عوالم میں سے ایک عالم ہے اس صورت کی جامعیت جو اس میں ہوگی کیا گنجائش رکھتی ہے کہ خدا تعالیٰ کے تمام کمالات کی جامع ہو اور سب کو ضبط کر سکے تاکہ اس مرتبہ مقدسہ کا آئینہ بنے اور اس کی رویت اللہ تعالیٰ کی رویت ہو۔

اگرچہ صفت علم کہ صفات وجوبیہ میں سے ہے اور صفات ذاتیہ میں سے جامع ترین ہے اس کی گنجائش نہیں رکھتا کہ تمام صفات واعتبارات ذاتیہ کا جامع ہو جیسا کہ اس کی تحقیق اوپر گذر چکی ہے۔ عالم مثال جو کہ ممکن اور مخلوق ہے اس کی کیا حیثیت ہے کہ اس میں کوئی ایسی صورت ہو جس میں اللہ تعالیٰ کے تمام کمالات جمع ہوں اور اگر بالفرض ہم اس کو جامع بھی کہیں تو پھر بھی وہ اس مرتبہ مقدسہ کے ظلال میں سے ایک ظل ہوگی۔ اور ظل کی رویت اصل کی رویت نہیں ہوتی۔ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے اخروی رویت کو لیلۃ البدر میں چاند کی رویت سے تشبیہ دی ہے اور پردہ نہیں چھوڑا ہے اور ظل کی روایت ایسی ہے جیسے چاند کو پانی کے تھال میں دیکھا جائے کہ بلند فطرت والے اس کو پسند نہیں کرتے۔

ادراک میں اس قدر آتا ہے کہ اس مرتبہ مقدسہ کا ظہور ہو سکتا ہے کہ علم کے خزانہ سے باہر ہو اور مرتبہ خارج کے ظل میں ثبوت پیدا کرے جیسا کہ پہلے گذر چکا اور اس ظہور جامع کا خانہ علم میں کوئی جامع ظل ہو کہ اس کو تعین اول سے تعبیر کریں اور اس ظل جامع کا عالم مثال میں ایک دوسرا ظل ہو جامع جو کہ ظل جامع علمی کی مرآتیت

---

[1] مومن اللہ تعالیٰ کو بغیر کیف وادراک اور مثال کے دیکھیں گے۔ ۱۲

Marfat.com

کرے اور یہ بیا مع شان ظل جو کہ لطیفہ کی صورت میں عالم مثال میں ظاہر ہوا اور انسانی صورت میں ثابت ہو جو کہ جامع ترین مخلوق ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ (اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا) ہو سکتا ہے کہ یہ اسی اعتبار سے آیا ہو۔

لیکن اللہ تعالیٰ کی رویت وہ ہے جو ظہورات اور صور سے ماوراء ہو اور عالم بے کیف و بے چگون سے ہو۔ رویت اُخروی پر ایمان لانا چاہیئے اور کیف و چند و چون میں مشغول نہ ہونا چاہیئے۔ آخرت کی خلق و وجود کو دُنیا کے خلق و وجود سے کوئی نسبت نہیں ہے تاکہ ایک کے احکام کو دُوسرے پر قیاس کیا جائے اس جگہ آنکھ دُوسری ہے اور فہم و ادراک دُوسرا ہے اُس کو دوام ابدی ہے اور اس کے پیچھے فنا اور زوال ہے وہ سراسر نظافت و لطافت ہے اور یہ خبیث اور کثیف ہے اور شیخ قدس سرہٗ اللہ تعالیٰ کے لئے خانہ علم سے باہر ظہور ثابت نہیں کرتے اور مجالی و مظاہر کے سوا شہود اور مشاہدہ اور رویت تجویز نہیں کرتے ہے

آں ایشاں ندو من چنینم یا رب[1]

کیا کیا جائے کہ اس میدان میں شیخ قدس سرہٗ ہے کہ کبھی اس سے جنگ ہے اور کبھی صلح۔ وُہی ہے جس نے معرفت اور عرفان کی باتوں کی بُنیاد رکھی ہے اور اُن کو شرح و بسط دیا ہے اور وُہی ہے جس نے توحید و اتحاد کے متعلق تفصیل سے بات کی ہے اور تکثر و تعدد کا منشا بیان فرمایا ہے اور وُہی ہے جس نے وجُود کو کلی طور پر خدا تعالےٰ کے لئے مقرّر کیا ہے اور عالم کو موہوم و متخیّل قرار دیا ہے اور وُہی ہے جس نے وجُود کے لئے تنزلات ثابت کئے ہیں اور ہر ایک کے احکام کو جدا کیا ہے اور وہی ہے جس نے عالم کو عین حق سمجھا ہے اور "ہمہ اوست" (سب کچھ وہی ہے) کہا ہے اور اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی تنزیہ کے مرتبہ کو عالم سے علیحدہ پایا ہے اور اپنی دید و دانش سے اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کو منزّہ اور مبرّا جانا ہے۔

وُہ مشائخ جو شیخ سے پہلے تھے اُنہوں نے اگر اس باب میں کوئی بات کہی بھی ہے تو وہ اشارات سے کہی ہے اور اس کی شرح و تفصیل میں مشغول نہیں ہوتے اور وہ لوگ جو شیخ کے بعد اس طائفہ میں آئے ہیں ان میں سے اکثر نے شیخ کی تقلید کی ہے اور اسی کی اصطلاح کے موافق بات کی ہے۔ ہم عاجز لوگوں نے بھی اس بزرگوار کی برکات سے بہت سے استفاضے کئے ہیں اور اس کے علوم و معارف سے بہت سا حصّہ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ہماری طرف سے اچھی جزا دے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ چونکہ بحکم بشریت خطا کا مظنہ اور محل صواب آپس میں ملے ہُوئے ہیں اور انسان احکام میں کبھی غلطی کرتا ہے اور کبھی درست بات کہتا ہے تو لازمی طور پر اہل حق کے سواد اعظم کے مطابق صواب سمجھنا چاہیئے

---

[1] اے اللہ وہ اُس طرح ہیں اور میں اس طرح ہوں۔

Marfat.com

اور اس کی مخالفت کو خطا کی دلیل سمجھنا چاہیے خواہ قائل کوئی ہو اور مقولہ بھی کوئی ہو۔ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے عَلَیْکُمْ بِالسَّوَادِ الْاَعْظَمِ (بڑی جماعت سے ملحق رہو)

اور یہ بھی مقررہ قاعدہ ہے کہ کسی پیشہ کی تکمیل افکار کے ملنے اور نظریوں کے اختلاف سے ہوتی ہے سیبویہ کے متعلق اگرچہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ علم نحو کے احکام کا بانی ہے لیکن وہ نحو جس نے پچھلے لوگوں کے افکار کے ملنے اور ان کے نظریوں کے اختلافات سے کمال درجہ کی تنقیح پیدا کی ہے وہ چیز ہی دوسری ہے اور اس نے دوسری زیب و زینت پائی ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ وہ ایک دوسری قسم بن گئی ہے اور اس نے علیحدہ احکام پائے ہیں۔ اے ہمارے رب ہمیں اپنی جناب سے رحمت عنایت فرما اور ہمارے کام میں بھلائی پیدا کر۔ والسلام۔

# مکتوب نمبر ۸

بجناب مخدوم زادہ خواجہ محمد معصوم سلمہ اللہ تعالے صادر فرمایا

(عارف کو تجلی ہوتی ذات کی طرف چیزوں کی نسبت کرنے کے بیان میں)

تمام تعریفیں اس اللہ تعالے کے لئے ہیں جس نے ہمیں اس کی راہنمائی فرمائی اور اگر ہمیں اللہ تعالے راہ نہ دکھاتا تو ہم کبھی راہ نہ پا سکتے یقیناً ہمارے رب کے رسول حق لے کر آئے علیہم الصلوات والتسلیمات۔

ہر ایک ظل کو اپنے اصل کی طرف ایک شاہراہ ہے اور کوئی کانٹا اور تنکا ان کے درمیان حائل نہیں ہے اگر کوئی کانٹا اور تنکا ہے بھی تو اس کی توجہ اپنی طرف ہے اور اصل سے اعراض (منہ پھیرنا) ہے اور ظل کی حیثیت اصل کے امانت دار ہونے سے زیادہ نہیں ہے کیونکہ وہ جو کچھ بھی رکھتا ہے یعنی وجود اور توابع وجود کے کمالات وہ اصل سے مستفاد ہیں وہ صرف عدم ہی ہے جو اصل کے واسطہ کے بغیر اس کو حاصل ہو سکتا ہے اور وہ محض لاشئے ہے اور صرف ایک اعتبار ہے اور اس ظل نے اپنی کمال نادانی سے اپنے اصل کو فراموش کر دیا ہے اور اس کی امانتوں کو اپنی طرف سے سمجھ لیا ہے اور امانت میں خیانت کی ہے اور باوجود ذاتی قباحت کے جو وہ عدم کی راہ سے رکھتا ہے اپنے آپ کو اس نے اچھا اور کامل سمجھ لیا ہے۔

لیکن اپنی طرف توجہ کرنے اور اصل سے منہ پھیرنے کے باوجود بھی اس کو اپنے اصل سے طبعی لگاؤ اور محبت ثابت ہے اسے وہ جانے یا نہ جانے بلکہ وہ محبت جو وہ اپنے آپ سے رکھتا ہے وہی محبت حقیقت میں اصل سے متعلق ہے کیونکہ حسن و کمال جو کہ محبت کا متعلق ہے اصل سے ہے نہ کہ اس سے کہ وہ سوائے عدم

Marfat.com

اور قباحت کے اپنی طرف سے کوئی چیز نہیں رکھتا کہ محبت اس سے تعلق پیدا کرے جب کہ کئی بار تحقیق کیا جا چکا ہے۔

اور جب اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے یہ خود بینی کا مرض اس سے دُور ہو جاتا ہے اور وہ اپنے جہل مرکب سے باز آ جاتا ہے اور امانت کو اہلِ امانت سے سمجھتا ہے اور اس کی توجہ کی بجائے جو وہ اپنی طرف رکھتا تھا اپنے آپ سے مُنہ پھیر لیتا ہے اور وہ اعراض جو وہ اپنے اصل سے رکھتا تھا اس کی طرف توجہ کرنے سے تبدیل ہو جاتا ہے تو اس وقت اس کو سعادت کا سر رشتہ ہاتھ میں آ جاتا ہے اور اصل سے وصول کی امید حاصل ہو جاتی ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ جبکہ عالم اللہ تعالیٰ کی صفات و اسماء کا ظل ہے تو اس کے اصول بھی اسماء و صفات ہوں گے اور ظلال اعراض ہیں کہ جن کا قیام اپنے اصول سے ہے جو کہ اسماء و صفات ہیں اور ان میں کوئی چیز بھی جوہر نہیں ہے کہ وہ اس کے ساتھ قائم ہوں نظام معتزلی بحکم ان الکذوب قد یصدق (کبھی جھوٹا بھی سچی بات کہہ دیتا ہے) اس راز پر آگاہ ہُوا اور اس نے کہا کہ عالم سب کا سب اعراض ہے اور ان میں کوئی جوہر نہیں ہے جس کے ساتھ وہ قائم ہوں۔ لیکن اس نے اس بات میں غلطی کی ہے کہ وہ کہتا ہے کہ "ان اعراض کا قیام ان کی اپنی ذات سے ہے" اور ان کے اصول سے غافل رہا کہ جس کے ساتھ وہ قیام رکھتے ہیں۔

اور صوفیاء میں سے شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ نے عالم کو اعراض مجتمعہ فرمایا ہے اور ان کے قیام کو اللہ تعالیٰ کی ذات سے کہا ہے نہ کہ اسماء و صفات سے جو کہ ان کے اصول ہیں۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ تمام وجوہ و اعتبارات سے خالی صرف ذات سے قیام کا کیا مطلب ہے حالانکہ اس جگہ قیام کا معنی صرف اختصاص ناعت ہے (یعنی تعلق خاص جو قائم اور محل قیام کے درمیان ہو) ہے اور اس جگہ نعت ہی نہیں ہے تو قیام کیسا؟ اور یہ بھی ہے کہ قیام عبارات و وجوہ منفیہ کے اقسام میں سے ہے تو اس مرتبۂ مقدسہ میں اس کے اثبات کا کیا معنی ہے؟

اور جب افراد عالم اسماء و صفات کے ظلال ہوں گے تو لازماً ان کا وصول بھی ان کے اصول سے ہو گا جو کہ اسماء و صفات ہیں اور اگر اصول کے اصول تک بھی پہنچ جائیں تو ذات مجرد مقدس تک منتہی ہوں گے اور اس سے آگے نہ گذر سکیں گے کہ اصل کو بھی اس جگہ گنجائش نہیں ہے کہ اس جگہ سب سے غنا ذاتی ہے خواہ وہ اسم ہو خواہ صفت اور خواہ شان ہو اور خواہ اعتبار۔ پس عالم کو اللہ تعالیٰ کے مرتبہ مقدسہ سے سوائے محرومی کے اور کچھ نصیب نہیں ہوتا اور وصل و اتصال کی اس جگہ گنجائش نہیں ہے لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ ہے کہ اپنی کمال شفقت و مہربانی سے بڑی لمبی مدت اور دراز عرصہ کے بعد کسی صاحب دولت کو فنائے اتم کے بعد بقائے اکمل بخشتے ہیں اور ذاتِ اقدس کا نمونہ اس کو عطا فرماتے ہیں کہ اس کا قیام جیسا کہ پہلے اس کے اصل سے تھا جو کہ اسماء و صفات ہیں اب وہ اس نمونہ سے قائم ہے اور ان اعراض سابقہ کا مجموعہ جو وہ رکھتا تھا اور یہ ذات موہوب رکھتی ہوئی، اس کی حقیقت ہوتی ہے اور اس کا انسانی کمال انجام تک پہنچتا ہے اور اس کے

Marfat.com

حق میں اللہ تعالیٰ کی نعمت پوری ہوتی ہے۔

میں ایک بات کہتا ہوں اس کو غور سے سُن کہ عارف کا قیام اس ذات موہوب کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ تمام افراد عالم جو کہ اعراض مجتمعہ ہیں جیسا پہلے قیام اسماء و صفات سے رکھتے ہیں اب ان کا قیام اس ذات موہوب سے وابستہ کر دیتے ہیں اور اس ایک ذات سے سب کو قائم کرتے ہیں ؎

خاص کند بندہ مصلحت عام را[1]

انسان کی خلافت کا راز جو آیت کریمہ اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ط (میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں) میں آیا ہے اس جگہ متحقق ہو جاتا ہے اور اس حدیث کی حقیقت کہ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ (اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا) اس مقام میں واضح ہو جاتی ہے اور وہ جو ہم نے کہا ہے کہ اس کو ذاتِ اقدس کا نمونہ عطا فرماتے ہیں یہ میدان عبارت کی تنگی کی وجہ سے ہے ورنہ نمونے کی اس جگہ گنجائش نہیں ہے اور کونسی چیز ہے جو اس کی صورت پر آئے اور صورت کو اس جگہ کیا مجال ہے؟

جاننا چاہیئے کہ اس قسم کے بزرگ ایک زمانہ میں متعدد نہیں ہوتے بلکہ وہ بڑی مدت کے بعد پیدا ہوتا ہے تو ایک زمانہ میں ان کا متعدد ہونا کس طرح متصور ہو سکتا ہے۔ اگر اس قسم کی دولت کے ظہور کی مدت مقرر کروں تو شاید بہت تھوڑے لوگوں کو اس کا یقین آئے۔ اے ہمارے رب ہمیں اپنی جناب سے رحمت عنایت فرما اور ہمارے معاملہ میں بھلائی پیدا کر۔

جاننا چاہیئے کہ وہ عارف جس کو بقائے ذات سے مشرف کرتے ہیں تو وہ ذات موہوب بے چون ہو گی اور وجوہ و اعتبارات سے بلند تر ہو گی کہ جو بھی چون ہے وہ وجوہ و اعتبارات کا مقید ہے جب تک وہ بے چون نہ ہو گا وجہ و اعتبار سے رہائی نہ پائے گا اور وہ ذات جس کو بے چونی سے حصہ ملا ہے اس کو ذات بے چون حقیقی جل شانہ کی طرف شاہراہ ہے جس طرح کہ وجہ و اعتبار ظلی کو وجہ و اعتبار کی طرف راہ ہے جو کہ اس کا اصل ہے اور اس ذات کو جو ظلی سے مجرد ہے اس کو بھی ذات مجرد بے چون کی طرف شاہراہ ہے اور یہ ذات موہوب عارف کی حقیقت ہے کیونکہ حقیقت وہ ہوتی ہے کہ جو تمام وجوہ و اعتبارات سے ماوراء ہو اور یہ ذات تمام اعتبارات سے ماوراء ہے اور باقی افراد عالم کی حقیقت نہیں ہے کہ ان کا تمام وجود وجوہ و اعتبارات ہے اس جگہ اعتبارات کے علاوہ کوئی ذات نہیں ہے کہ جس کو حقیقت کہا جائے پس چونکہ اُن ہی کُنہ (حقیقت) نہیں ہے تو اصل کُنہ سے ان کو کیا حصہ مل سکتا ہے؟ حقیقت کو حقیقت سے راہ ہوتی ہے وجہ کو کُنہ سے کیا مناسبت ہے۔ گویا کہ کُنہ کُنہ کے متقابل ہے اور وجہ کو کُنہ سے انحراف ہے وہ کُنہ تک کیسے پہنچ

[1] وہ کسی بندے کو عام لوگوں کی مصلحت کے لئے خاص کر لیتا ہے ۱۲

Marfat.com

سکتا ہے جتنا وہ دُور جائے گا اتنا ہی وہ دُور تر جا پڑے گا۔

ترسم[1] نرسی بکعبہ اے اعرابی کیں راہ کہ تو میروی بترکستان است

اور کُنہ کو کُنہ کے مقابل کہنا عبارت کے میدان کی تنگی کی وجہ سے ہے ورنہ اس بارگاہ میں محاذات (برابری) کی کیا صُورت ہو سکتی ہے لیکن یہ بے چون معنی مثالی صورت میں چونکہ محاذات کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اس لئے محاذات کا اطلاق بر سبیل مجاز کیا گیا ہے۔ اے ہمارے رب اگر ہم بھُول جائیں یا ہم غلطی کریں تو ہم پر مواخذہ نہ فرما۔

سنو! سنو! جب افرادِ عالم کو جو کہ اعراض مجتمعہ ہیں عارف کی ذات موہوب سے قیام پیدا ہوتا ہے جیسا کہ گزر چکا تو ان کو اللہ تعالےٰ سے نسبت بھی اسی عارف کی ذات کے ذریعہ سے ظاہر ہوتی ہے اور ان کے افراد کو اسی راہ سے اس مرتبۂ مقدسہ سے حِصّہ حاصل ہوتا ہے کیونکہ ان کی ذات وہی عارف کی ذات ہے گویا کہ اپنی ذات کے ذریعہ سے ذات بے چون سے تعلق پیدا کیا ہے۔ اور اس کے باوجُود اللہ تعالیٰ کی ذات سے ان کی نسبت اس عارف کے ذریعہ سے ہے کہ وہ ذات حقیقت میں ذات عارف ہے۔

ایک عجیب بات سُن کہ جس کو بھی اپنی ذات سے نسبت بذاتِ خداوندی جل شانہٗ اور اس مرتبۂ مقدسہ سے بے چون وصول ہے تو اس مرتبۂ مقدسہ سے فیوض و برکات اخذ کرنے میں اصالت و استقلال رکھتا ہے اور درمیان میں کوئی واسطہ نہیں ہے وسائط اس مرتبۂ مقدسہ سے بہُت نیچے ہیں جس کو بھی واصلین میں سے اپنی استعداد کے مطابق حِصّہ ملتا ہے وہ بطریق اصالت ملتا ہے اور اللہ سُبحانہٗ وتعالےٰ ہی تمام امور کے حقائق کو خوب جانتا ہے۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

# مکتوب نمبر ۱۸

خواجہ جمال الدین حسین کی طرف صادر فرمایا

(ایک معاملہ کے حل اور واقعہ کی تعبیر کے بیان میں)

حمد وصلوٰۃ و دُعاگوئی کے بعد فرزند عزیز کو بتاتا ہوں کہ جو صحیفہ شریفہ آپ نے ارسال کیا تھا پہنچا۔ چونکہ اس میں عافیت اور صوری و معنوی جمعیت کے متعلق لکھا تھا اس لئے خُوشی ہوئی وہ کشف (واقعہ) جو پیش آیا تھا لکھا تھا اور اس کی تعبیر پوچھی تھی، لکھا تھا کہ "میں وضو کرنے کے خیال میں تھا کہ یکبارگی بے ہوش ہو کر

[1] اے اعرابی، میں ڈرتا ہوں کہ تو کعبہ تک نہ پہنچ سکے گا کہ یہ راہ جس پر تو جا رہا ہے ترکستان کو جاتی ہے۔

Marfat.com

گر پڑا گویا جان بدن سے نکل آئی اور جب کچھ افاقہ ہوا تو ایک نور دیکھا جو سورج کی طرح روشن تھا جس نے اپنی انتہائی لطافت سے بے ہوش کر دیا تھا جیسا کہ کوئی شخص اپنے محبوب کو دیکھے اور اس کے جمال کے پرتو میں محو ہو جائے اور اس کا اپنا کوئی نام و نشان باقی نہ رہ جائے۔"

عزیز بیٹے کو معلوم ہونا چاہیئے کہ انسان لطائف سبعہ مشہورہ سے مرکب ہے اور ہر ایک لطیفہ کا کاروبار الگ ہے اور احوال و مواجید علیحدہ ہیں اس وقت تک فرزند کے احوال و اذواق لطیفۂ قلب سے تعلق رکھتے تھے اور تلوینات قلب سے متلون تھا۔ اب یہ قوی وارد جو بے شعور تیرے روح پر اترا اور روح کو اپنے تصرف میں لایا۔

| | |
|---|---|
| ان الملوك اذا دخلوا قرية افسدوها | بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو |
| وجعلوا اعزة اهلها اذلة | اسکو تہس نہس کر دیتے ہیں اور اس کے عزت |
| (سورہ نمل پارہ ۱۹) | والوں کو ذلیل کر دیتے ہیں۔ |

جب دانش و شعور کا نشا جو کہ روح ہے ایک وارد سے مغلوب ہو گیا تو بیہوشی ہو گئی۔ اس وقت آپ کا کاروبار لطیفہ روح سے متعلق ہے۔ آج کے حلقہ میں اس نسبت کی تکمیل کے لئے کچھ تھوڑی سی امداد و اعانت وقوع میں آئی ہے اور اس کے اثر کا ظہور مشہود ہوا ہے۔ معلوم ہوا کہ وسعت پیدا کی ہے اور سرایت کرنے کے درپے ہے خداوند تعالٰے انجام تک پہنچائے۔

اور دوسرا واقعہ جو لکھا تھا کہ "تمہارے گھر میں بنات النعش اور پروین اکٹھے ہو گئے ہیں" اس کی تعبیر بھی پہلے واقعہ کی تعبیر کے مطابق ہے کہ نسبت قلبی اور نسبت روحی کو ان دو قسم کے ستاروں کی ملاقات سے ظاہر کیا ہے۔ پروین میں چونکہ ستاروں کی جمعیت ہے وہ دل کے مناسب ہے اور بنات النعش میں چونکہ ستاروں کی پراگندگی ہے وہ روح کے مناسب ہے۔ دوسرا واقعہ اگر پہلے واقعہ کے بعد ظاہر ہوا ہے تو درست ہے اور دو نسبتوں کے حصول کو جمع کیا ہے اور اگر اس سے پہلے ہے تو بھی درست ہے کیونکہ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ کوئی نسبت حاصل ہو جاتی ہے اور ظاہر نہیں ہوتی اس کے حصول کو دکھایا ہے اور اس کے بعد ایک دوسرے واقعہ سے اس کو ظاہر کیا ہے اور اللہ تبارک وتعالٰے ہی درست بات کو بہتر جانے، تو پاک ہے ہمیں تیرے بتائے ہوئے کے بغیر کچھ بھی علم نہیں ہے۔ والسلام

Marfat.com

# مکتوب نمبر ۲۸

حضرات مخدوم زادگان خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد معصوم مدظلہما کی طرف صادر فرمایا۔

(فراق کے درد کے اظہار اور بعض بشارتوں کے بیان میں)

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ فرزندان گرامی ظاہری و باطنی جمعیت سے رہیں۔ ان سفروں میں دونوں بیٹوں کی مفارقت کے برابر کوئی تکلیف نہیں دیکھی اور بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ ان کی یاد سے فارغ ہوں۔ جتنی بھی خدا تعالیٰ کی نعمتیں زیادہ آرہی ہیں اتنی ہی دُور افتادہ دوستوں کی یاد بھی زیادہ آرہی ہے۔ روزمرّہ کے حالات روز بروز لکھے جارہے ہیں اور ان کو صاف کرکے تحریر کیا جارہا ہے لیکن ان کو سمجھنے والا کون ہے اور جو ان سے فائدہ اُٹھائے وہ کون ہے۔ خواجہ محمد ہاشم بھی غنیمت ہے کہ بات سمجھنے کا ملکہ رکھتا ہے اور مختصر یہ کہ ان سے لذت بھی حاصل کرتا ہے لیکن اس سفر اجمیر میں محنت کی شدت سے صحیح العذر پیچھے رہنے والوں سے ہوچکا ہے شائد کچھ لوگ موافقت کریں۔ "ہمیں اللہ کافی ہے اور وُہ بہتر کارساز ہے"۔ ساتھی بھی کم ہیں اور راہ کا خرچ اور خوراک وغیرہ بھی کم ہے۔ "کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں ہے"۔ کیوں نہیں۔

دُوسری یہ بات ہے کہ تمہاری جدائی سے آزردہ ہو کر ایک رات نماز تہجد کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ تم دونوں بھائی اپنے دوستوں میں سے ایک آدمی کے ساتھ بادشاہ کے وکیل کے سامنے گئے ہو کہ بادشاہ کے نوکر ہو جاؤ اور نوکری کی تجویز کو اس وکیل کے سپرد کر دیا گیا ہے جس کو قابل سمجھے اسے نوکر رکھ لے اور جس کو وہ تجویز کرے ایک کاغذ پر اس کا حلیہ لکھ لے اور اس ورق کے کنارہ پر لکھے کہ اس کو نوکر رکھ لیں۔ ان تین آدمیوں میں سے تم دونوں بھائیوں کا حلیہ اس نے لکھا ہے اور نوکری تجویز کی ہے اور اس تیسرے دوست کا حلیہ اس نے نہیں لکھا اور نہ نوکر رکھا ہے۔ میں تم سے پُوچھتا ہوں کہ اس تیسرے آدمی کا حلیہ کیوں نہیں لکھا تو تم نے کہا ہے کہ حلیہ لکھتے وقت اپنے چہرہ کو اس کے چہرہ کے قریب لایا ہے اور اچھی طرح ملاحظہ کیا اور کہا کہ یہ چہرہ سیاہ ہے یا اس کے قریب قریب کچھ الفاظ کہے اور حلیہ نہ لکھا۔

اللہ سُبحانہ وتعالیٰ کی تعریف ہے کہ تم دونوں کی جانب سے دل مطمئن ہوگیا کہ ان کو قبول کرلیا ہے لیکن اس تیسرے دوست کی طرف سے دل آزردہ ہے جو کہ تجویز نہیں ہو سکا۔ شاید بادشاہ کے نوکروں کی نوکری کے لئے اس کو قبول کرلیں۔ عاقبت بخیر ہو۔

Marfat.com

# مکتوب نمبر ۸۳

حضرات مخدوم زادگانِ کبار سلمہا اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا

(اشکستگی برکات کے بیان میں کہ ان میں رہنا اپنے اختیار میں نہیں ہے)

فرزندانِ گرامی جمعیت خاطر سے رہیں۔ آدمی ہر وقت ہماری محنت کو نظر میں رکھتے ہیں اور اس تنگی سے خلاصی چاہتے ہیں وہ نہیں جانتے کہ نامرادی اور بے اختیاری اور ناکامی میں کس بلا کا حسن و جمال ہے اور کونسی نعمت اس کے برابر ہے کہ اس آدمی کو بے اختیار اختیار سے باہر لائیں اور اپنے اختیار سے اس کو زندگانی دیں، اور اس کے اختیاری امور کو بھی اس بے اختیاری کے تابع کر دیں اور اس کو دائرۂ اختیار سے باہر لے آئیں اور جیسے مردہ غسّال کے ہاتھ میں ہوتا ہے اس کو بھی ایسا ہی بنا دیں۔
فقیر کسے دنوں میں کبھی اپنی ناکامی و بے اختیاری کا مطالعہ کرتا تو عجیب طرح کی لذت پاتا اور عجیب ذوق معلوم ہوتا۔ ہاں اربابِ فراغت اربابِ بلا کے ذوق کو کیا پائیں اور ان کی بلا کے جمال کا وہ کیا ادراک کر سکیں بچوں کے لئے لذت صرف مٹھائی میں ہے اور جس نے تلخی سے حصہ پایا وہ شیرینی کو ایک جَو سے بھی نہیں خریدتا۔
مرغ آتش خوارہ کے لذت شناسد دانہ را

والسلام علی من اتبع الہدیٰ

# مکتوب نمبر ۸۴

حافظ عبدالغفور کی طرف صادر فرمایا

(اس طریقہ علیہ کے آداب کے بیان میں)

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اس راہ کے طالب کو چاہیئے کہ اہلِ حق شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کی درست آراء کے مطابق عقائد کی درستی کے بعد اور احکام فقہیہ ضروریہ کے بعد اور اس علم کے مطابق عمل کرنے کے بعد اپنے تمام اوقات کو ذکرِ الٰہی جل شانہٗ میں مصروف رکھے لیکن شرط یہ ہے کہ اس ذکر کو کسی شیخ کامل مکمل سے اخذ کیا ہو کیونکہ ناقص سے کامل نہیں آتا اور اپنے اوقات کو ذکر سے اس طریقہ

---

۱؎ آگ کھانے والا پرندہ دانہ کی لذت کب جانتا ہے۔ ۱۲

Marfat.com

یہ آباد رکھے کہ فرائض وسنن مؤکدہ کی ادائیگی کے بغیر کسی چیز میں مشغول نہ ہو یہاں تک کہ تلاوت قرآن مجید اور نفلی عبادتوں کو بھی موقوف رکھے اور باوضو ذکر کہے اور کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہوئے بھی اسی کام میں مشغول رہے اور آمد و رفت اور خورد و نوش اور سوتے جاگتے کسی وقت بھی ذکر سے خالی نہ رہے ؎

ذکر گو ذکر تا ترا جان است[1] پاکی دل ز ذکر رحمان ست

اس طرح ہمیشہ ذکر میں مشغول رہے کہ مذکور کے سوا ہر چیز اس کے سینہ کے میدان سے اپنا سامان باندھ کر کوچ کر جائے اور اس کے باطن میں ماسوا کا کوئی نام و نشان باقی نہ رہے یہاں تک کہ بطور وسوسہ بھی ماسوا اس کے دل میں گذر نہ کرے اور اگر تکلف سے بھی غیر کو دل میں لانا چاہے تو اس نسیان کی وجہ سے جو اس کے دل کو مذکور کے سوا حاصل ہو چکا ہے میسّر نہ ہو اور یہ نسیان جو دل کو مطلوب کے سوا تمام ماسوا سے حاصل ہوا ہے حصولِ مطلوب کا مقدمہ ہے اور اس کے وصول کی بشارت دینے والا ہے اور حصول مطلوب اور وصول حقیقی مقصود کے متعلق کیا لکھوں کہ وہ ورا الورا ہے ؎

کَیْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰی سُعَادَ وَدُوْنَهَا[2] قُلَلُ الْجِبَالِ وَدُوْنَهُنَّ خُیُوْفُ

اور جب برادر عزیز اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اس سبق کو انجام تک پہنچا لے گا تو دوسرے سبق کی طلب کرے گا اور اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ ہی توفیق دینے والے ہیں۔

# مکتوب نمبر ۸۵

حضرات ذوی البرکات ۔ مخدوم زادگان خواجہ محمد سعید و محمد معصوم سلمہما اللہ کی طرف صادر فرمایا

(اوقات کی حفاظت کے متعلق نصیحت کے بیان میں)

اس علاقہ کے احوال و اوضاع قابلِ تعریف ہیں اور اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ ہی کی مشیّت کے مطابق تمہاری سلامتی اور عافیت کی دعا ہے۔

اگر اجمیر پہنچ گئے اور راہ کی سختیوں کی گھاٹیوں اور شدید گرمی سے نجات میسّر ہو گئی تو تمہیں لکھوں گا اور انشاء اللہ تعالیٰ بلاؤں گا ۔ جمعیت خاطر سے رہیں اور اپنی تمام ہمّت کو اللہ جل شانہٗ کی رضامندی میں مصروف رکھیں ایسا نہ ہو کہ فراغت میں پڑ جائیں اور نفس کو خوش کریں اور اہل و عیال سے پوری محبت کرنے لگیں اور اس ضروری کارخانہ میں

---

[1] جب تک تجھ میں جان ہے ذکر کرتا چلا جا دل کی پاکیزگی خدا تعالیٰ کے ذکر سے ہے۔ ۱۲۰

[2] سعاد تک کس طرح پہنچا ہو سکے اس کے سامنے پہاڑوں کی چوٹیاں حائل ہیں اور ان سے پہلے کتنی بلندیاں اور پستیاں ہیں۔

Marfat.com

فتور پڑھ جائے کہ پھر سوائے محرومی اور ندامت کے اور کچھ ہاتھ نہ آئے گا اس صحبت و اس دولت کو غنیمت جانیں اور اہم امور میں وقت گذاریں، اطلاع دینا شرط ہے نئے معارف جو لکھے گئے ہیں یہ سب یکے بعد دیگرے آپ کے سبق ہیں ان کو سرسری طور پر نہ پڑھیں اور ان کے مطالعہ کی جدوجہد کریں شاید ان کے پوشیدہ رازوں کا دریچہ کھل جائے اور سرمایہ سعادت بن جائے۔

میں نے تمہارے بارے میں ایک بشارت پائی ہے جسے ایک خط میں لکھ کر محمد ہاشم کشمی کے سپرد کیا ہے کہ تمہیں پہنچا دے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تم کو ضائع نہ کرے گا اور قبول فرمائے گا لیکن ترساں و لرزاں رہیں اور لہو و لعب میں نہ گذاریں صحبت کی دوری ایسا نہ ہو کہ کوئی تاثیر پیدا کرے اور خداوند تعالیٰ سے ملتجی اور متضرع رہیں اور بقدر ضرورت اہل حقوق سے اختلاط رکھیں اور ان کی خاطرداری کریں اور عورتوں کی جماعت سے وعظ و نصیحت سے زندگی گذاریں اور ان کے حق میں امر معروف اور نہی منکر سے دریغ نہ کریں اور اپنے تمام گھر والوں کو نماز اور درستی اور شرعی احکام کی تعمیل کی ترغیب دیں کہ تم اپنی رعیت کے متعلق پوچھے جاؤ گے۔ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے تم کو علم دیا ہے اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق بھی عطا فرمائے اور اس پر استقامت دے آمین۔

# مکتوب نمبر ۸۶

درویش حبیب خادم کی طرف صادر فرمایا:

(کرامات کے کم یا زیادہ ظاہر ہونے کے اسرار کے بیان میں)

ضرورت سے زیادہ مباح چیزوں کا ارتکاب کرامات کے کم ظاہر ہونے کا سبب ہے خصوصاً جبکہ زائد چیزوں کی کثرت مباشرت مشتبہ حد تک پہنچ جائے اور پھر اس جگہ سے خدا کی پناہ کہ حرام کے اردگرد پھرنے لگے کرامات کہاں اور خوارق کونسے؟ جتنا بھی مباح چیزوں کا دائرہ تنگ کر دیا جائے گا اور ضرورت کے اندازہ پر اکتفا کیا جائے گا۔ اتنی ہی کشف و کرامات کی گنجائش زیادہ ہوگی اور ظہور خوارق کی راہ اتنی ہی کشادہ تر ہوگی۔

ظہور خوارق نبوت کی شرط ہے نہ کہ شرط ولایت کیونکہ نبوت کا اظہار واجب ہے نہ کہ اظہار ولایت بلکہ اس مرتبہ میں چھپنا اور پوشیدہ رکھنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس جگہ خلق کو دعوت دینا ہے اور اس جگہ اللہ جل شانہ کا قرب ہے اور معلوم ہے کہ دعوت کے لئے اظہار لازم ہے اور قرب کے لئے پوشیدگی مناسب ہے کسی ولی سے خوارق کے ظہور کی کثرت اس کی دوسروں پر افضلیت پر دلالت نہیں کرتی کہ جن سے اس قدر خوارق

Marfat.com

ظاہر نہیں ہوتے بلکہ ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسا ولی ہو جس سے کوئی بھی کرامت ظاہر نہ ہوتی ہو اور وہ ان اولیاء سے افضل ہو جن سے کرامات کا ظہور بکثرت ہوتا ہے۔

چنانچہ شیخ الشیوخ نے اس معنی کی تحقیق کتاب عوارف المعارف میں فرمائی ہے جب کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ و السلام میں ظہور کثرت وقلت خوارق جو کہ نبوت میں شرط ہے فاضلیت و مفضولیت کا سبب نہیں ہے اور ولایت جس میں شرط نہیں ہے تفاضل کا سبب کیسے ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے ریاضات و مجاہدات اور اپنے نفس پر مباح چیزوں کے ارتکاب کا دائرہ تنگ کرنے کا اصلی مقصد ظہور خوارق ہے جو کہ ان پر واجب ہے اور ان کی نبوت کی شرط ہے نہ کہ قرب الٰہی جل شانہٗ کے درجات تک وصول کیونکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام مجتبا ہیں کہ جن کو جذب محبت کی کنڈی سے کھینچ کھینچ کر لے جاتے ہیں اور بے مشقت ان کو قرب الٰہی کے درجات تک پہنچا دیتے ہیں وہاں صرف انابت و ارادت ہے۔ کیونکہ ریاضات و مجاہدات قرب الٰہی جل شانہٗ کے درجات تک پہنچنے کے لئے درکار ہے جو کہ مریدوں کی راہ ہے اور مُرادوں کی راہ اجتباء مرید مشقت سے اور اپنے پاؤں کی محنت سے خود چلتے ہیں اور مُرادوں کو ناز و نعمت سے لے جاتے ہیں اور بغیر محنت کے ان کو قرب کے درجات تک پہنچا دیتے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ ریاضات و مجاہدات انابت و ارادت کی راہ کی شرط ہے اور اجتباء کی راہ میں مجاہدات شرط نہیں ہیں اس کے باوجود نفع بخش ضرور ہیں۔ مثلاً وہ شخص جس کو کھینچ کر لے جا رہے ہیں وہ اس کشش کے ساتھ اپنے لے جانے میں خود بھی محنت اور کوشش کرے تو اپنے مطلب پر جلدی پہنچ جائے گا اور اس آدمی سے بہت آگے نکل جائے گا جو اپنی کوشش نہیں کرتا اگرچہ ہو سکتا ہے کہ کبھی تنہا کشش بھی جبکہ بہت زیادہ طاقتور ہو بہت سا کام کرتی ہے اور اس کشش مرکب سے زیادہ فائدہ دیتی ہے پس راہ اجتباء میں کوشش و تردد و مشقت کمال وصول کی شرط نہیں ہوتی جیسا کہ نفس وصول کی شرط نہیں ہے ہاں نفع کا احتمال ضرور رکھتی ہے اگرچہ بعض مقامات میں ہو۔

اور ریاضات و مجاہدات جو کہ ضروریات مباحہ پر اقتصار کرنے کا نام ہے کے فوائد و منافع ارباب اجتباء کے لئے بھی اس فائدہ کے بغیر کہ جس کا ذکر ہوا بہت ہیں۔ مثلاً جہاد اکبر کا دوام اور کمینی دُنیا کی آلودگیوں سے نظافت و طہارت کیونکہ جس قدر بھی حوائج ضروری ہیں وہ دُنیا میں داخل نہیں ہیں اور جو زائد ہیں وہ دنیا سے ہے اور رہا ثانات اور ضرورت پر اقتصار کرنے میں دُوسرا فائدہ آخرت کے محاسبہ و مواخذہ کی کمی ہے اور پھر اُخروی درجات کی بلندی کا سبب بھی ہے کیونکہ جس قدر بھی دنیا میں محنت ہے اس سے کئی گنا زیادہ آخرت میں راحت ہے۔

پس دُوسرے وجوہات بھی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ریاضات و مجاہدات کے لئے سوائے

Marfat.com

مذکورہ بالا وجہ کے پیدا ہو گئے۔ پس واضح ہوا کہ ریاضات اور جائز ضروریات پر اکتفا کرنا اگرچہ راہ اجتباء میں وصول کی شرط نہیں ہے لیکن بذاتِ خود وہ محمود و مستحسن ہے بلکہ مذکورہ فوائد کی بنا پر ضروری اور لازم ہے۔ اے ہمارے رب ہمیں اپنی جناب سے رحمت عنایت فرما اور ہمارے کام میں بھلائی پیدا کر۔ والسلام علےٰ من اتبع الہدیٰ۔

# مکتوب نمبر ۸۷

مولینا صالح کولابی کی طرف صادر فرمایا

حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرادی و مریدی کے اسرار کے بیان میں۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ میں اللہ تعالیٰ کا مرید بھی ہوں اور اللہ تعالیٰ کا مراد بھی، میری ارادت کا سلسلہ بلاواسطہ اللہ تعالیٰ سے متصل ہے اور میرا ہاتھ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کے قائم مقام ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میری ارادت بہت سے واسطوں سے ہے طریقہ نقشبندیہ میں درمیان میں اکیس[21] واسطے ہیں اور طریقہ قادریہ میں پچیس[25] اور طریقہ چشتیہ میں ستائیس[27]، اور میری اللہ تعالیٰ سے جو ارادت ہے وہ واسطے کو قبول نہیں کرتی جیسا کہ پہلے گذر چکا۔ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مُرید بھی ہوں اور ان کا متبع، بہم پیر بھی اس دولت کے دستر خوان پر اگرچہ میں طفیل ہوں لیکن بن بلائے نہیں آیا ہوں اور اگرچہ میں تابع ہوں لیکن اصل سے بے نصیب نہیں ہوں اور اگرچہ میں امتی ہوں لیکن دولت میں شریک ہوں لیکن وہ شرکت نہیں جس سے ہمسری کا دعویٰ پیدا ہو کہ وہ کفر ہے بلکہ یہ شرکت خادم کی اپنے مخدوم کے ساتھ شرکت ہے مجھے جب تک بُلایا نہیں گیا میں اس دستر خوان پر حاضر نہیں ہوا ہوں اور جب تک انہوں نے خود نہیں چاہا میں نے اس دولت کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا ہے۔ اگرچہ میں اُویسی ہوں لیکن میں اپنا حاضر و ناظر مربی رکھتا ہوں اگرچہ طریقہ نقشبندیہ میں میرا پیر عبد الباقی ہے لیکن میری تربیت کا کفیل خود اللہ الباقی ہے میری تربیت اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوئی ہے اور میں اجتباء کی راہ چلا ہوں میرا سلسلہ سلسلہ رحمانی ہے کہ میں عبد الرحمان ہوں کیونکہ میرا رب رحمان ہے اور میرا مربی ارحم الراحمین، اور میرا طریقہ طریقہ سُبحانی ہے کہ میں تنزیہہ کی راہ پر چلا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی اسم اور صفت کو نہیں چاہا ہے یہ میرا سُبحانی کہنا وہ سُبحانی نہیں ہے جس کا بُسطامی قائل ہوا ہے کہ اس کو اس سے کوئی ربط نہیں ہے کہ وہ انفس کی چوٹی سے باہر نہیں آیا ہے اور یہ انفس و آفاق سے ماوراء ہے اور وہ تشبیہ ہے جس نے تنزیہہ کا لباس پہنا ہے اور یہ تنزیہہ ہے کہ جس کو تشبیہ کی بو بھی نہیں

Marfat.com

پہنچی ہے اور اُس نے شکر کے چشمہ سے جوش مارا ہے اور یہ عین صحو سے برآمد ہوا ہے۔ ارحم الراحمین نے میرے حق میں تربیت کے اسباب کو موقوف علیہ نہیں رکھا ہے اور میری تربیت میں اپنے فضل کے سوا کسی کو علت فاعل نہیں بنایا اور اپنے کمال کرم سے اور اس غیرت کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ میرے حق میں رکھتا ہے جائز نہیں رکھا ہے کہ میری تربیت میں کسی دوسرے کے فعل کا کوئی دخل ہو یا میں اس معنی میں دوسروں کی طرف متوجہ ہوں، میں اللہ تعالیٰ کا پروردہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم نامتناہی کا مجتبیٰ ہوں ؎

با کریماں کارہا دشوار نیست[1]

الحمد للہ ذی الجلال والاکرام والمنۃ والصلوٰۃ علیٰ رسولہ والتحیۃ اوّلاً وآخراً

# مکتوب نمبر ۸۸

حضرت مخدوم زادہ عالی مرتبہ خواجہ محمد سعید سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا

(خلتِ خلیل اور تعین وجودی کے اثبات کے اسرار کے بیان میں)

اللہ تبارک و تعالیٰ جس بندہ کو اپنی خُلّت کی دولت سے جو کہ بالاصل حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے مخصوص ہے مشرف فرماتا ہے اور ولایت ابراہیمی سے سرفراز کرتا ہے تو اس کو اپنا انیس و ندیم بنا لیتا ہے اور اُنس اور اُلفت کی نسبت جو کہ خُلّت کے لوازم سے ہے درمیان میں لاتا ہے تو خلیل کے اوصاف اور اس کے اخلاق کی کراہت اور قباحت نظر سے مرتفع ہو جاتی ہے کیونکہ قباحت اگر نظر میں ہو تو وہ نفرت اور بے اُلفتی کا سبب بن جاتی ہے جو کہ خُلّت کے مقام کے منافی ہے کہ وہ سراسر اُلفت ہے۔

سوال:۔ خلیل کے اوصاف کے قبح کا نظر سے مرتفع ہونا مجاز میں تو ظاہر ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس مقام میں خُلّت کی نسبت غالب آئے اور خلیل کے اوصاف کی قباحت کو پوشیدہ کر دے لیکن مرتبہ حقیقت میں کہ اس جگہ کسی شے کا علم اپنی اصل صورت میں ہے تو قبیح کو غیر قبیح جاننا اور خُلّت کی نسبت سے مغلوب ہونا جائز نہیں ہے۔

جواب:۔ ہر قبیح میں حُسن کے وجوہات میں سے کوئی نہ کوئی وجہ ثابت ہے پس ہو سکتا ہے کہ قبیح کو اس وجہ حسن کی وجہ سے حسن جانے اور اس کے حسن ہونے کا حکم فرمائے۔ جاننا چاہیئے کہ اگرچہ اس قبیح میں حُسنِ مطلق پیدا نہیں ہوا ہے لیکن جب اس کے حُسن کی وجہ اللہ تعالیٰ کو منظور و ملحوظ ہوتی ہے تو لازماً وہ بحکم اَلَا اِنَّ حِزْبَ

---

[1] کریموں کے لئے کوئی کام مشکل نہیں ہوتے۔

Marfat.com

اللّٰہِ ھُمُ الْغَالِبُوْنَ (خبردار! اللہ تعالیٰ کا لشکر وہی غالب آنے والا ہے) دوسرے وجوہ قبیح پر وہ غالب آجاتی ہے اور تمام کو اپنے رنگ میں رنگین کر دیتی ہے اور پسندیدہ بنا دیتی ہے۔ اُولٰئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّئَاتِہِمْ حَسَنَاتٍ (یہ وہ لوگ ہیں جن کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے تبدیل کر دیتا ہے)

جان لے اللہ تعالیٰ تجھے سیدھے رستے کی طرف راہنمائی کرے کہ محبت اور خُلّت میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے خُلّت عام ہے اور محبت اس کا ایک کامل فرد ہے کیونکہ انس والفت کا حد سے گذرنا محبت ہے جو کہ گرفتاری کا باعث ہوتی ہے اور بے قراری اور بے آرامی لاتی ہے۔ خُلّت سراسر اُنس و اُلفت و آرام ہے اور محبت وہ ہے جس نے گرفتاری کا عالم پیدا کیا ہے اور خُلّت کے دوسرے افراد میں سے الگ ہوئی ہے گویا کہ دوسری جنس بن گئی اور وہ ہنر جو محبت نے اس امتیاز میں خُلّت کے دوسرے افراد کے علاوہ پیدا کیا ہے وہ درد اور غم ہے اور نفس خُلّت سب عیش اور سرور ہی سرور اور خوشی ہی خوشی اور انس در انس ہے۔

یہی وجہ ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو دُنیا میں بھی جو کہ محنت کا گھر ہے عمل کا اجر عطا فرمایا ہے اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں فرمایا۔ وَاٰتَیْنَاہُ اَجْرَہٗ فِی الدُّنْیَا وَاِنَّہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ لَمِنَ الصَّالِحِیْنَ (اور ہم نے اس کو دنیا میں بھی اس کا اجر دیا اور یقیناً وہ آخرت میں نیک لوگوں سے ہے) پس جبکہ محبت درد و حزن کا منشا ٹھہری تو جس فرد میں بھی محبت غالب ہوگی اس میں درد و حزن زیادہ ہوگا یہی وجہ ہے کہ کہا ہے کہ "رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دائم الفکر اور ہمیشہ حزن میں رہتے" اور حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

مَا اُوْذِیَ نَبِیٌّ مِثْلَ مَا اُوْذِیْتُ جتنی مجھے تکلیف دی گئی ہے اتنی کسی نبی کو تکلیف نہیں دی گئی۔

کیونکہ افراد انسانی میں سے کامل فرد محبت کے حصول میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے اور اگرچہ آپ محبوب تھے (صلے اللہ علیہ وسلم) لیکن جب محبت کی نسبت درمیان میں آگئی تو محبوب بھی مُحِب کی طرح شدائد گرفتار ہُوا۔ حدیث قدسی ہے اَلَاطَالَ شَوْقُ الْاَبْرَارِ اِلٰی لِقَائِیْ وَاَنَا اِلَیْھِمْ لَاَشَدُّ شَوْقًا (کہ میری ملاقات کے لئے نیک لوگوں کا شوق بڑا لمبا ہو گیا اور میں اُن کی طرف زیادہ شوق رکھتا ہوں) اس جگہ ایک مشہور۔

سوال :- ہے کہ شوق تو مفقود میں ہوتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز مفقود نہیں ہے تو شوق کیا ہے اور اشد شوق کیا ہوتا ہے ؟

جواب :- میں کہتا ہوں کہ کمال محبت کی آرزو ہوتی ہے کہ دوئی ختم ہو جائے اور محب اور محبوب کا

Marfat.com

اتحاد ہو جائے اور جب یہ بات مفقود ہے تو شوق موجود ہے اور چونکہ بالاصل اتحاد کی تمنا محبوب میں ثابت ہے کیونکہ محبت شائد صرف وصل محبوب پر ہی قناعت کرے تو لازماً زیادہ شوق محبوب کی جانب ہی ہوگا اور ہمیشہ غمگین رہنا حبیب کی صفت ہوگی۔

**سوال:۔** اگر کہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ تمام امور پر قادر ہے وہ جو چاہے اس کو میسر ہے پس اللہ تعالیٰ کے حق میں کوئی چیز مفقود نہ ہوگی تاکہ شوق متحقق ہو۔ **جواب:** کسی چیز کی تمنا اور چیز ہے اور اس چیز کا ارادہ کرنا اور چیز ہے اللہ تعالیٰ کی مراد اس کے ارادہ سے پیچھے نہیں رہتی اور یہ ہو سکتا ہے کہ تمنا ہو اور اس کے حصول کا ارادہ نہ ہو اور اس کے وجود کو نہ چاہے ؎ درعشق چنیں بوالعجبیہا باشد

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ عشق میں صرف مطلوب کا درد ہوتا ہے اور وصل ملحوظ نہیں ہوتا بلکہ وصل کو نہیں چاہتا اور محبوب کے اتصال سے گریز کرتا ہے اور یہ عشق کی دیوانگیوں میں سے ہے بلکہ عشق کے ہنروں میں سے ہے "جس نے نہ چکھا نہ جانا"۔

اب ہم اصل بات پر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خلت بہت بلند مقام ہے اور کثیر البرکۃ ہے۔ عالم مجاز میں جس کسی کو بھی کسی سے کوئی اُنس والفت دسکون وآرام ہے وہ سب خلت کے مقام کا ظلال ہیں۔ مثلاً وہ محبت جو باپ کو بیٹے سے ہے اور بھائی کو بھائی سے اور عورت کو شوہر سے یہ سب اسی خلت کی جنس سے ہے اور اسی طرح ہر حظ اور لذت اور آرام جو کہ صور حسنہ اور مظاہر جمیلہ سے ثابت ہے وہ مقام خلت سے ہے۔ محبت دوسری چیز ہے جو کہ ایک اور عالم رکھتی ہے اور اگر خلت وانس والفت درمیان میں نہ ہو تو کوئی مرکب وجود میں نہ آتے اور اس کا کوئی جزو دوسرے جزو کے ساتھ خاص طور پر جبکہ ان میں تضاد کی نسبت ہو پیوستہ نہ ہوتا بلکہ کوئی وجود بھی کسی ماہیت کے ساتھ نہ ملتا بلکہ کوئی عالم بھی اللہ تعالیٰ کی ایجاد کے تحت داخل نہ ہوتا۔ کیونکہ یہ محبت ہی ہے جس نے ایجاد کے سلسلہ کو حرکت دی ہے اور وجود اشیاء کی باعث ہوئی ہے فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ (پس میں نے پسند کیا کہ میں پہچانا جاؤں سو میں نے مخلوق کو پیدا کیا) حدیث قدسی ہے اور حب خلت کا فرد کامل ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا۔ پس اگر خلت نہ ہوتی تو کوئی چیز بھی موجود نہ ہوتی اور کوئی چیز بھی کسی کے ساتھ جمع نہ ہوتی اور الفت نہ پکڑتی۔ عالم کا وجود اور اس کا نظام دونوں خلت سے وابستہ ہیں اگر خلت نہ ہوتی تو وجود کی طرح نظام بھی مفقود ہوتا پس خلت ایجاد کا اصل ہوئی۔ موجد کی جانب بھی اور موجود کی جانب بھی کیونکہ وہ خلت ہی ہے جس نے ممکن کو وجود قبول کرنے کے لئے مانوس کیا ہے اور ایجاد کی قید میں لایا ہے بلکہ عدم میں بھی اپنے خلوت خانہ میں خلت کی دولت ہی سے آرام پایا ہے اور اپنی نیستی کے ساتھ موافقت کی ہے بلکہ اپنے نقیض (وجود) سے بھی الفت وانس

Marfat.com

کرکے اس کے کمالات کا آئینہ ہوا ہے اور ممکنات کے وجود کا ذریعہ بنا ہے۔ پس خلت تمام اشیاء سے زیادہ مبارک ہوئی اور اس کی برکات موجود اور معدوم کو شامل ہیں۔ جب تو نے خلت کے باریک نکات معلوم کر لئے اور اس کے عموم برکات کو معلوم کر لیا اور یہ بھی جان لیا کہ مقام خلت اصل میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے اور اس کی ولایت ولایت ابراہیمی ہے۔

پس جان لو کہ اب اس فقیر پر ان معارف کی برکات کے وسیلہ سے ظاہر ہوا ہے کہ تعین اول اللہ تعالیٰ کی ذات کا حضرت وجود سے تعین ہے اور وہ تعین اوّل وجودی حضرت خلیل علی نبینا وعلیہ وعلی جمیع الانبیاء الصلوٰۃ والسلام کا رب ہے لہٰذا وہی سب کے امام ہوئے اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا (میں تجھے سب لوگوں کے لئے امام بنانے والا ہوں) اور سید البشر ان کی ملت کی متابعت کے مامور ہوئے۔ اِتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا (آپ ملت ابراہیم حنیف کی پیروی کریں) اور ان کے بعد جو پیغمبر بھی مبعوث ہوا ہے ابراہیم علیہ السلام کی متابعت کا حکم دیا گیا۔ اور تمام تعینات اس تعین وجودی کے ضمن میں مندرج ہیں اگر تعین علمی جملی ہے تو وہ بھی اس کے ضمن میں ہے اور اگر تفصیلی ہے تو وہ بھی اس میں مندرج ہے۔

اس وجہ سے یہ ہو سکتا ہے کہ ہمارے پیغمبر علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کو "باپ" کے لفظ سے یاد کرتے تھے اور باقی انبیاء علیہم السلام کو "بھائی" کے لفظ سے اور اگر تمام انبیاء کو "بیٹے" کے لفظ سے یاد کرتے تو گنجائش رکھتا تھا کیونکہ ان بزرگواروں کے تعینات اس کے تعین کے ضمن میں کہ جس کو تعین علمی جملی کہا ہے مندرج ہیں علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات۔ اور وہ جو نماز ماثورہ میں آیا ہے کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ (جیسا کہ تو نے ابراہیم پر رحمت کی) ہو سکتا ہے کہ یہ اس لئے ہو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات تک وصول بغیر وسیلہ تعین اوّل وجودی اور بغیر وسیلہ ولایت ابراہیمی کے تمام کمالات کے میسر نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات مقدسہ کے لئے سب سے پہلا خیمہ وہی ہے جس نے غیب الغیب کی آئینہ داری کی ہے اور باطن سے باطن کو بھی ظہور میں لایا ہے پس کسی کو بھی اس کے واسطہ سے چارہ نہیں ہے۔ خاتم الانبیاء کو ان کی متابعت کا حکم فرمایا ہے تاکہ آپ کی متابعت سے ولایت ابراہیمی تک پہنچیں اور اس جگہ سے اللہ تعالیٰ کی ذات تک ناز سے خراماں خراماں چلے جائیں علیہ وعلی جمیع الانبیاء الصلوات والتحیات۔

**سوال:** اس بیان سے لازم آیا کہ حضرت ابراہیم حضرت خاتم الرسل سے افضل ہوں علی جمیع الانبیاء الصلوٰۃ والسلام حالانکہ حضرت خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت پر اجماع ہے اور یہ بھی لازم آیا

Marfat.com

کہ تجلی ذات بالاصل حضرت خلیل صلے اللہ علیہ وسلم کا حصہ ہو اور دوسروں کے لئے بالتبعیت ہو حالانکہ اکابر صوفیاء کا مقررہ مقولہ ہے کہ تجلی ذات اصل میں حضرت خاتم الرسل صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے اور دوسروں کے لئے آپ کی تبعیت میں ہے۔

جواب۔ ذات تک وصول بھی تجلی ذات کی طرح دو قسم پر ہے ایک باعتبار نظر ہے اور دوسرا باعتبار قدم یعنی یا نظر واصل ہے یا ناظر بنفس خود واصل ہے اور جو قسم وصول نظری ہے وہ اصل میں حضرت خلیل علیہ الصلوات والسلام کا حصہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے اقرب تعینات تعین اول ہے جو کہ حضرت ابراہیم کا رب ہے

جیسا کہ اوپر گذر چکا اور جب تک اس تعین تک نہ پہنچے اس سے آگے نظر نفوذ نہیں کرتی اور وہ قسم جو باعتبار قدم ہے وہ اصل میں حضرت حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات سے مخصوص ہے جو کہ رب العلمین کے محبوب ہیں۔ محبوبوں کو اس مقام تک لے جاتے ہیں کہ خلیل اس جگہ سے عاجز ہیں مگر یہ کہ ان کی تبعیت میں جائیں۔ کوئی خلیل ہی چاہیئے کہ اس کی نظر رئیس محبوبان کے وصول کے مقام تک پہنچ سکے صلے اللہ علیہ وسلم اور راہ میں کوتاہی نہ کرے۔

مختصر یہ کہ تجلی ذات ایک وجہ سے تو بالاصل حضرت خلیل سے مخصوص ہے اور دوسرے ان کے تابع ہیں علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور دوسری وجہ سے وہ تجلی اصل میں حضرت خاتم الرسل صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے اور دوسرے ان کے تابع ہیں اور چونکہ دوسری وجہ زیادہ طاقتور اور مراتب قرب میں زیادہ دخل پانے والی ہے تو لازماً تجلی ذات کو حضرت خاتم الرسل سے زیادہ مناسبت حاصل ہوئی اور ان کے ساتھ خصوصیت پیدا کی اور آپ حضرت خلیل اور باقی دوسرے تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل ٹھہرے پس انبیاء میں سے کلی تفضیلت ان دو بزرگواروں کو ملی اگرچہ ان میں سے ہر ایک دوسرے سے افضل ہے علیہما وعلیہم الصلوات والتسلیمات اور موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام چونکہ محبین کے رئیس ہیں جب کہ ہمارے پیغمبر محبوبین کے رئیس ہیں علیہ وعلی اتباعہ الصلوٰۃ والسلام تو لازماً حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بحکم اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے اس کی محبت ہو) اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ایک طرح کی معیت ہے جو دوسروں کو نہیں ہے۔

اور یہ بھی ہے کہ اس بارگاہ میں ان کو ایسا مرتبہ ملا ہے جو کہ ان کی محبت کی وجہ سے ہے اور دوسرے کو اس جگہ کوئی دخل نہیں ہے لیکن یہ فضیلت جزوی ہے جس کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ کلی کے برابر ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ایک بہت بڑی جماعت اس مقام میں ان کے تابع ہے اور

Marfat.com

اس کے باوجود کلی فضیلت وہی ہے جو حضرت خلیل و حبیب کے حصہ میں آئی ہے علیہما الصلوٰۃ والسلام۔ اور اگرچہ ہر ایک ایک طرح سے دوسرے کا تابع ہے۔ وصول نظری میں حضرت خلیل اصل ہیں اور حضرت حبیب ان کے تابع ہیں علیہما الصلوات والتحیات والبرکات اور وصول قدمی میں حضرت حبیب اصل ہیں اور حضرت خلیل ان کے تابع ہیں علیہما الصلوٰۃ والسلام اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مخصوص فضائل و کمالات کو جتنے کہ وہ اس فقیر پر ظاہر ہوئے ہیں دل میں ہے کہ ایک علیحدہ کاغذ میں تحریر کروں ان شاء اللہ تعالیٰ

جاننا چاہیئے کہ وہ انبیاء جو کسی نبی کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کی ذات تک پہنچتے ہیں تو وہ نبی اللہ تعالیٰ کی ذات اور ان انبیاء کے درمیان حائل نہیں ہے اور ان انبیاء کو بالاصل اللہ تعالیٰ کی ذات سے حصہ ملتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ ان کا اپنے درجہ تک پہنچنا اس نبی کی تبعیت سے وابستہ ہے برخلاف کسی نبی کی امت کے جو کہ نبی کے وسیلہ سے پہنچے تو وہ پیغمبر درمیان میں حائل ہے مگر اس صورت میں کہ افراد امت میں سے کسی فرد کو بالاصل اللہ تعالیٰ کی ذات سے حصہ ملے تو اس وقت وہ نبی درمیان میں حائل نہیں ہوتا اور اس کی تابعداری موجود ہوتی ہے علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ایسے بندے تھوڑے ہیں بلکہ بہت ہی تھوڑے ہیں۔

سوال:۔ اس صورت میں اس امتی فرد اور دوسرے انبیاء میں کیا فرق ہوگا کہ دونوں میں حیلولت مفقود ہے اور تبعیت موجود۔

جواب:۔ فرد امت میں تبعیت بطور تشریع ہے کہ جب تک نبی کی متابعت نہ کرے گا نہ پہنچے گا اور انبیاء میں تبعیت اس اعتبار سے ہے کہ نبی متبوع کا وصول پہلے ہے اور بالذات ہے اور دوسروں کا وصول ثانوی حیثیت میں ہے اور بالعرض ہے۔ کیونکہ دعوت کا مطلوب تو محبوب ہے اور دوسروں کو اس کی طفیل سے بلاتے ہیں اور اس کی تبعیت میں طلب کرتے ہیں لیکن وہ سب ایک ہی دستر خوان پر بیٹھتے ہیں اور ایک ہی مجلس میں اپنے درجات کے مطابق لذتوں اور نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور امتوں کی کیفیت یہ ہے کہ وہ ان انبیاء کے حاشیہ بردار ہیں اور ان کا پس خوردہ (بچا کھچا) کھانے والے ہیں شاذ ان کے افراد میں سے کوئی فرد اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مخصوص ہو جائے اور ان کی مجلس میں ہم نشین ہو جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے

با کریماں[1] کارہا دشوار نیست

---

[1] شرفاء کے لئے کوئی کام مشکل نہیں

Marfat.com

اس کے باوجود امت امت ہے اور پیغمبر پیغمبر۔ امت خواہ کتنی ہی سر بلند ہو جائے اور خواہ کتنی ہی بلندی پیدا کرلے بہت بڑی دولت ہے اگر اس کا سر پیغمبر کے پاؤں تک پہنچ جائے۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے۔

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ

اور یقیناً ہمارا کلمہ پہلے اپنے پیغمبر بندوں کے لئے گذر چکا ہے کہ وہی مدد دیئے جائیں گے اور یقیناً ہمارا لشکر وہی غالب آنے والا ہے۔

**سوال:**۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملت کی متابعت کہ ہمارے پیغمبر اس کے مامور ہوتے ہیں کیا وجہ ہے؟ اور باوجود آپ کی شریعت مستقل ہونے کے ان کی تبعیت کا حکم کیا ہے علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

**جواب:**۔ شریعت کا مستقل ہونا تبعیت سے جنگ نہیں رکھتا۔ جائز ہے کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے شریعت کو بالاصل اخذ کیا ہو لیکن کسی امر کے حصول کے ذریعہ حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے مامور ہوئے ہوں کیونکہ وہ امر متبوع کے خصائص میں سے ہے جس کی متابعت کا حکم دیا گیا ہے اور اس امر کا حصول اس متابعت کے حصول سے وابستہ ہے مثلاً ایک شخص فرائض میں سے کسی فرض کو ادا کرتا ہے اور اس کے ساتھ متابعت کی نیت بھی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس فرض کو ہمارے نبی نے ادا کیا ہے ہم بھی ادا کرتے ہیں تو اس تقدیر پر امید ہے کہ اس کو ادائے فرض کے ثواب کے علاوہ متابعت کا ثواب علیحدہ ملے اور چونکہ اس نے نبی سے مناسبت پیدا کی ہے۔ لہٰذا اس کی برکات سے استفادہ بھی کریگا۔

اور اس بات کی تفتیش کہ متابعت ملت سے مراد تمام ملت کی متابعت ہے یا بعض کی اگر تمام کی ہے تو باوجود بعض احکام کے منسوخ ہو جانے کے کل کی متابعت کسی طرح ہو سکے گی اور اگر بعض مراد ہے تو بھی بے خدشے نہیں ہے۔ اس کا حل علمائے تفسیر نے کیا ہے اس جگہ رجوع کرنا چاہیئے کہ یہ باب علماء ظواہر کا ہے علوم صوفیہ سے یہ بہت کم مناسبت رکھتا ہے۔

سبحان اللہ ایسے معارف مجھ سے ظاہر ہوتے ہیں کہ اُن کی غرابت سے نزدیک ہے کہ ابنائے جنس بھی مجھ سے نفرت کریں اور محرم بھی برخلاف اٹھ کھڑے ہوں اور مجرم ہو جائیں۔ میرا ان معارف کے حصول میں کیا اختیار ہے اور ان کے اظہار میں کیا کاروبار ہے۔ اُنہوں نے خود ہی بتایا ہے کہ تعین اول تعین وجودی ہے، اور وہ حضرت خلیل کا رب ہے اور ان کے تعین کا مبدأ ہے علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اس ہزار سال میں کیا کسی نے جانا ہے یا سنا ہے کہ تعین اول تعین وجودی ہوتا ہے اور وہ حضرت خلیل الرحمٰن کا رب ہے علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام۔ متقدمین میں یہ عبارت متعارف نہ تھی اور نہ تعین و تنزل کی گنجائش تھی پچھلے لوگوں میں اس قسم کی باتیں متعارف ہوئیں تو تعین اول تعین علمی جملی قرار پایا اور وہ حضرت خاتم الرسل کا رب قرار

Marfat.com

پایا۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔
آج اگر کسی سے اس کے خلاف ظاہر ہو تو خیال کرنا چاہیئے کہ اس کے سر پر کیا گذرے گی اور وہ کس طرح سطعون و ملام ہو گا۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ خلیل کو حبیب پر فضیلت دیتا ہے اور حبیب کو خلیل کا جزو بناتا ہے علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ کیونکہ تمام تعینات کو تعین اوّل میں مندرج جانتا ہے اگرچہ اوپر اس وہم کا ازالہ کیا ہے اور جواب شافی دیا ہے لیکن معلوم نہیں کہ اس پر اکتفا کریں اور اس شفا سے متشفی ہوں کیا کیا جائے کہ جہالت اور عناد اور تعصب کا کوئی علاج نہیں ہے مگر یہ کہ مقلب القلوب اپنی قدرت کاملہ سے ان کے دلوں کو پھیر دے اور حق سننے اور اس کو قبول کرنے کے قابل بنا دے۔
حضرت خلیل کی بزرگی اور ان کی بلندی مرتبہ کو حکم اتبع (پیروی کر) سے جو کہ اپنے حبیب کو دیا ہے دریافت کرنا چاہیئے علیہم الصلوٰۃ والسلام کہ تبعیع کو تابع سے کیا نسبت ہے لیکن وہ محبوبیت جو خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے حصہ میں آئی ہے وہ قرب کے تمام مراتب و فضائل پر غالب ہے اور سب سے آگے ہے قرب کے ہزار مراتب بھی محبوبیت کی ایک نسبت سے برابر نہیں ہو سکتے۔ محب اپنے محبوب کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتا ہے دوسروں کی کیا طاقت ہے کہ اس کے ساتھ مشارکت طلب کریں۔
سوال:۔ تم نے اپنے مکاتیب میں لکھا ہے کہ حضرت خلیل کا رب بھی شان العلم ہے جیسا کہ وہ حضرت حبیب کا رب ہے علیہما الصلوات والتسلیمات۔ بس اس قدر فرق ہے کہ اس جگہ تفصیل ہے اور اس جگہ اجمال۔
جواب:۔ یہ معرفت ولایت خلت کی حقیقت کے وصول سے پہلے کی ہے اور جب اس ولایت کی حقیقت سے متصف ہوا تو معاملہ جیسا کہ تھا ظاہر ہو گیا گویا کہ وہ معرفت اس حقیقت کے ظل سے متعلق تھی اور اللہ تعالیٰ ہی درستی کا الہام کرنے والا ہے۔
ان معارف سے واضح ہوا کہ وجود عین ذات نہیں ہے بلکہ وہ خدا تعالیٰ کے تعینات میں سے سب سے پہلا تعین ہے اور جس نے وجود کو عین ذات کہا ہے تو اس نے تعین کو لاتعین سمجھا ہے اور غیر ذات کو ذات جانا ہے اور غیریت میں مناقشہ فائدہ نہیں رکھتا کیونکہ وہ تنگی عبارت سے ہے۔
سوال:۔ یہ تعین اوّل وجودی جس کو تم نے پایا ہے اس تعین علمی جملی سے کہ جس کو دوسروں نے پایا ہے کیا نسبت ہے اور ان دو تعین کے درمیان کوئی اور تعین بھی ہے یا نہیں؟
جواب:۔ تعین وجودی، تعین علمی سے بلند ہے اور تعین علمی سے اوپر کہ جس کو مرتبہ ذات و لاتعین کہتے ہیں یہی تعین وجودی ہے جس کو عین حضرت ذات پایا ہے اور وجود کو عین ذات سمجھا ہے اور ان دو تعین کے درمیان شان الحیوٰۃ ہے جو تمام شیونات سے پہلے ہے اور اس کے بعد شان العلم ہے اجمالاً و

Marfat.com

تفصیلاً اور اس کے تابع ہے لیکن اس درمیانے تعین کا مظہر نظر میں نہیں آتا اور اللہ تعالیٰ کی ذات سے سب سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے اور استغنائے ذاتی اس میں بہت جلوہ گر ہے اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ اس کے فیوض و برکات خصوصاً نورانیوں پر انڈیلے جاتے ہیں اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہی حقیقتِ حال کو بہتر جانتے۔ اُے اللہ تو پاک ہے ہمیں تیری بتائی ہوئی چیزوں کے بغیر کچھ علم نہیں ہے یقیناً تو ہی جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

**تنبیہ:۔** وہ جو اوپر گذرا ہے کہ وصال نظری اصل میں حضرت خلیل کا حصہ ہے اور وصول قدمی اصل میں حضرت حبیب کا حصہ ہے علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام، یہ اس معنی سے نہیں ہے کہ اس جگہ شہود و مشاہدہ ہے یا قدم کو اس جگہ گنجائش ہے اس جگہ بال کی بھی گنجائش نہیں ہے قدم کا کیا معنی بلکہ اس جگہ مجہول الکیفیت وصول ہے اگر صورت مثالیہ میں نظر میں منقش ہو تو وصول نظری ہے اور اگر قدم مرتسم ہو تو اسے وصول قدمی کہتے ہیں ورنہ قدم و نظر دونوں اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں حیران و پریشان ہیں۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

# مکتوب نمبر ۹

قاضی اسمٰعیل فرید آبادی کی طرف صادر فرمایا

(شیخ روزبہان بقلی کے سخن کی شرح میں اور بعض دقائق توحید وجودی کے بیان میں)

شیخ روزبہان بقلی قدس سرہٗ نے متصوفین کے غلطات بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے "دوسری غلطی وہ ہے جو کہتے ہیں کہ ہمہ اوست" (سب کچھ وہی ہے) اور اُن تمام جزئیات متفرقہ حادثہ کے باوجود ایک ہی ذات مراد رکھتے ہیں اور اشارے سے ایک دوسرے کو کہتے ہیں کہ "ہم خود بھی وہی ہیں" پس ان کافروں کے لاکھوں خدا ہیں اور خداوند تعالےٰ محدثات کے تفرقہ اور جمع سے پاک ہے وہ ایک ہے کہ جزو کو اس میں کوئی راہ نہیں ہے وہ حلول قبول نہیں کرتا اور متلون نہیں ہوتا وہ اپنے اس قول کی وجہ سے کافر ہیں نہ اپنے آپ کو جانتے ہیں نہ خدا کو کہ اگر کوئی اُن میں سے خدا ہوتا تو فنا کیوں ہوتا ایک قوم کی غلطی رُوح میں ہے اور ان کی جسم میں اللہ تعالےٰ انہیں برباد کرے"۔

پوشیدہ نہ رہے کہ عبارت "ہمہ اوست" اگرچہ قدمائے صوفیاء قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم میں متعارف نہیں رہی ہے لیکن کلمات اَنَا الْحَقُّ اور سُبْحَانِيْ اور لَيْسَ فِيْ جُبَّتِيْ سِوَى اللّٰهِ اور ان جیسے اور کلمات بھی بہت تھے کہ ان عبارات کا حاصل اور اس کا حاصل ایک ہے۔ مصراع آب[1] چوں از سر گذشت است چہ یک نیزہ چہ صد۔

---

[1] پانی جب سر سے گذر گیا تو کیا ایک نیزہ اور کیا سو نیزہ ۱۲

Marfat.com

شکل موزوں مشہور ہے اور متاخرین صوفیہ میں یہ عبارت عام رائج ہے اور بے تکلف ہمہ اوست کہتے ہیں اور اس قول پر اصرار کرتے ہیں۔ ان میں سے تھوڑے لوگ ایسے ہیں جو اس عبارت اور اس جیسی اور عبارتوں سے تردد رکھتے ہیں بلکہ انکار کی صورت میں اُن کا اظہار کرتے ہیں اور وہ جو یہ فقیر ان کے اطلاقات "ہمہ اوست" سے سمجھا ہے یہ ہے کہ "یہ تمام جزئیات متفرق حادث ایک ذات پاک کا ظہور ہیں اس کی مثال ایسی ہے کہ اگر زید کی صورت جو کہ مختلف آئینوں میں منعکس ہو اور اس جگہ ظہور پیدا کرے تو کہیں گے کہ "سب وہی ہے۔" یعنی یہ سب صورتیں جو مختلف آئینوں میں ظاہر ہوئی ہیں یہ ایک ذات زید کا ظہور ہیں اس جگہ کونسی جزئیت اور اتحاد ہے اور کونسا حلول اور تلون۔ ان تمام صورتوں کے باوجود زید کی ذات اپنی خالص اصلی حالت پر ہے اور ان تمام صورتوں نے نہ اس میں کوئی چیز زیادہ کی ہے اور نہ کم کی ہے جس جگہ زید کی ذات ہے اس جگہ ان کا نام ونشان نہیں ہے تاکہ اس کے ساتھ کوئی نسبت جزئیت واتحاد اور حلول وسریان کی نسبتوں میں سے پیدا کریں اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ (جیسا تھا ویسا ہی اب بھی ہے) کا راز اس جگہ تلاش کرنا چاہیئے کیونکہ جس مرتبہ میں اللہ تعالیٰ ہے عالم کی ظہور سے پہلے اس جگہ کوئی گنجائش نہ تھی اور ظہور کے بعد بھی اس جگہ کوئی گنجائش نہیں ہے تو لازمی طور پر وہ اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ (جیسا تھا ویسا ہی اب بھی ہے) ہوگا۔

عجیب معاملہ ہے کہ متقدمین صوفیاء میں سے بہت سے اکابرین اس توحید آمیز عبارت کا معنی حلول اور اتحاد سمجھتے ہیں اور ان عبارات کے قائلین کو کافر اور گمراہ کہتے ہیں اور ان میں سے بعض ان عبارتوں کی ایسی توجیہات کرتے ہیں جو کہ قائلین کے مذاق سے کوئی نسبت اور مناسبت نہیں رکھتیں۔

صاحب عوارف فرماتے ہیں کہ "منصور کا قول اَنَا الْحَقُّ (میں حق ہوں) اور بایزید بسطامی کا قول، سُبْحَانِیْ (میں پاک ہوں) حکایت کے طور پر تھے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اگر بطریق حکایت نہ ہوں بلکہ حلول و اتحاد کا شائبہ درمیان میں ہو تو ہم ان اقوال کے قائلین کا رد کریں گے جیسا کہ ہم نصاریٰ کا رد کرتے ہیں جو کہ حلول و اتحاد کے قائل ہیں۔" اور سابقہ تحقیق سے واضح ہوا کہ ان شطح نما عبارات میں حلول و اتحاد کچھ بھی نہیں ہے اور اگر یہ ان معانی پر محمول بھی ہیں تو باعتبار ظہور ہیں نہ کہ باعتبار وجود جیسا کہ ان لوگوں نے سمجھا ہے اور ان کو حلول و اتحاد کی طرف لے گئے ہیں۔

شاید کہ یہ مسئلہ توحید متقدمین صوفیاء میں اچھی طرح منقح ہو کر تحریر نہ ہوا تھا کہ جو بھی ان میں سے مغلوب الحال ہو جاتا تو توحید میں کوئی اتحاد نما کلمہ اس سے ظاہر ہو جاتا اور غلبۂ سکر کی وجہ سے اس کے راز کو نہ پاتا اور ان عبارات کے ظاہر کو حلول و اتحاد کے شائبہ سے نہ پھیرتا۔ پھر جب شیخ بزرگوار محی الدین بن العربی قدس سرہ تک نوبت پہنچی تو انہوں نے کمال معرفت سے اس دقیق مسئلہ کو مشرح و مبین کیا اس میں باب اور فصلیں

Marfat.com

قائم کیں اور صرف و نحو کی طرح اس کی مدوین کی اور اس کے باوجود اس جماعت میں سے کچھ لوگوں نے اس کی مُراد کو نہ سمجھا اور اس کی غلطیاں پکڑنے لگے اور اس پر طعنہ اور ملامت کی بوچھاڑ کرنے لگے۔

اور اس مسئلہ میں اکثر تحقیقات میں شیخ حق پر ہے اور اس پر طعنہ کرنے والے صواب سے دُور ہیں شیخ کے علم کی بزرگی اور زیادتی کو اس مسئلہ کی تحقیق سے معلوم کرنا چاہیئے نہ کہ اس پر ردّ اور طعنہ زنی کرنا چاہیئے یہ مسئلہ جتنا بھی چلتا جاتا ہے پچھلے لوگوں کے افکار کے ملنے سے واضح اور صاف تر ہوتا جاتا ہے اور حلول و اتحاد کے شبہات سے دُور تر ہوتا جاتا ہے۔ علم نحو جو کہ اب پچھلے لوگوں کے افکار کے ملنے سے واضح اور منقح ہو چکا ہے ہر گز وہ سیبویہ اور اخفش کے زمانہ میں اس طرح واضح اور منقح نہیں تھا کیونکہ کسی چیز کی تکمیل ان کے ملنے سے ہے۔ امام اعظم (ابو حنیفہ) اور امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہما چھ ماہ تک آپس میں خلق قرآن کے مسئلہ کے متعلق جھگڑتے رہے اور ردّ و بدل کرتے رہے اور چھ ماہ کے بعد یہ طے ہوا کہ جو آدمی قرآن کو مخلوق کہے وُہ کافر ہے۔ یہ اتنا لمبا جھگڑا اس وجہ سے ہوا کہ یہ مسئلہ اس وقت ابھی صاف نہیں ہوا تھا اور اب جبکہ افکار کے ملنے سے صاف ہو چکا ہے تو مَیں کہتا ہوں کہ محل نزاع اگر حروف و کلمات ہیں جو کہ کلام نفسی پر دلالت کرنے والے ہیں تو کوئی شک نہیں کہ وہ حادث اور مخلوق ہیں اور اگر معانی مراد ہوں تو وُہ قدیم اور غیر مخلوق ہیں اور یہ تنقیح تلاحق افکار کی برکت سے ہے۔

اب ہم اصل بات پر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان عبارات کا ایک دوسرا مطلب بھی ہے جو کہ حلول و اتحاد سے دور ہے یعنی "یہ سب نہیں ہیں صرف وہی موجود ہے" یہ مطلب نہیں کہ یہ بھی ہیں اور اس کے ساتھ متحد ہیں یہ بات تو کوئی بے وقوف بھی نہیں کہے گا ان بزرگوں سے اس کا تصور کیسے ہو سکتا ہے اور جب غلبہ محبت میں محبوب کے ماسوا ان بزرگواروں کی نظر سے پوشیدہ ہو جاتا ہے اور اس کے سوا ان کے شہود میں کوئی چیز نہیں رہتی تو وہ کہتے ہیں کہ "سب کچھ وہی ہے" یعنی یہ سب جو ثابت اور موجود نظر آتے ہیں یہ سب وہم اور خیال میں ہیں اور موجود صرف اللہ تعالٰے ہے اس صورت میں بھی نہ جزئیت کا شائبہ ہے نہ اتحاد کا اور نہ حلول کا محل ہے نہ تلون کا۔

اس کے باوجود یہ فقیر ایسی عبارتوں کو پسند نہیں کرتا اگرچہ یہ عبارتیں ان معانی سے مبرا ہیں کیونکہ وُہ خداوندی تقدیس و تنزیہ کے مرتبہ کے لائق نہیں ہیں۔ ان کی کیا حیثیت ہے کہ اس کے مظاہر ہوں ؎

درکدام آئینہ درآید او (وہ کونسے آئینہ میں سما سکتا ہے)

ان کو ایسی ہمت کہاں ہے کہ وُہ باعتبار ظہور بھی اللہ تعالٰے پر محمول ہو سکیں اگر وہ مظہر ہیں تو بھی اللہ تعالٰے کے کمالات کے ظلال میں سے کسی ظل کا مظہر ہیں اور وُہ ظل کہ وہ اس کے مظہر ہیں خدا تعالٰے ہی جانتا

Marfat.com

ہے کہ اس کو کتنے ہزار ظلال اللہ تعالیٰ کی ذات کے درمیان میں ہیں اِنَّ لِلّٰہِ سَبْعِیْنَ اَلْفُ حِجَابٍ مِنْ نُوْرٍ وَظُلْمَۃٍ (اللہ تعالیٰ کے لئے نور اور ظلمت کے ستر ہزار پردے ہیں) آپ نے سنا ہی ہوگا۔ پس بے تحاشا اس کے کمال کے ظلال میں سے کسی ظل کے مظہر کو اللہ تعالےٰ پر محمول کرنا اور "اوست" (وہی ہے) کہنا بے ادبی اور کمال جرأت ہے لیکن وہ غلبہ سکر حال میں اتنے مذموم نہیں ہیں اور اس طرح توجیہ ثانی پر اپنے مشہود کو عین خدا تعالےٰ سمجھنا اور اس کے اعتبار سے محمول کرنا سوء ادبی ہے بلکہ خلاف واقع ہے کہ وہ مشہود بھی اللہ تعالےٰ کے کمالات کے ظلال میں سے ایک ظل ہے اور اللہ تعالےٰ وراء الوراء ہے پھر وراء الوراء ہے۔

اور یہ بھی ہے کہ جو کچھ مشہود ہے وہ نفی کے قابل ہے پس وہ اللہ تعالےٰ نہ ہوگا۔ خواجہ نقشبند قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جو کچھ دیکھا جائے اور سنا جائے اور جانا جائے وہ سب اللہ تعالےٰ کے سوا ہے۔ کلمہ لا (نہیں) کی حقیقت سے اس کی نفی کرنا چاہیئے اور جو کچھ اس مسئلہ میں اس حقیر کے نزدیک مختار اور اللہ تعالےٰ کی شان تقدیس و تنزیہ کے مناسب ہے یہ عبارت اس طرح ہے "ہمہ از وست" (سب کچھ اسی سے ہے) نہ اس معنی کے لحاظ سے کہ علماء ظاہر اس پر اقتصار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صدور و خلق سب اسی سے ہے یہ معنی بھی صحیح ہے۔

لیکن اس کے باوجود اس جگہ ایک دوسرا تعلق بھی ہے جس کی طرف علماء کی راہنمائی نہیں ہوتی ہے اور صوفیاء اس کی دریافت سے ممتاز ہوئے ہیں اور وہ اصالت و ظلیت کا تعلق ہے یعنی اگر وجود ممکن ہے، تو اسی وجود واجب سے پیدا ہوا ہے اور اللہ تعالےٰ کے وجود کا پرتو ہے اور اسی طرح اگر حیوٰۃ ہے تو اسی کی صفت حیوٰۃ سے پیدا ہوئی ہے اور اسی حیوٰۃ مقدسہ کا پرتو ہے اور اسی پر علم اور قدرت اور ارادہ وغیرہ کو قیاس کریں۔

پس صوفیاء کے طور پر عالَم صادر بھی اسی سے ہوا ہے اور اسی کے کمالات کا ظل بھی ہے اور اسی کے پاک کمالات سے پیدا ہوا ہے مثلاً وہ وجود جو ممکن کو دیا ہے وہ ایسا امر نہیں ہے جو خود مختار ہو اور اس کو استقلال حاصل ہو بلکہ وہ وجود اللہ تعالےٰ کے وجود کے ظل کا پرتو ہے اور اسی طرح حیوٰۃ اور علم وغیرہا بھی جو کہ ممکن کو بخشی ہیں، وہ ایسے امور نہیں ہیں کہ جنہوں نے اللہ تعالےٰ سے مستقل ثبوت پیدا کیا ہو بلکہ اللہ تعالےٰ سے صدور کے باوجود یہ اللہ تعالےٰ کے کمالات کے ظلال ہیں اور ان کمالات کے صُوَر و امثال ہیں۔

یہی ظلیت اور اصلیت کا تعلق ہے جس کی رہنمائی صوفیہ کو ہوتی ہے اور اس نے صوفیاء کے معاملہ کو اعلیٰ علیین تک پہنچا دیا ہے اور فناء و بقا تک پہنچا کر ولایت خاصہ سے متصف کیا ہے اور چونکہ علماء ظواہر کو یہ دید میسر نہیں ہوتی ہے اور فناء و بقاء سے حصہ نہیں ملا ہے لہٰذا وہ ولایت خاصہ سے متصف نہیں ہوتے اور صوفیاء

Marfat.com

نے چونکہ اپنے کمالات کو اللہ تعالیٰ کے کمالات کا ظلال پایا ہے اور وجود اور وجود کے تمام توابع کو اس کے کمالات کا عکوس جانا ہے تو لازماً اپنے آپ کو انہوں نے اس کے کمالات کے امانتدار کی حیثیت سے زیادہ نہیں دیکھا ہے اور سوائے ان کمالات کے آئینہ ہونے کے اپنے آپ کو کچھ نہیں پایا اور جب بحکم اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰی اَھْلِھَا (اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو اس کے اہل کے سپرد کرو) اس امانت کو اس کے اہل کے سپرد کرتے ہیں اور ان کمالات کو پورے ذوق سے اصل کو دے دیتے ہیں اور اپنے آپ کو معدوم پاتے ہیں اور میت جانتے ہیں کیونکہ وجود وحیوۃ جب اصل کے پاس چلی گئی تو معدوم و میت رہ گئے۔ اور فنا متحقق ہو گئی۔ مولوی رومی فرماتے ہیں ؎

(۱) چوں بدانستی تو اورا از نخست — سوئے آنحضرت نسب کردی درست
(۲) وانکہ دانستی کہ ظلِ کیستی — فارغی گہ مردی وگہ زیستی

فنا کے بعد اس کو بقا سے مشرف کریں گے اور دوسری مرتبہ وجود اور توابع وجود یعنی صفات کاملہ اس کو عطا کریں گے اور ولادت ثانیہ سے اس کو متصف کریں گے۔

لَنْ یَّلِجَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ مَنْ لَّمْ یُوْلَدْ مَرَّتَیْنِ — جو آدمی دو مرتبہ پیدا نہیں ہوا وہ آسمانوں کے ملکوت میں ہرگز داخل نہ ہوگا۔

هَنِیْئًا لِاَرْبَابِ النَّعِیْمِ نَعِیْمُهَا[2]

اے میرے خداوند! تنگی عبارت کی وجہ سے کچھ ایسے الفاظ جن کو شریعت نے استعمال نہیں کیا ہے مثلاً ظلیت وغیرہ میں ان کو استعمال کرتا ہوں اور یہ بھی کہتا ہوں کہ ممکن کا وجود وجود واجب کا ظل ہے اور اس کی صفات اللہ تعالیٰ کی صفات کاملہ کے ظلال ہیں تو میں ایسے الفاظ استعمال کرنے سے ترساں و لرزاں ہوں اور چونکہ تیرے اولیا نے ان الفاظ کو پہلے استعمال کیا ہے لہٰذا میں معافی کا امیدوار ہوں۔ اے ہمارے رب اگر ہم بھول جائیں یا خطا کریں تو ہم پر مواخذہ نہ فرما۔

جاننا چاہیے کہ اس تحقیق سے جو پہلے گذر چکی ہے واضح ہوا کہ صوفیہ جو کلام "ہمہ اوست" کے قائل ہیں عالم کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ متحد نہیں جانتے اور حلول وسریان ثابت نہیں کرتے اور اگر حمل کرتے ہیں تو باعتبار ظہور وظلیت کے ہے نہ باعتبار وجود وتحقق کے اور اگرچہ ان کے ظاہری الفاظ سے اتحاد وجودی کا وہم ہوتا ہے لیکن خدا کی پناہ کہ یہ ان کی مراد ہو کہ کفر اور الحاد ہے۔ اور جب ایک کا دوسرے پر محمول کرنا باعتبار ظہور ہوا

---

لہ (۱) جب تو نے اس کو پہلے سے جان لیا تو اس بارگاہ کی طرف درست نسبت کر دی (۲) اور جب تو نے جان لیا کہ تو کس کا ظل ہے تو تو زندگی اور موت دونوں حالتوں میں فارغ ہے۔ ۲؎ نعمت والوں کو ان کی نعمتیں مبارک ہوں۔ ۱۲

Marfat.com

نہ باعتبار وجود تو "ہمہ اوست" کا معنی "ہمہ ازوست" (سب کچھ اسی سے ہے) ہُوا کہ کسی چیز کا سایہ اس شے سے پیدا ہوتا ہے اور اگرچہ وہ غلبۂ حال میں "ہمہ اوست" کہتے ہیں لیکن اصل میں ان کی مراد اس عبارت سے "ہمہ ازوست" ہوتی ہے تو اس صورت میں ان کے کلام پر طعن کرنے اور ان کو گمراہ و کافر کہنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

جان لینا چاہیئے ظلِ شے سے مُراد مرتبۂ ثانی یا ثالث یا رابع میں ظہورِ شے ہے مثلاً زید کی صورت جو آئینہ میں منعکس ہوتی ہے اور مرتبۂ ثانی میں زید کا ظہور ہے اور زید اپنی اصل حیثیت سے اپنے اصلی وجود کے مرتبہ میں ہے کہ جس نے اپنے سایہ سے اپنے آپ کو آئینہ میں ظاہر کیا ہے بغیر اس کے کہ اس کی ذات وصفات میں کوئی تغیر و تبدیلی پیدا ہو جیسا کہ گذر چکا۔ اے ہمارے رب ہمارے نور کو پُورا کر اور ہمیں معاف کر دے یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

# مکتوب نمبر ۹۰

## فقیر ہاشم کشمی کی طرف صادر فرمایا

(ان کے اس سوال کے جواب میں کہ عرفاء جو دل سے خدا تعالیٰ کا مشاہدہ کرتے ہیں اس کی حقیقت کیا ہے؟)

آپ نے پُوچھا ہے کہ "بعض محققین صوفیہ دل کی آنکھوں سے دُنیا میں اللہ تعالیٰ کی رویت و مشاہدہ کو ثابت کرتے ہیں جیسا کہ شیخ عارف قدس سرہٗ نے اپنی کتاب العوارف میں کہا ہے کہ "مشاہدہ کی جگہ دل کی آنکھ ہے" اور شیخ ابو اسحاق کلابادی قدس سرہٗ نے جو کہ اس طائفہ علیہ کے قدما میں سے ہے اور ان کا سردار ہے اپنی کتاب "تعرف" میں بیان کیا ہے کہ "سب نے اتفاق کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ دُنیا میں نہ آنکھوں سے دیکھے جا سکتے ہیں نہ دل سے مگر یقین کی جہت سے" ان دونوں تحقیقوں میں تطبیق کی کیا صورت ہے؟ اور اس میں آپ کی کیا رائے ہے؟ اور اختلاف کے باوجود اجماع کا کیا معنی ہے"

جان لے اللہ تمہیں بھلائی کی راہنمائی کرے کہ اس مسئلہ میں فقیر کے نزدیک پسندیدہ صاحب تعرف قدس سرہٗ کا قول ہے اور یہ فقیر جانتا ہے کہ دل کو اس دُنیا میں سوائے یقین کے اللہ تعالیٰ کی ذات سے اور کچھ حصہ نہیں ہے۔ اس کو رویت کہہ لیں یا مشاہدہ۔ اور جب دل کو بھی رویت نہ ہوگی تو آنکھوں کی کیا حقیقت ہے کہ وہ اس دنیا میں اس معاملہ میں بے کار اور معطل ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ یقین کا معنی جو دل کو حاصل ہوا ہے عالم مثال میں رویت کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے

Marfat.com

اور جس پر یقین کیا گیا ہے (مُوقَن بہ)، وہ مرئی (دیکھا گیا) کی صورت میں کیونکہ عالم مثال میں ہر معنیٰ کی ایک صورت ہے جو عالم شہادت کے مناسب ہے اور چونکہ عالم شہادت میں کمال یقین رویت میں ہے تو وہ یقین بھی عالم مثال میں رویت کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور جب یقین رویت کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے تو اس کا متعلق جو کہ مُوقَن بہ ہے لازماً اس جگہ میں مرئی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور جب سالک اس کو مثال کے آئینہ میں مشاہدہ کرتا ہے تو آئینہ کے واسطہ سے غافل ہو جاتا ہے اور صورت کو حقیقت جانتے ہوئے سمجھتا ہے کہ اس کو حقیقی رویت حاصل ہوئی ہے اور مرئی ظاہر ہوا ہے وہ نہیں جانتا کہ وہ رویت اس کے یقین کی صورت ہے اور وہ مرئی اس کے مُوقَن بہ کی صورت ہے۔

یہ صوفیہ کی غلطیوں میں سے ہے اور حقائق اشیاء سے صور اشیاء کا اشتباہ ہے اور یہی دیکھنا جب غالب آجاتا ہے اور باطن سے ظاہر کی طرف ٹپکتا ہے تو سالک کو وہم میں ڈال دیتا ہے کہ رویت بصری بھی حاصل ہوئی ہے اور مطلوب گردش سے آغوش میں آیا ہے وہ نہیں جانتا کہ اس معنی کا حصول جب اصل میں بھی جو کہ بصیرت ہے وہم اور تلبیس (اشتباہ) پر مبنی ہے تو آنکھ کو جو اس کی فرع ہے کیا حاصل ہوگا، اور اس کو رویت کہاں سے حاصل ہو جائے گی۔

اور رویت قلبی میں صوفیاء کی ایک بہت بڑی جماعت وہم میں مبتلا ہوئی ہے اور اس کے وقوع کا حکم کیا ہے اور رویت بصری میں شاید کوئی ناقص ہی اس طائفہ میں سے ہوگا جو اس کے وقوع کے وہم میں پڑا ہو اور اہل سنت وجماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کے اجماع کے مخالف ہوا ہو۔

**سوال:** جب عالم مثال میں موقن بہ کی صورت پیدا ہوئی تو لازم آیا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اس جگہ صورت ہے۔

**جواب:** تجویز کیا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اگرچہ مثل نہیں ہے لیکن مثال ہے اور جائز رکھا ہے کہ مثال میں کسی صورت میں ظہور فرمائے جیسا کہ صاحب فصوص قدس سرہٗ نے رویت اخروی کو بھی بصورت جامعہ لطیفہ مثالیہ مقرر کیا ہے اور اس جواب کی تحقیق یہ ہے کہ وہ مُوقَن بہ صورت مثال میں اللہ تعالیٰ کی صورت نہیں ہے بلکہ صاحب یقین کے مکشوف کی صورت ہے کہ اس کے ایقان نے اس کے ساتھ تعلق پیدا کیا ہے اور وہ مکشوف اللہ تعالیٰ کی ذات کے بعض وجوہ واعتبارات سے ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات۔ لہٰذا جب عارف کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی ذات تک پہنچتا تو اس قسم کے تخیلات پیدا نہیں ہوتے اور مثلی رویت اور مرئی متخیل نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی مثال میں کوئی صورت ثابت نہیں ہے کہ اس کو صورت مرئی میں ظاہر کرے اور اس کے ایقان کو رویت کی صورت میں معلوم کرائے۔

یا ہم اس طرح کہتے ہیں کہ عالم مثال میں معانی کی صورتیں ہیں نہ کہ ذات کی اور جب عالم سارے کا سارا

Marfat.com

اسماء وصفات کا مظہر ہے اور ذات سے کوئی حصّہ نہیں رکھتا جیسا کہ کئی مواضع میں ہم اس کی تحقیق کر چکے ہیں تو لازماً سارے کا سارا معانی کی قسم سے ہوگا اور عالم مثال میں اس کی صورت ثابت ہوتی ہے اور کمالات وجوبی میں جس جگہ بھی صفت وشان ہے جو کہ ذات سے قیام رکھتی ہے وہ معانی کے قبیل سے ہے اگرچہ اس کی مثال میں کوئی صورت ہو اگرچہ ناقص ہی ہو تو اس کی گنجائش ہے۔ لیکن اس کی ذات پناہ بخدا کہ مراتب میں سے کسی مرتبہ میں بھی صورت ہو کیونکہ صورت تحدید وتقیید کو مستلزم ہے وہ جس مرتبہ میں بھی ہو جائز نہیں ہے تمام مراتب جو کہ اس کے مخلوق ہیں کہاں گنجائش رکھتے ہیں کہ اپنے خالق کو محدود ومقید کریں جس نے بھی اللہ تعالیٰ کے لئے مثال کو تجویز کیا ہے وہ باعتبار وجوہ واعتبارات ہے نہ باعتبار عین ذات۔

اور اگرچہ مثال کی تجویز اللہ تعالیٰ کے اعتبارات اور وجوہ میں ہے یہ بھی فقیر پر گراں ہے مگر اس صورت میں کہ ظلال میں سے کسی دُور کے ظل میں اس کو تجویز کیا جائے۔ اس بیان میں سے واضح ہوا کہ عالم مثال میں معانی وصفات کی صورتوں کے نقش ثابت ہیں نہ کہ اللہ تعالیٰ کے۔ پس وہ جو صاحب فصوص نے رویت اخروی بصورت مثالی تجویز کی ہے جیسا کہ گذر چکا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رویت نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی صورت کی رویت بھی نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی کوئی صورت نہیں ہے کہ اس سے رویت تعلق پیدا کرے اور اگر مثال میں کوئی صورت ہے تو ظلال بعیدہ میں سے کسی ظل کی صورت ہوگی پس اس کی رویت اللہ تعالیٰ کی رویت کیوں ہوگی۔

شیخ قدس سرہ اللہ تعالیٰ کی رویت کی نفی میں معتزلہ اور فلاسفہ سے پیچھے نہیں رہتا بلکہ رویت کا اثبات بھی ایسے طریقہ پر کرتا ہے جو نفی رویت کو مستلزم ہے اور یہ نفی صریح نفی سے زیادہ بلیغ ہے لِاَنَّ الْكِنَايَةَ اَبْلَغُ مِنَ الصَّرِيْحِ (کیونکہ کنایہ صریح سے زیادہ بلیغ ہوتا ہے) قضیہ مقررہ ہے ہاں اس قدر فرق ضرور ہے کہ فلاسفہ کی رہبر ان کی عقل عقیل ہے اور شیخ کا راہنما اس کا صحت سے بعید کشف شاید کہ مخالفین کی نامکمل دلیلیں جو کہ شیخ کے خیال میں بیٹھ چکی تھیں انہوں نے اس کے کشف کو بھی اس مسئلہ میں صواب سے منحرف کر دیا ہے اور ان کے مذاہب کی طرف مائل ہو گیا ہے اور چونکہ وہ اہل سنت سے تھا تو اس کے لئے صورت کا اثبات کیا ہے اور اسی پر اکتفا کیا ہے اور اسی کو رویت سمجھا ہے۔ اے ہمارے رب اگر ہم بھول جائیں یا خطا کریں تو ہم پہ مواخذہ نہ فرما۔

اور اس دقیق مسئلہ کی تحقیق کتاب عوارف کے بعض مقامات کے حق میں بھی تحریر ہوئی ہے اور وہ جو آپ نے اجماع کے متعلق فرمایا تھا تو ہو سکتا ہے کہ اس وقت تک ایسا اختلاف جو اعتبار کے قابل

Marfat.com

ظہور میں نہ آیا ہو یا اپنے زمانہ کے مشائخ کا اجماع مُراد رکھا ہو اور اللہ تعالےٰ ہی حقیقت حال کو بہتر جانے۔

# مکتوب نمبر ۱۹

مولانا طاہر بدخشی کی طرف صادر فرمایا

(ایمان حقیقی اور معرفت کے درمیان فرق کے متعلق ان کے سوال کے جواب اور ان کے مناسبت کے بیان میں)

حمد وصلوٰۃ اور دُعاگوئی کے بعد عرض ہے کہ میرے بھائی عزیز کا گرامی نامہ جو شیخ سجاول کے ہاتھ بھیجا تھا پہنچا
اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی تعریف ہے کہ تم سلامتی اور عافیت سے ہو۔ چند ایک سوال درج تھے ان کے جواب میں جو
کچھ آیا لکھا گیا ہے اچھی طرح توجہ کریں۔

پہلا سوال:۔ یہ ہے کہ معرفت اور ایمان حقیقی میں کیا فرق ہے؟

اس کا جواب:۔ یہ ہے کہ معرفت اور چیز ہے اور ایمان اور چیز کیونکہ معرفت "پہچاننا" ہے اور ایمان
گرویدہ ہونا۔ کبھی شناخت تو ہوتی ہے لیکن ایمان نہیں ہوتا۔ اہل کتاب کو ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے
متعلق معرفت تھی وہ پہچانتے تھے کہ پیغمبر ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ
اَبْنَآءَهُمْ (وہ آپ کو ایسا پہچانتے ہیں جیسا کہ اپنے بیٹوں کو) لیکن اپنے عناد کی وجہ سے چونکہ وہ گرویدہ
نہیں ہیں ایمان متحقق نہ ہوا، اور ایمان کی طرح معرفت بھی دو طرح پر ہے ایک معرفت کی صورت ہے ایمان
کی صورت کی طرح، اور ایک معرفت کی حقیقت ہے ایمان کی حقیقت کی طرح۔ ایمان کی صورت تو وہ ہے
جو اللہ سبحانہٗ وتعالےٰ نے اپنی کمال مہربانی اور شفقت سے شریعت میں نجات اخروی کے لئے اس پر اکتفا
کیا ہے اور وہ دل کا قبول کرنا ہے باوجود نفس امارہ کے انکار وسرکشی کے۔ اور معرفت کی صورت بھی اسی لطیفہ
پر بند ہے باوجود جہالت نفس امارہ کے۔

اور معرفت کی حقیقت یہ ہے کہ نفس امارہ اپنی پیدائشی جہالت سے نکل آئے اور شناسائی پیدا کرے
اور ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ شناسائی کے بعد نفس گرویدہ اور مطمئن ہو جائے اور طبعی آثار کی چھوڑ دے۔ اگر
کہیں کہ شریعت میں تصدیق قلبی کو اعتبار کیا ہے اور یہ گرویدہ ہونا اس تصدیق کا عین ہے یا اس تصدیق سے
الگ کوئی امر ہے اگر تصدیق سے الگ ہے تو لازم آئے گا کہ ایمان میں تین چیزوں کا اعتبار ہو۔ اقرار اور
تصدیق اور گرویدہ ہونا۔ اور یہ علما کے مقررہ اصول کے برخلاف ہے اور بعض نے عمل کو بھی ایمان میں داخل
کیا ہے تو عمل ایمان کا چوتھا جزو ہو جائے گا۔

Marfat.com

اس کا جواب یہ ہے کہ گرویدہ ہونا عین تصدیق ہے کیونکہ تصدیق جو حکم ہے وہ یقین سے عبارت ہے جس کو گرویدہ ہونے سے تعبیر کیا ہے۔

اگر یہ سوال کریں کہ اہل کتاب ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو جب نبوت کے عنوان سے جانتے ہیں تو لازماً ان کی نبوت کا حکم بھی کریں گے اور ان کو یقین اور گرویدہ ہونا بھی حاصل ہو جائے گا کیونکہ اس صورت میں حکم لگانا عین گرویدہ ہونا ہے پس ان کے حق میں ایمان کیوں متحقق نہ ہوگا اور کس وجہ سے وہ کفر سے باہر نہ آئیں گے؟

تو اس کا جواب میں یہ کہوں گا کہ وہ عنوان نبوت سے جانتے ہیں لیکن تعصب اور عناد کی وجہ سے ان کے دل کو یقین حاصل نہیں ہوتا تھا تاکہ اس کی نبوت کا حکم لگائیں وہ صرف معرفت اور تصور تھا یقین نہ تھا تاکہ وہ تصدیق ہوتا اور ایمان تک پہنچاتا اور کفر سے باہر لاتا۔ بڑا باریک فرق ہے اس کو سن اور اپنے وجدان سے اس کی تہ تک پہنچ باوجود عناد کے نَبِيُّ اللهِ فَعَلَ كَذَا (اللہ کے نبی نے ایسا کیا) کہا جا سکتا ہے لیکن جب تک یقین پیدا نہ ہو اِنَّهٗ نَبِيُّ اللهِ (یقیناً وہ اللہ کا نبی ہے) نہیں کہا جا سکتا اس لئے کہ پہلی صورت میں تصور ہے اور معرفت مشہورہ کا حالہ ہے اور دوسری صورت میں تصدیق ہے جو کہ یقین اور گرویدہ ہونے پر مبنی ہے اور جب تک یقین نہ ہو تو تصدیق کس طرح ہو سکتی ہے۔

اور پھر یہ بھی ہے کہ پہلی صورت میں نبوت کا اثبات نہیں ہے بلکہ نبی کے فعل کا اثبات ہے اور دوسری صورت میں مقصود اثبات نبوت ہے کہ عناد اس کی طاقت نہیں رکھتا پھر یقین کی کیا صورت ہو اور اگر بالفرض بغیر یقین کے حصول کے یقین پیدا ہوا اور حکم لگایا جائے تو وہ بھی تصورات میں داخل ہے اگرچہ اس کی صورت تصدیق کی ہے۔ جب تک یقین پیدا نہ ہو۔ تصدیق کی حقیقت کی کوئی صورت نہیں ہے اور نہ ایمان حاصل ہوتا ہے یہ مسئلہ علم کلام کے اصولی مسائل میں سے ہے اور بہت دقیق ہے بڑے بڑے متبحر علماء اس کے حل میں عاجز ہیں اور بعض نے ان میں سے مجبور ہو کر تیسرے رکن کو ایمان میں بڑھایا ہے اور گرویدہ ہونے کو تصدیق پر زائد رکھا ہے اور کچھ اور لوگ ہیں جنہوں نے تصدیق کو عین گرویدہ ہونا کہا ہے۔ وہ اس مسئلہ کو صحیح طور پر حل نہیں کر سکے اور اجمالاً اس کو بیان کر کے گذر گئے ہیں۔ سب تعریف اس اللہ کو ہے جس نے ہمیں اس کی راہنمائی فرمائی اور اگر وہ ہماری راہنمائی نہ کرتا تو ہم کبھی راہ نہ پا سکتے۔

تنبیہ: مرکب اضافی اور مرکب توصیفی مثلاً نَبِيُّ اللهِ (اللہ کا نبی)، اور هٰذَا النَّبِيُّ (یہ نبی) اگرچہ اس حکم کے متضمن ہیں کہ بِاَنَّهٗ نَبِيٌّ (کہ وہ نبی ہے) اور آپ کی عنوان نبوت سے معرفت پر مشتمل ہے لیکن تصدیق کا حصول کہ بِاَنَّهٗ نَبِيٌّ (وہ نبی ہے) یہ یقین پر موقوف ہے جو کہ ایمان کا مثبت ہے غُلَامُ زَيْدٍ فَعَلَ كَذَا (زید کے غلام نے اس طرح کیا)، اور رَجُلٌ صَالِحٌ حَكَمَ بِكَذَا (نیک آدمی

Marfat.com

نے ایسا حکم کیا) دونوں بغیر یقین کے ثابت اور صحیح ہیں اور دونوں میں غلابیت اور صلاحیت کے عنوان کی معرفت ثابت ہے لیکن یقین نہیں ہے تاکہ غلابیت اور صلاحیت میں ہر ایک کی تصدیق حاصل ہو۔

اگر یہ کہا جائے کہ تم نے نفس کے یقین کو دل کے یقین کے بعد کہا ہے اور نفس کے یقین کو ایمان حقیقی سے تعبیر کیا ہے حالانکہ فلاسفہ اور ارباب معقول نے تصدیق میں مطلق اذعان نفس کہا ہے اور اذعان قلب کی بات بھی نہیں کی ہے۔ تو میں اس کے جواب میں کہوں گا کہ ارباب معقول کبھی نفس سے روح مراد لیتے ہیں اور کبھی اس سے دل مراد لیتے ہیں۔ مختصر یہ کہ ان کی فلسفی موشگافیاں دوسری جگہوں میں ہیں کہ ان میں سے اکثر بے فائدہ ہیں اور اس جگہ وہ سب معطل و بیکار ہیں اور عوام کا حکم رکھتے ہیں۔ اس میدان میں تدقیق کی نوبت صوفیاء کو پہنچی ہے جو کہ ہر لطیفہ کے احکام سے موصوف ہوتے ہیں اور ہر ایک لطیفہ سے سیر و سلوک کے ساتھ اوپر گذر جاتے ہیں اور نفس کو دل سے جدا کرتے ہیں اور روح کو سر سے علیحدہ اور خفی کو اخفیٰ سے الگ کرتے ہیں۔

ارباب معقول کو ان کے ناموں کی معرفت کے سوا کچھ بھی حصہ ملنا معلوم نہیں فلاسفہ نے نفس امارہ کو بہت بڑی شے سمجھ رکھا ہے اور اس کو مجردات (از مادہ) سے شمار کیا ہے اور قلب و روح کا نام تک نہیں لیا اور سر اور خفی اور اخفی کا ان کے ہاں نشان تک نہیں ملتا کہ "اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جو اہل کو اہل کے ساتھ ملاتا ہے"۔

اور دوسرا جواب میں یہ کہتا ہوں کہ ارباب معقول نے عادی عرفی احکام کے مطابق نفس کے یقین کو جو ان کے فہم کے قریب تھا ذکر کیا ہے اور ہماری بات احکام شرعیہ کی تصدیقات کے متعلق ہے کہ نفس کو بالذات ان سے انکار ہے یقین کیا ہوتا ہے؟ اور یہ وہ انکار ہے جو منکر کو ان احکام والے کی عداوت کی حد تک پہنچا دیتا ہے۔ ہم اپنے نفسوں کی شرارت اور اعمال کی برائیوں سے اللہ کی پناہ لیتے ہیں۔ حدیث قدسی میں آیا ہے۔

عَادِ نَفْسَكَ فَإِنَّهَا انْتَصَبَتْ بِمُعَادَاتِي[1] اپنے نفس سے عداوت رکھ کہ وہ میری دشمنی پر کھڑا ہے

ارحم الراحمین نے کمال مہربانی سے اوائل حال میں نفس کے یقین کو منظور نہیں رکھا اور دل کے یقین سے نجات کو وابستہ کیا ہے اور اگر اس کے بعد محض اللہ کے فضل و کرم سے نفس کا یقین بھی میسر ہو جائے تو نور علیٰ نور اور خوشی پر خوشی اور ولایت کے درجات تک وصول اور ایمان کی حقیقت کا حصول ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "اس فقیر کی فہم و دانش کے مطابق جواب لکھا جائے کہ جس کو میں معلوم کر سکوں"

---

[1] یہ الفاظ حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلمات قدسیہ میں سے ہیں۔ ۱۲

Marfat.com

کیا کیا جائے کہ مسئلہ بڑا دقیق ہے اور اس کا حل بھی غیر دقت کے مشکل ہے بلکہ نفس حل بھی دقت طلب ہے۔ گناہ کس کا نام ہے چاہیئے تو یہ تھا کہ یہ پہلے سوچتے اور اس طریقہ پاس سربستہ راز کو حل کرنے کے سوال کی جرأت نہ کرتے فَلَا تَلُوْمُوْنِیْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَکُمْ (سو مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو ملامت کرو)

دُوسرا سوال یہ تھا کہ زہاد اور عباد ایمان حقیقی سے مشرف ہیں یا نہیں؟

**جواب** :۔ اگر مقربین کے مرتبہ میں پہنچ جائیں اور ان کے نفس مطمئن ہو جائیں تو ایمان حقیقی تک پہنچ جاتے ہیں۔

تیسرا سوال یہ تھا کہ اجمالی معرفت والے کو جو کہ کفر حقیقی کا منشأ (پیدا ہونے کی جگہ) ہے تو ان کو عارف کس طرح کہا جا سکتا ہے؟

**جواب** :۔ اس عبارت کا مطلب صحیح طور پر معلوم نہ ہو سکا کہ آپ کا مقصد کیا ہے؟ خود مغلق عبارت لکھتے ہو اور دُوسروں کو منع کرتے ہو اگر یہ مقصود ہے کہ کافر طریقت کو عارف کس معنی سے کہا جا سکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ کافر طریقت بھی خدا تعالےٰ کو وحدت کے سوا پہچانتا ہے اور اس کے ماسوا کو اس لے نابُود اور ناچیز کر دیا ہے لہٰذا عارف ہے۔ لیکن عارف کامل نہیں ہے کیونکہ وُہ تمیز سے باہر آ چکا ہے پھر جب تمیز تک پہنچے گا تو عارف کامل ہو جائے گا اور ایمان حقیقی سے مشرف ہو گا۔ والسلام

# مکتوب نمبر ۹۲

ننہ ہاشم کشمی کی طرف صادر فرمایا

(ان کے سوال کے جواب میں جو انہوں نے صوفیہ کے خدا تعالےٰ کے کلام کو سننے اور اللہ تعالےٰ کے ساتھ مکالمہ کرنے کے متعلق کیا تھا)

آپ نے پوچھا تھا کہ بعض عرفا نے فرمایا ہے کہ ہم اللہ تعالےٰ کے کلام کو سنتے ہیں یا ہمارا اللہ تعالےٰ کے ساتھ مکالمہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ امام بزرگ جعفر صادق رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا، "میں بار بار آیت کو پڑھتا رہا یہاں تک کہ میں نے اس کو اس کے کلام کرنے والے سے سُنا" اور رسالہ غوثیہ سے بھی جو کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کی طرف منسوب ہے یہی مفہوم ہوتا ہے اس کا کیا معنی ہے اور اس کی تحقیق آپ کے نزدیک کیا ہے؟

جان لے کہ اللہ تیری راہنمائی کرے کہ اللہ تعالےٰ کا کلام اللہ تعالےٰ کی ذات اور باقی صفات کی طرح بے چون و بے چگون ہے اور اس بیچون کلام کا سماع بھی بے چون ہے اس لئے کہ چون کو بے چون سے کوئی راہ

Marfat.com

نہیں ہے پس وہ سماع حاسہ سمع سے وابستہ نہیں ہوتا کیونکہ وہ سراسر چون ہے اس جگہ اگر بندہ سے بھی استماع ہے تو وہ روحانی قبولیت سے ہے کہ وہ بے چونی سے حصہ رکھتا ہے اور حروف او رکلمات کے وسیلہ کے بغیر ہے اور اگر بندہ کی طرف سے کلام ہے تو وہ بھی بغیر حروف وکلمات کے روحانی القاء سے ہے اور یہ کلام بے چونی سے حصہ رکھتی ہے جو بے چون کو سنی جاتی ہے۔

اس کے باوجود ہم یہ کہتے ہیں کہ نفسی کلام جو بندہ سے صادر ہوتا ہے اللہ تعالےٰ اس کو بھی بے چونی کے سماع سے سنتا ہے اور حروف وکلمات کے واسطہ کے بغیر اس کو سنتا ہے اور اس کے سننے میں تقدیم و تاخیر نہیں ہوتی کیونکہ "اللہ تعالےٰ پر زمانہ جاری نہیں ہوتا جس میں تقدیم وتاخیر کی گنجائش ہو" اور اگر اس مقام میں بندہ سے سماع ہے تو وہ کلی طور پر پورے کا پورا سامع ہے اور اگر کلام ہے تو بھی پورے کا پورا متکلم ہے، وہ سب کا سب کان ہے اور سب کا سب زبان ہے۔ میثاق کے روز جو ذرات آدم کی پیٹھ سے نکالے گئے تھے انہوں نے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟) کا قول بے واسطہ پورے طور پر سنا اور پورے کے پورے ذرے نے بَلیٰ (ہاں کیوں نہیں) کا جواب دیا وہ سب کان تھے اور سب زبان تھے کیونکہ اگر کان زبان سے الگ ہوتا تو بے چون کے کلام کا سماع حاصل نہ ہوتا اور مرتبہ بے چون کے تعلق کے لائق نہ ہوتا "بادشاہ کے تحائف کو اس کی سواریاں ہی اٹھا سکتی ہیں"

خلاصہ کلام یہ کہ وہ معنی متلقی جو انہوں نے روحانیت کی راہ سے اخذ کیا ہوتا ہے جب دوسری مرتبہ عالم خیال میں کہ وہ انسان میں عالم مثال کی شکل ہے حروف وکلمات مترتبہ کی صورت میں متشکل ہوتا ہے اور وہ تلقی (سیکھنا) والقاء سماع وکلام نفسی کی صورت میں نقش ہوتا ہے کیونکہ ہر معنی کے لئے اس عالم میں ایک صورت ہے اگرچہ وہ معنی بے چون ہو۔ لیکن بے چون کا نقش ہونا بھی اس جگہ میں بصورت چون ہے کہ فہم و افہام اس کے واسطہ سے وابستہ ہے جو کہ اس نقش کا مقصود ہے۔

اور جب متوسط سالک اپنے اندر حروف اور کلمات مترتبہ کو پاتا ہے اور سماع اور کلام نفسی کا احساس کرتا ہے تو خیال کرتا ہے کہ ان حروف وکلمات کو اصل سے سنا ہے اور بغیر کسی فرق کے اسی جگہ سے اخذ کیا ہے لیکن وہ یہ نہیں جانتا کہ یہ حروف وکلمات اس معنی متلقّی کے صور خیالیہ ہیں اور یہ سماع اور کلام نفسی بے چون کلام اور سماع کی شکل ہے۔ پوری معرفت والا عارف چاہیئے، جو کہ ہر مرتبہ کے حکم کو الگ کرے اور ایک کو دوسرے کے ساتھ مختلط نہ ہونے دے پس ان اکابر کا سماع وکلام جو کہ بے چونی کے مرتبہ سے وابستہ ہے یہ القاء ومعانی اور تلقی کے قبیل سے ہے اور یہ کلمات وحروف جو کہ اس معنی متلقّی کی تعبیر کرتے ہیں۔ وہ عالم صور مثالیہ سے ہے۔

Marfat.com

اور وہ گروہ جنہوں نے خیال کیا ہے کہ ہم حروف و کلمات اللہ تعالٰی کی بارگاہ سے سنتے ہیں ان کے دو فرق ہیں ان میں سے ایک فریق جو دوسرے سے اچھے حال والا ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ حروف اور کلمات حادثہ جو سنے جاتے ہیں یہ کلام نفسی قدیم پر دلالت کرتے ہیں اور دوسرا فریق کہتا ہے کہ ہم اللہ تعالٰی کا کلام سنتے ہیں اور انہی حروف اور کلمات مترتبہ کو اللہ تعالٰی کا کلام جانتے ہیں اور اس چیز میں فرق نہیں کرتے کہ کونسی چیز اللہ تعالٰی کی جناب کے لائق ہے اور کونسی چیز جناب قدس کے لائق نہیں ہے۔ یہ لوگ جاہل اور باطل پرست ہیں ان لوگوں کو پتہ نہیں کہ کونسی چیز اللہ تعالٰی کے لئے جائز ہے اور کونسی چیز اللہ تعالٰی کے لئے جائز نہیں ہے۔ تو پاک ہے ہمیں تیرے بتائے ہوئے کے بغیر کچھ علم نہیں ہے یقیناً تو ہی ہے جاننے والا حکمت والا۔ والصلوٰۃ والسلام علی خیر البشر و آلہ و اصحابہ الاطہر۔

# مکتوب نمبر ۹۳

حضرت مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید کی طرف صادر فرمایا۔

(تعین اول وجودی کی تحقیق اور تعینات حبیب و خلیل و کلیم علیہم الصلوات و التسلیمات کے مبادی میں فرق کا بیان)

وہ جو آخر کار اللہ تعالٰی کے فضل و کرم سے معلوم ہوا ہے یہ ہے کہ اللہ تعالٰی کی ذات کا تعین اول تعین حضرت وجود ہے جو تمام اشیا کو محیط ہے اور تمام اضداد کا جامع ہے اور خیر محض اور کثیر البرکت ہے یہاں تک کہ اس طائفہ علیہ کے اکثر مشائخ نے اس کو عین ذات کہا ہے اور اللہ تعالٰی کی ذات پر اس کی زیادتی کو منع کیا ہے یہ بڑا لطیف اور باریک مقام ہے کہ ہر ایک کی آنکھ اس کو معلوم نہیں کر سکتی اور اسے اصل سے الگ نہیں کر سکتی یہی وجہ ہے کہ اس کا تعین اس مدت میں مخفی رہا اور متعین سے الگ نہ ہوا اور ایک بہت بڑی جماعت نے اس کو خدا سمجھ کر پوجا ہے اور اس کے بعد کوئی مطلوب معبود نہیں سمجھا ہے اور اسے آثار خارجی کا مبدا جانا ہے اور حوادث یومیہ کا موجد و خالق مانا ہے اور یہ غیر حق سے حق کی تمیز ایک ایسی دولت تھی جو اس عاجز اور مسکین کے لئے ذخیرہ کر رکھی تھی اور غیر معبود کی معبود سے مشارکت کی نفی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا پس خوردہ تھا جو ان کے خادم کے لئے نگاہ رکھا تھا۔ تمام تعریفیں اس اللہ کو ہیں جس نے ہمیں اس کی راہنمائی کی اور اگر اللہ تعالٰی ہماری راہنمائی نہ کرتا تو ہم کبھی راہ نہ پا سکتے یقیناً ہمارے رب کے رسول حق لے کر آئے۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ تعین اول وجودی خلیل الرحمٰن علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رب ہے اور ان کا اور ان کی خلقت کا مبدأ تعین بھی یہی ہے اور یہ بھی بتایا گیا کہ اس تعین کا مرکز اس کا بہترین حصہ ہے جو اپنے اصل سے

Marfat.com

بہ نسبت دوسرے اجزاء کے اقربیت کی نسبت رکھتا ہے یہ حضرت حبیب اللہ کا رب ہے اور ان کا اور ان کی محبت کا مبداء تعین ہے علیہ وعلی جمیع الانبیاء الصلوات والتسلیمات۔

**سوال:۔** تعین اول جب حضرت خلیل کا رب ہے تو ہمارے پیغمبر علیہ وعلی خلیل الرحمن الصلوۃ والسلام نے کس حیثیت سے فرمایا ہے کہ

اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ کہ سب سے پہلے جو چیز اللہ تعالیٰ نے پیدا کی وہ میرا نور ہے۔

**جواب:۔**
دائرہ کا مرکز اجزائے دائرہ میں سے سب سے پہلے (اسبق) ہے اور پھر یہ بھی ہے کہ جزء کو کل پر تقدم حاصل ہے۔ پس لازماً آنحضرت کا مبدأ تعین جس کو آپ نے اپنے نور سے تعبیر فرمایا ہے سب سے اسبق ہوگا علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام۔ دائرہ کا مرکز اگرچہ دائرہ کا جزء ہے اور دائرہ اس کا کل ہے لیکن یہ وہ جزء ہے کہ کل کے سارے اجزاء اس سے پیدا ہوتے ہیں اس لئے کہ دائرہ کے محیط کے تمام اجزاء اس جزء کے ظلال ہیں جو کہ اس دائرہ کا مرکز ہے۔ اگر وہ جزء نہ ہوتا تو دائرہ کا نام و نشان نہ ہوتا۔

پس واضح ہوا کہ حضرت خلیل کا رب اور ان کا مبداء تعین۔ تعین اول ہے اور تعین اول کا منشا (پیدا ہونے کی جگہ) جو کہ اس کا اشرف ترین جزء اور مرکز ہے وہ حضرت خاتم الرسل علیہ وعلی آلہٖ الصلوۃ والتسلیمات کا رب اور مبداء تعین ہے۔ پس سب سے زیادہ سبقت لے جانے والی خاتم نبوت کی حقیقت ہے اور دوسروں کے ظہور کا منشا بھی وہی ہے علیہ وعلی جمیع الانبیاء الصلوات والبرکات۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث قدسی میں حبیب اللہ کی شان میں آیا ہے۔

لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ وَلَمَا اَظْهَرْتُ الرُّبُوْبِيَّةَ[۲] اگر تو نہ ہوتا تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا اور نہ اپنی ربوبیت کا اظہار کرتا۔

اور چونکہ حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کا مبداء تعین۔ تعین اول کے دائرہ کا مرکز ہے جو کہ حضرت خلیل علی نبینا وعلیہ الصلوات والتسلیمات کا مبداء تعین ہے تو لازماً ولایت محمدی جس کا منشا محبت

---

[۱] اس حدیث کو علامہ زرقانی شرح المواہب میں ذکر کیا ہے اور محافظ الاوائل میں ہے کہ حدیث اول ما خلق اللہ نوری حسن حدیث ہے اور شیخ محی الدین ابن عربی نے فتوحات میں بھی اسے ذکر کیا، اور محدث عبد الرزاق نے بروایت جابر رضی اللہ تعالیٰ اسی مضمون کی ایک حدیث روایت کی ہے۔

[۲] دیلمی نے مسند فردوس میں ابن عباس سے اسی مضمون سے ملتی جلتی ایک حدیث روایت کی۔ اسی طرح مواہب میں ہے نیز حاکم نے بھی اپنے مستدرک میں اس مضمون کی حدیث روایت کی۔ علامہ سبکی نے شفاء السقام میں اسے برقرار رکھا علامہ بلقینی نے اپنے فتاوی میں برقرار رکھا۔ لہٰذا معناً اس حدیث کی صحت میں کوئی شبہ نہیں۔ ۱۲

Marfat.com

ہے خلیلی ولایت کا مرکز ہوگا جس کا منشا خُلّت ہے علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ولایت خلیلی باوجود اولیت رکھنے کے ولایت محمدی اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے درمیان حاجز اور حائل نہیں ہوتی کیونکہ دائرہ کا مرکز ذاتی طور پر دائرہ سے سبقت رکھتا ہے پس پچھلا پہلے کے آگے حائل نہیں ہو سکتا بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔

اور اس مرکز کے قرب اور سبقت کی دوسری وجہ بھی سُن جب اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اس مرکزی نقطہ میں دُور دُور تک جایا جائے گا کہ اس دائرہ کا مرکز محبت ہے مُحِب اور محبوب الگ الگ ہو جائیں گے، اور دائرہ کی صورت پیدا ہوتی ہے کہ اس دائرہ کا مرکز محبوبیت ہے اور اس کا مُحیط محبیت ۔ تو وُہ محبیت ولایتِ موسوی علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبداء ہے اور اس مبداء کی محبُوبیت ولایتِ محمدی ہے علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام۔ پس یہ محبُوبیت کا مرکز اس مرکز محبیت سے کہ دائرہ ہو چکا ہے پہلے ہُوا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے زیادہ نزدیک ہُوا ۔ کیونکہ مرکز کو ایک ایسا قُرب اور سبقت ہے جو دائرہ کو نہیں ہے اور اسی طرح اس مرکز کو دائرہ کے محیط کی نسبت سبقت اور قُرب ہے جو محیط کو نہیں ہے پس ولایت محمدی ولایت موسوی سے بھی اسبق و اقرب ہُوئی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام۔

اور ولایتِ محمدیؐ کی سبقت اور قُرب کی ایک اور وجہ بھی سُن کہ جب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس مرکز محبُوبیت کے اندر دُور دُور تک جایا جائے گا تو وہ مرکز بھی دائرہ کی صورت پیدا کرتا ہے کہ جس کا مرکز خالص محبوبیت نظر آتی ہے اور اس محبوبیت کا محیط مُحبیت سے ملا ہُوا ظاہر ہوتا ہے جو کہ آپ کی امت کے افراد میں سے کسی فرد کو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی میں نصیب ہوتا ہے بلکہ ولایت موسوی علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی تبعیت میں بھی جو کہ محیط دائرہ کے مناسب ہے۔ اسی وجہ سے آیا ہے کہ ولایت محمدی ہر وقت مرکز ہے اور محبیت کا منشا بھی اسی ولایت کے برکات سے ہے کہ جس کے ملنے سے مرکز ثانی دائرہ ہُوا ہے اور ایک اور مرکز اس سے پیدا ہُوا ہے جاننا چاہیئے کہ یہ تیسرا مرکز کام کو بہت آگے لے جاتا ہے اور نزدیک سے نزدیک تر بنا دیتا ہے ؎

با کریماں کار ہا دشوار نیست[1]

ان دقائق و اسرار پر اور زیادہ کیا لکھا جائے اور تعین اول سے اوپر اس سے زیادہ کیا کہا جائے۔ اگرچہ تعین اول کے اُوپر اور کچھ نہیں ہے کہ وہ اس کا جزو ہے یا جزو کا جزو ہے ایک واسطہ سے یا دو واسطہ سے لیکن کشفی نظر میں تعین اول سے کئی مراتب سبقت رکھتا ہے اور اس سے کئی منزل مطلوب کے زیادہ قریب ہے۔

[1] کریم لوگوں پر کوئی کام مشکل نہیں

Marfat.com

**سوال** :۔ ہر وہ کمال جو جزو کو میسر ہوتا ہے کُل کو بھی میسر ہے کیونکہ کل اس جز اور دوسرے اجزاء سے عبارت ہے پس وُہ سبقت و قرب جو جز میں پیدا ہوتا ہے کل میں نہیں ہوتا اس کی کیا وجہ ہے۔

**جواب** :۔ وُہ کمال جو جز میں بطریق اصالت پیدا ہوتا ہے وہ کل میں جز کی وساطت و تبعیت سے ہوتا ہے نہ کہ بطریق اصالت اور اس میں شک نہیں ہے کہ اصل کو ایک سبقت ہے جو تبعیت کو نہیں ہے اور اصل کو ایک قرب ہے جو فرع کو نہیں پس اگر مرکز دائرہ اپنے مخصوص کمالات میں دائرہ سے پیش قدمی کرے تو گنجائش رکھتا ہے ۔ اور تحقیقی جواب یہ ہے کہ جز کا کمال کل میں اس وقت سرایت کرتا ہے کہ وہ کمال اس جز کی اصلی ماہیت سے پیدا ہُوا ہو اور اگر جز میں کوئی ایسا کمال موجو جز کی ماہیت کے انقلاب کے بعد پیدا ہُوا ہو تو لازم نہیں ہے کہ کل میں سرایت کرے کہ وُہ جز اپنی ماہیت کے انقلاب کے بعد اس کل کا جز نہیں رہا ہے کہ وہ اس میں سرایت کرے ۔ مثلاً چاندی کہ اس کا ایک جز اکسیر کے عمل سے سونا ہو جائے اور چاندی کی ماہیت سے سونے کی ماہیت میں تبدیل ہو جائے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس جز کے سونے کے کمالات چاندی میں جو کہ اس کا کل ہے سرایت کر جائیں گے کہ وُہ جز انقلاب کے بعد اس کا جز نہیں رہا ہے کہ وُہ اس میں سرایت کرے اس کو سمجھ اور اس پر ہمارے مسئلہ کی معرفت کو قیاس کر۔

**سوال** :۔ تعین اول وجودی کا وجود خارج میں ہے یا وہ صرف ثبوت علمی ہی رکھتا ہے اور پس اور ان دو شقوں میں سے کوئی بھی درست نہیں آتی کیونکہ خارج میں ان بزرگوں کے نزدیک سوائے ایک ذات تعالےٰ کے کوئی موجود نہیں ہے اور اس خارج میں بھی تعینات اور تنزلات کا کوئی نام و نشان نہیں ہے اور اگر ثبوت علمی کہیں تو لازم آتا ہے کہ تعین علمی اس سے سابق ہو اور یہ مفروضہ کے خلاف ہے۔

**جواب** :۔ میں کہتا ہوں کہ نفس الامر میں ثابت ہے اور اگر خارج میں بھی اس معنی سے کہیں کہ علم کے علاوہ بھی اس کا ثبوت ہے تو اس کی بھی گنجائش ہے اور اللہ تعالیٰ ہی درست بات کا الہام کرنے والے ہیں۔

# مکتوب نمبر ۹۴

حضرت مخدوم زادہ خواجہ محمد معصوم سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا

(کمال و جمال ذاتی اور اس مرتبہ مقدسہ کا بیان جو اس سے ہے اور حبیب و خلیل و کلیم علیہم السلام کے ان دو مراتب میں تعینات کا حصہ اور ان دو مراتب میں سے حضرت مجدد رضی اللہ عنہ کے حصہ کا بیان)

اللہ تعالےٰ کی ذات پاک بذات خود جمیل ہے اور اس کے لئے حسن و جمال ذاتی ثابت ہے لیکن وہ

Marfat.com

حسن و جمال نہیں جو ہمارے لئے مدرک و مکشوف ہو اور ہمارے عقل و خیال میں آسکے اس کے باوجود اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں ایک مقدس مرتبہ ہے کہ جو حسن و جمال بھی اللہ تعالےٰ کی عظمت و کبریائی کی وجہ سے اس مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا اور اس کے حسن و جمال سے متصف نہیں ہو سکتا۔ تعین اوّل جو کہ تعین وجودی ہے۔ اس جمال و کمال ذاتی کا تعین ہے اور اس کا پہلا ظل ہے اور اس مرتبۂ قدس سے کہ کمال و جمال کو بھی وہاں گنجائش نہیں ہے اس تعین میں کچھ بھی ثابت نہیں ہے کہ وہ اپنی انتہائی عظمت و کبریائی کی وجہ سے کسی تعین سے متعین نہیں ہو سکتا۔ ع

شعر: کدام آئینہ در آید او[۱]

اس کے باوجود اس تعین اوّل کے دائرہ کے مرکز میں ایک راز اور کیفیت رکھ دی گئی ہے اور اس بے نشان کا نشان اس جگہ میں پوشیدہ کر رکھا ہے۔ جیسا کہ تعین اوّل ولایت خلیل کا منشا ہے تو وہ راز اور کیفیت جو اس تعین کے مرکز میں رکھی ہے وہ ولایت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور وہ حسن و جمال ذاتی کا تعین اوّل اس کا ظل ہے صباحت (سپیدی) کے مشابہ ہے جو کہ عالم مجاز میں رخسار کے حسن اور خال کے جمال کے قبیل سے ہے اور وہ راز و کیفیت جو مرکز میں ودیعت کی ہے ملاحت سے مشابہت رکھتا ہے جو کہ قد کی خوبی اور رخسار کی صباحت سے بلند مرتبہ چیز ہے اور آنکھ کے حسن اور خال کے جمال کے علاوہ ایک ذوقی امر ہے جب تک وہ ذوق نصیب نہ ہو معلوم نہیں ہو سکتا۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎

آں[۲] دارد آں نگار کہ آنست ہر چہ ہست    آں را طلب کنند حریفاں کہ آں کجاست

اس بیان سے ان دونوں ولایتوں کا درمیانی فرق سمجھ۔ اگرچہ یہ دونوں اللہ تعالےٰ کی بارگاہ قدس سے پیدا ہوتے ہیں لیکن ایک کا مرجع ذات کے کمالات ہیں اور دوسرے کا مآل صرف اللہ تعالےٰ کی ذات ہے اور چونکہ ملاحت، صباحت سے بلند مرتبہ ہے پس ملاحت تک وصول کی صورت اس وقت ہو سکتی ہے۔ جبکہ صباحت کے مراتب طے کر لئے جائیں۔ جب تک ولایت ابراہیمی کے تمام مقامات کا وصول میسر نہ ہو جائے اس ولایت کی حقیقت تک جو کہ ولایت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی بلند چوٹی ہے وصول میسر نہیں آسکتا۔ یہی وجہ ہو سکتی ہے کہ خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کو ملت ابراہیمی کی متابعت کا حکم ہوا علیہما الصلوٰۃ والسلام تاکہ اس متابعت کے وسیلہ سے ان کی ولایت کی حقیقت تک پہنچ سکیں اور اس جگہ سے اپنی ولایت کی حقیقت تک پہنچ سکیں کہ جس کو ملاحت سے تعبیر کیا ہے۔

اور چونکہ ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو ولایت خلت کے دائرہ کے مرکز سے ذاتی مناسبت ہے کہ

---

[۱] وہ کونسے آئینہ میں سما سکتا ہے ۱۲ [۲] وہ معشوق وہ کچھ رکھتا ہے کہ جو کچھ ہے وہی ہے اس کو حریف طلب کرتے ہیں کہ وہ کہاں ہے ۱۲

Marfat.com

وہ اجمال ذات کے زیادہ قریب ہے اور اس دائرہ کے محیط سے اس کی مناسبت کمتر ہے کیونکہ وہ کمالات ذات کی طرف توجہ رکھتے ہیں پس جب تک اس دائرہ کے محیط کے کمالات سے بھی متصف نہ ہو ولایت خلت پوری نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ صلوٰۃ ماثورہ میں آیا ہے کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ تاکہ ولایت خلت کے کمالات پورے کے پورے آپ کو میسر ہو جائیں جیسا کہ اس ولایت والے کو میسر تھے علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور چونکہ ولایت محمدی کا طبعی مقام دائرہ خلیل کا مرکزی نقطہ ہے علیہما الصلوٰۃ والسلام اور اس کی سیر بھی اس دائرہ کی مرکزی سیر پر مقصور ہے تو لازماً اس جگہ سے باہر آنا اور محیط دائرہ میں پہنچنا اور اس کے کمالات کا اکتساب کرنا مشکل ہوتا ہے اور طبیعت کے برخلاف ہوتا ہے پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے کوئی فرد واسطہ چاہیئے جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی وجہ سے اس مرکز کے عین میں ہو اور دوسرے طریقہ سے اس دائرہ کے محیط سے مناسبت رکھتا ہو تاکہ وہ اس مرتبہ کے کمالات حاصل کرے اور اس مرتبہ کی حقیقت سے متصف ہو اور اس کا تبوع پیغمبر بحکم۔

مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا وَ اَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا۔[1] جو کوئی اچھا طریقہ رائج کرے تو اس کو اپنا اجر بھی ملتا ہے اور ان کا بھی جو اس پر عمل کریں،

اس فرد کے وصول کے ذریعہ سے ان کمالات سے بھی متصف ہوتا ہے اور مراتب خلیل پورے کرتا ہے اس معما کا راز جو اس فقیر پر ظاہر کیا ہے کہ دائرہ ولایت خلت کے مرکز کا نقطہ جو کہ اس کے تمام نقاط میں سے محبت کے ساتھ ممتاز ہوا ہے اگرچہ بسیط ہے لیکن چونکہ وہ محبیت اور محبوبیت کے اعتبار کا متضمن ہے لہٰذا وہ دائرہ کی صورت پیدا کرتا ہے اور اس مرکز سے دائرہ پیدا ہوتا ہے جو کہ اس اعتبار محبیت کا محیط ہے اور اس محبوبیت کے اعتبار کا مرکز ہے اور موسوی ولایت علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا منشا اعتبار محبیت ہے جو کہ اس دائرہ کا محیط ہے اور ولایت محمدی کا منشا اعتبار محبیت ہے جو کہ اس دائرہ کا مرکز ہے حقیقت محمدی کا حصول اس جگہ تصور کرنا چاہیئے۔ اور ہزار سال کے بعد اس دائرہ ثانی کے مرکز کے نقطہ نے بھی جو کہ حقیقت محمدی اس کے ساتھ وابستہ ہے وسعت پیدا کی اور اس میں دو اعتبار ظاہر ہوئے اور دائرہ کی صورت میں باہر آیا کہ وہ اس محبوبیت خالص کا مرکز ہے اور اس محبوبیت کا محیط محبیت سے ملا ہوا ہے اور ولایت احمدی کا منشا اس دائرہ کا مرکز ہے اور احمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا نام ہے کہ آسمان والوں میں وہ اس نام سے معروف ہے جیسا کہ کہا گیا ہے۔

---

[1] مسلم شریف۔

Marfat.com

یہی وجہ ہو سکتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے جو کہ آسمان والوں سے ہو چکے ہیں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے آنے کی بشارت اسم احمد سے دی ہے اور اس اسم مبارک کو ذات احد جل شانہٗ کے ساتھ بہت تقرب ہے اور دوسرے اسم (محمدؐ) سے ایک منزل اللہ تعالیٰ کی ذات سے زیادہ قریب ہے، جیسا کہ ظاہر ہو چکا ہے اور یہ اسم۔ اسم مبارک احد سے ایک حلقۂ میم سے جدا ہوا ہے کہ وہ مبدا محبت ہے جو کہ ظہور و اظہار کا سبب ہوا ہے۔

اور پھر یہ بھی ہے کہ میم جو کہ احمد میں مندرج ہے وہ قرآن مجید کے حروف مقطعات میں سے جو کہ سورتوں کے اوائل میں نازل ہوا ہے اور بڑے دقیق اسرار میں سے ہے اور اس مبارک حرف میم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک خاص خصوصیت ہے جو کہ اُس کی محبوبیت کا سبب ہوا ہے اور اس کو تمام سے بلندی دی ہے۔

اب ہم اصل بات پر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس دائرہ کا محیط جو کہ محبوبیت سے عبارت ہے اور جو محبت سے ملا ہوا ہے تو وہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کے افراد میں سے کسی فرد کی ولایت کا منشا ہے جو ولایت محمدی مرکزی کے حصول کے باوجود محیط دائرہ سے مناسبت رکھتا ہے اور اس کے کمالات کو بھی حاصل کیا ہے اور معلوم ہوا کہ دولتِ ثانی اس کو ولایت موسوی سے حاصل ہوئی ہے اور وہ اُن دو عظیم ولایتوں کی طفیل سے مرکز و محیط کے کمالات کا جامع ہوا ہے اور یہ تو طے شدہ بات ہے کہ ہر وہ کمال جو امت کو میسر آتا ہے وہ کمال اس امت کے نبی کو بھی حاصل ہے۔ بحکم مَنْ سَنَّ سُنَّۃً حَسَنَۃً (جو اچھا طریقہ نکالے) پس رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی اس فرد کے[1]

[1] کچھ لوگ غلط فہمی اور کچھ تعصب کی بنا پر حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ کے مکتوبات قدسیہ کی بعض عبارات پر اعتراض وطعن کی زبان دراز کر کے بے ادبی کے مرتکب ہوتے ہیں اور ایک گروہ کھل کر تنقید کرتا ہوا نظر آتا ہے حالانکہ خود امام ربانی قدس سرہٗ نے مکتوبات شریف میں نافہم لوگوں کے اعتراضات کے شافی جواب دیئے ہیں۔ اس کے بعد کسی اور جواب کی ضرورت باقی نہیں رہتی اس کے باوجود مزید تسکین و تشفی کے لئے آپ کے صاحبزادے شاہ محمد یحییٰ اور آپ کے نبیرگان حضرت محمد فرخ حضرت عبداللہ مرزا محمد بیگ بدخشانی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی وغیرہم رحمہم اللہ تعالےٰ نے بھی شافی جوابات دیئے ہیں اور اعتراضات کی تردید کی ہے

آپ پر کئے جانے والے اعتراضات میں سے ایک اعتراض آپ کی اس عبارت پر کیا جاتا ہے

"پس آں سرور را علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام بتوسط آں فرد کمالات آں دائرہ نیز میسر شد ولایت خلت درحق او علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نیز تمام گشت"

حالانکہ آپ کی کسی عبارت سے ظاہر نہیں ہوتا کہ اس فرد سے آپ نے اپنی ذات مراد لی ہے۔ اور اگر علیٰ سبیل التنزل "آں فرد" سے شیخ مجدد علیہ الرحمۃ ہی مراد ہوں تو بھی اعتراض اور شبہے کی کوئی گنجائش نہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

Marfat.com

ذریعہ سے اس دائرہ کے محیط کے کمالات حاصل ہوئے اور ولایت خُلّت بھی رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے پُوری ہوگئی اور دُعا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ — اَے اللہ حضرت محمدؐ پر بھی اسی طرح رحمت فرما جیسی تُونے ابراہیم پر رحمت کی۔

ایک ہزار سال کے بعد قبول اور مستجاب ہوگی اور رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ولایت خُلّت پُورا ہونے کے بعد اس سرّ اور نشاۃ سے کاروبار ہے جو کہ مرکز میں ودیعت کئے ہیں اور ان کی تعبیر بالاحت سے ہوئی ہے اور اس فرد کو امّت کی پاسبانی اور حفاظت کے لئے اس قیام سے واپس کیا اور خود غیب الغیب کے خلوت خانہ میں محبوب کے ساتھ خلوت اختیار کر لی۔ شعر ؎

ھَنِیْئًا لِاَرْبَابِ النَّعِیْمِ نَعِیْمُھَا ۝ وَلِلْعَاشِقِ الْمِسْکِیْنِ مَا یَتَجَرَّعُ[1]

---

[1] نعمت والوں کو ان کی نعمتیں مُبارک ہوں عاشق مسکین کے لئے تو وہی ہے جو وہ گھونٹ گھونٹ پیتا ہے۔

بقیہ صفحہ :- فرمایا ہے زمین کے خزانوں کی چابیاں مجھے عنایت کر دی گئی ہیں۔ حالانکہ زمین کے وُہ خزانے اور ملک پر تسلط حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال مبارک کے بعد خلفاء راشدین اور سلاطین اسلام کے توسط سے ہوا۔ اور ہوتا رہے گا۔ ظاہر ہے کہ ممالک پر تسلط و قبضہ مدافعت کفار کی خاطر جنگیں جو غلبہ اسلام و ایمان کا موجب ہیں۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے حصول ثواب کا ذریعہ ہیں کیونکہ آپ نے ہی ایسا کرنے کا حکم دیا ہے اور حکم دینے والا اور اس کے مطابق عمل کرنے والا دونوں ثواب میں شریک ہیں اور یہ ثواب اور حصول درجات آپکو خلفاء راشدین اور سلاطین اسلام کے واسطہ سے ہے۔ نیز حضور کے لئے بعد از انتقال بھی ترقی درجات ثابت ہے۔ کیونکہ قیامت تک آپ کی اُمّت جو بھی نیک کام بجا لائے گی۔ الدال علی الخیر۔ کفاعلہ کے مطابق ان کا ثواب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی یقیناً پہنچتا ہے اور اس طرح امّت کے اعمال صالحہ کے واسطہ سے ہر گھڑی آپ کے درجات بلند ہوتے ہیں اور کمالات میں اضافہ ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ آپ کو کمالات و درجات میں جو بلندی امت کے اعمال صالحہ کے واسطہ سے ہوتی ہے وہ پہلے سے حاصل نہیں۔ تو اگر مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ اتنا فرما دیں کہ کچھ کمالات آپ کو اس فرد کے توسط سے حاصل ہوئے تو اس پر اعتراض کی گیا گنجائش ہے قرآن حکیم میں ہے ھو الذی ایدک بنصرہٖ و بالمومنین ، اللہ وہ ذات ہے جس نے اَے نبی تجھے اپنی مدد اور ایمان والوں کے ساتھ قوت دی۔ پھر مُسلم شریف کی اس حدیث کے الفاظ پر بھی غور فرمائیں۔

قال صلے اللہ علیہ وسلم ثم سلوا اللہ لی الوسیلۃ فانھا منزلۃ فی الجنۃ لا ینبغی الا لعبد من عباد اللہ وارجوان اکون انا ھو فمن سأل لی الوسیلۃ حلت علیہ الشفاعۃ

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر میرے لئے اللہ سے وسیلہ مانگو بیشک وہ جنت میں ایک مرتبہ ہے جو اللہ کے خاص بندوں میں سے کسی بندے کے لائق ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہوں تو جو شخص میرے لئے وسیلے کی دُعا کرے گا اس پر شفاعت حلال ہو گئی۔

اس حدیث میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی امّت سے فرمایا کہ میرے لئے اللہ تعالٰی سے مقام وسیلہ مانگو۔ اور میرا جو امتی ایسا کرے گا میں اس کی شفاعت کروں گا۔ پھر اس مکتوب میں تنبیہ کے عنوان کے تحت آپ نے متعدد دلائل سے اس اعتراض کا شافی جواب دے دیا ہے۔ اللہ تعالٰی معاندین اور غلط فہمی کے شکار لوگوں کو ہدایت کی توفیق دے۔

Marfat.com

جاننا چاہئیے کہ مرکز ثالث کا محیط اگرچہ تعین اوّل کے مرکز کے محیط کی نسبت چھوٹا نظر آتا ہے لیکن وہ سب سے زیادہ جامع ہے کیونکہ جو چیز بھی اللہ تعالٰی کے زیادہ قریب ہے وہ زیادہ جامع ہے تو اس کے چھوٹا ہونے کو انسان کے چھوٹا ہونے کی طرح سمجھنا چاہئیے کہ باوجود چھوٹا ہونے کے عالم کی تمام اقسام میں سے زیادہ جامع ہے اور یہ بھی ہے کہ وہ شخص جو اس محیط کے کمالات سے متصف ہوا ہے اور مرکز کے اجمال سے محیط کی تفصیل میں آیا ہے اب وہ بے مناسبتی جو محیط اور تفصیل سے رکھتا تھا زائل ہو گئی اور بے تکلف اجمال سے تفصیل میں چلا گیا اور اس تفصیل کے کمالات سے بھی متصف ہوا۔

سن! باوجود کمال اقتدار کے چونکہ نظام عالم کو حکمت سے وابستہ کیا ہے لہٰذا محبوبین کی تربیت میں بھی اسباب کے وجود سے چارہ نہیں ہوتا اگرچہ اسباب کا وجود بہانہ سے زیادہ نہیں ہوتا اور قدرت کے پردہ سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔

سُنَّۃَ اللّٰہِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَنْ — یہی اللہ تعالٰی کا طریقہ ہے جو پہلے سے آرہا ہے
تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَبْدِیْلًا — اور تو اللہ تعالٰی کے طریقہ میں کوئی تبدیلی نہ پائیگا۔

**تنبیہ**:- نبی اگرچہ بعض کمالات کو اپنے افراد امت میں سے کسی فرد کے ذریعہ حاصل کرتا ہے اور اس کے وسیلہ سے بعض مقامات پر پہنچتا ہے لیکن اس طرح سے نبی میں کوئی نقص لازم نہیں آتا اور اس فرد کو اس وسیلہ بننے سے نبی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہوتی کیونکہ اس فرد نے اس کمال کو اس نبی ہی سے حاصل کیا ہے اور اسی کے طفیل سے اس دولت تک پہنچا ہے پس حقیقت میں وہ کمال اسی نبی کی ملکیت ہے اور اسی کی متابعت کا نتیجہ ہے اور وہ فرد اس کا خادم ہونے سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ اس نے اسی کے خزانوں سے خرچ کیا ہے اور خوشنما لباس اور قیمتی فرش تیار کر کے لایا ہے جو کہ مخدوم کے حسن و جمال میں مزید اضافہ کا باعث ہیں اور اس کی عظمت و کبریائی بڑھاتا ہے اس جگہ مخدوم کا نقص کیا ہے اور خادم کو کونسی فضیلت ہے۔ اپنے برابر والوں سے امداد و اعانت حاصل کرنا نقص ہے۔ اور جو امداد و اعانت خادموں اور غلاموں سے واقع ہو وہ عین کمال ہے اور رجاہ و جلال میں زیادتی کا باعث ہے کوئی بے وقوف ہی ہوگا جو ایک کو دوسرے کے ساتھ خلط ملط کرے اور نقص کے وہم میں پڑے بادشاہ اپنے خادموں اور نوکروں کے ذریعہ ملک حاصل کرتے ہیں اور کئی قلعے فتح کرتے ہیں اور اس امداد سے سوائے بادشاہوں کی عظمت و بزرگی کے اور کوئی چیز معلوم نہیں ہوتی اور اس سے خادموں اور نوکروں کی عزت و شرف بھی ظاہر ہوتا ہے۔

امتیں اپنے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی خادم اور غلام ہیں اگر ان سے ان بزرگواروں کو امداد پہنچے تو

---

لہ سورۃ فتح پارہ ختم ۱۲

Marfat.com

نقص کا خیال کرنے کا کونسا مقام ہے؟ اور وہ جو کہتے ہیں کہ ان بزرگواروں کو امداد کی بالکل حاجت نہیں ہے اور کمال کے تمام مراتب بالفعل ان کو حاصل ہیں۔ یہ صرف فضول جھگڑا ہے۔ کیونکہ یہ بزرگوار بھی خدا تعالیٰ کے بندے ہیں اور ہمیشہ اس کے فضل و فیض و برکات کے اُمیدوار ہیں اور ہمیشہ ترقی کے خواہشمند ہیں۔ حدیث میں آیا ہے۔

مَنِ اسْتَوٰی یَوْمَاہُ فَھُوَ مَغْبُوْنٌ[1] جس کے دونوں دن برابر ہوں وہ خسارے میں ہے۔

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو فرمایا ہے سَلُوا لِیَ الْوَسِیْلَةَ[2] (میرے لئے مقام وسیلہ کا سوال کیا کرو)

اور یہ بھی صحیح حدیثوں میں آیا ہے۔ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْتَفْتِحُ بِصَعَالِیْکِ الْمُھَاجِرِیْنَ[3] (کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غریب مہاجرین کے وسیلے سے فتح کی دعا مانگا کرتے تھے)

یہ سب کچھ امداد و اعانت کی طلب ہے۔ وہ لوگ جو امتوں کی امداد و اعانت کو ان بزرگواروں کے حق میں جائز نہیں سمجھتے اور ان بزرگواروں کو ان کی امداد کا محتاج نہیں جانتے ان کی نگاہ انبیاء علیہم الصلوات و التسلیمات کی بزرگی پر پڑی ہے اور ان کی نگاہ میں ان کی بلندی درجات ہے۔ اس کے باوجود اگر ان کی نظر ان بزرگواروں کی عبدیت پر بھی پڑتی اور ان کی محتاجی جو ان کو اپنے خداوند تعالیٰ سے ہے ان کو معلوم ہو جاتی تو وہ امتوں کی امداد سے انکار نہ کرتے اور ان کے غلاموں اور خادموں کی مدد کو بعید نہ سمجھتے۔ اے ہمارے رب ہمارے نور کو پورا کر اور ہمیں بخش دے یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے۔ والصلوٰۃ والسلام علی نبینا وعلی جمیع الانبیاء و علی الملائکۃ الکرام العظام۔

# مکتوب نمبر ۹۵

مولانا صالح کولابی کی طرف صادر فرمایا

(ان اسرار کے بیان میں جو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی ولایت سے مخصوص ہیں)

اس فقیر کی ولایت اگرچہ ولایت محمدی اور ولایت موسوی علی صاحبہما الصلوٰۃ والسّلام کی پروردہ ہے لیکن ان دو اکابر علیہما الصلوٰۃ والسلام کی طفیل نسبت محبوبی و نسبت محبی سے مرکب ہے کہ محبوبین کے رئیس

---

[1] دیلمی شریف بروایت علی رضی اللہ عنہ [2] مسلم شریف مشکوٰۃ
[3] مشکوٰۃ بروایت امیہ بن خالد بن عبداللہ بن اسید

Marfat.com

حضرت محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور محبّین کے سردار حضرت کلیم اللہ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں لیکن حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیہم وعلی آلِ کلّ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے وسیلہ سے میری ولایت کا کاروبار ہی دُوسرا ہے اور اس سے علیحدہ معاملہ وابستہ ہے اگرچہ اس ولایت کا اصل اپنے پیغمبر علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت ہے جوکہ ولایت محمدی ہے کہ اس کا اصل منشا خالص محبُوبیّت کی نسبت ہے لیکن چونکہ اس میں ولایت موسوی کی کیفیت بھی ہے جوکہ اصل میں خالص محبیّت سے پیدا ہوتی ہے اور اس ولایت سے مل گئی ہے اور اس کے رنگ میں بھی رنگین ہے اس نے ایک دوسری ہیئت پیدا کرلی ہے بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ ایک دوسری حقیقت بن چکی ہے اور اس نے اور طرح کا پھل دیا ہے اور دوسرا نتیجہ پیدا کیا ہے۔ کسی نے کیا ہی اچھا کہا ہے ؎

ازیں[1] افیون کہ ساقی در مے افگند حریفاں را نہ سر ماند نہ دستار

اے ہمارے رب ہمیں اپنی جناب سے رحمت عنایت فرما اور ہمارے کام میں بھلائی پیدا کر۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

# فصل بالخیر

اگر اس کاروبار کا تھوڑا سا حصّہ بھی جو اس ولایت سے وابستہ ہے ظاہر کروں یا ان معاملات کی طرف اشارہ کروں جو ان دو ولایتوں سے وابستہ ہیں تو گلا کاٹ دیا جائے اور حلقوم کو ذبح کر دیا جائے جبکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعض علوم کے اظہار میں جو انہوں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کئے تھے قُطِعَ الْبَلْعُوْم (حلق کاٹ دیا جائے) کہتے ہیں تو دوسروں کی کیا حیثیت ہے۔ خدا تعالیٰ کے نہایت گہرے اسرار ہیں جو وہ اپنے خاص الخاص بندوں پر ظاہر کرتا ہے اور کسی نامحرم کو اس کے گرد نہیں چھوڑا جاتا۔ حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات نے جوکہ جہان والوں کے لئے سراسر رحمت ہیں، اپنی کمال معرفت سے اور جوش قدرت سے ان اسرار کو حضرت ابوہریرہ وغیرہ پر ظاہر فرمایا اور سننے والوں کی قابلیت کو جانا تو ان چھپے ہوئے موتیوں کو ان پر نچھاور کیا اور میرے جیسا مفلس اور بے بضاعت آدمی ان اسرار کے خطور اور یاد کرنے سے ہراساں اور لرزاں ہے اور اس خرابی و آوارگی کے باوجود ان بلند مطالب سے اپنی کسی طرح کی کوئی مناسبت نہیں دیکھتا لیکن اتنا جانتا ہوں مصرع

باکریماں[2] کارہا دشوار نیست

[1] اس افیون سے جو ساقی نے شراب میں شامل کر دی ہے میخواروں کے نہ ہوش ٹھکانے رہتے ہیں نہ پگڑی۔ [2] کریموں کیلئے کوئی کام مشکل نہیں

Marfat.com

ہاں خداوند تعالیٰ ایسا ہی چاہیئے اور خدا تعالیٰ کا کرم و بخشش بھی اسی طرح کا ہونا چاہیئے اور اللہ تعالیٰ کا ہم پر کرم کوئی آج سے نہیں ہے۔ اس نے ہماری مشت خاک کو زمین سے اٹھایا اور اپنا خلیفہ بنادیا اور اپنی نیابت میں ہر چیز کا قیوم (قائم رکھنے والا) گردانا اور بلا واسطہ تمام اشیاء کے ناموں کی اس کو تعلیم دی اور فرشتوں کو جو اس کے برگزیدہ بندے ہیں اس کا شاگرد بنایا اور فرشتوں کو اس بزرگی کے باوجود اس کو سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ اور ابلیس کو جو معلّم ملکوت (فرشتوں کا استاد) کے لقب سے ملقب تھا اور اطاعت و عبادت میں ایک شان عظیم رکھتا تھا اس نے جب آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کیا اور اس کی توقیر و تعظیم نہ کی تو اس کو اپنی بلند بارگاہ سے ملعون قرار دے کر ہانک دیا اور اس پر ملامت اور طعنہ کیا اور اس مشت خاک کو ایسی قدرت و ہمت بخشی کہ اس نے امانت کے بوجھ کو اٹھایا وہ امانت جس کو اٹھانے سے آسمان اور زمین اور پہاڑ کانپ اٹھے اور انکار کردیا اور پھر اس کو ایسی قوت عطا فرمائی کہ اس قوت سے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے کی رویت کی قابلیت پیدا کرلی جو کہ بے چون و بے چگون ہے حالانکہ یہ خود باچون اور باچگون ہے اور کیفیت یہ ہے کہ پہاڑ اس سختی کے باوجود اللہ تعالیٰ کی ایک تجلی سے پارہ پارہ ہوگیا اور خاک سیاہ ہوگیا وہ قدیم الاحسان اور ارحم الراحمین خدا طاقت رکھتا ہے کہ میرے جیسے عاجز آدمی کو سابقین کے درجات تک پہنچائے اور ان کی طفیل ان کی دولت میں شریک کرے ؎

اگر بادشاہ بر در پیر زن　　بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن

تنبیہ:۔ حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ ہمیشہ اپنی تسبیح و تقدیس پر ہے اور صفات حدوث اور نشانات نقص سے منزہ اور پاک ہے تغیر اور تبدل کو اس کی بارگاہ میں رسائی نہیں ہے اور اتصال و انفصال کی اس درگاہ میں کوئی گنجائش نہیں ہے وہاں کسی میں حلول کرنے اور کسی کے اس میں حلول کرنے کو جائز سمجھنا کفر ہے اور اتحاد و عینیت کا حکم لگانا عین الحاد اور زندقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے جتنا بھی اس بارگاہ میں قرب اور وصل پیدا کریں وہ جسم کے جسم سے قرب کے قبیل سے نہیں ہے اور نہ وہ جوہر سے عرض کے اتصال کی طرح ہے۔ اس جگہ اگر قرب ہے تو بے چون ہے اور اگر وصل ہے تو وہ بھی بے چون۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان بزرگواروں کا تمام کاروبار بے چونی کے عالم سے ہے اور عالم چون عالم بے چون کی نسبت وہی حکم رکھتا ہے جو دریائے محیط کے مقابل ایک قطرہ۔ کہ وہ ممکن ہے اور یہ واجب تعالیٰ۔

اور یہ بھی ہے کہ عالم چون زمان و مکان کی تنگی میں ثابت ہے اور عالم بے چون اس تنگی سے آزاد ہے اور زمان و مکان سے گذر چکا ہے ہاں عبارت اور تعبیر کا میدان اس عالم میں بڑا وسیع ہے اور اس

ؔ اگر بادشاہ کسی بوڑھی عورت کے دروازہ پر آجائے تو اے خواجہ تو اپنی مونچھوں کو نہ اکھاڑ۔ ۱۲

Marfat.com

عالم میں تنگ و تاریک ہے کیونکہ وہ عبارات سے بلند ہے اور اشارات سے دور ہے۔ ارحم الراحمین نے اپنے خاص بندوں کو بے چونی سے حصہ دیا ہے اور عالم بے چون میں ان کو دخل دیا ہے اور بے چونی کے معلات سے مشرف کیا ہے۔

اگر بالفرض اس بے چونی کی تعبیر چون میں سے کریں تو اس سے بہت دور ہے کہ بالغ نابالغوں کے سامنے جماع کی لذت کو قند اور شکر کی لذت سے تعبیر کریں کہ یہ دونوں لذتیں تو ایک عالم چون سے ہیں اور وہ تعبیر اور معبر دو الگ الگ عالموں سے ہیں اور مجبوراً جب کوئی بے چون کی تعبیر چون سے کرے گا، اور بے چون پر چون کے احکام جاری کرے گا تو وہ محل طعن و الزام ہوگا اور اُسے زندیق اور ملحد کہیں گے پس ان اسرار کی دقت اور پوشیدگی عبارت اور تعبیر کی وجہ سے ہے نہ کہ تحقیق و وصول کی راہ سے کیونکہ ان اسرار سے متصف ہونا کمال ایمان ہے اور اس بے چون کو چون کی عبارت سے تعبیر کرنا عین کفر و الحاد ہے مَنْ عَرَفَ اللّٰہَ کَلَّ لِسَانُہٗ (جس نے اللہ کو پہچان لیا اس کی زبان گنگ ہوگئی) کو اس جگہ دیکھنا چاہیئے اے ہمارے رب ہمارے نور کو پورا کر دے اور ہمیں بخش دے یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے۔ الحمد للہ اولاً و اخراً والصلوٰۃ علی رسولہ دائماً و سرمداً۔

# مکتوب نمبر ۹۶

فقیر ہاشم کشمی کی طرف صادر فرمایا

(ان اسرار کے بیان میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ناموں محمدؐ اور احمدؐ سے متعلق ہیں)

ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم دو ناموں سے موسوم ہیں اور دونوں اسم مبارک قرآن مجید میں لکھے ہوئے ہیں فرمایا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (محمد اللہ کے رسول ہیں) اور عیسےٰ روح اللہ کی بشارت کی حکایت کرتے ہوئے فرمایا اِسْمُہٗ اَحْمَدُ (اس کا نام احمد ہوگا) اور ان دونوں مبارک ناموں کی ولایت علیحدہ ہے ولایت محمدی اگرچہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت کے مقام سے پیدا ہوتی ہے لیکن اس جگہ خالص محبوبیت ثابت نہیں ہے بلکہ اس میں محبیت کی کیفیت کی آمیزش بھی ہے اگرچہ وہ آمیزش اس کے اصل میں ثابت نہیں ہے لیکن محبوبیت خالص کے مقام سے مانع ہے اور ولایت احمدی خالص محبوبیت سے پیدا ہوئی ہے جس میں محبیت کا شائبہ تک نہیں ہے اور یہ ولایت پہلی ولایت سے بلند تر ہے اور ایک منزل مطلوب سے نزدیک تر ہے اور محب کو زیادہ مرغوب ہے کیونکہ محبوب جتنا بھی محبوبیت میں مکمل ہوگا

Marfat.com

اس کی بے نیازی اور استغنا بھی کامل تر ہوگا اور محبّ کی نگاہ میں زیادہ خوبصورت اور زیباتر ہوگا اور محبّ کو اپنی طرف زیادہ کھینچے گا اور اسے زیادہ سرگشتہ اور شیفتہ بنادے گا ؎

نہ تنہا آنتم زیبائی اوست ۔۔۔ بلائے من ز ناپروائی اوست[1]

بلا سے مراد عشق کا حد سے گذرنا ہے جو کہ عاشق کو مطلوب ہے۔ سبحان اللہ! احمد عجیب مُبارک نام ہے جو کہ کلمۂ مقدسہ اَحَد سے مرکب ہے اور حرفِ میم کے حلقہ سے جو کہ اللہ تعالٰی کے عالم بے چون میں پوشیدہ اسرار میں سے ہے اور اس کی گنجائش نہیں رکھتا کہ عالم چون میں اس پوشیدہ راز کو حلقہ میم کے بغیر تعبیر کیا جا سکے۔ اور اگر اس کی گنجائش ہوتی تو اللہ تبارک وتعالٰے اس سے تعبیر فرماتے اور اَحَد لاحَد ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور حلقۂ میم طوقِ عبودیت ہے کہ جس نے بندہ کو مولا سے الگ کیا ہے پس بندہ وہی میم کا حلقہ ہے اور لفظ اَحَد اس کی تعظیم کے لئے آیا اور اس کے اختصاص کا اظہار کیا ہے ؎

چوں نام این است نام آور چہ باشد[2]

ہزار سال کے بعد کہ اسکو امورِ عظام کے تغیر میں ایک تاثیر ودیعت کی ہے اس ولایت کا معاملہ اس ولایت تک کھینچا اور ولایت محمدی ولایت احمدی پر منتہی ہوئی۔ اور کاروبار عبودیت کے دو طوق سے ایک طوق تک پہنچا اور پہلے طوق کی جگہ حرف الف جو کہ اس کے رب سے اشارہ ہے متمکن ہوا جہاں تک کہ محمد احمد ہوا۔ علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام۔ اس کا بیان یہ ہے کہ عبودیت کے دو طوق میم کے دو حلقوں سے عبارت ہیں کہ جو اسم مبارک محمد میں مندرج ہیں ہو سکتا ہے کہ وہ دو طوق ان کے دو تعیّن کی طرف اشارہ ہو۔ صلے اللہ علیہ وسلم۔ ان دو تعیّن میں سے ایک تعیّن بشری ہے اور دُوسرا تعیّن روحی ملکی اور تعین جسدی ہیں اگرچہ موت آجانے کی وجہ سے سستی و نقص آجاتا ہے اور تعیّن روحی نے اور قوت حاصل کر لی لیکن اس تعیّن کا اثر باقی رہا تھا ہزار سال چاہیئے تھا کہ اس کا اثر بھی زائل ہو اور اس تعیّن کا کوئی نشان نہ رہے اور جب ہزار سال ختم ہوا اور اس تعیّن کا اکثر حصہ نہ رہا اور ان دو طوق میں سے ایک طوق عبودیت کھینچ لیا گیا اور اس پر فنا اور زوال طاری ہوا اور الف الوہیت کہ اس کو بقا باللہ کے رنگ میں کہا جا سکتا ہے اس کی جگہ بیٹھا تو لازماً محمد احمد ہوا اور ولایت محمدی نے ولایت احمدی میں انتقال فرمایا پس محمد دو تعیّن سے عبارت ہے اور احمد ایک تعیّن سے کنایہ ہے اور بس۔ پس یہ نام حضرت مطلق سے زیادہ قریب ہوگا اور عالم سے دُور تر ہوگا۔

---

[1] اس کی خوبصورتی ہی میرے لئے اکیلی آفت نہیں ہے بلکہ میرا فتنہ تو اس کی بے پروائی بھی ہے ۱۲۔

[2] جب نام ایسا ہے تو جس کا نام ہے وُہ کیسا ہوگا ۱۲۔

Marfat.com

**سوال:۔** فنا و بقا جو مشائخ نے قرار دی ہے اور ولایت کو اس سے وابستہ کیا ہے اس کا کیا مطلب ہے اور یہ فنا و بقا جو تعین محمدی میں کہی جاتی ہے اس کا کیا معنی ہے ؟

**جواب:۔** وہ فنا و بقا جس کے ساتھ ولایت وابستہ ہے فنا و بقا شہودی ہے اگر فنا و زوال ہے تو باعتبار نظر ہے اور اگر بقا و ثبات ہے تو بھی باعتبار نظر ہے اس جگہ صفات بشری پوشیدہ ہو جاتی ہیں نہ کہ زائل ، اور اس تعین کا فنا اس طرح نہیں ہے بلکہ اس جگہ صفات بشری کو زوال وجودی ثابت ہے اور تعین جسدی کا پراگندہ ہونا اور تعین روحی کا ثابت ہونا ہے اور اس جگہ جانب بقا میں بھی اگرچہ بندہ اللہ نہیں بن جاتا اور بندگی سے باہر نہیں آجاتا لیکن اللہ تعالےٰ سے نزدیک تر ہو جاتا ہے اور معیت زیادہ پیدا کر لیتا ہے اور اپنے آپ سے دور ہو جاتا ہے اور اس سے احکام بشری مسلوب ہو جاتے ہیں۔

جاننا چاہیئے کہ یہ عروج محمدی جو کہ صفات بشری کی نفی سے وابستہ ہے اگرچہ ان کے کاروبار کو بلند تر لے گیا اور ان کو بلند چوٹی پر پہنچا دیا۔ اور ان کو غیر اور غیریت کی کشاکش سے آزاد کر دیا صلے اللہ علیہ وسلم، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا معاملہ زیادہ تنگ ہو گیا اور آپ کا نور ہدایت جو کہ بشریت کی وجہ سے تھا وہ بہت کم ہو گیا اور وہ توجہ جو ان عاجز لوگوں کے حال پر تھی وہ کم ہو گئی اور آپ پوری طرح قبلہ حقیقی کی طرف متوجہ ہو گئے۔

اس رعایا پر افسوس کہ جس کا بادشاہ اس کے حال میں مشغول نہ ہو اور کلی طور پر اپنے محبوب کی طرف متوجہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ہزار سال کے بعد کفر اور بدعت کے اندھیرے غالب آچکے ہیں اور سنت و اسلام کا نور کم ہو چکا ہے۔ اے ہمارے رب ہمارے نور کو پورا کر اور ہمیں بخش دے یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے۔

# مکتوب نمبر ۹۷

صوفی قربان جدیدی کی طرف صادر فرمایا

(عالم کے موہوم ہونے کے راز کے بیان میں)

صوفیاؒ نے جو عالم کو موہوم کہا ہے تو وہ اس معنی سے نہیں ہے کہ عالم محض وہم کی اختراع و پیداوار ہے کہ وہ بے وقوف سوفسطائی کا مذہب ہے بلکہ اس معنی سے موہوم ہے کہ خداوند تعالےٰ کی پیدائش سے وہ مرتبہ وہم میں پیدا ہوا ہے اور اس مرتبہ میں اللہ تعالےٰ کی صنعت سے اس لئے ثبوت اور استقرار پیدا کیا ہے لیکن وہ خیر و کمال جو اس میں ثابت ہے وہ حضرت وجود تعالےٰ و تقدس کے مرتبہ سے مستعار ہے اور اس

Marfat.com

مرتبۂ مقدسہ کے کمالات کے ظلال میں سے ایک ظل ہے، اور اس میں جو شر و نقص ہے وہ عدم سے مستعار ہے اور وہ عدم کے شرور و نقائص جو کہ اس میں ودیعت کئے گئے ہیں کہ وہ ہر شر و نقص کا منشاء ہے کے ظلال میں سے ایک ظل ہے اور جب سالک مستعد خداوند تعالیٰ کی تربیت کی وجہ سے ان امانتوں کو پورے طور پر ادا کرتا ہے خیر و کمال کو اس کے اہل کے سپرد کر دیتا ہے اور شر و نقص کو اس کے اہل کے حوالہ کر دیتا ہے تو لازماً وہ فنا کی دولت سے متحقق ہو جاتا ہے اور اس کا اپنا کوئی نام و نشان نہیں رہتا نہ خیر کا اس میں کوئی اثر ہوتا ہے اور نہ شر سے اس کو کسی ضرر کا احتمال رہتا ہے کیونکہ جو کچھ بھی وہ رکھتا تھا خیر یا شر وہ سب وجود و عدم سے مستعار تھا وہ اپنے باپ کے گھر سے کوئی چیز نہیں لایا ہے اس میں کوئی چیز اس کے سوا نہیں تھا کہ وہ ایک امانت دار تھا اور جب وہ امانتوں کو ان امانات کے اہل کی طرف واپس کر دیتا ہے تو لازمی طور پر خودی اور انانیت کی زحمت سے خلاص ہو جاتا ہے اور فنا و نیستی سے ملحق ہو جاتا ہے۔

# مکتوب نمبر ۹۸

حاجی عبداللطیف خوارزمی کی طرف صادر فرمایا

(حسن صوری سے زیادہ لذت حاصل کرنے کے راز کے بیان میں)

خیر و کمال اور حسن و جمال جس جگہ بھی ہے وہ وجود کا اثر ہے جو خیر محض ہے اور واجب الوجود جل سلطانہ کے ساتھ خاص ہے لیکن ممکن میں جس طرح وجود اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے بطور ظلیت منعکس ہوا ہے حسن و جمال بھی اسی مرتبۂ مقدسہ سے بطریق ظل آیا ہے ممکن ذاتی جو اپنے ذاتی عدم کی وجہ سے جو کہ محض شر ہے۔ قبح و نقص ہے لیکن یہ حسن و جمال جو ممکن میں مشہود ہے اگرچہ وجود کی طرف سے آیا ہے لیکن چونکہ وہ عدم کے آئینہ میں ظاہر ہوا ہے اس نے آئینے کا حکم حاصل کر لیا اور قبح سے حصہ لیا اور نقص پیدا کیا اور ممکن چونکہ ذاتی قبح رکھتا ہے تو اس قدر حظ و لذت جو وہ اس حسن سے حاصل کرتا ہے اس حسن خالص سے جو کہ اس حسن کا مبدأ ہے حاصل نہیں کرتا کیونکہ اس کی مناسبت اس حسن سے زیادہ ہے بہ نسبت اس حسن کے۔

خاکروب کو مناسبت کی وجہ سے جتنی لذت گندی بو سے حاصل ہوتی ہے اچھی بو سے حاصل نہیں ہوتی۔ مشہور قصہ ہے کہ ایک خاکروب عطاروں کے محلے سے گذرا وہ خوشبو کی کثرت کی وجہ سے بیمار ہو گیا اور بیہوش ہو کر گر پڑا ایک بزرگ اس راہ سے گذر رہے تھے جب وہ اس کے معاملہ پر مطلع ہوئے تو فرمایا کہ اس کے ناک کے پاس نجاست لا کر رکھ دو کہ اس کی بدبو سے یہ تندرست ہو کر ہوش میں آ جائے گا چنانچہ انہوں نے ایسا

Marfat.com

ہی کیا تو وہ ہوش میں آگیا۔

# مکتوب نمبر ۹۹

جناب سیادت مآب وارث و پناہ میر محمد مومن بلخی کی طرف صادر فرمایا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ مَنْ لَمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰهَ۔ جس نے لوگوں کا شکریہ ادا نہ کیا اس نے خدا کا شکریہ بھی ادا نہ کیا۔

علماء و مشائخ ماوراء النہر شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کے حقوق ہم عاجز اور دور افتادہ لوگوں پر بلکہ ہندوستان کے تمام مسلمانوں پر اتنے نہیں ہیں جو تقریر اور تحریر میں آسکیں! عقائد کی درستی اہل سنت وجماعت کثرہم اللہ سبحانہ فی الامصار کی صائب رائے کے مطابق ان بزرگواروں کی تحقیقات سے ہم نے حاصل کی ہے اور عمل کی صحت بھی بموجب مذہب علماء حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم انہی کی تدقیقات سے حاصل کی ہے اور طریقہ علیہ صوفیہ قدس اللہ اسرارہم کا سلوک بھی ہندوستان کے علاقہ میں اسی بزرگ زمین کی برکات سے مستفاد ہے اور مقام جذبہ وسلوک و فنا و بقا و سیر الی اللہ و سیر فی اللہ جو کہ مرتبۂ ولایت خاصہ سے وابستہ ہے کی تحقیق بھی اسی علاقہ کے اکابرین کے فیوض سے ہم پر انڈیلی گئی ہے۔

مختصر یہ کہ اگر ظاہر ہے تو اس کی اصلاح بھی وہیں سے ہوئی ہے اور اگر باطن ہے تو فلاح اسی جگہ سے حاصل کی ہے ؎

شکر[1] فیض تو چمن چوں کند اے ابر بہار کہ اگر خار و اگر گل ہمہ پروردۂ تست

اللہ تعالیٰ اس علاقہ اور اس کے رہنے والوں کو بطفیل سید السادات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم آفات و مصائب سے محفوظ رکھے۔

اس کے باوجود وہ دوست جو اپنی ضروریات کے لئے اس بلند علاقہ (توران) سے نچلے علاقہ (ہندوستان) میں آتے ہیں وہ اس علاقہ کے ذوی البرکات حضرات کی مہربانیوں خصوصاً ارشاد و ہدایت پناہ افادہ و افاضہ دستگاہ سلمہ اللہ تعالیٰ کی بہ نسبت اس حقیر کے نوازشوں کا تذکرہ کرتے ہیں کہ ان عالی جناب نجابت آیات کو آپ کے متعلق حسن ظن ہے اور آپ کے بعض علوم و معارف کو جو آپ نے لکھے تھے مطالعہ فرمایا ہے اور پسند کیا ہے۔ بزرگوں سے اس قسم کی بشارتیں زیادہ امیدواری کا باعث ہوتی ہیں اور بعض

---

[1] اے ابر بہار! باغ تیرے فیض کا شکریہ کس طرح ادا کر سکتا ہے کہ اگر کانٹے ہیں یا پھول ہیں تو وہ سب تیرے ہی پروردہ ہیں۔

Marfat.com

۱۰ اذواق و مواجید کی تحریر پر دلیر کرتی ہیں

اور جب ان دنوں شیخ ابوالمکارم صوفی نئے نئے آئے ہیں تو انہوں نے مجھ پر ان کی مہربانیوں کا اظہار فرمایا ہے تو مجبوراً ان کے کرم پر اعتماد کرتے ہوئے چند کلمات کے پڑھنے کی تکلیف دی ہے اور اپنے آپ کو ان کی یاد میں دے دیا ہے۔ چونکہ اس فقیر کے بعض مسودات کی نقول بھائی خواجہ محمد ہاشم کشمی نے جو کہ مخلص دوستوں میں سے ہیں صوفی مشار الیہ کے ہمراہ بھیجی ہیں تو انہی پر اکتفا کرتے ہوئے اس طائفہ علیہ کے علوم و معارف سے کوئی منقولہ اس خط میں درج نہیں فرمایا ہے۔ آپ حضرات کی عنایات و مہربانیوں سے امید ہے کہ قبولیت کے اوقات میں دعائے خیر اور فاتحہ سلامتی خاتمہ سے فراموش نہ کریں گے۔ اے ہمارے رب ہمیں اپنی جناب سے رحمت عطا فرما اور ہمارے کام میں بھلائی پیدا کر۔

اس حقیر کی فقیرانہ دعاؤں کو حضرات عالی درجات نقابت و نجابت پناہ اہل اللہ کے ملجا و ماوی سید میرک شاہ اور جناب افادہ دستگاہ علامۃ الورٰی مولانا حسن اور جناب ناصر الشریعۃ حافظ الملۃ قاضی تولک ادام اللہ تعالیٰ برکاتہم کی خدمت میں پہنچا دیں اور مخدوم زادگان گرامی کی خدمت میں فقیر زادے بھی دعا کی درخواست اور فاتحہ کی التماس کرتے ہیں۔

# مکتوب نمبر ۱۰۰

شیخ نور الحق کی طرف صادر فرمایا

(حضرت یعقوب علیہ السلام کی حضرت یوسف علیہ السلام سے گرفتاری کا راز بیان کرنے اور بعض اسرار غریبہ اور علوم عجیبہ کے بیان میں)

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ فضائل و کمال دستگاہ میرے عزیز بھائی شیخ نور الحق نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی حضرت یوسف علیہ السلام سے گرفتاری کے متعلق اہتمام اور پورے شوق سے استفسار کیا ہے اور یہ فقیر بھی بہت مدت سے اس معنی کے انکشاف کا شوق رکھتا تھا۔ جب ان کا شوق اس شوق کے علاوہ پیش آیا تو بے اختیار اس دقیقہ کو کھولنے کی طرف متوجہ ہو کر۔

ابتدائی طور پر یہ ظاہر ہوا کہ یوسف علیہ السلام کی پیدائش اور ان کا حسن و جمال اس دنیاوی خلقت و حسن و جمال کی جنس سے نہیں ہے اور یہ ظاہر ہوا کہ آپ کا جمال بہشتیوں کے جمال کی جنس سے ہے اور مشہود ہوا کہ باوجود اس پیدائش کی صباحت کے ان کو حور و غلمان کے حسن سے مشابہت ہے اور اس کے بعد پھر جو کچھ تفصیل اس باب میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے فائض ہوئی ہے اسے قید کتابت میں لا کر بھیجا جا

Marfat.com

رہا ہے اے اللہ تو پاک ہے تیرے بتائے ہوئے کے بغیر ہمیں کچھ علم نہیں ہے ؎

در پسِ آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند ۔۔۔ آنچہ استادِ ازل گفت ہماں مے گویم

**سوال:** یہ تمام فرطِ محبت اور گرفتاری جو حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام سے تھی یہ کس طرح کی تھی حالانکہ خداوند تعالٰے نے ان کو اور ان کے آباء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوات و البرکات کو اُولِی الْاَیْدِیْ وَالْاَبْصَارِ (ہاتھوں اور آنکھوں یعنی عمل اور علم والے) فرمایا ہے اور پھر ان کے متعلق اور ان کے آباء کرام کے متعلق یہ بھی فرمایا ہے انا اخلصنا ھم بخالصۃ ذکری الدار وانھم عندنا لمن المصطفین الاخیار (یقیناً ہم نے ان کو ایک پاک خصلت میں خالص کیا کہ وہ آخرت کی یاد ہے اور یقیناً وہ ہمارے پاس پسندیدہ اور برگزیدہ لوگوں سے ہیں)

اور برگزیدہ اور مخلص لوگوں کو مخلوق سے ایسا تعلق رکھنا کیا گنجائش رکھتا ہے؟ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ گرفتاری اللہ تعالٰے کے سوا نہ تھی کیونکہ اللہ تعالٰے کے حسن و جمال کے آئینہ سے زیادہ نہیں ہے جیسا کہ صوفیہ نے کہا ہے اور شہود وحدت کو کثرت کے آئینہ میں تجویز کیا ہے اور اخروی رویت کے سوا اس دنیا میں مجالی و مظاہر میں ممکنات کی صورتوں کا مشاہدہ و مکاشفہ ثابت کیا ہے کیونکہ اس قسم کے کشف و شہود جو کہ سالکین صوفیاء کو توحید کے غلبات میں اس فانی دنیا میں میسر آتے ہیں قریب ہے کہ انبیاء کی امتوں کے خواص اس سے انکار کریں اور یہ لوگ ایسے کشوف و شہود سے یکسوئی اور پرہیز کرتے ہیں اور جب معاملہ اس طرح کا ہو تو انبیاء برگزیدہ کے متعلق اس طرح کے احوال کا کیا احتمال ہو سکتا ہے بلکہ اس معنی کا تصور کرنا بھی ان بزرگواروں کے متعلق عین وبال ہے۔

**جواب:** یہ سوال ایک مقدمہ پر مبنی ہے اور وہ یہ ہے کہ آخرت کا حسن و جمال اور اسی طرح اس مقام کی نعمتیں اور لذتیں بھی دنیا کے حسن و جمال کی طرح نہیں ہیں

کیونکہ وہ حسن و جمال سب خیر ہی خیر ہے اور لذتیں اور نعمتیں سب اللہ تعالٰی کو مقبول و پسندیدہ ہیں اور یہ حسن و جمال سب شر اور نقص ہے اور یہ لذتیں اور نعمتیں سب نامقبول اور غیر مستحسن ہیں یہی وجہ ہے کہ آخرت کا گھر اللہ تعالٰے کی رضا کا گھر ہے اور دنیا کا گھر خدا تعالٰے کے غضب کی جگہ ہے۔

**سوال:** ممکن میں جو بھی حسن و جمال ہے چونکہ وہ حضرت وجوب سے مستعار ہے اور ممکن اس مرتبہ کے آئینہ اور مظہر سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا اس لئے کہ ممکن اپنے پاس کوئی چیز نہیں رکھتا اور جو کچھ بھی وہ رکھتا ہے حضرت وجوب سے مستفاد ہے۔ پس ان دو مقامات میں فرق کہاں سے آ گیا کہ ایک تو پسندیدہ اور

---

ؔ مجھے آئینہ کے پیچھے طوطی کی طرح رکھا ہے جو کچھ استاد ازل نے کہا ہے میں وہی کہتا ہوں - ۱۲

Marfat.com

- مستعمل ہو اور دُوسرا نامقبول اور غیر مستحسن۔

**جواب:** چند ایک مقدمات پر مبنی ہے پہلا مقدمہ یہ ہے کہ عالم تمام کا تمام اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا مظہر اور جلوہ کی جگہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے اسمائی وصفاتی کمالات کا آئینہ ہے۔

دُوسرا مقدمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات اگرچہ وجوب کے دائرہ میں داخل ہیں لیکن چونکہ ان کو اپنے قیام اور وجود میں اللہ تعالیٰ کی ذات کی احتیاج ثابت ہے لہٰذا ان میں امکان کی بُو موجود ہے اور وجوب ذاتی ان کے حق میں غیر یقینی ہے کیونکہ ان کا وجوب اپنی ذات سے نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہے اور اگرچہ اُن کو غیر ذات بھی نہیں کہتے لیکن غیریت سے چارہ بھی نہیں ہے کیونکہ ان میں دوئی ثابت ہے اور "دو چیزیں آپس میں غیر ہوتی ہیں" یہ ارباب معقول کا مقررہ قاعدہ ہے لیکن اس کے باوجود ان پر امکان کا لفظ نہیں بولنا چاہیئے کیونکہ وہ حدوث کا وہم ڈالتا ہے کیونکہ ان کے نزدیک ہر ایک ممکن حادث ہے اور وجوب بالغیر بھی اس مقام میں تجویز نہ کرنا چاہیئے کہ وہ ان کے خداوند تعالیٰ کی ذات سے علیحدہ ہونے کا وہم ڈالتا ہے۔

اور تیسرا مقدمہ یہ ہے کہ جس جگہ بھی امکان کی بُو ہے عدم کو بذاتِ خود اس جگہ گنجائش ہے اگرچہ اس عدم کا حصول محال ہو لیکن وہ استحالہ اس کے اپنے نفس سے نہیں پیدا ہوا ہے بلکہ دوسری جگہ سے آیا ہے

چوتھا مقدمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کو جس طرح ان کی جانب وجود میں حسن وجمال ثابت ہے ان کے احتمالِ عدم کی جانب میں بھی حسن وجمال ثابت ہے اگرچہ اس حسن کا ثبوت مرتبہ حس و وہم میں ہو جو کہ عدم کے مناسب ہے اگرچہ وہ ہمسائیگی سے مستعار ہو کہ عدم کو اپنی ذات میں سوائے شر اور قبح کے کوئی حصہ نہیں ہے وُہ وجود ہی ہے جو سراسر کمال وخیر ہے اور سارے کا سارا حُسن وجمال۔ جاننا چاہیئے کہ وُہ حسن وجمال جو عدم میں نمودار ہوتا ہے اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے حنظل (تُمّہ) چینی کے غلاف میں لپیٹ دیں اور بتائیں کہ یہ میٹھا ہے۔

پانچواں مقدمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے نظر کشفی سے معلوم ہوا ہے کہ اس دنیا میں ممکن کی جانب عدم کو کمال اقتدار سے تربیت کی ہے اور اپنی کمال صنعت سے مرتبہ حس و وہم میں ثبات واستقرار بخشا ہے اور صفات کے حسن وجمال کا مظہر جو کہ ان کے احتمال عدم کی جانب میں نمودار ہوا تھا بنایا ہے اور یہ بھی واضح ہوا ہے کہ آخرت کی زندگی میں ممکن کے وجود کی جانب کو ترجیح دیں گے اور صفات کے حسن وجمال کا مظہر جو کہ ان کے وجود کی جانب میں ثابت ہے، بنائیں گے

جب یہ پانچوں مقدمے معلوم ہو گئے تو اس دُنیا کے حسن وجمال اور اُس آخرت کے حسن وجمال میں فرق

Marfat.com

واضح ہوگیا اور ایک کا قبح اور دوسرے کا حسن بھی لائح ہوا اور پسندیدہ اور ناپسندیدہ میں تمیز بھی پیدا ہو گئی اس تحقیقات سے اس سوال کا حل بھی ہوگیا اور اس مقدمہ کی وضاحت بھی ہوگئی کہ پہلے سوال کا جواب جس پر مبنی تھا جیساکہ ذہن غور کرنے والے پر یہ مخفی نہیں ہے۔

اور جب یہ مقدمہ واضح ہوا تو ہم پہلے سوال کے جواب میں کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے صریح کشف سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ والصلوٰۃ والسلام کا وجود اگرچہ اس دنیا میں پیدا ہوا ہے لیکن تمام موجودات کے برخلاف ان کے وجود کی پیدائش آخرت کی پیدائش سے ہے اور ان کے وجود کی جانب کو ترجیح دے کر اُن کو اس حسن و جمال کا مظہر بنایا ہے جس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات سے ہے اور عدمیت کا شائبہ جو کہ ان کے نفس یا اُن کے اصل سے تعلق رکھتا ہے منتفی کردیا ہے اور علت عدم سے ان کو اور ان کے اصل کو پاک کردیا ہے اور وجود کے نور کی جانب کے غلبہ کے سوا جو کہ بہشتیوں کا حصہ ہے اس میں کچھ نہیں چھوڑا ہے تو لازماً ان کے حسن و جمال کی گرفتاری بہشت والوں کے حسن کی گرفتاری کی طرح محمود ہے اور کاملین کا حصہ ہے اور جتنا بھی محب کامل تر ہوگا تو اتنا ہی وہ آخرت کے حسن و جمال کا زیادہ گرفتار ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی رضا میں قدم بڑھا کر رکھے گا۔ کیونکہ اُس پیدائش سے گرفتاری اس پیدائش والے کی گرفتاری کا عین ہے کہ وہ پیدائش اللہ تعالیٰ کی حکمت کے طلسم سے زیادہ نہیں ہے اور کبریائی کی چادر کی طرح اللہ تعالیٰ کے نقاب سے زیادہ نہیں ہے۔ وَاللّٰهُ يَدْعُوْا اِلٰى دَارِ السَّلَامِ (اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے نص قطعی ہے۔ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ (اور اللہ تعالیٰ آخرت چاہتے ہیں) اس معنی پر حجت واضح ہے اور جس نے آخرت کی گرفتاری کو دنیا کی گرفتاری کی طرح بُرا سمجھا ہے اور اللہ تعالیٰ کی گرفتاری کے سوا جانا ہے اس نے آخرت کی حقیقت کو نہیں سمجھا ہے اور غائب کو شاہد پر باوجود فارق بین کے قیاس کیا ہے رابعہ بصری بیچارہ اگر جنت کی حقیقت کو پوری طرح سمجھ لیتی تو اس کو جلانے کی فکر میں نہ پڑتی اور اس کی گرفتاری کو اللہ تعالیٰ کی گرفتاری کے سوا نہ جانتی۔

اور کسی اور نے کہا ہے کہ آیت مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ (کہ بعض تم میں سے دنیا چاہتے ہیں اور بعض تم میں سے آخرت چاہتے ہیں) میں دونوں فریق سے شکایت ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اس کو انصاف دیں کہ یہ کس طرح متصور ہو سکتا ہے کہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ بہشت کی دعوت فرمائیں اور دعوت دینے کے بعد جو اس کو قبول کرلے اس سے شکایت کریں۔ اگر اس مقدس مقام کی گرفتاری بُری ہوتی یا مذمت کا شائبہ رکھتی تو بہشت رضا کا گھر نہ ہوتا کہ رضا قبولیت کا انتہائی مرتبہ ہے اور وہ بھی دنیا کی طرح مغضوب ہوتی۔

Marfat.com

غضب کی علت اور مذمت کا باعث عدم ہے جو کہ ہر قباحت و نقص کی جڑ ہے اور وہ دُنیا کے حصہ میں آئی ہے اور دُنیا کی لعنت کا سبب ہوئی ہے اور جب عدم سے بیزاری حاصل ہو گئی تو مذمت اور قبح کا شائبہ زائل ہو گیا اور نا رضامندی اور نامقبولیت دشمنوں کے حصہ میں آئی اور سوائے رضا و قبول وجود اور نور اور وصل و وصول اور راحت و سرور کے اور کچھ باقی نہ رہا۔ مخبر صادق صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بہشت میں تسبیح و تہلیل و تحمید سے درخت لگاؤ یعنی سبحان اللہ کہو اور بہشت میں درخت لگاؤ۔ تنزیہی معنی جو اس جگہ حروف و کلمات کے لباس میں پیدا ہوا ہے اس جگہ درختوں کی صورت میں متمثل ہوتا ہے کہ اس درخت اور اس درخت سے لذت کی گرفتاری عین گرفتاری معنی تنزیہی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔

صوفیہ علیہ کہ جنہوں نے تمام دقائق و اسرار کو توحید و اتحاد میں فرمایا ہے اور اس دُنیا کے مظاہر جمیلہ پر ان کو محمول کیا ہے اور عاشقی کی ہے اور ان کے ضمن میں شہود و مشاہدہ کا اثبات کیا ہے اور ان کے حسن جمال کو اللہ تعالےٰ کا حسن و جمال سمجھا ہے۔ ایک نے کہا ہے "میں نے تجھے ہر لذیذ کھانے میں چکھا ہے"۔ اور دُوسرا کہتا ہے ؎

امروز چوں جمال تو بے پردہ ظاہر است[1] در حیرتم کہ وعدۂ فردا برائے چیست ؟

اور تیسرا کہتا ہے ؎

از عطش گرد زقدح آبے خورند[2] در درونِ آب حق را ناظر اند

اِس دُنیا میں ان جیسی باتوں کی سچائی اس فقیر کی دریافت اور فہم سے دور ہے کہ اس دُنیا میں ان نازکیوں کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں پاتا اور ان کو اس قسم کی دولت کے قبول کرنے کی قابلیت نہیں جانتا۔ اگر قبول کی طاقت رکھتے تو اللہ تعالےٰ کے مغضوب و مبغوض نہ ہوتے اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم اَلدُّنیَا مَلْعُوْنَۃٌ (دُنیا ملعون ہے) نہ فرماتے۔ وہ بہشت ہی ہے جو ان بزرگوں کے لائق ہے اور ان مقامات کے قابل ہے اور یہ قول کہ "میں نے تجھے ہر لذیذ کھانے میں چکھا ہے"۔ بہشتی کھانوں پر صادق آتا ہے نہ کہ دنیوی طعام میں کہ وہ عدم کے زہر آب سے مخلوط ہے لہٰذا اس کا ارتکاب مناسب نہیں ہے۔

اس فقیر کے نزدیک ہر شخص اس اسم الٰہی کے ظہور سے عبارت ہے جو کہ اس شخص کا مبدأ تعین ہے اور اس اسم نے اشجار و انہار اور حور و قصور کی صورت میں اور ولدان و غلمان کے لباس میں ظہور فرمایا ہے اور جس طرح اسماء الٰہی جلّ سلطانہٗ میں باعتبار بلندی اور پستی اور باعتبار جامعیت و عدم جامعیت کے فرق ہے

---

[1] آج جبکہ تیرا جمال بے پردہ ظاہر ہے میں حیرت میں ہوں کہ کل کا وعدہ کس لئے ہے ۱۲۔

[2] اگر وہ پیاس سے پیالے میں پانی پیتے ہیں تو وہ پانی کے اندر خدا تعالےٰ کو دیکھتے ہیں ۱۲۔

Marfat.com

ان کی جنتوں میں بھی اسی اندازہ کے مطابق فرق ہے اگر اس ظہور کے ضمن میں شہود و مشاہدہ کا اثبات کیا جائے تو مستحسن اور زیبا ہے اور کسی چیز کو اس کے مقام پر رکھتا ہے لیکن اُس مُقام کے علاوہ ایسی باتوں کا اطلاق کرنا جرأت ہے اور کسی چیز کو غیر مقام میں رکھنا ہے۔

شاید کہ صوفیہ علیہ محبت کی زیادتی اور کمال شوق کی وجہ سے جو وہ اپنے مطلوب سے رکھتے ہیں جس قدر بھی مطلوب کی خوشبو ان کی جان کے دماغ میں پہنچتی ہے اسے غنیمت سمجھ کر اس کو سکرِ محبت کے غلبہ سے عین مطلوب و مقصود سمجھتے ہیں اور وُہ عاشق جو نفس مطلوب سے کرنی چاہیئے اس کے ساتھ درمیان میں لاتے ہیں۔ اور لذت حاصل کرتے ہیں اور مشاہدہ و مکاشفہ ثابت کرتے ہیں ایک بزرگ کہتا ہے ؎

زہر سو کہ آواز پائے بر آید ــــ بوئے تو از جاج ہم مست و بے خود

ہاں عاشقی اور محبت کی بے آرامی میں اس قسم کے معاملات جائز بلکہ مستحسن ہیں کیونکہ یہ خدا کے لئے ہیں اور مطلوب بے مثل کی ملاقات کے شوق کی وجہ سے ہیں ان کی غلطی بھی صواب کا حکم رکھتی ہے اور ان کا سُکر صحو کا حکم رکھتا ہے حدیث میں آیا ہے "بلال کا سین اللہ کے نزدیک شین ہے"۔ ع

ترا شھدِ تو خندہ زند اسھدِ بلال

جاننا چاہیئے کہ اس فقیر کا کشوف یہ ہے کہ بہشت میں ہر بہشتی شخص کی رویت بھی اس اسم الٰہی کے کے اندازہ کے مطابق ہوگی جو اس کے تعین و تشخص کا مبدأ ہے اور اشجار و انہار اور حُور و غلمان بہشتی کے لباس میں ظہور فرمایا ہے اس طرح کہ کچھ مدت کے بعد اللہ تعالٰے کے فضل و کرم سے یہ اشجار و انہار جو کہ اس اسم مُقدس کے مظاہر ہیں کچھ وقت کے لئے عینک کا حکم پیدا کر لیتے ہیں اور اس شخص کے لئے غیر متکیفہ رویت کی دولت کا وسیلہ بن جاتے ہیں اور پھر اپنی اصلی حالت میں آجاتے ہیں اور اس کو اپنی طرف مشغول کر لیتے ہیں۔ اور اسی طرح ہمیشہ ہمیشہ تک ہوتا رہتا ہے۔

بالکل تجلی ذاتی برقی کی طرح کہ صوفیائے نے اس کو اس دُنیا میں تجویز کیا ہے کہ اللہ تعالٰی کی ذات کی تجلی اس دولت کے مستعد لوگوں کے لئے ہمیشہ اسمائے صفات کے پردہ میں ہے لیکن کچھ مُدت کے بعد تھوڑے سے وقت کے لئے ان اسماء و صفات کا حجاب اُٹھ جاتا ہے اور اللہ تعالٰے کی ذات اسماء و صفات کے پردہ کے بغیر تجلی کرتی ہے اور چونکہ وُہ اسم الٰہی اللہ تعالٰے کی ذات کے اعتبارات میں سے ایک اعتبار ہے تو لازماً ہر شخص کی رویت کے متعلق بھی وہی اعتبار ذاتی ہوگا جو کہ اس شخص کا رب ہے۔ اس جگہ کوئی آدمی

---

۱؎ تیری خوشبو سے آبگینے بھی ہر طرف مست اور بیخود ہیں لیکن ہر پاؤں کی آواز آرہی ہے۔ ۱۲

۲؎ تیرے اشہد کا بلال کا اسہد مذاق اڑاتا ہے۔ ۱۲

Marfat.com

تبعض اور تجزی کا گمان نہ کرے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام ذات وُہ اعتبار ہے یہ نہیں کہ بعض ذات تو وہ اعتبار ہو اور ذات کا بعض حصہ دُوسرا اعتبار ہو کہ یہ نقص اور حدوث کی علامت ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے۔

صوفیا نے کہا ہے کہ "اللہ تعالیٰ کی ذات پوری کی پُوری علم ہے تمام کی تمام قدرت ہے اور ساری کی ساری ارادہ ہے" اور اگرچہ ہر اعتبار پُوری ذات ہے لیکن مرئی (نظر آنے والا) وہی اعتبار ہے کہ دُوسرے اعتبار لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ (آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں) کا راز اس جگہ تلاش کرنا چاہیئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جب اعتبارات میں تمیز نہیں ہے اور ہر ایک عین اللہ کی ذات ہے تو رویت کے متعلق ایک اعتبار کو مقرر کرنا اور دُوسرے بہت سے اعتبارات کو نظر انداز کرنا کس معنی سے ہے؟ اس لئے کہ ہم کہتے ہیں کہ یہ اعتبارات اگرچہ عین ذات ہیں بلکہ ایک دوسرے کا عین بھی ہیں اور امتیاز چونی جو کہ عالم کے گرفتاروں کے نزدیک چون معتبر ہے نہیں رکھتے لیکن بے چونی امتیاز ان کے درمیان ثابت ہے اور وہ صاحبِ دولت جو عالم چون سے عالم بے چون کے ساتھ وابستہ ہیں بے چون سے پیوستہ ہونا اور بے چون اعتبارات کا امتیاز اُن پر بھی واضح ہے اور اس امتیاز کو وہ کان اور آنکھ کے امتیاز کی طرح پاتے ہیں۔ ہاں وہ صاحب دولت جس کا مبدأ تعین اسم جامع ہوتا ہے اس کو اعتدال کے طور پر مختلف درجات میں اگرچہ اجمالی طور پر ہو اللہ تعالیٰ کے تمام اعتبارات سے حصہ ہے اور اس کی رویت تمام کے ساتھ متعلق ہے اور چونکہ اجمال کی جامعیت کی تنگی جو کہ اس کا حصہ ہے ہر وقت اُس کی دامنگیر ہے لہٰذا احاطہ اور درک اس کے حق میں بھی مفقود ہوتا ہے اور آیت لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ صادق ہوتی ہے کیونکہ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللهِ حَدِيثًا (بات میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ کون سچا ہے)

جاننا چاہیئے کہ جس بندہ کو اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے مخصُوص کر لیتے ہیں اس کو فنائے اتم کی دولت سے مشرف کرتے ہیں اور عدم کی قید سے جو کہ اس کی ماہیت ہوتی ہے آزاد کر دیتا ہے اور اس کی ذات وصفات باقی نہیں رہتے اس کو اس طرح کی فنا کے بعد ایک ایسا وجُود بخشتا ہے جو کہ آخرت کے وجود کے مشابہ ہوتا ہے اور وجود ممکن کی ترجیح کی جانب تعلق رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اسما و صفات کے وجود کی جانب کے کمالات کا مظہر ہوتا ہے جیسا کہ اس کی تحقیق پہلے گذر چکی ہے تو حضرت یُوسف علیہ السلام اپنے وجود کے ساتھ اس دولت سے مشرف ہوتے تھے اور یہ عارف وجود ثانی کے ساتھ دُوسری ولادت میں اس سے مشرف ہوتا ہے اور چونکہ وہ ایسے پیدائشی طور پر تھے لہٰذا ان کو حُسنِ ظاہر بھی عطا کیا اور عارف میں چونکہ کسب کے بعد حاصل ہوا ہے لہٰذا نور باطن پر ہی اکتفا کی ہے اور اس کے ظاہری حُسن کو آخرت کا ذخیرہ بنایا ہے اس طرح کا دولت مند انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد نادر الوجود ہے اور ایسے بہت ہی تھوڑے ہیں۔ یہ

Marfat.com

بزرگوار اگرچہ نبی نہیں ہے لیکن انبیاء کی تبعیت میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی خاص دولت میں شریک ہے اور اگرچہ طفیلی ہے لیکن انہی کے دستر خوانِ نعمت پر بیٹھا ہے اور اگرچہ وہ خادم ہے لیکن مخدوموں کا ہم نشین ہے اور وہ ایسا تابع ہے جو متبوعین کا ہمراز و مصاحب ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی ایسا راز اس سے کہتے ہیں کہ انبیاء بھی اس پر رشک کرتے ہیں اور اس کے ساتھ شرکت چاہتے ہیں علیہم الصلوات والتسلیمات جیسا کہ مخبرِ صادق صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی خبر دی ہے۔

لیکن اس قسم کا معاملہ جزئی فضیلت میں داخل ہے کلی فضیلت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی کے لئے ہے اور چونکہ یہ فضیلت بھی اس کو ان کی متابعت کی دولت سے میسر ہوئی ہے لہٰذا انہی کی طرف سے ہے اور اس کی حیثیت ان کے امتداد سے زیادہ نہیں ہے۔ آیت کریمہ

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ۔ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ۔ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُوْنَ ؀[1]

اور ہماری بات ہمارے پیغمبروں کے لئے پہلے گذر چکی ہے کہ وہی مدد دیئے جائیں گے اور یقیناً ہمارا لشکر وہی غالب آنے والے ہیں۔

قرآنی نص ہے کہ ان بزرگواروں کی شان سب سے بڑھ کر ہے اور سب پر ان کو مدد دی ہے اور غالب کیا ہے۔

**سوال**:۔ یہ وجود جو عارف تام المعرفت کو بخشتے ہیں آیا وہ اس وجود کے ساتھ بھی اس دنیا کی دوسری موجودات کی طرح مرتبۂ حس و وہم میں ہے یا اس سے باہر آ چکا ہے اور اگر باہر آ چکا ہے تو اس نے وجودِ خارجی پیدا کیا ہے یا نہیں حالانکہ قوم کا مقررہ قاعدہ ہے کہ خارج میں اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی چیز موجود نہیں ہے۔

**جواب**:۔ جو کچھ آخر کار معلوم ہوا ہے میں کہتا ہوں کہ وہ مرتبہ وہم سے باہر آ چکا ہے اور نفس امری ہو چکا ہے۔ مرتبہ وہم نے بھی اگرچہ ثبات و تقرر کے اعتبار سے نفس امر کا حکم پیدا کیا ہے لیکن حقیقت میں وہ نفس الامر نہیں تھا کہ نفس امر اس سے اوپر کا مرتبہ ہے گویا یہ مرتبہ وہم اور خارج کے درمیان برزخ ہے۔ آخرت کی پیدائش کے موجودات بھی مرتبۂ نفس امر میں ہیں بلکہ اللہ تعالےٰ کی صفات بھی سوائے حقیقی آٹھ صفات کے سب اسی مرتبہ میں ہیں اور مرتبۂ خارج میں سوائے اللہ تعالےٰ کی ذات اور اس کی آٹھ صفات کے اور کوئی چیز موجود نہیں ہے پس موجودات کے تین مرتبے ظاہر ہوئے۔

اور مرتبۂ وہم میں جو کہ اس پیدائش کے اکثر افراد کا حصہ ہے سوائے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے جو کہ اس مرتبہ سے باہر آ چکے ہیں اور اسی طرح ملائکہ کرام بھی علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کہ جن کا وجود آخرت کی پیدائش

---

[1] سورۃ والصافات پارہ ۲۳۔

Marfat.com

کے وجود سے مناسبت رکھتا ہے اور اولیائے کرام سے بھی بہت سے کم لوگ ایسے ہیں جو اس دولت سے مشرف ہوئے ہیں اور وہم سے نکل کر نفس امر کے ساتھ ملحق ہو چکے ہیں۔

اور دوسرا مرتبہ نفس امر کا ہے کہ اللہ تعالٰے کی صفات و افعال اس جگہ موجود ہیں اور ملائکہ کرام بھی اس مرتبہ میں موجود ہیں اور آخرت کی پیدائش کا وجود بھی اس مرتبہ میں ثابت ہے اور اسی طرح انبیاء اور اولیا میں سے تھوڑے آدمی بھی اسی مرتبہ میں چلے گئے ہیں علیہم وعلی اتباعہم الصلوات والتسلیمات لیکن اتنا ضرور ہے کہ اللہ تعالٰے کی صفات اس مقام کے مرکز میں ہیں جو کہ اس کے اجزاء میں سے اشرف ہے اور باقی موجودات اپنی اپنی استعداد کے مطابق اس کے اطراف واکناف میں ہے

اور تیسرا مرتبہ خارج اور موجود کا ہے اس جگہ اللہ تعالٰے کی ذات اور اس کی صفات ثمانیہ میں اگر فرق ہے تو مرکز اور غیر مرکز کا ہے کہ مرکز اللہ تعالٰے کی ذات کے زیادہ مناسب ہے۔

**سوال :۔** مرتبہ وہم سے نکل کر مرتبہ نفس امر میں جانا کونسی فضیلت رکھتا ہے اور کونسا قرب اس سے وابستہ ہے؟

**جواب :۔** ہر خیر اور کمال اور حسن وجمال کا منشا وجود ہے اور وجود کی جتنی قوت واستقرار زیادہ ہوگی ان صفات کا ظہور کامل تر ہوگا اور اس میں شک نہیں ہے کہ وجود نفس امری وہمی وجود سے زیادہ طاقتور اور زیادہ ثابت ہے تو لازماً اس میں خیر وکمال ہوگا اور قرب کے متعلق کیا کہنا ہے کہ وہ اللہ تعالٰے کے افعال کی صفات میں چلا گیا ہے اور خالقیت اور رازقیت کی صفات سے ہمسائیگی کا حق پیدا کر لیا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ عدم کا ثبوت اور اسی طرح ان کمالات کا ثبوت جن میں عدم کا شائبہ ملحوظ ہے اگرچہ وہ کمالات صفاتیہ سے ہے یہ سب مرتبہ حس ووہم میں ہیں اور جب تک پوری طرح عدم سے پاک نہیں ہوتے اور ان کی ذات وصفات زائل نہیں ہوتیں مرتبہ نفس امر کے وصول کے لائق نہیں ہوتے اور اگرچہ عدم کے ضعف وقوت کے اعتبار سے ثبوت وہمی کے مختلف درجے ہیں جتنا عدم زیادہ طاقتور ہوگا اتنی ہی مرتبہ وہم میں گرفتاری کامل ہوگی اور جب وہ کمزور ہوگا تو گرفتاری بھی کم ہوگی۔ بہت سے اولیاء جو سیر وسلوک سے عدم کے مراتب سے گزر چکے ہیں اور ان میں عدم کے اثر کے سوا کوئی چیز باقی نہیں رہی ہے لیکن جب تک وہ اثر باقی ہے مرتبہ نفس امر میں داخل نہیں ہو سکتے البتہ مرتبہ وہم سے گذر کر اس کے آخری نقطہ تک پہنچ جاتے ہیں اور مرتبہ نفس امر کا انتظار کرتے ہیں اور اس مقام سے حصہ حاصل کرتے ہیں۔

محسوس ہوتا ہے کہ انبیاء کرام اور ملائکہ عظام علیہم الصلوات والتسلیمات مختلف مراتب پر اور اسی طرح انبیاء کے بعض متابع بھی اگرچہ وہ بہت تھوڑے ہیں مرتبہ نفس امر کے مقام کے اخیر تک پہنچے ہیں اور ہر ایک

Marfat.com

کے لئے مختلف درجات پر ایک خاص وطن ہے اور ایک علیحدہ مقام ہے اور قرآن کے کلمات اور حروف بھی اس جگہ مشہود ہوتے ہیں اور ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا مقام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقام سے بلند تر ہے گویا کہ وہ اس مقام سے باہر آچکے ہیں اور اوپر کے مقام تک نہیں پہنچے اور درمیان میں برزخ بن کر اقامت کر رکھی ہے کیونکہ اوپر کا مقام اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات مقدسہ کے لئے مخصوص ہے اور خارج میں اس کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہے۔

اور یہ حروف و کلمات چونکہ حدوث کا نشان رکھتے ہیں لہٰذا اس کے مقام کے وصول کی قابلیت نہیں رکھتے لیکن اس مرتبہ کی تمام موجودات سے آگے ہیں اور انہوں نے اپنے معانی کا دامن تھام رکھا ہے اور وہ بزرگ جو مرتبہ نفس کے آخر میں اقامت رکھتے ہیں وہ اوپر کے مرتبہ کا نظارہ کرتے ہیں اور کمال گرفتاری کی وجہ سے نرگس کی طرح تمام آنکھ ہی آنکھ بن کر جناب مقدس کو دیکھتے ہیں۔

عجب معاملہ ہے کہ یہ بزرگوار اس توطن و اقامت کے باوجود بحکم اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (کہ آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے اسکی محبت ہو) اپنے محبوب کے ساتھ مجہول الکیفیت معیت رکھتے ہیں اور بے خود اس کے ساتھ ہیں اور بے اتحاد اور بغیر دوئی کے اپنے مطلوب سے مانوس و مالوف ہیں اس اثنا میں کہ قرآن کے کلمات و حروف کی معیت اس مرتبہ مقدسہ سے ملاحظہ ہوئی تو معلوم ہوا کہ اس معیت کو دوسروں کی معیت کے ساتھ کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔ یہ معیت بہت بلند ہے اور ادراک میں کچھ بھی نہیں آسکتی کہ وہ باطن در باطن کے ساتھ وابستہ ہے مخلوق کے فہم کو اس جگہ کوئی گنجائش نہیں ہے اَلْقُرْآنُ کَلَامُ اللّٰہِ غَیْرُ مَخْلُوْقٍ (قرآن اللہ کا کلام ہے اور غیر مخلوق ہے) آیا ہے انہی حروف و کلمات کی بلندی شان سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام نفسی بھی یہی حروف و کلمات ہیں جیسا کہ قاضی عضد الدین نے اس کی تحقیق کی ہے اور بغیر تقدیم و تاخیر انہی کو کلام نفسی قدیم کہا ہے اور ان کی تقدیم و تاخیر کو اپنے آلہ حادثہ کے قصور کی طرف راجع کیا ہے۔

سوال :- اگر یہی حروف و کلمات کلام نفسی ہوں تو چاہیئے کہ مرتبہ خارج میں داخل ہوں اور پہلے گذر چکا ہے کہ یہ اس مقام میں داخل نہیں ہو سکتے اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب :- یہ حروف و کلمات چونکہ اذہان میں تقدیم و تاخیر سے مذکور ہوتے ہیں تو لازماً اس ملاحظہ سے کشفی نظر میں ان کا مرتبہ خارج میں داخل نہ ہونا ظاہر ہوتا ہے لیکن جب دوسری مرتبہ تقدیم و تاخیر کے ملاحظہ کے بغیر دیکھا گیا تو مشہود ہوا کہ اس میں داخل ہیں اور اپنے اصل کے ساتھ ملحق بلکہ متحد ہیں پس ان کی معیت دوسروں کی معیت سے کیا نسبت رکھتی ہے؟ کہ اس جگہ اتحاد ہے اور دوسروں میں اتحاد کی گنجائش

Marfat.com

نہیں ہے۔

سبحان اللہ! یہی حروف و کلمات قرآنی جب اللہ تعالیٰ کا کلام قدیم ہوتے ہیں تو اس دنیا میں ان کا ظہور برخلاف دوسری صفات قدیمہ کے بنفس خود ہوتا ہے۔ کیونکہ اس صورت میں حروف و کلمات خود اس کا اپنا نفس ہیں اور تقدیم و تاخیر عارضی کے سوا جو کہ آلۂ تکلم کے قصور کی وجہ سے ہے اس کا نقاب بنتے ہیں اور اس کے سوا اور کوئی حجاب نہیں ہے پس اللہ تعالیٰ کی ذات کے قریب ترین قرآن مجید ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ظاہر ترین بھی یہی ہے کہ ان میں ظلیت کی گرد کی بُو بھی نہیں ہے۔ اور تقدیم و تاخیر کے خس و خاشاک کو محجوبین کی آنکھوں میں ڈال کر اپنے اصل سے عالم ظلال میں جلوہ گر ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ افضل عبادات تلاوتِ قرآن مجید ہے اور اس کی شفاعت دوسروں کی نسبت مقبول ترین شفاعت ہے کیا کسی مقرب فرشتہ کی شفاعت اور کسی نبی مرسل کی۔ وہ نتائج و اثرات جو قرآن مجید کی تلاوت پر مترتب ہوتے ہیں ان کی تفصیل کیا لکھی جائے۔ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ تلاوت کرنے والے کو اٹھا کر اس درجہ پر لے جاتا ہے جہاں بال کی گنجائش بھی متصور نہیں ہے۔

سوال: کیا قرآن مجید کے حروف و کلمات ہی اس دولت سے مخصوص ہوتے ہیں یا تمام منزلہ کتابوں کے حروف و کلمات بھی اُن کے ساتھ اس دولت میں شریک ہیں اور کیا سب یہی کلام قدیم نفسی ہیں؟

**جواب:** تمام اس دولت میں شریک ہیں نظر کشفی میں صرف اس قدر فرق معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید گویا دائرہ کا مرکز ہے اور باقی دوسری کتابیں بلکہ وہ سب کچھ جس سے ازل سے ابد تک تکلم واقع ہوا ہے سب گویا اس دائرہ کا محیط ہیں۔ پس قرآن سب کا اصل ہے اور تمام کتابوں سے اشرف ہے کیونکہ مرکز دائرہ کے اجزا میں سے سب سے اشرف ہے اور دائرہ کے تمام نقاط کا اصل ہے گویا کہ باقی تمام نقطے اسی کی تفصیل ہیں اور وہ سب کا اجمال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق فرمایا ہے۔

وَاِنَّهٗ لَفِیۡ زُبُرِ الۡاَوَّلِیۡنَ　　　اور یقیناً وہ پہلے لوگوں کی کتابوں میں بھی ہے۔

**سوال:** تحقیق سابق سے معلوم ہوا کہ اس دنیا میں جو مظاہر جمیلہ کے ضمن میں شہود اور مشاہدہ کہتے ہیں واقع نہیں ہے اور ان کو اس مرتبہ مقدسہ کی منظوریت کی قابلیت نہیں ہے کیا ان مظاہر کے علاوہ بھی اس دنیا میں شہود و مشاہدہ متحقق ہے یا نہیں؟

**جواب:** جو کچھ اس فقیر کا اعتقاد ہے وہ یہ ہے کہ اس دنیا کا نصیب صرف ایقان ہے کہ آنکھ کا دیکھنا اور مشاہدہ جو کہ دل کے دیکھنے سے عبارت ہے مختلف درجات پر اسی کا نتیجہ و ثمرہ ہے جو کہ آخرت کے ساتھ وابستہ ہے صاحب تعرف نے جو اس طائفہ علیہ کے اکابر میں سے ہے اپنی کتاب میں اس باب میں مشائخ

Marfat.com

کا اجماع نقل کیا ہے اور کہتا ہے کہ صوفیہ نے اجماع کیا ہے کہ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رویت نہ آنکھ سے واقع ہے اور نہ دل سے اور ایقان کے علاوہ اس جگہ کوئی امر ثابت نہیں ہے۔

سوال:۔ اس طائفہ علیہ کا مقررہ اصول ہے کہ یقین کے تین درجے ہیں۔ علم الیقین۔ عین الیقین۔ حق الیقین۔ اور علم الیقین اس سے عبارت ہے کہ اثر سے مؤثر پر استدلال کیا جائے جیسا کہ آتش کے وجود کا یقین جو دھوئیں کے وجود کے علم سے استدلال کر کے حاصل کیا جائے اور عین الیقین یہ ہے کہ مثلاً آگ کو آنکھوں سے دیکھ لیا جائے اور حق الیقین مثلاً آتش کے تحقق ہونے سے عبارت ہے اور جب رویت قلبی بھی نہیں ہے تو عین الیقین کس صورت میں راست آئے گا اور مشائخ کا عدم رویت پر مطلقاً اجماع کس طرح صادق آسکتا ہے؟

جواب:۔ ہوسکتا ہے کہ اجماع سے مراد پہلے مشائخ کا اجماع ہو اور پچھلوں نے اس کے برخلاف حکم کیا ہو اور رویت قلبی کو جائز رکھا ہو اور اس فقیر کے نزدیک یہ حکم ثابت نہیں ہوا ہے اور اس تجویز کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور یہ تین درجے جو یقین میں کہے ہیں یہ سب علم الیقین میں داخل ہیں اور یہ استدلال سے باہر نہیں آئے اور آنکھ سے دیکھنے کے علم تک نہیں پہنچے۔ اور وہ عین الیقین میں آتش کا دیکھنا کہا ہے یہ دھوئیں کا دیکھنا ہے کہ اس جگہ سے آتش کے وجود پر استدلال کیا ہے اور یہ دوسرا یقین پہلے یقین کی نسبت اپنی دلیل کی قوت کی وجہ سے زیادہ اتم ہے کیونکہ اس جگہ علم دلیل ہے اور اس جگہ رویت دلیل ہے اور اسی طرح حق الیقین میں بھی دھوئیں سے متصف ہوتا ہے نہ کہ آتش سے اور پھر اس جگہ سے آتش پر استدلال کرتا ہے اور یہ یقین پہلے دونوں یقینوں سے اتم واکمل ہے کہ اپنے نفس سے جو کہ دھواں ہو چکا ہے آتش کے وجود پر استدلال کرتا ہے اور انفس سے آفاق تک فرق واضح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

| | |
|---|---|
| سنریهم ایاتنا فی الافاق و فی انفسهم حتی یتبین لهم انه الحق. | ہم ان کو آفاق میں اور ان کی اپنی جانوں میں بھی اپنی نشانیاں دکھائیں گے یہاں تک کہ اُن پر ظاہر ہو جائے کہ وہ حق ہے۔ |

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

| | |
|---|---|
| وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ وَفِي أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ | اور زمین میں یقین کرنے والوں کے لئے نشانات ہیں اور تمہاری اپنی جانوں میں بھی، کیا تم نہیں دیکھتے۔ |

جو کچھ آفاق و انفس میں دیکھا جاتا ہے وہ مطلوب کے نشانات ہیں نہ نفس مطلوب پس آفاق و انفس میں مرئی چیز دھواں ہوگا جو کہ آگ کی علامت ہے نہ کہ آگ۔ پس آفاق و انفس میں معاملہ استدلالی ہوتا ہے جو کہ علم الیقین کی حقیقت ہے اور عین الیقین اور حق الیقین کو آفاق و انفس سے ماوراء تشخیص کرنا چاہیئے۔

Marfat.com

سبحان اللہ! بزرگوں نے مطلوب کی یافت کو انفس میں مقرر کیا ہے اور انفس سے باہر کو بے حاصل جانا ہے۔ ایک فرماتا ہے ؎

پہموں نابینا مبر ہر سوئے دست ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ باتو در زیر گلیم است آنچہ ہست[1]

دوسرا کہتا ہے ؎ چوں جلوۂ آں جمال بیروں ز تو نیست ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ پا در دامان و سر بجیب اندر کش[2]

تیسرا کہتا ہے ؎ ذرہ گر بس نیک ور بس بد بود[3]

گرچہ عمرے تگ زند در خود بود

صاحب فصوص فرماتا ہے "ذات کی تجلی صورت متجلی لہ (جس پر تجلی کی گئی) پر ہی ہوتی ہے"۔

ایک اور بزرگ فرماتے ہیں۔ اہل اللہ فنا و بقا کے بعد جو کچھ بھی دیکھتے ہیں اپنے اندر دیکھتے ہیں اور جو کچھ پہچانتے ہیں اپنے اندر پہچانتے ہیں اور ان کی حیرت اپنے وجود میں ہے وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (اور تمہاری اپنی جانوں میں بھی، کیا تم نہیں دیکھتے)

اور اس فقیر کے نزدیک آفاق کی طرح انفس بھی لا حاصل ہے اور مطلوب کے پانے سے خالی اور بے نصیب ہے وہ خوبی جو آفاق و انفس میں ہے وہ مطلوب کا استدلال ہے اور مقصود پر دلالت ہے اور مطلوب تک پہنچنا آفاق و انفس کے ماوراء سے وابستہ ہے اور سلوک و جذبہ کے ماسوا سے تعلق رکھتا ہے کیونکہ سلوک سیر آفاقی ہے اور جذبہ انفسی پس سلوک و جذبہ اور سیر آفاقی و انفسی سب سیر الی اللہ میں داخل ہیں نہ وہ جو انہوں نے کہا ہے کہ سیر و سلوک آفاقی تو سیر الی اللہ ہے اور جذبہ اور سیر انفسی سیر فی اللہ ہے۔ کیا کیا جائے ان کو ایسا ہی معلوم کرایا ہے اور مجھے اس طرح۔ اے اللہ تو پاک ہے ہمیں تیرے بتائے ہوئے کے بغیر کسی چیز کا علم نہیں ہے۔ میں مسکین ان کا جھوٹا کھانے والے کو کیا طاقت ہے کہ ان کے مذاق کے خلاف بات کہوں لیکن جب معاملہ تقلید سے گزر چکا ہے تو لازماً جو کچھ میں پاتا ہوں کہہ دیتا ہوں وہ خواہ قوم کے مخالف ہو یا موافق، ابو یوسف کو تقلید کا زمانہ گزر جانے کے بعد ابو حنیفہ جو کہ ان کے استاد ہیں کی موافقت پر مجبور کرنا غلطی ہے۔ اے ہمارے رب ہم اگر بھول جائیں یا خطا کریں تو ہم پر مواخذہ نہ فرما۔

**سوال**:- یہ یقین کے تینوں درجات جب علم الیقین میں داخل ہیں تو تمہارے نزدیک عین الیقین کیا ہوتا ہے؟

**جواب**:- عین الیقین مثلاً عبارت اس حالت سے ہے کہ جو نفس دخان کو آتش کے ساتھ ثابت ہے اور جب استدلال کرنے والا درجہ دلیل کی انتہا تک پہنچتا ہے جو کہ دخان (دھواں) ہے تو اس کو بھی

---

[1] اندھوں کی طرح ہر طرف ہاتھ نہ مار جو کچھ بھی ہے وہ گودڑی کے نیچے تیرے ساتھ ہے ۱۲ [2] جب اس جمال کا جلوہ تجھ سے باہر نہیں ہے تو پاؤں دامن میں اور سر گریبان میں ڈال لے [3] ذرہ اگرچہ بہت نیک یا بہت بد ہو اگر وہ اپنی عمر بھر بھی دوڑتا رہے تو اپنے اندر ہی رہے گا ۱۲۔

ایک حالت آتش سے پیدا ہو جائے گی جو کہ دھوئیں کو آتش سے ثابت ہے۔ فقیر کے نزدیک یہ حالت عین الیقین سے تعبیر ہے جو کہ علم استدلال سے اوپر ہے اور آفاق و انفس سے باہر ہے اور جب استدلال کا پردہ درمیان سے اٹھ گیا ہے جو کہ مرتبۂ علم کی انتہا ہے تو لازماً علم سے کشف میں آ گیا اور غیب سے شہود و حضور انجام پایا۔ جاننا چاہیئے کہ شہود و حضور اور چیز ہے اور رویت و احساس اور چیز کم ور نظر والے کو نورِ آفتاب کے چمکنے کے وقت آفتاب کا شہود و حضور حاصل ہے اور اس کو رویت و احساس نہیں ہے۔

تنبیہ:۔ دھوئیں سے متحقق ہونا اس تحقیق کے مطابق جو ذکر ہو چکی ہے دو درجے رکھتا ہے اور وہ علم الیقین و عین الیقین کو شامل ہیں جب تک دھوئیں کے ساتھ تحقق میں اس کے تمام نقاط کو طے نہیں کر لیتا اور اس کے آخری نقطہ تک نہیں پہنچ جاتا، وہ علم الیقین ہے کیونکہ ہر نقطہ جو رہ گیا ہے وہ اس کا حجاب ہے جو کہ استدلال کو مستلزم ہے اور جب تمام نقاط سے متصف ہوا اور اس کے نقطۂ آخر تک پہنچ گیا، تو استدلال سے باہر آ گیا کہ تمام حجاب اٹھ گئے اور نفس دخان کی طرح اس کو عین الیقین ثابت ہوا اس کو سمجھ لے۔

اور حق الیقین سے کیا لکھا جائے کہ اس کا کمال تحقق اخروی نشاۃ سے وابستہ ہے اور اگر اس دولت کا کچھ حصہ دنیا میں حاصل ہے تو وہ اخص خواص سے مخصوص ہے کہ سیر انفسی جو حق الیقین سے مشابہت رکھتی ہے ان کے نزدیک علم الیقین میں داخل ہو چکی ہے اور ان کے انفس نے آفاق کا حکم حاصل کیا ہے۔ اور ان کا علم حضوری جو نفس کے ساتھ تھا علم حصولی ہو چکا ہے اور عین الیقین ان کے حق میں ناوراء میں حاصل ہوا ہے اور ایسے لوگ بہت تھوڑے ہیں۔

**خاتمہ حسنہ:** ۔حسن و جمالِ محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے بیان میں جس سے جہانوں کے پروردگار کی محبت کا تعلق ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس جمال کے ساتھ رب العالمین کے محبوب ہوئے ہیں۔ حضرت یوسف اگرچہ اس صباحت کی وجہ سے جو وہ رکھتے تھے حضرت یعقوب کے محبوب ہوئے ہیں علی نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام۔ لیکن ہمارے پیغمبر جو کہ خاتم المرسلین ہیں اس ملاحت کی وجہ سے جو وہ رکھتے ہیں خالق زمین و آسمان کے محبوب ہیں علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات اور زمین و زمان کو ان کی طفیل پیدا کیا ہے جیسا کہ وارد ہوا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ خلقِ محمدیؐ دوسرے افرادِ انسانی کی پیدائش کی طرح نہیں ہے بلکہ عالم کے افراد میں سے کسی

---

لہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے اس عبارت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور ہونے کے عقیدے کی تصریح فرما دی ہے اور یہ عقیدہ بھی بیان کر دیا ہے کہ چونکہ حضور کی ذات نور ہے اس لئے آپ کے جسم اطہر کا سایہ نہیں تھا آپ کا سایہ نہ ہونا اہل سنت کے عقائد حقہ کی تائید و تصدیق ہوتی ہے اب اس مسئلہ میں آپ کے مسلک کی مزید تفصیل بندہ کی تالیف "مسلک امام ربانی" میں دیکھیں۔ مترجم غفرلہٗ

Marfat.com

فرد کی پیدائش سے بھی مناسبت نہیں رکھتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود عنصری پیدائش کے اپنے اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ خُلِقْتُ مِنْ نُوْرِ اللّٰهِ (میں اللہ کے نور سے پیدا کیا گیا ہوں) اور دوسروں کو یہ دولت حاصل نہیں ہوئی ہے۔

اس باریک نکتہ کا بیان یہ ہے کہ پہلے گذر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی آٹھ صفات اگرچہ وجوب کے دائرہ میں داخل ہیں لیکن اس احتیاج کی وجہ سے جو ان کو اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہے امکان کی بو اُن میں ثابت ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی حقیقی قدیمی صفات میں امکان کی گنجائش ہوئی تو اللہ تعالیٰ کی صفات اضافیہ میں تو امکان کا ثبوت بطریق اولیٰ ہوگا اور ان کا قدیمی نہ ہونا ان کے امکان پر بہت بڑی دلیل ہے اور کشف صریح سے معلوم ہوا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیدائش اس امکان سے ہوئی ہے جو صفاتِ اضافیہ سے تعلق رکھتا ہے نہ وہ امکان جو تمام ممکنات عالم میں ثابت ہے اور جتنا بھی دقتِ نظر سے ممکنات عالم کے صحیفہ کا مطالعہ کیا جاتا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود اس جگہ مشہود نہیں ہوتا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا امکان اور ان کی پیدائش کا منشا صفاتِ اضافیہ کا وجود اور ان کا امکان محسوس ہوتا ہے اور جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود عالم ممکنات میں نہ ہوگا بلکہ اس عالم سے اوپر ہوگا تو لازماً اُن کا سایہ نہ ہوگا اور پھر یہ بھی ہے کہ عالم شہادت میں کسی شخص کا سایہ اس شخص سے زیادہ لطیف ہے اور جب آپ سے زیادہ لطیف کوئی چیز عالم میں نہ ہوگی تو ان کے سایہ کی کیا صورت ہو سکتی ہے علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات۔

سُن! غور سے سُن! صفتِ علم صفاتِ حقیقیہ سے ہے اور وجود خارجی کے دائرہ میں داخل ہے اور جب اس صفت کو کوئی نسبت لاحق ہوتی ہے اور اس سے وہ تقسیم ہو جاتی ہے۔ مثلاً علم اجمالی یا علم تفصیلی تو اس کی یہ اقسام صفات اضافیہ سے ہوں گی اور ثبوت نفس الامری کے دائرہ میں داخل ہوں گی جو کہ صفات اضافیہ کا مقام ہے۔ جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے اور مشہود ہوتا ہے کہ علم جملی جو کہ صفات اضافیہ سے ہو گیا ہے وہ ایک ایسا نور[1] ہے جو عنصری پیدائش میں جو اصلاب سے ارحام متکثرہ میں گرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حکمتوں اور مصلحتوں کے مطابق انسانی صورت میں جو کہ بہترین شکل و صورت ہے ظاہر ہوا ہے اور اس کا نام محمد اور احمد ہوا۔

---

[1] حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صرف بڑے بھائی کا درجہ دینے والے اور آپ کے لئے اپنی مثل بشر ہونے کی رٹ لگانے والے حضرت امام ربانی کی اس عبارت کا بغور اور نظر انصاف سے مطالعہ فرمائیں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ منعم علیہ لوگوں میں سے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے سب مسلمانوں کو ان بزرگوں کے عقائد و اعمال کے مطابق زندگی بسر کرنے کی تلقین و تاکید کی ہے۔ اللہ تعالیٰ بے ادبی اور بد عقیدگی سے بچائے۔ آمین ٭ اس عقیدے کی مزید تفصیل و وضاحت کے لئے ناچیز کی تالیف "مسلک امام ربانی" کا مطالعہ فرمائیں۔ مترجم عفی عنہ

Marfat.com

اچھی طرح سننا چاہیئے کہ اس اجمال کی قید نے اگرچہ علم مطلق کو مقید کر دیا ہے اور حقیقت سے اضافت میں لے آئی ہے لیکن اس نے علم میں کوئی زیادتی پیدا نہیں کی ہے اور کسی چیز نے اس کو مقید نہیں کیا ہے کیونکہ اجمال علم نفس علم سے عبارت ہے نہ کہ کوئی امر زائد جو علم سے ملا ہو بہ خلاف تفصیل علم کے کہ وہ بے شمار جزئیات کا تقاضا کرتی ہے تاکہ تفصیل متصور ہو سکے عجیب قسم کی قید ہے جو اطلاق کی مظہر ہے اور کتنا اچھا مقید ہے جو نفس مطلق ہے اس قسم کی نازک مطلق علم میں جو اللہ کی ذات سے منسوب ہے ملاحظہ کرنا چاہیئے کہ نفس عالم کو نفس معلوم ہو سکتا ہے جیسا کہ علم حضوری میں ثابت ہے برخلاف دوسری صفات کے کہ وہ یہ قابلیت نہیں رکھتیں۔ نہیں کہا جا سکتا کہ قدرت عین قادر اور عین مقدور اور ارادہ عین مرید اور عین مراد ہے۔

پس علم کو ذاتِ عالم سے اتحاد ہے اور ایسی نسبت ہے جو دوسروں کو حاصل نہیں ہے اس جگہ احمد کا احد سے قرب دریافت کرنا چاہیئے کہ وہ واسطہ جو ان کے درمیان ہے وہ صفت علم ہے وہ ایک ایسا امر ہے جو مطلوب سے اتحاد رکھتا ہے پس حجاب کو اس جگہ کیا گنجائش ہو سکتی ہے۔ اور پھر یہ بھی ہے کہ علم کا ایک ذاتی حسن ہے کہ دوسری صفات کے لئے یہ حسن ثابت نہیں ہے لہٰذا اس فقیر کے خیال کے مطابق اللہ تعالٰے کو محبوب ترین صفت علم کی صفت ہے اور چونکہ اس کا حسن بے چونی کی آمیزش رکھتا ہے لہٰذا حس اس کے ادراک سے قاصر ہے اس حسن کا پورا ادراک آخرت کی پیدائش سے وابستہ ہے جو کہ رویت کا مقام ہے جب خدا تعالٰی کو دیکھیں گے محمد کے جمال کو پا لیں گے۔

اگرچہ اس دنیا میں دو تہائی حسن حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے مسلّم ہے اور باقی تیسرا حصہ تمام ہی تقسیم ہوا ہے لیکن عالم آخرت میں حسن صرف حسن محمدی ہے اور جمال صرف جمال محمدی علیہ الصلوات و التسلیمات۔ کہ وہ خدا تعالٰے کے محبوب ہیں دوسرے کا حسن ان کے حسن سے کس طرح مشارکت کر سکتا ہے کہ ان کا حسن اتحادیت کے واسطہ سے عین مطلوب کا حسن ہے اور دوسروں کو چونکہ یہ اتحاد نہیں ہے وہ حسن بھی نہیں ہے پس محمدی پیدائش علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام باوجود حادث ہونے کے اس کا اعتماد اللہ تعالٰے کے قدم سے ہے اور ان کا امکان بھی اللہ تعالٰے کی ذات تک منتہی ہوا اور ان کا حسن ذات الٰہی کا حسن ہوا کہ اس میں غیر حسن کی آمیزش نہیں ہے جب اس طرح ہوا تو لازماً آنحضرت جن سے محبت متعلق ہے جمیل مطلق ہوئے اور اللہ تعالٰے کے محبوب ٹھہرے فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی جَمِیْلٌ یُحِبُّ الْجَمَالَ (اللہ تعالٰے جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے) مسلم و ترمذی شریف بحدیث ابن مسعودؓ)

سوال :۔ آیت کریمہ یُحِبُّہُمْ (وہ ان کو دوست رکھتا ہے) اس پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالٰے کی محبت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا اوروں سے بھی تعلق رکھتی ہے اور دوسرے بھی اللہ تعالٰے

Marfat.com

کے محبوب ہوتے ہیں تو آپ کی تخصیص کی کیا وجہ ہے جو دوسروں میں موجود نہیں ہے ؟

**جواب :-** محبت دو قسم ہے ایک وہ محبت ہے جو محبت کرنے والے کی ذات سے تعلق رکھتی ہے اور ایک وُہ محبت ہے جو اس کی ذات کے غیر سے تعلق رکھتی ہے پہلی قسم کی محبت ذاتی ہے، اور محبت کی اعلیٰ قسم ہے کہ کوئی آدمی بھی کسی چیز کو بھی اس طرح محبوب نہیں رکھتا جیسا کہ اپنے آپ کو اور محبت کی یہ قسم زیادہ مضبوط اور مستحکم ہے جو کسی سبب کے پیش آنے سے زوال پذیر نہیں ہوتی اور اس کا متعلق محبت محبوبِ خالص ہے جو محبیت کا شائبہ نہیں رکھتی برخلاف محبت کی دُوسری قسم کے کہ وہ عارضی اور زوال پذیر ہے اور اس کا متعلق بھی ایک حیثیت سے محبُوب ہے لیکن متعدد وجوہ سے محبیت بھی رکھتا ہے اور چونکہ حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کا حسن و جمال اللہ تعالےٰ کے حسُن و جمال پر تکیہ رکھتا ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہُوا تو لازماً پہلی قسم کی محبت جو کہ اللہ تعالےٰ کی ذات سے متعلق ہے وُہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہوگی اور اللہ تعالےٰ کی ذات کی طرح اس محبت کے تعلق کی وجہ سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم بھی محبوب خالص ہوں گے اور چونکہ دوسروں کو یہ دولت میسّر نہیں ہے اور حسُن ذات سے بہت تھوڑا حصہ رکھتے ہیں لہٰذا دوسری قسم کی محبت ان سے تعلق رکھتی ہے اور ایک وجہ سے ان کو محبوب بناتی ہے اور محبوب مطلق صرف نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہیں جو کہ محب کی ذات کی طرح ہمیشہ محبوب ہیں۔

محسوس ہوتا ہے کہ جس قسم کا غلبۂ محبت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ کی ذات سے ہے اور وُہ اس محبت کی وجہ سے محبین کے سردار اور رئیس ہوئے ہیں اسی طرح کی محبت مفرطہ اللہ تعالےٰ کو حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوٰت والتحیات سے ہے۔ جتنی بھی یہ فقیر محبت کے ان دو دریاؤں میں غوطے کرتا ہے کہ ان دو محبتوں میں ضعف و قوت کی بنا پر کوئی فرق پیدا ہو کر خدا تعالےٰ کی محبت کو مخلوق کی محبت سے زیادہ مضبوط و شدید پائے بحکم آیت کریمہ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ (خبردار اللہ تعالےٰ کا لشکر وہی غالب آنے والے ہیں) اتنا ہی کوئی فرق ظاہر نہیں ہوتا گویا ان دو محبتوں کو انصاف کے ترازو میں برابر تولا ہے اور بال کے سر کے برابر بھی کمی بیشی کا فرق تجویز نہیں کیا ہے۔

**سوال :-** صوفیاء علیہ نے عالم کے تمام افراد کو اسماء الٰہی کے مظاہر و مجالی سمجھا ہے اور حقائق اشیاء کو وہی اسماء پایا ہے اور اشیا کو ان کا ظلال سمجھا ہے پس تمام ظہور اسماء الٰہی ہوگا اور وہ تخصیص جو بعض اسماء کے ظہور کو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت سے کی ہے جیسا کہ ذکر ہُوا اس کی کیا وجہ ہے ؟

Marfat.com

**جواب:** صوفیاء کے نزدیک حقائق اشیاء اعیانِ ثابتہ ہیں جو کہ اللہ تعالےٰ کے اسماء کی صُوَرِ علمیہ ہیں نہ کہ اپنی ذات کے ساتھ اسماء الٰہی اور اس عالم کو انہوں نے صورِ علمیہ کا ظہور کہا ہے اگرچہ مجازی طور پر اس کو اسماء کا ظہور بھی کہتے ہیں بلکہ کسی چیز کی علمی صورت بھی ان کے نزدیک ایک شے کا عین ہوتی ہے نہ کہ اس شے کی مثال اور نظیر اور وہ جو اس فقیہ نے آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے متعلق کہا ہے وہ اسم الٰہی کی ذات کا ظہور ہے نہ کہ اس اسم کی صورت علمی کا ظہورؔ کسی چیز کی صورتِ علمیہ اور اس کے نفس شے کے درمیان بڑا فرق ہے!

آتش کو اگر صورتِ علمیہ میں تصور کریں بھی تو وہ روشنی اور چمک کہاں ہے کہ آتش کا نام وجود کا جمال جمال و کمال وہی ہے اور صورت علمی میں وہ آتش کی مثال و نظیر کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے فلاسفہ اس کو پسند کریں یا نہ بلکہ عینِ آتش کہیں گے لیکن ہمارا صحیح کشف عینیت کی تکذیب کرنے والا ہے اور آتش کی صورت علمیہ سوائے آتش کی صورت کے نہیں ہے جو کہ خارج میں موجود ہے۔ محسوس ہوتا ہے کہ وہ جو اسماء کی صُوَرِ علمیہ کا ظہور ہے اس کا امکان وجود عامہ کے امکان کے قبیل سے ہے اور عالم کا وجود کہ جس نے وہم کے مرتبہ میں صنعتِ خداوندی سے ثبات و تقرر پیدا کیا ہے اور وہ نفس اسم الٰہی کا ظہور ہے جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیدائش میں گذر چکا ہے اس کا امکان صفات اضافی کے امکان کے قبیل سے ہے اور ان کا وجود بھی ان صفات کے وجود کی طرح مرتبۂ نفس الامر میں مقرر ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر کوئی بھی ایسا نظر نہیں آتا جو کہ نفس اسم الٰہی کا ظہور ہو مگر قرآن مجید کہ وہ بھی ظہور نفس اسم الٰہی ہے جیسا کہ اس کا کچھ بیان اوپر گذر چکا ہے۔

**خلاصہ کلام** یہ کہ ظہورِ قرآنی کا منشا صفات حقیقیہ سے ہے اور ظہورِ محمدی کا منشا صفاتِ اضافیہ سے ہے تو لازماً اس کو قدیم اور غیر مخلوق کہا ہے اور اس کو حادث اور مخلوق اور کعبۂ ربانی کا مطالعہ ان دو ظہورِ اسمی سے بھی عجیب تر ہے کہ اس جگہ معنی تنزیہی کا تعدد ہے صُوَر و اشکال کے لباس کے بغیر کیونکہ کعبہ جو کہ خلقت کا مسجود الیہ ہے وہ پتھر اور اینٹ سے عبارت نہیں ہے اور اسی طرح دیواریں اور چھت بھی کعبہ نہیں ہے کیونکہ اگر یہ نہ بھی ہوں تو بھی کعبہ کعبہ ہے اور مسجود الیہ ہے پس اس جگہ ظہور تو ہے لیکن کوئی صورت و شکل نہیں ہے اور یہ عجیب چیزوں میں سے بھی عجیب تر چیز ہے۔

**سنو سنو!** اگرچہ اس دولت خاصۂ محمدی میں کسی دوسرے کو شرکت نہیں ہے لیکن اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دولت خاصہ سے ان کی تخلیق و تکمیل کے بعد کچھ حصہ باقی بچا تھا کیونکہ شرفاء کی ضیافت کی دولت کے دسترخوان پر کچھ نہ کچھ بچ رہنا لازمی امر ہے جو کہ پس ماندہ کھانے والے خادموں

کا حصہ ہوتا ہے اس بقیہ کو آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی امت سے کسی ایک وارث مندس خوردہ کھانے والے کو عطا فرمایا ہے اور اس کو اس کے خمیر کا سرمایہ بناکر اس کی مٹی کو خمیر کیا ہے۔ اور ان کی وراثت و تبعیت میں آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی دولت خاصہ کا شریک بنایا ہے سے

باکریماں کارہا دشوار نیست

اور یہ بقیہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی مٹی کے بقیہ کی طرح ہے جو کہ کھجور کے درخت کی پیدائش کے نصیب ہوا جیسا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "اپنی پھوپھی کھجور کی عزت کیا کرو کہ وہ آدم علیہ السلام کی بچی ہوئی مٹی سے پیدا ہوئی ہے" ہاں سے

وَلِلْاَرْضِ مِنْ کَاْسِ الْکِرَامِ نَصِیْبٌ (شرفا کے پیالہ میں سے زمین کو بھی حصہ ملتا ہے)

سوال :- حضرت شیخ محی الدین ابن عربی اور اس کے تبعین نے حقیقت محمدی کو علم جملی سے تعبیر کیا ہے اور اس کو تعین اول کہا ہے اور تجلی ذات جانا ہے اور اس مرتبہ کے اوپر لاتعین کا مرتبہ تصور کیا ہے جو کہ حضرت ذات محض کا مرتبہ ہے اور تم نے اس کو علم کی قسم سے کہا ہے اور صفات اضافیہ میں داخل کیا ہے جو کہ صفات حقیقیہ سے نیچے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب :- شیخ محی الدین خارج میں سوائے ذات احدیت مجردہ کے اور کسی کو موجود نہیں جانتے اور صفات کے وجود کو اگرچہ وہ حقیقی ہوں سوائے علم کے ثابت نہیں کرتے تو لازماً اُن کے نزدیک تعین اول علم جملی ہوتا ہے اور صفات کا ثبوت اس کے بعد صورت پیدا کرتا ہے کہ ان کا ثبوت علم کے ثبوت کی شاخ ہے کہ سوائے علم کے وہ اُن کا ثبوت نہیں جانتے۔ پس علم سب سے اسبق ہوگا اور تمام کمالات کا جامع ہوگا اور اس فقیر کے نزدیک جو کچھ مکشوف ہُوا ہے یہ ہے کہ صفات حقیقیہ ثمانیہ ذات واجبی جل شانہ کی طرح خارج میں موجود ہیں اگر کچھ فرق ہے تو مرکز اور عدم مرکز کا فرق ہے جیسا کہ پہلے گزرا اور یہ قول علماء اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کی رائے کے موافق ہے کیونکہ انہوں نے صفات کے وجود کو ذات خداوندی کے وجود پر زائد فرمایا ہے اور اس صورت میں علم جملی کو تعین اول کہنا کوئی معنی نہیں رکھتا بلکہ تعین کے اطلاق کی بھی گنجائش نہیں ہے۔

ان تمام صفات میں سے اسبق صفت حیوٰۃ ہے کیونکہ صفت علم اس کے تابع ہے علم کو اس پر سبقت دینے کی کوئی صورت نہیں ہے خصوصاً اس صورت میں کہ علم کو متنید کہہ دیا جائے کہ وہ علم سے نیچے ہے اور اضافات میں داخل ہے جیسا کہ پہلے گزرا۔ ہاں اگر علم جملی کو علم کا تعین اول کہیں تو اس کی گنجائش ہے کہ اس کا

---

لہ کریم لوگوں کے لئے کوئی کام مشکل نہیں ۱۲

Marfat.com

تعینِ ثانی علم تفصیلی ہے۔

**سوال:** شیخ محی الدین نے جو علمِ جملی کو حقیقت محمدی کہا ہے اور اس عنصری پیدائش کو اس کا ظہور سمجھا ہے تو اس کی مراد ظہور نفس اسم ہے جیسا کہ تم نے کہا ہے یا وہ اس اسم کی صورت کا ظہور ہے جیسا کہ باقی تمام ممکنات میں ہے؟

**جواب:** صورت اسم ہے کیونکہ تعین اوّل ان کے نزدیک تعین علمی ہے کیونکہ انہوں نے پہلے دو تعین کو علمی کہا ہے اور پچھلے تین تعین کو تعین خارجی فرمایا ہے اور تعین علمی صورت شان علم ہے کہ خارج میں اس کو عین ذات کہا ہے اور علم میں اس کی صورت کو اثبات کیا ہے اور وہ صورت علمی جو کہ حقیقت محمدی ہے اس نے عنصری پیدائش میں بصورت انسانی محمدی ظہور کیا ہے۔ مختصر یہ کہ شیخ کے نزدیک جس جگہ بھی ظہور ہے وہ صورتِ علمیّہ کا ظہور ہے اگرچہ صفات واجبی ہوں کیونکہ ان کے نزدیک صفات کو بھی علم کے سوا کوئی ثبوت نہیں ہے اور خارج میں ذات محض کے علاوہ اور کوئی چیز اس کے نزدیک موجود نہیں ہے۔

**سوال:** اس مرتبہ میں علم اور عالم اور معلوم کا اتحاد ہے کہ اس کا حاصل علم حضوری ہے پس صورت اسم کی وہاں کیا گنجائش ہو سکتی ہے کیونکہ صورت کا حصول علم حصولی میں ہے اور علم حضوری میں حاضر نفس معلوم ہے نہ کہ صورت معلوم۔

**جواب:** وہ مرتبہ اللہ تعالےٰ کی ذات محض کا مرتبہ نہیں ہے اسی لئے اس کو تنزل اور تعین کہا ہے پس وہ خارج میں موجود نہ ہوگا اور جب خارج میں موجود نہ ہوگا تو ثبوت علمی سے چارہ نہ ہوگا اسی لئے اس کو تعین علمی کہا ہے اور ثبوتِ علمی کو صورت معلوم سے چارہ نہ ہوگا۔ اس بیان سے لازم آیا کہ علم حضوری میں بھی صورت معلوم باوجود حضور نفس معلوم کے ثابت ہے کیونکہ حاضر نفس معلوم خاص نہیں ہے بلکہ اس میں اعتبار نے راہ پائی ہے کہ اس کو نفس سے صورت میں لایا ہے ہر آدمی کا فہم اس دقت تک نہیں پہنچ سکتا اور جب تک ذات خالص جل شانہٗ سے بے چونی وصول سے واصل نہ ہو اس دقیقہ کو نہیں پا سکتا سبحان اللہ! مجھ حقیر۔ عاجز۔ دُور پڑے ہوئے کو کیا طاقت ہے کہ حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی بعثت سے ہزار سال بعد اکابر انبیاء اولوالعزم کے اسرار و معارف کی بات زبان پر لاؤں اور معاد کے دامن میں آکر مبدأ کے کمالات کے دقائق بیان کروں ؎

وشلے چوں شاہ مرا بر داشت از خاک
سزد گر بگذرانم سر ز افلاک[۱]

---

[۱] لیکن جب بادشاہ نے مجھ کو خاک سے اُٹھایا تو مجھے حق پہنچتا ہے کہ میں اپنا سر آسمان سے بھی بلند کروں۔

Marfat.com

منؑ آں خاکم کہ ابر نوبہاری کند از لطف برمن قطرہ باری
اگرؔ بر روید از تن صد زبانم : چوں سبزہ شکر لطفش کے توانم

تمام تعریفیں اس اللہ کو ہیں جس نے ہمیں اس کی راہنمائی کی اور اگر وہ ہماری راہنمائی نہ کرتا تو ہم کبھی راہ نہ پا سکتے یقیناً ہمارے رب کے رسول حق لے کر آئے علیہم التسلیمات والصلوات۔

دل میں تھا کہ صباحت اور ملاحت کا کچھ حصہ جو کہ حدیث نبوی میں آیا ہے کہ میرے بھائی یوسف علیہ السلام زیادہ صبیح تھے اور میں (صلے اللہ علیہ وسلم) زیادہ ملیح ہوں لکھوں اور اس باب میں رمز واشارہ سے کام لوں لیکن پھر دیکھا کہ رمز واشارہ مقصود کے ادا کرنے میں قاصر ہے اور سننے والے اس کو سمجھنے سے عاجز ہیں قرآن مجید کے تمام حروف مقطعات حقائق احوال اور دقائق اسرار کے لئے رموز و اشارے ہیں جو کہ محب اور محبوب کے درمیان ثابت ہیں لیکن کون ہے جو ان کو معلوم کر سکے۔ علمائے راسخین جو حبیب رب العالمین کے خادموں اور غلاموں کے حکم میں داخل ہیں اور خادموں کو جائز ہے کہ مخدوم کے بعض اسرار پر اُن کو اطلاع ہو بلکہ مخدوم کی تبعیت میں خادم کے لئے بھی جائز ہے کہ اس کے ساتھ بھی معاملات درمیان میں لائے جائیں اور جھوٹا کھانے والے کی طرح وہ مخدوم کی دولتِ خاصہ میں شریک ہو لیکن اگر اس راز سے کچھ حصہ بھی ظاہر کرے گا تو خیانت کار ہوگا اور اپنے سر کو برباد کرے گا۔ اور جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے قُطِعَ الْبُلْعُوْمُ (گلا کاٹا جائے) فرمایا تھا اس کے حق میں صادق آئے گا۔ يَضِيْقُ صَدْرِيْ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ (میرا سینہ تنگ ہوتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی) میرا سرمایہ ہے۔

اے ہمارے رب ہمارے گناہوں اور ہماری زیادتیوں سے درگذر فرما اور ہمارے قدم ثابت رکھ اور ہمیں کافروں کی قوم پر مدد دے، اور سلام ہو تم پر اور ان سب لوگوں پر جو ہدایت کی پیروی کریں اور مصطفٰے کی پیروی کو لازم پکڑیں علیہ وعلٰی آلہ واصحابہ البررۃ التقٰی۔

# مکتوب نمبر ۱۰۱

شیخ عبداللہ کی طرف صادر فرمایا

(فلاسفہ کے مذاق کے مطابق قرآن مجید کی آیات کی تفسیر و تاویل کرنے سے روکنے کے بیان میں)

---

لہ میں وہ خاک ہوں کہ نوبہاری کا بادل لطف سے مجھ پر قطرہ باری کرتا ہے ۔ لہ اگر میرے جسم میں سو زبانیں بھی اُگ آئیں تو سبزہ کی طرح میں اس کے لطف کا شکریہ کیسے ادا کر سکتا ہوں۔۱۲۔

Marfat.com

کتاب تبصیر الرحمن جوکہ آپ نے بھیجی تھی اس سے بعض مقامات دیکھ کر واپس کر رہا ہوں میرے محترم اس کتاب کا مصنف فلاسفہ کے مذہب سے بہت لگاؤ رکھتا ہے۔ قریب ہے کہ حکماء کو انبیاء علیہم الصلوات و التسلیمات کے برابر کردے۔ سورۃ ہود کی ایک آیت نظر سے گذری کہ اس کے بیان کو حکماء کے طرز پر جو کہ انبیاء علیہم السلام کے طریقے کے خلاف ہیں بیان کیا ہے اور انبیاء و حکماء کے قول کو برابر کردیا ہے اور اس آیت کریمہ کے بیان میں کہا ہے اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ لَیْسَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ ۔ باتفاق الانبیاء والحکماء اِلَّا النَّارُ الحسی او العقلی الخ (یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں باتفاق انبیاء و حکماء آگ کے سوا اور کچھ نہیں ہے وہ آگ حسی ہو یا عقلی)

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجماع کے باوجود حکماء کا اتفاق کیا گنجائش رکھتا ہے اور عذاب اخروی میں ان کے قول کا کیا اعتبار ہے خصوصاً جبکہ وہ قول انبیاء علیہم السلام کے قول کے مخالف ہو۔ فلاسفہ جو عذاب عقلی کا اثبات کرتے ہیں ان کا مقصود حسی عذاب سے انکار ہے جس کے اثبات پر تمام انبیاء علیہم السلام کا اجماع واقع ہوا ہے۔

اور ایک اور مقام پر قرآن مجید کی آیات کو حکماء کے مذاق کے موافق بیان کرتا ہے اگرچہ وہ اہل مذاہب کے خلاف ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ مخفی نقصان بلکہ جلی ضرر سے خالی نہیں ہے اس معنی کا اظہار لازم جانتے ہوئے چند کلمات لکھ کر آپ کو تکلیف دی ہے۔ والسلام

# مکتوب نمبر ۱۰۲

جناب میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا

(مجاہدات کی ترغیب اور یکسوئی اور طالبان حق کی تربیت کے بیان میں)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ۔ اس علاقہ کے فقراء کے حالات قابل تعریف ہیں اور ہر حال میں ہمیشہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کی تعریف ہے۔ ایک مدت گذر چکی ہے کہ آپ نے اپنے حالات کی اطلاع نہیں دی امید ہے کہ آپ نے اب وہ ورق الٹ دیا ہوگا اور کاہلی چھوڑ کر عمل کی طرف آگئے ہوں گے اور فراغت سے مجاہدہ کی طرف توجہ کی ہوگی۔ یہ کاشت کرنے کا وقت ہے کھانے اور سونے کا وقت نہیں ہے آدھی رات سونے کے لئے تیار رکھیں اور باقی آدھی رات اطاعت و عبادت کے لئے اگر اتنی ہمت نہ رکھیں تو تیسرا حصہ رات جو کہ نصف سے لے کر چھٹے حصہ تک ہے لازم کریں اور کوشش کریں کہ اس دولت کی ہمیشگی

Marfat.com

میں کوئی فتور واقع نہ ہو اور خلقت کے ساتھ صرف اسی قدر خلا ملا رکھیں کہ ان کے حقوق پورے ہو سکیں۔ اور "ضرورت اپنے اندازے کے مطابق مقدر کی جاتی ہے" خلقت کے ساتھ فراخی وکشادگی ضرورت سے زیادہ فضول ہے اور لغو کام میں داخل ہے اور بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ اس پر بہت بڑا نقصان متفرع ہوتا ہے اور شریعت وطریقت کے ممنوعات میں داخل ہے۔

وہ شیخ جو اپنے مریدوں سے انبساط رکھتا ہے تو لازمی طور پر وہ مریدوں کو ارادت سے روکتا ہے اور ان کی طلب میں فتور لاتا ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ اس چیز کی برائی کو اچھی طرح معلوم کرلیں اور طالبین کے ساتھ اس طرح کا سلوک کریں کہ ان کی الفت وانس کا سبب ہو نہ کہ ان کی ناشناسائی اور نفرت کا باعث۔ خلقت سے علیحدگی ضروری ہے کہ حاجت کے اندازے کے بغیر ان سے آشنائی رکھنا سم قاتل ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے یہ بات آسانی سے میسر ہے مصائب میں مبتلا لوگ کیا کریں جو ہمیشہ ارباب تفرقہ کے ساتھ رہتے ہیں اس نعمت کا قدر جانو اور اس کے مطابق عمل کرو اور طالبین کے حالات سے اچھی طرح خبردار رہو اور ظاہر و باطن میں ان کی تربیت کی طرف متوجہ رہو زیادہ کیا لکھوں۔

# مکتوب نمبر ۱۰۳

شیخ حمید جمیری کی طرف صادر فرمایا

(کمال وتکمیل کے حصول کی ترغیب کے بیان میں)

اَلحَمدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِینَ اصطَفٰی۔ میرے عزیز بھائی شیخ حمید کا گرامی نامہ پہنچا۔ بہت خوشی ہوئی کتنی بڑی نعمت ہے کہ پرفتن زمانہ میں ایک آدمی کی صحبت میں ایک جماعت کو جناب قدس خداوندی جل شانہ سے رغبت پیدا ہو اور اللہ تعالیٰ کے ماسوا سے ان کے دل سرد ہو جائیں اور پھر اس کے باوجود وہ بھائی اس دولت سے مغرور نہ ہو اور اپنے کام سے فارغ نہ ہو کہ مثل مشہور ہے "ہنوز دہلی دور است" معلوم نہیں کہ سو میں سے کوئی ایک سرانجام پاتے اور وہ احوال جو طالبوں کو ابتدا میں پیش آتے ہیں اور ذوق اور لذت بخشتے ہیں اس طرح ہیں کہ بچوں کو الف اور با کا سبق سکھاتے ہیں کام یہ ہے حروف تہجی سے بڑھ کر مولویت تک پہنچیں اور اذواق اور لذتوں سے بڑھ کر ولایت خاصہ کے درجہ میں داخل ہوں ؎

ہنوز ایوان استغنا بلند است ۔۔۔ ترا فکر رسیدن ناپسند است

---

لے ابھی استغنا کا ایوان بلند ہے اور تجھے پہنچنے کی فکر ناپسند ہے ۱۲۔

Marfat.com

چاہیئے کہ اپنے اوقات کو آباد رکھیں اور شریعت اور طریقت سے ظاہر و باطن میں آراستہ ہوں دوسروں کو مکمل کرنا اپنے کمال کی شاخ ہے جو کہ ولایت خاصہ کا درجہ ہے لیکن جب آپ کی صحبت میں طالبین میں بھلائی پیدا ہو اور احوال و مواجید ظاہر ہونے لگیں اگرچہ فنا و بقا کی حد تک نہ پہنچیں تو یہ بھی غنیمت ہے اور اس وقت میں کبریت احمر (سرخ گندھک) کا حکم رکھتا ہے اتنا کام ہی کرتے جائیں لیکن استخارہ و توجہات کے بعد جس کو بھی طریقت کی تعلیم دیں مناسب ہے بلکہ لازم ہے اور اس عمل سے ترساں و لرزاں رہیں ایسا نہ ہو کہ اس راہ سے شیطان آپ پر غلبہ پا جائے اللہ تعالےٰ ہمیں اس کے شر سے محفوظ رکھے۔ جتنی تعداد میں نے آپ سے کہی تھی اگر وہ پوری ہو چکی ہو تو اب اس سے دُگنی کر دیں اور اس کے بعد اطلاع دیں تاکہ مناسب حال آپ کو مطلع کیا جا سکے۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

وہ دوست جو آپ سے تعلق رکھتے ہیں ان کو میرا سلام کہیں۔ سید یحییٰ نے جو گرامی نامہ لکھا تھا وہ بھی پہنچا۔ اللہ تعالےٰ کی تعریف ہے ایسے وقت میں کہ قرب قیامت کمال درجہ کو پہنچ چکا ہے اور "قیامت بُرے لوگوں پر قائم ہوگی" حدیث میں آیا ہے کئی آدمیوں کے دل خدا تعالےٰ کی بارگاہ کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں اور اس درگاہِ اقدس کے والہ و شیدا ہیں۔ جل سُلطانہٗ دوستوں سے غائبانہ دُعا کی توقع ہے اور خاتمہ بالخیر کی دُعا چاہتا ہوں۔ اے ہمارے رب ہمارے نور کو پورا کر دے اور ہمیں بخش دے یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے والسلام اوّلاً و آخراً۔

# مکتوب نمبر ۱۰۴

حضرات ذوی البرکات مخدوم زادگان گرامی خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد معصوم کی طرف صادر فرمایا۔

(ان حضرات کو بعض مقامات عالیہ کے حصول کی بشارت کے بیان میں)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ فرزندانِ گرامی ایک مدت گذر چکی ہے کہ آپ نے اپنے ظاہری اور باطنی احوال کے متعلق نہیں لکھا ہے۔ شاید جدائی کے ایام دراز ہونے کی وجہ سے ہم دُور افتادہ لوگوں کے حال سے نسیان طاری ہو چکا ہو گا ہم بھی ایک ارحم الراحمین مالک رکھتے ہیں آیت کریمہ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ (کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں ہے) ہم نامراد غریبوں کو تسلی دینے والی ہے۔ عجب معاملہ ہے کہ باوجود تمہاری اس بے پرواہی کے دل ہمیشہ تمہارے احوال کی طرف متوجہ رہتا ہے اور آپ کے کمال کا خواہشمند ہے۔

Marfat.com

کل صبح کی نماز کے بعد خاموشی کی مجلس رکھتا تھا کہ ظاہر ہوا کہ وہ لباس جو میں پہنے ہوئے تھا مجھ سے الگ ہو گیا ہے اور ایک دوسرا لباس میری طرف متوجہ ہے جو کہ اس لباس کی جگہ بیٹھ گیا ہے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ یہ اُترنے والا لباس معلوم نہیں کس کو دیں یا نہ دیں اور آرزو یہ ہوتی کہ وہ لباس میرے فرزند ارشد محمد معصوم کو دے دیں۔ ایک لمحہ کے بعد دیکھا کہ وہ میرے لڑکے کو دے دیا گیا ہے اور وہ پوری خلعت اس کو پہنا دی گئی ہے اور یہ اُتاری جانے والی خلعت معاملہ قیومیت سے کنایہ ہے جو کہ تربیت اور تکمیل سے تعلق رکھتا ہے اور اس کے اس عرصہ مجتمعہ کے تعلق کا سبب ہوا اور جب اس نئی خلعت کا معاملہ انجام کو پہنچے گا تو اُترنے کا مستحق ہو جائے گا اور امید ہے کہ کمال کرم سے وہ میرے دوسرے عزیز فرزند محمد سعید کو عطا فرمائیں گے یہ فقیر ہمیشہ عاجزی سے یہ یہ سوال کرتا ہے اور قبولیت کا اثر بھی سمجھتا ہے اور اپنے لڑکے (محمد سعید) کو اس کا مستحق بھی سمجھتا ہے ؎

باکریماں کارہا دشوار نیست[1]

اگر استعداد ہے تو وہ اسی (اللہ تعالیٰ) کی داد ہے ؎

نیاوردم از خانہ چیزے نخست    تو دادی ہمہ چیز من چیز تست[2]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

اِعْمَلُوْا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ط وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ۔

(اے داؤد کے گھرانہ والو شکر کرو اور میرے شکر گزار بندے تھوڑے ہیں)

جان لو کہ شکر عبارت ہے اس سے کہ بندہ ہر اس چیز کو ایسی جگہ میں صرف کرے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اسے بنایا ہے خواہ وہ اعضاء ہوں یا ظاہری و باطنی قوتیں۔ اور اگر ایسا نہ کیا جائے تو شکر حاصل نہیں ہو سکتا اور اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ ہی توفیق دینے والے ہیں۔ اس قسم کے علوم مخفی اسرار سے ہیں۔ اگرچہ وہ سرفہ سے لکھے جاتے ہیں لیکن ان کا پوشیدہ رکھنا لازم ہے کہ آدمی فتنہ میں نہ پڑے اور دوسری وہ مشکل جو میرے سامنے تھی یہ تھی کہ وہ معاملہ شاید عالم مثال کا ہو وہ ان ایام میں حل ہو گئی اور کوئی چیز مخفی نہ رہی شاید روحانیت کے اس معنی میں خواجہ معین الدین کا بھی کچھ دخل ہو اور محمد معصوم نے اس مشکل کو ظاہر اوّل میں رکھا ہو۔ والسلام۔

---

[1] کریم لوگوں کے لئے کوئی کام مشکل نہیں۔ ۱۲

[2] میں اپنے گھر سے کوئی چیز نہیں لایا ہوں، تو نے ہی مجھے سب چیزیں دی ہیں اور میں خود بھی تیری چیز ہوں ۱۲

Marfat.com

# مکتوب نمبر ۱۰۵

شیخ حسن برکی کی طرف صادر فرمایا

(ان کے عریضہ کے جواب میں جو انہوں نے اپنے حالات کے متعلق لکھا تھا اور احیائے سنت کی ترغیب اور بدعت سے تہدید کے بیان میں)

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی ۔ میرے بھائی عزیز شیخ حسن اللہ تعالے اُن کی آرزوؤں کو اچھا کرے کا گرامی نامہ پہنچا خوشی ہوئی ۔ وہ علوم ومعارف جو اس میں درج تھے ان کے مطالعہ نے راحت پر راحت بڑھا دی ۔ اللہ تعالے کا احسان ہے کہ علوم صحیحہ ہیں اور معارف صادقہ اور کتاب وسنت کے مطابق ہیں اور فرقہ ناجیہ کے عقائد حقہ کے موافق ہیں اللہ سبحانہ وتعالے استقامت کی کرامت عطا فرمائیں اور مقاصد علیہ کی انتہا تک پہنچائیں۔

کچھ بدعت کو مٹانے کے متعلق لکھا تھا ، کتنی بڑی نعمت ہے کہ بدعت کی ایسی تاریکیوں کے دور میں کوئی صاحب دولت بدعتوں میں سے کسی بدعت کے اٹھانے کی توفیق پائے ، اور سنتوں میں سے کسی سنت کو زندہ کرے صحیح احادیث میں آیا ہے کہ جو شخص سنت کو زندہ کرے بعد اس کے کہ اس سنت سے عمل اُٹھ چکا ہو اس آدمی کو سو شہید کا ثواب ہے اس جگہ سے اس عمل کی بزرگی کو معلوم کریں ۔ لیکن اس قدر اس نکتہ کی رعایت کریں کہ کوئی فتنہ نہ اُٹھ کھڑا ہو کر ایک نیکی بہت سی برائیوں کے حصول کا سبب بن جائے کہ زمانہ آخری ہے اور اسلام کی کمزوری کا وقت ہے ۔

وہ رسالہ جو آپ نے بھیجا تھا اس کے مطالعہ سے خوشی ہوئی اللہ سبحانہٗ کا احسان ہے کہ علوم میں اس فقیر سے بہت موافقت ہے اور کشف میں مطابقت نظر آتی ہے اور آپ کی نگاہ بہت بلند چلی گئی ہے آپ کے خط کو جو کہ حال اور علوم اور استفسارات پر متضمن تھا اپنے بھائی خواجہ محمد ہاشم کشمی کے سپرد کیا تھا کہ جواب لکھنے کے وقت حاضر کردیں اتفاقاً وہ گم ہوگیا اس بنا پر جوابات کی تفصیل میں توقف واقع ہوا جو کچھ دل میں رہ گیا تھا اس کو لکھا ہے ۔ مختصر یہ کہ احوال پسندیدہ ہیں اور علوم کی صحت ثابت ہے ۔ دوسری بات یہ ہے کہ مغفرت پناہ مولانا احمد کے فرزندوں کی تعلیم وتربیت میں سعی بلیغ فرمائیں اور آداب ظاہری و باطنی کی راہنمائی کریں اور اس علاقہ کے تمام دوستوں کو بلکہ اس علاقہ کے تمام مسلمانوں کو شریعت کی دلالت اور التزام سنت کی تاکید کریں اور بدعت کے ارتکاب سے ڈرائیں اور اللہ تعالے ہی توفیق دینے والے ہیں ۔

Marfat.com

جلد ثالث کے بعض مکاتیب کو خواجہ محمد ہاشم نے لکھ کر آپ کو بھیجے ہیں ان سے فائدہ اُٹھائیں۔ فقیر کے اوقات مختلف ہیں بعض اوقات بے اختیار علوم و معارف کو تحریر کرنے کی رغبت پیدا ہوتی ہے اور دوسرے بعض اوقات میں باوجود اس کے کہ اسرار غریبہ کا نیضان ہوتا ہے لکھنے سے نفرت پیدا ہوتی ہے اس حد تک کہ ہاتھ میں قلم پکڑنا گوارا نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ آپ کے خطوط جو پہنچتے ہیں ان کے جواب کی تفصیل میں فتور پڑ جاتا ہے اور میں تکلف سے بھی کوئی چیز نہیں لکھ سکتا باقی حالات قابلِ تعریف ہیں۔ لشکر کی ہمراہی سے اللہ تعالیٰ کی عنایت سے خلاصی میسر ہو گئی ہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ استقامت رکھیں اور اس علاقہ کے دوستوں کے لئے خاص دعائیں ہیں۔ والسلام۔

# مکتوب نمبر ۱۰۶

مخدوم زادگان سلمہم اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا

(اس واقعہ کے بیان میں کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور ان سے بہت بڑی بشارتیں پائی ہیں)

فرزندان گرامی کا مکتوب شریف پہنچا۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف ہے کہ آپ صحت و عافیت سے ہیں وہ معاملہ جو تازہ تازہ آج ہی ظاہر ہوا ہے لکھتا ہوں۔ اچھی طرح سنیں۔

آج رات جو کہ ہفتہ کی رات تھی اور بادشاہ کی مجلس میں گیا ہوا تھا ایک پہر رات گذرنے کے بعد واپس آیا اور حافظ سے تین پارے قرآن مجید تسارات دو پہر سے زیادہ گذر چکی تھی کہ نیند آئی۔ صبح کے حلقہ کے بعد چونکہ رات کی کوفت ابھی باقی تھی سو گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فقیر کے لئے اجازت نامہ لکھا ہے جیسا کہ مشائخ کی عادت ہے کہ خلفاء کے لئے اجازت نامہ لکھتے ہیں اور میرے طرف دار دوستوں میں سے ایک آدمی اس معاملہ میں ہے

اسی اثنا میں گویا ظاہر ہوا ہے کہ اجازت نامہ کے اجراء میں ایک طرح کا فتور ہے اور وجہ فتور کی تعیین بھی اسی وقت معلوم ہے وہ دوست جو اس خدمت میں پیش کار ہے دوسری دفعہ اس اجازت نامہ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گیا ہے اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے اس اجازت نامہ کی پشت پر ایک دوسرا اجازت لکھا ہے یا لکھوایا ہے اس کا اچھی طرح پتہ نہ چل سکا۔ البتہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت صحیح ہے اور لکھنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنی مُہر سے مزین فرمایا ہے اس اجازت نامہ کا مضمون یہ ہے کہ اجازت نامۂ دنیا کے عوض اجازت نامۂ آخرت دیا ہے اور مقام شفاعت

Marfat.com

سے حصہ عنایت فرمایا ہے اور کاغذ بھی بڑا لمبا ہے اور سطریں بھی بہت سی لکھی ہیں۔ میں اس دوست سے پوچھتا ہوں کہ پہلا اجازت نامہ کونسا ہے اور دوسرا جو اَب لکھا ہے وہ کونسا ہے ؟

اور میں اس وقت ایسا محسوس کرتا ہوں کہ میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جگہ میں رہتا ہوں اور بیٹے کی طرح اپنے باپ کے ساتھ زندگی گذارتا ہوں۔ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کے اہلِ بیت میرے لئے اجنبی نہیں ہیں اور میں نے اس کاغذ کو لپیٹ کر اپنے ہاتھ میں پکڑ رکھا ہے اور فرزندانِ محرم کی طرح میں بھی ان کے حرم شریف میں داخل ہوگیا ہوں۔ اُمہات المومنین میں سے سب سے بڑی ماں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں مجھے بعض خدمات کا اہتمام سے حکم دیا ہے اور فرمایا ہے ہمیں تمہارا انتظار تھا۔ اس اس طرح کرنا چاہیئے اور اس وقت میں خواب سے بیدار ہوگیا۔

اور یہ چیز دل سے نکل گئی کہ اس نوز کی وجہ کیا تھی جس قدر آنکھ کھلتی ہے اسی قدر معاینہ ہوتا ہے اور اس واقعہ کی خصوصیات دل سے چلی جاتی ہیں شاید آپ کو یہ بات یاد ہوگی کہ میں نے اس باب میں پہلے بھی آپ سے ذکر کیا تھا کہ یہ بلند نسبت عجیب ہے کہ اپنے اندازہ کے مطابق ظہور نہیں کرتی پس دل میں خیال گزرتا ہے کہ اس کا ظہور ظاہراً آخرت کے لئے ذخیرہ ہے اور اس کا نعم البدل میسّر آئے گا اس واقعہ سے ان تردّدات کی تسلّی حاصل ہوئی۔ قیامت قریب ہے اور اندھیرے نہ بہ نہ ہیں کونسی خیریت ہے اور کونسی نورانیت شاید حضرت مہدی علیہ الرضوان ہوں کہ جن کو ظاہری خلافت کی تائید بھی ہوگی اس کو رواج دے سکیں اور اس نعمت کا شکریہ ہے۔

آج مختلف کھانوں کے متعلق حکم دیا ہے کہ پکائیں اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح کو ثواب پہنچائیں اور خوشی کی مجلس قائم کریں خط لے جانے والے بھی شاید ان کھانوں میں سے کچھ کھائیں۔

دوسری یہ بات ہے کہ میں نے ایک خط میں ایک واقعہ لکھا تھا جو کہ رونما ہُوا تھا کہ تیسرے دوست کو نوکری کے لئے قبُول نہ کیا ایک زمانہ کے بعد ظاہر ہُوا کہ محض کرم سے اس کو بھی قبُول کر لیا ہے اور قبولیت کے آثار پیدا ہوئے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالےٰ کی اس پر اور تمام نعمتوں پر تعریف اور احسان ہے

ان دنوں میں معارف غریبہ اور علوم عجیبہ ظاہر ہو رہے ہیں گویا کہ وہ ورق مقرّر قوم ہو چکا ہے اور معاملہ ایک دوسرے پر ظاہر ہُوا۔ فرزند دُور ہیں اور عمر کا معاملہ نزدیک ہے دیکھو کیا ہوتا ہے" بھلائی اُسی میں ہے جو اللہ تعالےٰ کرے " میں یہی کہتا ہوں اور صبر کرتا ہوں۔ اے ہمارے رب ہمیں اپنی جناب سے رحمت عنایت فرما۔ اور ہمارے کام میں بھلائی پیدا کر۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ ۔

Marfat.com

# مکتوب نمبر ۱۰۷

خواجہ محمد اشرف کی طرف صادر فرمایا

(تعلق کی نسبت میں فتور واقع ہونے اور عبادات میں لذت نہ رہنے کے بیان میں)

حمد و صلوٰۃ اور دُعاگوئی کے بعد عرض ہے کہ میرے بھائی عزیز کا گرامی نامہ پہنچا۔ اللہ سبحانہٗ و تعالےٰ کی تعریف ہے کہ آپ صحت اور عافیت سے ہیں آپ نے پوچھا ہے کہ "اس کی کیا وجہ ہے کہ جب تعلق کی نسبت میں فتور واقع ہوتا ہے تو تمام طاعات کے بجا لانے میں لذت نہیں رہتی"۔

جان لینا چاہیئے کہ وہی وجہ جو فتور رابطہ کا سبب ہوئی ہے وہی لذت کو بھی روک دیتی ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ فتور کا سبب قبض ہوتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی کدورت طاری ہو جاتی ہے کسی لغزش کے ارتکاب کی وجہ سے اگرچہ وہ لغزش چھوٹی ہی کیوں نہ ہو۔ پہلی وجہ بری نہیں ہے بلکہ سلوک طریقہ کے لوازمات میں سے ہے اور دوسری وجہ پیش آئے کا تدارک توبہ اور استغفار سے کرنا چاہیئے۔ تاکہ اللہ تعالےٰ کی مہربانی سے اس کا اثر زائل ہو جائے اور چونکہ قبض اور کدورت کے درمیان تمیز کرنا بڑا مشکل ہے بہرحال توبہ و استغفار فائدہ مند ہے۔ اللہ سبحانہٗ و تعالےٰ استقامت عطا فرمائیں۔ والسلام۔

# مکتوب نمبر ۱۰۸

ملا طاہر خادم کی طرف صادر فرمایا

(ان معاملات کے بیان میں جو اصل الاصل سے تعلق رکھتے ہیں اور معرفت معنے سے منقول ہے)

وہ معاملات جو اصل الاصل سے تعلق رکھتے ہیں دو قسم کے ہیں ایک قسم وہ ہے کہ اس جگہ سے صُور مثالی یا کسی اور امر سے معلوم کیا جا سکتا ہے اور یہ معاملہ اس وقت تک ہے جب تک کہ سیر مقامات میں ہے اور ان کو عالم سے مناسبت یا مشارکت ہے اگرچہ کسی وجہ سے ہی ہو اور اس کی انتہا مقام رضا کی سیر تک ہے اور جب کسی شخص کو مقام رضا کے اوپر سیر میسر ہوتی ہے تو اس جگہ کوئی چیز اس کے علم میں نہیں آتی نہ صُور مثالی سے اور نہ کسی اور امر سے اس وقت عارف کو محض اوپر کے مقامات کے حصول کا علم ہوتا ہے بغیر اس کے کہ کوئی چیز اس کو معلوم ہو اور ان مقامات میں نبوّت و رسالت وغیرہ کا نام بھی مفقود ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ حضرت

Marfat.com

حق سبحانہ وتعالیٰ کل کو بہشت میں ان کا علم نصیب کریں گے اور اس سیر کی انتہا مرتبہ مخصوص تک ہے جو بالمشافہ مذکور ہوتی ہے ۔ والسلام ۔

# مکتوب نمبر ١٠٩

حضرت مخدوم زادہ خواجہ محمد معصوم سلمہ اللہ سبحانہ کی طرف صادر فرمایا

(اس بیان میں کہ عالم کی ایجاد مرتبہ وہم میں ہے لیکن استقرار و تعلق ایجاد سے نفس امری ہو چکا ہے اور یہ مرتبہ علم اور خارج کے مرتبہ سے الگ ہے اور اس بیان میں کہ وحدت بھی نفس امری ہے اور کثرت بھی اور اس تحقیق میں کہ باوجود اثبات واستقرار کے سالک کی فنا کس معنی سے ہے اور یہ مکتوب حوادث ایام کی وجہ سے نامکمل رہا)

مرتبہ وہم اس مرتبہ سے عبارت ہے کہ اس جگہ نمود بے بود تھی مثلاً جیسا کہ صورت زید اگر آئینہ میں متوہم ہو تو اس جگہ نمود بے بود ہے اس لئے کہ آئینہ میں بالکل کوئی صورت موجود نہیں ہے اور نمود وہمی سے زیادہ اس جگہ ثبوت نہیں رکھتا اور صحیح کشف اور شہود صادق سے واضح ہوا ہے کہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے کمال اقتدار سے عالم کو اسی مرتبہ میں پیدا فرمایا ہے اور اپنی کمال صنعت اور کارگیری سے نمود محض کو ہستی عطا کی ہے اور اس مرتبہ میں اگرچہ نمود بے بود ہے لیکن جب عالم اس مرتبہ میں مخلوق ہوا ہے تو اس کا ظہور بابود آیا ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ کی ایجاد مثبت بود وجود ہے اور جب ظہور بابود ہوا تو نفس امری ہو گیا اور احکام و آثار صادقہ اس پر مترتب ہوئے ۔

اور وہم کا یہ مرتبہ مرتبہ علم و مرتبہ خارج سے الگ ہے اور یہ مرتبہ علم کے مرتبہ سے زیادہ مرتبہ خارج سے مناسبت و مشابہت رکھتا ہے اور اس کا ثبوت ثبوتِ خارجی سے مشابہ ہے برخلاف ثبوت علمی کے کہ اس کا وجود ذہنی کہتے ہیں اور اس کے مقابل وجود خارجی ہے اور وہ ظہور جو مرتبہ وہم ہے وہ بھی ظہور خارجی سے پوری مشابہت رکھتا ہے برخلاف مرتبہ علم کے کہ وہاں بطون وکمون ہیں گویا کہ مرتبہ وہم میں مرتبہ خارج کا ظل ڈال کر اس جگہ عالم کی ایجاد فرمائی ہے اور وجود خارجی کے ظل سے عالم کو ظل کے مرتبہ میں موجود کیا ہے پس نفس خارج میں سوائے ایک ذات احدیت کے کوئی چیز موجود نہیں ہے اور خارج کے ظل میں وجود ظلی سے عالم اس کثرت و تعدد کے باوجود خداوند تعالیٰ کی ایجاد سے موجود تھا خارج میں نفس امر وحدت ہے اور ظل خارج میں نفس امر کثرت ہے جیسا کہ علم میں بھی نفس امر کثرت ہے پس وحدت بھی نفس امری ہوگی اور کثرت بھی اور ہر ایک کا اعتبار الگ ہے اور اس میں کوئی استحالہ نہیں ہے ۔

Marfat.com

اور جیسا کہ خارج اور وجود عالم کے لئے ظل ہے ایسا ہی اس کی تمام صفات حیوۃ اور قدرت اور علم وغیرہ بھی اس میں اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں جل سلطانہٗ بلکہ نفس امر جو کہ ثبوت عالم میں اثبات کیا جاتا ہے وہ بھی مرتبۂ خارج کے نفس امر کا ظل ہے سے

نیاوردم از خانہ چیزے نخست ۔۔۔ تو دادی ہمہ چیز من چیز تُست

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ (کیا تُو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح سایہ کو بڑھا دیا۔

**سوال :۔** تُو نے اپنے رسائل میں لکھا ہے کہ ظل جو کچھ بھی رکھتا ہے وہ اصل سے ہے اور ظل میں اصل کی امانت داری سے کوئی ہنر پیدا نہیں ہے اگر سالک مستعد بحکم ظلیت جو کچھ بھی خیر و کمال سے رکھتا ہے جو کہ وجود اور کمالات توابع وجود ہے اپنے اصل کو دیدے اور اپنے آپ کو تمام کمالات سے خالی پائے تو لازماً فنا اور نیستی سے متصف ہوگا اور اس کا اپنا نام و نشان نہ رہے گا۔ اس کلام کا حاصل کیا ہے؟ اور کمالات اصل کو دینے کا کیا معنی ہے اور باوجود سالک کے استقرار اور ثبوت کے فنا اور نیستی کس اعتبار سے ہے؟

**جواب :۔** یہ فنا اس طرح ہے کہ کوئی شخص مانگ کر لباس پہنے ہوئے ہو اور اُسے معلوم ہو کہ یہ کپڑے اس کے نہیں ہیں کسی دوسرے کے ہیں جو کہ مانگ کر پہنے ہُوئے ہیں اور جب یہ خیال غالب آتا ہے تو پوری طرح غلبہ پیدا کر لیتا ہے تو ہو سکتا ہے کہ لباس پہنے ہوئے ہونے کے باوجود ان کپڑوں کو پوری طرح صاحب جامہ کو دے دے اور اپنے آپ کو برہنہ اور عُریاں سمجھنے لگے اس حد تک کہ اپنے ہم نشینوں سے اپنی برہنگی کی وجہ سے شرمندگی اُٹھائے اور اپنے آپ کو حیا سے کسی گوشہ میں لے جائے۔

اور چونکہ سالک کا وجود مرتبۂ وہم و خیال میں پیدا کیا گیا ہے تو اس کے لئے خیال فنا ہی کافی ہے کہ اس تخیل کا غلبہ اس کو یقین قلبی تک پہنچا تا ہے اور ذوقی اور وجدانی بنا دیتا ہے اور جو کچھ فنا و نیستی میں مقصود ہے وجود میں آتا ہے کیونکہ فنا کا مقصود ظل کی گرفتاری کا زوال اور اصل کی گرفتاری کا حصول ہے اور جب ظل کا رجوع اصل کی طرف یقینی ہوا اور وجدانی اور ذوقی ہوا تو لازماً ظل کی گرفتاری زائل ہوئی اور اس کی جگہ اصل کی گرفتاری آ بیٹھی اور اگر یہ خیال حاصل نہ ہوتا تو ظل کی گرفتاری کے زوال کی دولت میسر نہ آتی بلکہ اس راہ کے سلوک کا دارومدار توہم اور تخیل پر ہے کیونکہ احوال مواجید جو کہ اس راہ کے معانی جزئیہ ہیں وہم سے مدرک ہوتے ہیں اور سالکین کی تجلیات اور تلوینات خیال کے آئینہ میں مشہود ہوتی ہیں یہ اگر وہم نہ ہو تو فہم قاصر ہوتا اور اگر خیال نہ ہوتا تو حال مستور ہوتا۔ اس راہ میں وہم و خیال سے زیادہ کوئی چیز بھی نفع مند نہیں پائی گئی ہے اور ان کا اکثر ادراک و انکشاف

---

لے میں شروع میں اپنے گھر سے کوئی چیز نہیں لایا ہوں تُو ہی نے تمام چیزیں دی ہیں اور میں بھی تیری چیز ہوں ۱۲۰

Marfat.com

واقع کے مطابق ہوتا ہے ۔ یہ وہم ہی ہے جو پنجاہ ہزار سال کی راہ کو جو بندے اور خدا کے درمیان ہے ۔ خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے تھوڑی سی مدت میں قطع کر لیتا ہے اور وصول کے درجات تک پہنچا دیتا ہے اور خیال ہی ہے جو غیب الغیب کے اسرار و دقائق کو اپنے آئینہ میں منکشف کرتا ہے اور سالک مستعد کو مطلع کر دیتا ہے اور یہ وہم کی بزرگی ہے کہ خداوند تعالیٰ نے عالم کی پیدائش کو اس مرتبہ میں اختیار فرمایا ہے اور اس کو کمالات کے ظہور کا محل بنایا ہے اور یہ خیال ہی کی بزرگی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کو عالم مثال کا نمونہ بنایا ہے جو کہ تمام عوالم سے زیادہ وسیع ہے یہاں تک کہ خداوند کی صورت بھی اس عالم میں موجود کہتے ہیں اور حکم لگایا ہے کہ خداوند تعالیٰ کی مثل نہیں ہے لیکن مثال ہے وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی (اور اللہ تعالیٰ کے لئے بلند مثل ہے) احکام وجوبیہ کی صورتیں ہیں کہ عارف ان کو اپنے خیال کے آئینہ میں محسوس کرتا ہے اور ان کی دریافت کے ذوق سے ترقی کرتا ہے۔

**سوال:۔** سابق تحقیق سے واضح ہوا کہ فنا و نیستی خیال کے اعتبار سے ہے اگرچہ وہ یقین قلبی تک پہنچا دیتا ہے اور وجدانی و ذاتی بنا دیتا ہے اور اس پر احکام صادقہ مرتب ہوتے ہیں نہ کہ اعتبار تحقق وجود اور تم نے اپنے بعض رسائل میں لکھا ہے کہ یہ فنا باعتبار وجود ہے اور اس میں ذات و صفت کا زوال ہے اس معاملہ کی حقیقت کیا ہے ؟

**جواب:۔** چونکہ وجود ظل کا رجوع اصل یقین سے مل گیا تو ذوقی وجدانی ہو گیا تو لازماً وجود کے زوال کا حکم بھی کیا گیا اور ذات و صفت کے ارتفاع کے متعلق بھی کہا گیا۔

**سوال:۔** فنائے وجودی کا یہ حکم ثبوت و استقرار فانی کے باوجود صادق ہے یا کاذب ؟

# مکتوب نمبر ۱۱

حضرت مخدوم زادہ محمد معصوم سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا

اس بیان میں کہ عارف کا معاملہ اس حد تک پہنچتا ہے کہ کسی معلوم کی صورت اس میں حاصل نہیں ہوتی اس وقت اس کے ذرات میں سے ہر ذرہ مطلوب کی طرف ایک شاہراہ ہے اور اس کا بیان کہ اس عارف کی محبت خدا تعالیٰ کی محبت تک لے جاتی ہے اور اس کا بغض خدا تعالیٰ کے بغض تک پہنچا دیتا ہے اور اسی طرح اس کی توہین و تعظیم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل اور آپ کے صحابہ کو بھی یہی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور یہ سطر بمنی نقل ہوئے )

جب کوئی عارف مقامات ظل کو طے کر کے معاملہ کو اصل الاصل تک پہنچا دیتا ہے تو اس وقت اس کا علم جو کہ اشیا سے تعلق کریگا ، وہ ظلیت کی قید سے مبرا ہوگا یعنی اشیا اس کی معلوم ہونگی لیکن ایسے طریقہ پر کہ کوئی

Marfat.com

بھی ان میں سے اس میں حصول نہ کرے گی کیونکہ جو کچھ بھی چیز اس میں حاصل ہوگی وہ اس شئے کی ظل اور صورت ہوگی نہ کہ اس شئے کی ذات جیسا کہ علم کی تعریف میں کہا گیا ہے کہ وہ عقل میں کسی شئے کی صورت کا حصول ہے اس لئے کہ اس میں شک نہیں ہے کہ عقل میں کسی چیز کی حاصل ہونے والی صورت اس شئے کی شال اور شبیہ ہے نہ کہ اس کا عین جیسا کہ کشف صریح اور الہام صحیح اس کی شہادت دیتے ہیں۔

اس وقت عارف عالم کو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سے کوئی نسبت سوائے نسبت صانعیت و مصنوعیت کے کوئی چیز ثابت نہ کی جاسکے گی اور ظلیت اور عینیت اور مرآتیت سے تحاشی (بیزاری) ہو جائے گی کیونکہ یہ معاملہ کمالات ذاتیہ سے وابستہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کو عالم سے غنا، ذاتی ہے اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ (اللہ تعالیٰ سب جہانوں سے بے نیاز ہے) برخلاف بعض اسماء وصفات کے مراتب کے کہ ان میں یہ نسبت متصور ہے پس جب تک کہ ان مقامات سے نہیں گذرتا اور اصل الاصل تک نہیں پہنچتا اس نسبت سے بے نصیب ہے۔ اس وقت میں عارف کے ذرات میں سے ہر ذرہ خداوند تعالیٰ کی ذات تک ایک شاہراہ ہے۔ برخلاف علم حصولی کے کہ اس صورت میں عالم ہر چیز کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور خود تمام اشیاء کا آئینہ بنتا ہے اور اسی طرح ظلیت اور مرآتیت کی صورت میں ہر شئے اس علم والے کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور اس کی بصیرت کی نظر کو اپنے سے باہر نہیں چھوڑتی۔

اور جب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ظلیت کے حصول کی قید سے آزاد ہو جاتا ہے تو موجودات کے ذرات میں سے ہر ذرہ خواہ وہ عرض ہو یا جوہر اور خواہ وہ آفاق ہو یا انفس اس کے لئے غیب الغیب کا دروازہ بن جاتا ہے۔ جاننا چاہیئے کہ جس طرح پہلے وہ شخص تمام اشیا کا آئینہ تھا اور جو کچھ وہ کرتا تھا اپنے لئے کرتا تھا اور جو کچھ اس سے صادر ہوتا تھا ناچار اسی آدمی کی طرف راجع ہوتا تھا خواہ نیت کرے یا نہ۔ اب جبکہ اس نے اپنے آئینہ کو آئینہ داری سے روک لیا اور ظل کی قید سے آزاد ہوا اور پانی کی نالی کی طرح ہو گیا کہ جو کچھ بھی اس میں پڑا نہ رہا بلکہ اس کو باہر نکال دیا تو لازماً جو کچھ بھی وہ کرے گا اپنے لئے نہ کرے گا بلکہ خدا تعالیٰ کے لئے کرے گا خواہ وہ نیت کرے یا نہ کرے۔ کیونکہ نیت اس میں ہوتی ہے جس میں احتمال ہو اور یقینی چیز میں نیت نہیں ہوتی۔

اس وقت اس عارف کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت تک لے جاتی ہے اور اس کا بغض خدا تعالیٰ کے بغض تک پہنچا دیتا ہے اور اسی طرح اس کی تعظیم و توقیر اللہ تعالیٰ تعظیم و توقیر ہے اور توہین اور بے ادبی خدا تعالیٰ کی توہین اور بے ادبی تک پہنچا دیتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو بھی اپنے درجات کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی نسبت ہے کہ ان کی محبت اور بغض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور

Marfat.com

بغض تک پہنچا دیتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے ان سے محبت رکھی سو میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت رکھی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کو بھی ان سے یہی نسبت ہے لیکن اس بلند نسبت کا ظہور حضرت علی اور فاطمۃ الزہرا اور حسنین رضی اللہ عنہم میں کامل تر ہے اور بارہ آئمہ میں سے ان کے علاوہ باقی میں بھی یہ نسبت سرایت کرتی ہوئی مشہود ہوتی ہے اور پھر ان کے علاوہ یہ نسبت محسوس نہیں ہوتی۔ والسلام

# مکتوب نمبر ۱۱۱

شیخ نور محمد تہاری کی طرف صادر فرمایا

(مقام قاب قوسین او ادنیٰ کے اسرار غریبہ کے بیان میں اور اس راز کا بیان کہ عارف اپنے بائیں جانب کے لکھنے والے کو نہیں پاتا اور یہ معارف بھی منقول معنی ہیں)

قَابَ قَوْسَیْنِ کے معاملہ میں ظاہر میں مظہر کا رنگ ظاہر ہوتا ہے کیونکہ سالک سے ذات وصفت کے زوال کا معاملہ حاصل نہیں ہوا ہے بخلاف معاملہ اَوْ اَدْنیٰ کے کہ اس جگہ مظہر سے کوئی حکم اور اثر باقی نہیں رہا ہے پس اس مرتبۂ ثانیہ میں لازماً مظہر ایک ایسا معاملہ ہوگا جو مرتبۂ وجوب سے مستفاد ہوگا اور وہ ایک خاص خلعت ہے جو عارف کو معاملہ پورا کر لینے کے بعد مرتبۂ اصل سے عنایت فرماتے ہیں اور اس کو لغاضہ صورت سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے یہ ایک بڑا گہرا راز ہے ان شاء اللہ تعالےٰ اس کی تفصیل کسی اور موقع پر تحریر کی جائے گی پس مظہر اس معاملہ میں ایک ایسا امر ہوتا ہے جس میں عدم کی بو راہ نہیں پا سکتی اور امکان کے شائبہ کو اس میں دخل نہیں ہے پس اگر ہم اس مرتبہ میں انفعال (اثر قبول کرنا) کا اثبات کریں تو وہ اپنے آپ سے ہوگا نہ کہ غیر کی طرف سے کیونکہ غیر کا کوئی اثر اور نشان باقی نہیں رہا ہے ؎

وَلِوَجْهِهٖ مِنْ وَجْهِهٖ قَمَرٌ ۝ وَلِعَیْنِهٖ مِنْ عَیْنِهٖ کُحُلٌ[1]

اگرچہ وہ انفعال جو مرتبۂ قاب قوسین میں ثابت کیا جائے گا وہ بھی حق ہے اور وہ حضور جو اس مرتبہ میں ہوتا ہے اصل کا ظہور ہے لیکن اس میں ظلیت کا شائبہ نہیں ہے اور مرتبۂ بلند کے لائق نہیں ہے۔ وہ انفعال جو اس مرتبۂ مقدسہ کے لائق ہوتا ہے وہ ہے جس میں ظلیت کی بو راہ نہ پائی ہو اور کسی صورت میں بھی غیر کو درمیان میں کوئی دخل نہ ہو کیونکہ غیر عدم کی آلودگی سے خالی نہیں ہے اور امکان کے نقص سے باہر نہیں ہے ہاں

---

[1] اس کے چہرے کے لئے اس کا اپنا چہرہ ہی چاند ہے اور اس کی آنکھ کیلئے اس کی آنکھ ہی کا سرمہ ہے ۱۲

Marfat.com

اگر مراتب ظلال کے انفعالات اس طرح کے ہوں تو ان کی گنجائش ہے

جاننا چاہیئے کہ اس معاملہ میں اَوْ اَدْنیٰ کہ جس کا کچھ تذکرہ ہو چکا ہے عارف اپنے جائیں جانب کے لکھنے والے کو نہیں پاتا اس کا راز یہ ہے کہ اس وقت میں اس کی بائیں جانب، دائیں جانب کا حکم حاصل کر لیتی ہے کیونکہ شمال (بائیں جانب) عدم کے تقاضوں میں سے ہے پھر جب عدم کے احکام زائل ہو گئے اور خالص وجود باقی رہ گیا تو اب اس جگہ بائیں جانب ہے ہی نہیں بلکہ "اللہ تعالےٰ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں" اس کو سمجھ اور بے دینی میں مبتلا نہ ہو۔

جب تم نے ان گہرے اسرار اور معارف عزیزہ کو معلوم کر لیا تو اب سنو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی الآیۃ (پھر وہ قریب ہوا پھر لپکا) جان لے کہ اس دَنُوّ (قرب) کا تحقق اَوْ اَدْنیٰ کے تحقق کے بعد ہے جو پہلے ذکر ہوا ہے کیونکہ جب تک عارف کا کوئی اثر اور حکم باقی ہے اور عدم کی آلودگی سے مبرا نہیں ہوا ہے اس کو اس دَنُوّ کی لیاقت نہیں ہے اور اس دَنُوّ کے تحقق کے بعد تَدَلّٰی (لپکنا) ہے جو نزول کے رو برو ہے جب تدلّی کا تحقق ہو جاتا ہے اور عارف کو خلق میں لاتے ہیں تو اس وقت قوسین کی صورت ظاہر ہوتی ہے اگرچہ قوس اول کا کوئی اثر اور حکم باقی نہیں رہا ہے لیکن جب اس کو تدلّی سے مشرف فرماتے ہیں تو اس وقت قوسین کی صورت متوہم ہوتی ہے۔

پس بعد از تدلّی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنیٰ اس اعتبار سے فرمایا ہے کہ اس وقت قوسین کی صورت ثابت ہے نہ کہ اس کی حقیقت اَوْ اَدْنیٰ یعنی بلکہ اس سے بھی قریب کیونکہ اس جگہ قوس ثانی کا کوئی اثر اور حکم باقی نہیں رہا تو اس جگہ حقیقت میں دو قوس ہیں ہی نہیں۔ یہ معارف اللہ تعالےٰ کے اسرار سے ہیں جن کو اللہ تعالےٰ اپنے بندوں میں سے اخص الخواص پر ظاہر فرماتے ہیں۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والبرکات العلیٰ۔

# مکتوب نمبر ۱۱۲

شریعت پناہ قاضی اسلم کی طرف صادر فرمایا

(اس بیان میں کہ اللہ تعالیٰ کی صفات حقیقیہ نہ اللہ تعالےٰ کا عین ہیں اور نہ اس کا غیر ہیں)

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ علمائے اہل سنت شکر اللہ تعالےٰ سعیہم نے اللہ تعالےٰ کی صفات ثمانیہ کے متعلق کیسا اچھا کہا ہے کہ "نہ وہ اللہ تعالےٰ ہیں اور نہ اس کا غیر ہیں"۔ یہ معرفت عقل سے

Marfat.com

بالاتر ہے جو کہ نور فراست اور انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کی برکت حاصل ہوتی ہے ۔ عقلا اس عبارت سے رفع نقیضین سمجھتے ہیں ان کو یہ نہیں معلوم کہ حصول تناقض کے لئے زمان و مکان کا اتحاد شرط ہے اور جبکہ اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں زمان اور مکان کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے تو تناقض کس طرح متصور ہو سکتا ہے ۔

اور وہ جو علماء نے دفع تناقض کے لئے لفظ غیر میں تصرف کیا ہے اور غیر سے ایک خاص معنی مراد لئے ہیں اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے بلکہ نظر کشفی اس تخصیص سے منع کرتی ہے اور غیر کی نفی جس صورت میں بھی ہو وہ اثبات کرتی ہے اور ہم یہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کی صفات جس طرح خدا تعالےٰ کی عین ذات نہیں ہیں کیونکہ وہ زائد ہیں اسی طرح وہ غیر ذات بھی نہیں ہیں اگرچہ وہ زائد ہیں اور دوئی کی نسبت پیدا کرلی ہے اس جگہ ارباب معقول کا مقررہ قاعدہ اَلْاِثْنَانِ مُتَغَایِرَانِ (کہ دو چیزیں آپس میں متغایر ہوتی ہیں) غلط ٹھہرتا ہے اور ان کے اصول کو توڑ دیتا ہے اور وہ جو کہا ہے کہ "وہ عقل سے بالاتر ہے" اس معنی سے ہے کہ عقل وہاں راہ نہیں پا سکتی اور وہ اس کے ادراک سے قاصر ہے نہ یہ کہ عقل اس کے برخلاف حکم کرتی ہے وہ اس کے برخلاف کس طرح حکم لگا سکتی ہے کہ اس نے اس کا تصور بھی نہیں کیا ہے بلکہ وہ اس کے ادراک کے احاطہ سے باہر ہے تو اس کے اثبات اور نفی کے حکم کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ اے ہمارے رب ہمیں اپنی جناب سے رحمت عنایت فرما اور ہمارے معاملہ میں بھلائی پیدا کر۔

# مکتوب نمبر ۱۱۳

ملا سلطان سرہندی کی طرف صادر فرمایا

(اس بیان میں کہ اللہ تعالےٰ صفات حیوٰۃ اور علم اور باقی تمام کمالات سے متصف ہیں اور صفات کے ذات آلٰہی سے قیام کا کیا معنی ہے)

اللہ تعالیٰ کی صفات جو کہ اس کی ذات کے ساتھ قیام رکھتی ہیں مثلاً حیوٰۃ و قدرت و علم وغیرہا وہ اپنے کمال تنزہ و تقدس کی وجہ سے ممکن کی صفات سے کوئی نسبت ہی نہیں رکھتیں کیونکہ ممکن کی صفات اعراض ہیں جو جواہر کے ساتھ قیام رکھتی ہیں اور اللہ تعالےٰ کی صفات جواہر کو قائم کرنے والی ہیں کہ جواہر کا قیام انہی سے ہے اور پھر یہ فرق بھی ہے کہ ممکن کی صفات میت کا حکم رکھتی ہیں اور جماد محض ہیں اور حیوٰۃ و علم وغیرہا سے بے نصیب ہیں البتہ اتنا ضرور ہے کہ ممکن ان کے ذریعہ سے حی اور عالم اور قادر بن جاتا ہے لیکن یہ سب صفات بذات خود حی اور عالم نہیں ہیں برخلاف اللہ تعالےٰ کی صفات مقدسہ کے کہ اس حقیر کی نظر کشفی میں وہ بھی اپنے موصوف کی طرح حی اور عالم ہیں اور اپنے کمالات کی تفصیل سے واقف ہیں اور ان پر فریفتہ ہیں لیکن ان کا علم علم حضوری

Marfat.com

کی جنس سے مفہوم ہوتا ہے نہ کہ علمِ حصولی کی جنس سے۔

اور اسی طرح ہر وہ صفت یا شان جو اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کی جائے ان سب میں حیوٰۃ و علم کا ثبوت معلوم ہوتا ہے اور خالص نُور نظر آتی ہیں گویا کہ وہ نُور سب کا سب علم اور انکشاف ہے اور سب کا سب حیوٰۃ ہے اور یہ دونوں کمال کی صفات اس جگہ ظاہر اور ہویدا ہیں برخلاف دوسری صفات قدرت و ارادت وغیرہ کے کہ اس وضاحت سے اس جگہ معلوم نہیں ہوتا۔ ہاں جو کچھ درکار ہے وہ اس مقام میں کمالات کا انکشاف ہے جو کہ صفت علم سے تعلق رکھتا ہے اور چونکہ علم حیوٰۃ کے تابع ہے لہٰذا صفت حیوٰۃ سے بھی چارہ نہیں ہے اور قدرت اور ارادت مقدور اور مُراد سے وابستہ ہیں اور سمع و بصر سے علم کے ساتھ اکتفا کیا جا سکتا ہے اور کلام کا مقصود افادہ ہے اور تکوین مکوّنات کے حصول کے لئے ہے۔

اس کے باوجود ہر صفت چونکہ جامع ہے تو لازماً یہ صفات کمال ان میں ثابت ہیں ظاہر ہوں یا نہ ظاہر ہوں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس بیان سے لازم آیا کہ "معنیٰ کا قیام معنیٰ سے ہو" کیونکہ صفات جب حیّ اور عالم ہوں گی تو ان سے حیوٰۃ و علم کے قیام سے چارہ نہ ہوگا۔ میں کہتا ہوں کہ دونوں کا قیام اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہے ایک اصلی طور پر اور دوسری تبعیت میں چنانچہ علماء نے اعراض کی بقا میں کہا ہے کہ عرض اور بقائے عرض دونوں محل عرض سے قائم ہیں۔

اور اس بحث کی تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے صفات کا قیام خدا تعالیٰ کی ذات سے اس طرح کا نہیں ہے جیسے عرض کا قیام جوہر سے ہوتا ہے ہرگز نہیں بلکہ ان کا قیام اس طرح ہے جیسے مصنوع کا قیام صانع سے ہوتا ہے کہ صانع اپنے مصنوع کا قیوم ہے اگرچہ اس جگہ اتصاف ہے اور اس جگہ اتصاف نہیں ہے، بلکہ ان کا قیام کسی چیز کے اپنی ذات سے قیام کی طرح ہے اتنا فرق ہے کہ اس جگہ زیادتی ثابت ہے اور اس جگہ زیادتی متصور نہیں ہے لیکن وہ زیادتی غیریت کی حد تک نہیں پہنچاتی ہے کیونکہ علماء نے "نہ اُس کا غیر ہیں" فرمایا ہے پس دونوں جگہوں میں تغایر اعتباری ثابت ہوا اور قیام متحقق ہوا اور اتصاف کا حصول اس جگہ انسان کے انسانیت سے اتصاف کی طرح ہے یا جوہر کے جوہریّت کے اتصاف کی طرح۔

بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ جس مقام میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفاتِ حقیقیہ مقدسہ ہیں جو کہ حضرت ذات سے قائم ہیں صفت اور اتصاف کا کوئی ملاحظہ اس جگہ ثابت نہیں ہے نہ تو اللہ تعالیٰ کی ذات میں موصوفیت کا ملاحظہ ہے اور نہ صفات مقدسہ میں صفاتیت ملحوظ ہے جس صورت میں کہ وجود اور وجوب وجود کو بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گنجائش نہیں ہے تو صفت و اتصاف کی کیا مجال ہے جو کہ وجود کی شاخ ہیں اس مقدس مقام میں سوائے نور کے اور کسی کو گنجائش نہیں ہے اور وہ بھی بے چون ہے اگر حیوٰۃ ہے تو بھی نور ہے اور اگر علم ہے تو بھی

Marfat.com

نور ہے وعلیٰ ہذا القیاس - اور اس نور اقدس بے چون کو اگر مرتبۂ ثانی میں بے تغیر و انتقال اثبات کیا جائے تو یقیناً اس کی مظہریت کے قابل سوائے وجود کے اور کوئی چیز دوسری نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا اس فقیر کے نزدیک تعین اوّل تعین وجودی ہے اور باقی سب تعینات اس تعین کے تابع ہیں اگرچہ تعین کے لفظ کا اطلاق بھی اس فقیر کے علوم کے مطابق اس جگہ گنجائش نہیں رکھتا لیکن چونکہ قوم میں یہ لفظ متعارف ہو چکا ہے لہٰذا ہم بھی اس کے اطلاق میں کچھ نرمی کرتے ہیں۔ اے ہمارے رب ہمارے نور کو پورا کر اور ہمیں بخش دے یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے

# مکتوب نمبر ۱۱۴

(اللہ تعالیٰ کی صفات اور ان کے کمالات سے تعلق کی کیفیت اور اس بیان میں کہ صفتی کو اپنے قیام کے لئے محل سے چارہ نہیں لیکن اس کے لئے اثبات محل کی ضرورت نہیں ہے اور تعین وجودی اور انبیائے متبوعین اور انبیاء تابعین اور ملائکہ کرام علی الانبیاء وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے تعینات کے مبادی اور اولیاء وعوام مومنین کفار اور اخروی پیدائش کے موجودات کے تعینات کا بیان)

صفات حقیقیہ جو کہ ہم مرتبۂ حضرت ذات تعالیٰ وتقدس میں ثابت کرتے ہیں اس اثبات سے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک میں کوئی تعین اور تنزل پیدا نہیں ہوتا اور مرتبۂ اولیٰ کے علاوہ کوئی دوسرا مرتبہ ثابت نہیں ہوتا اور کسی طرح بھی ان کی علیحدگی کی کوئی صورت پیدا نہیں ہوتی اور جب تک مرتبۂ ثانی متحقق نہ ہو اور کسی طرح سے بھی انفکاک حاصل نہ ہو تعین اور تنزل کی کوئی صورت پیدا نہیں ہوتی اور اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات حقیقیہ گویا کہ ایک مرتبہ میں ثابت ہیں اور باوجود زیادتی کے گویا کہ عین اللہ تعالیٰ کی ذات ہیں اور اگرچہ یہ صفات مقدسہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں مندرج کمالات کی تفصیل ہیں لیکن ان کا حکم باقی تمام اجمال وتفصیل سے علیحدہ ہے کیونکہ اجمال اس مرتبہ میں ہے جس مرتبہ میں تفصیل ثابت نہیں ہے بلکہ تفصیل کا مرتبہ اجمال کے مرتبہ سے پیچھے ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ معنی مفقود ہے اور تفصیل عین مرتبۂ اجمال میں ہے اور یہ معرفت عقل کے طریقہ کے علاوہ ہے جس کی راہنمائی نظر کشفی کو ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم اس مرتبہ میں کہ اس صفات سے متعلق ہوا ہے اپنی ذات اور اپنے کمالات مندرجہ ذات کے علم کی طرح علم حضوری ہے اور یہ صفات باوجود زیادتی کے گویا عین عالم ہیں اور ان کا حضور حضورِ نفس عالم کی طرح ہے اور ان کے اللہ تعالیٰ کی ذات سے کمال اتحاد ہی کی وجہ سے صوفیاء کی ایک بہت بڑی جماعت نے صفات کو عین ذات کہا ہے اور صفات کی زیادتی کا انکار کیا ہے اور لَا ھُوَ کے لفظ سے منع کر کے لَا غَیْرُہٗ سے اثبات فرمایا ہے اور کمال یہ ہے کہ باوجود تصدیق

Marfat.com

لَا هُوَ کے لَا غَیْرُہٗ کا اثبات کیا جائے اور زیادتی کے باوجود غیریت کی نفی کی جائے یہ کمال علوم انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے علوم کے مذاق کے موافق اور آرائے صائبہ فرقہ ناجیہ اہل سنت وجماعت شکر اللہ تعالےٰ سعیہم کے مطابق ہے۔

جاننا چاہیئے کہ انکشاف ذاتی اس مرتبہ میں کہ جو اللہ تعالےٰ کی ذات اور اس کی صفات مقدسہ سے تعلق رکھتا ہے علم حضوری کے قبیل سے ہے کیونکہ صفات مقدسہ کا حکم بھی اللہ تعالےٰ کی ذات ہی کا حکم ہے جیسا کہ گذرا اور وہ جو ہم نے کہا ہے کہ وہ علم حضوری کی جنس سے ہے وہ اس لئے کہ علم حضوری عبارت ہے حضور نفس عالم سے اور صفات نفس عالم نہیں ہیں تو چاہیئے کہ ان کا علم علم حضوری نہ ہو لیکن جب کوئی صورت ان سے الگ نہیں ہوتی اور ان کا حضور نفس ثابت ہے تو وہ علم حضوری کے قبیل سے ہوں گی اور وہ انکشاف جو صفت علم سے تعلق رکھتا ہے۔ علم حصولی کے قبیل سے ہے اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ علم حصول کے قبیل سے ہے اور اس لئے کہ علم حصولی عقل میں معلوم سے حاصل ہونے والی صورت سے عبارت ہے۔

اور اس فقیر کے نزدیک محقق اور مکشوف ہوا ہے کہ کسی معلوم کی کوئی صورت اللہ تعالےٰ کے علم میں منتقش نہیں ہے اور اللہ تعالےٰ کا علم کسی صورت معلومہ کا محل نہیں ہے پھر اللہ تعالےٰ (عالم) کی ذات میں صورت کا حصول کس طرح ہو سکتا ہے بلکہ اللہ تعالےٰ کا معلوم سے ایک قسم کا تعلق ہے اور اس کے متعلق ایک انکشاف ہے بغیر اس کے کہ معلوم کی کوئی صورت علم میں ثابت ہو اور علم کا خانہ تمام نقوش اور صور علمیہ سے خالی اور مصفا ہے اور اس کے باوجود اس کے علم سے ایک ذرہ کے برابر بھی کوئی چیز زمین میں یا آسمانوں میں اس سے مخفی نہیں ہے۔

اس قدر مکشوف ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالےٰ کا علم کسی معلوم سے تعلق پیدا کرتا ہے اور اس تعلق سے معلوم کی ایک صورت الگ ہو جاتی ہے اور اس علم سے قیام پیدا کرتی ہے بغیر اس کے کہ علم میں حلول و حصول پیدا کرے اور چونکہ علم کے تعلق سے معلوم کی ایک صورت منتزع ہوتی ہے اور علم بلکہ عالم سے قیام پیدا کرتی ہے تو یہ بات درست ہو جاتی ہے کہ وہ علم حصولی کے قبیل سے ہے اور جب صفتِ علم اللہ تعالےٰ کی ذات میں مندرج کمالات سے تعلق پیدا کرے گی تو لازماً ان کمالات سے اس تعلق کی وجہ سے علمی صورتیں الگ ہوں گی اور علم سے قیام پیدا کریں گی اگرچہ ان کا حلول و حصول علم میں ثابت نہیں ہوتا۔

**سوال:** ۔ ان صور علمیہ کا قیام تم نے صفت علم سے پیدا کیا ہے لیکن معلوم نہ ہوا کہ ان صورتوں کا محل ثبوت کونسا ہے یعنی کہ جیسا کہ عین کے ساتھ قیام سے چارہ نہیں ہے اسی طرح محلیت عین سے بھی اسکو چارہ نہ ہوگا؟

Marfat.com

جواب :- ہاں معنی کو عین کے ساتھ قیام سے کوئی چارہ نہیں ہے لیکن اس کے لئے محل کے اثبات کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ معنی کے لئے اثبات محل سے مقصود اس کے قیام کا اثبات ہے نہ کہ قیام پر کوئی امر زائد۔ جیسا کہ جواہر مجردہ ممکنہ میں جو کہ ان صور علمیہ کے لئے ظلال کی طرح ہیں اور وہ صوران جواہر کے تعینات کے مبادی ہیں فلاسفہ نے کہا ہے کہ ان کے لئے کوئی محل اور مکان ثابت نہیں ہے بلکہ کوئی ضرورت نہیں ہے اور اگر ان جواہر مجردہ کے اصول کا محل نہ ہو تو کونسا تعجب ہے؛ ان صور علمیہ کو اعراض کی طرح تصور نہ کرو جو کہ غیر کے ساتھ قیام رکھتے ہیں اور اعراض پر قیاس کرتے ہوئے ان کے محل کے اثبات میں نہ پڑنا کہ یہ صور علمیہ اصول بلکہ تعینات جواہر کے مبادی ہیں کہ اعراض کا قیام ان سے ہے تو اعراض کی کیا حیثیت ہے بلکہ ہم اعراض میں بھی کہتے ہیں کہ ان کے لئے اثبات محل کا مقصود ان کے قیام محل کے ساتھ اثبات ہے نہ یہ کہ محل مستقل طور پر مقصود ہو۔

تحقیق یہ ہے کہ یہ صور علمیہ مرتبۂ وجوب میں موجود ہیں کہ محل و مکان کی وہاں کوئی گنجائش نہیں ہے اور قیام کے سوا اس جگہ کوئی چیز متصور نہیں ہے

اللہ تعالیٰ کی صفات حقیقیہ جو کہ ذات اقدس کے ساتھ قیام رکھتی ہیں وہاں کوئی حالیت و محلیت موجود نہیں ہے اور ثبوت ذہنی و خارجی جو کہا ہے وہ مرتبۂ امکان میں تقسیم یافتہ ہے کیونکہ اس بارگاہ میں نہ خارج کو گنجائش ہے اور نہ علم کو۔ جب وجود کو اس بارگاہ میں کوئی دخل نہ ہوگا تو وجود ذہنی اور خارجی کہ جو اس کی قسمیں ہیں اس جگہ کیا مجال ہوگی اور علم اور خارج وجود کی ظرفیت کو وہاں کیا گنجائش ہوگی پس یہ صور علمیہ ثابت ہوں گی اور علم کی صفت سے قائم ہوں گی اور کوئی ثبوت علمی و خارجی ان کو متحقق نہ ہوگا بنا۔ وجود علمی و خارجی ان کے لئے عار ہوگا کیونکہ وہ امکان کی صفات اور حدوث کی علامات سے ہے کیونکہ ان کے نزدیک ہر ایک ممکن حادث ہے اور مرتبۂ وجوب وجود میں اگرچہ وجود ثابت ہوا ہے لیکن اس وجود کے لئے ظرفیت خارج و علم پیدا نہیں ہوتی کیونکہ ظرفیت اور مظروفیت کو اس جگہ مجال نہیں ہے اچھی طرح سنو کہ صورت معلوم نفس علم سے عبارت ہے اس کا علم میں حصول اور حلول کا کیا معنی ہوگا

پچھلے صوفیہ کرام نے کہا ہے کہ صور علمیہ جو کہ اعیان ثابتہ سے عبارت ہیں اور ممکنات کے حقائق ہیں ان کا ثبوت خانہ علم میں ہے اور بس اور خارج علم میں ان کے وجود کی بو بھی نہیں پہنچی ہے لیکن ان صور علمیہ کے عکوس جب ظاہر وجود کے آئینہ میں کہ اس کے سوا خارج میں کوئی چیز موجود نہیں ہے پڑتے ہیں تو متوہم ہوتا ہے کہ وہ صور خارج میں موجود ہیں اس صورت کی طرح کہ جب وہ آئینہ میں منعکس ہوتی ہے تو وہم ہوتا ہے کہ وہ صورت آئینہ میں ہے۔

Marfat.com

اے کاش! میں سمجھ سکتا کہ ان بڑے لوگوں کی مراد کیا ہے اور علم میں صُور کے حصول کا کیا مطلب ہے اور صُورِ شہادت میں صرف نفسِ علم ہے اور غائب میں اللہ تعالیٰ کا علم ازلیٰ قدیم، بسیط و وحدانی ہے جو معلوماتِ متکثرہ سے متعلق ہُوا ہے اور اس کے تعلق سے ان معلومات کی صُورِ متعددہ متمیزہ حاصل ہوتی ہیں بغیر اس کے کہ اس کے ازلی علم میں ان کا حصول وحلول ثابت ہو اور اس میں صُورِ متعددہ کا حلول کس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ مستلزم ہے تبعض اور تجزی اور محل کی تقسیم اور کسی چیز کو کسی چیز کے جز فرض کر لینے کو اور یہ ترکیب کا موجب ہے جبکہ قدم اور ازلیت کے منافی ہے

عجب معاملہ ہے کہ فلاسفہ معلوم کی صورت حاصلہ کو ذہن میں ثابت کرتے ہیں اور اس کے حلول کو ذہن میں جانتے ہیں نہ کہ علم میں کیونکہ وہ صورت ان کے نزدیک عین علم ہے نہ کہ علم میں حلول کرنے والی، اور متاخرین صوفیہ کی عبارت سے ابتداءً یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت کا حصول علم میں ہے جس کو باطن وجود کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ یہ صور علمیہ جو کہ صفت علم کے تعلق سے اللہ تعالیٰ کے ذاتی کمالات میں مندرج ثابت ہوتی ہیں۔ نظر کشفی سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو حیوٰۃ اور علم ثابت ہے اور انکشاف جو علم حضوری کے مناسب ہوتا ہے ان کو ان کمالات کی نسبت سے جو ان میں داخل ہیں ثابت ہے جیسا کہ اس بحث کی تحقیق ایک مکتوب میں تفصیل سے بیان کر دی ہے اگر اس معرفت کی غرابت کی وجہ سے کوئی پوشیدگی رہ جائے اور ضرورت محسوس ہو تو اس جگہ رجوع کریں۔

اور جب بیانِ سابق سے واضح ہُوا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس اور اس کی صفات مقدسہ ایک ہی مرتبہ میں موجود ہیں اور صفات کی زیادتی کے وجہ سے کوئی تعین اور کوئی تنزلِ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیدا نہیں ہُوا ہے تو جان لیں کہ اس مرتبہ مقدسہ کا جو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات مع الصفات کا مرتبہ ہے، مرتبۂ ثانیہ میں بے شائبہ تغیر و تبدل پہلا ظہور ہے اور وہ اس حقیر کے نزدیک از روئے کشف و شہود یقیناً حضرت وجود کا مرتبہ ہے جو کہ خیر محض اور کمال خالص ہے اور تمام کمالات کے ظہور کی بطریق ظلیت قابلیت رکھتا ہے اور غیر وجود کو یہ دولت میسر نہیں ہے لہٰذا اگر کوئی علم اس مرتبۂ مقدسہ سے متعلق ہو اور اس کے کمالات کا انتزاع کرے جیسا کہ گزر چکا ہے تو یقیناً سب سے پہلی چیز جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے منتزع ہوگی وہ حضرت وجود ہوگا اور دُوسرے کمالات اس کے توابع ہوں گے۔

یہی وجہ ہے کہ صوفیاء کی ایک بہت بڑی جماعت نے وجود کو عین ذات تصور کیا ہے اور تعین وجود کو لاتعین جانا ہے اور اس تعین اسبق کا ثبوت علم و خارج سے الگ ہے جیسا کہ اس معنی کی تحقیق کئی جگہ ہو چکی ہے اور یہ حضرت وجود بطریق ظلیت تمام کمالات ذاتیہ وصفاتیہ کا اجمالاً جامع ہے اور اس مرتبہ جامع اجمالیہ کی تفصیل ہے

Marfat.com

کہ جسے تعین ثانی کہا جا سکتا ہے۔ سب سے پہلی چیز جس نے مرتبۂ تفصیل میں ثبوت پیدا کیا وہ حیوٰۃ کی صفت ہے جو تمام صفات کا اصل ہے اور یہ صفت حیوٰۃ گویا کہ اس صفت حیوٰۃ کا ظل ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے مرتبہ میں ثابت ہے اور " نہ وہ وہ ہے اور نہ وہ اس کا غیر ہے " اس کے حق میں ثابت ہے اور یہ ظل جب ایسے مرتبہ میں پیدا ہوا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے مرتبہ سے الگ ہے تو یقیناً " نہ اس کا غیر ہے" اس کے حق میں ثابت نہیں ہوگا اور وہ غیریت کے داغ سے داغدار ہوگا اور صفت حیوٰۃ کے بعد صفت علم بطریق ظلیت جیسا کہ صفت حیوٰۃ میں گذرا ہے ثابت ہے اور یہ صفت تمام صفات کی جامع ہے

اور صفت قدرت اور ارادہ وغیرہ بھی باوجود استقلال کے گویا کہ اس کے اجزاء ہیں کیونکہ اس صفت کو اللہ تعالیٰ سے اس طرح کا اتحاد ہے کہ اس کے غیر کو نہیں ہے کیونکہ علم حضوری کی صورت میں علم اور عالم اور معلوم کا اتحاد ہے اور قدرت ہرگز قادر اور مقدور سے متحد نہیں ہے اور ارادت میں جو دو مقدوروں میں سے ایک کو ترجیح ہے اس میں بھی یہ اتحاد ثابت نہیں ہے علیٰ ہذا القیاس

اور اس فقیر کے نزدیک مبداء تعین حضرت خلیل علیٰ نبینا وعلیہ بالاصل تعین اول ہے۔ جو کہ تعین وجودی ہے اور اس تعین کا مرکز جو کہ اس کے اجزاء میں سے اشرف ہے وہ حضرت خاتم الرسل علیہ و علیہم الصلوات والتسلیمات کا مبداء تعین ہے جیسا کہ اس بحث کی تحقیق ایک مکتوب میں تفصیل سے ذکر ہو چکی ہے اور چونکہ حضرت خلیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت اسرافیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ولایت ہے تو یقیناً حضرت اسرافیل کا مبداء تعین بھی یہی تعین وجودی ہوگا علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور ہر پیغمبر اور ہر رسول کا مبداء تعین اصل میں اس تعین اوّل وجودی کے حصص میں سے ایک حصہ ہے اور اگر کسی کو امتوں میں سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کی برکت سے اس تعین اوّل وجودی سے کچھ حصہ ہو اور حصہ یا نقطہ اس تعین کے حصص یا نقاط میں سے اس شخص کا مبدأ تعین ہو تو جائز ہے بلکہ واقع ہے اور جب تک اس تعین میں مبداء تعین پیدا نہ ہو اس وقت تک بالاصل اللہ تعالیٰ کی ذات تک وصول کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اور علیین کے ملائکہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جو کہ اللہ تعالیٰ کے مقرب ہیں ان کے مبادی تعینات بھی اسی تعین وجودی میں ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات تک وصول اسی سے وابستہ ہے جاننا چاہیئے کہ یہ صفت علم جو کہ مرتبۂ تفصیل میں تعین وجودی میں پیدا ہوا ہے اگرچہ یہ حصہ ہے اس تعین وجودی کے حصص میں سے لیکن چونکہ وہ جامعیت رکھتا ہے تو گویا کہ نفس وجود کی طرح اس تعین کے تمام حصص کا جامع ہے اور اس کا اجمال بھی ہے اور تفصیل بھی اجمال مرکز دائرہ کا حکم رکھتا ہے اور تفصیل محیط کا حکم پس اس تعین علمی کا

Marfat.com

مرکز جو اجمال ہے گویا کہ اس تعین اوّل وجودی کے مرکز کا ظل ہے اور اس تعلق کی وجہ سے ایک جماعت نے یقین کر لیا ہے کہ حضرت خاتم الرسل علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کا مبدأ تعین حضرت علم کا اجمال ہے نہیں بلکہ یہ اجمال آپ کے مبداء تعین کا ظل ہے علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام جو کہ تعین اوّل وجودی کا مرکز ہے جیسا کہ گذر چکا اور پھر اس اجمال علم کو تعین اوّل بھی کہا ہے اور مرتبۂ فوق کو لاتعین جانا ہے اور عین حضرت وجود سمجھا ہے ہاں عین وجود ضرور ہے لیکن تعین سے منسوب ہے جیسا کہ گذر چکا۔

پوشیدہ نہ رہے کہ تعین اوّل اگرچہ اس میں مندرج حصص انبیاء کرام اور ملائکہ علیین عظام علیہم الصلوات والتسلیمات کے مبادی تعین ہیں لیکن چونکہ اس مرتبہ میں اجمال ثابت ہے اس لئے ہر ایک کے مبادی علیحدہ علیحدہ تفصیل سے معلوم نہیں ہوتے اور ان کو کسی نام سے مسمّٰی نہیں کہا جا سکتا۔ اور جب اس میں تفصیل پیدا ہو گئی تو ہر ایک کے مبادی الگ ہو گئے اور ان کا نام بھی علیحدہ ہو گیا مثلاً اس تعین اوّل وجودی کا ایک حصہ اسم الحیوٰۃ ہے اور دوسرا حصہ اسم العلم ہے علیٰ ہذا القیاس اور ایسا مشہود ہوتا ہے کہ اسم الحیوٰۃ اپنی جامعیت کی وجہ سے ملائکہ علیین عظام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کا مبداء تعین ہے۔

اور یہ بھی یاد رکھیں کہ حضرت رُوح اللہ کو جو کہ مناسبت ملأ اعلیٰ سے رکھتے ہیں اس مقام سے علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت مہدی علیہ الرضوان چونکہ حضرت رُوح اللہ سے ایک خاص مناسبت رکھتے ہیں اس مقام کے مبداء ہیں

جاننا چاہیئے کہ صفات ثمانیہ میں سے جس صفت نے بھی مرتبۂ تعین ثانی میں تفصیل پائی ہے وہ ہر ایک پیغمبر بزرگ مقتدا کا مبدأ ہے۔ چنانچہ علم مثلاً حضرت خاتم الرسل علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کا مبداء ہے اور قدرت حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبداء تعین ہے اور تکوین حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبدأ تعین اور ان اسماء کلیہ مقدسہ کے جزئیات باقی انبیاء کے مبادی تعینات ہیں علیہم الصلوٰۃ والسلام ان بزرگواروں میں سے ہر گروہ جو کسی خاص اسم سے مناسبت رکھتا ہے اور کسی خاص مقتدا نبی سے نسبت رکھتا ہے تو ان کو اس اسم کے جزئیات سے ہو کر ان کے مبادی تعینات میں مناسبت ہے اور اولیاء جو کہ مقتداء پیغمبروں میں سے کسی پیغمبر کے قدم پر ثابت ہیں علیہم الصلوٰۃ والسلام تو ان کے مبادی تعینات اس اسم کے جزئیات کے جزئیات ہیں جو کہ اس پیغمبر کا مبداء تعین ہے علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اور اسی طرح تمام مومنوں کے تعینات اس اسم کے جزئیات کے جزئیات ہیں جو کہ اس پیغمبر کا مبداء تعین ہے کہ یہ اس کے قدم پر ہیں علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

اور کفار کے مبادی تعینات اسم مُضل سے تعلق رکھتے ہیں اور ان مبادی مذکورہ سے علیحدہ ہیں اور جب ممکنات کے مبادی تعینات معلوم ہو گئے تو اب یہ جان لو کہ وجوب کا تمام دائرہ ان تعینات کے انتہا تک ہے اس کے گذر جانے سے دائرہ ممکنات کا شروع ہے اور حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے جب چاہا کہ اپنے

Marfat.com

کمال کرم اور اپنے احسان سے اپنے فیوض و انعامات کو دوسروں کو عطا فرمائے اور گنج بخشی کرے تو اس نے مخلوق کو پیدا کیا اور اپنے وجود اور توابع وجود کے کمالات ان کو بخشے بغیر اس کے کہ اس جگہ سے کوئی چیز جدا ہو اور اس جگہ مخفی ہو جائے کہ وہ نقص کے علامات سے ہے اللہ تعالیٰ اس سے بلند ہیں۔ پیدا کرنے کا مقصد احسان و انعام ان کو عطا کرنا ہے نہ کہ ان کے ذریعہ سے اپنے اسمائی وصفاتی کمالات کو مکمل اور پورا کرنا حاشا وکلا۔ اسماء وصفات اپنی ذات میں کامل ہیں اور ظہور اور مظہر کی ان کو کوئی محتاجی نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات پاک میں تمام کمال بالفعل حاصل ہیں نہ کہ بالقوۃ کہ ان کا حصول کسی امر سے وابستہ ہو۔

اگر شہود و مشاہدہ ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہیں خود بخود ہے اور اگر علم و معلوم ہے تو بھی خود عالم اور خود معلوم ہے اور اسی طرح خود متکلم ہے اور خود سامع ہے اس جگہ تمام کمالات منفصل اور متمیز ہیں لیکن بعنوان بے چونی کیونکہ چون کرے چون میں کوئی راہ نہیں ہے مخلوق کی کیا حیثیت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کمالات کا آئینہ بن سکے سے

ذرہ کدام آئینہ در آید او

اور عالم کی کیا حیثیت ہے کہ اس اجمال کی تفصیل کرے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عین اجمال میں تفصیل ہے اور عین تنگی میں وسعت ہے اور چونکہ تفصیل و وسعت اس جگہ بے چون ہے لہٰذا متوہم ہوتا ہے کہ اجمال کو تفصیل درکار ہے جو کہ خلق عالم سے وابستہ ہے اور اس اجمال کی تکمیل اس تفصیل سے ہے اور حق یہ ہے کہ اس جگہ اجمال بھی ہے اور تفصیل بھی، جیسا کہ پہلے گزر چکا وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ۔

جاننا چاہیئے کہ اس عالم کی پیدائش ایسے مرتبہ میں واقع ہوئی ہے کہ اس کو اس مرتبہ مقدسہ سے کوئی مزاحمت اور مدافعت نہیں ہے دو موجودوں سے ایک کا وجود اگرچہ دوسرے کے وجود کی تحدید کا تقاضا کرتا ہے لیکن یہ قاعدہ اس جگہ مفقود ہے کہ وجود عالم نے اس مرتبۂ مقدسہ سے کوئی حد اور کوئی نہایت پیدا نہیں کی ہے اور کسی نسبت اور جہت کا اثبات نہیں کیا ہے وہ صورت جو آئینہ میں متوہم ہوتی ہے اس کا ثبوت مرتبۂ وہم میں ثابت ہے اور اس ثبوت کو ثبوت زید سے کوئی مزاحمت اور کوئی مدافعت نہیں ہے جو کہ اس صورت کا اصل ہے اور اس صورت کے ثبوت نے کوئی حد اور کوئی نہایت اپنے اصل کے ثبوت میں پیدا نہیں کی ہے اور کوئی نسبت اور کوئی جہت حاصل نہیں کی ہے۔ عالم کا وجود اس صورت کے وجود کی طرح ہے جو مرتبۂ وہم میں ثابت ہے اور اپنے اصل سے کوئی مزاحمت نہیں رکھتی جو کہ خارج میں موجود ہے اور اس صورت کے وہمی ثبوت سے کوئی حد اور نہایت اور جہت اس ثبوت خارجی میں جو کہ اس صورت کا اصل ہے پیدا نہیں

---

لہ ذرہ کون ہے آئینہ میں سما سکتا ہے ۱۲۔

Marfat.com

نُوْنِیْ وَ لِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی (اور اللہ کے لئے بلند مثل ہے)

اس تحقیق سے اس بات کی حقیقت معلوم ہو گئی جو کہا ہے کہ عالم مرتبہ وہم میں ثابت ہے یعنی عالم نے اس مرتبہ میں پیدائش حاصل کی ہے کہ وہ مرتبہ مرتبۂ وہم کے مشابہ ہے جو کہ آئینہ میں منعکس ہونے والی صورت کے لئے ثابت ہے اپنے اصل کی نسبت سے جو کہ خارج میں موجود ہے۔ بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ وجود خارجی کا اطلاق بھی اس مرتبۂ مقدسہ میں تشبیہ و تنظیر کے قبیل سے ہے کہ خارج کو بھی اس جگہ گنجائش نہیں ہے اور جب وجود بھی اس مرتبۂ مقدسہ میں کوتاہی کرے تو خارج کیا ہے کہ وہ وجود کی شاخ اور اس کی قسم ہے۔

**خاتمۃ حسنۃ** : یہ تمام مبادی تعینات جو مذکور ہوئے وہ خواہ تعین وجودی جملی سے ہوں یا تفصیلی سے یہ اس دُنیاوی پیدائش کے ممکنہ موجودات کی نسبت سے ہیں اور اس پیدائش کی موجودات کا وجود و تشخص ان مبادی عالیہ سے وابستہ ہے لیکن موجودات اُخرویہ مشہود ہوتا ہے کہ مبادی مذکورہ سے وابستہ نہیں ہیں بلکہ ان کے مبادی تعینات امور دیگر ہیں اور وہ امور اس فقیر کے نزدیک کمالات ذاتیہ ہیں کہ ان کے پاک دامن پر ظلیت کی گرد نہیں پہنچی ہے اور وہ اس مرتبۂ اقدس میں اندراج رکھتے ہیں بلکہ اس مرتبۂ مقدسہ میں مفصل اور ممیّز ہیں لیکن تفصیل اور تمیز بے چونی ہے۔

وہ کمالات مفصلہ ذاتیہ مقدسہ کہ ان میں ہر ایک اُخروی پیدائش کی موجودات سے کسی موجود کا مبدأ تعین ہے تو گویا کہ اہل بہشت کو ان تعینات وجود جملی اور تفصیلی سے جو کہ دنیوی پیدائش سے تعلق رکھتے ہیں کوئی تعلق نہیں ہے اور اُس پیدائش کی موجودات دائمہ کا کیا بیان کروں کہ اس مرتبۂ مقدسہ سے وہ کیا کیا حصے اور حظ رکھتے ہیں ؎ هَنِيْئًا لِاَرْبَابِ النَّعِيْمِ نَعِيْمُهَا[1]

وَمِنْ بَعْدِ هٰذَا مَا يَدِقُّ صِفَاتُهٗ وَمَا كَتْمُهٗ اَحْظٰى لَدَیَّ وَ اَجْمَلُ[2]

اے ہمارے رب اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر جائیں تو ہم پر مواخذہ نہ فرما۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

# مکتوب نمبر ۱۱۵

عرفان پناہ میرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا

(اُن کے سوالات کے جوابات کے متعلق)

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اس علاقہ کے فقراء کے حالات قابل تعریف

---

[1] نعمت والوں کو ان کی نعمتیں مبارک ہوں ۱۲۔ [2] اور اس کے بعد ایسی چیز ہے جس کا بیان نہایت دقیق ہے اور اس کا چھپانا میرے نزدیک کمالات بخش اور کتنا اچھا ہے۔

Marfat.com

ہیں اور اللہ تعالےٰ کی جناب سے تمہاری سلامتی اور عافیت کی دعا ہے۔

آپ کے گرامی نامے سے جو آپ نے از روئے شفقت و مہربانی اس فقیر کے نام لکھا تھا اس کے مطالعہ سے مشرف ہوا آپ نے شوق کا اظہار فرمایا تھا کہ حرمین شریفین میں سے کسی ایک میں اپنے متعلقین کے ساتھ اقامت اختیار کروں اور وہیں مدفون ہوں۔

میرے مخدوم و مکرم! متعلقین کا جانا نظر میں نہیں آتا بلکہ نزدیک ہے کہ ان کی ممانعت معلوم ہو اگر آپ تنہا جائیں تو میرے دیکھنے میں اچھا ہے اور امید ہے کہ آپ سلامت پہنچ جائیں گے اور معاملہ اللہ تعالےٰ کے سپرد ہے۔

پھر آپ نے کچھ سید صاحب کے متعلق لکھا ہے کہ طبیب ان کی تکلیف کا فیصلہ کرتے ہیں میرے مخدوم شفقت آثار اس فقیر کی نگاہ میں اگرچہ غور سے دیکھا جائے کوئی تکلیف اس طرح کی معلوم نہیں ہوتی، سوائے اس کے کہ ایک تاریکی سی اس جگہ محسوس ہوتی ہے جو اس ضرر کی تاریکی کے علاوہ ہے معلوم نہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ مختصر یہ کہ طبیب جو وجہ بیان کرتے ہیں وہ نہیں ہے اور جو تاریکی ہے وہ کسی اور وجہ سے ہے اور معاملہ اللہ تعالےٰ کے سپرد ہے

اور میرے فرزند محمد سعید بہت کمزور ہو چکے ہیں اللہ تعالےٰ کی تعریف اور احسان ہے کہ اب رو بصحت ہیں اور عافیت سے ہیں آپ سے دعا کی درخواست ہے۔ آنکھوں کی ٹھنڈک خواجہ کمال الدین حسین اپنے بھائی بہنوں سمیت اخیر زمانہ کے صدمات سے محفوظ رہیں اور میرے مخدوم زادگان کرام ظاہر اور باطنی جمعیت سے آراستہ رہیں۔ والسلام

# مکتوب نمبر ۱۱۶

خواجہ ابو المکارم کی طرف صادر فرمایا

(مخلوق خداوندی کی خدمت گذاری کی ترغیب کے بیان میں)

اللہ سبحانہ و تعالےٰ حد اعتدال اور مرکز عدالت پر استقامت عطا فرمائیں کتنی بڑی دولت ہے کہ اللہ تعالےٰ عطیات کے بخشنے والے اپنے کسی بندے کو بعض فضائل اور بزرگیوں سے مخصوص فرمائیں۔ اور اپنے بندوں کی ایک جماعت کی حاجتوں کی کنجی اس کے تصرف کے ہاتھ کے حوالہ کر دیں اور اس کو اس جماعت کا ملجا و ماویٰ بنا دیں۔

Marfat.com

کتنی بڑی نعمت ہے کہ اپنی مخلوق کی ایک جماعت کو جن کو اپنے کمال کرم سے اپنا عیال فرمایا ہے اس کے ساتھ وابستہ کر دے اور ان کی تربیت اس کے سپرد کر دے بڑا خوش قسمت ہے جو اس دولت کا شکریہ ادا کرے اور بڑا ہوشمند ہے جو اس نعمت کے شکریہ کی طرف توجہ کرے اور اپنے مالک کے عیال کی خدمت گاری کو اپنی خوش قسمتی سمجھے اور اپنے مالک کے غلاموں اور لونڈیوں کی تربیت کو اپنی بزرگی خیال کرے۔ اللہ سبحانہ وتعالٰی کی تعریف ہے کہ اس علاقہ کے لوگ آپ کے اچھے تذکرہ سے رطب اللسان ہیں اور آپ کے کرم واحسان کی باتیں اپنی زبان پر لاتے ہیں۔

# مکتوب نمبر ۱۱۷

مولینا شیخ غلام محمد کی طرف صادر فرمایا

(اس آیت کریمہ کے بیان میں اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی الآیہ۔ اور دوسرے اعتراضات کے بیان میں)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ شیخ اجل قدس سرہ نے اپنی کتاب العوارف کے دوسرے باب میں اس آیت کا معنی بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:-

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَھُوَ شَہِیْدٌ۔ — اس میں اس آدمی کے لئے نصیحت ہے جس کا دل ہو یا حاضر طبیعت سے کان لگائے۔

"ابوبکر واسطی نے کہا ہے کہ یہ ایک مخصوص قوم کے لئے نصیحت ہے سب لوگوں کے لئے نہیں اور وہ وہ لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰہُ" (کیا وہ شخص جو مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کیا) واسطی نے یہ بھی کہا ہے کہ "مشاہدہ ذہول پیدا کرتا ہے اور حجاب سمجھ لاتا ہے اس لئے کہ جب اللہ تعالٰی کسی چیز پر تجلی کرتے ہیں تو وہ جھک جاتی ہے اور دبک جاتی ہے۔"

شیخ صاحب العوارف، نے کہا اور جو کچھ واسطی نے کہا ہے وہ کچھ لوگوں کے حق میں صحیح ہے اور یہ آیت کچھ دوسرے لوگوں کے لئے اس امر کے خلاف فیصلہ کرتی ہے اور وہ ہیں ارباب تمکین ان کے لئے مشاہدہ اور فہم دونوں اکٹھے ہو جاتے ہیں یہ مخفی نہ رہنا چاہیئے کہ جو کچھ واسطی نے پہلے کہا ہے وہ دلالت کرتا ہے کہ نصیحت اہل تمکین کے لئے ہے خصوصاً کیونکہ وہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالٰی نے موت کے بعد زندہ کیا ہے یعنی ان کو فنا کے بعد بقا سے مشرف کیا ہے اور اہل تلوین کے لئے نہ فنا ہے نہ بقا اور نہ ان کو دوسری زندگی عطا ہوئی ہے کیونکہ وہ وسط طریق میں ہیں اور فنا وبقا انتہا کے احوال ہیں اور ان کا دوسرا قول اگر اہل

Marfat.com

نے آیت کے بیان میں کہا ہے تو دلالت کرتا ہے کہ نصیحت حجاب اور پوشیدگی کی حالت میں اہلِ تلوین کے لئے ہے نہ کہ مشاہدہ اور مکاشفہ کے وقت کیونکہ وہ نسیان کا وقت ہے تو یہ قول آپ کے پہلے قول کے منافی ہے اور اگر آپ نے اس معرفت کو اپنے توسط حال میں کسی اور مقام پر نہ کہ اس آیت کے بیان میں کہا ہو پھر نہ کوئی منافاۃ ہے اور نہ شیخ قدس سرہٗ کو کوئی اعتراض ہے کہ جو واسطی نے کہا ہے وہ کچھ لوگوں کے حق میں صحیح ہے اور وہ اہلِ تلوین ہیں اور یہ آیت اس امر کے خلاف کچھ اور لوگوں کے لئے فیصلہ کرتی ہے اور وہ اربابِ تمکین ہیں کیونکہ واسطی نے آیت کے معنی میں بیان کیا ہے کہ نصیحت اربابِ تمکین کے لئے مخصوص ہے کیونکہ وہی موت کے بعد زندہ ہوئے ہیں نہ کہ اہلِ تلوین۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ آپ نے اہلِ تلوین کے احوال میں ایک مستقل معرفت کا بیان کیا ہے جس کا آیت کے بیان سے تعلق نہیں ہے تو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے کہ وہ آیت کے حکم کے خلاف کہتے ہیں اس لئے کہ آیت ایک قوم کے حق میں وارد ہوئی ہے اور یہ معرفت ایک دوسری قوم کے احوال کا بیان ہے اور اگر واسطی نصیحت کو ابتدا میں اہلِ تمکین سے مخصوص نہ کرتے اور نصیحت کو اہلِ تلوین کے لئے بھی ان کی حالت احتجاب میں اپنے دوسرے قول سے ثابت کرتے تو آپ کے دونوں قولوں میں کوئی منافات نہ ہوتی اور نہ ہی شیخ کا اعتراض ان پر وارد ہوتا۔

اور میرے نزدیک ظاہری طور پر اس آیت میں دونوں فریق کے حال کا بیان ہے "جس کا دل ہے" وہ اربابِ قلوب ہیں جن کے احوال بدلتے رہتے ہیں اور وہ اصحابِ تلوین ہیں، اور اللہ تعالےٰ کا یہ قول آَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ یہ اہلِ تمکین کے حال کا بیان ہے کیونکہ اُنہوں نے عین شہود کی حالت میں فہم کے لئے اپنے کان رکھے ہاں اتنا فرق ضرور ہے کہ پہلی قوم کے لئے نصیحت بعض اوقات میں ہے اور دوسری قوم کے لئے تمام احوال میں جیسا کہ تمہیں معلوم ہے اور اگر شیخ قدس سرہٗ اس طرح کہتے، کہ یہ آیت اس امر کے خلاف ایک دوسری قوم کے لئے "بھی" فیصلہ کرتی ہے تو زیادہ مناسب ہوتا اور کلمہ اَو منع خلو کے لئے ہے وہ نصیحت میں فریقین کے جمع ہونے کے منافی نہیں ہے۔

پھر شیخ نے اس کے بعد کہا ہے کہ فہم کا مقام محادثہ اور مکالمہ کا محل ہے اور وہ ہے دل کا سُننا اور مشاہدہ کا مقام دل کا دیکھنا ہے پھر جو آدمی حال کے شکر میں ہو اس کے کان اس کی آنکھوں میں گم ہو جاتے ہیں اور جو صحو اور تمکین کی حالت میں ہو تو اس کے کان اس کی آنکھوں میں گم نہیں ہوتے کیونکہ وہ حال کی پیشانی اپنے اختیار میں رکھتا ہے اور وجودی آلہ سے جو کہ بات سمجھنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے سمجھتا ہے کیونکہ فہم والہام اور سماع کا مورد ہے اور الہام اور سماع وجودی آلہ کے خواہاں ہیں اور یہ جو وجود عطا کیا

Marfat.com

جاتا ہے۔ یہ مقام صحو میں تمکن کے لئے دوسری مرتبہ عطا کیا جاتا ہے اور یہ وجود اس وجود کے علاوہ ہے جو مشاہدہ کے نور کے چمکنے کے وقت اس آدمی کے لئے جو فنا کے راستہ سے بقا کے مقام تک چلا جائے لاشے ہو جاتا ہے۔ انتہی،

تو موضع فہم اللہ تعالٰی کے ساتھ محادثہ اور مکالمہ کا محل ہے اس کے کان اس کی آنکھوں میں گم ہو جاتے ہیں یعنی وہ مشاہدہ کے وقت سمجھ نہیں رکھتا اور وہ اہل تلوین کا حال ہے مشاہدہ کے وقت اُن کو نسیان ہو جاتا ہے جیسا کہ واسطی نے کہا ہے اس کے کان اُس کی آنکھوں میں گم نہیں ہوتے یعنی وہ عین مشاہدہ کی حالت میں بھی سمجھتا ہے اور یہ اہل تمکین کا حال ہے جو مشاہدہ اور فہم کو جمع کرتا ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا اور لِمَنْ جَازَ (جو گذر جائے) یہ آپ کے قول مَوْھُوْبًا سے متعلق ہے یعنی عطا کیا جاتا ہے اس آدمی کو جو فنا سے گذر جائے اور بقا تک پہنچ جائے۔ یہ تو مخفی نہیں ہے کہ اہلِ تلوین میں مشاہدہ کا کیا معنی ہے؟ اور مشاہدہ ذات میں ہوتا ہے جیسا کہ اُنہوں نے کہا ہے اور وہ ابھی ذات تک نہیں پہنچا ہے تو اس کے حق میں صفات متخیلہ متلونہ کا مکاشفہ بہتر ہے اور جو مکاشفہ ذات میں ہے اس میں تلوین ہے نہ تغیر اور اس مقدس مرتبہ میں ایسا نہیں ہوتا کہ کبھی نسیان ہو اور کبھی شعور، بلکہ عین ذہول میں بھی شعور ہے اور نفس شہود میں بھی فہم ہے۔

اور شیخ قدس سرہٗ کے ظاہر کلام سے دل کی آنکھوں سے دنیا میں مشاہدہ کا وقوع جائز معلوم ہوتا ہے اور صاحب تعرف (کلاباذی) قدس سرہٗ نے جو کہ صوفیاء کے امام ہیں اللہ تعالٰی کی دل اور آنکھ سے رویت کو ناممکن کہا ہے اور اس پر اجماع کا دعوٰی کیا ہے اس نے کہا ہے اور انہوں نے اجماع کیا ہے کہ اللہ تعالٰی دُنیا میں نہ آنکھوں سے دیکھے جا سکتے ہیں نہ دل سے مگر یقین کی جہت سے اور جو کچھ صاحب تعرف قدس سرہٗ نے کہا ہے وہ میرے نزدیک صواب سے زیادہ قریب ہے بلکہ وہی صواب ہے کیونکہ متخیل ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالٰی ہے جو دیکھا جا رہا ہے تو وہ صرف خیال کی رویت ہے یعنی یقین کے لئے خیال میں صورت کا کشف ہے جو دل کو حاصل ہوتا ہے اور موقن بہ (جس کا یقین کیا گیا ہے) کی بھی ایک صورت ہے جس کا دل پر کشف ہوتا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالٰی کے لئے مثال کو جائز رکھا ہے اگرچہ اللہ تعالٰی کی مثل نہیں ہے۔ فَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى اور خیال میں یقین اور موقن بہ صورت کی نقش ہے اگرچہ اللہ تعالٰی کی فی الواقع کوئی صورت نہیں ہے اس لئے کہ معانی جو دل کو حاصل ہوتے ہیں اور تمام لطائف کے لئے بلکہ ہر وہ چیز جو پائی جاتی ہے یا پائی جائے گی اس کے خیال میں ایک صورت ہے جو کہ عالم مثال کے مشابہ ہے جو کہ تمام عوالم سے زیادہ وسیع ہے پس اس جگہ صرف دل کا یقین ہے اور یقین کی صورت ہے اور موقن بہ کی صورت ہے جو کہ خیال میں صورت رویت اور صورت مرئی کی مثال ہے اور حقیقت میں دل کے لئے اللہ تعالٰی کی رویت

Marfat.com

نہیں ہے چہ جائیکہ آنکھ کے لئے رویت ہو وہ صرف دل کے لئے مثالی صورت ہے جو کہ رویت کی صورت میں اس کا یقینی متمثل ہوا ہے اور مُوقن بہ مرئی کی صورت میں متمثل ہوا ہے پس سالک خیال کرتا ہے کہ اس نے حقیقت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے حالانکہ وہ صرف ایک خیالی رویت ہے۔

بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ موقن بہ کی صورت اللہ تعالیٰ کی صورت مثالیہ نہیں ہے بلکہ وہ ایک کشفی صورت ہے جس کے ساتھ یقینی متعلق ہے جو کہ خیال میں ظاہر ہوتی ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کی بناء کہ اس کی کوئی صورت ہو اگرچہ وہ خیال ہی میں ہو اور سوائے اس کے نہیں کہ وہ سالک کے دل کے بعض مکشوفات کی وجوہ و اعتبارات کے لحاظ سے ایک صورت ہے کہ جن کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہے اور یہی ہے کہ جب عارف اللہ تعالیٰ کی ذات تک پہنچ جاتا ہے تو اس کے لئے ایسے خیال متخیل نہیں ہوتے پس اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے کوئی صورت نہیں ہے اگرچہ خیال اور مثال میں ہو اور میرے نزدیک اللہ تعالیٰ کی مثال نہیں ہے جیسا کہ اس کے لئے مثل نہیں ہے کیونکہ صورت حد اور نہایت کو مستلزم ہے اگرچہ مراتب میں سے کسی مرتبہ میں ہو اور اللہ تعالیٰ تحدید اور تقیید سے پاک ہے اور تمام مراتب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ اس کو اچھی طرح سمجھ لے۔

تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کو ہیں جس نے ہمیں خیال کا بادشاہ دیا اور اس کو معانی کمال کی صورتوں کے حصول کے لئے آئینہ بنایا اور اگر خیال نہ ہوتا تو ہم کو درجات اتصال و درکات انفصال کا ادراک نہ ہو سکتا اور نہ ہی ہمیں احوال کی واردات کا علم ہوتا کیونکہ ہر ایک معنی اور حال کی اس میں ایک صورت ہے اگر اس کا کشف ہو جائے تو اس سے اس معنی اور حال کا ادراک ہو سکتا ہے پس سیر و سلوک کے ساتوں لطائف کی کیفیت اور ایک سے دوسرے حال میں تبدیل ہونا سب اُن ہی خیال کی کیفیت یہ ہے کہ وہ سیر اور سلوک کے درجات جو کہ سالک کو حاصل ہوتے ہیں اس میں منقوش صورتوں کے ذریعے دکھاتا ہے اور اس کے دکھانے سے ترقی کی رغبت زیادہ ہو جاتی ہے اور اس کے دکھانے سے یہ فائدہ بھی ہے کہ سیر بصیرت پر حاصل ہوتی ہے اور سلوک معرفت پر میسر ہوتا ہے اور اس کے غلبہ سے سالک جہالت سے نکل جاتا ہے اور اہل علم سے ہو جاتا ہے سو اللہ تعالیٰ ہی کے لئے اس کی بھلائی ہے۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

# مکتوب نمبر ۱۱۸

مولانا عبد القادر انبالی کی طرف صادر فرمایا

Marfat.com

شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب العوارف کے دوسرے باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس مرفوع حدیث کے بیان میں کہا ہے کہ قرآن کی جو بھی آیت اتری ہے اس کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن، اور ہر ایک حرف کی ایک حد ہے اور ہر ایک حد کے لئے ایک جھانکنے کی جگہ ہے۔

اور میرے دل میں خیال گزرتا ہے کہ مُطَّلَعٌ کا مطلب آیت میں گہرے اسرار اور دقیق معانی پر صفائے فہم کی وجہ سے واقف ہونا نہیں ہے بلکہ مُطَّلَعٌ یہ ہے کہ ہر آیت کی تلاوت کے وقت قاری کو اس آیت کے کلام کرنے والے کا شہود حاصل ہو کیونکہ اس کی اوصاف میں سے کسی وصف کی اور صفات میں سے کسی صفت کی سپردگی کا وہی مقام ہے تو اس کے لئے آیات کی تلاوت اور ان کے سماع کے وقت تجلیات نئی سے نئی ہوں گی جو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے عظیم جلال کی خبر دینے کے لئے آئینہ کا کام دیتی ہیں۔ اھ۔

اس توجیہ اور اس کی شرح کی تائید میں آخر تک شیخ نے جو کچھ کہا ہے وہ یہی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میرے دل میں یہ خیال گزرتا ہے کہ ظَہر سے مراد قرآن مجید کا نظم ہے جو کہ معجزے کی حد تک پہنچا ہوا ہے اور بَطن سے مراد صفائے فہم کے اختلاف مراتب پر اس کے دقیق معانی اور گہرے اسرار پر اس کی تاویل و تفسیر ہے اور حد سے مراد کلام کے مراتب کی انتہا ہے اور وہ ہے کلام کرنے والے کا شہود اور وہ ہے تجلی صفاتی جو اللہ تعالیٰ کے عظیم جلال کی خبر دیتی ہے اور مُطَّلَعٌ وہ ہے جو اس تجلی صفاتی سے اوپر ہے اور وہ ہے تجلی ذاتی جو نسبتوں اور اعتبارات سے خالی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کلام کی حد اور نہایت کے لئے ایک مُطَّلَع ثابت کیا ہے تو مُطَّلَع کلام سے اوپر ہوگا، اور اس کی نہایت سے بھی اوپر، اور کلام اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اس صفت کے آئینہ میں متکلم کا شہود اس صفت کی تجلی ہے اور مراتب کی انتہا اس کا کمال ہے اور اس کی تجلی سے اوپر کی اطلاع اس سے ذاتی تجلی کی طرف ترقی کرنے سے ہوگی تو اس جگہ ذات کی طرف وصول صفت کلام کے ذریعہ اور نظم قرآنی کی تلاوت کے وسیلہ سے ہوگا جو اس صفت پر دلالت کرنے والا ہے تو لازمی طور پر یہاں دو قدم ہوں گے۔ ایک قدم نظم سے لے کر جو کہ مدلول کی طرف دلالت کرنے والی ہے جو کہ صفت ہے اور دوسرا قدم صفت سے موصوف تک ہے۔

عارف شعرانی قدس سرہ نے کہا ہے یہ وہ قدم ہے جہاں تک تو پہنچا اور شیخ قدس سرہ نے صرف پہلے قدم کا ذکر کیا ہے اور اسی سے سیر کو پورا کر دیا ہے اور تلاوت کا یہی فائدہ بیان کیا ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں۔ پاک ہے تو تیرے بتائے ہوئے کے بغیر ہمیں کسی چیز کا کوئی علم نہیں ہے یقیناً تو تو ہی جاننے والا حکمت والا ہے۔

شیخ شہاب الدین نے اس کے بعد کہا ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ وعن آبائہ الکرام سے یہ

Marfat.com

بھی منقول ہے کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے کہ بیہوش ہوکر گر پڑے۔ آپ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا میں اس آیت کی برابر تکرار کرتا رہا یہاں تک کہ میں نے اس کے کلام کرنے والے سے اس کو سُنا۔ پھر صوفی کے لئے جب توحید کی پیشانی ظاہر ہوجاتی ہے اور وعد اور وعید کے سماع کے وقت وہ کان رکھتا ہے اور دل کو اللہ تعالٰے کے سوا سے خالص کرلیتا ہے تو وہ اللہ تعالٰے کے سامنے حاضر اور شہید ہوجاتا ہے اور تلاوت میں وہ اپنی زبان اور دوسرے کی زبان کو موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے درخت کی طرح پاتا ہے کہ اللہ تعالٰے نے ان کو اس درخت سے اپنا خطاب سنا دیا کہ "میں اللہ ہوں"۔

پھر جب اس کا سماع اللہ تعالٰے سے ہوتا ہے اور اس کا کان اللہ تعالٰے کی طرف ہوتا ہے تو اُس کے کان اس کی آنکھیں بن جاتے ہیں اور آنکھ کان بن جاتی ہے اور اس کا علم عمل ہوجاتا ہے اور اس کا عمل علم ہوتا ہے۔ اور اس کا آخر اوّل بن جاتا ہے اور اوّل آخر ہوجاتا ہے یہاں تک کہ اُنہوں نے کہا جب صوفی اس صفت سے متصف ہوجاتا ہے تو اس کا وقت دائمی ہوجاتا ہے اور اس کا شہود ابدی ہوتا ہے اور اس کا سماع نئے سے نیا اور متواتر ہوتا ہے۔

شیخ کا یہ قول کہ "صوفی کے لئے جب توحید کی پیشانی ظاہر ہوتی ہے"۔ یہ امام رضی اللہ عنہ کے قول کا بیان ہے اور متکلم سے سماع کی شرح ہے کہ صوفی پر جب توحید کے حال کا غلبہ ہوتا ہے اور اس کی نظر سے غیر کا شہود زائل ہوجاتا ہے تو وہ اللہ تعالٰے کے سامنے حاضر اور شہید ہوجاتا ہے وہ ایسا محسوس کرتا ہے کہ جب وہ اپنے نفس یا کسی اور سے کوئی کلام سُنتا ہے تو سمجھتا ہے کہ اس نے اس کو اللہ تعالٰے سے سُنا ہے وہ اپنی غیر کی زبان کو موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے درخت کی طرح دیکھتا ہے پس جب امام نے آیت کی تکرار کی تو اس کو اپنے نفس اور اپنی جان سے سُنا یہاں تک کہ تکرار کے اثنا میں توحید کی حالت میں ان کو ایسا معلوم ہُوا کہ اس نے اس کو متکلم (اللہ تعالٰے) سے سُنا ہے اگرچہ وہ ان کی اپنی طرف اور اپنی زبان سے صادر ہُوا تو انہوں نے اس وقت اپنی زبان کو موسوی درخت کی طرح پایا تو اس وقت زبان سے ظاہر ہونے والا کلام اس درخت سے ظاہر ہونے والے کلام کی طرح ہے کہ وہ اللہ سبحانہٗ وتعالٰے کا کلام ہے۔

میں اللہ تعالٰے کی عصمت اور توفیق سے کہتا ہوں کہ موسوی درخت سے سُنا جانے والا کلام یقیناً اللہ تعالٰے ہی کا کلام تھا یہاں تک کہ اگر کوئی اس کا انکار کرے تو وہ کافر ہوگا اور زبانوں سے سُنا جانے والا کلام حقیقت میں اللہ تعالٰے کا کلام نہیں ہے اگرچہ صوفی غلبۂ توحید میں یہ خیال کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالٰے کا کلام ہے یہاں تک کہ اگر کوئی اس کا انکار کرے تو وہ کافر نہیں ہوگا بلکہ وہ حق اور صداقت پر ہوگا۔

Marfat.com

۔کیونکہ وُہ کلام زبان کی حرکت اور مخارج کے اعتماد سے حاصل ہوئی ہے اور درخت کے کلام میں اس طرح نہیں ہے اور دونوں کلاموں میں زمین و آسمان کا فرق ہے کہ پہلا کلام تحقیقی ہے اور دُوسرا تخییلی اور تعجب ہے کہ شیخ اجل قدس سرہٗ نے توحید میں مبالغہ کیا ہے یہاں تک کہ انہوں نے تخییلی کو تحقیقی بنادیا اور بندے سے صادر ہونے والے کلام کو غلبۂ حال میں اللہ تعالےٰ سے صادر ہونے والا کلام بنادیا۔ اور اپنی کتاب کے کئی ایک مقامات پر توحید والوں نے غلبۂ حال میں توحید کے متعلق صادر ہونے والے اقوال کا انکار کیا ہے اور ان کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے حکایت پر محمول کیا ہے تاکہ حلول اور اتحاد کا شائبہ پیدا نہ ہو اور اس مقام پر اُنہوں نے حلول کی آمیزش سے گریز نہیں کیا بلکہ اتحاد اور عینیت کا حکم لگایا ہے۔

اور اس مقام میں حق یہ ہے کہ غلبۂ حال میں اتحاد اور عینیّت کا حکم تخییل ہے تحقیقی نہیں ہے برابر ہے کہ اتحاد ذات میں ہو یا صفات میں یا افعال میں، پس پاک ہے وہ اللہ جو حدوث اکوان کی وجہ سے اپنے اسماء اور صفات اور ذات میں متغیر نہیں ہوتا اور نہ اس کے ساتھ کوئی چیز متحد ہوتی ہے اور نہ اس کی صفات کے ساتھ کسی کی صفات متحد ہوتی ہیں اور نہ کسی کے افعال اس کے افعال کے ساتھ متحد ہوتے ہیں پاک ہے وہ اللہ اللہ ہی ہے اور ممکن ممکن جو کہ اپنی ذات و صفات و افعال میں حادث ہے اور قدیم اور حادث میں اتحاد کا حکم لگانا عشق کی رنگا رنگی اور محبت اور سُکر کے غلبات میں تو حلول کے شائبہ اور اتحاد کے مظنہ سے جو کہ کفر اور الحاد کو مستلزم ہے ان پر مواخذہ نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ اُن کی مُراد نہیں ہے۔ اور اللہ تعالےٰ اس سے پاک ہے کہ اُن کی مُراد وہ ہو جو اللہ تعالےٰ کی جناب کے لائق نہ ہو کہ وہ اللہ تعالےٰ کے دوست اور اس کے پیارے ہیں وہ اس سے محفوظ ہیں کہ کسی ایسی چیز کو جائز رکھیں جو اللہ تعالےٰ کے لئے جائز نہ ہو۔

اور وہ لوگ جنہوں نے حال کے بغیر ان سے مشابہت کی اور بغیر صداقت کے ان کے کلمات میں کلام کیا اور ان کی مُراد کے علاوہ ان سے کوئی اور مفہوم سمجھا تو وہ اتحاد اور زندقہ میں جا پڑے یہاں تک کہ انہوں نے اللہ تعالےٰ کے ساتھ حلول اور اتحاد کو ثابت کیا اور ممکن کے واجب ہوجانے کا حکم لگایا پس یہی لوگ زندیق ہیں اور بحث سے خارج ہیں۔ اللہ ان کو برباد کرے یہ کدھر پھیرے جارہے ہیں اور یہ تو مخفی نہیں ہے کہ جو شیخ قدس سرہٗ نے امام رضی اللہ عنہ کے قول میں بیان کیا ہے اگرچہ یہ اہل تلوین کی قوم میں صحیح ہے جن پر سکر کا غلبہ ہے اور ان پر توحید کا حال غالب آچکا ہے لیکن میں امام کی جلالت شان پر حسن ظن رکھتے ہوئے ان کے اپنے حق میں اس بات کو سچا نہیں سمجھتا کیونکہ وہ میرے نزدیک اکابر ارباب تمکین

Marfat.com

صحو سے ہیں ان پر متخیل محقق سے مُلتبس نہیں ہو سکتا اور نہ وہ غیر سے سماع کو اللہ تعالیٰ سے سماع سمجھ سکتے ہیں تو ان کے کلام کے لئے ان کے حال کے مناسب کوئی اچھا محمل تلاش کرنا چاہیئے جو اس توجیہ کے علاوہ ہو اور وہ یہ ہے کہ ممکن ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کا کلام بلا کیف سنے جیسا کہ موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے کوہ طور پر سُنا تھا۔

اگر آپ یہ اعتراض کریں کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کے سننے کا کیا معنی ہے کیونکہ جو سنا جاتا ہے وہ حروف اور آواز ہیں؟ میں کہتا ہوں کہ یہ صحیح نہیں ہے کیا نہیں دیکھتے کہ اللہ بلا حرف اور آواز کے سُنتے ہیں اور استحالہ وہم کی بداہت ہے جو کہ غائب کو شاہد پر قیاس کرنے سے پیدا ہوتی ہے حالانکہ ان میں فارق موجود ہے اور یہ قیاس کس طرح کیا جا سکتا ہے کیونکہ حاضر (شاہد) زمانہ کی تنگی میں ہے جو ترتیب اور تقدیم اور تاخیر کا متقتضی ہے اور غائب اس پر نہ زمانہ جاری ہوتا ہے اور نہ تقدیم و تاخیر اور ترتیب۔ تو جائز ہے کہ غائب میں کچھ ایسی چیزیں ثابت ہوں جو شاہد میں جائز نہ ہوں اس کو سمجھ لینا چاہیئے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی درست بات کو خوب جانیں۔

اور تحقیق یہ ہے کہ سماع اگر کان سے ہو تو لازمی ہے کہ سُنا گیا کلام حرف اور آواز کی صورت میں ہو اور اگر سماع سننے والے کے اجزاء میں سے ہر جزء سے ہو اور حاسّہ (کان) سے نہ ہو تو جائز ہے کہ اس کا حصول مسموع (سنے گئے) سے بغیر حرف اور آواز کے ہو جیسا کہ ہم پورے جسم سے سُنتے ہیں اور اپنے اجزاء کے ہر جزو سے ایسا کلام سنتے ہیں جو حروف اور آواز کی جنس سے نہیں ہوتا اگرچہ وہ خیال میں حروف و آواز خیالیہ سے متخیل ہوتا ہے لیکن ہم جانتے ہیں کہ وہ کلام جو ہمارے پورے جسم سے سُنا گیا ہے وہ پہلے حروف اور آواز سے خالی تھا اور پھر دوسرے مرتبہ میں خیال میں اس نے حروف اور آواز خیالی کا لباس پہنا تاکہ فہم اور افہام کے قریب ہو جاتے۔ باوجود اس کے ایک بات کہتے ہیں جو اس سے بھی زیادہ عجیب ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے کلام کو جو حروف اور ترتیب دیئے ہوئے کلمات سے جو آگے پیچھے ہوتے ہیں مرکب ہوتا ہے سُنتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا سماع بغیر حروف اور کلمات کے واسطہ سے ہوتا ہے اور اس میں ترتیب اور تقدیم و تاخیر نہیں ہوتی کیونکہ وہ کلام جو مرکب اور ترتیب اور تقدیم و تاخیر والا ہوتا ہے وہ زمانہ کا تقاضا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ پر زمانہ جاری نہیں ہو سکتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ زمانہ کا خالق ہے پھر جب ایسے کلام کا سماع جو حروف اور کلمات سے مرکب ہو جائز ہے کہ حروف اور کلمات کے واسطہ کے بغیر ہو تو ایسا کلام جو حروف و اصوات کی جنس سے نہیں ہے اس کا زیادہ حق ہے کہ وہ بغیر حروف اور کلمات کے سُنا جائے اس کو سمجھ اور قاصر لوگوں سے مت ہو۔

اور وہ بات جس کا مجھے الہام اس مقام کی تحقیق میں ان سطور کے لکھنے کے بعد ہوا یہ ہے کہ اس بندے کا فہم جو خطاب کے لئے مستعد اور اللہ تعالیٰ کے کلام سننے کی اہلیت رکھتا ہو اولاً روحانی تلقی سے بغیر حرف اور

Marfat.com

علم کے ذریعہ سے ہوتا ہے اور اس میں آواز اور ندا کا رسیدنہیں ہوتا پھر یہ معنی جس پر القاء مبداء ہے خیال کی سلطنت میں آتا ہے جس میں تمام اشیاء کی صورتیں منقوش ہیں تو وہ حرف اور آواز کی شکل اختیار کرتا ہے کیونکہ عالم شہادت میں افادہ اور استفادہ الفاظ اور حروف کے واسطہ ہی سے ہوتا ہے اور جائز ہے کہ اس معنی کے حصول پر بلا کیف سماع کا اطلاق بھی کیا جائے کیونکہ کلام تو بلا کیف ہے اور اس کا سماع بھی بلا کیف ہوگا۔ کیونکہ کیف کو بے کیف سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے تو صحیح ہوا کہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنا جائے جو کہ حرف اور آواز سے خالی اور بلا کیف ہو پھر اس کے بعد یہ کلام خیال میں حرف اور کلمے کی صورت اختیار کرے تاکہ عالم اجسام میں افادہ اور استفادہ حاصل ہو۔

اور جو لوگ اس باریک نکتہ سے آگاہ نہیں ہوتے ان میں سے بعض نے تو یہ کہا ہے اور وہ حالت میں سب سے بہتر ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنتے ہیں لیکن حروف اور کلمات کے ذریعہ سے جو کہ حادث ہیں اور اس پر دلالت کرتے ہیں اور بعض نے مطلقاً یہ بات کی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنتے ہیں اور وہ اس میں فرق نہیں کرتے کہ کیا چیز اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے اور کیا چیز لائق نہیں ہے اور یہ جاہل باطل پرست لوگ ہیں ان کو یہ معلوم نہیں کہ کیا چیز اللہ تعالیٰ کے لئے جائز ہے اور کیا جائز نہیں ہے اور حق وہی ہے جو میں نے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے فضل و کرم سے تحقیق کیا ہے۔

اور آپ کا یہ قول کہ " اس کے کان اس کی آنکھیں بن جاتے ہیں اور اس کی آنکھ اس کا کان ہو جاتی ہے یہاں تک کہ آپ نے کہا اور اس کا آخر اس کا اول ہو جاتا ہے اور اس کا اول آخر ہو جاتا ہے۔" یعنی اس کا کان اس کی آنکھ کا حکم حاصل کر لیتا ہے اور اس کی آنکھ اس کے کان کا حکم۔ یعنی وہ پورے اپنے آپ سے سنتا ہے اور پورے جسم سے دیکھتا اور پورے جسم سے جانتا ہے یہ نہیں کہ وہ کچھ حصے سے سنتا ہے اور کچھ دوسرے حصے سے دیکھتا ہے کیونکہ اس صورت میں تو کان کو آنکھ کا حکم حاصل نہیں ہوگا۔ پھر آپ نے اپنے اس قول کی وضاحت کی ہے کہ " اس کا اول اس کا آخر ہو جاتا ہے اور اس کا آخر اس کا اول ہو جاتا ہے۔" کیونکہ اس کلام میں خفا تھا اور اس وضاحت کا حاصل یہ ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے قول سے کہ " کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔" چیونٹیوں کو مخاطب کیا تو چونکہ ان میں انتہا درجہ کی صفائی تھی، لہٰذا انہوں نے بلا واسطہ اس آواز کو سنا پھر چیونٹیاں اصلاب میں منتقل ہوتی رہیں اور رحموں میں منتقل ہوتی۔ رہیں یہاں تک کہ وہ اپنے جسموں کی طرف ظاہر ہوئیں تو وہ اس قدرت سے حکمت خداوندی کے مطابق محجوب ہوگئیں اور مختلف اطوار میں تقلب کی وجہ سے ان کے اندھیرے تہ بہ تہ ہوگئے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے متعلق اچھے استماع کا ارادہ کرتے ہیں کہ اسے صوفی صافی بنا دیں تو اس کو جلا اور

Marfat.com

تزکیہ کے مختلف مراتب میں ترقی دیتے رہتے ہیں۔ یہاں تک وہ قدرت کی فضا میں آزاد ہو جاتا ہے اور اس کی نافذ بصیرت سے حکمت کے حجاب دُور کر دیئے جاتے ہیں تو پھر اس کا اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں) کا سماع کشفاً اور عیاناً ہوتا ہے اور اس کی توحید اور عرفان تمیان اور برہان سے ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کی اپنی اور غیر کی زبان اس کے حق میں موسیٰ علیہ السلام کے درخت کا حکم حاصل کر لیتی ہے وہ اس سے اللہ تعالےٰ کا کلام سنتا ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اس درخت سے سنا تھا تو صحیح ہو جاتا ہے کہ اس کا آخر اس کا اوّل ہو جاتا ہے اور اس کا اوّل اس کا آخر ہو جاتا ہے کیونکہ اس نے اللہ تعالےٰ کا کلام آخر میں بھی اسی طرح سُن لیا جیسا کہ اس نے اوّل میں سُنا تھا۔

اور اسی پر شیخ نے ان بعض کے قول کو محمول کیا ہے جس نے کہا کہ مجھے یاد ہے وہ خطاب جو اللہ تعالےٰ نے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں) کے الفاظ سے کیا تھا یعنی وہ خطاب اوّل بھی اسی خطاب کی طرح تھا جو میں اب اللہ تعالےٰ سے زبانوں پر سُن رہا ہوں۔ اس کو یاد رکھ۔

یہ تجھ پر مخفی نہ رہنا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے پہلا خطاب تحقیقی تھا اور چیونٹیوں کا اللہ تعالےٰ سے سُننا حقیقی طور پر تھا اور یہ خطاب جو زبانوں سے سُن کر اخذ کیا گیا ہے یہ اللہ تعالےٰ کا خطاب تخیل اور توہم کے طور پر ہوتا ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا۔ پس یہ کہاں اور وہ کہاں۔ اور انتہائی تعجب تو یہ ہے کہ شیخ قدس سرہٗ نے اپنی جلالت قدر کے باوجود ایک کو دُوسرے کا عین کہا ہے اور حقیقی اور خیال میں کوئی فرق نہیں کیا حالانکہ وہ عین سکر اور خالص توحید ہے اس کی مثال وہی ہے جو اَنَا الْحَقُّ اور سُبْحَانِيْ اور لَيْسَ فِيْ جُبَّتِيْ سِوَى اللّٰهِ کے اقوال کی ہے۔

اور سب سے زیادہ عجیب بات وہ ہے جو انہوں نے اس کے بعد کہی ہے کہ "جب صوفی اس صفت سے متصف ہو جاتا ہے تو اس کا وقت سرمدی اور اس کا شہود ابدی اور اس کا سماع متواتر اور متجدد ہو جاتا ہے اور یہ تجھ پر مخفی نہ رہے کہ صوفی اس مقام میں صرف تجلی معنوی صفاتی سے متصف ہوتا ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا اور وہ مقام تلوین ہے نہ کوئی اور پھر اس کا وقت سرمدی اور اس کا شہود ابدی کہاں سے ہو گیا۔ سرمدی وقت اور دوام تو اس وقت ہوتا ہے جب اللہ تعالےٰ کی ذات تک وصول ہوتا ہے اور اس کی ذاتی تجلی ہوتی ہے اور اسی طرح شہود اور مشاہدہ بھی ذات تک واصل کے لئے ہوتا ہے جیسا کہ صوفیا نے کہا ہے اور جو مرتبۂ صفات میں حاصل ہوا اسے مکاشفہ کہا جاتا ہے پس شہود اور دوام تو ارباب تمکین کا حصہ ہے جو واصل الی الذات ہیں نہ کہ اہل تلوین کا جو کہ صفات میں مقید ہیں کیونکہ یہ ارباب قلوب اصحاب تقلب ہیں۔ تو پاک ہے ہمیں تیرے بتائے کے بغیر کوئی علم نہیں ہے یقیناً تو ہی جاننے والا حکمت والا ہے۔

Marfat.com

# مکتوب نمبر ۱۱۹

مولانا شیخ مودود محمد کی طرف صادر فرمایا

شیخ شہاب الدین قدس سرہ نے اپنی کتاب العوارف کے نویں باب میں ان لوگوں کے تذکرے میں کہا ہے جو صوفیہ کی طرف منسوب ہیں اور ان لوگوں میں سے کچھ وہ لوگ ہیں جو حلول کے قائل ہیں اللہ انہیں ذلیل و رسوا کرے اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالٰے نے اُن میں حلول کیا ہے اور اللہ تعالٰے برگزیدہ اجسام میں حلول کرتے ہیں اور ذہنوں میں لاہُوت اور ناسُوت کے متعلق معنیٰ عیسائی لوگوں کا قول سبقت کرتا ہے۔

اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو اس وہم کی بنا پر خوبصورت عورتوں کی طرف دیکھنا جائز سمجھتے ہیں۔ اور ان کے خیال میں یہ بات ہے کہ جس نے اپنے بعض غلبات میں کچھ کلمات کہے ہیں تو ان میں کوئی چیز پوشیدہ تھی (یعنی ان کے خیال کے مطابق حلول تھا) جیسے کہ حلاج کا قول اَنَا الحَقُّ (میں خدا ہوں) اور ابویزید بسطامی کا قول سُبحَانِی (میں پاک ہوں) اللہ تعالٰے اس سے پاک ہیں کہ ہم ابویزید کے متعلق یہ عقیدہ رکھیں کہ انہوں نے یہ بات اپنی طرف سے کہی ہوگی بلکہ انہوں نے اللہ تعالٰے سے حکایت کرتے ہوئے یہ الفاظ کہے اور اسی طرح حلاج کے قول میں بھی لائق یہی ہے کہ یہی عقیدہ رکھا جائے اور اگر ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ اس نے حلول کے عقیدے کی بنا پر یہ الفاظ کہے ہیں تو ہم اس کی بھی تردید اسی طرح کریں گے جیسے ہم ان حلول والوں کی تردید کرتے ہیں۔ انتہیٰ۔

کاش مجھے سمجھ آجاتی کہ اللہ تعالٰے سے حکایت کا کیا معنی ہے مگر یہ کہ کہا جائے کہ شیخ شہاب الدین قدس سرہ نے یہ چاہا ہے کہ ایسی بات کہنے والا اگر بندہ ہے جیسا کہ اکثر کے نزدیک ظاہر ہے تو لازمی ہے کہ وہ قول اللہ تعالٰے سے حکایت کے طور پر ہو کیونکہ بندہ کبھی رب نہیں ہو سکتا لیکن حقیقت میں بات کہنے والا اللہ سبحانہٗ و تعالٰے ہے اور زبان بندے کی ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کا درخت تھا تو اس صورت میں حلاج پر کوئی اعتراض نہیں اور نہ ابویزید بسطامی کے متعلق کوئی گفتگو ہے قدس اللہ تعالٰے اسرارہما۔ اور شیخ کی ظاہر عبارت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگر ایسے الفاظ کو حکایت کے معنی پر محمول نہ کیا جائے تو اس سے حلول سمجھا جاتا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ یہ غلبات توحید اور نورِ شہود چمکنے کے وقت ایک مشہود کے علاوہ ہر چیز کے پوشیدہ ہو جانے کی وجہ سے ہوا اور اس میں حلول و اتحاد کا شائبہ نہ ہو پس منصور کے قول اَنَا الحَقّ کا معنی یہ ہوگا کہ جب وہ اپنی نظر سے آپ مخفی ہو گیا

Marfat.com

تو اس نے کہا میں کوئی چیز نہیں ہوں اور موجود صرف حق ہے یہ نہیں کہ میں حق کے ساتھ متحد ہوں یا اللہ تعالیٰ میں حلول کرنے والا ہوں کیونکہ وہ کفر ہے اور توحید شہودی کے منافی ہے کیونکہ اس میں مشہود صرف ایک احد ہے اور حلول اور اتحاد کی تقدیر پر مشہود متعدد ہیں اگرچہ وہ اتحاد وصول کی صفت پر ہوں۔

اور شیخ کا یہ قول کہ "بعض ان میں سے حلول کے وہم کی بنا پر خوبصورت عورتوں کی طرف دیکھنا جائز قرار دیتے ہیں"، شیخ اجل سے تعجب ہے کہ انہوں نے ایسی عبارتوں سے اتحاد اور حلول سمجھا ہے حالانکہ ایسے اقوال سے جو چیز ذہن میں سب سے پہلے آتی ہے وہ ظہور ہے اور وہ حلول کے علاوہ ہے۔ کیونکہ حلول یہ ہے کہ کوئی چیز بنفسہٖ کسی چیز میں داخل ہو جائے جیسے کہ نفس زید مکان میں داخل ہو اور ظہور یہ ہے کہ کسی چیز میں کسی چیز کا عکس ہو جیسا کہ آئینہ میں زید کا عکس ہونا اور پہلی بات (یعنی حلول) اللہ تعالیٰ کے لئے ناممکن ہے اور اس مرتبہ مقدسہ کے لئے نقص ہے اور دوسری بات (یعنی ظہور) کے ثبوت کے لئے کوئی ممانعت نہیں ہے اور نہ اس کے حصول میں کوئی نقص ہے کیونکہ پہلی بات تغیر کو مستلزم ہے جو کہ قدم کے منافی ہے اور دوسری بات اس کو مستلزم نہیں ہے جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔

اگر کمالات وجوبیہ (خداوندی) اعدام امکانیہ کے آئینہ میں ظاہر ہوں تو اس سے حلول لازم نہیں آتا کہ یہ کمالات ان آئینوں میں حلول کئے ہوئے ہیں اور نہ ان کا تغیر اور انتقال قدم کے منافی ہے وہ تو صرف ایک ظہور ہے اور آئینہ میں کمالات کو دکھانا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے کمالات کے آئینہ میں جلوہ گر ہونے کو جائز قرار دینا ان کمالات کا آئینہ میں حلول کرنا نہیں ہے بلکہ وہ تو آئینہ میں کمال کے ظہور کو جائز قرار دینا ہے اور اس میں کوئی نقص نہیں ہے اگرچہ ایسے شہود کو جائز قرار دینے والا صاحب نقص اور راستہ پر چلنے میں غیر مستقیم ہی کیوں نہ ہو۔ مقصود صرف اس سے حلول کی تہمت کو دور کرنا ہے نہ کہ اس کے کمالات کا اثبات اور اس کا کسی چیز پر ہونا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی تمام امور کے حقائق کو جاننے والا ہے۔

# مکتوب نمبر ۱۲۰

میر منصور کی طرف صادر فرمایا

(گوشہ نشینی اختیار کرنے کے بیان میں)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ میرے عزیز بھائی کے گرامی نامے یکے بعد دیگرے پہنچے انہوں نے خوشی پہنچائی اللہ تعالیٰ ہی کی تعریف ہے کہ بے مناسبتی کے اسباب کے باوجود فقراء

Marfat.com

کے ساتھ محبت اور وابستگی جو آپ کو تھی اس میں کوئی تغیر نہیں ہوا ہے اور وہ فتور کا باعث نہیں ہوا بلکہ اس تعلق میں اور قوت پیدا ہو گئی ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس طائفہ کی محبت میں استقامت نصیب فرمائے کہ وہ نیک بختی کا سرمایہ ہے۔

شفقت شعارا اس فرصت میں عزلت کا شوق غالب آیا اور گوشہ نشینی اختیار کر لی ہے اور جمعہ کے بغیر مسجد میں نہیں جاتے ہیں اور پنجوقتہ جماعت اسی گوشہ میں ہوتی ہے اور آدمیوں کی ملاقات کا راستہ بند کر دیا ہے اوقات بڑی جمعیت سے بسر ہو رہے ہیں اور تمام عمر کی آرزو گویا اب میسر ہوئی ہے۔ اور اس پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی تعریف ہے۔

باقی ظاہر احوال بھی خیر و عافیت سے ہیں اور فرزند اور تمام متعلقین پوری جمعیت سے وقت گذار رہے ہیں جناب خواجہ عبداللہ رمضان المبارک سے پہلے دہلی تشریف لے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف ہے کہ خواجہ نے اس آمد میں بہت سے فوائد حاصل کئے ہیں انہوں نے ورق اُلٹ دیا ہے اور غلبات توحید سے تنزیہ کے دریا میں غوطے لگاتے ہیں اور اس کی گہرائی کی طرف متوجہ ہیں اور ظاہر سے باطن بلکہ باطن کے باطن کی طرف جا رہے ہیں باقی حالات کی تفصیل چونکہ خواجہ بہاء الدین اس جگہ آتے ہیں شاید تفصیل سے بیان کر دیں۔

# مکتوب نمبر ۱۲۱

مرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا

(ایک مکتوبات کی عبارات کے حل میں جو کہ اسرار کا متضمن ہے)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ آپ کا گرامی نامہ جو از روئے شفقت اس فقیر کے نام لکھا گیا تھا اس کے مطالعہ سے مشرف ہوا لکھا تھا کہ ایک بزرگ نے اس مکتوب کی عبارت پر جو تم نے اخیر میں لکھا تھا کچھ اعتراض کئے ہیں ان کے حل میں کچھ لکھنا چاہیئے اور بعض دوستوں نے چونکہ اشتباہ کے مواقع کی تعیین کر کے لکھا ہے توان کے اندازہ کے مطابق چند ایک مقدمات اس شبہ کے حل میں خداوند تعالیٰ کی مدد سے لکھے جاتے ہیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی بھلائی کے رستے کی رہنمائی کرنے والا ہے میرے مخدوم و مکرم! سیر مرادی اور سیر مریدی ایک ایسا امر ہے جو اس سیر والے کے وجدان سے تعلق رکھتا ہے اور یہ کسی نہ کسی امر کا لازم کرنا نہیں ہے کہ بغیر تعلق کے رکھا جائے پس اس پر دلیل اور برہان طلب

Marfat.com

کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ اس کے باوجود جس آدمی کو اللہ سبحانہ وتعالٰی نے قوت حدس عطا فرمائی ہے وُہ اگر اس سیر والے کے احوال و اوضاع میں اچھی طرح غور کرے گا اور وہ فیوض و برکات اور علوم و معارف الٰہی جل شانہ کہ جن سے وہ ممتاز ہے مشاہدہ کرے گا تو ہو سکتا ہے کہ اس پر سیر مُرادی کا حکم لگائے اور کسی دلیل کا محتاج نہ ہو اس آدمی کی طرح جو کہ اس قُرب و بُعد اور مقابلہ و اجتماع کو ملاحظہ کرے جو چاند کو سورج سے ہے تو فیصلہ کرے گا کہ چاند کا نور سُورج سے حاصل ہے اگرچہ یہ معنی ارباب حدس کے علاوہ کسی اور پر حجت نہیں ہوگا۔ اور یہ بھی ہے کہ ہمارے خواجہ (باقی باللہ) قدس سرہٗ نے اس فقیر کی سیر کے اوائل حال میں اس سیر کو سیر مُرادی مقرر فرمایا تھا شاید دوستوں نے بھی یہ بات سُن لی ہوگی اور مثنوی کے یہ اشعار اس فقیر کے حال کے موافق پڑھا کرتے تھے ؎

لہ (۱) عشق معشوقاں نہاں است و ستیر | عشق عاشق با دو صد طبل و نفیر
(۲) لیک عشق عاشقاں تن زہ کند | عشق معشوقاں خوش و فربہ کند

اور مرادوں میں سے جو بھی واصل ہوا ہے وہ راہ اجتباء سے گیا ہے اور مریدوں کی راہ کو انابت اور مرادوں کی راہ کو اجتباء کہا ہے اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے۔

اَللّٰہُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ | اللہ تعالٰی جسے چاہیں اسے برگزیدہ کر لیں اور جو اللہ کی طرف رجوع کرے اللہ اسے ہدایت دیتا ہے۔

ہاں اجتباء کی راہ اصل میں تو انبیاء سے مخصوص ہے علیہم الصلوات والتسلیمات اور اُمتوں کو دوسرے کمالات کی طرح ان کی تابعداری میں یہ چیز ملتی ہے یہ نہیں کہ اجتباء مطلقاً نبیوں سے مخصوص ہے علیہم الصلوات و التسلیمات اور امتوں کو اس سے بالکل حصہ نہیں ہے کہ وہ غیر واقع ہے۔

میرے مخدوم! رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت اور حیلولت سے سالک کو فیض پہنچنا اس وقت تک ہے کہ جب تک اس سالک کی حقیقت محمدی المشرب ہے اور حقیقت محمدی سے منطبق نہیں ہوئی ہے اور اس کے ساتھ متحد نہیں ہے اور جب اپنی کمال متابعت کی وجہ سے بلکہ محض اللہ کے فضل سے عروج کے مقامات میں اس حقیقت کو اس حقیقت سے اتحاد حاصل ہوتا ہے تو وساطت ختم ہو جاتی ہے کیونکہ وساطت اور حیلولت تو مغایرت میں ہے اور اتحاد میں توسط اور متوسط اور حاجب اور محجُوب نہیں ہوتے جس جگہ اتحاد ہے اس جگہ شرکت کا معاملہ ہے لیکن چونکہ سالک تابع اور الحاقی اور

---

لہ (۱) معشوق کا عشق پوشیدہ اور نہاں ہوتا ہے اور عاشق کا عشق دو سو طبل اور نفیریوں سے ہوتا ہے ۱۲۔
(۲) لیکن عاشقوں کا عشق جسم کو لاغر کرتا ہے اور معشوق کا عشق خوش اور موٹا کرتا ہے ۱۲۔

Marfat.com

طفیلی ہے لہٰذا اس کی شرکت خادم کی مخدوم سے شرکت ہوتی ہے ۔
اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ اس کی حقیقت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت سے انطباق و اتحاد پیدا ہو جاتا ہے اس کا بیان یہ ہے ، کہ حقیقت محمدی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام تمام حقائق کی جامع ہے اور اس کو حقیقت الحقائق کہتے ہیں اور دوسروں کے حقائق اس کے اجزاء یا جزئیات کی طرح ہیں ۔ کیونکہ اگر وہ محمدی المشرب ہے تو سالک کی حقیقت اس کلی کے لئے جزئی کے رنگ میں ہے اور اسی پر محمول ہے اور غیر محمدی المشرب کی حقیقت اس کل کے جز کی طرح ہے لیکن اس پر محمول نہیں ہے اور اس حقیقت غیر محمدی المشرب کو اگر عروج میں اتحاد پیدا ہو تو کسی پیغمبر کی حقیقت سے ہوگا کہ یہ سالک جس کے قدم پر ہیں اور اس کی حقیقت پر محمول ہوگا اور اس کے مناسب کمالات میں شرکت پیدا کرے گا لیکن یہ شرکت خادم کی مخدوم سے شرکت ہوگی جیسا کہ پہلے گذر چکا اور جب اس جزئی کو کمال متابعت کی وجہ سے بلکہ محض فضل سے اپنی کلی سے خاص محبت پیدا ہو جاتی ہے اور اس کے وصول کا شوق اس کو دامنگیر ہوتا ہے تو وہ قید جو کلی کو جزئی میں لائی ہے فضل خداوندی سے وہ قید زائل ہونے لگتی ہے اور آہستہ آہستہ زوال کے بعد اس جزئی کو اس کلی سے انطباق اور الحاق حاصل ہوتا ہے اور وہ جو ہم نے کہا ہے کہ خاص محبت پیدا ہو جاتی ہے بالکل اسی طرح ہے جس طرح محض فضل سے اس فقیر کے لئے پیدا ہوئی تھی اور یہیں محبت کے غلبہ میں کہا کرتا تھا کہ میری محبت اللہ تعالےٰ سے اس لئے ہے کہ وہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا رب ہے اور میاں شیخ تاج اور دوسرے دوست اس مقولہ سے تعجب کرتے تھے ۔ میں جانتا ہوں کہ آپ کو بھی یہ بات بھولی نہ ہوگی اور جب تک اس قسم کی محبت پیدا نہ ہو الحاق و اتحاد کس طرح پیدا ہو سکتا ہے یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے جسے چاہے عطا کرے اور اللہ بڑے فضل والا ہے ۔
اور توسط اور عدم توسط کی حقیقت کو بیان کرتا ہوں اچھی طرح سنو ۔ جذبہ کے طریق میں چونکہ کشش مطلوب کی جانب سے ہے اور اللہ تعالےٰ کی عنایت طالب کے حال کی متکفل ہے تو لازماً وہ وساطت قبول نہیں کرتا اور سلوک کے طریق میں چونکہ انابت طالب کی طرف سے ہوتی ہے تو ذرائع کے وجود سے چارہ نہیں ہوتا اور نفس جذبہ میں اگرچہ واسطوں کی ضرورت نہیں ہے لیکن جذبہ کی تکمیل سلوک سے متعلق ہے کیونکہ اگر سلوک جو کہ شریعت کی تعمیل سے عبارت ہے اور توبہ و زہد وغیرہ اگر جذبہ کے ساتھ پیوستہ نہ ہوں تو جذبہ ناتمام و ابتر ہے بہت سے بے بند و اور بے دین لوگوں کو بھی ہم نے دیکھا ہے کہ وہ جذبہ رکھتے ہیں لیکن چونکہ صاحب شریعت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی سے آراستہ نہیں ہیں لہٰذا خراب و ابتر ہیں اور جذب کی صورت کے علاوہ کوئی حصہ نہیں رکھتے ۔

Marfat.com

سوال :- جذبہ کا حصول ایک طرح سے محبوبیت کا تقاضا کرتا ہے پس کفار کو جو کہ اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں جذب سے کس طرح حصہ ملنا جائز ہو سکتا ہے ؟

جواب :- ہو سکتا ہے کہ بعض کفار کے حقائق ایک طرح کی محبوبیت رکھتے ہوں جو کہ ان کے حصول جذبہ کی باعث ہوئی ہو اور چونکہ وہ صاحب شریعت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت سے آراستہ نہیں ہیں لہٰذا زیاں کار اور ذلیل رہ گئے اور اس جذبہ نے سوائے ان پر حجت قائم کرنے کے اور کچھ نہ کیا کہ ان کی استعداد تو معلوم ہو گئی لیکن ان کی جہالت اور عناد نے اس استعداد کو قوۃ سے فعل میں نہ آنے دیا " اور ان پر اللہ تعالیٰ نے ظلم نہیں کیا لیکن وہ اپنی جانوں پر خود ہی ظلم کیا کرتے تھے۔

اور اگر جذبہ کے طریق میں صاحب شریعت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے ذریعہ سے جو کہ سلوک سے عبارت ہے مطلوب تک وصول میسر ہو جائے تو وہ کسی امر کے واسطہ اور حیلولت کے علاوہ ہو گا۔ کما ہے " اگر تم کوئی ڈول نیچے لٹکاتے ہی جاؤ تو وہ اللہ تعالیٰ تک پہنچ جائے گا" یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کی طرف کھینچے جاؤ اور تم البطن بطون میں پہنچا دئے جاؤ تو لازماً تمہارے اور خدا کے درمیان کوئی امر حائل اور حجاب نہیں ہو گا اور شاید آپ کو بھی یاد ہو گا کہ ہمارے خواجہ (باقی باللہ) قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ اس معیت کی راہ سے جو اللہ تعالیٰ کو بندہ سے ہے اگر وصول میسر ہو جائے تو لازماً وہ کسی امر کے واسطہ کے بغیر ہو گا کیونکہ مناسبت معیت ہے اور اگر واسطہ ہے تو تربیت کے سلسلہ میں ہے جو کہ سلوک سے عبارت ہے اور معیت کی راہ جذبہ کی راہوں میں سے ایک ہے اور حدیث اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے اس کی محبت ہو) بھی اسی معنی کی تائید کرتی ہے۔

کیونکہ جب آدمی کو اپنے محبوب سے معیت ثابت ہو جاتی ہے تو واسطہ زائل ہو جاتا ہے۔ غور سے سنو کہ ہر ظل کو اپنے اصل کی طرف ایک شاہراہ ہے اور کوئی چیز ان کے درمیان حائل نہیں ہے اگر خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے ظل کو اپنے اصل سے رغبت پیدا ہو اور اس سے کشش ظاہر ہو اور صاحب شریعت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کی دولت سے اس ظل کو اس اصل سے وصول اور الحاق حاصل ہو تو لازماً وہ بغیر کسی امر کے حائل ہونے کے ہو گا اور چونکہ وہ اصل اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے کوئی اسم ہے تو لازماً اسم اور اس کے مسمّیٰ کے درمیان کوئی حائل نہیں ہو گا اور اس راہ سے ظل کا اپنے اصل الاصل سے جو کہ اس اسم کا مسمّیٰ ہے وصول بغیر کسی امر کے حائل ہونے کے ہو گا اور پھر یہ بھی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ

Marfat.com

سے بے چونی وصول سے واصل ہے تو کسی امر کا حائل ہونا اور واسطہ ہونا اس کے حق میں مفقود ہے پھر جس صورت میں ذات سے وصول میں اللہ تعالےٰ کی صفات کا حجاب اور حیلولۃ بھی نہیں رہتا تو غیر صفات کے حجاب اور حیلولت کو وہاں کیا گنجائش ہو سکتی ہے۔

سوال :۔ جب اللہ تعالیٰ کی صفات اس کی ذات سے الگ نہیں ہیں تو واصل اور موصول الیہ کے درمیان سے صفات کی حیلولت کا ارتفاع کس معنی سے ہوتا ہے؟

جواب :۔ سالک کو جب اپنے اصل سے جو کہ اسماء الٰہی میں سے کوئی اسم ہے اور وہ سالک اس کا ظل ہے وصول اور تحقق حاصل ہوتا ہے تو لازماً اس کے اور اللہ تعالےٰ کی ذات کے درمیان کوئی واسطہ اور کوئی وسیلہ نہیں رہتا جیسا کہ اسم اور اس کے مسمّٰی کے درمیان کسی امر کا حائل ہونا ثابت نہیں ہے پس نہ ارتفاع لازم آیا نہ انفکاک اور ایسی ہی تحقیق اوپر حقیقت سالک کے حقیقت محمدی علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام سے اتحاد کے بیان میں گذر چکی ہے اور اس کا کچھ حصہ ظل کے اپنے اصل سے وصول کے بیان میں بھی گذر چکا ہے۔

تنبیہ :۔ اس عدم توسط سے جو کہ جذبہ کے طریق میں کہا گیا ہے کوئی سادہ لوح یہ نہ سمجھے کہ خیر البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی ضرورت نہیں ہے۔ اگرچہ وہ بعض لوگوں کی نسبت سے ہو اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تبعیت اور متابعت کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ کفر اور الحاد اور زندقہ ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت حقّہ کا انکار ہے اور اوپر گذر چکا ہے کہ جذبہ سلوک کے بغیر جو کہ شریعت کی تعمیل کا نام ہے ابتر اور ناتمام ہے اور وہ نعمت کی صورت میں عذاب الٰہی ہے اور نا تمام جذبہ نے صاحب جذبہ پر حجت پوری کر دی ہے۔

مختصر یہ کہ کشف صحیح اور الہام صریح سے بھی یقین ہو جاتا ہے کہ اس راہ کے دقائق میں سے کوئی دقیقہ اور اس قوم کے معارف میں سے کوئی معرفت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی متابعت اور ان کے واسطہ کے بغیر میسّر نہیں ہے اور مبتدی اور متوسط کی طرح منتہی کو بھی اس راہ کی برکات وفیوض ان کی تبعیت اور ان کی طفیل کے بغیر حاصل نہیں ؎

محال[لہ] است سعدی کہ راہِ صفا ۔۔۔ تواں رفت جز برپئے مصطفےٰ

افلاطون نے اپنی بیوقوفی سے اس صفائی کی وجہ سے جو کہ اس نے اپنی ریاضتوں اور مجاہدوں کے ذریعہ سے حاصل کی تھی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے آپنے آپ کو بے نیاز سمجھا اور کہا کہ ہم ایک

لہ اے سعدی محال ہے کہ صفائی کی راہ پر مصطفےٰ کی پیروی کے بغیر چلا جائے ۔ ۱۲

Marfat.com

مہذب قوم ہیں ہمیں کسی ایسے آدمی کی ضرورت نہیں جو ہمیں تہذیب سکھائے" اس نے یہ نہ سمجھا کہ صفائی ریاضتوں کی وجہ سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وساطت کے بغیر حاصل ہوئی ہے اس کا حکم یہ ہے کہ تانبے پر سونے کا ملمع کر دیں یا زہر پر کھانڈ کا غلاف چڑھا دیں۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت ہی ہے جو تانبے کی حقیقت کو منقلب کر کے خالص سونا بنا دیتی ہے اور نفس کو امارگی سے نکال کر اطمینان میں لے آتی ہے اور حکیم مطلق جل شانہٗ نے انبیاء کی بعثت اور ان کی شریعتوں کا تقرر اس لئے کیا ہے کہ نفس امارہ کو خراب اور عاجز کیا جائے اور اس کی خرابی کو بلکہ اس کی صلاح کو ان بزرگواروں کی متابعت کے بغیر کسی اور چیز میں نہیں رکھا ہے اگر ہزاروں ریاضتیں اور مجاہدات بھی بھی ان بزرگواروں علیہم الصلوات والتسلیمات کی متابعت کے بغیر کی جائیں تو پھر بھی اس کی امارگی، ایک بال برابر بھی کم نہ ہوگی بلکہ اُس کی سرکشی زیادہ بڑھے گی ؎

ہرچہ گیرد علتی علت شود[1]

اس کی ذاتی بیماری کا ازالہ انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں سے متعلق ہے اور اس کے سوا محنت لاحاصل ہے۔ جاننا چاہیئے کہ جذبہ کو اگرچہ سلوک سے چارہ نہیں ہے جذبہ سلوک سے پہلے ہو یا بعد لیکن فضیلت تقدیم جذبہ کو ہے کہ سلوک اس کا خادم ہے اور تاخیر جذبہ میں سلوک اس کا مخدوم ہے کہ سلوک کی دولت سے اُس کو جذبہ میسر ہوا ہے اور تقدیم جذبہ میں اس طرح نہیں ہے کیونکہ وہ بالذات مطلوب و مدعو ہے یہی وجہ ہے کہ صاحب جذبہ مُراد ہے اور صاحب سلوک مُرید اور مرادوں اور محبوبوں کے سردار محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں کہ اس دعوت سے مقصود ذاتی اور مدعو اوّل وہی ہیں علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام اور دوسروں کو ان کی طفیل میں طلب کیا ہے خواہ وہ مُراد ہوں یا مُرید، جیسا کہ آیا ہے کہ "اگر وہ نہ ہوتے تو اللہ تعالے مخلوق کو پیدا نہ کرتے اور اپنی ربوبیت کا اظہار نہ کرتے۔

جب دوسرے سب کے طفیلی ہیں اور وہ اس دعوت میں مقصود اصلی ہیں علیہ السلام تو لازماً سب اُس کے طفیلی ہوں گے اور ان کے ذریعہ سے فیوض و برکات حاصل کریں گے اور اس معنی سے اگر سب کو آپ کی آل کہا جائے تو اس کی گنجائش ہے کیونکہ وہ ان کے پیچھے چلنے والے ہیں اور ان کے ذریعہ کے بغیر کمال حاصل نہیں کرتے کیونکہ جب اُن کا وجود بھی ان کے وجود کے واسطہ کے بغیر کوئی صورت پیدا نہیں کر سکتا تو ان کے دوسرے کمالات جو کہ وجود کے تابع ہیں ان کے واسطہ کے بغیر کس طرح صورت پیدا کر لیں گے علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام۔ ہاں رب العالمین کا محبوب ایسا ہی ہونا چاہیئے۔

---

[1] بیمار جو کچھ بھی لیتا ہے وہ بیماری بن جاتا ہے ۱۲

Marfat.com

غور سے سُنیں کہ کشف سے معلوم ہوا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت اللہ تعالےٰ کی اس محبت سے ثابت ہے جس نے کہ اللہ تعالےٰ کی ذات محض کے ساتھ بے ملاحظہ شیون و اعتبارات تعلق حاصل کیا ہے اور اللہ تعالےٰ کی ذات اس محبت سے محبوب ہوئی ہے برخلاف دوسروں کی محبوبیت کے کہ وہ اس محبت سے قائم ہے جس کا تعلق شیون و اعتبارات سے ہے اور یا پھر اسماء وصفات سے متعلق ہے یا اسماء وصفات کے ظلال سے علیٰ تفاوت الدرجات سے

فَاِنَّ فَضْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَيْسَ لَهٗ حَدٌّ فَيُعْرِبُ عَنْهُ نَاطِقٌ بِفَمِ

علیہ وعلی جمیع اخوانہ من الانبیاء والمرسلین والملائکۃ المقربین الصلوٰت والتسلیمات والتحیات والبرکات۔

اس مقام کی تحقیق یہ ہے کہ سرور کائنات علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کا واسطہ دو معنی رکھتا ہے۔ ایک یہ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سالک اور اس کے مطلوب کے درمیان حائل و حاجب ہوں اور دوسرا معنی یہ ہے کہ سالک ان کی طفیل اور ان کی متابعت اور تبعیت کے واسطہ سے مطلوب سے واصل ہو اور سلوک کے طریق میں اور حقیقت محمدی تک پہنچنے سے پہلے دونوں طرح سے واسطہ ثابت ہے بلکہ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اس راہ میں وہ شیوخ جو درمیان میں آتے ہیں وہ شہود سالک میں حاجب اور متوسط ہیں۔ افسوس اگر آخر حال میں بھی جذبہ ان کا تدارک نہ کرے اور معاملہ پردہ سے بے پردگی تک نہ پہنچے کیونکہ جذبہ کے طریق میں، حقیقۃ الحقائق تک پہنچنے کے بعد توسط دوسرے معنی میں ہے کہ طفیل اور تبعیت ہے اور حیلولت اور حجاب ہے اور شہود و مشاہدہ اور ان جیسی چیزوں کے لئے وہ پردہ ہوتا ہے۔

یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس عدم توسط سے اگرچہ ایک معنی ہی سے ہو جناب حضرت خاتمیت علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام میں قصور لازم آتا ہے۔

مَیں کہتا ہوں کہ یہ عدم توسط رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال کو مستلزم ہے نہ کہ قصور کو بلکہ قصور وجُود توسط میں ہے کیونکہ متبوع کا کمال یہ ہے کہ اس کا تابع اس کی تبعیت اور اس کی طفیل سے کمال کے تمام درجات تک پہنچے اور کوئی دقیقہ نہ چھوڑے اور یہ معنی عدم توسط میں ثابت ہے نہ کہ وجود توسط میں کیونکہ اس جگہ شہود بے پردہ ہے جو کہ کمال کا آخری درجہ ہے اور اس جگہ پردہ میں ہے پس کمال عدم توسط میں ہوگا اور قصور توسط میں اور یہ مخدوم کی عظمت و شوکت ہے کہ اس کا خادم کسی مقام میں بھی اس

---

سے اللہ تعالےٰ کے رسول کی فضیلت کی کوئی حد نہیں ہے جس کے متعلق کوئی بولنے والا بول سکے ۱۲

Marfat.com

سے پیچھے نہ رہے اور اسکی تبعیت میں ان کی دولت میں شریک ہو یہی وجہ ہے کہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ (میری اُمّت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں) علیہ وعلیہم الصلوٰت والتسلیمات۔

اخروی رویت بے توسّط اور بے حیلولت ہوگی صحیح حدیث علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں آیا ہے کہ بندہ جب نماز میں داخل ہوتا ہے تو وُہ حجاب جو بندے اور خدا تعالےٰ کے درمیان ہے اُٹھ جاتا ہے اسی لئے نماز مومن کا معراج ہے اور منتہی واصل کے لئے اس سے وافر حصہ ہے کیونکہ حجاب کا اُٹھ جانا واصل منتہی کے لئے مخصوص ہے پس واسطہ اور حیلولت کا اُٹھ جانا ثابت ہُوا۔ یہ معرفت اس فقیر کے معارف لدنیہ کے خواص میں سے ہے کہ محض اپنے فضل وکرم سے یہ مجھے عطا فرمایا ہے اور اس کی حقیقت سے متنصف کیا ہے ؎

منم آں خاکم کہ ابر نو بہاری   کند از لطف بر من قطرہ باری

کسی نے کیا خُوب کہا ہے ؎

اگر بادشاہ بر در پیر زن   بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن

مشائخ طریقت نے رسُول اللہ صلّے اللہ علیہ وسلم کے توسّط اور عدم توسط میں اختلاف کیا ہے ایک جماعت توسّط کی قائل ہے اور ایک گروہ عدم توسّط کا اور ان میں سے کسی نے بھی توسّط اور عدم توسّط کی تحقیق نہیں کی ہے اور ان کے کمال اور قصور سے بات نہیں کی۔ ارباب ظواہر قریب ہے کہ عدم توسّط کو جو کہ ایمان کا کمال ہے کفر سمجھیں اور اس کے قائل کو نادانستہ طور پر گمراہ کہیں اور توسّط کو کمال ایمان تصوّر کریں اور اس کے قائل کو کامل تابعین سے شمار کریں حالانکہ عدم توسّط کمال متابعت کی خبر دیتا ہے اور توسّط متابعت کی کمی کی اطلاع دیتا ہے جیسا کہ حقیقت حال کو معلوم نہ کر سکنے کے باعث ان میں سے ہر ایک کا قول پہلے گذر چکا ہے اللہ تبارک وتعالےٰ نے فرمایا بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (بلکہ جو چیز اُنہیں معلوم نہ ہو سکی اور اس کا مطلب ان پر واضح نہ ہُوا اس کو اُنھوں نے جُھٹلا دیا اسی طرح ان سے پہلے لوگوں نے جھٹلایا تھا)۔

اے میرے مخدوم! اُویسی کہنے کا مطلب ظاہری پیر سے انکار نہیں ہے کیونکہ اویسی وہ شخص ہے جس کی تربیت میں روحانیوں کو دخل ہو۔ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ باوجود ظاہری پیر کے چونکہ حضرت

---

لہ میں وہ خاک ہوں کہ نو بہار کا بادل مجھ پر مہربانی سے قطرے برساتا ہے ۱۲ ؎ اگر بادشاہ بوڑھی عورت کے دروازے پر آجائے تو اے خواجہ تو اپنی مونچھیں نہ اکھاڑ ۱۲۔

Marfat.com

خواجہ نقشبند قدس سرہ کی روحانیت سے امداد پاتے تھے لہٰذا اپنے آپ کو اویسی کہتے تھے۔ اور اسی طرح خواجہ نقشبند بھی باوجود ظاہری پیر کے چونکہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی کی روحانیت سے مدد پاتے ہوئے تھے لہٰذا اویسی تھے۔ خصوصاً جبکہ کوئی شخص اویسیت کے باوجود اپنے ظاہری پیر کا اقرار بھی کرے تو زور کے ساتھ اس کے سر پر پیر کا انکار مڑھ دینا عجیب انصاف ہے۔

میرے مخدوم! لفظ عبدالباقی کی ترکیب سے مراد معنی اضافی ہے نہ کہ معنی عَلَمی۔ اگرچہ وہ نہایت بلیغ وجوہ سے معنی عَلَمی کا اشعار بھی کرتا ہے یعنی میرا پیر اگرچہ باقی کا بندہ ہے لیکن میری تربیت کا کفیل اللہ باقی ہے اس جگہ کونسی تحریف ہے؟ اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کونسی سوء ادبی ہے اللہ تعالیٰ انصاف عطا کرے۔

میرے مخدوم وہ قصور جو سُبحانی کے معنی میں ہے جو کہ بسطامی قدس سرہٗ سے غلبات سُکر میں صادر ہوا ہے کہا جائے گا لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ قائل ہی وہ قصور ہمیشہ ہمیشہ تک ہو کر دوسرے اس سے افضل ہو جائیں کیونکہ بہت سے معارف ایسے ہیں کہ کسی وقت میں اس وقت کے حال کے مقتضاء کے مطابق صادر ہوئے ہیں اور دوسرے وقت میں خداوند تعالیٰ کی عنایت سے چونکہ اس معرفت کے قصور کو انہوں نے معلوم کر لیا ہے اس سے آگے گزر گئے ہیں اور بلند مقام پر پہنچ چکے ہیں، آپ کے مکتوب گرامی میں درج تھا کہ ارباب سُکر اگر اس قسم شطح آمیز باتیں لکھیں تو اس کی گنجائش ہے لیکن ارباب صحو سے ایسی باتوں کا اظہار بہت مستبعد ہے۔

میرے مخدوم! جس نے بھی اس قسم کی باتیں لکھی ہیں ان کا منشا سُکر ہے اور سُکر کی آمیزش کے بغیر اس باب میں انہوں نے قلم نہیں پکڑا ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ سُکر میں بہت مراتب ہیں جتنا بھی سُکر زیادہ ہوگا اتنا ہی شطح زیادہ ہوگا کوئی بسطامی ہی چاہیئے کہ اس سے بے تحاشا قول لِوَائِیْ اَرْفَعُ مِنْ لِوَاءِ مُحَمَّدٍ (کہ میرا جھنڈا محمد کے جھنڈے سے زیادہ بلند ہے) صادر ہو۔ پس جو بھی صحو رکھتا ہے، اس کے متعلق یہ خیال نہ کریں کہ اس کے ہمراہ سُکر نہیں ہے کہ وہ عین قصور ہے صحو خالص عوام کا حصہ ہے جس نے صحو کو ترجیح دی ہے اس کی مراد غلبۂ صحو ہے نہ کہ صحو خالص، اور اسی طرح جس نے بھی سُکر کو ترجیح دی ہے اس کی مراد غلبۂ سُکر ہے نہ کہ سُکر خالص کہ وہ آفت ہے۔

جنید قدس سرہٗ جو ارباب صحو کے رئیس ہیں اور صحو کو سُکر پر ترجیح دیتے ہیں ان کی اتنی سُکر آمیز عبارتیں ہیں کہ وہ شمار سے باہر ہیں انہوں نے کہا ہے کہ "وہی عارف ہے اور وہی معروف ہے"! اور یہ بھی فرمایا ہے کہ "پانی کا رنگ اس کے برتن کا رنگ ہے"۔ اور فرمایا ہے "مُحدَث جب قدیم سے مل

Marfat.com

جائے تو اس کا اپنا اثر نہیں رہتا" اور صاحب عوارف جو کہ کامل ترین ارباب صحو میں سے ہیں انہوں نے اپنی کتاب میں اتنے سکریہ معارف بیان کئے ہیں کہ ان کی شرح کیا لکھی جائے اور اس فقیر نے ایک ورق میں ان کے بعض معارف سکریہ کو جمع کیا ہے یہ سکر ہی کا بقایا ہے کہ افشائے راز کو انھوں نے جائز رکھا ہے اور سکر ہی ہے کہ وہ فخر اور مباحات کرتے ہیں اور یہ سکر ہی ہے کہ دوسروں پر اپنی بزرگی بیان کرتے ہیں اگر خالص صحو ہوتا تو اس وقت اسرار کو افشاء کرنا کفر ہوتا اور اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر جاننا شرک ہوتا صحو میں بقیۂ سکر اسی طرح ہے جیسے کھانے میں نمک جو کہ طعام کا مصلح ہے اگر نمک نہ ہو تو طعام معطل اور بے کار ہو جائے سے

گر عشق نہ بودے و غم عشق نبودے     چندیں سخن نغز کہ گفتے کہ شنودے

صاحب عوارف قدس سرہٗ نے حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کے اس قول کو کہ "میرے یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہیں" بقیۂ سکر ہی پر محمول کیا ہے تو ان کی مراد اس قول کا قصور نہیں ہے جیسا کہ وہم ہوتا ہے کہ وہ ان کی عین تعریف ہے بلکہ بیان واقع کیا ہے یعنی اس قسم کی باتوں کا صدور جو کہ مباہات و افتخار کی خبر دیتی ہیں بغیر بقیۂ سکر کے ثابت نہیں ہیں کہ صحو خالص میں ایسی باتیں کہنا مشکل ہے۔ اس فقیر نے جو یہ تمام دفاتر اس طائفہ علیہ کے علوم و اسرار میں لکھے ہیں ظاہراً آپ کے دل میں یہ خیال جاگزیں ہوگا کہ میں نے خالص صحو سے لکھے ہیں جن میں سکر کی آمیزش نہیں ہے حاشا و کلاّ کہ وہ حرام اور منکر ہے اور بیہودہ سخن تراشی ہے باتیں کہنے والے جو خالص صحو سے متصف ہیں بہت ہیں وہ اس قسم کی باتیں کیوں نہیں بنالیتے اور لوگوں کو کیوں نہیں اپنی جگہ سے اکھاڑ ڈالتے سے

فریاد حافظ این ہمہ آخر بہرزہ نیست     ہم قصۂ غریب و حدیث عجیب ہست

میرے مخدوم! اس قسم کی باتیں جو کہ افشائے راز کی خبر دیں اور ان کے ظاہر معنی مراد نہ ہوں تو ہر وقت میں مشائخ طریقت قدس اللہ تعالٰے اسرارہم سے ایسی باتیں ظہور میں آئی ہیں اور ان بزرگوار وں کی ہمیشہ کی عادت ہو چکی ہے، کوئی بھی ایسا امر نہیں ہے جس کو اس فقیر نے شروع کیا ہو اور اس کی اختراع کی ہو" یہ پہلا شیشہ ہی نہیں ہے جو اسلام میں توڑا گیا ہو" پس یہ تمام شور و غوغا کیسا ہے ؟ اگر کوئی ایسا لفظ صادر ہوا ہے جس کا ظاہر علوم شریعت کے مطابق نہیں ہے تو اس کو تھوڑی سی توجہ سے ظاہر سے پھیر کر مطابق بنا دینا چاہیئے اور مسلمان کو متہم نہ کرنا چاہیئے اور بے حیائی کی اشاعت اور فاسق کو رسوا

---

لہ اگر عشق نہ ہو عشق کا غم نہ ہوتا تو اتنی اچھی باتیں کون کہتا اور کون سنتا۔ ۱۲ سہ حافظ کی یہ تمام فریاد آخر بیہودہ تو نہیں ہے۔ قصہ بھی بڑا عجیب ہے اور بات بڑی نادر ہے۔ ۱۲

Marfat.com

کرنا بھی جب شریعت میں حرام ہے تو ایک مسلمان کو محض کسی اشتباہ کی بنا پر بدنام کرنا کیا مناسب ہے اور شہر شہر اس کی منادی کرنا کونسی دینداری ہے؟

مسلمانی اور مہربانی کا طریقہ تو یہ ہے کہ وہ کلمہ جس کا ظاہر علوم شریعت کے مخالف ہو اگر کسی آدمی سے صادر ہو جائے تو دیکھنا چاہیئے کہ اس کا قائل کون ہے اگر ملحد اور زندیق ہو تو اُس کا رد کرنا چاہیئے اور اس کی اصلاح کی کوشش کرنا چاہیئے اور اگر اس کلمہ کا قائل مسلمانوں میں سے ہو اور خُدا و رسُول پر ایمان رکھتا ہو تو اس کی بات کی اصلاح کی کوشش کرنا چاہیئے اور اس کے لئے صحیح محمل پیدا کرنا چاہیئے یا اس کہنے والے سے اس کو حل کرایا جائے اور اگر وہ اس کو حل کرنے میں عاجز ہو تو اس کو نصیحت کرنی چاہیئے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا نرمی سے بہتر ہے کہ وہ تسلیم کر لینے کے زیادہ قریب ہے۔

اور اگر مقصود تسلیم کرانا نہ ہو اور صرف رسوا کرنا مطلوب ہو تو دوسری بات ہے اللہ تعالےٰ توفیق دیں اور سب سے عجیب بات یہ ہے کہ آپ کے مکتوب شریف سے مفہوم ہوتا ہے کہ اس بزرگ سے اس فقیر کا خط سننے کے بعد آپ کے مُریدوں میں بھی اشتباہ اور انحراف طاری ہُوا شاید کہ وہ پر تو ہو۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ شبہ کے مقامات کو آپ خود حل کر دیتے اور اس فقیر پر نہ ڈالتے، اور فتنہ کو بجھا دیتے دوسرے دوستوں کی شکایت کیا کروں کہ بعض لے ان میں سے باوجود اشتباہ کو دُور کرنے کی طاقت رکھتے ہوئے بھی اپنے آپ کو معاف رکھا اور خاموشی اختیار کر لی ؎

ما ز یاران چشم یاری داشتیم

اَے ہمارے رب ہمیں اپنی جناب سے رحمت عنایت فرما اور ہمارے کام میں بھلائی پیدا کر۔
والسلام اولاً و آخراً

# مکتوب نمبر ۱۲۲

(مولانا حسن دہلوی کی طرف صادر فرمایا)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى۔ حقیقت محمدی علیہ افضل الصلوات والتسلیمات جو کہ ظہور اوّل اور حقیقۃ الحقائق ہے اس معنی سے کہ دوسرے حقائق خواہ وہ انبیاء کے حقائق ہوں اور خواہ ملائکہ عظام کے علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام اس کے لئے ظلال کی طرح ہیں اور

لے ہم دوستوں سے دوستی کی اُمید رکھتے تھے ۱۲

Marfat.com

وہ حقائق کا اصل ہے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ (کہ سب سے پہلے اللہ تعالےٰ نے میرا نور پیدا کیا) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خُلِقْتُ مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مِنْ نُوْرِیْ (میں اللہ کے نور سے پیدا ہُوا ہُوں اور مومن میرے نور سے پیدا ہوئے ہیں) تو لازماً آپ تمام حقائق اور خُداوند تعالےٰ کے درمیان واسطہ ہوں گے اور ان کے وسیلہ کے بغیر کسی کو بھی مطلوب تک پہنچنا محال ہوگا پس آپ انبیاء اور مرسلین کے نبی ہیں اور آپ کا بھیجنا جہان والوں کے لئے رحمت ہے علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء اولوالعزم باوجود اصالت کے ان کی تبعیت چاہتے تھے اور آپ کی اُمت میں داخل ہونے کی آرزو رکھتے تھے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات

**سوال:**۔ وہ کونسا کمال ہے جو رسول اللہ صلّے اللہ علیہ وسلم کی امت ہونے سے وابستہ ہے اور وُہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام کو باوجود نبی ہونے کے حاصل نہ ہُوا؟

**جواب:**۔ وہ کمال حقیقۃ الحقائق سے وصُول واتحاد ہے جو کہ تبعیت اور وراثت سے وابستہ ہے بلکہ اللہ تعالےٰ کے کمال فضل پر موقوف ہے جو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی امت میں سے اخص الخواص کا حصہ ہے اور جب تک امت میں سے نہ ہو اس دولت تک نہیں پہنچ سکتا اور توسط کا حجاب نہیں اُٹھ سکتا جو کہ اتحاد کے وسیلہ سے میسر ہوتا ہے شانہٗ اللہ تعالےٰ نے اسی لئے فرمایا ہے کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ (کہ تم بہترین امت ہو) پس نبی صلے اللہ علیہ وسلم جس طرح تمام انبیاء کرام اور ملائکہ عظام کے تمام افراد سے افضل ہیں۔ اسی طرح وہ ہر ایک سے کلی طور پر بھی افضل ہیں کیونکہ اصل کو اپنے ظل پر فضیلت ہے اگرچہ وُہ ظل ہزاروں ظلال کا متضمن ہو کیونکہ اللہ تعالےٰ کی بارگاہ سے فیوض کا وصُول ظل کے واسطہ اور طفیل سے ہے۔ اس فقیر نے اپنے رسائل میں تحقیق کی ہے کہ اوپر کے نقطہ کو نچلے تمام نقطوں پر جو کہ اس کے ظلال کی طرح ہیں فضیلت حاصل ہے اور اس کے اوپر کے نقطہ کو قطع کرنا جو کہ اصل کی طرح ہے عارف کے لئے زیادہ ہے اس سے کہ تمام نچلے نقطوں کو جو کہ اس کے ظلال کی طرح ہیں قطع کرے۔

**سوال:**۔ اس بیان سے لازم آتا ہے کہ اس اُمت کے خواص انبیاء علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل ہیں؟

**جواب:**۔ یہ بالکل لازم نہیں آتا صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ اس امت کے خواص اس دولت میں انبیاء کے ساتھ شرکت رکھتے ہیں اور اس کے باوجود دُوسرے کمالات بہت ہیں کہ انبیاء کو ان کے ساتھ بزرگی اور خصُوصیت ہے علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام اس امت کے اخص الخواص اگر بہت ترقی بھی کریں گے تو ان کا سر کسی ادنیٰ پیغمبر کے قدم تک نہیں پہنچ سکتا مساوات اور بزرگی کی کیا گنجائش ہے

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ (کہ ہماری بات اپنے پیغمبر بندوں کے لئے پہلے گذر چکی ہے) علیہم الصلوات والتسلیمات۔ اور اگر امتوں میں سے کوئی فرد اپنے پیغمبر کی تبعیت اور طفیل سے بعض پیغمبروں سے اوپر بھی چلا جائے تو وہ خادمیت اور تبعیت کے عنوان سے ہوگا اور معلوم ہے کہ خادم کو اپنے مخدوم کے ہمسروں سے سوائے خادمیت اور تبعیت کے اور کیا نسبت ہو سکتی ہے کہ خادم طفیلی ہر وقت طفیلی ہے۔

اور حقیقت محمدی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام جو کہ حقیقت الحقائق ہے۔ مراتب ظلال کے طے کرنے کے بعد اس فقیر پر آخر کار جو کچھ منکشف ہوا ہے وہ تعین و ظہور حبّی ہے جو کہ تمام ظہورات کا مبدأ اور تمام مخلوقات کی پیدائش کا منشا ہے۔ مشہور حدیث قدسی میں آیا ہے۔ كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِاُعْرَفَ (میں ایک مخفی خزانہ تھا میں نے محبوب رکھا کہ میں پہچانا جاؤں پھر میں نے مخلوق کو پیدا کیا تاکہ میں پہچانا جاؤں) سب سے پہلی چیز جو اس مخفی خزانہ سے ظہور کے تخت پر جلوہ گر ہوئی وہ محبت تھی جو کہ مخلوقات کی پیدائش کا سبب ہوئی اگر یہ محبت نہ ہوتی تو ایجاد کا دروازہ نہ کھلتا اور عالم عدم میں مستقل طور پر اپنا ٹھکانا رکھتا۔ حدیث قدسی لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ (اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا) جو کہ خاتم الرسل کی شان میں واقع ہے کا راز اس جگہ سے معلوم کرنا چاہیئے اور لَوْلَاكَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرُّبُوْبِيَّةَ (اگر تو نہ ہوتا تو میں ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا) کی حقیقت کو اس مقام میں تلاش کرنا چاہیئے۔

سوال:۔ صاحب فتوحات مکیہ نے تعین اوّل جو کہ حقیقت محمدی ہے حضرت اجمال علم کہا ہے اور تم نے اپنے رسائل میں تعین اوّل تعین وجودی کہا ہے اور اس کے مرکز کو جو کہ اس کے اجزا میں سے اسبق واشرف ہے حقیقت محمدی قرار دیا ہے اور تعین حضرت اجمال کو اس تعین وجودی کا ظل لکھا ہے اور اس جگہ لکھتے ہو کہ پہلا تعین حبّی ہے اور وہ حقیقت محمدی ہے ان اقوال میں تطبیق کی کیا صورت ہے؟

جواب:۔ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ کسی شے کا ظل اپنے آپ کو اصل شے دکھاتا ہے اور سالک کو اپنے آپ میں گرفتار کر لیتا ہے پس وہ دو تعین ظلال ہیں۔ تعین اوّل کے عروج کے وقت عارف پر اصل تعین اوّل جو کہ تعین حبی ہے ظاہر ہوتا ہے۔

سوال:۔ تعین وجودی کو تعین حبّی کا ظل کہنا کس طرح درست ہو سکتا ہے حالانکہ وجود کو حُبّ پر سبقت ہے کیونکہ حُبّ وجود کی فرع ہے۔

Marfat.com

جواب :- اس فقیر نے اپنے رسائل میں تحقیق کیا ہے کہ حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ بذات خود موجود ہے نہ کہ وجود سے ، اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفات ثمانیہ بذات واجب موجود ہیں نہ کہ وجود سے کہ وجود بلکہ وجوب کو بھی اس مرتبہ میں گنجائش نہیں ہے کہ وجود اور وجوب دونوں اعتبارات سے ہیں، پہلا اعتبار جو ایجاد عالم کے لئے پیدا ہوا وہ حُبّ ہے اس کے بعد اعتبار وجود ہے جو کہ ایجاد کا مقدمہ ہے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو بغیر اعتبار اس حُبّ کے اور بغیر اعتبار اس وجود کے عالم سے اور ایجاد عالم سے استغناء ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَ (اللہ تعالیٰ جہانوں سے بے نیاز ہے) نص قطعی ہے اور تعین علمی جملی کو ان دو تعینوں کا ظل کہنا اس اعتبار سے ہے کہ وہ دو تعین باعتبار حضرت ذات تعالیٰ کے ہیں بغیر ملاحظہ صفات کے اور اس تعین میں ملحوظ صفت ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے ظل کی طرح ہے۔

جاننا چاہیئے کہ تعین اوّل میں جو کہ تعین حُبّی ہے جب دقّت سے نظر کی جائے تو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے فضل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مرکز کا تعین حُبّ ہے جو کہ حقیقت محمدی ہے علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام اور اس دائرہ کا محیط صورت مثال میں دائرہ کی طرح ہے اور وہ محیط اس مرکز کے لئے ظل کی طرح ہے خُلّت ہے جو کہ حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقت ہے پس حُبّ اصل ہوئی اور خُلّت اس کے لئے ظل کی طرح ہوئی اور یہ مرکز محیط کا مجموعہ جو کہ ایک دائرہ ہے تعین اوّل ہے اور اس کا نام اس کے اسبق واشرف اجزاء کے نام پر ہے جو کہ مرکز ہے اور حُبّ سے عبارت ہے۔ اور نظر کشفی میں بھی باعتبار اصالت اور اس جز کے غلبہ کے تعین حبی ہی ظاہر کرتا ہے اور چونکہ محیط دائرہ اس مرکز کے لئے ظل کی طرح ہے اور اسی سے پیدا ہوا ہے اور وہ مرکز اس کا اصل ومنشا ہے اس محیط کو اگر تعین ثانی بھی کہیں تو گنجائش رکھتا ہے لیکن نظر کشفی میں دو تعین نہیں ہیں بلکہ ایک تعین ہے جو کہ حُبّ اور خُلّت پر مشتمل ہے جو کہ ایک ہی دائرہ کے محیط اور مرکز ہیں اور تعین ثانی در نظر کشفی تعین وجودی ہے جو کہ تعین اوّل کے لئے ظل کی طرح ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا۔

اور چونکہ مرکز محیط کا اصل ہے تو لازماً محیط کو مطلوب کے وصول میں مرکز کے توسط سے چارہ نہیں ہے کیونکہ مطلوب تک وصول مرکز کی راہ سے ہے جو کہ دائرہ کا اصل واجمال ہے اس بیان سے حضرت حبیب اللہ کی حضرت خلیل اللہ سے اتحاد ومناسبت معلوم کرنی چاہیئے۔ علیہما وعلیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین الصلوات والتسلیمات۔ اور چونکہ اصل واسطہ ہے ظل کے مطلوب تک پہنچنے کا تو لازمی طور پر حضرت خلیل اللہ نے حضرت حبیب اللہ سے واسطہ چاہا ہے اور اس کی آرزو کی ہے کہ اس کی اُمت میں داخل ہوں جیسا کہ

Marfat.com

وارد ہوا ہے علیہما وعلی جمیع الانبیاء الصلوات والتسلیمات والتحیات اتمہا واکملہا۔

**سوال:۔** جب معاملہ اس طرح ہو تو حضرت حبیب اللہ کو حضرت خلیل اللہ کی متابعت کا حکم کرنا کیا معنی رکھتا ہے علیہما الصلوات والتسلیمات اور آنحضرت ﷺ نے نماز اور اپنے اوپر سلام کے بیان میں کَمَا صَلَّیْتَ اور کَمَا سَلَّمْتَ کیوں فرمایا ہے علیہما الصلوات والتسلیمات۔

**جواب:۔** حقیقتِ شے اگرچہ مابہ تنزہ اور تنزیہ کے زیادہ قریب ہو تو پھر بھی عالم عناصر میں اس حقیقت کا مظہر بیت نز ہوتا ہے اور بیشتر لباس بشری سے متلبس ہوتا ہے پس اس مظہر سے بطریق عروج اس حقیقت تک پہنچنا دشوار ہوتا ہے اور وہ ملت جو حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا ہوئی ہے وہ حقیقت ابراہیمی کے وصول تک شاہراہ ہے جو حقیقت محمدی کے ہمسایہ میں واقع ہے جیسا کہ گذر چکا اور حضرت ابراہیم اسی راہ سے اس جگہ پہنچے ہیں اس بنا پر حکم ہوا کہ ان کی ملت کی متابعت کی جائے اور حقیقت الحقائق تک وصول فرمائیں اور آنحضرت نے کَمَا صَلَّیْتَ فرمایا ہے علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کہ صلوٰۃ و رحمت اُن پر وصول بہ حقیقت کی دولت کے حصول کے بعد ہے

اور اس کے ساتھ ہی ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ فاضل کو مفضول کی متابعت کا حکم کرتے ہیں اور اس متابعت کے حکم سے اس کی فاضلیت میں کوئی قصور لازم نہیں آتا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کو فرمایا ہے وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ (اور کام میں ان سے مشورہ کرو) صحابہ سے مشورے کا حکم ان کی متابعت کے حکم سے خالی نہیں ہے ورنہ مشورے کا کیا فائدہ ہوگا۔

جان لیں کہ حضرت صدیق کی حقیقت یعنی اسمائے الٰہی میں سے ان کا رب جو کہ اُن کا مبدأ تعین ہے۔ بغیر کسی امر کے توسط کے حقیقت محمدی کا ظل ہے۔ اس طریقہ پر کہ جو کچھ اس حقیقت میں ثابت ہے بطریق تبعیت و وراثت اس ظل میں بھی ثابت ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اس امت کے وارثوں میں سے اکمل و افضل ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کچھ اللہ تعالیٰ نے میرے سینے میں ڈالا ہے وہ میں نے ابوبکر کے سینہ میں ڈال دیا ہے اور یہ بھی واضح ہوا ہے کہ اسرافیلی حقیقت بھی علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام وہی حقیقت محمدی ہے علیہ وعلی جمیع اخوانہ الصلوٰۃ والسلام بہ طریق اصالت وظلیت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی حقیقت کی طرح جو کہ اس حقیقت کا ظل ہے بلکہ اس جگہ دونوں اصالت رکھتے ہیں کوئی ظلیت درمیان میں حائل نہیں ہے اگر فرق ہے تو کلیت اور جزئیت کا فرق ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل ہیں لہٰذا وہ حقیقت الٰہی کے نام سے موسوم ہے علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام اور ملائکہ کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے

Marfat.com

حقائق اسی سرافیلی حقیقت سے پیدا ہوئے ہیں علی نبینا وعلیہ وعلی جمیع اخوانہ الکرام الصلوٰۃ والسلام ۔

**سوال :۔** عارف کو اپنی حقیقت سے جوکہ اسم الٰہی جل شانہ سے عبارت ہے جو اس کا رب ہے اس حقیقت کے وصول کے بعد ترقی جائز ہے یا نہیں ؟

**جواب :۔** سلوک کے مراتب طے کرنے کے بعد جس کو پوری سیر الی اللہ کہتے ہیں اس حقیقت تک وصول دو قسم کا ہے ۔ ایک قسم یہ ہے کہ اس جگہ وصول اس اسم کے ظلال میں سے کسی ظل سے ہو کہ جس نے مظاہر وجوبیہ میں اپنے آپ کو اپنی حقیقت ظاہر کیا ہے اور اصل کے رنگ میں باہر آیا ہے اور یہ اشتباہ اس راہ میں بہت ہے اور سالک کے لئے ایک بہت بڑی گھاٹی ہے مگر یہ کہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس گھاٹی سے خلاصی میسر ہو جائے اور شک نہیں ہے کہ اس حقیقت نما ظل سے ترقی جائز ہے بلکہ واقع ہے ۔

اور اگر وصول اپنے نفس حقیقت تک ہو چکا ہے تو اس سے آگے ترقی بغیر کسی دوسرے کی تبعیت اور طفیل کے جائز نہیں ہے کہ وہ حقیقت اس کی ذاتی استعداد کے مراتب کی انتہا ہے لیکن اگر اس کو کسی کی طفیل دوسرے کی حقیقت تک جو اس سے اوپر ہے پہنچا دیں تو جائز ہے بلکہ واقع ہے اور یہ سیر گویا سیر قسری ہے ۔ جو سیر طبعی اور استعدادی کے علاوہ ہے جیساکہ اس کا کچھ بیان حقیقت محمدی کے وصول بیان میں گذر چکا ہے علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام ۔

**سوال :۔** حقیقت محمدی سے جوکہ حقیقۃ الحقائق ہے اور ممکنات کے حقائق میں سے کوئی حقیقت اس سے اوپر نہیں ہے ۔ ترقی جائز ہے یا نہیں اُور تم نے اپنے رسائل میں لکھا ہے کہ حقیقت محمدی سے ترقی واقع ہوئی ۔ اس معاملہ میں حقیقت کیا ہے ؟

**جواب :۔** جائز نہیں ہے کیونکہ اس مرتبہ کے اوپر لاتعین کا مرتبہ ہے کہ اس مرتبہ تک متعین الحاق و وصول محال ہے اور بے کیف وصول اور الحاق کہنا محض منہ کی بات ہے کہ معاملہ کی حقیقت تک پہنچنے سے پہلے اس سے تسلی حاصل کی جاتی ہے لیکن اصل معاملہ کی حقیقت تک پہنچنے کے بعد عدم وصول والحاق کا حکم لازمی ہے کہ اس جگہ شک کا کوئی شائبہ نہیں ہے اور وہ جو میں نے لکھا ہے کہ حقیقت محمدی سے ترقی واقع ہوئی مراد اس حقیقت سے اس حقیقت کا ظل ہے کہ اجمال حضرت علم کیا ہے اور جسے وحدت سے تعبیر کیا ہے اس وقت اس فقیر پر یہ ظل پر اصل کا اشتباہ تھا اور جب محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس ظل سے اور تمام ظلال سے نجات میسر ہوئی تو معلوم ہوا کہ اس حقیقۃ الحقائق سے ترقی واقع نہیں ہے بلکہ جائز نہیں ہے قدم اس جگہ سے اٹھانا اور آگے رکھنا وجوب میں قدم رکھنا ہے اور امکان سے باہر آنا ہے

Marfat.com

جو کہ عقلی اور شرعی محال ہے۔

**سوال:۔** اس تحقیق سے لازم آتا ہے کہ حضرت خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس حقیقت سے ترقی واقع نہ ہو۔

**جواب:۔** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس جاہ وجلال اور اس بلندی شان کے باوجود ہمیشہ ممکن ہیں اور ہرگز امکان سے باہر نہیں آسکتے اور نہ واجب سے مل سکتے ہیں کیونکہ یہ الوہیت سے منصف ہونے کو مستلزم ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے بلند ہے کہ کوئی اس کا شریک اور برابری کرنے والا ہو۔

دَعْ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارٰی فِیْ نَبِیِّہِمْ وَاحْکُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحًا فِیْہِ وَاحْتَکِم[1]

**سوال:۔** سابقہ تحقیق سے واضح ہوا کہ دوسروں کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وارثت اور طفیل میں حقیقت الحقائق تک وصول اور ان سے الحاق واتحاد ثابت ہے اور ان کے خاص کمال میں شرکت موجود ہے پس اس صورت میں متبوع اور تابع کے درمیان اور اصل اور طفیلی کے درمیان فرق جو کہ رفع حجاب اور ارتفاع واسطہ کا متضمن ہے اور تمام کمالات سے اوپر ہے کیا ہوگا؟ اور وہ کونسی بزرگی ہوگی جو متبوع اور اصیل میں ہو اور تابع اور طفیلی میں نہ ہو؟

**جواب:۔** دوسروں کا اس حقیقت تک الحاق وصول خادم کے اپنے مخدوم سے الحاق کی طرح ہے یا طفیلی کے اصیل سے وصول کی طرح ہے اگر کوئی واصل اخص الخواص بھی ہے جو کہ بہت ہی تھوڑے ہیں تو وہ بھی خادم ہے اور اگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات ہیں تو وہ بھی طفیلی ہیں اور خادم جو کہ پس خوردہ کھانے والا ہے اس کو اپنے مخدوم سے کیا شرکت ہو سکتی ہے اور اس کے مقابل اس کی کیا عزت و آبرو ہے؟ اور طفیلی اگرچہ ہم جلیس اور ہم لقمہ ہے لیکن طفیلی پھر بھی طفیلی ہے۔ خادم جو اپنے مخدوم کے پیچھے بلند مقامات تک پہنچ جاتے ہیں اور ان کے مخصوص طعاموں میں سے بچا ہوا کھاتے ہیں اور عزت و احترام پاتے ہیں تو یہ سب مخدوم کی بزرگی ہے اور اس کی تابعداری کی بلندی ہے گویا کہ مخدوم کو اپنی ذاتی عزت کے علاوہ خادموں کے الحاق کے راہ سے بھی عزت ملتی ہے اور ان کی شان میں اور زیادہ بلندی پیدا ہو جاتی ہے۔

اچھی طرح سنو کہ حدیث نبوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) میں آیا ہے "جس نے کوئی اچھا طریقہ نکالا تو اس کے لئے اس کا اجر بھی ہے اور جو اس پر عمل کریں گے ان کا اجر بھی"۔ پس سنت حسنہ میں متبوع کے جتنے بھی تابع زیادہ ہوں گے تو اس کو ان کے اجر کی مثل اور زیادہ ملے گا اور اس کی منزلت کی زیادتی کا باعث ہوگا پس تابعین کو اپنے متبوع سے کیا شرکت ہوگی اور کونسی مساوات متوہم ہوتی ہے۔

---

[1] جو نصاریٰ نے اپنے نبی کے متعلق کہا ہے وہ چھوڑ دے اور اس کے علاوہ تو ان کی جو تعریف کرنا چاہے وہ کر اور اس پر مضبوط رہ ۱۲۔

سنو سنو! جائز ہے کہ کچھ لوگ ایک ہی مقام میں ہوں اور ایک ہی دولت میں شریک ہوں لیکن ان میں سے ہر ایک کے ساتھ معاملہ الگ الگ ہو اور ایک کو دوسرے کی کوئی اطلاع نہ ہو۔ ازواج مطہرات بہشت میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک ہی مقام میں ہوں گی اور ایک ہی کھانے اور پانی سے تناول کریں گے لیکن وہ معاملہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوگا وہ اُن سے نہ ہوگا اور وہ لذت و سرور جو اُن کو حاصل ہوگا وہ اِن کو حاصل نہ ہوگا اور اگر ان کو اس جگہ تمام امور میں شرکت ہو تو ان کی فضیلت بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی افضلیت کی طرح سب پر لازم آئے گی اور اس جگہ افضلیت کا معنی اللہ تعالےٰ کے نزدیک کثرت ثواب ہے۔

سوال ۱:۔ یہ تعین حُبّی جو کہ تعین اوّل ہے اور حقیقت محمدی ہے علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام ممکن ہے یا واجب؟ اور حادث ہے یا قدیم؟ صاحب فصوص تعین اوّل کو کہ جس کو حقیقت محمدی کہا ہے۔ اور اس کو وحدت سے تعبیر کیا ہے اور اسی طرح تعین ثانی کو کہ اس کو واحدیت کہا ہے اور اعیان ثابتہ کہ جن کو حقائق ممکنات کہتا ہے اس مرتبہ میں ثابت کیا ہے اور وہ ہر دو تعین کو تعین وجوبی کہتا ہے اور قدیم جانتا ہے اور دُوسرے تین تنزلات کو کہ روحی اور مثالی اور جسدی ہیں تعین امکانی تصور کرتا ہے آپ کا اس مسئلہ میں کیا عقیدہ ہے؟

جواب:۔ اس فقیر کے نزدیک کوئی تعین اور متعین نہیں ہے وہ کونسا تعین ہوگا جو لاتعین کو متعین کرے۔ یہ الفاظ حضرت شیخ محی الدین اور اس کے تابعین قدس اللہ تعالےٰ اسرارہم کے مذاق کے موافق ہیں اور اگر اس فقیر کی عبارت میں کہیں اس قسم کے الفاظ ہوں تو ان کو صنعت مشاکلہ کے قبیل سے سمجھنا چاہیئے بہر حال میں کہتا ہوں کہ وہ تعین تعین امکانی ہے اور مخلوق اور حادث ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ (کہ سب سے پہلے جو چیز اللہ تعالےٰ نے پیدا کی وہ میرا نور ہے) اور دُوسری احادیث میں اس نور کی پیدائش کے وقت کا تعین بھی آیا ہے جیسا کہ فرمایا قَبْلَ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ بِاَلْفَیْ عَامٍ (آسمانوں کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے) اور اس کی مثل اور روایات بھی ہیں اور جبکہ وہ مخلوق ہے اور مسبوق بعدم ہے۔ ممکن اور حادث ہے اور جبکہ حقیقت الحقائق جو کہ اسبق حقائق ہے ممکن اور مخلوق ہو تو دُوسروں کے حقائق بطریق اولیٰ مخلوق ہوں گے اور امکان و حدوث رکھتے ہوں گے۔

تعجب ہے کہ شیخ قدس سرہٗ نے حقیقت محمدی کو بلکہ تمام ممکنات کے حقائق کو اعیان ثابتہ کہا ہے وہ کہاں سے ان کے وجوب کا حکم کرتے ہیں اور کیسے ان کو قدیم جانتے ہیں اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول کے برخلاف کیسے التزام کرتے ہیں ممکن اپنے اجزا کے ساتھ بھی ممکن ہے اور اپنی صُورت اور حقیقت سے

Marfat.com

بھی ممکن ہے تعین وجوبی ممکن کی حقیقت کس لئے ہوگا۔ ممکن کی حقیقت یقیناً ممکن ہونی چاہیئے کیونکہ ممکن کو واجب تعالےٰ کے ساتھ کوئی اشتراک اور نسبت نہیں ہے سوائے اس کے کہ ممکن اس کی مخلوق ہے اور اللہ تعالےٰ اس کے خالق ہیں۔ اور شیخ چونکہ واجب اور ممکن میں تمیز نہیں کرتے اور خود فرماتے ہیں کہ "ان دونوں میں تمیز نہیں ہے" اگر وہ واجب کو ممکن کہے اور ممکن کو واجب کہے تو اسے کوئی خطرہ نہیں ہے اگر ان کو معذور سمجھیں تو کمال کرم اور عفو ہے۔ اے ہمارے رب اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کھاجائیں تو ہم پر مواخذہ نہ فرما۔

**سوال۔** تو نے خود اپنے رسائل میں اللہ تعالےٰ اور ممکن کے درمیان اصل اور ظل کی نسبت ثابت کی ہے اور ممکن کو واجب کا ظل کہا ہے اور واجب کو باعتبار اصل ممکن کی حقیقت کہا ہے کہ وہ اس کے ظل کی طرح ہے اور اس پر بہت سے معارف کو متفرع کیا ہے اگر اس اعتبار سے شیخ قدس سرہٗ نے بھی واجب تعالےٰ کو ممکن کی حقیقت کہہ دیا ہو تو اس میں کیا استحالہ لازم آتا ہے اور اسے کیوں ملامت کی جاتی ہے؟

**جواب:۔** اس قسم کے علوم جو واجب تعالےٰ اور ممکن میں نسبت کا اثبات کریں اور شریعت ان کے ثبوت کے لئے وارد نہیں ہوئی یہ تمام معارف سُکریہ سے ہیں اور حقیقت معاملہ کی نارسائی کی وجہ سے۔

ع ممکن چہ بود کہ ظلِ واجب باشد[1]

واجب تعالےٰ کا سایہ کیوں ہوگا کیونکہ مثل کی تولید کا مُوہم ہے اور عدم کمال لطافت کے شائبہ کی خبر دیتا ہے۔ جبکہ رسُول اللہ کا لطافت کی وجہ سے سایہ نہ تھا تو خُدائے محمد کا سایہ کیوں ہوگا۔ خارج میں موجُود بالذات اور بالاستقلال صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور یا پھر اللہ تعالےٰ کی صفات ثمانیہ حقیقیہ اور ان کے سوا جو کچھ بھی ہے وہ اللہ تعالےٰ کی ایجاد سے موجُود ہُوا ہے اور ممکن اور مخلوق اور حادث ہے اور کوئی مخلوق اپنے خالق کا ظل نہیں ہے اور مخلوقیت کے سوا خالق سے کوئی نسبت سوائے اس نسبت کے جس کو شرع نے ثابت کیا ہو نہیں رکھتا۔ یہ عالم کی ظلیت کا علم سالک کو راہ میں بہت کام دیتا ہے اور اسے کشاں کشاں اصل تک لے جاتا ہے اور جب کمال عنایت سے منازل طے کر کے اصل تک پہنچتا ہے تو محض خُدا تعالےٰ کے فضل سے وہ ایسا پاتا ہے کہ اصل بھی ظل کا حکم رکھتا ہے اور یہ مطلوبیت کے لائق نہیں ہے کیونکہ امکان کے داغ سے داغدار ہے اور مطلوب ادراک کے احاطہ اور وصل و اتصال سے ماورا ہے۔ اے ہمارے رب ہمیں اپنی جناب سے رحمت عنایت فرما اور ہمارے معاملہ میں بھلائی پیدا کر۔

**فصل:۔** فضائل مآب کمالات دستگاہ مولانا حسن کشمیری دہلوی نے اللہ تعالےٰ ان کے احوال کو

---

[1] ممکن کی کیا حیثیت ہے کہ وہ واجب کا ظل ہو۔

Marfat.com

اچھا کرے اور ان کی آرزو بر آئیں ایک خط لکھ کر فقیر کو بھیجا تھا اور اس میں چند ایک سوالات درج کرکے ان کے حل کا مطالبہ کیا تھا اور چونکہ ان کا حل بعض اسرار کے اظہار کا متضمن ہے اور کچھ اور بھی رکاوٹیں تھیں۔ فقیر ان کے جواب میں جرأت نہیں کرتا تھا اور حیلہ بہانہ سے وقت گذار رہا تھا۔ چونکہ مشارٌالیہ کا اس فقیر پر بہت بڑا حق ہے کہ انہی کی اچھی رہنمائی سے میں حضور ولایت پناہ ہادی راہ اندراج نہایت فی البدایۃ کی دولت سے مشرف ہوا ہوں اور اس راہ کی الف۔ با کا سبق بھی انہی سے لیا ہے اور ان کی خدمت میں بے اندازہ برکات و فیوض کا استفادہ بھی کیا تو مجبوراً بعض سوالات کا حل جو کہ اس رسالہ کے علوم سے مناسبت رکھتے ہیں اس رسالہ کے ذیل میں ان کو درج کر دیا ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی بھلائی کی راہ کی ہدایت دینے والے ہیں۔

آپ نے پوچھا تھا کہ کمالات صوری و معنوی اور ظاہری اور باطنی اور علمی و عملی اور دنیوی اور آخروی جو کچھ بھی نوع بشر میں ممکن ہے وہ حضرت خیر البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام الیٰ یوم الحشر کو بالفعل حاصل اور متمکن ہیں جیسا کہ حدیث نفیس اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ وَلَا فَخْرَ (میں آدم کی اولاد کا سردار ہوں اور میں فخر نہیں کرتا) اور اٰدَمُ وَمَنْ دُوْنَہٗ تَحْتَ لِوَائِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ (آدم اور ان سے نچلے تمام نبی قیامت کے دن میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے) اور فَعَلِمْتُ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ (پس میں نے پہلوں اور پچھلوں کا علم معلوم کر لیا) اور ان جیسی اور بھی احادیث سے مفہوم ہوتا ہے اور جو کسی چیز سے مشروط یا کسی وقت پر موقوف ہوگا وہ بھی اپنے وقت پر باحسن وجوہ جلوہ دکھائے گا پس اس صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حزن جو دوام اور کثرت سے موصوف و معروف ہے کیوں ہے؟ اور اس کا سبب کیا ہے؟ کیونکہ حزن و اندوہ کا سبب کسی چیز کا فقدان ہوتا ہے جس کو وہ چاہتا ہے۔

میرے مخدوم! حزن کا استبعاد اور حضرت خاتمیت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمال کا فقدان جب جاہ و جلال محمدی پر نظر کی جائے اور خداوندی عنایات کو دیکھا جائے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت پر ہیں تو مسلّم اور مستحسن ہے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت اور عبودیت اور عجز اور بشریت کو دیکھا جائے اور اللہ تعالیٰ کے ذاتی استغناء اور کبریائی اور عظمت و جلال و عزت کو ملاحظہ کیا جائے تو حزن کا حصول اور اللہ تعالیٰ کے بے نہایت کمالات میں سے کسی کمال کا فقدان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بھی مستبعد نہیں ہے بلکہ بندگی کے حال کے لائق ہے آیت وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِہٖ عِلْمًا (وہ اس کے علم میں سے کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتے) اور آیت لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ (آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں) یہ دونوں اس معنی پر گواہ عدل ہیں اور ہر ایک کے متعلق فقدان کا اثبات کرتی ہیں۔ ہاں ممکن اگرچہ کتنے ہی بلند

Marfat.com

مراتب تک پہنچ جائے واجب کی حقیقت کو کیا معلوم کرسکتا ہے اور حادث قدیم سے کیا لے سکتا ہے اور متناہی غیر متناہی کا احاطہ کیسے کرسکتا ہے اور وہ جو آپ نے لکھا ہے کہ ہر کمال جو نوع بشر میں ممکن ہے وہ حضرت خاتمیت میں بالفعل حاصل ہے علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام ہاں فضل کلی اور ہر ایک پر فضیلت رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخصوص ہے لیکن وہ کمال جو جزوی فضیلت رکھتا ہو وہ جائز ہے کہ بعض انبیائے کرام اور ملائکہ عظام علی نبینا علیہم الصلوات والتسلیمات سے مخصوص ہو اور وہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل کلی میں کوئی قصور پیدا نہیں کرتا۔

صحیح احادیث میں آیا ہے کہ امتیوں کے بعض کمالات ایسے ہوتے ہیں جن پر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی رشک کرتے ہیں حالانکہ امتوں کے تمام افراد پر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو کلی فضیلت حاصل ہے اور یہ بھی احادیث میں آیا ہے کہ اللہ کی راہ میں شہید ہونے والے چند چیزوں سے انبیاء پر بھی فضیلت رکھتے ہیں۔ شہداء کو غسل کی حاجت نہیں ہے اور انبیاء کو غسل دینا چاہیئے اور شہداء پر نماز جنازہ نہیں ہے جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے اور انبیاء پر نماز جنازہ پڑھنا چاہیئے اور قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ شہداء کو مُردے نہ سمجھو کہ وہ زندہ ہیں اور انبیاء کو مُردے فرمایا ہے یہ تمام فضائل جزئیہ ہیں انبیاء کی کلی فضیلت میں یہ کوئی قصور پیدا نہیں کرتے۔

پس ہوسکتا ہے کہ ان فضائل جزئیہ میں سے بعض کا فقدان رسُول اللہ علیہ وسلم کے حُزن واندوہ کا سبب ہو کہ وہ ان فضائل تک پہنچنے اور استعداد کے حاصل ہونے کا سبب بن جائے مثلاً نبوت کے ساتھ شہادت کا درجہ بھی جمع ہوجائے اور اگر ہم تسلیم کریں کہ تمام انسانی افراد کے تمام کمالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں بالفعل موجود ہیں تو میں کہتا ہوں کہ چونکہ آنحضرت کی ہمت بلند واقع ہوئی ہے علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام لہٰذا ان کمالات پر اکتفا نہیں کرتے اور ھَلْ مِنْ مَزِیْد (کیا کچھ اور بھی ہے) کہتے ہوئے بلندی کا شوق فرماتے ہیں اور چونکہ اوپر کے کمالات کا حصُول امکان بشری سے خارج ہے تو لازماً آپ ہر وقت اندوہگین اور حزین رہتے۔

اِس بحث کی تحقیق یہ ہے اور اللہ تعالےٰ ہی حقیقت حال کو خوب جانیں کہ طریقت وحقیقت اور قرب اور معرفت میں تمام کام کا دار ومدار فنا اور صفات بشری اور احکام امکان کے زوال پر ہے ؎

ہیچ کس را تا نہ گردد او فنا  نیست راہ در بارگاہ کبریا[1]

جس قدر بھی بشریت کے وجربات باقی ہیں اسی قدر اس راہ کے حجاب بھی موجود ہیں اور کلی طور پر

[1] کسی کو بھی جبتک کہ وہ فنا نہ ہوجائے خدا تعالےٰ کی بارگاہ میں راہ نہیں ہے ۱۲

Marfat.com

بشریت کی صفات کا ارتفاع تمام افراد انسانی میں ممکن نہیں ہے کیا خواص اور اخص خواص بیشیخ عطار فرماتے ہیں ؎

نمی بینی کہ شاہے چوں پیمبر ۔ نیافت او فقر کل تو رنج کم بر[1]

اور فقر کلی سے کلی طور پر امکانی اور بشری صفات کا زوال مراد لیا ہے کہ اس کا حصول متعذر نہیں ہے کیونکہ وہ حقائق کے منقلب ہونے کو مستلزم ہے کیونکہ ممکن اگر ترقی کرکے اپنے امکان سے علیحدہ ہوجائے تو یقیناً وہ واجب ہوجائے گا اور یہ عقلی اور شرعی محال ہے۔ اور وہ جو کسی بزرگ نے کہا ہے ؎

چوں ممکن گرد امکان بر فشاند[2] ۔ بجز واجب درد چیزے نہ ماند

یہ تشبیہ اور تمثیل پر محمول ہے تقریر اور تحقیق پر محمول نہیں ہے کہ وہ غیر واقع ہے کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎

سیاہ روئی ز ممکن در دو عالم[3] ۔ جدا ہرگز نہ شد واللہ اعلم

**سوال :۔** امکان کے آثار و احکام کا بقا مقام قاب قوسین میں ظاہر ہے کہ قوس امکان و قوس وجوب اس جگہ برپا ہے لیکن مقام اَوْ اَدْنٰی جو کہ اصل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے امکان کے احکام کا بقا کیا معنی رکھتا ہے ؟

**جواب :۔** وجوب اور امکان میں مابہ الامتیاز چیز عدم ہے جو کہ امکان کی ایک طرف ہے کیونکہ امکان کی دوسری طرف وجود ہے جو قدر مشترک ہے۔ درمیان وجوب اور امکان کے اور مقام اَوْ اَدْنٰی میں اس عدم کے احکام زوال پذیر ہوجاتے ہیں اور قوسین کا امتیاز رفع ہوجاتا ہے نہ کہ امکان بالکل مرتفع ہوجاتا ہے اور وجوب سے بدل جاتا ہے کہ وہ محال ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا۔ البتہ اس قدر ضرور ہے کہ مقام قاب قوسین میں ظلمانی حجابات سے باہر نہیں آتا ہے کہ وہ عدم کے آثار ہیں اور مقام اَوْ اَدْنٰی میں اگر حجاب ہیں تو نورانی ہیں اور وہ وجود امکانی کی راہ سے آتے ہیں اور اسی توجیہ پر اس بزرگ کے بیت کے معنی کو محمول کیا جاسکتا ہے جو کہ اوپر گذرا اور امکان کی گرد جھاڑنے کا مطلب عدم کے احکام کا زوال ہے جو کہ سراسر کدورت ہے۔

**سوال :۔** جب امکان کے عدم کی طرف زائل ہوئی اور وہ مابہ الامتیاز جو کہ امکان اور وجوب کے درمیان تھا اٹھ گیا اور وجود کے سوا جو کہ امکان کی دوسری طرف ہے اور وجوب اور امکان میں قدر مشترک ہے

---

[1] کیا تو نہیں دیکھتا کہ پیغمبر جیسے بادشاہ نے بھی کلی فقر نہ پایا للہذا تو رنج کم اٹھا ۱۲

[2] جب ممکن امکان کی گرد جھاڑ دیتا ہے تو واجب کے سوا کوئی چیز اس میں باقی نہیں رہتی ۱۲

[3] ممکن سے دونوں جہانوں میں سیاہی ہرگز دور نہیں ہوسکتی اور اللہ ہی خوب جانے

Marfat.com

اس جگہ نہ رہا تو درست ہُوا کہ امکان اپنی حقیقت سے الگ ہو کر وجُوب کے ساتھ ملحق ہو گیا جو کہ وجُود صرف ہے اور حقیقت میں تبدیل ہونا لازم آیا تو اس بزرگ کے بیت کا معنی جو کہ ذکر ہو چکا ہے کہ اُس میں واجب کے سوا کوئی چیز نہیں رہتی "، حقیقت پر محمول ہُوا۔

**جواب :۔** یہ وجُود جو ممکن کی طرف میں ثابت ہے اس وجود کا ظل ہے جو کہ وجُوب میں ثابت ہے نہ کہ اس وجود کا عین اور یہ وجوب جو طرف عدم کے زوال سے ممکن میں پیدا ہوا ہے وجوب بالغیر ہے جو کہ ممکن کی ایک قسم ہے نہ کہ وجُوب بالذات تا کہ حقیقت کا منقلب ہونا لازم آئے کیونکہ اس عدم کا ارتفاع ذات ممکن کی طرف سے نہیں آیا ہے کہ واجب بالذات ہو جائے اور محال لازم آئے بلکہ ممکن میں اس عدم کا ارتفاع حضرت واجب الوجود کے غلبہ کی وجہ سے ہے اور یہ ممکن کی ذات پر حضرت واجب الوجود کی حکومت ہے اور وجُوب سے جو کہ مصرعہ سابق میں واقع ہُوا ہے متبادر فی الذہن وجوب ذاتی ہے نہ کہ وجوب بالغیر اور وجُود کو وجوب و امکان کے درمیان قدر مشترک کہنا اشتراک لفظی کے قبیل سے ہے نہ کہ معنوی اگرچہ اس کو کلی مشکک کہتے ہیں کیونکہ ممکن کے وجود کو واجب تعالےٰ کے وجُود سے حقیقت میں کوئی شرکت نہیں ہے تا کہ کلیہ اور جزئیہ کا تصور کیا جا سکے۔

**سوال :۔** فنا و بقا جو صوفیا، علیہ نے کہا ہے اور ولایت کو اس سے عبارت سمجھا ہے اس کا کیا معنی ہے جب صفات بشریت کا ارتفاع متصور نہیں ہے تو فنا کی کیا گنجائش ہے ؟

**جواب :۔** وہ فنا جو ولایت میں معتبر ہے وہ شعور اور شہود کے اعتبار سے ہے جو کہ ماسوائے حق کے نسیان سے عبارت ہے نہ کہ ماسویٰ کا ارتفاع ۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس فنا والا غلبات سکر میں اشیاءُ کے عدم شعور کو عدم اشیا سمجھتا ہے اور اس کو ماسوی کا ارتفاع جانتا ہے اور اس سے تسلی پاتا ہے اور اگر محض فضل سے اس کو ترقی دے کر دولت صحو سے مشرف کریں اور صاحب تمیز بنا دیں تو جان لیتا ہے کہ وہ فنا اشیاء کا نسیان تھا نہ کہ اشیاء کا اعدام ، اور اس نسیان سے اگر زائل ہُوا ہے تو اشیا کی گرفتاری ہے جو کہ ثابت اور مذموم ہے نہ نفسِ اشیاء کہ اشیا اپنی صرافت پر قائم و ثابت اس اور اس کے اِعدام اور نفی سے ان کی نفی نہیں ہو سکتی ہے ؎

شیا ہی از حبشی کے رُود کہ خود رنگ است[1]

اور جب فضل و کرم سے یہ دید اور یہ تمیز عطا ہوئی تو وُہ تسلی زائل ہوئی اور اس کی جگہ حُزن و اندوہ و بے آرامی بیٹھ گئی اور اس کو معلوم ہو گیا کہ اس کا "نہ ہونا" ایک ایسا مرض ہے جو اس کی کوشش اور

---

[1] حبشی سے سیاہی کیسے دُور ہو سکتی ہے کہ وہ اس کا اصلی رنگ ہے ۱۲

Marfat.com

اہتمام سے نابود نہیں ہو سکتا اور یافت (پا لینا) جو کہ مور کے دو پاؤں کی طرح ہمیشہ ان کے لئے جانکاہ ہیں امکان کا نقص اور حدوث کا قصور ہے جو ہمیشہ اس کے لئے جانکاہ ہوتا ہے عجیب معاملہ ہے کہ عارف جتنا بھی اوپر چلا جاتا ہے اور زیادہ ترقیات و عروج حاصل کرتا ہے اتنا ہی نقص کا دیدا اس میں زیادہ ہوتا جاتا ہے اور قصور زیادہ اس کی نظر میں آتا ہے اور بے آرام اور بے قرار کر دیتا ہے اور وہی رسی بٹنے والے کے شاگرد کا قصہ ہے جو اس نے تعجب سے اپنے استاد سے کہا تھا کہ "میں جتنا بھی کام زیادہ کرتا ہوں اتنا ہی دور ہوتا جاتا ہوں" شاید یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے کاش رب محمد محمد کو پیدا نہ کرتا" اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا "جتنی مجھے ایذا دی گئی ہے اتنی کسی نبی کو ایذا نہیں دی گئی"

شاید اس ایذا سے مراد یہی نقص اور قصور کا دیکھنا ہو جو کہ کمال حزن و اندوہ کا سبب ہے کیونکہ دوسری ایذائیں دوسرے انبیاء میں بھی پائی جا سکتی ہیں کہ زیادہ تھیں علی نبینا علیہم الصلوات والتسلیمات۔ حضرت نوح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نو سو پچاس سال اپنی قوم میں رہے اور ان کو دعوت دیتے رہے اور طرح طرح کی ایذائیں برداشت کرتے رہے کہ ان کی قوم دعوت کے وقت ان پر اس قدر پتھر برساتی کہ وہ پتھروں کی بہتات کی وجہ سے بے ہوش ہو کر لوٹنے لگتے اور گر پڑتے اور پتھروں کے نیچے دب جاتے اور پھر جب اپنی حالت میں آتے تو ان کو دعوت شروع کر دیتے اور قوم پھر ان کے ساتھ وہی معاملہ کرتی یہاں تک کہ خدا کی تحریر اپنے وقت کو پہنچی۔

جاننا چاہیئے کہ یہ نقص و قصور کا دیکھنا دوری کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ قرب اور حضوری کی وجہ سے ہے کیونکہ روشن اور صاف مقام میں تھوڑی سے کدورت بھی زیادہ نظر آتی ہے اور تاریک اور مکدر جگہ میں بہت سی کدورت بھی تھوڑی معلوم ہوتی ہے اور وہ جو پہلے کہا جا چکا ہے کہ معرفت اور قربت کے کام کا دار و مدار فنا پر ہے کیونکہ جب تک سالک اپنے آپ سے فانی نہ ہو اور پوری طرح اپنی صفات بشریت و امکان سے باہر نہ جائے اپنے مطلوب تک نہیں پہنچ سکتا کیونکہ ان کا مطلوب کے ساتھ جمع ہونا دو نقیض کے جمع ہونے کی جنس سے ہے کیونکہ امکان میں ثبوت عدم ضروری ہے اور وجوب میں سلب عدم ضروری ہے اور جب تک مطلوب تک نہ پہنچے مطلوب کے کمالات کو کیا پائے اور اس کے کمال کو اپنے کمال کے مماثل کے سوا کیا ادراک کرے کیونکہ "کسی چیز کا ادراک اس کی ضد اور اس کے غیر سے نہیں کیا جا سکتا" یہ ارباب معقول کا مقررہ قضیہ ہے۔

وہ بچہ جو جماع کی لذت کو نہیں پہنچا ہے اگر اس جماع کا کمال بیان کرے گا تو اسے میٹھا کہے گا نہ کہ تلخ۔ اور پھر اس کی مٹھاس کو کھانڈ کی مٹھاس کی طرح جانے گا کہ اس کے وجدان میں اس کے علاوہ اور کچھ

Marfat.com

- نہیں ہے اور یہ کمال اس جماع کا کمال نہیں ہے بلکہ ایسا کمال ہے جو نیچے کی اختراع ہے جو کہ حقیقت میں اسی کی طرف راجع ہے نہ اس جامع کی طرف۔ پس جو کچھ مطلوب سے بغیر اعلام کے اپنی طرف سے کہے گا وہ اس کا اپنا کہنا ہوگا اور جو کچھ اس کی تعریف کرے گا وہ اس کی اپنی تعریف ہوگی اسی لئے ایک عارف نے فرمایا ہے کہ آیت کریمہ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ (اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی تعریف نہ بیان کرتی ہو) میں حمدہٖ کی ضمیر شے کی طرف راجع ہے یعنی کوئی چیز تسبیح و تقدیس و تعریف نہیں کرتی مگر اپنی یہی وجہ ہے کہ بسطامی نے کہا سُبْحَانِیْ (میں پاک ہوں) تسبیح کو اپنی طرف لوٹانے کے لئے کیا خوب کہا ہے ؎

(۱) اے شدہ ہم در جمال خویشتن ¹ — مے پرستی ہم خیال خویشتن

(۲) قسم خلقاں زاں جمال وزاں کمال — ہست گر برہم نہی مشتِ خیال

(۳) گر ز معشوقت خیالے در سرست — نیست معشوق آں خیال دیگر است

صاحب فصوص فرماتے ہیں کہ تجلی ذات صرف متجلّیٰ لہٗ کی صورت میں ہوتی ہے پس متجلّیٰ لہٗ حق کے آئینہ میں اپنی صورت کے سوا اور کچھ نہیں دیکھتا اور اس نے خدا تعالےٰ کو نہیں دیکھا اور نہ ہی ممکن ہے کہ اس کو دیکھ سکے عدم امکان رویت تو مبالغہ کے طور پر کہا ہے نہ کہ حقیقی طور پر کیونکہ رویت دنیا میں جائز ہے اور آخرت میں واقع ہے جب سالک کی پوری فنا ممتنع ہوئی اور مطلوب سے اتصال و وصول اس کے بغیر ممنوع ہوا اور بغیر وصول کے معرفت کی کوئی صورت نہیں تو لازماً معرفت سے عجز لازم آیا اور معرفت سے عجز عین معرفت ہوئی یہ نہ کہا جائے کہ معرفت سے عجز معرفت کیونکر ہوا جو کہ اس کا نقیض ہے کیونکہ معرفت سے عجز اس معرفت سے عبارت ہے کہ "وہ پہچانا نہیں جا سکتا۔"

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا "ادراک کو پا لینے سے عاجز آنا ادراک ہے" پس پاک ہے وہ اللہ جس نے خلقت کے لئے اپنی طرف کوئی راہ نہیں بنائی سوائے اس کے کہ اس کی معرفت سے عاجز آ جائے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎

سبحان خالقے ² کہ صفاتش ز کبریا — بر خاک عجز مے فگند عقل انبیاء

جبکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام صفات کبریا کی معرفت میں عاجز آ جائیں اور ملائکہ کرام علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام کہیں کہ "ہم نے تجھے جیسے پہچاننے کا حق تھا نہیں پہچانا" اور صدیق اکبر جو کہ اس خیر الامم کے

---

¹ (۱) اے وہ کہ اپنے جمال میں محو ہے تو اپنے خیال ہی کی پرستش کرتا ہے (۲) اس جمال و کمال سے مخلوق کی قسمت اگر تو غور کرے تو خیالات کی ایک مشت ہے (۳) اگر معشوق کا خیال تیرے سر میں ہے تو وہ معشوق نہیں ہے بلکہ کوئی اور خیال ہے ۱۲۔

² پاک ہے وہ خالق کہ جس کی صفات اپنی کبریائی سے انبیاء کی عقل کو خاک پر ڈال دیتی ہیں ۱۲۔

Marfat.com

کے رئیس اور سردار ہیں وہ اپنی عاجزی کا اقرار کرتے ہیں تو دوسرا کون ہے جو معرفت سے دم مارے شاید کہ اپنے جہل مرکب کو معرفت سمجھے اور غیر حق کو حق جانے اور یہ معرفت سے عجز عروج کے مراتب کی نہایت کی نہایت ہے اور قرب کے مدارج کی غایت کی انتہا ہے اور جب تک وہ آخری نقطہ تک نہ پہنچے اور تجلیات اور ظہورات کے مراتب طے نہ کرے اور وصل اور اتصال کو کہ کتنی ہی مدت اس کے ساتھ خوش رہا اس کو عین فصل و انفصال نہ پائے اس عجز کی دولت سے مشرف نہیں ہو سکے گا اور خدا ناشناسی سے آزاد نہیں ہو سکے گا۔ اور غیر حق کو حق جانے گا۔

سوال :۔ پس خدا تعالےٰ کی معرفت کے واجب ہونے کا کیا معنی ہے ؟

جواب :۔ وجوب معرفت اس معنی سے ہے کہ شریعت میں خدا تعالےٰ کی ذات اور صفات کے متعلق جو کچھ وارد ہوا ہے اس کا پہچاننا واجب ہے۔ اور ہر وہ معرفت جو شریعت کے علاوہ مستفاد ہو اس کو اس فقیر کے نزدیک خدا کی معرفت کہنا جرأت ہے اور ظن و تخمین سے خدا تعالےٰ پر حکم لگانا ہے۔ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ (کیا تم اللہ پر وہ بات کہتے ہو جو تم نہیں جانتے) شاید اسی لئے کہ سراج الامت اور امام الائمہ امام اعظم کوفی رضی اللہ عنہ نے یہ قول کہا ہو "پاک ہے تو ہم نے تیری عبادت جس طرح تیرا حق تھا نہیں کی ہے لیکن جس طرح تیرے پہچاننے کا حق تھا ہم نے تجھے پہچان لیا ہے" اگرچہ یہ قول اکثر لوگوں پر گراں ہے لیکن معقول توجیہ کے قابل ہے کیونکہ حق معرفت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کو ان تمام چیزوں سے جن کو شریعت نے بیان کیا ہے یعنی کمالات و تنزیہات و تقدیسات وغیرہ سے پہچانا جائے۔ کہ ان سے باہر معرفت کی کوئی چیز باقی نہیں رہ جاتی۔ جو کہ حقِ معرفت کو مانع ہو۔

سوال :۔ اس معرفت میں تو عوام و خواص شرکت رکھتے ہیں بلکہ مساوات رکھتے ہیں اور لازم آتا ہے کہ عام مومنوں کی معرفت خواص انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی معرفت کی طرح ہو کہ سب کو حق معرفت حاصل ہے اور یہ مسئلہ اسی طرح کا ہے کہ حضرت امام اعظم نے فرمایا ہے اَلْاِيْمَانُ لَا يَزِيْدُ وَلَا يَنْقُصُ (کہ ایمان میں کمی بیشی نہیں ہوتی) اور اس جگہ کہا ہے کہ اس عبادت سے لازم آتا ہے کہ عام مومنوں کا ایمان انبیاء علیہم الصلوات و التسلیمات کے ایمان کی طرح ہو۔

جواب :۔ اس قوی شبہ کا حل ایک دقیقہ پر مبنی ہے کہ اس فقیر کو محض اپنے فضل سے اس کی راہنمائی کی گئی ہے اور وہ باریک نکتہ یہ ہے کہ حق معرفت یہ ہے کہ ان معارف شرعیہ سے عارف کو معرفت سے عجز لاحق ہو مثلاً شریعت میں اللہ تعالےٰ کے لئے صفت علم کا اثبات کیا گیا ہے اور وہ علم اللہ تعالےٰ کی ذات کی طرح بے چون و بے چگون ہے اور ہمارے ادراک کے احاطہ سے باہر ہے۔ اگر اس علم کو اپنے علم پر

Marfat.com

قیاس کر کے پہچانا جائے تو نہیں پہچانا جائے گا بلکہ اس جگہ شناخت اپنی اختراع کی ہوگی نہ کہ اللہ تعالےٰ کے علم کی معرفت جو کہ اللہ تعالےٰ کے کمال کی صفت ہے۔

پس اس صورت میں سرے سے معرفت ہی نہیں ہے حقِ معرفت کیا ہوگا اور اگر اس کا معاملہ قیاس اور تخمین سے نکل کر عجز میں آجائے اور وجدان اور حال سے پائے کہ اس کو نہیں پہچانا جا سکتا اور جان لے کہ اس سے حصہ سوائے ایمان لانے کے اور کچھ نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کے کمال کی صفت ہے اس وقت معرفت بھی حاصل ہوگی اور حق معرفت بھی پس حقیقت میں اصل معرفت یہی حق معرفت ہوا اور جو حق معرفت نہیں ہے وہ اصل معرفت بھی نہیں ہے پس عوام کو حق معرفت میں خواص سے شرکت نہ ہوئی۔ مساوات کی کیا گنجائش ہے؟

سوال:۔ جب حق معرفت نفس معرفت ہوا تو چاہیئے کہ عوام کو نفس معرفت بھی نہ ہو کیوں کہ اُن کو حق معرفت بھی نہیں ہے؟

جواب:۔ معرفت کی ایک صورت ہے اور ایک حقیقت۔ وہ معرفت جو عین حق معرفت ہے وہ حقیقت معرفت ہے جو کہ معرفت سے عجز کے ساتھ مربوط ہے اور اس کی صورت وہ ہے جو کہ اس عجز کی حد تک نہ پہنچے اور امکان کی صفات کے قیاس کرنے کے شائبہ سے آزاد نہ ہو جیسا کہ گذرا۔ یہ کمال درجہ کی مہربانی ہے کہ صورت معرفت کو بھی نفس ایمان کی طرح معتبر سمجھا ہے اور نجات کو اس کے ساتھ مربوط کیا ہے جیسا کہ صورت ایمان کو بھی معتبر سمجھا ہے اور جنت کا داخلہ اس پر مترتب کیا ہے۔ صورتِ ایمان میں صورت معرفت کافی ہے اور حقیقت ایمان میں حقیقت معرفت سے چارہ نہیں ہے۔

پس اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ ایمان کے بھی دو فرد ہیں صورت اور حقیقت اور وہ جو عوام کا حصہ ہے وہ صورت ہے اور وہ جو خواص کو عطا ہوا ہے وہ حقیقت ہے پس عوام کا ایمان انبیاء کے ایمان کی طرح نہ ہوا جو کہ اخص خواص ہیں علیہم الصلوات والتسلیمات۔ کیونکہ وہ ایمان اور ہے اور یہ ایمان اور ہے اور یہ آپس میں کوئی مماثلت نہیں رکھتے۔

اور ایمان کی حقیقت میں چونکہ عجز معرفت سے ماخوذ ہے اور معرفت یہ کہ "وہ پہچانا نہیں جاتا" موجود ہے تو لازماً اس جگہ زیادتی اور نقصان مفقود ہوگا کیونکہ سلب معرفت میں درجات کا تفاوت نہیں ہے اور ثبوت ہے کہ اس جگہ درجات میں تفاوت ہے پس ایمان کی حقیقت میں زیادتی اور نقصان کا احتمال نہ ہوگا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی حقیقتِ حال کو خوب جانتے ہیں۔

سوال:۔ اس تقریر سے لازم آیا کہ صوفیہ علیہ کے کشفی علوم و معارف اعتبار کے مقام سے ساقط

Marfat.com

ہیں اور اللہ تعالےٰ کی معرفت ان کے ساتھ کچھ بھی وابستہ نہیں ہے کہ حق معرفت شرعی علوم و معارف سے حاصل ہُوا اور وہ معرفت نہ رہی جس کو صوفیہ کسب سے تلاش کرتے ہیں پس صوفیہ کو علماء سے اللہ تعالےٰ کی معرفت میں کچھ بھی بزرگی ثابت نہ ہوئی۔

**جواب:۔** صوفیہ کے کشفی علوم و معارف اس عجز کے لئے اسباب ہیں جو کہ ان کے منتہی لوگوں کو آخر میں میسّر ہوتا ہے اور یہ بزرگوار اس کشفی معارف کے زینہ سے اس عجز کی دولت سے مشرف ہو جاتے ہیں پس ان بزرگواروں کے معارف معتبر ہوں گے کہ حق معرفت کے حصُول کا وسیلہ ہیں اور ایمان حقیقی کے وصول کا ذریعہ ہیں۔

**سوال:۔** جب معرفت سے عجز ثابت ہُوا اور کمال عجز میں منحصر ہوا پس صوفیہ علیہ نے جو تین مراتب اعتبار کئے ہیں ان کا کیا معنی ہے اور علم الیقین اور عین الیقین اور حق الیقین سے کیا مراد ہے؟

**جواب:۔** اس فقیر کو اس مسئلہ میں قوم سے اختلاف ہے ان بزرگواروں نے ان مراتب سہ گانہ کو خدا تعالےٰ کی ذات کی نسبت سے اعتبار کیا ہے اور علم الیقین اور عین الیقین اور حق الیقین اللہ تعالےٰ کی ذات میں ثابت کئے ہیں اور مثال جو لائے ہیں کہ آتش کے علم کو جو دھوئیں کے استدلال سے حاصل ہو آتش کے متعلق علم الیقین کہتے ہیں اور آتش کو دیکھنا عین الیقین تصور کرتے ہیں اور آتش سے متصف ہونا حق الیقین۔ اور یہ فقیر ان مراتب سہ گانہ کو ان نشانیوں میں جو کہ اللہ تعالےٰ کی ذات پر دلالت کرنے والی ہیں منحصر سمجھتا ہے اور علم اور عین اور حق یہ تینوں دلالت کرنے والوں کے مراتب قرار دیتا ہے نہ کہ مدلول کے وہ علم اور عین اور حق سب سے بلند ہے اور علم اور عین اور حق تمثیل میں دھوئیں کے متعلق جانتا ہے نہ کہ آتش کی نسبت کیونکہ اگر دھوئیں کا علم استدلال سے حاصل ہُوا ہے تو دھوئیں کی نسبت علم الیقین ہے جو کہ آتش کو مستلزم ہے اور اگر دھوئیں کو دیکھا ہے اور اس جگہ سے آتش کے وجود کا استدلال کیا ہے تو دھوئیں کی نسبت سے عین الیقین ہے اور اگر دھوئیں سے متصف ہُوا ہے اور اس جگہ سے آتش کے وجود کا استدلال کیا ہے تو دھوئیں کی نسبت سے حق الیقین ہے اور یہ استدلال پہلے استدلال کی نسبت زیادہ پُورا ہے کہ وہ استدلال آفاق سے ہے اور یہ استدلال انفس سے کہ دھوئیں سے متصف ہُوا ہے۔

اور پھر یہ بھی ہے کہ عین الیقین میں دھواں ایک واسطہ ہے اور حق الیقین میں واسطہ نہیں ہے بلکہ وہی نسبت جو دھوئیں کو آتش سے ثابت ہے اس کو بھی وہی نسبت حاصل ہوتی ہے اور قرب کے اعلیٰ مدارج پر پہنچ جاتا ہے جو علم اور یقین اور حق سے ماوراء ہے۔ یہ نہیں کہا جائے گا کہ جب واسطہ اٹھ گیا تو

Marfat.com

رویت ثابت ہوگئی کہ عین الیقین، کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ واسطہ کا اٹھ جانا رویت کے ثبوت میں کفالت نہیں کرتا کچھ اور چیزیں چاہئیں کہ جن کا وجود مفقود ہے اور جب یقین کے تمام مراتب نشانات کی طرف راجع ہوئے اور کوئی معرفت نہ رہی جو مدلول کی طرف راجع ہو تو لازماً مدلول کی معرفت میں عجز لازم آیا اور سلبِ معرفت کے علاوہ کوئی معرفت اس جگہ ثابت نہ ہوئی اور اگر یقین کے ان مراتب سہ گانہ کو آیات کی طرف راجع نہ کیا جائے بلکہ مدلول کی طرف راجع ہوں تو معرفت سے عجز کی کیا صورت ہوگی اور سلب معرفت کے کیا معنی ہوں گے۔

# مکتوب نمبر ۱۲۳

(نور محمد تہاری کی طرف صادر فرمایا)

(اس بیان میں کہ جو راہ اللہ تعالےٰ کی طرف پہنچانے والے ہیں وہ دو ہیں)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى۔ وہ راہ جو اللہ تعالےٰ کی طرف پہنچانے والے ہیں دو ہیں ایک وہ راہ ہے جو قرب نبوت سے تعلق رکھتی ہے علی اربابہا الصلوٰۃ والسلام اور اصل الاصل تک پہنچانے والی ہے اس راہ سے واصل ہونے والے اصل میں تو انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات ہیں اور ان کے صحابہ اور باقی اُمتوں میں سے جس کو بھی اس دولت سے نوازیں اگرچہ وہ تھوڑے ہوتے ہیں بلکہ بہت ہی تھوڑے ہوتے ہیں

اور اس راہ میں توسط وحیلولت نہیں ہے جو بھی ان واصلین میں سے فیض حاصل کرتا ہے وہ بغیر کسی کے وسیلے کے اصل سے حاصل کرتا ہے اور کوئی بھی دوسرے کی راہ میں حائل نہیں ہوتا۔

اور ایک وہ راہ ہے جو قرب ولایت سے تعلق رکھتی ہے۔ اقطاب و اوتاد اور بدلا اور نجباء اور عام اولیاء اللہ اسی راہ سے واصل ہیں اور راہ سلوک اسی راہ سے عبارت ہے بلکہ متعارف جذبہ بھی اسی میں داخل ہے اور اس راہ میں توسط اور حیلولت ثابت ہے اور اس راہ کے واصلین کے پیشوا اور ان کے سردار اور ان کے بزرگواروں کے منبع فیض حضرت علی المرتضیٰ ہیں کرم اللہ تعالےٰ وجہہ الکریم ہیں اور یہ عظیم الشان منصب ان سے تعلق رکھتا ہے۔ اس راہ میں گویا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں قدم مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مبارک سر پر ہیں اور حضرت فاطمہ اور حضرت حسنین رضی اللہ تعالےٰ عنہم اس مقام میں ان کے ساتھ شریک ہیں۔

Marfat.com

میں یہ سمجھتا ہوں کہ حضرت امیر اپنی جسدی پیدائش سے پہلے بھی اس مقام کے ملجا و ماوی تھے جیسا کہ آپ جسدی پیدائش کے بعد ہیں اور جس کو بھی فیض و ہدایت اس راہ سے پہنچی کہ ان کے ذریعے سے پہنچی کیونکہ وہ اس راہ کے آخری نقطہ کے نزدیک ہیں اور اس مقام کا مرکز ان سے تعلق رکھتا ہے اور جب حضرت امیر کا دور ختم ہوا تو یہ عظیم القدر منصب ترتیب وار حضرات حسنین کو سپرد ہوا اور ان کے بعد وہی منصب ائمہ اثنا عشر میں سے ہر ایک کے ترتیب وار اور تفصیل سے مقرر ہوا اور ان بزرگواروں کے زمانہ میں اور اسی طرح ان کے انتقال کے بعد جس کو بھی فیض اور ہدایت پہنچتا ہے ان بزرگواروں کے ذریعہ اور حیلولہ سے پہنچا ہے اگرچہ اقطاب و نجبائے وقت ہی کیوں نہ ہوں اور سب کے ملجا و ماوی یہی بزرگ ہیں کیونکہ اطراف کو اپنے مرکز کے ساتھ الحاق کرنے سے چارہ نہیں ہے۔

یہاں تک کہ نوبت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ تک پہنچی اور جب اس بزرگوار تک نوبت پہنچی تو منصب مذکور آپ کے سپرد ہوا اور ائمہ مذکورین اور حضرت شیخ کے درمیان کوئی بھی اس مرکز پر مشہود نہیں ہوتا اور اس راہ میں فیوض و برکات کا حصول جس کو بھی ہو خواہ وہ اقطاب و نجبا ہوں آپ کے واسطہ ہی سے مفہوم ہوتا ہے کیونکہ یہ مرکز ان کے علاوہ اور کسی کو میسر نہیں ہوا ہے یہی وجہ ہے کہ آپ نے فرمایا ہے ؎

اَفَلَتْ شُمُوْسُ الْاَوَّلِیْنَ وَشَمْسُنَا ۔۔۔ اَبَدًا عَلٰی اُفُقِ الْعُلٰی لَا تَغْرُبُ[1]

شمس سے مراد فیضان ہدایت و ارشاد کا آفتاب ہے اور اس کے غروب ہونے کا مطلب فیضان مذکور کا عدم ہے اور جب حضرت شیخ کے وجود سے وہ معاملہ جو پہلے لوگوں سے تعلق رکھتا تھا مقرر ہوا اور وہ رشد و ہدایت کے وصول کا واسطہ ہوئے جیسا کہ ان سے پہلے پہلے لوگ تھے اور پھر یہ بھی ہے کہ جب تک فیض کے توسط کا معاملہ قائم ہے انہی کے وسیلہ سے ہے تو لازماً درست ہوا کہ اَفَلَتْ شُمُوْسُ الْاَوَّلِیْنَ وَشَمْسُنَا الخ

**سوال:**۔ یہ حکم مجدد الف ثانی سے ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ مجدد الف ثانی کے معنی کے بیان میں جلد ثانی کے ایک مکتوب میں درج ہوا ہے کہ جو کچھ بھی فیض کی قسم سے اس مدت میں امتوں کو پہنچتا ہے وہ اسی کے ذریعہ سے ہوتا ہے اگرچہ وہ اقطاب و اوتاد ہوں یا نجباء و بدلاء وقت ہوں۔

**جواب:**۔ میں کہتا ہوں کہ مجدد الف ثانی اس مقام میں حضرت شیخ کے نائب ہیں اور حضرت شیخ کی نیابت ہی سے یہ معاملہ اس سے وابستہ ہے جیسا کہ کہا ہے نُوْرُ الْقَمَرِ مُسْتَفَادٌ مِّنْ نُّوْرِ الشَّمْسِ۔ (چاند

[1] پہلے لوگوں کے سورج غروب ہو گئے اور ہمارا سورج ہمیشہ بلندی کے کنارے پر ہے گا وہ غروب نہ ہو گا ۱۲

Marfat.com

کا نور سورج کے نور سے مستفاد ہے، تو اب کوئی استخارہ نہ رہا۔

سوال :- مجدد الف ثانی جو اوپر مذکور ہوا مشکل ہے کیونکہ اس مدت مذکورہ میں حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی نزول فرمائیں گے اور حضرت مہدی علیہ الرضوان بھی ظاہر ہوں گے اور ان بزرگواروں کا معاملہ اس سے بہت بلند ہے کہ وہ کسی کے ذریعہ سے فیض حاصل کریں۔

**جواب :-** میں کہتا ہوں کہ دو راہوں میں سے دوسرے راہ میں توسط کا معاملہ پیش آتا ہے جو کہ قرب ولایت سے عبارت ہے اور پہلی راہ میں جو کہ قرب نبوت سے عبارت ہے توسط کا معاملہ مفقود ہے جو بھی اس راہ سے واصل ہوا ہے کوئی بھی اس میں حائل اور وسیلہ نہیں ہے وہ کسی کے وسیلہ کے بغیر فیوض و برکات حاصل کرتا ہے۔ توسط اور حیلولت صرف آخری راہ میں ہے اور اس مقام کا معاملہ علیحدہ ہے جیسا کہ گذر چکا اور حضرت عیسیٰ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت مہدی علیہ الرضوان پہلی راہ سے واصل ہیں جیسا کہ حضرات شیخین رضی اللہ تعالےٰ عنہما پہلی راہ سے واصل ہیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ضمن میں ہیں اور وہ اپنے مختلف درجات میں اس جگہ ایک خاص شان رکھتے ہیں۔

تنبیہ :- جاننا چاہیئے کہ جائز ہے کہ کوئی شخص قرب ولایت کی راہ سے قرب نبوت تک پہنچے اور دونوں معاملات میں شریک ہو اور انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی طفیل اس کو اس جگہ بھی جگہ دیدیں اور کارخانہ کو اس سے وابستہ کر دیں اور اس جگہ بھی معاملہ اس سے متعلق ہو ۔

خاص کند بندۂ مصلحت عام را[1]

یہ اللہ تعالےٰ کا احسان ہے جس پر چاہے کرے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ سُبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین

# مکتوب نمبر ۱۲۴

شیخ محمد طاہر بدخشی کی طرف صادر فرمایا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ شیخ محمد طاہر بدخشی نے استفسار کیا ہے کہ رسالہ مبدأ و معاد میں لکھا ہے کہ "جیسے صورت کعبہ صورت محمدی کی مسجود ہے اسی طرح حقیقت کعبہ بھی حقیقت محمدی کی مسجود ہے علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات": اس عبارت سے حقیقت محمدی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ

[1] وہ عام لوگوں کی مصلحت کے لئے کسی بندہ کو خاص کر دیتا ہے۔

Marfat.com

والسلام سے حقیقت کعبہ کی افضلیت لازم آتی ہے حالانکہ مقرر یہ ہے کہ عالم کی پیدائش سے مقصود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور حضرت آدم اور تمام آدمی ان کے طفیل ہیں علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ اگر وہ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا اور نہ ربوبیت کو ظاہر کرتا۔

جاننا چاہیئے کہ صورت کعبہ اینٹ اور پتھر سے عبارت نہیں ہے کیونکہ اگر بالفرض یہ اینٹ اور پتھر درمیان میں نہ ہوں تو بھی کعبہ کعبہ ہے اور خلائق کا مسجود ہے بلکہ صورت کعبہ باوجود اس کے کہ عالم خلق سے ہے لیکن دوسری اشیاء کی پیدائش کی طرح نہیں ہے بلکہ وہ ایک مستور امر ہے جو حس و خیال کے احاطہ سے باہر ہے وہ عالم محسوسات سے ہے اور کچھ بھی محسوس نہیں ہے اور تمام اشیاء کا متوجہ الیہا ہے اور کوئی بھی توجہ نہیں ہے۔ وہ ہستی ہے جس نے نیستی کا لباس پہنا ہے اور نیستی ہے جس نے ہستی کے لباس میں اپنے آپ کو ظاہر کیا ہے وہ جہت میں بے جہت ہے اور سمت میں بے سمت ہے۔

مختصر یہ کہ یہ صورت حقیقت مثل ایک عجیب چیز ہے کہ عقل اس کی تشخیص میں عاجز ہے اور عقلاء اس کے تعین میں حیران ہیں گویا کہ وہ عالم بے چونی و بے چگونی کا نمونہ ہے اور بے شبہی اور بے نمونی کا نشان اس میں پوشیدہ ہے۔ ہاں اگر ایسا نہ ہوتا تو مسجودیت کے لائق نہ ہوتا اور بہترین موجودات علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام شوق و آرزو سے اس کو اپنا قبلہ اختیار نہ فرماتے۔ فِیْہِ اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ (اس میں کھلے کھلے نشان ہیں) اس کی شان میں نص قاطع ہے وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا (اور جو اس میں داخل ہو گیا وہ امن میں ہو گیا) اس کے حق میں قرآن مجید مدح کرنے والا ہے۔

وہ بیت اللہ ہی ہے کہ جس میں صاحب خانہ جل شانہٗ کی بے کیف بود و باش ہے اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بے چون بے چگون مجہول الکیفیت نسبت و اتصال ہے وَلِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی (اور اللہ کے لئے بلند مثل ہے) عالم مجاز میں جو کہ حقیقت کا پل ہے بیت (گھر) شب باشی کی خبر دیتا ہے جو کہ صاحب خانہ کے آرام اور قرار کی جگہ ہے اہل دولت کے لئے اگرچہ بیشمار نشست گاہیں ہیں اور بیٹھنے اٹھنے کے لئے بہت سے مقام ہیں لیکن گھر پھر بھی گھر ہے جو کہ اغیار کی مزاحمت سے بیگانہ اور دوست کے آرام کے لئے مکان اور جگہ ہے۔ اگرچہ بحکم حدیث قدسی وَلٰکِنْ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِی الْمُؤْمِنِ (لیکن میں اپنے مومن بندے کے دل میں سما سکتا ہوں) مومن بندے کا دل بے چونی ظہور کی گنجائش پیدا کرتا ہے لیکن گھر ہونے کی نسبت جو کہ بود و باش کی خبر دیتا ہے وہ کہاں سے پیدا کرے۔ اور اغیار کی مزاحمت جو کہ گھر کے لوازمات سے ہے کہاں سے لاتے اور جب غیر اور غیریت کو اس مقام میں دخل نہ ہو گا تو لازماً وہ مخلوق کا سجدہ گاہ ہو گا کہ غیر کو سجدہ نہ ہو اور غیریت مسجودیت کی منافی ہوتی ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف۔ سجدہ

Marfat.com

تجویز نہ فرمایا اور بیت اللہ شریف کی جانب شوق اور رغبت سے سجدہ کرتے رہے فرق کا راز اس جگہ سے معلوم کرو کہ ساجد اور مسجود میں کتنا بڑا فرق ہے ۔

اے بھائی جب آپ نے کچھ صورت کعبہ کے متعلق معلوم کر لیا تو اب کچھ حقیقتِ کعبہ کے متعلق بھی سنو حقیقت کعبہ ذاتِ بے چون واجب الوجود سے عبارت ہے کہ ظہور اور طلب کی گرد بھی وہاں تک راہ نہیں پا سکتی اور وہ مسجودیت و معبودیت کے لائق ہے اس حقیقت کو اگر حقیقت محمدی کا مسجود کہیں تو اس میں کیا استحالہ لازم آتا ہے اور آپ کی افضلیت میں کیا قصور واقع ہوتا ہے ۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ حقیقت محمدی عالم کے تمام افراد کے حقائق سے افضل ہے لیکن کعبہ معظمہ کی حقیقت عالم کی جنس سے نہیں ہے تاکہ اس کے ساتھ یہ نسبت ظاہر کی جائے اور اس کی افضلیت میں توقف کیا جائے ۔

تعجب ہے کہ ان دو صاحب دولت کی ساجدیت اور مسجودیت کی صورتوں کے فرق نے بھی ذو فنون عقلمندوں کو ان کی حقیقت کے فرق کا سراغ نہ دیا کہ انہوں نے منہ پھیرنے کا مقام اختیار کیا اور طعن و تشنیع کی زبان کھولی حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ ان کو انصاف عطا کریں کہ نہ سمجھتے ہوئے ملامت نہ کریں ۔ اے ہمارے رب ہمارے گناہ اور ہمارے اپنے کام میں ہماری زیادتیاں معاف فرما اور ہمارے قدم ثابت رکھ اور ہمیں کافروں کی قوم پر مدد عطا فرما ۔ والسّلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

تیسرا دفتر ختم ہوا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہاں کتاب ختم ہو گئی ۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

# اختتامیہ

## عرض مترجم غفر اللہ لہ

بلا شبہ اسلام کامل دین ہے جو انسان کی تمام دنیوی و اُخروی سعادتوں کا کفیل ہے۔ لیکن ان سعادتوں سے انسان اسی وقت بہرہ ور ہو سکتا ہے جبکہ اس دین کو اپنا دستور حیات بنائے اور اس کے ظاہری و باطنی محاسن سے آراستہ ہو۔ کما حقہٗ یہ مقام، تزکیہ نفس کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ تزکیہ نفس کیلئے تصوف و سلوک کی منازل طے کرنا شرط ہے۔ حدیث میں عبادت کے جس درجے کو احسان سے تعبیر کیا گیا ہے اس تک پہنچنے کا ذریعہ یہی تصوف و سلوک ہے۔

نیک کام کی قبولیت، اس کے نتائج و ثمرات سے متمتع و مستفید ہونے کا مدار صدقِ نیت خلوص اور للٰہیت پر ہے۔ اور اخلاص اور للٰہیت کے تقاضوں کی تکمیل بدون تزکیہ نفس ناممکن ہے۔ کوئی شخص کتنا ہی بڑا عالم و فاضل، مفکر و علامہ کیوں نہ ہو تزکیہ کے بغیر بشری و نفسانی رذائل و حجابات سے نجات نہیں پا سکتا۔

محققین صوفیائے کرام اور بزرگان دین نے اپنی تصانیف میں سلوک کے منازل و مقامات کی نہایت شرح و بسط سے نشاندہی کی ہے اور مروجہ غلط فقر و سلوک اور صحیح فقر و سلوک کو پوری طرح ممتاز کر دیا ہے انہی مبارک و عمدہ تصانیف میں سے امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی سرہندی قدس سرہٗ کے مکتوبات ہیں۔ جن میں خالص اسلامی تصوف کی حقیقت و ماہیت، اس کے معارف و رموز اور اس کے فوائد و ثمرات پر نہایت

Marfat.com

جامع انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور سلوک سے متعلق ہر طرح کے شکوک و شبہات کا ازالہ کیا گیا ہے۔ آپ کے مکتوبات قلبی و روحانی امراض کیلئے نسخہ شفا ہیں۔

اس دورِ الحاد میں خام صوفیوں اور جاہل پیروں نے فقر و سلوک کا حلیہ جس بُری طرح بگاڑا ہے۔ اور فقر کے نام پر گمراہی و ضلالت کا جو بازار گرم کر رکھا ہے۔ وہ اربابِ فہم و دانش سے پوشیدہ نہیں۔ اس صورتِ حال نے فقیر کو اس امر پر آمادہ کیا کہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے مکتوبات قدسی آیات جو فارسی میں تھے، اردو زبان میں منتقل کئے جائیں۔ حسنِ اتفاق سے تائید ایزدی نے بہت جلد یاوری کی کہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی کے مالک جناب محترم الحاج حکیم محمد تقی صاحب دہلوی اطال فی دام فیضہٗ وعم احسانہٗ و زید مجدہٗ لاہور تشریف لائے اور ترجمے کی فرمائش کی۔ فقیر نے حکیم صاحب موصوف کے ارشاد کے مطابق ترجمے کا کام شروع کر دیا۔ جنوری ۱۹۷۰ء میں یہ مبارک کام شروع کیا اور جون ۱۹۷۲ء کے اواخر میں کم و بیش ساڑھے سولہ سو صفحات پر پھیلا ہوا یہ ترجمہ مکمل ہوا۔ خدا تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر جس نے اس ناکارہ اور ہیچ مداں سے یہ عظیم کام پایۂ تکمیل کو پہنچایا۔

حکیم صاحب موصوف کی خواہش تھی کہ ترجمہ سال ڈیڑھ سال کے اندر اندر مکمل ہو جائے مگر افسوس کہ مرض شوگر کے باعث مسلسل نقاہت، دربار شریف میں افتاء کا کام، ملاقاتیوں کا ہجوم، جامعہ حنفیہ غوثیہ حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کے انتظام و اہتمام کی ذمہ داریاں، سُنی تبلیغی جماعت پاکستان کی تبلیغی مصروفیات اور گھریلو مشاغل وغیرہ کی بنا پر قبلہ حکیم صاحب موصوف کی خواہش پوری نہ کر سکا جس کے لئے فقیر قبلہ حکیم صاحب مدظلہ العالی اور مدینہ پبلشنگ کمپنی کے اراکین سے تہ دل سے معذرت خواہ ہے کہ انہیں انتظار کی شدید زحمت اٹھانا پڑی۔ تاچیز اپنی جگہ مجبور تھا اور وہ اپنے مقام پر سچے تھے، بلکہ میں یہ عرض کروں گا کہ صحت کی ناسازی اور بے پناہ مصروفیات کے باوجود قریباً ساڑھے سولہ سو صفحات کا ترجمہ اڑھائی برس میں مکمل ہو جانا

Marfat.com

تائید و توفیق ایزدی کا کرشمہ اور بزرگانِ دین کی نظر کرم کا نتیجہ ہے۔
آخر میں تمام اصحاب علم وعرفان کی خدمت میں عرض ہے کہ ترجمے میں اگر خطا اور غلطی پائیں تو عفو و درگزر سے کام لیں اور بندہ کو آگاہ کریں کہ آیندہ اس کی صحت ہو سکے تمام پڑھنے اور فائدہ اٹھانے والوں سے استدعا ہے کہ اپنی دعاؤں میں اس عاصی کو یاد رکھیں۔ رب تعالےٰ کے حضور میں التجا اور دعا ہے کہ اس حقیر کوشش کو قبول کرے اور میرے لئے اسے ذریعہ نجات اور ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین ثم آمین۔

بحمد اللہ کہ بر رغمِ زمانہ بپایاں آمد ایں دلکش فسانہ
ز دیوارِ فراغت یافت پشتی براہِ نرمی افتاد از درشتی
سرم برداشت از زانو گرانی
سبک شد خاطر از بارِ نہانی

وصلی اللہ تعالےٰ علےٰ خیر خلقہ ونور عرشہ سیدنا و مولانا محمد وعلےٰ الہ واصحابہ واھل بیتہ وجمیع امتہ اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین

محمد سعید احمد نقشبندی غفر اللہ لہ
خطیب و امام مسجد حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ، لاہور۔ پاکستان
۲۔ جولائی ۱۹۷۲ء

Marfat.com